بہترین قرآن در زبان پہلوی

مثنوی معنوی

مصنفہ مولانا جلال الدین رومیؒ

ترجمہ

مولانا قاضی اسجاد حسین صاحب

ناشر ادارہ ادبیات دہلی ۶


باسمہٖ سبحانہٗ
مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ
مولانا قاضی سجاد حسین صاحب
حامد اینڈ کمپنی لاہور

مُقدّمہ

عجب اتفاق ہے کہ نہ فارسی پڑھی نہ فارسی آئی لیکن ہندوستان میں مُروّج فارسی کی کتابوں کی اشاعت کا کام قدرت نے اس بیچارے سے لیا۔ ۱۹۳۶ء کے بعد جبکہ فارسی کے رسم ورواج کے تابوت میں آخری کیل ٹھک رہی تھی خیال آیا کہ گلستانِ سعدیؒ کو سہل الحصول بنا کر شائع کیا جائے، اس پر اردو میں کچھ حاشیے لکھے اور اس کو شائع کر دیا۔ اس کی اشاعت اور قبولیت نے ہمت بندھائی تو بوستانِ سعدیؒ پر بھی طبع آزمائی شروع کر دی اور اردو کے حاشیہ کے ساتھ اس کو بھی شائع کر دیا۔ پھر مطالبہ شروع ہوا کہ ہر دو کتب کو مستند ترجمہ کے ساتھ شائع کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ بھی ہوا، ان چاروں کتابوں کی یکجا اشاعت نے کام کے مزید اسباب و وسائل جمع کر دیئے اور عزم پیدا ہو گیا کہ ہندوستان کے مکاتب میں مُروّج فارسی کتب کو آسان حواشی لکھ کر بہترین انداز سے شائع کر دیا جائے، مالا بدمنہ شائع کی، اخلاقِ محسنی مترجم شائع کی اور پھر گلزارِ دبستان کریما، حمد باری اور پند نامہ بھی شائع کر دیا۔ ربّ العزت کا کرم ہے کہ اب ان کتابوں کی ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے مکاتب اور مدارس میں مانگ اور صرف انہی کی مانگ ہے۔ گذشتہ سالوں میں دیوانِ حافظ کو مترجم اور محشّی کیا اور اس کو بھی شائع کر دیا۔ اس کی مقبولیت وہم وخیال سے بھی زیادہ ہوئی اور ہندوستان کے اہلِ علم اور تعلیمی حلقوں سے اس کی اِسقدر داد ملی کہ مثنوی مولانا رومؒ پر کام کرنے اور اس کو شائع کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مثنوی کی ضخامت کے پیشِ نظر فیصلہ کیا کہ ابتداءً صرف پہلے دفتر کو شائع کیا جائے۔ اگر زندگی نے وفا کی اور توفیقِ خداوندی شاملِ حال رہی تو بقیہ دفتر بھی ایک ایک کر کے شائع کر دیئے جائینگے۔ تقریباً سال بھر گذرتا ہے کہ میں اس دفترِ اوّل کے ترجمہ اور حواشی لکھ کر فارغ ہو گیا لیکن کتابت کی دشواریاں اشاعت کی تاخیر کا سبب بنیں۔ اب جبکہ کتابت کی نگرانی اور تصحیح کی مصروفیت سے کچھ وقت بچنے لگا تو یہ چند سطور بطور مقدمہ کے پیشِ خدمت کر رہا ہوں۔ کتاب کی اہمیت اور مولانا کی شخصیت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ مقدمہ میں سیر حاصل بحثیں کی جائیں لیکن اپنی صلاحیت کی قلت اور وقت کی اشاعت کی کثرت شاید یہ تمنا پوری نہ کرنے دے پھر بھی خدائی مدد کے بھروسہ پر کچھ لکھ رہا ہوں۔

نام و نسب محمد نام جلال الدین لقب اور شہرت مولانائے روم کے عنوان سے ہے۔ نسب کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ محمد صرف مولانا ہی کا نام نہیں ہے بلکہ مولانا کے والد اور دادا بھی مولانا کے ہمنام ہیں۔ مولانا کے والد کا لقب بہاء الدین اور وطن بلخ ہے۔ شیخ بہاؤ الدین بڑے صاحب علم و فضل بزرگ تھے اور پورے خراسان میں مرجع خلائق تھے۔ محمد خوارزم شاہ کا دورِ سلطنت تھا وہ خود شیخ بہاؤ الدین کے حلقہ بگوشوں میں تھا اور امام فخر الدین رازی کی عقیدت میں شیخ کے حلقہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ شیخ کی مقبولیت عامہ جب حد سے بڑھی تو امیر اور امام فخر الدین رازی کی طبیعتوں پر وہ بار بن گئی شیخ نے اس کو محسوس کیا اور ۶۱۰ھ میں شیخ وطن ترک کر کے نیشاپور چلے گئے۔ خواجہ فرید الدین عطار شیخ بہاؤ الدین سے نیشاپور میں ملے اُس وقت مولانائے روم کی تقریباً ۶ سال کی عمر تھی۔ مولانا پر بچپن ہی سے سعادتمندی کے آثار نمایاں تھے۔ خواجہ صاحب نے مولانا کو دیکھ کر شیخ بہاؤ الدین سے فرمایا: "ان صاحبزادے کے جوہر قابل سے غفلت نہ برتیے گا!" اور اپنی مثنوی اسرار نامہ مولانا کو پڑھنے کیلئے عنایت کی۔ شیخ نیشاپور سے بغداد پہنچے وہاں کچھ دن قیام کر کے حجاز اور شام ہوتے ہوئے ارزنجان پہنچے اور وہاں سے لارندہ کا رُخ کیا لارندہ کے دوران قیام میں شیخ نے جبکہ مولانا کی عمر ۱۸ برس کی تھی مولانا کی شادی کر دی اور یہیں مولانا کے فرزند رشید سلطان ولد پیدا ہوئے۔ بغداد کے دورانِ قیام میں مولانا کی شہرت شاہِ روم علاؤ الدین کیقباد تک پہنچ چکی تھی۔ لارندہ کے قیام کے دوران میں علاؤ الدین کیقباد نے درخواست کی تو شیخ، قونیہ میں اُس کے پاس تشریف لے آئے اور اپنی بقیہ زندگی قونیہ ہی میں گذار کر جمعہ کے دن ۱۸ ربیع الثانی ۶۲۸ھ میں واصل بحق ہو گئے۔ مولانائے روم کی ولادت ۶۰۴ھ میں بلخ میں ہوئی تھی۔ تعلیم کے ابتدائی مراحل شیخ بہاؤ الدین نے طے کرائے تھے اور پھر اپنے مُرید سید برہان الدین محقق کو جو اپنے زمانے کے بہت بڑے افاضل علماء میں سے تھے مولانا کا معلم اور اتالیق بنا دیا تھا۔ مولانا نے اکثر علوم و فنون انہی سے حاصل کئے اور اپنے والد کی حیات تک اپنے والد ہی کی خدمت میں حاضر رہے۔ والد کے انتقال کے بعد ۶۲۹ھ میں شام کا قصد کیا۔ ابتداءً حلب کے مدرسہ حلاویہ میں رہ کر مولانا کمال الدین مصنف تاریخ حلب سے تلمذ کیا۔

مولانائے رومؒ اپنے دور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ فقہ اور مذاہب کے بہت بڑے عالم تھے۔ دیگر علوم میں بھی مولانا کو پوری دستگاہ حاصل تھی۔ دورانِ طالبعلمی ہی میں پیچیدہ مسائل میں علماء وقت مولانا کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اپنے والد صاحب کے وصال کے بعد مولانا نے اپنا روحانی تعلق سید برہان الدین سے قائم کر لیا تھا چنانچہ مثنوی میں مولانا نے اُن کا تذکرہ اپنے پیر ہی کی حیثیت سے کیا ہے۔ مولانا کا یہ وہ دور ہے جس میں مولانا پر ظاہری علوم ہی کا غلبہ تھا۔ سماع سے احتراز کرتے تھے۔ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہتے تھے۔

مولانا اور شمس تبریز مولانا کی زندگی کا دوسرا دور شمس تبریز کی ملاقات کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ مولانا کی زندگی میں شمس تبریز کی ملاقات کا

واقعہ جس قدر اہم ہے اسی قدر یہ واقعہ معرضِ خفا
میں ہے۔ جواہر مضیہ کے بیان کے مطابق تو واقعہ کی صورت یہ ہے کہ
مولانا ایک روز اپنے شاگردوں کے حلقہ میں رونق افروز تھے۔ چاروں طرف
کتابوں کے ڈھیر تھے کہ اچانک شمس تبریز قلندرانہ انداز سے آپہنچے اور کتابوں
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم
واقف نہیں ہو۔ مولانا کا یہ فرمانا تھا کہ اچانک کتابوں میں آگ لگ گئی۔ مولانا نے شمس تبریز سے کہا کہ یہ
کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں ہو اور یہ کہہ کر مجلس سے
روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ سے مولانا کی حالت دگرگوں ہو گئی، تمام گھر بار اور شان و شوکت کو خیرباد کہا
اور صحرانوردی شروع کر دی ملک کے گوشوں میں شمس تبریز کو تلاش کرتے پھرے لیکن اُن کا کہیں پتہ
نہ چلا۔ مولانا کے مُرید چونکہ مولانا کی اس کیفیت سے سخت پریشان تھے کہتے ہیں کہ مولانا کے کسی مرید
نے شمس تبریز کو مار ڈالا۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ شمس تبریز کو اُن کے پیر بابا کمال الدین جندی نے یہ کہکر مولانا کے
پاس بھیجا تھا کہ روم جاؤ وہاں ایک سوختہ دل ہے اُس کو گرما آؤ۔ شمس تبریز قونیہ پہنچے، شکر فروشوں
کی سرائے میں مقیم ہوئے اور ایک دن جبکہ مولانا نہایت تزک و احتشام سے ایک راستہ سے گذر رہے
تھے۔ شمس تبریز نے مولانا سے سرِ راہ دریافت کیا کہ مجاہدہ اور ریاضت کا کیا مقصد ہے؟ مولانا نے
فرمایا اتباعِ شریعت۔ شمس تبریز نے کہا۔ یہ تو سب ہی جانتے ہیں لیکن اصل مقصد علم و مجاہدے کا
یہ ہے کہ وہ انسان کو منزل تک پہنچا دے اور پھر حکیم سنائی کا یہ شعر پڑھا ؎

علم کز تو ترا نہ بستاند — جہل زاں علم بہ بود بسیار
جو علم تجھے تجھ سے نہ لے لے — اُس علم سے جہل بہت بہتر ہے

اِن جملوں سے مولانا اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً شمس تبریز کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔ ایک روایت یہ
بھی ہے کہ مولانا کسی حوض کے کنارے کُتب بینی میں مصروف تھے وہاں شمس تبریز آگئے اور مولانا سے
دریافت کیا کہ یہ کیا کتابیں ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ تمھیں اِن کتابوں سے کیا غرض۔ اِس پر شمس تبریز
نے وہ کتابیں حوض میں پھینک دیں۔ مولانا کو سخت رنج ہوا اور فرمایا کہ میاں درویش تم نے ایسی چیزیں
ضائع کر دیں جن میں نادر نکتے تھے اور اب ان کا ملنا محال ہے۔ اِس پر شمس تبریز نے وہ کتابیں خشک
حالت میں حوض سے نکال کر مولانا کے سامنے رکھ دیں۔ مولانا حیران ہوئے تو شمس تبریز نے کہا یہ حال
کی باتیں ہیں تم صاحبِ قال ان کو کیا جانو۔ اِس کے بعد مولانا، شمس تبریز کے ارادتمندوں میں داخل
ہو گئے۔

ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ ایک حلوہ فروش مولانا کی درسگاہ میں
آیا۔ مولانا نے بھی اس سے حلوہ کی ایک قاش خرید کر کھائی جس سے مولانا
کے احوال یکسر بدل گئے۔ بے اختیار اُٹھے اور گھر بار چھوڑ کر چل
گئے ایک عرصہ تک گم رہے۔ واپس آئے

تو بالکل خاموش تھے۔ جذبہ میں کسی وقت بولتے تو
زبان پر اشعار جاری ہو جاتے۔ یہی اشعار ہیں جو بصورت مثنوی آج ہمارے
سامنے موجود ہیں۔ اِن تمام واقعات سے وہ واقعہ قرینِ عقل ہے۔ جو
سپہ سالار نے قلمبند کیا ہے۔ سپہ سالار مولانا کے خاص مُرید ہیں اور تقریباً چالیس سال
تک مولانا کے فیضِ صحبت سے مُستفیض ہوتے رہے ہیں لکھتے ہیں۔ شمس تبریز ولد علاؤ الدین کیا بزرگ
کے خاندان سے تھے جو کہ اسمٰعیلیہ فرقہ کا امام تھا لیکن انھوں نے آبائی مذہب ترک کر دیا تھا۔ علوم ظاہری حاصل
کرنے کے بعد بابا کمال الدین کے مُرید ہو گئے تھے۔ تاجرانہ حیثیت سے زندگی بسر کرتے تھے، کمربند بُن کر اپنا
گذارہ کرتے تھے۔ ایک روز انھوں نے دعا کی کہ خدا کوئی ایسا شخص عطا فرمائے جو میری صحبت کا متحمل ہو سکے غیبی
اشارہ ہوا کہ روم جاؤ وہاں ایک شخص مل جائیگا، شمس تبریز قونیہ پہنچ کر برنج فروشوں کی سرائے میں مقیم ہو گئے
وہاں ایک اونچا چبوترہ تھا جہاں شہر کے عمائد اور اُمراء کا مجمع ہو جایا کرتا تھا۔ شمس تبریز بھی اِس مجمع میں
جا بیٹھتے تھے۔ مولانا کو شمس تبریز کی آمد کا حال معلوم ہوا تو ملاقات کے لئے پہنچے، شمس تبریز سے آنکھیں چار
ہوئیں تو ایک دوسرے کو سمجھا۔ شمس تبریز نے پوچھا کہ مولانا، بایزید بسطامی کے بارے میں مشہور ہے کہ تمام
عمر انھوں نے خربوزہ نہیں کھایا کیونکہ اُن کو یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طریقہ
سے کھایا ہے۔ یہ تو تھا اُن کا اتباعِ سنت کا جذبہ، دوسری طرف مشہور ہے کہ بایزید فرماتے تھے سُبحانی ما اعظم
شانی، اللہ اکبر میری شان کس قدر بڑی ہے۔ حالانکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اپنی جلالتِ شان کے
فرماتے ہیں میں ہر دن میں ستر مرتبہ اپنی مغفرت کی دُعا مانگتا ہوں۔ اب اِن دونوں باتوں کو کس طرح مُنطبق کیا
جا سکتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ بایزید بسطامی اگرچہ بہت بڑے بزرگ تھے لیکن وہ منازلِ تقرب میں ایک
مقام پر ٹھہر گئے تھے اور اس مرتبہ کی عظمت کے اثر سے اُن کی زبان سے اِس طرح کے اَلفاظ نکل جاتے تھے
اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم برابر منازل طے کرتے جاتے تھے اور جب اونچی منزل پر پہنچتے تھے تو نیچے کی منزل
اِس قدر پست نظر آتی تھی کہ اُس پر استغفار کرتے تھے۔

سپہ سالار کے بیان کے مطابق اِس کے بعد مولانا اور شمس تبریز دونوں، صلاح الدین زرکوب کے
حجرے میں چالیس روز تک یکجا رہے۔ اِس عرصہ میں کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا اور صلاح الدین زرکوب
کے علاوہ حجرے میں کوئی داخل نہ ہو سکتا تھا۔ اِس کے بعد مولانا کے اَحوال بالکل بدل گئے۔ پہلے سماع سے
محترز تھے اب اِس کے بغیر اُن کو چین نہ آتا تھا۔ مسندِ تدریس اور فتویٰ نویسی بالکل ترک کر دی اور ایک لمحے
کے لئے بھی شمس تبریز سے جدا ہونا گوارا نہ کرتے تھے۔ اِس سے اہلِ شہر میں شمس تبریز کے خلاف شورش بپا ہوئی غلہ
شمس تبریز تو دیئے چھوڑ کر دمشق کو چل دیئے۔ مولانا، شمس تبریز کی جدائی سے بے چین ہو گئے اور مولانا نے
اِس جدائی میں نہایت رقت آمیز اشعار کہنے شروع کر دیئے اِس پر اہلِ شہر اور
مولانا کے مُریدوں کو ندامت ہوئی اور طے کیا گیا کہ شمس تبریز
کو واپس لایا جائے۔ چنانچہ مولانا کے بڑے صاحبزادے سلطان ولد
کی قیادت میں ایک قافلہ دمشق کو روانہ ہوا اور سلطان ولد نے
مولانا کا ایک مفصل خط شمس تبریز کی

خدمت میں پیش کیا۔ شمس تبریز متاثر ہوئے اور
قافلہ کے ساتھ قونیہ واپس آ گئے اور تقریباً دو سال قونیہ میں رہے
اس کے بعد شمس تبریز کا انجام کیا ہوا؟ اس میں مختلف روایات ہیں
کچھ صاحبان کہتے ہیں کہ مولانا کے صاحبزادے علاؤ الدین چلپی سے آزردہ خاطر ہو کر
غائب ہو گئے اور پھر کچھ پتہ نہ چلا۔ کچھ صاحبان کا بیان ہے کہ علاؤ الدین کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

شمس تبریزی جو مولانائے روم کے پیر ہیں اُن کے کچھ حالات ہم نے سپردِ قلم کر دیئے ہیں۔ اِن کا انجام کیا ہوا، خود وفات پائی یا شہید کئے گئے اِس بارے میں ہم مختلف باتیں تحریر کر چکے ہیں۔ اُن کی قبر کے بارے میں مختلف روایات ہیں لیکن یہ طے ہے کہ ہندوستان سے اُن کی قبر کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک مشہور قبر شمس تبریز کے نام سے ملتان کے علاقہ میں موجود ہے وہ یقیناً اُن شمس تبریز کی نہیں ہے جو مولانائے روم کے پیر تھے اِسلئے کہ یہ بزرگ ساتویں صدی کے تھے اور ہندوستان میں جو صاحب مدفون ہیں یہ دسویں گیارھویں صدی کے ہیں۔ اِس سلسلہ میں ہم خواجہ حسن نظامی دہلوی مرحوم کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جو منشی ممتاز الدین فوق نے "حالاتِ شمس تبریز" نامی کتاب میں نظام المشائخ کے حوالے سے نقل کی ہے:۔

"حضرت شمس (مولانائے روم کے پیر) کے والد کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ فرقہ اسماعیلیہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت شمس نے یہ مذہب ترک کر دیا تھا مجھ کو اِس دعوے کے قبول کرنے میں تامل ہے کیونکہ اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھنے والے شمس دوسرے گذرے ہیں جن کا مزار ملتان میں ہے۔ عوام ملتانی شمس تبریزی کو ہی حضرت مولانائے روم کا مرشد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ یورپین مورخین کو غالباً اِسی روایت کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے۔

ملتانی شمس تبریز کو تین سو برس کا عرصہ گذرا ہے۔ یہ اسماعیلی فرقہ کے داعی بنکر ہندوستان میں آئے تھے۔ اُن کے ہمراہ دو شخص اور تھے۔ ایک کا نام پیر صدر الدین اور دوسرے کا نام پیر امام الدین تھا۔ صدر الدین نے اضلاع سندھ و بمبئی میں دعوت شروع کی اور امام الدین نے گجرات و کاٹھیاواڑ میں۔ شمس الدین سیدھے پنجاب چلے آئے اور یہاں اپنا مشن جاری کیا۔ سندھ اور بمبئی میں جس قدر آغا خانی خوجے ہیں وہ سب صدر الدین کی کوشش سے مسلمان ہو کر آغا خانی (اسماعیلی) جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ امام الدین نے اوّل اوّل تو بحیثیت اسماعیلی داعی کے کام کیا مگر چند روز کے بعد خود مختار ہو کر اپنا علیحدہ طریقہ امام شاہی جاری کر دیا۔ امام شاہی طریقہ کے اصول بھی قریب قریب اسماعیلی تھے لیکن وہ خود اپنے تئیں نائب امام اور مظہرِ ذاتِ مولیٰ علی بیان کرتے تھے۔ امام الدین کا مزار مقام پیرانہ میں ہے جو احمد آباد گجرات کے قریب ایک قصبہ ہے۔ آج امام شاہی جماعت میں کم از کم پندرہ بیس لاکھ آدمی ہوں گے جن میں کچھ تو ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے ہیں جن کا لقب مومن ہے باقی کھتی
یعنی پرشیہ ہیں اور اُن کو اپنے عقائد ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہے یہاں
تک کہ اگر ایک گھر میں چار ہندو رہتے ہیں اور اُن میں سے تین امام شاہی
ہیں تو چوتھے کو خبر نہ ہوگی۔ پیرانہ میں اِن کی خانقاہیں بنی ہوئی
ہیں اور گدی ہندو مہنت کے اختیار میں ہے۔

جو بظاہر ہندو ہے اور بباطن امام شاہی۔ اس
عہنت کے سینکڑوں داعی ہندوانہ لباس میں اپنے مشن کو پھیلانے
اور جماعت سے عشر اور نذر و نیاز وصول کرنے کیلئے دورے کرتے رہتے
ہیں۔ عہنت، پیر امام الدین کی اولاد میں اس عشر اور نذر و نیاز میں سے معقول
حصہ تقسیم کرکے باقی خانقاہ کے اخراجات میں صرف کر دیتا ہے۔ اسی خانقاہ میں جینیو کی درگاہ بنی ہوئی ہے
یعنی جو گیتی ظاہری طریق سے مسلمان ہونا چاہتے ہیں وہ اپنا جینیو اس درگاہ میں چڑھا کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور
پھر ان کو مومن کا لقب مل جاتا ہے۔

شمس الدین تبریزی نے جن کا مزار ملتان میں ہے پنجاب کے کہاڑوں اور سناروں میں اپنا طریقہ
رائج کیا اور لوگوں کو شمسی ہندو کا لقب دیا۔ شمسی ہندو براہِ راست آغا خاں کے معتقد بنائے گئے ہیں اور
سالانہ نذر و نیاز اب تک آغا خاں ہی کو دیتے ہیں۔ ان کی تعداد تیس لاکھ کے قریب صوبہ پنجاب میں ہے۔ شاہ
شمس تبریزی نے کن طریقوں سے اپنا عقیدہ پھیلایا اور کیسے کیسے عجیب و غریب واقعات عوام کی زبانوں
پر ان کی نسبت مشہور ہیں ان کے لکھنے کو ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔ بالفعل یہ بتانا مقصود ہے
کہ حضرت شمس تبریزی (مولانا روم کے پیر) کو اسماعیلی گروہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اسماعیلی شمس تبریز ملتان میں اور
مولانا والے شمس تبریز سے سینکڑوں برس بعد ہوئے ہیں۔

صلاح الدین زرکوب

شمس تبریز کی جدائی کے بعد مولانا پر شکر کی کیفیت طاری رہنے لگی۔ اس
اضطراب میں پا بجولاں رہتے تھے۔ ایک دن صلاح الدین زرکوب کی دکان
کے سامنے سے گذر رہے تھے اور وہ چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے۔ مولانا پر ان کے ہتھوڑے کی آواز نے سماع
کا اثر پیدا کر دیا وہیں کھڑے ہو گئے اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد صلاح الدین بھی زرکوبی
کا شغل چھوڑ کر مولانا سے بغلگیر ہو گئے۔ مولانا یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

یکے گنجے پدید آمد ازیں دکان زرکوبی — زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی
اس زرکوبی کی دکان سے ایک خزانہ مل گیا — عجب صورت عجب معنی عجب خوبی عجب خوبی

دونوں بزرگ جوش و مستی کی حالت میں ظہر سے عصر تک اسی وجدی کیفیت میں مبتلا رہے۔ اسکے بعد صلاح الدین
نے اپنی ساری دکان لٹا دی اور مولانا کے ساتھ ہو لئے۔ صلاح الدین پہلے بھی صاحب حال بزرگ تھے۔ سید
برہان الدین محقق سے بیعت تھے اور اس طرح پر مولانا کے ہم استاد تھے۔ اب مولانا کو صلاح الدین کی صحبت
میں سکون میسر آنے لگا اور مولانا کی اور صلاح الدین کی صحبتیں گرم ہونے لگیں۔ نو برس تک ان صحبتوں
کا سلسلہ جاری رہا۔ ۶۶۲ھ میں جب صلاح الدین کا انتقال ہو گیا تو مولانا نے اپنے مرید خاص حضرت

حسام الدین چلپی

کو اپنا ہمدم اور ہمراز بنا لیا اور مولانا کو ان سے اس درجہ تعلقِ خاطر پیدا ہوا
کہ ان کا ذکر ایسے الفاظ سے کرنے لگے جیسا کہ کوئی اپنے مرشد و پیر
کا کرتا ہے پھر بھی حسام الدین مولانا کا اس قدر احترام کرتے تھے
کہ مولانا کے دھوغانہ میں وضو کرنا بھی گستاخی تصور کرتے تھے
اور برف باری کے وقت بھی اپنے گھر

جاکر وضو کر کے آتے تھے۔ یہی حسام الدین ہیں جو مولانا کے مثنوی لکھنے کا باعث ہوئے ہیں اور مولانا نے ہر دفتر میں کہیں مطلع میں کہیں دوسری جگہ نہایت عزت و احترام سے ان کا ذکر کیا ہے۔ ۶۷۲ھ میں قونیہ میں بہت شدت کا زلزلہ آیا۔ تقریباً چالیس روز تک اس کے جھٹکے محسوس ہوتے رہے۔ اہل شہر نے مولانا سے اس پریشانی کا ذکر کیا تو مولانا نے فرمایا زمین بھوکی ہے کوئی ترلقمہ چاہتی ہے اور ان شاء اللہ کامیاب ہوگی۔ چند روز بعد مولانا کا مزاج ناساز ہوا۔ ہر چند اطباء نے معالجہ کی تدبیریں کیں لیکن کوئی سود مند نہ ہوئی۔ مولانا مرض کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتے تھے۔ بیماری کی شہرت عام ہوئی تو شیخ صدرالدین جو شیخ محی الدین ابن عربی کے تربیت یافتہ تھے اور روم و شام میں مرجع انام تھے، مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔ مولانا کے مرض کی کیفیت دیکھ کر بیقرار ہو گئے اور مولانا کی شفا کے لئے دعا کرنے لگے۔ مولانا نے سنا تو فرمایا شفا آپ کو مبارک ہو۔ محب اور محبوب میں صرف ایک پیرہن کا پردہ رہ گیا ہے کیا آپ نہیں چاہتے کہ وہ اٹھ جائے اور نور نور میں مل جائے۔ اس پر شیخ روتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے اور سمجھ گئے کہ اب مولانا کا دم واپسیں ہے چنانچہ یکشنبہ کے دن ۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ کو مغرب کے وقت مولانا ہر مذہب و ملت کے لاکھوں انسانوں کو روتا ہوا چھوڑ کر عالم آخرت کی طرف روانہ ہو گئے اور قونیہ کی پاک سرزمین میں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گئے۔

مولانا اور فرقہ مولویہ

مولانا اپنی زندگی میں بکثرت مجاہدہ اور ریاضت کرتے تھے۔ دس دس اور بیس بیس دن روزہ رکھتے تھے اور مطلقاً کچھ نہ کھاتے تھے، نماز کا وقت آتا تو فوراً قبلہ رخ ہو جاتے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ نماز میں اس درجہ استغراق ہوتا تھا کہ بقول سپہ سالار اکثر عشاء کے بعد دو رکعت نفل کی نیت باندھتے تھے اور ان ہی دو رکعتوں میں صبح کر دیتے تھے۔ خود مولانا نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں اپنی نماز کی استغراقی کیفیت کو بیان کیا ہے ؎

بخدا خبر ندارم چو نماز می گذارم — کہ تمام شد رکوعے کہ امام شد فلانے

جب میں نماز پڑھتا ہوں خدا کی قسم مجھے — یہ نہیں معلوم رہتا کہ رکوع پورا ہو گیا ہے امام کون ہے

ایک روز نماز میں اس قدر روئے کہ تمام چہرہ اور داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور سردی شدت کی وجہ سے آنسو جم کر یخ ہو گئے۔ بسا اوقات مولانا پر شکر کی کیفیت طاری ہوتی تھی تو اس حالت میں شریعت کے ظاہری احکام کا ہوش نہ رہتا تھا، بیٹھے بیٹھے یکبارگی اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور رقص کرنے لگتے تھے، کبھی خاموشی سے کسی ویرانے کی طرف نکل کھڑے ہوتے تھے اور ہفتوں کی تلاش کے بعد مریدوں کو ملتے تھے۔ سماع کی مجلس میں کئی کئی دن مدہوشی کی حالت میں گذر جاتے تھے۔ راستہ چلتے کوئی آواز کان میں پڑتی تھی تو بسا اوقات وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ سماع کی مجلسوں میں اکثر اپنے کپڑے اتار کر قوالوں کی نذر کر دیتے تھے۔

یہ ظاہر ہے کہ کسی بزرگ کی سکری حالت کے افعال عام مریدوں کے لئے شمع راہ نہیں بنتے ہیں اور نہ وہ قابل اتباع ہوتے ہیں لیکن آج مولانا کے نام پر جو فرقہ مولویہ

یا جلالیہ کہلاتا ہے اور شام، مصر اور قسطنطنیہ وغیرہ میں اُن کی خانقاہیں ہیں۔ مولانا کی صرف فکری حالت کا اتباع کرتے ہیں، خاص قسم کا لباس پہنتے ہیں اور خاص قسم کا رقص اُن کے حلقوں میں ہوتا ہے۔ شریعت اور اُس کے احکام سے دور اور اُن سے نابلد رہتے ہیں۔ شاہ بوعلی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک عرصہ دراز تک مولانا کی صحبت میں رہے اور ہندوستان کا فرقہ قلندریہ بھی ایک درجہ میں مولانا کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

مولانا کی تصنیف فیہ ما فیہ۔ یہ مولانا کے اُن خطوط کا مجموعہ ہے جو مولانا نے وقتاً فوقتاً معین الدین پروانہ کو لکھے ہیں۔ معین الدین پروانہ، رکن الدین قلیج ارسلان شاہِ قونیہ کے صاحب تھے اور دربار کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ اُن کو مولانا سے بہت عقیدت تھی اور اکثر و بیشتر مولانا کی خدمت میں نیاز مند حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک بار چند اُمراء کے ساتھ مولانا کے یہاں پہنچے تو اُمراء سے طبعی نفرت کی بنا پر مولانا چھپ گئے۔ معین الدین کے دل میں خیال آیا کہ اُمراء اسلام تو اولوالامر ہیں اور قرآن مجید کے حکم کے اعتبار سے اُن کی اطاعت فرض ہے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا باہر تشریف لے آئے اور گفتگو کے اثناء میں فرمانے لگے۔ ایک دفعہ سلطان محمود غزنوی، شیخ ابوالحسن خرقانی کی ملاقات کو گیا۔ درباریوں نے بڑھ کر شیخ کو سلطان کی آمد کی خبر دی لیکن شیخ متوجہ نہ ہوئے۔ حسن میمندی جو سلطان کا وزیر تھا۔ اُس نے شیخ سے کہا کہ حضرت قرآن مجید میں اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ آیا ہے اور سلطان تو اولوالامر ہونے کے ساتھ عادل اور نیک بھی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ مجھے تو ابھی اَطِیْعُوا اللّٰہ سے ہی فرصت نہیں ملی کہ اَطِیْعُوا الرَّسُوْل میں مشغول ہوں اور اولوالامر کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہ سُن کر معین الدین اور تمام امراء روتے ہوئے اُٹھ کر چلے گئے۔

مولانا کی یہ کتاب بالکل نایاب تھی لیکن گذشتہ سالوں میں مولانا عبدالماجد دریابادی مدظلہ نے اُس کو دریافت کیا اور اُس کی ترتیب و تہذیب کر کے ۱۹۲۸ء میں شائع کر دیا ہے۔ مولانا نے اِس کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے کہ رضا لائبریری رامپور میں ۱۹۲۰ء میں اُن کی نظر سے اِس کتاب کا ایک بوسیدہ اور کرم خوردہ نسخہ گذرا پھر ۱۹۲۳ء میں حیدرآباد دکن میں اُنھیں دو نسخے ملے جن میں سے ایک کتب خانہ آصفیہ کا تھا۔ مقابلہ کرنے پر کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ زیادہ صحیح ثابت ہوا۔ پھر اُنھوں نے پروفیسر نکلسن کی طرف رجوع کیا۔ نکلسن صاحب نے یہ نسخہ قسطنطنیہ بھیجا وہاں اُس پر تحقیق ہوئی اور ۱۹۲۴ء میں ایک صاف نقل مولانا دریابادی کو مل گئی جس کی اُنھوں نے اشاعت کی۔ اِس کے بعد پھر اِس کتاب کا ایرانی اڈیشن بھی منظرِ عام پر آگیا۔

دیوان عوام اُس کو شمس تبریز کا دیوان سمجھتے ہیں حتیٰ کہ لوح پر دیوان شمس تبریز لکھ دیتے ہیں۔ مغالطہ کی بنیاد یہ ہے کہ مولانا نے اکثر غزلوں کے مقطع میں شمس تبریز کا نام ڈال دیا ہے لیکن دراصل یہ خود مولانا کا دیوان ہے اِس میں پچاس ہزار اشعار ہیں۔ محققین نے تصریح کی ہے کہ مولانا نے یہ دیوان خود شمس تبریز کے نام سے لکھا ہے۔ چنانچہ اکثر شعراء نے اِس دیوان کی غزلوں پر غزلیں لکھی ہیں اور مقطع میں تصریح کی ہے کہ یہ غزل مولانا کی غزل کے جواب میں ہے علی حزیں کہتے ہیں:۔

این جواب غزلِ مُرشد روم ست کہ گفت

من بہوئے تو خوشم نافۂ تاتار مگیر

دوسرا مصرع مولانا کا ہے۔ پورا شعر اس دیوان میں موجود ہے۔

من بکوئے تو خوشم خانۂ من ویراں کُن

من ببوئے تو خوشم نافۂ تاتار مگیر

مثنوی۔ مولانا کی اسی کتاب نے مولانا کو حیاتِ جاوداں عطا کی ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی اس قدر بڑھی کہ تمام ایرانی تصانیف اس کے مقابلہ میں ہیچ ہو کر رہ گئیں۔ اس مثنوی کے کل اشعار کی تعداد ۲۶۶۶ ہے۔ مشہور یہ ہے کہ مولانا نے چھٹا دفتر ناتمام چھوڑ دیا تھا اور فرمایا تھا۔

باقی ایں گفت آید بے زباں در دلِ ہر کس کہ دارد نورِ جاں

جس شخص کی جان میں نور ہوگا اس مثنوی کا بقیہ حصہ اسکے دل میں خود بخود آجائیگا

چنانچہ اس پیشین گوئی کا مصداق بننے کے لئے ہندوستان کے ارباب علم وفضل نے بھی مثنوی کے طرز پر دفتر ہفتم لکھا ہے۔ ہمارے علم میں مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دفتر ہفتم اور مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا دفتر ہفتم ہے جو اسی بحر اور طرز میں منظوم کیا گیا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ خود مولانا ہی نے کچھ عرصہ بعد دفتر ششم مکمل کر کے دفتر ہفتم تحریر فرمایا ہے۔

مثنوی کے لغوی معنی تو دو دو والا ہیں، اصطلاح میں اس نظم کو مثنوی کہا جاتا ہے جس کے ہر شعر میں دو قافیے ہوں ایک پہلے مصرع میں ایک دوسرے مصرع میں۔ مولانا کی اس مثنوی کو مثنوی معنوی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں عالم معنی اور احوالِ باطن کے اسرار و معارف کا تذکرہ ہے۔ مسائلِ تصوف اور اسرار و معارف کے بیان میں سلطان ابوسعید ابوالخیر کی رباعیات بھی مشہور ہیں۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیقہ لکھا جو تصوف کی پہلی منظوم کتاب ہے۔ خواجہ فریدالدین عطار نے تصوف کے موضوع پر مختلف مثنویاں تحریر فرمائیں جن میں منطق الطیر کو زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ لیکن اب اس موضوع پر سب سے زیادہ اہمیت مولانا روم کی مثنوی ہی کو حاصل ہے۔ اس مثنوی کی تصنیف کا سبب مولانا کے مُرید حسام الدین چلپی بنے ہیں۔ چنانچہ مولانا نے دفتر اول کے علاوہ ہر دفتر میں ان کا ذکر کیا ہے۔ دفتر اول ختم ہوا تو حسام الدین کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ اس حادثہ سے حسام الدین اس درجہ متاثر ہوئے کہ دو برس تک افسردہ خاطر اور پریشان رہے۔ مولانا بھی اس عرصہ میں خاموش رہے اور مثنوی کا کام رُک گیا۔ پھر جب خود حسام الدین نے استدعا کی تو مولانا نے مثنوی کے دوسرے دفتر کی ابتدا کی اور فرمایا۔

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد مہلتے بایست تا خوں شیر شد

ایک مدت تک مثنوی لکھنے میں تاخیر ہوگئی کچھ وقت چاہیئے تاکہ خون سے دودھ بنے

چوں ضیاء الحق حسام الدین عنان باز گرداند زاوجِ آسمان

جب ضیاء الحق حسام الدین نے آسمان کی بلندی سے باگ موڑی

چوں بمعراجِ حقائق رفتہ بود

بے بہارش نکتہ ہا ناگفتہ بود

چونکہ وہ حقائق کی معرفت میں لگے ہوتے تھے
اُن کی بہار کے بغیر تحفہ نہ کھلاتا

تیسرے دفتر کے شروع میں فرمایا۔

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار — ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار
اے ضیاء الحق حسام الدین تیسرا دفتر لا — کیونکہ تین مرتبہ اور ضرور اعتماد سنت ہے

چوتھے دفتر کا آغاز فرمایا تو کہا۔

اے ضیاء الحق حسام الدین توئی — کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
اے ضیاء الحق حسام الدین تو ہی ہے — جسکے نور کی وجہ سے مثنوی چاند سے بھی زیادہ روشن ہے

پانچواں دفتر اس طرح سے شروع کیا۔

شہ حسام الدین کہ نورِ انجم ست — طالب آغاز سفر پنجم ست
حسام الدین جو ستاروں کا نور ہیں — پانچویں کتاب کی ابتدا کے طالب ہیں

چھٹے دفتر کی ابتدا ہے۔

اے حیاتِ دل حسام الدین بسے — میل میجوشد بقسم سادسے
اے دل کی زندگی حسام الدین — چھٹی قسم کی طرف دل کا بہت میلان ہو گیا ہے

جیسا کہ اوپر گذرا تحقیق یہی ہے کہ چھٹا دفتر مولانا نے خود مکمل فرمایا اور اُس کے بعد ساتواں دفتر بھی تحریر فرمایا ہے۔ شیخ اسماعیل قبصری کو یہ ساتواں دفتر ۱۰۱۷ھ میں دستیاب ہوا اور اُنھوں نے تحقیق سے ثابت کیا۔ یہ خود مولانا کا ہی تحریر کردہ ہے اور شام و روم کے اہلِ علم نے اِس کو تسلیم کیا ہے جس کی ابتدا حسب ذیل شعروں سے کی ہے۔

اے ضیاء الحق حسام الدین فرید — دولتت پایندہ فقرت برمزید
اے بلکہ ضیاء الحق حسام الدین — تیری دولت ہمیشہ ہے تیرے فقر کی خاطر ہو

چونکہ از چرخِ ششم کردی گذر — بر ترا زچرخِ ہفتم کُن سفر
جبکہ تو چھٹے آسمان سے آگے بڑھ گیا ہے — ساتویں آسمان کی بلندی کا سفر کر

مثنوی کی شہرت اور مقبولیت

ایران کی چار کتابوں کو جس قدر شہرت حاصل ہوئی وہ ایرانی کتب میں سے کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔ شاہ نامہ فردوسی، گلستانِ سعدی، دیوانِ حافظ، مثنوی مولانا روم۔ اِن میں سے بھی مثنوی کو جو قبول عام حاصل ہوا بقیہ تین کتابوں کو حاصل نہ ہو سکا۔ اِس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ افاضل علماء نے جس قدر مثنوی کی طرف توجہ کی اور کسی کتاب کی طرف نہ کی۔ اِس مثنوی کی بڑی بڑی ضخیم شرحیں لکھی گئیں کشف الظنون میں جن کا ذکر ہے۔ اُن کے علاوہ مولانا شبلی نے اپنی کتاب سوانح مولانا روم میں محمد افضل الہ آبادی، ولی محمد، مولانا عبد العلی بحر العلوم اور محمد رضا کی شرحوں کا ذکر کیا ہے۔ اِس کے علاوہ ۱۳۳۳ھ میں مرزا محمد نذیر صاحب عرشی نے مفتاح العلوم کے نام سے ایک ضخیم شرح ستر جلدوں میں تحریر فرمائی اور اِس سے پہلے مولانا احمد حسین کانپوری کی شرح بصورتِ حواشی شائع ہوئی اور

کلید مثنوی کے نام سے حضرت مولانا اشرف علی
تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کئی دفتروں کی شرح شائع ہو چکی ہے۔ نیز
مرآۃ المثنوی از جناب تلمذ حسین صاحب اور تشبیہاتِ رومی اور
حکمتِ رومی از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم بھی قابلِ قدر کتابیں شائع ہوئیں۔

مثنوی پڑھنے والوں کیلئے چند مفید باتیں

(۱) موسیقی سے متعلق بعض اہلِ دل اس نظریہ پر پہنچے ہیں کہ ایک خاص قسم کی موسیقی کے ذریعہ روح اپنی ماہیت اور ماہیتِ حیات و کائنات میں غوطہ زن ہوتی ہے اور موسیقی انسان کو اسی جسمانی واسطہ سے روحانی عالم میں پہنچا دیتی ہے۔ روحانی موسیقی بعض مذاہب میں جزوِ عبادت تک شمار ہوئی ہے اور اس کو غذائے روح قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں سماع کے مسئلہ پر اکابر صوفیاء اور علماء نے بہت بحثیں کی ہیں اور جواز و عدم جواز کو ثابت کیا ہے۔ جہاں تک مولانا کا تعلق ہے وہ سماعِ راست کو جائز اور سماعِ ناراست کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست — طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
صحیح سماع ہر شخص کا ذوق نہیں ہے — انجیر ہر پرندہ کی خوراک نہیں ہے

سماعِ راست کی شرائط اکابر صوفیاء کے ملفوظات میں مذکور ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ سننے والا عالی جذبات کا حامل اور سافل جذبات سے عاری ہو اور عالی جذبات کی نشوونما کے لئے روحانی غذا کا طالب ہو، موسیقی اس قسم کی ہو جو حیوانی جذبات کو نہ ابھارے اور روح کو اسفل سے اعلیٰ کی طرف لیجائے۔ مولانا نے مثنوی بانسری کے بیان سے شروع کی ہے اور بانسری کے ذریعہ اسرار و معارف کے جو مضامین پیدا کئے ہیں وہ کسی اور ساز سے پیدا نہ ہو سکتے تھے۔ بانسری کا تعلق روحانیت اور الوہیت سے ہندوؤں کے یہاں بھی مسلم ہے، چنانچہ کرشن جی کے ساتھ بانسری کا تصور اسی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ مولانا نے بھی بانسری کی تشبیہ سے روح کی ماہیت اور اس کے جذبات کو دلنشین اور دلسوز طریقہ پر پیش فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ جس طرح بانسری کے دلسوز نغمے اس بنا پر ہیں کہ وہ اپنی اصل سے جدا ہو گئی ہے اور اس کے نغموں کا سوز و گداز نیستاں سے جدا ہو جانے کی بنیاد پر ہے۔ اسی طرح روحِ انسانی چونکہ روحُ الارواح، ہستیِ مطلق سے جدا ہو کر اس عالمِ شہود میں آئی ہے لہٰذا اس کا اضطراب اور بے چینی بھی اسی بنیاد پر ہے اور جب تک وہ اپنی اصل کی طرف واپس نہ ہو جائے گی اس کو سکون حاصل نہ ہوگا وہ یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً کی منتظر ہے اور جب تک اس کو یہ پیغام نہ مل جائیگا اس کو سکون اور چین نصیب نہ ہوگا اور وہ بانسری کی طرح اپنے درد و فراق کا اظہار کرتی رہے گی۔ یہی مضمون جو مولانا نے شروع کیا ہے، مولانا کی پوری مثنوی میں پھیلا ہوا ہے۔

(۲) وحدت الوجود وحدت الشہود

لا الٰہ الا اللہ کے معنی اہلِ ظاہر کے یہاں تو یہ ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے پرستش اور عبادت صرف اسی کی ہونی چاہئے۔ اس

ذاتِ واحد کے علاوہ کسی اور چیز کی پرستش

شرک ہے لیکن صوفیاء کے نزدیک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے معنیٰ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہ کے ہیں، یعنی عالمِ وجود میں صرف ذاتِ واحد موجود ہے اس کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے، کسی دوسری چیز کو حقیقی وجود سے متصف کرنا شرک اور کفر ہے، اب اس کے بعد یہ بحث پیدا ہو جاتی ہے کہ ممکنات اور وجودِ کائنات کی وجودِ مطلق، وجودِ باری سے کیا نسبت ہے؟ جو صوفیا وحدت الوجود کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ وجودِ مطلق ایک ہی ہے جو واجب، امکان، قدیم، حادث، مجرد، جسمانی، مومن، کافر، طاہر، نجس مختلف مظاہر میں ظاہر ہے لیکن ہر مظہر کا حکم جداگانہ ہے۔ مظاہر میں فرق کرنا لازمی امر ہے اور ہر مظہر پر ایک جداگانہ حکم لگانا ضروری ہے۔ طاہر پر طہارت کا حکم ہے تو نجس پر نجاست کا، کافر کے کچھ احکام ہیں تو مومن کے لئے دوسرے احکام ہیں۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد — گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

وجود کے ہر مرتبہ کا ایک حکم ہے — اگر تو مراتب کا فرق نہ کریگا تو تو زندیق ہے

مولانا بحر العلوم نے وحدت الوجود کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا، تمام موجودات عین ذاتِ حق ہیں۔ ممکنات کے تعینات اور تشخصات محض ایک پردہ ہیں۔ اگر یہ پردہ اُٹھ جائے تو سوائے ذاتِ حق کے کوئی وجود نہیں ہے اور یہ عالمِ امکان نیست و نابود ہو جائے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا۔ صوفیاء کے نزدیک وجود سے مراد مصدری معنیٰ نہیں ہیں کیونکہ وہ خارج میں موجود نہیں ہیں، معقولاتِ ثانیہ میں سے ہیں جس کا وجود صرف ذہن میں ہوتا ہے بلکہ وجود سے اُن کی مراد مابہ الموجودیت ہے، حضرت حق جل مجدہٗ اپنے وجود اور ممکنات کے وجود میں غیر کا محتاج نہیں ہے۔ اُس کی ذات ہی خود اُس کے وجود کی مقتضی ہے اور اسی طرح ممکنات کے وجود کی بھی اُس کی ذات ہی مقتضی ہے، ممکنات کا مابہ الموجودیت کیا ہے؟ اُن کے وجود سے ارادۂ الٰہی کا تعلق ہے اور یہ ارادہ اللہ کی صفتِ ذاتی ہے جس کا مقتضیٰ صرف اُس کی ذات ہے لہٰذا ممکنات کا مابہا الموجودیت ذاتِ حق کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اب حضرت حق تعالیٰ کو ممکنات کا وجود بمعنیٰ مابہا الموجودیت کہنا بالکل حق اور درست ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ عزیزی میں وحدت الوجود کی تشریح کی ہے فرمایا کہ پہلے وحدت الوجود کے معنیٰ سمجھ لو پھر حقیقتِ حال سمجھنا۔ وحدت الوجود کے معنیٰ یہ ہیں کہ وجودِ حقیقی (بمعنیٰ مابہ الموجودیت نہ کہ بمعنیٰ مصدری) ایک چیز ہے جو واجب میں واجب اور ممکن میں ممکن اور جوہر میں جوہر اور عرض میں عرض ہے اور اُس کے یہ اختلافات ذات کے اختلافات نہیں ہیں جیسا کہ سورج کی شعاعیں پاک اور ناپاک پر پڑتی ہیں اور وہ اپنی ذات کے اعتبار سے پاک ہیں، ناپاک نہیں ہیں۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ حق ہے اور کسی طرح بھی شرع کے مخالف نہیں ہے اسلئے کہ اس وجودِ حقیقی میں سے ہر مرتبہ کا ایک جداگانہ حکم ہے اور شرع شریف ہر مرتبہ کا حکم بیان کرتی ہے بعض کو ہادی، بعض گمراہ کنندہ، بعض کو واجب الاطاعت، بعض کو واجب العصیان، بعض کو حلال، بعض

قرار دیتی ہے، کوتاہ بیں سمجھتا ہے کہ یہ ذات کے اختلاف کی وجہ سے ہے حالانکہ یہ قطعاً نہیں ہے بلکہ شئوں اور اعتبارات کا اختلاف ہے۔ قرآن مجید کی چند آیتوں سے بھی اس مسئلہ کی صحت کے اشارات ملتے ہیں۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۔ عنقریب ہم اُن لوگوں کو اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں دکھائیں گے ان کے اپنے درمیان میں بھی یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائیگا کہ یہ قرآن حق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز کا شاہد ہے یاد رکھو یہ لوگ تو اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونے کی طرف سے شک میں ہیں۔ سنو! خدا ہر چیز پر حاوی ہے۔ نیز آیت هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وہی شروع سے ہے وہی آخر تک رہے گا وہی ظاہر ہے وہی پوشیدہ ہے۔ صوفیا کا ایک گروہ ہے جو وحدت الوجود کے قائلوں کی باتوں کو سُکر اور استغراق کی حالت پر محمول کرتا ہے اور وحدت الوجود کی واقعیت سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بسا اوقات سالک کو وحدت الوجود کا احساس ہوتا ہے لیکن وہ نفس الامری نہیں ہے جیسا کہ سورج کی روشنی میں تمام ستارے چھپ جاتے ہیں تو دیکھنے والا صرف سورج کا وجود سمجھتا ہے اور ستاروں کو معدوم سمجھتا ہے حالانکہ وہ نفس الامر میں موجود اور مشہود ہوتے ہیں تو یہ لوگ جس کو وحدت الوجود سمجھ گئے ہیں وہ وحدت الشہود ہے۔ ان دونوں نظریوں میں فرق یہ ہے کہ وحدت الوجود کے قائل تو دراصل وجود کی حقیقی تقسیم وجودِ واجب اور وجودِ ممکن کے قائل نہیں ہیں اور وحدت الشہود کے قائل وجودِ ممکنات کے بھی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ واجب الوجود کے مشاہدہ کے وقت ممکنات کے وجودات مخفی ہو جاتے ہیں۔ وحدت الوجود کے حامی، وجودِ حقیقی اور ممکنات کی تشبیہ دریا اور اس کی موجوں اور بلبلوں سے یا رسی اور اس کی گرہوں سے دیتے ہیں۔

گفتم از وحدت و کثرت سخنے گوئی بدرمز
گفت موج و کف و گرداب ہمانا دریاست

ہندو نے کہا وحدت اور کثرت کی بات اشارہ میں کہدے
اس نے کہا موجیں اور جھاگ اور بھنور، دریا ہی ہیں

اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہیں
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

ہے مشتمل نمودِ صُوَر پر وجودِ بحر
یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں (غالب)

اور وحدت الشہود کے قائل وجودِ حقیقی اور ممکنات کے وجود کے تشبہ اصل اور اس کے سایہ سے دیتے ہیں۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وحدت الشہود کو چند در چند اشاروں کے ذریعہ ثابت کیا ہے۔ بادشاہ کے دربار میں گاؤں کے چودھری کا قصہ نقل کر کے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور پٹ بیجنے کی حکایت میں بھی اسی حقیقت کو روشناس کرایا ہے۔

ایک مقام پر شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں مسلکوں کی تطبیق بھی کی ہے اور فرمایا ہے کہ وحدت وجودی مرتبۂ ذات میں درست ہے اور وحدت الشہود تعینات کے درجہ میں واجب القبول اور صحیح ہے لہٰذا دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔

اب ہم اس مسئلہ پر آپ کو مزید کچھ

کے حوالے سے شیخ محمد اکرم کی زبانی کچھ باتیں
سناتے ہیں تاکہ مسئلہ کی پوری تنقیح اور توضیح ہو جائے وہ فرماتے ہیں۔
حضرت مجدد سرہندی سے پہلے تمام صوفیاء ہند میں ایک ہی فلسفہ رائج
تھا اور وہ تھا ابن العربی کا فلسفۂ وحدت الوجود، بیشک اُس کے اخذ و قبول
میں مختلف منازل اور مراتب تھے۔ بعض انتہا پسند صوفی تو وحدت الوجود میں اس قدر غلو کرتے تھے کہ وہ قریب
قریب دائرۂ اسلام سے باہر آجاتے تھے اور کئی دوسرے اُسے فقط اسی حد تک اختیار کرتے تھے جس حد تک اسلام
مانع نہ ہو۔ اب پہلی مرتبہ ایک جداگانہ فلسفہ مدوّن ہوا جو فلسفہ وحدت الوجود کے مقابل ہوا اور یہ فلسفہ وحدت الشہود
تھا جو معنوی اعتبار سے وحدت الوجود کی ضد یعنی تثنیۃ الوجود کا فلسفہ کہلا سکتا ہے۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہود دونوں فلسفے ذاتِ باری اور مخلوقات و ممکنات کے تعلقات کو بیان
کرتے ہیں اور ان دونوں فلسفوں کو توحیدِ عینی اور توحیدِ ظلی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ تذکرۂ غوثیہ میں دونوں
فلسفوں کے فرق کو ان الفاظ سے سمجھایا گیا ہے۔ وجود یعنی حقیقی ہستی واحد ہے لیکن ایک ظاہر وجود ہے اور
ایک باطن، باطن وجود ایک نور ہے جو تمام عالم کے لئے بمنزلہ جان کے ہے اس نور باطن کا پرتو ظاہر وجود
ہے جو ممکنات کی صورت میں رونما ہے۔ ہر اسم، وصف، فعل جو عالمِ ظاہر میں ہے۔ اُن سب کی اصل وہی
وصفِ باطن ہے اور اس کثرت کی حقیقت وہی وحدت صرف ہے جیسے اُمواج کی حقیقت عین ذاتِ دریا
ہے۔ حاصل یہ ہے کہ کائنات کے جملہ افراد تجلیاتِ حق ہیں۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَشْیَاءَ وَھُوَ عَیْنُھَا
اور اس اعتباری کثرت کا وجود اسی حقیقی وحدت سے ہے۔ اَلْحَقُّ مَحْسُوْسٌ وَالْخَلْقُ مَعْقُوْل۔ یہ وحدت الوجود
کے فلسفہ کا خلاصہ ہے۔ وحدت الشہود کی تفصیل یہ ہے کہ کائنات کا وجود اور مختلف صفات اور آثار کا
ظہور، واحدِ مطلق کی ذات و صفات کا ظل و عکس ہے جو عدم میں منعکس ہو رہا ہے اور یہ ظل و عکس واحد
مطلق کا عین نہیں ہے بلکہ محض ایک مثال ہے۔ نواب سر احمد حسین نظام جنگ بہادر نے اپنی کتاب
فلسفۂ فقر میں ان دونوں نظریوں کے فرق کو حسب ذیل نقشہ کی مدد سے نمایاں کیا ہے:۔

وحدت الوجود (ھُوَ الْکُلُّ)	وحدت الشہود ھُوَ الْھَادِیْ
نظریہ ہمہ اوست	نظریہ ہمہ از دست
رجحانِ تصوف سکون کی طرف مائل	رجحانِ تصوف جوش کی طرف مائل
(میں اور وہ جدا نہیں وہ دریا تو میں قطرہ ہوں)	میں اسکے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے۔
وصل	عشق
اعتقاد۔ میں کون؟ اَنَا الْحَقُّ	اعتقاد۔ میں کون؟ اَنَا عَبْدُہٗ (عاشق)

حقیقت تو یہ ہے کہ اس طرح کے مباحث محض ذوقی اور وجدانی ہیں
ان کو دلائل سے ثابت کرنا اور اُن کی تشریحات کرنا انتہائی دقت
طلب ہیں اسی لئے شریعت نے ان مباحث میں پڑنے
سے روکا ہے اور ذات و صفات کے

قرار دیا ہے۔ اس بحث میں مولانا رومی کا کیا رجحان ہے اور وہ کونسے گروہ کے ترجمان سمجھے جاتے ہیں، مولانا کے پڑھنے والوں کو اس کا فیصلہ کرنا دشوار ہو رہا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

می شناسد ہر کہ اُو را منظر ست — کایں فغانِ ایں سرے ہم زاں سر ست
صاحبِ منظر جانتا ہے — کہ اِس جانب کی آہ و زاری اُس جانب ہی ہے

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

جملہ معشوق ست و عاشق پردہ — سب کچھ معشوق ہی ہے عاشق ایک پردہ ہے

کسی مقام پر واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ صرف ذاتِ واحد ہی موجود ہے اور تعدد یا کثرت محض ایک اعتباری چیز ہے۔

گر ہزاراں اند یک کس بیش نیست — جز خیالاتِ عدد اندیش نیست
اگر ہزاروں بھی ہیں ایک کے علاوہ کچھ نہیں ہے — کثرت اور تعدد محض خیالی ہے

بحر و حدانیست بخت و زوج نیست — گوہر و ماہیتش غیر موج نیست
صرف واحد نیت کا سمندر ہے بخت اور جوڑا کچھ نہیں — اس کی حقیقت اور ماہیت موجوں سے جدا نہیں ہے

نیست اندر بحر شرکِ ہیچ ہیچ — لیک با حول چہ گویم ہیچ ہیچ
سمندر میں کسی چیز کی شرکت نہیں ہے — لیکن بھینگے سے میں کیا کہوں!

یعنی غیر محدود کثرت کے اندر وجودِ حقیقی ایک ہی ہے، کثرت کو حقیقی سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بھینگا ایک کو دو دیکھتا ہے۔ انسان کی اس بھینگی آنکھ نے ہی اس کو مشرک بنایا ہے۔ اگر صحیح بینائی ہو تو وحدت کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے۔ یہ اور اس طرح کے بہت سے اشعار پڑھنے والے کو بتاتے ہیں کہ مولانا وحدت الوجود کے حامی ہیں لیکن دوسری طرف اگر غور کیا جائے تو حقیقت اس کے خلاف واضح ہوتی ہے۔

جو لوگ وحدت الوجود کے نظریہ کے قائل ہیں وہ جبر و اختیار کی بحثوں میں جبر کو ترجیح دیتے ہیں اور جبریہ فرقہ ہی کو حق بجانب سمجھتے ہیں۔ اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔

ہر آں کس را کہ مذہب غیرِ جبر ست — نبی فرمود کو مانندِ گبر ست
جس شخص کا مذہب جبر کے علاوہ ہے — نبی نے فرمایا ہے وہ مجوسی ہے

لیکن مولانا اختیار کے قائل ہیں اور جا بجا جبر کے عقیدے کی تردید کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

سعی، شکرِ نعمتِ قدرت بُود — جبر تو انکارِ آں نعمت بُود
کوشش، قدرت کی نعمت کا شکریہ ہے — جبر اس نعمت کا کفر ہے

شکرِ نعمت نعمتت افزوں کند — کفرِ نعمت از کفت بیروں کند
نعمت کا شکر نعمت کو بڑھاتا ہے — کفرِ نعمت سے محروم کر دیتا ہے

جبر تو خفتن بود در رہ مخسپ
تا نہ بینی آں درد در گہ مخسپ

تیرا جبر سو جانا ہے، راستہ میں نہ سو — جب تک اس در اور دیار کو نہ دیکھ لے نہ سو

جبر خفتن در میانِ رہزناں — مُرغِ بے ہنگام کے یا بد اماں
جبر ڈاکوؤں میں سو جانا ہے — بے وقت کا مُرغا کب بجا ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ صوفیا کی وہ اکثریت جو وحدت الوجود کی قائل ہے وہ جبر کی بھی قائل ہے اور جبر کا نتیجہ جدوجہد کا ترک اور گوشہ نشینی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسی بنا پر تصوف پر الزام لگانے والے تصوف کا یہ نتیجہ سمجھنے لگے کہ تصوف کا نتیجہ تعطل اور بیکاری اور دنیوی جدوجہد سے دست برداری کے سوا کچھ نہیں ہے اور تصوف مسائلِ زندگی سے ایک راہ فرار ہے۔

لیکن مولانا جدوجہد اور سعی و عمل کے بہت بڑے داعی ہیں۔

اوُ کوششِ بیہودہ بہ از خفتگی "
سو جانے سے اسی لاحاصل بہتر ہے

تمک کے قائل ہیں۔

ایک جگہ سفیر کی زبانی فرمایا ہے۔

پایہ پایہ رفت باید سوئے بام — ہست جبری بودن ایں جا طمع خام
ایک ایک سیڑھی کرتے کرتے چڑھنا چاہیئے — اس جگہ جبری بننا بیکار لالچ ہے

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں دے کر کوشش اور سعی کی تلقین کی ہے اگر وہ اُن کو بروئے کار نہیں لاتا ہے تو کفرانِ نعمت ہے۔

پائے داری چوں کنی خود را تو لنگ — دست داری چوں کنی پنہاں تو چنگ
تیرے پیر ہیں اپنے آپ کو تو لنگڑا کیوں بناتا ہے؟ — تیرے ہاتھ ہیں پنجہ کو کیوں چھپاتا ہے؟

خواجہ چوں بیلے بدستِ بندہ داد — بے زباں معلوم شد اُو را مراد
آقا نے جب بیلچہ ہاتھ میں دے دیا — اس کا مقصد بغیر کہے معلوم ہو گیا

توکل کا ایک غیر شرعی مفہوم عقیدۂ جبر کا لازمی نتیجہ ہے۔ مولانا اسکے بارے میں فرماتے ہیں۔

گر توکل می کنی در کار کُن — کار کن پس تکیہ بر جبار کُن
اگر توکل کرتا ہے، کام میں کر — کام کر پھر اللہ پر توکل کر

گفت آرے ار توکل رہبر ست — ایں سبب ہم سُنّتِ پیغمبر ست
اس نے کہا ہاں اگر توکل راہنما ہے — سبب کا اختیار کرنا بھی پیغمبر کی سنت ہے

گفت پیغمبر با آوازِ بلند
بر توکل زانوئے اشتر بہ بند
پیغمبر نے بلند آواز سے فرمایا توکل کیساتھ اونٹ کا پیر باندھ

رمزِ الکاسب حبیب اللہ شنو
از توکل در سبب کاہل مشو

کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔ اس ارشاد سے توکل کی وجہ سے اسباب اختیار کرنے میں سستی نہ کر

در توکل کسب جہد اولیٰ ترست — تا حبیب حق شوی ایں بہ ترست
کمانا اور کوشش کرنا توکل کے مسالک میں بہت بہتر ہے — تاکہ تو اللہ کا محبوب بن جائے یہ اچھا ہے

ایک جگہ فرمایا اسباب کا اختیار کرنا اور زندگی کی جدوجہد میں صبر و استقلال کے ساتھ زندگی کے نشیب و فراز سے دوچار ہونا ہمیشہ سے خاصانِ خدا کا خاصہ رہا ہے۔

سعیِ ابرار و جہادِ مومناں — تا بدیں ساعت ز آغازِ جہاں
نیکوں کی کوشش اور مومنوں کا جہاد — دنیا کی ابتداء سے اب تک

حق تعالیٰ جہدِ شاں را راست کرد — آنچہ دیدند از جفا و گرم و سرد
اللہ نے ان کی کوشش — اور تمام گرم و سرد کو صحیح قرار دیا

جہد و عمل کے سلسلہ میں مولانا کا وہ شعر بھی مشہور ہے جس پر غالب جیسا شاعر سر دھنتا ہے۔

بزیرِ کنگرۂ کبریاش مردانند — فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزداں گیر
اس کی کبریائی کے کنگرہ کے زیرِ سایہ وہ انسان بھی ہیں، فرشتہ اور پیغمبر جن کا شکار اور وہ خدا کو قابو میں کر لینے والے ہیں

اور اقبال نے اسی شعر کو اپنے الفاظ میں اس طرح کہا ہے۔

در دشتِ جنونِ من جبریل زبوں صیدے — یزداں بکمند آور اے ہمتِ مردانہ
میرے جنون کے بیابان میں جبریل معمولی شکار ہیں — اے ہمتِ مردانہ خدا کو قابو میں کر لے

ان حالات میں کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مولانا وحدت الوجود کے اس مفہوم کے قائل تھے جو دوسرے صوفیاء نے اختیار کیا ہے۔

جبر و قدر انسان جو کام کرتا ہے وہ اپنے اختیار سے کرتا ہے یا بصورتِ جبر اس سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی اُن مسائل میں سے ہے جن کا فیصلہ کرنا دشوار ترین امر ہے۔ اس مسئلہ کی بنیاد دراصل اس مسئلہ پر ہے کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے یا انسان کے افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے، علماء کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ انسانی جملہ افعال بھی اللہ کی تخلیق ہیں انسان کو انکے صادر کرنے میں کوئی اختیار اور دخل نہیں ہے۔ وَمَا تَشَاءُونَ اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰہُ۔ تمہارا چاہنا کچھ نہیں بجز اسکے کہ اللہ چاہے۔ مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاءْ لَمْ یَکُنْ جو اللہ نے چاہا وہ ہوا جو نہ چاہا نہ ہوا۔ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ خلق اور امر صرف اللہ کا ہے۔ جُفَّ الْقَلَمُ بِمَا ھُوَ کَائِنٌ۔ ہونے والی باتوں پر قلم تقدیر (لکھ کر) خشک ہو چکا ہے۔ اَلْقَلْبُ بَیْنَ اِصْبَعَیِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُھَا کَیْفَ یَشَاءُ۔ انسانی قلب اللہ کے قبضہ میں ہے جس طرف چاہتا ہے (برائی یا بھلائی) اس کو اس طرف مائل کر دیتا ہے۔ اب ان دلائل کے پیشِ نظر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انسان مجبورِ محض ہے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں انسان کے افعال کے حسن و قبح کا کوئی سوال ہی

جف القلم بما ھو کائن کے بارے میں فرماتے
ہیں یہ بالکل سچ ہے لیکن اسکے یہ معنی کہ جو کچھ ہونا ہے وہ پہلے ہی دن
لوح تقدیر میں لکھا جا چکا ہے صحیح نہیں ہیں یہ عوام کی غلطی ہے۔ اس
کے معنی یہ ہیں کہ یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر کام کا خاص نتیجہ ہے، یہ طے ہو چکا ہے
کہ ہر چیز کا ایک سبب ہے، یہ طے ہو چکا ہے کہ نیکی و بدی یکساں نہیں ہیں، یہ طے ہو چکا ہے کہ نیکی کا نتیجہ
نیک اور بدی کا بد ہوگا۔

مولانا نے انسان کے اختیار کے ثبوت کے لئے جو دلائل قائم کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ہر شخص کے دل میں اختیار کا یقین ہے گو زبانی اس کا انکار کرے اگر اس شخص کے سر پر چھت ٹوٹ پڑے تو کبھی چھت پر غصہ نہ کرے گا اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے سر پر پتھر مار دے تو اس پر اس کو سخت غصہ آئے گا اور یہ اسی بنیاد پر ہے کہ چھت کو اس نے غیر مختار سمجھا ہے اور اس شخص کو اس نے صاحب اختیار مانا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ کتا بھی اس بات کو سمجھتا ہے کتا پتھر کو نہیں کاٹتا ہے جو پتھر پھینک کر اس کے مارینگا اس کو کاٹے گا۔

(۲) خود انسان کے تمام اقوال و افعال سے اختیار کا ثبوت ہوتا ہے ہم کسی شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں، کسی کو کسی کام کے کرنے کی ممانعت کرتے ہیں اپنے کسی فعل پر خود نادم ہوتے ہیں اور کسی فعل پر خوش، یہ اس کی دلیل ہے کہ ہم خود اپنے آپ کو اور دوسرے کو صاحب اختیار سمجھتے ہیں۔

(۳) جبر کے ثبوت میں سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اگر خدا ہمارے افعال پر قادر نہیں ہے تو مجبور ہے اور اگر قادر ہے اور بندہ کو بھی قادر مانا جائے تو ایک فعل کے دو فاعل قرار پاتے ہیں جو باطل ہے۔ مولانا نے اس شبہ کا جواب دیا جو شبہ کا جواب بھی ہے اور بجائے خود بندہ کے اختیار کے لئے دلیل بھی ہے۔ فرمایا جو چیز کسی چیز کی ذاتیات میں سے ہے وہ سلب نہیں ہوتی ہے۔ لوہار کے بسولے میں جبر ہے لوہار کا آلہ بننے کی وجہ سے۔ اس کا جبر سلب نہیں ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اختیار انسان کی ذاتیات میں سے ہے۔ اگر اللہ کو فاعل مانا جائے اور انسان اس کے لئے بمنزلہ آلہ کے ہو تب بھی اس کا اختیار باقی رہیگا، انسانی اختیار سلب نہ ہوگا اور نہ جبر سے تبدیل ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ انسان کا کفر کرنا اللہ کی مرضی سے ہے تو بھی خود یہ ثابت ہو رہا ہے کہ کفر کا فرکا فعل اختیاری ہے ورنہ کافر، کافر نہیں ہے۔

(۴) انسان کے تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اُن کا صدور انسان سے ہوتا ہے اللہ کے خالق ہونے کی وجہ سے بسا اوقات افعال عباد کی نسبت اللہ کی طرف کر دی جاتی ہے ورنہ دراصل وہ بندہ کا فعل ہے۔ مولانا بحر العلوم نے ایک مقام پر فرمایا ہے ایک فرق بعد الجمع کا مقام ہے۔ جب سالک کی سیر عروج کی طرف ختم ہو جاتی ہے اور اس کا وجود مقام فنا میں پہنچ جاتا ہے تو وہ پھر بشریت کی طرف نزول کرتا ہے اور اپنی ذات کا جلوہ آئینۂ حق میں دیکھتا ہے اور اپنے تمام افعال و صفات کو منسوب بسوئے حق دیکھتا ہے اور یہ عرفان کا سب سے بلند مقام ہے۔

نہیں پیدا ہوتا ہے اور افعال پر جزا و سزا کا
ترتب بھی بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ اگر زید کے ہاتھ میں رعشہ کی
اضطراری حرکت ہے تو زید کو اس حرکت کی بنا پر اچھا یا برا کہنا بالکل
غیر معقول ہے، انسان کے سر پر پھول برسیں یا پتھر، انسان نہ پھولوں کی ستائش کرتا
ہے نہ پتھر کی شکایت۔ علماء کے اس گروہ کو جبریہ کہا جاتا ہے۔

دوسرا گروہ قدریہ ہے جو تقدیر ازلی کا منکر ہے اور تمام انسانی افعال کا صدور انسان سے بطور کلی اختیار کے تسلیم کرتا ہے اور بندوں کے افعال کا خالق بندوں ہی کو قرار دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں عالم میں دو خالق تسلیم کرنے پڑیں گے۔ ایک خدا اور ایک غیر خدا اور اس ثنویت کو اسلام کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتا ہے۔ یزداں اور اہرمن کے تصور کو اسلام نے مٹایا ہے اور خالص توحید کی طرف رہنمائی کی ہے۔ اسی بناء پر اس قدریہ فرقہ کو مجوس ہذہ الامۃ قرار دیا گیا ہے۔

عقلی اعتبار سے غور کیا جائے تو یہ عقیدہ بھی خلاف واقعہ نظر آتا ہے، اسلئے کہ انسان کا کسی کام کو کرنا یا کسی کام سے باز رہنا خواہش و ارادہ یا نفرت و اجتناب کی بنیاد پر ہوتا ہے اور انسان کو اپنی قوت ارادی یا قوت اجتنابی کی تحریک پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ اب ان دونوں قوتوں کی تحریک کا جو نتیجہ بھی ہے وہ غیر اختیاری ہو جاتا ہے۔ اشاعرہ نے ایک درمیانی صورت نکالی یعنی انسان کے افعال کا خالق تو اللہ کو قرار دیا اور کسب کو انسان کا اپنا فعل قرار دیا اور یہ عقیدہ ٹھہرایا کہ افعال خواہ خداوندی ہوں یا بندوں کے سب کا خالق اللہ ہی ہے۔ اب بندوں کے افعال کی برائی، بھلائی یا جزا و سزا اس بنیاد پر ہے کہ انسان نے اس کا کسب کیا ہے۔ مولانا روم نے اس مسئلہ پر بہت سے مقامات پر بحث کی ہے۔ ایک جگہ تو جبریہ اور قدریہ دونوں کو غلط کہا ہے اور فرمایا کہ اگر دیکھا جائے تو انسان کا جبر مطلق، اختیار مطلق کی بہ نسبت بالکل بداہت کے خلاف ہے۔ بداہۃً نظر آتا ہے کہ انسان اپنے افعال میں صاحب اختیار ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ اختیار خدا کا عطا کردہ ہے یہ ایک نظری مسئلہ ہے اور فرمایا قدری کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو دھوئیں کو موجود مانتا ہے اور آگ جو اس کی علت ہے اس کا انکار کرتا ہے اور جبری کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جو دھوئیں کے ہوتے ہوئے اس دھوئیں کے وجود ہی سے انکار کرتا ہے۔ اب فیصلہ کیا جائے کہ کونسا شخص زیادہ حماقت میں مبتلا ہے۔ مولانا کے زمانہ میں اکثر صوفیاء اور علماء جبر کے قائل تھے۔ امام رازی جیسے فاضل نے اپنی تفسیر میں متعدد جگہ جبر پر دلائل قائم کئے ہیں اور پھر مستقل کتاب لکھ کر جبر کے اثبات کے لئے عقلی و نقلی دلائل پیش کئے ہیں لیکن مولانا روم کا رجحان جبر کے بالکل خلاف ہے۔ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَ مَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ کے بارے میں مولانا نے فرمایا۔ یہ حدیث جد و جہد کی ترغیب کے لئے ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی شاہی ملازم سے یہ کہے "جو وزیر چاہتا ہے وہی ہوتا ہے" تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وزیر کو خوش رکھنے کی جد و جہد کرنی چاہئے کیونکہ مقصد کا حصول وزیر کی خوشی پر موقوف ہے۔ یہ نہیں ہے کہ مقصد کا حصول ہمارے ہاتھ میں ہے لہٰذا وہ بغیر جد و جہد کے ہمیں حاصل ہو جائیگا۔ اسی طرح اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ نجات اور حصول مقاصد تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے کہ جب چاہو حاصل ہو جائے بلکہ اس کے لئے انتہائی جد و جہد کی ضرورت ہے۔

مسائل کو بیان کرنا نہیں ہے ضمناً جو مسائل
بیان فرمادیئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

تجاذبِ اجسام کائنات کے تمام اجسام ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور اسی تجاذب اور کشش پر نظامِ کائنات قائم ہے۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس کی تفاصیل نیوٹن نے کیں اور یہ نظریہ اُس کی طرف منسوب کیا گیا جبکہ مولانا نے سینکڑوں برس قبل یہ نظریہ بیان فرمادیا تھا:۔

جملہ اجزاءِ جہاں زاں محکم پیش — جفت جفت و عاشقاں جفتِ خویش
دنیا کے تمام اجسام جوڑا جوڑا ہیں — اور ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے

آسماں گوید زمیں را مرحبا — باتوام چوں آہن و آہن رُبا
آسمان، زمین کو خوش آمدید کہتا ہے — کہ میری تیری مثال لوہے اور مقناطیس کی سی ہے

فرمایا کہ اجرامِ فلکی کی کشش کی بنیاد پر زمین بیچ میں معلق ہے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے مقناطیس کا ایک گنبد بنایا جائے اور لوہے کا ایک ٹکڑا بیچ میں کردیا جائے تو وہ معلق ہوکر رہ جائے گا۔

آں حکیمش گفت کز جذبِ سما — از جہات شش بماند اندر ہوا
اُس حکیم نے اُس سے کہا کہ آسمان کی وجہ — شش جہات کی کشش کی وجہ سے زمین فضا میں معلق ہے

چوں ز مقناطیس قبہ ریختہ — درمیاں ماند آہنے آویختہ
جس طرح کہ مقناطیس کا گنبد ہو — اور اُس کے درمیان لوہے کا ٹکڑا لٹکا ہو

تجاذبِ ذرات اب یہ بات مسلمات میں سمجھی گئی ہے کہ اجسام کی ترکیب ذرات سے ہے اور ان ذرات میں باہمی کشش اور تجاذب ہے اور تمام اجسام کے ذرات میں کشش اور تجاذب یکساں نہیں ہے۔ بعض اجسام کے ذرات میں باہمی کشش بہت بڑھی ہوئی ہے اور بعض میں کم جیسا کہ لوہا اور لکڑی۔ اس مسئلہ کو سینکڑوں سال قبل مولانا نے بیان فرمایا:۔

میلِ ہر جزئی بہ جزئی می نہد — زاتحادِ ہر دو تولیدے جہد
ہر جزئی کا ایک جزئی کی طرف میلان ہے — دونوں کے اتحاد سے پیدائش ہوئی ہے

ان اشعار میں مولانا نے تجاذب کی کیفیت کو عشق سے تعبیر کیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ نباتات کے جو اجزاء ہیں وہ جمادی ہیں لیکن اُن میں اور نباتی اجزاء میں کیونکہ کشش ہے لہٰذا وہ جمادی اجزاء نباتیت اختیار کرلیتے ہیں۔ اسی طرح نباتی اجزاء حیوانی اجزاء بن جاتے ہیں۔ اگر یہ کشش نہ ہو تو عالم میں مرکبات کا فقدان ہوجائے۔

تجددِ امثال مولانا بحرالعلوم نے ایک مقام پر فرمایا ہے۔ تجددِ امثال یہ ہے کہ کائنات کی صورتیں ہر آن تبدیل ہورہی ہیں۔ ایک صورت زائل ہوتی ہے اور دوسری صورت اس کی جگہ لے لیتی ہے اور ذات اسی طرح باقی رہتی ہے، چونکہ مٹنے والی صورت آنے والی صورت جیسی ہے۔ اس وجہ سے اس تبدیلی کا احساس نہیں ہوتا ہے اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلی صورت علیٰ حالہا باقی ہے۔ جدید تحقیقات اس مسئلہ

کی تصدیق کرتی ہیں۔ مولانا نے اِس
مسئلہ کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست
مصطفےٰ فرمود دنیا ساعتے ست

ہر لحظہ تیری موت اور واپسی ہے۔ اِسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دنیا ایک ساعت ہے

ہر نفس نو مے شود دنیا و ما
ہر سانس میں دنیا نئی بن رہی ہے

بے خبر از نو شدن اندر بقا
ہم اُس کے نئے بننے سے بے خبر ہیں

عمر ہمچو جوئے نو نو می رسد
زندگی نہر کے پانی کی طرح نئی نئی آتی رہتی ہے

مستمرے می نماید در جسد
بدن میں مسلسل تسلسل آتی ہے

شاخِ آتش را بہ جنبانی بساز
جلتی لکڑی کو تیزی سے گھماؤ

در نظر آتش نماید بس دراز
تو دیکھنے میں ایک لمبی آگ نظر آئے گی

انسان کی زندگی کی بھی یہی صورت ہے۔ ہر لحہ فنا اور بقا ہے۔ لیکن یہ تبدیلی اِس سرعت کے ساتھ ہے کہ زندگی مستقل اور مستمر محسوس ہوتی ہے اور اس کی مثال میں فرمایا کہ نہر کے پانی کی سطح مستقل نظر آتی ہے حالانکہ وہ سطح برابر بدل رہی ہے یا شعلہ کو اگر تیزی سے گھماؤ تو وہ ایک دائرے کی شکل میں نظر آنے لگتا ہے حالانکہ ہر آن وہ شعلہ دائرے میں اپنی جگہ بدل رہا ہے لیکن تم اُسے محسوس نہیں کر رہے ہو۔

مسئلہ ارتقاء دنیا کی موجودات کو چار قسموں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ جمادات، نباتات، حیوانات، انسان۔ اب اِن میں یہ بحث ہے کہ آیا یہ چاروں قسمیں ابتداءِ تخلیق سے اِسی طرح سے مخلوق ہوئی ہیں یا ابتداءِ تخلیق میں صرف ایک چیز پیدا کی گئی تھی پھر اُس نے ترقی اور ارتقاء کیا ہے۔ وہ چیز جماد تھی پھر ترقی کر کے نبات بنی پھر ترقی کر کے حیوان بنی اور پھر ترقی کر کے انسان بن گئی۔ یہ آخری نظریہ ڈارون کی طرف منسوب ہے۔ مولانا شبلی کا خیال ہے کہ مولانا بھی ڈارون سے بہت پہلے اِسی ارتقاء کے قائل تھے اور اُس کے ثبوت کے لئے حسب ذیل اشعار پیش کئے ہیں:۔

آمدہ اوّل بہ اقلیمِ جماد
انسان عنصر میں جماد تھا

وز جمادی در نباتی اوفتاد
جماد سے نبات بنا

سالہا اندر نباتی عمر کرد
سالوں نبات رہا

وز نباتی یاد ناورد از نبرد
لیکن نباتی زندگی اسے یاد نہیں ہے

وز نباتی چوں بہ حیوانی فتاد
نبات سے جب حیوان بنا

نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد
نباتی حالت اُس کو یاد نہیں ہے

جز ہماں میلے کہ دارد سوئے آں
اں سوائے اُس میلان کے جو انکو نباتات کیطرف ہے

خاصہ در وقتِ بہارِ ضیمراں
خصوصاً موسم بہار میں ضیمران کے کھلنے کے وقت

ہمچو میلِ کودکاں با مادراں
جس طرح کہ بچوں کا اپنی ماں کیطرف میلان ہوتا ہے

بہرِ میلِ خود نہ داند در لباں
شیر خوارگی کے زمانہ میں اپنے ہونٹوں کی
مدد نہیں جانتا

بازاز حیواں سوِ انسانیش — میکشد آں خالقے کہ دانیش
پھر حیوان سے انسان کی جانب — اسکو وہ خدا لے جاتا ہے جو اسکو جانتا ہے

ہمچنیں اقلیم تا اقلیم رفت — تا شد اکنوں عاقل و دانا و زفت
اسیطرح وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کیطرف بڑھا — یہاں تک وہ عاقل و دانا اور فربہ بن گیا

مولانا کے یہ اشعار صاف لفظوں میں بتا رہے ہیں کہ مولانا انسان کی ابتدائی خلقت جمادی مانتے ہیں پھر اس سے ترقی کر کے اس نے جسم نباتی اختیار کیا پھر عالم نباتات سے وہ جسم حیوانی بنا اور جسم حیوانی سے اس نے جسم انسانی اختیار کیا اور موسم بہار میں گل و گلزار کی طرف اُس کے میلان کو اُسکے عالم نباتات سے عالم حیوانات کی طرف منتقل ہونے کی دلیل بتا رہے ہیں۔

وجود کے مراتب وجود صرف مادی ہے یا اُس کے مراتب ہیں اور اولی درجہ مادی وجود کا ہے نیز علم کے حصول کا ذریعہ صرف حواس ہیں یا اس کے ماورا بھی کچھ علم کے اسباب ہیں۔ ان دونوں مسئلوں میں اختلاف چلا آرہا ہے۔ مادّے کے قائل تو یہ کہتے ہیں کہ وجود کا مدار صرف مادّے پر ہے اور مادی وجود کے علاوہ اور کوئی وجود نہیں ہے، حصولِ علم کے بارے میں بھی لامحالہ اُن کا یہ خیال ہے کہ وہ صرف عقل اور حواس کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ گروہ نہ نفس یا روح کی مستقل حیثیت تسلیم کر سکتا ہے اور نہ خدا کا قائل ہو سکتا ہے اور نہ حیات بعد الموت کا۔ اُن کے نزدیک روح کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہے بلکہ وہ عناصر کی خاص ترکیب کی پیداوار ہے۔ جس طرح ساز کے تاروں کے ایک خاص نظم و ضبط سے ایک نغمہ پیدا ہوتا ہے اسی طرح وجود کے ذرات کی خاص ترتیب عقل و شعور پیدا کر دیتی ہے جب ساز ٹوٹ جائے تو نغمہ بھی ناپید ہو جائیگا۔ اہلِ شرع اس نظریہ کو الحاد قرار دیتے ہیں۔ مولانا روم نے بھی مثنوی میں جا بجا اس مسئلہ پر اظہارِ خیال کیا ہے اور بتایا ہے کہ وجود کے مختلف مراتب ہیں اور وجود کا ہر مرتبہ اپنی مخصوص عقل اور اسباب و علل کا مخصوص نظام رکھتا ہے جیسے جیسے وجود کے مراتب میں ترقی ہوتی ہے ویسے ہی علم اور اسکے ذرائع میں بھی ارتقاء ہوتا ہے۔ نباتی وجود اور عقل جمادی وجود و عقل سے بالاتر ہے اور نباتات کا شعور جمادات کے شعور سے بڑھا ہوا ہے۔ اسی طرح حیوانات کا شعور نباتی شعور سے زیادہ بہتر اور وسیع ہے اور پھر حیوانات میں بھی عقل و شعور کے مراتب میں تفاوت ہے۔ انسان تمام حیوانات میں بالاتر ہے اور اس کی نوع کے افراد میں بھی عقل و شعور میں بیحد تفاوت ہے۔ ایک طرف جنگلی انسانوں کا شعور ہے دوسری طرف حکماء کے شعور کی بلند پروازی ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ انسان کے وجود کا ارتقاء اور اُس کی عقل کا ارتقاء اس مرحلہ پر پہنچ کر بھی نہیں رُکتا ہے بلکہ حکماء کے علاوہ انبیاء اور اولیاء کا ایک طبقہ ہے جو حکماء کے مقابلہ میں یہاں کا کشف اسرار ہے فرماتے ہیں۔

بازغیر از عقل و جانِ آدمی — ہست جانے در نبی و در ولی
تمام انسانی جان اور عقل کے علاوہ — نبی اور ولی میں ایک اور جان ہے

وحی والہام و نبی مولانا وحی والہام میں فرق نہیں کرتے ہیں۔ اور

الہامات نیز اُس بصیرت کے لئے بھی جو عقل وحس سے ماوراء ہے وحی کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ انسان کے حواسِ ظاہری کے علاوہ انسان میں حواسِ باطنی بھی ہیں جن سے اُن باتوں کا انکشاف ہوتا ہے جو حواسِ ظاہری کے اِدراک سے باہر ہیں۔

پنج حسے ہست جزایں پنج حس — آں جو زرِ سرخ وایں حسہا چو مس
ان حواسِ خمسہ کے علاوہ اور حواسِ خمسہ ہیں — سونا جیسے ہیں اور یہ تانبا ہیں

آئینہ دل چوں شود صافی وپاک — نقشہا بینی بروں از آب وخاک
دل کا آئینہ جب پاک وصاف ہو جاتا ہے — آب وخاک کے علاوہ تو اور نقش دیکھتا ہے

پس محلِ وحی گردد گوش جاں — وحی چہ بود گفتن از حسِ نہاں
پھر جان کا کان وحی کا محل بن جاتا ہے — وحی کیا ہے؟ اسی پر شنیدہ جس کی گفتگو

اِس اِدراک کو وحی کہئے یا الہام، یہ عقل سے بالاتر حسِ باطن کا انکشاف ہوتا ہے۔ چونکہ عوام وحی کو انبیاء کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں۔ لہٰذا صوفیاء اِس قسم کے انکشافات کو وحیِ دل کہہ دیتے ہیں۔

از پئے رُوپوشِ عامہ در جہاں — وحی دل گویند او را صوفیاں
دنیا میں عوام سے چھپانے کے لئے — اُس کو صوفی دل کی وحی کہہ دیتے ہیں

نبی کا لفظ بھی عام طور پر ایک خاص معنی میں بولا جاتا ہے لیکن مولانا اونچے درجہ کے مصلحین کے لئے بھی لفظ نبی بولتے ہیں۔

فکر کُن در راہ نیکو خدمتے — تا نبوت یابی تو از اُمتے
بھلائی کے راستہ میں خدمت کی فکر کر — تاکہ اُمت میں رہتے ہوئے تو نبوت پالے

مولانا کی اصطلاح میں نبی اور وحی کے ایسے عام معنی ہیں جو اصطلاحی نبی اور وحی سے وسیع تر ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ایں نجوم وطب وحیِ انبیاست — عقل وحس را سوئے بے سوزہ کجاست
یہ طب اور نجوم نبیوں کی وحی ہے — عقل اور حس کو بے جہت چیز کا راستہ نہیں ملتا ہے

قابلِ تعلیم فہم ست ایں خرد — لیک صاحب وحی تعلیمش دہد
اس عقل میں فہم وتعلیم کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے — لیکن صاحب وحی اُس کو تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بود — اوّل اوّل عقل اُو را بر فزود
یعنی تمام ہنر ابتداءً وحی کے ذریعہ معلوم ہوئے — پھر عقل نے ان میں اضافہ کیا ہے

مولانا کا یہ بھی خیال ہے کہ جب دل محلِ وحی ہوتا ہے تو وہ اپنی ملکوتی قوت کو متمثل کر کے پیش کرتا ہے۔ کوئی دوسری شخصیت پیغام رساں نہیں ہوتی ہے۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ جبرئیل کچھ کہہ رہے ہیں حالانکہ خود نبی کی قوتِ ملکوتی یہ تمثل اختیار کر لیتی ہے۔ جیسا کہ خواب میں انسان دیکھتا ہے کہ دوسرا شخص اُس سے ہم کلام ہے حالانکہ خود اُس کا قلب

دوسرے کو مشکل کرکے پیش کردیتا ہے۔

مولانا بحرالعلوم نے مولانا کے اشعار کی شرح کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا جبرئیل جو رسولوں کے سامنے آتے ہیں اور اللہ کی جانب سے وحی لاتے ہیں وہ ایک جبریلیہ حقیقت ہے جو رسولوں کی قوتوں میں سے ایک قوت ہے اور یہ قوت وہ صورت اختیار کرلیتی ہے جو عالم مثال میں اس کے لئے پوشیدہ تھی۔ وہ رسولوں کے پاس حاضر ہوتی ہے اور اللہ کا پیغام پہنچاتی ہے تو رسول خود اپنے آپ سے فیض حاصل کرتے ہیں نہ کہ کسی دوسرے سے تو جو کچھ رسول دیکھتے ہیں وہ انھیں کے خزانہ کی پوشیدہ چیز ہے۔ مولانا کے نزدیک روح انسانی کے عروج کے منازل ہیں۔ ایک وہ مقام آتا ہے جہاں روح انسانی کا روح الٰہی سے غایت درجہ کا اتصال ہوجاتا ہے

اتصالے بے تکیف بے قیاس — ہست رب الناس را با جان ناس

اللہ تعالیٰ کا انسانوں سے اتصال ہے — جو قیاس اور بیان سے باہر ہے

اس مقام پر پہنچ کر حکمت کا طالب خود حکمت کا منبع بن جاتا ہے اور اس مقام پر پہنچ کر خود انسانی قلب لوح محفوظ بن جاتا ہے۔

لوحِ حافظ لوحِ محفوظے شود — روحِ اُو از روح محظوظے شود

حافظ کا دل لوح محفوظ بن جاتا ہے — اس کی روح خدا سے محظوظ ہوتی ہے

اس حالت میں الٰہی کلام اور فرمان خود اس کے دل سے اُبھرتا ہے اور یہ احسن التقویم والا انسان جب روحانی بلندیوں پر پہنچتا ہے تو خود اس کی یہ کیفیت ہوجاتی ہے۔

پس محل وحی گردد گوشِ جاں — وحی چہ بود گفتن از حسِّ نہاں

روح کا کان وحی کا محل بن جاتا ہے — وحی کیا ہے، پوشیدہ حس کی گفتگو

گوشِ جان و چشمِ جاں جز ایں حس ست — گوشِ عقل و چشمِ ظن زاں مفلس ست

روح کے کان اور آنکھ ان حواس کے علاوہ ہیں — عقل کا کان، اور ظن کی آنکھ اس سے محروم ہے

پنبۂ وسواس بیروں کُن ز گوش — تا بگوشت آمد از گردوں خروش

وسوسوں کی روئی کان سے نکال — تاکہ تیرے کان میں آسمانی آوازیں آئیں

وحی، نبی، جبرئیل اور لوح محفوظ کے بارے میں مولانا کے خیالات اجمالی طور پر ہم نے عرض کردیئے ہیں تاکہ مولانا کا کلام سمجھنے میں سہولت ہو لیکن ظاہر ہے کہ یہ مولانا کے اپنے خیالات ہیں اور ارباب شرع کو ان میں ردّ و قبول کا حق ہے ان میں سے جو چیزیں ظاہر نصوص سے ٹکرائیں وہ یقیناً دوسروں کیلئے لائق قبول نہ ہوں گی۔ بزرگوں کے مکاشفات اسی وقت تک حجت ہیں جب تک کہ وہ اصول شرع کے موافق ہوں۔

بعض اصطلاحیں

صوفی وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو غیر اللہ سے محفوظ رکھے دل میں کوئی شیطانی خطرہ نہ آنے دے۔ عبادت و ریاضت میں اصولِ شرع اور سنتِ رسول پر قائم رہے۔

ابن الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو اسرار اور واردات سے مغلوب الحال ہوجائے، اسرار کا اظہار کردے

خوارق اُس سے ظاہر ہو جائیں اور احکام
ظاہری کی مخالفت کر بیٹھے۔ ابن الوقت ہی کو قلندر اور رند بھی کہدیا جاتا ہے۔ ابن الوقت اُس صوفی کو بھی کہا جاتا ہے جو مقتضائے وقت پر عمل کرے۔ یہ معنی پہلے معنی سے عام ہیں۔ جو اصطلاحی ابن الوقت اور ابوالوقت دونوں کو شامل ہیں۔

ابوالوقت۔ وہ صاحب مقام صوفی کہلاتا ہے جو آداب شریعت کا پورا پاس کرے۔ حالات اور واردات میں نفس اور روح پر قابو رکھے۔ خداوندی حکمت کے تقتضیٰ کو سمجھتے ہوئے کرامات اور خوارق پر قابو رکھے۔ ابوالوقت کا مقام ابن الوقت سے بہت اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔

ابدال۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت ہے جو کسی دوسری شخصیت کو اپنی شکل و صورت میں تبدیل کر سکتی ہے ان کی تعداد سات ہوتی ہے۔ دنیا کی ساتوں اقلیموں میں سے ہر اقلیم کا اُن میں ایک قطب ہوتا ہے۔

نقباء۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت کہلاتی ہے جن میں سے ہر ایک آسمان کے بارہ برجوں میں سے ہر برج سے متعلق ہوتا ہے اور اُس برج کے نجوم و کواکب کی تاثیرات سے اُس کا تعلق ہوتا ہے۔ ان نقباء کو بھی ابدال کہہ دیا جاتا ہے۔

رجبیون۔ اولیاء کی وہ جماعت کہلاتی ہے جو رجب کے مہینہ میں اپنی جگہ مقیم رہتی ہے باقی پورے سال عالم میں گشت کرتی رہتی ہے رجب کے پہلے دن اُن پر اس قدر بوجھ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسی عضو کو حرکت تک نہیں دے سکتے ہیں دوسرے دن یہ بوجھ کم ہو جاتا ہے اور تیسرے دن بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ اُن کو پورے سال کشف رہتا ہے۔ اُن کی تعداد چالیس ہوتی ہے۔

عالم خلق یا عالم شہود۔ یہ دنیا کہلاتی ہے جہاں اشیاء اپنے مادے اور مقدار کے ساتھ موجود ہیں۔

عالم مثال۔ وہ عالم ہے جو عالم خلق سے بالا ہے وہاں اشیاء میں مقدار تو ہے مادہ نہیں ہے۔

عالم امر یا عالم روح۔ وہ عالم ہے جو عالم مثال سے بھی بالا ہے اور وہاں اشیاء بغیر مادہ اور مقدار کے موجود ہیں۔

واصل بحق۔ وہ اولیاء اللہ کہلاتے ہیں جو مادی خواص سے پاک و صاف ہو کر سراپا روح بن جاتے ہیں اور اُن کا اضطراب عشق، وصل کے سکون سے بدل جاتا ہے۔ ان کو سالک واصل بھی کہا جاتا ہے اور سالک طالب وہ ہے جو ابھی اس درجہ تک نہ پہنچا ہو۔

ولی۔ وہ شخص ہے جو اللہ کی ذات و صفات کو پہچانے، ہمیشہ طاعات بجالائے، محرمات سے بچے، لذتوں اور شہوتوں میں منہمک نہ ہو، نجاستوں سے بچتا ہو، فرائض کا تارک نہ ہو، مجنون اور پاگل نہ ہو، شرمگاہ اور بدن کو برہنہ نہ رکھتا ہو۔

اہل ارشاد۔ وہ اولیاء اللہ ہیں جن کے سپرد مخلوق کی ہدایت، قلوب کی اصلاح و تربیت اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی تعلیم ہوتی ہے، ان اولیاء میں سے جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہوتا ہے وہ قطب الارشاد کہلاتا ہے۔

اہلِ تکوین۔ وہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جن کے سپرد مخلوق کے معاش کی اصلاح، دنیا کا انتظام، مصائب کا دفع کرنا ہوتا ہے۔ اُن میں سے جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہوتا ہے وہ قطب الاقطاب کہلاتا ہے۔

لطائف ستہ۔ روح، نفس، قلب، سر، خفی، اخفیٰ۔ سالک اپنے جسم کے ان مقامات کو ذاکر و شاغل بناتا ہے۔

صحو۔ وہ حالت ہے جس میں ظاہری و باطنی احکام میں فرق باقی رہتا ہے۔

سُکر۔ وہ کیفیت ہے جس میں سالک کے لئے ظاہری اور باطنی احکام میں امتیاز اُٹھ جائے۔

انبساط، بسط۔ وہ کیفیت ہے جس میں مسلسل وارداتِ غیبی کی وجہ سے روح میں نشاط رہتا ہے۔

انقباض، قبض۔ وہ کیفیت ہے جس میں وارداتِ غیبی کے انقطاع کی وجہ سے روح کو ایک تنگی اور گرفتگی محسوس ہوتی ہے۔

محو اور فنا۔ وہ کیفیت ہے جس میں سالک اپنی ہستی کو مٹا دے اس کے بالمقابل اثبات ہے۔

ہشت بہشت۔ خلد، دارالسلام، دارالقرار، جنت عدن، جنت الماویٰ، جنت النعیم، علیین، فردوس۔

ہفت دوزخ۔ سقر، سعیر، لظیٰ، حاطمہ، جحیم، جہنم، ہاویہ۔

من وسلویٰ۔ بنی اسرائیل کو تیہ کے میدان میں خدا کی جانب سے من جو کہ ترنجبین کی طرح کی ایک چیز تھی اور سلویٰ جو بٹیروں جیسے پرند تھے، کھانے کے لئے عطا ہوئے۔

علم احکام۔ وہ علم ہے جو قانونِ کلی کی صورت میں انبیاء اور مرسلین کو دیا جاتا ہے۔

علم لدنی۔ وہ علم بھی کہلاتا ہے جو خاص جزئی معاملہ میں کسی کلیہ سے استثنائی طور پر عنایت ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت خضر کو بچے کے قتل کے سلسلہ میں حاصل ہوا۔

عہد الست۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ازل میں حضرت آدم کی ذریت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو سب نے جواب میں کہا تھا "بلیٰ" کیوں نہیں ہاں قول و قرار کو میثاق الست اور عہد الست کہا جاتا ہے۔

قصص

اصحاب کہف۔ ان بزرگوں کی جماعت ہے جو دقیانوس کے زمانہ میں پیغمبر وقت پر ایمان لائے تھے اور بادشاہ کے ظلم سے بچنے کیلئے ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ خدا کی قدرت سے ان کو ایسی نیند آئی کہ ہزاروں برس گذر گئے اور وہ اسی خواب استراحت میں پڑے ہیں، نہ کھاتے پیتے ہیں نہ جاگتے ہیں، آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور بظاہر بیدار معلوم ہوتے ہیں۔

ہاروت و ماروت و زہرہ۔ مشہور ہے کہ زہرہ ایک حسین عورت تھی، ہاروت و ماروت جو دو فرشتے تھے وہ اس سے زنا کر بیٹھے جس کی پاداش میں اُن دونوں کو بابل کے ایک کنویں میں اُلٹا لٹکا دیا گیا ہے اور زہرہ اس اسم اعظم کے ذریعہ جو اس نے ان فرشتوں سے سیکھا تھا آسمان پر چڑھ گئی ہے جس کو وہاں مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنا دیا گیا ہے۔

اور دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ قصہ یہود کا من گھڑت ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ امر واقعہ صرف اس قدر ہے جس کو قرآن نے ذکر کیا ہے کہ ہاروت و ماروت کو سحر کی تعلیم دینے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا جس سے نیک و بد کی آزمائش مقصود تھی۔

اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْد۔ سورۂ بروج میں ہے۔ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِذْهُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ۔ خندقوں والے ہلاک ہوئے، جو آگ کی تھیں، جن میں ایندھن تھا جبکہ وہ خندقوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو بدسلوکی مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھتے تھے۔ حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک لڑکا ایک جادوگر کے پاس جادو سیکھنے جاتا تھا، اس کے راستہ میں ایک خدا رسیدہ راہب کا گرجا گھر تھا۔ یہ لڑکا اس راہب سے مانوس ہو گیا اور اس سے فیض حاصل کرنے لگا۔ ایک روز یہ لڑکا جا رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ ڈرے ہوئے راستہ پر کھڑے ہیں۔ آگے جانے کی ہمت نہیں کر رہے ہیں اس نے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ ایک خونخوار شیر نے راستہ روک رکھا ہے۔ یہ لڑکا آگے بڑھا اور اس نے خدا کا نام لے کر ایک پتھر شیر کے مارا تو شیر ہلاک ہو گیا۔ اس واقعہ سے اس لڑکے کی شہرت ہوئی اور لوگ اس کے گرد جمع ہونے لگے اور مومن بننے لگے۔ ان واقعات کا بادشاہ کو علم ہوا تو وہ بہت برہم ہوا اس لئے کہ وہ خود خدائی کا مدعی تھا اور اس نے لڑکے کو ہلاک کرنے کا حکم دیدیا۔ اس لڑکے کو پہاڑ پر سے پھینکا گیا لیکن وہ ہلاک نہ ہوا، اس کو دریا میں غرق کرنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ غرق نہ ہوا۔ تب اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ اگر تو مجھے ہلاک ہی کرنا چاہتا ہے تو صرف ایک تدبیر ہے کہ تو بسم اللہ رب ھذا الغلام کہہ کر میری طرف تیر چلا تو میری موت واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور لڑکا شہید ہو گیا۔ اس پر جو مجمع تھا وہ سب کا سب مومن ہو گیا۔ بادشاہ نے ان کو ہلاک کرنے کیلئے خندقیں کھدوائیں اور ان میں آگ جلائی اور ان مومنوں کو آگ میں جلوایا

لَيْلَةُ التَّعْرِيْس۔ آخری شب کے پڑاؤ والی رات۔ ۷ھ ہجری میں غزوۂ خیبر سے واپسی پر آپ نے وادی القریٰ اور تیماء کا رخ کیا وہاں سے واپسی پر آنحضورؐ اور صحابہ کرام رات بھر مشغول سفر رہے۔ صبح کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ وہ نہ سوئیں اور فجر کی نماز کے وقت سب کو جگا دیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر بھی نیند کا غلبہ ہو گیا اور سب کی آنکھ جب کھلی جبکہ سورج نکل آیا تھا اور فجر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہاں سے فوراً کوچ کرو، اور کچھ آگے جا کر پڑاؤ کیا اور نماز پڑھی۔ مولانا نے اپنے اشعار میں اس نیند کو استغراقی کیفیت سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت سلیمان اور انگوٹھی۔ مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک عورت سے نکاح کر لیا جو مشرکہ طور پر بت پرست تھی۔ اسکی پاداش میں یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ کی وہ انگوٹھی جس کے اثر سے ان کی حکومت جن و انس پر قائم تھی وہ ایک صخر نامی دیو نامی جن نے چرالی اور وہ اس انگوٹھی کے اثر سے حضرت سلیمانؑ کے تخت پر قابض ہو گیا اور حضرت سلیمانؑ

روپوش ہو گئے۔ اپنی روپوشی کی حالت میں وہ
ایک مچھیرے کے گھر کام پر لگ گئے۔ مچھیرے نے اپنی لڑکی کی شادی
اُن سے کر دی۔ کچھ عرصہ بعد وہ انگوٹھی اُس جن کے ہاتھ سے دریا میں گری اور
اُس کو مچھلی نے نگل لیا۔ وہ مچھلی شکار ہو کر اُس مچھیرے کے گھر آ گئی، مچھلی کے پیٹ سے
انگوٹھی برآمد ہوئی تو حضرت سلیمانؑ نے اپنی انگوٹھی کو پہچان لیا اور اُس کی تاثیر سے دوبارہ اپنے تختِ سلطنت پر
قابض ہو گئے۔ اِس روایت کی حیثیت افسانہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ نبی پر کسی شیطان یا جن کا اِس طرح کا غلبہ
ممکن نہیں ہے۔ یہ محض ایک اسرائیلی روایت ہے جو عصمتِ انبیاء کے شرعی اصول کے بالکل منافی ہے لہٰذا
یہ کسی طرح بھی قابلِ قبول نہیں ہو سکتی۔

مثنوی کی احادیث اور تفسیر

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلیدِ مثنوی میں فرمایا ہے کہ صوفیاء اور بزرگوں کے کلام میں ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جو احادیث کی کتابوں میں نہیں ہیں اور محدثین کے نزدیک اُن کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے تو اِن بزرگوں کے اِس فعل کی دو توجیہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس طرح محدثین نے خواب کی احادیث پر حدیث کا اطلاق کر دیا ہے اِسی طرح اِن بزرگوں نے اپنے کشف وغیرہ کی بنا پر اُن کو احادیث کہہ دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اِن احادیث سے جو مقصد ہے وہ دوسرے شرعی دلائل سے ثابت ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اِن احادیث کا غیر واقعی ہونا مقصد کے ثبوت کے لئے مُضر نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ غیر حدیث کو حدیث کیوں کہہ دیتے ہیں تو اِس کی وجہ یہ ہے کہ اِن بزرگوں پر حُسنِ ظن غالب رہتا ہے جو کچھ سن لیتے ہیں یا لکھا ہوا دیکھ لیتے ہیں اُس پر یقین کر لیتے ہیں۔ اُن کو زیادہ چھان بین کی عادت ہوتی ہے نہ مہلت۔ یہ وہ تبصرہ تھا جو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بہرحال مثنوی میں بہت سی احادیث وہ ہیں جو محدثین کی اصطلاح میں کسی طرح بھی حدیث کہلانے کی مستحق نہیں اور ایسی احادیث کو حدیث کہہ کر بیان کر دینے کے معاملہ میں محدثین کا طرزِ عمل بہت سخت ہے۔ اِسی طرح مولانا نے مثنوی میں صحابہ سے متعلق بعض ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے جن کا ذکر صحابہ کے حالات پر مشتمل کتابوں میں کہیں نہیں ملتا ہے۔ نیز مولانا نے مثنوی میں بعض آیات کی وہ تفسیر کی ہے جو معتبر مفسرین کے نزدیک کسی طرح درست نہیں ہے۔ لہٰذا مثنوی کا مطالعہ کرنے والوں کو ان امور کا لحاظ رکھنا چاہیئے اور مثنوی کا مطالعہ محض تصوف کی کتاب سمجھ کر کرنا چاہیئے اور تصوف کے مسائل ہی میں اُس کو شمعِ راہ بنانا چاہیئے۔ مولانا کی بیان کردہ احادیث و تفسیر پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

گذارش

ارادہ نہ تھا کہ مقدمہ اِس قدر طویل لکھا جائے لیکن حالات نے مجبور کر دیا اور مقدمہ نے کافی طوالت اختیار کر لی اور پھر بھی بعض بحثیں تشنۂ تکمیل رہ گئیں۔

آخر میں میرا اخلاقی فرض ہے کہ میں اُن مصنفین اور کتابوں کا ذکر کروں جن سے میں نے اپنے اِس مقدمہ یا اصل کتاب میں استفادہ کیا ہے دعا کرتا ہوں کہ جو مصنفین بقیدِ حیات ہیں خدا اُن کو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں سے نوازے اور جو اِس جہانِ فانی سے چلے گئے ہیں خدا اُن کی مغفرت فرمائے اور اپنی اِس کتاب کے ناظرین سے اِستدعا

اور التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھے بھی دعائے خیر
سے فراموش نہ فرمادیں۔

جن کتابوں سے میں نے استفادہ کیا وہ حسب ذیل ہیں:۔

کلید مثنوی از مولانا اشرف علی رح — مفتاح العلوم از مولانا نذیر صاحب عرشی
مثنوی مطبوعہ مطبع نامی کانپور — ملفوظات رومی از عبدالرشید صاحب تبسم
حکمت رومی و تشبیہات رومی از خلیفہ عبدالحکیم
سوانح مولانا روم از مولانا شبلی — نقد اقبال از میکش اکبرآبادی
رسالہ از سپہ سالار — مرآۃ المثنوی از تلمذ حسین صاحب
رود کوثر از شیخ اکرام

بڑی ناسپاس گذاری ہوگی اگر میں اُن بزرگوں اور دوستوں کا ذکر نہ کروں جنھوں نے دورانِ کار میں طرح طرح سے میری مدد کی ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن صاحب زید نقشبندی مجددی زاد اللطفہ نے پورا مقدمہ حرفاً حرفاً ملاحظہ فرماکر اس میں مذکور بحثوں پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ اور مثنوی کے اشعار کے مطالب فہمی میں جگہ جگہ مدد دی۔ عزیزم مولانا مکرم احمد امام مسجد منصوری بھی شکریہ کے مستحق ہیں انھوں نے کتابت کی تصحیح میں میرا ہاتھ بٹایا۔ نیز سید نظام الدین صاحب رائپوری نے میرے پورے کام پر نظر ڈالی اور بھرپور تعاون کیا۔ فَلَهُمُ الشُّكْرُ۔

سجاد حسین
۹ ستمبر ۱۹۷۳ء

قطعۂ تاریخ

از جناب قمر صدیقی

سیدی سجاد حسین اسے عالم شیریں سخن
آپ کے زورِ قلم سے زندہ ہیں کچھ علم و فن
اس زمانے میں کیا ہے اپنی زباں بے دست و پا
قند پارس سے ہیں لذت یاب اربابِ وطن
یوں تو ہے یہ ہر زباں کے لفظ و معنی کی امیں
فارسی سے ہے مگر اردو چمن اندر چمن
جامۂ نعت و مناقب سعدی کے تراجم حافظ کو چمن
جامۂ اردو سے دی دیوان حافظ کو چمن
ایک نئی تخلیق کا ہے اسے فخر یہ سال طبع
مثنوی روم کا ہے خوب اردو پیراہن

۱۹۷۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بشنو از نے چوں حکایت می کند
بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے

وز جدائیہا شکایت می کند
اور جدائیوں کی (کیا) شکایت کرتی ہے؟

کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند
کہ جب سے مجھے بنسلی سے کاٹا ہے

از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
میرے نالہ سے مرد عورت سب) روتے ہیں

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو جدائی سے پارہ پارہ ہو

تا بگویم شرح دردِ اشتیاق
تاکہ میں عشق کے درد کی تفصیل سناؤں

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش
جو کوئی اپنی اصل سے دور ہو جاتا ہے

باز جوید روزگارِ وصلِ خویش
وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر تلاش کرتا ہے

من بہر جمعیتے نالاں شدم
میں ہر مجمع میں روئی

جفتِ خوشحالان و بدحالاں شدم
خوش اوقات اور بدحال لوگوں کے ساتھ رہی

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من
ہر شخص اپنے خیال کے مطابق میرا یار بنا

وز درونِ من نہ جُست اسرارِ من
اور میرے اندر سے میرے رازوں کی جستجو نہ کی

سِرِّ من از نالۂ من دور نیست
میرا راز، میرے نالے سے دور نہیں ہے

لیک چشم و گوش را آں نور نیست
لیکن آنکھ اور کان کے لئے وہ نور نہیں ہے

لہ نے۔ بانسری۔ کز۔ کہ از، یہ شعر اور بعد کے پانچ شعر بانسری کا بیان ہیں۔ نیستاں۔ بانس کا جنگل۔ نفیر۔ آہ وزاری، فریاد۔ شرحہ شرحہ۔ پارہ پارہ۔ شرح۔ تفصیل۔ اشتیاق۔ شوق، عشق۔

لہ وصلِ خویش۔ روح، عالمِ ارواح میں بانسری، بنسلی میں لوٹنے کی مشتاق ہے۔ خوشحالاں۔ جو لوگ اپنی حالت سدھارے ہوئے ہیں۔ بدحالاں۔ وہ لوگ جنہوں نے دنیا سے لو لگائی ہے۔

لہ اسرار۔ سِرّ کی جمع بمعنی راز۔ سِرِّ من یعنی میرے نالہ کو سنکر چھپے ہوئے غم کو کچھ سکتا ہے۔ آں آنکہ نورِ باطنی جس سے میرا راز دیکھ اور سن سکے۔

تن زجان و جان زتن مستور نیست
بدن، روح سے اور روح، بدن سے چھپی ہوئی نہیں ہے

لیک کس را دیدِ جان[1] دستور نیست
لیکن کسی کے لئے روح کو دیکھنے کا دستور نہیں ہے

آتش ست ایں بانگِ نائے و نیست باد
بانسری کی یہ آواز آگ ہے، ہوا نہیں ہے

ہر کہ ایں آتش ندارد نیست باد
جس میں یہ آگ نہ ہو، وہ نیست (و نابود) ہو

آتشِ عشق ست کاندر نے فتاد
عشق کی آگ ہے جو بانسری میں لگی ہے

جوششِ عشق ست کاندر مے فتاد
عشق کا جوش ہے جو شراب میں آیا ہے

نے حریفِ ہر کہ از یارے برید
بانسری اُس کی ساتھی ہے جو یار سے کٹا ہو

پردہ ہایش پردہ ہائے مادرید
اُس کے راگوں نے ہمارے دل کے پردے پھاڑ لئے

ہمچو نے زہرے و تریاقے[2] کہ دید
بانسری جیسا زہر اور تریاق کس نے دیکھا ہے؟

ہمچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید
بانسری جیسا ساتھی اور عاشق کس نے دیکھا ہے؟

نے حدیثِ راہِ پُرخوں می کند
بانسری خطرناک راستہ کی بات کرتی ہے

قصّہ ہائے عشقِ مجنوں می کند
مجنوں کے عشق کے قصّے بیان کرتی ہے

دو دہاں دارد یم گویا ہمچو نے
بانسری کی طرح گویا ہم دو منہ رکھتے ہیں

یک دہاں پنہاں ست در لبہاوے
ایک منہ اُس کے لبوں میں چھپا ہوا ہے

یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما
ایک منہ روتا ہوا تمہاری جانب ہے

ہائے و ہوئے در فگندہ در سما
آسمان میں شور و غل مچائے ہوئے ہے

کایں فغانِ[3] ایں سرے ہم زاں سرست
کہ اِس سرے کی آہ و فریاد اُس ہی جانب کی ہے

ہائے و ہوئے روح از بہرِ ہواوست
روح کا شور و غل اُسکی تنبیہات کی وجہ سے ہے

مُرزباں را مُشتری چوں گوش نیست
زبان کا خریدار کان جیسا کوئی نہیں ہے

تا جہاں را پُر نہ کرد از نشکر
بانسری دنیا کو لشکر سے نہ بھرتی

روز ہا با سوز ہا ہمراہ شد
بہت سے دن سوزشوں کے ساتھ ختم ہوئے

درغمِ ما روز ہا بیگاہ شد
ہمارے غم میں بہت سے دن ضائع ہوئے

---

[1] دستور نیست۔ بدن، روح کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔
[2] نیست باد، بے معنی ہونا۔ انسان کی موت بہتر ہے۔ آتش۔ بانسری میں سوزِ عشق ہے اور شراب میں جوشِ عشق۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن دونوں معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ پردہ راگ، حجاب زہرے۔ بانسری میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی۔
[3] تریاق۔ تریاک، وہ دوا جو زہر کو زائل کر دیتی ہے۔ حدیث۔ قصّہ، بات۔ راہِ پرخوں خطرناک راستہ۔ مجنوں۔ قیس عامری (عرب کے مشہور عاشق) کا لقب ہے۔ دو دہاں۔ بانسری کا ایک منہ بانسری بجانے والے کے منہ میں چھپا ہوا ہوتا ہے اُس کے دوسرے منہ سے جو آواز برآمد ہوتی ہے دراصل وہ بانسری بجانے والے ہی کی ہے اسی طرح ہمارے جملہ کام مشیتِ ایزدی کی وجہ سے ہیں۔
[4] ایں فغاں۔ بانسری کے ظاہری سوراخ سے جو فریاد برآمد ہو رہی ہے وہ اُس سوراخ کی آواز ہے جو بانسری بجانیوالے کے منہ میں چھپا ہوا ہے۔ دمدمہ۔ نقارہ کی آواز دم۔ پھونک۔ ہائے و ہو۔ شور و غل۔ ہمیشہ۔ ہے کی جمع ہے جو تنبیہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ محرم۔ رازداں۔ ہوش۔ دانائی۔ بیہوش۔ بمعنی ۔۔۔

روزہا[1] گر رفت گو رو باک نیست
دن اگر گذریں تو گذریں، پروا نہیں ہے

تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست
اے وہ کہ تجھ جیسا کوئی پاک نہیں ہے، تو رہے!

ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد
جو مچھلی کے علاوہ ہے اُس کے پانی سے سیر ہوا

ہر کہ بے روزی ست روزش دیر شد
جو بے روزی ہے اُس کا وقت ضائع ہوا

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
کوئی ناقص، کامل کا حال نہیں معلوم کر سکتا

پس سخن کوتاہ باید والسلام
پس بات مختصر چاہیے، والسلام

بادہ[2] در جوشش گدائے جوش ماست
شراب جوش میں ہمارے جوش کی محتاج ہے

چرخ در گردش اسیر ہوش ماست
آسمان، گردش میں ہمارے ہوش کا قیدی ہے

بادہ از ما مست شد نے ما ازو
شراب، ہم سے مست ہوئی نہ کہ ہم اُس سے

قالب از ما ہست شد نے ما ازو
جسم ہماری وجہ سے پیدا ہوا ہے نہ کہ ہم اُس کی وجہ سے

بر سماع راست ہر کس چیر نیست
سچی بات سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے

طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
انجیر، ہر حقیر پرندکی خوراک نہیں ہے

بند بگسل باش آزاد اے پسر
اے بیٹا! قید کو توڑ، آزاد ہو جا

چند باشی بند سیم و بند زر
سونے، چاندی کا قیدی کب تک رہیگا!

گر بریزی بحر را در کوزۂ
اگر تو دریا کو ایک پیالے میں ڈالے

چند گنجد قسمت یک روزۂ
کتنا آئے گا؟ ایک دن کا حصہ

کوزۂ چشم حریصاں پُر نہ شد
حریصوں کی آنکھ کا پیالہ نہ بھرا

تا صدف قانع نہ شد پُر دُر نہ شد
جب تک سیپ نے قناعت نہ کی موتی سے نہ بھرا

ہر کرا[3] جامہ ز عشقے چاک شد
جس کا جامہ عشق کی وجہ سے چاک ہوا

اوز حرص و عیب کُلّی پاک شد
وہ حرص اور عیب سے بالکل پاک ہوا

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
خوش رہو، ہمارے اچھے جنون والے عشق!

اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے! ہماری تمام بیماریوں کے طبیب

اے دوائے نخوت و ناموس ما
اے ہمارے تکبر اور عزت طلبی کی دوا!

اے تو افلاطون و جالینوس ما
اے کہ تو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے!

جسم خاک از عشق بر افلاک شد
خاکی جسم عشق کی وجہ سے آسمانوں پر پہنچا

کوہ در رقص آمد و چالاک شد
پہاڑ ناچنے لگا اور ہوشیار ہو گیا

---

[1] روزہا۔ محبوب اگر باقی ہے تو ایام فراق کی بربادی کی کوئی پروا نہیں ساتھی۔

مچھلی، مراد عاشق ہے جو دنیائے عشق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے۔ دیر شدن۔ ضائع ہونا۔ در نیابد۔ کامل عاشق کے حال کو ناقص نہیں سمجھ سکتا، کمال عشق کی باتیں عام لوگوں کو سنانا بیکار ہے۔

[2] بادہ۔ شراب میں مجوش کہا، جو عشق صادق میں ہے۔ آسمان کی سیر و گردش مشہور ہے لیکن عاشق صادق کی سیر اُس سے بے پایاں زیادہ ہے بر سماع۔ عاشق اپنے منازل کی سیر کی باتیں عوام کو سنائے تو وہاں کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ بند بگسل۔ عشق میں کمال کی راہ یہ ہے کہ انسان ماسوا اللہ کی قید و بند سے آزاد ہو جائے۔

[3] گر بریزی۔ دنیا کی حرص و ہوس کی کثرت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ صدف۔ سیپ، بارش کا ایک قطرہ لیکر منہ بند کر لیتا ہے تب اس میں موتی بنتا ہے۔

ہر کرا۔ جذبۂ عشق سے ہی نفسانی رذائل دور ہوتے ہیں۔ شاد باش۔ جنون عشق سے بہتر کوئی چیز نہیں وہی تمام نفسانی رذائل کا معالج ہے، تکبر اور حب جاہ کی بیماری اسی سے جاتی ہے، وہی ان امراض کا افلاطون اور جالینوس ہے۔ افلاطون۔ حضرت عیسیٰؑ کے

عشق جانِ طور آمد عاشقا
اے عاشق! عشق طور کی جان بنا

طور مست و خرّ موسیٰ صعقا
طور مست بنا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گرے

سرِّ پنہان ست اندر زیر و بم[1]
زیر و بم میں راز چھپا ہوا ہے

فاش اگر گویم جہاں برہم زنم
صاف صاف بیان کردوں تو دنیا کو درہم برہم کردوں

آنچہ نے می گوید اندر ایں دو باب
ان دونوں معاملوں میں بانسری جو کچھ کہتی ہے

گر بگویم من جہاں گردد خراب
اگر میں بیان کردوں دنیا تباہ ہو جائے

بالبِ دمسازِ خود گر حفتمے
اگر میں اپنے یار کے ہونٹ سے ملا ہوا ہوتا

ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے
بانسری کی طرح کہنے کی باتیں کہتا

ہر کہ او از ہم زبانے شد جدا
جو شخص دوست سے جدا ہوا

بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا
بے سہارا بنا، خواہ سو سہارے رکھے

چونکہ گل رفت و گلستاں در گذشت
جب پھول ختم ہوا اور باغ جاتا رہا

نشنوی زیں پس ز بلبل سرگذشت[2]
اس کے بعد تو بلبل کی سرگذشت نہ سنیگا

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
جب پھول ختم ہوا اور باغ ویران ہو گیا

بوئے گل را از کہ جویم از گلاب
پھول کی خوشبو کس میں تلاش کروں اور عرق گلاب میں

جملہ معشوق ست و عاشق پردہ
تمام کائنات معشوق ہے اور عاشق پردہ ہے

زندہ معشوق ست و عاشق مردہ
معشوق زندہ ہے اور عاشق مردہ ہے

چوں نہ باشد عشق را پروائے او
جب عشق کو اُس کی پروا نہ ہو

او چو مرغے ماند بے پر، وائے او
وہ بے پر کے پرندے کی طرح ہے اس پر افسوس ہے

پر و بالِ ما کمندِ[3] عشق اوست
ہمارے بال و پر اُس کے عشق کی کمند ہیں

مو کشانش می کشد تا کوئے دوست
اُس کے بال کھینچتی ہوئی اُس کو دوست کے کوچہ تک لیجاتی ہے

من چہ گویم ہوش دارم پیش و پس
میں کیا کہوں کہ میں آگے پیچھے کا ہوش رکھتا ہوں

چوں نباشد نورِ یارم ہم نفس
جب کہ میرے دوست کا نور ساتھی نہ ہو

نورِ او در یمن و یسر و تحت و فوق
اُس کا نور دائیں بائیں۔ نیچے، اوپر ہے

بر سر و بر گردنم چوں تاج و طوق
تاج اور طوق کی طرح میرے سر اور گردن میں ہے

عشق خواہد کایں سخن بیروں رود
عشق چاہتا ہے کہ یہ بات ظاہر ہو

آئینہ ات غمّاز نبود چوں بود
تیرا آئینہ غمّاز نہ ہو تو کیوں کر ہو؟

---

[1] زیر و بم۔ نیچا، اونچا سُر، بانسری کے سروں میں وحدۃ الوجود کا راز پوشیدہ ہے۔ اگر اس مسئلہ کو واضح کیا جائیگا تو عوام نہ سمجھیں گے اور گڑبڑ پھیلے گی۔ دو باب یعنی زیر و بم۔ دمساز۔ یار، دوست۔ حفتمے۔ جفتہ ہوتے نوا۔ ساز و سامان۔

[2] سرگذشت۔ بلبل، موسم بہار میں اپنے ہم چھپروں میں اپنے عشق کی داستان سناتی ہے، موسم خزاں موسم فراق ہے اس میں خاموش ہو جاتی ہے۔ آہ گلاب۔ فراق میں بوئے یار ہی تسلی کا سبب ہوتی ہے۔ جملہ۔ خدا کا ایک ہی وجود ہے جو تمام کائنات میں موجود ہے، ممکن کا وجود اس کا محض ایک پردہ ہے۔ چوں نہ باشد۔ رحمتِ خداوندی جبکہ بندہ کے شاملِ حال نہو تو وہ بندہ بے بال و پر کا پرندہ ہے۔

[3] کمند۔ وہ رسّی جس سے شکار پھانسا جاتا ہے۔ یعنی اُس کا عشق ہمارے لئے کمند کا کام کرتا ہے۔ من چہ۔ جب تک نورِ خداوندی شاملِ حال نہو انسان مدہوش ہے۔ عشق خواہد۔ عشقِ خداوندی کا تقاضا ہے کہ ہر قلب پر اُس کی تجلّی ہو لیکن زنگ آلود دل تجلّی کو قبول نہیں کرتا۔ غمّاز۔ وہ آئینہ جسمیں عکس پڑتا ہو۔

آئینہ ات دانی چرا غمّاز نیست
تو جانتا ہے تیرا آئینہ غمّاز کیوں نہیں ہے؟

زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست
اس لئے کہ زنگ اُس کے چہرے سے علیحدہ نہیں ہے

آئینہ کز زنگ و آلایش جداست
وہ آئینہ جو زنگ اور میل سے دور ہے

پُر شعاع نورِ خورشیدِ خداست
وہ خدا کے نور کے آفتاب کی شعاعوں سے بھرا ہے

رَو، تو زنگار از رُخِ اُو پاک کن
جا، اُس کے رُخ سے زنگ کو صاف کر

بعد ازاں آں نور را ادراک کن
اُس کے بعد اُس نور کو حاصل کر

ایں حقیقت را شنو از گوشِ دل
اِس حقیقت کو دل کے کان سے سُن

تا بروں آئی بکلّی از آب و گِل
تاکہ تو پانی اور مٹی سے بالکل نکل آئے

فہم گردارید جاں را رہ دہید
اگر سمجھ رکھتے ہو تو روح کو راستہ دو

بعد ازاں از شوق یا در رہ نہید
اس کے بعد شوق سے راستہ پر چلو

حکایت عاشق شدنِ بادشاہ بر کنیزک و خریدنِ اُو

حکایت۔ بادشاہ کا لونڈی پر عاشق ہونا اور اُس کا اُس لونڈی کو

آں کنیزک را و بیمار شدنِ کنیزک و درمانِ بیماری اُو

خریدنا اور لونڈی کا بیمار ہونا اور اُس کی بیماری کا علاج

بشنوید اے دوستاں ایں داستاں
اے دوستو! اِس قصّہ کو سنو

خود حقیقت نقدِ حالِ ما ست آں
وہ خود ہمارے موجودہ حال کی حقیقت ہے

نقدِ حال[1] خویش را گر پے بریم
اگر ہم اپنی موجودہ حالت کا سراغ لگائیں

ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ بر خوریم
ہم دنیا سے بھی اور عقبیٰ سے بھی پھل کھائیں

بود شاہے در زمانے پیش ازیں
اب سے پہلے زمانہ میں، ایک بادشاہ تھا

مُلکِ[2] دُنیا بودش و ہم مُلکِ دیں
(جس کی حکومت) ملکِ دنیا پر بھی تھی اور ملکِ دین پر بھی

اتّفاقاً شاہ روزے شد سوار
اتّفاقاً! ایک دن بادشاہ سوار ہوا

با خواصِ خویش از بہرِ شکار
اپنے خواص کے ساتھ شکار کے لئے

بہرِ صیدے می شد اُو بر کوہ و دشت
پہاڑ اور جنگل میں وہ شکار کیلئے پھر رہا تھا

ناگہاں در دامِ عشق اُو صید گشت
اچانک وہ عشق کے جال میں شکار ہو گیا

یک کنیزک دید اُو بر شاہ راہ
اُس نے راستہ پر ایک لونڈی دیکھی

شد غلامِ آں کنیزک جانِ شاہ
بادشاہ کی جان اُس لونڈی کی غلام بن گئی

[1] آئینہ کز زنگ: یعنی قلب پر تجلیاتِ رب کا ظہور ہوتا ہے۔ آب و گِل: یعنی مادّی جسم۔ فہم گردارید: انسان کو پہلے روح کی تربیت کرنی چاہئے اسکے بعد راہِ عشق پر گامزن ہو۔
[1] نقدِ حال۔ فی الحال، یعنی ہمیں روح کے اُمراض کے ازالہ کے لئے ایک ایسے ہی طبیب کی ضرورت ہے جیسا کہ لونڈی کا معالج تھا۔ بر خوریم: پھل یعنی اگر ہم اپنی اصلاح کرلیں گے تو دنیا اور آخرت کے فائدے سے بہرہ اندوز ہو سکیں گے۔
[2] ملکِ دنیا۔ یعنی وہ دُنیا کی دولت کا مالک تھا اور نیک اعمال بھی تھا۔ خواص خاصہ کی جمع، خدمتگار، نوکر چاکر۔ صید شکار۔ صید شدن۔ عاشق ہو جانا۔ شاہراہ۔ عام راستہ

مُرغِ جانش در قفس چوں در طپید
اُس کی جان کا پرندہ جب پنجرے میں تڑپا

داد مال و آں کنیزک را خرید
مال دیا اور اُس لونڈی کو خرید لیا

چوں خرید اُو را و برخوردار[1] شد
جب اُس نے اُس کو خرید لیا اور کامیاب ہو گیا

آں کنیزک از قضا بیمار شد
وہ لونڈی تقدیر سے بیمار ہو گئی

آں یکے خر داشت پالانش نبود
ایک شخص کے پاس گدھا تھا اُس کا پالان نہ تھا

یافت پالاں گرگ خر را در ربود
اُس نے پالان پایا تو، گدھے کو بھیڑیا لے گیا

کوزہ بودش آب می نامد بدست
اُس کے پاس پیالہ تھا، پانی ہاتھ نہ آیا

آب را چوں یافت خود کوزہ شکست
جب پانی پایا خود پیالہ ٹوٹ گیا

شہ طبیباں جمع کرد از چپ و راست
دائیں، بائیں سے بادشاہ نے طبیبوں کو جمع کیا

گفت جانِ ہر دو در دستِ شماست
کہا، دونوں کی جان تمہارے ہاتھ میں ہے

جانِ من سہل ست وجانِ جانم اوست
میری جان معمولی ہے، میری جان کی جان وہ ہے

دردمند و خستہ ام دردانم اوست
میں دُکھی اور زخمی ہوں میرا علاج وہ ہے

ہر کہ درماں کرد مر جانِ مرا
جس نے میری جان کا علاج کر دیا

بُرد گنجِ دُرّ و مرجانِ مرا
وہ میرے موتی اور مونگے کا خزانہ لے گیا

جملہ گفتندش کہ جانبازی کنیم
سب نے کہا، ہم جان لڑا دیں گے

فہم گرد آریم[2] و انبازی کنیم
خوب غور کریں گے اور مِل کر کریں گے

ہر یکے از ما مسیحِ عالَمے ست
ہم میں سے ہر ایک دنیا کا مسیحا ہے

ہر اَلَم را در کفِ ما مرہمے ست
ہمارے پاس ہر درد کا مرہم ہے

گر خدا خواہد نہ گفتند از بَطَر
تکبّر کی وجہ سے، انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا

پس خدا بنمود شاں عجزِ بشر
تو خدا نے انسان کی مجبوری اُن پر واضح کر دی

ترکِ استثنا[3] مرادم قسوتے ست
انشاء اللہ نہ کہنے سے میری مراد، سیہ دلی ہے

نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست
یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ ایک عارضی حالت ہے

اے بسا ناوردہ استثنا بگفت
بہت سے لوگوں نے انشاء اللہ کہے بغیر بات کہی ہے

جانِ اُو با جانِ استثناست جُفت
لیکن اُن کی جان، انشاء اللہ کی روح کے ساتھ ہے

ہر چہ کردند از علاج و از دوا
جس قدر بھی انھوں نے علاج اور دوا کی

گشت رنج افزون و حاجت ناروا
مرض بڑھا اور مقصد لاحاصل رہا

---

[1] برخوردار شدن - فائدہ اٹھانا۔ پالان - وہ گدا جو گدھے کی کمر پر بیٹھنے کے لئے کسا جاتا ہے۔ ربودن - اچک لینا یعنی اس دنیا میں پوری کامیابی حاصل نہیں ہوتی، بادشاہ نے لونڈی خریدلی لیکن اُسکی بیماری کی وجہ سے اُس سے لطف اندوز نہ ہو سکا۔ ہر دو - معشوق کی موت عاشق کی موت ہے۔ سہل - آسان، ناچیز۔ درمان - علاج۔ دُر - موتی۔ مرجان - مونگا۔

[2] گرد آوردن - جمع کرنا انبازی - شرکت یعنی باہمی مشورے سے علاج کریں گے۔ مسیح - حضرت عیسیٰ کا معجزہ تھا کہ اُن کے چھونے مارنے سے مریض اچھا ہو جاتا تھا۔ عالَم - جہان اَلَم - درد۔ خدا خواہد - انشاء اللہ کا ترجمہ ہے۔ بَطَر - تکبّر عجز - کمزوری، بے بسی۔

[3] استثناء انشاء اللہ کہنا، یعنی محض زبان سے انشاء اللہ کہنا کوئی خاص معنی نہیں رکھتا دل میں یہ یقین ہونا چاہئے کہ ہر کام اللہ کی مشیت سے ہے۔ اگر دل کا یہ عقیدہ پختہ ہے تو زبان سے نہ کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ رنج - مرض، تکلیف۔ ناروا - یعنی مقصد پورا نہ ہوا۔

آں کنیزک از مرض چوں موئے[1] شد
وہ لونڈی مرض کی وجہ سے بال جیسی ہوگئی

چشمِ شاہ از اشکِ خوں چوں جوئے شد
بادشاہ کی آنکھ خون کے آنسو سے نہر کی طرح ہوگئی

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود
جب موت آتی ہے طبیب بیوقوف ہوجاتا ہے

آں دوا در نفع خود گمرہ شود
وہ دوا اپنا نفع پہونچانے میں گمراہ ہوجاتی ہے

از قضا سرکنگبیں صفرا فزود
تقدیر سے سکنجبین نے صفرا بڑھایا

روغنِ بادام خشکی مے نمود
روغنِ بادام خشکی بڑھاتا تھا

از ہلیلہ[2] قبض شد الملاق رفت
ہیڑ سے قبض ہوگیا، دست ختم ہوئے

آب آتش را مدد شد ہمچو نفت
پانی، مٹی کے تیل کی طرح آگ کی مدد بن گیا

سستیٔ[3] دل شد فزون و خواب کم
دل کی سستی بڑھ گئی، نیند کم ہوگئی

سوزشِ چشم و دل پُر درد و غم
آنکھوں میں جلن اور دل درد و غم سے بھر گیا

شربت و ادویہ و اسبابِ او
شربت اور دواؤں اور اس کے اسباب نے

از طبیباں بُرد یکسر آبِ رُو
طبیبوں کی آبرو بالکل ختم کردی

عاجز شدنِ طبیباں از معالجۂ کنیزک و ظاہر شدن بر بادشاہ و رُو آوردن او بدرگاہِ بادشاہِ حقیقی

طبیبوں کا علاج سے عاجز آجانا اور بادشاہ کو معلوم ہوجانا اور حقیقی بادشاہ کی طرف اس کا رخ کرنا

شہ چوں عجزِ آں طبیباں را بدید
بادشاہ نے جب طبیبوں کی بے بسی دیکھی

پا برہنہ جانبِ مسجد دوید
ننگے پاؤں مسجد کی جانب بھاگا

رفت در مسجد سوئے محراب شد
مسجد میں گیا، محراب کی جانب ہوا

سجدہ گاہ از اشکِ شاہ پُر آب شد
بادشاہ کے آنسوؤں سے سجدے کی جگہ تر ہوگئی

چوں بخویش آمد ز غرقابِ فنا
جب وہ فنا کی گہرائی سے نکلکر اپنے میں آیا

خوش زباں بکشاد در مدح و ثنا
مدح و ثنا میں خوب زبان کھولی

کائے کمینہ بخششت مُلکِ جہاں
اے! وہ کہ دنیا کی سلطنت تیری ہوس کی بخشش ہے

من چگویم چوں تو می دانی نہاں
میں کیا کہوں؟ تو خود پوشیدہ بات جانتا ہے

حالِ ما و ایں طبیباں سر بسر
ہمارا اور ان طبیبوں کا حال سب کا سب

پیشِ لُطفِ عامِ تو باشد ہدر
تیری عام مہربانی کے سامنے بیکار ہے

---

[1] موئے۔ بال۔ جوئے۔ نہر۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ گمرہ۔ منزلِ مقصود کے خلاف چلنے والا یعنی دوا نے اپنا فائدہ نہ دیا۔ سرکنگبیں سرکہ اور انگبیں بمعنی شہد سے ملکر بنتا ہے اسی کو سکنجبیں بھی کہتے ہیں۔ صفرا۔ بدن کی ایک خلط ہے، سکنجبین کا خاصہ صفرا کو کم کرنا ہے لیکن اس نے اور بڑھادیا، روغنِ بادام تری پیدا کرتا ہے لیکن اس نے خشکی پیدا کردی۔

[2] ہلیلہ۔ ہیڑ، یہ قبض کشا ہے لیکن اس نے قبض پیدا کردیا اور بسہولت قضاءِ حاجت ہونی بند ہوگئی۔ نفت۔ مٹی کے تیل کی طرح کا ایک مادہ ہے جو بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے۔

[3] سستیٔ دل یعنی طبیبوں کے علاج سے امراض میں اور اضافہ ہوگیا۔ اسباب۔ یعنی مرض کی تشخیص۔ بخویش آمدن۔ ہوش میں آنا۔ غرقاب۔ پانی کی گہرائی۔ فنا۔ محویت، بے خودی۔ کمینہ۔ ادنیٰ۔ ہدر۔ بیکار۔

اے ہمیشہ حاجتِ ما را پناہ
اے! وہ کہ ہمیشہ ہماری حاجت کی پناہ ہے

بارِ دیگر[1] ما غلط کردیم راہ
راستہ سے ہم پھر بھٹک گئے

لیک گفتی گرچہ می دانم سِرت
لیکن تو نے کہا ہے، اگرچہ میں تیرا بھید جانتا ہوں

زود ہم پیدا کنش بر ظاہرت
تو بھی جلد اُس کو اپنی ظاہری حالت کے مطابق بیان کردے

چوں برآورد از میانِ جاں خروش
جب اُس نے تہِ دل سے فریاد کی

اندر آمد بحرِ بخشایش بجوش
اُس کی بخشش کا دریا جوش میں آگیا

در میانِ گریہ خوابش در ربود
روتے روتے اُس کو نیند آگئی

دید در خواب اُو کہ پیرے رُو نمود
اُس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ظاہر ہوئے

گفت اے شہ مژدہ[2] اِجابات رواست
بولے، اے بادشاہ! بشارت ہے تیری حاجتیں پوری ہوئیں

گر غریبے آمدت فردا۔ زماست
اگر کل کو کوئی اجنبی شخص آئے تو وہ ہماری طرف سے ہے

چونکہ آید اُو حکیمِ حاذق ست
جب وہ آئے تو ماہر طبیب ہے

صادق ش دال کو اَمین و صادق ست
اُس کو سچا جاننا، وہ سچا اور امانتدار ہے

در علاجش سحرِ مطلق را ببیں
اُس کے علاج میں پورا جادو دیکھنا

در مزاجش قدرتِ حق را ببیں
اُس کے مزاج میں خدا کی قدرت دیکھنا

خُفتہ بود ایں خواب دید آگاہ شد
وہ سویا ہوا تھا، یہ خواب دیکھا جاگ اٹھا

گشتہ مملوکِ کنیزک شاہ شد
لونڈی کا غلام، بادشاہ بن گیا

چوں رسید آں وعدہ گاہ و روز شد
جب وعدہ کا وقت آگیا اور دن ہوگیا

آفتاب از شرق اختر سوز شد
سورج مشرق سے، ستاروں کو ختم کرنیوالا ہوگیا

بود اندر منظرہ[3] شہ منتظر
بادشاہ جھروکہ میں، منتظر تھا

تا بہ بیند آنچہ بنمودند سِر
تاکہ اس بھید کو دیکھ لے جو اُس پر ظاہر کیا ہے

دید شخصے کامل و پُر مایہ
اُس نے ایک شخص، کامل، پُر ہنر دیکھا

آفتابے در میانِ سایہ
جو اندھیرے میں سورج تھا

می رسید از دور مانندِ ہلال
دور سے، چاند جیسا آرہا تھا

نیست بود و ہست بر شکلِ خیال
معدوم اور موجود تھا خیال کی طرح

نیست وَش باشد خیال اندر جہاں
دنیا میں خیال معدوم کی طرح ہوتا ہے

تو جہانے بر خیالے بیں رواں
تو دنیا کو بھی خیال کی طرح چلتی پھرتی چیز سمجھ

---

[1] بارِ دیگر۔ پہلی غلطی یہ ہوئی کہ طبیبوں پر بھروسہ کیا دوسری یہ ہے کہ تجھ غلام الغیوب کو حال سنا رہا ہوں۔ لبیک۔ خدا نے فرمایا "اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ" مجھ سے دعا مانگو میں پوری کروں گا۔ رُو نمودن۔ ظاہر ہونا۔ [2] مژدہ۔ خوشخبری۔ حاجات۔ حاجت کی جمع۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔ زماست۔ یعنی وہ ہمارا بھیجا ہوا ہے۔ حاذق۔ ماہر، تجربہ کار۔ کو۔ کہ اُو۔ سحرِ مطلق۔ مکمل جادو۔ گشتہ مملوک۔ لونڈی کے غم میں غلاموں کی طرح مجبور محض تھا اب یہ خوشخبری سنکر شاہوں کی طرح غم سے آزاد ہوگیا۔ وعدہ گاہ۔ وعدہ کا وقت۔ اختر سوز۔ سورج کے نکلنے سے تارے روپوش ہوجاتے ہیں۔ [3] منظرہ۔ دریچہ جھروکہ منتظر۔ انتظار کرنے والا۔ سِر۔ راز، بھید۔ مایہ۔ مایہ پونجی۔ پُر مایہ یعنی معرفت علوم سے بھرا ہوا۔ ہلال چونکہ وہ شخص عبادت اور ریاضت کی وجہ سے نحیف و لاغر تھا یا وہ عید کے چاند کی طرح تھا۔ خیال۔ کبھی موجود ہوتا ہے کبھی معدوم۔ وَش۔ مانند۔ جہانے۔ دنیا کا وجود بھی محض خیالی ہے۔

بر خیالے صلح شان و جنگ شاں
اُن کی صلح اور لڑائی خیال کے مطابق ہوتی ہے

وز خیالے فخر شان و ننگ[1] شاں
اُن کا فخر اور ذلت خیال ہی سے ہے

آں خیالاتے کہ دامِ اولیاست
وہ خیالات، جو اولیاء کے لئے جال ہیں

عکسِ مہ رویانِ بستانِ خداست
خدا کے باغ کے حسینوں کا عکس ہیں

آں خیالے را شہ در خواب دید
وہ خیال جو بادشاہ نے خواب میں دیکھا

در رُخِ مہماں ہمی آمد پدید
مہمان کے چہرے پر ظاہر ہوا

نورِ حق ظاہر بود اندر ولی
ولی میں اللہ کا نور ظاہر ہوتا ہے

نیک بیں باشی اگر اہلِ دلی
اگر تو صاحب دل ہے، اچھی طرح دیکھ لیگا

آں ولی حق چو پیدا شد ز دور
وہ اللہ کا ولی جب دور سے نظر آیا

از سراپایش ہمی ریخت نور
اُس کے سراپا سے نور برستا تھا

شہ بجائے حاجباں[2] در پیش رفت
بادشاہ، دربانوں کی بجائے آگے بڑھا

پیشِ آں مہمانِ غیب خویش رفت
اپنے غیبی مہمان کے سامنے آیا

ضیفِ غیبی را چو استقبال کرد
غیبی مہمان کا جب استقبال کیا

چوں شکر گوئی کہ پیوستہ اُو بورد
گویا شکر، گلاب کی پتی سے پیوستہ ہوئی

ہر دو بحری آشنا آموختہ
دونوں سمندری، تیرنا سیکھے ہوئے

ہر دو جاں بید و ختن بر دوختہ
دونوں جانیں بلا سے، جلی ہوئی

آں یکے لب تشنہ واں دیگر جو آب
ایک پیاسا اور دوسرا پانی جیسا

آں یکے مخمور واں دیگر شراب
ایک مست، دوسرا شراب

گفت معشوقم تو بودستی نداں
اُس نے کہا، میرا معشوق تو تھا نہ وہ

لیک کار از کار خیزد در جہاں
لیکن اِس دنیا میں کبھی سے کام نکلتا ہے

اے[3] مرا تو مصطفیٰ ام من چو عمرؓ
اے! تو میرا مصطفیٰ[4] ہے، میں عمرؓ کی طرح ہوں

از برائے خدمتت بندم کمر
تیری خدمتگاری کے لئے میں کمر بستہ ہوں

در خواستنِ توفیقِ رعایتِ ادب و وخامتِ بے ادبی

رعایتِ ادب کی خواہش اور بے ادبی کی نحوست

از خدا جوئیم توفیقِ ادب
ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں

بے ادب محروم ماند از فضلِ رب
بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہا۔

---

[1] ننگ۔ ذلت۔ خیالاتیکہ۔ اولیاء اللہ کے خیالات علوم باری کا پرتو ہیں لہذا وہ قائم اور ثابت ہیں۔ نورِ حق۔ اللہ کے ولی کو نور سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اہلِ دلی۔ بادشاہ بھی اہلِ دل تھا لہذا اُس نے پہچان لیا۔

[2] حاجبان۔ حاجب کی جمع، دربان۔ ضیف مہمان۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔ بحری۔ سمندری آشنا۔ تیراکی۔ ہر دو۔ یعنی دونوں ایک جان دو قالب ہو گئے۔ آں یکے۔ دونوں کے اتحاد کا بیان ہے۔ کار از کار۔ لونڈی کا عشق اس غیبی مہمان کی ملاقات کا سبب بنا۔

[3] اے مرا۔ یعنی میں تیرا ایسا ہی خدمتگار ہوں جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ توفیقِ ادب۔ مشہور ہے با ادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ وخامت۔ نحوست۔ بے ادب، گنہگار، عالم کی تباہی کا سبب ہوتا ہے۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بے ادب نے نہ صرف اپنے آپ کو خراب کیا

بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
بلکہ اُس نے تمام اطراف میں آگ لگا دی

مائدہ از آسماں در می رسید
خوان، آسمان سے پہونچتا تھا

بے شرا و بیع و بے گفت و شنید
بغیر خریدے اور بیچے، اور بغیر کہے سنے

در میانِ قومِ موسیٰ چند کس
موسیٰ کی قوم میں سے چند اشخاص

بے ادب گفتند کو سیر و عدس
بے ادب نے کہا لہسن اور مسور کہاں ہے؟

منقطع شد خوان و ناں از آسماں
آسمان سے خوان اور روٹی بند ہو گئی

ماند رنج زرع و بیل و داسماں
کھیتی اور کدال اور درانتی کا غم باقی رہ گیا

بازِ عیسیٰ چوں شفاعت کرد حق
پھر عیسیٰؑ نے جب سفارش کی، اللہ نے

خواں فرستاد و غنیمت بر طبق
خوان اور طباق میں مالِ غنیمت بھیجا

مائدہ از آسماں شد عائدہ
خوان آسمان سے لوٹنے والا ہوا

چونکہ گفت انزل علینا مائدہ
چونکہ اُس نے "اتار ہم پر خوان" کہا

بازگستاخاں ادب بگذاشتند
پھر گستاخوں نے ادب چھوڑا

چوں گداياں زلّہ ہا برداشتند
فقیروں کی طرح بچا کھچا اٹھا رکھا

کرد عیسیٰ لابہ ایشاں را کہ ایں
عیسیٰؑ نے اُن کی خوشامد کی کہ یہ

دائم ست و کم نہ گردد از زمیں
مستقل ہے، اور زمین سے غایب نہو گا

بدگمانی کردن و حرص آوری
بدگمانی اور لالچ کرنا

کفر باشد پیشِ خوانِ مہتری
شاہی دسترخوان پر ناشکری ہوتی ہے

زاں گدا رویانِ نادیدہ نیاز
اُن فقیر صورت، لالچ کے ندیدوں کی وجہ سے

آں در رحمت بر ایشاں شد فراز
وہ رحمت کا دروازہ اُن پر بند ہو گیا

نان و خواں از آسماں شد منقطع
آسمان سے من و سلویٰ بند ہو گیا

بعد ازاں ہر خواں نشد کس منتفع
اس کے بعد اُس دسترخوان سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا

ابر ناید از پئے منعِ زکات
زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ابر نہیں آتا ہے

وز زنا افتد وبا اندر جہات
اور زناکاری سے اطراف میں وبا پھیلتی ہے

ہر چہ آید بر تو از ظلماتِ غم
مجھ پر جو غم کی اندھیریاں آتی ہیں

آں ز بے باکی و گستاخی ست ہم
وہ بے باکی اور گستاخی کی وجہ سے بھی ہیں

آفاقؔ۔ افق کی جمع ہے، آسمان کا کنارہ، مراد تمام عالم ہے۔
مائدہ۔ دسترخوان۔ شرا۔ خریداری۔ بیع۔ فروخت۔ عدس۔ لہسن۔ قدیم مصر، حضرت موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل کے پاس قدرتی طریقہ پر من وسلویٰ تنجبین کی طرح کی ایک چیز تھی اور سلویٰ جو بٹیر کی طرح کا پرندہ تھا پہونچتا تھا لیکن انہوں نے بے ادبی سے لہسن اور مسور کی خواہش کرنی شروع کر دی۔
منقطع۔ بند۔ زرع۔ کھیتی۔ بیل۔ پھاوڑا، کدال۔ داسماں۔ درانتی۔ شفاعت۔ سفارش۔ غنیمت۔ یعنی من وسلویٰ۔ طبق۔ طباق، بعض حضرات نے طبق بمعنی مطابقت کر کے ترجمہ کیا ہے کہ اللہ نے خوان اور مالِ غنیمت بھیجا حضرت عیسیٰ کی سفارش کے مطابق، طبق زمین کے معنی میں بھی آتا ہے اگر یہ معنی مراد ہوں تو ترجمہ ہو گا خوان اور مالِ غنیمت زمین پر بھیجا۔ انزل علینا۔ حضرت عیسیٰؑ کی دعا ہے۔ زلّہ۔ بچا ہوا کھانا۔
لابہ۔ خوشامد۔ دائم ہمیشہ باقی رہنے والا۔
در رحمت۔ یعنی مائدہ کا اترنا فراز۔ کھلنا، بند ہونا۔ ابر ناید انسانی گناہوں سے خدا کی رحمتیں منقطع ہو جاتی ہیں اور مصائب نازل ہوتے ہیں۔ بے باکی انسان کی بے ادبی مصائب کا سبب بنتی ہے

هر که[1] بے باکی کند در راہِ دوست
جو شخص دوست کے راستہ میں بے باکی کرتا ہے

رہزنِ مرداں شد و نامرد اوست
مردوں کا رہزن بنا اور وہ نامرد ہے

از ادب پر نور گشت ست ایں فلک
یہ آسمان ادب سے پُر نور بنا

وز ادب معصوم و پاک آمد ملک
اور ادب ہی سے فرشتے معصوم اور پاک ہوئے

بد ز گستاخی کسوفِ آفتاب
سورج گرہن گستاخی کی وجہ سے تھا

شد عزازیلے ز جرأت ردِّ باب
شیطان گستاخی کی وجہ سے مردود بارگاہ ہوا

ہر گستاخی کند اندر طریق[2]
(سلوک کے) راستہ میں جو گستاخی کرتا ہے

گرد داند وادیِ حیرت غریق
حیرت کی وادی میں ڈوب جاتا ہے

حالِ شاہ و میہماں بر گو تمام
بادشاہ اور مہمان کا پورا حال کہہ

زانکہ یابانے ندارد ایں کلام
اس لئے کہ اس کلام کی انتہا نہیں ہے

ملاقاتِ بادشاہ با طبیبِ الٰہی کہ در خوابش

اُس خدائی طبیب سے بادشاہ کی ملاقات جس کو اُس نے خواب میں دیکھا تھا

دیدہ بود و بشارت بقدومِ او دادہ شد

اور اُس کی تشریف آوری کی اُس کو خبر دیگئی تھی

شہ چو پیشِ میہمانِ خویش رفت
بادشاہ، جب اپنے مہمان کے سامنے گیا

شاہ بود و لیک بس درویش رفت
بادشاہ تھا لیکن مکمل فقیر بن کے گیا

دست بگشاد و کنارِ انس گرفت
ہاتھ پھیلائے، اور اُس سے معانقہ کیا

ہمچو عشق اندر دل و جانش گرفت
عشق کی طرح اُس کو دل اور جان میں لیا

دست و پیشانیش بوسیدن گرفت
اُس کے ہاتھ اور پیشانی چومنا شروع کی

وز مقام و راہ پرسیدن گرفت
مقام اور راستہ کا حال پوچھنا شروع کیا

پُرس پُرساں میکشیدش تا بہ صدر
پوچھتے پوچھتے اُس کو صدر تک لیجا رہا تھا

گفت گنجے یافتم اما بہ صبر
بولا، مجھے خزانہ مل گیا، لیکن صبر سے

صبر تلخ آمد و لیکن عاقبت[3]
صبر، کڑوا ہوتا ہے لیکن بالآخر

میوۂ شیریں دہد پُر منفعت
میٹھا، اور مفید پھل دیتا ہے

گفت اے نورِ حق و دفعِ حَرَج
اُس نے کہا، اے اللہ کے نور اور تنگی کو دور کرنے والے

معنیِ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج
"صبر کشادگی کی کنجی ہے" کے مصداق

---

[1] ہر کہ۔ احکامِ خداوندی میں بے باکی دوسروں کی تباہی کا سبب بنتی ہے۔ ایں فلک۔ آسمان نے اطاعت کی، چاند اور سورج سے منور ہوا۔ فرشتوں نے آدمؑ کے خلیفہ بنائے جانے پر اطاعت کی، معصوم اور پاک قرار دئے گئے۔ گستاخی۔ بدکاروں کو ڈرانے کے لئے سورج گرہن ہوتا ہے۔ عزازیل۔ شیطان نے آدمؑ کو سجدہ نہ کر کے نافرمانی کی، مردود ہوگیا۔

[2] طریق۔ مدارجِ تصوف کے نزدیک راستہ۔ ایں کلام یعنی ادب کی فضیلتیں اور بے ادبی کی برائیاں۔ کنار۔ کنار کی جمع بمعنی بغل آغوش دونوں مصرعوں میں مہمان مراد ہے۔ مقام۔ مہمان سے وطن اور راستہ کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں۔ گنج۔ یعنی طبیبِ الٰہی۔

[3] عاقبت۔ انجامِ کار۔ منفعت۔ فائدہ۔ سعدیؒ نے کہا ہے صبر تلخ است و لیکن بر شیریں دارد۔ دفع۔ بمعنی دافع خرچ۔ تنگی۔ مفتاح۔ کنجی۔ فتح۔ کشادگی۔

اے[1] لقائے تو جوابِ ہر سوال
اے! تیری ملاقات ہر سوال کا جواب ہے

مُشکل از تو حل شود بے قیل و قال
بیشک تجھ سے مشکل حل ہوتی ہے

ترجمانِ ہر چہ ما را در دل ست
جو کچھ ہمارے دل میں ہے، تو اُس کا ترجمان ہے

دستگیرِ ہر چہ پایش در گل ست
جس کا پیر دلدل میں پھنسا ہے تو اُس کا مددگار ہے

مرحبا یا مجتبیٰ یا مرتضیٰ
خوش آمدید! اے پسندیدہ! اے برگزیدہ!

اِن تغب جاء القضا ضاق الفضا
اگر تو غایب ہوا، موت آجائیگی، فضا تنگ ہوجائیگی

انت مولی القوم من لا یشتہی
تو قوم کا آقا ہے، جو تجھے نہیں چاہتا

قد ردی کلا لئن لم ینتہ
وہ بیشک ہلاک ہوا، یقیناً وہ ہرگز نہ رکا

چوں گذشت آں مجلس و خوانِ کرم[2]
جب وہ مجلس اور خوانِ کرم ختم ہوا

دست او بگرفت و بُرد اندر حرم
اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور حرم سرا میں لے گیا

بُردن بادشاہ طبیب غیبی را بر سرِ بیمار

بادشاہ کا غیبی طبیب کو بیمار کے پاس لے جانا

قصّۂ رنجور و رنجوری بخواند
بیمار، اور مرض کا حال سنایا

بعد ازاں در پیش رنجورش نشاند
اِس کے بعد اُس کو بیمار کے سامنے بٹھایا

رنگِ رُو و نبض و قارورہ بدید
اُس نے چہرہ کا رنگ اور نبض اور قارورہ دیکھا

ہم علاماتش ہم اسبابش شنید
اُس کی علامتیں اور اسباب بھی سنے

گفت ہر داروکہ ایشاں کردہ اند
اُس نے کہا، جو دوا انہوں نے کی ہے

آں عمارت نیست ویراں کردہ اند
وہ تعمیر نہیں ہے، انہوں نے ویران کیا ہے

بے خبر بودند از حالِ درون
وہ، اندرونی حالت سے لاعلم تھے

اَستَعِیذُ اللّٰہ مِمَّا یَفتَرُون
جو انہوں نے غلط بیانی کی ہے اُس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں

دید رنج و کشف شد بروے نہفت[3]
اُس نے مرض دیکھا اور راز اُس پر کھل گیا

لیک پنہاں کرد و با سلطاں نگفت
لیکن اُسنے چھپایا اور بادشاہ سے نہ کہا

رنجش از صفرا و از سودا نبود
اُس کا مرض صفرا اور سودا کی وجہ سے نہ تھا

بوئے ہر ہیزم پدید آید ز دود
لکڑی کی بو دھوئیں سے ظاہر ہوجاتی ہے

دید از زاریش کو زار دل ست
اُس کی زاری سے وہ سمجھ گیا کہ وہ دل کی بیمار ہے

تن خوش ست و او گرفتارِ دل ست
بدن ٹھیک ہے اور وہ دل کی بیماری میں گرفتار ہے

---

[1] لقاء۔ ملاقات۔ بے قیل وقال۔ بلاگفتگو، لاکلام، بیشک۔ ترجمان۔ مطلب بیان کرنے والا۔ یادرگل۔ عاجز، بے بس۔ مرحبا۔ خوش آمدید کے معنی میں ہے، آنے والے مہمان کے لئے بولا جاتا ہے۔ مجتبیٰ۔ منتخب۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ قضا۔ کا ہمزہ محذوف ہے، بمعنی کھلا میدان۔ مولیٰ۔ آقا۔ کلا۔ یہ قرآن پاک میں ابوجہل کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ مخالفت سے باز نہ آیا تو ہم اُس کو پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹیں گے اور جہنم میں داخل کردیں گے، اولیاء اللہ کی مخالفت کا انجام بے حد خطرناک ہے۔

[2] خوانِ کرم۔ مہمانی کا کھانا۔ حرم۔ محلسرائے، زنان خانہ۔ رنجور۔ مریض۔ رنجوری۔ مرض۔ قصہ بخواند۔ حال سنایا۔ قارورہ۔ یعنی وہ شیشی جس میں پیشاب جمع کرکے طبیب کو دکھایا جاتا ہے تاکہ وہ اُس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کرسکے۔ عمارت۔ آباد کرنا ویران کردن اُجاڑنا۔ یعنی طبیبوں کے علاج سے مریض کی بربادی ہوئی ہے۔ مَا یَفتَرُون۔ انکی غلط بیانی یہی تھی کہ وہ غیر مرض کو مرض بتارہے تھے۔ کشف شدن۔ ظاہر ہوجانا۔

[3] نہفت۔ پوشیدہ۔ نگفت جونکہ طبیب کو ابھی پورا اطمینان نہیں ہوا تھا۔ مقصد روشن ہے انسان کی ان چار غلطیوں میں سے ذرہ میں مبتلا ہونے سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ بیزم جاہل۔ کژدی۔ نژدی۔ روزنامہ لاغری۔ نزار۔ بیمار۔

عاشقی پیداست از زاریٔ دل[1] — نیست بیماری چو بیماریٔ دل
دل کی بیماری سے عاشقی ظاہر ہے — دل کی بیماری جیسی کوئی بیماری نہیں ہے

علّتِ عاشق زعلّتہا جداست — عشق اصطرلاب اسرارِ خداست
عاشق کی بیماری، بیماریوں سے جدا ہے — عشق، خدا کے بھید دل کا اصطرلاب ہے

عاشقی گر زیں سر و گر زاں سرست — عاقبت ما را بداں شہ رہبرست
عاشقی خواہ اِدھر کی خواہ اُدھر کی ہے — بالآخر، اُس شاہ تک ہماری راہنما ہے

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیاں — چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں
میں عشق کی تشریح اور بیان جو کچھ کرتا ہوں — جب عشق میں پڑتا ہوں اُس سے شرمندہ ہوتا ہوں

گرچہ تفسیر زباں روشنگرست — لیک عشقِ بے زباں روشنتر ست
اگرچہ زباں کی تشریح روشنی ڈالنے والا ہے — لیکن بے زبان عشق، زیادہ روشن ہے

چوں[2] قلم اندر نوشتن می شتافت — چوں بعشق آمد قلم بر خود شگافت
جب قلم لکھنے میں مصروف تھا — جب عشق پر پہونچا خود قلم چر گیا

چوں سخن در وصفِ ایں حالت رسید — ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید
جب اِس حالت کے بیان کی بات آئی — قلم ٹوٹ گیا، اور کاغذ بھی پھٹ گیا

عقل در شرحش چو خر در گل بخفت — شرحِ عشق و عاشقی ہم عشق گفت
عقل، اُس کی شرح میں بھی میں پھنسے گدھے کی طرح سو گئی — عشق اور عاشقی کی شرح بھی عشق نے ہی کی ہے

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب — گر دلیلت باید از وے رو متاب
آفتاب کی دلیل، خود آفتاب بنا — اگر تجھے دلیل درکار ہے تو اُس سے منہ نہ موڑ

از وے ار سایہ نشانے می دہد — شمس ہر دم نورِ جانے می دہد
سایہ، اگر اُس کا پتہ دیتا ہے — سورج، ہر وقت جان کو نور دیتا ہے

سایۂ خواب آرد ترا ہمچوں سمر[3] — چوں برآید شمس اِنشقَّ القمر
سایہ، قصہ گوئی کی طرح تجھے سلاتا ہے — سورج جب نکلتا ہے چاند شق ہو جاتا ہے

خود غریبے در جہاں چوں شمس نیست — شمسِ جاں باقیست کورا امس نیست
دنیا میں سورج جیسا کوئی مسافر نہیں ہے — روح کا سورج باقی ہے جس کے لیے کل گذشتہ نہیں ہے

شمس در خارج اگرچہ ہست فرد — مثلِ او ہم میتواں تصویر کرد
سورج، اگرچہ خارج میں ایک ہی ہے — اُس جیسا بھی تصور کیا جا سکتا ہے

---

[1] زاری دل۔ دل کی بیماری عشق کی علامت ہے یعنی طبیب سمجھ گیا کہ لونڈی مرضِ عشق میں مبتلا ہے۔ علت۔ مرض اصطرلاب۔ ایک آلہ ہے جس سے ستاروں کی گردش، آفتاب کی بلندی معلوم کیجاتی ہے۔ حر۔ جانب۔ ایں سر۔ یعنی عشقِ مجازی آں سر۔ یعنی عشقِ حقیقی، عشقِ مجازی، عشقِ حقیقی کا ذریعہ بنتا ہے۔ مولانا جامی نے فرمایا ہے۔ شعر متاب از عشق رو گرچہ مجازی ست — کہ آں بہرِ حقیقت کارسازی ست — ہر چہ۔ عشق کی حقیقت بیان سے باہر ہے۔ گرچہ۔ اقبال نے کہا ہے۔ شعر نہیں منت کشِ تابِ شنیدن داستاں میری — خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

[2] چوں قلم۔ عشق ایک ذوقی چیز ہے اس کا بیان نہ زبان سے ممکن ہے نہ قلم سے۔ عشق گفت عشق و عاشقی کا بیان زبان و قلم سے ممکن نہیں خود عشق میں مبتلا ہو تو اس کی کیفیت سمجھ سکتا ہے۔ آفتاب آمد۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے وجود کی دلیل خود اُن کا وجود ہی ہوتا ہے عشق اور آفتاب انہی چیزوں میں سے ہیں۔

[3] آر۔ اگر۔ شمس۔ یعنی ذاتِ حق۔ دنیا کی سورج کی پہچان سایہ سے ہوتی ہے اس لئے کہ دنیا کی چیزوں میں ہر چیز کی ضد سے اُس کی پہچان ہوتی ہے۔ ذاتِ حق کی پہچان اس کی مخلوق جس کا بدترین درجہ انسان ہے ظاہر ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذاتِ حق کی پہچان نہ ہو سکے گی اگر دنیا میں انسان نہ ہو۔ انسان کامل کی ذات حق کے لئے دلیل و برہان ہے۔ انسان کامل کا وجود ضروری ہے۔ عشق جان۔ ذاتِ حق کے لئے دلیل و برہان ہے۔ انسان کامل کا وجود ضروری ہے۔

لیک آں شمسیکہ شد مستش اثیر
لیکن وہ سورج جس سے عالمِ بالا مست ہے

نبودش در ذہن و در خارج نظیر
اُس کی ذہن اور خارج میں کوئی مثال نہیں ہے

در تصوّر ذاتِ اورا کنج کو
تصور میں اُس کی ذات کی گنجائش کہاں ہے

تا در آید در تصوّر مثلِ او
کہ تصور میں اُس کی مثال آ سکے

شمسِ تبریزی کہ نورِ مطلق ست
شمس تبریزی جو مکمل نور ہے

آفتاب ست و ز انوارِ حق ست
سورج ہے اور حق کے نوروں میں سے ہے

چوں حدیثِ روئے شمس الدین رسید
جب شمس الدین کے چہرہ کی بات آ گئی

شمسِ چارم آسماں سر در کشید
چوتھے آسمان کے سورج نے منہ چھپا لیا

واجب آمد چونکہ بُردم نامِ او
اب جبکہ میں نے اُنکا نام لیا ہے تو ضروری ہو گیا

شرح کردن رمزے از انعامِ او
اُن کے انعام کی تھوڑی سی شرح کرنا

ایں نفسِ جاں دامنم تر بافتہ ست
اِس وقت میری روح مستفید ہو گئی ہے

بوئے پیراہانِ یوسف یافتہ ست
اُس نے یوسف کے لباس کی خوشبو سونگھی ہے

کز برائے حقِ صحبت سالہا
برسوں کی صحبت کا حق ادا کرنے کے لئے

باز گو حالے ازاں خوش حالہا
اُس خوش احوال کا کچھ حال بیان کر

تا زمین و آسماں خنداں شود
تاکہ زمین اور آسمان ہنس پڑیں

عقل و روح و دیدہ صد چنداں شود
عقل، روح اور آنکھیں سو گنا ہو جائیں

گفتم اے دورِ او فتادہ از حبیب
میں نے کہا اے! دوست سے دور پڑی ہوئی

ہمچو بیمارے کہ دور ست از طبیب
اُس بیمار کی طرح جو طبیب سے دور ہو

لا تکلفنی فانی فی الفنا
مجھے مجبور نہ کر میں فنا میں ہوں

کلت افہامی و لا احصی ثنا
میری سمجھ درماندہ ہے میں پوری تعریف نہیں کر سکتا

کلّ شیٍٔ قالہ غیر المفیق
مدہوش جو بات بھی کہے

ان تکلف او تصلف لا یلیق
خواہ تکلف کرے یا دراز بیانی مناسب نہیں ہے

ہر چہ می گوید موافق چوں نبود
جو کچھ وہ کہتا ہے چونکہ وہ مناسب نہیں ہوتا

چو تکلف نیک نالائق نمود
اور تکلف کی وجہ سے بہت نامناسب نظر آتا ہے

من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست
میں کیا کہوں؟ میری ایک رگ بھی ہوش میں نہیں ہے

شرح آں یارے کہ آنرا یار نیست
اُس یار کی تفصیل جس کا کوئی شریک نہیں ہے

شمس: یعنی کائناتی سورج اگرچہ ایک ہے لیکن اُس جیسا متصور ہو سکتا ہے۔ مست۔ فریفتہ۔ اثیر: بمعنی بلند و عالی۔ نظیر۔ مثال گنج۔ گنجائش۔ کو۔ کجا۔ تا در آید۔ جبکہ شمس حقیقی کی ذات کا تصور ناممکن ہے تو اُس کے مثل کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ شمس تبریزی۔ مولانا رومی کے پیر ہیں اُن کے تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کر لیجئے۔ حدیث۔ بات، تذکرہ۔ سر در کشیدن۔ منہ چھپا لینا۔ چارم۔ چہارم، چوتھا، سورج کو چوتھے آسمان میں مانا جاتا ہے۔

شرح کردن۔ بیان کرنا۔ رمز۔ اشارہ، تھوڑا سا بیان نفس۔ فا کے زبر کے ساتھ پڑھا جائے بمعنی سانس، لمحہ، وقت۔ دامن بر تافتن۔ دامن سمیٹنا، تیار ہونا۔ پیراہان۔ پیرہن، حضرت یعقوبؑ کو اپنے بیٹے یوسف کے لباس کی خوشبو آئی تھی تو وہ بے خود ہو گئے تھے۔ تا زمین۔ پیر نے جو اسرار تصرف بتائے ہیں، ان کے ذکر سے عالم میں خوشی کی لہر دوڑ جائیگی۔

گفتم۔ میں نے اپنی روح سے کہا تو اپنے محبوب شمس تبریزی سے دور پڑی ہے، گویا مریض طبیب سے دور ہے۔ لا تکلفنی۔ مجھے تکلیف نہ دے۔ فنا۔ نیستی۔ افہام۔ فہم کی جمع، سمجھ۔ لا احصی۔ میں شمار نہیں کر سکتا۔ ثنا۔ تعریف۔ غیر المفیق۔ مدہوش۔ تصلف۔ لاف زنی کرنا۔ نالائق۔ مدہوش اگر اپنے مدعا کی تعریف کرے تو اور بات ہے لیکن اگر وہ نامناسب ہو گی۔ یار۔ دوسرے مصرعہ میں دوبارہ لفظ یار آیا ہے اول کے معنی محبوب جس سے مراد ذات حق ہے دوسرے کے معنی مثل اور شریک کے ہیں۔

خود ثنا[1] گفتن زمن ترکِ ثناست — کایں دلیلِ ہستی و ہستی خطاست

میرا تعریف کرنا ہی خود تعریف نہ کرنا ہے — اس لئے کہ یہ خود کی دلیل ہے اور وجود غلط ہے

شرحِ ایں ہجران و ایں خونِ جگر — ایں زماں بگذار تا وقتِ دگر

اس فراق اور خونِ جگر کی تفصیل — اب دوسرے وقت کے لئے چھوڑ

قالَ اَطْعِمْنِی فَاِنِّی جَائِعٌ — فَاعْتَجِلْ فَالْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ

اُس نے کہا مجھے کھلا میں بھوکا ہوں — جلدی کر کہ وقت تیز تلوار ہے

صوفی ابنُ[2] الوقت باشد اے رفیق — نیست فرداگفتن از شرطِ طریق

اے دوست! صوفی ابنُ الوقت ہوتا ہے — کل کا حوالہ دینا طریق (سلوک) کے مناسب نہیں ہے

صوفی ابنُ الحال باشد در مثال — گرچہ ہر دو فارغ انداز ماہ و سال

مثلاً صوفی ابنُ الحال ہوتا ہے — اگرچہ دونوں مہینہ اور سال سے بے نیاز ہیں

تو مگر خود مردِ صوفی نیستی — نقد را از نسیہ خیز د نیستی

شاید تو خود صوفی نہیں ہے — نقد کی اُدھار سے تباہی ہوتی ہے

گفتمش پوشیدہ خوشتر سرِّ یار — خود تو در ضمنِ حکایت گوش دار

میں نے اُس سے کہا کہ یار کا راز چھپا ہوا اچھا ہوتا ہے — البتہ تو اس کو قصہ کے ضمن میں سن لے

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں — گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

بہتر یہی ہوتا ہے کہ معشوقوں کا راز — دوسروں کے قصہ میں بیان ہو جائے

گفت مکشوف و برہنہ بے غلول — باز گو رنجم مدہ اے بوالفضول

کھلم کھلا، بے پروا اور بے خیانت کے بتا کہہ — اے بکواسی! ابھی ہوئی باتیں کر کے مجھے رنجیدہ

بازگو اسرار و رمزِ مرسلیں — آشکارا بہ کہ پنہاں ذکرِ دیں

رسولوں کے راز اور اشارے بتا — دین کا ذکر کھلم کھلا بہتر ہے نہ کہ پوشیدہ

پردہ بردار و برہنہ گو کہ من — می نگنجم با صنم در پیرہن

پردہ اٹھا دے اور بے پردہ کہہ کیونکہ میں — محبوب کے ساتھ پیرہن میں نہیں سما سکتی

گفتم ار عریاں شود او در عیاں — نے تو مانی نے کنارہ نے میاں

میں نے کہا، اگر وہ آنکھوں کے سامنے بے پردہ ہو — نہ تو رہیگی، نہ کنارہ، نہ وسط

ار زمی خواہ لیک اندازہ خواہ — بر نتابد کوہ را یک برگ کاہ

مراد مانگ، لیکن اندازہ کے مطابق مانگ — گھاس کا ایک تنکا پہاڑ کو برداشت نہیں کر سکتا

---

[1] خود: زائد ہے۔ ترکِ ثنا۔ چونکہ کما حقہٗ تعریف نہیں کر سکتا ہوں۔ ہستی خطا: یہ مقام فنا میں ہوں جہاں اپنی ہستی باقی نہیں رہتی ہے۔ ایں ہجراں: مراد مسئلہ وحدۃ الوجود ہے جو اہل اللہ کا سرمایۂ عشق ہے، سالک اپنے ہر مقام کو بحر سمجھتا ہے اس لئے کہ سیر کی کوئی حد نہیں ہے۔ جائع۔ بھوکا۔ اعتجل۔ جلدی کر۔ سیف قاطع۔ تیز تلوار۔ وقت کو تیز تلوار اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی جادۂ تلوار کی طرح گذر جاتا ہے۔ الغنی یہ پورا جملہ روح کا قول ہے۔

[2] صوفی۔ وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو غیر اللہ سے محفوظ رکھے دل میں کوئی نفسانی خواہش نہ آنے دے۔

ابنُ الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو اپنے احوال سے مغلوب ہو جائے راز کو ظاہر کرنے لگے اور اضطراری طور پر اُس سے کرامات کا ظہور ہونے لگے، ایسے صوفی کو رند اور قلندر بھی کہا جاتا ہے نیز ابنُ الوقت اُس صوفی کو بھی کہا جاتا جو واردات قلبی پر شور عمل کرے۔ اور ابو الوقت وہ صوفی کہلاتا ہے جس کو اپنے احوال پر قابو ہے اسرار کو ضبط کرے کوئی کرامت ظاہر نہ ہونے دے۔

فردا گفتن۔ یعنی آج کی بات کو کل پر ٹالنا ہر دو یعنی صوفی اور اُس کا حال یعنی قلبی واردات مگر شاید ہے۔ اُر باید۔ ہستی۔

آفتابے[1] کز وے ایں عالم فروخت
وہ سورج جس سے یہ سارا عالم روشن ہے

اندکے گر پیش آید جملہ سوخت
اگر تھوڑا سا آگے آجائے تو سب کو جلا دے

تا نگردد خوں دلِ جانِ جہاں
تاکہ دنیا کی جان کا دل تباہ نہ ہو

لب بدوز و دیدہ بر بند ایں زماں
اب ہونٹ سی لے اور آنکھیں بند کر لے

فتنہ و آشوب و خونریزی مجو
فتنہ و فساد اور تباہی کی کوشش نہ کر

بیش ازیں از شمسِ تبریزی مجو
اور اس سے زیادہ شمس تبریز کے بارے میں جستجو نہ کر

ایں ندارد آخر از آغاز گو
اس بات کا اہتمام نہیں ہے شروع سے بات کہہ

رو تمامِ ایں حکایت باز گو
جا، اس تمام قصے کو پھر بیان کر

خلوت طلبیدن طبیب از بادشاہ بآں کنیزک جہت دریافت مرضِ کنیزک

لونڈی کا مرض معلوم کرنے کے لئے طبیب کا بادشاہ سے لونڈی کے ساتھ تنہائی چاہنا

چوں حکیم از ایں سخن آگاہ شد
طبیب، جب اس بات سے باخبر ہوگیا

وز دروں ہمداستانِ شاہ شد
اور اندر سے بادشاہ کا رازدار ہوگیا

گفت اے شہ خلوتی کن خانہ را
بولا، اے بادشاہ! گھر کو خالی کردے

دور کن ہم خویش و ہم بیگانہ را
اپنے اور غیر کو ہٹا دے

کس[2] ندارد گوش در دہلیزہا
دہلیزوں میں کوئی کان نہ لگائے

تا بپرسم از کنیزک چیزہا
تاکہ میں کنیز سے کچھ باتیں پوچھوں

خانہ خالی کرد شاہ و شد بروں
بادشاہ نے گھر خالی کر دیا اور باہر چلا گیا

تا بخواند بر کنیزک اوفسوں
تاکہ وہ کنیز پر منتر پڑھے

خانہ خالی کرد و یک دیار نے
گھر خالی کر دیا، اور کوئی گھر والا نہ رہا

جز طبیب و جز نہاں بیمار نے
سوائے طبیب، اور سوائے بیمار کے کوئی نہ رہا

نرمک[3] نرمک گفت شہ تو کجاست
آہستگی و نرمی سے (طبیب نے) کہا تیرا شہر کہاں ہے؟

کہ علاجِ اہلِ ہر شہرے جداست
کیونکہ ہر شہر والے کا علاج جداگانہ ہے

وندراں شہر از قرابت کیستت
اور اس شہر میں تیرا رشتہ دار کون ہے؟

خویشی و پیوستگی با چیستت
اپنایت اور تعلق کس سے ہے؟

دست بر نبضش نہاد و یک بیک
ہاتھ اس کی نبض پر رکھا اور ایک ایک

باز می پرسید از جورِ فلک
آسمان کے ظلم کا حال پوچھ رہا تھا

(بقیہ صفحہ ۴۵ سے آگے) تمام انبیاء نے لا الہ الا اللہ کی تعلیم دی ہے۔ جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ صفاتِ کمال سے متصف صرف ایک وجودِ باری ہی ہے۔ برہنہ گو۔ یعنی دو سروں کی حکایتوں کے ضمن میں نہیں۔ با صنم۔ محبوب کا پیرہن بھی حقیقی وصال سے مانع ہے۔ گفتم۔ یعنی میں نے روح سے کہا کہ اگر اس راز کو بالکل کھولا گیا تو دونوں ہم برہم ہو جائینگی۔ برنتابد۔ برداشت نہیں کر سکتا۔

---

[1] آفتابے۔ یعنی حد و دسے بڑھ کر وصال وبال بنجاتا ہے اکبر الہ آبادی نے کہا ہے۔ شعر پروانے نے شمع سے لپٹا دبا بیٹھے تھا نور میں اور اب نار میں ہے
فتنہ۔ یعنی جب ظاہری شمس کے انوار کی تاب نہیں تو معنوی شمس کی کیا تاب ہوگی۔ دروں۔ باطن۔ ہمداستاں۔ ہم راز، ہمکلام خلوتی۔ جس میں تنہائی ہو۔
[2] کس ندارد۔ راز عشق تنہائی میں ہی پوچھا جا سکتا تھا۔ فسوں۔ منتر، یعنی عشق کا جادو۔ دیار گھر میں رہنے والا۔
[3] نرمک۔ کاف تصغیر کا ہے علاج۔ مختلف ممالک کے رہنے والوں کے مختلف مزاج ہوتے ہیں، اسی لئے علاج بھی جداگانہ ہوتا ہے جور۔ ظلم۔

چوں کسے را خار در پالیش خلد
جب کسی کے پیر میں کانٹا چبھتا ہے

پائے خود را بر سر زانو نہد
اپنا پیر ران پر رکھ لیتا ہے

از سر سوزن ہمی جوید سرش[1]
اُس کا سر اسوئی کی نوک سے تلاش کرتا ہے

ور نیابد می کند بالب ترش
اور اگر نہیں ملتا تو اُسے لب سے تر کرتا ہے

خار در پاشد چنیں دشوار یاب
پیر کا کانٹا پائے جب اِس قدر دشوار ہے

خار در دل چوں بود گوئی جواب
دل کے کانٹے کا کیا حال ہوگا؟ جواب دے

خار دل را گر بدیدے ہر خسے
دل کا کانٹا اگر ہر شخص دیکھ سکتا

کے غمانرا دست بودے بر کسے
تو غموں کو کسی پر کب قابو ہوتا؟

خر ندانند دفع آں بر می جہد
گدھا اُس کو نکالنا نہیں جانتا، کودتا ہے

خُفتہ می انداخت صد جا زخم کرد
دولتیاں پھینکیں اور سو جگہ زخم کر لیے

آں لگد کے دفع خارِ او کند
وہ دولتی اُس کا کانٹا کہاں نکال سکتی ہے؟

بر جہد[2] واں خار محکم تر کند
وہ گدھا کودتا ہے اور اُس کانٹے کو اور مضبوط کر دیتا ہے

حاذقے باید کہ بر مرکز فتد
ایک ماہر چاہیے جو کانٹے کی جگہ کو سمجھے

آں حکیم خار چیں اُستاد بود
وہ کانٹا نکالنے والا طبیب اُستاد تھا

عاقلے باید کہ خارے بر کند
کوئی عقلمند چاہیے جو کانٹے کو نکالے

دست میزد جا بجا می آزمود
جا بجا ہاتھ مارتا تھا اور آزماتا تھا

زاں کنیزک بر طریق راستاں
اُس لونڈی سے سچوں کی طرح

باز می پرسید حال پاستاں
گذشتہ حالات کے بارے میں پوچھتا تھا

با حکیم او راز ہا می گفت فاش
طبیب سے وہ راز کی باتیں کھل کر کہتی تھی

از مقام و خواجگان و شہر تاش[3]
مقام، اور آقاؤں اور بستی والوں کے متعلق

سوئے قصہ گفتنش میداد گوش
وہ اُس کی قصہ گوئی پر کان لگائے تھا

سوئے نبض و جنبشش می داشت ہوش
نبض اور اُسکی حرکات پر پوری طرح متوجہ تھا

تا کہ نبض از نام کہ گردد جہاں
تاکہ (یہ) جان لے کہ کس نام پر اُسکی نبض پھڑکتی ہے

او بود مقصود جانش در جہاں
دنیا میں اُس کا جانی محبوب ہی ہوگا

---

[1] سرش۔ کانٹے کا سرا۔
[2] داوہ جواب۔ صاف جواب یہی ہے کہ مرضِ عشق کو سمجھ لینا آسان کام نہیں ہے
خس۔ کمینہ، ادنیٰ۔ غماں۔ خلاف قیاس غم کی جمع ہے۔ جہیدن۔ کودنا، اچھلنا۔ خفتہ انداختن۔ دولتیاں پھینکنا۔ لگد۔ لات۔ حاذق ماہر، تجربہ کار۔ مرکز۔ نشانہ تنیدن۔ تننا، اڑ کر کودنا گھومنا
[2] بر جہد۔ اِس مصرعہ میں بعض شارحین نے کند کو بفتح کاف کندن بمعنی کھودنا کا مضارع قرار دیا ہے اس صورت میں بر جہد کا فاعل حکیم کو قرار دیا ہے جو ہمیں مناسب نہیں معلوم ہوا ہم نے دوسرے شارحین کی طرح کند کو کاف کے پیش کے ساتھ کردن کا مضارع قرار دیکر ترجمہ کیا ہے، اس صورت میں بر جہد کا فاعل گدھا ہوگا۔ آں حکیم۔ ان اشعار کا مقصد یہ ہے کہ دل کی بیماریوں کا علاج رہبر کامل ہی کر سکتا ہے۔ فاش کھلم کھلا۔ خواجگان۔ خواجہ کی جمع بمعنی مالک، آقا۔
[3] شہر تاش۔ ہم شہر یعنی ایک شہر کے رہنے والے آپس میں شہر تاش کہلائیں گے۔ جستن۔ جیم کے فتحہ سے، کودنا چہاں۔ جیم کے زیر کے ساتھ، کودنے والا۔ جہاں۔ دنیا، جیم کے فتحہ سے۔

دوستانِ شہرِ خود را بر شمرد
(پہلے) اُس نے اپنے شہر کے دوستوں کو گنا

بعد ازاں شہرِ دگر را نام بُرد
اُس کے بعد دوسرے شہر کا نام لیا

گفت چوں بیروں شدی از شہرِ خویش
(طبیب نے) کہا جب تو اپنے شہر سے نکلی

در کدامیں شہر بودستی تو بیش[1]
زیادہ کس شہر میں رہی تھی

نامِ شہرے گفت و زاں ہم در گذشت
اُس نے ایک شہر کا نام لیا اور آگے بڑھی

رنگِ رُو و نبضِ اُو دیگر نہ گشت
چہرہ کا رنگ اور اُس کی نبض نہ بدلی

خواجگان و شہر ہا را یک بیک
آقاؤں اور شہر کا ایک ایک کر کے

باز گفت از جای و از نان و نمک
نام بتایا پھر مقام اور کھانے پینے کا ذکر کیا

شہر شہر و خانہ خانہ قصّہ کرد
ایک ایک شہر اور ایک ایک گھر کا ذکر کیا

نے رگش جُنبید و نے رُخ گشت زرد
نہ اُس کی نبض پھڑکی، نہ چہرہ زرد پڑا

نبضِ اُو بر حالِ خود بے گزند
اُس کی نبض بلا تکلف اپنی حالت پر تھی

تا بپرسید از سمرقندِ چو قند
یہاں تک کہ (طبیب نے) شکر جیسے سمرقند کا حال پوچھا

آہِ سردے بر کشید اُو ماہ رُو
اُس چاند سے مکھڑے والی نے ٹھنڈی آہ بھری

آب از چشمش رواں شد ہمچو جُو
نہر کی طرح اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

گفت بازرگانم آنجا آورید
بولی، مجھے ایک تاجر وہاں لایا

خواجۂ زرگر دراں شہرم خرید
اُس شہر میں ایک مالدار سُنار نے مجھے خرید لیا

در بر خود داشت شش ماہ و فروخت
اُس نے چھ مہینے اپنے پہلو میں رکھا اور بیچ دیا

چوں بگفت این را ز آتش غم بر فروخت
جب اُس نے یہ کہا تو رنج کی آگ سے جل اُٹھی

نبض جَست و روئے سُرخش زرد شد
نبض پھڑکی اور اُس کا لال چہرہ زرد ہو گیا

کز سمرقندی زرگر فرد شد
اِس لئے کہ سمرقندی سُنار سے جدا ہو گئی

چوں ز رنجوراں حکیم این را بیافت
اس طبیب نے جب بیمار سے یہ راز پا لیا

اصلِ آں درد و بلا را باز یافت
اُس درد اور مصیبت کی جڑ معلوم کر لی

گفت کوئے اُو کدام است و گذر
اُس (طبیب نے) کہا اُس کا کوچہ اور راستہ کونسا ہے؟

اُو سرپل گفت و کوئے غالفر
اُس (لونڈی) نے کہا (راستہ) سرپل اور کوچہ غالفر ہے

گفت آنگہ آں حکیمِ باصواب
تب اُس راستباز حکیم نے کہا

آں کنیزک را کہ رستی از عذاب
اُس لونڈی سے کہ تو تکلیف سے نجات پا گئی

---

[1] بیش۔ زیادہ بعض نسخوں میں لفظ پیش ہے جو مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ دیگر گشتن بتغیر ہونا۔ بُد۔ بود کا مخلف ہے۔ سمرقند۔ ترکستان کا مشہور تاریخی شہر ہے۔
[2] بازرگاں۔ سوداگر فرزندن۔ اکیلا ہو جانا۔ یافت۔ طبیب، نبض اور چہرے سے فوراً سمجھ گیا کہ لونڈی اس سُنار کے عشق میں مبتلا ہے۔
بازیافتن۔ حاصل کرنا۔ گذر۔ گذرگاہ، راستہ غالفر۔ سمرقند کے ایک محلہ کا نام ہے باصواب۔ صائب الرائے۔ رستن رہا کے فتحہ سے، چھوٹنا، نجات پانا۔

چونکہ دانستم کہ رنجت چیست زود
چونکہ میں سمجھ گیا ہوں تیرا مرض کیا ہے جلد

در علاجت سحرہا خواہم نمود
تیرے علاج میں سحر دکھاؤں گا

شاد باش و ایمن و فارغ کہ من
خوش اور مطمئن اور فارغ البال رہ کہ میں

آں کنم با تو کہ باراں[1] با چمن
تیرے ساتھ وہ کروں گا جو بارش چمن سے کرتی ہے

من غمِ تو میخورم تو غم مخور
میں تیرا غمخوار ہوں تو غم نہ کر

بر تو من مشفق ترم از صد پدر
سو باپوں سے بڑھکر میں تجھ پر مہربان ہوں

ہاں و ہاں این راز را با کس مگوی
خبردار، خبردار یہ راز کسی سے نہ کہنا

گر چہ شاہ از تو کند بس جستجوی
اگر چہ بادشاہ بھی تجھ سے دریافت کرے

تا توانی پیشِ کس مکشائے راز
حتی الامکان کسی پر راز نہ کھولنا

بر کسے این در مکن زنہار باز
ہرگز کسی پر یہ دروازہ نہ کھولنا

چونکہ اسرارت نہاں در دل شود
جب تیرا راز دل میں چھپا ہوگا

آں مرادت زود تر حاصل شود
تیری وہ مراد بہت جلد تجھ کو حاصل ہوجائیگی

گفت پیغمبر ہر آں کو سر نہفت
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے راز چھپایا

زود گردد با مرادِ خویش جفت
بہت جلد اپنی مراد سے وابستہ ہوا

دانہ[2] چوں اندر زمیں پنہاں شود
دانہ جب زمین میں چھپتا ہے

بعد ازاں سرسبزیِ بستاں شود
اس کے بعد باغ کی سرسبزی (کا سبب) بنتا ہے

زر و نقرہ گر نہ بودندے نہاں
سونا اور چاندی اگر چھپے ہوتے

پرورش کے یافتندے زیرِ کاں
تو کان میں پرورش کیسے پاتے

وعدہا و لطفہائے آں حکیم
اس طبیب کے وعدوں اور مہربانیوں نے

کرد آں رنجور را ایمن زبیم
اس بیمار کو خوف سے مطمئن کردیا

وعدہا باشد حقیقی دلپذیر
سچے وعدے دل پسند ہوتے ہیں

وعدہ اہلِ کرم گنجِ رواں[3]
اہل کرم کا وعدہ جاری خزانہ ہے

وعدہا باشد مجازی تاسہ گیر
(اور) جھوٹے وعدے پریشان کرتے ہیں

وعدۂ نااہل شد رنجِ روان
(اور) نااہل کا وعدہ عذابِ جان ہے

وعدہا باید وفا کردن تمام
وعدوں کو پورا کرنا چاہئے

ور نخواہی کرد باشی سرد و خام
اور اگر تو پورا نہ کریگا، تو سرد اور خام بنیگا

[1] باراں با چمن جس طرح بارش چمن کو شاداب اور پُر رونق بنا دیتی ہے اسی طرح میں تجھے ہرا بھرا کردونگا ہاں۔ حرف تنبیہ ہے۔ چونکہ راز ظاہر ہوجانے پر مخالفوں کو مخالفت کا موقع ملجاتا ہے اور کامیابی دشوار ہوجاتی ہے۔

[2] دانہ۔ زمین میں بیج پوشیدہ ہوتا ہے تب سبز و شاداب ہوکر ابھرتا ہے۔ زر۔ اس شعر اور پہلے شعر سے یہ سمجھایا ہے کہ راز کا پوشیدہ رہنا ہی مفید ہے۔ تاسہ۔ اندیشہ، بے قراری۔

[3] گنجِ رواں۔ قارون کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کا نام بھی ہے۔ سرد و خام جھوٹے وعدے کرنے والا، سرد دل اور خام کار ہوتا ہے۔

وعدہ کردن را وفا باشد بجاں
وعدہ کو جان (دل) سے پورا کرنا ضروری ہے

تا بہ بینی در قیامت فیض آں
تاکہ قیامت میں تو اُس کا فیض دیکھے

دریافتنِ آں طبیبِ الٰہی رنجِ کنیزک را و بہ شاہ وانمودن

اُس طبیبِ الٰہی کا لونڈی کے مرض کو معلوم کر لینا اور بادشاہ پر ظاہر کرنا

آں حکیمِ مہرباں چوں راز یافت
اُس مہربان طبیب نے جب راز معلوم کر لیا

صورتِ رنجِ کنیزک باز یافت
(اور) لونڈی کے مرض کی صورت کو جان گیا

بعد ازاں برخاست عزمِ شاہ کرد
اُس کے بعد وہ اٹھا اور بادشاہ کا قصد کیا

شاہ را زاں شمّہ[۱] آگاہ کرد
بادشاہ کو اُس سے تھوڑا سا آگاہ کر دیا

شاہ گفت اکنوں بگو تدبیر چیست
بادشاہ نے کہا، بتا اب کیا تدبیر ہے؟

در چنیں غم موجبِ تاخیر چیست
اِس طرح کے غم میں تاخیر کا کیا سبب ہے؟

گفت تدبیر آں بود کاں مرد را
اُس (طبیب) نے کہا تدبیر یہ ہے کہ اس مرد کو

حاضر آریم از پئے ایں درد را
اِس درد کے علاج کے لئے ہم بلائیں

قاصدے بفرست کاخبارش[۲] کند
ایک قاصد بھیج جو اُس کو بتائے

طالبِ ایں فضل و ایثارش کند
(اور) اُس کو اِس انعام اور بخشش کا طلبگار بنائے

باز رو خلعت بدہ اورا غرور[۳]
لقد اور خلعت سے اُس کو لالچ دے

مردِ زرگر را نجواں زاں شہرِ دور
سنار کو اُس دور شہر سے بلائے

گردد آساں اینہمہ مشکل بدو
اور اُس کے ذریعہ یہ سب مشکل آسان ہو جائے

تا شود محبوب تو خوشدل بدو
تاکہ تیری محبوبہ اُس کی بدولت خوش ہو جائے

بہرِ زر گردد ز خان و مان[۴] جدا
تو سونے کی خاطر گھر بار سے جدا ہو جائیگا

چوں بہ بیند سیم و زر آں بے نوا
جب وہ تنگدست چاندی اور سونا دیکھیگا

خاصہ مفلس را کہ خوش رسوا کند
خصوصاً مفلس کو کہ خوب ذلیل کرتا ہے

زر خرد را والہ و شیدا کند
سونا، عقل کو دیوانہ بنا دیتا ہے

مردِ عاقل باید اورا نیک نیک
اُس کے لئے عقلمند اور بہت نیک آدمی درکار ہے

زر اگرچہ عقل می آرد ولیک
سونا، اگرچہ عقل پیدا کرتا ہے لیکن

فرستادنِ بادشاہ رسولاں بسمرقند در طلبِ آں زرگر

بادشاہ کا ایلچیوں کو سمرقند روانہ کرنا، اُس سنار کی تلاش میں

---

[۱] شمّہ۔ بفتح شین تھوڑا سا حصّہ، طبیب الٰہی نے لونڈی کے عشق کا پورا قصّہ نہیں سنایا تاکہ بادشاہ کو غیرت نہ آجائے۔
[۲] اِخبار۔ مصدر ہے، خبر دینا۔ فضل۔ بزرگی، بخشش۔ ایثار۔ اپنے کو چھوڑ کر دوسرے کو فائدہ پہونچانا۔ خلعت۔ خاء کے کسرہ کے ساتھ، وہ پوشاک جو بادشاہ کسی کو بطور انعام دے۔ غرور۔ غین کے ضمّہ کے ساتھ، دھوکا دینے والا۔ تنگدست۔
[۳] خان و مان۔ گھر بار۔
[۴] والہ۔ عاشق، فریفتہ۔ شیدا۔ عاشق۔ خاصہ۔ خصوصاً۔ خوش۔ بہت، خوب۔

چونکہ سلطاں از حکیم آنرا شنید
جب بادشاہ نے طبیب سے وہ بات سنی

پندِ اُورا از دل و جاں برگزید
دل وجان سے اُسکی نصیحت کو قبول کیا

گفت فرمانِ ترا فرماں کنم
اُس (بادشاہ) نے کہا تیرے فیصلہ کے مطابق حکم جاری کروں گا

ہر چہ گوئی آنچناں کن آں کنم
جو تو کہیگا کہ ایسا کریں ویسا ہی کروں گا

پس فرستاد آں طرف یکدو رسول
پھر ایک دو قاصد اُس طرف روانہ کئے

حاذقاں و کافیاں و بس عدول
جو ماہر، کارگذار اور بہت نیک تھے

تا سمرقند آمدند آں دو امیر
وہ دونوں سردار سمرقند میں آئے

پیشِ آں زرگر شاہنشاہ بشیر
اُس سنار کے پاس بادشاہ کی طرف سے خوشخبری لے کر

کایے لطیف استادِ کامل معرفت
کہ اے نازک کام کرنیوالے استاد پوری شناخت والے!

فاش اندر شہرہا از تو صفت
شہروں میں تیری خوبی پھیلی ہوئی ہے

نک فلاں شہ از برائے زرگری
اب فلاں بادشاہ نے زیور گھڑنے کے لئے

اختیارت کرد زیرا مہتری
تجھے چنا ہے کیونکہ تو زرگری میں (سردار ہے)

اینک ایں خلعت بگیر و زر دہیم
اب یہ جوڑا اور سونا، چاندی لے

چوں بیائی خاص باشی و ندیم
(اور) جب تو آئیگا، خاص اور ہم نشیں ہوگا

مرد مال و خلعتِ بسیار دید
مرد نے جب بہت سامان اور جوڑا خلعت دیکھا

غرہ شد از شہر و فرزندان بُرید
تو فریفتہ ہوگیا (اور) شہر اور اولاد سے جدا ہوگیا

اندر آمد شادماں در راہ مرو
مرد، خوشی خوشی راستے پر چل پڑا

بیخبر کاں شاہ قصدِ جانش کرد
(اس سے) بے خبر کہ بادشاہ نے اُسکی جان کا ارادہ کیا ہے

اسپِ تازی بر نشست و شاد تاخت
عربی گھوڑے پر بیٹھا، اور خوشی خوشی دوڑا

خونبہائے خویش را خلعت شناخت
(اور) اپنے خون کے عوض کو شاہی جوڑا سمجھا

اے شدہ اندر سفر با صد رضا
افسوس کہ ہنسی خوشی سفر کرنے والا

خود بپائے خویش تا سوءُ القضا
اپنے پاؤں سے بُری موت کی طرف روانہ ہوا ہے

در خیالش مُلک و عز و سروری
اُس کے خیال میں تو حکومت و عزت اور سرداری تھی

گفت عزرائیل رو، اے بری
ملک الموت نے کہا کہ جا (یہ سب چیزیں تو حاصل کریگا)

چوں رسید از راہ آں مردِ غریب
جب وہ مسافر راستہ طے کرکے آپہنچا

اندر آوردش بہ پیشِ شہ طبیب
تو طبیب اُس کو بادشاہ کے سامنے لایا

حاذق۔ ماہر، کامل۔ کام میں کفایت کرنے والا، کارگذار۔ عدول۔ وہ شخص جس کی گواہی معتبر ہو۔

لطیف۔ مہربان، باریک کام کرنے والا۔ فاش۔ شہرت۔ صفت۔ تعریف۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے، اکنون، اب۔ زیرا۔ ازیں راکہ۔ مہتر۔ بڑا، سردار۔ خلعت۔ شاہی جوڑا۔ ندیم۔ ہمنشین، مصاحب۔ غرہ۔ غین کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ، فریفتہ ہونا۔ اسپِ تازی۔ عربی گھوڑا جو عمدہ اور قیمتی ہوتا ہے، خونبہا۔ دیت، وہ مال جو مقتول کے بدلے میں مقتول کے وارثوں کو دیا جاتا ہے۔

سوءُ القضا۔ بُری موت۔ مُلک۔ بادشاہی۔ عز۔ عزت۔ آورد۔ حرف ایجاب ہے یعنی ملک الموت نے استہزاءً کہا یہ چیزیں تجھے مبارک ہوں۔ غریب۔ مسافر، اجنبی۔

پیشِ شاہنشاہ بُردش خوش بناز
اُس کو بادشاہ کے سامنے بڑے ناز کے ساتھ لے گیا

تا بسوزد بر سرِ شمعِ[1] طراز
تاکہ اُس کو طراز کی شمع کے سر پر جلا دے

شاہ دید اُورا و بس تعظیم کرد
بادشاہ نے اُس کو دیکھا اور بہت تعظیم کی

مخزنِ زر را بدو تسلیم کرد
(اور) سونے کا خزانہ اس کے سپرد کر دیا۔

پس بفرمودش کہ برسازد ز زر
پھر اُس کو حکم دیا کہ سونے سے بنائے

از سوار و طوق و خلخال و کمر
کنگن اور طوق اور پاؤں زیب اور پٹکا

ہم ز انواعِ اوانی بعدد
ہر قسم کے برتنوں کی قسمیں، اَن گنت

کانچناں در بزمِ شاہنشہ سزد
جو بادشاہ کی مجلس کے لائق ہوں

زر گرفت آں مرد و شد مشغولِ کار
اُس مرد نے سونا لیا اور کام پر لگ گیا

بے خبر از حالتِ ایں کارزار
وہ اِس خراب کام کی حالت سے بے خبر (تھا)

پس حکیمش گفت کایے سلطانِ مہ
پھر طبیب نے اُس سے کہا اے بڑے بادشاہ!

آں کنیزک را بایں خواجہ بدہ
وہ لونڈی اُس سردار (سُنار) کو دیدے

تا کنیزک در وصالش خوش شود
تاکہ لونڈی اُس کے وصل سے خوش ہو جائے

آبِ وصلش دفعِ ایں آتش[2] شود
اور اُس کے وصل کا پانی اُس آگ کا دافع ہو

شہ بدو بخشید آں مہ روئے را
بادشاہ نے وہ چاند سے مکھڑے والی اسکو بخش دی

جفت کرد آں ہر دو صحبت جوئے را
اُن دونوں وصل چاہنے والوں کا نکاح کر دیا

مدّتِ شش ماہ میراندند کام
چند مہینوں کی مدت تک اُنہوں نے مقصد براری کی

تا بصحت آمد آں دختر تمام
یہاں تک کہ اُس لڑکی کو پوری صحت ہو گئی

بعد ازاں از بہرِ او شربت بساخت
اس کے بعد اس (طبیب) نے اُس کے شربت بنایا

تا بخورد و پیشِ دختر می گداخت
جس کو وہ پیتا اور لڑکی کے سامنے گھلتا تھا

چوں ز رنجوری جمالِ او نماند
جب مرض کی وجہ سے اُس کا حُسن نہ رہا

جانِ دختر در وبالِ او نماند
تو لڑکی کی جان اُس کے وبال میں نہ رہی

چونکہ زشت و ناخوش و رخ زرد شد
چونکہ بدصورت اور ناگوار اور زرد رُو ہو گیا

اندک اندک در دلِ او سرد[3] شد
آہستہ آہستہ اُس کے دل میں عشق ٹھنڈا ہو گیا

عشقہائے کز پئے رنگے بُود
وہ عشق جو رنگ کی خاطر ہوتا ہے

عشق نبود عاقبت ننگے بُود
عشق نہیں ہوتا، انجام کار ذلت اور رسوائی ہوتی ہے

---

[1] شمع۔ موم بتی یہاں مراد لونڈی ہے۔ طراز۔ ملکِ چین کا ایک حُسن خیز شہر ہے۔ مخزن۔ خزانہ۔ بدو۔ باد تسلیم۔ سپرد کرنا سوار۔ سین کے کسرہ کے ساتھ، ہاتھ کا کنگن۔ طوق۔ گلے کا زیور۔ خلخال پاؤں زیب۔ کمر۔ پٹکا، کمر کی پٹی۔ انواع۔ نوع کی جمع، قسم۔ اوانی۔ آنیہ کی جمع، برتن۔ تصدیر اکر کی ضد۔ خواجہ۔ یعنی سُنار

[2] آتش۔ تاء پر کسرہ اور فتحہ دونوں درست ہیں۔ صحبت کردن۔ نکاح کر دینا۔ صحبت جوئے۔ وصل چاہنے والا۔ کام بمقصد بساخت۔ یعنی طبیب نے زر گر کے لئے ایک زہر آلود شربت تیار کیا جس کو پی کر وہ گھلنے لگا۔ گداختن۔ گھلنا، پگھلنا۔ رنجوری۔ مرض۔ وبال۔ مصیبت مراد عشق ہے۔

[3] سرد شد۔ سچا عشق نہ تھا محض صورت پرستی تھی، صورت بگڑنے سے عشق زائل ہو گیا۔ ننگ۔ شرم، عار۔

کاشکے آں ننگ بودے یکسری
کاش وہ عار (عشقِ حسنِ ظاہری) پائیدار ہوتا

تا نرفتے بر دے آں بد داوری
تاکہ اُس پر یہ ظلم نہ ہوتا

خوں دویدے از چشم ہمچوں جوئے او
اُس کی نہر جیسی آنکھوں سے خون بہنے لگا

دشمنِ جان دے آمد روئے او
(اور) اُس کا چہرہ اُس کی جان کا دشمن بنا

دشمنِ طاؤس آمد پرِ او
مور کے دشمن اُس کے پر ہوئے

اے بسا شہ را بکشتہ فرِّ او
(اور) بہت سے شاہوں کو اُنکی شان و شوکت نے مارا

چونکہ زرگر از مرض بدحال شد
جب سُنار مرض سے بد حال ہو گیا

در گدازش شخص او چوں نال شد
(اور) اُسکا جسم پگھل کر قلم کے ریشہ کی طرح ہو گیا

گفت من آں آہوم کز ناف من
اُس نے کہا، میں وہ ہرن ہوں کہ میری ناف سے

ریخت آں صیاد خونِ صافِ من
اس صیاد نے میرا صاف خون بہا دیا

اے من آں روباہِ صحرا کز کمیں
اے (مخاطب) میں جنگل کی وہ لومڑی ہوں کہ گھات میں بیٹھکر

سر بُریدندم برائے پوستیں
پوستین کے لئے اُنہوں نے میرا سر کاٹ لیا

اے من آں پیلے کہ زخم پیلباں
میں وہ ہاتھی ہوں کہ پیلبان کے زخم نے

ریخت خونم از برائے استخواں
ہڈیوں کی خاطر میرا خون بہا دیا

آنکہ کشتستم پئے مادونِ من
جس نے مجھے مجھ سا کم تر کی خاطر مار ڈالا

می نداند کہ نخسپد خونِ من
اُس کو معلوم نہیں کہ میرا خون رائیگاں نہ جائیگا

بر من ست امروز فردا بر وے ست
(مصیبت) آج مجھ پر اور کل اُس پر ہے

خونِ چوں من کس چنیں ضائع کے ست
مجھ جیسے آدمی کا خون یوں رائگاں کیسے ہو سکتا ہے

گرچہ دیوار افگند سایہ دراز
اگرچہ دیوار لمبا سایہ ڈالتی ہے

باز گردد سوئے او آں سایہ باز
لیکن وہ سایہ پھر اُس کی طرف لوٹتا ہے

ایں جہاں کوہ ست و فعلِ ما ندا
یہ دنیا ایک پہاڑ ہے اور ہمارا فعل آواز

سوئے ما آید ندا ہا را صدا
آوازوں کی گونج ہماری طرف لوٹتی ہے

ایں بگفت و رفت در دم زیرِ خاک
یہ کہا اور فوراً زیرِ زمین چلا گیا

آں کنیزک شد ز درد و رنج پاک
وہ لونڈی درد و غم سے نجات پا گئی

زانکہ عشقِ مُردگاں پایندہ نیست
اسلئے کہ مُردوں سے عشق پائیدار نہیں ہے

چونکہ مُردہ سوئے ما آیندہ نیست
اس لئے کہ مُردہ ہماری طرف واپس آنے والا نہیں ہے

لہ کاشکے۔ حرف تمنا ہے۔ یکسری۔ پائیدار۔ داوری۔ حکومت، انصاف۔ بد داوری۔ ناانصافی، ظلم۔ یعنی عشقِ مجازی میں بھی اگر پائیداری ہوتی تو وہ ننگ نہ شمار ہوتا۔

روئے او۔ یعنی اُس زرگر کی خوبصورتی اُسکی ہلاکت کا سبب بنی۔

گدازش حاصل مصدر ہے گداختن کا، پگھلنا، لاغر ہونا۔ نال۔ قلم کے بیچ کا ریشہ۔ گفت۔ اگلے چار شعر زرگر کا مقولہ ہیں۔

کز ناف من۔ ممتن کے ہرن اس لئے مارے جاتے ہیں کہ اُن کے نافہ میں سے مُشک نکلتا ہے کیمن۔ کسی کی گھات میں بیٹھنا۔

سے پوستین۔ لومڑی کی کھال سے پوستین بنایا جاتا ہے۔ استخواں۔ ہاتھی دانت کی طرح ہاتھی کی ہڈی بھی قیمتی ہوتی ہے۔ مادون۔ کمتر۔ زرگر نے بادشاہ کو کمتر اس لئے کہا کہ وہ کنیزک کا معشوق تھا اور بادشاہ ناکام عاشق۔ نخسپد۔ یعنی میرے خون کا بدلہ لیا جائیگا خون رائگاں نہ جائیگا۔

ہ گرچہ دیوار۔ مولانا نے جزاءِ عمل کو دو مثالوں سے سمجھایا ہے کہ گناہگار کا عمل بصورتِ جزا اس کی طرف لوٹتا ہے۔ نداء۔ پکارنا۔ آواز دینا۔ صدا۔ گونج جو پہاڑ یا کنوئیں وغیرہ سے ٹکرا کر آواز کے بعد سنائی دیتی ہے۔ دردم۔ فوراً اسی وقت۔ درگل۔ یعنی ناف، مشک نافہ میں رہتا۔

عشقِ زندہ[1] در رواں و در بصر — ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر
زندہ کا عشق روح اور آنکھ باطن و ظاہر میں — ہر وقت غنچہ سے بھی زیادہ تر و تازہ رہتا ہے

عشقِ آں زندہ گزیں کو باقی ست — وز شرابِ جانفزایت ساقی ست
اُس زندہ کا عشق اختیار کر جو سدا رہنے والا ہے — اور جانفزا شراب سے تجھے سیراب کرنے والا ہے

عشقِ آں بگزیں کہ جملہ انبیا — یافتند از عشقِ اُو کار و کیا
اُس کا عشق اختیار کر کہ تمام نبیوں نے — اُس کے عشق سے عزّ و شرف پایا

تو مگو ما را بداں شہ بار نیست — بر کریماں کار ہا دشوار نیست
تو یہ نہ کہہ کہ ہماری رسائی اُس بادشاہ تک نہیں ہے — کریموں پر بڑے کام دشوار نہیں ہوتے

در بیانِ آنکہ کشتنِ مردِ زرگر باشارۂ الٰہی بود نہ بخیالِ باطل

اِس بیان میں کہ سُنار کو مارنا خدائی اشارہ پر تھا، نہ کسی بُرے خیال سے

کشتنِ آں مرد بر دستِ حکیم — نے پئے امّید بود و نے ز بیم
اُس مرد کا طبیب کے ہاتھ سے ہلاک ہونا — نہ کسی اُمید کی بنا پر تھا نہ کسی خوف سے

اُو نکشتش از برائے طبعِ شاہ — تا نیامد امر[2] و الہامِ الٰہ
اُس نے بادشاہ کی خاطر سے اُسے قتل نہیں کیا — جب تک کہ اللہ کی طرف سے حکم اور الہام نہ آیا

آں پسر را کش خضر[3] ببرید حلق — ہیچ آں را در نیابد عام خلق
وہ لڑکا جس کا خضرؑ نے گلا کاٹا تھا — اُس کا بھید عام مخلوق نہیں سمجھ سکتی

آنکہ از حق یابد اُو وحی و خطاب — ہر چہ فرماید بود عین صواب
جو شخص اللہ کی جانب سے وحی اور خطاب پاتا ہے — وہ جو کچھ کہتا ہے بالکل درست ہوتا ہے

آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست — نائبِ ست و دستِ اُو دستِ خداست
جو جان عطا کرتا ہے اگر قتل بھی کرے تو جائز ہے — وہ (اللہ کا) قائم مقام ہے اور اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے

ہمچو[4] اسمٰعیل پیشش سر بنہ — شاد و خنداں پیشِ تیغش جاں بدہ
حضرت اسمٰعیلؑ کی طرح اُس کے سامنے سر جھکا دے — اور ہنسی خوشی اُس کی تلوار سے قتل ہو جا

تا بماند جانت خنداں تا ابد — ہمچو جانِ پاک احمدؐ با اَحد
تاکہ تیری روح ہمیشہ خوش رہے — جس طرح کہ احمد مجتبیٰؐ کی روح پاک اللہ کے ساتھ

عاشقاں جامِ فرح آنگہ کشند — کہ بدستِ خویش خوباں شاں کشند
عاشق خوشی کا جام اُس وقت پیتے ہیں — جبکہ معشوق اپنے ہاتھ سے اُن کو قتل کرتے ہیں

---

[1] زندہ یعنی خدائے حی و قیوم — گزیں۔ اختیار کر، صیغۂ امر ہے گزیدن مصدر سے۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا، روح کو قوت دینے والا۔ کیا۔ خداوند، کارفرما۔ کار و کیا یافتند۔ یعنی عزّ و شرف پایا۔ شہ۔ شاہ کا مخفف، یعنی اللہ تعالیٰ۔ بر کریماں۔ یعنی حق تعالیٰ کریم و کارساز ہے وہ اپنے فضل و کرم سے کامیابی و بار یابی مرحمت فرمائیگا۔ نے پئے۔ یعنی طبیب کا زرگر کو ہلاک کرنا بادشاہ سے لالچ یا خوف کی وجہ سے نہیں تھا۔

[2] امر۔ حکم۔ الہام۔ جو بات خدا کی طرف سے دل میں ڈالی جائے۔ الٰہ۔ معبود، اللہ تعالیٰ۔ خضر۔ حضرت خضر علیہ السلام، جنہوں نے ایک بچّہ کو قتل کیا تھا، قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کی مصلحت یہ تھی کہ بچّہ کافر ہوتا اور اس کے کفر کی وجہ سے والدین کے ایمان کو خطرہ تھا۔ نائب۔ قائمقام یعنی جو خدا کے حکم سے قتل کرتا ہے اُس کا ہاتھ دراصل خدا کا ہاتھ ہے۔

[3] خضرؑ کا لڑکے کو قتل کرنا — [4] ہمچو اسمٰعیل۔ حضرت اسمٰعیلؑ سے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے تمہاری قربانی دوں تو فوراً حضرت اسمٰعیلؑ نے سر اطاعت خم کر دیا۔ اسمٰعیلؑ کے سر کو تسلیم و رضا کی بنا پر مقام قرب حاصل ہوا

شاہ[1] آں خوں از پئے شہوت نکرد — تو رہا کن بدگمانی و نبرد
وہ خون بادشاہ نے شہوت کی خاطر نہیں کیا — تو (اس معاملہ میں) بدگمانی اور جھگڑے کو چھوڑ دے

تو گماں کردی کہ کرد آلودگی — در صفائے غش کے ہلد پالودگی
تو نے یہ گمان کیا کہ وہ خواہش نفسانی سے آلودہ تھا — (لیکن) صاف میں صفائی کھوٹ کو کب چھوڑتی ہے

بہرِ آنست ایں ریاضت ہا و جفا — تا بر آرد کورہ از نقرہ خفا
یہ محنت اور مشقت تو اس لئے ہے — کہ بھٹی چاندی سے میل کو نکال دے

بہرِ آنست امتحانِ نیک و بد — تا بجوشد، بر سر آرد زر زبد[2]
کھرے اور کھوٹے کا امتحان اس لئے ہے — تاکہ وہ جوش میں آئے اور سونا اپنا میل اوپر لے آئے

بگذر از ظنِ خطا اے بدگماں — اِنَّ بَعضَ الظَّنِّ اِثمٌ[3] را بخواں
اے بدگمان! غلط گمان چھوڑ دے — "بے شک بعض گمان گناہ ہیں" کو پڑھ

گر نبودش کار زِ الہامِ الٰہ — اُو سگے بودے دِرانندہ نہ شاہ
اگر اس کا کام خدا کے الہام سے نہ ہوتا — تو وہ پھاڑ کھانے والا کتا ہوتا، بادشاہ نہ ہوتا

پاک بود از شہوت و حرص و ہوا — نیک کرد اُو لیک نیکِ بدنما
وہ شہوت اور حرص و ہوس سے پاک تھا — اُس نے اچھا کیا لیکن اچھا بظاہر برا

گر خضر در بحر کشتی را شکست — صد درستی در شکستِ خضر ہست
اگر خضرؑ نے سمندر میں کشتی توڑ دی — لیکن خضرؑ کے توڑنے میں سو درستیاں تھیں

وہم موسیٰؑ با ہمہ نور و ہنر — شد ازاں محجوب[4] تو لے پر مپر
باوجود تمام نور و ہنر کے موسیٰؑ کا خیال — اُس تک نہ پہنچا، تو بھی بے پر کی نہ اڑا

آں گلِ سُرخ است تو خوش مخواں — مستِ عقل ست او تو مخبوش مداں
وہ سُرخ پھول ہے تو اُس کو خون نہ کہہ — وہ عقل سے مست ہے تو اُس کو دیوانہ نہ سمجھ

گر بدے خونِ مسلماں کام اُو — کافرم گر بُردے من نامِ اُو
اگر مسلمان کا خون بہانا اُس کا مقصود ہوتا — تو میں کافر ہوتا اگر اُس کا نام بھی لیتا

می بلرزد عرش از مدحِ شقی — بدگماں گردد ز مدحش متقی
بدبخت (اور سنگدل) کی تعریف سے عرش لرزتا ہے — اور اُسکی تعریف سے پرہیزگار بدگماں ہو جاتا ہے

شاہ بود و شاہ بس آگاہ بود — خاص بود و خاصۂ اللہ بود
وہ بادشاہ تھا اور بہت باخبر بادشاہ تھا — وہ خاص تھا اور اللہ تعالیٰ کا مخصوص تھا

[1] شاہ۔ بادشاہ کا زرگر کو قتل کرانا اشارۃً خداوندی سے تھا۔ غش۔ کھوٹ۔ ہلد۔ حاصل مصدر ہے ہلیدن سے چھوڑنا۔ پالودگی۔ صفائی۔ مجفا۔ جیم کے ضمہ کے ساتھ سونے اور چاندی کا میل۔ کورہ۔ بھٹی، جس میں چیزوں کو پگھلایا اور تپایا جاتا ہے۔

[2] زبد۔ جھاگ، یعنی جس طرح سونا بھٹی میں جا کر نکھرتا ہے اسی طرح انسان کے نفسانی رذائل ریاضت سے دور ہوتے ہیں۔ ظن خطا۔ بدگمانی۔ اثم گناہ۔ درانندہ۔ پھاڑنے والا۔ نیک بدنما۔ بباطن نیک اور بظاہر برا۔ خضرؑ۔ خضرؑ کے کشتی توڑنے کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے جو بظاہر بری بات تھی لیکن اس میں مصلحتیں پوشیدہ تھیں [3] محجوب پردے میں آیا ہوا۔ یعنی حضرت موسیٰؑ با این ہمہ نور و ہنر اُس مصلحت تک نہ پہنچ سکے جو حضرت خضرؑ کے پیش نظر تھی۔ آں گل اشارہ بادشاہ کی طرف ہے۔ بُدے۔ بودے کا مخفف ہے۔ کام۔ مقصد و غرض۔ شقی۔ بدبخت۔ سنگدل۔ متقی۔ پرہیزگار۔ آگاہ۔ یعنی عارف باللہ۔

آں کسے را کش چنیں شاہے کُشد — سوئے تخت و بہتریں جامے کشد
وہ آدمی جس کو ایسا بادشاہ قتل کرتا ہے — اُس کو تخت اور بہترین مرتبہ عنایت فرماتا ہے

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد — آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
وہ آدمی جان لیتا ہے تو سو جانیں دیتا ہے — (بلکہ) اتنا دیتا ہے کہ جو تیرے خیال میں بھی نہیں آسکتا

قہرِ خاصے از برائے لطفِ عام — شرع می دارد رَوا بگذار گام
عام مہربانی کے لئے کسی خاص پر قہر — شریعت جائز رکھتی ہے قدم آگے بڑھا

گر ندیدے سُودِ او در قہرِ او — کے شدے آں لطفِ مطلق قہر جُو
اگر (اللہ تعالیٰ) اُس کا فائدہ قہر میں نہ دیکھتا — تو وہ سراپا لطف و کرم، قہر کیوں کرتا

طفل می لرزد ز نیشِ احتجام — مادرِ مُشفق دراں غم شاد کام
بچے لگانے کی تکلیف سے بچہ تو لرزتا ہے — (لیکن اُس کی) مہربان ماں اِس تکلیف سے خوش ہوتی ہے

تو قیاس از خویش می گیری و لیک — دُور دُور افتادہ بنگر تو نیک
تو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے، لیکن — تو غور کر (حقیقت سے) بہت دور جا پڑا ہے

پیشتر آتا بگویم قصّہ — بُوکہ یابی از بیانم حصّہ
میرے قریب آ تاکہ تجھے ایک قصہ سناؤں — ہو سکتا ہے کہ تو میرے بیان سے کچھ حصہ حاصل کرلے

حکایتِ مردِ بقّال و طوطی و روغن ریختن طوطی دُکان

ایک بنیے اور طوطی کا قصہ اور طوطی کا دُکان کے اندر تیل بہانا

بودِ بقّالے مرا او را طوطیے — خوشنوا و سبز و گویا طوطیے
ایک بنیا تھا اور اُس کی ایک طوطی تھی — جو خوش آواز، سبز رنگ اور بولنے والی طوطی تھی

بر دُکاں بودے نگہبانِ دُکاں — نکتہ گفتے با ہمہ سوداگراں
(یہ طوطی) دکان پر دکان کی حفاظت کرتی تھی — اور تمام سوداگروں سے دلچسپ باتیں کرتی تھی

در خطاب آدمی ناطق بُدے — در نوائے طوطیاں حاذق بُدے
وہ آدمیوں سے خطاب کرنے میں اُن جیسی باتیں کرتی — اور طوطیوں کے ساتھ نوا سنجی میں ماہر تھی

خواجہ روزے سوئے خانہ رفتہ بود — در دُکاں طوطی نگہبانی نمود
مالک ایک دن اپنے گھر کو گیا تھا — طوطی دُکان کی حفاظت کر رہی تھی

گربۂ برجَست ناگہ در دُکاں — بہرِ موشے، طوطیک از بیم جاں
اچانک ایک بلّی دکان میں کود ی — ایک چوہے کیلئے، اور بیچاری طوطی اپنی جان کے

خوف سے

لہ کش۔ کر اش کا مخفف ہے قہرِ خاصے۔ یعنی اُس زرگر کا قتل ظلم نہ تھا اور اگر ظلم مان بھی لیا جائے تو عام مصلحت اور مفاد کے پیشِ نظر کسی ایک پر ظلم جائز ہے۔ گر ندیدے۔ یعنی زرگر کے قتل ہی میں زرگر کا فائدہ تھا۔

لہ احتجام پچنے لگوانا یعنی خونِ فاسد جسم سے نکالنے کے لئے عمل جراحی کرانا۔ مُشفق۔ ہمدرد، مہربان

تو قیاس الخ۔ یعنی اللہ کے کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس نہ کر۔ بُوکہ۔ یعنی شاید کہ ممکن ہے۔

لہ بقّال۔ سبزی فروش کو کہتے تھے، پھر بنیے کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ ناطق۔ قوتِ گویائی رکھنے والا۔ حاذق۔ ماہر ازیرک و چالاک۔ جستن۔ جیم کے فتح کے ساتھ، کودنا۔ طوطیک۔ کاف تصغیر کا ہے۔

جست از صدرِ دکاں بہر گریخت
بھاگنے کے لئے دکان کی بیچ میں کودی

شیشہ ہائے روغنِ گل را بریخت
(اور) روغنِ گل کی شیشیاں بہا دیں

از سوئے خانہ بیامد خواجہ اش
اُس کا مالک گھر سے (واپس) آیا

بر دکاں بنشست فارغ[1] شاد و خوش
(اور) خوش خوش اطمینان سے دکان پر بیٹھ گیا

دید پُر روغن دکان و جامہ جریب
(لیکن) دکان کو تیل سے بُرا اور کپڑوں کو چکنا دیکھ کر

بر سرش زد، گشت طوطی کُل[2] ز ضرب
اُس کے سر پر ایسی مار لگائی کہ طوطی گنجی ہو گئی

روز کے چندے سخن کوتاہ کرد
چند دن تک (طوطی نے) بات کرنی چھوڑ دی

مردِ بقال از ندامت آہ کرد
بیچارے نے ندامت و افسوس سے آہ کی

ریش بر می کند و می گفت اے دریغ
(وہ اپنی) داڑھی کو نوچتا اور کہتا تھا ہائے افسوس

کافتابِ نعمتم شد زیرِ میغ[3]
میری نعمت کا سورج بدلی میں آ گیا

دستِ من بشکستہ بود اے آں زباں
کہ زدم من بر سرِ آں خوش زباں
اُس وقت میرے ہاتھ ٹوٹ گئے ہوتے
جب میں نے اُس خوش زبان (طوطی) کے سر پر (یہ ظالمانہ) ضرب لگائی تھی

ہدیہ ہا می داد ہر درویش را[4]
وہ ہر فقیر کو تحفے تقسیم کر رہا تھا

تا بیاید نطقِ مرغِ خویش را
تاکہ اپنی طوطی کی گویائی کو پالے

بعدِ سہ روز و سہ شب حیران و زار
تین دن اور تین رات کے بعد حیران و بیقرار

بر دکاں بنشستہ بد نومید وار
مایوسی کی حالت میں دکان پر بیٹھا تھا

با ہزاراں غصہ و غم گشتہ جفت
ہزاروں رنج اور غم میں مبتلا

کائے عجب! ایں مرغ کے آید بگفت
ہائے تعجب! یہ طوطی کب بولے گی؟

می نمود آں مرغ را ہر گوں شگفت
ہر قسم کی انوکھی چیزیں اُس پرندہ کو دکھاتا تھا

وز تعجب[5] لب بدنداں می گرفت
اور پھر تعجب سے اپنے ہونٹ کاٹتا تھا

دمبدم می گفت با او ہر سخن
ہر وقت اُس سے طرح طرح کی باتیں کرتا تھا

تا کہ باشد کاندر آید در سخن
کہ شاید وہ باتیں کرنے لگے

بر اُمیدِ آنکہ مرغ آید بگفت
اِس اُمید پر کہ پرندہ بول پڑے

چشم او را با صُوَر[6] می کرد جفت
(مختلف قسم کی) تصویریں اُسے دکھاتا

ناگہانی جولقی[7] می گذشت
اتفاقاً ایک گدڑی پوش اُدھر سے گزر رہا تھا

با سرِ بے مو چو پشتِ طاس و طشت[8]
جس کا سر بالکل اوندھی پشت کی طرح (بالوں سے صاف) تھا۔

---

[1] فارغ۔ یعنی بے فکر
[2] کُل۔ گنجا، جس کے سر پر بال نہوں۔ ضرب۔ چوٹ، مارنا۔ روز کے۔ کاٹ زائد ہے۔ ریش۔ داڑھی کندن۔ اکھاڑنا، کھودنا، نوچنا۔ میغ۔ ابر۔
[3] دریغ۔ افسوس۔ دال کے فتح کے ساتھ، بمعنی فقیر، بھکاری اور دال کے ضمہ کے ساتھ دلیر اللہ کیلئے بولا جاتا ہے۔ تفقد۔ گرانی مرغ۔ پرند، مراد طوطی ہے زار۔ عاجز و خوار، ذلیل نومید وار۔ مایوس، غمگین۔ شگفت۔ عجیب اور انوکھی، شاید وہ ایسی چیز کو دیکھ کر بول پڑے۔
[4] درویش۔ فقیر۔ اور جب وہ اس پر بھی نہ بولتی تھی تو
[5] تعجب سے ہونٹ کاٹتا تھا۔ گفت۔ گفتگو۔
[6] صُوَر۔ صورت کی جمع، یعنی شاید تصویریں دیکھ کر بول پڑے۔
[7] جولقی۔ کمل پوش فقیر۔
[8] طاس۔ بڑا تھال۔ طشت۔ تھال۔

طوطی اندر گفت آمد آں زماں
طوطی (اُس کو دیکھ کر) فوراً بول پڑی

بانگ بر رویش زدہ چوں عاقلاں
اُس کو پکارا اور عقلمندوں کی طرح (سوال کیا)

کز چہ اے کُل باکلاں آمیختی
اے تجھ! تو گنجوں میں کیوں شامل ہوا؟

نو مگر از شیشہ روغن ریختی
شاید تو نے بھی شیشی سے تیل گرایا ہے

از قیاسش خندہ آمد خلق را
اُس کے اس قیاس سے لوگ ہنس پڑے

کُو چو خود پنداشت صاحب دلق را
کہ اُس نے گدڑی والے کو اپنا جیسا سمجھا

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
پاک لوگوں کے کام کو اپنے پر قیاس مت کر

گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر
اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) یکساں ہوتا ہے

شیر آں باشد کہ مردم را درد
اور شیر وہ ہے جو آدمیوں کو پھاڑتا ہے

کم کسے زابدالِ حق آگاہ شد
بہت کم کوئی خدا کے ابدال سے واقف ہوا

نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود
اچھا اور بُرا ان کی آنکھ میں یکساں نظر آیا

اولیاء را ہمچو خود پنداشتند
اور اولیا کو اپنا جیسا سمجھ لیا

ماوایشاں بستہ خوابیم و خور
ہم اور وہ سونے اور کھانے پینے میں پابند ہیں

ہست فرقے در میاں بے منتہی
کہ اِن دونوں میں بے انتہا فرق ہے

ایں نہ دانستند ایشاں از عمیٰ
اندھے پن سے وہ یہ نہ سمجھے

لیک زیں شد نیش و زاں دیگر عسل
لیکن اِس سے ڈنک اور اُس سے شہد بنا

ہر دو گوں زنبور خوردند از یک محل
دونوں قسم کی بھڑوں نے ایک ہی جگہ سے کھایا

زیں یکے سرگیں شد و زاں مشکناب
اُس ایک کا گوبر بنا اور دوسرے کا خالص مُشک

ہر دو گوں آہو گیا خوردند آب
دونوں قسم کے ہرنوں نے گھاس اور پانی کھایا پیا

آں یکے خالی و آں پُر از شکر
لیکن ایک کھوکھلی اور دوسری شکر سے بھری ہوئی ہے

ہر دو نے خوردند از یک آبخور
دونوں نرسلوں نے ایک گھاٹ سے پانی پیا

۱؎ دلق - گدڑی۔
۲؎ عمیٰ - اندھا پن - کفر، گمراہی - منتہی - انتہا۔ گوں - قسم، زنبور - بھڑ، شہد کی مکھی - محل - جگہ - نیش - ڈنک - عسل - شہد - سرگین - گوبر، میگنی، ناب - خالص۔

صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں
اس طرح کی لاکھوں مثالیں تیرے سامنے ہیں

فرق شاں ہفتاد سالہ راہ بیں
لیکن اُنمیں ستر سالہ راہ کا فرق دکھائی دیتا ہے

ایں[1] خورد گردد پلیدی زو جدا
یہ کھاتا ہے تو نجاست اِس سے نکلتی ہے

واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا
اور وہ جو کچھ کھاتا ہے، سب خدا کا نور بنجاتا ہے

ایں خورد زاید ہمہ بُخل و حَسَد
یہ کھاتا ہے تو سراسر بخل اور حسد پیدا ہوتا ہے

واں خورد زاید ہمہ نورِ اَحَد
اور وہ کھاتا ہے تو سب خدا کا نور بنجاتا ہے

ایں زمین پاک و آں شورست و بَد
یہ پاک زمین ہے اور وہ شور اور خراب

ایں فرشتہ پاک و آں دیوست و دَد
یہ پاک فرشتہ ہے اور وہ بھوت اور درندہ

ہر دو صورت گر بہم ماند رواست
دونوں صورتیں اگر ایک جیسی ہیں ٹھیک ہے

آبِ تلخ و آبِ شیریں اصفا است
نمکین اور شیریں پانی میں صفائی موجود ہے

جز کہ صاحب ذوق نشناسد صواب
سوائے صاحب ذوق کے کوئی نہیں پہچان سکتا ہے بھلے

اُو شناسد آبِ خوش از شورہ آب
کہ وہی میٹھے اور کھاری پانی کو پہچانتا ہے

جز کہ صاحب ذوق نشناسد طُعُوم
صاحب ذوق کے سوا ذائقہ کو کوئی نہیں پہچان سکتا

شہد را ناخوردہ کے داند ز موم
جس نے شہد نہ چکھا وہ شہد اور موم میں امتیاز کب کر سکتا ہے

سحر را با معجزہ کردہ قیاس[2]
جادو کو معجزہ پر قیاس کر کے

ہر دو را بر مکر پندارد اساس[3]
دونوں کی بنیاد مکر و فریب پر سمجھتا ہے

ساحراں با موسیٰ[4] از استیزہ را
جادوگروں نے موسیٰ سے لڑائی کے لئے

برگرفتہ چوں عصائے اُو عَصا
اُن کی لاٹھی جیسی لاٹھی اٹھائی

زیں عصا[5] تا آں عصا فرقیست ژرف
لیکن اِس لاٹھی اور اُس لاٹھی میں گہرا فرق ہے

زیں عمل تا آں عمل راہے شگرف
اِس کام میں اور اُس کام میں بڑا فاصلہ ہے

لعنۃ اللہ ایں عمل را در قفا
اِس کام کے پیچھے اللہ کی لعنت ہے

رحمۃ اللہ آں عمل را در وفا
اُس کام میں اللہ کی رحمت شامل حال ہے

کافراں اندر مرے بوزینہ طبع
کافر لوگ جھگڑا کرنے میں بندر کی خصلت رکھتے ہیں

آفتے آمد درونِ سینہ طبع
(اور اُن کی یہ خصلت) سینہ میں چھپی ہوئی ایک آفت ہے

ہر چہ مردم می کند بوزینہ ہم
جو کچھ انسان کرتا ہے بندر بھی کرتا ہے

آں کند کز مرد بیند و مبدم
جو انسان سے پے در پے دیکھتا ہے وہ کرتا ہے

[1] ایں خورد بہر حال بزرگوں کو اپنے اوپر قیاس نہ کرنا چاہئے بہت سی چیزوں کے کام یکساں ہیں لیکن نتائج جداگانہ ہیں۔ دیو۔ بھوت، شیطان۔ دد۔ درندہ صفا۔ میٹھا اور کھاری پانی دونوں صاف ہوتے ہیں۔ بیاب۔ یافتن سے امر کا صیغہ ہے۔ صاحب ذوق۔ جو چکھ کر ذائقوں میں فرق کر سکے۔ ناخوردہ۔ جس شخص نے کبھی شہد نہ کھایا ہو وہ موم اور شہد میں کیا فرق کر سکتا ہے۔

[2] اساس۔ بنیاد، ساحراں۔ جادوگر۔ استیزہ۔ جھگڑا۔ از۔ زیادہ ہے دوسرے نسخے میں انا استیزہا ہے۔ اس میں از زیادہ ہوگا۔ ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ میر تناک۔ عجیب۔

[3] عصا۔ لاٹھی۔ قفا۔ گدی، پیچھے وفا۔ وعدہ پورا کرنا، دوستی نبھانا، مراد کا اماد ہے، جھگڑا کرنا۔ بوزینہ۔ بندر۔ طبع طبیعت۔ دم بدم۔ بندر انسان کے مسلسل حرکات کو دیکھ کر اسکی نقل اتارتا ہے۔

اُو گماں بُردہ کہ من کردم چو اُو
اُس نے گمان کیا کہ میں نے اس کی طرح کیا

فرق[1] را کے بیند آں استیزہ جُو
وہ لڑاکا فرق کو کب دیکھتا ہے؟

ایں کند از امر و آں بہر ستیز
یہ (مومن) حکم خداوندی کرتا ہے اور وہ (کافر) جھگڑے کیلئے

بر سرِ استیزہ رویاں خاک ریز
جھگڑا کرنے والوں کے سر پر خاک ڈال

آں منافق با موافق در نماز
وہ منافق مومن کے ساتھ، نماز میں

از پئے استیزہ آید نے نیاز
مقابلہ کے لئے آتا ہے نہ کہ نیازمندی کیلئے

در نماز و روزہ و حجّ و زکوٰۃ
نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ میں

با منافق مُومناں در بُردو مات
مومن، منافق کے ساتھ جیت اور ہار میں ہیں

مُومناں را بُرد باشد عاقبت
انجام کار مومنوں کی جیت ہوگی

بر منافق مات اندر آخرت
آخرت میں منافق کو ہار ہوگی

گرچہ ہر دو سر بسر یک بازی اند
اگرچہ دونوں ایک بازی لگاتے ہوئے ہیں

لیک با ہم مَروزی و رازی اند
لیکن یہ دونوں مَرو اور رے کے باشندہ ہونے کی طرح (باہم مختلف) ہیں

ہر یکے بر وفقِ نامِ خود رَود
ہر ایک اپنے نام کے مطابق کام کرتا ہے

ہر یکے سوئے مقامِ خود رَود
ہر ایک اپنے مقام کی طرف جاتا ہے

مُومنش[2] خوانیش جانش خوش شود
تو اس کو مومن کہے تو اس کی روح خوش ہوتی ہے

ور منافق، تند و پُر آتش شود
اور اگر منافق کہے تو مشتعل اور آگ سے پُر ہو جاتا ہے

نامِ آں محبوب از ذاتِ ویست
اس کا نام اس کی ذات کی وجہ سے پیارا ہے

نامِ ایں مبغوض[3] از آفاتِ ویست
اور اس کا نام اس کی آفتوں کی وجہ سے موجب بغض و عداوت ہے

میم و واؤ و میم و لوں شریف نیست
میم اور واؤ اور میم اور نون میں کوئی شرافت نہیں ہے

لفظِ مُومن جز پئے تعریف نیست
لفظ مومن پہچان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے

گر منافق[4] خوانیش ایں نامِ دوں
اگر اس کو منافق کہے تو یہ ذلیل نام

ہمچو کژدم می خلد در اندروں
بچھو کے ڈنک کی طرح اس کے دل میں چبھتا ہے

گر نہ آں نام اشتقاقِ دوزخ[5] ست
اگر وہ نام دوزخ سے نہیں بنا ہے

پس چرا در وے مذاقِ دوزخ ست
پھر اس میں دوزخ کا ذائقہ کیوں ہے؟

زشتیِ ایں نام نَبْد از حرف نیست
بُرے نام کی بُرائی حروف کی وجہ سے نہیں ہے

تلخیِ آں آب بحر از ظرف نیست
اور اس سمندر کی پانی کی کڑواہٹ برتن کی وجہ سے نہیں ہے

---

[1] فرق۔ اصل اور نقل کے فرق کو وہ نہیں سمجھتا۔ اس منافق منافق، مومن کی نماز میں شریک ہوتا ہے لیکن اس کا مقصد عبادت نہیں بلکہ فساد ہے۔ بُرد۔ جیت۔ مات۔ ہار۔ مقام۔ جائے قیام۔ موفق۔ موافق، مطابق۔

[2] مومن۔ مومن کو مومن کہو تو وہ خوش ہوتا ہے، منافق کو منافق کہو تو وہ چڑتا ہے۔ نامِ آں۔ لفظ مومن میں مومن کی ذات کی شرافت سے شرافت آئی منافق کے بُرے حرکات کی وجہ سے یہ لفظ مبغوض بنا۔ مَروزی۔ مرو کا رہنے والا۔ رازی۔ رے کا باشندہ۔ مرو خراسان میں ہے اور رے عراق میں، ان دونوں شہروں میں بہت فاصلہ ہے۔ میم۔ یعنی مومن کے لفظ میں جس قدر حروف ہیں ان میں کوئی ذاتی شرافت نہیں ہے، دوسرے اسماء جس طرح مسمّٰی کی شناخت اور پہچان کے لئے ہوتے ہیں، یہ بھی ہے اب اس میں شرافت، مومن کے اوصاف کی وجہ سے آئی ہے جو اس کے معنی ہیں۔

[3] مبغوض۔ اس کے الفاظ میں جو ناگواری ہے وہ بھی معنی کی وجہ سے ہے۔

[4] منافق۔ اس کے الفاظ میں وہ اوصاف ملحوظ ہیں جو اس کو دوزخ میں لیجائیں گے۔

[5] دوزخ۔ منافق کے معنی میں وہ

حرف ظرف آمد درو معنی چو آب
حرف برتن ہیں اور اُن میں معنی پانی کی طرح ہیں

بحرِ تلخ و بحرِ شیریں ہمعناں
میٹھا اور شور دریا ساتھ ساتھ رواں ہے

دانکہ ایں ہر دو زیک اصلے رواں
جان لے کہ یہ دونوں ایک ہی اصل سے رواں ہیں

زر قلب و زرِ نیکو در عیار
کھوٹا سونا اور کھرا سونا پرکھنے میں

ہر کرا در جاں خدا بنہد محک
خدا جس کے دل میں کسوٹی رکھ دیتا ہے

آنچہ گفت استفت قلبک مصطفیٰ
وہ جو مصطفیٰ نے کہا اپنے دل سے فتویٰ پوچھ

درد ہان زندہ خاشاک آرجہد
زندہ کے منہ میں اگر تنکا گر جائے

در ہزاراں لقمہ یک خاشاک خورد
ہزاروں لقموں میں ایک چھوٹا سا تنکا

حسِ دنیا نردبانِ ایں جہاں
دنیا کا احساس، اس جہان کی سیڑھی ہے

صحتِ ایں حس بجوید از طبیب
اس حس کی تندرستی طبیب سے معلوم کرو

صحتِ ایں حسِ معوی تن
اس حس کی تندرستی بدن کی تندرستی سے ہے

شاہِ جاں مر جسم را ویراں کند
روح کا بادشاہ، جسم کو ویران کرتا ہے

اے خنک جانیکہ در عشق آل
بڑی مبارک ہے وہ جان جس نے عاقبت کی فکر میں

بحرِ معنیٰ عندہٗ اُمّ الکتاب
معنی کا سمندر وہ ہے جس کے پاس اُمّ الکتاب ہے

درمیاں شاں برزخ لا یبغیاں
اور اُن کے درمیاں ایک آڑ ہے یا ایک دوسرے پر چڑھتے نہیں

در گذر زیں ہر دو رو تا اصلِ آں
دونوں سے گذر کر اُن کی اصل تک پہنچ جا

بے محک ہرگز ندارد اعتبار
بغیر کسوٹی کے ہرگز قابلِ اعتبار نہیں

مر یقیں را باز داند او ز شک
بلا شبہ وہ یقین کو شک سے جدا کر لیتا ہے

آں کسے داند کہ پُر بُود از وفا
اُس کو وہی جانتا ہے جو وفاداری سے پُر ہے

آنکہ آرامد کہ بیروں نہد
تو اُس کو چین اسی وقت آتا ہے جب اس کو باہر نکال دے

چوں درآمد حسِ زندہ بے ببرد
جب آیا تو زندہ کی حس نے اُس کا پتہ لگا لیا

حسِ عقبیٰ نردبانِ آسماں
اور آخرت کا احساس، آسمان کی سیڑھی ہے

صحتِ آں حس بجو بید از طبیب
اور اُس حس کی تندرستی محبوب سے معلوم کرو

صحتِ آں حسِ تخریبِ بدن
اور اُس حس کی تندرستی بدن کی شکستگی سے ہے

بعد ویرانیش آباداں کند
اور اُس کی ویرانی کے بعد اُس کو آباد کرتا ہے

بذل کرد او خانماں و ملک و مال
(اپنا) گھر بار اور ملک و مال خرچ کر ڈالا

۱؎ بحرِ معنیٰ۔ تمام اوصاف اور معانی کا منبع حضرتِ حق کی ذات ہے جس کے پاس اُمّ الکتاب یعنی لوحِ محفوظ ہے۔ بحرِ تلخ ذاتِ باری، متضاد صفات کی حامل ہے اور ہر صفت کا مظہر دوسری صفت کے مظہر سے ممتاز ہے۔ اصل۔ صفتِ رحمۃ اور صفتِ قہر کا سرچشمہ ذاتِ واحد ہے اور سالک کا مقصد و منتہیٰ ذاتِ وحدہٗ لاشریک ہے۔ زر۔ سونا۔ قلب۔ کھوٹا عیار۔ پرکھنا۔ محک۔ کسوٹی۔ زرِ قلب۔ نیکی، بدی کسوٹی پر پرکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ محک۔ مومن کے دل میں یہ کسوٹی پیدا ہوتی ہے

۲؎ استفت۔ مفتی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں دل سے فتویٰ لے لو یہ انہی لوگوں کے لئے حکم ہے جن کے قلوب میں وہ کسوٹی پیدا ہو چکی ہے۔ عوام مفتی کے فتوے پر عمل کریں گے۔ خاشاک۔ تنکا، گھاس پھوس۔ جہد۔ جستن کا فعل مضارع ہے پتے بردن۔ سُراغ لگا لینا۔ نردبان۔ سیڑھی۔ عقبیٰ۔ آخرت، دین۔ نردبانِ آسماں یعنی جس طرح حسِ ظاہری دنیاوی ترقی کا باعث ہے اسی طرح اگر کسی کی باطنی حس بیدار ہے اور مکروہات اور گناہوں سے بچتا ہے اسکو اُخروی ترقی اور معراج حاصل ہوتی ہے۔ م

۳؎ صحت۔ یعنی محبوب خدا جو اصل حس کو بیدار کرتا ہے تو اُس کی اصل حس بیدار ہوتی ہے۔ خنک۔ خوش، مبارک۔

کرد ویراں خانہ بہر گنج زر[1]
سونے کے خزانہ کیلئے اُس نے اپنے گھر کو ویران کیا

وز ہماں گنجش کند معمور تر
اور اُسی خزانے سے پھر گھر بہت زیادہ آباد کر دیتا ہے

آب را ببرید و جُو را پاک کرد
اُس نے پانی کو بند کیا اور نہر کو پاک کیا

بعد ازاں در جُو رواں کرد آبِ خورد
پھر اُس نے نہر میں پینے کا پانی چھوڑ دیا ہے

پوست را بشگافت پیکاں را کشید
کھال میں شگاف کیا، تیر کو کھینچ

پوستِ نو بعد ازاں بر دمید
نئے کے بعد نئی کھال اُس سے پیدا ہو گئی

قلعہ ویراں کرد واز کافر بِرَست
اُس نے قلعہ کو ویران کیا اور کافر سے چھینا ہے

بعد زاں بر سالفش صد بُرج و سُدّ
اُس کے بعد اُس پر سینکڑوں بُرج اور فصیلیں بنائیں ہیں

کارِ بیچوں را کہ کیفیت نہد
بیچوں کے کام کی کیفیت کون بیان کرے

اینکہ گفتم از ضرورت می جہد
یہ جو کچھ میں نے کہا ہے بضرورت کہا ہے

گہ چنیں[2] بنماید و گہ ضدِ ایں
کبھی یوں جلوہ آرا ہوتا ہے اور کبھی اس کے برعکس

جز کہ حیرانی نباشد کارِ دیں
دین کا کام حیرت کے بغیر نہیں ہے

کاملاں کز سرِّ تحقیق آگہند
اہلِ کمال جو حقیقت کے راز سے آگاہ ہیں

بیخود و حیران و مست و والہ اند
بے خود، حیران اور مست اور سرگرداں ہیں

نے چنیں حیراں کہ پیشش سوئے اوست
نہ ایسے حیران کہ اُن کی پشت اس کی طرف ہو

بل چنیں حیراں کہ رُو در روئے اوست
بلکہ ایسے حیران کہ اُن کا چہرہ اُس کے سامنے ہے

آں[3] یکے را روئے او شد سوئے دوست
اُس ایک کا رُخ دوست کی جانب ہوا

وں یکے را روئے او خود روئے اوست
اور اُس ایک کا اپنا رُخ خود دوست کا رُخ ہے

روئے ہر یک می نگر میدار پاس
ہر ایک کے رُخ کو دیکھ اور ادب کر

بُو کہ گردی تو زخدمت بو شناس
ہو سکتا ہے کہ تو خدمت سے صاحب معرفت بن جائے

دیدنِ دانا، عبادت ایں بود
عالم کو دیکھنا بھی ایک عبادت ہوتی ہے

فتح ابوابِ سعادت ایں بود
اُس سے نیک بختی کے دروازے کھل جاتے ہیں

فرق درمیانِ محقق و مُدّعی و محق و مبطل

صاحبِ تحقیق اور ڈینگیں مارنیوالے اور حق گو اور جھوٹے کے درمیان فرق

چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست
چونکہ بہت سے شیطان انسانی چہرے کے ہیں

پس بہر دستے نشاید داد دست
اس لئے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہ پکڑانا چاہئے

---

[1] گنجِ زر۔ یعنی روحانی کیفیات حاصل کرنے کے لئے جسم کو لاغر کیا جاتا ہے۔ آب بُریدن۔ پانی بند کرنا۔ آبخورد۔ گھاٹ، پانی۔ ستدن۔ لینا۔ سدّ و بارہ۔ فصیل، قلعہ کو فتح کرنے ہی ویران کر دیا جاتا ہے، پھر فاتح اس کی تعمیر کرتا ہے اسی طرح جسم کو شیطان کے قبضہ سے نکالنے میں ویران کرنا پڑتا ہے، پھر روحانی کے ذریعہ اس کی تجدید کیجاتی ہے۔ کارِ بے چوں۔ خدائے یکتا سے تقرب حاصل کرنیکا بقدرِ ضرورت بیان کیا گیا ہے ورنہ اس کی پوری کیفیات بیان سے باہر ہیں۔

[2] گہ چنیں۔ تجلیاتِ رب گوناگوں ہیں سالک ان میں حیران رہتا ہے۔ کاملاں۔ جو رازِ حقیقت سے آگاہ ہیں وہ ہر معاملہ میں قدرت و حکمت کو دیکھ کر حیران اور مست رہتے ہیں حیرانی دو قسم کی ہے ایک تو وہ ہے جو شک و شبہات پیدا کرتی ہے۔ دوسری وہ ہے جو محویت پیدا کرتی ہے۔

[3] آں یکے۔ حیرانی کی محویت دو طرح کی ہے ایک میں طالب اور مطلوب متمائز ہوتے ہیں دوسری میں طالب و مطلوب میں امتیاز نہیں رہتا۔ روئے ہر یک۔ دونوں قسم کے حیران مقربینِ بارگاہِ الٰہی ہیں جنکی خدمت باعثِ عرفانِ الٰہی ہے۔ دیدن۔ شریعت نے عالم کے دیکھنے کو جو عبادت م

زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر
شکاری پرندے جیسی آواز اس لیے نکالتا ہے

تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر
تاکہ وہ پکڑنے والا، پرندے کو دھوکا دے

بشنود[1] آں مرغ بانگ جنس خویش
وہ پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سنتا ہے

از ہوا آید بیابد بر دام و نیش
(اور) فضا سے آتا ہے تو جال اور ڈنک پاتا ہے

حرف درویشاں بدزدد مردِ دوں
کمینہ آدمی فقراء کے کلمات چرا لیتا ہے

تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں
تاکہ کسی بھولے بھالے پر وہ منتر پڑھے

کارِ مرداں روشنی و گرمی ست
مردوں کا کام روشنی اور گرمی (پہنچانا) ہے

کارِ دوناں حیلہ و بیشرمی ست
(اور) کمینوں کا کام دھوکا (دینا) اور بے شرمی ہے

شیر پشمیں از برائے گد کنند
گداگری کے لیے اون کا شعیر بناتے ہیں

بو مُسَیلم را لقب احمد کنند
مُسیلمہ (کذاب) کو احمد کا لقب دیتے ہیں

بو مُسَیلم را لقب کذاب[2] ماند
مسیلہ کا لقب "کذاب" رہا

مر محمدؐ را اولوالالباب[3] ماند
(اور) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا "صاحب عقل" رہا

آں شراب حق ختامش مشکناب[4]
وہ حق کی شراب ہے جسکی مہر خالص مشک کی ہے

بادہ را اختمش بود گند و عذاب
(اور) شراب کی مہر گندگی اور عذاب ہے

داستان آں بادشاہِ جہود کہ نصرانیاں را میکشت از تعصب

اس یہودی بادشاہ کا قصہ جو عیسائیوں کو تعصب کی وجہ سے قتل کرتا تھا

بود شاہے در جہودان ظلم ساز
یہودیوں میں ایک ظالم بادشاہ تھا

دشمنِ عیسیٰؑ و نصرانی گداز
حضرت عیسیٰ کا دشمن اور عیسائیوں کو تباہ کرنیوالا

عہدِ عیسیٰ بود و نوبت[5] آنِ او
حضرت عیسیٰ کا زمانہ تھا اور اس (بادشاہ) کی حکومت تھی

جانِ موسیٰؑ او و موسیٰ جانِ او
(لیکن) وہ حضرت موسیٰ کی جان اور حضرت موسیٰ اسکی جان تھے

شاہِ اُحول کرد در راہِ خدا
بھینگے بادشاہ نے خدا کے راستہ میں

آں دو دمساز خدائی را جدا
ان دونوں (حضرت عیسیٰ اور موسیٰ) جیسے دوستوں کو جدا کر دیا

گفت اُستاد احولے را کاندر آ
ایک اُستاد نے بھینگے سے کہا اندر آ

روبروں آر از وثاق آں شیشہ را
جا گھر میں سے وہ بوتل لے آ

چوں درونِ خانہ اُحول رفت زود
جب بھینگا فوراً مکان میں گیا

شیشہ پیشِ چشمِ او دو می نمود
ایک بوتل اس کی نگاہ میں دو نظر آئیں

---

[1] بشنود۔ شکار درویشوں کا روپ بھر کر خلق اللہ کو پھانستے ہیں۔ مرد دوں۔ یعنی مکار پست۔ مرداں۔ یعنی کامل بزرگ۔ روشنی نور۔ گرمی۔ یعنی عشق کی گرمی۔ شیر پشمیں۔ گداگر اون کا مصنوعی شیر بنا کر اپنی لکڑی پر آویزاں کر لیتے تھے۔ گد۔ گداگری۔ بو مسیلم بو زیادہ ہے۔ اصل مسیلمہ ہے ہا کو ضرورت شعری کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔ اس نے یمامہ کے علاقہ میں جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے مریدوں کی طاقت سے حکومت قائم کر لی تھی، حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں شکست دیکر اس کا خاتمہ کیا۔

[2] کذاب۔ بہت جھوٹا۔ اولو۔ ذو کی جمع بمعنی صاحب اُلباب۔ لب کی جمع بمعنی عقل۔ آں۔ یعنی آنحضورؐ ختام۔ شراب کا ڈھکنا جس کو سیل کر دیتے تھے۔ مشکناب۔ خالص مشک بادہ۔ شراب، مسیلمہ مراد ہے گند۔ بدبو۔ جہود۔ یہود۔ گداز۔ گداختن سے بنا ہے بمعنی جلا دینا، فنا کر دینا۔

[3] نوبت۔ باری یعنی حکومت اس بادشاہ کی تھی۔ آن۔ وقت، زمانہ۔ اُحول۔ بھینگا، ایک کو دو دیکھنے والا۔ وثاق گھر۔ شیشہ۔ بوتل۔ دو می نمود بھینگے کو ایک کے دو نظر آنے

گفت اَحوَل زاں دو شیشہ تا کدام
بھینگے نے کہا اُن دو بوتلوں میں سے کونسی

پیشِ تو آرم بکن شرحش تمام[1]
تمہارے پاس لاؤں، خوب کھول کر بتاؤ

گفت اُستاد آں دو شیشہ نیست رَو
اُستاد نے کہا دو بوتلیں نہیں ہیں، چل

اَحوَلی بگذار و افزوں بیں مشو[2]
بھینگا پن چھوڑ اور زیادہ دیکھنے والا نہ بن

گفت اے اُستاد مرا طعنہ مزن
اُس نے کہا اے استاد مجھے طعنہ نہ دیجئے

گفت اُستاد، زاں دو یک را بر شکن[3]
اُستاد نے کہا تو دونوں میں سے ایک کو توڑ ڈال

چوں یکے بشکست ہر دو شد ز چشم
جب اُس نے ایک توڑی نگاہ سے دونوں غائب ہو گئیں

مرد احول گردد از میلان و خشم[4]
انسان محبت اور غصہ سے (کبھی) بھینگا ہو جاتا ہے

شیشہ یک بود و بچشمش دو نمود
بوتل ایک تھی لیکن اس کو دو نظر آئیں

چوں شکست او شیشہ را دیگر نبود
جب اس نے بوتل توڑ دی تو دوسری موجود نہ تھی

خشم و شہوت[5] مرد را احول کند
غصہ اور شہوت انسان کو بھینگا بنا دیتے ہیں

زاستقامت روح را مبدل کند[6]
(اور) روح کو راست روی سے پھیر دیتے ہیں

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
جب غرض آئی تو ہنر پوشیدہ ہوا

صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد
اور دل کے سینکڑوں پردے آنکھ پر پڑ گئے

چوں دہد قاضی بدل رشوت قرار
جب قاضی دل میں رشوت طے کرے

کے شناسد ظالم از مظلوم زار[7]
تو وہ ظالم اور عاجز مظلوم میں کب فرق کر سکتا ہے

شاہ از حقد[8] جہودانہ چناں
بادشاہ، یہودیت کے کینہ سے ایسا

گشت اَحول کالاماں یا رب اماں[9]
بھینگا بن گیا کہ الامان و الحفیظ!

صد ہزاراں مومن مظلوم کشت
لاکھوں مومن مظلوم مار ڈالے

کہ منم[10] ہم دین موسیٰ را وشت
کہ میں موسیٰ کے دین کی پشت و پناہ ہوں

حکایت وزیر بادشاہ و مکر او در تفریق ترسایاں

بادشاہ کے وزیر کا قصہ اور عیسائیوں میں تفرقہ پھیلانے کے لئے مکر و فریب

شہ وزیرے داشت رہزن عشوہ دہ
اُس بادشاہ کا ایک مکار اور رہزن وزیر تھا

کو بر آب از مکر بر بستے گرہ
جو مکاری سے پانی میں گرہ لگاتا تھا

گفت ترسایاں پناہ جاں کنند
اُس نے کہا نصرانی اپنی جان کی (اس طرح) حفاظت کرتے ہیں

دین خود را از ملک پنہاں کنند
کہ بادشاہ ہے اپنے دین کو چھپاتے ہیں

---

[1] شرح تفصیل۔ اَحوَلی۔ بھینگا پن۔ افزوں۔ زیادہ اُستاد۔ اُستاد کا مخفف ہے۔ برشکن۔ برز زیادہ ہے۔

[2] میلان۔ محبت، طرفداری خشم۔ غصہ، ناراضگی۔ یعنی محبت اور غصہ میں بھی اصل حقیقت نظر نہیں آتی ہے۔

[3] شہوت۔ خواہش۔

[4] قرار۔ یعنی جب قاضی رشوت لینے کی ٹھان لے تو اس کے ذہن میں ظالم اور مظلوم کا فرق نہیں رہتا۔ حقد۔ کینہ۔

[5] کہ۔ میں کاف بیانیہ ہے اُس کی ہا کا تلفظ نہیں کیا جاتا ہے۔ رہزن۔ ڈاکو، یہاں عیار اور چالاک مراد ہے۔ عشوہ۔ دھوکہ۔ گو۔ گرداور ترسایاں۔ ترسا کی جمع جو عیسائی اور آتش پرست کے لئے بولا جاتا ہے، یہاں عیسائی کے معنی میں ہے۔

بادشاہ سے کہا، اے طالب اسرار بادشاہ!

بائیک گفت اے شہ اسرار جو — کم کُش ایشانرا و دست از خوں بشو

اُن کو قتل نہ کر کیونکہ قتل کرنا مفید نہیں ہے — اُن کو قتل نہ کر اور اُن کی خونریزی چھوڑ دے

کم کُش ایشانرا کہ کشتن سود نیست — دیں نہ ارد بوئے مُشک و عود نیست

اُس کا ظاہر تیرے ساتھ ہے اور باطن برخلاف ہے — مذہب میں خوشبو نہیں ہوتی وہ مُشک اور عود نہیں ہے

ظاہرش با تُست و باطن ضد خلاف — سِرّ پنہاں ست اندر صد غلاف

بادشاہ نے اُس سے کہا، تو بتا کیا تدبیر ہے؟ — وہ سِرّ سینکڑوں غلافوں میں چھپا ہوا راز ہے

شاہ گفتش پس بگو تدبیر چیست — چارۂ ایں مکر و ایں تزویر چیست

اور اس مکر و فریب کا کیا علاج ہے؟ — اور اس مکر و فریب کا کیا علاج ہے؟

چارۂ ایں مکر و ایں تزویر چیست — نے ہویدا دین و نے پنہانیئے

نہ کھلے دین کا اور نہ چھپے دین کا — نہ کھلے دین کا اور نہ چھپے دین کا

نے ہویدا دین و نے پنہانیئے — بینیم لبشکاف و لب از حکم مُر

اور کہو نے حکم سے میری ناک اور ہونٹ چیر دے — اور کہو نے حکم سے میری ناک اور ہونٹ چیر دے

بینیم لبشکاف و لب از حکم مُر — تا بخواہد یک شفاعت گر مرا

یہاں تک کہ ایک سفارشی مجھے مانگ لے — یہاں تک کہ ایک سفارشی مجھے مانگ لے

تا بخواہد یک شفاعت گر مرا — بر سرِ راہے کہ باشد چار سُو

(اور) اُس راستہ پر کہ جو چوراہا ہو — (اور) اُس راستہ پر کہ جو چوراہا ہو

بر سرِ راہے کہ باشد چار سُو — تا دراندازم در ایشاں صد فتور

تاکہ میں اُن میں سَو فتور ڈال دوں — تاکہ میں اُن میں سَو فتور ڈال دوں

تا دراندازم در ایشاں صد فتور — کارِ ایشاں سَر بسَر شوریدہ گیر

تو اُن کا کام بالکل ابتر ہو جائے گا — تو اُن کا کام بالکل ابتر ہو جائے گا

کارِ ایشاں سَر بسَر شوریدہ گیر — کاہر من حیراں بماند در فنم

کہ شیطان بھی میرے فن کو دیکھ کر حیران ہو جائیگا — کہ شیطان بھی میرے فن کو دیکھ کر حیران ہو جائیگا

کاہر من حیراں بماند در فنم — آں نمی آید کنوں اندر بیاں

اس وقت وہ بیان (بھی) نہیں ہو سکتا — اس وقت وہ بیان (بھی) نہیں ہو سکتا

آں نمی آید کنوں اندر بیاں — دام دیگر گوں بہم در پیش شاں

اُنکے آگے ایک اور قسم کا جال پھیلاؤں گا — اُنکے آگے ایک اور قسم کا جال پھیلاؤں گا

دام دیگر گوں بہم در پیش شاں — چوں شمارندم امین و رازداں

جب وہ مجھے امانتدار اور رازدار سمجھ لیں گے (تو میں)

لہ کم۔ کبھی کمی کے معنی میں آتا ہے کبھی نفی کے معنی دیتا ہے، یہاں نفی کے معنی میں ہے۔ دست از چیزے شستن۔ کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ تزویر۔ بیم کے کسرہ اور ضمہ سے پڑھا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کو پہچاننا مشکل ہے۔ تزویر۔ حیلہ۔ مکر و فریب۔ ہویدا۔ ظاہر۔ پنہاں۔ پوشیدہ۔ مُر۔ کڑوا۔ داد۔ سوالی۔ شفاعت گر۔ سفارشی۔

سلہ منادی گاہ۔ وہ جگہ جہاں اعلان عام کیا جاتا ہے۔ چار سو۔ چوک، چوراہہ۔ بر آں۔ راندن سے امر کا صیغہ ہے۔ دین پذیر۔ دین کی بات قبول کرنے والا۔

سلہ شوریدہ۔ پریشان و خراب۔ اہرمن۔ ایرانیوں کے عقیدہ کے مطابق وہ خدا جو خالق شر ہے۔ ہم اُس کا ترجمہ شیطان کرتے ہیں۔ امین۔ امانتدار۔ رازداں۔ بھیدی۔ دگرگوں۔ دوسری طرح۔

از حیل بفریبم ایشاں را ہمہ
اُن سب کو حیلوں سے فریب دوں گا

واندر ایشاں افگنم صد دَمدمہ[1]
اور اُن میں سینکڑوں مکر اور فریب پھیلا دونگا

تا بدستِ خویش خونِ خویشتن
یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنا خون

بر زمیں ریزند کوتہ شد سخن
زمین پر بہائیں گے، بات مختصر ہوئی

تلبیس اندیشیدن وزیر بانصاریٰ و مکر او

وزیر کا عیسائیوں کو دھوکہ دینے کی فکر کرنا اور اُس کا مکر

پس بگویم من کہ نصرانیم
پھر میں کہوں گا، میں پوشیدہ طور پر عیسائی ہوں

اے خدائے رازداں میدانیم
اے رازداں خدا تو مجھے جانتا ہے

شاہ واقف گشت از ایمانِ من
بادشاہ میرے ایمان سے واقف ہوگیا

وز تعصب کرد قصدِ جانِ من
اور اُس نے تعصب کی وجہ سے میری جان لینے کا قصد کیا

خواستم تا دیں زشہ پنہاں کنم
میں نے چاہا کہ بادشاہ سے اپنا دین چھپاؤں

آنچہ دینِ اوست ظاہر آں کنم
اور جو اُس کا مذہب ہے وہی اپنا مذہب ظاہر کروں

شاہ بوئے برد از اسرارِ من
بادشاہ نے میرے رازوں کی بُو پالی

مُتّہم[2] شد پیش شہ گفتارِ من
اور میری بات بادشاہ کے سامنے جھوٹی ہوگئی

گفت گفت تو چو در ناں سوزن ست
اُس نے کہا، تیری گفتگو روئی میں سوئی کی طرح ہے

از دلِ من تا دلِ تو روزن ست
اور میرے دل سے تیرے دل تک سوراخ ہے

من ازاں روزن بدیدم حالِ تو
میں نے اُس سوراخ سے تیرا حال دیکھ لیا ہے

حال دیدم کے نیوشم قالِ تو
جب میں نے حال دیکھ لیا تو تیری بات کیوں سنوں؟

گر نبودے جانِ عیسیٰ چارہ ام
اگر حضرت عیسیٰؑ کی روح میری مددگار نہ ہوتی

اُو جہودانہ بکردے پارہ ام
تو وہ یہودیوں کی طرح میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا

بہرِ[3] عیسیٰ سر بیازم جان دہم
حضرت عیسیٰؑ کے لئے میں جان اور سر دیدوں

صد ہزاراں منتش بر خود نہم
اُن کے لاکھوں، احسان، جان پر سمجھوں

جاں دریغم نیست از عیسیٰ ولیک
حضرت عیسیٰؑ کے لئے جان دینے میں مجھے تامل نہیں ہے لیکن

واقفم بر علمِ دینش نیک نیک
میں اُنکے دین سے خوب خوب واقف ہوں

حیف می آید مرا کاں دینِ پاک
مجھے اس پر افسوس آتا ہے کہ یہ پاک دین

در میانِ جاہلاں گردد ہلاک
جاہلوں میں پہنچکر تباہ و برباد ہو

---

[1] دمدمہ۔ مکر و فریب۔ حیل۔ حیلہ کی جمع ہے۔ نصرانیم۔ یعنی بظاہر یہودی پوشیدہ عیسائی ہوں۔ اے خدا۔ یعنی خدا کی قسم کھا کر کہوں گا۔ تعصب۔ اپنے کی بیجا حمایت۔ دینِ او۔ یعنی عیسائیت۔ دینِ او۔ یعنی یہودیت۔

[2] متہم۔ تہمت زدہ۔ گفت۔ پہلا گفت فعلِ ماضی۔ دوسرا گفت حاصل مصدر ہے۔ روزن۔ کھڑکی، روشن دان، یعنی میں تیرے دل کی بات سے واقف ہوں۔ نیوشیدن۔ سننا، قال۔ بات، گفتگو۔ جہودانہ۔ یعنی وہ تعصب جو یہودیوں میں ہے۔ پارہ۔ ٹکڑا۔

[3] بہرِ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ کے لئے جان اور سر دینے کی تمنا ہے اگر یہ سعادت مجھے ملجائے تو ہزار احسان مانوں۔ خیف۔ یعنی جینے کی تمنا اِس لئے کہ دینِ عیسیٰ کی حفاظت اور تبلیغ کروں۔

قبول کردن نصاریٰ مکر وزیر را

شکر یزداں را و عیسیٰ را کہ ما
اللہ اور عیسیٰ کا شکر ہے کہ ہم

از جہودی[1] و ز جہوداں رستہ ایم
یہودیت، اور یہودیوں سے ہم چھوٹ گئے ہیں

دور دورِ عیسیٰ[2] است اے مردماں
اے لوگو! یہ عہد تو حضرت عیسیٰؑ ہی کا عہد ہے

کایں شہ بیدیں و ظالم بس عدوست
یہ بادشاہ بے دین اور ظالم بہت بڑا دشمن ہے

ایں نسق می گفت با نصرانیاں
وہ عیسائیوں سے اس طرح کی باتیں کہتا تھا

گفت شہ را کائے شہنشہ صبر کن
بادشاہ سے کہا جہاں پناہ، ذرا صبر کریں

چوں شمارندم امین و مقتدا
جب وہ مجھے امانتدار اور پیشوا سمجھ لیں گے

چوں وزیر ایں مکر را بر شہ شمرد
جب وزیر نے بادشاہ کے سامنے یہ فریب بیان کیا

کرد با وے شاہ آں کار یکہ گفت
بادشاہ نے اس کے ساتھ وہی کام کیا جو اس نے کہا

کرد رسوایش میانِ انجمن
بادشاہ نے اس کو بھری انجمن میں رسوا کیا

راند او را جانبِ نصرانیاں
اس کو عیسائیوں کی جانب بھگا دیا

چوں چناں دیدند ترسایانش زار
عیسائیوں نے جب اس کو ایسا عاجز و بدحال دیکھا

حالِ عالم ایں چنیں ست اے پسر
اے لڑکے! دنیا کا حال یہی ہے

گشتہ ایم ایں دین حق را رہنما
اس سچے دین کے راہنما بن گئے ہیں

بر زنارے میاں را بستہ ایم
جب سے کہ ہم نے زنار سے اپنی کمر کس لی ہے

بشنوید اسرار کیش او بجاں
اُن کے مذہب کے اسرار دل و جان سے سنو

می نہ داند ہیچ دشمن راز دوست
دوست اور دشمن میں فرق نہیں کرتا

لیک بودش دل بسوئے شہ کشاں
لیکن اُس کا دل بادشاہ کا گرویدہ تھا

تا من ایشاں را کنم[3] از بیخ و بُن
تاکہ میں اُن کی جڑ اور بنیاد اکھاڑ دوں

سر نہند م جملہ جویند اہتدا
میرے سامنے سب سر جھکا دیں گے اور رہنمائی چاہیں گے

از دلش اندیشہ را کلی ببرد
تو اُس کے دل سے فکر کو بالکل دور کر دیا

خلق حیراں ماند زاں رازِ نہفت
اور اُس چھپے ہوئے بھید سے لوگ بے خبر رہے

تا کہ واقف شد ز حالش مرد و زن
یہاں تک کہ مرد اور عورت اُس کے حال سے واقف ہو گئے

کرد در دعوت[4] شروع او بعد ازاں
اس کے بعد اُس نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا

می شدند اندر غمِ او اشکبار
تو وہ اُس کی حالت زار پر رو پڑے

از حسد میخیزد انیہا سر بسر
اور یہ سب باتیں حسد سے پیدا ہوتی ہیں

---

[1] جہودی۔ یہودیت۔ جہوداں بادشاہ کے متعلقین یہودی زنار۔ ہندو، وہ دھاگا جسمیں عیسائی اپنی گردن میں صلیب ڈالتے ہیں۔ وقت۔ عہد، زمانہ یعنی اس وقت لوگ حضرت عیسیٰؑ کی شریعت کے مکلف ہیں۔ کیش۔ دین، مذہب۔ می نہ داند۔ دشمنی میں اندھا ہے۔ نسق طرز، اُسلوب۔ یعنی جو باتیں عیسائیوں سے کہیگا وہ بادشاہ کو سنائیں۔ کشاں۔ مائل۔

[3] کنم۔ یہاں کے فتوے، کندن اکھاڑنا۔ بُن۔ جڑ، بنیاد۔ مقتدا۔ جس کی پیروی کیجائے۔ اہتدار۔ ہدایت حاصل کرنا۔ شمرد۔ اس نے گمان کیا۔ کلی۔ بالکل۔

گفت۔ یعنی بادشاہ نے اُس کے ہاتھ، پیر، ناک، کان کاٹ کر عیسائیوں کے علاقہ میں بھیج دیا۔

[4] دعوت یعنی دین کی تبلیغ زار۔ عاجز، بدحال۔ اشکبار۔ آنسو بہانے والا۔ حال۔ یعنی حسد یہ سب کراتا ہے جو وزیر عیسائیوں کے ساتھ کر رہا تھا۔

جمع آمدن نصاریٰ با وزیر و راز گفتن او با ایشاں

وزیر کے پاس عیسائیوں کا جمع ہونا اور اُس کا اُن سے راز کہنا

صد ہزاراں مرد ترسا[1] سوئے او — اندک اندک جمع شد در کوئے او

لاکھوں عیسائی اُس کی حمایت میں — تھوڑے تھوڑے اُسکے کوچہ میں جمع ہو گئے

او بیاں می کرد با ایشاں براز — سرِّ انجیلیوں و زُنّار و نماز

وہ اُن سے رازداری کے ساتھ بیان کرتا تھا — انجیل اور رشتۂ صلیب اور نماز کے اسرار

او بیاں می کرد با ایشاں فصیح — دائماً اقوال و افعالِ مسیحؑ

وہ اُن سے فصاحت کے ساتھ بیان کرتا تھا — ہمیشہ حضرت مسیحؑ کے اقوال اور افعال

او بظاہر واعظ احکام بود — لیک در باطن صفیر و دام بود

وہ بظاہر (دین کے) حکموں کا واعظ تھا — لیکن بباطن سیٹی اور جال (دلالا معاملہ) تھا

بہرِ ایں[2] معنیٰ صحابہ از رسول — ملتمس بودند مکرِ نفسِ غول

اِسی سبب سے صحابہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے — نفسانی بھوت کے مکر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے

کو چہ آمیزد ز اغراضِ نہاں — در عبادتہا و در اخلاصِ جاں

کہ وہ کیا پوشیدہ امور پر خود غرضیاں ملا دیتا ہے — عبادتوں اور دل کے اخلاص میں

فضلِ طاعت[3] انجستندے ازو — عیبِ باطن را بجستندے کہ گو

اُن سے عبادت کی فضیلتیں نہ تلاش کرتے — (بلکہ) باطنی عیب کی جستجو کرتے کہ فرمائیے

مُو بمو و ذرّہ ذرّہ مکرِ نفس — میشناسیدند چوں گُل از گَرَس

نفس کی مکاری کا بال بال اور ذرّہ ذرّہ — وہ پہچان لیتے جس طرح پھول کو گرس سے (اصل پہچان لیتا ہے)

تابداں شد وعظ و تذکیرش حسن[4] — خیرہ گشتندے دراں وعظ و بیاں

جس سے اُنکا وعظ اور بیان خوب ہو گیا — اُس وعظ اور بیان سے حیران رہ جاتے تھے۔

مُوشگافانِ[5] صحابہ جملہ شاں — خود چہ باشد قوّتِ تقلیدِ عام

تمام نکتہ شناس صحابہ — عام تقلید کی قوت (بھی) کیا ہوتی ہے

دِل بدو دادند ترسایاں تمام — نائبِ عیسیٰش می پنداشتند

تمام عیسائیوں نے اُس کو دِل دیدیا — وہ اُسکو حضرت عیسیٰ کا نائب سمجھ رہے تھے

در درونِ سینہ مہرش کاشتند — [illegible]

اُنہوں نے اپنے سینوں میں [illegible] بو لیا

---

[1] ترسا۔ عیسائی۔ انگلیوں۔ انجیل کو کہتے ہیں۔ زُنّار یعنی اُس صلیب کا دھاگا جو عیسائی گلے میں لٹکاتے ہیں۔ احکام۔ عیسوی مذہب کے احکام۔ صفیر وہ آواز جو شکاری جانور کو پھنسانے کے لئے نکالتا ہے۔

[2] ایں معنیٰ۔ شیطانی مکر و فریب۔ غول۔ شیطان، چھلاوہ۔ کو۔ کہ او۔ اُغراض نفسانی خواہشیں۔ گرس۔ ایک تیز بدبودار گھاس ہے۔ حذیفہؓ ابن الیمان مشہور صحابی ہیں، جنکو دین کے اسرار حضورؐ سے بہت حاصل ہوئے تھے۔

[3] حسنؒ۔ حسن بصری مراد ہیں۔ اگرچہ یہ حضرت حذیفہؓ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہیں انکو بالواسطہ حضرت حذیفہؓ کے علوم پہونچے ہیں۔ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ حسن بصری کا کلام انبیاء کے کلام سے مشابہ ہوتا ہے۔

[4] موشگاف۔ نکتہ شناس، محقق۔ خیرہ حیران۔ دل کے دان۔ عاشق ہونا، معتقد ہونا۔ تقلید۔ بلا دلیل کسی کی پیروی کرنا۔ دجال۔ ایک جھوٹے کا نام ہے جو قیامت کے قریب رونما ہوگا بہت سے لوگ اسکی شعبدہ باری سے معتقد ہو کر اس کے پیرو بنجائیں گے۔

اُو لئیسر دجّالِ یک[1] چشم لعیں
وہ خفیہ طور پر ملعون کانا دجّال ہے

ایں خدا افریادرس نِعمَ المُعِیں
اے خدا، اچھے مددگار ہماری فریاد سن

صد ہزاراں دام و دانہ ایں خدا
اے خدا لاکھوں، جال اور دانے ہیں

ما چو مُرغانِ حریص و بے نوا
اور ہم لالچی بھوکے پرندوں کی طرح ہیں

دَمبدم پابستۂ دامِ نوایم
ہم ہر وقت ایک نئے جال میں گرفتار ہیں

ہر یکے گر باز و سیمرغے شویم
اگرچہ ہم سب باز اور سیمرغ بنجائیں

می رہانی ہر دمے ما را و باز
تو ہمیں ہر وقت چھڑاتا ہے اور پھر

سوئے دامے می رویم اے بے نیاز
ہم کسی جال کی طرف چلدیتے ہیں اے بے نیازا

مادریں انبان گندم می کنیم
ہم اس بورے میں گیہوں بھرتے ہیں

گندم جمع آمدہ گم می کنیم
جمع شدہ گیہوں کو گم کر دیتے ہیں

می بلیند یشیم آخر ما بہوش
جب ہم عقل سے سوچتے ہیں

کایں خلل در گندم ست از مکرِ موش
تو گیہوں میں یہ کمی چوہے کی مکاری سے ہے

موش تا انبان ما حُفرہ زدہ ست
چوہے نے ہمارے بورے میں سوراخ کر لیا ہے

از فنش انبارِ ما ویراں شدہ ست
اس کے مکر سے ہمارا ذخیرہ برباد ہو گیا ہے

اوّل ایجاں دفعِ شرِّ موش کن
اے عزیز! پہلے چوہے کی شرارت کو رفع کر

وانگہ اندر جمعِ گندم جوش کن
پھر گیہوں جمع کرنے کی کوشش کر

بشنو از اخبارِ آں صدرُ الصُّدور
صدروں کے صدر کی یہ حدیث سنو

لَاصَلٰوۃَ (تَمَّ) اِلَّا بِالحُضُور
کہ کوئی نماز بغیر حضورِ قلب کے مکمل نہیں ہوتی

گر نہ موشے دُزدِ در انبانِ ماست
اگر کوئی چوہا ہمارے بورے میں چور نہیں ہے

گندمِ اعمالِ چل سالہ کجاست
تو چالیس سالہ اعمال کے گیہوں کہاں ہیں؟

ریزہ ریزہ صدق ہر روزہ چرا
ہر روز کا ذرا ذرا سا صدق کیوں

جمع می ناید دریں انبارِ ما
ہمارے اس انبار میں جمع نہیں ہوتا ہے؟

بس[2] ستارہ آتش از آہن جہید
آگ کی بہت سی چنگاریاں لوہے سے نکلیں

ویں دلِ شوریدہ پذرفت و کشید
اور اس دیوانہ دل نے ان کو قبول اور جذب کیا

لیک در ظلمت یکے دُزدِ نہاں
لیکن ایک چھپا ہوا چور اندھیرے میں

مے نہد انگشت بر استارگاں
چنگاریوں پر انگلی دھر دیتا ہے

---

[1] یک چشم۔ کانا، دجّال کانا ہوگا۔ لعیں۔ ملعون نِعمَ المُعِیں۔ اچھا مددگار سیمرغ۔ کہا جاتا ہے کوئی نادر الوجود پرندہ ہے جو کوہ قاف میں رہتا ہے۔ اُس کے پروں میں تین رنگ ہوتے ہیں۔ اَبنان تھیلا، بورا۔ حُفرہ۔ گڑھا، سوراخ۔

[2] اوّل۔ یعنی انسان کو پہلے شیطانی وساوس سے نجات حاصل کرنی چاہئے اُس کے بعد عبادت کا ذخیرہ کرے۔ لَاصَلٰوۃَ۔ یعنی نماز جب ہی مکمل ہوگی جب دل میں شیطانی وسوسہ کا دخل نہ رہے۔ چل سالہ عموماً چالیس سالہ عمر جوانی کی ہوتی ہے جس میں انسان باطن کی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہے۔

[3] ستارہ آتش۔ آگ کی چنگاری۔ جہیدن۔ نکلنا۔ شوریدہ۔ دیوانہ۔ دُزدِ نہاں یعنی شیطان اُن شراروں کو بجھا دیتا ہے جو عبادت سے پیدا ہوتے ہیں۔

میکشد استارگانرا یک بیک
چنگاریوں کو فوراً بجھا دیتا ہے

تاکہ نفروزد چراغے بر فلک
تاکہ آسمان پر کوئی چراغ روشن نہو

چوں عنایاتت شود با ما مُقیم[1]
جب تیری عنایتیں ہمارے ساتھ ہو جائینگی

کے بود بیمے ازاں دُزدِ لئیم
تو اُس کمینہ چور کا ڈر کب ہو سکتا ہے؟

گر ہزاراں دام باشد ہر قدم
اگر ہر قدم پر ہزاروں جال ہوں

چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم
جب تو ہمارے ساتھ ہے تو کچھ غم نہیں

ہر شبے از دامِ تن اَرواح را
روحوں کو بدن کے جال سے ہر شب

می رہانی می کنی اَلواح را
تو رہا کر دیتا ہے، تختیاں اکھاڑ دیتا ہے

می رہند اَرواح ہر شب زیں قفس
روحیں ہر شب اِس پنجرے (جسم) سے چھوٹ جاتی ہیں

فارغاں بے حاکم و محکوم کس
فارغ البال بغیر افسری اور ماتحتی کے

شب زِ زندان بے خبر زندانیاں
(جس طرح) رات کو قیدی، قید خانے سے بے خبر ہوتے ہیں

شب زِ دولت بے خبر سلطانیاں
(اور) رات کو کارکنان، سلطنت سے بے خبر ہوتے ہیں

نے غم و اندیشۂ سُود و زیاں
نہ کسی کو فائدہ اور نقصان کا غم اور فکر

نے خیالِ ایں فلان و آں فلاں
نہ اِس فلانے اور اُس فلانے کا خیال

حالِ عارف ایں بُود بیخواب ہم
خداشناس کی یہ حالت بغیر نیند کے بھی ہوتی ہے

گفت یزداں ہُم رُقُودٌ[2] دَر بیں مَرم
خدا نے فرمایا ہے "وہ سوئے ہوئے ہیں" اُن سے نہ بھاگ

خفتہ از اَحوالِ دنیا روز و شب
وہ دن و رات دنیا کے اَحوال سے غافل ہوتا ہے

چوں قلم در پنجۂ تقلیبِ رب
خدا کے دستِ تصرف میں قلم کی طرح ہے

آنکہ اُو پنجہ نہ بیند در رقم
(وہ شخص) جو لکھنے میں ہاتھ کو نہیں دیکھتا

فعل پندارد بہ جنبش از قلم
وہ قلم کی حرکت کو اُسی کا فعل سمجھتا ہے

تمثیلِ مردِ عارف و تفسیر "اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا"

مردِ عارف کی مثال اور "اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے" کی تفسیر

شمّہ زیں حالِ عارف وا نمود
عارف کے حال کا کچھ حصہ (اللہ نے) واضح کر دیا ہے

خلق را ہم خوابِ حسّی در ربود
کہ لوگوں کو حسّی نیند بھی بے خود کر دیتی ہے

رفتہ در صحرا[3] بے چوں جانِ شاں
اُن کی جان ایک بے مثال بیابان میں چلی جاتی ہے

روحِ شاں آسودہ و اَبدانِ شاں
اُن کی روح اور اُن کے بدن آرام میں ہوتے ہیں

---

[1] مُقیم۔ قائم، مشابہ حال باقی۔ تو ہمارے ساتھ ہے۔
اَلواح۔ لوح کی جمع بمعنی تختہ۔ یعنی جس طرح خدا روحوں کو آزاد کر دیتا ہے اسی طرح ہمیں شیطانی وسوسے سے آزاد کر دے۔ فارغاں۔ ہر طرح کی تکالیف سے آزاد عارف۔ جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو گئی ہو۔

[2] ہُم رُقُود۔ وہ سوئے ہوئے ہیں یہ قرآن پاک میں اصحاب کہف کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ اصحاب کہف بزرگوں کی ایک جماعت تھی جو دقیانوس بادشاہ کے زمانہ میں پیغمبر وقت پر ایمان لے آئے تھے۔ بادشاہ کے ظلم کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے۔ مرم۔ یعنی اصحاب کہف کے بارے میں اِس عقیدہ سے گریز نہ کر۔

[3] چوں قلم۔ اصل کاتب کا پنجہ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے قلم چلتا ہے بتمہ۔ تھوڑا سا حصہ عارف۔ وہ شخص جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو گئی ہو۔
صحرا بے چوں۔ اس سے مراد عالمِ مثال ہے جس کو عالمِ برزخ بھی کہتے ہیں۔ یہ عالم جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اس کو عالمِ اجسام یا عالمِ شہادت کہا جاتا ہے۔ جو کچھ عالمِ شہادت میں ہے وہ بلا کسی مادّہ کے عالمِ مثال میں بھی ہے یہی عالمِ مثال مرنے کے بعد تا قیامت انسان کا مقام ہے۔

* خواب میں بھی عالمِ مثال نظر آتا ہے اس کے علاوہ ایک عالم اَرواح ہے جو ذاتِ اقدس کی نسبت دونوں سے منزہ ہے۔

فارغاں از حرص و اکباب[1] و حَصَص
(یہ لوگ) حرص اور خبکاؤ اور پریشانی سے فارغ ہوتے ہیں

مُرغ وار از دام جستہ وز قفص
اُس پرندہ کی طرح جو جال اور پنجرے سے آزاد ہو گیا ہو

تُرکِ روز آخر چو بازرّیں سپر
آخر جب دن کے سپاہی نے سنہری ڈھال لگا کر

ہندوئے شب را بہ تیغ افگند سَر
رات کے چور کا تلوار سے سر کاٹ گرایا

میلِ ہر جانے بسوئے تن بُوَد
ہر جان کا جسم کی طرف میلان ہوتا ہے

ہر تنے از روح آبستن بُوَد
ہر بدن روح سے بار دار ہو جاتا ہے

از صفیرے باز دام اندر کشی
سیٹی کے ذریعہ تو پھر جال بچھا دیتا ہے

جملہ را در دام دَرد آور کشی
سب کو مصیبت کے جال میں پھانس دیتا ہے

چونکہ نورِ صبحدم سَر بر زند
جب صبح کے وقت کا نور نمودار ہوتا ہے

کرگسِ زرّیں گردوں پَر زند
اور آسمان کا سنہری گدھ اڑنے لگتا ہے

فالقُ الاِصباح[2] اِسرافیل وار
صبح کو پیدا کرنیوالا اسرافیل کی طرح

جملہ را در صورت آرد زاں دیار
اُن جگہوں سے سب کو صورت میں لاتا ہے

روحہائے مُنبسط را تن کُند
منتشر روحوں کو جسم میں لے آتا ہے

ہر تنے را باز آبستن کُند
ہر جسم کو پھر بار دار کر دیتا ہے

اسپِ جاں را می کند عاری زِ زیں
روح کے گھوڑے کو زین سے ننگا کر دیتا ہے

سیرِ النّوم[3] اَخُ الموت ست ایں
نیند موت کی بہن ہے کا مطلب یہی ہے

لیک بہرِ آنکہ روز آیند باز
لیکن اِس لئے کہ وہ دن میں واپس آئیں

بر نہد بر پائے شاں بندِ دراز
اُن کے پیر میں لمبی رسّی باندھ دیتا ہے

تا کہ روزش واکشد زاں مرغزار[4]
تاکہ اُس سبزہ زار سے دن میں واپس لے آئے

وز چراگاہ آردش در زیر بار
اور چراگاہ سے اُسکو بوجھ کے نیچے لاتا ہے

کاش چوں اَصحابِ کہف آں روح را
کاش اصحابِ کہف کی طرح اُس روح کو

حفظ کردے یا چو کشتی نوح را
محفوظ کر دیتا یا اِس طرح جیسے کشتی نے نوح کی حفاظت کی

تا ازیں طوفانِ بیداری و ہوش
تاکہ بیداری اور ہوش کے اِس طوفان سے

وارہیدے ایں ضمیر و چشم و گوش
چھوٹ جاتے، یہ دل اور آنکھ اور کان

اے بسا اَصحابِ کہف اندر جہاں
اے (مخاطب) بہت سے اصحابِ کہف دنیا کے اندر

پہلوئے تو پیش تو ہست ایں زماں
تیرے پہلو میں، تیرے سامنے اب بھی موجود ہیں

---

[1] اکباب۔ کسی چیز پر اوندھا گرنا۔ حَصَص۔ بفتحتین، دو ڑنا، سر کے بالوں کا کم ہونا جو فکر اور پریشانی سے ہوتا ہے۔

تُرک۔ ترکستان کا رہنے والا سپاہی۔ ہندو۔ چور، غلام، ہندوستان کا رہنے والا۔

آبستن۔ حاملہ ہونا، بوجھل ہونا۔ صفیر۔ شکاری کی سیٹی جس سے شکار مائل ہو جاتا ہے۔ دامِ دَرد آور۔ بیداری میں طرح طرح کے دردوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

سر بر زدن۔ ظاہر ہونا۔ کرگس۔ گدھ۔ پر زدن۔ اُڑنا۔

[2] فالقُ الاِصباح۔ صبح کو رات کی تاریکی سے نکالنے والا اسرافیل۔ اُس فرشتہ کا نام ہے جو قیامت کے قریب صور پھونکے گا۔ مُنبسط۔ آزاد۔ عاری۔ خالی، برہنہ زین۔ کاٹھی۔ سیر۔ بھید نوم۔ نیند۔ اخ۔ بھائی۔

[3] بر نہد۔ بر زیادہ۔ واکشیدن۔ زور، یا حیلہ کے ذریعہ کھینچنا۔

[4] مرغزار۔ چراگاہ۔ وز۔ واز۔ زیر بار۔ جانوروں کو چراگاہ سے واپس لانیکے بعد لادا جاتا ہے۔ کشتی۔ حضرت نوحؑ کی کشتی نے چند روز حفاظت کی۔ طوفانِ بیداری میں انسان طرح طرح کے مصائب اور آفکار سے دوچار ہوتا ہے۔ بسا۔ اصحابِ کہف کی طرح کے

محبت سے اردو محفل پیش کردہ۔ اس وقت تک یہ پیشکش میں موجود نہیں ہیں جب تک کہ آپ کسی اور جگہ سے نہ دیکھ لیں۔

یار با او، غار با او ہم سرود
یار اور غار (دونوں) اُن کے ہمساز ہیں

مُہر بر چشم ست و بر گوشت چہ سُود
لیکن تیری آنکھ اور کان پر تو مُہر ہے، کیا فائدہ

بازداں[1] کز چیست ایں رمز و پوشہا
اب سمجھ لے کہ یہ مجابات کس لئے ہیں؟

ختم حق بر چشم ہا و گوش ہا
آنکھوں اور کانوں پر خدا کی مُہر کس وجہ سے ہے؟

سوال کردنِ خلیفہ از لیلیٰ و جوابِ اُو

خلیفہ کا لیلیٰ سے سوال کرنا اور اُس کا جواب

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی
خلیفہ نے لیلیٰ سے کہا کیا تو وہی ہے

کز تو مجنوں شد پریشان و غوی
کہ تیری وجہ سے مجنوں پریشان اور دیوانہ ہوا ہے

از دگر خوباں تو افزوں نیستی
تو دوسرے حسینوں سے بڑھ کر تو نہیں ہے

گفت خامُش چوں تو مجنوں نیستی
اُس نے کہا خاموش رہ چونکہ تو مجنوں نہیں ہے

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا
اگر تیرے پاس مجنوں کی آنکھ ہوتی

ہر دو عالم بے خطر بودے ترا
(تو) تیرے لئے دونوں جہاں بے قدر ہوتے

با خودی تو لیک مجنوں بیخود ست
تو ہوش میں ہے لیکن مجنوں بے ہوش ہے

در طریقِ عشق بیداری بد ست
عشق کی راہ میں بیداری بُری ہے

ہر کہ بیدار[2] ست او در خواب تر
جو بیدار ہے، وہ زیادہ نیند (غفلت) میں ہے

ہست بیداریش از خوابش بتر
اُس کی بیداری، نیند سے بدتر ہے

ہر کہ در خواب ست بیداریش بہ
جو خواب (غفلت) میں ہے اُس کا بیدار ہونا بہتر ہے

مستِ غفلت عینِ ہشیاریش بہ
غفلت کے مدہوش کا عین ہوشیار ہونا بہتر ہے

چوں بحق بیدار نبود جانِ ما
جب ہماری جان خدا کے معاملہ میں بیدار نہ ہو

ہست بیداری چو در بندانِ ما
تو ہماری بیداری قید خانہ کی بیداری کی طرح ہے

جاں[3] ہمہ روز از لگد کوبِ خیال
پورے دن جان، خیالات کی پائمال

وز زیان و سود و از خوفِ زوال
اور نقصان و نفع اور زوال کے خوف سے

نے صفا میماندش نے لُطف و فر
نہ اُس میں صفائی رہتی ہے نہ پاکیزگی اور قوت

نے بسوئے آسماں راہِ سفر
نہ آسمان کی طرف سفر کا راستہ

خُفتہ آں باشد کہ اُو از ہر خیال
سویا ہوا وہ ہے جو ہر خیال سے

دارد امید و کُند با اُو مقال
امید وابستہ کرے اور اُس کے متعلق گفتگو کرے

---

[1] بازداں۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ بے بصیرتی ہماری معصیت کاری کی وجہ سے ہے۔ کاں۔ کہ آں۔ غوی۔ دیوانہ، گمراہ مجنوں نیستی۔ سعدیؒ نے فرمایا ہے لیلیٰ را از دریچہ چشمِ مجنوں بایستے نگریست
خطر۔ قدر و منزلت۔ با خود۔ ہوشیار۔ بے خود۔ بیہوش، مجذوب۔

[2] ہر کہ۔ جو شخص (دنیاوی کاروبار میں پھنسا ہے اور جاگ رہا ہے اُس کی بیداری نیند سے بدتر ہے۔ بتر۔ بدتر خواب۔ خوابِ غفلت میں مبتلا لوگوں کا بیدار ہو جانا بہتر ہے۔ بحق۔ اللہ کے معاملہ میں بیدار رہنا چاہئے۔

[3] جاں۔ دنیاوی دھندوں میں روح مکدر ہو جاتی ہے اور اُس کو عالمِ بالا کی سیر کا راستہ نہیں ملتا۔ ہر خیال خیالوں کی دنیا میں آباد بیدارِ غفلت کی نیند میں ہے
مقال۔ گفتگو۔

نے چنانکہ از خیال آید بحال[1]
وہ ایسا نہیں ہے کہ خیال سے وجد میں آئے

آں خیالش گردد اُو را صد وبال
(بلکہ) اُس کا وہ خیال اُس کے لئے صد وبال ہے

دیو را چوں حور بیند اُو بخواب
وہ خواب میں شیطان کو حور دیکھتا ہے

پس ز شہوت ریزد اُو با دیو آب
پھر شہوت سے اُس سے ہم بستری کرتا ہے

چونکہ تخمِ نسل در شورہ بر یخت
جیسے ہی نسل کا بیج اُس نے شور زمین میں ڈالا

اُو بخویش آمد خیال از وے گریخت
وہ بیدار ہوا اور خیال اُس سے روانہ ہوا

ضُعفِ سَر بیند ازاں و تن پلید
اُس کی وجہ سے سَر کی کمزوری محسوس کرتا ہے اور جسم پلید

آہ ازاں نقشِ پدید نا پدید
اُس ظاہری اور معدوم نقش پر افسوس ہے

مُرغ[2] بر بالا پرانِ سایہ اش
پرندہ اوپر اُڑ رہا ہے اور اُس کا سایہ

میدَوَد بر خاک پرّاں مُرغ وش
پرندہ کی طرح زمین پر اُڑان کر رہا ہے

اَبلہے صیاد آں سایہ شود
بیوقوف اُس سایہ کا شکاری بنتا ہے

میدَوَد چندانکہ بے مایہ شود
اتنا دوڑتا ہے کہ بے طاقت ہو جاتا ہے

بے خبر کاں عکسِ آں مُرغِ ہواست
اِس سے غافل ہے کہ وہ ہوا کے پرندہ کا عکس ہے

بے خبر کہ اصلِ آں سایہ کجاست
اور اس سے بے خبر ہے کہ اُس سایہ کی اصل کہاں ہے

تیر انداز دبسوئے سایہ اُو
وہ سایہ کی طرف تیر اندازی کرتا ہے

تَرکَش خالی شود در جُستجو
اور جستجو ہی میں اُس کا ترکش خالی ہو جاتا ہے

ترکشِ عُمرش تہی شد عُمر رفت
اُس کی عمر کا ترکش خالی ہوا، عمر برباد گئی

از دویدن در شکارِ سایہ تَفت
سایہ کے شکار میں دوڑنے سے جل بھن گیا

سایۂ یزداں[3] چو باشد دایہ اش
جب اللہ کا سایہ اُس کی دایہ ہو

وا رہاند از خیالِ سایہ اش
تو اُس کو سایہ کے خیال سے نجات دیدے گا

در تحریضِ متابعتِ ولیِّ مُرشد
رہنما ولی کی تابعداری کی ترغیب

سایۂ یزداں بُود بندہ خدا
خدا کا بندہ اللہ کا سایہ ہوتا ہے

مُردۂ ایں عالَم و زندہ خدا
وہ اِس دنیا کا مُردہ اور خدا کا زندہ ہوتا ہے

دامنِ اُو گیر زُود تر بے گماں
اُس کا دامن شک و شبہ کے بغیر جلد تھام لے

تا رہی از آفتِ، آخر زماں
تاکہ آخرت کی مصیبت سے تو چھوٹ جائے

[1] حال۔ وجد کی وہ کیفیت جو سالکوں پر طاری ہوتی ہے۔ دیو۔ شیطان۔ آب یعنی نطفہ، منی تخم نسل۔ نطفہ، منی۔ مُضعفِ سَر۔ بدخوابی سے دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ پدید نا پدید خواب میں جو ظاہر ہوا حقیقت میں وہ کچھ نہیں ہے۔

[2] مُرغ۔ واہی خیالات کے پیچھے بھاگنے والوں کی دوسری مثال ہے۔ اصل۔ یعنی پرندہ۔ ترکش۔ تیروں کا تھیلا۔ تفت۔ فعلِ ماضی، تفتن بمعنی سوختن۔

[3] سایۂ یزداں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ دایہ۔ آتا، مراد مُرشدِ کامل ہے۔ سایہ۔ یعنی خیالاتی دنیا۔ تحریض برانگیختہ کرنا۔ بندۂ خدا۔ یعنی خدا کا خاص بندہ زود تر۔ زود تر کا مخفف ہے، بہت جلد۔

کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ[1] نقشِ اولیاست
"کیف مدّ الظل" اولیاء کا وجود ہے

کُو دلیلِ نورِ خورشیدِ خداست
جو اللہ کے آفتاب کے نور کے رہنما ہیں

اندریں وادی مَرَو بے ایں دلیل
اس وادی میں بغیر رہنما کے نہ چل

لَا اُحِبُّ الْآفِلِیْنَ گو چوں خلیلؑ
خلیل اللہ کی طرح کہدے میں ڈوب جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

روزِ سایہ آفتابے را بیاب
جا سایہ کے ذریعہ آفتاب کو حاصل کرلے

دامنِ شہ شمسِ تبریزی بتاب
اور شاہ شمس تبریزی کا دامن تھام لے

رہ ندانی جانبِ ایں سُور و عُرس
اس جشن اور شادی کا اگر تجھے راستہ معلوم نہیں ہے

از ضیاءِ الحق حُسام الدّیں بپرس
تو ضیاء الحق حسام الدین سے پوچھ لے

ور خَسَد[2] گیرد ترا در رہ گلو
اگر راستہ میں حسد تیرا گلا دبائے

در خَسَد ابلیس را باشد غلو
حسد میں شیطان کو غلو ہے

کوزِ آدم ننگ دارد از خَسَد
اس لئے کہ وہ حسد کی وجہ سے آدم سے ذلت محسوس کرتا ہے

با سعادت جنگ دارد از خَسَد
اور حسد کی وجہ سے نیک بختی سے جنگ کرتا ہے

عَقَبہ زیں صَعب تر در راہ نیست
راستہ میں اس سے سخت گھاٹی نہیں ہے

اے خُنک آں کش خَسَد ہمراہ نیست
وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جسکے ساتھ حسد نہیں ہے

ایں جسد خانہ خَسَد آمد بداں
یہ جسم حسد کا گھر ہے، سمجھ لے

کز خَسَد آلودہ گردد خاندان
حسد میں پورا خاندان مبتلا ہو جاتا ہے

خانماں[3] ہا از خَسَد گردد خراب
حسد سے گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں

بازِ شاہی از خَسَد گردد غراب
حسد کی وجہ سے شاہی باز (دل) کوا بنجاتا ہے

گر جسد خانہ خَسَد باشد ولیک
اگرچہ جسم حسد کا گھر ہو سکتا ہے، لیکن

آں جسد را پاک کرد اللہ نیک
جسم کو اللہ نے خوب پاک کر دیا ہے

یافت پاکی از جنابِ کبریا
اللہ تعالیٰ کی جناب سے پاکی پائی ہے

جسمِ پُر از کبر و پُر حقد و ریا
اُس جسم نے جو کبر اور کینہ اور ریاکاری سے بھرا ہے

"طَہِّرَا بَیْتِیْ" بیانِ پاکی ست
"تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو" پاکی کا بیان ہے

گنجِ نور ست ار طلسمش خاکی ست
نور کا خزانہ ہے اگرچہ اُس کا نقش مٹی کا ہے

چوں کُنی با بے حَسَد مکر و حسد
جب تو کسی صاف دل کے ساتھ مکر اور حسد کریگا

زاں حسد دل را سیاہیہا رسد
تو اس حسد سے دل میں سیاہیاں پیدا ہوں گی

---

[1] کیف مدّ الظل۔ یہ قرآنی آیت کا ٹکڑا ہے اسمیں فرمایا گیا ہے اے نبی کیا تم اپنے رب کی طرف نہیں دیکھتے کہ اُس نے کس طرح سایہ کو دراز کیا ہے، مولانا فرماتے ہیں کہ اس سایہ سے اولیاء اللہ کے وجود کی طرف اشارہ ہے۔ دلیل۔ یعنی مُرشد کامل۔ لَا اُحِبُّ الْآفِلِیْنَ۔ حضرت ابراہیمؑ نے ستارے کی اُلوہیت سے انکار کرتے ہوئے فرمایا تھا میں چھپ جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا مراد دنیائے ناپائیدار کے تعلقات ہیں۔ شمسِ تبریزی۔ مولانا رومی کے شیخ ہیں تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ سُور۔ سین کے ضمہ سے، مجلس شادی جشن۔ ضیاء الحق حسام الدین۔ شمسِ تبریزی سے بیعت تھے پھر مولانا سے مستفیض ہوئے۔ تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

[2] ور حسد۔ تو اس حسد کو شیطانی وسوسہ سمجھ اس لئے کہ شیطان کو حسد پیدا کردینے میں غلو ہے۔ کوزہ آدم۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کی قدر و منزلت دیکھ کر حسد کیا اور یہ کہکر کہ وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے اس حسد کا اظہار کیا تو ہمیشہ کیلئے سعادت سے محروم ہو گیا۔ عَقَبہ۔ عین اور قاف کے زبر کے ساتھ پہاڑ کی دشوار گزار گھاٹی صعب۔ دشوار، سخت۔ جسد۔ جسم۔ خاندان

خاک شو مردانِ[1] حق را زیر پا
خاکسارانِ خدا کے پیر کے نیچے خاک بنجا

خاک بر سر کن حسد را ہمچو ما
ہماری طرح حسد پر مٹی ڈال

در بیانِ حسد کردنِ وزیرِ جہود
یہودی وزیر کے حسد کے بیان میں

آں وزیرک از حسد بودش نژاد
وہ کمینہ وزیر، حسد سے بنا تھا

تا بباطل گوش و بینی باد داد
اسی لئے اُس نے ناحق کان اور ناک برباد کئے

بر امید آنکہ از نیشِ حسد
اس امید پر کہ حسد کے ڈنک کے ذریعہ

زہر او در جانِ مسکیناں[2] رسد
اُس کا زہر مسکینوں کی جان پر پہونچ جائیگا

ہر کسے کو از حسد بینی کند
جو شخص حسد کی وجہ سے اپنی ناک کاٹتا ہے

خویش را بے گوش و بے بینی کند
وہ اپنے آپ کو ہی کان اور بے ناک کر لیتا ہے

بینی آں باشد کہ او بوئے برد
ناک تو وہ ہے جو بُو سونگھے

بوئے او را جانبِ کوئے[3] برد
بو اُس کو کوچہ کی طرف لے جائے

ہر کہ بُویش نیست بے بینی بود
جس میں بُو کی صلاحیت نہیں وہ بے ناک کا ہوتا ہے

بوئے آں بو نیست کاں دینی بود
اور بُو وہ بُو ہے جو دین کی ہو

چونکہ بُوئے برد و شکرِ آں نہ کرد
اور جب بُو سونگھی اور اُس کا شکر نہ کیا

کفرِ نعمت آمد و بینیش خورد
تو یہ کفرانِ نعمت ہوا اور (گویا) وہ اُسکی ناک کو کھا گیا

شکر کن مر شاکراں را بندہ باش
شکر کر اور شکر گزاروں کا غلام بن

پیشِ ایشاں مُردہ[4] شو پایندہ باش
اُن کے سامنے مُردہ بن اور عمر دوام حاصل کر

چوں وزیر از رہزنی جامہ مساز
وزیر کی طرح رہزنی کا سامان نہ کر

خلق را تو بر میاور از نماز
لوگوں کو نماز سے نہ روک

فہم کردنِ حاذقانِ نصاریٰ مکرِ وزیر را
ماہر عیسائیوں کا وزیر کے مکر کو سمجھ جانا

ناصحِ دیں گشتہ آں کافر وزیر
وہ کافر وزیر، دین کا واعظ بن گیا

کردہ او از مکر در لوزینہ سیر
اُس نے مکر سے بادام کے حلوہ میں لہسن ملا دیا

ہر کہ صاحب ذوق بود از گفتِ او
جو صاحبِ ذوق تھا وہ اُس کی گفتگو سے

لذتے میدید و تلخی جُفت او
لذت محسوس کرتا اور اُس کے ساتھ کڑاہٹ بھی

[1] مردانِ حق = اولیاء اللہ
خاک شو۔ فروتنی اختیار کر۔ خاک بر سر کن۔ دفع کر۔
وزیرک۔ کمال تصغیر کا ہے
نژاد۔ اصل، باطل۔ ناحق
باد داد۔ برباد کر۔

[2] مسکیناں۔ یعنی عیسائی۔

بینی کندن۔ انکار کرنا۔
بے گوش۔ یعنی اپنے آپ کو بہرا بناتا ہے۔ کوئے یعنی راہِ خدا۔ بُوئے بُردن۔ پہچاننا، سراغ لگا لینا۔
کفرِ نعمت۔ احسان فراموشی یعنی ولیِ کامل کو پہچان کر فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت ہے

[4] مُردہ شو۔ مرید کو شیخ کے سامنے ایسا بنجانا چاہئے جیسا کہ مردہ غسل دینے والے کے لئے۔ از نماز۔ یعنی خدا کی یاد۔ صاحبِ ذوق۔ یعنی صاحب ذوق لوگ بیان کی لذت بھی محسوس کرتے تھے اور مکاری کی تلخی بھی محسوس کرتے تھے۔

نکتہ ہا میگفت او آمیختہ
وہ ملے جلے نکتے بیان کرتا تھا

در جلاب و قند زہرے ریختہ
گلاب اور شکر میں زہر ملاتا تھا

ہاں[1] مشو مغرور زاں گفتِ نکو
خبردار! اس بھلی بات سے دھوکے میں نہ پڑنا

زانکہ باشد صد بدی در زیر او
اس لئے کہ اس کی تہ میں سو برائیاں ہوتی ہیں

ہر کہ باشد زشت گفتش زشت داں
جو شخص برا ہو، اس کی گفتگو بری سمجھ

ہر چہ گوید مردہ آنرا نیست جاں
جو بات مردہ کہے اس میں جان نہیں ہے

گفتِ انساں پارۂ انساں بود
انسان کی گفتگو انسان کا ٹکڑا ہوتی ہے

پارۂ از ناں یقیں ہم ناں بود
روٹی کا ٹکڑا یقیناً روٹی ہوتا ہے

زاں علیؓ فرمود نقلِ جاہلاں
اسی لئے حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جاہلوں کی بات

بر مزابل ہمچو سبزہ است اے فلاں
اے فلاں کوڑیوں پر سبزہ کی طرح ہے

بر مخاں سبزہ ہر آنکو بر نشست
ایسے سبزہ پر جو شخص بیٹھا

بر نجاست بیشکے بنشستہ است
وہ بے شک نجاست پر بیٹھا ہے

بایدش خود را بشستن از حدث[2]
اس کو اپنے آپ کو ناپاکی سے پاک کرنا چاہیے

تا نماز فرضِ او نبود عبث
تاکہ اس کی فرض نماز بیکار نہ ہو جائے

ظاہرش میگفت دره چست شو
اس کا ظاہر کہتا تھا راہ معرفت کی میں چست ہو جا

واز اثر میگفت جاں اُست شو
اور اثر کے اعتبار سے جان کو کہتا تھا اُست ہو جا

ظاہرِ نقرہ سپید ست و منیر
چاندی کا ظاہر اگرچہ سفید اور روشن ہے

دست و جامہ زاں سیہ گردد حقیر[3]
ہاتھ اور کپڑے اس سے سیاہ ہو جائے ہمارا کول تک

تو ز فعلِ او سیہ کاری نگر
لیکن تو اس کے کام کی سیاہ کاری کو دیکھ

لیک ہست از خاصیت دُرد بصر
لیکن خاصیت میں بینائی کو چرا خیرانی ہے

برق اگرچہ نور آید در نظر
بجلی اگرچہ نگاہ کو نور دکھائی دیتی ہے

گفت او در گردن او طوق بود
اس روز یہ کی گفتگو اس کی گردن کا طوق تھی

ہر کہ جز آگاہ و صاحب ذوق بود
صاحب ذوق اور باخبر آدمی کے علاوہ جو بھی تھا

شد وزیر اتباعِ عیسیٰ را پناہ
وزیر عیسائیوں کی پناہ ہو گیا

مدتِ شش سال در ہجرانِ شاہ
بادشاہ سے چھ سالہ دوری میں

---

[1] ہاں۔ حرف تنبیہ ہے۔
مغرور۔ دھوکے میں مبتلا۔
زشت۔ یعنی برے کی بات بھی بری ہوتی ہے۔ نقل قول، بات۔ مزابل۔ مزبلہ کی جمع، کوڑی۔ کوڑا ڈالنے کی جگہ۔

[2] حدث۔ ناپاکی۔ عبث۔ باطل۔ ظاہرش۔ بظاہر اگرچہ نصیحت کرتا تھا لیکن تاثیر الٹی تھی۔
ظاہرِ نقرہ۔ یہ تینوں شعر اس مضمون کو واضح کرنے کے لئے ہیں کہ ظاہر کی خوبی باطن کی خوبی کی دلیل نہیں ہے۔

[3] قیر۔ ایک قسم کا سیاہ روغن، تارکول۔ طوق لوہے کا حلقہ جو قیدیوں کے گلے میں ڈالا جاتا تھا۔
گلے کا زیور۔ ہجراں۔ جدائی اتباع۔ تابع کی جمع پیروی کرنے والے۔ تابعدار۔

دین و دل را کُل بدو بسپرد خلق — پیشِ امر و نہیِ اُو می مُرد خلق[1]
لوگوں نے دین اور دل بالکل اُس کے سپرد کر دیا — اُس کے حکم اور ممانعت پر لوگ جان دیتے تھے

پیغامِ شاہ پنہانی بسوئے وزیر پُر تزویر
بادشاہ کا خفیہ پیغام — مسمّاۃ — وزیر کے نام

درمیانِ شاہ و اُو پیغام ہا — شاہ را پنہاں بدو آرام ہا
اُس کے اور بادشاہ کے درمیان پیغامات جاری تھے — بادشاہ کو خفیہ طور پر اُن سے آرام و اطمینان حاصل تھا

آخرُ الامر از برائے آں مُراد — تا دہد چوں خاک ایشاں را بباد
بالآخر اُس مقصد کے لئے — کہ اُن کو خاک کی طرح برباد کر دے

پیشِ اُو نبشت شہ کای مُقبلم — وقت آمد زود فارغ کن دلم
اُس کو بادشاہ نے لکھا کہ اے میرے اقبال مند — وقت آگیا، جلد میرے دل کو فارغ کر

ز انتظارم دیدہ و دل برہ ست — زیں غمم آزاد کُن گر وقت ہست
انتظار میں میرے دیدہ و دل راستہ پر لگے ہیں — اس غم سے مجھے نجات دے، اگر موقع ہے

گفت اینک اندراں کارم شہا — کافگنم در دینِ عیسیٰؑ فتنہا
اُس نے کہا کہ اے بادشاہ میں ابھی اسی کام میں لگا ہوا ہوں — کہ حضرت عیسیٰؑ کے دین میں فتنے ڈالدوں

قومِ عیسیٰؑ را بدُ اندر دار و گیر — حاکمِ شاں دہ امیر و دہ امیر
عیسائیوں کے انتظام میں — اُن کے بارہ امیر لگے ہوئے تھے

ہر فریقے مر امیرے را تبع — بندہ گشتہ میر خود را از طمع
ہر فریق ایک امیر کے ماتحت تھا — جو لالچ سے اپنے امیر کا غلام بنا ہوا تھا

ایں دہ و دیں دو امیر و قومِ شاں — گشتہ بندہ آں وزیرِ بدنشاں
یہ بارہ حاکم اور ان کی قوم — اُس بدنشاں وزیر کے غلام بن گئے

اعتمادِ[2] جملہ بر گفتارِ اُو — اقتدائے جملہ بر رفتارِ اُو
سب کو اِس کی بات پر بھروسہ تھا — سب اُس کی چال کے مقتدی تھے

پیشِ اُو در وقت و ساعت ہر امیر — جاں بدادے گر بدو گفتے کہ میر
ہر امیر اُس کے آگے — جان دیدیتا اگر وہ اُس سے کہتا کہ مر جا

چوں زبوں کرد آں جہودک[3] جملہ را — فتنہ انگیخت از مکر و دہا
جب اُس کینہ یہودی نے سب کو قابو میں کر لیا — مکر اور چالاکی سے فتنہ برپا کر دیا

---

[1] می مُرد خلق۔ یعنی اُس کے احکام پر جان دینے لگے۔
آخرُ الامر۔ بالآخر۔ مُقبل۔ اقبال مند۔ بُرد۔ دار و گیر۔ اِنتظام۔ تبع۔ تابع۔ دہ امیر و دو امیر۔ یعنی دو دو امیر سبطِ نصاریٰ
[2] اعتماد۔ بھروسہ۔ اقتدار۔ پیروی۔ در وقت و ساعت۔ فوراً۔ میر۔ مُردن کا امر ہے۔ زبوں۔ عاجز، بے چارہ۔
[3] جہودک۔ کینہ یہودی دہا۔ چالاکی۔

بیانِ دوازدہ امیر*

تخلیطِ وزیر در احکامِ انجیل و مکرِ آں

انجیل کے حکموں میں وزیر کا گڑبڑ کرنا اور اُس کی چالاکی

ساخت طوماری بنامِ ہر یکے
اُس نے ہر ایک کے نام پر ایک تحریر تیار کی

نقشِ ہر طومار دیگر مسلکے
اور ہر تحریر کی عبارت دوسرے مسلک کی تھی

حکمہائے ہر یکے نوعِ دگر
ہر ایک کے احکام دوسری قسم کے

ایں خلافِ آں ز پایاں سر بسر
یہ اوّل سے آخر تک اُس کے بالکل خلاف

در یکے راہِ ریاضت را و جوع
ایک میں ریاضت اور بھوکا رہنے کو

رُکنِ توبہ کردہ و شرطِ رجوع
توبہ کا رکن بنایا اور اللہ کی طرف رجوع کی شرط

در یکے گفتہ ریاضت سُود نیست
ایک میں کہا کہ ریاضت کا کوئی فائدہ نہیں

اندریں رہ مخلصی جز جُود نیست
اور اس راستہ میں سخاوت کے علاوہ چارہ نہیں

در یکے گفتا کہ جوع و جُودِ تو
ایک میں کہا کہ تیری فاقہ کشی اور سخاوت

شرک باشد از تو تا معبودِ تو
تیرے اور تیرے معبود کے درمیان شرک ہے

جز توکل جز کہ تسلیمِ[1] تمام
توکل اور رضا کے علاوہ

در غم و راحت ہمہ مکر ست و دام
غم اور راحت میں سب چالاکی اور جال ہے

در یکے گفتہ کہ واجب خدمت ست
ایک میں کہا کہ اطاعت ضروری ہے

ورنہ اندیشہ توکل تہمت ست
ورنہ توکل کا خیال تہمت ہے

در یکے گفتہ کہ امر و نہی[2] ہاست
ایک میں کہا کہ کرنے نہ کرنے کے جو حکم ہیں

بہرِ کردن نیست شرحِ عجز ما ست
کرنے کے لئے نہیں ہیں، ہمارے عجز کی تفصیل ہیں

تا کہ عجزِ خود بہ بینیم اندراں
تاکہ ہم اُن میں عجز دیکھ لیں

قدرتِ حق را بدانیم آں زماں
اُس وقت خدا کی قدرت کو پہچانیں

در یکے گفتا کہ عجزِ خود مبیں
ایک میں کہا کہ اپنے عجز کو نہ دیکھ

کفرِ نعمت کردن ست آں عجز ہیں
خبردار! وہ عجز احسان فراموشی ہے

قدرتِ خود بیں کہ ایں قدرت از وست
اپنی قدرت کو دیکھ یہ قدرت اُسی کی دی ہوئی ہے

قدرتِ خود نعمتِ اُو داں کہ ہُوست
اپنی قدرت کو اُس کا انعام سمجھ، کہ وہی وہ ہے

در یکے گفتہ کزیں دو در گذر
ایک میں کہا اِن دونوں سے گذر جا

بُت بُود ہر چہ بگنجد در نظر
بُت ہوگا جو نظر میں سمائیگا (اِن دونوں میں سے)

---

[1] طومار۔ لمبی چوڑی تحریر۔ نقش۔ تحریر۔ ریاضت۔ یعنی عبادت میں محنت کرنا۔ جوع۔ بھوکا رہنا، فاقہ کشی۔ رُجوع۔ لوٹنا۔ در یکے۔ یعنی ریاضت سے کوئی فائدہ نہیں، سخاوت کرنا کافی ہے۔ شرک باشد۔ یعنی نجات دہندہ خدا ہے، فاقہ کشی اور سخاوت کو ذریعۂ نجات بنانا شرک ہے

[2] تسلیم۔ یعنی۔ عبادت و ریاضت ضروری ہے۔ توکل۔ یعنی خدا پر اعتماد کی ضرورت ہے اور اپنے آپکو خدا کے سپرد کر دینا ذریعۂ نجات ہے۔ خدمت۔ یعنی عبادت و اطاعت۔ تہمت است۔ یعنی محض توکل کو ذریعۂ نجات سمجھنا نبی پر تہمت کے مترادف ہے کیونکہ نبی نے عبادت کو ضروری قرار دیا ہے۔

[3] امر و نہی۔ یعنی جسقدر خدائی احکام ہیں وہ کرنیکے لئے نہیں بلکہ بندہ کو اُس کا عجز تسلیم کرانے کے لئے ہیں، اِن پر عمل ناممکن ہے لہٰذا بندہ اپنے آپ کو عاجز تسلیم کریگا، یہ جبر کی تعلیم ہے عجزِ خود بیں۔ اپنے آپ کو مجبور محض نہ سمجھو ورنہ خدا کی عطا کردہ نعمت قدرت کا کفر ہوگا، انسان کی قدرت خدا کا عطیہ ہے، لہٰذا انسان قادر ہے اور اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ ردّ۔ یعنی جبر اور اختیار کی بحث میں پڑنا الخ

لہٰذا یہ بحثیں بیمعنی ہیں۔

در یکے گفتہ کہ عجز و قدرتت
ایک میں کہا کہ تیرا عجز اور قدرت

بگذرد[1] و زہر چہ اندر فکرتت
اور جو کچھ تیرے فکر میں ہے (خود بخود) گذر جائیگا

از ہوائے خویش در ہر ملتے
ہر مذہب میں اپنی خواہش نفسانی سے

گشتہ ہر قومے اسیر ذلتے
ہر قوم ذلت میں گرفتار ہوئی ہے

در یکے گفتہ مکش ایں شمع را
ایک میں کہا (عقل کی) اس شمع کو نہ بجھا

کایں نظرہا چوں شمع آمد جمع را
اس لئے کہ یہ غور و فکر شمع محفل ہے

از نظرہا بگذری واز خیال
خیال اور غور و فکر کو جب تو چھوڑ دے گا

کشتہ باشی نیم شب شمع وصال
تو گویا تو نے وصال کی شمع کو آدھی رات میں بجھا دیا

در یکے گفتہ بکش با کے مدار
ایک میں کہا، بجھا دے، پروانہ کر

تا عوض بینی یکے با صد ہزار
تاکہ ایک کے بدلے میں لاکھ پائے

کہ زکشتن شمع جاں افزوں شود
اس لئے کہ شمع کے بجھانے سے روح بڑھیگی

لیلیت از صبر تو مجنوں شود
تیرے صبر کی وجہ سے تیری لیلیٰ مجنوں کی طرح ہو جائیگی

ترکِ دنیا ہر کہ کرد از زہد خویش
جس نے اپنے زہد کی وجہ سے دنیا کو چھوڑ دیا

بیش آمد پیش او دنیا ز پیش
اُس کے سامنے دنیا پہلے سے زیادہ آتی ہے

در یکے گفتہ کہ آنچت داد حق
ایک میں کہا، جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے

بر تو شیریں کرد در ایجاد حق
وہ آفرینش کے وقت اللہ نے تیرے لئے شیریں کر دیا

بر تو آساں کرد و خوش آنرا بگیر
تیرے لئے آسان اور خوشگوار کر دیا ہے اسکو لیلے

خویشتن را در میفگن در زحیر
اپنے آپ کو پیچش میں مبتلا نہ کر

در یکے گفتہ کہ بگذر زاں خود
ایک میں کہا، اپنی ہلکیت سے دستکش ہو جا

کاں قبول[2] طبع تو رد[3] دست و بد
اسلئے کہ تیری مرغوب طبع مردود اور بری ہے

راہہائے مختلف آساں شدست
مختلف راستے آسان ہو گئے ہیں

ہر یکے را ملتے چوں جاں شدست
ہر ایک کیلئے ایک مذہب جان کی طرح بن گیا ہے

گر مُیسّر کردنِ حق رہ بدے
اگر اللہ کا آسان کر دینا ہی کوئی راستہ ہوتا

ہر یہودی در زمانہ آگہ بدے
ہر یہودی اور آتش پرست اُس سے واقف ہوتا

در یکے گفتہ مُیسّر آں بود
ایک میں کہا، کہ آسان چیز وہ ہوتی ہے

کہ حیات دل غذائے جاں بود
جو دل کی زندگی اور جان کی غذا ہوتی ہے

---

[1] بگذرد۔ یعنی جبر و قدر کی بحثیں اور جو کچھ انسانی افکار ہیں خود بخود ختم ہو جائیں گے لہٰذا اُن کو ترک کرنیکے اہتمام کی ضرورت نہیں۔ ہوا۔ نفسانی خواہش یعنی اِن بحثوں کا ترک بھی نفسانی خواہش ہے جو گمراہی کا سبب ہے۔ ایں شمع۔ شمع سے مراد عقل اور غور و فکر ہے، یعنی مذہبی احکام اور عقائد عقلی ہیں انسان کو اپنی عقل سے کام لینا چاہئے۔ بکش۔ یعنی دینی معاملوں میں عقل کو دخل نہ دے اور دیوانگی اختیار کر۔

[2] کہ زکشتن شمع۔ یعنی دیوانگی اختیار کرنے سے تو خدا کا محبوب بنجائیگا۔ ترکِ دنیا۔ عقل کو بالائے طاق رکھ کر جو دنیا کو چھوڑ دیگا دنیا اور زیادہ اُسکو ملیگی۔ دادِ حق۔ خدا نے ازل میں جو کچھ تیرے لئے مقدر کر دیا ہے وہ ملکر رہیگا اس کے لئے کیوں سعی کرتا ہے اور کیوں حلال و حرام کی بحثیں پیدا کرتا ہے۔ آنچت۔ مخفف ہے آنچہ ترا کا۔ ایجاد۔ کسی چیز کو پیدا کرنا۔ خوش۔ پسندیدہ۔ زحیر پیچش، پیچ و تاب۔ آن۔ ملکیت۔

[3] قبول۔ مقبول۔ رد۔ نامنظور، مردود۔ بد۔ یعنی جس چیز کی طرف دل راغب ہو وہ بری اور مردود ہے، اُس کو اختیار نہ کر۔ راہہا۔ اپنی پسند کی چیز اختیار کرنیے

هر چه ذوقِ طبع باشد چوں گذشت
جو چیز طبیعت کے ذوق کے مطابق ہوتی ہے جب گزر جاتی ہے

بر نیارد همچو شورہ ریع و کشت
تو شور زمین کی طرح پیداوار اور فصل نہیں دیتی ہے

جُز پشیمانی نباشد ریعِ اُو
اس کی پیداوار شرمندگی کے سوا نہیں ہوتی

جُز خسارت بیش ناردِ بیعِ اُو
اور اس کی بیع کا حاصل نقصان کے سوا کچھ نہیں ہوتا

آں مُیسّر نبُود اندر عاقبت
انجام کار وہ آسان نہیں ہوتی

نامِ اُو باشد مُعسّر عاقبت
اور آخر میں اُس کا نام دشوار ہوتا ہے

تو مُعسّر از مُیسّر باز داں
تو دشوار اور آسان کے فرق کو سمجھ

عاقبت بنگر جمالِ این و آں
اِس اور اُس کے حسن کے نتیجہ پر نظر رکھ

در یکے گفتہ کہ اُستادے طلب
ایک میں کہا کسی اُستاد کی طلب کر

عاقبت بینی نیابی در حسب
(محض ذاتی شرافت سے تجھے عاقبت اندیشی حاصل نہیں ہو سکتی)

عاقبت دیدند ہر گوں ملتے
(لہٰذا اُستاد) جس قوم نے انجام کو معلوم کیا

لاجرم گشتند اسیرِ زلتے
لا محالہ لغزش میں گرفتار ہوئی

عاقبت دیدن نباشد دست باف
آخرت کو سمجھنا (اپنے) ہاتھ کا کام نہیں ہے

ورنہ کے بودے زدنہا اختلاف
ورنہ مذہبوں میں اختلاف نہ ہوتا

در یکے گفتہ کہ اُستا ہم توئی
ایک میں کہا، اُستاد بھی تو ہی ہے

زانکہ اُستار اشناسا ہم توئی
اس لئے کہ اُستاد کو پہچاننے والا تو ہی ہے

مرد باش و سُخرۂ مردان مشو
مرد بن اور لوگوں کا بیگاری نہ بن

رَو سرِ خود گیر و سرگرداں مشو
جا، خود اپنی فکر کر اور پریشان نہ ہو

چشم بر سِرّت بدار و راز خلاف
اپنی ذاتی رائے قائم کر اور خلاف سے

دُور شو تا یابی از حق ایتلاف
بھاگ، تاکہ تو اللہ کا وصال پالے

در یکے گفتہ کہ ایں جملہ یکے ست
ایک میں کہا یہ سب (کائنات) ایک (ذات) ہے

ہر کہ او دو بیند احوَل مردکے ست
جو دو دیکھے وہ کینہ بھینگا ہے

در یکے گفتہ کہ صد یک چوں بود
ایک میں کہا کہ سو ایک کیسے ہو سکتے ہیں

انیکہ اندیشد مگر مجنوں بُود
جو یہ سوچے وہ شاید پاگل ہو

ہر یکے قولے ست ضدِّ یکدگر
ہر ایک قول دوسرے کی ضد ہے

چوں یکے باشد بگو زہر و شکر
بتا، زہر اور شکر ایک کیسے ہو سکتے ہیں؟

لے ذوقِ طبع۔ آسان اور مزاج کے موافق چیز میں اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے
عاقبت۔ انجام کار۔ مُیسّر۔ آسان۔ مُعسّر۔ دشوار گزار عاقبت۔ یعنی آسان کام شروع میں آسان ہے لیکن انجام کے اعتبار سے دشوار ہے۔ ریع۔ کھیتی کا محصول، پیداوار۔ تو مُعسّر۔ روح اور عقل جس کام کو آسان سمجھے وہ عین دین ہے۔
عاقبت۔ انجام بینی۔ حسب۔ حا اور سین کے فتح سے، ذاتی خوبیاں، شخصی کمالات
ٹھ اُستاد۔ یعنی شیخ طریقت
ہر گوں۔ ہر نوع۔ لاجرم۔ ضرور۔ زلت۔ لغزش، خطا۔ دست باف۔ ہاتھ کا کام، آسان کام۔ اُستا۔ اُستاد کا مخفف ہے۔ یعنی تو خود اُستاد ہے کسی شیخ کی کیا ضرورت ہے اسلئے کہ جو شیخ کو شناخت کر سکتا ہے وہ خود آخرت کو بھی سمجھ سکتا ہے
تہ سُخرہ۔ بیگاری۔ سرِ خود گیر۔ اپنی فکر کر۔ سرگرداں۔ حیران
سِرّ۔ باطن، ذاتی رائے۔ ایتلاف۔ اتحاد، وصال
ایں جملہ۔ وجود صرف واحد ہے جو تمام کائنات میں جاری اور ساری ہے۔ صد۔ یعنی کروڑوں کائنات ایک وجود کب بنسکتی ہیں۔
زہر و شکر۔ یعنی ان باتوں میں ایسا ہی اختلاف تھا جیسے زہر اور شکر میں۔

در معانی اختلاف و در صُوَر — روز و شب بیں خار و گل سنگ و گوہر
معنوں اور صورتوں میں اختلاف — دن اور رات کانٹے اور پھول، پتھر اور موتی (کا سا اختلاف ہے) بوجھ

تا ز زہر و از شکر در نگذری — کے تو از گلزار وحدت بُو بری
جب تک تو زہر اور شکر سے نہ گذرے گا — وحدت کے چمن کی خوشبو کب سونگھے گا

وحدت اندر وحدت است این مثنوی — از سمک رو تا سماک اے معنوی
یہ مثنوی وحدت در وحدت ہے — اے معنی کے طالب! مچھلی سے سماک تک چلا جا

در بیان آنکہ اختلاف در صورت روش ست نہ در حقیقت راہ

اس بیان میں کہ رفتار کی صورت میں اختلاف ہے نہ کہ راستہ کی حقیقت میں

زیں نمط زیں نوع[1] دہ طومار دو — بر نوشت آں دین عیسیٰ را عدو
اس انداز اور اس قسم کے بارہ لمبے خطوط — اُس حضرت عیسیٰؑ کے دین کے دشمن نے لکھے

اُو ز یک رنگی عیسیٰ بُو نداشت — وز مزاج خُم[2] عیسیٰ خُو نداشت
اُس کو حضرت عیسیٰؑ کی یکرنگی کی خوشبو نہ پہونچی تھی — اور نہ حضرت عیسیٰؑ کے خُم کے مزاج کی عادت رکھتا تھا

جامۂ صد رنگ ازاں خُم صفا — سادہ و یک رنگ گشتے چوں ضیا
اُس صفائی کے خُم سے صد رنگے کپڑے — نور کی طرح سادہ اور یکرنگ ہو جاتے تھے

نیست یکرنگی کز و خیزد ملال — بل مثالِ ماہی و آبِ زُلال
ایسی یکرنگی نہیں جس سے طبیعت اُکتا جائے — بلکہ اس کی مثال، مچھلی اور صاف پانی کی ہے

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگہاست — ماہیاں را با یُوست جنگہاست
اگرچہ خشکی میں ہزاروں رنگ ہیں — لیکن مچھلیوں کو خشکی سے بڑی مخالفت ہے

کیست ماہی چیست دریا در مَثَل[3] — تا بداں ماند خدا عزّ و جلّ
کون ہے مچھلی کیا ہے دریا، مثال دینے میں — کہ اُس سے خدائے عزّ و جلّ مشابہ ہو

صد ہزاراں بحر و ماہی در وجُود — سجدہ آرد پیش آں دریائے جُود
موجودات میں سے لاکھوں دریا اور مچھلیاں — اُس بحرِ سخاوت کے سامنے سربسجود رہیں

چند باران عطا باراں شدہ — تا بداں آں بحر در اُفشاں شدہ
بخشش کی بہت سی بارشیں برسیں — یہانتک کہ اُن سے وہ سمندر موتی برسانے والا بنا

چند خورشید کرم افروختہ — تا کہ ابر و بحر جُود آموختہ
کرم کے بہت سے سورج طلوع ہوتے — تب بادل اور سمندر نے سخاوت سیکھی

---

[1] نوع۔ قسم۔ صنف۔ یعنی مکتوب زیر۔ یکرنگی۔ ایک رنگ کا ہونا۔ بُو۔ سراغ، علامت۔ خُم عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کا مٹکا مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اُس مٹکے کا کام کرتے تھے رنگ کا ایک مٹکا تھا جس میں سے ہر رنگ کا کپڑا رنگ کر نکالا دیتے تھے۔ جامۂ صد رنگ۔ یعنی مذہبی اختلاف، خُم صفا۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات۔ ضیاء۔ نور خیزد۔ پیدا ہو۔ ملال۔ اُکتا جانا۔ آبِ زُلال۔ صاف پانی یعنی وہ یکرنگی ایسی نہ تھی جس سے انسان اُکتائے بلکہ اُس کی مثال دریا کی یک رنگی کی سی ہے جس سے مچھلی کبھی نہیں

[2] خُم۔ مٹکا۔ یعنی اُن طومارہ کے الفاظ و معانی میں سب سے زیادہ اختلاف تھا۔ تا زہر یعنی جب تک مختلف مظاہر سے گذر کر ذاتِ واحد تک نہ پہونچا تکمیل نہ ہوگی۔

[3] سمک۔ مچھلی۔ ایک فرضی عقیدہ ہے کہ ایک مچھلی ہے اُس مچھلی کی پشت پر ایک بیل ہے اُس بیل کے سینگوں پر زمین ٹکی ہوئی ہے۔ سماک دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں ایک کو سماک اعزل دوسرے کو سماک رامح کہتے ہیں۔ وحدت یعنی اس مثنوی میں وحدت الوجودی کا بیان ہے جس کے فلسفہ زمین سے آسمانوں تک کی سیر کیجا سکتی ہے۔ نمط۔ روش، طرز۔

چند خورشید کرم تاباں شدہ
کرم کے بہت سے سورج روشن ہوئے

تابداں آں ذرہ سرگرداں شدہ
تب اُن سے وہ ذرہ چکر کاٹنے والا بنا

پرتوِ ذاتش زدہ بر ماء و طین
مٹی اور پانی پر اُس کی ذات کی روشنی پڑی

تا شدہ دانہ پذیرندہ زمیں
تب زمین دانے کو قبول کرنیوالی بنی

خاک امین و ہر چہ در وے کاشتی
زمین امانتدار (بنی) اور جو کچھ تو نے اُس میں بویا

بے خیانت جنس آں برداشتی
بغیر کسی خیانت کے اُس کی جنس کو اُٹھایا

ایں امانت زاں عنایت یافتست
(زمین نے) یہ امانتداری اُسکی مہربانی سے پائی ہے

کآفتابِ عدل بر وے تافتست
کیونکہ اُس پر انصاف کا سورج چمکا ہے

تا نشانِ حق نیاید نو بہار
جب تک موسم بہار اللہ کا حکم بن کر نہیں آتا

خاک سبزہ را نسازد آشکار
مٹی سبزے کو ظاہر نہیں کرتی

آں جمادے کو جمادے را بداد
وہ جس نے جمادات کو دئے

ایں خبرہا، ویں امانت ویں سداد
یہ پیغامات اور یہ امانت اور یہ راہ روی

آں جماد از لطف چوں جاں میشود
وہ جماد، مہربانی سے جان کی طرح ہو جاتا ہے

زمہریر از قہر پنہاں میشود
سخت جاڑا خوف سے چھپ جاتا ہے

آں جمادے گشت از فضلش لطیف
وہ جمادات اُس کی مہربانی سے لطیف ہو گئی

کُلُّ شَیْءٍ مِن ظَرِیفٍ ہُو ظَرِیف
جو چیز خوب کی طرف سے ہوتی ہے خوب ہوتی ہے

ہر جمادے را کند فضلش خبیر
اُس کا کرم ہر جماد کو باخبر بنا دیتا ہے

عاقلاں را کردہ قہرِ او ضریر
اور اُس کا قہر عقلمندوں کو اندھا کر دیتا ہے

جان و دل را طاقتِ ایں جوش نیست
جان اور دل میں اِس جوش کی طاقت نہیں ہے

با کہ گویم در جہاں یک گوش نیست
کس سے کہوں؟ دنیا میں کوئی کان نہیں ہے

ہر کجا گوشے بُد از وے چشم گشت
جہاں کہیں کان تھا اُس جوش کی وجہ سے آنکھ بنگیا

ہر کجا سنگے بُد از وے لیشم گشت
اور جہاں کہیں پتھر تھا وہ لیشب بن گیا

کیمیا سازے ست چہ بُود کیمیا
وہ کیمیا سا رہے، کیمیا کیا ہوتی ہے؟

معجزہ بخشے ست چہ بُود سیمیا
معجزہ عنایت کرنے والا ہے، سیمیا کیا ہوتی ہے؟

ایں ثنا گفتن ز من بہرِ ثناست
میرا یہ تعریف کرنا، تعریف نہ کرنا ہے

کایں دلیلِ ہستی و ہستی خطاست
اسلئے کہ یہ (اپنے) وجود کی دلیل ہے اور وجود کا (احساس) غلطی ہے۔

سلطانِ پذیرندہ۔ پانی اور مٹی پر اُس کا کرم ہی زمین کی صلاحیت کا سبب ہے
پرتو۔ روشنی۔ ماء۔ پانی
طین۔ مٹی۔ عدل۔ انصاف
نشان۔ فرمان، حکم۔ بہتر
بھید، چھپی ہوئی چیز۔
جواد۔ سخی۔ جماد۔ پتھر وغیرہ
سداد۔ سین کے کسرہ سے درستی، سچائی، راستی۔
آں جماد۔ جمادات اگرچہ بے جان ہیں لیکن عنایتِ خداوندی سے جان داروں کا سا کام کرنے لگتے ہیں۔ زمہریر سخت جاڑا۔ ظریف خوش طبع۔ فضل۔ کرم
مہربانی۔ خبیر۔ باخبر، آگاہ
قہر۔ غضب، جلال۔ ضریر نابینا۔ ایں بجوش۔ قدرت کے کمالات بیان کرتے ہوئے دل میں جو جوش پیدا ہوتا ہے اُس کی تاب نہیں ہے۔
ثنا۔ ہر کجا۔ اِس جوش سے شنیدہ، دیدہ ہو گیا۔
سنگ دل بھی نرمی سے معمور ہو کر سنگِ لیشب بنگیا۔ لیثم۔ ایک قسم کا قیمتی نورانی پتھر ہے اِسی کو سنگِ لیشب کہتے ہیں۔ کیمیا۔ وہ فن جس سے قلعی، تانبے وغیرہ کو چاندی، سونا بنا دیا جاتا ہے۔ سیمیا۔ وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے۔

پیشِ[1] ہستِ اُو بباید نیست بود
اُس کے وجود کے سامنے نیست ہو جانا چاہئے

چیست ہستی پیشِ اُو کور و کبود
ہستی کیا ہوتی ہے؟ اُس کے سامنے اندھی اور سیاہ پوش ہے

گر نبودے کور ازو بگداختے
اگر اندھی نہ ہوتی اُس سے پگھل جاتی

گرمیِ خورشید را بشناختے
آفتاب کی گرمی کو پہچانتی

ور نبودے اُو کبود از تعزیت
اگر وہ (ہستی) تعزیت کی وجہ سے سیاہ پوش نہ ہوتی

کے فسُردے ہمچو یخ ایں ناحیت
تو اس جانب (دنیا) برف کی طرح کیوں ٹھٹھرتی

بیانِ خسارتِ وزیر دریں خدعہ و مکر

اِس مکر و فریب میں وزیر کے خسارہ اٹھانے کا بیان

ہمچو شہ نادان و غافل بُد وزیر
وزیر، بادشاہ کی طرح نادان اور غافل تھا

پنجہ میزد با قدیم و ناگزیر[2]
جو واجب الوجود اور قدیم سے پنجہ لڑاتا تھا

ناگزیرِ جملگاں حیِّ قدیر
جو سب کے لئے ضروری ہے زندہ، قادر ہے

لَایَزَالُ و لَم یَزَل فردِ بصیر
ہمیشہ رہیگا، اور ہمیشہ رہا، اکیلا اور تنہا ہے

با چناں قادر خدائے کز عدم
ایسے قادر خدا سے کہ جو عدم سے

صد چو عالم ہست گرداند بدم
اس عالم جیسے سو عالم ایک دم میں پیدا کر دیتا ہے

صد چو عالم در نظر پیدا کند
اِس عالم جیسے سو عالم ایک نظر میں پیدا کر دے

چونکہ چشمت را بخود بینا کند
جب تیری آنکھوں کو اپنے معاملہ میں بینا کر دے

گر جہاں پیشت بزرگ و بے تہ است
اگرچہ عالم تیرے نزدیک بڑا اور وسیع ہے

پیشِ قدرت ذرّۂ میدان کہ نیست
سمجھ لے، قدرت کے آگے ایک ذرہ بھی نہیں ہے

ایں جہاں خود حبسِ جانہائے شماست
یہ عالم تمہاری جانوں کا قید خانہ ہے

ہیں دو دیدہ آنسوئے صحرائے خداست
خبردار! اُس جانب دوڑو جو خدا کا میدان ہے

ایں جہاں محدود و آں خود بیحد است
یہ عالم محدود اور وہ غیر محدود ہے

نقش و صورت پیشِ آں معنی سدّ است
نقش اور صورت اُس معنی کے سامنے آڑ ہیں

صد ہزاراں نیزۂ فرعون را
فرعون کے لاکھوں نیزے

در شکست آں موسیٔ با یک عصا
موسیٰؑ نے ایک لاٹھی سے توڑ دئے

صد ہزاراں طِبِّ جالینوس بُود
جالینوس کی لاکھوں طبیں تھیں

پیشِ عیسیٰ و دمش افسوس بُود
حضرت عیسیٰؑ اور انکی پھونک کے سامنے بیکار تھیں

---

[1] ہستِ اُو۔ حضرتِ حق کی ذات کے سامنے ممکن ہونے کے باوجود عدم ہے، اپنے وجود کا احساس مشاہدہ کا حجاب ہے جس نے آنکھوں کو اندھا اور محرومی کی وجہ سے سیاہ پوش بنا رکھا ہے۔ خورشید۔ آفتابِ حق کا مشاہدہ فنا کر ڈالتا ہے۔ تعزیت۔ ماتم پرسی۔ فسردن۔ ٹھٹھرنا۔ جمنا۔ برف ناحیت۔ طرف، کنارہ۔

[2] ناگزیر۔ ضروری، واجب الوجود۔ جملگاں۔ جملہ کی جمع۔ حیّ۔ زندہ۔ لایزال۔ جو ہمیشہ رہیگا۔ لم یزل۔ جو ہمیشہ سے ہے۔ بصیر۔ بینا، اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ باچناں۔ وہ وزیر اُس خدا سے پنجہ کشی کر رہا تھا جو قادرِ مطلق ہے۔ ہست۔ موجود۔ بخود بینا کند۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی معرفت عطا فرمادے۔

[3] بے تہ۔ وسیع و کشادہ۔ حبس۔ قید خانہ۔ ہیں۔ کلمۂ تنبیہ ہے۔ صحرا۔ جنگل مراد عالمِ بالا ہے۔ سدّ۔ دیوار۔ آنسو۔ یعنی عالمِ بالا۔ نقش و صورت۔ یعنی عالمِ سفلی عالمِ علوی کے لئے سدِّ راہ ہے۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم ہے جو حضرت عیسیٰؑ کا ہمعصر تھا۔ افسوس۔ کھیل، مذاق۔

صد ہزاراں دفترِ اشعار بود
اشعار کے لاکھوں دیوان تھے

پیشِ حرفِ اُمّیش آں عار بود
جو اس کے اُمّی (محمدؐ) کے کلام کے سامنے موجبِ ننگ تھے

باچناں غالب خداوندے کسے
ایسے غالب خدا کے آگے کوئی

چوں نمیرد گر نباشد اُو خسے
کیسے نہ مرے اگر وہ کینہ نہیں ہے!

بس دلِ چوں کوہ را انگیخت اُو
پہاڑ جیسے بہت سے دلوں کو اس نے کھڈ دیا

مُرغِ زیرک بادویا آویخت اُو
چالاک پرندے کو دو پیروں قید ہوتے ہوئے نہیں دیکھا

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ
عقل اور طبیعت کو تیز کرنا راہ نہیں ہے

جُز شکستہ می نگیرد فضلِ شاہ
شاہ کا فضل، عاجز کے سوا کسی کی مدد نہیں کرتا

اے بسا گنجِ آگنان گنجِ گاؤ
اے مخاطب! بہت سے گنج گاؤ جیسے خزانے تجھ کرنے والے

کاں خیال اندیش راشد رہش گاؤ
عقلمندوں کے لئے سامانِ تمسخر بن گئے

گاؤ کہ بُود تا حشیش اُو شوی
بیل کیا چیز ہے؟ کہ تو اُس کی ڈاڑھی بنے

خاک کہ بُود تا حشیش اُو شوی
خاک کیا ہے؟ کہ تو اُس کی گھاس بنے

زر و نقرہ چیست تا مفتوں شوی
سونا اور چاندی کیا ہے؟ کہ تو اُس کا عاشق بنے

چیست صورت تا چنیں مجنوں شوی
صورت کیا ہے؟ کہ تو ایسا پاگل بنے

ایں ترا و باغ تو زندانِ تست
یہ محل اور باغ تیرا قید خانہ ہے

مُلک و مالِ تو بلائے جانِ تست
تیرا ملک اور مال تیری جان کیلئے مصیبت ہے

آں جماعت را کہ ایزد مسخ کرد
جس گروہ کو اللہ نے مسخ کیا

آیتِ تصویرِ شاں را نسخ کرد
اُن کی صورت کی پہچان کو مٹا دیا

چوں زنے از کارِ بد شد روئے زرد
جب عورت بدکاری کی وجہ سے زرد رو ہوئی

مسخ کرد اُو را خدا و زُہرہ کرد
اُس کو خدا نے مسخ کر دیا اور زُہرہ بنا دیا

عورتے را زُہرہ کردن مسخ بود
عورت کو زُہرہ بنا دینا تو مسخ تھا

آب و گِل گشتن نہ مسخ ست اے عنود
کیا پانی اور مٹی ہو جانا مسخ نہیں ہے اے سرکش!

روح می بُرد ست سوئے عرشِ بریں
روح تو تجھے عرشِ بریں کی طرف لیجاتی (لیکن)

سوئے آب و گِل شدی در اسفلیں
تو پانی اور مٹی کی طرف نچلے درجوں میں آ گیا

خویش را تو مسخ کردی زیں سفول
تو نے اپنے آپ کو اس پستی کی وجہ سے مسخ کر لیا

باوجودے کہ بُد آں شکِ عقول
حالانکہ وہ جو عقولِ عشرہ کیلئے باعثِ رشک تھا

لہ حرف یعنی کلام اللہ۔ اُمّی۔ اُم یعنی ماں کی طرف منسوب ہے وہ بچہ جو سایۂ پدری سے محروم ہو کر صرف ماں کے زیرِ سایہ پلا ہو اور علوم مُروّجہ نہ حاصل کر سکا ہو۔ آنحضورؐ کو بھی اُمّی کہا جاتا ہے چوں نمیرد۔ اپنے آپ کو فانی نہ سمجھے۔ مرغِ زیرک۔ چالاک پرندہ، مراد فلسفی ہے۔ فہم و خاطر۔ یعنی فلاسفہ اور حکماء محض عقل کے زور پر معرفت حاصل کر لیں یہ ممکن نہیں ہے، اللہ عزّ و علا ہے جس دستگیری فرماتا ہے گنجِ آگنان۔ خزانہ بھرنے والے گنج گاؤ۔ مشہور خزانہ جو جمشید کے زمانہ کا تھا، بہرام کے زمانہ میں ایک کاشتکار کے ہاتھ آیا تھا، اس میں گائے بیل کے طلائی بُت بھی تھے اس لئے اُس کا نام گنج گاؤ پڑ گیا تھا۔ خیال اندیش۔ فلسفی۔

لہ ریشِ گاؤ۔ بیل کی ڈاڑھی، اس سے احمق، بیوقوف مراد ہوتا ہے۔ حشیش۔ گھاس مفتوں۔ فریفتہ۔ مجنوں۔ دیوانہ، عاشق۔ سرا و باغ۔ دنیاوی چیزیں، راہِ طریقت کی رکاوٹیں ہیں۔ کارِ بد۔ بُرا کام، زنِ زُہرہ۔ ایک ستارے کا نام ہے عوام میں مشہور ہے کہ زُہرہ ایک عورت تھی ہاروت و ماروت دو فرشتوں نے اس سے زنا کر لیا اس سزا میں وہ دونوں فرشتے بابل میں اُلٹے لٹکا

پس بتر زیں مسخ کردن چوں بُود
اِس سے بدتر مسخ کرنا کیا ہوگا ؟

پیش آں مسخ ایں بغایت دوں بُود
بلکہ اُس مسخ کے بالمقابل یہ مسخ گراہوا ہے

اسپ ہمّت سوئے اختر تاختی
تو نے ہمّت کا گھوڑا ستاروں کی طرف دوڑایا

آدمِ مسجود را نشناختی
لیکن مسجود آدمؑ کو تو نہ پہچانا

آخر آدم زادۂ اے ناخلف
اے ناخلف ! آخر تو آدمؑ کی اولاد ہے

چند پنداری تو پستی را شرف
تُو پست کو شرافت کب تک سمجھیگا ؟

چند گوئی مَن بگیرم عالمے
کب تک کہیگا ؟ میں تمام دنیا کو فتح کروں گا

ایں جہاں را پُر کُنم از خود ہمے
اور اُس دنیا کو اپنے سے بھر دوں گا

گر جہاں پُر برف گردد سر بسر
اگر پوری دنیا بالکل برف سے بھر جائے

تاب خور بگداز دش از یک نظر
سورج کی گرمی ایک نظر میں اسکو پگھلا دے

وز پئے او وزرِ چوں او صد ہزار
اُس (وزیر) کے بوجھ اور اُس جیسے لاکھوں کے بوجھ کو

نیست گرداند خدا از یک شرار
خدا ایک چنگاری سے نیست و نابود کر دے

عینِ آں تخییل را حکمت کند
بعینہٖ اُن خیالات کو دانائی بنا دے

عینِ آں زہراب را شربت کند
اور اُس زہریلے پانی کو شربت بنا دے

در خرابی گنجہا پنہاں کند
ویرانہ میں خزانوں کو مخفی رکھتا ہے

خار را گل جسمہا را جاں کند
کانٹے کو پھول اور جسموں کو جان بنا دیتا ہے

آں گماں انگیز را سازد یقیں
وہ گمان پیدا کرنیوالی بات کو یقین بنا دیتا ہے

مہر مار و یا نداز اسباب کیں
اور کینہ کے اسباب سے، محبتیں آگاہ دیتا ہے

پرورد در آتش ابراہیم را
حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں پالدیتا ہے

ایمنی روح سازد بیم را
اور خوف کو روح کے اطمینان کا ذریعہ بنا دیتا ہے

از سبب سازیش من سودائیم
اُس کی علت آفرینی سے میں دیوانہ ہوں

وز سبب سوزیش سوفسطائیم
اور اُس کی سبب سوزی سے میں سوفسطائی ہوں

در سبب سازیش سرگرداں شدم
اُس کی سبب سازی سے میں سرگرداں ہوں

در سبب سوزیش ہم حیراں شدم
اُس کی سبب سوزی سے بھی میں حیران ہوں

مکر کردنِ وزیر در خلوت نشستن و شور افگندن در قوم

وزیر کا مکر کرنا اور تنہائی میں بیٹھنا اور قوم میں شورش پیدا کر دینا

بتر۔ بدتر۔ آں مسخ۔ صورتی مسخ۔ ایں مسخ۔ معنوی مسخ۔ دوں۔ کمرتبہ، خراب۔ اختر۔ ستارہ۔ مسجود جس کو سجدہ کیا جائے۔ آدم زادہ۔ زادۂ آدم۔ خلف۔ نیک فرزند۔ ناخلف۔ بد فرزند۔ شرف۔ بزرگی، بلندی تاب۔ تپش۔ خور۔ سورج شہ درنہ۔ بوجھ، گناہ۔ نیست۔ معدوم یعنی خدا کی بخشش سے ناامید نہونا چاہئے۔ تخییل۔ خیالی بات، وہمی علوم حکمت۔ دانائی کی بات۔ زہرآب۔ زہریلا پانی۔ خراب۔ ویرانہ۔ در آتش۔ حضرت ابراہیمؑ کو نمرود نے آگ میں ڈلوایا لیکن وہ آگ باغ بنگئی۔ سبب سازی۔ سبب بنانا، علت و معلول کا سلسلہ قائم کرنا یعنی ایک وجود کو کسی دوسرے وجود پر موقوف رکھنا۔ سبب سوزی۔ بلا علت کوئی کام کرنا۔ سوفسطائی۔ حکماء کا ایک گروہ ہے جو کسی حقیقت کو موجود نہیں مانتا، ہر شے کے وجود کو وہمی اور خیالی مانتا ہے۔

چوں وزیرِ ماکرِ[1] بد اعتقاد
جب مکار، بد اعتقاد وزیر نے

دینِ عیسیٰؑ را بدل کرد از فساد
حضرت عیسیٰؑ کے دین کو فساد ڈالنے کے لئے بدل ڈالا

مکرِ دیگر آں وزیر از خود بست
دوسرا مکر اُس وزیر نے اختیار کیا

وعظ را بگذاشت در خلوت نشست
وعظ کہنا چھوڑا، تنہائی میں بیٹھ گیا

در مُریداں در فگند از شوق سوز
مُریدوں میں شوق کی سوزش ڈالدی

بود در خلوت چہل پنجاہ روز
چالیس پچاس روز تک تنہائی میں رہا

خلق دیوانہ شدند از شوقِ اُو
اُس کے شوق سے لوگ دیوانے ہو گئے

از فراقِ حال و قال و ذوقِ اُو
حال اور گفتگو اور اُس کے ذوق کی جدائی سے

لابہ و زاری ہمی کردند واُو
لوگ خوشامد اور عاجزی کرتے تھے اور وہ

از ریاضت گشتہ در خلوت دوتو
مجاہدہ کی وجہ سے تنہائی میں کبڑا ہو گیا تھا

گفتہ ایشاں بے تو مارا نیست نور
اُنھوں نے کہا تیرے بغیر ہمارے لئے روشنی نہیں ہے

بے عصاکش[2] چوں بود احوالِ کور
لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر نابینا کا حال کیا ہوگا؟

از سرِ اکرام و از بہرِ خدا
ازراہِ مہربانی اور خدا کے لئے

بیش ازیں از خود مکن ما را جدا
اِس سے زیادہ ہم کو اپنے سے جدا نہ کر

ما چو طفلانیم و ما را دایہ تو
ہم بچوں کی طرح ہیں اور تو ہماری دایہ ہے

بر سرِ ما گستراں آں سایہ تو
وہی سایہ تو ہمارے اوپر ڈالدے

گفت جانم از محبّاں دور نیست
اُس نے کہا میری جان دوستوں سے دور نہیں ہے

لیک بیروں آمدن دستور نیست
لیکن باہر آنے کا میرے لئے حکم نہیں ہے

آں امیراں در شفاعت آمدند
وہ امیر سفارش کے لئے آئے

واں مُریداں در ضراعت آمدند
اور وہ مُرید عاجزی کرنے لگے

کانیچہ بدبختی ست ما را اے کریم
کہ اے بزرگ! یہ ہماری کیسی بدبختی ہے

از دل و دیں ماندہ مالے تو یتیم
ہم دل اور دین سے تیرے بغیر محروم رہ گئے

تو بہانہ می کنی و ما زِ درد
تو تو بہانہ کر رہا ہے اور ہم درد سے

میزنیم از سوزِ دل دمہا سرد
دل کی جلن سے ٹھنڈی آہیں بھر رہے ہیں

ما بگفتارِ خوشت خو کردہ ایم
ہمیں تیری میٹھی باتوں کی عادت ہو گئی ہے

ما زِ شیرِ حکمتت تو خوردہ ایم
ہم نے تیری دانائی کا دودھ پیا ہے

[1] ماکر۔ مکر کرنیوالا۔ حال حالتِ مستی۔ قال۔ گفتگو ذوق۔ وجدان، روحانی احساس۔ لابہ۔ خوشامد زاری۔ عاجزی۔ دوتو۔ کُبڑا، ٹھنٹھنی، دوہرا۔

[2] عصاکش۔ یعنی اندھے کی لاٹھی پکڑ کر چلنے والا۔ کور۔ نابینا۔ دایہ۔ دودھ پلانیوالی عورت، انا۔

[3] دستور۔ حکم، اجازت، طریقہ۔ امیراں۔ بارہ سردار۔ ضراعت۔ عاجزی، خوشامد کریم۔ بزرگ۔ یتیم۔ بے باپ کا بچہ۔ محروم۔ دمہائے سرد۔ ٹھنڈے سانس۔ خو۔ عادت۔ شیر۔ دودھ حکمت۔ دانائی۔ خوردہ نوشیدہ۔

اللہ اللہ ایں جفا با ما مکن
خدا کے لئے یہ ظلم ہم پر نہ کر

لطف کُن امروز را فردا مکن
مہربانی کر اور آج کو کل پر نہ ٹال

می دہد دل[1] مر ترا کیں بیدلاں
کیا تیرا دل اسکی اجازت دیتا ہے کہ بیدل

بے تو گردند آخر از بے حاصلاں
تیرے بغیر محرموں میں شامل ہو جائیں؟

جملہ در خشکی چو ماہی می طپند
سب ایسے تڑپ رہے ہیں جیسے پھل خشکی میں

آب را بگشاز جُو بر دار بند
پانی کھول دے اور نہر سے بند اٹھا دے

ایکہ چونتو در زمانہ نیست کس
اے وہ کہ تو دنیا میں تجھ جیسا کوئی نہیں ہے!

اللہ اللہ خلق را فریاد رس
خدا کے لئے لوگوں کی فریاد سن لے

دفع کردن وزیر مریدان و اتباع خود را

وزیر کا اپنے مریدوں اور متبعین کو دفع کرنا

گفت ہاں اے سخرگان گفتگو
اُس نے کہا، خبردار! اے گفتگو کے پابندو!

وعظ و گفتار و زبان و گوش جُو
وعظ اور کان، گفتار اور زبان کے تلاش کرنیوالو

پنبہ اندر گوش حسِ دوں کنید
حسِ کان کے اندر روئی ٹھونس لو

بندِ حس از چشم خود بیروں کنید
اپنی آنکھ سے ظاہری رسائی دور کرو

پنبہ آں گوشِ سر گوشِ سر ست
باطنی کان کی روئی، سر کا کان ہے

تا نگردد ایں کر آں باطن کر ست
جب تک یہ بہرا نہ ہو باطن بہرا ہے

بے حس و بے گوش و بے فکرت شوید
بے حس اور بغیر کان کے اور بے فکر ہو جاؤ

تا خطاب[2] ارجعی را بشنوید
تاکہ ارجعی کے خطاب کو سنو

تا بگفت و گوئے بیداری دری
جب تک تو بیداری کی گفتگو میں ہے

تو ز گفت خواب کے بوئے بری
تو خواب کی گفتگو سے کب خوشبو حاصل کر سکتا ہے؟

سیر بیرونی ست فعل و قول ما
ہمارا فعل اور قول بیرونی سیر ہے

سیرِ باطن ہست بالائے سما
باطنی سیر آسمانوں پر ہے

حسِ خشکی دید کز خشکی بزاد
جس نے خشکی دیکھی ہے چونکہ وہ خشکی سے پیدا ہوئی

موسیِ جان پائے بر دریا نہاد
جان کے موسیٰ نے دریا پر قدم دھر دیا

سیرِ جسمِ خشک بر خشکی فتاد
خشک جسم کی سیر خشکی پر ہوئی ہے

سیرِ جاں پا در دلِ دریا نہاد
جان کی سیر نے دریا کے دل پر پیر دھر دیا ہے

---

[1] دل ۔ دال ۔ آمادہ کرنا۔ بیدل ۔ عاشق ۔ بے حاصل محروم ۔ طپیدن ۔ تپیدن، تڑپنا ۔ جلنا ۔ یاں ۔ یہاں تنبیہ ہے ۔ سخرگان ۔ سخرہ کی جمع ہے، تابع ۔ پنبہ ۔ روئی ۔ گوش حس ۔ ظاہری کان ۔ دوں ۔ کمینہ ۔ چشم ۔ یعنی قلبی بینائی ۔ گوشِ سر باطنی کان ۔ گوشِ سر ۔ ظاہری کان، یعنی جب تک ظاہری کان کھلے ہوئے ہیں، باطنی کان کام نہیں کرتے ہیں۔

[2] ارجعی ۔ تو لوٹ آ، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے یٰاَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً یعنی اے مطمئن جان اپنے پروردگار کی طرف خود خوش ہوتی اور اسکو خوش کرتی لوٹ جا حسِ یعنی حسِ ظاہری، چونکہ مٹی سے بنا ہے لہٰذا اس کی سیرگاہ یہی عالم آب و گل ہے ۔ روح ۔ ملاءِ اعلیٰ کی چیز ہے، اسکی سیر بھی ملاءِ اعلیٰ میں ہوتی ہے، حضرت موسیٰ پیدائش کے بعد دریائے نیل میں بہا دیئے گئے تھے ۔ دریا یعنی عالمِ آخرت۔

چونکہ عمر اندر رہِ خشکی گذشت
چونکہ عمر خشکی کے راستہ میں کٹی ہے

گاہ کوہ و گاہ صحرا، گاہ دشت
کبھی پہاڑ، کبھی جنگل، اور کبھی میدان میں

آبِ حیواں را کجا خواہی تو یافت
تو آبِ حیات کو کب پا سکیگا؟

موجِ دریا را کجا خواہی شگافت
دریا کی موج کو کب چیر سکیگا؟

موجِ خاکی فہم و وہم و فکرِ ماست
خاکی موج، ہماری سمجھ، ہمارا وہم اور ہماری سوچ ہے

موجِ آبی محو و سکرست و فناست
آبی موج محویت اور سکر اور فنا ہے

تا درین سکری ازاں سکری تو دور
جب تک تو اس سکر میں ہے اُس سکر سے دور ہے

تا ازیں مستی ازاں جامے نفور
جب تک تو اس سے مست ہے اُس جام سے نفرت ہے

گفتگوئے ظاہر آمد چوں غبار
ظاہری گفتگو، غبار کی مانند ہے

مُدّتے خاموش خوکن ہوشدار
کچھ مدت چپ رہنے کی عادت ڈال ہوشمند بن

مکرّر عرض کردن مُریداں کہ خلوت را بشکن

مُریدوں کا مکرّر عرض کرنا کہ خلوت کو چھوڑیئے

جملہ گفتند اے حکیمِ رخنہ جُو
سب نے کہا، اے حکیم، خلل انداز

ایں فریب و ایں جفا با ما مگو
یہ فریب اور یہ ظلم، ہمیں نہ سنا

ما اسیرانیم تا کے ایں فریب
ہم قیدی ہیں، یہ فریب کب تک!

بیدل و جانیم تا کے ایں عتیب
ہم بے دل اور بے جان ہیں، یہ غصہ کب تک!

چوں پذیرفتی تو ما را از ابتدا
تو نے جب ہمیں ابتداء سے قبول کر لیا ہے

مرحمت کن ہمچنیں تا انتہا
اسی طرح آخر تک ہم پر رحم کر

ضعف و عجز و فقرِ ما دانستۂ
تو نے ہماری کمزوری، عاجزی اور احتیاج جان لی ہے

دردِ ما را ہم دوا دانستۂ
ہمارے درد کی دوا بھی تو نے جان لی ہے

چار پا را قدرِ طاقت بار نہ
چوپائے پر، طاقت کے مطابق بوجھ لاد

بر ضعیفاں قدرِ قوّت کار نہ
کمزوروں پر بقدر قوت کام ڈال

دانۂ ہر مُرغ اندازہ ولیست
ہر پرندہ کا دانہ اُس کے اندازے کے مطابق ہے

طُعمۂ ہر مُرغ انجیرے کے ست
ہر پرندہ کی خوراک انجیر کب ہے؟

طفلِ را گر نانِ دہی بر جائے شیر
تو اگر بچے کو دودھ کی بجائے روٹی دے

طفلِ مسکیں را زاں نان مردہ گیر
مسکین بچہ کو اس روٹی سے مردہ سمجھ

---

۱۲ تحو۔ مٹا دینا، تصوف کی اصطلاح میں فنا فی الذات کو کہتے ہیں جس کے مقابل اثبات ہے۔ سُکر۔ مستی، تصوف میں وہ کیفیت مراد ہے، جس میں انوارِ غیبی کے غلبہ سے ظاہری اور باطنی احکام میں امتیاز ختم ہو جاتا ہے اس کے بالمقابل کیفیتِ صحو ہے۔

۱۳ سُکر۔ یعنی انوارِ غیبی کے غلبہ کی کیفیت۔ جام۔ یعنی جامِ معرفت۔ نفور متنفر۔ غبار۔ یعنی حجاب قلب، حدیث شریف میں ہے، کثرتِ کلام دل میں قساوت پیدا کرتا ہے۔ رخنہ جُو۔ چونکہ ہماری تباہی کو پسند کر رہا ہے۔ اسید محبت کا قیدی۔

۱۴ عتیب۔ عتاب کا ہمارہ ہے۔ غصہ، ناراضی۔ چوں۔ وضعداری یہی ہے کہ جب ہمیں خادم بنایا ہے تو خادم بنائے رکھ۔ دانستۂ۔ یعنی تجھے معلوم ہے کہ ہماری دوا تیرا قرب ہے۔ چارپا۔ یعنی ہمارے ساتھ وہ برتاؤ نہ کر جو ہمارے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔ دانہ۔ ہر پرندہ کا دانہ اُسکی حیثیت کے مطابق ہے۔

چونکہ دندانہا برآرد بعد ازاں
جب وہ دانت نکال لے گا

خود بخود گردد دلش جویائے ناں
تو اُس کا دل خود بخود روٹی تلاش کریگا

مرغ پر نارستہ چوں پراں شود
جس پرندے کے پر نہ نکلے ہوں جب وہ اڑے گا

لقمۂ ہر گربۂ دراں شود
ہر درندہ پنی کا لقمہ بنجائے گا

چوں برآرد پر ببرد او بخود
جب پر نکال لیگا وہ خود بخود اڑ لیگا

بے تکلف بے صفیر نیک و بد
اچھی، بُری سیٹی کے بغیر، بلا تکلف

دیو را ناطق نوخامش می کند
تیری گفتگو، شیطان کو چپ کر دیتی ہے

گوش ما را گفت تو ہش می کند
تیری گفتگو ہمارے کان کو ہوشمند کر دیتی ہے

گوش ما ہوش ست چوں گویا توئی
جب تو گویا ہوتا ہے ہمارے کان ہمہ تن ہوش ہوتے ہیں

خشک ما بحر ست چوں دریا توئی
چونکہ تو دریا ہے، ہمارا خشک بھی سمندر ہے

با تو ما را خاک بہتر از فلک
تیرے ساتھ، ہمارے لئے زمین آسمان سے بہتر ہے

اے سماک از تو منور تا سمک
اے وہ ذات کہ تجھ سے سماک سے سمک روشن ہے

بے تو ما را ابر فلک تاریک ست
تیرے بغیر ہمارے لئے آسمان پر اندھیرا ہے

با تو اے مہ این زمین تاریک ست
اے چاند! تیرے ہوتے ہوئے یہ زمین کیا اندھیری ہے؟

بامہ روئے تو شب تاریک ست
تیرے چہرہ کے چاند کے ہوتے ہوئے رات کیا تاریک ہے؟

روز را بے نور تو تاریک ست
دن، تیرے نور کے بغیر تاریک ہے

با تو بر خاک از فلک بُردیم دست
تیرے ذریعہ زمین پر رہتے ہوئے ہم آسمان پر سبقت لے گئے

بر سما ما بے تو چوں خاکیم پست
تیرے بغیر ہم آسمان پر بھی زمین کی طرح پست ہیں

صورتِ رفعت بود افلاک را
آسمانوں کو ظاہری بلندی حاصل ہے

معنیِ رفعت روانِ پاک را
پاک روح کو معنوی بلندی حاصل ہے

صورتِ رفعت برائے جسمہا ست
جسموں کی، ظاہری بلندی رہے ہے

جسمہا در پیش معنی اسمہا ست
جسم، معنی کے سامنے (محض) نام ہیں

اللہ، اللہ یک نظر بر ما فگن
اللہ ہم پر ایک نظر ڈالدے

لا تقنطنا فقد طال الحزن
ہمیں مایوس نہ کر، غم دراز ہو گیا ہے

جواب گفتنِ وزیر کہ خلوت را نمی شکنم
وزیر کا جواب دینا کہ میں تنہائی نہ چھوڑوں گا

سے مراد۔ تو ہمارے لئے بمنزلہ پروں کے ہے، تیرے بغیر ہماری ہلاکت ہے۔ دیو۔ شیطان۔ نطق۔ گویائی۔ ہش۔ ہوشمند۔ ہوش کا مخفف ہے یعنی ہمارا شیطان سے بچاؤ اور ہمارا ہوش تیری صحبت اور گفتگو پر موقوف ہے۔ سماک۔ ستارہ کا نام ہے۔ سمک مچھلی۔ تاریک۔ اندھیرا۔ ناری۔ اندھیرا۔ بردیم دست۔ دست برد۔ غالب آنا، سبقت لیجانا۔ سما۔ آسمان۔ صورتِ رفعت ظاہری بلندی۔ معنیِ رفعت حقیقی بلندی۔

گفت حُجّتہائے خود کوتہ کُنید
اس نے کہا اپنی حجتوں کو مختصر کرو

پند[1] را در جان و در دل رہ کُنید
جان اور دل میں نصیحت کو راستہ دو

گر اَمینم متّہم نبوَد امیں
اگر میں امانتدار ہوں تو امین متہم نہیں ہوتا ہے

گر بگویم آسماں را من زمیں
خواہ میں آسمان کو زمین کہوں

گر کمالم باکمال انکار چیست
اگر میں کامل ہوں، تو کمال کے ہوتے ہوئے انکار کیا ہے؟

ور نیم ایں زحمت و آزار چیست
اور اگر نہیں ہوں تو یہ زحمت اور تکلیف کیوں ہے؟

من نخواہم شد ازیں خلوت برُوں
میں خلوت سے باہر نہ نکلوں گا

زانکہ مشغولم باحوالِ دروں
اس لئے کہ میں باطنی احوال میں مشغول ہوں

لا بہ کردنِ مُریداں در خلوتِ وزیر بار دگر

وزیر کی خلوت کے متعلق مریدوں کا دوبارہ خوشامد کرنا

جُملہ گفتند اے وزیرِ انکار نیست
سب نے کہا اے وزیر! انکار نہیں ہے

گفتِ ما چوں گفتۂ اغیار نیست
ہماری بات غیروں کی سی بات نہیں ہے

اشک دیدہ است از فراقِ تو دوا
تیری جدائی سے آنکھوں کے آنسو بہہ رہے ہیں

آہ آہ ست از میانِ جانِ ما
جان سے آہ آہ نکل رہی ہے

طفل[2] با دایہ نہ ایستیزد ولیک
بچہ دایہ سے نہیں لڑتا لیکن

گر بَدَد او گرچہ نہ بَد داند نہ نیک
وہ روتا ہے اگرچہ اچھا برا نہیں جانتا ہے

ما چو چنگیم و تو زخمہ میزنی
ہم سارنگی کی طرح ہیں اور تو مضراب مارتا ہے

زاری از ما نے تو زاری میکنی
رونا ہمارا نہیں ہے تو رونا ہے

ما چو نائیم و نوا در مازتُست
ہم بانسری کی طرح ہیں اور ہم میں آواز تجھ سے ہے

ما چو کوہیم و صدا در مازتُست
ہم پہاڑ کی طرح ہیں اور ہم میں گونج تجھ سے ہے

ما چو شطرنجیم اندر بُرد و مات
ہار جیت میں ہم شطرنج کی طرح ہیں

بُرد و مات ما ز تُست اے خوش صفات
اے خوش صفات! ہماری ہار جیت تیری طرف سے ہے

ما کہ باشیم اے تو مارا جانِ جاں
اے وہ کہ تو ہماری جان کی جان ہم کیا ہوتے ہیں؟

تا کہ ما باشیم با تو در میاں
تیرے ہوتے ہوئے، درمیان میں ہم کون ہوتے ہیں؟

ما عدمہائیم و ہستی ہائے ما
ہم اور ہماری ہستیاں معدوم ہیں

تو وجودِ مُطلق فانی نما
تو فانی نما، وجودِ مُطلق ہے

---

[1] پند کا۔ یعنی نصیحت کو دل و جان سے قبول کرلو۔ متہم۔ تہمت زدہ۔ گفت گفتہ۔ کہا ہوا۔ اغیار غیر کی جمع یعنی ہماری یہ باتیں اپنوں کی باتیں ہیں جو آپ کے کمال کے انکار کی وجہ سے نہیں ہیں۔ اشک۔ اگر کمال کا انکار ہوتا تو ہماری یہ حالت کیوں ہوتی۔

[2] طفل۔ یعنی بچہ اپنی اندرونی تکلیف روتا ہے ماں کو ستانا مقصود نہیں ہوتا اس لئے ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس سے مقصد آپ کو ستانا نہیں ہے۔ ما چو چنگیم۔ یہاں سے مولانا کا اپنا بیان شروع ہو گیا ہے، اس کا تعلق وزیر کے مریدوں سے نہیں ہے۔ نائے۔ بانسری۔ نوا۔ آواز۔ صدا۔ گونج، آوازِ بازگشت۔

[3] شطرنج مشہور کھیل ہے۔ بُرد و مات۔ ہار جیت۔ ما کہ باشیم۔ تیرے وجود کے بالمقابل ہمارا وجود معدوم ہے۔ فانی نما۔ یعنی ممکن کا وجود حقیقت میں کچھ نہیں، صرف نظر آتا ہے لہٰذا وہ ہستی نما عدم ہے اور واجب کا وجود حقیقی ہے جو نظر نہیں آتا لہٰذا وہ وجودِ مطلق فانی نما ہے۔

ما ہمہ شیراں ولے شیرِ عَلَم
ہم سب شیر ہیں لیکن جھنڈے کے شیر

حملۂ شاں از باد باشد دمبدم
جس کا مسلسل حملہ ہوا کی وجہ سے ہوتا ہے

حملۂ شاں[1] پیدا و ناپیداست باد
اُن کا حملہ نظروں میں ظاہر ہے اور ہوا نظر سے غائب ہے

آنکہ ناپیداست ہرگز گم مباد
وہ ذات جو کہ نظروں سے غائب ہے کبھی زوال سے ہم نہ ہو

بادِ ما و بودِ ما از دادِ تُست
ہماری ہوا اور ہمارا وجود تیری عطا ہے

ہستیِ ما جملہ از ایجادِ تُست
ہم سب کی ہستی تیری ایجاد ہے

لذّتِ ہستی نمودی نیست را
تو نے معدوم کو وجود کی لذت چکھائی

عاشقِ خود کردہ بودی نیست را
تو نے معدوم کو اپنا عاشق بنایا تھا

نُقلِ خمر و جامِ خود را وا مگیر
شراب کے نقل اور اپنے جام کو واپس نہ لے

لذّتِ انعامِ خود را وا مگیر
اپنے انعام کی لذت کو واپس نہ لے

ور بگیری کیست جُست و جُو کُند
اور اگر تو لے لے کون ہے جو جستجو کر سکے؟

نقش با نقّاش چوں نیرو کُند
نقش، نقاش کے ساتھ کیا زور آزمائی کرے؟

منگر اندر ما مکُن در ما نظر
ہمیں نہ دیکھ، ہم پر نظر نہ کر

اندر اکرام و سخائے خود نگر
اپنے اکرام اور سخاوت کو دیکھ

ما نبودیم[2] و تقاضا ما نبود
نہ ہم تھے نہ ہمارا تقاضا تھا

لُطفِ تو ناگفتہ ما می شنود
تیری مہربانی ہماری اَن کہی سنتی تھی

نقش با شد پیشِ نقّاش و قلم
نقش، نقاش اور قلم کے سامنے ہوتا ہے

عاجز و بستہ چو کودک در شکم
عاجز اور مجبور جس طرح بچہ پیٹ میں

پیشِ قدرت خلق جملہ بارگہ
قدرت کے سامنے، عالم کی تمام مخلوقات

عاجزاں چوں پیشِ سوزن[3] کارگہ
عاجز ہیں، جس طرح سوئی کے سامنے کڑھائی کا کپڑا

گاہ نقشِ دیو و گہ آدم کُند
کبھی شیطان کا کبھی آدم کا نقش بناتا ہے

گاہ نقشِ شادی و گہ غم کُند
کبھی خوشی کا اور کبھی غم کا نقش کھینچتا ہے

دست نے تا دست جنباند بدفع
کوئی ہاتھ نہیں، جو رد کرنے کو ہاتھ ہلائے

نطق نے تا دم زند از ضر و نفع
گویائی نہیں، جو نفع اور نقصان پر دم مارے

تو ز قرآں باز خواں تفسیرِ بیت
تو قرآن سے (اس) شعر کی تفسیر پڑھ لے

گفت ایزد ما رمیت اذ رمیت
اللہ نے فرمایا تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا

[1] حملۂ شاں۔ جھنڈا ہوا سے ہلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیر حملہ آور ہے۔ لذّتِ ہستی۔ ہم معدوم تھے تو نے وجود کا مزا چکھایا ازل میں ہم سے عہدِ اَلَست لے کر ہم کو شیدا بنا دیا۔ وا۔ باز، واپس۔ نقل۔ وہ میوہ یا نمکین وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ نقش۔ ممکنات، واجب کا نقش و نگار ہیں۔ ما نبودیم۔ ہمارا وجود بھی نعمت ہے جو بلا مانگے ملی اور ہمیں اشرف المخلوقات بنایا۔ عاجز و بستہ۔ اگر خدا اپنی نعمتیں ہم سے چھین لے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ بارگہ۔ عالم، دنیا۔ سوزن۔ سوئی۔ کارگہ۔ وہ کپڑا جس پر نقاش بیل بوٹے کاڑھتا ہے۔ دست۔ ہاتھ، طاقت دفع۔ رد کرنا، دھکیلنا۔ نطق۔ قوتِ گویائی۔ ضر۔ نقصان۔ بیت۔ یعنی ان اشعار کی تفسیر ما رَمَیتَ۔ غزوۂ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی کنکریاں کفار کی طرف پھینکیں جس سے وہ بدحواس ہو کر شکست کھا گئے۔

گر بپرانیم تیر آں کے زماست
اگر ہم تیر چلائیں تو وہ ہماری وجہ سے کب ہے؟

ماکمانؔ و تیر اندازش خداست
ہم تو کمان ہیں اور تیر چلانیوالا خدا ہے

ایں نہ جبر ایں معنیٔ جبّاری ست
یہ جبر نہیں ہے، یہ جبّاری کے معنی ہیں

ذکرِ جبّاری برائے زاری ست
جبّاری کا ذکر (انسان کا) عجز ظاہر کرنے کیلئے ہے

زاریٔ ما شد دلیلِ اضطرارؔ
ہمارا عجز، اضطرار کی دلیل ہے

خجلت ما شد دلیلِ اختیار
ہماری شرمندگی، اختیار کی دلیل ہے

گر نبودے اختیار ایں شرم چیست؟
اگر اختیار نہ ہوتا تو یہ شرم کیا ہے؟

دیں دریغ و خجلت و آزرمؔ چیست؟
اور یہ افسوس اور شرمندگی اور صلح جوئی کیا ہے؟

زجرِ اُستاداں بشاگرداں چراست؟
اُستادوں کی جھڑکی، شاگردوں کو کیوں ہے؟

خاطر از تدبیر ہا گرداں چراست؟
تدبیروں میں طبیعتیں سرگرداں کیوں ہیں؟

ور تو گوئی غافل ست از جبر او
اگر تو کہے، وہ جبر سے غافل ہے

ماہِ حق پنہاں کند در ابر او
اللہ کا چاند اس کو اپنے ابر میں چھپا دیتا ہے

ہست ایں را خوش جوابؔ الاشتوی
اگر تو نے تو اس کا (بھی) اچھا جواب ہے

بگذری از کفر و بر دیں بگروی
تو کفر سے بچ جائیگا اور دین پر مائل ہو جائیگا

حسرت و زاری کہ در بیماری ست
حسرت اور عاجزی جو بیماری میں ہے

وقتِ بیماری ہمہ بیداری ست
بیماری کا وقت پوری بیداری ہے

آں زماں کہ میشوی بیمار تو
جس وقت تو بیمار ہوتا ہے

میکنی از جرم استغفار تو
تو گناہ سے توبہ کرتا ہے

می نماید بر تو زشتی گنہ
تیرے اوپر گناہ کی برائی کھل جاتی ہے

میکنی نیت کہ بازآیم برہ
تو ارادہ کرتا ہے کہ راہِ راست پر لوٹ آؤں گا

عہد و پیماں میکنی کہ بعد ازیں
تو عہد اور پیماں کرتا ہے کہ اس کے بعد

جز کہ طاعت نبودم کارگزیں
عبادت کے علاوہ کوئی کام نہ کروں گا

پس یقیں گشت آنکہ بیماری ترا
لہٰذا یقین ہو گیا کہ تیری بیماری

می بہ بخشد ہوش و بیداری ترا
تجھے ہوش اور بیداری بخشتی ہے

پس بداں ایں اصل را اے اصل جو
اے راز کے طالب! اس حقیقت کو سمجھ لے

ہر کرا درد ست اُو بر دست بُو
جس میں درد ہے اُس کو پتہ مل گیا ہے

لہ ماکمان۔ ہم محض ایک آلہ ہیں اصل فاعل خدا کی ذات ہے۔ جبر۔ زبردستی، فرقۂ جبریہ کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں مجبورِ محض ہے، اُسے بالکل اختیار نہیں ہے، اہلِ سنت کے نزدیک انسان کو اختیار ہے لیکن یہ اختیار خدا کے اختیار کے تابع ہے۔ جبّاری۔ زبردستی دباؤ۔ زاری۔ ضعف، ناتوانی۔ برآئے۔ یعنی اللہ کی جبّاری سے انسان کا مجبورِ محض ہونا لازم نہیں آتا۔

سلہ اضطرار۔ مجبوری۔

سنہ خجلت۔ شرمندگی۔ یعنی انسان میں جبر اور اختیار ملا جلا ہے، لہٰذا وہ مضطر بھی ہے اور مختار بھی۔

ور تو گوئی۔ اگر تم کہو۔ آزرم۔ صلح جوئی۔ شرم چیست اگر انسان مجبورِ محض ہوتا تو اپنے گناہوں پر کیوں شرماتا۔ زجر۔ جھڑکی خاطر۔ طبیعت، دل۔ گرداں۔ پریشان۔ چراست۔ یعنی اگر شاگرد مجبورِ محض ہوتا تو اُستاد اس کو کیوں جھڑکتا گرداں۔ مدبّروں کا تدبیریں کرنا بھی جبر کے منافی ہے۔

ور۔ یعنی اگر یہ اعتراض ہو کہ مدبّروں کی سرگردانی اور اُستاد کا جھڑکنا اس بنیاد پر ہے کہ انکو جبر کا احساس نہیں۔

سنہ طوشؔ جواب۔ اِسکا بہت

هر که او بیدارتر پُر درد تر
جو زیادہ ہوشمند ہے وہی زیادہ پُر درد ہے

هر که او آگاه تر رُخ زرد تر[1]
جو زیادہ باخبر ہے اُس کا چہرہ زیادہ زرد ہے

گر زجبرش آگہی زاریت کو
اگر تو اُسکے جبر کا معتقد ہے تو تیری عاجزی کہاں ہے؟

جنبشِ زنجیرِ جبّاریت کو
تیری مجبوری کی زنجیر کی جھنکار کہاں ہے؟

بستہ در زنجیر رادی چوں کند
زنجیر سے جکڑا ہوا، سخاوت کیسے کر سکتا ہے؟

چوب اشکستہ عمادی چوں کند
ٹوٹی ہوئی لکڑی ستون کب بن سکتی ہے؟

کے اسیرِ حبس[2] آزادی کند
قید خانہ کا قیدی، آزادی کب منا سکتا ہے؟

کے گرفتارِ بلا شادی کند
مصیبت میں گرفتار، خوشی کب منا سکتا ہے؟

ور تو می بینی که پایت بسته اند
اگر تو دیکھتا ہے کہ تیرے پیر باندھ دئے ہیں

بر تو سَرهنگانِ شه بنشسته اند
تجھ پر بادشاہ کے سپاہی مسلط ہیں

پس تو سَرهنگی مکن با عاجزاں
لہٰذا تو کمزوروں پر سپاہی نہ بن

زانکه نبوَد طبع و خوی عاجزاں
اسلئے کہ عاجزوں کی طبیعت اور عادت نہیں ہوتی ہے

چوں تو جبر او نمی بینی مگو
جب تو اُسکا جبر نہیں دیکھتا ہے، تو قائل نہ ہو

ور همی بینی نشانِ دید کو
اور اگر تو دیکھتا ہے، تو دیکھنے کی دلیل کہاں ہے؟

اندراں کاریکه میلت نیست و خواست
جس کام میں تیری خواہش اور میلان نہیں ہے

قدرتِ خود را همی بینی عیاں
تو اپنی قدرت کو کھلا دیکھتا ہے

اندراں کاریکه میلت هست بدان
جس کام میں تیرا میلان ہوتا ہے اُس میں

اندراں جبری شوی کیں از خداست
اُس میں تو جبری بنتا ہے کہ یہ خدا کی جانب سے ہے

انبیا[3] در کارِ دنیا جبری اند
انبیاء دنیا کے کام میں جبری ہیں

کافراں در کارِ عقبیٰ جبری اند
کافر، آخرت کے کام میں جبری ہیں

انبیا را کارِ عقبیٰ اختیار
انبیاء کے لئے آخرت کے کام اختیاری ہیں

کافراں را کارِ دنیا اختیار
کافروں کے لئے دنیا کے کام اختیاری ہیں

زانکه هر مُرغے بسوئے جنسِ خویش
کیونکہ ہر پرندہ اپنی جنس کی طرف

میرود او در پس و جاں پیش پیش
پیچھے پیچھے جاتا ہے اور جان آگے آگے

کافراں چوں جنسِ سجّین[4] آمدند
کافر، چونکہ سجین کی جنس کے ہیں

سجنِ دنیا را خوش آئین آمدند
دنیا کے قید خانہ کے قوانین خوب سمجھتے ہیں

[1] رُخ زرد۔ چہرے کی زردی خوف کی علامت ہے۔ گر۔ اگر اللہ کی طرف سے جبر ہو تو انسان کو ہر کام سے عاجز ہونا چاہئے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور کہیں تو جبر کی آواز ہونی چاہئے۔ رادی۔ سخاوت، راد۔ سخی۔ اسیر۔ قیدی۔

[2] حبس۔ قید خانہ۔ سَرهنگ۔ سپاہی۔ سرهنگی سپاہیانہ جبر و تشدد۔ زانکہ۔ مجبور دوسروں پر جبر نہیں کر سکتا اور انسان دوسروں پر جبر و ظلم کرتا ہے۔ خواست۔ خواہش جبری۔ مجبور۔ کیں۔ کہ این از خداست۔ یہ انسان کی عادت ہے کہ حسبِ منشا کاموں میں اپنا اختیار سمجھتا ہے اور جو کام نہ کرنا چاہئے اُس میں اپنے آپ کو مجبور ظاہر کرتا ہے۔

[3] انبیاء۔ دنیاوی کاموں میں ترک اسباب کرتے ہیں اور کافر آخرت کے کاموں میں۔ اختیار۔ انبیاء آخرت کے کاموں کو اختیاری سمجھتے ہیں اور کافر دنیا کے کاموں کو۔

ہر مرغے۔ پرند اسقدر خوشی سے جاتا ہے کہ خود تو پیچھے ہو جاتا ہے اور اُس کی جان اُس سے بھی آگے ہوتی ہے۔

[4] سجین۔ وہ بلڈنگ جہاں کفار کے نام محفوظ ہیں، جہنم کی ایک وادی کا بھی نام ہے۔

انبیاء چوں جنسِ علیّیں[1] بُدند — سوئے علیّیں بجان و دل شدند
انبیاء، چونکہ علیین کی جنس کے تھے — اس لئے وہ دل و جان سے علیین کی طرف متوجہ ہوئے

ایخدا اینما تو جاں را آں مقام — کاندرو بے حرف میروید کلام
اے خدا! تو جان کو وہ مقام دکھادے! — جہاں بلا حرفوں کے کلام بنتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد لیک ما — باز گوئیم آں تمامی قصہ را
اس بات کی تو کوئی انتہا نہیں ہے لیکن ہم — پھر اس باقی قصہ کو سناتے ہیں

نومید کردن وزیر مریداں را در نقضِ خلوت

وزیر کا مریدوں کو تنہائی چھوڑنے سے نا امید کرنا

آں وزیر از اندروں آواز داد — کاے مریداں از من ایں معلوم باد
اُس وزیر نے اندر سے آواز دی — اے مریدو! میری جانب سے یہ معلوم رہے

کہ مرا عیسیٰ چنیں پیغام کرد — کز ہمہ یاراں و خویشاں باش فرد
کہ مجھے حضرت عیسیٰ نے ایسا پیغام دیا ہے — کہ تمام دوستوں اور اپنوں سے اکیلے رہو

روئے در دیوار کُن تنہا نشیں — وز وجودِ خویش ہم خلوت گزیں
گوشہ نشین بن، اکیلا بیٹھ — اپنے وجود سے بھی تنہائی اختیار کر

بعد ازیں دستوری گفتار نیست — بعد ازیں با گفتگو یم کار نیست
اِس کے بعد بات چیت کا حکم نہیں ہے — اس کے بعد بات چیت سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے

اَلوداع اے دوستاں من مُردہ ام — رخت بر چارم فلک بُردہ ام
اے دوستو! رخصت، میں مُردہ ہوں — سامان چوتھے آسمان پر لے جا چکا ہوں

تا بزیرِ حرخِ[2] ناری چوں حَطَب — می نسوزم در عنا و در عَطَب
تاکہ میں آگ کے گرہ کے نیچے، ایندھن کی طرح — مشقت اور محنت میں نہ جلوں

پہلوئے عیسیٰ بنشینم بعد ازیں — بر فرازِ آسمانِ چارمیں
اس کے بعد حضرت عیسیٰ کے پہلو میں بیٹھوں گا — چوتھے آسمان کی بلندی پر

ولی عہد ساختن وزیر ہر یک امیر را جدا جدا

ولی عہد بنانا وزیر کا ہر سردار کو علیحدہ علیحدہ

وانگہانے آں امیراں را بخواند — یک بیک تنہا بہر یک حرف راند
تب اُن امیروں کو بلایا — اور ایک ایک کرکے تنہائی میں ہر ایک سے بات کی

[1] علیین۔ نیکیوں کا رجسٹر، جنت کا ایک مقام۔ جہاں کا یعنی بلند کردہ مقام عنایت فرمادے جہاں بلا قال و قیل مسکاشفہ سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ چارم چہارم، حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان پر زندہ و سلامت ہیں۔

[2] چرخِ ناری۔ آگ کا کرہ جو ہوا کے کرہ سے اوپر ہے۔ حَطَب۔ ایندھن۔ عنا۔ مشقت۔ عَطَب ہلاکت۔ عیسیٰ حضرت عیسیٰؑ چرخِ چہارم چوتھے آسمان پر ہیں۔ زاز۔ دوست۔ حرف زدن بات کرنا۔

گفت ہر یک را بدین عیسوی
ہر ایک سے کہا کہ عیسوی دین میں

نائبِ[1] حق و خلیفہ من توئی
اللہ کا نائب اور میرا خلیفہ تو ہی ہے

واں امیرانِ دگر اتباعِ تو
اور دوسرے امیر تیرے تابع ہیں

کرد عیسیٰ جملہ را اشیاعِ تو
حضرت عیسیٰ نے سب کو تیرا پیرو بنا دیا ہے

ہر امیرے کو کشد گردن بگیر
جو امیر سرکشی کرے اس کو گرفتار کرنے

یا بکش یا خود بہ بندش اسیر
یا مار ڈال یا اس کو اپنا قیدی بنالے

لیک تا من زندہ ام ایں را مگو
لیکن جب تک میں زندہ ہوں یہ بات نہ کہنا

تا نمیرم ایں ریاست را مجو
جب تک میں مر نہ جاؤں اس سرداری کی کوشش نہ کرنا

تا نمیرم من تو ایں پیدا مکن
جب تک میں نہ مروں یہ ظاہر نہ کرنا

دعویٔ شاہی و استیلا مکن
بادشاہی اور غلبہ کا دعویٰ نہ کرنا

اینک ایں طومار و احکام مسیح
اب یہ دفتر اور حضرت مسیح کے احکام

یک بیک بر خواں تو بر امت فصیح
ایک ایک کرکے صاف طور پر قوم کے سامنے پڑھ دے

ہر امیرے را چنیں گفت او جدا
ہر امیر سے علیحدہ علیحدہ ایسا ہی کہا

نیست نائب جز تو در دینِ خدا
کہ خدا کے دین میں تیرے سوا کوئی نائب نہیں ہے

ہر یکے را کرد او یک یک عزیز[2]
ہر ایک کو اس نے ایک ایک کرکے معزز بنایا

ہر چہ او را گفت ایں را گفت نیز
جو اس سے کہا اس سے بھی کہا

ہر یکے را او یکے طومار داد
ہر ایک کو اس نے ایک دفتر دیدیا

ضدِّ دیگر بد مرادِ
اور ہر ایک کا مقصد دوسرے کے خلاف تھا

متنِ آں طومار ہا ضد مختلف
ان دفتروں کی عبارتیں باہم مختلف تھیں

ہمچو شکلِ حرفہا با تا الف
جیسا کہ الف، با، تا کے حروف

حکمِ ایں طومار ضدِّ حکمِ آں
اس دفتر کا حکم اس دفتر کے خلاف تھا

پیش ازیں کردیم ایں ضد را بیاں
اور اس اختلاف کو ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں

ضدِّ ہم دیگر زیایاں تا بسر
سرے سے پیر تک ایک دوسرے کی ضد

شرح داد ستیم ایں را اے پسر
اے صاحبزادے ہم اس کی تفصیل بتا چکے ہیں

کشتنِ وزیر خود را در خلوت از مریداں

مریدوں سے تنہائی میں وزیر کا اپنے آپ کو مروا ڈالنا

[1] نائب۔ قائم مقام۔ خلیفہ۔ جانشین۔ اتباع تابع کی جمع، پیرو۔ اشیاع شیعہ کی جمع، طرفدار۔ کشد گردن۔ سرکشی کرے۔ اسیر۔ قیدی۔ ریاست۔ حکومت۔ پیدا۔ ظاہر۔ استیلا۔ غلبہ۔

[2] عزیز۔ معزز، باعزت الف۔ حروفِ تہجی میں سے ہر ایک کی شکل جدا ہے۔ اے پسر۔ گزشتہ مضامین میں اس کی تشریح کردی گئی ہے۔

بعد ازاں چل روز دیگر در ببست
اس کے بعد پھر چالیس روز دروازہ بند رکھا

خویش را کُشت از وجودِ خود برست
اور اپنے آپ کو قتل کر کے اپنے وجود سے چھٹکارا پایا

چونکہ خلق از مرگِ اُو آگاہ شد
جب لوگ اس کی موت سے آگاہ ہوئے

بر سرِ گورش قیامت[1] گاہ شد
تو اُس کی قبر پر قیامت کا میدان بن گیا

خلق چندان جمع شد بر گورِ اُو
اُس کی قبر پر بے شمار لوگ جمع ہو گئے

مُوکنان جامہ دراں در شورِ اُو
بال نوچتے ہوئے، کپڑے پھاڑتے ہوئے شور کے ساتھ میں

ق

کاں عدد را ہم خدا داند شمرد
اُن کی تعداد کو خدا ہی گننا جانتا ہے

از عرب و ز ترک و ز رومی و کُرد
عرب اور ترک اور رومی اور کرد سب ہی آئیں شامل تھے

خاک اُو کردند بر سرہائے خویش
اُس کی مٹی اپنے سروں پر ڈالی

دردِ اُو دیدند درمانہائے خویش
اور اپنا علاج اُس کے درد کو سمجھا

آں خلائق بر سرِ گورش مہے[2]
اُن لوگوں نے ایک مہینہ تک اُسکی قبر پر

کردہ خوں را از دو چشم خود رہے
اپنی دونوں آنکھوں سے خون بہایا

جملہ از دردِ فراقش در فغاں
اُس کی جدائی کے درد سے سب آہ وزاری میں تھے

ہم شہاں و ہم کہاں و ہم مہاں
بادشاہ بھی، چھوٹے بھی اور بڑے بھی

طلب کردن امت عیسیٰؑ کہ ولیعہد از شما کدام ست

حضرت عیسیٰؑ کی امت کا معلوم کرنا کہ تم میں سے ولی عہد کون ہے؟

بعد ماہے خلق گفتند اے مہاں
ایک مہینہ کے بعد لوگوں نے کہا اے بزرگو!

از امیراں کیست بر جایش نشاں
سرداروں میں سے اس کا قائم مقام کون ہے

تا بجائے اُو ثنا سیمش امام
تاکہ اُس کی جگہ ہم اسکو امام سمجھیں

تا کہ کارِ ما از و گردد تمام
تاکہ ہمارا کام اُس کے ذریعہ مکمل ہو

سر ہمہ بر اختیارِ اُو نہیم
ہم سب اُس کے حکم کی اطاعت کریں

دست[3] بر دامان و دستِ اُو زنیم
اور اُس کے دامن اور ہاتھ کو پکڑ لیں

چونکہ شد خورشید و ما را کرد داغ
جبکہ سورج غروب ہو گیا اور ہمیں داغ دے گیا

چارہ نبود بر مقامش از چراغ
تو اُس کی جگہ چراغ ضروری ہو گیا ہے

چونکہ شد از پیش دیدہ روئے یار
جب دوست کا چہرہ آنکھوں سے غائب ہو گیا

نائبے باید از و ماں یادگار
تو ہمیں اُس کا قائم مقام اُسکی یادگار چاہیئے

---

[1] قیامت گاہ۔ میدانِ حشر۔ مُو۔ بال۔ کنناں۔ کندن، کھودنا، اکھاڑنا دراں۔ در یدن، پھاڑنا کُرد۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ، ایک قوم ہے۔ دَرد۔ تکلیف۔ درماں علاج۔ مہے۔ ایک مہینہ

[2] راہ کردن۔ جاری کرنا کہاں۔ کہ کی جمع، کم رتبہ، چھوٹا۔ مہاں۔ مہ کی جمع، بزرگ، بڑا۔ ولی عہد۔ کسی حاکم کے بعد حاکم ہونے والا۔

[3] دست بر دامان زدن۔ سہارا پکڑنا۔ دست بر دست زدن۔ بیعت کرنا۔ خورشید یعنی وزیر۔ چارہ۔ علاج، تدبیر۔ چراغ۔ سورج کے ڈوبنے پر چراغ جلایا پڑتا ہے

ما ں۔ ہمارا۔

چونکہ گل بگذشت و گلشن شد خراب
جب فصلِ گل ختم ہوگئی اور چمن تباہ ہوگیا

بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب
تو پھول کی خوشبو کس سے طلب کریں، گلاب سے

حق تعالےٰ چوں نیاید در عیاں
چونکہ خدا مشاہدہ میں نہیں آتا ہے

نائب حقند ایں پیغمبراں
یہ پیغمبر اللہ کے قائم مقام ہیں

نے غلط گفتم کہ نائب یا منوب[1]
نہیں میں نے نائب غلط کہا بلکہ وہ اصل ہیں

گر دو پنداری قبیح آید نہ خوب
اور اگر اُن کو دو سمجھو گے تو بُرا ہوگا، اچھا نہ ہوگا

نے دو باشد تا نوئی صورت پرست
نہیں، وہ دو نہیں جب تک تو ظاہر پرست ہے

پیش او یک گشت کز صورت برست[2]
جو ظاہر بینی سے گذرا اُس کے لئے ایک ہیں

چوں بصورت بنگری چشمت دو است
جب تو بظاہر دیکھے گا تو تیری دو آنکھیں ہیں

تو بنورش در نگر کاں یک تو است
تو اُن کے اُس نور کو دیکھ کہ وہ ایک ہی ہے

لاجرم چوں بر یکے افتد بصر
لامحالہ جب ایک چیز پر نظر پڑتی ہے

آں یکے بینی دو ناید در نظر
تو اُسکو تو ایک ہی دیکھے گا، دو نظر نہ آئیں گی

نور ہر دو چشم نتواں فرق کرد
دونوں آنکھوں کی روشنی میں فرق نہیں کیا جاسکتا

چونکہ بر نورش نظر انداخت مرد
جب انسان اُن کے نور پر نظر ڈالے

در بیان آنکہ جملہ پیغمبران بر حق اند کہ لا نفرق بین احد من رسلہ

اس کا بیان کہ تمام پیغمبر برحق ہیں اس لئے کہ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے (قرآن کا بیان)

دہ چراغ ار حاضر آری در مکاں[3]
اگر تو دس چراغ ایک جگہ لے آئے

ہر یکے باشد بصورت غیر آں
تو ہر ایک چراغ صورت میں دوسرے سے جدا ہوگا

فرق نتواں کرد نور ہر یکے
ہر ایک کے نور میں فرق نہیں کیا جاسکے گا

چوں بنورش روئے آری بیشکے
بیشک جب تو اُس کے نور کی طرف رُخ کرے گا

اُطلُبِ المعنیٰ من الفرقان و قُل
اس کا مطلب قرآن میں تلاش کر اور کہہ

لا نفرق بین احاد الرسل
کہ ہم رسولوں کی شخصیتوں میں فرق نہیں کرتے ہیں

گر تو صد سیب و صد آبی بشمری
اگر تو سو سیب اور سو نہی گنے

صد نماید یک شود چوں بفشری
تو سو نظر آئیں گے لیکن جب انکو نچوڑے گا تو ایک ہو جائیں گے

در معانی قسمت و اعداد نیست
معانی میں تقسیم اور عدد نہیں ہے

در معانی تجزیہ و افراد نیست
تجزیہ اور اکائیاں بھی معانی میں نہیں ہیں

[1] نے غلط۔ پہلی بات صحیح نہیں ہے کہ میں نے پیغمبر کو نائب کہدیا ہے۔ نے۔ نہیں یعنی دونوں جداگانہ بھی ہیں۔ صورت پرست۔ ظاہر پرست۔ صورت برست۔ جو ظاہر بینی سے نکلا۔ چشمت۔ یعنی آنکھیں دو ہیں لیکن آنکی روشنی میں وحدت ہے۔ لاجرم۔ یقیناً، دونوں آنکھیں جب کسی چیز کو دیکھتی ہیں تو وہ ایک نظر آتی ہے۔

[2] دہ چراغ۔ دس چراغ بظاہر دس ہیں لیکن سب کی روشنی میں وحدت ہے۔ تو قل۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ لا نفرق بین احد من رسلہ "ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں"۔ در معانی۔ تعداد الفاظ میں ہے اور معنی میں وحدت ہے اور اصل چیز معنی ہیں۔

اِتحادِ یار با یاراں خوش ست — پائے معنی گیر صورت سرکش ست

یار کا یاروں سے اتحاد بہتر ہے — معنی کا اتباع کر، ظاہر تو سرکش ہے

صورتِ سرکش گداز اں کُن بہ رنج — تا بہ بینی زیر آں وحدت چو گنج

سرکش ظاہر کو ریاضت سے پگھلا دے — تاکہ تو اُس کے نیچے خزانہ کی طرح وحدت کو دیکھ لے

ور تو نگدازی عنایت ہائے اُو — ہم گداز دائے دلم مولائے اُو

اور اگر تو نہ پگھلا سکے تو اُس کی مہربانیاں — بھی پگھلا دینگی اے (مخاطب) میرا دل اُسکا غلام ہے

اُو نماید ہم بدلہا خویش را — اُو بدوزد خرقۂ درویش را

وہ اپنے آپ کو دلوں میں بھی ظاہر کر دیتا ہے — اور وہ درویش کی گدڑی سی دیتا ہے

منبسط بودیم و یک گوہر ہمہ — بے سر و بے پا بدیم آں سر ہمہ

ہم بسیط اور بالکل ایک جوہر تھے — ہم بے سر و پا تھے اور وہ ہم سب کا سر اور مربی تھا

یک گہر بودیم ہمچوں آفتاب — بے کدر بودیم و صافی ہمچو آب

ہم سورج کی طرح ایک جوہر تھے — ہم میں گدلا پن نہ تھا اور پانی کی طرح صاف تھے

چوں بصورت آمد آں نورِ سرہ — شد عدد چوں سایہ ہائے کنگرہ

جب اس خالص نور نے صورت اختیار کی — تو وہ کنگرہ کے سایوں کی طرح متعدد بنگیا

کنگرہ ویراں کنید از منجنیق — تا رود فرق از میان ایں فریق

گولہ پھینکنے کے ذریعہ کنگرہ کو ڈھا دو — تاکہ اس فریق سے فرق مٹ جائے

در بیان آنکہ انبیاء علیہم السلام گفتند کلموا الناس علی قدر عقولھم

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم السلام نے کہا ہے "لوگوں سے انکی عقلوں کے مطابق بات کرو"

زیرا کہ آنچہ ندانند انکار کنند و ایشاں را زیاں دارد

اس لئے کہ جس کو وہ نہ سمجھیں گے، انکار کر دینگے اور اُن کا نقصان ہوگا

قال علیہ السلام "اُمرنا ان ننزل الناس منازلھم"

آنحضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھیں

شرحِ ایں را گفتمے من از مرے — لیک ترسم تا نہ لغزد خاطرے

اس راز کی تفصیل میں زور شور سے بیان کرتا — لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی دل لغزش نہ کھا جائے

نکتہا چوں تیغِ الماس ست تیز — گر نداری تو سپر واپس گریز

نکتے، تیز تلوار کی طرح تیز ہیں — اگر تیرے پاس ڈھال نہیں ہے واپس بھاگ جا

---

۱۱ صورت سرکش۔ یعنی ظاہر پرستی، محنت اور ریاضت کے ذریعہ ختم کردے تو وحدت نظر آئے لگیگی۔ ور۔ اگر۔ تری ریاضت بھی کام نہ کریگی تو اللہ کی مہربانیاں اس منزل پر پہونچا دینگی۔ آگہ۔ قلب مومن، منظہر ذات خداوندی ہے، اپنے جمال سے درویش کے ٹوٹے دل کو جوڑ دیتا ہے۔

۱۲ آں سر۔ عالم ارواح میں سب ایک بسیط جوہر تھے اعضاء بھی نہ تھے۔ چونکہ بصورت۔ جب اس خالص نور کا مظہر کائنات بنی تو اُس میں تعدد پیدا ہوگیا۔ جیسا کہ سورج کی بسیط روشنی مختلف کنگروں پر پڑکر تعدد کو قبول کر لیتی ہے۔

۱۳ کنگرہ۔ ریاضت کے ذریعہ مختلف مظاہر سے قطع نظر کر لینے کی طاقت پیدا کرو تاکہ یہ تعدد اور فرق مٹ جائے۔ ہمرے۔ میرار کا امالہ ہے۔ لرنا بھگدڑ۔ تیغ الماس۔ تیز تلوار۔

پیشِ ایں الماس بے اسپر[1] میا
اس تیز تلوار کے سامنے سپر کے بغیر مت آ

کز بُریدن تیغ را نبود حیا
اس لئے کہ تلوار کاٹنے سے نہیں شرماتی

زیں سبب من تیغ کردم در غلاف
اسی وجہ سے میں نے تلوار، غلاف میں کر لی ہے

تا کہ کژ خوانے نخواند بر خلاف
تاکہ کوئی الٹا پڑھنے والا، الٹا نہ پڑھے

آمدیم اندر تمامی داستاں
ہم قصّہ کے اختتام پر آ گئے

از وفاداریِ جمعِ دوستاں
دوستوں کے مجمع کی وفاداری کی وجہ سے

کز پسِ[2] ایں پیشوا بر خاستند
کہ وہ جو اس پیشوا کے بعد اٹھے

بر مقامش نائبے میخواستند
اُس کی جگہ کوئی قائم مقام چاہتے تھے

مُنازعت کردنِ اُمرا با یک دیگر
سرداروں کا، ایک دوسرے سے جھگڑا کرنا

یک امیرے زاں امیراں پیش رفت
اُن سرداروں میں سے ایک سردار آگے بڑھا

پیشِ آں قومِ وفا اندیش رفت
اور اُس وفا اندیش قوم کے سامنے گیا

گفت اینک نائبِ آنمردِ من
بولا، اب اِس مرد کا میں قائم مقام ہوں

نائبِ عیسیٰ منم اندر زمن
اور زمانہ میں حضرت عیسیٰ کا نائب میں ہوں

اینک ایں طومارِ برہانِ من ست
اب یہ دفتر میری دلیل ہے

کایں نیابت بعد ازو آنِ من ست
کہ یہ قائم مقامی اُس کے بعد میری ملکیت ہے

آں امیرِ دیگر آمد از کمیں
دوسرا سردار اپنی جگہ سے آیا

دعویِ اُو در خلافت بُد ہمیں
اور قائم مقامی میں اُس کا بھی یہی دعویٰ تھا

از بغل اُو نیز طومارے نمود
اُس نے بھی بغل میں سے دفتر دکھایا

تا برآمد ہر دو را خشم و وجود
یہاں تک کہ دونوں کو غصّہ اور غصّہ آ گیا

آں امیرانِ دگر یک یک قطار
دوسرے سرداروں نے بھی صف بستہ ہو کر

برکشیدہ تیغہائے آبدار
تیز تلواریں سونت لیں

ہر یکے را تیغ و طومارے بدست
ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار اور دفتر تھا

در ہم افتادند چوں پیلانِ مست
اور یہ سب مست ہاتھیوں کی طرح باہم گتھ گئے

ہر امیرے داشت خیلِ بیکراں
ہر امیر کے پاس اَن گنت لشکر تھا

تیغہا را برکشیدند از میاں
اور اُنہوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں

[1] اسپر: ڈھال۔
کژ خواں: کج خواں، جو غلط مطلب سمجھے۔
[2] پسِ ایں پیشوا: وزیر کے مرنے کے بعد۔
وفا اندیش: وفادار۔ برہان دلیل۔ آنِ من: میری ملکیت۔ محمود: یعنی ایک دوسرے کی بات کا انکار۔
بیکراں: لاتعداد۔

صد ہزاراں مردِ ترسا[1] کشتہ شد
لاکھوں عیسائی مارے گئے

تا زسرہائے بُریدہ پُشتہ شد
یہاں تک کہ اُن کے کٹے ہوئے سروں سے پشتہ بن گیا

خوں رواں شد ہمچو سیل از چپ و راست
دائیں، بائیں سے سیلاب کی طرح خون بہ نکلا

کوہ کوہ اندر ہوا زیں گرد خاست
پہاڑ در پہاڑ ہوا میں غبار اڑا

تخمہائے فتنہا کو کشتہ بود
فتنوں کے بیج جو اُس نے بوئے تھے

آفتِ سرہائے ایشاں گشتہ بود
وہ اُن کے لئے آفتِ سر بنے

جوز ہا بشکست و آنکو مغز داشت
واخروٹ ٹوٹے، اور جس میں گری تھی

بعدِ کشتن روحِ پاک و نغز داشت
مرنے کے بعد وہ ایک پاکیزہ اور عمدہ روح رکھتا تھا

کشتن و مُردن کہ بر نقشِ تن ست
مارنا اور مرنا جو جسم سے متعلق ہے

چوں انار و جوز را بشکستن ست
انار اور اخروٹ توڑنے کی طرح ہے

آنچہ شیرین ست آں شد یارِ دانگ
جو میٹھا ہے وہ قیمتی بنا

وانچہ پوسیدہ ست بُود غیر بانگ
اور جو گلا، سڑا ہے وہ آواز کے علاوہ کچھ نہیں ہے

آنچہ پُر معز ست چوں مُشک ست پاک
جو گری سے بھرا ہے، مُشک کی طرح پاک ہے

وانچہ پوسیدہ ست بُود غیر خاک
جو گلا، سڑا ہے وہ سوائے خاک کے کچھ نہیں ہے

آنچہ با معنیٰ[2] ست خوش پیدا شود
جو پُر حقیقت ہے وہ اچھا ہو جاتا ہے

وانچہ بے معنیٰ ست خود رُسوا شود
اور جو بے حقیقت ہے وہ خود رسوا ہو جاتا ہے

رُو بمعنیٰ کوش اے صورت پرست
اے صورت کے پجاری! معنیٰ کی کوشش کر

زانکہ معنیٰ بر تنِ صورت پرست
اس لئے کہ معنیٰ ہی ہر جسم کے لئے پَر ہیں

ہمنشینِ اہلِ معنیٰ باش تا
اہلِ باطن کا ہمنشیں بن تاکہ

ہم عطایابی و ہم باشی فتیٰ
انعام بھی پائے اور مرد بھی بنے

جانِ بے معنیٰ دریں تن ہمچو لاف
اس بدن میں بے معنیٰ جان، یقیناً

ہست ہمچوں تیغ چوبیں در غلاف
غلاف میں لکڑی کی تلوار کی طرح ہے

تا غلاف[3] اندر بُود با قیمت ست
جب تک وہ غلاف میں ہو قیمتی ہے

چوں بُروں شد سوختن را آلت ست
جب باہر نکلی، جلانے کی چیز ہے

تیغِ چوبیں را مبر در کارزار
میدانِ جنگ میں لکڑی کی تلوار نہ لے جا

بنگر اوّل تا نگردد کارزار
پہلے دیکھ لے تاکہ کام خراب نہ ہو

---

[1] ترسا۔ عیسائی، کوہ کوہ۔ یعنی غبار کے پہاڑ ہوا میں اڑنے لگے۔ جوز۔ اخروٹ۔ نغز۔ نادر، عمدہ، عجیب۔ بانگ۔ آواز یعنی خراب اخروٹ میں ٹوٹنے کی آواز کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

[2] معنیٰ۔ حقیقت، باطنی خوبیاں۔ پَر۔ جسم کی پرواز باطنی خوبیوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اہلِ معنیٰ۔ یعنی اولیاء اللہ۔ فتیٰ۔ نوجوان، عارف باللہ۔ جانِ بے معنیٰ۔ وہ روح جس میں کوئی بزرگی نہ ہو۔

[3] تا غلاف۔ زندگی میں کچھ قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔ مرنے کے بعد جسم کا ایندھن ہے۔ کارزار۔ میدانِ جنگ، خراب کام یعنی میدانِ حشر میں ایسی روح کام کی ثابت ہو جو فضائل سے پُر ہو گی۔

گر بُوَد چوبیں بَرَد دیگر طلب
اگر وہ لکڑی کی ہے، جا دوسری لے

ور بُوَد الماس پیش آبا طَرَب
اور اگر تیز تلوار ہے تو خوشی سے سامنا

تیغ[1] در زرّاد خانہ اولیاست
تلوار، اولیاء کے اسلحہ خانہ میں ہے

دیدنِ ایشاں شمار اکیمیاست
اُن کا دیدار تمہارے لئے کیمیا ہے

جُملہ دانایاں ہمیں گفتہ ہمیں
تمام سمجھداروں نے یہی کہا ہے

ہست دانارُ[2] رحمۃً للعٰلمیں
کہ عقل مند دونوں جہاں کے لئے رحمت ہے

گر انارے میخری خنداں بخر
اگر تو انار خریدے، کھلا ہوا خرید

تا دہد خندہ زدانہ اُو خبر
تاکہ کھلا ہونا اُس کے دانہ کی بابت بتادے

اے مُبارک خندہ اش کو از دہاں
اُس شخص کی مسکراہٹ بڑی مبارک ہے

مینماید دلِ چو دُر از درجِ جاں
جو موتی جیسا صاف اور پاکیزہ جان کی دُرج سے دکھلاتا ہے

نا مُبارک خندۂ آں لالہ بُوَد
منحوس ہنسی اُس گلِ لالہ کی تھی

کز دہانِ اُو سوادِ دل نمود
جس کے مُنہ سے اُسکے دل کی سیاہی ظاہر ہوتی

نارِ خنداں باغ را خنداں کند
مُسکراتا انار، باغ کو مسکراتا بنا دیتا ہے

صحبتِ مردانت از مرداں کند
مَردوں کی صحبت تجھے مَردوں میں سے بنا دیگی

یک زمانے صحبتے با اولیاء
تھوڑی سی دیر، اولیاء کی ہمنشینی

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
سَو سالہ، بے ریا عبادت سے بہتر ہے

گر تو سنگِ خارہ و مَرمَر شوی
اگر تو سنگِ خارہ اور سنگِ مرمر ہو

چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
جب صاحبِ دل کے پاس پہنچے گا تو موتی بن جائے گا

مہرِ پاکاں در میانِ جاں نشاں
پاک لوگوں کی محبت جان میں بٹھالے

دل مدہ اِلّا بمہرِ دل خوشاں
خوش دل لوگوں کی محبت کے علاوہ دل نہ دے

کوئے نومیدی مَرو کامیدہا ست
مایوسی کے کوچہ میں نہ جا، کیونکہ امیدیں ہیں

سوئے تاریکی مَرو خورشیدہا ست
اندھیرے کی طرف نہ جا، سورج ہیں

دل ترا در کوئے اہلِ دل کشد
دل تجھے اہلِ دل کے کوچہ کی طرف کھینچتا ہے

تن ترا در حبسِ آب و گل کشد
اور جسم تجھے پانی، مٹی کے قید خانہ کی طرف کھینچتا ہے

ہیں غذائے دل بدہ از ہمدلے
ہاں! کسی دل والے سے (یکدل) دل کو خوراک دے

رَو بجُو اقبال را از مقبلے
جا! کسی نصیبہ والے سے نصیبہ تلاش کر

---

[1] تیغ۔ اگر اپنی رُوح کو آبدار تلوار کی طرح قیمتی بنانا ہے تو اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کر وہ اکسیر ہے۔ زرّاد خانہ۔ اسلحہ خانہ۔ انارے۔ یعنی شیخ طریقت اُسکو بناؤ جس میں آثارِ نبوت نمایاں ہوں اور اُس کا دل موتی کی طرح مُصفّی ہو۔

[2] نار۔ انار کا مخفف ہے۔ م دانا یعنی اولیاء اللہ۔ یک زمانے۔ بعض نسخوں میں دوسرا مصرعہ "بہتر از صد سال بودن در لقا" ہے جس کا ترجمہ ہے سَو سال لقوے میں گذارنے سے بہتر ہے۔ سنگِ خارہ۔ ایک قسم کا سخت پتھر ہے۔ مرمر۔ ایک قسم کا سفید پتھر ہے۔ دل مدہ۔ انسان کو اولیاء اللہ کی محبت کا شیدائی ہونا چاہئے۔ سوئے تاریکی۔ ناامیدی۔ یعنی شیخ کامل کے وجود سے انسان کو مایوس نہ ہونا چاہئے۔ خورشیدہا۔ یعنی اولیاء اللہ۔ اہلِ دل۔ اہلِ باطن، اولیاء اللہ۔ آب و گل۔ یعنی مادی لذتیں۔ کشد۔ یعنی انسان کی طبیعت کے مختلف تقاضے ہیں۔ ہیں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ ہمدل۔ وہ شخص جس سے دل ملے۔ مُقبل اقبال مند۔

دست[1] زن در ذیل صاحب دولتے — تا ز افضالش بیابی رفعتے
کسی دولت والے کا دامن تھام لے — تاکہ اُس کی بزرگی سے تو بلندی پالے

صحبتِ صالح ترا صالح کند — صحبتِ طالح ترا طالح کند
نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی — بدبخت کی صحبت تجھے بدبخت بنائیگی

نعت تعظیمِ مصطفیٰؐ کہ در انجیل بود

آنحضورؐ کی تعظیم کی تعریف جو انجیل میں تھی

بود در انجیل نامِ مصطفیٰ — آن سرِ پیغمبراں بحرِ صفا
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام انجیل میں تھا — جو پیغمبروں کے سردار اور صفا کے سمندر ہیں

بود ذکرِ حلیہ[2] ہا و شکلِ اُو — بود ذکرِ غزو و صوم و اکلِ اُو
اُن کے حلیہ اور شکل کا ذکر تھا — اُن کے جہاد اور روزے اور کھانے کا ذکر تھا

طائفہ نصرانیاں بہرِ ثواب — چوں رسیدندے بداں نام و خطاب
عیسائیوں کی ایک جماعت ثواب کے لئے — جب اُس نام اور خطاب پر پہنچتے

بوسہ دادندے بر آں نامِ شریف — رو نہادندے بداں وصفِ لطیف
اُس متبرک نام کو بوسہ دیتے — اُس پاک تعریف پر منہ رکھدیتے

اندریں قصہ کہ گفتم آں گروہ — ایمن از فتنہ بُدند و از شکوہ
اُس قصہ میں جس گروہ کا میں نے ذکر کیا ہے — وہ خوف و خطرے سے مطمئن تھا

ایمن از شرِّ امیران و وزیر — در پناہِ نامِ احمد مُستجیر[3]
سرداروں اور وزیر کے شر سے مطمئن — اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی پناہ میں پناہ گزیں تھا

نسلِ ایشاں نیز ہم بسیار شد — نورِ احمد ناصر آمد یار شد
اُن کی نسل بھی زیادہ ہو گئی — اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور ساتھی اور مددگار ہو گیا

واں گروہِ دیگر از نصرانیاں — نامِ احمد داشتندے مُستہاں
لیکن عیسائیوں کا دوسرا گروہ — احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی بے حرمتی کرتا تھا

مُستہان و خوار گشتند از فتن — از وزیرِ شوم رائے شوم فن
وہ فتنوں کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو گئے — بدرائے اور بدکار وزیر کے

مُستہان و خوار گشتند آں فریق — گشتہ محروم از خود و شرطِ طریق
وہ فریق ذلیل اور خوار ہو گیا — اپنے سے بھی محروم ہوا اور مذہب کے آداب سے بھی

---

[1] دست زن۔ پکڑ لینا ذیل۔ دامن۔ افضال۔ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، بزرگی، فضل و کرم۔ رفعت۔ راء کے کسرہ کے ساتھ بلندی۔ صالح۔ نیک۔ طالح۔ بدبخت۔

[2] حلیہ۔ عار کے ضمہ سے، صورت، خلقت۔ غزو۔ جنگ، وہ جنگ جس میں آنحضورؐ نے شرکت کی۔ صوم۔ روزہ۔ اکل۔ کھانا طائفہ۔ جماعت، گروہ۔ نامِ شریف۔ آنحضورؐ کا نامِ نامی۔ ایمن۔ مامون، مطمئن۔ شکوہ۔ خوف، رعب۔

[3] مستجیر۔ پناہ پکڑنے والا۔ ناصر۔ مددگار۔ مُستہان۔ ذلیل، بے قدر فتن۔ فتنہ کی جمع۔ شوم۔ منحوس۔ فن۔ ہنر، پیشہ۔ از خود۔ یعنی فتنوں میں مارے گئے۔ شرطِ طریق۔ یعنی دین اور مذہب کے آداب۔

ہم مُخبّط دین شاں و حُکم شاں — از پئے طومار ہائے کژ بیاں
اُن کا مذہب اور اُن کا قانون بھی تہ و بالا ہو گیا — کج بیان دفتروں کی وجہ سے

نامِ احمد چوں حِصیں یاری کند — تا کہ نورش چوں مددگاری کند
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام جب اس طرح مدد کرتا ہے — تو اُن کا نور کس قدر مدد کر سکتا ہے؟

نامِ احمد چوں حِصارے شد حصیں — تا چہ باشد ذاتِ آں روحُ الاَمیں
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام جب مضبوط قلعہ بنا — تو اُس روح الامین کی ذات کس درجہ کی ہو گی؟

حکایت بادشاہِ جہود دیگر کہ در ہلاکِ دینِ عیسیٰ جہدی کرد

ایک دوسرے یہودی بادشاہ کی حکایت جو حضرت عیسیٰؑ کے دین کی تباہی کی کوشش کرتا تھا

بعد ازیں خونریز درماں ناپذیر — کاندر افتاد از بلائے آں وزیر
اس ناقابلِ علاج خونریزی کے بعد — جو اُس وزیر کی مصیبت کی وجہ سے واقع ہوئی تھی

یک شہِ دیگر ز نسلِ آں جہود — در ہلاکِ قومِ عیسیٰ رُو نمود
اُس یہودی کی نسل سے ایک دوسرا بادشاہ — حضرت عیسیٰؑ کی قوم کی ہلاکت کی طرف متوجہ ہوا

گر خبر خواہی ازیں دیگر خروج — سورہ برخواں وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوج
اگر تو اس دوسری بغاوت کی خبر چاہتا ہے — تو سورۂ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوج کو پڑھ لے

سُنّتِ بَد کز شہِ اوّل بزاد — ایں شہِ دیگر قدم بر وے نہاد
بُرا طریقہ جو پہلے بادشاہ سے پیدا ہوا — اس دوسرے بادشاہ نے اُس پر قدم رکھا

ہر کہ اُو بنہاد ناخوش سُنّتے — سوئے اُو لنفریں رَوَد ہر ساعتے
جس کسی نے کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا — اُس کی جانب ہر وقت لعنت جاتی ہے

زانکہ ہر چہ ایں کند زانگوں ستم — زاوّلیں جوید خدا بے بیش و کم
اس لئے کہ جو کچھ یہ اس طرح کا ظلم کریگا — بغیر کمی بیشی کے خدا پہلوں سے باز پرس کریگا

نیکواں رفتند و سُنّتہا بماند — وز لئیماں ظلم و لعنتہا بماند
نیک لوگ گذر گئے اور اُنکے طریقے رہ گئے — اور کمینوں سے ظلم اور لعنتیں رہ گئیں

تا قیامت ہر کہ جنسِ آں بداں — در وجود آید نُوَد در وے نشاں
قیامت تک اُن بروں کی جنس سے جو — وجود میں آتا ہے اُس کا رنگ اُنکی طرف ہوتا ہے

رگ رگ است ایں آبِ شیریں و آبِ شور — در خلائق میرود تا نفخِ صور
یہ میٹھا پانی اور کھاری پانی رگ رگ میں ہے — جو لوگوں میں صور پھونکے جانے تک جاری رہیگا

---

۱ مُخبّط - اُلٹ پلٹ، تہ و بالا۔ کژ - کج۔ حِصیں - قلعہ حصین - مضبوط۔ روح الامین - آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہونگے آپ اُمت کے مدبر اور امانتدار ہیں، حضرت عیسیٰؑ حضرت جبرئیلؑ۔ جہد - کوشش۔ خروج - بغاوت، فتنہ و فساد۔

۲ البروج - سورۂ بروج کی آیت قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

۳ سُنّتِ بد - جو کوئی بُری رسم جاری کرتا ہے تو قیامت تک جو لوگ اُس پر عمل کریں گے سبھی اُن کی بُرائی میں شریک سمجھا جائیگا اور نیک طریقہ ایجاد کرنیوالے کو قیامت تک عمل کرنیوالوں کی نیکیوں میں شریک سمجھا جائیگا۔

آبِ شیریں - یعنی خوبیاں۔ آبِ شور - یعنی بُرائیاں۔ نفخِ صور - یعنی اسرافیل فرشتہ کا بوق بجانا جو قیامت کے قریب ہوگا۔

نیکواں[1] را ہست میراث از خوشاب
نیکوں کا ورثہ میٹھا پانی ہے

آنچہ میراث ست اُورثنا الکتاب
جو "اورثنا الکتاب" کی میراث ہے

شد نیازِ طالباں اَر بنگری
اگر تو غور کرے تو طالبوں کی نیاز مندی

شُعلہا از گوہرِ پیغمبری
پیغمبری جوہر کے شعلے ہیں

شُعلہ ہا با گوہراں گرداں بُود
شعلے، جواہر کے ساتھ گردش کرتے ہیں

شُعلہ آں جانب رود ہم کانِ بُود
انوار اُس جانب جاتے ہیں جہاں وہ ہوتے ہیں

نورِ روزن گر دِ خانہ می دَوَد
روشندان کی روشنی گھر کے چاروں طرف دوڑتی ہے

زانکہ خور بُرجے بہ بُرجے می رَوَد
اِسلئے کہ سورج ایک برج سے دوسرے برج میں جاتا ہے

ہر کرا با اخترے پیوستگیست
جس کو کسی ستارے سے وابستگی ہے

مَرورا با اختر خود ہم تگی ست
اُس کی اپنے ستارے کے ساتھ دوڑ ہے

طالعش گر زُہرہ[2] باشد در طرَب
اگر اُس کا مقدر زُہرہ ہوگا تو عیش و طرب

مَیل کُلّی دارد و عشق و طلب
اور عشق و طلب میں پورا میلان رکھے گا۔

ور بُود مرّیخی خوں ریز خُو
اور اگر وہ مریخ جیسی خونریز عادت والا ہے

جنگ و بُہتاں و خصومت جوید او
تو وہ لڑائی، بُہتان اور جھگڑے کی جستجو کریگا

اختر اندر زیرِ اختراں
ستاروں کے پیچھے اور ستارے ہیں

کاحتراق و نحس نبوَد اندراں
اُن میں جلانے کا میلان اور نحوست نہیں ہے

سائراں در آسمانہائے دگر
جو دوسرے آسمانوں میں گردش کر رہے ہیں

غیر ایں ہفت آسمانِ مُشتہر
اِن مشہور سات آسمانوں کے علاوہ

راسخاں در تابِ انوارِ خدا
(وہ ستارے) خدا کے انوار کی گرمی میں ثابت قدم ہیں

نے بہم پیوستہ نے از ہم جدا
نہ باہم جڑے ہوئے ہیں نہ ایک دوسرے سے جدا ہیں

ہر کہ باشد طالع اُوزاں نجوم
جس شخص کا مقدر اُن ستاروں سے ہوگا

نَفْس و کفّار سوزد در رُخوم
اُس کا نفس کفار کو رُخوم کے وقت جلا دیگا

خشم مرّیخی نباشد خشم اُو
اُس کا غصہ مریخی غصہ نہیں ہوگا

مُنقلِبے و غالب و مغلوب خُو
وہ سر جھکا کر چلنے والا، غالب اور مغلوب ہونے والا ہے

نورِ غالب ایمن از کسف و غسق
وہ غالب نور الانوار ہے، گہن اور اندھیرے سے محفوظ

در میانِ اِصبَعَینِ نورِ حق
اللہ کے نور کی دو انگلیوں کے درمیان

---

[1] نیکواں۔ نیکو کی جمع۔ خوشاب میٹھا پانی۔ الکتاب۔ قرآن پاک میں مذکور ہے "ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا" پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے اُن لوگوں کو اس کتاب کا وارث ٹھہرایا جنکو ہم نے منتخب کیا" تو اس آیت میں جس میں میراث کا ذکر ہے یہی اخلاق حسنہ اور عبادات صالحہ مراد ہیں۔ شعلہا۔ یعنی انوارِ نبوت۔ گوہراں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ کاں بود جہاں اولیاء اللہ ہوں گے وہاں ہی انوارِ نبوت ہونگے۔ نورِ روزن۔ ازل سے آفتابِ نبوت مختلف انبیاء پر ضو فگن ہوتا رہا تو انبیاء کو روشنی ایک ہی جگہ سے حاصل ہوئی اسی لئے اصول دین میں سب متحد ہیں۔ پیوستگی وابستگی۔ ہم تگی۔ مل کر دوڑنا۔

[2] زُہرہ۔ ستارہ کا نام ہے اُس سے جس کو مناسبت ہوتی ہے، اُس آدمی کا عشق و محبت کی طرف میلان ہوتا ہے۔ مریخ۔ ستارہ کا نام ہے جس کے اثرات جنگ جوئی اور خونریزی مانے گئے ہیں، ستاروں کے لامحالہ اثرات پڑتے ہیں، اگر ستاروں کی تاثیرات بقضاء اللہ مانی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں، ہاں اُن کو مؤثر حقیقی ماننا کفر ہے۔

اختر اندر۔ یعنی اولیاء اللہ ایسے ستارے ہیں۔ جنکی تاثیر میں خیر ہی خیر ہے۔ سائراں۔ اولیاء اللہ کی یہ ان ساتوں آسمانوں سے در الورا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۰۵ پر)

حق فشاند آں نور را بر جانہا
اللہ تعالےٰ نے اُس نور کو روحوں پر نچھاور فرمایا

مُقبلاں برداشتہ دامانہا
جس سے نصیب ور اپنے دامن بھرے ہوئے ہیں

واں نثارِ[1] نور ہر کو یافتہ
جس نے اُس نور کا نچھاور پالیا

روئے از غیرِ خُدا برتافتہ
اُس نے مُنہ خدا کے غیر سے موڑ لیا

ہر کرا دامانِ عشقے نابُدہ
جس کے پاس عشق کا دامن نہ تھا

زاں نثارِ نور بے بہرہ شدہ
وہ اُس نور کے نچھاور سے بے حصّہ رہا

جزو ہا ارُوید ہا سوئے کُل ست
اجزاء کے رُخ کُل کی طرف ہیں

بُلبلاں را عشق بارُوئے گُل ست
بُلبلوں کو پھول کے چہرہ سے عشق ہے

گاؤ را رنگ از بروں و مَرد را
بیل کا رنگ باہر ہے اور انسان کا

ازدروں جُو رنگ سُرخ و زرد را
اندر سے ڈھونڈ سُرخ اور زرد رنگ

رنگہائے نیک از خُمِ صفاست
نیکوں کے رنگ صفا کے مٹکے سے ہیں

رنگ زشتاں از سیاہ آبِ[2] جفاست
اور بروں کے رنگ، میل کچیل کے سیاہ پانی سے ہیں

صِبغۃُ[3] اللہ نام آں رنگِ لطیف
صبغۃ اللہ اُس پاک رنگ کا نام ہے

لعنۃُ اللہ بوئے ایں رنگِ کثیف
لعنۃ اللہ اِس گندے رنگ کی بدبو ہے

آنچہ از دریا بدریا می رَود
جو پانی دریا سے آتا ہے، دریا میں جاتا ہے

از ہُماں جا کاید آنجا می رَود
جس جگہ سے آتا ہے اسی جگہ جاتا ہے

از سرِ کہ سیلہائے تیز رَو
پہاڑ کی چوٹی سے تیز رَو سیلاب

وز تنِ ما جانِ عشق آمیز رَو
اور ہمارے جسم سے عشق میں ڈوبی ہوئی جانیں بہہ رہی ہیں

آتش افروختن بادشاہ و بُت نہادن پہلوئے آتش کہ
بادشاہ کا، آگ جلانا اور آگ کے پاس بُت رکھنا کہ

ہر کہ ایں بُت را سجود کند از آتش رہائی یابد
جو بُت کو سجدہ کرے گا وہ آگ سے نجات پائے گا

آں جہود سگ بہ بیں چہ رائے کرد
دیکھو! اُس یہودی کتّے نے کیا تدبیر کی؟

پہلوئے آتش بُتے برپائے کرد
آگ کے پاس ایک بُت کھڑا کر دیا

کانکہ ایں بُت را سجود آرد برست
کہ جو اُس بُت کو سجدہ کریگا چھوٹ جائیگا

ور نیارد در دلِ آتش نشست
اور اگر نہیں کریگا، آگ میں بھسم ہو جائیگا

(بقیہ صفحہ ۱۰۴ سے آگے)
یعنی ہے کہ جب شیاطین غیبی باتیں اُچکنے کے لئے آسمان کی طرف جاتے ہیں تو ستارے اُنپر پھینک کر مارے جاتے ہیں جس کے وہ لگتے ہیں وہ جل بھن جاتا ہے اِسلیا اللہ کبھی نفس امّارہ اور کافروں کیلئے رجوم ہیں۔ غالب یعنی اللہ کی مدد سے وہ غالب ہیں لیکن منکر الزاجی کی وجہ سے مغلوب نظر آتے ہیں۔ کسف۔ ستارہ کا بے نور ہو جانا، گہن۔ عسق۔ رات کی تاریکی۔ اِصبحین۔ اصبح کا تثنیہ ہے، اُنگلی۔

---

[1] نثار۔ روپیہ پیسہ جو کسی پر صدقہ کر کے نچھاور کر دیا جائے۔ زرد و سرخ۔ جانوروں کا رنگ کھال سے دیکھا جاتا ہے انسانی رنگ سے مراد باطنی اوصاف ہیں۔ خُم۔ مٹکا۔
[2] سیاہ آبہ۔ کالا پانی۔ جُفا۔ جیم کے ضمّہ سے، میل کچیل، جیم کے فتحہ سے، ظلم و زیادتی۔
[3] صبغۃ اللہ۔ اللہ کا رنگ قرآن پاک میں ہے صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً "اللہ کا رنگ، اور کون ہے اللہ سے زیادہ اچھا اندر کے رنگ کے"۔ از دریا۔ سمندر کا پانی بخارات بنکر بادل میں تبدیل ہوتا ہے اور پھر برس کر اسی سمندر میں واپس ہو جاتا ہے۔ برپا کرد۔ کھڑا کر دیا۔

چوں سزائے آں بُت نفس اُو نداد
چونکہ اُس نے اپنے نفس کے بُت کو سزا نہ دی تھی

از بُت نفش بُتے دیگر بزاد
اُس کے نفس کے بت سے ایک دوسرا بت پیدا ہو گیا

مادر بُتہا بُت نفس شما ست
تمہارا نفس تمام بتوں کی ماں ہے

زانکہ آں بُت مار و ایں بت آژدہا ست
کیونکہ وہ بت سانپ اور یہ بت اژدہا ہے

آہن و سنگ ست نفس و بُت شرار
نفس لوہا اور پتھر ہے اور بت چنگاری

آں شرار از آب می گیرد قرار
چنگاری پانی سے بجھ جاتی ہے

سنگ و آہن زاب کے ساکن شود
(لیکن) پتھر اور لوہا پانی سے کب ساکن ہو سکتے ہیں

آدمی با ایں دو کے ایمن شود
آدمی ان دونوں کے ہوتے ہوئے کب مطمئن ہو سکتا ہے

سنگ و آہن در درون دارند نار
پتھر اور لوہا (اپنے) اندر آگ رکھتے ہیں

آب را بر نار شاں نبود گذار
پانی کا اُن کی آگ پر گذر نہیں ہے

زاب چوں نار برروں کشتہ شود
پانی سے باہر کی آگ بجھ جاتی ہے

در درون سنگ و آہن کے رود
(وہ پانی) پتھر اور لوہے کے اندر کب جا سکے گا!

سنگ و آہن چشمہ نار ند و دود
لوہا اور پتھر آگ اور دھوئیں کے چشمے ہیں

قطرہ ہا شاں کفر و ترسا و جہود
کفر اور عیسائیت اور یہودیت اُسکے قطرے ہیں

بُت سیہ آب ست در کوزہ نہاں
بُت، کوزہ میں چھپا، کالا پانی ہے

نفس مر آب سیہ را چشمہ داں
نفس کو اس سیاہ پانی کا چشمہ سمجھو

آں بُت منحوت چوں سیل سیاہ
وہ تراشا ہوا بُت، کالا سیلاب ہے

نفس بُت گر چشمہ بر شاہراہ
بُت سازنہ نفس شارع عام پر چشمہ ہے

بُت درونِ کوزہ چوں آب کدر
بُت، کوزہ میں، گدلا پانی ہے

نفس شومت چشمہ آں آبے مُضر
تیرا بہ بخت نفس اُسکا چشمہ ہے، اے کج بخت!

صد سبو را بشکند یک پارہ سنگ
پتھر کا ایک ٹکڑا سو گھڑے توڑ دیتا ہے

واب چشمہ میز ہاند بے درنگ
اور چشمہ کا پانی فوراً اسکو اچھال دیتا ہے

آب خم و کوزہ گر فانی شود
مٹکے اور پیالے کا پانی اگر ختم ہو جائے

آب چشمہ تازہ و باقی بود
چشمہ کا پانی تازہ اور باقی رہے گا

بُت شکستن سہل باشد نیک سہل
بُت توڑنا، آسان، اور بہت آسان ہوتا ہے

سہل دیدن نفس را جہل ست جہل
نفس کے معاملہ کو آسان سمجھنا نادانی ہی نادانی ہے

ق

سلہ نفس۔ اصل بُت انسان کا نفس ہے جو سینکڑوں بتوں کو جنم دیتا ہے۔ آہن۔ لوہے سے لوہا، پتھر سے پتھر ٹکراتا ہے تو چنگاری نکلتی ہے۔ چنگاری کو بجھا دینا ممکن ہے لیکن پتھر کے اندر جو چنگاری پیدا کرنیکا مادہ ہے اُس کو نہیں بجھایا جا سکتا اسی طرح نفس کے پیدا کردہ بت فنا کئے جا سکتے ہیں لیکن نفس کی وہ قوت جو بت پیدا کرتی ہے اُس کا ازالہ بہت دشوار ہے اس سے مطمئن نہ ہونا چاہئے۔

۱۲ بت کی مثال اُس سیاہ پانی کی ہے جس کا سرچشمہ نفس انسانی ہے۔ صد سبو گندے پانی کے سو گھڑے ایک پتھر سے توڑے جا سکتے ہیں لیکن چشمہ مند نہیں کیا جا سکتا۔

صورتِ نفس ار بجوئی اے پسر
اے بیٹا! اگر تجھے نفس کی تصویر کی تجسس ہے،

قصۂ دوزخ[1] بخواں با ہفت در
تو سات دروازے والی دوزخ کا قصہ پڑھ لے

ہر نفس مکرے و در ہر مکر زاں
(اس نفس کے) ہر سانس میں ایک مکر ہے اور اس کے ہر

غرق صد فرعون با فرعونیاں
تو فرعون، فرعونیوں کے ساتھ غرق ہیں

در خدائے موسیٰ[2] و موسیٰ گریز
موسیٰؑ کے خدا، اور موسیٰ کی طرف بھاگ

آبِ ایمان راز فرعونی مریز
فرعونیت سے ایمان کی آبروریزی نہ کر

دست را اندر اَحَد[3] و احمد[4] بزن
اَحَد اور احمدؐ سے تعلق پیدا کر

اے برادر وارہ از بوجہل تن
اے بھائی! جسم کے ابوجہل سے چھٹکارا حاصل کر

آوردنِ بادشاہِ جہود زنے را با طفل و انداختنِ او

یہودی بادشاہ کا ایک عورت کو مع بچے کے لانا اور اس کا

طفل را در آتش و سخن آمدنِ طفل در میانِ آتش

بچے کو آگ میں ڈالنا اور آگ میں سے بچہ کا بولنا

یک زنے با طفل آورد آں جہود
وہ یہودی ایک عورت کو مع بچے کے لایا

پیشِ آں بُت و آتش اندر شعلہ بود
بُت کے سامنے، اور آگ شعلہ زن تھی

گفت اے زن پیشِ این بُت سجدہ کن
بولا، اے عورت! اس بُت کے سامنے سجدہ کر

ورنہ در آتش بسوزی بے سخن
ورنہ لاکلام تو آگ میں جلے گی

بود آں زن پاک دین و مُومنہ
وہ عورت پاک دین والی، اور مومنہ تھی

سجدہ آں بُت نہ کرد آں مُوقنہ[5]
اس یقین والی نے بُت کو سجدہ نہ کیا

طفل از و بستید[6] در آتش فگند[7]
اس نے اس سے بچے کو چھینا اور آگ میں ڈال دیا

زن بتر سید و دل از ایماں بکند
عورت ڈری اور دل کو ایمان سے ہٹایا

خواست تا او سجدہ آرد پیشِ بُت
اس نے چاہا کہ وہ بت کے سامنے سجدہ کرے

بانگ زد آں طفل کہ ای اُمِّ اُمت
بچہ چیخا کہ میں مرا نہیں

اندر آ مادر کہ من اینجا خوشم
اماں! اندر آجا میں اس جگہ اچھا ہوں

گرچہ در صورت میانِ آتشم
اگرچہ بظاہر آگ میں ہوں

چشم بند ست آتش از بہرِ حجیب
آگ نظر بندی کے لئے ایک پردہ ہے

رحمتست ایں سر برآوردہ ز جیب
(ورنہ) یہ ایک رحمت ہے جو رونما ہے

[1] قصۂ دوزخ۔ دوزخ کے جس قدر عذاب ہیں وہ دراصل نفس خبیث ہی کے اعمال ہیں تو گویا نفس کی مکمل تصویر دوزخ ہے۔ ہر نفس۔ نفس ہر سانس میں ایک مکر کرتا ہے جس میں سینکڑوں فرعونی صفتیں غرق رہتی ہیں۔

[2] موسیٰ۔ فرعون کی مناسبت سے حضرت موسیٰ کا ذکر ہے۔

[3] اَحَد۔ خدا اور رسول کا اتباع ہی ذریعۂ نجات ہے، ابوجہل کا راستہ ہلاکت کا ہے۔

[4] شعلہ زن۔ پیش مار خیوالی بے سخن۔ لامحالہ، لاکلام۔

[5] مُوقنہ۔ مومنہ۔ ستید ماضی ہے ستیدن کا۔ لینا۔

[6] فگند۔ آگ میں ڈالدیا۔ دل از چیزے بر کندن۔ کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ چشم بند۔ نظر بندی، نظر فریبی۔

[7] حجیب۔ حجاب کا ابالہ ہے، پردہ۔ ز جیب سر برآوردن۔ ظاہر ہونا۔

اندر آ مادر ببیں برہانِ حق
ماں! اندر آ سچائی کی دلیل دیکھ

تا بہ بینی عشرتِ خاصانِ حق
تاکہ تو خاصانِ خدا کے عیش کو دیکھے

اندر آ و آب بیں آتش مثال[1]
اندر آ اور آگ کی صورت کا، پانی دیکھ

از جہانے کآتش ست آبش مثال
اُس دنیا سے جسکا پانی بھی آگ جیسا ہے

اندر آ اسرارِ ابراہیمؑ بیں
اندر آ حضرت ابراہیمؑ کے راز دیکھ

کو در آتش یافت وردو یاسمیں
جس نے آگ میں گلاب اور چنبیلی کے پھول پائے

مرگ می دیدم کہے زادن زتو
تجھ سے پیدا ہونے کے وقت مجھے موت نظر آرہی تھی

سخت خوفم بود افتادن زتو
تجھ میں سے نکل کر پڑنیکا مجھے بہت ڈر تھا

چوں[2] بزادم رستم از زندانِ تنگ
جب میں پیدا ہوا تنگ قید خانہ سے چھوٹا

در جہانے خوش سرائے خوب رنگ
اچھے مقام اور اچھے رنگ کی دنیا میں آگیا

ایں جہاں را چوں رحم دیدم کنوں
اب میں اِس دنیا کو رحم کی طرح سمجھتا ہوں

چوں دریں آتش بدیدم ایں سکوں
جب میں نے اِس آگ میں یہ سکون دیکھا

اندریں آتش بدیدم عالمے
میں نے اِس آگ میں وہ دنیا دیکھی

ذرّہ ذرّہ اندر و عیسیٰؑ دمے
جس میں ایک ایک ذرہ عیسیٰؑ کے دم کی طرح ہے

نک جہانے نیست[3] شکلے ہست ذات
اب ایک دُنیا ہے بظاہر معدوم، دراصل موجود

واں جہانے ہست شکلے بے ثبات
اور وہ دنیا کی موجودہ شکل ناپائیدار ہے

اندر آ مادر بحقِ مادری
ماں! اندر آ مادری حقوق کا واسطہ

بیں کہ ایں آذر ندارد آذری
دیکھ یہ آگ، آگ کی تاثیر نہیں رکھتی ہے

اندر آ مادر کہ اقبال آمدست
ماں! اندر آ کہ خوش قسمتی آگئی ہے

اندر آ مادر مدہ دولت زدست
ماں! اندر آ دولت کو ہاتھ سے نہ دے

قدرتِ آں سگ بدیدی اندر آ
تو نے اُس کتے کی طاقت دیکھ لی، اندر آ

تا بہ بینی قدرت و لطفِ خدا
تاکہ تو اللہ کی قدرت اور مہربانی دیکھ لے

من ز رحمت میکشایم پائے تو
میں محبت کی وجہ سے تیرا پیر کھول رہا ہوں

کز طرب خود نیستم پروائے تو
اور نہ خوشی کی وجہ سے مجھے تیرا پروا نہیں ہے

اندر آ و دیگراں را ہم بخواں
اندر آجا، اور دوسروں کو بھی بلالے

کاندر آتش شاہ بنہاد ست خواں
کیونکہ آگ میں شاہ نے دسترخوان بچھا دیا ہے

---

[1] آتش مثال۔ علامات، بظاہر ناگوار ہیں لیکن اُن کا نتیجہ بہت اچھا ہے، گناہ بظاہر میٹھا ہے درحقیقت بہت تلخ ہے۔ زرد۔ گلاب کا پھول۔ یاسمین۔ چنبیلی کا پھول۔ زادن زتو۔ رحم مادر کی زندگی پسند تھی پیدا ہونے سے خوف لگتا تھا۔

[2] چوں بزادم۔ پیدا ہونے کے بعد دنیا اچھی لگنے لگی۔ ایں جہاں۔ جیسا کہ پہلے رحم مادر کو اچھا سمجھتا تھا اور دنیا کو بُرا لیکن پھر دنیا اچھی لگنے لگی اسی طرح دنیا کو چھوڑ کر آگ میں آنے کو بُرا سمجھا لیکن آگ میں آنے کے بعد دنیا بُری لگنے لگی۔ دَمے۔ آگ کو مُہلک سمجھتا تھا لیکن معلوم ہوا کہ اُس کے ذرّہ ذرّہ میں دمِ مسیحائی ہے نک۔ ایک، اب۔

[3] نیست شکل، صورتاً معدوم۔ ہست ذات۔ حقیقتاً موجود۔ بے ثبات بے قیام۔ آذر۔ آگ آذری۔ آگ کی تاثیر۔ اقبال۔ سعادت۔ پائے تو۔ دنیا کے پنجے سے باہر نکال رہا ہوں۔ طرب۔ خوشی مستی۔ شاہ۔ یعنی اللہ تعالےٰ۔

اندر آئید اے ہمہ پروانہ وار
اے لوگو! اب تم سب پروانوں کی طرح اندر آجاؤ

اندر ایں آتش کہ دارد صد بہار
اس آگ میں جس میں سینکڑوں بہاریں ہیں

اندر آئید اے مسلماناں ہمہ
اے مسلمانو! سب اندر چلے آؤ

غیرِ عذبِ[1] دیں عذاب است آں ہمہ
دین کے میٹھے پانی کے علاوہ سب عذاب ہے

اندر آئید و ببینید ایں چنیں
اندر آجاؤ اور دیکھو کہ کس طرح

سَرد گشتہ آتشِ گرم مہیں
یہ دہکتی ہوئی آگ ٹھنڈی ہو گئی ہے؟

اندر آئید اے ہمہ مست و خراب
اے مست اور تباہ لوگو! اندر آجاؤ

اندر آئید اے ہمہ عینِ عتاب
اے مجسم عتاب، اندر آجاؤ

اندر آئید اندریں بحرِ عمیق[2]
اس گہرے سمندر میں، اندر آجاؤ

تا کہ گردد روح صافی و رقیق
تاکہ روح، صاف اور لطیف بن جائے

مادرش انداخت خود را نزد اُو
اس کی ماں نے اپنے آپ کو اُس کے پاس پھینک دیا

دستِ اُو بگرفت طفلِ مہر جُو
محبت کے جویاں بچے نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا

اندر آمد مادرِ آں طفلِ خورد
اس چھوٹے بچے کی ماں اندر آگئی

اندر آتش گوئے دولت را ببُرد
آگ میں اُس نے دولت کی بازی جیت لی

مادرش ہم زاں نسق گفتن گرفت
اس کی ماں نے بھی اسی طرح کہنا شروع کر دیا

دُرِّ وصفِ[3] لُطفِ حق سُفتن گرفت
اللہ کی مہربانی کے موتیوں کو پرونا شروع کر دیا

بانگ میزد در میانِ آں گروہ
اس جماعت میں وہ پکار رہی تھی

پُر همی شد جانِ خلقاں از شکوہ
لوگوں کی جان عظمت سے پُر ہو رہی تھی

نعرہ میزد خلق را کاے مردماں
اس نے لوگوں کو پکارا، اے لوگو!

اندر آتش بنگرید ایں بوستاں
آگ کے اندر اس باغ کو دیکھو

انداختنِ مردماں خود را در آتش از سرِ ذوق

ذوق کی وجہ سے لوگوں کا اپنے آپ کو آگ میں ڈالنا

خلق خود را بعد زاں بیخویشتن
اس کے بعد بے خود ہو کر لوگ اپنے آپ کو

میفگندند اندر آتش مرد و زن
مرد و عورت، آگ میں ڈال رہے تھے

بے مُوکّل بے کشش از عشقِ دوست
دوست کے عشق کی وجہ سے کسی کے بلائے اور کشش کے بغیر

زانکہ شیریں کردنِ ہر تلخ از اوست
اس لئے کہ ہر تلخ کا شیریں کر دینا اُسی کی جانب سے ہے

[1] عذب۔ شیریں پانی۔
[2] عمیق۔ گہرا۔ رقیق۔ باریک، لطیف۔ گوئے بُردن۔ گیند لیجانا، بازی جیت لینا۔ نسق۔ طرز، ترتیب۔
[3] دُرّ۔ موتی۔ سُفتن۔ پرونا۔ جان پُر شدن۔ جوش میں آنا بہادری پیدا ہو جانا۔ خلقاں۔ خلق کی جمع مخلوق۔ شکوہ۔ عظمت، دبدبہ۔ بوستاں۔ باغ۔ بے خویشتن۔ از خود رفتہ۔ مُوکّل۔ وہ شخص جس کو کوئی کام سپرد کیا گیا ہو۔

تا چناں شد کاں عوانانِ[1] خلق را
یہاں تک ہوا کہ وہ سپاہی، لوگوں کو

منع میکردند کاتش در میا
منع کرتے تھے کہ آگ میں نہ آؤ

آں یہودی شد سیہ رُوی و خجل
وہ یہودی سیہ رو اور شرمندہ ہوگیا

شد پشیماں ریں سبب بیمارِ دل
دل کا بیمار، اس وجہ سے پشیمان ہوگیا

کاندر آتش خلق عاشق تر شدند
کہ لوگ آگ میں گرنے کے اور زیادہ عاشق ہوگئے

در فنائے جسم صادق تر شدند
جسم کو فنا کرنے میں اور سچے ہو گئے

مکرِ شیطاں ہم در و پیچید شکر
شکر ہے، شیطان کا مکر اُسی کو چٹ گیا

دیو خود را ہم سیہ رُو دید شکر
شکر ہے، شیطان نے اپنے آپ کو بھی کالا منہ دیکھا

آنچہ میمالید بر روئے کساں
(وہ سیاہی) جو وہ لوگوں کے منہ پر ملتا تھا

جمع شد در چہرۂ آں ناکساں[2]
اُن کمینوں کے چہروں پر اکٹھی ہو گئی

آنکہ می دَرید جامۂ خلق چُست
جو تیزی سے لوگوں کی جامہ دری کرتا تھا

شد دریدہ آنِ اُو زاں شاں درست
اُس کا جامہ چاک ہوگیا، اُن کا درست ہوگیا

کژ ماندن دہان آں شخص کہ نامِ پیغمبر را بہ تسخر بُرد
- اُس شخص کا منہ ٹیڑھا رہ جانا جس نے آنحضورؐ کا نام تمسخر کے ساتھ لیا تھا

آں دہن کژ کرد واز تسخر بخواند
جس نے تمسخر سے لیا

نامِ احمدؐ را و ہانش کژ بماند
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام، اُسکا منہ ٹیڑھا ہوگیا

باز آمد کاے محمدؐ عفو کن
واپس آیا کہ اے محمدؐ معاف کر دیجئے

اے ترا الطاف و علمِ من لدُن
اے (حضرت) آپکو مہربانیاں اور علمِ لدنی حاصل ہے

من ترا افسوس[3] می کردم ز جہل
میں نے جہالت کی وجہ سے آپ کا مذاق اُڑایا

من بُدم افسوس را منسوب و اہل
حالانکہ تمسخر کے قابل اور مستحق تو میں تھا

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرَد
جب خدا چاہتا ہے کہ کسی کی پردہ دری کرے

مَیلش اندر طعنۂ پاکاں بَرَد
اُس کا میلان پاک لوگوں پر طعنہ زنی پر کر دیتا ہے

ور خدا خواہد کہ پوشد عیبِ کس
اور اگر خدا چاہتا ہے کہ کسی کی عیب پوشی کرے

کم زند در عیبِ معیوباں نفس
تو عیب داروں کے عیب بھی نہیں بیان کرتا

چوں خدا خواہد کہ ماں یاری کند
جب خدا ہماری مدد کرنا چاہتا ہے

مَیلِ ما را جانبِ زاری کند
تو ہمیں انکساری کی طرف مائل کر دیتا ہے

[1] عوانان - عین کا فتحہ، واؤ کی تشدید، سخت گیر۔
مکرِ شیطاں - مولانا فرماتے ہیں خدا کا مشکر ہے شیطان خود اپنے جال میں پھنس گیا۔
[2] ناکس - بے وجود، کمینہ
کژ ماندن - ٹیڑھا ہو جانا۔ جس طرح یہ یہودی بادشاہ اپنے کام سے خود ذلیل ہوا اُسی طرح آنحضور کا مذاق اڑانیوالا ذلیل ہوا۔ تسخر
تمسخر علمِ لدنی - وہ علم جو براہ راست خدا سے بدون کسی اُستاد کے واسطہ کے حاصل ہوا ہو۔
[3] افسوس - استہزاء، تمسخر - اہل - قابل، صاحب
نفس زدن - سانس لینا، باتیں کرنا - یاری - مدد۔

اے خنک چشمیکہ اُو گریاں اُوست — وے ہُمایوں دل کہ اُو بریاں اُوست

بڑی مبارک ہے وہ آنکھ جو اُس کے لئے روتی ہے اور وہ دل بہت مبارک ہے جو اُسکے لئے جل بھن رہا ہے

از پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست — مَرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

ہر رونے کے بعد بالآخر ہنسی ہے انجام پر نظر رکھنے والا مبارک انسان ہے

ہر کجا آبِ رواں سبزہ بُوَد — ہر کجا اشکِ رواں رحمت شود

جہاں کہیں آبِ رواں ہو، سبزہ ہوتا ہے جہاں کہیں اشکِ رواں ہو رحمت ہوتی ہے

باش چوں نَو لاب نالاں اشکِ تر — تا زصحن جانت بَر روید خضر

رہٹ کی طرح نالاں اور گریاں رہ تاکہ تیری روح کے صحن سے سبزہ اُگے

مرحمت فرمود سیّد عفو کرد — چوں زجرأت توبہ کرد آں شرمسار

سیّد الکونینؐ نے رحم فرمایا، معاف کر دیا جب اُس شرمندہ نے ہمت کر کے توبہ کی

رحم خواہی رحم کن بر اشکبار — رحم خواہی بر ضعیفاں رحم آر

تو رحم چاہتا ہے تو آنسو بہانے والے پر رحم کر تو رحم چاہتا ہے تو کمزوروں پر رحم کر

عتاب کردن جہود آتش را کہ چرا نمی سوزد و جواب او

یہودی (بادشاہ) کا آگ پر غصہ کرنا کہ کیوں نہیں جلاتی اور اُسکا جواب

رُو بآتش کرد شہ کای تند خُو — آں جہاں سوز طبیعی خوت کُو

بادشاہ آگ کی طرف متوجہ ہوا کہ اے بدمزاج تیری دنیا کو جلانیوالی فطری عادت کہاں ہے؟

چوں نمیسوزی چہ شد خاصیتت — یا زبخت ما دگر شد نیّتت

تو جلاتی کیوں نہیں، تیری خاصیت کہاں گئی؟ یا ہمارے نصیب سے تیری نیت بدل گئی

می نہ بخشائی تو بر آتش پرست — آنکہ نپرستد ترا چوں اُو پرست

تو آگ کے پوجنے والے کو بھی نہیں بخشتی ہے جو تجھے نہیں پوجتا وہ کیوں بچ گیا

ہر گزاے آتش تو صابر نیستی — چوں نسوزی چیست قادر نیستی

اے آگ! تو صبر کرنیوالی ہرگز نہیں ہے کیوں نہیں جلاتی ہے؟ کیا ہے جو تو قادر نہیں ہے؟

چشم بندست اے عجب یا ہوش بند — چوں نسوزاند چنیں شعلہ بلند

ہائے تعجب! یہ نظر بندی ہے یا حواس بندی ایسا بلند شعلہ جلاتا کیوں نہیں ہے؟

جادوئے کردت کسے یا سیمیات — یا خلاف طبع تو از بخت ماست

کسی نے تجھ پر جادو کیا ہے یا طلسم یا تیرا طبیعت کے خلاف (کام) ہمارے نصیب کی وجہ سے ہے؟

۱؎ گریاں۔ یعنی اللہ کے خوف سے۔ بریاں۔ یعنی اللہ کی محبت میں۔ آخر خندہ۔ ہر سختی کے بعد راحت ہوتی ہے۔ آخر بیں۔ جو شخص انجام پر نظر رکھتا ہے وہ قابلِ مبارک باد ہے۔

۲؎ رحمت۔ اللہ کے خوف سے تنہائی میں رونا پڑنا اللہ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔ خضر۔ سبزہ۔ سیّد۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم روئے زرد۔ شرمندہ، نادم خوت۔ خوئے تو۔ کو۔ کجا می نہ بخشائی۔ تو اپنے پجاریوں کو بھی نہیں بخشتی تو تے اُن کو جو کہ تجھے پوجتے نہیں کیوں نہیں جلایا۔ چشم بند۔ نظر بندی۔

۳؎ ہوش بند۔ جس سے انسان کے حواس گم ہو جائیں سیمیا۔ وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان اپنی شکل بدل لیتا ہے، موہوم چیزوں کو موجود کر کے دکھا دیتا ہے۔

جواب دادنِ آتش

گفت آتش من ہمانم آتشم
آگ نے کہا میں وہی آگ ہوں

طبعِ من دیگر نگشت و عنصرم
میری طبیعت اور اصل نہیں بدلی ہے

بر درِ خرگہ سگانِ تُرکماں
تُرکمانوں کے کتے خیمہ کے دروازہ پر

ور بجز گہ بگذرد بیگانہ رُو
اگر خیمہ کے پاس سے اجنبی گذرتا ہے

من زسگ کم نیستم در بندگی
میں غلامی میں، کتے سے کم نہیں ہوں

آتشِ طبعت اگر غمگین کند
اگر تیرے مزاج کی آگ تجھے غمگین کرتی ہے

آتشِ طبعت اگر شادی دہد
اگر تیرے مزاج کی گرمی، خوشی دیتی ہے

چونکہ غم بینی تو استغفار کن
جب تو غم دیکھے، تو توبہ کر

غم بامرِ خالق آمد کار کن
غم، خدا کے حکم سے کام کرتا ہے

عین بندِ پائے آزادی شود
خود بیڑی، آزادی بنجاتی ہے

با من و تو مُردہ باحق زندہ اند
میرے اور تیرے اعتبار مُردہ ہیں لیکن اللہ کے شوق میں زندہ ہیں

ہمچو عاشق روز و شب بیجاں مدام
عاشق کی طرح، بے جان، دن اور رات مسلسل

ہم بامرِ حق قدم بیروں نہد
وہ بھی خدا کے حکم سے باہر نکلتی ہے

کایں دو میزایند ہمچو مرد و زن
اسلئے کہ دونوں مرد اور عورت کی طرح بچے دیتے ہیں

اندر آتا تو ببینی تابشم
اندر آجا، تاکہ تو میری گرمی دیکھے

تیغِ حقم ہم بدستوری بُرم
میں خدا کی تلوار ہوں، اجازت ہی سے کاٹتی ہوں

چاپلوسی کردہ پیشِ میہماں
مہمان کے آگے خوشامد کرتے ہیں

حملہ بیند از سگاں شیرانہ اُو
تو وہ کتوں سے شیروں جیسا حملہ دیکھتا ہے

کم زتُرکے نیست حق در زندگی
اللہ تعالےٰ زندہ ہونے میں کسی تُرک سے کم نہیں ہے

سوزش از امرِ مَلیکِ دیں کند
دین کے مالک کے حکم سے سوزش کرتی ہے

اندرو شادی مَلیکِ دیں نہد
دین کا مالک، اُس میں خوشی رکھ دیتا ہے

چونکہ غم بینی تو استغفار کن
جب تو غم دیکھے، تو توبہ کر

عین بندِ پائے آزادی شود
خود بیڑی، آزادی بنجاتی ہے

غم بامرِ خالق آمد کار کن
غم، خدا کے حکم سے کام کرتا ہے

چوں بخواہد عینِ غم شادی شود
جب وہ چاہتا ہے عینِ غم، خوشی بنجاتا ہے

باد و خاک و آب و آتش بندہ اند
ہوا، مٹی، پانی اور آگ غلام ہیں

پیشِ حق آتش ہمیشہ در قیام
آگ، اللہ کے سامنے ہمیشہ کھڑی ہے

سنگ بر آہن زنی آتش جہد
تو لوہے پر پتھر مارے گا آگ نکلے گی

آہن و سنگ از ستم بر ہم مزن
ظلم کے لئے لوہے اور پتھر کو باہم نہ ٹکرا

لہ تابش۔ تپش۔ عُنصر۔ اصل مادہ۔ دستوری۔ حکم، اجازت۔ بُرم۔ باکاٹوں۔ بُریدن کا فعل مضارع متکلم ہے۔ خرگہ۔ خیمہ۔ تُرکماں۔ ترکوں کی ایک قوم ہے، ڈاکو۔ آتش طبیعت جس طرح ظاہری آگ خدا کے حکم کی پابند ہے، اسی طرح باطنی آگ بھی خدا کے حکم کی پابند ہے۔ مَلیک۔ مالک۔ دین۔ بدلہ، جزا۔

لہ استغفار۔ توبہ، غم کا سبب گناہ ہے۔ عینِ غم۔ خدا اسباب کی تاثیرات بدل دیتا ہے۔ بادِ جسقدر عناصر ہیں خدا کے حکم کے پابند ہیں اور اُس کے احکام کو سمجھتے ہیں صرف آگ ہی خدا کے حکم کی پابند نہیں ہے آتش۔ آگ اللہ کے احکام کی منتظر رہتی ہے۔ قدم۔ ہیروں نہادن۔ پیدا ہونا۔

سنگ و آہن خود سبب آمد و لیک
پتھر اور لوہا خود سبب ہیں لیکن

تو ببالاتر نگر اے مرد نیک
اے نیک مرد! تو زیادہ اونچا دیکھ

کیں سبب را آں سبب آورد پیش
اس لئے کہ اس سبب کو اُس سبب نے پیدا کیا ہے

بے سبب کے شد سبب ہرگز رخویش
کوئی سبب، بلا کسی سبب کے خود بخود کب ہوا ہے؟

ایں سبب را آں سبب عامل کند
اس سبب کو وہ سبب، عمل کرنیوالا بناتا ہے

بازگاہے بے پَر و عاطل کند
پھر کبھی بے پر، اور معطل بنا دیتا ہے

واں سببہا کانبیا را رہبرست
وہ اسباب جو انبیاء کے رہنما ہیں

آں سببہا زیں سببہا برترست
وہ اسباب، اِن اسباب سے بالاتر ہیں

ایں سبب را محرم آمد عقل ما
اس سبب سے ہماری عقل واقف ہے

واں سببہا را ست محرم انبیا
اور اُن اسباب کو انبیاء جانتے ہیں

ایں سبب چہ بُود بتازی گو رَسَن
یہ سبب کیا ہوتا ہے؟ عربی میں کہتے رسّی

اندریں چہ ایں رَسَن آمد بفن
اس کنوئیں میں یہ رسّی تدبیر سے آئی ہے

گردشِ چرخ ایں رسن را علّت ست
گھڑی کی گردش، اس رسّی کی علت ہے

چرخ گرداں را ندیدن زلّت ست
گھڑی گھمانے والے کو نہ دیکھنا غلطی ہے

ایں رسنہائے سببہا در جہاں
دنیا میں اِن اسباب کی رسّیوں کو

ہاں و ہاں زیں چرخِ سرگرداں مدار
ہرگز، ہرگز اِس گھومنے والے چرخ آسمان کی طرح سرگرداں نہ رہ جانا

تا نمانی صفر و سرگرداں چو چرخ
تاکہ تو خالی، اور آسمان کی طرح سرگرداں نہ رہے

تا نہ سوزی تو زبے مغزی چو مرخ
اور بے عقلی کی وجہ سے مرخ کی طرح نہ جلے

باد و آتش میشوند از امرِ حق
ہوا، اور آگ اللہ کے حکم سے وجود میں آئے ہیں

ہر دو سر مست آمدند از خمرِ حق
اللہ کی شراب سے دونوں مست ہیں

آبِ حلم و آتشِ خشم اے پسر
اے بیٹا! نرم باری کا پانی اور غصہ کی آگ

ہم زحق بینی چو بکشائی نظر
بھی تو اللہ کی جانب سے دیکھیگا اگر آنکھ کھولیگا

گر نبودے واقف از حق جانِ باد
ہوا کی جان، اگر اللہ سے واقف نہ ہوتی

فرق کے کردے میانِ قومِ عاد
قوم عاد کے نیک و بد میں کب فرق کرتی؟

قصّۂ ہلاک کردنِ باد قومِ ہُود علیہ السّلام را

ہوا کا ہود علیہ السّلام کی قوم کو ہلاک کرنے کا قصّہ

لہ ببالاتر نگر۔ حقیقۃً اللہ تعالیٰ مُسبّب الاسباب ہے یعنی اسباب میں تاثیرات وہی پیدا کرتا ہے۔ آں سبب۔ اللہ تعالیٰ۔ عُقولِ ما۔ عوام کی نگاہ اسباب ظاہری پر رہتی ہے، انبیاء کی نظر مسبّب الاسباب پر رہتی ہے۔ رَسَن۔ ڈول کے کھینچنے کا سبب بظاہر رسّی ہے لیکن حقیقی سبب رسّی کو کھینچنے والا ہے۔ چہ۔ چاہ، کنواں۔

لہ گردشِ چرخ۔ فلاسفہ آسمان کو مسبّب الاسباب مانتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ اسباب بمنزلہ رسّی کے ہیں اور آسمان بمنزلہ گھڑی ہے اور اصل سبب گھڑی کو گھمانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ چرخ۔ فلاسفہ فلک الافلاک کی گردش کو سبب حقیقی قرار دیتے ہیں۔ صفر۔ خالی۔

لہ مرخ۔ ایک درخت ہے جس سے آگ نکالتے ہیں۔ میشوند۔ وجود میں آتے ہیں۔ خمر۔ یعنی شراب محبت۔ عاد۔ ایک قوم کا نام ہے جس میں حضرت ہودؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اُن کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے اُن پر ہوا کو مسلّط کیا گیا جس نے اُن میں سے کافروں کو ہلاک کر دیا۔

ہُود گردِ مومناں خطّے کشید
مومنوں کے چاروں طرف حضرت ہود نے خط کھینچ دیا

نرم میشد باد کانجا میرسید
جب ہوا اس جگہ پہونچتی، نرم پڑ جاتی

ہر کہ بیروں بود زاں خط جملہ را
جو اُس خط کے باہر تھا، سب کو

پارہ پارہ می شکست اندر ہوا
ہوا اندر سے ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھی

ہمچنیں شیبانِ[1] راعی می کشید
اسی طرح (حضرت) شیبان چرواہے کھینچ دیتے تھے

گرد بر گردِ رمہ خطّے پدید
ریوڑ کے چاروں طرف نمایاں خط

چوں بجمعہ میشد اُو وقتِ نماز
جب نماز کے وقت جمعہ کو جاتے

تا نیارد گرگ آں جا تُرکتاز
تاکہ اُس جگہ بھیڑیا غارتگری نہ کرے

ہیچ گرگے در نرفتے اندراں
اُس میں کوئی بھیڑیا نہ گھستا

گوسپندے ہم نگشتے زاں نشاں
کوئی بکری بھی اُس علامت سے باہر نہ نکلتی

بادِ حرصِ گرگ و حرصِ گوسپند
بھیڑیئے کی حرص اور بکری کی حرص کی ہوا

دائرہ مردِ خدا را بُود بند
(اُس) مردِ خدا کے دائرہ میں بند تھی

ہمچنیں بادِ اجل با عارفاں
اسی طرح، اولیاء اللہ پر موت کی ہوا

نرم و خوش ہمچو نسیمِ بوستاں
باغ کی نسیم کی طرح نرم اور خوشگوار ہے

آتش ابراہیمؑ را دنداں نزد
آگ نے (حضرت) ابراہیم کو تکلیف نہیں پہونچائی

چوں گزیدہ حق بُود چونش گزد
جبکہ اللہ کا برگزیدہ ہو وہ کس طرح گزند پہونچا سکے

آتشِ شہوت نسوزد اہلِ دیں
دینداروں کو شہوت کی آگ نہیں جلاتی ہے

باغیاں را بُردہ تا قعرِ زمیں
سرکشوں کو زمین کی تہ میں لیجاتی ہے

موجِ دریا چوں بامرِ حق بتاخت
دریا کی موج چونکہ خدا کے حکم سے اٹھی

اہلِ موسیٰ را ز قبطی واشناخت
موسیٰ والوں کو قبطی سے پہچان لیا

خاکِ قاروں را چو فرماں در رسید
قارون کی زمین کو جب حکم پہونچا

باز رو بختش بقعرِ خود کشید
اُس کو دولت اور بخت کے ساتھ اپنی گہرائی میں کھینچ لیا

آب و گل چوں از دمِ عیسیٰ پرید
مٹی اور پانی نے جب حضرت عیسیٰ کی پھونک کو چکھا

بال و پر بکشاد و مُرغے شد پدید
بال اور پر کھولے اور پرندہ بن گیا

از دہانت چوں برآید حمدِ حق
جب تیرے مُنہ سے اللہ کی تعریف نکلتی ہے

مُرغِ جنّت سازدش ربُّ الفلق
صبح کا رب اُس کو جنّت کا پرندہ بنا دیتا ہے

[1] شیبان۔ ایک ولی کا نام ہے۔ راعی۔ چرواہا۔ رمہ۔ ریوڑ۔ پدید۔ ظاہر، نمایاں نشاں۔ یعنی وہ خط جو شیبان نے کھینچا تھا۔ باد۔ چونکہ گزشتہ اشعار میں ہوا کے تابع فرمان ہونے کا ذکر تھا اس جگہ پر لفظ باد ہی استعمال کیا ہے یعنی بھیڑیئے کو دائرہ میں داخل ہونے اور بکریوں کو دائرے سے نکلنے کی حرص تھی۔ اجل۔ اولیاء اللہ پر موت کے بہتر آثار طاری ہوتے ہیں۔

[2] قعر۔ گہرائی، یہاں دوزخ مراد ہے۔ دریا فرعون نے حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کیا تو دریائے نیل کی موجوں نے اُس کو اور اُس کی قوم قبطیوں کو غرق کر دیا۔ قارون۔ حضرت موسیٰؑ کا چچیرا بھائی، بہت مالدار تھا۔ حضرت موسیٰؑ کو اُس نے بہت ستایا تو مع خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ دمِ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ نے چمگادر جیسی شکل کا ایک پرندہ گارے سے بنایا اور اُس پر دم کیا تو وہ اڑنے لگا۔

هست تسبیحت[1] بجائے آب و گل
تیرا سبحان اللہ کہنا جو بجائے پانی اور مٹی کے ہے

مُرغِ جنت شد ز نفخِ صدقِ دل
دل کی سچائی کی پھونک سے جنت کا پرندہ بنا

کوہِ طور از نورِ موسیٰ شد برقص
کوہِ طور (حضرت) موسیٰؑ کے نور سے رقص میں آگیا

صوفیِ کامل شد و رست از نقص
بالکل صوفی بن گیا اور نقص سے بری ہوگیا

چہ عجب[2] گر کوہ صوفی شد عزیز
اے عزیز! اگر پہاڑ صوفی ہوگیا تو کیا تعجب ہے

جسمِ موسیٰ از کلوخے بود نیز
حضرت موسیٰؑ کا جسم بھی تو مٹی کا ہی تھا

طنز و انکار کردن بادشاہِ جہود نصیحت ناصحاں را

یہودی بادشاہ کا نصیحت کرنے والوں کی نصیحت پر طنز اور انکار

ایں عجائب دید آں شاہِ جہود
(جب) یہودی بادشاہ نے یہ عجائب دیکھے

جز کہ طنز و جز کہ انکارش نبود
سوائے طنز اور سوائے انکار کے اُس سے کچھ نہ ہوا

ناصحاں گفتند از حد مگذراں
نصیحت کرنے والوں نے کہا، حد سے نہ گذر

مرکبِ استیزہ را چنداں مَراں
جھگڑے کی سواری کو اِس قدر تیز نہ دوڑا

بگذر از کشتن مکن ایں فعلِ بد
قتل کرنا چھوڑ دے، یہ بُرا کام نہ کر

بعد ازیں آتش مزن در جانِ خود
اِس کے بعد اپنی جان میں آگ نہ لگا

ناصحاں را دست بست و بند کرد
اُس نے نصیحت کرنے والوں کے ہاتھ باندھے اور قید کر دیا

ظلم را پیوند در پیوند کرد
ظلم کو پیوند در پیوند کر دیا

بانگ آمد کارچوں اینجا رسید
جب کام یہاں تک پہنچا، آواز آئی

پائے دارا ایں سگ کہ قہر ما رسید
اے کتے! ٹھہر ہمارا قہر آپہنچا ہے

بعد ازاں آتش چہل گز بر فروخت
اِس کے بعد آگ چالیس گز ابھری

حلقہ گشت و آں جہودان را بسوخت
گھیرا ڈالا اور اُن یہودیوں کو جلا دیا

اصلِ ایشاں بود ز آتش[3] ابتدا
اُن کی اصل شروع ہی سے آگ تھی

سوئے اصلِ خویش رفتند انتہا
بالآخر اپنی اصل کی طرف چلے گئے

ہم ز آتش زادہ[4] بودند آں فریق
وہ لوگ آگ ہی سے پیدا ہوئے تھے

جزو ہا را سوئے کل باشد طریق
اور اجزاء کا کل کی طرف راستہ ہوتا ہے

ہم ز آتش زادہ بودند آں خساں
وہ کینے آگ سے پیدا ہوئے تھے

حرف میراند ند از نار و دُخاں
آگ اور دھوئیں کی بات کرتے تھے

---

[1] تسبیحت۔ تمہارا سبحان اللہ کہنا بمنزلہ گارے کے پرندہ کے ہے اور صدقِ دل سے کہنا بمنزلہ دمِ عیسیٰؑ کے ہے۔ کوہِ طور۔ حضرت موسیٰؑ طور پر گئے اور اُن کے لئے تجلی ربانی نما ہوئی تو طورِ پہاڑ کو وجد آگیا اور اُس میں صفتِ انسانی یعنی حرکت و جدی پیدا ہوگئی اور اُس کا نقصِ جمادیت ختم ہوگیا۔

[2] چہ عجب۔ حضرت موسیٰؑ مرخیل صوفیاء بھی مٹی کے بنے ہوئے تھے اگر مٹی کا پہاڑ صوفی بنگیا تو کیا تعجب ہے۔ ناصحاں۔ ناصح کی جمع، نصیحت کرنیوالا۔ استیزہ۔ لڑائی۔ جھگڑا۔

[3] ز آتش۔ چونکہ یہ ظلم جہنم میں جلنے کا سبب بنیگا۔

[4] ز آتش۔ یہ بھی شیاطین تھے اور شیطان آگ سے بنا ہے۔ انتہا۔ جو کہ آگ کے بنے تھے آگ میں چلے گئے۔ خس۔ کینہ۔ حرف اندن۔ بات کرنا۔ دُخاں۔ دال کے ضمہ کے ساتھ، دھواں۔

بر جستن آتش *

آتشے بودند مومن سوز و بس
وہ محض مومن سوز، آگ تھے

سوخت خود آتش مرایشانرا چو خس[1]
آگ نے خود اُن کو تنکے کی طرح جلا دیا

آنکہ اُو بود ست اُمّ الہاویہ
جو شخص ہاویہ (دوزخ) کی جڑ ہے

ہاویہ آمد مر اُورا زاویہ
ہاویہ ہی اُس کا گوشہ بنی

مادرِ فرزند جویائے وے ست
بچے کی ماں اپنے بچے کی جویا ہے

اَصلہا مر فرعہارا در پے ست
جڑیں، شاخوں کے درپے ہیں

آب اندر حوض گر زندانی ست
پانی اگرچہ حوض میں بند ہے

بادِ نشفش میکند کارکانی ست
ہوا اُسکو جذب کرتی ہے کیونکہ وہ عنصری ہے

مے رہاند می بَرُد تا معدنش
(ہوا) اُس کو رہائی دیتی ہے اور اُسکے معدن تک لیجاتی ہے

اندک اندک تا نہ بینی بُردنش
تھوڑا تھوڑا اسطرح کہ تم اُس کے لیجانے کو نہ دیکھو

وین نفس جانہائے ما را ہمچناں
اسی طرح یہ سانس ہماری جانوں کو

اندک اندک دُزدواز حبس جہاں
دنیا کے قید خانہ سے تھوڑا تھوڑا چرا لاتا ہے

تا الیہ یصعد الطیّب الکلم
یہانتک کہ پاک کلمات اُس اللہ کی طرف چڑھتے ہیں

صاعداً مِنّا الی حیث علم
ہماری طرف سے اُس جگہ تک چڑھتے ہیں جسکو وہ جانتا ہے

تَرتقی انفاسنا بالاتقاء
یہ پرہیزگاری کی وجہ سے ہمارے سانس چڑھتے ہیں

مُتحفاً مِنّا الی دار البقاء
ہماری جانب سے بطور تحفہ کے دارالبقا تک

ثُمّ یاتینا مکافاتُ المقال
پھر کلمات کا بدلہ ہمیں ملتا ہے

ضِعفُ ذاک اَرحَمُ من ذی الجلال
اُس کا دُگنا ذوالجلال کی رحمت سے

ثُمّ یلجینا الی امثالہا
پھر وہ ہمیں مجبور کرتا ہے اُن جیسوں پر

کَی یَنالُ العبدُ مِنّا نالہا
تاکہ بندہ حاصل کرے وہی جو اُسنے حاصل کر چکا ہے

ہٰکذا تعرج وتنزل دائماً
اسی طرح وہ چڑھتے اور اُترتے ہیں ہمیشہ

ذا فلا زالت علیہ قائماً
یہ، تو وہ اُس پر ہمیشہ قائم ہیں

پارسی گویند یعنی ایں کشش
ہم فارسی میں کہتے ہیں یعنی یہ کشش

زانطرف آمد کہ آمد ایں چشش
اُس طرف سے آئی ہے کہ جس طرف سے یہ ذوق آیا ہے

چشم ہر قومے بسوئے ماندہ است
ہر قوم کی نظر اُس طرف رہتی ہے

کانطرف یکروز ذوقے راندہ است
کہ جس طرف ایک دن کوئی مزا حاصل کیا ہے

---

[1] خس۔ تنکا۔ ہاویہ۔ دوزخ کے طبقے کا نام ہے، یہ قرآن پاک کی آیت اَمّا مَن خَفَّت مَوَازِینُہٗ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ کا اقتباس ہے یعنی جس کے نیک اعمال ہلکے ہوئے اُسکا ٹھکانا ہاویہ ہے۔ زاویہ۔ کونہ، گوشہ۔ مادر۔ کفار کی ماں جہنم ہے لہذا اُنکو طلب کریگی زندانی قیدی۔ نشف۔ چوسنا، خشک کر دینا۔ کارکانی ست۔ کہ ارکانی است، ارکان چاروں عنصروں کو کہا جاتا ہے یعنی پانی بھی عنصر ہے اور ہوا بھی لہذا ہوا پانی کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ معدن۔ کان، یہاں پانی کا کرہ مراد ہے۔ جانہا۔ چونکہ روح عالم بالا کی چیز ہے تو سانس کی ہوا اُسکو رفتہ رفتہ اُس کے اصل مقام پر پہونچا دیتی ہے۔

[1] اَطیاب۔ طیّب کی جمع ہے، پاکیزہ۔ الکلم۔ کاف کا فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ کلمۃ کی جمع یعنی کلمات طیبات کا بھی اصل مقام ملاء اعلیٰ ہے لہذا وہ اپنے مقام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اَنفاس۔ نفس نون اور فا کے فتحہ کے ساتھ کی جمع ہے، سانس۔ مُتحف۔ وہ چیز جو تحفہ میں پیش کیجائے۔ دار البقاء۔ آخرت۔ مکافاۃ۔ بدلہ، معاوضہ۔ مقال۔ گفتگو، کلمات طیبات مراد ہیں۔ ضِعف۔ ضاد کے کسرہ کے ساتھ، دُگنا۔ ذی الجلال۔ متقلب جق۔ ۱۲

یعنی انسان کو جس چیز کا ذوق ہوتا ہے اُسی کی طرف کھنچتا ہے۔

ذوقِ جنس از جنسِ خود باشد یقیں
یقیناً جنس کو اپنی جنس سے ذوق ہوتا ہے

ذوقِ جزو از کُلِ خود باشد ببیں
دیکھو جزو کا ذوق اپنے کُل سے ہوتا ہے

یا مگر آں قابلِ جنسے بُود
یا شاید وہ چیز جنس کو قبول کرنیوالی ہے

چوں بدو پیوست جنسِ اُو شود
جب اُس جنس سے ملے اسی جنس کی ہوجائے

ہمچو آب و ناں کہ جنسِ ما نبُود
جیسے پانی اور روٹی ہماری جنس کا نہ تھا

گشت جنسِ ما و اندر ما فزُود
ہماری جنس بنگیا اور ہم میں اضافہ کردیا

نقشِ جنسیت ندارد آب و ناں
پانی اور روٹی جنسیت کی صورت نہیں رکھتے

زاں اعتبارِ آخر آنرا جنس داں
لیکن انجام کے اعتبار سے انکو جنس سمجھو

ور بغیرِ جنس باشد ذوقِ ما
اور اگر غیر جنس سے ہمارا ذوق ہوگا

آں مگر ماند باشد جنس را
وہ شاید ہماری جنس سے مناسبت رکھتا ہو

آنکہ ماند ست باشد عاریت
جو مشابہ ہے وہ عارضی ہوتا ہے

عاریت باقی نماند عاقبت
انجام کار عارضی چیز باقی نہیں رہتی

مُرغ را اگر ذوق آید از صفیر
پرندہ کو اگر سیٹی سے لطف آتا ہے

چونکہ جنسِ خود نیابد شد نفیر
جب وہ اپنی جنس کو نہیں پاتا، بھاگ جاتا ہے

تشنہ را اگر ذوق آید از سَراب
پیاسے کو، اگر سراب سے ذوق آتا ہے

چوں رسد در وے گریزد جوید آب
جب اُسمیں پہونچتا ہے، بھاگتا ہے، پانی کی جستجو کرتا ہے

مُفلساں گر خوش شوند از زرِ قلب
مُفلس اگر کھوٹے سونے سے خوش ہوتے ہیں

لیک آں رُسوا شود در دارِ ضرب
لیکن وہ ٹکسال میں جاکر بے قدر ہوجاتا ہے

تازر اندودیت از رہ نفگند
خبردار! کوئی ملمع ساز تجھے راستے سے نہ بھٹکادے

تا خیالِ کژ ترا چہ نفگند
خبردار! کج خیالی تجھے کہاں میں نہ ڈالدے

از کلیلہ باز جو آں قصہ را
اُس قصہ کو کلیلہ دمنہ میں تلاش کر

واندراں قصہ طلب کن حصہ را
اور اُس قصہ میں اپنا حصہ طلب کر

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں
تو نے کلیلہ میں پڑھا ہوگا لیکن وہ

قشر و افسانہ بُود نے مغزِ جاں
چھلکا اور افسانہ تھا نہ کہ جاں کا مغز

قصۂ نخچیراں و بیانِ توکّل و ترکِ جہد کردن

شکار کے جانوروں کا قصہ اور توکّل اور کوشش ترک کردینے کا بیان

لہ یا مگر۔ نہ اصل تو ہر ایک کو اپنی جنس سے ذوق ہوتا ہے اور کبھی اُس چیز سے بھی ذوق ہوتا ہے جو فی الحال تو ہم جنس نہیں ہے لیکن بعد میں ہم جنس بنجاتی ہے جیسے روٹی پانی کہ وہ انسان کی جنس میں سے نہیں ہے لیکن انسانی بدن میں جاکر انسان کا جزو بنجاتی ہے۔

لہ آں مگر۔ کبھی ذوق اِس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ چیز حقیقتاً ہم جنس تو نہیں ہے لیکن ہم جنس سے مشابہت رکھتی ہے لیکن یہ ذوق بہت عارضی ہے۔ مُرغ۔ پرندہ۔ شکاری کی سیٹی کی طرف اِس وجہ سے کھنچتا ہے کہ وہ اُس کے ہم جنس پرندہ کی آواز سے مشابہت رکھتی ہے لیکن فوراً ہی حقیقت کھلنے پر بھاگتا ہے۔ سَراب۔ چمکتا ہوا ریتہ جو دور سے پانی نظر آتا ہے۔ زرِ قلب۔ کھوٹا سونا۔ دارِ ضرب۔ ٹکسال۔ تا۔ یہاں سے مولانا کا قول شروع ہوتا ہے۔ کژ۔ کج۔

لہ کلیلہ دمنہ۔ مشہور کتاب ہے۔ کلیلہ اور دمنہ دو فرضی گیدڑوں کے نام ہیں جنکی زبانی بہت نصیحت آمیز قصے کہانیاں نقل کی گئی ہیں یہ اصل کتاب سنسکرت میں تھی پھر اُس کا فارسی ترجمہ ہوا اور پھر خلیفہ ہارون الرشید نے فارسی سے عربی میں منتقل کرائی اب اُس کے عربی نسخے سے یہ فارسی میں منتقل ہوئی ہے۔ دنیا کی بہت سی زبانوں میں منتقل ہوئی ہے۔ اردو میں بھی کئی ترجمے ہیں۔

ہ۔ کوشش محبت۔

طائفہ[1] نخچیر در وادی خوش — بود شاں با شیر دائم کشمکش
شکار کے جانوروں کی ایک ٹکڑی، عمدہ وادی میں — اُن کی شیر کے ساتھ مستقل کشمکش رہتی تھی

بسکہ آں شیر از کمیں درمی رود — آں چرا بر جملہ ناخوش گشتہ بود
چونکہ وہ شیر گھات سے اٹھا لیجاتا تھا — وہ چراگاہ سب کے لئے ناگوار ہوگئی تھی

حیلہ کردند آمدند ایشاں بہ شیر — کز وظیفہ ماثرا دادیم سیر
اُنھوں نے تدبیر کی، وہ شیر کے پاس آئے — کہ تجھے ہم نے پیٹ بھر کر خود اک دینا منظور کیا ہے

جز وظیفہ در پئے صیدے مپا — تا نگردد تلخ بر ما ایں گیا
راتب کے علاوہ کسی شکار کے پیچھے نہ آ — تاکہ یہ گھاس ہمارے لئے کڑوی نہ بنے

جواب شیر نخچیراں را و بیان خاصیت جہد
شیر کا شکار کو جواب دینا اور کوشش کی خاصیت کا بیان

گفت آرے گر وفا بینم نہ مکر — مکرہا دیدم بسے از زید و بکر
اس نے کہا ہاں اگر میں وفاداری دیکھوں نہ کہ مکر — زید و بکر کے میں نے بہت مکر دیکھے ہیں

من ہلاک[2] قول و فعل مُردُمم — من گزیدہ زخم مار و کژدُمم
میں لوگوں کے قول اور فعل سے تباہ ہوں — میں سانپ اور بچھو کا زخم خوردہ ہوں

نفس[3] ہر دم از درونم در کمیں — از ہمہ مردم بتر در مکر و کیں
میرے اندر سے نفس ہر وقت گھات میں ہے — مکر اور کینہ میں سب انسانوں سے بدتر ہے

گوش من لا یلدغ المؤمن[4] شنید — قول پیغمبر بجان و دل گزید
میرے کان نے لا یلدغ المؤمن سنا ہے — پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول کو جان و دل سے اختیار کرتا ہے

بازترجیح نہادن نخچیراں توکل را بر جہد و اکتساب[5]
شکاروں کا کوشش اور کمانے پر توکل کو ترجیح دینا

جملہ گفتند اے امیر با خبر — الحذر[6] رد[7] لیس یغنی عن قدر[8]
سب نے کہا اے باخبر سردار! — احتیاط کو چھوڑ دینا تقدیر سے بے نیاز نہیں کرتا ہے

در حذر شوریدن[9] شور و شر است — رو توکل کن توکل بہتر است
بچاؤ میں، شور و شر کا برانگیختہ ہونا ہے — جا، توکل کر، توکل بہتر ہے

با قضا پنجہ مزن اے تند و تیز — تا نگیرد ہم قضا با تو ستیز[10]
اے تند و تیز! خدائی فیصلہ کا مقابلہ نہ کر — تاکہ خدائی فیصلہ تجھ سے برسرپیکار نہ ہو

[1] طائفہ - جماعت، گروہ
وادی خوش - سرسبز میدان۔
نخچیر - شکار کرنا، شکارگاہ، شکار کیا ہوا جانور، وہ جانور جس کا شکار کھیلا جاتا ہے۔ کش مکش - صیغہ امر و نہی کا مجموعہ ہے جیسے گو مگو، کھینچا تانی۔ بسکہ - چونکہ۔ کمیں - گھات کی جگہ۔ چرا - جیم فارسی کے فتحہ کے ساتھ، چریدن سے، چراگاہ
حیلہ - تدبیر، مکر و وظیفہ - روزینہ، راتب۔ سیر - پیٹ بھر کھانا۔ گیا - گھاس
آرے - مجھے منظور ہے، ہاں۔ زید و بکر - یعنی عام انسان۔

[2] ہلاک - برباد۔ مردم - لوگ۔ گزیدہ - ڈسا ہوا۔ مار - سانپ۔ کژدم - پیچھے ہی دم والا، بچھو۔

[3] نفس - یہاں سے مولانا نے نفس امارہ کے مکر کا ذکر شروع کیا ہے۔

[4] لا یلدغ المؤمن - حدیث ہے لا یلدغ المؤمن من جحر مرتین - مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔

[5] اکتساب - کمانا۔

[6] الحذر - پرہیز، بچاؤ، چوکنا رہنا۔ احتیاط۔

[7] رد - امر کا صیغہ، دفع کرنا، دور کرنا، چھوڑنا۔

[8] قدر - تقدیر، قضائے الٰہی۔

[9] شوریدن - برانگیختہ ہونا۔ فتنہ بپا ہونا۔ شر - برائی۔ تدبیر اور دیگر اسباب کو جو مؤثر حقیقی سمجھتے ہیں وہ زندیق سمجھے جاتے ہیں۔ م

[10] ستیز - جنگ و جدل۔

مُردہ[1] باید بود پیشِ حکمِ حق — تا نیاید زحمت از ربُّ الفلق
اللہ کے حکم کے سامنے مُردہ ہو جانا چاہیے — تاکہ ربّ الفلق کی جانب سے عذاب نہ آئے

باز ترجیح نہادنِ شیر جہد را بر توکل و تسلیم
شیر کا پھر کوشش کو توکل اور تسلیم پر ترجیح دینا

گفت آرے گر توکل رہبر ست — ایں سبب ہم سُنّتِ پیغمبر ست
اُس نے کہا بیشک اگرچہ توکل راہنما ہے — یہ سبب (اختیار کرنا) بھی پیغمبر کی سنّت ہے

گفت پیغمبر با آوازِ بلند — بر توکل زانوئے اُشتر بہ بند
پیغمبرؐ نے بلند آواز سے کہا ہے — توکل کے ساتھ اونٹ کے گھٹنے باندھ دو

رمزِ الکاسبُ حبیبُ اللہ[2] شنو — از توکل در سبب کاہل مشو
الکاسبُ حبیبُ اللہ کا نکتہ سنو — توکل کی وجہ سے سبب کے معاملہ میں سُست نہ ہو

در توکل کسب و جہد اولیٰ تر ست — تا حبیبِ حق شوی ایں بہتر ست
توکل میں کمائی اور کوشش زیادہ بہتر ہے — تاکہ تو اللہ کا محبوب بن جائے، یہ بہتر ہے

رو توکل کُن تو با کسب اے عمو — جہد می کُن کسب می کُن مُو بمو
اے چچا! جا، مع کوشش کے توکل کر — کوشش کر، کمائی کر، سَر بسَر

جہد کن جدّے نماتا وارہی[3] — گر تو از جہدش بمانی اَبلہی
کوشش کر، تن دہی کر تاکہ نجات پائے — اگر تو اس کی کوشش سے باز رہا تو بیوقوف ہے

باز ترجیح نخچیراں توکل را از جہد و کسب
پھر شکاروں کا توکل کو کوشش اور کمائی پر ترجیح دینا

قوم گفتندش کہ کسب از ضعفِ خلق — لقمۂ تزویر داں بر قدرِ حلق
قوم نے اُس سے کہا کہ کوشش لوگوں کی کمزوری کی وجہ سے ہے — اور اس کو بقدرِ حلق فریب کا لقمہ سمجھ

پس بدانکہ کسبہا از ضعف خاست — در توکل تکیہ بر غیرے خطاست
پس جان لے کہ کوششیں ضعف کی وجہ سے پیدا ہوئیں — توکل میں غیر پر بھروسہ غلط ہے

نیست کسبے از توکل خوب تر — چیست از تسلیم خود محبوب تر
کوئی کوشش، توکل سے بہتر نہیں ہے — رضا و تسلیم سے زیادہ محبوب کیا چیز ہے؟

بس گریزند از بلا سوئے بلا — بس جہند از مار سوئے اژدہا
بہت لوگ ایک مصیبت سے دوسری مصیبت کی طرف بھاگتے ہیں — بہت لوگ سانپ سے اژدھے کی طرف کودتے ہیں

---

[1] مُردہ بودن - یعنی سر تسلیم خم کرنا، رحمت - صدمہ، مار پیٹ، عذاب - ربّ الفلق صبح کی سفیدی پیدا کرنیوالا اللہ تعالیٰ - سبب - اسباب کو اختیار کرنا "آنحضورؐ کی" سنّت ہے - بآوازِ بلند - علی الاعلان - زانوئے اُشتر - آنحضورؐ نے فرمایا ہے اِعْقِلْ وَتَوَکَّلْ، اونٹ کے رسّی باندھ اور خدا پر بھروسہ کر یعنی حفاظت کے جو اسباب ہیں وہ بھی اختیار کر۔

[2] الکاسبُ حبیبُ اللہ کسب کرنیوالا اللہ کا محبوب ہے - یہ مشہور مقولہ ہے کاہل - سُست، یعنی انسان کو اسباب اختیار کرنے میں سُستی نہ کرنی چاہیے - در توکل - انسان کا محنت کرنا اور اسباب دنیوی اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے - عمو - چچا، بزرگ - مُو بمو - سر بسر پوری طرح - جِدّ - جیم کے کسرہ سے، کوشش -

[3] وَا - جدا - رہی رہیدن کا فعل مضارع، چھوٹنا - اَبلہ - بیوقوف - خَلق - مخلوق - تزویر - مکر و فریب ضُعف - یعنی انسان کو کسب اس لئے کرنا پڑتا ہے کہ اُس کے عقیدے میں کمزوری آگئی ہے، خدا پر پورا بھروسہ نہیں کرتا ہے - تکیہ - بھروسہ - تسلیم - خدا کے حکم پر سر جھکا دینا -

حیلۂ[1] کرد انسان و حیلش دام بود
انسان نے تدبیر کی اور اُس کی تدبیر جال تھی

آنکہ جاں پنداشت خوں آشام بود
جس کو جان سمجھا وہ خون پینے والی تھی

در بہ بست و دشمن اندر خانہ بود
(اُس نے) دروازہ بند کر لیا اور دشمن گھر ہی میں تھا

حیلۂ فرعون زیں افسانہ بود
فرعون کی تدبیر اسی قسم کی تھی

صد ہزاراں طفل کشت آں کینہ کش
اُس کینہ والے نے لاکھوں بچے مار ڈالے

وانکہ اُو می جست اندر خانہ اش
اور جس کو وہ تلاش کرتا تھا اُسکے گھر میں تھا

دیدۂ[2] ما چوں بے علت دُرست
جبکہ ہماری نگاہ میں بڑی خرابیاں ہیں

رَو فنا کُن دیدِ خود در دیدِ دوست
جا، اپنی صوابدید کو دوست کی صوابدید میں فنا کر دے

دیدِ ما را دیدِ اُو نعم العِوَض
اُس کی صوابدید ہماری صوابدید کا بہترین بدل ہے

ہست اندر دیدِ اُو کلّی غرض
اُس کی صوابدید میں تمام مقاصد موجود ہیں

طفل تا گیرا و تا پویا نہ بُود
بچہ جب تک پکڑنے والا اور چلنے والا نہ تھا

مرکبش جز گردنِ بابا نہ بُود
بابا کی گردن کے علاوہ اُس کی سواری نہ تھی

چوں فضولی کرد و دست و پا نمود
جب اُس نے بیکار بات کی اور ہاتھ پیر نکالے

در عنا افتاد و در کور و کبود
(تو) مشقت و مصیبت اور اندھیرے میں پھنس گیا

جانہائے[3] خلق پیش از دست و پا
لوگوں کی روحیں، ہاتھ، پیر سے پہلے

می پریدند از وفا اندر صفا
کمال کی وجہ سے، عالمِ غیب میں پرواز کرتی تھیں

چوں بامرِ اہبطوا[4] بندی شدند
جب اہبطوا کے حکم سے قیدی بنائیں

حبسِ خشم و حرص و خورسندی شدند
غصہ اور حرص اور خوشی میں گرفتار ہو گئیں

ما عیالِ حضرتیم و شیر خواہ
ہم اللہ کے عیال، اور شیر خوار ہیں

گفت اَلخَلقُ عِیالُ لِلّٰہ
(خدا نے) فرمایا ہے مخلوق اللہ کی عیال ہے

آنکہ اُو از آسماں باراں دہد
جو آسمان سے بارش عطا فرماتا ہے

ہم تواند کو بر حمت ناں دہد
یہ بھی کر سکتا ہے کہ وہ کرم سے روٹی دیدے

دیگر بار بیان کردن شیر ترجیح جہد بر توکل

شیر کا توکل پر کوشش کو دوسری بار ترجیح دینا

گفت شیر آرے ولے رَبُّ العِبَاد
شیر نے کہا، ہاں لیکن بندوں کے پروردگار نے

نرد بانے پیش پائے ما نہاد
ہمارے پیروں کے پاس سیڑھی رکھدی ہے

---

[1] حیلہ۔ تدبیر۔ دام۔ جال۔ خوں آشام۔ خوں خوار، فرعون یہ لقب ہے نام ولید بن مُصعب ہے یہ مصر کا ظالم بادشاہ گذرا ہے، کاہنوں نے اُس کو بتایا تھا کہ بنی اسرائیل کا لڑکا تمہاری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا، اس بنا پر اُس نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے بچوں کو قتل کرانا شروع کر دیا۔ حضرت موسیٰ کو اُن کی والدہ نے پیدائش کے بعد دریائے نیل میں ڈال دیا جو بالآخر فرعون کے گھر پہنچ گئے اور وہیں اُن کی پرورش ہوئی اور وہی اُس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنے۔

[2] دیدہ۔ نظر، صوابدید۔ علت۔ بیماری، نقص۔ نعم العوض۔ اچھا بدلہ۔ گیرا۔ گیرندہ۔ پکڑنے والا۔ پویا۔ دوڑنے والا۔ مرکب سواری۔ بابا۔ باپ۔ فضولی۔ غیر ضروری بات۔ بیہودگی۔ عنا۔ مشقت۔ کور۔ یعنی اندھا بن بود۔ کالا، تاریک۔ جانہائے روحیں عالمِ ازل میں بغیر ہاتھ پیر کے اڑتی پھرتی تھیں۔ صفا۔ عالمِ بالا چونکہ وہ مادہ سے صاف ہے۔

[3] اہبطوا۔ نیچے اترو، حضرت آدم و حوا، اور شیطان کو گندم خوری کے بعد حکم ہوا تھا کہ سرزمین پر اترو۔ م

[4] حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا اور ابلیس کو جنت سے نکالا تو ابلیس کو دنیا میں اور آدم و حوا کو ہند میں اتارا۔ آدم و حوا کے درمیان سو برس تک جدائی رہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو عرفات کے میدان میں جمع کیا۔ اسی لئے اس کا نام عرفات ہوا۔ (تعارف)

پایہ پایہ[1] رفت باید سوئے بام
کوٹھے پر رفتہ رفتہ چڑھنا چاہئے

ہست جبری بودن اینجا طمع خام
اس مقام پر جبری ہونا خام خیالی ہے

پادار اے چوں کنی خود را تو لنگ
تو پیر رکھتا ہے اگر یوں اپنے کو لنگڑا بناتا ہے؟

دست داری چوں کنی پنہاں تو چنگ
تو ہاتھ رکھتا ہے، پنجہ کو کیوں چھپاتا ہے؟

خواجہ چوں بیلے بدست بندہ داد
آقا نے جب غلام کو بیلچہ تھما دیا

لے زباں معلوم شد او را مراد
بغیر کچھ کہے اس کا مقصد معلوم ہو گیا

دست ہمچوں بیل اشارتہا اوست
بیلچہ کی طرح، ہاتھ اس کے اشارے ہیں

آخر اندیشی عبارتہا اوست
جس کا مطلب انجام بینی ہے

چوں اشارتہاش را بر جاں نہی
جب تو اس کے اشاروں کو دل پر جمالے گا

در وفائے آں اشارت جاں دہی
اور ان اشاروں کو پورا کرنے میں جان دیدے گا

پس اشارتہاش اسرارت دہد
تب اس کے اشارے تجھے راز عطا کریں گے

بار بردار دز تو، کارت دہد
تیرا بوجھ ہلکا کر دیں گے، تجھے کام دیں گے

حاملی محمول گرداند ترا
تو بار بردار ہے تو تجھے - دار کر دے گا

قابلی مقبول گرداند ترا
تو حکم کو، ماننے والا ہے تو تجھے مقبول بنا دیگا

قابل[2] امروئی قابل شوی
تو اس کے حکم کو قبول کرنیوالا ہے (اور بڑھ کے) قابل ہو جائیگا

وصل جوئی بعد ازاں واصل شوی
تو وصل کا طالب ہے، اس کے بعد وصال والا بن جائیگا

سعی شکر نعمت قدرت بود
کوشش، قدرت کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے

جبر تو انکار آں نعمت بود
اور تیرا جبری ہونا اس نعمت کا انکار ہے

شکر نعمت نعمتت افزوں کند
نعمت پر شکر ادا کرنا تیری نعمت کو بڑھائیگا

کفر نعمت از کفت بیروں کند
اور نعمت کا کفر، اسکو تیرے قبضہ سے نکالدیگا

جبر تو خفتن بود در رہ مخسب
اپنے آپ کو مجبور سمجھنا، سو جانا ہے، راستہ میں نہ سو

تا نہ بینی آں در و درگہ مخسب
جب تک اس در اور درگاہ کو نہ دیکھ لے، نہ سو

ہاں مخسب اے جبری بے اعتبار
اے بے بھروسہ جبری! ہرگز نہ سونا

جز بزیر آں درخت میوہ دار
اس میوہ دار درخت کے نیچے کے سوا

تا کہ شاخ افشاں کند ہر لحظہ باد
تاکہ ہوا ہر لحظہ شاخ کو ہلائے

برّ و بار دائم بریزد بہر زاد
دائم ہمیشہ تیرے لئے نقل و توشہ مہیا کرتی ہے

---

[1] پایہ پایہ - درجہ بدرجہ۔ بام - کوٹھا، بالاخانہ۔ جبری - مجبور، ملنگ۔ لنگڑا، پنگ۔ چنگل، پنجہ۔ خواجہ - مالک، آقا۔ بندہ - غلام، نوکر۔ بیل - بیلچہ۔ بے زبان۔ بغیر کہے ہوئے۔ مراد - آقا کا مطلب یہ ہے کہ زمین کھود، جب خدا نے یہ اعضاء دئے ہیں تو اشارہ ہے کہ ہاتھ پیر کو کام میں لا۔

[2] بر جان نہی - تو دل پہ نقش کر لیگا۔ وفا - پورا کرنا۔ اسرارت - یعنی جب تم محنت اور ریاضت کروگے تو مجاہدہ سے کشف شہود ہوگا۔ حامل - بوجھ اٹھانیوالا۔ محمول - لدا ہوا، یعنی اب تو تم پر اعمال کا بار ہوگا کل کو یہی اعمال باعث راحت ہوں گے۔

[3] قابل - قبول کرنیوالا۔ مقبول - یعنی مقبول بارگاہ امروئی - یعنی امر و ہستی قدرت - اختیار۔ جبر - مجبور ہونا بے بسی، بے اختیاری۔ در و درگہ یعنی جب تو جناب باری میں پہونچ جائے اور تجھے مشاہدۂ حق میسر ہو جائے۔ ہاں - کلمۂ تنبیہ ہے۔ جبری - وہ شخص جو عقیدۂ جبر کا قائل ہو، انسان کو مجبور محض سمجھتا ہو۔ بے اعتبار - اپنے منافع کے لئے تو بھاگا پھرتا ہے اور عبادات و طاعات میں اپنے آپ کو مجبور سمجھتا ہے۔ درخت - یعنی وصول الی اللہ

جبر، خفتن در میان رہزناں — مُرغِ بے ہنگام کے یابد اماں

خود کو مجبور سمجھنا، ڈاکوؤں کے درمیان سو جانا ہے — بے وقت اذان دینے والا مرغ کب بچتا ہے؟

وز اشارتہاش را بینی زنی — مَرد پنداری چوں بینی زنی

اگر اُس کے اشاروں پر تو ناک چڑھائے گا — تو اپنے آپ کو مرد سمجھتا ہے، اور جب تو ذکر کرتا ہے تو عورت ہے

آں قدر عقلے کہ داری کم شود — سَر کہ عقل از وے بَرد دُم شود

تو جس قدر عقل رکھتا ہے، وہ گم ہو جائیگی — جس سر سے عقل اڑ جائے وہ دم بنجاتا ہے

زانکہ بے شکری بُود شوم و شنار — می برد ناشکر را در قعرِ نار

چونکہ ناشکری، منحوس اور نامبارک ہوتی ہے — ناشکرے کو جہنم کے گڑھے میں لیجاتی ہے

گر توکّل میکنی در کار کُن — کسب کن پس تکیہ بر جبّار کُن

اگر تو توکّل کرتا ہے، کاروبار میں کر — کما، اور پھر اللہ پر بھروسہ کر

تکیہ بر جبّار کن تا وارہی — ورنہ اُفتی در بلا و گمرہی

خدا پر بھروسہ کر تاکہ نجات پائے — ورنہ مصیبت اور گمراہی میں مبتلا ہو جائیگا

باز ترجیح نہادن نجچیراں توکّل را بر جہد

شکاروں کا توکّل کو کوشش پر ترجیح دینا

جملہ بادے بانگ ہا بر داشتند — کاں حریصاں کہیں سببہا کاشتند

سب اُس پر چیخ پڑے — کہ جن حریصوں نے یہ اسباب بوئے ہیں

صد ہزار اندر ہزاراں مرد و زن — پس چرا محروم ماند اندر زمن

لاکھوں، لاکھ مرد اور عورت — زمانہ میں کیوں محروم رہے؟

صد ہزاراں قرن آغازِ جہاں — ہمچو اژدر ہا کشادہ صد دہاں

ابتداءِ آفرینش سے لاکھوں صدیاں — اژدہوں کی طرح سینکڑوں منہ کھولے ہوئے

مکرہا کردند آں دانا گروہ — کہ زبُن برکندہ شد زاں مکر کوہ

اُن عقلمندوں نے ایسی چالاکیاں کیں — کہ اُن کی چالاکیوں سے پہاڑ جڑ سے اکھڑ گیا

کردہ مکر و حیلہ آں قومِ خبیث — گر زما باور نداری ایں حدیث

اُس خبیث قوم نے چالاکی اور تدبیر کی — اگر ہماری اِس بات پر تجھے یقین نہیں آتا

کرد وصفِ مکرِ شاں آں ذوالجلال — لِتَزُولَ مِنہُ اَقدَامُ الجِبَال

اللہ نے اُن کے مکر کا بیان فرمایا ہے — اُس سے پہاڑ کی چوٹیاں ہٹ جاتی ہیں

ہزراں۔ یعنی شیاطین
مُرغ۔ جو مُرغ بے وقت اذان دیتا تھا اُس کو ذبح کر لیا جاتا تھا۔ یعنی زبان۔ نک چڑھانا۔ زنی۔ تو عورت ہے۔
عقلے۔ قوتِ عقلیہ کو اگر کام میں نہ لایا جائے گا وہ بیکار ہو جائے گی۔ دُم۔ یعنی بدترین عضو۔ شوم منحوس۔ شنار۔ شین کے ضمہ کے ساتھ، نامبارک۔ قعر۔ گہرائی۔ نار۔ آگ یعنی نعمت کا کفران عذاب کا سبب ہے۔
کار۔ یعنی کام میں لگ کر توکّل کرنا چاہیے۔ جبّار اللہ تعالےٰ۔ تکیہ۔ خدا پر بھروسہ ضروری ہے ورنہ انسان مصائب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حریصاں یعنی حریص انسان اسباب اختیار کرتے ہیں۔ زمن۔ زمانہ، یعنی اگر اسباب اختیار کرنا مفید ہوتا تو لاکھوں انسان جنہوں نے اسباب اختیار کئے محروم کیوں ہوئے
قرن۔ صدی۔ صد ہزاراں لاکھوں۔ اژدہا۔ اژدھے، پیٹ بھرنے پر اژدہا سو جاتا ہے، ورنہ زبان لٹکائے پھرتا ہے۔ زبُن۔ اس مصرع میں قوم عاد کی سنگتراشی کا بیان نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب وہی ہے جو آئندہ اشعار میں بیان کیا گیا ہے
مکر و حیلہ۔ فریب، مکاری خبیث۔ ناپاک، بداعتقاد،

جُز کہ آں قسمت کہ رفت اندر ازل — روئے ننمود از سگالش[1] واز عمل
سوائے اُس حصّہ کے جو ازل میں مقرر ہوا ہے — غور و فکر اور عمل سے (کچھ) نہ ملا

جُملہ افتادند از تدبیر و کار — ماند کار و حکمہائے کردگار
سب، تدبیر اور کام سے عاجز آ گئے — اللہ کا کام اور اُس کے اَحکام باقی رہے

کسب جُز نامے مداں اے نامدار — جہد جز وہمے مپندار اے عیار
اے نامدار! کوشش کو برائے نام سمجھ — اے ہوشیار! کوشش کو وہم کے سوا کچھ نہ سمجھ

نگر لیستن عزرائیل علیہ السّلام بر مردے و گریختن او در سرائے سلیمان علیہ السّلام و تقریر ترجیح توکّل بر جہد و کوشش

عزرائیل علیہ السّلام کا ایک شخص کو گھورنا اور اُس کا سلیمان علیہ السّلام کے گھر کی طرف بھاگنا اور توکّل کی کوشش پر ترجیح کی تقریر

سادہ مردے چاشتگاہے در رسید — در سرائے عدل سلیمانی دوید
ایک بھولا آدمی دن چڑھے آیا — اور حضرت سلیمانؑ کی عدالت میں دوڑا

روئش از غم زرد و ہر دو لب کبود[2] — پس سلیمانؑ گفت اے خواجہ چہ بود
غم سے اُس کا چہرہ زرد اور دونوں ہونٹ نیلے تھے — (حضرت) سلیمانؑ نے پوچھا اے صاحب کیا ہوا؟

گفت عزرائیلؑ در من بایں چنیں — یک نظر انداخت پُر از خشم و کیں
اُس نے کہا، عزرائیل (علیہ السّلام) نے مجھ پر ایسے — ایک نظر ڈالی جو غصّہ اور کینہ سے بھری ہوئی تھی

گفت ہیں اکنوں چہ میخواہی بخواہ — گفت فرما باد را اے جاں پناہ
انہوں نے کہا اب جو کچھ چاہتا ہے بیان کر — اُس نے کہا، اے جاں پناہ! ہوا کو حکم دیجئے

تا مرا زینجا بہندستاں برد — بُود کہ بندہ کانطرف شد جاں برد
تاکہ مجھے اُس جگہ سے ہندوستان لیجائے — ہو سکتا ہے بندہ اُس طرف چلا جائے تو جان بچالے

پس سلیمانؑ کرد بر باد ایں برات — بُرد باد او را بسوئے سومنات
تو حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو یہ حکم دیا — ہوا اُس کو سومنات کی طرف لے گئی

باد را فرمود تا او را شتاب — بُرد سوئے خاک ہندوستان بآب
ہوا کو حکم دیا اور وہ فوراً اُس کو — پانی پر اسوار کر کے ہندوستان کی سرزمین کی طرف لے گئی

نک درویشی گریزانند خلق — لُقمۂ حرص و امل زانند خلق
اب! افلاس سے لوگ بھاگتے ہیں — اس لئے لوگ حرص اور خواہش کا لقمہ ہیں

[1] سگالش۔ غور و فکر، سوچ عمل۔ کسب، کار و بار۔ افتادند رہگئے، عاجز آ گئے۔ کردگار۔ کام کا مالک، اللہ تعالےٰ۔ سادہ۔ بھولا بھالا۔ چاشتگاہ۔ ایک پہر دن چڑھے کا وقت سرائے عدل۔ عدالت، محکمہ۔ سلیمانؑ نبی جو حضرت داؤد علیہ السّلام کے صاحبزادے ہیں جنکو نبوت کے ساتھ دنیا کی عظیم الشان سلطنت بھی ملی تھی، انسانوں کے علاوہ جنوں پر بھی تصرف تھے۔

[2] کبود۔ نیلا۔ خواجہ۔ مالک، آقا، بزرگ۔ عزرائیل۔ ملک الموت۔ کین۔ کینہ ہیں۔ کلمۂ تنبیہ ہے۔ باد۔ ہوا۔ ابھی حضرت سلیمانؑ کے تابع تھی۔ بُود، بود، ہو سکتا ہے، ممکن ہے۔ سلامت بُرد۔ بچ جائے، زندہ رہے۔ برات تحریری حکم، شاہی حکم۔ سومنات علاقہ گجرات کا ایک شہر ہے جس کا مندر دنیا میں مشہور رہا ہے جس کو سلطان محمود نے منہدم کر دیا تھا اور اب حکومت ہند نے اُس کی دوبارہ تعمیر کرائی ہے۔ نک۔ نیک کا مخفف ہے، اب۔ گریز پیدن۔ بھاگنا، بچنا۔ آں۔ آرزو زانند۔ ازاں اند۔

تَرسِ[1] درویشی مثال آں ہراس
افلاس کا ڈر، اُس خوف کی مثال ہے

حرص و کوشش را تو ہندوستاں شناس
حرص اور کوشش کو تو ہندوستان سمجھ

روزِ دیگر وقتِ دیوان و لِقا
دوسرے دن دربار اور ملاقات کے وقت

شہ سلیمانؑ گفت عزرائیلؑ را
حضرت سلیمانؑ نے عزرائیل (علیہ السلام) سے کہا

کاں مسلماں را بخشم از چہ سبب
اُس مسلمان کو غصہ سے کس وجہ سے

بنگریدی باز گو اے یک رَبَ
تو نے دیکھا؟ اے اللہ کے قاصد! بتا

اے عجب ایں کردہ باشی بہرِ آں
تعجب ہے! یہ تو نے اِس لئے کیا

تا شود آوارہ اُو از خانماں
تاکہ وہ گھر بار سے آوارہ ہو جائے

گفتش آں شاہِ جہانِ[2] بے زوال
حضرت عزرائیل نے اُن سے کہا کہ اے لازوال جہاں کے

فہم کژ کردو نمود اُو را خیال
اُس نے غلط سمجھا اور اُسکو خیال نے غصہ دکھایا

کہ مرا فرمود حق کامروز ہاں
بادشاہ
اِس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آج ہی

جانِ اُو را تو بہ ہندوستاں ستاں
اُس کی جان ہندوستان میں نکال لے

دیدمش اینجا و بس حیراں شدم
میں نے اُس کو یہاں دیکھا تو بہت حیران ہوا

در تفکر رفتہ سر گرداں شدم
میں فکر میں ڈوب کر پریشان ہوا

از عجب گفتم گر اُو را صد پرست
تعجب سے میں نے کہا کہ اگر اُس کے سو پر ہوں

اُو بہ ہندوستاں شدن را اندر ست
اُس کا ہندوستان پہونچنا دور از قیاس ہے

چوں بامرِ حق بہ ہندوستاں شدم
میں جب اللہ کے حکم سے ہندوستان پہونچا

دیدمش آنجا و جانش بستدم
میں نے اُسکو وہاں دیکھا اور اُسکی جان نکال لی

تو ہمہ کارِ جہاں را ہم چنیں
(اے مخاطب) تو دنیا کے تمام کاموں کو اِس پر

کُن قیاس و چشم بکشا و ببیں
قیاس کرلے، اور آنکھ کھول اور دیکھ

از کہ بگریزیم از خود، ایں محال
ہم کس سے بھاگیں؟ اپنے آپ سے؟ یہ ناممکن ہے

از کہ بر تابیم از حق ایں وبال
ہم کس سے سرتابی کریں؟ خدا سے! یہ تو تباہی ہے

باز ترجیح نہادنِ شیر جہد را بر توکل و فوائدِ جہد بیان کردن

شیر کا پھر توکل پر کوشش کو ترجیح دینا اور کوشش کے فائدے بیان کرنا

شیر گفت آرے ولیکن ہم ببیں
شیر نے کہا درست ہے لیکن یہ بھی تو دیکھ

جہدہائے انبیا و مُرسلیں
انبیاء اور رسولوں کی کوششیں

---

[1] ترس۔ یعنی افلاس کے ڈر سے لوگ توکل کو ترک کرتے ہیں پھر بھی محروم رہتے ہیں جیسا کہ وہ شخص وہاں سے ہندوستان کی طرف بھاگا لیکن وہاں بھی نہ بچا۔ دیوان و لقا یعنی دربارِ عام جس میں لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے۔

[2] جہانِ بے زوال۔ عالمِ آخرت، حضرت سلیمانؑ نبی بھی تھے، لہٰذا اُن کو شاہِ آخرت کہا ہے۔ کژ کج۔ ٹیڑھا۔ ہاں۔ کلمۂ تنبیہ ہے۔ ستاں۔ ستاندن کا امر ہے، لینا۔ صد پر یعنی اگر اُس شخص کے سو پر بھی لگجائیں گے۔

[3] از کہ۔ تقدیر سے بھاگنا ایسا ہے جیسا کہ خود انسان اپنے آپ سے بھاگے جو ناممکن ہے۔ انبیاء و مرسلین۔ رسولوں اور نبیوں نے بھی اسبابِ دنیوی اختیار کئے ہیں اور عقدِ جہد کی ہے۔

سعیِ ابرار[1] و جہادِ مومناں — تا بدیں ساعت ز آغازِ جہاں
نیکوں کی کوشش، مومنوں کا جہاد — ابتدائے آفرینش سے اب تک

حق تعالےٰ جہدِ شاں را راست کرد — آنچہ دید ند از جفا و گرم و سرد
اللہ نے اُن کی کوشش درست کردی — جو کچھ اُنہوں نے ظلم اور گرم و سرد دیکھا

حیلہ ہاشاں جملہ حال آمد لطیف[2] — کُلُّ شَیءٍ مِن ظَرِیفٍ ہُو ظَرِیف[3]
بہرحال اُنکی تدبیریں، پاکیزہ ثابت ہوئیں — بھلے کی ہر شے بھلی ہوتی ہے

دامہاشاں مُرغِ گردونی گرفت — نقصہا[4] شاں جملہ افزونی گرفت
اُن کے جالوں نے آسمانی پرندے پکڑے — اُنکی تمام کمیوں نے، ترقیاں حاصل کرلیں

جہد میکن تا توانی اے کیا — در طریقِ انبیا و اولیا
اے عقلمند! جس قدر بھی ہوسکے کوشش کر — انبیاء اور اولیاء کے طریقہ پر

با قضا پنجہ زدن نبوَد جہاد — زانکہ ایں را ہم قضا بر ما نہاد
جہاد، تقدیرِ الٰہی کا مقابلہ نہیں ہے — اس لئے کہ یہ بھی تقدیرِ الٰہی نے ہم پر رکھا ہے

کافرم من گر زیاں کردست کس — در رہِ ایمان و طاعت یک نفس[5]
میں کافر ہوں، اگر کسی نے نقصان اٹھایا ہو — ایمان اور اطاعت کے راستہ میں، تھوڑی دیر کیلئے بھی

سَر شکستہ نیست ہیں سَر ابلند — یک دو روزے جہد کن باقی بخند
(تیرا) سر پھٹا ہوا نہیں ہے، خبردار سر کو باندھ — ایک دو روز کوشش کرلے پھر آرام اُٹھا

بد مُحالے[6] جُست کو دنیا بجُست — نیک حالے جُست کو عقبیٰ بجُست
جس نے دُنیا کی جستجو کی اُس نے باطل کی جستجو کی — جس نے آخرت کی جستجو کی اس نے اچھی حالت کی جستجو کی

مکر ہا در کارِ دنیا بار دست — مکر ہا در ترکِ دنیا وارِدست
دنیاوی کام میں تدبیر کرنا بیکار ہے — دنیا چھوڑنے میں، تدبیر کرنا منقول ہے

آنکہ حُفرہ بست ایں مکر بست سَرد — حُفرہ کُن زندان و خود را وا رہاں
جس نے سُرنگ بند کردی یہ غلط تدبیر ہے — قید خانہ میں سُرنگ لگادے اور اپنے آپ کو چھڑالے

چیست دُنیا از خدا غافل بُدن — نے قماش و نقرہ و فرزند و زن
دُنیا کیا ہے؟ اللہ سے غافل ہونا — نہ کہ ساز و سامان اور چاندی اور بچے اور بیوی

---

[1] ابرار۔ بَر کی جمع ہے، نیک آدمی۔ راست کردہ۔ اُن کو غلبہ دیا اور طرح طرح سے اُن کی مدد کی۔ حیلہ۔ تدبیر۔ جملہ حال۔ بہرحال لطیف۔ پاکیزہ، ظریف۔ نیک، بھلا۔ خوش طبع۔ دام۔ جال۔ گردونی۔ آسمانی۔

[2] نقص۔ کمی۔ افزونی۔ زیادتی، بڑھوتی۔ کیا۔ دانا، پہلوان، بادشاہ

[3] قضا۔ انسان کی کوشش بھی تقدیرِ الٰہی کے ماتحت ہے۔ یک نفس۔ تھوڑی دیر۔ سر شکستہ۔ معذور۔ تو معذور ہے لیکن تندرست معذور نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔

[4] محال۔ باطل، ناممکن

[5] بارد۔ ٹھنڈا، بے اثر۔ وارد آن وحدیث میں منقول ہے۔ مکر۔ قیدی کی رہائی کی یہ تدبیر ہے کہ وہ قید خانہ میں سُرنگ لگا کر نکل بھاگے، دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔

[6] بدن۔ بودن۔ قماش۔ ساز و سامان۔ نقرہ۔ چاندی۔

مال را کز بہر دیں باشی حمول[1]
وہ مال دین کے لئے تو جس کا بار بردار ہو

نعم مال صالح خواندش رسول
اسکو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین اچھا مال فرمایا ہے

آب در کشتی ہلاک کشتی ست
کشتی میں پانی بھرنا کشتی کی تباہی ہے

آب اندر زیر کشتی پشتی ست[2]
کشتی کے نیچے پانی کا ہونا کشتی کے لئے مددگار ہے

چونکہ مال و مُلک را از دل براند
چونکہ مال اور مُلک کو دل سے نکالدیا تھا

زاں سلیمان خویش خواند بر مسکین نخواند
اسلئے (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) نے اپنے کو مسکین کے علاوہ کچھ نہ کہا

کوزۂ سربستہ اندر آب رفت
سربندھا پیالہ، گہرے پانی میں گیا

از دلِ پُر باد فوق آب رفت
اور ہوا سے پیٹ بھرا ہونے کی وجہ سے، پانی پر تیرا

بادِ درویشی چو در باطن بود
جب دل میں فقیری کی ہوا بھری ہوگی

بر سرِ آبِ جہاں ساکن بود
دنیا کے پانی کے اوپر، پُرسکون ہوگا

آب نتواند مرورا غوطہ داد
پانی اُس کو غوطہ نہیں دے سکتا ہے

کشف دل از نفخِ[3] الٰہی گشت شاد
کیونکہ اس کا دل خدائی پھونک سے مسرور ہوگیا ہے

گرچہ جملہ ایں جہاں مِلکِ وے ست
خواہ یہ تمام دنیا اُس کی ملک ہو

مُلک در چشمِ دلِ او لاشی ست
سلطنت اُس کے دل کی نگاہ میں ہیچ ہے

پس دہانِ دل ببند و مُہر کُن
پس دل کا دہانہ بند کر، اور مُہر لگا

پُر کُنش از بادگیرِ مِن لَدُن[4]
مِن لَدُن کے دریچے سے اُس کو بھر لے

جہد حق ست و دوا حق ست و درد
کوشش حق ہے، اور دوا کرنا حق ہے، اور درد حق ہے

مُنکر اندر نفیِ جہدش جہد کرد
مُنکر اپنی کوشش کی نفی میں کوشاں ہے

کسب کُن سعی نما و جہد کُن
کما، کوشش کر، اور جدّوجہد کر

تا بدانی سرِّ علمِ مِن لَدُن
تاکہ تو علمِ مِن لَدُن کا راز سمجھ لے

گرچہ[5] ایں جملہ جہاں پُر جہد شد
اگرچہ یہ تمام دنیا جدّوجہد سے پُر ہوگئی ہے

جہد کے در کامِ جاہل شہد شد
جاہل کے مُنہ میں جدّوجہد کب شیریں ہوئی ہے؟

مقرر شدن ترجیح جہد بر توکل

کوشش کی توکل پر ترجیح ثابت ہونا

زیں نمط بسیار برہان گفت شیر
شیر نے اس طریقہ پر بہت سے دلائل بیان کئے

کز جواب آں جبریاں گشتند سیر
جنکے جواب سے وہ جبر کے قائل خاموش ہوگئے

---

[1] حمول - بار بردار، بوجھ اٹھانے والا - آب اندر - اندر زیادہ ہے - پشتی - مدد، سہارا - برآند - دور کردیا - مسکین - غریب، خاکسار رفت - موٹا، سخت - فوق - اوپر - باطن - اندر، قلب - ساکن - ٹھہرا ہوا - کِش - کراش -

[2] نفخ - پھونک - وے یعنی وہ شخص جس کے قلب میں درویشی ہے - لاشی - ناچیز - بادگیر - روشندان، دریچہ - مِن لَدُن - پاس سے یعنی وہ علم جو خدا کی جانب سے براہ راست حاصل ہو جس کو علم لدنی کہا جاتا ہے - مُنکر - جدّوجہد کا منکر اس انکار میں خود جدّوجہد کرتا ہے - لَدُن - علم لدنی وہ علم ہے جو براہ راست جناب باری سے حاصل ہو جیسا کہ آیت وَعَلَّمْنَاہُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا میں فرمایا گیا ہے "اور اسکو ہم نے اپنے پاس سے علم دیا"

[3] گرچہ یعنی تمام دنیا عالم اسباب ہے لیکن جاہل یعنی اس عقیدہ پر یقین نہ رکھنے والا اس کو نہیں سمجھتا ہے - نمط - طرز، طریقہ - برہان - دلیل جبریاں - یعنی وہ جانور جو جبر کے قائل تھے - سیر پیٹ بھرا، خاموش -

روبہ و خرگوش و آہو و شغال — جبر را بگذاشتند و قیل و قال
لومڑی، خرگوش، ہرن اور گیدڑ نے — جبر کے عقیدے کو اور بحثا بحثی کو چھوڑ دیا

عہدہا کردند با شیرِ ژیاں — کاں دریں بیعت نیفتد در زیاں
غضبناک شیر سے انہوں نے عہد کئے — کہ اس قول و قرار میں وہ نقصان میں نہ رہیگا

قسمِ ہر روزش بیاید بے ضرر — حاجتش نبود تقاضائے دگر
ہر روز اس کو حصہ بے ضرر پہونچیگا — اس کو دوبارہ تقاضا کرنیکی حاجت نہوگی

عہد چوں بستند و رفتند آں زماں — سوئے مرعیٰ ایمن از شیرِ ژیاں
جب انہوں نے عہد کرلیا اسوقت وہ روانہ ہوئے — چراگاہ کی طرف غضبناک شیر سے مطمئن ہوکر

جملہ بنشستند یکجا آں وحوش — اوفتادہ در میانِ جملہ جوش
وہ وحشی جانور اکٹھے ہوکر بیٹھے — سب میں جوش پھیلا ہوا تھا

ہر کسے تدبیر و رائے می زدند — ہر کسے در خونِ ہر یک می شدند
ہر ایک اپنی تدبیر اور رائے لڑاتا تھا — ہر ایک دوسرے کے خون کے درپے ہوتا تھا

عاقبت شد اتفاقِ جملہ شاں — تا بیاید قرعہ اندر میاں
بالآخر ان سب کا اتفاق ہوگیا — تاکہ درمیان میں قرعہ اندازی ہو

قرعہ بر ہر کو زند او طعمہ است — بے سخن شیرِ ژیاں را لقمہ است
جس پر قرعہ نکلے وہ خوراک ہے — بلا عذر وہ تند شیر کا لقمہ ہے

ہم بریں کردند آں جملہ قرار — قرعہ آمد سر بسر را اختیار
سب نے اس پر اتفاق کرلیا — قرعہ، سب کو پسند آگیا

قرعہ بر ہر کو فتادے روز روز — سوئے آں شیر او دویدے ہمچو لوز
ہر روز جس پر قرعہ نکلتا — وہ چیتے کی طرح اس شیر کی طرف دوڑ جاتا

انکار کردن نخچیراں بر خرگوش در تاخیر رفتن بر شیر

خرگوش کے شیر کے پاس جانے میں تاخیر پر شکاروں کی ناپسندیدگی

چوں بخرگوش آمد ایں ساغر بدور — بانگ زد خرگوش کا خر چند جور
جب یہ ساغر دور میں خرگوش کے پاس پہونچا — تو خرگوش چیخا آخر ظلم کب تک؟

قوم گفتندش کہ چندیں گاہ ما — جاں فدا کردیم در عہد و وفا
قوم نے اس سے کہا! اتنی مرتبہ ہم نے — عہد اور وفا کی خاطر جان قربان کی ہے

لہ روبہ۔ لومڑی سا آہو۔ ہرن۔ شغال۔ گیدڑ۔ قیل و قال۔ گفتگو بحث مباحثہ۔ ژیاں۔ غضبناک بیعت۔ عہد، قرار، معاملہ زیاں۔ نقصان۔ قسم۔ حصہ۔ بے ضرر۔ بلا تکلیف مرعیٰ۔ چراگاہ۔

لہ وحوش۔ وحش کی جمع الجمع، جنگلی جانور عاقبت۔ انجام کار۔ قرعہ۔ پانسہ۔ طعمہ۔ خوراک۔ روز روز۔ روز بروز۔ لوز۔ چیتا۔ ساغر جام شراب۔ دور۔ چکر۔ بانگ۔ آواز۔

تو مجو بد نامیِ ما اے عَنود[1] — تا نرنجد شیرِ رَو تو زود زود

اے جھگڑالو! تو ہماری بدنامی نہ چاہ — تاکہ شیر خفا نہ ہو، جلد جلد جا

جواب گفتن خر گوش نخچیراں را و مُہلت خواستن

خرگوش کا شکاروں کو جواب دینا اور مہلت چاہنا

گفت اے یاراں مرا مُہلت دہید — تا بمکرم از بلا ایمن شوید

اُس نے کہا اے یارو! مجھے مُہلت دو — تاکہ تم میری تدبیر کی وجہ سے مصیبت سے بے خوف ہو جاؤ

تا اماں یابد زِ مکرم جانِ تاں — ماند ایں میراث فرزندانِ تاں

میری تدبیر سے تمہاری جان امان پالے — یہ (جنگل) تمہاری اولاد کی میراث بنا رہے

ہر پیمبر اُمّتاں را در جہاں — ہمچنیں تا مخلصی میخواند شاں

ہر پیغمبر اُمتیوں کو دُنیا میں — اسی طرح اُنکو نجات کی طرف بلاتا رہا ہے

کز فلک راہِ بروں[2] شو دیدہ بُود — در نظر چوں مردُمک پیچیدہ بُود

اِسلئے کہ وہ آسمان سے باہر نکلنے کا راستہ دیکھ چکے تھے — وہ نگاہ میں پُتلی کی طرح پوشیدہ تھے

مَردمش چوں مردُمک دیدند خُرد — در بزرگی مردُمک کس رہ نبُرد

انسانوں نے پُتلی کی طرح اِن کو چھوٹا سمجھا — پُتلی کی بڑائی کا کسی کو پتہ نہ چلا

اعتراض نخچیراں بر سخن خرگوش

شکاروں کا خرگوش کی بات پر اعتراض

قوم گفتندش کہ اے خر گوش دار[3] — خویش را اندازۂ خرگوش دار

قوم نے اُس سے کہا، اے گدھے سُن — اپنے آپ کو خرگوش کے رُتبے میں رکھ

ہیں چہ لاف است ایں کہ از تو مہتراں — در نیاورد اند در خاطر آں

خبردار! یہ کیا بکواس ہے کہ تجھ سے بڑے — دل میں بھی یہ نہیں لاتے

مُعجبی یا خود قضا ماں در پے ست — ورنہ ایں دم لائق چو تو کے ست

تو خود پسند ہے، یا ہماری قضا ہمارے درپے ہے — ورنہ یہ دعویٰ تجھ جیسے کے کب مناسب ہے؟

گفت اے یاراں حقم الہام داد* — مر ضعیفے را قوی رائے فتاد

اُس نے کہا اے دوستو! مجھے خدا نے الہام کیا ہے — ایک کمزور کی سمجھ میں مضبوط رائے آگئی ہے

آنچہ حق آموخت مر زنبور را — آں نباشد شیر را و گور را

اللہ نے جو کچھ شہد کی مکھی کو سکھا دیا ہے — وہ شیر اور گورخر کو میسّر نہیں ہے

---

[1] عَنود۔ جھگڑالو، ضدی
مکر۔ حیلہ، تدبیر۔ ایمن۔ بے خوف۔ میراث۔ ورثہ، ترکہ۔ ہر پیمبر۔ یعنی میں جس طرح نجات کی کوشش کر رہا ہوں ہر نبی نے اپنی امت کی نجات کی کوشش کی ہے۔

[2] بیرون شو۔ باہر نکلنے والا۔ مردمک۔ آنکھ کی پتلی پیچیدہ۔ ملا جلا، مخلوط، چھپا ہوا۔ خُرد۔ چھوٹا، پتلی ایک چھوٹی سی چیز ہے۔ لیکن اُس میں اتنی طاقت ہے کہ بجز دیکھ کر اپنے اندر سما لیتی ہے، یہی حال انبیاء علیہم السّلام کا ہے۔ خر۔ گدھا، بیوقوف۔

[3] گوشدار۔ سُن۔ لاف۔ گپ، شیخی۔ مہتراں۔ بزرگ خاطر۔ دل۔ مُعجب۔ خود پسند، مُتکبّر۔ قضا ماں۔ موت یا۔ دم۔ دعویٰ۔ الہام غیبی اشارہ۔ فتاد۔ یعنی در دل۔ زنبور۔ شہد کی مکھی۔ گور۔ گورخر، جنگلی گدھا۔

باز جواب دادن خرگوش*

خانہا سازد پُر از حلوائے تر[1]
وہ تر حلوے سے بھرے ہوئے خانے بناتی ہے

حق بر و آں علم را بگشود در
اللہ نے اس علم کا دروازہ اس پر کھول دیا ہے

آنچہ حق آموخت کرم پیلہ را
جو کچھ اللہ نے ریشم کے کیڑے کو سکھا دیا ہے

ہیچ پیلے داند آنگوں حیلہ را؟[2]
اس طرح کی تدبیر کوئی ہاتھی جانتا ہے؟

آدمؑ خاکی ز حق آموخت علم
مٹی کے آدم نے اللہ سے علم سیکھا

تا بہفتم آسماں افروخت علم
علم نے ساتوں آسمان تک روشن کر دیا

نام و ناموس ملک را در شکست
فرشتوں کی عزت و آبرو کو شکست دیدی

کوریٔ آنکس کہ با حق در شک ست
اُس شخص کے اندھے پن نے جو اللہ کے معاملہ میں شک کرتا ہے

زاہدِ شصتؔ ہزاراں سالہ را
چھ لاکھ برس کے زاہد کے

پوز بندے ساخت آں گوسالہ را
مچھکا چڑھا دیا، اُس بچھڑے کے

تا نماند شیرِ علمِ دیں کشید
تاکہ علمِ دین کا دودھ نہ پی سکے

تا نگردد گرد آں قصر مشید
تاکہ اُس مضبوط قلعہ کے چکر نہ کاٹے

علمہا اے اہلِ حس شد پوز بند
اہلِ حس کے علوم بچھڑا بن گئے

تا نگیرد شیر ازاں علمِ بلند
تاکہ وہ اعلیٰ علم کے دودھ کو نہ پی سکیں

قطرۂ دل را یکے گوہر فتاد
قطرۂ دل کو ایسا گوہر عطا ہوا

کاں بدریاہا و گردوں ہا نداد
جو دریاؤں اور آسمانوں کو نہ دیا

چند صورت آخر اے صورت پرست
اے صورت کے پجاری! آخر صورت کب تک؟

جانِ بے معنیت از صورت پرست
تیری بے معنی جان نے صورت سے رہائی نہ پائی

احمدؐ و بوجہل در بت خانہ رفت[3]
احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل بت خانے میں گئے

زیں شدن تا آں شدن فرسخ فرق است
اُن کے جانے اور اُس کے جانے میں گہرا فرق ہے

ایں درآید سر نہد آں را بتاں
یہ اندر آتے ہیں تو بت اُنکے سامنے سرنگوں ہو جاتے ہیں

واں درآید سر نہد چوں اُمتاں
وہ اندر آتا ہے تو بجاریوں کی طرح ماتھا ٹیکتا ہے

نقش بر دیوار مثلِ آدم ست
دیوار کی تصویر آدمی جیسی ہے

بنگر اندر صورتِ اُو چہ کم ست
غور کر اُس کی صورت میں کیا چیز کم ہے؟

جاں کم ست آں صورتِ بیتاب را
اُس بے طاقت تصویر میں جان کم ہے

رو بجو آں گوہرِ نایاب را
جا، اُس نایاب گوہر کو تلاش کر

---

[1] حلوۂ تر: نرم و لذیذ حلوہ، یہاں شہد مراد ہے
[2] کرم پیلہ: ریشم کا کیڑا۔ پیلے: ہاتھی۔ آنگوں: اُس قسم کا۔ حیلہ: تدبیر
[3] نام و ناموس: فرشتوں نے حضرت آدمؑ کی خلافت پر اعتراض کیا، حضرت آدمؑ کے علم کی وجہ سے پھر اُن کو آدمؑ کی خلافت تسلیم کرنی پڑی۔ شصتؔ ہزاراں: چھ لاکھ۔ مشہور ہے کہ شیطان نے ملعون ہونے سے قبل چھ لاکھ سال عبادت کی تھی۔ پوز بند: وہ جالی جو گائے کے بچے کے منہ پر چڑھا دیجاتی ہے تاکہ وہ بے وقت گائے کا دودھ نہ پی سکے۔ گوسالہ بچھڑا۔ یہاں شیطان مراد ہے۔ نماند: نتواند کا مخفف ہے۔ قصر: محل۔ مشید: چونہ گچ لگا ہوا، مضبوط۔ اہلِ حس: وہ عقلاء جو مشاہدہ ہی کو دلیلِ وجود مانتے ہیں۔ اور باطنی دنیا کی علوم کے مخالف ہیں۔ قطرۂ دل: امانتِ الٰہی کا بارہ آسمانوں، زمینوں، اور پہاڑوں نے برداشت کرنے سے انکار کر دیا صرف انسان کا قلب اس کا مستحق ہوا۔
[4] احمدؐ: یعنی آنحضورؐ اور ابوجہل کی صورت تو یکساں ہی تھی لیکن باطنی اوصاف اور معنویت کا کتنا بڑا فرق تھا، آنحضورؐ فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تھے تو بت ہ

شد سرِ شیرانِ عالم جملہ پست
دنیا کے تمام شیروں کا سر جھک گیا

چوں سگِ اصحابؓ را داد ند دست
جب (قضا و قدر) نے اصحاب کہف کے کتے کو غلبہ دیدیا

چہ زیانستش ازاں نقشِ نفور
اُس قابلِ نفرت صورت سے اُسکو کیا نقصان ہے

چونکہ جانش غرق شد در بحرِ نور
جبکہ اُسکی روح نور کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہے

وصفِ صورت نیست اندر خامہا
قلموں میں صورت کی توصیف (لکھنے کا رواج) نہیں ہے

عالِم و عادِل بود در نامہا
خطوں میں، عالِم عادل (لکھا) ہوتا ہے

عالِم و عادل ہمہ معنیٰ ست و بس
عالِم اور عادل سب معنی ہیں فقط

کش نیابی در مکان پیش و پس
جن کو تو آگے اور پیچھے کسی جگہ نہیں پائے گا

میزند بر تن ز سوئے لامکاں[2]
یہ لامکاں سے جسم پر وارد ہوتے ہیں

می نگنجد در فلک خورشیدِ جاں
جان کا سورج، آسمان میں نہیں سما سکتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد ہوش دار
واضح ہو، یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے

گوش سوئے قصۂ خر گوش دار
خرگوش کے قصہ کی طرف کان لگائے رکھو

گوشِ خر بفروش و دیگر گوشِ خر
گدھے کے کان فروخت کردے، دوسرے کان خرید لے

کیں سخن را در نیابد گوشِ خر
اسلئے کہ اس بات کو گدھے کے کان نہیں سن سکتے

ذکرِ دانشِ خرگوش و بیانِ فضیلت و منافعِ دانش

خرگوش کی عقلمندی کا ذکر اور عقلمندی کی فضیلت اور نفعوں کا بیان

رَو تو روبہ بازیِ خرگوش بیں
چل پہلے خرگوش کی چالاکی دیکھ

مکر و شیر اندازیِ خرگوش بیں
خرگوش کا مکر اور شیر کو پچھاڑنا، دیکھ

خاتمِ[3] مُلکِ سلیمانؑ ست علم
علم حضرت سلیمانؑ کے ملک کی انگوٹھی ہے

جملہ عالم صورت و جان ست علم
تمام دنیا صورت، اور علم جان ہے

آدمی را زیں ہنر بیچارہ گشت
اِس ہنر کی وجہ سے آدمی کے لئے فرمانبردار ہوگئی ہے

خلقِ دریاہا و خلقِ کوہ و دشت
پہاڑ، جنگل اور دریا کی مخلوق

زو پلنگ و شیرِ ترساں ہمچو موش
اُس سے تیندوا اور شیر بھی، چوہے کی طرح خوفزدہ ہیں

زو شدہ پنہاں بدشت و کوہ و حوش
اُس سے وحشی جانور، جنگل اور پہاڑ میں چھپ گئے

زو پری و دیو ساحلہا گرفت
اُس سے پری اور دیو نے سمندر کا کنارہ پکڑا

ہر یکے در جائے پنہاں جا گرفت
ہر ایک نے پوشیدہ مقام میں جگہ بنالی

---

[1] اصحاب۔ یعنی اصحاب کہف۔ اِس شعر میں بھی معنوی اوصاف کی بنیاد پر فوقیت کو سمجھایا ہے۔ زیاں۔ نقصان۔ نقش۔ ظاہری صورت۔ نفور۔ قابلِ نفرت۔ وصفِ صورت یعنی ظاہری حُسن قابلِ تحریر نہیں ہے۔ انسان کی باطنی خوبیوں کو تحریر میں لایا جاتا ہے۔ کش۔ کہ اُس یعنی یہ معنوی خوبیاں مکان و زمان کے ساتھ مقید نہیں ہوتی ہیں۔

[2] لامکاں۔ عالمِ قدس یعنی اِن باطنی خوبیوں کا نزول عالمِ قدس سے ہوتا ہے۔ خورشیدِ جان روح کی وسعتیں لامحدود ہیں۔ پایاں۔ خاتمہ، انتہا۔ گوش دار۔ کان لگا۔ ہوشدار ہوش رکھ، خوب سمجھ۔ خر۔ گدھا، بیوقوف۔ خر خریدن کا امر ہے۔ روبہ بازی۔ مکر و فریب۔ بیں۔ دیدن سے امر کا صیغہ ہے۔ شیر اندازی۔ شیر کو مغلوب کرنا۔

[3] خاتم، انگوٹھی، مُہر۔ مشہور ہے کہ حضرت سلیمان کے پاس انگوٹھی تھی جس کی وجہ سے تمام عالم اُن کے لئے مسخر ہوگیا تھا۔ آدمی۔ انسان علم ہی کی بدولت بحر و بر پر حکمراں ہے۔ پلنگ تیندوا چیتے کو فارسی میں یوز کہتے ہیں۔ کہ۔ کوہ کا مخفف ہے۔ زو۔ از او۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔

آدمی را دشمن پنہاں بسے ست
آدمی کے چھپے ہوئے دشمن بہت ہیں

آدمیٔ باحذر[1] عاقل کسے ست
محتاط آدمی، سمجھدار انسان ہے

خلقِ خوب و زشت ہست از ما نہاں
اچھی اور بری مخلوق ہم سے چھپی ہوئی موجود ہے

میرَند بر دل ہر دم کوب شاں
اُن کی چوٹ ہر وقت دل پر لگتی ہے

بہرِ غسل ار در روی در جوئبار
تو اگر نہر میں غسل کے لئے جائے گا

بر تو آسیبے زند در آب خار
تو کانٹا، پانی میں تجھے تکلیف پہونچائے گا

گرچہ پنہاں خار در آب ست پست
اگرچہ کانٹا پانی کے نیچے چھپا ہوا ہے

چونکہ در تو میخلد دانی کہ ہست
چونکہ تیرے چبھا ہے تو جانتا ہے کہ موجود ہے

خار خارِ حس ہا و وسوسہ
حواس اور وسوسہ کے کانٹے

از ہزاراں کس بُوَد نے یک کسہ
ہزاروں اشخاص کی جانب سے ہیں نہ کہ ایک شخص کی

باش[2] تا حسہائے تو مبدّل شود
شہر، تاکہ تیرے حواس تبدیل ہو جائیں

تا بہ بینی شاں و مشکل حل شود
تاکہ تو ان کو دیکھ لے اور مشکل حل ہو جائے

تا سخنہائے کیاں رَد کردۂ
تاکہ (معلوم ہو جائے کہ) کن ہستیوں کی باتوں کو تو نے رد کیا!

تا کیاں را سَرور خود کردۂ
اور کن کو تو نے اپنا سردار بنایا ہے؟

باز جستن پنجیراں سِرّ و اندیشۂ خرگوش را

پنجہ شکاروں کا خرگوش کی تدبیر اور راز کو معلوم کرنا

بعد ازاں گفتند کاے خرگوش زیست
پھر انہوں نے کہا اے چالاک خرگوش!

در میاں نِہ آنچہ در ادراک تست
سامنے رکھدے جو تیری سمجھ میں آیا ہے

اے کہ با شیرے تو در پیچیدۂ
اے وہ! کہ شیر سے تو بھڑا ہے

باز گو رائے کہ اندیشیدۂ
بتا، تو نے کیا تدبیر سوچی ہے؟

مشورت ادراک و ہشیاری دہد
مشورہ، عقل اور سمجھ عطا کرتا ہے

عقلہا[3] مر عقل را یاری دہد
عقلیں، عقل کی مدد کرتی ہیں

گفت پیغمبر بکن[4] با رائے زن
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ رائے زنی کرنے والے!

مشورت کالمُستشار[5] مُؤتمن
مشورہ کرلے اسلئے کہ مشورہ دینے والا، امین ہوتا ہے

قول پیغمبر بجاں باید شنود
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول کو دل و جان سے سننا چاہئے

باز گو تا چیست مقصودِ تو زود
تو جلدی بتا، تیرا مقصد کیا ہے؟

---

[1] باحذر۔ بچنا، پرہیز کرنا، احتیاط۔ خلقِ خوب۔ اچھی مخلوق، فرشتے۔ زشت۔ برا، یعنی شیاطین۔ کوب۔ چوٹ، صدمہ، اوپر کے اشعار میں انسان کے قلب کو بتایا گیا تھا، اب یہ سمجھایا ہے کہ انسان کو باوجود غلبہ کے پُرخطر اور شیاطین کے مکرسے ہوشیار رہنا چاہئے۔ جوئبار۔ نہر۔ آسیب۔ صدمہ۔ پست۔ نیچے۔ دانی۔ بعض چیزیں نظروں سے غائب ہیں لیکن اُن کے اثرات سے اُنکا وجود معلوم ہو جاتا ہے۔ خار خار لفظوں کی تکرار کثرت کے معنی دیتی ہے۔

[2] باش۔ یعنی ریاضت اور مجاہدہ سے حواس باطنی پیدا ہوتے ہیں تو نظروں سے غائب چیزیں مشاہدہ میں آجاتی ہیں۔ کیاں۔ کیا کی جمع، بزرگ، دانا۔ کیاں۔ استفہام جمع کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ سرور۔ سردار کاے۔ کہ اے۔ چیست۔ چالاک۔ تہ۔ نہاد۔ دل سے امر کا صیغہ ہے۔ اِدراک۔ عقل۔ سمجھ۔

[3] عقلہا۔ یعنی مشورہ دینے والوں کی عقلیں۔ عقل۔ یعنی مشورہ لینے والے کی عقل۔ یاری۔ مدد بکن۔ مفعول دوسرے مصرع میں مشورت ہے۔ المُستشار۔ جس سے مشورہ لیا جائے۔ مؤتمن۔ جس کے پاس امانت رکھدی جائے۔

پوشیدہ داشتن خرگوش راز را از نخچیراں

خرگوش کا شکاروں سے راز کو پوشیدہ رکھنا

گفت ہر رازے نشاید باز گفت
اس نے کہا ہر راز کہنے کے لائق نہیں ہوتا

جفت[1] طاق آید گہے گہ طاق جفت
کبھی جفت، طاق آتا ہے، کبھی طاق، جفت آتا ہے

از صفا گردم زنی با آئینہ
اگر تو آئینہ پر پھونک مارے تو صفائی کی وجہ سے

تیرہ گردد زود با ما آئینہ
وہ بہت جلد ہمارے لئے اندھا ہو جائیگا

در بیانِ ایں سہ کم جُنبان لبت
ان تین چیزوں کے بیان میں اپنا لب کشائی نہ کر

از ذہاب[2] و از ذہب و از ذہ بہت
سفر اور سونا اور اپنی منزلِ مقصود کے بارے میں

کیں سہ را خصم ست بسیار و عدو
اسلئے کہ ان تینوں کے مخالف اور دشمن بہت ہیں

در کمینت ایستد چوں دانداو
تیری گھات میں رہیگا جب وہ جان جائیگا

در برانی با یکے گوئی الوداع
اگر تم نے ایک سے کہدیا تو الوداع کہدو

کُلُّ سِرٍّ جاوَزَ الاثنین شاع
ہر راز جو دو (لب) سے گذرا، مشہور ہوا

گر دو سہ پرندہ را بندی بہم
اگر تو دو تین پرندوں کو اس میں باندھ دے

بر زمیں مانند مجبوس از الم
تکلیف کی وجہ سے زمین پر مقید رہیں گے

مشورت[3] دارند سر پوشیدہ خوب
چھپے ہوئے راز کا مشورہ بہتر سمجھتے ہیں

در کنایت با غلط افگن مثوب
کنایہ جو غلطی میں مبتلا کرنے والی ہے محلوظ رہو

مشورت کرد ے پیمبر بستہ سر
پیمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سربستہ مشورہ کرتے

گفت ایشانش جواب بے خبر
اور وہ انکو بے خبری میں جواب دیدیتے

در مثالے بستہ گفتے رائے را
رائے کو کسی مثال سے وابستہ کرکے فرمادیتے

تا نداند خصم از سر پائے را
تاکہ مخالف سر، پیر نہ سمجھ سکے

او جواب خویش بگرفتے ازو
وہ اس سے اپنا جواب نکال لیتے

وز سوالش می نبردے غیر بو
ان کے سوال کی غیر کو بو بھی نہ لگتی

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں، لوٹ

سوئے خرگوش دلاور تا چہ کرد
بہادر خرگوش کی جانب کہ اس نے کیا کیا؛

قصۂ مکر کردن خرگوش با شیر و بسر بردن

خرگوش کا شیر کے ساتھ چالاکی کرنے اور انجام کو پہونچنے کا قصہ

---

[1] جفت۔ جوڑ۔ طاق۔ اکیلا، بعض کھیلوں میں ہار جیت اس بات پر ہوتی ہے کہ جس چیز کے ذریعہ کھیلا جاتا ہے وہ جوڑ نکلتی ہے یا بے جوڑ، یعنی انسان جینے کی آرزو کرتا ہے اور بار بار پانسا آجاتا ہے۔ آئینہ صاف چیز ہے لیکن اس پر اگر پھونک ماردو بجائے تو وہ فوراً دھندلا ہو جاتا ہے اسی طرح دوست کا سینہ صاف ہوتا ہے اگر اس سے راز کہدیا جاتا ہے تو اس کے دل میں طرح طرح کے خیالات گھومنے لگتے ہیں۔ جو اکثر مفید نہیں ہوتے۔

[2] ذہاب۔ سفر۔ ذہب سونا، یعنی مال و دولت ذہب۔ اس سے منزل مراد ہے، جہاں انسان جارہا ہے، دین مراد لینا مناسب نہیں ہے۔ الوداع رخصت کرنا، یعنی اگر تم نے اپنا راز کسی ایک سے بھی کہدیا تو اس کو الوداع کہدو اب وہ راز، راز نہیں رہیگا۔ الاثنین۔ دونوں ہونٹ مراد ہیں۔ پرندہ۔ راز کی مثال پرندہ کی سی ہے، اگر بندھے پڑے رہینگے تو ٹھہریں گے۔

[3] مشورت۔ مشورہ ایسے طور پر کرو جس میں دوسرے پر بات نہ کھلے وہ مغالطہ میں پڑا رہے اور تمہیں مشورہ بھی ملجائے۔ مثوب ملا ہوا۔ بے خبر۔ صحابہ کو صحیح بات کا پتہ نہ لگتا تھا اور مشورہ بھی ہو جاتا تھا۔ م

* دوستو سے کوئی مشورہ کرتے تھے، اگر کوئی مشورہ دینے والا نہ ہوتا تو آپ خود ہی مشورہ دیتے۔

حاصل آں خرگوش رائے خود بگفت
الحاصل، اُس خرگوش نے اپنی رائے بتائی

مکر اندیشید با خود طاق و جُفت
جوڑ توڑ کر کے خود تدبیر سوچ لی

با وجُوش از نیک و بد بنکشاد راز
وحشی جانوروں پر اچھے بُرے کا راز نہ کھولا

سِرِّ خود با جانِ خود میراند باز
اپنا راز اپنے آپ سے کہتا رہا

ساعتے[1] تاخیر کرد اندر رشدن
جانے میں ایک گھنٹہ تاخیر کی

بعد ازاں شد پیشِ شیرِ پنجہ زن
اُس کے بعد پنجہ زن شیر کے سامنے گیا

زاں سبب کاندر رشدن اُو ماند دیر
اِس سبب کہ جانے میں دیر تک توقف کیا

خاک را میکند و میغرّید شیر
شیر زمین کو کھود رہا تھا اور غرّا رہا تھا

گفت من گفتم کہ عہدِ آں خسال
اُس نے کہا، میں نے کہا تھا کہ اُن کمینوں کا عہد

خام باشد خام و زشت و نارساں
کچّا ہوگا اور بُرا اور ناممکن ہوگا

دمدمہ[2] ایشاں مرا از خر فگند
اُن کے مکر نے مجھے مار ڈالا

چند بفریبد مرا این دہر چند
یہ زمانہ مجھے آخر کتنا فریب دے گا؟

سخت درماند امیرِ سُست ریش
بیوقوف حاکم بہت عاجز رہتا ہے

چوں نہ پس بیند نہ پیش از خویش
جب اپنی بیوقوفی سے نہ آگا دیکھے نہ بھالے

راہ ہموار است و زیرش دامہا
راستہ صاف ہے، اور اُس کے نیچے جال ہیں

قحطِ معنی در میانِ نامہا
لفظوں میں معنی کا قحط ہے

لفظہا[3] و نامہا چوں دامہاست
لفظ اور نام جالوں کی طرح ہیں

لفظِ شیریں ریگِ آبِ عمرِ ماست
میٹھا لفظ ہماری عمر کے پانی کا ریت ہے

عمر چوں آبست و وقت اُو را چو جُو
عمر پانی کی طرح ہے، اُس کے وقت کو نہر کے ہے

خُلقِ باطن ریگ جوئے عمرِ تو
باطنی اخلاق، تیری عمر کی نہر کا ریت ہیں

آں یکے ریگے کہ جُوشد آب ازو
وہ ریت جس سے پانی اُبلے

سخت کمیاب ست و آنرا بجو
بہت کمیاب ہے، جا، اُسکو تلاش کر

ہست آں ریگ اے پسر مردِ خدا
اے بیٹا! وہ ریت مردِ خدا ہے

کُو بحق پیوست و از خود شد جدا
جو اللہ سے جُڑا اور اپنے سے جدا ہوا

آبِ عذبِ دیں ہمی جُوشد ازو
دین کا میٹھا پانی اُس سے اُبلتا ہے

طالباں را زاں حیات ست و نمو
طلبگاروں کی اُس سے زندگی اور نشوونما ہے

---

[1] ساعت۔ گھنٹہ، تھوڑی دیر۔ شدن۔ جانا۔ پنجہ زن پنجہ مار نیوالا۔ وا۔ جدا۔ اکثر کسی فعل کے ساتھ ملا کر مستعمل ہوتا ہے۔ میکند کندن۔ کھودنا۔ غریدن غرّانا، دہاڑنا۔ خسان۔ یعنی شکاری جانور۔ خام۔ کچّا۔ زشت۔ بُرا نارساں۔ ناتمام، ناممکن۔ دمدمہ مکر و فریب۔

[2] از خر افگندن۔ دور کر دینا، ہلاک کر دینا۔ چند۔ تا چند، کب تک دہر۔ زمانہ۔ مراد اہلِ زمانہ ہیں۔ درماندن۔ عاجز رہنا۔ سُست ریش۔ بیوقوف۔ احمق۔ حماقت ہموار۔ صاف، برابر۔ دام۔ جال۔ قحط۔ کال۔

[3] لفظہا۔ یعنی جھوٹے پیروں کے بڑے بڑے القاب بہت میٹھے ہیں لیکن یہ مریدکی زندگی کو برباد کرتے ہیں۔ جُو۔ نہر خُلقِ باطن۔ یعنی شیخ کے باطنی احوال۔ ریگے۔ شیخ کامل کی تلاش کر۔ مردِ خدا۔ خدا رسیدہ۔ عذب۔ شیریں۔ حیات۔ زندگی۔ نمو۔ بڑھنا۔

غیرِ مُردِ حق چو ریگِ خشک داں
جو مردِ خدا نہیں اُس کو خشک ریت سمجھ

کاب عمرت را خورد ہر دم زماں
جو ہر وقت تیری زندگی کا پانی چوس رہا ہے

طالبِ حکمت شو از مردِ حکیم
مردِ دانا سے، دانائی کا طالب بن

تا از و گردی تو بینا و علیم
تاکہ تو اُس سے صاحبِ بصیرت اور عالم بنے

منبعِ حکمت شود حکمت طلب
دانائی کا طالب، دانائی کا چشمہ بنجاتا ہے

فارغ آید او ز تحصیل و سبب
وہ تحصیلِ علم اور سبب (ظاہری) سے بے نیاز ہو جاتا ہے

لوحِ حافظ لوحِ محفوظے شود
حافظ کی لوح، لوحِ محفوظ بنجاتی ہے

عقل او از روحِ محظوظے شود
اُس کی عقل روح سے بہرہ یاب ہو جاتی ہے

چوں مُعلّم بود عقلش زابتدا
عقل، شروع میں جو اُس کی اُستاد تھی

بعد ازاں شد عقل شاگردِ ورا
اُس کے بعد عقل اُس کی شاگرد بن گئی

عقل چوں جبریلِ گوید احمدا
جبرئیل (علیہ السلام) کی طرح عقل کہتی ہے اے احمدا

گر یکے گامے نہم سوزد مرا
اگر ایک قدم بڑھاؤں (تجلی) مجھے جلا دے گی

تو مرا بگذار زیں پس پیش راں
مجھے پیچھے چھوڑ دیجئے اور آپ آگے جائیے

حدِ من ایں بود اے سلطانِ جہاں
اے جہاں کے بادشاہ! میری یہ سرحد تھی

ہر کہ ماند از کاہلی بے شکر و صبر
جو شخص سستی کی وجہ سے بے شکر اور بے صبر رہا

او ہمی داند کہ گیرد پایۂ جبر
وہ سمجھتا ہے کہ اُس نے جبر کا پایہ تھاما ہے

ہر کہ جبر آورد خود رنجور کرد
جس نے جبر اختیار کیا اُس نے خود کو بیمار بنالیا

تا ہماں رنجوریش در گور کرد
یہانتک کہ اُسکو اسی بیماری نے قبر میں پہنچا دیا

گفت پیغمبر کہ رنجوری بہ لاغ
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مذاق کی بیماری

رنج آرد تا بمیرد چوں چراغ
مرض پیدا کر دیتی ہے یہانتک کہ (مریض) چراغ کی طرح

جبر چہ بود بستنِ اشکستہ را
جبر کیا ہے؟ ٹوٹے ہوئے کو باندھنا

یا بہ پیوستن رگِ بگسستہ را
یا ٹوٹی رگ کو جوڑنا

چوں دریں رہ پائے خود بشکستہ
جب تو نے اِس راہ میں اپنے پیر کو نہیں توڑا ہے

بر کہ میخندی چہ پا را بستہ
کس پر ہنستا ہے پاؤں کو کیوں باندھا ہے؟

وانکہ پایش در رہِ کوشش شکست
جس نے کوشش کی راہ میں اپنے پیر کو توڑا

در رسید او را بُراق و بر نشست
اُس کے لئے بُراق پہونچا اور وہ سوار ہوا

سلہ غیرِ مُردِ حق۔ یعنی مکار پیر وہ ریت ہے جو تیری عمر برباد کر رہا ہے۔ مُردِ حکیم۔ شیخِ کامل۔ منبع۔ شیخِ کامل کی تربیت سے مرید، علوم اور حکمتوں کا سرچشمہ بنجاتا ہے اُسکو مدرسہ میں جانے اور اسبابِ تحصیلِ علم اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اُسکو علمِ لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔ لوح۔ تختی۔ حافظ۔ حفظ کرنیوالا۔

لوحِ محفوظ۔ وہ غیبی دفتر جس میں اللہ کی قدرت کے تمام احوال جو گذر گئے یا آنیوالے ہیں درج ہیں۔ روح۔ جان۔ روح۔ الہام۔

سلہ محظوظ۔ حصہ پانے والا۔ شاگرد۔ یعنی جب اسرارِ الٰہی حاصل ہو جاتے ہیں تو عقل اُن سے روشنی حاصل کرتی ہے۔ گام قدم۔ معراج میں حضرت جبرئیل نے آنحضور سے کہا تھا۔ اگر یکسرِ موئے برتر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم

کاہلی۔ یعنی اپنی کوتاہی اور بے عملی کو جبر سمجھتا ہے۔ رنجور۔ بیمار۔ یعنی کاہلی کو جبر سمجھنا ایسی بیماری ہے جو اُسکو درگور کر دیگی۔ لاغ ہنسی مذاق۔ رنج۔ مرض۔ جبر۔ لغت میں ٹوٹے کو جوڑنے کے معنی میں ہے اسی لئے جبیرہ وہ پٹی کہلاتی ہے جو ٹوٹی ہڈی پر جوڑنے کے لئے باندھی جاتی ہے۔ لہٰذا جو مرحلے طلب میں پیر توڑ دے۔ اس کے بعد جبکا عقیدہ اختیار کرے۔ اشکستہ۔ الف زائد ہے۔ بُراق۔ وہ سواری جس پر حضور کو معراج میں لے جایا گیا یعنی مجاہدہ کے بعد عذابِ الٰہی کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

حاملِ دیں بود اُو محمول شد — قابلِ فرماں بُد اُو مقبول شد
وہ دین کا بوجھ اٹھانے والا تھا اب، سوار بن گیا — اللہ کے فرمان کو قبول کرنے والا تھا، مقبولِ دربارگاہ ہو گیا

تا کنوں فرماں پذیر فتے رشاہ — بعد ازیں فرماں سانذ بر سیاہ
اب تک بادشاہ کا فرمان مانتا تھا — اس کے بعد سپاہیوں کا فرماں روا ہو گیا

تا کنوں اختر اثر کردے درو — بعد ازاں باشد امیرِ اختر اُو
اب تک ستارہ اُس میں اثر کرتا تھا — اس کے بعد وہ ستارے کا حاکم ہو گا

گر ترا اشکال آید در نظر — پس تو شک داری در انشق القمر
اگر تجھ کو اس میں اشکال نظر آتا ہے — تو تو انشق القمر میں شک رکھتا ہے

تازہ کن ایماں نہ از گفتِ زباں — اے ہوا را تازہ کردہ در نہاں
ایمان کو تازہ کر لے، نہ صرف زبانی — اے وہ شخص جس نے اپنے اندر خواہش کو تازہ کیا ہے

تا ہوا تازہ است ایماں تازہ نیست — چوں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست
جب تک خواہش تازہ ہے، ایمان تازہ نہیں ہے — خواہش کے علاوہ اُس دروازہ کا کوئی قفل نہیں ہے

کردۂ تاویل حرفِ بکر را — خویش را تاویل کن نے ذکر را
تو نے اچھوتے حرف میں تاویل کی ہے — اپنے آپ کو بدل، قرآن میں تاویل نہ کر

فکرِ تو تاویل کردہ ذکر را — ذکر را مان و بگرداں فکر را
تیرے فکر نے قرآن میں تاویل کی ہے — قرآن کو اپنی حالت پر رہنے دے، فکر میں تبدیلی کر

بر ہوا تاویلِ قرآں میکنی — پست و کژ شد از تو معنیٔ سنی
خواہش کے مطابق تو قرآن کی تاویل کرتا ہے — تیری وجہ سے روشن معنی پست اور کج ہو گئے ہیں

زیافت تاویل رکیک مگس

مکھی کی رکیک تاویل کا بودا پن

مانذ احوالت بداں طرفہ مگس — کو ہمی پنداشت خود را ہست کس
تیرے احوال اُس عجیب مکھی کی طرح ہیں — جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتی تھی

از خودی سرمست گشتہ بے شراب — ذرۂ خود را شمردہ آفتاب
جو بغیر پیے، تکبر کی وجہ سے مست ہو گئی تھی — جس نے اپنے ذرہ کو آفتاب سمجھ لیا تھا

وصفِ بازاں اشنیدہ در زماں — گفتہ من عنقائے وقتم بیگماں
اُس نے زمانہ میں بازوں کی تعریف سنی تھی — بولی بے شک میں اپنے وقت کا عنقا ہوں

لہ تحاتل۔ مجاہدہ میں دین کے احکام کا حامل تھا، اب جذبِ الٰہی، وصول الی اللہ کا سبب ہو گیا ہے۔
تا کنوں۔ یعنی فرمانبرداری کے بعد فرماں روائی کا مقام ملتا ہے۔ امیرِ اختر۔ بطور کرامت ستارہ پر حکمرانی کرتا ہے۔ انشق القمر۔ شقِ قمر کا معجزہ اس کی دلیل ہے۔ گفت۔ گفتگو نہاں۔ باطن۔ ہوا۔ خواہشِ نفسانی۔
سے تقفل۔ تالا۔ یعنی جب تک انسان پر خواہشِ نفسانی کا غلبہ ہے اُس پر علومِ ربانی کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ تاویل۔ پھیرنا، بدلنا، عبارت کی ظاہری مراد کو چھوڑ کر کوئی محتمل معنیٰ مراد لینا۔ بکر۔ باکے کسرہ سے، کنوارا، کنواری، محفوظ، قرآن کو بکر اسلئے کہا ہے کہ وہ شیطانوں کے تصرف سے محفوظ ہے۔
لہ ذکر۔ قرآن مجید۔ مان۔ صیغہ امر ہے، ماندن، بمعنیٰ گذاشتن کا۔ گرداں۔ پھیر دے۔ کژ۔ ٹیڑھا۔ سنی۔ روشن۔ مانند۔ مانستن کا مضارع ہے، مشابہ ہونا۔ طرفہ۔ عجیب، نادر۔ خودی۔ خود پسندی، تکبر۔ بازاں۔ باز کی جمع۔ عنقار۔ عین کے فتحہ کے ساتھ، کوئی خوبصورت پرندہ تھا جو اب معدوم ہو گیا ہے۔ معدوم کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

قصہ مگس و اندیشہ کردن

*آں مگس بر برگِ کاہ و بولِ خر
وہ مکھی گھاس کے تنکے اور گدھے کے پیشاب پر

گفت من کشتی دریا خوانده ام
بولی میں نے دریا کی کشتی کے بارے میں پڑھا ہے

اینک ایں دریا و ایں کشتی و من
یہ دریا اور یہ کشتی ہے اور میں ہوں

بر سرِ دریا ہمی راند او عَمَد
دریا پر وہ چپو چلا رہی تھی

بود بے حد آں جمیں نسبت بدو
اُس کے اعتبار سے وہ پیشاب لامحدود تھا

عالمش چنداں بود کش بنیش ست
اُس کا عالم بھی اتنا ہی ہے جسقدر اسکی نگاہ ہے

صاحبِ تاویلِ باطل چوں مگس
باطل تاویل کرنیوالا، مکھی کی طرح ہے

گر مگس تاویل بگذارد برائے
اگر مکھی رائے کی وجہ سے تاویل کرنا چھوڑ دے

آں مگس را بخت گرداند ہُمائے
تو نصیب اُس مکھی کو ہُما بنا دے

آں مگس بنود کش ایں غیرت بود
وہ مکھی نہیں ہے جس میں یہ غیرت ہو (کہ باطل تاویل کرے)

روحِ او نے در خورِ صورت بود
اُس کی روح اُس کی صورت کے موافق نہیں ہوتی ہے

ہمچو آں خرگوش کو بر شیر زد
اُس خرگوش کی طرح جس نے شیر پر حملہ کیا

رُوحِ او کے بود اندر خورِ قد
اُس کی روح، قد کے مطابق کب تھی؟

رنجیدن شیر از دیر آمدن خرگوش

خرگوش کے دیر میں آنے سے شیر کا رنجیدہ ہونا

ہمچو کشتی باں ہمی افراشت سَر
ملاح کی طرح شیخی بگھارتی تھی

مدّتے در فکرِ آں می ماندہ ام
ایک مدت تک میں اُسکی فکر میں رہی ہوں

مردِ کشتیباں و اہلِ رائے و فن
کشتی بان اور صاحب تدبیر و فن ہوں

مینمودش اینقدر بیروں ز حد
اور وہ اُس کو لا محدود نظر آتا تھا

آں نظر کو بیند آنرا راست کُو
اُس کی وہ نگاہ کہاں تھی کہ اُسکو صحیح طور پر دیکھتی

چشمِ چندیں بحر ہم چندیش ست
جتنی اُس کی آنکھ ہے، اتنا ہی اُس کا دریا ہے

وہم اُو بولِ خر و تصویرِ خَس
اُس کا خیال، گدھے کا پیشاب اور تنکے کی صورت ہے

آں مگس رائے بخت گرداند ہُمائے
تو نصیب اُس مکھی کو ہُما بنا دے

روحِ او نے در خورِ صورت بود
اُس کی روح اُس کی صورت کے موافق نہیں ہوتی ہے

رُوحِ او کے بود اندر خورِ قد
اُس کی روح، قد کے مطابق کب تھی؟

رنجیدن شیر از دیر آمدن خرگوش

شیر میگفت از سرِ تیزی و خشم
شیر، تندی اور غصہ سے کہہ رہا تھا

مکرہائے جبریانم بستہ کرد
جبر کا عقیدہ رکھنے والوں کے مکر نے مجھے مجبور کر دیا

کزرہ گوشم عدو بربست چشم
دشمن نے میرے گمان کے راستہ سے آنکھیں بند

تیغ چوبین شاں تنم راخستہ کرد
اُن کی لکڑی کی تلوار نے میرے جسم کو زخمی کر دیا

قصہ مگس و اندیشہ کردن

سر افراشتن۔ شیخی بگھارنا۔
خواندہ ام۔ یعنی کتابوں میں ذکر پڑھا ہے۔ عمد۔ چپو، یعنی وہ لکڑی جس کے ذریعہ کشتی چلائی جاتی ہے۔ چیتں۔ پیشاب، پاخانہ یہاں پیشاب مراد ہے۔
راست۔ ٹھیک۔ بینش۔ نگاہ۔ چندیں۔ اتنی سی۔ تاویلِ باطل۔ غلط معنی، یعنی زیغ میں مبتلا لوگ جو قرآن کی غلط تاویل کرتے ہیں اُن کے خیالات گدھے کے پیشاب اور تنکے کی طرح ہیں اور وہ خود مکھی جیسے ہیں۔
ہُما۔ ایک پرندہ ہے جو بہت مبارک سمجھا جاتا ہے، مشہور ہے کہ جس کے سر پر سے وہ گذر جائے بادشاہ ہو جاتا ہے۔
غیرت۔ یعنی دین کی ایسی غیرت ہو کہ تاویلِ باطل نہ کرے۔ روحِ او۔ یعنی اُس کی روح بلند ہوتی ہے، خواہ صورت اور علم ظاہری اتنا بلند نہ ہو۔
ہمچو۔ خرگوش کا قد تو چھوٹا تھا، لیکن اُس کی روح بلند تھی۔ کزرہ گوشم، یعنی دشمن نے ایسی باتیں سنائیں کہ میں عقل کا اندھا ہو گیا۔
جبریاں۔ جبر کا قائل، مراد شکاری جانور ہیں۔ چوبیں لکڑی کی، جانوروں کے دلائل کو لکڑی کی تلوار قرار دیا ہے۔

زیں پسش من نشوم آں دمدمہ
اس کے بعد میں اس مکر کو نہ سنوں گا

بانگِ دیوان ست و غولاں آں ہمہ
وہ سب شیطانوں اور بھوتوں کی آواز ہے

بر دراں اے دل تو ایشاں را مالیست
اے دل! تو ان کو پھاڑ ڈال، روک

پوستِ شاں برکن کہ غیر پوست نیست
اُنکی چمڑی اُدھیڑ دے وہ چھلکے کے سوا کچھ نہیں ہیں

پوست چہ بود گفتہائے رنگ رنگ
چھلکا کیا ہوتا ہے؟ رنگا رنگ باتیں

چوں زرہ بر آب کش بنود درنگ
جیسے پانی کی زرہ کہ وہ تھوڑی دیر بھی باقی نہیں رہتی

ایں سخن چوں پوست معنی مغز داں
یہ بات چھلکے کی طرح ہے، معنی کو مغز سمجھ

ایں سخن چوں نقش معنی ہمچو جاں
یہ بات صورت کی طرح ہے اور معنی جان کی طرح ہیں

پوست باشد مغز بدرا عیب پوش
چھلکا، خراب گری کا عیب پوش ہوتا ہے

مغز نیکو راز غیرت غیب پوش
اچھی گری کے لئے غیرت کی وجہ سے غائب رکھکر پوشیدہ رکھنے والا ہوتا ہے

چوں زباد ست قلم دفتر آب
جب تیرا قلم ہوا کا ہے اور دفتر پانی کا

ہر چہ بنویسی فنا گردد شتاب
تو جو کچھ لکھیگا وہ جلد فنا ہو جائیگا

نقش آب ست او وفا خواہی ازاں
وہ نقش بر آب ہے اگر تو اُس سے وفا چاہیگا

باز گردی دست ہائے خود گزاں
اپنے ہاتھ کو کاٹا ہوا (پشیمان) واپس لوٹیگا

باد در مردم ہوا و آرزوست
انسانوں میں ہوا، خواہش اور آرزو ہے

چوں ہوا بگذاشتی پیغام ہوست
جب تو نے خواہش کو ترک کیا (بس نبی) اللہ کا پیغام ہے

خوش بود پیغامہائے کردگار
خدا کے پیغام نباتات ہوتے ہیں

کو ز سر تا پائے باشد پائدار
جو سر سے پیر تک پائیدار ہوتے ہیں

خطبۂ شاہاں بگردد واں کیا
بادشاہوں کے خطبے اور اُن کی سرداری بدلجاتی ہے

جز کیا و خطبہ ہائے انبیا
بخلاف نبیوں کے خطبوں اور سرداری کے

زانکہ بوشِ بادشاہاں از ہواست
اسلئے کہ بادشاہوں کی کروفر خواہش نفسانی ہے

بارنامہ انبیا با کبریاست
انبیاء کی عزت خدا کی جانب سے ہے

از در مہا نامِ شاہاں برکنند
بادشاہوں کے نام دلوں سے مٹا دیتے ہیں

نامِ احمد تا قیامت میزنند
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام قیامت تک منقش کرتے ہیں

نامِ احمد نامِ جملہ انبیاست
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام، تمام انبیاء کا نام ہے

چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست
جب سو آئے تو نوّے بھی ہمارے سامنے ہے

سے پیش۔ بعد، پیچھے۔
دیواں۔ دیو کی جمع ہے۔ غول، چھلاوا۔ بر دراں۔ بر زیادہ ہے دراں، دراندن یعنی پھاڑنا سے بنا ہے۔ پوست کھال، چھلکا۔ زرہ۔ یعنی وہ لہریں جو بشکل زرہ پانی پر پیدا ہوتی ہیں ان کا بقا چند منٹ کا ہوتا ہے۔
پوست۔ چھلکا عیب کو چھپاتا ہے اور عمدہ مغز کو نظروں سے پوشیدہ رکھنے کا بھی کام کرتا ہے۔
سے شتاب۔ جلدی، یعنی نقش بر آب جلد فنا ہو جاتا ہے۔ نقش بر آب۔ ناپائیدار چیز۔ گزاں۔ گزیدن یعنی کاٹنا سے بنا ہے۔ ہوا خواہش نفسانی۔ ہو۔ باری تعالےٰ کی ذات کا اسم ہے۔ خوش۔ اچھا۔ کردگار۔ کرنیوالا، کام کا مالک۔
سے کیا۔ پہلوان اس شعر میں بمعنی ملکیت اور سرداری بولا گیا ہے۔
بوش۔ باء کے فتحہ کے ساتھ، کروفر، شان و شوکت بارنامہ۔ تجمل، تفاخر۔ کبریا۔ اللہ تعالےٰ۔ برکنند۔ نکال ڈالتے ہیں۔ میزنند۔ منقش کرتے ہیں۔ صد۔ نود۔ نون اور واؤ کے فتحہ کے ساتھ ننانوے، یعنی آنحضور کو انبیاء کا مجموعہ ہیں لہذا جیسا کہ سو کے ضمن میں ننانوے کا عدد موجود ہے اسی طرح م

ایں سخن پایاں ندارد اے پسر
اے بیٹا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

قصّۂ خرگوش گو و شیرِ نر
خرگوش اور نر شیر کا قصّہ سنا

ہم در بیان مکر خرگوش و تاخیر او در رفتن پیش شیر

یہ بیان بھی خرگوش کی چالاکی اور اس کا شیر کے سامنے دیر سے جانے کا ہے

در رسیدن[1] خرگوش بس تاخیر کرد
خرگوش نے جانے میں بہت دیر کی

مکر را با خویشتن تقریر کرد
اور اپنی حیلہ سازی کو ثابت کیا

در رہ آمد بعد تاخیرِ دراز
بہت دیر کے بعد راستہ پر پڑا

تا بگوشِ شیر گوید یک دو راز
تاکہ شیر کے کان میں ایک دو راز کہے

تا چہ عالمہاست[2] در سودائے عقل
دیکھو! عقل کے فکر میں کیا عالم ہیں

تا چہ با پہناستیں[3] دریائے عقل
دیکھو! یہ عقل کا دریا کتنا وسیع ہے

بحرِ بے پایاں[4] بُوَد عقلِ بشر
انسان کی عقل لامحدود سمندر ہے

بحر را غوّاص باید اے پسر
اے بیٹا! سمندر کے لئے غوطہ خور چاہیئے

صورتِ ما اندریں بحرِ عذاب
ہماری صورتیں اس سمندر میں

میدوَد چوں کاسہا بر روئے آب
اس طرح دوڑ رہی ہیں جس طرح پانی کی سطح پر پیالے

تا نشد پُر سر بسر دریاست طشت
جب تک بھرا نہیں، طشت دریا کے اوپر ہے

چونکہ پُر شد طشت در وے غرق گشت
جب طشت بھرا اس میں غرق ہوا

عقل پنہان ست و ظاہر عالمے
عقل مستور ہے اور عالم ظاہر ہے

صورتِ ما موج یا از وے نمے
ہماری صورت موج یا اس کی نمی ہے

ہر چہ صورت می وسیلت سازدش
جو موجود (متعین) ہے صورت اسکو وسیلہ بنا لیتی

زاں وسیلت بحر دور اندازدش[5]
اس وسیلہ کی وجہ سے سمندر اسکو دور پھینک دیتا ہے

تا نہ بیند دل، دہندہ راز را
جب تک دل، راز عطا کرنیوالے کو نہ دیکھ لے

تا نہ بیند تیر، دور انداز[6] را
جب تک کہ تیر، دور سے پھینکنے والے کو نہ دیکھ لے

ق

اسپ خود را یاوہ داند زشتیز
اپنے گھوڑے کو گم شدہ سمجھتا ہے اور جھگڑے کی وجہ سے

میدواند اسپ خود در راہ تیز
اپنے گھوڑے کو تیز دوڑاتا ہے

اسپِ خود را یاوہ داند آں جواد
وہ جوانمرد اپنے گھوڑے کو گم شدہ سمجھتا ہے

واسپ خود او را کشاں کردہ چو باد
اور گھوڑا اس کو ہوا کی طرح اڑائے لئے جا رہا ہے

---

[1] رسیدن۔ ہونا، جانا۔ تاخیر۔ دیر لگانا۔ تقریر۔ بیان کرنا، ثابت کرنا۔ تا۔ کلمۂ تنبیہ ہے۔ چہ۔ تفخیم کے لئے ہے۔ عقل۔ یعنی وہ قوتِ شعور جو حیوانات میں بھی ہے۔ بحر۔ سمندر۔

[2] بے پایاں۔ لامحدود غوّاص۔ غوطہ خور۔ صورت یعنی جسمِ انسانی۔ عذاب۔ شیریں، بحرِ عذاب سے مراد دریائے عقل در روح ہے۔ تا نشد پُر۔ جب تک اجسام روحانیت سے پُر نہیں ہوتے ہیں اُن پر مادّیت کا غلبہ رہتا ہے۔ عقل۔ دریائے عقل اگرچہ نظروں سے غائب ہے، لیکن جسم اسی کی ایک موج ہے۔ ہر چہ۔ مظاہر پرست جو تعیّنات کو وسیلہ بناتے ہیں دریائے وحدت سے دور جا پڑتے ہیں۔ دہندہ راز۔ رہنمائے کامل۔

[3] دور انداز۔ دور پھینکنے والا۔ یاوہ۔ بیہودہ، آوارہ، گم۔ ستیز۔ جنگ، جھگڑا۔ اسپ خود را۔ یعنی جب تک انسان کو روح کا مشاہدہ اور اس سے توسّل حاصل نہیں ہوتا تو وہ سمجھتا ہے کہ روح غیر موجود ہے تو اس کی مثال اس شہسوار کی ہے جو گھوڑے پر سوار ہو اور اپنے گھوڑے کو گم شدہ سمجھ رہا ہو۔ جواد۔ سخی،

در فغاں و جستجو آں خیرہ سر
وہ حیران فریاد اور جستجو میں ہے

ہر طرف پرسان و جویاں دربدر
ہر جانب پوچھنے والا اور دربدر تلاش کرنیوالا ہے

کانکہ دزدید اسپ ما را کو و کیست
جس شخص نے ہمارا گھوڑا چرایا ہے کہاں ہے کون ہے؟

ایں کہ زیر ران تست اینجا چیست
اے صاحب! یہ جو آپ کی ران تلے ہے یہ کیا ہے

آرے ایں اسپ است لیک آں اسپ کو
ہاں، یہ گھوڑا ہے، لیکن وہ گھوڑا کہاں ہے؟

باخود آ اے شہسوار اسپ جو
اے گھوڑے کی جستجو کرنیوالے شہسوار! ہوش میں آ

وصفہا را مستمع گوید براز
سننے والا، اس کی نشانیاں چپکے سے بتاتا ہے

تا شناسد مر مر اسپ خویش باز
تاکہ وہ اپنے گھوڑے کو پھر پہچان لے

جاں ز پیدائی و نزدیکی ست گم
جان، نمایاں اور قریب ہونیکی وجہ سے گم ہے

چوں شود پر آب لب خشکے چو خم
جس طرح مٹکا پانی سے بھرا ہوا اور کنارے خشک ہوں

در درونِ خود بیفزا درد را
اپنے اندر درد کو بڑھا

تا بہ بینی سبز و سرخ و زرد را
تاکہ سبز، سرخ اور زرد کو دیکھے

کے بہ بینی سرخ و سبز و لاجورا
تو سرخ اور سبز اور گلابی کو کب دیکھ سکیگا!

تا نہ بینی پیش ازیں سہ نورا
جب تک ان تین سے پہلے، نور کو نہ دیکھ لیگا

لیک چوں در رنگ گمشد ہوش تو
لیکن چونکہ تیرے ہوش رنگ میں گم ہو گئے ہیں

شد ز نور آں رنگہا روپوش تو
تو وہ رنگ، نور کی وجہ سے تیرے روپوش بنگئے ہیں

چونکہ شب آں رنگہا مستور بود
چونکہ وہ رنگ رات کو چھپے ہوئے تھے

پس بدیدی دیدِ رنگ از نور بود
لہٰذا تو نے دیکھ لیا رنگ کا دیکھنا نور کی وجہ سے تھا

نیست دیدِ رنگ بے نورِ بروں
رنگ کا دیکھنا۔ بیرونی روشنی کے بغیر نہیں ہوتا

ہم چنیں رنگ خیالِ اندروں
یہی حال اندرونی خیال کے رنگ کا ہے

ایں بروں از آفتاب و از سہاست
یہ باہر کی روشنی آفتاب اور سہا کی وجہ سے ہے

واں دروں از عکسِ انوارِ علاست
وہ باطنی روشنی عالمِ بالا کے انوار کے عکس سے ہے

نورِ نورِ چشمِ خود نورِ دل ست
خود بینائی کا نور، دل کا نور ہے

نورِ چشم از نورِ دلہا حاصل ست
بینائی کا نور دلوں کے نور سے حاصل ہوتا ہے

باز نورِ نورِ دل نورِ خدا ست
پھر دل کی بصیرت کا نور خدا کا نور ہے

کوز نورِ عقل و حس پاک و جدا ست
جو عقل اور حس کے نور سے پاک اور جدا ہے

سہ خیرہ سر۔ بدمزاج، حیران کو۔ کجا۔ کیست۔ کہاں ہے کون ہے۔ ہاں۔ وہ شہسوار اپنے گھوڑے سے اسقدر غافل ہے کہ اسکی علامتیں بیان کر دینے کے بعد بھی اس کو نہیں سمجھتا مستمع۔ سننے والا۔ پیدائی۔ ظاہر ہونا۔

سہ خم۔ مٹکا۔ یعنی روح، انتہائی نزدیکی اور ظہور کی وجہ سے مخفی ہو گئی ہے، کسی چیز کا انتہائی بدیہی ہونا اس کے مخفی ہونے کا سبب بنجاتا ہے اس لئے کہ ہر چیز اپنی انتہا کو پہونچکر اپنی ضد کی طرف منتقل ہو جاتی ہے جیسا کہ خوشی کی زیادتی رونے کا سبب بنجاتی ہے۔ سبز و سرخ۔ صوفیاء کے نزدیک لطائف غیبیہ مختلف رنگوں کے ہیں۔ لاجورد گلابی، سرخ مائل بسیاہی۔ نور۔ نور باطن جب تک پیدا نہ ہوگا، لطائف غیبیہ کے رنگ نظر نہ آئیں گے۔

ہوش۔ عقل۔ روپوش۔ نقاب، حجاب۔

سہ مستور۔ پوشیدہ۔ نیست۔ ظاہری رنگ دن کی روشنی کے بغیر نظر نہیں آتے، اسی طرح باطنی رنگ بغیر باطنی نور کے نظر نہیں آتے۔ بروں۔ ظاہری روشنی آفتاب اور سہاستارے کی وجہ سے اور نور باطنی عالمِ بالا کے انوار کا عکس ہے۔ م

م نورِ نورِ چشم یعنی بصیرت، بصیرت قلبی کا فیض ہے۔ باز یعنی بصیرت قلبی حاصل ہونے کے بعد۔ نورِ دل فیض ہے جو عقل و حس سے ایک جدا چیز ہے۔

شب نہ بُد[1] نور و ندیدی رنگ را
رات کو نور تھا اور تو نے رنگ نہ دیکھا

پس بضدِّ نور پیدا شد ترا
پس ضد (شب کی تاریکی) کی وجہ سے وہ نور نمایاں ہو گیا

شب ندیدی رنگ کاں بے نور بُود
رات کو تو نے رنگ نہ دیکھا کیونکہ وہ بے نور تھی

رنگ چہ بُود مُہرہ کور و کبود
رنگ کیا ہوتا ہے، ایک اندھا نیلا مسکا

کہ نظر بر نور بُود آنگہ برنگ
کیونکہ نور پر نظر تھی پھر رنگ پر

ضدّ بضدّ پیدا بُود چوں روم و زنگ
ایک مقابل دوسرے مقابل سے واضح ہوتا ہے جیسے رومی اور حبشی

دیدنِ نور ست آنگہ دیدِ رنگ
پہلے نور کا نظر آنا ہے پھر رنگ کا دیکھنا

وین بضدّ[2] نور دانی بے درنگ
اور اس کو تو نور کی ضد سے بغیر تامل سمجھتا ہے

پس بضدِّ نور دانستی تو نور
پس نور کی ضد سے تو نور کو پہچانا

ضدّ ضدّ را می نماید در صُدُور
ضد، ضد کو سینوں میں واضح کر دیتی ہے

رنج و غم را حق پے آں آفرید
اللہ تعالیٰ نے رنج کو اس لئے پیدا فرمایا ہے

تا بدیں ضد خوشدلی آید پدید
تاکہ اس ضد سے خوشدلی واضح ہو جائے

پس نہانیہا بضدّ پیدا شود
پس پوشیدہ چیزیں ضد سے واضح ہوتی ہیں

چونکہ حق را نیست ضدّے در وجود
اللہ کے نور کی بھی ضد وجود میں نہیں ہے

نور حق را نیست ضدّ پنہاں بُود
اللہ تعالیٰ کی چونکہ کوئی ضد نہیں ہے وہ پوشیدہ ہے

لاجرم اَبصارُنا لا تُدرِکُہٗ
یقیناً ہماری نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں

تا بضدّ او را تواں پیدا نمود
تاکہ ضد سے اسکو پہچانا جا سکے

صورت از معنی[3] چوں شیر از بیشۂ دال
صورت کی نسبت معنی سے ایسی ہے، جیسے شیر کی نسبت کچھار سے

وَ ہُوَ یُدرِکُ بیں از موسیٰ و کُہ
اور وہ ادراک کر لیتا ہے، حضرت موسیٰ اور پہاڑ کے

ایں سخن و آواز از اندیشہ خاست
یہ بات اور آواز خیال سے پیدا ہوئی

یا چو آواز و سخن زاندیشہ داں
یا جیسے بات اور آواز کی نسبت خیال سے ہے

لیک چوں موجِ سخن دیدی لطیف
لیکن جب تو نے بات کی موج کو پاکیزہ پایا

تو ندانی بحرِ اندیشہ کجاست
تجھے یہ معلوم بھی نہیں کہ خیال کا سمندر کہاں ہے؟

چوں ز دانش موج اندیشہ بتافت
جب عقل سے خیال کی موج اٹھی

بحرِ آں دانی کہ ہم باشد شریف
اس کے سمندر کے متعلق بھی تو نے سمجھ لیا کہ وہ بھی شاید

از سخن و آواز او صورت بساخت
اس نے بات اور آواز کی صورت اختیار کر لی

[1] نہ بُد۔ نہ بُود۔ ضدّ۔ مخالف، مقابل۔ پیدا ظاہر، نمایاں یعنی نور کا احساس ہمیں اس کی ضد رات کی وجہ سے ہوا۔ مُہرہ مسکا، ہار کا دانہ کور۔ اندھا کبود۔ نیلا، سیاہ رنگ، یعنی نور کے بدون کوئی رنگ نظر نہیں آتا۔

[2] ضد۔ مشہور مقولہ ہے، چیزیں اپنی نقیضوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ رنج۔ خوشی کی وضاحت رنج و غم کے ذریعہ ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ کا کوئی ند اور ضد نہیں ہے لہٰذا وہ نگاہوں سے مخفی ہے۔ لاجرم۔ لامحالہ یقیناً۔ ابصار۔ بصر کی جمع، بینائی۔ اِدراک۔ کسی چیز کی حقیقت معلوم کر لینا، کسی چیز کا احاطہ کر لینا۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھنے کی خواہش کی تو فرمایا گیا کہ تم دیکھ نہیں سکتے ذرا سی تجلی دکھائی تو پہاڑ پاش پاش ہو گیا اور حضرت موسیٰ بیہوش ہو گئے۔

[3] صورت۔ صورت اور معنی کی نسبت ایسی ہے جیسا کہ شیر اور اس کی کچھار یا آواز اور خیالات کی، ظاہر ہے کہ کچھار اور خیال ایک پائیدار چیز ہے اس کی نسبت شیر اور آواز جلد فنا ہونیوالی

ہیچ = کچھ نہیں۔ لطیف = پاکیزہ، نازک۔ فرنگ = ہرنگ، رسا نہ ہونا۔

از سخن[1] صورت بزاد و باز مُرد
بات سے صورت پیدا ہوئی اور پھر مر گئی

موج خود را باز اندر بحر بُرد
موج اپنے آپ کو پھر سمندر میں لیگئی

صورت از بے صورتے آمد بُرون
صورت ایک بے صورت سے پیدا ہوئی

باز شد کہ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون
پھر لوٹ گئی کہ ہم اُسی طرف لوٹنے والے ہیں

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتیست
پس تیرے لئے ہر لحظہ موت اور واپسی ہے

مُصطفیٰ[2] فرمودہ دُنیا ساعتیست
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا ایک گھڑی (اور آج ہے)

فکر ہا تیرے ست از ہُو در ہوا
ہمارا خیال ایک تیر ہے جو اللہ کی جانب سے ہوا میں ہے

در ہوا کے پاید آید تا خدا
ہوا میں کب تک ٹھہرے؟ خدا کی طرف لوٹتا ہے

ہر نفس[3] نو می شود دنیا و ما
ہر دم دنیا نئی ہو جاتی ہے، اور ہم

بے خبر از نو شدن اندر بقا
زندگی میں اُس کے نئے ہونے سے بے خبر ہیں

عمر ہمچوں جوئے نو نو میرسد
نہر کی طرح تیری عمر نئی نئی آتی رہتی ہے

مُستمرّے می نماید در جسد
جو جسم میں لگاتار نظر آتی ہے

آں ز تیزی مستمر شکل آمدست
تیزی کی وجہ سے وہ لگاتار شکل بنی ہے

چوں شرر کش تیز جُنبانی بدست
اُس انگارے کی طرح جس کو تو ہاتھ سے تیز گھمائے

شاخ آتش[4] را بجنبانی بساز
اگر تو جلتی لکڑی کو کوشش سے گھمائے

در نظر آتش نماید بس دراز
تو وہ بہت لمبی آگ نظر آئے گی

ایں درازی مدت از تیزی صُنع
ایجاد کی تیزی سے یہ بقا کا طول

مینماید سُرعت انگیزی صُنع
اللہ تعالیٰ کی ایجاد کی تیزی کو ظاہر کرتا ہے

طالب ایں سِر اگر علّامہ ایست
اِس راز کا طالب اگر کوئی علامہ ہے

نک حُسام الدین کہ سامی نامہ ایست
اب حسام الدین ہے، جو مشہور کتاب ہے

وصف او از شرح مُستغنی بُود
اسکی تعریف شرح سے بے نیاز ہے

رُو حکایت گو کہ بے گہ می شود
چل قصہ بیان کر کہ بے وقت ہوا جاتا ہے

رسیدن خرگوش بہ شیر و خشم شیر بر وے
خرگوش کا شیر کے پاس پہنچنا اور شیر کا اُس پر غصہ کرنا

شیر اندر آتش و در خشم و شور
شیر نے آگ اور غصہ اور شور میں

دید کاں خرگوش می آید ز دور
دیکھا کہ وہ خرگوش دور سے چلا آرہا ہے

[1] از سخن۔ آواز نکلتی ہے اور فنا ہو جاتی ہے جس طرح دریا کی موج اٹھتی ہے اور پھر دریا میں فنا ہو جاتی ہے۔ صورت۔ یعنی کلام اور آواز۔ بے صورت۔ یعنی خیال اور عقل۔ اِنّا اِلَیہ۔ یعنی ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ رَجعت۔ واپسی، دوبارہ زندہ ہونا۔ ساعت۔ گھڑی، وقت کا تھوڑا سا حصہ۔ ساعتے یعنی اِس دنیا میں تجدّدِ اَمثال ہوتا ہے ہر آن ایک چیز فنا ہوتی ہے اور اُس جیسی ہی اُس کے قائم مقام بنجاتی ہے۔ ہُو۔ اِسم ذات باری ہے اس کو بعض صاحبان نے اسم اعظم بھی قرار دیا ہے۔

[2] ہر نفس۔ صرف آواز اور کلام میں ہی نہیں دنیا کی ہر چیز میں تجدّدِ امثال ہو رہا ہے۔ جوئے نو۔ نئی نہر۔ مستمر۔ لگاتار، مسلسل رواں۔ ہمیشہ رہنے والا۔ جسد۔ جسم، بدن۔ تو نیا، یعنی ہر گھڑی پانی ہر آن بدل رہا ہے لیکن نظر میں ایک ہی پانی ہے اسی طرح عمر کی حالت ہے۔ شرر۔ چنگاری۔ شعلہ۔ کش۔ کرا۔ اش۔ جُنبانی۔ جنبانیدن (ہلانا) کا مضارع مخاطب ہے۔

[3] شاخ آتش۔ جلتی لکڑی ساز۔ بناوٹ۔ کوشش۔ ایک انگارے کو تیزی سے گھماؤ تو وہ شعلہ جو نظر آئیگا۔

میدوَد بے دہشت و گستاخ اُو
بے خوف، دلیرانہ وہ دوڑ رہا ہے

خشمگین و تند تیز و ترش رُو
غضبناک، تند اور تیز اور منہ بگاڑے

کز شکستہ[1] آمدن تہمت بُوَد
اِسلئے کہ انکسار سے آنا وجہ تہمت ہوتا

وز دلیری دفعِ ہر ریبت بُوَد
اور دلیری سے ہر تہمت کا دفعیہ ہوتا ہے

چوں سید اُو پیشتر نزدیک صف
جب وہ صف کے نزدیک آگے پہنچا

بانگ برزد شیر ہاں اے نا خلف
شیر چیخا کہ ہاں اے نا خلف!

من کہ گاواں را زہم بدریدہ ام
میں جس نے گایوں کو چیرا ہے

من کہ گوشِ شیرِ نر مالیدہ ام
میں جس نے نر شیروں کی گوشمالی کی ہے

نیم[2] خر گوشے چہ باشد کو چنیں
ناقص خرگوش کیا ہوتا ہے کہ اس طرح

امرِ ما را افگند اُو بر زمیں
وہ ہمارے حکم کو نیچے ڈال دے

ترکِ خواب و غفلت خر گوش کن
غفلت اور خواب خرگوش چھوڑ دے

عرّہ[3] ایں شیر اے خر گوش کُن
اے گدھے! اِس شیر کی گرج سُن

عذر گفتنِ خر گوش بہ شیر از تاخیر و لابہ کردن

تاخیر کی وجہ سے خرگوش کا شیر سے معذرت اور خوشامد کرنا

گفت خر گوش اَلاماں[4] عذرِ مَم[5] ہست
خرگوش نے کہا جان کی بخشش! میرا ایک عذر ہے

گر دہد عفو خداوندیت دست
اگر تیری مالکانہ خطا بخشی دستگیری کرے

باز گویم چوں تو دستوری دہی
اگر تو اجازت دے تو میں کہوں

تو خداوندی و شاہ و من رہی
تو مالک اور بادشاہ ہے اور میں غلام ہوں

گفت چہ عذر اے قصور[6] اِلمہاں
اُس نے کہا اے بیوقوفوں میں سے کمتر! کیا عذر ہے؟

ایں زماں آیند در پیشِ شہاں
بادشاہوں کے سامنے اِس وقت آتے ہیں؟

مُرغِ بے وقتی سَرت باید بُرید
تو بے وقت کا مرغ ہے تیرا سر قلم کرنا چاہئے

عُذرِ احمق را نمی باید شنید
احمق کے عذر کو نہ سننا چاہئے

عُذرِ احمق بدتر از جُرمش بُوَد
احمق کا عذر، اس کے جرم سے بھی بدتر ہوتا ہے

عُذرِ ناداں زہرِ ہر دانش شود
ناسمجھ کا عذر، ہر عقل کا زہر ہوتا ہے

عُذرت اے خر گوش از دانش تہی
اے بے عقل خرگوش! تیرا عذر

من نہ خر گوشم کہ در گوشم نہی
میں گدھے کا کان نہیں ہوں کہ تو عذر سنا سکے

---

[1] شکستہ - بدحال، انکسار
[2] تہمت - الزام - ریبت - شک و شبہ، یہ شعر مولانا کا مقولہ ہے - ہاں - حرفِ تنبیہ ہے - ناخلف - وہ شخص جو بزرگوں کا صحیح جانشین نہ ہو -
[3] نیم - آدھا، ناچیز، ناقص، خواب خرگوش - کچھوے اور خرگوش کی مشہور کہانی کی طرف اشارہ ہے - عرّہ - گرج - خر - گدھا - لابہ - خوشامد، چاپلوسی -
[4] اَلاماں - جان بخشی - عذرِیم - میرا عذر - دست داون - دستگیری کرنا - دستوری - اجازت - رَہی - غلام، خادم -
[5] قصور - اِلمہاں - بیوقوفوں میں سے سب سے کم، حقیر
[6] مُرغِ بے وقت - مُرغ بے ہنگام، وہ مُرغ جو بے وقت اذان دے ایسے مُرغ کو ذبح کر دیا جاتا ہے تاکہ غیر وقت میں صبح صادق کا دھوکہ نہ لگے - خر گوش - گوشِ خر - از دانش تہی - عقل سے خالی، بے عقل -

گفت اے شہ ناکسے[1] را کس شمار
اُس نے کہا، اے شاہ! نالائق کو لائق سمجھ کر

عُذرِ اِستم دیدگاں را گوش دار
مظلوموں کا عذر سُن لے

خاص از بہر زکوٰۃِ جاہِ خود
خاص طور پر، اپنے مرتبہ کے صدقہ میں

گمرہے را تو مراں از راہِ خود
ایک گمراہ کو اپنے راستہ سے نہ ہٹا

بحر کو آبے بہر جُو می دہد
وہ دریا جو ہر نہر کو پانی دیتا ہے

ہر خسے را بر سرِ و رُو[2] می نہد
اور ہر تنکے کو سر اور مُنہ پر رکھتا ہے

کم نخواہد گشت دریا زیں کرم
اُس کرم کی وجہ سے دریا کم نہ ہوگا

از کرم دریا نگردد بیش و کم
کرم کی وجہ سے، دریا کا کچھ گھٹنا بڑھنا نہیں ہے

گفت دارم من کرم بر جا[3] اُو
اُس نے کہا میں اُسکے موقع پر کرم کرتا ہوں

جامۂ ہر کس بُرم[4] بالائے اُو
ہر شخص کا کپڑا اُس کے قد کے مطابق تراشتا ہوں

گفت بشنو گر نباشد جائے لُطف
اُس نے کہا سن لے، اگر مہربانی کا موقع نہ ہوگا

سر نہادم پیش اژدرہائے عُنُف[5]
میں سختی کے اژدھے کے سامنے سر دھرتا ہوں

من بوقتِ چاشت[6] در راہ آمدم
میں چاشت کے وقت راستہ پر پڑا

با رفیقِ[7] خود سوئے شاہ آمدم
اپنے ساتھی کے ساتھ شاہ کی جانب آنے لگا

با من از بہر تو خر گوشے دگر
تیرے لئے، میرے ساتھ ایک دوسرا خرگوش

جُفت[8] و ہمرہ کردہ بودند آں نفر[9]
اُس جماعت نے ساتھ کر دیا تھا

شیرے اندر راہ قصدِ بندہ[10] کرد
راستہ میں ایک شیر نے بندے کا قصد کیا

قصدِ ہر دو ہمرہِ آئندہ کرد
(بلکہ) ہم دونوں ساتھ آنے والوں کی طرف

گفتمش ما بندۂ شاہنشہیم
میں نے اُس سے کہا ہم بادشاہ کے غلام ہیں

خواجہ تاشان[11] کہ آں درگہ ہیم
ہم دونوں اُس درگاہ کے ادنیٰ حاضر باش ہیں

گفت شاہنشہ کہ باشد شرم دار
اُس نے کہا، شہنشاہ کون ہوتا ہے، شرم کر

پیشِ من تو نامِ ہر ناکس مبار
میرے سامنے تو کسی نالائق کا نام نہ لے

ہم ترا و ہم شہت را بر درم
تجھے اور تیرے بادشاہ کو بھی پھاڑ ڈالوں گا

گر تو با یارت بگردی از برم
اگر تو اپنے ساتھی کے ساتھ میرے سامنے سے گیا

گفتمش بگذار تا بارِ دگر
میں نے اُس سے کہا، چھوڑ دے تاکہ ایک بار

روئے شہ بینم، برم[12] از تو خبر
بادشاہ کا چہرہ دیکھ لوں اور تیری اطلاع کر دوں

---

[1] ناکس۔ نالائق۔ اِستم۔ ستم، ظلم، الف زیادہ ہے۔ اِستم دیدگاں۔ مظلوم لوگ۔ جاہ۔ رُتبہ۔ گمراہ۔ یعنی خرگوش۔ بحر۔ دریا، سمندر۔ جُو۔ نہر۔ خس۔ تنکا، کمینہ
[2] بر سر و رُو نہادن۔ عزت کرنا۔ کرم۔ احسان برجا۔ موقع پر۔ بُرم۔ بُریدن بمعنیٰ قطع کرنا ہے۔ اژدہا۔ اژدرہا۔ جمع اژدہا۔
[3] عُنُف۔ عین کے ضمہ کے ساتھ، سختی، درشتی
[4] چاشت۔ ایک پہر دن چڑھے۔ رفیق۔ سفر کا ساتھی۔ شاہ۔ یعنی شیر
[5] جُفت۔ جوڑا، جوڑی دار
[6] نفر۔ جماعت، مراد شکاری جانور تیتر۔ بندہ۔ غلام، یعنی خرگوش۔
[7] خواجہ تاش۔ ایک آقا کے اگر چند نوکر ہوں تو ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلائیگا۔ ناکس۔ نالائق۔ بندۂ ستم۔ بُرزیادہ ہے، ذرم دریدن کا واحد متکلم ہے۔ گردی۔ گردیدن سے مخاطب کا صیغہ ہے۔

گفت ہمرہ را اگر و نہ پیش من
اُس نے کہا، ساتھی کو میرے پاس گردی رکھ دے

ورنہ قربانی تواند کیش من
ورنہ تو میرے مذہب میں قربان ہے

لابہ کرد کیش بسے سُودے نہ کرد
میں نے اُس کی بہت خوشامد کی، فائدہ نہ دیا

یارِ من بستد مرا بگذاشت فرد
میرے یار کو پکڑ لیا، مجھے اکیلا چھوڑ دیا

ماند آں ہمرہ گرو در پیش اُو
وہ ساتھی اُس کے پاس گردی رہ گیا

خوں رواں شد از دلِ بیہوشِ اُو
اُس کے مدہوش دل سے خون بہنے لگا

یارم از زفتی سہ چندان بُد کہ من
میرا یار میرے اعتبار سے تگنا تھا

ہم بلطف و ہم بخوبی ہم بہ تن
پاکیزگی میں بھی اور خوبی میں بھی اور بدن میں بھی

بعد ازیں زاں شیر آں رہ بستہ شد
اِس کے بعد اُس شیر کی وجہ سے راستہ بند ہو گیا

حالِ ما ایں بود با تو گفتہ شد
ہمارا حال یہ تھا جو تجھ سے کہہ دیا گیا

از وظیفہ بعد ازیں امید بُر
اِس کے بعد روزینے سے امید منقطع کر لے

حق ہمی گویم ترا الحق مُر
تجھ سے سچ کہتا ہوں، سچی بات کڑوی ہوتی ہے

گر وظیفہ بایدت رہ پاک کُن
اگر تجھے روزینہ چاہیئے تو راستہ صاف کر دے

ہیں بیا و دفع آں بیباک کُن
ہاں آ اور اُس بے شرم کو دفع کر دے

جواب گفتن شیر خرگوش را و رواں شدن با اُو

شیر کا خرگوش کو جواب دینا اور اس کے ساتھ روانہ ہونا

گفت بسم اللہ بیا اُو کجاست
اِس نے کہا بسم اللہ، آ، میں دیکھوں وہ کہاں ہے؟

پیش رَو شو گر ہمی گوئی ترا راست
اگر تو سچ کہتا ہے تو آگے آگے چل

تا سزائے اُو و صد چوں اُو دہم
تاکہ اس کو (بلکہ اس جیسے سَو کو) سزا دوں

ور دروغ ست ایں سزائے تو دہم
اور اگر یہ جھوٹ ہے، تجھے سزا دوں

اندر آمد چوں قلاوز بہ پیش
وہ رہبر کی طرح آگے آیا

تا بَرد اُو را بسوئے دامِ خویش
تاکہ اُس کو اپنے جال کی جانب لے جائے

سوئے چاہے کو نشانش کردہ بود
ایک کنوئیں کی جانب جس کا اُس نے پہلے پتہ لگا لیا تھا

چاہِ مُغ را دامِ جانش کردہ بود
گہرے کنوئیں کو اُس کی جان کا جال بنا رکھا تھا

میشد ند ایں ہر دو تا نزدیکِ چاہ
دونوں کنوئیں کے نزدیک تک جا پہنچے

اینت خرگوشے چو آب زیرِ کاہ
واہ واہ خرگوش، گویا گھاس کے نیچے کا پانی ہے

لہ گرو۔ گروی۔ کیش۔ مذہب، دین۔ لابہ۔ خوشامد، چاپلوسی۔ فرد۔ اکیلا۔ ہمرہ۔ یعنی دوسرا خرگوش۔ زفتی۔ فربہی، موٹاپا۔
سہ چنداں۔ تگنا۔ بُد۔ ہُوا۔ مخفف ہے۔ کت۔ کہ ترا۔ وظیفہ۔ روزینہ۔ اُلحق مُر۔ سچی بات کڑوی ہے۔ بیباک۔ بے پروا۔
صد۔ سَو۔ دروغ۔ جھوٹ۔ قلاوز۔ بدرقہ، رہبر، پیشرو۔ تا۔ سببیہ ہے دام۔ جال۔ مُغ۔ میم کے فتحہ کے ساتھ، گہرا۔ اینست۔ الف کے کسرہ اور نون غنہ کے ساتھ، واہ واہ آبِ زیرِ کاہ۔ مکر اور دھوکے میں فریبِ لشکال ہے، ناواقف آدمی اُس پر گھاس سمجھ کر قدم رکھتا ہے اور ڈوبتا ہے۔

آب کاہے راز ہاموں[1] می برد
پانی ایک مٹکے کو جنگل سے بہا لیجاتا ہے

آب کوہے را عجب چوں میبرد
تعجب ہے، پانی ایک پہاڑ کو کس طرح بہا لے جا رہا ہے

دامِ مکر اُو کمندِ شیر بود
اُس کے مکر کا جال شیر کا پھندا تھا

طرفہ خرگوشے کہ شیرے را ربود
عجب خرگوش تھا کہ شیر کو ایک نے لیا

موسیِ فرعون را تا رُود نیل
ایک موسیٰ فرعون کو دریائے نیل تک

میکشد با لشکر و جمع ثقیل
لشکر اور بھاری مجمع کے ساتھ لیجا رہے ہیں

پشۂ نمرود[2] را با نیم پر
مچھر، آدھے پر کے ساتھ نمرود کو

میشگافد میرود تا مغز سر
شگاف دیتا ہے اور سر کے بھیجے تک جاتا ہے

حال آں کو قولِ دشمن را شنود
(یہ ہے) اُس کی حالت جس نے دشمن کی بات سُنی

بیں جزائے آنکہ شد یارِ حسود
دیکھ اُس کی سزا جو دشمن کا دوست بنا

حالِ فرعونے کہ ہاماں را شنود
یہی حال اُس فرعون کا ہے جس نے ہامان کی شنوائی کی

حالِ نمرودیکہ شیطاں را ستود
اور یہی حال اُس نمرود کا ہے جس نے شیطان کی تعریف کی

دشمن ار چہ دوستانہ گویدت
دشمن اگرچہ تجھ سے دوستانہ بات کرے

دامِ داں گرچہ زدانہ گویدت
جال سمجھ اگرچہ وہ تجھ سے دانہ کہے

گر ترا قندے دہد آں زہرداں
اگر تجھے شکر دے، اُس کو زہر سمجھ

گر بتو لُطفے کند آں قہر داں
اگر تجھ پر مہربانی کرے، اُس کو قہر سمجھ

چوں قضا آید نہ بیند غیر پوست[3]
جب قضا آتی ہے چھلکے کے علاوہ کچھ نہ دیکھے گا

دشمناں را باز نشناسی ز دوست
دشمنوں اور دوستوں میں امتیاز نہ کر سکے گا

چوں چنیں شد ابتہال آغاز کن
جب ایسا ہو گڑگڑانا شروع کر دے

نالہ و تسبیح و روزہ ساز کن
زاری اور تسبیح اور روزے کا سامان کر

نالہ میکن کاے تو علّامُ الغیوب[4]
رُدکہ اے (خدا) تو جو غیب کا جاننے والا ہے

زیرِ سنگِ مکر بد مارا مکوب
ہمیں بُرے مکر کے پتھر کے نیچے نہ کچل

یا کریمَ العفو ستّارَ العیوب
اے معافی کے داتا، عیبوں کی پردہ پوشی کرنیوالے

انتقام از ما مکش اندر ذنوب[5]
گناہوں کا ہم سے بدلہ نہ لے

آنچہ در کونست[6] از اشیا بہر چہ ہست
موجودات میں سے جو چیزیں بھی دنیا میں ہیں

وانما جانرا بہر حالت کہ ہست
دل پر اُس حالت میں ظاہر کر دے جس پردہ میں

---

[1] ہامون۔ جنگل۔ کوہ۔ یعنی شیر۔ موسیٰ۔ یعنی خرگوش۔ فرعون۔ یعنی شیر، ولید بن مصعب جو فرعون کے لقب سے مشہور ہے، حضرت موسیٰؑ کے تعاقب میں نیل میں غرق ہو گیا تھا۔ جمع۔ مجمع۔ ثقیل۔ بھاری۔

[2] نمرود۔ ایک بادشاہ کا لقب ہے۔ جو بابل (عراق) کے علاقہ کا حاکم تھا اور خدائی کا مدعی تھا اُس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ خدا نے اُس کو ایک مچھر کے ذریعہ ہلاک کیا، مچھر اُس کے دماغ میں گھس گیا جو اُس کی موت کا سبب بنا۔ حسود۔ حسد کرنیوالا۔ ہامان۔ فرعونِ مصر کے وزیر کا نام جس نے گمراہ کیا تھا۔ ستود۔ نمرود شیطان کا مداح اور اُسکا پجاری تھا۔ دامِ داں۔ یعنی اُس کی بات کو الٹا سمجھ قند۔ شکر۔ لطف۔ مہربانی۔

[3] غیر پوست یعنی انسان اصل معاملہ تک نہیں پہونچ سکتا۔ ابتہال۔ گڑگڑانا۔ ساز کن۔ سامان کر۔ علّام الغیوب۔ غیب کی باتوں کا جاننے والا۔

[4] مکوب۔ کوفتن، کوٹنا سے نہی کا صیغہ ہے۔ کریم۔ جوانمرد۔ سخی، گناہ بخشنے والا۔ ذنوب۔ ذنب کی جمع ہے، گناہ۔ کون۔ دنیا۔

[5] جہاں تک آنکھ کام کرتی ہے ظاہر ہوتا ہے۔

گر بسگی کردیم اے شیر آفریں — شیر را مگمار بر ما زیں کمیں
اے شیر کو پیدا کرنے والے اگرچہ ہم نے کمائی کیا ہے — اس گھات کی جگہ سے شیر کو ہم پر مسلط نہ کر

آبِ خوش را صورتِ آتش مدہ — اندر آتش صورتِ آبی منہ
اچھے پانی کو، آگ کی صورت میں نمایاں نہ کر — آگ میں پانی کی صورت نہ رکھ

از شرابِ قہر چوں مستی دہی — نیستہا را صورتِ ہستی دہی
قہر کی شراب سے جب تو مست کر دیتا ہے — معدوم چیزوں کو موجود کی صورت دیدیتا ہے

چیست مستی بندِ چشم از دیدِ چشم — تا نماید سنگ گوہر پشم پشم
مستی کیا ہے؟ آنکھ کا آنکھ کے دیکھنے سے بند ہونا — یہانتک کہ پتھر موتی اور اون، ایشب نظر آئے

چیست مستی محو ہا مبدل شدن — چوب گز اندر نظر صندل شدن
مستی کیا ہے؟ حسون کا بدل جانا — جھاؤ کی لکڑی کا نگاہ میں صندل ہو جانا

قصہ سلیمان علیہ السلام و ہدہد و بیان آنکہ چوں قضا آید چشم ہا بندہ شود

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ہدہد کا قصہ اور اس کا بیان کہ جب قضا آتی ہے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں

چوں سلیمانؑ را سرا پردہ زدند — جملہ مرغانش بخدمت آمدند
جب حضرت سلیمان کا خیمہ لگایا گیا — تمام پرندے خدمت میں حاضر ہوئے

ہمزبان و محرم خود یافتند — پیش او یک یک بجان بشتافتند
اُن کو اپنا ہم زبان اور محرم پایا — ایک ایک کر کے دل و جان سے انکے سامنے دوڑے

جملہ مرغاں ترک کردہ چیک چیک — با سلیمانؑ گشتہ افصح من اخیک
تمام پرندوں نے چیں چیں چھوڑ کر — حضرت سلیمان کے ساتھ تیرے بھائی سے بھی زیادہ

ہمزبانی خویشی و پیوندی ست — مرد با نامحرماں چوں بندی ست
ہمزبانی، قرابت اور رشتہ داری ہے — انسان، نامحرموں کے ساتھ قیدی جیسا ہے

اے بسا ہندو و ترک ہمزباں — اے بسا دو ترک چوں بیگانگاں
اے بہت سے ہندو اور ترک ہمزبان — اے (مخاطب) دو ترک بیگانوں کی طرح ہیں

پس زبانِ محرمی خود دیگر ست — ہم دلی از ہم زبانی بہتر ست
محرمی کی زبان دوسری ہے — ہم دلی، ہم زبانی سے بہتر ہے

غیرِ نطق و غیرِ ایما و سجل — صد ہزاراں ترجماں خیزد ز دل
بغیر بولے اور بغیر اشارے اور لکھنے کے — دل سے لاکھوں ترجمان پیدا ہو جاتے ہیں

سجنی۔ کمائی۔ مکمار۔ گماشتن بمعنی مقرر کرنا سے نہی کا صیغہ ہے۔ کمین۔ گھات کی جگہ۔ آبِ خوش یعنی جو حقیقت ہے وہ ہم پر واضح کر دے۔ نفس کی خواہش کی وجہ سے ہم مضر چیز کو مفید نہ سمجھیں۔ مستی۔ دیوانگی نیستہا۔ غیر موجود چیزیں ہستی۔ وجود، موجودگی ۲ بندِ چشم۔ بستگیِ چشم۔ پشم۔ اون۔ پشم۔ سبز رنگ کا قیمتی پتھر ہے۔ جس کو عربی میں یشب کہتے ہیں۔ گز۔ جھاؤ، کپڑا وغیرہ ناپنے کا آلہ۔ سلیمانؑ مشہور نبی ہیں۔ جن کی حکومت جن و انس پر تھی اور وہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے۔ سرا پردہ خیمہ۔ محرم۔ میم اور راء کا فتحہ ہے، واقف کار، رازدار۔ ۳ چیک چیک۔ پرندوں کا چہچہانا۔ افصح۔ زیادہ خوش گفتار۔ اخیک۔ تیرے بھائی سے خویشی۔ قرابت۔ پیوند۔ رشتہ داری۔ بندی۔ قیدی، گرفتار۔ ہندو۔ ہندوستانی۔ ترک۔ ترکستان کا رہنے والا جو خوشرنگ ہوتا ہے۔ محرمی۔ ہمراز ہونا۔ ہمدلی۔ قلبی یگانگت۔ نطق۔ گویائی۔ ایما۔ اشارہ۔ سجل۔ سین اور جیم کے کسرہ اور لام ۴ کی تشدید کے ساتھ، تحریر، کتاب، صحیفہ۔

جملہ مُرغاں ہر یکے اَسرارِ خود — از ہُنر واز دانش واز کارِ خود
تمام پرندوں میں سے ہر ایک اپنے راز ق ہنر اور عقل اور اپنے کام

با سلیماں یک بیک وا می نمود — از برائے عَرضہ خود را می ستود
حضرت سلیمان علیہ السلام سے ایک ایک کے ظاہر پیش کرنے کے لئے اپنی تعریف کرتا تھا

از تکبّر نے واز ہستیِ خویش — بہرِ آں تا رہ دہد اُورا بہ پیش
نہ تکبر سے، اور نہ اپنی خودی سے اس لئے کہ وہ اپنی پیشی کا راستہ دیدیں

چوں بیاید بَردہ را خواجہ — عَرضہ دارد از ہُنر دیباجہ
جب کسی غلام کے پاس کوئی آقا آتا ہے وہ ہنر کا رُخسار پیش کرتا ہے

چونکہ دارد از خریداریش ننگ — خود کند بیمار و کَر و شَل و لَنگ
جب وہ اس کی خریداری کو ذلت سمجھتا ہے اپنے آپ کو بیمار اور بہرا اور لولا اور لنگڑا بنا لیتا ہے

نوبتِ ہُدہُد رسید و پیشہ اش — واں بیانِ صَنعت و اندیشہ اش
ہُدہُد اور اُس کے پیشے کی باری آئی تو اُس کی کاریگری اور تدبیر کا بیان ہوا

گفت آے شہ یک ہُنر کاں کہتر ست — باز گویم گفتِ کوتہ بہتر ست
اُس نے کہا اے شاہ! ایک ہنر جو چھوٹا ہے کہتا ہوں، مختصر بات بہتر ہے

گفت بر گو تا کدام ست آں ہُنر — گفت من آنگہ کہ باشم اوج بَر
اُنہوں نے کہا، کہہ وہ ہنر کونسا ہے؟ اُس نے کہا جس وقت میں بلندی پر ہوتا ہوں

بنگرم از اَوج با چشمِ یقیں — می بہ بینم آب در قعرِ زمیں
بلندی سے، یقین کی آنکھ سے دیکھتا ہوں زمین کی گہرائی میں پانی کو دیکھ لیتا ہوں

تا کجا ایست و چہ عُمقش چہ رنگ — از چہ میجوشد زخاکے یا ز سنگ
کہ کہاں ہے اُس کی کتنی گہرائی ہے، کیا رنگ ہے؟ کس چیز میں سے اُبل رہا ہے مٹی سے یا پتھر سے؟

اے سلیماں بہرِ لشکر گاہ را — در سفر میدار ایں آگاہ را
اے سلیمان! فوجی کیمپ کے لئے سفر میں اِس باخبر کو ساتھ رکھ

پس سلیماں گفت مارا شو رفیق — در بیاباں ہائے بے آب اے شفیق
پس حضرت سلیمانؑ نے کہا، ہمارا سفر کا ساتھی بنجا اے مہربان! بے آب جنگلوں میں

تا بیابی بہرِ لشکر آب را — در سفر سقا شوی اَصحاب را
تاکہ تو لشکر کے لئے پانی دریافت کرے ساتھیوں کے لئے، سفر میں سقا بنجائے

لے اَسرار۔ سِرّ کی جمع، راز
کارِ خود۔ پیشہ۔ عَرضہ۔ عین کے فتحہ کے ساتھ، پیش کرنا۔ ہستی۔ خودی، غرور۔ بَردہ۔ غلام۔ خواجہ۔ مالک، آقا۔ دیباچہ۔ چہرہ، رُخسار، کتاب کا شروع۔
لے ننگ۔ شرم، ذلت۔ کَر۔ بہرا۔ شَل۔ لنجا، جس کے ہاتھ پیر بیکار ہو گئے ہوں لنگ۔ لنگڑا۔ ہُدہُد۔ کھٹ کھٹ بڑھیا، صنعت ہنر، کاریگری، اندیشہ۔ خیالات۔ کوتہ۔ کوتاہ، مختصر۔
لے اَوج۔ بلندی۔ قعر گہرائی۔ عمیق۔ گہرا۔ لشکر گاہ۔ فوجی کیمپ۔ آگاہ۔ واقف، تجربہ کار۔ رفیق۔ سفر کا ساتھی، ساتھی۔ شفیق۔ مہربان۔ سقا۔ پانی پلانیوالا۔ اصحاب۔ یعنی لشکر والے۔

ہمرہِ ما باشی و ہم پیشوا
ہمارا ساتھی اور نیز پیشرو بن

تا کُنی تو آب پیدا بہرِ ما
تاکہ تو ہمارے لئے پانی مہیا کر دے

باش ہمراہِ من اندر روز و شب
دن رات ہمارے ساتھ رہ

تا نہ بیند از عطش[1] لشکر تعب
تاکہ لشکر، پیاس سے تکلیف نہ اٹھائے

بعد ازاں ہُدہُد بدو ہمراہ بود
اُس کے بعد ہُدہُد ان کے ساتھ تھا

زانکہ از آبِ نہاں آگاہ بود
اِس لئے کہ وہ چھپے پانی سے باخبر تھا

طعنہ زدنِ زاغ در دعویِ ہُدہُد

کوّے کا ہُدہُد کے دعوے میں طعنہ زنی کرنا

زاغ چوں بشنود آمد از حسد
جب کوّے نے سنا، حسد کی وجہ سے آیا

با سلیمانؑ گفت کو کژ گفت و بد
(حضرت سلیمانؑ سے کہا کہ اس نے غلط اور غیر مناسب

از ادب نبود بہ پیشِ شہ مقال[2]
بادشاہ کے سامنے بات کرنا خلافِ ادب ہے

خاصہ خود لاف دروغ[3] و ظن و محال[4]
خصوصاً جھوٹی شیخی اور ناممکن باتیں)

گر مر اُورا ایں نظر بودے مُدام[5]
اگر اُس کی ہمیشہ یہ نظر ہوتی

چوں ندیدے زیرِ مشت خاک دام
ایک مٹھی مٹی کے نیچے جال کیسے دیکھ لیتا

چوں گرفتار آمدے در دامِ او
جال میں وہ کیوں پھنستا

چوں قفس اندر شدے ناکام او
ناکام ہو کر وہ کیوں پنجرے میں ہوتا

پس سلیمانؑ گفت کاے ہُدہُد رواست
پھر حضرت سلیمان نے کہا اے ہدہد کیا مناسب ہے؟

کژ تو در اوّل قدح ایں دُرد خاست
تیرے پہلے ہی پیالے میں یہ تلچھٹ نکلے

چوں نمائی مست خویش اے خورده دروغ
اے چھلا چھ پیتے ہوئے! اپنے آپکو مست کیوں دکھا رہا ہے

پیشِ من لافے زنی آنگہ دروغ
میرے سامنے شیخی مارتا ہے وہ بھی جھوٹ

جواب گفتنِ ہُدہُد مر سلیمانؑ را در ین طعنہ

اِس طعنہ کے بارے میں ہدہد کا حضرت سلیمان علیہ السلام کو جواب دینا

گفت اے شہ بر من عور و گدا
اس نے کہا اے شاہ! مجھ ننگے اور فقیر کے خلاف

قولِ دشمن مشنو از بہرِ خدا
خدا کے لئے دشمن کی بات نہ سُن

گر بطلان ست دعویٰ کردنم
اگر میرا دعویٰ کرنا غلطی سے ہے

من نہادم سر ببُر از گردنم
میں نے سر رکھ دیا اس کو گردن سے قلم کر دے

[1] عطش - پیاس۔ تعب - رنج، تھکن۔ بدو - اصل میں باد تھا۔ الف کو دال سے بدل لیا جاتا ہے۔ زاغ - کوّا۔ کو - کراو - کژ - کج، غلط۔ مقال - گفتگو۔ خود - زیادہ ہے۔ لاف - گپ، شیخی کی بات۔

[2] دروغ - دروغ، جھوٹ۔ یا اور لون نسبت کا ہے جیسے زرّیں، بلوریں میں ہے۔ محال - ناممکن، باطل۔ مُدام - ہمیشہ۔ دام - جال۔ قفس - پنجرا۔ قدح - قاف اور دال کے فتحہ کے ساتھ، پیالہ۔ دُرد - دال کے ضمہ کے ساتھ، تلچھٹ، گاد۔ دوغ - مکھن نکالا ہوا دودھ، چھاچھ۔ لاف - گپ۔ دروغ - جھوٹ۔ عور - عین کے ضمہ کے ساتھ، برہنہ، ننگا۔ سر نہادن - سر رکھنا، اطاعت کرنا۔

زاغ کو حکمِ[1] خدا را مُنکر ست
کوّا جو کہ خدا کی قضا کا مُنکر ہے

گر ہزاراں عقل دارد کافر ست
اگر لاکھ عقل رکھتا ہو، کافر ہے

در تو تا کافے بود از کافراں
اگر تجھ میں کافروں کا ایک کاف ہو

جائے گند و شہوتی چوں کافراں
تو گندگی اور شہوت کا مقام ہے شرمگاہ کی طرح

من ببینم دام را اندر ہوا
میں ہوا میں سے جال کو دیکھتا ہوں

گر نپوشد چشم عقلم را قضا
اگر میری عقل کی آنکھ کو قضا بند نہ کر دے

چوں قضا آید شود دانش نخواب
جب قضا آتی ہے، عقل سو جاتی ہے

مہ سیہ گردد بگیرد آفتاب
چاند کالا ہو جاتا ہے، سورج گرہن ہو جاتا ہے

از قضا ایں تعبیہ[2] کے نادر ست
قضا سے یہ چھپانا کب نئی بات ہے؟

از قضا داں کو قضا را مُنکر ست
یہ بھی قضا ہے سمجھ کر وہ قضا کا منکر ہے

قصۂ آدم علیہ السلام و بستن قضا نظرِ او را از مراعات

حضرتِ آدم علیہ السلام کا قصہ اور قضا کا اُن کی آنکھ کو بند کر دینا صاف ممانعت کی نگاہداشت سے

صریح نہی و ترکِ نہی و تاویل

اور ممانعت کو ترک کرنا اور تاویل کرنا

بُوالبشر کو عَلَّمَ الْاَسْمَآءَ[3] بگ ست
انسانوں کا باپ جو عَلَّمَ الْاَسْمَآءَ کا سردار ہے

صد ہزاراں علمش اندر ہر رگ ست
جس کی ہر رگ میں لاکھوں علم ہیں

اسمِ ہر چیزے چناں کاں چیز ہست
ہر چیز کا نام جس طرح وہ چیز ہے

تا بپایاں جانِ او را داد دست
آخر تک ان کی جان کو حاصل ہو گیا

ہر لقب کو داد آں مُبدَل نشد
جو لقب اس نے دیا وہ نہ بدلا

آنکہ چشتش خواند او کاہل نشد
جس کو اس نے چست کہا وہ سست نہ ہوا

ہر کرا او مُقبل[4] و آزاد خواند
جس کو اُس نے با اقبال اور آزاد کہا

او عزیز و خرّم و دلشاد ماند
وہ با عزت اور خوش اور مسرور رہا

ہر کہ آخر مومن ست اوّل بدید
جو آخر میں مومن ہے، شروع میں دیکھ لیا

ہر کہ آخر کافر او را شد پدید
جو آخر میں کافر ہے وہ اس پر ظاہر ہو گیا

ہر کہ آخر بیں بود او مومن ست
جو آخرت کو دیکھے وہ مومن ہے

ہر کہ آخر بیں بود او بیدن ست
جو جزا گاہ پر نظر رکھے، بے دین ہے

[1] حکم۔ یعنی کو اقدیر اور قضاءِ الٰہی کا انکار کنندہ ہے۔ کافر۔ اللہ کی قضا و قدر کا منکر کافر ہے۔ کافے۔ یعنی کفریہ عقیدوں میں سے ایک کا ماننے والا بھی کافر ہے۔ کاف ران۔ شرمگاہ۔ بخواب شدن۔ سو جانا۔ گرفتنِ آفتاب۔ سورج کا گرہن میں آجانا۔ [2] تعبیہ۔ آراستہ کرنا، چھپا دینا۔ نادر۔ عجیب، انوکھا۔ ابوالبشر انسانوں کے باپ، آدم علیہ السلام۔ بگ۔ بیگ کا مخفف ہے۔ سردار، بہادر پایاں۔ انجام، خاتمہ۔ دست دادن۔ حاصل ہونا۔ ہر لقب۔ حضرت آدمؑ کو صرف ناموں کی تعلیم نہیں دی گئی تھی بلکہ ان کو اشیاء کی حقیقتیں بتا دی گئیں تھیں تو جس چیز کو جو لقب آدم علیہ السلام نے دیا اس میں تبدیلی نہ آئی۔ [4] مُقبل۔ با اقبال، خوش نصیب۔ عزیز۔ با عزت۔ ہر کہ۔ ایمان اور کفر کا مدار انسان کے آخری احوال پر ہے۔ آخر بین۔ آخرت کی طرف نظر رکھنے والا۔ آخر۔ چوپایوں کے چارہ کھانے کی جگہ۔ بیدن بے دین کا مخفف ہے۔

اسمِ ہر چیزے تو از دانا شنو
تو ہر چیز کا نام عقلمند سے سُن

رمز و سِرِّ عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ شنو
عَلَّمَ الاسماء کا اشارہ اور راز سُن

اسمِ ہر چیزے بر ِ ماظاہرش
ہمارے نزدیک ہر چیز کا نام اس کے ظاہر پر ہے

اسمِ ہر چیزے بر ِ خالق سِرِّش
اللہ کے نزدیک ہر چیز کا نام اسکے باطن پر ہے

نزدِ موسیٰ نامِ چوبش بُد عصا
موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک انکی لکڑی کا نام عصا تھا

نزدِ خالق بود نامش اژدہا
اللہ کے نزدیک اس کا نام اژدہا تھا

بُد عُمَر را نام اینجا بُت پرست
اس جگہ عُمر کا نام بُت پرست تھا

لیک مُومن بود نامش در الست
لیکن ازل میں اس کا نام مُومن تھا

آنکہ بُد نزدیک ما نامش منی
وہ جس کا نام ہمارے نزدیک منی تھا

پیشِ حق ایں نقش بُد کہ بامنی
اللہ کے سامنے وہ صورت تھی جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے

صورتے بُد ایں منی اندر عَدَم
عدم میں یہ منی ایک صورت تھی

پیشِ حق موجود نے بیش و نہ کم
جو خدا کے سامنے بغیر کمی بیشی کے موجود تھی

حاصل آں آمد حقیقت نامِ ما
الحاصل ہمارا نام وہی حقیقت بنا

پیشِ حضرت کاں بود انجامِ ما
جو اللہ کے سامنے ہمارا انجام تھا

مَر ورا بر عاقبت نامے نہند
انسان کا انجام کے اعتبار سے نام رکھتے ہیں

نے بر اں کو عاریت نامے نہند
نہ اُس پر جو چند روز کے لئے رکھتے ہیں

چشمِ آدم کو بنورِ پاک دید
حضرت آدمؑ کی آنکھ نے پاک نور کے ذریعہ دیکھا

جان و سِرِّ نامہا گشتش پدید
ناموں کی حقیقت اور راز اُن پر ظاہر ہو گیا

چوں مَلَک انوارِ حق بر وے بیافت
جب فرشتوں نے اللہ کے انوار اُن پر پائے

در سجود افتاد و در خدمت شتافت
سربسجود ہوئے اور خدمت کے لئے دوڑے

چوں ملائک نورِ حق در دیدِ ما زو
جب فرشتوں نے اُن سے اللہ کے نور کا مشاہدہ کیا

جملہ افتادند در سجدہ برو
سب ان کے سامنے سجدے میں گر گئے

مدحِ ایں آدم کہ نامش می برم
جس آدم کا میں نام لے رہا ہوں انکی تعریف سے

گر بسایم تا قیامت قاصرم
اگر میں قیامت تک مدح کروں تو قاصر ہوں

ایں ہمہ دانست و چوں آمد قضا
وہ یہ سب جان گئے اور جب قضا آئی

دانش یک نہی شد بر وے خطا
ایک ممانعت کی سمجھ میں ان سے غلطی ہوئی

۱؎ رمز۔ اشارہ۔ سِرّ۔ راز
۲؎ بر ما۔ انسان کسی چیز کے ظاہر کو دیکھ کر اُس کا نام لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اسکی حقیقت کے اعتبار سے اس کا نام لیتا ہے۔
۳؎ چوبش۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا بظاہر لکڑی تھا۔ لیکن حقیقت میں سانپ تھا۔ یومِ الست۔ یومِ میثاق، وہ دن جس میں اللہ تعالےٰ نے اپنی ربوبیت کا سب سے اقرار کرایا تھا۔ منی۔ انسان کا نطفہ انجام کے اعتبار سے انسانی صورت اختیار کرتا ہے۔ اللہ کے یہاں منی یہی صورت اختیار کئے ہوئے موجود ہے۔
۴؎ انجام۔ یعنی جو جس چیز کا انجام ہے اس اعتبار سے اللہ کے یہاں اس کا نام ہے۔ عاقبت۔ انجام۔ خاتمہ۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز۔ چوں ملک۔ ملک کا تعلق دوسرے مصرع سے ہے یعنی ملک در سجود افتاد۔
۵؎ آدم۔ یعنی اُن کی تعریف قیامت تک ممکن نہیں ہے۔ دانش۔ عقل۔ قضا۔ حکمِ الٰہی، فیصلہ خداوندی نہی۔ ممانعت، حکمِ امتناعی۔

کاے عجب نہی از پئے تحریم[1] بود
تعجب ہے! ممانعت حرام ہونے کی وجہ سے تھی

یا بتاویلے بدو تو ہیم بود
یا کسی تاویل کی وجہ سے تھی اور وہم میں ڈالنا تھا

در دلش تاویل چوں ترجیح یافت
ان کے دل میں جب تاویل نے ترجیح حاصل کرلی

طبع در حیرت سوے گندم شتافت
طبیعت حیرانی میں گیہوں کی طرف دوڑ پڑی

باغباں را خار چوں در پائے رفت
جب باغبان کے پیر میں کانٹا چبھ گیا

دُزد فرصت یافت کالا بُرد و رفت
چور نے موقع پالیا، تیزی سے سامان لے بھاگا

چوں حیرت رُست باز آمد براہ
جب حیرت سے انہیں چھٹکارا ملا راستہ پر آئے

دیدہ بُردہ دُزد رخت از کارگاہ
دیکھا، کارخانے سے چور سامان لے بھاگا

رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا گفت واہ
"ہمارے رب ہم نے ظلم کیا" کہا اور آہ کی

یعنی ظلمت آمد و گم گشت راہ
یعنی اندھیرا چھا گیا اور راستہ گم ہو گیا

ایں قضا ابرے بود خورشید پوش
یہ قضا سورج کو چھپا لینے والا ابر ہے

شیر و اژدر ہا بود دزد و ہموش
اس سے شیر اور اژدہا، چوہے کی طرح سہما ہوا ہے

من اگر دامے نہ بینم گاہ حُکم[2]
اگر میں قضا کے وقت جال نہیں دیکھتا ہوں

من نہ تنہا جاہلم در راہ حکم
میں ہی تنہا قضا کے راستہ میں بے خبر نہیں ہوں

اے خنک آں کو نکو کاری کند
اے (مخاطب) قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو نیکی کرے

زور را بگذارد و زاری کند
زور کو چھوڑ دے اور عاجزی کرے

گر قضا پوشد سیہ ہمچوں شبت
اگر قضا سیاہ بنکر تجھے رات کی طرح ڈھانپ لے

ہم قضا دستت بگیرد عاقبت
بالآخر قضا ہی تیری دستگیری کرے گی

گر قضا صد بار قصد جاں کند
اگر قضا سو بار تیری جان لینا چاہے

ہم قضا جانت دہد درماں کند
قضا ہی تیری جان بخشی کرے گی، علاج کرے گی

ایں قضا صد بار اگر رایت زند
یہ قضا اگر سو بار تجھے لوٹتی ہے

بر فراز چرخ خرگاہت[3] زند
آسمان کی وسعت پر تیرا خیمہ گاڑتی ہے

از کرم داں اینکہ می ترساندت
کرم سمجھ یہ کہ قضا تجھے ڈراتی ہے

تا بملک ایمنی بنشاندت
تاکہ امن کی سرزمین میں تجھے بٹھا دے

چوں بتر ساند ترا آگہ شوی
جب تجھے ڈراتی ہے تو باخبر ہو جاتا ہے

ورنہ ترساند ترا گمرہ شوی
اگر تجھے نہ ڈرائے تو گمراہ ہو جائے

---

[1] تحریم۔ حرام قرار دینا۔ تاویل۔ کلام کو ظاہری مفہوم سے پھیر کر کسی معنیٰ پر محمول کرنا جس کا احتمال صحیح ہو۔ توہیم۔ وہم دلانا۔ ترجیح یافت۔ حضرت آدمؑ سمجھے کہ ممانعت صرف وقتی تھی۔

کالا۔ سامان۔ لفت۔ گرم فرصت۔ موقع پانا یعنی جس طرح پیر میں کانٹا چبھنے پر چور کو موقع ملجاتا ہے اسی طرح حضرت آدمؑ کی حیرانی نے شیطان کو موقع دیدیا۔ براہ۔ یعنی حضرت آدمؑ سمجھے کہ ممانعت تحریم کی وجہ سے تھی۔

دزد۔ چور۔ کارگاہ۔ کارخانہ رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا۔ اے ہمارے رب بیشک ہم نے ظلم کیا، یہ دعا آخر تک حضرت آدمؑ نے پڑھی تھی۔ قضا۔ خداوندی قضا و قدر۔ چمکدار کو بے نور اور بہادروں کو بزدل بنا دیتی ہے۔

[2] حکم۔ یعنی قضا و قدر خداوندی۔ اے خنک۔ اوپر ہدہدؑ کی تقریر تھی اب مولانا کا مقولہ شروع ہوا۔ گر قضا۔ اگر تقدیر سے مصائب آئیں تو اسکی تدبیر دعا و استغفار ہے۔ درماں۔ علاج۔

[3] خرگاہ۔ خیمہ۔ کرم داں۔ اللہ کی جانب سے مصائب، تنبیہات ہیں، تاکہ انسان غفلت سے بیدار ہو جائے۔ ورنہ امن و اطمینان کی زندگی بسا اوقات غفلت کا سبب بنجاتی ہے۔

ایں سخن پایاں ندارد گشت دیر — گوش کن تو قصّۂ خرگوش و شیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، دیر ہو گئی — شیر اور خرگوش کا قصّہ سن

پائے واپس کشیدن خرگوش از شیر چوں نزدیک چاہ آمد

کنویں کے پاس آکر خرگوش کا شیر سے پیچھے ہٹنا

شیر با خرگوش چوں ہمراہ شد — پُر غضب پُر کینہ و بدخواہ شد
شیر جب خرگوش کے ساتھ ہو گیا — غضبناک، کینہ سے پُر اور دشمن ہو رہا تھا

بود پیشاپیش خرگوش دلیر — ناگہاں پا را کشید از پیش شیر
بہادر خرگوش اس کے آگے تھا — اچانک، شیر کے آگے سے پیچھے کو ہٹا

چونکہ نزدِ چاہ آمد شیر دید — کز رہ آں خرگوش ماند و پا کشید
جب شیر کنویں کے پاس پہونچا، دیکھا — کہ خرگوش پیچھے رہ گیا اور ہٹ گیا

گفت پا واپس کشیدی تو چرا — پائے را واپس مکش پیش اندر آ
اُس (شیر) نے کہا تو پیچھے کیوں ہٹا — پیچھے کو نہ ہٹ، آگے آ

گفت کو پایم کہ دست و پا برفت — جانِ من لرزید و دل از جا برفت
اُس نے کہا خرگوش کہاں ہیں، میرے ہاتھ پیر ختم ہو گئے — روح کانپ رہی ہے دل دھڑک رہا ہے

رنگِ رو ہیم را کمی بینی چو زر — زاندرون خود مید ہد رنگم خبر
میرے چہرے کا رنگ نہیں دیکھ رہا ہے سونے جیسا — میرا رنگ اندرونی حالت کی خبر دے رہا ہے

حق چو سیما را مُعرّف خواندہ است — چشمِ عارف سوئے سیما ماندہ است
جب اللہ نے پیشانی کو حال بتانیوالا فرمایا ہے — پہچاننے والے کی نگاہ پیشانی پر پڑتی ہے

رنگ و بو غمّاز آمد چوں جرس — از فرس آگہ کند بانگ فرس
رنگ اور بو، گھڑیال کی طرح چغلخور ہے — گھوڑے کی آواز گھوڑے کی خبر دیتی ہے

بانگِ ہر چیزے رساند زو خبر — تا بدانی بانگِ خر از بانگِ در
ہر چیز کی آواز اس کی خبر دیتی ہے — گدھے کی آواز کو دروازے کی آواز سے جدا سمجھ

گفت پیغمبر بہ تمییز کساں — مُرءٌ مخفیٌ تحتَ طیِّ اللّسان
انسانوں کے پہچاننے کے سلسلہ میں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا — انسان زبان بند رکھنے کے وقت پوشیدہ ہے

رنگِ رو از حالِ دل دارد نشاں — رحمتم کن مہرِ من در دل نشاں
چہرہ کا رنگ، دل کی حالت کی علامت ہے — مجھ پر رحم کر، دل میں میری محبت بٹھا

لے پایاں۔ خاتمہ، انجام۔
پُر غضب۔ یعنی خرگوش کے بتائے ہوئے دوسرے شیر پر غضبناک ہو رہا تھا۔
پا کشیدن۔ پیچھے ہٹنا، ٹھہرنا پیشا پیش مالف زیادہ ہے۔ کو۔ کجا، کہاں۔ دست و پا رفتن۔ بدحواس ہو جانا۔ از جائے رفتن۔ گھبرا جانا۔ سیما۔ نشان، علامت، پیشانی۔
۳ مُعرّف۔ بتانیوالا۔ عارف پہچاننے والا، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔ تعرفہم فی لحن القول، تو ان کو پیشانی سے پہچانتا ہے۔ غمّاز۔ اشارہ کرنیوالا، چغلخور۔ جرس۔ گھڑیال۔ در۔ دروازہ۔ بعض نسخوں میں زر ہے جو زرّہ بمعنی چیونٹی کی جمع ہے۔
۴ گفت۔ حدیث ہے۔ "المرء مخبوء تحت لسانہ لا فی طیلسانہ" انسان اپنی زبان میں چھپا ہوا ہے چادر میں نہیں۔ در دل۔ یعنی در دلِ خود۔ نشاں۔ علامت۔ نشاندن بمعنی بٹھانا سے امر کا صیغہ ہے۔

رنگِ رُوئے سُرخ دارد بانگِ شُکر
سُرخ چہرے کی رنگت، شکر کی عمدار کہتی ہے

رنگِ رُوئے زرد دارد صبر و نکر
زرد چہرے کی رنگت، صبر اور تکلیف کی علامت کہتی ہے

درمن آمد آنچہ در رُو گشت مات
مجھ میں وہ چیز آگئی جس میں مات کھا گئے

آدمی و جانور جامد نبات
انسان اور جانور، جمادات اور نباتات

درمن آمد آنکہ دست و پا بُرد
مجھ میں وہ چیز آگئی جو حواس باختہ کر دیتی ہے

رنگِ رُو و قوّت و سیما بُرد
چہرے کا رنگ اور طاقت اور نشانی ختم کر دیتی ہے

آنکہ در ہر حمیہ در آید بشکند
مجھ میں وہ چیز آگئی، جو جس چیز میں آجائے اس کو شکستہ کر دے

ہر درخت از بیخ و بُن اُو برکند
درخت کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ دے

ایں خود اجزا ایند کلّیات ازو
یہ چھوٹی چیزیں ہیں لیکن بڑی چیزیں انکی وجہ سے

زرد کردہ رنگ و فاسد کردہ بُو
رنگت زرد کئے ہوئے ہیں اور بُو بگاڑے ہوئے ہیں

تا جہاں گہ صابر ست و گہ شکور
یہاں تک کہ دنیا کبھی صابر ہے اور کبھی شکر گذار

بُوستاں گہ حُلّہ پوشد گاہ عُور
باغ کبھی جوڑا پہنتا ہے، کبھی ننگا ہے

آفتابے کُو بر آید نارگوں
سورج جو آگ کی طرح برآمد ہوتا ہے

ساعتے دیگر شود اُو سرنگوں
دوسرے وقت وہ اوندھا ہو جاتا ہے

اختراں تافتہ بر چار طاق
چار گوشہ خیمہ (آسمان) پر چمکنے والے یہ ستارے

لحظہ لحظہ مُبتلائے اِحتراق
دم بدم جلنے میں مبتلا ہیں

ماہ کو افزود زاختر در جمال
چاند جو حُسن میں ستاروں سے بڑھا ہوا ہے

شد ز رنجِ دِق اُو ہمچوں ہلال
دِق کے مرض کی وجہ سے ہلال کی طرح ہے

ایں زمیں باسکون و باادب
یہ پُر سکون اور باادب زمین

اندر آرد زلزلہ اش در لرزوتب
زلزلہ اس کو جاڑے بخار میں مبتلا کر دیتا ہے

اے بسا کہ زیں بلائے مُردہ ریگ
اے (مخاطب) بہت سے پہاڑ اس ذلیل مصیبت سے

گشتہ است اندر جہاں اُو خوردہ ریگ
دنیا میں وہ باریک ریتہ بنگئے ہیں

ایں ہوا با روح آمد مُقترن
یہ ہوا جو روح سے وابستہ ہے

چوں قضا آید وبا گشت و عفن
جب قضا آتی ہے تو وبا اور گندی بنجاتی ہے

آبِ خوش کو روح را ہمشیرہ شد
خوشگوار پانی اگرچہ روح کا بھائی بن گیا ہے

در غدیرے زرد و تلخ و تیرہ شد
لیکن گڑھے میں زرد اور کڑوا اور گدلا ہو گیا

سلہ رنگ۔ چہرے کی سرخی سے دل کی شکر گذاری کا پتہ چلتا ہے اور چہرے کی زردی دل کی تکلیف کی علامت ہے۔ بانگ۔ آواز۔ نکر۔ عذاب، تکلیف۔ مات۔ شکست خوردہ۔ جامد۔ جمادات یعنی اینٹ پتھر وغیرہ۔ نبات۔ یعنی نباتات اُگنے والی چیزیں درخت گھاس وغیرہ۔ سیما۔ علامت آنکہ۔ یعنی موت کا تصور اجزا۔ یعنی چھوٹی مخلوق کلیات۔ یعنی بڑی مخلوقات جیسے آسمان، زمین۔ صابر صبر کرنیوالا۔ شکور۔ شکر کرنیوالا۔ حُلّہ۔ پوشاک، شاہانہ لباس۔ عُور۔ برہنہ نار۔ آگ۔ سرنگوں۔ اوندھا یعنی غروب کے وقت۔

سلہ چار طاق۔ ایک قسم کا چار گوشہ خیمہ۔ احتراق۔ جل جانا، اہل نجوم کی اصطلاح میں کسی ستارے کا سورج کے برج میں آکر اپنی شعاعوں کو کھو دینا۔ ماہ۔ چاند چودھویں رات میں مکمل ہوتا ہے پھر بشکل ہلال ایسا ہو جاتا ہے، جیسا کہ دق زدہ مریض ایں زمین۔ زمین ساکن اور باادب ہے زلزلہ میں ایسی ہو جاتی ہے جیسے جاڑے بخار میں مبتلا مریض کہ۔ کوہ کا مخفف ہے۔ پہاڑ۔

سلہ مُردہ ریگ۔ مُردے کا مال، ناچیز، خوردہ۔ باریک۔ ہوا۔ ہوا برمدار زندگی ہے، قضا آتی ہے

آتشے کو باد دارد در بُروت — ہم یکے بادے برد خواند تموت

آگ جو نہایت سرکش اور مغرور ہے — بکایک اس پر ہوا "تو مرے" پڑھ دیتی ہے

خاک کو شد مایۂ گل در بہار — ناگہاں بادے برآرد زو دمار

مٹی جو موسم بہار میں پھولوں کا سرمایہ ہے — اچانک ہوا اس کو تباہ کر دیتی ہے

حالِ دریا اضطراب و جوشِ او — فہم کن تبدیلہائے ہوشِ او

دریا کا حال اس کے اضطراب و جوش سے — سمجھ لے۔ یہی اس کے ہوش کی تبدیلی ہے

چرخ سرگرداں کہ اندر جستجوست — حالِ او چوں حالِ فرزندانِ اوست

سرگرداں آسمان جو جستجو میں ہے — اس کی حالت اس کے فرزندوں جیسی ہے

گہ حضیض و گہ میانہ گاہ اوج — اندر و از سعد و نحسے فوج فوج

کبھی حضیض اور کبھی اوسط، کبھی اوج — اس میں فوج در فوج سعد اور نحس ہیں

گہ شرف گاہے صعود و گہ فرح — گہ وبال و گہ ہبوط و گہ ترح

کبھی شرف کبھی صعود اور کبھی فرح — کبھی وبال اور کبھی ہبوط اور کبھی ترح

از خودت اے جزو زکلہا مختلط — فہم می کن حالتِ ہر منبسط

اپنے سے، اے جزو جو کل سے ملا جلا ہے — ہر مفرد کی حالت کو سمجھ لے

چوں نصیبِ مہتراں درست و رنج — کہتراں را کے تواند بود گنج

جب بڑوں کا حصہ درد اور رنج ہے — تو چھوٹوں کو کب خزانہ مل سکتا ہے

چونکہ کلیات را رنج ست و درد — جزو ایشاں چوں نباشد روئے زرد

جب کلیات کو رنج اور درد ہے — تو ان کا جزو کیوں زرد چہرہ نہ ہوگا

خاصہ جزوے کو ز اضداد است جمع — زاب و خاک و آتش و باد است جمع

خصوصاً وہ جزو جو اضداد کا مجموعہ ہے — پانی اور مٹی اور آگ اور ہوا کا مجموعہ ہے

ایں عجب نبود کہ میش از گرگ جست — ایں عجب کہ میش دل در گرگ بست

یہ تعجب کی بات نہ ہوگی کہ بھیڑ، بھیڑئے سے چھوٹ بھاگی — یہ تعجب ہے کہ بھیڑ نے بھیڑئے سے دل لگا لیا

زندگانی آشتی ضدہا ست — مرگ آں کاندر میاں شاں جنگ خاست

و زندگی، مخالف چیزوں کا باہمی تعلق ہے — موت یہ ہے کہ ان کے درمیان جنگ شروع ہو گئی

صلح اضداد است ایں عمرِ جہاں — جنگِ اضداد است عمرِ جاوداں

اس دنیا کی زندگی، مخالف چیزوں کی صلح ہے — مخالف چیزوں کی لڑائی، ابدی زندگی ہے

سلبرّوت۔ موجھ، باد۔
دربروت داشتن، مغرور ہونا، اس سرکش آگ کو ہوا کا ایک جھونکا بجھا دیتا ہے۔
دمار۔ ہلاکت، تباہی۔
اضطراب دریا۔ دریا کا موجیں مارنا۔ تبدیل ہوش۔ حواس باختگی۔ فرزندان۔ یعنی عناصر اربعہ۔ آگ، پانی، ہوا، مٹی اور سوالید ثلاثہ یعنی حیوانات اور نباتات اور جمادات، جنکے تغیرات کا بیان ہو چکا ہے
حضیض۔ ساتوں سیارے ایک دائرہ پر حرکت کرتے ہیں، اس دائرہ کا مرکز فلک الافلاک کے مرکز سے اوپر ہے، اس دائرہ پر ایک نقطہ فلک الافلاک کے مرکز سے بہت قریب ہے، اسکو حضیض کہتے ہیں اور ایک نقطہ بہت زیادہ بعید ہے اُس کو اوج کہتے ہیں اور اس دائرہ کے محیط پر دو نقطے ہیں جنکا فاصلہ فلک الافلاک کے مرکز سے یکساں ہے جنکو اوسط کہتے ہیں، مولانا نے انہی کو میانہ کہا ہے۔ سعد سعادت، نیک بختی، نحس نحوست، بدبختی۔
شرف۔ شرافت، ہر ستارے کا ایک اصل برج ہے، یہ ستارہ حرکت کرتا ہوا جب اس برج میں داخل ہوتا ہے تو وہ برج اس کا خانۂ شرف کہلاتا ہے آفتاب کے لئے برج حمل خانۂ شرف ہے۔ اس کے مقابل وبال ہے؟

کا برج میزان میں آجانا فرح خوشی، ہر ستارے کا ایک خاص خانہ فرح کہلاتا ہے۔ خلاصہ اطاد کہ ہر حمل کو خانۂ فرح قرار دیا گیا ہے۔

زندگانی[1] آشتی دشمناں — مرگ دانستن بأصل خویش داں

زندگی، دشمنوں کی صلح ہے — موت کو اپنی اصل کی طرف لوٹنا سمجھو

صلح دشمن وار باشد عاریت — دل بسوئے جنگ یابد زود عاقبت

دشمنوں کی صلح عارضی ہوتی ہے — بالآخر لڑائی کی طرف ان کے دل دوڑتے ہیں

روز کے چند از برائے مصلحت — با ہمند اندر وفا و مرحمت

چند دن کے لئے از راہِ مصلحت — وفا اور محبت میں ملے جلے ہیں

عاقبت ہر یک بجوہر باز گشت — ہر یکے با جنسِ خود انباز گشت

بالآخر ہر ایک اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا — ہر ایک اپنی جنس کا ساتھی بن گیا

لُطفِ باری ایں پلنگ و رنگ را — الف داد و بُرد زیشاں جنگ را

خدا کی مہربانی ہے کہ اس چیتے اور پہاڑی بکرے کو — محبت عطا فرما دی، اور ان کی مخالفت ختم کر دی

لُطفِ حق ایں شیر را و گورخر[2] را — الف داد ست ایں دو ضد را در وفا

اللہ کا کرم ہے کہ شیر اور گورخر — دو مخالفوں کو وفاداری میں الفت عطا کر دی

چوں جہاں بیمار و زندانی بُود — چہ عجب رنجور گر فانی بُود

جب دنیا بیمار اور قیدی ہو — تو کیا تعجب ہے اگر بیمار فانی ہو

پُرسیدن شیر سبب پائے واپس کشیدن خرگوش را و جواب او

شیر کا خرگوش سے رکنے کا سبب پوچھنا اور اس کا جواب

خواند بر شیر او ازیں رُوبندہا — گفت من پس ماندہ ام زیں بندہا

اس نے شیر کو اس قسم کی نصیحتیں سنائیں — بولا میں ان رکاوٹوں کی وجہ سے پیچھے رہا ہوں

شیر گفتش تو ز اسبابِ مرض — ایں سبب گو خاص کا نیستم غرض

شیر نے اس سے کہا مرض کے اسباب میں سے — خاص سبب بتا کہ میرا مقصد یہ ہے

پا برا و اپس کشیدی تو چرا — مید ہی باز یچہ واہی مرا

تو پیچھے کیوں ہٹا — (کیا) تو مجھے سست اور بیہودہ دھوکا دے رہا ہے

گفت آں شیر اندریں چہ ساکن ست — اندریں قلعہ ز آفات ایمن ست

خرگوش نے کہا وہ شیر اس کنویں میں مقیم ہے — وہ اس قلعہ میں آفتوں سے محفوظ ہے

یارِ من بستاندہ از من چاہ بُرد — برگرفتش از رہ و بے راہ بُرد

میرے دوست (خرگوش) کو مجھ سے الگ کر کے کنویں میں لے گیا — رات چلتے اس کو پکڑ لیا اور غلط راستہ پر لے گیا

---

[1] زندگانی۔ شعر ۲ میں زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب — موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشاں ہونا

آشتی۔ صلح، دوستی — عمرِ جاوداں۔ ابدی زندگی، آخرت کی زندگی۔ صلح۔ حقیقی دشمنوں کی صلح بالکل عارضی ہوگی وہ پھر دشمنی پر اتر آئیں گے — روز کے۔ کاف تصغیر کا ہے۔ باہمند۔ باہم اند — عاقبت۔ بالآخر۔ جوہر اصل۔ انباز۔ شریک — پلنگ۔ تیندوا۔ رنگ پہاڑی بکرا۔ الف۔ ہر ایک کسرہ کے ساتھ، الفت، محبت — گورخر۔ فانی فنا ہونے والا۔ بند۔ قید، خیال، حیلہ۔ باز یچہ۔ دھوکا چکر۔ واہی۔ سست، فضول، چہ۔ چاہ کا مخفف ہے، کنواں۔ ایمن۔ مطمئن۔ بے راہ۔ غلط، جو راستہ صحیح نہ ہو۔

(البدیہ صفحہ ۱۵۴ سے آگے)

عناصرِ اربعہ کا جزو ہے اور عناصرِ اربعہ جو کلیات ہیں بیان سے ملکر بنا ہے۔

۳ کہ ترا آں۔ یعنی عناصرِ اربعہ جنکے تغیرات کا ذکر آچکا ہے۔ کہ ترا آں یعنی وہ چیزیں جو اسنے بنی ہیں۔ گنج۔ خزانہ، خوشی۔ روئے زرد۔ یعنی تغیر کی وجہ سے۔ بیش۔ بھیڑ۔ گرگ۔ بھیڑیا۔

قعرؔ چہ بگزید ہر کو عاقل ست — زانکہ در خلوت صفا ہا دل ست

جو سمجھدار ہے اس نے کنویں (جیسی) گہرائی اختیار کرلی — اسلئے کہ تنہائی میں دل کی صفائیاں حاصل ہیں

ظلمت چہ بہ کہ ظلمت ہا ئے خلق — سر نہ برد آں کس کہ گیرد پائے خلق

مخلوق کی سیہ کاریوں سے کنویں کا اندھیرا بہتر ہے — جو شخص لوگوں کے پاؤں پکڑے، سر نہیں بچا سکتا

گفت پیش آ زخمم او را قاہر ست — تو ببیں کاں شیر در چہ حاضر ست

اس نے کہا، آگے آ میرا اس پر زخم لگانا قہر ڈھانیوالا ہے — تو دیکھ لے کہ وہ شیر کنویں میں موجود ہے

گفت من سوزیدہ ام زاں آتشی — تو مگر اندر بر خویشم کشی

اس نے کہا میں اس آتش مزاج سے جلا ہوا ہوں — ہاں، اگر تو مجھے اپنی بغل میں لے لے

تا بہ پشت تو من اے کانِ کرم — چشم بکشایم بچہ در بنگرم

تاکہ اے کرم کی کان! تیری مدد سے — میں آنکھ کھولوں، کنویں میں دیکھوں

من بہ پشت تو توانم آمدن — کہ نگہدارم دراں چہ بے رسن

میں تیری مدد سے (اوپر) آسکتا ہوں — تاکہ بلا رسی کے اس کنویں میں نگاہ ڈالوں

نظر کردن شیر در چاہ و دیدن عکس خود را و عکس آں خرگوش

شیر کا کنویں میں جھانکنا اور اپنے اور اس خرگوش کے عکس کو دیکھنا

چونکہ شیر اندر بر خویشش کشید — در پناہ شیر تا چہ می دوید

جب شیر نے اس کو اپنی بغل میں لے لیا — شیر کی حفاظت میں وہ کنویں تک دوڑا

چونکہ در چہ بنگرید ند اندر آب — اندر آب از شیر او در تافت تاب

جب انہوں نے کنویں کے پانی میں دیکھا — پانی میں، شیر اور اس کی جھلک دکھائی دی

شیر عکس خویش دید از آب تفت — شکل شیر و در برش خرگوش رفت

شیر نے گرم مزاجی میں پانی میں اپنا عکس دیکھا — شیر کی شکل اور اس کی بغل میں موٹا خرگوش

چونکہ خصم خویش را در آب دید — مرورا بگذاشت اندر چہ دوید

جب اس نے پانی میں اپنے دشمن کو دیکھا — اس کو چھوڑ دیا، اور کنویں میں دوڑ گیا

در فتاد اندر چہے کو کندہ بود — زانکہ ظلمے بر سرش آکندہ بود

اُس کنویں میں جا گرا جو اس نے کھودا تھا — کیونکہ ظلم اس کے سر پڑنیوالا تھا

چاہِ مظلم گشت ظلم ظالماں — ایں چنیں گفتند جملہ عالماں

ظالموں کا ظلم اندھیرا کنواں تھا — تمام عالموں نے یہی کہا ہے

لے قعر۔ گہرائی یعنی گوشہ تنہائی میں دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے، لہٰذا یہ عقلمندی کا کام ہے، انسانوں سے زیادہ اختلاط کرنے سے دل میں تاریکی پیدا ہوتی ہے جو کہ غفلت کا سبب ہے اور غافل ہلاک ہو جاتا ہے۔ زخم۔ چوٹ، حملہ۔ قاہر۔ غالب، زبردست۔ کاں۔ کہ آن۔ سوزیدہ۔ سوختہ۔ آتشی آتش مزاج۔ بر۔ بغل، گود۔ پشت۔ مدد، اعانت ۔ کانِ کرم۔ بخشش کی کان۔ بچہ۔ در چاہ۔ تا نم۔ توانم۔ در تافت۔ چمکا۔ تاب۔ چمک، عکس۔ او۔ یعنی خرگوش۔ دید۔ دیکھا، سمجھا۔ تفت۔ گرم۔ زفت۔ فربہ، موٹا تکندہ بود۔ کھودا تھا، شیر نے کنواں تو نہ کھودا تھا لیکن چونکہ وہ اپنے مظالم کی وجہ سے گرا تو "چاہ کن را چاہ در پیش" کے اعتبار سے گویا اس نے ہی کھودا تھا۔ مظلم۔ تاریک۔ ظلم ظالماں۔ ظالموں کے ظلم کا نتیجہ ان کے لئے اندھا کنواں ہوتا ہے۔

هر که ظالم تر حیَش[1] باهول تر
جو زیادہ ظالم ہے، اسکا کنواں زیادہ خوفناک ہے
عدل فرمود ست بدتر را بتر
انصاف نے فرمایا ہے بدتر کو بدتر
ایکه تو از ظلم چاهے میکنی
اے وہ کہ تو ظلم کرکے کنواں کھودتا ہے
از برائے خویش دامے می تنی
خود اپنے لئے جال تنتا ہے
بر ضعیفاں گر تو ظلمے میکنی
اگر تو کمزوروں پر ظلم کرتا ہے
داں که اندر قعرِ چاهے بهر نبی
سمجھ لے کہ تو اتھاہ کنویں کی گہرائی میں ہے
گرد خود چوں کرم پیله بر متن
ریشم کے کیڑے کی طرح اپنے چاروں طرف دتن
بهر خود چه میکنی اندازه کن
تو اپنے لئے کنواں کھود رہا ہے، اندازے سے کھود
از نبے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰه بخواں
قرآن سے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ کو پڑھ لے
بر ضعیفاں را تو بے خصمے مداں
تو کمزوروں کو بے حمایتی نہ سمجھ
نک جزا طیرِ ابابیلت رسید
دیکھ! طیرِ ابابیل کی سزا تیرے پاس پہنچ گئی ہے
گر تو پیلی خصمِ تو از تو رمید
اگر تو ہاتھی ہے، تیرا مدمقابل تجھ سے بھاگ گیا
غلغل افتد در سپاهِ آسماں
آسمان کے سپاہیوں میں شور مچ جاتا ہے
گر ضعیفے در زمیں خواهد اماں
اگر کوئی کمزور زمین میں امان کا خواہاں ہوتا ہے
درد دندانت بگیرد چوں کنی
تجھے دانتوں کا درد آپکڑیگا تو کیا کریگا
گر بدندانش گزی پُر خوں کنی
اگر تو اُسے دانتوں سے کاٹے تو خون لہولہان کردیگا
خویش را نشناخت آندم از عدو
اپنی ذات اور دشمن میں اسوقت امتیاز نہ کرسکا
شیر خود را دید در چه وز غلو
شیر نے اپنے آپ کو کنویں میں دیکھا اور غلو کی وجہ سے
لاجرم بر خویش شمشیرے کشید
لامحالہ اپنے اوپر تلوار سونت لی
عکس خود را او عدوِ خویش دید
اُس نے اپنے عکس کو اپنا دشمن سمجھا
ای بسا ظلمے که بینی در کساں
اے ظالم (ظلم کی صفت) جو تو لوگوں میں دیکھتا ہے
خوئے تو باشد در ایشاں اے فلاں
اے فلاں! وہ اکثر تیری ہی خصلت ان میں ہوتی ہے
اندر ایشاں تافته هستیِ تو
ان میں تیری ہستی نمایاں ہو رہی ہے
از نفاق و ظلم و بدمستیِ تو
تیرے نفاق اور تیرے ظلم اور تیری بدمستی سے
آں توئی واں زخم بر خود میزنی
وہ تو ہی ہے اور وہ زخم تو اپنے آپ پر لگا رہا ہے
بر خود آں دم تار لعنت می تنی
اور تو اُس وقت اپنے اوپر لعنت کے تار تن رہا ہے

[1] حیَش - چاہِ اوّ - بتر بدتر - می تنی - تو تنتا ہے قعر - گہرائی - بے بن - بے تھاہ - کرم پیلہ - ریشم کا کیڑا - اندازہ کن - اندازے سے کھود - خصم - دشمن، یہاں حمایتی مراد ہے - نبے - نون کے ضمہ باء کے کسرہ اور یائے مجہول کے ساتھ، قرآن مجید مراد ہے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ - جب اللہ کی مدد آئی، یہ سورۃ نصر کی آیت ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان مظلوموں کے لئے ایک وقت وہ آئیگا جب فوج در فوج ہوں گے اور ظالموں کو ظلم کا بدلہ چکھا دیں گے - پیلی - پیل، ہاتھی یا خطاب کی ہے - رمید - بھاگ گیا - نک - ایک، دیکھ - طیرِ ابابیل - سورۃ فیل میں مذکور ہے کہ ابرہہ نامی بادشاہ بیت اللہ کو ڈھانے کے لئے ایک بہت بڑے ہاتھی پر سوار ہوکر مع لشکر کے مکہ پر حملہ آور ہوا جس کا اہل مکہ تو مقابلہ نہ کرسکے خدا نے پرندوں کی ایک جماعت بھیجی جنکے پنجوں اور چونچوں میں کنکریاں تھیں ان کنکریوں کے ذریعہ یہ لشکر تباہ کردیا گیا - سپاہِ آسمان - آسمانی فرشتے مظلوم کی مدد کے لئے دوڑ پڑتے ہیں - گزی گزیدن - کاٹنا کا صیغہ مخاطب ہے -

[1] خود اس کی صفات ہیں، جو دوسرے میں منعکس ہو رہی ہیں -

در خود[1] ایں بد را نمی بینی عیاں
تو اس بدی کو اپنے اندر نمایاں نہیں پاتا ہے

ورنہ دشمن بودۂ خود را بجاں
ورنہ تو خود اپنی جان کا دشمن بنا ہوا ہے

حملہ بر خود میکنی اے سادہ مرد
اے بیوقوف! تو اپنے اوپر حملہ کرتا ہے

ہمچوں آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد
اُس شیر کی طرح جس نے اپنے اوپر حملہ کیا

چوں بقعرِ خوئے خود اندر رسی
جب تو اپنی عادت کی گہرائی پر پہونچیگا

پس بدانی کز تو بود آں ناکسی
پھر تو جانے گا کہ وہ نالائقی تیری ہی تھی

شیر را در قعر پیدا شد کہ بود
شیر کو گہرائی میں جاکر معلوم ہوا کہ

نقشِ اُو آں کش دگر کس می نمود
وہ اُس کا اپنا ہی عکس تھا جو دوسرے کا نظر آیا تھا

ہر کہ دندانِ ضعیفے میکند
جو کسی کمزور پر ظلم کرتا ہے

کارِ آں شیرِ غلط بیں میکند
وہ اس غلط بیں شیر کا کام کرتا ہے

اے بدیدۂ خالِ بد بر روئے عم
اے چچا کے چہرے پر بدنما تل دیکھنے والے!

عکسِ خالِ تست آں از عمِ مرم
وہ تیرے تل کا عکس ہے، چچا سے نفرت نہ کر

مومناں آئینۂ یکدیگر اند
مومن، ایک دوسرے کا آئینہ ہے

ایں خبر را از پیمبر آورند
یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی ہے

پیشِ چشمت داشتی شیشہ کبود
تو نے اپنی آنکھوں پر اندھا چشمہ لگایا ہے

زاں سبب عالم کبودت می نمود
اِس وجہ سے تجھے دنیا تاریک نظر آرہی ہے

گر نہ کوری ایں کبودی دان ز خویش
اگر تو اندھا نہیں ہے، تو یہ تاریکی اپنی طرف سے سمجھ

خویش را بد گو مگو کس را تو پیش
اپنے آپ کو بُرا کہہ، آئندہ کسی کو بُرا نہ کہہ

مومن از نظر بنورِ اللہ نبود
اگر مومن "ینظر بنور اللہ" نہیں تھا

عیبِ مومن را برہنہ چوں نمود
تو اُس نے مومن کا عیب صاف کیسے بتا دیا

چونکہ تو نظر بنارِ اللہ بدی
چونکہ تو نظر بنار اللہ تھا

نیکوئی را ندیدی از بدی
(اس لئے) نیکی کو بدی سے پہچان سکا

اندک اندک آب بر آتش بزن
آگ پر تھوڑا تھوڑا پانی چھڑک

تا شود نارِ تو نور اے بوالحزن
اے غمگین تاکہ تیری آگ نور بن جائے

تو بزن یارب بآبِ طہور
اے ہمارے رب تو پاک پانی چھڑک

تا شود ایں نارِ عالم جملہ نور
تاکہ یہ دنیا کی آگ سب نور بن جائے

---

[1] در خود۔ اپنے عیب تمہیں نظر نہیں آرہے ہیں، ورنہ خود اپنے جانی دشمن ہوتے۔ سادہ مرد بیوقوف۔ قعر۔ گہرائی۔ ناکسی۔ نالائقی، کوتاہی، گناہ۔ پیدا۔ ظاہر۔ دندان کندن۔ دانت اکھاڑنا، تکلیف پہونچانا۔ خال۔ تل۔ عم۔ چچا۔ مرم۔ رمیدن، بھاگنا سے نہی کا صیغہ ہے۔

[2] خبر۔ حدیث، حدیث شریف ہے "اَلْمُؤْمِنُ مِرْآۃُ الْمُؤْمِنِ" ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے یعنی جس طرح ایک شخص آئینہ میں دیکھکر اپنی اصلاح کرتا ہے اسی طرح ایک مومن دوسرے مومن کو دیکھکر اپنی اصلاح کرسکتا ہے، یہ ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جو صحیح معنی میں مسلم ہیں لوگوں کو چاہئے کہ اُن کے حالات دیکھکر اپنی اصلاح کریں۔ پہلے اشعار میں غلط نکتہ چینیوں کا بیان تھا کہ ان کو اپنے عیوب دوسروں میں نظر آتے ہیں۔ کبود۔ کالا، تاریک۔ یعنی اگر تمہاری آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی ہے تو تم اَلْمُؤْمِنُ مِرْآۃُ الْمُؤْمِنِ سے فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔

[3] ینظر بنور اللہ۔ وہ دیکھتا ہے خدا کے نور کے ذریعہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ

کوہ و دریا جملہ در فرمان تُست — آب و آتش اے خداوندان تُست[1]
پہاڑ اور دریا سب تیرے حکم کے ماتحت ہیں — اے خدا! پانی اور آگ تیری ملکیت ہے

گر تو خواہی آتش آب خوش شود — ور نخواہی آب ہم آتش شود
اگر تو چاہے، آگ عمدہ پانی بن جائے — اگر نہ چاہے تو پانی بھی آگ بن جائے

بے طلب[2] تو ایں طلب ہا داد ہ — بیشمار و عدّ عطا بنہادہ
بغیر مانگے تو نے ہمیں مرادیں دی ہیں — اَن گنت اور بے شمار تو نے انعام فرمائے ہیں

با طلب چوں ندہی اے حیّ وَدود — کز تو آمد جملگی جود و وجود
اے حیّ و ودود! تو مانگنے پر کیوں نہ دیگا؟ — جبکہ تمام بخشش اور ہستی تیری ہی طرف سے ہے

در عدم کے بود ما را خود طلب — بے سبب کردی عطا ہا اے عجب
عدم میں کب ہمارا مطالبہ تھا — تو نے بغیر مانگے عجیب نعمتیں عطا فرمائیں

جان و نان دادی و عمرِ جاوداں — سائر نعمت کہ ناید در بیاں
جان، رزق اور ابدی زندگی عطا فرمائی — اور باقی نعمتیں جنکا بیان ناممکن ہے

بے شمار و حد عطا ہا دادہ — باب رحمت بر ہمہ بگشادہ
تو نے اَن گنت اور بے حد نعمتیں عطا فرمائیں — تو نے سب پر رحمت کا دروازہ کھولا ہے

ایں طلب در ما ہم از ایجاد[3] تُست — رُستن از بیداد یارب داد تُست
یہ ہمارا مانگنا بھی تیری ہی طرف سے ایجاد ہے — اے خدا! ظلم سے نجات پانا بھی تیری عطا ہے

بے طلب ہم میدہی گنج نہاں — رائیگاں بخشیدۂ جان جہاں
تو بغیر مانگے پوشیدہ خزانے دیدیتا ہے — تو نے دنیا کو جہان مفت بخشی ہے

ھٰکَذَا اَنعِم اِلٰی دَارِ السَّلام — بالنبیِّ المصطفٰی خیر الانام
جنت میں جانے تک اسی طرح انعام فرماتا رہ — سرورِ کائنات نبی مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں

مژدہ بردن خرگوش سوئے نخچیراں کہ شیر در چاہ افتاد

خرگوش کا شکاریوں کے پاس خوشخبری لے جانا کہ شیر کنوئیں میں گر گیا ہے

چونکہ خرگوش از رہائی شاد گشت — سوئے نخچیراں روان شد تا بدشت
خرگوش جب رہائی سے خوش ہوا — جنگل میں شکاریوں کی طرف روانہ ہوا

شیر را چوں دید محوِ ظلمِ خویش — سوئے قوم خود دوید او پیش پیش
اُس نے جب شیر کو اپنے ظلم میں مبتلا دیکھا — بہت تیز اپنی قوم کی طرف بھاگا

[1] آب و آتش — یعنی تکلیف کے اسباب آب — یعنی راحت کے اسباب۔
[2] طلب — درخواست ہاں — مادہ — عدد — شمار — حیّ — زندہ — وَدود — دوست رکھنے والا — یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں — جاوداں — ابدی — سائر — بقیہ — ناید — نیاید
[3] ایجاد — وجود میں لانا — داد — انصاف، بخشش — بیداد — ظلم، رائیگاں — مفت، بلا عوض — دار السلام — جنت — انام — مخلوق، کائنات۔

شیر را چوں دید کُشتہ ظلمِ خود
جب اس نے شیر کو اپنے ظلم سے ہلاک ہوتا دیکھ لیا

مید و دیدا و شادمان و بارشد
وہ خوش خوش، سیدھے راستہ دوڑ رہا تھا

شیر را چوں دید در چہ کُشتہ زار
جب اس نے شیر کو بُری حالت میں کنوئیں کے اندر گرا ہوا دیکھ لیا

چرخ میزد شادماں تا مرغزار
تو چراگاہ میں خوشی سے قلابازیاں کھاتا رہا تھا

دست میزد چوں رہید از دردِ مرگ
جب موت کے پنجے سے چھوٹا، قلابازیاں بجاتا تھا

سبز و رقصاں در ہوا چوں شاخ و برگ
جس طرح شاخ اور پتے ہوا میں سبز اور رقصاں ہوتے ہیں

شاخ و برگ از حبسِ خاک آزاد شد
شاخ اور پتے نبی کی قید سے آزاد ہوئے

سَر برآورد و حریفِ باد شد
تو سر اٹھایا اور ہوا کے دوست ہو گئے

برگہا چوں شاخ را شگافتند
پتوں نے جب شاخ کو چیرا

تا ببالائے درخت اشتافتند
یہاں تک کہ درخت کے اوپر تک چڑھ گئے

باز بانِ شطاہٗ شکرِ خدا
"شطاہٗ" کی زبان سے خدا کا شکر

می سرایید ہر بروبرگے جدا
ہر برگ و بار الگ الگ ادا کر رہا ہے

بے زباں ہر بار و برگ و شاخہا
ہر پھل اور پتا اور شاخیں بغیر زبان کے

می ستایید شکر و تسبیحِ خدا
شکر و خدا کی تسبیح کا راگ گاتے ہیں

کہ بپرورد اصلِ ما را ذو العطاء
عطا کرنے والے نے ہماری جڑ کی پرورش کی

تا درخت استغلظ آمد فاستوی
یہاں تک کہ درخت موٹا ہو گیا، پھر سیدھا ہو گیا

جانہائے بستہ اندر آب و گِل
پانی اور مٹی میں مقید، جانیں

چوں رہند از آب و گِل ہا شاد دل
جب پانی اور مٹی سے خوشی کے ساتھ رہا کیجاتی ہیں

ق

در ہوائے عشقِ حق رقصاں شدند
اللہ کے عشق کی ہوا میں ناچتی ہیں

ہمچو قرصِ بدر بے نقصاں شدند
چودھویں رات کے چاند کی طرح بے نقصان ہو جاتی ہیں

جسمِ شاں در رقص و جانہا خود مپرس
انکے جسم رقص کرتے ہیں جانوں کے متعلق تو نہ پوچھ

وانکہ گردد جاں ازانہا خود مپرس
اور جو (مجسم) جان بنجاتے ہیں ان کے بارے میں بھی نہ پوچھ

شیر را خر گوش در زنداں نشاند
شیر کو خرگوش نے قید خانہ میں ڈال دیا

ننگ شیرے کو ز خر گوشے بماند
شیر کیلئے شرمناک بات ہے کہ وہ ایک خرگوش سے عاجز ہو گیا

در چنیں ننگی و انگہ اے عجب
تو ایسے ہی ننگ میں (مبتلا) ہے اور پھر تعجب ہے

فخرِ دیں خواہی کہ گویندت لقب
تو چاہتا ہے کہ تجھے فخرِ دیں کا لقب دیں

سلمشادماں۔ خوش۔ رُشد راہ کے فتحہ اور شین کے سکون اور راہ کے فتحہ کے ساتھ دونوں طریقہ پر صحیح ہے، راستی، سچائی، ہدایت۔ زار۔ خراب چرخ زدن۔ قلابازیاں کھانا دست زدن۔ تالیاں بجانا در ہوا۔ اس کا تعلق شاخ و برگ سے ہے۔ حبس۔ قید۔ حریف۔ مقابل، ساتھی۔ بر سر آوردن۔ ظاہر ہونا۔ پھوٹ نکلنا۔ اشتافتند۔ الف زیادہ ہے۔ شطاہ۔ سبز شاخ جو سب سے پہلے زمین سے نکلتی ہے۔ تسبیح۔ کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ ذو العطاء۔ عطا والا یہ اللہ کی صفت ہے۔ استغلظ۔ موٹا ہوا۔ استوی۔ سیدھا ہوا۔ یہ قرآن پاک کی آیت فاستغلظ فاستوی کی طرف اشارہ ہے، یعنی خدا کی قدرت سے ایک چھوٹے بیج سے پودا نکلتا ہے پھر وہ موٹا ہوتا ہے اور سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ بستہ۔ مقید۔ آب و گل۔ جسم عنصری قرص۔ ٹکیا۔ بدر۔ چودھویں رات کا مکمل چاند یعنی جس طرح نباتات زمین کی قید سے نکلکر لہلہاتی ہیں اسی طرح نیک لوگوں کی روحیں جسد عنصری کی قید سے آزاد ہو کر خوشی میں رقص کرتی ہیں۔ جسم شاں۔ نیک لوگوں کے

فخرِ دیں۔ ممکن ہے اس سے امام فخر الدین رازی مراد ہوں۔

اے تو شیری در تگِ[1] این چاہِ دہر — نفسِ چوں خرگوشِ خود نیروبقہر

اے (غافل) تو زمانہ کے اس کنویں کی گہرائی میں شیر کی — تیرا نفس خرگوش کی طرح ہے جو قہر سے تیرا خون بہاتا ہے

نفسِ خرگوشت بصحرا در چرا — تو بقعرِ ایں چہ چون و چرا

تیرا خرگوش (جیسا) نفس جنگل کے اندر چرنے میں ہے — اللہ تو چوں و چرا کے اس کنویں کی گہرائی میں ہے

سوئے نخچیراں دوید آں شیر گیر — کالبشر وا یا قومُ اذ جاء البشیر

وہ شیر گیر شکاریوں کی طرف دوڑا — کہ اے قوم خوشخبری حاصل کرو کیونکہ خوشخبری دینے والا آگیا

مژدہ مژدہ اے گروہِ عیش ساز — کاں سگِ دوزخ بدوزخ رفت باز

مبارک، مبارک اے عیش منانے والے گروہ — وہ دوزخ کا کتا پھر دوزخ میں چلا گیا

مژدہ مژدہ کاں عدوِ جانہا — کند قہرِ خالقش دندانہا

مبارک، مبارک کہ وہ جانوں کا دشمن — اللہ کے قہر نے اس کے دانت توڑ دیئے

مژدہ مژدہ کز قضا ظالم بچاہ — اوفتاد از عدل و لطفِ بادشاہ

مبارک مبارک کہ تقدیر سے ظالم، کنویں میں — گر گیا، خدا کے انصاف اور مہربانی سے

آنکہ از پنجہ بسے سرہا بکوفت — ہیچو خس جاروبِ مرگش ہم بروفت

وہ جس نے پنجے سے بہت سے سر توڑ ڈالے — موت کی جھاڑو نے اسکو بھی کوڑے کی طرح جھاڑ دیا

آنکہ مخبر ظلمش دگر کارے نبود — آہِ مظلومش گرفت و کوفت و زود

جس کو ظلم کے سوا دوسرا کام نہ تھا — مظلوم کی آہ نے اسکو پکڑ لیا اور فوراً تباہ کر دیا

گردنش بشکست و مغزش بر درید — جانِ ما از قیدِ محنت وا رہید

اس کی گردن توڑ دی اور اس کا مغز پھاڑ دیا — ہماری جان مشقت کی قید سے رہائی پا گئی

کم شد و نابود شد از فضلِ حق — بر مہم دشمن شمارا شد سبق

اللہ کی مہربانی سے وہ کم اور نابود ہو گیا — اور عظیم دشمن سے تمہیں سبق مل گیا

جمع شدن نخچیراں نزدِ خرگوش و ثنا و مدح گفتن اورا

شکاریوں کا خرگوش کے پاس جمع ہونا اور اس کی مدح و ثنا کرنا

جمع گشتند آں زماں جملہ وحوش — شاد و خنداں از طرب در ذوق و جوش

اس وقت سب وحشی جمع ہو گئے — ذوق و جوش اور مسرت کے عالم میں ہنسی خوشی

حلقہ کردند او چو شمع در میاں — سجدہ کردندش ہمہ صحرائیاں

انہوں نے حلقہ کر لیا، وہ شمع کی طرح درمیان میں تھا — اور تمام صحرائی جانوروں نے اسکی تعظیم کی

[1] تگ۔ کنویں کی تلی۔ چرا۔ چرنا۔ چون و چرا۔ سوال جواب، شک و شبہ۔ دندان کندن۔ تکلیف پہونچانا۔ بادشاہ اللہ تعالیٰ۔

[2] جز۔ سوا۔ زود۔ جلد بر۔ زیادہ ہے۔ قید محنت۔ شیر کی وجہ سے جس مشقتوں میں ہم گرفتار ہوئے تھے۔ وحوش۔ یعنی جنگلی جانور۔ طرب۔ مستی۔ صحرائیاں۔ جنگلی جانور۔

تو فرشتہ آسمانی یا پری
تو آسمانی فرشتہ ہے یا پری ہے

یا تو عزرائیل[1] شیران نری
یا تو نر شیروں کا ملک الموت ہے

ہر چہ ہستی جان ما قربان تست
تو جو کچھ بھی ہے ہماری جان تجھ پر قربان ہے

دستبرد دست و بازویت درست
تیرے دست و بازو کا غلبہ درست ہے

راند حق این آب را در جوئے تو
اللہ نے یہ پانی تیری نہر میں بہایا

آفرین بر دست و بر بازوئے تو
تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

باز گو تا قصہ درمانہا شود
پھر کہو تاکہ یہ قصہ (ہمارے درد کا) علاج بنجائے

باز گو تا مرہم جانہا شود
پھر کہو تاکہ جانوں کا مرہم بن جائے

باز گو تا چوں سگالیدی بمکر
یہ تو کہو کہ تو نے یہ تدبیر کس طرح سوچی

آں عواں را چوں بمالیدی بمکر
اُس ظالم کو چالاکی سے تو نے کیسے پامال کیا

باز گو کز ظلم آں استم[2] نما
پھر کہو، کیونکہ اُس ظالم کے ظلم سے

صد ہزاراں زخم دارد جان ما
ہماری جان میں ہزاروں زخم ہیں

باز گو آں قصہ کاں شادی فزاست
پھر سناؤ کیونکہ وہ قصہ خوشی بڑھانیوالا ہے

روح مارا قوت و دل را جانفزاست
ہماری روح کیلئے غذا اور دل کیلئے جان کو بڑھانے والا ہے

گفت تائید خدا بود آے مہاں
اُس نے کہا اے بزرگو! خدا کی تائید تھی

ورنہ خرگوشے چہ باشد در جہاں
ورنہ خرگوش دنیا میں کیا چیز ہے

قوتم بخشید و دل را نور داد
اُس نے مجھے قوت عطا فرمائی اور دل کو نور دیا

نور دل مرد است و پا را زور داد
دل کے نور نے ہاتھ اور پیر کو طاقت دیدی

پند دادن خرگوش نخچیران را کہ از مردن خصم شاد مشوید
خرگوش کا شکاریوں کو نصیحت کرنا کہ دشمن کے مرنے پر خوش نہ ہو

از بر حق میرسد تفضیلہا
فضیلتیں اللہ کی جانب سے ملتی ہیں

باز ہم از حق رسد تبدیلہا
پھر خدا کی جانب سے ہی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں

جملہ فضل اوست دانید ایں چنیں
یہ سمجھو کہ سب اُس کا فضل ہے

سجدہ اش از جان و دل آرید ہیں
ہاں، جان اور دل سے اُسکا سجدہ بجالاؤ

حق بدور و نوبت ایں تائید را[3]
باری باری سے اللہ تعالیٰ یہ تائید

مینماید اہل ظن و دید را
دکھا دیتا ہے اہلِ گمان اور اہلِ مشاہدہ کو

[1] عزرائیل۔ ملک الموت
دستبرد۔ غلبہ۔ آب در جو۔ دولت، حکومت، کامیابی سے کنایہ ہے۔ سگالیدن سوچنا۔ مکر۔ حیلہ، تدبیر۔ عوان۔ ظالم۔ مالیدن۔ پامال کرنا، ملیا میٹ کرنا۔

[2] استم۔ الف زیادہ ہے
قوت۔ روزی۔ غذا۔ تائید۔ مدد۔ مہاں۔ مہ کی جمع، سردار۔ خرگوشے یا رہ تحقیر کی ہے۔ از بر حق۔ عزت، ذلت سب من جانب اللہ ہے اور دنیا کی کسی حالت کو قرار نہیں ہے۔

[3] دور۔ چکر، باری۔ نوبت۔ باری۔ اہل ظن۔ ناقص لوگ جو مشاہدہ کے درجہ کو نہیں پہونچے اہل دید۔ وہ کاملین جو مقام مشاہدہ تک پہونچ چکے ہیں۔

هیں بملکِ نوبتی شادی مکن
خبردار! باری والی سلطنت پر خوش نہو

اے تو بستہ نوبت آزادی مکن
اے مخاطب! باری سے وابستہ ہے (اظہار) آزادی کر

آنکہ مُلکش بر تراز نوبت تنند
جس کی سلطنت باری سے بالاتر تمام کرتے ہیں

بر تراز ہفت اختمش نوبت زنند
اُس کا نقارہ سات ستاروں کی اوپر بجاتے ہیں

بر تراز نوبت مُلوکِ باقیند
باری سے بلند وہ باقی رہنے والے بادشاہ ہیں

دور دائم روحہا را ساقیند
جو دائمی دور کے ساتھ روح کے ساقی ہیں

چوں نبوت می دہند ایں دولت
جب تجھے یہ سلطنت باری تک دیتے ہیں

از چہ شد پُر باد آخر سبلت
تو کس وجہ سے تیری مونچھوں میں ہوا بھری؟

ترک ایں شُرب ار بگوئی یک دو روز
ایک دو روز اگر تو اِس شراب کو چھوڑ دے

ترکنی اندر شرابِ خلد پوز
جنت کی شراب سے مُنہ تر کرے

یک دو روزے چہ کہ دُنیا ساعتے ست
ایک دو روز کیا بلکہ دنیا ایک ساعت ہے

ہر کہ ترکش کرد اندر راحتے ست
جس نے اُس کو چھوڑ دیا وہ راحت میں ہے

معنیِ الترک راحت گوش کن
"چھوڑنا راحت ہے" کا مطلب سمجھ لے

بعد ازاں جامِ بقا را نوش کن
اِس کے بعد بقا کا پیالہ پی

باسگاں بگذار ایں مُردار را
اِس مُردار کو کتوں کے لئے چھوڑ دے

خرد بشکن شیشۂ پندار را
غرور کے شیشے کو چورا چورا کر دے

تفسیر "رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ"

"ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں" کی تفسیر

اے شہاں کُشتیم ما خصمِ بروں
اے بزرگو! ہم نے باہر کے دشمن کو مار ڈالا

ماند خصمے زاں تر در اندروں
لیکن اُس سے زیادہ تر دشمن باطن میں بچا رہ گیا

کشتنِ ایں کار عقل و ہوش نیست
اِس دشمن کو مارنا عقل و ہوش کا کام نہیں ہے

شیرِ باطن سخرۂ خرگوش نیست
باطن کا شیر خرگوش کے قابو کا نہیں ہے

دوزخ ست ایں نفس و دوزخ اژدہاست
یہ نفس دوزخ ہے اور دوزخ اژدہا ہے

کو بدریاہا نگردد کم و کاست
کہ وہ دریاؤں سے بھی کم نہیں ہوتا

ہفت دریا در آشامد ہنوز
سات سمندروں کو پی لے، پھر بھی

کم نہ گردد سوزشِ آں خلق سوز
اُس مخلوق سوز کی جلن کم نہو

سلطنتِ نوبت۔ وہ سلطنت جو باری باری خاندانوں اور افراد میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ نوبت زنند۔ نقارہ بجاتے ہیں۔ اختم۔ نجم کی جمع ہے ستارہ ساقی اند۔ یعنی اپنی روح کو محبتِ الٰہی کی شراب سے سیراب کرتے رہتے ہیں۔ سبلت۔ پہلے تینوں حرفوں پر فتحہ ہے فارسی والے بار کو ساکن کر دیتے ہیں۔ سُبلت پُر باد شدن۔ مونچھوں میں ہوا بھرنا کبر و غرور سے کنایہ ہے۔ شُرب۔ یعنی شراب پینا۔ پوز۔ مونہہ۔ یک دو روز۔ یعنی دنیاوی زندگی میں۔ ساعت۔ گھڑی۔

راحت۔ مشہور مقولہ ہے "اَلدُّنْیَا سَاعَةٌ وَتَرْکُهَا رَاحَةٌ" دنیا ایک گھڑی ہے اُسکا چھوڑنا راحت ہے۔ باسگاں۔ مشہور مقولہ ہے "اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ وَطَالِبُهَا کِلَابٌ" دنیا ایک مردار جانور ہے اور اُس کے طلبگار کتے ہیں۔ جہادِ اصغر۔ یعنی کافر سے جہاد کرنا۔ الجہادُ الاکبر یعنی نفسِ امارہ سے جہاد کرنا۔

بروں۔ یعنی ظاہری دشمن۔ خصمِ اندروں۔ نفسِ امارہ جو باطن میں ہے۔ سخرہ۔ بیگار۔ بدریا۔ یعنی اِس اژدھے کی پیاس سات سمندر بجھانے سے

نہ بھی نہ بجھے گی۔ ہفت دریا۔ یعنی کل مخلوق۔ آشامیدن۔ پینا۔

سنگہا[1] و کافران سنگدل
پتھر اور سنگدل کافر

اندر آیند اندر و خوار و خجل
اُس میں ذلیل اور شرمندہ ہو کر داخل ہونگے

ہم نگردد ساکن از چندیں غذا
اِسقدر خوراک سے بھی اُسکو سکون نہ ہوگا

تا ز حق آید مر اُورا ایں ندا
یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُسکو یہ ندا آئیگی

سیر گشتی سیر گوید نے ہنوز
تیرا خوب پیٹ بھر گیا وہ کہے گی ابھی نہیں

اینت آتش اینت تابش اینت سوز
زہے آگ زہے تابش زہے جلن

عالمے را لقمہ کردو در کشید
اُس نے دنیا بھر کو لقمہ بنایا اور نگل گئی

معدہ اش نعرہ زناں ہل من مزید
اُس کا معدہ نعرہ لگا رہا ہے کیا اور بھی ہے

حق قدم بر وے نہد از لامکاں
اللہ تعالیٰ اُس پر لامکاں سے قدم رکھ دیگا

آنگہ اُو ساکن شود از کُن فکاں
اُس وقت وہ کُن فکاں سے ساکن ہو جائیگی

چونکہ جُزو دوزخ ست ایں نفسِ ما
چونکہ ہمارا یہ نفس دوزخ کا حصّہ ہے

طبعِ کُل دارد ہمیشہ جزوہا[2]
اور اجزاء ہمیشہ کُل کی طبیعت رکھتے ہیں

ایں قدم حق را بُود کو را کشد
یہ اللہ تعالیٰ ہی کا قدم ہوگا جو اُسکی پیاس

غیرِ حق کو کہ کمانِ او کشد
سوائے اللہ تعالیٰ کے کون ہے جو اُسکی کمان کو کھینچے

در کماں نہند الّا تیرِ راست
کمان میں سیدھا تیر ہی رکھتے ہیں

ایں کماں را باز گوں کز تیر ہاست
اِس کمان کے اُلٹے ٹیڑھے تیر ہیں

راست شو چوں تیر و راہِ از کماں
تیر کی طرح سیدھا ہو جا، کمان سے چھوٹ جا

کز کماں ہر راست بجہد بیگماں
اِسلئے کہ کمان سے یقیناً ہر سیدھا تیر چھوٹ جاتا ہے

چونکہ واگشتم ز پیکارِ بروں
چونکہ میں ظاہری جنگ سے فارغ ہو گیا ہوں

روئے آوردم بہ پیکارِ دروں
باطنی جنگ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

قد رجعنا من جہاد الاصغریم
ہم واپس ہوئے چھوٹے جہاد سے کہ کے بعد ابھی

با نبی اندر جہادِ اکبریم
نبی کے سہارے جہادِ اکبر میں لگے ہیں

تا بسوزن بر کنم ایں کوہِ قاف
تاکہ اِس کوہ قاف کو سوئی سے اکھاڑ دوں

فوتے خواہم ز حق در یا شکاف
خدا تعالیٰ سے میں سمندر کو چاک کرنے والی قوت

شیر آنست آں کہ خود را بشکند
شیر وہی ہے جو خود کو شکست دیدے

سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند
وہ شیر (بننا) آسان سمجھ جو اپنی صفیں پھاڑ دے

---

[1] سنگہا قرآن پاک میں ہے۔ "وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" جہنم کی خوراک انسان اور پتھر ہوں گے۔ سیر گشتی قرآن پاک میں ہے اللہ تعالیٰ جہنم سے دریافت فرمائیں گے "هَلِ امْتَلَأْتِ" کیا تیرا پیٹ بھر گیا وہ کہیگی "هَلْ مِنْ مَزِيدٍ" کیا کچھ اور ہے۔ حق قدم حدیث میں آیا ہے کہ جہنم کا پیٹ نہ بھریگا تب اللہ تعالیٰ اُس پر اپنا قدم رکھدیں گے، اس پر وہ کہیگی کافی ہے کافی ہے کُن فکاں۔ ہو جا وہ ہو گیا۔ قرآن پاک میں ہے "إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ" اُس کی شان تو یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسکو کہتا ہے ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔

[2] جزوہا۔ لہٰذا نفس کی پیاس بھی محض رب کی تجلّی سے بجھ سکتی ہے۔

راست۔ سیدھا۔ باز گوں۔ الٹا۔ کز۔ ٹیڑھا کز کماں۔ کمان سے ٹیڑھا تیر نہیں چلتا سیدھا تیر خوب چلتا ہے۔ با نبی۔ نبی کے سہارے یعنی اُنکی سنت کی پیروی کر کے بعض نسخوں میں با تے ہے یعنی نفس کے بُت کے ساتھ جہادِ اکبر کر رہے ہیں۔

[3] سنگا نفس پھاڑنا۔ م

لہ عطا کردہ قوت سے اکھاڑا جا سکتا ہے۔

تا شود شیرِ خدا از عونِ اُو — وارہد از نفس و از فرعونِ اُو[1]
تاکہ اللہ کی مدد سے اللہ کا شیر بچائے — نفس اور اُس کے فرعون سے نجات پائے

آمدن رسولِ قیصرِ روم بنزدِ عمر رضی اللہ عنہ بر رسالت

قیصرِ روم کے ایلچی کا پیغام لے کر حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا

در بیانِ ایں شنو یک قصّہ — تا بری از سرِّ گفتم حصّہ
اِس سلسلہ میں ایک قصہ سُن لے — تاکہ تو میری بات کے راز کا ایک حصہ پالے

بر عمرؓ آمد ز قیصر یک رسول — در مدینہ از بیابانِ نغول
قیصر کا ایک ایلچی (حضرت) عمرؓ کے پاس آیا — دور و دراز جنگل سے، مدینہ میں

گفت کو قصرِ خلیفہ اے حشم — تا من اسپ و رخت را آنجا کشم
بولا اے متعلقین خلیفہ کا محل کہاں ہے؟ — تاکہ میں گھوڑا اور سامان وہاں لے جاؤں

قوم گفتندش کہ اُو را قصر نیست — مر عمرؓ را قصر جان روشنی ست
لوگوں نے کہا، اُن کا کوئی محل نہیں ہے — عمرؓ کا محل تو اُن کی روشن جان ہے

گرچہ از میری ورا آوازہ ایست — ہمچو درویشاں مرا ورا کازہ ایست
گرچہ اُن کی سرداری کی شہرت ہے — لیکن فقیروں جیسی اُنکی جھونپڑی ہے

اے برادر چوں بہ بینی قصرِ اُو — چونکہ در چشمِ دلت رُستست مُو
اے بھائی! تو اُس کا محل کیسے دیکھ سکتا ہے؟ — جبکہ تیرے دل کی آنکھ میں بال اُگا ہے

چشمِ دل از مُوئے عادت پاک آر — وانگہاں دیدارِ قصرش چشم دار
دل کی آنکھ کو بال سے صاف کرلے — پھر اُس کے محل کے دیکھنے کی امید کر

ہر کرا ہست از ہوسہا جانِ پاک — زود بیند حضرت و ایوانِ پاک
جس کی جان ہوسوں سے پاک ہے — وہ دربار اور پاک محل جلد دیکھ لیگا

چوں محمدؐ پاک شد از نار و دود — ہر کجا رُو کرد وَجْہُ اللہ بود
جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آگ اور دھوئیں سے پاک ہوگئے — جس طرف بھی رُخ کیا خدا کی ذات تھی

چوں رفیقی وسوسہ بدخواہ را — کے بہ بینی ثَمَّ وَجْہُ اللہ را
جبکہ تو دشمن وسوسہ کا دوست ہے — اللہ کی ذات کو کب دیکھ سکتا ہے؟

ہر کرا باشد ز سینہ فتح باب[2] — اُو ز ہر ذرّہ ببیند آفتاب
جس کسی کے سینہ کا دروازہ کھل جائے — وہ ہر ذرّہ میں آفتاب دیکھے گا

---

[1] فرعون۔ انسان کا نفس پر غلبہ ایسا ہی ہے جیسا کہ موسیٰ کا فرعون پر غلبہ، اسی مناسبت سے دریا شگاف قوت کی دعا کی ہے۔ ایں۔ یعنی نفس پر غلبہ۔ قیصر۔ شاہانِ روم کا لقب ہے۔ نغول۔ عمیق، دراز۔ قصر۔ محل، ایوان۔ حشم۔ نوکر چاکر، عوام۔ رخت۔ سامان کشتم۔ برم۔ میری۔ سرداری۔ ورا۔ اورا۔ آوازہ۔ شہرہ۔ کازہ۔ جھونپڑا۔

[2] مُوئے علت۔ بیماری کا بال، یعنی آنکھ میں جو پردہ والا پیدا ہوجاتا ہے حضرت۔ دربار، کچہری۔ ایوان۔ محل، قلعہ۔ نار، آگ یعنی خواہشاتِ نفسانی۔ دود۔ دھواں یعنی خواہشاتِ نفسانی کے اثرات۔ وَجہُ اللہ۔ اللہ کا چہرہ، اللہ کی ذات۔ یہ قرآن پاک کی آیت "اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللہِ" "تم جدھر کو رخ کرو وہاں اللہ کی ذات موجود ہے" کی طرف اشارہ ہے۔ فتح۔ کشایش۔ باب۔ دروازہ۔ حق۔ اللہ تعالےٰ کا مشاہدہ دوسری چیزوں کی عظمت ختم کردیتا ہے جیسے ستارے چاند کے مشاہدہ کے وقت بے وقعت ہوجاتے ہیں۔

حق پدید ست از میانِ دیگراں
دوسروں کے درمیان اللہ اس طرح روشن ہے

ہمچو ماہ اندر میانِ اختراں
جیسا کہ ستاروں میں چاند

دو سرِ انگشت بر دو چشم نہ
دو انگلیوں کے سرے دونوں آنکھوں پر رکھ

ہیچ بینی از جہاں انصاف دہ
انصاف کر، دنیا کا کچھ بھی تجھ کو نظر آتا ہے

ور نہ بینی این جہاں معدوم نیست
اگر تو نہیں دیکھتا ہے یہ دنیا تو معدوم نہیں ہے

عیبِ جز انگشت نفسِ شوم نیست
منحوس نفس کی انگلی کے علاوہ کوئی عیب نہیں ہے

تو ز چشم انگشت را بردار ہیں
خبردار! آنکھ سے انگلی ہٹانے

وانگہانے ہر چہ میخواہی ببیں
پھر تو جو کچھ چاہتا ہے، دیکھ

نوح را گفتند امّت کو ثواب
"امت نے نوح (علیہ السلام) سے کہا ثواب کہاں ہے

گفت او را نسوے و استغشوا ثیاب
اس نے کہا وہ استغشوا ثیابہم کے اس طرف ہے

رو و سر در جامہا پیچیدہ اید
تم نے منہ اور سر کپڑوں میں لپیٹ رکھا ہے

لاجرم بادیدہ و نادیدہ اید
لامحالہ آنکھ والے ہو کر بھی نابینا بنے ہو

آدمی دیدست باقی پوست ست
آدمی تو بینائی ہے، باقی کھال ہے

دیدِ آنست انکہ دید دوست ست
دید تو دراصل محبوب کی دید ہے

چونکہ دیدِ دوست نہ بود کور بہ
جبکہ دوست کا دیدار نہ ہو اندھا ہونا اچھا ہے

دوست کو باقی نباشد دور بہ
جو دوست باقی رہنے والا نہ ہو اسکا دور ہونا اچھا ہے

چوں رسول روم ایں الفاظ تر
جب روم کے ایلچی نے یہ تر و تازہ لفظ

در سماع آورد، شد مشتاق تر
سنے، تو وہ زیادہ مشتاق ہو گیا

دیدہ را بر بستن عمر گذاشت
آنکھیں حضرت عمرؓ کے ڈھونڈنے پر لگا دیں

رخت را و اسپ را ضائع گذاشت
سامان اور گھوڑے کو بغیر حفاظت کے چھوڑ دیا

ہر طرف اندر پئے آں مردِ کار
اس مردِ کار کی تلاش میں ہر طرف

میشدے پرسان او دیوانہ وار
دیوانوں کی طرح پوچھتا پھرتا

کایں چنیں مردے بود اندر جہاں
کہ ایسا آدمی بھی دنیا میں ہوگا

وز جہاں مانند جان باشد نہاں
جو جان کی طرح دنیا سے پوشیدہ ہو

جست او را تا کش چوں بندہ بود
انکو ڈھونڈا تاکہ انکا غلام جیسا ہو جائے

لاجرم چوئندہ یابندہ بود
لامحالہ تلاش کرنیوالا، پالینے والا ہوتا ہے

لہ دو سرِ انگشت ... اگر کوئی شخص آنکھیں بند کرلے تو دنیا کی کوئی چیز اسکو نظر نہ آئے گی لیکن چیزیں معدوم نہیں ہیں اسی طرح دل کی آنکھیں اگر بند ہوں تو مشاہدۂ حق نہ ہوگا لیکن وہ موجود ہے اِستَغشَوا ثِیَابَہُم۔ انہوں نے اپنے کپڑے اپنے اوپر لپیٹ لئے، قرآن پاک میں یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا حال بیان کیا گیا ہے کہ ان کی دعوت پر انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر کپڑے اوڑھ لئے تاکہ نہ انکی بات سن سکیں نہ انکو دیکھ سکیں، حضرت نوح کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک تمہارا کفر ہے ثواب کہاں نظر آئیگا۔

سہ رو۔ منہ۔ جامہ۔ کپڑا۔
لاجرم۔ لامحالہ۔ دیدہ۔ آنکھ۔ آدمی۔ یعنی اگر آدمی حقیقت کا ادراک نہ کرے وہ آدمی کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور ادراک بھی محبوب حقیقی سے متعلق ہو۔ کور بہ۔ یعنی اگر آدمی کا اندھا ہونا اچھا ہے جو محبوب کا دیدار نہ کرے اور قابلِ محبت فانی کائنات نہیں ہے۔ تر۔ پر مغز و تازہ
شہ عمرؓ۔ صحیح تلفظ عین کے ضمہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ لیکن ضرورتِ شعری

یافتن رسول قیصر روم عمرؓ را خفتہ در زیر درخت خرما

قیصر روم کے ایلچی کا حضرت عمرؓ کو کھجور کے درخت کے نیچے سوتا ہوا پانا

دید اعرابی[1] زنے او را دخیل[2]
ایک بدو عورت نے اُس کو اجنبی دیکھ کر

گفت عمرؓ نک بزیر آں نخیل[3]
کہا یہ عمرؓ اُس کھجور کے نیچے ہیں

زیر خرما بن[4] ز خلقاں او جدا
کھجور کے درخت کے نیچے مخلوق سے جدا

زیر سایہ خفتہ بیں سایہ خدا[5]
خدا کے سایہ کو سایہ میں سوتا دیکھ

آمد او آنجا و از دور ایستاد
وہ اُس جگہ آیا اور دور کھڑا ہو گیا

مر عمرؓ را دید و در لرزہ فتاد
(حضرت) عمرؓ کو دیکھا اور کپکپی میں مبتلا ہو گیا

ہیبتے زاں خفتہ آمد بر رسول
ایلچی پر اُس سوتے ہوئے کی ہیبت طاری ہو گئی

حالتے خوش کرد بر جانش نزول[6]
ایک اچھی حالت اُس کی جان پر نازل ہو گئی

مہر و ہیبت ہست ضد یک دگر
محبت اور ہیبت ایک دوسرے کی ضد ہیں

ایں دو ضد را جمع دید اندر جگر
ان دو ضدوں کو اُس نے اپنے جگر میں جمع دیکھا

گفت با خود من شہا نزادہ ام
اپنے سے بولا میں نے بادشاہوں کو دیکھا ہے

پیش سلطانان خوش و بگزیدہ ام[7]
میں بادشاہوں کے سامنے مطمئن و برگزیدہ رہتا ہوں

از شہا نم ہیبت و ترسے نبود
بادشاہوں کی مجھ پر کوئی ہیبت اور خوف نہ تھا

ہیبت ایں مرد ہوشم در ربود
اِس شخص کی ہیبت نے میرے حواس گم کر دیئے

رفتہ ام در بیشۂ شیر و پلنگ[8]
میں شیر اور تیندوے کی جھاڑی میں گیا ہوں

روئے من زایشاں نگردانید رنگ
میرے چہرے کا اُن سے رنگ نہیں بدلا

بس شدم من در مصاف و کارزار[9]
میں بہت سے معرکوں اور جنگلوں میں گیا ہوں

ہمچو شیر آندم کہ باشد کارزار
شیر کی طرح، جبکہ کام سخت ہو

بس کہ خوردم بس دم زخم گراں
بہت سے بھاری زخم کھائے اور بہت سے لگائے

دل قوی تر بودہ ام از دیگراں
اندر دوسروں سے قوی دل رہا ہوں

بے سلاح[10] ایں مرد خفتہ بر زمیں
یہ شخص بغیر ہتھیاروں کے زمین پر سویا پڑا ہے

من بہفت اندام[11] لرزاں چیست ایں
میں ساتوں اعضاء سے لرزہ بر ہوں یہ کیا ہے؟

ہیبت حق ست ایں از خلق نیست
یہ خدا کی ہیبت ہے، مخلوق کی نہیں ہے

ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست
اِس گدڑی پوش انسان کی ہیبت نہیں ہے

---

[1] اعرابی۔ بدو۔ [2] دخیل۔ اجنبی۔ [3] نخیل۔ کھجور کا درخت۔ [4] خلقاں۔ خلق کی جمع، مخلوق۔ [5] سایۂ خدا۔ منصف حاکم خدا کا سایہ ہے۔ [6] نزول یعنی ایلچی کے دل میں ایک عجیب خوشگوار کیفیت پیدا ہو گئی۔ مہر یعنی ایلچی کے دل میں حضرت عمرؓ کی محبت بھی پیدا ہوئی اور خوف بھی۔ [7] باخود۔ اپنے دل میں۔ [8] بگزیدہ۔ برگزیدہ۔ بیشہ۔ درندے کے رہنے کی جھاڑی۔ پلنگ۔ تیندوا۔ [9] مصاف۔ صف بندی کی جگہ۔ کارزار۔ کام کی جگہ۔ زار۔ خراب۔ [10] سلاح۔ ہتھیار۔ [11] ہفت اندام۔ سات اعضاء سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں۔ دلق۔ گدڑی۔ صاحب دلق کملی والا فقیر۔

ہر کہ[1] ترسید از حق و تقوی گزید
جو اللہ (تعالیٰ) سے ڈرا اور اس نے تقویٰ اختیار کیا

ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید
اس سے جن اور انسان اور جو بھی اسکو دیکھے ڈرتا

اندریں فکرت بحرمت دست بست
اسی فکر میں وہ ادب سے دست بستہ ہوا

بعد یک ساعت عمر از جا بجست
ایک گھنٹہ بعد (حضرت) عمرؓ جگہ سے اٹھے

کرد خدمت مر عمر را او سلام
اس نے (حضرت) عمرؓ کی تعظیم کی اور سلام کیا

گفت پیغمبر سلام آنگہ کلام
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا پہلے سلام پھر کلام

پس علیکش گفت و او را پیش خواند
پھر (حضرت عمرؓ نے) اسکو وعلیک کہا اور آگے بلایا

ایمنش کرد و بنزد خود نشاند
اس کو مطمئن کیا اور اپنے پاس بٹھایا

ہر کہ ترسد مر ورا ایمن کنند
جو ڈرتا ہے اسکو مطمئن کرتے ہیں

مرد دل ترسندہ را ساکن کنند
جس کا دل ڈرے اس کو تسکین دیتے ہیں

لاتخافوا ہست نزل خائفاں
ڈرنیوالوں کی مہمانی کا کھانا نہ ڈرو ہے

ہست درخور از برائے خائف آں
اور اس سے ڈرنے والوں کے (لائق درخور شعری) ہے

آنکہ خوفش نیست چوں گوئی مترس
جس کو ڈر نہ ہو اسکو نہ ڈر تو کیسے کہے گا؟

درس چہ دہی نیست و محتاج درس
سبق کیا سکھاتا ہے وہ سبق کا ضرورتمند نہیں ہے

خاطر ویرانش را آباد کرد
اس کی برباد طبیعت کو آباد کر دیا

آں دل از جا رفتہ را دلشاد کرد
اس گھبرائے ہوئے کو خوش کر دیا

سخن گفتن عمرؓ با رسول قیصر روم و سوال رسول قیصر روم با عمرؓ
حضرت عمرؓ کا قیصر روم کے ایلچی سے بات کرنا اور روم کے ایلچی کا حضرت عمرؓ سے سوال کرنا

بعد ازاں گفتش سخنہائے دقیق
اسکے بعد انہوں نے اس سے باریک باتیں کیں

در صفات پاک حق نعم الرفیق
اللہ پاک کی صفات کے بارے میں جو بہترین رفیق ہے

وز نوازشہائے حق ابدال را
اور اولیاء پر اللہ تعالیٰ کی نوازشوں کے بارے میں

تا بداند او مقام و حال را
تاکہ وہ مقام اور حال کو سمجھ جائے

حال چوں جلوہ ست زاں زیبا عروس
حال، گویا اس حسین دلہن کا جلوہ ہے

ویں مقام آں خلوت آمد با عروس
اور مقام، دلہن کے ساتھ خلوت ہے

جلوہ بیند شاہ و غیر شاہ نیز
جلوہ تو شاہ اور شاہ کے غلام (بھی) دیکھتے ہیں

وقت خلوت نیست جز شاہ عزیز
لیکن خلوت کے وقت باعزت بادشاہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا ہے

---

[1] ہر کہ۔ شعر
تو ہم گردون از حکم داور پیچ
گر گردون نہ پیچد ز حکم تو پیچ
جست۔ یعنی سوکر اٹھے۔
خدمت۔ ادب تعظیم۔
پیغمبر حدیث شریف میں آیا ہے۔ السلام قبل الکلام سلام، بات چیت سے پہلے ہے علیک۔ یعنی وعلیکم السلام ہر کہ۔ یعنی جو شخص خدا سے ڈرتا ہے۔ اسکو طمانیت حاصل ہو جاتی ہے پھر کسی چیز کا اسکو خوف نہیں رہتا ہے۔ نزل۔ مہمانی کا کھانا۔ درخور۔ لائق۔ خائف۔ خوفزدہ۔
خاطر ویران۔ شکستہ دل۔ دل از جا رفتہ۔ گھبرایا ہوا۔ دقیق۔ باریک نعم الرفیق۔ اچھا ساتھی
ابدال۔ اولیاء اللہ کی ایک مخصوص جماعت ہے یہاں مطلقاً اولیاء اللہ مراد ہیں
مقام۔ وہ باطنی کیفیت ہے جو شریعت پر عمل کرنے اور کسب و ریاضت سے حاصل ہوتی ہے حال۔ وہ قلبی کیفیت ہے جو بلا کسب کے پیدا ہوتی ہے جیسے شوق، استغراق چنانچہ مشہور مقولہ ہے۔ المقامات مکاسب والاحوال مواہب یعنی مقامات، کسب سے حاصل کئے جاتے ہیں اور احوال خدا کی دین ہیں۔
جلوہ۔ نمائش حسن، ناز و کرشمہ دکھانا۔ زیبا۔ خوبصورت۔ عروس۔ دلہن

جلوہ کرد عام و خاصاں را عروس — خلوت اندر شاہ باشد با عروس

دُلہن عوام اور خواص کو جلوہ دکھاتی ہے — (صرف) بادشاہ ہوتا ہے دلہن کے ساتھ خلوت میں

ہست بسیار اہلِ حال از صوفیاں — نادرست اہلِ مقام اندر میاں

صوفیوں میں اہلِ حال بہت ہیں — اُن میں صاحبِ مقام کم ہیں

از منازلہائے جانش یاد داد — وز سفرہائے رَوانش یاد داد

اُس کو جان کی منزلیں بتلائیں — اور اُس کو روح کے سفر یاد دلائے

وز زمانے کز زماں خالی بُدست — وز مقامِ قُدس کا جلالی شدست

اُس زمانہ کی یاد دلائی جو قیدِ زماں سے خالی تھا — اور اُس مقامِ قُدس کی جو جلالی ہے

وز ہوائے کاندرو سیمرغِ رُوح — پیش ازیں دیدست پروازِ فتوح

اور اُس ہوا کی جس میں رُوح کے سیمرغ نے — اِس سے پہلے خوشی کی پرواز دیکھی ہے

ہر یکے پروازش از آفاق بیش — وز امید و نہمتِ مشتاق بیش

اُس کی ہر ایک پرواز عالم سے بڑھی ہوئی تھی — مشتاق کی امید اور قصد سے بڑھی ہوئی تھی

چوں عمرؓ اغیار رُو را یار یافت — جانِ اُو را طالبِ اَسرار یافت

جب (حضرت) عمرؓ نے بیگانہ صورت کو یار پایا — اور اُس کی طبیعت کو اسرار کا طالب پایا

شیخِ کامل بود و طالب مشتہی — مردِ چابک بود و مرکب در رہی

شیخ کامل تھا، اور طالب پُرشوق — سوار ہوشیار تھا، اور سواری تیار

دید آں مُرشد کہ او ارشاد داشت — تخمِ پاک اندر زمینِ پاک کاشت

مُرشد نے دیکھا کہ وہ استعداد رکھتا ہے — پاک بیج پاک زمین میں بو دیا

مَرد گفتش کاے امیرالمومنین — جاں زبالا چوں فرآمد بر زمیں

(اُس) شخص نے اُن سے کہا، اے امیرالمومنین — رُوح (عالم) بالا سے زمین پر کیونکر آ گئی؟

گفت حق بر جاں فسوں خود اند و قفص — مُرغ بے اندازہ چوں شد در قفص

انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے رُوح پر افسوں (اپنے انداز پر) پڑھ دیئے — لاتعداد پرندے پنجرے میں کیسے آ گئے

چوں فسوں خود اند می آید بجوش — بر عدم ہا کاں ندارد چشم و گوش

جب وہ اُن پر افسوں پڑھتا ہے وہ جوش میں آ جاتے ہیں — وہ معدوم جو آنکھ اور کان نہیں رکھتے

خوش معلق میزند سوئے وجود — از فسونِ اُو عدم ہا زود زود

وجود کی جانب قلابازیاں کھاتی ہیں — اُس کے افسوں سے معدوم چیزیں جلد جلد

سلہٰذا جلوہ۔ یعنی اہلِ حال کے آثار ہر کس و ناکس پر ظاہر ہو جاتے ہیں، صاحبِ مقام کی کیفیت عوام سے پوشیدہ رہتی ہے۔

منازلہائے۔ روح کی منزلیں یہی ہیں کہ وہ پہلے مجرد تھی پھر عالمِ مثال میں آئی پھر عالمِ خلق یعنی ناسوت میں آئی اُس کے بعد جسم سے جدا ہو کر عالمِ برزخ میں جائیگی پھر حشر میں اُس جسم سے متعلق ہو جائے گی۔

وز زماں۔ زمانہ مخلوق اور حادث ہے اِس سے پہلے ایک ایسی حالت تھی جو زمانہ سے خالی تھی۔ مقامِ قُدس۔ عالمِ جبروت، یعنی مرتبہ صفاتِ الٰہیہ۔ فتوح کشائش۔ امنگ، شوق آفاق۔ اطرافِ عالم مُنتہت۔ خواہش، حرص۔

سلہٰذا چوں عمر۔ یہ شرط ہے، جزاء تیسرے شعر کا دوسرا مصرع ہے مشتہی، مشتاق چابک۔ چالاک۔ درِ رہی۔ درگاہ میں حاضر، ارشاد کا سنگاری، صلاحیت۔

مرد۔ یعنی ایلچی۔ امیرالمومنین ایمان والوں کے سردار یعنی حضرت عمرؓ مرادِ بالا۔ یعنی عالمِ امر۔ زمین۔ یعنی عالمِ خلق۔ بے اندازہ۔ روح مادہ سے پاک ہے لہٰذا اُسکو بیمقدار کہا ہے۔ قفص۔ پنجرا، یعنی جسمِ انسانی فسوں افسوں۔

عدم ہا۔ قفص کی جمع ہے

بازبر موجود افسونے چو خواند — زود اُورا در عدم دو اسپہ راند

پھر جب موجود پر اُس نے افسوں پڑھا — جلد اُس کو عدم میں تیز دوڑا دیا

گفت با جسم آیتے تا جاں شد اُو — گفت با خورشید تا رخشاں شد اُو

جسم کو کوئی آیت سنا دی، تو وہ جان جنگیا — سورج سے کہا، تو وہ چمکدار ہو گیا

باز در گوشش دمد نکتہ مخوف — در رخِ خورشید افتد صد کسوف

پھر اُس کے کان میں کوئی خوفناک نکتہ پھونک دیا — تو سورج کے رخ میں سو گرہن آ گئے

گفت در گوشِ گل و خندانش کرد — گفت با لعلِ خوش و تابانش کرد

پھول کے کان میں کچھ کہا، اُس کو شگفتہ کر دیا — خوبصورت لعل سے کچھ کہا اور اسکو چمکدار بنا دیا

تا بگوشِ خاک حق چہ خواندہ است — کو مُراقب گشت و خامش ماندہ است

معلوم نہیں زمین کے کان میں کیا پھونک دیا ہے؟ — کہ وہ منتظر اور خاموش ہو گئی ہے

تا بگوشِ ابر آں گویا چہ خواند — کو چو مشک از دیدۂ خود آب راند

(نہ معلوم) اُس بولنے والے نے ابر کے کان میں کیا کہا ہے؟ — کہ اُس نے مشک کی طرح اپنی آنکھ سے پانی بہا دیا

در تردّد ہر کہ اُو آشفتہ است — حق بگوشِ اُو معمّا گفتہ است

جو شخص تردّد میں پریشان ہے — اللہ تعالیٰ نے اُس کے کان میں کوئی معما کہا ہے

تا کُند مجبوسش اندر دو گماں — آں کُنم کو گفت یا خود ضدِّ آں

تاکہ اُس کو دو گمانوں میں مبتلا کر دے — وہ کروں جو (فلاں) نے کہا یا اُس کی ضد

ہم ز حق ترجیح یا بد یک طرف — زاں دو یک را برگزیند ساں کنف

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جانب کا رجحان — اُس طرف سے دونوں میں سے ایک کو اختیار کرتا ہے

گر نخواہی در تردّد ہوشِ جاں — کم فشار ایں پنبہ اندر گوشِ جاں

اگر تو جان کے ہوش کو تردّد میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا ہے — اس روئی کو جان کے کان میں نہ ٹھونس

پنبۂ وسواس بیروں کُن ز گوش — تا بگوشت آید از گردوں خروش

وسوسہ کی روئی کو کان سے نکال دے — تاکہ آسمان سے آواز تیرے کان میں آئے

تا کُنی ادراک رمز و فاش را — تا بگنجی فہم آں معما ہا ش را

تاکہ تو اشاروں کا ادراک کر سکے — تاکہ تو اُن معموں کو سمجھ لے

پس محلِّ وحی گردد گوشِ جاں — وحی چہ بُود گفتنِ از حسِّ نہاں

پھر جان کا کان وحی کی جگہ بنجاتا ہے — وحی کیا ہوتی ہے؟ پوشیدہ حس کی گفتگو ہے

سلہ دو اسپہ۔ تیز رفتار، جو ہاری باری دو گھوڑوں سے سفر کریگا جلد منزل مقصود پر پہونچ جائیگا

جسم۔ جسم کا زندہ ہونا اور سورج کا چمکنا اُس کے حکم سے ہے

کسوف۔ گرہن، حدیث میں ہے کہ چاند اور سورج کا گرہن کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی آیتیں یعنی علامتیں ہیں جن سے اللہ اپنے بندوں کو تنبیہ کرتا ہے۔ مراقب مراقبہ کرنیوالا، منتظر، گردن جھکانے والا۔ گویا۔ گفتن سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔

تردّد۔ کسی کام کے کرنے نہ کرنے کا فیصلہ نہ کر سکنا

معمّا۔ اندھا بنایا ہوا، چھپایا ہوا، وہ کلام جس کا مطلب پوشیدہ رکھ دیا گیا ہو۔ مجبوس۔ پابند قیدی۔ کو۔ کہ او۔

سلہ ترجیح۔ دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنا۔ طرف۔ شق، فریق، جانب۔ کنف۔ کنارہ، طرف۔ ہوشِ جاں۔ روحانی زندگی۔ وسواس۔ یعنی مشاغل دنیوی۔

سلہ تا بگوشت۔ یعنی انسان جب دنیاوی مشاغل چھوڑ دیتا ہے اُس کو ملاءِ اعلیٰ سے مناسبت ہو جاتی ہے۔

---

۴ ہے۔ وحی سے مراد الہام ہے جو غیر نبی کو بھی ہوتا ہے۔

گوشِ[1] جان و چشمِ جان جز این حس ست — گوشِ عقل و چشمِ ظن زاں مفلس ست

جان کے کان اور آنکھ اِس حس کے علاوہ ہیں — عقل کا کان اور گمان کی آنکھ اُس سے خالی ہے

لفظِ جبر مر عشق را بے صبر کرد — وانکہ عاشق نیست حبسِ جبر کرد

جبر کے لفظ نے میرے عشق کو بے قرار کر دیا — جو عاشق نہیں ہے اُسکو جبر کا قیدی بنا دیا

ایں معیت با حق ست و جبر نیست — ایں تجلّی مہ ست ایں ابر نیست

یہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ معیت ہے اور جبر نہیں ہے — یہ چاند کی تجلّی ہے، ابر نہیں ہے

ور بُوَد ایں جبر جبرِ عامہ نیست — جبرِ آں امّارۂ خود کامہ نیست

اگر یہ جبر ہے تو عوام کا جبر نہیں ہے — خود غرض (نفس) امّارہ کا جبر نہیں ہے

جبر را ایشاں شناسند اے پسر — کہ خدا بکشاد شاں در دل بصر

اے بیٹا! جبر کو وہی پہچانتے ہیں — جن کے دل کی آنکھ خدا نے کھول دی ہے

غیب و آئندہ بر ایشاں گشت فاش — ذکرِ ماضی پیشِ ایشاں گشت لاش

غیب اور آنیوالی چیزیں اُن پر منکشف ہوگئی — گذشتہ کی یاد تو اُن کے لئے کچھ بھی نہیں

اختیار و جبرِ ایشاں دیگر ست[2] — قطرہا اندر صدفہا گوہر ست

اُن کا اختیار اور جبر دوسرا ہی ہے — صدفوں میں یہ قطرے گوہر ہیں

ہست بیروں قطرۂ خورد و بزرگ — در صدف رُہا ہے خورد ست و سترگ

باہر وہ چھوٹے اور بڑے قطرے ہیں — لیکن صدف میں وہ چھوٹے اور بڑے موتی ہیں

طبعِ ناف آہو ست آں قوم را — از بروں خوں و دروں شاں مشکہا

اِس قوم کی طبیعت ہرن کا نافہ ہے — باہر خون ہے اور اُن کے اندر مشک ہے

تو مگو کیں ناف بیروں خوں بُوَد[3] — چوں بُوَد در ناف مشکے چوں شود

تو نہ کہہ کہ یہ نافہ باہر خون ہوتا ہے — جب ناف میں جاتا ہے مشک کیوں بنجاتا ہے

تو مگو کایں مس بروں بد محتقر — در دلِ اکسیر چوں گشت ست زر

تو نہ کہہ کہ یہ تانبا باہر ناچیز تھا — اکسیر کے دل میں پہنچکر سونا کیسے بنگیا؟

اختیار و جبر در تو بد خیال — چوں در ایشاں رفت شد نورِ جلال

اختیار اور جبر تجھ میں ایک خیال تھا — جب اُن میں پہنچا تو نورِ جلال بن گیا

نانِ چوں در سُفرہ ست او باشد جماد — در تنِ مردم شود او روح شاد

روٹی جب تک دسترخوان میں ہے وہ جماد ہے — انسان کے جسم میں پہنچکر وہ بشاش روح بنجاتی ہے

---

[1] گوشِ جان۔ روح کے کان اور آنکھ جسم کے کان اور آنکھ کے علاوہ ہیں نیز وہ عقل کے کان اور گمان کی آنکھ سے بھی جداگانہ ہیں۔ جبر یعنی جب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ مطلق اختیار صرف ذاتِ باری کو حاصل ہے تو میرے عشق میں اور اضافہ ہوگیا جو عبادت اور ریاضت کے اضافہ کا مقتضی ہے۔ جو لوگ عشق سے خالی ہیں وہ جبر کے معنی مجبورِ محض کے لیکر عبادات کو ترک کر بیٹھتے ہیں۔ معیت باحق۔ جب ذاتِ باری سے تعلق قائم ہو جاتا ہے تو وہ اُس کو ہی متصرفِ حقیقی سمجھتا ہے لیکن اسکو جبر کہنا غلطی ہے۔ عامہ۔ عام لوگ۔ امّارہ۔ یعنی وہ نفس جو برائی پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔ خود کامہ۔ خود غرض۔ نیست۔ یعنی اگر کوئی اللہ کے کامل اختیار کے مقابلہ میں اپنے ناقص اختیار کو جبر کے ساتھ تعبیر کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ آئندہ۔ مستقبل۔ فاش۔ ظاہر۔ لاشی۔ غیر موجود۔

[2] دیگر ست۔ عارفین کا جبر مزید عشق و اطاعت کا سبب ہے عوام جو جبر کے معنی لیتے ہیں وہ شرعی احکام کے متعلق ہو جانیکا باعث ہے۔ قطرہا۔ جبرِ محمود اور جبرِ مذموم کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ پہلی مثال پانی کے قطروں کی ہے کہ وہ صدف سے باہر ہو

[3] تو مگو۔ وہ ایک بے جان چیز ہے انسانی بدن میں پہنچکر وہ روح بنجاتی ہے۔

در دلِ سُفرہ[1] نگشتہ مُستحیل
دسترخوان میں وہ متغیر نہیں ہوتی ہے

مُستحیلش جاں کُند از سلسبیل
روح اس کو سلسبیل کے ذریعہ متغیر کرتی ہے

قوّتِ جان ست ایں اے راست جو اں
اے سچی بات پڑھنے والے! یہ روح کی طاقت ہے

تا چہ باشد قوّتِ آں جانِ جاں
تو روح کی روح کی کیا طاقت ہوگی؟

نانِ ست قوّتِ تن لیکن در نگر
اے بیٹا! روٹی بدن کی غذا ہے، لیکن غور کر

تا چہ قوّتِ جانش باشد اے پسر
اس کی روح کی غذا کیا ہوگی؟

گوشت پارہ آدمی از زورِ جاں
آدمی جو گوشت کا ٹکڑا ہے، جان کے زور سے

می شگافد کوہ را با بحر و کاں
پہاڑ کو مع سمندر اور کان کے پھاڑ دیتا ہے

زورِ جانِ کوہکن شقّ الحجر
کوہکن کی جان کے زور نے پتھر پھاڑا

زورِ جانِ جاں درِ انشقّ القمر
جان کی جان کا زور انشقّ القمر میں ہے

گر کشاید دل سرِ انبانِ راز
اگر دل راز کے تھیلے کا منہ کھولدے

جاں بسوئے عرش سازد مُترکتاز
جان عرش کی جانب دوڑ جائے

گر زباں گوید ز اسرارِ نہاں
اگر زبان چھپے راز کہدے

آتش افروزد بسوزد ایں جہاں
آگ لگا دے اور اس جہان کو جلادے

اضافت کردنِ آدم علیہ السلام زلّت خود را بخویش کہ ربّنا ظلمنا

حضرت آدم علیہ السلام کا اپنی لغزش کو اپنی طرف منسوب کرنا کہ اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا

و اضافت کردنِ ابلیس بحق تعالےٰ کہ ربِّ بما اغویتنی

اور شیطان کا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا کہ اے میرے رب تو نے مجھے گمراہ کیا

فعلِ حق و فعلِ ما ہر دو ببیں
اللہ کے فعل اور ہمارے فعل، دونوں کو دیکھ

فعلِ ما را ہست دان پیدا ایں
ہمارے فعل کو تو موجود سمجھ، یہ ظاہر ہے

گر نباشد فعلِ خلق اندر میاں
اگر مخلوق کا فعل موجود نہ ہو

پس مگو کس را چرا کردی چناں
تو کسی کو نہ کہہ کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟

خلقِ حق افعالِ ما را مُوجد ست
اللہ کی آفرینش ہمارے افعال کی موجد ہے

فعلِ ما آثارِ خلقِ ایزد ست
ہمارے فعل اللہ کی آفرینش کے نتیجے ہیں

لیک ہست ایں فعلِ ما مختارِ ما
لیکن ہمارا یہ فعل ہمارے اختیار میں ہے

زو جزا گہ مارِ ما گہ یارِ ما
اسکی جزا کبھی ہمارے لئے سانپ اور کبھی ہماری دوست ہے

---

[1] سُفرہ۔ دسترخوان۔ مُستحیل متغیر ہو جانیوالا۔ جاں۔ روحِ حیوانی۔ سلسبیل۔ جنت کا چشمہ ہے یہاں بدن کی قوت مجملہ مراد ہے جانِ جاں۔ روحِ انسانی، کیونکہ وہ روحِ حیوانی سے متعلق ہے اور روحِ حیوانی جسم سے متعلق ہے۔
نان۔ روٹی روحِ حیوانی کی غذا ہے روحِ انسانی کی غذا علوم و معارف ہیں کوہکن۔ پہاڑ کھودنے والا فرہاد جو شیریں کا عاشق تھا جس نے شیریں سے وصال کے شوق میں پہاڑ کھود ڈالا تھا لیکن نامراد مرا۔ انشقّ القمر۔ چاند پھٹ گیا، آنحضورؐ کے معجزہ شقّ القمر کی طرف اشارہ ہے کہ روحِ انسانی کی طاقت یہ کام کر ڈالنے کی ہے۔ انبان۔ تھیلا۔ مترکتاز لوٹ مار۔
[2] آتش افروزد۔ پوشیدہ اسرار کے بیان کو عوام نہ سمجھیں گے تو عام کے فساد کا سبب بنجائے گا۔
ربّنا ظلمنا۔ اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا قرآن پاک میں یہ حضرت آدمؑ کا قول نقل کیا گیا ہے، انہوں نے اپنی خطا کو اپنی طرف منسوب کیا۔ ربّ بما اغویتنی اے رب تو نے مجھے کس سبب سے گمراہ کیا یہ قرآن نے شیطان کا قول نقل کیا ہے انہوں شیطان نے گمراہ کرنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے۔ یعنی جزا بھلائی ہمارے لئے پسندیدہ ہوگی۔

زانکہ[1] ناطق حرف بیند یا غرض — کے شود یک دم محیطِ دو عرض

اسلئے کہ بولنے والا یا حرفوں کو دیکھتا ہے یا مطلب کو — ایکدم دو حالتوں پر کیسے حاوی ہو سکتا ہے؟

گر بمعنیٰ رفت شد غافل ز حرف — پیش و پس یکدم نہ بیند ہیچ طرف

اگر معنی کی طرف گیا، حروف سے غافل ہوا — کوئی آنکھ ایکدم آگے اور پیچھے نہیں دیکھ سکتی

آں زماں کہ پیش بینی آں زماں — تو پسِ خود کے بہ بینی این بداں

جس وقت تو آگے دیکھتا ہے، اس وقت — تو اپنے پیچھے کب دیکھ سکتا ہے، یہ سمجھ لے

چوں محیطِ حرف و معنی نیست جاں — ہر دو آں جان کی خالق کیسے ہو سکتی ہے؟

حق محیط جملہ آمد اے پسر — واندارد کارش از کارِ دگر

اے بیٹا! اللہ سب پر حاوی ہے — اسکو ایک کام دوسرے کام سے نہیں روکتا ہے

گفتِ ایزد جانِ ما را مست کرد — چوں ندانند آنکہ را خود ہست کرد

اللہ کے قول نے ہماری جان کو مست کر دیا — جس کو اس نے پیدا کیا ہے وہ اسکو کیوں جانیگا؟

گفت شیطاں کہ بما اغویتنی — کرد فعلِ خود نہاں در پودنی

شیطان نے کہا کہ مجھے کیوں گمراہ کیا! — کینہ شیطان نے اپنے فعل کو چھپا لیا

گفت آدم[2] کہ ظلمنا نفسنا — او ز فعلِ خود نبُد غافل چو ما

آدم (علیہ السلام) نے کہا ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا — وہ اپنے فعل سے ہماری طرح غافل نہ تھے

در گنہ اُو از ادب[3] پنہانش کرد — زاں گنہ بر خود زدن او بر نخورد

انہوں نے گناہ کے معاملہ پر ادب کیا وہ اس لئے — اپنے اوپر گناہ لے لینے سے انہوں نے پھل کھایا

بعدِ توبہ گفتش اے آدم نہ من — آفریدم در تو آں جرم و محن

توبہ کے بعد اسنے کہا اے آدم! کیا میں نے نہیں — پیدا کیا تھا تجھ میں وہ جرم اور مصیبتیں

نے کہ تقدیرِ قضائے من بداں — چوں بوقتِ عذر کردی آں نہاں

کیا وہ میری تقدیر اور قضا نہ تھی؟ — تو نے عذر کے وقت اس کو کیوں چھپایا؟

گفت ترسیدم ادب بنگذاشتم — گفت من ہم پاس آنت داشتم

حضرت آدم نے کہا میں ڈرا، ادب کو نہ چھوڑا — (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں نے بھی تیرے لئے اس کا لحاظ رکھا

ہر کہ آرد حرمت او حرمت برد — ہر کہ آرد قند لوزینہ خورد

جو شخص تعظیم کرتا ہے عزت پاتا ہے — جو شخص شکر لاتا ہے وہ بادامی حلوہ کھاتا ہے

---

[1] زانکہ۔ مولانا یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق نہیں ہے بلکہ انسان کے افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اسلئے کہ خالق کا اپنی مخلوق پر علمی احاطہ ضروری ہے ورنہ وہ اس کو کیسے پیدا کر سکیگا اور انسان کو اپنے افعال کا ہر طرح سے علم ہو ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا انسان کو اپنے افعال کا خالق قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ ناطق۔ بولنے والا۔ غرض۔ مطلب، مفہوم۔ یکدم۔ ایک آن میں۔ محیط۔ احاطہ کرنیوالا، گھیر لینے والا۔ عرض۔ حالت۔ طرف۔ آنکھ۔ ہر دو آں۔ یعنی حروف اور مطلب۔ واندارد "لَا یَشْغَلُہٗ شَانٌ عَنْ شَانٍ" اللہ تعالیٰ کو ایک حالت دوسری حالت سے غافل نہیں بناتی ہے۔ گفت۔ قول، یعنی کلمہ کُن۔ دیو شیطان۔ وی۔ کمینہ۔ فعلِ خود۔ یعنی اپنے کسب کو۔

[2] آدم۔ حضرت آدم ؑ نے ظلم کی اپنی طرف نسبت کسب کے اعتبار سے کی ورنہ اس کا خلق اللہ کی طرف منسوب تھا جس کو ادباً ذکر نہیں کیا۔ شعر آں گناہ گرچہ بنزد اہل بیں ۔۔۔ طاعتے آمد بدرگاہِ یقیں

[3] ادب۔ یعنی آدم ؑ نے ادب کو ملحوظ رکھا اور طریق ادب کی کوشش کو گناہ سے بہتر سمجھا۔ بر خود زدن۔ اپنے اوپر لگا لینا، اپنے ذمہ لازم کر لینا۔ بر نخورد۔ پھل پانا، نتیجہ حاصل کرنا۔ آفریدم۔ میں نے پیدا کیا۔ محن۔ محنت کی جمع

طیّبات[1] از بہر کہ لِلطّیبین — یار را خوش کُن مر نجاں و بیں

پاک چیزیں کس کے لئے ہیں پاک لوگوں کے لئے — دوست کو خوش رکھ، رنجیدہ نہ کر اور دیکھ

تمثیل

یک مثال آے دل بہر فرق و بیار — تا بدانی جبر را از اختیار

اے دل! ایک مثال فرق کرنے کے لئے لا — تاکہ تو جبر کو اختیار سے جدا سمجھ سکے

دست کو لرزاں بُود از ارتعاش — وانکہ دستے را تو لرزانی ز جاش

وہ ہاتھ جو رعشہ سے ہل رہا ہے — اور وہ ہاتھ جسکو تو جگہ سے ہلا رہا ہے

ہر دو جنبش آفریدہ حق شناس — لیک سوا کرد این با آں قیاس

دونوں حرکتوں کو اللہ کی پیدا کردہ سمجھ — لیکن اسکو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے

زاں پشیمانی کہ لرزانیدنش — چوں پشیماں نیست مرد مرتعش

اس سے تو شرمندہ ہے جس کو تو نے ہلایا ہے — رعشہ والا انسان کیوں شرمندہ نہیں ہے؟

مرتعش را کے پشیماں دیدۂ — بر چنیں جبرے چہ بر تو چیدۂ

رعشہ والے کو تو نے کب شرمندہ دیکھا ہے؟ — اس قسم کے جبر کو تو کیوں پیٹا ہوا ہے؟

بحثِ عقل ایں ست چہ عقل آں حیلہ گر — تا صعیفے رہ بَرد آنجا مگر

یہ عقلی بحث ہے، عقل کیا ہے، حیلہ گر ہے — شاید کوئی کمزور (اسکے ذریعہ) اس مقام تک پہنچ جائے

آں دگر باشد کہ بحثِ جاں بُود — بحثِ عقلی گرد رُو مرجاں بُود

روحانی بحث دوسری ہی چیز ہے — عقلی بحث، خواہ موتی اور مونگا ہو

بحث جاں اندر مقامے دیگر ست — بادۂ جاں را قوامے دیگر ست

روحانی بحث کا مقام دوسرا ہے — روحانی شراب کا قوام ہی دوسرا ہے

آں زماں کہ بحثِ عقلی ساز بُود — ایں عمرؓ با بُوالحکم ہمراز بُود

جس زمانہ میں عقلی بحث مہیا تھی — یہ (حضرت) عمرؓ ابوجہل کے ساتھ ہمراز تھے

چوں عمرؓ از عقل آمد سوئے جاں — بُوالحکم بُوجہل شد در بحثِ اُں

عمرؓ جب عقل سے روح کی طرف آئے — انکی بحث میں ابوالحکم ابوجہل بن گیا

سوئے عقل و سوئے حس او کامل ست — گرچہ خود نسبت بجاں او جاہل ست

عقل اور حواس کے اعتبار سے وہ پورا ہے — اگرچہ روح کے اعتبار سے وہ جاہل ہے

---

[1] طیبات۔ پاک چیزیں، پاک عورتیں طیبتیں۔ پاک لوگ۔ یار۔ یعنی خدائے تعالیٰ۔ فرق۔ یعنی جبر اور اختیار میں امتیاز کرنے کے لئے۔ ارتعاش۔ لرزہ، رعشہ کا مرض۔ از جاش۔ از جائے اُو۔ ہر دو۔ ہاتھ کی دونوں قسم کی حرکت اللہ کی پیدا کردہ ہے۔ لیکن دونوں میں فرق ہے۔ ایک جبری ہے ایک اختیاری ہے۔ مرتعش۔ حرکت اضطراری کی وجہ سے انسان کبھی شرمندگی محسوس نہیں کرتا، اختیاری ناشائستہ حرکت سے شرمندہ ہوتا ہے۔ بحث۔ یعنی جبر و اختیار کا فرق سمجھانے کے لئے جو ہم نے پہلے تقریر کی یہ عقلی بحث ہے، لیکن عقل بیچاری خود کیا چیز ہے جو اُس کی بحث قابلِ قدر ہو۔ یہ تو محض عوام روحانیت سے خالی لوگوں کے لئے ایک راہ نمائی کی تدبیر ہے۔ صعیف۔ یعنی وہ لوگ جنکو دینی علوم حاصل نہیں ہیں۔ دُر۔ موتی۔ مرجان۔ مونگا۔ یعنی عقلی بحث خواہ کیسی حسین ہو روحانی بحث کا مقام حاصل نہیں کرسکتی۔ مقام۔ روحانی بحث کا مرتبہ وحی والہام کا مرتبہ ہے۔ بادہ۔ شراب۔ قوام۔ کسی چیز کے حقیقی اجزا۔ سازبودن۔ سامان ہونا۔ بوالحکم۔ عمر بن ہشام کی پہلی کنیت ہے اس کے بعد اسکی ام

بحثِ عقل و حس اثر دان یا سبب — بحثِ جانی یا عجب یا بُوالعجب

عقلی اور حسّی بحث کو اثر یا سبب سمجھ — یہ جانی بحث یا عجیب ہے یا اس سے بھی بڑھکر ہے

ضوءِ جاں آمد نخاند اے مُستضی — لازم و ملزوم و نافی مُقتضی

اے روشنی کے طالب! روح کا نور جب آیا — لازم اور ملزوم اور نافی مقتضی نہ رہے

زانکہ بینا را کہ نورش بازغ ست — از عصا و از عصا کش فارغ ست

اسلئے کہ وہ بینا جسکی روشنی چمک رہی ہے — لاٹھی اور لاٹھی پکڑنے والے سے بے نیاز ہے

تفسیر آیۃ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ و بیانِ آں

"وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" آیت کی تفسیر اور اس کا بیان

بار دیگر ما بقصّہ آمدیم — ما ازیں قصّہ بروں خود کے شدیم

ہم پھر قصّہ کی طرف لوٹتے ہیں — ہم اس قصّہ سے باہر ہی کب نکلے ہیں؟

گر بجہل آئیم آں زندان اُوست — ور بعلم آئیم آں ایوان اُو

اگر ہم جہل میں مبتلا ہیں تو وہ اُسکا قید خانہ ہے — اگر علم سے بہرہ ور ہوں تو وہ اس کا محل ہے

گر بخواب آئیم مستان و یتیم — ور بہ بیداری بدستانِ و یتیم

اگر ہم سو جائیں تو ہم اُس کے مست ہیں — اگر بیدار ہیں تو اُس کے داستان گو ہیں

ور بگریم ابر پُر زرقِ و یتیم — ور بخندیم آں زماں برقِ و یتیم

اگر ہم روئیں تو اُس کا صاف پانی بھرا ابر ہیں — اگر ہم ہنسیں تو اُس وقت ہم اُس کی بجلی ہیں

ور بخشم و جنگ عکسِ قہر اوست — ور بصلح و عذر عکسِ مہر اوست

اگر غصہ اور لڑائی میں ہیں تو اُس کے قہر کے پرتو ہیں — اگر صلح اور معذرت میں ہیں تو اُس کی مہر کا پرتو ہیں

ما کہ ایم اندر جہانِ ہیچ ہیچ — چوں اَلِف اُو خود کہ دارد ہیچ ہیچ

اس ہیچ در ہیچ دنیا میں ہم کیا ہیں؟ — اَلِف کی طرح ہیں جس کے پاس کچھ نہیں ہے

چوں اَلِف گر تو مجرّد می شوی — اندریں رہ مردِ مُفرد می شوی

اگر اَلِف کی طرح تو خالی ہو جائے — تو اس راستہ میں تو یگانہ انسان بنجائے

جہد کن تا ترکِ غیر حق کنی — دل ازیں دنیائے فانی برکنی

کوشش کر تاکہ تو ماسوی اللہ کو ترک کرے — اس فانی دنیا سے دل کو ہٹا لے

ایں سخن را نیست پایاں اے پسر — از رسولِ روم برگو و ز عمرؓ

اے بیٹا! اس بات کی انتہا نہیں ہے — رومؐ کے ایلچی اور حضرت عمرؓ کی بات کر

سلہ اثر۔ یعنی اثر سے مؤثر پر استدلال جیسے دھوئیں سے آگ کے وجود پر استدلال جس کو دلیل اِنّی کہتے ہیں۔ سبب۔ یعنی علت سے معلول کے وجود پر استدلال جس کو دلیل لِمّی کہتے ہیں۔ جیسے سورج کے نکلنے سے دن کے وجود پر استدلال۔ عجب۔ بُوالعجب۔ عجیب کا باپ یعنی بہت زیادہ تعجب خیز۔ مُستضی روشنی حاصل کرنے والا۔ سلہ لازم و ملزوم۔ یعنی لازم کے وجود سے ملزوم کے وجود پر یا ملزوم کے وجود سے لازم کے وجود پر استدلال۔ نافی مُقتضی یعنی نافی کے وجود سے منفی کے وجود پر یا مقتضی کے وجود سے مُقتضا کے وجود پر استدلال۔ بازغ۔ چمکنے والا۔ فارغ۔ یعنی عقلی بحث اندھے کی لاٹھی ہے جو اُس کی رہنمائی کرتی ہے سو اسکے کو اُس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ سلہ جہل۔ نادانی، یہ خدا کا قید خانہ ہے۔ علم۔ یعنی قربِ الٰہی یہ اُس کے دربار میں باریابی کا سبب ہے۔ دستان۔ داستان آبر۔ بادل۔ زرق۔ صاف پانی۔ برق۔ بجلی۔ ور بخشم غرضیکہ جملہ صفاتِ انسانی اللہ کی شانوں کا مظہر ہیں۔ اَلِف۔ یعنی جو ہر چیز سے خالی ہے نہ اُس پر نقطہ ہے نہ حرکت۔ مجرّد۔ خالی۔ مردِ مفرد۔ یگانہ انسان بے مثال

سوال کردن رسول روم از عمرؓ سبب ابتلائے ارواح با ایں آب و گل جسم

روم کے ایلچی کا حضرت عمرؓ سے روحوں کے اس آب و گل کے جسم میں مبتلا ہونے کا سبب پوچھنا

از عمرؓ چوں آں رسول ایں را شنید — روشنے در دلش آمد پدید
اُس ایلچی نے (حضرت) عمرؓ سے جب یہ سُنا — اس کے دل میں ایک روشنی پیدا ہو گئی

محو شد پیش سوال و ہم جواب — گشت فارغ از خطا و از صواب
سوال اور جواب بھی اُس کے سامنے مٹ گیا — صحیح اور غلط سے بے نیاز ہو گیا

اصل را دریافت بگذشت از فروع — بہرِ حکمت کرد در پرسش شروع
اُس نے اصل معلوم کر لی فروع کو چھوڑ دیا — حکمت کی بات پوچھنی شروع کر دی

با عمر گفت اُو چہ حکمت بُود و سِر — صبِ ایں صافی دریں خاکِ کدر
(حضرت) عمرؓ سے بولا کیا حکمت اور کیا راز ہے — اس مصفّٰی چیز کو اس مکدر مٹی میں قید کرنے کا

آبِ صافی در گلے پنہاں شدہ — جانِ صافی بستۂ ابداں شدہ
صاف پانی مٹی میں چھپا ہوا ہے — مصفّٰی روح جسموں سے وابستہ ہو گئی

فائدہ فرما کہ ایں حکمت چہ بود — مُرغ را اندر قفس کردن چہ سود
فرمائیے یہ کیا حکمت تھی؟ — پرندہ کو پنجرے میں بند کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

گفت تو بحثے شگرفے می کنی — معنیٔ را بندِ حرفے می کنی
(حضرت عمرؓ نے) کہا تو عجیب بحث کر رہا ہے — معنیٰ کو لفظوں میں قید کر رہا ہے

حبسؔ کردی معنیٔ آزاد را — بندِ حرفے کردۂ تو باد را
آزاد معنیٰ کو تو نے قید کر دیا — آواز کو بھی تو نے لفظوں کا پابند کر دیا

از برائے فائدہ ایں کردۂ — تو کہ خود از فائدہ در پردۂ
تو نے فائدہ کے لئے یہ کیا ہے — حالانکہ تو خود فائدہ سے حجاب میں ہے

آنکہ از وے فائدہ زائیدہ شد — چوں نہ بیند آنچہ مارا دیدہ شد
جس ذات سے وہ فائدہ پیدا ہوا ہے — وہ اُس کو کیوں نہ دیکھے جس کو ہم نے دیکھا ہے

صد ہزاراں فائدہ است و ہر یکے — صد ہزاراں پیش آں یک اندکے
لاکھوں فائدے ہیں — اور اُن میں سے ایک فائدے کے سامنے لاکھوں فائدے کمتر ہیں

آں دمِ نطقش کہ جانِ جانہاست — چوں بُود خالی ز معنیٰ گوئے راست
اسکی گویائی کا انفاس جو جانوں کی جان ہے — معنیٰ سے کب خالی ہو گا؟ سچ کہنا

سلام ہو رشید یعنی حضرت عمرؓ نے روح کے بارے میں جو تقریر کی تھی۔ محو شد یعنی سوال و جواب ختم ہو گئے اور اُس کو شرح صدر ہو گیا۔ اصل یعنی اُس کو معلوم ہو گیا کہ اشیاء کے وجود کا اصل سبب کلمۂ کُن ہے۔ فروع۔ یعنی اشیاء کے وجود کے جزوی اسباب۔ حکمت۔ یعنی اللہ کے افعال کی حکمتیں۔ گفت اُس نے دریافت کیا کہ روح کو جسم میں مقید کرنے کی کیا حکمت ہے۔ آب صافی۔ یعنی روح۔ گل۔ یعنی انسانی جسم۔ مرغ۔ یعنی روح۔ قفس یعنی انسانی بدن۔ شگرف۔ شین کے کسرہ اور گاف کے فتحہ کے ساتھ، عجیب، عظیم۔ حبس۔ قید کرنا۔ بادہ ہوا۔ یعنی آواز، انسان معنیٰ اور آواز جیسی آزاد چیز کو لفظوں میں مقید کرتا ہے تو اس میں لامحالہ کوئی نہ کوئی حکمت اور فائدہ پیش نظر ہوتا ہے۔ آنکہ۔ موجودات فائدوں کی خالق ہے اس کے افعال میں کوئی نہ کوئی فائدہ کیوں مضمر نہ ہو گا صد ہزاراں۔ روح کو مقید کرنے میں لاکھوں فائدے ہیں اور اُس میں سے ہر ایک ہمارے لاکھ فائدوں سے مہ

آں دمِ نُطقت کہ جزوِ ہا ست — فائدہ شد کُل کُل خالی چرا ست

تیری گویائی جو جزؤں کا جزو ہے — مفید ہوئی، تو کُل کا کُل خالی کیوں ہے؟

تو کہ جُزوی کارِ تو با فائدہ است — پس چرا در طعنِ کُل آری تو دست

تو جو کہ ایک جزو ہے، تیرا کام با فائدہ ہے — پھر تو کُل پر طعنہ زنی کیلئے کیوں آمادہ ہوتا ہے؟

گفت را گر فائدہ نبود مگو — در بُود ہل اعتراض و شکر جو

بولنے میں اگر فائدہ نہ ہو تو نہ بول — اگر ہو تو اعتراض چھوڑ دے اور شکریہ ادا کر

شکرِ حق چوں طوق ہر گردن بُود — نے جدال و رُو ترش کردن بُود

اللہ کا شکر ہر گردن میں طوق کی طرح ہونا چاہئے — نہ کہ جھگڑا اور مُنہ بگاڑنا

گر ترُش رو بودن آمد شکر و بس — ہمچو سرکہ شکر گوئے نیست کس

اگر ترش رو ہونا ہی صرف شکر ہے — تو سرکہ کا سا شکر گذار کوئی نہیں ہے

ہر کہ را گر راہ باید در جگر — گو بشو سرکنجبیں اُو از شکر

اگر سرکہ کو جگر میں جانے کا راستہ چاہیئے — کہدو، شکر سے مگر سکنجبیں بنے

معنی اندر شعر مجمل باخط است — چوں فلاسنگ ست آنرا ضبط نیست

شعر میں معنی بیان کرنا بغیر گرہ کے نہیں ممکن نہیں ہے — جنگل کے پتھروں کی طرح ہے ان کا ضبط کرنا ممکن نہیں ہے

در بیانِ حدیث من اراد ان یجالس اللہ فلیجلس مع اھل التصوف

حدیث، جو اللہ کے ساتھ بیٹھنے کا قصد کرے وہ اہلِ تصوف کے ساتھ بیٹھے، کا بیان

آں رسول ایں جا رسید و شاہ شد — وآلہ اندر قدرت اللہ شد

وہ ایلچی اِس جگہ پہونچکر شاہ بنگیا — اللہ کی قدرت کا فریفتہ ہو گیا

آں رسول از خود بشد زیں یک دو جام — نے رسالت یاد ماندش نے پیام

وہ ایلچی ان ایک دو جام سے بیخود ہو گیا — نہ اُس کو سفارت یاد رہی نہ پیغام

سیل چوں آمد بدریا بحر گشت — دانہ چوں آمد بمزرع کشت گشت

سیلاب دریا میں پہنچا، دریا بن گیا — دانہ جب کھیت میں پہونچا، کھیتی بنگیا

سیل چوں آمد بدریا محو گشت — مبغ پیشِ تیغ شمسی ضحو گشت

سیلاب جب دریا میں پہنچا فنا ہو لیا — ابر، سورج کی تلوار کے آگے دھوپ بنگیا

چوں تعلق یافت ناں با ابو البشر — نانِ مردہ زندہ گشت و باخبر

روٹی کا تعلق جب (حضرتِ) آدمؑ سے ہوا — مُردہ روٹی، زندہ اور باخبر ہو گئی

ملحوظ: تکلّفت۔ یعنی انسان کا کلام جو حادث ہے۔ جب وہ فائدے سے خالی نہیں ہے تو کُل کُل۔ یعنی کلامِ قدیم کلمۃ کُن فائدے سے کیسے خالی ہو سکتا ہے۔ تو کہ جب انسان کا کلام فائدہ سے خالی نہیں ہوتا ہے تو کُل یعنی ذاتِ باری کے کلام پر بے فائدہ ہونیکے طعنہ کا کیا موقع ہے۔ گفت تیرا کلام جو تو نے سوال میں کیا ہے اگر مفید ہے تو مدّعا ثابت ہو گیا یعنی کلامِ باری بھی مفید ہوگا جیسا کہ اوپر کے اشعار میں بتایا گیا اور اگر یہ تیرا کلام غیر مفید ہے تو ایسا کلام ہی نہ کرنا چاہئے لہٰذا تجھے یہ سوال ترک کر دینا چاہئے نیز یہ مطلب بھی ہے کہ غیر مفید سوال کرنا درست نہیں ہے، مفید سوال بھی بشکل اعتراض نہونا چاہئے بلکہ شکر گوئی کے طریقہ پر ہونا چاہئے۔ شکرِ حق۔ انسان کا شکر گذار ہونا اللہ کا شکر گذار ہونا ہے۔ نے جدال۔ لڑائی اور جھگڑے کے طریقہ پر سوالات کرنا شکر گذاری کا طریقہ نہیں ہے۔ سرکہ۔ اگر ترشروئی، شکریہ ادا کرنیکا طریقہ ہو تو پھر سرکہ سے زیادہ شکر گذار کون ہوگا۔ از شکر۔ اگر جگر تک مفید لینے کی خواہش ہے تو سرکہ کو شکر میں ملا کر سکنجبین بنالو معنی۔ اِس موضوع کی وضاحت شعروں کے ذریعہ نہیں ہو سکتی شعر میں

دوسری مثال ہے۔ باخبر۔ زندہ کا جزو زندہ اور باخبر کا جزو باخبر ہوگا یہ چوتھی مثال۔

مُوم[1] و ہیزُم چوں فدائے نار شد
موم اور سوختہ لکڑی جب آگ پر قربان ہوئی
ذاتِ ظلمانی اُو انوار شد
اُس کی تاریک ذات انوار بنگئی

سنگِ سُرمہ چونکہ شد در دیدگاں
سُرمہ کا پتھر جب آنکھوں میں پہونچا
سنگ بینائی شد اینجا دیدباں
بینائی کا پتھر اور آنکھ کا نگہبان بنگیا

اے خنک آں مرد کز خود رستہ شد
بہت ہی قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو خودی سے
در وجودِ زندۂ پیوستہ شد
اور کسی زندہ کے وجود سے وابستہ ہوگیا

وائے آں زندہ کہ با مُردہ نشست
افسوس ہے اُس زندہ پر جو مُردے کے ساتھ نشین ہوا
مُردہ گشت و زندگی از وے بجست
مردہ ہوگیا اور زندگی اس سے نکل بھاگی

چوں تو در قرآنِ حق بگریختی
جب تو بچے قرآن کی پناہ میں آگیا
با رُوانِ انبیاء آمیختی
انبیاء کی روح سے گھل مل گیا

ماہیانِ بحرِ پاک کبریا
جو اللہ کے پاک دریا کی مچھلیاں ہیں
انبیاء[2] و اولیاء را دیدہ گیر
انبیاء اور اولیاء کا دیدار سمجھ

مُرغِ جانت تنگ آید در قفص
تو تیری جان کا پرند پنجرے میں تنگ ہوجائے
می نجوید رستن از نادانی ست
چھٹکارا نہ چاہے، تو نادانی ہے

انبیاء[3] و رہبرِ شائستہ اند
انبیاء اور شائستہ مُرشد ہیں
کہ رہِ رستن ترا اینست ایں
کہ تیرے چھٹکارے کا راستہ یہی ہے یہی ہے

ازبروں آوازِ شاں آید بریں
باہر سے اُنکی آواز اس طرح آتی ہے
غیر ایں رہ نیست چارہ ایں قفص
اس راہ کے علاوہ اس پنجرے سے چھٹنے کی کوئی تدبیر
ما بدیں رستیم زیں تنگیں قفص
ہم اس تنگ پنجرے سے اسی (راستہ) سے چھوٹے ہیں
تا ترا بیروں کنند از اشتہار
تاکہ تجھے شہرت سے نکال لائیں
خویش را نجور سازو زار و زار
اپنے آپ کو رنجور اور زار و نزار بنالے

---

[1] موم۔ یہ بھی فیضِ صحبت سے تبدیلی کی ایک مثال ہے۔ سنگِ سرمہ۔ یعنی ناقص کامل کی صحبت سے کمال حاصل کرلیتا ہے۔ زندہ یعنی مردِ خدا ولی اللہ جو زندہ دل ہے۔ زندہ یعنی وہ شخص جس میں صلاحیت تھی۔ مُردہ۔ یعنی مردہ دل، ناقص پیر۔ گریختن بھاگنا۔ در گریختن۔ پناہ پکڑنا۔ قرآن۔ یعنی اگر ولیِ کامل میسر نہ آئے تو قرآن سے فیض حاصل کرنا چاہئے۔ قرآن پذیر۔ یعنی قرآنی احکام کا عامل۔

[2] انبیاء و اولیاء۔ یعنی انبیاء اور اولیاء کی تعلیمات پر عمل کرنا جس طرح مفید ہے اسی طرح اُنکی زیارت بھی مفید ہے اسی طرح قرآنی تعلیمات پر عمل کرنا بھی مفید ہے اور محض زبانی تلاوت بھی مفید ہے۔ قفص۔ یعنی دنیا، قرآنی تعلیمات پر عمل آخرت کی طرف متوجہ کریگا۔ دنیا سے دل گھبرانے لگیگا۔ مرغِ روح کو آزاد کرنیکی ترکیب قرآن خوانی ہے۔ اگر اس پر کوئی عمل نہ کرے تو نادانی ہے۔

[3] انبیاء جنسی اور کامل مُرشد کی رہنمائی نفس سے آزاد ہیں۔ بروں۔ یعنی عالمِ بالا، ان بزرگوں کی روحیں عام انسانوں کو درسِ عبرت دے

کاشتہارِ[1] خلق بندِ محکم ست — در رہِ ایں از بندِ آہن کے کم ست
مخلوق میں شہرت، مضبوط بیڑی ہے — راہ میں یہ لوہے کی بیڑی سے کب کم ہے

یک حکایت بشنو از یارِ رفیق — تا بدانی شرطِ ایں بحرِ عمیق
اے اچھے ساتھی! ایک قصہ سن لے — تاکہ اس گہرے سمندر کی موافق ہوا کو تو سمجھ لے

بشنو اکنوں داستانے در مثال — تا شوی واقف بر اسرارِ مقال
اب ایک قصہ بطور مثال کے سن لے — تاکہ بات کے رازوں سے تو باخبر ہو جائے

قصۂ بازرگاں کہ بہ ہندوستان بتجارت میرفت و پیغام

ایک سوداگر کا قصہ جو ہندوستان کو تجارت کے لئے جا رہا تھا اور ایک طوطی

دادنِ طوطیِ محبوس بطوطیانِ ہندوستان

طوطی کا ہندوستان کی طوطیوں کو پیغام دینا

بود بازرگانے اورا طوطیے — در قفس محبوس زیبا طوطیے
ایک سوداگر کے پاس ایک طوطی تھی — ایک خوبصورت طوطی جو پنجرے میں قیدی تھی

چونکہ بازرگاں سفر را ساز کرد — سوئے ہندوستاں شدن آغاز کرد
جب سوداگر نے سفر کا سامان کیا — اور ہندوستان کی طرف روانگی کا آغاز کیا

ہر غلام و ہر کنیزک[2] راز جود — گفت بہر تو چہ آرم گوئے زود
ہر غلام اور لونڈی کو بطور بخشش کے — کہا، جلد بتا، تیرے لئے کیا لاؤں؟

ہر یکے از وے مرادے خواست کرد — جملہ را وعدہ بداد آں نیک مرد
ہر ایک نے اُس سے اپنی ایک خواہش ظاہر کی — اس نیک مرد نے سب سے وعدہ کیا

گفت طوطی را چہ خواہی ارمغاں — کآرمت از خطۂ ہندوستاں
اُس نے طوطی سے کہا تو کیا سوغات چاہتی ہے — جو تیرے لئے ہندوستان سے لاؤں؟

گفتش آں طوطی کہ آنجا طوطیاں — چوں بہ بینی کن زحالِ من بیاں
اُس طوطی نے اُس سے کہا وہاں طوطیاں ہیں — جب تو دیکھے، میرا حال بیان کر دینا

کہ فلاں طوطی کہ مشتاقِ شماست — از قضائے آسماں در حبسِ ماست
کہ فلاں طوطی جو تمہاری مشتاق ہے — ق آسمانی فیصلہ کے مطابق وہ ہماری قید میں ہے

بر شما کرد او سلام و داد خواست — وز شما چارہ رہِ ارشاد خواست
اُس نے تمہیں سلام کہا ہے اور انصاف کی درخواست کی ہے — اور تم سے راستہ کی تدبیر اور رہنمائی چاہی ہے

[1] اشتہار۔ مال و دولت کے ذریعہ شہرت طلبی۔ شرط۔ سمندر کی ہوا جو جہاز کے موافق ہو۔ بحرِ عمیق۔ گہرا سمندر۔ اسرار۔ سر کی جمع، راز۔ مقال۔ قول، بات۔ قصۂ پہلے سمجھایا گیا ہے کہ دراصل بحث ہونیکا طریقہ نما ہے، شہرت مانع بنتی ہے۔ اس قصہ اور حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ ایک طوطی نے مرد بنکر دوسری طوطی کو تعلیم اور قفس سے رہائی کا راستہ بتایا، مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا کی یہی تفسیر ہے۔ بازرگان۔ تاجر، سوداگر زیبا۔ خوبصورت۔

[2] کنیزک۔ لونڈی۔ جود۔ سخاوت۔ نیک مرد یعنی سوداگر۔ ارمغاں۔ تحفہ، سوغات۔ خطہ۔ ملک، علاقہ۔ حبس۔ قید۔ داد۔ انصاف۔ چارہ رہ۔ یعنی راہِ نجات کی تدبیر۔ ارشاد۔ رہنمائی۔

گفت میشاید کہ من در اشتیاق
اُس نے کہا ہے کیا یہ مناسب ہے کہ میں شوق میں

جاں دہم اینجا بمیرم در فراق
اِس جگہ جان دیدوں اور فراق میں مرجاؤں

ایں روا باشد کہ من در بند سخت
کیا یہ جائز ہوگا کہ میں سخت قید میں ہوں

گہ شما بر سبزہ گاہے بر درخت
اور تم کبھی سبزہ پر اور کبھی درخت پر؟

ایں چنیں باشد وفائے دوستاں
اے دوستو! وفا ایسی ہی ہوتی ہے

من دریں حبس و شما در بوستاں[1]
میں اِس قید میں رہوں اور تم باغ میں؟

یاد آرید اے مہاں[2] ایں مرغ زار
اے صاحبان! اِس تباہ حال پرند کو یاد کرلو

یک صبوحے در میان مرغزار[3]
کسی صبح کو سبزہ زار میں

یاد آرید از محبتہائے ما
ہماری محبتوں کو یاد کرو

حق مجلسہا و صحبتہائے ما
ہماری ہمنشینیوں اور صحبتوں کے حق کو (یاد کرو)

یادِ یاراں یار را میمون[4] بود
دوستوں کی یاد دوست کے لئے مبارک ہوتی ہے

خاصہ کاں لیلیٰ و ایں مجنوں بود
خصوصاً جبکہ وہ لیلیٰ اور یہ مجنوں ہو

اے حریفاں با بُتِ موزون خود
اے دوستو! (تم) اپنے حسین محبوب کے ساتھ (جام) نوش

من قدحہا می خورم از خونِ خود
میں اپنے خون کے پیالے پی رہی ہوں

یک قدح مے نوش کن بر یادِ من
میری یاد میں ایک پیالہ شراب کا پی

گر ہمی خواہی کہ بدہی دادِ من
اگر میرے حق میں انصاف کرنا چاہتا ہے

یا بیادِ ایں فتادہ خاک بیز
یا اِس افتادہ خاک چھاننے والے کی یاد میں

چونکہ خوردی جُرعہ بر خاک ریز
جب تو پیئے، ایک گھونٹ زمین پر بہادے

اے عجب آں عہد و آں سوگند کو
ہائے تعجب! وہ عہد اور قسمیں کہاں گئیں؟

وعدہ ہائے آں لب چوں قند کو
اُس شکر جیسے ہونٹ کے وعدے کہاں گئے؟

گر فراقِ بندہ از بد بندگی ست
اگر بندہ سے جدائی اُسکی بندگی کی کوتاہی کی وجہ سے ہے

چوں تو بابد بد کنی پس فرق چیست
جب تو بُرے کیساتھ بُرا کرے تو فرق کیا ہے؟

اے بدی کہ تو کنی در خشم و جنگ
اے (خدا) تو جو برائی غصہ اور لڑائی میں کرتا ہے

باطرب[5] از سماع بانگ چنگ
سارنگی کی آواز کے سننے سے بھی زیادہ خوشگوار ہے

اے جفائے تو ز دولت خوب تر
اے (خدا) تیرا ظلم (دنیا کی) دولت سے بہتر ہے

وانتقامِ تو ز جاں محبوب تر
اور تیرا انتقام جان سے زیادہ پیارا ہے

[1] بوستاں۔ باغ۔
[2] مہاں۔ مہ کی جمع، سردار۔
[3] صبوح۔ صبح کی شراب۔ مرغزار۔ چمن۔
[4] میمون۔ مبارک۔ خاصہ۔ یعنی خصوصاً جب عشق و محبت ایسا ہو جیسا لیلیٰ اور مجنوں میں تھا۔ قدح۔ پیالہ، جام۔ سوگند۔ قسم۔ جُرعہ۔ گھونٹ۔ قدح چیست۔ عمر خیام نے کہا ہے۔ (شعر)
ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو
آنکس کہ گنہ نکرد چوں زیست بگو
من بدکنم و تو بد مکافات دہی
پس فرق میان من و تو چیست بگو
[5] طرب۔ مستی۔ سماع۔ سننا۔ چنگ۔ سارنگی۔ انتقام۔ بدلہ لینا۔

نارِ تو این ست نورت چوں بُوَد
تیری آگ یہ ہے تو تیرا نور کیسا ہوگا؟

ماتم ایں تا خود کہ سُورت چوں بُوَد
تیرا غم ایسا ہے تو تیری شادی کیسی ہوگی؟

از جلاو تہا کہ دارد جورِ تو
تیرا ظلم جو شعبدیاں رکھتا ہے

وز لطافت کس نیابد غورِ تو
اور لطافت، کوئی شخص تیری گہرائی کو نہیں پا سکتا ہے

فی المثل جورت اگر عریاں شود
بالفرض اگر تیرا ظلم منکشف ہو جائے

گر جہاں گریاں بُوَد خنداں شود
عالم اگر رو رہا ہو تو ہنسنے لگے

نالم و ترسم کہ او باور کند
میں روتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ وہ یقین کر لے

وز ترحم جور را کمتر کند
اور رحم کھا کر ظلم کو گھٹا دے

عاشقم بر قہر و بر لطفش بجد
میں اس کے قہر اور مہربانی پر واقعۃً عاشق ہوں

اے عجب من عاشق ایں ہر دو ضد
تعجب ہے میں ان دو مخالف چیزوں کا عاشق ہوں

عشق من بر مصدرِ ایں ہر دو شد
میرا عشق ان دونوں کے منبع سے ہے

چوں نباشد عشق کز دو نیست بد
عشق کیوں نہ ہو اس سے چارہ نہیں ہے

واللہ ار زیں خار در بستاں شوم
واللہ اگر اس خار سے (بچ کر) باغ میں چلا جاؤں

ہمچو بلبل زیں سبب نالاں شوم
اس وجہ سے بلبل کی طرح نالہ کروں

ایں عجب بلبل کہ بکشاید دہاں
یہ عجیب بلبل ہے کہ منہ پھیلاتی ہے

تا خورد او خار را با گلستاں
تاکہ گلستاں کو مع کانٹے کے نگل لے

ایں نہ بلبل ایں نہنگ آتش ست
یہ بلبل نہیں ہے (بلکہ) یہ آگ کا مگرمچھ ہے

جملہ ناخوش باز عشق او ز ناخوش ست
عشق کی وجہ سے تمام ناگواریاں اسکو گوارا ہیں

عاشقِ گل ست و خود گل ست او
وہ گل کا عاشق ہے اور وہ خود گل ہے

عاشقِ خویش ست و عشق خویش جو
اپنے آپ کا عاشق ہے اور اپنے عشق کا جویاں ہے

صفت اولی اجنحہ طیورِ عقلِ الٰہی

عقولِ الٰہی کے پر دار پرندوں کا ذکر

قصۂ طوطیِ جانِ مینساں بُوَد
جان کی طوطی کا حال اس طرح کا ہے

کو کسے کو محرمِ مرغاں بُوَد
وہ کہاں ہے جو ان پرندوں کا محرم ہو؟

کو یکے مرغے ضعیفے بے گناہ
جو کہ ایک پرند، کمزور، بے گناہ ہے

واندرونِ او سلیمانِ با سپاہ
جس کے اندر (حضرت) سلیمان سپاہیوں کے ساتھ ہیں

سلہ نار۔ یعنی سزا۔ نور۔ یعنی ثواب۔ ماتم۔ رنج کی مجلس سُور۔ شادی کی محفل۔ لطافت۔ باریکی، نزاکت غور۔ گہرائی۔ عریاں۔ منکشف، ننگا، ایک مؤمن کی تکالیف اس کے لئے کفارۂ سیئات ہوتی ہیں تو انجام کے اعتبار سے یہ مصائب خوشی کا سبب ہیں۔ باور کند۔ یقین کر لے کہ میرا رونا مصیبت کے ازالہ کیلئے ہے اور رحم کھا کر ستانا چھوڑ دے۔ جد۔ جہم کے کسرہ کے ساتھ کوشش، واقعۃً۔

سلہ ضد۔ مخالف، متباین مصدر۔ نکلنے کی جگہ۔ یعنی ذاتِ باری تعالیٰ جس سے قہر اور مہر کا صدور ہوتا ہے۔ خار۔ یعنی قہر۔ زیں سبب یعنی قہر کے مہر میں تبدیل ہونے کی وجہ سے۔ عجب بلبل۔ یعنی عاشقِ صادق کے لئے دوست کی جانب سے قہر اور مہر میں یکساں لذت ہے

سلہ گل۔ یعنی ذاتِ باری جو جامع الصفات ہے۔ عاشقِ خویش است۔ ہم اسی گل کے جزو ہیں لہٰذا گل سے عشق گویا اپنے سے عشق ہے، عراقی نے کہا ہے۔ شعر ظاہر و باطن توئی طالب و مطلوب تو واں دگر اے ست اندر ہر زبان انداختہ

سلہ اجنحہ۔ جناح کی جمع، بازو طیور۔ طائر کی جمع، پرند۔ عقول۔ یعنی مجرد روحیں۔ کو۔ کجا، کراد محرم۔ راز دار۔ مرغ۔ یعنی روح۔ مرغانِ حرم۔ یعنی مقدس روحیں۔ مرغانِ حرم سے یہ مراد نہیں ہے کہ حرم میں رہنے والے پرندے۔

چوں بنالد زار بے شکر و گلہ
جب وہ بغیر شکر اور شکوے کے خوب روتا ہے

افتد اندر ہفت گردوں غلغلہ
تو ساتوں آسمانوں میں شور مچ جاتا ہے

ہر دمش صد نامہ صد لبیک از خدا
اس کے پاس ہر وقت سو سو سلام اور سو سو قصد خدا کی جانب سے

یارب لبیک از و شصت لبیک از خدا
اسکی طرف سے ایکبار یارب ہوتا ہے اور خدا کی طرف سے ہر بار لبیک کہتا ہے

زلّت او بہ ز طاعت پیش حق
اسکی لغزش خدا کے نزدیک اطاعت سے بہتر ہے

پیش کفرش جملہ ایماں ہا خلق
اسکے کفر کے بالمقابل تمام ایمان پرانے ہیں

ہر دمے او را یکے معراج خاص
اس کو ہر لحظہ ایک خاص معراج ہوتی ہے

بر سر تاجش نہد حق تاج خاص
اسکے تاج پر اللہ تعالیٰ ایک خاص تاج رکھ دیتا ہے

صورتش بر خاک و جان در لامکاں
اس کا جسم زمین پر ہے اور روح لامکان میں ہے

لامکانی فوق وہم سالکاں
وہ لامکاں جو سالکوں کے تصور سے بالا ہے

لامکانی نے کہ در وہم آید ت
وہ ایسا لامکاں نہیں ہے جو تیرے تصور میں آئے

ہر دمے در وے خیالے زایدت
ہر لحظہ اس کے بارے میں تیرا ایک خیال پیدا ہو

بل مکان و لامکاں در حکم او
بلکہ مکان اور لامکان اس کے حکم میں ہیں

ہمچو در حکم بہشتی چار جو
جیسے بہشتی کے حکم میں چار نہریں

شرح ایں کوتہ کن و رخ زیں بتاب
اس بات کی شرح مختصر کر دے اور اس سے رخ موڑ لے

دم مزن و اللہ اعلم بالصواب
دم نہ مار، اللہ ہی بہتر جانتا ہے

باز میگردیم ازیں آدستاں
اے دوستو! ہم یہاں سے پلٹتے ہیں

سوئے مرغ و تاجر ہندوستاں
پرندے اور ہندوستان کے تاجر کے قصے کی طرف

دیدن خواجہ در دشت طوطیاں را و پیغام رسانیدن

سوداگر کا جنگل میں طوطیوں کو دیکھنا اور پیغام پہونچانا

مرد بازرگاں پذیرفت ایں پیام
سوداگر نے یہ پیغام قبول کر لیا

کو رساند سوئے جنس از وے سلام
کہ وہ اسکے ہم جنس کو اسکا سلام پہونچا دیگا

چونکہ تا اقصائے ہندوستاں رسید
جب وہ ہندوستان کے حد دور میں پہونچا

در بیاباں طوطی چندے بدید
اس نے جنگل میں چند طوطیاں دیکھیں

مرکب استانید و پس آواز داد
سواری روکی اور پھر آواز دی

آں سلام و آں امانت باز داد
وہ سلام اور وہ امانت پہونچا دی

لہ نالہ۔ یعنی جب ایسی روح درد و فراق سے نالاں ہوتی ہے تو ملائکہ متاثر ہوتے ہیں۔ ہر درویش ایسی روح سے اللہ تعالیٰ کے نامہ و پیام جاری رہتے ہیں وہ ایک بار یارب کہتی ہے تو جناب باری کی طرف سے ستر بار لبیک کی آواز آتی ہے
لبیک۔ تا قصد۔ شصت۔ ساٹھ۔ لبیک۔ میں حاضر ہوں، خدا کی طرف جب اُس کی نسبت ہو تو دعاء قبول کرنے کے معنی میں ہوتا ہے
زلّت۔ لغزش، چونکہ اسکی لغزش توبہ اور استغفار کا سبب بنتی ہے تو مراتب اور بڑھ جاتے ہیں۔
خلق۔ خاء اور لام کے فتحہ کے ساتھ، پرانا۔
کفر۔ یعنی خلاف شریعت بات جیسے بعض اولیاء اللہ کا کلمہ سبحانی ما اعظم شانی میری ذات پاک ہے، میری شان کسقدر بڑی ہے، معراج۔ یعنی درجات کی ترقی۔
صورت۔ جسم۔ لامکاں۔ وہ جگہ جو مکان و زمان سے منزہ ہے۔ سالکاں۔ علماء ظاہر۔ چار جو۔ چار نہریں جو بہشت میں جنتیوں کے حکم کے تابع ہوں گی۔ پانی کی نہر، شہد کی نہر، دودھ کی نہر، شراب کی نہر۔

طوطیے از طوطیاں لرزید و پس
طوطیوں میں سے ایک طوطی کانپنے لگی اور پھر

اُو فتاد و زود بگسستش نفس
گر پڑی اور بہت جلد اس کا دم ٹوٹ گیا

شد پشیماں خواجہ[1] از گفتِ خبر
خبر پہونچانے سے خواجہ پریشان ہوا

گفت رفتم در ہلاک جانور
اور بولا میں ایک جاندار کی ہلاکت کے درپے ہوا

ایں مگر خویش ست با آں طوطیک
شاید یہ طوطی اُس طوطی کی رشتہ دار ہے

ایں مگر دو جسم بُود و روح یک
شاید یہ دو جسم اور ایک جان تھے

ایں چرا کردم چرا دادم پیام
میں نے یہ کیوں کیا؟ کیوں پیغام پہونچایا؟

سوختم بیچارہ را زیں گفتِ خام
اس فضول بات سے میں نے بیچاری کو جلا ڈالا

ایں زبان چو سنگ و فم آہن وش ست
یہ زبان پتھر کی طرح ہے اور منہ لوہا جیسا ہے

آنچہ بجہد از زباں چوں آتش ست
جو زبان سے نکلتا ہے آگ کی طرح ہے

سنگ و آہن را مزن برہم گزاف
خواہ مخواہ پتھر اور لوہے کو نہ ٹکرا

گر ز روئے نقل و گہ از روئے لاف
کبھی نقل کے طور پر اور کبھی شیخی سے

زانکہ تاریکی ست ہر سو پنبہ زار
کیونکہ اندھیرا ہے ہر جانب روئی ہے

در میانِ پنبہ چوں باشد شرار
شعلہ روئی میں کیسے رُک سکتا ہے؟

ظالم آں قومیکہ چشماں دوختند
وہ لوگ ظالم ہیں جنہوں نے آنکھیں سی لیں

وز سخنہا عالمے را سوختند
اور باتوں سے جہاں کو جلا ڈالا

عالمے را یک سخن ویراں کُند
ایک بات، جہان کو ویران کر دیتی ہے

روبہانِ مردہ را شیراں کُند
مُردہ لومڑیوں کو شیر بنا دیتی ہے

جانہا در اصلِ[2] خود عیسیٰ دمند
روحیں اپنی اصل میں (حضرت) عیسیٰ کی سانس کی مانند ہیں

یکزماں زخم اند و دیگر مرہم اند
ایک وقت زخم ہیں اور دوسرے وقت مرہم ہیں

گر حجاب از جانہا برخاستے
اگر روحوں سے پردہ اٹھ جائے

گفتِ ہر جانے مسیح آساستے
تو ہر روح کی بات مسیح جیسی ہے

گر سخن خواہی کہ گوئی چوں شکر
اگر تو شکر جیسی بات کہنا چاہتا ہے

صبر کُن زیں حرص و ایں حلوا مخور
تب بھی اس حرص سے صبر کر اور یہ حلوا نہ کھا

صبر[3] باشد مشتہائے زیرکاں
عقلمندوں کو صبر مرغوب ہوتا ہے

ہست حلوا آرزوئے کودکاں
حلوا کھانے کی آرزو تو بچوں کو ہوتی ہے

[1] خواجہ۔ یعنی سوداگر۔ سنگ۔ پتھر۔ فم۔ منہ۔ گزاف۔ بیہودہ بات۔ لاف۔ شیخی۔ تاریکی۔ یعنی دلوں کی تاریکی۔ پنبہ۔ روئی۔ شرار۔ یعنی اسرارِ توحید تاریک دل عوام کے سامنے بیان کرنا تباہی اور بربادی کا سبب ہے۔ زیرکاں۔ یعنی وہ لوگ جو دل کے اندھے ہیں اور مدعی ہیں غلط انداز سے اسرار کی باتیں کر کے عالم میں فساد برپا کرتے ہیں۔ روبہانِ مردہ۔ مردہ لومڑیاں یعنی وہ لوگ جو دین کی باتوں پر اعتراض کرنے کے عادی ہیں۔

[2] اصل۔ فطرت۔ عیسیٰ دم۔ وہ لوگ جنکی پھونک میں وہ اثر ہو جو حضرت عیسیٰؑ کے دم کرنے میں تھا کہ بیمار اچھے ہو جاتے تھے۔ گفت۔ گفتار۔ بات آسا۔ مانند۔ گ۔ روح سے جسمانی حجاب رفع کرنیکی ترکیب ہے۔ حلوا۔ یعنی جسمانی لذت کی باتیں۔

[3] صبر۔ صاد کے فتحہ سے، ضبطِ نفس، کسرِ خواہش اور صاد کے کسرہ سے بمعنی الوا جو ایک کڑوی دوا ہے۔ مشتہیٰ۔ وہ چیز جسکو دل چاہے۔

ہر کہ صبر آورد گردوں بر رود — ہر کہ حلوا خورد والپس تر رود

جو صبر اختیار کر لیتا ہے آسمان بلند ہو جاتا ہے — جس نے حلوا کھایا وہ لوٹ جاتا ہے

تفسیرِ قولِ شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ

شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ کے قول کی تفسیر

تو صاحب نفسی اے عاقل مباش — خاک خود مینوش خون خود مخور

اے عقلمند! تو صاحب دل ہے مٹی میں خون نہ پی

صاحب دل را نیارد آں زیاں — کہ صاحب دل اگر زہر ے خورد آں انگبیں باشد

صاحب دل کو نقصان نہیں پہونچتا ہے — اس لئے کہ صاحب دل اگر زہر کھاتا ہے وہ شہد بن جاتا ہے

زانکہ صحت یافت و زیرہیز رست — گر خورد او زہر قاتل را عیاں

اسلئے کہ وہ صحتیاب ہو گیا ہے اور پرہیز سے نجات پا گیا ہے — اگرچہ وہ صاف طور پر قاتل زہر کھائے

گفت پیغمبر کہ اے طالب جری — طالب مسکیں میان تب در ست

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ اے — اور مسکین طالب بخار میں مبتلا ہے

گفت احمد گر نمی خواہی زلل — ہاں مکن با ہیچ مطلوبے جدل

احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے اگر تو نقصان کا — ہرگز کسی مرشد سے جھگڑا نہ کر

ور تو نمرودی ست آتش در مرو — رفت خواہی اوّل ابراہیم شو

اگر تو نمرود ہے تو آگ میں نہ جا — اگر جانا چاہتا ہے تو پہلے ابراہیم بن

چوں نئی سبّاح نے دریائیے — در میفکن خویش از خود رائیے

جبکہ تو نہ تیراک ہے نہ دریائی — خودسری سے اپنے آپ کو دریا میں نہ ڈال

او ز قعر بحر گوہر آورد — از زیانہا سود بر سر آورد

وہ دریا کی گہرائی سے موتی لاتا ہے — نقصانوں سے فائدہ اٹھاتا ہے

کاملے گر خاک گیرد زر شود — ناقص ار زر بُرد خاکستر شود

کامل انسان اگر خاک لے تو سونا ہو جائے — ناقص اگر سونا لے تو خاک ہو جائے

دستِ ناقص دستِ شیطان و دیو ست — زانکہ اندر دام تلبیس ست و ریو

ناقص کا ہاتھ شیطان اور بھوت کا ہاتھ ہے — کیونکہ وہ دھوکے اور مکر کے جال میں ہے

چوں قبولِ حق بود آں مرد راست — دست او در کارہا دست خداست

سچا انسان چونکہ اللہ کا مقبول ہوتا ہے اسلئے — کاموں میں اسکا ہاتھ، خدا کا ہاتھ ہے

---

۱ ہر کہ۔ صبر کرنیوالوں کے مراتب بلند ہوتے ہیں از نہ لذائذ حیوانی سے انسان کے مراتب کا تنزل ہوتا ہے۔

۲ صاحب نفسی۔ یعنی ناقص لوگوں کے لئے جو باتیں مضر ہیں ذریعۂ کمال پر پہونچکر مضر نہیں رہتی ہیں۔ آں۔ یعنی زہر۔ عیاں۔ برملا، کھلم کھلا۔ زانکہ۔ بہت سی چیزیں مریض کے لئے مضر ہوتی ہیں، صحتیاب ہونے پر وہ مضر نہیں رہتیں بلکہ مفید ہوتی ہیں۔ طالب جو علم معرفت کے ابتدائی مراحل طے کر رہا ہے۔ مری۔ لڑائی جھگڑا۔

۳ مطلوب۔ یعنی مرشد کامل۔ احمد۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، یہ کوئی حدیث نہیں ہے مفہوم ایک درجہ میں صحیح ہے۔ زلل۔ لغزش۔ جدل جھگڑا، بحث۔

۴ مطلوب۔ یعنی مرشد، راہنما۔ نمرود۔ وہی ظالم بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دہکتی آگ میں ڈالوایا تھا اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ آگ ان کے لئے گلزار بنگئی تھی یعنی نمرودی صفات ہیں تو آگ، آگ ہے اور اگر تم اپنے اندر ابراہیمی صفات پیدا کر لو تو تمہارے لئے آگ، گلزار ہے۔

۵ سبّاح۔ تیراک، یعنی کسی کمالات۔ دریائی۔ دریا کا رہنے والا، یعنی جسمیں روحانی

جہل آید پیش او دانش شود
اس کے سامنے جہل بھی آتا ہے، تو عقل بنجاتا ہے

جہل شد علمیکہ در ناقص رود
جو علم ناقص میں چلا جائے وہ جہل بنجاتا ہے

ہر چہ گیرد علتی[1] علت شود
بیمار جو لیتا ہے، بیماری بنجاتی ہے

کفر گیرد کاملے ملت شود
کامل انسان کفر اختیار کرتا ہے دین بنجاتا ہے

اے مرے کردہ پیادہ با سوار
اے پیدل! تو سوار سے لڑتا ہے

سر نخواہی برد اکنوں پائے دار
سنبھل کہ تو اب سر سالم نہ لیجائے گا

تعظیم کردن ساحراں موسیٰ را کہ اوّل تو عصا بینداز

جادوگروں کا موسیٰ (علیہ السلام) کی تعظیم کرنا کہ پہلے آپ لاٹھی ڈالئے

ساحراں در عہد فرعون لعیں
ملعون فرعون کے زمانہ میں جادوگروں نے

چوں مرے کردند با موسیٰ[2] زکیں
کینہ وری کی وجہ سے جب (حضرت) موسیٰ سے بھگڑا کیا

لیک موسیٰ را مقدم داشتند
لیکن (حضرت) موسیٰ کو آگے کیا

ساحراں او را مکرم[3] داشتند
جادوگروں نے ان کو معزز مانا

زانکہ گفتندش کہ فرماں آنِ تست
اسلئے کہ انہوں نے انسے کہا کہ آپ صاحب زبان ہیں

گر تو میخواہی عصا بفگن نخست
اگر آپ چاہیں تو پہلے عصا ڈالیں

گفت نے اوّل شما اے ساحراں
انہوں نے فرمایا اے جادوگرو! انہیں پہلے تم

افگنید آں مکر را اندر میاں
وہ شعبدہ دکھاؤ

ایں قدر تعظیم دیں شاں را خرید
دین کی اسقدر تعظیم نے ہی انہیں خرید لیا

وز مرے آں دست و پاہا شاں برید
اور مقابلہ بازی میں انکے ہاتھ اور پیر کاٹ دئے

ساحراں چوں قدر او بشناختند
جادوگروں نے جب انکا مرتبہ پہچان لیا

دست و پا در جرم آں در باختند
اس جرم میں ہاتھ اور پیر ہار بیٹھے

لقمہ و نکتہ ست کامل[4] را حلال
نوالہ اور نکتہ کامل کے لئے حلال ہے

تو نہ کامل مخور، می باش لال
تو کامل نہیں ہے، نہ کھا، تو گونگا بن جا

تو چو گوشی او زبانی جنس تو
تو کان ہی طرح ہے اور وہ زبان، جو تیری جنس نہیں ہے

گوشہا را حق بفرمود انصتوا
کانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ خاموشی سے سنو

کودک اوّل چوں بزاید شیر نوش
بچہ جب دودھ پیتا پیدا ہوتا ہے

مدتے خامش بود او جملہ گوش
ہمہ تن کان بنکر ایک مدت تک چپ رہتا ہے

---

[1] علتی - بیمار - علت - بیماری - ملت - دین، شریعت - پیادہ - پیدل، یعنی مرد ناقص - سوار - یعنی مرد کامل - پائے داشتن - ثابت قدم رہنا ساحر - جادوگر، شعبدہ باز - مرے - ابالہ ہے مراد رکا، جھگڑا، مقابلہ، اختلاف مقدم - آگے۔

[2] موسیٰ - مکرم - باعزت، معزز - آن - ملکیت - عصا - لاٹھی - مکر - یعنی جادوگری، شعبدہ بازی ایں قدر - ساحروں نے حضرت موسیٰؑ کی تعظیم بھی کی اور انسے مقابلہ بھی کیا، تعظیم کے نتیجہ میں تو وہ خود مومن ہوگئے اور مقابلہ کی گستاخی کی وجہ سے انجام کار ان کے ہاتھ پیر کٹے۔ ساحراں - ساحر جب حضرت موسیٰؑ کے معتقد ہوگئے تو اپنی گستاخی کی بخوشی سزا بھگتنے پر آمادہ ہوگئے ورنہ کسی حیلے سے فرعون سے نجات پا سکتے تھے۔

[3] مکرم - یعنی تکمیل مراتب کے بعد لذائذ کا استعمال اور تصوف کے باریک مسائل کا بیان جائز ہے، سالک کے لئے ترک لذائذ ضروری ہے اور اس کو مسائل تصوف پر کلام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

[4] لال - گونگا - نقص - ناقص کا کام سننا ہے لہذا وہ بمنزلہ کان کے ہے کامل کا کام تعلیم دینا ہے لہذا وہ بمنزلہ زبان کے ہے۔

مدتے می بایدش لب دوختن
اُس کو ایک مدت تک ہونٹ سینے چاہئیں

از سخن گویاں سخن آموختن
بات کرنیوالوں سے بات سیکھنی چاہئے

تا نیاموزد[1] نگوید صد یکے
جب تک سیکھ نہیں لیتا سو میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہے

ور بگوید جستہ گوید بے شکے
اگر بولتا ہے تو بلا شبہ بیکار بولتا ہے

ور نباشد گوش نی نی می کند
اگر کان نہوں تو نی نی کرتا ہے

خویشتن را گنگ گیتی می کند
اپنے کو تمام عمر کے لئے گونگا بنا لیتا ہے

کرّ اصلی کش نبود آغاز گوش
مادر زاد بہرا جس کے شروع سے کان نہوں

لال باشد کے کند در نطق جوش
گونگا ہوتا ہے بولنے کی ہمت کب کرتا ہے

زانکہ اوّل سمع[2] باید نطق را
اس لئے کہ بولنے کے لئے پہلے سننا چاہئے

سوئے منطق از رہِ سمع اندرا
بولنے کی جانب سننے کے رستہ سے اندر آ

اُدخلوا الابیات[3] من ابوابہا
گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

واطلبوا الارزاق من اسبابہا
رزقوں کو اُن کے ذرائع سے تلاش کرو

نطق کاں موقوف دہ را سمع نیست
وہ گویائی جو سننے کی راہ پر موقوف نہیں ہے

جز کہ نطق خالق بے طمع نیست
بے نیاز، اللہ تعالیٰ کی گویائی کے علاوہ نہیں ہے

مبدع[4] ست و تابع استاد نہ
وہ موجد ہے اور کسی اُستاد کے تابع نہیں ہے

مسند جملہ ورا اسناد نہ
سب کو سہارا دینے والا ہے اُسکو سہارے کی ضرورت نہیں ہے

باقیاں ہم در حرف ہم در مثال
باقی سب ہی دستکاریوں اور گفتگو میں

تابع استاد و محتاج مثال
اُستاد کے تابع اور مثال کے محتاج ہیں

زیں سخن گر نیستی بیگانہ
اگر تو اس بات سے ناآشنا نہیں ہے

دلق و اشکے گیر در ویرانہ
کسی ویرانے میں گودڑی اور آنسو اختیار کر

زانکہ آدم زاں عتاب از اشک رست
اسلئے کہ آدم (علیہ السلام) اُس عتاب سے آنسوؤں سے بچے

اشک تر توبہ پرست
آنسو تر توبہ کرنے والے کیلئے ایک (موثر) تدبیر ہے

بہر گریہ آدم آمد بر زمیں
آدم (علیہ السلام) رونے کے لئے زمین پر آئے

تا بود گریاں و نالاں و حزیں
تاکہ روئیں اور چلائیں اور غمگین ہوں

آدم از فردوس و از بالا ہفت
آدم (علیہ السلام) جنت اور سات آسمانوں پر سے

پائے ماچاں از برائے عذر رفت
ایک پیر پر کپن پکڑی کرتے ہوئے عذر کیلئے چلے

---

[1] تا نیاموزد۔ بچہ جب تک تعلیم مکمل نہیں کر لیتا ہے اُس وقت تک خاموشی سے سنتا ہے۔ اور اگر بولتا بھی ہے تو غلط سلط بول جاتا ہے۔ ور نباشد جو مادر زاد بہرا ہوتا ہے نہ گونگا بھی ہوتا ہے اُس کو بولنا نہیں آتا۔ نی نی۔ یعنی گونگے کی تلاوت گنگ۔ گونگا۔ گیتی۔ زمانہ مدت العمر۔ کرّ اصلی۔ مادر زاد بہرا۔ لال گونگا۔

[2] سمع۔ سننا۔ نطق گویائی۔ منطق۔ بولی۔ گفتگو۔ اندر آ۔ یعنی تقاضائے فطرت یہی ہے کہ پہلے سنو اور جب خوب سیکھ جاؤ تب بولو۔ اُدخلوا۔ یعنی ہر کام کو اس کے طریقے کے مطابق کرنا چاہئے۔ نطق۔ خدا کی گویائی سننے کی محتاج نہیں ہے، انسان کی گویائی لامحالہ سننے کے بعد ہے۔

[3] مبدع۔ ایجاد کرنیوالا۔ تابع۔ پیروی کرنیوالا۔ مسند۔ سہارا دینے والا۔ اسناد۔ ٹیک، سہارا۔ حرف۔ حاکے کسرہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ حرفہ کی جمع ہے پیشہ، دستکاری۔ دلق۔ باطن کی تکمیل کا یہ طریقہ ہے کہ گدڑی پہنکر ویرانے میں آہ وزاری کرو۔ عتاب۔ غصہ۔ حضرت آدمؑ کو انکی آہ وزاری اور انکساری نے نجات دلائی تھی اور انکی توبہ قبول ہوئی تھی۔ مؤ

گر ز پشت آدمی و ز صُلب اُو
اگر تو آدم (علیہ السلام) کی پشت اور انکی جماعت میں

در طلب می باش ہم در طُلّب اُو
جستجو میں رہ نیز انکی جماعت میں

زآتش دل و آب دیدہ نُقل ساز
دل کی آگ اور آنکھ کے پانی سے چھینا تیار کر

بُوستاں از ابر و خورشید ست تاز
باغ، ابر اور آفتاب سے تازہ ہے

توجہ دانی ذوق آب آبشۂ دل
اے نازک دل تو آنسوؤں کا ذوق کیا جانے

زانکہ ہمچوں خر شدی تو پایہ گل
اسلئے کہ تو گدھے کی طرح دھنسا ہوا ہے

توجہ دانی ذوق آب دیدگاں
تو آنکھوں کے آنسوؤں کا ذوق کیا جانے

عاشقِ نانی تو چوں نادیدگاں
تو اندھوں کی طرح روٹی کا عاشق ہے

گر تو ایں اَنبان[2] نَناں خالی کنی
اگر تو اس تھیلے کو روٹی سے خالی کرلے

پُر ز گوہرہائے اجلالی کنی
انوار کے موتیوں سے پُر کرلے

طفل جاں از شیر شیطاں باز کن
جان کے بچے کو شیطان کے دودھ سے روک

بعد ازانش با ملک اَنباز کن
اس کے بعد اُس کو فرشتوں کا ساتھی بنالے

تا تو تاریک و ملول و تیرہ
جب تک تو تاریک، رنجیدہ اور سیاہ ہے

داں کہ با دیو لعیں ہمشیرہ
سمجھ لے کہ ملعون شیطان کا دودھ شریک بھائی ہے

لُقمۂ کاں نور افزود و کمال
جس لقمہ نے نور اور کمال بڑھایا ہے

آں بُود آوردہ از کسبِ حلال
وہ حلال کمائی سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے

روغنے کاید چراغ ما کشد
وہ تیل جو آئے ہمارا چراغ بجھادے

آب خوانش چوں چراغ را کشد
چونکہ وہ چراغ کو گل کرتا ہے اس کو پانی کہو

علم و حکمت زاید از لُقمہ حلال
حلال لقمہ سے علم اور دانائی پیدا ہوتی ہے

عشق و رقّت[3] زاید از لُقمہ حلال
عشق اور دل کی نرمی حلال لقمہ سے پیدا ہوتی ہے

چوں ز لُقمہ تو حسد بینی دوام
جب تو دیکھے کہ لقمہ سے ہمیشہ حسد اور کم

جہل و غفلت زاید آنرا داں حرام
جہل اور غفلت پیدا ہوتی ہے تو اسکو حرام سمجھ

تخم گندم کاری و جو بر دہد
کبھی (ایسا ہوا ہے) کہ تو نے گیہوں بوئے اور جو پیدا ہوئے

دیدۂ اسپے کہ کرّہ خر دہد
تو نے دیکھا ہے کہ گھوڑی نے گدھے کا بچہ جنا ہو؟

لُقمہ تخم ست و برش اندیشہا
لقمہ بیج ہے اور اس کا پھل خیالات ہیں

لُقمہ بحر و گوہرش اندیشہا
لقمہ سمندر ہے اور اسکے موتی خیالات ہیں

---

[2] طُلّب۔ جماعت، تلکے ساتھ بھی مستعمل ہے
صُلب۔ پشت۔ نُقل۔ چھینا۔ ابر۔ یعنی جس طرح باغ کا نشو و نما اور تازگی ابر کے پانی اور آفتاب کی گرمی سے ہے اسی طرح انسان کی تروتازگی آب دیدہ اور عشق کی گرمی سے ہے۔ گِل۔ مٹی۔

[2] اَنبان۔ تھیلہ یعنی پیٹ۔ گوہرہا اجلالی۔ انوارِ معرفت۔ مَلَک۔ فرشتہ اَنباز۔ شریک۔ کسبِ حلال۔ جائز کمائی۔ روغنے۔ یعنی جو تیل چراغ بجھائے وہ تیل نہیں بلکہ پانی ہے

[3] رقّت۔ یعنی قلب کی نرمی۔ کاری۔ کاشتن بمعنی بونا کا صیغہ واحد مخاطب ہے۔ برّہ۔ بچھل۔ کرّہ۔ بکاف کے ضمہ سے، گھوڑے یا گدھے کا بچہ۔

زاید از لقمۂ حلال اندر دہاں
منہ میں حلال لقمہ سے پیدا ہوتا ہے

میلِ خدمت عزمِ رفتن آں جہاں
عبادت کا رجحان اور اس جہاں (آخرت) میں جانے کا ارادہ پختہ

زاید از لقمہ حلال اے مہ حضور
اے سردار! حلال لقمہ سے حضوری پیدا ہوتی ہے

در دلِ پاک تو و در دیدۂ نور
تیرے پاک دل اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے کیا
اے بزرگ! اس بات کی کوئی انتہا نہیں ہے

بحثِ بازرگاں و طوطی کن بیا
سوداگر اور طوطی کی بحث شروع کر

بازگفتنِ بازرگاں با طوطی آنچہ در ہندوستاں دیدہ بود
سوداگر کا پھر طوطی سے کہنا جو کچھ اس نے ہندوستان میں دیکھا تھا

کرد بازرگاں تجارت را تمام
سوداگر نے تجارت مکمل کر لی

باز آمد سوئے منزل شاد کام
اور وطن کی طرف خوشی سے لوٹا

ہر غلامے را بیاورد ارمغاں
ہر غلام کے لئے سوغات لایا

ہر کنیزک را بہ بخشید او نشاں
اس نے ہر کنیز کو ایک نشانی دی

گفت طوطی ارمغانِ بندہ کو
طوطی بولی بندی کا تحفہ کہاں ہے؟

آنچہ دیدی آنچہ گفتی بازگو
جو تو نے دیکھا اور جو کہا وہ بھی بیان کر

گفت لے من خود پشیمانم ازاں
وہ بولا نہیں میں اس سے خود شرمندہ ہوں

دستِ خود خایاں و انگشاں گزاں
اپنے ہاتھ کو چباتا ہوا انگلیوں کو کاٹتا ہوا

کہ چرا پیغام خامے از گزاف
کہ کیوں بغیر سوچے سمجھے پیغام

بُردم از بیدانشی و از نشاف
میں لے گیا، بے عقلی اور غلطی سے

گفت اے خواجہ پشیمانی ز چیست
اس نے کہا اے خواجہ اس بات سے شرمندگی کیسی

چیست ایں کیں خشم و غم را مقتضی
کونسی بات ہے جو غصہ اور غم کی مقتضی ہے

گفت، گفتم آں شکایتہا ئے تو
اس نے کہا میں نے تیری شکایتیں بتائیں

با گروہ طوطیاں ہمتائے تو
تیری ہم جنس طوطیوں کو

آں یکے طوطی زدرد بوئے بُرد
ایک طوطی کو میرے درد کا احساس ہوا

زہرہ اش بدرید و لرزید و بمُرد
اس کا پتہ پھٹا، کپکپائی اور مر گئی

من پشیماں گشتم ایں گفتن چہ بود
میں شرمندہ ہوا کہ یہ کیا کہنے کی بات تھی

لیک چوں گفتم پشیمانی چہ سود
لیکن جب کہہ چکا تو شرمندگی سے کیا فائدہ؟

لقمہ۔ یعنی انسان جس طرح کی غذا کھائیگا ویسے ہی خیالات پیدا ہوں گے۔
خدمت۔ اطاعت۔ بندگی۔ مہ۔ سردار، حضور۔ دل کی توجہ، محویت۔ کیا۔ بزرگ، بڑا۔
منزل۔ وطن۔ شاد کام۔ بامقصد، خوش۔ ارمغاں۔ تحفہ۔ نشاں۔ علامت، نشانی۔
پشیماں۔ شرمندہ۔ خایاں۔ چباتا ہوا۔ گزاں کاٹتا ہوا۔ نشاف۔ بے عقلی، غلطی۔ کیں۔ کہ ایں مقتضی باعث، موجب۔ ہمتا۔ برابر، ہم جنس۔ بوئے بُردن۔ معلوم کر لینا، محسوس کرنا۔ زہرہ۔ زا۔ کے فتحہ کے ساتھ، پتہ، جگر۔

نُکتہ[1] کاں جَست ناگہ از زباں
جو بات اچانک زبان سے نکل گئی

ہمچو تیرے داں کہ جَست آں از کماں
اس کو اس تیر جیسا سمجھ جو کمان سے نکل جائے

وانگرد دُ ازرہ آں تیر اے پسر
اے بیٹا! وہ تیر راستہ سے واپس نہیں آسکتا

بند باید کرد سیلے را ز سر
سیلاب کو ابتدا ہی سے بند کرنا چاہیے

چوں گذشت از سر جہاں را گرفت
جب پانی سر سے گذر گیا اس نے دنیا کو گھیر لیا

گر جہاں ویراں کند نبود شگفت
اگر دنیا کو ویران کرے تو پھر کوئی تعجب نہ ہوگا

فعل[2] را در غیب اثر ہا زادنی ست
غیب میں فعل کے آثار پیدا ہونے والے ہیں

واں مَوالیدش بحکم خلق نیست
اور اس کے وہ نتیجے مخلوق کے حکم سے نہیں ہیں

بے شریکے جملہ مخلوق خداست
بغیر شرکت یہ سب خدا کے پیدا کردہ ہیں

آں مَوالید ارچہ نسبت شاں بماست
تمام نتیجے، اگرچہ انکی نسبت ہماری طرف ہے

زید پرّانید تیرے سوئے عمر
زید نے عمرو کی طرف تیر چلایا

عُمر را گر رفت تیرش ہمچو عمر
اور اس کے تیر نے عمرو کو تمہارے کی طرح زخمی کیا

مدت سالے ہمی زائید درد
سال بھر درد ہوتا رہا

دَرد ہا را آفریند حق نہ مرد
دردوں کو خدا پیدا کرتا ہے، نہ کہ انسان

زید را می آمد ار مُرداز وَجَل
اگر تیر چلانیوالا زید خوف سے اسی وقت مرگیا

دَرد ہا می زاید آنجا تا اَجَل[3]
اس جگہ مرنے تک درد پیدا ہوتے رہینگے

زاں مَوالید وَجع چوں مُرد او
جب وہ درد کے ان نتیجوں سے مرگیا

زید را اوّل سبب قتال گو
زید کو ابتدائی سبب کی وجہ سے قاتل کہو

آں وَجع ہا را بدو منسوب دار
ان دردوں کو اس کی طرف منسوب کر

گرچہ ہست آں جملہ صُنع کردگار
اگرچہ وہ سب اللہ کی کار فرمائی ہے

ہمچنیں کسب و دَوام و اجتماع
اسی طرح کمائی اور تدبیر اور جمال اور ہمبستری

آں مَوالید ست حق را مُستطاع
وہ سب کام اللہ کے پیدا کردہ اور مقدور ہیں

بستہ در ہائے مَوالید از سبب
سبب سے نتیجوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں

چوں پشیماں شد ولی از دست رب
خدا کے ہاتھ سے جب ولی شرمندہ ہوتا ہے

اولیاء[4] را ہست قدرت از الٰہ
اللہ کی جانب سے اولیاء کو قدرت حاصل ہے

تیر جَستہ باز آرندش ز راہ
(کہ وہ) چھوٹے ہوئے تیر کو راستہ سے واپس لے آئیں

[1] نکتہ۔ بات۔ سیل بہاؤ۔ شگفت۔ عجب۔ فعل۔ یعنی ہر انسان کے عمل کا عالم غیب میں اثر و نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ زادنی۔ پیدا ہونے کے لائق ہوا کیا۔ مولود کی جمع ہے۔ نتیجہ۔ اثر۔ بے شریک خدا کی صفت ہے۔ نمر۔ تیندوا، فہد، ان دونوں شعروں میں خدا کے افعال کی بندوں کی طرف مجازاً منسوب کئے جانیکی مثال ذکر کی ہے۔ رامی۔ تیر انداز وَجَل۔ خوف۔

[2] تا اَجل۔ یعنی عمرو کے مرنے تک، تو معلوم ہوا کہ درد کا خالق اللہ ہے۔ نہ کہ زید ورنہ زید کے مرنے پر درد ختم ہو جاتا۔ دَوام۔ مکر و تدبیر۔ مُستطاع۔ مقدور۔ ولی۔ یعنی اللہ کا دوست جب کبھی اپنے کسی فعل پر شرمندہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سبب سے پیدا ہونیوالے نتائج کے دروازے بند کر دیتے ہیں اور اس سبب پر نتائج مرتب نہیں ہوتے ہیں۔

[3] اولیاء ولی کی جمع ہے۔ ولی وہ شخص ہے جس میں یہ تین باتیں ہوں اللہ کی ذات و صفات کی معرفت، طاعات کی بجا آوری محرمات سے اجتناب۔ تیر جستہ۔ کمان سے چلے ہوئے تیر کو واپس کر سکتے ہیں، اولیاء کی کرامت حق ہے۔

گفتہ ناگفتہ کُند از فتحِ باب[1] — تا ازاں نے سیخ سوزد نے کباب
دروازہ کھلا ہوا ہو یعنی وجہ دیکھے ہوئے کو نہ کہا ہوا کردے — تاکہ اُس سے سیخ جلے نہ کباب

از ہمہ دلہا کہ آں نکتہ شنید — آں سخن را کرد محو و ناپدید
اُن تمام دلوں سے جنہوں نے وہ بات سنی ہے — اُس بات کو محو اور نابود کردے

گفت بر ہاں باید و حجت مہا — از نبے خواں آیۃ اَوْ نُنْسِہَا
اے بزرگ دلیل کچھے حجت اور دلیل چاہئے — قرآن میں سے آیت اَوْ نُنْسِہَا پڑھ لے

آیۃ اَلنُسُوکُم ذِکرِی بخواں — قوتِ نسیاں نہادن شاں بداں
اَلنُسُوکُم ذِکرِی آیت پڑھ لے — اور اُن میں بھلانے کی قوت پیدا کئے جانیکو سمجھ لے

چوں بہ تذکیر و بہ نسیاں قادرند — بر ہمہ دلہائے خلقاں قاہرند
چونکہ وہ یاد دلانے اور بھلانے پر قادر ہیں — تمام مخلوق کے دلوں پر حاکم ہیں

چوں بہ نسیاں بست اُو راہِ نظر — کار نتواں کرد و ور باشد ہنر
جب اُس نے بھلا دینے کے ذریعہ غور و فکر کی راہ بند — کام نہیں کرسکتا ہے خواہ ہنر موجود ہو

خُذ تمو سُخریۃ اَھلَ السُمو — از نبے خوانید تا اَلنُسُوکُم
مرتبہ والوں کو تم نے مذاق بنایا — اَلنُسُوکُم تک قرآن میں پڑھو

صاحب دل شاہِ دلہائے شماست — صاحب دہ بادشاہِ جسمہاست
تمہارے دلوں کا بادشاہ اہل دل ہے — شہر کا حاکم جسموں کا بادشاہ ہے

فرع[2] دید آمد عمل بے ہیچ شک — پس نباشد مردم الّا مردمک
بلاشک عمل دیکھنے کی شاخ ہے — تو انسان پتلی کے سوا کچھ نہ ہوگا

مردمش چوں مردمک دیدند خرد — در بزرگی مردمک کس پے نبرد
لوگوں نے اُس کو پتلی کی طرح حقیر سمجھا — پتلی کی بڑائی کا کسی نے پتہ نہ لگایا

من تمام ایں را نیارم گفت زاں — منع می آید ز صاحب مرکزاں
میں اُنکو پورا نہیں بتا سکتا کیونکہ — مرکز والوں کی طرف سے اسکی ممانعت ہوگئی ہے

چوں فراموشی خلق و یادِ شاں — باد و ست و میرسد فریادِ شاں
چونکہ لوگوں کی بھول اور اُن کی یاد — اُس سے متعلق ہے اور وہ اُنکی فریاد کو پہونچتا ہے

صد ہزاراں نیک و بد را آں شہی[3] — می کند ہر دم ز دلہا شاں تہی
وہ بالکل لاکھوں اچھے اور برے (خیالات کو) — اُنکے دلوں سے ہر دم نکالتا ہے

---

[1] فتحِ باب۔ اولیاء پر اللہ کے قرب کا دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے۔ گرت۔ اگر تیرا۔ جہا۔ اے مدد۔ اے میرے پیر۔ نبے۔ قرآن مجید۔ اَوْ نُنْسِہَا۔ قرآن پاک میں ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ آیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِنْہَا، جنہیں منسوخ کرتے ہیں ہم کسی آیت کو یا بھلاتے ہیں اُس کو مگر یہ کہ لاتے ہیں بہتر اُس سے یا مثل اُسکو قرآن پاک ہی ہے فَاتَّخَذْتُمُوھُمْ سُخْرِیًّا حَتّٰی اَنْسَوْکُمْ ذِکْرِی یعنی تم نے اُن نیک لوگوں کا مذاق اڑایا تو اُنہوں نے تمہارے دلوں سے میری یاد بھلادی صاحب دہ۔ دنیاوی بادشاہ جسموں پر حکمرانی کرتے ہیں اور اولیاء اللہ دلوں پر فرماں روائی کرتے ہیں۔

[2] فرع۔ شاخ۔ یعنی علم کے بعد عمل ہے اور علم کا ذریعہ آنکھ ہے تو انسان دراصل پتلی کا نام ہے لیکن لوگ اُس کو ایک چھوٹی چیز سمجھتے ہیں یہی حال اولیاء اللہ کا ہے کہ بظاہر وہ معمولی انسان ہیں لیکن اُن کے کارنامے عظیم الشان ہیں۔ صاحب مرکز۔ یعنی بڑے اولیاء اللہ۔

[3] شہی۔ بادشاہ فتح، باکمال، یعنی بزرگ رات کے اوقات میں متعلقین کے خیالات پر تصرف کرتے ہیں۔

روز[1] دلہا را ازاں پُر میکند — آں صد فہا را پُر از دُر میکند
(دن میں دلوں کو اُن (خیالات) سے پُر کرتا ہے — اُن سیپوں کو موتیوں سے پُر کرتا ہے

آں ہمہ اندیشہ پیشانہا — می شناسند از ہدایت جانہا
تمام گذشتہ خیالات کو — (اولیاء کی) روحیں پہچان لیتی ہیں اللہ کی رہنمائی کی

پیشہ و فرہنگ تو آید بتو — تا درِ اسباب بکشاید بتو
تیرا پیشہ اور عقل تیرے پاس آجاتے ہیں — تاکہ تجھ پر اسباب کا دروازہ کھول دیں

پیشۂ زرگر بآہنگر نشد — خوئے ایں خوشخو بداں منکر نشد
سنار کا پیشہ، لوہار کے لئے نہیں ہوتا ہے — اس خوش اخلاق کی عادت اس منکر کی طرف نہیں جاتی ہے

سوئے خصم آید روز رستخیز — پیشہا و خلقہا[2] ہمچوں جہیز
قیامت کے دن مالک کی طرف آئیں گے — پیشے اور اخلاق سامانِ سفر کی طرح

صورتے کاں بر نہاد[3] غالب ست — ہم براں تصویر حشرت واجب ست
وہ صورت جو تیرے وجود پر غالب ہے — اسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے

پیشہا و خلقہا از بعد خواب — واپس آید ہم بجسم خود شتاب
پیشے اور اخلاق، سونے کے بعد — اپنے مالک کی طرف فوراً لوٹ آتے ہیں

پیشہا و اندیشہا[4] در وقت صبح — ہم بدانجا شد کہ بُود آں حُسن و قبح
پیشے اور خیالات صبح کے وقت — اسی جگہ پہونچ جاتے ہیں جہاں وہ حسن اور قبح کا سبب ہے

چوں کبوتر ہائے پیک از شہر ہا — سوئے شہر خویش آرد بہر ہا
نامہ بری کے کبوتر دوسرے کی طرح، شہروں سے — اپنے شہر کی جانب (نامہ و پیام کے) حصے لاتے ہیں

ہر چہ بینی سوئے اصل خود رود — جزو سوئے کل خود راجع شود
تو جس چیز کو دیکھیگا، اپنی اصل کی طرف جاتی ہے — جزو اپنے کل کی طرف لوٹتا ہے

شنیدن آں طوطی حرکتِ آں طوطی را و مُردن او و نوحۂ خواجہ بر او

طوطی کا اُس طوطی کی حرکت کو سننا اور اس کا مرجانا اور مالک کا اُس پر رونا

چوں شنید آں مُرغ کاں طوطی بمُرد — ہم بلرزید و فتاد و گشت سرد
جب اُس پرند نے سنا کہ اُس طوطی نے دم دیدیا — وہ بھی کانپا یا اور گرا اور ٹھنڈا ہوگیا

خواجہ چوں دیدش فتادہ ایں چنیں — بر جہید و زد کلہ را بر زمیں
مالک نے جب اُس کو اس طرح پڑا ہوا دیکھا — تڑپ گیا اور ٹوپی زمین پر پٹخ دی

[1] روز - دن میں اپنی توجہ کے ذریعہ دلوں میں بہترین خیالات پیدا کرکے دلوں کے سیپوں کو موتیوں سے پُر کرتے ہیں۔ آں ہمہ - شیخ اپنی قوتِ بالغہ سے مرید کے پہلے خیالات اور وساوس کو جان جاتا ہے۔ دریا اسباب - پیشہ اور ہنر کمائی کا ذریعہ اور سبب ہے

[2] خلق - اخلاق - جہیز - سامانِ سفر - خصم - یعنی وہ شخص جس کے وہ اخلاق نہیں - روز رستخیز - روز قیامت - نہاد - طبیعت۔

[3] پیشہا صبح ہوتے ہی وہ پیشے اور خیالات اُن اشخاص تک پہونچ جاتے ہیں جنکے لئے وہ اچھائی یا برائی کا سبب ہوتے ہیں - بہرہ - حصہ یعنی وہ نامہ بر کبوتر اپنے حصہ کی خبریں لے کر اپنے شہر کو لوٹتے ہیں - گشت سرد - مرکر ٹھنڈا ہوگیا۔

چوں بدیں رنگ و بدیں حالش بدید
جب اُس کو اِس حالت اور اِس رنگ میں دیکھا

خواجہ بر جست و گریباں را درید
مالک تڑپا اور گریبان چاک کر لیا

گفت اے طوطی خوبِ خوش جنیں
بولا کہ اے حسین اور اچھی پیشانی والی طوطی

ہے چہ بودت ایں چنیں چنیں
ہائے، تجھے یہ کیا ہوا، تو ایسی کیسی ہو گئی!

اے دریغا مرغِ خوش آوازِ من
ہائے افسوس! میرے خوش الحان پرندے

اے دریغا ہمدم و ہمرازِ من
ہائے افسوس! میرے ساتھی اور میرے ہمراز

اے دریغا مرغِ خوش الحانِ من
ہائے افسوس! میرے خوش آواز پرندے

راحِ روح و روضۂ رضوانِ من
میری روح کی راحت اور میری جنت

گر سلیمان را چنیں مرغے بدے
اگر (حضرت) سلیمان کے پاس ایسا پرند ہوتا

کے دگر مشغول آں مرغاں شدے
وہ پھر کب اُن پرندوں میں مصروف ہوتے،

اے دریغا مرغِ کارزاں یافتم
ہائے افسوس! پرند جس کو میں نے سستا خرید

زود دروازے رو و او برتافتم
بہت جلد میں نے اُس کے دروازے سے منہ موڑ لیا

اے زباں تو بس زیانی مر مرا
اے زبان! تو سراسر میرا نقصان ہے

چوں تو نی گویا چہ گویم مر ترا
تو ہی چونکہ بات کرنیوالی ہے، تجھے کیا کہوں

اے زباں ہم آتش و ہم خرمنی
اے زبان! تو آگ بھی ہے اور خرمن بھی

چند ایں آتش دریں خرمن زنی
کب تک اِس خرمن میں تو آگ لگاتی رہے گی؟

در نہاں جاں از تو افغاں میکند
پوشیدہ طور پر جان تجھے فریاد کرتی ہے

گرچہ ہر چہ گوئمش آں میکند
اگرچہ تو اُس سے جو کہتی ہے وہ وہی کرتی ہے

اے زباں ہم رنجِ بے درماں توئی
اے زبان! لاعلاج مرض بھی تو ہے

اے زباں ہم گنجِ بے پایاں توئی
اے زبان! بے شمار خزانہ تو ہے

ہم انیسِ وحشتِ ہجراں توئی
ہجر کی وحشت میں محبت بھری بھی تو ہے

ہم صفیر و خدعۂ مرغاں توئی
سیٹی بجانیوالی اور پرندوں کے لئے دھوکے کا

ہم بلیس و ظلمتِ کفراں توئی
شیطان اور کفر کی تاریکی بھی تو ہے

ہم خفیر و رہبر یاراں توئی
دوستوں کی رہبر اور قاصد بھی تو ہے

اے تو زہ کردہ بکینِ من کماں
اے کہ تو نے میری دشمنی میں کمان پر چلہ چڑھا رکھا ہے

چند اماں نم میدہی اے بے اماں
اے بے امان! تو مجھے کب امن دیگی؟

لہ رضوان۔ داروغۂ جنت کا نام ہے۔ سلیمانؑ حضرت سلیمانؑ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے اِسی لئے پرندوں سے دلچسپی رکھتے تھے۔ دریغا حسرت، افسوس اِس میں الف ندبہ کا ہے۔ اے زبان یعنی میری زبان سے مجھے یہ نقصان پہونچا۔ سنو وہ مرنے والی طوطی کا قصہ سناتی نہ میری طوطی مرتی لیکن میں زبان کا شکوہ کیا کروں، جبکہ یہ شکوہ بھی زبان ہی ادا کر رہی ہے۔

سے ہم آتش زبان ہی ذخیرہ کرتی ہے اور زبان ہی اُس کو تباہ کرتی ہے۔ درنہاں۔ انسان کی تباہی زبان کی بدولت ہوتی ہے، زبان دیگر اعضاء انسان کو بسا اوقات خلافِ مزاج کام کرنا پڑتا ہے۔ گنج۔ زبان خزانے بھی جمع کرتی ہے اور لاعلاج مصائب میں بھی مبتلا کرتی ہے۔

سہ صفیر۔ سیٹی۔ خدعہ دھوکے کی چیز۔ خفیر۔ رہبر انیس محبت کرنیوالا۔ یعنی زبان ہی سیٹی بجا کر پرندوں کے دھوکے کا سبب بنتی ہے اور وہ اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر آکر جال میں پھنس جاتے ہیں اور یہی زبان تنہائی میں مونس اور غمخوار بنتی ہے۔ خفیر۔

مہ رضوان، نگہبان، تا صد۔ بلیس۔ ابلیس کا مخفف ہے، شیطان

تنگ بپرانیدہ مُرغِ[1] مرا — در چراگاہِ ستم کم کُن چرا
اب تو نے میرے پرند کو اڑا دیا ہے — ظلم کی چراگاہ میں چرنا کم کر دے

یا جواب من بگو یا داد دہ — یا مرا اسبابِ شادی یاد دہ
یا میرا جواب دے یا انصاف کر — یا مجھے خوشی کے اسباب یاد دلا

اے دریغا نورِ ظلمت سوزِ من — اے دریغا صبح روز افروزِ من
ہائے افسوس! میرے اندھیرے کو ختم کرنے والے نور — ہائے افسوس! میرے دن کو روشن کرنے والی صبح

اے دریغا مُرغِ خوش پروازِ من — زانتہا پرّید تا آغازِ من
ہائے افسوس! میرے خوش پرواز پرند — انتہا سے میری ابتدا تک تلف ہو گیا

عاشقِ رنج ست ناداں تا ابد — خیز و لا اُقسِمُ[2] بخواں تا فی کبد
نادان (انسان) ہمیشہ رنج کا خوگر ہے — اٹھ، اور لا اُقسِمُ کو فی کبد تک پڑھ لے

از کبد فارغ شدم با روئے تو — وز زبد صافی بدم در جوئے تو
تیرے چہرہ کی وجہ سے میں رنج سے خالی ہوا — میں تیری نہر میں میل سے صاف تھا

اے دریغا ہا خیالِ دیدن ست — وز وجود[3] نقدِ خود بریدن ست
ہائے افسوس! دیدار کا خیال ہے — اپنے موجودہ وجود سے جدا ہونا ہے

غیرتِ حق بود باحق چارہ نیست — کو دلے کز حکمِ حق صد پارہ نیست
اللہ کی غیرت تھی اور اللہ کے ساتھ چارہ نہیں ہے — کونسا دل ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہے؟

غیرت آں باشد کہ اُو غیر ہمہ است — آنکہ افزوں از زبان و دمدمہ است
غیرت یہ ہے کہ وہ سب سے غیر ہے — جو کہ بیان اور مکر و حیلے سے بالاتر ہے

اے دریغا اشک من دریا بدے — تا نثارِ دلبرِ زیبا شدے
ہائے افسوس! میرے آنسو دریا ہوتے — تاکہ حسین معشوق پر نثار ہوتے

طوطیِ من مُرغِ زیرک سارِ من — ترجمانِ فکرت و اسرارِ من
میری طوطی میرے عقلمند پرند — میرے فکر اور رازوں کے ترجمان

ہر چہ روزی داد و ناداد آمدم — اُو ز اوّل گفت تا یاد آمدم
اس نے مجھے عطا کیا میں ناشکر ثابت ہوا — پہلے وہ بولی یہانتک کہ مجھے (خدا) یاد آیا

طوطیے کاید ز وحی آوازِ او — پیش ز آغازِ وجود آغازِ او
وہ طوطی (روح) جس کی آواز وحی سے ہے — وجود کی ابتدا سے پہلے اسکی ابتدا ہے

[1] مُرغِ مرا۔ یعنی سوداگر کی طوطی۔ شادی۔ خوشی پرید۔ تلف ہو گیا۔ زایل ہو گیا۔ اس کا فاعل لطف و عیش مقدر ہے۔

[2] ناداں۔ یعنی انسان فی کبد۔ سورۃ لا اُقسِمُ میں فرمایا گیا ہے۔ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ" ہم نے انسان کو رنج اور سختی میں پیدا کیا ہے۔ از کبد۔ یعنی اے طوطی تجھے دیکھ کر میرا رنج و غم مٹ جاتا تھا یا اس شعر سے عالمِ ارواح اور اس سے جدائی کا تذکرہ شروع کیا ہے اس صورت میں روئے تو سے مراد دیدارِ خداوندی ہے۔

[3] وز وجود۔ اب دیدار جب ہی ہو گا جب روح جسدِ عنصری سے جدا ہو جائیگی۔ غیرت۔ اللہ نے یہ چاہا کہ اسکو پہچانا جائے لہذا ہمیں عالمِ عنصری میں پیدا فرمادیا۔ آنکہ۔ یعنی اسکی غیریت کا بیان ناممکن ہے۔ دلبر۔ یعنی مُردہ طوطی اس شعر سے پھر طوطی کا نوحہ شروع کیا ہے۔ زیرک۔ ذہین، سمجھدار۔ سار۔ مثل، مانند، مینا۔ ہر چہ۔ یہ طوطی اللہ کا ایک عطیہ تھی۔ جسکا میں شکر نہ ادا کر سکا وہ صبح اٹھ کر اللہ کی یاد میں لگ جاتی تھی اس کی وجہ سے مجھے بھی خدا کی یاد آجاتی تھی۔ طوطیے۔ یہاں سے طوطی کے قصے سے روح مراد ہے۔

اندرونِ تُست آں طوطی نہاں
وہ طوطی تیرے اندر پوشیدہ ہے

عکس[1] اُو را دیدہ تو بر این و آں
تو اس پر اور اُس پر اُس کا عکس دیکھتا ہے

می بَرد شادیت را تو شاد از و
وہ (عکس) تیری خوشی برباد کر رہا ہے تو اُس سے خوش ہے

می پذیری ظلم را چوں داد از و
تو اُس کے ظلم کو انصاف کی طرح قبول کر رہا ہے

ایکہ جاں از بہرِ تن می سوختی
اے وہ کہ تو نے جان کو جسم کے لئے جلا دیا ہے

سوختی جاں را و تن افروختی
تو نے جان کو جلا دیا اور جسم کو روشن کیا

سوختم من سوختہ خواہد کسے
میں جل چکا ہوں، کوئی جلنا چاہے

تاز من آتش زند اندر خسے
تو مجھ سے پھونس میں آگ لگا لے

سوختہ چوں قابلِ آتش بُوَد
جلا ہوا آگ کے قابل کب ہو سکتا ہے،

سوختہ بستاں کہ آتش کش بُوَد
ایسا جلا ہوا لے جو آگ کو قبول کرنے والا ہو

اے دریغا اے دریغا اے دریغ
ہائے افسوس، ہائے افسوس، ہائے افسوس

کاپنجناں ماہے[2] نہاں شد زیرِ میغ
ایسا چاند ابر کے نیچے چھپ گیا

چوں نہ نم دم کاتشِ دل تیز شد
کیسے دم ماروں کیونکہ دل کی آگ تیز ہو گئی ہے

شیرِ ہجر آشفتہ و خونریز شد
ہجر کا شیر غضبناک اور خونریز ہو گیا ہے

آنکہ اُو ہشیار خود تندرست و مست
وہ جو کہ ہوش کی حالت میں تندرست ہے

چوں بُوَد چوں اُو قدح گیرد بدست
اُس کا کیا حال ہو گا جب وہ ہاتھ میں پیالہ تھام لے

شیرِ مستے کز صفت بیروں بُوَد
وہ مست شیر جو اپنے آپ سے باہر ہو

از بسیطِ مرغزار افزوں بُوَد
وہ جنگل کے میدان سے بڑا ہو جاتا ہے

قافیہ اندیشم و دلدارِ من
میں قافیہ کی فکر میں ہوں اور میرا محبوب

گوید م مندیش جز دیدارِ من
مجھ سے کہتا ہے، سوائے میرے دیدار کے کچھ

خوش نشیں اے قافیہ اندیشِ من
اے میرے قافیہ سوچنے والے! آرام سے بیٹھ

قافیہ دولت توئی در پیشِ من
تو میرے لئے بڑا خوش نصیبی کے ہم معنی ہے

حرف چہ بُوَد تا تو اندیشی ازاں
حرف کیا ہوتا ہے جو تو اُس کی فکر میں ہے

صوت چہ بُوَد خارِ دیوارِ زباں
آواز کیا ہوتی ہے، انگور کی ٹہنی کا کانٹا

حرف و صوت و گفت را برہم زنم
حرف اور آواز اور بولی کو میں مٹا دیتا ہوں

تا کہ بے ایں ہر سہ با تو دم زنم
تاکہ ان تینوں کے بغیر تجھ سے بات کروں

[1] عکس۔ یعنی تم روح کو نہیں دیکھ سکتے ہو اُس کے آثار جو جسم پر طاری ہیں انکو دیکھتے ہو۔ می بَرد۔ یعنی روح کے عکس میں مشغولیت باعث رنج ہے، روح میں مشغول ہونا چاہئے۔ ایکہ۔ انسان تن پروری میں لگتا ہے اور روح کو فنا کرتا ہے۔ سوختم۔ میں عشقِ الٰہی میں اپنے جسم کو جلا چکا ہوں اگر کوئی عشق کی آگ میں جلنا چاہے مجھ سے آگ لے لے۔ سوختہ۔ جو شخص روح کو بالکل فنا کر چکا ہو اُسمیں آتشِ عشق نہیں لگتی ایسا شخص تلاش کرو جو اس آگ کو قبول کر سکے۔

[2] ماہے۔ یعنی روح۔ میغ۔ یعنی جسم۔ چوں نہ نم۔ عشقِ الٰہی کا بیان ممکن نہیں رہا۔ آنکہ۔ یعنی میں صحو کی حالت میں کبھی عشق کے بیان پر قادر نہیں مستی کی حالت میں کیا بیان کر سکوں گا۔

[3] شیرِ مستے۔ یہ خود مولانا نے اپنی حالت بیان کی ہے۔ قافیہ میں جب شعر کا قافیہ تلاش کرتا ہوں تو محبوب کا تقاضہ ہوتا ہے کہ میرے دیدار کے علاوہ کچھ تلاش نہ کر قافیہ۔ سمجھے آنیوالا، مترادف یعنی قافیہ کی تلاش میں مشاہدہ کی دولت حاصل ہو

آں[1] دمے کز آدمش کردم نہاں
وہ بات جو آدمؑ سے میں نے پوشیدہ رکھی

باتو گویم اے تو اسرارِ جہاں
اے اسرارِ جہاں! تجھ سے میں کہونگا

آں دمے را کہ نگفتم با خلیلؑ
وہ بات جو میں نے خلیلؑ سے نہ کہی

واں دمے را کہ نداند جبرئیلؑ
اور وہ بات جو جبرئیلؑ بھی نہیں جانتا

آں دمے کز وے مسیحا دم نزد
وہ بات جو مسیحا نے نہ کہی

حق ز غیرت نیز بے ما ہم نزد
(اور اللہ نے غیرت کی وجہ سے بغیر ہمارے حاصل کئے ہوئے ہے)

ما چہ باشد در لغت اثبات و نفی
(لفظ) ما کیا ہے لغت میں اثبات اور نفی (کے معنی)

من نہ اثباتم، منم بے ذات و نفی
میں اثبات نہیں ہوں، میں بے ذات ہوں اور نفی

من[2] کسی در نا کسی در یافتم
میں نے ہستی فنا میں پائی

پس کسی در نا کسی در تافتم
اس لئے ہستی کو فنا میں لپیٹ دیا

بند کن چوں سیل سیلانی کند
بند باندھ لے جب سیلاب طغیانی پیدا کرے

ورنہ رسوائی و ویرانی کند
ورنہ خرابی اور بربادی کر دے گا

من چہ غم دارم کہ ویرانی بود
میں کیا غم کروں کہ ویرانی ہوگی

زیر ویراں گنجِ سلطانی بود
شاہی خزانہ ویرانہ میں ہی ہوتا ہے

غرقِ[3] حق خواہد کہ باشد غرق تر
اللہ میں ڈوبا ہوا چاہتا ہے کہ زیادہ ڈوب جائے

ہمچوں موجِ بحر جاں زیر و زبر
سمندر کی موج کی طرح جان زیر و زبر ہو جائے

زیر دریا خوشتر آید یا زبر
دریا کے نیچے بہتر ہوگا یا دریا کے اوپر

تیر او دلکش تر آید یا سپر
اس کا تیر زیادہ پسندیدہ ہوگا یا ڈھال

پس بلوں وسوسہ باشی دلا
اے دل تو وسوسہ کا مارا ہوا ہوگا

گر طرب را باز دانی از بلا
اگر تو نے خوشی اور مصیبت میں فرق کیا

گر مرادت راند اے شکر ست
اگر تیری مراد میں شکر کا ذائقہ ہے

بیمرادی اے مرادِ دلبر ست
کیا بے مرادی محبوب کی مراد نہیں ہے؟

ہر ستارہ اش خونہا صد ہلال
اسکا ہر ستارہ سو چاندوں کا خون بہا ہے

خونِ عالم ریختن او را حلال
عالم کا خون بہانا اس کے لئے درست ہے

ما بہا و خونہا را یافتیم
ہم نے قیمت اور خون بہا پالیا ہے

جانب جاں باختن بشتافتیم
ہم جان کی بازی ہارنے کی طرف دوڑے ہیں

---

[1] آں دمے۔ قرآن پاک میں ہے۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی پھر اللہ نے آنحضورؐ کو وحی کی جو بھی کی۔ اس آیت میں اُن اسرار کی طرف اشارہ ہے جو غیر حضرت جبرئیلؑ کی وساطت کے حضورؐ کو بتائے گئے اور چونکہ وہ اسرار طریقہ محمدیہ سے متعلق تھے دوسرے انبیاء سے اُن کا کوئی تعلق نہ تھا لہٰذا وہ اسرار ان کو نہیں بتائے گئے۔ ما لفظ ما عربی میں دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک نفی جس کو ما نافیہ کہتے ہیں دوسرے ما موصولہ جو اثبات کے معنی دیتا ہے لیکن جب میں اپنے لئے لفظ ما بولوں تو نفی کے معنی ہوں گے۔ اسلئے کہ میں اپنی ذات کو فنا کر چکا ہوں اور نفی محض ہوں۔

[2] کسی۔ ہستی۔ نا کسی۔ نیستی، فنا۔ تافتن۔ لپٹنا۔ بلوں۔ سیلانی۔ طغیانی۔ ویرانی۔ بربادی، ورنہ۔ مولانا اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ تجلی بے حجاب کے سوال سے باز آنا وہ اس عالم میں بربادی کا سبب ہوگی جیسا کہ کوہ طور کے ساتھ ہوا۔ من چہ غم۔ مولانا فرماتے ہیں مجھے ویرانی کا غم نہیں ہے۔ ویرانہ میں خزانہ ملتا ہے۔

[3] غرق۔ جو شخص مقام شہود تک پہونچ گیا وہ تو اور بھی قرب کا متمنی ہوگا اور چاہیگا کہ جسدِ عنصری کا

جملہ شاہاں پستِ[1] پستِ خویش را
تمام بادشاہ اپنے آگے جھکنے والے کے سامنے جھکے ہیں

جملہ مستاں مست مستِ خویش را
اپنے عاشق کے تمام عاشق، عاشق ہوتے ہیں

جملہ شاہاں بردۂ بردہ خواند
تمام بادشاہ اپنے غلام کے غلام ہیں

جملہ خلقاں مُردۂ مُردہ خواند
تمام لوگ اپنے مُردہ کے لئے مُردہ ہیں

می شود صیادِ مُرغاں راشکار
شکاری، پرندوں کا شکار بنتا ہے

تا کُند ناگاہ ایشاں راشکار
تاکہ اچانک اُن کا شکار کرے

دلبراں[2] بر بیدلاں فتنہ بجاں
معشوق، عاشقوں پر دل سے عاشق ہوتے ہیں

جملہ معشوقاں شکارِ عاشقاں
تمام معشوق، عاشقوں کا شکار رہتے ہیں

ہر کہ عاشق دید یش معشوق داں
جس کو تو عاشق دیکھے، اُس کو معشوق سمجھ

کُو بہ نسبت ہست ہم این وہم آں
کیونکہ نسبت کی وجہ سے وہ یہ بھی ہے اور وہ

تشنگاں گر آب جویند از جہاں
اگرچہ دنیا میں پیاسے پانی تلاش کرتے ہیں

آب ہم جوید بعالم تشنگاں
پانی بھی دنیا میں پیاسوں کو تلاش کرتا ہے

چونکہ عاشق اُوست تو خاموش باش
جبکہ وہ عاشق ہے، تو چپ رہ

اُو چو گوشت میدہد تو گوش باش
جب اُس نے تجھے کان دئے ہیں تو (تعریف) سن

اے حیاتِ عاشقاں در مُردگی
اے (طالب!) عاشقوں کی زندگی مرنے میں ہے

دل نیابی جز کہ در دلبُردگی
دل گم کئے بغیر، تو دل نہ پائے گا

من دلش جُستہ بصد ناز و دلال
میں نے سو ناز و انداز سے اُسکی دلجوئی کی

اُو بہانہ کردہ با من از ملال
اُس نے ناراضی کی وجہ سے مجھ سے بہانہ کر دیا

مَنش جُستہ بانیاز و بے ملال
میں نے عاجزی سے کسی ملال کے بغیر اُسکی جستجو کی

اُو بہانہ کردہ از ناز و دلال
اُس نے ناز و انداز کی وجہ سے ٹال دیا

گفتم آخر غرق تست ایں عقل و جاں
میں نے کہا یہ عقل اور جان آخر تجھ میں غرق ہے

گفت رَو رَو مر مرا ایں افسوں مخواں
بولا۔ جا جا مجھ پر جادو نہ چلا

من ندانم آنچہ اندیشیدۂ
مجھے معلوم نہیں تو نے کیا سوچ رکھا ہے؟

اے دو دیدہ دوست را چوں دیدۂ
اے دیکھنے والے تو نے دوست کو کیا سمجھ رکھا ہے

اے گرانجاں خوار دیدستی مرا
اے بہت ہمت! تو نے مجھے بے قدر سمجھا

زانکہ بس ارزاں خریدستی مرا
اس لئے کہ تو نے مجھے سستا خریدا ہے

---

[1] پست۔ جھکنے والا۔ مست۔ عاشق یعنی جب اطاعت گزار کو پہونچ جاتی ہے تو آقا اُس کی بات پر سرِ تسلیم خم کرنے لگتا ہے اور عاشق اپنے عاشقوں سے عشق کرنے لگتا ہے۔ بردہ۔ غلام، مستخر، تابع۔ مُردہ۔ بے جان

[2] جملہ۔ یعنی بادشاہ اپنے فرمانبرداروں کے فرمانبردار بنجاتے ہیں اور جس غلام نے مولیٰ کی مرضی میں اپنے آپ کو فنا کر دیا ہو مولیٰ اُنکے لئے فنا ہوتا ہے۔ میشود۔ شکاری شوق میں خود شکار بنتا ہے پھر کہیں شکار اُسکے ہاتھ لگتا ہے۔

[3] دلبر۔ معشوق۔ فتنہ بجاں کسی پر مرنے والا۔ ہر کہ۔ عاشقِ صادق، معشوق کے دل میں گھر کر لیتا ہے اُس اعتبار سے وہ معشوق بنجاتا ہے۔ آب جویند۔ نہروں اور دریاؤں میں پانی بہکر پیاسوں کی تلاش کرتا ہے چونکہ عاشق اوست۔ جب حضرت حق خود مہربان ہو گئے ہیں اور رؤف و رحیم ہیں تو اب تو ہمہ تن گوش بنجا اور آہ و فریاد چھوڑ دے۔ اے۔ عاشق کی زندگی موت میں مُضمر ہے جب تک تو دل کو محبت میں فنا نہ کر دیگا تو وہ حقیقی دل نہ ہوگا۔ دل جستن دل جوئی کرنا۔

[4] ناز و دلال۔ ناز و انداز بہانہ کردن۔ ٹال دینا۔

هر که اُو ارزاں[1] خرد ارزاں دهد
جو سستا خریدتا ہے، سستا دے ڈالتا ہے

گوهرے طفلے بقرصِ ناں دهد
ایک بچہ موتی ایک روٹی کی ٹکیا میں دیدیتا ہے

غرقِ عشقے شو که غرق ست اندریں
عشق میں ڈوب جا کہ اس میں غرق ہیں

عشقهائے اوّلین و آخریں
اگلے پچھلوں کے عشق

مجملش گفتم نکردم من بیاں
میں نے اس کو مجملاً بتایا، میں نے تفصیل نہیں کی

ورنہ هم افهام سوزد هم زباں
ورنہ عقلیں جل جائیں اور زبان بھی

من چو لب گویم لبِ دریا بود
میں جب لب کہتا ہوں تو مطلب لب دریا ہوتا

من چو لا گویم مُرادِ الّا بود
میں جب لا کہتا ہوں تو الا مراد ہوتا ہے

من ز شیرینیِ[2] نشینم رُو ترش[3]
میں مٹھاس سے ترش رُو ہو کر بیٹھ جاتا ہوں

من ز بسیاریِ گفتارم خمش
میں اپنی باتوں کی کثرت کی وجہ سے چپ ہو جاتا

تا که شیرینیِ ما از دو جهاں
تاکہ ہماری مٹھاس دونوں جہان میں

در حجابِ ترشیِ باشد نهاں
ترشروئی کے پردہ میں پوشیدہ رہے

تا که در هر گوش ناید این سخن
تاکہ ہر کان میں یہ بات نہ آئے

یک همی گویم ز صد سرِّ لدُن
علم لدنی کے سو رازوں میں سے ایک کہہ دیتا ہوں

تفسیر قولِ حکیم سنائی رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ

حکیم سنائی کے قول کی تفسیر — خدا انکی روح کو راحت دے

بهر چه از راه و امانی چه کفر آں حرف و چه ایماں

جس چیز کی رغبت سے تو راستہ سے بھٹک جائے وہ کلمہ کفر ہو تو کیا اور ایمان ہو تو کیا

بهر چه از دوست دور افتی چه زشت آں نقش و چه زیبا

جس سے تم دوست سے دور ہو جاؤ وہ نقش بُرا ہو تو کیا اچھا ہو تو کیا

وَفِیْ مَعْنٰی قَوْلِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّ سَعْدًا لَغَیُوْرٌ وَّاَنَا اَغْیَرُ مِنْهُ

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے معنی کہ سعد بیشک غیرتمند ہے اور میں اس سے بھی زیادہ غیرتمند ہوں

وَاللّٰهُ اَغْیَرُ مِنِّیْ وَمِنْ غَیْرَتِهٖ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرتمند ہے اور اللہ نے اپنی غیرت کی وجہ سے تمام کھلی اور چھپی بدکاریوں کو حرام قرار دیا ہے

جُمله عالم زاں غیور آمد که حق
تمام دنیا اس لئے غیرتمند ہے کہ اللہ تعالےٰ

بُرد در غیرت بریں عالم سبق
غیرت میں اس دنیا پر سبقت لے گیا ہے

[1] ارزاں۔ چونکہ اس کے دریا کرم سے دوست اور دشمن سیراب ہو رہے ہیں۔ طفلے۔ بچے کو جب مُفت موتی ملجاتا ہے وہ ایک روٹی کے ٹکڑے میں فروخت کر ڈالتا ہے۔ غرقِ عشقے۔ یہاں سے مولانا کا مقولہ ہے۔

[2] شیرینی۔ یعنی اسرارِ معرفت کی مٹھاس۔ مُرو ترش یعنی خاموش، یعنی اسرارِ معرفت سے واقفیت کے باوجود اپنے آپ کو لاعلم ظاہر کرتا ہوں کیونکہ ہر آدمی کے سامنے وہ مضامین بیان نہیں کئے جاسکتے ہیں۔ حکیم سنائی۔ غزنیں کے رہنے والے تھے ابتداءً شاعری کی پھر فقر اور تجرید اختیار کر لی آپکا شمار مشہور اولیاء اللہ میں ہے ۵۴۶ھ میں وفات پائی۔ تصوف میں آپکی "حدیقۃ الحقیقۃ" کتاب بہت مشہور ہے۔ مولانا روم نے اپنی مثنوی میں کئی جگہ اس کتاب سے اقتباس کیا ہے۔ حکیم سنائی کے مقولہ کا خلاصہ یہ ہے کہ طاعت بھی جناب قدس سے دوری کا سبب ہے تو وہ معصیت ہی ہے مثلاً کوئی فرض عین جہاد چھوڑ کر نفلی حج کیلئے جائے۔

[3] سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں حد قذف کے سلسلہ میں انہوں نے عرض کیا تھا کہ اگر بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھوں گا تو فوراً قتل کر دونگا چار گواہ لانے کی مجھے تاب نہ ہوگی اس پر حضور نے ارشاد فرمایا تھا۔ مولانا نے اسی کے بیان کرنے کے بعد غیرت خداوندی کی بیان شروع کر دیا ہے۔ عالم۔ عالم صفات باری کا مظہر ہے۔ عالم۔ مخلوق کی غیرت، غیرتِ حق کا پرتو ہے۔

او[1] چو جان است و جہاں چوں کالبد
وہ جان کی طرح ہے اور دنیا جسم کی طرح

کالبد از جان پذیرد نیک و بد
جسم، جان سے نیکی اور بدی کو قبول کرتا ہے

ہر کہ محراب نمازش گشت عین
جس کی نماز کی محراب ذات ہو

سوئے ایمان رفتنش می دان تو شین
اُس کا ایمان کی طرف جانا تو عیب سمجھ

ہر کہ شد مُرشاہ را اُو جامہ دار
جو بادشاہ کا مہتمم توشہ خانہ ہو

ہست خسراں بہر شاہش اتجار
اُس کا بادشاہ کے لئے تجارت کرنا نوکے کی بات ہے

ہر کہ با سلطاں شود اُو ہمنشیں
جو بادشاہ کا ہمنشیں ہو

بر درش شستن بود حیف و غبیں[2]
اُس کا دروازہ پر بیٹھنا قابلِ افسوس اور نقصان کی بات ہے

دست[3] بوسش چوں رسید از بادشاہ
جب اُسکو بادشاہ کی دست بوسی حاصل ہو گئی

گر گزیند بوس پا باشد گناہ
اگر پابوسی اختیار کرے تو گناہ ہوگا

چوں بیابی دست گرد پا مگرد
جب تو ہاتھ پالے، پیر کے چکر نہ کاٹ

ہست سربازی نشانِ مردِ مرد
سر دینا بڑے بہادر کی علامت ہے

گرچہ سر بر پا نہادن خدمت است
اگرچہ پیروں پر سر رکھ دینا خدمت ہے

پیش آں خدمت خطا و زلت است[4]
(لیکن) اُس خدمت کے مقابلہ میں غلطی اور لغزش ہے

شاہ را غیرت بود بر ہر کہ اُو
بادشاہ کو اُس پر غیرت آئے گی جو

بوگزیند بعد ازاں کہ دید رُو
خوشبو اختیار کرے جبکہ چہرہ دیکھ لیا ہے

غیرتِ حق بر مثل گندم بود
اللہ کی غیرت، گیہوں جیسی ہے

کاہِ خرمن غیرتِ مردم بود
انسانوں کی غیرت بھوسے کی طرح ہے

اصلِ غیر تہا بدانید از الٰہ
غیرتوں کی جڑ خدا سے سمجھو

آن خلقاں فرعِ حق بے اشتباہ
بلاشبہ مخلوق کی غیرت خدا کی غیرت کی شاخ ہے

شرح[5] ایں بگذارم و گیرم گلہ
اس کی شرح چھوڑتا ہوں اور شکوہ شروع کرتا ہوں

از جفائے آں نگارے دہ دلہ
اُس دس دل والے محبوب کی جفا کا

نالم ایرا نالہا خوش آیدش
اسلئے روتا ہوں کہ اُسکو رونا اچھا لگتا ہے

از دو[6] عالم نالہ و غم بایدش
دونوں جہاں کی جانب سے اُسکو رونا پسند آتا ہے

چوں نئی نالم تلخ از دستانِ اُو
اُسکے ناز و انداز کی وجہ سے کڑوے آنسو کیوں بہاؤں

چوں نیم در حلقۂ مستانِ اُو
اُس کے عاشقوں کے حلقے میں کیوں داخل ہوں

---

[1] اور جسم حرکات و سکنات میں روح کے تابع ہے، اسی طرح کائنات کے احوال مشیتِ باری کے تابع ہیں۔ محراب نماز۔ مرکزِ توجہ۔ عین۔ یعنی ذاتِ باری۔ ایمان۔ یعنی مشاہدہ سے منزل اختیار کرکے دلائل سے یقین حاصل کرنا۔ غیرت رب کا سبب ہے۔ شین۔ عیب۔ جامہ دار۔ بخشی، مہتمم توشہ خانہ ہو کر کپڑے کا تاجر بنے۔ شستن۔ نشستن، بیٹھنا کا مخفف ہے۔ حیف۔ ظلم، افسوس۔ غبین۔ زیاں کار، یہ غیرت کی تیسری مثال ہے۔

[2] دست بوسش۔ یعنی اعلیٰ مرتبہ چھوڑ کر ادنیٰ مرتبہ اختیار کرنا بھی غیرت کا سبب ہے۔ پیش آں۔ یعنی دست بوسی کے مقابلہ میں یہ خدمت کا ادنیٰ درجہ ہے۔ شاہ را غیرت۔ یہ بھی غیرت کی بات ہے کہ دیدار کا موقع ہو تو اُس کو چھوڑ کر خوشبو سونگھنے پر اکتفا کرلے۔ غیرتِ حق۔ یعنی اصل غیرت حق ہے اور انسانوں کی غیرت بھوسے کی طرح بے قدر ہے۔

[5] شرح آیں۔ یعنی غیرت حق کی تفصیل۔ گلہ۔ شکوہ، نگار معشوق۔ دہ دلہ۔ چونکہ حضرت حق کی شئون مختلف ہیں لہذا اُسکو دہ دلہ کہا ہے۔ ایرا۔ زیرا۔ حدیث شریف میں آیا ہے اللہ کو ذوقطرے بہت محبوب ہیں ایک وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے آنکھ سے بہہ پڑے ایک وہ خون کا قطرہ جو جہاد میں بہہ جائے۔ نئی النیدن۔ نہایت درد سے رونا۔ دستان۔ مکر و فریب، انداز انداز۔ مستان۔ عشاق۔

چوں نباشم ہمچو شب[1] بے روز اُو
اُس کے دن کے بغیر میں رات کی طرح کیوں نہ ہو جاؤں

بے وصالِ روئے روز افروز اُو
اُس کے دیدار کے روشن کرنیوالے چہرہ کے وصال کے بغیر

ناخوش اُو خوش بُود در جانِ من
اُسکی جانب سے ناگوار، میری جان کو گوارا ہے

جاں فدا یارِ دل رنجانِ من
دل دُکھانے والے یار پر میری جان قربان ہے

عاشقم بر رنج خویش و دردِ خویش
میں اپنے رنج اور اپنے درد کا عاشق ہوں

بہرِ خوشنودی شاہِ فردِ خویش
اپنے بے مثال شاہ کی خوشنودی کے لئے

خاکِ غم را سُرمہ سازم بہرِ چشم
میں غم کی خاک کو آنکھوں کے لئے سُرمہ بناتا ہوں

تا زگوہر پُر شود دو بحرِ چشم
تاکہ آنکھوں کے دونوں سمندر موتیوں سے بھر جائیں

اشک کاں از بہرِ اُو بارند خلق
لوگ جو آنسو اس کے لئے بہاتے ہیں

گوہرست و اشک پندارند خلق
موتی ہیں، لوگ آنسو سمجھتے ہیں

من نہ جانِ جاں شکایت میکنم
میں جانِ جاناں کی شکایت کرتا ہوں

من نعیم شاکی روایت[2] میکنم
میں شاکی نہیں ہوں، بیان کر رہا ہوں

دل ہمی گوید ازو رنجیدہ ام
دل کہتا ہے میں اُس سے رنجیدہ ہوں

وز نفاقِ سُست میخندیدہ ام
کہ در نفاق سے، میں ہنستا ہوں

راستی کن[3] اے تو فخرِ راستاں
اے وہ ذات کہ تو سچوں کا فخر ہے! سیدھا چل

اے تو صدر و من درت را آستاں
اے وہ کہ تو صدر ہے اور میں تیرے در کی دہلیز ہوں

آستاں و صدر در معنی کجاست
حقیقتاً آستاں اور صدر کہاں ہے؟

ما و من کو آں طرف کو یارِ ماست
جہاں ہمارا یار ہے وہاں "ما و من" کہاں ہے؟

اے رہیدہ جاں نواز ما و من
اے وہ کہ تیری ذات "ما و من" سے آزاد ہے

اے لطیفہ روح اندر مرد و زن
اے! مرد اور عورت میں لطیفۂ روح

مرد و زن چوں یک شوند آں یک تو ئی
مرد و زن جب ایک ہو جائیں وہ ایک تو ہی ہے

چونکہ یکہا محو شد آں نک تو ئی
جب سب مٹ جائیں اب تو ہی ہے

ایں من و ما بہرِ آں برساختی
اِس من و ما کو تو نے اُس لئے بنایا ہے

تا تو با خود نردِ خدمت باختی
تاکہ تو خدمت کی بازی کھیلے

تا تو ما و تو زنیک جوہر شوی
جب تو "ما و تو" ایک جوہر بن جائے گا

عاقبت محض چناں دلبر شوی
بالآخر اسی طرح خالص دلبر ہو جائے گا

---

[1] شب - رات - یعنی سیاہ بختی - روز - یعنی دن کی طرح روشن ہے - ناخوش معشوق، عاشق کے درد سے اس لئے خوش ہے کہ وہ درد تقاضائے عشق ہے - لہٰذا اُسکی خوشی کی خاطر ہم اپنے درد اور رنج سے خوش ہیں - اشک یعنی جو آنسو محبوب کی یاد میں بہے وہ موتی ہے -

[2] روایت - یعنی میں اپنے درد کا جو بیان کرتا ہوں وہ بصورت شکایت ضرور ہے لیکن دراصل وہ شکایت نہیں بلکہ ایک واقعہ کو نقل کرنا ہے - دل - یعنی دل، محبوب سے رنجیدہ ہونیکا اظہار کرتا ہے میں اُس کے اِس نفاق پر ہنستا ہوں اسلئے کہ وہ دل دراصل خوشی محسوس کر رہا ہے -

[3] راستی کن - یعنی مجھے ناز و کرشمہ نہ دکھا تو صدر مجلس ہے میں آستاں جیسا پامال ہوں لہٰذا مجھ پر ظلم کرنا تیری شایانِ شان نہیں ہے - آستاں - چونکہ پہلے شعر میں محبوب کو صدر اور اپنے آپ کو آستاں کہا تو اس سے دوئی کی بُو آتی جو فنا کے خلاف ہے لہٰذا اب اسکا تدارک کیا ہے اے - ذاتِ حق واحد ہے یہ ممکنات اُسکے عارضی تعینات ہیں وہی ذاتِ واحد لطیفۂ روح ہے جو مرد و زن کے عارضی جسم کو

تا من و تو باہمہ یک جاں شوند
جب "من و تو" سب ایک جان ہو جائینگے

عاقبت[1] مستغرق جاناں شوند
انجام کار جاناں میں فنا ہو جائینگے

ایں ہمہ ہست و بیا اے امر کن
یہ سب کچھ ہے، اور آجا اے حاکم

اے منزہ از بیان و از سخن
اے وہ (ذات) جو بیان اور کلام سے پاک ہے

چشم جسمانی[2] نتاند دید نت
جسمانی آنکھ تجھے نہیں دیکھ سکتی ہے

در خیال آرد غم و خندیدنت
تجھے خیال میں لا سکتا ہے غم اور ہنسنا؟

دل کہ اُو بستہ غم و خندیدن ست
وہ دل جو غم اور ہنسی سے وابستہ ہے

تو بگوئے لائق آں دیدن ست
تو بتا وہ دیدار کے قابل ہے؟

آنکہ اُو بستہ غم و خندہ بُود
جو غم اور ہنسی سے مقیّد ہو

اُو بدیں دُو عاریت نندہ بُود
وہ ان دونوں عارضی چیزوں سے زندہ رہتا ہے

باغ سبز عشق کو بے منتہاست
عشق کا سبز باغ جو دائمی ہے

جز غم و شادی دروں میوہ ہاست
اسمیں غم اور خوشی کے علاوہ بہت سے میوے ہیں

عاشقی زیں ہر دو حالت برتر ست[3]
عاشقی ان دونوں حالتوں سے بلند و بالا ہے

بے بہار و بے خزاں سبز و تر ست
(وہ) بے بہار اور بے خزاں سبز اور تر ہے

شرح جان شرحہ شرحہ باز گو
پارہ پارہ جان کی شرح پھر کر دے

کز کرشمہ غمزۂ غمّازۂ
چنلخور ناز کے انداز سے

بر دلم بنہاد داغ تازۂ
اُس نے میرے دل پر تازہ داغ لگا دیا ہے

من حلالش کردم از خونم برنجید
میں نے اسکے لئے حلال کر دیا اگر وہ میرا خون بہائے

من ہمی گفتم حلال اُو میگریخت
میں حلال حلال کہتا رہا وہ گریز کرتا رہا

چوں گریزانی زنالۂ خاکیاں
خاکساروں کے نالہ سے تو کیوں گریزاں ہے؟

غم چہ ریزی بر دل غمناکیاں
غمگینوں کے دل پر کیوں غم پاشی کرتا ہے؟

ایکہ ہر صبحیکہ از مشرق بتافت
اے محبوب! ہر صبح جو مشرق سے نمودار ہوئی

ہمچو چشمہ مشرقت در خوش یافت
اُس نے مشرق کے سورج کی طرح تجھے تاباں پایا

چہ بہانہ میدہی شیدات را
اپنے عاشق سے تو کیوں بہانے کرتا ہے

اے بہانہ شکّر لبہات را
اے وہ (محبوب) جسکے ہونٹوں کی شکر کی کوئی قیمت نہیں ہے

---

[1] عاقبت - یعنی یہ ممکنات کے عارضی تعینات ختم ہو جائیں گے تو وہی ذاتِ واحد قیوم باقی رہ جائیگی۔
امر کن - امر کنندہ، حاکم۔ یعنی بیشک ذاتِ واجب الوجود ممکنات کے حجاب میں محجوب ہے لیکن میری تمنا یہی ہے کہ بیان و سخن سے گذر کر اُس کی ذات کا مشاہدہ کر لوں۔

[2] چشم جسمانی - اب مضمون سابق سے گریز کرتے ہیں کہ یہ تمنا غلط ہے یہ ہماری جسمانی آنکھ کب مشاہدہ کر سکتی ہے اور جب تک ہم غم و شادی کے پابند ہیں ہم پر مادی عوارض طاری ہیں کیسے مشاہدہ کر سکتے ہیں۔
دل - یعنی وہ دل جو طبعی کیفیتوں کا مقید ہے وہ دیدار ہی نہیں کر سکتا ہے۔
عاریت - مانگی ہوئی چیز جو چند روز اپنے پاس رہتی ہے، یعنی غم و خندہ بے منتہا - لافانی، یعنی جب انسان میں لافانی صفات پیدا ہو جائیں گی تب وہ دیدارِ الٰہی کے قابل ہوگا۔

[3] دو حالت یعنی خزاں اور بہار، باغِ عشق کی تر و تازگی لافانی ہے۔ شرح جاں - یعنی یہ بتا کہ ہماری روح کو کب دیدار میسر آئیگا۔ شرحہ شرحہ - ٹکڑے ٹکڑے۔ غمزہ - آنکھ کا اشارہ غماز - چنلخور - غمزہ کو غماز کہا ہے۔

اے جہان[1] کہنہ را نو جانِ تو
اے (محبوب) پرانی دنیا کی تو تازہ جان ہے

از تن بیجان و دل افغاں شنو
بے جان اور بے دل جسم کی فریاد سن لے

شرحِ گل بگذار از بہرِ خدا
(اے دل) خدا کے لئے پھول کی تشریح چھوڑ

شرحِ بلبل گو کہ شد از گل جدا
اُس بلبل کی تفصیل بتا جو پھول سے جدا ہو گئی ہے

از غم و شادی نباشد جوشِ ما
غم اور خوشی سے ہمارا جوش (وابستہ) نہیں ہے

با خیال و وہم نبود ہوش ما
ہمارا ہوش خیال اور وہم سے وابستہ نہیں ہے

حالتِ دیگر بود کان ناں درست
ایک دوسری ہی حالت ہے جو کسی کو نہیں ہے

تو مشو منکر کہ حق بس قادرست
تو منکر نہ بن اللہ بہت قدرت والا ہے

تو قیاس از حالتِ[2] انساں مکن
تو انسان کی حالت پر قیاس نہ کر

منزل اندر جور و در احساں مکن
ظلم و احسان میں ٹکاؤ نہ کر

جور و احساں رنج و شادی رشت و راست
ظلم و احسان، رنج اور خوشی سب نو پیدا ہیں

حادثاں میرند و حق شاں رشت و راست
نو پیدا چیزیں فنا ہو جاتی ہیں اور اللہ انکا وارث ہے

صبح شد اے صبح را پشت و پناہ
اے صبح کے پشت و پناہ! صبح ہو گئی

عذر خواہِ عقلِ کل و جانِ توئی
عقلِ کل اور جان سے معذرت چاہنے والا

عذر مخدومی حسام الدین بخواہ
میرے مخدوم حسام الدین سے معذرت کر

جانِ جان و تابشِ مرجانِ توئی
جان کی جان اور موتگے کی چمک تو ہی ہے

تافت نورِ صبح ما از نورِ تو
ہماری صبح کا نور تیرے نور سے چمک اٹھا

در صبوحی یا مئے منصورِ[3] تو
صبح کی شراب نوشی کے وقت! تیری منصور شراب کے ذریعہ

دادۂ حق چوں چنیں دارد مرا
اللہ کی عطا جب مجھے ایسا بنائے رکھتی ہے

بادہ کہ بود تا طرب آرد مرا
شراب کیا ہوتی ہے جو مجھے مست کرے؟

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست
شراب، جوش میں ہمارے جوش کی بھکاری ہے

چرخ در گردش فدائے ہوشِ ماست
آسمان، گردش میں ہمارے ہوش پر قربان ہے

بادہ از ما مست شد نے ما ازو
شراب ہم سے مست ہوئی ہے، نہ کہ ہم اُس سے

قالب از ما ہست شد نے ما ازو
جسم ہماری وجہ سے پیدا ہوا ہے نہ کہ ہم اسکی وجہ سے

ما چو زنبوریم و قالب ہا چو موم
ہم شہد کی مکھی کی طرح ہیں اور جسم موم کی طرح

خانہ خانہ کردہ قالب را چو موم
اُس نے جسم کو موم کی طرح خانہ خانہ بنا رکھا ہے

---

[1] جہان کہنہ۔ دنیا میں ہر روز تغیرات ہیں اسلئے اُسکو کہنہ کہا ہے۔ جانِ نو۔ حضرتِ حق قیوم ہے لہٰذا وہ عالم کیلئے بمنزلۂ جان ہے اور ہر روز اُس کی ایک شان کا ظہور ہوتا ہے۔ شرحِ گل۔ یعنی محبوب کے دیدار کی باتیں ختم کر کے اب عاشق کی مہجوری کا حال سُنا۔

[2] حالتِ انسان۔ یعنی عشقِ مجازی کی لذت اور تکلیف محبوب کے قہر اور مہر پر موقوف ہے۔ عشقِ حقیقی کو عشقِ مجازی پر قیاس نہ کرنا چاہئے۔ اِس لئے کہ اُس کی کیفیات عوارض سے وابستہ ہیں جو فانی ہیں اور عشقِ حقیقی کا تعلق ذاتِ باری سے ہے جو حی و قیوم ہے۔ صبح شد۔ یعنی تجلیات کی محویت میں سحر ہو گئی اور مثنوی لکھنے میں تاخیر ہوئی لہٰذا اے عشق تجھے حسام الدین سے عذر خواہی کرنی چاہئے۔ جبکی فرمائش اور اصرار پر مثنوی لکھنی شروع کی گئی ہے۔ حسام الدین مولانا کے خاص مرید ہیں جن کا ذکر مولانا بڑی تعظیم سے کرتے ہیں۔ توئی۔ یعنی عشق، عقل، جان، مرجان۔ یعنی موتگا۔ مولیٰ مولانا حسام الدین۔ نورِ تو۔ نورِ عشق۔ صبوحی۔ صبح کی شراب۔

[3] منصور۔ یعنی خدائی مدد سے بہرہ یاب۔ دادۂ حق یعنی عشقِ الٰہی۔ بادہ۔ انگوری شراب یعنی انگوری شراب کا جوش

[4] کردہ۔ یعنی اپنے تصرف میں لایا۔

بس دراز ست ایں حدیث ایخواجہ گو — تا چہ شد احوال آں مردِ نکو[1]
یہ قصہ دراز ہے اے صاحب! بتایئے — اُس نیک مرد کے کیا احوال ہوئے؟

رجوع بحکایت خواجہ تاجر
خواجہ سوداگر کی حکایت کی طرف رجوع

خواجہ اندر آتش و درد و حنیں — صد پراگندہ ہمی گفت ایں چنیں
خواجہ، آگ اور درد اور رونے کی حالت میں — اسی طرح کی سینکڑوں بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا

گہ تناقض گاہ ناز و گہ نیاز — گاہ سودائے حقیقت گہ مجاز
کبھی متضاد باتیں، کبھی ناز اور کبھی نیاز — کبھی حقیقی پاگل پن اور کبھی بناوٹی

مردِ غرقہ گشتہ جانے میکند — دست را در ہر گیاہے میزند
ڈوبنے والا، جان توڑتا ہے — ہر تنکے پر ہاتھ مارتا ہے

تا کدامیں دست گیرد در خطر — دست و پائے میزند از بیم سر
تاکہ خطرے میں اُس کی کوئی دستگیری کرے — سر کے ڈر سے ہاتھ پیر مارتا ہے

دوست دارد دوست ایں آشفتگی — کوششِ بیہودہ بہ از خفتگی
اس پریشان حالی کو دوست پسند کرتا ہے — سونے سے لاحاصل کوشش بہتر ہے

آنکہ اُو شاہ ست او بیکار نیست — نالۂ[2] از وے طرفہ کو بیمار نیست
جو شاہ ہے وہ (کبھی) بیکار نہیں ہے — جو بیمار نہیں ہے اُس کی آہ وزاری عجیب بات ہے

بہر ایں فرمودہ رحمٰن اے پسر — کُلَّ یَوْمٍ ہُوَ فِی شَانٍ[3] اے پسر
اے بیٹا! رحمٰن نے اس لئے فرمایا ہے — اے بیٹا! وہ ہر روز کسی کام میں ہے

اندریں رہ می تراش و می خراش[4] — تا دمِ آخر دمے فارغ مباش
اس راستہ میں کانٹ چھانٹ کرتے رہو — آخری سانس تک کسی وقت خالی نہ رہو

تا دمِ آخر دمے آخر بُوَد — کہ عنایت باتو صاحب سر بُوَد
مرتے دم تک کوئی وقت ضرور ہوگا — کہ عنایت (خداوندی) تیری ہمزاد ہوگی

ہر کہ میکوشید گر مرد و زن ست — گوش و چشم شاہِ جاں بر روزن ست
جو بھی کوشش کرتا ہے، خواہ مرد ہو یا عورت — جان کے مالک کے کان اور آنکھیں جھروکے پر لگی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو — قصۂ طوطی و خواجہ باز گو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — طوطی اور خواجہ کا قصہ سنا

---

[1] مردِ نکو۔ یعنی سودا گر
[2] حنین۔ رونے کی آواز۔ گیا ہے۔ مشہور ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ بیم سر۔ موت کا ڈر۔ دوست۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو کوشش اور سعی پسند ہے اگرچہ نتیجہ اُس نے اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا ہے۔ شاہ ست۔ یعنی اللہ تعالیٰ باوجود تمام بے نیازیوں اور صمدیت کے مصروف کار ہے۔
[3] نالہ۔ بدون بیماری کے آہ وزاری جس طرح باعثِ تعجب ہے اسی طرح حضرتِ حق کی بے نیازی کے باوجود مشغولیت باعثِ تعجب ہے۔ رحمٰن۔ اللہ کا اسم ہے نیز سورۂ رحمٰن بھی مراد ہو سکتی ہے چونکہ یہ آیت اسی سورہ کی ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ہُوَ فِی شَانٍ یعنی صفاتِ ذات جن کا وہ اظہار کرتا رہتا ہے کسی کو مارتا ہے کسی کو رزق دیتا ہے کسی کو حیات بخشتا ہے۔
[4] تراش و خراش۔ تراشیدن۔ بمعنی کاٹنا۔ اور خراشیدن بمعنی چھلنا سے امر کے صیغے ہیں یہاں کوشش اور سعی مراد ہے۔ آخر۔ دو جگہ ہے پہلے کے معنی پچھلا اور دوسرے کے معنی یقیناً ہیں۔ ہر کہ۔ قرآن میں ہے "لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی" "میں تم میں سے ہر کسی کا عمل ضائع نہ کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

بیروں انداختنِ خواجہ طوطیٔ مُردہ را از قفس و پریدنِ آں

خواجہ کا مُردہ طوطی کو پنجرے سے باہر پھینکنا اور اُس کا اڑ جانا

بعد ازانش از قفس بیروں فگند
اُس کے بعد اُس کو پنجرے سے باہر پھینکا

طوطیک پرّید تا شاخِ بلند
طوطی بلند شاخ پر اُڑ گئی

طوطیِ مُردہ چناں پرواز کرد
مُردہ طوطی نے اِس طرح اُڑان بھری

کافتاب از شرق ترکی تاز کرد[1]
جیسے سورج مشرق سے دوڑ دھوپ کرتا ہے

خواجہ حیراں گشت اندر کارِ مرغ
پرندے کے کام سے خواجہ حیران ہو گیا

بے خبر ناگہ بدید اسرارِ مُرغ
اچانک، بے خبر اس نے پرندے کے راز دیکھے

روئے بالا کرد و گفت اے عندلیب
اوپر مُنہ اٹھایا اور بولا اے بلبل!

از بیانِ حالِ خود ماں را نصیب[2]
اپنے حال کے بیان سے ہمیں حصّہ دے

اُو چہ کرد آنجا کہ تو آموختی
اُس نے وہاں کیا کیا جو تو نے سیکھ لیا

چشمِ ما از مکرِ خود بر دوختی
اپنی تدبیر سے تو نے ہماری آنکھیں بند کر دیں

ساختی مکرے و ما را سوختی
تو نے مکر کیا اور ہمیں جلا ڈالا

سوختی ما را و خود افروختی
ہمیں جلا دیا اور خود کو روشن کر لیا

گفت طوطی کو بفعلم پند داد
طوطی نے کہا کہ اُس نے عمل سے مجھے نصیحت کی

کہ رہا کُن نطق و آواز و گشاد
کہ بول چال اور خوشی کو ترک کر دے

زانکہ آوازت[3] ترا در بند کرد
کیونکہ تیری آواز نے تجھے قید کرایا

خویش اُو مُردہ پئے این پند کرد
اُس نے اِس نصیحت کیلئے اپنے آپکو مُردہ بنا لیا

یعنی اے مُطرب شدہ با عام و خاص
یعنی اے خاص و عام کو مست کرنیوالے

مُردہ[4] شو چوں من کہ یابی خلاص
میری طرح مردہ بنجا تاکہ نجات پائے

دانہ باشی مرغگانت برچینند
دانہ بنے گا تو پرندے تجھے چگ لیں گے

غنچہ باشی کودکانت برکنند
کلی بنے گا تو بچے تجھے نوچ لیں گے

دانہ پنہاں کُن بکلی دام شو
دانے کو چھپا، بالکل جال بنجا

غنچہ پنہاں کُن گیاہِ بام شو
کلی کو چھپا لے محل کا سبزہ بنجا

ہر کہ داد اُو حُسنِ خود را در مزاد
جس نے اپنے حُسن کو بڑھایا

صد قضا بد سوئے اُو رُو بنہاد
سینکڑوں آفتوں نے اُس کا رخ کیا

---

[1] ترکی تاز۔ ترکستان یعنی ترکوں کی طرح دوڑ دھوپ کرنا
عندلیب۔ بلبل۔ نصیب حصّہ۔ بفعل پند دادن۔ عملی طور پر نصیحت کرنا۔ رہا کردن چھوڑنا۔ گشاد۔ انبساط، خوشی۔

[2] آوازت۔ طوطی کی خوش الحانی گرفتاری کا سبب بنتی ہے۔ ایں پند پہلے گذرا ہے کہ تاجر کی طوطی نے جنگل کی طوطی سے اپنی نجات کی راہنمائی چاہی تھی تو جنگل کی طوطی نے مرکر اس کو تعلیم دی کہ خاموشی نجات کا سبب ہے۔

[3] یعنی۔ مرکر اُس نے یہ سمجھایا تھا کہ مر کر تیری خوش بیانی ختم ہو گی تو تجھے نجات ملیگی۔ دانہ باشی۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی انسان کی نمود اُسکی تباہی ہے۔ مزاد۔ زیادتی۔ قضا۔ آفت۔ رُو بنہادن۔ متوجہ ہونا۔

چشمہا و خشمہا و رشکہا
آنکھیں اور غصے اور رشک

بر سرش بارد چو آب از مشکہا
اُس پر اس طرح برس پڑینگے جیسے مشک سے پانی

دشمناں اُو را ز غیرت میدرند
دشمن، حسد سے اُسے پھاڑ ڈالیں گے

دوستاں ہم روزگارش میبرند
دوست بھی اُس کا وقت ضائع کریں گے

آنکہ غافل بُود از کشتِ بہار
جو موسم بہار کی کھیتی سے غافل ہو

اُو چہ داند قیمتِ ایں روزگار
وہ اُس وقت کی قیمت کیا جانے

در پناہِ لُطفِ حق باید گریخت
اللہ کی مہربانی کی پناہ میں آنا چاہیئے

کو ہزاراں لُطف بر ارواح ریخت
جس نے روحوں پر ہزاروں مہربانیاں برسائی ہیں

تا پناہے یابی آنگہ چہ پناہ
اُسوقت تک کہ تو پناہ حاصل کرلے اور پناہ بھی کیسی

آب و آتش مر ترا گردد سپاہ
کہ پانی اور آگ تیرے سپاہی بنجائیں

نوح و موسیٰ را نہ دریا یار شد
کیا نوح اور موسیٰ (علیہما السلام) پر دریا مہربان نہیں ہوا؟

نے بر اعداشاں بکیں قہار شد
کیا اُنکے دشمنوں پر اُس نے قہر نہیں ڈھایا؟

آتش ابراہیم را نے قلعہ بُود
کیا آگ ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے قلعہ نہیں بنی؟

تا برآورد از دلِ نمرود دُود
یہانتک کہ نمرود کے دل سے دھواں اُٹھادیا

کوہ یحییٰ را بسوئے خویش خواند
کیا پہاڑ نے یحییٰ علیہ السلام کو اپنی طرف نہیں بلایا؟

قاصد انش را ز خم سنگ راند
اور اُن کا قصد کرنیوالوں کو پتھر مار کر بھگایا؟

گفت اے یحییٰ بیا در من گریز
اُس نے کہا اے یحییٰ! آ مجھ میں بھاگ آ

تا پناہت باشم از شمشیر تیز
تاکہ تیز تلوار سے تیری پناہ بنوں

وداع کردن طوطی خواجہ را و پند دادن و پریدن

طوطی کا خواجہ کو رخصت کرنا اور نصیحت کرنا اور اڑ جانا

یک دو پندش داد طوطی بے نفاق
طوطی نے اُس کو مخلصانہ دو ایک نصیحتیں کیں

بعد ازاں گفتش سلام الفراق
اُس کے بعد اُس نے کہا، سلام ہے، الفراق

اُلوداع اے خواجہ کردی مرحمت
اُلوداع اے خواجہ! تو نے کرم کیا

کردی آزادم ز قید و مظلمت
مجھے قید اور تاریکی سے آزاد کردیا

اُلوداع اے خواجہ رفتم تا وطن
اے خواجہ الوداع، میں وطن کو جاتی ہوں

ہم شوی آزاد روزے ہمچو من
تو بھی میری طرح کسی دن آزاد ہوجائے

سلہ روزگار ش می برند۔ اوقات ضائع کرینگے۔ کشت۔ کھیتی۔ بہار۔ موسم بہار۔ اُو چہ داند۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اگر یہاں بیج نہ بوؤ گے تو آخرت میں نہ کاٹ سکو گے۔

در پناہِ حق۔ انسانوں سے خلوت اختیار کرکے اللہ سے دوستی جوڑنی چاہیئے۔

سلہ چہ پناہ۔ خدا کی پناہ۔ وہ پناہ ہے جس کے ذریعہ کائنات خادم بنجاتی ہے

شعر

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

نوح و موسیٰ۔ طوفان آیا جو حضرت نوح کی نجات اور دشمنوں کی تباہی کا سبب بنا۔ دریائے نیل نے فرعون کو ڈبو دیا حضرت موسیٰ کو نجات دلائی۔

قلعہ۔ یعنی پناہ گاہ۔ دود از دل برآوردن۔ حسرت زدہ بنانا، محروم کرنا۔

سلہ نمرود۔ وہی ظالم بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈلوایا تھا۔ یحییٰ۔ مشہور ہے کہ حضرت یحییٰ کو قوم نے جب قتل کرنیکا ارادہ کیا تو ایک پہاڑ نے اُن کو اپنے اندر پناہ دی اور جب قوم اُنکے تعاقب میں پہونچی تو اُسی پہاڑ کے پتھروں نے اُس قوم کو ہلاک کردیا

وداع کردن۔ رخصت کرنا۔ الوداع الفراق۔ یہ دونوں کلمے جدائی کے ہیں۔

خواجہ گفتش فی اَمانُ اللہ[1] برو
خواجہ نے اُس سے کہا فی امان اللہ جا

مُرمرا اکنوں نمودی راہِ نو
تونے مجھے اب نئی راہ دکھا دی

سوئے ہندوستان اصلی رو نہاد
اصلی وطن ہندوستان کی طرف اُس نے رخ کیا

بعد شدّت از فرح دل گشت شاد
سختی کے بعد خوشی سے اُس کا دل خوش ہوگیا

خواجہ با خود گفت ایں پند من ست
خواجہ نے اپنے آپ سے کہا یہ میرے لئے نصیحت ہے

راہ اُو گیرم کہ ایں رہ روشن ست
اُس کا راستہ اختیار کروں گا، یہ راستہ واضح ہے

جانِ من کمتر ز طوطی کے بُوَد
میری جان طوطی سے کیا کم ہے

جاں چنیں باید کہ نیکو پے بُوَد
ایسی جان چاہیے جو نیک قدم ہو

مضرّتِ تعظیمِ خلق و انگشت نما شدن

لوگوں کی تعظیم اور شہرت کی مضرت

تن قفس شکل ست و ایماں چوں خراں
جسم پنجرے کی طرح ہے ایمان جیسے گدھا

از فریبِ داخلاں و خارجاں
اندرونی اور بیرونی لوگوں کے مکر کی وجہ سے

اینش گوید من شوم ہمراز تو
یہ اس کو کہتا ہے میں تیرا ہمراز ہوں

وانش گوید نے منم انباز تو
اور وہ اُس سے کہتا ہے نہیں میں تمہارا ساتھی ہوں

اَینش گوید نیست چوں تو در وجود
یہ اُس سے کہتا ہے تجھ جیسا کوئی موجود نہیں ہے

در کمال و فضل و در احسان و جُود
کمال اور فضل اور احسان اور سخاوت میں

آنش گوید ہر دو عالم آنِ تست
وہ اُس سے کہتا ہے دونوں جہان تیری ملکیت ہیں

جملہ جانہائے ما طفیلِ جانِ تست
ہم سب کی جانیں تیری جان کی طفیلی ہیں

اینش گوید گاہِ عیش و خرّمی
یہ اُس سے کہتا ہے، عیش اور خوشی کا وقت ہے

آنش گوید گاہِ نوش و ہمدمی
وہ اُس سے کہتا ہے۔ پینے پلانے اور یاری دوستی کا وقت ہے

اُو چو بیند خلق را سرمست خویش
وہ جب لوگوں کو اپنا شیدائی دیکھتا ہے

از تکبّر میرود از دستِ خویش
تکبر کی وجہ سے آپے سے باہر ہو جاتا ہے

اُو نداند کہ ہزاراں راہ جو
وہ نہیں سمجھتا کہ اُس جیسے ہزاروں کو

دیو افگندست اندر آب جو
شیطان نے نہر کے پانی میں پھینک دیا ہے

لُطف و سالوسِ جہاں خوش لقمہ ایست
دنیا کی مہربانی اور مکاری مزیدار نوالہ ہے

کمترش خور کو پُر آتش لقمہ ایست
اُس کو نہ کھا کیونکہ وہ آگ بھرا ہے

[1] فی امان اللہ۔ اللہ کی حفاظت میں یہ کلمہ بھی رخصت کرتے وقت بولا جاتا ہے۔ اصلی۔ وطنِ مخذوف کی صفت ہے۔ فرح۔ خوشی۔ انگشت نما شدن۔ مشہور ہونا۔
[2] اینش۔ جلوت کی جو مضرتیں ہیں اُنکا بیان ہے شعر:
دل کے یار دل سے ہوا شوقِ گناہ
آدمی کا آدمی شیطان ہے
انباز۔ شریک۔ ساتھی۔ جُود سخاوت۔ دیو۔ شیطان۔ سالوس۔ مکر و فریب۔

آتشش[1] پنہاں و ذوقش آشکار — دُود اُو ظاہر شود پایان کار
اسکی آگ ڈھکی ہوئی ہے اور مزا کھلا ہوا ہے — اُس کا دھواں آخر میں ظاہر ہوتا ہے

تو مگو تا مدح را من کے خرم — از طمع می گوید او من بے برم
تو یہ نہ کہہ کہ شاید میں کب خریدار ہوں؟ — مجھے معلوم ہے وہ لالچ کی وجہ سے کہہ رہا ہے

مادحت گر ہجو گوید بر ملا — روز ہا سوزد دلت زاں سوز ہا
تیری تعریف کرنیوالا، اگر کھلم کھلا برائی کرے — اُن سوزشوں سے تیرا دل عرصہ تک جلیگا

گرچہ دانی کو ز حرماں گفت آں — کاں طمع کہ داشت از تو شد زیاں
اگرچہ تو جانتا ہے کہ اُس نے محروم رہنے کی وجہ سے — کیونکہ وہ لالچ جو اُسکو تجھ سے تھا، نہ ملا

آں اثر میماندت در اندرون[2] — در مدیح ایں حالتے ہست آزمون
اُس کا اثر تجھ میں رہیگا — تعریف میں (کبھی) یہ حالت معیار ہے

آں اثر ہم روز ہا باقی بود — مایۂ کبر و خداع جاں شود
وہ اثر بھی عرصہ تک باقی رہتا ہے — جو جان کے تکبر اور دھوکے کا سرمایہ بنتا ہے

نیک بنماید زانکہ تلخ افتاد قدح — بد نماید زانکہ تلخ[3] افتاد قدح
برائی چونکہ کڑوی ہے بُری لگتی ہے — تعریف چونکہ میٹھی ہے، اچھی لگتی ہے

تا بدیرے شورش و رنج اندری — ہیچو مطبوخ ست و حب کاں خوری
جس کی شورش اور تکلیف دیر تک تجھ میں رہتی ہے — (وہ برائی) مسہل اور گولی کی طرح ہے جو تو کھاتا ہے

ور خوری حلوا بود ذوقش دمے — ایں اثر چوں آں نمی پاید ہمے
اگر تو حلوا کھائے اُس کا مزا تھوڑی دیر رہتا ہے — اُسکا اثر بھی اُس کے اثر کی طرح پائیدار نہیں ہے

ہر[4] ضدے را تو بضد آں بداں — چوں نمی پاید ہمی ماند نہاں
ہر ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچان لے — چونکہ (حلوے کا ذائقہ نہیں) نہیں ٹھہرتا ہے

بعد چندے دُمل آرد نیش جو — چوں شکر ماند نہاں تاثیر او
چند دن بعد قابلِ نشتر پھوڑا پیدا کر دیتی ہے — چونکہ شکر کی تاثیر پوشیدہ رہتی ہے

ور حب و مطبوخ خوردی اے ظریف — اندروں شد پاک ز اخلاط کثیف
اے خوش مزاج! اگر تو گولی اور مسہل پیے — گندے مواد سے تیرا باطن پاک ہو جائے

نفس از بس مدحہا فرعون شد — کُن ذلیل النفس ھوناً لائذ
نفس تعریفوں سے فرعون بنگیا — تو منکسر مزاج خاکسار بنجا، سرداری نہ چاہ

---

[1] آتشش - مدح سرائی سے انسان ابتداءً لطف اندوز ہوتا ہے۔ لیکن انجام تباہی ہے۔ تو مگو۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی غلط مدح سرائی سے ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مولانا اسکی تردید کرتے ہیں کہ ضرور اثر ہوتا ہے جو تمہارے لئے غیر محسوس ہے۔ گرچہ دانی۔ یعنی تم خود سمجھتے ہو کہ چونکہ تم نے اُسے محروم کیا ہے اس لئے برائی کر رہا ہے لیکن اُس کی برائی سے متاثر ہوتے ہو۔

[2] اندروں - باطن، قلب۔ مدیح - مدح، تعریف۔ خداع - مکر و فریب۔ قدح - عیب جوئی، طعنہ زنی۔ مطبوخ - پکا ہوا یعنی مسہل کی دوا جو پکا کر پلائی جاتی ہے۔ حب - گولی۔ تا بدیرے - مسہل کا اثر سارے دن رہتا ہے۔ پیٹ میں مروڑ ہوتا رہتا ہے اور دست آتے رہتے ہیں۔ ایں۔ حلوے کا ذائقہ: آں - مسہل کا اثر۔

[4] ہر ضدے۔ ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچانا جاتا ہے۔ جب کڑوی دوا کا اثر دیر تک رہتا ہے تو شکر کا بھی اثر دیر پا ہوگا۔ چوں شکر۔ شکر کا اندرونی اثر یہ ہوگا کہ اس سے پھوڑے پیدا ہونگے جن پر شگاف لگانے کی ضرورت پڑیگی۔ ظریف۔ خوش مزاج اخلاط۔ خلط کی جمع ہے۔ جسم کا مادہ۔ کثیف۔ گندا۔

تا توانی بندہ شو سلطاں مباش
جب تک ہو سکے خادم بن بادشاہ نہ بن

زخم کش چوں گوئے شو چوگاں مباش
گیند کی طرح چوٹ برداشت کرنیوالا بن بلاّ نہ بن

ورنہ چوں لطفت نماند ویں جمال
ورنہ جب تیری مہربانی اور حسن نہ رہیگا

از تو آید آں حریفاں را ملال
اُن دوستوں کے تجھے دل بھر جائینگے

آں جماعت کت ہمی دانند ریو
وہی لوگ جو تجھے دھوکا دیتے تھے

چوں ببینندت بگویند کہ دیو
جب تجھے دیکھیں گے تجھے بھوت کہیں گے

جملہ گویندت چو بینندت بدر
جب تجھے دروازہ پر دیکھیں گے سب تجھے کہیں گے

مُردہ از گورِ خود بر کردہ سر
مردہ اپنی قبر سے نکل آیا ہے

ہیچ مرد کہ خدا نامش کنند
امرد (لڑکے) کی طرح کہ اس کو خدا کہتے ہیں

تا بداں سالوس در دامش کنند
تاکہ اِس مکاری سے اُسکو جال میں پھانس لیں

چوں بہ بدنامی برآید ریش او
جب بدنامی کے ساتھ اُس کی داڑھی نکل آئی

دیو رانگ آید از نفیش او
اُس کے احوال معلوم کر کے شیطان کو بھی اوقات محسوس ہوتی ہے

دیو سوئے آدمی شد بہر شر
شیطان شر پھیلانے آدمی کی طرف آتا ہے

سوئے تو ناید کہ از دیوی بتر
تیری جانب نہیں آتا، کیونکہ تو شیطان سے بدتر ہے

تا تو بودی آدمی دیو از تو زیست
جب تک تو آدمی تھا شیطان تیرے پیچھے

میدوید و میچشانید از میت
دوڑتا تھا اور تجھے شراب پلاتا تھا

چوں شدی در خوئے دیوی استوار
جب تو شیطنت میں پختہ کار ہو گیا

میگریزد از تو دیوا ے نابکار
اے نالائق! شیطان تجھ سے بھاگتا ہے

آنکہ اندر دامنت آویخت او
جو تیرے دامن سے چمٹا ہوا تھا

چوں چنیں گشتی ز تو بگریخت او
جب تو ایسا ہو گیا وہ تجھے بھاگ گیا

تفسیر ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن

جو اللہ نے چاہا ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا کی تفسیر

اینہمہ گفتیم لیک اندر بسیج
یہ سب کچھ ہم نے کہا لیکن ارادہ میں

بے عنایات خدا ہیچیم ہیچ
خدا کی عنایتوں کے بغیر ہم ہیچ اور ہیچ ہیں

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق
اللہ اور اللہ کے مخصوص بندوں کی عنایتوں کے بغیر

گر ملک باشد سیہ ہستیش ورق
اگر فرشتہ بھی ہے تو اُسکا نامۂ اعمال سیاہ ہے

گوئے۔ گیند، گیند بلے کی چوٹ کھاتی ہے۔ چوگاں۔ بلاّ، گیند پر ضرب لگاتا ہے۔ ورنہ۔ وہی خوشامدی تجھ سے بھاگیں گے۔ کت۔ کہ ترا۔ ریو۔ فریب، دھوکا۔ دیو۔ شیطان۔ بھوت۔ بدر۔ برد۔ دروازہ پر۔ امرد۔ نوخیز لڑکا۔ خدا۔ یعنی اس کے چاہنے والے اس کو دل وجان کا مالک بناتے تھے۔ بدنامی۔ عاشقوں کی صحبت کی وجہ سے۔ دیوی ستر۔ تو شیطان سے بھی بڑا شیطان ہے۔ از بیت۔ از پے تو۔ میت۔ ترا ے می چشانید۔ آنکہ۔ شعر بوقت تنگدستی آشنا بگریزد گردد صراحی چوں شود خالی جلد پیمانہ می گردد ماشاء اللہ۔ جو اللہ نے چاہا، اہلِ سنت کا عقیدہ ہے کہ خدا کی مشیت اور ارادہ سے اُس کی مراد جدا نہیں ہو سکتی جو خدا چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ ہیچ۔ بروزنِ سریش۔ قصد و ارادہ۔ ہیچ۔ ناچیز۔ خاصانِ حق۔ انبیاء اور مرسلین۔ ورق۔ نامۂ اعمال۔

اے خدا اے قادرِ بیچون[1] و چند
اے خدا! اے قدرت والے کیفیت اور کمیت سے

از تو پیدا شد چُنیں قصرِ بلند
اس قدر بلند محل تجھ سے بنا ہے

واقفی بر حالِ بیرون و درون
تو ظاہری اور باطنی حالت سے واقف ہے

بے کم و بے بیش و بے چندی و چون
تو بلا کمی اور زیادتی کے اور کمیت اور کیفیت کے ہے

اے خدا اے فضلِ تو حاجت روا
اے خدا! اے وہ ذات کہ تیری عنایات حاجت روا ہے

باتو یاد ہیچ کس بنود روا
تیرے سامنے کسی کی یاد درست نہیں ہے

ایں قدر ارشاد تو بخشیدۂ
اسقدر رہنمائی تو نے بخشی ہے

تا بدیں بس عیبہا پوشیدۂ
جس سے تو نے بہت سے عیب ڈھک دیئے ہیں

قطرۂ دانش[2] کہ بخشیدی ز پیش
پہلے سے تو نے جو علم کا قطرہ بخشا ہے

مُتّصل گرداں بدریاہائے خویش
اُس کو اپنے دریاؤں سے ملا دے

قطرۂ علمے ست اندر جانِ من
میری جان میں علم کا ایک قطرہ ہے

وارہانش از ہوا و از خاکِ تن
اُسکو خواہش اور جسم کی بندش سے چھڑا دے

پیش ازیں کیں بادہا تشفش کند
اس سے پہلے کہ یہ ہوائیں اُسکو سکھا دیں

کش ازیشاں وا ستانی وا خری
کہ اُس کو تو انسے واپس لے لے

گرچہ چوں تشفش کند تو قادری
اگرچہ تو اس پر قادر ہے کہ جب چاہے اُسکو سکھا دے

از خزینہ قدرتِ تو کے گریخت
تیری قدرت کے خزانے سے کب بھاگ سکتا ہے

قطرۂ کو در ہوا شد یا کہ ریخت
وہ قطرہ جو ہوا میں اڑ گیا یا بہہ گیا

چوں بخوانیش او کند از سر قدم
جب تو اُسے بلائے وہ سر کے بل آئے

گر در آید در عدم یا صد عدم
اگر وہ عدم یا سو عدموں میں بھی جا چکے

باز شاں فضلِ تو بیروں می کشد
پھر تیرا فضل اُنکو باہر نکال لاتا ہے

صد[3] ہزاراں ضد ضد را می کشد
لاکھوں متضاد چیزیں متضاد چیزوں کو فنا کرتی ہیں

ہست یارب کاروانِ در کاروان
اے خدا! قافلہ در قافلہ (رواں) ہے

از عدمہا سوئے ہستی ہر زماں
ہر وقت عدموں سے وجود کی طرف

نیست گردد غرق در بحرِ نغول
نیلگوں کے سمندر میں غرق ہو کر معدوم ہو جاتی ہیں

خاصہ ہر شب جملہ افکار و عقول
خصوصاً ہر رات تمام فکریں اور عقلیں

---

[1] بیچوں۔ وہ ذات جسکی حقیقت دریافت نہ کیجا سکے
چند۔ مقدار۔ قصرِ بلند۔ آسمان۔ رِدا۔ برلائے والا، جائز۔ اِرشاد۔ رہنمائی، ہدایت۔

[2] قطرۂ دانش۔ انسان کا علم اللہ کے علم کی نسبت سے سمندروں کے اعتبار سے ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ خسف۔ زمین کا کسی چیز کو اپنے اندر دھنسا لینا۔ نشف۔ خشک کرنا۔ کش۔ کراد، استاندن۔ واپس لینا۔ واخریدن۔ اپنی چیز کو واپس خرید لینا۔

[3] صد ہزاراں۔ دنیا میں تنازع للبقاء کا عمل جاری ہے اشیاء فنا ہو جاتی ہیں قدرت پھر انکو پیدا کرتی ہے۔ خاصہ۔ جس طرح موجوداتِ خارجی معدوم سے موجود ہوتے ہیں اسی طرح خیالات کا بھی حال ہے۔ نغول۔ بفتحتین ژرف۔ گہرا۔

باز وقتِ صبح چوں اللّٰہیاں
پھر صبح کو خدا پرستوں کی طرح

بَرزنند از بحر سر چوں ماہیاں
مچھلیوں کی طرح سمندر سے سر ابھارتی ہیں

در خزاں[1] بیں صد ہزاراں شاخ و برگ
خزاں (کے موسم) میں لاکھوں شاخیں اور پتے

از ہزیمت رفتہ در دریائے مرگ
شکست کھا کر موت کے دریا میں چلے جاتے ہیں

زاغ پوشیدہ سیہ چوں نوحہ گر
کوّے نے نوحہ گر کی طرح سیاہ لباس پہنا ہے

در گلستاں نوحہ کردہ بر خضر
باغ میں سبزہ پر نوحہ کرتا ہے

باز فرماں آید از سالارِ دہ
پھر ربّ العالمین کی جانب سے حکم آتا ہے

مُر عدم را کانچہ خوردی بازدہ
عدم کیلئے، کہ جو کچھ تو نے کھایا ہے، واپس دے

آنچہ خوردی وا دہ اے مرگِ سیاہ
اے کالی موت! جو تو نے کھایا ہے، واپس دے

از نباتات و ورد و از برگ و گیاہ
پودے اور گلاب اور پتے اور گھاس

اے برادر عقل یک دم با خود آر
اے بھائی! تھوڑی دیر ہوش سنبھال

دَمبدم در تو خزان ست و بہار
تجھ میں (کبھی) ہر وقت خزاں اور بہار ہے

اے برادر یک دم از خود دور شو
اے بھائی! تھوڑی دیر کیلئے خودی چھوڑ دے

باخود آ و غرق بحرِ نور شو
ہوش میں آ، اور نور کے سمندر میں ڈوب جا

باغِ دل را سبز و تر و تازہ بیں
دل کے باغ کو سبز اور تر و تازہ دیکھ

پُر ز غنچہ و ورد و سَرو و یاسمیں
غنچہ اور گلاب اور سرو اور چنبیلی سے

زانبہی گل نہاں صحرا و کاخ
پھولوں کی کثرت سے جنگل اور محل ڈھکے ہوئے ہیں

زانبہی برگ پنہاں گشتہ شاخ
پتوں کی کثرت سے شاخیں ڈھکی ہوئی ہیں

ایں سخنہا[2] کہ از عقلِ کُل ست
یہ باتیں جو عقلِ کل کی جانب سے ہیں

بوئے آں گلزار سَرو و سُنبل ست
سرو اور سنبل کے چمن کی خوشبو ہیں

بوئے گل دیدی کہ آنجا گل نبود
جس جگہ پھول نہ تھا تو نے پھول کی خوشبو سونگھی

جوشِ مُل دیدی کہ آنجا مُل نبود
تو نے شراب کا نشا جس جگہ دیکھا ہے جہاں شراب بھی نہ تھی

بوئے[3] قلاوز ست و رہبر مر ترا
خوشبو تیری راہنما اور رہبر ہے

مے بَرد تا خلد و کوثر مر ترا
تجھے جنت اور کوثر تک لیجائے گی

بوئے دوائے چشم باشد نور ساز
خوشبو نور پیدا کرنیوالی (آنکھ کی دوا ہے

شد ز بوئے دیدۂ یعقوب[4] باز
خوشبو سے (حضرت) یعقوب کی آنکھیں کھل گئیں

---

[1] در خزاں۔ موسم خزاں میں شاخیں اور پتے فنا ہو جاتے ہیں اور کوّے گویا اُن پر نوحہ گری کرتے ہیں اور قدرت پھر اُن کو پیدا کر دیتی ہے۔ سالارِ دہ ربّ العالمین۔ نباتات۔ زمین سے اُگنے والی چیزیں ورد۔ پھول۔ گلاب۔ اے برادر۔ انسان کے نفس میں خزاں یہ ہے کہ تعلقاتِ کونیہ سے وہ متعلق ہو اور بہار یہ ہے کہ معارفِ وجدانیہ سے سرفراز ہو۔

[2] ایں سخنہا۔ یہ مضامین جو بھائے جا رہے ہیں یہ اسی باطنی گلزار کی مہک ہے عقلِ کُل یعنی ذاتِ باری تعالےٰ۔ مُل۔ شراب۔ جوشِ گل۔ مستی۔ مُل نبود۔ یعنی شراب کے بغیر مستی ممکن نہیں اور گل کے بغیر خوشبو ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا ان مضامین میں جوش اور خوشبو لا محالہ باطنی شراب اور باطنی گلزار کا فیض ہے۔

[3] بوئے۔ خوشبو، باطنی گلزار کی خوشبو جنت اور کوثر کی رہنمائی کرتی ہے۔ قلاوز۔ بدرقہ، جو شخص لشکر کے آگے راہنمائی کے لئے چلتا ہے۔ خلد۔ جنت۔ کوثر۔ جنت میں ایک نہر ہے۔ نور ساز۔ نور افزا۔ یعقوب حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتے روتے اندھے ہو گئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو سے بصارت واپس ہو گئی۔

بوئے بد مر دیدہ را تاری کند
بدبو آنکھ کو تاریک کرتی ہے

بوئے یوسف دیدہ را یاری کند
یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو آنکھ کی مدد کرتی ہے

تو کہ یوسف نیستی[1] یعقوب باش
تو جب یوسف نہیں ہے، یعقوب بنجا

ہمچو او با گریہ و آشوب باش
اُس کی طرح رونے اور مصیبت میں رہ

چوں تو شیریں نیستی[1] فرہاد باش
جب تو شیریں نہیں ہے فرہاد بن

چوں نہ لیلیٰ تو مجنوں گرد فاش
جب تو لیلیٰ نہیں ہے تو کھلا مجنوں بنجا

تفسیر قول حکیم سنائی قدس سرہ

حکیم سنائی قدس سرہ کے قول کی تفسیر

ناز را روئے بباید ہمچو ورد
ناز کرنیکے لئے گلاب جیسا چہرہ چاہئے

چوں نداری گرد بد خوئی مگرد
جب تو نہیں رکھتا ہے بدمزاجی کے قریب جا

عیب[2] باشد چشم نابینا و باز
عیب ہے، اندھی آنکھ اور کھلی ہوئی

زشت باشد روئے نازیبا و ناز
بُری بات ہے بدصورت چہرہ اور ناز

بشنو ایں پند از حکیم غزنوی
حکیم غزنوی سے یہ نصیحت سُن لے

تا بیابی در تنِ کہنہ نوی
تاکہ پرانے جسم میں نیا پن پائے

ایں رُباعی را بشنو از جان و دل
جان و دل سے اس رُباعی کو سن لے

تا بگل بیروں شوی از آب و گل
تاکہ تو بالکلیہ آب و گل سے نکل جائے

پند او را از دل و جان گوش کن
اُس کی نصیحت کو دل و جان سے سُن

ہوش را جاں ساز و جاں را ہوش کن
ہوش کو جان بنا اور جان کو ہوش بنالے

آں حکیم غزنوی شیخ کبیر
اُس بڑے شیخ حکیم غزنوی نے

گفتہ است ایں پند نیکو یاد گیر
کہا ہے، اِس نصیحت کو اچھی طرح یاد کرلے

پیش[3] یوسف نازش و خوبی مکن
یوسفؑ کے سامنے ناز اور نخرے نہ کر

جز نیاز و آہِ یعقوبی مکن
سوائے عاجزی اور یعقوبی آہ کے (کچھ) نہ کر

معنیٔ مُردن ز طوطی بد نیاز
طوطی کے مرنے کا مطلب عاجزی تھا

در نیاز و فقر خود را مُردہ ساز
عاجزی اور احتیاج میں اپنے آپ کو مردہ بنالے

تا دمِ عیسیٰ[4] ترا زندہ کند
تاکہ (حضرت) عیسیٰؑ کا دم تجھے زندہ کردے

ہمچو خویشت خوب فرخندہ کند
اپنی طرح تجھے نیک اور مبارک بنادے

[1] نیستی۔ یعنی اگر تم مطلوب نہیں ہو تو طالب ہی بنو۔ چوں تو۔ اسکا مطلب کبھی یہی ہے کہ مطلوب نہیں ہو تو طالب ہی بنجاؤ۔ وَرد۔ گلاب کا پھول۔

[2] عیب۔ اندھی آنکھ سے کوئی غمزے کرے تو وہ عیب ہوگا۔ غزنوی۔ یعنی حکیم سنائی۔ آب و گل۔ یعنی جسدِ عنصری۔ ہوش را۔ یعنی مطالب سمجھنے میں پورے ہوش و حواس سے کام لو۔

[3] پیشِ یوسف۔ یعنی مطلوب کے سامنے غمزہ و ناز مناسب نہیں ہے، عاجزی اور آہ و زاری سے کام لے۔ معنیٔ۔ یعنی طوطی کا مرنا اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نیاز سے کام لے اور مطلوب کے سامنے اپنے آپکو مردہ بنالے۔

[4] دمِ عیسیٰ۔ یعنی مطلوب کا فیض تجھے زندہ کردیگا۔

در بہاراں[1] کے شود سبز سنگ — خاک شود تا گل برد رنگ رنگ

(پتھر (موسم) بہار میں کب سرسبز ہوتا ہے — مٹی بنجا تاکہ رنگ برنگ کے پھول اُگیں)

سالہا تو سنگ بودی دلخراش — آزمون را یک زمانے خاک باش

(تو سالوں دلخراش پتھر رہا ہے — آزمائش کے طور پر تھوڑی دیر کیلئے خاک بنجا)

در میانِ ایں شنو یک داستاں — تا بدانی اعتقادِ راستاں

(اس بیان میں ایک داستان سُن لے — تاکہ تجھے راست بازوں کا عقیدہ معلوم ہو جائے)

داستانِ پیر چنگی که در عهدِ عمرؓ از بهرِ خداوند تعالےٰ

(سارنگی بجانیوالے بوڑھے کا قصہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فاقہ کے روز اللہ واسطے سارنگی بجاتا تھا)

در گورستاں در روزِ بینوائی چنگ میزد

ایں شنیدستی که در عهدِ عمرؓ — بود چنگی مطربے با کر و فر

(تو نے یہ سنا ہے کہ (حضرت) عمرؓ کے زمانہ میں — ایک سارنگی بجانیوالا گویا شان و شوکت سے تھا)

بلبلِ از آوازِ او بے خود شدے — یک طرب[2] از آوازِ خوش صیدے[3] شدے

(بلبل اس کی آواز سے مست ہو جاتی — اس کی حسین آواز سے ایک مستی سو مستیاں پیدا ہوتیں)

مجلس و مجمع دمش آراستے — وز نوائے او قیامت خاستے

(اس کی آواز مجلس اور مجمع کو آراستہ کر دیتی — اور اس کی آواز سے قیامت برپا ہو جاتی)

همچو اسرافیلؑ کاوازش بفن — مُردگاں[4] را جاں در آرد در بدن

(وہ (حضرت) اسرافیلؑ جیسا تھا کہ اسکی آواز فن کے — مُردوں کے بدن میں جان ڈال دیتی)

یار سائل بود اسرافیل را — کز سماعش پر بریزستے فیل را

(یارہ (حضرت) اسرافیلؑ کا ہم آواز تھا — کہ اس کے سننے سے ہاتھی کے پر لگجاتے)

ساز داسرافیلؑ روزے نالہ را — جاں دہد بوسیدۂ صد سالہ را

(حضرت) اسرافیلؑ ایک روز نالہ کا ساز درست کرینگے — سو سال کے پرانے (جسم) کو جان عطا کرینگے)

اولیاء را در دروں هم نغمهاست — طالباں را زاں حیاتے تازہ هاست

(اولیاء کے اندر (بھی) نغمے ہیں — اُنسے طالبوں کو انوکھی زندگی حاصل ہوتی ہے)

نشنوند آں نغمہا گوشِ حس — کز سخنہا گوشِ حس باشد نجس

(اُن نغموں کو حسی کان نہیں سنتے ہیں — اسلئے کہ (دنیا کی) باتوں سے حسی کان ناپاک ہو جاتے ہیں)

---

[1] در بہاراں۔ موسم بہار میں پتھر پر سبزہ نہیں اُگتا مٹی اور خاک پر سبزہ اُگتا ہے تو پتھر زمین خاکسار بن سالہا۔ تعلقات دنیوی سے تو سنگ بن گیا ہے۔ راستاں راست بازلوگ۔ چنگی۔ چنگ، سارنگی، یا نسبت کی ہے، سارنگی بجانیوالا۔ مُطرب۔ مستی پیدا کرنیوالا، گویا۔ کروفر۔ شان و شوکت۔

[2] صد شدے۔ یعنی اسکی آواز سے مستی سو گنا بڑھ جاتی تھی۔ دَم۔ آواز، سُرود۔ نوا۔ آواز، موسیقی کے ایک مقام کا نام ہے۔ اسرافیل۔ ایک فرشتہ کا نام ہے جو قیامت کے قریب صور پھونکے گا جس سے تمام نظام کائنات درہم برہم ہو جائیگا انسان بیہوش ہو جائیں گے۔ پھر چالیس سال کے بعد وہ دوسرا صور پھونکے گا تو تمام کائنات اصلی حالت پر آجائیگی۔ فن۔ تدبیر، حیلہ۔

[3] مُردگاں۔ مُردے۔ رسائل۔ رسیلہ کی جمع ہمزباں، ہم آواز، ہم رُستی۔ پرِ بل آنا یعنی مست ہو جانا۔ نالہ۔ یعنی صور پھونکنا۔ ندروں۔ باطن۔ لغز۔ نرم اور شیریں آواز جمع بناتے وقت آخری حرف گر جائیگا اور جمع نغمہا آئیگی۔ بے تبہ انمول۔ گوشِ حس۔ کان نجس ناپاک۔

نشنود نغمہ پری را آدمی
پری کا نغمہ آدمی نہیں سنتا

کو بود ز اسرارِ پریاں اعجمی
کیونکہ وہ پریوں کے راز سے نابلد ہے

گرچہ ہم نغمہ پری زیں عالم است
اگرچہ پری کا نغمہ بھی اسی عالم کا ہے

نغمۂ دل برتر از ہر دو دم ست
لیکن دل کا نغمہ دونوں نغموں سے بلند ہے

کہ پری و آدمی زندانی اند
اس لئے کہ پری اور آدمی قیدی ہیں

ہر دو در زندانِ ایں نادانی اند
دونوں اسی نادانی کے قید خانہ میں ہیں

سورۂ رحمٰن بخواں اے مبتدی
اے نو آموز! سورۃ الرحمٰن پڑھ

تا شوی بر سرِّ پریاں مہتدی
تاکہ تو پریوں کے بھید سے واقف ہو جائے

معشر الجن سورۂ رحمٰن بخواں
سورۃ الرحمٰن کی "معشر الجن" پڑھ

تستطیعوا انفذوا را باز داں
تستطیعوا اور انفذوا کو سمجھ

نغمہائے اندرونِ اولیاء
اولیاء کے باطن نغمے

اوّلاً گوید کہ اے اجزاءِ لا
پہلے کہتے ہیں اے معدوم کے جزو!

ہیں زلائے نفی سر ہا بر زنید
خبردار! عدم کے لاسے نکلو

ایں خیال و وہم بیروں افگنید
اس خیال اور وہم کو نکال پھینکو

اے ہمہ پوشیدہ در کون و فساد
اے بالکلیہ کون اور فساد میں ڈوبے ہوئے

جانِ باقی تاں نروید و نزاد
تمہاری باقی (رہنے والی) روح نہ اگی ہے پیدا ہوئی

کارِ ایشاں ست ز الیوے بروں
ان (اولیاء) کا کام اس سے بھی آگے کا ہے

گر دوت روشن چو جوئی رہبرے
جب تو رہبر تلاش کریگا تجھ پر کھلیگا

گر بگویم شمۂ زاں نغمہا
اگر میں ان نغموں کا تھوڑا سا بیان کردوں

جانہا سر بر زنند از دخمہا
تو روحیں قبروں سے نکل پڑیں

گوش را نزدیک کن کاں دور نیست
کان کو قریب کر وہ دور نہیں ہیں

لیک نقل آں بتو دستور نیست
لیکن انکو تجھے نقل کرنیکا دستور نہیں ہے

ہیں کہ اسرافیل وقتند اولیاء
خبردار! اولیاء وقت کے اسرافیل ہیں

مردہ راز ایشاں حیات و نما
مردے کی ان سے زندگی اور نشو و نما ہے

جانہائے مردہ اندر گورِ تن
جسم کی قبر میں مردہ جانیں

بر جہند از آوازِ ایشاں اندر کفن
انکی آواز سے کفن میں تڑپنے لگتی ہیں

لہ کو۔ کہ او۔ اعجمی۔ گونگا۔ کسی زبان سے ناواقف۔ دقدم۔ یعنی پری اور گویے کا نغمہ۔ زندانی۔ قیدی۔ نادانی۔ غفلت، یعنی تعلقاتِ دنیوی۔ مبتدی۔ ابجد پڑھنے والا، نو آموز۔ مہتدی۔ ہدایت یافتہ، واقف کار۔

سہ معشر۔ گروہ۔ رحمٰن سورۃ الرحمٰن میں جن اور پری کا ذکر ہے اس میں انسانوں کے ساتھ جنوں کو بھی خطاب کیا گیا ہے اسی سورت میں فرمایا گیا ہے یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا۔ لا تنفذون الا بسلطان۔ اے جن اور انسانوں کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ تم آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ (اور ہم سے بچ جاؤ) تو نکل جاؤ۔ نہ نکلو گے مگر زور سے۔ لا۔ نفی کا کلمہ ہے یعنی ظاہری ہستی جو کالعدم ہے۔ ایں خیال۔ یعنی خودی کا خیال۔ کون و فساد۔ بننا اور بگڑنا یعنی عالم دنیا۔

سہ جانِ باقی۔ روح حقیقی رہبر۔ شیخ کامل۔ سر بر زنند۔ نکل پڑیں۔ دخمہ۔ مجوسیوں کا قبرستان۔ دستور۔ یعنی وہ نغمے خود سنوانکے سنانیکا دستور نہیں ہے۔ اولیاء۔ اولیاء اللہ بھی وہی کام کرتے ہیں۔

گوید ایں آواز آواہا جداست
وہ کہتی ہے یہ آواز، آوازوں سے جدا گانہ ہے

زندہ کردن کارِ آوازِ خداست
زندہ کرنا خدا کی آواز کا کام ہے

چوں ز صوتِ اولیا آگاہ شوند
جب وہ اولیاء کی آواز سے واقف ہو جاتی ہیں

از طرب گویند چوں باہ شوند
جب راستہ پر چل پڑتی ہیں تو خوش ہو کر کہتی ہیں

ما بمُردیم و بکلّی کاستیم
ہم مر گئے تھے اور بالکل مضمحل ہو گئے تھے

بانگِ حق آمد ہمہ برخاستیم
خدا کی آواز آئی، ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے

بانگِ حق اندر حجاب و بے حجیب
اللہ کی آواز پردے میں اور بے پردہ

آں دہد کو داد مریم را ز جیب
وہ چیز عطا کرتی ہے جو اس نے جیبِ مریم کو دی

اے فتاں نیست کردہ زیر و پوست
اے لوگو! تمہیں فنا نے کمال کے اندر نابود کر دیا ہے

باز گردید از عدم زآواز دوست
دوست کی آواز پر عدم سے واپس آجاؤ

مُطلق آں آواز از شہ بُود
وہ مطلق آواز شاہ کی ہوتی ہے

گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود
اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے ہو

گفت اورا من زبان و چشمِ تو
اسکو خدا نے کہدیا ہے میں تیری زبان اور آنکھ ہوں

من حواس و من رضا و خشمِ تو
میں تیرے حواس اور تیری رضا اور ناراضی ہوں

رَوکہ بی یَسمع و بی یُبصِر تُوئی
جا بی یَسمع و بی یُبصِر تو ہے

سِرّ توئی چہ جائے صاحبِ سِرّ توئی
تو راز ہے چہ جائیکہ تو صاحبِ راز ہو

بیانِ حدیث "مَن کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ"

حدیث "جو شخص اللہ کے لئے ہو گیا اللہ اس کے لئے ہو گیا" کا بیان

چوں شدی مَن کَانَ لِلّٰہ زو لَہ
جب تو عشق کی وجہ سے مَن کَانَ لِلّٰہ بنا

من ترا باشم کہ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ
میں تیرا ہو گیا کیونکہ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ ہے

گہ توئی گویم ترا گاہے منم
کبھی تجھے تو ہے کہتا ہوں کبھی میں ہوں کہتا ہوں

ہر چہ گویم آفتابِ روشنم
جو کچھ بھی کہتا ہوں میں روشن آفتاب ہی ہوں

ہر کجا تابم زمشکاتت دَمے
جس جگہ تھوڑی دیر کیلئے تیرے طاقچے پہ چمک جاتا ہوں

حل شد آنجا مشکلاتِ عالمے
اس جگہ دنیا کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں

ہر کجا تاریکی آمد ناسزا
جس جگہ نامناسب تاریکی آتی ہے

از فروغِ ما بُود شمس الضحیٰ
ہماری تجلی سے شمس الضحیٰ بنجاتی ہے

لہ گوید۔ جب ان لوگوں اور دلوں کو زندگی ملجاتی ہے تو وہ اولیاء کے نفسوں کی آواز کو خدا کی آواز سمجھتے ہیں اسلئے زندہ کر دینا خدا کی آواز کی تاثیر ہے۔ صوت۔ آواز، نغمہ۔ بارہ۔ رو براہ راہ پر چلنے والا۔ بکلی۔ بالکل کاستن۔ گھٹنا، مضمحل ہونا۔ بانگ۔ آواز۔ یعنی اولیاء کے نفس۔ حجاب۔ پردہ۔ مجیب۔ مجاب کا امالہ ہے، یعنی وہ آواز جو خدا کی براہ راست ہے بالواسطہ رسولوں کی ہے۔ مریم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا مبارک نام ہے، خدا کی آواز نے انکو حضرت عیسیٰ جیسا اولوالعزم پیغمبر عطا فرما دیا۔ فنا۔ یعنی فانی دنیا کے تعلقات۔ مُطلق۔ یعنی اس سے قطع نظر کہ وہ کس کے حلقوم سے آرہی ہے۔

سے عبداللہ۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔ حواس۔ حاسہ کی جمع۔ رضا۔ خوشنودی۔ خشم۔ غصہ۔ ناراضی حدیث شریف میں ہے "میں جب بندہ سے محبت کرتا ہوں تو اسکا کان بنجاتا ہوں۔ جس سے وہ سنتا ہے اسکا ہاتھ بنجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے" بی یَسمع۔ میرے ذریعہ سے سنتا ہے بی یُبصِر۔ میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے۔ سِرّ۔ یعنی اب وہ صرف راز داں نہیں ہے بلکہ مجسم راز ہے یعنی کان۔

ظلمتے[1] را کافتابش برنداشت
جس تاریکی کو سورج نہ اٹھا سکا

از دمِ ما گرد داں ظلمت چو چاشت
ہمارے دم سے وہ تاریکی چاشت بنجاتی ہے

آدمے را او بخویش اسما نمود
آدمؑ پر اس نے اپنی جانب سے ناموں کا اظہار کیا

دیگراں را زاں آدم اسامی کشود
دوسروں پر آدم کے ذریعہ نام منکشف ہو گئے

آب خواہ از جو بجو یا از سبو
پانی خواہ نہر سے لے یا مٹکے سے

کیں سبو را ہم مدد باشد ز جو
مٹکے کی مدد بھی تو نہر سے ہے

نور خواہ از مہ طلب خواہی خور
روشنی چاند سے طلب کر یا سورج سے

نور مہ ہم زآفتاب ست اے پسر
اے بیٹا! چاند کی روشنی بھی سورج سے ہے

مقتبس شو زود چوں یابی نجوم
جلد روشنی حاصل کر لے جب تو ستارے پالے

گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم[2]
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ ستارے

خواہ از آدم گیر نورش خواہ ازو
اسکا نور آدمؑ سے لے یا اس سے لے

خواہ از خم گیر مے خواہ از کدو
شراب خواہ مٹکے سے لے یا کدو سے

کیں کدو با خم بہ پیوست سخت
یہ کدو مٹکے سے سخت جڑا ہوا ہے

نے چو تو شاداں کدو بے اینک بخت
اے نیک بخت اپنی طرح وہ کدو بے نیاز نہیں ہے

گفت طوبیٰ من رانی[3] مصطفیٰ
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا خوشخبری ہے اس کیلئے جس نے

وآلذی یبصر لمن وجہی یری
اور جو اسکو دیکھے جس نے میرا چہرہ دیکھا

چوں چراغے نور شمع را کشید
جب چراغ نے شمع کی روشنی حاصل کر لی

ہر کہ دید آں را یقیں آں شمع دید
جس نے اس کو دیکھا یقیناً اس نے شمع کو دیکھا

ہمچنیں تا صد چراغ ار نقل شد
اسی طرح اگر وہ سو چراغوں میں منتقل ہوئی

دید آخر لقائے اصل بد
آخری کا دیکھنا، اصل کی ملاقات تھی

خواہ از نورِ پسیں بستاں تو آں
خواہ آخری روشنی سے تو وہ لے

ہیچ فرقے نیست خواہ از شمع داں
کوئی فرق نہیں خواہ شمع سے سمجھ لے

خواہ نور از اولیں بستاں بجاں
خواہ پہلے والے سے تو دل و جان سے روشنی لے

خواہ از نورِ پسیں فرقے مداں
خواہ آخری روشنی سے، کوئی فرق نہ سمجھ

خواہ بیں نورش ز شمع غابریں
خواہ اس کی روشنی گذرے ہوؤں کی سمجھ

خواہ از نور چراغ آخریں
خواہ روشنی آخری چراغ کی دیکھے

---

[1] ظلمت۔ تاریکی۔ چاشت ایک پہر چڑھے دن کا وقت آدمؑ۔ حضرت آدمؑ کو دنیا کی چیزوں کے نام سکھائے پھر فرمایا دوسروں کو یہ نام بتا دو تو یہ فیض حضرت آدم کے واسطہ سے خدا ہی کا ہے۔ آب۔ چند مثالیں دیکر سمجھایا گیا ہے کہ واسطہ درمیان میں آجانے سے حقیقت نہیں بدلتی ہے پانی نہر ہی کا ہے خواہ مٹکے سے لے کر پیا جائے نور۔ چاند کی روشنی۔ سورج ہی کی روشنی ہے نجوم۔ ستارے۔

[2] اصحابی نجوم۔ میرے صحابہ ستارے جیسے ہیں جس سے ہدایت حاصل کرو گے ہدایت پا جاؤ گے یہ حدیث شریف ہے۔

[3] ایں کدو۔ یعنی اولیاء اللہ کا ذات باری سے اتحاد ہے کدو۔ کدو کو خشک کر کے اس کے اندر سے گودا نکالکر اسمیں شراب بھر لیتے تھے۔

[4] من رآنی۔ حدیث شریف ہے "طوبیٰ لمن رآنی وآمن بی مرۃ او رأی من رآنی" خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا یا اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا، صحابہ میں بالواسطہ حضور کا نور تھا جوں چراغ۔ جو چراغ شمع سے روشن ہوا ہے اس چراغ کو دیکھنا گویا کہ شمع کو دیکھنا ہے۔ صد چراغ۔ بیعت میں اگر چند واسطے بھی ہوں تو م

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در معنیِ حدیث اِنَّ لِرَبِّکُم فِی اَیَّامِ

اِس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ تمہارے رب کی تمہارے

دَھرِکُم نَفَحَاتٌ اَلَا فَتَعَرَّضُوا

زمانے میں خوشبوئیں ہیں، آگاہ ہو، اُن سے وابستہ ہو جاؤ!

گفت پیغمبر کہ نفحہائے حق
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی خوشبوئیں

اندریں ایام می آرد سبق
اِس زمانہ میں آگے بڑھی ہیں

گوشِ ہُش دارید ایں اوقات را
ان اوقات میں ہوش کے کان لگائے رکھو

دَر ربائید ایں چنیں نفحات را
اِس طرح کی خوشبوئیں حاصل کر لو

نفحہ آمد شما را دید و رفت
خوشبو آئی، اُس نے تمہیں دیکھا اور چل دی

ہر کرا می خواست جان بخشید و رفت
جس نے چاہا اُس نے اُسکو جان بخش دی اور چلی گئی

نفحہ دیگر رسید آگاہ باش
خبردار! دوسری خوشبو آئی

تا ازیں ہم وا نمانی خواجہ تاش
اے پیر بھائی! اِس سے بھی محروم نہ رہنا

جانِ آتش یافت زاں آتش کشے
جہنمی جان نے اُس سے آگ کو بجھانے والا پایا

جانِ مردہ یافت از وے جنبشے
مُردہ جان نے اُس سے زندگی پائی

جانِ ناری یافت از وے اِنطِفا
جہنمی جان نے اُس سے بجھاؤ حاصل کر لیا

مُردہ پوشید از بقائے اُو قبا
مُردے نے اُس کے وجود سے قبا پہن لی

نفحات: نفحۃ کی جمع، خوشبو، مہک۔ سبق پیش قدمی، آگے بڑھنا، ہُش۔ ہوش کا مخفف ہے، اوقات۔ وقت کی جمع، وقت صوفیاء کی اصطلاح میں وہ وقت ہے جس میں واردات غیبی کا دل پر نزول ہوتا ہے۔ نفحۂ آمد یعنی حضور کے دم مبارک کی خوشبو۔ ہر کرا خواست۔ ہر کہ اُورا میخواست۔ نفحۂ دیگر۔ اولیاء اللہ کے دم مبارک کی خوشبو۔ وا نمانی۔ محروم رہنا، خواجہ تاش۔ ایک آقا کے غلاموں میں سے ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ یہاں پیر بھائی مراد ہے۔ جانِ آتش۔ وہ جان جو آگ کے لائق ہو۔ آتش کشے۔ آگ کشے کے کاف پر زبر پڑھا جائے تو معنی ہوں گے آگ کو کھینچنے والا یعنی جلا دینے والا اور پہلے مصرع کا مطلب ہوگا جن بدنصیبوں نے اس خوشبو سے فائدہ نہ اُٹھایا وہ مزید تباہی میں مبتلا ہوئے اور اگر کشے کے کاف پر پیش پڑھا جائے تو معنی ہوں گے آگ کو بجھانے والا تو مصرع کا مطلب ہوگا کہ اُن گنہگاروں نے ایسی چیز حاصل کر لی جس سے اُن کے گناہ معاف ہو گئے۔ مُردہ۔ یعنی جن کے دل مُردہ ہو گئے تھے۔ جنبش۔ حرکت، زندگی۔ ناری۔ دوزخی۔ اِنطفا۔ بجھ جانا، بے نور ہو جانا۔ مُردہ۔ شعر۔

تازگی و جُنبشِ طوبیٰ ست ایں
یہ طوبیٰ کی تازگی اور جنبش ہے

ہیچو جُنبش ہائے خلقاں نیست ایں
یہ مخلوق کی جنبشوں کی طرح نہیں ہے

گر در افتد در زمین و آسماں
اگر وہ زمین اور آسمان پر آپڑے

زہرہ شاں آب گردد در زماں
فوراً اُن کا پتہ پانی ہوجائے

خود نہ بیم ایں دم بے مُنتہا
اِس بے انتہا ہوا کے خوف سے

باز خواں فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا
پڑھ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا

ورنہ خود اَشْفَقْنَ مِنْهَا چوں بُدے
ورنہ اَشْفَقْنَ مِنْهَا کیوں ہوتا؟

گر نہ از بیمش دلِ کُہ خوں شُدے
اگر اُس کے خوف سے پہاڑ کا دل خوں نہ بنتا

دوش دیگر گونہ ایں میداد دست
کل، یہ عجیب طرح سے حاصل ہوا تھا

لُقمۂ چندے درآمد در بہ بست
چند لقمے آگئے، دروازہ بند ہوگیا

بہرِ لُقمہ گشت لُقمانے گرو
لقمہ کی وجہ سے لقمان گروی ہوگیا

وقتِ لُقمان ست اے لُقمہ برو
اے لقمے جا! لقمان کا وقت ہے

از ہوائے لُقمہ ایں خار خار
لقمہ کی خواہش میں یہ بے قراری

از کفِ لُقماں بروں آرید خار
لقمان کے تلوے سے کانٹا نکال دو

در کفِ اُو خار و سایش نیز نیست
اُس کے تلوے میں کانٹا اور اُس کا اثر بھی نہیں ہے

لیک تاں از حرص آں تمییز نیست
لیکن تجھے حرص کی وجہ سے تمیز نہیں ہے

خار واں آں را کہ نخرما دیدۂ
جس کو تو نے چھوارا سمجھا ہے اُسکو کانٹا سمجھ

زانکہ بس ناں کور و بس نادیدۂ
کیونکہ تو بہت ناشکرا اور ندیدہ ہے

جانِ لقماں کہ گلستانِ خداست
لقمان کی جان، جو خدا کا باغ ہے

پائے جانش بستۂ خارے چراست
اُس کی جان کا پاؤں کانٹے سے کیوں اٹکا ہے؟

اشتر آمد ایں وجودِ خار خوار
کانٹے خور وجود، اونٹ ہے

مصطفیٰ زادے بریں اشتر سوار
مصطفیٰ زادہ اِس اونٹ پر سوار ہے

اشترا تُنگِ گلے بر پشتِ تُست
اے اونٹ! پھولوں کی گٹھری تیری پیٹھ پر ہے

کز نسیمش در تو صد گلزار رُست
جس کی خوشبو سے تجھ میں سو گلزار اُگے ہیں

میلِ تو سوئے مُغیلان ست و ریگ
تیرا میلان کیکر اور ریت کی طرف ہے

تا چہ گل چینی ز خارائے مُردہ ریگ
اے حقیر! تو کانٹے سے کیا پھول چنے گا

طوبیٰ: خوشخبری، جنت کے ایک درخت کا نام ہے، میرے نزدیک شعر کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء کے نفحات سے جو زندگی اور تازگی میسر آجاتی ہے وہ شجرِ طوبیٰ کی سی تازگی اور زندگی ہو، ممکنات کی سی حارضی تازگی نہیں ہے۔ زہرہ شاں یعنی وہ لرزہ اور تزلزل زمین اور آسمان برداشت نہیں کرسکتے ہیں۔ دم: نفخہ۔ فَاَبَیْنَ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا ہم نے امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی۔ انھوں نے انکار کیا کہ وہ اُس کو اٹھائیں اور اُس سے ڈر گئے۔ اس سے نفحات اور تجلیات۔ لقمہ: یعنی نفسانی لذت۔ لقمان: مشہور دانا بزرگ گذرے ہیں بعض انکو نبی مانتے ہیں یہاں مراد روح ہے۔ خار فکر، تردد، پریشانی۔ سایش: یعنی کانٹے کا نشان۔ نخرما: چھوارا، کھجور یعنی لذتِ نفس کو تو مفید سمجھتا ہے حالانکہ وہ مُہلک ہے۔ ناں کور: ناشکرا۔ نادیدہ: حریص، بھوکا۔ لقماں: روح اور جان پر جونکہ وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے اسلئے اسکو لقمان قرار دیا ہے۔ خار: یعنی نفسانی خواہش۔ اشتر: اونٹ، یہاں جسم انسانی مراد ہے۔ خارخار: اونٹ، ببول وغیرہ کے کانٹے کھا جاتا ہے، مصطفیٰ زادہ روح کو شرافت کی وجہ سے مصطفیٰ زادہ کہا ہے۔ تُنگ: تاکے کا ضمہ۔

اے بگشتہ زیں طلب ہر کُو بکُو
اے اِس طلب میں کوچہ بکوچہ گھومنے والے!
چند گوئی آں گلستاں کُو وکُو
کب تک کہے گا، وہ چمن کہاں ہے، کہاں ہے؟

پیش ازاں کیں خار پایہ روں کنی
اِس سے پہلے کہ تو پاؤں کے اِس کانٹے کو نکالے
چشم تاریک ست جولاں چوں کنی
آنکھیں اندھی ہیں، تو کیونکر دوڑ سکتا ہے؟

آدمی کُومی نگنجد در جہاں
وہ انسان جو دنیا میں نہیں سماتا
در سرِ خارے ہمی گردد نہاں
ایک کانٹے کے پیچھے چھپ جاتا ہے

مُصطفیٰ آمد کہ سازد ہمدمی
مُصطفیٰ آئے کہ ہم کلامی کریں
کَلِّمِینِی یَا حُمَیرَا کَلِّمِی
اے حُمیرا! مجھ سے بات کر، بات کر

اے حُمیرا آتش اندر نہ تو نعل
اے حُمیرا! نعل آگ میں ڈال
تا ز نعلِ تو شود ایں کوہ نعل
تاکہ تیرے نعل کی وجہ سے یہ پہاڑ نعل بنجائے

ایں حُمیرا لفظِ تانیث ست و جاں
یہ حمیرا مؤنث لفظ ہے اور جان
نام تانیثش نہند ایں تازیاں
اہلِ عرب اُس کا نام مؤنث رکھتے ہیں

لیک از تانیث جاں اباک نیست
لیکن جان کو مؤنث ہونے کی کوئی پروا نہیں ہے
روح را با مرد و زن اِشراک نیست
روح کی مرد و عورت سے کوئی شرکت نہیں ہے

از مؤنث و ز مذکر برتر ست
وہ مذکر اور مؤنث سے بالا ہے
ایں نہ آں جان ست کز خشک و تر ست
یہ وہ جان نہیں ہے جو خشک اور تر سے ہے

ایں نہ آں جانست کافزاید زناں
یہ وہ جان نہیں ہے جو روٹی سے بڑھتی ہے
یا گہے باشد چنیں گاہے چناں
یا کبھی ایسی اور کبھی ویسی ہوتی ہے

خوش کنندہ است و خوش و عینِ خوشی
خوش کرنیوالی ہے اور خوش ہے اور عین خوشی ہے
بے خوشی نبود خوشی اے مرتشی
اے رشوت خور! خوشی بغیر خوشی کے نہیں ہے

مرتشی را ہست از رشوت خوشی
رشوت خور کو رشوت سے خوشی ہوتی ہے
صد خوشی یابی چو دست اندر کشی
تو اگر رشوت سے دست کش ہوجائے تو خوشیاں پائے

چوں تو شیریں از شکر باشی بُود
اگر تو شکر کی وجہ سے میٹھا ہے تو ہوسکتا ہے
کاں شکر گاہے ز تو غائب شود
کہ وہ شکر کبھی تجھ سے غائب ہوجائے

چوں شکر گردی ز تاثیرِ وفا
جب وفا کی تاثیر سے تو خود شکر بن جائے
پس شکر کے از شکر گردد جدا
تو شکر، مٹھاس سے کب جدا ہوتی ہے؟

گلستاں یعنی علم و معرفت کا باغیچہ
تو۔ کوچہ کو۔ کہا۔ آدمی۔ روح لامکانی چیز ہے، عالم کی وسعتیں اِس کیلئے تنگ ہیں لیکن لذتِ نفس سے وہ غائب ہوجاتی ہے۔ بہتری۔ جھلکاری۔ حُمیرا۔ حمرا کی تصغیر ہے یعنی سُرخ، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے یہاں مُصطفیٰ سے مراد مردِ عارف اور حمیرا سے مراد روح ہے۔ یعنی عارفِ کامل اپنی رُوح سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اے حمیرا۔ مردِ عارف کہتا ہے اے روح عشقِ الٰہی میں پہن کر دے تاکہ یہ جسم بے قرار ہوجائے۔ نعل و آتش نہادن۔ یہ کوئی عمل ہے، نعل کو کچھ پڑھ کر آگ میں ڈالدیا جاتا ہے تو معمول بے چین ہوجاتا ہے لہٰذا اسکے معنی بیقرار کردینا ہوگئے ہیں۔ کہ۔ یعنی بدن۔ حمیرا۔ مؤنث کا صیغہ ہے اور عربی میں روح یعنی نفس کو مؤنث مانا جاتا ہو لہٰذا لفظ حمیرا سے روح مراد لینا مناسب ہے۔ باک۔ خوف، خطرہ۔ اِشراک۔ شرکت۔ ایں۔ یعنی اِس روح سے روحِ حیوانی مراد نہیں ہے جسکی پرورش خشک اور تر غذاؤں سے ہوتی ہے۔ مرتشی رشوت خور۔ روح کے مراتب چھ ہیں ایک تو یہ کہ روح عشق کو خوش کرنیوالی ہو دوسرے یہ کہ عشق کی خود خوش ہو تیسرے یہ کہ عین خوشی بنجائے۔ صد خوشی اگر انسان لذتِ نفس کی رشوت خوری چھوڑدے تو صد مسرتیں حاصل ہوں۔ وفا۔ عشق میں وفا کے ذریعہ عین شکر بنجائے گی تشریح

زہرِ محض ست آں کہ باشد بے وفا
جو بے وفا ہے، وہ خالص زہر ہے

هَبْ لَنَا یَا رَبَّنَا نِعْمَ الْوَرٰی
اے ہمارے پروردگار ہمیں بھی مخلوق عطا فرما ہے

عاشق از حق چوں غذا یابد رحیق
عاشق جب اللہ کی جانب سے شراب کی غذا پاتا ہے

عقل آنجا گم شود گم اے رفیق
اے دوست عقل اس جگہ بالکل بیکار ہو جاتی ہے

عقلِ جزوی عشق را مُنکر بُوَد
تھوڑی عقل عشق کی منکر ہوتی ہے

گرچہ بنماید کہ صاحب سِرّ بُوَد
اگرچہ (بظاہر) نظر آتا ہے کہ رازداں ہوگی

زیرک و داناست آنا نیست نیست
وہ عقلمند اور سمجھدار ہے لیکن (صاحب) فنا نہیں ہے

تا فرشتہ لا نشد اہرمنے ست
جب تک فرشتہ نیست نہ ہو جائے شیطان ہے

اُو بقول و فعل یارِ ما بُوَد
وہ قول اور فعل میں ہماری دوست ہے

چوں بحکمِ حال آئی لا شود
جب تو عالمِ حال کے ماتحت آجائیگا معدوم ہوگی

لا بُوَد اُو چوں نشد از ہست نیست
وہ کچھ نہیں ہے جبکہ ہست سے نیست نہ ہو

زانکہ طوعاً لا نشد کرہاً بسے ست
چونکہ وہ خوشی سے نیست نہ بنی تو مجبوریاں بہت ہیں

جاں کمال ست و ندائے او کمال
جان کمال ہے اور اسکی آواز کمال ہے

مُصطفیٰ گویاں اَرِحْنَا یَا بِلَالُ
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں اے بلال ہمیں راحت پہنچا

اے بلال اَفراز بانگِ سلسلت
اے بلال! اپنی حسین آواز بلند کر

زاں دمے کادم دمیدم در دلت
اُس فیض سے جو میں نے تیرے دل میں پھونکا تھا

اے بلال ایں گلبنت را جاں سپار
اے بلال! اپنے اس پودے میں جان ڈال

خیز بُلبل وار جاں می کن نثار
اُٹھ، بُلبل کی طرح جان نچھاور کر

زاں دمے کادم ازو مدہوش شد
اُس آواز سے جس سے آدم مدہوش ہو گئے

ہوشِ اہلِ آسماں بے ہوش شد
آسمان والوں کے ہوش بے ہوش ہوئے

مُصطفیٰ بے ہوش شد زاں خوب صوت
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس حسین آواز سے بیہوش ہوئے

شد نمازش از شبِ تعریس فوت
کیونکہ شبِ تعریس میں اُن کی نماز فوت ہو گئی

سر ازاں خوابِ مبارک بر نداشت
بابرکت نیند سے سر نہ اٹھایا

تا نمازِ صبحدم آمد بچاشت
یہاں تک کہ صبح کی نماز کے بعد چاشت کا وقت آگیا

در شبِ تعریس پیشِ آں عروس
شبِ تعریس میں اُس دلہن کے سامنے

یافت جانِ پاکِ ایشاں دستبوس
آپ کی پاک روح نے دست بوسی کی

بے وفا۔ عشق میں بیوفائی زہر ہے۔ بَعْدَ النَّوْذِی۔ باقی مخلوق جو عشق میں وفادار ہے۔ رحیق۔ شراب کا نام ہے مقل یعنی عقلِ فلسفی، عقلِ جزوی۔ ناقص عقل وجود باری پر تو دلائل قائم کر کے واقف اسرار ہونا ظاہر کرتی ہے لیکن عشق کے عجائب کی منکر ہے۔ زیرک دانا، ہوشیار۔ نیست۔ نابود، فنا۔ لا نیست۔ اہرمن۔ دیو، شیطان۔ یار۔ یعنی باطنی قوت اور کاموں میں عقل رہنمائی کرتی ہے۔ حال کیفیت باطنی جو بلا معرفت بطوعاً خوشی سے کرتا جبراً۔ کمال۔ یعنی عین کمال۔ افراز۔ بلند کر۔ سلسل۔ خوشگوار، شیریں بانی۔ دم۔ آواز۔ دمیدن پھونکنا۔ گلبن۔ بوٹا، سرخ پھولوں کا درخت۔ زاں۔ جو۔ دمی الٰہی سے حضرت آدمؑ ہوش ہو گئے تھے۔ خوبصوت حسین آواز یعنی حضرت بلالؓ کی اذان۔ تعریس۔ آخری شب میں پڑاؤ کرنا مُژدہ دینی المصطفیٰ سے واپسی پر آنحضورؐ کی صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ نماز مستحدم۔ نمازِ فجر یعنی آنحضورؐ کی نیند دراصل ایک استغراقی کیفیت تھی جس کی وجہ سے بروقت حضورؐ نماز نہ پڑھ سکے تھے۔ عروس۔ دولھا، دلہن۔ دست بوس۔ ہاتھ چومنا۔

عشق و جاں ہر دو نہانند و ستیر
معشوق اور جان دونوں پوشیدہ اور مستور ہیں

گر عروسش خواندہ ام عیبے مگیر
اگر میں نے اس کو دلہن کہہ دیا ہے عیب گیری نہ کر

از ملالِ یار خامش گردمے
یار کے ملال سے میں چپ ہو جاتا

گر ہم او مہلت بدادے یکدمے
اگر تھوڑی دیر کے لئے ہی وہ مجھے مہلت دیتا

لیک می گوید بگو ہیں عیب نیست
لیکن وہ کہتا ہے، کہہ خبردار عیب نہیں ہے

جز تقاضائے قضائے غیب نیست
(یہ کلمات) غیب کے تقاضے کے بغیر نہیں ہیں

عیب باشد گو نہ بیند جز کہ عیب
(یہ کلمات) عیب ہونگے اس کیلئے جو عیب کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

عیب کے بیند روانِ پاکِ غیب
عالمِ غیب کی پاک روح عیب کب دیکھتی ہے؟

عیب شد نسبت بمخلوقِ جہول
جاہل مخلوق کے اعتبار سے عیب ہوگا

نے بہ نسبت با خداوندِ قبول
مقبول بارگاہ شخص، کی نسبت سے عیب نہ ہوگا

کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست
اللہ کے اعتبار سے کفر بھی حکمت ہے

چوں بما نسبت کنی کفر آفت ست
جب تو ہمارا اعتبار کرے کفر، مصیبت ہے

در یکے عیبے بود با صد صفات
اگر تو خوبیوں کے ساتھ ایک عیب ہو

بر مثالِ چوب باشد در نبات
تو وہ مصری میں لکڑی کی طرح ہوگا

در ترازو ہر دو را یکساں کشند
ترازو میں دونوں کو یکساں رکھتے ہیں

زانکہ آں ہر دو چو جسم و جاں خوشند
اس لئے وہ دونوں جسم اور اچھی جان کی طرح ہیں

پس بزرگاں ایں نہ گفتند از گزاف
تو بزرگوں نے یہ خواہ مخواہ نہیں کہا

جسمِ پاکاں عینِ جاں فتاد صاف
پاک لوگوں کا جسم جان کی طرح مصفّی ہے

گفتِ شاں و فعلِ شاں و ذکرِ شاں
اُن کا قول اور اُن کا فعل اور اُن کا ذکر

جملہ جانِ مطلق آمد بے نشاں
سب بے نشان، مطلق جان ہیں

جانِ دشمن دارِ شاں جسمے ست صرف
اُن کے دشمن کی جان صرف جسم ہے

چوں زیاد از نرد او اسمے ست صرف
جیسے نرد کا زیاد کردہ صرف نام ہے

آں بخاک اندر شد و کُل خاک شد
وہ خاک میں ملا اور پورا خاک ہو گیا

ایں نمک اندر شد و کُل پاک شد
یہ نمک میں گیا اور سب پاک ہو گیا

آں نمک کز وے محمد ملح ست
وہ نمک جس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ملیح تر ہوئے

زاں حدیثِ با نمک او افصح ست
اُس نمکین بات سے وہ فصیح تر ہوئے

عشق یعنی معشوق، سیر، مستور، چھپا ہوا، اگر عروس جس طرح دلہن پردہ میں ہوتی ہے اسی طرح عشق اور جان بھی پوشیدہ ہے۔ از ملال یعنی میں نے اب حق کو عروس کہنے سے باز رہی آجاتا لیکن ظاہر حال کیونکہ کہنے پر مجبور ہوں تقاضائے غیب یعنی یہ کلمات غیبی اشارے میں نے کہے ہیں۔ عیب یعنی کلمات کہنا انھیں کے نزدیک عیب ہوگا جنکو عیب کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے جہول۔ نادان۔ خداوند قبول۔ صاحب قبولیت مقبول، یعنی بعض کلمات جاہل کہیں تو عیب شمار ہوگا اور اگر وہی کلمات مقبول حال کہے تو اُس کے اعتبار سے عیب نہیں ہے۔ کفر ہم یعنی نسبت کے بدل جانے سے کلمات اور اقوال کا حکم بدل جاتا ہے حتیٰ کہ کفر ہے اللہ کی طرف اُس کے خلق کی نسبت میں حکمت ہے ہماری نسبت سے وہ انتہائی خراب بات اور عیب ہے۔ در یکے۔ یعنی میں نے حضرت حق کے بارے میں بہت سی باتوں کا ذکر کیا ہے جنکی وجہ سے بھوں میں خوبیاں تھی جاتیں مگر ایک لفظ قرص کہہ دینا میرا عیب بھی ہے تو گرفت نہ کرو شک کے ساتھ تنگا بھی اسی بھلائی میں آجاتا ہے جیسے بندہ یعنی جب برائی اور بھلائی نسبتی ہو تو جسم جام کے اعتبار سے دشمن سے کم درجہ کی چیز ہے لیکن بزرگوں کے اعتبار سے جسم انکی روح کی طرح پاک وصاف ہے۔ گفتِ شان پاک لوگوں کے جو اعمال جسم سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی بمنزلہ روح کے ہیں دشمن دار۔ دشمنی رکھنے والا۔ زیاد۔ نرد کی سات بازیوں میں سے ایک

آں نمک باقی ست از میراثِ او
آپ کی میراث کا وہ نمک باقی ہے

باتو آند آں وارثانِ او بجو
آپ کے وہ وارث تیرے ساتھ ہیں، تلاش کرلے

پیشِ تو شستہ ترا خود پیش کو
تیرے آگے بیٹھے ہیں، خود تجھے آگاہ میسر ہے؟

پیشِ ہستت جانِ پیش اندیش کو
تیرے وجود کے سامنے آگے سوچنے والی جان کہاں ہے؟

گر تو خود را پیش و پس داری گماں
اگر تو اپنے لئے آگے پیچھے کا گمان رکھتا ہے

بستۂ جسمی و محرومی ز جاں
تو تو جسم کا پابند ہے اور جان سے محروم ہے

زیر و بالا پیش و پس وصفِ تن ست
نیچا اور اونچا، آگا اور پیچھا جسم کی صفتیں ہیں

بے جہتہا ذاتِ جانِ روشن ست
پاک جان بلا سمتوں کے ہے

برگشا از نورِ پاکِ شہ نظر
شاہ کے پاک نور سے نظر کر

تا نہ پنداری تو چوں کوتہ نظر
تاکہ کوتاہ نظر کی طرح تو یہ نہ خیال کرے

کہ ہمینی در غم و شادی و بس
کہ تو صرف غمی اور خوشی کے لئے ہے اور بس

اے عدم گو مر عدم را پیش و پس
اے معدوم! معدوم کا آگا پیچھا کہاں ہے؟

از وجود و از عدم گر بگذری
تو اگر وجود اور عدم سے گزر جائے

از حیاتِ جاودانی برخوری
تو ابدی زندگی حاصل کرلے

روزِ باران ست میر و تا بہ شب
بارش کا دن ہے، رات تک چلا چل

نے ازیں باراں ز باراں بارِ رب
اس بارش سے نہیں، خدا کی بارش سے

ہست باراں ہا جز ایں باراں بداں
سمجھ لے! اس بارش کے علاوہ اور بارش بھی ہے

می نمی بیند ورا جز چشمِ جاں
جس کو صرف جان کی آنکھ دیکھتی ہے

چشمِ جاں را باز کن نیکو نگر
جان کی آنکھ کھول، اچھی طرح دیکھ

تا ازاں باراں عیاں بینی خضر
تاکہ اس بارش کا سبزہ صاف دیکھے

سوال کردن عائشہؓ از پیغمبر علیہ السلام کہ باراں شد و جامۂ مبارک تر نگشت و جواب آں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیغمبر علیہ السلام سے سوال کرنا کہ بارش ہوئی اور آپ کے بابرکت کپڑے نہ بھیگے اور اس کا جواب

مصطفیٰ روزے بگورستاں برفت
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن قبرستان تشریف لے گئے

با جنازہ یارے از یاراں برفت
دوستوں میں سے ایک دوست کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے

ارشاد فرمایا علماء انبیاء کے وارث ہیں یعنی آپ کی معرفت کی چاشنی اور حلاوت علماء اور اولیاء میں منتقل ہوئی ہے جو اب بھی دنیا میں موجود ہیں۔ پیشِ تو شستہ وہ وارثانِ نبی موجود ہیں لیکن وہ لوگ جو اپنے وجود میں روح کو گم کئے ہوئے ہیں انکو احساس نہیں ہے بیشک انسان اپنی ہستی کو فنا نہیں کرتا انکو پیش میں روح میسر نہیں آتی۔ گر تو خود را پیش و پس داری گماں اگر انسان کو اپنے آگے پیچھے کا خیال ہے تو وہ جسمانی صفات میں الجھا ہوا ہے اور روح کی لذتوں سے محروم ہے۔ زیر و بالا یہ سب صفات جسم کی ہیں روح اتنے پاک ہے۔ نورِ پاک حقیقی معرفت حاصل ہو جانے پر انسان غم اور خوشی وغیرہ جسمانی صفات سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

بگزری کی۔ دست بردار ہوی۔ حیاتِ جاودانی۔ ابدی زندگی۔ برخوری۔ پھل کھائے۔ روزِ باراں۔ یعنی الٰہی فیوض برس رہے ہیں ایسی حالت میں گھر میں بیٹھا رہنا مناسب نہیں ہے آن سے نفع اندوز ہونا چاہیئے۔ چشمِ جاں۔ فیوض کی بارش کا روح کی آنکھ ادراک کرسکتی ہے۔ خضر۔ سبزہ۔ یار۔ یعنی صحابی۔

خاک را در گورِ او آگندہ کرد
اُن کی قبر میں مٹی بھر دی

زیرِ خاک آں دانہ اش را زندہ کرد
مٹی کے نیچے اُن کے دانہ کو زندہ کر دیا

ایں درختانند ہمچوں خاکیاں
مٹی میں دفن کئے ہوؤں کی مانند یہ درخت بھی ہیں

دست ہا بر کردہ اند از خاکداں
جو مٹی سے ہاتھ باہر نکالے ہوئے ہیں

سوئے خلقاں صد اشارت میکنند
لوگوں کی طرف سو اشارے کر رہے ہیں

وانکہ گوشستش عبارت میکنند
جن کے کان ہیں اُن کے لئے تقریر کر رہے ہیں

تیز گوشاں رازِ ایشاں بشنوند
تیز کان والے اُن کا راز سُنتے ہیں

غافلاں آوازہا را نشنوند
غافل لوگ آوازوں کو نہیں سُنتے ہیں

بازبانِ سبز و با دستِ دراز
سبز زبان سے اور لمبے ہاتھ سے

از ضمیرِ خاک میگویند راز
خاک میں چھپے ہوئے راز بتا رہے ہیں

ہمچو بطّاں سر فرو بردہ بآب
بطخوں کی طرح پانی میں غوطہ مارے ہوئے

گشتہ طاؤساں بودہ چوں غراب
مور بن گئے، اور کوّے کی طرح

در زمستاں شاں اگر محبوس کرد
جاڑوں میں اگر اُن کو قید کیا

آں غراباں را خدا طاؤس کرد
اُن کوّوں کو اللہ تعالیٰ نے مور بنا دیا

در زمستاں شاں اگرچہ داد مرگ
جاڑوں میں اگرچہ اُن کو مارا

زندہ شاں کرد از بہار و داد برگ
اُن کو بہار سے زندہ کر دیا اور پتے دیدیئے

مُنکراں گویند ہست ایں خود قدیم
مُنکر کہتے ہیں یہ قدیم ہیں

ایں چرا بندیم بر ربِّ کریم
ربِّ کریم سے اُن کا تعلّق کیوں کریں؟

جملہ پندارند کیں خود دائم ست
سب یقین کرتے ہیں کہ یہ ہمیشہ سے ہے

وز قدیم ایں جملہ عالم قائم ست
اور ہمیشہ سے یہ تمام عالم قائم ہے

کورِ دی ایشاں درونِ دوستاں
(یہ حقیقی) اُنکے اندھے پن سے بے دوستوں کے دل میں

حق بر دیا نید باغ و بوستاں
اللہ (تعالیٰ) نے باغ اور بوستاں اُگا دیا ہے

ہر گلے کاندر دروں بویا بود
جو پھول اپنے اندر سے خوشبو دے رہا ہو

آں گل انا سرارِ گل گویا بود
وہ پھول تمام اسرار کا پتہ دیتا ہے

بوئے ایشاں رغمِ انفِ مُنکراں
اُن کی خوشبو مُنکروں کی ذلّت کے ساتھ

گردِ عالم می رود بردہ دراں
پردہ دری کرتے ہوئے دنیا کا چکر کاٹتی ہے

دانہ اش یعنی (زمین) موت کے بعد اسکو برزخی زندگی نصیب ہوگئی۔ خاکیاں مٹی سے پیدا ہونیوالے اور ہر کونپل میں مدفون ہونیوالے ہر کردن: گردن۔
خاکداں: دُنیا۔ عبارت: تقریر۔ ہر برگ و درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار
قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح پڑھتی ہے تم نہیں سمجھتے ہو۔ درختانِ سبز یعنی پتے۔ دست دراز یعنی شاخیں۔ ضمیر: دل کی بات۔
ہمچو: درختوں کی ۳ حالتوں کو تین پرندوں سے تشبیہ دی ہے درخت موسم خزاں میں ہریالی ختم ہو کر کالے کوّے کی طرح ہو جاتے ہیں ہر طوبت کو حاصل کرنے میں گویا وہ مچھلیاں ہیں جو پانی میں غوطہ لگا کر غذا حاصل کرتی ہیں موسم بہار میں پھول دینا پتے نکلنے کے بعد وہ مور بن جاتے ہیں مُنکراں: یعنی دہریہ جو وجودِ باری کے مُنکر ہیں اور فلاسفہ جو خدا کو صانع اور مختار نہیں مانتے ہیں۔ ایں: یعنی کائنات قدیم ہے خدا سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔
کوری: اندھا پن۔ دیانیدن: دیئیدن کا مستقبلی مصدر ہے یعنی اولیاء اللہ کے سینے علومِ معرفت سے باغ و بہار ہیں۔ انکے گل اور بوٹے کی خوشبو سے منکر اسطرح پریشان ہوتے ہیں جیسے گوبر کا کیڑا خوشبو سے یا کوّے باغ والوں کی آواز سے۔ بویا: خوشبو دینے والا۔ گویا: بولنے والا۔

مُنکراں ہمچو جُعل زاں بوئے گُل
اُس کے پھول کی خوشبو سے منکر گبریلے کی طرح ہیں

خویشتن مشغول می سازند و غرق
اپنے آپ کو مشغول اور غرق کرتے ہیں

چشم می دوزند و آنجا چشم نے
آنکھیں سی لیتے ہیں اور اُن کی آنکھیں ہی نہیں ہیں

چوں ز گورستاں پیمبر باز گشت
جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) قبرستان سے لوٹے

چشمِ صدیقہ چو بر رُویش فتاد
صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی نظر جب آپ کے چہرے پر پڑی

بر عمامہ بر رُخ و بر مُوئے اُو
عمامہ پر اور آپ کے چہرے اور بالوں پر

گفت پیغمبر چہ می جوئی شتاب
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جلد جلد کیا کھوجتی ہو؟

جامہایت می بجویم در طلب
جستجو میں آپ کے کپڑے چھوتی ہوں

گفت چہ بر سر فگندی از ازار
فرمایا، سر پر کونسا کپڑا اوڑھا تھا؟

گفت بہر آں نمودے پاک حبیب
فرمایا، اے پاک دل! اسی لئے دکھائی

نیست آں باراں ازیں ابرِ شما
وہ بارش تمہارے اِس ابر کی نہیں ہے

ایں چنیں باراں ز ابرِ دیگر ست
اِس طرح کی بارش دوسرے ابر کی ہے

بشنو از قولِ سنائی دُرِ رموز
اشارات کے بارے میں سنائی کے قول کے

یا چو نازک مغز از بانگِ دُہل
یا ایسے جیسے ڈھول کی آواز سے نازک دماغ

چشم می دوزند از لمعانِ برق
بجلی کی چمک سے آنکھیں سی لیتے ہیں

چشم آں باشد کہ بیند رامنے
آنکھ تو وہ ہے جو جائے پناہ کو دیکھ لے

سوئے صدیقہ شد و ہمراز گشت
صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی طرف گئے اور ہمراز بنے

پیش آمد دست بردے می نہاد
آگے بڑھیں اور آپ پر ہاتھ رکھا

بر گریباں و بر و بازوئے اُو
گریبان پر اور جسم پر اور آپ کے بازو پر

گفت باراں آمد امروز از سحاب
بولیں آج بادل سے بارش برسی ہے

ترنمی بینم ز باراں اے عجب
تعجب ہے! بارش سے تر نہیں دیکھتی ہوں

گفت کردم آں ردائے تو خمار
بولیں آپ کی چادر کو دوپٹہ بنایا تھا

چشمِ پاکت راخدا بارانِ غیب
خدا نے تیری پاک آنکھ کو غیبی بارش

ہست ابرِ دیگر و دیگر سما
وہ دوسرا ابر اور دوسرا آسمان ہے

رحمتِ حق در نزُولش مُضمر ست
جس کے نازل ہونے میں خدا کی رحمت پوشیدہ ہے

معنیِ تا واقف آئی بر کُنوز
ایک معنی سُن، تاکہ تو خزانوں سے واقف ہو جائے

جُعل۔ گبریلا، ڈنڈا، گوبر کی گولیاں بنا کر اڑانے والا کیڑا۔
دُہل۔ ڈھول۔ مشغول۔ یعنی منکرین جو محض عقلی غلط دلائل میں اپنے آپ کو مصروف کئے ہوئے ہیں اور صحیح دلائل کی روشنی سے آنکھوں کو بند کئے ہوئے ہیں۔
چشم سلنے۔ دراصل اُن کے آنکھ کہیں نہیں ہے آنکھ تو وہی ہے جو صحیح دیکھے۔
بازگشت۔ واپس آئے۔ صدیقہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ ہمراز۔ راز کی باتیں کرنے والا۔ عمامہ۔ عین کے کسرہ سے، پگڑی۔ بر۔ پہلو، بغل۔ سحاب۔ ابر۔ ازار۔ تہبند، لنگی۔ ردا۔ چادر۔
خمار۔ اوڑھنی۔ جیب۔ گریبان، سینہ، دل۔ سما۔ آسمان۔ مُضمر۔ پوشیدہ۔ سنائی۔ مشہور حکیم شاعر، بزرگ ہیں۔ رموز۔ رمز کی جمع، اشارہ۔ کُنوز۔ کنز کی جمع، خزانہ۔

گر تو بکشائی ز باطن دیدۂ — زود یابی سُرمۂ بگزیدۂ
اگر تو باطن کی آنکھیں کھول لے — بہت جلد پسندیدہ سُرمہ حاصل کرلے

تفسیرِ بیتِ حکیم سنائی رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ

حکیم سنائی (خدا اُن کی روح کو راحت پہنچائے) کے شعر کی تفسیر

آسمانہاست در ولایتِ[1] جاں — کارفرمائے آسمانِ جہاں
روح کی اقلیم میں آسمان ہیں — جو دنیا کے آسمان میں کارفرما ہیں

در رہِ روح پست و بالاہاست — کوہ ہائے بلند و دریاہاست
روح کے راستہ میں پستی اور بلندیاں ہیں — اُونچے پہاڑ اور دریا ہیں

پیرِ دانا اندریں رمزے کہ گفت — در حقیقت زیں صدف دُرّے بسُفت
دانا بزرگ نے اس سلسلہ میں جو اشارہ کیا — حقیقتاً اِس سیپ کا موتی پرو دیا

غیب را ابرے و آبے دیگرست — آسمان و آفتابے دیگرست
(عالمِ) غیب کا ابر اور پانی دوسرا ہے — آسمان اور آفتاب دوسرا ہے

ناید آں الّا کہ بر خاصاں پدید — باقیاں فی لَبسٍ مِن خَلقٍ جَدید
وہ صرف خاصانِ (خدا) پر ظاہر ہوتا ہے — باقی لوگ اِس نئی مخلوق سے شُبہ میں ہیں

ہست باراں از پئے پروردگی — ہست باراں از پئے پژمُردگی
ایک بارش پرورش کے لئے ہے — ایک بارش مُرجھانے کے لئے ہے

نفعِ بارانِ بہاراں بُوالعجب[2] — باغ را بارانِ پائیزی چو تب
موسمِ بہار کی بارش کا نفع تعجب خیز ہے — خزاں کی بارش باغ کے لئے بخار کی طرح ہے

باغ را بارانِ نیسانی طرب — باز بارانِ خرابی ہمچو تب
نیسان کی بارش باغ کی مستی ہے — پھر خزاں کی بارش بخار کی طرح ہے

آں بہاری ناز پروردش کند — ویں خزانی ناخوش و زردش کند
یہ موسمِ بہار کی بارش اُس کی ناز پروری کرتی ہے — یہ خزاں کی بارش اُس کو خراب اور زرد کردیتی ہے

ہمچنیں سرما و باد و آفتاب — بر تفاوت داں و سَر رشتہ بیاب
اِسی طرح جاڑا اور ہوا اور سورج — جداگانہ سمجھ اور اصول کو سمجھ لے

ہمچنیں در غیب اَنواع ست ایں — در زیان و سُود و در رنج و عبیں
اِسی طرح (عالمِ) غیب میں اسکی قسمیں ہیں — نفع اور نقصان، تکلیف اور ٹوٹے میں

---

[1] ولایت جان۔ عالمِ روح۔ پیرِ دانا حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ رمز۔ اشارہ۔ صَدَف۔ سیپ۔ دُر۔ موتی۔ فی لَبسٍ۔ یہ آیت حشر کے مُنکرین کے بارے میں ہے۔ مولانا نے امورِ غیبیہ پر شُبہ کرنے والوں کے لئے استعمال کردی ہے۔ ہست باراں۔ یعنی غیبی بارش کی بھی دو قسمیں ہیں، مُضر اور مفید۔

[2] بوالعجب۔ بہت تعجب خیز۔ پائیز۔ خزاں۔ نیساں۔ وہ دن جب آفتاب برج حمل میں ہوتا ہے، ایامِ بہار۔ تب۔ بخار۔ تفاوت۔ فرق۔ سَر رشتہ۔ بات کا سرا، کھوج۔ اَنواع۔ نوع کی جمع، قسم۔ زیاں۔ نقصان۔ سُود۔ نفع۔ عبیں۔ فاترالعقل، ٹوٹے میں پڑا ہوا۔

ایں دمِ[1] ابدال باشد زاں بہار — در دل و جاں روید از وے سبزہ زار
اَبدال کا کلام اِسی بہار سے ہوتا ہے — اِس سے دل و جان میں سبزہ اُگتا ہے

فعلِ بارانِ بہاری با درخت — آید از انفاسِ شاں اے نیک بخت
موسمِ بہار کی بارش کا درختوں سے جو معاملہ ہے — اے نیک بخت! اُن کے سانسوں سے حاصل ہوتا ہے

گر درخت خشک باشد در مکاں — عیبِ آں از بادِ جاں افزاید آں
اگر کسی جگہ کوئی خشک درخت ہو — اُس کا وہ عیب روحانی ہوا سے بڑھ جاتا ہے

باد کارِ خویش کرد و بر وزید — آنکہ جانے داشت بر جانش گزید
ہوا نے اپنا کام کیا اور چلی گئی — جس جان تھی اس نے اُسکو اپنی جان پر ترجیح دی

وانکہ جامد بود خود واقف نشد — وائے اُو جانے کہ اُو عارف نشد
اور جو پتھر تھا واقف نہ ہوا — اُس جان پر افسوس جو پہچاننے والی نہ بنی

در معنیِ حدیث کہ اِغْتَنِمُوا بَرْدَ الرَّبِیْعِ[2] فَاِنَّہٗ یَعْمَلُ بِاَبْدَانِکُمْ کَمَا یَعْمَلُ بِاَشْجَارِکُمْ وَاجْتَنِبُوا بَرْدَ الْخَرِیْفِ فَاِنَّہٗ یَعْمَلُ بِاَبْدَانِکُمْ کَمَا یَعْمَلُ بِاَشْجَارِکُمْ

اِس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ موسمِ ربیع کی سردی کو غنیمت سمجھو وہ تمہارے بدنوں پر وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر اور موسمِ خریف کی سردی سے بچو وہ تمہارے جسموں پر وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر

قولِ پیغمبر شنو اے جانِ من — دور کن از خویشتن انکار و ظن
اے جانِ من! پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سن — انکار اور گمان اپنے سے دور کر

گفت پیغمبر ز سرمائے بہار — تن مپوشانید یاراں زینہار
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا موسمِ بہار کی ہوا سے — یارو! ہرگز بدن نہ ڈھکو

زانکہ با جانِ شما آں می کُند — کاں بہاراں با درختاں میکُند
اِس لئے کہ وہ تمہاری جان کے ساتھ وہی کرتا ہے — جو موسمِ بہار درختوں کے ساتھ کرتا ہے

بس غنیمت باشد آں سرمائے اُو — در جہاں بر عارفانِ وقت جُو
اُس کی سردی غنیمت ہوتی ہے — دنیا میں، وقت کے تلاش کرنیوالے عارفوں پر

در بہاراں جامہ از تن بر کُنید — تن برہنہ جانبِ گلشن روید
موسمِ بہار میں کپڑے اُتار دو — ننگے بدن، باغ کی طرف چلو

[1] دم۔ سانس، کلام۔ ابدال۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت ہے یعنی اولیاء کے انفاس بہار کا کام کرتے ہیں۔ اور دلوں میں سبزہ اُگاتے ہیں۔ انفاس نفس کی جمع سانس۔ گرد درخت یعنی بزرگوں کے انفاس سے بدبختوں کی بدبختی میں اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ وہ ان انفاس کے منکر ہو جائیں۔ باد۔ اولیاء کی بادِ بہاری اِصلاحِ عوام کا کام کر جاتی ہے اور عوام اُس سے مستفید ہوں اولیاء اُن پر جان نثار کرتے ہیں۔ جامد۔ جن کے دل پتھر کے ہو گئے ہیں اور ناقابلِ اصلاح ہیں۔

[2] ربیع۔ موسمِ بہار، خریف۔ موسمِ خزاں۔ سرمائے بہار۔ یعنی فیضی فیوض و برکات۔ باد و درختاں جس طرح موسمِ بہار کی بارش سے درخت سرسبز و شاداب ہوتے ہیں فیوضِ غیبیہ سے روح تازہ ہوتی ہے۔

[3] سرمائے او۔ یعنی فیوض و برکات وقت۔ یعنی وہ وقت جس میں غیبی واردات کا قلب پر نزول ہو۔

لیک بگریزید از بادِ خزاں
لیکن بادِ خزاں سے بچو

راویاں ایں را بظاہر بُردہ اند
روایت کرنے والوں نے اسکو ظاہری معنی پر محمول کیا

بے خبر بودند از سرِّ آں گروہ
یہ جماعت راز سے بے خبر تھی

آں خزاں نزدِ خدا نفس و ہواست
وہ خزاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفس اور خواہش کو

گر ترا عقلے ست جزوی در نہاں
اگر تجھ میں ناقص عقل ہے

جزوِ تو از کُل اُو کُلی شود
تیری ناقص (عقل) انکی کامل (عقل) سے کامل ہو جائیگی

پس بتاویل ایں بُود کاَنفاس یار
(اس حدیث کے معنی) تاویل کرنیسے یہ ہونگے کہ پاکیزہ انفاس

از حدیثِ اولیا نرم و درشت
اولیاء کی نرم اور سخت بات سے

گرم گوید سرد گوید خوش بگیر
گرم کہیں، سرد کہیں خوشی سے تسلیم کر

گرم و سردش نوبہارِ زندگی ست
اُن کا گرم و سرد (کہنا) زندگی کی نوبہار ہے

زانکہ زاں بُستانِ جانہا زندہ ست
اسلئے کہ اُن سے جانوں کا باغ تر و تازہ ہے

بر دلِ عاقل ہزاراں غم بود
عقلمند کے دل پر ہزاروں غم چھا جاتے ہیں

کاں کُند کاں کرد با باغ و رزاں
اسلئے کہ وہ وہی کریگی جو اس نے باغ اور انگور کے ساتھ کیا

ہم براں صورت قناعت کردہ اند
اور انھوں نے اسی معنی پر قناعت کرلی

کوہ را دیدہ ندیدہ کاں بکوہ
پہاڑ کو دیکھا، پہاڑ میں کان کو نہ دیکھا

عقل و جاں عینِ بہار ست و بقا
عقل اور روح عین بہار اور بقا ہے

کاملُ العقلے بجو اندر جہاں
دنیا میں مکمل عقل والا تلاش کر لے

عقلِ کُل بر نفس چوں عملے شود
کامل عقل نفس کے لئے طوق بن جائے گی

چوں بہار ست و حیاتِ برگ و تاک
(تم) بہار کیطرح ہیں اور پتوں اور انگور کی حیات ہیں

تن مپوشان انکہ دینت اَست پشت
پہلو تہی نہ کر کیونکہ وہ تیرے دین کی پشت پناہ ہیں

تا ز گرم و سرد و بہمی وز سعیر
تاکہ گرم اور سرد اور جہنم سے نجات پائے

مایۂ صدق و یقین و بندگی ست
صدق اور یقین اور بندگی کا سرمایہ ہے

زاں جواہر بحرِ دل آگندہ ست
اُن جواہر سے دل کا سمندر پُر ہے

گر زباغِ دل خلالے کم بود
اگر دل کے باغ سے ایک تنکا کم ہو جاتا ہے

رزاں: رز کی جمع، انگور، خزاں کی ہوا سے یہ چیزیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ راویاں۔ راوی کی جمع، حدیث نقل کرنے والا یعنی عام طور پر روایت کرنیوالوں نے اس حدیث کے ظاہری معنی لئے ہیں۔ سرّ۔ راز یہاں پر عالمِ غیب کی بادِ بہار اور خزاں مراد ہے۔ کان۔ معدن۔ ہوا۔ خواہش نفسانی۔ اتقا۔ تقویٰ، پرہیزگاری۔ گر ترا۔ یعنی اگر یہ مضامین غیب تیری سمجھ میں نہیں آتے تو کسی شیخ کامل کا دامن پکڑلے پھر سمجھ میں آجائینگے۔ کُل او۔ یعنی شیخ کامل کی مکمل عقل۔ عمل۔ گردن کا طوق یعنی اُس کی بیعت تجھے ہوا و حرص سے روک دے گی۔ تاویل۔ کسی عبارت کے ظاہری معنی مراد نہ لینا۔ حیات۔ زندگی۔ تاک۔ انگور۔ نرم و درشت۔ پیاری اور تلخ نصیحتیں۔ پشت۔ یعنی پشت پناہ۔ گرم و سرد گفتن۔ سخت و سست کہنا۔ گرم و سرد۔ مصائب۔ سعیر۔ جہنم۔ نوبہار۔ بارش کی ٹھنڈک اور سورج کی گرمی سبزہ و زار پیدا کرتی ہے اسی طرح شیخ کی گرم و سرد نصیحتیں ایمان کی تازگی کا سبب ہیں۔ بُستانِ جاں۔ روحانی باغ۔ بحر۔ سمندر۔ آگندہ۔ پُر۔

پُرسیدن عائشہ رضی اللہ عنہا از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا

کہ سرِّ بارانِ امروز چہ بود

کہ آج کی بارش کا کیا راز تھا؟

پس سؤالش کردہ صدیقہ رضؓ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے بچپنائی سے آپ سے سوال کیا

کائے خلاصہ ہستی و زُبدہ وجود اے ہستی کے خلاصہ اور وجود کے برگزیدہ!

ایں نو بارانہائے رحمت ہاست یا یہ رحمتوں کی بارشوں میں سے ہے، یا

ایں ازاں لُطف و بہاریات بُود یہ (بارش) مہربانی اور موسم بہار کی بارشوں میں سے تھی

گفت ایں از بہرِ تسکینِ غم ست فرمایا کہ یہ اس غم کی تسکین کے لئے ہے

گر براں آتش بماندے آدمی اگر آدمی اُس آگ میں رہتا

ایں جہانِ ویراں شدے اندر زماں یہ دنیا فوراً ویران ہو جاتی

اُستنِ ایں عالم اے جاں غفلت ست اے جان! اس عالم کا ستون غفلت ہے

ہوشیاری زاں جہان ست و چو آں ہوشیاری اُس عالم کی ہے اور جب وہ

ہوشیاری آفتاب و حرص یخ ہوشیاری سورج ہے اور حرص برف ہے

زاں جہاں اندک ترشح می رسد اس عالم سے تھوڑی سی برستی رہتی ہے

باخشوع و با ادب از جوشِ عشق محبت کے جوش سے عاجزی اور ادب کے ساتھ

حکمتِ بارانِ امروزی چہ بود آج کی بارش میں کیا حکمت تھی؟

بہرِ تہدیدات و عدلِ کبریا دھمکیوں اور خدا کے انصاف کے لئے ہے

یا ز پائیزی پُر آفات بُود یا آفتوں بھری خزاں کی بارش تھی

کز مصیبت بر نژادِ آدمؑ ست جو آدمؑ کی نسل پر مصیبت کی وجہ سے ہے

بس خرابی او فتاوے و کمی بہت خرابی اور کمی واقع ہو جاتی

حرصہا بیروں شدے از مردماں انسانوں میں سے حرص نکل جاتی

ہوشیاری ایں جہاں را آفت ست ہوشیاری اس عالم کی آفت ہے

غالب آید پست گردد ایں جہاں غالب آجائے تو یہ عالم پست ہو جاتا ہے

ہوشیاری آب ایں عالم رسخ ہوشیاری پانی ہے اور یہ عالم میل ہے

تا نہ خیزد زیں جہاں حرص و حسد تاکہ اس عالم سے حرص اور حسد ختم نہ ہو جائے

صدیقہ: سچائی، خشوع: عاجزی، خلاصہ ہستی: مخلوقات کے کمالات کا جامع، زُبدہ: مکھن، برگزیدہ: تہدید: دھمکی، عدل: انصاف، لُطف: مہربانی، بہاریات: سامان بہار، پائیزی خزانی: تسکین: ساکن کرنا، نژاد: نسل، اولاد، غم: یعنی اگر انسان کو غم سے بالکل سکون نہ ملے تو شاغل زندگی میں بہت خلل پڑ جائے۔

ایں جہان: انسان غم کی بابوسیوں میں پڑا رہتا اور غم کی وجہ سے جو خوشی ہے وہ ختم ہو جاتی اور دنیا ویران ہو جاتی۔

استن: ستون غفلت: لاپروائی، ہوشیاری: احساس، آفت: مشہور مقولہ ہے لولا الحقاء لعربت الدنیا: اگر احمق نہ ہوتے تو دنیا تباہ ہو جاتی۔ ہوشیاری: آخرت کا پورا احساس ہو جائے تو پھر دنیا بے حقیقت نظر آئے لگے ہوشیاری کا سورج حرص کے برف کو پگھلا دے اور یہ دنیا جو صیقل کیل ہے، ہوشیاری کا پانی اس کو دھو ڈالے۔

زاں جہاں: عالم آخرت سے اس دنیا میں تھوڑا تھوڑا ترشح ہوتا ہے تاکہ لوگ غفلت میں مبتلا ہو کر حرص و حسد کی بنیاد پر دنیا کا کاروبار کرتے رہیں اگر غفلت زیادہ بڑھ جائے تو ہر انسان مکر میں مبتلا ہو جائے اور دنیا سے اچھی اور بری صفات کا خاتمہ ہو جائے۔

گر ترشح بیشتر گردد ز غیب — نے ہنر ماند دریں عالم نہ عیب

اگر غیب سے یہ رسائو زیادہ بڑھ جائے — اس عالم میں نہ ہنر رہے نہ عیب

این ندارد خد سوئے آغاز رو — سوئے قصہ مرد چنگی باز رو

اس کا خاتمہ نہیں ہے شروع کی طرف چل — ساز نگی بجانے والے کے قصہ کی طرف واپس چل

بقیہ قصہ پیر چنگی و بیان مخلص آں

ساز نگی بجانے والے بوڑھے کے قصہ کا بقیہ اور اُس کا خلاصہ

مُطرِبے[1] کز وے جہاں شد پُر طرب — رُستہ ز آوازش خیالاتِ عجب

وہ گویا جس سے، عالم مستی سے بھرا ہوا تھا — اُس کی آواز سے عجیب خیالات پیدا ہوتے تھے

از نوایش مرغِ دل پراں شدے — وز صدایش ہوشِ جاں حیراں شدے

اُس کی آواز سے مرغِ دل اُچھلنے لگتا تھا — اُسکی صدا سے جان کا ہوش حیران ہو جاتا تھا

چوں بر آمد روزگارش پیر شد — بازِ جانش از عجز پشہ گیر شد

جب اُسکی عمر ڈھل گئی، اور بوڑھا ہو گیا — اُسکی جان کا باز عاجزی سے مچھر کا شکاری بنگیا

بازچہ[2] گر پیل باشد بیگماں — پشہ اش سازد ضعیف و ناتواں

باز کیا، اگر ہاتھی بھی ہو تو بلا شبہ — مچھر اُس کو کمزور اور بے طاقت بنا دے

پشت او خم گشت ہمچوں پشتِ خم — ابروان بر چشم ہمچوں پارِ دُم

اُس کی کمر مٹکے کی طرح ٹیڑھی ہو گئی — آنکھ پر ابروئیں دُمچی کی طرح ہو گئیں

گشت آوازِ لطیف و جانفزاش — ناخوش و مکروہ و زشت و دلخراش

اُس کی پاکیزہ اور جان کو بڑھانیوالی آواز — خراب اور مکروہ اور بُری اور دلخراش ہو گئی

آں نوا کہ رشکِ زُہرہ آمدہ — ہمچوں آوازِ خرِ پیرے شدہ

وہ آواز جو زُہرہ کے لئے باعثِ رشک تھی — بوڑھے گدھے کی آواز کی طرح ہو گئی

خود کدامیں خوش کہ آں ناخوش نشد — یا کدامیں سقف کاں مفرش نشد

کونسا خوش ہے جو ناخوش نہ ہوا ہو؛ — یا کونسی چھت ہے جو پامال نہ ہوئی ہو؛

غیرِ آوازِ عزیزاں در صدور — کہ بُود از عکسِ دمِ شاں نفخِ صُور[3]

(اللہ کے) پیاروں کی آواز کے علاوہ جو سینوں میں ہے — کہ صور کا پھُکنا بھی اُن کی آواز کی گونج ہے

آں دروں کیں رو نہا مست از دوست — نیستے کیں ہستہا ماں ہست از دوست

وہ باطن کہ یہ باطن اُس سے مست ہیں — وہ فانی کہ ہمارے وجود اُس سے قائم ہیں

[1] مُطرِب: اس گویئے کی آواز مستی اور عجیب خیالات پیدا کر دیتی تھی، انسانوں کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔ اور مدہوشی کا عالم چھا جاتا تھا

پیشہ گیر: مچھر کا شکار کرنیوالا

پا: مچھر کا شکار، یعنی وہ گویا انتہائی کمزور ہو گیا۔

[2] بازچہ: یعنی باز ہی نہیں ہاتھی بھی اپنی ناتوانی کے وقت مچھروں سے عاجز آجاتا ہے۔

مچھر: مکھا۔ پارِ دم: دُمچی۔

لطیف: نازک، پاکیزہ جانفزا: جان کو بڑھانیوالا۔

زشت: بُرا۔ دلخراش: دل کو چھیلنے والا

زُہرہ: ایک ستارہ کا نام ہے جس کو اہلِ نجوم گانے بجانے والی عورت کی شکل تصور کرتے ہیں اور اُس کو رقاصۂ فلک کہتے ہیں۔ خر: گدھا، گدھے کی آواز کو بدترین سمجھا گیا ہے۔ سقف: چھت۔ مفرش: پامال۔ نفخِ صور مشہور ہے ہر کمالے را زوالے۔

عزیزاں: یعنی اولیاء اللہ جو اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں۔

صدور: صدر کی جمع ہے سینہ۔

[3] نفخِ صور: دوسری مرتبہ صور پھونکنے پر مُردے زندہ ہو جائینگے۔

آں دروں: یعنی اولیاء کے باطن کی وجہ سے بہت سے باطن مست ہیں وہ فنا ہونے والے ضرور ہیں لیکن ہمارے وجود اُنکے وجود سے قائم ہیں

کہربا[1] ہائے فکرِ دہر آوازِ اُوست
اُس کی آواز زمانے کے فکر کے لئے کہربا ہے

لذّتِ اِلہام و وحی و رازِ اُوست
اِلہام اور وحی اور راز کی وہ لذت ہے

چونکہ مُطرب پیر ترگشت و ضعیف
چونکہ گویا بہت بوڑھا اور کمزور ہوگیا

شد ز بے کسبی رہینِ یک رغیف
بلا کمائی کے ایک روٹی کا مرہون منت ہوگیا

گفت عُمرو مہلتم داوی بسے
اُس نے کہا (اے خدا) تو نے مجھے عمر اور بہت مہلت دی

لُطفہا کردی خدایا با خسے
اے خدا! تو نے ایک کمینہ پر بہت انسان کیں

معصیت ورزیدہ ام ہفتاد سال
میں نے ستر سال گناہ کئے

باز نگرفتی زمن روئے نوال
تو نے مجھ سے ایک دن (بھی) عطا واپس نہ چھینی

نیست کسب امروز مہمانِ توام
کمائی نہیں ہے، اب میں تیرا مہمان ہوں

چنگ بہرِ توزنم کانِ توام
تیرے لئے سازنگی، بجاؤنگا کیونکہ تیرا غلام ہوں

چنگ را برداشت شد اللہ جوئے
سازنگی اٹھائی، اللہ (تعالیٰ) کی طلب میں روانہ ہوا

سوئے گورستانِ یثرب آہ جوئے
مدینہ کے قبرستان کی جانب آہیں بھرتا ہوا

گفت خواہم از حق ابریشم بہا
بولا اللہ (تعالیٰ) سے سازنگی (بجانیکا) انعام چاہونگا

کو بہ نیکوئی پذیرد قلب ہا
کیونکہ وہ کھوٹے سکے (بھی) اچھائی کیساتھ قبول کرتا ہے

چنگ و بسیار و گریاں سر نہاد
سازنگی بہت بجائی اور روتے ہوئے سر رکھدیا

چنگ بالیں کرد و بر گوری فتاد
سازنگی کا تکیہ بنایا اور ایک قبر پر گر پڑا

خواب بر دش مرغِ جاں از حبسِ رست
اُسکو نیند آگئی، جان کا پرندہ قید سے چھوٹ گیا

چنگ و چنگی را رہا کرد و بجست
سازنگی اور سازنگی باز کو چھوڑا اور چل دیا

گشت آزاد از تن و رنجِ جہاں
جسم سے اور دنیا کی تکلیف سے آزاد ہوا

در جہانِ سادہ و صحرائے جاں
سادہ عالم میں (یعنی) روح کے میدان میں (جا پہنچا)

جانِ اُو آنجا سرایاں ماجرا
اُس کی روح اس جگہ یہ قصہ گانے لگی

کاندریں جا گر بماندندے مرا!
کہ کاش مجھے اسی جگہ رہنے دیتے!

خوش بُدے جانم ازیں باغ و بہار
اِس باغ و بہار سے میری جان خوش ہوتی

مست ایں صحرا بغیر لالہ زار
اِس لالہ زار غیبی میدان سے مست (ہوتی)

بے پر و بے پا سفر می کردمے
میں بغیر پَر اور پیر کے سفر کرتی

بے لب و دنداں شکر میخوردمے
بغیر ہونٹ اور دانتوں کے شکر کھاتی

[1] کہربا: ایک پتھر ہے جس میں تنکوں کو لے کشش ہوتی ہے۔ لے کسبی۔ نہ کما سکنا۔ رہین۔ گروی، محتاج، مرہونِ منت۔ روئی۔ گفت۔ یعنی گویے نے خدا سے یہ دعا کی۔ خسِ تبنکا، کمینہ۔ ہفتاد۔ ستر۔ گویے کی عمر ستر سال کی تھی۔ نوال۔ بخشش۔ کسب۔ کمائی۔ کان۔ کہ آن۔ اللہ جوئے۔ جوئندۂ خدا۔ یثرب۔ مدینہ طیبہ کا پہلا نام ہے۔ ابریشم بہا۔ سازنگی بجانے کا انعام، سازنگی کے تار ریشم سے بھی بنائے جاتے تھے۔ قلب کھوٹا سکہ۔ خفتہ۔ یعنی لیٹ گیا۔ خواب۔ نیند میں اسکی روح آزاد ہوگئی۔ مرغِ جاں۔ عالمِ ارواح۔ مرا۔ یہ تمام باتیں گویے کی روح نے کہیں جن میں عالمِ روح کی کیفیات کا ذکر ہے۔

ذکر و فکرے فارغ از رنجِ دماغ
(ذہنی اُلجھن سے فارغ ہو کر ذکر اور فکر میں مشغولیت ہوتی)

کردمے با ساکنانِ چرخ لاغ
آسمان میں بسنے والوں کیساتھ خوشی مناتی

چشم بستہ عالمے می دیدمے
آنکھیں بند کر کے میں عالم کو دیکھتی

وَرد و ریحاں بے کفے میچیدمے
ہاتھ لگائے بغیر، گلاب و ریحان چنتی

مُرغِ آبی غرقِ دریائے عسل
پانی کا پرندہ، شہد کے دریا میں ڈوبا ہوا

عینِ ایوبی شراب و مغتسل
حضرت ایوب (علیہ السلام) کا چشمہ جو پینے اور نہانے کا تھا

کہ بدو ایوبؑ از پا تا بفرق
کہ جس کے ذریعہ حضرت ایوبؑ پیر سے سر کی انی تک

پاک شد از رنجہا چوں نورِ شرق
نورِ مشرق کی طرح تکلیفوں سے پاک ہوئے

گر بُود ایں چرخ دہ چندے کہ ہست
اگر یہ آسمان موجودہ حالت سے دس گنا ہو

نیست نزدِ آن جہاں جُز تنگ و پست
اُس جہاں کے مقابلہ میں تنگ اور پست کے سوا کچھ نہیں ہے

مثنوی در حجم گر بُودے چو چرخ
مثنوی (معنوی) اگر جسامت میں آسمان کیطرح ہوتی

در نگنجیدے دریں زاں نیم برخ
(یہیں اُس (عالم کے بیان) کا آدھا ٹکڑا بھی سما نا)

کاں زمین و آسمانِ بس فراخ
اُس بہت وسیع آسمان اور زمین نے

کرد از تنگی دلم را شاخ شاخ
تنگی کی وجہ سے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا ہے

دیں جہانے کاندریں خوابم نمود
اور یہ عالم جو اس نیند میں مجھے نظر آیا

از کشایش پر و بالم را کشود
اُس نے وسعت کی وجہ سے میرے بال و پر کھولدیئے ہیں

ایں جہان و راہش ار پیدا بُدے
یہ عالم اور اُس کا راستہ اگر نظر آتا

کم کسے یک لحظہ اینجا بُدے
کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی اس جگہ نہ ہوتا

اَمر می آمد کہ ہیں طامع مشو
حکم ہوتا تھا کہ خبردار، لالچی نہ بن

چوں زپایت خار بیروں شد برو
جبکہ تیرے پیر سے کانٹا نکل گیا، جا

مُہمل مُولے میز دانجا جانِ اُو
اُس کی جان اُس جگہ ٹھیرو ٹھیرو کہتی تھی

در فضائے رحمت و احسانِ اُو
اُس کے احسان اور رحمت کی فضا میں

در خواب گفتن ہاتف با عمرؓ کہ چندیں زر از بیت المال

غیبی آواز کا نیند میں حضرت عمرؓ سے کہنا کہ اس قدر روپیہ بیت المال سے

باں مَردہ کہ در گورستان خفتہ است

اُس شخص کو دے دو جو قبرستان میں سویا ہوا ہے

لاغ: خوشی و مسرت، ہنسی کھیل۔ وَرد۔ گلاب کا پھول، پھول۔ ریحاں۔ ہر خوشبودار پرورنا مثل، شہد۔ عین۔ چشمہ۔ ایوبی۔ حضرت ایوبؑ کا جسم جب گل سڑ گیا اور اُس میں کیڑے پڑ گئے تو اُن کی دعا سے خدا نے ایک چشمہ پیدا کیا اور اُن کو حکم دیا کہ اس کا پانی پیو اور اُسی سے نہاؤ چنانچہ چند روز میں اُن کا تمام جسم اچھا ہو گیا۔ شراب۔ ہر پینے کی چیز۔ مغتسل۔ نہانے کا پانی۔ فرق۔ سر کے بالوں کی مانگ۔ رنجہا۔ بیماریاں۔
مثنوی۔ یعنی یہ مثنوی جس میں عالم ارواح کی باتیں ذکر کی جا رہی ہیں۔ حجم۔ سمائی۔ برخ۔ پارہ۔ آنکھوا۔ بس۔ بہت، بکثرت۔ شاخ شاخ۔ پاش پاش، پارہ پارہ پیدا۔ ظاہر۔ بُدے۔ ہوتے۔ کم۔ یعنی نہیں۔ غار۔ یعنی غفلت۔ مُہمل۔ میم کے ضمہ کے ساتھ بمعنی باش، اتو، نازو نعمہ، دوسرے شعر میں یا زائد ہے، تکرار اصرار کے لئے ہے۔ ہاتف۔ غیبی آواز۔ بیت المال شاہی خزانہ۔

آں زماں حق بر عمرؓ خوابے گماشت
اُسوقت اللہ (تعالیٰ) نے حضرت عمرؓ پر نیند طاری کردی

تا کہ خویش[1] از خواب نتوانست داشت
یہانتک کہ نیند کی وجہ سے اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے

در عجب افتاد کیں معہود نیست
تعجب کیا کہ یہ عادت نہیں ہے

ویں ز غیب افتادہ مقصود نیست
یہ غیب سے آئی ہے بلا مقصد نہیں ہے

سر نہاد و خواب بُردش خواب دید
سر رکھا اور اُن کو نیند آگئی، خواب دیکھا

کامدش از حق ندا جانش شنید
انکو اللہ تعالیٰ کی آواز آئی جوان کی جان نے سنی

آں ندائے کاصلِ ہر بانگ و نواست
وہ آواز، جو ہر آواز اور صدا کی اصل ہے

خود ندا آنست و ایں باقی صداست
وہی آواز ہے اور یہ سب گونج ہے

ترک[2] و کرد و پارسی گو و عرب
ترک اور کرد اور فارسی بولنے والے اور عرب

فہم کردہ آں ندا بے گوش و لب
بغیر کان اور ہونٹ کے اُس آواز کو سُن سکتے ہیں

خود چہ جائے ترک و تاجیک[3] و حبش
ترک اور تاجیک اور حبشی پر منحصر نہیں ہے

فہم کرد ست ایں ندا را چوب و سنگ
اس آواز کو تو لکڑی اور پتھر نے سنا ہے

ہر دمے از وے ہمی آید الست[4]
ہر وقت اسکی جانب سے الست (کی آواز) آتی ہے

جوہر و اعراض[5] ہمی گردند مست
جس سے جوہر اور عرض مست ہو جاتے ہیں

گر نمی آید بلے زیشاں ولے
اگرچہ انکی جانب سے "بلی" نہیں نکلتا ہے لیکن

آمدن شاں از عدم باشد بلے
اُن کا عدم سے آنا "بلی" ہے

آنچہ من گفتم ز فہم چوب و سنگ
وہ جو میں نے لکڑی اور پتھر کے سمجھنے کی بات کہی ہے

در بیانش قصہ بشنو بے درنگ
اُس کے بیان میں فوری طور پر ایک قصہ سن لے

آنچہ گفتم ز اشنائی سنگ و چوب
میں نے پتھر اور لکڑی کی سمجھ بوجھ کی جو بات کہی ہے

در بیانش قصہ ہُشدار خوب
اُس کے بیان میں ایک قصہ ہے خوب غور کر

نالیدن ستون[6] حنانہ از فراق پیغمبر علیہ السلام کہ جماعت انبوہ شدند و

گفتند کہ ما روئے مبارک ترا چون کہ آں نشستہ نمی بینیم منبر ساختن و

شنیدن رسول خدا نالۂ ستون را بصریح و مکالمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بآں

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کی وجہ سے حنانہ ستون کے رونے کا قصہ جبکہ ایک مجمع جمع ہوا اور انھوں نے کہا کہ جب آپ اُس پر بیٹھتے تھے ہم آپ کا چہرۂ مبارک نہیں دیکھ پاتے اور منبر کا بنانا اور رسول خدا کا ستون کا رونا صاف سُننا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس سے گفتگو

[1] خویش۔ اپنے آپ کو۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھنا۔ ہوش۔ عادت کے خلاف۔ بے مقصود۔ بلا وجہ۔ جانش شنید۔ چونکہ وہ یہی آواز تھی۔ اصل۔ جڑ۔ نوا۔ آواز۔ ندا آنست۔ چونکہ وہ کلمہ کُن کی آواز تھی جس سے تمام کائنات وجود میں آئی ہے۔ صدا۔ گونج، آواز بازگشت۔ [2] ترک۔ ترکستان کی مشہور جنگجو قوم ہے۔ کرد۔ کُردستان کے بسنے والے پارسی گو۔ فارسی بولنے والے۔ بے گوش و لب۔ چونکہ وہ اللہ کی آواز ہے اور لب سے منزہ ہے اُس کو دل سُنتا ہے کان کی ضرورت نہیں ہے۔ [3] تاجیک۔ ایک قوم کا نام ہے — اور وہ عربی النسل جو عجم میں پیدا ہوا ہو۔ زنگ۔ حبشہ۔ [4] الست۔ یعنی "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" یہ خدا نے ازل میں روحوں کو مخاطب کر کے فرمایا جس پر روحوں نے "بلی" ہاں کہا یہ عہد الست کہلاتا ہے۔ [5] جوہر۔ وہ موجودات جو خود قائم ہیں جیسے انسان، فرشتے وغیرہ وغیرہ۔ اعراض۔ عرض کی جمع جو اپنے وجود میں دوسرے وجود کا محتاج ہو جیسے رنگ وغیرہ وغیرہ۔ آمدن۔ یعنی کائنات اگرچہ زبان سے بلی نہیں کہتی لیکن اُس کا وجود میں آنا بلی کہنے کے مترادف ہے۔ [6] آنچہ۔ یعنی میں نے یہ بات کہی کہ پتھر اور لکڑی بھی روحانی کلام کو سنتے ہیں اس سلسلہ میں استوانۂ حنانہ کا قصہ سُن لو

اُسْتُنِ حَنّانہ در ہجرِ رسُول — نالہ میزد ہمچو اربابِ عُقول

حنانہ ستون رسول کی جدائی میں — سمجھداروں کی طرح روتا تھا

درمیانِ مجلسِ وعظ آنچناں — کز وے آگاہ گشت ہم پیر و جواں

وعظ کی مجلس کے دوران اس طرح (رویا) — کہ اُس سے بوڑھے اور جوان واقف ہوگئے

در تحیّر ماند اصحابِ رسولؐ — کز چہ می نالد ستوں با عرض و طول

رسولؐ کے صحابہؓ حیرت میں پڑ گئے — کہ ستون لمبائی اور چوڑائی کیساتھ کیوں رو رہا ہے

گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستوں — گفت جانم از فراقت گشت خوں

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ستون تو کیا [illegible] — بولا کہ میری جان آپکے فراق سے خون ہوگئی ہے

از فراقِ تو مرا چوں سوخت جاں — چوں ننالم بے تو اے جانِ جہاں

چونکہ میری جان آپ کی جدائی میں جل گئی ہے — اے جانِ عالم! آپ کے بغیر میں کیوں نہ روؤں

مسندت من بودم از من تاختی — بر سرِ منبر تو مسند ساختی

میں آپ کی مسند تھا، آپ مجھ سے دور ہوگئے — اور منبر پر آپ نے مسند بنالی

پس سؤالش گفت کاے نیکو درخت — اے شدہ با سِرِّ تو ہمراز بخت

تو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے بھلے درخت! — اے وہ کہ تیرے باطن کو خوش نصیبی حاصل ہے!

گر ہمی خواہی ترا نخلے کنند — شرقی و غربی ز تو میوہ چنند

اگر تو چاہتا ہے تجھے کھجور بنادیں — مشرق اور مغرب کے لوگ تیرا میوہ چنیں

یا دراں عالم حقت سروے کند — تا تر و تازہ بمانی تا ابد

یا اُس جہاں میں اللہ (تعالیٰ) تجھے سرو بنادے — تاکہ تو ہمیشہ تر و تازہ رہے

گفت آنخواہم کہ دائم شد بقاش — بشنو اے غافل کم از چوبے مباش

بولا میں وہ چاہتا ہوں کہ جس کی بقا دائمی ہو — اے غافل سُن! تو لکڑی سے کم نہ بن

آں ستوں را دفن کردند زیر — کہ چو مردم حشر گردد یوم دیں

اُس ستون کو زمین میں دفن کردیا — جو انسانوں کی طرح قیامت میں اٹھایا جائیگا

تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند — از ہمہ کارِ جہاں بیکار ماند

تاکہ تو سمجھ جائے کہ جس کو خدا نے پکار لیا — وہ دنیا کے تمام کاموں سے بیکار ہوگیا

ہر کرا باشد ز یزداں کاروبار — یافت بارا آنجا و بیروں شد ز کار

جس کا خدا (تعالیٰ) سے کاروبار ہوتا ہے — وہ وہاں بار پاتا ہے اور (دنیا کے) کام کا نہیں رہتا

اُسْتُن: ستون۔ اربابِ عقول: عقل والے۔ تحیّر: حیرانی۔ عرض: چوڑائی۔ طول: لمبائی۔ مسند: وہ چیز جس پر ٹیک لگائی جائے۔ تاختن: بھاگنا، گریز کرنا۔ بہتر: باطن، ہمراز: ساتھی۔ ارزق: نخل: کھجور۔ چیند: چینند کا مخفف ہے۔ سرو: مشہور درخت ہے۔ بقاش: بقائے ابد۔ بشنو: یعنی لکڑی نے حیاتِ ابدی کی خواہش کی انسان کو اس سے کم سمجھدار نہ ہونا چاہیئے حشر: قبر سے اٹھایا جانا۔ یوم دین: بدلے کا دن، قیامت۔ تا بدانی: استوانۂ حنانہ کو دفن کرنا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو خدا کا ہوگیا دنیا کے دھندے سے بیکار ہوگیا۔ بار: دخل۔

وانکہ اُو را نبُود از اسرار[1] اَرداد
وہ شخص جس کو اسرار کی بخشش نہ ہو

کے کُند تصدیق اُو نالہ جماد
وہ بے جان کے رونے کی کب تصدیق کرتا ہے؟

گوید آرے نے زدل بہر وفاق
موافقت کی خاطر ہاں (زبان سے) کہدیگا نہ کہ دل سے

تا نگویندش کہ ہست اہل نفاق
تاکہ اُس کو لوگ منافق نہ کہیں

گر نبیندے واقفان امر کُن
اگر امر کُن کے واقف کار نہ ہوتے

در جہاں رُوگشتہ بودے ایں سخن
تو دنیا میں یہ بات مانی نہ جاتی

صد ہزاراں زاہل تقلید[2] و نشاں
لاکھوں مقلدوں اور نکیر کے فقیروں کو

افگندشاں یم وہمے در گماں
آدھا دہم (پورے) وہم میں مبتلا کر دیتا ہے

کہ بظن تقلید و استدلال شاں
اس لئے کہ اُنکی تقلید اور اُن کا استدلال ظن پر

قائم ست و جملہ پر و بال شاں
قائم ہے اور اُن کے سب بال پر ظنیات ہیں

شُبہ می انگیزد آں شیطان دُوں
وہ کمینہ شیطان، شُبہ پیدا کر دیتا ہے

در فتند ایں جملہ کوراں سرنگوں
جس سے یہ سب اندھے اوندھے گر جاتے ہیں

پائے استدلالیاں چوبیں بُود
(عقلی) دلائل والوں کا پیر لکڑی کا ہوتا ہے

پائے چوبیں سخت بے تمکیں بُود
(اور) لکڑی کا پیر بہت کمزور ہوتا ہے

غیر آں قطب[3] رہ نمان دیدہ ور
سوائے اُس قطب دوراں صاحب بصیرت کے

کز بُنا تش کوہ گردد خیرہ سر
کہ اُس کے جماؤ سے پہاڑ حیران ہو جاتا ہے

پائے نابینا عصا باشد عصا
اندھے کا پیر لاٹھی ہوتی ہے لاٹھی

تا نیفتد سرنگوں اُو بر حصا
تاکہ وہ کنکریوں پر سر کے بل نہ گرے

آں سوارے کُو بسیہ راشد ظفر
وہ سوار جو بہادروں کی فتح (کا باعث) ہے

اہل دل را کیست سُلطان بصر
دینداروں کیلئے کون ہے؟ فرمانروائے بصیرت ہے

باعصا کوراں اگر رہ دیدہ اند
اندھوں نے اگر لاٹھی سے راستہ تحول لیا ہے

در پناہ خلق روشن دیدہ اند
تو روشن چشم مخلوق کی پناہ میں ہیں

گر نہ بینایاں بُدندے و شہاں
اگر آنکھوں والے اور شاہ نہ ہوتے

جملہ کوراں خود بمُردندے عیاں
تمام اندھے صاف مر جاتے

نے زکوراں کشت[4] آید نے درود
اندھوں سے نہ بونا آئے نہ کاٹنا

نے عمارت نے تجارتہا و سُود
نہ تعمیر کرنا، نہ تجارت اور نہ نفع

---

[1] اسرار۔ علوم باطن۔ واراد۔ حقہ۔ جماد۔ وہ چیز جس میں حس و حرکت نہ ہو۔ آرے۔ ہاں، تصدیق کا کلمہ ہے۔ اہل نفاق۔ منافق۔ ردکنندہ۔ یعنی یہ بات کوئی تسلیم نہ کرتا۔

[2] اہل تقلید و نشاں۔ یعنی فلاسفہ۔ ظن۔ وہ علم ہے جو شک ٹالنے سے زائل ہو جاتا ہے۔ وہم۔ دل۔ یمینہ۔ کوراں۔ کور کی جمع، اندھا۔ استدلال۔ یعنی عقلی دلیل سے کام لینا۔ چوبیں۔ لکڑی کی چیز۔ تمکیں۔ کمزور۔ پائے استدلالیاں۔ اس کے بعد بعض نسخوں میں یہ شعر بھی ہے ؎

گر استدلال کا ریں بُدے
فخر رازی راز دار دیں بُدے

یعنی اگر دین کے تمام مسائل کا مدار عقل و دلائل پر ہوتا تو فخر الدین رازی دین کے سب سے بڑے رازداں ہوتے۔

[3] قطب۔ صاحب ارشاد ولی۔ دیدہ ور۔ صاحب بصیرت۔ ثبات۔ ثابت قدمی وغیرہ وغیرہ۔ حیران۔ خصا۔ لاٹھی۔ خصا۔ کنکری۔ ظفر۔ فتح، کامیابی۔ سلطان بصر۔ فرمانروائے بصیرت۔ بینایاں۔ صاحب بصیرت یعنی اولیاء اللہ۔ شہاں۔ شاہ کی جمع یعنی ولی اللہ۔ کوراں۔ یعنی عوام الناس۔

[4] کشت۔ فصل بونا۔ درود۔ فصل کاٹنا۔ عمارت۔ تعمیر یعنی جس طرح اندھے اپنی ضروریات میں دوسروں کے محتاج ہیں اسی طرح اندھے اپنی ضروریات میں دوسروں کے محتاج ہیں اسی

گر نبودے[1] رحمت و افضالِ شاں
اگر اُن کی مہربانیاں اور شفقت نہ ہوتی

در شکستے چوبِ استدلالِ شاں
اُن کے استدلال کی لاٹھی ٹوٹ جاتی

ایں عصا چہ بود قیاسات و دلیل
یہ لاٹھی کیا ہے، قیاس اور دلیل

آں عصا کہ داد شاں بینا جلیل
یہ لاٹھی ہے جو انکو (خدا) بصیر جلیل نے دی ہے

اُو عصا تاں داد تا پیش آمدید
اُس نے تمھیں لاٹھی دی تاکہ آگے بڑھو

آں عصا از خشم ہم بر وے زدید
غصہ سے وہ لاٹھی تم نے اُس پر دے ماری

چوں[2] عصا شد آلتِ جنگ و نفیر
جب لاٹھی جنگ اور جھگڑے کا ذریعہ ہوگئی

آں عصا را خورد باید شکن اے ضریر
اے اندھے اُس لاٹھی کا چورا چورا کردے

حلقۂ کوراں بچہ کار اندرید
تم اندھوں کے حلقہ میں کیوں ہو؟

دیدباں را در میانہ آورید
کسی صاحب بصیرت کو درمیان میں لاؤ

دامنِ اُو گیر کُو دادت عصا
اُس کا دامن پکڑ جس نے تجھے لاٹھی دی ہے

در نگر کادم چہا دید از عصیٰ
غور کر آدم (علیہ السلام) نے نافرمانی سے کیا کیا؟

چوں عصا شد مار و استن باخبر
لاٹھی سانپ کیسے بنی اور ستون کیسے باخبر ہوا؟

معجزہ موسیٰؑ و احمدؐ در نگر
(حضرت) موسیٰ اور (حضرت) احمد (علیہما السلام) کے معجزے پر غور کر

از عصا ماری و از استن حنیں
لاٹھی کا سانپ بن جانا اور ستون کا رونا

پنج نوبت میزنند از بہرِ دیں
دین کے لئے پانچ وقت نقارہ پیٹتے ہیں

گر نہ نامِ[3] معقول بودے ایں مزہ
اگر یہ مزہ عقل میں نہ آنے والا نہ ہوتا

کے بُدے حاجت بچندیں معجزہ
تو اس قدر معجزوں کی کب ضرورت پڑتی؟

ہر چہ معقول ست عقلت میخرد
جو عقل میں آنے والی بات ہوتی ہے تیری عقل اُسکو قبول

بے بیانِ معجزہ بے جزر و مد
بغیر معجزہ کے ظہور کے اور بغیر رد و کد کے

ایں طریق نکرنا معقول بیں
اس انوکھے اور عقل میں نہ آنیوالے طریقہ کو دیکھ

در دلِ ہر مقبلے مقبول بیں
ہر بانصیب مقبول (شخص) کے دل میں دیکھ

آں چناں کز بیمِ آدم دیو و دد
جس طرح آدمی کے ڈر سے جن اور درندے ق

در جزائر در رمیدند از حسد
حسد کی وجہ سے جزیروں میں بھاگ گئے

ہم ز بیمِ معجزاتِ انبیا
نبیوں کے معجزوں کے خوف سے بھی

سرکشیدہ منکراں زیر گیا
منکروں نے گھاس کے نیچے سر چھپا لیا

---

[1] اگر بزرگوں کی توجہ نہ ہو تو محض استدلال سے علوم معرفت حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ ایں عصا۔ اللہ تعالیٰ نے ان فلاسفہ کو قوت استدلال اسلئے دی تھی کہ انبیاء کو پہچانیں لیکن انھوں نے اُلٹا کام لیا اور ان دلائل سے انکار کا کام لینا شروع کر دیا۔

[2] چوں عصا۔ جب دلائل مقصد کے خلاف استعمال ہوں تو اُن دلائل کو ترک کر دینا چاہئے خلقہ۔ جماعت۔ دیدبان عصا بصیرت۔ یعنی شیخ کامل مفتی۔ اُس نے نافرمانی کی، حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے فتلقی آدم من ربہ کلمٰت فتاب علیہ۔ آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بھٹک گئے۔ مار۔ سانپ۔ ضریر۔ نابینا۔ گریہ و زاری۔ بہر دیں۔ معجزات کے ذریعہ دین کے غلبہ کا اظہار ہوتا ہے۔

[3] نامِ معقول۔ الٰہیات کی بحثیں محض دلائل عقلیہ سے طے نہیں ہو سکتی ہیں لامحالہ وحی پر اعتماد کرنا ضروری ہے۔ معقول یعنی جو چیز عام انسانوں کی عقل کے مطابق ہو۔ مقبول۔ قبول کی کند۔ بیان۔ اظہار۔ جزر۔ سمندر کے پانی کا سمٹنا۔ مد۔ سمندر کے پانی کا چڑھاؤ۔ نکرا۔ انوکھا۔ مقبل۔ بانصیب۔ مقبول۔ خدا رسیدہ۔ یعنی علوم اخروی کا ادراک عام عقلوں سے بالاتر ہے اُن کا ادراک کشف اور ذوق سے ہوتا ہے۔

تا بناموسِ[1] مسلمانی زیند
تاکہ مسلمانی کی عزت کے ساتھ زندہ رہیں

در تسلسُل تا ندانی کہ کیند
مکاری میں تاکہ تو یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کون ہیں

ہمچو قلّاباں برآں نقدِ تباہ
کھوٹے سکے بنانیوالوں کی طرح اُس خراب سکہ پر

نقرہ می مالند و نامِ پادشاہ
چاندی اور بادشاہ کا نام چڑھاتے ہیں

ظاہراً الفاظِ توحید و شرع
بظاہر توحید اور شریعت کے الفاظ ہیں

باطنِ آں ہمچو درناں تخمِ ضرع
باطن اُن کا ایسا ہے جیسے روئی میں ضرع کے بیج

فلسفی را زہرہ نے تا دم زند
فلسفی کی مجال نہیں کہ دم مارے

دم زند دینِ حقش برہم زند
دم مارے تو سچا دین اُس کو پخ دے

دست و پائے اُو جمادِ[2] و جانِ اُو
اُسکے ہاتھ اور پیر جماد ہیں اور اُس کی روح

ہر چہ گوید آں دو در فرمانِ اُو
جو کچھ کہتی ہے وہ دونوں اُسکے حکم میں ہیں

با زباں گرچہ کہ تہمت می نہند
زبان سے اگرچہ وہ تہمت دھرتے ہیں

دست و پا ہاشاں گواہی می دہند
اُن کے ہاتھ اور پیر گواہی دیتے ہیں

اظہارِ معجزۂ پیغمبر[3] علیہ السلام و بسخن آمدنِ سنگریزہ در دستِ ابوجہل

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معجزہ ظاہر کرنا اور سنگریزوں کا ابوجہل کے ہاتھ میں بات کرنا

و گواہی دادن بر رسالتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور گواہی دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر

سنگہا اندر کفِ بوجہل بود
سنگ ریزے ابوجہل کی مٹھی میں تھے

گفت اے احمد بگو ایں چیست زود
بولا اے احمد جلد بتا یہ کیا ہے؟

گر رسولی[4] چیست در دستم نہاں
اگر تو رسول ہے میرے ہاتھ میں کیا چھپا ہے

چوں خبر داری ز رازِ آسماں
جبکہ آسمان کے راز کا تو خبردار ہے

گفت چوں خواہی بگویم کلبحہاست
فرمایا تو کیا چاہتا ہے، میں بتاؤں کہ وہ کیا ہے؟

یا بگویند آنکہ ما حقیم و راست
یا وہ کہیں کہ ہم برحق اور سچے ہیں

گفت بوجہل آں دوم نادرست
ابوجہل نے کہا دوسری بات زیادہ انوکھی ہے

گفت آرے حق ازاں قادر تر ست
فرمایا ہاں (اللہ تعالیٰ) اس سے زیادہ پر قادر ہے

گفت شش پارہ حجر در دستِ تست
فرمایا تیرے ہاتھ میں پتھر کے چھ ٹکڑے ہیں

بشنو از ہر یک تو تسبیح درست
اور ہر ایک سے تو صحیح تسبیح سُن لے

---

[1] ناموس۔ عزت و آبرو، قاعدہ قانون۔ تسلسُل۔ ساکھ سے بنا ہے، مکر و فریب کرنا۔ زیند۔ زیستن کا مضارع ہے۔ کیند۔ کدام اند۔ قلّاب۔ کھوٹے سکے بنانے والا۔ تباہ۔ کھوٹا، خراب۔ ضرع۔ ایک زہریلی کڑوی گھاس ہے۔

[2] جماد یعنی انہیں کوئی عقل اور سمجھ نہیں ہے۔ دو۔ ہاتھ اور پیر۔ جان یعنی فلسفی یہ کہتے رہتے ہیں کہ جمادات میں شعور نہیں وہ کیسے کسی کا حکم مان سکتے ہیں اُن کے ہاتھ پیر خود اُن کے خلاف گواہی دیتے ہیں کہ اُن میں بھی شعور نہیں ہے لیکن روح کے حکم کو مانتے ہیں۔

[3] معجزہ۔ اس معجزہ کا تذکرہ حدیث کی معتبر کتابوں میں نہیں ہے۔ مولانا کا منشا یہ ہے کہ خدائے غیب کو جس طرح نباتات سنتی ہیں جسکو استوانہ حنانہ کے واقعہ نے ثابت کیا اسی طرح جمادات بھی سنتی ہیں۔ ابوجہل۔ اسلامی دور سے پہلے اُسکو ابوالحکم کہا جاتا تھا آنحضور کی انتہائی دشمنی میں جو تمام کیں اُسکی وجہ سے اسلامی دور میں اُسکو ابوجہل کہا گیا۔

[4] گر رسولی۔ جب تم آسمانوں کے راز جانتے ہو تو یہ تو بڑی معمولی چیز ہے اُسکو ضرور بتا دینا چاہیئے گفت حضورؐ نے فرمایا کہ میں بتاؤں کہ تیری مٹھی میں کیا ہے یا جو چیز مٹھی میں ہے وہ بتائے کہ میں کون ہوں۔ دوم یعنی مٹھی

از زبانِ مُشت اُو ہر پارہ سنگ — در شہادت گفتن آمد بے درنگ
اُس کی مٹھی میں ہر سنگریزے نے — فوراً (کلمۂ) شہادت پڑھنا شروع کر دیا
لا اِلٰہ[1] گفت و اِلّا اللہ گفت — گوہرِ احمد رسول اللہ سُفت
لا الٰہ کہا اور الا اللہ کہا — احمد رسول اللہ کا موتی پرو دیا
چوں شنید از سنگہا بُوجہل این — زد ز خشم آں سنگہارا بر زمیں
ابوجہل نے جب پتھروں سے یہ سُنا — غصہ سے اُن پتھروں کو زمین پر دے مارا
گفت نبوَد مثلِ تو ساحر دگر — ساحراں را سَر توئی و تاجِ سَر
بولا تجھ جیسا کوئی دوسرا جادوگر نہ ہوگا — تو ساحروں کا سردار اور سر کا تاج ہے
چوں بدید آں مُعجزہ بُوجہل تفت — گشت در خشم و بسوئے خانہ رفت
جب ابوجہل نے وہ معجزہ دیکھا، جل گیا — غصہ میں بھر گیا اور گھر کی طرف چلا گیا
رہ گرفت و رفت از پیشِ رسولؐ — اوفتاد اندر چہ آں زشتِ سفول
راستہ لیا، اور رسولؐ کے سامنے سے چلا گیا — وہ بدبخت پست فطرت کنویں میں جا گرا
مُعجزہ را دید و شد بدبخت و رفت — سوئے کفر و زندقہ شد تیز رفت
معجزہ دیکھا اور مزید بدبخت اور سخت ہو گیا — کفر اور بے دینی کی طرف تیز رَو ہو گیا
خاک بر فرقش کہ بُد کور و لعیں — چشمِ اُو ابلیس آمد خاک بیں
اُس کے سر پر خاک، کیونکہ اندھا اور ملعون تھا — اُس کی آنکھ خاک کو دیکھنے والا شیطان ثابت ہوئی
ایں سخن را نیست پایاں اے عمو — قصۂ آں پیرِ جنگی باز گو
اے چچا! اس بات کا اختتام نہیں ہے — سارنگی نواز بوڑھے کا قصہ پھر سُنا
باز گرد و حالِ مُطرب گوش دار — زانکہ عاجز گشت مُطرب ز انتظار
واپس لوٹ اور گویئے کا حال سُن — اِس لئے کہ گویا انتظار میں عاجز آ گیا

بقیۂ قصۂ پیرِ چنگی و پیغام رسانیدن باُو

حقیر بوڑھے سارنگی نواز کا بقیہ قصہ اور اُس کو پیغام پہونچانا

بانگ آمد مر عمرؓ را کاے عمرؓ — بندۂ ما را ز حاجت باز خر
عمر (رضی اللہ عنہ) کو آواز آئی، اے عمرؓ — ہمارے ایک بندہ کو ضرورت سے نجات دلا
بندۂ داریم خاص و مُحترم — سوئے گورستان تو رنجہ کُن قدم
ہمارا ایک خاص اور محترم بندہ ہے — قبرستان کی جانب جا

[1] لا الٰہ یعنی خدا کی وحدانیت کی گواہی دی، پھر آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دی۔
ساحر۔ جادوگر۔ آفت۔ تا، کے فتحہ کے ساتھ، گرم غضبناک۔ خشم۔ غصہ۔ زشت۔ بدبخت، شقی۔ بُرا۔ سفول۔ پست فطرت، کمینہ۔ زفت۔ زا کے فتحہ کے ساتھ، سخت۔ درشت۔ زندقہ۔ بے دینی۔ تیز رفت۔ تیز رفتار۔ فرق۔ سر کے بالوں کی مانگ۔ بند۔ بوز کا مخفف ہے۔

[1] خاک میں شیطان نے حضرت آدمؑ کے پُتلے کو مٹی کا خیال کیا، باطنی اوصاف کو نہ دیکھا۔ کاے۔ کرا ہے۔ باز خریدن۔ نجات دلانا، چھڑا لینا۔ محترم۔ معزز۔ قدم رنجہ کن۔ تشریف لے جایئے۔

اے عمرؓ برجہ زبیت المالِ عام
اے عمرؓ! اٹھ، عام بیت المال سے

ہفتصد دینار بر کف نہ تمام
پورے سات سو دینار ہاتھ میں لے

پیش اُو بزکائے تو مارا اختیار
اُس کے سامنے جا کہ اے ہمارے برگزیدہ!

ایں قدر پستاں کنوں معذور دار
اتنا لے لے، اب معذور سمجھ

ایں قدر از بہر ابریشم بہا
یہ مقدار، جو سارنگی کا انعام ہے

خرج کُن چوں خرج شد ایں جا بیا
خرچ کر، جب خرچ ہو جائے اس جگہ آجانا

پس عمرؓ زاں ہیبت آواز جست
تو عمرؓ (رضی اللہ عنہ) اُس آواز کی ہیبت سے اٹھ کھڑے ہوئے

تا میاں را بہر ایں خدمت بہ بست
اور اس خدمت کے لئے کمربستہ ہو گئے

سوئے گورستاں عمرؓ بنہاد رُو
عمرؓ (رضی اللہ عنہ) نے قبرستان کا رُخ کیا

در بغل ہمیاں دواں در جستجو
ہمیانی بغل میں تھی، جستجو میں دوڑ رہے تھے

گردِ گورستاں دواں شد اُولے
قبرستان کے چاروں طرف بہت دوڑے

غیرِ آں پیرِ اُو ندید آنجا کسے
اُس بوڑھے کے علاوہ کسی کو نہ دیکھا

گفت ایں نبُود دگر بارہ دوید
کہا، یہ نہ ہوگا، پھر دوڑے

ماندہ گشت و غیرِ آں پیرِ اُو ندید
تھک گئے اور اُس بوڑھے کے سوا نہ دیکھا

گفت حق فرمود ما را بندہ ایست
کہا، اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے ہمارا ایک بندہ ہے

صافی و شائستہ و فرخندہ ایست
پاک، شائستہ اور بابرکت ہے

پیرِ چنگی کے بُود خاصِ خدا
بوڑھا سارنگی نواز خدا کا خاص کب ہوگا

جبذا اے سِرِّ پنہاں جبذا
واہ واہ، اے پوشیدہ راز واہ واہ

بارِ دیگر گردِ گورستاں بگشت
پھر قبرستان کا چکر لگایا

ہمچو آں شیرِ شکاری گردِ دشت
جیسے شکاری شیر جنگل کے گرد چکر لگاتا ہے

چوں یقیں گشتش کہ غیرِ پیر نیست
جب انکو یقین ہو گیا کہ بوڑھے کے علاوہ کوئی نہیں ہے

گفت در ظلمت دلِ روشن بسے ست
بولے، بہت سے روشن دل اندھیرے میں ہوتے ہیں

آمد و با صد ادب آنجا نشست
آئے، اور بہت ادب سے وہاں بیٹھے

بر عمرؓ عطسہ فتاد و پیر جست
عمرؓ (رضی اللہ عنہ) کو چھینک آئی اور بوڑھا اٹھ بیٹھا

مر عمرؓ را دید و ماند اندر شگفت
عمرؓ (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا اور حیران ہو گیا

عزمِ رفتن کرد و لرزیدن گرفت
چل دینے کا ارادہ کیا اور کانپنے لگا

لے بیت المال۔ شاہی خزانہ جو عوام کے لئے ہوتا ہے۔ برجہ۔ جو امر ہو جیسے کا کو دنا بمعنی زیادہ ہے۔ تمام۔ مکمل۔ تبر۔ بُردن کا امر ہے۔ اختیار۔ برگزیدہ۔ ابریشم بہا۔ سارنگی بجانے کا انعام۔ میاں۔ بستن۔ کمر کسنا، کسی کام کے لئے تیار ہو جانا۔ ہمیاں۔ نقد کی تھیلی۔ صافی۔ پاک۔ شائستہ۔ لائق، مہذب۔ فرخندہ۔ مبارک۔ جبذا۔ تعریف کا کلمہ ہے 'واہ واہ' سبحان اللہ۔

سے چوں۔ تلاش کے بعد کوئی سارنگی نواز کے علاوہ نہ ملا تو سمجھے وہی چھپا ہوا بزرگ ہے۔ آنجا یعنی بوڑھے کے پاس۔ عطسہ۔ چھینک۔ جست۔ وہ سویا ہوا تھا چھینک کی آواز سے اٹھ بیٹھا۔ شگفت۔ حیرت۔ تعجب۔ لرزیدن۔ کانپنا، لرزنا۔

گفت در باطن خدایا از تو داد
دل میں بولا اے خدا تیری دُہائی ہے

مُحتسب بر پیرِ کے چنگی فتاد
ناچیز سازنگی نواز پر مُحتسب آپڑا

چوں نظر اندر رخِ آں پیر کرد
جب اُس بوڑھے کے چہرے پر نظر کی

دید اُورا شرمسار و روئے زرد
اُس کو شرمندہ اور زرد رُو دیکھا

پس عُمرؓ گفتش مترس از من مرم
عُمر (رضی اللہ عنہ) نے اُس سے کہا خوف نہ کر مجھ سے بھاگ

کِت بشارتہائے حق آوردہ ام
کیونکہ میں تو تیرے لئے خدا کی جانب سے خوشخبریاں لایا ہوں

چند یزداں مدحتِ خوئے تو کرد
اللہ (تعالیٰ) نے تیری خصلت کی اتنی تعریف کی

تا عُمرؓ را عاشقِ رُوئے تو کرد
کہ عمرؓ کو تیرے چہرے کا عاشق بنا دیا

پیشِ من بنشیں و مہجوری مساز
میرے سامنے بیٹھ، اور جدائی نہ کر

تا بگوشت گویم از اقبال راز
تاکہ تیرے کان میں تیری اقبالمندی کا راز کہوں

حق سلامت میکند می پُرسدت
اللہ (تعالیٰ) نے تجھے سلام کہا ہے اور تجھے دریافت کیا ہے

چونی از رنج و غمانِ بے حدت
کہ بے حد غموں اور تکلیفوں میں تیرا کیا حال ہے؟

نک قُراضہ چند ابریشم بہا
یہ ہے کچھ تھوڑا سا سازنگی بجانے کا انعام!

خرج کُن ایں را و بازایں جا بیا
اس کو خرچ کر اور پھر اس جگہ آجانا

پیر لرزاں گشت چوں ایں را شنید
جب یہ سُنا تو بوڑھا کانپ گیا

دست می خائید و بر خود می طپید
ہاتھ کاٹتا تھا اور تڑپتا تھا

بانگ می زد کائے خدائے بے نظیر
چلاتا تھا کہ اے بے مثال خدا!

بسکہ از شرم آب شد بیچارہ پیر
بیچارہ بوڑھا شرم سے پانی پانی ہو گیا

چوں بسے بگریست و زحد رفت درد
جب بہت رویا اور درد حد سے بڑھ گیا

چنگ را زد بر زمیں و خُرد کرد
سازنگی کو زمین پر دے مارا اور ریزہ ریزہ کر ڈالا

گفت اے بودہ حجابم از آلہ
بولا اے (سازنگی) تو ہی خدا سے میرا پردہ تھی

اے مرا تو راہزن از شاہراہ
اے سازنگی تو ہی میرے لئے شاہراہ سے راہزن تھی

اے بخوردہ خونِ من ہفتاد سال
اے (سازنگی) تو نے ہی ستر سال میرا خون پیا

اے زتو ریمِ سیہ پیشِ کمال
اے (سازنگی) تیری وجہ سے میرا اعمالِ کمال کے سامنے کالا ہے

اے خدائے با عطائے باوفا
اے خدا تو کہ عطا والا اور باوفا ہے

رحم کُن بر عمرِ رفتہ در جفا
اُس زندگی پر رحم کر دے جو ظلم میں بسر ہوئی

بانگ۔ دل۔ داد۔ فریاد و دہائی۔
مُحتسب۔ اسلامی دور میں ایک شخص مقرر کیا جاتا تھا جو لوگوں کی نگرانی رکھتا تھا اور بدکاروں کو سزا دیتا تھا۔ مرم۔ رسیدن سے نہی کا صیغہ ہے، نہ بھاگ۔ کِت۔ کہ ترا۔ کہ برائے تو۔ بشارت۔ خوشخبری۔ چند۔ اسقدر۔ مدحت۔ تعریف۔ خوئے۔ خصلت، عادت۔ مہجوری۔ جدائی۔ اقبال۔ خوش نصیبی، سلامت میکند۔ ترا سلام می کند۔ می پُرسدت۔ ترا می پرسد۔ چونی۔ چگونہ ہستی۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے، اب۔ قُراضہ۔ ریزگاری، کُرن۔ ابریشم بہا۔ سازنگی بجانے کا انعام۔ خائیدن۔ چبانا۔ بر خود طپیدن۔ لوٹنا، مضطرب ہو جانا۔ آب شدن۔ پسینہ میں ڈوب جانا، شرمسار ہونا۔ خُرد کرد۔ ریزہ ریزہ کر دیا۔ حجاب۔ پردہ، رکاوٹ۔ راہزن۔ ڈاکو۔ شاہراہ۔ آباد راستہ۔ کمال۔ اہلِ کمال۔ جفا۔ ظلم۔

دادِ حق عمرے کہ ہر روزے ازاں
اللہ تعالیٰ نے جو عمر دی ہے اسکے ہر دن کی قیمت

کس نداند قیمتِ آں در جہاں
اسکی قیمت دنیا میں کوئی نہیں جانتا ہے

خرج کردم عمرِ خود را دمبدم
میں نے اپنی عمر کا لمحہ لمحہ خرچ کر دیا

در دمیدم جملہ را در زیر و بم
اور زیر و بم میں سب کو پھونک دیا

آہ کز یادِ رہ و پردہ عراق
افسوس! رہ اور پردۂ عراق کی یاد میں

رفت از یادم دمِ تلخِ فراق
میں موت کے تلخ وقت کو بھول گیا

وائے کز تریِ زیرافگندِ خرد
ہائے! ناچیز زیر افگند خرد کی تری سے

خشک شد کشتِ دلِ من دل بمرد
میرے دل کی کھیتی خشک ہو گئی میرا دل مُردہ ہو گیا

وائے کز آوازِ ایں بست و چہار
ہائے! اِس چوبیس کی آواز کی وجہ سے

کاروان بگذشت بیگہ شد نہار
قافلہ چلا گیا، دن بے وقت ہو گیا

اے خدا فریاد ازیں فریاد خواہ
اے خدا! اِسی فریادی سے، فریاد ہے

دادخواہم نے ز کس زیں دادخواہ
انصاف چاہتا ہوں اور کسی سے نہیں اِسی داد خواہ سے

دادِ خود را چوں ندادم در جہاں
چونکہ میں نے خود اپنے آپ کو اِس جہان میں انصاف نہ دیا

عمر شد ہفتاد سال از من جہاں
میری ستر سال کی عمر بیکار گزر گئی

دادِ خود از کس نیابم جز مگر
اپنا انصاف کسی سے نہ حاصل کر سکوں گا سوائے

زانکہ اُو از من بمن نزدیک تر
اُس کے جو خود میری ذات سے زیادہ مجھ سے قریب ہے

کیں منی از وے رسد دم دم مرا
اسلئے کہ یہ ہستی لمحہ بہ لمحہ مجھے اُس سے مل رہی ہے

پس دُرا بینم چو ایں شد گم مرا
جب یہ مجھ سے گم ہو گئی ہے تو میں اسکو دیکھ کر

ہمچو آنکو با تو باشد زرِ شمر
جیسے وہ شخص جو تجھے روپے گن کر دے رہا ہو

سوئے اُو داری نہ سوئے خود نظر
تو اُس کی طرف دیکھتا ہے نہ کہ اپنی جانب

ہمچنیں در گریہ و در نالہ اُو
اسی طرح رو رو کر اور چلا چلا کر

می شمرد بر جرمِ چندیں سالہ اُو
وہ اپنے سالہا سال کے گناہ گن رہا تھا

گردانیدن عمر رضی اللہ عنہ نظر اُو از مقامِ گریہ
حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا اُس کو مقامِ گریہ سے جو کہ ہستی
کہ ہستی ست بمقامِ استغراق
ہے مقامِ استغراق کی طرف پھیر دینا

سلوٰۃ یعنی خدا نے جو عمر عطا کی ہے اسکے دنوں کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا اور انسان انکو ضائع کرتا ہے۔ زیر و بم۔ موسیقی میں آوازوں کے نام ہیں۔ زیر ہلکا سُر۔ بم بھاری سُر۔ رہ۔ راہ کا مخفف ہے۔ موسیقی میں سُر چھیڑنے کو کہتے ہیں۔ پردۂ عراق۔ ایک راگ کا نام ہے۔ دمِ تلخِ فراق۔ موت کا کڑوا وقت۔ تریِ۔ رونق۔ ادا کو ضرورتِ شعری کی وجہ سے مشدد کر دیا ہے۔ زیر افگندۂ خرد۔ موسیقی کے مشہور چوبیس راگوں میں سے ایک راگ کا نام ہے۔ بست و چہار۔ یعنی چوبیس راگنیاں بے گر۔ بے وقت۔ نہار۔ دن۔

اے خدا۔ یعنی میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے اے خدا! میں تیری مجھ سے داد و فریاد چاہتا ہوں۔ دادِ خود۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے گناہ اور کفر سے خود انسان اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ نزدیک تر۔ قرآن پاک میں فرمایا ہے ہم انسان سے اسکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

کیں منی۔ خودی، ہستی، صوفیاء کے نزدیک تجدد امثال ہے یعنی انسان کا ہر آن ایک وجود فنا ہوتا ہے اور اللہ کی جانب سے اسی آن میں اس جیسا دوسرا وجود عطا ہوتا ہے۔ گم۔ یعنی جب اپنی ہستی کو فنا کر دونگا تو دیدارِ حق سے مشرف ہونگا۔ مقامِ گریہ۔ جب انسان اپنے گناہوں کا احساس کر کے روتا

پس عمرؓ گفتش کہ ایں زاریِ تو
حضرت عمرؓ (رضی اللہ عنہ) نے اس سے فرمایا کہ یہ تیرا رونا

ہست ہم آثارِ ہُشیاریِ تو
بھی تیرے ہوش کی علامت ہے

بعد ازاں اُو را ازاں حالت براند[1]
اسکے بعد اُس کو اُس حالت سے ہٹا یا

زاعتذارش سوئے اِستغراق خواند
اُس کو عذر خواہی سے اِستغراق کی طرف بُلا یا

ہست ہُشیاری زیادِ ماضیٰ
گذشتہ کی یاد سے ہوشیاری پیدا ہوتی ہے

ماضی و مستقبلت پردہ خدا
تیرا ماضی اور مستقبل خدا سے پردہ ہے

آتشے برزن بہر دُو تا بکے
دونوں کو جلادے ، کب تک

پُرگرہ باشی ازیں ہر دُو چو نے
تو ان دونوں سے نَے کی طرح پُرگرہ رہے گا

تا گرہ بائے بُوَد ہمراز نیست
جب تک بانسری میں گرہ ہے ہمراز نہیں ہے

ہمنشینِ آں لَبَ و آواز نیست
اِس لَب اور آواز کی ساتھی نہیں ہے

چوں بطوفِ خود بطوفی مُرتدی
جبتک تو خودی کے گرد کیساتھ طواف کرتا ہو مُرتد ہو

چوں بخانہ آمدی ہم باخودی
جب تو خانہ (کعبہ) میں آیا تب بھی خودی میں رہے

اے[2] خبر بات از خبر دہ بے خبر
اے (مخاطب) تیری خبریں خبر دینے والے کے غیر متعلق ہیں

توبۂ تو از گناہِ توبتر
تیری توبہ، تیرے گناہ سے بدتر ہے

راہِ فانی گشتہ راہِ دیگرست
فنا شدہ کا راستہ دوسرا ہی راستہ ہے

زانکہ ہُشیاری گناہِ دیگرست
اِس لئے کہ ہُشیاری ایک دوسرا گناہ ہے

اے تو از حالِ گذشتہ توبہ جُو
اے تو کہ گذشتہ حالت سے توبہ کرنیوالا ہے

کے کُنی توبہ ازیں توبہ بگو
بتا اِس توبہ سے کب توبہ کرے گا؟

گاہ بانگِ زیر را قبلہ کُنی
کبھی تو نرم آواز کو قبلہ بناتا ہے

گاہ گریہ زار را قبلہ زنی
کبھی پھوٹ پھوٹ کر رونے کا بوسہ لیتا ہے

چونکہ[3] فاروق آئینۂ اَسرارِ شد
چونکہ (عمر) فاروقؓ اَسرار کا آئینہ ہو گئے

جانِ پیر از اندروں بیدار شد
بوڑھے کی جان باطن سے بیدار ہو گئی

ہمچو جاں بے گریہ و بے خندہ شد
اور (جو) روح کیطرح گریہ اور خندہ سے آزاد ہو گیا

جانش رفت و جانِ دیگر زندہ شد
اُسکی (ایک) جان چلی گئی دوسری جان زندہ ہو گئی

حیرتے آمد درونش آں زماں
اُسکے باطن میں اُسوقت ایک حیرت پیدا ہوئی

کہ بروں شد از زمین و آسماں
جس سے وہ زمین اور آسمان سے باہر ہو گیا

---

[1] براند یعنی مقامِ مستی سے مقامِ استغراق میں پہنچادیا۔ ہست۔ گذشتہ واقعات کی یاد خودی ہے، گذشتہ اور آئندہ کی فکر خدا سے حجاب ہے۔ آتشے۔ گذشتہ اور آئندہ کی یاد کو نرسل کی گرہوں سے تعبیر کیا ہے جو حجاب ہیں، بانسری کی جب گرہیں فنا کردی جاتی ہیں تب وہ بجانیوالے کی ہمراز بنتی ہے۔ چوں۔ خودی کے ساتھ طوافِ کعبہ شرک ہے

[2] اے۔ جو اپنے ماضی اور مستقبل کی فکر میں ہے وہ واقعات پیدا کرنیوالے سے غافل ہے۔ ایسے شخص کی اپنے واقعات سے توبہ، گناہ سے بدتر ہے۔ فانی۔ مقامِ فنا میں انسان سب کچھ فراموش کر دیتا ہے۔ نے تو جبیں خودی باقی ہے اور اس حالت میں توبہ کرتا ہے اسکو اس توبہ سے توبہ کرنی چاہیئے۔ گاہ۔ گویئے کو خطاب ہے تو کبھی نغمہ میں مشغول تھا اب گریہ و زاری کی خودی میں مشغول ہے۔

[3] چونکہ۔ حضرت عمرؓ کے روح انور سے اسرارِ الٰہی نمایاں تھے انکو دیکھ کر بوڑھے کی روح بیدار ہو گئی، ہمچو۔ اب وہ مجسم روح تھا، روحِ گریہ اور خندہ سے منزہ ہے۔ باب۔ بوڑھے کی روح حیوانی فنا ہو چکی تھی اور اسکو روحِ مجرد حاصل ہو گئی تھی حیرت۔ یہ ایک کیفیت ہے جو

جستجوئے ماورائے جستجو
جستجو کے علاوہ ایک جستجو تھی،

جستجوئے از ورائے حال و قال
ایک جستجو (کے ساتھ) جو حال و قال سے ماورا تھی

غرقہ نے کہ خلاصی باشدش
وہ مستغرق نہیں کہ جس کو چھٹکارا حاصل ہو

عقل جزو از کل گویا نیستے
جو وہی عقل (عقلِ) کل کے بارے میں بتا سکتی

چوں تقاضا بر تقاضا می رسد
چونکہ تقاضہ پر تقاضہ ہو رہا ہے

چونکہ قصہ حالِ پیر اینجا رسید
جبکہ بوڑھے کے حال کا معاملہ یہاں تک پہنچا

پیر دامن را ز گفت و گو فشاند
بوڑھے نے گفتگو سے دامن جھاڑا

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن
اس عیش و عشرت کے حاصل کرنے کیلئے

در شکارِ ہیئتِ جاں باز باش
روح کی جھاڑی کے شکار میں باز بن جا

جاں فشاں افتاد خورشیدِ بلند
اونچا آفتاب جان چھڑکنے والا واقع ہوا ہے

در وجودِ آدمی جان و رواں
انسان کے جسم میں جان اور روح

ہر زماں از غیب لَو نَو می رسد
غیب سے ہر وقت نئی نئی پہنچتی رہتی ہے

جانفشاں اے آفتابِ معنوی
اے روحانی سورج! جانفشانی کر

من نمیدانم تو میدانی بگوی
میں نہیں جانتا، تو جانتا ہے تو بتا

غرقہ گشتہ در جمالِ ذوالجلال
وہ ذوالجلال کے جمال میں مستغرق ہو گیا

یا بجز دریا کسے بشناسدش
یا دریا کے علاوہ اس کو کوئی پہچان سکے

گر تقاضا بر تقاضا نیستے
اگر تقاضہ پر تقاضہ نہ ہوتا

موجِ آں دریا بدینجا می رسد
اس دریا کی موج اس جگہ تک پہنچتی ہے

پیر و جانش روئے در دریا کشد
بوڑھا اور اس کی جان دریا میں ڈوب گئی

نیم گفتہ در دہانِ او بماند
آدھی بات کہی (آدھی) اسکے منہ میں رہ گئی

صد ہزاراں جاں بشاید باختن
لاکھوں جانیں قربان کر دینی چاہئیں

ہمچو خورشیدِ جہاں جاں باز باش
دنیا کے سورج کی طرح جانباز بن جا

ہر دمے تی می شود پُر می کنند
ہر سانس میں خالی ہوتا ہے اور وہ بھر دیتے ہیں

میرسد از غیب چوں آبِ رواں
جاری پانی کی طرح غیب سے پہنچتی رہتی ہے

وز جہانِ تن بروں شوئی رسد
اور دنیا سے پرے (کی آواز) آتی رہتی ہے

مر جہانِ کہنہ را بنما نوی
پرانی دنیا کو تو نئی (دنیا) بنا دے

---

۱ من: یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی اسکی جستجو کسبی نہ تھی بلکہ انجذابی تھی جس کی کیفیت واضح نہیں کیجا سکتی زوالجلال۔ اللہ تعالیٰ خلاصی، نجات۔ دریا یعنی دریائے وحدت۔ عقل جزو انسانِ عارف۔ کل یعنی ذاتِ حق گویا بولنے والا۔

۲ چوں یعنی جو کچھ ذاتِ باری کے متعلق کہا گیا ہے تقاضہائے نفسی کی بنا پر کہا گیا ہے۔ اینجا یعنی مقامِ حیرت دامن فشاندن ترک کر دینا۔ نیم گفتہ۔ آدھی بات عیش و عشرت یعنی جو جان دیکر بوڑھے کو حاصل ہو جائے۔ ہیئتِ جاں۔ عالمِ روح۔ باز مشہور شکاری پرندہ ہے۔ جانباز۔ سورج اپنی روشنی ہر وقت دوسروں پر نچھاور کرتا رہتا ہے۔

۳ جاں فشاں جان کو صرف کر دینے والا۔ تی۔ تہی کا مخفف ہے خالی۔ پُر می کنند۔ عالمِ غیب سے انکو روشنی عطا ہوتی رہتی ہے۔ آبِ رواں دریا کی سطح جو آپ کو نظر آتی ہے ہر آن اسمیں سے سامنے کا پانی گذرتا رہتا ہے اور نیا پانی اس کی جگہ لیتا رہتا ہے یہی حال صوفیا کے نزدیک روحِ انسانی کا ہے۔ وز جہانِ تن بروں شو۔ جسم کی دنیا سے نکل جا۔ غیبی آواز آتی ہے۔ آفتابِ معنوی۔ روحانی سورج یعنی شیخ کامل۔ نوی۔ نیا۔

تفسیرِ دعا آں دو فرشتہ کہ ہر روز بر سرِ بازار منادی کنند کہ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ کُلَّ مُنْفِقٍ خَلَفًا وَّکُلَّ مُمْسِکٍ تَلَفًا وبیان آنکہ مُنفِق مجاہدِ راہِ حق ست نہ مُسرِف راہ ہوا

ان دو فرشتوں کی دعا کی تفسیر جو کہ ہر روز بر سر بازار اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ ہر خرچ کرنیوالوں کو اچھا بدل اور ہر بخیل کو تباہی عطا فرما اور اس کا بیان کہ خرچ کرنے والا اللہ کے راستہ کا مجاہد ہے نہ کہ عیاشی میں اڑانے والا

گفت پیغمبر کہ دائم[1] بہر پند — دو فرشتہ خوش منادی می کنند

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ نصیحت کیلئے ہمیشہ — دو فرشتے عمدہ منادی کرتے ہیں

کاے خدایا مُمسکاں را در جہاں — تو مدہ الّا زیاں اندر زیاں

کہ اے خدا! دنیا میں بخیلوں کو — تو نہ عطا فرما مگر تباہی در تباہی

اے خدایا مُنفقاں را دِہ خلف — اے خدایا مُمسکاں را دِہ تلف

اے خدا! خرچ کرنیوالوں کو اچھا بدلہ دے — اے خدا! بخیلوں کو تباہ کر دے

مُنفق و مُمسک محل بیں بہ بُود — چوں محل باشد مؤثر می شود

موقع دیکھکر خرچ کرنیوالے اور نہ خرچ کرنیوالے اچھے — جب موقع ہوتا ہے تو اثر کرتا ہے

اے بسا اِمساک[2] کز انفاق بہ — مالِ حق را جز بامرِ حق مَدِہ

اے (مخاطب) بہت سی جگہوں خرچ نہ کرنا خرچ کرنے سے بہتر ہے — اللہ کے مال کو اللہ کے حکم کے بغیر خرچ نہ کر

تا عوض یابی تو گنجِ بیکراں — تا نباشی از عِدادِ کافراں

تاکہ تو لاتعداد خزانہ بدلے میں پائے ق — تاکہ تو کافروں کی شمار میں نہ آئے

کاشتراں قرباں ہمی کردند تا — چہرہ گردد تیغِ شاں بر مصطفیٰ

جو کہ اونٹوں کی قربانی کرتے تھے تاکہ — انکی تلوار مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر غالب آجائے

امرِ حق را باز داں از واصلے — امرِ حق را در نیابد ہر دلے

اللہ (تعالیٰ) کا حکم کسی پہنچے ہوئے سے معلوم کرلے — ہر دل خدا کے حکم کو معلوم نہیں کر سکتا

چوں غلامے باغیِ کو عدل کرد — مالِ شہ بر باغیاں او بذل کرد

جس باغی غلام کی طرح جس نے انصاف کیا — اس نے بادشاہ کا مال باغیوں پر خرچ کرڈالا

طُرفہ تر کانرا ہمی پنداشت عدل — کز سخاوت کردہ ام ایثار و بذل

زیادہ عجیب یہ ہے کہ اسنے اسکو انصاف سمجھا — کہ میں سخاوت کی وجہ سے فائدہ رسانی کی اور خرچ کیا

---

[1] دائم۔ ہمیشہ۔ پند۔ نصیحت۔ منادی۔ پکارنیوالا۔ مُمسک۔ بخیل۔ زیاں۔ تباہی، نقصان۔ مُنفق۔ خرچ کرنے والا۔ خلف۔ قائم مقام۔ مُنفق و مُمسک۔ یعنی موقع پر خرچ کرنے والا اور بے موقع نہ خرچ کرنے والا بہتر ہوتا ہے۔

[2] اِمساک۔ روکنا، بخل کرنا۔ اِنفاق۔ خرچ کرنا۔ بیکراں۔ لامحدود۔ عِداد۔ شمار۔ چیرہ۔ غالب۔ واصل۔ یعنی واصل بحق۔ عَدل۔ انصاف۔ بذل۔ خرچ کرنا۔ طُرفہ۔ عجیب۔ ایثار۔ کسی فائدہ کے معاملہ میں اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دینا۔

بندہ پندارد کہ اُو خود عدل کرد
غلام سمجھتا ہے کہ اُس نے انصاف کیا

مالِ شہ را بر مساکیں بذل کرد
بادشاہ کا مال مسکینوں پر خرچ کیا

عدلِ ایں باغی و دادش پیشِ شاہ
بادشاہ کے روبرو اس باغی کا انصاف اور عطا

چہ فزاید دوری و روئے سیاہ
کیا بڑھائے گا؟ دوری اور سیاہ روئی

در نبی[1] اِنذارِ اہلِ غفلت ست
قرآن میں غافلوں کے لئے دھمکی ہے

کاینہمہ اِنفاقہا شاں حسرت ست
کہ انکی یہ خرچ کی چیزیں حسرت (کا سبب) ہیں

قربانی کردن سرداران عرب بامیدِ قبول افتادن

عرب کے سرداروں کا قبولیت کی امید پر قربانی کرنا

سروران مکّہ در حربِ رسول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑائی میں مکہ کے سرداروں کی

بود شاں قرباں بامیدِ قبول
قربانی قبولیت کی امید پر تھی

بہرِ ایں مومن ہمی گوید ز بیم
اسی سبب سے، مومن خوف سے کہتا ہے

در نماز اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ
نماز میں (اے خدا) سیدھے راستہ کی رہنمائی کر

آں درم دادن سخی[2] را لائق ست
روپیہ خرچ کرنا، سخی کے لئے مناسب ہے

جاں سپردن خود سخائے عاشق ست
عاشق کی سخاوت، جان سپرد کر دینا ہے

ناں دہی از بہرِ حق نانت دہند
اگر تو خدا کیلئے روٹی دیگا، تجھے روٹی دینگے

جاں دہی از بہرِ حق جانت دہند
تو خدا کے لئے جان دیگا، تو تجھے جان دینگے

گر بریزد برگہائے ایں چنار
اگر اس چنار کے پتے جھڑ جائیں

برگِ بے برگیش بخشد کردگار
خدا اُس کی بے سامانی کو سامان سے بدل دیتا ہے

گر کماند[3] از جود در دستِ تو مال
اگر سخاوت کیوجہ سے تیرے ہاتھ میں مال نہ رہا

کے کُند فضلِ الٰہت پائمال
تو خدا کی مہربانی تجھے برباد کب کریگی؟

ہر کہ کارد گردد انبارش تہی
جو بوتا ہے اُس کا ڈھیر خالی ہو جاتا ہے

لیکش اندر مزرعہ باشد بہی
لیکن اُس کی کھیتی میں خوبی ہوتی ہے

وانکہ در انبار ماند و صرفہ کرد
اور جس نے ڈھیر میں رہنے دیا اور بخل کیا

آنچش دموش حوادثہاش خورد
اُس کو حوادث کے گھُن اور چوہے نے کھایا

ایں جہاں نفی ست در اثبات جُو
یہ جہاں عدم ہے، وجود میں (مقصد) تلاش کی

صورتت صفرست در معنات جُو
تیرا جسم صفر ہے، معنی میں (مقصد) ڈھونڈ

---

[1] نبی۔ نون کے ضمہ باکے کسرہ اور یائے مجہول کے ساتھ فارسی لفظ ہے بمعنی قرآن مجید۔ انذار۔ ڈرانا۔ حسرت یعنی یہی فضول خرچی باعث حسرت اور افسوس بنے گی۔ سرور۔ سردار۔ حرب۔ جنگ۔ قربان۔ قربانی۔

[2] سخی یعنی سخی کا کام اللہ (تعالیٰ) کے دربار میں مال و دولت پیش کرنا ہے اور عاشق کا کام جان پیش کرنا ہے۔

[3] نان۔ روٹی خیرات کرنے سے رزق کی فراخی ہوگی جان قربان کرنے سے ابدی زندگی ملے گی۔ چنار۔ درخت پت جھڑ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو پتے دیتے ہیں تم جان قربان کروگے تو اللہ جان عطا فرمادینگے۔

[4] گر نماند۔ اللہ کی راہ میں اگر مال خرچ ہوگا تو اللہ کا فضل کبھی ذلیل نہ ہونے دیگا۔ ہر کہ۔ خدا کی راہ میں دینا ایسا ہے جیسے غلہ بونا فی الحال تو اُس سے ڈھیر میں کمی آئے گی لیکن انجام میں کئی گنا حاصل ہوگا۔ وانکہ۔ اگر کوئی تخم ریزی نہ کریگا اور غلہ کو جمع رکھے گا وہ بجائے بڑھنے کے تباہ ہو جائیگا۔ نفی۔ نابود، معدوم۔ صفر۔ خالی۔ ممنات۔ معنی تو

جانِ[1] شور و تلخ پیشِ تیغ بُر
کھاری اور کڑوی جان کو تلوار کے سامنے کر دے

جان چوں دریائے شیریں را بخر
میٹھے دریا جیسی جان خرید لے

ور نمی تانی شدن زیں آستاں
اگر تو اِس آستانہ سے نہیں جا سکتا ہے

گوش کُن بارے زمن ما ہیں داستاں
تو ذرا یہ قصہ مجھ سے سُن لے

قصّۂ آں خلیفہ کہ در کرم از حاتمِ طائی گذشتہ بود

اُس خلیفہ کا قصہ جو سخاوت میں حاتم طائی سے بڑھا ہوا تھا

یک خلیفہ بود در ایّامِ پیش
پہلے زمانہ میں ایک خلیفہ تھا

کردہ حاتم را گدائے جودِ خویش
جس نے حاتم کو بھی اپنی بخشش کا فقیر بنایا تھا

رایتِ[2] اکرام وجُود افراشتہ
جس نے اکرام اور سخاوت کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا

فقر و حاجت از جہاں برداشتہ
افلاس اور احتیاج کو دنیا سے اُٹھا دیا تھا

بحر و کاں از بخششش صاف آمدہ
سمندر اور کانیں اُس کی بخشش کی وجہ سے

دادِ او از قاف تا قاف آمدہ
اُس کی بخشش قاف سے قاف تک تھی

در جہانِ خاک آب و آب بُود
خاکدان (دنیا) میں آب اور پانی تھا

منظرِ بخشائشِ وہّاب[3] بُود
وہ وہّاب (اللہ تعالیٰ) کی بخشش کا منظر تھا

از عطایش بحر و کاں در زلزلہ
اُس کی عطا سے سمندر اور کانیں ہلچل میں تھیں

سوئے جودش قافلہ در قافلہ
اُس کی عطا کی طرف (انسانوں کے) قافلے در قافلے تھے

قبلۂ حاجت در و دروازہ اش
اُس کا در اور دروازہ حاجتوں کا قبلہ تھا

رفتہ در عالم بجود آوازہ اش
سخاوت میں اُس کا شہرہ عالم میں تھا

ہم عجم ہم روم ہم ترک و عرب
عجم بھی روم بھی ترک اور عرب بھی

ماندہ از جُود و سخایش در عجب
اُس کی بخشش اور عطا سے تعجب میں تھے

آبِ حیواں بُود دریائے کرم
وہ آبِ حیات اور دریائے کرم تھا

زندہ گشتہ ہم عرب زو ہم عجم
اُسکی وجہ سے عرب اور عجم میں بھی جان پڑ گئی تھی

اندر ایّامِ چنیں سلطانِ داد
اُس جیسے داد و دہش کے بادشاہ کے زمانہ میں

بشنو اکنوں داستانے باکشاد
اب خوشی سے ایک قصہ سُن

قصّۂ اعرابی درویش و ماجرا کردن زن با او از فقر و درویشی

ایک فقیر بدو کا قصہ اور اُس کی بیوی کا اُس سے جھگڑا کرنا فقر و افلاس کے بارے میں

---

[1] جانِ شور یعنی عارضی زندگی کی بجائے حیاتِ ابدی حاصل کر لے تا کہ۔ توانی کا مخفف، تو استن، سکنا۔ خلیفہ۔ قائم مقام، بادشاہ کو۔ رسول کا نائب سمجھا جاتا تھا اسلئے اُس کو خلیفہ کہا جاتا تھا۔ حاتم بنو طے قبیلہ کے مشہور سخی سردار کا نام ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قبل وفات پا گیا تھا اُسکے صاحبزادے عدی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے۔

[2] رایت۔ جھنڈا۔ بحر۔ سمندر۔ کان۔ معدن۔ صاف آمدہ۔ یعنی اُسنے سمندر کے موتی اور کانوں کا سارا چاندی سونا صرف کر ڈالا تھا اور سمندر موتیوں سے اور کانیں چاندی سونے سے خالی ہو گئی تھیں قاف۔ ایک پہاڑ ہے جسکے بارے میں یہ تخیل تھا کہ وہ دنیا کے چاروں طرف گھوما ہوا ہے لہٰذا قاف تا قاف کے معنی سارے عالم کے لئے جاتے تھے۔ جہانِ خاک۔ دنیا۔

[3] وہّاب۔ بہت زیادہ دینے والا یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ قبلہ و کعبہ یعنی مرکزِ توجہات۔ قبلۂ حاجت۔ وہ شخص جس کی طرف لوگ ضروریات میں متوجہ ہوں۔ آبِ حیواں۔ کوئی چشمہ ہے جس کا پانی پینے سے ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ ایّام۔ زمانہ۔ داستان۔ قصہ۔ کشاد۔ فرحت، خوشی۔

یک شب اَعرابی زنے مر شوئے را — گفت و از حد بُرد گفت و گوئے را

ایک رات، بدو عورت نے، شوہر سے — کہا، اور گفتگو حد سے بڑھا دی

کیں ہمہ فقر و جفا ہا می کشیم — جملہ عالم در خوشی ما ناخوشیم

کہ ہم یہ سب محتاجی اور سختیاں جھیلتے ہیں — ساری دنیا خوش ہے اور ہم ناخوش ہیں

نانِ ماں نے، ناں خورش ما در دو رشک — کوزہ ماں نے آبِ ماں در دیدہ اشک

ہمارے لئے روٹی نہیں ہے، ہمارا سالن درد و رشک ہے — ہمارے پاس پیالہ نہیں ہے، ہمارا پانی آنکھ کے آنسو ہیں

جامۂ ما روز تاب آفتاب — شب نہالین و لحاف از ماہتاب

ہمارا لباس دن میں سورج کی دھوپ ہے — رات میں ہمارا بچھونا اور لحاف، چاندنی ہے

قرصِ مہ را قرصِ ناں پنداشتہ — دست سوئے آسماں برداشتہ

ہم نے چاند کی ٹکیا کو روٹی کی ٹکیا سمجھا ہے — اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں

روز شب از روزی اندیشیِ ما — شب ز روزی اندیشیِ ما

روزی کی فکر میں ہمارا دن، رات ہے — ہماری فقیروں کیلئے (باعث) وحشت ہے

برمثالِ سامری از مردماں — خویش و بیگانہ شدہ از ما رماں

جیسا کہ سامری انسانوں سے — اپنا اور پرایا ہم سے گریزاں ہے

مر مرا گوید خمش کُن مرگ و جسک — گر بخواہم از کسے یکمشت نسک

(تو وہ) مجھ سے کہتا ہے کہ چپ ہو جا، غم کھائے جا اور مر جا — اگر میں کسی سے ایک مٹھی مسور مانگوں

در عرب ما ہیچ خط اندر خطا — مر عرب را فخر غزو و سنت و عطا

عرب میں ہم ایسے ہیں جیسے خط میں حرف غلط — عرب کیلئے خصوصاً جنگ اور بخشش (موجب) فخر ہے

یا بشمشیر عدم سرگشتہ ایم — چہ غزا ما بے غذا خود کشتہ ایم

یا موت کی تلوار سے پریشان ہیں — کہاں کی جنگ، ہم بغیر غذا کے مُردہ ہیں

چہ دوا ما در دو غم را مفرشیم — چہ خطا ما بے خطا در آتشیم

کیسی دوا؟ ہم تو درد و غم سے پامال ہیں — کیسی خطا، ہم بلا قصور کے، آگ میں ہیں

مر مگس را در ہوا رگ می زنیم — چہ عطا ما بر گدائی مے تنیم

ہوا میں مکھی کے نشتر مارتے ہیں — کیسی بخشش، ہم بھیک مانگنے پر آمادہ ہیں

شب نخسپد دلق اُو را بر کنم — گر کسے مہماں رسد گر من منم

رات کو سوئے تو اُس کی گدڑی اُتار لوں — اگر کوئی مہمان پہنچ جائے اگر میں ہوں

---

۱ اعرابی زنے بدوی عورت۔ شوئے شوہر۔ ماں سارا۔ ناں خورش سالن۔ رشک حسد۔ قرص ٹکیا۔ دست۔ یعنی ہم نے جو آسمان کیطرف دعا کیلئے ہاتھ اٹھا رکھے ہیں، گویا چاند کو روٹی کی ٹکیا سمجھ رکھا ہے۔ نسک۔ یعنی ہم اس قدر مفلس ہیں کہ ہمارے اس افلاس سے فقیر بھی شرما جاتے ہیں، روزی کی فکر میں ہمارا دن بھی شب تاریک ہے۔

۲ رماں اسم حالیہ ہے۔ رمیدن سے یعنی بھاگنا سامری وہ شخص جس نے حضرت موسیٰؑ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کو گئوسالہ پرستی میں لگا دیا تھا پھر حضرت موسیٰؑ کی اُس کو بددعا لگی تو اُس کا یہ حال ہو گیا کہ اگر اُس کو کوئی چھوئے تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا اسلئے وہ لوگوں سے بچا پھرتا تھا۔ نسک۔ نون کا فتحہ اور سین کا سکون، مسور۔ خمش۔ خاموش ہو جا۔ کُن مرگ۔ مر جا۔ جسک۔ رنج و بلا یعنی جسک بکُن۔

۳ غزو۔ جنگ، جہاد۔ خط اندر۔ اندر خط۔ خطا۔ یعنی غلط حرف۔ سرگشتہ۔ حیران، پریشان، آوارہ۔ فرشی، پامال۔ گدائی۔ بھکاری پن۔ مگس یعنی تاکہ اُس سے روزی حاصل کریں۔ من منم۔ یعنی میں اپنی اصلیت پر آجاؤں۔ دلق۔ گدڑی۔

زیں نمط[1] زیں ماجرا و گفتگو
اِس طور پر یہ قصہ اور گفتگو

بُرد از حدِّ عبارت پیشِ شو
بیان سے بڑھی ہوئی شوہر سے کرتی

کز عنا و فقر ما گشتیم خوار
کہ مشقت اور افلاس سے ہم ذلیل ہو گئے ہیں

سوختیم از اضطراب و اضطرار
پریشانی اور مجبوری سے ہم جل گئے ہیں

تا بکے ما ایں چنیں خواری کشیم
ہم کب تک اِس طرح کی ذلت برداشت کریں؟

غرقہ اندر بحرِ ژرفِ آتشیم
آگ کے گہرے سمندر میں ہم غرق ہیں

تا کہ ار روزے در آید میہماں
اگر کسی روز اچانک کوئی مہمان آجائے

شرمسار یہا بُریم از وے بجاں
ہمیں انتہائی شرمندگی اُٹھانی پڑے

لیک مہماں گر در آید بے ثبوت
لیکن اگر کوئی مہمان بلا تحقیق آجائے

دانکہ کفشِ مہماں سازیم قوت
سمجھے کہ ہم مہمان کا جوتہ بیچ کھائیں گے

مغرور[2] شدن مریدان محتاج و تشبیہ مُدّعیانِ مُزوِّر

ضرورت مند مریدوں کا دھوکا کھانا اور بناوٹی مُدّعیوں سے شب میں

وایشانرا شیخ و اصلِ پنداشتن و نقد را از

پڑنا اور اُن کو پہنچا ہوا بزرگ سمجھنا اور کھرے کو نقل سے

نقل ندانستن و نیافتن

نہ پہچاننا اور نہ پانا

بہرِ ایں گفتند دانایاں لفن
اِسی لئے فن کے سمجھداروں نے کہا ہے

میہمانِ محسناں باید شدن
محسنوں کا مہمان بننا چاہیئے

تو مرید و میہمانِ آں کسی
تو ایسے شخص کا مہمان اور مرید ہے

کو ستاند حاصلت را از خسی
جو تیری کمائی کمینہ پن سے وصول کرلے

نیست چیرہ[3] چوں ترا چیرہ کند
وہ قابو پانیوالا نہیں ہے کہ تجھے قابو پانیوالا بنائے

نور ندہد مر ترا تیرہ کند
روشنی نہ دے گا، تجھے تاریک بنا دیگا

چوں دُرا نورے نہ بُد اندر دلش
جبکہ اُس کے باطن میں نور نہیں ہے

نور کے یابند از وے دیگراں
تو اُس سے دوسرے کب روشنی حاصل کرسکتے ہیں

ہمچو اعمش کو کند دارو ئے چشم
اُس چندھے کی طرح جو آنکھ کا علاج کرے

چہ کشد در چشم ہا الّا کہ یشم
آنکھوں میں سوائے (سنگ) یشم کے اور کیا لگائیگا؟

---

[1] نمط۔ طور، طریقہ، شیوہ۔
شو ہر۔ عنا۔ رنج و مشقت۔
غرقہ۔ ڈوبا ہوا۔ ژرف۔ گہرا۔
بے ثبوت۔ یعنی ہماری حقیقت معلوم کئے بغیر۔ سازیم قوت۔ یعنی ہم اسکے جوتے بیچ کھائیں۔

[2] مغرور۔ دھوکہ میں مبتلا۔ مُدّعی بزرگی کا جھوٹا دعویدار۔ مزوّر۔ دھوکے باز۔ شیخ واصل۔ وہ بزرگ جو اللہ تعالیٰ تک پہنچا ہوا ہو۔ نقل۔ نقل بمکر۔ محسناں۔ بخشش کرنیوالے۔ حاصلت۔ تیری کمائی۔ خسی۔ کمینہ پن۔

[3] چیرہ۔ غالب یعنی خلاف پر قابو پانے والا۔ تیرہ۔ تاریک۔ نبُد۔ نہ بود۔ اعمش۔ چندھا، جس کی آنکھیں مریض ہوں، پانی بہتا ہو۔ یشم۔ ایک پتھر ہے۔ بعض نسخوں میں یشم بمعنی اون ہے۔

حالِ ما این ست در فقر و عَنا[1]
افلاس اور مشقت میں ہمارا یہ حال ہے

ہیچ مہمانے مبا مغرورِ ما
کوئی مہمان ہم سے دھوکا نہ کھائے

قحطِ دہ سال ار ندیدی در صُوَر[2]
اگر تو نے مجسم دس سال قحط نہ دیکھا ہو

چشمہا بکشا و اندر ما نگر
تو آنکھیں کھول اور ہمیں دیکھ لے

ظاہرِ ما چوں درونِ مُدَّعی
ہمارا ظاہر مدعی کے باطن کی طرح ہے

در دلش ظلمت زبانش شعشعی
اُسکے دل میں تاریکی ہے اور اُسکی زبان بجلی کی تیزی دکھاتی ہے

از خدا نے بُوئے اُو را نے اثر
اُس میں خدا کی نہ بُو ہے نہ اثر

دعوتش افزوں ز شیثؑ و بوالبشرؑ[3]
اُسکی دعوت شیثؑ اور ابوالبشرؑ سے بڑھی ہوئی ہے

دیو ننمودہ وُرا ہم نقشِ خویش
شیطان نے (بھی) اسکو اپنی صورت نہیں دکھائی

اُو ہمی گوید ز ابدالیم بیش
وہ یہ کہتا ہے کہ میں ابدال سے بھی بڑھا ہوا ہوں

حرفِ درویشاں بدُزدیدہ بسے
درویشوں کی بہت سی باتیں چُرالی ہیں

ناگماں آید کہ ہست اُو خود کسے
تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ بھی کچھ ہے

خُردہ گیرد در سخن بر بایزیدؒ[4]
باتوں میں (حضرت) بایزیدؒ کی عیب گیری کرتا ہے

ننگ دارد از درونِ اُو یزید
اُس کے باطن سے یزید کو (بھی) شرم آتی ہے

ہر کہ داند مر وُرا چوں بایزیدؒ
جو اُس کو (حضرت) بایزیدؒ کی طرح سمجھتا ہے

روزِ محشر گردد و بایزید
قیامت کے دن اُس کا حشر یزید کے ساتھ ہوگا

بے نوا از نان و خوانِ آسماں
آسمان کی روٹی اور خوان سے بے سرسامان ہے

پیشِ اُو نِنداخت حق یک اُستخواں
اللہ (تعالیٰ) نے اُسکے سامنے ایک ہڈی (بھی) نہیں ڈالی ہے

اُو ندا کردہ کہ خواں بنہادہ ام
اُس نے مُنادی کی ہے کہ میں نے دسترخوان بچھا لیا ہے

نائبِ حقم خلیفہ زادہ ام
میں اللہ (تعالیٰ) کا نائب اور خلیفہ زادہ ہوں

اَلصَّلا سادہ دلانِ ہیچ ہیچ
اے ہیچ در ہیچ احمقو! صلائے عام ہے

ناخورید از خوانِ جودم ہیچ ہیچ
میری بخشش کے خوان سے کھاؤ حالانکہ ہیچ در ہیچ ہو

سالہا بر وعدۂ فرداکساں
کل کے وعدہ پر لوگ سالوں

گردِ آں در گشتہ فردا نارساں
اُس دروازہ کے گرد پھر کھاتے رہے اور کل آنیوالی نہیں ہے

دیر باید تا کہ سرِّ آدمی
کافی وقت چاہیئے کہ انسان کا بھید

آشکارا گردد از بیش و کمی
کمی اور بیشی میں واضح ہو

---

[1] عَنا: رنج و مشقت۔ مبا: مباد کا مخفف ہے۔

[2] در صُوَر: یعنی صورتوں میں مجسم۔ شعشعی: روشن، چمکدار۔

[3] شیثؑ: حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے جو نبی تھے۔ بوالبشرؑ: انسانوں کے باپ یعنی آدم علیہ السلام۔

[4] دیو: شیطان۔ ابدال: اولیاء کی ایک جماعت ہے۔ خُردہ: عیب۔ ننگ: ذلت، شرم۔ یزید: ابن معاویہ جس کے دورِ حکومت میں حضرت حسینؓ شہید ہوئے۔

[5] بایزید: بسطامی مشہور بزرگ ہیں۔ نان و خوانِ آسمان: غیبی اور روحانی غذائیں۔ اُستخواں: یعنی معمولی غذا۔ اَلصَّلا: کھانا کھانے کیلئے پکارنا۔ سادہ دلاں: بیوقوف لوگ۔ ہیچ در ہیچ: یہ مولانا کا قول ہے۔ فردا: یعنی کل کا وعدہ۔ سرّ: راز، باطنی حالت۔

زیرِ دیوارِ بدن گنجیست[1] یا — خانۂ مورست و مار و اژدہا
جسم کی دیوار کے نیچے خزانہ ہے یا — چیونٹی اور سانپ اور اژدہے کا بھٹ ہے

چونکہ پیدا گشت کو چیزے نبود — عمرِ طالب رفتہ آگاہی چہ سود
جب معلوم ہوا کہ وہ کچھ نہ تھا — تو مرید کی عمر گذر گئی اب معلوم ہونے سے کیا فائدہ

در بیانِ آنکہ نادر افتد کہ مریدے در مُدّعی مزوّر اعتقاد

اس بات کا بیان کہ کم ہوتا ہے کہ کوئی مرید جھوٹے مدعی کا سچائی سے معتقد

بصدق بندد کہ اُو کیست و بدیں اعتقاد بمقامے برسد کہ
ہو جائے کہ وہ کچھ ہے اور اس اعتقاد کے ذریعہ وہ ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ

شیخش بخواب ندیدہ باشد و آب و آتش اُورا گزند نہ کُند و
اُس کے پیر نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہو اور پانی اور آگ اسکو نقصان نہ پہنچائے اور

شیخش را گزند کُند و لیکن نادر[2] نادر باشد
اُس کے پیر کو نقصان پہنچادے لیکن نادر تو نادر ہی ہوتا ہے

لیک نادر طالبے آید کز فروغ — در حقِ اُو نافع آید آں دروغ
لیکن نادر ہے کہ مرید کو روشنی کیوجہ سے — اُس کے حق میں وہ جھوٹ مفید ہو جائے

اُو بقصدِ نیک خود جائے رسد — گرچہ جاں پنداشت آں آں مدّ[3] سبد
وہ اپنے نیک ارادہ کیوجہ سے ایک مقام تک پہنچ جاتا ہے — اگرچہ جس کو اُس نے جان جانا تھا جسم ثابت ہوا

مزوّرا رُومی نماید حالہا — کہ ندید آں ہیچ شیخش سالہا
اُس کے لئے ایسے احوال رونما ہوتے ہیں — کہ اُس کے ناچیز پیر نے سالوں (بھی) نہیں دیکھے

چوں تحرّی در دلِ شب قبلہ را — قبلہ[4] نے واں نمازِ اُو رَوا
جیسا کہ آدھی رات میں قبلہ کی تحقیق کرنا — اُدھر قبلہ نہیں ہے (لیکن) اسکی نماز درست ہو گئی

مُدّعی را قحطِ جاں اندر سرست — لیک ما را قحطِ نان بر ظاہرست
مُدّعی کے باطن میں روح کا قحط ہے — لیکن ہمارے ظاہر پر روٹی کا قحط ہے

ما چرا چوں مُدّعی پنہاں کنیم — بہرِ ناموسِ مزوّر جاں کنیم
مُدّعی کی طرح ہم کیوں چھپائیں — جھوٹی آبرو کے لئے جان دیں

صبر فرمودن اعرابی زنِ خود را و فضیلتِ صبر گفتن

بدو کا اپنی بیوی کو صبر کا حکم دینا اور صبر کی فضیلت بیان کرنا

[1] گنجیست یعنی معارفِ الٰہیہ کا خزانہ۔ مور۔ چیونٹی۔ مار۔ سانپ یعنی بُرے اخلاق۔
پیدا۔ ظاہر۔ طالب۔ مُرید۔
[2] نادر۔ کمیاب۔ فروغ۔ روشنی۔ گرچہ۔ یعنی مُرید نے پیر کو مجسم روح سمجھا وہ جسم محض نکلا۔ تحرّی۔ صحیح بات کی جستجو کرنا۔ دلِ شب۔ آدھی رات۔
[3] رَوا۔ درست یعنی قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں اگر اٹکل سے نماز پڑھی اور وہ قبلہ رُو نہ تھا تب بھی نماز درست ہو جائیگی۔
مُدّعی۔ بناوٹی پیر یعنی بناوٹی پیر کی طرح ہمیں اپنے افلاس کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہے اور جھوٹی آبرو کے لئے جان کھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔

شوئے گفتش چند جوئی دخل و کشت
شوہر نے اس سے کہا تو آمدنی اور پیداوار کی کتنک جستجو کرتی ہے

خود چہ ماند از عمر افزوں تر گذشت
خود زندگی کتنی رہی ہے زیادہ تو گذر گئی ہے

عاقل اندر بیش و نقصان نگرد
سمجھدار کمی بیشی کو نہیں دیکھتا ہے

زانکہ ہر دو ہمچو سیلے بگذرد
اس لئے کہ دونوں بہاؤ کی طرح گذر جاتے ہیں

خواہ صاف و خواہ سیل تیرہ رو
خواہ صاف ہو یا بہاؤ کی گدلی رَو ہو

چوں نمی پاید دمے از وے مگو
جبکہ وہ ٹھیرنے والی نہیں ہے اسکا کچھ ذکر نہ کر

اندریں عالم ہزاراں جانور
اس دنیا میں ہزاروں جاندار

میز بد خوش عیش بے زیر و زبر
بغیر کسی تردد کے آرام سے جی رہے ہیں

شکر می گوید خدا را فاختہ
فاختہ، اللہ (تعالیٰ) کا شکر ادا کرتی ہے

برز رخت و برگ شب ناساختہ
درخت پر حالانکہ اسنے رات کا کچھ سامان نہیں کیا ہے

حمد می گوید خدا را عندلیب[۱]
بلبل، خدا کی تعریف کرتی ہے

کا عتماد رزق بر تست اے مجیب
کہ اے قبول کرنیوالے! رزق کا تجھ پر بھروسہ ہے

باز دست شاہ را کردہ نوید
باز نے بادشاہ کے ہاتھ کو دعوت نامہ بنا کر

از ہمہ مردار بریدہ امید
تمام مرداروں سے امید منقطع کر لی

ہمچنیں از پشہ گیری تا بہ پیل
اسی طرح مچھر سے لے کر ہاتھی تک

شد عیال اللہ و حق نعم المعیل
سب اللہ (تعالیٰ) کا کنبہ ہیں اور اللہ تعالیٰ بہترین پرورش کرنیوالا ہے

ایں[۲] ہمہ غمہا کہ اندر سینہ ہاست
یہ سب غم جو سینوں میں ہیں

از غبار و گرد بادِ بود ماست
ہماری ہستی کے غبار اور بگولے ہیں

ایں غمانِ نیخ کن چوں دامِ ماست
یہ جڑ کھودنے والے غم ہمارے لئے درانتی کیطرح ہیں

ایں چنیں شد و اینچنان و سوا ایں ماست
اسطرح ہو گیا، اُسطرح ہو گیا، ہمارے وسوسے ہیں

دانکہ ہر رنجے ز مُردن پارہ ایست
سمجھ لے کہ ہر غم موت کا ایک ٹکڑا ہے

جزوِ مرگ از خود براں گر چارہ ایست
اگر کوئی تدبیر ہے تو موت کے حصہ کو اپنے سے دفع کر دے

چوں ز جزوِ مرگ نتوانی گریخت
جب تو موت کے حصہ سے نہیں بھاگ سکتا ہے

دانکہ گلشن بر سرت خواہند ریخت
سمجھ لے کہ اُسکے گل کو تجھ پر طاری کر دیگے

جزوِ مرگ ار گشت شیریں مر ترا
اگر موت کا جزو تیرے لئے میٹھا ہو گیا ہے

دانکہ شیریں میکند کُل را خدا
سمجھ لے کہ خدا کُل کو میٹھا کر دے گا

---

[۱] دخل۔ آمدنی۔ کشت۔ کھیتی، پیداوار۔ بگذرد۔ دنیا میں نہ راحت کو بقاء ہے نہ رنج کو۔ خوش عیش۔ آرام کی زندگی۔ زیر و زبر۔ فکر و تردد۔ برگ شب۔ رات کا سامان۔

[۲] عندلیب۔ بلبل، ہزار داستاں۔ مجیب۔ دعا کو قبول کرنیوالا یعنی اللہ تعالیٰ۔ باز۔ باز کو ہاتھ پر بٹھایا جاتا ہے۔ نوید۔ دعوت نامہ، خوشخبری۔ مردار۔ باز کی اصل خوراک مُردوں کی ہڈیاں ہیں۔ پشہ۔ مچھر۔ پیل۔ ہاتھی۔ عیال۔ وہ لوگ جن کے اخراجات ذمہ ہوں۔ مُعیل۔ عیال کو پالنے والا۔

[۳] ایں یعنی یہ غم ہماری موہوم ہستی کے اثرات ہیں۔ غمان۔ غم کی جمع ہے۔ داس۔ کھیتی وغیرہ کاٹنے کی درانتی۔ فانکہ۔ رنج و غم موت کے اجزاء ہیں اور موت سے مفر نہیں ہے تو ان سے بھی مفر نہیں ہے۔
قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں
کل یعنی موت۔

دردہا از مرگ می آید رسول[1]
درد، موت کے قاصد ہیں

از رسولش زود مگرداں اے فضول
اے بیوقوف! قاصد سے منہ نہ موڑ

ہر کہ او تن را پرستد جاں ببرد
جو شخص تن پروری کرتا ہے جان بچا سکیگا

ہر کہ او تن را پرستد جاں نبرد
جو شخص تن پروری کرتا ہے وہ جان نہیں بچا سکیگا

آنکہ فربہ تر مر او را می کشند
جو زیادہ موٹی ہوتی ہے اسکو ذبح کرتے ہیں

گوسفنداں را ز صحرا می کشند
بکری کو جنگل سے لاتے ہیں

چند گیری ایں فسانہ را ز سر[2]
تو اس قصہ کو کب تک دہرائے گی؟

شب گذشت و صبح آمد اے قمر
اے چاند! رات گذر گئی اور صبح ہوگئی

زر طلب گشتی خود اول زر بدی
تو زر کی طلبگار بن گئی پہلے تو خود زر تھی

تو جواں بودی و قانع تر بدی
تو جوان تھی تو زیادہ صابر تھی

وقتِ میوہ پختنت فاسد شدی
میوہ پکنے کے وقت تو سڑ گئی

زر بدی پر میوہ چوں کاسد شدی
تو میوے سے بھری انگور کی بیل تھی کیوں خراب ہوگئی

چوں[3] رسن تاباں نہ واپس تر رود
نہ کہ بٹی ہوئی رسی کی طرح بل اترنے لگے

میوہ ات باید کہ شیریں تر شود
چاہیئے تھا کہ تیرا میوہ اور زیادہ میٹھا ہوتا

تا بر آید کارہا بر مصلحت
تاکہ مصلحت کے مطابق کام چلیں

جفت مائی جفت باید ہم صفت
تو میرا جوڑا ہے جوڑے کو یکساں ہونا چاہیئے

درد[2] و جفتِ کفش و موزہ در نگر
جوتے اور موزے دونوں کے جوڑے کو دیکھ

جفت باید بر مثالِ ہمدگر
جوڑے کو ایک دوسرے کی طرح ہونا چاہیئے

ہر دو[2] جفتش کار ناید مر ترا
تو پورا جوڑا ہی تیرے کام میں نہیں آتا

گر یکے کفش از دو[2] تنگ آید بپا
دونوں میں سے اگر ایک جوتہ پیر میں تنگ

جفتِ شیر بیشہ دیدی ہیچ گرگ
تو نے دیکھا ہے کہ جنگل کے شیر کا جوڑا بھیڑیا ہو

جفت در یک خرد و آں دیگر بزرگ
جوڑے میں سے ایک پاؤں میں چھوٹا اور دوسرا بڑا

آں یکے خالی و آں پر مال مال
کہ انہیں سے ایک خالی ہو اور دوسرا مال سے بھرا ہوا

راست ناید بر شتر جفت جوال
بوروں کا جوڑا اونٹ پر ٹھیک نہیں ہو سکتا

تو چرا سوئے شناعت می روی
تو برائی کی طرف کیوں جاتی ہے؟

من روم سوئے قناعت دل قوی
میں جرأت سے قناعت کی طرف جاتا ہوں

[1] رسول قاصد پیغامبر۔ ہر کہ جو مصائب جھیلنے کا عادی نہیں ہے موت کے وقت اس کو بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

گوسفند۔ بکری، یعنی موٹی بکری کی موت جلد آتی ہے۔ اے قمر۔ چاند کہہ کر بیوی کو خطاب کیا ہے۔

[2] از سر گرفتن۔ تکرار کرنا۔ قانع۔ صابر۔ زر بدی یعنی استغفار کی وجہ سے تو خود بمنزلہ سونے کے تھی۔ زر۔ انگور، انگور کی بیل۔ کاسد۔ کھوٹا۔ فاسد۔ خراب۔

[3] چوں رسن۔ جس رسی کو اُلٹا بل دیا جائے چھوڑنے سے فوراً اس کے بل اتر جاتے ہیں۔ جفت۔ جوڑا، نر مادہ۔ گر یکے۔ ایک موزہ یا جوتہ اگر پیر میں تنگ ہو تو دوسرا بھی بیکار ہے۔ بیشہ۔ جھاڑی گرگ۔ بھیڑیا یعنی شیر اور بھیڑیئے سے جوڑا نہیں بنتا ہے۔ راست۔ ٹھیک۔ جوال۔ گون، تھیلا۔ قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ شناعت۔ برائی

مرد قانع از سر اخلاص و سوز[1] — زین نسق می گفت با زن تا بروز

صابر مرد مخلص اور دل اسوزی سے — دن نکلنے تک اسی طرح پر بیوی سے کہتا رہا

نصیحت کردن زن شوہر را کہ سخن افزوں از قدم

بیوی کا شوہر کو نصیحت کرنا کہ اپنی بساط اور مقام سے بڑھ کر

و مقام خود مگو کہ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ، کہ

بات نہ کر کیونکہ (فرمایا گیا ہے) جو تم نہیں کرتے ہو وہ کہتے کیوں ہو اس

ایں سخنہا اگرچہ راست ست اما مقام توکل ترا

لئے کہ یہ باتیں اگرچہ سچی ہیں لیکن تجھے توکل کا مقام حاصل

نیست و ایں سخن گفتن فوق مقام و معاملۂ خود

نہیں ہے اور یہ بات کہنا مقام اور معاملے سے بڑھ کر تیرے نقصان کا

ترا زیان[2] دارد و کبر مقتاً عند اللہ باشد

باعث ہے اور "اللہ کے نزدیک بڑی موجب غضب ہے" کا مصداق ہوگی

زن بروز دُبانگ کانے موس کیش — **من فسون تو نخواہم خورد بیش**

عورت اس پر چیخی کہ اے عزت کے شیدائی! — اب میں زیادہ تیرے فریب میں نہ آؤں گی

ترّہات از دعوی و دعوت مگو — **رَو سخن از کبر و از نخوت مگو**

دعوے اور دعوت کی بکواس نہ کر — جا، تکبر اور غرور کی بات نہ کر

چند حرف طمطراق و کار و بار — **کار و حال خود ببین و شرم دار**

دنیاداری اور کروفر کی باتیں کب تک؟ — اپنا کام اور حال دیکھ اور شرم کر

نخوت و دعوی و کبر و ترّہات — **دُور کُن از دل کہ تا یابی نجات**

تکبر اور دعوی اور غرور اور بکواس — دل سے نکال دے تاکہ تو نجات پائے

کبر زشت و از گدایان زشت تر — **رَوزِ سرد و برف و انگہ جامہ تر**[3]

تکبر برا ہے اور مفلسوں سے اور زیادہ برا — ٹھنڈا دن اور برف اور پھر کپڑے بھیگے ہوئے

چند آخر دعوی و بادِ بروت — **اے ترا خانہ چو بیت العنکبوت**

دعوی اور مونچھوں کا تاؤ کب تک؟ — اے وہ کہ تیرا گھر مکڑی کے جالے کی طرح ہے

از قناعت کے تو جاں افروختی — **از قناعتہا تو نام آموختی**

تو نے قناعت سے کب روح روشن کی ہے؟ — تو نے قناعتوں کا نام سیکھ لیا ہے

---

[1] سوز یعنی سوز دل۔ فقط قرآن پاک میں ہے کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی موجب عذاب ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔

[2] زیاں۔ نقصان، ناموس۔ عزت، کمیش، طریقہ، فسوں۔ مکر و فریب۔ ترّہات، جھوٹی بناوٹی باتیں۔ طمطراق۔ شان و شوکت۔ نخوت، تکبر۔ زشت، برا

[3] روز سرد۔ یعنی مفلسی اور محتاجی اور پھر غرور ایسا ہے جیسے جاڑے کا زمانہ، پھر برف باری اور کپڑے بھی گیلے ہوں، یعنی مصیبت بالائے مصیبت ہے۔

بادِ بروت۔ مونچھ کی ہوا یعنی تکبر۔ بیت العنکبوت، مکڑی کا جالا، جو کمزوری میں ضرب المثل ہے۔

گفت[1] پیغمبر قناعت چیست گنج — گنج را تو وا نمیدانی ز رنج

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قناعت کیا ہی؟ خزانہ ہے — تو رنج اور گنج میں فرق نہیں سمجھتا ہے

ایں قناعت نیست جز گنج رواں — تو مزن لاف اے غم و رنج رواں

یہ قناعت تو گنج رواں ہی ہے — اے چلتے پھرتے رنج و غم تو ڈینگیں نہ مار

تو مخوانم جفت و کمتر زن بغل[2] — جفت انصافم نیم جفت دغل

تو مجھے بیوی نہ کہہ اور شوہر ہونے کا اظہار نہ کر — میں انصاف کی (بنیاد پر) بیوی ہوں کہ مکاری کی بیوی

چوں قدم باشاہ و باگ می زنی — چوں مگس را در ہوا رگ می زنی

تو بادشاہ اور سردار کے ساتھ کیوں ہمسری کرتا ہے؟ — اڑتی مکھی کے کیوں نشتر مارتا ہے؟

باسگاں زیں استخواں در چالشی — چوں نے اشکم تہی در نالشی

تو ہڈی پر کتوں سے چھینا جھپٹی کرتا ہے — تو خالی پیٹ بانسری کی طرح آہ و فریاد کرتا ہے

سوئے ما منگر بخواری ہست ہست — تا نگویم آنچہ در رگ ہا تست

میری جانب حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھ — تاکہ تیری رگ رگ کا حال نہ کہہ ڈالوں

عقلِ خود را از من افزوں دیدۂ[3] — تو منِ کم عقل را چوں دیدۂ

تو نے اپنی عقل کو میری عقل سے بڑا سمجھا ہے — تو نے مجھ کم عقل کو کیوں پسند کیا ہے؟

ہمچو گرگِ زشت اندر ما مچہ — اے ز ننگ عقلِ تو بے عقل بہ

بدمزاج بھیڑیئے کی طرح مجھ پر نہ جھپٹ — تیری قابل شرم عقل سے بے عقل ہونا اچھا ہے

چونکہ عقلِ تو عقیلہ مردم ست — آں نہ عقل ست بلکہ مار و کژدم ست

چونکہ تیری عقل انسانوں کے لئے پھندا ہے — یہ عقل نہیں ہے بلکہ سانپ اور بچھو ہے

خصم ظلم و مکرِ تو اللہ باد — دستِ عقلِ تو ز ما کوتاہ باد

تیرے ظلم اور مکر کو اللہ سمجھے — خدا کرے تیری عقل کی دست درازی ہم پر نہ ہو

ہم تو ماری ہم فسوں گر اے عجب — مار گیر و ماری اے ننگِ عرب

ہائے تعجب! تو سانپ بھی ہے اور منتر پڑھنے والا بھی — اے عرب کے لئے باعث ذلت تو سانپ بھی ہے اور سپیرا بھی

زاغ اگر زشتیِ خود بشناختے — ہمچو برف از رنج و غم بگداختے

کوا اگر اپنی بدصورتی کو پہچان لیتا — (وہ سانپ) برف کی طرح پگھل جاتا

مردِ افسوں گر بخواند چوں عدو — اوفسوں بر مار و مار افسوں برو

منتر پڑھنے والا دشمن کی طرح پڑھتا ہے — (وہ سانپ) منتر اور سانپ اس پر منتر پڑھتا ہے

---

[1] گفت پیغمبر۔ حدیث شریف میں آیا ہے — اَلْقَنَاعَۃُ کَنْزٌ لَا یَنْفَدُ قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا ہے۔ گنج رواں۔ قارون کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کا نام ہے۔ مخواں۔ نہ بلا۔

[2] بغل زدن۔ جوڑے بن کو ظاہر کرنا۔ دو کبوتروں کا مل کر پرواز کرنا جوڑا ہونے کی نشانی ہے۔ جفت۔ کھوٹ، مکر۔ قدم زدن۔ برابری کرنا۔ باگ۔ بگ کا مخفف ہے، سردار۔ مگس۔ مکھی۔ رگ زدن۔ خون نکالنا۔ چالش حملہ، جھپٹا جھپٹی۔ اشکم۔ شکم ہمزہ زیادہ ہے۔ نالش۔ رونا چیخنا، فریاد خواری۔ ذلت۔ ہست نگریستن۔ ذلت سے دیکھنا۔

[3] چوں دیدۂ۔ جوڑے کے لئے مجھے کیوں پسند کیا ہے۔ عقیلہ۔ رتی یعنی تو اپنی عقل کے ذریعہ لوگوں کو پھانستا ہے۔ ہم تو۔ تو انسانوں کو تباہ کرتا ہے تو تو سانپ ہے، لوگوں کو پھنساتا ہے تو تو سپیرا ہے۔ زشتی خود یعنی اپنی بدصورتی مرد۔ سپیرا اگر سانپ پر منتر پڑھتا ہے تو سانپ بھی اس پر منتر پڑھتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ سپیرا سانپ پلٹنے کے شوق میں مبتلا ہے۔

گر نبودے دامِ او افسونِ مار — کے فسونِ مار را گشتے شکار

اگر سانپ کا منتر اُس کے لئے جال نہ ہوتا — تو وہ سانپ کے منتر کا شکار کب بنتا؟

مردِ افسوں گر ز حرصِ کسب و کار — در نیابد آں زماں افسونِ مار

منتر پڑھنے والا، کمائی اور کام کی حرص کیوجہ سے — اُسوقت سانپ کے منتر کو محسوس نہیں کرتا ہے

مار گوید اے فسوں گر ہین و ہیں — آنِ خود دیدی فسونِ من ببیں

سانپ کہتا ہے، اے سپیرے! خوب دیکھ لے — تونے اپنا منتر دیکھا، میرا منتر (بھی) دیکھ لے

تو بنامِ حق فریبی مر مرا — تا کُنی رُسوائے شور و شر مرا

تو اللہ کے نام کے ذریعہ مجھے بھانستا ہے — تاکہ تو مجھے شور و شر سے رسوا کرے

نامِ حقّم بست نے آں رائے تو — نامِ حق را دام کردی وائے تو

مجھے اللہ کے نام نے باندھا نہ کہ تیری رائے نے — تونے اللہ کے نام کو جال بنایا، تجھ پر افسوس ہے

نامِ حق بستاند از تو دادِ من — من بنامِ حق سپردم جان و تن

اللہ (تعالیٰ) کا نام تجھ سے مجھے انصاف دلائیگا — میں نے اللہ کے نام پر جان اور جسم سپرد کر دیا ہے

تا بزخمِ من رگِ جانت بُرد — یا تُرا چوں من بزندانے بَرد

تاکہ وہ میرے زخم کے بدلے تیری جان کی رگ کاٹ دے — یا تجھے میری طرح قید خانہ میں ڈالدے

زن ازیں گونہ خشن گفتارہا — خواند بر شوئے خود آں طومارہا

عورت اِس قسم کی سخت باتیں — دفتر در دفتر شوہر کو سناتی رہی

نصیحت کردن مرد زن را کہ در فقیراں بخواری

مرد کا عورت کو نصیحت کرنا کہ فقیروں کو ذلت سے نہ دیکھ اور اللہ

منگر و در کارِ حق بگمانِ کمال — نگر و طعنہ مزن بر

کے معاملہ میں کمال کے گمان سے نظر کر اور اپنے افلاس کی وجہ

فقر و فقیراں از بے نوائی خویشتن

سے فقر اور فقیروں پر طعنہ زنی نہ کر

مرد چوں ایں طعنہ ہا از زن شنفت — مستمع شد بعد ازیں ہیں تا چہ گفت

مرد نے جب یہ طعنے عورت کے سُنے — سُنتا رہا، اِس کے بعد دیکھ کہ کیا کہا!

گفت آرے زن تو زنی یا بوالحزن — فقر فخر آمد مرا طعنہ مزن

بولا اے بیوی! تو عورت ہے یا مجسم غم — مجھے طعنہ نہ دے فقر (باعثِ) فخر ہے

لہ گر نبودے۔ سانپ نے جو منتر پڑھا ہے وہ سپیرے کے لئے جال ہے۔ آنِ خود۔ یعنی اپنا منتر۔

لہ نامِ حق۔ منتر میں اللہ کے نام استعمال ہوتے ہیں۔ شور و شر۔ یعنی سانپ کا تماشہ دیکھنے والوں کا۔ نامِ حق۔ چونکہ سپیرے نے اللہ کے ناموں کا غلط کاموں کے لئے استعمال کیا ہے۔

لہ زندانے۔ یعنی جس طرح سپیرے نے قید کیا ہے۔ خشن۔ سخت، ناگوار۔ طومار۔ دفتر، مجمع۔ سننے والا۔ بوالحزن۔ غموں کا باپ۔ یعنی بہت غمگین، مالداروں کو حشر میں بہت غم اُٹھانے پڑینگے۔

مال وزر سر را بود ہمچوں کلاہ[1]
مال و زر ایسے ہیں جیسے سر کی ٹوپی

کُل بود آں کز کُلہ سازد پناہ
جو شخص ٹوپی کی پناہ پکڑتا ہے، گنجا ہوتا ہے

آنکہ زُلف و جعدِ رعنا باشدش
جس کی زلف حسین اور گھونگریالے بال ہوں

چوں کُلاہش رفت خوشتر آیدش
جب اُس کی ٹوپی نہ ہو تو اور زیادہ حسین ہوتا ہے

مردِ حق باشد بمانندِ بصر
مردِ خدا بینائی کی طرح ہے

پس برہنہ بہ کہ پوشیدہ بصر
پس بینائی کھلی اچھی ہے یا ڈھکی ہوئی؟

وقتِ عرضہ[2] کردن آں بُردہ فروش
غلام فروش دکھلاتے وقت

برکند از بندہ جامہ عیب پوش
غلام کے عیب چھپانیوالے کپڑے اُتار دیتا ہے

وَر بود عیبے برہنہ اش کے کُند
اگر کوئی عیب ہو، اُس کو ننگا کب کریگا؟

بل بجامہ خدعۂ[3] باوے کُند
بلکہ کپڑوں کے ذریعہ اُس کو دھوکا دیگا

گوید ایں شر منم[4] است از نیک وبد
کہے گا، یہ اچھے بُرے سے شرماتا ہے

از برہنہ کردن اُو از تو رمد
ننگا کرنے سے تیرے پاس سے بھاگ جائیگا

خواجہ[5] را مال ست و بالش عیب پوش
(لیکن) آقا کے پاس مال ہے اور اُسکا مال عیب چھپانے والا ہے

خواجہ در عیب ست غرقہ تا بگوش
آقا کانوں تک عیب میں ڈوبا ہوا ہے

گشت دلہا را طمعہا جامع[6]
لالچ دلوں کو جوڑنے والا بن گیا ہے

کز طمع عیبش نہ بیند طامع
لالچی لالچ کی وجہ سے اسکے عیب نہیں دیکھتا ہے

رہ نیابد کالہٗ اُو در دُکاں
اُسکا سامان دُکان میں راہ یاب نہیں ہوتا ہے

ور گدا گوید سخن چوں زرِ کان[7]
اگر فقیر کان کے سونے کی سی بات کہے

سُوئے درویشاں نو منگر سُست سُست
تو ذلت سے درویشوں کو نہ دیکھ

کارِ درویشی ورائے فہمِ تُست
درویشی کا معاملہ تیری سمجھ سے اوپر ہے

دمبدم از حق مر ایشاں را عطاست
اُن (درویشوں) کیلئے اللہ کیطرف سے ہر وقت بخشش ہے

زانکہ درویشی ورائے کارِ ماست
کیونکہ درویشی دنیوی کاموں سے جداگانہ چیز ہے

روزی دارند زرف از ذوالجلال
اللہ سے ایک بھاری روزی پاتے ہیں

بلکہ درویشاں ورا ملک و مال
بلکہ درویش ملک اور مال کے علاوہ

کے کُنند استمگری بر بے دلاں
کمزوروں پر کب ظلم کرتے ہیں؟

حق تعالےٰ عادل ست و عادلاں
اللہ تعالیٰ عادل ہے، اور عادل

[1] کلاہ۔ ٹوپی۔ کُل۔ گنجا۔ کُل۔ کلاہ کا مخفف ہے۔
[2] جعد۔ گھنگریالے بال۔ رعنا۔ حسین، خوبصورت
[3] عرضہ کردن۔ پیش کرنا بُردہ۔ غلام، لونڈی رح۔ خُدعہ۔ دھوکا۔ دے۔ یعنی خریدار۔ خواجہ۔ آقا، ملائم۔ لالچی۔ دلہا۔ یعنی لالچی اور مالدار کے دل۔ جامع۔ اکٹھا کرنے والا۔
[4] زرِ کان۔ خالص سونا جو کان سے برآمد ہوا ہے۔ کالہٗ۔ سامان۔ دُکان یعنی سننے والے کا کان۔ فہم۔ سمجھ، عقل۔ کارہا۔ دنیا کے معاملے۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالےٰ۔ استمگری۔ ستمگری، ہمزہ زیادہ ہے۔

آں یکے را نعمت و کالا دہند
ایک کو نعمت اور سامان دیں

ویں دگر را بر سرِ آتش[۱] نہند
دوسرے کو آگ پر رکھیں

آتش سوزد کہ دارد ایں گماں
اُس کو آگ جلائے جو یہ گماں کرے

بر خدائے خالقِ ہر دو جہاں
دونوں جہان کے خالق کے بارے میں

"فقر فخری" نز گزاف ست و مجاز
"فقر میرا فخر ہے" نہ گپ ہے نہ مجاز

صد ہزاراں عز و تمکیں ست و ناز
لاکھوں عزتیں اور ناز پوشیدہ ہیں

از غضب بر من لقبہا راندہ
تو نے غصہ سے میرے بہت نام دھرے

مار خوی و مار گیرم خواندہ
تو نے مجھے سانپ جیسی خصلت والا اور سپیرا بتایا

گر بگیرم مار و دندانش کنم
اگر میں سانپ پکڑ لوں اور اسکے دانت اکھاڑ دوں

تا کِش از سر کوفتن ایمن کنم
تو اسلئے کہ اس کو سر کچلنے سے محفوظ کر دوں

زانکہ آں دندان عدوئے جانِ اوست
چونکہ دانت اُس کی جان کے دشمن ہیں

من عدو رامی کنم زیں علم دوست
میں دشمن کو اس علم کے ذریعہ دوست بنا لیتا ہوں

از طمع ہرگز نخوانم من فسوں
میں لالچ کی وجہ سے منتر نہیں پڑھتا ہوں

ایں طمع را کردہ ام من سرنگوں
میں نے تو لالچ کو اوندھے منہ کر دیا ہے

حاش للہ طمع من از خلق نیست
خدا کی قسم مجھے لوگوں سے لالچ نہیں ہے

از قناعت در دلِ من عالمے ست
میرے دل میں قناعت کا ایک جہان ہے

از سرِ[۲] امرود بُن بینی چناں
تو امرود کے درخت سے ایسا دیکھتی ہے

زاں فرود آتا نماند آں گماں
اس سے اُترا تاکہ وہ گمان نہ رہے

چونکہ[۳] بر گردی و سر گشتہ شوی
جب تو گھومے اور سر چکرانے لگے

خانہ را گردندہ بینی و آں تُوئی
تو گھر کو گھومتا دیکھے گا حالانکہ گھومنے والا تو ہی ہے

در بیانِ آنکہ جُنبیدنِ ہر کسے از انجاست کہ ویست
اس بیان میں کہ ہر چیز کا حرکت کرتے نظر آنا اُس لئے ہے کہ وہ

ہر کسے را از جُنبرہ وجودِ خود بلند تا بہ کبود آفتاب را
ہر چیز کو اپنے وجود کے حلقہ سے دیکھتا ہے یہاں تک کہ نیلے رنگ کے

کبود نماید و سُرخ سُرخ نماید چوں تابہا از رنگ
ذریعہ سورج کو نیلا اور سُرخ کے ذریعہ سُرخ دکھاتا ہے جب چمک رنگ سے

---

[۱] آتش یعنی مفلس کی آگ۔ آتش سوزد۔ یعنی جو خدا کے بارے میں یہ خیال کرے کہ غنی باعث رحمت اور فقر باعث عذاب ہے خدا اسکو برباد کر دے۔ الفقر فخری۔ حدیث مرفوع ہے اور اپنے حقیقی معنی میں ہے لقبہا۔ یعنی بیوی نے جو میرا کہا۔ آمین مسلمین۔ قصد مار گزیدن کو اسکے دانتوں کی وجہ سے مارا جاتا ہے۔ زیں علم منتر۔ ایں طمع۔ یعنی میں نے لالچ کو دل سے نکالدیا ہے۔ قناعت تھوڑے پر صبر کرنا۔ [۲] امرود۔ مولانا نے دفتر چہارم میں ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ایک بدکار عورت نے اپنے شوہر کیساتھ یہ فریب کیا کہ اسکو باغ میں لے گئی اور ایک امرود کے درخت کے نیچے لیجا کر بولی کہ تو نیچے رہ میں اوپر سے امرود دوں گی شوہر نیچے رہا وہ اوپر سے امرود دینے لگی پھر تھوڑی دیر بعد شور مچانے لگی کہ تو بدفعلی کیوں کرا رہا ہے۔ مرد حیران ہوا اور اسکا کیا تو بولی اچھا تو اوپر چڑھ کر امرود توڑ کر مجھے دے اوندھے منہ اُترائی جب وہ امرود توڑ کر دے رہا تھا اُسنے اپنے ایک یار کو بلا لیا اور اُس سے زنا میں مشغول ہو گئی۔ شوہر امرود لیکر جب واپس آیا تو کہنے لگی کہ یہ کیا حرکت ہے تو کہنے لگی کہ کچھ نہیں ہاں یہ اس پیڑ کا اثر ہے کہ جو اس پر چڑھا ہوتا ہے اسکو نیچے کا آدمی بدفعلی کرتا نظر آتا ہے۔ مولانا نے اسی تفسیر کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے بن بنا

بیروں آید و سفید شود از ہمہ تابہائے دیگر راست
صاف ہو جاتی ہے اور سفید ہو جاتی ہے تو تمام دوسری روشنیوں سے زیادہ سیدھ

گو تر باشد
دکھانے والی ہوتی ہے

دید احمدؐ را ابو جہل و بگفت — زشت نقشی کز بنی ہاشم شگفت
ابو جہل نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا اور کہا — تو بدصورت ہے جو بنی ہاشم میں پیدا ہوا ہے

گفت احمدؐ مر ورا کہ راستی — راست گفتی گرچہ کارافزاستی[1]
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تو سچا ہے — تو نے سچ کہا ہے اگرچہ بیہودہ گو ہے

دید صدیقؓ[2] نقش بگفت آ آفتاب — اے ز شرقی نے ز غربی خوش بتاب
حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) نے انکو دیکھا تو کہا آ آفتاب! — اے وہ کہ جو نہ مشرقی ہے نہ غربی خوب روشن ہو

گفت احمدؐ راست گفتی اے عزیز — اے رہیدہ تو ز دنیائے پنجیز
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا، اے عزیز! تو نے — اے وہ کہ جو ناچیز دنیا سے آزاد ہے

حاضراں گفتند کاے صدرُ الوَرا — راست گو گفتی تو دُوضد گو[3] را چرا
حاضرین نے کہا، کہ اے سردرِ عالم! — آپ نے دو متضاد باتیں کہنے والوں کو سچا کیوں کہا؟

گفت من آئینہ ام مصقولِ دست — ترک و ہندو در من آن بیند کہ ہست
فرمایا میں ہاتھ کا منجھا ہوا آئینہ ہوں — ترک اور ہندوستانی مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو وہ خود ہے

ہر کرا آئینہ باشد پیشِ رُو — زشت و خوب خویش را بیند درُو
جس کے منھ کے سامنے آئینہ ہو — اپنے اچھے اور برے کو اُس میں دیکھے گا

اے زن ار طمّاع می بینی مرا — زیں تحرّیِ[4] زنانہ بَر تر آ
اے بیوی! اگر تو مجھے لالچی سمجھتی ہے — تو اِس زنانہ اُمّل سے باہر نکل

آں طمع را مانَد و رحمت بُوَد — کُو طمع آنجا کہ آں نعمت بُوَد
وہ (فقر) لالچ کے مشابہ ہے اور رحمت ہوتا ہے — جہاں یہ نعمت ہو وہاں لالچ کہاں؟

اِمتحاں کُن فقر را روزے دُوتو — تا بفقر اندر غنا بینی دُوتو
تو دو دن فقر کو آزمالے — تاکہ فقر کے ذریعہ تجھے دوگنی غنا نظر آئے

صبر کُن با فقر و بگذار ایں مَلال — زانکہ در فقر ست عزِّ ذُوالجَلال
فقر پر صبر کرلے اور اِس رنج کو ترک کردے — کیونکہ فقر میں خداداد عزت ہے

---

[1] کارافزا: ضرورت سے زیادہ کام کرنے والا۔
[2] صدیق: حضرت ابوبکرؓ کا لقب ہے نے زعربی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف مشرق والوں کے لئے ہیں نہ مغرب والوں کے لئے بلکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔
پنجیز۔ ناچیز۔ کمائے۔ کرائے۔
صدرُ الوریٰ۔ مخلوق کے سردار۔
[3] ضدگو۔ خلاف بولنے والا۔ مصقول۔ منجھا ہوا۔
ترک۔ یعنی گورا۔ ہندو۔ یعنی کالا۔ تحرّی۔ اُمّل کرنا۔ اُن لوگوں کو مسخر کرنا اُن صفت۔ یعنی رحمت خداوندی۔
دُوتو۔ دُوگنا۔

سرکہ مفروش و ہزاراں جاں ببیں
ترش روئی نہ کر اور دیکھ ہزاروں جانیں

صد ہزاراں جان تلخی کش نگر
تلخی برداشت کرنیوالی لاکھوں جانوں کو دیکھ

اے دریغا مر ترا گنجائے بدے
ہائے افسوس تجھ میں اگر گنجائش ہوتی

ایں سخن شیرست در پستانِ جاں
یہ باتیں جان کے پستان میں دودھ ہیں

مستمع چوں تشنہ و جوینده شد
سننے والا جب پیاسا اور طلبگار ہو

مستمع چوں تازہ آید بے ملال
سننے والا جب تازہ دم اور بے تکان ہو

چونکہ نامحرم درآید از درم
جب دروازے سے کوئی نامحرم آتا ہے

ور درآید محرمے دور از گزند
اور اگر کوئی محرم آتا ہے خدا اسکو سلامت رکھے

ہر چہ راخوب و خوش و زیبا کنند
جس چیز کو اچھا اور عمدہ اور حسین بناتے ہیں

کے بود آواز چنگ از زیر و بم
سارنگی کی زیر و بم کی آواز کب ہوتی ہے

مشک را حق بیہدہ خوشدم نکرد
اللہ تعالیٰ نے مشک کو خوشبودار بیکار نہیں بنایا

نائے را حق بیہدہ خوشدم نکرد
اللہ تعالیٰ نے بانسری کو خوش آواز بیکار نہیں بنایا

حق زمین و آسماں برساختہ است
اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بنایا ہے

از قناعت غرق بحر انگبیں
قناعت کرنیوالے شہد کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہیں

ہمچو گل آغشتہ اندر گل شکر
گلقند میں پھولوں کی طرح لت پت ہیں

تا ز جانم شرح دل پیدا شدے
تو میری جان سے دل کی شرح ظاہر ہوتی

بے کشندہ خوش نمیگردد رواں
چرخ سننے والے کے بغیر اچھی طرح جاری نہیں ہوتی ہیں

واعظ ار مُردہ بود گوینده شد
وعظ کہنے والا اگر مُردہ (بھی) ہو تو بولنے لگتا ہے

صد زباں گردد بگفتن گنگ و لال
سینکڑوں گونگی زبانیں بولنے لگتی ہیں

پردہ در بنہاں شوند اہل حرم
مستورات پردے میں چھپ جاتی ہیں

برکشایند آں ستیراں روئے بند
تو مستورات نقاب اٹھا دیتی ہیں

از برائے دیدۂ بینا کنند
دیکھنے والی آنکھ کے لئے بناتے ہیں

از برائے گوش بے حس اصم
بہرے، بے حس کے کان کے لئے

بہر شم کرد وئے اخشم نکرد
سونگھنے کیلئے بنایا ہے جس ناک والے کیلئے نہیں بنایا

بہر انس آمد نے اہرم نکرد
انسان کیلئے بنی ہے شیطان کیلئے نہیں بنی

درمیاں بس نور و نار افروختہ است
درمیان میں نور اور نار کو روشن کیا ہے

---

۵۱ سرکہ مفروش ترشروئی نہ کر۔ قناعت تھوڑے پر صبر کرنا۔ انگبیں شہد۔ آغشتن آلودہ ہونا۔ گلشکر گلقند۔ گنجا گنجائش کا مخفف ہے۔ ایں سخن یعنی اسرار معرفت۔ شیخ پر اسوقت وارد ہوتے ہیں جب کوئی طالب صادق ہو۔

۵۲ مُردہ بود یعنی شیخ کی طبیعت حاضر نہ بھی ہو تو واردات شروع ہو جاتی ہیں۔ گنگ۔ گونگا۔ لال۔ گونگا۔ نامحرم۔ اجنبی، یعنی وہ شخص جو اسرار سننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ اہل حرم۔ زنانخانہ یعنی اسرار معرفت۔ ستیراں۔ مستورات یعنی اسرار معرفت۔ روئے بند۔ نقاب۔

۵۳ ہر چہ۔ یعنی اسرار اہل معرفت کے لئے ہیں۔ اصم۔ بہرا۔ شم۔ سونگھنا۔ اخشم جس کی ناک میں حس نہ ہو۔ خوشدم۔ خوش آواز۔ انس۔ انسان۔ اہرم۔ شیطان، دیو۔ نور و نار۔ خیر و شر۔

ایں زمیں را از برائے خاکیاں
اِس زمین کو خاک والوں کے لئے

آسماں را مسکنِ افلاکیاں
آسمان کو آسمان والوں کے رہنے کی جگہ (بنایا)

مردِ سِفلی[1] دشمنِ بالا بُود
نیچے رہنے والا انسان اوپر کا مخالف ہوتا ہے

مُشتری ہر مکاں پیدا بُود
ہر مکان کا خریدار پیدا ہو جاتا ہے

اے سُتیرہ ہیچ تو برخاستی
اے پردہ نشین! کبھی تو تیار ہوئی ہے

خویشتن را بہرِ کور آراستی
اپنے آپ کو اندھے کے لئے تو نے آراستہ کیا ہے

گر جہاں را پُر دُرِ مکنوں[2] کُنم
اگر میں دنیا کو اچھوتے موتیوں سے بھر دوں

روزیِ تو چوں نباشد چوں کُنم
تب بھی تیرا حصّہ نہ ہو تو میں کیا کر لوں؟

ترکِ جنگ و رہزنی اے زن بگو
اے بیوی ڈکیتی اور جنگ ترک کر دے

ور نمیگوئی بترکِ من بگو
اگر نہیں چھوڑتی ہے تو مجھے چھوڑ دے

مر مرا چہ جائے جنگ نیک و بد
نیک و بد کی لڑائی کا میرے لئے کیا موقع ہے؟

کایں دلم از صُلحہا ہم می رمد
اِس لئے کہ میرا دل تو صُلح سے بھی بھاگتا ہے

بر سرِ ایں ریشہا نِشم مزن
میرے اِن زخموں پر ڈنک نہ مار

زخمہا بر جانِ بے خویشم مزن
میری بے خود جان پر زخم نہ لگا

گر خموش گردی وگرنہ آں کُنم
اگر تو چُپ ہوتی ہے تو خیر ورنہ میں یہ کروں گا

کہ ہمیں دم ترکِ خان و ماں کُنم
کہ ابھی گھر بار چھوڑ دوں گا

پا تہی گشتن بہ[3] از کفشِ تنگ
تنگ جوتے سے پیر کا ننگا ہونا بہتر ہے

رنجِ غُربت بہ کہ اندر خانہ جنگ
غمِ غربت جنگی سے، سفر کی تکلیف بہتر ہے

مُراعات کردن زن شوئے را و استغفار

عورت کا مرد کی رعایت کرنا اور اپنے کہے ہوئے سے

نمودن از گفتۂ خود

توبہ کرنا۔

زن چو دید او را کہ تند و توسن ست
جب عورت نے اسکو دیکھا کہ تند اور تیز ہے

گشت گریاں، گریہ خود دامِ زنست
رونے لگی، رونا تو خود عورت کا جال ہے

گفت از تو کے مجنیں پنداشتم
بولی میں تمھیں ایسا نہ خیال کرتی تھی

از تو من اُمّیدِ دیگر داشتم
تم سے تو مجھے اور ہی توقع تھی

---

[1] سِفلی۔ نچلے درجہ کا۔ دشمن۔ مخالف۔ مُشتری خریدار۔ سُتیرہ۔ مستورہ، پردہ نشین۔ کور۔ اندھا۔

[2] دُرِ مکنوں۔ سیپ میں چھپا ہوا موتی جو نہایت آبدار ہوتا ہے۔ مراد یعنی جنگ و جدل تو درکنار صلح کی بھی میرے دل میں گنجائش نہیں، ملائمتِ دنیوی ختم کر چکا ہوں۔ نیش۔ ڈنک۔ بے خویش۔ کمزور، بے طاقت خان و ماں۔ گھر بار۔

[3] کفش۔ جوتا۔ غُربت۔ مسافرت، بے وطنی۔ مراعات۔ رعایت برتنا، استغفار۔ معافی چاہنا۔ توسن۔ سین کے ضمہ کے ساتھ، سرکش گھوڑا۔ دام۔ جال۔ دیگر۔ یعنی جو تو نے کہا اس کے خلاف۔

زن در آمد از طریقِ نیستی[1]
عورت خاکساری سے پیش آئی

گفت من خاکِ شمایم نے ستی
بولی میں تمہاری خاک ہوں، بیوی نہیں ہوں

جسم و جانم ہر چہ ہستم آنِ تُست
میرا جسم اور جان جو کچھ بھی ہے تیری ملک ہے

حُکم و فرماں جُملگی فرمانِ تُست
حکم اور فرمان سب تیرا (حق) ہے

گر زِ درویشی دلم از صبر جست
اگر فقیری سے میرا دل اُکھڑا

بہرِ خویشم نیست ایں بہرِ تو ست
یہ اپنے لئے نہیں (بلکہ) تیرے لئے ہے

تو مرا در دردہا بودی دوا
تو میرے دردوں کی دوا رہا ہے

من نمی خواہم کہ باشی بے نوا
میں نہیں چاہتی کہ تو بے سر و سامان رہے

جانِ تو کز بہرِ خویشم نیست ایں
تیری جان کی قسم! یہ اپنے لئے نہیں ہے

از برائے تُست ایں بانگ و حنیں
یہ رونا اور چیخنا تیرے لئے ہے

خویشِ من واللہ کہ بہرِ خویشِ تو
خدا کی قسم میری ہستی تیرے لئے ہے

ہر نفس خواہد کہ میرد پیشِ تو
وہ ہر وقت چاہتی ہے کہ تجھ پر قربان ہو جائے

کاشَ[2] جانت کش روانِ من فدے
کاش تیری وہ جان جس پر میری جان فدا ہے

از ضمیرِ جانِ من واقف شدے
میری جان کے دل کی بات سے واقف ہو جاتی

چوں تو با من این چنین بودی بظن
جبکہ تیرا گمان میرے ساتھ یہ ہے

ہم زجان بیزار گشتم ہم زتن[3]
میں جسم و جان سے بیزار ہو گئی ہوں

خاک را بر سیم و زر کردیم چوں
میں نے چاندی اور سونے پر خاک ڈالی، جبکہ

تو چنینی با من اے جانِ سکوں[4]
تیرا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے اے سکون دل!

تو کہ در جان و دلم جا می کنی
تو جو کہ میرے دل و جان میں جگہ بنائے ہوئے ہے

زیں قدر از من تبرا می کنی
مجھ سے اسقدر (اظہارِ) بیزاری کر رہا ہے

تو تبرا کُن کہ ہستت دستگاہ
تو بیزار ہو جا، کیونکہ تجھے اختیار ہے

اے تبرائے تُرا جاں عُذر خواہ
اے وہ کہ تیری بیزاری سے میری جان معافی چاہتی ہے

یاد می کُن آں زمانے را کہ من
وہ وقت بھی یاد کرے کہ ..... میں

چوں صنم بودم تو بودی چوں شمن
بُت کی طرح تھی اور تو پجاری کی طرح تھا

بندہ بر وفقِ تو دل افروختست
بندی نے تیری موافقت کیلئے دل منور کر لیا ہے

ہر چہ گوئی پختہ گویم سوختست
جس کو تو کہے گا پکا کہیں میں کہوں گی جل گیا ہے

[1] نیستی۔ خاکساری۔ نستی۔ نیک عورت آسان۔ ملکیت۔ جُملگی۔ تمام۔ بہرِ تو۔ تیرے لئے۔ جان تو۔ تیری جان کی قسم۔ بانگ۔ چیخ و پکار۔ حنین۔ رونا۔ خویشِ من۔ میری ہستی۔ ہر نفس ہر دم

[2] کاش۔ تو کہ جس پر میری جان قربان ہے میرے دل کی بات سے واقف ہو جاتا اور میرے ظاہری الفاظ سے برا نہ مانتا۔ چوں۔ تو نے بدگمانی سے سمجھا کہ میں محض اپنے آرام کے لئے زر کی طالب ہوں لہٰذا میں جینے سے بیزار ہوں۔

[3] تو چنینی۔ یعنی جب تیرا میرے بارے میں یہ خیال ہے تبرا۔ اظہارِ بیزاری۔ دستگاہ۔ قدرت، قابو۔ صنم۔ بُت۔ شمن۔ شین اور میم کے فتحہ کے ساتھ بُت پرست۔ ہر چہ۔ یعنی تجھ سے ایک قدم آگے بڑھ کر تائید کرونگی۔

من سپانا خ[1] توام ہر چم پزی
میں تیرے لئے پالک کا ساگ ہوں جس چیز میں تو چاہے

یا بہ ترشی یا بہ شیریں می سزی
کھٹائی میں یا مٹھائی میں تیرے لئے مناسب ہے

کفر گفتم نک بایماں آمدم
میں نے کفر بکا اب میں ایمان لے آئی ہوں

پیشِ حکمت از سرِ جاں آمدم
تیرے حکم کے سامنے جان سے حاضر ہوں

خوئے شاہانہ ترا نشناختم
تیرے شاہانہ مزاج کو میں نہ پہچانی

پیشِ تو گستاخ خر[2] در تاختم
تیرے سامنے بے باکی سے میں نے سواری ہانکی

چوں ز عفوِ تو چراغے ساختم
اب تیرے عفو کو میں نے چراغ بنالیا

توبہ کردم اعتراض انداختم
میں نے توبہ کرلی اعتراض کو چھوڑ دیا

می نہم پیشِ تو شمشیر و کفن
میں تیرے سامنے تلوار اور کفن رکھتی ہوں

می کشم پیشِ تو گردن را بزن
تیرے سامنے گردن جھکاتی ہوں مجھے مار ڈال

از فراقِ تلخ می گوئی سخن
تو کڑوے فراق کی بات کرتا ہے

ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن
جو چاہے کر لیکن یہ نہ کر

در تو از من عذر خواہے ہست سر[3]
تیرے بارے میں تجھ میں عذر خواہی کرنیوالی ایک پوشیدہ چیز ہے

باتو بے من او شفیعے مستمر[4]
جو میری عدم موجودگی میں ہمیشہ تجھ سے سفارش کرنیوالا ہے

عذر خواہم در درونت خلقِ تست
تیرا عذر خواہ جو تیرے اندر ہے وہ تیرا اخلاق ہے

از اعتمادِ او دلِ من مجرم جست
اس کے بھروسہ پر میرے دل نے جرم کیا ہے

رحم کن پنہاں ز خود اے خشمگیں
اے غضبناک اپنی طرف سے چپکے سے رحم کردے

اے کہ خلقت بہ ز صد من انگبیں
اے وہ کہ تیرا خلق سو من شہد سے بہتر ہے

زیں نسق می گفت با لطف و کشاد
اس طور پر نرمی سے اور دل کھولکر وہ کہہ رہی تھی

در میانِ گریہ بر رُو او فتاد
روتے روتے منھ کے بل گر پڑی

گریہ چوں از حد گزشت و ہائے ہائے
جب آسکا رونا اور ہائے ہائے کرنا حد سے بڑھ گیا

از حنینش مرد را شد دل زجائے
اس کے رونے سے مرد کا دل پگھل گیا

چوں قرارش ماند و صبرش بجائے
اس کا صبر و قرار کس طرح باقی رہتا

زانکہ بے گریہ بُد او خود دلربائے
اس لئے کہ وہ تو روئے بغیر ہی دلربا تھی

ازاں باراں یکے برقے بدید
اس بارش سے ایک بجلی چمکی

زو شرارے بر دلِ مرد رسید
اور اس کی ایک چنگاری مرد کے دل پر آگری

[1] سپانا خ۔ پالک کا ساگ۔ ہر چم۔ بہر چہ مرا۔ پزی۔ پختن یعنی پکانا کا مضارع مخاطب ہے۔ می سزی۔ ترا سزاوار است۔
[2] خر۔ کنایہ از سواری۔ تاختن۔ دوڑانا چلانا۔ یعنی مثل راہ۔ ایں مکن۔ جدائی نہ کر ہجر با من۔
[3] مستمر۔ ہمیشہ۔ شفیع۔ سفارشی خلق۔ اخلاق حسنہ انگبیں۔ شہد نسق طرز طریق۔ گشاد۔ کشایش دل۔ حنین۔ رونا۔ دل از جا شدنہ رحم آنا۔ شرار۔ چنگاری۔

زانکہ بندہ[1] روئے خوبش بود مرد
اس لئے کہ مرد اس کے حسین چہرہ کا غلام تھا

چوں بود چوں بندگی آزاد کرد
کیا ہوگا جب آزاد غلامی کرنے لگے؟

آنکہ از کبرش دلت لرزاں بود
وہ جس کے تکبر سے تیرا دل لرزتا ہو

چوں شوی چوں پیش تو گریاں شود
تیرا کیا حال ہوگا اگر وہ تیرے سامنے رونے لگے

آنکہ از نازش دل و جاں خوں بود
وہ جس کے ناز سے دل اور جان خون ہوں

چونکہ آید در نیاز او چوں بود
جب وہ نیاز مندی کرنے لگے تو کیا ہوگا؟

آنکہ در جور و جفایش دام ماست
وہ جو ظلم و ستم میں ہمارے لئے جال ہے

عذر ما چہ بود چو او در عذر خاست
اگر وہ عذر خواہی کرنے لگے تو ہمارا کیا عذر ہوگا؟

آنکہ جز خونریزیش کارے نبود
وہ جس کا خونریزی کے علاوہ کوئی کام نہ تھا

چوں نہد گردن زہے سود و سود
جب وہ گردن جھکا دے تو کتنا اچھا سودا اور نفع ہے

آنکہ جز گردن کشی نایدازو
وہ جس کو تکبر کے سوا کچھ نہ آتا ہو

خوش در آید با تو چوں باشد بگو
تجھ سے اچھی طرح پیش آئے تو بتا کیا ہوگا؟

زینتن[2] للناس حق آراستہ است
زینتن للناس کو خدا نے آراستہ کیا ہے

زانکہ حق آراست چوں تاند درست
جسکو خدا نے آراستہ کیا ہو اس سے چھٹکارا کیسے ہو سکتا ہے؟

چوں پے یسکن الیہا[3] آفرید
جب اس کو یسکن الیہا کیلئے پیدا فرمایا ہے

کے تواند آدم از حوا برید
تو آدم، حوا سے کیسے جدا ہو سکتے ہیں؟

رستم[4] زال ار بود در حمزہ بیش
اگر رستم زال ہو اور حضرت حمزہ سے بھی بڑھا ہوا

ہست در فرماں اسیر زال خویش
وہ اپنی بوڑھی (بیوی) کے حکم کا قیدی ہے

آنکہ عالم مست گفتش آمدے
وہ ذات جس کی گفتگو سے عالم مست ہو جاتا

کلمینی یا حمیرا میزدے
فرماتی تھی کہ اے حمیرا مجھ سے بات کر

آب غالب شد بر آتش از نہیب
بڑائی کی وجہ سے پانی آگ پر غالب ہے

آتش جوشد چو باشد در حجیب
پردے میں ہو تو وہ آگ سے جوش کھانے لگتا ہے

چونکہ دیگے حائل آمد ہر دو را
جب دیگ دونوں میں حائل ہو گئی

نیست کرد آں آب را کردش ہوا
اس آگ نے پانی کو معدوم کر دیا اسکو ہوا بنا دیا

ظاہراً برزن جو آب ار غالبی
اگرچہ بظاہر تو عورت پر پانی کی طرح غالب ہے

باطناً مغلوب و زن را طالبی
در پردہ تو مغلوب اور عورت کا شیدائی ہے

[1] بندہ۔ غلام۔ بندگی غلامی آزاد۔ یعنی محبوب جو آزاد آقا کی طرح ہوتا ہے۔ نیاز عاجزی۔ آنکہ در بر۔ محبوب کا جور و جفا عاشق کا جمال ہے تو معشوق کی عذر خواہی کے بعد عاشق کا کیا حال ہوگا۔ زہے سودا یعنی جب معشوق فرمانبرداری کرنے لگے تو پھر سبحان اللہ۔

[2] زینتن قرآن پاک کی آیت ہے زین للناس حب الشہوات من النساء الخ لوگوں کو مرغوب چیزوں یعنی بیویوں کی وابستگی جبلی معلوم ہوتی ہے یسکن الیہا وہ اس سے سکون حاصل کرے حضرت آدم اور حوا کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ حوا کو اس لئے پیدا کیا تاکہ آدم اس سے سکون حاصل کریں۔

[3] رستم زال۔ یعنی زال کا بہادر رستم۔ زال۔ بوڑھی یہاں بیوی مراد ہے۔ حمزہ۔ ایک مشہور پہلوان بھی ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے چھوٹے چچا کا نام بھی ہے جن کی شجاعت ضرب المثل ہے۔ حمیرا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ نہیب۔ غلبہ، رعب، حائل۔ آڑ۔ ہر دو۔ آگ پانی۔ باطناً۔ چونکہ تعلق خاطر ہے۔

ایں چُنیں خاصیّتے[۵۱] در آدمی ست
یہ انسان کی خصوصیت ہے

مہر حیواں را کم ست آں از کمی ست
حیوان میں محبت کم ہے، یہ نقصان کمی سے ہے

در بیانِ حدیث اِنَّھُنَّ یَغْلِبْنَ الْعَاقِلَ وَیَغْلِبُھُنَّ الْجَاھِلُ

اِس حدیث کے بیان میں کہ بیشک وہ عورتیں عقلمند پر غالب ہیں اور جاہل انپر غالب ہے

گفت پیغمبرؐ کہ زن بر عاقلاں
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت عقلمندوں

غالب آید سخت بر صاحبدلاں
اور صاحب دلوں پر بہت غالب ہے

باز بر زن جاہلاں چیرہ شوند
پھر جاہل لوگ عورت پر غالب ہو جاتے ہیں

زانکہ ایشاں تُند و بس خیرہ روند
کیونکہ وہ بدمزاجی اور اکھڑپن سے چلتے ہیں

کم بود شاں رقّت و لُطف و وداد[۵۲]
اُن میں نرمی، مہربانی اور محبت کم ہوتی ہے

زانکہ حیوانی ست غالب بر نہاد
کیونکہ اُن کی جبلیت پر حیوانیت غالب ہے

مہر و رقّت وصفِ انسانی بُود
محبت اور نرمی انسانی وصف ہوتا ہے

خشم و شہوت وصفِ حیوانی بُود
غصہ اور شہوت حیوانی وصف ہوتا ہے

پرتوِ حق ست آں معشوق نیست
وہ اللہ (تعالیٰ) کا عکس ہے معشوق نہیں ہے

خالق ست آں گویا مخلوقی نیست
گویا وہ خالق ہے، مخلوق نہیں ہے

تسلیم کردنِ مرد خود را بانجہ التماسِ زن بُود از طلبِ معیشت و آں اعتراض را اشارۂ حق دانستن

مرد کا عورت کی درخواست کو قبول کرنا جو روزگار کے بارے میں تھی اور اُس اعتراض کو اللہ کا اشارہ جاننا

بنزدِ عقلِ ہر داننده ہست
ہر عقلمند کے نزدیک یہ مسلّم ہے

کہ با گردنده گرداننده ہست
کہ گھومنے والے کے ساتھ گھمانے والا ہے

ازاں چرخہ کہ گرداند زنِ پیر
اُس چرخ کی طرح جس کو بوڑھی گھما رہی ہو

قیاسِ چرخِ[۵۳] گرداں اہمی گیر
گھومنے والے آسمان کو قیاس کر لو

مرد ازاں گفتنِ پشیماں شد چناں
مرد اُس گفتگو سے ایسا شرمندہ ہوا

کز عوانی ساعتِ مُردن عواں
جیسے ظالم مرتے وقت ظلم سے

گفت خصمِ جانِ جاں چوں آمدم
بولا جانِ جاں کا میں مدمقابل کیوں بنا؟

بر سرِ جاں من لگد ہا چوں زدم
میں نے اپنی جان سے بدسلوکی کیوں کی؟

۵۱ خاصیّتے۔ یعنی اُنس و محبت انسان کا خاصہ ہے۔ از کمی۔ یعنی حیوان کی خلقت انسان سے ناقص ہے۔
حدیث۔ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی مشہور کتابوں میں نہیں ہے۔
تُند۔ بدمزاج۔ خیرہ۔ بیہودہ۔ رقّت۔ دل کی نرمی۔
۵۲ وداد۔ محبت۔ پرتو۔ روشنی، عکس، شعاع۔ خالق۔ عورت، مرد کو جنم دیتی ہے اور تربیت کرتی ہے۔ التماس۔ درخواست کرنا۔ معیشت۔ روزگار۔
۵۳ چرخِ گرداں۔ آسمان۔ عوان۔ ظلم کا نحوہ اور داد کا تشدید ہے لیکن یہاں بلا تشدید پڑھا جائے۔ عالم سخت گیر، عوانی میں یاء مصدر ہی ہے۔ خصم۔ دشمن۔ مخالف۔ جانِ جاں۔ محبوب۔ لگد۔ لاتیں مارنا، بدسلوکی کرنا۔

چوں قضا آید نماند فہم و رائے
جب قضا آتی ہے عقل اور سمجھ نہیں رہتی ہے

کس نمی داند قضا را جز خدائے
خدا کے علاوہ قضا کو کوئی نہیں جانتا ہے

چوں قضا آید فرو پوشد بصر
جب قضا آتی ہے آنکھیں بند کر دیتی ہے

تا نداند عقلِ ما پا را ز سر
تاکہ ہماری عقل سر پیر کو نہ سمجھ سکے

زاں امامُ المتقین[1] داد ایں خبر
اسی لئے متقیوں کے امام نے یہ خبر دی ہے

گفت اذا جاء القضاء عمی البصر
فرمایا "جب قضا آتی ہے آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں"

چوں قضا بگذشت خود را می خورد
جب قضا گذر جاتی ہے انسان اپنے آپکو کاٹتا ہے

پردہ بدریدہ گریباں می درد
پردہ چاک کر کے گریبان چاک کرتا ہے

مرد گفت اے زن پشیماں می شوم
مرد نے کہا اے بیوی میں شرمندہ ہوں

گر بدم کافر مسلماں می شوم
اگر میں کافر تھا تو مسلمان ہوتا ہوں

من گنہگارم تو ام رحمے بکن
میں خطاوار ہوں تو مجھ پر رحم کر

بر مکن یکبارگیم از بیخ و بُن
ایک بارگی میری بیخ کنی نہ کر

کافرِ پیرِ اَر پشیماں می شود
بوڑھا کافر اگر شرمندہ ہوتا ہے

چونکہ عُذر آرد مسلماں می شود
جب عذر کرتا ہے تو مسلمان ہو جاتا ہے

من گنہگارم تو ام رحمے بکن
میں خطاوار ہوں تو مجھ پر رحم کر

عُذرِ من بپذیر و بشنو ایں سخن
میرا عذر قبول کر لے اور یہ بات سن

حضرتِ[2] پُر رحمت ست و پُر کرم
رحمت اور کرم سے بھرا دربار ہے

عاشقِ اُو ہم وجود و ہم عدم
وجود اور عدم (دونوں) اس کے عاشق ہیں

کفر و ایماں عاشقِ آں کبریا
کفر اور ایمان اس کبریا کے عاشق ہیں

مِس و نقرہ بندۂ آں کیمیا
تانبا اور چاندی اس کیمیا کے غلام ہیں

دَر بیانِ آنکہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون ہر دو مسخرِ یک مشیت اند چنانکہ زہر و پا زہر و ظلمت و نور و خلوتِ فرعون با حق تعالےٰ

اس بیان میں کہ موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون دونوں ایک ہی مشیت کے تابع ہیں جیسا کہ زہر اور تریاق اور تاریکی اور روشنی اور فرعون کی اللہ تعالےٰ سے خلوت

[1] امامُ المتقین۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔
می خورد۔ یعنی افسوس میں ہاتھوں کو کاٹتا ہے۔ پردہ۔ یعنی غفلت کا پردہ۔ بدریدہ۔ کندن بمعنی اکھاڑنا سے نہیں کا صیغہ ہے۔

[2] حضرت۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ وجود۔ یعنی وجود اور عدم دونوں اُس کے حکم کے تابع ہیں۔ مِس۔ تانبا۔ مسخر۔ تابع۔ مشیت۔ مشیتِ خداوندی۔ پادزہر۔ تریاق۔

موسیٰؑ و فرعون معنےٰ را رہی[1]
موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون ایک حقیقت کے تابع ہیں

ظاہر آں رہ دارد و ایں بے رہی
بظاہر وہ راستہ پر ہے اور یہ بے راہ

روز موسیٰؑ پیشِ حق نالاں شدہ
موسیٰ (علیہ السلام) دن میں بھی اللہ کے سامنے نالاں

نیم شب فرعون ہم گریاں شدہ
آدھی رات کو فرعون بھی رویا

کایں چہ غُل ست اے خدا بر گردنم
کہ اے خدا! میری گردن میں یہ کیسا طوق ہے؟

ورنہ غُل باشد کہ گوید من منم
اگر طوق نہ ہو تو "میں میں ہوں" کون کہے؟

زانکہ موسیٰؑ را تو مہ رُو کردۂ
جس سے تو نے موسیٰ (علیہ السلام) کو چاند کی شکل کر دیا

ماہِ جانم را سیہ رُو کردۂ
میری جان کے چاند کو سیہ رُو کر دیا ہے

زانکہ موسیٰؑ را مُنوّر کردۂ
جس سے تو نے موسیٰ (علیہ السلام) کو روشن کر دیا ہے

مَرمَرا زاں ہم مُکدّر کردۂ
اسی سے مجھے غبار آلود کر دیا ہے

بہتر از ماہے نمود استارہ ام
میرا ستارہ چاند سے بہتر معلوم ہوتا تھا

چوں خسوف آمد چہ باشد چارہ ام
جب گرہن لگ گیا، میں کیا کر دوں؟

نوبتم گر رب و سلطاں می زنند
اگر لوگ میرے رب اور سلطان ہونے کا ڈنکا بجاتے ہیں

مہ گرفت[2] و خلق پنگاں می زنند
تو چاند گرہن میں آگیا، لوگ تھالی بجاتے ہیں

میزنند آں طاس و غوغا می کنند
لوگ طشت بجاتے ہیں اور شور مچاتے ہیں

ماہ را زاں زخمہ رُسوا می کنند
چاند کو اُس ڈنکے سے رُسوا کرتے ہیں

من کہ فرعونم[3] ز خلق آوائے من
میں جو کہ فرعون ہوں، ہائے افسوس مخلوق کیا جانے

زخمِ طاس آں ربی الاعلائے من
ڈنکے کی چوٹ میرے "ربی الاعلیٰ" پر

خواجہ تاشانیم آما تیشہ ات
ہم ایک آقا کے غلام ہیں لیکن تیرا کلہاڑا ق

می شگافد شاخ را در بیشہ ات
تیرے جنگل میں شاخ میں شگاف لگاتا ہے

باز شاخے را مُوصّل می کند
پھر ایک شاخ پر پیوند چڑھا دیتا ہے

شاخِ دیگر را مُعطّل می کند
اور دوسری شاخ کو بیکار کر دیتا ہے

شاخ را بر تیشہ دستے ہست نے
شاخ کو کلہاڑے پر قابو نہیں

ہیچ شاخ از دستِ تیشہ رست نے
کوئی شاخ کلہاڑے سے بچی نہیں

حقِ آں قدرت کہ آں تیشہ ترا ست
اُس قدرت کے طفیل جو کہ تیرا کلہاڑا ہے

از کرم کُن ایں کژیہا را تو راست
کرم کر کے ان کجیوں کو تو سیدھا کر دے

---

[1] رہی۔ غلام۔ بے رہی۔ گمراہی یعنی نیکو کار اور خطاکار دونوں اپنے اختیار کیساتھ تابع فرمان ہیں۔ کایں۔ کہ ایں۔ غُل۔ طوق۔ یعنی اناانیت کا طوق۔ من منم یعنی انانیت کا دعویٰ۔ مہ۔ چاند۔ کی سی شکل والا۔ مکدر۔ میلا۔ استارہ۔ ستارہ الف زیادہ ہے۔ خسوف۔ چاند گرہن۔ نوبت زدن۔ نقارہ پیٹنا۔

[2] مہ گرفت۔ چاند گرہن میں ہے۔ پنگاں۔ تھالی، بعض قومیں چاند گرہن کے وقت تھالیاں بجاتی اور ڈھول پیٹتی ہیں تاکہ چاند گرہن سے نکل جائے۔ طاس۔ طشت۔ غوغا۔ شور۔ زخمہ۔ وہ چھلا جو انگلی میں پہن کر ستار بجایا جاتا ہے۔ مضراب۔

[3] فرعون۔ شاہانِ مصر کا لقب تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے کے فرعون کا نام مصعب بن ریدہ تھا لہٰذا فرعون سے مراد شاہِ مصر ہے۔ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں یہ فرعون کا مقولہ ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام ہوں تو ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ تیشہ۔ کلہاڑا۔ بیشہ۔ جنگل۔ مُوصّل۔ پیوند۔ تے۔ یعنی شاخ کا کلہاڑے پر کوئی بس نہیں ہے۔ حق۔ یعنی بحق آں قدرت۔ کژی۔ کجی۔ راست۔ سیدھا۔

باز با خود گفتہ فرعون اے عجب
پھر فرعون اپنے دل میں کہتا ہائے تعجب

من نہ در یا رَبَّنا[1] ام جملہ شب
ق کیا میں تمام رات یا ربنا میں نہیں ہوتا ہوں؟

در نہاں خاکی موزوں می شوم
تنہائی میں متواضع اور معتدل ہو جاتا ہوں

چوں بہ موسیٰ می رسم چوں می شوم
جب موسیٰ کے سامنے پہنچتا ہوں، کیسا ہو جاتا ہوں

رنگ زرِ قلب دہ تو می شود
کھوٹے سونے کا رنگ دیکھنے سے سونا ہوتا ہے

پیشِ آتش چوں بسیہ رُو می شود
آگ کے سامنے کیسا کالا منھ ہو جاتا ہے

نے کہ قلب و قالبم در حکمِ اُوست
کیا ایسا نہیں ہے کہ ہمارا قلب اور جسم اُسکے تابع ہے؟

لحظۂ ماہم کُند[2] لحظہ سیاہ
ایک لحظہ میں ہمیں چاند بنا دیتا ہے ایک لحظہ میں کالا

لحظۂ مغرم کُند یک لحظہ پوست
ایک لحظہ میں ہمیں گودا بنا دیتا ہے ایک لحظہ میں چھلکا

سبز گردم چونکہ گوید کِشت باش
جب وہ کہے کھیتی بن جاؤں سبز ہو جاؤں

خود چہ باشد کارِ ایں غیر از آلہ
خدا کے علاوہ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟

پیشِ چوگانہائے حکمِ کُن فکان[3]
کُن فکان کے حکم کے بلّے کے آگے

زرد گردم چونکہ گوید زشت باش
جب وہ کہے بدصورت بنجا میں زرد ہو جاؤں

چونکہ بے رنگے اسیرِ رنگ شد
جب بے رنگ، رنگ کا پابند ہو گیا

میدویم اندر مکان و لامکان
ہم مکان اور لامکان میں دوڑ رہے ہیں

چوں بہ بیرنگی شدی کان داشتی
جب تو اُس بے رنگی میں آ جائے جو تو رکھتا تھا

موسیٰ و فرعون دارند آشتی[4]
(معلوم ہو گا کہ) موسیٰ اور فرعون (باہمی) صلح رکھتے ہیں

گر ترا آید بریں گفتہ سوال
اگر تو میری اِس گفتگو پر سوال کرے

رنگ کے خالی بود از قیل و قال
رنگ قیل و قال سے کب خالی ہو سکتا ہے؟

اے عجب کایں رنگ از بیرنگ خاست
تعجب ہے، یہ رنگ بے رنگ سے پیدا ہوا

رنگ با بیرنگ چوں در جنگ خاست
رنگ بے رنگ سے کیوں مختلف ہوا؟

اصلِ روغن ز آب افزوں می شود
تیل کا بیج، پانی سے بڑھتا ہے

عاقبت با آب ضد چوں می شود
انجام کار، پانی کے مخالف کیوں ہوتا ہے؟

چونکہ روغن را ز آب اسرشتہ اند
جبکہ تیل کو پانی سے تیار کیا ہے

آب با روغن چرا ضد گشتہ اند
تو پانی اور تیل میں کیوں تضاد ہے؟

---

[1] یا ربنا۔ اے ہمارے پروردگار یعنی تمام رات خدا کو پکارتا ہوں۔ خاکی۔ منکسر المزاج۔ موزوں معتدل۔ رنگ۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون کی عادتیں مجتمع شدہ تھیں حضرت موسیٰ کی آتش کے سامنے اُنکا سنہرا رنگ سیاہ پڑ جاتا تھا۔ کہ۔ بلکہ۔ قلب۔ روح۔ قالب۔ جسم، فرعون کی بات کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ سب مشیت کے تابع ہیں وہ جسکے ساتھ جو معاملہ چاہتا ہے کرتا ہے۔

[2] ماہم کند۔ مرا ماہ کند۔ کشت۔ کھیتی۔ زشت۔ بُرا۔ کُن فکان۔ ہو جا پس ہو گیا قرآن پاک میں ہے جب خدا کسی بات کا ارادہ فرماتا ہے تو اسکو حکم دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ بے رنگ۔ وجودِ مطلق۔ اسیرِ رنگ۔ یعنی وجودِ مطلق جب تعینات کی قید میں آتا ہے اور وہ وجود صفتِ امکان کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے۔ موسیٰ۔ یہاں مراد مطلقاً نبی ہے۔

[3] دارند آشتی۔ یعنی جو کچھ اختلافات ہیں وہ تعینات کی وجہ سے ہیں بوجودِ مطلق کا تقاضہ آشتی اور صلح ہے قیل و قال۔ یعنی اختلافات۔ اے عجب۔ یعنی جب وجودِ مطلق ہی کے سب تعینات ہیں تو وجودِ مطلق کے خواص مکانات میں کیسے بدل گئے۔ اصل اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ تعین پانی ہے تو وجود کا لیکن جب پانی سے تیل بنا تو تیل میں پانی کے خواص نہیں رہے

چوں[1] گُل از خار است و خار از گُل چرا
جب پھول کانٹے سے اور کانٹا پھول سے ہے کیوں،

ہر دُو در جنگ اند و اندر ماجرا
دونوں جنگ میں (مبتلا) ہیں در بحث و تمحیص میں

یا نہ جنگ ست این بر اے حکمت ست
یا یہ جنگ نہیں ہے بلکہ مصلحت کیلئے ہے

ہمچو جنگِ خر فروشاں صنعت ست
دلالوں کی جنگ کی طرح مصنوعی ہے

یا نہ این ست و نہ آں حیرانی ست
یا نہ یہ ہے اور نہ وہ، حیرانی ہے

گنج باید گنج در ویرانی ست
خزانہ چاہیئے اور خزانہ ویرانی میں ہے

آنچہ تو گنجش تو ہم می کنی
جس کو تو خزانہ سمجھ رہا ہے

زاں تو ہم گنج را گم می کنی
اس وہم سے تو خزانہ گم کر رہا ہے

چوں عمارت[2] دال تو وہم و رایہائے
وہم اور تدبیر کو تو آبادی کی طرح سمجھ

گنج نبود در عمارت جایہائے
آبادیوں میں خزانہ نہیں ہوتا ہے

در عمارت ہستی و جنگے بود
عمارت میں ہستی اور اختلاف ہوتا ہے

نیست را از ہستہا ننگے بود
فانی کو ہستیوں سے نفرت ہوتی ہے

نے کہ ہست از نیستی فریاد کرد
(یہ بات) نہیں ہے کہ ہستی نے نیستی سے نفرت کی

بلکہ نیست آں ہست را داد کرد
بلکہ نیست نے اس ہست کو رد کر دیا ہے

تو مگو کہ من گریزانم ز نیست
تو یہ نہ کہہ کہ میں نیست سے گریز کرتا ہوں

بلکہ او از تو گریزانست بایست
بلکہ وہ تجھ سے گریز کرتا ہے، ٹھہر

ظاہراً می خواندت او سوئے خود
بظاہر وہ تجھے اپنی طرف بلاتا ہے

وز دروں می راندت با چوبِ[3] رد
لیکن باطن میں تجھے ہٹکانے کی لکڑی سے ہٹکاتا ہے

قومے اندر آتشِ سوزاں چو ورد
ایک قوم جلانیوالی آگ میں پھولوں کیطرح ہے

قومے اندر گلستاں با رنج و درد
اور ایک قوم باغ میں رنج اور درد میں ہے

نعلہائے باژگونہ است اے سلیم
اے سلیم! یہ اُلٹے نعل ہیں

نفرتِ فرعون را داں از کلیم
فرعون کی نفرت کو موسیٰ (علیہ السلام) کی جانب سے سمجھ

سبب حرماں اشقیا از دو جہاں کہ خسر الدنیا والآخرۃ
بدبخت لوگوں کے دو جہاں سے محروم رہنے کا سبب جنھوں نے دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھایا

آں حکیمک اعتقادے کردہ است
اس فلسفی نے اعتقاد کیا ہے

کآسماں بیضہ زمیں چوں زردہ است
کہ آسمان انڈے کیطرح اور زمین زردی کیطرح ہے

---

[1] چوں گل۔ یہ دوسرا جواب ہے یعنی گل اور خار دونوں کا نشو و نما ایک درخت سے ہے پھر بھی دونوں میں تضاد ہے۔ یا یہ جنگ تیسری بات یہ ہے کہ انہیں حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ مصلحت کی وجہ سے بناوٹی اختلاف ہے۔ حیرانی اور احساس کا تعقل۔ گنج۔ خزانہ، یہاں استغراق فی الحق مراد ہے۔ ویرانی حیرت، مجاہدہ۔ گنجش۔ گنج سے مراد دنیوی لذتیں ہیں۔

[2] عمارت۔ آبادی یعنی وہم اور خیالات آبادی کی طرح ہیں، خزانہ ویرانہ میں ملتا ہے آبادی میں نہیں ہوتا۔ نیست۔ یعنی فانی فی اللہ۔ ہستہا۔ یعنی دنیادار، مدعیان ہستی۔ فریاد کردن۔ شاکی ہونا، نفرت کرنا۔ داد داد واپس۔ نیست۔ صاحب فنا۔ راندن۔ ہٹکانا، ہٹانا۔

[3] چوب رد۔ وہ ڈنڈا جو بلی تتے کو بھگانے کیلئے بناں جاتا ہے۔ تو مے یعنی اہل اللہ ورد۔ گلاب کا پھول۔ نعلہائے باژگونہ۔ چند جوتوں میں الٹے نعل جوڑ دالتے ہیں تاکہ کھوجی انکی آمد کو رفت سمجھ لے یعنی دراصل تو اہل اللہ کو اہل دنیا سے نفرت ہوتی ہے لیکن نظر یہ آتا ہے کہ دنیادار انکو ذلیل سمجھ رہے ہیں۔ حکیم۔ حضرت عیسیٰ کلیم اللہ حکیمک۔ فلسفی کاف تصغیر کا ہے۔ زردہ۔ انڈے کی زردی۔

گفت سائل چون بماند این خاکدان[۵۱]
سوال کرنیوالے نے کہا کہ یہ زمین کس طرح ٹھہری ہوئی ہے

درمیانِ ایں محیطِ آسماں
اس احاطہ کرنے والے آسمان کے درمیان میں

ہمچو قندیلے معلق در ہوا
ہوا میں ایک معلق قندیل کی طرح

نے بر اسفل می رود نے بر علا
(جو) نہ نیچے جاتی ہے نہ اوپر

آں حکیمش گفت کز جذبِ سما
اُس فلسفی نے کہا کہ آسمان کی کشش ہے

از جہاتِ شش بماند اندر ہوا
شش جہات سے، ہوا میں ہے

چوں ز مقناطیس قبہ ریختہ
جیسے مقناطیس سے ڈھلا ہوا قبہ

درمیان ماند آہنے آویختہ
لٹکا ہوا لوہا (اُس کے) درمیان رہتا ہے

آں دگر گفت آسمانِ باصفا[۵۲]
دوسرے نے کہا مصفّی آسمان

کے کشد در خود زمینِ تیرہ را
تاریک زمین کو اپنی طرف کب کھینچے گا؟

بلکہ دفعش می کند از شش جہات
بلکہ اُس کو چھ جانبوں سے دفع کرتا ہے

تا بماند درمیانِ عاصفات
تاکہ تیز ہواؤں کے درمیان میں رہے

پس ز دفعِ خاطرِ اہلِ کمال
اہلِ کمال کی طبیعت کے دفع کرنے کیوجہ سے

جانِ فرعوناں بماند اندر ضلال
فرعونوں کی جان گمراہی میں پڑی رہی

پس ز دفعِ ایں جہان و آں جہاں
پس اِس جہان اور اُس جہان کے دفع کرنے کیوجہ سے

ماندہ اند ایں بیرہاں بے ایں و آں
یہ گمراہ بغیر اِس کے اور بغیر اُس کے رہے

سرکشی از بندگانِ ذوالجلال
اللہ کے بندوں سے تو سرکشی اس لئے کرتا ہے

زانکہ دارند از وجودِ تو ملال
کیونکہ وہ تیرے وجود سے رنجیدہ ہیں

کہربا[۵۳] دارند و چوں پیدا کنند
اُن کے پاس کہربا ہے جب وہ اسکو ظاہر کرتے ہیں

کاہِ ہستیٔ ترا شیدا کنند
تیرے وجود کے تنکے کو عاشق بنا لیتے ہیں

کہربائے خویش چوں پنہاں کنند
اپنے کہربا کو جب وہ چھپا لیتے ہیں

زود تسلیمِ ترا طغیاں کنند
فوراً تیری اطاعت کو سرکشی بنا دیتے ہیں

آنچناں کہ مرتبہ حیوانی ست
جس طرح حیوانی مرتبہ ہے

کو اسیر و سغبۂ انسانی ست
کہ وہ انسان کا قیدی اور فرمانبردار ہے

مرتبہ انساں بدستِ اولیا
انسان کا مرتبہ اولیاء کے ہاتھ میں ہے

سغبہ چوں حیواں شناسش اے کیا
حیوان کی طرح فرمانبردار سمجھ، اے عقلمند!

---

۵۱ خاکدان۔ زمین۔ محیط۔ احاطہ کرنیوالا۔ معلق۔ لٹکا ہوا۔ اسفل۔ نیچے کی چیز۔ علا۔ بلندی۔ جذب۔ کشش۔ سما۔ آسمان۔ شش جہات۔ دائیں، بائیں، اوپر، نیچے، آگے، پیچھے۔ مقناطیس۔ میم اور طا کا کسرہ ہے۔ ایک پتھر ہے جو لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ قبہ۔ گنبد۔ ریختہ۔ ڈھلا ہوا۔

۵۲ باصفا۔ صاف و شفاف۔ تیرہ۔ غبار آلود، تاریک۔ دفع۔ دُور کرنا۔ شش جہات۔ چھ طرفیں۔ عاصفات۔ عاصفہ کی جمع، تیز ہوا۔ خاطر۔ قلب۔ اہلِ کمال۔ یعنی اولیاء اللہ۔ ضلال۔ گمراہی۔ ایں جہاں۔ دنیا۔ آں جہاں۔ آخرت۔ بیرہاں۔ گمراہان۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ ملال۔ رنج۔

۵۳ کہربا۔ کاہ ربا، وہ پتھر جو تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ کاہ۔ تنکا۔ تسلیم۔ مان لینا۔ طغیان۔ سرکشی، انکار۔ اسیر۔ قیدی۔ سغبہ۔ سین کے فتح کے ساتھ، مطیع، مغلوب۔ فریفتہ۔

بندۂ خود خواند احمدؐ در رشاد
قرآن میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بندہ کہکر پکارا ہے

جملہ عالم را بخواں قُلْ یَا عِبَادِیْ[1]
تمام جہان کو "قُلْ یَا عِبَادِیْ" پڑھ لے

عقلِ تو ہمچوں شتر باں تو شتر
تو اونٹ ہے اور عقل شتربان کی طرح ہے

می کشاند ہر طرف در حکمِ مُر
سخت حکم سے ہر طرف کھینچتی ہے

عقلِ عقلہا اولیا و عقلہا
اولیاء عقل کی عقل ہیں اور عقلیں

بر مثالِ اُشتراں تا اِنتہا
آخیر تک اونٹوں کی طرح ہیں

اندر ایشاں بنگر آخر ز اعتبار
اُن کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ

یک قلاوز ست و جانِ صد ہزار
ایک رہنما ہے اور لاکھوں جانیں ہیں

چہ قلاوز و چہ اشتر باں بیاب
رہنما کیا اور شتربان کیا، حاصل کر

دیدۂ کاں دیدہ بیند آفتاب
وہ آنکھ جو آنکھ آفتاب کو دیکھ سکے

تاک جہاں در شب بماندہ مسخ دوز
یہ دنیا تاریکی میں ہے، بیکار

منتظر موقوفِ خورشید ست و روز
منتظر اور سورج اور دن پر موقوف ہے

اینت خورشیدے نہاں در ذرّۂ
حیرت ذرّہ میں سورج پوشیدہ ہے

شیرِ نر در پوستینِ برّۂ
بکری کے بچہ کی کھال میں شیرِ نر ہے

اینت[2] دریائے نہاں در زیرِ کاہ
حیرت گھاس کے نیچے چھپا دریا ہے

پا برایں کہ ہیں منہ با اشتباہ
خبردار شبہہ میں اس گھاس پر پاؤں نہ رکھنا

اشتباہے و گمانے در دروں
باطن میں محسنِ ظن اور گمان

رحمتِ حق ست بہر رہنموں
رہنمائی کے لئے اللہ کی رحمت ہے

ہر پیمبر فرد آمد در جہاں
ہر پیغمبر دنیا میں تنہا آیا

فرد بُود و صد جہانش در نہاں
تنہا تھا اور اُس میں سو جہان چھپے ہوئے تھے

عالمِ کبریٰ بقدرت سُخرہ کرد
قدرت سے عالمِ کبریٰ کو مسخر کر دیا

کرد خود را در کہیں نقشے نورد
معمولی نقش میں اپنے آپ کو لپیٹ دیا

اَبلہانش فرد دیدند و ضعیف
بیوقوفوں نے اُس کو اکیلا اور کمزور سمجھا

کے ضعیف ست آنکہ باشہ شد حریف
وہ کمزور کب ہوگا جو شاہ کا مصاحب ہو

اَبلہاں گفتند مردے بیش نیست
بیوقوفوں نے کہا ایک انسان سے زیادہ نہیں ہے

وائے آنکو عاقبت اندیش نیست
اُس پر افسوس ہے جو عاقبت اندیش نہیں ہے

---

[1] قُلْ یَا عِبَادِیْ۔ کہہ دو اے میرے بندو، عام مفسرین یا عبادی کو اللہ کا مقولہ قرار دیتے ہیں لیکن مولانا نے یہاں جو تفسیر کی ہے اُسکے اعتبار سے یا عبادی کو آنحضورؐ کا مقولہ بتایا ہے۔ مُر کڑوا، سخت۔ عقلِ عقلہا۔ یعنی اولیاء، لوگوں کی عقل کے لئے بمنزلہ عقل کے ہیں۔ اعتبار۔ عبرت اور سبق حاصل کرنا۔ قلاوز۔ رہبر۔ صد ہزار۔ لاکھ۔ چہ۔ یعنی اولیاء کو قلاوز اور شتربان جیسا سمجھنا غلط ہے بلکہ وہ آفتاب ہیں۔ تاک۔ اینک کا مخفف ہے۔ یعنی دنیا ساکن، بیکار، منتظر۔ یعنی اولیاء کے بغیر دنیا میں اندھیرا ہے دنیا اپنی روشنی کیلئے انکے وجود کی منتظر ہے جس طرح رات اپنے منوّر ہونے میں سورج کی منتظر رہتی ہے۔

[2] اینت اینک، یہ خورشید یعنی روح۔ ذرّہ یعنی جسمِ انسانی۔ زیرِ کاہ جس دریا کی سطح پر گھاس ہو وہاں بڑی احتیاط کیضرورت ہوتی ہے انسان گھاس سمجھ کر قدم دھرتا ہے نیچے گہرا پانی ہوتا ہو گا۔ اشتباہ۔ غفلت کے ساتھ حسنِ ظن تاثر رکھنے سے رہنما ملجاتا ہے۔ ہر پیمبر یعنی پیغمبر در اصل پوری ایک امت ہوتا ہے۔ عالمِ کبریٰ۔ جہان، عالمِ صغریٰ انسان کو کہا جاتا ہے۔ نقشے یعنی پیغمبر انسان کی صورت میں رونما ہوتا ہے لیکن کائنات پر اُسکا تصرف ہوتا ہے۔

عاقبت دیدن بُود از کاملی
کامل ہونا، انجام پر نظر رکھنا ہے

دور بودن ہر نفس از جاہلی
ہر وقت جہالت سے دُور رہنا ہے

بشنوا اکنوں قصۂ صالح رواں
اب (حضرت) صالح رح کا مشہور قصہ سُن

بگذر از صورت طلب معنیٔ دراں
الفاظ سے گزر جا اُن میں معنی طلب کر

زانکہ صورت بیں نہ بیند عاقبت[۲]
کیونکہ ظاہر بیں انجام کو نہیں دیکھتا ہے

عاقبت بینی بیابی عافیت
تو انجام پر نظر کرے گا تو عافیت کو پائیگا

حقیر دیدن خصمان صالح ناقہ را چوں حق تعالےٰ خواہد لشکرے
دشمنوں کا حضرت صالح رح کی اونٹنی کو حقیر سمجھنا۔ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی لشکر کو

راہلاک گرداند در نظر ایشاں خصمان را حقیر نماید وَیُقَلِّلُکُمْ
ہلاک کرے، اُن کی نگاہ میں دشمنوں کو حقیر دکھاتا ہے اور وہ قم کو اُن

فِیْ اَعْیُنِہِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا
کی نظر میں کم دکھاتا تھا تاکہ اُس کام کو سرانجام دے جو کرنا چاہتا ہے

ناقۂ صالح بصورت بُد شتر
(حضرت) صالح رح کی اونٹنی بظاہر ایک اونٹنی تھی

پے بریدندش بجہل آں قوم مُر
اُس سخت قوم نے جہالت سے اُسکی کونچیں کاٹ دیں

از برائے آب جو خصمش شدند
وہ نہر کے پانی کیوجہ سے اُس کے دشمن ہوگئے

آب کور و ناں کور ایشاں بُدند
وہ پانی اور روٹی کے احسان فراموش ہوگئے

ناقۃ اللہ آب خود از جوئے میغ
اللہ کی اونٹنی نے ابر کی نہر سے پانی پیا

آب حق را داشتند از حق دریغ
اُنھوں نے اللہ کا پانی، اللہ سے روکا

ناقۂ صالح[۳] چو جسم صالحاں
(حضرت) صالح رح کی اونٹنی کی مثال نیک لوگوں کے جسم کی سی ہے

شد کمینے در ہلاک طالحاں
(جو) بدبختوں کی ہلاکت کی کمین گاہ بنی

تا بران اُمت زحکم مرگ و درد
دیکھ لو کہ اُس قوم پر موت اور درد کے ذریعہ

ناقۃ اللہ وَسُقْیَاھَا چہ کرد
اللہ کی اونٹنی اور اُس کے پانی پینے نے کیا کیا

شحنۂ قہر خدا از ایشاں بجست
خدا کے قہر کے داروغہ نے اُن سے طلب کیا

خونبہائے اُشتر ے شہرے درست
اونٹنی کے خون کے بدلے میں ایک پورا شہر

روح صالح بر مثالِ اُشتر است
روح جو بمنزلہ (حضرت) صالح رح کے اونٹ جیسی چیز ہے

نفس گمرہ مر وراچوں پے بر است
اور گمراہ نفس اُسکی کونچیں کاٹنے والے کی طرح ہے

---

[۱] کاملی دجاہلی میں یاء صدری ہے۔ صالح رح قوم ثمود کے نبی تھے اُنکے کہنے پر اللہ تعالیٰ نے ایک اونٹنی پتھر سے پیدا کردی جسکو قوم نے اس ضد میں مار ڈالا کہ وہ تالاب کا بیشتر پانی پی لیتی تھی اسپر قوم ثمود پر زلزلہ کا عذاب آیا اور وہ تباہ ہوگئی۔ رواں۔ جاری، مشہور۔ صورت۔ ظاہری حیثیت، نقلی پہلو۔

[۲] عاقبت۔ انجام کار۔ خصمان خصم کی جمع اخالف۔ وَیُقَلِّلُکُمْ۔ یہ آیت جنگ بدر سے متعلق نازل ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قدرت نے لشکر کفار کی نظروں میں مسلمانوں کو قلیل کرکے دکھایا تاکہ وہ جنگ پر آمادہ ہوں اور قدرت مسلمانوں کے ہاتھ سے اُن کا خاتمہ کرادے۔ پے بریدن۔ ایڑی کے اوپر سے پیر کے رگ پٹھے کاٹ دینا تاکہ چلنے کے قابل نہ رہے۔ مر۔ کڑوا۔ آب کور و نان کور۔ احسان فراموش۔ جوئے میغ یعنی اُس تالاب اور نہر میں قدرتی پانی تھا۔ میغ۔ ابر۔ آب حق۔ قدرتی پانی۔

[۳] ناقۃ۔ یعنی نیک لوگوں کو ستانا ہلاکت کا باعث ہے حضرت صالح رح کی اونٹنی کو ستا کر قوم ثمود ہلاک ہوئی۔ ناقۃ اللہ وسقیاھا۔ یہ سورۂ شمس کی آیت ہے جسمیں کہا گیا ہے کہ اللہ کے رسول نے اُنسے کہا کہ اللہ کی اونٹنی کو نہ ستانا اور نہ اُس کا پانی بند کرنا لیکن انھوں

روحِ ہمچو صالح و تن ناقہ است
روح بمنزلہ (حضرت) صالحؑ ہے اور جسم اونٹنی ہے

روح اندر وصل[1] و تن در فاقہ است
روح وصل (کی خوشی) میں ہے اور جسم فاقہ میں ہے

روحِ صالح قابلِ آفات نیست
روح جو بمنزلہ صالحؑ ہے مصائب کو قبول کرنیوالی نہیں ہے

زخم بر ناقہ بود بر ذات نیست
زخم اونٹنی پر ہوگا، ذات پر نہیں ہے

روحِ صالح قابلِ آزار نیست
روح (جو بمنزلہ صالحؑ ہے) تکالیف کو قبول کرنیوالی نہیں ہے

نورِ یزداں صبغۂ کفار نیست
اللہ کا نور کافروں کا ثمرِ نقمہ نہیں ہے

حق ازاں پیوست با جسمے نہاں
اللہ تعالیٰ نے اسکو جسم سے پوشیدہ طور پر پیوست کر دیا ہے

تا شَ آزارند و بینند امتحاں
تاکہ وہ اس کو ستائیں اور آزمائش میں پڑیں

بے خبر کآزارِ ایں آزارِ اوست
(وہ) اس سے بے خبر ہیں کہ اس (روح) کو ستانا اُس اللہ (کو ستانا) ہے

آبِ ایں خُم[2] متصل با آبِ جوست
اس مشکے کا پانی نہر کے پانی سے وابستہ ہے

زاں[3] تعلق کرد با جسمش اِلٰہ
اُس کو اللہ نے جسم سے اسلئے متعلق کیا

تا کہ گردد جملہ عالم را پناہ
تاکہ وہ تمام دنیا کے لئے پناہ بنے

کس نیابد بر دلِ ایشاں ظفر
اُن کے دل پر کوئی فتح نہیں پاتا ہے

بر صدف آید ضرر نے بر گہر
ضرر سیپ کو پہنچتا ہے نہ کہ موتی کو

ناقۂ جسمِ ولی را بندہ باش
ولی کے جسم کی اونٹنی کا غلام بن جا

تا شوی بارِ روحِ صالح خواجہ تاش[4]
تاکہ روحِ صالح کے ساتھ تجھے ہمخوابگی حاصل ہو

گفت صالح چونکہ کردید ایں حسد
حضرتِ صالحؑ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے یہ حسد برتا

بعد سہ روز از خدا نقمت رسد
تین دن کے بعد خدا کا عذاب آئے گا

بعدِ سہ روزِ دگر از جاں ستاں
اگلے تین دن بعد جان لینے والے (اللہ) کا جواب ہے

آتشے آید کہ دارد سہ نشاں
ایک آگ آئے گی جس کی تین علامتیں ہیں

رنگ روئے جملہ تاں گردد دگر
تم سب کے چہروں کا رنگ دگرگوں ہو جائیگا

رنگ رنگ مختلف اندر نظر
جو دیکھنے میں مختلف رنگ کے ہوں گے

روزِ اوّل روئے تاں چوں زعفراں
پہلے دن تمہارے چہرے زعفران جیسے ہونگے

در دوم رُو سُرخ ہمچوں ارغواں
دوسرے دن چہرے ارغوان کی طرح سُرخ ہونگے

در سوم گردد ہمہ رُو ہا سیاہ
تیسرے دن سب چہرے سیاہ ہو جائیں گے

بعد ازاں اندر رسد قہرِ اِلٰہ
اُس کے بعد اللہ کا عذاب آ جائے گا

---

[1] وصل یعنی وہ واصل بحق ہے اور مسرور ہے۔ تن یعنی جسم پر مصائب آتے ہیں۔
ذات یعنی روح منفعہ۔ چلتی چیز، امتحان یعنی شریر لوگ نیکوں کے جسم کو ستاتے ہیں تو عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایں یعنی روح۔ او۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ آب یعنی روح کی نسبت اللہ تعالیٰ سے وہی ہے جو مشکے کے پانی کی نہر کے پانی سے ہے۔

[2] زاں۔ انبیاء اور اولیاء کی روح کو جسموں سے اس لئے بھی متعلق کیا گیا ہے کہ وہ عالم کی پناہ بنیں۔ ظفر۔ فتح۔ صدف۔ سیپ۔ گہر۔ موتی۔ جسم۔ یعنی جو بمنزلہ ناقہ کے ہے۔ روح۔ یعنی جو بمنزلہ حضرت صالحؑ کے ہے۔

[3] خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام آپس میں ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلائیگا۔ حسد۔ یعنی انکو اونٹنی کے پانی پینے سے جلن پیدا ہوئی۔ نقمت۔ عذاب۔ جاں ستاں۔ جان کو لینے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ نشاں۔ علامت۔ تاں۔ جمع مخاطب کی ضمیر ہے۔ ارغواں۔ گل بابونہ جو نہایت سُرخ ہوتا ہے۔

گر نشاں خواہید از من زیں وعید[1]
اگر تم مجھ سے اِس دھمکی کی علامت چاہتے ہو

گر توانیدش گرفتن چارہ ہست[2]
اگر اُس کو پکڑ سکو تو (یہ) تدبیر ہے

چوں شنیدند ایں از و جملہ بہ تگ[3]
جب اُنھوں نے اُن سے یہ سُنا سب دوڑ کر

کس نتانست اندراں کرّہ رسید
کوئی شخص اُس بچّہ تک نہ پہنچ سکا

ہمچو روحِ پاک کو از ننگِ[4] تن
پاک روح کی طرح جو کہ جسم کی نفرت سے

گفت دیدید ایں قضا مُبرم[5] شدست
فرمایا، تم نے دیکھ لیا یہ فیصلہ قطعی ہوگیا ہے

کرّہ ناقہ چہ باشد خاطرش
اونٹنی کا بچہ کس کی مثال ہے اُسکے دل کی

گر بجا آید دلش رَستید ازاں[6]
اگر اُس کا دل صاف ہو جائے، اُس (عذاب) سے چھوٹ گئے

چوں شنیدند آں وعیدِ مُنکدر
جب اُنھوں نے ہولناک دھمکی سُنی

روزِ اوّل رُوئے خود دیدند زرد
پہلے دن اپنے چہروں کو زرد دیکھا

سُرخ شد رُوئے ہمہ روزِ دوم
دوسرے دن سب کے چہرے سُرخ ہوگئے

شد سیہ روزِ سوم رُوئے ہمہ
تیسرے دن سب کے چہرے سیاہ ہوگئے

چوں ہمہ در نا اُمیدی سَر زدند
جب سب نا اُمیدی میں مبتلا ہوگئے

کرّہ ناقہ بسوئے کہ دوید
اونٹنی کا بچہ پہاڑ کی جانب بھاگا جارہا ہے

ورنہ خود مُرغِ امید از دام جست
ورنہ اُمید کا پرندہ جال سے نکل گیا ہے

در پئے اُشتر دوید ندے چو سگ
اونٹ (کے بچے) کے پیچھے کُتّے کی طرح بھاگے

رفت و در کہسار ہا شد ناپدید
وہ چلا گیا اور پہاڑوں میں غائب ہوگیا

میگریزد جانبِ ربّ المِنَن
خدا کی جانب بھاگتی ہے

صورتِ اُمّید را گردن زدست
جس نے اُمید کی صورت معدوم کردی ہے

کہ بجا آرید احسان و برش
کہ جس کے ساتھ احسان اور خدمت بجالاؤ

ورنہ نومید و ساعدہا گزاں
ورنہ نا اُمید اور حسرت زدہ رہو گے

چشم بنہادند آں را مُنتظر
سراپا انتظار بن کر انتظار کرنے لگے

میزدند از نا اُمیدی آہِ سرد
اور نا اُمیدی سے ٹھنڈی آہیں بھرتے

نوبتِ اُمید و توبہ گشت گم
اُمید اور توبہ کا وقت ختم ہوگیا

حُکمِ صالح راست شد بے لَمْحَہ
(حضرت) صالح کا حکم بلا اختلاف صحیح ثابت ہوا

ہمچو اُشتر در دو زانو آمدند
اونٹ کی طرح گھٹنوں کے بل آئے

---

[1] وعید۔ بُری بات کا وعدہ
[2] کرّہ۔ بچہ۔ کرّہ۔ کرہ کا مخفف ہے، پہاڑ۔ چارہ ہست۔ یعنی عذاب سے بچنے کی تدبیر ہے۔ تگ دوید۔ دوڑ دھوپ۔ یار زیادہ ہے، ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔ نتانست۔ نتوانست۔ کہسار۔ کوہستان۔
[3] ننگ۔ عیب، نقص۔
[4] مُبرم۔ قطعی۔ گردن زدن۔ مار ڈالنا۔ کرّہ۔ یعنی حضرت صالحؑ کی اونٹنی کے بچہ کی مثال ایک ولی کے دل کی سمجھو جس کی خدمت اور احسانمندی تمہارے لئے ضروری ہے، اگر اونٹنی کا بچہ اُنسے راضی ہو جاتا تو عذاب الٰہی سے نجات پا جاتے اسی طرح اگر ولی کے دل کو خوش رکھو گے نجات پا جاؤ گے ورنہ حسرت اور افسوس سے دوچار ہو گے۔
[5] دل بجا آمدن۔ طبیعت کا بحال ہو جانا، مطمئن ہو جانا۔ ساجد۔ کھائی۔ منکدر۔ مکدر۔ چشم نہادن۔ انتظار کرنا۔ حکم۔ فیصلہ۔ لَمْحَہ۔ بمعنی اختلاف۔

در نبے[1] آورد جبریلِ امیں
قرآن میں جبریل امین لائے ہیں

شرح ایں زانو زدن را جاثمیں
گھٹنوں کے بل بیٹھنے کی شرح "جاثمین"

زانو آں دم زن کہ تعلیمت کنند
تو دوزانو اُس وقت بیٹھ جب تجھے پڑھائیں

وز چنیں زانو زدن بیمت کنند
اور اُس طرح دوزانو بیٹھ جانے سے تجھے ڈرائیں

منتظر گشتند زخمِ قہر را
قہر کی چوٹ کے منتظر ہو گئے

قہر آمد نیست کرد آں شہر را
قہر ٹوٹا (اور) اُس شہر کو نیست و نابود کر دیا

صالح از خلوت[2] بسوئے شہر رفت
(حضرت) صالحؑ خلوت سے شہر کی جانب گئے

شہر دید اندر میان دود و تفت
شہر کو دھویں اور سوختگی میں دیکھا

نالہ از اجزائے ایشاں می شنید
اُن کے اجزاء سے وہ نالہ سنتے تھے

نوحہ پیدا، نوحہ گویاں ناپدید
رونا موجود تھا رونے والے معدوم تھے

زاستخوانہا شاں شنید اُو نالہا
اُنھوں نے اُن کی ہڈیوں سے رونا سنا

اشکِ خوں از جانشاں چوں ژالہا
اُنکی جانوں سے خون کے آنسو اولوں کی طرح (دیکھے)

گریہ چوں از حد گذشت و ہائے ہائے
رونا اور ہائے ہائے جب حد سے گذر گیا

گریہ ہائے جانگدازِ دلربائے
وہ رونا جو جانگداز اور دلربا تھا

صالح آں بشنید و گریہ ساز کرد
(حضرت) صالحؑ نے وہ سنا اور رونا شروع کر دیا

نوحہ بر نوحہ گراں آغاز کرد
رونے والوں پر رونا شروع کر دیا

گفت اے قومِ بباطل زیستہ
فرمایا، اے باطل میں زندگی بسر کرنیوالی قوم!

وز شما من پیشِ حق بگریستہ
اور تم سے میں خدا کے رائگاں نالاں رہا ہوں

حق بگفتہ صبر کن بر جورِ شاں
اللہ (تعالےٰ) نے فرمایا اُن کے ظلم پر صبر کر

پندشاں دہ بس نماند از دورِ شاں
اُنکو نصیحت کر اُن کا دور زیادہ نہیں رہا ہے

من[3] بگفتہ پند شد بند از جفا
میں نے عرض کیا نصیحت جور و جفا کیوجہ سے بند ہو گئی

شیرِ پند از مہر جوشد و ز صفا
نصیحت کا دودھ محبت اور صفا کے جوش میں آتا ہے

بسکہ کردید از جفا بر جائے من
میرے بارے میں تم نے بہت ظلم کئے

شیرِ پند افسرد در رگہائے من
نصیحت کا دودھ میری رگوں میں ٹھہر گیا

حق مرا گفتہ تُرا لُطفے دہم
اللہ (تعالیٰ) نے مجھ سے فرمایا تجھے (صفتِ) لطف عطا کرونگا

بر سرِ آں زخمہا مرہم نہم
اُن زخموں پر مرہم رکھ دوں گا

---

[1] نبے۔ قرآن پاک۔
جاثمیں۔ سینہ کے بل اوندھے ہو جانیوالے۔ قرآن پاک میں قوم ثمود کے بارے میں فرمایا گیا ہے: فاصبحوا فی دارھم جاثمین۔ پس ہو گئے وہ اپنے گھروں میں اوندھے۔ انسان کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے اُستاد اور پیر کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھنا چاہیئے۔
بیم۔ ناامیدی۔

[2] خلوت۔ خاء کے فتحہ کے ساتھ، تنہائی۔ دود۔ دھواں۔ تفت۔ گرمی۔ جانگداز۔ جان کو بڑھانے والا۔ چونکہ اُن کا رونا باعث عبرت تھا جس کے وجہ سے روحانی ترقی ہوتی ہے اس لئے اُس کو جانگداز کہا ہے۔ بس۔ بہت۔
دود۔ زمانہ۔

[3] من بگفتہ۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا۔ نصیحت کے جذبات تو محبت سے اُبھرتے ہیں جبکہ اُن لوگوں نے مجھ پر ظلم کئے تو نصیحت کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔
لطفے دہم۔ خدا نے فرمایا ہم تجھے اپنی صفت لطف ودیعت کر دینگے۔ آں زخمہا۔ اُنکی ایذا رسانی کے زخم۔

صاف کردہ حق دلم را چوں سما[1]
اللہ (تعالیٰ) نے میرے دل کو آسمان کیطرح صاف کردیا

در نصیحت من شدہ بارِ دگر
میں دوبارہ نصیحت میں لگ گیا ہوں

شیرِ تازہ از شکر انگیختہ
شکر سے ، تازہ دودھ نکالا

در شما چوں زہر گشتہ ایں سخن
اُس بات نے تم میں زہر کا کام کیا

چوں شوم غمگیں کہ غم شد سرنگوں
میں غمگین کیوں ہوں جبکہ غم اوندھا ہوگیا؟

ہیچ کس بر مرگِ غم نوحہ کند
غم کے ختم ہوجانے پر کوئی روتا ہے؟

رُو بخود کرد و بگفت آ نوحہ گر
اپنی طرف رُخ کیا اور کہا اے نوحہ گر!

کژ مخواں اے راست خوانندہ مبین
اے قرآن مبین کے صحیح پڑھنے والے! غلط نہ پڑھ

باز اندر چشمِ خود او گریہ یافت
پھر اُن (صالحؑ) نے اپنی آنکھ میں نمی محسوس کیا

قطرہ می بارید و حیراں گشتہ بود
قطرے ٹپک رہے تھے اور وہ (صالحؑ) حیران تھے

عقلِ او می گفت کہ ایں گریہ چیست
اُن کی عقل کہتی تھی کہ یہ رونا کس وجہ سے ہے؟

برچہ می گریی بگو بر فعلِ شاں
کس چیز پر روتے ہو؟ بتاؤ اُن کے کاموں پر

بر دلِ تاریک پُر زنگارِ شاں
اُن کے زنگ آلود تاریک دل پر

روفتہ از خاطرم جورِ شما
تمہارے ظلم کو میری طبیعت سے جھاڑ دیا

گفتہ امثال و سخنہا چوں شکر
شکر جیسی باتیں اور مثالیں کہنے لگا ہوں

شیر و شہدے با شکر آمیختہ
دودھ اور شہد کو شکر سے ملایا

زانکہ زہرستان بُدید از بیخ و بُن
اس لئے کہ تم جڑ اور بنیاد سے سراپا زہر تھے

غم شما بودید اے قومِ حرول
اے سرکش قوم! غم تو تم تھے

ریشِ سر چوں شد کے مو برکند[2]
جب سر کا زخم اچھا ہوجائے کون بال کھڑا کرتا ہے؟

نوحہ ات را می نیرزند ایں نفر
یہ لوگ تیرے نوحے کے لائق نہیں ہیں

کیف اسی خلف قوم کافرین[3]
میں کافروں کی قوم پر کس طرح غمخواری کروں؟

رحمتِ بے علتے بر وے بتافت
بے علت رحمت نے اُن پر تجلی کی

قطرۂ بے علت از دریائے جود[4]
وہ قطرے جو بخشش کے دریا سے کسی وجہ کے بغیر آرہے تھے

بر چنیں افسوسیاں شاید گریست
ایسے ظالموں پر رونا چاہیئے؟

بر سیاہِ کینۂ بدنعلِ شاں
اُن کی بدکینہ شریر فوج پر

بر زبانِ زہر ہمچوں مارِ شاں
اُن کی سانپ جیسی زہر آلود زبان پر

---

[1] سما: آسمان کی صفائی ضرب المثل ہے۔ روفتن جھاڑ دینا، صاف کردینا۔ شیر: دودھ یعنی نصیحت۔ شکر: یعنی میٹھی باتیں۔ زہرستان: زہر کی جگہ۔ بُدید: بودید۔ سرنگوں: اوندھا، منقلب۔ حرون: سرکش۔ مرگِ غم: زوالِ غم۔ ریش: زخم۔

[2] مو برکندن: بال نوچنا، اظہارِ غم کرنا۔ رد: مجرد کرد۔ یعنی اپنے آپ کو مخاطب کیا۔ نفر: جماعت۔ کژ: کج، ٹیڑھا۔

[3] کیف اسی: قرآن میں حضرت شعیبؑ کا مقولہ منقول ہے کہ میں کافروں کی ہلاکت پر کیسے غم کروں۔ آیت میں عنی قوم ہے مولانا نے خلف قوم فرمایا ہے یعنی مجھے اب غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ باز: حضرت صالحؑ نے اپنے آپ کو تسلی دی لیکن پھر بھی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

[4] رحمتِ بے علت: خدا کی رحمت بلا علت اور بغیر غرض کے ہوتی ہے۔ چیرآن حضرت صالحؑ حیران تھے کہ آنکھوں سے آنسو کیوں بہے جاتے ہیں۔

[5] دریائے جود: یعنی رحمت خداوندی۔ افسوس: ظلم۔ افسوسیاں ظلم کرنیوالے۔ برچنیں: ایسے کے متعدد ضمیر عقل کا مقولہ ہیں۔ سیاہ کینہ: یعنی قوم کا ہر ہر فرد مجسم کینہ تھا اور پوری قوم کینہ کے سپاہی تھے۔ بدنعل: وہ گھوڑا جو نعلبندی کے وقت شرارت کرے۔

بر دم و دندانِ سگسارانِ شاں — بر دہان و چشم کژدم خانہ شاں[1]
اُن کے کتوں جیسے دانتوں اور سانس پر — اُن کے مُنہ اور آنکھ پر جو بچھوؤں کا گھر تھے

بر ستیز و تسخر و افسوسِ شاں — مُشکر کُن چوں کرد حق مجبوسِ شاں
اُن کی جنگجوئی اور تمسخر اور ظلم پر — اللہ (تعالیٰ) کا شکر کرو جبکہ اللہ نے انکو گرفتار کر دیا ہے

دستہائے کژ پائے کژ چشمِ کژ — مہرِ شاں کژ صلحِ شاں کژ خشمِ کژ
اُن کے ہاتھ کج، اُن کے پیر کج، آنکھیں کج — اُن کی محبت کج، اُن کی دوستی کج، غصہ کج

از پئے تقلید و از آیاتِ نقل — پانہادہ بر سرِ ایں پیرِ عقل
تقلید اور منقول کہانیوں کی وجہ سے — اُس عاقل شیخ کے سر کو پامال کر رکھا تھا

پیرِ خر[2] نے جملہ گشتہ پیرِ خر — از زبان و چشم و گوشے ہمدگر
پیر کے خریدار نہیں تھے سب بوڑھے گدھے ہو گئے تھے — ایک دوسرے کی زبان اور آنکھ اور کان کیوجہ سے

از بہشت آورد یزداں بندگاں — تا نماید شاں سقر پروردگاں
اللہ (تعالیٰ) اپنے بندوں کو بہشت سے (اسلئے) باہر لایا — تاکہ انھیں دوزخیوں (کے انجام) کو دکھائے

در معنیٔ آیت مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ

(اس آیت کے معنی کے بیان میں) چلائے دو دریا مگر ملنے والے ان دونوں میں کہ ایک پردہ جو ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے

اہلِ نار و خُلد را بیں ہمدگاں — درمیانِ شاں برزخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ
جہنمیوں اور جنتیوں کو ہمنشیں دیکھ — انکے بیچ میں پردہ ہے ایکدوسرے سے غلط ملط نہیں ہیں

اہلِ نار و اہلِ نور آمیختہ — درمیانِ شاں کوہِ قاف انگیختہ
ناری اور نوری ملے جلے ہیں — اُن کے درمیان کوہِ قاف کھڑا ہے

اہلِ نار و نور با ہم درمیاں — درمیانِ شاں بحرِ ژرفِ[3] بیکراں
ناری اور نوری آپس میں متصل ہیں — اُن کے درمیان ناپیدا کنار گہرا سمندر ہے

ہمچو در کاں خاک و زر کرد اختلاط — درمیانِ شاں صد بیاباں و رباط
جس طرح معدن میں مٹی اور سونا باہم ملے ہوئے ہیں — اُن کے درمیان سینکڑوں جنگل اور سرائیں ہیں

ہمچنانکہ عقد در دُرِّ و شبہ — مختلط چوں میہمانِ یکشبہ
جس طرح کہ ہار میں موتی اور پوتھ — ایک رات کے مہمان کیطرح ملے جلے ہوئے ہیں

صالح و طالح بصورت مشتبہ — دیدہ بکشا بو کہ گردی منتبہ
نیک اور بدصورت میں ملے جلے ہیں — آنکھ کھول ہو سکتا ہے تو آگاہ ہو جائے

---

[1] کژدم خانہ۔ بچھو کے سوراخ یعنی انکی آنکھوں اور منہ سے زہر آلود نظریں اور باتیں نکلتی تھیں۔ ستیز۔ جنگ و جدل۔ تسخر۔ تمسخر۔ مجبوس۔ یعنی گرفتار عذاب۔ دست۔ یعنی انکے جملہ اعضاء میں کجی تھی کوئی عضو صحیح کام نہ کرتا تھا۔ تقلید۔ یعنی آباؤ اجداد کی تبلیغ۔ آیاتِ نقل یعنی جو غلط باتیں اپنے بڑوں سے سنی تھیں۔ پیرِ عقل حضرت صالحؑ۔

[2] پیرِ خر نے یعنی وہ پیر کے خریدار نہ تھے۔ پیرِ خر بوڑھا گدھا جس کی بے عقلی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ از زبان یعنی ایک نے دوسرے کو اپنی زبان اور آنکھ کے ذریعہ اور زیادہ حماقتوں میں مبتلا کر دیا تھا۔ تسخر۔ دوزخ، انبیاء کی بحث اسلئے بھی ہوئی ہو کہ وہ کافروں کا حسرتناک انجام دیکھیں۔ مرج یعنی دو سمندروں کی طرح دوزخی اور بہشتی ملے جلے ہیں اور امتیاز اوصاف سے ہے۔ ہمدگاں۔ ہمنشیں۔ پڑوسی۔ برزخ۔ پردہ حائل۔ بحر۔ سمندر۔

[3] ژرف۔ گہرا۔ رباط۔ سرائے۔ عقد۔ ہار۔ عقد در۔ در عقد۔ تشبیہ کا نیچ کا موتی دیدو تھا۔ میہمانِ یکشبہ۔ جو صرف ایک رات کا مہمان ہے اور اہلِ خانہ سے ملا جلا ہوا ہے لیکن اگلے روز ہی جدا ہو جائے گا۔ طالح۔ بدبخت۔ بوجہ بود کا مخفف۔ منتبہ۔ آگاہ۔

بحرِ را نیمش شیریں چوں شکر
سمندر کا آدھا شکر جیسا میٹھا ہے

طعمِ شیریں رنگ روشن چوں قمر
میٹھا مزا، رنگ چاند جیسا چمکدار

نیمِ[1] دیگر تلخ ہمچوں زہرِ مار
دوسرا آدھا، سانپ کے زہر کی طرح کڑوا

طعمِ تلخ و رنگ مُظلم قیروار
مزا کڑوا اور رنگ روغنِ قیر کی طرح کالا

ہر دو بر ہم میزنند از تحتِ داج
دونوں آپس میں اوپر اور نیچے سے ٹکراتے ہیں

برمثالِ آبِ دریا موجِ موج
موج در موج دریا کے پانی کی طرح

صورتِ برہم زدن از چشمِ تنگ
تنگ نظری کی وجہ سے ایک دوسرے سے بھڑنا

اختلاطِ جانہا در صلح و جنگ
صلح اور جنگ میں روحوں کا شامل ہونا ہے

موجہائے[2] صلح برہم میزنند
(نوری) صلح کی موجوں کو اُبھارتے ہیں

کینہ ہا از سینہ ہا بیرمی کنند
سینوں سے کینوں کو نکالتے ہیں

موجہائے جنگ بر شکلِ دگر
(ناریوں کی) جنگ کی موجیں (اسکے) برعکس

مہرہا را می کُند زیر و زبر
محبتوں کو تہ و بالا کرتی ہیں

مہرِ تلخاں را بشیریں می کشد
محبت کڑوؤں کو مٹھاس کی طرف کھینچتی ہے

زانکہ اصلِ مہرہا باشد رَشد
اس لئے کہ محبتوں کی اصل راہ روی ہے

قہرِ شیریں را بہ تلخی می بَرد
عداوت میٹھے کو تلخ بناتی ہے

تلخ با شیریں کجا اندر خورد
کڑوا، میٹھے سے کب مناسبت رکھتا ہے

تلخ و شیریں زیں نظر نایند دید
کڑوا اور میٹھا اِس نگاہ سے نظر نہیں آتا ہے

از دریچۂ[3] عاقبت تانند دید
انجام کے دریچہ سے دیکھ سکتے ہیں

چشمِ آخر بیں تواند دید راست
انجام پر نظر رکھنے والی آنکھ صحیح دیکھ سکتی ہے

چشمِ اوّل بیں غرورست و خطاست
ابتدا کو دیکھنے والی آنکھ دھوکا اور غلط ہے

اے بسا شیریں کہ چوں شکّر بود
(اے) مخاطب بہت سی چیزیں شکر جیسی ہوتی ہیں

لیک زہر اندر شکر مُضمر بود
لیکن شکر میں زہر چھپا ہوا ہوتا ہے

آنکہ زیرک تر بود بشناسدش
جو زیادہ سمجھدار ہوتا ہے اُس کو پہچانتا ہے

چونکہ دید از دور اُش اندر کشمکش
جبکہ دور سے اُس کو کشمکش میں دیکھتا ہے

وآں دگر در پیش رُو لوئے بُرد
اور وہ (دوسرا) سامنے آنے پر سونگھ لیتا ہے

وآں دگر چوں دست بر ہم کرد رد
اور وہ (تیسرا) جب ہاتھ رکھتا ہے رد کر دیتا ہے

---

[1] نیم۔ آدھا زہر مار۔ سانپ کا زہر قیر۔ ایک کالا روغن ہے۔ ہر دو یعنی ناری اور نوری لوگوں میں ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے لیکن دونوں اپنی اپنی حالت پر رہتے ہیں چونکہ یہ کیفیت ازلی ہے جسم یعنی یہ جسموں کی کشمکش دراصل روحوں کی کشمکش ہے۔

[2] موجہائے صلح یعنی نوری یہ کوشش کرتے ہیں کہ حق کیطرف سے ناریوں میں کینہ نہ رہے محبت پیدا ہو جائے موجہائے جنگ۔ ناری اسکے کوشاں رہتے ہیں کہ عداوت پھیلے محبت کا غلبہ نہ ہو سکے۔

[3] تلخاں یعنی ناری۔ اندر خورد موافقت کرنا۔ زیں نظر یعنی ظاہر بیں نظر۔ پدید نظر آنا۔ دریچہ عاقبت یعنی انجام کی آنکھ کا دریچہ۔ غرور۔ دھوکا۔ مُضمر۔ پوشیدہ۔

آنکہ زیرک یعنی سمجھدار آدمی فوراً ہی اِس ملمع سازی کو سمجھ جاتا ہے۔ ندمی نقار کو پہچاننے میں السانوں کے مختلف مراتب ہیں جن کو مولانا نے ان اشعار میں سمجھایا ہے۔ لوئے بُرد یعنی یعنی بعض لوگ مصنوعی پیر کو جب سمجھتے ہیں جب پہلے اُس کے سامنے پہنچیں اور بعض جب سمجھتے ہیں جب ہاتھ میں ہاتھ پکڑ لیں۔

وآں دگر چوں بر لب و دنداں نہد
اور وہ (پانچواں) جب ہونٹ اور دانت پر رکھتا (چباتا) ہے

وآں دگر شناسدش تا بو کند[1]
اور وہ (چوتھا) اسکو جب پہچانتا ہے جب سونگھتا ہے

گرچہ نعرہ میزند شیطاں گلُوا
اگرچہ شیطان نعرہ لگاتا ہے کہ کھا جاؤ

پس لبش ردّش کند پیش از گلو
تو حلق سے پہلے ہی اسکے ہونٹ اسکو رد کر دیتے ہیں

وآں دگر را در بدن رسوا کند
اور اُس (ساتویں) کو بدن میں پہنچکر شرمندہ کرتا ہے

وآں دگر را در گلو پیدا کند
اور وہ (چھٹا) حلق میں پہنچنے پر معلوم کر لیتا ہے

دہ مبدم زخم جگر دوزش دہد
پے در پے اسمیں جگر دوز زخم پیدا کرتا ہے

وآں دگر را در حدث سوزش کند
اور اُس (آٹھویں) کے پاخانہ پھرنے میں جلن پیدا کرتا ہے

وآں دگر را بعد ایام و شہور
اور وہ (نواں) دنوں اور مہینوں کے بعد

وآں دگر را بعد مرگ اندر قبور
اور اُس (دسویں) کو مرنے کے بعد قبر میں

ور دہندش مُہلت اندر قعر گور[2]
اور اگر اسکو قبر کے گڑھے میں مہلت دیدیتے ہیں

لابُد آں پیدا شود یوم النشور
لامحالہ وہ حشر کے دن ظاہر ہوتا ہے

ہر نبات و شکرے را در جہاں
ہر مصری اور شکر کے لئے دنیا میں

مُہلتے پیداست از دورِ زماں
رفتارِ زمانہ سے ایک وقت درکار ہے

سالہا باید کہ تا از آفتاب
سالوں چاہئیں تاکہ سورج سے

لعل یابد رنگ و رخشانی و تاب
لعل رنگ اور چمک اور روشنی حاصل کرے

پنج سال و ہفت باید تا درخت
پانچ اور سات سال درکار ہیں تاکہ درخت

یابد از میوہ رسانی فرّ و بخت
پھل دینے کی درجہ بتمام شوکت اور نصیبہ حاصل کرے

باز تُرہ در دو ماہ اندر رسد
پھر سبزی دو مہینے میں تیار ہو جاتی ہے

باز تا سالے گُلِ احمر رسد
اور گلاب کا پھول ایک سال میں آتا ہے

بہر ایں فرمود حق عزّ و جل
اسی لئے اللہ عزّ و جلّ نے ذکر فرمایا ہے

سُورۃُ الانعام در ذکرِ اجل
سورۂ انعام کو قدرت کے بارے میں

ایں[3] شنیدی مُوبمُو بیت گوش باد
تو نے یہ سُنا خدا کرے تیرا رُواں رُواں کان بجائے

آبِ حیوانست خوردی نوش باد
جو تو نے پیا آبِ حیات خدا کرے تریاق ثابت ہو

آبِ حیواں خواں مخواں ایں آہن
اِس کو آبِ حیات کہہ، بات نہ کہہ

روحِ نو بیں در تنِ حرفِ کہن
پرانے حرفوں کے قالب میں نئی روح دیکھ

[1] بو کند۔ بعض جب سنگھتے ہیں جب اونی میل جول ہوتا ہے۔ لب و دنداں۔ بعض جب سنگھتے ہیں جب برت لیتے ہیں۔ پیش از گلو۔ یعنی اس مصنوعی پیر کی تعلیمات کو حلق تک نہیں پہنچنے دیتے ہیں۔ در گلو۔ بعض جب سنگھتے ہیں جب تعلیمات حلق تک پہنچ جاتی ہیں۔ در بدن۔ بعض کو جب احساس ہوتا ہے جب اسکی زہریلی تعلیمات کا بدن پر اثر پڑتا ہے۔ در حدث۔ خراب غذا کا اثر بسا اوقات پاخانہ پھرتے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ ایام۔ یعنی زندگی میں بداثرات کو محسوس کر لیتے ہیں۔

[2] قعرِ گور۔ قبر کا گڑھا یعنی بعض اشخاص کو ان بری تعلیمات کا احساس قبر میں جاکر ہوتا ہے۔ یوم النشور۔ حشر کا دن، غرضیکہ بدعقیدہ پیروں کی تعلیمات کا مُضر اثر محسوس کرنے میں انسانوں میں بہت تفاوت ہے اور ہر انسان کیلئے انکو محسوس کرنے میں ایک وقت لگتا ہے اللہ کی جانب سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے اس وقت سے پہلے اس کام کی تکمیل نہیں ہوتی ہے ہر نبات۔ اللہ نے ہر چیز کی تکمیل کی ایک میعاد مقرر فرمادی ہے۔ لعل۔ آفتاب، لعل کی ہزاروں برس تربیت کرتا ہے تب اس کا رنگ و روپ نکھرتا ہے۔ درخت۔ پھلدار درخت میں پھل پانچ سات سال میں آتا ہے۔ تُرہ۔ سبزی۔ اجل۔ سورہ انعام میں ہر

نکتۂ دیگر تو بشنو اے رفیق
اے دوست: تو ایک دوسرا نکتہ سن

در مقامے ہست ایں ہم زہرِ مار
ایک جگہ یہ سانپ کا زہر ہے

در مقامے زہر و در جائے دوا
ایک جگہ زہر ہے اور ایک جگہ دوا ہے

در مقامے خار و در جائے چو گل
ایک جگہ کانٹا ہے اور ایک جگہ پھول جیسا ہے

در مقامے خوف و در جائے رجا
ایک جگہ خوف ہے اور ایک جگہ امید ہے

در مقامے فقر و در جائے غنا
ایک جگہ فقر ہے اور ایک جگہ غنا ہے

در مقامے جور و در جائے وفا
ایک جگہ ظلم ہے اور ایک جگہ وفا ہے

در مقامے دُرد و در جائے صفا
ایک جگہ تلچھٹ ہے اور ایک جگہ صاف ہے

در مقامے عیب و در جائے ہنر
ایک جگہ عیب ہے اور ایک جگہ ہنر ہے

در مقامے حنظل و جائے شکر
ایک جگہ اندرائن ہے اور ایک جگہ شکر ہے

در مقامے ظلم و جائے محض عدل
ایک جگہ ظلم ہے اور ایک جگہ خالص عدل ہے

گرچہ ایں جا اُو گزندِ جاں بُود
اگرچہ اس جگہ وہ جان کا نقصان ہے

آب در غورہ ترش باشد ولیک
رس بھرے انگور میں کھٹا ہوتا ہے لیکن

ہمچو جاں اُو سخت پیدا و دقیق
جو روح کیطرح بالکل ظاہر بھی ہے اور باریک بھی ہے

از تصاریفِ خدائے خوشگوار
خدا کے تصرفات سے جو خوشگوار (بنانیوالا) ہے

در مقامے کفر و در جائے روا
ایک جگہ کفر ہے اور ایک جگہ جائز ہے

در مقامے سرکہ در جائے چو مُل
ایک جگہ سرکہ ہے اور ایک جگہ خرمے جیسا ہے

در مقامے بخل و در جائے سخا
ایک جگہ بخل ہے اور ایک جگہ سخاوت ہے

در مقامے قہر و در جائے رضا
ایک جگہ قہر ہے اور ایک جگہ خوشنودی ہے

در مقامے منع و در جائے عطا
ایک جگہ منع کرنا ہے اور ایک جگہ بخشش ہے

در مقامے خاک و جائے کیمیا
ایک جگہ خاک ہے اور ایک جگہ کیمیا ہے

در مقامے سنگ و در جائے گہر
ایک جگہ پتھر ہے اور ایک جگہ موتی ہے

در مقامے خشک و در جائے مطر
ایک جگہ خشکی ہے اور ایک جگہ بارش ہے

در مقامے جہل و جائے عینِ عقل
ایک جگہ جہل ہے ایک جگہ پوری عقل ہے

چوں بدانجا در رسد درماں بُود
جب اس جگہ پہنچے تو علاج ہے

چوں بانگوری رسد شیریں و نیک
جب پختگی پر آتا ہے تو میٹھا اور عمدہ ہوتا ہے

لہ ہمچو جان جسطرح روح، ظاہر بھی ہو اور مخفی بھی اسیطرح یہ نکتہ ہے یعنی اگرچہ منجانب اللہ ہر چیز کیلئے سعادت کا مقرر ہونا آبِ حیات ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس مسئلہ کے متضاد پہلو اور اثرات ہیں جن کو مولانا نے نیچے کے تیرہ شعروں میں واضح کیا ہے۔ زہرمار جو لوگ سعادو قدر کے معاملہ میں اسباب کو مؤثر بالذات اور رافعہ کا قیر سمجھتے ہیں وہ ہلاک ہوتے ہیں۔ خوشگوار۔ یہ مسئلہ اُن کیلئے خوشگوار ہے جو اسباب کی کثرت میں وحدت حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۲ زہر۔ اُن لوگوں کیلئے ہے جو اسباب کی کثرت کو غیر حق سمجھ بیٹھتے ہیں۔ دوا۔ اُن لوگوں کیلئے ہیں جو کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

خوف یعنی یہی مسئلہ خوف کا سبب ہے اور اسی سے اُمید وابستہ ہے نیز دل انکے سمجھنے میں کبھی بخل سے کام لیتا ہے کبھی سخا سے کام لیتا ہے۔ فقر یعنی دولتِ ایمان سے تہی دست بنا دیتا ہے کبھی ایمان سے مالا مال کر دیتا ہے کبھی قہرِ خداوندی کا سبب بنتا ہے کبھی رضائے الٰہی کا سبب بنجاتا ہے۔

۳ جور۔ جبکہ اس مسئلہ کو غلط طور پر انسان سمجھے تو یہی ظلم ہے صحیح سمجھے تو اپنے ساتھ وفاداری ہے حصولِ سعادت سے مانع بھی ہے اور سعادت عطا بھی کرتا ہے۔

دُرد۔ تلچھٹ صفا۔ یعنی صاف شراب حنظل۔ اندرائن۔

باز در خُم اُو شود تلخ و حرام[1] — در مقامے سرکہ گے نعم الادام
پھر مٹکے میں وہ کڑوا اور حرام بن جاتا ہے — سرکہ کے مقام پر وہ بہترین سالن ہے

ایں چنیں باشد تفاوت در امور — مردِ کامل ایں شناسد در ظہور
اسی طرح معاملات میں فرق ہوتا ہے — کامل انسان اس کو خوب پہچانتا ہے

در بیانِ آنکہ آنچہ ولیِ کامل کند مریداں را نشاید گستاخی

اس بات کے بیان میں جو ولیِ کامل کرے مریدوں کے لئے گستاخی کرنا اور

کردن و ہمچناں فعل کردن کہ حلوا طبیب را زیاں ندارد و

وہ کام کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ حلوا طبیب کو ضرر نہیں ہے اور

مریض را زیاں دارد و سرما و برف انگور رسیدہ را زیاں

مریض کو نقصان پہنچاتا ہے اور جاڑا اور برف پکے انگور کو نقصان نہیں پہنچاتا

ندارد اما غورہ را زیاں دارد کہ در راہ است و نارسیدہ

ہے لیکن کچے انگوروں کو نقصان پہنچا دیتا ہے کیونکہ ابھی راہ میں ہیں اور پختہ نہیں

لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ صَدَقَ اللّٰہُ

ہیں تاکہ اللہ بخشدے تیرے اگلے پچھلے گناہ اللہ نے سچ فرمایا

گر ولی زہرے خورد نوشے شود — ور خورد طالب سیہ ہوشے شود
اگر ولی زہر کھائے تریاق ہو جائے — اگر طالب کھائے تو بے ہوش ہو جائے

رَبِّ ھَبْ لِیْ[2] از سلیماں آمد است — کہ مدہ غیر مرا ایں ملک و دست
رَبِّ ھَبْ لِیْ حضرت سلیمانؑ سے منقول ہے — کہ میرے سوا کسی کو یہ سلطنت اور قدرت عطا کر

تو ممکن با غیرِ من ایں لطف و جود — ایں حسد را مانَد اما آں نبود
یہ حسد سے مشابہ ہے لیکن حسد نہیں تھا — میرے غیر پر تو یہ مہربانی اور عطا نہ فرما

نکتۂ لَا یَنْۢبَغِیْ[3] میخواں بجاں — مِنْ بَعْدِیْ[4] را ز بُخلِ او مداں
لَا یَنْۢبَغِیْ کا نکتہ غور سے پڑھ — مِنْ بَعْدِیْ کا راز اُنکے بخل کی وجہ سے نہ سمجھ

بلکہ اندر ملک دیدا و صد خطر — مُوْ بمُوْ[5] ملکِ جہاں بُد بیمِ سر
بلکہ سلطنت میں انھوں نے سو خطر محسوس کئے — پوری دنیا کی سلطنت جان کا خطرہ تھی

بیمِ سر یا بیمِ سر یا بیمِ دیں — امتحانے نیست مارا مثلِ ایں
جان کا خطرہ یا روحانی خوف یا دین کا خوف — ہمارے لئے اس جیسی کوئی آزمائش نہیں ہے

[1] حرام جب شیرۂ انگور خمر بنجائے تو حرام ہے سرکہ بنجائے تو بہترین سالن ہے لیغفرلک۔ بعض مباحات کاملوں کے لئے مفید ہیں۔ لیکن ناقصوں کیلئے مضر ہوتے ہیں۔ حضورؐ کا وہ مقام تھا جسمیں کسی سلاح سے تلذذ اور نفع اندوزی نقصان کا سبب نہیں بن سکتی تھی۔

[2] رَبِّ ھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ یہ حضرت سلیمانؑ کی دعا ہے جو قرآن میں منقول ہے یعنی اے خدا میری جیسی سلطنت میرے بعد اور کسی کو نہ دینا۔ مولانا اس آیت کا مطلب یہ سمجھا رہے ہیں کہ یہ دعا حسد پر مبنی نہ تھی بلکہ حضرت سلیمانؑ یہ سمجھتے تھے کہ اس عظیم الشان سلطنت کا بار میں تو اٹھا سکتا ہوں کوئی دوسرا نہیں اٹھا سکے گا اس کے لئے اس قسم کی سلطنت مضر ہوگی تو یہ فرمانا دوسروں پر شفقت کی وجہ سے تھا نہ کہ حسد کی وجہ سے۔

[3] لَا یَنْۢبَغِیْ

[4] مِنْ بَعْدِیْ

[5] مُوْ بمُوْ بال بال یعنی مکمل۔ بیمِ سر جان کا خوف۔ بیمِ سر یعنی روح کے لئے خطرہ۔ بیمِ دیں۔ یعنی دین کے لئے خطرہ۔

پس سلیمان ہمتے باید کہ اُو
پس کوئی سلیمان جیسی ہمت والا چاہیئے کہ جو

بگذرد زیں صد ہزاراں رنگ و بُو[1]
ان لاکھوں رنگ و بو سے اپنکر نکل جائے

باچناں قوّت کہ اُورا بُود ہم
اُس قوت کے ہوتے ہوئے جو انکو حاصل تھی

موجِ آں مُلکش فرومی بست دم
اُس سلطنت کی موجیں اُن کا سانس گھونٹتی تھیں

خواں وَ اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ
اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ پڑھ

چوں بماند از تخت و مُلک خود تہی
کس طرح اپنے تخت و سلطنت سے خالی ہوگئے

چوں بر و بنشست زیں اندوہ گرد
جب اُن پر اس غم کی گرد بیٹھی

بر ہمہ شاہانِ عالم رحم کرد
دنیا کے تمام بادشاہوں پر ترس کھایا

شد شفیع و گفت ایں مُلک و لَوا[2]
سفارشی بن گئے اور کہا یہ سلطنت اور جھنڈا

با کمالے دہ کہ دادی مُر مرا
اُس کمال کے ساتھ عنایت فرما جو تو نے مجھے دیا

ہر کرا بدہی و بکنی آں کرم
جس کو تو عطا کرے اور وہ کرم کرے

اُو سلیمان ست و آنکس ہم منم
وہ سلیمان ہے اور وہ میں ہی ہوں

اُو نباشد بعدی اُو باشد معی
وہ میرے بعد نہ ہوگا وہ میرے ساتھ ہوگا

خود معی چہ بُود منم بے مدعی
میرے ساتھ ہونا کیا ہوتا ہے وہ میں ہی ہوں بغیر کسی امید کے

شرحِ ایں فرض ست گفتن لیک من
اس کی تشریح کرنا ضروری ہے لیکن میں

باز میگردم بقصّہ مرد و زن
پھر مرد اور عورت کے قصہ کیطرف لوٹتا ہوں

مُخلص ماجرائے عرب و جُفت اُو در فقر و شکایت

اعرابی اور اُس کی بیوی کے فقر اور شکایت کے قصہ کا خلاصہ

ماجرائے مرد و زن را مُخلصے
مرد اور عورت کے قصہ کے خلاصے کو

باز می جوید رَوانِ مُخلصے
ایک مُخلص کی روح تلاش کر رہی ہے

ماجرائے مرد و زن اُفتاد نقل
مرد اور عورت کا قصہ ایک مثال واقع ہوا ہے

ایں مثالِ[3] نفس خود می دان و عقل
اس کو اپنے نفس اور عقل کی مثال سمجھ

ایں زن و مرد ے کہ نفس ست و خرد
یہ عورت اور مرد جو کہ نفس اور عقل ہے

نیک بایست ست بہرِ نیک و بد
نیک اور بد کے لئے ضروری ہے

دیں دو پابستہ دریں خاکی سرا
یہ دونوں اس عالمِ سفلی کے پابند ہیں

روز و شب در جنگ و اندر ماجرا
دن رات، جنگ اور بحث میں ہیں

---

[1] رنگ و بُو یعنی سلطنت کے گوناگوں مسائل۔ اقتدار۔ یعنی حضرت سلیمانؑ میں اس عظیم سلطنت کے بار کے تحمل کی قوت تھی لیکن پھر بھی وہ خلل انداز ہوئی۔ اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّہٖ جَسَدًا۔ ہم نے ڈالدیا اُس کی کرسی پر ایک جسم، یہ آیت حضرت سلیمانؑ کے تذکرہ میں مذکور ہے جس کی تفسیر بعض مفسرین نے یہ کی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے لاعلمی میں ایک مخبر کی عورت سے نکاح کر لیا جس کی پاداش میں انکی وہ انگوٹھی منجانبِ اللہ چھن لے گیا جس میں اُن کی سلطنت کا راز مضمر تھا اور آپکے تخت سلطنت پر قابض ہوگیا چند روز بعد وہ انگوٹھی پھر حضرت سلیمانؑ کے ہاتھ آئی تب تخت سلطنت پر دوبارہ قابض ہوئے۔

[2] لَوا۔ جھنڈا۔ کہا اے خدا کہ وہ اس کمال کے ذریعہ سلطنت کی تلافی کر سکے۔ بعدی۔ مولانا نے اسکے معنی یہ لئے ہیں کہ وہ مجھ سے کم رتبہ نہ ہو۔ معی۔ میرے ساتھ یعنی کمالات میں مجھ جیسا ہو۔ مُخلص۔ میم اور لام کے فتحہ کے ساتھ، خلاصہ، میم کے ضمہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ خالص محبت والا دوست

[3] اس مثال یعنی عورت سے مراد نفس اور مرد سے مراد عقل ہے۔ پابستہ۔ مقید۔ خاکی سرا۔ دنیا۔ ماجرا۔ جھگڑا

زن ہمی خواہد حوّنجِ[1] خانقاہ
عورت گھر کی ضروریات چاہتی ہے

یعنی آبِ رُو و نان و خوان و جاہ
یعنی آبرو اور روٹی اور خوان اور عزت

نفس ہمچوں زن پئے چارہ گری
نفس عورت کی طرح تدبیر کے درپے ہے

گاہ خاکی گاہ جوید سروری
کبھی عاجزی کرتا ہے کبھی بڑائی چاہتا ہے

عقل خود زیں فکرہا آگاہ نیست
عقل اِن افکار سے واقف نہیں ہے

در دماغش جز غمِ اللہ نیست
اُس کے دماغ میں اللہ کے غم کے سوا کچھ نہیں ہے

گرچہ سرِّ قصّہ ایں دانہ است و دام
اگرچہ قصّہ کا راز یہ دانہ ہے، اور جال

صورتِ قصّہ شنو اکنوں تمام
قصّہ کا ظاہر ہے، اب پورا قصّہ سُن

گر بیانِ معنوی کامل شدے
اگر باطن کا بیان مکمل ہو جائے

خلقِ عالم عاطل و باطل بُدے
عالم کی پیدائش بیکار اور باطل ہو جائے

گر محبّت فکرت و معنے ستے
اگر محبت، فکر اور باطنی معاملہ ہوتا

صورتِ صوم و نمازت نیستے
تو تیری نماز اور روزے کیصورت معدوم ہو جاتی

ہدیہ[2] ہائے دوستاں باہم دگر
دوستوں کے ایک دوسرے کو تحفے

نیست اندر دوستی الّا صُوَر
دوستی میں محض صورتیں ہیں

تا گواہی داده باشد ہدیہ ہا
تاکہ تحفے گواہی دیں

بر محبّت ہائے مُضمَر در خفا
اندر چھپی ہوئی محبتوں پر

زانکہ احساں ہائے ظاہر شاہدند
کیونکہ ظاہری احسانات گواہ ہیں

بر محبّت ہائے سرِّ اے ارجمند
اے گرامی قدر! چھپی ہوئی محبتوں پر

شہادت[3] گر راست باشد گہ دروغ
تیرا گواہ کبھی سچا ہوتا ہے کبھی جھوٹا

مست گاہے از مے و گاہے ز دوغ
مست کبھی شراب سے اور کبھی چھاچھ سے

دوغ خوردہ مستیے پیدا کند
چھاچھ پینے والا مستی ظاہر کرتا ہے

ہائے و ہوئے و سَر گرانیہا کُند
ہائے وہو اور نشہ دکھاتا ہے

آں مُرائی در صلوٰۃ و در صیام
ریاکار نماز اور روزے میں

می نماید جِدّ و جہدے بس تمام
پوری جدّ و جہد ظاہر کرتا ہے

تا گماں آید کہ او مست دُلاست
تاکہ گمان ہو جائے کہ وہ دوستی سے مست ہے

چوں حقیقت بنگری غرقِ ریاست
جب تو اصلیت دیکھے گا تو وہ ریاکاری میں غرق ہے

[1] حوّنج: حوائج کا اختصار ہے۔ خانقاہ۔ گھر۔ خاکی۔ عاجزی۔ سروری۔ سرداری۔ گرچہ۔ یعنی اس قصّہ کی حقیقت بمنزلہ دانہ کے ہے اور قصّہ کی صورت جال ہے۔ معنوی۔ باطنی۔ عاطل۔ بیکار۔ بیت۔ باطل۔ لغو۔ اگر محبت۔ اگر محبتِ خداوندی محض ایک باطنی معاملہ ہوتا تو پھر نماز، روزہ کی فرضیت کیضرورت نہ ہوتی، حالانکہ یہ بھی شریعت میں ضروری ہیں۔

[2] ہدیہ ہائے۔ دوستوں میں باہمی تحفوں کا لین دین قلبی محبت کے گواہ ہیں جو دل میں چھپی ہوئی ہے۔ مُضمَر۔ پوشیدہ۔ خفا۔ باطن۔ احساناتِ ظاہر۔ ظاہری احسانات چھپی ہوئی محبت کے گواہ ہوتے ہیں۔ ارجمند۔ بوزن نقشبند۔ صاحبِ رتبہ، عزیز۔

[3] شاہد۔ لیکن گواہ ہمیشہ سچا ہی نہیں ہوتا جو ظاہری مستی دکھاتا ہے کبھی وہ حقیقتاً مست ہوتا ہے کبھی اُس کی مستی بناوٹی ہوتی ہے۔ دوغ۔ مٹھا چھاچھ۔ مُرائی۔ ریاکار یعنی ریاکار کی نماز اور روزہ جھوٹے گواہ ہیں اُس کا دل محبتِ خداوندی سے خالی ہوتا ہے۔ دِلا۔ دوستی۔ ریا۔ دکھاوا۔

حاصل، اَفعالِ[1] بُرونی رہبرست
الحاصل، ظاہری افعال رہبر ہیں

تانشاں باشد بر آنچہ مُضمرست
تاکہ اُس چیز کی علامت بنیں جو پوشیدہ ہے

راہبر گہ حق بود گاہے غلط
رہبر، کبھی صحیح ہوتا ہے، کبھی غلط ہوتا ہے

گہ گزیدہ باشد و گاہے سَقَط
کبھی برگزیدہ ہوتا ہے، کبھی ناکارہ ہوتا ہے

یارب آں تمییز دہ مارا بجوست
اے خدا! درخواست پر ہیں وہ تمیز عطا کردے

تاشناسیم آں نشانِ کژ زراست
کہ ہم غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا سمجھ سکیں

حِس را تمییز دانی چوں شود
تجھے معلوم ہے حِس کو تمیز کیسے حاصل ہوتی ہے؟

زانکہ حِس بِنظرِ نُورُ اللہ بُود
جبکہ حِس "وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" بنجائے

ور اثر نبُود سبب ہم مُظہرست
اگر اثر نہ پایا جائے سبب بھی ظاہر کرنے والا ہے

ہمچو خویشی کز محبّت مُخبرست
جیسے رشتہ داری، جو محبت کی خبر دینے والی ہے

نبُود[2] آنکہ نورِ حقش شد امام
جس شخص کیلئے اللہ کا نور امام بنجائے وہ نہیں رہتا

مر اثر ہا را سبب ہا را غلام
آثار اور اسباب کا غلام

چونکہ نورُ اللہ درآید در مشام
جب اللہ کا نور دماغ میں سما جاتا ہے

مر اثر را یا سبب را نبُود غلام
وہ اثر یا سبب کا غلام نہیں رہتا

تا محبّت در دروں شُعلہ زند
جب باطن میں محبت شعلہ زن ہوتی ہے

زفت گردد وز اثر فارغ کُند
تو قوی ہوجاتی ہے اور اثر سے فارغ کردیتی ہے

حاجتش نبُود پئے اعلامِ مہر
محبت کے ظاہر کرنے کیلئے اسکو کوئی ضرورت نہیں رہتی ہے

چوں محبت نورِ خود زد بر سپہر
جبکہ محبت اپنا نور آسمان پر پہنچادیتی ہے

ہست تفصیلات تا گردد تمام
بہت تفصیلات ہیں کہ پوری ہو

ایں سخن لیکن بجو تو والسلام
یہ بات، لیکن تو خود تلاش کرلے والسلام

گرچہ[3] شد معنیٰ دریں صورت پدید
اگرچہ معنیٰ اس صورت میں ظاہر ہوئے ہیں

صورت از معنیٰ قریب ست و بعید
(لیکن) صورت معنیٰ سے قریب بھی ہے اور دور بھی ہے

در دلالت ہمچو آبند و درخت
دلالت کرنے میں پانی اور درخت کیطرح ہیں

چوں بماہیّت روی دور اُفتند
تو اگر حقیقت پر غور کریگا (ایکدوسرے سے) بہت دور ہیں

دانہ بیں کز آب و خاک و آفتاب
دانہ کو دیکھ پانی اور مٹی اور سورج کیوجہ سے

چوں درختے گشت در عالم شتاب
جیسے بہت جلد دنیا میں درخت بن گیا

---

[1] افعالِ بروني۔ ظاہری افعال۔ گزیدہ۔ برگزیدہ، یعنی نتیجہ راہبر۔ سقط۔ بیکار، ناکارہ۔ بجو است۔ یعنی ہماری درخواست ہے۔ نشان۔ علامت یعنی ظاہری اعمال۔ حِس۔ یعنی عمل حقیقی اور ریاکاری میں انسان جب فرق کرسکتا ہے جب اسکو اللہ اپنا نور عطا فرمائے۔ وَ اثر۔ یعنی ظاہری اعمال کے علاوہ اور اسباب بھی محبت کا پتہ دیتے ہیں مثلاً رشتہ داری ہے، اگر ظاہری یعنی دین نہ ہو تو بھی رشتہ داری یہ بتاتی ہے کہ باہمی محبت ہے۔ مُظہر۔ ظاہر کرنیوالا۔ مُخبر۔ خبر دینے والا۔

[2] نبُود۔ یعنی جب نورِ خداوندی دل میں سما جاتا ہے تو اعمالِ ظاہری بتقاضائے محبت صادر ہوتے ہیں، ثواب، عذاب یا اظہارِ عبودیت اسکا مقصود نہیں ہوتا ہے۔ تا محبت۔ جب کسی کے باطن میں محبت کی آگ لگی ہوتی ہے اور وہ محبت توانائی حاصل کرلیتی ہے تو بغیر علامتوں کے بھی پہچانی جاتی ہے۔ اعلام۔ بتانا۔ لیکن بجو تو۔ اِس مضمون کی تفصیلات بہت ہیں تو خود تلاش کرلے

[3] گرچہ۔ یعنی محبت کا ظہور بصورتِ اعمال ہوتا ہے لیکن محبت اور علامت میں بہت مناسبت بھی ہے اور دونوں ایکدوسرے سے جدا بھی ہیں۔ دلالت۔ دلالت کرنے میں پانی درخت بیج مٹی اور سورج سب ایک ہیں لیکن ایک دانہ سے درخت بن جاتا ہے اور دوسرا دانہ سڑ جاتا ہے۔ یہ حقیقتیں ہیں۔ آنہ۔ درخت بیج مٹی اور سورج سب ایک ہیں لیکن ایک دانہ سے درخت بن جاتا ہے اور دوسرا دانہ سڑ جاتا ہے۔ یہ حقیقتیں ہیں۔

در بماہیت بگرائی نظر
اگر تو حقیقت پر نظر ڈالے

دور دور اند ایں ہمہ از یک دگر
ایک دوسرے سے بہت دُور ہیں

ترکِ ماہیات و خاصیات گو
ماہیتوں اور خاصیتوں (کے بیان) کو چھوڑ

شرح کُن اقوالِ آں دو رزق جو
اُن دونوں رزق کے طلبگاروں کی باتوں کی بتا

باز گو از ماجرائے مرد و زن
مرد اور عورت کا قصہ پھر سُنا

زانکہ انجامے ندارد ایں سخن
اس لئے کہ اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

دل نہادن مردِ عرب بر التماس[1] دلبرِ خویش و سوگند
اعرابی کا اپنی محبوبہ کی بات پر راضی ہو جانا اور قسم کھانا کہ

خوردن کہ مرا دریں تسلیم حیلتے و امتحانے نیست
اس رضامندی سے میرا مقصد کوئی حیلہ اور آزمائش نہیں ہے

مرد گفت اکنوں گذشتم از خلاف
مرد نے کہا اب میں خلاف سے باز آیا

محکم داری تیغ برکش از غلاف
تجھے حکم دینے کا حق ہے تلوار نیام سے نکال

ہر چہ گوئی مر ترا فرماں برم
جو تو کہے گی تیرا حکم بجا لاؤں گا

ور بد و نیک آید آنرا ننگرم
اگر اچھائی برائی ہوگی اس کو نظر انداز کر دونگا

در وجودِ تو شوم من منعدم[2]
میں تیرے وجود میں فنا ہو جاؤں گا

چوں مجمم حُبِّ تو لعمی و لصمم
جبکہ میں عاشق ہوں محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے

گفت زن آہنگِ سرم می کنی
عورت نے کہا، تو میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کر رہا ہے

یا بحیلت کشفِ سرم می کنی
یا چالاکی سے میرا راز کھول رہا ہے

گفت واللہ عالم السرّ الخفی
اس نے کہا اللہ (تعالیٰ) چھپے ہوئے بھید کو جاننے والا ہے

کافرید از خاک آدم راصفی
جس نے برگزیدہ آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا کیا ہے

در سہ گز قالب کہ دادش و انمود
تین گز کے جسم میں جو اُنکو دیا، ظاہر فرما دیں

آنچہ در ارواح و در الواح[3] بود
وہ تمام چیزیں جو روحوں اور تختیوں میں تھیں

یاد دادش لوحِ محفوظِ وجود
اُن کو وجود کی لوحِ محفوظ یاد کرادی

تا بدانست آنچہ در الواح بود
یہانتک کہ وہ اُن تمام باتوں کو جان گئے جو تختیوں میں تھیں

تا ابد ہر چہ کہ از پس بود و پیش
ابد تک جو ماضی اور مستقبل میں تھا

درس کرد از علمِ الاسماء خویش
اپنے اسماء کی تعلیم کے ذریعہ اُن کو پڑھا دیا

[1] التماس۔ گزارش۔ دلبر۔ معشوق۔ سوگند۔ قسم۔
گذشتم از خلاف۔ میں نے اختلاف چھوڑ دیا۔ حکم داری۔ تجھے حکم دینے کا اختیار ہے۔
تیغ۔ یعنی تلوار چلائے تو گردن حاضر ہے۔

[2] منعدم۔ محو، فنا۔ مجمم۔ مبہم کرتم۔ یعمی۔ اندھا کر دیتا ہے۔ یصم۔ بہرا کر دیتا ہے۔ پُر اخفا۔ سلوک۔ حیلت۔ تدبیر۔ کشف سر۔ راز کھولنا۔ آفریدن۔ پیدا کرنا۔ صفی۔ برگزیدہ، منتخب۔ قالب۔ یعنی جسم آدم۔

[3] الواح۔ لوح کی جمع ہے تختی، الواح سے لوحِ محفوظ مراد ہے یا دیگر لوحیں مراد ہیں۔ ابد۔ ختم نہ ہونے والا مستقبل زمانہ۔

تا ملک بیخود شد از تدریسِ او
اُس علم کی تعلیم سے فرشتے مدہوش ہو گئے

قُدس[1] دیگر یافت از تقدیسِ او
اُن فرشتوں نے (اللہ کی) پاکی بیان کر کے اور پاکی حاصل کی

آں کشادِ شاں کز آدم رُو نمود
وہ انکشافات جو انکو (حضرت) آدمؑ سے حاصل ہوئے

در کشادِ آسمانہا شاں نبود
وہ آسمانوں کے انکشافات میں انکو حاصل نہ تھے

در فضائے عرصۂ آں پاک جاں
اُس پاک جان کے میدان کی وسعت کے مقابلہ میں

تنگ آمد عرصۂ ہفت آسماں
ساتوں آسمانوں کا میدان تنگ ہو گیا

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے

من نگنجم ہیچ در بالا و پست
میں اوپر نیچے (کہیں) نہیں سما سکتا ہوں

در زمین و آسمان و عرش نیز
زمین اور آسمان اور عرش میں بھی

من نگنجم ایں یقین دان اے عزیز
میں نہیں سما سکتا ہوں، اے پیارے! یقین کر

در دلِ مُومن نگنجم اے عجب
تعجب ہے، مُومن کے دل میں سما جاتا ہوں

گر مرا جوئی دراں دلہا طلب
اگر میری تلاش کرے اِن دلوں میں تلاش کر

گفت[2] فادخلی فی عبادی تلتقی
(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میرے بندوں میں داخل ہو جا تو پالیگا

جنّۃٍ من رُؤیتی یا متّقی
میرے دیدار کی جنت اے پرہیزگار!

عرش[3] با آں نور و پہنائی خویش
عرش نے باوجود اپنے نور اور وسعت کے

چوں بدید او را برفت از جائے خویش
جب اس کو دیکھا، بے قرار ہو گیا

خود بزرگی عرش باشد بس پدید
عرش کی بڑائی بہت واضح ہے

لیک صورت کیست چوں معنی رسید
لیکن صورت کیا چیز ہے جب معنی آپہنچیں؟

ہر ملک می گفت ما را پیش ازیں
ہر فرشتہ کہتا تھا، ہمیں اس سے پہلے

اُلفتے می بود بر روئے زمیں
روئے زمین سے محبت تھی

تخمِ خدمت در زمیں می کاشتیم
ہم نے زمین میں خدمت کے بیج بوئے تھے

زاں تعلق ما عجب می داشتیم
اُس تعلق سے ہم متعجب تھے

کایں تعلق چیست با ایں خاکداں
کہ اِس زمین سے یہ تعلق کیسا ہے؟

چوں سرشتِ ما بدست از آسماں
جبکہ ہمارا خمیر آسمان سے ہے

اِلفِ ایں انوار با ظلمات چیست
اِن نوروں کو تاریکیوں سے محبت کیوں ہے؟

چوں تواند نور با ظلمات زیست
نور تاریکیوں کیساتھ کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟

---

[1] تقدیس یعنی فرشتوں نے کہا سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا، اے خدا تیری ذات پاک ہے ہمیں بجز اُسکے کچھ معلوم نہیں جو تو نے ہمیں بتا دیا ہے۔ آں کشاد۔ جو معلومات فرشتوں کو آدمؑ سے حاصل ہوئیں وہ آسمانوں سے حاصل نہ تھیں۔ در فضائے۔ اسماء کی تعلیم کے بعد آدمؑ کی وسعتوں کی آسمانوں میں گنجائش نہ تھی۔ گفت پیغمبر۔ حدیث قدسی ہے۔ "لَا یَسَعُنِی اَرْضِی وَلَا سَمَائِی وَلٰکِن یَسَعُنِی قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ" مجھے نہ میری زمین سما سکتی ہے نہ میرا آسمان ہاں میرا مومن بندے کا دل سما سکتا ہے۔

[2] گفت۔ قرآن پاک میں ہے۔ "فَادْخُلِی فِی عِبَادِی وَادْخُلِی جَنَّتِی" پس داخل ہو ہمارے بندوں میں اور داخل ہو جا ہماری جنت میں۔ مولانا نے اس آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ مومن کے دل میں سما کر دیدار کی جنت میں پہنچ جا، یعنی قلبِ مومن میں اللہ کی رویت میسر آسکتی ہے۔

[3] با۔ باوجود۔ پہنا۔ وسعت۔ از جا رفتن۔ بیقرار ہونا۔ صورت۔ یعنی مادی چیز۔ معنی۔ یعنی روحانی چیز۔ خاکداں۔ زمین۔ اِلف۔ اُلفت۔ محبت۔ اقطار۔ یعنی ملائکہ۔ ظلمات۔ یعنی دنیا کی چیزیں۔

آدما آں اِلف از بُوئے تو بُود
اے آدمؑ! وہ محبت تیری خوشبو کی وجہ سے تھی

زانکہ جسمت را زمیں مُبدتار و پُود[1]
کیونکہ تیرے جسم کا تانا بانا زمین تھی

جسمِ خاکت را ازیں جا یافتند
تیرے خاکی جسم کو اِس جگہ سے حاصل کیا

نورِ پاکت را در آنجا تافتند
تیرے پاک نور کو اُس جگہ چمکایا

ایں کہ جانِ ماز روحت یافت ست
یہ جو کچھ ہماری جان نے تیری روح سے حاصل کیا ہے

پیش پیش از خاک آں می تافت ست
پہلے پہلے زمین سے چمکا ہے

در زمیں بودیم و غافل از زمیں
ہم زمین پر تھے اور زمین سے غافل تھے

غافل از گنجے کہ در وے مُبد دفیں
اُس خزانہ سے غافل تھے جو اُسمیں مدفون تھا

چوں سفر فرمود ما را زاں مقام
جب ہمیں اُس جگہ سے سفر کرنیکا حکم فرمایا

تلخ شُد ما را ازاں تحویل کام
اُس تبدیلی سے ہمارا حلق کڑوا ہو گیا

تا کہ مُجتہا ہمی گفتیم ما
یہاں تک کہ ہم نے حجتیں کیں

کہ بجائے ما کہ آید اے خدا
کہ اے خدا! ہماری جگہ کون آئیگا؟

نورِ ایں تسبیح و ایں تہلیل را
اِس تسبیح اور تہلیل کے نور کو

می[2] فروشی بہرِ قال و قیل را
تو لڑائی، جھگڑے سے تبدیل کرتا ہے

حِلمِ حق گُستُرد بہرِ ما بِساط
اللہ (تعالےٰ) کے حِلم نے ہمیں موقع دیا تا

کہ بگوئید از طریقِ اِنبساط
کہ کھل کر کہو

ہر چہ آید بر زباں تاں بے حذر
بلا خوف، جو تمہاری زبان پر آئے

ہمچو طفلانِ یگانہ با پدر
جیسے بے تکلف بچے اپنے باپ سے

ما ہمی دانیم خود رازِ شما
خود ہم تمہارے راز کو جانتے ہیں

لیک[3] می خواہیم آوازِ شما
لیکن تمہاری آواز (میں) سننا چاہتے ہیں

زانکہ ایں دَمہا[4] چہ گرنا لائق ست
اِسلئے کہ یہ معمولی باتیں اگرچہ مناسب نہیں ہیں

رحمتِ من بر غضب ہم سابق ست
(لیکن) میری رحمت غصہ پر سبقت رکھتی ہے

از پئے اِظہارِ ایں سَبق اے مَلک
اے فرشتو! اِس سبقت کے اظہار کیلئے

در تو بنہم داعیۂ اِشکال و شک
میں تم میں اِشکال اور شک کا داعیہ پیدا کر رہا ہوں

تا بگوئی و نگیرم بر تو من
تاکہ تم کہو اور میں تم پر گرفت نہ کروں

مُنکرِ حِلمم نیارد دَم زدن
میری بردباری کا منکر دم نہ مار سکے

---

[1] تار و پود۔ تانا، بانا۔ جسمِ خاکت۔ یعنی آدمؑ کا جسم تو خاکی ہے اُس میں نورِ علم آسمانی ہے۔ ایں کہ۔ یعنی علم کا نور۔ چوں سفر۔ اللہ نے فرشتوں کو زمین سے منتقل ہونیکا حکم دیا تو فرشتوں پر یہ حکم بھاری پڑا۔ مُجتہائے۔ یعنی فرشتوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ تو زمین میں ہماری جگہ انسانوں کو بسانا چاہتا ہے جو زمین میں فتنہ و فساد برپا کرینگے۔

[2] می فروشی۔ یعنی فرشتوں نے کہا کہ ہم تو رضائے زمین پر تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں تو انسانوں کو آباد کریگا تو وہ تسبیح و تہلیل کے بجائے فتنہ و فساد کرینگے۔ حِلم۔ بردباری۔ گستردن۔ پھیلانا۔ بساط۔ بچھونا۔ بساط گستردن۔ موقع دینا۔ اِنبساط۔ خوشی۔ کشائش دل۔ بے حذر۔ بلا خوف۔ آوازِ شما۔ یعنی تمہاری زبان اور آواز سے ہم سننا چاہتے ہیں۔

[3] و[4] چہ تصغیر کیلئے ہے یعنی ادنیٰ باتیں۔ رحمت۔ حدیثِ قدسی ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ میری رحمت میرے غصہ سے آگے ہے۔ سَبق سبقت داعیہ۔ جذبہ۔ تا بگوئی۔ یعنی تاکہ فرشتے اعتراض کریں اور میں گرفت نہ کروں اور میرے علم کا ثبوت ہو جائے اور آئندہ کے لئے انکا کام قیامت

صد پدر[1] صد مادر اندر حلمِ ما — ہر نفس زاید در افتد در فنا
سو باپ اور سو مائیں ہمارے حلم میں — ہر لمحہ پیدا ہو کر فنا ہو رہی ہیں

حلمِ ایشاں کفِ بحرِ حلمِ ماست — کف رود آید ولے دریا بجاست
اُن کا حلم ہمارے حلم کے سمندر کا جھاگ ہے — جھاگ تو آتے جاتے ہیں لیکن دریا اپنی جگہ پر ہے

خود چہ گویم پیشِ آں دُرِ ایں صدف — نیست الّا کف کف کف کف
میں کیا بتاؤں اُس موتی کے سامنے یہ سیپ — جھاگ ہی جھاگ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے

حق آں کف، حق آں دریائے صاف — کاستحانی نیست ایں گفت و نہ لاف
اُس جھاگ کی قسم اور اُس صاف دریا کی قسم — یہ گفتگو نہ آزمایش ہے نہ بکواس

از سرِ مہر و صفا ہست و خضوع — حق آنکس کہ بدو دارم رُجوع[2]
محبت اور خلوص اور عاجزی کیوجہ سے ہے — اُس ذات کی قسم جس کی طرف مجھے لوٹنا ہے

گر بہ پیشت امتحان ست ایں ہوس — امتحاں را امتحاں کُن یک نفس
اگر تیرے نزدیک یہ خواہش آزمایش کیلئے ہے — تھوڑی دیر کیلئے آزمایش کو آزمالے

سرِّ مپوشاں تا پدید آید سرم — امر کُن تو ہر چہ بر دے قادرم
راز کو نہ چھپا، تاکہ میرا راز (بھی) ظاہر ہو جائے — جو میں کر سکتا ہوں اُس کا حکم دے

دل مپوشاں تا پدید آید دلم — تا قبول آید ہر انچہ قابلم
دل (کی بات) نہ چھپا تاکہ میرے دل (کی بات) ظاہر ہو جائے — تاکہ جس بات کے میں قابل ہوں اُسکو قبول کرلوں

چہ کُنم در دستِ من چہ چارہ است — در نگر تا جانِ من چہ کارہ است
کیا کروں میرے قابو میں کیا تدبیر ہے؟ — غور کرلے، میں کس کام کا ہوں

تعیین کردنِ زن طریقِ طلبِ روزی شوئے
عورت کا اپنے شوہر کے لئے روزی طلب کرنے کا راستہ متعین کرنا

خود را و قبول کردنِ اُو
اور اُس کا قبول کرلینا

گفت نے نک آفتابے تافتست — عالمے زو روشنائی یافتست
عورت نے کہا، یہ آفتاب چمکا ہے — دنیا نے اُس سے روشنی پائی ہے

نائبِ رحماں خلیفہ کردگار — شہرِ بغداد[3] ست ازو چوں بہار
خدا کا قائم مقام، اللہ کا خلیفہ — بغداد شہر اُس کی وجہ سے (موسم) بہار سا ہے

---

[1] صد پدر یعنی سینکڑوں ماں باپ کی بردباری اللہ کی بردباری کے سامنے ہیچ در ہیچ ہے۔ کف۔ جھاگ۔ سمندر کے مقابلہ میں جھاگ بے حقیقت چیز ہوتی ہے۔ حلم۔ یعنی علم باری تعالیٰ۔ صدف۔ یعنی ماں باپ کی بردباری۔ گفت۔ گفتگو۔ لاف۔ گپ۔ بکواس۔ حق آں کف۔ یہ مقولہ ردّ کا شروع ہوا ہے۔ بیوی نے کہا تھا کہ تیرا اظہارِ محبت امتحان کے لئے ہے یا حقیقت پر مبنی ہے اسکے جواب میں کہا ہے کہ میری باتیں محبت پر مبنی ہیں امتحانی اور آزمائشی نہیں ہیں۔

[2] رجوع۔ واپسی یعنی مرنے کے بعد۔ صفا۔ خلوص۔ خضوع۔ عاجزی، انکساری۔ ہوس۔ یعنی صلح کی خواہش۔ سِر۔ راز۔ قادر۔ قدرت والا۔ چہ کنم۔ اب جبکہ تو روزی کمانے کو کہتی ہے تو بتا کس طرح کماؤں۔ نک۔ اینک۔ اب۔ آفتاب۔ یعنی خلیفہ وقت۔

[3] بغداد ——— عراق کا مشہور شہر ہے اس میں باغ داد تھا اس باغ میں بیٹھ کر نوشیرواں انصاف کیا کرتا تھا۔

گر بہ پیوندی[1] بداں شہ شہ شوی
اگر تو اُس بادشاہ سے وابستہ ہو جائیگا بادشاہ بنجائیگا

سوئے ہر ادبار تا کے می روی
ہر نحوست کی طرف کب تک چلے گا؟

ہمنشینیٔ مُقبلاں چوں کیمیاست
نصیبہ ور لوگوں کی مُصاحبت کیمیا ہے

چوں نظرشاں کیمیائے خود کجاست
اُن کی نظر جیسی، کیمیا (بھی) کب ہے؟

چشمِ احمدؐ بر ابوبکرؓے زدہ
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگاہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر پڑی

اُو زیک تصدیق صدّیقے شدہ
وہ ایک تصدیق سے صدّیق ہوگئے

گفت من شہ را پذیرا چوں شوم
اُس نے کہا بادشاہ کے یہاں میں مقبول کس طرح ہو سکتا ہوں؟

بے بہانہ سوئے اُو من چوں روم
ذریعہ کے بغیر میں اُس کے پاس کیسے جاؤں؟

نسبتے باید مرا یا حیلتے
مجھے کوئی تعلق یا تدبیر چاہیئے

ہیچ پیشہ راست شد بے آلتے
کوئی پیشہ بغیر اوزار کے چلا ہے؟

ہمچو مجنونے کہ بشنید از یکے
مجنوں کی طرح، کہ جب اُس نے کسی سے سنا

کہ مرض آمد بہ لیلےٰ اندکے
کہ لیلےٰ کسی قدر بیمار ہے

گفت آوہ بے بہانہ چوں روم
ہائے افسوس! بغیر بہانہ کے کیسے جاؤں؟

ور بمانم از عیادت چوں شوم
اگر مزاج پُرسی سے رہ جاؤں تو میرا کیا حال ہوگا؟

لَیتَنِی کُنتُ طَبِیباً حَاذِقًا
کاش میں ماہر طبیب ہوتا

کُنتُ اَمشِی نَحوَ لَیلیٰ شَائِقًا
لیلےٰ کے پاس شوق سے جاتا

قُل تَعَالَوا گفت حق مارا بداں
اللہ (تعالےٰ) نے قُل تَعَالَوا ہمارے لئے اِسی لئے فرمایا ہے

تا بُود شرمِ[2] اِشکنی مارا نشاں
تاکہ ہماری شرم ٹوٹنے کا نشان بن جائے

شب پرے اں را اگر نظر و آلت بدے
پرندوں کے لئے اگر نظر اور ذریعہ ہوتا

روز شاں جولاں و خوش حالت بدے
دن میں اُن کی گردش اور اچھی حالت ہوتی

گفت چوں شاہِ کرم میداں رود
بولی جب شاہِ کرم میدان میں نکلتا ہے

عینِ ہر بے آلتی آلت شود
ہر بے سروسامانی، ذریعہ بن جاتی ہے

زانکہ آلت دعویٰ ست و ہستی ست
کیونکہ سامان تو دعویٰ اور انانیت ہے

کار در بے آلتی و پستی ست
(اصل) کام بے سروسامانی اور پستی ہے

گفت کے بے آلتی[3] سودا کنم
(شوہر نے) کہا کہ بے سروسامانی کا میں کیونکر سودا کرسکتا ہوں

تا نہ من بے آلتی پیدا کنم
جب تک میں بے سروسامانی پیدا نہ کروں

[1] پیوندی پیوستن کا فعل مضارع مخاطب ہے۔ شہ۔ یعنی خلیفہ۔ شہ یعنی مالدار کو کہا۔ بدبختی۔ چوں یعنی شاہوں کی نظر کیمیا سے بھی بڑھ کر ہے یک تصدیق۔ یعنی معراج کے واقعہ کی تصدیق۔ صدّیق۔ بہت سچ بولنے والا، بہت زیادہ تصدیق کرنیوالا۔ یہ حضرت ابوبکرؓ کا لقب ہے۔ پذیرا مقبول۔ بہانہ حیلہ۔ مجنوں قیس عامری کا لقب ہے۔ عیادت بیمار کی مزاج پرسی کرنا۔ عَلَی تَعَالَوا۔ قرآن پاک کی آیت ہے "اے نبی کہدے چلے آؤ"

[2] شرمِ اِشکنی۔ شرم کو توڑنا یعنی اللہ تعالیٰ نے چلے آؤ فرما کر بغیر حیلہ جانے میں جو شرم تھی اس کو توڑا ہے۔ شاہِ کرم بخشش والا بادشاہ۔ بے اِشکنی یعنی بے سروسامانی کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ زانکہ۔ سازوسامان میں انانیت ہے جس سے محرومی ہوتی ہے بے سروسامانی اور عاجزی سے سوال میں کامیابی ہوتی ہے۔

[3] بے آلتی بے سروسامانی۔ سودا خیال، شوق، یعنی اتنا خلوص ہو جائے کہ تحفہ کی ضرورت نہ رہے۔

پس گواہے[1] باید م بر مُفلسی — تا شہم رحمے کُند در مُفلسی
پس مُفلسی پر میرا کوئی گواہ ہونا چاہئے — تاکہ بادشاہ مفلسی میں مجھ پر رحم کرے

تو گواہی غیر گفت و گو و رنگ — وانما تا رحم آرد شاہِ شنگ
(اے مخاطب) تو (بھی) گفتگو اور وضع کے علاوہ کوئی گواہی — پیش کر تاکہ محبوب بادشاہ تجھ پر رحم کرے

کایں گواہی کش ز گفت و رنگ بُد — نزد آں قاضی القضاۃ آں جرح شد
اسلئے کہ گواہی جو گفتگو اور وضع کی تھی — حاکم الحاکمین کے سامنے مجروح ہو گئی ہے

پس گواہے[2] زاندروں می باید م — نے گواہیِ بروں می باید م
مجھے کوئی باطنی گواہ درکار ہے — ظاہری گواہی کی مجھے ضرورت نہیں ہے

صدق می باید گواہِ حالِ اُو — تا بتابد نورِ اُو لے قالِ اُو
سچائی اُس کے حال کی گواہ ہونی چاہیئے — تاکہ اُس کا نور اُس کی گفتگو کے بغیر چمکے

ہدیہ بردن آں عرب سبوئے آب باراں از میانِ بادیہ سوئے
اُس بدوی کا جنگل سے بارش کے پانی کا مٹکا ہدیہ میں لے جانا خلیفہ بغداد

بغداد بنزدِ خلیفہ و پنداشت کہ آنجا قحطِ آب است
کے پاس اور اُس نے خیال کیا کہ وہاں پانی کا قحط ہے

گفت نے صدق آں بُود کز بود خویش — پاک برخیزی تو از مجہودِ خویش
عورت نے کہا کہ سچائی یہ ہے کہ اپنے وجود سے — اپنی کوشش سے بالکل علیحدہ ہو جا

آبِ باران ست مارا در سبو — مِلکت و سرمایہ و اسباب تو
ٹھلیا میں ہمارا بارش کا پانی ہے — جو تیری ملکیت اور سرمایہ اور اسباب ہے

ایں سبوئے آب را بردار و رو — ہدیہ ساز و پیشِ شاہنشاہ شو
پانی کی یہ ٹھلیا اُٹھا اور جا — تحفہ قرار دے اور بادشاہ کے پاس پہنچ جا

گوکہ مارا غیر زیں اسباب نیست[3] — در مفازہ ہیچ بہ زیں آب نیست
کہنا، ہمارے پاس اس سامان کے علاوہ کچھ نہیں ہے — جنگل میں اس سے اچھا پانی نہیں ہے

گر خزانہ اش پُر ز دُر و گوہر ست — ایں چنیں آبش نباشد نادر ست
اگرچہ اُسکا خزانہ موتیوں اور جواہر سے بھرا ہوا ہے — اُس کے پاس ایسا پانی نہ ہوگا، یہ کمیاب ہے

چیست آں کوزہ تنِ محصورِ ما — اندرو آب ایں حواسِ شورِ ما
وہ ٹھلیا کیا ہے؟ ہمارا گھرا ہوا بدن ہے — اُس میں پانی ہمارے تمکین حواس ہیں

[1] گواہ سے صدق اور اخلاص کی کوئی علامت ہونی چاہیئے تو گواہی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ خدا کے سامنے جانے کے لئے بھی اخلاص کی گواہی کی ضرورت ہے اگر دل میں اخلاص نہ ہوگا محض ظاہری گفتگو سے کام نہ چلے گا۔ [2] پیش گو ہے شوہر نے کہا باطنی گواہ کی ضرورت ہے۔ صدق آں بود۔ عورت نے شوہر سے کہا اپنی ہستی اور اپنی جدوجہد سے بردار ہو جانا ہی سچائی ہے۔ سبو۔ ٹھلیا۔ ملکت۔ ملوک تو۔
[3] مفازہ جنگل۔ فاخر۔ قیمتی، قابلِ فخر۔ نادر کمیاب۔
چیست آں کوزہ یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے یعنی جس طرح بدو اپنی ٹھلیا شاہِ بغداد کی خدمت میں پیش کرنے لے چلا، ہمیں بھی اپنے بدن کی ٹھلیا دربارِ خداوندی میں پیش کرنی ہے۔

اے خداوندا یں خُم و کوزہ مرا
اے خدا میرے اِس مٹکے اور کوزے کو

درپذیر از فضلِ اَللّٰہُ اِشْتَرٰی[۱]
"اللہ اشتری" کی مہربانی سے قبول فرمالے

کوزۂ با پنج لُولہ پنج حِس
پانچ ٹونٹیوں کا کوزہ (جو) پانچ حواس ہیں

پاک دار ایں آب را از ہر نجس
اِس پانی کو ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھ

تا شود زیں کوزہ مُنفذ سوئے بحر
تاکہ اس کوزہ کا راستہ سمندر کی جانب ہوجائے

تا بگیرد کوزۂ من خُوئے بحر
تاکہ میرا کوزہ سمندر کی خصلت اختیار کرلے

تا چو ہدیہ پیشِ سلطانش بَری
تاکہ ہدیہ میں جب تو اُس کو بادشاہ کے سامنے لیجائے

پاک بیند باشدش شہ مُشتری[۲]
اُسکو وہ پاک دیکھے ہوسکتا ہے کہ بادشاہ اُسکا خریدار بنجائے

بے نہایت گردد آبش بعد ازاں
اُس کے بعد اُس کا پانی لاانتہا ہوجائے گا

پُر شود از کوزۂ من صد جہاں
میرے کوزے سے سو جہان بھر جائیں گے

لُولہا بر بند و پُر دارش ز خُم
اُس کی ٹونٹیاں بند کردے اور اُسکو مٹکے سے بھرلے

گفت غُضُّوا عَنْ هَوَى اَبْصَارِكُمْ[۳]
فرمایا ہے خواہش نفسانی سے اپنی نگاہیں نیچی رکھو

ریشِ اُو پُر باد کیں ہدیہ کراست
وہ مغرور تھا کہ یہ تحفہ کس کو میسر ہے!

لائق چوں تو شہے اینست راست
تجھ جیسے بادشاہ کے لائق ہے یہ درست ہے

آں نمی دانست کانجا بر گذر
اُس کو یہ خبر نہ تھی کہ وہاں راستہ پر

ہست جاری دجلہ ہمچوں شکر
شکر جیسا دجلہ بہہ رہا ہے

درمیانِ شہر چوں دریا رواں
شہر کے درمیان سمندر کی طرح جاری ہے

پر ز کشتیہا و شستِ ماہیاں[۴]
کشتیوں اور مچھلی پکڑنے کے کانٹوں سے پُر ہے

رَو بر سلطان و کار و بار بیں
بادشاہ کے پاس جا، اور کاروبار دیکھ

حُسنِ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ بیں
"تجری تحتہا الانہار" کا حسن دیکھ

ایں چنیں حسہا و ادراکاتِ ما
اسی طرح ہماری معلومات اور احساسات

قطرۂ باشد دراں بحرِ صفا
اُس صاف سمندر میں ایک قطرہ ہیں

باز جوی و باز بیں و باز یاب
طلب کر اور مشاہدہ کر اور حاصل کر

ازکہ از مَنْ عِنْدَهٗ اُمُّ الْکُتُبْ
کس سے؟ اُس ذات سے جسکے پاس لوح محفوظ ہے

درنمد دو ختن زن سبوئے آب را و مُہر بر وے نہاں
عورت کا ٹھیلیا کو نمدہ میں سینا اور اُس پر مُہر لگانا

[۱] اَللّٰہُ اِشْتَرٰی۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ "خدا نے مومنین سے اُن کی جانیں اور مال خرید لیا ہے بعوض جنت کے"۔ لُولہ۔ ٹونٹی۔ یعنی بدن کی ٹھیلیا میں پانچ حواس بمنزلہ پانچ ٹونٹیوں کے ہیں اِن حواس کے ذریعہ اندر گندگی نہ پہنچنی چاہیئے۔ مُنفذ۔ سوراخ۔ بحر۔ یعنی وحدت کا سمندر۔ خُوئے بحر۔ حدیث شریف میں ہے اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔

[۲] مُشتری۔ خریدار۔

[۳] ریشِ اُو پُر باد۔ مذکورہ گھمنڈ تھا کہ ایسا تحفہ کسی کو میسر نہ آیا ہوگا اور یہ عجیب تحفہ یقیناً بادشاہ کے لائق ہے۔ گذر۔ گذرگاہ، راستہ۔ دجلہ۔ دال کے فتحہ کے ساتھ عراق کا مشہور دریا ہے جس کے دونوں طرف شہر بغداد آباد ہے۔

[۴] شست۔ شین کے فتحہ سے مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ۔ نہریں اسکے نیچے جاری ہیں قرآن میں یہ جنت کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ بحرِ صفا۔ علوم الٰہی کا سمندر۔ باز جو۔ علوم الٰہی کا طالب بن وہ تجھے خدا سے حاصل ہونگے۔

مَرد گفت آرے سَبُو را سَر[1] ببند — ہیں کہ ایں ہدیہ ست ما را سُود مند

مرد نے کہا، ہاں، ٹھلیا کا منہ بند کردے — یقیناً یہ تحفہ ہمارے لئے مفید ہے

در نمَد در دوز تو ایں کوزہ را — تا کشاید شہ بہ ہدیہ روزہ را

تو اس کوزہ کو نمدے میں سی دے — تاکہ بادشاہ تحفہ سے روزہ کشائی کرے

کایں چنیں اندر ہمہ آفاق نیست — جُز رحیق و مایۂ اَذواق نیست

اس طرح کا تحفہ دنیا میں نہیں ہے — (یہ) ہمہ شراب اور لذتوں کے سرمایہ کے سوا کچھ نہیں ہے

زانکہ ایشاں زاہلہائے تلخ و شور — دائماً پُر علّت اند و بیم کور

اس لئے کہ یہ لوگ کڑوے اور نمکین پانی کی وجہ سے — ہمیشہ بیمار اور آدھے اندھے ہیں

مُرغ کاَب[2] شور باشد مسکنش — اُو چہ داند جائے آب روشنش

جس پرندہ کی جائے رہائش کھاری پانی ہو — وہ اپنے صاف پانی کی جگہ کیا جانے!

ایکہ اندر چشمۂ شورست جات — تو چہ دانی شطِّ جیحون و فرات

اے وہ کہ تیری جگہ کھاری چشمہ ہے! — تو جیحوں اور فرات (دریا) کے کنارہ کو کیا جانے!

اے تو نارستہ ازیں فانی رَباط — تو چہ دانی صحو و سُکر و انبساط

اے وہ کہ تو اس فانی سرائے سے نہیں چھوٹا! — تو صحو اور سُکر اور انبساط کو کیا جانے!

ور بدانی نقلت از اَب و جَدست — پیشِ تو ایں نامہا چوں اَبجدست

اگر تو جانتا (بھی) ہے تو باوا دادا سے سُنا سُنایا ہو — تیرے سامنے یہ نام حروفِ تہجی کی طرح ہیں

اَبجد[3] و ہوّز چہ فاش ست و پدید — بر ہمہ طفلان و معنیٔ بس بعید

ابجد اور ہوّز کس قدر واضح اور ظاہر ہیں — تمام بچوں پر، اور معنیٰ کس قدر دور ہیں

پس سَبُو برداشت آں مردِ عرب — در سفر شُد می کشیدش روز و شب

اُس بدو مرد نے ٹھلیا اُٹھائی — سفر میں روانہ ہوگیا دن رات سکو اُٹھاتا تھا

بر سَبُو لرزاں بُد از آفاتِ دہر — ہم کشیدش از بیاباں تا بشہر

زمانے کی آفتوں سے ٹھلیا کے بارے میں خوفزدہ تھا — اُس کو جنگل سے شہر کی طرف لے جاتا تھا

زن مُصلّیٰ باز کردہ از نیاز — رَبِّ سَلِّم وِرد کردہ در نماز

عورت نے عاجزی سے مُصلّے بچھایا — نماز میں اے خدا اس کو سلامت رکھنے کی دُعا شروع کردی

کہ نگہدار آب ما را از خساں — یارب ایں گوہر بداں دریا رساں

کہ ہمارے پانی کو کمینوں سے محفوظ رکھ — اے خدا! یہ موتی اُس دریا تک پہنچادے

---

[1] سَر = منہ بند کرنا۔ منہ بند کردے ہیں۔ کلمۂ تثنیہ ہے۔ دوَد۔ سی دے۔ رحیق۔ شراب۔ اَذواق۔ ذوق کی جمع ہے، مزہ، لطف۔ زانکہ۔ اس لئے کہ (بدوی) کو یہ غلط فہمی اس لئے تھی کہ لوگ جنگل میں نمکین شور اور تلخ پانی پی کر بیمار رہتے ہیں اور کمزور ہوجاتے ہیں۔

[2] آب شور۔ کھارا پانی۔ جات جائے تو شط۔ کنارہ۔ جیحوں۔ ایران کا مشہور دریا۔ فرات۔ عراق کا مشہور دریا جو کوفہ کے قریب سے گذرتا ہے۔ رَباط۔ سرائے یعنی دنیا۔ صحو و سُکر و انبساط۔ روحانی کیفیتیں جو سالک کو پیش آتی ہیں۔

اب۔ باب۔ جد۔ دادا۔

[3] ابجد ہوّز حروف کو حروفِ تہجی کے حقائق کا کوئی علم نہیں وہ صرف رٹ لیتے ہیں نہ انکو یہ معلوم ہے کہ انہی ابجد ہوّز کی ترتیب سے اعداد کے ذریعہ تاریخیں نکالی جاتی ہیں نہ یہ معلوم کہ یہی حروف تعویذات اور طلسمات میں کام آتے ہیں نہ یہ معلوم کہ انہی حروف سے اسماء باری بنے ہیں جنکی تاثیرات غیر متناہی ہیں نہ یہ معلوم کہ ان حروفِ تہجی کو ملا کر جو آٹھ کلمات بنائے گئے ہیں انہیں حضرت آدمؑ کے واقعات کی پوری تاریخ ہے وغیرہ۔ مُصلّیٰ۔ جائے نماز۔ رَبِّ سَلِّم۔ اے خدا اس ٹھلیا کو سلامت رکھنا۔ خساں۔ یعنی چور ڈاکو۔ گوہر یعنی

چہ شویم اگرچہ پُرفن ست — لیک گوہر را ہزاراں دشمن ست
اگرچہ میرا شوہر باخبر اور صاحب تدبیر ہے — لیکن موتی کے ہزاروں دشمن ہیں

خود چہ باشد گوہر آب کوثر[1] ست — قطرۂ زاں آب کاصلِ گوہر ست
موتی کیا ہوگا حوضِ کوثر کا پانی ہے — اس پانی کا قطرہ ہے جو اصل میں گوہر ہے

از دعا ہائے زن و زاریِ اُو — وز غمِ مرد و گراں باریِ اُو
عورت کی دعاؤں اور اس کی عاجزی سے — مرد کے غم اور اس کی جفاکشی سے

سالم از دُزداں و از آسیب سنگ — بُرد تا دارُالخلافہ بے درنگ
چوروں اور پتھر کے صدمہ سے سالم — بلا توقف دارالخلافہ تک لے گیا

دید درگاہے پُر از انعامہا — اہلِ حاجت گستریدہ دامہا
انعاموں سے بھرا ایک دربار دیکھا — ضرورت مندوں نے جال پھیلا رکھے ہیں

دمبدم ہر سُوئے صاحب حاجتے — یافتہ زاں در عطا و خلعتے[2]
لمحہ بہ لمحہ ہر جانب ضرورتمند — اس در سے عطا اور خلعت پا رہے ہیں

بہر گبر و مومن و زیبا و زشت — ہمچو خورشید و مطر بر جملہ گشت
کافر اور مومن اور اچھے اور برے کیلئے (وہ دربار) — سورج اور بارش کی طرح بلا تفریق یکساں تھا

دید قومے در نظر آراستہ — قوم دیگر منتظر برخاستہ
ایک قوم کو دیکھا جو سامنے آراستہ تھی — دوسری قوم منتظر کھڑی تھی

خاص و عامہ از سلیمانؑ تا بمور — زندہ گشتہ چوں جہاں از نفخ صور
خاص اور عام (حضرت) سلیمانؑ سے لیکر چیونٹی تک — جی اٹھے جیسے کہ دنیا صور پھونکنے سے

اہلِ صورت در جواہر تافتہ — اہلِ معنیٰ بحرِ معنیٰ یافتہ
اہلِ ظاہر جواہر میں لدے ہوئے تھے — اہلِ باطن نے حقیقت کا سمندر پایا تھا

آنکہ بے ہمت چہ باہمت شدہ — وانکہ باہمت چہ بالنعمت شدہ
جو بے ہمت تھا کس قدر باہمت ہوگیا — جو باہمت تھا کس قدر نعمت والا ہوگیا

بانگ می آمد کہ اے طالب بیا — جُود محتاجِ گدایاں چوں گدا[3]
آواز آتی تھی کہ اے طلبگار! آ جا — سخاوت کو سائلوں کی بیحد ضرورت ہے جیسے کہ سائل کو سخاوت کی

در بیانِ آنکہ چنانکہ گدا عاشقِ کریم ست کریم ہم عاشقِ گدا ست

اس کا بیان کہ جس طرح فقیر، سخی کا عاشق ہے سخی بھی فقیر کا عاشق ہے

[1] کوثر: جنت کا چشمہ ہے۔ اصل گوہر یعنی موتی اسی پانی کے قطرات سے بنتے ہیں۔ گراں باری: بوجھ اٹھانا، جفاکشی۔ آسیب: صدمہ۔ دارالخلافہ: خلیفۃ المسلمین کے رہنے کا شہر۔ درنگ: تاخیر۔ درگاہ: دربار۔ دامہا: جال، یعنی انعام حاصل کرنے کے وسائل و ذرائع۔

[2] خلعت: شاہی لباس۔ گبر: آتش پرست، کافر۔ مطر: بارش، مینہ۔ در نظر: بادشاہ کے سامنے۔ سلیماں: یعنی امراء۔ مور: یعنی غرباء۔ نفخ صور: صور پھونکنا جس سے تمام مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ جود: یعنی اس کی سخاوت بھکاریوں کو اس طرح تلاش کرتی تھی جس طرح بھکاری بخشش اور عطا کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

[3] در بیان: یعنی سخیوں کی سخاوت کا وجود اور ظہور فقراء کے وجود سے ہے لہٰذا سخی اپنی سخاوت کیلئے فقراء کے محتاج ہیں جیسا کہ توبہ کا وجود توبہ کرنیوالے سے ہے۔ گدا: فقیر، بھکاری۔

اگر گدا را صبر بیش بُود کریم بر در او آید و اگر کریم را صبر بُود گدا

اگر فقیر کا صبر بڑھا ہوا ہے تو کریم اُسکے دروازے پر آجاتا ہے اور سخی کو صبر ہو تو فقیر اُس کے

بر در او آید اما صبر کمالِ گدا و نقصانِ کریم ست

دروازے پر آتا ہے لیکن صبر کرنا فقیر کا کمال ہے اور سخی کا عیب ہے

جُود محتاج ست و خواہد طالبے — ہمچنانکہ توبہ خواہد تائبے

سخاوت ضرورتمند ہے اور کوئی طلبگار چاہتی ہے — جس طرح توبہ توبہ کرنے والے کو چاہتی ہے

جُود می جوید گدایان و ضعاف[1] — ہمچو خوباں کآئینہ جویند صاف

سخاوت فقیروں اور کمزوروں کو تلاش کرتی ہے — جیسے حسین صاف آئینہ تلاش کرتے ہیں

رُوئے خوباں ز آئینہ زیبا شود — رُوئے احساں از گدا پیدا شود

حسینوں کا چہرہ آئینہ سے حسین بنتا ہے — احسان کا چہرہ فقیر سے رُونما ہوتا ہے

چوں گدا آئینۂ جودست ہاں — دم بُود بر رُوئے آئینہ زیاں

جبکہ فقیر سخاوت کا آئینہ ہے خبردار — پھونک مارنا آئینہ کے چہرے کی بربادی ہے

پس ازیں فرمود حق در والضحیٰ[2] — بانگ کم زن اے محمدؐ بر گدا

اسلئے اللہ تعالیٰ نے سورۂ والضحیٰ میں فرمایا ہے — اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فقیر کو نہ جھڑک

آں یکے جُودش گدا آرد پدید — ویں دگر بخشد گدایاں را مزید

ایک وہ ہے جسکی سخاوت کو فقیر رونما کرتا ہے — اور یہ دوسرا وہ ہے جو فقیر کو زیادہ دیتا ہے

پس گدایاں آئینہ جُودِ حق اند — وانکہ با حق اند جُودِ مطلق اند

فقراء اللہ (تعالیٰ) کی سخاوت کے آئینہ ہیں — اور جو لوگ اللہ سے وابستہ ہیں وہ مجسم سخاوت ہیں

وانکہ جُزایں دو[3] بُود خود مردہ است — او بریں در نیست نقشِ پردہ است

اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ مردہ ہے — وہ اُس دروازے پر نہیں ہے پردے کا نقش ہے

فرق در میانِ آنکہ دُرویش ست بخدا و تشنۂ خدا و آنکہ

فرق اُس شخص میں جو اللہ کا بھکاری اور اُس کا پیاسا ہے اور اُس شخص

دَرویش ست از خدا و تشنہ است بغیر

میں جو خدا سے بے پروا اور غیر کا پیاسا ہے

لیک دُرویشے کہ او تشنہ خداست — ہست دائم از خدایش کار راست

لیکن وہ فقیر جو اللہ (تعالیٰ) کا پیاسا ہے — اُس کا کام ہمیشہ خدا کی جانب سے درست ہے

[1] ضعاف ضعیف کی جمع ہے، کمزور، فقیر، خوباں خوب کی جمع ہے، حسین، خوبصورت۔ زیبا، خوبصورت۔ پیدا، ظہور۔

[2] والضحیٰ سورۃ والضحیٰ میں آنحضورؐ کو کہا گیا ہے "وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ" سائل کو نہ جھڑک۔ آں یکے ایک سخی کی سخاوت کو بھکاری رونما کرتا ہے۔ دوسری قسم سخی کی یہ ہے کہ سائل کو بغیر مانگے دیدیتا ہے۔ پس گدایاں فقیر کی ایک قسم تو وہ ہے جو صبر کرتی ہے اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتی وہ تو اللہ کی صفت جود کی مظہر ہے اور جو فقراء ایسے ہیں کہ اللہ نے اُن کے دل غنی کر دیئے ہیں وہ جودِ مطلق ہیں جو اللہ کی صفت جود اختیار کر چکے ہیں۔

[3] وانکہ تیسری قسم فقیر کی وہ ہے جو دستِ سوال دراز کرتا ہے وہ اللہ کے در پر نہیں ہے بلکہ دروازہ کے پردے کا نقش ہے جو دروازہ سے باہر ہوتا ہے۔ تشنہ پیاسا۔ دائم ہمیشہ۔

لیک درویشے کہ تشنہ غیر شد
لیکن وہ فقیر جو غیر کا پیاسا ہوا

اُو حقیر و ابلہ[1] و بے خیر شد
وہ ذلیل اور بیوقوف ہے اور بھلائی سے خالی ہوا

نقشِ درویش ست اُو نے اہلِ جاں
وہ درویش کی تصویر ہے، جاندار نہیں ہے

نقشِ سگ را تو مینداز از استخواں
کتے کی تصویر کو ہڈی نہ ڈال

فقر لقمہ دارد اُو نے فقرِ حق
وہ لقمہ کی فقیری رکھتا ہے نہ کہ اللہ (تعالیٰ) کی فقیری

پیشِ نقشِ مُردہ کم نہ طبق
مُردے کی تصویر کے سامنے طباق نہ رکھ

ماہیِ خاکی بُود درویشِ ناں
روٹی کا فقیر، مٹی کی مچھلی ہوتا ہے

شکلِ ماہی لیک از دریا رماں
مچھلی کی شکل ہے لیکن دریا سے بے تعلق ہے

نقشِ ماہی کے بُود درویشِ آب
مچھلی کی تصویر پانی کی فقیر کب ہوتی ہے؟

آں زبے آبی نمیگردد خراب
وہ پانی نہ ہونے سے تباہ نہیں ہوتی ہے

مُرغِ خانہ است اُو نہ سیمرغِ[2] ہوا
وہ گھریلو پرندہ ہے نہ کہ ہوا کا سیمرغ

لوت نوشد اُو نہ نوشد از خدا
لذیذ کھانے کھاتا ہے خدا سے فیض حاصل نہیں کرتا ہے

عاشقِ حق[3] ست اُو بہرِ نوال
وہ عطیہ کی خاطر اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے

نیست جانش عاشقِ حُسن و جمال
اُس کی جان حُسن و جمال کی عاشق نہیں ہے

گر تو ہم می کند اُو عشقِ ذات
اگر وہ ذات (خداوندی) کے عشق کا خیال کرتا ہے

ذات نبُود وہم اَسمار و صفات
اسمار اور صفات کا خیال ذات (خداوندی) نہیں ہوتا ہے

وہم مخلوق[4] ست و مولود آمدست
خیال، مخلوق ہے اور پیدا شدہ ہے

حق نہ زائیدست و لَم یُولَد[5] ست
حق (تعالیٰ) پیدا نہیں ہوا ہے وہ لَم یُولَد ہے

عاشقِ تصویرِ وہمِ خویشتن
اپنے وہم کی تصویر کا عاشق

کے بُود از عاشقانِ ذُوالمِنَن
اللہ (تعالیٰ) کے عاشقوں میں سے کب ہو سکتا ہے

عاشقِ آں وہم گر صادق بُود
اُس خیال کا عاشق بھی اگر سچا ہو

آں مجازش تا حقیقت می کشد
وہ مجاز اُس کو حقیقت تک پہنچا دیتا ہے

شرح میخواہد بیانِ ایں سخن
اِس بات کا بیان تفصیل چاہتا ہے

لیک می ترسم ز اَفہامِ کہن
لیکن میں پرانے خیالات سے ڈرتا ہوں

فہم ہائے کہنہ کوتہ نظر
کوتاہ نظر لوگوں کی بوسیدہ عقلیں

صد خیالِ بد در آرد در فکر
تخیل میں سینکڑوں بُرے خیالات لائینگی

---

[1] اَبلہ۔ بیوقوف۔ اہلِ جاں۔ جاندار۔ استخواں۔ یعنی ایسے فقیر کے سامنے معرفتِ خداوندی کے نکتے بیان کرنا بے سود ہے۔ طبق۔ یعنی معرفتِ خداوندی کے علوم کا طبق۔

[2] سیمرغ۔ ایک فرضی پرندہ ہے جس میں تین رنگ کے پر فرض کئے گئے ہیں۔ لوت لذیذ کھانے،

[3] نوال عطیہ۔ توہم۔ وہم کرنا۔ اسمار یعنی اسمائے الٰہی۔ صفات۔ یعنی صفاتِ خداوندی۔

[4] مخلوق۔ پیدا کیا ہوا، مولود۔ جنا ہوا۔ لَم یُولَد۔ وہ جنا نہیں گیا۔ تصویرِ وہم۔ خیالی صورت۔ ذُوالمِنَن۔ احسانات والا، حق تعالیٰ۔ صادق۔ سچا۔ مجاز غیر اصل۔ حقیقت یعنی اللہ (تعالیٰ) کا عشق۔ افہام۔ فہم کی جمع، سمجھ، عقل۔ کہن۔ پرانا۔

بر سماعِ راست[1] ہر کس چیر نیست
سچی بات سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے

لُقمۂ ہر مُرغکے انجیر نیست
ہر پرندے کی خوراک انجیر نہیں ہے

خاصہ مُرغِ مُردۂ بوسیدۂ
خاص طور پر مُردہ، سڑا ہوا پرندہ

پُر خیالِ اعمیِ بے دیدۂ
اندھا، اندھے پن کے خیالات سے بھرا ہوا

نقشِ ماہی راچہ دریا وچہ خاک
مچھلی کی تصویر کے لئے کیا دریا اور کیا خشکی

رنگِ ہند[2] و راچہ صابون وچہ زاک
ہندوستانی کے رنگ کیلئے کیا صابون اور کیا پھٹکری

نقش اگر غمگیں نگاری بر ورق
اگر کاغذ پر تو کوئی غمگین تصویر بنائے

اُو ندارد از غم و شادی سبق
اُس کو خوشی اور غم سے کوئی واسطہ نہ ہوگا

صورتش غمگین و اُو فارغ ازاں
اُس کی صورت غمگین ہے اور وہ غم سے خالی ہے

صورتش خندان و اُو زاں بے نشاں
اُس کی صورت ہنستی ہے اور وہ اُس (ہنسی) سے

دیں غم و شادی کہ اندر دل خفی ست
یہ غم اور خوشی جو دل میں چھپی ہوئی ہے

پیشِ آں شادی و غم جز نقش نیست
اُس خوشی اور غم کے سامنے سوائے نقش کے کچھ نہیں ہے

صورتِ خندانِ نقش از بہرِ تُست
تصویر کی ہنستی ہوئی صورت تیرے لئے ہے

تا ازاں صورت شود معنیٰ درست
تاکہ اُس صورت سے، باطن درست ہو جائے

صورتِ غمگینِ نقش از بہرِ ماست
غمگین تصویر کی صورت ہمارے لئے ہے

تا کہ ما را یاد آید راہِ راست
تاکہ ہمیں سیدھا راستہ یاد آجائے

نقشہائے کاندریں حمّامہاست
وہ تصویریں جو ان حماموں میں ہیں

از برونِ جامہ[3] کُن چوں جاہماست
جامہ کُن (حمام کے روپے) سے باہر کپڑوں جیسی ہیں

تا برونی جامہہا بینی و بس
جب تک تو (جامہ کُن سے) باہر کے کپڑے دیکھتا ہے

جامہ بیروں کُن در آ اے ہمنفس
اے ساتھی! کپڑے اُتار، اندر آجا

زانکہ با جامہ در آنسو راہ نیست
اِسلئے کہ کپڑوں کے ہوتے ہوئے اُس جہاں راستہ نہیں ہے

تن ز جان و جان ز تن آگاہ نیست
جسم کو جان اور جان کو جسم کی خبر نہیں ہے

باز می گردم سوئے قصّہ عرب
میں بدوی کے قصّہ کی طرف لوٹتا ہوں

از بیانِ سِتر و رازِ بُو العَجَب
ستر اور عجیب راز کے بیان سے

---

[1] راست۔ سچی بات۔ چیز غالب۔ لقمہ۔ خوراک۔ مُرغک۔ حقیر پرندہ۔ خاصہ۔ خصوصاً۔ اعمیٰ۔ اندھا۔ بے دیدہ۔ کور چشم۔ نقش ماہی۔ مچھلی کی تصویر۔ کیلئے دریا اور خشکی کیا ہے چونکہ وہ اصلی نہیں ہے لہٰذا وہ اپنی اصلی حیات کی جویا نہیں ہے مزدرین اور غلط مدعیانِ تصوف کا یہی حال ہے۔

[2] ہندو۔ ہندوستان کا رہنے والا جو عموماً کالے ہوتے ہیں اُن کیلئے صابون اور پھٹکری یکساں ہے اُن کی سیاہی دُور نہ ہوگی۔ زاک۔ پھٹکری۔ نقش۔ یعنی تصویریں جو کیفیات ظاہر کیجاتی ہیں وہ حقیقت سے دور ہوتی ہیں محض صورت رنج و غم کی ہوتی ہے حقیقت غیر موجود ہوتی ہے۔ تحقیق۔ پرشید نقش۔ تصویر۔ یعنی اولیاء اللہ پر جو قبض اور بسط کی کیفیت طاری ہوتی ہے اُسکے بالمقابل عام انسانوں کا غم اور خوشی ہے صورت۔ یعنی یہ ظاہری غم اور خوشی اسلئے ہے کہ تو اہل اللہ کے غم اور خوشی کی طرف رہنمائی حاصل کرے۔ معنیٰ۔ باطن۔ حماماہا۔ غسلخانے۔ یعنی جسمیں محض نقوش ہیں جو حقیقت سے خالی ہیں۔

[3] جامہ کن۔ حمام کا وہ درجہ کہلاتا ہے جہاں کپڑے اُتارے جاتے ہیں۔ ان اشعار میں مولانا نے تنبیہ کی ہے کہ انسان ظاہر سے نکلکر ہی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے جو ظاہر سے گزرے بغیر حقیقت تک رسائی چاہتا ہے وہ بیوقوف ہے۔

پیش آمدنِ نقیبان و دربانانِ خلیفہ از بہرِ اکرام

بدوی کے اعزاز کے لئے خلیفہ کے دربانوں اور نقیبوں کا آگے بڑھنا

اعرابی و پذیرفتنِ ہدیہ اُورا

اور اُس کے ہدیہ کو قبول کر لینا

آں عرابی[1] از بیابانِ بعید
وہ بدوی، دُور کے جنگل سے

بر درِ دارالخلافہ چوں رسید
جب دارالحکومت کے دروازہ پر پہنچا

پس نقیباں پیش اعرابی شدند
تو نقیب، بدوی کے پاس آئے

بس گلاب لطف بر رویش زدند
(اور اُنھوں نے) مہربانی کا گلاب اُسکے چہرے پر چھڑکا

حاجت او فہم شاں شد بے مقال[2]
بغیر گفتگو کے اُس کی حاجت اُنکی سمجھ میں آگئی

کارِ ایشاں بُد عطا پیش از سوال
اُن کا کام سوال سے پہلے عطا کرنا تھا

پس بدو گفتند اَوجہ العرب
اُنھوں نے اُس سے کہا کہ اے عربی سردار!

از کجائی، چونی از رنج و تعب[3]
تو کہاں سے آیا ہے؟ تکلیف اور تھکن سے تیرا کیا حال ہے؟

گفت وَجہم گر مرا وَجہے دہید
اُسنے کہا میں سردار ہوں، اگر مجھے ذریعۂ معاش دیدو

بے وجوہم چوں پس پشتم نہید
(اور) اگر مجھے پس پشت ڈالو تو میں بے حقیقت ہوں

اے کہ در رُوتاں نشانِ مہتری[4]
اے (نقیبو)! تمہارے چہروں پر سرداری کا نشان ہے

فرِّ تاں خوشتر ز زرِّ جعفری[5]
تمہاری شان و شوکت جعفری سونے سے زیادہ خوشنما ہے

اے کہ یک دیدارِ تاں دیدارہا
اے (نقیبو)! تمہارا ایک دیدار بہت سے دیدار ہیں

اے نثارِ دیدِ تاں دینارہا
اے (نقیبو)! تمہارے دیدار پر اشرفیاں نچھاور ہیں

اے ہمہ یَنظُرُ بِنُورِ اللہ شدہ
اے (نقیبو)! جو سب کے سب اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہو

از برِ حق بہرِ بخشش آمدہ
اللہ تعالےٰ کے پاس سے انعام دینے کیلئے آئے ہو

تا زنید آں کیمیاہائے نظر
تاکہ وہ کیمیا اثر نگاہیں ڈالو

بر سرِ مسہائے اشخاصِ بشر
انسانوں کے وجود کے تانبے پر

من غریبم از بیاباں آمدم
میں مسافر ہوں، جنگل سے آیا ہوں

بر اُمیدِ لطفِ سُلطاں آمدم
بادشاہ کی مہربانی کی اُمید پر آیا ہوں

بُوئے لطفِ او بیاباں ہا گرفت
اُسکی مہربانی کی خوشبو جنگلوں میں پھیل گئی ہے

ذرّہ ہائے ریگ ہم جاں ہا گرفت
ریت کے ذرّوں میں بھی جانیں پڑ گئی ہیں

---

[1] عرابی۔ اعرابی۔ دارالخلافہ۔ خلیفۃ المسلمین کا شہر۔ نقیبان۔ نقیب کی جمع ہے، چوبدار۔

[2] بے مقال۔ بلا گفتگو۔

[3] وجہ العرب۔ عرب کا چہرہ، یعنی سردار۔ کجائی۔ از کجا ہستی۔ چونی۔ چوں ہستی۔ تعب۔ تھکن۔ روتاں۔ روئے شما۔

[4] مہتری۔ سرداری۔ فرّ۔ جاہ و اقبال۔ جعفر۔ زرد رنگ کا ایک پھول ہے، ایک کیمیا گر کا نام ہے اور جعفر برمکی بنی عباس کا مشہور وزیر تھا۔ ینظر بنور اللہ۔ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ حدیث میں ہے۔ اتقوا من فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ، مومن کی فراست سے ڈرتے رہو وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ بس۔ تانہا۔ اشخاص۔ وجود۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔

تا بدینجا[1] بہرِ دینار آمدم
میں یہاں دینار کے لئے آیا

چوں رسیدم مستِ دیدار آمدم
جب پہنچا تو دیدار سے مست ہوگیا

بہرِ ناں شخصے سوئے نانبا دوید
ایک شخص روٹی کے لئے نانبائی کی جانب دوڑا

داد جاں چوں حُسنِ نانبا را بدید
جب نانبائی کا حسن دیکھا جان دیدی

بہرِ فرجہ[2] شُد یکے تا گلستاں
ایک شخص تفریح کے لئے باغ میں گیا

فرجہ اُو شد جمالِ باغباں
باغبان کا حسن اس کی تفریح کا سبب بنگیا

ہمچو اعرابی کہ آب از چہ کشید
اس بدوی کیطرح جس نے کنویں سے پانی کھینچا

آبِ حیواں از رُخِ یوسف چشید
(حضرت) یوسفؑ کے رُخ سے آبِ حیات پی لیا

رفت موسیٰ[3] کا تشے آرد بدست
موسیٰ (علیہ السلام) گئے تاکہ آگ لائیں

آتشے دید او کہ از آتش برست
انھوں نے آگ دیکھی جسکی وجہ سے آگ سے کنارہ کش ہوگئے

جست[4] عیسیٰ تا رہد از دشمناں
(حضرت) عیسیٰ دشمنوں (کے نرغہ) سے کودے تاکہ نجات حاصل کریں

بُردش آں جستن بچارم آسماں
وہ کودنا اُن کو چوتھے آسمان پر لے گیا

دامِ آدمؑ خوشۂ گندم شدہ
(حضرت) آدمؑ کا جال گیہوں کی بال بنی

تا وجودش خوشۂ مردم شدہ
یہانتک کہ اُن کا وجود انسانوں کا گچھا بن گیا

باز آمد سوئے دام از بہرِ خور
باز، کھانے کے لئے جال کی جانب آیا

ساعدِ شہ یافت و اقبال و فر
اُس کو بادشاہ کی کلائی پر جگہ اور شاہانہ شوکت ملی

طفل شد مکتب پئے کسبِ ہنر
بچہ، ہنر حاصل کرنے مکتب میں گیا

بر امیدِ[5] مرغ یا لُطفِ پدر
باپ کی مہربانی یا کسی چڑیا کی اُمید پر

پس ز مکتب آں یکے صدر شدہ
پھر مکتب سے وہ صدر ہوگیا

ماہیانہ دادہ و بدلے شدہ
ماہواری (فیس) دی اور چاند ہوگیا

آمدہ عباسؓ[6] حرب از بہرِ کیں
عباس (رضی اللہ عنہ) کینہ پروری سے جنگ کیلئے آئے

بہرِ قمعِ احمد و استیزِ دیں
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیخ کنی اور دین سے لڑنے کیلئے

گشت دیں را تا قیامت پشت و رُو
قیامت تک کیلئے دین کے پشت پناہ بن گئے

در خلافت اُو و فرزندانِ اُو
خلافت کے سلسلہ میں وہ اور اُن کی اولاد

آمدہ عمرؓ[7] بقصدِ مصطفیٰ
(حضرت) عمرؓ آنحضورؐ کے قتل کے ارادہ سے آئے

تیغ در کف بستہ بس میثاقہا
تلوار ہاتھ میں لے کر بہت سے عہد کرکے

---

[1] تا بدینجا: مولانا نے اس شعر سے یہ بیان فرمایا ہے کہ بسا اوقات انسان ایک معمولی مقصد کا ارادہ کرتا ہے اور اسکو ایک اعلیٰ مقصد حاصل ہوجاتا ہے۔ آئندہ بہت سے اشعار میں مختلف واقعات پیش فرماکر اسی مضمون کو بیان کیا ہے۔ نان با۔ نانبائی۔ فرجہ۔ خا کے ضمہ کے کیساتھ کشادگی، تفریح۔ اعرابی۔ وہ مسافر مراد ہے جس نے بیاو کنعان میں پانی کیلئے ڈول ڈالا اور وہاں حضرت یوسفؑ کو دیکھ لیا۔ رفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ کو طور پر آگ لینے گئے تھے وہاں تجلی ربانی شاہد ہوگیا۔

[2] جست عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ دشمنوں کے نرغے سے نکلنے کے لئے کودے اور وہاں سے چوتھے آسمان پر پہنچ گئے۔ حضرت عیسیٰؑ کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام کا خیال ہے وہ دوسرے آسمان پر ہیں۔ آدم۔ حضرت آدمؑ نے گیہوں کھالیا اور وہی اس کا سبب بنا کہ انکی نسل سے سینکڑوں انبیاء اور رسول پیدا ہوئے۔ باز۔ باز وانہ خوری کے ارادہ سے جال میں پھنستا ہے اور وہی اسکے عروج کا سبب ہوجاتا ہے کہ اسکو بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھنا نصیب ہوتا ہے۔

[3] بر امید مرغ۔ باپ بچہ کو معمولی چڑیا کا لالچ دیکر مدرسہ بھیجتا ہے اور بچہ اسی کیوجہ سے مکتب کا صدر المدرس ہوسکتا ہے۔ عباسؓ۔ آنحضورؐ کے چچا مخالفت

گشتہ اندر شرع امیر المومنین[1] — پیشوا و مقتدائے اہلِ دیں
شریعت میں امیر المومنین بنے — دینداروں کے پیشوا اور مقتدا بنے

آں علف کش سوئے ویرانہا شدہ — بے خبر بر گنج ناگہ پا زدہ
وہ گھسیارا جنگلوں کی جانب چلا — اچانک بیخبری میں اسکا پاؤں خزانہ پر پڑ گیا

تشنہ آمد سوئے جوئے آب[2] در — دید اندر جوئے خود عکسِ قمر
پیاسا، نہر کی طرف آیا، پانی میں — نہر کے اندر اس نے چاند کا عکس دیکھ لیا

من بریں در طالبِ چیزے آمدم — صدر گشتم چوں بدہلیز آمدم
میں اس دروازہ پر ایک چیز کا طالب بنکر آیا — جب دہلیز پر پہنچا، صدر بن گیا

آب آوردم بتحفہ بہرِ ناں — بُوئے نانم بُرد تا صدرِ جہاں[3]
روٹی کی خاطر میں پانی کا تحفہ لایا — روٹی کی تمنا مجھے دنیا کے صدر پاس لے آئی

ناں بروں آنداد آدمی را از بہشت — ناں مرا اندر بہشتے در سرشت
روٹی نے انسان کو جنت سے نکالا — مجھے روٹی نے جنت سے وابستہ کر دیا

رستم از آب و زناں ہمچوں فلک — بے غرض گردم بریں دیسچوں فلک
میں اس آسمان جیسے در کا بغیر کسی غرض کے طواف کرتا ہوں — تر شے کیطرح میں روٹی اور پانی نے نجاست پایا ہوں

در بیان آنکہ عاشق دنیا بر مثالِ عاشقِ دیوار ایست کہ برو آفتاب تافتہ و جہد نکرد تا فہم کند کہ این تاب از دیوار نیست

اس کا بیان کہ دنیا کے عاشق کی مثال اس دیوار کے عاشق جیسی ہے جس پر سورج چمکا ہو اور اس نے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی کہ یہ روشنی دیوار کی نہیں ہے

از آفتاب ہست در آسمانِ چہارم لاجرم کلی دل بر دیوار نہاد و چوں پرتوِ آفتاب بآفتاب پیوست او محروم ماند

سورج کی ہے جو چوتھے آسمان میں ہے، لامحالہ وہ بالکلیہ دیوار پر عاشق ہو گیا اور جب سورج کی روشنی سورج سے جا ملی تو وہ محروم رہ گیا

وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ

اور آڑ کر دی گئی اُن میں اور اُن کی مراد میں

بے غرض نبود بگردش در جہاں — غیرِ جسم و غیرِ جانِ عاشقاں
دنیا میں گردش بے غرض نہیں ہوتی ہے — سوائے عاشقوں کے جسم اور جان کے

[1] امیر المومنین حضرت عمرؓ ابتداً خلیفۃ رسول اللہ کہلاتے تھے پھر امیر المومنین لقب پڑ گیا۔ مقتدا۔ وہ جس کی لوگ پیروی کریں۔ علف کش گھسیارا۔ گنج خزانہ۔

[2] آب در سوراب یہاں تک یہی مضمون ہے کہ انسان بسا اوقات معمولی چیز کا ارادہ کرتا ہے اور اُس کو اعلیٰ چیز حاصل ہو جاتی ہے۔

[3] صدرِ جہاں۔ یعنی بادشاہ۔ نان۔ یعنی گیہوں نے حضرت آدمؑ کو جنت سے نکالا۔ سرشت۔ بلا دیا۔ در۔ زیادہ ہے۔ بے غرض مخلصاً۔ مرستم یعنی میں اس دربار میں دنیا طلبی کے لئے آیا تھا اور اب میں دنیا سے بے نیاز ہو گیا ہوں چونکہ میں روحانی دولت سے مالا مال ہو گیا ہوں۔

عاشقانِ[1] کُل نہ ایں عُشّاقِ جُزو
کُل کے عاشق، نہ کہ یہ جزو کے عاشق

ماند از کُل آنکہ شد مُشتاقِ جُزو
جو جزو کا عاشق ہوا وہ کُل سے (دور) رہ گیا

چونکہ جُزوے عاشقِ جُزوے شود
جب کوئی جزو، کسی جزو کا عاشق ہو

زُود معشوقش بکُل خود رَود
اُسکا معشوق بہت جلد اپنے کُل کیطرف چلا جاتا ہے

ریشِ[2] گاؤ و بندہ غیر آمد او
وہ بے وقوف اور غیر کا غلام بنا

غرقہ شد کف در ضعیفے در زد او
وہ ڈوبا، اُس نے کمزور پر ہاتھ مارا

نیست حاکم تا کُند تیمارِ او
وہ (معشوق) ہمکم نہیں ہے تاکہ اپنے (اُس عاشق) کا

کارِ خواجہ خود کُند یا کارِ او
وہ (معشوق) آقا کا کام کرے یا اُس (عاشق) کا!

فاذنِ بالحُرّہ لے ایں شد مثل
آزاد عورت سے زنا کر، یہ مثل اِسی لئے بنی ہے

فاسرقِ الدُّرّۃ بدیں شد منتقل
موتی کی چوری کر، اِسی لئے منقول ہوا ہے

بندہ[3] سوئے خواجہ شد او ماند زار
غلام اپنے آقا کیطرف روانہ ہوا وہ عاجز رہ گیا

بوئے گُل شد سوئے گُل او ماند خار
پھول کی خوشبو پھول میں گئی وہ کانٹا رہ گیا

ہمچوں آں اَبلہ کہ تابِ آفتاب
اُس احمق کی طرح جس نے سورج کی روشنی

دید بر دیوار و حیراں شد شتاب
دیوار پر دیکھی، اور فوراً حیران ہو گیا

عاشقِ دیوار شد کایں باضیاست
دیوار کا عاشق بن گیا کہ یہ پُر نور ہے

بے خبر کاں عکسِ خورشیدِ سماست
یہ معلوم نہیں کہ یہ آسمان کے سورج کا عکس ہے

چوں باصلِ خویش پیوست آں ضیا
جب وہ روشنی اپنی اصل سے جا ملی

دید دیوارِ سیہ ماندہ بجا
دیکھا کالی دیوار اپنی جگہ پر کھڑی ہے

او بماندہ دور از مطلوبِ خویش
وہ اپنے مطلوب سے دُور رہ گیا

سعیِ ضائع، رنجِ باطل، پائے ریش
محنت برباد، تکلیف اکارت، پیر زخمی

ہمچو صیّادے کہ گیرد سایۂ
(مجاز کا عاشق) اُس شکاری کیطرح ہے جو سایہ کو پکڑے

سایہ کے گردد ورا سرمایۂ
سایہ اُس کا سرمایہ کب بن سکتا ہے؟

سایۂ مُرغے گرفتہ مرد سخت
شکاری نے پرندے کے سایہ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا

مُرغ حیراں گشتہ بر شاخِ درخت
پرندہ درخت کی شاخ پر حیران تھا

کایں مُدمّغ بر کہ می خندد عجب
یہ بیہودہ دماغ، تعجب ہے کس پر ہنستا ہے؟

اینت باطل اینت پوشیدہ سبب
عجب! باطل ہے، عجب! سبب پوشیدہ ہے

---

[1] عاشقاں۔ عاشق محبت کے تقاضے سے کام کرتا ہے اُس کی کوئی غرض نہیں ہوتی ہے۔ کُل۔ ذاتِ خداوندی۔ جزو مخلوق۔ عُشّاق۔ عاشق کی جمع ہے۔ چونکہ یعنی جب مخلوق کسی مخلوق پر عاشق ہو۔ کُلِ محمود یعنی ممکنات فنا ہو کر ذاتِ اَحدیت میں مل جاتے ہیں۔

[2] ریش گاؤ یعنی احمق۔ غرقہ شد۔ ڈوب گیا۔ کف مثل مشہور ہے ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا پکڑنا چاہتا ہے۔ اِزن۔ اَمر کا صیغہ ہے زنا کر۔ حُرّہ۔ آزاد عورت۔ اِسرِق۔ اَمر کا صیغہ ہے، چوری کر۔ دُرّہ۔ موتی۔ منتقل۔ منقول یعنی انسان جو بھی کرے بلندہمتی سے کرے ؎ ہر گلے کو کئی درخت آدینہ بکن تا کہ از صدر لیضیان جہنم باشی

[3] بندہ۔ یعنی معشوق جب اپنے مالک سے جا ملیگا تو یہ عاشق عاجز اور محروم رہ جائیگا لہٰذا مخلوق سے عشق بیوقوفی ہے خالق سے عشق کرنا چاہیئے۔ اَبلہ۔ بیوقوف۔ تاب۔ روشنی، چمک۔ شتاب۔ جلد۔ کایں۔ کہ ایں۔ ضیا۔ روشنی، بہا۔ آسماں یعنی کوشش، بریش۔ زخمی۔ مدمّغ۔ بد دماغ۔ اینت۔ اینک دیکھو۔ حیرت، عجب۔

ور تو گوئی جزو پیوستہ کُل ست[1] — خار می خور خار پیوستہ گُل ست
اگر تو کہے جزو کل سے وابستہ ہے — کانٹا کھالے، کانٹا، پھول سے ملا ہوا ہے

جزو یک رُو نیست پیوستہ بکُل — ورنہ خود باطل بُدے بعثِ رُسُل
جزو پوری طرح کل سے جڑا ہوا نہیں ہے — ورنہ رسولوں کی بعثت بیکار ہوتی

چوں رسولاں از پئے پیوستن اند — پس چہ پیوندند شاں چوں یک تن اند
جبکہ رسول ملانے کے لئے ہیں — وہ کس چیز کو ملائیں گے جب ایک ہی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے غلام[2] — زانکہ جزے سخت دارد ایں کلام
اے لڑکے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — اس لئے کہ یہ بات بہت کشش رکھتی ہے

شرح کُن حالِ عرب اے بانظام — روز بے گہ شُد حکایت کُن تمام
اے منتظم! بدوی کے حال کی تفصیل بتا — دن بے وقت ہوگیا، کہانی ختم کر

سپردنِ عرب ہدیۂ خود بغلامان خلیفہ و شرح آں

بدوی کا اپنے تحفہ کو خلیفہ کے نوکروں کے سپرد کرنا اور اس کی تفصیل

بانقیباں حالِ خود را آں عرب — چوں بگفت اُو دید ہنگامِ طلب
بدوی نے اپنی حالت نقیبوں سے — جب کہی، اور اس نے سوال کا موقع دیکھا

آں سبوئے آب را در پیش داشت — تخمِ خدمت را در انحضرت بکاشت
وہ پانی کی ٹھلیا پیش کردی — (اور) اس دربار میں خدمت کا بیج بو دیا

گفت ایں ہدیہ بداں سلطانِ مید — سائلِ شہ را ز حاجت وا خرید
بولا، یہ تحفہ بادشاہ کے پاس لے جاؤ — بادشاہ کے بھکاری کو حاجت سے نجات دلاؤ

آبِ شیریں و سبوئے سبز و نو — زآبِ بارانی کہ جمع آمد بہ گو
میٹھا پانی ہے، ٹھلیا سبز اور نئی ہے — بارش کا پانی ہے جو گڑھے میں جمع ہوگیا تھا

خندہ می آمد نقیباں را ازاں — لیک پذرفتند آنرا ہمچو جاں
نقیبوں کو اس پر ہنسی آرہی تھی — لیکن انھوں نے جان کی طرح اسکو قبول کرلیا

زانکہ لُطفِ شاہِ خوب باخبر — کردہ بود اندر ہمہ ارکاں[3] اثر
اس لئے کہ اچھے باخبر بادشاہ کی مہربانی — سب کارکنوں میں اثر کئے ہوئے تھی

خوئے شاہاں در رعیت جا کند — چرخ اخضر خاک را خضرا کند
بادشاہوں کی عادت رعایا میں گھر کرلیتی ہے — سبز آسمان زمین کو سرسبز کردیتا ہے

[1] ور تو گوئی: یعنی جزو کل کا عین ہے تو جزو پر عاشق ہونا کل پر عاشق ہونا ہے۔ ورنہ۔ اگر جزو کا کل سے بالکلیہ انفصال ہوتا تو رسولوں کو بھیجنا بیکار ہوتا اسلئے کہ رسولوں کی بعثت کا مقصد مخلوق کو خالق سے وابستہ کرنا ہی ہے۔

[2] غلام: لڑکا۔ جزے: کشش، طوالت۔ بیگہ: بے گاہ۔ بنگام: وقت۔ طلب: سوال۔ جعفر: دربار۔ حاقت: ضرورت، محتاجی۔ خریدن: چھڑانا، نجات دلانا۔ گو: زمین کا گڑھا۔ پذرفتند: پذیرفتند۔ زانکہ: مشہور ہے کہ رعایا بادشاہ کی عادت اختیار کرتی ہے۔

[3] ارکان: رکن کی جمع ہے کارکن۔ جاگردن: گھر کرلینا۔ اخضر: مذکر سبز، خضرا۔ مؤنث سبز۔ آسمان کی سبزی سے زمین کا سبز ہونا شاعرانہ تخیل ہے۔

شہ چوں حوضے داں حشم[1] چوں لولہا
بادشاہ کو حوض اور خادموں کو گوشتیاں سمجھ

آب از لولہ رود در گولہا
پانی ٹونٹیوں کے ذریعہ نالیوں میں جاتا ہے

چونکہ آب جملہ از حوضے ست پاک
جبکہ سب کا پانی پاک حوض کا ہے

ہر یکے آبے دہد خوش ذوق ناک
ہر ایک (ٹونٹی) خوش ذائقہ پانی دیتی ہے

ور دراں حوض آب شے رست و پلید
اگر اس حوض میں کھارا اور ناپاک پانی ہے

ہر یکے لولہ ہماں آرد پدید
ہر ٹونٹی سے وہی پانی نکلے گا

زانکہ پیوست ست ہر لولہ بحوض
کیونکہ ہر ٹونٹی حوض سے وابستہ ہے

خوض کن در معنیٔ ایں حرف خوض
ان حرفوں کے معنی میں خوب غور کرلے

لطف شاہنشاہِ جانِ بے وطن
بے وطن جان کے بادشاہ کی مہربانی نے

چوں اثر کرد ست اندر کلِّ تن
پورے بدن میں کیا اثر کیا ہے:

لطفِ عقلِ خوش نہاد خوش نسب
پاک طینت، پاک نسب، عقل کی لطافت

چوں ہمہ تن را درآرد در ادب
کس طرح تمام بدن کو مہذب کردیتی ہے

عشقِ شنگِ بے قرارِ بے سکوں
شوخ، بے چین، بے قرار عشق

چوں درآرد کلِّ تن[2] را در جنوں
کس طرح سارے بدن کو جنون میں مبتلا کردیتا ہے

لطفِ آبِ بحر کو چوں کوثر ست
اس دریا کی لطافت کو دیکھو، جو کوثر کی طرح ہے

سنگریزش جملہ دُرّ و گوہر ست
اسکے سنگریزے سب موتی اور گوہر ہیں

ہر ہنر کاُستا بداں معروف شد
جس ہنر میں اُستاد مشہور ہوتا ہے

جانِ شاگردش بداں موصوف شد
اسکے شاگرد کی جان اسی سے موصوف ہوتی ہے

پیشِ اُستادِ اصولی ہم اصول
اصولی اُستاد کے سامنے اصول

خواند آں شاگرد چُست باوصول
پڑھتا ہے، مستعد اور کامیاب شاگرد

پیشِ اُستادِ فقیہ[3] آں فقہ خواں
فقہ کا پڑھنے والا، فقیہ اُستاد کے سامنے

فقہ خواند نے اصول و نے بیاں
فقہ پڑھتا ہے نہ اصول اور نہ (علم) بیان

پیشِ اُستادے کہ اُ نحوی بُوَد
اُس استاد کے سامنے جو نحوی ہو

جانِ شاگردش از و نحوی شود
شاگرد کی جان اس سے نحوی بنجاتی ہے

باز اُستادے کہ آں محورہ ست
پھر وہ اُستاد جو راہِ (خدا) میں محو ہے

جانِ شاگردش از و محو شہ ست
اسکے شاگردوں کی جان شاہ میں محو ہوجاتی ہے

---

[1] حشم۔ حا، اور شین کے فتحہ کیساتھ، نوکر چاکر۔ لولہ۔ ٹونٹی، نل۔ گولہ۔ نالی، ایچ بیچ۔ ذوق۔ ذائقہ۔ آب شور۔ کھاری پانی، ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ یعنی جیسا راجہ ویسی ہی پرجا۔ جان۔ روح، چونکہ وہ تمام بدن پر حکمرانی کرتی ہے اسلئے اسکو شہنشاہ کہا ہے، اور چونکہ وہ اس عالم کی چیز نہیں ہے لہٰذا اسکو دنیا کے اعتبار سے بے وطن کہا ہے روح کو بدن کے ساتھ وہی نسبت ہے جو شاہ کی رعایا سے۔

[2] تن۔ جسم۔ اُستا۔ استاد کا مخفف ہے۔ معروف۔ مشہور۔ موصوف۔ متصف۔ اصولی۔ علم اصول کا ماہر، علم اصول وہ کہلاتا ہے جس میں کسی علم کے قواعد کلیہ بیان کئے گئے ہوں جیسے علم اصول فقہ وغیرہ۔ چست۔ ہوشیار۔ باوصول۔ فارغ التحصیل، یعنی جس طرح رعایا بادشاہ کے اوصاف قبول کرتی ہے اور اعضاء روح کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں، اسی طرح شاگرد میں اُستاد کے اوصاف منتقل ہوتے ہیں۔

[3] فقیہ۔ علم فقہ کا ماہر۔ فقہ۔ دانائی، وہ علم جس میں شرع کے عملی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ بیان۔ وہ علم ہے جسمیں ایک معنی کو مختلف انداز سے بیان کرنا بتایا جاتا ہے۔ مجوزہ علم بلاغت اور مروجہ علم بلاغت یعنی افتراق ہے۔

زیں ہمہ اَنواعِ[1] دانش روزِ مرگ — دانشِ فقرست سازِ راہ و برگ

علم کی اِن قسموں میں سے مرنے کے دن (آخر کے) راستہ کا ساز و سامان، علمِ فقر ہی ہے

ماجرائے مردِ نحوی در کشتی با کشتیبان و جوابِ دادنِ اُو

ملاح کے ساتھ کشتی میں نحوی کا قصہ اور اُس کا جواب دینا

آں یکے نحوی بہ کشتی در نشست — رُو بکشتیباں نہاد آں خود پرست

ایک نحوی کشتی میں سوار ہوا — اُس متکبر نے ملاح کا رُخ کیا

گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لا — گفت نیمِ عمرِ تو شد در فنا

بولا، تو نے کچھ نحو پڑھی ہے؟ اُسنے کہا نہیں — اُس نے کہا، تیری آدھی عمر برباد ہوئی

دل شکستہ گشت کشتیباں ز تاب — لیک آں دم گشت خاموش از جواب

رنج سے ملاح کا دل ٹوٹ گیا — لیکن اُس وقت جواب سے خاموش رہا

باد کشتی را بگرداب اندر فگند — گفت کشتیباں بداں نحوی بلند

ہوا نے کشتی کو بھنور میں ڈال دیا — ملاح نے بلند آواز سے نحوی سے کہا

ہیچ دانی آشنا کردن بگو — گفت نے از من تو بیتاحی مجو

تو کچھ تیرنا جانتا ہے، بتا — اُس نے کہا تو مجھ سے تیراکی کی اُمید نہ کر

گفت کُلِ عمرت اے نحوی فناست — زانکہ[2] کشتی غرقِ ایں گرداب هاست

اُس نے کہا، اے نحوی! تیری ساری عمر برباد ہے — اِسلئے کہ کشتی اِن بھنوروں میں ڈوب ہی ہے

محو می باید نہ نحو ایں جا بداں — گر تو محوی بے خطر در آب راں

اِس جگہ محویت چاہیئے نہ کہ نحو، سمجھ لے — اگر تو محو ہے بے خطر سمندر میں کود جا

آب دریا مُردہ را بر سر نہد — ور بود زندہ ز دریا کے رہد

دریا کا پانی مُردے کو سر پر اُٹھا لیتا ہے — اگر زندہ ہو تو دریا سے کب بچ سکتا ہے؟

گر بمُردی تو ز اوصافِ بشر — بحرِ اَسرارت نہد بر فرقِ[3] سر

اگر تو بشری خصلتوں سے مُردہ ہو جائے — اسرار کا سمندر تجھے سر پر اُٹھائے گا

اے کہ خلقاں را تو خرمی خواندۂ — ایں زماں چوں خر بریں تخ ماندۂ

اے (وہ) کہ مخلوق کو تو نے گدھا کہا ہے — اب گدھے کی طرح اِس برف میں پھنسا ہے

گر تو علامہ زمانی در جہاں — نک فنائے ایں جہاں بیں ایں زماں

اگر تو دنیا میں علامۂ زماں ہے — اب دنیا کے فنا ہونے کو دیکھ

---

[1] اَنواعِ دانش: علم کی قسمیں۔ دانشِ فقر: علمِ تصوف۔ ساز: سامان۔ برگ: توشہ۔ خود پرست: متکبر۔ لا: نہیں۔ گرداب: بھنور۔ آشنا کردن: تیرنا۔ بیتاحی: تیراکی۔

[2] گرداب: بھنور۔ محو: فنا، اِستغراق۔ اِن اشعار سے مولانا کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح سمندر میں جان بچانے کے لئے تیراکی کی ضرورت ہے اور نحو بیکار ہے اِسی طرح بحرِ طریقت میں صرف فنائیت کام دیگی۔ اپنے جسمانی خصائل کو فنا کر دو تب نجات ہوگی۔ محو، محویت۔ راں: پل۔ بر سر نہد: یعنی مردہ انسان پانی کے اوپر آجاتا ہے۔

[3] فرق: سر کے بالوں کی مانگ۔ اے۔ جو شخص رسمی علوم کی بنیاد پر دوسروں کو گدھا سمجھتا ہے خود بُری حالت میں ہوگا۔ علامہ۔ بہت بڑا عالم۔

مَردِ نحوی را ازاں در دُر[1] ختیم
نحوی انسان کا قصہ ہم نے اسلئے منسلک کر دیا ہے

تا شما را نحو محو آموختیم
تاکہ تمہیں فنا کا طریقہ سکھا دیں

فقہ فقہ و نحو نحو و صرف صرف
فقہ کا فقہ اور نحو کی نحو اور صرف کی صرف

درگم آمد یابی اے یارِ شگرف
اے بھلے یار! تو فنا میں پائے گا

آں سبوئے آبِ انشہائے ماست
وہ پانی کی ٹھلیا، ہمارے علوم ہیں

واں خلیفہ دجلۂ علمِ خداست
اور وہ خلیفہ خدا کے علم کا دجلہ ہے

ما سبوہا پُر بدجلہ می بریم
ہم ٹھلیاں بھر کر دجلہ کی طرف لیجا رہے ہیں

گر نہ خر دانیم خود را ما خریم
اگر ہم اپنے آپ کو گدھا نہیں تو گدھے ہیں

بارے اعرابی[2] بداں معذور بود
اب سمجھ لے کہ وہ بدوی تو اس بارے میں

کو ز دجلہ غافل و بس دور بود
کیونکہ وہ دجلہ سے غافل اور بہت دور تھا

گر ز دجلہ باخبر بودے چو ما
اگر وہ ہماری طرح دجلہ سے باخبر ہوتا

اُو نبردے آں سبو را جا بجا
تو وہ ٹھلیا کو منزل بمنزل نہ لے جاتا

بلکہ از دجلہ اگر واقف بدے
بلکہ اگر دجلہ سے واقف رہتا

آں سبو را بر سرِ سنگے زدے
تو وہ ٹھلیا کو پتھر پر مار دیتا

آں سبوئے تنگ پُر ناموس[3] و ننگ
وہ مختصر ٹھلیا، شرم اور ذلت سے بھری ہوئی

شد حجاب بحر بر زنّ[4] آں بسنگ
وہ سمندر (علم معرفت) کا حجاب بنگئی اسکو پتھر پر پٹخ دے

قبول کردنِ خلیفہ ہدیہ را و عطا فرمودن باکمالِ

خلیفہ کا ہدیہ کو قبول کرنا اور بخشش کرنا اُس ہدیہ سے

بے نیازی ازاں ہدیہ

پوری بے نیازی کے باوجود

چوں خلیفہ دید و احوالش شنید
جب خلیفہ نے اسکو دیکھا اور اسکے حالات سنے

آں سبو را پُر ز زر کرد و مزید
اُس ٹھلیا کو اشرفیوں سے بھر دیا بلکہ اور زیادہ دیا

آں عرب را کرد از فاقہ خلاص
اُس بدوی کو فاقہ (کشی) سے نجات دی

داد بخششہا و خلعتہائے خاص
(اسکو) بخششیں اور خاص شاہی جوڑے دیئے

پس نقیبے را بفرمود آں قباد
پھر اُس عالیجاہ بادشاہ نے نقیب کو حکم دیا

آں جہانِ بخشش و آں بحرِ داد
اُس جہانِ بخشش اور عطا کے سمندر نے

[1] دُر ختم۔ یعنی میں نے یہاں نحوی کا قصہ ذکر کیا ہے۔
نحو۔ طریقہ۔ فقہ فقہ علم فقہ کا مغز۔ گم آمد فنا۔ شگرف۔ عمدہ، پسندیدہ۔ ما۔ یعنی ہم اگر اپنے علوم رسمی پر نازاں ہوں تو ہماری حماقت ہے۔ ہمارے علوم کی علوم خداوندی کے مقابلہ میں وہی حیثیت ہے جو ٹھلیا کے پانی کی دجلہ کے اعتبار سے تھی۔

[2] اعرابی۔ بدو۔ دجلہ سے واقف نہ تھا اس لئے ایک گھڑا پانی لیکر بغداد کو چلا اگر وہ دجلہ سے واقف ہوتا تو کبھی بادشاہ کی خدمت میں بغداد جاکر ایک گھڑا پانی پیش نہ کرتا۔ اسی طرح اگر ہم اللہ کے علوم کے دریا سے واقف ہو جائیں تو اپنے مختصر سے علم کا شکیزہ پیش کرنے کی جرأت نہ کریں۔

[3] ناموس و ننگ۔ شرم و عار۔ زن۔ زدن بمعنی مارنا سے صیغہ امر ہے۔ زر۔ سونا، اشرفیاں۔ مزید۔ یعنی مزید برآں۔ خلعت۔ وہ کپڑے جو بادشاہ اپنے اتار کر کسی کو دیدے، وہ کپڑے جو بادشاہ کسی کو عطا کرے بقاد۔ ایک مشہور بادشاہ کا نام ہے، ہر بادشاہ کو بھی کہدیا جاتا ہے۔

کاین سبو پُر زر بدست اُو دہید
کہ اس ٹھلیا کو اشرفیوں سے بھر کر اُس کو دیدو

چونکہ وا گردد سوئے دِجلش برید
جب واپس لوٹے تو اُس کو دجلہ کیجانب لیجاؤ

ازرہِ خشک آمدست و آں سفر
وہ خشکی کے راستہ سے آیا ہے اور سفر

ازرہِ دِجلش بود نزدیک تر
دجلہ کے راستہ سے اُس کیلئے زیادہ قریب ہوگا

چوں بکشتی در نشیند رنجِ راہ[1]
جب وہ کشتی میں بیٹھے گا، راستہ کی تکلیف

خود فراموشش شود آں جایگاہ
اُس جگہ وہ بھول جائے گا

ہمچناں کردند و دادندش سبو
انھوں نے ایسا ہی کیا اور اُس کو ٹھلیا دیدی

پُر زر و بُردند تا دجلہ دو تو[2]
اشرفیوں سے بھری ہوئی اور اسکو دوبالا (لطف کیساتھ) دجلہ

چوں بکشتی در نشست و دِجلہ دید
جب وہ کشتی میں بیٹھا اور اُس نے دجلہ دیکھا

سجدہ می کرد از حیا و می خمید
شرم سے سجدہ کرتا تھا اور جھکتا تھا

کآے عجب لُطف آں شہِ وہّاب را
کہ تعجب ہے اُس کرمبخش بادشاہ کی مہربانی پر

واں عجب تر کو ستد آں آب را
اور اُس پر زیادہ تعجب کہ وہ پانی کا ہدیہ قبول کرلیتا ہے

چوں پذیرفت از من آں دریائے جود
اُس دریائے سخا نے کیسے قبول کرلیا؟

آنچناں نقدِ دغل را زود زود
بہت جلد اُس جیسے کھوٹے سکے کو

کُلِ عالم را سبو داں اے پسر
اے بیٹا! پوری دنیا کو ٹھلیا سمجھ

پُر شدہ از لُطف و خوبی تا بسر
جو لُطف اور خوبی سے کناروں تک بھری ہوئی ہے

قطرۂ از دِجلۂ خوبی اُوست
(یہ ٹھلیا) اُسکی خوبی کے دجلہ کی ایک بُوند ہے

کاں نمی گنجد زپیری زیر پوست
جو اپنے پُر ہونے پر پھولا نہیں سماتا ہے

گنجِ مخفی[3] بُد زپیری چاک کرد
چھپا ہوا خزانہ تھا جو فراوانی کیوجہ سے پھٹ پڑا

خاک را تا باں ترا زِ افلاک کرد
جس نے خاک کو افلاک سے بھی زیادہ روشن کردیا

گنجِ مخفی بُد زپیری جوش کرد
وہ چھپا ہوا خزانہ تھا فراوانی کیوجہ سے اُسنے جوش مارا

خاک را سُلطانِ اطلس پوش کرد
مٹی کو اطلس پوش بادشاہ بنادیا

وَر بدیدے قطرہ از دِجلہ خدا
اگر کوئی خدا کے دجلہ کا ایک قطرہ دیکھ لیتا

آں سبو[4] را او فنا کردے فنا
اُس ٹھلیا کو وہ بالکل فنا کردیتا

آنکہ دیدندش ہمیشہ بے خودند
جنھوں نے اُس کو دیکھا ہے وہ ہمیشہ بیخود ہیں

بیخودانہ بر سبو سنگے زدند
انھوں نے بیخودوں کی طرح ٹھلیا پر پتھر مار دیا ہے

---

[1] رنج راہ۔ راستہ کی مشقت۔

[2] دو تو۔ یعنی دوگنے لطف کیساتھ، دولت بھی ملی اور دجلہ کی سیر بھی ہوئی۔ سجدہ می کرد یعنی حیا سے اوندھا ہوا جارہا تھا۔ کآے۔ دہاب۔ بہت زیادہ عطا کرنیوالا۔ پذیرفتن۔ قبول کرنا۔ جنس۔ مال۔ ستدن۔ قبول کرنا۔ تا بسر لبریز۔ یہاں سے پھر اُسی مضمون کا اعادہ ہے کہ ہمارے علوم ہیچ ہیں۔ پیری۔ راہ پر رشد ہدایت ضرورت کیوجہ سے ہے۔ زیر پوست۔ تنگ جسم پھولا نہ سماتا۔

[3] گنج مخفی۔ چھپا ہوا خزانہ، یہ ایک غیر صحیح حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں" یعنی کائنات کی پیدائش معرفت خداوندی کیلئے ہے۔ خاک را۔ یعنی انسان کو اللہ نے اپنی صفات سے موصوف بنایا ہے۔

[4] آں سبو۔ یعنی انسانی جسم کی ٹھلیا۔ آنکہ۔ جن لوگوں پر علم باری کی حقیقت منکشف ہوگئی ہے انھوں نے اپنے حقیر جسم کو خیرباد کہدیا ہے۔

اے[۱] زغیرت بر سبو سنگے زدہ
اے وہ جس نے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا ہے

آں سبو از اشکست کامل تر شدہ
وہ ٹھلیا ٹوٹنے سے اور مکمل ہو گئی ہے

خُم شکستہ آب از و نا ریختہ
ٹھلیا ٹوٹ گئی، اُس کا پانی نہیں بہا

صد دُرستی زیں شکست انگیختہ
اِس شکستگی سے سینکڑوں دُرستیاں پیدا ہو گئی ہیں

جزو جزو خُم بر قص ست و بحال
ٹھلیا کا ٹکڑا ٹکڑا رقص اور حال میں ہے

عقلِ جزوی را نمودہ ایں محال
ناقص عقل کو یہ ناممکن نظر آتا ہے

نے سبو پیدا دریں حالت نہ آب
اِس حالت میں اُس کے سامنے نہ ٹھلیا ہے نہ پانی

خوش ببیں واللہ اعلم بالصواب
اچھی طرح سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

چوں[۲] در معنی زنی بازت کنند
تو جب معنی کا دروازہ کھٹکھٹائیگا تیرے لئے کھول دیئے

پرِ فکرت زن کہ شہبازت کنند
فکر کا پَر پھڑپھڑا تجھے شہباز بنا دیں گے

پرِ فکرت شد گِل آلود و گراں
تیرے فکر کا پَر مٹی میں سن گیا ہے اور بھاری ہو گیا ہے

زانکہ گِل خواری ثرا گِل شد چناں
کیونکہ تو مٹی کھانیوالا ہے تیرے لئے مٹی روٹی کیطرح نگلنی ہے

ناں گِل ست و گوشت کمتر خور اگر
روٹی اور گوشت مٹی ہے اُس کو کم کھا

تا نمانی ہمچو گِل اندر زمیں
تاکہ مٹی کی طرح تو زمین میں نہ رہ جائے

خاک می خوردیم عمرے در غذا
ہم غذا میں تمام عمر مٹی کھاتے رہے

خاک مارا خورد آخر در جزا
آخر کار بدلہ میں مٹی نے ہمیں کھا لیا

چوں گرسنہ می شوی سگ میشوی
جب تو بھوکا ہوتا ہے، کتا بن جاتا ہے

تُند و بد پیوند و بدرگ می شوی
تو بدمزاج، بداخلاق، بدخصلت ہو جاتا ہے

چوں[۳] شدی تو سیر مُردار اے شدی
جب تیرا پیٹ بھر جاتا ہے تو مُردہ ہو جاتا ہے

بے خبر چوں نقشِ دیوارے شدی
دیوار کی تصویر کی طرح بے خبر ہو جاتا ہے

پس دمے مُردار دیگر دم سگی
پس ایک وقت تو مُردار ہے اور دوسرے وقت تو کتا ہے

چوں کُنی در راہِ شیراں خوش تگی
تو شیروں کے راستہ میں کب خوش رفتار ہو سکتا ہے؟

آلتِ اشکارِ خود جز سگ مداں
کتے کو ہڈی کم ڈال

کمترک انداز سگ را استخواں
اپنے شکار کے ذریعہ کو کتے کے سوا کچھ نہ سمجھ

کے سوئے صید و شکارے خوش دَوَد
پھر صید اور شکار کی طرف اچھی طرح کب دوڑتا ہے؟

زانکہ سگ چوں سیر شد سرکش شود
اِسلئے کہ کتے کا جب پیٹ بھر جاتا ہے وہ سرکش ہو جاتا ہے

[۱] اے زغیرت۔ مقامِ فنا میں پہنچ کر انسان کو کمال حاصل ہوتا ہے غم نکتہ یعنی مقامِ فنا میں پہنچکر رگ رگ میں محبت کا نور سرایت کر جاتا ہے اور جزو جزو رقص و حال میں ہوتا ہے اور کمالِ ذاتی بھی فنا نہیں ہوتا ہے نے سبو۔ اِس مقام پر پہنچ کر انسان کو اپنے بدن کا ہوش رہتا ہے نہ اپنے ذاتی کمالات کا۔

[۲] چوں در معنی۔ اگر تو علومِ الٰہی کا طالب ہے تو کوشش کر کہ خدا تیری مدد کرے گا۔ پرِ فکرت۔ چونکہ تو نے عالمِ سفلی کو اپنی خوراک بنا لیا ہے لہٰذا تو علومِ عالیہ سے محروم ہو گیا ہے۔ نان۔ انسانی خوراک سب مٹی کی پیداوار ہے اُس کی کثرت اُس کو مٹی میں ملا دیتی ہے چوں انسان جب بھوکا ہوتا ہے تو اُس میں درندگی آجاتی ہے۔

[۳] چوں شدی سیر۔ بسیار خوری انسان میں مُردنی پیدا کر دیتی ہے پس لہٰذا شکم سیری اور انتہائی بھوک دونوں مُضر ہیں۔ راہِ شیراں یعنی ایسی ذو حالتوں میں راہِ سلوک کیسے طے کر سکتے ہو۔ آلت۔ ذریعہ۔ اشکار اصل زیادہ ہے۔ کمترک۔ کاف تصغیر کا ہے۔ سگ۔ یعنی قوائے حیوانی۔

آں عرب را بے نوائی می کشید
اُس بدوی کو بے سروسامانی کھینچ لائی

تا بداں درگاہ وآں دولت رسید
یہاں تک کہ وہ اُس درگاہ اور اُس دولت تک پہنچ گیا

در حکایت گفتہ ام احسانِ شاہ
میں نے قصہ میں بادشاہ کے احسان کا ذکر کیا ہے

در حقِ آں بے نوائے بے پناہ
(جو) اس بے نوا اور بے پناہ کے حق میں (کیا گیا)

ہر چہ گوید مردِ عاشق بوئے عشق
عاشق انسان جو کچھ کہتا ہے، عشق کی خوشبو

از دہانش می جہد در کوئے عشق
عشق کے کوچہ میں اس کے منہ سے مہک جاتی ہے

گر بگوید فقہ فقر آید ہمہ
اگر وہ فقہ کی بات کرتا ہے سب فقر ہوتا ہے

بوئے فقر آید ازاں خوش دمدمہ
اس خوش گفتاری سے فقر کی خوشبو آتی ہے

ور بگوید کفر آید بوئے دیں
اگر وہ کفر (کی بات) کہتا ہے دین کی خوشبو آتی ہے

آید از گفتِ تشکش بوئے یقیں
اسکے شک کی بات سے بھی یقین کی خوشبو آتی ہے

ور بگوید کژ نماید راستی
اگر ٹیڑھی بات کہے تو سیدھی نظر آئے

اے کژی کہ راست را آراستی
اے کجی (تو خوب ہے) کہ تو نے سیدھی بات کو آراستہ کر دیا ہے

کف کژ کز بحرِ صافی خاست
ٹیڑھا جھاگ جو صاف دریا سے پیدا ہوتا ہے

اصلِ صاف آں فرع را آراست
صاف اصل نے اس فرع کو آراستہ کر دیا ہے

آں کفش را صافی و محقوق داں
اس کے اُس جھاگ کو صاف اور صحیح سمجھ

ہمچو دشنامِ لبِ معشوق داں
معشوق کے منہ کی گالی کیطرح سمجھ

گشت ایں دشنامِ نامطلوب او
اس کی ناپسندیدہ گالی (بھی)

خوش ز بہرِ عارضِ محبوب او
اس کے محبوب چہرے کی وجہ سے اچھی ہے

از شکر گر شکلِ نانے می پزی
اگر تو شکر سے روٹی پکائے گا

طعمِ قند آید نہ ناں چوں می مزی
جب تو چکھے گا اسمیں شکر کا مزا آئیگا نہ کہ روٹی کا

ور بُتِ زرّیں بیابد مومنے
اگر کوئی مومن سونے کا بُت پالے

کے ہلد او را بپائے سجدہ کنے
اسکو سجدہ کرنے والے کیلئے کب چھوڑے گا

چوں بیابد مومنے زرّیں وثن
جب کوئی مومن سونے کا بُت پالے گا

کے ہلد آں را برائے ہر سمن
اس کو پجاری کے لئے کب چھوڑے گا

بلکہ گیرد اندر آتش افگند
بلکہ اس کو لے کر آگ میں ڈال دے گا

صورتِ عاریتش را بشکند
اس کی عارضی ہیئت کو توڑ دے گا

لہ بے نوائی۔ بے سروسامانی۔
درگاہ۔ یعنی خلیفہ کا دربار۔
دولت رسید۔ تو بھی بے نوائی اختیار کریگا تو دربارِ خداوندی میں جا پہنچے گا بے پناہ یعنی بندہ۔ ہر چہ گوید یعنی بندہ اور خلیفہ کے قصے اُن احساناتِ الٰہیہ کیطرف اشارہ ہے جو ہر وقت بندوں پر مبذول ہوتے رہتے ہیں۔ ہر چہ۔ یعنی ہم تو عشقِ الٰہی میں مبتلا ہیں ہمارے قصے اور کہانیوں سے بھی مضامینِ عشق کی بو آتی ہے۔
لہ گر بگوید۔ عارف اگر فقہ کا مسئلہ بھی بیان کرتا ہے تو چونکہ مقصد رضائے الٰہی ہوتا ہے لہٰذا وہ علم فقر و تصوف بنجاتا ہے ور بگوید۔ بظاہر اس کلام نامناسب کلام بھی عین دین ہوتا ہے۔
کژ۔ وہ کلام جو عوام کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ بحرِ صافی صاف دریا۔ فرع۔ شاخ محقوق ٹھیک درست۔
لہ نامطلوب۔ ناپسندیدہ۔
عارض۔ رخسار۔ الیالله کا جملہ کلام چونکہ عشق پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا وہ صحیح ہوتا ہے۔
بزری۔ تجھ کبھی پکانا سے فعل مضارع مخاطب ہے مزی۔ مزیدن یعنی چکھنا سے فعل مضارع مخاطب ہے۔ حاصل۔ اوپر یہ بیان تھا کہ اہلِ عرفان کے بظاہر بُرے کلمات بھی بباطن مفید ہوتے ہیں اور اعتبار باطن کا ہے ظاہر کا نہیں ہے شکر کی روٹی کا ظاہر روٹی ہے لیکن باطن شکر ہے اسی طرح بُت کا ظاہر بُرا ہے لیکن باطن سونا ہے لہٰذا مومن اسکو اٹھا لیگا تاکہ پیسہ کمائے اور اس کو توڑ کر فقراء میں تقسیم کر دے گا۔

تا نماند بر ذہب[1] نقشِ وثن
تاکہ سونے پر بُت کی صورت نہ باقی رہے

زانکہ صورت مانع ست و راہزن
اس لئے کہ صورت مانع اور رہزن بنی ہے

ذاتِ زرش دادِ ربانیت ست
اُس کا اصل سونا خدا کی دین ہے

نقشِ بُت بر نقدِ زر عاریت ست
نقد سونے پر بُت کی تصویر عارضی ہے

بہرِ کیلے تو گلیمے را مسوز
پتو کی وجہ سے تو گدڑی کو نہ جلا

در صُداعِ ہر مگس مگذار روز
ہر مکھی کی دردسری کی وجہ سے دن کو بیکار نہ جھو

بُت پرستی گر بمانی در صُوَر[2]
اگر تو صورتوں میں (لگا) رہا تو بُت پرست ہے

صورتش بگذار و در معنیٔ نگر
صورت سے گذر جا اور معنیٰ کو دیکھ

مَردِ حجّی ہمرہی حاجی طلب[3]
اگر (حج کا جوا) مرد ہے تو حاجی کو اپنا ہمسفر بنا

خواہ ہندو خواہ ترک و یا عرب
خواہ ہندوستانی ہو خواہ ترکی یا عرب ہو

منگر اندر نقش و اندر رنگ او
تصویر اور اُس کے رنگ کو نہ دیکھ

بنگر اندر عزم و در آہنگِ او
اُس کے ارادے اور قصد کو دیکھ

گر سیاہ ست و ہم آہنگ تو ست
اگر وہ کالا ہے اور تیرا ہم خیال ہے

تو سفیدش خواں کہ ہمرنگ تو ست
تو اُس کو گورا سمجھ کیونکہ وہ تیرا ہمرنگ ہے

ور سپید ست و ورا آہنگ نیست
اگر وہ سفید ہے اور تیرا ہم خیال نہیں ہے

زو ببر کز دل مرا و را رنگ نیست
اُس سے تعلق نہ رکھ کیونکہ وہ دل کی ہمرنگ نہیں ہے

ایں حکایت گفتہ شُد زیر و زبر
یہ قصہ بغیر ترتیب کہہ دیا گیا ہے

ہمچو فکرِ عاشقاں بے پا و سر
جیسا کہ عاشقوں کا خیال بے سر و پا ہوتا ہے

سر ندارد چوں ازل بُود ست پیش[4]
(عاشق کے خیال کا سر نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ازل سے ہے)

پا ندارد با ابد[5] بُود ست خویش
(وہ انتہا نہیں رکھتا ہے (اسلئے کہ) ابد سے وابستہ ہے)

بلکہ چوں آب ست و ہر قطرہ ازاں
بلکہ وہ پانی کی طرح ہے اور اُس کا ہر قطرہ

ہم سر ست و پا و ہم بے ہر دو اں
سر اور پیر بھی رکھتا ہے اور بغیر سر و پا بھی ہے

حاش للہ ایں حکایت ہیں مبیں
خدا بچائے، خبردار یہ کہانی نہیں ہے

نقد حالِ ماست ایں خوش ہیں ببیں
یہ ہمارا اور تیرا موجودہ حال ہے، غور کر

پیشِ ہر صوفی کہ او با فر بُود
ہر اُس صوفی کے لئے جو شان و شوکت والا ہے

ہر چہ آں ماضی ست لایذکر بُود
جو گذر گیا ہے وہ ناقابلِ ذکر ہوتا ہے

---

[1] ذہب۔ سونا۔ داد ربانی۔ خدا داد۔ کیک۔ کاف کے نیچے کے ساتھ، پستہ، گیہوں۔ گندم۔ صُداع۔ دردِ سر۔ تمس۔ مکھی، لہٰذا دنیا، اللہ کی بات بتلائے اگر ناگوار بھی ہے تو اُس کی وجہ سے حقیقت سے کنارہ کش نہ ہو جانا۔ بُت پرستی۔ بُت پرست ہستی۔

[2] در صُوَر۔ لہٰذا بزرگوں کے ظاہر الفاظ سے درگذر کر کے معنیٰ تک پہنچ۔ صُوَر۔ صورت کی جمع ہے۔ مرد حجی۔ مرد حج ہستی۔ نقش۔ شکل و صورت۔ رنگ۔ کالا گورا۔ آہنگ۔ قصد لہٰذا اعتبار باطن کا ہے نہ کہ ظاہر کا۔ حکایت۔ بندی کا قصہ۔ زیر و زبر۔ غیر مرتب۔ سر۔ ابتدا۔ پا۔ انتہا۔ ازل۔ زمانہ ماضی کی ہمیشگی۔

[3] ابد۔ زمانہ مستقبل کی ہمیشگی۔ عاشق کا تعلق چونکہ ذاتِ خداوندی سے ہے جو ازل اور ابد ہے لہٰذا اُس کے معاملہ کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ قطرہ۔ اگر قطرے کو دریا سے علیحدہ کر لو تو اُس کی انتہا اور ابتدا ہے اور اگر علیحدہ نہ کرو تو قطرہ کی اپنی نہ انتہا ہے نہ ابتدا یہی حال عاشق کے احوال کا ہے۔ نقد حال یعنی بندہ اور اُسکی بیوی کا قصہ دراصل خود ہمارا قصہ ہے۔ فر۔ یعنی تصوف کی شان و شوکت۔

چوں بُود فکرش ہمہ مشغولِ[1] حال — ناید اندر ذہن اُو فکرِ مآل

جبکہ اُس کا فکر پوری طرح حال میں مشغول ہوتا ہے — اُس کے ذہن میں انجام کا فکر (بھی) نہیں آتا ہے

ہم عرب ماہم سبو ماہم مَلک — جُملہ مایُوفَکُ عَنہُ مَن اُفِکْ

بدو بھی ہم ہیں اور ٹھیلا بھی ہم ہیں اور بادشاہ بھی — سب وہی ہے جس سے باز رہا وہی جو پھیرا گیا

عقل راشوہر دان و زن ایں نفس و طبع — ایں دو[2] ظلمانی و مُنکر عقل شمع

عقل کو شوہر اور نفس اور طبیعت کو عورت سمجھو — یہ دونوں تاریک اور مُنکر ہیں عقل شمع ہے

بشنو اکنوں اصلِ انکار از چہ خاست — زانکہ کُل را گونہ گونہ جزو ہاست

اب سُن، انکار کی بنیاد کیسے پڑی؟ — اس لئے کہ کُل کے مختلف قسم کے اجزاء ہیں

جزو کُل نے جزو با نسبت بکُل[3] — نے چو بوئے گُل کہ باشد جزوِ گُل

(حقیقی) جزو اور کُل نہیں جزو کی کُل کیساتھ نسبت (تابع ہونے میں) ایسی (بھی) نہیں ہے جیسے کہ پھول کی خوشبو پھول کا جزو ہے

لُطفِ سبزہ جزوِ لُطفِ گُل بُود — بانگِ قمری جزوِ آں بُلبل بُود

(بلکہ بعض جگہ ہے جیسے) سبزہ کا لُطف پھول کے لُطف کا جزو ہوتا ہے — (جیسے) قمری کی آواز بُلبل کا جزو (تابع ہونے کی حیثیت سے) ہوتی ہے

گر شوم مشغولِ اشکال و جواب — تشنگاں را کے تواں دادن آب

اگر میں اعتراض اور جواب میں مشغول ہو جاؤں — (تو) پیاسوں کو کب سیراب کر سکوں گا؟

گر تو اشکالی بکُلی و حرج — صبر کُن کہ الصَّبرُ مِفتاحُ الفَرَج

اگر تو بجنسہٖ اشکال اور تنگی ہے — (تو) صبر کر، صبر کشادگی کی کُنجی ہے

اِحتماکُن اِحتما زاندیشہا[4] — زانکہ شیرانند درایں بیشہا

(وسوسوں سے بہت پرہیز کر — اس لئے کہ ان جھاڑیوں میں شیر چھپے ہیں

اِحتما ہا بر دواہا سَرورست — زانکہ خاریدن فزونیِ گرست

پرہیز دواؤں سے بہتر ہے — اس لئے کہ کھجانا، خارش کی زیادتی (کی علامت) ہے

اِحتما اصلِ دوا آمد یقیں — اِحتماکُن قُوّتِ جانت ببیں

پرہیز یقیناً دوا کی جڑ ہے — (پھر) اپنی روح کی طاقت دیکھ

اِحتما ہا مَرد وا با را سَرست — ہضمِ دارُو علّتِ نو دیگرست

پرہیز، دوا کی اصل ہے — دوا کا ہضم ہو جانا، دوسری نئی بیماری ہے

قابلِ ایں گفتہا شو گوش دار — تا کہ از زر سازمت من گوشوار

ان باتوں کو قبول کرنے والا بن (توجہ سے) سُن — تاکہ میں تیرے لئے سونے کے آویزے بناؤں

[1] مشغولِ حال، چونکہ حالات میں مصروف ہوتا ہے، فکرِ مآل۔ ماضی رضا و تسلیم کی وجہ سے انجام سے بھی بے فکر ہوتا ہے۔

[2] ہم عرب ما، یعنی بدو اور ٹھیلا اور بادشاہ کی عطا کا جو قصہ ہم نے نقل کیا ہے وہ ایک مثال ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ کی ہے ہم وہ عبادتیں اور تحفے پیش کرتے ہیں جبکہ اُسکے یہاں کمی نہیں ہے وہ پھر بھی قبول فرماتا ہے۔ ان باتوں کا وہی انکار کریگا جو رائے زن ہوگا۔ عقل راشوہر عقل کو مذکر شوہر کے سمجھو اور نفس و طبیعتِ انسانی کو مؤنث عورت کے سمجھو اور دونوں کے مکالمہ کو عقل اور نفس کا مکالمہ سمجھو۔ بشنو۔ دراصل باطنی ایک حقیقت ہے لیکن طبائع مختلفہ میں اسلئے کچھ انکار کرتی ہیں کچھ اقرار کرتی ہیں۔

[3] جزو کُل یعنی ہم بار بار جزو کُل سے اور انسانوں کو جزو سے تعبیر کرتے آرہے ہیں لیکن اس سے مراد حقیقی جزئیت و کلیت نہیں ہے اللہ اجزا سے منزہ ہے نیز نہ نسبت ہی مراد نہیں ہے جو خوشبو اور پھول میں ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ حادث صفات سے پاک ہے بلکہ جزو اور کُل سے یہاں مراد تابع اور متبوع ہے۔ گر شوم۔ جو نسبت میں نے بیان کی اسمیں بھی اشکالات ہیں لیکن اگر صحیح کے اشکال اور جواب کے درپے ہو جاؤنگا تو مقامِ بیان کر سکونگا صبر کُن۔ صبر سے ذوق اور وجدان پیدا ہوگا جس سے سب اشکالات حل

گوشوارہ چہ کہ کانِ زر شوی
آویزہ کیا ہوتا ہے بلکہ تو سونے کی کان بنجائے گا

تا بماہ و تا ثریا بر شوی
یہانتک کہ چاند اور ثریا سے بھی بالاتر ہو جائیگا

اوّلاً بشنو کہ خلقِ مختلف[1]
پہلے سُن لے کہ مختلف مخلوق

مختلف جانند از با تا اَلِف
اَلِف سے یا تک مختلف حقیقتیں ہیں

در حروفِ مختلف شورِ شکست
مختلف حروف (تہجی) میں (اختلاف کا) شور اور شکست

گرچہ از یک رُو ز سَر تا پا یکے ست
اگرچہ ایک اعتبار سے سر سے پیر تک ایک ہیں

از یکے رُو ضدّ و دیگر متّحد
ایک پہلو سے (ایک دوسرے کے) مخالف (دوسرے پہلو سے) متحد ہیں

از یکے رُو ہزل و از یکرُوئے جِدّ
جیسا کہ کوئی جملہ ایک پہلو سے مذاق اور دوسرے پہلو سے مقصود ہو

پس[2] قیامت روزِ عَرضِ اکبر ست
قیامت (کا دن) بڑی پیشی کا دن ہے

عَرض اُو خواہد کہ بازیبد فِرست
پیشی وہ چاہے گا جو خان و شوکت سے ہے

ہر کہ چوں ہندو بَدو سودائی ست
جو کوئی ہندو کی طرح بُرا اور سودائی ہے

روزِ عَرضش نوبتِ رسوائی ست
اُس کے لئے پیشی کا دن رسوائی کا وقت ہے

چوں ندارد رُوئے ہمچوں آفتاب
جو شخص آفتاب جیسا چہرہ نہ رکھتا ہو

اُو نخواہد جز شبِ ہمچوں نقاب
وہ نقاب کی طرح رات کے سوا کچھ نہ چاہے گا

بَرگِ یک گُل چوں ندارد خارِ اُو
جبکہ اُس کانٹا پھول کی ایک پتی بھی نہ رکھتا ہو

شُد بہاراں دشمنِ اسرارِ اُو
موسم بہار اُسکے چھپے ہوئے رازوں کا دشمن ہو گا

وانکہ[3] سَر تا پا گُل ست و سوسن ست
جو شخص سر سے پیر تک گُل اور سوسن ہے

پس بہار اُو را دو چشمِ روشن ست
موسم بہار اُس کے لئے دو روشن آنکھیں ہیں

خارِ بے معنیٔ خزاں خواہد خزاں
بے حقیقت کانٹا خزاں ہی خزاں چاہتا ہے

تا زند پہلوئے خود با گلستاں
تاکہ گلستاں کا مقابلہ کر سکے

تا پوشد حُسنِ آن و ننگِ ایں
تاکہ وہ (خزاں) اُسکا حُسن اور اسکا عیب ڈھک دے

تا نہ بینی ننگِ آن و رنگِ ایں
تاکہ تو اُس کا عیب اور اِس کا رنگ نہ دیکھ سکے

پس خزاں اُو را بہار ست و حیات
اُس کے لئے خزاں بہار اور زندگی ہے

یک نماید سنگ و یاقوتِ زکات
جو پتھر اور قیمتی یاقوت کو یکساں دکھاتی ہے

باغباں ہم داند آں را در خزاں
باغباں بھی اُس کو موسم خزاں میں جانتا ہے

لیک دیدِ یک بہ از دیدِ جہاں
لیکن ایک کا دیکھنا دنیا کے دیکھنے سے بہتر ہے

---

[1] اولاً بشنو چونکہ انسان باوجود انسان ہونیکے مختلف طبائع رکھتے ہیں اسلئے بعض طبائع میں اشکالات پیدا ہوتے ہیں۔ در حروف۔ انسانوں کے طبائع کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسے حروفِ تہجی میں اختلاف ہے۔ حالانکہ سب حروفِ تہجی ہی ہیں۔ ازیکے رُو۔ جیسا کہ بعض جملے ہوتے ہیں کہ جملہ ایک ہی ہے اور مذاق میں اُسکے کچھ معنی ہیں اور جب حقیقت کے طور پر دیکھا جائے تو دوسرے معنی ہوتے ہیں۔

[2] پس قیامت۔ اختلاف کے اسباب کو سمجھنے سے زیادہ ضروری ہے کہ اِن اختلاف کے نتائج پر غور کیا جائے جو قیامت میں ظاہر ہونگے ہر کہ۔ جو لوگ شکوک و شبہات سے اپنے منہ کالے کئے ہوئے ہیں پیشی کے دن اُنکی بہت رسوائی ہوگی۔ چوں ندارد۔ معارف الٰہیہ سے جن کے چہرے منور نہ ہونگے وہ منہ چھپائیں گے برگ۔ جس کانٹے میں پھول کی ایک پتی بھی نہ ہو نہ موسم بہار میں اور زیادہ رسوا ہوتا ہے جبکہ دوسرے کانٹے دار درخت پھولوں سے لد جاتے ہیں۔

[3] وانکہ۔ جو شخص نیک اعمال سے مزین ہوگا قیامت کے دن وہ بہت مسرور ہوگا۔ خانہ بد اعمال دوسروں کو بھی بد اعمال دیکھنے کا خواہشمند ہوگا پس۔ بد اعمال چاہیگا کہ پیشی کا وقت ملتوی ہو تاکہ اچھے اور بُرے کی تمیز نہ ہو سکے۔ باغباں۔ یعنی شیخ کامل اُنکی بد اعمالی کو جانتا ہے بد اعمال کو چاہیئے کہ اُس شیخ کے سامنے اپنے مخفی اعمال بیان کرکے اصلاح کرلے اگر یہ دنیا کے دیکھنے سے بہتر ہے۔

خود جہانے[1] آں یکے کس است و آگہ است
وہ ایک شخص خود جہان ہے اور باخبر ہے

ہر ستارہ بر فلک جزوِ مہ است
آسمان کا ہر ستارہ چاند کا جزو ہے

خود جہاں آں یک کس است و باقیاں
جہاں وہی ایک شخص ہے اور باقی

جملہ اتباع و طفیل اند اے فلاں
سب تابع اور طفیلی ہیں، اے فلاں!

اُو جہانِ کامل ست و مُفرد ست
وہ پورا جہان ہے اور اکیلا ہے

نسخۂ کُلِّ وجود اُورا بدست
وجودِ کُل کا نسخہ (جو حقیقتِ انسانیہ ہی اسکے ہاتھ میں ہے

پس ہمی گویند ہر نقش و نگار
ہر نقش و نگار یہ کہتا ہے

مُژدہ مُژدہ نک ہمی آید بہار
خوشخبری ہو خوشخبری اب بہار آتی ہے

تا بُود تاباں شگوفہ چوں زرہ
تاکہ شگوفے زرہ کی طرح چمکیں

تا کُنند آں میوہ ہا پیدا گرہ
تاکہ میوے تجھے پیدا کریں

چوں[2] شگوفہ ریخت میوہ سر کُند
جب شگوفہ جھڑا، میوہ نکلا

چونکہ تن بشکست جاں سر بر زند
جب جسم ختم ہوا روح ظاہر ہوئی

میوہ معنیٰ و شگوفہ صورتش
میوہ معنی ہے اور شگوفہ اُس کی صورت ہے

آں شگوفہ مژدہ میوہ نعمتش
شگوفہ خوشخبری ہے، میوہ اسکی نعمت ہے

چوں شگوفہ ریخت میوہ شد پدید
جب شگوفہ جھڑا، میوہ رونما ہوا

چونکہ آں گم شُد شُد ایں اندر مزید
جب شگوفہ گھٹا تو یہ (میوہ) بڑھا

تا کناں نشکست قوت کے دہد
جب تک روٹی نہ ٹوٹے طاقت کب دیتی ہے!

ناشکستہ خوشہا کے مے دہد
نہ ٹوٹے ہوئے خوشے شراب کب بناتے ہیں

تا بلیلہ نشکند با ادویہ
جب تک ہیڑ دواؤں میں نہ کُٹے

کے شود خود صحت افزا در ریہ
پھیپھڑے میں صحت افزا کب ہوتی ہے!

در صفتِ[3] پیر و مُطاوعت کردن با اُو
پیر کی تعریف اور اُس کی تابعداری کرنے کا بیان

اے ضیاء الحق حسام الدیں بگیر
اے ضیاء الحق حسام الدین! لے

یک دو کاغذ بر فزا در وصفِ پیر
پیر کے بیان میں ایک دو کاغذ اور بڑھائے

گرچہ جسمت نازک ست و بس نزار
اگرچہ تیرا جسم نازک اور بہت لاغر ہے

بر نمی آید جہاں را بے تو کار
(لیکن) دنیا کا کام تیرے بغیر نہیں نکلتا ہے

---

[1] خود جہاں شیخ کامل خود ایک عالم ہے۔ ہر ستارہ یعنی دوسرے نیک لوگ اُس کے انوار ہیں۔ باقیاں۔ باقی کی جمع ہے۔ اتباع۔ تابع کی جمع ہے۔ اُو جہان۔ شیخ کامل اگرچہ ایک شخص ہے لیکن مکمل ایک جہان ہے وہ چاند ہے دوسرے ستارے ہیں۔ نسخۂ کُل وجود۔ حقیقتِ انسانیہ کو تمدرست رکھنے کا نسخہ اُس کے پاس ہوتا ہے۔ یعنی۔ کائنات اپنے فانی ہونے کی وجہ سے قیامت کا پیغام دے رہی ہے۔ تابود۔ تاکہ جیسے زرہ کے حلقے چمکتے ہیں اسی طرح شگوفے چمک جائیں اور پھل آجائیں۔ یہ پیغام بہار ہی لیتے ہے۔

[2] چوں شگوفہ۔ شگوفہ کی پتیاں جھڑجانے پر اندر سے پھل خود بخود ظاہر ہوتا ہے۔ چوں روح کا جسم سے تعلق منقطع ہونے پر اُسکے آثار اور قوی ہوجاتے ہیں تو قیامت میں یہ آثار خوب ظاہر ہوں گے شگوفہ پھل کی آمد کا پیغام دیتا ہے ایسے شگوفہ۔ اس پھل۔ تاکہ۔ روٹی کے ٹوٹ کر جب نوالے بنتے ہیں تو وہ بدن کو قوت پہنچاتی ہے۔ انگور ٹوٹنے کے بعد شراب بنتا ہے اسی طرح ہیڑ کے فائدے جب ہیں جب اُسکو کوٹ کر دواؤں میں ملایا جائے۔ اسطرح یافت اور مجاہدے سے بدن کو جنگ پالنے نہ کرے گے فائدہ نہ اُٹھا سکے گے۔ ریہ۔ پھیپھڑا۔

[3] در صفت۔ اس سے پہلے کہا تھا کہ بے انتہا نعمتیں ہیں جنکا ذکر ہو چکا ہے اب بتلاتے ہیں کہ ان نعمتوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ کیا ہے۔ وہ ذریعہ پیر کی اطاعت ہے۔ اس لئے پیر کی صفت بیان کرنا ضروری ہے۔ اور اس کے بعد اطاعت کا بیان ہوگا۔

گرچہ جسمِ نازکت را زور نیست
اگرچہ تیرے نازک جسم میں طاقت نہیں ہے

لیک بے خورشید ما را نور نیست[1]
لیکن سورج کے بغیر ہمارے لئے روشنی نہیں ہے

گرچہ مصباح و زُجاجہ گشتۂ
اگرچہ تو چراغ اور قندیل بن گیا ہے

لیک سَرخیلِ دل و سَررشتۂ
لیکن (اہل) دل کا پیشوا اور آغاز کار ہے

چوں سَررشتہ بدست و کامِ تُست
جبکہ آغازِ کار تیرے ہاتھ میں اور منشا کے مطابق ہے

دُرّہائے عقدِ دل انعامِ تُست
دل کے ہار کے موتی تیرا انعام ہیں

بر نویس احوالِ پیرِ راہ داں
واقف راہ پیر کے احوال تحریر کر

پیر را بگزیں و عَیّن راہ داں
پیر (کا دامن) تھام لے اور حقیقی راستہ پالے

پیر تابستاں و خلقاں تیرماہ
پیر، موسم بہار ہے اور مخلوق خزاں ہے

خلق مانندِ شب اند و پیر ماہ
مخلوق رات جیسی ہے اور پیر چاند ہے

کردہ ام بختِ جواں را نامِ پیر[2]
میں نے جواں بخت کو پیر کہا ہے

کُو ز حق پیرست نہ از ایّامِ پیر
کیونکہ وہ خدا کی جانب سے پیر ہے مگر وہ پیر نہیں ہے

اُو چناں پیرست کش آغاز نیست
وہ ایسا پیر ہے جس کی ابتداء نہیں ہے

باچناں دُرِّ یتیم انباز نیست
اور ایسے یکتا موتی کا کوئی شریک نہیں

خود قوی تر می بُوَد خمرِ کہن
پُرانی شراب خود زیادہ طاقتور ہوتی ہے

خاصہ آں خمریکہ باشد مِن لَدُن
خصوصاً وہ شراب جو علم لدنی کی ہو

خود قوی تر می شود خمرِ قدیم[3]
پُرانی شراب خود زیادہ قوی ہوتی ہے

آں کہن تر بہتر اے شیخِ علیم
اے دانا شیخ! جس قدر زیادہ پُرانی ہو بہتر ہے

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
پیر (کا توسل) اختیار کر یہ سفر بغیر پیر کے

ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
آفت اور خوف و خطر سے بہت پُر ہے

آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ
جس راستہ پر تو بارہا چلا ہے

بے قلاؤز اندراں آشفتۂ
بغیر رہنما کے تو اُس میں پریشان ہے

پس رہے را کہ ندیدستی تو ہیچ
پھر وہ راستہ جو تو نے کبھی نہیں دیکھا ہے

ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ
خبردار! تنہا نہ جا (اور) رہبر سے انحراف کر

ہر کہ اُو بے مُرشدے در راہ شد
جو شخص بغیر پیر کے راستہ پر چلا

اُو ز غولاں گمرہ و در چاہ شد
وہ شیطانوں کے جرم سے گمراہ اور ہلاک ہوا

---

[1] مار انور نیست۔ فیما یلحق مُرید ہیں لیکن مولانا کی محبت میں ایسے الفاظ ذکر کر جاتے ہیں جو پیر کے لئے بولے جاتے ہیں۔ مصباح چراغ۔ زجاجہ قندیل۔ سرخیل۔ افسر، پیشوا۔ سَررشتہ۔ ڈور کا سرا، ابتدا۔ کام۔ مقصد، مقصد۔ ہادیٔ معنوی۔ راہ۔ سلوک۔ تابستان۔ موسم گرما جو موسم بہار ہوتا ہے تیرہ موسم خزاں۔

[2] نام پیر۔ پیر بوڑھے کو کہتے ہیں اور زندگی چونکہ اکثر بڑھاپے میں آتی ہے لہٰذا پیر اور شیخ بزرگ کے معنی میں بولا جانے لگا۔ مولانا نے فرمایا کہ فیما یلحق عمر کے اعتبار سے پیر نہیں ہیں بلکہ جوان ہیں اور بزرگی کے اعتبار سے پیر ہیں۔ آغاز نیست۔ پیری پیغمبری کا پرتو ہے اور حضورؐ نے فرمایا ہے میں اُس وقت پیغمبر تھا جبکہ حضرت آدمؑ کا صرف پتلا بنا تھا۔ دُرِّ یتیم۔ دُرِّ یکتا۔ انباز۔ شریک، نظیر۔

[3] خود قوی تر۔ پیر کا بڑھاپا کمزوری کی دلیل نہیں ہے بلکہ کہنہ شراب کی طرح اُسکی روحانی قوت اور تیز ہو جاتی ہے۔ من لدن۔ یعنی من عند اللہ اللہ کی جانب سے علم لدنی۔ گزیں۔ گزیدن بمعنی اختیار کرنا سے صیغہ امر ہے۔ خوف و خطر یعنی وساوس شیطانی کے خطرے۔ قلاؤز۔ رہبر۔ آشفتن۔ پریشان ہونا۔ غول۔ بھلاوہ، شیطان۔ در چاہ شد۔ ہلاک ہونا۔

گر نباشد سایۂ پیر اے فضول
اے فضول! اگر پیر کا سایہ نہ ہو

بس ترا سرگشتہ دارد بانگِ غول[1]
شیطان کی آواز تجھے بہت پریشان کرے گی

غولت از رہ افگند اندر کمند
شیطان تجھے گمراہ کر کے نقصان پہنچا دیگا

از تو داہی تر دریں رہ بس بُدند
تجھ سے زیادہ چالاک اس راستہ میں بہت سے گمراہ ہوئے ہیں

از بُتے بشنو ضلالِ رہروان
راستہ چلنے والوں کی گمراہی قرآن سے سُن

کہ چہ شاں کرد آں ابلیسِ بَدروان
کہ انکے ساتھ بدذات شیطان نے کیا کیا ہے؟

صد ہزاراں سالرہ از جادہ دور
سیدھے راستے سے لاکھوں سال کی مسافت کے دور

بُردشان و کرد شاں اِدبار عور
اُنھیں لے گیا اور بدبختی کی وجہ سے اُنکو ننگا کر دیا

استخوانہا شاں ببین و موئے شاں
اُن کی ہڈیاں اور بال دیکھ لے

عبرتے گیر و مراں خر سوئے شاں
عبرت حاصل کر اور اُن کا راستہ نہ اختیار کر

گردنِ خر گیر و سوئے راہ کش
گدھے کی گردن پکڑ لے اور اُسکو راستہ کیطرف کھینچ

سوئے رہبانانِ رہ دانانِ خوش
(سیدھے) راستہ والوں اور راستہ کو خوب جاننے والوں کی طرف[2]

ہیں مہل خر را و دست از وے مدار
خبردار! گدھے کو نہ چھوڑ اور اُسکو آزاد نہ کر

زانکہ عشقِ اُوست سوئے سبزہ زار
اس لئے کہ اُس کا عشق سبزہ زار سے ہے

گر یکے دم تو بغفلت وا ہلیش[3]
اگر تو غفلت سے اسکو تھوڑی دیر کیلئے بھی آزاد چھوڑ دیگا

اُو رود فرسنگہا سوئے حشیش
وہ میلوں گھاس کی جانب چلا جائے گا

دشمنِ راہ است خر مستِ علف[4]
گھاس کا عاشق گدھا راستہ کا دشمن ہے

اے بسا خر بندہ را کردہ تلف
بہت سے اناڑیوں کو اُس نے ہلاک کیا ہے

گر ندانی رہ ہر آنچہ خر بخواست
اگر تو راستہ نہیں جانتا ہے، تو جو گدھا چاہے

عکسِ آں کُن خود بُود آں راہ راست
اُس کے برخلاف کر وہی سیدھا راستہ ہوگا

شاوِرُوھُنَّ پس آنگہ خالِفُوا
اُن (عورتوں) سے مشورہ کرو پھر خلاف کرو

اِنَّ مَنْ لَمْ یَعْصِھِنَّ تَالِفُ[5]
جو شخص اُنکے خلاف نہیں کرتا ہے ہلاک ہونیوالا ہے

با ہوا و آرزو کم باش دوست
خواہشِ نفسانی اور آرزو سے دوستی نہ کر

چوں یُضِلُّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُوست
کیونکہ وہی ہے جو تجھے اللہ (تعالیٰ) کے راستے سے گمراہ کرتا ہے

ایں ہوا را نشکند اندر جہاں
دنیا میں خواہشِ نفسانی کو پامال نہیں کرتی

ہیچ چیزے ہیچو سایہ ہمرہاں
کوئی چیز جیسا کہ ساتھیوں کا سایہ

---

[1] بانگ۔ شیطانی وساوس کی آواز۔ داہی۔ چالاک، یعنی تجھ سے زیادہ عقلمند بغیر پیر کے گمراہ ہوئے ہیں۔ کہتے۔ قرآن مجید، یعنی قرآن مجید میں بہت سی قوموں کے قصے مذکور ہیں جنکو شیطان نے گمراہ کر دیا۔ اِدبار۔ بدبختی، نحوست۔ عور۔ ننگا، یعنی نیک اعمال سے خالی۔

[2] خر سوئے کے راہ۔ کسی کی طرف اُس ہونا، اُسکے راستہ پر چلنا، یعنی اُن ہلاک شدگان سے عبرت حاصل کرو اُنکا راستہ نہ اختیار کرو۔ خر نگہ دار یعنی نفس۔ رہبانان۔ جمع ہے رہبان کی، بان علامت ہے اسم فاعل کی جیسے نیسبان، دربگیر، راہ داں۔ راستہ سے واقف۔

[3] مہل۔ نہ چھوڑ، ابلیسدن سے نہی کا صیغہ ہے۔

[4] وا ابلیش۔ شین مفعول کی ضمیر ہے خا، یعنی کشادہ۔ بلی۔ ہلیدن کا فعل مضارع ہے۔ فرسنگ۔ فرسخ جو تین میل کا ہوتا ہے۔ حشیش۔ گھاس۔ علف۔ گھاس، چارہ۔ خر بندہ۔ اناڑی سوار جو سواری کے تابع ہوتا ہے۔

[5] تمر یعنی نفس انسانی۔ شاوِرُوھُنَّ۔ اُن عورتوں سے مشورہ کرو۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے البتہ ظاھرۃ النساء مخالفۃ۔ عورت کی اطاعت ندامت کا باعث ہے حدیث میں ہے۔

[6] تالف۔ اسم فاعل ہے ہلاک ہونیوالا۔ جیسا قرآن میں ہے وَلَا تَتَّبِعِ الْھَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اور نہ اتباع کر خواہش

وصیت کردن رسول خدا مر علیؓ را کہ چوں ہر کسے بنوعِ طاعتے

(رسولِ خدا کا (حضرت) علیؓ کو وصیت کرنا کہ جب ہر شخص اللہ کا تقرب کسی قسم کی اطاعت

تقرب بحق جوید تو تقرب جو بصحبتِ عاقل و بندۂ خاص تا از

کے ذریعہ ڈھونڈتا ہے تو عقلمند اور خاص بندے کی صحبت کے ذریعہ تقرب چاہ تاکہ ان

ایشاں ہم پیش قدم باشی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

سب سے آگے بڑھ جائے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ

اِذَا تَقَرَّبَ النَّاسُ اِلٰی خَالِقِہِمْ بِاَنْوَاعِ الْبِرِّ فَتَقَرَّبْ اِلَی اللّٰہِ

اپنے خالق کا تقرب مختلف نیکیوں کے ذریعہ چاہیں تو انکہ کا عقل اور اسرارِ الٰہی

بِالْعَقْلِ وَالسِّرِّ تَسْبِقْہُمْ بِالدَّرَجَاتِ وَالزُّلْفٰی عِنْدَ النَّاسِ

کے ذریعہ تقرب چاہ، درجوں میں سب سے بڑھ جائے گا دنیا میں

فِی الدُّنْیَا وَعِنْدَ اللّٰہِ فِی الْاٰخِرَۃِ

لوگوں کے نزدیک اور آخرت میں اللہ کے نزدیک

گفت پیغمبر علیؓ را کاے علیؓ — شیرِ حقی پہلوانی پُردلی

(حضرت) علیؓ سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے علیؓ تو اللہ کا شیر ہے، بہادر ہے، دلیر ہے

لیک بر شیری مکن ہم اعتمید — اندر آ در سایۂ نخلِ اُمید

لیکن تو شیری پر بھروسہ نہ کر نخلِ اُمید کے سایہ میں آجا

ہر کسے گر طاعتے پیش آورند — بہرِ قربِ حضرتِ بیچون و چند

ہر شخص اگر عبادت پیش کرے ق بے مثال اور بے نظیر کے دربار کی قربت کیلئے

تو تقرب جو بعقل و سرِ خویش — نے چو ایشاں بر کمال و برِ خویش

تو اپنی عقل اور محبت کے ذریعہ سے نزدیکی حاصل کر نہ کہ ان کی طرح اپنے کمال اور نیکی کی بنیاد پر

تو در آ در سایۂ آں عاقلے — کش نتاند بُرد از راہ ناقلے

تو اُس عقلمند کے سایہ میں آجا جس کو راستہ سے کوئی ہٹانے والا نہ ہٹا سکے

پس تقرب جو بدو سوئے اِلٰہ — سر مپیچ از طاعتِ او ہیچ گاہ

اُس کے ذریعہ اللہ کا قرب طلب کر کسی وقت (بھی) اُسکی فرمانبرداری سے سر نہ موڑ

زانکہ او ہر خار را گلشن کند — دیدۂ ہر کور را روشن کند

اس لئے کہ وہ ہر کانٹے کو پھول بنا دیتا ہے ہر اندھی آنکھ کو روشنی عطا کر دیتا ہے

لہ قَالَ النَّبِیُّ۔ یہ حدیث ان الفاظ سے حدیث کے ذخیرے میں نہیں ہے مضمون صحیح ہے فقیر حقی حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے پہلوان، بہادر، افسر، بدل، مضبوط، اول درجہ اعتماد کا الہ ہے بمعنی نخلِ اُمید یعنی مرشد تقرب۔ قریب ہونا۔ عقل یعنی سرورِ الٰہی بسِرّ یعنی محبت بتوفیق عمل۔

لہ ناقل یعنی ہر وہ شخص نتاند نتواند کا مخفف ہے ناقل نقل کرنے والا۔ زانکہ شیخ کامل، اُس انسان کو جو اعمالِ حسنہ سے خالی ہے نیک عمل بنا دیتا ہے۔ نادان کو بینا یعنی قلبی بصیرت عطا کر دیتا ہے۔

ظلِّ اُو اندر زمیں چوں کوہِ قاف[1]
اُس کا سایہ زمین پر کوہ قاف کی طرح ہے

دست گیرد بندۂ خاصِ اِلٰہ
اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ دستگیری کرتا ہے

گر بگویم تا قیامت نعتِ اُو
اگر میں قیامت تک اُس کی تعریف کروں

آفتاب رُوح نے آنِ فلک
(وہ) روح کا سورج ہے آسمان کیطرف منسوب نہیں ہے

در بشر رُوپوش گشت ست آفتاب
سورج انسان (کے جسم) میں رُوپوش ہے

یا علیؓ از جملۂ طاعاتِ راہ
اے علیؓ! راہ (حق) کی تمام اطاعتوں میں سے

ہر کسے در طاعتے بگریختند
ہر شخص ایک اطاعت کی پناہ لے رہا ہے

تو برو در سایۂ عاقل گریز
تو جا عقلمند کے سایہ کی پناہ لے

از ہمہ طاعات اِیں نیت لائق ست
تیرے لئے یہ تمام اطاعتوں سے زیادہ مناسب ہے

چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو
جب پیر بنالے خبردار! سراطاعت رکھدے

صبر کُن بر کارِ خضرےٰ بے نفاق
اے مخلص! خضرؑ کے کام پر صبر کر

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن
خواہ وہ (خضرؑ) کشتی توڑدے تو اعتراض نہ کر

دستِ اُو را حق چو دست خویش خواند
جب خدا نے اُنکے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے

رُوحِ اُو سیمرغ بس عالی طواف
اُس کی رُوح اونچا چکر لگانے والا سیمرغ ہے

طالباں را می بَرد تا پیشگاہ
(وہ) طالبوں کو (اللہ تعالیٰ کی) درگاہ تک لیجاتا ہے

ہیچ آں را غایت و مقطع مجُو
اُس کی انتہا اور خاتمہ کی اُمید نہ کر

کہ زنورش زندہ اند انس و ملک
اُس کے نُور سے انسان اور فرشتے زندہ ہیں

فہم کُن وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّوَاب
سمجھ لے، اور اللہ (تعالیٰ) بہتر جانتا ہے

بر گزیں تو سایۂ خاصِ اِلٰہ
اللہ (تعالیٰ) کے مخصوص (بندہ) کے سایہ کو اختیار کر

خویشتن را مخلصے انگیختند
(اور) اپنے لئے نجات کی جگہ بحال رہا ہے

تا رہی زاں دشمنِ پنہاں ستیز
تاکہ چھپ کر لڑنے والے دشمن سے نجات پائے

سَبق یابی بر ہر آں کو سابق ست
ہر آگے بڑھنے والے سے تو سبقت لے جائیگا

ہمچو موسیٰ[2] زیرِ حکمِ خضرؑ رَو
موسیٰ (علیہ السلام) کیطرح حضرت خضرؑ کے حکم کے تحت چل

تا نہ گوید خضرؑ رَو ہٰذا فِراق
تاکہ خضرؑ یہ نہ کہدے کہ جا یہ جُدائی ہے

گرچہ طفلے[3] را کُشد تو مُو مکن
خواہ وہ بچے کو مار ڈالے تو رنج نہ کر

تَایَدُ اللّٰہِ فَوقَ اَیدِیہِم بَراند
یہانتک کہ "اللہ کا ہاتھ اُنکے ہاتھ پر ہے" فرمایا ہے

---

[1] کوہ قاف۔ شاعرانہ تخیل کے اعتبار سے کوہ قاف پوری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے یعنی شیخ کامل کا سایہ پورے عالم پر ہوتا ہے۔ سیمرغ۔ فرضی پرندہ ہے جس کے پروں میں تیس خوشنما رنگ ہیں۔ دستگیر۔ مرد عارف دستگیری کرتا ہے۔ پیشگاہ یعنی دربار خداوندی۔ غایت۔ انتہا۔ مقطع۔ خاتمہ۔ آن۔ ملکیت۔ آفتاب یعنی شیخ کامل کی روح۔ خاص الہ۔ اللہ کا مخصوص بندہ۔ مخلص۔ نجات کی جگہ۔ پنہاں ستیز۔ شیطان چھپا ہوا دشمن ہے۔ ایں۔ یہ۔ آں۔ اس۔ برائے تو۔

[2] ہمچو موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ جب خضرؑ سے تعلیم حاصل کرنے لگے تو بالکلیۃً اُن کے حکم کے تابع بنگئے تھے۔ لہٰذا قرآن جب حضرت موسیٰؑ سے صبر نہ ہوا تو حضرت خضرؑ نے انسے کہدیا اب جدا ہو جاؤ۔ کشتی حضرت خضرؑ نے اُس میں سوراخ کردیا جس میں سوار ہوئے تھے۔

[3] طفلے۔ حضرت خضرؑ نے معصوم بچہ کو مار ڈالا تھا۔ تو کندن سال نو چنار، رنجیدہ ہونا۔ یدُ اللہ۔ شجرۂ رضوان کے نیچے جب آنحضرتؐ نے صحابہؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت لی تھی اُس کے بارے میں قرآن نے کہا ہے کہ وہ نبی کا ہاتھ نہ تھا بلکہ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر تھا۔

دستِ حق میرِ[1] اندش زندش کند
اللہ (تعالیٰ) کا ہاتھ اُس کو مارتا ہے تو اُسکو زندہ کرتا ہے

زندہ چہ بُود جانِ پایندش کند
زندہ کیا ہوتا ہے اُس کو ابدی زندگی عطا کرتا ہے

یار باید راہ را تنہا مرو
کوئی راستہ کا یار چاہئے تنہا نہ جا

از سرِ خود اندریں صحرا مشو
اِس جنگل میں تنہا نہ جا

ہر کہ تنہا نادریں رہ را بُرید
(ایسا) کم ہے کہ تنہا کسی نے یہ راستہ طے کیا ہو

ہم بعونِ ہمّتِ مَرداں رسید
وہ بھی بزرگوں کی باطنی توجہ کی وجہ سے پہنچا ہوگا

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست
پیر کا ہاتھ غیر حاضر لوگوں سے (بھی) کوتاہ نہیں ہے

دستِ اُو جُز قبضۂ اللہ نیست
اُس کا ہاتھ اللہ (تعالیٰ) ہی کا ہاتھ ہے

غائباں راچوں چنیں خلعت دہند
جب وہ غیر حاضر لوگوں کو ایسا انعام دیتے ہیں

حاضراں از غائباں لاشک بہند
تو لا محالہ حاضر لوگ غیر حاضروں سے بہتر ہیں

غائباں[2] راچوں نوالہ می دہند
جب وہ غیر حاضر لوگوں کو لقمہ دیتے ہیں

پیشِ مہماں تا چہ نعمتہا نہند
تو مہمان کے سامنے کیا کیا نعمتیں رکھتے ہونگے؟

کو کسے کو پیشِ شہ بندد کمر
کجا وہ شخص جو بادشاہ کے سامنے کمر کسے ہوئے ہو

با کسے کو ہست از بیرونِ در
اُس شخص کے مقابلہ میں جو دروازہ سے باہر ہو

فرق بسیار ست ناید در حساب
بہت فرق ہے جو حساب میں نہیں آتا ہے

آں ز اہلِ کشف و ایں ز اہلِ حجاب
وہ اہلِ کشف میں سے ہے اور یہ اہلِ حجاب میں سے ہے

جہد آں کُن تا رہے یابی دروں
وہ کوشش کر تاکہ اندر کا راستہ پالے

ورنہ مانی حلقہ وار از در بروں
ورنہ زنجیر کی طرح دروازہ سے باہر رہ جائے گا

چوں گزیدی پیرِ نازک دل[3] مباش
جب تو نے پیر بنالیا تو نازک دل نہ بن

سُست و ریزندہ چو آبِ گِل مباش
گارے کی طرح سُست اور بکھرنے والا نہ بن

نرم گوید سخت گوید خوش بگیر
(پیر) نرم بات کہے (یا) سخت کہے خوشی سے قبول کر

تا کُند بر جملہ میرانت امیر
تاکہ تجھے تمام سرداروں کا سردار بنادے

ور بہر زخمے تو پُر کینہ شوی
اگر ہر تکلیف پر تو غصہ سے بھرے گا

پس کجا بے صیقل آئینہ شوی
تو بغیر مانجھے کس طرح صاف ہوگا؟

قصۂ کبودی زن قزوینی بر شانہ گاہ و پشیماں شدن او بر زخم سوزن

ایک قزوینی کا کندھے پر گدوانا اور زخم سوزن کی وجہ سے شرمندہ ہونے کا قصہ

[1] میرِ اندش۔ حضرت خضرؑ نے جس بچہ کو مارا وہ اُس کی موت نہ تھی بلکہ اُس کی حیات جاودانی تھی۔ ہر کہ تنہا۔ بغیر شیخ کامل کے کسی کو شاذ و نادر کوئی مرتبہ حاصل ہوا ہے تو وہ بھی دراصل کسی بزرگ کی روح کا تصرف ہے۔ دستِ پیر۔ شیخ کا ہاتھ دراصل اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔

[2] غائبانہ نرا ——— شیخ کا فیض اگرچہ غائبانہ بھی پہنچتا ہے لیکن جن کو قرب حاصل ہوتا ہے وہ یقیناً بہتر ہیں۔ کو کسے۔ جو لوگ شاہی دربار کے حاضر باش ہوتے ہیں وہ یقیناً اُن سے افضل ہوتے ہیں جو دربار تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ اہلِ کشف۔ جنکو شیخ کی صحبت نصیب ہوتی ہے وہ اہلِ کشف ہوتے ہیں۔ اہلِ حجاب۔ جو لوگ مجلس سے غیر حاضر ہیں اُن کو علومِ الٰہی کا کشف حاصل نہیں ہوتا ہے۔ حلقہ۔ زنجیر۔ زنجیر مکان سے باہر رہتی ہے۔

[3] نازک دل۔ وہ شخص جو معمولی سی بات پر رنجیدہ ہو جائے نرم۔ شیخ کی ہر بات کو تسلیم کرنا ضروری ہے خواہ ناگوار ہو یا گوارا۔ زخم۔ یعنی مجاہدہ کی تکالیف برداشت کئے بغیر آئینۂ دل پر صیقل نہیں چڑھتی ہے۔ کبودی۔ نیلاہٹ۔ زدن۔ بدن کو گودوانا۔ قزوینی۔ قزوین کا رہنے والا جو عراق کا ایک شہر ہے۔

ایں حکایت بشنو از صاحب بیاں
بیان کرنے والے سے یہ قصہ سنو

در طریق و عادتِ قزوینیاں
جو قزوینیوں کی عادت اور رسم کے بارے میں ہے

بر تن و دست و کتفہا بے درنگ
جسم، ہاتھ اور کاندھے پر بلا تردد

میزنند از صورتِ شیر و پلنگ
شیر اور چیتے کی تصویر گودتے ہیں

بر چناں صورت پیاپے بے گزند
اس طرح کی تصویر پر پے در پے بلا تکلف

از سرِ سوزن کبود ہا سازنند
سوئی کی نوک سے گودتے ہیں

سوئے دلاکے[1] شد قزوینیئے
ایک قزوینی نائی کے پاس گیا

کہ کبود م زن بستاں شیرِ نیئے
کہ میرے گودے (اور) شیر بنا دے

گفت چہ صورت زنم اے پہلواں
اس نے کہا اے پہلوان! کیا تصویر بناؤں؟

گفت بزن صورتِ شیرِ ژیاں
کہا، غضبناک شیر کی تصویر بنا دے

طالعم[2] شیرست و نقشِ شیر زن
میرا طالع اسد ہے، شیر کی تصویر بنا دے

جہد کن رنگ کبودی سیر زن
کوشش کر، دل بھر کے گودے

گفت برچہ موضعت صورت زنم
اس نے کہا، تیرے کس جگہ تصویر بناؤں؟

گفت بر شانہ گہم زن آں رقم
کہا میرے کندھے پر نقش کر دے

تا شود پشتم قوی در رزم[3] و بزم
تاکہ رزم اور بزم میں میری کمر مضبوط ہو جائے

باچنیں شیرِ ژیاں در عزم و حزم
ایسے خونخوار شیر کی وجہ سے پختہ کاری اور پختہ ارادہ میں

چونکہ اُو سوزن فرو بُردن گرفت
اس نے جب سوئیاں چبھانی شروع کیں

در دِ آں در شانہ گہ مسکن گرفت
اس کی تکلیف کندھے میں ہونے لگی

پہلواں در نالہ آمد کاے سنی
پہلوان نے رونا شروع کر دیا کہ اے بھلے انس!

مر مرا کشتی چہ صورت می زنی
تو نے تو مجھے مار ڈالا، کیا تصویر بنا رہا ہے؟

گفت آخر شیر فرمودی مرا
اس نے کہا، تو نے شیر بنانے کے لئے کہا ہے

گفت از چہ عضو کردی ابتدا
کہا، کس عضو سے تو نے شروع کیا ہے؟

گفت از دُمگاہ آغاز دہ ام
اس نے کہا میں نے دُم کی طرف سے شروع کیا ہے

گفت دُم بگذار اے دو دیدہ ام
کہا، اے نورِ چشم! دُم بنانی چھوڑ دے

از دُم و دُمگاہِ شیرم دم گرفت
دُم اور دم کی جگہ سے شیر نے میرا سانس گھونٹ دیا

دُم گاہ و دم گہم محکم گرفت
اس کی دم کی جگہ نے میرے سانس لینے کی جگہ کو دبا دیا

[1] دلاک۔ حمام، نائی، شیر نیئے۔ یعنی گودنے کی اُجرت، پہلواں۔ جوانمرد، سپاہی، شیر ژیاں۔ غضبناک شیر، برزن۔ برابر ہے۔

[2] طالع۔ پیدائش، کسی کی پیدائش کے وقت بارہ برجوں میں سے جو برج مشرق سے نمودار ہو وہ پیدا ہونے والے کا طالع کہلاتا ہے۔ شیر۔ یعنی برج اسد۔ سیر زن۔ یعنی پوری طرح گود۔ موضع۔ مقام۔ شانہ۔ کندھا۔ رقم۔ نشان

[3] رزم۔ جنگ۔ بزم۔ مجلس نشاط۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ حزم۔ ہوشیاری۔ فرو بردن۔ گاڑنا۔ مسکن۔ جگہ، سنی۔ اچھا۔ دُمگاہ۔ دُم کی جگہ۔ دم گرفت۔ سانس رُک گیا۔ دم گہ۔ سانس کی جگہ۔ محکم۔ مضبوط۔

شیرِ بے دُم باش گو اے شیر ساز
بے دم کا شیر سہی، اے شیر بنانے والے!
کرد لم سُستی گرفت از زخمِ گاز[1]
اوزار کے زخم نے میرا دل نڈھال کر دیا ہے

جانبِ دیگر گرفت آں شخص زخم
وہ شخص دوسری جانب زخم کرنے لگا
بے محابا و مواساتے و رحم
بے دھڑک اور بغیر ہمدردی اور رحم کے

بانگ زد او کایں چہ اندام ست ازو
وہ چیخا، یہ اُس کا کونسا عضو ہے؟
گفت او گوش ست اے مردِ نکو
اُس نے کہا، اے نیک مرد! یہ کان ہے

گفت تا گوشش نباشد اے ہمام
اس نے کہا، اے سردار! اُس کا کان نہ ہو
گوش را بگذار و کوتہ کُن کلام
کان کو چھوڑ دے، اور قصہ مختصر کر

جانبِ دیگر خلش آغاز کرد
اُس نے دوسری جانب چبھانا شروع کیا
باز قزوینی فغاں را ساز کرد
پھر قزوینی نے شور کرنا شروع کر دیا

کایں سوم جانب چہ اندام ست نیز
کہ یہ تیسری جانب کونسا عضو ہے؟
گفت اینست اِشکمِ[2] شیرِ عزیز
اس نے کہا، اے پیارے! یہ شیر کا پیٹ ہے

گفت تا اِشکم نباشد شیر را
اُس نے کہا، شیر کا پیٹ بھی نہ ہو
خود چہ اِشکم می بباید شیر را
شیر کو پیٹ کی کیا ضرورت ہے؟

گشت افزوں درد کم زن زخمہا
درد بہت بڑھ گیا، زخم کم کر
اِشکمے چہ شیر را بہرِ خدا
شیر کے لئے پیٹ کی کیا ضرورت ہے؟ خدا کے لئے

خیرہ شد دَلّاک بس حیراں بماند
نائی متعجب ہوا اور حیران رہ گیا
تا بدیرانگشت در دنداں بماند
دیر تک اُنگلی دانتوں میں دبائے رہا

بر زمیں زد سوزن آندم اوستاد
اُس وقت اُستاد نے سوئی زمین پر پھینکدی
گفت در عالم کسے را ایں فتاد
بولا، دنیا میں کسی کو ایسا کبھی پیش آیا ہوگا؟

شیرِ بے دُم و سر و اِشکم کہ دید
بے دُم، سر اور پیٹ کا شیر کس نے دیکھا ہے؟
ایں چنیں شیرے خدا خود نافرید
ایسا شیر تو خدا نے کوئی پیدا ہی نہیں کیا ہے

چوں نداری طاقتِ سوزن زدن
جب تو سوئی چبھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے
از چنیں شیرِ[3] ژیاں بس دم مزن
ایسے خوفناک شیر کے بارے میں بات نہ کر

اے برادر صبر کُن بر دردِ نیش
اے بھائی! سوئی کے درد پر صبر کر
تا رہی از نیشِ نفسِ گبرِ خویش
تاکہ تو اپنے بے دین نفس کے ڈنک سے نجات پائے

[1] گاز: تیشی، اجرامی کا اوزار۔ کما با: مروت، لحاظ، مواسات۔ غمخواری، اعانت۔ اندام: عضو۔ ہمام: سردار، بزرگ۔ خلش: چبھن۔ فغاں: فریاد۔
[2] اِشکم: شکم، الف زائد ہے۔ خیرہ: حیران۔ سرگشتہ: پریشان۔ نافرید: نہ آفرید۔ سوزن زدن: یعنی گودنے کے لئے سوئی چبھانا۔
[3] شیرِ ژیاں: غضبناک شیر۔ رہی: تو نجات پائے، رہیدن سے واحد مخاطب مضارع ہے۔ گبر: آتش پرست، یہاں مطلقاً کافر مراد ہے، یہ مولانا کا مقولہ مشہور ہوا ہے یعنی انسان اگر مجاہدوں اور ریاضتوں کی تکلیف برداشت کر لیتا ہے تو پھر نفسِ امارہ سے بچ جاتا ہے ورنہ اسی طرح محروم رہتا ہے جیسا کہ قزوینی محروم رہا۔

کاں گروہیکہ رہیدند از وجود
اِسلئے کہ جو لوگ اپنے وجود سے آزاد ہو گئے ہیں

چرخ و مہر و ماہ شاں آرد سجود
آسمان اور سورج اور چاند اُن کو سجدہ کرتا ہے

ہر کہ مُرد اندر تنِ اُو نفسِ گبر
جن کے بدن میں بے دین نفس مر گیا ہے

مرورا[1] فرماں بَرد خور شید و ابر
سورج اور ابر اُن کا حکم مانتا ہے

چوں دلش آموخت صبر افروختن
جب اس کا دل صبر کو روشن کرنا سیکھ جاتا ہے

آفتاب اُو را نیارد سوختن
سورج اُس کو نہیں جلا سکتا

گفت حق در آفتاب منتجم
روشن سورج کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

ذکرِ تَقْرِضُهُمْ وَ تَقْرَضُهُمْ
اُن کے غار سے بچ کر نکل جاتا ہے

خفتگانے[2] کز خدا بُد کارِ شاں
وہ سونے والے جن کا معاملہ خدا سے تھا

میل کردے آفتاب از غارِ شاں
سورج اُن کے غار سے کترا جاتا تھا

خار جملہ لُطف چوں گُل می شود
کانٹا پھول کی طرح پُر لطف ہو جاتا ہے

پیشِ جزوے کو سوئے کُل می شود
اس جزو کے سامنے جو کُل سے وابستہ ہوتا ہے

چیست تعظیمِ خدا آفراشتن
خدا کی عظمت کو ظاہر کرنا کیا ہے؟

خویشتن را خوار و خاکی داشتن
اپنے آپ کو ذلیل اور مٹی بنا لینا ہے

چیست توحیدِ خدا آموختن
اللہ (تعالیٰ) کی واحدانیت سیکھنا کیا ہے؟

خویشتن را پیشِ واحد سوختن
اپنے آپ کو "واحد" کے سامنے فنا کر دینا ہے

گر[3] همی خواہی کہ بفروزی چو روز
اگر تو چاہتا ہے کہ دن کی طرح منوّر ہو جائے

ہستی ہمچوں شب خود را بسوز
(تو) اپنی رات جیسی ہستی کو جلا ڈال

ہستیت دہ ہست آں ہستی نوا
وجود عطا کرنے والے کے وجود میں اپنے وجود کو

ہمچو مس در کیمیا اندر گداز
تانبے کی طرح کیمیا میں پگھلا دے

در من و ما سخت کردستی تو دست
"من و ما" کو تو نے مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے

ہست ایں جملہ خرابی از دو ہست
دو وجودوں کی وجہ سے یہ ساری خرابی ہے

رفتن گرگ و روباہ در خدمت شیر بشکار

بھیڑیئے اور لومڑی کا شیر کے ساتھ شکار کو جانا

شیر و گرگ و رُوبہے بہرِ شکار
شیر اور بھیڑیا اور لومڑی شکار کے لئے

رفتہ بودند از طلب در کوہسار
جستجو کرتے ہوئے پہاڑ میں پہنچ گئے تھے

[1] مرورا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ اللہ نے تمہارے تابع فرمان بنا دیا ہے اُن چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِہٖ۔ قرآن پاک میں اصحابِ کہف کے قصہ میں فرمایا گیا ہے۔ "جب آفتاب نکلتا ہے تو داہنی جانب سے بچکر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں جانب سے کترا جاتا ہے" یعنی سورج کی تپش اُن کو نہیں پہنچتی ہے۔ منتجم۔ روشن۔ کہف۔ غار۔

[2] خفتگانے۔ یعنی اصحاب کہف جو غار میں سوئے ہوئے تھے۔ غار۔ یعنی جو لوگ ذاتِ واحد میں اپنے آپ کو فنا کر دیتے ہیں اُنکے لئے کانٹے پھول بن جاتے ہیں۔ حقیقت یعنی توحید یہی ہے کہ ذاتِ اُحد میں اپنے آپ کو فنا کر دے۔

[3] گر۔ اگر تو منوّر ہونا چاہتا ہے تو اپنی ذات کو فنا کر دے ہستیت۔ اپنی ہستی کو خدا کی ہستی میں پگھلا دے۔ دو ہست۔ دو ہستیاں۔ رفتن گرگ۔ اس قصہ سے مقصود یہی ہے کہ بھیڑیئے نے غیر کے مقابلہ میں انانیت اختیار کی اور دوئی کو ختم نہ کیا تو خود فنا ہو گیا لہٰذا انسان کی بھی دوئی مٹانے میں ہی نجات ہے۔

ہر سہ باہم اندراں صحرا ژرف[1]
(تاکہ) تینوں مل کر گھسے جنگل میں

صیدہا گیرند بسیار و شگرف
بہت، اور عمدہ (قسم کا) شکار کریں

تا بہ پشتِ ہمدگر بر صیدہا
تاکہ ایک دوسرے کی مدد سے شکاروں پر

سخت بر بندند بار و قیدہا
سخت دباؤ ڈالیں، اور گرفت میں لائیں

گرچہ زایشاں شیر نر رانگ بود
اگرچہ وہ بہادر شیر کے لئے موجب عار تھے

لیک کرد اکرام و ہمراہی نمود
لیکن اس نے عزت افزائی کی اور ساتھ ہو گیا

ایں چنیں شہ راز لشکر زحمت ست
اس جیسے بادشاہ کو لشکر سے تکلیف ہوتی ہے

لیک ہمرہ شد جماعت رحمت ست
لیکن ساتھ ہو گیا، (اس لئے کہ) جماعت رحمت ہے

ایں چنیں مہ را ز اختر ننگہاست
اسی طرح چاند کو ستاروں سے شرم آتی ہے

او میانِ اختراں بہر سخاست
(لیکن) وہ از راہ کرم ستاروں کے درمیان ہے

امرِ شاور[2] ہم پیمبر را رسید
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (اللہ) کی طرف سے مشورہ کرنے کا حکم ملا ہے

گرچہ رائے نیست رائش را مزید
اگرچہ کوئی رائے اس کی رائے سے بڑھ کر نہیں ہے

در ترازو جو رفیقِ زر شدست
ترازو میں جو سونے کا ساتھی بن گیا ہے

نے از انکہ جو چو زر جوہر شدست
اس لئے نہیں کہ جو سونے کی طرح جوہر بن گیا ہے

روح قالب را کنوں ہمرہ شدست
اب روح جسم کے ساتھ ہو گئی ہے

مدتے سگ حارسِ[3] درگہ شدست
مدت تک کتا دربار کا محافظ رہا ہے

چونکہ رفتند ایں جماعت سوئے کوہ
جب یہ جماعت پہاڑ پر گئی

در رکاب شیر با فر و شکوہ
شان و شوکت سے شیر کے ساتھ

گاو کوہی و بز و خرگوش زفت
پہاڑی گائے اور بکرا اور موٹا خرگوش

یافتند و کار ایشاں پیش رفت
انھوں نے پکڑ لیا اور ان کا کام چل گیا

ہر کہ باشد در پئے شیر حراب
جو کوئی جنگجو شیر کے ساتھ ہو

کم نیاید روز و شب او را کباب
اس کے لئے دن و رات میں کباب کی کمی نہ ہوگی

چوں زکہ در بیشہ آورند شاں
جب بہاڑ سے انھیں جنگل میں لائے

کشتہ و مجروح اندر خوں کشاں
مُردہ اور زخمی، خون میں لتھڑے ہوئے

گرگ را روبہ را طمع بود اندراں
اُن میں بھیڑئے اور لومڑی کی خواہش تھی

کہ رود قسمت بعدلِ خسرواں
کہ شاہی انصاف سے تقسیم ہو

[1] ژرف۔ گہرا، شگرف۔ اچھا
پشت۔ مدد۔ بار و قید۔ دباؤ اور گرفت۔ ننگ۔ شرم
دعا۔ سلام۔ عزت کرنا۔ تمام
یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ۔ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ان چنیں۔ ایسی مثالوں کا مقصد یہ ہے کہ کاملین اگر ناقصین کو ساتھ لگا لیتے ہیں تو اس سے ناقصین کو مغرور نہ ہونا چاہئے بلکہ ناقصین کو شکر گزار ہونا چاہئے کہ وہ اپنا نقصان کر کے ان کا بھلا کر رہے ہیں۔

[2] اگر۔ قرآن پاک میں ہے اے پیغمبر جنگ کے بارے میں ان سے مشورہ لیجئے پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو خدا پر بھروسہ کریں۔ در ترازو۔ جو کو شرافت سونے کے ساتھ ہونے کی وجہ سے حاصل ہو گئی ہے۔ روح۔ جسم کو روح کے ساتھ رہنے سے یا جو کو سونے کے ساتھ تل جانے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جسم اور جو کو کوئی ذاتی فضیلت حاصل ہو گئی ہے جسم کو روح کی معیت سے فائدہ پہنچا۔

[3] حارس۔ نگہبان۔ گاو کوہی۔ نیل گائے۔ بز۔ بکری۔ زفت۔ موٹا، فربہ ہر کہ۔ اسی طرح ادنیٰ کیساتھ رہنے سے نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ حراب۔ جنگ۔ گرگ کو کاٹتا ہے۔ بیشہ۔ جھاڑی، جنگل۔ خسرو۔ بادشاہ۔ خدا کا خسرو اور کسرہ دونوں جائز ہیں کسرہ اولیٰ ہے۔

عکسِ طمعِ ہر دو شاں بر شیر زد
شیر پر اُن دونوں کے لالچ کا عکس پڑا

شیر دانست آں طمع ہا را[1] سند
شیر اُن لالچوں کے ثبوت کو جان گیا

ہر کہ باشد شیرِ اسرار دامیر
جو شخص اسرار (کے میدان) کا شیر اور سردار ہو

او بداند ہر چہ اندیشد ضمیر
وہ جان جاتا ہے جو کچھ دل سوچتا ہے

ہیں نگہدار اے دلِ اندیشہ خو
خبردار اے (حسوں کے عادی) دل! محفوظ رکھ

دل زاندیشہ بدی در پیشِ او
دل کو اُس کے سامنے بُرے خیال سے

دانَد[2] او خر راہمی راند خموش
وہ جانتا ہے (پھر بھی) کام چلاتا ہے

در رُخت خندد بر آرد روئے پوش
پردہ پوشی کے لئے تیرے سامنے مسکراتا ہے

شیر چوں دانست آں وسواسِ شاں
شیر کو جب اُن کے وسوسے معلوم ہو گئے

وانگفت و داشت آندم پاسِ شاں
کھل کر نہ بتایا اور اُن سے رعایت برتی

لیک با خود گفت بنمایم سزا
لیکن اُس نے دل میں کہا (ابھی) سزا دیتا ہوں

مر شما را اے خسیسانِ گدا
تمہیں اے کمینے فقیرو!

مر شما را بس نیامد رائے من
تمہارے لئے میری رائے کافی نہ ہوئی

ظنِ تاں اینست در اعطائے من
میری بخشش میں تمہارا یہ خیال ہے

اے وجودِ رائے تاں از رائے من[3]
خبردار! تمہاری رائے کا وجود میری رائے سے ہے

از عطا ہائے جہاں آرائے من
میری دنیا کو سجانے والی عطاؤں کی وجہ سے

نقش با نقاش چہ اسگالد دگر
نقش، نقاش کو کیا سوجھائے

چوں سگالش اوش بخشید و نظر
جبکہ اُسکی سوچ و نگاہ اُسی کی بخشی ہوئی ہے

ایں چنیں ظنِ خسیسانہ بمن
مجھ پر ایسے کمینہ پن کا گمان

مر شما را بود ننگانِ زمن
تمہارا تھا، تم زمانے کیلئے (باعث) عار ہو

ظَانِّینَ بِاللّٰہِ ظَنَّ السَّوْءِ را
خدا کے ساتھ بدگمانی کرنیوالوں کا

گر نہ بر مُرمم سر بودے عینِ خطا
اگر میں سُرمہ تلخم کردوں تو غلطی ہے

فا رہانم چرخ را از ننگِ تاں
تمہارے (وجود کی) ذلت سے آسمان کو نجات دلاؤنگا

تا بماند[4] در جہاں ایں داستاں
تاکہ یہ قصہ دنیا میں (مثال بنا) رہے

شیر با ایں فکر میزد خندہ فاش
شیر اس خیال میں بظاہر ہنستا تھا

بر تبسم ہائے شیر ایمن مباش
شیر کی مسکراہٹوں پر مطمئن نہ ہو جانا

---

[1] سند۔ ثبوت۔ ضمیر مراد لہٰذا مرید کو شیخ کے متعلق دل میں وسوسے نہ لانے چاہئیں ورنہ شیخ انکو جان لیگا ہیں شیخ اپنے مرید کے چھپے ہوئے خیالات کو سمجھ جاتا ہے لہٰذا اُس کی مجلس میں بُرے خیالات دل میں نہ لانے چاہئیں۔

[2] داند او۔ یعنی وہ جانتا ہے لیکن ظاہر نہیں کرتا ہے۔ خر راندن خموش۔ سوار کا گدھے کی خواہش کے مطابق سفر کرنا، کام چلانا دوسرے کی خواہش کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لینا۔ در رخت۔ تیرے سامنے مسکراتا ہے تاکہ تو کچھ نہ سمجھ سکے خسیس یعنی رائے من۔ میری رائے پر تمہیں اعتماد نہیں ہے بلکہ تم اپنے آپ کو حصہ دار سمجھتے ہو۔

[3] رائے من۔ تمہاری رائے اور تمہارا وجود میری رائے کے تابع ہے۔ نقش، نقاش کی دین ہے، نقش نقاش کو کیا بتائے گا۔

[4] ننگانِ زمن۔ تمہارا وجود دنیا کے لئے عار کا سبب ہے۔ تا بماند۔ تاکہ تمہاری سزا دوسروں کے لئے عبرت کا سبب بنے۔ خندہ ہنسی۔ فاش۔ ظاہر، کھلا ہوا۔

مالِ دنیا شد تبسّم[1] ہائے حق
(دنیا کی دولت اللہ (تعالیٰ) کی مسکراہٹیں ہیں)
کرد مارا مست و مغرور و خلق
جنھوں نے ہمیں مست اور مغرور اور بوسیدہ بنا دیا ہے

فقر و رنجوری بہشت است اے سند
اے سردار! فقیری اور بیماری بہشت ہے
کاں تبسّم دامِ خود را بر کند
کیونکہ اُس کی وجہ سے مسکراہٹ اپنا جال گھما لیتی ہے

اِمتحان کردنِ شیر گرگ را و گفتن کہ ایں صید ہا را قسمت کُن

شیر کا بھیڑیے کو آزمانا اور کہنا کہ اِن شکاروں کو تقسیم کر دے

گفت شیر اے گرگ ایں را بخش کُن
شیر نے کہا، اے بھیڑیے! اِس کو تقسیم کر دے
معدلت را نو کُن اے گرگِ کہن
اے پرانے بھیڑیے! انصاف کی رسم تازہ کر

نائب[2] من باش در قسمت گری
تقسیم کرنے میں میرا قائم مقام بن جا
تا پدید آید کہ تو چہ گوہری
تاکہ معلوم ہو جائے کہ تجھ میں کیا جوہر ہے؟

گفت اے شہ گاو و وحشی بخشِ تست
(بھیڑیا) بولا اے شاہ! نیل گائے تیرا حصّہ ہے
آں بزرگ و تو بزرگ و زفت و چُست
یہ بھی بڑی ہے اور تو بھی بڑا اور عظیم اور شہ زور ہے

بُز مرا کہ بُز میانہ است و وسط
بکری میری ہے کیونکہ بکری درمیانی اور متوسط جیز ہے
روبہا! خرگوش بستاں بے غلط
او لومڑی! تو خرگوش لے لے، بلا غلطی کے

شیر گفت اے گرگ چوں گفتی بگو
شیر نے کہا اے بھیڑیے! تو کیا بکتا ہے بتا؟
چونکہ من باشم تو گوئی ما و تو
جبکہ میں موجود ہوں تو میرے تیرے کی کیا بات کرتا ہے؟

گرگ خود چہ سگ بُود کہ خویش دید
بھیڑیا کیا کتا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے
پیشِ چوں من شیرِ بے مثل و ندید
مجھ جیسے بے مثل اور انوکھے شیر کم ہوتے ہوئے

گفت پیش آ اے خرے کو خود خرید[3]
اُس نے کہا، او خود پسند گدھے! آگے آ
پیشش آمد پنجہ زد او را درید
وہ آگے آیا، اُس نے پنجہ مارا اُس کو پھاڑ ڈالا

چوں ندیدش مغز و تدبیرش رسید
جب (شیر نے) اُس میں مغز اور کچھ تدبیر نہ دیکھی
در سیاست پوستش از سر کشید
سزا میں اُس کی کھال کھینچ لی

گفت چوں دیدِ منت از خود نبرد
(شیر نے) کہا، جب میرا دیدار تیری خودی نہ مٹا سکا
ایں چنیں جاں ابیاید زار مُرد
ایسی جان کو ذلیل ہو کر مرجانا چاہیے

چوں نگشتی فانی اندر پیشِ من
تو جب میرے سامنے فانی نہ ہوا
فرض آمد مر ترا گردن زدن
تجھے قتل کر دینا ضروری ہوا

---

[1] تبسّم۔ مسکراہٹ۔ ایں۔ مطلق۔ مالِ دنیا۔ یعنی دنیا کی دولت بظاہر تو نعمت ہے لیکن مصائب کا سبب ہے لہٰذا اُس کو اللہ تعالیٰ کا زہر خند سمجھو۔ خلق۔ جو سیدہ۔ سند۔ سردار۔ دام۔ یعنی اگر فقر اختیار کر لو گے تو اُس زہر خند سے بچ جاؤ گے۔ قسمت۔ تقسیم۔ بخش۔ کُن تقسیم کر دے۔ معدلت۔ انصاف۔ گرگِ کہن۔ پرانا بھیڑیا تجربہ کار۔

[2] نائب۔ قائم مقام۔ گوہر۔ اصل و نسل۔ وسط۔ درمیانہ۔ بستاں۔ ستاندن بمعنی لینا کا صیغۂ امر ہے۔ ما و تو۔ تو تو میں میں۔ خویش دید۔ خود بینی۔ ندید۔ جس کی مثال نہ دیکھی گئی ہو۔ خر۔ یعنی احمق۔

[3] خود خرید۔ یعنی اپنی قدر و قیمت لگاتا ہے۔ مغز۔ قابلیت جوہر۔ رشید۔ ٹھیک۔ دولت سیاست۔ سزا۔ پوست از سر کشیدن۔ کھال کھینچ لینا مار ڈالنا۔ دیدنت۔ یعنی دیدار من ترا از خود بردن۔ بے خود کر دینا۔ زار مُردن۔ ذلیل موت مرنا۔

گرچہ غالب در ارم اندر بذلِ فضل[1]
اگرچہ فتنیت فرمائی کریں غالب رحمت ہوں

گاہ گاہے ہم کنم از عدل فضل
(لیکن) کبھی کبھی انصاف کو ترجیح دیدیتا ہوں

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ جز وجہِ اُو
سوائے اُس کی ذات کے ہر چیز فنا ہو جانیوالی ہے

چوں نہ در وجہِ اُو ہستی مجو
جب تو اُسکی ذات میں نہیں (سمایا) ہوا ہستی کی اُمید نہ رکھ

ہر کہ اندر وجہِ ما باشد فنا
جو ہماری ذات میں فنا ہو جائے

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ نبود جزا
اُس کی سزا کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ نہیں ہوتی ہے

زانکہ در[2] اِلّا است اُو از لا گذشت
اِس لئے کہ وہ اِلّا میں ہے لا سے گذر گیا

ہر کہ در اِلّا است اُو فانی نگشت
جو شخص اِلّا میں داخل ہے فانی نہ ہوا

ہر کہ بر در اُو من و ما می زند
جو دروازے پر میں اور تو کا اعلان کرے

رَدِّ باب ست اُو و بر لا می تند
وہ دروازے سے مردود ہے اور لا (کے درجہ) میں مقیم ہے

قصّۂ آں کس کہ در یارے بکوفت اُو از درون گفت تو کیستی

اُس شخص کا قصّہ کہ جس نے دوست کے دروازے پر دستک دی اُس نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے؟ تو اُس نے کہا کہ میں ہوں اُس نے جواب دیا کہ تو ہے تو میں دروازہ نہیں کھولوں گا

گفت منم گفت چوں توئی در نمی کشایم کہ ہیچ کس را از یاراں نمی شناسم کہ اُو "من" گوید برو

کیونکہ میں اُس کو دوست نہیں سمجھتا جو اپنے آپکو میں کہنے سے واپس ہو جا۔

آں یکے آمد در یارے بزد
ایک شخص آیا، دوست کا دروازہ کھٹکھٹایا

گفت یارش کیستی کیں در مزد
اُسکے دوست نے کہا تو کون ہے اِس دروازہ کو کھٹکھٹایا

گفت من گفتش برو ہنگام نیست
اُسنے کہا میں اُسنے اُس سے کہا جاؤ (ملاقات کا) وقت نہیں ہے

بر چنیں خوانے مقامِ خام نیست
ایسے خوان پر کچے کی جگہ نہیں ہے

خام را جز آتشِ ہجر و فراق
کچے کو سوائے ہجر اور جُدائی کی آگ کے

کہ پزد کہ وا رہاند از نفاق
کون پختہ بنا سکتا ہے تاکہ اُسکو نفاق سے نجات دے

چوں توئی تو ہنوز از تو نرفت
جبکہ تیری خودی ابھی تک تجھ سے نہیں گئی ہے

سوختن باید ترا در نارِ تفت
تجھے دہکتی آگ میں جلا دینا چاہیئے

پشیمان شدنِ آں گوینده کہ منم و غربت و ریاضت و

اُس "میں" کہنے والے کا شرمندہ ہونا اور ایک سال تک بے وطنی

[1] بذلِ فضل یعنی رحم و کرم سے کام لیتا ہوں۔ گاہ گاہ کبھی رحم و کرم پر انصاف کو ترجیح دیتا ہوں اور جو انصاف کا تقاضہ ہوتا ہے وہی کرتا ہوں۔ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے "اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

[2] در وجہ اُو۔ جو شخص اپنی ذات کو ذاتِ باری میں فنا کر دیگا وہی بچے گا ورنہ ہلاک ہو جائیگا کیونکہ صرف اُسکی ذات فنا سے بچے گی۔

[3] در اِلّا یعنی اُسکی ذات ہلاکت سے مستثنیٰ رہنے والی چیز میں داخل ہے۔ از لا یعنی ہلاک ہونیوالی چیز زمرۂ فانی یعنی وہ ذات اَحد میں داخل ہو گیا جسکے لئے فنا نہیں ہے۔ رَدِّ باب یعنی اُسکے دروازے پر دستک ختم ہو جانی چاہیئے ورنہ مردود بارگاہ ہوگا اور ہلاک ہو جائے گا۔ قصّہ۔ جبتک دو دوستوں میں "میں" اور "تو" کا معاملہ ہے اُنمیں یکتائی نہیں ہے اور نہ حقیقی دوستی ہے۔ من یعنی اُسنے اپنے وجود کو دوست کے وجود سے جُدا سمجھا۔

[4] خام یعنی جو دوئی کا کاچل ہے اور دوستی میں کچا ہے۔ نفاق یعنی دوئی۔ توئی تو۔ یعنی تیرا "تو" ہونا۔ تفت۔ تند و تیز۔ یعنی تاکہ دوستی میں پختہ ہو جائے۔ پشیمان یعنی وہ دوست شرمندہ ہوا اور ریاضت اور مجاہدوں سے اُس نے

غرامتِ یک سال کشیدن و باز گشتنِ مُستَغفِر بر

اور محنت اور مشقت برداشت کرنا اور معافی کے لئے دروازے پر واپس آنا

درِ خانہ و پُرسیدنِ صاحب خانہ کہ کیست بر دَر و جواب

اور صاحبِ خانہ کا دریافت کرنا دروازے پر کون ہے؟ اور اس کا جواب

گفتنِ آں کہ توئی بَر دَر و نفیِ منیِّ خود

میں کہنا کہ دروازے پر تو ہی ہے اور اپنے وجود کا انکار کرنا

رفت آں مسکین وُ سالے در سفر
وہ بیچارا چلا گیا اور ایک سال تک سفر میں

در فراقِ دوست سوزید از شرر[1]
دوست کے فراق میں چنگاریوں سے جلتا رہا

پختہ گشت آں سوختہ لیں بار گشت
وہ (آتشِ فراق سے) جلا ہوا پختہ ہو گیا، پھر لوٹا

باز گردِ خانۂ انباز گشت
دوبارہ دوست کے گھر کی طرف روانہ ہوا

حلقہ زُد بَر در بصد ترس و ادب
نہایت خوف اور ادب سے دروازہ کھٹکھٹایا

تا نہ بجہد بے ادب لفظے زلب
تاکہ منہ سے کوئی بے ادبی کا لفظ نہ نکلے

بانگ زد یارش کہ بر دَر کیست آں
اسکے دوست نے آواز دی، دروازہ پر کون ہے؟

گفت بر دَر ہم توئی اے دلستاں
اس نے کہا اے دوست! دروازہ پر بھی تو ہی ہے

گفت اکنوں چوں منی اے من در آ
اس نے کہا، اب تو "میں" ہے تو نے میں "اندر آجا"

نیست گنجائے دُوَمن در یک سَرا
ایک گھر میں دو "میں" کی گنجائش نہیں ہے

چوں یکے باشد ہمہ نبوَد دوئی
جب سب ایک ہو جائیں دوئی نہیں رہتی ہے[2]

ہم منی بر خیز و آنجا ہم توئی
وہاں "میں" اور "تو" ختم ہو جاتا ہے

نیست سوزن را سرِ رشتہ دوتا
سوئی میں دو دھاگے نہیں ہوتے

چونکہ یکتائی دریں سوزن درآ
جب تو ایک بن گیا ہے، سوئی میں آجا

رشتہ را باشد بسوزن ارتباط
دھاگے اور سوئی میں مناسبت ہے

نیست در خورباجَمَل سَمُّ الخیاط
سوئی کا ناکہ اونٹ کے مناسب نہیں ہے

کے شود[3] باریک ہستیِ جَمَل
اونٹ کا وجود باریک نہیں ہو سکتا ہے

جُز بمقراضِ ریاضات و عمل
عمل اور ریاضتوں کی قینچی کے بغیر

دستِ حق باید مر آں را اے فلاں
اے فلاں! اس کام کے لئے خدا کا ہاتھ چاہیئے

کاں بُوَد بر ہر مُحالے کُن فَکاں
کیونکہ وہ ہر ناممکن پر "کُن فَکاں" ہوتا ہے

---

[1] شرر: چنگاری یعنی جدائی کی آگ۔ انباز: شریک، دوست۔ ترس: خوف۔ ہم توئی: یعنی دروازہ پر تو ہی ہے میں اپنے وجود کو ختم کر چکا ہوں اور دوئی مٹا چکا ہوں چونکہ "میں" یعنی اب جبکہ "تو" "میں" بن گیا ہے اور دوئی ختم ہو گئی ہے۔ گنجا: گنجایش۔

[2] دو تا: دو سروں کا دھاگا سوئی کے ناکے میں نہیں آتا ہے۔ یکتائی: جب دونوں کو ملا کر ایک کر دیا جائے تو سوئی کے ناکے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ارتباط: تعلق۔ در خور: لائق۔ جمل: اونٹ۔

[3] سم الخیاط: سوئی کا سوراخ۔ قرآن پاک میں ہے کافر جنت میں نہ جائیں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔

[4] کے شود: مٹانا نفس ریاضتوں کے ذریعہ ہی سے دبلا بنایا جا سکتا ہے تب ہی وہ سلوک کے تنگ مقامات سے گذر سکتا ہے۔ بمقراض: قینچی۔ دستِ خود: یعنی نفس انسان کو کسی قابل بنانے کیلئے دستِ قدرت ہی کی ضرورت ہے جسکے لئے ہر ناممکن بھی ممکن ہے۔ کُن فکاں: یعنی حضرت حق کا کُن کا حکم ہر محال اور ناممکن کو موجود کر دیتا ہے۔

ہر محال از دستِ او ممکن شود
ہر نا ممکن اُس کے ہاتھ سے ممکن ہو جاتا ہے

ہر حزوں از بیمِ اُو ساکن شود
اُس کے خوف سے ہر سرکش ساکن ہو جاتا ہے

آکمہ و ابرص[1] چہ باشد مُردہ نیز
نابینا اور کوڑھی کیا ہوتا ہے، مُردہ بھی

زندہ گردد از فسونِ آں عزیز
اُس غالب کے منتر سے زندہ ہو جاتا ہے

واں عدم کز مُردہ مُردہ تر بُود
وہ عدم جو مُردے سے بھی زیادہ مُردہ ہوتا ہے

در کفِ ایجادِ اُو مُضطر بُود
اُس کے ایجاد کے ہاتھ میں بے اختیار ہوتا ہے

کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَانٍ بخواں
"کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَانٍ" کو پڑھ

مُرد را بے کار و بے فعلے مداں
اُس کو بیکار اور بغیر کام کے نہ سمجھ

کمترس کارش ہر روز ست آں
اُس کا معمولی کام ہر روز یہ ہوتا ہے

کوسۂ لشکر را کند ایں سُو رواں
کہ وہ تین لشکر اس طرف روانہ کرتا ہے

لشکرے زِ اصلاب[2] سوئے اُمہات
ایک لشکر (باپوں کی) پشت سے ماؤں کی جانب

بہر آں تا در رحم روید نبات
تاکہ وہ رحم میں اُگے

لشکرے زِ ارحام سوئے خاکداں[3]
ایک لشکر ماؤں کے رحموں سے دنیا کی طرف

تا زنر و مادہ پُر گردد جہاں
تاکہ دنیا نر اور مادہ سے بھری رہے

لشکرے از خاکداں سوئے اجل
ایک لشکر دنیا سے موت کی جانب

تا بہ بیند ہر کسے حُسنِ عمل
تاکہ ہر شخص اچھے عمل کو دیکھے

بازِ بیشک پیش از انہا می رسد
پھر بیشک اُن (تینوں لشکروں سے) پہلے پہنچتی ہے

آنچہ از حق سوئے جانہا می رسد
وہ چیز (شہوت جماع) جو اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے روحوں کو آتی ہے

وانچہ از جانہا بدلہا می رسد
وہ چیز (شہوت جماع) جو روحوں سے دلوں میں پہنچتی ہے

وانچہ از دلہا بگلہا می رسد
اور وہ جو دلوں سے جسموں میں پہنچتی ہے

اینست لشکرہائے حق بیحد و مُر
دیکھو! اللہ (تعالیٰ) کے لشکر بیحد و حساب ہیں

از پئے ایں گفت ذِکرٰی لِلْبَشَر[4]
اسی لئے فرمایا ہے "ذِکرٰی لِلْبَشَر"

ایں سخن پایاں ندارد ہیں بتاز
ہاں، اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، چل

سوئے آں دو یارِ پاک و یا کباز
اُن دو پاکباز اور پاک دوستوں کے قصہ کی جانب

خواندنِ آں یار یارِ خود را پس از تربیت یافتن

اُس دوست کا دوست کو تربیت پانے کے بعد بُلانا

[1] اکمہ۔ پیدائشی اندھا۔ ابرص۔ کوڑھی۔ فسوں۔ منتر، یہاں کلمہ کُن مُراد ہے۔ عزیز۔ اللہ تعالیٰ۔ عدم۔ معدوم چیز مُردے سے بھی زیادہ مُردہ ہے لیکن کلمہ کُن سے موجود ہو جاتی ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَانٍ ہر دن وہ کسی کام میں ہے۔

[2] اصلاب۔ صُلب کی جمع ہے، کمر کی ہڈی۔ اُمہات اُم کی جمع ہے ماں۔ رحم۔ بیجہ دان۔ نبات۔ زمین سے اُگنے والی چیزیں۔ خاکداں۔ زمین۔ اجل۔ موت۔ یعنی ان تین لشکروں کے علاوہ ایک طاقت ہے جو اللہ کی جانب سے بدنِ انسانی میں پیدا کی جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان جماع پر قادر ہو جاتا ہے۔

[3] ذِکرٰی لِلْبَشَر۔ سورۂ مدثر میں ہے۔ وَمَا یَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ وَمَا هِیَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْبَشَرِ یعنی پروردگار کے لشکروں کو سوائے پروردگار کے اور کوئی نہیں جانتا ہے اور یہ انسان کے لئے عبرت ہیں۔

گفت یارش کاندر آ اے جملہ من[1]
دوست نے اُس سے کہا اے میرے سب کچھ اندر آجا

نے مخالف چوں گُل و خارِ چمن
(اب ہم) چمن کے پھول اور کانٹے کی طرح مخالف نہیں ہیں

رشتہ یکتا شد غلط گم شد سنوں
دھاگا اکہرا ہوگیا، اب (دوئی کی) غلطی ختم ہوگئی ہے

گر دُوتا بینی حروفِ کاف و نوں
اگرچہ تو حرفِ کاف اور نون کو دو عدد دیکھتا ہے

ق

کاف و نوں ہمچوں کمند آمد جذوب
کاف اور نون (مل کر) کمند کی طرح کھینچنے والے بنتے ہیں

تا کشاند مر عدم را در خطوب
تاکہ عدم کو بڑے کاموں کی طرف کھینچ کر لائیں

پس دُوتا باید کمند اندر صُور[2]
بظاہر کمند دوہری ہونی چاہیئے

گرچہ یکتا باشد آں دُو در اثر
اگرچہ نتیجہ میں دونوں مل کر اکہرے ہو جائیں

گر دُو پا گر چار پا رہ را بُرد
خواہ دو پایہ ہو یا چار پایہ جب راستہ چلتا ہے

ہمچو مقراضِ دُو یا یک تا بُرد
دو پاؤں والی قینچی کی طرح ایک راستہ قطع کرتا ہے

آں دُو انبازانِ گاز را ببیں
اُن دو شریک دھوبیوں کو دیکھ

ہست در ظاہر خلافِ آن و ایں
بظاہر یہ اور وہ مخالف ہیں

آں یکے کرپاس در جُو می زند
ایک کپڑے کو نہر میں ڈالتا ہے

واں دگر انباز خشکش می کُند
دوسرا شریک اُس کو خشک کرتا ہے

باز او آں خشک را تر می کُند
پھر وہ اُس خشک کو تر کر دیتا ہے

گویا از استیزہ ضد بر می تند
گویا جھگڑے کی وجہ سے مخالف کام کرتا ہے

لیک آں دُو ضدِ استیزہ نما
لیکن دونوں مخالف بظاہر جھگڑا کرنے والے

یک دل و یک کار باشد اے فتا
اے نوجوان! ایک دل اور ایک کام میں ہیں

ہر نبی و ہر ولی را مسلکے ست
ہر نبی اور ہر ولی کا ایک ہی راستہ ہے

لیک تا حق می بَرد جملہ یکے ست
لیکن اللہ تعالیٰ تک پہنچانے میں سب ایک ہیں

روئے درہم کشیدن از سخن بہ سببِ ملالتِ مستمعان

سننے والوں کی بے توجہی کی وجہ سے بات کرنے سے روگردانی کرنا

چونکہ جمعِ مستمع را خواب بُرد
چونکہ سننے والوں کے جمع کو نیند آگئی ہے

سنگہائے آسیا را آب بُرد
اللہ تعالیٰ نے چکی کے پاٹوں کو جلانے والا پانی بند کر دیا

رفتنِ ایں آب فوقِ آسیاست
اس پانی (یعنی اسرار) کی آمد چکی (ہونٹ) سے دور (دل میں) ہے

رفتنش در آسیا بہرِ شماست
چکی (ہونٹوں) میں جاری ہونا تمہارے لئے ہے

[1] جملہ من۔ یعنی تو میرا سب کچھ ہے
غلط۔ یعنی دوئی۔ کاف و نون۔ یعنی کلمہ کُن کے کاف اور نون۔
جذوب۔ جذب کرنیوالا کشاند۔ کشاندن یعنی کشیدن سے مضارع ہے۔ خطوب۔ خ کے فتحہ کے ساتھ خطب یعنی امرِ عظیم کی جمع ہے۔ پس دُوتا۔ پہلے اشعار میں یکتائی کا بیان تھا اب سمجھاتے ہیں کہ یکتائی سے دُو وجودوں کا ایک ہونا مراد نہیں ہے بلکہ عمل کی یکسانیت مراد ہے۔ جانور کے پیر متعدد ہیں کام ایک ہے قینچی کے پر دو ہیں عمل ایک ہے، دو دھوبی کام کرتے ہیں کام ایک ہے۔

[2] صُور۔ صورت کی جمع ہے آخر۔ نتیجہ۔ مقراض۔ قینچی۔ گاز۔ دھوبی۔ انباز۔ شریک۔ کرپاس۔ سوتی کپڑا۔ جُو۔ نہر۔ استیزہ۔ جنگ۔

[3] دُو آمد۔ دونوں دھوبی جو ایک دوسرے کے مخالف کام کرتے ہیں۔ مسلک۔ مذہب، مشرب۔ طالت۔ تجگدی۔ مستمعان۔ سننے والے۔ مولانا کو مثنوی کا املاء کرانے میں کچھ انقباض ہوا اُسکی وجہ سننے والوں کی غفلت تھی۔ آسیا۔ چکی۔ فوق آسیا۔ یعنی دل۔ آسیا۔ یعنی ہونٹ۔

چوں شما را حاجت طاحوں[1] نماند
جب تمہیں پن چکی (جیسوں) کے کلام کی ضرورت نہ رہی

ناطقہ سوئے دہاں تعلیم راست
(قوتِ گویائی) منہ میں تمہاری تعلیم کے لئے ہے

می رود بے بانگ و بے تکرار ہا
وہ (پانی) جاری ہے بغیر شور اور نزاع کے

آب را در جوئے اصلی باز راند
پانی کو اصل نہر (دل) کی جانب پھر جاری کر دیا

ورنہ خود آں آب را جوئے جداست
ورنہ اِس پانی کی نہر علیحدہ (دل میں) ہے

اے خدا جاں را تو بنما آں مقام
اے خدا ہر روح کو وہ مقام دکھا دے

تحتہا الانہار[2] تا گلزار ہا
اُن چمنوں تک جن کے نیچے نہریں ہیں

تاکہ سازد جانِ پاک از سر قدم
تاکہ پاک روح سر کے بل جائے

کاندرو بے حرف می روید کلام
جس میں بغیر حروف کے کلام پیدا ہوتا ہے

عرصۂ بس پاک شاد و با فضا
وہ میدان (عالمِ غیب) جو وسیع اور پُر فضا ہے

سوئے عرصہ دور پہنائے عدم
اُس میدان کی جانب جو وسیع اور معدوم ہے

تنگ تر آمد خیالات از عدم
(عالمِ) مثال عدم (عالمِ غیب) سے چھوٹا ہے

ویں خیال[3] و ہست یابد زو نوا
یہ (عالمِ) مثال ہو (عالمِ) شہود اس سے ساز و سامان پاتا ہے

باز[4] ہستی تنگ تر بود از خیال
پھر (عالمِ) شہود (عالمِ) مثال سے چھوٹا ہے

زاں سبب باشد خیال اسباب غم
اِسی وجہ سے (عالمِ) مثال غم کا سبب بنتا ہے

زاں شود در وے قمر ہمچوں ہلال
اِسی وجہ سے اُس میں قمر ہلال جیسا بن جاتا ہے

باز ہستی جہانِ حس و رنگ
پھر جس و رنگ کے جہاں کا وجود

تنگ تر آمد کہ زندانے ست تنگ
بہت تنگ ہے بلکہ وہ تو تنگ قید خانہ ہے

علتِ تنگی ست ترکیب و عدد
مرکب اور معدود ہونا تنگی کا سبب ہے

جانب ترکیب حس ہا می کشد
حواس مرکب کی جانب کشش کرتے ہیں

زانسوئے حس عالمِ توحید داں
عالمِ توحید جس سے پرے سمجھ

گر یکے خواہی بداں جانب رواں
اگر تو (عالمِ) توحید کی خواہش رکھتا ہے اُس جانب قدم بڑھا

امرِ کُن یک فعل بود و نون و کاف
کُن یعنی کا امر ایک فعل تھا اور نون اور کاف

در سخن افتاد و معنی بود و صاف
لفظوں میں آیا ورنہ معانی اور (لفظوں سے) پاک تھا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اِس بات کا آخر نہیں ہے واپس لوٹ

تا چہ شد احوالِ گرگ اندر نبرد
معرکے میں بھیڑیئے کا کیا حال ہوا؟

---

[1] طاحون پن چکی۔ جوئے اصلی۔ یعنی دل۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی۔ ورنہ۔ یعنی اسرارِ خداوندی کی اصل جگہ قلب ہے۔ بانگ۔ آواز۔ تکرار۔ بحث۔ انہار۔ نہر کی جمع ہے۔ اے خدا یعنی وہ مقام عطا فرمائے جہاں الہام ہو۔ عرصہ۔ میدان۔ دور۔ وسیع۔ عدم یعنی عالمِ غیب۔

[2] خیال یعنی عالمِ مثال۔ ہست یعنی عالمِ شہادت۔ نوا۔ سامان۔ خیالات یعنی عالمِ مثال۔ عدم یعنی عالمِ غیب۔ غم ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ واقعہ کی پوری حکمت منکشف نہ ہو۔ عالمِ مثال میں عالمِ غیب کے اعتبار سے روح کو انکشافِ تام حاصل نہیں ہوتا ہے اِسلئے اُس کو رنج پہنچتا ہے۔

[3] باز ہستی یعنی عالمِ شہود، عالمِ مثال کے اعتبار سے تنگ ہے اِسی لئے غم میں چاند جیسے پھر ہے ہلال جیسے بنجاتے ہیں۔ علتِ تنگی یعنی عالمِ ناسوت کی تنگی اِسکے مادی ہونے کی وجہ سے ہے مادی ہونے کی وجہ وہ معدود اور مرکب بن گیا ہے۔ حس۔ یعنی عالمِ مثال اور عالمِ شہادت۔ عالمِ توحید۔ عالمِ غیب جس میں پہنچ کر توحید کا پورا انکشاف ہو جاتا ہے۔ کُن۔ یعنی لفظ کُن پہلے کلامِ نفسی تھا جو حروف اور آواز سے منزہ تھا پھر کلامِ لفظی بن گیا۔ نبرد۔ جنگ۔

اَدب کردنِ شیر گرگ را بجہت بے اَدبی اُو

شیر کا بھیڑیئے کو اُس کی بے ادبی پر سزا دینا

گرگ را بر کند سرآں سرفراز[1] — تا نماند دوسری و امتیاز

اُس معزز (شیر) نے بھیڑیئے کا سر توڑ ڈالا — تاکہ دوہری سرداری اور امتیاز نہ رہے

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ست اے گرگ پیر — چوں نبودی مُردہ[2] در پیشِ امیر

اے بڈھے بھیڑیئے! "ہم نے اُنسے بدلے لیا" ہے — جبکہ تو حاکم کے سامنے مُردہ نہ بنا

بعد ازاں رُو شیر با رُوباہ کرد — گفت ایں را بخش کُن از بہرِ خورد

اِس کے بعد شیر نے لومڑی کا رُخ کیا — بولا، اِس کو کھانے کے لئے تقسیم کرو

سجدہ کرد و گفت کایں گاوِ سمین — چاشت خوردت باشد اے شاہِ مہین[3]

(لومڑی نے) سجدہ کیا اور کہا یہ موٹی نیل گائے — اے بڑے بادشاہ! تیرا ناشتہ ہے

واں بُرِ از بہرِ میانہ روز را[4] — نیمخنے باشد شہِ فیروز را

اور وہ (دوسرا) خرگوش شام کے لئے — فیروزمند بادشاہ کے لئے یخنی ہوگی

واں دِگر خرگوش بہرِ شام ہم — شبچرہ[5] اے شاہ بالطف و کرم

اور وہ دوسرا خرگوش شام کے لئے — نقل ہے، اے مہربان خوش مزاج بادشاہ!

گفت اے رُوبہ تو عدل افروختی — ایں چُنیں قسمت ز کہ آموختی

(شیر نے) کہا اے لومڑی! تو نے انصاف کو روشن کر دیا — اِس طرح کی تقسیم تُو نے کس سے سیکھی ہے؟

از کجا آموختی ایں اے بزرگ — گفت اے شاہِ جہاں از حالِ گرگ

اے بزرگ! تو نے یہ (انصاف) کہاں سے سیکھا ہے؟ — اُس نے کہا اے دنیا کے بادشاہ! بھیڑیئے کے حال سے

گفت چوں در عشقِ ما گشتی گرو — ہر سہ را بگیر و بستان و برو

(شیر نے) کہا جب تو ہماری محبت میں مِٹ گیا ہے — تینوں کو لے لے اور قبضہ کر اور چل دے

رُوبہا چوں جملگی ما را شدی — چونت آزاریم چوں تو ما شدی

اے لومڑی! جب تو جملہ ہمارے لئے ہو گئی ہے — جبکہ تو "ہم" ہو گئی ہے، تجھے ہم کیسے ستا سکتے ہیں؟

ما ترا و جملہ اشکاراں[6] ترا — پائے بر گردونِ ہفتم نہ برآ

ہم تیرے ہیں، اور سب شکار تیرے ہیں — ساتویں آسمان پر پیر رکھ (جلوہ گر ہو)

چوں گرفتی عبرت از گرگِ دنی — پس تو رُوبہ نیستی شیرِ منی

جبکہ تو نے کمینہ بھیڑیئے سے عبرت حاصل کر لی ہے — تو لومڑی نہیں ہے بلکہ میرا شیر ہے

---

[1] سرفراز: سردار۔ دوسری: دوسرداروں کی نقابت۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ: پھر ہم نے اُن سے بدلے لیا یہ قوم فرعون کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے۔

[2] مُردہ: فانی۔ امیر: حاکم۔ سمین: موٹا۔ چاشت خورد: ناشتہ۔ مہین: بزرگ۔ میانہ روز: دوپہر۔ نیمروز: نصف النہار۔ شب چرہ: رات کا کھانا۔ افروختن: روشن کرنا، کسی کام کو عمدگی سے کرنا۔ حالِ گرگ: بھیڑیئے کا انجام۔

[3] اِشکار: شکار۔ پائے بر گردوں نہادن: عالی مرتبہ بن جانا۔ برآمدن: جلوہ گر ہونا۔ عبرت: دوسرے کے انجام کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرنا۔ دُنی: کمینہ۔ شیرِ منی: شیرِ من ہستی

عاقل[1] آں باشد کہ عبرت گیرد از — مرگِ یاراں و بلائے مُحترز
عقلمند وہ ہے جو عبرت حاصل کرلے — دوستوں کی موت اور قابلِ احتراز مصیبت سے

رُو بہ آندم بر زباں صد شکر راند — کہ مرا شیر از پسِ آں گرگ خواند
اُس وقت لومڑی نے زبان سے سینکڑوں شکر ادا کئے — کہ شیر نے مجھے بھیڑئے کے بعد بُلایا

گر مرا اوّل بفرمودے کہ تو — بخش کُن ایں را کہ جاں بردے ازو
اگر مجھے شروع میں کہہ دیتا کہ تو — اس کو تقسیم کردے تو اس سے کون جان بچاتا؟

مقصودِ حکایت در فضیلتِ آخر زمانیاں
آخری زمانہ میں پیدا ہونے والوں کی فضیلت کا بیان اس حکایت کا مقصد ہے

پس سپاس اُورا کہ مارا در جہاں — کرد پیدا از پسِ پیشینیاں
اُس (خدا) کا شکر ہے کہ اُس نے دنیا میں ہمیں — اگلوں کے بعد پیدا فرمایا ہے

تا شنیدیم آں سیاستہائے حق — بر قرونِ[2] ماضیہ اندر سبق
یہانتک کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی اُن سزاؤں کو سن لیا — جو گزشتہ زمانوں میں اگلے لوگوں کو دی گئیں

تا کہ ما از حالِ آں گرگانِ پیش — ہمچو رُوبہ پاسِ خود داریم بیش
تاکہ اگلے زمانہ کے بھیڑیوں کے حال سے — لومڑی کی طرح ہم خوب اپنی حفاظت کریں

اُمّتِ مرحومہ زیں رُو خواند ماں — آں رسولِ حق و صادق در بیاں
اسی وجہ سے ہمیں اُمّتِ مرحومہ فرمایا ہے — احادیث میں سچے، برحق رسولؐ نے

استخواں و پشم آں گرگاں عیاں — بنگرید و پند گیرید اے مہاں
اُن بھیڑیوں کی ہڈیاں اور بال خوب — دیکھو اور اے بزرگو! نصیحت حاصل کرو

عاقل از سر بنہد مستی و باد — چوں شنید انجامِ فرعونان و عاد[3]
عقلمند انسان تکبّر اور مستی کو دماغ سے نکال دیتا ہے — جب وہ فرعونوں اور قومِ عاد کا قصّہ سنتا ہے

ور نہ بنہد دیگراں از حالِ اُو[4] — عبرتے گیرند و از اضلالِ اُو
اور اگر (انسانیت عزیز کو) سر سے نہ نکالیگا تو دوسرے لوگ[4] — اُس کی گمراہی سے عبرت حاصل کریں گے

تہدید کردنِ نوح علیہ السلام مر قوم را کہ بامن میپیچید
حضرت نوحؑ کا قوم کو ڈرانا کہ مجھ سے نہ اُلجھو میں تو خدا

من روئے پوشم خدا را پس با خدا می پیچید نہ با من
کا نقاب ہوں، تو تم خدا سے اُلجھ رہے ہو نہ کہ مجھ سے

---

[1] عاقل آں باشد۔ اس قصّہ کا منشا یہ ہے کہ جو اپنے آپکو ذاتِ حق میں فنا کردیگا نجات پاجائیگا اور انسان کو چاہیئے کہ دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔ مُحترز۔ بچنے کی چیز۔ رُوبہ۔ لومڑی اس بات پر شکر گزار ہوئی کہ شیر نے اُسکو پہلے نہ طلب کیا تھا ورنہ وہ بھیڑئے کے انجام سے عبرت نہ حاصل کرسکتی۔ سپاس۔ شکر۔ پیشینیاں پہلے لوگ۔ پاس۔ سزا۔

[2] قرون۔ قرن کی جمع ہے، زمانہ کی صدی۔ سبق۔ درس یعنی قرآن کا درس۔ مرحومان۔ یعنی بھیڑ یا صفت انسان۔ امّتِ مرحومہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمّت کو اسی امّت قرار دیا ہے جس پر خدا کی رحمت ہے اور اُس نے ہمیں دوسری اُمّتوں کے بعد پیدا کیا ہے تاکہ عبرت حاصل کریں۔ استخواں۔ قرآن نے بار بار فرمایا ہے کہ پہلی قوموں کے منکرین سے عبرت حاصل کرو۔ مہاں۔ مہ کی جمع ہے، سردار۔

[3] فرعونان۔ شاہانِ مصر۔ عاد۔ مشہور قوم ہے جو اللہ کے عذاب سے ہلاک ہوئی۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ ان قوموں کے انجام سے سبق حاصل کرے۔ اضلال۔ بہکانا، گمراہ کرنا۔ تہدید کردن۔ اس قصّہ کا خلاصہ یہ ہے کہ فنا فی اللہ کے بعد ذاتِ احد کے ساتھ افعال میں اسقدر وحدت ہوجاتی ہے کہ انسانی فعل الٰہی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

گفت نوحؑ اندر نصیحت قوم را
(حضرت) نوحؑ نے نصیحت میں قوم سے کہا

در پذیرید از خدا آخر عطا
خدا کی عطا کو قبول کرلو

بنگرید اے سرکشاں من من نیم
اے سرکشو! غور کرو میں میں نہیں ہوں

من زجاں[1] مُردم بجاناں می زیم
میں (اپنی) جان (کے اعتبار) سے مُردہ ہوں محبوب کے ذریعہ زندہ ہوں

چوں زجاں مُردم بجاناں زندہ ام
جبکہ (اپنی) جان (کے اعتبار) سے مُردہ ہوں محبوب کے ذریعہ زندہ ہوں

نیست مرگم تا ابد پایندہ ام
میرے لئے موت نہیں ہے میں ابد تک زندہ ہوں

چوں بمُردم از حواساتِ بَشر
چونکہ میں بشری حواس (کے اعتبار) سے مُردہ ہوں

حق مرا شد سمع و ادراک و بصر
اللہ (تعالیٰ) میرا کان (و احساس اور بینائی) بنگیا ہے

چونکہ من من نیستم ایں دم زہوست[2]
چونکہ میں میں نہیں ہوں یہ کلام اُس کی جانب سے ہے

پیش ایں دم ہر کہ دم زد کافر اوست
اِس گفتگو کے مقابلہ میں جو بات کریگا وہ کافر ہے

ہست اندر نقشِ ایں رُوباہ شیر
لومڑی کی اِس صورت (نوح) میں شیر (ذات احد) ہے

سوئے ایں رُوبہ نشاید شد دلیر
اِس لومڑی (نوح) کے مقابلہ میں دلیر نہ ہونا چاہیئے

گر ز رُوئے صورتش می نگروی
اگر تو اُس کی صورت کے اعتبار گرویدہ نہیں ہوتا ہے

غُرّشِ شیراں ازو می نشنوی
تو کیا شیروں جیسی گرج بھی اُس میں نہیں سُن رہا ہے؟

گر نبودے نوحؑ را از حق یدے
اگر (حضرت) نوحؑ کی مدد اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے نہ ہوتی

پس جہانے را چناں برہم زدے
تو وہ (طوفان کے ذریعہ) دنیا کو کیسے درہم برہم کردیتے؟

صد ہزاراں شیر بُود اندر تنے
(حضرت نوحؑ کے) ایک جسم میں لاکھوں شیر تھے

ہر دو[3] عالم را ہمی دید ار یکے[4]
دونوں عالم کو وہ چینا کا ایک دانہ سمجھتے تھے

اُو بروں رفتہ بُد از ما و منے
وہ ما اور من سے کنارہ کش ہوگئے تھے

اُو چو آتش بود عالم خرمنے
وہ آگ کی طرح اور دنیا کھلیان کی طرح تھی

چونکہ خرمن پاسِ عُشر[5] اُو نداشت
چونکہ کھلیان نے اُنکے (سوالس کی رعایت نہ کی

اُو چناں شعلہ براں خرمن گماشت
انھوں نے اِس کھلیان پر آگ کا شعلہ مسلط کردیا

ہر کہ اُو در پیشِ ایں شیرِ نہاں
جو شخص اِس چھپے ہوئے شیر کے سامنے

بے ادب چوں گرگ بکشاید دہاں
بھیڑیئے کی طرح بے ادبی سے زبان کھولیگا

ہمچو گرگ آں شیر بر درّاندش
وہ شیر بھیڑیئے کی طرح اُس کو پھاڑ ڈالے گا

فانتقمنا منھم برخواندش
"ہم نے اُن سے بدلے لیا" اُس پر پڑھدیگا

---

[1] زجاں مُردم یعنی میں فنا ہوچکا ہوں اب میری بقا اللہ کے ذریعہ ہے۔ جاناں یعنی اللہ تعالیٰ۔ تا ابد۔ اب مجھے ابدی زندگی مل گئی ہے۔
حواسات۔ حواس کی جمع ہے۔
دم۔ یعنی کلام۔ دم زدن۔ اعتراض کرنا۔ سمع۔ قوتِ سماعت۔ ادراک۔ معلوم کرنا۔ بصر قوتِ بینائی۔

[2] ہو۔ اللہ کا اسم ذات ہے۔
غرّش۔ آواز کی گرج۔ ید۔ ہاتھ طاقت۔ برہم زدن۔ تہ و بالا کردینا

[3] ار کن۔ ایک اناج ہے جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے جس کو چینا کہتے ہیں۔
ما و من۔ یعنی غرور اور خودی۔
خرمن۔ غلہ کا کھلیان۔ پاس۔ لحاظ، رعایت۔ عُشر۔ دسواں حصہ، اناج کی پیداوار کا دسواں جو بطور زکوٰۃ ادا کیا جاتا ہے۔
دریدن و دراندن۔ پھاڑ ڈالنا۔ فانتقمنا منھم۔ قرآن پاک میں ایک معذب قوم کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ جب انھوں نے نافرمانی کی تو ہم نے اُن سے بدلے لیا۔

زخم یابد ہمچو گرگ از دستِ شیر
وہ بھیڑیئے کی طرح شیر کے ہاتھ سے زخم کھائے گا

پیشِ شیرِ ابلہ[1] بود کو شد دلیر
احمق ہے جو شیر کے سامنے دلیر بنے

کاشکے آں زخم بر جسم آمدے
کاش وہ زخم جسم پر لگتا

تا دل و ایماں سلامت ماندے
تاکہ دل اور ایمان سالم رہتے

قوتم بگسست چوں اینجا رسید
یہاں پہنچ کر میری طاقت نے جواب دیدا

چوں توانم کرد ایں سر را پدید
میں اس راز کو کس طرح ظاہر کردوں؟

لیک ہم رمزے بگویم با شما
لیکن تمہیں ایک اشارہ کرتا ہوں

بُو کہ دریابید و گردید آشنا
شاید تم سمجھ جاؤ اور واقف ہو جاؤ

ہمچو آں روباہ کم اشکم[2] کنید
اس لومڑی کی طرح کم کھاؤ

پیشِ او روباہ بازی کم کنید
اس کے سامنے حیلہ بازی نہ کرو

جملہ ما و من بہ پیشِ او نہید
ما و من کو تمام اس کے سامنے چھوڑ دو

مالک ملک اوست ملک او را دہید
ملک کا مالک وہ ہے، سلطنت اس کے سپرد کردو

چوں فقیر آئید اندر راہِ راست
سیدھے راستہ میں فقیر بن کر آجاؤ

شیر و صیدِ شیر خود آنِ شماست
شیر اور شیر کا شکار تمہارا مال ہے

زانکہ او پاک ست و بُجاں وصفِ اوست
اس لئے کہ وہ یکتا ہے اور پاک ہونا اسکی صفت ہے

بے نیاز ست و ز مغز نغز و پوست
وہ اچھے مغز اور چھلکے سے بے نیاز ہے

ہر شکار[3] و ہر کرامات کہ ہست
ہر شکار اور ہر نعمت جو بھی ہے

از برائے بندگانِ آں شہ ست
اس شاہ کے غلاموں کے لئے ہے

گفت اَلَیسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبدَہٗ
اسنے فرمایا ہے، کیا خدا اپنے بندہ کیلئے کافی نہیں ہے!

تا نہ گردد بندہ ہر سو حیلہ جُو
تاکہ بندہ ہر جانب بھٹکتا نہ پھرے

ہر کہ او بر حق توکل می کند
جو اللہ (تعالیٰ) پر بھروسہ کرتا ہے

او بجائے خود تفضل می کند
وہ خود اپنے ساتھ بھلائی کرتا ہے

نیست شہ را طمع بہرِ خلق ساخت
اللہ (تعالیٰ) کو کوئی لالچ نہیں ہے مخلوق کیلئے بنائی ہے

اینہہ دولت خُنک آں کو شناخت
یہ سب دولت خوش قسمت ہے وہ جو یہ سمجھا

آنکہ دولت آفرید و دُو سرا
جس نے دولت اور دونوں جہاں پیدا کئے ہیں

مُلک و دولتہا چہ کار آید وُرا
ملک اور دولتیں اس کے کس کام آئیں گی؟

[1] ابلہ بے وقوف۔ دلیر بہادر، گستاخ۔ قوتم یعنی ایک انسان کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہے اس کی وضاحت نازک مسئلہ ہے۔ رمزے۔ جبکہ ایک بندہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو وہ صفاتِ رب کا حامل بن جاتا ہے۔

[2] کم اشکم۔ قناعت حاصل کرنے کا طریقہ ریاضت اور مجاہدہ جس میں قلتِ خوراک بھی داخل ہے۔ روباہ بازی۔ چالاکی، حیلہ بازی۔ ما و من۔ یعنی خودی۔ چوں جب تم صفاتِ نفسانیہ سے پاک ہو جاؤ گے تو تمہیں معیت حاصل ہو جائے گی۔ بُجاں۔ بے عیب۔ مغز۔ گودا۔ پوست۔ چھلکا۔ نغز۔ اچھا۔

[3] شکار۔ یعنی ظاہری نعمت۔ کرامات۔ یعنی باطنی نعمت۔ می کند۔ چونکہ توکل کے ذریعہ نعمتوں کا مستحق بن جاتا ہے۔ شہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ ما فی الارض۔ قرآن پاک میں ہے۔ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا" اے انسانوں تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ سب کچھ جو زمین میں ہے۔ دوسرا۔ دونوں جہاں۔

پیشِ سُبحاں[1] پس نگہدارید دل — نا نگردید از گمانِ بد خجل
(اللہ) پاک ذات کے سامنے دل کی حفاظت رکھو — تاکہ بدگمانی کر کے شرمندہ نہ ہونا پڑے

کو بہ بیند سِرّ و فکر و مُجتہد — ہمچو اندر شیرِ خالص تارِ مُو
وہ راز اور فکر اور طلب کو اسطرح دیکھ لیتا ہے — جس طرح خالص دودھ میں بال

آنکہ اُو بے نقش و سادہ سینہ شُد — نقشہائے غیب را آئینہ شُد
جو شخص بے نقش اور صاف سینہ والا ہو جاتا ہے — وہ غیب کے نقوش کا آئینہ ہو جاتا ہے

سِرِّ ما را بیگماں مُوقن شود — زانکہ مُومن آئینۂ مُومن شود
بلاشبہ وہ ہمارے راز کا یقین کرنیوالا ہو جائے گا — اس لئے کہ مُومن، مُومن کا آئینہ بن جاتا ہے

مُومنے اُو مُومنی تو بیگماں — در میانِ ہر دو[2] فرقے بیکراں
بلاشبہ وہ بھی مُومن ہے تو بھی مُومن ہے — (لیکن) دونوں میں بے انتہا فرق ہے

چوں زند اُو نقدِ ما را بر محک[3] — پس یقیں را باز داند اُو ز شک
جب وہ ہمارے نقد کو کسوٹی پر رگڑتا ہے — تو وہ یقین کو شک سے جُدا کر لیتا ہے

چوں شود جانش محکِ نقدہا — پس بہ بیند نقد را و قلب را
جب اُس کی جان نقدوں کی کسوٹی بنجاتی ہے — تو کھرے اور کھوٹے کو سمجھ جاتا ہے

نشاندن پادشاہاں صوفیاں را پیشِ رُوئے خود تا چشم شاں روشن شود
بادشاہوں کا صوفیوں کو اپنے سامنے بٹھانا تاکہ اُن کی آنکھیں روشن ہو جائیں

پادشاہاں را چنیں عادت بُود — ایں شنیدہ باشی اریادت بُود
بادشاہوں کی یہ عادت ہوتی ہے — تو نے یہ سُنا ہوگا، اگر تجھے یاد ہو

دستِ چپ شاں پہلوانان ایستند — زانکہ دِل پہلوئے چپ باشد بہ بند
اُن کے بائیں ہاتھ پر پہلوان کھڑے ہوتے ہیں — کیونکہ دل بائیں جانب رکھا ہوتا ہے

مُشرِف و اہلِ قلم بر دستِ راست — زانکہ علمِ ثبت و خط آں دستِ راست
محاسب اور اہلِ قلم (دائیں ہاتھ پر ہوتے ہیں) — کیونکہ درج کرنے اور لکھنے کا علم دائیں ہاتھ کا ہے

صوفیاں را پیشِ رُو موضع دہند — کآئینہ جانند و زآئینہ[4] بہند
صوفیوں کو سامنے جگہ دیتے ہیں — کیونکہ وہ روح کا آئینہ ہیں اور ظاہری آئینے سے بہتر ہیں

حاجباں ایں صوفیانند اے پسر — سادہ و آزادہ و افگندہ سر
اے بیٹا! یہ صوفی دربان نہیں — سادہ ہیں، آزاد ہیں اور سر جھکائے ہوئے ہیں

[1] سُبحاں یعنی قبیح کامل۔ خجل شرمندہ۔ مُو۔ بال۔ آنکہ۔ جو شخص ماسوا اللہ اور وساوس کے نقش سے دل کو صاف کر لیتا ہے اُسکے دل پر اسرارِ غیبی کا نزول ہونے لگتا ہے لہٰذا وہ دوسرے کے دل کے وساوس کو جان لیتا ہے۔ زانکہ۔ حدیث شریف میں ہے اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ۔ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے۔ یعنی مومن کامل کے قلب پر دوسرے مومن کے وسوسوں کا عکس پڑتا ہے۔ نقد۔ چاندی، سونا یعنی دل کے وسوسے۔

[2] محک۔ کسوٹی پیس۔ وہ اچھے اور بُرے خیالات میں فرق کر لیتا ہے۔ قلب۔ کھوٹا۔ پہلواناں۔ یعنی فوجی افسر۔ دل۔ انسان کا دل سینہ میں بائیں جانب ہے۔ مُشرف۔ محاسب اعلیٰ۔ ثبت۔ درج کرنا، لکھنا۔

[3] وز آئینہ۔ یعنی صوفیا عام آئینوں سے بہت افضل ہیں آئینہ سامنے رکھا جاتا ہے اسلئے صوفیا کو سامنے بٹھایا جاتا ہے۔ حاجب۔ دربان یعنی صوفیاء اللہ کے دربار کے دربان ہیں۔ سادہ۔ یعنی اُنکے دل علائق دنیوی سے آزاد ہیں۔

سینہ[1] ہا صیقل زدہ از ذکر و فکر
(ان کے) سینے ذکر و فکر ..... سے منجھے ہوئے ہیں

تا پذیرد آئینہ دل نقشِ بکر
تاکہ دل کا آئینہ نئے نقش قبول کرے

ہر کہ اُو از اصلِ فطرت خوب زاد
جو شخص اصل پیدائش سے حسین پیدا ہوا ہے

آئینہ در پیشِ اُو باید نہاد
آئینہ اُس کے سامنے رکھنا چاہئے

عاشقِ آئینہ باشد رُوئے خوب
خوبصورت ہی آئینہ کا عاشق ہوتا ہے

صیقلِ جاں آمد از تقوی القلوب
روح کی صیقل دلوں کی تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے

ہر کہ دارد رُوئے خوب با نظام[2]
جو شخص خوبصورت اور موزوں چہرہ رکھتا ہے

طالبِ آئینہ باشد والسلام
وہ آئینہ کا طالب ہوتا ہے والسلام

بشنو اکنوں یک مثالِ معنوی
اب ایک بامعنی مثال سُن لے

تا تو دیگر قولِ صورت نشنوی
تاکہ تو پھر ظاہری بات نہ سُنے

آمدن آشنائے از سفر بدیدنِ حضرت یوسف علیہ السلام

ایک دوست کا حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کے لئے سفر سے آنا

آمد از آفاق یارے مہرباں
ایک مہربان دوست دور سے آیا

یوسفِ صدیق را شد میہماں
(حضرت) یوسف صدیق کا مہمان بنا

کاشنا بُودند وقتِ کودکی
کیونکہ بچپن سے آپس میں آشنا تھے

بر وسادہ آشنائی مُتکی
(اور) دوستی کے تکیہ پر تکیہ لگائے ہوئے تھے

یاد دادش جورِ اخوان وحسد
اُسنے (حضرت) یوسف کو بھائیوں کی ظلم اور حسد یاد دلایا

گفت آں زنجیر بود و ما اسد
فرمایا وہ زنجیر تھی اور ہم شیر ہیں

عار[3] نبُود شیر را از سلسلہ
شیر کو زنجیر سے کوئی عار نہیں ہوتی ہے

نیست مارا از قضائے حق گلہ
ہمیں اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کا کوئی گلہ نہیں ہے

شیر را بر گردن ار زنجیر بُود
اگرچہ شیر کی گردن میں زنجیر تھی

بر ہمہ زنجیر ساراں میر بُود
(لیکن) وہ تمام قیدیوں کا سردار تھا

گفت چوں بُودی تو در زندان وچاہ
اُسنے کہا قید خانہ اور کنوئیں میں آپ کا کیا حال تھا؟

گفت ہمچوں در مُحاق و کاست ماہ
انھوں نے کہا جیسا کہ چاند (کا حال) زوال اور گھٹاؤ میں

در مُحاق ار ماہِ نو گردد دوتا
اگرچہ نیا چاند (ہلال) گھٹاؤ میں دوہرا ہو جاتا ہے

نے در آخر بدر گردد بر سما
کیا آخر میں وہ آسمان پر بدر (کامل) نہیں ہو جاتا ہے؟

---

[1] سینہ ہا۔ ابتدا میں چیز کو بناتے ہیں پھر عمدہ نقش و نگار بنائے جاتے ہیں۔ حضرت نے دل کو بنا دیا ہے لہٰذا ان کے قلوب پر علوم الٰہی منکشف ہوتے ہیں۔ یکر۔ تازہ، غیر مستعمل۔ ہر کرا۔ یعنی اولیاء اللہ کی صحبت سے پاک فکر مستفید ہوتے ہیں۔ تقوی القلوب۔ جو دل سے متقی ہیں اُنکی روح کی صیقل ہو جاتی ہے۔

[2] با نظام۔ یعنی جسکے چہرے موزوں خدوخال کے ہیں۔ معنوی۔ حقیقی۔ قولِ صورت۔ وہ بات جو حقیقت پر مبنی نہ ہو۔ آمدن۔ پہلے یہ بتا چکے ہیں کہ اولیاء اللہ کی مثال آئینہ کی ہے اور آئینہ وہی پسند کرتا ہے جو خوبصورت ہو اور اپنے حسن کو سنوارنا چاہتا ہو۔ اسی بات کو واضح کرنے کیلئے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف چونکہ حسین و جمیل تھے اسلئے ان کے دوست نے انکو آئینہ پیش کیا۔ وسادہ۔ تکیہ۔ متکی۔ تکیہ لگانے والا۔ یاد داد۔ دش۔ حضرت یوسف کو اُنکے بھائیوں نے رشک و حسد کیوجہ سے کنویں میں گرا دیا تھا یہ بات اُسنے انکو یاد دلائی۔ اخوان۔ اخ کی جمع یعنی بھائی۔

[3] عار۔ ذلت۔ یعنی شیر بہر حال شیر رہتا ہے۔ زنجیر عار۔ زنجیر والا۔ میر۔ امیر، حاکم۔ مُحاق۔ چاند کے گھٹاؤ کا زمانہ۔ کاست۔ گھٹاؤ۔ دوتا۔ دوہرا۔ چاند شروع ماہ میں دوہرا ہوتا ہے۔

گرچہ دُرّ دانہ[1] بہاؤں کو فتند
موتی کو اگرچہ باؤن میں کوڑا

نورِ چشم و دل ازو افروختند
(لیکن) اُس سے آنکھوں اور دل کیلئے نور کا سامان کیا

گندمے را زیرِ خاک انداختند
گیہوں کو مٹی کے نیچے ڈالا

پس ز خاکش خوشہا بر ساختند
پھر اُس زمین سے گیہوں کے خوشے بنے

بارِ دیگر کوفتند شش ز آسیا
پھر اُس کو چکّی میں پیسا

قیمتش افزود و ناں شد جانفزا
تو اُس کی قیمت بڑھ گئی اور وہ جان کو بڑھانے والی روٹی بن گئی

بازناں را زیرِ دنداں کوفتند
پھر روٹی کو دانتوں میں دبایا

گشت عقل و فہم جانِ ہوشمند
تو وہ عقلمند کی عقل و فہم اور جان بن گئی

بازآں جاں چونکہ محوِ[2] عشق گشت
پھر وہ جان جب عشق میں فنا ہوئی

یُعجِبُ الزُّرّاعَ آمد بعدِ کشت
تو وہ کاشت کے بعد کسانوں کو حیرت میں ڈالنے والی بنی

بازآں جاں چوں بحق او محو شد
پھر وہ جان جب اللہ (تعالیٰ) میں فنا ہوئی

بازماند از سُکر و سُوئے صَحو شد
تو مستی سے ہٹ کر ہوش کی جانب آگئی

عالمے را زاں صَلاح[3] آمد ثمر
ایک عالم کو اُس سے نیکی کا پھل ملا

قومِ دیگر را فلاحِ منتظر
دوسری قوم کو متوقع فلاح حاصل ہوئی

ایں سخن پایاں نہ دارد باز گرد
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ

تا کہ با یوسفؑ چہ کرد آں نیک مرد
کہ اُس نیک انسان نے (حضرت) یوسف کے ساتھ کیا کیا

طلب کردنِ یوسف علیہ السلام ارمغان ازاں مرد بعد از مقالات

(حضرت) یوسف علیہ السلام کا اُس مرد سے گفتگو کے بعد سوغات طلب کرنا

بعد قصہ گفتنش گفت اے فلاں
اُسکو قصہ سنانے کے بعد (حضرت یوسفؑ نے) فرمایا اے فلاں!

ہیں چہ آوردی تو ما را ارمغاں
ہاں، تو ہمارے لئے کیا سوغات لایا ہے

دیدنِ یاراں تہیدست اے کیا
اے عقلمند! دوستوں کی زیارت خالی ہاتھ

ہست بے گندم شدن در آسیا
بغیر گیہوں کے آٹے کی چکّی پر جانا ہے

بر درِ یاراں تہیدست آمدن
دوستوں کے دروازے پر خالی ہاتھ آنا

ہست بے گندم سوئے طاحوں شدن
بغیر گیہوں کے چکّی کی طرف جانا ہے

حق تعالےٰ خلق را گوید بحشر
اللہ تعالےٰ حشر میں مخلوق سے فرمائے گا

ارمغاں کو از برائے روزِ نشر
نشر کے دن کے لئے تحفہ کہاں ہے؟

[1] دُرّ دانہ۔ موتی۔ باؤن۔ اوکھلی۔ گزند۔ نقصان۔ آسیا۔ چکّی۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا۔ ہوشمند۔ عقلمند۔

[2] محو۔ فنا۔ یُعجِبُ تعجب میں ڈالتی ہے۔ زُرّاع۔ زارع کی جمع ہے، کاشتکار۔ کشت۔ کھیتی۔ مُسکر۔ نشہ۔ بیہوشی۔ صَحو۔ ہوش میں آنا۔

[3] صَلاح۔ بہتری۔ ثمر۔ پھل۔ فلاح۔ نجات۔ بہبودی۔ منتظر۔ متوقع۔ ارمغان۔ تحفہ، سوغات۔ طاحون۔ چکّی۔ حشر نشر۔ قیامت۔

جِئْتُمُونَا وُفَرَادٰی[1] بے نوا
تم ہمارے پاس تنہا بے سازوسامان کے آئے

ہم بدانساں کہ خَلَقْنَاکُمْ کَذَا
ویسے ہی جیسے کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا

ہیں چہ آوَردید دستاویزرا
خبردار! کیا سند لائے ہو

اَرمُغانِ روزِ رُستاخیز را
قیامت کے دن کے لئے تحفہ

یا اُمیدِ بازگشتن تاں نبُود
یا تمہیں واپس لوٹنے کی اُمید نہ تھی

وعدۂ امروزتاں باطل نمُود
(اور) آج کا وعدہ تمہیں غلط نظر آیا تھا

وعدۂ مہمانیش رامُنکری
اُس کی مہمانی کے وعدہ کا تو مُنکر ہے

پس زمَطبخ خاک و خاکستر خوری
(اسلئے اُسکے) باورچیخانے سے تو خاک اور راکھ کھائیگا

ورنہ مُنکر چنیں دستِ تہی
اور اگر تو مُنکر نہیں ہے تو اس طرح خالی ہاتھ

بر درآں دوست چوں پامی نہی
اُس دوست کے دروازہ پر قدم کیوں رکھتا ہے؟

اندکے صَرفہ بکُن از خواب[2] و خور
سونے اور کھانے میں تھوڑی سی کمی کر

اَرمُغاں بہرِ مُلاقاتش ببَر
اُس کی ملاقات کے لئے سوغات لے جا

شو قلیلُ النَّومِ مِمَّا یَہجَعُون
سونے میں کم نیند والا بن جا

باش در اسحار از یَستَغفِرُون
صبح کے وقت توبہ کرنے والوں میں سے ہوجا

اندکے جُنبش بکُن ہمچو جنیں
ماں کے پیٹ کے بچہ کی طرح تھوڑی سی حرکت کر

تا بہ بخشندت حواسِ نور بیں
تاکہ تجھے نُور دیکھنے والے حواس عطا کردیں

چوں بیابی آں حواسِ دُور بیں
جب تو وہ دور دیکھنے والے حواس حاصل کرلے گا

پانہی بالائے چرخِ ہفتمیں
ساتویں آسمان پر قدم رکھے گا

وز جہاں[3] چوں رحم بیروں می رَوی
جب دنیا سے جو ماں کے رحم کیطرح ہے تو باہر جائیگا

از زمیں در عَرصۂ واسع شوی
(اور) زمین سے ایک وسیع میدان میں پہنچے گا

آنکہ اَرضُ اللہِ واسع گفتہ اند
وہ (میدان) جسکو اللہ کی وسیع زمین کہا گیا ہے

عَرصۂ داں کانبیا در رفتہ اند
وہ وہ میدان ہے جہاں انبیاء گئے ہیں

دل نگردد تنگ زاں عَرصہ فراخ
اُس وسیع میدان سے دل کبھی نہیں گھبراتا ہے

نخلِ تر آنجا نہ گردد خشک شاخ
تر کھجور وہاں کبھی خشک شاخ نہیں بنی ہے

حاملی تو مَر حواست را کُنوں
اَب کہ تو اپنے حواس کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہے

کُند و ماندہ می شوی و سَرنگوں
سُست اور تھکا ہوا اور اوندھا ہوجاتا ہے

---

[1] فُرادیٰ۔ فَرْدٌ کی جمع ہے، تنہا، اکیلا جانیوالا۔ دستاویز۔ سند۔ رُستاخیز۔ قیامت۔ وعدۂ امروز۔ یعنی قیامت۔ مُنکر۔ انکار کرنے والا۔ خالی۔ تہی۔ خالی۔ تہی دست۔ کفایت شعاری، کمی۔

[2] خواب و خور۔ سونا اور کھانا۔ ہُمْ یَہْجَعُوْن۔ قرآن پاک میں مومنین کی حالت بیان کی ہے وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے اور صبح کو استغفار کرتے ہیں۔ اندکے۔ اب اللہ کے دربار میں تحفہ لے جانے کی تدبیر بتاتے ہیں۔ جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ بچہ ماں کے پیٹ سے حرکت کی وجہ سے باہر آتا ہے تو اُس کو حواس عطا ہوتے ہیں۔ یوں۔ جب تو بھی ریاضت کرے گا تو تجھے باطنی حواس مل جائینگے۔

[3] وز جہاں۔ یہ دنیا ماں کے رحم کی طرح تنگ ہے اور عالم اَرواح وسیع تر ہے۔ عَرصہ۔ یعنی عالم ارواح یا عالم مثال۔ عالمِ بیداری میں انسان پر اُس کے حواس مسلط ہوتے ہیں اور انسان اُنکی سواری بنتا ہے، سواری تھکتی ہے سوار آرام سے رہتا ہے۔

چونکہ محمولی[1] نہ حاملِ وقتِ خواب
نیند کے وقت تو سوار ہوتا ہے نہ کہ سواری

ماندگی رفت و شدی بے پیچ و تاب
تھکن جاتی رہتی ہے اور تو آرام سے ہو جاتا ہے

چاشنے داں تو حالِ خواب را
نیند کی حالت کو تو ایک نمونہ سمجھ

پیشِ محمولیِ حالِ اولیاءؒ
اولیاء کے سوار ہونے کی حالت کا

اولیاءؒ[2] اصحابِ کہف اند اے عنود
اے سرکش! اولیاء اصحاب کہف ہیں

در قیام و در تقلب ہم رقود
جو قیام اور چلنے پھرنے کی حالت میں بھی سوئے ہوئے ہیں

می کشد شاں بے تکلف در فعال
انکو (اللہ تعالیٰ) افعال میں بلا تکلف کھینچتا ہے

بے خبر ذاتُ الیمیں ذاتُ الشمال
دائیں بائیں جانب جبکہ وہ بے خبر ہیں

چیست آں ذاتُ الیمین فعلِ حسن
ذات الیمین کیا ہے؟ اچھے کام

چیست آں ذاتُ الشمال اشغالِ تن
ذات الشمال کیا ہے؟ جسمانی مصروفیت

گر تو بینی شاں بدشواری در روں
اگر تو اُن کو کسی دشواری میں دیکھے

نیست شاں خوفے وَلَاهُمْ يَحْزَنُونَ
تو اُن کو کوئی خوف نہیں ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں

می رود ایں ہر دو از مردم پدید
یہ دونوں کام انسانوں سے ظاہر ہوتے ہیں

بے خبر زیں ہر دو ایشاں در مزید
جبکہ وہ اُن سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں

می رود ایں ہر دو کار از انبیاء
یہ دونوں کام (بیداری میں) انبیاءؑ سے ظاہر ہوتے ہیں

بے خبر زیں ہر دو ایشاں چوں صدا
وہ صداءِ بازگشت کیطرح دونوں سے بے خبر ہوتے ہیں

گر صدایت بشنوانند خیر و شر
اگر پہاڑ کی آوازِ بازگشت تجھے بُری بھلی آواز سنائے

ذاتِ کہ باشد زہر دو بے خبر
پہاڑ دونوں سے بے خبر ہے

گفتنِ مہمان یوسف علیہ السلام را کہ ارمغاں بہرِ تو آئینہ
مہمان کا یوسف علیہ السلام سے کہنا کہ تمہارے لئے سوغات میں آئینہ

آوردہ ام تا چوں در آں نگری مرا یاد آری
لایا ہوں تاکہ جب آپ اُس میں دیکھیں مجھے یاد کریں

گفت یوسفؑ ہیں بیاور ارمغاں
(حضرت) یوسفؑ نے فرمایا ہاں تحفہ لا

اُو ز شرم ایں تقاضا در فغاں
وہ اس تقاضہ کی شرم سے آہیں بھرنے لگا

گفت من چند ارمغاں جستم ترا
بولا میں نے آپ کے لئے چند تحفے ڈھونڈے

ارمغانے در نظر نامد مرا
کوئی تحفہ میری نگاہ میں نہ جچا

[1] محمولی جس وقت انسان سویا ہوا ہوتا ہے حواس پر سوار ہوتا ہے اور حواس اُسکو لئے پھرتے ہیں تو انسان کو تھکن نہیں ہوتی ہے۔ چاشنی نمونہ۔ اولیاء اللہ بھی حواس کے محمول ہوتے ہیں اختیار اور ارادہ کو ترک کر دیتے ہیں اور یہ حالت اُن کی مستقل ہوتی ہے۔

[2] اولیاء۔ اولیاء کی مثال بالکل اصحاب کہف کی سی ہے جو غار میں بے خود لیٹے تھے اور قدرت اُنکو کروٹیں دلاتی تھی۔ تی کشد۔ اصحاب کہف کے ارادے کے بغیر اللہ تعالیٰ اُن سے افعال صادر کراتا تھا۔ ذاتُ الیمین۔ قرآن پاک میں اصحاب کہف کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ "ہم اُن کو دائیں بائیں پلٹ رہے ہیں" اس آیت میں ذات الیمین سے روحانی مشغولیت اور ذات الشمال سے جسمانی مشغولیت مراد ہے۔

[3] گر تو بینی۔ اولیاء پر زکا بعض ظاہری ہوتی ہیں۔ نفس الامر میں اُن پر نہ خوف طاری ہوتا ہے نہ غم۔ می رود۔ اولیاء سے افعال کا صدور بغیر ارادہ ہونے لگتا ہے۔ ہر دو کار۔ یعنی روحانی اور جسمانی مشغولیت۔ گر صدایت۔ اُنکی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسا کہ صداءِ بازگشت پہاڑ سے صادر ہوتی ہے اور اُنمیں پہاڑ کے کسی ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔

حبّہ[1] را جانب کاں چوں بَرم
ایک حبّہ کو کان کی طرف کیسے لے جاؤں؟

قطرہ را سوئے عُمّاں چوں بَرم
ایک قطرہ کو عُمّان (دریا) کی طرف کیسے لے جاؤں؟

زیرہ را من سوئے کرماں آورم
اگر یا میں زیرے کو کرمان لے جاؤں

گر بہ پیشِ تو دل و جاں آورم
اگر آپ کے سامنے دل و جان (بھی) لا رکھ دوں

نیست تخمے کاندریں انبار[2] نیست
کوئی بیج نہیں ہے جو اس ذخیرہ میں نہ ہو

غیرِ حُسنِ تو کہ اُو را یار نیست
آپ کے حُسن کے سوا کہ اُس کا ثانی نہیں ہے

لائق آں دیدم کہ من آئینہ
میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ایک آئینہ

پیشِ تو آرم چو نورِ سینہ
آپ کو پیش کروں جو سینہ کے نور کی طرح ہو

تا بہ بینی رُوئے خوبِ خود دراں
تاکہ آپ اپنا حسین چہرہ اس میں دیکھیں

اے تو چوں خورشید و شمعِ آسماں
آپ کہ آسمان کے سورج اور شمع (چاند) کی طرح ہیں

آئینہ آوردمت اے روشنی
اے نور! میں آپ کے لئے آئینہ لایا ہوں

تا چو بینی رُوئے خود یادم کنی
تاکہ جب آپ اپنا چہرہ دیکھیں تو مجھے یاد کریا کریں

آئینہ بیروں کشید اُو از بغل
اُس نے بغل سے آئینہ نکالا

خوب را آئینہ باشد مُشتَغِل
خوبصورت کے لئے آئینہ ایک مشغلہ ہوتا ہے

آئینۂ ہستی چہ باشد نیستی
ہستی کا آئینہ کیا ہوتا ہے؟ فنا

نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی
فنا اختیار کر اگر تو بے وقوف نہیں ہے

ہستی اندر نیستی بتواں نمود
ہستی کو فنا میں دیکھا جا سکتا ہے

مالداراں بر فقیر آرند جود
مالدار، فقیر پر سخاوت کرتے ہیں

آئینۂ صافیِ ناں خود گرسنہ است
بھوکا خود روٹی کا صاف آئینہ ہے

سوختہ ہم آئینہ آتش زنہ است
سوختہ چقماق کا آئینہ ہے

آئینۂ[3] خوبیِ جملہ بیشہاست
آئینہ تمام خوبیوں کے حُسن کا مظہر ہے

نیستی و نقص ہر جائیکہ خاست
فنا اور نقص جس جگہ پیدا ہوا

وانچہ ایں ہستی ہمہ آلودگی ست
اور یہ ہستی جو کچھ ہے سراسر آلودگی ہے

بہر آنکہ نیستی پالودگی ست
اس لئے کہ فنا، صفائی ہے

مَظہرِ فرہنگِ درزی کے شود
وہ درزی کی عقلمندی کا مظہر کب بنے گا؟

چونکہ جامہ چُست دوزیدہ بود
جبکہ کپڑا (پہلے سے) سیا ہوا ہو

---

[1] حبّہ۔ ایک رائی کے برابر وزن۔ عُمّان۔ یمن میں سمندر کے کنارے ایک شہر کا نام ہے۔ اُس شہر کی نسبت سے اُس سمندر کو عُمّان کہدیا جاتا ہے۔ زیرہ۔ گرم مصالحوں میں جو زیرہ پڑتا ہے وہ کرمان کا مشہور ہے جو کہ فارس کا ایک شہر ہے اس کو زیرۂ کرمانی کہا جاتا ہے۔

[2] انبار۔ ذخیرہ۔ یار۔ دوست۔ مثال۔ اے تو جو حضرت یوسفؑ کا حُسن مشہور ہے اسی لئے اُن کو آسمان کی شمع اور سورج کہا ہے۔ خوب را۔ یعنی حسین چہرے والا آئینہ میں مشغول ہو جاتا ہے۔ آئینۂ ہستی یعنی فنا فی اللہ ہونے سے بقا باللہ حاصل ہوتا ہے۔ ہستی یعنی وجود، بقا باللہ۔ نیستی۔ فنا، یعنی ماسوا اللہ سے انقطاع۔ جود۔ سخاوت۔ یعنی غیر اللہ سے تہدست ہو جائے گے تو ملے گی۔

[3] آئینہ۔ یعنی مظہر۔ سوختہ۔ وہ چیز جس کو سُلگا کر انگاروں میں رکھتے ہیں تاکہ انگاروں آگ پکڑ لیں۔ گرسنہ۔ بھوکا۔ آتش زنہ۔ چقماق جسکو رگڑ کر آگ نکالی جاتی ہے۔ نیستی و نقص۔ یعنی غیر اللہ کے تعلقات کی فنا اور کمی۔ پالودگی۔ صفائی۔ آلودگی۔ آلائش۔ جامہ چُست۔ بدن کے مطابق کپڑا۔ فرہنگ۔ عقل، دانش۔ دوزیدہ۔ سیا ہوا۔

ناتراشیدہ ہمی باید جذوع[1]
درختوں کے تنے بغیر کٹے ہوئے ہونے چاہئیں

تا دَرُو گر اصل سازد یا فُروع
تاکہ بڑھئی چھوٹی بڑی چیزیں بنا سکے

خواجۂ اِشکستہ بند آنجا رود
ہڈی جوڑنے کا ماہر اُس جگہ جائے گا

کہ دَر آنجا پائے اِشکستہ بود
جس جگہ کوئی ٹوٹے ہوئے پیر والا ہوگا

کے شود چوں نیست رنجور و نزار
جب کوئی مریض اور بیمار نہ ہو تب ہو سکتا ہے

آں جمال و صنعتِ طب آشکار
طب کی کاریگری اور حُسن کا اظہار؟

خواریٔ و دونیِ مہ بر ملا
ماننے کی موت اور کم درجہ ہونا کھلا ہوا

گر نباشد کے نماید کیمیا
اگر نہ ہو تو کیمیا کیا دکھائے گی؟

نقصہا[2] آئینۂ وصفِ کمال
ہر قسم کا نقص، وصفِ کمال کا آئینہ ہے

واں حقارت آئینہ عزّ و جلال
اور ذلت، عزت اور جلال کا آئینہ ہے

زانکہ ضد را ضد کند پیدا یقیں
ضد، ضد کو خوب واضح کرتی ہے

زانکہ باسر کہ پدید ست انگبیں
سرکہ کے مقابلہ میں شہد بہت واضح ہو جاتا ہے

ہر کہ نقصِ خویش را دید و شناخت
جس نے اپنے نقص کو دیکھ لیا اور پہچان لیا

اندر اِستکمالِ خود دو اسپہ تاخت
وہ اپنی تکمیل میں تیز دوڑا ہے

زاں نمی پَرّد بسوئے ذوالجلال
ایسوجہ سے وہ شخص ذوالجلال کیطرف پرواز نہیں کرتا

کو گمانے می بَرد خود را کمال
جو اپنے کمال کا گمان رکھتا ہے

علّتے بدتر ز پندارِ[3] کمال
کمال کے گھمنڈ سے زیادہ بدتر بیماری

نیست اندر جانت اے مغرورِ ضال
تیری روح میں اور کوئی نہیں ہے اے گمراہ مغرور!

از دل و از دیدہ ات بس خوں رود
تیرے دل اور آنکھ سے بہت خون بہے

تا ز تو ایں معجبی بیروں رود
تاکہ یہ تکبر تجھ سے نکلے

علّتِ ابلیس انا خیر بدست
شیطان کی بیماری "میں بہتر ہوں" تھی

ویں مرض در نفسِ ہر مخلوق ہست
یہ مرض ہر مخلوق کے نفس میں موجود ہے

گرچہ خود را بس شکستہ بیند او
اگرچہ وہ اپنے آپ کو بہت متواضع خیال کرتا ہے

آب صافی داں و سرگیں زیرِ جو
صاف پانی سمجھ اور گوبر کی تہ نیچے ہے

چوں بشورانی ورا در امتحاں
جب تو اُس کو بطور امتحان ہلائے گا

آب سرگیں رنگ گردد در زماں
فوراً پانی گوبر کے رنگ کا ہو جائے گا

[1] جذوع۔ جذع کی جمع ہے، تنۂ درخت۔ دَرو گر۔ درودگر، بڑھئی۔ اصل۔ جڑ، بڑی چیز۔ فرع۔ شاخ، چھوٹی چیز۔ اِشکستہ بند۔ ٹوٹی ہڈی جوڑنے والا۔ رنجور۔ بیمار۔ نزار۔ لاغر، کمزور۔ خواری۔ ذلت، ناچیز ہونا۔ دونی۔ ادنیٰ درجہ کا ہونا۔

[2] نقصہائے۔ نقایص، کمال حاصل کرنے کا سبب بن جاتے ہیں یعنی ہستی اور فنا سے بقائے دوام حاصل ہو جاتا ہے۔ جند۔ مشہور مقولہ ہے اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ... بِاَضْدَادِھَا یعنی کسی چیز کی شناخت اُس کی ضد کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اِستکمال۔ پورا کرنا۔ وَلّا سپہ۔ بہت تیز۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ علت۔ بیماری۔

[3] پندار۔ غرور، گھمنڈ۔ ضال۔ گمراہ، بھٹکا ہوا۔ مغرور۔ تکبر، خود پسندی۔ انا خیر منہ میں بہتر ہوں، یہ دعویٰ شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلہ پر کیا تھا۔ شکستہ۔ متواضع، منکسر۔ گوبر۔ تجمہ۔ نہر۔ شورانیدن۔ ہلانا، حرکت دینا۔

در تگِ[1] جُو ہست سرگین اے فتیٰ
اے نوجوان! نہر کی تہ میں گوبر ہے

گرچہ جُو صافی نماید مُر ترا
اگرچہ تجھے نہر صاف نظر آرہی ہے

ہست پیرِ راہ دانِ پُر فطن
سمجھدار راہِ طریقت سے واقف پیر

باغہائے نفس و تن را جوئے کن
جسم اور نفس کے باغوں کی نہر کو صاف کرنے والا ہے

جوئے خود را کے تواند پاک کرد
نہر اپنے آپ کو خود کب پاک کر سکتی ہے؟

نافع از علمِ خدا شد علمِ مرد
پیر کا علم خداوندی علم کی وجہ سے مفید ہو گیا ہے

آب جُو سرگین نتاند[2] پاک کرد
نہر کا پانی گوبر کو صاف نہیں کر سکتا ہے

جہلِ نفسش را نرود بد علمِ مرد
انسان کا علم اسکے نفس کے جہل کو مٹا نہیں سکتا ہے

کے تراشد تیغ دستہ خویش را
تلوار اپنے دستہ کو کب تراش سکتی ہے؟

رو بجراحے بسپار ایں ریش را
جا، اس زخم کو جراح کے سپرد کر

بر سرِ ہر ریش جمع آمد مگس
ہر زخم پر مکھیاں جمع ہو گئی ہیں

تا نہ بیند قبحِ ریشِ خویش کس
تاکہ کوئی شخص اپنے زخم کی بدصورتی نہ دیکھ سکے

واں مگس اندیشہا و آمالِ تو
وہ مکھیاں تیرے خیالات اور امیدیں ہیں

ریشِ تو آں ظلمتِ احوالِ تو
تیرے احوال کی تاریکی تیرا زخم ہے

در نہد مرہم بر آں ریشِ تو پیر
اگر تیرے اس زخم پر پیر مرہم لگا دے

آں زماں ساکن شود درد و نفیر
اس وقت تیرے درد اور آہ کو سکون ہو جائے

تا نہ[3] پنداری کہ صحت یافت ست
ہرگز نہ سمجھ لینا کہ صحت حاصل ہو گئی ہے

پرتوِ مرہم در انجا تافت ست
(ابھی) مرہم کا سایہ اس پر پڑا ہے

ہیں زمرہم سر مکش اے پشت ریش
اے زخمی کروالے! خبردار مرہم سے منہ نہ موڑ

وا نہ پرتو داں مدار از اصلِ خویش
اس (آلام) کو (عارضی) اثر سمجھ اصل (صحت) نہ جان

ایں سخن پایاں ندارد اے جواں
اے جواں! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

بشنو اکنوں قصۂ در ضمنِ آں
اس کے ضمن میں ایک قصہ سن لے

مُرتد شدنِ کاتبِ وحی بسبب آنکہ پرتوِ وحی بروے زد

وحی کے کاتب کا مُرتد ہو جانا اس لئے کہ وحی کا پرتو اس پر پڑا

آں آیہ را پیش پیغمبر خواند و گفت من محلِ وحیم

اس نے آیت پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے پڑھی اور بولا مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے

[1] تگ۔ کنویں کی گہرائی۔ ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے معائب کا علاج خود نہیں کر سکتا ہے کسی شیخ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ فتیٰ۔ جوان۔ فطن۔ ذہین اور طار کا فتحہ، دانائی تجھے کہ کن نہر کھودنے والا۔

[2] نتاند۔ نتواند نرود۔ پاک نہیں کرتا، رفتن کا فعل مضارع منفی ہے۔ اندیشہائے۔ خیالات۔ آمال۔ آمل کی جمع، امید۔ در نہد۔ شیخ کامل کے معالجہ سے ہی مرض دور ہو سکے گا۔

[3] تا نہ پنداری۔ شیخ کی صحبت سے اگر کچھ سکون ملے تو اپنی صحت کی غلط فہمی کی بنا پر اس کی صحبت کو ترک نہ کرے۔ ہیں۔ عارضی سکون کو مرہم کا اثر سمجھو، زخم باقی ہے۔ کاتبِ وحی۔ یہ عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کا قصہ ہے۔ اس قصہ سے یہ سمجھایا ہے کہ بغیر کمال کمال کے دھوکے سے کیا نقصان ہوتا ہے۔

پیش از عثمانؓ یکے نَسّاخ[1] بود
حضرت عثمانؓ سے پہلے ایک کاتب وحی تھا

کُو بہ نسخ وحی جدے می نمود
جو وحی کے لکھنے میں سرگرم رہتا تھا

چوں نبی از وحی فرمودے سبق
جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کا سبق پڑھاتے

اُو ہماں را وا نوشتے در ورق
وہ اُس کو ورق پر لکھ لیتا

پر تو آں وحی بروے تافتے
وحی کا پرتو اُس پر پڑا

اُو درونِ خویش حکمت یافتے
(اور) اُس نے اپنے اندر دانائی محسوس کی

عینِ آں حکمت بفرمودے رسولؐ
بعینہٖ اُس دانائی کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (لکھنے کا) حکم دیا

زیں قدر گمراہ شد آں بوالفضول
(لیکن) وہ نالائق اِس کے باوجود گمراہ ہو گیا

کانچہ می گوید رسولِ مُستنیر[2]
کہ روشن ضمیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں

مُر مرا ہست آں حقیقت در ضمیر
وہ حقیقت تو میرے دل میں ہے

پر تو اندیشہ اش زد بر رسول
اُس کے خیال کا عکس رسول پر پڑا

قہرِ حق آورد بر جانش نزول
اللہ (تعالیٰ) کا قہر اُس کی جان پر نازل ہوا

پر تو اُو ناگہش در دل بتافت
اُس کا عکس اُس کے دل پر نمودار ہوا

در درونِ خویشتن حرفے نیافت
اُس نے اپنے دل میں (لکھنے کا) ایک حرف بھی نہ پایا

ہم زنَسّاخی برآمد ہم زدیں
کتابت سے بھی برطرف ہوا اور دین سے بھی

شد عدوئے مصطفیٰؐ و دیں بکیں[3]
کینہ وری سے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دین کا دشمن بنا

مصطفیٰؐ فرمود کاے گبر عنود[4]
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے سرکش گمراہ!

چوں سیہ گشتی اگر نورِ او تو بود
تو کیسے سیاہ (دل) ہو گیا اگر نور تیرے (دل کا) تھا

گر تو یَنبُوعِ الٰہی بودۂ
اگر تو اللہ (کے نور) کا چشمہ ہوتا

ایں چنیں آبِ سیہ نکشودۂ
تو ایسا سیاہ پانی تجھ سے نہ بہتا

اندروں می سوختش ہم زیں سبب
اِس وجہ سے اُس کا دل جلتا تھا

او نیارد توبہ کردن اے عجب
(لیکن) تعجب ہے وہ توبہ نہ کر سکتا تھا

تا کہ ناموش بہ پیشِ ایں و آں
تاکہ اِسکے اور اُسکے سامنے اُس کی آبرو

نشکند بر بست ایں اُو را دہاں
خراب نہ ہو اُس نے اِس کا منہ بند کر دیا

آہ می کرد و نبودش آہ سُود
آہ کرتا تھا اور آہ کرنا اس کو مفید نہ تھا

چوں در آمد تیغ سَر را در ربود
جب (قضا کی) تلوار آئی اُس نے سر قلم کر دیا

---

[1] نَسّاخ۔ لکھنے والا۔ جمع کوشش۔ گزرا ہے سورۂ مومنون کی آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ الخ کا نزول ہوا اِس کے آخر میں فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس آیت کو لکھوا رہے تھے تو اُس کی زبان پر آنحضورؐ کے بولنے سے پہلے ہی فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ جاری ہو گیا۔ آنحضورؐ نے فرمایا ٹھیک ہے یہ لکھ لو اِس سے اُس کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے حالانکہ یہ حضورؐ کے پرتو کا اثر تھا۔

[2] مُستنیر۔ روشن ضمیر دل۔ بُوالفضول۔ بیکار اور لغو انسان۔ پرتو۔ آنحضورؐ کو جب اصل حالت منکشف ہو گئی تو خدا کا قہر اُس پر نازل ہو گیا۔ پرتو آں۔ یعنی قہرِ الٰہی کا عکس۔ تیغ۔ یعنی وحی کے آثار اُسکے دل سے فنا ہو گئے۔ نساخی۔ کتابت۔ کیں۔ کینہ۔

[3] عنود۔ جھگڑالو۔ ینبوع۔ چشمہ۔ نیارست۔ نتوانست۔ ناموش بر بستن۔ خاموش ہو جانا۔ اِس شعر کی وجہ سے بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ کاتبِ وحی جو مرتد ہو گیا تھا وہ مسیلمہ کذاب ہے اِسلئے کہ عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح نے مکہ میں مسلمان ہو کر پھر اور مسیلمہ حالتِ کفر میں حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مارا گیا ہو لیکن اِسکا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ مسیلمہ کسی زمانہ میں کاتبِ وحی رہا ہو۔

کردہ[1] حق ناموس را صد من حدید
اللہ (تعالیٰ) نے آبرو (کے خیال) کو سو من کا لوہا بنایا ہے

اے بسا بستہ بہ بندِ ناپدید
اے (مخاطب) بہت سے انسان اس چھپی ہوئی بیڑی میں

کبر و کفر آنساں بہ بست آں راہ را
اس طرح تکبر اور کفر نے اس راستہ کو بند کر دیا ہے

کو نیارد کرد ظاہر آہ را
کہ وہ افسوس (بھی) ظاہر نہیں کر سکتا ہے

گفت اَغْلٰلاً فَهُمْ يُوزَعُونَ
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا طوق ہیں پس وہ آگے نہ بڑھ سکیں گے

نیست آں اَغلال مارا از بروں
ہمارے وہ طوق بیرونی نہیں ہیں

خَلْفَهُمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُمْ
اُنکے پیچھے ایک دیوار ہے پھر ہم نے انکو ڈھانپ دیا ہے

می نہ بینند بند را پیش و پس اُو
وہ اس دیوار کو نہیں دیکھتا ہے جو اسکے آگے اور پیچھے ہے

رنگ[2] صحرا دارد آں سدِ یکہ خاست
وہ دیوار جو پیدا ہوئی ہے صحرا جیسی ہے

اُو نمیداند کہ آں سدِ قضاست
وہ نہیں جانتا کہ وہ قضاء (الٰہی) کی دیوار ہے

شاہدِ تو سدِ روئے شاہدست
تیرا معشوق، معشوق کے چہرے کی دیوار ہے

مُرشدِ تو سدِ گفتِ مُرشدست
تیرا مرشد، مرشد کی گفتگو کے لئے دیوار ہے

اے بسا کُفّار را سودائے دیں
اے (مخاطب) بہت سے کافر ہیں جن کو دین کی تلاش ہے

بندِ شاں ناموس و کبر و آن و ایں
اُن کی بیڑی شرم اور تکبر اور یہ اور وہ ہے

بندِ پنہاں لیک از آہن بتر
(یہ) بند پوشیدہ ہے لیکن لوہے سے بھی بدتر ہے

بندِ آہن را تواں کردن جُدا
لوہے کے بند کو جدا کیا جا سکتا ہے

بندِ آہن را کُند پارہ تبر
لوہے کے بند کو کلہاڑی توڑ دیتی ہے

بندِ غیبی را نداند کس دوا
غیبی بند کی کوئی دوا نہیں جانتا ہے

مَرد را زنبور گر نیشے زند
اگر ایک زنبور کسی مرد کو ڈنک مارتی ہے

طبعِ اُو آں لحظہ بر دفعے تند
اُس کی طبیعت اُسی وقت اُسکو دفع کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے

زخم[3] نیشِ اَمّا جوازِ ہستی تست
لیکن اگر تیرے تکبر کے ڈنک کا زخم ہے

غم قوی باشد نگردد درد کم
(تو) غم زیادہ ہوگا، درد کم نہ ہوگا

شرح ایں از سینہ بیروں می جہد
اس کی تفصیل سینہ سے باہر آ رہی ہے

لیک می ترسم کہ نومیدی دہد
لیکن میں ڈرتا ہوں کہ مایوسی پیدا نہ کر دے

نے مشو نومید خود را شاد کُن
نہیں نا اُمید نہ ہو اپنے آپ کو خوش رکھ

پیشِ آں فریادرس فریاد کُن
اُس فریاد سننے والے کے سامنے فریاد کر

---

[1] کردہ حق۔ انسان بسا اوقات اپنے گناہ کے اعتراف اور توبہ سے اسلئے رُکتا ہے کہ وہ اسکی بے آبروئی کا سبب بنتی ہے۔ اور یہ ایک ایسی بیڑی اور بند ہے جو اس کو نظر بھی نہیں آتا ہے

آں راہ یعنی توبہ کا راستہ۔ اَغْلٰلاً۔ سورۂ یٰسین میں ہے اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ "بیشک ہم نے کر دیئے ہیں اُنکی گردنوں میں طوق تو وہ اٹھائے ہوئے ہیں اور کر دی ہے ہم نے اُنکے سامنے دیوار اور اُنکے پیچھے دیوار پھر ہم نے اُنکو اوپر سے ڈھانپ دیا ہے پس وہ نہیں دیکھتے ہیں"۔

[2] رنگ۔ یعنی جس طرح صحرا میں کوئی اُبھار نہیں ہوتا اور نہ وہاں کوئی آڑ ہوتی ہے وہ دیوار بھی ایسی ہی ہے۔ شاہد تو۔ دنیا کی محبوب چیزیں انسان کو محبوب حقیقی کے دیدار سے مانع آتی ہیں۔ مُرشد تو۔ یعنی تو نے جس باطل چیز کو رہنما سمجھ لیا ہے۔ بندِ پنہاں۔ یعنی دیوار سے مخفی دیوار مراد ہے جو لوہے کی دیوار سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مرد را یعنی نظر آنیوالی معمولی چیز کی فوراً طبیعت مدافعت کرتی ہے

[3] زخم۔ بیرونی دشمن کا مقابلہ آسان ہوتا ہے۔ اندرونی دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ شرح ایں۔ یعنی اس کی تفصیل سینہ سے باہر آ رہی ہے

کائے مُحِبّ[1] عفو از ما عفو کُن
اے معافی کو پسند کرنیوالے! ہمیں معاف فرما دے

اے طبیبِ رنجِ ناسورِ کہُن
اے پرانے ناسور کی تکلیف کے طبیب

عکسِ حکمت آں شقی را یاوہ کرد
حکمت کے عکس نے اس بدبخت کو گمراہ کر دیا

خود مبیں تا بر نیارد از تو گرد
خود پسند نہ بن تاکہ تو برباد نہ ہو

اے برادر بر تو حکمت جاریہ[2] ست
اے بھائی! تیرے (دل) پر جو حکمت جاری ہے

آں ز اَبدال ست و بر تو عاریہ ست
وہ ابدال کی ہے اور تیرے پاس عارضی ہے

گرچہ در خود خانہ نورے یافت ست
گھر اپنے اندر اگرچہ روشنی محسوس کر رہا ہے

آں ز ہمسایہ منوّر تافت ست
(لیکن) وہ روشن پڑوسی کی وجہ سے چمک رہا ہے

شکر کُن غرّہ مشو بینی مکُن
شکر کر، گھمنڈ نہ کر، انکار نہ کر

گوش دار و ہیچ خود بینی مکُن
سُن، اور کبھی تکبر نہ کر

صد دریغ و درد کایں عاریتے[3]
افسوس، صد افسوس کہ اس عارضی چیز نے

مُعجباں را دور کرد از اُمّتے
متکبروں کو اُمت سے دُور کر دیا

من غلامِ آنکہ اُو در ہر رباط
میں اُس شخص کا غلام ہوں جو ہر منزل میں

خویش را واصل نداند بر بساط
اپنے آپ کو دسترخوان پر پہنچا جانیوالا نہ سمجھے

بس رباطے کہ بباید تُرک کرد
بہت سی منزلوں سے گزرنا ہوگا

تا بمسکن در رسد یک روز مرد
پھر کسی دن انسان مسکن تک پہنچے گا

گرچہ آہن سُرخ شد اُو سُرخ نیست
اگرچہ لوہا سُرخ ہو گیا (لیکن) وہ سُرخ نہیں ہے

پرتوِ عاریتِ آتش زنے ست
(وہ) آتش زن کا مانگا ہوا عکس ہے

گر شود[3] پُر نُور روزن یا سَرا
اگر روشن دان یا گھر نور سے بھر جائے

تو مداں روشن مگر خورشید را
تو صرف سورج کو روشن سمجھ

ور در و دیوار گوید روشنم
اگر در و دیوار کہے کہ میں روشن ہوں

پرتوِ غیرے ندارم ایں منم
مجھ پر غیر کا کوئی عکس نہیں ہے میں خود روشن ہوں

پس بگوید آفتاب اے نارشید
تو سورج کہے گا کہ اے گمراہ!

چونکہ من غائب شوم آید پدید
جب میں غائب ہو جاؤں گا تو پتہ چلے گا

سبزہا گویند ما سبز از خودیم
(اگر) سبزے کہیں ہم خود بخود سبز ہیں

شاد و خندانیم و بس زیبا خدیم
شاد اور خنداں ہیں اور بہت خوبصورت ہیں

---

[1] محبّ۔ دوست۔ ترجمہ۔ مرض۔ عکسِ حکمت یعنی مرشد کے کمالات کا پرتو جو مرید پر پڑے شقی۔ کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے۔ جاریہ۔ رواں۔ ابدال۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت ہے۔ غرّہ۔ مغرور۔ بینی کُن۔ انکار کرنا۔ گوش دار۔ توجہ سے سننا۔

[2] عاریۃ۔ عارضی علم و کمال۔ مُعجبان۔ مُعجب کی جمع ہے، متکبر۔ اُمّت۔ یعنی اُمّتِ محمدیہ میں میں اُس شخص کا مقتدر ہوں جو کسی مقام کو بھی مقامِ کمال نہ سمجھے۔ رباط۔ سرائے، منزل۔ بساط۔ دسترخوان۔ بس۔ سالک بہت سی منزلیں طے کر کے مقامِ قرب تک پہنچتا ہے۔ گرچہ۔ مقصد یہ ہے کہ بہت سی چیزوں کے اوصاف اپنے نہیں ہوتے ہیں بلکہ دوسرے کے عکس اور پرتو ہوتے ہیں، اُسکی ایک مثال گرچہ در خانہ نور سے دی تھی دوسری مثال یہ ہے کہ لوہے کی سُرخی اپنی نہیں ہے بلکہ آگ کا پرتو ہے۔

[3] گر شود۔ یہ تیسری مثال ہے کہ گھر میں نور اپنا نہیں ہوتا ہے بلکہ سورج کا پرتو ہوتا ہے۔ سبزہا۔ یہ چوتھی مثال ہے کہ سبزہ کی تری و تازگی اپنی نہیں ہے بلکہ موسم بہار کی عطا کردہ ہے

فصلِ تا بستاں بگوید کاُمم
(تب موسم بہار کہے گا اے مخلوق!

خویش را بینید چوں من بگذرم
اپنے آپ کو اس وقت دیکھنا جب میں گذر جاؤں

تن[1] ہمی نازد بخوبی و جمال
حسن اور جمال پر جسم ناز کرتا ہے

روح پنہاں کردہ فرّ و پر و بال
روح نے اپنی شان و شوکت اور بال و پر چھپا رکھے ہیں

گوید ش کاے مزبلہ تو کیستی
وہ (روح) اس (بدن) کو کہتی ہے اے کوڑی تو کیا ہے؟

یک دو روز از پرِ تو من زیستی
کچھ دن تو میرے نمک سے جی لیا ہے

غُنج و نازت می نگنجد در جہاں
عالم میں تیرا کرشمہ اور ناز نہیں سماتا ہے

باش تا کہ من شوم از تو جہاں
ٹھہر جا یہاں تک کہ میں تجھ سے رخصت ہو جاؤں

گرم دارانت ترا گورے کنند[2]
تیرے دوست تیرے لئے قبر کھود دیں گے

کش کشانت در تگِ گورا فگنند
کشاں کشاں تجھے قبر کے گڑھے میں پھینکیں گے

تا کہ چوں در گور یارانت کنند
جب تیرے دوست تجھے قبر میں دفن کر دینگے

طُعمۂ مُوران و مارانت کنند
تجھے چیونٹیوں اور سانپوں کی خوراک بنا دینگے

بینی از گندِ تو گیرد آں کسے
تیری بدبو سے (وہ بھی) ناک بند کرے گا

کہ بہ بیشِ تو ہمی مُردے بسے
جو اکثر تجھ پر جان قربان کرتا تھا

پرتوِ روح ست نطق و چشم و گوش
گویائی اور آنکھ، کان، روح کا اثر ہے

پرتوِ آتش بُود در آب جوش
پانی میں جوش آنا آگ کا اثر ہوتا ہے

آں چنانکہ پرتوِ جاں بر تن ست
جس طرح روح کا پرتو جسم پر ہے

پرتوِ ابدال بر جانِ من ست
ابدال کا پرتو میری روح پر ہے

جانِ جاں چوں گشت[3] بارا ز جاں
جانِ جاں جب جان سے اپنا قدم پیچھے ہٹالے

جاں چناں گردد کہ بیجاں تن بداں
تو سمجھ لے کہ جان بے جان جسم کی طرح ہو جائیگی

سَر ازاں رُو می نہم من بر زمیں
میں اسی وجہ سے زمین پر چہرہ رکھتا ہوں

تا گواہِ من بُود در یومِ دیں
تاکہ وہ قیامت کے دن میری گواہ ہو

یومِ دیں کہ زُلزِلَت زِلزَالَہا
قیامت کے دن جبکہ زمین کو زلزلہ آجائیگا

ایں زماں باشد گواہِ حالہا
اس وقت وہ حالتوں کی گواہ ہوگی

کُو تُحَدِّثُ جہرتًا اَخبَارَہَا
کیونکہ وہ علی الاعلان اپنی خبریں سنائے گی

در سخن آید زمین و خارہا
زمین اور اس کا خار و خس بولنے لگے گا

[1] تن۔ یہ پانچویں مثال ہے بدن کی تمام خوبیاں روح کی وجہ سے ہیں۔ زیبا۔ خوبصورت۔ قد۔ خوارو فرّ۔ شان و شوکت۔ پر و بال۔ ساز و سامان۔ مزبلہ۔ کوڑی۔ غُنج۔ ناز و ادا۔ جہاں۔ عالم۔ جہاں۔ کودنے والا۔ جستن سے اسم فاعل ہے۔ گرم داراں۔ محبت کی گرم جوشی دکھانے والے۔ ترا۔ برائے تو۔

[2] کنند۔ کھودینگے۔ کندن کا اصل مضارع۔ کش کشاں۔ کھینچے کھینچتے۔ تگ۔ تہ، گہرائی۔ طعمہ۔ خوراک۔ کموراں۔ مُور کی جمع ہے، چیونٹی۔ مار۔ مار کی جمع ہے سانپ۔ بینی گرفتن۔ ناک بند کرنا۔ گند۔ بدبو۔ بر کسے مُردن۔ کسی پر قربان ہونا۔ جانِ جاں۔ یعنی مُرشدِ کامل۔

[3] پاکشیدن بیچے ——— ہشنا۔ بداں۔ تو جان۔ دانستن سے امر کا صیغہ ہے۔ یومِ دیں۔ یومِ قیامت۔ زُلزِلَت صورۃ الزلزال میں کہا گیا ہے جب زمین بڑے زور سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنے خزانے نکال کر پھینک دے گی اور انسان کہے گا کہ اُسے کیا ہو گیا ہے اُس دن تمام خبریں بتادے گی۔

فلسفی[1] گوید ز معقولاتِ دُوں
فلسفی بستر درجہ کی معقولات کی باتیں کرتا ہے

عقل از دہلیز می ماند برُوں
(اُس کی) عقل پرکھٹ سے باہر رہتی ہے

فلسفی مُنکر شود در فکر و ظن
فکر اور ظن میں (رہ کر) فلسفی مُنکر ہوتا ہے

گو برو سر را بداں دیوار زن
کہدے کہ جا اس دیوار سے سر پھوڑ

نُطقِ آب و نُطقِ خاک و نُطقِ گِل
پانی کا بولنا اور مٹی کا بولنا اور گارے کا بولنا

ہست محسوسِ حواسِ اہلِ دل
اہلِ دل کے حواس کا محسوس ہے

فلسفی کو مُنکرِ حنّانہ است
فلسفی جو (اسطوانۂ) حنانہ (کے رونے) کا منکر ہے

از حواسِ انبیاء بیگانہ است
وہ نبیوں کے حواس سے بے خبر ہے

گوید[2] اُو کہ پرتوِ سودائے خلق
وہ (فلسفی) کہتا ہے کہ انسانوں کی سوداویت کا اثر

بس خیالات آورد در رائے خلق
لوگوں کی رائے میں بہت سے خیالات (فاسد) پیدا کر دیتا ہے

بلکہ عکسِ آں فساد و کفرِ اُو
یہ اُس کے فساد اور کفر کا پرتو ہے

آں خیالِ مُنکرے را زد برُو
جس نے یہ بُرا خیال اُس پر مسلط کر دیا ہے

فلسفی مُر دیو را مُنکر شود
فلسفی، شیطان کا مُنکر بنتا ہے

در ہُماندم سخرۂ دیوے بُود
(اور) اُسی وقت شیطان کا محکوم ہو جاتا ہے

گر ندیدی دیو را خود را ببیں
اگر تو نے شیطان کو نہیں دیکھا ہے اپنے آپکو دیکھ لے

بے جنوں نبوَد کبودی بر جبیں
جنون کے بغیر پیشانی پر نیلاہٹ نہیں ہوتی ہے

ہر کرا[3] در دل شک و پیچانی ست
جس کے دل میں شک اور کجی ہے

در جہاں اُو فلسفی پنہانی ست
وہ دنیا میں چھپا فلسفی ہے

مینماید اعتقاد اُو گاہ گاہ
وہ کبھی کبھی اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے

آں رگِ فلسف کُند درویش تباہ
فلسف کی وہ رگ اُس کا رویہ خراب کرتی ہے

اَلحذر[4] اے مُومناں کُو در شماست
دوڑو! اے مومنو! کہ وہ تمہارے اندر ہے

در شما بس عالمِ بے منتہاست
تم میں (فاسد خیالات کا) بے انتہا جہان ہے

جملہ ہفتاد و دو[5] ملت در نُوست
سب بہتر فرقے تجھ میں ہیں

وہ کہ آں روزے برآرد از تو دست
افسوس! کہ کسی دن وہ ہاتھ پیر نکالیں

ہر کرا اُو را برگِ ایں ایماں بُوَد
جس شخص کے پاس اس ایمان کا ساز و سامان ہوگا

ہمچو برگ از بیم اُو لرزاں بُوَد
وہ پتے کی طرح اُس کے ڈر سے لرزاں ہوگا

---

[1] فلسفی۔ فلاسفہ جمادات کے کلام کے منکر ہیں لہٰذا مولانا ان کی تردید کر رہے ہیں۔ نطق جمادات اور نباتات کا کلام اہلِ دل سنتے ہیں۔ حنانہ اُس دالا، وہ ستون کہلاتا ہے جس کے سہارے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر بننے سے پہلے خطبہ دیا کرتے تھے، منبر بنجانے پر جب آپ نے اُس کا سہارا لینا چھوڑا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ بیگانہ: آشنا۔

[2] گوید۔ فلسفی جمادات اور نباتات کے کلام کے اعتقاد کو مجنونانہ خیال سے تعبیر کرتا ہے۔ دیوِ را۔ فلسفی شیطان کا انکار کرتا ہے حالانکہ اسی شیطان کی اطاعت میں خلق کا انکار کرتا ہے۔ گر ندیدی۔ فلسفی نے اگر شیطان کو نہیں دیکھا ہے تو خود اپنے آپ کو دیکھ لے اُس میں شیطان کے اثرات موجود ہیں۔ جنوں کو بھی اُس کے اثرات سے بچایا جاتا ہے۔

[3] ہر کرا۔ فلسفی کسی گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر کج فہم فلسفی ہی ہوتا ہے۔

[4] اے مومنو۔ ایک شخص جو مومنین کے زمرے میں داخل ہے وہ بھی فلسفی ہو سکتا ہے۔ ایک مومن کے دل میں فاسد خیالات آسکتے ہیں لہٰذا بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ جملہ بہتر گمراہ فرقوں کے اعتقادات انسان کے دل میں چھپے ہوئے ہیں، مومن کا کام یہ ہے کہ انکا قلع قمع کرے۔

[5] بہتر فرقے۔ ملاحظہ ہو ص ۲۶ حاشیہ ۱۰

بر بلیس[1] و دیو زاں خندیدۂ — کہ تو خود را نیک مردم دیدۂ
ابلیس اور شیطان پر تو اُس لئے ہنستا ہے — کہ تو نے اپنے آپ کو نیک انسان سمجھا ہے

چوں کُند جاں باز گونہ پوستیں — چند واویلا برآید زاہلِ دیں
جب پھیے ہوئے اَحوال ظاہر ہوں گے — دیندار لوگ کس قدر واویلا کریں گے

بر دُکاں ہر زَرنما خنداں شدست — زانکہ سنگ امتحاں پنہاں شدست
دُکان پر ہر سونا دکھانے والا ہنس رہا ہے — اس لئے کہ کسوٹی غائب ہو گئی ہے

پردہ[2] اے ستّار از ما بر مگیر — باش اندر امتحاں مارا مجیر
اے پردہ پوش! ہمارا پردہ نہ اُٹھا — امتحان میں ہمیں پناہ دینے والا بن جا

قلب پہلو می زند باز زَر بشب — انتظارِ روز می دارد ذہب
رات میں کھوٹا سونا (کھرے) سونے کی برابری کرتا ہے — (کھرا) سونا دن کا انتظار کرتا ہے

باز بانِ حال زَر گوید کہ باش — اے مزوّر تا برآید روزِ فاش
زبانِ حال سے (کھرا) سونا کہتا ہے، ٹھہر — اے دھوکہ باز! جب تک کہ دن چڑھے

صد ہزاراں سال ابلیسِ لعیں — بود زابدال و امیر المومنیں
ابلیسِ لعین لاکھوں سال — ابدال میں سے، اور مومنین (فرشتوں) کا سردار رہا

پنجہ زد با آدم از نازیکہ داشت — گشت رُسوا ہمچوں سرگین و قت چاشت
تکبّر کی وجہ سے حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں آگیا — اس طرح رُسوا ہوا جیسے دن چڑھے گوبر

پنجہ با مرداں مزن اے بُوالہوس — بر تر از سُلطاں چہ می رانی فرس
اے بُوالہوس! مردانِ خدا کا مقابلہ نہ کر — بادشاہ سے آگے گھوڑا کیوں دوڑاتا ہے؟

دعا کردن بلعم[3] باعور کہ موسیٰ علیہ السلام را و قومش را

بلعم باعور کا دعا کرنا — کہ موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کو اِس شہر

ازیں شہر کہ حصار دادہ اند بے مُراد باز گرداں و مُستجاب

سے جس کا انھوں نے محاصرہ کر رکھا ہے ناکام واپس کر دے — اور اُس کی

شدن دُعایش

دُعا کا مقبول ہونا

بلعمِ باعور را خلقِ جہاں — سُغبہ شد مانندِ عیسیٰ زناں
بلعم باعور پر دنیا کی مخلوق — فریفتہ ہو گئی جس طرح عیسیٰ (علیہ السلام) پر اُن کے زمانہ میں

[1] ابلیس شیطان کا مذاق وہ اُڑاتا ہے جو اپنے آپ کو بڑا پارسا سمجھتا ہے۔ چوں کند لیکن انسان کے جب مخفی اَحوال کھلتے ہیں تو اُنکے معتقد واویلا کرنے لگتے ہیں۔ یہ دستین بازگونہ کردن۔ پوستین کو اُلٹ دینا یعنی مخفی اَحوال کا ظاہر ہو جانا اور ظاہری حالت کا مخفی ہو جانا۔ بر دُکاں جب تک کسوٹی پر نہیں کسا جاتا کھرا کھوٹا کیسا معلوم ہوتا ہے۔

[2] پردہ۔ جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ ہر انسان میں مخفی عیوب ہیں تو لب ہو لا ناد عا کرتے ہیں۔ باکسے پہلو زدن۔ مقابلہ کرنا۔

صد ہزاراں شیطان ہر روز ہونے سے قبل بڑا ولی اللہ اور درشیش کا سردار تھا۔ نتیجہ تمرد۔ مقابلہ کرنا، مخالف ہو جانا۔ بر تر از سلطاں۔ بادشاہ کی سواری سے اپنی سواری آگے بڑھانا۔ حد سے تجاوز کرنا ہے۔

[3] بلعم باعور۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کا ایک مشہور جادوگر تھا۔ جو کنعان یا شہر جبارین کا رہنے والا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے جب کنعان پر چڑھائی کی تو اہل شہر نے اس سے اصرار کیا کہ وہ موسیٰ کی پسپائی کی دعا کرے۔ اصرار کے بعد وہ راضی ہو گیا۔ اسرائیلی ایمان بھی گیا اور حضرت موسیٰؑ کا کچھ نہ بگڑا۔ تب اُسنے سازش کر کے موسیٰ کی قوم میں زنا کی رسم جاری کر دی، شمعون نامی سردار زنا کر بیٹھا جس سے طاعون کی وبا پھیلی اور ہزاروں آدمی ہلاک ہو گئے۔ اشعار بالا میں بزرگوں سے مقابلہ نہ کرنے کی نصیحت تھی۔ بلعم

سجدہ نا ورزند کس را دون اُو
وہ اُس کے علاوہ کسی کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرتے

صحت[1] رنجور بود افسونِ اُو
اُس کا دم کرنا بیمار کی صحت تھی

پنجہ زد با موسیٰ[ع] از کبر و کمال
کمال اور غرور کی وجہ سے اُس نے حضرت موسیٰ کا

آنچناں شد کہ شنیدستی تو حال
اُس کا وہ حال ہوا جو تو نے سنا

صد ہزار ابلیس و بلعم در جہاں
لاکھوں شیطان اور بلعم دنیا میں

ہمچنیں بودست پیدا و نہاں
ایسے ہی ہوتے ہیں جو مشہور اور غیر مشہور ہیں

ایں دو[2] را مشہور گردانید اِلٰہ
اِن دو کو خدا نے مشہور کر دیا

تا کہ باشند ایں دو بر باقی گواہ
تاکہ یہ دونوں باقی کے لئے گواہ بنیں

رہزناں را در بیاباں چوں کشند
ڈاکوؤں کو جب جنگل میں قتل کر دیتے ہیں

یک دو تن را سوئے دہ زاشاں کشند
اُنہیں سے ایک دو کو گاؤں میں کھینچ لاتے ہیں

تا ببینند اہلِ دہ گیر ندیند
تاکہ گاؤں والے دیکھیں، نصیحت پکڑیں

رویتِ ایشاں بود شاں ہمچو بند[3]
ان کا دیکھنا ان کے لئے بند بنتا ہے

ایں دو دزد آویخت بر دارِ بلند
اِن دو چوروں کو (اللہ تعالےٰ نے) اونچی سولی پر لٹکایا

ورنہ اندر دہر بس دزداں بدند
ورنہ دنیا میں بہت سے چور تھے

ایں دو را پرچم بسوئے شہر برد
اِن دونوں کو پرچم شہر کی طرف لایا ہے

کشتگانِ قہر را نتواں شمرد
(ورنہ) قہرِ (خدا) کے مارے ہوئے خلق نہیں کئے جا سکتے

نازنینی تو ولے در حدِ خویش
تو نازنین ہے لیکن اپنی حد میں (رہ)

اللہ اللہ پا منہ از حدِ خویش
خدا کے لئے حد سے آگے قدم نہ رکھ

گر تگ[4] ہفتم زمیں زیر آروت
اگر تو اپنے سے زیادہ نازمین پر عمل کرے گا

در تگِ ہفتم زمیں زیر آروت
وہ تجھے ساتویں زمین کے نیچے گہرائی میں اتار دیگا

قصۂ عاد و ثمود از بہرِ چیست
عاد اور ثمود کا قصہ (قرآن میں) کس لئے ہے؟

تا بدانی انبیاء را ناز کیست
(اسلئے ہے) تاکہ تو جان لے انبیاء کا کس پر ناز ہے

ایں نشانِ خسف[5] و قذف و صاعقہ
یہ دھنسنے اور سنگباری اور کڑک کی علامت

شد بیانِ عزِّ نفسِ ناطقہ
نفسِ ناطقہ کی عزت کے اظہار کے لئے ہے

جملہ حیواں را پئے انساں بکش
تمام حیوانات انسان کے لئے مارے جا سکتے ہیں

جملہ انساں را بکش از بہرِ ہُش
ہوشمند (انسانِ کامل) کیلئے سب انسان مارے جا سکتے ہیں

[1] صحت۔ بلعم باعور کے دم کرنے سے بیمار اچھے ہو جاتے تھے۔ حال۔ بلعم کی زبان کتے کی طرح باہر نکلی رہتی تھی۔

[2] ان دو۔ یعنی شیطان اور بلعم باعور۔ گواہ۔ تاکہ لوگ ان کے حالات کو دیکھ کر اور سنکر عبرت حاصل کریں۔

[3] بند۔ ڈاکوؤں والے ڈاکوؤں کی لاشیں دیکھ کر جرائم سے باز رہتے ہیں۔ پرچم۔ بانس کا گچھا جو جھنڈے کے سر پر باندھا جاتا تھا۔ گرزنی۔ اپنے سے بڑے سے مقابلہ ہلاکت کا باعث ہے۔ نازکیت۔ یعنی انبیاء کو خدا برا نہ معلوم ہوتا ہے۔

[4] خسف۔ زمین میں دھنسنا۔ قارون زمین میں دھنسایا گیا۔ قذف۔ سنگباری، قوم لوط کو سنگسار کر دیا گیا تھا۔ صاعقہ۔ بجلی کی کڑک، قوم ثمود پر بجلی گری تھی۔ نفسِ ناطقہ۔ یعنی انبیاء کرام۔ جملہ حیواں۔ جس طرح حیوانات کو انسانوں کے لئے ذبح کیا جا سکتا ہے اسی طرح انبیاء کی خاطر نافرمانوں کو قتل کرا دیا جاتا ہے۔

هُش چه باشد عقلِ کُل[1] اے هوشمند — عقلِ جُزوی هُش بود آمانترند
اے عقلمند! ہوش کیا ہے؟ عقلِ کامل! — جزوی عقل رکھنے والا بھی (صاحب) ہوش ہوتا ہے لیکن ادنیٰ درجہ کا

جملہ حیواناتِ وحشی زآدمی — باشد از حیوانِ انسی در کمی
آدمی سے وحشت کرنے والے سب حیوان — مانوس جانوروں سے کم درجہ میں ہوتے ہیں

خونِ آنہا خلق را باشد سبیل — زانکہ وحشی اند از عقلِ جلیل
اُن کا خون لوگوں کے لئے حلال ہے — کیونکہ وہ بڑی عقل (انسان) سے وحشی ہیں

خونِ ایشاں خلق را باشد روا — زانکہ انساں را نیند ایشاں سزا
ان کا خون لوگوں کے لئے روا ہے — کیونکہ انسان سے اُن کو مناسبت نہیں ہے

عزتِ وحشی بداں ساقط شدست — کہ مر انساں را مخالف آمدست
وحشی (جانور) کی عزت اسی وجہ سے جاتی رہی — کہ وہ انسان کا مخالف ہے

پس چہ عزت باشدت اے ناورہ[2] — چوں شدی تو حُمُرِ مُستنفِرہ
اے احمق! تیری عزت کیا رہے گی؟ — جب تو بھڑکنے والے گدھوں (میں سے) ہوگیا

خر نشاید کُشت از بہرِ صلاح — چوں شود وحشی شود خونش مُباح
مصلحت کیوجہ سے گدھے کو ذبح نہیں کیا جاتا ہے — جب وحشی (اگر خر) ہوجاتا ہے تو اُسکا خون حلال ہوجاتا ہے

گرچہ خر را دانشِ زاجر نبود — ہیچ معذورش نمیدارد وُدود
اگرچہ گدھے میں روکنے والی عقل نہیں ہے — پھر بھی خدا اُس کو معذور نہیں رکھتا ہے

پس چو وحشی شد از اں دم آدمی — کے بُود معذور اے یارِ سمی[3]
پھر جب انسان اُس (انبیاء کی) گفتگو سے وحشی ہوجائے — اے عالی قدر دوست! وہ کب معذور ہوگا؟

لاجرم کُفّار را شد خوں مباح — ہمچو وحشی پیشِ نشّاب و رماح
لامحالہ کفار کا خون مباح ہوگیا — وحشی (جانوروں کی طرح) تیروں اور نیزوں کے سامنے

جُفت و فرزندانِ شاں جملہ سبیل — زانکہ بے عقل اند و مردود و ذلیل
اُن کی بیویاں اور اولاد سب مباح ہوگئے — اس لئے کہ وہ (دین سے) بے عقل ہیں اور مردود اور ذلیل ہیں

باز عقلے کو رَمَد از عقلِ عقل — گردد از عقلی بحیوانات نقل
پھر وہ عقل جو انبیاء کی) عقلِ کُل سے وحشت کرتی ہے — عقلمندی سے حیوانات کی طرف منتقل ہوجاتی ہے

بشنو اکنوں در بیانِ ایں سخن — قصّہ از جان و نیکو گوش کن
اب اس سلسلہ میں ایک قصہ سُن — دل وجان سے اور اچھی طرح سُن

---

[1] عقلِ کل۔ کامل عقل یعنی انبیاء۔ عقلِ جزوی۔ ناقص عقل والا، عوام۔ نرند۔ ضعیف، کمزور۔ حیوانات وحشی۔ جنگلی جانور۔ حیوان انسی۔ پالتو جانور۔ سبیل۔ حلال یعنی شکاری اُن کا شکار کرلیتے ہیں۔ عقلِ جلیل۔ بڑی عقل یعنی انسان۔ سزا۔ مناسبت، لائق

[2] ناورہ۔ احمق۔ حُمُرٌ مُستنفِرہ۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔ وہ کفار حق سے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح گورخر شیر سے۔ مُشاکہ۔ گدھے سے بار برداری کا فائدہ ہے۔ بسمل۔ جائز۔ زاجر۔ منع کرنے والا۔ ودود۔ دوست رکھنے والا اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ دمِ انفاس، انبیاء کا کلام

[3] سمی۔ بلند، عالی قدر۔ نشّاب۔ نُشّاب کی جمع ہے، تیر۔ رماح۔ رُمح کی جمع ہے، نیزہ۔ جُفت۔ بیوی، جوڑا۔ سبیل۔ مباح۔ عقلِ عقل یعنی انبیاء۔ عقلی۔ عقلمندی۔ نقل۔ منتقل۔

اعتماد کردن ہاروت[1] و ماروت بر عصمت خویش و امیری دنیا خواستن و در فتنہ افتادن

ہاروت اور ماروت کا اپنی پاکدامنی پر گھمنڈ کرنا اور دنیا کی سرداری چاہنا اور فتنہ میں پھنس جانا

ہمچو ہاروت و چو ماروتِ شہیر[2]
مشہور ہاروت اور ماروت جیسوں نے

از بُکر خوردند زہر آلود تیر
تکبر کی وجہ سے زہر آلود تیر کھایا ہے

اعتمادے بود شاں بر قدسِ خویش
اُن کو اپنے تقدس پر گھمنڈ تھا

چیست بر شیر اعتمادِ گاؤ میش
شیر (قضائے الٰہی) پر بھینس (انسان) کو کیا اطمینان ہو سکتا ہے

گرچہ او باشیر صد چارہ کُند
اگرچہ وہ شیر کے مقابلہ میں سو تدبیریں کرے

شاخ شاخش شیر نر پارہ کُند
نر شیر اُس کے جوڑ جوڑ کے ٹکڑے کر دے گا

گر شود پُر شاخ ہمچو خارپُشت
خواہ وہ سیخوں سے ساہی کی طرح بھری ہو

شیر خواہد گاؤ را ناچار کُشت
لامحالہ شیر گائے کو مار ڈالے گا

گرچہ صرصر[3] بس درختاں می کَند
اگرچہ آندھی بہت سے درختوں کو اکھاڑ دیتی ہے

باگیاہِ پست احساں می کُند
(لیکن) چھوٹی گھاس پر احسان کرتی ہے

بر ضعیفی گیاہ آں بادِ تُند
گھاس کی کمزوری پر تیز ہوا نے

رحم کردے اے دل! تو از قوت مُلند
رحم کیا اے دل! تو قوت کے بارے میں زیادہ

تیشہ را زانبوہیِ شاخِ درخت
درخت کی شاخ کے گھنے پن سے کلہاڑا

کے ہراس آید بُبُرد لختِ لخت
کب ڈرتا ہے، اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

لیک بر برگے نکوبد خویش را
لیکن پتے پر اپنے آپ کو نہیں مارتا ہے

جُز کہ بر تیشے نکوبد نیش را
سوائے تیشہ کے اپنی دھار نہیں چلاتا ہے

شُعلہ را زانبوہیِ ہیزُم چہ غم
سوکھے کے گٹھڑ کے گھنے پن سے آگ کو کیا ڈر ہے

کے رَمَد قصاب زانبوہِ غنم
بکریوں کے ریوڑ سے قصاب کب بھاگتا ہے؟

پیشِ معنیٰ چیست صورت بس زبوں
معنی (مؤثر) کے سامنے صورت (اشیاء) کی کیا حقیقت ہے؟

چرخ را مغنیش می دارد نگوں
آسمان کو اُس کا معنی (مؤثر) اوندھا رکھتا ہے

تو قیاس از چرخِ دولابی بگیر
تو (کنویں کی) گھرنی پر قیاس کرلے

گردشش از چیست از عقلِ مُنیر
اُس کی گردش کس کی وجہ سے ہے؟ روشن عقل کی وجہ سے

---

[1] ہاروت و ماروت: مشہور ہے کہ یہ دو فرشتے تھے جن کو اپنی عبادت پر بڑا گھمنڈ پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ قہرِ خداوندی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ قصہ محض ایک افسانہ ہے جسکو مولانا نے عبرت کے لئے نقل کر دیا ہے جسکا خلاصہ خود اعتمادی اور گھمنڈ کے انجام بد کو واضح کرتا ہے

[2] شہیر: مشہور۔ بقر: تکبر۔ غرور۔ اعتماد: بھروسہ۔ قدس: پاکبازی۔ گاؤ میش: بھینس۔ شاخ شاخ: ایک ایک عضو۔ پارہ: ٹکڑا۔ شاخ: سینگ۔ خارپشت: ہی کی برابر ایک جنگلی جانور ہے جس کے تمام بدن پر تیروں جیسے کانٹے ہوتے ہیں جن کو وہ اپنی مدافعت میں کھڑا کر لیتا ہے۔ گاؤ: یعنی بھینس۔ اگرچہ قضاء سے صرف زاری اور دعا کے ذریعہ بچا جا سکتا ہے۔

[3] صرصر: آندھی۔ مُلند: بہی کا صیغہ ہے۔ لند یلند بوزن جنبیدن۔ غرانا، بکارنا۔ تیشہ: کلہاڑا۔ ہراس: خوف۔ لخت لخت: ریزہ ریزہ۔ نیش: سخت، دھاردار نوک۔ انبوہی: کثرت۔ ہیزم: ایندھن۔ قصاب: قصائی، قتل۔ بکریاں۔ معنی: یعنی مؤثر جو کائنات میں تصرف کر رہا ہے۔ صورت: یعنی کائنات۔ چرخ دولابی: گھرنی جس پر رسی ڈال کر ڈول کھینچا جاتا ہے۔ عقلِ منیر: یعنی انسانی عقل۔

گردشِ ایں قالبِ[1] ہمچوں سپر
ڈھال جیسے اِس جسم کی گردش

ہست از روحِ مُشَرّا اے پسر
اے صاحبزادے! اچھی ہوئی روح کیوجہ سے ہے

گردشِ ایں باد از معنیِ اُوست
اِس ہوا کی گردش اُس (اللہ تعالیٰ) کے اثر سے ہے

ہمچوں چرخے کو اسیرِ آب جُوست
اِس پن چکی کی طرح جو نہر کے پانی کی پابند ہے

جزر و مدّ و دخل و خرجِ ایں نفس
اِس سانس کا اُتار اور چڑھاؤ اندر جانا اور باہر نکلنا

از کہ باشد جُز ز جانِ پُر ہوس
سوائے پُر ہوس روح کے کس کی وجہ سے ہے؟

گاہ جیش می کُند گہ حاؤ دال
وہ (روح) اِس (سانس) کو کبھی جیم بناتی ہے کبھی حا اور دال

گاہ صلحش می کُند گاہے جِدال
کبھی اُسکو (باعثِ) صلح بنادیتی ہے کبھی لڑائی کا سبب

گہ یمینش می بَرد گاہے یسار
کبھی اُس کو داہنی طرف لیجاتی ہے کبھی بائیں طرف

گہ گُلستاں[2] می کُند گاہیش خار
کبھی اِس کو چمن بنادیتی ہے کبھی کانٹا

ہمچناں ایں آبِ ایزدانِ پاک
اِسی طرح اللہ پاک نے پانی کو

کرد بر فرعون خونِ سہمناک
فرعون پر خوفناک خون بنادیا

ہمچنیں ایں بادِ ایزدانِ ما
اِسی طرح ہمارے اللہ نے اِس ہوا کو

کردہ بُد بر عاد ہمچوں اژدہا
قومِ عاد پر اژدھے کی طرح بنادیا تھا

باز ہم ایں باد را بر مومناں
پھر اِسی ہوا کو مومنوں پر

کردہ بُد صلح و مراعات و اماں
صلح اور رعایت اور امن بنادیا تھا

گفت اَلمعنیُ ھُوَاللہ شیخِ دیں
دین کے شیخ نے فرمایا ہے معنی وہ اللہ ہی ہے

بحرِ معنیہاست ربُّ العالمیں
معانی کا سمندر ربّ العالمین ہے

جملہ[3] اَطباقِ زمین و آسماں
زمین اور آسمان کے سارے طبقے

ہمچو خاشاکے دراں بحرِ رواں
اِس جاری سمندر میں تنکے کی طرح ہیں

حملہا و رقصِ خاشاک اندر آب
پانی کے اندر تنکے کے حملے اور رقص

ہم ز آب آمد بوقتِ اضطراب
پانی کے موجزن ہونے کیوقت پانی کیوجہ سے ہوتے ہیں

چونکہ ساکن خواہدش کرد از مرا
چونکہ کشمکش سے اُسکو سکون دینا چاہتا ہے

سُوئے ساحل افگند خاشاک را
(اسلئے) تنکے کو ساحل پر پھینک دیتا ہے

چوں کشد از ساحلش در موجگاہ
پھر جب اُس کو ساحل سے موجوں کی جگہ لائیگا

آں کُند آں موج کاتش باگیاہ
وہ موج اُس کیساتھ وہ کریگی جو آگ گھاس سے کرتی ہے

[1] قالب: جسم مُشَرّا: مستور۔ چرخ یعنی پن چکی پُر ہوس۔ ہوسناک۔ گاہ۔ روح انسان کے سانس کو مختلف حرفوں کی آواز میں منہ سے خارج کرتی ہے۔ گاہ صلحش۔ کبھی ایسے اچھے الفاظ نکالتی ہے جو باہمی دوستی اور صلح کا سبب بنتے ہیں اور کبھی ایسے الفاظ نکالتی ہے جن سے دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

[2] گلستاں یعنی وہ کلام جو باغ کیطرح باعثِ تفریح ہو۔ خار یعنی ایسا کلام جو کانٹے کی طرح چبھے۔ فرعون۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کیلئے پانی کو ہلاکت کا سبب بنادیا۔ عاد۔ قومِ عاد پر ہوا مسلط کردی جس نے آندھیوں کی طرح اُن کو تباہ کردیا۔ برعکس ناں غزوۂ احزاب میں ہوا ہی مسلمانوں کی فتحمندی کا سبب بنی تھی۔ شیخ دین۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ۔ المعنی ھو اللہ یعنی مؤثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور تمام اسباب کا وہی مرجع ہے۔

[3] جملہ۔ اِس بحرِ رواں یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے آسمانوں اور زمینوں کی حقیقت تنکے سے زیادہ نہیں ہے جس طرح ایک سمندر تنکے پر اثر انداز ہوتا ہے اسی طرح حضرتِ حق زمینوں اور آسمانوں پر اثر انداز ہے۔ اطباق۔ طبقات۔ آں کند یعنی جب قیامت میں کائنات کو دوبارہ وجود میں لائیگا اسقدر جلد نہیں تاثیر کریگا جیسا کہ آگ پھونس میں تاثیر کرتی ہے۔

ایں حدیث آخر ندارد باز راں
اِس بات کا آخر نہیں ہے، پھر چل

جانبِ ہاروت و ماروت اے جواں
اے جوان! ہاروت و ماروت (کے قصّہ) کی جانب

بقیۂ قصّۂ ہاروت و ماروت و نکال[1] و عقوبتِ ایشاں

ہاروت اور ماروت اور اُن کی سزا اور عذاب کے قصّہ کا بقیہ

چوں گناہ و فسقِ خلقانِ جہاں
جب دنیا کی مخلوق کی بدکاری اور گناہ

می مشدے روشن بایشاں آں زماں
اُن پر واضح ہوتا، اُس وقت

دست خائیدن گرفتندے ز خشم
وہ غصّہ سے ہاتھ چبانا شروع کر دیتے

لیک عیبِ خود ندیدندے بچشم
لیکن (انھوں نے) اپنا عیب نہ دیکھتے

خویش در آئینہ دید آں زشت مرد
بدصورت نے اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھا

رُو بگردانید ازاں و خشم کرد
اُس سے مُنہ پھیر لیا اور اُس پر غصّہ کیا

خویش بیں چوں از کسے جُرمے بدید
خود بیں جب کسی کا کوئی گناہ دیکھتا ہے

آتشے در وے ز دوزخ شد پدید
اُس میں دوزخ کی آگ نمودار ہو جاتی ہے

حمیّتِ دیں[2] خواند اُو آں کبر را
اِس تکبّر کو وہ دین کی حفاظت بتاتا ہے

ننگرد در خویش نفسِ گبر را
اپنے اندر بے دین نفس کو نہیں دیکھتا ہے

حمیّتِ دیں را نشانے دیگرست
دینی حمیّت کی علامت تو دوسری ہے

کاں ازاں آتش جہانے اخضرست
کہ اُس آگ سے تو دنیا سرسبز ہوتی ہے

گفت حق شاں گر شمارد و ننگرید[3]
اللہ تعالےٰ نے اُن (ہاروت و ماروت) سے فرمایا

در سیہ کاراں مُغفّل منگرید
سیاہ کاروں کو غفلت سے نہ دیکھو

شکر گوئید اے سیاہ و چاکراں
اے سپاہیو اور خادمو! شکر ادا کرو

رستہ اید از شہوت و از مثلِ آں
کہ شہوت اور اُس جیسی چیز سے بچے ہوئے ہو

گر ازاں معنیٰ نہم من بر شما
اگر وہ معنیٰ (شہوت) میں تم میں رکھ دوں

مر شما را پیش نپذیرد سما
تمھیں آسمان نہ قبول کرے

عصمتے کہ مر شما را در تن ست
وہ پاکدامنی جو تمہارے جسم میں ہے

آں ز عکسِ عصمت و حفظِ منست
وہ میرے بچانے اور حفاظت کرنے کا اثر ہے

آں زمن بینید نز خود ہیں وہیں
اُس (عصمت) کو میری جانب سے سمجھو نہ کہ اپنی جانب سے

تا نچرّد بر شما دیوِ لعیں
تاکہ تم پر لعین شیطان غالب نہ آجائے

خبردار، خبردار

[1] نکال۔ عذاب، عقوبت۔ سزا۔ دست خائیدن۔ ہاتھ چبانا یعنی افسوس کرنا۔ خشم۔ غصّہ۔ زشت مرد۔ بدصورت آدمی۔ خویش بیں۔ خود پسند، متکبّر۔

[2] حمیّت۔ بروزن ندوت، حفاظت کرنا، پرہیز کرنا اور اگر حا کا فتحہ میم کا کسرہ اور یا کو مشدّد پڑھا جائے تو غیرتمندی کے معنی میں ہوگا۔ گبر۔ بے دین، سرکش، کافر۔ سرسبز یعنی دین کی غیرت سے جو غصّہ آتا ہے وہ دنیا کی سرسبزی کا باعث ہوتا ہے۔

[3] رو۔ ننگر۔ نورانی۔ سیکار۔ گنہگار، مغفّل، غلط۔ سپاہ و چاکراں۔ فرشتے اللہ کے سپاہی اور خدام دربار میں مثل آں۔ بعض نسخوں میں اس کی بجائے چاکراں ہے، ران کا نشکاف یعنی عورت کی شرم گاہ۔ معنیٰ۔ یعنی شہوت سما۔ آسمان۔ عصمت پاکدامنی، بچاؤ۔ زمن۔ از من۔ چرّد۔ چرنا، غالب آجانا۔

آنچنانکہ[1] کاتبِ وحیِ رسول — دید در خود حکمت و نورِ وصول
جیسا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وحی کا کاتب — اپنے اندر حکمت اور وصول (الی اللہ) کی روشنی دیکھی

خویش را ہم لحنِ مُرغانِ خدا — می شمرد آں بُد صفیرے چوں صدا
اپنے آپ کو طائرانِ قدس کا ہم نوا — سمجھا، (حالانکہ) وہ صدا بازگشتِ کیلرخ کی آواز تھی

لحنِ مُرغاں را اگر واصف[2] شوی — بر ضمیرِ مُرغ کے واقف شوی
اگر تو پرندوں کی بولی بولے — پرندہ کے دل سے تو کب واقف ہو سکتا ہے؟

گر بیاموزی صفیرے بُلبلے — تو چہ دانی کُو چہ گوید با گُلے
اگر تو بلبل کی چہچہاہٹ سیکھ لے — تو کیا جانے کہ وہ پھول سے کیا کہتی ہے؟

ور بدانی از قیاس و از گماں — باشد آں بر عکسِ آں اے ناتواں
اگر تو قیاس اور گمان سے سمجھ بھی لے — (تو) اے ناتواں! وہ اس کے برعکس ہوگا

باشد آں بے شک و بے شبہ گماں — چوں زلبِ جُنباں گمانہا کراں
وہ یقیناً (محض) گمان ہوگا — جیسا کہ بہرے کا گمان ہونٹ ہلانے والوں کے بارے میں

بعیادت رفتنِ کرِ بخانۂ ہمسایۂ بیمار و رنجیدنِ بیمار

ایک بہرے کا بیمار پڑوسی کے گھر مزاج پرسی کے لئے جانا اور بیمار کا رنجیدہ ہونا

آں کرے را گفت افزوں[3] مایۂ — کہ ترا رنجور شد ہمسایۂ
ایک ذی حیثیت آدمی نے بہرے سے کہا — کہ تیرا پڑوسی بیمار ہو گیا ہے

گفت با خود کرّ کہ با گوشِ گراں — من چہ دریابم ز گفتِ آں جواں
بہرے نے اپنے دل میں کہا کہ بہرے کانوں سے — میں اس نوجوان کی گفتگو کیا سمجھوں گا

خاصہ رنجور و ضعیف آواز شُد — لیک باید رفت آنجا نیست بُد
خصوصاً (جبکہ وہ) بیمار اور کمزور آواز والا ہو گیا ہے — لیکن وہاں جانا ہی چاہیئے، کوئی چارہ نہیں ہے

چوں بہ بینم کاں لبش جُنباں شود — من قیاسے گیرم آنرا ہم ز خود
جب میں دیکھوں گا کہ اس کے ہونٹ ہلتے ہیں — میں خود بخود اس سے قیاس کر لوں گا

چونکہ گویم چونی اے محنت کشم — اُو بخواہد گفت نیکم یا خوشم
جب میں کہوں گا اے میرے مصیبت زدہ دوست! — وہ کہے گا اچھا ہوں یا خوش ہوں

من بگویم شکر چہ خوردی آبا — اُو بگوید شُربتے یا ماش با
میں کہوں گا (اللہ کا) شکر ہے، بابا کیا کھایا ہے؟ — وہ یا شوربا کہے گا یا اُڑد کا شوربا

---

[1] آنچنانکہ۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی پر تو کو اپنی ذاتی صفت سمجھنا غلط ہے۔ کاتب۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ وصول۔ یعنی خدا رسیدہ۔ لحن آواز مرغانِ خدا۔ انبیاء، جن کا طائرِ روح قدسِ باری کے قریب رہتا ہے۔ صفیر۔ سیٹی، پرندہ کی آواز۔ صدا۔ گونج۔

[2] واصف۔ صاحبِ وصف۔ ضمیر۔ باطن، دل۔ گدائی اگر آنکھ سے کچھ سمجھ گئے تو وہ حقیقت کے خلاف ہوگا کراں۔ کر کی جمع، بہرا بہرے دوسروں کے ہونٹوں کی حرکات سے کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جو عموماً صحیح نہیں ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو اس قصہ سے واضح کیا ہے۔

[3] افزوں مایہ۔ معزز آدمی متمول۔ رنجور۔ بیمار۔ کر۔ بہرا۔ گوشِ گراں۔ اونچا سننے والا کان۔ خاصہ۔ خصوصاً نیست بُد۔ کوئی چارہ نہیں ہے۔ آبا۔ ہم نے آبؔ بمعنی باپ سمجھ کر ترجمہ کیا ہے۔ شُربہ۔ شوربا۔ ماش با۔ اُڑد کی دال کا شوربا۔

من بگویم صبح[1] نوشت کیست آں
میں کہوں گا تیرا پینا مناسب ہوا، وہ کون ہے؟

از طبیباں پیشِ تو گوید فلاں
طبیبوں میں سے تیرا معالج، وہ کہے گا فلاں

من بگویم بس مبارک پاست اُو
میں کہوں گا وہ بہت مبارک قدم ہے

چونکہ اُو آید شود کارت نکُو
چونکہ وہ آتا ہے، تیرا کام اچھا ہو جائے گا

پائے اُو را آزمودستیم ما
ہم نے اُس کا قدم آزمایا ہے

ہر کجا شد می شود حاجت رَوا
جہاں پہنچتا ہے، حاجت روا بن جاتا ہے

ایں جوابات قیاسی راست کرد
اِن قیاسی جوابوں کو اُس نے ٹھیک کر دیا

پیشِ آں رنجور شد آں نیک مرد
(پھر) وہ نیک انسان، بیمار کے پاس گیا

گوئیا رنجور را خاطر[2] زکَژ
گویا بیمار کا دل: بہرے سے

اندکے رنجیدہ بُود اے پُر ہُنر
کچھ رنجیدہ تھا، اے ہُنر مند!

کژ درآمد پیشِ رنجور و نشست
بہرا، بیمار کے پاس پہنچا اور بیٹھ گیا

بر سرِ اُو خوش ہمی مالید دست
اُس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگا

گفت چونی؟ گفت مُردم گفت شکر[3]
اُسنے کہا تو کیسا ہے؟ (بیمار نے) کہا میں تو مر گیا اُسنے

شُد ازو رنجور پُر آزار و نُکر
اُس سے بیمار تکلیف اور ناگواری سے بھر گیا

کایں چہ شکر ست اُو عدوِّ ماست
کہ یہ کیسا شکر ہے وہ ہمارا دشمن ہوا ہے

کر قیاسے کرد و آں کژ آمد ست
بہرے نے اُلٹی لگائی اور وہ ٹیڑھی ہو گئی

بعد ازاں گفتش چہ خوردی گفت زہر
اِسکے بعد اُس سے کہا، تو نے کیا کھایا ہے اُسنے کہا زہر!

گفت نوشت[4] باد افزوں گشت قہر
اُس نے کہا مبارک ہو، اُس کا غصہ اور بڑھا

بعد ازاں گفت از طبیباں کیست اُو
اِسکے بعد اُس نے کہا، طبیبوں میں سے کون ہے

کہ بیاید اُو بچارہ پیشِ تو
جو تیرے پاس علاج کے لئے آتا ہے!

گفت عزرائیل می آید برو
(بیمار نے) کہا، ملک الموت آتا ہے، جا

گفت یا ش بس مبارک شاد شو
اُس نے کہا اُسکے قدم بہت مبارک ہیں خوش ہو

ایں زماں از نزدِ اُو آیم برت
میں تیرے پاس ابھی اُس کے پاس سے آیا ہوں

گفتم اُو را تا کہ گردد غمخورت
میں نے اُس کو کہا ہے کہ تیری خبر گیری کرے

کژ بروں آمد از انجا شادماں
بہرا اُس جگہ سے خوش خوش لوٹا

شکر کش کردم مراعات ایں زماں
(اللہ کا) شکر ہے، کہ میں نے اِس وقت اِسکا حق ادا کر دیا ہے

---

[1] صبح نوشت۔ تیرا پینا درست ہوا۔ مبارک پا۔ مبارک قدم۔ حاجت روا۔ ضرورت کو پورا کرنے والا۔ راست کرد۔ صحیح کر لینا۔

[2] خاطر۔ دل، مزاج۔ چونی۔ چساں ہستی۔ شکر۔ یعنی اللہ کا شکر ہے۔ نُکر۔ ناگواری۔ بُدست۔ بودہ است۔ کژ۔ کج، ٹیڑھا۔

[3] نوشت باد۔ تجھے مبارک ہو۔ قہر۔ یعنی بیمار کا غصہ۔ چارہ۔ علاج، تدبیر۔ عزرائیل۔ موت کے فرشتے کا نام ہے۔ برت۔ یعنی تیرے پاس۔ کش۔ کاش۔ مراعات۔ لحاظ، مروت۔

خود گمانش از کری[1] معکوس بود
بہرے پن کی وجہ سے اُس کا گمان اُلٹا تھا

کہ زیانِ محض را پنداشت سُود
کہ خالص نقصان کو وہ نفع سمجھا

رُو بِرہ می گفت با خود از عما
وہ راستہ میں اندھے پن سے اپنے دل میں سوچ رہا تھا

شکر کہ کردم عیادت جار را
(خدا) کا شکر ہے کہ میں نے پڑوسی کی عیادت کر لی

گفت رنجور ایں عدوِ جانِ ماست
(لیکن) مریض نے کہا یہ تو ہماری جان کا دشمن ہے

ماند انستیم کو کان جفاست
ہم نہ سمجھے تھے کہ وہ تو ظلم کی کان ہے

خاطرِ رنجور چو یاں صد سقط
مریض کا دل سینکڑوں بُری باتیں سوچ رہا تھا

تا کہ پیغامش کند از ہر نمط
تاکہ اُس کو ہر طرح کا پیغام بھیجے

چوں کسے کو خوردہ باشد آشِ بد[2]
اُس شخص کی طرح جس نے خراب حریرہ پیا ہو

می بشورانند دلش تا قے کند
اُس کا دل متلا رہا ہوتا کہ قے کر ڈالے

کظمِ غیظ اینست آنرا قے مکن
غصہ کو گھونٹنا یہی ہے کہ اُس کو نہ اُگل

تا بیابی در جزا شیریں سخن
تاکہ بدلے میں میٹھی بات حاصل ہو

چوں نبودش صبر می پیچید او
چونکہ اُسمیں صبر (کا مادہ) نہ تھا وہ بل کھا رہا تھا

کایں سگِ ملعون کُشِ گفتار کو
کہ یہ ملعون کتا، بکواس کرنے والا کہاں ہے؟

تا بریزم بر رُوے آنچہ گفتہ بود
تاکہ اُس پر پلٹ دوں جو اُس نے کہا ہے

کاں زماں شیرِ ضمیرم خفتہ بود
کیونکہ اُس وقت میرے اندر کا شیر سو رہا تھا

چوں عیادت بہرِ دل آرامی ست
جبکہ بیمار پرسی دل کو آرام پہنچانے کے لئے ہے

ایں عیادت نیست دشمن کامی ست
یہ تو بیمار پرسی نہیں ہے، عداوت ہے

تا بہ بیند دشمنِ خود را نزار[3]
تاکہ اپنے دشمن کو بدحال دیکھے

تا بگیرد خاطرِ زشتش قرار
تاکہ اُس کی بُری طبیعت کو سکون ہو

بس کساں کایشاں عبادت می کنند
بہت انسان ہیں جو عبادت کرتے ہیں

دل برضواں و ثوابِ آں نہ بند[4]
اور (اللہ تعالےٰ کی) خوشنودی اور اُسکے ثواب کی امید

خود حقیقت معصیت باشد خفی
(لیکن) وہ چھپی ہوئی گنہگاری ہوتی ہے

بس کدر کانرا تو پنداری صفی
بہت سے گندے پانی ہوتے ہیں جنکو تو صاف پانی سمجھتا ہے

ہمچوں آں کر کو ہمی پنداشت ست
اُس بہرے کی طرح جس نے یقین کیا ہے

کو نکوئی کرد و آں خود بد بدست
کہ اُس نے بھلائی کی (حالانکہ) وہ بُرائی تھی

[1] آزکری: بہرے پن کی وجہ سے اُس کے سب قیاس اُلٹے ہوئے اور مفرد پڑھے رو برہ۔ روئے خود براہ آورد عما۔ اندھا پن۔ کان۔ معدن جفا۔ ظلم۔ سقط۔ بُری بھلی باتیں۔ نمط۔ طرز، طریقہ۔
[2] آش، حریرہ۔ بد بدو اُ شورانیدن۔ بے چین ہونا۔ کظم۔ غصہ کو پی جانا۔ غیظ۔ غصہ، غضب۔ کز۔ کہاں۔ دشمن کام۔ دشمن کے مقصد کے مطابق، یعنی تباہ و برباد۔
[3] نزار۔ بدحال۔ خاطرِ زشت بد باطنی۔ بس کساں یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان اپنے بہت سے اعمال کو صحیح سمجھتا ہے حالانکہ وہ غلط ہوتے ہیں۔
[4] رضوان۔ رضامندی۔ دل بر چیزے نہادن۔ کسی چیز کا امیدوار ہونا۔ کر۔ بہرا۔ کو۔ کہ او۔

اُو نشستہ خوش کہ خدمت کردہ ام
وہ خوش ہو بیٹھا کہ میں نے خدمت کی ہے

حقِّ ہمسایہ[1] بجا آوردہ ام
(اور) پڑوسی کا حق ادا کیا ہے

بہرِ خود او آتشے افروختست
اُس نے (تو) اپنے لئے آگ بھڑکا دی ہے

در دلِ رنجور و خود را سوختست
بیمار کے دل میں اور اپنے آپ کو پھونک دیا ہے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ اَوْقَدْتُمُوْ
اُس آگ سے بچو جو تم نے بھڑکائی

اِنَّکُمْ فِی الْمَعْصِیَہ اَزْدَدْتُمُوْ
تم نے تو گنہگاری میں ترقی کی ہے

گفت پیغمبرؐ بیک صاحب ریا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک ریاکار سے فرمایا

صَلِّ اِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ یَا فَتٰی
اے نوجوان! نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی ہے

از برائے چارۂ ایں خوفہا
اِن ہی اندیشوں کے علاج کے لئے

آمد اندر ہر نمازے اِھْدِنَا[2]
ہر نماز میں "اے اللہ ہماری رہنمائی فرما" آیا ہے

کیں نمازم را میامیز اے خدا
کہ اے اللہ! میری اِس نماز کو نہ ملا

با نمازِ ضالین و اہلِ ریا
گمراہوں اور ریاکاروں کی نماز کے ساتھ

از قیاسے کہ بکرد آں گرگ بیں
اُس الکل کی وجہ سے جو اُس بھیڑیے نے کی

صحبتِ[3] دہ سال باطل شد بدیں
دس سال کی دوستی ٹوٹ گئی

خواجہ پندارد کہ طاعت می کُند
جناب سمجھ رہے ہیں کہ عبادت کرتے ہیں

بیخبر کز معصیت جاں می کَند
اِس سے بیخبر ہیں کہ گناہ کر کے جان کو ہلاک کر رہے ہیں

رَد قیاسِ خویشتن را ترک کُن
جا، اپنا قیاس چھوڑ

کز قیاست تو شود ریشِ کہن
کیونکہ تیرے قیاس کی وجہ سے زخمِ پرانا ناسور بن جائے گا

خاصہ اے خواجہ قیاسِ حسِّ دوں
اے صاحب! خصوصاً وہ قیاس جو حواسِ حسی کے ذریعہ ہو

اندر آں وحیی کہ ہست از حد فزوں
اُس وحی میں جو (تیری) حد سے آگے ہے

گوشِ حسِّ تو بحرف اَرزد خورست
تیرے جس کا کان اگر حرفوں کے لائق ہے بھی

داں کہ گوشِ غیب گیرِ تو کرست
(تو) سمجھ لے کہ تیرا غیب کو سننے والا کان بہرا ہے

دریاں آنکہ اوّل کیسکہ در مقابل نصِّ صریح قیاس آورد ابلیس بود
اِس بیان میں کہ جس نے سب سے پہلے صریح نص کے مقابلہ میں قیاس کیا وہ شیطان تھا

اوّل آں کس کیں قیاسکہا نمود
سب سے پہلا شخص جس نے یہ بیہودہ قیاس کئے

پیشِ انوارِ خدا ابلیس بود
خدائی انوار کے مقابلہ میں وہ شیطان تھا

---

[1] ہمسایہ۔ پڑوسی۔ فَاتَّقُوْا۔ پس بچو۔ النَّار۔ آگ۔ اَلَّتِیْ۔ جس کو۔ اَوْقَدْتُمْ۔ تم نے بھڑکایا۔ اِنَّکُمْ۔ بیشک تم۔ فِی الْمَعْصِیَۃِ۔ گناہ میں۔ اِزْدَدْتُمْ۔ تم بڑھ گئے۔
گفت پیغمبر۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور اُس نے رکوع سجدہ ٹھیک کئے بغیر نماز پڑھی اور پھر آنحضورؐ کو سلام کیا۔ آنحضورؐ نے فرمایا جاؤ تم نے نماز نہیں پڑھی دوبارہ پڑھو تین بار ایسا ہی ہوا پھر آنحضورؐ نے اُس کو صحیح نماز کا طریقہ بتایا۔ یہ روایت اُس شخص کے بارے میں ہے جس نے تعدیلِ ارکان نہیں کی تھی، اُس کو ریاکار فرمانا ثابت نہیں ہے۔

[2] اِھْدِنَا۔ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ سورۂ فاتحہ میں ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ ضالین۔ ضال کی جمع ہے، گمراہ۔ اہلِ ریا۔ ریاکار

[3] صحبتِ دہ سال۔ بہرے اور بیمار پڑوسی کی دس سال ملاقات۔ ریشِ کہن۔ پرانا زخم، ناسور۔ حسِّ دوں۔ کمتر درجہ کے حواس۔ از حد فزوں۔ وحیِ الٰہی کا حقیقی ادراک ظاہری حواس سے نہیں ہو سکتا ہے۔ در خور۔ لائق۔ قیاس کا۔ کافی تعقیر کے لئے ہے چونکہ یہ قیاس نص کے مقابلہ میں ہے۔

گفت نار از خاک بیشک بہتر ست
اُس نے کہا کہ یقیناً آگ مٹی سے بہتر ہے

من[1] ز نارم او ز خاکِ اکدر ست
میں آگ سے اور وہ آدم تاریک مٹی سے بنا ہے

پس قیاسِ فرع بر اصلش کنیم
ہم فرع کو اصل پر قیاس کریں گے

او ز ظلمت ما ز نورِ روشنیم
وہ تاریکی سے، میں روشن نور سے بنا ہوں

گفت حق نے بلکہ لَا اَنْسَابَ شُدُ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ نسبت کچھ نہیں رہے

زہد و تقویٰ فضل را محراب شُدُ
پرہیزگاری اور تقویٰ بزرگی کا مقام بنگیا ہے

ایں نہ میراثِ جہانِ فانی ست
یہ فانی دنیا کی وراثت نہیں ہے

کہ بہ اَنسابش بیابی جانی ست
جسکو تو نسب کی بنیاد پر حاصل کرلے (بلکہ) روحانی

بلکہ ایں میراثہائے انبیاست
بلکہ یہ انبیاء کا ورثہ ہے

وارثِ ایں جانہائے اتقیاست
اُس کی وارث متقیوں کی جانیں ہیں

پورِ[2] آں بوجہل شد مومن عیاں
ابوجہل کا بیٹا علی الاعلان مومن بنا

پورِ[2] آں نوحِ نبی از گمرہاں
نوح نبیؑ کا بیٹا گمراہوں میں سے (بنا)

زادۂ خاکی منوّر شد چو ماہ
خاک سے پیدا شدہ چاند کی طرح منوّر ہوا

زادۂ آتش توئی اے رُوسیاہ
اے رُوسیاہ! تو آگ سے پیدا شدہ ہے

ایں قیاسات و تحرّی روزِ ابر
یہ اٹکل اور قیاس ابر کے دن

یا بشب مر قبلہ را کردست جبر
یا رات میں قبلہ کا بدل ہیں

لیک با خورشید و کعبہ پیش رُو
لیکن سورج اور کعبہ کے سامنے ہوتے ہوئے

ایں قیاس و ایں تحرّی را مجُو
یہ قیاس اور یہ اٹکل کام میں نہ لا

کعبہ نادیدہ مکُن رُو زو متاب
کعبہ کو آنکھ دیکھا نہ بنا اُس سے منہ نہ موڑ

از قیاس اَللّٰہُ اَعْلَمْ بِالصَّوَاب
قیاس کرکے، (اور) اللہ بہتر جانتا ہے

چوں صفیرِ بشنوی از مرغِ حق[3]
جب تو طائرِ قدس کی آواز سن لیتا ہے

ظاہرش را یار گیری چوں سبق
اُس کے ظاہر کو سبق کی طرح رَٹ لیتا ہے

وانگہے از خود قیاساتے کُنی
پھر اپنی جانب سے قیاسات کرتا ہے

مر خیالِ محض را ذاتے کُنی
محض خیال کو تو ذات بنا لیتا ہے

اِصطلاحاتے ست مر اَبدال را
اَبدال کی خاص اصطلاحیں ہیں

کہ نباشد زاں خبر اقوال را
(صاحب) اقوال کو اُن کا علم نہیں ہوتا

---

[1] من ز نارم: شیطان کا مادہ نار ہے اور آدم علیہ السلام کا خاکی ہے۔ اکدر: زیادہ میلا، تاریک۔ فرع۔ شاخ۔ تقسیم۔ قیاس میں کسی جزوی مسئلہ کو کسی کلیہ سے مستنبط کیا جاتا ہے تو فرع سے مراد وہ جزوی مسئلہ ہے اور اصل سے کلیہ مراد ہے

لَا اَنْسَاب۔ انسانی نسب کا روحانی معاملوں میں اعتبار نہیں ہے۔ محراب۔ صدر مقام

[2] پور۔ بیٹا۔ ابوجہل کا بیٹا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ آخر میں مسلمان ہوئے اور بڑے کارنامے کئے جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

پور۔ نوح۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان ایمان نہ لایا اور طوفان میں غرق ہوا۔ زادۂ خاکی حضرت آدم علیہ السلام۔ زادۂ آتش۔ شیطان۔ تحرّی۔ اٹکل لگانا ابر کے دن یا رات میں اگر سمت قبلہ معلوم نہ ہو تو جس طرف بھی قبلہ ہونیکا زیادہ گمان ہو نماز پڑھ لی جاتی ہے اور وہ نماز درست ہوتی ہے خواہ قبلہ کی مخالف سمت کو پڑھی گئی ہو۔ کعبہ نادیدہ۔ اگر کعبہ سامنے ہو تو اُس کو آنکھ دیکھا بناکر تحرّی کرنا غلط ہوگا۔

[3] مرغِ حق۔ انبیاء و اولیاء خطیرۂ قدس کے طائر کہلاتے ہیں۔ چوں سبق یعنی مرف عرف رَٹ لینا۔ خیال یعنی غیر موجود چیز۔ ذات یعنی حقیقت اقوال۔ یعنی وہ لوگ جو الفاظ رٹے ہوئے ہیں اور معانی سے بہت دور ہیں بعض نسخوں میں عقال ہے جو حاصل کی جمع ہے۔

منطق[1] الطیری بصوت آموختی
تو نے پرندوں کی بولی آواز سے سیکھ لی

صد قیاس و صد ہوس افروختی
(اور) سینکڑوں قیاس اور سینکڑوں ہوسیں پیدا کر دیں

ہمچو آں رنجور دلہا از تو خست
اُس بیمار کی طرح، تجھ سے بہت سے دل شکستہ ہو گئے

کہ بہ بندار اصابت گشت مست
جو اپنے زعم کے گھمنڈ سے مست ہو گیا

کاتب آں وحی زاں آوازِ مرغ
اُس وحی کا کاتب طائرِ قدس کی آواز سے

بُردہ ظنے کو بود انبازِ مرغ
گمان کرنے لگا کہ وہ طائرِ قدس ہمارا شریک ہے

مرغ پرّے زد مر اُورا کور کرد
طائرِ قدس نے ایک پر مارا (اور) اُسکو اندھا کر دیا

نک فرو بردش بقعرِ مرگ و درد
اُس کو موت اور عذاب کے گڑھے میں اُتار دیا

ہیں[2] بعکسے یا بظنے ہم شما
خبردار! تم بھی پرتو یا گمان کی وجہ سے

در نیفتید از مقاماتِ سَما
آسمانی مراتب سے نہ گر پڑنا

گرچہ ہاروتید و ماروت فزوں
اگرچہ تم ہاروت اور ماروت ہو اور بڑھ کر

از ہمہ بر بام نَحنُ الصَّافُّوں
سب سے بام پر نَحنُ الصَّافُّوں کہنے والے ہیں

بر بدیہائے بداں رحمت کُنید
بُروں کی بُرائی پر رحم کرو

بر منی و خویش بینی کم تنید
خودی اور خود پسندی پر نہ اکڑو

ہیں مبادا غیرت آید از کمیں
خبردار! غیرت (خداوندی) گھات سے نہ نکل آئے

سرنگوں افتید در قعرِ زمیں
(اور) زمین کے گڑھے میں اوندھے گرو

ہر دو گفتند اے خدا فرماں تراست
(ہاروت ماروت) دونوں نے کہا اے خدا! حکم تیرا ہے

بے امانِ تو امانے خود کجاست
تیری امان کے بغیر امان کہاں ہے؟

ایں ہمی گفتند دل[3] شاں می طپید
یہ وہ کہہ رہے تھے (اور) اُن کا دل بے چین تھا

بد کجا آید ز ما نعمَ العَبید
ہم بہترین غلاموں سے بُرائی کیسے سرزد ہو سکتی ہے!

خار خارِ دو فرشتہ ہم نہشت
اُن دونوں فرشتوں کے وسوسوں نے نہ چھوڑا

تا کہ تخمِ خویش بینی را نکشت
جب تک کہ خود بینی کا بیج نہ بو دیا

بس ہمی گفتند کاے ارکانیاں
وہ کہتے تھے اے عناصر سے بنے ہوؤ!

بے خبر از پاکی رُوحانیاں
روحانی مخلوق کی پاکیزگی سے بے خبر

ما کہ بر گردوں تنقہا می تنیم
ہم جو کہ آسمان پر اعتکاف کے خیمے تانتے ہیں

بر زمیں آئیم و شاہد رُو اں زنیم
ہم زمین پر آئیں گے اور کاروانوں کی شہنائی بجائیں گے

---

[1] منطق الطیر: پرندوں کی بولی، یہاں سے مولانا نے اولیاء کے مقابلہ میں قیاس آرائی کی بُرائی ظاہر کی ہے۔ رنجور: جس طرح بہرے سے وہ مریض دل شکستہ ہوا، بزرگوں کے دل تجھ سے خستہ ہوں گے۔ آوازِ مرغ۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آیات کی تلاوت۔ مرغ۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ کو۔ یعنی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو یہ خیال ہو گیا کہ میں وحی میں شریک ہوں، مجھ پر بھی وحی آتی ہے۔

[2] ہیں۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے اور خطاب ہاروت و ماروت کو ہے۔ نَحنُ الصَّافُّوں۔ ہم صف بستہ ہیں یہ فرشتوں کا مقولہ ہے تبھی۔ انانیت خودی۔ تنیدن۔ تننا، اکڑنا۔ غیرت۔ یعنی خدائی غیرت۔ کمیں۔ گھات۔ قعرِ۔ گہرائی۔ فرماں تراست۔ تجھے حکم دینے کا حق ہے۔

[3] دل شاں می طپید۔ اُن کے دل بے چین تھے، چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اُن سے بدی کا صدور ممکن نہیں ہے۔ نعمَ العَبید۔ اچھے غلام۔ خار خار۔ وسوسے جو دل میں کانٹے کی طرح چبھتے ہیں۔ ارکانیاں۔ وہ جو ارکانِ اربعہ یعنی چار عنصروں سے بنے ہیں۔ تنقہا۔ بڑا خیمہ۔ شاہد رُواں۔ کاروانوں کی شہنائی۔

ہر دو شاں گفتند ما را باک نیست — کہ سرشتِ ما ز آب و خاک نیست
اُن دونوں نے کہا ہمیں کوئی پروا نہیں ہے — اس لئے کہ ہمارا خمیر پانی اور مٹی کا نہیں ہے

عدل ورزیم و عبادت آوریم — باز ہر شب سوئے گردوں بر پریم
ہم انصاف کریں گے اور عبادت بجا لائینگے — پھر ہر رات کو آسمان پر اُڑ جائیں گے

تا شویم اُعجوبہ[۱] دورِ زماں — تا نہیم اندر زمیں اَمن و اماں
یہاں تک کہ ہم دورِ زمانہ کے اُنکے بنجائینگے — (کیونکہ) ہم زمین پر امن و امان قائم کرینگے

آں قیاس حالِ گردوں بر زمیں — راست ناید فرق دارد در کمیں
آسمان کے حال کو زمین پر قیاس کرنا — دُرست نہ ہوگا، گہرا فرق ہے

دَر بیانِ آنکہ حالِ خود و مستی خود پنہاں باید داشت

اِس کا بیان کہ اپنی حالت اور اپنی مستی کو چھپانا چاہیئے

بشنو الفاظِ حکیمِ پردہ — سِر ہم آنجا نہ کہ بادہ خوردہ
رازداں حکیم کے الفاظ سُنو — جس جگہ تو نے شراب پی ہے وہیں سر کھدے

مستے از میخانہ چوں غمال شُد — تسخر و[۲] بازیچۂ اطفال شُد
کوئی مست جب کسی میخانہ سے بھٹک گیا — وہ بچوں کے لئے مسخرہ اور کھلونا بن گیا

می فتد اُو سُو بسُو بر ہر رہے — در گل و می خندد ش ہر ابلہے
وہ اِدھر اُدھر ہر راستہ پر گرتا ہے — کیچڑ میں، اور اُس پر ہر احمق ہنستا ہے

اُو چنین و کودکاں اندر پیش — بے خبر از مستی و ذوقِ مَیش
وہ اس حال میں اور بچے اُس کے پیچھے — بے خبر اس کی شراب اور مستی کے ذوق سے

خلق اطفال اند جز مستِ خدا — نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
مخلوق بچے ہیں، خدا کے مست کے علاوہ — بالغ کوئی نہیں ہے اسکے علاوہ جو نفسانی خواہش سے نجات پا گیا

گفت[۳] دُنیا لَعب و لَہوست و شما — کودکید و راست فرماید خدا
(اللہ نے) فرمایا ہے دنیا کھیل کود ہے اور تم — بچے ہو اور خدا درست فرماتا ہے

از لعب بیروں نرفتی کودکی — بے زکات روح کے باشد زکی
تو کھیل کود سے باہر نہیں نکلا، تو بچہ ہے — رُوح کی پاکیزگی کے بغیر کوئی کب ہو سکتا ہے؟

چوں جماعِ طفل دان ایں شہوتے — کہ ہمی رانند ایں جا اے فتے
تو اس شہوت کو بچہ کے جماع کی طرح سمجھ — جسکو وہ یہاں پورا کر رہے ہیں، اے نوجوان!

---

[۱] اُعجوبہ تعجب کی چیز۔ دربیان۔ ان اشعار کا مقصد یہ ہے کہ اہلِ باطن کو اسرار کا اظہار نہ کرنا چاہیئے تاکہ عوام غلط قیاس آرائی کر کے تباہ نہ ہوں تحکیم۔ اِس سے حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔ سر نہادن۔ پڑ رہنا۔ ضال۔ راستہ بھول جانے والا مسافر۔

[۲] تسخر۔ تمسخر۔ بازیچہ کھلونا۔ پیش پئے اُو مست خدا۔ عاشق خدا۔ رہیدہ۔ آزاد۔

[۳] گفت قرآن پاک میں ہے۔ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ۔ "دنیا کی زندگی تو محض جی کا بہلاوا اور کھیل ہے"۔ لہٰذا دنیادار بچے ہیں جو دنیا کے کھلونے سے کھیلتے ہیں۔ زکات۔ پاکیزگی۔ زکی۔ پاکیزہ۔

ایں جماعِ طفل چہ بُود بازئے
بچہ کا جماع کیا ہوتا ہے؟ محض کھیل

باجماعِ رُستمے و غازئے
رستم اور غازی کے جماع کے سامنے

جنگِ خلقاں ہمچو جنگِ کودکاں
لوگوں کی لڑائی بچوں کی لڑائی جیسی ہے

جملہ بے معنیٰ و بے مغز و مُہاں
سب بے معنی اور بے مغز اور حقیر

جملہ با شمشیر چوبیں جنگِ شاں
ان کی لڑائی لکڑی کی تلواروں سے ہے

جملہ در لَا یَنْبَغِیْ آہنگِ شاں
اُن کا قصد و ارادہ سب غیر مناسب میں داخل ہے

جملہ شاں گشتہ سوارہ بر نئے
سب لکڑی کے سوار بنے ہوئے ہیں

کایں بُراقِ ماست یا دُلدُل بپے
کہ یہ ہمارا بُراق ہے یا دُلدل قدم ہے

حامل اند و خود ز جہل افراشتہ
وہ لدے ہوئے ہیں اور نادانی سے اپنے آپکو بلند کئے ہوئے

راکب و محمولِ رہ پنداشتہ
راستہ کا سوار اور چڑھا ہوا سمجھتے ہیں

باش تا روزے کہ محمولانِ حق
ٹھہر، جب تک حق کے سوار کسی دن

اسپ تازاں بگذرند از نہ طبق
گھوڑے دوڑاتے ہوئے نو آسمانوں سے گذر جائیں

یَعْرُجُ الرُّوْحُ اِلَیْہِ وَالْمَلَکْ
فرشتے اور روح اُس (اللہ تعالیٰ) کیطرف چڑھیں گے

مِنْ عُرُوْجِ الرُّوْحِ یَھْتَزُّ الْفَلَکْ
روح کے چڑھنے سے آسمان جھومے گا

ہمچو طفلاں جملہ تاں دامن سوار
بچوں کی طرح تم سب دامن پر سوار ہو

گوشۂ دامن گرفتہ اسپ وار
گھوڑے کی طرح دامن کو پکڑے ہوئے ہو

از حق اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ رسید
اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے گمان فائدہ نہیں دیتا ہوا حکم پہنچا

مرکبِ ظن بر فلکہا کے دوید
گمان کا گھوڑا آسمانوں پر کب دوڑا ہے؟

اَغْلَبُ الظَّنَّیْنِ فِیْ تَرْجِیْحِ ذَا
دو گمانوں میں سے زیادہ غالب اُسکی ترجیح کیلئے ہے

لَا تُمَارِ الشَّمْسَ فِیْ تَوْضِیْحِھَا
سورج کی وضاحت میں نہ جھگڑ

آفتابِ حق چو گردد مُستوی
حق کا سورج جب سر پر آجائے گا

در قیامت بر رشید و بر غوی
قیامت میں راہ یاب اور گمراہ پر

آنگہے بینند مرکبہائے خویش
اُس وقت اپنی سواریوں کو دیکھیں گے

مرکبے سازیدہ اندازِ پائے خویش
کہ انھوں نے اپنے پیر کو سواری بنایا ہے

وہم و حِس و فکر و ادراکِ شما
تمہارا وہم اور حس اور فکر اور معلومات

ہمچو نے داں مرکبِ کودک بلا
آگاہ! اُن کو بچہ کی بانس کی سواری کی طرح سمجھ

لہ جماعِ طفل: نابالغ بچہ کے جماع کا کوئی نتیجہ نہیں ہے اسیطرح اہلِ دنیا حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ فتیٰ۔ فتی کا امالہ ہے نوجوان۔ خلقان۔ خلق کی جمع، مخلوق۔ لَا یَنْبَغِی۔ غیر مناسب چیز ہے۔ بانس۔ عموماً بچے بانس پر سوار ہوکر اُسکو گھوڑا سمجھ کر کھیلتے ہیں ایسے ہی اہلِ ظاہر غیر حقیقی دلائل پر سوار ہیں۔ بُراق۔ وہ سواری جو آنحضورؐ کو معراج میں ملی تھی۔

لہ دُلدل۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خچر جو حاکمِ اسکندریہ نے بطور تحفہ دیا تھا۔ حامل۔ اُٹھانیوالا، سواری۔ راکب۔ سوار۔ محمول۔ سوار۔ محمولانِ حق۔ خدائی سوار۔ نہ طبق۔ نو آسمان۔ یَعْرُجُ۔ چڑھیگا۔ یَھْتَزُّ۔ جھومیگا۔ ہمچو۔ بچے یہ بھی کرتے ہیں کہ اپنے دامن کو ہی ٹانگوں کے درمیان کرکے اُسکو گھوڑا تصور کرلیتے ہیں۔ یہی حال اہلِ ظاہر کا ہے جو غلط دلائل پر سوار ہیں۔ اِنَّ الظَّنَّ۔ قرآن پاک میں ہے وہ لوگ صرف گمان کا اتباع کرتے ہیں اور گمان حق بات کے مقابل کچھ مفید نہیں ہے لہٰذا حقائقِ باطنہ کا محض ظن کی بنیاد پر انکار درست نہیں ہے۔

لہ اَغْلَبُ۔ یعنی ظنِ غالب پر تو جب عمل ہوتا ہے جبکہ اُسکے مقابلہ میں بھی ظن ہی ہو یقین کے بالمقابل ظن بالکل باطل ہے، جب سورج سامنے ہو تو اُسکے انکار

علمہائے[1] اہلِ دل حمّالِ شاں
اہلِ دل کے علوم اُن کی سواری ہیں

علمہائے اہلِ تن اَحمالِ شاں
تن پروروں کے علم اُن کا بوجھ ہوگا

علم چوں بر دل زند یارے شود
علم جب دل پر اثر کرے، مددگار ہوگا

علم چوں بر تن زند بارے شود
علم جب بدن پر اثر کرے، بوجھ ہوگا

گفت ایزد یَحمِلُ اَسفارَہٗ[2]
اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اپنی کتابیں لادے ہوئے ہے

بار باشد علم کاں نبوَد زھُو
وہ علم بوجھ ہوتا ہے جو اللہ کی جانب سے نہ ہو

علمِ کاں نبوَد زھُو بے واسطہ
جو علم اللہ تعالیٰ کی جانب سے بلا واسطہ نہ ہو

آں نپاید ہمچو رنگِ ماشطہ
وہ پائیدار نہیں ہوتا ہے مشاطہ کے (لگائے ہوئے) رنگ کی طرح

لیک چوں ایں بار را نیکو کشی
لیکن جب تو اس بوجھ کو اچھی طرح کھینچے گا

بار بر گیرند و بخشندت خوشی
بوجھ اُتار لیں گے اور تجھے خوشی بخشیں گے

ہیں بکش بہرِ خدا ایں بارِ علم
خبردار! علم کے اِس بوجھ کو اللہ کے لئے اُٹھا

تا بہ بینی در دروں اَنبارِ علم
یہاں تک کہ تو (اپنے) اندر علم کے اَنبار دیکھے

ہیں مکش بہرِ ہوا ایں بارِ علم
خبردار! علم کے اس بوجھ کو (خواہش نفسانی کیلئے) نہ اٹھا

تا شوی راکب تو بر رہوارِ علم
تاکہ تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو جائے

چونکہ بر رہوارِ علم آئی سوار
جب تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے گا

بعد ازاں افتد ترا از دوش بار
اس کے بعد تیرے کندھے سے بوجھ ہلکا ہوگا

از ہوا ہا کے رہی بے جامِ ھُو
محبتِ الٰہی کے جام کے بغیر تو خواہشات سے کب چھوٹے گا

اے زھُو قانع شدہ بانامِ ھُو
اے وہ کہ جو اللہ کی ذات کی بجائے نام پر قانع ہو گیا ہے

از صفت[3] وز نام چہ زاید خیال
(اللہ کی) صفت اور نام سے کیا پیدا ہوتا ہے؟

واں خیالش ہست دلّالِ وصال
اور وہ اُس کا خیال، وصال کا راہنما ہے

دیدۂ دلّال بے مدلول ہیچ
کبھی تو نے کوئی راہنما بغیر مقصود کے دیکھا ہے

تا نباشد جادہ نبوَد غول ہیچ
جب تک راستہ نہ ہو، کبھی چھلاوا نہیں ہوتا ہے

ہیچ نامے بے حقیقت دیدۂ
تو نے کبھی کوئی نام بغیر مسمّیٰ کے دیکھا ہے؟

یا زگاف و لامِ گُل گُل چیدۂ
یا (لفظ) گُل کے گاف اور لام سے تو نے پھول چنے ہیں

اِسم خواندی رَو مسمّیٰ را بجُو
تو نے نام پڑھ لیا، جا نام والے کو ڈھونڈ

مہ ببالا داں نہ اندر آبِ جُو
چاند کو اوپر سمجھ، نہ کہ نہر کے پانی میں

---

[1] علمہائے: یقینی علوم راحت رساں ہیں، ظنی علوم وبالِ جان ہیں۔ حمّال: بوجھ اٹھانے والا۔ اَحمال: حمل کی جمع۔ بوجھ۔ بر دل: یعنی وہ علم جو براہِ راست الہام اور وحی حاصل ہو۔ بر تن: یعنی وہ علم جو بدن کے حواس کے ذریعہ حاصل ہو۔

[2] یحمل اسفارہ: قرآن پاک میں ہے جن لوگوں پر تورات پر عمل کرنے کا بار ڈالا گیا پھر وہ اُس پر کاربند نہ ہوئے اُنکی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔

[3] اسفار: سِفر کی جمع ہے کتاب۔ ھُو: یعنی اللہ تعالیٰ۔ بے واسطہ: کسبی علوم کے بعد دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جو وہبی ہے یہاں علم سے یہی کیفیت مراد ہے۔ ماشطہ: مشاطہ، عورتیں جو دلہن کو بناؤ سنگھار کراتی ہے۔ ایں بار: یعنی کسبی علوم بیکار نہیں ہیں اگر اللہ کیلئے حاصل کیا جائے تو نور عطا ہو جاتا ہے۔ بار: یعنی کسبی علوم کی کثافت اور بوجھ ہلکا ہو جائیگا۔ زھو قانع شدہ: مومن کو اللہ کی ذات کا طالب بننا چاہیئے محض اللہ کے ناموں پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے۔

[4] از صفت: یعنی اللہ کے اسماء اور صفات کا ادراک ذات تک پہنچنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ دیدۂ: دلالت کرنیوالے کا وجود اُس چیز کے وجود کی علامت ہے جس پر وہ دلالت کرتا ہے عوام کا خیال ہے کہ راستوں پر چھلاوے

گر[1] زنام و حرف خواہی بگذری
تو اگر نام اور حرفوں سے آگے بڑھنا چاہتا ہے

پاک کُن خود را ز خود ہیں یکسری
تو خبردار! اپنے آپ کو خودی سے بالکل پاک کر لے

ہمچو آہن زاہنی بیرنگ شو
لوہے کی طرح لوہے پن سے بے تعلق ہو جا

در ریاضت آئینہ بے زنگ شو
ریاضت کر کے بغیر زنگ کا آئینہ بن جا

خویش را صافی کُن از اوصافِ خود
اپنے آپ کو اپنے اوصاف سے صاف کر لے

تا بہ بینی ذاتِ پاک صافِ خود
تاکہ تو اپنی پاک، صاف ذات کو (اس صفات میں) دیکھے

بینی اندر دل علومِ انبیا[4]
(اگر) تو دل میں انبیا کے علوم دیکھے

ق
بے کتاب و بے مُعید و اُوستا
بغیر کتاب اور بغیر دُہرانے والے کے اور بغیر اُستاد کے

گفت[5] پیغمبر کہ ہست از امتم
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میری امت میں ایک

کُو بود ہم گوہر و ہم ہمتم
جو میرے جوہر اور میری ہمت میں میرا شریک ہوگا

مُرمر ازاں نور بیند جانِ شاں
اُن کی جان مجھے اُس نور سے دیکھے گی

کہ من ایشاں را ہمی بینم بداں
جس سے میں اُن کو دیکھتا ہوں

ق
بے صحیحین و احادیث و رُوات
(مجھے بغیر نور سے دیکھے گا) بغیر صحیحین اور احادیث اور

بلکہ اندر مشربِ آبِ حیات
بلکہ مشرب (عشق) میں (جو) آبِ حیات ہے (دیکھے گا)

سِرّ[6] اَمسَینَا لِکُردِیّاً بداں
راویوں کے

رازِ اَصبَحنَا عَرَابِیّاً بخواں
(ہم نے کُردی ہو کر شام گذاری کے راز کو سمجھ

سِرّ اَمسَینَا وَ اَصبَحنَا تُرا
تجھے اَمسَینَا اور اَصبَحنَا کا راز

می رساند جانبِ راہِ خدا
راہِ خدا کی جانب پہنچا دے گا

در مثالے خواہی از علمِ نہاں
اگر تو علمِ لدنی کی مثال چاہتا ہے

قصّہ گو از رومیان و چینیاں
تو رومیوں اور چینیوں کا قصہ دُہرا

قصّہ مرے کردن رومیان و چینیاں در علم نقاشی و صورتگری

نقاشی اور مصوری کے علم میں رومیوں اور چینیوں کے مقابلے کا قصہ

چینیاں گفتند ما نقاش تر
چینیوں نے کہا کہ ہم بڑے نقاش ہیں

رومیاں گفتند ما را کر و فر
رومیوں نے کہا کہ ہم شان و شوکت والے ہیں

گفت سُلطاں امتحاں خواہم دریں
بادشاہ نے کہا میں اس معاملہ میں امتحان لونگا

کز شما خود کیست در دعویٰ گزیں
کہ دعوے میں تم میں سے کون بہتر ہے؟

---

[1] گر زنام۔ اسماءِ الٰہی سے صفاتِ الٰہی تک اُسوقت پہنچو گے جب خودی سے اپنے آپکو پاک کر لوگے۔ ہمچو آہن۔ آئینہ لوہے سے بنایا جاتا تھا۔ اُسکو زنگ سے صاف کر کے صیقل کر دیا جاتا تھا جس میں عکس نظر آنے لگتا تھا، اگر لوہے میں اُسکا اپنا زنگ رہے تو اُسمیں عکس نمودار نہ ہوگا۔ خویش را۔ دل کے زنگ کو دور کر دو گے تو اُسمیں انبیاء کے علوم کا عکس نظر آسکیگا۔ مُعید۔ سبق دھرانیوالا۔ تکرار کرانیوالا۔

[5] گفت پیغمبر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ اُمت میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو میرے جوہرِ علم و ہمت میں میرے شریک ہونگے ایک روایت میں ہے "میری اُمت میں وہ لوگ ہونگے جنکو اللہ کیطرف سے الہام ہوگا"۔ صحیحین۔ دو صحیح کتابیں یعنی امام بخاری کی صحیح اور امام مسلم کی صحیح بلکہ مشاہدہ کی یہ صورت مشربِ عشق سے حاصل ہوتی ہے جو روح کے لئے آبِ حیات ہے۔

[6] سِرّ اَمسَینَا۔ حضرت ابوالوفاؒ کُرد قوم میں سے تھے جو عربی سے ناواقف تھے حضرت حق نے اُنکو ایک شب میں علومِ عربیہ عطا فرما دیئے صبح کو جب اُنھوں نے وعظ فرمایا تو کہا شام کو میں کُردی تھا اور عربی سے ناواقف تھا اللہ کا کرم ہے کہ اُسنے رات میں عربی علوم عطا فرما دیئے اور میں صبح کو عربی ہو گیا ہوں

صورتگری۔ مصوری، علم باطن کے نمونوں کی تصویر کشی بھی شامل ہے۔ مترجم

اہلِ چین و روم چوں حاضر شدند
چینی اور رومی جب آئے

رومیاں در علم واقف تر بُدند
(تو) رومی باعتبار علم زیادہ ماہر تھے

چینیاں گفتند خدمتہا[1] کنیم
چینیوں نے کہا ہم محنت کریں گے

رومیاں گفتند بر حکمت تنیم
رومیوں نے کہا ہم حکمت و دانائی دکھائیں گے

چینیاں گفتند یک خانہ بما
چینیوں نے کہا ایک گھر

خاص بسپارید و یک آنِ شما
خاص طور پر ہمارے سپرد کردو اور ایک تم لیلو

بُود دو[2] خانہ مُقابل دربدر
آمنے سامنے کے دو گھر بالمقابل تھے

زاں یکے رومی ستد چینی دگر
اُن میں سے ایک رومیوں نے دوسرا چینیوں نے لیا

چینیاں صد رنگ از شہ خواستند
چینیوں نے بادشاہ سے تو تم کے رنگ مانگے

پس خزینہ باز کرد آں ارجمند
اُس اقبال مند (بادشاہ) نے خزانہ کھول دیا

ہر صباحے از خزینہ رنگہا
ہر صبح کو خزانے سے رنگوں کے لئے

چینیاں را راتبہ بود و عطا
چینیوں کو مقرر رقم بلکہ اور کچھ زیادہ مل جاتا

رومیاں گفتند نے نقش و نہ رنگ
رومیوں نے کہا نہ نقش اور نہ رنگ

در خور آید کار را جز دفعِ[3] زنگ
کام میں آئے گا، سوائے زنگ صاف کرنے کے

در فرو بستند و صیقل می زدند
اُن (رومیوں) نے دروازہ بند کیا اور رگڑنے لگے

ہمچوں گردوں سادہ و صافی شدند
(در و دیوار) آسمان کیطرح سادہ اور صاف ہوگئے

از دو صد[4] رنگی بہ بیرنگی رہے ست
(رنگارنگی (عالم کثرت) سے (بے رنگی) عالم وحدت کیطرف)

رنگ چوں ابر ست و بیرنگی مہے ست
رنگ ابر کیطرح اور بے رنگی چاند کی طرح ہے

ہر چہ اندر ابر ضو بینی و تاب
تو ابر میں جو کچھ روشنی اور چمک دیکھتا ہے

آں ز اختر دان و ماہ و آفتاب
وہ ستاروں اور چاند اور سورج کی وجہ سے سمجھ

چینیاں چوں از عمل فارغ شدند
جب چینی کام سے فارغ ہوئے

از پئے شادی دُہلہا می زدند
اُنھوں نے خوشی میں ڈھول بجائے

شہ درآمد دید آنجا نقشہا
بادشاہ آیا اُس نے اُس جگہ نقش دیکھے

می ربود آں عقل را و فہم را
جو عقل اور سمجھ کو دنگ کر رہے تھے

بعد ازاں آمد بسوئے رومیاں
اُس کے بعد (بادشاہ) رومیوں کی طرف آیا

پردہ را بالا کشیدند از میاں
اُنھوں نے درمیان سے پردے کو اوپر کھینچ دیا

[1] خدمتہا یعنی قوت عمل سے کام لیں گے۔ تنیم مشغول ہونگے آں۔ ملکیت۔ دو در یعنی دونوں کے دروازے آمنے سامنے تھے۔ راتبہ۔ دونوں کا مقرر عطیہ۔ عطا بخشش جو مقرر نہ ہو۔

[2] دفع زنگ یعنی ہمیں رنگ در وغن مفید نہ ہوگا، بلکہ دیواروں کو صاف کرنا اور مانجھنا مفید ہوگا۔ چمکدار مکان کو آسمان کی طرح صاف ستھرا کر دیا۔

[3] از دو صد یعنی عالم کثرت عالم وحدت کا لانہا ہے۔ یہاں سے مولانا کا ذہن چینیوں کی رنگارنگی اور رومیوں کی بے رنگی سے کثرت کی رنگارنگی اور وحدت کی بے رنگی کی طرف منتقل ہوگیا ہے۔ ہر چہ ابر میں چمک اور روشنی اُن ستاروں یا چاند اور سورج کی وجہ سے ہوتی ہے جو اُس کے پیچھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح عالم امکاں میں ہر کمال ذات واجب سے آیا ہے۔ دُہلہا دُہل کی جمع ہے ڈھول۔ پردہ را یعنی رومیوں نے اپنے مکان پر جو پردہ ڈال رکھا تھا۔

عکسِ آں تصویر و آں کردارہا[1]
(تو) اُن تصویروں اور دستکاریوں کا عکس

زد بریں صافی شدہ دیوارہا
اُن صاف دیواروں پر پڑا

ہر چہ آنجا دید ایں جا بہ نمود
(بادشاہ نے) جو وہاں دیکھا یہاں اُس سے اچھا دیکھا

دیدہ را از دیدہ خانہ می ربود
(اور یہ منظر) آنکھوں کو حلقۂ چشم سے اُچک رہا تھا

رومیاں آں صوفیانند اے پدر
اے بابا! رومی وہ صوفی ہیں

بے زتکرار و کتاب و بے ہنر
بغیر تکرار اور کتاب اور ہنر (آموزی) کے

لیک صیقل کردہ اند آں سینہا
لیکن اُنھوں نے سینوں کو مانجھ لیا ہے

پاک زآز و حرص و بخل و کینہا
لالچ اور حرص اور بخل اور کینوں سے پاک (کر لیا)

آں صفائے آئینہ وصفِ دل ست
آئینہ کی صفائی اُن کے دل کی صفت ہے

صورتِ بے منتہا را قابل ست
(جو) لاانتہا صورتوں کو قبول کرنے والا ہے

صورتِ بے صورتے بیحد و عیب
صورت بغیر صورت کے جو بیحد اور بے عیب تھی

زآئینہ دل تافت بر موسیٰؑ زجیب[2]
جو گریبان میں سے دل کے آئینہ سے حضرت موسیٰؑ پر چمکی تھی

گرچہ آں صورت نہ گنجد در فلک
اگرچہ وہ صورت آسمان میں نہیں سماتی ہے

نے بعرش و فرش و دریا و سمک
نہ عرش میں اور نہ زمین اور نہ دریا اور نہ مچھلی میں

زانکہ محدود ست و معدود ست آں
اِس لئے کہ یہ چیزیں محدود اور شمار میں آنیوالی ہیں

آئینہ دل را نباشد حد بداں
سمجھ لے دل کی آئینہ کی کوئی حد نہیں ہے

عقل[3] اینجا ساکت آید یا مُضِل
عقل اِس جگہ خاموش رہتی ہے یا گمراہ کرتی ہے

زانکہ دل با اوست یا خود اوّل دل ست
اِسلئے کہ دل اُس سے ملا ہوا ہے یا خود وہی دل ہے

عکسِ ہر نقشے نتابد تا ابد
قیامت تک کے لئے ہر نقش کا عکس نہیں چمکتا ہے

جز زدل ہم با عدد ہم بے عدد
دل کے علاوہ کسی اور چیز پر (خواہ وہ شمار میں آنیوالے ہوں یا آنے والے ہوں) نہیں

تا ابد ہر نقشِ نو کاید برو
قیامت تک کا ہر نیا نقش جو اس دل پر پڑتا ہے

می نماید بے حجابے اندرو
کسی حجاب کے بغیر اُس میں نظر آتا ہے

اہلِ صیقل رستہ اند از بو و رنگ
صیقل کرنیوالے بُو اور رنگ سے نجات پا گئے ہیں

ہر دمے بینند خوبی بے درنگ
وہ اچھائی کو بلا توقف ہر وقت دیکھ لیتے ہیں

نقش و قشرِ علم را بگذاشتند
اُنھوں نے نقش اور علم کے چھلکے کو چھوڑ دیا ہے

رأیتِ عینُ الیقیں افراشتند
عینُ الیقین کا جھنڈا بلند کر دیا ہے

---

[1] کردار ہا: صنعتیں۔ تو۔ بہتر: دیدہ خانہ: آنکھوں کے حلقے۔ رومیاں آں صوفیاں: یعنی جس طرح رومیوں نے خود نقش و نگار نہیں بنائے بلکہ چینیوں کے نقش و نگار کو منعکس کر لیا اسی طرح صوفیاء اپنی لوحِ دل پر علومِ الٰہیہ کو منعکس کر لیتے ہیں۔ دل۔ دل ایسا آئینہ ہے کہ جب وہ صاف ہو جاتا ہے تو لاانتہا صورتوں کو اپنے اندر منعکس کر لیتا ہے۔

[2] بر موسیٰ: حضرت موسیٰؑ کو علمِ لدنی حاصل ہوا تھا جو لاانتہا تھا اور بے صورت تھا چونکہ وہ علم حصولی نہ تھا جو اشیاء کی صُوَر ذہنیہ کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔ گرچہ وہ علمِ لدنی زمین آسمان اور دریا اور دریائی حیوانات میں نہیں سما سکتا چونکہ یہ سب چیزیں محدود ہیں اور وہ غیر محدود ہے لیکن آئینہ دل میں غیر محدود کو قبول کر لینے کی صلاحیت ہے۔

[3] عقل اینجا: یعنی اِس معاملہ میں کہ قلب میں علمِ لدنی سما سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ قلب اور صورت میں اقتران ہے یا دونوں میں ضدیت ہے۔

تا ابد۔ قیامت تک جس قدر نقوش ہیں خواہ محدود ہوں یا غیر محدود، دل کے سوا کسی آئینہ میں منعکس نہیں ہو سکتے ہیں۔ خوبی۔ علومِ محمودہ عینُ الیقین یقین کا آخری درجہ ہے۔

ذوق و فکر و روشنائی[1] یافتند — بحر بہر آشنائی یافتند
اُن کو ذوق اور فکر اور روشنی حاصل ہو گئی ہے — انھوں نے تیراکی کے لئے سمندر پا لیا ہے

مرگ کز وے جملہ اندر وحشت اند — می کنند ایں قوم بر وے ریشخند
موت جس سے سب خوف زدہ ہیں — یہ قوم اُس کی ہنسی اُڑاتی ہے

کس نیابد بر دلِ ایشاں ظفر — بر صدف آید ضرر نے بر گہر
(کیونکہ) اُن کے دل پر کوئی غالب نہیں پا سکتا ہے — ضرر سیپ کو پہنچتا ہے، نہ کہ موتی کو

گرچہ نحو و فقہ را بگذاشتند — لیک محو و فقر را برداشتند
اگرچہ انھوں نے نحو اور فقہ کو ترک کر دیا ہے — لیکن وہ فنا اور فقر کے حامل ہو گئے ہیں

تا نقوشِ ہشت جنت تافت ست — لوحِ دل شانرا بذیرا یافت ست
جب سے انھوں نے بہشتوں کے نقوش اُبھرے ہیں — اُنکی لوحِ دل کو (عکس کی) قبول کرنے والی پایا ہے

برتر اند از عرش و کرسی و خلا — ساکنانِ مقعدِ صدقِ[2] خدا
وہ عرش اور کرسی اور خلا سے بھی بہتر ہیں — (وہ) خدا کی سچائی کی نشستگاہ کے ساکن ہیں

صد نشاں دارند و محوِ مطلق اند — چہ نشاں بل عین دیدارِ حق اند
وہ سینکڑوں نشان رکھتے ہیں اور مطلق فنا ہیں — نشان کیا، بلکہ وہ اللہ کا بعینہ دیدار ہیں

پرسیدن پیغمبر زید را صلی اللہ علیہ وسلم کہ امروز چونی و چوں بامداد کردی
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زید (رضی اللہ عنہ) سے دریافت فرمانا کہ آج تم کیسے ہو اور تم نے
وبر خاستی و جواب گفتن او کہ اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا یَا رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم
کس حالت میں صبح کی اور (بستر سے) کس حال میں اُٹھے ہو اور اُنکا جواب دینا کہ یا رسول اللہ میں مومن ہونے کی حالت میں صبح کی ہے

گفت پیغمبر صباحے زید را — کیف[3] اَصْبَحْتَ اے رفیق باصفا
ایک صبح کو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زیدؓ سے فرمایا — اے مخلص رفیق! تم نے صبح کس حالت میں کی ہے؟

گفت عبداً مؤمناً باز اوش گفت — گر نشاں از باغِ ایماں گر شگفت
اُنھوں نے کہا مومن بندہ ہونے کی حالت میں پھر اُنسے (حضور نے) فرمایا — اگر ایمان کا چمن کھلا ہے تو اُس کی علامت بتاؤ

گفت تشنہ بودہ ام من روز ہا — شب نخفتستم ز عشق و سوز ہا
اُنھوں نے کہا میں (روزہ کی وجہ سے) دنوں پیاسا رہا ہوں — عشق اور سوز کی وجہ سے راتوں نہیں سویا ہوں

تا ز روز و شب گذر کردم چناں — کہ ز اسپر بگذرد نوک سناں
یہاں تک کہ روز و شب سے میں اس طرح گذر گیا — جس طرح نیزے کی نوک ڈھال سے گذر جاتی ہے

---

[1] روشنائی یعنی نورِ قلب
بحر۔ یعنی علوم دینیہ کا سمندر
آشنائی۔ تیراکی۔ وحشت۔ خوف۔ ریشخند۔ ہنسی اُڑانا۔ ظفر۔ فتح۔ مخالف یعنی جسم۔ گہر۔ یعنی روح۔ محو۔ فنا۔ خلا۔ وہ فضا جو عرش سے اوپر ہے۔

[2] مقعدِ صدقِ۔ قرآن پاک میں ہے "پرہیزگار سچائی کی نشستگاہ میں ہیں"۔ صد نشاں۔ جو بقاء باللہ کے ہیں۔ محوِ مطلق یعنی فنا فی اللہ کی وجہ سے۔ زید۔ یعنی ابن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کو زید الخیر بھی کہا جاتا ہے۔ احادیث میں آنحضورؐ کا اس طرح کا مکالمہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے تو ملتا ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف اس قدر ملتا ہے کہ حضورؐ نے اُن سے دریافت کیا تھا کہ تم نے صبح کس حالت میں کی، اس قصہ کا مقصد یہ ہے کہ مجاہدہ سے مشاہدہ پیدا ہو جاتا ہے۔

[3] کیف کیسے۔ اَصْبَحْتَ تو نے صبح کی۔ باصفا مخلص۔ اوش۔ اُدا۔ گفت۔ دن میں روزے رکھتا تھا اور رات کو یادِ خدا میں مصروف رہتا تھا۔ تازہ روز یعنی زمانی اعتبار سے مجھے تعلق نہ رہا اور محبت حق جو غیر زمانی ہے وہ حاصل ہو گئی۔

کہ[1] آں سُو جملہ ملّت یکے ست
کیونکہ وہاں تمام ملتیں ایک ہیں

صد ہزاراں سال و یک ساعت یکے ست
لاکھوں سال اور ایک گھنٹہ یکساں ہے

ہست ازل را و ابد را اتحاد
(وہاں) ازل اور ابد میں وحدت ہے

عقل را رہ نیست زاں سُو زانقیاد
عقل کو راہ نہیں ہے وہاں عقل کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے

گفت ازاں رہ کُو رہ آوردی بیا
(آنحضورؐ نے) فرمایا اُس راستہ کا تحفہ کہاں ہے لا

در خورِ فہم و عقولِ ایں دیار
جو ان ملکوں (دنیا کے رہنے والوں) کی فہم اور عقلوں کے

گفت خلقاں چوں بنند آسماں
(زیدؓ نے) کہا جب لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں

من ببینم عرش را با عرشیاں
میں عرش کو عرش کے باشندوں کے دیکھتا ہوں

ہشت جنت ہفت دوزخ پیشِ من
آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخیں میرے سامنے

ہست پیدا ہمچو بت پیشِ سمن
اِس طرح نمایاں ہیں جس طرح پجاری کے سامنے بت

یک بیک وَ امی شناسم خلق را
میں لوگوں کو ایک ایک کرکے جدا جدا پہچانتا ہوں

ہمچو گندم من ز جَو در آسیا
جسطرح میں چکی میں جَو اور گندم (کو پہچانتا ہوں)

کہ بہشتی کیست و بیگانہ کے ست
کہ بہشتی کون ہے اور (جنت سے) بیگانہ کون ہے؟

پیشِ من پیدا چو ماروماہی ست
میرے سامنے اِس طرح نمایاں ہے جسطرح سانپ اور مچھلی

ایں[2] زماں پیدا شدہ بر ایں گروہ
اِس گروہ پر اِسی وقت روشن ہے

یَوْمَ تَبْیَضُّ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ
وہ دن جبکہ چہرے نورانی اور کالے ہو جائینگے

پیش ازیں ہر چند جان ہا غیب بُود
اِس (روزِ قیامت) سے پہلے ہی یقیناً روح میں سب کچھ تھی

در رحم بُود و ز خلقاں غیب بُود
رحمِ مادر میں (بچہ کی طرح) تھی اور مخلوق (کی نظروں) سے غیب

اَلشَّقِیُّ[3] مَنْ شَقِیَ فِی بَطْنِ اُمِّہٖ
بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے بدبخت بنا

مِنْ سِمَاتِ الْجِسْمِ یُعْرَفُ حَالُہُمْ
جسم کی علامتوں سے اُن کا حال جانا جاتا ہے

تن چوں مادر طفلِ جاں را حاملہ
بدن، ماں کی طرح، روح سے حاملہ ہے

مرگ دردِ زادن ست و زلزلہ
موت، جننے کا درد اور ہلچل ہے

جملہ جانہائے گذشتہ منتظر
پہلی تمام رُوحیں منتظر ہیں

تا چگونہ زاید آں طفلِ بطر
کہ یہ خود پسند بچہ کس حالت میں پیدا ہوتا ہے؟

زنگیاں گویند خود از ماست او
کالے سمجھتے ہیں وہ ہم میں سے ہے

رومیاں گویند بس زیباست او
گورے کہتے ہیں کہ وہ بہت سُرخ رو ہے

---

[1] کہ۔ ذاتِ حق وحدت تمام ہے اور وہ غیر زمانی ہے حضرت زیدؓ مقامِ وحدتِ ذات اور فنائے کثرتِ تعینات میں پہنچ گئے تھے ازل و ابد چونکہ زمانی ہے لہٰذا غیر زمانی ذات کیلئے وہ یکساں ہے رہ آورد۔ سوغات، تحفہ۔ درخورِ لائق چونکہ حضرت زیدؓ نے ایسے مقام کی باتیں شروع کردیں تھیں جو عوام کی عقلوں سے بالاتر تھیں لہٰذا آنحضورؐ نے انکو تنبیہ کی اور پھر انھوں نے دوزخ اور جنت وغیرہ سے متعلق باتیں بیان کرنا شروع کردیں۔ ہشت۔ یعنی جنت اور دوزخ کے تمام طبقے میرے لئے روشن ہوگئے ہیں۔

[2] ایں زماں۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے کہ عوام تو جنتی اور جہنمی کو قیامت میں پہچانیں گے لیکن اولیاء اللہ انکو اسی دنیا میں پہچان لیتے ہیں۔ یوم قرآن کریم میں ہے یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ جس روز بعض چہرے نورانی ہونگے اور بعض چہرے کالے۔ ایں زماں۔ یعنی جسطرح حضرت زیدؓ کو مشاہدہ حاصل تھا اولیاء اللہ کو بھی مشاہدہ ہوجاتا ہے۔ پیش ازیں۔ یعنی قیامت سے پہلے روح نظروں سے چھپی ہوئی تھی اور اسکے عیب نظر نہیں آتے تھے جسطرح بچہ ماں کے پیٹ میں چھپا ہوتا ہے اور اسکے اوصاف معلوم نہیں ہوتے۔

[3] اَلشَّقِیُّ۔ بدبخت۔ یعنی بچہ کا دوزخی یا جنتی ہونا ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے ہی طے ہوجاتا ہے البتہ عوام اسکے پیدا ہونے کے بعد اسکی جسمانی نشانیوں سے کسی فیصلہ پر پہنچتے ہیں۔ من شقی۔

چوں بزاید[۵۱] در جہاں جانِ وجود
جب روح کا وجود دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے

پس نماند اختلافِ بیض و سُود
کالوں اور گوروں کا امتیاز نہیں رہتا ہے

گر بُود زنگی برندش زنگیاں
اگر وہ کالا ہوتا ہے تو اُس کو کالے لے جاتے ہیں

روم را رومی برد ہم از میاں
گورے کو درمیان میں سے گورے لیجاتے ہیں

تا نزاد او مُشکلات عالم ست
جبتک وہ پیدا نہیں ہوتا عالم کیلئے مشکلات کا سبب ہے

آنکہ او نازادہ بشناسد کم ست
جو نہ جنے ہوئے کو پہچان لیں کم ہیں

او مگر بِنَظَرِ نُورِ اللہ بُود
اگر وہ اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہو

کاندرون پوست او را رہ بُود
کہ چھلکے کے اندر اُس کے لئے راستہ ہوتا ہے

اصل[۵۲] آب نطفہ اسپید ست و خوش
نطفہ کا پانی اصل میں سفید اور خوشنما ہے

لیک عکسِ جانِ رومی و حبش
لیکن گورے اور کالے کی روح کا اثر

میدہد ہر رنگ احسن التقویم را
بہترین ساخت والے کو رنگ بخشتا ہے

تا بہ اسفل می برند ایں میم را
یہاں تک آدھوں کو گہرائی میں لے جاتا ہے

یَوْمَ تَبْیَضُّ وَتَسْوَدُّ وُجُوہٌ
جس روز چہرے سفید اور سیاہ ہونگے

تُرک و ہندو شہرہ گردد زاں گروہ
اُس گروہ میں سے گورے اور کالے مشہور ہو جائینگے

فاش[۵۳] گردد کہ تو کاہی یا کہ کوہ
واضح ہو جائے گا کہ تو تنکا ہے یا پہاڑ

ہندوی یا تُرک پیشِ ہر گروہ
تو کالا ہے یا گورا ہر گروہ پر

در رحم پیدا نباشد ہند و تُرک
رحم (مادر) میں کالا گورا واضح نہیں ہوتا ہے

چونکہ زاید بیند ش خورد و بزرگ
جب پیدا ہوتا ہے اُسکو ہر چھوٹا بڑا دیکھ لیتا ہے

ایں سخن پایاں نہ دارد باز زاں
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ

تا نمانیم از قطارِ کاروان
تاکہ ہم قافلہ کی قطار سے (پیچھے) نہ رہ جائیں

جواب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول را صلی اللہ علیہ وسلم کہ احوال خلق من بر تو پوشیدہ نیست

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا کہ لوگوں کے احوال مجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں

جملہ را چوں روز رستاخیز من
میں سب کو قیامت کے دن کی طرح

فاش می بینم عیاں از مرد و زن
کھلا ہوا دیکھتا ہوں خواہ مرد ہو یا عورت

ہیں بگویم یا فرو بندم نفس
ہاں میں بتاؤں یا سانس گھونٹ لوں

لَبْ گزیدش مصطفٰے یعنی کہ بس
مصطفٰی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُنکے لئے ہونٹ دبایا کہ بس

۵۱ چوں بزاید۔ اوپر کا قصہ تو عالم برزخ کا ہے کہ وہاں جہنمی کو جہنمی اور جنتی کو جنتی پہچانیں گے لیکن جب دنیا میں بچہ پیدا ہوتا ہے تو ابھی جہنمی اور جنتی کا فرق محسوس نہیں ہوتا ہے۔ بیض ابیض کی جمع ہے، گورا۔ سُود۔ اسود کی جمع ہے، کالا۔ تا نزاد او۔ یعنی جب تک عالم برزخ میں پیدائش نہیں ہوتی۔

۵۲ اصل۔ یعنی جہنمی اور جنتی جس نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور جس سے جسم کی ساخت ہوتی ہے اُنمیں یکسانیت ہے فرق جو پیدا ہوتا ہے وہ روح کا عکس ہے۔ احسن التقویم۔ بہترین ساخت یعنی انسان۔ اسفل۔ نچلا حصہ یعنی جہنم کا نچلا حصہ۔ یوم۔ یعنی قیامت کے روز جہنمی اور جنتی گروہ بالکل علیحدہ علیحدہ ہو جائینگے۔

۵۳ فاش۔ واضح۔ کاہی۔ تو تنکا ہے۔ کوہ۔ پہاڑ یعنی عمل کے اعتبار سے بھاری ہے یا ہلکا۔ ہندو ترک یعنی جہنمی اور جنتی۔ رستاخیز۔ قیامت۔ لب گزیدن۔ ہونٹ دانتوں میں دبانا، یہ کام سے روکنے کا اشارہ ہوتا ہے۔

یارسول اللہ بگویم سرِّ حشر[1] — در جہاں پیدا کنم امروز نشر
یارسول اللہ میں قیامت کا راز کہہ ڈالوں — دنیا میں آج ہی قیامت برپا کردوں

ہَل مرا تا پردہ ہا را بر درم — تا چو خورشیدے بتابد گوہرم
مجھے اجازت دیجئے کہ پردے چاک کردوں — تاکہ میرا جوہر آفتاب کی طرح چمکے

تا کسوف آید زمن خورشید را — تا نمایم نخل را و بید را
تاکہ میری وجہ سے سورج گرہن میں آجائے — تاکہ میں کھجور اور بید کو (جدا کرکے) دکھادوں

وانمایم روزِ رستاخیز را — نقد را و نقدِ قلّب[2] میز را
قیامت کے دن کو کھول کر دکھادوں — کھرے اور کھوٹے کو (دکھادوں)

دست ہا ببریدہ اصحابِ شمال — وانمایم رنگِ کفر و رنگِ آل
ہاتھ کٹے ہوئے، بائیں جانب والوں کو — تاریکی اور سُرخ رنگ کو واضح کردوں

وا کشایم ہفت سوراخِ نفاق — در ضیائے ماہ لے خسف و محاق
نفاق کے سات سوراخ واضح کردوں — اُس چاند کی روشنی میں جس کیلئے گرہن اور گھٹاؤ نہیں ہے

وانمایم من پلاسِ اشقیا — بشنوانم طبل[3] و کوسِ انبیا
میں بدبختوں کا ٹاٹ کا لباس کھول کر دکھادوں — انبیاء کا نقارہ سُنادوں

دوزخ و جنّات و برزخ درمیاں — پیشِ چشمِ کافراں آرم عیاں
دوزخ اور جنّتیں اور درمیان میں برزخ — کافروں کی نظروں میں لے آؤں

وانمایم حوضِ کوثر را بجوش — کانبُہِ روشاں زند با نگش بگوش
حوضِ کوثر کو ٹھاٹھیں مارتا ہوا دکھادوں — کہ وہ اُنکے چہروں پر پانی چھڑکنے کا اُن کے کانوں میں آواز پہنچائے

وانکہ تشنہ گرد کوثر می دوند — یک بیک را وا نمایم تا کیند
وہ لوگ جو کوثر کے گرد پیاسے بھاگے پھر رہے ہیں — ایک ایک کو دکھادوں کہ وہ کون ہیں؟

واں کساں کہ تشنہ بر گردش دواں — گشتہ اندایندم نمایم من عیاں
وہ لوگ جو اُس کے چاروں طرف پیاسے بھاگے — پھر رہے ہیں، اُن کو ابھی میں کھلا دکھادوں

می بساید دوشِ شاں دوشِ من — نعرہاشاں می رسد در گوشِ من
اُن کا کندھا میرے کندھے سے چھل رہا ہے — اُن کے نعرے میرے کان میں پہنچ رہے ہیں

اہلِ جنّت پیشِ چشمم زاختیار — در کشیدہ یک دگر را در کنار
میری آنکھوں کے سامنے جنّتی خوشی سے — ایک دوسرے سے گلے مل رہے ہیں

---

[1] حشر و نشر۔ قیامت۔
[2] قلب۔ کھوٹا۔ اصحاب شمال۔ بائیں جانب والے، دوزخی۔ کفر۔ سیاہی۔ آل۔ سُرخی ہفت۔ اِس سے وہ سات کبیرہ گناہ مراد ہیں جن کو احادیث میں "السَّبْعُ الْمُوبِقَاتُ" سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزیں کہا گیا ہے۔ خسف۔ چاند گرہن۔ محاق۔ چاند کا گھٹاؤ۔ پلاس۔ ٹاٹ کا لباس، ذلت کا لباس۔
[3] طبل و کوس۔ نقارہ۔ برزخ۔ جنت اور دوزخ کا درمیانی مقام۔ آب یعنی اُس کا پانی اُن کے چہروں پر پڑے اور اُس کے پانی کے جاری ہونے کی آواز اُن کے کانوں میں آئے۔ کرتشنہ۔ کافروں کو حوضِ کوثر سے سیراب نہ کیا جائیگا۔ اہلِ جنت جنتی باہم مصافحے کریں گے اور بغل گیر ہوں گے۔

دستِ یکدیگر زیارت می کنند
ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے ہوئے ملاقات کر رہے ہیں

وز لباں ہم بوسہ غارت می کنند
اور ہونٹوں سے بوسے (کے مزے) لوٹ رہے ہیں

گر شدی ایں گوشِ تم زانگِ[1] آہ آہ
آہ آہ کی آواز سے میرے یہ کان بہرے ہو گئے

از خسان و نعرۂ واحسرتاہ
بدبختوں کی وجہ سے اور واحسرتا کے نعروں سے

ایں اشارتہاست گویم از نغول
یہ تو اشارے ہیں، گہری بات (بھی) کہتا ہوں

لیک می ترسم ز آزارِ رسول
لیکن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ملال سے ڈرتا ہوں

ہمچنیں می گفت سرمست و خراب
وہ (زید) مستی اور مدہوشی میں یہ کہہ رہے تھے

داد پیغمبر گریبانش بتاب
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُن کا گریبان اینٹھا

گفت دم در کش کہ ایست گرم شد ق
آنحضورؐ نے فرمایا خاموش رہ کہ تیرا گھوڑا تیز ہو گیا ہے

عکسِ حق لا یستحی زد شرم شد
تجھ پر اللہ نہیں شرماتا ہے کا عکس پڑ گیا ہے جو کہ حالت ہے

آئینہ[2] توجست بیروں از غلاف
تیرا آئینہ غلاف سے باہر آگیا ہے

آئینہ و میزاں کجا گوید خلاف
آئینہ اور ترازو (واقعہ) کب بتاتے ہیں

آئینہ و میزاں کجا بندد نفس
آئینہ اور ترازو کب چپ ہوئے ہیں

بہرِ آزار و حیائے ہیچ کس
کسی کی شرم اور تکلیف کی وجہ سے

آئینہ و میزاں محکہائے سنی
آئینہ اور ترازو روشن کسوٹیاں ہیں

گر دو صد سالش تو خدمتہا کنی
اگر تو دو سو سال خدمت کرے

کز برائے من بپوشاں راستی
کہ میری وجہ سے بھائی کو چھپالے

بل فزوں بنما و منما کاستی
بلکہ زیادہ دکھادے، کمی نہ دکھا

اوت گوید ریش و سبلت بر مخند
وہ تجھ سے کہے گا کہ اپنا مذاق نہ اڑا

آئینہ و میزاں وانگہ ریو و بند
آئینہ اور ترازو، اور پھر فریب اور حیلہ

چوں خدا ما را برائے آں فراخت[3]
جبکہ خدا نے ہمیں اس لئے بلند کیا ہے

کہ بما بتواں حقیقت را شناخت
کہ ہمارے ذریعہ سے حقیقت پہچانی جائے

ایں نہ باشد ما چہ ارزیم اے جواں
اے جوان! اگر یہ نہ ہو تو ہم کس لائق ہیں

کے شویم آئینِ روئے نیکواں
ہم نیکوں کے چہرے کا آئینہ کب ہو سکتے ہیں

لیک در کش در بغل آئینہ را
لیکن آئینے کو بغل میں دبالے

کز تجلی کرد سینا سینہ را
اس لئے کہ اُس نے سینہ کو تجلی سے (کوہ) سینا بنا دیا ہے

---

[1] زانگ آہ آہ جہنمی کے افسوس کے نعرے لگانے۔ ایں یعنی قیامت کے واقعات کے بارے میں کچھ اشارے کر رہا ہوں تفصیل بیان کرنے سے ڈرتا ہوں۔ نغول۔ گہری بات۔ آزار۔ ملال۔ تابیدن، تافتن۔ اینٹھنا، بل دینا۔ اَیست۔ یعنی تیرے کلام کا گھوڑا۔ لَا یَسْتَحْیِیْ۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ "خدا سچی بات کہنے سے دریغ نہیں کرتا ہے"

[2] آئینہ۔ یعنی صاف گوئی کا آئینہ۔ خلاف۔ یعنی اعتدال۔ آئینہ و میزان۔ یہ دونوں حقیقت واضح کر دیتے ہیں۔ خواہ کسی کو رنج ہو یا خوشی۔ محک۔ کسوٹی۔ سنی۔ روشن۔ فزوں۔ زیادہ۔ کاستی۔ کمی۔ ریش و سبلت بر مخند۔ بر ریش و سبلتِ خود مخند۔ اپنی داڑھی اور مونچھ کا مذاق نہ بنا۔ ریو۔ فریب۔ بند۔ حیلہ

[3] فراخت۔ افراخت۔ بلند کیا، پیدا کیا۔ ارزیدن۔ ارزیدہ۔ قیمت پانا۔ آئینِ روئے نیکواں شویم۔ بھلے لوگوں کے چہرے کے لائق ہوں یعنی انکے روبرو ہونے کی جرأت کر سکیں۔ تجلی۔ جلوہ گر ہونا۔ سینا۔ وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کی تجلی حاصل ہوئی تھی۔

گفت آخر ہیچ گنجد در بغل
(حضرت زیدؓ نے کہا) بغل میں کبھی سمایا ہے

آفتابِ حق و خورشیدِ ازل
حق کا سورج اور ازل کا آفتاب؟

ہم دُغل[1] را ہم بغل را بر درد
وہ کھوٹ اور بغل کو بھی پھاڑ ڈالتا ہے

نے جنوں ماند بہ پیشش نے خرد
اُسکے سامنے نہ جنون ٹکتا ہے نہ عقل (ٹکتی ہے)

گفت یک اصبع چو بر چشمے نہی
(آنحضورؐ نے) فرمایا اگر تو آنکھوں پر ایک انگلی رکھدے

بینی از خورشید عالم را تہی
دنیا کو سورج سے خالی پائے گا

یک سرِ انگشت پردہ ماہ شد
ایک سرِ انگشت چاند کا پردہ بن گیا

وین نشانِ ساتریِ شاہ شد
یہ شاہ (اللہ) کی پردہ پوشی کی مثال ہوئی

تا بپوشاند جہاں را نقطہ
ایک نقطہ (آنکھ کا پھولا) دنیا کو چھپا دیتا ہے

مہر گردد منخسف از سُقطہ[2]
بادل کے ایک ٹکڑے سے سورج چھپ جاتا ہے

لب بہ بند و غور دریائے نگر
خاموش رہ، اور دریا کی گہرائی پر نظر کر

بحر را حق کرد محکوم[3] بشر
سمندر کو اللہ (تعالیٰ) نے انسان کا محکوم بنایا ہے

ہمچو چشمہ زنجبیل و سلسبیل
جیسا کہ زنجبیل و سلسبیل

ہست در حکمِ بہشتی جلیل
بزرگ بہشتی کے حکم میں ہیں

چار جوئے[4] جنت اندر حکم ماست
جنت کی چار نہریں ہمارے حکم میں ہیں

این نہ زورِ ما بفرمانِ خداست
یہ ہماری طاقت نہیں ہے خدا کے حکم کیوجہ سے ہے

ہر کجا خواہیم واریمش رواں
ہم جس طرف چاہتے ہیں اُنکو جاری کردیتے ہیں

ہمچو سحر اندر مرادِ ساحراں
جیسا کہ جادو، جادوگر کے قابو میں ہوتا ہے

ہمچو این دو چشمۂ چشمِ رواں
جس طرح آنکھ کے دو رواں چشمے

ہست در حکمِ دل و فرمانِ جاں
جان کے فرمان اور دل کے حکم کے تابع ہیں

گر بخواہد رفت سوئے زہرمار
اگر وہ چاہے سانپ کے زہر کیطرف (بصارت) چلی جائے

ور بخواہد سوئے اعتبار
اگر وہ چاہے، عبرت پکڑنے کیطرف چلی جائے

گر بخواہد سوئے محسوسات رفت
اگر وہ چاہے تو نظر محسوسات کی طرف چلی جائے

ور بخواہد سوئے ملبوسات رفت
اگر وہ چاہے چھپی ہوئی چیزوں کیطرف چلی جائے

گر بخواہد سوئے کلیات راند
اگر وہ چاہے (البصیرت) کلیات کی جانب چلی جائے

ور بخواہد جنسِ جزویات ماند
اگر وہ چاہے جزئیات میں گھری رہے

---

[1] دُغل۔ کھوٹ۔ دَغَلَ (ف ع ل) مضارع ہے، دریدن پھاڑنا۔ اصبع۔ انگلی۔ دیں۔ کسی چیز کے پوشیدہ ہونیکی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُس چیز کو چھپا دیا جائے دوسری یہ کہ اپنی آنکھ بند کرلی جائے، اللہ تعالیٰ کا پوشیدہ ہونا دوسری قسم کا ہے۔ نقطہ۔ یعنی پُتلی میں سفید نقطہ۔ مہر۔ سورج۔ منخسف۔ محجوب۔ سُقطہ۔ سین کے ضمہ کیساتھ، بادل کا ٹکڑا۔

[2] محکوم۔ انسان نے دریا کو مسخر کرلیا ہے جس طرح چاہتا ہے اُسپر جہاز رانی کرتا ہے، تو جب دریا مسخر ہے تو خیالات کے دریا کو بھی قابو میں رکھنا چاہیئے۔ لب بہ بند۔ یعنی دل پر قابو حاصل کر اور اُسکے مکشوفات کو ظاہر نہ کر اور غور کر کہ جب اللہ نے سمندر کو انسان کا محکوم بنایا ہے تو دل بھی محکوم بن سکتا ہے۔ زنجبیل و سلسبیل۔ جنت کی دو نہروں کے نام ہیں یعنی یہ بھی انسان کی محکوم ہیں۔

[3] چار جوئے۔ چار نہریں جو کہ پانی دودھ، شہد اور شراب کی ہیں۔ ہر کجا۔ یہ نہریں ہر اُسطرف کو جاری ہونگی جسطرف ہستی چاہیگا یہ بھی انسان کی محکوم ہیں۔ دو چشمہ۔ دونوں آنکھیں دل کی محکوم ہیں۔ زہرمار۔ سانپ کا زہر یعنی گناہ۔ محسوسات۔ وہ چیزیں جو حواس کے ذریعہ

همچنیں ہر پنج حِس[1] چوں نائزہ
اسی طرح پانچوں حواس ٹوٹنی کی طرح

بر مرادِ امرِ دل شد جائزہ
دل کی مُراد کے مطابق چلنے والے بن گئے ہیں

ہر طرف کہ دل اشارت کرد شاں
جس طرف دل نے اُن کو اشارہ کیا

میروند ہر پنج حِس دامن کشاں
پانچوں حواس ناز و انداز سے روانہ ہو جاتے ہیں

دست و پا در امرِ دل اندر بلا
ہاتھ اور پاؤں دل کے حکم میں پھنسے ہیں

ہمچو اندر دستِ موسیٰ آں عصا
جس طرح لاٹھی (حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ میں

دل بخواہد پا درآید زود بر قص
دل چاہے تو پاؤں اُس کی وجہ سے قص میں آ جائیں

یا گریزد سوئے افزونی ز نقص
یا نقصان سے نفع کی طرف بھاگیں

دل بخواہد دست آید در حساب
دل اگر چاہے، ہاتھ کام میں لگ جائیں

با اصابع تا نویسد او کتاب
مع اُنگلیوں کے تاکہ وہ کتاب لکھے

دست در دستِ[2] نہانی ماندہ است
ہاتھ، پوشیدہ ہاتھ (دل) کے قبضہ میں ہے

او درون تن را بروں بنشاندہ است
وہ (دل) اندر ہے، جسم کو باہر بٹھا رکھا ہے

گر بخواہد بر عدو مارے شود
اگر وہ چاہے، (ہاتھ) دشمن کیلئے سانپ بنجائے

ور بخواہد بر ولی یارے شود
اگر وہ چاہے، دوست کا یار بن جائے

گر بخواہد کفچہ در خوردنی
اگر وہ چاہے، کھانے میں چمچہ بن جائے

ور بخواہد ہمچو گرزِ دہ منی
اگر وہ چاہے، دس من کا گرز بن جائے

دل چہ می گوید بدیشاں اے عجب
تعجب ہے، دل اُن سے کیا کہہ دیتا ہے

طُرفہ وصلت طُرفہ پنہانی سبب
عجیب تعلق ہے، عجیب مخفی سبب ہے

دل مگر مُہرِ سلیمانی یافتہ است
دل کو شاید مُہرِ سلیمانی مل گئی ہے

کو مُہارِ پنج حس برتافتہ است
جس نے پانچوں حواس کی مُہار موڑ رکھی ہے

پنج حِسّے[3] از بروں مسورِ او
باہر کے پانچوں حواس اُس کے تابع ہیں

پنج حِسّے از درون مامورِ او
اندر کے پانچوں حواس اُس کے محکوم ہیں

دہ حس ست و ہفت اندام دگر
دس حواس ہیں اور سات دوسرے اعضاء ہیں

آنچہ اندر گفت ناید می شمر
جو ذکر میں نہیں آئے تو اُن کو گن لے

چوں سلیمانی دلا در مہتری
جبکہ تو سلیمانؑ (جیسا) ہے (اور) بہادر سردار ہے

بر پری و دیو زن انگشتری
پری اور دیو پر حکومت کر

---

[1] پنج حس۔ حواس خمسہ۔ دل کے محکوم ہیں۔ نائزہ۔ ٹونٹی، نل۔ جائزہ۔ گذرنے والی۔ دامن کشیدن۔ ناز سے چلنا۔ عصا۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اُنکی محکوم تھی۔ افزونی۔ زیادتی۔ حساب۔ کام۔ اصابع۔ اِصبع کی جمع ہے، اُنگلی۔

[2] دست نہانی خفیہ ہاتھ، دل یعنی ہاتھ بھی دل کا محکوم ہے۔ دل چہ می گوید۔ یہاں سے مولانا نے دل کی حاکمیت پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ مُہرِ سلیمانی۔ حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی جس کی تاثیر سے وہ انسانوں اور جنوں پر حکومت کرتے تھے۔

[3] پنج حسّے از بروں۔ ظاہری پانچ حواس، باصرہ۔ دیکھنے کی طاقت۔ سامعہ۔ سننے کی طاقت۔ شامہ۔ سونگھنے کی طاقت۔ ذائقہ۔ چکھنے کی طاقت۔ لامسہ۔ چھونے کی طاقت۔
پنج حسّے از درون۔ پانچ باطنی حواس۔ حس مشترک۔ خیال۔ وہم۔ حافظہ۔ متصرفہ۔ ہفت اندام۔ سات اعضاء حرکہ۔ یدین۔ رجلین۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں پاؤں۔ ظاہری پنج حس ہفت اندام ہیں، باطنی ہفت اندام یہ ہیں۔ دماغ۔ پھیپھڑا۔ دل۔ جگر۔ تلی۔ پتہ۔ گردہ۔ چوں سلیمانی جبلّی انسان کو قوتِ سلیمانی حاصل ہے تو اسکو اپنے قویٰ پر حکمراں ہونا چاہیئے۔

گر دریں مُلکت بَری باشی زِ دیو[1]
اگر تو اپنی اِس سلطنت میں فریب سے بچا رہے

خاتم از دستِ تو نستاند سدیو
تو سدیو تجھ سے انگوٹھی نہیں چھین سکتا ہے

بعد ازاں عالَم بگیرد اسمِ تو
اُس کے بعد دنیا تیرا نام (یاد) کرے گی

دو جہاں محکوم تو چوں جسمِ تو
تیرے جسم کی طرح دونوں جہاں تیرے محکوم ہونگے

در زدستت دیو خاتم را ببرد
اگر تیرے ہاتھ سے جن انگوٹھی لے اُڑا

بادشاہی فوت شد بختت بمُرد
تو تیری بادشاہی ختم ہوئی اور تیرا نصیبہ مردہ ہو گیا

بعد ازاں یا حسرتا شُد لِلعِبادْ
اُس کے بعد "بندوں پر افسوس ہے" ہو گیا

بر شما مختوم تا یومُ التَّنادْ
وہ تمہارے لئے قیامت تک مُہر بن گیا

وَر تو دیوِ خویشتن را مُنکری
اگر تو اپنے شیطان (کے وجود) کا منکر ہے

چوں رَوی آنجا نور و شن بنگری
جب وہاں (حشر میں) پہنچے گا تو خوب دیکھ لیگا

مکرِ خود را اگر تو اِنکار آوری
اگر تو اپنے فریب (کھانے کا) منکر ہے

از ترازو[2] و آئینہ کے جاں بری
ترازو اور آئینہ سے کیسے جان بچائے گا؟

اِیں سخن پایاں ندارد چوں کُنم
کیا کروں اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے

بعد ازیں بر قصّۂ لقمانؑ تنم
اِس کے بعد میں (حضرت) لقمانؑ کے قصہ میں گفتگو کروں

مُتّہم کردنِ غلامان و خواجہ تاشاں مر لقمانؑ را کہ آں
غلاموں اور ساتھیوں کا (حضرت) لقمانؑ کو متہم کرنا کہ ہم عمدہ اور
میوہائے پروریدہ و گزیدہ آوردیم اُو خوردہ است
اچھے میوے لائے اور وہ اِس نے کھا لئے ہیں

بُود لقمانؑ پیشِ خواجہ خویشتن
(حضرت) لقمانؑ اپنے آقا کے سامنے

در میانِ بندگانش خوار تن
اُس کے غلاموں میں حقیر تھے

می فرستاد اُو غلاماں را بباغ
وہ غلاموں کو میوہ لانے کیلئے باغ میں بھیجتا تھا

تا کہ میوہ آید ش بہرِ فراغ
تاکہ اُس کے لئے بفراغت میوہ آئے

بُود لقمانؑ در غلاماں چوں طفیل[3]
غلاموں میں (حضرت) لقمانؑ طفیل کی طرح تھے

پُر معانی تیرہ صورت ہمچو لیل
نکتوں سے پُر تھے، رات کیطرح کالی صورت تھے

آں غلاماں میوہ ہائے جمع را
اُن غلاموں نے جمع شدہ میووں کو

خوش بخوردند از نہیبِ طمع را
لالچ کی ٹوٹ مارے خوب کھایا

[1] دیو۔ مکر و فریب۔ سدیو۔ اُس جن کا نام ہے جس نے حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی چُرالی تھی۔ یا حسرتا۔ قرآن پاک میں ہے۔ یا حسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن: بندوں کے حال پر افسوس ہے کبھی اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انھوں نے ہنسی نہ اُڑائی ہو۔ مختوم۔ مُہر زدہ۔ یوم التناد۔ قیامت کا دن۔ دیوِ خویشتن۔ یعنی نفسِ امّارہ۔ یعنی میدانِ حشر۔

[2] ترازو۔ یعنی میزانِ اعمال جس سے قیامت میں اعمال تولے جائینگے۔ آئینہ یعنی صحیفۂ اعمال جو قیامت میں ہر شخص کو دیا جائیگا۔ لقمانؑ۔ ایک بڑے دانشور اور صاحبِ حکمت شخص کا نام ہے اُنکو بعض لوگ نبی بھی مانتے ہیں متہم۔ تہمت زدہ۔ خوار تن۔ حقیر۔ یعنی لقمانؑ کی دوسرے غلاموں کے مقابلہ میں آقا کے یہاں کوئی عزت نہ تھی۔

[3] طفیل۔ ایک شخص کا نام ہے جو بلا بُلائے دعوتوں میں شرکت کرتا تھا اور ذلیل ہوتا تھا۔ تیرہ صورت۔ سیاہ فام۔ لیل۔ رات۔ جمع۔ یعنی جمع شدہ۔ خوش۔ بہت۔ طرب۔ نہیب۔ لوٹ۔

خواجہ را گفتند لقمان خورد آں[1] — خواجہ بر لقمان ترُش[2] گشت و گراں

آنھوں نے آقا سے کہا وہ لقمان نے کھائے ہیں — آقا (حضرت) لقمان پر بگڑا اور ناراض ہوا

چوں تفحص کرد از لقمان سبب — در عتاب خواجہ آش بکشاد لب

جب اُس نے (حضرت) لقمان سے وجہ دریافت کی — اپنے آقا کی ناراضی کے سلسلہ میں اُنھوں نے لب کشائی کی

گفت لقمان سیدا[3] پیشِ خدا — بندۂ خائن نباشد مُرتضیٰ

(حضرت) لقمان نے کہا اے آقا! خدا کے سامنے — خیانت کرنیوالا غلام پسندیدہ نہیں ہوسکتا

اِمتحاں را کار فرما اے کیا — شربتِ رانش[4] بدہ بہرِ نما

اے سردار! اِمتحان لے لیجئے — (اصلیت) دکھانے کیلئے مُسہل کا شربت پلا دیجئے

اِمتحاں کُن جملہ ما را اے کریم — سیرماں دردہ تو از آبِ حمیم

اے داتا! ہم سب کا اِمتحان لے لیجئے — ہمیں گرم پانی پیٹ بھر کر پلا دیجئے

بعد ازاں ما را بصحرائے براں — تو سوار و ما پیادہ می دواں

اُس کے بعد ہمیں جنگل میں نکال دیجئے — آپ سوار اور ہم پیدل دوڑیں

آنگہاں بنگر تو بد کردار را — صُنعہائے کاشفُ[5] الاسرار را

تب تو بدکردار کو دیکھ لینا — رازوں کو کھولنے والے کی حکمتوں کو دیکھ لے

گشت ساقی خواجہ از آبِ حمیم — مُرغلاماں را دوخوردند آں زبیم

آقا گرم پانی کا ساقی بن گیا — غلاموں کیلئے، اور اُنھوں نے خوف کیوجہ سے پی لیا

بعد ازاں میراندشاں در دشتہا — می دویدند آں نفر تحت[6] و علا

اُس کے بعد اُن کو جنگلوں میں نکال دیا — وہ لوگ اونچی نیچی جگہ دوڑے

قے در افتادند ایشاں از عنا — آب می آورد زایشاں میوہا

مشقت کی وجہ سے وہ قے میں مبتلا ہوگئے — پانی نے اُن (کے پیٹ) سے میوے نکالڈالے

چونکہ لقمان را درآمد قے ز ناف — می برآمد از درونش آب صاف

جب (حضرت) لقمان کی ناف سے قے آئی — اُن (کے پیٹ) میں سے صاف پانی نکلتا تھا

حکمتِ لقماں چو تاند ایں نمود — پس چہ باشد حکمتِ ربُّ الوجود

جب (حضرت) لقمان کی دانائی یہ کرشمہ دکھاسکتی ہے — تو ربّ الوجود کی حکمت کیا ہوگی؟

یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ کُلُّھَا — بَانَ مِنکُم کَامِنٌ لَا یُشْتَھٰی

جس دن سب رازوں کی آزمائش کی جائیگی — تم میں سے وہ باتیں ظاہر ہونگی جو ناپسندیدہ ہیں

---

[1] آں۔ اُس را۔ تُرش۔ ناراض۔ گراں۔ خفا۔ تفحص۔ جستجو کرنا۔ لب کشادن۔ بولنا۔ سیدا۔ اے آقا۔ خائن۔ خیانت کرنے والا۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ کار فرما۔ عمل میں لا۔ کیا۔ سردار۔ رانش۔ راندن سے بنا ہے، مُسہل۔ کریم۔ بزرگ، سخی۔ آبِ حمیم۔ گرم پانی، صنعہائے۔ حکمتیں۔

[5] کاشف الاسرار۔ رازوں کو کھولنے والا۔ آپ پہلے مصرع میں علامتِ مفعول ہے۔ دوسرے مصرع میں سبب کے لئے ہے۔ ساقی۔ پانی پلانے والا۔ حمیم۔ ڈر، خوف۔ دشت۔ جنگل۔ نفر۔ گروہ، جماعت۔

[6] تحت۔ نیچا۔ علا۔ بلندی۔ عنا۔ محنت۔ زایشاں۔ یعنی غلام۔ تاند۔ تواند۔ ربُّ الوجود۔ وجود کا پانے والا، اللہ تعالےٰ۔ یوم۔ دن۔ تُبلیٰ۔ آزمائے جائیں گے۔ السرائر۔ سریرۃ کی جمع ہے، چھپی ہوئی چیز۔ بان۔ ظاہر ہوا۔ کامن۔ پوشیدہ۔ لا یشتھیٰ۔ ناپسندیدہ۔

چوں سُقُوا[1] مَاءً حَمِیْمًا قُطِّعَتْ
جب اُن کو گرم پانی پلایا گیا پارہ پارہ کر دیئے گئے

جُمْلَۃُ الْاَسْتَارِ مِمَّا اُفْضِحَتْ
تمام پردے اُن کارناموں سے جنھوں نے رُسوا کیا

نارزاں آمد عذاب کافراں
کافروں کی سزا، آگ اسی وجہ سے بنی ہے

کہ حجر را نار باشد امتحاں
کہ پتھر کی آزمائش آگ سے ہوتی ہے

ایں دلِ چوں سنگ را تا چند چند
اِس پتھر جیسے دل کو کتنی ہی

پند گفتیم و نمی پذیرفت پند
ہم نے نصیحت کی اُس نے نصیحت قبول نہ کی

مَرْ سَرِ خَر[2] را سنِ و دندانِ سگ
گدھے کے سر کیلئے کتے ہی کے دانت مناسب ہیں

زشت را ہم زشت جفت و بایست
بُرے کا بُرا ہی جوڑا اور لائق ہے

لِلْخَبِیْثَاتِ الْخَبِیْثُوْن حِکمت ست
خبیثات کے لئے خبیثوں کا ہونا ہی دانائی ہے

محو او باش و صفاتش را پذیر
اُس میں فنا ہو جا اور صفات کو قبول کر لے

پس تو ہر جفتے کہ میخواہی بگیر
پس تو جو جوڑا چاہے بنالے

محو و ہمشکل صفاتِ دوست شو
دوست کی صفات میں فنا اور ہمشکل بن جا

پس تو ہر راہے کہ میخواہی برو
پس تو جس راستہ پر چلنا چاہے، چل

دور خواہی خویش بین و دور شو
دُور ہونا چاہتا ہے تو متکبر اور دُور ہو جا

نور خواہی مستعدِ نور شو
نور چاہتا ہے تو نور کے لئے مستعد بن

سرکش از دوست و اسْجُدْ وَاقْتَرِبْ
دوست (اللہ تعالیٰ) سے سرکشی نہ کر اور سجدہ کر اور قریب ہو جا

ور رَہے خواہی ازیں سجنِ[3] خَرِب
اگر اس برباد، قید خانے سے رہائی چاہتا ہے

سر بنہ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
سر (تسلیم) خم کر دے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

سرکشانرا بیں سراسر در عذاب
سرکشوں کو سراسر عذاب میں سمجھ

بر بُراقِ ناطقہ بر بند قید
گویائی کے براق کو باندھ دے

ایں سخن پایاں ندارد خیز زیدؓ
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے اے زیدؓ اُٹھو

بقیہ قصہ زیدؓ در جواب حضرت رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام

(آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں (حضرت) زیدؓ کا بقیہ قصہ)

ناطقہ چوں فاضح آمد عیب را
جبکہ بولنا، عیب کی پردہ دری کرنے والا ہے

میدراند پردہائے غیب را
وہ غیب کے پردوں کو چاک کر دیتا ہے

---

[1] سُقُوا۔ پلائے گئے۔ مَاءً حَمِیْمًا۔ گرم پانی۔ قُطِّعَتْ۔ پارہ پارہ کر دیئے گئے۔ اَلْاَسْتَار۔ ستر کی جمع ہے، پردہ۔ مِمَّا۔ وہ چیزیں۔ اَفْضَحَتْ۔ جس نے رسوا کیا۔ حجر۔ پتھر کو آتش گیر مادہ سے توڑا جاتا ہے۔ ایں دل۔ کافروں کے دل کو قرآن نے پتھر سے تعبیر کیا ہے۔ رگ یافتن۔ حقیقت کو پہنچ جانا۔

[2] مَرْ سَرِ خَر۔ مشہور ہے گوشتِ خر دندانِ سگ۔ زشت۔ بدصورت۔ جفت شوہر، بیوی۔ بایست۔ لائق سزاوار، مناسب۔ پس۔ حدیث شریف ہے: اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ "انسان اپنے دوست کا مذہب اختیار کر لیتا ہے تو غور کرلے کس سے دوستی کر رہا ہے۔

[3] سجن۔ قید خانہ۔ خَرِب۔ ویرانہ۔ اُسْجُدْ۔ تو سجدہ کر۔ اِقْتَرِبْ۔ قریب ہو جا۔ ایں سخن۔ یہ آنحضورؐ کا مقولہ ہے۔ بُراق۔ وہ سواری جو حضورؐ کو معراج میں ملی تھی۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی یہاں سے مولانا نے اسرار کے اخفاء کی حکمتیں بتائی ہیں۔ فاتح۔ رُسوا کرنے والا۔

غیب[۵۱] مطلوب حق آمد چند گاہ — ایں دُہل زن را براں بر بند راہ
ہر چند کہ اللہ (تعالےٰ) کو غیب مطلوب ہے — اِس ڈھول پیٹنے والے کو نکالدے راستہ بند کرائے

تگ مراں در کش عناں مستور بہ — ہر کس از پندارِ خود مسرور بہ
تیز نہ دوڑ، باگ کھینچ (ارکا) چھپا ہوا ہونا بہتر ہے — ہر انسان کا اپنے خیال کے مطابق خوش رہنا بہتر ہے

حق ہمی خواہد کہ نومیداں[۵۲] اُو — زیں عبادت ہم نگردانند رُو
اللہ (تعالےٰ) چاہتا ہے کہ اُس سے نا امید — بھی اِس عبادت سے مُنہ نہ موڑیں

ہم مُشرّف در عبادتہائے اُو — مُشتغل گشتہ بطاعتہائے اُو
جو لوگ اُس کی عبادتوں سے مشرف ہیں — اُس کی فرمانبرداریوں میں مشغول ہیں

ہم بامیدے مُشرّف می شوند — چند روزے در رکابش می دوند
وہ بھی اُمید سے مشرف ہوں — (کیونکہ) چند روز وہ بھی ہمرکاب رہے ہیں

خواہد آں رحمت بتابد بر ہمہ — بر بد و نیک از عموم مرحمہ
رحمت چاہتی ہے کہ وہ سب پر نازل ہو — بُرے اور بھلے پر رحمت کے عام ہونے کی وجہ سے

حق ہمی خواہد کہ ہر میر و اسیر — با رجا و خوف باشند و حذیر[۵۳]
اللہ (تعالےٰ) چاہتا ہے کہ ہر حاکم اور محکوم — امید و بیم میں رہیں اور ڈرتے رہیں

ایں رجا و خوف در پردہ بود — تا پسِ ایں پردہ پروردہ شود
یہ امید و بیم پردہ (پوشی کی صورت) میں ہوتی ہے — تاکہ پسِ پردہ وہ پرورش پاتے رہیں

چوں دریدی پردہ کو خوف و رجا — غیب را شد کرّ و فر اندر ملا
جب تو نے پردہ چاک کر دیا امید و بیم کہاں رہی؟ — غیب کی شان و شوکت برملا ہو گئی

حکایت

برلبِ جُو بر وطنے یک فتیٰ — کہ سلیمانؑ ست ماہی گیرِ ما
ایک نوجوان نے دریا کے کنارے پر خیال کیا — کہ ہمارا بھیرا، سلیمان (علیہ السلام) ہے

گر ویست ایں از چہ فرد ست و حقیست — ور نہ سیمائے سلیمانیش چیست
یہ اگر وہی ہے تو یہ تنہائی اور بھیا پن کیوں ہے؟ — ورنہ اُس کا سلیمانؑ جیسا چہرہ مہرہ کیوں ہے؟

اندریں اندیشہ می بود او دو دل[۵۴] — تا سلیمانؑ گشت شاہِ مستقل
اِس خیال میں وہ دو دل ہو رہا تھا — یہاں تک کہ حضرت سلیمانؑ مستقل بادشاہ بنگئے

دیو رفت از مُلک و تختِ او گریخت — تیغ بختش خونِ آں شیطاں بریخت
دیو جاتا گیا، اُن کے مُلک اور تخت سے بھاگ گیا — اُن کے نصیب کی تلوار نے اُس شیطان کا خون بہایا

---

[۵۱] غیب۔ پردہ پوشی۔ دُہل زن۔ ڈھول پیٹنے والا۔ اعلان کرنے والا۔ تگ۔ دوڑ۔ مراں۔ راندن سے نہی ہے، نہ چلا۔ عنان۔ باگ۔ مستور۔ چھپا ہوا۔ پندار۔ عقیدۂ خیال۔

[۵۲] نومیداں۔ وہ لوگ جو غلط عقیدہ کی وجہ سے نفس امّارہ میں مایوس ہیں، یعنی انھوں نے اسرار میں یہ بھی حکمت ہے کہ یہ لوگ بھی مایوس نہ ہوں۔ عبادتہائے۔ یعنی ناقص عبادتیں۔ رکاب۔ سواری، جلو۔ میر۔ سردار۔ اسیر۔ یعنی محکوم۔ رجا۔ امید۔

[۵۳] حذیر۔ ڈرنے والا۔ ایں رجا۔ یعنی جب تک انسان کے اعمال پر دے میں ہیں امید و خوف ہے ورنہ یکسو ہو جائیگا۔ اندر ملا۔ برملا۔ حکایت۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انکشاف حقیقت کے بعد خوف و رجا ختم ہو جاتا ہے۔ گر ویست۔ اگر بھیرا واقعی سلیمانؑ ہیں تو تنہا اور اس حالت میں کیوں ہیں۔ سیما۔ علامت، چہرہ مہرہ۔ دو دل۔ متردد۔ مستقل۔ خود مختار۔ دیو۔ وہ جن جس نے انگوٹھی چرائی تھی۔

کرد در انگشت خود انگشتری
انھوں نے اپنی انگلی میں انگوٹھی پہنی

جمع[۵۱] آمد لشکرِ دیو و پری
دیو اور پریوں کا لشکر جمع ہو گیا

آمدند از بہرِ نظّارہ رِجال
لوگ (دیدار) کے لئے آئے

در میانِ شاں آنکہ بُد صاحب خیال
اُن میں وہ (بھی) تھا

چوں در انگشتش بدید انگشتری
جب اُس نے اُن کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی

رفت اندیشہ و گمانش یکسری
اُس کا گمان اور خیال ختم ہو گیا

وہم[۵۲] آنگاہ ہست کاں پوشیدہ است
(وہم اُسوقت تک رہتا ہے جبتک کہ وہ پوشیدہ ہے)

ایں تحرّی از پئے نادیدہ است
اٹکل بغیر دیکھی چیز کے لئے ہے

شد خیالِ غائب اندر سینہ رفت
غائب (چیز) کا خیال سینہ میں استوار ہوا

چونکہ حاضر شد خیال اُو برفت
جب وہ حاضر ہو گئی خیال ختم ہوا

گر سمائے نور بے بارِیدنی ست
اگر منوّر آسمان نہ برسنے والا ہے

ہم زمین تاریک بے بالیدنی ست
تاریک زمین بھی بغیر نشوونما کے ہے

یُؤمِنُونَ بِالْغَیبِ[۵۳] می باید مرا
(اللہ نے فرمایا) ہمیں غیب پر ایمان لانیوالے درکار

زاں بہ بستم روزنِ فانی سَرا
اس لئے میں نے دنیا کے سوراخ بند کر دئے ہیں

گرچہ ہست اظہار کردن خود کمال
اگرچہ ظاہر کرنا خود کمال ہے

می رہاند جانہا را از خیال
(کیونکہ) جانوں کو وہم سے رہائی دیدیتا ہے

لیک یک در صد بُود ایمانِ غیب
لیکن سَو میں سے ایک کو ایمان بالغیب ہوتا ہے

نیک دان و بگذر از تزویر و ریب
خوب سمجھ لے اور مکر اور شک سے درگزر کر

چوں[۵۴] بگویم ھَل تَرٰی فِیھَا فُطُور
تو کیا تم اُنمیں انشقاق دیکھتے ہو کیسے کہوں؟

گر[۵۵] شگافم آسماں را در ظہور
اگر اظہار کے لئے میں آسمان میں انشقاق کا دوں

ہر کسے رُو جانبے می آورند
ہر آدمی الگ الگ جانب کو رُخ کرے

نادریں ظلمت تحرّی گسترند
تاکہ اس اندھیرے میں اٹکل لگاتے رہیں

شحنہ را دُزد آورد بردار ہا
چور، کوتوال کو سولی پر چڑھا دے

مدّتے معکوس باشد کارہا
(تاکہ) ایک عرصہ تک کام اُلٹے رہیں

بندۂ بندہ خود آید مدّتے
ایک عرصہ تک غلام کا غلام رہے

تاکہ بس سلطانِ عالی ہمتے
تاکہ عالی ہمت بادشاہ

---

۵۱ جمع آمد۔ حضرت سلیمانؑ کی سلطنت دوبارہ جم گئی۔ رجال۔ رجل کی جمع ہے مرد۔ صاحب خیال۔ یعنی وہ شخص جس نے حضرت سلیمان کو مچھلیاں پکڑتے دیکھا تھا جبکہ وہ سلطنت سے محروم ہو کر ایک مچھیرے کے گھر میں زر پوش ہو گئے تھے چوں۔ ایک روز حضرت سلیمانؑ کے جال میں وہ مچھلی آگئی جس نے وہ انگشتری نگل لی تھی جو دیو سے دریا میں گر پڑی تھی اور جس کے بل پر حضرت سلیمانؑ حکومت کرتے تھے اور اُس مچھلی کے پیٹ سے انگشتری نکال کر حضرت سلیمانؑ نے اپنی انگلی میں پہن لی۔

۵۲ وہم۔ جو چیز پوشیدہ اور مخفی ہو وہاں وہم کارفرما ہوتا ہے۔ گر سمائے نور۔ عالم کی شادابی کیلئے بارش ہونا ضروری ہے جو کہ ابر کے حجاب کیساتھ نازل ہوتی ہے ورنہ زمین میں بالیدگی نہ ہو۔ اسی طرح اخفاء غیب میں بھی مصلحت ہے۔ فانی سرا یعنی دنیا۔ لیک در صد۔ تمام عالم کا مومن ہو جانا مصلحتِ باری کے خلاف ہے۔

۵۴ چوں۔ اگر میں غیب کے شاہد کیلئے آسمانوں کو شق کر دیتا تو ھَل تَرٰی مِن فُطُورٍ کی دعوت نہ دیتا۔ قرآن میں اللہ کی حکمت پر استدلال میں یہ آیت ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَل تَرٰی مِن فُطُورٍ اے انسان تو اپنی نظر آسمان پر دوڑا کر اُنمیں تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے۔ نادریں۔ غیب میں

یہ بات یوں ہے کہ دنیا میں ہر چیز کو دلائل سے ثابت کرنا پڑتا ہے مگر قیامت میں ہر چیز کھلی ہوئی ہوگی۔

بندگی[1] در غیب آمد مذہب و کیش
غیب کی صورت میں عبادت خوب اور بہتر ہے

حفظِ غیب آمد در استعباد خوش
عبادت کرانے میں غیب کی حفاظت اچھی ہے

گو کہ مدحِ شاہ گوید پیشِ او
کہاں ہے وہ جو بادشاہ کے سامنے بادشاہ کی تعریف کرے

باکہ در غیبت بود او شرم رو
اس کے مقابلہ میں جو غائبانہ شرمائے

قلعہ دارے کز کنارِ مملکت
وہ قلعہ دار جو مملکت کے کنارے پر

دور از سلطان و سایہ سلطنت
بادشاہ اور سلطنت کے سایہ سے دور

قلعہ نفروشد بمالِ بیکراں
لاتعداد مال کے لئے قلعہ کو فروخت کرے

پاس دارد قلعہ را از دشمناں
دشمنوں سے قلعہ کی حفاظت کرے

غائب از شہ در کنارِ ثغرہا
دل کے کنارے پر بادشاہ سے غائب

ہمچو حاضر او نگہدارد وفا
حاضر کی طرح وفا کی نگہداشت کرے

پیشِ شہ او بہ بود از دیگراں
بادشاہ کے نزدیک وہ دوسروں سے بہتر ہے گا

کہ بخدمت حاضر اند و جانفشاں
جو دربار میں حاضر ہیں اور جانفشانی کر رہے ہیں

پس بغیبت نیم ذرہ حفظِ کار
غیبت میں کام کی تھوڑی بھی نگہداشت

بہ کہ اندر حاضری زاں صد ہزار
موجودگی کی لاکھ کارگذاری سے بہتر ہے

طاعت[2] و ایماں کنوں محمود شد
فرمانبرداری اور ایمان اب قابلِ تعریف ہے

بعدِ مرگ اندر عیاں مردود شد
مرنے کے بعد مشاہدہ کی صورت میں نامقبول ہے

چونکہ غیب و غائب و روپوش بہ
چونکہ غیب اور غائب اور چھپا ہوا بہتر ہے

پس دہاں بر بند و لب خاموش بہ
تو منہ کو بند کرنے خاموش رہنا بہتر ہے

اے برادر دست وادار از سخن
اے بھائی! بات کہنے سے دستبردار ہو جا

خود خدا پیدا کند علمِ لدن
وہ (اللہ تعالیٰ) علمِ لدنی خود پیدا کر دیگا

بس بود خورشید را رویش گواہ
سورج کے لئے اس کا چہرہ کافی گواہ ہے

ای شئی ءٍ اعظم الشاہد الٰہ
سب سے بڑا گواہ کون ہے؟ خدا ہے

نے بگویم[3] چوں قریں شد در بیاں
نہیں میں تو شہادت دونگا جیسا کہ بیان میں ساتھ ہیں

ہم خدا و ہم ملک ہم عالماں
اللہ بھی اور فرشتے بھی اور علماء بھی

یشہد اللہ والملٰئکۃ واہل العلوم
اللہ گواہی دیتا ہے اور فرشتے اور علماء

انہ لا رب الا من یدوم
کہ رب نہیں ہے مگر وہ جو ہمیشہ رہے

---

[1] بندگی۔ یہاں سے بھی اخفاء احوال کی حکمت بیان کرنا شروع کی۔ غیب۔ حفظ۔ محفوظ۔ استعباد۔ عبادت کرانا۔ حفظِ غیب۔ غائبانہ اطاعت کا بڑا درجہ ہے۔ گو۔ گجا یعنی دونوں میں بہت فرق ہے۔ ثغر۔ سرحد

[2] طاعت و ایماں۔ آیاتِ الٰہیہ کے مشاہدہ کے بعد ایمان معتبر نہ ہوگا۔ علمِ لدن۔ خدا جس کو چاہیگا خود علم دینی عطا فرمادیگا اور وہ غیب پر مطلع ہو جائیگا، تو خاموش ہو جا۔ پس جب مشاہدہ ہو جائیگا تو پھر کسی گواہ کی ضرورت نہ رہے گی۔

[3] نے بگویم۔ اوپر کا مضمون تھا کہ صرف اللہ کی گواہی ہی کافی ہے۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

اب اس مضمون سے گزرتے ہے کہ ہاں اللہ کی گواہی کافی مزید ہے لیکن چونکہ اللہ نے اپنی گواہی میں فرشتوں اور اہلِ علم کو شریک کیا ہے تو میں بھی گواہی دیتا ہوں یشہد قرآن پاک میں ہے "شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملٰئکۃ واولوا العلم" اللہ اس پر گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہلِ علم گواہی دیتے ہیں۔

چوں[1] گواہی داد حق کہ بُود مَلَک — تا شود اندر گواہی مشترک

جب اللہ تعالیٰ نے گواہی دیدی تو فرشتے کیا ہوتے ہیں — کہ وہ گواہی دینے میں شریک ہوں

زانکہ شعشاع و حضورِ آفتاب — بر نتابد چشم و دلہائے خراب

یہ اس لئے کہ کرنوں اور سورج کی موجودگی کی — کمزور آنکھیں اور دل طاقت نہیں رکھتے ہیں

چوں خفاشے[2] کوتفِ خورشید را — بر نتابد بگسلد اُمید را

جبکہ چمگادڑ جو سورج کی چمک کی — تاب نہیں لاتی ہے اُمید توڑ بیٹھتی ہے

پس ملائک را چو ماہاں بازداں — جلوہ گر خورشید را بر آسماں

تو فرشتوں کو اُن چاندوں کی طرح سمجھ — جو آسمان پر سورج کو جلوہ دیتے ہیں

کایں ضیا ما زآفتابے یافتیم — چوں خلیفہ بر ضعیفاں تافتیم

(وہ کہتے ہیں) کہ یہ روشنی ہم نے سورج سے حاصل — قائم مقام بن کر ہم کمزوروں پر چمکے ہیں

چوں[3] مہِ نو یا سہ روزہ یا کہ بدر — مرتبہ ہر یک بُود در نور و قدر

نئے چاند یا تین روزہ چاند یا چودھویں کے چاند کی — ہر ایک (فرشتہ) کا نور اور قدر میں رتبہ ہے

زانجمہ نورِ ثلاث اَو رُباع — بر مراتب ہر مَلَک را آں شعاع

نور کے تین تین یا چار چار بازوؤں کی وجہ سے — مرتبہ کے اعتبار سے ہر فرشتہ کو وہ نور حاصل ہے

ہمچو پرہائے عقولِ انسیاں — کہ بسے فرق ست شاں اندر میاں

جیسے انسانوں کے عقل بازو — کہ اُن کے درمیان بہت بڑا فرق ہے

پس قرین ہر بشر در نیک و بد — آں مَلَک باشد کہ مانندش بُود

ہر انسان کا نیکی اور بدی کے اعتبار ساتھی — وہ فرشتہ ہوگا جو اُس کے مناسب ہوگا

چشمِ اَعشٰی نورِ خور را بر نتافت — اختر اُو را شمع شد تا رہ بیافت

چندھے کی آنکھ میں سورج کی روشنی کی تاب نہیں ہے — ستارہ اُس کی شمع بنگیا یہانتک کہ راستہ ملگیا

گفتنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مر زید رضی اللہ عنہ را

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زید رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ

کہ ایں سِرّ را فاش تر ازیں مگو و متابعت نگہدار

اس راز کو اس سے زیادہ کھل کر نہ کہہ — اور فرمانبرداری کا لحاظ رکھ

گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم — رہرواں را شمع و شیطاں را رجوم

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میرے صحابہ — جو مسافروں کی شمع اور شیطان کیلئے گرز ہیں

ستارے ہیں

---

[1] چوں گواہی۔ اب یہ سمجھنا ہے کہ خدا کی گواہی کے بعد فرشتوں اور علماء کی گواہی کی کیا ضرورت تھی شعشاع۔ شعاع۔ برنتابد تاب نیارد۔

[2] خفاش۔ چمگادڑ۔ قف۔ چمک۔ گرمی۔ پس ملائک۔ یعنی جسطرح سورج کے ہوتے ہوئے چاند اور ستاروں کے وجود میں مصلحت کارفرما ہے اسیطرح اللہ کی گواہی کے بعد فرشتوں کی گواہی میں مصلحت کارفرما ہے ساہاں۔ مختلف نوع کے چاند۔

[3] چوں۔ جس طرح مختلف تاریخوں کے چاند کے نور میں فرق ہے اسیطرح فرشتوں کے مراتب میں فرق ہے اجنحہ۔ جناح کی جمع ہے بازو۔ ثلاث۔ تین تین۔ رُباع۔ چار چار۔ عقول۔ انسانوں کی عقلوں میں فرق ہے۔ اعشیٰ۔ چندھا کمزور نگاہ والا۔ خورشید۔

[4] اصحابی۔ حدیث شریف ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ میرے صحابہ ستاروں کیطرح ہیں تم جس کی بھی پیروی کرلو گے راہ یاب ہوجاؤ گے۔ ستاروں کے دو فائدے ہیں ایک راہنمائی دوسرے یہ کہ وہ شیطانوں کیلئے گرز بھی ہیں جو شیاطین آسمانی باتیں چرانے کی کوشش کرتے ہیں اُن کو ہلاک کردیتے ہیں۔ اسیطرح صحابہ جو اہل العلوم ہیں وہ منکروں کی ہلاکت کا سبب ہیں۔

ہر کسے را گر بُدے آں چشم و زور
اگر ہر شخص کے لئے وہ آنکھ اور طاقت ہوتی

گو گرفتے زا فتابِ چرخ[1] نُور
کہ جس سے آسمان کے سورج سے نور حاصل کر سکتا

کے ستارہ حاجتستے اے ذلیل
اے ذلیل! ستارے کی پھر کیا ضرورت تھی؟

کے بُدے بر نورِ خورشید آں دلیل
وہ سورج کی روشنی کا راہنما کب ہوتا؟

ہیچ ماہ و اخترے حاجت نبُود
(اُسکو) کسی چاند اور ستارے کی ضرورت نہ تھی

گو بُود بر آفتاب حق شہُود
جو حق کے سورج کا گواہ ہوتا

ماہ[2] می گوید بابر و خاک و فے
چاند! ابر اور خاک اور سایہ سے کہتا ہے

مَن بشر مِثلُکُم یُوحیٰ اِلَی
میں تم جیسا انسان ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے

چوں شما تاریک بودم در نہاد
دراصل تمہاری طرح میں بھی بے نور تھا

وحیِ خورشیدم چُنیں نورے بداد
وحی کے سورج نے مجھے یہ نور عطا کیا ہے

ظُلمتے دارم بہ نسبت با شموس
سورجوں کی بہ نسبت میں تاریک ہوں

نُور دارم بہرِ ظلماتِ نفُوس
انسانوں کی تاریکیوں کیلئے میرے پاس نور ہے

زاں ضعیفم تا توتا بے آوری
میں اس لئے ضعیف ہوں کہ تو برداشت کر سکے

کہ نہ مَرد آفتابِ انوری
کیونکہ تو زیادہ چمکدار سورج کا مرد (میدان) نہیں ہے

ہمچو شہد[3] و سرکہ درہم بافتم
میں شہد اور سرکہ کی طرح باہم مل گیا ہوں

تا بہ بیماری جگر رہ یافتم
یہاں تک کہ جگر کی بیماری تک پہنچ گیا ہوں

اے گرفتارِ (مرض) چوں زِ علت وا رہیدی (اگر) بیماری سے نجات پا جائے

سرکہ را بگذار می خور انگبیں
سرکہ کو چھوڑ دے شہد چاٹ

تخت دل معمور شُد پاک انہ ہوا
جب دل کا تخت خواہشات سے پاک ہو کر (انور سے) بھر گیا

بر وے اَلرَّحمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اِستَوٰی
تو اَلرَّحمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اِستَوٰی کا مصداق ہو گیا

حکم بر دل بعد ازیں بے واسطہ
اس کے بعد بلا واسطہ دل پر حکم

حق کُند چوں یافت دل این ربط را
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے جب دل کو یہ ربط حاصل ہو گیا

ایں سخن پایاں ندارد زید کُو
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے (حضرت) زید کہاں ہیں؟

تا دہم بندش کہ رسوائی مجُو
تاکہ میں اُن کو روکوں کہ رسوائی نہ کر

نیست حکمت گفتن ایں اَسرار را
ان رازوں کے کہنے میں دانائی نہیں ہے

چوں قیامت می رسد اظہار را
اظہار کے لئے قیامت آرہی ہے

---

[1] چرخ۔ آسمان۔ دلیل۔ رہنما۔ شہود۔ شاہد۔ گواہ۔ ظل۔ سایہ۔

[2] ماہ۔ یعنی نبی کریم پر وحی وحی بھیجی جاتی ہے۔ الیّ۔ میری جانب۔ قرآن میں ہے۔ قُل اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثلُکُم یُوحیٰ اِلَیَّ "اے نبی! تم لوگوں سے کہدو میں تم جیسا انسان ہوں مجھ پر وحی آتی ہے" چونکہ خطاب آنحضورؐ کو خطاب کر کے اللہ نے فرمایا ہے "اسی طرح سے ہم نے اپنے حکم سے دین کی جان یعنی قرآن تمہاری طرف وحی کے ذریعہ بھیجی ہے تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کسکو کہتے ہیں شموس۔ یعنی شئون باری اور صفاتِ الٰہی۔ کہ نہ مرد۔ براہ راست مناجات اللہ (خاصۃ عوام کے لئے مناسب نہیں اسلئے رسول واسطہ بنتے ہیں۔

[3] شہد۔ یعنی فیض حق۔ سرکہ۔ یعنی قوی تعلیمات جگر۔ یعنی مخلوقات۔ درہم بافتن۔ مل جل جانا۔ رہ یافتن۔ داخل ہو جانا، سرایت کرنا۔ علت۔ یعنی روحانی امراض۔ سرکہ را بگذار۔ اب قالی اور قولی تعلیمات کی ضرورت نہیں ہے اسرار الٰہی کی معرفت بذریعہ علم لدنی حاصل ہونے لگیگی تخت دل۔ یعنی جب دل ہوا و ہوس سے پاک ہو جائیگا اللہ کی تجلیات اثیر ایسی ہی ہونگی جیسی کہ عرش پر۔ حکم جبلّت سے رابطہ پیدا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ دل پر

رجوع بحکایت زید رضی اللہ عنہ

(حضرت) زید رضی اللہ عنہ کی حکایت کی طرف واپسی

زید را اکنوں نیابی گو گریخت
(اے مخاطب) اب تو زید کو نہ پائیگا کیونکہ اب وہ چلدیئے

جست از صف نعال و نعل ریخت[1]
(مجلس کی) آخری صف سے روانہ ہوگئے اور تیزی سے روانہ ہوئے

تو کہ باشی زید ہم خود را نیافت
تو کیا ہے، زید خود اپنے آپ کو نہیں پا سکتے ہیں

ہمچو اختر کہ بروخورشید تافت
اُس ستارے کی طرح جس پر سورج روشنی ڈالدے

نے ازو نقشے بیابی نے نشاں
نہ تو اُس (ستارے) کا نقش پائے گا نہ نشان

نے کہے یابی براہِ کہکشاں
نہ کہکشاں کے راستہ میں تو ہنکا پائے گا

شد[2] حواس و نطق بے پایانِ ما
ہمارے لامحدود حواس اور قوتِ گویائی

محوِ نورِ دانشِ سلطانِ ما
ہمارے شہنشاہ کی دانش کے نور میں فنا ہوگئی

حسہا و عقلہاشاں در درون
اُن (روحوں) کے حواس اور عقلیں اس عالم میں

موج در موجِ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن
"لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن" کے مقام میں موجزن تھے

چوں شب آمد باز وقتِ باز شد
جب رات آئی پھر کام کا وقت آگیا

انجم پنہاں شدہ بر کار شد
چھپے ہوئے ستارے کام میں لگ گئے

خلق[3] عالم جملگی بیہش شوند
دنیا کی تمام مخلوق بے ہوش ہوجاتی ہے

پردہا بر روئے کشند و بغنوند
چہرے ڈھانپ لیتے ہیں اور سونے لگتے ہیں

صبح چوں دم زد علم افراشت خور
صبح نے جب سانس لیا سورج نے جھنڈا بلند کیا

ہر فتیٰ از خوابگہ برداشت سر
ہر نوجوان نے خواب گاہ سے سر اُٹھایا

بیہشاں را وا دہد حق ہوشہا
اللہ بے ہوشوں کو ہوش دے دیتا ہے

حلقہ حلقہ حلقہا در گوشہا
جماعت در جماعت تابع فرمان ہوجاتے ہیں

پائے کوباں دست افشاں در ثنا
تعریف میں ناچتے ہوئے، رقص کرتے ہوئے

ناز نازاں ربّنا اَحْیَیْتَنَا
ناز کرتے ہوئے کہ اے ہمارے رب تو نے ہمیں زندہ کردیا

آں جلود و آں عظام ریختہ
ریزہ ریزہ کھالیں اور ہڈیاں

فارساں گشتہ غبار انگیختہ
شہسوار بنے ہوئے، غبار اُڑاتے ہوئے

حملہ آرند از عدم سوئے وجود
عدم سے وجود کی طرف تیزی سے چلیں گے

در قیامت ہم شکور و ہم عنود
قیامت میں شکر گذار بھی اور سرکش بھی

---

[1] نعل رکھنے۔ تیز بھاگنا۔ تو کہ۔ زید اب فنا کے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں خود انکو اپنی خبر نہیں ہے۔ کہکشاں۔ اصل میں کاہ کشاں ہے یہ باریک ستاروں کا لمبا مجموعہ ہے اور ایسا ہے جیسا کہ گھاس کا گٹھر زمین پر ڈالکر کھینچا جائے تو زمین پر نشانات ہوجاتے ہیں۔ یہ آسمان پر رات کی تاریکی میں جبکہ بادل نہ ہو ایک سڑک کی صورت میں نظر آتا ہے جب سورج نکلتا ہے نہ ستارے نظر آتے ہیں نہ کہکشاں۔

[2] شد۔ عالم ارواح میں ہمارے تمام حواس خدائی نور میں اسی طرح محو تھے جیسے کہ حضرت زیدؓ پر محویت طاری ہوئی۔ لدینا۔ سورۂ یٰسین میں مذکور ہے۔ اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَا ھُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ قیامت بس ایک زور کی آواز ہوگی تو بس لوگ ہمارے حضور میں حاضر کئے جائیں گے۔

چوں شب آمد جسطرح ستارے دن میں چھپ جاتے ہیں اور رات آتے ہی معروف عمل ہو جاتے ہیں اسیطرح جب انسان پر شب یعنی موت طاری ہوتی ہے اور روح عالم ارواح میں پہنچ جاتی ہے تو ملائکہ اس میں تصرف شروع کردیتے ہیں۔

[3] خلق عالم۔ یعنی سکرات الموت سے بیہوشی طاری ہوجاتی ہے اور عالم برزخ میں روحوں پر غنودگی طاری ہوجاتی ہے۔ صبح۔ صبح ہوتے ہی تمام انسان نیند سے بیدار ہوجاتے ہیں اسی طرح قیامت میں بھی تمام لوگ ہوشیار ہوجائیں گے۔

سرّ چہ[1] می پیچی چرا نادیدہ
ایسا بھولا بن کر تو کیوں انکار کرتا ہے؟

در عدم افشردہ بودی پائے خویش
تو نے عدم میں اپنا پیر سکوڑ رکھا تھا

می نہ بینی صُنعِ ربّانیت را
کیا تو خدا کی کاریگری کو نہیں دیکھتا ہے

تا کشیدت اندریں انواعِ حال
یہاں تک کہ تجھے ان احوال میں مبتلا کر دیا

آں عدم اُو را ہمارہ[2] بندہ است
عدم ہمیشہ اُس کے فرمان کے تابع ہے

دیو می سازد جفان[3] کالجواب
دیو، تالابوں جیسے لگن بنا رہا ہے

خویش را بیں چوں ہمی لرزی ز بیم
تو اپنے آپ کو دیکھ خوف سے کیسا کانپ رہا ہے

ور تو دست اندر مناصب[4] میزنی
اگر تو بڑے عہدوں پر دست درازی کرتا ہے

ہر چہ جز عشقِ خدائے احسن ست
خدائے خوب تر کے عشق کے علاوہ جو کچھ ہے

چیست جاں کندن[5] سوئے مرگ آمدن
جان کنی کیا ہے؟ موت کی جانب چلنا ہے

خلق را دو دیدہ در خاکِ ممات
مخلوق کی نگاہیں موت کی مٹی کی طرف ہیں

جہد کُن تا صد گماں گردد نوَد
کوشش کر کہ تو گمان نوے بن جائیں

در شبِ تاریک جو آں روز را
اندھیری رات میں اس دن کی تلاش کر لے

در عدم اوّل نہ سر پیچیدہ
کیا پہلے عدم میں تو نے منہ نہ موڑا تھا؟

کہ مرا کہ برکند از جائے خویش
کہ مجھے میری جگہ سے کون اکھاڑ سکتا ہے؟

کہ کشد اُو موئے پیشانیت را
کہ اُس نے تیری پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچ لیا

کہ نبودت در گمان و در خیال
جو تیرے گمان اور خیال میں بھی نہ تھے

کارکُن دیوا! سلیماں زندہ است
اے دیو! کام میں لگ جا سلیمانؑ زندہ ہے

زہرہ نے تا دفع گوید یا جواب
طاقت نہیں ہے کہ انکار کرے یا جواب دے

مُر عدم را نیز لرزاں داں مقیم
عدم کو بھی ہمیشہ لرزاں سمجھ

ہم ز ترس ست آنکہ جانے میکنی
یہ بھی ڈر ہی کی وجہ سے ہے کہ تو مشقت اٹھاتا ہے

گر شکر خائیست آں جاں کندن ست
اگر شکر خوری بھی ہے وہ جاں کنی ہے

دست را آبِ حیاتے نازدن
آبِ حیات کو حاصل نہ کرنا ہے

صد گماں دارند در آبِ حیات
آبِ حیات میں سینکڑوں شک کرتے ہیں

شب برو ور تو نجسپی شب رود
رات کو سفر کر اگر سو گیا رات چلی جائے گی

پیش کُن آں عقلِ ظلمت سوز را
تاریکی کو ختم کر دینے والی عقل کو رہنما بنا

---

[1] سرّ چہ۔ روح نے حضرت آدمؑ کے جسم میں آنے سے پہلے بھی انکار کیا تھا۔ در عدم۔ ازل میں روح جسم میں آنے کو آمادہ نہ تھی۔ تا کشیدت۔ مجبوراً روح کو جسدِ عنصری اختیار کرنا پڑا اور احوالِ دنیا میں مبتلا ہونا پڑا۔

[2] ہمارہ۔ ہمواره، ہمیشہ۔

[3] دیو۔ اے دیو جفان۔ جفنؔ کی جمع ہے، لگن۔ جواب۔ اصل میں جوابی ہے جو جابیہ کی جمع ہے بڑا حوض۔

[4] زہرہ۔ پتہ، حوصلہ۔ مناصب۔ منصب کی جمع بڑا عہدہ۔ بڑے عہدوں کی کاوش انسان مال حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے جس کی وجہ افلاس کا خوف ہوتا ہے جو بقدر اللہ ہے گویا انسان کا عہدے حاصل کرنا اللہ سے لرزنا ہے۔

[5] جاں کندن۔ مصیبت برداشت کرنا مرگ۔ یعنی دنیا۔ آبِ حیات۔ یعنی عشقِ الٰہی، دیدارِ الٰہی۔ نوَد۔ نوے۔ شب رفتن۔ رات کو چلنا، یعنی رات کو عبادت کرنا۔ آں روز۔ یعنی نورِ الٰہی۔

در شبِ بد رنگ بس نیکی بُود
کالی رات میں بہت نیکیاں ہوتی ہیں

سَر زخفتن کے تواں برداشتن
سونے سے سر کب اٹھایا جا سکتا ہے!

خوابِ مُردہ لقمۂ مُردہ یار شد
مُردے کی سی نیند، حرام لقمے، پیارے بن گئے

تو نمیدانی کہ خصمانت کیند
تو نہیں جانتا کہ تیرے دشمن کون ہیں؟

نارِ خصمِ آب و فرزندانِ اُوست
آگ، پانی اور اس کی پیداوار کی دشمن ہے

آبِ آتش را کُشد زیرا کہ اُو
پانی، آگ کو بجھا دیتا ہے کیونکہ وہ (آگ)

بعد ازاں ایں نارِ نارِ شہوت ست
اس آگ کے علاوہ ایک شہوت کی آگ ہے

نارِ بیرونی بآبے بفسرد
بیرونی آگ پانی سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے

نارِ شہوت می نیارامد بآب
شہوت کی آگ پانی سے نہیں بجھتی ہے

نارِ شہوت را چہ چارہ نورِ دیں
شہوت کی آگ کا کیا علاج ہے دین کا نور (علاج ہے)

چہ کُشد ایں نار را نورِ خدا
اس آگ کو کیا چیز بجھا سکتی ہے؟ خدا کا نور (بجھا سکتا ہے)

تا ز نارِ نفس چوں نمردی تو
تاکہ تیرے نمردہ جیسے نفس کی آگ سے

شہوتِ نارے بر اندن کم نشد
شہوت وہ آگ ہے جو پورا کرنے سے کم نہیں ہوتی ہے

آبِ حیواں[1] ظلمتِ تاریکی بُود
آبِ حیات اندھیرے میں ہوتا ہے

باچنیں صد تخمِ غفلت کاشتن
غفلت کے ایسے سو تخم بو کر

خواجہ خُفت و دُزد شب بر کار شد
جناب سو گئے اور رات کا چور کام میں لگ گیا

ناریاں[2] خصمِ وجودِ خاکیند
ناری، خاکیوں کے وجود کے دشمن ہیں

ہمچنانکہ آب خصمِ جانِ اُوست
جس طرح پانی اس کی جان کا دشمن ہے

خصمِ فرزندانِ آبست و عدو
پانی کی پیداوار کی مخالف اور دشمن ہے

کاندرو اصلِ گناہ و زلّت ست
جس کے اندر گناہ اور لغزش کی جڑ ہے

نارِ شہوت تا بدوزخ می بَرد
شہوت کی آگ جہنم تک لے جاتی ہے

زانکہ دارد طبعِ دوزخ در عذاب
اس لئے کہ عذاب میں وہ دوزخ کا مزاج رکھتی ہے

نُورُکُم اِطفاءُ نارِ الکافرین[3]
(جملہ) تمہارا نور (ایمان) کافروں کی آگ کا بجھانا ہے

نورِ ابراہیمؑ را ساز اُوستا
(حضرت) ابراہیمؑ کے نور کو اُستاد بنا لے

وا رہد ایں جسم ہمچوں عُودِ تو
تیرا لکڑی جیسا جسم نجات پا جائے

اُو بماند کم شود بے ہیچ بُد
وہ رہ کے کم ہو جاتی ہے بغیر کسی چیز کے

[1] آبِ حیواں مشہور ہے کہ آبِ حیات تک پہنچنے میں بہت سی تاریکیوں سے گذرنا پڑتا ہے، یعنی رات کے اندھیرے میں آبِ حیات تلاش کر۔
لقمۂ مُردہ۔ حرام غذا۔ دزدِ شب۔ یعنی شیطان۔ خصم۔ دشمن، مخالف۔

[2] ناریاں۔ شیاطین۔ فرزندانِ آب۔ یعنی انسان جو نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ بعد آزاں۔ یعنی ناری مخلوق کے علاوہ شہوت کی آگ بھی آدمی کی دشمن ہے۔ نارِ بیرونی۔ یعنی عنصری آگ۔ نارِ شہوت۔ جس طرح دوزخ کی آگ پانی سے نہ بجھے گی اسی طرح شہوت کی آگ پانی سے نہیں بجھ سکتی ہے بلکہ دین کے نور کے ذریعہ بجھے گی۔

[3] چارہ۔ علاج۔ اطفاء۔ بجھا دینا۔ اوستا۔ اُستاد۔ نمرود۔ اس بادشاہ کا نام ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو دہکتی ہوئی آگ میں پھنکوا دیا تھا اور وہ آگ اس پر گلزار بن گئی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کا نور آگ کے بجھ جانے کا سبب بنا تھا۔ شہوت رانی، خواہش نفسانی کو پورا کرنا۔ بماندن۔ یعنی شہوت کو روکو گے تو رُکے گی۔

تا کہ[1] ہیزم می نہی بر آتشے
تو آگ پر ایندھن کب تک رکھے گا؟

کے بمیرد آتش از ہیزم کشے
ایندھن ڈالنے والے سے آگ کب بجھ سکتی ہے؟

چونکہ ہیزم باز گیری نار مُرد
جب تو ایندھن ہٹالے گا آگ مُردہ ہو جائیگی

زانکہ تقویٰ آب سوئے نار بُرد
اسلئے کہ پرہیزگاری نے آگ پر پانی ڈالدیا ہے

کے سیہ گردد ز آتش رُوئے خوب
خوبصورت چہرہ آگ سے کب سیاہ ہوتا ہے؟

کُو نہد گلگونہ از تقویٰ القلوب[2]
اسلئے کہ اُسنے دلوں کی پرہیزگاری کا غازہ لگایا ہے

نار پاکاں را ندارد خود زیاں
آگ، پاک لوگوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے

کے زخاشاکے شود دریا نہاں
کوڑے کرکٹ سے دریا کب چھپ سکتا ہے؟

ہر کہ تریاکِ خدائے را بخورد
جس نے خدائی تریاق کھالیا

گر خورد زہرے مگویش کو بمرد
اگر وہ زہر بھی کھالے تو اس کو مُردہ نہ کہہ

گر طبیبت گوید اے رنجورِ زار
اگر تجھ سے طبیب کہے کہ اے کمزور مریض!

از عسل پرہیز کن ہیں ہوش دار
شہد سے پرہیز کر، خبردار اے ہوشیار!

گر جوابش گوئی از جہل اے سقیم
اے بیمار! اگر تو نادانی سے اس کو جواب دے

کہ چرا تو میخوری بے ترس و بیم
کہ تو بلا خوف و خطر کیوں کھا رہا ہے؟

گویدت در دل حکیم مہرباں
مہربان طبیب، دل دل میں تجھے کہے گا

کژ قیاسے کردۂ چوں ابلہاں
تو نے بیوقوفوں کی طرح غلط قیاس کیا ہے

آبِ چشمہ[3] بیں نریزش شد فزوں
چشمہ کے پانی کو دیکھ بہاؤ سے اور بڑھ گیا

آبِ خم بیں خود ز خوردن شد نگوں
مٹکے کے پانی کو دیکھ پینے سے (اسکا) اوندھا ہو گیا

خورد کُند رنجور را رنجور تر
کھانا، بیمار کو زیادہ بیمار بنا دیتا ہے

وانکہ معمور ست خود معمور تر
جو صحت مند ہے اس کو زیادہ صحت مند بنا دیتا ہے

در تو علت می فروزد ہیچو نار
(کھانا) تجھ میں آگ کیطرح بیماری بڑھا دے گا

ہیں مکُن با نار ہیزم را تو یار
خبردار! ایندھن کو آگ کا یار نہ بنا

زیں دو آتش خانہ ات ویراں شود
ان دونوں آگوں سے تیرا گھر برباد ہو جائیگا

قالب نَدہ از و بے جاں شود
زندہ جسم اُسے مُردہ ہو جائے گا

در من از نار ایست آں ہیچو نور
مجھ میں اگر آگ ہے تو وہ نور جیسی مجھے

نارِ صحت در تن افزاید سرور
صحت کی آگ جسم میں سرور بڑھاتی ہے

---

[1] تاکہ: شہوت اور اُس کے تقاضے کو پورا کرنے کی مثال آگ اور ایندھن کی ہے۔ جس قدر شہوت کا تقاضہ پورا کروگے شہوت میں اضافہ ہوگا۔ تقویٰ یعنی خواہشات نفسانی سے بچنا۔ گلگونہ۔ غازہ۔

[2] تقویٰ القلوب۔ دلوں کی پرہیزگاری۔ ناپاکاں را۔ حضرت ابراہیمؑ کو آگ نہیں جلا سکی اسی طرح آتش نفس سے پاک لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ ہر کہ۔ جو کامل ہو گئے ہیں اُن کو جائز لذتیں مضر نہیں ہوتی ہیں۔ ابتدائی مجاہدوں میں اُن کا ترک مناسب ہے۔ گر طبیب۔ مریض کو شہد مضر ہو سکتا ہے طبیب کو مضر نہیں ہے، اسی طرح شیخ کامل لذائذ دنیوی کا استعمال کر سکتا ہے، مبتدی کے لئے مناسب نہیں ہے۔

[3] آبِ چشمہ۔ شیخ کامل کی مثال جاری چشمہ کی سی ہے اور مبتدی خم جیسا ہے۔ خود۔ اگر بیمار غذا کھائے گا بیماری میں اضافہ ہوگا صحت مند کھائیگا تو قوت بڑھے گی۔ دو آتش۔ عنصری آگ اور بیماری کی آگ۔ نارِ صحت۔ حرارت عزیزی۔

نارِ صحت چوں فزاید در وجود
صحت کی آگ جب جسم میں بڑھتی ہے

بے زیانِ تن شود صد گونہ سود
جسم کے نقصان کے بغیر سو گونہ مفید ہوتی ہے

آتش افتادن در شہر در زمانِ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شہر میں آگ لگنا

آتشے اُفتاد در عہدِ[1] عمرؓ
(حضرت) عمرؓ کے زمانے میں آگ لگ گئی

ہیمہ چوبِ خشک میخورد او حجر
جو پتھروں کو سوکھی لکڑیوں کیطرح جلا رہی تھی

در فتاد اندر بناؤ خانہا
تعمیرات اور گھروں میں لگ گئی

تازد اندر پرِ مرغ و لانہا
یہانتک کہ پرندوں کے پروں اور گھونسلوں میں جا لگی

نیمِ شہر از شعلہا آتش گرفت
آدھے شہر کو آگ کے شعلوں نے گرفت میں لیا

آب می ترسید ازاں و می شگفت
پانی اس سے خوفزدہ تھا اور تعجب کر رہا تھا

مشکہائے آب[2] و سرکہ می زدند
پانی اور سرکہ کی مشکیں ڈال رہے تھے

بر سرِ آتش کسانِ ہوشمند
ہوشمند انسان آگ پر

آتش از استیزہ افزودے لہب[3]
آگ دشمنی سے، لپٹیں بڑھاتی تھی

می رسد او را مدد از صُنعِ رب
اسکو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت سے مدد پہنچ رہی تھی

آتش از استیزہ افزوں می شدے
آگ جوش سے بڑھ رہی تھی

می رسید او را مدد از بے حدے
اسکو بے پایاں (قدرت) سے مدد پہنچ رہی تھی

خلق آمد جانبِ عمرِ[4] شتاب
لوگ جلدی سے حضرت عمرؓ کے پاس آئے

کآتشِ ما خود نمی میرد ز آب
کہ ہماری آگ پانی سے نہیں بجھ رہی ہے

گفت آں آتش ز آیاتِ خداست
انھوں نے فرمایا یہ آگ خدا کے قہر کی نشانیوں میں سے ہے

شعلۂ از آتشِ بخلِ شماست
تمہارے بخل کی آگ کا شعلہ ہے

آب بگذارید و ناں قسمت کنید
پانی کو چھوڑو، اور روٹیاں تقسیم کرو

بخل بگذارید اگر آنِ منید
بخل سے توبہ کرو، اگر تم میرے ہو

خلق گفتندش کہ در بکشودہ ایم
لوگوں نے کہا کہ ہم نے تو دروازے کھول دیئے ہیں

ما سخی و اہلِ فتوت بودہ ایم
ہم تو سخی اور جوانمرد چلے آتے ہیں

گفت ناں در رسم و عادت دادہ اید
انھوں نے فرمایا تم نے روٹی روانہ (دعوت) عادت کی وجہ سے دی ہے

دست از بہرِ خدا نگشادہ اید
خدا کے لئے ہاتھ نہیں کھولا ہے

---

[1] عہد۔ زمانہ۔ حجر۔ پہاڑوں کے پتھر کو لکڑی کی طرح جلا رہی تھی۔ لانہ۔ گھونسلا، بھڑوں کا چھتہ۔ آب۔ پانی خوفزدہ تھا اور تعجب کر رہا تھا کہ اس سے آگ کیوں نہیں بجھ رہی ہے۔

[2] آب و سرکہ۔ عرب میں گھروں میں پانی اور سرکہ کے مشکے ہوتے تھے۔ استیزہ۔ جھگڑا، خصومت۔ لہب۔ شعلہ بے حد ہے۔ یعنی قدرتِ الٰہی جو لا محدود ہے۔

[3] عمر۔ میم پر تشدید ضرورتِ شعری کی وجہ سے ہے۔ آیات۔ آیۃ کی جمع ہے، عذاب، علامت یعنی یہ تمہارے بخل کے گناہ کی سزا ہے۔ در بکشودہ ایم۔ غریبوں اور مسافروں کے لئے ہمارے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ فتوت۔ جوانمردی، مروت، عادت۔ یعنی تمہاری مہمان نوازی بطور عادت ہے بطور عبادت نہیں ہے۔

بہرِ فخر و بہرِ بُوَش[1] و بہرِ ناز
فخر اور شان و شوکت اور خود نمائی کیلئے (دیا ہے)

نہ برائے ترس و تقویٰ و نیاز
نہ کہ خوفِ (خدا) اور پرہیزگاری اور نیازمندی کیوجہ سے

مالِ تخم ست و بہر شورہ مَنِہ
مال بیج ہے ہر شور زمین میں نہ ڈال

تیغ را در دستِ ہر رہزن مدہ
تلوار کو کسی ڈاکو کے ہاتھ میں نہ دے

اہلِ دیں را باز داں از اہلِ کیں[2]
دینداروں اور دشمنوں میں فرق کر

ہمنشینِ حق بجو یا اُو نشیں
اللہ (تعالیٰ) کا مقرب تلاش کر (یا) اسکا ہمنشین بن

ہر کسے بر قومِ خود ایثار کرد
ہر شخص نے اپنی قوم پر ایثار کیا ہے

خواجہ پندارد کہ اُو خود کار کرد
جناب سمجھتے ہیں کہ آپنے (بڑا) کام کیا ہے

قصّہ خیو انداختن خصم در روئے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر ایک دشمن کے تھوک دینے کا قصہ اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ سے تلوار پھینک دینا

واندا ختنِ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ شمشیر از دست

از علیؓ آموز اخلاصِ عمل
(حضرت) علیؓ سے عمل کا اخلاص سیکھ

شیرِ حق را داں مُطہّر از دغل
اسد اللہ کو کھوٹ سے پاک سمجھ

در غزا[3] بر پہلوانے دست یافت
جہاد میں (حضرت علیؓ نے) ایک پہلوان پر قابو پایا

زود شمشیرے برآورد و شتافت
جلد تلوار نکالی اور لپکے

اُو خیو انداخت بر روئے علیؓ
اُسنے (حضرت) علیؓ کے منہ پر تھوک دیا

افتخارِ ہر نبیؑ و ہر ولیؑ
جو ہر نبی اور ولی کے لئے باعثِ فخر ہیں

اُو خیو زد بر رُخے کہ روئے ماہ
اُس نے اُس چہرے پر تھوکا کہ چاند

سجدہ آرد پیش اُو در سجدہ گاہ
اُس کے سامنے سجدہ گاہ میں سجدہ کرتا ہے

افتخارِ ہر ولیؑ و ہر صفی
ہر ولی اور ہر برگزیدہ کے لئے باعثِ فخر علیؓ نے

کرد نارِ غیظ بر خود مُنطفی
اپنے غصہ کی آگ کو بجھا دیا

در زماں انداخت شمشیرآں علیؓ
(حضرت) علیؓ نے فوراً تلوار ڈالدی

کرد او اندر غزایش کاہلی
(اور) اُس سے لڑنے میں سستی برتی

گشت حیراں آں مبارز زیں عمل
وہ جنگجو اِس عمل سے حیران ہوگیا

وز نمودن عفو و رحمت بے محل
اور بے موقع عفو اور شفقت کرنے سے

(حیران ہوگیا)

[1] بوش بہار کے فتحہ اور شین معجمہ کے ساتھ۔ کروفر۔ تمتر۔ ناز۔

[2] اہلِ کیں یعنی خدا کے دشمن، بدکار۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کو ترجیح دے دینا۔ خیو۔ بفتح اوّل و ضم تحتانی دواو معروف، تھوک۔ شیرِ حق۔ اسد اللہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ مُطہّر۔ پاک۔ دغل۔ کھوٹ، فساد۔

[3] غزا۔ جہاد، مذہبی جنگ۔ افتخار۔ اچھے، چھوٹے بڑوں کے لئے باعثِ فخر ہوتے ہیں۔ روئے ماہ۔ حضرت علیؓ کا چہرہ چاند کے لئے بھی باعثِ تعظیم ہے لیکن اُس نے یہ گستاخی کی مُنطفی۔ بجھ جانے والا۔ کاہلی۔ سستی۔ مبارز۔ میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنے والا، جنگجو۔ بے محل۔ لڑائی میں شفقت بے محل ہے۔

گفت برمن تیغ تیز افراشتی
اُس نے کہا، آپ نے مجھ پر تیز تلوار اُٹھائی

ازچہ افگندی مرا بگذاشتی
(پھر) کس وجہ سے آپ نے پھینکدی، مجھے چھوڑ دیا؟

آنچہ دیدی بہتر از پیکارِ من
آپ نے وہ کیا دیکھا جو مجھ سے لڑنے سے بہتر تھا؟

تا شدی تو سُست در آشکارِ من
یہانتک کہ آپ میرا شکار کرنے میں سُست ہوگئے

آنچہ دیدی کہ چنیں خشمت نشست
آپ نے وہ کیا دیکھا کہ اسطرح آپکا غصہ فرو ہوگیا؟

تا چنیں برقے[۵۱] نمود و باز جست
یہانتک کہ وہ بجلی چمکی اور واپس ہوگئی

آنچہ دیدی کہ مرا زاں عکس دید
آپ نے وہ کیا دیکھا کہ اُسکے دیکھنے کے عکس میرے؟

در دل و جاں شعلۂ آمد پدید
دل اور جان میں شعلہ نمودار ہوگیا

آنچہ دیدی برتر از کون و مکاں
آپنے وہ کیا دیکھا؟ جو کون و مکان سے برتر تھا

کُو بہ از جاں بُود و بخشیدیم جاں
جو جان سے بھی پیارا تھا اور آپنے میری جان بخشی کردی

در شجاعت شیرِ ربانیستی
بہادری میں آپ شیرِ خدا ہیں

در مُروّت ابرِ موسائی بہ تیہ[۵۲]
مروّت میں آپ موسائی ابر ہیں (میدان تیہ میں)

ابرہا گندم دہد کانرا بجہد
ابر گیہوں عطا کرتے ہیں جس کو محنت سے

ابرِ موسیٰؑ پر رحمت بر کشاد
(حضرت) موسیٰؑ کے ابر نے رحمت کا پر کھولا

از برائے پختہ[۵۳] خوارانِ کرم
کرم (خداوندی) سے پختہ (کھانا) کھانیوالوں کیلئے

تا چہل سال آں وظیفہ واں عطا
چالیس سال تک وہ وظیفہ اور وہ عطا

تا ہم ایشاں از خسیسی خاستند
پھر بھی وہ کمینہ پن سے اُٹھ کھڑے ہوئے

جملگی گفتند با موسیٰ ز آز
حرص کی وجہ سے سب نے کہا (حضرت) موسیٰؑ سے

رحمتش افراخت در عالم عَلَم
اُس کی رحمت نے عالم میں جھنڈا بلند کردیا

کم نشد یک روز زاں اہلِ رجا
امید کرنیوالوں سے (ایک روز بھی) کم نہ ہوا

گندنا و ثرّہ و خس خواستند
گندنا اور کاہو اور ساگ کی خواہش کرنے لگے

بقل و قثّا و عدس سیر و پیاز
سبزی اور ککڑی اور مسور اور لہسن اور پیاز (چاہیے)

۵۱ برقے۔ یعنی غصہ کی بجلی۔ زاں عکسی دید۔ اُس چیز کے افر سے میرے دل میں بجلی کوند گئی ہے۔ شیرِ ربانی۔ خدائی شیر، حضرت علی رضؓ کا لقب اسداللہ ہے۔

۵۲ تیہ۔ وہ جنگل بیابان تھا جس میں حضرت موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل پر آسمان سے ابر بھی آیا اور من وسلویٰ بھی اترا تھا۔ ابرہا۔ یعنی معمولی ابر تو بارش برسا کر گیہوں پیدا کردیتا ہے جس سے محنت اور مشقت کرکے انسان نفع اندوز ہوتا ہے موسیٰؑ کے ابر کے ساتھ بغیر محنت کے من وسلویٰ اُترا تھا۔

۵۳ پختہ خواراں۔ یعنی جو پکا ہوا کھانا کھانے کے عادی تھے۔ آں عطا یعنی من وسلویٰ۔ رجا۔ امید۔ خسیسی۔ کمینہ پن۔ گندنا۔ ایک سبزی ہے جو پکا کر کھائی جاتی ہے جس میں لہسن کی سی بو ہوتی ہے۔ ثرّہ۔ ساگ۔ خس۔ کاہو۔ آز۔ لالچ۔ بقل۔ سبزی۔ قثّا۔ ککڑی۔ عدس۔ مسور۔ سیر۔ لہسن

زیں گدارَوئی[1] و حرص و آزِ شاں
اُن کی اِس گداگری اور حرص اور طمع کی وجہ سے

مُنقطع شد مَن و سلویٰ زآسماں
آسمان سے مَن اور سلویٰ بند ہو گیا

اُمّتِ احمد کہ ہستند از کرام
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمّت جو شرفاء میں سے ہے

ہست باقی تا قیامت آں طعام
(اس کے لئے) وہ کھانا قیامت تک باقی ہے

چوں اَبِیتُ عِندَ رَبّی فاش شُد[2]
جبکہ میں اپنے پروردگار کے پاس رات گزارتا ہوں

یُطعِمُ و یَسقِی کنایت زآں[3] مَشُد
وہ کھلاتا ہے اور پلاتا ہے، حریرہ سے کنایہ ہے

ہیچ بے تاویل ایں را در پذیر
اِس کو بغیر کسی تاویل کے مان لے

تا در آید در گلو چوں شہد و شیر
تاکہ تیرے حلق میں شہد اور دودھ کی طرح آئے

زانکہ تاویل ست وَا دادِ عَطا
اِسلئے کہ تاویل کرنا خدا کی بخشش کو رد کرنا ہے

چونکہ بیند آں حقیقت را خطا
کیونکہ وہ حقیقت کو غلط سمجھ رہا ہے

آں خطا دیدن زضُعفِ عقلِ اُوست
وہ غلط سمجھنا اُس کی عقل کی کمزوری کی وجہ سے ہے

عقلِ کُل مغزست و عقلِ جزو پوست
عقلِ کُل مغز ہے اور عقلِ جزو چھلکا ہے

خویش را تاویل کُن نہ اَخبار[4] را
اپنی تاویل کر، حدیثوں کی تاویل نہ کر

مغز را بد گوئی نے گلزار را
دماغ کو بُرا کہہ، نہ کہ باغ کو

اے علیؓ کہ جملہ عقل و دیدۂ
اے علی رضؓ! جو تم کو مجسّم عقل و نظر ہو

شمّہ وَا گو از آنچہ دیدۂ
جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس میں سے کچھ بتا دو

تیغِ حلمت جانِ ما را پاک کرد
آپ کی بُردباری کی تلوار نے ہمیں قتل کر ڈالا

آبِ علمت خاکِ ما را پاک کرد
آپ کے علم کے پانی نے ہماری مٹی کو پاک کر دیا

بازگو دانم کہ ایں اَسرار ہُوست
بتائیے! میں سمجھا کہ یہ خدائی رازوں میں سے ہے

زانکہ بے شمشیر کُشتن کارِ اُوست
اِسلئے کہ بغیر تلوار کے قتل کرنا اُسی کا کام ہے

صانعِ بے آلت و بے جارحہ
وہ بغیر اوزار اور ہاتھ کے، صانع ہے

واہبِ ایں ہدیہ ہائے رائحہ
وہ اِن خوشبودار تحفوں کا عطا کرنے والا ہے

صد ہزاراں روح بخشد ہوش را
ہوش و حواس کو لاکھوں روحیں عطا کر دیتا ہے

کہ خبر نبُوَد دو چشم و گوش را
(اسطرح) کہ دونوں آنکھوں اور کانوں کو خبر بھی نہیں ہوتی

صد ہزاراں مے چشاند روح را
روح کو لاکھوں شرابیں پلا دیتا ہے

کہ خبر نبُوَد دہاں را اے فتیٰ
(اس طور پر) کہ اے نوجوان! مُنہ کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے

---

[1] گدارَوئی، گداگری، کرام۔ کریم کی جمع ہے، شریف۔ منی۔ اَبِیتُ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَبِیتُ عِندَ رَبّی یُطعِمُنِی وَیَسقِینِی "میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے"۔

[3] آں۔ ہر رقیق غذا جو پی جائے۔ تاویل۔ کسی کلام کے ظاہری معنی چھوڑ کر کوئی دوسرے معنی مراد لینا۔ وَا داد۔ واپس لینا۔ عقلِ کُل۔ یعنی وہ عقل جو آخرت کی باتیں سمجھے۔ عقلِ جزو۔ دنیاوی معاملات کی عقل۔

[4] اَخبار۔ خبر کی جمع ہے حدیث۔ اے علی۔ یہ اُسی پہلوان کا قول ہے۔ شمّہ۔ پارہ۔ حلم۔ بردباری۔ صانع۔ اللہ تعالیٰ۔ صناع۔ کام کرنے والا، بنانے والا کاریگر۔ آلت۔ اوزار۔ جارحہ۔ ہاتھ۔ رائحہ۔ خوشبودار چیزیں۔

باز گو اے بازِ عرش و خوش شکار[1]
اے عرش کے باز، بہترین شکار کرنیوالے! بتایئے

تا چہ دیدی ایں زماں از کردگار
آپ نے اِس وقت خدا کی جانب سے کیا دیکھا

چشمِ تو ادراکِ غیب آموختہ
آپ کی نگاہ غیب کا اِدراک سیکھے ہوئے ہے

چشمہائے حاضراں بر دوختہ
حاضرین (مجلس) کی آنکھیں سلی ہوئی ہیں

آں یکے ماہے ہمی بیند عیاں
ایک وہ ہے جو چاند کو صاف دیکھ رہا ہے

واں یکے تاریک می بیند جہاں
ایک وہ ہے جو دنیا کو تاریک دیکھ رہا ہے

واں یکے سہ ماہ می بیند بہم[2]
ایک وہ ہے جو تین چاند یکجا دیکھتا ہے

ایں سہ کس بنشستہ یک موضع بغم
یہ تینوں شخص ایک جگہ مستغرق ہوئے بیٹھے ہیں

چشمِ ہر سہ بازو گوشِ ہر سہ تیز
تینوں کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور تینوں کے کان تیز ہیں

در تو آویزاں[3] و از من در گریز
تجھ سے متعلق ہیں اور مجھ سے متنفر ہیں

سحر غیب ست ایں عجب لُطفِ خفی ست
یہ غیبی جادو ہے، عجیب مخفی معاملہ ہے

بر تو نقشِ گرگ و بر من یوسفی ست
تیرے لئے بھیڑیئے کا نقش ہے اور میرے لئے یوسفی نقش ہے

عالَم ار ہجدہ ہزار ست و فزوں
عالَم اٹھارہ ہزار ہیں بلکہ اور زیادہ

ہر نظر را نیست ایں ہجدہ زبوں
یہ اٹھارہ ہزار ہر نظر کے قابل میں نہیں ہیں

راز بگشا اے علیِ مرتضیٰؓ
اے علی مرتضیٰؓ! راز کھول دیجئے

اے پسِ سُوءُ القضا حُسنُ القضا[4]
اے وہ (ذات) جو بدقسمتی کے بعد خوش نصیبی بخشتی ہے

یا تو وا گو آنچہ عقلت یافت ست
یا تو آپ بتایئے جو کچھ آپ کی عقل نے سمجھا ہے

یا بگویم آنچہ بر من تافت ست
یا میں بتاتا ہوں جو مجھ پر منکشف ہوا ہے

از تو بر من تافت چوں داری نہاں
آپکی ذات سے مجھ پر منکشف ہوگیا ہے، چھپاتے کیوں ہیں؟

میفشانی نور چوں مہ بے زباں
آپ تو نیر کہے چاند کی طرح نور پاشی کرتے ہیں

از تو بر من تافت پنہاں چوں کنی
آپ چھپاتے کیوں ہیں آپ ہی کی جو بدولت منکشف ہوگیا ہے

بے زباں چوں ماہ بر تو می زنی
آپ تو چاند کی طرح بغیر بات کئے روشنی پھیلاتے ہیں

لیک اگر در گفت آید قرصِ ماہ
لیکن اگر چاند کی ٹکیا بول پڑے

شب رواں را زود تر آرد براہ
تو مسافروں کو جلد راستہ پر لے آئے

از غلط ایمن شوند و از ذہول
غلطی اور بھول سے وہ محفوظ ہو جائیں

بانگِ مہ غالب شود بر بانگِ غول
چاند کی آواز چھلاوے کی آواز پر غالب آجائے

---

[1] خوش شکار۔ اچھا شکاری
کردگار۔ اللہ تعالیٰ۔ ادراک۔ پالینا، حاصل کرلینا۔ تا ہے۔ چاند یعنی ذاتِ حق۔ سائل نے یہاں مشاہدۂ حق کے مختلف مرتبوں کا ذکر کیا ہے۔ سہ ماہ۔ ایک مشاہدۂ حق جسکو جمع بھی کہتے ہیں دوسرے مشاہدۂ خلق جسکو فرق کہتے ہیں تیسرے حق اور خلق کے مجموعہ کا مشاہدہ جسکو جمعُ الجمع کہتے ہیں۔ بغم۔ یعنی مستغرق خیال میں مستغرق۔

[2] در تو آویزاں یعنی مشاہدۂ حق کرنیوالا، صاحبِ جمعُ الجمع سے قریب اور صاحبِ فرق سے متنفر ہے۔ بر تو یعنی خلق کا مشاہدہ صاحبِ فرق کے لئے مُہلک اور صاحبِ جمعُ الجمع کیلئے عین ایمان ہے۔ عالَم۔ یعنی عوالم کی کثرت کا ہر شخص مشاہدہ نہیں کرسکتا ہے۔

[3] مرتضیٰ۔ پسندیدہ، یہ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ سُوءُ القضا۔ بدقسمتی یعنی قتل کرنیکا ارادہ۔

[4] حُسنُ القضا۔ خوش قسمتی یعنی معاف کرنیکا معاملہ اور ایمان کا سبب۔ تافت ست۔ یعنی وہ نور جو آپ پر منکشف ہوا ہے اُسکا عکس مجھ پر بھی پڑا ہے۔ بے زبان۔ یعنی بغیر کہے۔ پر تو می زنی۔ تم مظہرِ حقیقت ہو۔ شبِ رواں۔ رات کا مسافر جو چاند سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ غول۔ چھلاوہ مشہور ہے کہ وہ راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔

ماہ[1] بے گفتن چو باشد رہنما — چوں بگوید شد ضیا اندر ضیا
جب چاند بغیر بولے رہنما ہوتا ہے — اگر بولے تو نورٌ علیٰ نور بن جائے

چوں تو بابی آں مدینۂ علم را — چوں شعاعی آفتابِ حلم را
جبکہ آپ علم کے شہر کا دروازہ ہیں — جبکہ آپ بردباری کے سورج کی شعاع ہیں

باز باش اے باب[ق] جویائے باب — تا رسد از تو فشور اندر لُباب
اے دروازے! دروازے کی جستجو کرنیوالے کیلئے کھلا رہ — تاکہ تیری وجہ سے چھلکے مغز کے مرتبہ میں پہنچ جائیں

باز باش اے بابِ رحمت تا ابد — بارگاہِ مَالَہٗ کُفُوًا[2] اَحَدْ
اے رحمت کے دروازے! قیامت تک کھلا رہ — اس ذات کی بارگاہ جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے

ہر ہوا و ذرّہ خود منظرے ست — ناکشودہ کے بُود کانجا دریست
ہر ہوا اور ہر ذرہ ایک دریچہ ہے — جس جگہ دروازہ ہوتا ہے وہ بند کب رہتا ہے!

تا نہ بکشاید دَرے را دیدباں — در دروں ہرگز نہ گنجد ایں گماں
نگراں، جب تک دروازہ نہ کھولدے — یہ خیال دل میں نہیں جمتا ہے

چوں کشادہ[3] شد دَرے حیراں شود — مُرغِ امید و طمع پَراں شود
جب دروازہ کھلتا ہے، حیران ہوجاتا ہے — امید اور طمع کا پرندہ پرواز کرنے لگتا ہے

غافلے ناگہ بویراں گنج یافت — سوئے ہر ویرانہ زاں پس می شتافت
ایک ناواقف کو اچانک ویرانہ میں خزانہ مل گیا — اُس کے بعد وہ ہر ویرانے کیطرف دوڑتا ہے

تا ز درویشے نیابی تو گہر — کے گہر جوئی ز درویشِ دگر
جب تک ایک درویش سے تجھے موتی نہ ملجائے — تو دوسرے درویش سے موتی کب ڈھونڈیگا!

سالہا گر ظن دَوَد با پائے خویش — نگذرد ز اشگافِ بینیہائے خویش
تیرا خیال سالوں بھی اپنے پیر سے دوڑیگا — تو اپنی ناک کے نتھنوں سے آگے نہ بڑھے گا

تا بہ بینی نایدت از غیب بُو — غیر بینی ہیچ می بینی بگو
جبتک تیری ناک میں غیب کی خوشبو نہ آئے — بتا، ناک کے علاوہ تجھے کچھ نظر آئے گا

سوال کردن از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ چون لوقِ دکہ بر خون
امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کرنا کہ کیا ہوا کہ تجھ جیسے

ہمچو منی مظفر شدی و شمشیر از دست انداختی و مرا نکشتی
کے قتل پر آپ قابو پاگئے اور آپ نے ہاتھ سے تلوار پھینکدی اور مجھے قتل نہ کیا

[1] ماہ۔ چاند بغیر بولے رہنمائی کرتا ہے اگر بولنے لگے تو مزید رہنمائی کرنے لگے۔ باقی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا: میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں۔ فشور۔ قشر کی جمع ہے، چھلکا، یعنی بے علم۔ لُباب۔ مغز، یعنی علم۔

[2] کفو۔ ہمسر، شریک۔ احد۔ کوئی۔ ہر ہوا، یعنی مشاہدۂ حق کیلئے دروازہ کا کھلنا ہی ضروری نہیں ہے کائنات کے ہر ہر ذرہ میں اُس کا مشاہدہ ہو سکتا ہے لیکن پھر بھی دیدبان کی ضرورت ہے جیسا کہ آگے شعر میں فرمایا ہے۔ دَرے ست۔ یعنی جو دروازہ اسی لئے بنایا گیا ہے کہ آنیوالے اُس سے داخل ہوں وہ بند نہیں کیا جاتا ہے۔ دیدباں۔ محافظ، یعنی شیخ کامل کے ذریعہ سے اطمینان حاصل ہوگا کہ ہر ذرہ کے ذریعہ مشاہدہ ہو سکتا ہے۔

[3] چوں کشادہ شد۔ مشاہد کو کیفیت حیرت لاحق ہوتی ہے اور وہ مزید انکشاف کیلئے کوشش کرتا ہے اُسکی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی کو ایک خزانہ مل جائے تو وہ شوق میں جنگلوں میں مزید خزانوں کی تلاش کرتا ہے۔

سالہا۔ شیخ کامل کے بغیر محض ذاتی جدوجہد سے کمال حاصل نہیں ہوتا ہے۔ تا بہ بینی غیب سے مناسبت شیخ کامل کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔

پس بگفت آں نو مسلمانِ[1] ولی
اُس نو مسلم ولی نے کہا

از سرِ مستی و لذت با علیؓ
حضرت علی رضی سے لذت اور سرمستی کی حالت میں

ق

کہ بفرمایا امیر المومنیں
کہ اے امیر المومنین! فرمایئے

تا بجنبد جاں بہ تن ہمچو جنیں
تاکہ روح جسم میں دھڑکے پیٹ کے بچہ کی طرح

ہفت اختر مر جنیں را مدتے
ساتوں ستارے ایک مدت تک پیٹ کے بچہ کی

میکنند اے جاں بنوبت[2] خدمتے
باری باری خدمت کرتے ہیں اے جان!

چونکہ وقت آید کہ جاں گیرد جنیں
جب یہ وقت آتا ہے کہ پیٹ کے بچہ میں روح آجائے

آفتابش آں زماں گردد معیں
اُس وقت سورج اُس کا مددگار بنتا ہے

چوں جنیں را نوبتِ تدبیر رُو
جب پیٹ کے بچہ کی پیدائش کا وقت آجاتا ہے

از ستارہ سوئے خورشید آید او
تو وہ ستارے سے سورج کی جانب آجاتا ہے

ایں جنیں در جنبش آید ز آفتاب
یہ پیٹ کا بچہ سورج کی وجہ سے حرکت میں آتا ہے

کافتابش جاں ہمی بخشد شتاب
چونکہ آفتاب جلد اُس کو روح بخشتا ہے

از دگر انجم بجز نقشے نیافت
(اُس پیٹ کے بچہ نے) دوسرے ستاروں سے صرف

ایں جنیں تا آفتابش بر نتافت
اس طرح جب تک کہ اُس پر سورج نہیں چمکا

از کدامیں رہ تعلق یافت او
کس راستے سے اُس کو تعلق پیدا ہوا؟

در رحم با آفتابِ خوبرو
رحم میں رہتے ہوئے خوبصورت آفتاب سے

از رہِ پنہاں کہ دور از حسِ ماست
اُس مخفی راستے سے جو ہمارے ادراک سے دور ہے

آفتاب چرخ را بس راہہاست[3]
آسمان کے سورج کے بہت سے راستے ہیں

آں رہے کہ زر بیابد قوت از و
وہ راستہ ہے کہ سونا اُس سے غذا حاصل کرتا ہے

واں رہے کہ سنگ شد یاقوت از و
وہ راستہ ہے کہ اُس سے پتھر یاقوت بنجاتا ہے

آں رہے کہ سرخ سازد لعل را
وہ راستہ ہے کہ لعل کو سرخ بناتا ہے

واں رہے کہ برق بخشد لعل را
وہ راستہ ہے کہ جو لعل کو برق عطا کرتا ہے

آں رہے کہ پختہ سازد میوہ را
وہ راستہ ہے کہ میووں کو پکاتا ہے

واں رہے کہ دل دہد کالیوہ را
وہ راستہ ہے کہ حیوان کو دل عطا کرتا ہے

بازگو اے بازِ پر افروختہ
بتایئے، اے پر کھولے ہوئے باز!

باشہ و با ساعدش آموختہ
جو بادشاہ اور اُس کی کلائی پر سدھایا ہوا ہے

[1] نو مسلم۔ وہ شخص جو کافر کے گھر پیدا ہوا ہو اور پھر مسلمان ہوا ہو جنیں۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہے ہفت اختر۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کی تدبیر اور نشوونما میں مختلف ستاروں کا دخل ہوتا رہتا ہے۔ روح پڑنے کے وقت سورج مدبر بنتا ہے جس کی وجہ سے بچہ میں روح حیوانی آجاتی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورج قرار دے کر جنین انسانی میں روح پیدا کر دینے کی تمنا کا اظہار ہے۔

[2] نوبت۔ باری۔ معین۔ مددگار۔ بتاب۔ جلد۔ بجز نقشے۔ سورج کے علاوہ دیگر ستارے صرف جسمانی نشوونما کی تدبیر کرتے ہیں۔ او۔ یعنی ماں کے پیٹ کا بچہ، جنین۔

[3] راہہا۔ سورج کائنات میں بہت سی راہوں سے اثر انداز ہے، یہ مخفی راہ جس سے وہ ماں کے پیٹ کے بچہ پر اثر انداز ہے ہم حواس کے ذریعہ اُس کا ادراک نہیں کر سکتے ہیں یہی وہ راہ ہے کہ سورج کان میں سونے کی پرورش کرتا ہے اسی راہ سے اسکے ذریعہ پتھر یاقوت بنجاتا ہے لعل میں سرخی اسی راہ سے آتی ہے گھوڑے کے نطفہ میں دوڑ کے وقت اسی راہ سے سورج کی تاثیر ہوتی ہے جس سے آگ پیدا ہو جاتی ہے میووں کی پختگی سورج کی تاثیر سے ہے دل دینا اس راہ سے ہے۔ مولانا رومؒ کا یہ اشارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قریب الفہم ہونے کی طرف ہے۔

بازگو اے بازِ عنقا گیر شاہ
بتائیے، اے عنقاء کو شکار کرنے والے شاہی باز!

اے سپاہ اِشکن بخود نے با سپاہ
اے بغیر سپاہیوں کے تنہا لشکر کو شکست دینے والے!

اُمّتِ وحدہٗ[1] یکے و صد ہزار
آپ تنہا ایک امت ہیں، ایک ہیں اور لاکھوں ہیں

بازگو اے بندہ بازت راشکار
بتائیے اے وہ کہ خادم آپ کے باز کا شکار ہے!

در محلِ قہر ایں رحمت چیست
قہر کی جگہ یہ مہر کس وجہ سے ہے؟

اژدہا را راہ دادن راہِ کیست
اژدھے کو چھوڑ دینا کس کا طریقہ ہے؟

جواب دادن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ سبب افگندنِ شمشیر از دست چہ بود در انحالت

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا کہ اس وقت تلوار کو ہاتھ سے پھینک دینے کا سبب کیا تھا

گفت من تیغ از پئے[2] حق میزنم
فرمایا، میں اللہ تعالیٰ کے لئے تلوار چلاتا ہوں

بندۂ حقم نہ مامور تنم
میں خدا کا بندہ ہوں، اپنے جسم کا غلام نہیں ہوں

شیرِ حقم، نیستم شیرِ ہوا
میں اسد اللہ ہوں، خواہشِ نفسانی کا شیر نہیں ہوں

فعلِ من بر دینِ من باشد گوا
میرا فعل میرے دین پر گواہی دے گا

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ در حراب
جنگ میں کنکریاں تو نے نہیں پھینکیں جبکہ پھینکیں

من چو تیغم وال زندہ آفتاب
میں تلوار کی طرح ہوں اور چلانے والا سورج ہے

رختِ خود را من زرہ برداشتم
راستہ سے میں نے اپنا سامان ہٹایا

غیرِ حق را من عدم انگاشتم
خدا کے غیر کو میں نے معدوم سمجھ لیا ہے

سایہ[3] ام من کے جدا ام ز آفتاب
میں سایہ ہوں، سورج سے کب جدا ہوں؟

حاجبم من نیستم اُو را حجاب
میں (اور بلکا) دربان ہوں اسکے لئے پردہ نہیں ہوں

من چو تیغم پُر گہر ہائے وصال
جبکہ میں وصال کے موتیوں سے جڑی ہوئی تلوار ہوں

زندہ گردانم نہ کشتہ در قتال
میں جنگ میں زندگی دیتا ہوں قتل نہیں کرتا ہوں

خوں نپوشد گوہرِ تیغِ مرا
میری تلوار کے جوہر کو، خون نہیں چھپا سکتا ہے

باد از جا کے برد میغِ مرا
میرے ابر (کرم) کو ہوا جگہ سے کب ہلا سکتی ہے

کہ نیم کوہم ز صبر و حلم و داد
میں تنکا نہیں ہوں، صبر اور حلم اور انصاف کا پہاڑ ہوں

کوہ را کے در رباید تند باد
تیز ہوا، پہاڑ کو کب ہلا سکتی ہے؟

---

[1] اُمّت وحدہٗ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ ابراہیم تنہا ایک قوم تھے۔ اژدہا سانپ کو تو مار ڈالنا چاہیئے اس کو بھاگنے کا راستہ نہ دینا چاہیئے تو آپ کو چاہیئے تھا کہ مجھ جیسے دشمن کو قتل کر ڈالتے۔

[2] پئے حق۔ یعنی میرا جہاد صرف اللہ کیلئے ہے۔ مَا رَمَیْتَ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر میں کفار کی طرف ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے کفار سراسیمہ ہو گئے۔ قرآن میں فرمایا گیا کہ تمہارا پھینکنا نہ تھا ہمارا کام تھا جس کی یہ تاثیر ہوئی۔ آفتاب یعنی اللہ تعالیٰ جب بندہ کوئی کام اللہ کی مین مرضی کے مطابق کرتا ہے تو اس کام کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ رخت۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔

[3] سایہ ام۔ خدا کی مرضیات میں بالکل خدا کے تابع ہوں جس طرح سایہ سورج کے تابع ہے۔ حاجب۔ دربان، جس کا کام دربار تک پہنچانا ہے۔ وصال۔ بادشاہوں کی تلواروں میں موتی جڑے ہوئے ہوتے ہیں، میری تلوار کا زیور خدا کا وصال ہے۔ زندہ گردانم۔ میرے جہاد کا مقصد اعلیٰ قتل کرنا نہیں ہے بلکہ راہِ حق دکھا کر جاوید زندگی دینا ہے۔ کہ نیم میں گھاس کا تنکا نہیں ہوں۔

آنکہ[1] از بادے رود از جا خسے ست
جو ہوا سے جگہ سے ہل جائے وہ تنکا ہے

زانکہ بادِ ناموافق خود بسے ست
اس لئے کہ ناموافق ہوائیں تو بہت ہیں

بادِ خشم و بادِ شہوت بادِ آز
غصہ کی ہوا اور شہوت کی ہوا، حرص کی ہوا

بردِ اُورا کو نبُود اہلِ نماز
اُس شخص کو جنبش دیتی ہے جو دیندار نہ ہو

بادِ حرص و بادِ کینہ بادِ آز
حرص کی ہوا اور کینہ کی ہوا، ہوس کی ہوا

بردِ اُورا کو نبُود اہلِ نیاز
اُس کو اُڑا لے گئی جو نیاز مند نہ تھا

بادِ کبر و بادِ عُجب و بادِ خلم
تکبر کی ہوا اور غرور کی ہوا اور سبکسری کی ہوا

بردِ اُورا کہ نبُود از اہلِ علم
اُسکو اُڑا لے گئی اسلئے کہ وہ اہلِ علم میں سے نہ تھا

کوہم و ہستی من بنیادِ اُوست
میں پہاڑ ہوں اور میرا وجود اُس کی بنیاد ہے

در شوم چوں کاہ بادم بادِ اُوست
اگر میں تنکا بنوں تو میرے لئے ہوا اُسکی جانب سے ہے

جُز ببادِ اُو نجنبد میلِ من
اُس کی ہوا کے بغیر میرا جھکاؤ نہیں ہوتا ہے

نیست جُز عشقِ اَحد سَرخیلِ من
عشقِ الٰہی کے علاوہ میرا کوئی پیشرو نہیں ہے

خشم[2] بر شاہاں شہ و ما را غلام
غصہ بادشاہوں پر حکمراں ہے اور ہمارا غلام ہے

خشم را من بستہ ام زین و لگام
میں نے غصہ پر زین اور لگام کس دیا ہے

تیغِ حلمم گردنِ خشم زدست
میری بردباری کی تلوار نے میرے غصہ کی گردن کاٹ دی ہے

خشمِ حق بر من ہمہ رحمت شدست
مجھ پر اللہ کا غصہ مجسم رحمت بن گیا ہے

غرق نورم گرچہ سقفم شد خراب
میں نور میں غرق ہوں، اگرچہ میرا جسم تباہ ہے

روضہ گشتم گرچہ ہستم بُو تراب
میں باغ بن گیا ہوں اگرچہ میں ابو تراب ہوں

چوں در آمد عِلتے اندر غزا
جہاد میں جب ایک علت پیدا ہو گئی

تیغ را دیدم میاں کردن سزا
میں نے مناسب سمجھا کہ تلوار کو میان میں کر لوں

تا اَحَبَّ لِلّٰہِ[3] آید نامِ من
تاکہ میرا نام اَحَبَّ لِلّٰہ میں ہو جائے

تاکہ اَبغَضَ لِلّٰہ آید کامِ من
تاکہ میرا مقصد اَبغَضَ لِلّٰہ ہو جائے

تاکہ اَعطیٰ لِلّٰہ آید جُودِ من
تاکہ میری بخشش اَعطیٰ لِلّٰہ ہو جائے

تاکہ اَمسَکَ لِلّٰہ آید بُودِ من
تاکہ میرا وجود اَمسَکَ لِلّٰہ بنجائے

بُخلِ من لِلّٰہ عطا لِلّٰہ و بس
میرا بخل کرنا اللہ کے لئے ہے اور میرا دینا اللہ کے لئے ہے

جملہ لِلّٰہ ام نیم من آنِ کس
میں مجسم اللہ کیلئے ہوں میں کسی کا غلام نہیں ہوں

---

[1] آنکہ۔ تنکا، ہر ناموافق ہوا کے ساتھ اُڑ جاتا ہے۔ آنکہ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ خلم۔ بجائے حلم، سبکسری آپ بیتی۔ بنیادِ اُوست یعنی میں حلم اور بردباری کا پہاڑ ہوں اور میرا وجود اُس حلم کی جڑ اور بنیاد ہے۔ بادِ اُوست۔ یعنی اللہ کی ہوا کیلئے میں بہتر تنکے کے ہوں۔

[2] خشم۔ غصہ، بادشاہوں پر حکمراں ہے میں نے اُس کو قابو میں کر لیا ہے۔ سقف۔ چھت، اس جگہ بدن مُراد ہے۔ بُو تراب۔ وہ شخص والا، ایکبار حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے رنجیدہ ہو کر مسجد نبوی کے کچے فرش پر جا لیٹے، پسینہ آیا تو زمین کی مٹی آپ کے بدن پر لگ گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آنحضور نے مسجد میں پہنچکر آپ کی کمر سے مٹی صاف کرنی شروع کی اور محبت سے فرمایا قُم یا اَبا تُراب اے مٹی میں سنے ہوئے کھڑا ہو جا۔ اُس روز سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ابو تراب پڑ گیا۔

[3] اَحَبَّ۔ حدیث شریف ہے مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطیٰ لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ جس شخص نے کسی سے محض اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کیلئے بغض کیا اور کسی کو محض اللہ کیلئے دیا اور محض اللہ کیلئے نہ دیا اُسنے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔

لِلّٰہ آنچہ می کنم تقلید[1] نیست — نیست تخییل و گماں جز دید نیست

میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ کے لئے ہے تقلید نہیں ہے — خیال و گمان نہیں ہے آنکھوں دیکھی بات ہے

زاجتہاد و از تحری رستہ ام — آستیں بر دامنِ حق بستہ ام

میں غور و فکر اور اٹکل سے آزاد ہوں — میں نے آستین اللہ کے دامن سے وابستہ کر دی ہے

گر ہمی پرّم ہمی بینم مطار — ور ہمی گردم ہمی بینم مدار

اگر میں پرواز کرتا ہوں تو مجھے اڑنے کی جگہ نظر آتی ہے — اگر میں گردش کرتا ہوں تو مجھے گھومنے کی جگہ نظر آتی ہے

ور کشم بارے بدانم تا کجا — ماہم و خورشید پیشم پیشوا

اگر میں بوجھ اٹھاتا ہوں تو جانتا ہوں کہاں تک اٹھانا ہے — میں چاند ہوں اور میرے آگے سورج راہنما ہے

بیش[2] ازیں با خلق گفتن زَوَے نیست — بحر را گنجائے اندر جوئے نیست

مخلوق سے اس سے زیادہ کہنا مناسب نہیں ہے — نہر میں سمندر کی گنجائش نہیں ہے

پست می گویم بہ اندازہ عقول — عیب نبود ایں بود کارِ رسول

میں عقلوں کے اندازہ سے گر کر میں بات کہتا ہوں — عیب نہیں، یہی رسول کا (طریقہ) کار ہے

از غرض[3] حُرّم گواہی حُر شنو — کہ گواہی بندگاں نرزد بجو

میں غرض سے آزاد ہوں، آزاد کی گواہی سنو — اسلئے کہ غلاموں کی گواہی ایک جَو کے بھی برابر نہیں

در شریعت مُر گواہی بندہ را — نیست قدرے وقتِ دعویٰ قضا

غلام کی گواہی کی شریعت میں — دعویٰ اور فیصلہ کے وقت کوئی قدر نہیں ہے

گر ہزاراں بندہ باشندت گواہ — بر نسنجد شرع ایشانرا بکاہ

اگر ہزاروں غلام تیرے گواہ ہوں — شریعت انکو جنکے کا بھی (بھی) ہموزن نہیں سمجھتی

بندۂ شہوت بتر نزدیکِ حق — از غلام و بندگانِ مُسترق

اللہ کے نزدیک نفسانی خواہش کا غلام زیادہ برا ہے — زرخرید بنائے ہوئے غلاموں سے

کایں بیک لفظے شود از خواجہ حُر — واں زِ ید شیریں و میرد سخت مُر

اس لئے کہ وہ (غلام) ایک لفظ سے آقا سے آزاد — اور وہ (نفس کا غلام) لذت میں جی کر سختی سے مرتا ہے

بندۂ شہوت ندارد خود خلاص — جز بفضلِ ایزد و انعامِ خاص

شہوت کے غلام کی خلاصی نہیں ہے — بجز اللہ تعالیٰ کے فضل اور خاص انعام کے

در چہے افتاد کُورا غور نیست — واں گناہِ اُوست جبر و زور نیست

وہ اندھے کنویں میں گرا ہے جسکی تھاہ نہیں ہے — وہ اس کی غلطی ہے ظلم و زبردستی نہیں ہے

---

[1] تقلید نہیں یعنی عمل کا یہ اخلاص لوگوں کی دیکھا دیکھی نہیں ہے بلکہ یہ میرا عین الیقین ہے۔ گو ہمی پرّم۔ قرب الٰہی کے نور کی وجہ سے میرا ہر کام علی وجہ البصیرت ہے۔ تاہم میں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے نور کا کسب کرتا رہتا ہوں۔

[2] بیش ازیں یعنی جس قدر میں اپنے بارے میں کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ کہنے کا موقع نہیں ہے۔ بخاری شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے۔ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ یُّکَذَّبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ لوگوں سے وہی باتیں کہو جو وہ سمجھ سکیں۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اسکے رسول کی جھٹلا دیا جائے یعنی عوام کیلئے نامانوس فہم باتیں کرو گے تو وہ ان باتوں کی تکذیب کر دینگے۔

[3] از غرض یعنی میں اپنی ان باتوں پر دلائل تو قائم نہیں کرتا ہوں کیونکہ یہ ذوقی باتیں ہیں خود گواہی دیتا ہوں اور چونکہ میں آزاد ہوں آزاد شخص کی گواہی شریعت میں معتبر ہوتی ہے جو خود اپنی جگہ دلیل ہوتی ہے۔ مُسترق رقیق یعنی غلام بنایا ہوا کایں یعنی غلام اور رقیق کو اگر اس کا آقا "انت حر لوجہ اللہ" کہدے تو فوراً آزاد ہو جاتا ہے لیکن شہوت کا غلام موت تک غلام رہتا ہے چہ۔ یعنی گمراہی کا کنواں۔

در چہے انداخت اُو خود را کہ من
اُس نے اپنے آپکو ایسے کنویں میں گرا دیا ہے کہ مجھے

در خورِ قعرش نمی یابم رسن[۱]
اُس کی گہرائی کے بقدر رسّی نہیں ملتی ہے

چوں گناہِ اُوست اے جاں چوں کُنم
جب اُسکی خطا ہے اے پیارے! میں کیا کروں

کہ وُرا از قعرِ چہ بیروں کُنم
کہ اُس کو کنویں کی گہرائی سے باہر نکالوں

بس کُنم گر ایں سخن افزوں شود
بس کرتا ہوں، اگر یہ بات بڑھی

خود جگر چہ بُود کہ خارا خوں شود
تو جگر کیا ہوتا ہے، سنگِ خارا بھی خون بنجائے گا

ایں جگر ہا خوں نشد از سختی ست
یہ جگر خون نہ بنے اِس کی وجہ سختی ہے

غفلت و مشغولی و بدبختی ست
غفلت اور مصروفیت اور بدبختی ہے

خوں[۲] شود روزیکہ خونش سود نیست
اُس دن خون بنے گا جبکہ خون بننا مفید نہیں ہے

خوں شو ایں دم کہ خوں بودن مزید نیست
اب اِسوقت خون بن جبکہ خون بننا مقبول نہیں ہے

چوں گواہی بندگاں مقبول نیست
جبکہ غلاموں کی گواہی مقبول نہیں ہے

عدل آں باشد کہ بندہ غول نیست
عدل وہ ہوگا جو شیطان کا غلام نہیں ہے

گفت اَرسَلناکَ شاہِدْ در نُذُر
قرآن میں اَرسَلناکَ شاہِدًا فرمایا ہے

زانکہ بُود از کون اُو حُر بن حُر
کیونکہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے دانش سے حُر بن حُر ہے

چونکہ حُرّم خشم کے بندد مرا
جبکہ میں حُر ہوں تو غصہ مجھے قیدی کب بنا سکتا ہے؟

نیست اینجا جُز صفاتِ[۳] حق در آ
یہاں تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے علاوہ کچھ نہیں ہے اندر آ

اندر آ کازاد کردت فضلِ حق
اندر آجا، اللہ تعالیٰ کی مہربانی نے تجھے آزاد کر دیا ہے

زانکہ رحمت داشت بر خشمش سبق
کیونکہ اُس کی رحمت اُسکے غصہ پر سبقت لیگئی ہے

اندر آ اکنوں کہ رستی از خطر
اندر آجا، اب تو خطرے سے نجات پاگیا ہے

سنگ بودی کیمیا کردت گہر
تو پتھر تھا، تجھے کیمیا نے موتی بنا دیا ہے

رستہ از کفر و خارستانِ اُو
تو کفر اور اُس کے خارستان سے نجات پاگیا ہے

چوں گلے بشگفتہ در بستانِ اُو
اُس کے باغ میں تو پھول کی طرح کھل گیا ہے

تو منی و من تو ام اے مُحتشم
تُو میں اور میں تُو ہے اے معزز!

تو علیؓ بودی علیؓ را چوں کُشم
تو علیؓ تھا، علیؓ کو میں کیسے قتل کردیں

معصیت کردی بہ از ہر طاعتے
تُو نے وہ گناہ کیا جو ہر طاعت سے بہتر ہے

آسماں پیمودہ در ساعتے
تو نے ایک گھڑی میں آسمان ناپ ڈالا

۱؎ رسن۔ کنویں کی رسّی۔ چوں کُنم۔ میں کیا کروں۔ خود کردہ را علاجے نیست۔ قعرِ چہ۔ کنویں کی گہرائی۔ ایں سخن۔ یعنی گناہوں کی بنا پر قساوتِ قلبی کا بیان۔ خارا۔ پتھر کی ایک سخت قسم ہے۔ ایں جگرہا۔ قرآن نے قساوتِ قلبی کا بیان کرا اور کفار کے دل خون نہ بنے اُسکی وجہ اُن کی قساوتِ قلبی کی انتہا تھی۔

۲؎ خوں شود۔ ان شاء اللہ اہل القلب لوگوں کے جگر بھی خون ہونگے لیکن وہ قیامت میں ہونگے جبکہ ندامت اور خونِ جگر بہانے سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ عدل۔ گواہی کیلئے عدالت شرط ہے جس کیلئے حرّیت ضروری ہے تو شیطان کا غلام عدل نہ کہلائے گا اور اُس کی گواہی معتبر نہ ہوگی۔ گفت۔ قرآن پاک میں ہے اِنّا اَرسَلناکَ شاہِدًا ۱ اے رسول! ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ حُر بن حُر۔ آزاد، آزاد کا بیٹا۔

۳؎ جُز صفاتِ حق۔ یعنی باب میں خدائی اخلاق اور صفات کا حامل ہوں۔ سبق۔ سبقت۔ حدیث قدسی ہے اِنَّ رَحمَتی سَبَقَت غَضَبی۔ بیشک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ خطر یعنی کفر اور قتل کے خطرات کیمیا۔ یعنی فضلِ خداوندی۔ بستان۔ باغ یعنی بندگانِ خاص۔ تو منی۔ یعنی اب تو اور میں ہم مشرب اور ہم مذہب ہوگئے ہیں معصیت۔ قتل کا ارادہ جو مسلمان ہونیکے سبب گیا اور اس کی تلافی توبہ سے ہوگئی۔

بس خجستہ[۵۱] معصیت کاں مرد کرد
وہ معصیت بہت مبارک تھی جو اس مرد نے کی

نے زخارے بُرد مد اوراقِ ورد
کیا گلاب کی پھول پتیاں کانٹے سے نہیں نکلی ہیں؟

نے عمر را قصدِ آزارِ رسول
کیا عمر (رضی اللہ عنہ) کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ستانے

می کشیدش تا بدرگاہِ قبول
قبولیت کے دربار کی طرف نہیں کھینچا

نے بسحرِ ساحراں فرعون شاں
کیا فرعون نے جادوگروں کو اُن کے جادو کی وجہ سے

می کشید و گشت دولت عون[۵۲] شاں
نہیں بلایا، اور خوش نصیبی اُن کی مددگار نہ بنی

گر نبودے سحرِ شاں و آں جحود
اگر اُن کا جادو اور اُن کی سرکشی نہ ہوتی

کے کشیدے شاں بفرعونِ عنود
عنادی فرعون انھیں کب بُلاتا؟

کے بدیدندے عصا و معجزات
وہ عصا اور معجزے کب دیکھ سکتے؟

معصیت طاعت شد اے قومِ محصات[۵۳]
اے نافرمانو! معصیت، طاعت بن گئی

نا اُمیدی را خدا گردن نہ دست
نا اُمیدی کو خدا نے فنا کر دیا ہے

چوں گناہ و معصیت طاعت شد ست
جبکہ گناہ اور معصیت طاعت بن گئی ہے

چوں مُبدّل می کند اُو سیّئات
جب وہ گناہوں کو تبدیل کر دینا چاہتا ہے

عینِ طاعت می کند رغمِ وُشات
تو انکی (خالفوں کے علی الرغم عین اطاعت بنا دیتا ہے

زیں شود مرجوم شیطانِ رجیم
اس سے شیطانِ رجیم مزید سنگسار ہوتا ہے

وز حسد اُو بطرق گردد دو نیم
اور حسد سے وہ شق ہو جاتا ہے، دو ٹکڑے ہو جاتا ہے

اُو بکوشد تا گناہے آورد
وہ کوشش کرتا ہے۔ تاکہ کوئی گناہ کرائے

زاں گنہ مارا بچاہے آورد
اُس گناہ کی وجہ سے ہمیں کنوئیں میں گرا دے

چوں بہ بیند کاں گنہ شد طاعتے
جب دیکھتا ہے کہ وہ گناہ طاعت بن گیا

گردد اُو را نامبارک ساعتے
اُس کے لئے بڑا منحوس وقت ہوتا ہے

اندر آمن در کشادم مر ترا
اندر آجا میں نے تیرے لئے دروازہ کھول دیا ہے

تُف زدی و تحفہ دادم مر ترا
تو نے تھوکا، میں نے تجھے تحفہ دیا

من جفا گر را چنیں ہا می دہم
(جب) میں ظالم کو اس طرح عطا کرتا ہوں

پیش پائے خُب چساں سر می نہم
(اندازہ کر) محبت کے قدموں پر کس طرح جھکوں گا

پس وفا گر را چہا بخشم بداں
پس وفادار کو کیا کچھ عطا کروں گا، سمجھ لو

گنجہا و مُلکہائے جاوداں
خزانے اور لازوال مُلک (دونگا)

---

[۵۱] خجستہ۔ بابرکت۔ اوراقِ ورد۔ گلاب کے پھول کی پتیاں۔ تے۔ وہ شاخیں جہاں کی گئی ہیں۔ کیا گناہ نجات کا سبب بنا؟ عمر۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ آنحضورؐ کو ایذا پہنچانے چلے تھے اور مسلمان ہو گئے۔ فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ کیلئے آئے اور مسلمان ہو گئے۔

[۵۲] عون۔ مددگار۔ جحود۔ انکار کفر۔ عنود۔ سرکش۔ عصا۔ حضرت موسیٰؑ کا عصا۔

[۵۳] محصات۔ عاصی کی جمع ہے بمعنی گنہگار۔ چوں گناہ۔ جب اللہ کے کرم سے سیئات بھی حسنات بن جاتے ہیں تو گنہگاروں کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ سیئات۔ سیئۃ کی جمع ہے، گناہ۔ وُشات۔ واشی کی جمع ہے، چغلخور یعنی مخالف۔ رغم۔ خاک آلود ہونا یعنی کسی کی منشاء کے خلاف کام کا ہونا۔ زیں شود شیطان۔ کا مقصد گناہ کرا کر تباہ کرنا ہے جب گناہ طاعت بن جاتا ہے تو اُس کو انتہائی صدمہ ہوتا ہے۔ تف زدی۔ پس۔ یعنی جب مخالفوں سے یہ برتاؤ ہے تو دوستوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کرونگا۔

جاودانہ بادشاہی بخشمش
اس کو لازوال بادشاہی بخشوں گا

آنچہ اندر وہم ناید بدہمش
جس کا تصور بھی نہ ہو سکے اس کو وہ دونگا

من چناں مردم کہ بر خونی خویش[1]
میں ایسا مرد ہوں کہ اپنے قاتل پر بھی

نوش لطف من نشد در قہر نیش
میری مہربانی کا شہد، قہر کا ڈنک نہیں بنا

گفتن حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بگوش رکابدار[2] امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ کشتن علی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خادم سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کان میں کہنا کہ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تیرے ہاتھ سے ہوگی میں نے

بر دست تو خواہد بود خبرت کردم
تجھے بتا دیا ہے۔

گفت پیغمبر بگوش چاکرم
میرے خادم کے کان میں (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم)

کو بُرد روزے زگردن ایں سرم
کہ وہ ایک روز اس گردن سے سر علیحدہ کرے گا

کرد آگہ آں رسول از وحی دوست
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعہ آگاہ کر دیا

کہ ہلاکم عاقبت بر دست اوست
کہ میری ہلاکت انجام کار اسکے ہاتھ سے ہوگی

او ہمی گوید بکش پیشیں مرا
وہ (مجھ سے) کہتا ہے کہ پہلے ہی مجھے مار ڈالیے

تا نیاید از من ایں منکر خطا
تاکہ ایسی بُری خطا مجھ سے نہ ہو

من ہمی گویم چو مرگ من ز تست
میں (اس سے) کہتا ہوں جبکہ میری موت تیرے ہاتھ سے ہے

با قضا من چوں توانم حیلہ جست
قضائے (خداوندی) کے مقابلہ میں میں کیا تدبیر کر سکتا ہوں؟

او ہمی افتد بہ پیشم کائے کریم
وہ میرے قدموں پر گرتا ہے کہ اے آقا!

مر مرا کن از برائے حق دو نیم
خدا کے لئے میرے دو ٹکڑے کر دیجئے

تا نیاید بر من ایں انجام بد
تاکہ میرا یہ بُرا انجام نہ ہو

تا نسوزد جانِ من بر جانِ خود
تاکہ میں اپنے اوپر نہ جلوں

من ہمی گویم برو جف القلم[3]
میں کہتا ہوں، جا قلم خشک ہو چکا ہے

زاں قلم بس سرنگوں گردد علم
اس قلم سے بہت سے جھنڈے سرنگوں ہوئے ہیں

ہیچ بغضے نیست در جانم ز تو
میرے دل میں تیری طرف سے کوئی بغض نہیں ہے

زانکہ ایں را من نمیدانم ز تو
اس لئے کہ میں اس بات کو تیری طرف سے نہیں سمجھتا ہوں

[1] خونی: قاتل۔ نوش: شہد، تریاق۔ نیش: کیل، ڈنک۔
[2] رکابدار: خادم، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ابن ملجم خارجی کے ہاتھوں ہوئی ہے۔ جو کہ صحابی نہ تھا اس صورت میں اس قصہ کی تصدیق صحیح روایات سے نہیں ہوتی ہے۔ چاکر: خادم۔ دوست: یعنی اللہ تعالیٰ۔ اوست: یعنی وہی خادم۔ منکر خطا: بُری خطا، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل، حیلہ: تدبیر۔
[3] جف القلم: حدیث شریف میں ہے۔ جف القلم بما انت لاق: جو تیرے ساتھ ہونے والا ہے اس کو لکھ کر قلم قدرت خشک ہو چکا ہے" یعنی تقدیر کا لکھا اب نہیں مٹ سکتا ہے۔ سرنگوں: یعنی اقبال مند، اوپر رہیں۔ نیچا ہو جاتے ہیں۔ علم: جھنڈا۔

آلتِ حق[1] را تو فاعل دست حق
تو اللہ تعالیٰ کا آلہ کار ہے اور کرنے والا خدا ہے

چوں زنم بر آلتِ حق طعن و دق
میں اللہ تعالیٰ کے آلہ پر نیزہ زنی اور گزرانی کیسے کروں؟

گفت اُو پس آں قصاص از بہرِ چیست
اُس نے کہا تو پھر خون کا بدلہ کیوں ہے؟

گفت ہم از حق و آں سرِّ خفیست
کہا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور وہ مخفی راز ہے

گر کُند بر فعلِ خود حق اعتراض[2]
اگر اللہ (تعالیٰ) اپنے فعل پر اعتراض کرتا ہو

از اعتراضِ خود بروید اندر ریاض
اپنے اعتراض سے وہ باغ اُگا دیتا ہے

اعتراض اُو را رسد بر فعلِ خود
اُس کو اپنے کام پر اعتراض کا حق ہے

زانکہ در قہرست و در لُطف اُو احد
کیونکہ وہ قہر اور مہر میں یگانہ ہے

اندریں شہرِ حوادث میر اُوست
حوادث کی اِس دنیا میں وہی حکمراں ہے

در ممالک مالک تدبیر اُوست
ملکوں میں وہی تدبیر کا مالک ہے

آلتِ خود را اگر خود بشکند
اگر وہ اپنے آلہ کو خود توڑ دیتا ہے

آں شکستہ گشتہ را نیکو کُند
اُس ٹوٹے ہوئے کو خوب جوڑ دیتا ہے

رمز نَنْسَخْ آیَةً اَوْ نُنْسِهَا
مَا نَنْسَخْ مِنْ آیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا کے اشارے

نَاْتِ خَیْرًا در عقبِ می داں مہا!
کے بعد نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا کو سمجھ لے اے برگزیدہ!

ہر شریعت را کہ حق منسوخ کرد
جس شریعت کو خدا نے منسوخ کیا ہے

اُو گیا بُرد و عوض آورد و رد
(تو) اُس نے گھاس کو ختم کیا ہے اور بدلے میں گل لایا ہے

شب کُند منسوخ نورِ روز را
رات دن کی روشنی کو منسوخ کر دیتی ہے

چوں جمادے داں خرد افروز را
عقلمند کو پتھر کی طرح سمجھ

باز شب منسوخ شد از نورِ روز
پھر دن کی روشنی سے رات منسوخ ہوئی

تا جمادی سوخت زاں آتش فروز
یہاں تک کہ اُس حرارت پیدا کرنے والے کو جو پتھر میں ہے

گرچہ[3] ظلمت آمد آں نوم و سبات
اگرچہ نیند اور رات کا سکون تاریکی ہے

نے درونِ ظلمت آبِ حیات
(تو) کیا آبِ حیات تاریکی میں نہیں ہے؟

نے دراں ظلمت خرد تازہ شُد
کیا اُس تاریکی میں عقلیں تازہ نہیں ہوگئیں

سکتہ سرمایۂ آوازہ شُد
کیا خاموشی، شہرت کا سرمایہ نہیں بنی؟

کہ ز ضدہا ضدّہا آید پدید
کیونکہ اضداد سے اضداد پیدا ہوتے ہیں

در سویدا روشنائی آفرید
دل کے کالے نقطہ میں نور پیدا فرمایا ہے

---

[1] آلت۔ اوزار، آلہ کار، قصاص۔ خون کا بدلہ یعنی جلّاد قاتل خود نہیں قتل کرتا ہے بلکہ قدرت کا ہاتھ قتل کرتا ہے تو قاتل سے بدلہ کیوں لیا جاتا ہے۔ واں، قاتل کو صدورِ قتل سے قبل قتل کرنا ظاہر میں محض بے قتل کر دینا ہے اور جب اُس سے قتل صادر ہو چکا تو اُس کا اختیار میں کار فرما ہونا اللہ تعالیٰ اُسکا قتل میں حکمت ہے رہی یہ بات کہ بہر حال وہ ایک آلہ صدورِ قتل سے قبل بھی اور بعد میں بھی اور اللہ نے اب تصاص اُسکو قتل کرنے کا حکم فرما دیا تو اللہ کو اختیار ہے کہ اپنے ایک آلہ کو خود توڑ ڈالے۔

[2] اعتراض یعنی اپنے کسی کو اب خلافِ مصلحت قرار دینے اور اُسکی بجائے دوسرا حکم دینے کو وہ اِس دوسرے حکم پر مصلحتوں کے باغ کھلا دیتا ہے۔ نَنْسَخْ تشریع میں جو تبدیل ہوتی ہے وہ مصلحتوں سے پُر ہوتی ہے خود فرمایا ہے۔ نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا ہم جب کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اُس سے بہتر لے آتے ہیں۔ خدا کی حکمرفیات میں بھی جب اُس کوئی امر فرماتا ہے تو اُسمیں مصلحت ہوتی ہے چونکہ عقل انسانی بیکار پر محیط ہو جاتی ہے۔

[3] گرچہ ظلمت۔ بظاہر نور کی تبدیلی کے بعد ظلمت کی آمد کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتی لیکن جاننا چاہئے کہ حقیقتاً اِسی سے آبِ حیات حاصل ہوتا ہے اور تمام قویٰ از سرِ نو تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ سکتہ

جنگِ[۱] پیغمبر مدارِ صلح شُد
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ صلح کا دارومدار ہوئی

صُلح ایں آخر زماں زاں جنگِ بُد
اِس اخیر زمانہ کی صلح اِسی جنگ کی وجہ سے تھی

صَد ہزاراں سَر بُرید آں دلستاں
اُس محبوب نے لاکھوں سر قلم کر دیئے

تا اماں یابد سَرِ اہلِ جہاں
تاکہ دنیا والوں کے سروں کو امن حاصل ہو

باغباں زاں می بُرد شاخِ خضر
باغبان، سبز شاخ اِس لئے کاٹ دیتا ہے

تا بیابد نخل قامتہا و بَر
تاکہ کھجور قد اور پھل حاصل کرے

می کُند از باغ آں دانا حشیش
وہ ہوشیار باغبان میں سے گھاس اکھاڑ ڈالتا ہے

تا نماید باغ و میوہ خویش
تاکہ باغ اور پھل اپنی تروتازگی نمایاں کر سکے

می کُند دندان بُدر آں طبیب
مریض دانت کو ڈاکٹر اکھاڑ دیتا ہے

تا رہد از درد و بیماری حبیب
تاکہ دوست درد اور بیماری سے نجات پاجائے

پس زیادتہا درونِ نقصہاست
پس نقصانوں میں ترقیاں (مضمر) ہیں

مُر شہیداں را حیات اندر فناست
شہیدوں کی زندگی، فنا ہو جانے میں ہے

چوں بُریدہ گشت خلقِ رزق خوار
جب رزق کھانے والا خلق کٹ گیا

یُرزَقُونَ یَفرَحُونَ آید گوار[۲]
تو یُرزَقُونَ یَفرَحُونَ خوشگوار ہو کر آجاتا ہے

خلقِ حیواں چوں بُریدہ شد بعدل
جانور کا گلا جب انصاف سے کاٹا گیا

خلقِ انساں رُست و افزائید فضل
انسان کے خلق نے نشوونما پائی اور اُس کی فضیلت بڑھ گئی

خلقِ انساں چوں بُریدہ شد ببیں
جب انسان کا گلا کٹا، غور کر

تا چہ زاید کُن قیاس آں را بدیں
وہ کیا اضافہ کرے گا، اُس کو اِس پر قیاس کرلے

خلقِ[۳] ثالث زاید و تیمار اُو
تیسرا خلقوم پیدا کرے گا اور اُس کی تیمارداری

شربتِ حق باشد و انوار اُو
اللہ (تعالیٰ) کی شربت اور اُس کے انوار سے ہوگی

خلق از لار سته مُردہ در بلے
وہ خلق جو لا سے آزاد ہو گیا ہو اور بلیٰ میں فنا ہو گیا ہو

خلق بر بریدہ خورد شربت ولے
کٹا ہوا خلقوم شربت پیتا ہے، لیکن

تا کیت باشد حیات جان بنان
روٹی کے ذریعہ تیری جان کی زندگی کب تک رہیگی؟

بس کُن اے دوں ہمتِ کوتہ بنان
اے کوتاہ ہمت اور کوتاہ دست! بس کر

کا برو بُردی پئے نانِ سپید
کہ تُو نے سفید روٹی کے لئے آبرو ختم کر دی ہے

زاں ندارد میوہ مانندِ بید
بید کی طرح تو بے ثمر اِسی وجہ سے ہے

۱؎ جنگِ پیغمبر آنحضور کے جس قدر غزوات ہیں اُن میں بظاہر تخریب ہے لیکن دراصل تعمیر ہے۔ باغبان۔ مالی شاخیں تراشتا ہے۔ اور گھاس اُکھاڑ ڈالتا ہے اِس کی وجہ سے باغ میں پھل اور پھول کی کثرت ہوتی ہے۔ می کند طبیب دانت اکھاڑتا ہے لیکن مصلحت یہ ہوتی ہے کہ بیمار کو آرام ملے۔ حبیب۔ یعنی محبوب بیمار میں بہت سی چیزوں میں جو نقصان نظر آتے ہیں وہی اضافوں کا سبب ہیں، انسان شہید ہو کر بقاءِ دوام حاصل کر لیتا ہے۔

۲؎ گو اِن شہیدوں کے بارے میں آیت یُرزَقُونَ فَرِحِینَ نازل ہوئی ہے یعنی اُن شہیدوں کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں، خلقِ حیوان۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر جانور ذبح ہوتا ہے اور انسان اُس کو کھاتا ہے تو اِسکو یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اشرف المخلوقات کا جزوِ بدن بنجاتا ہے۔ انسان کا خلق اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر کٹے تو اِسپر قیاس کر لو اِس کو کیا فضیلتیں حاصل ہونگی۔ بدیں بایں۔

۳؎ خلقِ ثالث۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا حلقوم اللہ کے نام پر کٹے گا تو انسان کو ایک ایسا حلقوم عنایت ہو جائیگا جو اُس کو انوار اور شربت پیئے گا۔

۴؎ یعنی غیر اللہ کی نفی۔ بلےٰ یعنی

گر نہ دارد صبر زیں ناں جانِ حِس
اگر حِس کی جان اس روٹی سے صبر نہیں کرتی ہے

کیمیا[1] را گیر و زر گرداں تو مس
کیمیا حاصل کر، اور تو تانبے کو سونا بنا دے

جامہ شوئی کرد خواہی آ فلاں
اے فلاں! اگر تو کپڑے صاف کرنا چاہتا ہے

رُو مگرداں از محلّہ گازراں
تو دھوبیوں کے محلّہ سے رُوگردانی نہ کر

گرچہ ناں شکست مر روزہ ترا
اگرچہ روٹی نے تیرا روزہ توڑ دیا ہے

در شکستہ بند، پیچ و بر تر آ
ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والے سے لپٹ جا اور آگے بڑھ

چوں شکستہ بند آمد دستِ اُو
جب اُسکا ہاتھ، ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا ہے

پس رفو آید یقیں ز اشکستِ اُو
تو اُس کا توڑنا یقیناً، جوڑنا ہوگا

گر تو آں را بشکنی گوید بیا
اگر تو خود اس کو توڑنے لگے وہ کہے گا، آجا

تو درستش کُن نداری دست و پا
تو اُس کو درست کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے

پس شکستن حقِ اُو باشد کہ اُو
توڑنا اُس کے لئے مناسب ہے جو

مر شکستہ گشتہ را داند رفو[2]
ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا جانتا

آنکہ داند دوخت اُو داند درید
جو سینا جانتا ہے وہ کاٹنا بھی جانتا ہے

ہر چہ اُو بفروخت نیکو تر خرید
جو بیچتا ہے وہ عمدہ طریقہ پر خریدتا ہے

خانہ را کَند و چو جنّت ساخت اُو
گھر کو اُجاڑا اور اُس کو جنت بنا دیا

پست کرد و بر فلک افراخت اُو
اُس کو ڈھایا اور آسمان تک بلند کر دیا

خانہ را ویراں کُند زیر و زبر
گھر کو ویران اور زیر و زبر کرتا ہے

پس بیک ساعت کند معمور تر
پھر ایک گھڑی میں اور زیادہ آباد کر دیتا ہے

گر یکے را سر ببُرد از بدن
اگر کسی کے جسم سے سر کاٹتا ہے

صد ہزاراں سر برآرد در زمن
فوراً لاکھوں سر پیدا کر دیتا ہے

گر نفرمودے قصاصے بر جنات
اگر وہ مجرموں پر قصاص کا حکم نہ فرماتا

خود[3] کرا زہرہ بُدے تا اُو ز خود
کس کی طاقت ہوتی کہ وہ از خود

خود نگفتے فی القصاص آں مدحیات
(اور) یہ نہ فرماتا کہ قصاص میں زندگی ہے

زانکہ داند ہر کہ چشمش را کشود
اسلئے کہ ہر شخص جانتا ہے جس نے آنکھ کھولی ہے

بر اسیرِ حُکمِ حق تیغے نزند
اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند پر تلوار چلائے

کاں کُشندہ سُخرۂ تقدیر بُود
کہ وہ قاتل تقدیر کے تابع تھا

---

[1] کیمیا۔ یعنی اگر تو خود ترکِ دنیا نہیں کر سکتا تو کسی شیخ کامل کا ہاتھ پکڑ لے وہ تیرے تانبے کو سونا بنا دیگا۔ جامہ شوئی یعنی گناہوں سے اپنا دامن پاک کرلے۔ گازراں گازر کی جمع ہے، دھوبی یعنی وہ شیخ کامل جو تجھے گناہوں سے پاک کردے۔ نان۔ روٹی یعنی دنیاوی لذتیں۔ روزہ یعنی پرہیزگاری شکستہ بند۔ ٹوٹے ہوئے کو جوڑنیوالا یعنی شیخ کامل مگر تو۔ اگر تو خود تقویٰ حاصل کرنیکی کوشش کریگا تو کوئی نہ کوئی شیخ کامل تجھے اپنی طرف کھینچ لیگا۔ پس شکستن۔ اصلاح باطن کرنا شیخ کامل ہی کا کام ہے۔

[2] رفو۔ سینا یعنی جوڑنا۔ مثلاً۔ ایک ماہر کاریگر گھر کو ڈھا کر ہی جانتا ہے تو پھر اُسکو جنت نشان بنا دیتا ہے۔ برآرد۔ پیدا کُند یعنی ایک بُری عادت چھڑا کر لاکھوں اچھی عادتیں پیدا کر دیتا ہے۔ در زمن فوراً۔ جنات۔ جانی کی جمع ہے مجرم۔ خود نگفتے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ تمہارے لئے قصاص میں زندگانی ہے۔ اس شعر سے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ شروع ہوا ہے۔ خود کرا۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا قاتل جو تقدیر کا اسیر ہے اُسکو بغیر حکم خداوندی کون مار سکتا تھا۔ زہرہ۔ ہمت، حوصلہ۔ چشم کشودن۔ غور کرنا۔ کُشندہ۔ قاتل۔ سخرہ۔ مسخر، مجبور۔

ہر کرا آں محکم[1] بر سر آمدے
جس کے لئے یہ حکم صادر ہوتا

بر سرِ فرزندِ خود تیغے زدے
(وہ) اپنے لڑکے کے سر پر تلوار مارتا

رو بترس و طعنہ کم زن بر بداں
جا ڈر تارہ اور بروں پر طعنہ زنی نہ کر

پیشِ دامِ حکم عجز خود بداں
اللہ تعالیٰ کے حکم کے جال کے سامنے اپنا عجز سمجھ

پیشِ محکمِ حق بنہ گردن زجاں
دل سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے گردن جھکادے

تمسخر و طعنہ مزن بر دیگراں
دوسروں پر مذاق اور طعنہ زنی نہ کر

تعجب کردنِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام از ضلالتِ ابلیس

ابلیس لعین کی گمراہی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تعجب کرنا

لعین و عجب آوردنِ او

اور اُن کا فرور کرنا

روزے آدم بر ابلیسے[2] گوشقی ست
ایک روز آدم (علیہ السلام) نے ابلیس کو دیکھا جو بدبخت ہے

از حقارت وز زیافت بنگریست
حقارت اور کمینے پن کی نگاہ سے دیکھا

خویش بینی کرد و آمد خود گزیں
(اس نے) خود بینی کی اور خود پسند بنے

خندہ زد بر کارِ ابلیسِ لعیں
ابلیس لعین کے کام کی ہنسی اڑائی

بانگ بر زد غیرتِ حق کای صفی
غیرت حق نے پکارا کہ اے برگزیدہ!

تو نمیدانی ز اسرارِ خفی
تجھیں چھپے ہوئے رازوں کا علم نہیں ہے

پوستیں را باژگونہ گر کنم
اگر میں پوستین کو اُلٹ دوں

کوہ را از بیخ و از بُن بر کنم
(تو) پہاڑ کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ ڈالوں

پردۂ صد آدم آندم بر دَرم
تو (اسی وقت) سینکڑوں آدموں کی پردہ دری کردوں

صد بلیسِ نو مسلماں[3] آورم
سینکڑوں شیطانوں کو نو مسلم کردوں

گفت آدم توبہ کردم زیں نظر
(حضرت) آدمؑ نے کہا میں نے اس نظر سے توبہ کی

ایں چنیں گستاخ نندیشم دگر
پھر کبھی ایسی گستاخی کو خیال میں بھی نہ لاؤں گا

یارب ایں جرأت ز بندہ عفو کن
اے خدا! بندہ کی اس جرأت کو معاف کردے

توبہ کردم می نگیرم زیں سخن
میں نے توبہ کی میری اس بات پر گرفت نہ کر

یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اِهْدِنَا
اے فریادیوں کے فریادرس! ہم کو ہدایت دے

لَا اِفْتِخَارَ بِالْعُلُوْمِ وَالْغِنَا
علوم اور مالداری پر کوئی فخر نہیں ہے

[1] محکم یعنی تقدیر الٰہی کا حکم یعنی اگر بیٹے کا قتل باپ کے ہاتھ سے مقدر ہو چکا ہے تو شفقتِ پدری اس کو نہیں روک سکتی ہے۔ مدام حکم یعنی تقدیر ہمیشہ کا جال یعنی بروں کا مذاق اڑانا بڑا خطرہ ہے۔ تعجب کردن۔ اس قصہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ کسی کے گناہ پر مذاق نہ اڑانا چاہیئے اور اپنے اوپر گھمنڈ نہ کرنا چاہیئے۔

[2] بلیس۔ ابلیس شیطان شقی۔ بدبخت۔ زیافت کمینہ بن خویش بینی۔ غرور و تکبر۔ خود گزیں۔ خود پسند۔ صفی منتخب صفی اللہ حضرت آدم ؑ کا لقب ہے۔ خفی۔ پوشیدہ۔ باژگونہ۔ اُلٹا۔ پوستیں باژگونہ کردن۔ حالات کو اُلٹ دینا باطن کو ظاہر کردینا۔ بُن۔ جڑ۔

[3] نو مسلماں۔ وہ شخص جو کافر کے گھر میں پیدا ہونے کے بعد اسلام لایا ہو۔ نظر یعنی خود بینی۔ غیاث۔ فریادرس۔ مستغیثین۔ مستغیث کی جمع ہے، فریادی۔ افتخار۔ فخر کرنا۔ غنا۔ مالداری۔

لَا تُزِغْ قَلْبًا هَدَيْتَ بِالْكَرَمْ — وَاصْرِفِ السُّوْءَ الَّذِیْ خَطَّ الْقَلَمْ

کرم کرکے جس دل کو تُو نے ہدایت دیدی ہے اُسکو کجی

اور اُس بُرائی کو پھیر دے جو قلم نے لکھدی ہے

بگذراں از جانِ ما سُوءُ الْقَضَا — وَامبر ما را ز اخوانِ الصَّفا

بُری تقدیر کو ہماری جان سے ٹالدے — ہمیں اہلُ اللہ سے جُدا نہ کر

تلخ تر از فرقتِ تو ہیچ نیست — بے پناہت غیر بیچا ہیچ نیست

تیری جُدائی سے زیادہ کڑوی چیز کوئی نہیں ہے — تیری پناہ کے بغیر سوائے اَنجمن کے کچھ نہیں ہے

رختِ ما ہم رخت ما را راہزن — جسمِ ما مر جانِ ما را جامہ کن

ہمارا سامان بھی ہمارا راہزن ہے — ہمارا جسم ہی ہماری جان کیلئے نقصان رساں ہے

دستِ ما چوں پائے ما را می خورد — بے امانِ تو کسے چوں جاں بَرد

جب ہمارا ہاتھ ہی ہمارے پاؤں کو کھاتا ہے — تیری اماں کے بغیر کوئی کسطرح جان بچا سکتا ہے؟

در بَرد جاں زیں خطرہائے عظیم — بُردہ باشد مایۂ اِدبار و بیم

اگر ان بڑے خطروں سے جان بھی بچالی — تو بدبختی اور خوف کا سرمایہ حاصل کیا

زانکہ جاں چوں واصلِ جانان نبُود — تا ابد با خویش کور ست و کبود

اِسلئے کہ جان کا جبتک محبوب سے وصال نہ ہو — قیامت تک وہ خود اندھی اور بے نُور ہے

چوں تو ندہی راہ جاں خود بُردہ گیر — جاں کہ بے تو زندہ باشد مُردہ گیر

جب تو راستہ نہ دے جان کا بچنا فرضی بات ہے — وہ جان جو تیرے بغیر زندہ ہو اُسکو مُردہ سمجھنا چاہئے

گر تو طعنہ می زنی بر بندگاں — مر ترا آں می رسد اے کامراں

اگر تو بندوں پر طعنہ زنی کرے — اے مختار! یہ تیرا حق ہے

ور تو ماہ و مہر را گوئی خفاق — ور تو قدِّ سرو را گوئی دُوتا

اگر تو چاند اور سورج کو مخفی کہے — اگر تو سرو کے قد کو جُھکا ہوا کہے

ور تو چرخ و عرش را خوانی حقیر — ور تو کان و بحر را گوئی فقیر

اگر تو آسمان اور عرش کو حقیر کہے — اگر تو کان اور سمندر کو فقیر کہے

آں بہ نسبت با کمالِ تو رواست — مُلکِ اِکمال و فنا ہا مر ترا ست

یہ بات تیرے کمال کے پیشِ نظر درست ہے — مکمل کرنے اور فنا کرنے کی ملکیت تیری ہی ہے

کہ تو پاکی از خطر وز نیستی — نیستاں را مُوجد و مُفنیستی

کیونکہ تو عدم اور نیستی سے پاک ہے — معدوم کو وجود کرنیوالا ہے اور فنا کرنیوالا ہے

لہ لَا تُزِغْ۔ کج نہ کر۔ سوءُ۔ بُرائی۔ قلم۔ یعنی قلم تقدیر۔ بگذراں۔ ٹال دے۔ لَا تبر۔ جدا نہ کر۔ اِخوان الصفا۔ صاف دل لوگ۔ اہلُ اللہ۔ رخت۔ سامان۔ یعنی دنیاوی لذتیں۔ جامہ کن۔ کپڑے اُتارنیوالا۔

سے دستِ ما۔ یعنی ہماری معروفیت راہِ سلوک میں نہیں چلنے دیتی۔ ادبار۔ نحوست۔ بیم۔ خوف۔ یعنی وہ جان جو محبتِ الٰہی سے خالی ہے، اگر بچا بھی لی تو کچھ فائدہ نہیں ہے ایسی جان تو ادبار اور خوف کا سرمایہ ہے۔

کور و کبود۔ بے نور و تاریک۔ راہ۔ راہِ نجات۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نجات کا راستہ نہ دے تو جان کا بچنا فرضی اور غیر واقعی ہے کیونکہ ایسی جان تو خود مُردہ ہے۔

سے تر آں می رسد۔ تجھے حق حاصل ہے۔ کامراں۔ کامیاب۔ خفا۔ مخفی، پوشیدہ۔ دوتا۔ دہرا، کبڑا۔ پاکی۔ تو پاک ہے۔ خطر۔ احتمالِ عدم۔ نیست۔ معدوم۔ فنا کرنیوالا۔

آنکہ رویانید[۵۱] داند سوختن — وانکہ بدرید ست داند دوختن
جس نے اُگایا ہے وہ جلانا جانتا ہے — جس نے پھاڑا ہے وہ سینا جانتا ہے

می بسوزد ہر خزاں مرباغ را — باز رویاند گلِ صباغ را
ہر خزاں میں باغ کو جلا ڈالتا ہے — پھر رنگ آمیز پھول اُگا دیتا ہے

کاے بسوزیدہ بروں آ تازہ شو — بارِ دیگر خوب و خوش آوازہ شو
کاے جلے ہوئے باہر آ، تر و تازہ ہو جا — دوبارہ خوبصورت بن اور مشہور ہو جا

چشمِ نرگس کور شد بازش بساخت — خلق بے بربید و بازش خود نواخت
نرگس کی آنکھ اندھی ہوئی اُس کو پھر بنا دیا — بانسری کا خلق پھاڑ دیا پھر اُس کو بجا دیا

ما چو مصنوعیم[۵۲] و صانع نیستیم — جز زبون و جز کہ قانع نیستیم
ہم چونکہ بنائے ہوئے ہیں اور بنانیوالے نہیں ہیں — سوائے ناچیز اور سوائے ادنیٰ درجہ پر قانع ہونیکے کچھ

ما ہمہ نفسی و نفسی می زنیم — گر نخواہی ما ہمہ اہرمنیم
ہم سب نفسی نفسی پکارتے ہیں — اگر تو نہ چاہے، ہم سب شیطان ہیں

زاں ز اہرمن رہیدستیم ما — کہ خریدی جانِ ما را از عمی[۵۳]
ہم نے شیطان سے رہائی اسلئے پائی ہے — کہ تو نے ہماری جان کو اندھے پن سے بچا لیا ہے

تو عصا کش ہر کرا کہ زندگیست — بے عصا و بے عصا کش کوریست
جس کی زندگی ہے تو اُس کیلئے لاٹھی پکڑنیوالا ہے — لاٹھی اور لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر اندھا کیا ہوتا ہے!

غیر تو ہر چہ خوش ست و ناخوش ست — آدمی سوزست و عین آتش ست
تیرے سوا جو کچھ بھی ہے خواہ اچھا ہے یا بُرا ہے — آدمی کو جلانے والا ہے اور جسم آگ ہے

ہر کرا آتش پناہ و پشت شد — ہم مجوسی گشت و ہم زردشت شد
جس کسی کے لئے آگ پشت و پناہ بن گئی — وہ آتش پرست اور آتش پرستوں کا پیشوا بن گیا

کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٌ — اِنَّ فَضْلَ اللّٰہِ غَیْثٌ ھَاطِلٌ
اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے — بیشک اللہ کا فضل بارش برسانے والا ابر ہے

بازگشتن بحکایت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصہ کی طرف واپسی

و مسامحت کردنِ او با خونی و رکابدارِ خویش

اور اُن کا اپنے قاتل اور اپنے غلام سے چشم پوشی برتنا

۵۱ رویانیدن۔ اُگانا۔ صباغ۔ رنگریز۔ گلِ صباغ۔ وہ پھول جو اپنی خوشرنگی کی وجہ سے باغ کی زینت ہو۔ آوازہ۔ شہرت۔ بازش۔ اُس کی جگہ دوسرا پھول کھلا دیا۔
۵۲ مصنوع۔ بنایا ہوا، مخلوق۔ صانع۔ بنانے والا، خالق۔ زبوں۔ کمزور، ناچیز۔ نفسی نفسی زدن۔ عاجت کا اظہار کرنا۔ اہرمن۔ اہرمن شیطان۔
۵۳ عمی۔ اندھا پن۔ عصاکش۔ اندھے کی لاٹھی پکڑ کر چلنے والا۔ کوریست۔ اندھا بالکل بیکار ہے چل پھر نہیں سکتا ہے۔
ماخلا۔ علاوہ۔ غیم۔ ابر۔ ہاطل۔ برسنے والا۔ مسامحت۔ چشم پوشی۔ رکابدار۔ خادم

بازرَد سوئے علیؓ و خونیش — واں کرم با خونی و افزونیش

(حضرت) علیؓ اور اُنکے قاتل کے (قصد کی) طرف پھر چل — اور قاتل پر اُنکے کرم اور کرم میں اضافہ کی طرف (چل)

گفت[۱] دشمن را ہمی بینم بچشم — روز و شب بر وے ندارم ہیچ خشم

کہا میں دشمن کو آنکھ سے دیکھتا ہوں — شب و روز اُس پر کوئی غصہ نہیں کرتا ہوں

زانکہ مرگم ہمچو جاں خوش آمدست — مرگِ من در بعث چنگ اندر زدست

کیونکہ مجھے موت زندگی کی طرح اچھی لگتی ہے — میری موت نے زندگی کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے

مَرگِ بے مَرگی بُوَد مارا حلال — بَرگِ بے بَرگی بود مارا نوال

بغیر موت کے موت ہمارے لئے حلال ہے — بے فنائی کا سامان ہمارے لئے عطیہ ہے

بَرگِ بے بَرگی تراچوں بَرگ شُد — جانِ باقی یافتی و مَرگ شُد

بے فنائی کا سامان جب تیرے لئے سامان بنگیا — تو تو نے حیات جاودانی پالی اور موت ختم ہوگئی

آنچہ خوفِ دیگراں آں امنِ تُست — بط قوی در بحر و مُرغِ خانہ سُست

جو دوسروں کیلئے خوف کا سبب ہے وہ تیرے لئے امن بنگیا — دریا میں بط قوی ہوتی ہے اور بالتوء مُرغ سُست ہوتا ہے

ظاہرش مرگ و بباطن زندگی — ظاہرش ابتر نہاں پایندگی

اُس کا ظاہر موت ہے اور باطن زندگی ہے — بظاہر وہ تباہی ہے، بباطن وہ بقا ہے

از رحم[۲] زادن جنیں را رفتنست — در جہاں اُو را ز نو بشگفتنست

بچہ کا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا (اُسکا) سفر ہے — اُس کا دنیا میں از سرِ نو کھلنا ہے

چوں مرا سوئے اجل عشق و ہواست — نہی لَاتُلقُوا بِاَیدِیکُم مراست

چونکہ موت سے مجھے عشق اور محبت ہے — اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کی ممانعت میرے لئے ہے

آنکہ مُردن پیشِ جانش تہلکہ است — امر لَاتُلقُوا نگیرد اُو بدست

جس کی جان کے لئے مرنا ہلاکت ہے — وہ لَاتُلقُوا کے حکم پر عمل نہیں کرتا ہے

آنکہ[۳] مُردن پیشِ اُو شد فتحِ باب — سَارِعُوا آمد مَر اُو را در خطاب

جس کے لئے مرنا کامیابی بن گیا ہے — اس کے لئے جلدی کرو کا خطاب آیا ہے

زانکہ نہی از دانۂ شیریں بُوَد — تلخ را خود نہی حاجت کے شُوَد

اِس لئے کہ ممانعت تو میٹھے دانے سے ہوتی ہے — کڑوے کے لئے ممانعت کی کیا ضرورت ہے؟

دانۂ کش تلخ باشد مغز و پوست — تلخی و مکروہیش خود نہی اُوست

جس دانہ کا گودا اور چھلکا کڑوا ہو — اُس کی تلخی اور کڑواہٹ خود ممانعت ہے

---

[۱] گفت یعنی حضرت علیؓ نے اپنے مقابل سے کہا۔ خشم یعنی اپنے ذاتی معاملہ میں۔ مرگِ بے برگی۔ حدیث شریف میں ہے مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا یعنی مرجاؤ قبل اسکے کہ مرو۔ بے برگی۔ بے سروسامانی۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے آخر۔ موت کافروں کے لئے باعث خوف اور مومن کیلئے باعث امن ہے جیسا کہ ذبیحہ بیل کیلئے تو کشی کا سبب اور بالتوء فربہی کیلئے کمزوری کا سبب ہے۔

[۲] از رحم۔ بچہ کا ماں کے پیٹ سے باہر آنا اُسکا انتقال ہے اور اسی سے اُسکا نشوونما ہوتا ہے۔

[۳] آنکہ۔ جو فنا فی اللہ میں مبتلا ہیں اور وصال کے جویاں ہیں اُن کے لئے موت ہی ذریعۂ وصال ہے وہ سَارِعُوا کا اپنے آپکو مخاطب سمجھتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں

اور لَاتُلقُوا اُن کیلئے ہے جو موت سے گھبراتے ہیں اور اس سے بچنے کی تدبیر کرتے ہیں۔ مثنوی شریف جلد اوّل صفحہ ۲۶ سطر ۱۰ میں ہے کہ حضرت علیؓ کے قاتل نے آپ کو ہلاک کرنے کی تدبیر کی اور آپ نے اُسکو ہلاکت میں ڈالنے کی تدبیر کی۔ مولانا نے ہلاکت کے معنی موت کے لئے ہیں جسکی ایک حدیث صحیح میں اسکے معنی ترکِ جہاد کے بتائے گئے ہیں۔ یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ نہی اُن چیزوں کیلئے ہوتی ہے جنکی طرف انسان کو رغبت ہو۔ ناپسندیدہ چیز سے روکنے کے کوئی معنی نہیں ہیں اب دونوں ضمیروں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ موت چونکہ میرے لئے مرغوب ہو چکی ہے اسلئے لَاتُلقُوا کا خطاب میرے اور مجھ جیسوں کیلئے ہے جو لوگ موت کو خود ہی پسند نہیں کرتے وہ دراصل اس نہی کے مخاطب نہیں بن سکتے اور نہ وہ اس نہی پر عمل کرسکتے ہیں۔

دانۂ[1] مُردن مرا شیریں شدست
موت کا دانہ میرے لئے میٹھا ہو گیا ہے

بَل هُم اَحیاءٌ پے من آمدست
بلکہ وہ زندہ ہیں، میرے لئے وارد ہوا ہے

اُقتُلُونِی یَا ثِقَاتِی لَایُمَا
اے میرے معتمد لوگو! مجھے ملامت کرتے ہوئے قتل کر ڈالو

اِنَّ فِی قَتلِی حَیَاتِی دَائِمًا
بیشک میرے مرنے میں میری ابدی زندگی ہے

اِنَّ فِی مَوتِی حَیَاتِی یَا فَتٰی
اے نوجوان! میری موت میں میری زندگی ہے

کَم اُفَارِقُنِی مَوطِنِی حَتّٰی مَتٰی
میں اپنے وطن سے کب تک اور کتنا جدا رہوں!

فُرقَتِی لَو لَم یَکُن فِی ذَا السُّکُونِ[2]
اگر اس سکونت میں میری جدائی نہ ہوتی

لَم یَقُل اِنَّا اِلَیهِ رَاجِعُونَ
تو اللہ تعالیٰ نہ فرماتا ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

راجع آں باشد کہ باز آید بشہر
لوٹنے والا تو وہی ہوتا ہے جو اپنے شہر میں واپس آئے

سوئے وحدت آید از تفریق دہر
زمانہ کے فراق سے وصال کی طرف آئے

ایں سخن پایاں ندارد چاکرم
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، میرے غلام نے

چوں شنید ایں سِر ز سَید گشت خم
آنحضورؐ سے جب یہ راز سنا شرم سے جھک گیا

افتادنِ رکابدار ہر بار در پائے امیر المومنین علیؓ کہ اے
ہر دفعہ خادم کا امیر المومنینؓ کے پاؤں پڑنا کہ اے

امیر المومنین مرا بکُش وازیں قضا باز رہاں
امیر المومنینؓ مجھے مار ڈالیے اور اس قضائے خداوندی سے چھڑا دیجئے

آمد و در خاک پیشِ او فتاد
وہ (خادم) آیا اور میرے آگے زمین پر گر پڑا

دَم بَدَم[3] در پائے من سَر می نہاد
اس نے بار بار میرے پیروں پر سر رکھا

باز آمد کاے علیؓ زودم بکُش
پھر آیا کہ اے علیؓ! مجھے جلد قتل کر دیجئے

تا نہ بینم آں دَم و وقتِ تَرَش
تاکہ وہ برا وقت نہ دیکھوں

من حلالت می کنم خونم بریز
میں معاف کرتا ہوں، میرا خون بہا دیجئے

تا نہ بیند چشمِ من آں رستخیز
تاکہ میری آنکھ وہ قیامت نہ دیکھے

گفت ار ہر ذرّہ خونی شود
حضرت علیؓ نے فرمایا اگر ہر ذرہ قاتل بن جائے

خنجر اندر کف بقصدِ تو بود
تیرے لئے اس کے ہاتھ میں خنجر ہو

یک سرِ مُو از تو نتواند بُرید
تیرا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکتا ہے

چوں قلم بر تو چناں خطے کشید
جبکہ قلم (تقدیر) نے تیرے لئے ایسا لکھ دیا ہے

---

[1] دانۂ مردن — یہ حضرت علیؓ کا مقولہ ہے۔ قتل شہداء کے بارے میں قرآن میں کہا گیا ہے "لَا تَحسَبَنَّ الَّذِینَ قُتِلُوا فِی سَبِیلِ اللّٰهِ اَموَاتًا بَل اَحیَاءٌ" یہ گمان کرو تم ان لوگوں کو جو اللہ کے راستہ میں قتل کئے گئے ہیں مردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ ثقات۔ ثقہ کی جمع ہے معتمد علیہ۔ لائم۔ ملامت کرنیوالا۔ اُقتُلُونِی۔ یہ شعر حضرت منصور حلاجؒ کے شعر سے ماخوذ ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا ؎
اُقتُلُونِی یَا ثِقَاتِی
میرے معتمدو مجھے قتل کر دو
اِنَّ فِی قَتلِی حَیَاتِی
بیشک قتل میں میری زندگی ہے

[2] فرقتی لو لم یکن فی ذا السکون — یعنی دنیاوی مزرعگی۔ وحدت۔ روحت کے ساتھ اتحاد، وحدت۔ تفریق۔ جدا کرنا۔ دہر۔ زمانہ۔ سید۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ گشت خم۔ ندامت سے جھک گیا۔

[3] دم بدم۔ لمحہ بلمحہ، ہر آن۔ ترش۔ کڑوا، ناگوار۔ ملالت۔ حلال برائے تو۔ خون رائیگاں۔ رستخیز۔ قیامت، ہولناک واقعہ۔ قلم۔ قلم تقدیر

لیک بے غم شو شفیعِ[1] تو منم
لیکن بے فکر ہو جا میں تیرا سفارشی ہوں

خواجۂ روح نہ مملوکِ تنم
میں رُوح کا مالک ہوں جسم کا غلام نہیں ہوں

پیشِ من ایں تن ندارد قیمتے
میرے نزدیک اِس جسم کی کوئی قیمت نہیں ہے

بے تنِ خویشم فتےٰ ابن الفتےٰ
بغیر جسم (کے واسطہ) کے میں جوانمرد جوانمرد کا بیٹا ہوں

خنجر و شمشیر شد ریحانِ من
خنجر اور تلوار میرے لئے خوشبودار پھول بن گئے ہیں

مرگِ تن شد بزم و نرگستانِ من
جسم کی موت میری بزم (نشاط) اور باغیچہ ہے

آنکہ اُو تن را بدیں سان پے کند
جو جسم کو اِس طرح مغلوب کر دے

حرصِ میری و خلافت کے کند
وہ امیری اور خلافت کی حرص کب کر سکتا ہے!

زاں بظاہر کو شد اندر جاہ و حکم
بظاہر وہ جو حکومت اور مرتبہ کیلئے کوشاں ہے

تا امیراں را نماید راہِ محکم
(تو اسلئے ہوا) تاکہ حاکموں کیلئے حکومت کرنیکی رہنمائی کریں

تا بیارا یدِ بہرِ تن[2] جامۂ
تاکہ ہر (حکومت) کے جسم کیلئے جامہ تیار کر دیں

تا نویسد اُو بہر کس نامۂ
تاکہ ہر شخص (حاکم) کیلئے قانون نامہ تحریر کریں

تا امیری را دہد جانِ دگر
تاکہ امارت میں نئی رُوح ڈال دیں

تا دہد نخلِ خلافت را ثمر
تاکہ نخلِ خلافت کو پھل عطا کر دیں

میریٔ اُو بینی اندر آں جہاں
اُس عالم (آخرت) میں تو اُنکی سرداری دیکھے گا

فکرتِ پنہانیت گردد عیاں
تیرے چھپے ہوئے خیالات ظاہر ہو جائینگے

ہیں گمانِ بد مبر اے ذُو لُباب[3]
اے عقلمند! خبردار بُرا گمان نہ کر

باخود آ وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّوَاب
ہوش میں آ، اور اللہ بہتر جانتا ہے

بیانِ آنکہ فتح طلبیدن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مکہ و غیر

اِس کا بیان کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ وغیرہ کی فتح طلب کرنا

مکہ را جہتِ دوستیِ مُلکِ دنیا نبود چونکہ فرمود الدُّنیا

ملکِ دنیا کی محبت کی وجہ سے نہ تھا چونکہ خود فرمایا ہے دنیا مردار ہے

جیفۃٌ وَطَالِبُہَا کِلَابٌ بلکہ بامرِ بود

اور اُس کے طلبگار کتے ہیں بلکہ خدا کے حکم سے تھا

جہدِ پیغمبر بفتحِ مکہ ہم
آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فتح مکہ کی کوشش

کے بود در حُبِّ دنیا مُنہمم
دنیا کی محبت سے منہمم کب ہو سکتی ہے!

---

[1] شفیع۔ سفارشی۔ خواجہ۔ روح۔ صاحب دل۔ مملوک۔ تن۔ جسم کا غلام۔ قیمت۔ قدر۔ فتیٰ۔ جوانمرد۔ ابن۔ بیٹا۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔ نرگستان۔ باغ۔ پے کردن۔ کاٹ ڈالنا۔ میری۔ امیری۔ امرداری۔ جاہ۔ مرتبہ۔ حکم۔ حکومت۔ راہِ محکم۔ حکومت کا قاعدہ۔

[2] تن۔ جسم یعنی حکومت۔ جامہ۔ کپڑا یعنی طرزِ عمل۔ نامہ۔ یعنی قانون نامہ۔ امیری۔ حکومت۔ جاں دادن۔ تازہ کر دینا، مضبوط کر دینا۔ نخل۔ کھجور کا درخت۔ ثمر۔ پھل۔

[3] لُباب۔ لُب۔ عقل۔ باخود آ۔ ہوش میں آجا۔ جہد۔ طاقت۔ کوشش۔ حُبّ۔ محبت۔ منہمم۔ تہمت زدہ۔

آنکہ اُو از مخزنِ ہفت آسماں
جس ذات نے سات آسمانوں کے خزانہ سے

چشمِ دل بر بستہ روزِ امتحاں[1]
دل کی آنکھ بند کرلی، آزمائش کے دن

از پئے نظارۂ اُو حور و جاں
جس کے دیدار کے لئے حوریں اور روحیں

پُر شدہ آفاق ہر ہفت آسماں
ساتوں آسمانوں کے اطراف میں جمع تھیں

قدسیاں افتادہ بر خاکِ رہش
مقدس فرشتے انکے راستہ کی خاک پر گرے پڑتے تھے

صد چو یوسفؑ اوفتادہ در چہش
یوسف (علیہ السلام) جیسے سیکڑوں ان کے خنداق تھے

خویشتن آراستہ از بہرِ اُو
اُن کے لئے سب نے اپنے آپ کو سنوارا تھا

خود وُرا پروائے غیر دوست کُو
خود اُن کو دوست کے علاوہ کسی کی پروا کب تھی

آنچناں پُر گشتہ از اجلالِ حق
اللہ کے جلال سے آپ اسقدر بھرے ہوئے تھے

کاندرو ہم رہ نیابد آلِ حق
کہ اُس میں انبیاء کو بھی دخل نہ تھا

لَا یَسَعُ[2] فِینَا نَبِیٌّ مُرسَلٌ
ہمارے اندر گنجائش نہیں پاتا کوئی مُرسل نبی

وَالمَلَکُ وَالرُّوحُ اَیضاً فَاعقِلُوا
اور فرشتے اور روح بھی پس سمجھ لو

گفت ما زاغیم و ہمچوں زاغ نے
فرمایا ہم زاغ ہیں کوّے کی طرح نہیں ہیں

مستِ صباغیم و مستِ باغ نے
ہم صباغ کے متوالے ہیں باغ کے شیدائی نہیں ہیں

چونکہ مخزنہائے افلاک و عقول[3]
جبکہ آسمانوں اور عقول کے خزانے

چوں خسے آمد بر چشمِ رسولؐ
رسولؐ کی نگاہ میں ایک تنکے کے برابر ثابت ہوئے

پس چہ باشد مکہ و شام و عراق
تو مکہ اور شام اور عراق کیا ہوتا ہے

کہ نماید اُو نبرد و اشتیاق
اور وہ کوشش اور اشتیاق ظاہر کرے

آں گمان و ظن منافق را بُود
یہ گمان اور خیال تو منافق کا ہو سکتا ہے

کُو قیاس از جہل و حرص خود کُند
کیونکہ وہ اپنے جہل اور حرص پر قیاس کرتا ہے

آبگینہ زرد چوں سازی نقاب
تو جب زرد آبگینہ کا نقاب بنائے گا

زرد بینی جملہ نورِ آفتاب
سورج کی تمام روشنی کو زرد دیکھے گا

بشکن آں شیشہ کہ بود زرد را
اُس اندھے اور زرد شیشہ کو توڑ ڈال

تا شناسی گرد را و مرد را
تاکہ تو گرد اور مرد کی شناخت کرسکے

گردِ فارس گرد سر افراشتہ
شہسوار کے چاروں طرف غبار اُڑ رہا ہے

گرد را تو مردِ حق پنداشتہ
تو نے غبار کو مردِ حق سمجھ لیا ہے

---

[1] روزِ امتحاں، معراج کے وقت۔ آفاق۔ اُفق کی جمع ہے۔ آسمان کا کنارہ۔ قُدسیاں۔ عالمِ قدس کے فرشتے۔ دَرچہ افتادن۔ مشتاق ہونا۔ دوست۔ اللہ تعالیٰ۔ اجلال۔ جلال، بزرگی۔ آلِ حق۔ اہل اللہ، انبیاء۔

[2] لَا یَسَعُ۔ گنجائش نہیں پاتا ہے۔ نبی مُرسَل۔ رسول پیغمبر روح حضرت جبرئیلؑ۔ فَاعقِلُوا۔ سمجھ لو۔ لَا یَسَعُنِی۔ حدیث شریف ہے لِیْ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ غَیْرُ رَبِّیْ میرے لئے ایک ایسا وقت آتا ہے اُس میں میرے اندر سوائے میرے رب کے کسی کی گنجائش نہیں ہے۔ مازاغ۔ مَازَاغَ اَلَمْ۔ ہم مَازَاغَ کے مصداق ہیں سورۂ نجم میں ہے "مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی" یعنی دیدارِ الٰہی کے وقت آنحضورؐ کی نظر اِدھر اُدھر نہ ہوئی نہ بڑھی۔ زاغ۔ کوّا، یعنی دنیا کا دلدادہ۔ صباغ۔ رنگنے والا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً "خدا کا رنگ اور خدا سے بہتر رنگنے والا کون ہے۔ مخزن۔ خزانہ، جائے اجتماع۔

[3] عقول۔ عقل کی جمع، فرشتہ۔ نبرد۔ جنگ۔ زآبگینہ۔ اگر کوئی زرد شیشہ لگائے تو ہر چیز زرد نظر آئے گی یہی حال آنکھوں کیساتھ بدگمانی کرنیکا ہے۔ فارس۔ گھوڑسوار۔ مردِ حق۔ اہل اللہ۔

گرد[1] دید ابلیس و گفت ایں فرعِ طیں
شیطان نے (آدم کی) اگر دیکھی اور بولا یہ مٹی کا بنا ہوا ہے

تا تو می بینی عزیزاں را بشر
جب تک تو معززین (بارگاہِ الٰہی) کو بشر سمجھتا ہے

چوں فزاید بر منِ آتش جبیں
مجھ آتشیں پیشانی والے سے کیسے بڑھ جائے گا؟

گر نہ فرزندِ بلیسی اے عنید
اے سرکش! اگر تو شیطان کی اولاد نہیں ہے

داں کہ میراثِ بلیس ست آں نظر
سمجھ لے یہ نگاہ، شیطان کی میراث ہے

من نیم سگ شیرِ حقم حق پرست
میں کتا نہیں ہوں، حق پرست اسد اللہ ہوں

پس بتو میراثِ آں سگ چوں رسید
تو تجھے اُس کتے کی میراث کیسے ملی ہے؟

شیرِ دنیا جوید اشکار و برگ
دنیا کا شیر شکار اور سامان تلاش کرتا ہے

شیرِ حق آنست کز صورت برست
اللہ کا شیر وہ ہے جو صورت (پرستی) سے چھوٹ جائے

چونکہ اندر مرگ بیند صد وجود
چونکہ وہ موت میں سینکڑوں وجود سمجھتا ہے

شیرِ مولیٰ جوید آزادی و مرگ
اللہ کا شیر آزادی اور موت کی جستجو کرتا ہے

شد ہوائے مرگ[2] طوقِ صادقاں
موت کی تمنا، سچوں کے گلے کا طوق ہے

ہمچو پروانہ بسوزاند وجود
پروانہ کی طرح (اپنے) وجود کو جلا دیتا ہے

در نبے فرمود کاے قومِ یہود
اللہ تعالیٰ نے، قرآن میں فرمایا کہ اے یہودیو!

کہ جہوداں را بداں بد امتحاں
اس لئے کہ یہود کا اسی سے امتحان ہوا تھا

ہمچنانکہ آرزوئے سود ہست
جس طرح کہ نفع کی تمنا ہوتی ہے

صادقاں را مرگ باشد فتح و سود
سچوں کے لئے موت کامیابی اور نفع ہے

اے[3] جہوداں بہرِ ناموسِ کساں
اے یہودیو! لوگوں میں آبرو کی خاطر

آرزوئے مرگ بردن زاں بہ است
موت کی آرزو کرنا اس سے (بھی) بہتر ہے

یک جہودے ایں قدر زہرہ نداشت
ایک یہودی میں بھی اس قدر ہمت نہ ہوئی

بگذرانید ایں تمنا بر زباں
اس تمنا کو زبان پر لے آؤ

گفت اگر گویند ایں را بر زباں
(آنحضورؐ نے) فرمایا اگر یہودی زبان سے یہ کہیں

چوں محمدؐ ایں علم را بر فراشت
جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ جھنڈا بلند کیا

پس یہوداں مال برند و خراج
یہودی مال اور خراج آنحضورؐ کے پاس لیکے

یک جہودے خود نماند در جہاں
تو ایک یہودی بھی دنیا میں نہ بچے

کہ مکن رسوا تو ما را اے سراج
کہ اے چراغِ (ہدایت) ہمیں رسوا نہ کر

---

[1] گرد۔ یعنی مٹی۔ فرع شاخ۔ طین مٹی۔ فرعِ طین مٹی سے بنے ہوئے آدم علیہ السلام۔ آتشی۔ شیطان آگ سے بنا ہے۔ عزیزاں۔ اہل اللہ۔ بشر۔ یعنی صرف صفاتِ بشری سے متصف جیسا کہ قرآن میں کفار کا مقولہ منقول ہے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا یعنی تم صرف ہم جیسے انسان ہو۔ ناں نظر۔ یعنی محض ظاہر کو دیکھنا اور باطنی فضائل پر نظر نہ کرنا۔ فرزندِ بلیسی۔ یعنی تو فرزندِ ابلیس ہستی۔ عنید۔ سرکش۔ اشکار شکار۔ برگ۔ ساز و سامان۔ شیرِ مولیٰ۔ اسد اللہ۔

[2] ہوائے مرگ۔ موت کا شوق۔ صادق۔ سچی محبت والا ہوں۔ یہود۔ امتحان۔ آزمائش سننے۔ قرآنِ پاک۔ سود۔ نفع۔

[3] اے جہوداں۔ قرآن میں ہے "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ؟ اے یہودیو! اگر تم خیال کرتے ہو کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگوں کے علاوہ تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو کساں۔ لوگ۔ بہرہ۔ پتہ، طاقت۔ مال۔ یعنی جزیہ جو غیر مسلموں کو فوجی خدمات کے عوض بصورتِ مال ادا کرنا پڑتا تھا خراج غیر مسلم مالکانِ زمین سے جو ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ ہر آج۔ چراغ۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

جزیہ پذیرفتند می بودند شاد
انھوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور خوش تھے

ہمچناں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
اسی حالت پر، اور خدا ان کی ہدایت کا حال زیادہ جانتا ہے

ایں سخن را نیست پایانے[1] پدید
اس بات کا تو خاتمہ نظر نہیں آتا

دست با من دہ چو حشمت دوست دید
(اپنا) ہاتھ مجھے پکڑا دے جبکہ تیری آنکھوں نے دوست (خدا) کا دیدار کر لیا ہے

اندر آ در گلستاں از مزبلہ
کوڑی سے باغ کے اندر آجا

چونکہ در ظلمت بدیدی مشعلہ
جبکہ تو نے تاریکی میں نور دیکھ لیا ہے

بے توقف زود تر در نہ قدم
بلا تاخیر، بہت جلد قدم رکھ

زیں چہ بے بُن سوئے باغِ اِرم
اِس اتھاہ کنویں سے، بہشت میں

ہم نبردش گفت از بہرِ خدا
ان کے (حضرت علیؓ) مقابل نے کہا، خدا کے لئے

شرح کُن ایں را و بپذیرم ہلا
اِس کی تفصیل بتا دیجئے اور مجھے مغرور (خوشی میں) قبول کیجئے

گفتن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ با قرین خود کہ چوں

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل سے فرمایا کہ جب

تو خیو[2] و اندا ختی بر روئے من خشم من بخنبید و اخلاصِ عمل

تو نے میرے منہ پر تھوکا، میرا غصہ بھڑکا اور عمل کا اخلاص

نماند مانعِ کشتن تو آں بود و مسلماں شدن او

نہ رہا، تیرے قتل کا مانع یہ تھا اور اس کا مسلمان ہو جانا

گفت امیر المومنین رض با آں جواں[3] کہ بہنگامِ نبرد اے پہلواں

امیر المومنین رض نے اس جوان سے فرمایا کہ اے پہلوان! مقابلہ کے وقت

چوں تو خیو و اندا ختی بر روئے من نفس جنبید و تبہ شد خوئے من

جب تو نے میرے منہ پر تھوکا نفس میں اشتعال پیدا ہوا اور میری عادت بگڑی

نیم بہرِ حق شد و نیمے ہوا شرکت اندر کارِ حق نبود روا

آدھا (جہاد) اللہ کیلئے اور آدھا خواہش نفسانی کیلئے تو کیا اللہ کے کام میں شرکت درست نہیں ہے

تو نگاریدہ کفِ مولیستی آنِ حقی کردۂ من نیستی

تو مولیٰ کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے تو اللہ کا مملوک ہے میرا مخلوق نہیں ہے

نقشِ حق را ہم بامرِ حق شکن برزِ جاجہ دوست سنگِ دوست زن

اللہ کے نقش کو اللہ ہی کے حکم سے توڑ دوست کے شیشہ پر دوست کا پتھر مار

[1] پایان۔ آخر، خاتمہ۔
دست با من دہ۔ یعنی مسلمان ہونے کے لئے۔ گلستاں۔ یعنی باغِ اسلام۔ مزبلہ۔ کوڑی یعنی کفر کی نجاست۔ چہ۔ چاہ کا مخفف ہے بے بُن۔ بے تھاہ۔ باغِ اِرم۔ بہشت۔ ہم نبرد۔ شریک جنگ۔

[2] خیو۔ خاء کو فتح یا پر ضمہ واؤ معروف، العاب دہن، تھوک۔

[3] آں جواں۔ یعنی مقابل۔ بہنگام وقت۔ نبرد۔ جنگ۔ نفس جنبیدن۔ نفس کا جوش میں آنا۔ خوئے۔ عادت۔ تیمم۔ آدھا۔ نگاریدہ۔ منقش کیا ہوا، آفریدہ۔ کفِ مولیٰ۔ دستِ قدرت سا آن۔ مملوک۔ کردہ۔ مخلوق۔ نقشِ حق۔ یعنی مخلوقِ خدا۔ شکستن۔ یعنی بگاڑنا۔ زجاجہ۔ کانچ کی بنی ہوئی چیز، بوتل۔

گبر ایں بشنید و نوری[1] شد پدید
اُس کافر نے یہ بات سنی اور ایک نور ظاہر ہوا

در دلِ اُو تا کہ زُنّارش بُرید
اسکے دل میں یہاں تک کہ اُس نے اپنا زنار کاٹ پھینکا

گفت من تخمِ جفا می کاشتم
اُس نے کہا میں نے ظلم کا بیج بویا تھا

من ترا نوعے دگر پنداشتم
میں نے آپ کو کچھ اور ہی خیال کیا تھا

تو ترازوئے اَحَدْ خُو بُودَہٗ
آپ تو خدائی اخلاق والی ترازو تھے

بل زبانہ ہر ترازو بُودَہٗ
بلکہ آپ تو ہر ترازو کا کانٹا تھے

تو تبار و اصلِ خویشم بُودَہٗ
آپ تو میری اصل اور خاندان تھے

تو فروغِ شمعِ کیشم بُودَہٗ
آپ میرے مذہب کی شمع کا نور تھے

من غلامِ آں چراغِ شمع[2] خُو
میں اُس شمع خو چراغ کا غلام ہوں

کہ چراغت روشنی پذرفت ازُو
کہ جس سے آپ کے چراغ نے نور حاصل کیا ہے

من غلامِ موجِ آں دریائے نُور
میں اُس دریائے نور کی موج کا غلام ہوں

کُو چنیں گوہر برآرد در ظہور
جو ایسے موتی نکالتی ہے

عَرض کُن بر من شہادت را کہ من
مجھ پر (گویا) شہادت پیش کیجئے کیونکہ میں

مُر ترا دیدم سرافرازِ زمن
آپ کو خصوصاً زمانہ میں برتر سمجھتا ہوں

قربِ[3] پنجہ کس ز خویش و قومِ اُو
اُسکے رشتہ داروں اور قوم میں سے تقریباً پچاس آدمیوں نے

عاشقانہ سوئے دیں کردند رُو
والہانہ (طور پر) دین کی طرف رخ کیا

اُو بہ تیغِ حلم چندیں خلق را
اُن (اہل ع) نے بردباری کی تلوار کے ذریعہ اتنے لوگوں کی

وا خرید از تیغ چندیں حلق را
تلوار سے بچا دیا، اس قدر حلقوم کو

تیغِ حلم از تیغِ آہن تیز تر
بردباری کی تلوار لوہے کی تلوار سے زیادہ تیز ہے

بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر
بلکہ سینکڑوں لشکروں سے زیادہ فتح کرنیوالی ہے

خاتمہ

اے دریغا لقمۂ دو خوردہ شُد
ائے افسوس! دو چار لقمے کھائے گئے

جوششِ فکرت ازاں افسردہ شُد
فکر کا جوش اُس سے ٹھنڈا پڑ گیا

گندمے خورشیدِ آدم را کسوف
گیہوں کا ایک دانہ آدمؑ کے سورج کیلئے گرہن بنا

چوں ذنب شغلِ بدر را خسوف
جیسا کہ لفظ ذنب میں آنا چاند کے نور کا گرہن ہے

---

[1] نوری: یعنی نورِ ایمان۔ زنار بریدن: مسلمان ہو جانا، کفر سے توبہ کرنا۔ احدخو: خدائی اخلاق والا۔ زبانہ: ترازو کا کانٹا۔ ترازو: یعنی آپ تو بزرگی کا معیار اور انصاف کا عامل نکلے۔ تو تبار: یعنی میں اب اپنے خاندان اور مذہب کے بدل کر آپ کی غلامی اور مذہب اختیار کرتا ہوں۔ آں چراغ: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جن سے حضرت علیؓ نے نور حاصل کیا۔

[2] شمع خو: شمع کی روشنی چاروں طرف یکساں ہوتی ہے آنحضورؐ کا فیض بھی عام ہے جس میں گوہر یعنی حضرت علیؓ جیسے گوہر یاب۔ عرض کردن: پیش کرنا، اعتقین کرنا۔ شہادت: بمعنی شہادت۔ سرافراز: منظور و مکرم۔

[3] قرب: تقریباً پانچ، پچاس۔ وا خرید: آزاد کر دیا، خلاصہ مولانا نے دفتر اول ختم کرنے کے بعد کافی دن بعد دفتر دوم شروع کیا تھا۔ دفتر اول کو ختم کر دینے کی وجہ وہیں بیان فرمائی ہیں ایک تو سامعین کا قصص اور حکایات میں لگانا اور انکے بیان سے جو اصلی مقصد عبرت اور نصیحت ہے اسکی طرف توجہ کم کر دینا ہے، دوسرے کلام کی طوالت جو سامعین میں ملال پیدا کر دیتی ہے اور کلام زیادہ مفید نہیں رہتا ہے لقمہ دو۔ یعنی حکایتوں اور قصوں کو لوگوں نے جسمانی خوراک بنا لیا۔ جوشش۔ سامعین کی غفلت پر تذکیر کا جوش ختم کر دیتی ہے گندمے: حضرت آدمؑ نے گیہوں کھایا تو جنت سے نکلنا پڑا۔ ذنب۔ مدار شمس اور مدار قمر کے باہمی تقاطع سے دو

اینت[1] لطفِ دل کاز یکمشت گل
دل کی لطافت عجیب ہے کہ ایک مٹھی خاک سے

ماہِ اُو چوں می شود پروین گسل
اس کا چاند ثریا کی طرح پراگندہ ہو جاتا ہے

ناں چو معنیٰ بُود خوردش سود بُود
روٹی جب تک معنی تھی اس کا کھانا مفید تھا

چونکہ صورت گشت انگیزد جحود
چونکہ صورت بنگئی (اسلئے) انکار کا باعث بنگئی

ہیمو خارِ سبز کاُشتر می خورد
سبز کانٹوں کی طرح جو کہ اونٹ کھاتا ہے

زاں خورش صد لفع و لذت می برد
اس خوراک سے سینکڑوں نفعے اور لذتیں حاصل کرتا ہے

چونکہ آں سبزیش رفت و خشک گشت
جب اُن کی سبزی جاتی رہے اور خشک ہو جائیں

چوں ہمانرا می خورد اُشتر بدشت
پھر اونٹ اُن کو جنگل میں چرے

می دراند کام و لنجش[2] اے دریغ
اس کا تالو اور ہونٹ پھاڑ دیتے ہیں۔ ہائے افسوس

کانچناں وردِ مُر باگشت تیغ
کہ ایسا گلقند تلوار بن گیا

ناں چو معنیٰ بُود بُود آں خارِ سبز
روٹی جب تک معنی تھی وہ سبز کانٹا تھی

چونکہ صورت شد کنوں خشک ست و گبز
جب صورت بن گئی خشک اور سخت ہے

تو بداں عادت کہ اُو را پیش ازیں
تو اسی عادت سے کہ اس سے پہلے اس کو

خوردہ بُودی اے وجودِ نازنیں
تو نے کھایا اے نازنیں وجود والے!

برہماں بُو می خوری ایں خشک را
اسی بُو پر تو اس خشک کو کھاتا ہے

بعد ازاں کا میخت معنیٰ باثری
اس کے بعد جبکہ معنی اس میں لگ گئے ہیں

گشت خاک آمیز و خشک و گوشت بُر[3]
جو مٹی میں مل گئی اور خشک ہو گئی اور گوشت کو کاٹنے

زاں گیاہ اکنوں بپرہیز اے شتر
اے اونٹ! اب اس گھاس سے پرہیز کر

سخت خاک آلودہ می آید سخن
بات بہت خاک آلود نکلتی ہے

آب تیرہ شد سرِ چہ بند کن
پانی گدلا ہو گیا، کنویں کا منہ بند کر دے

تا خدایش باز صاف و خوش کند
جب تک خدا اس کو پھر اچھا اور صاف کرے

اُو کہ تیرہ کرد ہم صافش کند
جس نے اسکو گدلا کیا ہے اسکو صاف بھی کر دے گا

صبر آرد آرزو را نے شتاب
صبر آرزو پوری کرتا ہے، نہ کہ جلد بازی

صبر کُن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
صبر کر۔ اور خدا بہتر جانتا ہے

[1] اینت۔ ہمزہ پر کسرہ یائے معروف نون ساکن تاء مکسورہ کلمۂ تحسین و تعجب کے معنی رکھتا ہے یکمشت گل یعنی سامعین کی بے توجہی پر تو ہیں۔ ستاروں کا محمود ہے جو بادلوں میں شروع رات سے نمودار ہو جاتا ہے۔ ناں۔ یعنی جبتک قصوں اور حکایتوں سے اسرار اور نکتے اخذ کئے جائیں تو مفید ہونگے لیکن جب وہ محض قصہ گوئی بنجائے تو قابلِ سماعت نہیں ہیں۔ ہیمو خار۔ کانٹے جبتک سبز ہیں اونٹ کے لئے مفید ہیں خشک ہو جانے کے بعد انتہائی مضر ہیں۔ کام تالو

[2] لنج۔ ہونٹ۔ لام کے ضمہ کے ساتھ ہونٹ۔ لام کے فتحہ کے ساتھ خرام ناز۔ وردِ مُر۔ گلقند۔ گبز۔ سخت، قوی۔ تو بداں عادت یعنی پہلے حکایات کو نتیجہ خیز بنا کر سن رہا تھا اب جبکہ وہ بے نتیجہ ہو گئی ہیں تو پرانی عادت کے مطابق اُن کو سنے جا رہا ہے اب جبکہ وہ بے معنی ہو گئی ہیں تو اُنسے پرہیز ضروری ہے۔

[3] گوشت بُر۔ گوشت کو کاٹنے والا۔ سخت خاک آلود۔ یہاں سے مولانا نے اپنے آپ کو مخاطب بنایا ہے۔ تیرہ۔ گدلا۔ سرِ چہ۔ کنویں کا منہ۔ صبر آرد۔ یعنی تمنائیں صبر سے پوری ہوتی ہیں جلد بازی بے فائدہ ہے۔

فہرست عنوانات

مقدمہ از صـ ۱ تا صـ ۲۹ قطعۂ تاریخ صـ ۳۰

بشنو از نے الخ	۳۱	در تحریص بمتابعت ولی مرشد	۷۳	مشاورت کردن امرا در ولی عہدی	۹۹
حکایت بادشاہ و عاشق شدن او	۳۵	بیان حسد وزیر	۷۵	تعظیم مدح مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۰۲
ظاہر شدن عجز حکمای از معالجہ کنیزک	۳۷	فہم کردن جاماسپ نصرانی مکر وزیر	۷۵	حکایت بادشاہ جہود دیگر	۱۰۳
درخواست توفیق از خداوند	۳۹	پیغام شاہ پنہانی	۷۷	آتش فرمودن بادشاہ جہود	۱۰۵
ملاقات بادشاہ با آں ولی	۴۱	بیان دوازدہ امیر سبط از نصاریٰ	۷۷	آوردن بادشاہ جہود زنے را با طفل	۱۰۷
بُردن بادشاہ آں طبیب را بر سر بیمار	۴۲	تحکیم وزیر در احکام انجیل	۷۸	انداختن مرغان خویش را در آتش	۱۰۹
خلوت طبیب آں ولی از بادشاہ	۴۶	بیان آنکہ اختلاف صورت در دین نیست	۸۱	گرداندن دہان	۱۱۰
دریافتن آں ولی رنج کنیزک	۵۰	در بیان خسارت وزیر	۸۳	عتاب کردن آں بادشاہ جہود	۱۱۱
فرستادن بادشاہ رسولان بسمرقند	۵۰	مکر کردن وزیر	۸۵	جواب دادن آتش	۱۱۲
در بیان آنکہ کشتن و زہر دادن او گرد را	۵۴	دفع کردن وزیر مریدان خود را	۸۷	قصہ بادر عہد ہود	۱۱۳
حکایت بقال و طوطی	۵۶	مکرر کردن مریداں با وزیر	۸۸	منکر و انکار کردن بادشاہ جہود	۱۱۵
فرق میان محقق و مدعی	۶۲	جواب گفتن وزیر کہ غلوت نکنم	۸۹	بر جستن آتش بچہل گز	۱۱۵
داستان آں بادشاہ جہود	۶۳	لابہ کردن مریداں مر وزیر را	۹۰	بیان توکل و ترک جہد	۱۱۷
حکایت وزیر بادشاہ و مکر او	۶۴	نومید کردن وزیر مریداں را	۹۴	جواب شیر نخجیران را	۱۱۸
تلبیس ابلیس وزیر نصاریٰ	۶۶	ولی عہد ساختن وزیر ہر یک امیر	۹۴	ترجیح نخجیران توکل را	۱۱۸
قبول کردن نصاریٰ مکر وزیر را	۶۷	کشتن وزیر خویش را	۹۵	ترجیح نہادن شیر جہد را	۱۱۹
جمع آمدن نصاریٰ	۶۸	طلب کردن ابن عیسیٰ کہ لیسعد رسم	۹۶	ترجیح نہادن نخجیران توکل را	۱۱۹
در تمثیل عارف و حال او	۷۰	در بیان آنکہ جملہ پیغمبران حق اند	۹۷	دیگر بار بیان کردن شیر جہد را	۱۲۰
سوال کردن خلیفہ بغداد از یحییٰ	۷۲	در بیان کلموا الناس علی قدر عقولہم	۹۸	باز ترجیح نہادن نخجیران توکل را	۱۲۱

گریختن عورلائیل	۱۲۳	پرسیدن شیر از سبب باز گشتن	۱۵۵	رجوع بحکایت خواجه تاجر	۲۰۲
باز ترجیح نهادن شیر جهد را	۱۲۴	نظر کردن شیر در چاه	۱۵۶	افگندن خواجه طوطی مرده را	۲۰۳
مقرر شدن ترجیح جهد	۱۲۶	مژده بردن خرگوش	۱۵۹	وداع کردن خواجه را	۲۰۴
انکار کردن نخجیران بر خرگوش	۱۲۷	جمع شدن نخجیران	۱۶۱	مضرت تعظیم خلق	۲۰۵
جواب گفتن خرگوش نخجیران را	۱۲۸	پند دادن خرگوش نخجیران را	۱۶۲	تفسیر ما شاء الله کان	۲۰۷
اعتراض نخجیران	۱۲۸	تفسیر رجعنا من الجهاد الاصغر	۱۶۳	تفسیر قول سنائی	۲۱۰
باز جواب دادن خرگوش	۱۲۸	آمدن رسول قیصر روم	۱۶۵	داستان پیر چنگی	۲۱۱
ذکر دانش خرگوش	۱۳۰	یافتن رسول امیر المومنین عمر را	۱۶۷	بیان حدیث من کان لله	۲۱۳
باز جستن نخجیران از خرگوش	۱۳۱	پیدا شدن امیر المومنین و سخن گفتن عمر	۱۶۸ ۱۶۸	در بیان حدیث ان لربکم	۲۱۵
پوشیده داشتن خرگوش	۱۳۲	سوال کردن از امیر المومنین	۱۶۹	سوال فرمودن عائشه از حضرت	۲۲۰
نقد مکر خرگوش با شیر	۱۳۲	اقتدا کردن آدم آن را در آشامیدن	۱۷۲	تفسیر بیت سنائی	۲۲۳
زیافت تاویل مگس	۱۳۵	تمثیل	۱۷۴	در معنی حدیث اغتنموا برد الربیع	۲۲۴
قصه گرگ اندیشه کردن در حقیقت دیا	۱۳۶	تفسیر هو متکم	۱۷۵	پرسیدن صدیقه مصطفی	۲۲۶
نخجیران شیر از دیر آمدن خرگوش	۱۳۶	سوال کردن رسول روم از عمر	۱۷۶	بقیه قصه مرد پیر چنگی	۲۲۷
هم در بیان مکر خرگوش	۱۳۸	بیان من اراد ان یجلس مع الله	۱۷۷	در جواب گفتن الف به عمر	۲۲۹
رسیدن خرگوش پیش شیر	۱۴۱	قصه بازرگان	۱۷۹	نالیدن استوانه حنانه	۲۳۰
عذر گفتن خرگوش	۱۴۲	قصه آهنجه طیور	۱۸۱	اظهار معجزه محمد مصطفی	۲۳۴
جواب گفتن شیر خرگوش را	۱۴۴	دیدن خواجه طوطیان هندوستان را	۱۸۲	بقیه قصه مطرب پیر چنگی	۲۳۵
قصه هدهد سلیمان	۱۴۶	تفسیر قول شیخ فرید الدین	۱۸۴	گردانیدن عمر نظر او را از مقام گریه	۲۳۸
طعنه زدن زاغ	۱۴۸	تعظیم ساحران موسی را	۱۸۵	تفسیر دعا آن دو فرشته	۲۴۱
جواب گفتن هدهد	۱۴۸	باز گفتن بازرگان با طوطی	۱۸۸	قربان کردن مسلمانان عرب	۲۴۲
قصه آدم علیه السلام	۱۴۹	شنیدن آن طوطی خبر طوطیان	۱۹۱	قصه آن خلیفه که در کرم از تمام گذشته بود	۲۴۳
پاداش کشیدن خرگوش	۱۵۲	تفسیر قول حکیم سنائی	۱۹۷	قصه اعرابی درویش	۲۴۳

مغرور شدنِ مریدان	۲۴۵	سپردنِ عرب ہدیہ را	۲۹۷	بقیہ قصہ ہاروت و ماروت	۳۴۶
نادر آئند کہ مُریدے	۲۴۷	حکایتِ ماجرائے نحوی	۲۹۹	بعیادت رفتنِ کُرد	۳۴۷
صبر فرمودنِ اعرابی زنِ خود	۲۴۷	قبول کردنِ خلیفہ ہدیہ را	۳۰۰	اول کسیکہ در مقابلِ نص قیاس کرد	۳۵۰
نصیحت کردنِ زن شوہر را	۲۵۰	در شرف و صفتِ پیر	۳۰۷	دربیانِ آنکہ حالِ خود دستی خود	۳۵۳
نصیحتِ کردنِ مرد زن را	۲۵۲	وصیت کردنِ رسولِ خدا	۳۱۰	مرے کردن دربیاں وچنیاں	۳۵۶
دربیانِ آنکہ جنبیدن ہر کس	۲۵۴	قصہ کبودی زدن قزوینی	۳۱۲	پرسیدنِ پیغمبر زیدؓ را	۳۵۹
مراعات کردنِ زن شوہر را	۲۵۷	رفتنِ گرگ در روباہ	۳۱۵	جوابِ زیدؓ	۳۶۱
دربیانِ ایں خبر انّھُنّ یَغلِبن	۲۶۱	امتحان کردنِ شیر گرگ را	۳۱۸	متہم کردنِ غلاماں	۳۶۶
تسلیم کردنِ مرد خود را	۲۶۱	قصہ آنکہ دریارے بکوفت	۳۱۹	بقیہ قصہ زیدؓ	۳۶۸
دربیانِ آنکہ موسیٰ فرعون ہر دو مستحق اند	۲۶۲			حکایت	۳۶۹
سببِ عریانِ اشقیار	۲۶۵	پشیماں شدنِ آں گوئندہ	۳۱۹	گفتنِ پیغمبر مر زیدؓ را	۳۷۲
تحیر دنے خصم دیدن دید احسن	۲۶۸	خواندنِ آں یار یارِ خود را	۳۲۱	رجوع بحکایتِ زیدؓ	۳۷۴
در معنیٔ آیتِ مَرَجَ البَحرَینِ	۲۷۳	زُود رکشیدن	۳۲۲	آتش افتادن در شہر	۳۷۸
دربیان آمد آنچہ ولی کند	۲۷۷	ادب کردنِ شیر گرگ را	۳۲۴	قصہ خواندانختن	۳۷۹
مخلصِ ماجرائے عرب	۲۷۸	حکایت در فضیلتِ آخر زمانیاں	۳۲۵	سوال کردن از امیر المومنینؓ	۳۸۲
دلہا دادنِ مردِ عرب	۲۸۱	تہدید کردنِ نوحؑ	۳۲۵	جواب دادنِ امیر المومنینؓ	۳۸۵
تعیین کردنِ آں طریق طلب کردنِ	۲۸۴	نشاندنِ بادشاہاں صیدیاں را	۳۲۸	گفتنِ حضرتِ رسالت بگوشِ کابدار	۳۹۰
ہدیہ بردنِ عرب سبوئے آب	۲۸۶	آشنائے کہ از سفر بدیں سو آمد	۳۲۹	تعجب کردنِ آدمؑ	۳۹۴
در نہ دد خفتن عرب سبوئے آب	۲۸۷	طلب کردنِ یوسفؑ ارمغاں	۳۳۰	باز گشتن بحکایتِ امیر المومنینؓ	۳۹۶
دربیانِ آنکہ گدا عاشقِ کرم ست	۲۸۹	گفتنِ مہمان یوسف علیہ السلام را	۳۳۲	افتادنِ رکابدار در چاہ امیر المومنینؓ	۳۹۸
فرق میانِ آنکہ دریش ست نخدا	۲۹۰	مُرتد شدنِ کاتبِ وحی	۳۳۵	فتح طلبیدنِ پیغمبرؐ	۳۹۹
پیش آمدنِ نقیباں	۲۹۳	دعا کردنِ بلعم باعور	۳۴۱	گفتنِ امیر المومنینؓ باقرینِ خود	۴۰۲
دربیانِ آنکہ عاشقِ دنیا	۲۹۵	اعتماد کردنِ ہاروت و ماروت	۳۴۴	خاتمہ	۴۰۳


حامد اینڈ کمپنی
اردو بازار لاہور

بہترین قرآن در زبان پہلوی

مثنوی معنوی

مصنفہ مولانا جلال الدین رومیؒ

ترجمہ

مولانا قاضی اسجاد حسین صاحب

ناشر ادارہ ادبیات دہلی ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

دفترِ اوّل کی اشاعت

جس وقت میں نے مثنوی کی اشاعت کا ارادہ کیا تھا خود بھی مذبذب تھا اور احباب بھی مختلف الرائے تھے۔ کچھ احباب ہمت بندھاتے تھے تو کچھ احباب مخلصانہ طور پر اس اقدام کی مخالفت کرتے تھے لیکن میں نے خدا پر بھروسہ کر کے عواقب انجام سے قطع نظر کی اور اشاعت کے کاموں میں لگ گیا۔ جب دفترِ اوّل مکمل ہوا تو سوچا کہ اس کا اجرا کسی جلسہ میں کرایا جائے۔ میں اس فکر میں لگا ہوا تھا کہ بعض احباب نے توجہ دلائی کہ اس سال جبکہ مولانائے روم کی سات سو سالہ یادگار منائی جا رہی ہے اور دیگر ممالک میں اس سلسلہ میں بہت سے اجتماعات ہو رہے ہیں ہندوستان میں بھی اس طرح کی تقریب منانی چاہیئے اور اسی میں دفترِ اوّل کے اجرا کی رسم ادا کی جائے۔ میں نے یہ خیال جناب پروفیسر سید نورالحسن صاحب وزیرِ تعلیم حکومت ہند کے سامنے ظاہر کیا تو موصوف نے اس کو پسند فرمایا اور اپنے ہاتھوں دفترِ اوّل کا اجرا کرنا منظور کر لیا۔ چنانچہ ۲۸ مارچ ۱۹۷۵ء کو غالب اکیڈمی بستی نظام الدین میں جناب حکیم عبدالحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی کی زیرِ صدارت جشن ۷۰۰ سو سالہ مولانائے رومؒ کے عنوان سے ایک کامیاب اجتماع ہوا جس میں جناب کوکب ذری زاد لطفہٗ کا مجھے بھرپور تعاون حاصل رہا اور جناب مسعود حسن خاں صاحب وائس چانسلر جامعہ ملیہ نے ایک علمی مقالہ پڑھا۔ جناب فتح اللہ صاحب بیجاپوری کلچرل کونسلر ایرانی ایمبسی دہلی نے مولانا رومؒ اور مثنوی پر ایک فاضلانہ تقریر کی اور جناب محمد اعظم کامران نے اپنے دلنواز نغمہ سے مولانا رومؒ کی ایک غزل سنائی۔ دہلی کے اکثر علم دوست احباب اس میں شریک ہوئے، بقول بعض احباب کے یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہلِ علم کا ایک قابلِ ذکر اجتماع تھا۔ دہلی کے انگریزی ہندی اور اردو اخبارات نیز آل انڈیا ریڈیو دہلی اور دہلی ٹیلی ویژن نے اس اجتماع اور مثنوی کے دفترِ اوّل کے اجرا اور اس کی پسندیدگی پر خوب خوب خبریں شائع کیں۔ محکمہ ٹیلی ویژن نے تو صرف اسی اجتماع کو دکھا کر نہ پر بس نہ کی بلکہ میری اور مثنوی کی مستقل فلم تیار کر کے اس کو مختلف اسٹیشنوں سے مختلف اوقات میں دکھایا۔ اس کے بعد سے آج تک شاید ہی اردو کا کوئی موقر اخبار یا رسالہ ایسا ہوگا جس نے دفترِ اوّل پر سیر حاصل تبصرہ نہ کیا ہو اور مثنوی شریف کے پورے دفتروں کی تکمیل کا اصرار نہ کیا ہو۔ میں

منعمِ دو جہاں کا کس طرح شکریہ ادا کروں کہ اُس کی رحمتِ بے پایاں سے اُس کی قبولیت وہم و گمان سے بھی زیادہ ہوئی۔ ملک کے اہلِ علم نے بذریعہ خطوط اُس کی تعریف و توصیف کی اور ملک کے ہر ہر گوشہ سے اُس کی مانگ شروع ہو گئی۔ میں نے اُس کی اشاعت کے بعد فوراً ہی دفترِ دوم پر کام شروع کر دیا۔ آج جبکہ میں یہ مقدمہ سپردِ قلم کر رہا ہوں یہ دفترِ دوم اس قابل ہو گیا ہے کہ اُس کی طباعت شروع کرا سکوں اور قریبی عرصہ میں اہلِ علم کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ دفترِ اوّل کی اشاعت کے بعد سے بقیہ دفتروں کی اشاعت و تکمیل کے لئے جو سہولتیں میسر آ رہی ہیں اُن کا تفصیلی ذکر تو طویل ہے البتہ اس سلسلہ میں اگر میں پروفیسر سید نورالحسن صاحب وزیرِ تعلیم اور وزارتِ تعلیم ہند کا ذکر نہ کروں تو بڑی ناسپاسی گذاری ہوگی۔ میں موصوف اور اُن کی وزارت کا انتہائی شکر گذار ہوں کہ موصوف نے دفترِ اوّل کی بڑی تعداد میں خریداری کرا کر دیگر دفاتر کی اشاعت کو آسان بنا دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بقیہ دفتروں کی اشاعت کے لئے ایک گراں قدر مالی اعانت کرنا بھی منظور کر لیا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے دفترِ دوم تو عنقریب ہی سامنے آ جائیگا۔ اب میں نے تیسرے دفتر پر کام شروع کر دیا ہے اور بفضلہ تعالیٰ اُس کو نصف کے قریب لکھ چکا ہوں۔ اب جبکہ بقیہ دفتروں کی اشاعت کی مالی مشکلات سے میں بے نیاز ہو چکا ہوں ناظرین سے استدعا ہے وہ دعا فرمائیں رب العزت مجھے وہ طاقت بھی عطا فرما دے کہ میں قلمی اعتبار سے اس خدمت کی بجا آوری تکمیل کر سکوں۔ گو سن فتاد میں پہنچ گیا ہوں اور اپنی عمر کی ۷۵ ویں منزل طے کر رہا ہوں اتوائے جسمانی بھی انحطاطِ پذیر ہیں لیکن مولائے کریم سے پر اُمید ہوں کہ وہ اس ناکارہ کو وہ طاقت عطا فرما دے گا جس سے میں اپنی اس تمنا کو پورا کر سکوں گا۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

مولانائے رومؒ اور مثنوی

دفترِ اوّل کے مقدمہ میں مولانا کے حالات اور مثنوی کے بارے میں کچھ معروضات کی گئی ہیں اُس کی اشاعت کے بعد ماہ مئی / جون / جولائی ۱۹۷۵ء کے رسالہ "جامعہ" کے شماروں میں اسی موضوع پر مستر انیماریا شمیل پروفیسر ہارورڈ یونیورسٹی کے مقالہ کا ترجمہ از پروفیسر احسن صاحب لودی نظروں سے گذرا اُس میں بعض جدید معلومات تھیں۔ موصوفہ مشرقی خاتون ہیں جو مولانائے رومؒ پر ایک سند تسلیم کی جاتی ہیں۔ وہ امسال ماہ ستمبر میں ہندوستان بھی آئیں اور مجھے بھی اُن سے ملنے اور اس موضوع پر معلومات حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مناسب سمجھا گیا کہ اُس کی تلخیص و اقتباس دفترِ دوم کے اس مقدمہ میں بشکریہ رسالہ "جامعہ" ہدیۂ ناظرین کروں۔ اب مطالعہ کرنے والوں سے گذارش ہے کہ اس تلخیص اور خیر مترتب اقتباس کو دفترِ اوّل کے مقدمہ کے مضمون کے ساتھ ملا کر مطالعہ کریں تاکہ پوری افادیت حاصل ہو سکے۔

مولانا جلال الدین رومی ۱۲۰۷ء میں بلخ میں پیدا ہوئے جو آج کل مملکت افغانستان کے زیرِ نگین ہے۔ اس تاریخ و ولادت پر مؤرخین کا اتفاق ہے لیکن مولانا کی کتاب "فیہ ما فیہ" کی ایک

عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا خوارزم شاہ کے سمرقند کے محاصرہ کے جو کہ ۱۲۰۰ء میں ہوا تھا چشم دید واقعات بیان کر رہے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی پیدائش یقیناً اس سے کم از کم دس بارہ سال قبل ہو چکی تھی۔

بلخ اس دور میں علمی و دینی مرکز تھا۔ قدیم زمانے میں یہ شہر بودھ مذہب کا بھی مرکز رہ چکا تھا ہو سکتا ہے کہ تصوف کے قدیم رجحانات میں جھلکنے والے بعض بودھ افکار اسی شہر کی دین ہوں۔ حضرت ابراہیم بن ادہم اسی شہر کی پیداوار ہیں۔ دنیا سے اُن کی بیزاری گوتم بودھ کے زہد اور ترک دنیا سے بہت ملتی جلتی ہے۔ مولانائے روم نے بچپن میں فلسفی متکلم امام فخر الدین رازی کا زمانہ بھی پایا تھا۔ امام رازی کو سلطان خوارزم کے دربار میں بہت رسوخ تھا اور سلطان کو صوفیوں کے خلاف کر دینے میں اُن کا بہت بڑا حصہ تھا ۱۲۰۹ء میں صوفی مجدد الدین بغدادی کے نہر جیحون میں ڈوب کر جان دیدینے کا سبب بھی یہی بنے تھے۔ مولانائے روم کے والد شیخ بہاؤ الدین ولد سے بھی امام کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ مولانائے روم بھی دینی معاملات میں عقل و فلسفہ کی مداخلت کو ناپسند کرتے تھے۔ ان کے دوست اور شیخ شمس الدین تبریزی تو امام فخر الدین رازی کو "الکافر الاحمر" سرخ کافر کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ مولانائے رومی کا یہ شعر

گر باستدلال کارِ دیں بُدے — فخرِ رازی رازدارِ دیں بُدے

اگر دین کا معاملہ دلیل بازی پر موقوف ہوتا — تو فخر الدین رازی دین کے رازدار ہوتے

بھی ان حالات کی غمازی کرتا ہے۔

شیخ بہاؤ الدین ولد کے بلخ چھوڑنے کی بنیاد امام رازی کی عداوت کو قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ امام رازی کی وفات ۱۲۱۰ء میں ہو گئی تھی جبکہ شیخ بہاؤ الدین نے بلخ ۱۹-۱۲۱۸ء میں چھوڑا ہے۔

شیخ بہاؤ الدین ۱۲۲۰ء میں وسط روم میں پہنچے۔ یہاں سے مولانا جلال الدین کے نام کے ساتھ رومی کی نسبت شروع ہوئی۔ ایک عرصہ تک شیخ بہاؤ الدین "لارندا" میں مقیم رہے۔ مولانائے روم کی والدہ کی یہاں ہی وفات ہوئی۔ لوگ آج بھی اُس قبر اور مسجد کی زیارت کو جاتے ہیں جو مولانا نے اُن کی یادگار میں بنائی تھی مولانائے روم نے یہاں ہی جوہر نامی ایک سمرقندی دوشیزہ سے شادی کی جس سے اُن کے عزیز ترین بیٹے سلطان ولد پیدا ہوئے جو آگے چل کر مولانا کے روم کے خلیفہ دوم اور مولانا کے بہترین سوانح نگار اور اُن کی کتابوں کے شارح بنے۔ سلطان علاؤ الدین کیقباد نے شیخ بہاؤ الدین ولد کو قرمان (لارندا) میں بُلوا لیا تھا۔ قرمان، قونیہ سے ۱۵۰ کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع ہے۔ سلطان علاؤ الدین نے قلعہ کے قریب ایک ٹیلہ پر ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی، قونیہ اُس دور میں پُر رونق مدرسوں اور مسجدوں سے آباد تھا۔ شیخ بہاؤ الدین ولد اور اُن کے خاندان کے آجانے سے اس کی رونق دوبالا ہو گئی۔ ۲۲ جنوری ۱۲۳۱ء کو شیخ بہاؤ الدین اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

شیخ بہاؤ الدین کی وفات کے چند سال بعد اُن کے شاگرد رشید برہان الدین محقق ترمذی بھی قونیہ پہنچ گئے۔ مولانا روم نے

انہی سے علوم لدنی، حکمت الہامی اور صوفیانہ زندگی کے رموز و اسرار کی معرفت حاصل کی اور پھر انہی کے حکم کی تعمیل میں آپ شام تشریف لے گئے اور وہاں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، شیخ سعد الدین حموی، شیخ اوحد الدین کرمانی کے حلقے کے بڑے بڑے صوفیوں سے آپ نے ملاقاتیں کیں۔ ہوسکتا ہے کہ ممتاز صوفی شمس الدین تبریزی سے پہلی ملاقات آپ کی یہاں ہی ہوئی ہو۔

برہان الدین محقق ۱۲۳۸ء میں قونیہ چھوڑ کر قیصریہ چلے گئے اور وہاں ہی ان کی وفات ہوئی اور آج بھی ان کی قبر کی زیارت کے لئے لوگ دور دراز علاقوں سے آتے ہیں۔

منگول نے ۱۲۴۳ء میں روم کے علاقہ پر قبضہ کرلیا، انا طولیہ بھی ان کے قبضہ میں آگیا قیصریہ بھی جلد ہی منگول کی لوٹ مار کی نذر ہوگیا۔ انہی حالات میں قونیہ پر منگول کا تسلط ہوچکا تھا، اس سیاسی تاریکی کے باوجود مولانائے رومؒ نے شمس دوراں کو اپنے سامنے درخشاں دیکھ لیا تھا۔ جنوری ۱۲۴۴ء کے اواخر میں مولاناؒ کی شمس الدین تبریزی سے ملاقات قونیہ میں ہوئی۔ مولانائے رومؒ اور شمس الدین تبریزی کی پہلی ملاقات کے بارے میں بہت سی روایتیں ہیں ان میں سب سے زیادہ قرین قیاس وہی روایت ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بایزید بسطامی کے فرق مراتب کے سلسلہ میں باہمی گفتگو کی ہے، اس ملاقات کے بعد دونوں بزرگ ایک دوسرے سے ایسے وابستہ ہوئے کہ چھ ماہ تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے۔ صلاح الدین زرکوب کی دوکان تھی اور اس پر ان دونوں کی مجلس اس طور پر ہوتی تھی کہ نہ کھانے پینے کی فکر ہوتی نہ ضروریات زندگی کی خبر، پورے چھ ماہ اسی عالم میں گذر گئے، یہ شمس الدین تبریزی کون تھے جو مولانائے رومؒ کی زندگی میں اس قدر انقلاب کا سبب بنے ان کے صحیح واقعات تو پردۂ خفا میں ہیں لیکن اس قدر ضرور معلوم ہے کہ ان کی سخت تنقید سے اس دور کے صوفیاء میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ شام و عراق کے بڑے بڑے مشائخ سے شمس الدین نے ملاقاتیں کیں۔ ان کی ملاقاتوں کا سب سے زیادہ دلچسپ قصہ وہ ہے جو اوحد الدین کرمانی کی ملاقات کے دوران پیش آیا۔ اوحد الدین کرمانی ان صوفیوں میں سے تھے جو مخلوق کی صورتوں میں خالق کا جمال دیکھتے اور اس کی پرستش کرتے تھے، انسانی شباب میں انھیں جمال خداوندی نظر آتا تھا۔ ایک مرتبہ اوحد الدین نے شمس الدین سے کہا کہ میں چاند کو اس وقت دیکھتا ہوں جبکہ وہ پانی کے پیالے میں عکس ریز ہوتا ہے، شمس الدینؒ نے فوراً ٹوکا اور کہا کہ اگر تمہاری گردن میں کبھی نہیں ہے تو تم اس کو آسمان پر بھی کبھی نہیں دیکھتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شمس الدین کی ملاقات محی الدین عربی سے بھی ہوئی ہے۔ شیخ اکبر کے تصنیفی اور علمی شہ پارے اور ان کے خیالات و افکار بھی شمس الدین کی نگاہ تنقید سے نہیں بچ سکے ہیں۔ شمس الدینؒ ابن عربی کو نوآموز و خام کار سمجھتے تھے۔ وہ مولانائے رومؒ کو موتی سے تشبیہ دیتے تھے تو شیخ محی الدین عربی کو کنکریوں سے۔ شمس الدین صوفیائے کس سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے یہ ابھی تک واضح نہیں ہوسکا ہے۔ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ انھیں خواب میں براہ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے خرقۂ تصوف حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔ ہیس ٹرک لم عبدالباقی کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ وہ عملاً قلندر اور ایک جہاں گشت درویش تھے شمس الدین کے بعض جملے اور عبارتیں بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں جن میں وہ قلندریت کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ اُن کا اپنے بارے میں دعویٰ تھا کہ وہ عاشقیت ہی سے نہیں بلکہ معشوقیت کے مقام سے بھی آگے نکل گئے تھے۔ وہ تمام مراحل طے کر کے قطب المعشوقین کے مقام پر سرفراز تھے۔

سخت حیرت ہے کہ شمس الدین کی چند ماہ کی صحبت سے مولانا رومؒ نے تمام سماجی ذمہ داریوں بلکہ فرائض اور واجبات کو بھی بالائے طاق رکھ دیا تھا اسی بنیاد پر مولاناؒ کے متعلقین میں غیض و غضب کی وہ آگ بھڑکی کہ شمس الدین کو قونیہ چھوڑنا پڑا۔ اس جدائی کا مولانا کے رد عمل پر یہ اثر پڑا کہ اُن کو اپنا غم ہلکا کرنے کے لئے رقص و سرود اور نغمۂ موسیقی کی پناہ لینی پڑی۔ ایک عرصہ کے بعد مولانا کو پتہ چلا کہ شمس الدین شام کے مرغزاروں میں فروکش ہیں تو مولاناؒ نے اپنے بیٹے سلطان ولد کو اُن کو واپس لانے کے لئے روانہ کیا شمس الدین واپس آئے تو مولاناؒ پر سرور و انبساط کا عالم طاری ہوا، دونوں کی ملاقات ہوئی تو یہ تمیز کرنا مشکل تھا کہ اُن میں طالب کون ہے اور مطلوب کون ہے۔ مولاناؒ نے اُن کو قونیہ کا پابند کرنے کے لئے کیمیا نامی ایک دوشیزہ سے اُن کی شادی کرادی اور پھر دونوں میں ہفتوں بلکہ کئی کئی ماہ مسلسل روحانی اور وجدانی گفتگو میں گزرنے لگے۔ یہ بات پھر مولاناؒ کے عقیدتمندوں پر گراں گذرنے لگی جس سے اُنکے اندر پھر شمس الدین کے خلاف غم و غصہ کے جذبات بھڑک اُٹھے۔ اسی دوران ۱۲۴۸ء میں "کیمیا" کا انتقال ہو گیا تو پھر شمس الدین قونیہ سے ایسے غائب ہوئے کہ ڈھونڈنے سے بھی کبھی نہ ملے۔ شمس الدین کی اس روپوشی کے بارے میں متضاد کہانیاں ملتی ہیں۔ بعض روایات بتاتی ہیں کہ شمس الدین قونیہ سے نامعلوم مقام کی طرف رخصت ہوئے "افلاکی" صراحت کرتے ہیں کہ اُن کو مولاناؒ کے صاحبزادے فخر العلماء علاؤالدین ولد کی دشمنی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا لیکن یہ بات بھی بعید از قیاس ہے کہ ایسے محترم خانوادے کا کوئی فرد قتلِ عمد جیسے معیوب اور ذلیل جرم کا ارتکاب کرے یا کرائے۔

بہر حال کہا جاتا ہے کہ ۵ دسمبر ۱۲۴۸ء کی رات تھی دونوں بزرگ شب کے آخری حصہ تک باہمی گفتگو میں محو تھے کہ کوئی شخص شمس الدین کو باہر بلا کر اُن پر پے در پے قاتلانہ حملے کرنے لگا اور اُن کو قتل کر کے قریب کے ایک اندھے کنویں میں ڈال دیا۔ یہ کنواں آج تک موجود ہے جس کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ صبح کو مولاناؒ کے بڑے صاحبزادے سلطان ولد کو خبر ملی تو انھوں نے اُن کی نعش کو کنویں سے نکال کر ایک قبر میں دفن کر دیا۔ اب یہی شمس الدین کی آخری آرامگاہ ہے جس پر ایک یادگاری تختی لگا دی گئی ہے۔ حال ہی میں جو کھدائی کی گئی ہے اُس سے ایک بڑی قبر کا سراغ ملتا ہے جس کا تعلق عہد سلجوقی سے معلوم ہوتا ہے۔ مولانا میوزیم کے ڈائرکٹر سید محمد اور ندا افلاکی کے اس بیان کی تائید

کرتے ہیں۔ مولانائے رومؒ سے اس جانگسل واقعہ کو پوشیدہ رکھا گیا لیکن پھر بھی مولاناؒ کے بعض اشعار بتاتے ہیں کہ اُن کو اس سانحہ کا علم ہوگیا تھا۔ بعض لوگوں نے اُن سے کہا کہ شمس الدین دیارِ شام میں مقیم ہیں تو مولاناؒ وہاں پہنچ گئے اور کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اُس نے شمس الدین کو دیکھا ہے تو اُس سے پوچھو کہ کہ اُس فردوس بریں کا راستہ کدھر ہے؟ اس کے بعد مولاناؒ کے اشعار میں شمس الدین کی ایسی چھاپ نظر آتی ہے کہ اُن کو ہر طرف شمس الدین ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ ایک غزل میں کہتے ہیں

تنہا میں ہی شمس الدین شمس الدین نہیں گاتا رہتا ہوں بلکہ اُدھر بطحیں اور سارس تالابوں میں اور بلبلیں چمن زاروں میں وارفتگی کے عالم میں نغمہ سرا ہیں، اِدھر میں سرِ شام گنگناتا ہوں۔

شمس الدین کان جواہر، شمس الدین روز و شب، شمس الدین شام و سحر، شمس الدین جام جم، شمس الدین بحر بیکراں، شمس الدین دمِ عیسیٰ، شمس الدین یدِ بیضا، شمس الدین جمالِ یوسف۔

مولانا کو اگرچہ جلد ہی شمس الدین کی وفات کا علم ہوگیا تھا لیکن اس کا اعتراف و اقرار ان پر سخت گراں تھا۔

اس کے بعد بھی شمس الدین تبریزی کی شخصیت کے بارے میں بہت سے حالات معرضِ خفا میں ہیں حتیٰ کہ بعض محققین اُن کے بارے میں اس درجہ مشکوک ہیں کہ وہ سرے سے اس جیسی شخصیت کے وجود ہی کا انکار کرتے ہیں لیکن وہ عظیم کلاہ درویشی جو قونیہ میں زیرِ زمیں آج بھی موجود ہے اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اس جیسی شخصیت ایک زمانہ میں موجود تھی، آنکھوں نے اُس کو دیکھا ہے اور اُس کے نقوش آج بھی تازہ ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں مولانائے رومؒ اور شمس تبریزی کی باہمی انوکھی ملاقاتیں، باہمی شیفتگی اور یہ ربط صوفیائے اسلام میں کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا ہے۔

بعض لوگ شمس الدین تبریزی کو سقراط سے تشبیہ دیتے ہیں جس نے اپنے پیچھے تحریری شکل میں کچھ نہ چھوڑا لیکن افلاطون جیسا شاگرد چھوڑا جو اُس کی عظمت کا سبب بنا۔ اسی طرح مولاناؒ ایک چراغ کے مانند تھے اور شمس الدین دو چنگاری تھے جو اُس چراغ کو روشن کر گئی۔

شمس الدین تبریزی کی جدائی کے بعد مولاناؒ کی روح، الہام و کشف کے ایک نئے سرچشمے مانوس ہونے لگی وہ ایک روز قونیہ میں صرّافوں کے بازار سے گذر رہے تھے وہاں صلاح الدین زرکوب کی دکان پر زرکوبی کی کھٹ کھٹ کی آواز ایک دلکش نغمہ کی طرح مولاناؒ کے کان میں پڑی اور مولاناؒ بے اختیار رقص کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد صلاح الدین زرکوب بھی اس رقصِ مستانہ میں شریک ہوگئے۔ اس طرح کچھ دیر دونوں سرِ بازار رقص کرتے رہے پھر صلاح الدین تو اپنی دکان کے کاموں میں لگ گئے اور مولاناؒ گھنٹوں اسی عالم میں رقصاں رہے۔ صلاح الدین زرکوب مولانا برہان الدین محقق سے فیض یافتہ تھے، زہد و تقشف میں

شیخ و مرشد کی بولتی تصویر تھے۔ اسی بنا پر شیخ محقق نے باوجود اُن کی ناخواندگی کے اُن کو اپنا روحانی وارث اور اکلوتا خلیفہ قرار دیا تھا۔ شمس الدین تبریزی کے بعد مولانا کو پھر صلاح الدین زرکوب کی صحبتوں میں وہی پرانا کیف و سرور حاصل ہونے لگا، صحبتوں کا سلسلہ طویل ہونے لگا۔ بالآخر اس اتحاد و شیفتگی کا نتیجہ ہوا کہ مولانا نے اپنے صاحبزادے سلطان ولد کی شادی صلاح الدین زرکوب کی بیٹی فاطمہ سے کر دی۔ ایک وقت آیا کہ صلاح الدین بیمار ہوئے۔ مولانا اُن کی تیمارداری میں اس قدر منہمک اور مصروف ہوئے کہ اپنے معمولات سے بھی غافل ہو اور بہت ہی کم صلاح الدین سے جدا ہوتے تھے۔ جب وہ وقت آیا کہ صلاح الدین زرکوب اس دنیا سے رخصت ہوئے اور اُن کی روح عالم ارواح کے نصرقات سے لطف اندوز ہونے لگی تو مولانا تدفین سے فارغ ہو کر گھر واپس آئے۔ مولانا نے اُن کا جو مرثیہ لکھا اُسے تحریر فرمایا:-

اے وہ شخص جو زمین و آسمان کو چھوڑ جانے والے پر بھی رونا تھا تیرے عہد زریں کی یاد میں ہوش و حواس اشکبار ہیں اور روح کرب زدہ اور غمگسار ہے۔ اب کوئی نہیں جو تیری جگہ لے سکے۔ مکان و لامکان تیرا ماتم کر رہے ہیں، جبرئیل امین کے پر تیرے غم میں پیلے پڑ گئے ہیں، اولیا و انبیاء سب کی آنکھیں نم ہیں۔ اے صلاح الدین تم ایک بلند پرواز برق رفتار طائر تھے تم کیا اُڑے کہ وہ شاخ بھی اُڑ گئی جس سے کبھی تم تیر کی مانند اُڑتے تھے۔

یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ مولانا صوفیانہ جذب و کیف اور رقص و سرود میں منہمک رہنے کے باوجود عین اسی وجدانی کیفیت کے دوران بھی صحیح شرعی رائے یا فتویٰ دینے سے کبھی قاصر نہ رہے۔ سپہ سالار نے جنھیں برسوں مولانا کی خدمت کا موقع ملا ہے، نماز اور اس کے آداب سے اُن کے شغف اور اُن کی طویل روزہ کشی کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

مولانا کا حسن سلوک، حسن معاشرت اور شریعت کی غیر معمولی پابندی ہی لوگوں کو اُن کے در تک کھینچتی تھی۔ مولانا کے دروازے خواص اور مالداروں سے زیادہ عوام اور غریبوں کے لئے کھلے رہتے تھے۔ مولانا کے معتقدین میں جہاں مردوں کے انبوہ در انبوہ نظر آتے ہیں وہاں معتقد عورتوں کی بھی ایک بڑی تعداد ہے۔ سلطان غیاث الدین کی بیگم جو قونیہ سے قیصریہ چلی گئی تھیں، جب مولانا کی جدائی برداشت نہ کر سکیں تو انھوں نے ایک بازنطینی آرٹسٹ سے مولانا کی تصویر بنوائی جس کو وہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ خود مولانا کی پوتی سلطان ولد کی صاحبزادی ایک عرصہ تک کامیابی کے ساتھ طریق مولویت کی نشر و اشاعت کرتی رہیں۔ مولانا کی دوسری بیوی کرا خاتون کو بھی وہ روحانی مقام حاصل تھا کہ مولانا ان کو "سارہ ثانی اور مریم زمانہ" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

تیسری شخصیت جو مولانا کے جذب و کشش کا محور بنی وہ حسام الدین چلپی کی شخصیت ہے۔ حسام الدین بن حسن اخی ترک قونیہ کی سوسائٹی میں درمیانی طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حسام الدین

مولانا کی زندگی میں اچانک نمایاں نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ برسوں پہلے اُن کی صحبت میں رہتے آئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ شمس الدین تبریزی نے اُن کو جو نہاری کی حالت میں دیکھا تھا تو اُن پر اپنی پوری توجہ مبذول کی تھی۔ حسام الدین اس قدر روشن ضمیر تھے کہ وہ دوستوں اور محبت کرنے والوں کی تکلیف کو خود بخود اس طرح محسوس کر لیا کرتے تھے جیسے کہ وہ تکلیفیں خود اُن کے روح اور جسم میں پائی جاتی ہوں۔ وہ تصوف اور سلوک کے اعلیٰ مدارج پر فائز تھے۔ مولانا نے اُن کو اپنے بعض خطوط میں "جنید عصر" سے تعبیر فرمایا ہے اور کہتے تھے کہ وہ مجھ سے باپ اور بیٹے کی مانند قریب ہیں اور مجھے وہ نورِ عین کی طرح عزیز ہیں۔ مولانا کے الہامی افکار اور اُن کی حکمت و تعلیمات کی تشریح اور تفسیر کا سہرا حسام الدین ہی کے سر پر ہے جنھوں نے مولانا کے صوفیانہ فلسفہ اور نکات کو اصل صورت میں محفوظ کر دیا اور مولانا کی تحریروں کو اُن کے عقیدتمندوں اور مریدوں نے یکجا کر دیا۔ مولانا نے انہی کی فرمائش پر اپنا روحانی سرمایہ جس کو مثنوی معنوی کہا جاتا ہے اُن کو املا کرایا۔ چند برس تک حسام الدین مولانا کے ساتھ رہے۔ مولانا کی زبان سے جو شعر نکلتا وہ اُس کو قلمبند کر لیتے۔ سفر ہو یا گھر، حمام ہو یا بازار، محفل سماع ہو یا خلوت خانہ سایہ کی طرح مولانا کے ساتھ رہتے تھے۔

مثنوی کی ابتداء کی تاریخ متعین کرنا تو دشوار ہے لیکن بقول عبدالباقی کے دفتر اول کی بعض حکایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت تک بغداد میں عباسی حکومت قائم تھی۔ ۱۲۵۸ء میں جب تاتاریوں نے معتصم باللہ عباسی خلیفہ کو قتل کیا اُس وقت دفتر اول کا املا مکمل ہوا تھا۔ دفتر اول کی تکمیل کے بعد حسام الدین کی بیوی کا انتقال ہو گیا تو مولانا کے اشعار کا الہامی سلسلہ جاری نہ رہ سکا اور کافی تاخیر سے دفتر دوم شروع کیا۔ مولانا جب مرض النزع میں مبتلا ہو گئے تب ہی مثنوی کے املا کا سلسلہ ختم ہوا۔

۱۲۷۳ء کے موسم خزاں میں مولانا کی نقاہت بڑھ گئی۔ طبیب مرض کی تشخیص میں ناکام ہو گئے طبیبوں نے بہرحال یہ محسوس کر لیا کہ مولانا کے پھیپھڑے میں پانی اُتر آیا ہے۔ ۱۷ دسمبر ۱۲۷۳ء کی شام ایک پُرملال شام تھی جس میں مولانا ہمیشہ کے لئے اس دارِ فانی سے رخصت ہو کر اپنے حقیقی محبوب سے جا ملے۔ اُن کی وفات سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات بھی متاثر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا کی بلی نے بھی اُن کی وفات کے بعد کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اور ٹھیک ایک ہفتہ کے بعد وہ اپنی زندگی کی بساط لپیٹ کر چل دی جس کو مولانا کی اہلیہ نے مولانا کے پہلو میں دفن کرایا۔

مولانائے رومؒ کی احادیث و تفسیر اور سیرِ صحابہ

اس موضوع پر میں دفتر اول کے مقدمہ میں کچھ باتیں لکھ چکا ہوں۔ اس سلسلہ میں آیات کی تفسیر سے متعلق حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ "غایۃ المقال" میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرات صوفیہ بعض آیات کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جس پر کوئی نقل شاہد نہیں ہوتی ہے اس پر بعض جہلاء اُن کو کفر کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ اُن کی

مراد حقیقی تفسیر نہیں ہوتی ہے بلکہ صرف ایک اشارہ مقصود ہوتا ہے۔
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "التفرقہ بین الاسلام والزندقہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ بعض اصحاب غلبۂ ظن سے بلا دلیل کسی آیت کی تاویل کرنے لگتے ہیں اُن پر کفر کا فتویٰ صادر کرنے میں عجلت سے کام نہ لینا چاہیئے بلکہ غور کرنا چاہیئے اگر اُن کی تفسیر و تاویل اصول عقائد سے متعلق نہیں ہے تو اُن کی کسی طرح سے تکفیر جائز نہ ہوگی اور ایسی تاویل کے قائل کو مبتدع اور کافر نہیں کہا جاسکتا ہے۔ جہاں تک احادیث اور سیر انبیاء و صحابہ کی بحث ہے اس کے متعلق بھی میں دفتر اوّل کے مقدمہ میں کچھ عرض کر چکا ہوں۔ مولانا نے دفتر دوم میں سجدہ کردن یحییٰ مسیح در شکم مادر یک دگر را کے ماتحت جو کلام فرمایا ہے اُس میں حضرت مسیح اور حضرت یحییٰ کے ماؤں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنے پر معترضین کے اعتراضات نقل کئے ہیں اور پھر فرمایا ہے :-

ایں بداند آنکہ اہلِ خاطرست — غائب از آفاق اُو را حاضرست
اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو صاحب دل ہے — آفاق سے غائب (چیز) اُس کے لئے حاضر ہے

پیشِ مریم حاضر آمد در نظر — مادرِ یحییٰ کہ دورست از بصر
حضرت مریم کی نگاہوں کے سامنے آگئی — حضرت یحییٰ کی ماں جو نگاہ سے دُور تھی

اور پھر فرمایا :-

در ندیدش نز برون و نز دروں — از حکایت گیر معنیٰ اے زبوں
اور اگر مریم نے انکو ظاہری اور باطنی طور پر نہیں دیکھا ہو — اے ناقص! اس حکایت سے معنیٰ اخذ کرلے

نے چناں افسانہا بشنیدۂ — ہمچو شیں بر نقشِ آں چسپیدۂ
کب تو نے ایسے افسانے نہیں سُنے ہیں — قرآن کے نقش پر شین کی طرح چپکا ہوا ہے

اور پھر فرمایا کہ کلیلہ و دمنہ اور گل و بلبل کے افسانے تم سنتے ہو اور ایسے نتائج اخذ کرتے ہو اسی طرح مثنوی کے قصص اور حکایات کو سمجھ لو اور اُن سے صحیح نتائج اخذ کرلو۔

مولانا کا یہ فرمانا بالکل صحیح ہے کہ بعض بزرگوں نے افسانوی قصوں سے بہترین نتائج نکالے ہیں۔ شیخ فریدالدین عطار نے منطق الطیر، مکھی اور پرندوں کی زبانی مسائل کو سمجھایا، کلیلہ و دمنہ بھی حکمت و دانائی سے لبریز بہترین کتاب سمجھی گئی ہے لیکن اس فرق کو بہرحال نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ افسانوں کو حدیث اور سیر صحابہ کر کے پیش کرنے کی جو مضرتیں ہیں وہ اُن کی افادیت سے زیادہ ہیں۔ اس سلسلہ میں میں نے دفتر اوّل کے مقدمہ میں جو معروضات پیش کی ہیں وہ بہر حال مثنوی شریف کے مطالعہ میں پیش نظر رہنی چاہئیں۔

دفتر دوم کی تصوف کی چند اصطلاحیں

فتوح عبادات و مکاشفات اور علم و معارف کا دروازہ کھل جانا۔ **فتح** بندہ پر ذاتِ احدیت کی تجلیات کا نزول شروع ہو جانا۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ میں اِس مقام کی طرف بھی اشارہ ہے۔ **حسِ خفاش** انسان کے مادّی حواسِ ظاہرہ اور حواسِ باطنہ۔ **حسِ دُریاش**۔ روحانی حواس۔ **مراقبہ**۔ غیر اللہ سے توجہ ہٹا کر حضورِ دل کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ **حضورِ یار**۔ معیتِ حق تعالیٰ۔ **ظاہر**۔ صوفیہ کی اصطلاح میں حقیقت کو کہتے ہیں۔ **مظہر**۔ صورت اور مرآۃ کو کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہے تو وہ شخص ظاہر ہے اور صورت و آئینہ مظہر ہے۔ **رُوح**۔ صوفیہ کی اصطلاح میں صورتِ نوعیہ کو کہتے ہیں۔ **روحِ اعظم**۔ انواع کی صورِ نوعیہ کے علاوہ جن کو ارواح کہا جاتا ہے۔ صوفیہ ایک اور روح مانتے ہیں، جو ذاتِ باری سے سب سے پہلے صدور میں آئی ہے اور وہ تمام ارواح کی مربی ہے اُس کو رُوحِ اعظم کہا جاتا ہے اور یہی روحِ اعظم روحِ محمدی ہے جیسا کہ حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ (سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا ہے) میں مذکور ہے۔ **لاہوت**۔ ذاتِ باری بلالحاظ اسماء و صفات۔ **جبروت**۔ مرتبۂ صفاتِ باری تعالیٰ۔ **ملکوت**۔ مرتبۂ اسمائے باری تعالیٰ **حظیرۂ قدس**۔ وہ مقام ہے جہاں ملاءِ اعلیٰ اور روحِ اعظم کے انوار کا باہمی تداخل ہوتا ہے۔ **ملاءِ اعلیٰ**۔ افضل ملائکہ کی جماعت۔ **علم الیقین**۔ وہ علم ہے جو کسی سچے خبر دینے والے کی خبر سے حاصل ہو جیسے کسی سچے انسان کے کہنے سے آگ کے جلانے کا علم۔ **عین الیقین**۔ وہ علم ہے جو خود اپنی آنکھ کے دیکھنے سے حاصل ہو مثلاً آگ کے جلانے کا علم جبکہ آگ سے کسی چیز کو جلتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ **حق الیقین**۔ وہ علم ہے جو اپنی ذات پر تجربہ کرنے سے حاصل ہو جیسا کہ آگ کے جلانے کا علم جبکہ خود آگ نے اُس کو جلایا ہو۔ **قطب الاقطاب غوثِ اعظم**۔ وہ ولی ہوتا ہے جو تمام عوالم پر فرمانروا ہوتا ہے اور بقائے عالم کا سلسلہ اُس کی بقا سے قائم رہتا ہے اور دوسرے تمام اولیاء اُس کے تابع ہوتے ہیں۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ میں فرمایا ہے کہ اُن قطبوں میں سے بعض کو خلافتِ باطنہ کے ساتھ خلافتِ ظاہری بھی حاصل ہوتی ہے جیسے کہ خلفائے اربعہ، امام حسن، حضرت امیر معاویہ، حضرت عمر بن عبد العزیز۔ اور بعض کو محض خلافتِ باطنی حاصل ہوتی ہے جیسے شیخ احمد سبتی، حضرت بایزید بسطامی وغیرہ۔ مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے قطبِ حقیقی اور غوثِ ازلی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک ہے۔ دنیا کے دیگر اقطاب اِس روحِ پاک کے خلیفہ ہیں اور اُن اقطاب میں سے بعض کو مقامِ عظیم حاصل ہے اور یہ مقام شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "کلیدِ مثنوی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ سالک پر ابتداءً حق تعالیٰ کے افعال کا ظہور ہوتا ہے اُس کو تجلی افعال کہتے ہیں پھر صفات کا ظہور ہوتا ہے اُس کو تجلی صفات کہتے ہیں۔ پھر ذاتِ بحت کا اُس پر تجلی ذات کہا جاتا ہے۔

شخصیتیں

واصل بن عطا۔ یہ معتزلہ کے فرقہ کا بانی ہے۔ بہت ذہین شخص تھا لیکن اس کے علمانہ فلسفہ یونان سے متاثر تھے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں اس نے بحث شروع کی اور دعویٰ کیا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ بین بین ہے اس پر حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا یعنی وہ ہم (اہل سنت والجماعت) سے کنارہ کش ہو گیا۔ اُس وقت سے اُس کو اور اُس کے ہم عقیدہ لوگوں کو معتزلی کہا جانے لگا۔

سکندر ذوالقرنین۔ یہ ایک خدا پرست اور برگزیدہ بادشاہ تھا جس کا قصہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ آبِ حیات کی جستجو اور اُس سے محرومی کا قصہ بھی اسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ سکندرِ اعظم (جس کو سکندر رومی بھی کہتے ہیں) کے علاوہ شخصیت ہے۔ سکندر رومی شاہِ یونان تھا جس نے دارا شاہِ ایران کو شکست دی تھی۔ یہ سکندر ذوالقرنین سے صدیوں بعد گذرا ہے۔

نمرود۔ یہ کافر بادشاہ تھا جو خدائی کا مدعی بنا تھا جس کی سزا میں قدرت نے ایک مچھر اُس پر مسلط کر دیا تھا جو اُس کے دماغ میں گھس گیا تھا جس کی تلملاہٹ اور اذیت رسانی اُس وقت تک ختم نہ ہوتی تھی جب تک کہ نمرود کے سر پر جوتے کی دس پندرہ ضربیں نہ پڑیں۔

خضرؑ۔ حضرت خضرؑ کے نسب اور خاندان اور حالات سے متعلق مستند روایات ہمیں کم ملتی ہیں، بہرحال اس قدر ثابت ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اُن سے ملاقات کی تھی اور وہ علمِ لدنی اور تکوینیات کے بہت بڑے عالم تھے تفسیر خازن میں مذکور ہے کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ وہ زندہ جاوید شخصیت ہیں اور اہلِ معرفت اور صوفیاء اس عقیدہ پر متفق ہیں۔

جرجیسؑ۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری کے شاگرد تھے۔ فلسطین میں رہتے تھے۔ اُس دور میں موصل کا بادشاہ بہت بڑا ظالم تھا جو لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ انھوں نے اُس کو نصیحت کی تو اُس نے اُن کے قتل کے احکام جاری کر دیئے۔ یہ متعدد بار قتل کئے گئے لیکن قدرتِ الٰہی ہر بار اُن کو زندہ کر دیتی تھی۔ اِس معجزے سے بہت سے لوگ اُن کے پیرو ہو گئے۔ لیکن سرکشوں کی سرکشی ختم نہیں ہوئی اور بالآخر وہ انہی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

سامری۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص گذرا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت کوہ طور پر گئے تو اُس نے قوم میں شرارت پیدا کر دی۔ ایک گئو سالا بنا کر قوم کو اُس کی پرستش پر لگا دیا، جس سے حضرت موسیٰؑ بہت برہم ہوئے اور اُس کو بددعائیں دیں جس سے وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

برصیصا۔ بنی اسرائیل میں سے ایک عیسائی راہب کا نام ہے جو بہت بڑا عابد و تگذار تھا ستر سال تک عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا لیکن شیطان نے اُس پر غلبہ حاصل کیا اُس کو ابتداءً عملیات سکھائے جس سے اُس کی بہت شہرت ہوئی۔ شاہِ وقت کی ایک لڑکی اس کے پاس دعا کرانے آئی تو اُس سے زنا کر بیٹھا،

شہزادی حاملہ ہوگئی تو اُس کو قتل کر ڈالا۔ اس کی پاداش میں وہ کتے کی حالت میں قتل کیا گیا۔

امام محمد بن عسکری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اور یہ اثنا عشری شیعہ صاحبان کے بارھویں امام ہیں اور اُن کے عقیدے کے مطابق اُن کو حضرت خضر کی طرح عمر جاوید دی گئی ہے اور وہ اس وقت سُرَمَنْ رَای مقام کے ایک غار میں رُوپوش ہیں۔ قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا اور ان صاحبان کے نزدیک وہی مہدی موعود ہیں۔ جو قیامت کے قریب ظاہر ہو کر دنیا سے ظلم و فساد کو مٹائیں گے۔ اہل سنت ان کی وفات کے قائل ہیں اور مہدی موعود بھی ان کو نہیں کہتے ہیں بلکہ مہدی موعود محمد بن عبداللہ کو مانتے ہیں جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہوں گے اور قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا۔

بلعم بن باعور۔ بنی اسرائیل یا قوم عمالقہ میں سے ایک بہت بڑا زاہد و عابد اور مستجاب الدعوات شخص تھا شیطان نے اس کا اغوا کیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخالف ہو گیا جس کی پاداش میں اس کی تمام برکتیں مسلوب ہو گئیں اور کفر کی حالت میں اس کی موت ہوئی۔

عوج بن عنق۔ قوم عمالقہ میں سے ایک کافر شخص کا نام ہے۔ جس کے قد اور عمر کے بارے میں مبالغہ آمیز قصے منقول ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں اس کے حالات نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ اس کے حالات بغوی نے بہت مبالغہ آمیز لکھے ہیں جن کو کسی طرح عقل قبول نہیں کرتی ہے اور محققین بھی ان کا انکار کرتے ہیں۔ ہاں وہ قوم جبابرہ میں سے ایک بڑے قد اور بڑی طاقت کا آدمی تھا اور یہ قوم بہت قد آور اور ہیبت ناک تھی۔

ابو عامر راہب۔ یہ مدینہ کا رہنے والا تھا اس نے آنحضورؐ کی ہجرت سے قبل مسیحیت اختیار کر لی تھی اور توریت و انجیل کا کافی مطالعہ کر لیا تھا۔ آنحضورؐ کی ہجرت سے قبل نبی آخر الزماں کی بشارتیں لوگوں کو سناتا تھا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد اُس کو حسد و رشک پیدا ہو گیا اور آنحضورؐ کی مخالفت کرنے لگا۔ آنحضورؐ نے اُس کو فہمائش کی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ جنگ بدر کی فتح کے بعد یہ مدینہ طیبہ سے بھاگ کر مکہ معظمہ میں جا بسا اور قریش کو آنحضورؐ کے خلاف بھڑکاتا رہا۔ جنگ احد میں قریش مکہ کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور اسی نے مسلمانوں پر سب سے پہلا تیر چلایا۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ بھاگ کر ہرقل شہنشاہ روم کے دربار میں پہنچ گیا اور وہاں بیٹھ کر مسلمانوں اور آنحضورؐ کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔ منافقوں نے قبا میں مسجد ضرار اسی کے مشورے سے بنائی تھی اور اُن کا ارادہ تھا کہ اس کو بُلا کر اس مسجد میں بٹھائیں اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دیں۔ آنحضورؐ نے اس سازش کو کامیاب نہ ہونے دیا اور یہ منافقانہ حالت میں مدینہ نہ پہنچ سکا اور اسی حالت میں روم میں مرا۔

جعفر طرار۔ یہ ایک بہت بڑا حیلہ ساز اور چالاک شخص تھا جیب تراشی میں بھی ماہر تھا۔ اُس نے دو مصنوعی پر بھی بنوائے تھے جن کے ذریعہ

یہ مینڈکوں کی طرح اُچھل کود کر لیتا تھا۔

مذہبی فرقے

مشبہہ۔ وہ فرقہ ہے جو خدا کو مخلوقات اور ممکنات سے تشبیہ دیتا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلید مثنوی میں فرمایا ہے کہ بعض کامل مشبہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ممکنات کی مخصوص صفات کو بھی حضرت حق تعالیٰ کیلئے ثابت کرتے ہیں جیسے شکل وصورت اور مکان اور جسم وغیرہ۔ پھر اُن کامل مشبہ میں باہمی اختلاف ہے۔ حق تعالیٰ کے لئے کوئی ایک شکل ثابت کرتا ہے تو دوسرا کوئی دوسری شکل ثابت کرتا ہے۔

منزہہ۔ یہ وہ فرقہ ہے جو حضرت حق تعالیٰ کو ممکنات کی صفات سے پاک ومعالی مانتا ہے۔ اُس میں بھی ایک کامل منزہہ ہیں یہ لوگ وہ ہیں جو ممکنات کے ساتھ مختص اور غیر مختص جملہ صفات سے حضرت حق کو پاک مانتے ہیں حتیٰ کہ صفت علم سے بھی۔ **جامعۃ بین التشبیہ والتنزیہ**۔ یہ وہ جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ سے اُن صفات کی توقف کرتی ہے جو ممکن کے لئے مخصوص ہیں لیکن وہ صفات جو ممکن کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں اُن کو اللہ کے لئے ثابت کرتی ہے پھر اُن میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو نفس صفات کی نفی کرتا ہے مگر صفات کے آثار اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرتا ہے اور اُن آثار کا منشاء ذات باری تعالیٰ کو بتاتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ خدا علیم ہے لیکن صفت علم اُس کے لئے ثابت نہیں ہے بلکہ انکشاف کا منشا اُس کی ذات ہے۔ اسی طرح وہ قدیر ہے لیکن صفت قدرت اُس کے لئے ثابت نہیں۔ قدرت کے جو آثار ہیں اُن کا منشا بھی اُس کی ذات ہے۔ یہ گروہ معتزلہ کا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو صفات کو بھی ثابت کرتا ہے۔ پھر اُس دوسرے گروہ میں بھی دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک تو وہ گروہ ہے جو اُن نصوص کی تاویل کرتا ہے۔ جن میں اللہ کے لئے صفت استواء، صفت نزول، صفت ضحک، ید، وجہ وغیرہ آیا ہے یہ گروہ متکلمین کا ہے۔ دوسرا وہ گروہ ہے جو اِن آیتوں کی تاویل نہیں کرتا لیکن یہ ضرور کہتا ہے کہ اِن صفات کے وہ معنی نہیں ہیں جن معنی کے اعتبار سے یہ ممکنات کے لئے بولی جاتی ہیں اور ان صفات کی حقیقت کو اللہ کے علم کی طرف مفوض کرتا ہے۔ یہ گروہ محدثین کا ہے۔

معتزلہ۔ یہ فرقہ واصل ابن عطا کا پیرو ہے۔ اس کی بہت سی شاخیں ہیں جن کے عقائد یہ ہیں قرآن مخلوق ہے۔ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ تقدیر کا عقیدہ غلط ہے۔ کبیرہ گناہ کرنے والا مومن نہیں ہے۔ خدا کی صفات نہیں ہیں۔

دہریہ۔ وہ فرقہ ہے جو خدا کو نہیں مانتا ہے اور کہتا ہے کہ عالم کا کاروبار بغیر کسی متصرف کے خود چل رہا ہے اور اسی طرح قدیم سے چلا آرہا ہے۔ چونکہ یہ خود دہر اور زمانے کو متصرف مانتا ہے اس لئے اُن کو دہریہ کہا گیا ہے۔

ثنویہ۔ یہ فرقہ دو خداؤں کا قائل ہے۔ ایک کو یزداں کہتا ہے جو خالق خیر ہے دوسرے کو اہرمن کہتا ہے جو خالق شر ہے

فرقہ اباحیہ۔ یہ فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ اگر انسانی

قلب کا تصفیہ ہو جائے تو پھر اس کے لئے ہر کام جائز ہے۔
پھر اس کے لئے شریعت کے اوامر اور نواہی یکساں ہیں۔
اس سے کسی کبیرہ گناہ کا بھی مواخذہ نہ ہوگا۔

جبریہ۔ اس فرقے کے عقائد ہیں کہ بندہ اپنے افعال میں مجبورِ محض ہے۔ اس فرقہ کے انتہا پسند بندے کی طرف افعال کی نسبت کرنے کو ایسا ہی مانتے ہیں جیسا کہ جمادات کی طرف کسی فعل کی نسبت کی جائے۔

قدریہ۔ یہ فرقہ تقدیر کا منکر ہے اور بندہ کو اپنے افعال پر قادرِ مطلق مانتا ہے۔

سوفسطائیہ۔ یہ فرقہ توہم پرست فلاسفہ کے ایک گروہ کا پیرو ہے۔ یہ فلاسفہ اشیاء کی حقیقت کے منکر ہیں ان کی کئی شاخیں ہیں۔

عنادیہ۔ یہ فرقہ اشیاء کی حقیقت کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ جن کو حقیقتیں سمجھا جاتا ہے وہ محض اوہام اور خیالات ہیں۔

عندیہ۔ یہ فرقہ بھی اشیاء کی حقیقت واقعیہ کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ جس چیز کی جو حقیقت فرض کر لی جائے وہی اس کی حقیقت ہے۔ جوہر کو اگر جوہر فرض کر لیا جائے تو وہ جوہر ہے اگر اس کو عرض فرض کر لیا جائے تو وہ عرض ہے۔

لاادریہ۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ نہ کسی چیز کے وجود کا علم ممکن ہے نہ عدم کا۔ بلکہ ہر چیز کا عدم و وجود مشکوک ہے اور یہ شکوک بھی مشکوک ہی ہے۔

سجاد حسین
۲۹ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ
یکم فروری ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد
ایک مدت کی اس مثنوی میں تاخیر ہوئی

مہلتے بایست تا خوں شیر شد
مہلت درکار ہے تاکہ خون، دودھ بنے

تا نزاید بختِ تو فرزندِ نو
جب تک تیرا نصیب نیا بچہ نہ جنے

خوں نگردد شیرِ شیریں خوش شنو
خون شیریں دودھ نہیں بنتا، خوب سن لے

چوں ضیاء الحق حسام الدیں عنان
جب ضیاء الحق حسام الدین نے باگ

باز گردانید زاوجِ آسماں
آسمان کی بلندی سے موڑی

چوں بمعراجِ حقائق رفتہ بود
چونکہ وہ حقائق کی معراج میں پہنچے ہوئے تھے

بے بہارش غنچہا ہا شگفتہ بود
ان کی بہار کے بغیر غنچے نہ کھلے تھے

چوں ز دریا سوئے ساحل باز گشت
جب وہ دریا کے کنارے کی طرف واپس آئے

چنگ شعرِ مثنوی با ساز گشت
مثنوی کے اشعار کی سارنگی با ساز بن گئی

مثنوی کہ صیقلِ ارواح بود
یہ مثنوی جو روحوں کے لئے صیقل تھی

باز گشتش روز استفتاح بود
ان کی واپسی، مثنوی کھلنے، روز استفتاح ہوئی

مطلع تاریخ ایں سودا و سود
اس سودے اور نفع کی تاریخ کا مطلع

سالِ ہجرت ششصد و شصت و دو بود
چھ سو باسٹھ ہجری کا سال تھا

۴۲۳

نوٹ: مثنوی کا دوسرا دفتر ساتھیر سے شروع ہوا۔ اس کی کئی وجہیں ہوئیں۔ (۱) مولانا بہاء الدین جو مثنوی کی تحریر کرتا تھے انکو بیٹی الٰہیہ کے انتقال سے پریشانیاں لاحق ہوئیں۔ (۲) سالکین کی بے التفاتی کو توقی سے بڑھا تھا۔ (۳) مولانا نے دفتر دوم کے مضامین کو ورق میں جمع کیا۔ بخت نصیب خان

پھر پیدا ہونے پر خون دودھ بنکر پستان میں آتا ہے۔ عنان۔ باگ، اوج۔ بلندی، معراج۔ شیر حق اسد اللہ الغالب حیدر کرار کی سیرت جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گرانی تھی۔ بہلہ۔ جس روحانی فیض فہم و ادراک یعنی وہ مضامین عالیہ جن کو دوسرے سمجھ نہیں سکتے۔ دریا۔ یعنی عالم ملکوت۔ ساحل۔ دریا کا کنارا یعنی عالم ناسوت۔ چنگ سارنگی۔ باساز۔ ساز بن گئی۔ صیقل۔ آئینہ۔ کھولنا۔ یعنی مطالب و معارف کا جو دروازہ بند ہو گیا تھا اس کا کھولنا اور جب کی بند تالا جس میں رحمت خداوندی کے دروازے کھلتے ہیں اور فلاح کعبہ کا دروازہ زائرین کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔ مطلع۔ ابتدا وہ شعر یا عبارت جس کے حروف سے ابجدی حساب سے تاریخ نکلتی ہے۔ سودا و سود۔ سامان تجارت۔ تحصیل نفع۔

بُلبلے[1] زینجا برفت و باز گشت
بُلبل اِس جگہ سے گئی اور واپس لوٹی

بہرِ صیدِ ایں معانی باز گشت
اِن معانی کے شکار کے لئے باز بن گئی

ساعدش مسکن ایں باز باد
(خدا کرے) اِس باز کا ٹھکانا شاہ کی کلائی ہو

تا ابد بر خلق ایں در باز باد
قیامت تک مخلوق پر یہ دروازہ کھلا رہے

آفتِ ایں در ہوا و شہوت ست
اِس دروازہ کی آفت خواہش نفسانی اور شہوت ہے

ورنہ اینجا شربت اندر شربت ست
ورنہ یہاں پر شربت ہی شربت ہے

ایں دہاں بر بند تا بینی عیاں
اِس مُنہ کو بند رکھ تاکہ تو اسرار (معارف) کو آنکھ سے

چشم بند آں جہاں خلق و دہاں
اُس جہان (معرفت) کیلئے مُنہ اور خلق آنکھوں کی بندی ہیں

اے[2] دہاں تو خود دہانہ دوزخی
اے مُنہ! تو دوزخ کا دہانہ ہے

وے جہاں تو بر مثالِ برزخی
اور اے دنیا! تو برزخ جیسی ہے

نورِ باقی پہلوئے دنیائے دوں
ناچیز دنیا کے پہلو میں باقی (رہنے والا) نور ہے

شیرِ صافی پہلوئے جوہائے خوں
خون کی نہروں کے پہلو میں صاف دودھ ہے

چوں در و گامے زنی بے احتیاط
اگر تو اس میں ایک قدم بغیر احتیاط کے رکھے گا

شیرِ تو خوں می شود از اختلاط
خلط ملط ہو کر تیرا دودھ خون بن جائیگا

یک قدم زد آدمؑ اندر ذوقِ نفس
نفس کی خوشی میں آدمؑ نے ایک قدم رکھا

شُد فراقِ صدر جنت طوقِ نفس
تو جنت کے صدر (مقام) کی جُدائی گلے کا ہار بنگئی

ہمچو دیو از وے فرشتہ می گریخت
فرشتہ اُن سے ایسا بھاگتا تھا جیسا کہ شیطان

بہرِ نانِ چند آبِ چشم ریخت
چند روٹیوں کی وجہ سے کس قدر آنسو بہائے

گرچہ[3] یک مو بُد گنہ کو جستہ بُود
اگرچہ وہ گناہ جو اُنھوں نے کیا بال برابر تھا

لیک آں مو در دو دیدہ رستہ بُود
لیکن وہ بال (گویا) دونوں آنکھوں میں اُگا تھا

بود آدمؑ دیدۂ نورِ قدیم
آدمؑ تو قدیم نور کی آنکھ تھے

مُوئے در دیدہ بُود کوہِ عظیم
(لیکن) آنکھ میں بال، بڑا پہاڑ ہوتا ہے

---

[1] بُلبلے یعنی مولانا حسام الدین جو کہ دعا میں مالدیو کو شکار نہیں کرتے تھے زینجا یعنی عالم ناسوت و برزخ۔ یعنی عالم ملکوت میں گئے۔ باز گشت واپس ہوئے۔ باز شاہین یعنی مولانا حسام الدین مخلصین مالدیو کو شکار کرنے کے قابل ہو گئے ایں در یعنی مضامین مالدیو کے فیضان کا دروازہ جو مثنوی کے ذریعہ کھلا ہے۔ آفت۔ اس فیض سے وہ بہرہ مند ہوگا جو خواہش اور شہوت نفس سے بچے گا۔ ایں دہاں یعنی خلق اور زبان کی لذتوں سے دست کش ہو جا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

اندروں از طعام خالی دار
تا دہِ نورِ معرفت در دل

یعنی پیٹ کو کھانا سے خالی رکھ تاکہ تجھ کو معرفت کی روشنی حاصل ہو۔

[2] اے دہاں۔ اگر انسان جہنم کا لقمہ کھاتا ہے تو دوزخ میں پہنچ جاتا ہے۔ برزخ۔ دو متضاد چیزوں کے درمیان کو کہتے ہیں جیسے دنیا کی زندگی جنت اور دوزخ کی زندگی کے درمیان ہے اس میں جنت اور جہنم دونوں کے آثار ہیں نورِ باقی۔ ایمانی روشنی، ہدایت۔ شیرِ صافی یعنی اعمالِ صالحہ۔ جوہائے خوں یعنی معاصی حرام۔ قدم۔ احتیاط۔ بچاؤ۔ شیرِ تو یعنی تیری نیکی برائی سے بدل جائیگی۔ ذوقِ نفس نفس کے شوق میں ممنوعہ درخت سے کھالیا

[3] گرچہ حضرت آدمؑ کی خطا معمولی تھی لیکن نزدیکاں را بیش بود حیرانی کی رُو سے اُن پر عتاب ہوا بود آدمؑ۔ معمولی خطا حضرت آدمؑ کے اعتبار سے بڑی سمجھی گئی جیسا کہ آنکھ جیسی شفاف چیز میں معمولی بال بھی بڑا پہاڑ بن جاتا ہے۔

فراق یعنی جنت سے جُدائی ہو گئی۔ دیو۔ آدمؑ سے شیطان متنفر تھا اب فرشتے بھاگنے لگے۔
بہرِ نان۔ یعنی گیہوں کے لئے۔

424

گر دراں دم او بکردے مشورت
اگر وہ اس وقت مشورہ کر لیتے

در پشیمانی نگفتے معذرت
(تو) شرمندگی میں معذرت نہ کرتے

زانکہ با عقلے چو عقلے جفت شد
اسلئے کہ ایک عقل جب دوسری عقل کی شریک بنی

مانعِ بد فعلی و بد گفت شد
(تو) بُرے کام اور بُری بات سے مانع ہوئی

نفس با نفسِ دگر چوں یار شد
ایک نفس جب دوسرے نفس کا یار بنا

عقلِ جزوی عاطل و بیکار شد
ناقص عقل معطل اور بے کار ہوئی

گر ز تنہائی چو ناہیدے شوی
اگر تو تنہائی میں زہرہ جیسا بنے گا

زیرِ ظلِّ یار خورشیدے شوی
یار (پیر) کے سایہ میں آفتاب بنے گا

زود جو یارِ خدائے را تو زود
جا، خدا کے دوست کی جلد تلاش کر لے

چوں چناں کردی خدا یارِ تو بود
جب تو نے ایسا کر لیا تو خدا تیرا دوست ہے

آنکہ در خلوت نظر بر دو خت ست
جس نے خلوت کو مطمحِ نظر بنا لیا ہے

آخر آں را ہم ز یار آموخت ست
آخر اس (خلوت پسندی) کو بھی یار سے سیکھا ہے

خلوت از اغیار باید نے ز یار
گوشہ نشینی غیروں سے چاہیئے نہ کہ یار سے

پوستیں بہر دے آمد نے بہار[۵۲]
پوستین ماگھ کے مہینہ کیلئے ہے نہ کہ موسم بہار کیلئے

عقل با عقلِ دگر دو تا شود
عقل، دوسری عقل کے ساتھ ملکر دوگنی ہو جاتی ہے

نور افزوں گشت و رہ پیدا شود
روشنی بڑھ جاتی ہے اور راستہ نمایاں ہو جاتا ہے

نفس با نفسِ دگر دو تا شود
نفس، نفس کے ساتھ مل کر دوگنا ہو جاتا ہے

ظلمت افزوں گشت و رہ پنہاں شود
اندھیرا بڑھ جاتا ہے اور راستہ چھپ جاتا ہے

یار چشمِ تست اے مردِ شکار
اے شکاری! یار تیری آنکھ ہے

از خس و خاشاک او را پاک دار
کوڑے کرکٹ سے اس کو محفوظ رکھ

ہیں بجار و ب زباں گردے مکن
خبردار! زبان کی جھاڑو سے گرد نہ اڑا

چشم را از خس رہ آوردے مکن
آنکھ کو تنکے کا تحفہ نہ دے

چونکہ مومن[۵۳] آئینہ مومن بود
جبکہ مومن، مومن کا آئینہ ہوتا ہے

روئے او ز آلودگی ایمن بود
اس کا چہرہ آلودگی سے محفوظ رہنا چاہیئے

لے گردراں۔ گناہ سے بچ جانے کی ترکیب یہ ہے کہ اہل علم سے مشورہ کر لیا جائے۔
عقلے۔ یعنی مشورہ کرنیوالے کی عقل اور صاحب معرفت کی عقل۔ نفس۔ یعنی امارہ نفس۔ عقل جزوی۔ ناقص عقل لہٰذا بُری صحبت سے بچنا ضروری ہے۔ ناہید۔ زہرہ ستارہ آر۔ پیر کی صحبت تنہائی کی عبادت سے زیادہ فیض رساں ہے۔ زود۔ اہل اللہ کی صحبت اللہ کے قرب کا سبب ہے۔
خلوت۔ تنہائی۔ نظر بر دوختن۔ کسی کو مطمح نظر بنا لینا۔ یار یعنی خلوت پسندی کے فوائد کسی شیخ کی صحبت میں ہی سیکھے جا سکتے ہیں لہٰذا صحبت مفید ہوئی۔ اغیار۔ بیگانے۔
پوستین۔ بال دار کھال کا لباس دے۔ ماگھ کا مہینہ جس میں سخت سردی پڑتی ہے۔
۵۲ بہار۔ یعنی پھاگن کا مہینہ، ہر خلوت میں فضیلت نہیں ہے۔ اغیار سے خلوت مفید ہے بیار کے ساتھ صحبت مفید ہے۔
دوتا۔ دوگونہ۔ نور افزوں گشت۔ شیخ کی صحبت نور افزا ہے اس سے خلوت اختیار کرنا مفید نہیں ہے۔ نفس۔ برے ساتھی سے خلوت مفید ہے۔ یار۔ جبکہ صحبت شیخ ضروری ہے تو اس کے آداب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ مرد شکار۔ شکاری۔ یہاں شیخ کی زبان میں بدگوئی نہ ہونی چاہیئے۔ پاک دار۔ شیخ راہ ہدایت دکھاتا ہے لہٰذا وہ آنکھ کا کام دیتا ہے

۵۳ مومن۔ حدیث شریف میں ہے۔ المؤمن مرآۃ المؤمن یعنی جس طرح آئینہ عیب کو دکھا دیتا ہے اور اس کو مشورہ کرتا نہیں پھرتا ہے اسیطرح ایک مومن کو دوسرے مومن کے ساتھ معاملہ کرنا چاہیئے۔ ایمان محفوظ۔

425

یار آئینہ ست جاں را در حزن[1]
غم میں، یار جان کا آئینہ ہے

در رخِ آئینہ اے جاں دم مزن
اے پیارے! آئینہ پر پھونک نہ مار

تا نپوشد رُوئے خود را از دمت
تاکہ تیری پھونک سے وہ اپنا منھ نہ چھپالے

دم فرو بُردن بباید ہر دمت
ہر وقت تجھے سانس گھونٹے رہنا چاہیئے

کم زخاکی! چونکہ خاکے یار یافت
کیا تو مٹی سے بھی کم ہے؟ جب مٹی نے یار کو پالیا

از بہارے صد ہزار انوار یافت
ایک بہار سے لاکھوں کلیاں حاصل کرلیں

آں[2] درختے کو شود با یار جفت
وہ درخت جو یار کا ساتھی بنا

از ہوائے خوش زسر تا پا شگفت
عمدہ ہوا سے سر سے پیر تک کھل گیا

در خزاں چوں دید او یارِ خلاف
خزاں کے موسم میں جب اس نے مخالف ساتھی دیکھا

در کشید او زود سر زیرِ لحاف
اس نے فوراً سر لحاف کے نیچے کرلیا

گفت یارِ بد بلا آشفتن ست
اُس نے کہا، بُرا ساتھی مصیبت ہے

چونکہ او آمد طریقم خفتن ست
جب وہ آگیا تو میرا شیوہ ہوجانا ہے

پس بخسپم با ہم از اصحاب کہف
پس میں سوجاتا ہوں اصحاب کہف میں سو جاتا ہوں

بہ زدقیانوس باشد خواب کہف
غار میں سونا، دقیانوس (کی صحبت) سے بہتر ہے

یقظ[3] شاں مصروفِ دقیانوس بود
اُنکی بیداری دقیانوس پر صرف ہوتی تھی

خواب شاں سرمایۂ ناموس بود
اُن کا سوجانا عزت کا سرمایہ تھا

خواب بیدار لیست چوں با دانش ست
جو نیند عقلمندی سے ہے وہ بیداری ہے

وائے بیدارے کہ با ناداں نشست
اُس بیدار پر افسوس ہے جو ناداں کے ساتھ بیٹھا

چونکہ زاغاں خیمہ بر گلشن زدند
چونکہ کوّوں نے باغ میں ڈیرے ڈال دیئے

بُلبلاں پنہاں شدند و تن زدند
بلبلیں چھپ گئیں اور چُپ ہوگئیں

زانکہ بے گلزار بُلبل خامش ست
جس طرح کہ بغیر چمن کے بُلبل چُپ ہے

غلبتِ خورشید بیداری کُش ست
سورج کا غروب بیداری ختم کردینے والا ہے

---

[1] حزن۔ غم یعنی حالت انقباض۔ دم زدن۔ پھونک مارنا، پھونک سے آئینہ دھندلا ہوجاتا ہے۔ ہر وقت۔ یعنی کسی وقت بھی شیخ کے سامنے لاف زنی نہ کرنی چاہیئے۔ مراد ہے جب زمین اپنے یار (موسم بہار) سے ہم صحبت ہوتی ہے تو طرح طرح کے پھول اُگا دیتی ہے، مرید کو بھی شیخ کی صحبت سے اسی طرح کا استفادہ کرنا چاہیئے۔ انوار۔ جمع نور یعنی خوبصورتی۔

[2] آں۔ موسم بہار۔ درخت کیلئے یار موافق ہے اسکی صحبت سے درخت شگفتہ ہوجاتا ہے اسی طرح پیر کی صحبت باعث شگفتگی ہوتی ہے۔ در خزاں۔ موسم خزاں درختوں کے لئے یار ناموافق ہے درخت اس کی صحبت پسند نہیں کرتے ہیں لہٰذا سوجاتے ہیں یعنی بدصحبت سے خلوت میں سوجانا بہتر ہے۔ اصحاب کہف۔ ان کا پورا قصہ دفتر اول میں گذر چکا ہے ان کے عہد میں دقیانوس ظالم بادشاہ تھا یہ بزرگ لوگ اس سے جدا ہوکر غار کی تنہائی میں جاکر سو گئے تھے۔

[3] یقظ۔ بیداری۔ مصروف۔ زیر استعمال۔ ناموس۔ عزت۔ خواب۔ وہ سونا جو بہتر مقصد کے پیش نظر ہو اس بیداری سے بہتر ہے جس میں بُرائی کی محبت ملے۔ دانش عقل۔ وائے۔ کلمۂ افسوس ہے۔ ناداں۔ عرفانِ حق سے خالی۔ زاغاں۔ زاغ کی جمع ہے، کوا یعنی نااہل لوگ۔ خیمہ زدن۔ مقیم ہوجانا۔ بلبلاں۔ یعنی اہل حق۔ تن زدن۔ خاموش ہوجانا۔ گلزار گلشن۔ یعنی حق کے طالب لوگ۔ غلبت خورشید۔ سورج کے غروب کرجانے سے بیداری کے چہچہے ختم ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح طالبین کے غائب ہوجانے سے شیخ پر خاموشی طاری ہوجاتی ہے۔

4126

آفتاب[1] ار ترک این گلشن کند — تا کہ تحت الارض را روشن کند

سورج اگر اس چمن کو چھوڑتا ہے — تو اس لئے کہ زمین کے نچلے حصہ کو روشن کرے

آفتاب معرفت را نقل نیست — مشرق او غیر جان و عقل نیست

معرفتِ (خداوندی) کے سورج (ہر کہیں) منتقل ہونا — اس کی مشرق صرف روح اور عقل ہے

خاصہ خورشید کمالِ کل سریست — روز و شب کردار او روشنگریست

خصوصاً وہ آفتاب کمال جو اس جانب کا ہے — اس کا کام دن رات روشن کرنا ہے

مطلعِ شمس آئی گر اسکندری — بعد ازاں ہر جا روی نیکو فری

اگر تو سکندر ہے تو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر آ — اس کے بعد جہاں جائے گا نیک بخت ہوگا

بعد ازاں ہر جا روی مشرق بود — شرقہا بر مغربت عاشق شود

اس کے بعد تو جہاں جائے گا مشرق ہوگی — مشرقیں تیری مغرب پر عاشق ہوں گی

حسِ[2] خفاشت سوئے مغرب دواں — حسِ دریاشت سوئے مشرق رواں

تیری چمگادڑ والی حس مغرب کی طرف دوڑنے والی ہے — تیری موتی پرکھنے والی حس مشرق کی جانب رواں ہے

راہِ حسِ خران ست اے سوار — اے خراں را تو مزاحم شرم دار

اے سوار! حس کا راستہ گدھوں کا راستہ ہے — تو گدھوں سے بھڑتا ہے، شرم کر

پنج حسے ہست جز ایں پنج حس — آں چو زر سرخ و ایں حسہا چو مس

ان پانچ حواس کے علاوہ پانچ حس اور ہیں — وہ سرخ سونے کی طرح ہیں اور یہ حواس تانبے کیطرح ہیں

اندراں بازار کاہلِ محشرند — حسِ مس را چوں حسِ زر کے خرند

جس بازار میں اہلِ محشر ہیں — تانبے کے حس کو سونے کے حس کی طرح کب خریدتے ہیں؟

حسِ ابدال قوتِ ظلمت می خورد — حسِ جاں از آفتابے می چرد

بدنوں کی حس ظلمت سے روزی حاصل کرتی ہے — روح کی حس آفتاب سے غذا حاصل کرتی ہے

اے[3] ببردہ رختِ حسہا سوئے غیب — دست چوں موسیٰ برآ در زیر جیب

اے (وہ ذات) جو حس کے سامان کو غیب کیطرف لے — موسیٰ کی طرح اپنا ہاتھ گریبان سے باہر نکال

اے صفاتت آفتابِ معرفت — و آفتاب چرخ بندِ یک صفت

اے وہ کہ تیری صفات پہچان کے لئے سورج ہیں — اور آسمان کا سورج ایک صفت کا پابند ہے

---

[1] آفتاب۔ سورج کو فیض رسانی کیلئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا پڑتا ہے۔ زمین کی فوقانی سطح سے منتقل ہو کر زمین کی تحتانی سطح کے باشندوں کو نور پہنچاتا ہے لیکن شیخ اپنی جگہ رہتا ہے اور زمین کے ہر حصہ کے باشندوں کو فیض پہنچاتا ہے۔ آفتابِ معرفت۔ شیخ کامل۔ مشرق۔ سورج کے طلوع کرنے کی جگہ، جان۔ شیخ کی توجہ سے روح اور عقل روشنی حاصل کرتی ہے۔ خورشید کمال۔ اللہ تعالیٰ۔ آں سر۔ اس جانب یعنی ذاتِ باری عالم امکان سے ورا ہے۔ روشنگری۔ روشنی پہنچانا۔ اسکندری۔ سکندر ذوالقرنین کا واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے، یہ نیک بادشاہ تھا اور اس نے مشرق سے مغرب تک اپنی سلطنت کو وسیع کر دیا تھا مطلعِ شمس۔ اہل اللہ۔ نیکو فر۔ با اقبال۔ مشرق۔ یعنی مطلعِ انوار۔ مغربت۔ یعنی تیرے وہ حالات جن میں انوار کی کمی ہوگی اس پر مشرقیں قربان ہوں گی۔

[2] حسِ خفاشت۔ حواسِ خمسہ ظاہرہ مادی چیزوں کا ادراک کرتے ہیں اور وہ ظلمت کے طالب ہیں۔ حسِ دریاش۔ انسان کے لطائف ستہ قلب، روح، خفی، اخفیٰ مراد ہیں جنکے انکشافات پر معرفت حق مبنی ہے۔ آں چو زر۔ مادی حواس لطائف کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے بازار آخرت کے بازار میں طلائے خالص کے مقابلہ میں تانبے کے سکے۔

[3] اے ببردہ۔ اے وہ ذات۔ حسہا۔ حواس۔ غیب۔ صفاتِ باری کا مظہر ہے۔ دست چوں موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کا ید بیضا تاریکی کو دور کر دیتا تھا۔ یہاں سے مولانا نے مناجات شروع کر دی ہے۔ اے اللہ تو اپنی تجلی نور سے ہمارے جہل کی تاریکی کو دور کر دے۔ صفاتت۔ صفاتِ واجبی ذات کی معرفت کا ذریعہ ہیں۔ آفتاب چرخ۔ سورج بھی صفتِ باری کا مظہر ہے۔

گاہ[1] خورشید و گہے دریا شوی
(تو) کبھی سورج اور کبھی دریا میں (تجلی) ہوتا ہے

گاہ کوہِ قاف و گہ عنقا شوی
کبھی کوہ قاف (میں) اور کبھی عنقا (کی طرح بے نشان) ہوتا ہے

تو نہ این باشی نہ آں و ذاتِ خویش
اپنی ذات میں تو نہ یہ ہے نہ وہ ہے

اے فزوں از وہمہا و زبیش بیش
اے وہ ذات جو وہموں سے آگے ہے اور آگے سے بھی آگے ہے

روح[2] با علم ست و با عقل ست یار
روح علم اور عقل کی ساتھی ہے

روح را با تازی و ترکی چہ کار
روح کو ترکی یا عربی سے کیا واسطہ!

از تو اے بے نقش با چندیں صُوَر
اے بے نقش اتنے مظاہر کے ہوتے ہوئے تیری دو

ہم مُشبّہ ہم مُوحّد خیرہ سَر
اہلِ تشبیہ بھی اور اہلِ توحید بھی حیران ہیں

گہ مُشبّہ را مُوحّد می کُنی
تو کبھی اہلِ تشبیہ کو اہلِ توحید بنا دیتا ہے

گہ مُوحّد را بصورت رَہزنی
کبھی اہلِ توحید کا صورت کی وجہ سے رہزن ہوتا ہے

گر ترا گوید زمستی بُوالحسن
کبھی مستی میں ابوالحسن تجھے کہتا ہے

یا صغیرَ السِّن یا رَطبَ البَدَن
اے کم عمر! اے نازک بدن!

گاہ[3] نقشِ خویش ویراں می کُند
کبھی وہ اپنے نقش کو مٹاتا ہے

از پئے تنزیہ جاناں می کُند
تنزیہ کے لئے اپنی جان کھوتا ہے

چشمِ حِس را ہست مذہب اعتزال
جس کی آنکھ کا مذہب اعتزال ہے

دیدۂ عقل ست سُنّی در وصال
وصال کے معاملہ میں عقل کی آنکھ سُنّی ہے

سُنخرۂ حِس اند اہلِ اعتزال
حِس کے پابند معتزلی ہیں

خویش را سُنّی نمایند از ضلال
ضلالت سے اپنے آپ کو سُنّی ظاہر کرتے ہیں

ہر کہ در حِس ماند او معتزلی ست
جو حِس میں (پھنسا) رہا وہ معتزلی ہے

گرچہ گوید سُنّیم از جاہلی ست
اگرچہ وہ کہے "میں سُنّی ہوں" نادانی ہے

ہر کہ از حِسِّ خدا دیدآیتے
جس نے حسِ خداوندی کے ذریعہ کوئی نشانی دیکھ لی

دَر برِ حق ہست بہرِ طاعتے
وہ اطاعت کیلئے اللہ (تعالیٰ) کی جناب میں ہے

ہر کہ بیروں شد ز حِس سُنّی ویست
جو شخص حِس سے بالاتر ہو گیا وہ سُنّی ہے

اہلِ بینش چشمِ عقلِ خویش بست
اہلِ نظر نے اپنی عقل کی آنکھ بند کر لی ہے

---

[1] گاہ خورشید۔ یہ تمام چیزیں مظاہرِ قدرت ہیں۔ تو نہ مظاہرِ قدرت میں ذاتاً ہے نہ ان میں اس کی ذات تم سے بھی ورا الورا ہے۔

[2] روح۔ روح اگرچہ جسدی بدن میں متصرف ہے لیکن مادی اجزا سے منزہ ہے۔ بخلاف۔ وہ لوگ جو خدا کو مخلوقات سے تشبیہ دیتے ہیں مشبہ۔ وہ لوگ جو خدا کو ذات و صفات میں یکتا مانتے ہیں موحد۔ حیران۔ یعنی دونوں گروہوں میں سے اسکی حقیقت تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ اگر مشبہ حیران ہو کر تنزیہ کا قائل ہو جاتا ہے اور موحد بنجاتا ہے کبھی موحد حیران ہو کر تشبیہ کا قائل ہو جاتا ہے۔ ابوالحسن۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی کنیت ہے مراد عارف کامل ہے جو کسی بچہ میں جلوہ دیکھ کر مشبہ کے الفاظ بول جاتا ہے۔ صغیر السن۔ کم عمر۔ رطب البدن۔ نازک بدن۔

[3] گاہ۔ موحد غلبہ تنزیہ میں اپنے وجود کو بھی معدوم سمجھنے لگتا ہے اور صرف ذاتِ واحد کو موجود جانتا ہے۔ چشمِ حِس۔ ظاہری آنکھ۔ مذہبِ اعتزال۔ معتزلہ کا عقیدہ کہ حشر میں بھی دیدارِ خدا ناممکن ہے۔ دیدۂ عقل۔ باطنی بصیرت کا تقاضہ ہے کہ دیدارِ حق ہو گا یہ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ سُخرۂ حِس۔ جو سُنّی محض حِسِ ظاہری رکھتے ہیں وہ بھی حقیقتاً معتزلی ہیں انکو بھی دیدارِ حق میسر نہ آئیگا

سُنّی (حقیقتاً وہ ہے جو باطنی بصیرت پیدا کرے اور دیدارِ حق کر سکے۔ حسِ خدا۔ حسِ باطن۔ آیت۔ نشانی۔ بہر۔ پیش جناب۔ بہرِ طاعتے۔ اللہ کی کسی نشانی میں اللہ کے جمال کا مشاہدہ کرنا مستقل عبادت ہے۔ اہلِ بینش۔ صاحبِ نظر۔ عقل و حواس سے کام نہیں لیتا ہے وہ بصیرتِ قلبی سے کام لیتا ہے۔

668

گر بدیدے حسِ[1] حیواں شاہ را
اگر حیوانی حس، شاہ کو دیکھ سکتی

پس بدیدے گاؤ و خر اللہ را
تو گاؤ اور خر (بھی) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتے

گر نبودے حسِ دیگر مر ترا
اگر دوسری حس تیرے لئے مخصوص نہ ہوتی

جز حسِ حیواں بیروں از ہوا
حیوانی حس کے علاوہ خواہش نفسانی سے بالاتر

پس بنی آدمؑ مکرّم کے بُدے
تو بنی آدمؑ مکرّم کب ہوتے؟

کے بہ حسِ مشترک محرم شدے
مشترک حس کی وجہ سے محرم (راز) کب ہوتے؟

نامُصوّر یا مُصوّر گفتنت
تیرا (خدا کو) بامورت یا بے صورت کہنا

باطل آمد بے ز صورت گفتنت
بے کار ہے جب تک کہ تو صورت سے نہ گزر جائے

نامُصوّر یا مُصوّر پیشِ اُوست
بامورت یا بے صورت تو اُس کے سامنے ہے

کو ہمہ مغز ست بیروں شد ز پوست
جو جسم مغز ہے، چھلکے سے بالا ہے

گر تو کوری نیست بر اعمیٰ حرج
اگر تو اندھا ہے تو اندھے پر کوئی گناہ نہیں

ورنہ رَو کالصبرُ مفتاحُ الفرج
ورنہ جا، صبر کرنا کشادگی کی کنجی ہے۔

پردہائے دیدہ را دارد صبر
(ظاہری) آنکھ کے پردوں کو دارد صبر

ہم بسوزد ہم بسازد شرحِ صدر
جلا بھی دیتی ہے اور شرح صدر بھی کر دیتی ہے

آئینۂ[2] دل چوں شود صافی و پاک
دل کا آئینہ جب صاف و پاک ہو جائے گا

نقشہا بینی بروں از آب و خاک
تو آب و خاک سے بالاتر نقش دیکھے گا

ہم بہ بینی نقش و ہم نقاش را
نقش بھی دیکھے گا اور نقاش کو بھی

فرشِ دولت را و ہم فراش را
دولت کے فرش کو اور نیز فرش کرنے والے کو

چوں خلیلؑ آمد خیالِ یارِ من
تیرے یار کا خیال خلیل (اللہ) کی طرح ثابت ہو

صورتش بُت معنیِ اُو بُت شکن
اُس کا ظاہر بُت اور اُس کی حقیقت بُت شکن ہے

شکر یزداں را کہ چوں اُو شد پدید
خدا کا شکر ہے کہ وہ جب ظاہر ہوا

در خیالِ اُو خیالِ حق رسید
اُس کے تصور میں اللہ تعالیٰ کا تصور حاصل ہوا

شکرِ مُعطی را کہ چوں اُو در رسید
داتا کا شکر ہے کہ جب وہ خیال میں آیا

در خیالش جاں خیالِ خود بدید
اُس کے خیال میں جان نے اپنا خیال دیکھا

---

[1] حسِ حیواں۔ ظاہری حس۔ شاہ۔ اللہ تعالیٰ حسِ دیگر۔ حسِ باطنی۔ بیروں از ہوا ہوا و ہوس سے بالاتر۔ محرم۔ قرآن میں ہے لقد کرمنا بنی آدم "اور البتہ ہم نے بنی آدم کو عزت دی"۔ حسِ مشترک یعنی وہ حواس جو حیوان اور انسان میں مشترک ہیں۔ محرم۔ راز دار۔

[2] نامصوّر۔ یعنی خدا کا بامورت ہونا یا صورت سے منزہ ہونا اُس شخص کے لئے تحقیق ہے جو جاہد کر کے سراپا مغز بن گیا ہو، کور دل کور رستی، اندھی، اعمیٰ۔ حرج۔ تنگی، گناہ۔ ورنہ اگر استعداد ہی مفقود ہے تو مجبوری ہے ورنہ صبر سے مجاہدات کرو گے تو یہ مقام حاصل ہو جائے گا۔ مفتاح الفرج۔ یعنی صبر آنکھوں کے پردے ہٹا دے گا۔

[3] آئینۂ دل۔ بغیر اضافت کے پڑھا جائے۔ آب و خاک۔ عالم ناسوت۔ نقش یعنی مخلوق۔ نقاش یعنی خالق۔ فرش دولت دربار۔ فراش یعنی اللہ تعالیٰ۔ خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ خیالِ یار۔ تصورِ شیخ، حضرت ابراہیم نے ستارے کو دیکھ کر هٰذا ربی "یہ میرا رب ہے" کہا یہ ایک مثال تھا جو بظاہر بُت پرستی تھی لیکن دراصل اُس کا اثبات اُس کے ابطال کیلئے تھا جو بُت شکنی تھی۔ اسی طرح تصورِ شیخ بظاہر بُت پرستی ہے لیکن چونکہ وہ اللہ تک پہنچاتا ہے اسلئے حقیقتاً وہ بُت شکنی ہے۔ شکرِ یزداں۔ تصورِ شیخ

---

[1] کے اللہ تعالیٰ کے تصور تک پہنچا دیا۔ چوں او۔ تصورِ شیخ (یعنی شیخ کے تصور کے ذریعہ ہمیں اپنے نفس کی حقیقت معلوم ہو گئی اور اُس کے ذریعہ معرفت خداوندی حاصل ہوئی۔ "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" "جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اُس نے خدا کو پہچان لیا"۔

خاکِ درگاہت دلم را می فریفت[1]
تیری درگاہ کی خاک نے میرے دل کو فریفتہ کر لیا

خاک بر روئے کو ز خاکت می شگیفت
اُس پر خاک جس نے تیری خاک سے بے نیازی کی

گفتم ار خوبم پذیرد ایں ازو
میں نے کہا اگر میں اچھا ہوں تو وہ (اللہ) اس خوبی کو اس (دل) سے

ورنہ خود خندید بر من زشت رُو
ورنہ مجھ بدصورت پر ہنس دے گا

چارہ آں باشد کہ خود را بنگریم
تدبیر یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو دیکھیں

درخورِ آنیم و یا نادر خوریم
ہم اُس کے لائق ہیں یا نالائق ہیں

اُو جمیل ست و یُحِبُّ لِلْجَمال
وہ حسین ہے اور حُسن کو پسند کرتا ہے

کے جوانِ نو گزیند پیرہ زال
بوڑھی عورت کو نوجوان کب قبول کرتا ہے

طَیِّبات از بہرِ کہ للطَّیِّبین
پاکیزہ عورتیں کس کے لئے ہیں؟ پاک مَردوں کے لئے

خوب خوبی را کند جذب ایں یقیں
اچھا، اچھائی کو جذب کرتا ہے یہ یقینی بات ہے

خوب خوبی را کند جذب[2] ایں بداں
اچھا، اچھائی کو جذب کرتا ہے، سمجھ لے

طیبات و طیبین بر وے بخواں
طیبات اور طیبین اُس پر پڑھ دے

در ہر آں چیزے کہ تو ناظر شوی
تو جس چیز کو بھی دیکھے گا

می کُند با جنس سیر اے معنوی
اے معنی شناس! وہ اپنی ہم جنس کیساتھ چلتی ہے

در جہاں ہر چیز چیزے جذب کرد
دنیا میں ہر ایک چیز نے ایک چیز کو جذب کیا ہے

گرم گرمی را کشید و سرد سرد
گرم نے گرمی کو کھینچا اور سرد نے سردی کو

قسمِ[3] باطل باطلاں را می کشند
باطل قسم باطلوں کو کھینچتی ہے

باقیاں از باقیاں ہم سر خوشند
باقی رہنے والے باقی رہنے والوں سے خوش ہیں

ناریاں مر ناریاں را جاذب اند
جہنمی جہنمیوں کو کھینچنے والے ہیں

نوریاں مر نوریاں را طالب اند
نوری، نوریوں کے طالب ہیں

صاف را ہم صافیاں راغب شوند
صاف لوگ، صاف کی طرف راغب ہوتے ہیں

دُرد را ہم تیرگاں جاذب بُوند
بدباطن، تلچھٹ کو حاصل کرتے ہیں

زنگ را ہم زنگیاں باشند یار
حبشی کے حبشی، دوست ہوتے ہیں

رُوم را با رومیاں افتاد کار
رومی کا، رومیوں سے واسطہ ہے

چشم چوں بستی ترا جاں کندنیست
تو نے جب آنکھ بند کی، تجھے بیقراری ہے

چشم را از نورِ روزن صبر نیست
آنکھ روزن کے نور سے صبر نہیں کر سکتی ہے

---

[1] فریفتن۔ عاشق بنانا۔ خاکِ فتن۔ بے نیاز ہونا۔ ازدل۔ زِشت رو۔ بدصورت۔ چارہ۔ تدبیر۔ درخور۔ لائق۔ پیرہ زال۔ بوڑھی عورت۔ ایں یقیں۔ یہ یقینی بات ہے۔

[2] جذب۔ کشش۔ طیبات۔ قرآن پاک میں ہے۔ اَلطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ "پاک عورتیں پاک مَردوں کے لئے ہیں"۔ ناظر۔ دیکھنے والا۔ اے معنوی۔ اے معنی حقیقت ہیں۔

[3] قسم۔ فرق۔ گروہ۔ باقیاں۔ اہلِ ہدایت۔ ناریاں۔ جہنمی۔ نوریاں۔ جنتی۔ صافیاں۔ صاف باطن۔ تیرگاں۔ سیاہ باطن۔ زنگ۔ حبشی۔ روم۔ رومی۔ جاں کندنی۔ گھبراہٹ۔ روزن۔ روشندان۔

430

چشم چوں بستی ترا تاسہ[1] گرفت
جب تو نے آنکھ بند کی تجھے گھبراہٹ نے پکڑا

نورِ چشم از نورِ روزن می شگفت
آنکھ کا نور روزن کے نور سے کھلتا ہے

تاسۂ تو جذبِ نورِ چشم بود
تیری بیقراری آنکھ کے نور کا جذبہ تھی

تا بہ پیوندد بہ نورِ روز زود
تاکہ جلد دن کی روشنی سے وابستہ ہو جائے

چشم باز از تاسہ گیرد مر ترا
کھلی ہوئی آنکھ، اگر تجھے بیقرار کرے

دانکہ چشمِ دل بہ بستی بر گشا
سمجھ لے کہ تو نے دل کی آنکھ بند کی ہے کھول لے

آں[2] تقاضائے دو چشمِ دل شناس
سمجھ لے یہ دل کی دونوں آنکھوں کا تقاضا تھا

کو ہمی جوید ضیائے بیقیاس
کیونکہ وہ بے اندازہ روشنی چاہتی ہیں

چوں فراقِ آں دو نورِ بے ثبات
جبکہ دو ناپائدار نوروں کی جدائی نے

تاسہ آورد کشادی چشمہات
تجھے بیقرار کر دیا، تو نے اپنی آنکھیں کھولدیں

چوں فراقِ آں دو نورِ پائدار
تو دو پائدار نوروں کی جدائی

تاسہ چوں آرد مر آں را پاس دار
کیسی بے قراری پیدا کرے گی، اس کا خیال رکھ

اُو چو می خواند مرا من بنگرم
وہ جب مجھے بلاتا ہے میں نور کرتا ہوں

لائق جذبم و یا بد پیکرم
میں کشش کے قابل ہوں یا بدصورت ہوں

گر لطیفے زشت را در پے کند
اگر کوئی خوبصورت بدصورت کا پیچھا کرے

تسخرے باشد کہ اُو بر وے کند
یہ ایک مذاق ہوتا ہے جو وہ اس سے کرتا ہے

کے ببینم روئے خود را اے[3] عجب
تعجب ہے میں اپنا چہرہ کب دیکھتا ہوں،

تا چہ رنگم ہمچو روزم یا چو شب
جو یہ کہوں کہ میں کس رنگ کا ہوں، میں دن کیطرح ہوں یا رات

نقشِ جانِ خویش می جستم بسے
میں نے اپنی جان کا نقش بہت تلاش کیا

ہیچ می ننمود نقشم از کسے
لیکن، میرا نقش کسی سے رونما نہ ہوا

گفتم آخر آئینہ از بہرِ چیست
میں نے کہا آخر آئینہ کس لئے ہوتا ہے

تا بداند ہر کسے کہ جنسِ کیست
اسی لئے، کہ ہر شخص یہ جان لے کہ وہ کس جنس کا ہے

آئینہ آہن برائے پوستہاست
لوہے کا آئینہ جسموں کے لئے ہے

آئینہ سیمائے جاں سنگیں بہاست
جان کے چہرے کا آئینہ بہت قیمتی ہے

آئینہ جاں نیست الا روئے یار
جان کا آئینہ، یار کے چہرے کے علاوہ نہیں ہو

روئے آں یارے کہ باشد زاں دیار
اُس یار کا چہرہ جو اُس دیار (عالم ملکوت) کا ہو

[1] تاسہ: بیقراری۔ نورِ چشم۔ آنکھ کا نور بیرونی نور کا طالب ہے ورنہ گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے چشم باز: آنکھ کھل ہوئی ہونے پر اگر گھبراہٹ طاری ہو تو سمجھ لے کہ یہ اضطراب اُس کی آنکھ بند ہونے کیوجہ سے ہے

[2] آں تقاضائے: دل کی گھبراہٹ دل کی آنکھیں بند ہونے کی وجہ سے ہوئی جو لا انتہا نور کا مشاہدہ چاہتی ہیں۔ دو نور: یعنی دل کی آنکھ کا نور اور لامحدود نور۔ بدپیکر: بدصورت۔ نکتہ لطیفہ: جب یہ طے ہے کہ ہم جنس ہم جنس کا طالب ہوتا ہے تو اگر حسین کسی بدصورت کا طالب بنتا ہے تو وہ محض مذاق کے لئے ہوتا ہے

[3] اے عجب: اس کا تعلق اگلے شعر کے دوسرے مصرع سے ہے۔ ہمچو روز: یعنی منور۔ چو شب: یعنی سیاہ باطن نقش جان: شیخ کے ذریعہ مرید کی حقیقی تصویر سامنے آجاتی ہے یعنی اپنا ایسا شیخ تلاش کیا جس کی وجہ سے مجھ پر اپنی حقیقت واضح ہو جائے۔ گفتم: آئینہ میں دیکھ کر اپنی خوبصورتی و بدصورتی پہچان لی جاتی ہے آئینہ سیمائے جاں: جس آئینہ میں باطن کی خوبصورتی و بدصورتی نظر آتی ہے وہ مرشد و شیخ ہے جو بہت قیمتی چیز ہے۔ روئے یار: شیخ کی صحبت میں اپنے نقائص نظر آجاتے ہیں۔ آں دیار: یعنی وہ شیخ جس کا تعلق عالم ملکوت سے ہو۔

گفتم اے دل آئینہ[1] کُلی بجُو
میں نے کہا اے دل! اکمل آئینہ تلاش کر

رَو بدریا کار برناید ز جُو
دریا پر جا، نہر سے کام نہ چلے گا

زیں طلب بندہ بکوئے نور رسید
اس طلب کی وجہ سے غلام تیرے کوچہ میں پہنچا

درد مریم را بجُر مابُن کشید
مریم کو درد کھجور کے درخت کی طرف لے گیا

دیدۂ تو چوں دلم را دیدہ شد
تیرا نور جب میرے دل کا نور بن گیا

صد دلِ نادیدہ غرقِ دیدہ شد
سینکڑوں نہ دیکھے ہوئے دل دیکھے ہوئے میں سما گئے

آئینہ کُلی برآوردم زِ دود
میں نے دھوئیں سے مکمل آئینہ نکالا

دیدم اندر آئینہ نقشِ تو بود
میں نے دیکھا آئینہ میں تیرا نقش تھا

آئینہ کُلی ترا دیدم اَبد
میں نے تجھے ہمیشہ مکمل آئینہ سمجھا

دیدم اندر چشمِ تو من نقشِ خود
میں نے تیری آنکھوں میں اپنا نقش دیکھا

گفتم[2] آخر خویش را من یافتم
میں نے کہا بالآخر میں نے اپنے آپ کو پالیا

درد و چشمش راہِ روشن یافتم
اس کی دونوں آنکھوں میں روشن راستہ پایا

گفت وہم کاں خیالِ تُست ہاں
میرے وہم نے کہا کہ یہ تیرا خیال ہے خبردار!

ذاتِ خود را از خیالِ خود بداں
اپنی ذات کو اپنا خیال سمجھ

نقشِ من از چشمِ تو آواز داد
میرے نقش نے تیری آنکھ میں سے آواز دی

کہ منم تو تو منی در اتحاد
کہ میں تو ہوں، تو میں ہے، یگانگت میں

کاندریں[3] چشمِ مُنیر بے زوال
اس روشن، حقائق سے بے زوال آنکھ میں

از حقائق، راہ کے یابد خیال
خیال راستہ کب پا سکتا ہے!

در دو چشمِ غیرِ من تو نقشِ خود
میرے علاوہ کسی کی دونوں آنکھوں میں اپنا نقش

گر ببینی آں خیالے دان و رَد
اگر تو دیکھے تو اسکو (محض) خیال اور (باطل) رد سمجھ

زانکہ سُرمہ نیستی در می کشد
اس لئے کہ وہ نیستی کا سُرمہ لگاتا ہے

بادہ از تصویرِ شیطاں می چشد
(اور) شیطان کی تصویر سے شراب پیتا ہے

چشمِ او خانہ خیالست و عدم
اس کی آنکھ عدم اور خیال کا گھر ہے

نیستہا را ہست بیند لاجرم
لامحالہ وہ معدوم کو موجود دیکھتا ہے

---

[1] آئینہ کُلی: یعنی شیخ کامل کی ذات۔ یعنی شیخ کامل جو نہر یعنی ناقص پیر، مریم حضرت عیسیٰؑ کی والدہ۔ خرما بُن۔ کھجور کا درخت حضرت مریمؑ کو دردِ زہ کا اضطراب کھجور کے سائے، پھل اور رطب کے پانی اور بچہ کے دیدار سے رفع ہوا تھا۔ صد دلِ نادیدہ۔ میرا دل جو بے معرفت ہونے میں سو دلوں کی برابر تھا۔ برآوردم زِ دود۔ یعنی میں نے نورِ مطلق کو تعینات کے دھوئیں سے جدا کیا تو انہیں تیرا نقش محسوس کیا۔ آئینہ کُلی۔ مکمل آئینہ۔ اَبد۔ ہمیشہ چشم تو۔ دل کا دیدۂ بصیرت۔

[2] گفتم۔ شیخ کے آئینۂ دل میں اپنی صورت دیکھ کر اطمینان ہو گیا اور اُس کی وجہ سے مجھے راہِ ہدایت حاصل ہوئی۔ خیال خیالی بات۔ ہاں۔ تنبیہ کا کلمہ ہے ذات۔ نفسِ کلامری صورت۔ نقش۔ میری صورت نے بتایا کہ یہ صورت واقعی ہے محض خیالی نہیں ہے۔

[3] کاندریں چشم۔ یعنی میرے نقش نے یہ بھی کہا کہ شیخ کی چشمِ دل میں جو کہ ہمیشہ حقائق سے وابستہ ہے کوئی غیر واقعی خیالی چیز نہیں سما سکتی۔ دو تعدد چشم غیر۔ ناقص کی چشمِ دل میں غیر حقیقی چیز نمودار ہو سکتی ہے نیستی۔ عالمِ فانی۔ بادہ شراب۔ تصویرِ تخیل۔ می چشد۔ چونکہ وہ ناقص ہے اور اُس کی چشمِ بصیرت عالمِ اسفل میں پھنسی ہوئی ہے وہاں شیطانی تصور رچ جاتا ہے۔ خانۂ خیال۔ یعنی اس کی آنکھ میں غیر حقیقی چیزیں گھر کئے ہوئے ہیں۔

چشمِ من چوں سُرمہ دید از ذوالجلال[1] — خانۂ ہستی ست نے خانۂ خیال
میری آنکھ نے جبکہ جلال والے (اللہ) کا سُرمہ دیکھا ہے — وہ موجود کا خانہ ہے، نہ کہ خیال کا

تا یکے مُو باشد از ہستیِ تو — در خیالت گم شود مستیِ تو
جب تک تیری ہستی کا ایک بال بھی رہے گا — تیری مستی تیرے خیال میں گم ہو جائے گی

تا یکے مُو باشد از تو پیشِ چشم — در خیالت گوہرے باشد چو یشم
جب تک تیرا ایک بال بھی آنکھ کے سامنے ہوگا — تیرے خیال میں موتی، سنگِ یشم ہوگا

یشم را آنگہ شناسی از گہر — کز خیالِ خود کُنی کُلی گذر
تو یشم (پتھر) اور موتی میں اُسوقت تمیز کر سکیگا — جب اپنے خیال سے بالکلیہ گذر جائے گا

یک حکایت بشنوائے گوہر شناس — تا بدانی تو عیاں را از قیاس
اے موتی کو پہچاننے والے! ایک حکایت سن لے — تاکہ تو مشاہدہ کو قیاس سے (جدا) جان لے

ہلال پنداشتنِ آں شخص خیال را در عہدِ امیر المومنین عمرؓ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کا خیال کو چاند سمجھ لینا

ماہِ[2] روزہ گشت در عہدِ عمرؓ — بر سرِ کوہے دوید ند آں نفر
(حضرت) عمرؓ کے زمانے میں رمضان آیا — سب پہاڑ کی چوٹی پر گئے

تا ہلالِ روزہ را گیرند فال — آں یکے گفت اے عمرؓ اینک ہلال
تاکہ روزے کے چاند سے (نیک) فال لیں — ایک شخص بولا اے عمرؓ! چاند یہ ہے

چوں عمرؓ بر آسماں مہ را ندید — گفت کایں مہ از خیالِ تو دمید
جب (حضرت) عمرؓ نے آسمان پر چاند نہ دیکھا — فرمایا یہ چاند تیرے خیال سے چمکا ہے

ور نہ من بینا[3] ترم افلاک را — چوں نمی بینم ہلالِ پاک را
ورنہ میں تو آسمانوں کو زیادہ دیکھنے والا ہوں — پاک چاند کو کیوں نہ دیکھ لوں گا؟

گفت تر کُن دست و بر ابرو بمال — آنگہاں تو بر نگر سُوئے ہلال
فرمایا ہاتھ تر کر اور ابرو پر مل — پھر تو چاند کی طرف دیکھ

چونکہ او تر کرد ابرو مہ ندید — گفت اے شہ نیست مہ شد ناپدید
جب اُس نے ابرو تر کر لی چاند کو نہ دیکھا — بولا اے شاہ! چاند نہیں ہے وہ غائب ہو گیا

گفت آرے موئے ابرو شد کماں — سُوئے تو افگند تیرے از گماں
فرمایا ہاں ابرو کا بال کمان بن گیا — اُس نے تیری جانب گمان کا تیر چلا دیا

---

[1] ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ کے تصور کے ساتھ باطل جمع نہیں ہو سکتا۔ تا یکے مُو۔ یعنی جب تک عالمِ ناسوت سے ادنیٰ تعلق رہے گا مستیِ تو۔ عالمِ وجد یشم۔ ایک کم قیمت پتھر ہے۔ کُلی گذر۔ فنا کے بعد حقائق منکشف ہوں گے۔ عیاں۔ مشاہدہ۔ قیاس۔ تخمینی بات۔

[2] ماہِ روزہ۔ رمضان شریف۔ نفر۔ جماعت۔ فال۔ نیک شگون۔ از خیالِ تو۔ یعنی تیرا چاند محض خیالی ہے۔

[3] بینا ترم۔ حضرت عمرؓ کی نگاہ اُس سے زیادہ تیز تھی یا حضرت عمرؓ کا اپنے کشف کی طرف اشارہ تھا۔

چوں یکے مُو کژ شد از ابروئے اُو
جب اُس کی ابرو کا ایک بال ٹیڑھا ہوا

شکلِ ماہے نو نمود آں موئے اُو
اُس کے اُس بال نے نئے چاند کی شکل نمودار کر دی

چوں یکے مُو کژ شد اورا راہ[1] زد
جب ایک بال ٹیڑھا ہوا اُس نے گمراہ کر دیا

تا بدعویٰ لافِ دیدِ ماہ زد
یہاں تک کہ دعوے کیساتھ چاند دیکھنے کی ڈینگ ماری

موئے کژ چوں پردۂ گردوں بود
ٹیڑھا بال جب آسمان کا پردہ بن گیا

چوں ہمہ اَجزات کژ شد چوں بود
جب تیرے تمام اجزاء ٹیڑھے ہو جائیں تو کیا ہوگا

راست کُن اَجزات را از راستاں
سیدھوں کے ذریعہ اپنے اجزا سیدھے کر لے

سَر مکش اے راست رَو زاں آستاں
اے سیدھا چلنے والے اُس چوکھٹ سے سر نہ ہٹا

ہم ترازو را ترازو راست کرد
ترازو ہی ترازو کو برابر کرتی ہے

ہم ترازو را ترازو کاست کرد
ترازو ہی ترازو کو کم کر دیتی ہے

ہر کہ با ناراستاں ہم سنگ شد
جو گمراہوں کے ساتھ تُلا

در کمی اُفتاد و عقلش دنگ شد
کمی میں مُبتلا ہوا اور اُس کی عقل ماری گئی

رَو اَشِدَّآءُ[2] عَلَی الْکُفَّار باش
جا، کفار پر بھاری پڑ

خاک بر دلداریِ اغیار باش
بیگانوں کی دلداری پر خاک ڈال

بر سرِ اغیار چوں شمشیر باش
بیگانوں کے سر پر تلوار بن

ہیں مکُن روباہ بازی شیر باش
خبردار! مکاری نہ کر، شیر بن

تا ز غیرت از تو یاراں نگسلند
تاکہ غیرت کی وجہ سے تجھ سے یار نہ کٹ جائیں

زانکہ آں خاراں عدوئے ایں گلند
اسلئے کہ وہ کانٹے (اغیار) اس گلستان (وحدت) کے دشمن ہیں

آتش[3] اندر زن بگرگانِ چمن سپند
کالے دانہ کی طرح اُن بھیڑیوں (اغیار) میں آگ لگا دے

زانکہ ایں گرگاں عدوئے یوسف اند
کیونکہ یہ بھیڑیے یوسف (محبوب حقیقی) کے دشمن ہیں

جانِ بابا گویدت ابلیس ہیں
خبردار! شیطان تجھے جانِ پدر کہے گا

تا بہ دَم بفریبدت دیوِ لعیں
تاکہ لعین شیطان تجھے فریب میں پھنسا لے

ایں چنیں تلبیس بابا بات کرد
(شیطان نے تیرے آبا (حضرت آدمؑ) سے ایسی

آدمے را ایں سیہ رُو مات کرد
(حضرت) آدمؑ کو اُس سیاہ رو نے ہرا دیا

بر سرِ شطرنج چُست ایں غراب
یہ کوا شطرنج پر چست (ہو کر بیٹھا) ہے

تو مبیں بازی بچشمِ نیم خواب
تو بازی کو ادھ کھلی آنکھ سے نہ دیکھ

---

[1] راہ زد۔ گمراہ کر دیا۔ لاف۔ بیہودہ دعویٰ۔ اجزات۔ اجزائے تو۔ راستاں۔ عارفین۔ سر مکش۔ سرگردانی نہ کر۔ ترازو۔ یعنی ترازو کا باٹ۔ کاست۔ کم۔ ہم سنگ شدن۔ برابر تُلنا۔ دنگ شدن حیران ہونا۔

[2] اشدّاء۔ شدید کی جمع ہے سخت۔ اغیار۔ غیر کی جمع ہے۔ باش۔ جھڑک۔ روباہ بازی۔ مکاری۔ تا۔ غیرت۔ غیروں سے جڑنا، اپنوں سے ٹوٹنا ہے۔ غلاں۔ یعنی اللہ سے بیگانے گل۔ ذاتِ خداوندی۔

[3] آتش زدن۔ برباد کرنا۔ گرگاں۔ یعنی اللہ کے دشمن۔ سپند۔ کالا دانہ جو بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے اور نظرِ بد کے دفع کرنے کیلئے اُسکو جلایا جاتا ہے۔ یوسف۔ یعنی محبوب حقیقی، حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے باپ حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا کہ یوسفؑ کو بھیڑیے نے کھا لیا، اگرچہ یہ غلط تھا۔ مولانا نے اُن کے قول کے مطابق بھیڑیے اور حضرت یوسفؑ کی دشمنی کو ذکر کر دیا ہے۔ جانِ بابا۔ نورِ نظر لاڈلا بیٹا۔ دَم۔ فریب۔ بابا بابا۔ بابا بنانے تو مات۔ شاہ شطرنج کو مقید کر دینا جس شطرنج میں کا شاہ مقید ہو جائے وہ ہار جاتا ہے، لہٰذا "مات کردن" مطلقاً ہرا دینے کے معنی میں مستعمل ہو جاتا ہے

زانکہ فرزیں[۵۱] بند ہا داند بسے — کہ بگیرد در گلویت چوں خسے
اس لئے کہ وہ فرزین کے بہت سے گھر جانتا ہے — تاکہ تیرے گلے میں تنکے کی طرح پھنس جائے

در گلو ماند خسِ او سالہا — چیست آں خس مہر جاہ و مالہا
اُس (شیطان) کا تنکا گلے میں سالہا رہتا ہے — وہ تنکا کیا ہے؟ مرتبہ اور مال کی محبت

مال خس باشد چو ہست آں بے ثبات — در گلویت مانعِ آبِ حیات
مال چونکہ فانی ہے، وہ تنکا ہے — تیرے گلے میں وہ آبِ حیات سے مانع ہے

گر بَرَد مالت عدوِّے پُر فنے — رہزنے را بُردہ باشد رہزنے
اگر کوئی چالاک دشمن تیرا مال لے جائے — ایک ڈاکو، دوسرے ڈاکو کا مال لے گیا

دزدیدنِ مارگیرے مارے را از مارگیرے دیگر
ایک سپیرے کا دوسرے سپیرے کے سانپ کو چُرانا

دُزدِ[۵۲] کے از مارگیرے مار بُرد — زابلہی آں را غنیمت می شمرد
ایک چور، ایک سپیرے کا سانپ لے گیا — بیوقوفی سے اُس کو (مال) غنیمت سمجھ رہا تھا

وارہید آں مارگیر از زخمِ مار — مار کُشت آں دزد را بس زار زار
وہ سپیرا، سانپ کے زخم سے بچ گیا — سانپ نے اُس چور کو بُری طرح مار ڈالا

مارگیرش دید بس بشناختش — گفت از جاں مارِ من پرداختش
سپیرے نے اُس کو دیکھا تو پہچان گیا — بولا، اُس کو میرے سانپ نے بے جان کیا ہے

در دُعا می خواستے جانم ازو — کش بیابم مار بستانم ازو
دعا میں میری جان اُس کو طلب کرتی تھی — کہ میں اُس کو پکڑ لوں، سانپ اُس سے لے لوں

شکرِ حق را کاں دُعا مردود[۵۳] شد — من زیاں پنداشتم آں سود شد
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ وہ دعا مردود ہو گئی — میں نے نقصان سمجھا تھا وہ نفع ہوئی

بس دُعا ہا کاں زیانست و ہلاک — از کرم می نشنود یزدانِ پاک
بہت سی دعائیں جو نقصان اور ہلاکت ہیں — اللہ پاک اُن کو کرم کی وجہ سے قبول نہیں کرتا ہے

مُصلح ست و مصلحت را داند او — کاں دعا را باز می گرداند او
وہ مُصلح ہے اور مصلحت کو جانتا ہے — کہ اُس دعا کو وہ لوٹا دیتا ہے

واں دُعا گوینده شاکی می شود — مے بَرد ظنِّ بد و آں بد بُود
دعا کرنے والا شاکی ہوتا ہے — بُرا گمان کرتا ہے اور یہ بدگمانی بُری ہوتی ہے

---

۵۱ فرزیں۔ شطرنج کے مُہروں میں بمنزلہ وزیر کے ہوتا ہے جو ٹیڑھی چال چل سکتا ہے اس کے گھر جانے سے مات دینا آسان ہو جاتا ہے۔ فرزیں بند ایسی چال کو کہا جاتا ہے جس میں فرزیں گھر جائے۔ خس۔ گھاس کا تنکا۔ قہر۔ محبت۔ جاہ۔ مرتبہ۔ بے ثبات۔ ناپائیدار۔ آبِ حیات۔ وہ پانی جس سے ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ پُر فن۔ مکار۔ رہزنے۔ مال بھی راہزن ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

۵۲ دزد۔ چور۔ مارگیر۔ سپیرا۔ وارہید۔ نجات پا گیا۔ زخمِ مار۔ سانپ کا ڈسنا۔ زار۔ بُری حالت۔ پرداخت۔ خالی کر دیا۔ در دُعا۔ یعنی سانپ کے مر جانے کی دُعا کرتا تھا۔ کش۔ کہ اش۔

۵۳ مردود۔ نامقبول۔ زیاں۔ نقصان۔ سُود۔ فائدہ۔ مُصلح۔ بہتری کرنے والا۔ باز گرداند۔ لوٹا دینا۔ شاکی۔ شکوہ کرنے والا۔ بدبُود۔ یعنی بدگمانی بُری ہوتی ہے۔

می ندانند کہ بلائے خویش خواست
وہ نہیں سمجھتا کہ اُس نے اپنی مصیبت کی دُعا کی ہے

وز کرم حق آں بدو[1] ناورد راست
اور خدا نے کرم کر کے اُس کو قبول نہیں کیا ہے

اِلتماس کردن ہمراہِ عیسٰی علیہ السّلام بزندہ کردنِ
حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے ساتھی کا اُن سے ہڈیوں کو زندہ
استخوانہا از عیسٰی علیہ السّلام
کر دینے کی درخواست کرنا

گشت با عیسیٰؑ یکے ابلہ رفیق
ایک بیوقوف حضرت عیسٰیؑ کا سفر کا ساتھی بنگیا

استخوانہا دید در گورے عمیق
اُس نے ایک گہری قبر میں ہڈیاں دیکھیں

گفت اے ہمراہ نامِ آں سنیؔ[2]
کہنے لگا کہ اے ساتھی! اُس بلند ذات کا نام تو

کہ بداں تو مُردہ زندہ می کنی
جس کے ذریعہ تم مُردے کو زندہ کرتے ہو

مر مرا آموز تا احساں کنم
مجھے سکھا دو، تاکہ میں اچھا کام کروں

استخوانہا را بداں با جاں کنم
اُس کے ذریعہ ہڈیوں کو جاندار بنا دوں

گفت خامش کُن کہ آں کارِ تو نیست
فرمایا چُپ رہ کہ وہ تیرا کام نہیں ہے

لائقِ اَنفاس و گفتارِ تو نیست
تیرے سانسوں اور گفتار کے لائق نہیں ہے

کاں نفس خواہد ز باراں پاک تر
وہ[3] نام ایسا سانس چاہتا ہے جو بارش سے زیادہ

وز فرشتہ در روش چالاک تر
اور رفتار میں فرشتہ سے زیادہ تیز ہو

عمرہا بایست تا دم پاک شد
عمریں چاہئیں تاکہ سانس پاک ہو

تا امینِ مخزنِ افلاک شد
اور آسمانوں کے خزانے کا امین بنے

خود گرفتی ایں عصا در دستِ راست
یہ لاٹھی تو نے داہنے ہاتھ میں پکڑلی ہے

دستِ ادستانِ موسیٰ از کجاست
ہاتھ میں موسیٰ کا عصا کہاں ہے؟

گفت گر من نیستم اسرار خواں
وہ بولا، اگر میں اسرار کے پڑھنے کے قابل نہیں ہوں

ہم تو بر خواں نام را بر استخواں
(تو) آپ ہی ہڈیوں پر نام پڑھ دیجئے

گفت عیسیٰؑ یارب ایں اسرار[4] چیست
حضرت عیسٰیؑ نے کہا اے خدا! یہ کیا راز ہے؟

میلِ ایں ابلہ دریں گفتار چیست
اس بیوقوف کا میلان اِس گفتگو کی طرف کیوں ہے؟

چوں غمِ خود نیست ایں بیمار را
اِس بیمار کو اپنا غم کیوں نہیں ہے؟

چوں غمِ جاں نیست ایں مُردار را
اِس مُردے کو (اپنی) جان کا غم کیوں نہیں ہے؟

[1] بدو۔ باؤ۔ ناورد۔ نیاورد۔ راست۔ بمقبول، لہٰذا راضی برضاءِ الٰہی رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول بھی نہ کرے تو۔ یہی سمجھنا چاہیئے کہ بھلائی اِسی میں تھی۔ التماس کردن۔ اِس حکایت کا منشا بھی یہی ہے کہ انسان ایک بات کی خواہش کرتا ہے لیکن اُس کی بھلائی اُس میں نہیں ہوتی ہے۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ گور۔ قبر۔ بعض نسخوں میں گوئے ہے جو گوبھے کے معنی میں ہے۔

[2] سنی۔ بلند۔ احسان۔ اچھا کام کرنا۔ باجان۔ جاندار۔ خامش کُن۔ چُپ ہو جا۔ اَنفاس۔ نفس کی جمع، سانس۔ عصا۔ لاٹھی۔ راست۔ دایاں۔ دستاں۔ افسوں، اعجاز۔

[3] اسرار۔ راز۔ نام۔ اسم اعظم۔ یوں۔ دوسرے کے لئے اسم اعظم کا خواں ہے۔

مُردۂ[1] خود را رہا کرد دست اُو — مُردۂ بیگانہ را جوید رَفُو

اُس نے اپنے مُردے کو چھوڑا ہے — غیر کے مُردے کی بھلائی چاہتا ہے

گفت حق اِدبار اگر ادبار جوست — خار روئیدن جزائے کشتِ اوست

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بدبخت ہے اگر بدبختی کا جویا ہے — اُس کی کھیتی کا نتیجہ کانٹوں کا اُگنا ہے

آنکہ تخمِ خار را کارد در جہاں — ہاں وہاں او را مجو در گلستاں

جس شخص نے دنیا میں کانٹے کا بیج بو یا — خبردار خبردار! اُس کو گلستاں میں تلاش کر

گر گلے گیرد بکف خارے شود — در سُوئے یارے رود مارے شود

اگر وہ ہاتھ میں پھول لے گا تو وہ کانٹا بنجائیگا — اگر دوست کی طرف جائیگا تو سانپ بنجائیگا

کیمیائے زہر مار ست آں شقی — بر خلافِ کیمیائے مُتّقی

وہ بدبخت سانپ کے زہر (کی طرح) کی کیمیا ہے — مُتّقی کی کیمیا کے برخلاف

ہیں مکُن بر قول و فعلش اعتمید[2] — کو ندارد میوۂ مانند بید

خبردار! اُس کے قول و فعل پر بھروسہ نہ کر — وہ (درخت) بید کی طرح پھل نہیں رکھتا ہے

اندرز کردن صوفی خادم را در تیمار داشت بہیمہ و لاحول گفتنِ آں خادم

صوفی کا خادم کو جانور کی خبرگیری کرنے کی نصیحت کرنا اور اُس خادم کا لاحول پڑھنا

صوفیئے می گشت در دورِ افق — تا بشبے در خانقاہے شد قنق

ایک صوفی دنیا کے اطراف میں گشت کرتا تھا — ایک رات ایک خانقاہ میں مہمان ہو گیا

یک بہیمہ داشت در آخُر بست — اُو بصدرِ صُفّہ با یاراں نشست

اُس کا ایک چوپایہ (سواری کا) تھا جس کو اصطبل میں باندھا — وہ دوستوں کے ساتھ چبوترے کے صدر مقام پر بیٹھ گیا

پس مُراقب گشت با یارانِ خویش — دفترے باشد حضورِ یار بیش

پھر اپنے دوستوں کے ساتھ مراقبہ کرنے لگا — یار کی صحبت بہت بڑا دفتر ہوتی ہے

دفترِ صوفی سوادِ[3] و حرف نیست — جُز دلِ اسپید ہمچوں برف نیست

صوفی کا دفتر سیاہی اور حرف نہیں ہے — برف کی طرح سفید دل کے سوا کچھ نہیں ہے

زادِ دانشمند آثارِ قلم — زادِ صوفی چیست انوارِ قِدم

عقلمند کا توشہ قلم کے نشانات ہیں — صوفی کا توشہ کیا ہے، اللہ (تعالیٰ) کے انوار

[1] مُردۂ خود یعنی اپنی مُردہ رُوح، مُردۂ سلانی الاصلاح۔ ادبار۔ بدبختی، مبالغۃً بدبخت کے معنی میں بولا گیا ہے۔ کشت۔ کھیتی، کاروبار۔ کاشتن یعنی بونا کا مضارع ہے۔ مارے شود۔ دوست کی صحبت ہلاکت کا سبب بنجائیگی کیمیا۔ وہ فن ہے جس کے ذریعہ چیزوں کی ماہیت بدلتے ہیں، تانبے کو سونا بنا دیتے ہیں۔ شقی یعنی شقی سانپ کے زہر کی طرح کی کیمیا ہے جو زندہ کو مردہ کر دیتا ہے۔ مُتّقی یعنی مُتّقی شخص بُری کی ماہیت تبدیل کر کے اُن کو بھلا بنا دیتا ہے۔

[2] اعتمید۔ اعتماد کا امر ہے، بھروسہ۔ بید۔ بے ثمر درخت ہے۔ اندرز۔ نصیحت۔ بہیمہ۔ ہر چوپایہ یعنی سواری کا جانور۔ دورِ افق۔ اطراف عالم۔ قنق۔ ترکی لفظ ہے بمعنی مہمان۔ آخُر۔ اصطبل۔ صدر۔ صدر مقام۔ صُفّہ چبوترہ۔ مراقب۔ مراقبہ کرنے والا یعنی اسم الفاعل سے توجہ بہ اکر خدا کی طرف مستوجہ ہونے والا۔ حضورِ یار۔ صحبتِ حق تعالیٰ۔ اکثر بیشتر۔

[3] سواد۔ سیاہی۔ اسپید۔ سفید۔ زاد۔ توشہ۔ آثارِ قلم۔ یعنی نوشتۂ قلم۔ انوارِ قدم۔ انوارِ الٰہی۔

436

ہمچو صیاد[1] سوئے اشکار شد
شکاری کی طرح جو شکار کے پیچھے لگا

گام آہو دید و بر آثار شد
ہرن کے قدم دیکھے اور نشانِ قدم پر چل پڑا

چند گاہش گامِ آہو درخورست
اس کو کچھ دیر ہرن کے قدموں کی ضرورت ہے

بعد ازاں خود نافِ آہو رہبرست
اس کے بعد خود ہرن کا ناف اس کا رہنما ہے

چونکہ شکرِ گام کرد و رہ برید
چونکہ اس نے نشانِ قدم کی قدر کی اور راستے کیا

لاجرم زاں گام در کامے رسید
لامحالہ اس قدم سے مقصد تک پہنچ گیا

رفتنِ یک منزلے بر بوئے ناف
ناف کی خوشبو پر ایک منزل چلنا

بہتر از صد منزلِ گام و طواف
چکر کی سو منزلوں سے بہتر ہے

آں[2] دلے کو مطلعِ مہتابہاست
وہ دل جو بہت سے سورجوں کا مشرق ہے

بہرِ عارف فتحت ابوابہاست
عارف کے لئے فتحت ابوابہا کا مصداق ہے

با تو دیوارست و با ایشاں درست
(وہ دل) تیرے لئے دیوار اور ان کیلئے دروازہ ہے

با تو سنگ و با عزیزاں گوہرست
تیرے لئے پتھر اور پیاروں کے لئے موتی ہے

انچہ تو در آئینہ بینی عیاں
تو جو کچھ آئینہ میں مشاہدہ کرتا ہے

پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
پیر اینٹ کے ٹکڑے میں اس سے پہلے دیکھ لیتا ہے

پیر ایشاں[3] ند کایں عالم نبود
وہ اس وقت سے پیر ہیں جبکہ یہ جہان نہ تھا

جانِ ایشاں بود در دریائے جود
ان کی روح میں دریائے حق میں تھیں

پیش ازیں تن عمرہا بگذاشتند
اس جسم سے پہلے انھوں نے عمریں گزاری ہیں

پیشتر از کشت بر برداشتند
انھوں نے کھیتی سے پہلے ہی پھل چن لئے ہیں

پیشتر از لقش جاں پذرفتہ اند
وہ جسم سے پہلے جان حاصل کر چکے ہیں

پیشتر از بحر دُرہا سُفتہ اند
دریا سے پہلے ہی وہ موتی پرو چکے ہیں

مشورت کردن خدائے تعالیٰ با فرشتگان در ایجادِ خلق

مخلوق کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے مشورہ کرنا

---

[1] صیاد = شکاری۔ اشکار۔ شکار۔ گام یعنی نشانِ قدم۔ آثار۔ اثر کی جمع ہے نشانِ قدم۔ چند گاہ۔ کچھ دیر۔ سالک ابتداءً تجلیاتِ افعال کا مشاہدہ کرتا ہے پھر فرطِ شوق میں مطلوبِ حقیقی کے منازلِ قرب طے کرنے لگتا ہے پھر جناب اللہ جذب و کشش ہوتی ہے تو منازل کی دشواریاں کم ہونے لگتی ہیں اور تجلی صفاتی اور تجلی ذاتی ہو جاتی ہے سلوک کا تعلق سالک کی ذاتی سعی اور کوشش سے ہے اور اس میں غلطی کا امکان ہے، جذب جناب اللہ سے ہے لہٰذا اس میں شیطانی ملاعنات ممکن نہیں ہے اسی وجہ سے مجذوب سالک سے مجذوب سالک بدرجہا افضل ہے۔ بوئے ناف۔ ناف ہرن کی خوشبو یعنی جناب اللہ جذب۔ بہتر۔ کسی بزرگ نے کہا ہے جَذْبَۃٌ مِّنْ جَذَبَاتِ الرَّبِّ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ اللہ کی جانب سے ایک کشش جن و انس کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔

[2] آں دلے۔ پہلے کہا حاضر کیلئے اس کا اول دفعہ ہے اب کہتے ہیں کہ اس دل کے اولیاء معارف کے دروازے کھلتے ہیں فتحت ابوابہا۔ قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ جنتیوں کے لئے جنت کے دروازے پہلے سے کھول دیئے جائیں گے۔ شعر میں ضرورت کی وجہ سے فتحت کی پہلی تا کو مشدد اور ابوابہا کی دوسری با کو ساکن پڑھنا ہے گا۔ با تو دا ص ہے کچھ نہیں

[3] پیر ایشاں۔ یعنی عالمِ ارواح میں وہ سب کچھ حاصل کرتی ہیں جو عوام کو عالمِ ناسوت میں آنے کے بعد حاصل ہوگا۔ کشت۔ عالمِ ناسوت کے اعمالِ صالحہ۔ تن پھل یعنی اجر۔ نقش۔ یعنی جسم عنصری۔ بحر۔ یعنی عالمِ ناسوت۔ دُر۔ یعنی اعمالِ صالحہ کے نتائج۔

مشورت می رفت[1] در ایجادِ خلق
مخلوق کے پیدا کرنے میں مشورہ ہو رہا تھا

جانِ شاں در بحرِ قدرت تا بحلق
اُن کی روح گلے تک قدرت کے سمندر میں ڈوبی ہوئی تھی

چوں ملائک مانع آں می شدند
جب فرشتے اس کے لئے مانع بنے

بر ملائک خفیہ خُنبک می زدند
انھوں نے فرشتوں پر چپکے سے تالی پیٹی

مُطّلع بر کُنہِ ہر چیزے ہست شد
وہ ہر اُس چیز سے باخبر تھے جو وجود میں آئی

پیش ازاں کیں نقش گِل پابست شد
اُس سے پہلے کہ یہ صورت مٹی کی پابند ہو

پیشتر ز افلاک کیواں دیدہ[2] اند
انھوں نے آسمانوں سے پہلے زحل کو دیکھا ہے

پیشتر ازدانہا ناں دیدہ اند
انھوں نے دانوں سے پہلے روٹی دیکھی ہے

بے دماغ و دل پُر از فکرت بُدند
وہ دماغ اور دل کے بغیر غور و فکر سے پُر تھے

بے سپاہ و جنگ بر نُصرت زدند
انھوں نے بغیر لشکر اور جنگ کے (شیطان پر) فتح حاصل

آں[3] عیاں نسبت بایشاں فکرت ست
وہ مشاہدہ اُن کے اعتبار سے (بمنزلہ) فکر کے ہے

ورنہ خود نسبت بدرواں رویت ست
ورنہ دور والوں کے اعتبار سے (وجود کے بعد مشاہدہ ہوگا)

فکرت از ماضی و مستقبل بود
فکر (کا تعلق) ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے

چوں ازیں دو رست[4] مُشکل حل شود
جبکہ اُن کا فکر اِس (ماضی و مستقبل) سے متعلق نہیں مشکل حل ہو گیا

دیدہ چوں بے کیف ہر با کیف را
چونکہ انھوں نے ہر با کیف کو بے کیف دیکھ لیا ہے

دیدہ پیش از کاں صحیح و زیف را
انھوں نے کان (کے وجود) سے پہلے ہی کھرے کھوٹے

پیشتر[5] از خلقتِ انگورہا
انگوروں کی پیداوار سے پہلے ہی

خوردہ میہا و نمودہ شوربا
انھوں نے شراب پی لی ہے اور مستیاں دکھائی ہیں

در تموزِ گرم می بینند فے
وہ ساون میں، مالکو کو دیکھتے ہیں

در شعاعِ شمس می بینند فے
وہ سورج کی شعاع میں، سایہ دیکھتے ہیں

در دلِ انگورے را دیدہ اند
انھوں نے انگور کے دل میں شراب کو دیکھا ہے

در فنائے محض شیئے را دیدہ اند
انھوں نے عدمِ محض میں وجود کو دیکھا ہے

رُوح از انگورے را دیدہ است
روح نے انگور کے اندر شراب کو دیکھا ہے

رُوح از معدوم شیئے را دیدہ است
رُوح نے معدوم سے موجود کو دیکھا ہے

---

[1] می رفت۔ می آمد۔ ایجاد۔ آفرینش۔ تا بحلق۔ یعنی غرق۔
مانع۔ فرشتوں نے ایجادِ انسان اور اُس کی خلافت کے خلاف مشورہ دیا تھا۔ خُنبک زدن۔ تالی بجانا۔ چونکہ اولیاء کی ارواح کو مصالح کا علم تھا لہٰذا فرشتوں کی رائے پر اظہارِ ناپسندیدگی بنسی اُڑانی۔ نقش۔ جسیم فضری کیواں۔ زحل ستارہ بلندی میں مشہور ہے۔

پیشتر۔ یعنی اعمال کے نتائج کا اُن کو علم تھا۔ بے دماغ۔ اُن کو ازل میں قوتِ علمیہ حاصل تھی۔ بے سپاہ۔ اُن کو ازل میں نصرت حاصل تھی۔

[3] آں عیاں۔ عالمِ ناسوت کی خلق سے قبل جو کچھ اُس کی چیزوں کا مشاہدہ اولیاء کو ہوا وہ اُن کے علوم میں بمنزلہ فکر کے ہے جس کے ذریعہ ادنیٰ درجہ کا علم حاصل ہوتا ہے۔ عوام کو یہی مشاہدہ اگر حاصل ہوگا تو بمنزلہ رویت کہلائے گا جس کے ذریعہ اعلیٰ درجہ کا علم حاصل ہوتا ہے اسلئے کہ عوام کے علوم میں اِس سے زیادہ اعلیٰ کوئی علم نہیں ہے۔ دوراں۔ وہ لوگ جو تجلّیِ حق سے دُور ہیں۔ فکرت۔ فکر کا تعلق ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے حل شود۔ چونکہ اولیاء کے سامنے سب حاضر ہے لہٰذا اُن کا فکر فکر نہیں ہے بلکہ مشاہدہ ہے۔

بے کیف۔ وہ حقائق جو ادراکی نہیں ہیں، ذاتِ باری۔ زیف۔ کھوٹا۔

[5] پیشتر۔ ممکنات کے وجود سے پہلے ہی وہ اُن کی کیفیات حاصل کر چکے تھے۔ تموز۔ مالکو، ساون کے بعد آتا ہے۔ شعاعِ سورج ڈھلے سایہ نمودار ہوتا ہے۔

آسماں در دورِ ایشاں جرعہ نوش[1]
آسمان ان کے دور (جام) میں شراب نوش ہے

آفتاب از جودِ شاں زربفت پوش
سورج ان کی سخاوت سے زربفت پوش ہے

چوں از ایشاں مجتمع بینی دو یار
جب تو ان میں سے دو یاروں کو اکٹھا دیکھے

ہم یکے باشند و ہم شش صد ہزار
وہ ایک ہوں گے اور چھ لاکھ (بھی)

بر مثالِ موجہا اعدادِ شاں
اُن کی شمار موجوں جیسی ہے

در عدد آوردہ باشد بادشاں
جن کو ہوا گنتی میں لے آئی ہے

مُفترق شد آفتابِ جانہا
روحوں کا سورج جدا جدا ہو گیا ہے

در درونِ روزنِ اَبدانہا
جسموں کے سوراخوں میں

چوں نظر در قرص[2] داری خود یکیست
جب تو سورج کی ٹکیہ کو دیکھے تو وہ ایک ہے

آنکہ شد محجوبِ اَبداں در شکیست
جو بدنوں کے حجاب میں ہے وہ شک میں ہے

تفرقہ در روحِ[3] حیوانی بود
تعدد، حیوانی روح میں ہوتا ہے

نفسِ واحد روحِ انسانی بود
انسانی روح ایک جان ہوتی ہے

روحِ انسانی کنفسِ واحدست
انسانی روح ایک نفس کی طرح ہے

روحِ حیوانی سفالِ جامدست
حیوانی روح جامد ٹھیکرا ہے

گفت حق رَشَّ عَلَیْھِمْ نُوْرَہٗ
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اُن پر اپنا نور چھڑک دیا ہے

مُفترق ہرگز نہ گردد نورِ اُو
اُس کا نور متعدد نہیں ہو سکتا ہے

عقلِ جزو[4] از رمزِ ایں آگاہ نیست
ناقص عقل اِس راز سے آشنا نہیں ہے

واقفِ ایں سِرّ بجز اللہ نیست
اِس راز سے اللہ کے علاوہ کوئی واقف نہیں ہے

عقل را اندر چنیں سودا چہ کار
اِس معاملے میں عقل کا کیا کام؟

کرّ[5] مادرزاد را سرنا چہ کار
پیدائشی بہرے کو شہنائی سے کیا واسطہ؟

یک زماں بگذار اے ہمرہ ملال
اے ساتھی تھوڑی دیر کیلئے ملال کو چھوڑ دے

تا بگویم وصفِ خالے زاں جمال
تاکہ میں تجھ سے اُس حسن کے ایک تل کی تعریف کروں

در بیاں ناید جمالِ حالِ اُو
اُس کی خوبی کا حسن بیان نہیں کیا جا سکتا

ہر دو عالم چیست عکسِ خالِ اُو
دونوں جہان کیا ہیں؟ اُس کے تل کا عکس

چونکہ من از خالِ خوبش دم زنم
جب میں اُس کے حسین تل کا بیان کرتا ہوں

نطق می خواہد کہ بشگافد تنم
گویائی چاہتی ہے کہ میرے جسم کو پھاڑ ڈالے

---

[1] جرعہ نوش۔ زربفت۔ ایک قسم کا ریشمین سنہرا کپڑا۔
چوں از ایشاں۔ روحِ اعظم میں سب کا شمار ایک ہے لہٰذا خواص اولیا حقیقت میں گنتی اور ایک ہیں۔ ہم شش صد ہزار۔ تشخص کے اعتبار سے اُن میں روحی ہے اور باطنی قوت کے اعتبار سے وہ دو تا ہم صد چھ لاکھ کے ہیں۔ بر مثالِ موج۔ موجوں کا تعدد ہوا کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت میں سب سمندر ہیں۔ مفترق سورج کا تعدد مختلف روزنوں کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت میں وہ ایک ہے۔

[2] روحِ حیوانی۔ اُس کا خاصہ زندگی اور شہوت ہے جو تفرقہ کا سبب ہے۔ روحِ انسانی۔ تعدد کے باوجود حقیقت میں متحد ہے۔ نورِ او۔ خدا کے نور میں تفرقہ ممکن نہیں ہے۔

[3] عقلِ جزو۔ ناقص عقل، عام انسانی عقل۔ رمز۔ اشارہ بھید کی بات۔ کرّ۔ بہرا۔ مادرزاد۔ پیدائشی۔ سرنا۔ شہنائی۔ خال۔ تل، مُراد روحِ اعظم ہے۔ بشگافد تنم۔ جوش کے اظہار کے لئے صرف زبان کافی نہیں ہوتی، بدن پھٹ پڑنا چاہتا ہے۔

چون کُنم لب را کشادن نیست راہ
میں کیا کروں لب کشائی کا موقع نہیں ہے

فکرتے کُن تا نماید رہ الٰہ
تدبیر کر تاکہ خدا رہنمائی کر دے

ہمچو موئے اندریں خرمن خوشم
اس ڈھیر میں میں چیونٹی کی طرح خوش ہوں

تا فزوں از خویش بارے میکشم
اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھا رہا ہوں

بستہ شدن تقریر معنی حکایت بسبب میل مستمع باستماع

حکایت کے معنی کی تقریر کا بند ہو جانا چونکہ سننے والے کا رجحان

صورت ظاہر حکایت و غیر آں

حکایت کے ظاہر کی طرف ہے وغیرہ

کے گذارد آنکہ رشک روشنی ست
(اسرار کی) وہ شخص ادا کرے جو (اسرار کی) روشنی پر رشک کرنے والا ہے

تا بگویم آنچہ فرض و گفتنی ست
کہ میں فرض اور کہنے کی بات کہوں

بحر کف پیش آرد و سدے کند
سمندر سامنے جھاگ لے آتا ہے اور بند پیش کر دیتا ہے

جزر کُند وز بعد جزر مدے کند
کمی کرتا ہے اور کمی کے بعد زیادتی کر دیتا ہے

این نہاں بشنو چہ مانع شد مگر
اب سن کہ مانع کیا پیش آیا، شاید

مستمع را رفت دل جائے دگر
سننے والے کا دل دوسری جگہ پہنچ گیا

خاطرش شد سوئے صوفی قُنق
اس کا دل مہمان صوفی کی طرف چلا گیا

اندراں سودا فرو شد تا عُنق
اس معاملہ میں وہ گردن تک ڈوب گیا

لازم آمد باز رفتن زیں مقال
اس گفتگو سے پلٹنا ضروری ہو گیا

سوئے آں افسانہ بہر وصف حال
اس افسانہ کی طرف، حال بیان کرنے کیلئے

صوفی صورت مپندار اے عزیز
اے عزیز! ظاہری صوفی نہ سمجھنا

ہمچو طفلاں تا کے از جوز و مویز
بچوں کی طرح اخروٹ اور منقی سے کب تک کھیلیں؟

جسم ما جوز و مویز ست اے پسر
اے بیٹا! ہمارا جسم اخروٹ اور منقی ہے

گر تو مردی زیں دو چیز اندر گذر
اگر تو مرد ہے تو ان دونوں چیزوں سے گزر جا

ور تو اندر نگذری اکرام حق
اگر تو خود نہ گذر سکے گا تو اللہ (تعالیٰ) کا کرم

بگذراند مر ترا از نہ طبق
تجھے نو آسمانوں سے گزار دے گا

بشنو اکنوں صورت افسانہ را
اب افسانہ کی صورت سن لے

لیک ہیں از کہ جدا کن دانہ را
لیکن خبردار! بھس سے مغز کو جدا کر لینا

لہ سور چیونٹی۔ خرمن۔ انبار۔ فزوں۔ زیادہ۔ بار۔ بوجھ۔ رشک روشنی۔ اللہ تعالیٰ جو اسرار کے افشاء سے روکتا ہے۔ بحر۔ سمندر۔ کف۔ جھاگ۔ سد۔ روک۔ جزر۔ کمی پڑنا۔ مد۔ پھیلنا۔ مستمع سننے والا۔

لہ خاطر۔ طبیعت، دل۔ قُنق۔ ترکی لفظ ہے مہمان۔ عُنق۔ گردن۔ مقال۔ بات چیت۔ صوفی صورت۔ ظاہری صوفی۔ جوز۔ اخروٹ۔ مویز۔ منقی۔ جسم۔ مادی جسم کی مشغولیت طفلانہ حرکت ہے

لہ ور تو۔ اگر انسان فانی کوشش سے روح کے منازل طے نہیں کر پاتا ہے تو خدا کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے۔ نہ طبق۔ نو آسمان یعنی ملاء اعلیٰ۔ دانہ را۔ یعنی قصہ کی روح کو سمجھ لے۔

۶۶۱

التزام کردنِ خادم تعہدِ بہیمہ را و تخلف نمودن

خادم کا چوپائے کی نگرانی اپنے ذمہ لینا اور وعدہ خلافی کرنا

حلقۂ آں صوفیانِ مُستفید[1]
استفادہ کرنے والے صوفیوں کا حلقہ

چونکہ در وجد و طرب آخر رسید
جب وجد اور طرب میں ختم ہوا

خواں بیاوردند بہرِ میہماں
وہ مہمان کے لئے خوان لائے

از بہیمہ یاد آوردآں زماں
تب اُس نے چوپائے کو یاد کیا

گفت خادم را کہ در آخُر برو
خادم سے کہا اصطبل میں جا

راست کُن بہرِ بہیمہ کاہ و جَو
چوپائے کے لئے گھاس اور جَو تیار کر

گفت لاحول ایں چہ افزوں گفتنست
اُس نے کہا لاحول یہ کیا زیادہ کہنے کی بات ہے

از قدیم ایں کارہا کارِ منست
یہ کام تو میرے ہمیشہ کے کام ہیں

گفت ترکُن آں جَو کہ پیش از نخست[2]
اُس نے کہا اُس کے جَو کو پہلے پھٹک لینا

کاں خرک پیر ست و دندانہا سَمَست
کیونکہ گدھا بوڑھا ہے اور اُسکے دانت کمزور ہیں

گفت لاحول ایں چہ می گوئی مہا
اُس نے کہا لاحول یہ جناب کیا فرماتے ہیں!

از من آموزند ایں ترتیب ہا
یہ باتیں لوگ مجھ سے سیکھتے ہیں

گفت پالانش فرو نہ پیش پیش
اُس نے کہا اُس کا فوراً پالان اُتار دے

دار وئے منبل بنہ بر پُشتِ ریش
زخمی کمر پر منبل دوا مل دینا

گفت لاحول آخر ایں حکمت گذار
اُس نے کہا لاحول اِس حکمت کو رہنے دے

جنسِ تو مہماں کم آمد صد ہزار
تجھ جیسے ہزاروں مہمان میرے یہاں آئے ہیں

جملہ راضی[3] رفتہ اند از پیشِ ما
ہمارے پاس سے سب خوشی گئے ہیں

ہست مہمان جانِ ما و خویشِ ما
مہمان تو ہمارا اپنا اور جان ہے

گفت آبش دہ ولیکن شیر گرم
اُس نے کہا اُس کو پانی پلا دے لیکن نیم گرم

گفت لاحول از تو ام بگرفت شرم
اُس نے کہا لاحول میں تو تجھ سے شرمندہ ہوا جاتا ہوں

گفت اندر جَو تو کمتر کاہ کُن
اُس نے کہا جَو میں گھاس کم ملانا

گفت لاحول ایں سخن کوتاہ کُن
اُس نے کہا لاحول، بات مختصر کر

گفت جایش ابرو از سنگ و شَبَک
اُس نے کہا اُس کا تھان کنکر اور لید سے صاف کرنا

در لبود تر ریز بر وے خاکِ خشک
اگر گیلا ہو خشک مٹی ڈال دینا

[1] مُستفید۔ فائدہ حاصل کرنے والا۔ وجد کیفیت وجدیہ جو صوفیا پر طاری ہوتی ہے۔ خوان۔ کھانے کی سینی۔ بہیمہ۔ چوپایہ، یعنی صوفی کا گدھا۔ آخُر۔ اصطبل، چراگاہ۔ کاہ۔ گھاس۔ افزوں گفتن۔ زیادہ کہنا۔

[2] نخست۔ ابتدا۔ خرک۔ معمولی گدھا۔ تہا۔ بزرگ، بڑا۔ پالاں۔ گدھے کا چارجامہ منبل۔ ایک دوا کا نام ہے جو زخموں پر لگائی جاتی ہے۔ ریش۔ زخم، زخمی۔ صد ہزار۔ لاکھ۔

[3] راضی۔ یہ جو نکتہ میں نے اپنی خصلت انجام دی ہیں۔ شیر گرم۔ نیم گرم۔ گرم۔ آپ کی غیر ضروری باتوں سے شرمندہ ہو رہا ہوں۔ پشک۔ سینگنی، لید۔

گفت لاحول اے پدر لاحول کُن
اُس نے کہا لاحول اے باوا لاحول پڑھ

بارسُولِ اہل کمتر کُن سخن
لائق قاصد سے بات کم کر

گفت بستاں شاخہ پُشت خر بخار
اُس نے کہا گھر پر لے گدھے کی کمر پر پھیر دے

گفت لاحول اے پدر شرمے بدار
اُس نے کہا لاحول اے باوا اشرم کر

گفت دُم افسار را کوتہ بہ بند
اُس نے کہا پھلاڑی چھوٹی کر کے باندھ

تا ز غلطیدن نیفتد او بہ بند
تاکہ لوٹنے میں اُس میں نہ پھنس جائے

گفت لاحول اے پدر چندیں مَنال
اُس نے کہا لاحول اے باوا! اِس قدر نہ رو

بہر خر چندیں مَرو اندر جُوال
گدھے کے لئے اِس قدر پریشان نہ ہو

گفت بر پشتش فگن جُل زود تر
اُس نے کہا کہ اُس کی کمر پر جلد جُول ڈال دے

زانکہ شب سرماست اے کانِ ہُنر
اے ہُنرمند! چونکہ سردی کی رات ہے

گفت لاحول اے پدر چندیں مگو
اُس نے کہا لاحول اے باوا! اِس قدر باتیں نہ کر

استخواں در شیر چوں نبوَد مجو
دودھ میں ہڈی نہیں ہوتی ہے تلاش نہ کر

من ز تو اُستاترم در فنِ خود
میں اپنے فن میں تجھ سے زیادہ اُستاد ہوں

میہماں آید مرا از نیک و بد
میرے پاس اچھے اور بُرے مہمان آتے رہتے ہیں

لائقِ ہر میہماں خدمت کُنم
میں مہمان کے مناسب خدمت کرتا ہوں

من ز خدمت چوں گل و چوں سوسنم
میں خدمت ہی کی وجہ سے پھول اور سوسن کی طرح ہوں

خادم ایں گفت و میان بست و شتافت
خادم نے یہ کہا اور کس کر کمر باندھی

گفت رفتم کاہ و جَو آرم نخست
بولا، جاتا ہوں پہلے گھاس اور جَو لاؤں

رفت و زآخُر نکرد او ہیچ یاد
وہ چلا گیا اور اصطبل کی کوئی بات یاد نہ رکھی

خواب خرگوشے بداں صوفی فتاد
اُس صوفی کو غفلت کی نیند آگئی

رفت خادم جانبِ اوباشِ چند
خادم چند آواروں کے پاس پہنچا

کرد بر اندر ز صوفی ریشخند
صوفی کی نصیحت کی مذاق اُڑائی

صوفی از رہ ماندہ بود و شد دراز
صوفی راستہ کا تھکا ہوا تھا، لیٹ گیا

خوابہا ں دید با چشمِ فراز
بند آنکھوں سے خوابیں دیکھ رہا تھا

کاں خرش در چنگ گرگے ماندہ بود
کہ وہ گدھا ایک بھیڑیئے کے پنجے میں ہے

پارہا از پشت و رانش می ربود
وہ اُس کی کمر اور ران کے ٹکڑے اُتار رہا ہے

لہ رسُولِ اہل۔ سمجھدار قاصد۔ شاخہ۔ یعنی گھر پر۔ دُم افسار۔ پچھاڑی۔ بغلطیدن۔ لوٹنا۔ مَنال۔ نہ رو۔ جوال۔ مصالب فیاث نے بمعنی بورا جس میں فقہ یا گھاس بھر کر گھوڑے گدھے پر لادا جاتا ہے نیز بمعنی جسم لکھا ہے۔ بعض شارحین نے درجوال آفتن کے معنی دھوکا کھانا اور پریشان ہونا لکھا ہے ہم نے اِسی اعتبار سے ترجمہ کر دیا ہے۔
سہ جُل۔ جُول۔ استخواں۔ دودھ میں ہڈی دھونا نافہموں کا کام ہے۔ اُستا۔ استاد۔ سوسن۔ آسمانی رنگ کا ایک خوشبودار پھول ہے۔ خواب خرگوش۔ کچھوے اور خرگوش کی دوڑ کی بازی کے مشہور قصہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی خوابِ غفلت۔
سہ اوباش۔ فارسی میں مفرد سمجھا جاتا ہے، کمینہ، آوارہ۔ ریشخند۔ مذاق، اڑی ہوئی۔ خند دراز۔ لمبے پیر کر کے سو گیا۔ بعض نسخوں میں شب دراز ہے یعنی شب دراز بود۔

گفت للعول ایں چہ مالیخولیاست[1]
بولا، لاحول، یہ کیا دیوانگی ہے؟

اے عجب آں خادمِ مشفق کجاست
ہائے تعجب! وہ مہربان نوکر کہاں ہے؟

باز میدید آں خرش در راہرو
پھر اُس نے دیکھا اُس کا وہ گدھا راستہ چلتے میں

گہ بچاہے می فتاد و گہ بہ گو
کبھی کنوئیں میں گرتا تھا کبھی گڑھے میں

گوناگوں می دید ناخوش واقعہ
قسم قسم کے ناخوشگوار واقعات دیکھتا تھا

فاتحہ می خواند با اَلْقَارِعَہ
سورۂ الحمد مع سورۂ القارعہ کے پڑھتا تھا

گفت چارہ چیست یاراں خستہ اند
اُس نے کہا تدبیر کیا ہو دوست تھکے ہوئے ہیں

رفتہ اند و جملہا در بستہ اند
سب چلے گئے ہیں اور دروازہ بند کر لیا ہے؟

باز می گفت اے عجب آں خادمک
پھر کہتا ہائے تعجب، وہ نالائق نوکر

نے کہ با ما گشت ہم نان و نمک
کیا ہمارا ہم پیالہ و ہم نوالہ نہیں بنا ہے

من نکردم باوے الّا لطف و لیں
میں نے تو اسکے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی برتی

اُو چرا با من کند برعکس کیں
وہ کیوں برعکس کینہ کرتا ہے؟

مر عداوت را سبب باید سند[2]
دشمنی کی بنا کے لئے کوئی سبب ہونا چاہیئے

ورنہ جنسیت و فا تلقیں کند
ورنہ ہم جنس ہونا، وفاداری سکھاتا ہے

باز می گفت آدمؑ با لطف و جود
پھر کہتا کہ ہر بانی اور کرم کرنیوالے آدمؑ نے

کے براں ابلیس جورے کردہ بود
کب اُس شیطان پر ظلم کیا تھا؟

آدمی مر مار و کژدم را چہ کرد
آدمی نے سانپ اور بچھو کے ساتھ کیا کیا ہے؟

کو ہمیخواہند اُو را مرگ و درد
کہ وہ اُس کی تکلیف اور موت کے خواہاں ہیں

گرگ را خود خاصیت بدریدست
بھیڑیئے کی اپنی خاصیت پھاڑ ڈالنا ہے

ایں حسد در خلق آخر روشنست
مخلوق میں یہ حسد کرنا کھلا ہوا ہے

باز میگفت این گمانِ بد خطاست
پھر کہتا یہ بدگمانی بُری ہے

برادر ایں چنیں ظنم چراست
بھائی کے بارے میں یہ میرا گمان کیوں ہے؟

باز گفتے حزم سوء الظن تست
پھر کہتا بدگمانی تیری بچنہ کاری ہے

ہر کہ بدظن نیست کے ماند درست
جو بدظن نہیں ہے وہ کب بچتا ہے؟

صوفی اندر وسوسہ و آں خر چناں
صوفی وسوسوں میں اور وہ گدھا اس حال میں

کہ چناں[3] باد اجزائے دشمناں
کہ دشمنوں کی یہ سزا ہو

[1] مالیخولیا: جنون کی ایک قسم ہے۔ گرگ گڑھا۔ گرگاں۔ قسم قسم۔ فاتحہ۔ سورۂ الحمد، القارعہ۔ یہ دونوں سورتیں مصیبت کے دفع کرنے کے لئے پڑھی جاتی ہیں۔ خستہ۔ تھکا ماندہ۔ خادمک۔ کاف تحقیر کا ہے۔ لُطف۔ مہربانی۔ لیں۔ نرمی۔ کین۔ کینہ وری، منند۔ ٹیک، بنیاد۔ جنسیت۔ ہم جنس ہونا۔ تلقین۔ پڑھانا، سکھانا۔

[2] باز می گفت۔ پہلے سوچا کہ بدی کرنے کا کوئی سبب ہوتا ہے، پھر خیال آیا کہ بُرائی کرنے والے بلاوجہ بھی بُرائی کرتے ہیں بقول ظلم کز دم۔ بچھو۔ شعر
نیش عقرب نہ از پئے کینست
مقتضائے طبیعتش اینست
خصہ اپنے ذاتی غصہ کی وجہ سے انسان دوسرے کے ساتھ بلاوجہ بُرائی کرتا ہے۔ برادر۔ یعنی خادم۔ سوء الظن۔ بدگمانی حزم۔ بچنہ کاری، احتیاط۔

[3] کہ چناں۔ گویا ایسی مصیبت میں مبتلا تھا کہ دشمن کو نصیب ہو۔

آں خرِ مسکیں میانِ خاک و سنگ — کژ شدہ پالاں دریدہ پالہنگ[1]
وہ بیچارہ گدھا بتھر اور مٹی میں — پالان ٹیڑھا اور باگ ڈور شکستہ

خستہ از رہ جملہ شب بے علف — گاہ در جاں کندن و گہ در تلف
راستہ کا تھکا ماندہ، تمام رات بغیر گھاس کے — کبھی جان کنی میں، اور کبھی ہلاکت میں

خر ہمہ شب ذکر می کرد اے اَلٰہ — جَو رہا کردم کم از یک مشت کاہ
گدھا تمام رات کہتا تھا، اے خدا! — میں نے جَو چھوڑے، ایک مٹھی گھاس ہی مل جاتی

با زبانِ حال می گفت اے شیوخ — رحمتے کُن سوختم زیں خامِ شوخ
زبان حال سے کہتا تھا، اے بزرگو! — رحم کرو میں اس ناتجربہ کار بے شرم کے ہاتھوں جل گیا

آنچہ آں خر دید از رنج و عذاب — مُرغِ خاکی بیند اندر سیلِ آب
جو رنج اور عذاب اس گدھے نے دیکھا — خشکی کا پرند پانی کے بہاؤ میں دیکھتا ہے

بس بہ پہلو گشت آں شب تا سحر — آں خرِ بیچارہ از جوعُ البقر[2]
رات سے صبح تک بہت پہلو بدلتا رہا — وہ بیچارہ گدھا، بھوک کی شدت سے

نالہ می کرد از فراقِ کاہ و جَو — مُستمند از اشتیاقِ کاہ و جَو
گھاس اور جَو کی جدائی میں روتا تھا — گھاس اور جَو کے شوق میں غمزدہ تھا

ہمچنیں در محنت و درد و سوز — نالہا می کرد آں شب تا بروز
درد و سوزش اور تکلیف میں اسی طرح — اُس رات (میں) دن تک روتا رہا

روز شد خادم بیامد با مداد[3] — زود پالاں چست بر پشتش نہاد
دن ہوا، خادم صبح کو آیا — بہت جلد اُس کی کمر پر پالان کس دیا

خر فروشانہ دو سہ زخمش بزد — کرد با خر آنچہ زاں سگ می سزد
گدھے بیچنے والوں کی طرح دو تین چوٹیں لگائیں — گدھے سے وہ کیا جو کتے کے لائق ہوتا ہے

خر جہندہ گشت از تیزیِ نیش — کو زباں تا خر بگوید حالِ خویش
چوٹ کی تیزی سے گدھا کودنے لگا — زبان کہاں تھی کہ گدھا اپنی حالت بتاتا؟

گمان بُردنِ کاروانیاں کہ بہیمۂ صوفی رنجور ست

قافلہ والوں کا گمان کرنا کہ صوفی کا گدھا بیمار ہے

چونکہ صوفی بر نشست و شد رواں — خر برُو افتادن آمد در زماں
جب صوفی بیٹھا، اور روانہ ہوا — اُس وقت گدھا منہ کے بل گرنے لگا

---

[1] پالہنگ۔ باگ ڈور۔
علف۔ گھاس، چارہ۔ جاں کندن۔ نزع، جان نکلنا۔ تلف۔ ہلاکت۔ جَو کرا۔ یعنی گدھا دعا کرتا تھا کہ جَو نہ سہی ایک مٹھی گھاس ہی مل جائے۔
خام۔ یعنی ناتجربہ کار مالک جس نے خادم پر بھروسہ کر لیا تھا۔
شوخ شریر۔ مرغِ خاکی۔ خشکی کا پرندہ۔ سیل۔ بہاؤ۔

[2] جوعُ البقر۔ بیل کی سی بھوک، ایک مرض ہے جب انسان اس میں مبتلا ہو جاتا ہے ہر وقت کھاتا ہے کسی وقت بھوک بند نہیں ہوتی۔
مستمند۔ رنجیدہ۔

[3] بامداد۔ صبح۔ زخم۔ چوٹ۔ بزد۔ تاکہ وہ تیز چلنے لگے۔
آنچہ۔ یعنی مارنا، ڈانٹنا۔
جہندہ۔ کودنے والا۔ نیش۔ یعنی ڈنڈے کی چوٹ۔ بہیمہ۔ یعنی گدھا۔ رنجور۔ بیمار۔
برُو افتادن۔ منہ کے بل گرنا۔

665

ہر زمانش خلق[1] می برداشتند
ہر موقع پر لوگ اُس کو اُٹھا دیتے

جملہ رنجورش ہمی پنداشتند
سب ہی نے اُس کو بیمار سمجھا

آن یکے گوشش ہمی پیچید سخت
کوئی اُس کا کان، سخت مروڑتا

واں دگر در زیر گامش جست لخت[2]
کوئی دوسرا اُس کے قدم کے نیچے کنکر تلاش کرتا

واں دگر در چشم اُو می دید رنگ
کوئی اُس کی آنکھ کی رنگت دیکھتا

باز می گفتند اے شیخ این چیست
پھر کہتے اے شیخ! اس کو کیا ہوا ہے؟

دی ہمی گفتی کہ شکر این خر قویست
کل تو کہتا تھا کہ (خدا کا) شکر ہے یہ گدھا مضبوط ہے

گفت آن خر کو بشب لاحول خود
اُس نے کہا وہ گدھا جس نے رات کو لاحول کھائی ہو

جز بدیں شیوہ نداند راہ بُرد
اس طریقہ کے علاوہ راستہ طے نہیں کر سکتا ہو

چونکہ قوت خر ز شب لاحول بود
چونکہ رات کو گدھے کی خوراک لاحول تھی

شب مسبح بود و روز اندر سجود
رات کو تسبیح خواں تھا اور دن میں سجدہ میں ہے

چوں ندارد کس غم تو ممتحن[3]
اے مبتلا! جب کسی کو تیری فکر نہ ہو

خویش کار خویش باید ساختن
اپنا کام خود کر لینا چاہیے

آدمی خوار ند اغلب مردماں
اکثر لوگ مردم خور ہیں

از سلام علیک شاں کم جو اماں
اُن کی سلام علیک سے مطمئن نہ ہو

خانۂ دیوست دلہائے ہمہ
سب کے دل شیطان کا مسکن ہیں

کم پذیر از دیو مردم دمدمہ
انسانی شیطان سے فریب نہ کھا

از دم دیو آنکہ اُو لاحول خورد
جو شیطان کے افسوں سے دھوکا کھا گیا

ہمچو آں خر در سر آید در نبرد
معرکہ میں وہ گدھے کی طرح سر کے بل گرے گا

ہر کہ در دنیا خورد تلبیس[4] دیو
جو دنیا میں شیطان کا دھوکا کھاتا ہے

وز عدوّے دوست رو تعظیم و ریو
اور دوست نما دشمن سے تعظیم اور چاپلوسی و فریب کھاتا ہو

در رہ اسلام بر پولِ صراط
اسلامی طریقہ کے مطابق پل صراط پر

در سر آید ہمچو آں خر از خباط
حماقت کی وجہ سے اُس گدھے کی طرح سر کے بل گرے گا

عشوہائے یارِ بد نیوش ہیں
خبردار! شریر دوست کے نخرے نہ سہ

دام ہیں ایمن مرو تو بر زمیں
جال کو دیکھ کر زمین پر بے پروا ہو کر نہ چل

---

[1] خلق: لوگ۔ پنداشتند۔ اُس کے گرنے سے اُس کو بیمار سمجھنے لگے۔ گام۔ قدم۔
[2] لخت: یعنی کوئی سخت ٹکڑا۔ در چشم اُو: جانور کی آنکھوں کے رنگ سے بیماری کی شناخت کی جاتی ہے۔ زبیت۔ گرنے کا کیا سبب ہے۔ دی۔ کل۔ گذشتہ۔ کور کراو۔ لاحول خورد۔ یعنی اُس گدھے نے چارے کے بجائے خادم کی لاحول کھائی ہے۔ شیوہ طریقہ۔ راہ بردن۔ چلنا۔ تسبیح۔ تسبیح پڑھنے والا۔ سجود۔ منہ کے بل گرنے کو سجدہ سے تعبیر کیا ہے۔
[3] ممتحن: مبتلائے آزمائش۔ آدمی خوار۔ مردم خور۔ اغلب۔ اکثر۔ کم۔ نفی کے معنی میں ہے۔
[4] دیو: شیطان۔ دیو مردم: شیطان سیرت انسان۔ دمدمہ: فریب۔ لاحول خوردن۔ دھوکے میں آجانا۔ در سر آمدن۔ سر کے بل گرنا۔
[5] تلبیس: فریب۔ ریو۔ مکر۔ پول۔ پُل۔ خباط: دیوانگی، بیوقوفی۔ عشوہ: ناز و انداز۔ فریب۔ بدنیوش۔ بدمن۔ دام: جال۔ ایمن: مطمئن۔

صد ہزار ابلیس لاحول[1] آر بیں
لاحول پڑھنے والے لاکھوں شیطانوں کو دیکھ لیگا

آدمؑ ابلیس را در مار بیں
اے آدمؑ! شیطان کو سانپ میں دیکھ

دم دہد گوید ترا اے جانِ دوست
دھوکا دے گا تجھے اے جانِ دوست کہے گا

تا چو قصابے کشد از گوشت پوست
تاکہ قصاب کی طرح گوشت سے کھال کھینچ لے

دم دہد تا پوستت بیروں کشد
وہ فریب دے گا تاکہ تیری کھال کھینچ لے

وائے آں کز دشمناں افیوں خرید
اُس پر افسوس ہے جو دشمنوں سے افیون کھائے

سر نہد بر پائے تو قصاب وار
قصائی کی طرح تیرے پیر پر سر رکھتا ہے

دم دہد تا ریزدت خوں زار زار
فریب دیتا ہے تاکہ خوب تجھ سے تیرا خون بہادے

ہمچو شیراں صیدِ خود را خویش کن
شیر کی طرح اپنے لئے خود شکار کر

ترکِ عشوہ اجنبی و خویش کن
اپنے اور غیر کے مکر سے بچ

ہمچو خادم داں مراعاتِ خساں
کمینوں کی رعایت خادم جیسی سمجھ

بیکسی بہتر ز عشوہ ناکساں
نالائقوں کی ناز برداری کرنے سے بیکسی بہتر ہے

در زمینِ مردماں خانہ مکن
دوسروں کی زمین میں گھر نہ بنا

کارِ خود کن[2] کارِ بیگانہ مکن
اپنے کام میں لگ جا بیگانے کے کام کو چھوڑ

کیست بیگانہ تنِ خاکیِ تو
بیگانہ کون ہے تیرا خاکی جسم ہے

کز برائے اوست غمناکیِ تو
جس کے لئے تو فکرمند ہے

تا تو تن را رجب و شیریں می دہی
جب تک تو جسم کو ترا اور میٹھے (لقمے) دیتا ہے

جوہرِ جاں را نہ بینی فرّہی
روح کے جوہر میں تو مٹاپا نہ پائے گا

گر میانِ مشک تن را جا شود
اگر جسم کی جگہ مشک میں (بھی) ہو گی

روزِ مُردن گندِ او پیدا شود
موت کے دن اُس میں بدبو پیدا ہو جائیگی

مشک[3] را بر تن مزن بر دل بمال
مشک کو جسم پر نہ مل، دل پر مل

مشک[3] چہ بود نامِ پاکِ ذوالجلال
مشک کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہے

آں منافق مشک بر تن می نہد
منافق جسم پر مشک ملتا ہے

روح را در قعرِ گلخن می نہد
روح کو بھٹی میں جھونکتا ہے

بر زباں نامِ حق و در جانِ او
زبان پر اللہ (تعالیٰ) کا نام اور اُسکی روح میں

گندہا از کفر و بے ایمانِ او
بے ایمان کفر کی گندگیاں ہیں

---

[1] لاحول آر۔ یعنی لاحول پڑھنے والے۔ آدما۔ اے آدم ابلیس دسار۔ مشہور ہے کہ جنت میں حضرت آدمؑ کو دھوکا دینے کیلئے شیطان سانپ کے پیٹ میں چھپ کر گیا تھا۔ جانِ دوست۔ دھوکا دینے کے لئے جانِ من کہتا ہے اور محبت کا اظہار کرتا ہے۔ دم دہد۔ دھوکا دیتا ہے۔ افیون۔ چشمیدن۔ کسی کی باتوں سے دھوکا کھا جانا۔ زار زار۔ بُری طرح۔ عشوہ۔ ناز و انداز۔ خادم۔ یعنی خانقاہ والا خادم۔ خساں۔ کمینے لوگ۔ ناکس۔ نالائق۔

[2] کارِ خود۔ تجھ کو زیبا کیا بڑی اپنی چیز تو۔ کیست۔ لوگ بیگانہ صرف غیر آدمی کو سمجھتے ہیں لیکن جسم خاکی بھی بیگانہ ہے جو ساتھ نہ دیگا۔ تا تو تن۔ تن پروری بھی بیگانے کے کام میں لگنا ہے۔ جوہر جاں۔ تن پروری سے روح کمزور ہوتی ہے۔ گر میان۔ مل سنر جانے والی چیز کی نگہداشت زیادہ مناسب نہیں ہے۔

[3] مشک۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روح معطر ہوتی ہے۔ قعر۔ گہرائی۔ گلخن۔ بھٹی دوزخ۔ بر زباں۔ منافق بظاہر خدا کا نام لیتا ہے لیکن اُس کے دل میں گندگی ہے۔

ذکرِ[1] او ہمچو سبزہ گلخن ست
اُس کا ذکر (و فکر) کوڑی کے سبزہ کی طرح ہے

بر سرِ مبرز گلست و سوسن ست
پاخانہ پر پھول اور سوسن ہے

آں نباتِ آنجا یقین عاریت ست
وہ سبزہ اُس جگہ پر یقیناً عارضی ہے

جائے آں گل مجلس ست و عشرت ست
اُس پھول کی جگہ مجلس اور مقام (عشرت) ہے

طیبات آمد برائے طیبین
اچھی چیزیں اچھوں کے لئے ہیں

خبیثات الخبیثین ست ہیں
ہاں، بُرائیاں بُروں کے لئے ہیں

کیں مدار آنہا کہ از کیں مگر ہند
کینہ وری نہ کرو وہ لوگ جو کینہ کی وجہ سے گراہ ہیں

گورِ شاں پہلوئے کیں داراں نہند
اُن کی قبر کینہ وروں کے پہلو میں بنائینگے

اصلِ کینہ دوزخ ست[2] و کین تو
کینہ کی اصل دوزخ ہے اور تیرا کینہ

جزوِ آں کلست و خصمِ دین تو
اُس کُل کا جُز ہے اور تیرے دین کا دشمن ہے

چوں تو جزوِ دوزخی پس ہوش دار
جونکہ تو دوزخ کا جُز ہے، لہٰذا سمجھ لے

جزو سوئے کلِ خود گیرد قرار
جُز اپنے کُل کی جانب ہی قرار پکڑتا ہے

ور تو جزوِ جنتی[3] اے نامدار
اے نامور! اگر تو جنت کا جُز ہے

عیشِ تو باشد ز جنت پائدار
تیری زندگی جنت کی وجہ سے پائیدار ہوگی

تلخ با تلخاں یقیں ملحق شود
یقیناً کڑوا، کڑوؤں کے ساتھ مل جاتا ہے

کے دمِ باطل قرینِ حق شود
باطل بات (حق بات) کیساتھ کب مل سکتی ہے؟

اے[4] برادر تو ہمیں اندیشہ
اے بھائی! تو فقط غور (و فکر) یہ ہے

ما بقی تو استخوان و ریشہ
باقی تو ہڈیاں اور رگیں ہیں

گر گلست اندیشۂ تو گلشنی
اگر تیرا فکر پھول ہے تو تو گلزار ہے

ور بود خارے تو ہیمہ گلخنی
اور اگر کانٹا ہے تو تو بھٹی کا ایندھن ہے

گر گلابی بر سرِ جیبت نہند
اگر تو گلاب ہے تو سر اور گریبان پر ملینگے

ور تو چوں بولی برونت افگنند
اگر تو پیشاب ہے تو تجھے باہر پھینک دینگے

طبلہا در پیشِ عطاراں بہیں
عطار کے سامنے ڈبیوں کو دیکھ

جنس را با جنسِ خود کردہ قریں
جنس کو جنس کے ساتھ ملا رکھا ہے

جنسہا با جنسہا آمیختہ
ہم جنسوں کو ہم جنسوں میں ملائے ہوئے ہے

زیں تجانس زینتے انگیختہ
اِس جنسی مناسبت سے رونق بڑھائی ہے

---

[1] ذکر۔ ذکرِ خداوندی کا مقام منافق نہیں ہے۔ گلخن۔ یعنی کوڑی۔ مبرز۔ بیت الخلاء۔ سوسن۔ مشہور خوشبودار پھول ہے۔ نبات۔ اُگنے والی چیز۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز۔ عشرت۔ عیش و راحت۔ کیں مدار۔ کینہ وری نہ کرو۔ یہ پاکیزہ بننے کی ترکیب ہے۔

[2] دوزخ۔ شعر
کینہ دل کا اک بڑا آزار ہے
کینہ کیا ہے اک عذابِ النار ہے
خصم۔ دشمن، حدیث شریف میں ہے کینہ در جنت میں نہ جائیگا جُز و دوزخی جبکہ کینہ کی اصل دوزخ ہے تو کینہ دوزخ کا جزو ہے۔

[3] اے برادر۔ جنتی اور دوزخی ہونے کا مدار خیالات اور اعتقادات پر ہے اور یہی انسان کی خصوصیت ہے ورنہ گوشت و پوست تو دیگر حیوانات میں بھی ہے۔ گل۔ اعمالِ صالحہ۔ خار۔ یعنی بُرے اعمال۔ گلابی۔ نیک کاموں کی وجہ سے اگر تو بمنزلہ گلاب کے ہے۔ بول پیشاب۔ طبلہ۔ ڈبیہ۔ عطار عطر فروش۔ قرین۔ ساتھی۔ تجانس۔ دو چیزوں کا ہم جنس ہونا۔

تو رہائی جو ز ناجنساں بجُد[1]
تو کوشش کر کے ناجنسوں سے رہائی حاصل کر لے

صُحبتِ ناجنس گورست و لحد
ناجنس کی صحبت قبر اور لحد ہے

گر در آمیزند عُود و شکرش
اگر اس کی شکر اور عود گڈمڈ ہو جائیں

برگزیند یک بیک از دیگرش
ایک کو دوسرے سے پہچان لے گا

طبلہا بشکست و جانہا ریختند
ڈھیلیں ٹوٹیں اور روحیں بہہ پڑیں

نیک و بد در ہمدگر آمیختند
اچھی اور بُری آپس میں مل گئیں

حق فرستاد انبیاء را با ورق
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو کتابیں دیکر بھیجا

تا گزیدی ایں دانہا را بر طبق
یہاں تک کہ ان دانوں کو (مختلف) طبق پر چُن دیا

حق فرستاد انبیاء را بہر دیں
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو اسلئے بھیجا ہے

تا جُدا گردد ز ایشاں کفر و دیں
تاکہ اُن کی وجہ سے کفر اور دین جدا ہو جائے

مُومن و کافر، مسلمان و جہود
مُومن اور کافر، مسلمان اور یہودی

پیش از ایشاں جملہ یکساں می نمود
اُن سے پہلے سب یکساں نظر آتے تھے

پیش از ایشاں ما ہمہ یکساں بُدیم
اُن سے پہلے ہم سب یکساں تھے

کس ندانستہ کہ ما نیک و بدیم
کوئی نہیں جانتا تھا کہ ہم نیک ہیں یا بُرے

قُلب[2] و نیکو در رہاں بودے رواں
کھوٹا اور کھرا دنیا میں چالو تھا

چونکہ در رہاں شب بود و ما چوں شبروان
چونکہ دنیا رات تھی اور ہم رات کے مسافروں کیطرح تھے

تا بر آمد آفتاب انبیاء
یہاں تک کہ نبیوں کا آفتاب طلوع ہوا

گفت اے غش دور شو صافی بیا
اُس نے کہا اے کھوٹ تو دور ہو اور اے خالص تو آ

چشم داند لعل را و سنگ را
آنکھ لعل اور پتھر کو جانتی ہے

چشم داند فرق کردن رنگ را
آنکھ رنگ میں فرق کرنا جانتی ہے

چشم داند گوہر و خاشاک را
آنکھ موتی اور تنکے کو جانتی ہے

چشم رازاں می خلد خاشاکہا
اسی لئے آنکھ میں تنکا کھٹکتا ہے

دشمن روزند ایں قلابگاں[3]
یہ کھوٹے سکے ڈھالنے والے دن کے دشمن ہیں

عاشق روزند آں زرہا کاں
کان کے سونے دن کے عاشق ہیں

زانکہ روز ست آئینہ تعریف را
اس لئے کہ دن پہچاننے کا آئینہ ہے

تا بہ بیند اشرفی تشریف را
تاکہ اشرفی بلند رتبے کو دیکھ لے

---

[1] جدّ۔ کوشش۔ مُجبت ناجنس۔ شعر
پارسا را بس ایں قدر زندان کہ بود ہم طویلۂ رندان
عُود۔ اگر۔ طبلہا۔ یعنی عالم ارواح میں نیک بد روحیں جدا گانہ تھیں عالم ناسوت میں نیک و بد مل جُل گئے۔ الدق۔ یعنی آسمانی صحیفے۔ طبق۔ بعض شارحین نے بمعنی مطابقت لکھا ہے، بعض نے طباق کے معنی میں لیا ہے۔ ایشاں۔ انبیاء، مُومن۔ یہ تقسیم انبیاء کی بعثت کے بعد ہوئی ہیں۔

[2] قلب۔ کھوٹا سکہ۔ رواں۔ رائج۔ شب روان۔ رات کے مسافروں میں باہمی امتیاز نہیں ہوتا ہے۔ غش۔ کھوٹ۔ صافی۔ خالص۔ چشم داند انبیاء بمنزلہ آنکھ کے ہیں جو اچھے بُرے کو پہچان لیتے ہیں۔ تی خلد تا نکہ کو تنکا اسی لئے ستاتا ہے کہ وہ اسکی قدر گھٹا دیتی ہے۔

[3] قلابگاں۔ کھوٹا سکہ بنانے والے، یہ لوگ اندھیرے سے اپنا کام چلاتے ہیں۔ زر ہائے۔ چونکہ وہ خالص ہے اور دن میں اُس کی قدر بڑھتی ہے۔ اشرفی۔ زیادہ شریف، بعض نسخوں میں اشرفی ہے جو کہ ایک سونے کا سکہ ہے تشریف۔ اعلیٰ منزلت۔ بلند مرتبہ۔

حق قیامت[1] را لقب زاں روز کرد — روز بنماید جمالِ سُرخ و زرد

اللہ (تعالیٰ) نے قیامت کا لقب اسیوجہ سے دن بنایا ہے کہ دن سُرخ اور زرد کا حُسن دکھا دیتا ہے

پس حقیقت روز بہرِ اولیاست — روز پیشِ مہرِ شاں چوں سایہاست

پس (اس) (روزِ قیامت) کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے — اُنکے چاند کے مقابلہ میں دن سایوں کی طرح ہے

عکسِ رازِ مردِ[2] حق دانید روز — عکسِ ستاریش شامِ چشم دوز

دن کو مردِ حق کے باطن کا عکس سمجھو — آنکھ کو بند کر دینے والی شام اُسکی ستاری کا عکس ہے

زاں سبب فرمود یزداں والضحیٰ — والضحیٰ نورِ ضمیرِ مصطفیٰ

اسی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) نے (قسم ہے ضحیٰ کی) فرمایا ہے — اور ضحیٰ مصطفیٰؐ کے دل کا نور ہے

قولِ دیگر کایں ضحیٰ را خواست دوست — ہم برائے آنکہ ایں ہم عکسِ اوست

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ چاشت کا وقت دوست (خدا) کو — وہ بھی اسلیئے کہ یہ چاشت کا وقت اُنکے (دل کے نور کا) عکس ہے

ورنہ بر فانی قسم گفتن خطاست — خود فنا چہ لائقِ گفتِ خداست

ورنہ فانی چیز پر قسم کھانے کو کہنا غلطی ہے — کیا فنا (کا ذکر) اللہ تعالیٰ کے قول کے مناسب ہے؟

از خلیلے لا اُحِبُّ الْآفِلِیْنَ — پس فنا چوں خواست رب العالمین

خلیل (اللہ) نے فرمایا میں غروب کر جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا — تو فانی کو رب العالمین نے کیسے پسند فرما لیا؟

لَا اُحِبُّ الْآفِلِیں گفت آں خلیل — کے فنا خواہد ازیں ربِّ جلیل

میں غروب کر جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا خلیل نے فرمایا — ربِّ جلیل فنا کو کب پسند کرے گا!

باز وَاللَّیل ست ستاریِ اُو — واں تنِ خاکی زنگاریِ اُو

پھر "واللیل" آنحضورؐ کی ستاری ہے — اور آپ کا زنگاری، خاکی جسم ہے

آفتابش[3] چوں برآمد زاں فلک — باشب تن گفت ہیں ماوَدَّعَک

اُن (آنحضورؐ) کا آفتاب (اللہ تعالیٰ) جب فلک — جسم کی رات کو فرمایا خبردار اُسنے تمہیں چھوڑا نہیں ہے

وصل پیدا گشت از عینِ بلا — زاں حلاوت شد عبارت ماقلیٰ

خود ابتلاء سے وصل پیدا ہو گیا — اُس نے کینہ وری نہیں کی کی تعبیر شیرینی ہوئی

---

[1] قیامت۔ قرآن میں قیامت کو دن بنایا گیا ہے حقیقت۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ظاہر کو حقیقت اور مظاہر کو صورت کہا جاتا ہے، تمام کائنات اسماءِ الٰہی کا مظہر ہے اور اسماءِ الٰہی ظاہر حقیقت ہیں اور تمام کائنات میں انسان مظہرِ اتم ہے قیامت کے دن کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے چونکہ وہ اسم مُقسط کا مظہر ہے تو کھوٹے کھرے کو جدا کرنے کا مظہر قیامت کا دن ہے اور اُس کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے۔

[2] مردِ حق۔ اولیاء کے قلوب میں کھرے کھوٹے کو جدا کر دینے کی صلاحیت ہے اور پردہ پوشی کی بھی، لہٰذا دن اور رات اُن کے قلوب کا عکس ہیں۔ والضحیٰ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک کا نور مراد ہے جس کی قسم خدا نے کھائی ہے۔ اگر دیگر مفسرین کے قول کے مطابق ضحیٰ کے معنی چاشت کے وقت کے لئے جائیں تب بھی اُس کی قسم اسی بنیاد پر ہے کہ وہ نورِ مصطفوی کا مظہر ہے ورنہ محض چاشت کا وقت ایک فانی چیز ہے جو خدا کی قسم کی لائق نہیں ہے والّیل خدا نے جو رات کی قسم کھائی ہے اس سے آنحضورؐ کی ستاری اور جسدِ عنصری مراد ہے جس میں نور پنہاں ہے۔

[3] آفتاب۔ ذاتِ خداوندی

اش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ فلک۔ یعنی آسمانِ الوہیت۔ شبِ تن۔ رات کی طرح جسم بھی نور کے لئے ساتر ہے۔ ماودّعک۔ اس خدا نے تجھے چھوڑا نہیں ہے۔ عینِ بلا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہود نے روح کی حقیقت کا سوال کیا آنحضورؐ نے بتانے کا وعدہ کیا لیکن انشاءاللہ کہنا بھول گئے۔ اس پر بطور تنبیہ کچھ دن کیلئے وحی منقطع ہو گئی اور پھر سورۂ والضحیٰ نازل ہوئی جسمیں فرمایا گیا خدا نے تمہیں چھوڑا نہیں ہے یعنی تمہیں وصل حاصل ہے لہٰذا تمہیں ابتلاء سے وصل کی بشارت دی۔

450

ہر عبارت[1] خود نشانِ حالتیست
ہر عبارت ایک حالت کی علامت ہے

حال چوں دست و عبارت آلتیست
حال بمنزلہ ہاتھ کے اور عبارت بمنزلہ آلہ کے ہے

آلتِ زرگر بدستِ کفش گر
سنار کا اوزار موچی کے ہاتھ میں

ہمچو دانہ کشت کردہ ریگ در
ایسا ہی ہے جیسے ریت میں بویا ہوا دانہ

واکتِ اسکاف پیشِ بزرگر
درجی کا اوزار کاشتکار کے سامنے

پیشِ سگ گہ استخواں در پیشِ خر
کتے کے سامنے گھاس اور گدھے کے سامنے ہڈی ڈالنا ہے

بود اَنَا الحق در لبِ منصورِ نور
"میں خدا ہوں" فرعون کے لب پر جھوٹ تھا

بود اَنَا اللہ در لبِ فرعونِ زور
اَنَا الحق منصور کے لب پر نور تھا

شد عصا[2] اندر کفِ موسیٰ گوا
لاٹھی موسیٰؑ کے ہاتھ میں گواہ بنی

شد عصا اندر کفِ ساحر ہبا
جادوگر کے ہاتھ میں لاٹھی بیکار ہوئی

زیں سبب عیسیٰؑ بداں ہمراہِ خود
اسی وجہ سے (حضرت) عیسیٰؑ نے اپنے ساتھی کو

در نیامو زید آں اسمِ اَحد
اللہ کا نام (اسم اعظم) نہ سکھایا

کو نداند نقص بر آلت نہد
کیونکہ وہ (اپنا) نقص سمجھے گا آلہ پر (الزام) دھرے گا

گر نہ داند سنگ در گل زن تو آتش کے جہد
تو چقماق کو مٹی پر مار کر آگ شعلہ کب دے گا؟

دست و آلت ہمچو سنگ و آہن ست
ہاتھ اور آلہ، چقماق اور لوہے کی طرح ہے

جفت باید جفت شرطِ زادن ست
جوڑا چاہیئے جننے کے لئے جوڑا ہونا شرط ہے

آنکہ[3] بے جفت ست و بے آلت یکیست
جو (ذات خدا) بے جوڑے کے اور بے آلے کے ہے وہ ایک ہے

در عددِ شک ست و آں یک بے شکیست
(اسکے) چند ہونے میں شک ہے اور اسکا ایک ہونا بے شک ہے

آنکہ[4] دو گفت و سہ گفت و بیش ازیں
جنھوں نے (اسکو) دو کہا اور تین کہا اور اس سے بیشتر کہا،

متفق باشند در واحد یقیں
یقیناً وہ ایک (کے وجود) میں متفق ہیں

اَحولی چوں دفع شد یکساں شوند
بھینگا پن جب جاتا رہا، یکساں ہو جائیں گے

آں دو سہ گویاں یکے گویاں شوند
دو تین کہنے والے ایک کہنے والے ہو جائیں گے

گر یکے گوئی تو در میدانِ اُو
اگر تو (خدا کو) ایک کہتا ہے تو اُس کے میدان میں

گرد بر میگرد از چوگان اُو
اُس کے بلے پر چکر کاٹ

در عدد۔ چند خدا ہونا ثابت نہیں ہیں۔ دو گفت۔ چند خداؤں کے ماننے والے بھی ایک خدا کے قوالعال قائل ہوئے۔ اَحولی۔ بھینگا پن جس کی وجہ سے ایک کے چند نظر آتے ہیں۔ گر یکے۔ موحد کے لئے ضروری ہے کہ اُس کا تابع فرمان بنے۔

[1] ہر عبارت۔ عبارت کے ذریعہ کسی حالت کو بیان کیا جاتا ہے اور ان دونوں کی وہی نسبت ہے جو ہاتھ اور کاریگر کے اوزار کی ہے۔ اگر ہاتھ اور اوزار میں مناسبت ہے، تو کام ٹھیک ہوگا ورنہ غلط۔ اسی طرح عبارت اگر حال کے مطابق ہوگی تو صحیح ہے ورنہ غلط ہے۔ آلتِ زرگر۔ ہر آلہ ہر ہاتھ میں کام نہیں کرتا ہے ہاتھ اور آلہ میں تناسب ضروری ہے۔ پیشِ سگ۔ کتا گھاس نہیں کھا سکتا نہ گدھا ہڈی چبا سکتا ہے۔ غرض گدھا گھاس کھا سکتا ہے نہ کتا ہڈی۔ منصور۔ حلاج نے اپنے آپ کو فنا کر کے اَنَا الحق کہا تھا۔ عبارت اور حال میں مطابقت تھی۔ فرعون۔ نے خدائی کی نفی کے لئے کہا جو جھوٹ تھا۔ عبارت اور حال میں مطابقت نہ تھی۔

[2] عصا۔ حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ میں ہاتھ کی لکڑی اژدہا بنی جو معجزہ ہونے کی وجہ سے نبوت کی گواہ بنی۔ آلہ اور ہاتھ میں مناسبت تھی۔ ساحر۔ ہار گئے اور انھوں لاٹھیاں بیکار ہو گئیں۔ نہ یہ سبب۔ جب ہاتھ کام کا نہ ہو تو اوزار کام نہ کریگا۔ کو۔ اپنا قصور نہ سمجھے گا اسم اعظم کو غلط کہے گا۔ سنگ۔ یعنی چقماق۔ جفت۔ جوڑے سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

[3] آنکہ۔ صحیح نتیجہ کیلئے جوڑا اور صحیح آلہ ہونا ضروری ہے لیکن یہ انسانوں کیلئے ہے خدا جوڑے اور آلہ سے پاک ہے۔

451

گوئی[1] آنگہ راست و بے نقصاں شود
گیند اُس وقت صحیح اور بے عیب ہوتی ہے
کو ز خمِ دستِ شہ رقصاں شود
جبکہ وہ بادشاہ کے ہاتھ کی ضرب سے ناچے

گوش دار اے اہلِ ایں ہا را بہوش
اے بھائی! اس کو ہوش سے سن لے
دار وئے دیدہ بخش از راہِ گوش
کان کے راستے سے آنکھ کی دوا لگالے

بس کلامِ پاک در دلہائے کور
بہت سے پاک کلام ہیں جو اندھے دلوں میں
می نیاید می رود تا اصلِ نور
نہیں ٹھہرتے ہیں، اصل نور کی طرف چلے جاتے ہیں

واں فسونِ دیو در دلہائے کژ
شیطان کے منتر ٹیڑھے دلوں میں
می رود چوں کفشِ کژ در پائے کژ
اتر جاتے ہیں جیسے ٹیڑھی جوتی ٹیڑھے پیر میں

گرچہ حکمت را بہ تکرار آوری
اگرچہ دانائی کی باتوں کو تو دہرائے
چوں تو نا اہلی شود از تو بری
جبکہ تو نااہل ہے، وہ تجھ سے علیحدہ رہیگی

ورچہ[2] بنویسی نشانش می کنی
اگرچہ تو لکھ لے، اُس کی پہچان بنالے
ورچہ می لافی بیانش می کنی
اگرچہ تو ڈینگے مارے اُس کو بیان کرے

اُو ز تو رُو در کشد اے پُر ستیز
اے جھگڑالو! وہ (باتیں) تجھ سے منہ پھیر لیگی
بند ہا را بگسلد بہرِ گریز
بھاگنے کے لئے پھندے توڑ دیں گی

ورنہ خوانی و ببیند سوزِ تو
اگر تو (علم ظاہری) نہ پڑھے اور وہ (خدا) تیرے شوق کو دیکھ لے
علم باشد مُرغِ دست آموزِ تو
علم تیرے ہاتھ کا پالا ہوا پرند ہوگا

اُو نیاید پیشِ ہر نا اوستا
وہ بے اُستادے کے پاس نہیں ٹھہرتا ہے
ہمچو بازِ شہ بخانہ رُوستا
جیسے کہ شاہی باز دیہاتی کے گھر میں

یافتن بادشاہ باز گم کردہ را بخانۂ پیر زن
بادشاہ کا گم شدہ باز کو بوڑھی عورت کے گھر میں پالینا

علم آں باز ست کو از شہ گریخت
علم، وہ باز ہے جو بادشاہ سے بھاگا
گندۂ[3] پیر از جہل پیشش کاہ ریخت
بوڑھی نے نادانی سے اُسکے سامنے گھاس ڈالی

علمِ باز ے داں کہ اُو از شہ گریخت
علم کو وہ باز سمجھ جو بادشاہ سے بھاگا
سوئے آں کمپیر کو می آرد بخت
اُس بوڑھی کے پاس جو آتا بھاگتی تھی

تا کہ تتماجے پزد اولاد را
تاکہ بچوں کے لئے حریرہ پکائے
دید آں بازِ خوش خوش زادرا
اُس نے اُس خوبصورت اچھی نسل کے باز کو دیکھا

[1] گوئی۔ صحیح گیند وہی ہے جو بلے کی مار کے مطابق حرکت کرے۔ مجتہد کو بھی جو گانِ قضا کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ راہِ گوش۔ نصیحت سن کر صحیح عقیدہ قائم کرلے۔ بس نصیحت اُسی پر اثر کرتی ہے جو دل کا اندھا نہ ہو۔ فسونِ شیطانی باتوں کو بھی دل قبول کرتا ہے چونکہ وہ باتیں بھی ٹیڑھی ہیں۔ گرچہ حکمت۔ علم سیکھنے کے لئے مناسبت شرط ہے۔

[2] ورچہ۔ علم حاصل کرنے کی سب تدبیریں کرے آئی۔ لافیدن۔ شیخی بگھارنا۔ رُو کشید۔ منہ موڑنا۔ پُر ستیز۔ جھگڑالو۔ ورنہ خوانی۔ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، معارف کا سرچشمہ ہے۔ نیاید۔ پائیدار نہیں ہوتا۔ رُوستا۔ دیہاتی۔

[3] گندۂ پیر۔ بوڑھی جاہل۔ یعنی باز کی خوراک سے ناواقف۔ کمپیر۔ بوڑھی۔ می آرد بخت۔ آرد می بخت۔ تتماج۔ حریرہ۔ خوش۔ خوبصورت۔ خوش زاد۔ اعلیٰ نسل والا۔

452

پایکش[1] بست و پرش کوتاه کرد
اُس کے نازک پیر باندھے اور اُس کے پر کاٹے

ناخنش ببرید و قوتش کاه کرد
اُسکے ناخن چھانٹے اور اُس کو گھاس کا چارہ دیا

گفت نااهلاں نکردندت بساز
بولی، نااہلوں نے تجھے درست نہ کیا

پر فزود از حد و ناخن شد دراز
پر حد سے بڑھ گئے، اور ناخن لمبے ہو گئے

دستِ هر نااهل بیمارت کند
ہر نااہل کا ہاتھ تجھے بیمار کر دے گا

سوئے مادر آ که تیمارت کند
ماں کے پاس آ، تاکہ تیری خبر گیری کرے

مهرِ جاهل را چنین داں اے رفیق
اے دوست! جاہل کی محبت کو ایسا ہی سمجھ

کژ رود جاهل همیشه در طریق
جاہل راستہ میں ہمیشہ ٹیڑھا چلتا ہے

جاهل ار با تو نماید همدلی
جاہل اگر تجھ سے ہمدردی ظاہر کرے

عاقبت زخمت زند از جاهلی
نادانی سے آخرکار تجھے زخمی کر دے گا

روزِ شه در جستجو[2] بیگاه شد
بادشاہ کا دن تلاش میں بیکار گیا

سوئے آں کمپیر و آں خرگاه شد
(بالآخر) اُس بڑھیا اور اُسکے خیمہ کی طرف روانہ ہوا

دید ناگه باز را در دود و گرد
اچانک باز کو دھویں اور غبار میں دیکھا

شه برو بگریست زار و نوحه کرد
بادشاہ اس پر رو پڑا اور نوحہ کرنے لگا

گفت هر چند این جزائے کارِ تست
بولا، (حقیقت) تیرے کام کی یہی سزا ہے

که نباشی در وفائے ما درست
کیونکہ تو ہماری وفاداری پر قائم نہ رہا

چون کنی از خلد در دوزخ فرار
تو جنت سے دوزخ میں ٹھکانا کیوں کرتا ہے!

غافل از لَا یَستَوِی اَصحَابُ نَار
اے لَا یَستَوِی اَصحَابُ النَّار سے غافل

این سزائے آنکه از شاهِ خبیر[3]
یہی اُس کی سزا ہے جو جانکار بادشاہ سے

خیره بگریزد بخانه گنده پیر
شوخی سے بھاگ کر بڑھی عورت کے گھر جائے

گنده پیرِ جاهل این دنیا دنی ست
جاہل، بوڑھی یہ کمینی دنیا ہے

هر که مائل شد بدو خوار و عبی ست
جو اُس کی طرف جھکا، ذلیل اور بیوقوف ہے

هست دنیا جاهل و جاهل پرست
دنیا جاہل اور جاہل پرست ہے

عاقل آں باشد کزیں جاهل برست
عقلمند وہ ہے جو اُس جاہل سے نجات پائے

هر که با جاهل بود همراز باز
جو جاہل کا ہمراز ہوگا بالآخر

آں رسد با او که با آں شاه باز
اُس کو وہ ملے گا جو اُس شاہباز کو

---

[1] پایکش۔ پایک۔ اش کا تصغیر کے لئے ہے۔ کرتاہ کرد۔ کاٹ کر چھوٹے کر دئے۔ قوت۔ خوراک۔ کاہ۔ گھاس۔ ساز۔ ساخت پرداخت۔ دست نااہل کے ہاتھوں بُری گت بنتی ہے۔ مادر بڑھیا نے محبت میں اپنے آپ کو باز کی ماں کہا ہے۔ تمہر شعر۔ بود محبت ناداں بلاکہ یوسفاں طرب سرائے زلیخا تمام زندان

[2] در جستجو۔ باز کے ڈھونڈنے میں۔ بیگاہ۔ ضائع، بیکار۔ خرگاہ۔ خیمہ۔ دود۔ بڑھیا کے چولہے کا دھواں۔ بگریست۔ یعنی بے وفائی۔ لَا یَستَوِی۔ قرآن پاک میں ہے "دوزخی اور بہشتی برابر نہیں ہو سکتے ہیں بہشتی نجات پانیوالے ہیں"

[3] خبیر۔ باخبر، حق شناس۔ گندہ پیر۔ بوڑھی عورت۔ دنی۔ کمینہ۔ بدد۔ باد۔ غبی۔ کُند ذہن۔ جاہل پرست۔ دنیا جاہلوں کی زیادہ قدرداں ہے۔ باز۔ پھر، بالآخر۔

453

بازمی مالید بر دستِ شاہ
باز، بادشاہ کے ہاتھ پر بار بار ملتا تھا

بیزباں[1] می گفت من کردم گناہ
بغیر زبان کے کہتا تھا کہ میں نے خطا کی

پس کجا زارد کجا نالد لئیم
کمینہ کہاں زاری کرے، کہاں روئے!

گر تو نپذیری بجز نیکے اے کریم
اے کریم اگر تو نیک کے علاوہ کسی کی (دعا) قبول نہیں کرتا ہے

سر کجا بنہد ظلوم شرمسار
ظالم، شرمندہ سر کہاں جھکائے!

جز بدرگاہِ تو اے آمرزگار
تیری درگاہ کے سوا، اے بخشنے والے!

لطفِ شہ جاں را[2] جنایت جو کند
شاہ کی مہربانی، جان کو گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے

زانکہ شہ ہر زشت را نیکو کند
کیونکہ شاہ ہر برائی کو بھلائی کر دیتا ہے

رُو مکن زشتی کہ نیکیہائے ما
گناہ کا رُخ نہ کر، کیونکہ ہماری نیکیاں (ابھی)

زشت آید پیش آں زیبائے ما
اُس ہمارے محبوب کے سامنے بُری (نظر) آتی ہیں

خدمت[2] خود را سزا پنداشتی
تو نے اپنی عبادت کو اچھا سمجھا

تو لوائے جرم ازاں افراشتی
اسلئے تو نے قصوروں کا جھنڈا بلند کر دیا

چوں ترا ذکر و دعا دستور شد
چونکہ تجھے ذکر اور دعا کی عادت ہو گئی ہے

زاں دعا کردن دلت مغرور شد
اِس دعا سے تیرا دل مغرور ہو گیا ہے

ہم سخن دیدی تو خود را با خدا
تو نے اپنے آپ کو خدا سے ہمکلام سمجھا

اے بسا کو زیں گماں افتد جدا
بہت سے لوگ اِسی گمان کی وجہ سے دور جا پڑے ہیں

گرچہ[3] با تو شہ نشیند بر زمیں
اگرچہ بادشاہ تیرے ساتھ زمین پر بیٹھ جائے

خویشتن بشناس و نیکو تر نشیں
اپنے آپ کو پہچان، اور سلیقے سے بیٹھ

باز گفت اے شہ پشیماں می شوم
باز نے کہا، اے شاہ! میں شرمندہ ہوں

توبہ کردم نو مسلماں می شوم
میں نے توبہ کی، از سرِ نو مسلمان ہوتا ہوں

آنکہ تو مستش کنی و شیر گیر
جس کو تو مست اور نیم مست کرے

گر ز مستی کژ رود عذرش پذیر
اگر مستی کی وجہ سے ٹیڑھا چلے تو اُس کا عذر قبول فرما

گرچہ ناخن رفت چوں باشی مرا
اگرچہ ناخن جاتے رہے (لیکن) جب تو میرا ہوگا

بر کنم من پر چم خورشید را
میں سورج کا جھنڈا اکھاڑ دوں؟

ورچہ پرّم رفت چوں بنوازیم
اگرچہ میرے پر جاتے رہے (لیکن) جب تو مجھے نوازے

چرخ بازی کم کند در بازیم
آسمان مجھ سے گردش میں بازی نہیں جیت سکتا

---

[1] بے زبان یعنی زبانِ حال۔ زار۔ نالیدن کا فعلِ ماضی ہے۔ لئیم۔ کمینہ، گنہگار۔ ظلوم۔ بہت ظلم کرنے والا۔ جنایت جُرم، خطا کار۔ نیکو کند۔ بُرائیوں کو بھلائیوں میں بدل دیتا ہے۔ آمرزگار۔ خدا کی رحمت کے بھروسے پر گناہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ نیکیہائے ما۔ ہماری نیکیاں بھی اُس کے شایانِ شان نہیں ہیں۔

[2] خدمت۔ یعنی عبادت۔ سزا یعنی خدا تعالےٰ کے لائق لوا۔ جھنڈا۔ جُرم۔ گناہ۔ مغرور شد۔ ہماری دعا قبولیت کے لائق کہاں ہے۔ زیں گماں۔ عبادت کا گھمنڈ، ہلاکت کا سبب ہے۔

[3] گرچہ۔ بڑے کی بے تکلفی سے انسان کو گستاخ نہ ہونا چاہیے۔ باز۔ یہاں سے پھر بار کی گفتگو ہے۔ نو مسلماں۔ از سرِ نو فرمانبردار۔ شیر گیر۔ وہ مست جو اپنی گفتار و قد پر فاخر کرتا ہو۔ کژ۔ کج۔ ناخن رفت۔ بوڑھی نے ناخن تراش دیئے تھے۔

454

گر کمر بخشیم کہ را بر کنم
اگر تو میرے پٹکا باندھنے پہاڑ کو اکھاڑ دوں

گر دہی کلکم علمہا بشکنم
اگر تو مجھے قلم کا پورا دیدے میں جھنڈے گرا دوں

آخر از پشہ نہ کم باشد تنم
آخر میرا جسم تجھ سے کم نہ ہوگا

نمرودی سلطنت کو پہ در پہ زیر و زبر کر دوں

در ضعیفی تو مرا بابیل گیر
کمزوری میں مجھے ابابیل سمجھ

ہر یکے خصم مرا چوں پیل گیر
میرے ہر مقابل کو ہاتھی جیسا سمجھ

قدر بندق افگنم بندق خریق
بندق کی بقدر پھاڑنے والا گولہ پھینکوں گا

بند قم در فعل صد چوں منجنیق
میرا ارادہ تمام میں تو گوپھنوں کی طرح ہوگا

گرچہ سنگم ہست مقدار نخود
اگرچہ میرا پتھر چنے کی بقدر ہے

لیک در ہیجا نہ سر ماند نہ خود
لیکن جنگ میں نہ سر رہے گا نہ خود

رفت موسیٰ در وغا با یک عصاش
موسیٰ جنگ میں ایک لاٹھی لے کر گئے

زد بر اں فرعون و بر شمشیر ہاش
اس کو فرعون اور اس کی تلواروں پر چلایا

ہر رسولے یک تنہ کاں در زد دست
ہر پیغمبر تنہا جو اس جنگ میں داخل ہوا ہے

بر ہمہ آفاق تنہا بر زدست
تمام جہان پر تنہا غالب آیا ہے

نوح چوں شمشیر در خواہید از و
نوح نے جب اس (اللہ) سے تلوار چاہی

موج طوفاں کرد حق شمشیر او
اللہ (تعالیٰ) نے طوفان کی موج کو اس کی تلوار بنا دیا

احمدا خود کیست اِ سپاہِ زمیں
اے احمدؐ! یہ زمین کے سپاہی کیا ہیں؟

ماہ بیں بر چرخ و بشگافش جبیں
آسمان پر چاند کو دیکھ اور اس کی پیشانی چیرے

تا بداند سعد و نحس بے خبر
تاکہ نیک بخت اور جاہل بدبخت جان لے

دور دور تست نے دور قمر
یہ تیرا دور دورہ ہے نہ کہ قمر کا

دور تست ایرا کہ موسیٰ کلیم
یہ تیرا دور ہے اسی لئے موسیٰ کلیم (اللہ)

آرزومی بُرد زیں دورت مقیم
تیرے اس دور میں مقیم ہونے کی آرزو کرتے تھے

چونکہ موسیٰ رونق دور تو دید
چونکہ موسیٰ نے تیرے دور کی رونق دیکھی

کاندرو صبح تجلی می دمید
کہ اس میں تجلی کی صبح چمکتی ہے

گفت یارب ایں چہ دور رحمت است
کہا، اے خدا یہ کیسا رحمت کا دور ہے؟

آں گذشت ایں رحمت اینجا ریست
وہ تو رحمت سے (بھی) بڑھ گیا اس جگہ تو دیدار ہے

۱؎ گر کمر بخشیم کہ را بر کنم: بخشی = عطا کرنا۔ کلک = قلم کا پورا۔ قلم = جھنڈا، پرچم، فرد = ایک۔ عالم = بادشاہ۔ تھا جو خدائی کا مدعی تھا، ایک مچھر اسکی ناک میں گھس گیا جو اسکی ہلاکت کا سبب بنا۔ ابابیل۔ ابرہہ نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کے لشکر سے حملہ کیا، چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھرمٹ نے اس لشکر پر حملہ کیا اور معمولی کنکریاں اپنے پنجوں کے ذریعہ انپر گرا کر ان کو ہلاک کر دیا۔ خصم = مقابل، دشمن۔ پیل = ہاتھی۔ منجنیق = عذاب کی وضع کا ایک پھل ہے، چھوٹی گیند۔ بندق = گولہ۔ خریق = پھاڑنے والا۔ نخود = چنا۔ ہیجا = جنگ۔ خود لوہے کی ٹوپی جو جنگ میں اوڑھی جاتی ہے۔

۲؎ موسیٰؑ = ساحروں کے مقابلہ میں حضرت موسیٰؑ عصا لیکر گئے تھے۔ وغا = جنگ۔ یک تنہ = تنہا۔ در = دروازہ۔ زد = داخل ہوا، تاراج کیا۔ نوحؑ = حضرت نوحؑ کے طوفان کی موجوں نے وہ کام کیا جو تلواریں کرتی ہیں۔ احمدا = یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اِ سپاہ = سپاہ۔ آہ۔ آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ نے دور قمر = ستاروں اور چاند کی پرستش کا زمانہ ختم ہوگیا ہے۔

۳؎ مقیم = ابو نعیم نے کتاب حلیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے جسمیں حضرت موسیٰؑ کی اس تمنا

455

غوطہ خور موسیٰ یا اندر بحار
اے موسیٰ! سمندروں کے اندر غوطہ لگا

وز میانِ دورِ احمد سر برآر
اور احمدؐ کے دور کے درمیان سر اُبھار دے

گفت یا موسیٰ بداں بنمودمت
(اللہ نے) فرمایا اے موسیٰ! اسی لئے میں نے تجھے یہ کہا ہے

راہِ آں خلوت بداں بگشودمت
اس خلوت کا راستہ تجھ پر اسی لئے کھولا ہے

گر تو زاں دوری دریں دورے کلیم[1]
اے کلیم! اگرچہ تو اس دور سے دُور ہے (لیکن) اسی میں

پا بکش زیرا دراز است ایں گلیم
پیر پھیلا دے، اس لئے کہ یہ کمبل دراز ہے

من کریمم ناں نمایم بندہ را
میں کریم ہوں، بندہ کو روٹی دکھا دیتا ہوں

تا بگریاند طمع آں زندہ را
تاکہ اس زندہ کو لالچ رُلا دے

بہرِ طفلے مالد مادرے
ماں بچے کی ناک ملتی ہے

تا شود بیدار و وا جوید خورے
تاکہ جاگ جائے، اور کھانا مانگے

کو گرسنہ خفتہ باشد بے خبر
کہ وہ بھوکا بے خبر سویا ہوا ہوتا ہے

واں دو پستاں می چکد از مہر در
اور دونوں پستان محبت سے دودھ ٹپکاتے ہیں

کُنتُ[2] کنزاً رحمۃً مخفیۃً
میں رحمت کا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا

فابتعثتُ اُمّۃً مھدیۃً
تو میں نے ایک ہدایت یافتہ اُمت پیدا کی

ہر کرامائے کہ میجوئی بجاں
جن عطاؤں کو تو جان (دل) سے چاہتا ہے

او نمودت تا طمع کردی دراں
اُس نے وہ تجھے دکھا دیں تاکہ تو اُن کا لالچ کرے

چند بُت بشکست احمدؐ در جہاں
احمدؐ نے دنیا میں چند بُت توڑے

تا کہ یا رب گوی گشتند اُمتاں
تو اُمتیں یارب کہنے والی بن گئیں

گر نبودے کوششِ احمدؐ تو ہم
اگر احمدؐ کی کوشش نہ ہوتی تو بھی (اے مخاطب)

می پرستیدی چو اجدادت صنم
اپنے باوا دادا کی طرح بُت پوجتا

ایں سرت دارَست[3] از سجدہ صنم
تیرا یہ سر بُت کو سجدہ کرنے سے بچ گیا

تا بدانی حق او را بر اُمم
خبردار! اُمتوں پر اُن کے حق کو سمجھے

گر بگوئی شکر ایں را رستن بگو
اگر تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے تو کہہ

کز بتِ باطن ہمت برہاند او
تاکہ اندرونی بُت سے بھی تجھے چھٹکارا دلائے

مر سرت را چوں رہانید از بتاں
جس طرح اُس نے تیرے سر کو بتوں سے آزاد کر دیا

ہم بداں قوت تو دل را وا رہاں
اسی طاقت کے ذریعہ سے تو دل کو بُت پرستی سے آزاد کر

---

[1] گر تو۔ اگرچہ تیرا زمانہ دورِ احمدیؐ سے دُور ہے لیکن تو اُس سے نفع اور فیض اندوز ہے۔ کلیم۔ چادر۔ یعنی اے حضورؐ کا زمانہ۔ من کریم۔ میں دینا چاہتا ہوں اور بندوں کو اپنی نعمتوں کی جھلک دکھا دیتا ہوں تاکہ وہ اُنکی خواہش میں گریہ وزاری کریں اور میرا دریائے رحمت جوش میں آجائے۔ حضرت موسیٰؑ کو دورِ احمدیؐ کی جھلک اسی لئے دکھائی گئی۔ آدمے۔ ماں سوئے ہوئے بچے کو بیدار کرتی ہے تاکہ وہ روئے اور پستان سے دودھ جوش مار کر نکلے اور وہ اُس کو پلائے۔

[2] کُنتُ۔ حدیث شریف ہے۔ کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ ان اعرف فخلقتُ الخلقَ۔ میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ اُمّۃً مھدیۃً ہدایت یافتہ اُمت یعنی امتِ محمدی جس کو معرفتِ ذات و صفات کا پورا علم عطا کیا گیا ہے۔ آنحضورؐ کی بعثت بھی انہی عطیات میں سے ہے جس کی نمائش کی وجہ سے اشرف المخلوقات نے اپنا مقام پایا ورنہ اپنے سے ادنیٰ کے سامنے سربسجود تھا۔

[3] دارَست۔ بچ گیا۔ یعنی تو اس کا شکریہ مزید نعمت کا سبب بنے گا اور انسان باطنی بتوں سے بھی نجات پا لیگا۔ قوت۔ یعنی آنحضورؐ کے [illegible]

456

سرز[1] شکرِ دیں ازاں برتافتی — کز پدر میراثِ ارزاں یافتی

دین کے شکر سے تو نے اس لئے منہ موڑا ہے — کہ تو نے باپ سے سستی میراث پائی ہے

مردِ میراثی چہ داند قدرِ مال — رُستمے جاں کند مجاں یافت زال

وراثت پانے والا انسان مال کی قدر کیا جانے؟ — رستم نے جان کھپائی، بوڑھی نے مفت حاصل کرلیا

چوں بگریانم بجوشد رحمتم — آں خروشندہ نیوشد نعمتم

جب میں رُلاتا ہوں میری رحمت جوش مارتی ہے — وہ رونے والا سُن لیتا ہے "میں نعمت ہوں"

گر نخواہم داد خود ننمایمش — چونش کردم بستہ دل بکشایمش

اگر میں دینا نہ چاہوں تو اُس کو نہ دکھاؤں — جب میں اسکو تنگدل بناتا ہوں تو اُس دل کو کشادہ کر دیتا ہوں

رحمتم موقوفِ آں خوش گریہ ہاست — بعد ازاں از بحرِ رحمت موج خاست

میری رحمت خوب رونے پر موقوف ہے — اُس کے بعد رحمت کے دریا سے موج اٹھتی ہے

تا نگرید[2] طفل کے جوشد لبن — تا نگرید ابر کے خندد چمن

جب تک بچہ نہ روئے دودھ کب جوش مارتا ہے؟ — جب تک ابر نہ روئے چمن کب ہنستا ہے؟

حلوا خریدن شیخ احمد خضرویہ از جہتِ غریماں بالہامِ حق تعالےٰ

اللہ تعالےٰ کے الہام سے شیخ احمد خضرویہ کا قرض خواہوں کے لئے حلوا خریدنا

بود شیخے دائماً اُو وام دار — از جوانمردیکہ بود اُو نامدار

ایک شیخ ہمیشہ قرض دار رہتے تھے — اُس سخاوت کی وجہ سے جس میں وہ مشہور تھے

دہ ہزاراں وام کردے از مہاں — خرج کردے بر فقیرانِ جہاں

وہ ہزاروں سے ہزاروں قرض لیتے تھے — دنیا بھر کے فقیروں پر خرچ کر دیتے تھے

ہم بوام اُو خانقاہے ساختہ — جان و مال و خانقہ در باختہ

انھوں نے قرض ہی سے خانقاہ بنائی تھی — گھر بار اور خانقاہ (قرض میں) کھو چکے تھے

احمدِ خضرویہ[1] بودے نامِ اُو — خدمتِ عشاق بودے کامِ اُو

اُن کا نام احمد خضرویہ تھا — (خدا کے) عاشقوں کی خدمت اُن کا کام تھا

وام او را حق زہر جامی گذارد — کرد حق بہرِ خلیلؑ از ریگ[2] آرد

اللہ (تعالےٰ) اُن کے قرض کہیں نہ کہیں سے اتار دیتا تھا — خدا (تعالےٰ) نے (حضرت) ابراہیمؑ کیلئے ریت سے آٹا کر دیا

---

[1] حلوا تو واپسی پر شرمندگی سے بچنے کے لئے اُس نے اونٹ پر ریت لاد لیا۔ جب گھر واپس آیا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا گیہوں کی بجائے آٹا لائے ہو۔ اب اُس خادم نے دیکھا تو وہ ریت نہ تھا بلکہ آٹا تھا۔

---

[1] سرز — نسلی مسلمان کو نعمت اسلام کی قدر نہیں ہوتی انسان جس قدر ذاتی کمائی کی قدر کرتا ہے میراثِ پدر کی اتنی قدر نہیں کرتا میراثی۔ جس کو ورثہ میں مال مل گیا ہو۔ رستم۔ یعنی کمانے والا بہادری اور محنت سے مال کماتا ہے وارث اُس کو اڑا ڈالتے ہیں۔ زال۔ یعنی وارث۔ چوں۔ یہاں سے پھر پہلے مضمون کو شروع کیا ہے کہ گریہ وزاری سے میری رحمت کو جوش آتا ہے۔ نعمتم۔ یعنی نعمتِ خداوندی پکارتی ہے کہ میں موجود ہوں۔ گر نخواہم جس کو دینا متعلق نہیں ہوتا ہے اسکو نعمت کی جھلک بھی نہیں دکھاتا ہوں۔ چونش۔ جب وہ شوق کی وجہ سے دل گرفتہ ہوتا ہے تو اسکو دیکر خوش کر دیتا ہوں۔

[2] تا نگرید۔ اس سنت اللہ کا مشاہدہ کائنات میں کرلو۔ بچہ کے رونے سے ماں کے پستان میں دودھ جوش مارتا ہے ابر کے رونے اور پانی برسانے سے باغ شگفتہ ہوتا ہے۔ حلوا خریدن۔ اس قصہ کا مقصد بھی گریہ کی فضیلت اور اُس پر نعمتوں کے نزول کا بیان ہے۔ خضرویہ۔ فارسی والے یار پر زبر ہا کو ساکن کرکے پڑھتے ہیں۔ وام قرض۔ جوانمردی۔ سخاوت۔

[3] ریگ آرد۔ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خادم کو مہمانوں کی خاطر گیہوں قرض لینے بھیجا وہاں اُس کو قرض

456

گفت پیغمبر کہ در بازار ہا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ بازاروں میں

کاے خدا تو مُنفقاں را دہ خَلَف
کہ اے خدا تو خرچ کرنے والوں کو عوض دیدے

خاصہ آں مُنفق کہ جاں اِنفاق کرد
خصوصاً وہ خرچ کرنیوالا جس نے جان خرچ کی

حَلق بہرش آورد اسماعیلؑ وار
(حضرت) اسماعیلؑ کی طرح اُس نے گلا پیش کر دیا

پس شہیدانِ ندہ زیں رو زندہ و خوش
پس شہید اسی لئے زندہ اور خوش ہیں

چوں خَلَف دادست شاں جانِ بقا
چونکہ انکو اللہ تعالےٰ نے باقی رہنے والی جان عوض

شیخ وامی سالہا ایں کار کرد
قرض لینے والے شیخ نے سالوں یہ کام کیا

تخمہا می کاشت تا روزِ اَجَل
تخم ریزی کرتے رہے

چونکہ عمرِ شیخ در آخر رسید
جب شیخ کی آخری عمر آ گئی

وام خواہاں گردِ او بنشستہ جمع
قرض خواہ اُن کے گرد جمع ہو کر بیٹھ گئے

وام خواہاں گشتہ نومید و ترش
قرض خواہ نا امید اور ناراض تھے

شیخ گفت ایں بدگماناں را نگر
شیخ نے فرمایا اِن بدگمانوں کو دیکھ

کودکے حلوا ز بیروں بانگ زد
ایک لڑکے نے باہر سے حلوے کی آواز لگائی

دو فرشتہ می کند از دل دُعا
دو فرشتے دل سے دُعا کرتے ہیں

وے خدا تو مُمسکاں را دہ تَلَف
اے خدا تو بخیلوں کو ہلاکت دیدے

حَلقِ خود قربانیِ خلّاق کرد
اپنے گلے کو اللہ (تعالےٰ) کی قربانی بنایا

کارد بر حَلقش نیارد کردگار
خدا اُس کے گلے پر چھری نہ چلائے گا

تو بداں قالب بمنگر گبر و ش
تو اُنکے (اچھے) قالب کو کافر کی طرح نہ دیکھ

جانِ ایمن از غم و رنج و شقا
وہ جان جو غم اور رنج اور بدبختی سے محفوظ ہے

می ستدمی داد ہمچوں پائمرد
مستقل مزاج کی طرح لیتے دیتے رہے

تا بُود روزِ اجل ہمیر اجل
تاکہ موت کے دن بڑے سردار بنیں

در وجودِ خود نشانِ مرگ دید
اُنھوں نے اپنے جسم میں موت کے آثار دیکھے

شیخ بر خود خوش گدازاں ہمچو شمع
شیخ شمع کی طرح اپنے آپ میں پگھل رہے تھے

دردِ دلہا یار شد با دردِ شش
دلوں کا درد پھیپھڑے کے درد کا ساتھی ہو گیا تھا

نیست حق را چار صد دینار زر
(کیا) اللہ کے پاس سونے کی چار سو اشرفیاں نہیں ہیں

لافِ حلوا بر اُمیدِ دانگ زد
پیسے کی امید پر حلوے کی تعریف کی

لہ دو ملائکہ یعنی فرشتے ندا دیتے ہیں مُنفق یعنی اللہ کے لئے خرچ کرنے والے۔ خلف یعنی خرچ کا بدلہ۔ مُمسک۔ بخیل۔ تلف۔ ہلاکت۔ حلق۔ حلقوم۔ خلّاق۔ اللہ تعالےٰ۔ اسماعیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ کی خواب کے مطابق حضرت اسماعیلؑ اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ قالب۔ شہداء کو آخرت میں حیاتِ ابدی ملی ہے اُن کے جسمِ خاکی کو دیکھ کر کافر اِس کا منکر بنتا ہے۔ جانِ بقا۔ باقی رہنے والی جان۔

سہ وامی۔ قرض لینے کا عادی۔ پائمرد۔ مستقل مزاج۔ اَجَل۔ موت کا وقت۔ اَجَل۔ بزرگ۔ نشانی۔ علامت۔ شمع۔ شمع کی طرح پگھل رہے تھے۔ ترش۔ بدمزاج۔ بگڑا۔ بھیڑا یعنی دلوں کو درد کے ساتھ پھیپھڑے کے درد کا بھی اضافہ ہو گیا۔

سہ بدگماناں۔ قرض خواہ جو قرض کی ادائیگی میں بدگمان تھے۔ چار صد۔ شیخ کے ذمہ چار سو اشرفیوں کا قرض تھا۔ دینار۔ سونے کا ایک سکہ ہے جس کا وزن مثقال کی برابر یعنی ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے۔ لاف۔ شیخی بگھارنا۔ دانگ۔ چھ رتی کا ہوتا ہے۔

458

شیخ اشارت کرد خادم را بسرّ[1]
شیخ نے خادم کو سر سے اشارہ کیا

کہ برو آں جملہ حلوا را بخر
کہ جا تمام حلوا خرید لے

تا غریباں چونکہ آں حلوا خورند
کیونکہ فرض ہوا جب وہ حلوا کھا لیں گے

یک زمانے تلخ در من ننگرند
تھوڑی دیر تیکھی نظر سے مجھے نہ دیکھیں گے

در[2] زماں خادم بروں آمد ز در
فوراً خادم دروازے سے باہر آیا

تا خرد آں جملہ حلوا زاں پسر
تاکہ سارا حلوا لڑکے سے خرید لے

گفت او را جملۂ حلوا بچند
خادم نے اس سے پوچھا سب حلوا کتنے کا ہے،

گفت کودک نیم دینار ست و اند
لڑکے نے کہا کہ آدھے دینار سے کچھ زائد کا ہے

گفت بے از صوفیاں افزوں مجو
اس نے کہا صوفیوں سے زیادہ نہ مانگ

نیم دینارت دہم افزوں مگو
تجھے ڈھائی دینار دوں گا زیادہ نہ بول

او طبق بنہاد اندر پیش شیخ
اس نے اندر جا کر طباق شیخ کے سامنے رکھ دیا

تو بہیں اسرار بستر اندیش شیخ
(اب) تو راز کو سوچنے والے شیخ کے اسرار کو دیکھ

کرد اشارت با غریباں کیں نوال[3]
(شیخ نے) فرمانبرداروں کو اشارہ کیا کہ یہ حلوا ہے،

نک تبرک خوش خورید ایں را حلال
یہ تبرک ہے اس کو حلال سمجھ کر خوب کھاؤ

بہر فرماں جملگی حلقہ زدند
حکم کے مطابق سب نے حلقہ باندھ لیا

خوش ہمی خوردند حلوائے چو قند
قند جیسے حلوے کو خوب کھایا

چوں طبق خالی شد آں کودک ستد
جب طباق خالی ہو گیا اس لڑکے نے اٹھا لیا

گفت دینارم بدہ اے پُر خرد
بولا، اے دانشمند میرا دینار دے

شیخ گفتا از کجا آرم درم
شیخ نے فرمایا، درہم کہاں سے لاؤں؟

دام دارم میروم سوئے عدم
میں منتظر دم ہوں، (ملک) عدم کی طرف جا رہا ہوں

کودک از غم زد طبق را بر زمیں
لڑکے نے غم کے مارے طباق زمین پر پٹخ دیا

نالہ و گریہ برآورد و حنیں
رونا اور چیخنا شروع کر دیا

بانگ می کرد و فغاں و ہائے ہائے
شور کرتا اور روتا اور ہائے ہائے کرتا تھا

کاشکے من گرد گلخن گشتمے
کاش میں بھٹی کے گرد ہی چکر لگاتا

کاشکے مرا شکستہ بودے ہر دو پائے
کہ میرے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے ہوتے

بر در ایں خانقاہ نگذشتمے
اس خانقاہ کے دروازے سے نہ گزرتا

[1] بسرّ۔ سر سے اشارہ کیا، بولنے کی طاقت نہ رہی تھی۔
[2] درزماں۔ فوراً۔ بجید۔ کسی چیز کو کہتے ہیں۔ اکثر نہم صد کے لئے بولا جاتا ہے جس کا اطلاق ایک سے لاکھ تک ہوتا ہے۔ افزوں مگو۔ زیادہ نہ بول۔ اسرار۔ سر کی جمع ہے، راز۔ بستر اندیش۔ مانگ کر سوچنے والا۔
[3] نوال۔ عطیہ۔ نک۔ اینگ کی تخفیف ہے بمعنی اینٹ واکنوں۔ درم۔ درہم ایک سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ حنین۔ رونا چلانا۔ گلخن۔ بھٹی یعنی حلوا پکانے کی بھٹی۔

۴۵۹

صوفیانِ طبلِ[1] خوارِ لقمہ جو
پیٹو صوفی ، لقمہ ڈھونڈنے والے

سگ دلان ہمچو گربہ روئے شو
کتوں کا دل رکھنے والے بلی کی طرح منہ دھونے والے

از غریوِ کودک آنجا خیر و شر
لڑکے کے شور و غل سے اس جگہ بھلے اور برے

گرد آمد گشت بر کودک حشر
جمع ہو گئے ، لڑکے پر بھیڑ لگ گئی

پیشِ شیخ آمد کہ اے شیخِ درشت[2]
شیخ کے سامنے آیا کہ اے سنگدل شیخ!

تو یقیں داں کہ مرا اُستاد کُشت
تو یقین کر لے کہ اُستاد نے مجھے مار ہی ڈالا

گر روم من پیشِ اُو دست تہی
اگر میں اس کے سامنے خالی ہاتھ جاؤں

اُو مرا بکُشد اجازت میدہی
وہ مجھے مار ڈالے گا ، تو روا رکھتا ہے؟

واں غریباں ہم بانکار و جحود
فریادی بھی تردید اور انکار کے ساتھ

رُو بشیخ آورد کایں بازی چہ بود
شیخ کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ کیا تماشہ تھا

مالِ ما خوردی مُظالم می بَری
ہمارا مال مارا ، حقوق لے جا رہا ہے

از چہ بودایں ظلمِ دیگر بر سَری
علاوہ ازیں یہ کیا ظلم تھا؟

تا نمازِ دیگر آں کودک گریست
عصر کی نماز تک وہ لڑکا روتا رہا

شیخ دیدہ بست و روئے سنگریست
شیخ نے آنکھیں بند کر لیں اور انکی طرف دیکھا بھی نہیں

شیخ فارغ از جفا و از خلاف
شیخ ظلم اور جھگڑے سے فارغ (البال) تھے

درکشیدہ روی چوں مہ در لحاف
چاند جیسا چہرہ لحاف میں چھپائے ہوئے تھے

با ازل خوش با اَبد خوش شاد کام
ازل (مقدر) سے خوش ابد (آخرت) سے خوش شاد کام!

فارغ از تشنیع و طعنِ خاص و عام
خاص و عام کے لعن طعن سے بے نیاز تھے

آنکہ[3] جاں در روئے اُو خند چو قند
جس کی جان اسکے سامنے قند کی طرح (ہمیشہ) مسکراتی ہو

از ترشروئی خُلقش چہ گزند
اس کو مخلوق کی بد مزاجی سے کیا نقصان؟

آنکہ جاں بوسہ دہد بر چشمِ اُو
جس کی آنکھوں پر جان بوسہ دے

کے خورد غم از فلک و زخشمِ اُو
وہ آسمان اور اس کے غصہ کا غم کب کرتا ہے؟

در شبِ مہتاب مہ را بر سماک
چاندنی رات میں چاند کو سماک پر

از سگاں وعوعِ ایشاں چہ باک
کتوں اور ان کے بھونکنے سے کیا خوف؟

سگ وظیفہ خود بجا می آورد
کتا اپنا کام کر رہا ہے

مہ وظیفہ خود بر رُخ می گسترد
چاند اپنا کام (روشنی) رُخ پر ڈال رہا ہے

[1] طبل خوار۔ طبل ، ڈھول یعنی کھا کر ڈھول سا پیٹ نکالنے والے۔ گربہ۔ بلی اپنا منہ دھونا کے لئے اپنا منہ اپنے لعاب سے صاف کرتی رہتی ہے۔ غریو۔ شور و غل۔ خیر و شر۔ بھلے برے لوگ جمگھٹا۔ بھیڑ۔

[2] درشت۔ یعنی سنگدل۔ استاد۔ استاد۔ بکشت۔ اسے مار ڈالے گا۔ دست تہی۔ خالی ہاتھ۔ جحود۔ دیدہ و دانستہ انکار۔ بازی۔ تماشہ۔ مظالم۔ حقوق ، مطالبات۔ برسری۔ علاوہ۔ دیگر۔ دیگر۔ نماز اول ظہر دوسری نماز عصر۔ دیدہ بست۔ آنکھ بند کر لی۔ خلاف۔ جفا۔ ظلم۔ لحاف۔ رضائی جھگڑا۔ ازل۔ یعنی مقدر۔ ابد۔ یعنی انجام۔ تشنیع۔ لعنت ملامت کرنا۔

[3] آنکہ۔ جس کی روح اس کے سامنے مسکرائے کسی کا منہ بنانا اس کے لئے ضرر نہیں ہے۔ شب مہتاب۔ چاندنی رات۔ سماک۔ ستاروں میں سے چودھویں منزل ہے۔ عوعو۔ کتوں کے بھونکنے کی آواز۔ وظیفہ۔ معمول۔

۶۶۵

کارکِ[1] خود می گذارد ہر کسے
ہر شخص اپنا کام کرتا ہے

آب نگذارد صفا بہرِ خسے
تنکے کی وجہ سے پانی اپنی صفائی نہیں چھوڑتا ہے

خس خسانہ می رود بر روئے آب
تنکا کیسوں کی طرح پانی کے اوپر جارہا ہے

آبِ صافی می رود بے اضطراب
صاف پانی بغیر پریشانی کے بہہ رہا ہے

مصطفیٰ مہ می شگافد نیم شب
(حضرت) مصطفیٰؐ آدھی رات چاند کو شق کررہے ہیں

ژاژ می خاید زکینہ بولہب
کینہ کی وجہ سے ابولہب بکواس کررہا ہے

آں مسیحا مُردہ زندہ می کُند
(حضرت) عیسیٰؑ مردے کو زندہ کررہے ہیں

واں جہود از خشم سُبلت می کند
یہودی غصہ میں اپنی مونچھیں نوچ رہے ہیں

بانگ سگ ہرگز رسد در گوشِ ماہ
کتوں کی آواز کبھی چاند کے کان میں پہنچی ہے؟

خاصہ ماہے کو بود خاصِ اِلٰہ
خصوصاً وہ چاند جو اللہ (تعالیٰ) کا مخصوص ہو

مے خورد شہ بر لبِ جُو تا سحر
بادشاہ نہر کے کنارے صبح تک مے نوشی کرتا ہے

در سماع از بانگ چُغراں بے خبر
گانے میں مینڈکوں کی آواز سے بے خبر

ہم شدے تو زیع[2] کودک دانگ چند
لڑکے کے چند پیسے چندہ بھی ہوسکتے تھے

ہمتِ شیخ آں سخارا کرد بند
شیخ کی باطنی توجہ نے اُس سخاوت کو روکدیا

تا کسے ندہد بکودک ہیچ چیز
تاکہ کوئی شخص لڑکے کو کچھ نہ دے

قوتِ پیراں ازیں بیش ست نیز
بزرگوں کی قوت اِس سے بھی بڑھ کر ہے

شُد نمازِ دیگر[3] آمد خادمے
عصر کی نماز ختم ہوئی تو ایک خادم آیا

یک طبق بر کف زپیشِ حاتمے
ایک طباق ہاتھوں پر دھرے کسی سخی کے پاس سے

صاحبِ مالے وحالے پیشِ پیر
ایک صاحبِ مال حال نے پیر کی خدمت میں

ہدیہ بفرستاد کز وے بُد خبیر
ہدیہ بھیجا کیونکہ وہ اُس کی حالت سے باخبر تھا

چار صد دینار بر گوشہ طبق
طباق کے کنارے پر چار سو دینار

نیم دینارِ دگر اندر ورق
آدھا دینار اور، کاغذ میں

خادم آمد شیخ را اکرام کرد
خادم آیا، شیخ کی تعظیم کی

واں طبق بنہاد پیشِ شیخِ فرد
اور اُس طبق کو یگانہ (زمانہ) شیخ کے سامنے رکھدیا

چوں طبق را از عطا بکشود زود
جب فوراً عطیہ کے طباق کو کھولا

خلق دیدند آں کرامت بے جحود
لوگوں نے وہ کرامت اقرار کے ساتھ دیکھی

---

[1] کارک: بعولی کام، خس۔ تنکا، خسانہ۔ کینہ پن۔ اضطراب۔ پریشانی، دریا کا جوش۔ شقِ القمر: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شقِ القمر کی طرف اشارہ ہے۔ ژاژ خائیدن۔ بکواس کرنا۔ ابولہب: آنحضورؐ کو ستانے اور آپ کی دشمنی میں مشہور ہے۔ مسیحا۔ حضرت عیسیٰؑ جن کا معجزہ مردے کو زندہ کرنا تھا۔ جہود: یہودی لوگ۔ سُبلت: مونچھ۔ مے خورد: شراب میں نوشد۔ بر لبِ جو: دریا کے کنارے شراب نوشی فرید نکف کا سبب ہوتی ہے۔

[2] تو زیع: تقسیم، چندہ، مراد ہے۔ آں سخا: لوگوں کے چندہ دینے میں شیخ کی باطنی توجہ مانع ہوئی کودک: یعنی طلبا، بچنے والا لڑکا۔ قوت: باوجود دوسرے فقر خواہوں کے لڑکے کے قرض کی ادائیگی دوسروں سے پسند کی اسلئے کہ بزرگوں کی قوت باطنی کے مقابلہ میں یہ سب چیز ہیچ تھا۔

[3] نمازِ دیگر: عصر کی نماز، اوّل نماز ظہر کی کہلاتی ہے چونکہ ظہر سے نماز کے بعد امامت جبرئیل میں پہلی نماز ظہر کی ادا ہوئی ہے۔ حاتم: یعنی کہ۔ بد خبیر: وہ سخی طبق کے مقروض ہونے سے واقف تھا۔ نیم دینار: جس کا طلا خریدا تھا۔ فرد: یگانہ، زمانہ۔ کرامت: بزرگوں سے عجائب غیبی نظام کے ماتحت۔ راہِ سنت اللہ کے خلاف ظاہر ہو وہ کرامت کہلاتی ہے۔

۶۶۱

آہ و افغاں از ہمہ برخاست زُود
فوراً سب کی آہ و فغاں بلند ہوئی

ایں چہ بہرست اینچہ سلطانیست باز
یہ کیا راز ہے؟ اور یہ کیسی سلطنت ہی ہے؟

ماندانستیم ما را عفو کن
ہم نہ سمجھے، ہمیں معاف کر دیجئے

ماکہ کوراں عصا ہا می زنیم
ہم جو اندھا دھند لاٹھی گھماتے ہیں

ما چو کراں ناشنیدہ یک خطاب
ہم بہروں کی طرح ہیں ایک بات سُنے بغیر

ما ز موسیٰؑ پند نگرفتیم کُو
ہم نے (حضرت) موسیٰؑ کے (واقعہ) سے نصیحت حاصل نہیں کی

باچناں چشمے کہ بالا می شتافت
ایسی آنکھوں کے ذریعہ جو عالم (بالا) کی طرف جاتی تھیں

کردہ با چشمت تعصب موسیا
اے موسیٰ! (تجھ غصہ دیا) تیری آنکھوں کے تعصب نے

شیخ فرمود آں ہمہ انکار و قال
شیخ نے فرمایا وہ سب انکار اور گفتگو

ہست آں ایں بود کز حق خواستم
اُس کا راز یہ تھا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی

گفت ایں دینار اگرچہ اندک ست
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ یہ اگرچہ تھوڑے سے دینار ہیں

تا نگرید کودک حلوا فروش
جب تک حلوہ فروش کا لڑکا نہ روئے

اے برادر طفل طفلِ چشم تست
اے بھائی! بچہ تیری آنکھ ہے

کاے شہر شیخان و شاہاں ایں چہ بود
کہ اے بزرگوں اور بادشاہوں کے سردار یہ کیا تھا!

اے خداوندِ خداوندانِ راز
اے رازداروں کے آقا!

بس پراگندہ کہ رفت از ما سخن
وہ بہت بیہودہ باتیں جو ہم سے ہوئیں

لاجرم قندیلہا را بشکنیم
یقیناً قندیلوں کو توڑ دیتے ہیں

ہر زہ گویاں از قیاسِ خود جواب
اپنے اندازے سے بیہودہ جواب دیتے ہیں

گشت از انکار خضرے زرد رُو
(حضرت) خضرؑ پر اعتراض کر کے شرمندہ ہوئے

نورِ چشمش آسماں را می شگافت
(اُن کی) آنکھوں کا نور آسمان کو چاک کرتا تھا

از حماقت چشم موشِ آسیا
حماقت کی وجہ سے ہماری (پن) چکی کے چوہے (جیسی) آنکھ نے

من بکل کردم شما را آں جدال
وہ لڑائی جھگڑا میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے

لاجرم بنمود راہِ راستم
لامحالہ اُس نے سیدھا راستہ مجھے دکھا دیا

لیک موقوفِ غریوِ کودک ست
لیکن بچے کے رونے پر موقوف ہیں

بحرِ بخشش در نمی آید بجوش
بخشش کا دریا جوش میں نہ آئے گا

کامِ خود موقوفِ زاری دان نخست
پہلے اپنے مقصد کو رونے پر موقوف سمجھے

ل شہر۔ سردار۔ بہتر۔ راز۔ خداوند۔ آقا۔ قند کہا، یعنی بزرگوں کے روشن دل۔ تاجر کراں۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ عوام بزرگوں کی بات کی تہ تک نہیں پہنچتے ہیں اور اپنے قیاس سے اکثر بیجا باتیں بنا لیتے ہیں۔ موسیٰؑ حضرت خضرؑ کے کاموں کی تہ تک نہ پہنچ سکے اور اعتراض کر کے شرمندہ ہوئے تھے۔

ک باچناں چشمے۔ اولیاء کی چشم بصیرت آسمانوں کو پار کر جاتی ہے تعصب۔ بیجا حمایت، موسیا یعنی شیخ خضرویہ۔ خراش۔ چوہا۔ آسیا چکی۔ انکار یعنی وہ تمام بیہودہ باتیں جو ان لوگوں نے کی تھیں۔ بحل کردم۔ میں نے معاف کر دیں۔ جدال۔ لڑائی جھگڑا۔

گ گفت۔ یعنی میری دعا پر اللہ نے فرمایا۔ غریو۔ شور و غل۔ اے برادر۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ جس طرح بخشش کا دروازہ حلوا فروش بچے کے رونے سے کھلا اسی طرح تو بھی اپنے مقصد کو رو۔

462

کامِ خود موقوفِ زاریِ دل ست
اپنا مقصد دل کے رونے پر موقوف ہے

بے تضرع[1] کامیابی مشکل ست
گڑگڑائے بغیر کامیابی مشکل ہے

گر ہمی خواہی کہ مشکل حل شود
اگر تو چاہتا ہے کہ مشکل حل ہو جائے

خارِ محرومی بگل مبدل شود
محرومی کا کانٹا پھول میں بدل جائے

گر ہمی خواہی کہ آں خلعت رسد
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ پوشاک تجھے مل جائے

پس بگریاں طفلِ دیدہ بر جہد
تو آنکھ کے بچے کو جسم (کی ضرورت) پر رُلا

ترسانیدنِ شخصے زاہدے را کہ کم گریی تا کور نہ شوی
ایک شخص کا ایک زاہد کو ڈرانا کہ کم رویا کر تاکہ تو اندھا نہ ہو جائے

زاہدے را گفت یارے در عمل
عمل (تصوف) کے ایک ساتھی نے ایک زاہد سے کہا

کم گری تا چشم را ناید خلل
کم رویا کر تاکہ آنکھ کو نقصان نہ پہنچے

گفت زاہد از دو بیروں نیست حال
زاہد نے کہا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہے

چشم بیند یا نہ بیند آں جمال
اُس حُسن کو آنکھیں دیکھیں گی یا نہ دیکھیں گی

گر بہ بیند نورِ حق خود چہ[2] غم ست
اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دیکھ لیں گی تو پھر کیا غم ہے؟

در وصالِ حق دو دیدہ کے کم ست
اللہ (تعالیٰ) کے وصال میں دو آنکھیں کیا کم ہیں

ور نہ خواہد دید از حق نورِ وضو
اور اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور اور روشنی کو نہ دیکھ سکیں گی

ایں چنیں چشمِ شقی گو کور شو
تو کہہ دو ایسی آنکھیں اندھی ہو جائیں

غم مخور از دیدہ کاں عیسیٰ[3] تراست
آنکھوں کی فکر نہ کر، عیسیٰ (خدا) تیرا ہے

چشمِ مُردہ تا بخشدت او چشمِ راست
ٹٹولتا ہوا چل تاکہ وہ تجھے صحیح آنکھیں بخش دے

عیسیِ روحِ تو با تو حاضرست
تیری روح کا عیسیٰ (خدا) تیرے پاس موجود ہے

نصرت از وے خواہ کو خوش ناصرست
مدد اُس سے مانگ کہ وہ بہترین مددگار ہے

لیک ببیگارِ تنِ پُر استخواں
لیکن ہڈیوں بھرے جسم کی بیگار

بر دلِ عیسیٰ منہ تو ہر زماں
کسی وقت (بھی) عیسیٰ (خدا) کے دل پر نہ رکھ

ہمچو آں ابلہ[4] کہ اندر داستاں
اُس بیوقوف کی طرح جس کا قصہ میں

ذکرِ او کردیم بہر راستاں
اہلِ حق کے لئے ہم نے اُس کا ذکر کیا ہے

زندگیِ تن مجو از عیسیت
اپنے عیسیٰ (خدا) سے جسم کی زندگی کا طالب نہ بن

کامِ فرعونی مخواہ از موسیت
اپنے موسیٰ (خدا) سے فرعونی مقصد نہ چاہ

[1] تضرع۔ عاجزی، گڑگڑانا۔
خارِ محرومی۔ یعنی مصیبتیں نعمتوں میں تبدیل ہو جائیں۔ خلعت۔ شاہی لباس۔ یکدگر دل۔ یارِ طریقت، ہم مشرب۔ گریی۔ گریستن سے صیغہ امر ہے۔ خلل۔ نقصان۔ گفت۔ یعنی زاہد نے جواب میں کہا میں اللہ کی یاد میں رو کر آنکھیں خراب کر رہا ہوں تو اب دو صورتیں ہیں یا تو اس رونے کے نتیجہ میں میری آنکھیں برباد ہو گئی اور مجھے دیدارِ حق میسر آجائیگا تو پھر مجھے ان جسمانی آنکھوں کی بربادی کی کوئی پروا نہیں اور اگر دیدارِ حق میسر نہ آئے تو پھر ایسی آنکھوں کا برباد ہونا ہی بہتر ہے جو دیدارِ حق سے محروم ہوں۔

[2] چہ غم۔ یعنی جسمانی آنکھوں کی بربادی کا کوئی رنج نہیں ہے۔ دو دیدہ۔ جو آنکھیں دیدارِ حق کیلئے ملیں گی یعنی وہ خدا جو مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ چپ مرو۔ کجروی نہ اختیار کر۔ راست۔ درست۔ عیسیٰ روح۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو روحوں کو زندہ کر دیتا ہے نصرت۔ مدد۔ بے گار۔ بے مزدوری کا کام۔ بر دلِ عیسیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے رُوح کی زندگی چاہو۔

[4] ابلہ۔ حضرت عیسیٰ کا وہ بیوقوف ساتھی جس نے ہڈیوں کو زندہ کرنے پر اصرار کیا۔ کامِ فرعونی۔ یعنی تن پروری لذاتِ جسمانی۔ موسیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

بر دلِ خود کم نہ اندیشہ معاش[1] — عیش کم ناید تو بر درگاہ باش
اپنے دل پر معاش کی فکر کم کر — معاش کم نہ رہے گی تو دربار میں حاضر رہ

ایں بدن خرگاہ آمد روح را — یا مثالِ کشتیِ مر نوحؑ را
یہ جسم روح کا خیمہ ہے — یا کشتی جیسا ہے، نوحؑ کے لئے

ترک چوں باشد بیابد خرگہے — خاصہ چوں باشد عزیزِ درگہے
سپاہی جب (ملازم) ہوتا ہے اسکو خیمہ ملجاتا ہے — خصوصاً جبکہ وہ دربار میں باعزت ہو

تمامی قصہ زندہ شدن استخوانہا بدعائے عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ہڈیوں کے زندہ ہوجانے کے قصہ کی تکمیل

چونکہ عیسیٰؑ دید آں ابلہ رفیق — جز کہ ابلیہ نمیداند طریق
جب حضرت عیسیٰؑ نے اس بیوقوف ساتھی کو دیکھا — جھگڑے کے سوا کوئی طریقہ نہیں جانتا ہے

می نگیرد پند را از ابلہی — بخل می پندارد او از گمرہی
بیوقوفی کی وجہ سے نصیحت قبول نہیں کرتا ہے — نادانی کی وجہ سے (اسم اعظم پڑھنے کو) بخل سمجھتا ہے

خواند عیسیٰؑ نامِ[2] حق بر استخواں — از برائے التماسِ آں جواں
حضرت عیسیٰؑ نے ہڈیوں پر اسم اعظم پڑھ دیا — اس جوان کے اصرار کی وجہ سے

حکمِ یزداں از پئے انجامِ مرد — صورتِ آں استخواں را زندہ کرد
اللہ (تعالیٰ) کے حکم نے (اس) انسان کے انجام کیلئے — ان ہڈیوں کے ڈھانچہ کو زندہ کردیا

از میاں برجست یک شیرِ سیاہ — پنجہ زد کرد نقش را تباہ
درمیان سے ایک کالا شیر کودا — اس شیر نے پنجہ مارا اور اس کے نقش کو بگاڑ دیا

کلہ اش برکند و مغزش ریخت زود — ہمچو جوزے کاندرے مغزے نبود
اس کی کھوپڑی پھاڑ دی اور جلد اس کا بھی بکھیر دیا — اس اخروٹ کی طرح جس میں گری نہ تھی

گر دُرا مغزے بدے را شکستنش — خود نبودے نقص الا بر تنش
اگر اس میں گودا ہوتا، اس کے ٹوٹنے سے — محض اس کے جسم کو نقصان پہنچتا

گفت[3] عیسیٰؑ چوں تتابش کو فتی — گفت زاں رو کہ تو زو آشوفتی
حضرت عیسیٰؑ نے اس (شیر) سے فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا — اس نے کہا اس لئے کہ تم اس سے پریشان ہوئے

گفت عیسیٰؑ چوں نخوردی خونِ مرد — گفت در قسمت نبودم رزقِ خود
حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تو نے اس کا خون کیوں نہ پیا — اس نے کہا میری قسمت میں اپنی روزی نہ تھی

---

[1] معاش یعنی جسمانی زندگی کا گذارا۔ درگاہ یعنی بارگاہ، خداوندی۔ خرگاہ، خیمہ یعنی جس میں روح ہے اور جسم جس میں اس کی قیامگاہ ہے کشتی۔ اس سے نوحؑ کی ذات بھی اور کشتی بھی مراد ہے کشتی آپکی نشست گاہ تھی۔ ترک یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے وفادار سپاہی بنو گے تو وہ خود تمہارا بندوبست فرمادے گا۔ عزیز۔ باعزت۔ استیزہ۔ لڑائی جھگڑا۔ طریق۔ راستہ۔ پند یعنی حضرت عیسیٰؑ کی نصیحت بخل حضرت عیسیٰؑ کے اسم اعظم نہ پڑھنے کو ان کے بخل پر محمول کر رہا تھا۔

[2] نامِ حق یعنی اسم اعظم۔ جواں۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ سے ہمدوش ساتھی۔ از میاں یعنی گروہ کے اندر سے یا نوزا شیر سیاہ۔ کالا شیر اخوفناک شیر نقش یعنی ہستی۔ ہیچ۔ یعنی کھوکھلی بڑی خالی اخروٹ کی طرح رہ گئی۔ مغز کے بدلے یعنی عقل ہوتی۔

[3] گفت عیسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ نے شیر سے کہا، آشوفتی اس نے بے جا سوال کر کے حضرت عیسیٰؑ کو پریشان کیا تھا۔ (قسمت شیر اپنی مقدر روزی کھا کر طبعی موت مرا تھا۔

466

اے لبا کس[1] ہمچو آں شیر ژیاں
اے (مخاطب) بہت سے لوگ اس غضبناک شیر کی طرح

صیدِ خود ناخوردہ رفتہ از جہاں
دنیا سے اپنا شکار بغیر کھائے چلے گئے

قسمتش کاہے نہ دحرصش چو کوہ
اُنکی قسمت میں ایک تنکا نہیں اور اُنکی حرص پہاڑ جیسی ہے

جُستہ بے وجہے وجوہ از ہر گروہ
ہر گروہ سے بے طریقہ آمدنیوں کا جویاں ہے

جمع کردہ مال ورفتہ سوئے گور
مال کو جمع کیا، اور قبر میں چلا گیا

دشمناں در ماتم اُو کردہ سُور
دشمنوں نے اُس کے ماتم میں جشن منایا

اے میسّر کردہ برما در جہاں
اے (وہ ذات) تونے دنیا کو ہمارے لئے آسان کر دیا ہے

سُخرۂ و بیگار ما را وار ہاں
فرمانبرداری اور بیگار سے ہمیں نجات دے

طُعمہ بنمودہ بما و آں بودہ شست
ہمیں چارہ نظر آیا اور وہ مچھلی کا کانٹا تھا

آنچناں بنما بما آں راکہ ہست
ہمیں اُسی طرح دکھا دے جس طرح سے وہ ہے

گفت آں شیر اے مسیحا ایں شکار
اُس شیر نے کہا، اے مسیحا! یہ شکار

بود خالص از برائے اعتبار
محض عبرت کے لئے تھا

گر مرا روزی بُدے اندر جہاں
اگر دنیا میں میرا رزق ہوتا

خود چہ کار ستے مرا با مُردگاں[2]
میرا مُردوں سے کیا واسطہ ہوتا!

ایں سزائے آنکہ یابد آب صاف
یہ اُس کی سزا ہے جو صاف پانی پائے

ہمچو خر در جو بمیزد از گزاف
بیہودگی سے گدھے کی طرح اُسمیں پیشاب کر دے

گر بداند قیمتِ آں جوئے خر
اگر گدھا اُس نہر کی (قدر و) قیمت جانتا

اُو بجائے پا نہد در جوئے سَر
وہ نہر میں پیر کی جگہ سر رکھتا

او بیا بد آنچناں پیغمبرے
وہ ایسا پیغمبر پائے

میرِ آبِ زندگانی پَروَرے
جو زندگی کے پرورش کرنیوالے پانی (آبِ حیات) کا سردار ہے

چوں نمیرد پیشِ اُو از امرِ کُن[3]
(لفظ) کُن کے حکم سے اُسکے سامنے جان کیوں نہ دیں

اے امیرِ آب مارا زندہ کن
اے آبِ حیات کے سردار ہمیں زندہ کر دے

ہیں سگِ ایں نفس را زندہ مخواہ
خبردار! اپنے نفس کُتے کی زندگی نہ چاہ

کُو عدوِ جانِ تست از دیرگاہ
کیونکہ وہ مُدت سے تیری جان کا دشمن ہے

خاک بر سر استخوانے را کہ آں
اُن ہڈیوں پر خاک، جو کہ

مانع ایں سگ بُود از صیدِ جاں
اِس کُتے کو جان کا شکار کرنے سے روکیں

---

[1] لبا کس۔ یہاں سے مولانا نے نصیحت شروع کی ہے۔ کاہ، تنکا، معمولی مال۔ کوہ۔ پہاڑ، بڑی چیز۔ بے وجہ۔ ناموزوں۔ وجوہ۔ آمدنیاں۔ ماتم۔ سوگ۔ سُور۔ محفلِ نشاط، جشنِ مسرت۔ سُخرہ۔ بیگار، بغیر اُجرت کی مزدوری۔ طُعمہ۔ خوراک۔ بہشت۔ پھل۔ پکڑ۔ کانٹا۔ خالص۔ محض۔ اعتبار۔ عبرت پکڑنا یعنی تاکہ وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو بزرگوں کو لاحاصل سوال کر کے پریشان کرتے ہیں۔

[2] مُردگاں۔ یعنی میں مر کر مُردوں میں شامل نہ ہوتا۔ بمیزد۔ میزیدن بمعنی پیشاب کرنا یہ فعل مضارع ہے۔ گزاف۔ بیہودگی، اس بیوقوف کو حضرت عیسیٰ کی ذات گرامی میسّر آئی جو بسترلہ صاف پانی کے تھے، ان کے ذریعہ اُس کو اپنے نفس کی پاکیزگی کرنی چاہیئے تھی لیکن اُس نے گدھے کی طرح ان کا غلط استعمال کیا۔

[3] امرِ کُن۔ یعنی خدائی حکم۔ امیرِ آب۔ یعنی آبِ حیات کے سردار۔ حدیث میں آیا ہے تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میں ہے۔ استخواں۔ یعنی جسمِ انسانی۔ جاں۔ یعنی روحانی کمالات۔

سگ[۵۱] نہ بر استخواں چوں عاشقی
دیو چہ وار از چہ بر خوں عاشقی

تو کتا نہیں ہے ہڈیوں پر کیوں عاشق ہے، جونک کی طرح خون پر تو کس وجہ سے عاشق ہے؟

آں چہ چشمست آنکہ بینائیش نیست
زاں امتحانہا جز کہ رسوائیش نیست

وہ بھی کیا آنکھ ہے جس میں بینائی نہیں ہے امتحانوں میں رسوائی کے سوا اس کیلئے کچھ نہیں ہے

سہو باشد ظنہا را گاہ گاہ
اینچہ ظنست اینکہ کور آمد براہ

گمانوں میں کبھی کبھی بھول ہوتی ہے یہ کیا گمان ہے جو راستہ سے اندھا ہو!

کردۂ بر دیگراں نوحہ گری
متقے بنشیں و بر خود می گری

تو دوسروں پر رویا ہے کچھ عرصہ بیٹھ اور اپنے اوپر رو

زابرِ گریاں شاخ سبز و تر شود
زانکہ شمع از گریہ روشن تر شود

رونے والے ابر سے شاخ سبز و تازہ بنتی ہے جیسا کہ شمع، رونے سے اور زیادہ روشن ہو جاتی ہے

ہر کجا نوحہ کنند آنجا نشیں
زانکہ تو اولیٰ تری اندر حنیں

جہاں نوحہ کریں وہاں بیٹھ کیونکہ رونا تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

زانکہ ایشاں[۵۲] در فراقِ فانی اند
غافل از لعلِ بقائے کانی اند

کیونکہ وہ فنا ہونیوالے (مُردے) کے فراق میں (جکلاہٹ) ہیں بقا کی کان کے لعل سے غافل ہیں

زانکہ بر دل نقشِ تقلید ست بند
رو بآب چشم بندش را بر کند

کیونکہ دل پر تقلید کا نقش رکاوٹ ہے جا، آنسوؤں سے اس رکاوٹ کو صاف کر دے

زانکہ تقلید آفتِ ہر نیکویست
کہ بود تقلید گر کوہِ قوی ست

کیونکہ تقلید ہر نیکی کی تباہی ہے تقلید اگر مضبوط پہاڑ بھی ہے تو وہ تنکا ہے

گر ضریرے[۵۳] لمتر ست و تیز خشم
گوشت پارہ اش دداں کہ او را نیست چشم

اگر کوئی اندھا موٹا اور غصیل ہے اسکو گوشت کا ٹکڑا سمجھ کیونکہ اس کے آنکھ نہیں ہے

گر سخن گوید ز مو باریک تر
آں سرش را زاں سخن نبود خبر

اگر وہ بال سے زیادہ باریک بات کہے اس کے دماغ کو اس بات کا پتہ نہیں ہے

مستیِ دارد ز گفتِ خود ولیک
از بروے تا بمے راہست نیک

اپنی گفتگو سے مست ہے لیکن اس سے شراب تک بڑا لمبا راستہ ہے

فرہ: موٹا۔ تیز خشم: غضبناک۔ تحن: یعنی باریک نکتے۔ سرش: جب تک حال نہ ہو قال بیکار ہے۔ از بروے میں نے لفظ بر کو زیادہ مان کر ترجمہ کیا ہے۔ تے۔ یعنی عشق خداوندی کا نشہ۔

---

۵۱ سگ: ذ۔ انسانی جسم ہڈیوں اور خون کا مجموعہ ہے۔ ہڈی کتے کی خوراک ہے اور خون جونک کی خوراک ہے۔ دیو چہ۔ جونک، دیگ۔ آں چہ۔ اگر تمہاری نگاہ میں چھلکے اور مغز میں کوئی فرق نہیں تو تمہاری آنکھیں بیکار ہیں امتحان کے وقت رسوا ہوں گی۔ سہو۔ اگر انسان لغزشِ جسمانی اور اُخروی نعمتوں میں فرق نہیں کر سکتا ہے تو قابلِ معافی بھول نہیں ہے یہ تو اندھا پن ہے۔ بر دیگراں۔ یعنی دوسروں کے عیب۔ بر خود۔ یعنی اپنے مصائب پر رونا چاہیئے۔ زابرِ گریاں۔ جس طرح بارش سے نباتات کا فروغ ہے اسی طرح اپنے مصائب پر رونے سے روح کا فروغ ہوتا ہے۔ از گریہ۔ موم بھی کر آنسوؤں کی صورت میں ٹپکتا ہے۔ نوحہ۔ مُردے پر رونا حنیں۔ رونا چلانا۔

۵۲ ایشاں۔ مرنے پر رونے والے۔ فانی۔ یعنی مرنے والا انسان۔ لعل کانی معدنی لعل یعنی ابدی زندگی۔ زانکہ۔ نوحہ رلانے کے متعلق ہے کہ وہ دیکھا دیکھی کا رونا ہے اس حماقت کو پُر خلوص رونے سے ختم کر دو۔ بر بند۔ صاف کر دے، زدہ دن بمعنی سترون سے امر کا صیغہ ہے۔ تقلید۔ یعنی اندھا دھند کسی کی پیروی کرنا۔ کہ تو۔ تقلیدی کام خواہ بڑا ہو اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔

۵۳ ضریر۔ ناقص، اندھا۔ لمتر

ہمچو[۵۱] جوئیست اُو نہ آبے میخورد
آب از و بر آب خواراں بگذرد

اُس کی مثال نہر کی سی ہے۔ جو پانی نہیں پیتی
اُسکا پانی پانی پینے والوں تک چلا جاتا ہے

آب در جُوزاں نمی گیرد قرار
زانکہ آں جُو نیست تشنہ و آب خوار

پانی اِس وجہ سے نہر میں نہیں ٹھہرتا
کہ وہ نہر پیاسی اور پانی پینے والی نہیں ہے

ہمچو نائے نالہ و زاری کُند
لیک بیگارِ خریدارے کُند

جیسا کہ بانسری نالہ و زاری کرتی ہے
لیکن وہ خریدار کی بیگار کرتی ہے

نوحہ[۵۲] گر باشد مُقلِّد در حدیث
جُز طمع نبُود مرادِ آں خبیث

نوحہ گر بات میں مُقلِّد ہوتا ہے
اُس خبیث کا لالچ کے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہے

نوحہ گر گوید حدیثِ سوزناک
لیک کو سوزِ دل و دامانِ چاک

نوحہ گر دردناک بات کہتا ہے
لیکن دل کی جلن اور پھٹا ہوا دامن کہاں ہے؟

از مُقلِّد تا مُحقِّق فرقہاست
کیں چو داؤد و دستاں دیگر صداست

مُقلِّد اور مُحقِّق میں بہت فرق ہے
یہ داؤدؑ کی طرح ہے اور وہ صدائے بازگشت ہے

مُنبعِ گفتارِ ایں سوزے بُود
واں مُقلِّد کُہنہ آموزے بُود

اُسکی بات کا سرچشمہ سوز ہوتا ہے
اور وہ مقلد کہنہ آموز ہوتا ہے

ہیں مشو غرّہ[۵۳] بداں گفتِ حزیں
بار بر گاؤ ست بر گردوں چنیں

اُس غمناک بات سے دھوکے میں نہ پڑنا
بوجھ بیلوں پر ہے گاڑی میں چوں چوں ہے

ہم مُقلِّد نیست محروم از ثواب
نوحہ گر را مُزد باشد در حساب

مُقلِّد بھی ثواب سے محروم نہیں ہے
نوحہ گر کی مزدوری بھی حساب میں لگتی ہے

کافر و مومن خدا گویند و لیک
درمیانِ ہر دو فرقے ہست نیک

کافر و مومن (یا) خدا کہتے ہیں، لیکن
دونوں میں بہت فرق ہے

آں گدا گوید خدا از بہرِ ناں
مُتّقی گوید خدا از عینِ جاں

بھکاری (یا) خدا روٹی کے لئے کہتا ہے
مُتّقی (دل و) جان سے خدا کہتا ہے

اللہ اللہ می زنی از بہرِ ناں
بے طمع پیش آ و اللہ را بخواں

تو روٹی کے لئے اللہ اللہ کی ضرب لگاتا ہے
لالچ کے بغیر آگے بڑھ اور اللہ اللہ کہہ

گر بدانستے گدا از گفتِ خویش
پیشِ چشمِ او نہ کم ماندے نہ بیش

اگر بھکاری اپنی بات کی (قدر) جانتا
اُس کی نظر میں (دنیا کا) کم و بیش نہ رہتا

---

۵۱ ہمچو۔ یعنی واعظ بے عمل اور مقلد بے بصر کی مثال نہر اور بانسری کی سی ہے، نہر خود نفع نہیں اٹھاتی بانسری کے دل میں سوز نہیں ہے۔

۵۲ نوحہ گر۔ وہ عورت یا مرد جو اُجرت پر رونے کا پیشہ کرے۔ مقلد۔ نوحہ گروں میں سے ایک کچھ کہتا ہے دوسرے اُسی کو دُہراتے ہیں۔ خبیث یعنی نوحہ گر محقق۔ وہ شخص جو اپنی تحقیق سے بات کی تہ تک پہنچے۔ داؤدؑ۔ مشہور نبی ہیں جن کا لحن و لہجہ بڑا پُراثر تھا انسانوں کے علاوہ حیوانات تک وجد کرنے لگتے تھے۔ صدا۔ آواز بازگشت۔

۵۳ غرّہ۔ مغرور، دھوکے میں پڑا ہوا۔ حزیں۔ غمناک۔ گردوں۔ گاڑی، چھکڑا۔ مقلد۔ اچھے کام کی تقلید بھی باعث ثواب ہے۔ مزدوری۔ درحساب لے شدہ۔ خدا گوید۔ خدا کا نام لیتے ہیں یا خدا کے قائل ہیں۔ بہرِ نان۔ روٹی کمانے کے لئے۔ عینِ جان۔ یعنی تہ دل۔ گفتِ خویش۔ یعنی اللہ کا نام۔

(۱۱۶)

سالہا گوید خدا آں نان خواہ
روٹی مانگنے والا سالوں (یا) خدا کہتا ہے

ہمچو خر مصحف کشد از بہر کاہ
گدھے کی طرح گھاس کے لئے قرآن اٹھاتا ہے

گر بدل در تافتے گفتِ لبش
اگر اُس کے ہونٹ کی بات دل پر چمکتی

ذرہ ذرہ گشتہ بودے قالبش
تو اُس کا جسم ذرہ ذرہ ہو جاتا

نامِ دیوے رہ بُرد در ساحری
جادوگری میں شیطان کا نام کام کرتا ہے

تو بنامِ حق پشیزے می بری
تو اللہ کے نام کے ذریعہ دمڑی حاصل کرتا ہے

خاریدن روستائی در تاریکی شیر را بہ ظن آنکہ گاؤست

ایک دیہاتی کا شیر کو سہلانا اس خیال سے کہ وہ گائے ہے

روستائی گاؤ در آخر بہ بست
ایک دیہاتی نے گائے کو سال میں باندھ دیا

شیر گاؤش خورد و بر جایش نشست
شیر نے اُس کی گائے کھالی اور اُسکی جگہ بیٹھ گیا

روستائی شد در آخر سوئے گاؤ
دیہاتی سال میں گائے کے پاس گیا

گاؤ را می جست شب آں کنجکاؤ
وہ تلاش کنندہ رات میں گائے کو ڈھونڈتا تھا

دست می مالید بر اعضائے شیر
شیر کے اعضاء پر ہاتھ پھیرتا تھا

پشت و پہلو گاہ بالا گاہ زیر
کمر اور کروٹ پر، کبھی اوپر، کبھی نیچے

گفت شیرا روشنی افزوں بدے
شیر نے کہا اگر روشنی تیز ہوتی

بر دریدے زہرہ اش دل خوں شدے
اُس کا پتا پھاڑ دیتی اُس کا دل خون ہو جاتا

ایں چنیں گستاخ زاں می خاردم
اس طرح نڈر ہو کر مجھے سہلا رہا ہے

کو دریں شب گاؤ می پنداردم
کیونکہ وہ رات میں مجھے گائے سمجھ رہا ہے

حق ہمی گوید کہ اے مغرورِ کور
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے اے دھوکے میں مبتلا اندھے!

نے ز نامم پارہ پارہ گشت طور
کیا میرے نام سے (کوہ) طور ریزہ ریزہ نہیں ہوا؟

کہ لَوْ اَنْزَلْنَا کِتَابًا لِلْجَبَلْ
کہ اگر ہم (اپنی) کتاب پہاڑ پر اُتارتے

لَاَنْصَدَعْ ثُمَّ انْقَطَعْ ثُمَّ ارْتَحَلْ
تو وہ پھٹ جاتا پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا پھر چلا جاتا

از منِ ار کوہِ اُحد واقف بُدے
اگر اُحد پہاڑ مجھ سے واقف ہوتا

پارہ گشتے و دلش پُر خوں شدے
ٹکڑے ہو جاتا اور اُس کا دل پُر خون ہو جاتا

از پدر و زمادریں بشنیدۂ
تو نے ماں باپ سے یہ سُنا ہے

لاجرم غافل ازیں پیچیدۂ
لامحالہ تو غفلت سے اس میں لگا ہوا ہے

لہ نان خواہ۔ روٹی کا بھکاری۔ ہمچو خر۔ قرآن میں خر (گدھا) کہا گیا ہے ان لوگوں کی مثال جو تورات کے حامل بنائے گئے اور پھر انھوں نے اس پر عمل نہ کیا اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ نا آگہش۔ اس کا جسم اللہ کے نام کی تہی ہے۔۔۔ پارہ پارہ ہو جاتا۔ نام دیو۔ ہندو بزرگ ہیں جادوگر شیطان کے نام سے کام لیتے ہیں پشیز۔ دمڑی۔

لہ روستائی۔ دیہاتی۔ آخر۔ جانوروں کے باندھنے کی جگہ۔ کنج گاؤ۔ کونے کونے کو ڈھونڈنے والا۔ کنج گزشہ۔ گاؤ۔ گاودن سے بنا ہے، کھودنے والا۔

لہ افزوں۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے وہ شیر کو گائے سمجھ کر اُس پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ زہرہ۔ پتا۔ گستاخ۔ نڈر۔ حق ہی گوید۔ جس طرح سے ناواقفیت کی وجہ سے شیر پر ہاتھ پھیرنے کے باوجود اُس دیہاتی کا دل خوف نہ ہوا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کما حقہ معرفت نہ ہونے سے اُس کے نام کا حق ہو جاتا ہے ورنہ کوہِ طور کی طرح جسم فنا فی پارہ پارہ ہو جائے۔ کہ۔ قرآن پاک میں ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو ایک پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اسکو دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے جھک جاتا اور پھٹ جاتا۔ اُحد۔ مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ از پدر و مادر۔ باپ سے جو ملتا ہے انسان اُس کی زیادہ قدر نہیں کرتا ہے۔ لاجرم۔ لامحالہ۔

گر تو بے تقلید ازیں واقف شوی — بے نشاں از لطف چوں ہاتف[1] شوی
اگر بغیر تقلید کے تو اس سے واقف ہو جائے — ہاتف کی طرح لطافت کی وجہ سے بے نشان ہو جائے

بشنو ایں قصہ پئے تہدید را — تا بدانی آفت تقلید را
تنبیہ کرنے کے لئے یہ قصہ سن لے — تاکہ تو تقلید کی ہلاکت کو سمجھ لے

فروختن صوفیاں بہیمۂ صوفی مسافر را بہت سماع

سماع کی خاطر صوفیوں کا ایک مسافر صوفی کی سواری کو بیچ ڈالنا

صوفی در خانقاہ از رہ رسید — مرکب خود بُرد و در آخر کشید
ایک صوفی (سفر کے) راستے سے ایک خانقاہ میں پہنچا — اپنی سواری کو لے گیا اور اصطبل میں باندھ دیا

آبکش داد و علف از دست خویش — نے چو آں صوفی کہ ما گفتیم پیش
اپنے ہاتھ سے اس کو تھوڑا سا پانی اور چارا دیا — اس صوفی کی طرح نہیں جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے

احتیاطش کرد از سہو و خباط[2] — چوں قضا آید چہ سود ست احتیاط
اس (صوفی) نے اس (سواری) کی بھول اور بیوقوفی سے — جب قضا آتی ہے تو احتیاط سے کیا فائدہ؟

صوفیاں درویش بود و دفقیر — کَادَ فَقْرٌ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا کَبِیْر
صوفی درویش اور فقیر تھے — قریب ہے کہ فقر بڑا کفر بن جائے

اے تونگر تو کہ سیری ہیں مخند — بر گرسنی آں فقیر دردمند
اے مالدار تو کہ پیٹ بھرا ہے، نہ ہنس — اس بھوکے فقیر کی بیچارگی پر

از سر تقصیر آں صوفی رمہ — خر فروشی در گرفتند آں ہمہ
اس صوفی گروہ نے غلط کاری سے — سب نے خر فروشی شروع کر دی

کز ضرورت ہست مردار مباح — بس فسادے کز ضرورت شد صلاح
کیونکہ ضرورت کی وجہ سے مردار جائز ہے — بہت سی خرابیاں ہیں جو ضرورت میں جائز ہو جاتی ہیں

ہمدراں دم آں خرک[3] بفروختند — لوت آوردند و شمع افروختند
فوراً ہی انھوں نے وہ گدھا بیچ دیا — مزیدار کھانا لائے اور شمع روشن کی

ولولہ افتاد اندر خانقہ — کامشباں لوت و سماع ست و قلہ
خانقاہ میں غل مچ گیا — کہ آج رات لذیذ کھانا ہے، سماع ہے، مستی ہے

چند ازیں صبر و ازیں سہ روزہ چند — چند ازیں زنبیل و زیں دریوزہ چند
کب تک یہ صبر اور کب تک یہ تین دن کا فاقہ — کہاں تک یہ کشکول اور کہاں تک بھیک

---

[1] ہاتف۔ وہ فرشتہ جس کی آواز سنائی دے اور نظر نہ آئے۔ تہدید۔ دھمکی، تنبیہ۔ فروختن۔ اس قصہ کا مقصد یہ ہے کہ کسی سنائی بات کو رٹ لینا اور حقیقت پر غور نہ کرنا بہت مضر ہوتا ہے۔

[2] مرکب یعنی گدھا۔ آبکش۔ تھوڑا پانی دینے۔ پہلے جس صوفی کا ذکر گذرا ہے اس نے خود اپنے گدھے کو چارہ پانی نہ دیا تھا خادم پر بھروسہ کر لیا تھا، سہو یعنی بھول۔ خباط۔ بیوقوفی۔ کاد فقر۔ حدیث میں ہے قریب ہے کہ افلاس کفر بنا دے یعنی مفلسی کا ایمان ڈگمگا جاتا ہے۔

[3] خر یعنی پیٹ بھرا۔ کوسی۔ کھوری۔ زنبیل۔ بکریوں کا ریوڑ۔ یہاں صوفیوں کا گروہ مراد ہے۔ خر فروشی یعنی انھوں نے اس مسافر کے گدھے کے بیچنے کا مسافر کو ٹالا۔ کز ضرورت۔ شرعی اصول ہے کہ مجبوریاں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں۔ بس۔ ضرورت کے وقت مردار کھانا جائز ہے۔

[4] خرک یعنی معمولی گدھا۔ لوت۔ لذیذ کھانا۔ سماع۔ سننا یعنی قوالی سننا۔ ولولہ۔ مستی، جوش و خروش۔ سہ روزہ۔ یہاں بالنسبت کی ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے یعنی خانقاہ۔ زنبیل۔ چمڑے کا تھیلا جس میں فقراء اپنے کھانے کی چیزیں رکھتے ہیں۔ دریوزہ۔ بھیک مانگنا۔

۶۶۹

ماہم از خلقیم جاں داریم ما
ہم بھی مخلوق ہیں، ہم بھی جان رکھتے ہیں

تخمِ[1] باطل را ازاں می کاشتند
باطل کا بیج انھوں نے اس لئے بویا

کانکہ آں جاں نیست جاں پنداشتند
کہ جو جان نہیں ہے اس کو انھوں نے جان سمجھا

واں مسافر نیز از راہِ دراز
وہ (صوفی) مسافر، طویل راستہ کی وجہ سے

خستہ بود و دید آں اقبال و ناز
تھکا ہوا تھا اور اس نے توجہ اور مہربانی دیکھی

صوفیانش یک بیک بنواختند
ایک ایک صوفی نے اس کو نوازا

نَرد خدمتہاش خوش می باختند
اس کی خدمتگذاری کی اپنی چالیں چل رہے تھے

آں یکے پایش ہمی مالید دست
ایک اس کے پیر دبا رہا تھا

واں یکے پرسیدش از جائے نشست
ایک اس کی نشست گاہ کو دریافت کرتا تھا

واں یکے افشاند گرد از رختِ او
ایک اس کے سامان کی گرد کو جھاڑتا تھا

واں یکے بوسید دستش را و رو
دوسرا اس کے ہاتھ اور منہ کو چومتا تھا

گفت چوں می دید میلانِ شاں بسوے
جب اس نے ان کو اپنی طرف جھکا دیکھا تو کہا

گر طرب امشب نخواہم کرد کے
اگر آج عیش و طرب نہ کروں گا تو کب کروں گا؟

لوت[2] خوردند و سماع آغاز کرد
سب نے کھانا کھایا اور سماع شروع ہوا

خانقہ تا سقف شد پر دود و گرد
خانقاہ چھت تک دھوئیں و گرد سے بھر گئی

دودِ مطبخ، گردِ آں پاکوفتن
دھواں مطبخ کا، گرد رقص کی

از اشتیاق و وجدِ جاں آں شوفتن
شوق اور وجد کی وجہ سے جان کا پریشان ہونا

گاہ دست افشاں قدم می کوفتند
کبھی ہاتھ دکھاتے ہوئے رقص کرتے تھے

گہ بسجدہ صفہ را می روفتند
کبھی سجدوں سے چبوترہ پر جھاڑو دیتے تھے

دیر یابد صوفی آزاد روزگار
صوفی زمانہ سے آزاد دیر میں پاتا ہے

زاں سبب صوفی بود بسیار خوار
اسی لئے صوفی پُرخور ہوتا ہے

جز[3] مگر آں صوفی کز نورِ حق
مگر سوائے اس صوفی کے جو اللہ کے نور سے

سیر خورد و فارغ ست از ننگ و دق
پیٹ بھرا ہوا اور ذلت اور دروازہ پٹنے سے بے فکر ہو

از ہزاراں اندکے زیں صوفی اند
ہزاروں میں بہت تھوڑے ایسے صوفی ہیں

باقیاں در دولتِ آں می زیند
باقی اُن کی بدولت جیتے ہیں

دولت امشب میہماں داریم ما
آج رات دولت ہماری مہمان ہے

خستہ بود و دید آں اقبال و ناز
تھکا ہوا تھا اور اس نے توجہ اور مہربانی دیکھی

نَرد خدمتہاش خوش می باختند
اس کی خدمتگذاری کی اپنی چالیں چل رہے تھے

واں یکے پرسیدش از جائے نشست
ایک اس کی نشست گاہ کو دریافت کرتا تھا

واں یکے بوسید دستش را و رو
دوسرا اس کے ہاتھ اور منہ کو چومتا تھا

گر طرب امشب نخواہم کرد کے
اگر آج عیش و طرب نہ کروں گا تو کب کروں گا؟

خانقہ تا سقف شد پر دود و گرد
خانقاہ چھت تک دھوئیں و گرد سے بھر گئی

از اشتیاق و وجدِ جاں آں شوفتن
شوق اور وجد کی وجہ سے جان کا پریشان ہونا

گہ بسجدہ صفہ را می روفتند
کبھی سجدوں سے چبوترہ پر جھاڑو دیتے تھے

زاں سبب صوفی بود بسیار خوار
اسی لئے صوفی پُرخور ہوتا ہے

سیر خورد و فارغ ست از ننگ و دق
پیٹ بھرا ہوا اور ذلت اور دروازہ پٹنے سے بے فکر ہو

باقیاں در دولتِ آں می زیند
باقی اُن کی بدولت جیتے ہیں

---

[1] تخمِ باطل: یعنی بُرے اعمال۔ کہ انھوں نے نفس امّارہ کو روح سمجھ کر اس کی پرورش شروع کردی۔ باقبال: متوجہ ہونا۔ ناز: مہربانی۔ یک بیک: بالاتصال کے لئے ہے جیسے دربدر۔ نوا تھن۔ نوازنا۔

[2] لوت: بوٹی۔ بھنا ہوا گوشت۔ سماع: یعنی مطبخ کا دھواں۔ گرد: یعنی رقص کی۔ پاکوفتن۔ رقص کرنا۔ دست افشاندن۔ ہاتھ نچاتے ہوئے یعنی ہاتھ دکھاتے ہوئے۔ گہ بسجدہ: کبھی سجدہ رو ہوکر چبوترے پر پیشانی گھستے تھے گویا کہ پیشانیوں سے چبوترے پر جھاڑو دے رہے ہیں۔ آز: حرص، مقصد۔ زاں سبب: بھوکا زیادہ کھاتا ہے۔

[3] جز: یعنی حقیقی صوفی کسی حالت میں بھی بسیار خور نہیں ہوتا ہے۔ ننگ: یعنی بھیک مانگنے کی ذلت۔ دق: کڑھنا یعنی دروازہ کھٹکھٹانا۔ در دولت: بناوٹی صوفی بھی حقیقی صوفیوں کے بدولت کھا لیتے ہیں۔

۶۶۵

چوں سماع آمد ز اوّل تا کراں[1]
جب سماع (کا سامان) اوّل تا آخر ہو گیا

مُطرب آغازید یک ضربِ گراں
گویے نے ایک موثر گت شروع کی

خر بر فت خر بر فت آغاز کرد
گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا (کی دھن) کو شروع کیا

زیں حرارہ جملہ را انباز کرد
اس گرمی نے سب کو (دھن میں) شریک کر دیا

زیں حرارہ پائے کوباں تا سحر
اس گرم جوشی میں صبح تک رقص کرتے ہوئے

از رہِ تقلید آں صوفی ہمیں
بطور تقلید کے (مسافر) صوفی نے (بھی) یہی

چوں گذشت آں نوش و جوش و آں سماع
جب وہ کھانا پینا اور جوش اور سماع ختم ہوا

خانقہ خالی شد و صوفی بماند
خانقاہ خالی ہو گئی اور (مسافر) صوفی رہ گیا

رخت از حجرہ بروں آورد او
اُس نے حجرے سے سامان باہر نکالا

تا بخر بندند آں ہمراہ جو[2]
تاکہ ساتھیوں کو تلاش کرنے لے (صوفی) گدھے پر

رفت در آخورِ خر خود را نیافت
اصطبل میں گیا (تو) اپنا گدھا نہ پایا

زانکہ خر دوش آب کمتر خوردہ است
اس لئے کہ گدھے نے کل رات پانی کم پیا تھا

گفت آں خادم بآبش بردہ است
(دل میں) کہا کہ خادم اُس کو پانی پلانے لے گیا ہے

خادم آمد گفت صوفی خر کجاست
خادم آیا (تو) صوفی نے کہا گدھا کہاں ہے؟

گفت من خر را بتو بسپردہ ام
صوفی نے) کہا میں نے گدھا تیرے سپرد کیا ہے

بحث با توجیہ کن حجت میار
مدلل بات کر، حجت بازی نہ کر

از تو خواہم آنچہ من دادم بہ تو
جو میں نے تجھے دیا ہے تجھ سے (لینا) چاہتا ہوں

مُطرب آغاز ید یک ضربِ گراں
گویے نے ایک موثر گت شروع کی

زیں حرارہ جملہ را انباز کرد
اس گرمی نے سب کو (دھن میں) شریک کر دیا

کف زناں خر رفت و خر رفت اے پسر
تالیاں بجاتے ہوئے (لوگے گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا اے لڑکے)

خر بر فت آغاز کردند رحیں
روتے ہوئے گدھا چلا گیا (گانا) شروع کر دیا

روز گشت و جملہ گفتند الوداع
دن نکل آیا اور سب رخصت ہو گئے

گرد از رخت آں مسافر می فشاند
وہ (صوفی) مسافر سامان سے گرد جھاڑنے لگا

تا بخر بندند آں ہمراہ جو
تاکہ ساتھیوں کو تلاش کرنے لے (صوفی) گدھے پر

رفت در آخورِ خر خود را نیافت
اصطبل میں گیا (تو) اپنا گدھا نہ پایا

زانکہ خر دوش آب کمتر خوردہ است
اس لئے کہ گدھے نے کل رات پانی کم پیا تھا

گفت آں خادم بآبش بردہ است
(دل میں) کہا کہ خادم اُس کو پانی پلانے لے گیا ہے

خادم آمد گفت صوفی خر کجاست
خادم آیا (تو) صوفی نے کہا گدھا کہاں ہے؟

گفت من خر را بتو بسپردہ ام
صوفی نے) کہا میں نے گدھا تیرے سپرد کیا ہے

بحث با توجیہ کن حجت میار
مدلل بات کر، حجت بازی نہ کر

از تو خواہم آنچہ من دادم بہ تو
جو میں نے تجھے دیا ہے تجھ سے (لینا) چاہتا ہوں

مُطرب آغاز ید یک ضربِ گراں
گویے نے ایک موثر گت شروع کی

زیں حرارہ جملہ را انباز کرد
اس گرمی نے سب کو (دھن میں) شریک کر دیا

کف زناں خر رفت و خر رفت اے پسر
تالیاں بجاتے ہوئے (لوگے گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا اے لڑکے)

خر بر فت آغاز کردند رحیں
روتے ہوئے گدھا چلا گیا (گانا) شروع کر دیا

روز گشت و جملہ گفتند الوداع
دن نکل آیا اور سب رخصت ہو گئے

گرد از رخت آں مسافر می فشاند
وہ (صوفی) مسافر سامان سے گرد جھاڑنے لگا

تا بخر بندند آں ہمراہ جو
تاکہ ساتھیوں کو تلاش کرنے لے (صوفی) گدھے پر

رفت در آخورِ خر خود را نیافت
اصطبل میں گیا (تو) اپنا گدھا نہ پایا

زانکہ خر دوش آب کمتر خوردہ است
اس لئے کہ گدھے نے کل رات پانی کم پیا تھا

گفت آں خادم بآبش بردہ است
(دل میں) کہا کہ خادم اُس کو پانی پلانے لے گیا ہے

خادم آمد گفت صوفی خر کجاست
خادم آیا (تو) صوفی نے کہا گدھا کہاں ہے؟

گفت من خر را بتو بسپردہ ام
صوفی نے) کہا میں نے گدھا تیرے سپرد کیا ہے

بحث با توجیہ کن حجت میار
مدلل بات کر، حجت بازی نہ کر

از تو خواہم آنچہ من دادم بہ تو
جو میں نے تجھے دیا ہے تجھ سے (لینا) چاہتا ہوں

مُطرب آغاز ید یک ضربِ گراں
گویے نے ایک موثر گت شروع کی

زیں حرارہ جملہ را انباز کرد
اس گرمی نے سب کو (دھن میں) شریک کر دیا

کف زناں خر رفت و خر رفت اے پسر
تالیاں بجاتے ہوئے (لوگے گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا اے لڑکے)

خر بر فت آغاز کردند رحیں
روتے ہوئے گدھا چلا گیا (گانا) شروع کر دیا

روز گشت و جملہ گفتند الوداع
دن نکل آیا اور سب رخصت ہو گئے

گرد از رخت آں مسافر می فشاند
وہ (صوفی) مسافر سامان سے گرد جھاڑنے لگا

تا بخر بندند آں ہمراہ جو
تاکہ ساتھیوں کو تلاش کرنے لے (صوفی) گدھے پر

رفت در آخورِ خر خود را نیافت
اصطبل میں گیا (تو) اپنا گدھا نہ پایا

زانکہ خر دوش آب کمتر خوردہ است
اس لئے کہ گدھے نے کل رات پانی کم پیا تھا

گفت آں خادم بآبش بردہ است
(دل میں) کہا کہ خادم اُس کو پانی پلانے لے گیا ہے

خادم آمد گفت صوفی خر کجاست
خادم آیا (تو) صوفی نے کہا گدھا کہاں ہے؟

گفت من خر را بتو بسپردہ ام
صوفی نے) کہا میں نے گدھا تیرے سپرد کیا ہے

بحث با توجیہ کن حجت میار
مدلل بات کر، حجت بازی نہ کر

از تو خواہم آنچہ من دادم بہ تو
جو میں نے تجھے دیا ہے تجھ سے (لینا) چاہتا ہوں

[1] کراں۔ کنارہ، آخری حد۔ مُطرب۔ گویا۔ ضرب۔ گراں۔ بھاری چوٹ، ایسی گت جو بے پیر کر دے۔ حرارہ۔ گرمی۔ انباز۔ شریک کار۔ پاکوبیدن۔ رقص کرنا۔ کف زناں۔ تالیاں بجاتے ہوئے۔ تقلید۔ دیکھا دیکھی، تلقین۔ آہ و بکا۔ الوداع۔ رخصت کرنا۔

[2] ہمراہ۔ یعنی سفر کے وہ ساتھی جو پہلے روانہ ہو گئے تھے۔ دوش۔ گزشتہ رات، گزشتہ دن کے معنی صحیح نہیں ہیں۔

[3] ریش۔ یہاں یعنی اپنی داڑھی کا خیال کر اور مجھ سے غلط سوال نہ کر۔ ہوش۔ عقل، دلیل، محافظ۔ بحث۔ گفتگو۔ توجیہ۔ دلیل پیش کرنا۔ حجت۔ دلیل۔

۶۶۱

گفت[1] پیغمبر کہ دستت ہر چہ بُرد
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہاتھ جو کچھ لے

بایدش در عاقبت واپس سپرد
اُس کو آخر میں واپس کرنا چاہیئے

ورنہ از سرکشی راضی بدیں
اور اگر سرکشی سے تو اس پر راضی نہیں ہے

نِک من و تو خانۂ قاضیِ دیں
ابھی میں ہوں اور تو ہے اور خریت سے قاضی کا گھر ہے

گفت من مغلوب بودم صوفیاں
(خادم نے) کہا، میں مجبور تھا، صوفیوں نے

حملہ آوردند و بودم بیم جاں
حملہ کر دیا، اور مجھے جان کا خوف تھا

تو جگر[2] بندے میانِ گربگاں
تو کلیجہ کو بلیوں میں

اندر اندازی وجوئی زاں نشاں
پھینکتا ہے اور اس کا نشان ڈھونڈتا ہے

درمیانِ صد گرسنہ گردۂ
سو بھوکوں میں ایک روٹی

پیشِ صد سگ گربۂ پُر مردۂ
مری ہوئی سو کتوں کے سامنے

گفت گیرم کز تو ظلماً بستند
(صوفی نے) کہا مانتا ہوں تجھ سے وہ ظلماً چھین لیں گے

قاصدِ خونِ منِ مسکیں شدند
مجھ غریب کے خون کے درپے ہوتے

تو نیائی و نگوئی مر مرا
تو نہیں آتا اور مجھ سے نہیں کہتا ہے

کاں خرت را می برند اے بینوا
کہ اے مفلس! وہ تیرا گدھا لے جا رہے ہیں

تا خرا[3] از ہر کہ بُرد من واخرم
تاکہ جس نے گدھا لیا میں اس سے واپس لے لیتا

ورنہ تو زیعے کنند ایشاں رَم
ورنہ وہ چندہ کر کے میری قیمت دیدیتے

صد تدارک بود چوں حاضر بُدند
جب وہ تھے تو سو بندوبست ہو سکتے تھے

ایں زماں ہر یک باقلیمے شدند
اب تو ہر ایک ایک ملک کو روانہ ہو گیا

من کرا گیرم کرا قاضی برم
میں کس کو پکڑوں، کس کو قاضی کے پاس لیجاؤں؟

ایں قضا خود از تو برآمد سرم
یہ مصیبت تیری وجہ سے میرے سر پر آئی ہے

چوں نیائی و نگوئی کائے غریب
تو کیوں نہ آیا اور نہیں کہا کہ اے بے وطن!

پیش آمد ایں چنیں ظلمِ مہیب
ایسا خوفناک ظلم پیش آیا ہے

گفت واللہ آمدم من بارہا
(خادم نے) کہا خدا کی قسم میں کئی بار آیا

تا ترا واقف کنم زیں کارہا
تاکہ تجھے ان کارناموں سے واقف کردوں

تو ہمی گفتی کہ خر رفت اے پسر
تو بہت کہتا تھا اے بیٹا! گدھا چلا گیا

از ہمہ گویندگاں باذوق تر
سب کہنے والوں سے زیادہ ذوق سے

---

[1] گفت۔ حدیث میں ہے۔ علی الید ما اخذت حتی تؤدیہ جو کچھ لے اس کا ادا کرنا فرض ہے۔ ورنہ۔ یعنی ورنہ راضی مطلب۔ ماجز۔ بیم۔ ہلاکت کا خوف۔

[2] جگر بند۔ جگر پھپھڑے اور دل کا مجموعہ۔ گربگان۔ گربہ کی جمع یعنی بھوکی بلی۔ گرسنہ۔ بھوکا۔ گردہ۔ روٹی، پہیلی، خیمہ۔ گیرم۔ میں مانتا ہوں۔

[3] واخرم۔ میں لوٹا لیتا ہوں۔ زیعے۔ تقسیم چندہ۔ خر۔ یعنی گدھے کی قیمت۔ تدارک۔ فوت شدہ چیز کو حاصل کر لینا۔ اقلیم۔ ملک، ولایت۔ بلکفنا۔ مصیبت یعنی گدھے کا بک جانا۔ غریب۔ مسافر بے وطن۔ مہیب۔ خوفناک۔ کارہا۔ یعنی صوفیوں کے کارنامے۔ باذوق تر۔ یعنی دوسرے صوفیوں سے بھی زیادہ ذوق سے کہتا تھا۔

بازمی گشتم کہ اُو خود واقف ست
میں واپس ہو جاتا تھا کہ وہ تو واقف ہے

زیں قضا راضیست مردِ عارف[1] ست
اِس مصیبت پر راضی ہے مردِ عارف انسان ہے

گفت آنرا جملہ می گفتند خوش
اصوفی نے) کہا وہ سب انکو ذوق سے گا رہے تھے

مُر مرا ہم ذوق آمد گفتنش
اُن کے کہنے سے میرے اندر بھی ذوق پیدا ہو گیا

مُر مرا تقلیدِ شاں بر باد داد
مجھے اُن کی تقلید نے برباد کیا

کہ دو صد لعنت بر آں تقلید باد
ایسی تقلید پر دو سو لعنتیں ہوں

خاصہ تقلیدِ چنیں بے حاصلاں
خصوصاً ایسے بیہودہ لوگوں کی تقلید

کابرو زار بگریختند از بہرِ ناں
جنھوں نے روٹی کی خاطر آبرو لٹا دی

عکسِ ذوقِ آں جماعت میزدے
اُس جماعت کے ذوق کا عکس پڑ رہا تھا

ویں دلم از عکس ذوقیں می شدے
میرا دل عکس سے صاحبِ ذوق بن رہا تھا

عکسِ چنداں باید از یارانِ خوش
اچھے دوستوں کا عکس اس قدر درکار ہے

کہ شوی از بحر[2] بے عکس آب کش
کہ تو بے عکس سمندر سے سیراب ہو

عکس کاوّل زد تو آں تقلید داں
شروع میں جو عکس پڑے تو اُس کو تقلید سمجھ

چوں پیاپے شد بود تحقیق آں
جب پے در پے ہو تو وہ تحقیق ہو گی

تا نشد تحقیق از یاراں مُبر
جبتک تحقیق کا درجہ حاصل نہ ہو دوستوں سے نہ کٹ

از صدف مگسل نگشتہ قطرہ دُر
جب تک قطرہ موتی نہ بنے سیپ سے جُدا نہ ہو

صاف خواہی چشمِ عقل و سمع را
اگر عقل کی آنکھ اور کان کو صاف رکھنا چاہتا ہے

بردراں تو پردہائے طمع را
تو لالچ کے پردوں کو چاک کر دے

زانکہ[3] آں تقلیدِ صوفی از طمع
اسلئے کہ لالچ کی وجہ سے اُس صوفی کی تقلید نے

عقلِ اُو بربست از نور و لمع
اُس کی عقل کو نور اور چمک سے روک دیا

زانکہ صوفی را طمع بُرد از رہ
کیونکہ صوفی کو لالچ نے گمراہ کیا

ماند در خسران و شد کارش تباہ
ٹوٹے میں پڑا اور اُس کا کام برباد ہو گیا

طمعِ لوت و طمعِ آں ذوقِ سماع
مزیدار کھانے کا لالچ اور سماع کے ذوق کا لالچ

مانع آمد عقلِ اُو را زِ اطلاع
اُس کی عقل کے لئے باخبر ہونے سے مانع بنگیا

گر طمع در آئینہ برخاستے
لالچ اگر آئینہ میں پیدا ہو جائے

در نفاق آں آئینہ چوں ماستے
نفاق میں وہ آئینہ بھی ہم جیسا ہو جائے

---

[1] مردِ عارف۔ باخدا انسان۔ تقلید یعنی اندھا دھند بغیر سوچے سمجھے پیروی کرنا۔ یہاں یعنی حکم مُرشد کے لئے اُن صوفیوں نے خیانت کی۔ عکس یعنی اُن لوگوں کے ذوق نے میرے اندر بھی ذوق پیدا کر دیا۔ یارانِ خوش۔ اچھے دوست یعنی مُرشدین کاملین۔ یہ اچھی تقلید کا بیان ہے۔

[2] بحر بے عکس۔ ذاتِ حق تعالیٰ۔ عکس کا اوّل سے لے کر ابتدائی مرشد کامل کی تقلید کرتا ہے اور کمال حاصل ہو جانے پر یہ تقلید محقق بن جاتا ہے۔ تبحر منقطع نہ ہو تاکہ وہ شیخ کامل تربیت کر سکے۔ صدف۔ سیپ یعنی شیخ۔ دُر۔ موتی۔ صاف خواہی۔ شیخ سے مستفیض ہونے کے لئے بُرے اخلاق کا ترک ضروری ہے۔

[3] زانکہ۔ اس لئے کہ۔ طمع۔ لالچ۔ لمع۔ چمک۔ از اطلاع۔ یعنی صوفیوں کی سازش کی خبر۔ آئینہ۔ آئینہ حقیقت جلال کو صحیح طور پر واضح کر دیتا ہے۔ لہٰذا وہ صاف گوئی میں ضرب المثل ہے۔

463

گر ترازو[1] را طمع بودے بمال
اگر ترازو کو مال کا لالچ ہوتا

راست کے گفتے ترازو وصف حال
(تو) ترازو سچی حالت کب بتاتی؟

گفت گیرم از طمع قاروں شوی
(ترازو نے) کہا میں مانتی ہوں کہ لالچ سے تو قارون بن جائے

آخر الامر اندریں ہاموں شوی
انجام کار اسی جنگل (قبرستان) میں پہنچے گا

ہر نبی می گفت با قوم از صفا
ہر نبی اپنی قوم سے اخلاص سے کہتا تھا

من نخواہم مزد پیغام از شما
میں تم سے پیغام (بری) کی مزدوری نہیں چاہتا ہوں

من دلیلم حق شما را مشتری
میں راہ نما ہوں اور تمہارا خریدار اللہ (تعالیٰ) ہے

داد حق دلالیم ہر دو سری
اللہ (تعالیٰ) نے مجھے دونوں طرف کی دلالی دیدی ہے

ہست مزدِ کار مر دلال را
ہر دلال کی اجرت ہوتی ہے

مزد باید داد تا گوید سزا
اجرت دینی چاہیئے تاکہ وہ ٹھیک بات کہے

چیست مزدِ کارِ من[2] دیدار یار
میرے کام کی اجرت کیا ہے؟ یار کا دیدار

گر چہ خود بوبکر بخشد چل ہزار
اگر چہ ابوبکرؓ خود چالیس ہزار دے دیں

چل ہزار او نباشد مزدِ من
ان کے چالیس ہزار میری مزدوری نہیں ہو سکتے

کے بود شبہ شہ دُرِ عدن
بوتھ، عدن کے موتی کی طرح کب ہوتا ہے؟

یک حکایت گویمت بشنو بہوش
میں تجھے ایک قصہ سناتا ہوں ہوش سے سن لے

تا بدانی کیں طمع شد بندِ گوش[3]
تاکہ تو سمجھ جائے کہ یہ لالچ کان کی ڈاٹ ہے

ہر کرا باشد طمع اَلکن شود
جس میں لالچ ہوتا ہے وہ گونگا ہو جاتا ہے

با طمع کے چشمِ دل روشن شود
لالچ کے ہوتے ہوئے دل کی آنکھ کب روشن ہوتی ہے

پیشِ چشمِ او خیالِ جاہ و زر
اس کی آنکھ کے سامنے رہتے اور مال کا خیال

ہمچناں باشد کہ موی اندر بصر
ایسا ہوتا ہے کہ جیسا کہ آنکھ میں بال

جز مگر مستے کہ از حق پُر بود
ہاں سوائے اس مست کے کہ جو حق سے بھرا ہو

گر چہ بد ہی گنجہا او حُر بود
اگر چہ تو اس کو خزانے بخشدے وہ آزاد ہوتا ہے

ہر کہ از دیدار برخوردار شد
جو (دیدارِ خداوندی) سے بہرہ ور ہو گیا

ایں جہاں در چشمِ او مُردار شد
یہ دنیا اس کی نظر میں مُردار ہو گئی

لیک آں صوفی ز مستی دور بود
لیکن وہ صوفی مستی سے دور تھا

لاجرم از حرصِ خود بے نور بود
لامحالہ اپنے لالچ کی وجہ سے بے نور تھا

---

[1] ترازو۔ ترازو بھی کم و بیش کو صحیح صحیح بتا دیتی ہے قارون۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کا مشہور مالدار بخیل ہے۔ ہاموں جنگل یعنی قبرستان جہاں مالدار اور فقیر یکساں ہیں۔ ہر نبی۔ حضرت نوحؑ حضرت ہودؑ وغیرہ سب نے قوم سے یہی کہا تھا۔ دلیل۔ راستہ بتلانے والا۔ دلال۔ مشتری۔ خریدار۔ ہر دو سری۔ دونوں جانب، دلالی دونوں جانب سے دلالی وصول کرتا ہے۔ سزا۔ مناسب۔ دلال کو دلالی لجاتی ہے تو ٹھکانے کی بات کرتا ہے۔

[2] من۔ یعنی یہ آنحضورؐ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ۔ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ پر اپنی تمام دولت صرف کر ڈالی۔ بعض روایات میں ہے کہ جس وقت وہ مسلمان ہوئے ان کی ملکیت میں چالیس ہزار دینار تھے۔ خبیث۔ شین کے زیر کے ساتھ یعنی بخل اور شین کے زبر کے ساتھ یعنی پوتھ۔

[3] بندِ گوش۔ یعنی لالچ میں پڑ کر انسان کسی نصیحت کو قبول نہیں کرتا ہے۔ اَلکن۔ ہکلا یعنی لالچی آدمی صحیح بات کہنے پر قادر نہیں رہتا۔ پیشِ چشم۔ مال و جاہ کا لالچ انسان کو بے بصیرت بنا دیتا ہے۔ حُر کو وہ جسے کسی کا ہے وہ آزاد ہوتا ہے کسی کا بے جا دباؤ قبول نہیں کرتا ہے۔ ایں جہاں۔ دنیا۔ مردار۔ حدیث شریف میں ہے دنیا مردار ہے اس کے طلبگار کتے ہیں۔

صد حکایت بشنود مدہوش حرص — در نیاید نکتہ در گوشِ حرص

حرص سے مدہوش سو قصے سنتا ہے — لیکن حرص کے کان میں ایک نکتہ بھی نہیں آتا ہے

تعریف[1] کردنِ منادیانِ قاضی مفلس را گردِ شہر

قاضی کے اعلانچیوں کی شہر کے چاروں طرف ایک مفلس کی تشہیر کرنا

بود شخصے مفلسے بے خان و مان — ماند در زندان و بندِ بے اماں

ایک شخص مفلس اور خانہ خراب تھا — جو قید خانہ اور بے اماں قید میں تھا

لقمۂ زندانیاں خوردے گزاف — بر دلِ خلق از طمع چوں کوہِ قاف

خواہ مخواہ قیدیوں کا کھانا کھا جاتا — لالچ کی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں پر کوہ قاف کی طرح (بھاری) تھا

زہرہ نے کس را کہ او لقمہ خورد — زانکہ آں لقمہ رُبا چابک بَرد

کسی کا پتہ نہ تھا کہ وہ لقمہ کھائے — کیونکہ وہ لقمہ چابک لینے والا فوراً (اُڑا) لے جائے گا

ہر کہ دور از رحمتِ رحماں بود — او گدا چشم ست گر سلطاں بود

جو رحمان کی رحمت سے دُور ہو — اگرچہ وہ بادشاہ، لیکن اسکی آنکھ بھکاری کی ہے

مر مروت را نہادہ زیرِ پا — گشت زندانہا دو زخ زاں ناں رُبا

اُس نے مروت کو پامال کر رکھا تھا — اُس روٹی اُچکے سے قید خانہ دوزخ بن گیا تھا

گر گریزی بر امیدِ راحتے — زاں طرف ہم پیشت آید کوفتے

اگر تو راحت کی تمنا میں بھاگے گا — اُس طرف سے بھی تیرے سامنے کوئی مصیبت آئیگی

ہیچ کُنجے بے دد[2] و بے دام نیست — جز بخلوتگاہِ حق آرام نیست

کوئی گوشہ درندے اور چرندے کے بغیر نہیں ہے — حق کی خلوت گاہ کے سوا کہیں راحت نہیں ہے

کُنجِ زندانِ جہانِ ناگزیر — نیست بے بامز[3] و بے دق[4] الحصیر

دنیا کے جبری قید خانہ کا گوشہ — محنت اور بھاگ دوڑ سے خالی نہیں ہے

واللہ ار سوراخِ موشے در روی — مبتلائے گربہ چنگالے شوی

خدا کی قسم اگر تو کسی چوہے کے سوراخ میں بھاگا — کسی بلی کے پنجے میں پھنسے گا

آدمی[5] را فربہی ہست از خیال — گر خیالاتش بود صاحب جمال

خیالات کی وجہ سے آدمی کی فربہی ہے — اگر اُس کے تصورات حسین ہوں

در خیالاتش نماید ناخوشے — می گدازد ہمچو موم آتشے

اگر اُس کے خیالات ناخوشگواری ظاہر کریں — آگ (پر) کے موم کی طرح پگھل جائے گا

---

[1] تعریف کردن۔ تشہیر کرنا۔ خان و مان۔ خان، خانہ مان گھر سامان، یعنی بے گھر بے در۔ گزاف۔ بیہودہ۔ کوہِ قاف۔ ایران کا مشہور پہاڑ ہے۔ زہرہ۔ پتا، چابکت۔ تیزی، جلدی۔ گدا چشم۔ فقیر کی آنکھ والا، لالچی۔

[2] دد۔ درندہ۔ دام۔ چرندہ۔ زندانِ جہاں۔ پہلے رسمی قید خانہ کے مصائب کا ذکر تھا اب دنیا جو ایک مومن کا قید خانہ ہے اُسکے مصائب کا ذکر ہے۔ ناگزیر۔ دنیوی زندگی میں اِس جہان سے چھٹکارا نہیں ہے۔ بامز۔ محنت، مزدوری۔ دق الحصیر۔ دق، کرٹنا حصیر بوریا، جم کر بیٹھنے اور مشقت کا کام کرنے سے نیچے کا بوریا جلد ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے معنی محنت و مشقت کے آتے ہیں۔

[5] آدمی۔ پہلے اشعار میں انسان کے خارجی مصائب میں مبتلا ہونے کا بیان تھا۔ اب اِن اشعار میں اُن مصائب کا ذکر ہے جن کے اسباب خود انسان کے اندر ہیں۔ مصائب جمال۔ اچھے خیالات انسان کی تر و تازگی کا سبب ہیں۔ ناخوشے۔ اگر انسانی خیالات کوئی ناخوشگوار تصور پیدا کر دیتے ہیں تو انسان موم کی طرح پگھل جاتا ہے۔

۱؎ درمیانِ مار و کژدم گر ترا
اگر تجھے سانپ اور بچھوؤں کے درمیان

مار و کژدم مر ترا مونس شود
سانپ بچھو تیرے غم خوار ہو جائیں گے

صبر شیریں از خیالِ خوش شدست
اچھے خیالات سے صبر، شیریں بنا ہے

آں فرح آید ز ایماں در ضمیر
دل میں خوشی، ایمان سے آتی ہے

صبر از ایماں بیابد سر کلہ
صبر نے ایمان کا تاج پہنا ہے

گفت پیغمبرؐ خدا ش ایماں نداد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا خدا نے انکو ایمان نہیں دیا

۲؎ آں یکے در چشمِ تو باشد چو مار
ایک شخص تیری نظر میں سانپ ہوتا ہے

زانکہ در چشمت خیالِ کفر اوست
اسلئے کہ تیری نظر میں اُس کے کفر کا خیال ہے

۳؎ کاندریں یک شخص فعلے ہر دو هست
ایک شخص میں دونوں کے کارنامے ہیں

نیمِ او مومن بود نیمش گبر
اُس کا نصف مومن ہوتا ہے، نصف کافر

گفت یزدانت فمنکم مؤمنٌ
تیرے خدا نے فرمایا ہے کہ تم میں سے مومن ہیں

ہیچو گاوے نیمۂ جلدش سیاہ
گائے کی طرح جس کی آدھی کھال کالی ہے

ہر کہ ایں نیمہ ببیند رد کند
جو اس آدھے کو دیکھتا ہے اُس کو رد کر دیتا ہے

باخیالاتِ خوشاں دارد خدا
عمدہ تصورات کے ساتھ خدا رکھے

کاں خیالت کیمیائے مس شود
کیونکہ تیرے وہ خیالات تانبے کیلئے کیمیا ہو جائینگے

کاں خیالاتِ فرح پیش آمدست
کیونکہ وہ خوشی کے خیالات پیش آئے ہیں

ضعفِ ایماں ناامیدی وزجیر
ایمان کی کمزوری ناامیدی اور ناخوشی ہے

حَیْثُ لَا صَبْرَ فَلَا اِیْمَانَ لَہٗ
جس کو صبر (نصیب) نہیں اُس کا ایمان نہیں ہے

ہر کرا صبرے نباشد در نہاد
جس کی فطرت میں صبر (کرنا) نہ ہو

ہم وے اندر چشمِ آں دیگر نگار
وہی دوسرے کی نظر میں محبوب ہوتا ہے

واں خیالِ مومنی در چشمِ دوست
دوست کی نگاہ میں اُس کے مومن ہونے کا خیال ہے

گاہ ماہی باشد او گاہ ست شُشت
کبھی وہ مچھلی ہوتا ہے کبھی مچھلی پکڑنے کا کانٹا

نیمِ او حرص آوری نیمش صبر
اُس کا نصف حرص پسندی نصف صبر ہوتا ہے

باز منکم کافرٌ گبر کہن
پھر فرمایا تم میں سے کافر ہیں پرانے کافر

نیمۂ دیگر سپید و ہیچو ماہ
اور دوسری آدھی چاند کی طرح سفید ہے

ہر کہ آں نیمہ ببیند رد کند
جو اُس آدھے کو دیکھتا ہے اُس کو رد کر دیتا ہے

۱؎ درمیانِ مار: انسان اچھے خیالات کی بنا پر دشمنوں میں بھی راحت سے زندگی گزار لیتا ہے جس یعنی اچھے خیالات دشمنوں کو دوست بنا دیتے ہیں خیالِ خوش۔ یعنی صبر کے ثواب کا خیال فرح۔ خوشی۔ زایماں۔ مومن کا ایمان ہوتا ہے کہ صبر کا ثواب ملے گا۔ سر کلہ۔ کلاہ سر۔ تاج۔ حدیث شریف میں ہے صبر ایمان کا ایک حصہ ہے۔ ضمیر دل۔ زجیر۔ پریشانی۔ ناخوشی۔

۲؎ آں یکے۔ خیالات جس طرح اثرات کے اعتبار سے مختلف ہیں اسی طرح اپنی ذات کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں ایک ہی انسان کے بارے میں ایک انسان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ ڈسنے والا سانپ ہے دوسرا اُس کو اپنا دوست خیال کرتا ہے۔

زانکہ۔ سانپ سمجھنے والے کی نظر میں اُس کی برائیاں ہیں دوست سمجھنے والے کے خیال میں اُس کی بھلائیاں ہیں۔

۳؎ کاندریں۔ ہر شخص میں نفس الامر میں بُرے اور بھلے اخلاق ہوتے ہیں شُشت۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ نیم آو۔ ہر انسان میں کافرانہ صفات بھی ہوتی ہیں مومنانہ صفات بھی۔ ہیچو گاوے۔ انسان کی مثال چتکبرے بیل کی طرح ہے۔ ایں نیمہ۔ یعنی کالا حصہ۔ آں نیمہ۔ یعنی سفید حصہ۔

از جمالِ یوسفؑ اخواں بس نفور — لیک اندر دیدۂ یعقوبؑ نور

یوسف (علیہ السلام) کے حسن سے بھائی سخت متنفر — لیکن وہ یعقوب (علیہ السلام) کے نورِ چشم تھے

از خیالِ بد مر اُو را زشت دید — چشمِ فرع و چشمِ اصلی ناپدید

(بھائیوں نے) بُرے خیال کی وجہ سے انکو بدشکل دیکھا — انکی فرعی آنکھ تھی اور اصلی آنکھ ناپید تھی

چشمِ ظاہر سایۂ آں چشمِ داں — ہر کہ آں بیند بگردد ایں بداں

ظاہری آنکھ کو اُس آنکھ کا پرتو سمجھ — جو وہ (دل کی آنکھ) دیکھے گی یہ اسی طرف گھوم جائیگی

سایۂ اصل ست فرع اما کجا — سایہ با خورشید دارد با بجا

فرع اصل کا سایہ ہے، لیکن کہاں — ٹھہرتا ہے سایہ سورج کے سامنے؟

تو مکانی اصلِ تو در لامکاں — ایں مکاں بر بند و بگشا آں دکاں

تو مکانی ہے، تیری اصل لامکان میں ہے — یہ دکان بند کردے وہ دکان کھول لے

شش جہت مگریز زیرا در جہات — شش درست و شش شدہ مات ست مات

چاروں طرف بھاگ اس لئے کہ تمام جانیں میں — پھنسا وہ کی جگہ ہے اور پھنسا نے والے کیلئے ماری ہا ہے

ایں سخن را نیست حدِ زندانیاں — مضطر اند از دست آں خر تلتباں

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، قیدی — اس دلیوث، گدھے سے پریشان ہیں

شکایت کردن اہلِ زنداں پیشِ وکیلِ قاضی از دستِ آں مفلس

قیدیوں کا اُس مفلس کی قاضی کے وکیل سے شکایت کرنا

با وکیلِ قاضیِ ادراک مند — اہلِ زنداں در شکایت آمدند

عقلمند قاضی کے وکیل سے — قیدی شکایت کرنے لگے

کہ سلامِ ما بقاضی برکنوں — باز گو آزارِ ما زیں مردِ دوں

کہ اب ہمارا سلام قاضی کو پہنچا — پھر اُس کمینہ انسان سے جو تکلیف ہمیں پہنچا رہی ہے ن

کاندریں زنداں بماند او مستمر — یاوہ تاز و طبل خوار ست و مضر

وہ ہمیشہ اس قید خانہ میں رہتا ہے — فضول گشت کرنے والا پُرخور اور تکلیف دہ ہے

مردِ زندانی نیابد لقمہ — در بصد حیلت کشاید طعمہ

اگر قیدی کو اوّل تو، روٹی ملتی نہیں ہے — اگر تدبیروں سے وہ کھانا کھولتا ہے

در زماں پیش آید آں دوزخ گلو — حجتش اینکہ خدا گفتہ کلوا

وہ جہنم (جیسے) حلق والا فوراً آجاتا ہے — اُس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کھاؤ

لہ یوسفؑ۔ اپنے باپ حضرت یعقوبؑ کے نورِ نظر تھے اور انکو اُن کے بھائی بُرا سمجھتے تھے۔ از خیال۔ چونکہ اُن کے بھائیوں کے خیالات بُرے تھے اُن کو یوسف بُرے نظر آئے۔ چشمِ اصلی۔ دل کی آنکھ۔ چشمِ ظاہر۔ جسم کی آنکھ۔ آں چشم۔ دل کی آنکھ۔ ہر کہ۔ جسمانی آنکھ۔ دل کی آنکھ کے تابع ہے۔ اصل۔ یعنی دل کی آنکھ۔ فرع۔ یعنی جسمانی آنکھ۔

سہ تو مکانی۔ انسان میں اصل روح ہے اور اُس کا مسکن عالمِ بالا ہے لہٰذا انسان کو عالمِ ارواح کے کاروبار میں لگنا چاہیئے۔ شش جہت۔ چھ جانبیں، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، اوپر، نیچے، شش در۔ وہ جگہ جس سے رہائی مشکل ہو۔ وہ چوخانے جس میں نرد کا مہرہ پھنس کر مشکل سے بچتا ہے۔ شش در یہ نرد کا وہ مہرہ جو شش در میں پھنس جائے۔ مات۔ شاہ شطرنج کا گرفتار ہو جانا جس کی وجہ سے بازی میں ہار ہو جاتی ہے۔

سہ خر۔ بُردوں سے امر کا صیغہ ہے۔ آزار۔ تکلیف۔ دوں۔ کمینہ۔ مستمر۔ ہمیشہ۔ یاوہ تاز۔ بیکار پھرنے والا، آوارہ گرد۔ طبل خوار۔ کھا کھا کر پیٹ کو ڈھول کی طرح بنا لینے والا۔ طعمہ۔ خوراک۔ دوزخ گلو۔ وہ شخص جس کو گلا ہر وقت کھانا مانگے۔ بھوکا۔ تم کھاؤ۔

۶۶۶

چوں مگس حاضر شود بر ہر طعام
ہر کھانے پر مکھی کی طرح حرص کرتا ہے

ازوقاحت[1] بے صلاح و بے سلام
بے شرمی سے بغیر بلائے اور بغیر سلام کے

پیشِ او ہیچت لوتِ شصت کس
اُس کے لئے ساٹھ آدمیوں کا کھانا کچھ بھی نہیں ہے

کر کند خود را اگر گوئیش بس
اگر اُس کو بس کہو تو اپنے آپ کو بہرا بنا لیتا ہے

زیں چنیں قحطِ سہ سالہ داد داد
اِس تین سالہ قحط سے فریاد ہے فریاد ہے

ظلِّ مولانا اَبد پایندہ باد
جناب کا سایہ ہمیشہ قائم رہے

گوز زنداں تا رود ایں گاؤمیش
حکم دیدیجئے کہ یہ بھینسا قید خانہ سے چلا جائے

یا وظیفہ کن زِ وقفے لُقمہ ایش
یا اُس کے کھانے کا کسی وقف سے وظیفہ مقرر کر دیجئے

اے زتو خوش ہم ذکور و ہم اناث[2]
اے وہ کہ تجھ سے سب مرد و زن راضی ہیں

داد کُن اَلمُستغاث اَلمُستغاث[3]
انصاف کیجئے اَلمدد اَلمدد

سُوئے قاضی شد وکیلِ بانمک
خوش مزاج وکیل، قاضی کے پاس گیا

گفت با قاضی شکایت یک بیک
ایک ایک کر کے قاضی سے شکایتیں کر دیں

خواند از زنداں وُرا قاضی بہ پیش
قاضی نے اُس کو قید خانہ سے اپنے سامنے بلایا

پس تفحص کرد از اعیانِ خویش
اور اپنے لوگوں سے تحقیق کی

گشت ثابت پیشِ قاضی آں ہمہ
وہ سب کچھ قاضی کے سامنے ثابت ہو گیا

کہ نمود ند از شکایت آں رمہ
جو شکایت میں اُس جماعت نے ظاہر کیا تھا

گفت قاضی خیز زیں زنداں برو
قاضی نے کہا اُٹھو اِس قید خانہ سے چلا جا

سُوئے خانہ مُردہ[4] ریگِ خویش شو
اپنے موروثی گھر کی جانب (روانہ) ہو

گفت خان و مانِ من احسانِ تست
اُس نے کہا میرا گھر بار تو تیرا احسان ہے

ہمچو کافر جنتم زندانِ تست
کافر کی طرح میری جنت تیرا قید خانہ ہے

گر ز زندانم برانی تو بَرَد
اگر تو مجھے دے کر مجھے قید خانہ سے نکال دیگا

خود بمیرم من ز درویشی و کَد
میں مُفلسی اور مشقت سے مر جاؤں گا

ہمچو ابلیسے کہ می گفت اے سلام
شیطان کی طرح کہ کہتا تھا اے خدا!

رَبِّ اَنظِرنِی اِلیٰ یَومِ القِیام
مجھے قیامت تک مہلت دیدے

کاندریں زندانِ دنیا من خوشم
کہ اِس دنیا کے قید خانہ میں میں خوش ہوں

تا کہ دشمن زادگاں را می کُشم
تاکہ دشمن کی اولاد کو ہلاک کروں

---

[1] وقاحت — بے شرمی، بیشرمی۔ یکی، کھانے کیلئے بلانا کہ کند یعنی اگر اُسے کھانا کھانے سے روکو تو بہرا بن جاتا ہے۔ تحویل سالہ۔ وہ پیشہ شاید تین سال سے تحویل خانہ میں تھا۔ گاؤمیش بھینس۔

[2] ذکور — ذکر کی جمع، مرد۔ اناث۔ اُنثیٰ کی جمع، عورت۔

[3] اَلمُستغاث۔ وہ شخص جس سے مدد مانگی جائے۔ مانک۔ خوش مزاج، با ذوق۔ یک بیک۔ ایک ایک تفحص جستجو۔ اعیان۔ سردار۔ رمہ جماعت، گروہ۔

[4] مُردہ ریگ۔ موروثی چیز پھچو۔ حدیث میں ہے "دنیا مومن کا قید خانہ اللہ کو فر کی جنت ہے" رمہ۔ محنت، مشقت۔ رب۔ قرآن پاک میں شیطان کا متعدد مذکور ہے "اے میرے پروردگار مجھے روز قیامت تک مہلت دے" دشمن زادگان۔ بنی آدم حضرت آدم سے شیطان کی دشمنی ہے۔

ہر کہ اُورا قُوتِ[1] ایمانے بود — وز برائے زادِ رہ نانے بود
جس کے پاس ایمان کی روزی ہو — اور توشہ کے لئے روٹی ہو

می ستانم گہ بمکر و گہ بریو — تا برآرند از پشیمانی غریو
(اُس سے) کبھی مکر سے کبھی دھوکے سے چھین لوں گا — تاکہ شرمندگی سے چیخنے لگے

گہ بدرویشی کنم تہدیدِ شاں — گہ بزلف و خال بندم دیدِ شاں
کبھی اُن کو افلاس سے ڈراؤں — کبھی اُن کی نگاہ زُلف اور تل میں پھنسادوں

قُوتِ[2] ایمانی دریں زنداں کم ست — وانکہ ہست از قصدِ ایں سگ در خم ست
اِس قید خانہ میں ایمان کی روزی کم ہے — جو ہے وہ اِس کتے کی وجہ سے (بیچ) خم میں ہے

از نماز و صوم و صدقہ بیچارگی — قُوتِ ذوق آید بُرد یکبارگی
نماز اور روزہ اور ہر قسم کے عجز سے — ذوق میسّر آتا ہے، جس کو وہ ایکدم لے جاتا ہے

اَستَعِیذُ اللّٰہِ مِن شَیطَانِہٖ — قَد ھَلَکنَا آہ مِن طُغیَانِہٖ
میں اللہ سے اُس کے شیطان سے پناہ چاہتا ہوں — آہ ہم اِس کی سرکشی سے ہلاک ہو گئے ہیں

یک سگ ست و در ہزاراں می رود — ہر کہ درو رفت اُو آں می شود
ایک کتا ہے اور ہزاروں میں گھس جاتا ہے — جس میں وہ گھستا ہے وہ وہی بن جاتا ہے

ہر کہ سردت کرد میداں کو درو ست[3] — دیو پنہاں گشت اندر زیرِ پوست
جو تجھے (اللہ کی عبادت میں) سست بنائے سمجھ لے — کمال کے اندر شیطان چھپا ہے

چوں نیاید صورت آید در خیال — تا کشاند آں خیالت در وبال
جب (اپنی) صورت میں نہ آئے تو تصور میں آجائیگا — تاکہ وہ تصور تجھے وبال میں ڈال دے

از خیالاتِ تو می آید بلا — چوں خیالت فاسد آمد جا بجا
تیرے خیالات سے مصیبت آتی ہے — چونکہ تیرا خیال ہر جگہ فاسد ہوتا ہے

گہ خیالِ فرجہ و گاہے دکاں — گہ خیالِ علم و گاہے خان و ماں
کبھی کشادگی کا خیال اور کبھی دکان (کا خیال) — کبھی علم کا خیال اور کبھی گھر در (کا خیال)

گہ خیالِ مکسب و سوداگری — گہ خیالِ تاجری و داوری
کبھی پیشے اور سوداگری کا خیال — کبھی تاجر ہونے اور عہدہ کا خیال

گہ خیالِ بُوالفضول و بُوالحزن — گہ خیالِ نقرہ و فرزند و زن
کبھی بکواسی اور غمزدہ کا خیال — کبھی زر اور اولاد اور بیوی کا خیال

[1] قُوت۔ خوراک۔ زاد۔ یعنی راہِ آخرت۔ نانے۔ یعنی کوئی نیک عمل۔ می ستانم۔ یعنی میں اُس کی زادِ راہ چھین لیتا ہوں۔ ریو۔ مکر و فریب۔ غریو۔ شور و فغاں۔ گہ بدرویشی۔ قرآن پاک میں ہے "شیطان تمہیں افلاس کے اندیشہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور تم کو بے حیائی کی ترغیب دیتا ہے"۔

[2] قُوت۔ اِس دنیا کے قید خانہ میں مُومن اور شیطان کی وہی صورت ہے جو دوسرے قیدیوں کی تھی اور اس پیٹو مفلس کی تھی۔ از نماز۔ عبادات سے جو روزی حاصل ہوتی ہے اُس کو شیطان اُڑا دیتا ہے۔ یک سگ۔ ابلیس ایک ہے اُس کی ذرّیت بہت سے شیاطین ہیں۔ شیطانی اثر سے انسان بھی شیطان بن جاتا ہے۔

[3] ہر کہ۔ ہر وہ چیز جو انسان کی عبادت کی سرگرمیوں کو سرد کر دے اُس میں شیطانی اثر سمجھو۔ چوں۔ شیطان کی تباہ کاری کے لئے اُس کا مجسّم ہو کر سامنے آنا ضروری نہیں ہے وہ انسانی خیالات میں شمولیت بھی دیتا ہے جو تباہی کا سبب بنتے ہیں۔ از خیالات۔ انسان کی تباہی اُس کے فاسد خیالات سے ہوتی ہے۔ گہ خیال۔ ان تمام چیزوں میں فاسد خیالات کی آمیزش کا سبب ہے۔ بُوالفضول۔ بیہودہ انسان۔ بُوالحزن۔ غمگین۔

گہ خیالِ آسیا[1] و باغ و راغ
کبھی چکی اور باغ اور جنگل کا خیال

گہ خیالِ میغ و باغ و لیغ و لاغ
کبھی ابر اور گھر اور بزدلی اور شوخی کا خیال

گہ خیالِ آشتی و جنگہا
کبھی صلح اور لڑائیوں کا خیال

گہ خیالِ نامہا و ننگہا
کبھی نام آوریوں اور ذلتوں کا خیال

گہ خیالِ کالہ و گاہے فراش
کبھی سامان کا خیال کبھی عمدہ چیزوں کا

گہ خیالِ مفرش و گاہے فراش
کبھی فرش بچھانے کی جگہ کا خیال اور کبھی فرش کا

ہیں بروں کن از سرایں تخییلہا
خبردار! ان خیالات کو سر سے نکال دے

ہیں بروب از دل چنیں بد حیلہا
خبردار! ان بری تدبیروں کو دل سے نکالدے

ہاں[2] بگو لا حولہا در ہر زماں
خبردار! ہر وقت لاحول پڑھ

از زباں تنہا نہ بل از عینِ جاں
صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ دل سے

تتمۂ قصۂ آں مُفلس

اُس مفلس کے قصہ کا بقیہ

گفت قاضی مُفلسی را وانما
قاضی نے کہا، مفلسی کو ثابت کر

گفت اینک اہلِ زندانت گواہ
اُس نے کہا یہ قیدی آپ کے سامنے گواہ ہیں

گفت ایشاں مُتہم[3] باشند چوں
قاضی نے کہا وہ متہم ہوں گے کیونکہ

می گریزند از تو می گریند خوں
وہ تجھ سے گریزاں ہیں تیری وجہ خوں کے آنسو بہا کر

وز تو می خواہند تاہم وا رہند
وہ چاہتے ہیں کہ تجھ سے چھٹکارا حاصل کریں

زیں غرض باطل گواہی می دہند
اس وجہ سے غلط گواہی دیں گے

جملۂ اہلِ محکمہ گفتند ما
محکمہ کے سب لوگوں نے کہا کہ ہم

ہم بر ادبار و بر افلاسش گوا
بھی اُس کی نحوست اور مفلسی کے گواہ ہیں

ہر کرا پُرسید قاضی حالِ او
قاضی نے جس سے بھی اُس کا حال پوچھا

گفت مولا دست زیں مُفلس بشو
اُس نے کہا جناب! اس سے دستبردار ہو جائیں

گفت قاضی کش بگردانید فلش
قاضی نے کہا اُس کو علی الاعلان گھماؤ

گرد شہر ایں مفلس ست و ہم قلاش
شہر کے چاروں طرف کہ یہ مفلس اور کنگال ہے

کو بکو او را منادی ہا کنید
کوچہ بکوچہ اُس کے بارے میں اعلانات کردو

طبلِ افلاسش عیاں ہا ساز نید
علی الاعلان اسکا افلاس کا ہر جگہ ڈھول پیٹو

---

[1] آسیا: چکی۔ راغ: جنگل۔ میغ: بادل۔ باغ: گھر، غبار۔ لیغ: بزدل۔ لاغ: شوخی، کمال۔ سامان۔ تماش۔ ریشمین کپڑا، گھر کا ساز و سامان، مفرش: فرش بچھانے کی جگہ۔

[2] ہاں: ان فاسد خیالات کے دفعیہ کی یہی صورت ہے کہ انسان دل و جان سے لاحول پڑھتا رہے۔ دانا! اگر مفلس کا افلاس ثابت ہو جاتا ہے تو اُس کو قید نہیں رکھا جا سکتا ہے۔ گواہ یعنی قیدی افلاس ثابت کر دینگے۔

[3] متہم: اگر گواہی میں گواہ کی غرض ثابت ہو جاتی ہے تو اُس کی گواہی معتبر نہیں رہتی ہے۔ غرض: صاحب غرض کی گواہی معتبر نہیں ہوتی۔ کش: کہ اُس مفلس کو مفلس کنگال۔

تا کسے نسیہ[1] نہ بفروشد بدو
تاکہ کوئی اُس کے ہاتھ اُدھار نہ بیچے

ہر کہ دعویٰ آرد اینجا بالفن
جو کوئی اُس پر اِس جگہ چالاکی سے دعویٰ کریگا

پیشِ من اِفلاس اُو ثابت شدست
میرے روبرو اُس کا افلاس ثابت ہوگیا ہے

آدمی در حبسِ دنیا زاں بود
انسان دنیا کے قید خانہ میں اِسیوجہ سے ہوتا ہے

مُفلسیِّ دیو را یزدانِ ما
ہمارے خدا نے شیطان کی مُفلسی کا

کو دغا و مُفلِس ست و بد سخن
کہ وہ (مجسم) دغا اور مُفلِس اور بدکلام ہے

ور کُنی او را بہانہ آوری
اگر تو کرے گا تو اُسکے لئے بہانہ مہیا کرے گا

حاضر[3] آورد ند چوں فتنہ فروخت
جب فتنہ روشن ہوگیا (لوگ) لائے

کُردِ بے چارہ بسے فریاد کرد
بیچارے کُردی نے بہت فریاد کی

اُشترش بُرد ند از ہنگامِ چاشت
چاشت کے وقت سے اُس کا اونٹ لے گئے

بر شُتر بنشست آں قحطِ گراں
وہ بھاری قحط اونٹ پر بیٹھ گیا

سُو بسُو و کُو بکُو می تاختند
ہر ہر جانب اور کوچہ بکوچہ دوڑتے تھے

پیشِ ہر حمّام و ہر بازار گہ
ہر حمّام اور ہر بازار کے سامنے

قرض ند ہد ہیچ کس اُورا تسُو
کوئی اُس کو آدھا جَو (بھی) قرض نہ دے

پیشِ زندانش نخواہم کرد من
اُس کو میں قید میں نہ ڈالوں گا

نقد و کالا[2] نیستش چیزے بدست
نقد اور جنس کچھ اُس کے پاس نہیں ہے

تا بود کا فلاسِ اُو ثابت شود
تاکہ اُس کا افلاس ثابت ہوجائے

ہم منادی کرد در قرآنِ ما
بھی ہمارے قرآن میں اعلان کردیا ہے

ہیچ با اُو شرکت و سودا مکن
تو کبھی اُس کے ساتھ شرکت اور معاملہ نہ کر

مُفلس ست اُو صَرفہ[4] از دے کم بَری
(وہ) مُفلس ہے اُس سے ڈگری وصول نہ کرسکیگا

اُشترے کُردی کہ ہیزم می فروخت
ایک کُردی کا اونٹ جو ایندھن بیچتا تھا

ہم مُوکّل را بدانگے شاد کرد
سپاہی کو بھی ایک دانگ دے کر خوش کیا

تا شبے افغان اُو سودے نداشت
رات تک کے لئے اور اُس کا رونا دھونا مفید نہ ہوا

صاحبِ اُشترِ بے اُشتر دواں
اونٹ والا، اونٹ کے پیچھے دوڑ رہا تھا

تا ہمہ شہرش عیاں بشناختند
یہانتک کہ تمام شہر نے اُسکو نمایاں طور پر پہچان لیا

کردہ مردم جملہ در شکلش نگہ
سب لوگ نے اُسکی صورت پر نگاہ ڈال لی

---

[1] نسیہ۔ ادھار۔ تسو۔ چار جَو کا وزن۔ ہر کہ۔ نادہندگی سزا قید ہے لیکن جبکہ اُس کا افلاس ثابت ہوجائے تو پھر قید نہیں کیا جاسکتا۔

[2] کالا۔ سامان۔ آدمی انسان کو دنیا کی قید میں قدرت نے اِسی لئے مقید کیا ہے تاکہ عملِ صالح سے اُس کا افلاس یا مالداری ثابت ہوسکے مُفلسی۔ اللہ تعالےٰ نے شیطان کی مُفلسی کا اِسی لئے اعلان کیا ہے تاکہ کوئی اُس سے کسی قسم کا معاملہ نہ کرے جیسا کہ قاضی نے اُس مُفلس کے بارے میں کرایا تھا۔

[4] صَرفہ۔ یعنی زر ڈگری۔

[3] حاضر آورد ند۔ چونکہ اُس مُفلس کا اعلان اور تشہیر کرنی تھی اور مُفلس کو سارے شہر میں گھمانا تھا۔ کُرد۔ ایک صحرا نورد قوم ہے۔ ہیزم۔ ایندھن۔ مرزنگوش۔ بکارندہ۔ دانگ۔ چھ رتی کے وزن کا سکّہ ہے فغاں کرد۔ یعنی سپاہی کو ایک دانگ دے کر خوش کرنا چاہا تاکہ اُس کا اونٹ چھوڑ دے قحطِ گراں۔ یعنی وہ مُفلس قیدی چونکہ وہ سب کو بھوکا مارتا تھا۔ لگ اُس کو شناخت کرنے کے لئے سب نے اُس کو دیکھا۔

۶۸۱

دہ[1] منادیگر بلند آوازیاں
دس بلند آواز منادی کرنے والے

ترک و کرد و رومیان و تازیاں
ترک، اور کرد، اور رومی، اور عرب

جملگاں آوازہا برداشتہ
سب چیختے تھے

کایں ہمہ تخم جفاہا کاشتہ
کہ اس نے سب بدمعاملگیوں کا بیج بویا ہے

مفلس است و[2] ایں ندارد ہیچ چیز
یہ مفلس ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہے

تا کس اُورا قرض ندہد یک پشیز
ہرگز اس کو کوئی ایک دمڑی قرض نہ دے

ظاہر و باطن ندارد حبۂ
کھلا ڈھلا اس کے پاس ایک حبہ نہیں ہے

مفلسے قلبے دغائے دبۂ
مفلس ہے کھوٹا ہے دغاباز ہے بنی کا ڈھیر ہے

بینوائے بدادائے[3] بے وفا
مفلس ہے، نادہند ہے، بے وفا ہے

ناں ربائے ننگ دائے بے حیا
روٹی کا اچکا ہے بھکاری ہے، بے شرم ہے

ہاں و ہاں باا و حریفی کم کنید
خبردار! خبردار! اس کے ساتھ معاملہ نہ کرنا

چونکہ گاز آرد گرہ محکم زنید
چونکہ قینچی رکھتا ہے اسلئے مضبوط گرہ لگالو

ور بحکم آرید ایں پژمردہ را
اس مردے کو اگر تم عدالت میں لاؤ گے

من نخواہم کرد زنداں مردہ را
میں مردے کو قید نہ کروں گا

خوش دم ست و آں گلویش بس فراخ
بہت بناوٹی ہے اس کا حلق بہت پھیلا ہوا ہے

با شعار نو دثار شاخ شاخ
اوپر کا لباس نیا ہے اندرونی تار تار ہے

گر بپوشد[4] بہر مکر آں جامہ را
اگر مکاری کے لئے وہ کوئی کپڑا پہنے

عاریہ است آں تا فریبد عامہ را
وہ مانگا ہوا ہے تاکہ عوام کو فریب دے

حرف حکمت بر زبان ناحکیم
نادان کی زبان پر دانائی کی بات

حلہائے عاریت داں اے سلیم
اے عزیز! مانگی ہوئی پوشاک سمجھ

گرچہ دزدے حلہ پوشیدہ است
اگرچہ ایک چور نے پوشاک پہن لی ہے

دست تو چوں گیرد آں بریدہ دست
(مصافحہ میں) وہ تیرا ہاتھ کیسے پکڑے گا اس کا ہاتھ

چوں شبانگہ از شتر آمد بزیر
رات کو جب وہ مفلس اونٹ سے نیچے اترا

کرد گفتش منزلم دور ست دیر
کردی نے اس سے کہا میرا مکان دور ہے اور دیر ہو گئی ہے

بر نشستی اشترم را از پگاہ
تو صبح سے میرے اونٹ پر بیٹھا ہے

جو رہا کردم کم از اخراج کاہ
جو میں نے چھوڑے کم از کم گھاس کا خرچ (لے)

---

[1] دہ۔ دس آدمی مختلف زبانوں میں منادی کر رہے تھے۔
پشیز۔ تانبے کا سکہ پیسہ۔
دھیلا۔ جبہ۔ دانہ، رتی بھر چاندی کا سکہ۔ قلب۔ کھوٹا۔
دبہ۔ دال کے زبر کے ساتھ، بنی کا ڈھیر دال کے ضمہ کے ساتھ دبہ بھی۔

[2] بدآدا۔ نادہند بدمعاملہ۔
تر۔ بڑا۔ حریفی۔ معاملہ۔ چونکہ۔
یہ گز کٹ ہے، جیب کی قطع۔
گلو۔ ننگ۔ یعنی محکمۂ قضا۔
خوش دم۔ چرب زبان باتونی۔
شعار۔ اوپری لباس۔ دثار۔ اندرونی لباس۔ یعنی بظاہر بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن باطن برا شخص ہے۔

[3] گر بپوشد۔ مانگ کر لیا لباس پہن کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ حرف حکمت بیوقوف شخص دانائی کی بات کہتا ہے تو وہ بھی کسی اور کی کہی ہوئی ہوتی ہے۔ گرچہ۔ چور کا عموماً ہاتھ کٹا ہوا ہوتا ہے اگر وہ چھپانے کے لئے دراز آستین قمیص بھی پہن لے تو مصافحہ کے وقت راز کھل جاتا ہے یہی بیوقوف کا حال ہے۔ شبانگہ۔ رات کے وقت۔ آمد۔ یعنی وہ مفلس اترا۔ پگاہ صبح۔ ہا کردم۔ میں نے جو سات کئے۔

گفت تا اکنوں چہ میکردیم پس — ہوشِ تو کو نیست[1] اندر خانہ کس

(مفلس نے) کہا ہم نے اب تک کیا کیا ہے؟ — تیرے ہوش کہاں ہیں؟ بے وقوف!

چرخِ اِفلاسم شنید اے پُر طمع — تو نہ شنیدی بگوشِ بے لمع

اے لالچی! میرے افلاس (کی بات) آسمان نے سن لی — پھوٹے کان سے تو نے نہ سنی

طبلِ[2] اِفلاسم بچرخِ سابعہ — رفت و تو نشنیدۂ ایں واقعہ

میرے افلاس کا ڈھنڈورا ساتویں آسمان تک — پہنچ گیا اور تو نے یہ واقعہ نہ سنا

گوشِ تو پُر بودہ است از طمعِ خام — پس طمع کرمی کند گوش اے غلام

تیرا کان بیہودہ لالچ سے پُر ہے — اے لڑکے! لالچ کان کو بہرا بنا دیتا ہے

تا کلوخ و سنگ بشنید ایں بیاں — مُفلس است و مُفلس است این قلتباں

یہ بیان اینٹ اور پتھر تک نے سن لیا — (کہ) یہ دیوث مُفلس ہے، مُفلس ہے

تا بشب گفتند و در صاحب شتر — بر نزد کو از طمع پُر بود و پُر

وہ (منادی کرنیوالے) رات تک کہتے رہے اور اونٹ والے پر اثر نہ کیا کیونکہ وہ لالچ سے بھرپور تھا

ہست بر سمع و بصر مُہرِ خدا — در حجب بس صورت ست و بس صدا

کان اور آنکھ پر خدا کی مُہر ہے — بہت سی صورتیں اور بہت سی آوازیں پردوں میں ہیں

اُنچہ[3] اُو خواہد رساند آں بہ چشم — از جمال و از کمال و از کرشم

جس کو وہ چاہتا ہے آنکھ تک پہنچا دیتا ہے — (یعنی) حُسن اور کمال اور کرشمہ (کو)

وانچہ اُو خواہد رساند آں بگوش — از سماع و از بشارت و ز خروش

جس کو وہ چاہتا ہے کان تک پہنچا دیتا ہے — (یعنی) قوالی اور خوشخبری اور شور (کو)

گرچہ تو ہستی کنوں غافل ازاں — وقتِ حاجت حق کند آنرا عیاں

اگرچہ تو اب اُن سے غافل ہے — ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ اُنکو ظاہر کر دیگا

گفت پیغمبر کہ یزدانِ مجید — از پئے ہر درد درماں آفرید

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے — ہر درد کا علاج پیدا فرمایا ہے

گرچہ درماں جوئی و گوئی بجاں — کائے خدا درمانِ کارِ من بساں

اگرچہ تو علاج تلاش کرے اور دل سے کہے — کہ اے خدا میرے کام کا علاج کر دے!

لیک نے اں درماں بینی رنگ و بو — بہرِ دردِ خویش بے فرمانِ اُو

لیکن تو اُس علاج کا رنگ و بو نہیں دیکھے گا — اُس کے حکم کے بغیر اپنے درد کے لئے

---

[1] کو نیست: گھر میں کوئی لائق آدمی نہیں ہے۔ یہ محاورہ اُس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جس پر کوئی نصیحت اثر نہ کرے۔ چرخ: آسمان۔ لمع: نور، روشنی، قوتِ سماعت مراد ہے۔

[2] طبل: ڈھول، ساتویں۔ طمعِ خام: بیہودہ لالچ۔ کز: بہرا۔ قلتبان: دیوث، بھڑوا۔ حُجب: حجاب کی جمع ہے، پردہ۔ بس بہت

[3] اُنچہ: تمام تاثیرات اللہ تعالیٰ کی اجازت پر موقوف ہیں کرشمہ: ناز۔ لفظ گوش۔ آنکھ، کان وغیرہ اپنا کام جب کرتے ہیں جب خدا چاہتا ہے۔ وقتِ قیامت کے روز سب باتیں عیاں ہو جائیں گی۔ درماں آفرید۔ حدیث شریف میں ہے خدا نے جو بیماری پیدا کی ہے اُسکی دوا بھی پیدا کی ہے۔ لہٰذا حق و باطل میں امتیاز نہ کر سکنے کے مرض کی بھی دوا ضرور ہے لیکن۔ اِس مرض کی دوا بھی بتائید خداوندی حاصل ہو سکے گی۔

چشم را اے چارہ جو در لامکاں[1]
اے علاج کی جستجو کرنیوالے! آنکھ کو لامکاں میں

ہیں بنہ چوں چشم کشتہ سوئے جاں
لگائے رکھ جس طرح مقتول کی آنکھ جان کنیکر اپنی طرف

کوں پُر چارہ است و سیت چارہ لے
دنیا علاج سے پر ہے اور تیرا کوئی علاج نہیں ہے

تا کہ نکشاید خدایت روزنے
جب تک خدا تیرے لئے راہ نہ کھول دے

ایں جہاں از بے جہت پیدا شدست
یہ جہان بے جہت (خدا) سے پیدا ہوا ہے

کہ ز بے جائے جہاں را جا شدست
لامکاں (خدا کی قدرت) سے دنیا کو (عالم وجود میں)

باز گرد از ہست سوئے نیستی
ہستی سے نیستی کی طرف لوٹ

گر تو از جاں طالب مولیستی
اگر تو دل و جان سے مولا کا طالب ہے

جائے خرجست ایں وجود بیش و کم
یہ گھٹنے بڑھنے والا وجود خرچ کی جگہ ہے

جائے دخلست ایں عدم از دو مم
یہ نیستی آمدنی کی جگہ ہے اس سے گریز کر

جز مُعطّل در جہان ہست کیست
عالم ہستی میں بیکار کے علاوہ کچھ نہیں ہے

کارگاہِ صُنعِ حق چوں نیستی ست
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا محل نیستی ہے

فی المناجات

اے خدائے پاک بے انباز و یار[2]
اے خدائے پاک جو لاشریک اور مددگار سے مستغنی ہے

دست گیر و جرم ما را در گذار
دست گیری فرما اور ہماری خطا سے درگذر فرما

یاد دہ ما را سخنہائے رقیق
ہمیں رقت آمیز باتیں سکھا دے

کہ تُرا رحم آورد آں اے رفیق
اے مہربان! جو تیرے رحم کا سبب بنیں

ہم دعا از تو اجابت ہم ز تو
دعا کی توفیق بھی تیری جانب سے ہے اور قبولیت بھی

ایمنی از تو مہابت ہم ز تو
اطمینان تیری طرف سے ہے ڈر بھی تجھی سے ہے

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کُن
اگر ہم غلط بات کہیں تو اس کی اصلاح کر دے

مُصلحی تو اے تو سُلطانِ سُخن
اے کہ تو کلام کا بادشاہ ہے تو ہی اصلاح کرنیوالا ہے

کیمیا[3] داری کہ تبدیلش کُنی
تیرے پاس کیمیا ہے تو اس کو تبدیل کر سکتا ہے

گر چہ جُوئے خوں بود نیلش کُنی
اگر خون کی نہر ہو تو اسکو اور بلکہ نیل بنا دیتا ہے

ایں چنیں اکسیر ہا اسرارِ تست
ایسی کیمیائیں تیرے بھید ہیں

ایں چنیں مینا گری ہا کارِ تست
ایسی مینا کاری تیرا کام ہے

[1] لامکاں۔ عالم ملکوت۔ چوں چشم کشتہ۔ مقتول کی آنکھیں عموماً کھلی رہ جاتی ہیں تو گویا وہ اپنی جان کو دیکھ رہا ہو تو بھی درد کے علاج کے لئے عالم ملکوت پر نظر رکھ۔ ایں جہاں۔ اس عالم کون و مکان کو ذات بے جہت اور لامکان نے پیدا کیا ہے تو اسی کی طرف نظر رکھ اور جہت و مکان سے نگاہ ہٹا لے۔ قدم۔ یعنی لامکان عالم ملکوت۔ مقدم۔ رسیدن سے نہی کا صیغہ ہے۔ کارگاہ۔ اللہ تعالیٰ نیست سے ہست کرتا ہے تو اس کی ایجاد کا تعلق نیستی سے ہے لہٰذا اپنے آپ کو نیست بنا لے

[2] انباز۔ شریک، ساتھی، یار۔ مددگار۔ ہم تو ما۔ خدا ہی ایسی دعا کی توفیق عطا فرماتا ہے جس کو وہ قبول کرلے۔ اچھی خدا کی عنایت سے اطمینان ہے اور اس کی قہاریت سے ڈر ہے۔ گر خطا۔ دعا میں اگر کوئی غلط بات نکلے تو اس کی اصلاح فرما دے۔

[3] کیمیا۔ جس طرح کیمیا تانبے کو سونا بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی سیئات کو حسنات میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ میناگری۔ کسی چیز میں آبگینے جڑنا یعنی خطا کو صواب بنا دینا۔ اکسیرہا یعنی گناہوں کو نیکیاں بنا دینا۔

آبؔ و گل را و خاک را بر ہم زدی
تو نے پانی اور مٹی کو ملایا

زآب و گل نقشِ تنِ آدم زدی
پانی اور مٹی سے آدمؑ کے جسم کی صورت بنادی

نسبتش دادی بجفت و خال و عم
پھر تو نے اسکے ساتھ شہر اور ماموں وغیرہ کی نسبتیں پیدا کردیں

با ہزاراں اندیشۂ شادی و غم
مع ہزاروں شادی اور غمی کے خیالات کے

باز بعضے را رہائی دادۂ
پھر تو نے بعض کو چھٹکارا دے دیا

زیں غم و شادی جدائی دادۂ
اس غم اور خوشی سے جدا کردیا

بُردۂ از خویش و پیوند و سرشت
(اس کو) اپنے دوستوں عزیزوں اور سرشت سے ٹال دیا

کردۂ در چشمِ اُو ہر خوب زشت
اُس کی نظر میں ہر لبھانے والی چیز کو بُرا بنادیا

ہر چہ محسوس ست اُو ردّی کند
وہ ہر محسوس چیز کو رد کردیتا ہے

وانچہ ناپیداست مُسندی کند
جو غیر محسوس ہے اُس کو سہارا بناتا ہے

عشقِ اُو پیدا و معشوقش نہاں
اُس کا عشق ظاہر ہے اور اُس کا معشوق پوشیدہ ہے

یار بیروں فتنۂ اُو در جہاں
یار (کائنات سے) باہر ہے جہان میں اُسکا فتنہ ہے

ہیں رہا کن عشقہائے صورتی
خبردار! صورت کے عشقوں کو چھوڑ دو

نیست بر صورت نہ بر روئے زنی
وہ (عشق) بیوی کے چہرہ اور صورت پر نہیں ہے

آنچہ معشوقست صورت نیست آں
جس سے عشق ہے وہ صورت نہیں ہے

خواہ عشقِ اینجہاں خواہ آنجہاں
خواہ اس جہان (عالم ناسوت) کا عشق ہو یا اُس جہان کا

آنچہ بر صورت تو عاشق گشتۂ
جس کی صورت پر تو عاشق ہو رہا ہے

چوں بروں شد جاں چرایش ہشتۂ
جب (اسکی) جان نکل گئی تو اسکو کیوں چھوڑا ہے

صورتش بر جاست ایں سیری چیست
اُس کی صورت تو موجود ہے یہ دل بھرنا کیوں ہے؟

عاشقا واجوکہ معشوقِ تو کیست
اے عاشق! ڈھونڈ کہ تیرا معشوق کون ہے؟

آنچہ محسوس ست گر معشوقہ ایست
اگر محسوس چیز ہی معشوق ہے

عاشقستے ہر کہ اُو را حس ہست
تو جس میں بھی حس ہے وہ عاشق ہوتا

چوں وفا آں عشق افزوں می کند
جب وفاداری عشق کو بڑھاتی ہے

کے وفا صورت دگرگوں می کند
(تو) وفا صورت میں کب تغیر کرتی ہے؟

صورت کو تو وہ بھی دیکھتے ہیں۔ چوں وفا۔ یہ صورت کے معشوق نہ ہونے کی تیسری دلیل ہے معشوق کی وفا سے عشق میں اضافہ ہوتا ہے حالانکہ صورت وہی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ عشق کا تعلق صورت سے نہیں ہے۔

لہ آب۔ جب اللہ تعالیٰ پانی اور مٹی سے اشرف المخلوقات بنادیتا ہے تو بڑیوں کو بھلا ہیوں میں تبدیل کرنا معمولی بات ہے۔ نسبتش۔ معمولی آب و گل میں یہ نسبتیں بھی پیدا فرمادیں اور اُس کو ایسا ذی حس بنادیا کہ اُس میں غم و شادی کے جذبات ہیں باز۔ پھر انہی انسانوں میں سے بعض کو تمام دنیا سے بے نیاز کر کے اپنا بنالیا۔ پیوند۔ تعلقات۔ سرشت۔ بناوٹ۔ اخمیر ہر خوب۔ یعنی وہ چیزیں جو خدا سے غافل بنائیں۔ محسوس یعنی دنیاوی چیزیں۔ ناپید۔ یعنی حواسِ ظاہر سے غیر محسوس، اللہ تعالیٰ مسند۔ بھروسہ کی چیز۔ مستعلیہ۔ بیرون۔ یعنی دنیا و مظہر سے باہر فتنہ۔ یعنی اُس کے عشق میں جہان بتلا ہے۔

لہ ہیں۔ پہلے اشعار میں عشق حقیقی کا ذکر تھا اب عشق مجازی سے پرہیز کرنے کی ہدایت ہے۔ اینجہاں یعنی عالم ناسوت کا عشق۔ آنجہاں یعنی عالم ملکوت کا عشق۔ آنچہ۔ اگر معشوق در اصل صورت ہے تو مر جانے کے بعد بھی تو وہ صورت باقی ہے اب اُس سے عشق کیوں نہیں ہے۔ یہ صورت کے معشوق نہ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔

لہ محسوس۔ صورت کے معشوق نہ ہونے کی دوسری دلیل ہے یعنی صورت جس کا حواس سے ادراک ہوتا ہے اگر وہی معشوق ہے تو جانوروں کو بھی اُس سے عشق ہونا چاہیئے تھا۔ کیوں کہ

پرتوِ خورشید[1] بر دیوار تافت — تا بشر عاریتے دیوار یافت

آفتاب کا عکس دیوار پر پڑا (تو) عارضی چمک دیوار نے حاصل کر لی

بر کلوخے دل چہ بندی اے سلیم — واطلب اصلی کہ اُو تابد مُقیم

اے سادہ لوح! ڈھیلے سے کیا دل لگاتا ہے — اصلی کو طلب کر جو ہمیشہ چمکتا ہے

اے کہ تو ہم عاشقی بر اصلِ خویش — خویش بر صورت پرستاں دیدہ بیش

اے وہ کہ تو بھی (اپنے زعم میں) اصل پر عاشق ہے — اپنے آپ کو صورت پرستوں سے زیادہ (افضل) سمجھتا ہے

پرتوِ عقل ست آں بر حسِ تو — عاریت میداں ذہب بر مسِ تو

تیرے (اس) احساس پر عقل کا سایہ پڑ گیا ہے — اپنے تانبے پر سونے کو عارضی سمجھ

چوں زر اندود[2] ست خوبی در بشر — ورنہ چوں شد شاہدِ تو پیرِ خر

انسان کا حُسن مُلمّع کی طرح کا ہے — ورنہ تیرا معشوق بوڑھے گدھے کی طرح کیوں ہوا؟

چوں فرشتہ بود ہمچوں دیو شد — کاں ملاحت اندرو عاریہ بُد

فرشتہ جیسا تھا بھوت جیسا بن گیا — کیونکہ اُس میں حُسن عارضی تھا

اندک اندک می ستاند آں جمال — اندک اندک خشک می گردد نہال

(اللہ تعالیٰ) اُس حسن کو تھوڑا تھوڑا واپس لیتا رہتا ہے — آہستہ آہستہ ہرا بھرا پودا خشک ہو جاتا ہے

رو نَعْمَرْہُ نُنَکِّسْہُ[3] بخواں — دل طلب کُن دل مَنِہ بر استخواں

جا نُعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ کو پڑھ — دل کی طلب کر ہڈی سے دل نہ لگا

کاں جمالِ دل جمالِ باقی ست — دو لبش از آبِ حیواں ساقی ست

کیونکہ دل کا حُسن باقی رہنے والا حُسن ہے — اُس کے دونوں ہونٹ آبِ حیات کے ساقی ہیں

خود ہم اُو آبست و ہم ساقی و مست — ہر سہ یک شد چوں طلسمِ تو شکست

خود وہی پانی ہے وہی پلانے والا ہے اور مست بھی — جب تیرا طلسم ٹوٹا تینوں ایک ہوئے

آں یکے را تو ندانی از قیاس — بندگی کُن ژاژ کم خا ناشناس

تو اکیلے (خدا) کو عقل سے نہ سمجھے گا — اے جاہل! عبادت کر، بکواس نہ کر

معنیِ تو صورت ست و عاریہ — بر مناسب شادی و بر قافیہ

تیری اصل (بھی) صورت (ہی) ہے اور عارضی ہے — تناسب (اعضا) اور موزونیت پر تو خوش ہے

---

[1] خورشید۔ یعنی اللہ تعالیٰ اصل جمالِ حق ہے اور ممکنات پر اُس کا پرتو ہے لہٰذا اِس سے عشق کا تعلق ہے، جب یہ حال ہے تو پھر عشق اصل ہی سے کرنا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے جس پر اصل جمال کا پرتو پڑا ہے۔

اے کہ تو۔ بعض لوگ مجازی معشوق کو معشوقِ حقیقی کا مظہر قرار دے کر اُس سے عشق کرتے ہیں اور اپنے آپ کو صورت پرستوں سے افضل سمجھتے ہیں یہ محض اُن کے عقل ڈھکوسلے ہیں اور یہ اُن کی مُلمع سازی ہے عقل دلائل کے زور سے حقیقت نہیں بدلتی ہے۔

[2] زر اندود۔ مُلمع کیا ہوا۔ شاہد۔ معشوق یعنی حسین معشوق بھی بڑھاپے میں بڑے گدھے جیسا نظر آنے لگتا ہے تاندک اندک۔ اللہ تعالیٰ اپنے جمال کو انسان سے واپس لے لیتا ہے اور سرسبز شاداب چیز جھاڑ بن جاتی ہے

[3] نُعَمِّرْہُ۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَنْ نُّعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ "اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں اُسکو بناوٹ میں اُلٹا گھماتے ہیں" دل۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ استخواں یعنی ممکنات۔ جمالِ دل۔ اللہ تعالیٰ کا حُسن۔ دو لبش۔ اُس کے دونوں ہونٹ۔ بعض نسخوں میں دو لبش ہے یعنی اُس کا عشق خود وہم اُو۔ جب انسان کی خوبی ریٹ جاتی ہے تو تمام ممکنات میں وہی محض موجود ہے اور تیرا عشق اسکو وجودِ واحد ہی نظر آئے گا۔ یکے۔ یعنی ذاتِ احد۔ قیاس یعنی عقلی دلائل۔ بندگی یعنی ذاتِ خداوندی کو پہچاننے کے ذریعہ پہچانا جا سکتا ہے۔ ژاژ۔ ایک کڑوی اور خاردار گھاس ہے جسکو اونٹ بھی نہیں کھا سکتا ہے اسی سے ژاژ خائیدن یعنی بکواس کرنا ہے۔ معنی تو۔ یعنی تو جسکو تو حقیقت سمجھ کر عاشق ہوا ہے وہ بھی محض صورت ہے اور تیرا عشق

آں[1] بود معنی کہ بستاند ترا
اصل تو وہ ہوتی ہے جو تیری خودی کو ختم کر دے

بے نیاز از نقش گرداند ترا
تجھے صورت سے بے نیاز بنا دے

نبود آں معنی کہ کور و کژ کند
اصل وہ نہیں ہے جو اندھا اور بھرا بنائے

مر ترا بر نقش عاشق تر کند
تجھے صورت پر زیادہ عاشق کر دے

کور را قسمت خیالِ غم فزاست
اندھے کا حصہ غم بڑھانے والے خیالات ہیں

بہرۂ چشم ایں خیالاتِ فناست
(ظاہری) آنکھ کا حصہ فانی خیالات ہیں

حرفِ قرآں را ضریر[2] آں معدنند
اندھے قرآن کے حروف کی کان ہیں

خر بینند و پالاں بر زنند
گدھے کو نہیں دیکھتے ہیں اور پالان کو لوٹتے ہیں

چوں تو بینائی بے خر رو کجاست
اگر تو بینا ہے تو گدھے کا پیچھا کر جو کہ تو کہاں ہے

چند ازیں پالاں گری اے تن پرست
اے تن پرست! یہ پالان گری کب تک؟

خر چو هست آید یقیں پالاں ترا
جب گدھا ہے تو تجھے پالان یقیناً مل جائے گا

کم نگردد ناں چو باشد جاں ترا
جب تک تیری جان ہے رزق ناپید نہ ہوگا

خر چو باشد کم نیاید اے عمو
اے چچا! جب گدھا ہوگا پالان کی کمی نہ ہوگی

خود بہ پشتش رُو نہد پالانِ او
خود بخود اس کی کمر پر اس کا پالان آجائے گا

کشت خر دُکّانِ مال و مکسب است
گدھے کی کمر مال اور کمائی کی جگہ ہے

جانِ تو سرمایۂ صد قالب است
تیری جان تو قالبوں کا سرمایہ ہے

خر بر[3] ہنہ بر نشین اے بُوالفضول
اے بکواسی! ننگی پشت والے گدھے پر چڑھ جا

خر بر ہنہ نے کہ راکب شد رسول
کیا ننگی پشت والے گدھے پر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سوار نہیں ہوئے؟

اَلنَّبِیُّ قَدْ رَکِبَ مَعْرُوْرِیًا
نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ننگی پشت (گدھے) پر سوار ہوئے

وَالنَّبِیُّ قِیْلَ سَافَرَ مَاشِیًا
کہا گیا ہے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیدل سفر کیا

بلکہ آں شہ ہم پیادہ رفتہ است
بلکہ وہ شاہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدل بھی چلے ہیں

بارِ ایں و آں بسے بذرفتہ است
اس کا اور اس کا بوجھ بہت اٹھایا ہے

شد خرِ نفسِ تو بریمنش بہ بند
تیرا خرِ نفس (قبضے سے) نکل گیا اسکو کھونٹے سے باندھ

چند بگریزد ز کار و بارِ چند
تو کاروبار سے کب تک گریز کرے گا؟

بارِ صبر و شکر او را بر دنیست
صبر اور شکر کا بوجھ اس کو اٹھانا ہے

خواہ در صد سال خواہی سی دہیست
خواہ سو سال میں خواہ تیس اور بیس سال میں

---

[1] آں بود حقیقت کا عشق انسان کی خودی مٹاتا ہے اور صورت پرستی سے بے نیاز بنا دیتا ہے۔ کور و کژ۔ یعنی حقیقت سے۔ کور را۔ یعنی حقیقت بینی سے محروم شخص۔

[2] ضریر۔ اندھا، متدن۔ کان خریر بینند چشم بصیرت کے اندھے حقیقت کو تصور کر مجاز پر فریفتہ ہیں، چوں تجھ جیسا صاحب بصیرت کو اصل مقصود کے درپے ہونا چاہیئے فروعات میں نہ پھنسنا چاہیئے خر چو هست۔ جب مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو اس کے لوازم بھی مہیا ہو جاتے ہیں پشت خر۔ ایک چیز ایک چیز کے اعتبار سے مقصود بالذات ہوتی ہے اور دوسری چیز کے اعتبار سے وہ اصلی مقصد نہیں ہوتی ہو گدھا پالان کے اعتبار سے مقصود ہے لیکن کمائی کے اعتبار سے اصلی مقصد نہیں ہے بلکہ گدھے سے کمانا اصلی مقصد ہے۔

[3] خر بر ہنہ۔ اصل مقصد سے سروکار رکھنا چاہیئے خواہ ذریعہ نہ حاصل ہوں اگر پالان نہیں ہو تو گدھے پر سوار ہو جانا چاہیئے اور اگر گدھا بھی نہ ہو تو منزل تک پیدل ہی چلنا چاہیئے۔ شد خرِ نفس۔ نفسِ امارہ کو قابو میں رکھنا چاہیئے اور اسکی حیلہ جوئی کی وجہ سے مجاہدات سے باز نہ رہنا چاہیئے۔ بارِ صبر۔ انسان کو لامحالہ اپنے فرائض انجام دینے ہیں۔

486

هیچ وازرے[1] وزرِ غیرے برنداشت
کسی بوجھ اٹھانے والے نے دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھایا

هیچکس ندرود تا چیزے نکاشت
کسی نے نہ کاٹا جب تک کہ کچھ نہ بویا

طمعِ خام ست آں مخور خام اے پسر
خام لالچ ہے اے صاحبزادے! تو کچا نہ کھا

خام خوردن علت آرد در بشر
کچا کھانا انسان میں بیماری پیدا کر دیتا ہے

کاں فلانے یافت گنجے ناگہاں
کہ فلانے نے اچانک خزانہ پا لیا

من ہم آں خواہم چرا جوہم دکاں
میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں دوکان کی جستجو کیوں کروں؟

کارِ نخبت ست آں وآنہم نادرست
یہ مقدر کی بات ہے اور وہ بھی بہت نادر ہے

کسب باید کرد تا تن قادرست
جب تک بدن میں جان ہے کمائی کرنی چاہیئے

کسب[2] کردن گنج را مانع کے ست
کمائی خزانہ کے لئے کب رکاوٹ ہے؟

پا مکش از کار آں خود ویلے ست
کام سے قدم نہ ہٹا وہ (تیرے) پیچھے ہے

تا نگردی تو گرفتارِ اگر
تو اگر مگر میں ہرگز نہ پھنس

کہ اگر ایں کردمے یا آں دگر
کہ اگر میں یہ کرتا یا وہ کرتا

کز اگر گفتن رسول باوفاق
باتوفیق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اگر کہنے سے

منع کرد و گفت ہست آں از نفاق
منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ وہ نفاق ہے

کاں منافق در اگر گفتن بمُرد
کیونکہ منافق "اگر" مگر میں ہی مر گیا

وز اگر گفتن بجز حسرت نبرد
اور اگر مگر کہنے سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہ کیا

اے بسا کس مُردہ در ملوک[3] و مگر
بہت سے انسان شاید کہ ہوا اور اگر میں مر گئے

از نہالِ عاقبت ناخوردہ بر
آخرت کے درخت کا پھل چکھے بغیر

ور نمی یابی تو نقصانِ اگر
اگر تو "اگر مگر" کے نقصان کو نہیں سمجھا

ایں مثل بشنو کہ دریابی مگر
تو یہ قصہ سن لے شاید تو سمجھ جائے

حکایت در معنیٔ ایں بیت اگر را با مگر ہم جفت کردند

اس شعر کے معنی سے متعلق قصہ انھوں نے اگر اور مگر کی شادی کر دی اُن سے

ازشاں بچہ آمد کاشکے نام

"کاشکے" نامی بچہ پیدا ہوا

یک غریبے خانہ می جست از شتاب
ایک مسافر جلدی میں گھر تلاش کر رہا تھا

دوستے بُردش سوئے خانہ خراب
ایک دوست اُس کو گرے ہوئے گھر کے پاس لے گیا

[1] وازر۔ بوجھ اٹھانے والا۔ وزر۔ بوجھ۔ ہیچکس بغیر عمل کے کوئی پھل نہیں ملتا ہے۔ طمع خام۔ بے بنیاد لالچ۔ خام۔ کچا۔ علت۔ بیماری۔ کاں فلانے۔ یہ بے بنیاد لالچ ہے۔ کسب باید۔ شیخ چلی کی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے جب تک انسان میں طاقت ہے کام کرنا چاہیئے۔

[2] کسب کردن۔ انسان جس طمع خوردنی کے لالچ میں پڑا ہے، کمانا کھانا اس کیلئے کب مانع ہے، اگر منع ہے تو وہ بھی خود مل جائیگا۔ تانگردی۔ اگر مگر میں پھنسنا، کسب اور عمل سے مانع بنتا ہے اور اس سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کز۔ اگر مگر میں پھنسنا یقین کے منافی ہے اور یقین عین ایمان ہے لہٰذا اگر مگر میں پھنسا ہوا انسان مومن نہیں ہے۔ بتتبع کرد۔ آنحضورؐ نے فرمایا ان لو تفتح عمل الشیطان۔ اگر مگر کا خیال شیطانی کام کا دروازہ کھولتا ہے۔

[3] ملوک۔ یہ بود کہ کا مخفف ہے یعنی شاید کہ یہ جملہ بھی شکی انسان بولتا ہے۔ اگر۔ یعنی لفظ اگر کہنے کا نقصان۔ اگر نا با مگر۔ "اگر" اور "مگر" کا نکاح کیا اُس سے "کاشکے" بچہ پیدا ہوا۔ خانہ خراب۔ ڈھیا ہوا گھر۔

۶۸۸

گفت اُو ایں را اگر سقفے بُدے
اُس (دوست) نے کہا کہ اگر (اُس گھر) میں چھت ہوتی

پہلوئے من مر ترا مسکن شُدے
میرے پڑوس میں تیرے رہنے کی جگہ ہوتی

ہم عیالِ[1] تو بیاسودے اگر
تیرے بال بچوں کو بھی آرام ملتا، اگر

درمیانہ داشتے حجرہ دگر
دوسرا حجرہ درمیان میں ہوتا

ور رسیدے میہماں روزے ترا
اگر کسی روز تیرا مہمان آ جاتا

ہم بیاسودے اگر بودیت جا
وہ بھی آرام پاتا اگر تجھے جگہ مل جاتی

کاشکے معمور بودے ایں سرا
کاش یہ مکان آباد ہوتا

خانۂ تو بودے ایں معمورِ ما
تو ہمارا یہ آباد گھر تیرا گھر ہوتا

گفت آرے پہلوئے یاراں خوش است
(مسافر نے) کہا بیشک (دوستوں کا) پڑوس اچھا ہے

لیک اے جاں در اگر نتواں نشست
لیکن اے جانِ (من)، اگر میں سکونت نہیں ہو سکتی ہے

ایں ہمہ عالم طلبگارِ خوش اند
یہ تمام جہان اچھائی کا طلب گار ہے

وز خوشی تزویر اندر آتش اند
لیکن بناوٹی اچھائی سے آگ میں ہیں

طالبِ زرگشتہ جملہ پیر و خام
تمام بوڑھے اور نوجوان سونے کے طلبگار ہیں

لیک قلّاز زر نداند[2] چشمِ عام
لیکن عام آنکھ (کھرے) سونے کو کھوٹے سے نہیں پہچانتی ہے

پرتوے بر قلبِ زر خالص ببیں
دیکھ خالص نے کھوٹے کو چمکا دیا ہے

بے محک زر را مکن از ظن گزیں
بغیر کسوٹی کے (محض) اندازے سے سونا نہ لے

گر محک داری گزیں کُن ورنہ رَو
اگر تو کسوٹی رکھتا ہے لے ورنہ جا

نزدِ دانا خویشتن را کن گرو
اپنے آپ کو کسی دانا کے سپرد کر دے

پس محک[3] باید میانِ جانِ خویش
کسوٹی اپنے اندر ہونی چاہیئے

ورنہ داری رہ مرو تنہا بہ پیش
اگر تیرے پاس نہیں ہے تو تنہا آگے نہ بڑھ

بانگ غولاں ہست بانگِ آشنا
چھلاووں کی آواز دوست کی آواز ہے

آشنائے کو کشد سوئے فنا
(لیکن) ایسا دوست جو ہلاکت کی طرف کھینچتا ہے

بانگ می دارد کہ ہاں اے کاروان
وہ (چھلاوا) پکارتا ہے کہ خبردار اے قافلے!

سوئے من آئید نک راہ و نشان
میری جانب آؤ یہ راستہ اور نشان (منزل) ہے

نامِ ہر یک می برد غول اے فلاں
چھلاوا ہر ایک کا نام پکارتا ہے اے فلانے!

تا کُند آں خواجہ را از آفلاں
تاکہ اُن صاحب کو ہلاک شدگان میں (شامل) کر دے

---

[1] عیال۔ بال بچے۔ ثمود۔ آباد آ۔ آ۔ ہے۔ ور اگر۔ اگر مگر کا جو خیالی مکان ہے اُس میں رہائش نہیں ہو سکتی ہے۔ ایں ہمہ عالم۔ سب یہ چاہتے ہیں کہ آخرت کی کامیابی حاصل ہو لیکن شیطان اُن کو گمراہ کر دیتا ہے اور وہ آتش حسرت میں جلتے ہیں جیسا کہ اِس مسافر کے ساتھ اُس دوست نے کیا۔ طالبِ زر۔ ہر انسان نیک عمل چاہتا ہے لیکن شیطان نے جو ملمع سازی کی وہ نہیں پہچان سکتا ہے۔

[2] پرتوے۔ شیطان ہر ایک انسان کو مزین کر کے دکھا دیتا ہے اگر کوئی ایسا صاحب دل ہو کہ خود اُس فریب کو سمجھ سکے تو امتیاز کر کے عمل کرے ورنہ اپنے آپ کو کسی صحیح کامل کے سپرد کر دے تاکہ شیطانی اور رحمانی عمل میں امتیاز کر دے۔

[3] محک۔ کسوٹی یعنی بُرے بھلے میں تمیز کرنے کا نورِ فراست۔ غولاں۔ چھلاوے جو مسافر کو راستہ سے بھٹکا دیتے ہیں۔ آشنا۔ دوست۔ نک۔ اینک۔ اینست۔ نشان۔ یعنی نشانِ منزل۔ آفلاں۔ آفل کی جمع ہے، غائب ہونے والا۔

چوں رسد آنجا بہ بیند گرگ و شیر
وہ جب اس جگہ پہنچتا ہے بھیڑیا اور شیر دیکھتا ہے

عمر ضائع راہ دور و روز دیر
عمر برباد ہوئی، راستہ دور رہ گیا، اور دن بے وقت (ہو گیا)

چہ بُود آں بانگ غُول اے نیکخو
اے نیک مزاج! بھلاوے کی آواز کیا ہوتی ہے؟

مال خواہم جاہ خواہم آبرو
مال چاہتا ہوں رتبہ چاہتا ہوں آبرو (چاہتا ہوں)

اندرونِ خویش ایں آوازہا
اپنے اندر سے اِن آوازوں کو

منع کُن تا کشف گردد رازہا
روک دے تاکہ راز کھلیں

ذکرِ حق کُن بانگِ غُولاں را بسوز
اللہ کا ذکر کر، بھلاووں کی آواز کو پھونک دے

چشم چوں نرگس ازیں کرگس بدوز
نرگس۔ یعنی آنکھ اس گدھ سے بند کرلے

صبحِ کاذب را ز صادق وا شناس
صبح صادق کو صبح کاذب سے پہچان

رنگِ مے را باز داں از رنگِ کاس
شراب کے رنگ کو پیالہ کے رنگ سے علیحدہ کر

تا بُود کز دیدگانِ ہفت رنگ
ہوسکتا ہے کہ سات پردوں والی آنکھوں کی بجائے

دیدۂ پیدا کند صبر و درنگ
صبر اور استقلال ایک آنکھ پیدا کر دے

رنگہا بینی بجز ایں رنگہا
ان رنگوں کے علاوہ تو اور رنگ دیکھے

گوہرہا بینی بجائے سنگہا
سنگریزوں کی بجائے تو موتی دیکھے

گوہرے چہ بلکہ دریائے شوی
موتی کیا بلکہ تو دریا بن جائے

آفتابِ چرخ پیمائی شوی
آسمان کو طے کرنے والا سورج بن جائے

کارکُن در کارگاہ باشد نہاں
کاریگر، کارخانہ میں چھپا ہوتا ہے

تو برو در کارگہ بینش عیاں
تو جا، کارخانہ میں اس کا مشاہدہ کرلے

کارہا چوں بر کارکُن پردہ تنید
کام نے جبکہ کارکن پر پردہ ڈال رکھا ہے

کارکُن بر کارگہ باشد پدید
کاریگر کارخانہ میں رونما ہوگا

خارج ایں کار تو انیش دید
کام سے علیحدہ تو اس کو نہ دیکھ سکے گا

منتظر در کارگہ آید پدید
جس کا انتظار ہے وہ کارخانہ میں ظاہر ہوگا

کارگہ چوں جائے باشِ عاملست
جبکہ کارخانہ کاریگر کا ٹھکانا ہے

آں کہ بیرون ست از وے غافلست
جو اس (کارخانہ) سے باہر ہے وہ اس سے غافل ہے

---

۵۱ چہ بُود۔ بھلاوے کی آواز انسان کے اپنے اندرونی جذبات ہیں جو مال اور جاہ اور آبرو سے متعلق ہیں۔ رازہا۔ یعنی حقیقت کے اسرار۔ چشم چوں نرگس۔ نرگس کی آنکھ بے نور اور حسین ہونے میں ضرب المثل ہے یہاں دونوں معنی مراد لئے جاسکتے ہیں۔ کرگس۔ گدھ مردہ خوری میں مشہور ہے۔ صبح۔ آسمان کے مشرقی کنارے پر پہلے سفیدی آتی ہے وہ صبح کاذب کہلاتی ہے اس لئے کہ اس کے بعد پھر تاریکی آجاتی ہے اس تاریکی کے بعد کی سفیدی کو صبح صادق کہا جاتا ہے جو دراصل صبح ہے، یعنی اصل کو فاضی چیز سے جدا کرلینے کی استعداد پیدا کر۔

۵۲ دیدگانِ ہفت رنگ۔ انسان کی آنکھ میں سات پردے ہیں جن کو ہفت رنگ کہا ہے۔ دیدہ۔ یعنی صبر و استقلال دل کی آنکھ کھول دے گا۔ رنگہا۔ جب قلب کی آنکھ کھل جائیگی تو اصل حقیقت واضح ہوجائیگی۔ گوہرے۔ یعنی صرف گوہر کو دیکھنا ہی نہیں بلکہ تو ایسا سمندر بن جائیگا جس میں موتی پیدا ہوتے ہیں اور عالم بالا کی سیر کرنے لگے گا۔ کارکن۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی مصنوعات و مخلوقات میں دیکھا جاسکتا ہے مصنوع سے صانع کے وجود پر استدلال کیا جاتا ہے۔

۵۳ کار۔ اللہ کی صفت فعل کے لئے پردہ پوشی ہے تو اب اس کو کارگاہ عالم ہی میں دیکھا جاسکتا ہے۔ کارگر۔ کاریگر کارخانہ میں ہوتا ہے اس کو باہر تلاش کرنا بے وقوفی ہے۔

پس در آور کارگہ یعنی عدم[1]
لہٰذا کارخانہ یعنی عدم میں آ

تا بہ بینی صُنع و صانع را بہم
تاکہ تو کام اور کاریگر کو اکٹھا دیکھے

کارگہ چوں جائے روشن دیدگیست
کارخانہ چونکہ کھلے طور پر دیکھنے کی جگہ ہے،

پس برونِ کارگہ پوشیدگیست
پس کارخانہ کے باہر پوشیدگی ہے

رُو بہ ہستی داشت فرعونِ عنود[2]
سرکش فرعون (اپنے) وجود کی طرف متوجہ ہوا

لاجرم از کارگاہش کور بود
لامحالہ اُس کے کارخانہ سے اندھا تھا

لاجرم میخواست تبدیلِ قدر[3]
یقیناً وہ تقدیر کو بدلنا چاہتا تھا

تا قضا را باز گرداند ز در
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کو دروازہ سے (اس

خود قضا بر سُبلتِ آں حیلہ مند[4]
فیصلہ (خداوندی) اُس حیلہ گر کی مونچھوں پر

زیرِ لب می کرد ہر دم ریشخند[5]
ہر وقت زیرِ لب مُسکرا رہا تھا

صد ہزاراں طفل کُشت او بے گناہ
اُس نے لاکھوں معصوم بچے قتل کروائے

تا بگردد حُکم و تقدیرِ الٰہ
تاکہ (اللہ تعالیٰ کا) فیصلہ اور تقدیر ٹل جائے

تا کہ موسیٰؑ نبی ناید بروں
تاکہ موسیٰؑ نبی ظاہر نہ ہوں

کرد در گردن ہزاراں ظلم و خوں
اُس نے (اپنی) گردن پر ہزاروں ظلم اور خون لئے

آں ہمہ خوں کرد و موسیٰؑ زادہ شُد
اُس نے بہت (کشت و) خون کیا اور موسیٰؑ پیدا ہو گئے

وز برائے قہر او آمادہ شُد
اور اُس کی سرکوبی کے لئے آمادہ ہو گئے

گر بدیدے کارگاہِ لایزال
اگر وہ (خدائے) لایزال کا کارخانہ دیکھ لیتا

دست و پایش خشک گشتے ز اختیال
دست گیری سے اُس کے ہاتھ پیر خشک ہو جاتے

اندرونِ خانہ اش موسیٰؑ معاف
اُس کے گھر میں موسیٰؑ آرام سے تھے

وز بروں می کُشت طفلاں را گزاف
وہ باہر خواہ مخواہ بچوں کو قتل کر رہا تھا

ہمچو صاحب نفس[6] کو تن پرورد
اُس نفسانی (انسان) کی طرح جو تن پروری کرے

بر درِ کس ظنِ حقدے می برد
دوسرے پر دشمنی کا گمان کرے

کایں عدو و آں حسود و دشمن ست
کہ یہ دشمن، اور وہ حاسد اور مخالف ہے

خود حسود و دشمنِ او آں تن ست
(حالانکہ) اُس کا حاسد اور دشمن خود وہ جسم ہے

کی سی ہے کہ اصل دشمن موسیٰؑ کو پال رہا تھا اور بے قصور بچوں کو قتل کرا رہا تھا۔ آں تن ست۔ تن پروری روح کی موت کا سبب ہے تو اصل دشمن انسان کا تن ہے۔

[1] یعنی عدم۔ اپنے وجود اور ہستی کو فنا کرنے کے بعد ہی وجودِ واحد کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ کارگہ۔ کارخانہ عالم ہستی کو ختم کر کے مشاہدۂ حق کرنے کا مقام ہے جب تک انسان اپنی ہستی کا قائل ہے وہ مشاہدہ سے محروم ہے۔

[2] فرعون۔ فرعون اپنی ہستی کی طرف متوجہ تھا لہٰذا وہ کارگاہِ عدم سے اندھا تھا۔

[3] تبدیلِ قدر۔ مقدر یہ ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اُس کی سلطنت کو زیر و زبر کر دیں گے۔

[4] سُبلت۔ مونچھ۔ بر سُبلت کے خندیدن کے معنی ہیں کسی کو بنظرِ حقارت دیکھنا۔

[5] ریشخند۔ مذاق اڑانا۔ طفل۔ بنی اسرائیل کے نومولود لڑکوں کو قتل کرا دیا تھا۔ تاکہ موسیٰؑ فرعون کو اُس کی ایک خواب کی تعبیر میں بتایا گیا تھا کہ بنی اسرائیل کا کوئی لڑکا اُس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنے گا۔ نا کارگاہِ لایزال۔ اللہ تعالیٰ کا کارخانۂ قدرت یا اختیال قضاءِ الٰہی سے بچنے کے لئے بنی اسرائیل کے لڑکوں کا قتل۔ اندرونِ خانہ۔ حضرت موسیٰؑ کی پرورش فرعون کے گھر میں ہو رہی تھی اور باہر اُس نے قتلِ عام کا بازار گرم کر رکھا تھا۔

[6] ہمچو صاحب نفس۔ جو انسان تن پروری کر رہا ہے اور دوسروں پر دشمنی کا گمان کر رہا ہے اُس کی مثال فرعون

اُو چو موسیٰ و تنش فرعونِ اُو
وہ موسیٰ کی طرح ہے اور اُس کا جسم اُسکا فرعون ہے

اُو بہ بردں می دود کہ کو عدو؟
وہ باہر بھاگا پھرتا ہے کہ دشمن کہاں ہے؟

نفس اندر خانۂ تن نازنیں
نفس جسم کے گھر میں نازوں میں پل رہا ہے

بر دگر کس دست می خاید بکیں
وہ دوسروں پر کینہ سے ہاتھ چبا رہا ہے

ملامت کردنِ مردم شخصے را کہ مادر را کشت بہ تہمت

لوگوں کا ایک شخص کو ملامت کرنا جس نے ماں کو تہمت کی وجہ سے قتل کر ڈالا

آں یکے از خشم مادر را بکشت
ایک شخص نے غصہ میں ماں کو مار ڈالا

ہم بزخمِ خنجر و ہم زخمِ مشت
خنجر کے زخم اور مکوں کی مار سے

آں یکے گفتش کہ از بدگوہری
ایک شخص نے اُس سے کہا کہ بدذاتی کی وجہ سے

یاد ناوردی تو حقِ مادری
تونے ماں کا حق یاد نہ کیا

ہے چرا کشتی وُرا اے زشت رُو
اے زشت رو! تونے اُسکو کیوں مار ڈالا؟

می نگوئی اُو چہ کرد آخر بتو
کیوں نہیں بولتا؟ آخر اُسنے تیرے ساتھ کیا کیا تھا؟

ہیچ کس کُشت ست مادر اے عنود
اے سرکش! کسی نے ماں کو (بھی) قتل کیا ہے؟

می نگوئی کو چہ کرد آخر چہ بود
کیوں نہیں بولتا کہ اُسنے کیا کیا؟ آخر کیا بات تھی؟

گفت کارے کردکان عار ویست
اُس نے کہا، اُس نے وہ کام کیا جو اُسکے لئے عار تھا

کشتمش کاں خاک ستار ویست
میں نے اُسکو قتل کر ڈالا کیونکہ وہی (اُسکی) پردہ پوشی کرنیوالی تھی

متہم شد با یکے زاں کشتمش
وہ ایک کیساتھ متہم ہوئی اسلئے میں نے اُسکو قتل کر ڈالا

غرقِ خوں در خاک گور آغشتمش
خون میں نہلا کر میں نے قبر کی مٹی میں اُسکو ملا دیا

گفت آں کس را بکش اے محتشم
اُس نے کہا، ارے بھلے اُس شخص کو قتل کر

گفت بس ہر روز مردے را کشم
اُس نے کہا تو پھر ہر روز ایک مرد کو قتل کروں

کشتم اُو را رستم از خونہائے خلق
میں نے اُس کو قتل کر دیا، لوگوں کے خون سے چھٹکارا پا گیا

نائے او ترم بہ است از نائے خلق
اُس کا کاٹنا کاٹنا میں اُس سے بہتر ہے کہ لوگوں کا کاٹنا

نفسِ تست آں مادرِ بد خاصیت
وہ بری عادت ماں تیرا نفس ہے

کہ فسادِ اُوست در ہر ناحیت
کہ ہر جانب اسی کا فساد ہے

ہیں بکش اُو را کہ بہر آں دنی
آگاہ! اُسی کو قتل کر اُس کمینے کی وجہ سے

ہر دمے قصدِ عزیزے می کنی
تو ہر وقت کسی عزیز (کی جان لینے) کا قصد کرتا ہے

لہ آں۔ یعنی اُس کی روح۔ نفس اندر تن۔ یعنی نفسِ امارہ۔ نازنین۔ نازوں سے پلا ہوا۔ ملامت کردن۔ اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ برائی کی جڑ کو ختم کرنا چاہیے۔ نفس ہی سب برائیوں کی جڑ ہے۔ زخمِ مشت۔ گھونسوں کی چوٹ۔ بدگوہری۔ اس میں یا، کو مصدر کی اور خطاب کے لئے ماں کو ط طرح ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ عنود۔ سرکش۔

لہ کارے۔ یعنی وہ ایک ایسی سے ملتبث تھی۔ خاک۔ یعنی قبر کی مٹی ہی اُس کی پردہ پوشی ہے۔ آں کس۔ یعنی جس کے ساتھ وہ متہم ہوئی تھی۔ خونہائے خلق۔ یعنی کوچ جس سے متہم ہے اُس کو قتل کروں کل کو کسی دوسرے سے متہم ہو تو اُس کو قتل کروں۔

لہ نفس۔ انسان کی تمام برائیاں نفسِ امارہ کی وجہ سے ہیں۔ ناحیت۔ گوشہ، جانب۔ آں دنی۔ کمینہ نفس۔

۱۹۲

از پئے ایں دنیائے خوش بر تست تنگ
اسی کی وجہ سے یہ بھلی دنیا تجھ پر تنگ ہے

انبیئے اُو باحق و با خلق جنگ
اسی کے لئے اللہ (تعالیٰ) اور مخلوق سے جنگ ہے

نفس کشتی باز رستی زاعتذار
اگر تو نے نفس کو مار ڈالا عذر خواہی سے چھوٹ جائے گا

کس ترا دشمن نماند در دیار
دنیا میں تیرا کوئی دشمن نہ رہے گا

گر شکال آرد کسے بر گفت ما
اگر ہماری بات پر کوئی اشکال (اعتراض) کرے

از برائے انبیا و اولیا
انبیاء اور اولیاء کی وجہ سے

کانبیارا نے کہ نفس کشتہ بود
کہ نبیوں کا نفس کیا مرا ہوا نہ تھا

پس چرا شاں دشمناں بود و حسود
تو اُن کے حاسد اور دشمن کیوں تھے؟

گوش نہ تو اے طلبگار صواب
اے بھلی بات کے طالب! کان دھر

بشنو ایں اشکال و شبہت را جواب
اِس اشکال اور شبہ کا جواب سُن لے

دشمنِ[52] خود بودہ اند آں منکراں
وہ منکر خود اپنے دشمن تھے

زخم بر خود می زدند ایشاں چناں
اِس طرح وہ اپنے ہی کو زخمی کر رہے تھے

دشمن آں باشد کہ قصدِ جاں کند
دشمن تو وہ ہوتا ہے جو جان (لینے) کا ارادہ کرے

دشمن آں نبود کہ خود جاں می کند
دشمن وہ نہیں ہوتا جو خود دم توڑ دے

نیست خفاشک عدوِ آفتاب
چمگادڑ، سورج کی دشمن نہیں ہے

اُو عدوِ خویش آمد در حجاب
وہ در پردہ اپنی ہی دشمن ہے

تابشِ خورشید اُو را می کشد
سورج کا نور اُس کو مارے ڈالتا ہے

رنج اُو خورشید ہرگز کے کشد
اُس کی تکلیف سورج کب برداشت کرتا ہے؟

دشمن آں باشد کزو آید عذاب
دشمن وہ ہوتا ہے جس سے تکلیف پہنچے

مانعِ آید لعل را از آفتاب
لعل کے لئے آفتاب سے مانع بنے

مانعِ خویشند جملہ کافراں
تمام کافر اپنے لئے روک ہیں

از شعاعِ جوہرِ پیغمبراں
پیغمبروں کے گوہر کی شعاع سے

کے[53] حجاب چشم آں فرزندِ خلق
لوگ اُس یکتا کی آنکھ کا حجاب کب ہیں؟

چشمِ خود را کور و کژ کردند خلق
لوگوں نے اپنی آنکھ کو اندھا اور (اپنے آقا کو) بھینگا بنا لیا

چوں غلامِ ہندوی کو کیں کشد
ہندوستانی غلام کی طرح کون کینہ رکھتا ہے

از ستیزِ خواجہ خود را می کشد
آقا کی دشمنی میں اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے

---

۵۱ از پئے۔ اِس نفس کی وجہ سے۔ اِستغفار۔ عذر خواہی
ایک دوسرے سے دشمنی کرتا ہے اور پھر اُس کو معذرت بھی کرنی پڑتی ہے، جب دشمنی ختم ہو جائیگی تو معذرت کی ضرورت نہ رہیگی۔ کانبیا۔ یہ اشکال کی وضاحت ہے کہ انبیاء اور اولیاء نے تو اپنے نفس امارہ کو مار دیا تھا پھر اُنکے دشمنی اور حسد کیوں تھا۔

۵۲ دشمنِ خود۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے دشمن اُنکے دشمن نہ تھے بلکہ اپنے دشمن تھے کیونکہ دشمنی کے نقصانات خود اُن کو پہنچتے تھے قصدِ جاں یعنی روح اور اُس کے مراتب کو نقصان پہنچائے۔ جس کی وجہ خود مخالفوں کی روح تباہ ہوئی۔ خفاشک۔ ذلیل چمگادڑ خود ہی آفتاب کے نور سے محروم ہے اُس کے نور میں قلل انداز نہیں ہے۔ عذاب۔ یعنی دشمن تو وہ ہے جس کی دشمنی سے منافع کو نقصان پہنچے۔ لعل۔ لعل آفتاب سے لیعل حاصل کرتا ہے۔

۵۳ کے حجاب۔ اپنے زمانہ کے نبیوں کے ساتھ دشمنوں کی دشمنی اُنکی آنکھ کا حجاب نہیں بن سکتی ہے بلکہ دشمن خود اپنے آپ کو اندھا اور بہرہ بنا لیتے ہیں۔ کیں۔ کینہ ستیز۔ لڑائی جھگڑا۔

493

سرنگوں می افتد از بامِ سرا
کوٹھے پر سے اوندھا گر جاتا ہے

تا زیانے کردہ باشد خواجہ[1] را
تاکہ آقا کو نقصان پہنچائے

گر شود بیمار دشمن با طبیب
اگر بیمار طبیب کا دشمن ہو جائے

ور کند کودک عداوت با ادیب
اگر بچہ اُستاد سے عداوت کرے

در حقیقت دشمنِ جانِ خودند
درحقیقت وہ خود اپنی جان کے دشمن ہیں

راہِ عقل و جانِ خود را خود زدند
اپنی عقل اور جان کا راستہ خود کاٹتے ہیں

گاز رے[2] گر خشم گیرد ز آفتاب
دھوبی اگر سورج پر غصہ کرے

ماهیے گر خشم می گیرد ز آب
مچھلی اگر پانی سے دشمنی کرتی ہے

تو نکو بنگر کرا دارد زیاں
تو غور کر، نقصان کس کا ہے

عاقبت کہ بُود سیاہ اختر ازاں
آخر کار اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا!

گر ترا حق آفریند زشت رُو
اگر تجھے اللہ تعالیٰ نے بدصورت پیدا کیا ہو

ہاں مشو ہم زشت رو ہم زشت خُو
خبردار، بدصورت اور بدعادت نہ بن

ور بُود کفشت مرو در سنگلاخ
اگر تیرے پاس جوتا ہے تو پتھریلی زمین میں نہ چل

ور دو[3] شاخستت مشو تو چار شاخ
اگر تیرے دو شاخیں ہیں چار شاخوں والا نہ بن

تو حسودی[4] کز فلاں من کمترم
تو اس پر حاسد ہے کہ میں فلاں سے کم ہوں

می فزاید کمتری در اخترم
وہ میرے نصیب میں کمتری بڑھا رہا ہے

خود حسد نقصان و عیبِ دیگرست
خود حسد ایک دوسرا عیب اور نقصان ہے

بلکہ از جملہ بدیہا بدترست
بلکہ تمام بُرائیوں سے بُرا ہے

آں بلیس از ننگ و عارِ کمتری
شیطان نے کمتری کی ذلت اور عار سے

خویشتن افگند در صد ابتری
اپنے آپ کو سینکڑوں تباہیوں میں پھنسا دیا

از حسد می خواست تا بالا بُود
اُس نے حسد کی وجہ سے چاہا کہ اُونچا بنے

خود چہ بالا بلکہ خون پالا بُود
اُونچا تو کیا بنتا، بلکہ خون آلود ہو گیا

آں ابوجہل از محمدؐ ننگ داشت
ابوجہل کو محمدؐ سے ذلت محسوس ہوئی

وز حسد خود را بہ بالا می فراشت
اور حسد کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اونچا کرتا

بُوالحکم نامش بُد و بُوجہل شد
جس کا نام ابوالحکم تھا، ابوجہل ہو گیا

اے بسا اہل از حسد نااہل شد
بہت سے لوگ حسد کی وجہ سے نااہل بنے

---

[1] خواجہ را۔ خواجہ کو نقصان کیا پہنچتا دشمنی میں خود اُس نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔ راہِ عقل۔ نہ عقل کی تکمیل ہوگی نہ جان کی بالیدگی ہوگی۔

[2] گازر۔ دھوبی کو کپڑے دھلانے کیلئے دھوپ کی ضرورت ہے۔ ماہیے۔ مچھلی کو اپنی زندگی کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ سیاہ اختر۔ بدنصیب۔ گر ترا۔ ایک عیب ہے تو اسمیں اضافہ نہ کر بلایا۔ انبیا اور اولیا، کے دشمنوں میں جہل تو تھا ہی دشمنی کر کے اور اپنے آپ کو تباہ کر لیا۔ ور کبود۔ پیادہ پا جوتے پہن کر چلنا ایک مصیبت ہے۔ اسکو پتھریلی زمین میں چل کر دوگنا نہ کر۔ شاخ۔ سینگ، شاخی، ٹکڑا۔ مشو۔ یعنی اپنی مصیبت میں اضافہ نہ کر۔

[3] تو حسودی۔ حسد کی بنیاد دوسرے کے مال وجاہ کی زیادتی ہے، حاسد کا مال تو کم ہی ہوتا ہے حسد کر کے اور مصائب میں اضافہ کرتا ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے حضرت آدمؑ پر حسد کیا اور نسل در نسل مصیبتوں میں اپنے آپ کو پھنسا دیا۔ از حسد۔ حسد کی وجہ سے بلندی تو کیا ملتی تباہ ہو گیا۔ ابوجہل۔ آنحضورؐ کے چچا عمر بن ہشام کو ابوالحکم کہا جاتا تھا وہ مکے فیصلے کرتا تھا حسد میں مبتلا ہوا تو ابوجہل یعنی نادان لقب پڑا۔

۱۹۹۶

من ندیدم در جہانِ جستجو
میں نے تگ و دو کی دنیا میں نہیں دیکھی

ہیچ اہلیّت بہ از خوئے نکو[1]
کوئی اہلیت نیک عادت سے بہتر

انبیا را واسطہ زاں کرد حق
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کا واسطہ اسی سے بنایا ہے

تا پدید آید حسدہا در فلق
تاکہ حسد روشنی میں نمایاں ہو جائے

در گذر از فضل و زجستی و فن
بڑائی اور چالاکی اور ہنر سے درگزر کر

کار خدمت دارد و خلقِ حسن
خدمت اور اچھے اخلاق کام کے ہیں

زانکہ[2] کس را از خدا عاری نبود
اس لئے کہ خدا سے تو کسی کو عار نہ تھی

حاسدِ حق ہیچ دیّارے نبود
کوئی باشندہ اللہ (تعالیٰ) کا حاسد نہ تھا

آں کسے کش مثلِ خود پنداشتے
جس شخص کو تو اپنا جیسا سمجھتا ہے

زاں سبب با او حسد برداشتے
اس سے اسی وجہ سے تو حسد کرتا ہے

چوں مقرّر شد بزرگی رسولؐ
جب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بڑائی طے ہو گئی

پس حسد ناید کسے را از قبول
تو کسی (مومن) کو ماننے میں حسد نہیں آتا

پس[3] بہر دورے ولیِ قائم ست
ہر زمانے میں ایک ولیِ قائم ہے

تا قیامت آزمائش دائم ست
قیامت تک دائمی آزمائش ہے

ہر کرا خوئے نکو باشد بزرگ
جس کی اچھی عادت ہوگی وہ نجات پا گیا

ہر کسے کو شیشۂ دل باشد شکست
جس کا دل شیشے کا ہوگا وہ ٹوٹ گیا

پس امامِ حیّ و قائم آں ولی ست
زندہ اور قائم امام وہ ولی ہے

خواہ از نسلِ عمرؓ خواہ از علیؓ ست
خواہ (حضرت) عمرؓ کی نسل سے ہو یا (حضرت) علیؓ کی

مہدیؑ و ہادی ولیست اے نیکخو
اے نیک بخت! مہدی اور ہادی وہی ہے

ہم نہان و ہم نشستہ پیشِ رُو
چھپا ہوا بھی ہے اور سامنے بیٹھا ہوا بھی ہے

او چو نور ست و خرد جبرئیلِ او
وہ نور کی طرح ہے اور عقل اس کا جبرئیلؑ ہے

آں ولیِ کم از و قندیلِ او
اس سے کم (درجہ کا) ولی اس کا قندیل ہے

امامِ حیّ و قائم ہے مہدی بھی وہی ہے اور ہادی بھی وہی ہے۔ اس کی یہ خوبیاں مخفی ہوتی ہیں اور وہ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔ شیعہ صاحبان کے عقیدہ کے مطابق وہ لوگوں کی نگاہوں سے سُرَّ مَنْ رَاٰی کے غار میں پوشیدہ ہیں۔ خرد جبرئیل او۔ اس کی عقل اس کے لئے جنابِ اللہ پیغام رساں ہے۔ قندیلِ او۔ دوسرے اولیاء اس کے ہی نور سے فیض پہنچاتے ہیں۔

---

[1] خوئے نیکو۔ نیک خصلت ہونا سب سے بڑی خوبی ہے۔ انبیاء اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان انبیاء کو واسطہ اسی لئے بنایا ہے تاکہ حاسدوں کا مخلصوں سے امتیاز ہو جائے۔ کارِ خدمت گذاری اور خوش خُلقی ہی کام کی چیزیں ہیں۔

[2] زانکہ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کا واسطہ نہ بنایا تو حاسدوں کا حسد ظاہر نہ ہوتا۔ اللہ کو کوئی بھی اپنے برابر کا تصور کر کے حسد نہ کرتا۔ آں کسے۔ انسان کے حسد کی بنیاد یہی ہے کہ وہ دوسرے کو اپنے برابر کا سمجھتا ہے پھر اس کی بڑائی پر حسد کرتا ہے۔

[3] پس۔ رسولوں کا سلسلہ ختم ہو جانے سے حاسدوں کے حسد کے اظہار کا موقع ختم نہیں ہوا۔ اب اولیاء اللہ کی ذات بھی حاسدوں کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ ولیِ قائم۔ قطب الاقطاب جو تمام عوالم پر فرمانروا ہوتا ہے اور بقایہ عالم اسی کی بقا سے ہے۔ ہر کرا۔ اچھی عادت والے اس کا اتباع کر کے نجات حاصل کر لیں گے۔ خُنک مزاج محروم رہیں گے۔ امامِ حیّ و قائم۔ شیعہ حضرات بارھویں امام محمد مہدیؑ کو زندہ اور قائم مانتے ہیں چونکہ ان کے نزدیک امام صرف اہلِ بیت میں سے ہی ہو سکتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ امام کے لئے نسلی کوئی خصوصیت نہیں ہے ہر دور کا قطب الاقطاب

۶۹۵

وانکہ[1] زیں قندیل کم مشکوٰۃِ ماست
اور جو اس قندیل سے کم (درجہ کا) ہے وہ ہمارا طاقچہ ہے

زانکہ ہفصد پردہ دارد نورِ حق
اسلئے کہ اللہ (تعالیٰ) کا نور سات سو پردے رکھتا ہے

از پسِ ہر پردہ قومے را مقام
ہر پردے کے پیچھے ایک جماعت کا مقام ہے

اہلِ[2] صفِ آخریں از ضعفِ خویش
آخری صف والے، اپنی کمزوری کی وجہ سے

واں صفِ پیش از ضعیفیِ بصر
اگلی صف، نگاہ کی کمزوری کی وجہ سے

روشنیِ کو حیاتِ اوّل ست
وہ روشنی جو پہلی (صف) کی زندگی ہے

اَحولیہا اَندک اَندک کم شود
اس کی کمزوری تھوڑی تھوڑی کم ہوتی ہے

آتشے[3] کا صلاحِ آہن یا زرست
وہ آگ جو لوہے یا سونے کی (باعث) اصلاح ہے

سیب و آبی خامتی دارد خفیف
سیب اور پانی تھوڑا سا کچا پن رکھتے ہیں

لیکن آہن را لطیف آں شعلہا ست
لیکن لوہے کے لئے وہ شعلے ہلکے ہیں

ہست آں آہن فقیرِ سخت کش
سختی کو برداشت کرنے والا درویش وہ لوہا ہے

حاجبِ آتش بود بے واسطہ
وہ بلا واسطہ آگ کی روک بنتا ہے

نور را در مرتبہ ترتیبہاست
مرتبہ میں نور کی ترتیبیں ہیں

پردہائے نور داں چندیں طبق
تو ان مراتب کو نور کے پردے سمجھ

صف صف اند ایں پردہا شاں تا امام
ان کے یہ پردے امام تک صف بہ صف ہیں

چشمِ شاں طاقت ندارد نورِ بیش
انکی آنکھ زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

تاب نارد از شعاعِ بیش تر
زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

رنج جان و فتنۂ ایں احول ست
اس کمزور آنکھ والے کی جان کیلئے مصیبت و آفت ہے

چوں ز ہفصد بگذرد او کم شود
جب سات سو پردوں سے گزر جاتا ہے تو یہ ہوں نہیں رہتا ہے

کے صلاحِ آبی و سیب تر ست
تازہ سیب اور پانی کی (باعث) اصلاح کب ہے؟

نے چو آہن تابشے خواہد لطیف
لوہے جیسا نہیں (اسلئے) ہلکی گرمی چاہتے ہیں

کو جذوبِ تابشِ آں اژدہاست
کیونکہ وہ گرمی کے ان اژدہوں کو جذب کرنے والا ہے

زیرِ نیک و آتش ست او سرخ و خوش
تھوڑے اور آگ کے نیچے وہ اور سرخ اور خوش ہے

در دلِ آتش رود بے رابطہ
بغیر کسی ذریعہ کے آگ کے درمیان گھس جاتا ہے

---

[1] وانکہ۔ قطب الاقطاب نور ہے جو اولیاء اللہ سے مستفید ہیں وہ بمنزلہ قندیلوں کے ہیں دیگر بزرگ جو اولیاء سے مستفید ہیں ان کی مثال طاقچہ کی سی ہے جو قندیل سے منور ہوتا ہے۔ ہفصد یعنی بہت سے طبق یعنی اولیاء کے طبقات۔ از پس۔ اولیاء کے مختلف طبقات ہیں جو قطب الاقطاب پر جاکر ختم ہو جاتے ہیں۔

[2] اہلِ صف۔ آخری صف والے زیادہ تجلی کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ صفِ پیش یعنی آخری صف سے اگلی صف والے۔ شعاع۔ یعنی نورِ خداوندی۔ حیاتِ اوّل یعنی وہ تجلی جو صفِ اوّل کے لئے باعثِ حیات ہے۔ اَحول۔ بھینگا، کمزور نگاہ والا۔ اَحولیہا۔ اسلئے تیسرے درجہ کے اولیاء بھی مجاہدات کے ذریعہ ترقی کرکے اور مجاہدات طے کرکے عارفِ کامل بن جاتے ہیں۔ اوّلیم۔ میں وہ ہوں، وحدت کی طرف اشارہ ہے۔

[3] آتشے۔ یعنی جس طرح محسوسات میں ہر آگ کو ہر چیز برداشت نہیں کر سکتی اسی طرح ہر تجلی کا ہر شخص متحمل نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر وہ آگ جو لوہے کیلئے مفید ہے سبزی پر ڈال دی جائے تو وہ جل کر خاک ہو جائیگی۔ آبی۔ پانی۔ آں شعلہا۔ جو سخت کچا لوہے کیلئے درکار ہے لوہے کے لئے وہی لطیف ہے۔ اژدہا یعنی

شعلے۔ فقیرِ سخت کش۔ وہ درویش جو مجاہدات کی بھٹی میں تپتا ہے اس کی مثال لوہے کی طرح ہے۔ حاجب۔ وہ اس آگ کو براہ راست جان پر لے لیتا ہے۔

بے حجابے آب و فرزندانِ آب[1] — پختگی زآتش نیابند و خطاب

پانی اور پانی کی پیداوار بغیر آڑ کے — آگ سے نہیں پکتی ہے اور نام نہیں پاتی ہے

واسطہ دیگے بُود یا تابہ — ہمچو پارا در روش پاتابہ

دیگ کا واسطہ ہو یا توے کا — جس طرح چلنے میں پیر کے لئے بجرتا

یا مکانے در میاں تا آں ہوا — میشود سوزاں و می آرد نما

یا درمیان میں الگ جگہ ہو تاکہ وہ ہوا — گرم ہو، اور بڑھائے

پس فقیر آنست کو بے واسطہ ست — شعلہا را با وجودش رابطہ ست

درویش وہ ہے جو بغیر واسطہ کے ہے — شعلوں کو اُس کی ذات سے تعلق ہے

پس دلِ عالَم ولیست ابراکہ تن — می رسد از واسطہ ایں دل بفن

وہ درویش عالم کیلئے گویا دل ہے کیونکہ جسم — اسی دل کے واسطے سے فن (ہنر) تک پہنچتا ہے

دل نباشد تن چہ داند گفتگو — دل نہ جوید تن چہ داند جستجو

اگر دل نہ ہو جسم گفتگو کیا جانے؟ — دل جستجو نہ کرے تو جسم جستجو کرنا کیا جانے؟

پس نظرگاہِ شعاعِ آں آہن ست — پس نظرگاہِ خدا دل نے تن ست

لہٰذا شعلے کا منظورِ نظر لوہا ہے — خدا کا منظورِ نظر دل ہے، نہ کہ جسم

باز ایں دلہائے جزوی چوں تن ست — بادلِ صاحبدلے کو معدن ست

پھر یہ جزوی دل جسم کی طرح ہیں — صاحب دل کے دل کے مقابلے میں جو کان ہے

بس مثال و شرح خواہد[2] ایں کلام — لیک ترسم تا نہ لغزد فہمِ عام

یہ کلام بہت سی مثالیں اور شرح چاہتا ہے — لیکن میں ڈرتا ہوں کہ عوام کی سمجھ لغزش نہ کھا جائے

تا نہ گردد نیکوئی ما بدی — ایں کہ گفتم ہم نہ بُد جز بیخودی

تاکہ ہماری نیکی، بدی نہ بن جائے — یہ بھی جو کچھ میں نے کہا وہ سوائے بیخودی کے

پائے کژرا کفشِ کژ بہتر بود — مُرگدارا دستگہ بر در بود

ٹیڑھے پیر کے لئے ٹیڑھا جوتا بہتر ہوتا ہے — گداگر کی جگہ دروازے پر ہوتی ہے

امتحانِ[3] بادشاہ بآں دو غلام کہ نو خریدہ بُود

بادشاہ کا اُن دو غلاموں کا امتحان کرنا جن کو نیا خریدا تھا

بادشاہے دو غلام ارزاں خرید — تا یکے زاں دو سخن گفت و شنید

ایک بادشاہ نے دو سستے غلام خریدے — ان دونوں میں سے ایک سے بات بھی اور سنی

---

[1] فرزندانِ آب۔ پانی کی پیداوار خطاب یعنی ان کو نہ روٹی، پلاؤ وغیرہ نہیں کہا جاتا۔ تابہ۔ توا، آتا جب توے کے واسطے سے آگ پر پکے تو اُس کو روٹی کہا جائیگا۔ پاتابہ۔ جوتہ بنتا۔ گرم ہوا سے درخت وغیرہ نشوونما پاتے ہیں۔ پس فقیر۔ عارف کامل براہِ راست کسبِ فیض کرتا ہے۔ وہ قطب الاقطاب عالم کے لئے بمنزلہ دل کے ہے۔ دل تمام جسم کے سارے کمالات اس کی وجہ سے ہیں۔ نظرگاہِ خدا دل خدا کا منظورِ نظر قطب الاقطاب ہوتا ہے۔ دلہائے جزوی یعنی اُس دور کے دیگر اولیاء۔ بادل صاحب دلے۔ قطب الاقطاب دیگر اولیاء کو فیض پہنچاتا ہے۔

[2] ایں کلام۔ اولیاء کے مراتب کی وضاحت کے لئے مفصل کلام درکار ہے جس کا کمال و مدت الوجود کا مسئلہ ہے جو عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ تا نہ گردد نیکی بر باد گناہ لازم کا مصداق نہ ہو جائے۔ پائے کژ۔ عوام کے ذہن کے مطابق عوام سے بات کرنی چاہیئے، باریک مسائل اُن کے سامنے بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ مُرگدارا۔ فقیر دروازے پر سے بھیک مانگے گا تو گھر میں گھسے گا تو گدا گر بن جائے گی۔

[3] امتحان۔ پہلے کہا گیا تھا کہ ہر شخص کے مناسب حال اس سے بات

496

یافتش زیرک دل و شیریں جواب
اُس نے اُس کو ذہین اور شیریں جواب پایا

آدمی مخفیست در زیرِ زباں
انسان زبان میں پوشیدہ ہے

چونکہ بادے پردہ را درہم کشید
جب ہوا نے پردہ ہٹا دیا

کاندراں خانہ گہر[۲] یا گندم ست
کہ اُس گھر میں موتی ہیں، یا گیہوں

یا در و گنجست و مارے بر کراں
یا اُس میں خزانہ ہے اور کنارے پر سانپ ہے

بے تامل اُو سخن گفتے چناں
وہ بے تامل ایسی باتیں کرتا

گفتے در باطنش دریاستے
گویا اُس کے اندر ایک دریا ہے

نورِ ہر گوہر کزو تاباں شدے
[۵۴] ہر موتی (بات) کا نور جو اُس سے چمکتا

نورِ فرقاں فرق کردے بہرِ ما
قرآن کا نور ہمارے لئے جدا کر دیتا

نورِ گوہر نورِ چشمے ما شدے
موتی کا نور ہماری آنکھ کا نور ہو جاتا

چشم کرکردی دو دیدی قرصِ ماہ
تو نے آنکھ کو ٹیڑھا کر لیا، چاند کی ٹکیا کو دو دیکھا

راست گرداں چشم را در ماہتاب
چاند (کو دیکھنے) میں اپنی آنکھ سیدھی کر لے

از لبِ شکر چہ زاید شکر آب
حسین ہونٹوں سے کیا ٹپکتا ہے؟ شربت

ایں زباں پردہ است بر درگاہِ جاں
یہ زبان جان کے دربار کا پردہ ہے

سرِ صحنِ خانہ شد برما پدید
گھر کے صحن کا راز ہم پر کھل گیا

گنج زر یا جملہ مار و کژدم ست
سونے کا خزانہ ہے یا سب سانپ اور بچھو ہیں

زانکہ نبود گنجِ زر بے پاسباں
اِسلئے کہ سونے کا خزانہ محافظ کے بغیر نہیں ہوتا

کز پسِ پانصد تامل دیگراں
جو دوسرے پانچسو بار غور کر کے (کرتے)

جملہ دُر یا گوہر گویاستے
جو موتی ہی موتی ہے یا وہ (غلام) بولتا ہوتا ہے

حق و باطل را ازاں فرقاں شدے
حق اور باطل اُس سے الگ الگ ہو جاتا

ذرہ ذرہ حق و باطل را جدا
حق اور باطل کے ذرے ذرے کو علیحدہ

ہم سوال و ہم جواب ما بُدے
ہمارا سوال بھی ہمارا جواب بھی ہو جاتا

چوں سوال ست ایں نظر در اشتباہ
(اشتباہ کے مقام میں یہ بھی نظر سوال (اقتراض)

تا یکے بینی تو مہ را نیک جواب
تاکہ تو چاند کو ایک دیکھے، یہ جواب ہے

قرآن میں مل جاتا چشم کژ۔ بھینگے کو صحیح حقیقت نظر نہیں آتی ہے۔ نیک جواب۔ جواب یہی ہے کہ تو اپنی نظر کو صحیح کرلے قرآن کی فرقانیت واضح ہو جائے گی۔

لہ شکر۔ شیریں دہن۔ زیرِ زباں۔ عربی کا مشہور محاورہ ہے۔ اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِہٖ آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ چونکہ جب آدمی بول پڑا تو زبان کا پردہ ہٹ گیا۔

صحنِ خانہ یعنی انسان کا باطن۔

۲ گہر۔ یعنی اچھی خصلتیں۔ گندم یعنی معمولی خصلتیں۔ مار و کژدم یعنی بُری خصلتیں۔ یا در و یعنی اُس میں اچھی اور بُری دونوں خصلتیں ہیں۔ زانکہ۔ عموماً ایسوں میں بھی کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہی ہے۔

بے تامل۔ وہ برجستہ ایسی بات کہتا تھا کہ دوسرا سینکڑوں بار سوچ کر بھی نہ کہہ سکے۔ تاباں۔ چمکنے والا۔ فرقان۔ الگ الگ نظر آنا

۵۳ نورِ فرقان۔ پہلے اشعار میں مولانا نے اُس غلام کی باتوں کے بارے میں فرمایا کہ اُس سے حق و باطل میں امتیاز ہو جاتا تھا اِس پر شبہ ہوا کہ یہ صفت تو قرآن میں بھی نہیں ہے ورنہ دنیا میں کوئی گمراہ نہ رہتا اُن اشعار میں مولانا نے اِس شبہ کا جواب دیا ہے کہ بیشک قرآن میں اپنی جگہ یہی خوبی ہے لیکن دیکھنے والے کی آنکھ کی بھی کمی میں آڑے آجاتی ہے۔ فرقان۔ کلام اللہ کا نام ہے چونکہ وہ حق و باطل میں امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔ گوہر۔ یعنی قرآن کی آیتیں۔ ہم سوال۔ جو شبہ پیدا ہوتا اُس کا جواب خود

فکرتت را راست کُن تیسکو نگر
اپنی فکر کو سیدھا کر لے، اچھی طرح دیکھ

ہست[1] ہم نور و شعاعِ آں گہر
وہ بھی اسی موتی کا نور اور شعاع ہے

ہر جوابے کاں ز گوش آید بدل
جو جواب کان کے ذریعے سے دل میں پہنچتا ہے

چشم گفت از من شنو آں را مہل
چشم (البصیرت) کہتی ہے مجھ سے سن، اس کو چھوڑ

گوش دلّالست و چشم اہلِ مہال
کان (قیل) دلال ہے اور چشم (البصیرت) خود صاحبِ مال ہے

چشم صاحب حال و گوش اصحاب قال
چشم (البصیرت) صاحبِ حال ہے اور کان زبانی بات کرنے والوں میں سے ہے

در شنیدِ گوش تبدیلِ صفات[2]
کان سے سننے میں صفات کی تبدیلی ہے

در عیانِ دیدہا تبدیلِ ذات
مشاہدوں سے ذات کی تبدیلی ہے

ز آتش ار علمت یقیں شد لے سخن
بلاشبہ اگر آگ کا تجھے علم الیقین ہو گیا ہے

پختگی جو در یقیں منزل مکن
یقین میں پختگی طلب کر، لاپرواہ نہ کر

تا نسوزی نیست آں عینُ الیقیں
جب تک آگ تجھے جلا نہ دے عینُ الیقین نہیں ہے

ایں یقیں خواہی در آتش نشیں
تو یہ یقین چاہتا ہے، تو آگ میں بیٹھ

گوش چوں ناقد بود دیدہ شود
کان اگر پرکھنے والا ہو تو (چشم البصیرت) بینا ہو جاتا ہے

ورنہ قُل در گوش پیچیدہ شود
ورنہ بات کان میں لپٹ (کر رہ) جاتی ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے، واپس لوٹ

تا کہ شہ با آں غلامانش چہ کرد
دیکھ، بادشاہ نے اپنے غلاموں سے کیا کیا؟

رواں کردن بادشاہ یکے را ازاں دو غلام و ازیں دیگر حال پرسیدن

بادشاہ کا اُن دو غلاموں میں سے ایک کو روانہ کر دینا اور دوسرے سے حالات دریافت کرنا

آں غلامک[3] را چو دید اہلِ ذکا
جب اُس (خلیل) نے اُس پیارے غلام کو ذہین سمجھا

آں دگر را کرد اشارت کہ بیا
دوسرے کو اشارہ کیا کہ آجا

کافِ رحمت گفتمش تصغیر نیست
میں نے (غلامک میں) کاف محبت کیلئے بولا ہے تحقیر کا

جُد چو گوید طفلکم تحقیر نیست
دادا جب میرا بچہ نواسا کہتا ہے تو تحقیر نہیں ہے

چوں بیامد آں دوم در پیشِ شاہ
جب وہ دوسرا بادشاہ کے سامنے آیا

بود او گندہ دہاں دنداں سیاہ
وہ گندہ دہن اور کالے دانتوں والا تھا

لگایا جاتا ہے اُس کو چھوٹا کر کے ظاہر کرنا ہوتا ہے، اب یہ چھوٹا ظاہر کرنا کبھی اُس چیز کی وقعت ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے) بندے کا اور پیار کے اظہار کے لئے۔

[1] ہست یعنی فکر خدا کی دین ہے۔ مگر یعنی ذاتِ باری ہر جواب کسی طلب کا حقیقی جواب صحیح فکر سے حاصل ہوتا ہے دوسروں کا جواب سُن لینے سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ گوش۔ سنی سنائی بات اور صحیح فکر سے حاصل شدہ بات میں وہی نسبت ہے جو ایک دلال اور مجبور میں ہے۔ صاحب حال۔ جو کسی کیفیت میں خود مبتلا ہو اصحاب قال۔ وہ لوگ جنہوں نے اُس کیفیت کو لوگوں سے سنا ہو۔

[2] در شنید۔ کسی بُری بات کے نتیجہ کو سُن کر انسان اُس سے پرہیز کرتا ہے جس میں یہ ممکن ہوتا ہے کہ اُس بُرائی کو پھر کر بیٹھے لیکن انجام بد میں پھنس کر ایسی نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ اُس بُرائی کا ارتکاب ممکن نہیں رہتا ہے۔ یقین۔ آگ کے جلا دینے کی اگر کوئی مخبر صادق خبر دے اُس سے جو یقین آگ کے جلانے پر حاصل ہوا وہ علم الیقین ہے کسی کو آگ میں جلتے دیکھ کر جو اُس کے جلانے پر یقین حاصل ہوا وہ عین الیقین ہے، خود اپنا ہاتھ آگ میں جلنے سے جو آگ کے جلانے پر یقین حاصل ہوا وہ حق الیقین ہے۔ گوش۔ کان کو اگر کمال حاصل ہو جاتا ہے تو وہ بھی آنکھ کا کام کرنے لگتا ہے اور سننا بھی دیکھنے کے قائم مقام بن جاتا ہے۔

[3] غلامک۔ اس میں کاف تصغیر کا ہے یعنی جس میں یہ

گرچہ شہ ناخوش شد از گفتارِ او
بادشاہ اگرچہ اُس کی گفتگو سے (اُس کی بدصورتی) ناخوش ہوا

جستجوئے کرد ہم ز اسرارِ او[1]
(تاہم) اُس کے بھیدوں کی جستجو کی

گفت با ایں شکل و گندہ دہاں
اُس بادشاہ نے کہا اِس شکل اور گندے دہن کے ہوتے ہوئے

دور بنشیں مرکب ایں سو تر مراں
پرے ہو کر بیٹھ، سواری اِس جانب زیادہ نہ بڑھا

کہ تو زاہلِ نامہ و رُقعہ بُدی
کیونکہ تو نامہ و پیام کے لائق ہے

نے جلیس و یار ہم بقعہ بُدی
نہ کہ ہم نشین اور ہم مجلس و دوست ہونے کے

تا علاجِ آں دہانِ تو کنیم
جبکہ کہ ہم تیرے مُنہ کا علاج کریں

تو جلیب و ما طبیب پُر فنیم
تو بیمار ہے اور ہم ہنرمند طبیب ہیں

بہر کیکے نو گلیمے سوختن
ایک پتہ کی وجہ سے نئی گدڑی کو جلانا (مناسب نہیں)

نیست لائق از تو دیدہ دوختن
(اسی طرح) تجھ سے آنکھیں بند کر لینا مناسب نہیں ہے

لیک قابل تر بُدی زاں یارِ خود
لیکن تو اپنے دوست سے زیادہ قابل ہے

نزدِ ما آ کہ تو بہ زاں یارِ بد
ہمارے پاس آجا کیونکہ تو اُس بُرے دوست سے بہتر ہے

با ہمہ بنشیں دو سہ دستاں بگو
سب کچھ ہوتے ہوئے بیٹھ جا دو تین قصے سُنا

تا بہ بینم صورتِ غفلت نکو
تاکہ میں تیری غفلت کی حالت اچھی طرح دیکھ لوں

آں ذکی[2] را پس فرستاد او بکار
پھر اُس ذہین کو اُس نے کام کیلئے بھیج دیا

سوئے حمامے کہ رود خود را بخار
حمام کی جانب کہ جا اپنے آپ کو مل دل

دیں دگر را گفت توچہ زیرکی
اُس دوسرے سے کہا تو کتنا سمجھدار ہے

صد غلامی در حقیقت نے یکی
درحقیقت تو سو غلام (کی برابر) ہے نہ کہ ایک کے

آں نہ کاں خواجہ تاشِ تو نمود
تو ایسا نہیں ہے جیسا کہ تیرے ساتھی نے ظاہر کیا ہے

از تو مارا سرد کرد آں حسود
اُس حاسد نے ہمیں تجھ سے سرد کر دیا ہے

گفت کو دُرد و کرشت و کژ نشیں
اُس نے کہا ہے کہ وہ تو چور اور بدچلن ہے اور بدصحبت ہے

خیرہ نامرد و جنانست و چنیں
کم ہمت ہے، اور نامرد ہے، اور ایسا بھاری دیو ہے

گفت[3] بیوستہ بدست او راست گو
اُس نے کہا، وہ ہمیشہ سے سچا ہے

راست گوئے من ندیدستم چو او
اُس جیسا سچا میں نے نہیں دیکھا

راستی و نیک خوئی و حیا
سیدھا پن، اور نیک خصلتی اور شرم

حلم و دینداری و احسان و سخا
بُردباری، اور دینداری اور احسان اور سخاوت

---

[1] اسرار: بھید۔ مرکب: یعنی دُور تو بیٹھ لیکن اِس قدر دُور نہیں کہ بات ہی نہ سُن سکے۔ کہ تو: چونکہ تو گندہ دہن ہے اِس لئے تو ہم مجلس تو بنے گا لیکن تجھ سے نامہ و پیام کا کام لیا جائیگا یا تجھ سے آمنے سامنے بات نہ کی جائیگی بلکہ نامہ و پیام کے ذریعہ تجھ سے کام لیا جائیگا۔ بہر کیکے۔ جس طرح ایک پتہ کی وجہ سے گدڑی جلا دینا حماقت ہے اِسی طرح محض گندہ دہنی کی وجہ سے تجھ سے جدائی مناسب نہیں ہے۔ لیک۔ چونکہ راز معلوم کرنا تھا اِس لئے اِس طرح کی گفتگو شروع کی یا تو یہ۔ یعنی دوسرا غلام۔ با ہمہ۔ یعنی گندہ دہنی وغیرہ کے ہوتے ہوئے۔ دو سہ دستاں۔ دو تین قصے۔ داستان۔

[2] ذکی۔ ذہین، اور دخن بلیغ۔ بخار۔ یعنی بدن مل کر غسل کرے۔ زیرکی۔ زیرک ہستی۔ غلامی۔ غلام ہستی ہیچی۔ یک ہستی خواجہ تاش۔ آقا شریک۔ سرد کردی۔ برگشتہ بنانا۔ کرشت۔ بُرا چلن۔ کژ نشین۔ آوارہ، بدصحبت۔ خیرہ۔ بخشش، نامرد۔

[3] گفت۔ یعنی مخاطب بدصورت غلام نے جواب میں کہا۔ بدرست۔ بودہ است۔ راستی۔ سچائی۔ حیا۔ شرم۔ حلم۔ بُردباری۔

راست[1] گوئی در نہاد خلقتست
(اور) سچائی اس کے مزاج میں پیدائشی ہے

ہر چہ گوید من نگویم تہمتست
وہ جو کچھ کہتا ہے میں نہیں کہتا ہوں کہ (وہ) تہمت ہے

کژ ندانم آں نکو اندیش را
میں اس نیک خیال کو ٹیڑھا نہیں سمجھتا ہوں

متہم دارم وجودِ خویش را
اپنے آپ کو ملزم ٹھہراتا ہوں

باشد او در من بہ بیند عیبہا
ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ میں عیبوں کو دیکھتا ہو

من نہ بینم در وجودِ خود شہا
اے بادشاہ! میں اپنے اندر نہیں دیکھتا ہوں

ہر کسے گر عیبِ خود دیدے ز پیش
ہر شخص اگر پیشگی اپنا عیب دیکھ لیتا

کے بدے فارغ وے از اصلاحِ خویش
اپنی اصلاح سے کب فارغ ہوتا؟

غافل اند ایں خلق از خود اے پدر
اے باوا! یہ لوگ اپنے آپ سے غافل ہیں

لاجرم گویند عیبِ ہمدگر
لامحالہ ایک دوسرے کے عیب بیان کرتے ہیں

من نہ بینم روئے خود را اے شمن[2]
اے صورت پرست! میں اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہوں

من بہ بینم روئے تو تو در روئے من
میں تیرا چہرہ دیکھتا ہوں، تو میرا چہرہ

آں کسے کہ او بہ بیند روئے خویش
جو شخص اپنا چہرہ دیکھتا ہے

نورِ او از نورِ خلقان ست بیش
اس کا نور لوگوں کے نور سے بڑھا ہوا ہے

گر بمیرد نورِ او باقی بود
اگر وہ مر (بھی) جائے اس کا نور باقی رہتا ہے

زاں کہ دیدش دیدِ خلاقی بود
کیونکہ اس کی نظر خدائی نظر ہوتی ہے

نورِ حسی نبود آں نورے کہ او
وہ نورِ حسی نہیں ہوتا جو کہ وہ

روئے خود محسوس بیند پیشِ رو
اپنے چہرے کو آگے سامنے محسوس کرے

گفت[3] تو ہم عیبِ او گو مو بمو
(اس نے کہا) تو بھی اسکے عیب ایک ایک کرکے کہہ دے

آنچناں کہ گفت او از عیبِ تو
جس طرح اس نے تیرے عیب کہے ہیں

تا بدانم کہ تو غم خوارِ منی
تاکہ میں سمجھ جاؤں کہ تو میرا غمخوار ہے

کہ خدائے مملکت یارِ منی
سلطنت کا منتظم (اور) میرا دوست ہے

گفت اے شہ من بگویم عیبہاش
اس (غلام) نے کہا اے شاہ! میں اسکے عیوب

گرچہ ہست او مر مرا خوش خواجہ تاش
اگرچہ وہ میرا اچھا ساتھی ہے

عیبِ او مہر و وفا و مردمی
اس کا عیب محبت اور وفاداری اور انسانیت

خوئے او صدق و ذکا و ہمدمی
اسکی خصلت سچائی اور ذہانت اور ہمدردی ہے

---

[1] راست گوئی۔ سچ بولنا۔ نہاد۔ طبیعت۔ ہر چہ گوید۔ وہ جو کچھ میرے بارے میں کہتا ہے۔ متہم۔ تہمت زدہ۔ بدنام۔ باشد۔ ہو سکتا ہے، ممکن ہے۔ شہا۔ اے شاہ۔ ہر کسے۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ بدے۔ بود۔ لاجرم۔ لامحالہ۔

[2] شمن۔ بت پرست، عابد۔ زردی۔ مُنہ، یعنی عیب۔ خلقان۔ مخلوق۔ باقی بود۔ خدائی نور باقی رہنے والا ہے۔ روئے خود۔ اپنے عیوب۔ اس کو ایسے صاف نظر آتے ہیں جیسا کہ دوسرے کے۔

[3] گفت۔ یعنی بادشاہ نے اُسے ابھار کر دوسرے غلام کی بابت پوچھا۔ کہ خدا تمہارے منتظم مملکت سلطنت عیب او۔ یہ اس طریقہ پر تعریف ہے جو بظاہر عیب جوئی ہے۔ مردمی۔ انسانیت۔ ذکا۔ ذہانت۔ ہمدمی۔ غمخواری۔

501

کمترین عیبش جوانمردی و داد
اُس کا سب سے چھوٹا عیب سخاوت اور بخشش ہے

آں جوانمردی کہ جاں را ہم بداد
اِس سخاوت جو جان بھی بخش دے

صد ہزاراں جاں خدا کردہ پدید
خدا نے لاکھوں جانیں پیدا فرمائی ہیں

چہ جوانمردی بود کاں را ندید
جس نے انکو نہ دیکھا اُس نے (جان کی) سخاوت کیا ہوگی

ور بدیدے[۵۲] کے بجاں بخشش بدے
اگر (اُن جانوں کو) دیکھ لیتا (اپنی) جان پر کب بخل کرتا

بہر یک جاں کے چنیں غمگیں شدے
(اپنی) ایک جان کی وجہ سے کب ایسا غمگین ہوتا

برلبِ جو بخلِ آب آں را بود
نہر کے کنارے پر پانی کا بخل اُس میں ہوگا

کو ز جوئے آب نابینا بود
جو نہر کے پانی سے اندھا ہوگا

گفت پیغمبر کہ ہر کس از یقیں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ جو شخص یقین (علم) پر

دانداُو پاداشِ خود در یومِ دیں
قیامت کے دن کے اپنے بدلے کو جان لے گا

ہر یکے را دہ عوض می آیدش
کہ اُس کو ایک کے بدلے میں دس ملیں گے

ہر زماں جودے دگرگوں زایدش
اُس سے ہر وقت نئی قسم کی سخاوت صادر ہوگی

جود جملہ از عوضہا دیدن ست
سب کی سخاوت بدلوں کو دیکھ لینے کی وجہ سے ہے

پس عوض دیدن ضد ترسیدن ست
بدلے کو دیکھ لینا (فقر سے) ڈرنے کی ضد ہے

بخل[۵۳] نادیدن بود اعواض را
بدلوں کو نہ دیکھنا بخل (کا سبب) ہوتا ہے

شاد دارد دیدِ دُر غواص را
موتی کی دید غوطہ خور کو خوش رکھتی ہے

پس بعالم ہیچ کس نبود بخیل
(اگر بدلے کی دید ہر شخص کو حاصل ہو جائے) تو دنیا میں کوئی

زانکہ کس چیزے نیارد بے بدیل
اِس لئے کہ بدلے کے بغیر کوئی کچھ نہیں دیتا ہے

پس سخا از چشم آمد نے ز دست
تو سخاوت کا تعلق آنکھ سے ہوا نہ کہ ہاتھ سے

دید دارد کار جز بینا نریست
سالار دیکھنے پر نہر (دیکھنے والے) کے سوا کسی نے بخل نہیں کیا

عیب دیگر آنکہ خود بیں نیستاُو
(اُس شخص میں) دوسرا عیب ہے کہ وہ خود بین نہیں ہے

ہست در ہستی خود اُو عیب جو
وہ اپنے اندر عیوب کو تلاش کرنے والا ہے

عیب گوی و عیب جوی خود بدست
وہ خود اپنا عیب گو اور عیب جو ہے

باہمہ نیکو و با خود بد بدست
سب کے ساتھ بھلا اور اپنے لئے بُرا ہے

---

۵۱ جوانمردی۔ شجاعت، سخاوت۔ داد۔ بخشش۔ آں جوانمردی۔ سخاوت کا انتہائی درجہ ہے کہ اپنی جان بھی ضرورت مند کو دیدے۔ صد ہزاراں۔ اِس شعر کا ایک مطلب تو وہ ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہے کہ جان دینے اور شہادت کا شوق اُس شخص کو ہوگا جس کے مدِ نظر وہ جانیں ہوں گی جو اُس ایک جان کو اللہ کے راستہ میں لٹا دینے سے حاصل ہونگی دوسرا مطلب بعض صاحبان نے یہ لکھا کہ بدلے میں جو جانیں ملیں گی وہ مدِ نظر نہ ہوں بلکہ صرف مولیٰ کی رضا مدِ نظر ہو تو اس صورت میں دوسرے مصرع کا ترجمہ یہ ہوگا۔ وہ سخاوت کیا ہی اعلیٰ ہے جس میں بدلے کی جانیں پیشِ نظر نہ ہوں۔ اِن دونوں مطلبوں کے اعتبار سے آئندہ چند شعروں کا مطلب بیان کرنا ہوگا۔

۵۲ ور بدیدے۔ اگر ایک جان کے بدلے میں بہت سی ابدی جانیں مل جانے کا یقین ہو تو جان دینے میں کوئی بھی بخل نہ کرے۔ بر لبِ جو۔ نہر کے کنارے پر پانی پر وہی بخل کرے گا جو نہر کا پانی نہ دیکھ رہا ہو۔ داد۔ اداش۔ جزا، بدلہ۔ یوم دین۔ بدلہ کا دن، روزِ قیامت۔ ہر یکے۔ حدیث شریف کُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ بِعَشْرَةِ اَمْثَالِهَا۔ انسانوں کو ہر عمل کا بدلا دس گنا ملیگا۔ ترسیدن۔

۵۳ بخل۔ انسان بخل جب ہی کرتا ہے جبکہ آخرت کے بدلوں پر اُسکو یقین نہ ہو۔ اعواض۔ عوض کی جمع بدلہ۔ غواص۔ غوطہ خور۔ اژدہا۔ بدلا کا یقین سخاوت کا سبب ہے۔ شیطان فقر سے ڈرا کر سخاوت سے روکتا ہے۔

گفت شہ جلدی مکن در مدحِ یار — مدحِ خود در ضمنِ مدحِ اُو میار[1]
بادشاہ نے کہا دوست کی تعریف میں جلدی نہ کر — اُس کی تعریف کے ضمن میں خود ستائی نہ کر

زانکہ من در امتحاں آرم وَرا — شرمساری آیدت در ماجرا
اِس لئے کہ میں اُس کو آزماؤں گا — (اِس) قصہ میں تجھے شرمندگی ہوگی

قسمِ غلام در صدق و وفائے یارِ خود از طہارت

بادشاہ کے سامنے غلام کا اپنے دوست کی سچائی اور وفاداری کی اپنے
ظنِ خود نزدیکِ شاہ

گمان اور پاکیزگی کی وجہ سے قسم کھانا

گفت[2] لے واللہ باللہِ العظیم — مَالِکِ المُلکِ وَدَحمٰنِ رَحِیم
اس (غلام) نے کہا نہیں خدا کی قسم اُس خدا کی قسم جو بزرگ ہے — سلطنت کا مالک ہے اور مہربان ہے اور رحم والا ہے

آں خدائے کہ فرستاد انبیا — نے بحاجت بل بفضل و کبریا
وہ خدا جس نے نبی بھیجے — مجبوری سے نہیں بلکہ (اپنی) بڑائی اور فضل سے

آں خداوندیکہ از خاکِ ذلیل — آفرید اُو شہسوارانِ جلیل
وہ خدا جس نے حقیر مٹی سے — بڑے بڑے (روحانی) شہسوار پیدا فرمائے

پاک شاں کرد از مزاجِ خاکیاں — بگذرانید از تگِ افلاکیاں
اُن کو خاکیوں کے مزاج سے پاک کر دیا — آسمان والوں کی دوڑ سے آگے گزر دیا

برگرفت از نار و نورِ صاف ساخت — وانگہ او بر جملہ انوار تاخت
آگ سے اُن کو علیحدہ کر دیا اور صاف نور بنایا — تب وہ (نور) تمام نوروں سے بازی لے گیا

آں[3] ثنا برقے کہ بر ارواح تافت — تا کہ آدم معرفت زاں نور یافت
وہ روشن برق جو روحوں پر چمکی — یہاں تک کہ (حضرت) آدمؑ نے اُس نور سے معرفت علم

آں کہ از آدمؑ رُست و دست شیث چید — پس خلیفہ اش کرد آدم کاں بدید
وہ (نور) کہ (حضرت) آدم سے پھوٹا اور (حضرت) شیث نے — جب اُس (نور) کو (حضرت) آدمؑ نے دیکھا تو اُن (حضرت) شیث

نوح ازاں گوہر چو پر خود دار شد — در ہوائے بحرِ جاں دُر بار شد
جب (حضرت) نوحؑ اُس موتی (نور) سے نفع اندوز ہوئے — جان کے سمندر کے تموج سے موتی برسانے لگے

جانِ ابراہیمؑ ازاں انوار زفت — بے خذر در شعلہائے نار رفت
اِنہی عالیقدر نوروں کی وجہ سے (حضرت) ابراہیمؑ کی جان — بلا جھجک آگ کے شعلوں میں گھس گئی

---

[1] مدحِ خود۔ انسان بسا اوقات دوسروں کی تعریف اِس لئے کرتا ہے کہ لوگ اُسکی نیکی کے قائل ہو جائیں۔ ماجرا جو ہوا واقعہ۔

[2] تے۔ یعنی جو میں تعریف کرتا ہوں غلط نہیں ہے۔ واللہ۔ یہاں سے قسم شروع ہوتی ہے اور یہ ستائیس شعروں تک قسم کا ہی مضمون ہے اور اٹھائیسویں شعر "کہ در صفات خواجہ تاش" جواب قسم ہے۔ کے بحاجت یعنی خدا انبیاؑ کو بھیجنے میں مجبور نہ تھا بلکہ انبیا کی رسالت بھی اُس کا کرم ہے۔ شہسواران یعنی انبیا اور اولیا۔ خاکیاں منصری مخلوق تگ۔ تگاپو۔ افلاکیاں آسمانی مخلوق۔ تاختن۔ چڑھ دوڑنا۔

[3] ثنا۔ روشنی، حدیث شریف میں ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو جمع کر کے اُنپر نور برسایا جس پر وہ نور پڑ گیا وہ ہدایت پا گیا جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا۔ معرفت۔ خدائی عرفان۔ شیث حضرت آدمؑ کے صاحبزادے ہیں جو حضرت آدمؑ کے بعد نبی ہوئے اور حضرت آدمؑ نے اپنی زندگی میں اُن کو اپنا جانشین بنایا۔ تبع حضرت آدمؑ کی وفات کے ایکسو چالیس سال بعد حضرت نوحؑ کی ولادت ہوئی جوان ہوتے ہی رسول بنا دیے گئے۔ ابراہیمؑ نمرود کا زمانہ تھا جس وقت حضرت ابراہیمؑ ستائیس سال کے تھے انکو نمرود نے آگ میں جلا دینا چاہا۔

چونکہ اسماعیلؑ در جویش فتاد — پیشِ دشنہ آبدارش سر نہاد

چونکہ (حضرت) اسماعیلؑ اس (نور) کی نہر میں گئے — اور اُس کے تیز خنجر کے سامنے سر رکھ دیا

جانِ داؤدؑ از شعاعش گرم شد — آہن اندر دست بافش نرم شد

حضرت داؤدؑ کی جان اس (نور) کی شعاع سے گرم ہوئی — لوہا اُن کے بُننے والے ہاتھ میں نرم ہو گیا

چوں سلیمانؑ بُد وصالش را رضیع — دیو گشتش بندہ فرمان و مطیع

چونکہ (حضرت) سلیمانؑ اس (نور) کے وصال سے شیر خوار تھے — دیو (اور پری) اُن کے حکم کے غلام اور فرمانبردار ہو گئے

در قضایا یعقوبؑ چوں بنہاد سر — چشم روشن کرد از بوئے پسر

(حضرت) یعقوبؑ نے جب (اس نور کے آگے) خدائی حکم کے آگے — تو بیٹے کی خوشبو سے آنکھوں کو روشن کیا

یوسفؑ مہ رو چو دید آں آفتاب — شد چناں بیدار در تعبیرِ خواب

چاند سے مکھڑے والے (حضرت) یوسفؑ نے جب اس نور کا — تو خواب کی تعبیر دینے میں بہت بیدار (حضرت) ہو گئے

چوں عصا از دستِ موسیٰؑ آب خورد — ملکتِ فرعون را یک لقمہ کرد

جب لاٹھی (حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ سے سیراب ہوئی — فرعون کی سلطنت کو ایک لقمہ بنا لیا

جانِ جبرئیلؑ از فرشِ چوں را زیافت — ہفت نوبت جاں فشاند و باز یافت

(حضرت) جبرئیلؑ کی جان نے جب اس (نور) کی خلعت — سات مرتبہ جان نثار کی اور پھر پائی

چونکہ زکریاؑ ز عشقش دم زدے — کرد در جوفِ درخت جاں فدے

(حضرت) زکریاؑ نے (اس نور کی وجہ سے) عشق کا دم بھرا — اس کے درخت کے بیچ میں جان قربان کر دی

چونکہ یونسؑ جرعہ زاں جام یافت — در درونِ ماہی او آرام یافت

چونکہ (حضرت) یونسؑ نے اس (نور کے) جام سے ایک — مچھلی کے (پیٹ کے) اندر انھوں نے آرام کیا

چونکہ یحییٰؑ مست گشت از ذوقِ او — سر بطشتِ زر نہاد از شوقِ او

چونکہ (حضرت) یحییٰؑ اس (نور) کے ذوق سے مست ہوئے — اس کے عشق میں سونے کے طشت میں سر دیدیا

چوں شعیبؑ آگاہ شد زیں ارتقا — چشم را در باخت از بہرِ لقا

جب (حضرت) شعیبؑ اس (نور کی وجہ سے) ترقی کے لائق ہوئے — ملاقات کے لئے آنکھیں ہار دیں

لہ اسماعیلؑ: حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں حکم ہوا کہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کی قربانی دو چنانچہ حضرت اسماعیلؑ قربان ہونے کیلئے تیار ہو گئے۔ داؤدؑ: حضرت شموئیلؑ اور طالوت کے بعد بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے، رسول بنائے گئے اور زبور آن پر نازل ہوئی اُن کا معجزہ تھا کہ لوہا اُن کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا جس سے وہ زرہیں بناتے تھے سلیمانؑ: حضرت داؤدؑ کے فرزند ہیں اور اپنے والد کی طرح سلطنت اور نبوت کے جامع تھے آپکی سلطنت جن اور انس پر تھی۔ رضیع: شیر خوار۔ دیو: جن بھی فرمانبردار تھے۔ یعقوبؑ: اپنے بیٹے یوسفؑ کے فراق میں اس قدر روئے کہ بینائی جاتی رہی پھر حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے بینائی لوٹی۔

لہ یوسفؑ: جن اور خواب کی تعبیر میں عدیم النظیر تھے جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ عصا: معجزات میں پانی زندگی کا سبب ہے خشک لکڑی حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کی وجہ سے زندہ ہو کر سانپ بنی تو گویا اُسنے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے پانی حاصل کیا۔ ملکت: ملک۔ لقمہ کرد: حضرت موسیٰؑ کا معجزہ سلطنت کے زوال کا سبب بنا۔ جبرئیلؑ: حضرت عیسیٰؑ کے حواری کے صاحبزادے اور پیغمبر ہیں ان کی قوم نے انکو قتل کر دیا لیکن وہ زندہ ہو گئے۔ زکریاؑ: حضرت عیسیٰؑ کے چچا

حضرت سلیمانؑ کی بادشاہی میں جن قوم نے شکایت کی تو انھوں نے ایک درخت میں پناہ لی جسکو قوم نے آرے سے چیر کر انکو شہید کر دیا۔

لہ یونسؑ: آپ نینوا میں مبعوث ہوئے، قوم کو سمجھایا انکی نافرمانی سے ناراض ہو کر اس خیال سے کہ اب انپر عذاب نازل ہوگا اہل و عیال کو اُس بستی سے نکل چلے گئے، عذاب نازل نہوا تو شرمندگی کیوجہ سے کسی اور طرف چلدیئے اسپر انپر عتاب ہوا جس کشتی میں سوار ہوئے وہ نہ چلی تو دریا میں پھینکے گئے اور مچھلی کے آنکو نگل لیا۔ تو بہ کی تو مچھلی کے پیٹ سے زندہ برآمد ہوئے۔

لہ یحییٰؑ: بادشاہ کے زور میں مبعوث ہوئے اُسنے ایک عورت کی سازش سے انکو قتل کرایا اور سونے کے طشت میں انکا سر رکھ کر اُس عورت کو پیش کیا۔ شعیبؑ: اہل مدین اور اصحاب ایکہ کیلئے مبعوث ہوئے لیکن نافرمانی کیوجہ سے لوگ صاعقہ اور

504

شکر کرد ایوبؑ صابر ہفت سال — در بلا چوں دید آثارِ وصال

(حضرت) ایوب صابر نے اُس نور کی بدولت سات سال شکر ادا کیا — مصیبت میں جبکہ وصال کے آثار دیکھے

خضر و الیاسؑ از میش چوں دم زدند — آبِ حیواں یافتند و کم زدند

(حضرت) خضر اور الیاسؑ نے جب اُس (نور) کی خرابی کم ہوتے پائی — اُنھوں نے آبِ حیات پالیا، اور پروا نہ کی

نَرد بالش عیسیٰؑ مریمؑ چو یافت — برفرازِ گنبدِ چارم شتافت

(حضرت) عیسیٰؑ ابن مریم نے جب اُس (نور) کی سیڑھی بنالی — چوتھے آسمان کی بلندی پر چڑھ گئے

چوں محمدؐ یافت آں مُلک و نعیم — قرصِ مہ را کرد اندر دم دو نیم

جب (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (نور کی) وہ دولت پائی — نورانی چاند کی ٹکیہ کے دو ٹکڑے کر دیئے

چوں ابوبکرؓ آیتِ توفیق شد — با چناں شہ صاحب و صدیق شد

جب (حضرت) ابوبکرؓ (نور کی بدولت) توفیقِ (خداوندی) کے نشان — ایسے بادشاہ کے ساتھی اور تصدیق کرنے والے ہوئے

چوں عمرؓ شیدائے آں معشوق شد — حق و باطل را ز دل فارق شد

جب (حضرت) عمرؓ اُس معشوق (نور) کے شیدا بنے — دل سے حق اور باطل میں امتیاز کرنے والے ہو گئے

چونکہ عثمانؓ آں عیاں را عین گشت — نورِ فائض بودہ ذوالنورین گشت

چونکہ (حضرت) عثمانؓ اُس (نور) مشاہدہ کی آنکھ بنے — نورِ فیضان رساں تھا وہ ذوالنورین بن گئے

چوں ز نورش مرتضیٰؓ شد درفشاں — گشت او شیرِ خدا در مرجِ جاں

جب اُسکے نور سے (حضرت علی) مرتضیٰؓ موتی برسانے والے بنے — تو وہ جان کے جنگل میں شیرِ خدا ہو گئے

روشن از نورش چو سبطینؓ آمدند — عرش را دُرّیں و قرطین آمدند

چونکہ حسنینؓ اُس کے نور سے روشن اسیدا ہوئے — عرش کے لئے دو موتی اور دو بالے بن گئے

آں یکے از زہر جاں کردہ نثار — واں سرِ افگندہ بر اہش مست وار

اُس ایک نے زہر سے جان نثار کر دی — اور اُس (دوسرے) نے مستانہ وار اسکی راہ میں سر دیدیا

چونکہ سبطینؓ از سرش واقف بُدند — گوشوارِ عرشِ ربانی شدند

چونکہ حسنینؓ اُس (نور) کے راز سے واقف تھے — خدا کے عرش کے گوشوارے بن گئے

سبطِ پاکش ہم حسینؓ و ہم حسنؓ — گوشوارِ عرشِ حیِّ ذوالمنن

اُن کی پاک اولاد حسینؓ بھی اور حسنؓ بھی — حیِّ ذوالمنن کے عرش کے گوشوارے ہیں

چوں جنیدؒ از جندِ او دید آں مدد — خود مقاماتش فزوں شد از عدد

جب (حضرت) جنیدؒ نے اُس (نور) کے لشکر کی مدد دیکھی — اُن کے مرتبے شمار سے (آگے) بڑھ گئے

۱؎ ایوبؑ۔ اُنکی طرح طرح کی آزمائش ہوئی مال و اولاد تباہ ہوئی جسم پھوٹنے لگا لیکن اُن کے صبر و شکر میں فرق نہ آیا۔

خضر و الیاسؑ۔ حضرت الیاسؑ بنی اسرائیل میں نبی بنا کر بھیجے گئے لیکن قوم نے اُن کا کہنا نہ مانا تو حضرت الیسعؑ کو قائم مقام بنا کر روپوش ہو گئے اُن کو اور حضرت خضرؑ کو روئے زمین پر زندہ مانا جاتا ہے۔ قیل۔ صحیح یہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر زندہ ہیں، اُن کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام میں مشہور ہے۔ عین۔ شق القمر کا معجزہ آنحضورؐ کے ہاتھ میں ظاہر ہوا۔ صاحب۔ ساتھی۔ صدیق۔ راست گو، تصدیق کنندہ۔ فارق۔ جدا کرنے والا۔

۲؎ ذوالنورین۔ دو نور والا۔ حضرت عثمانؓ کی شادی حضورؐ کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ سے یکے بعد دیگرے ہوئی، اسلئے اُن کا یہ لقب پڑا۔ مرتضیٰ۔ حضرت علیؓ۔ درفشاں۔ موتی برسانے والا۔ مرج۔ چراگاہ، جنگل۔ سبطین۔ دو بیٹے، حسن حسین رضی اللہ عنہما۔ دُرّین۔ دو موتی۔ قرطین۔ دو گوشوارے۔

۳؎ آں یکے۔ حضرت حسنؓ کو زہر دیدیا گیا جس سے اُنکی شہادت ہو گئی۔ واں۔ حضرت حسینؓ کو دشت کربلا میں شہید کر دیا گیا۔

جنید۔ مشہور بزرگ ہیں، تصوف میں صاحبِ تصانیف ہیں شریعت و طریقت کے جامع

بایزیدؒ[1] اندر مزیدش راہ دید — نامِ قطب العارفیں از حق شنید

(حضرت) بایزیدؒ نے اُس (نور) کی زیادتی میں راستہ پایا — خدا سے قطب العارفین کا لقب سُنا

چونکہ کرخیؒ کرخ او را شد حرس — شد خلیفہ حق و ربانی نفس

چونکہ (حضرت) کرخیؒ اُس کے کرخ کے محافظ بنے — خدا کے خلیفہ اور خدائی سانس والے بن گئے

پورِ ادہمؒ[2] مرکب آں سو راند شاد — گشت او سلطانِ سلطانانِ راد

ادہمؒ کے بیٹے نے خوشی سے اُسطرف سواری ہانکی — تو انصاف کے بادشاہوں کے بادشاہ بن گئے

واں شقیقؒ از شقِ آں راہ شگرف — گشت او خورشید رای و تیز طرف

(حضرت) شقیقؒ اُس عجب راستہ کو طے کرنیکی وجہ سے — آفتاب جیسی رائے والے اور تیز نگاہ بن گئے

شد فضیلؒ از رہزنی رہ پیرِ راہ — چوں بلحظِ لطف شد ملحوظِ شاہ

(حضرت) فضیلؒ راستہ کی رہزنی سے راہ (طریقت) کے — جب شاہ کی مہربانی سے منظورِ نظر بنے

بشر حافیؒ را مبشر شد ادب — سر نہاد اندر بیابانِ طلب

بشر حافیؒ کے لئے ادب بشارت دینے والا بنا — تو وہ طلب کے بیابان میں چل پڑے

چونکہ ذوالنونؒ[3] از غمش دیوانہ شد — مصر جاں را ہمچو شکر خانہ شد

چونکہ (حضرت) ذوالنونؒ اُس کے غم میں دیوانے بنے — روح کی بستی کے لئے شکر خانہ جیسا بنگئے

چوں سریؒ بے سر شد اندر راہِ او — بر سریرِ سروراں شد جاہِ او

جب سریؒ اُس کے راستہ میں فنا ہوگئے — شاہوں کے تخت پر اُن کی جگہ ہوگئی

رحمت و رضوانِ حق در ہر زماں — باد بر جان و روانِ پاکِ شاں

ہر زمانہ میں اللہ (تعالیٰ) کی رضامندی اور رحمت — اُن کی پاک جان اور روح پر رہے

صد ہزاراں بادشاہانِ مہاں — سر فرازانند زاں سوئے جہاں

لاکھوں بڑے بڑے شاہِ (طریقت) جو اُس عالم کی جانب سے سرفراز ہیں

نامِ شاں از رشکِ حق پنہاں بماند — ہر گدائے نامِ شاں را بر نخواند

اُن کا نام اللہ (تعالیٰ) کے رشک کی وجہ سے — کسی درویش نے بھی اُن کا نام ظاہر نہ کیا

---

[1] بایزیدؒ۔ بسطامی کہلاتے ہیں اُن کا لقب قطب العارفین ہے کرخیؒ کرخ کا رہنے والا کرخ بغداد سابق کا ایک گاؤں ہے۔ یہ حضرت معروفؒ کا لقب ہے۔ حرس۔ نگہبان چوں کہ حضرت معروفؒ مقام کرخ میں رات بھر بیداری اور گریہ وزاری میں مصروف رہتے اسلئے اُن کو کرخ کا نگہبان کہا ہے۔

[2] پورِ ادہمؒ۔ ادہم کا بیٹا، یعنی حضرت ابراہیمؒ شاہی خاندان سے تھے بلخ کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کرلی تھی۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور جامع طریقت و شریعت تھے۔

شقیقؒ بلخ کے رہنے والے مشہور تاجر تھے پھر سب کچھ خیرات کر کے فقیری اختیار کرلی تھی امام ابو یوسفؒ کے شاگرد تھے فضیلؒ۔ ابتدائی زندگی میں ڈاکو تھے لیکن بعد میں صوفیا کا بنائے رکھتے تھے نماز باجماعت کے پابند تھے بالآخر ولایت علی اور اولیاء کاملین میں سے ہوگئے۔ بشر حافیؒ ننگے پیر رہنے والے بشر یہ بڑے عالم تھے اور پھر بہت بڑے ولی ہوگئے۔

بشر شد ادب بشر نے ایک کاغذ پر بسم اللہ لکھی ہوئی پڑی پائی، ادب سے اُسکو اُٹھایا اور عطر خوشبو لگا کر ایک طاق میں رکھا اُن کا یہ ادب اُن کے روحانی عروج کا سبب بنا اور اولیاء کاملین میں شمار ہوئے۔

[3] ذوالنونؒ۔ مصری مشہور بزرگ ہیں۔ علامہ فرید میں آپ کا شمار ہے۔ سریؒ۔ بن مغلس مشہور بزرگ ہیں۔ آپ کے نام کے ساتھ سقطی بھی لگایا جاتا ہے کیونکہ آپ کپڑا فروشی بھی کرتے تھے، معروف کرخیؒ کے خلیفہ اور حضرت جنید بغدادیؒ کے ماموں ہیں۔ بے سر شد یعنی خود کو فنا کر دیا یا اپنے سر سے انانیت کو نکال دیا۔ صد ہزاراں۔ لاکھوں اولیاء اللہ کو ایسے محجوب ہیں کہ خدا رشک کی وجہ سے اُن کو مخفی رکھتا ہے اور اس کو گوارا نہیں کرتا ہے کہ دوسرے اُنکو پہچانیں۔

حق آں نور و حق نورانیاں
قسم ہے اُس نور کی اور قسم ہے اُن نور والوں کی

کاندراں بحر اند ہمچو ماہیاں[1]
جو اُس (نور کے) سمندر میں مچھلیوں کی طرح ہیں

بحرِ جان و جانِ بحرار گویمش
اگر میں اُس (نور کے) سمندر کو جان کا سمندر اور سمندر کی جان

نیست لائق نامِ نومی جویمش
مناسب نہیں ہے اسکے لئے نیا نام تلاش کرونگا

حق آں آنے کہ این و آں ازوست
اُس ملکیت کی قسم کہ یہ اور وہ اُسی سے ہے

مغز ہا نسبت بدو باشند پوست
اسکے اعتبار سے مغز (بمنزلہ) چھلکے کے ہیں

کہ صفاتِ[2] خواجہ تاشں و یارِ من
کہ ساتھی اور میرے یار کی خوبیاں

ہست صد چنداں کہ این گفتارِ من
میرے اِس بیان سے سَو گنا ہیں

آنچہ می دانم ز وصفِ آں ندیم
اُس دوست کی خوبی جو میں جانتا ہوں

باورت ناید چہ گویم اے کریم
اے صاحبِ کرم! میں کیا بتاؤں آپ یقین نہیں

شاہ گفت اکنوں از آنِ خود بگو
شاہ نے کہا اب اپنی بات کہہ

چند گوئی آنِ این و آنِ اُو
اِس کی اور اُس کی کب تک کہے گا؟

توچہ داری وچہ حاصل کردۂ
تیرے پاس کیا ہے؟ اور تو نے کیا حاصل کیا ہے؟

از تگِ دریا چہ دُر آوردۂ
دریا کی تہہ سے کیا موتی لایا ہے؟

روزِ مرگ ایں حِسِ تو باطل شود
مرتے وقت تیری یہ حِس تو بیکار ہو جائے گی

نورِ جاں داری کہ یارِ دل شود
تیرے پاس روح کا نور بھی ہے جو دل کا رفیق بنے

در لحد[3] کیں چشم را خاک آگند
قبر میں اِس آنکھ کو مٹی بھر دے گی۔

ہست آنچہ گور را روشن کند
وہ کچھ بھی ہے جو قبر کو روشن کرے

نور دل از جاں بود اے یارِ غار
اے جگری دوست! دل کا نور روح سے ہوتا ہے

مستعار آں را مدال اے مستِ عار
اے مغرور! اُس کو مانگی ہوئی چیز نہ سمجھ

آں زماں کیں دست و پایت برزد
جس وقت تیرے یہ ہاتھ پیر ریزہ ریزہ ہو جائینگے

پر و بالت ہست تا جاں برپرد
بال و پر ہیں کہ روح پرواز کرے

آں زماں کیں جانِ حیوانی نماند
جس وقت یہ حیوانی روح نہ رہے گی

جانِ باقی بایدت بر جا نشاند
اُس کی جگہ باقی رہنے والی جان بٹھانی چاہیئے

شرطِ[4] مَن جَاءَ بِالحَسَن نیکے کردن ست
جو شخص نیکی لایا کی شرط نیکی کرنا نہیں ہے

بل حسن را سوئے حضرت بُردن ست
بلکہ نیکی کو دربار میں لے جانا ہے

---

[1] ہمچو ماہیاں۔ اولیاء کاملین کی تشبیہ مچھلیوں سے دیجاتی ہے کیونکہ جس طرح مچھلی بغیر پانی زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح وہ لوگ تقرب الٰہی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ نیست لائق۔ خدا کی پوری صفات اُس کا کوئی نام ظاہر نہیں کر سکتا۔ مغز ہا۔ اور ملکیتیں خواہ کتنی ہی مضبوط ہوں وہ ملکیت خداوندی کی بہ نسبت پوچ ہیں۔

[2] کہ صفات۔ یہ شعر اوپر کی قسموں کا جواب ہے۔ ندیم۔ ہم مجلس ہم پیالہ۔ باور یقین۔ کریم۔ سخی، بزرگ۔ آن۔ طرز دانداز۔ تگ۔ تہ۔ ایں حس قوائے ظاہری۔ نور جاں یعنی قوائے باطنی۔

[3] لحد۔ قبر میں روشنی نیک اعمال سے ہوگی۔ پر و بال۔ یعنی روحانی کمالات۔ جانِ حیوانی۔ حیوانی روح موت پر فنا ہو جاتی ہے۔ جانِ باقی۔ روح انسانی۔ مَن جَاءَ بِالحَسَن۔ قرآن پاک میں ہے مَن جَاءَ بِالحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا۔ "جو ایک نیکی لایا تو اُس کے لئے دس گنا اجر ہے" مولانا فرماتے ہیں کہ اِس شرط جو اِس مَن جَاءَ بِالحَسَنَۃِ کا مطلب محض نیکی کرنا نہیں ہے بلکہ نیکی کو خدا کے دربار میں پیش کرنا ہے۔

جوہرے[1] داری زانساں یا خری
تو انسانیت کا جوہر رکھتا ہے یا نرا گدھا ہے

ایں عرضہا کہ فنا شد چوں بری
یہ اعراض جبکہ فنا ہو گئے (انکو) کیسے لیوے گا؟

ایں عرضہائے نماز و روزہ را
یہ نماز، روزہ عرض

چونکہ لا یبقیٰ زمانین انتفا
جبکہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہتے ہیں ناپید ہو گئے

نقل نتواں کرد مر اعراض را
اعراض کو منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے

لیک از جوہر برند امراض را
ہاں یہ (اعراض) جوہر سے امراض خارج کر دیتے ہیں

تا مبدّل گشت جوہر زیں عرض
ان اعراض سے جوہر میں تبدیلی ہو جاتی ہے

چوں زپرہیزے کہ زائل شد مرض
جیسا کہ پرہیز سے مرض جاتا رہتا ہے

گشت پرہیز عرض جوہر بجہد
کوشش سے پرہیز (عرض) جوہر (کو) نکل کر لیوے گا

شد دہانِ تلخ از پرہیز شہد
کڑوا منہ پرہیز سے میٹھا بن گیا

از زراعت[2] خاکہا شد سنبلہ
کھیتی کرنے سے مٹی بال بن گئی

دارو ئے مو کرد مورا سلسلہ
بالوں کی دوا نے بالوں کو بڑھا دیا

آں نکاح زن عرض بد شد فنا
عورت سے نکاح کرنا عرض تھا جو فنا ہو گیا

جوہرِ فرزند حاصل شد زما
فرزند جوہر ہم سے برآمد ہو گیا

جفت کردن اسپ و اشتر را عرض
گھوڑے اور اونٹ کی جفتی کرانا عرض ہے

جوہر کرّہ بزائیدن غرض
مقصود بچہ جوہر جننا ہے

ہست[3] آں بستاں نشاندن ہم عرض
باغ لگانا بھی غرض ہے

گشت جوہر میوہ اش اینک عرض
اس کا پھل جوہر بن گیا یہ مقصود ہے

ہم عرض داں کیمیا بردن بکار
کیمیا گری کو بھی غرض سمجھ

جوہرے زاں کیمیا گر شد بیار
کیمیا گر کے پاس سے جوہر دوست کے پاس آگیا

صیقلی کردن عرض باشد شہا
اے شاہ! صیقل کرنا عرض ہوتا ہے

زیں عرض جوہر ہمی زاید صفا
یہ عرض جوہر میں صفائی پیدا کر دیتا ہے

پس مگو کہ من عملہا کردہ ام
تو یہ نہ کہہ میں نے عمل کئے ہیں

دخل آں اعراض را بنما مرم
ان اعراض کی پیداوار دکھا، بھاگ نہیں

---

[1] جوہر۔ موتی، ہنر، اصطلاح میں وہ چیز جو ہر کہلاتی ہے جو اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کی محتاج نہ ہو بلکہ بالذات قائم ہو۔ خری۔ خر ہستی۔ عرض۔ وہ چیز جو خود قائم نہ ہو بلکہ اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کی محتاج ہو جیسے رنگ وغیرہ نماز و روزہ، حرکات اور اقوال کا مجموعہ ہے جن کا وجود آنی ہے زمانۂ وجود کے بعد دوسرے زمانہ میں ان کا وجود نہیں رہتا ہے۔ اعراض عرض کی جمع ہے عرض ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جوہر۔ روح۔ اعراض یعنی برے اخلاق پرہیز عرض ہے اس کے ذریعہ امراض دور ہو جاتے ہیں اور انسان میں تبدیلی آجاتی ہے۔ دوا میں صفراوی مریض پرہیز کرتا ہے تو منہ کی کڑواہٹ چلی جاتی ہے اور مٹھاس پیدا ہو جاتی ہے۔

[2] زراعت۔ کھیتی کرنا عرض ہے خاکہا۔ زمین کی مٹی جو جوہر ہے تبدیل ہو کر اناج کی بال بن جاتی ہے۔ دارو۔ دوا کرنا عرض ہے مو۔ بال جوہر ہے جس میں دوا کی آئی۔ نکاح۔ عرض ہے جس سے بچہ جوہر ہے پیدا ہوا۔ جفت کردن۔ گھوڑے یا اونٹ کی جفتی کرانا عرض ہے۔ بچہ۔ جوہر ہے۔

[3] ہست۔ باغ لگانا بھی عرض ہے، اس کا پھل جوہر ہے۔ جو مقصود ہے۔ ہم عرض داں۔ کیمیا گری ایک عرض ہے اس سے سونا بنتا ہے وہ جوہر اور مقصود ہے۔ صیقل۔ صیقل کرنا، عرض ہے اس سے جو چیز صاف ہو جاتی ہے وہ جوہر اور مقصود ہے۔ پس مگو۔ بادشاہ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی عبادات وغیرہ سب اعراض ہیں جو بالکل ناقابل انتقال ہیں اور دربار خداوندی میں پیش نہیں کیا جائیں گی بلکہ روح پیش ہوگی جو جوہر ہے اور عبادات وغیرہ سب اعراض ہیں جو

ایں صفت کردن[1] عرض باشد خموش
اسی طرح "کرنا" عرض ہوگا، چپ رہ

سایۂ بز را بقربان مکش
قربانی کے لئے بکری کے سایہ کو ذبح نہ کر

گفت شاہا بے قنوطِ عقل نیست
اُس (غلام) نے کہا اے شاہ عقل کیلئے مایوسی کے سوا

گر تو فرمائی عرض را نقل نیست
اگر آپ یہ کہیں کہ عرض منتقل نہیں ہوتا ہے

بادشاہا جز کہ یاسِ بندہ نیست
اے شاہ! (ربانیات) بندہ کی مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہے

ہر عرض کاں رفت باز آئندہ نیست
کہ (جو عرض چلا گیا واپس آنے والا نہیں ہے

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر
اگر عرض کیلئے نقل ہونا اور جمع ہونا نہیں ہے

فعل بودے باطل و اقوال فشر
کرنا، باطل ہوگا اور کہنا پھلکا ہوگا

ایں عرضہا نقل شد لوں دگر
یہ اعراض دوسری طرح منتقل ہوں گے

حشرِ ہر فانی بود کونِ دگر
ہر فانی کا حشر دوسری ہستی میں ہوگا

نقل ہر چیزے بود ہم لائقش
ہر چیز کا منتقل ہونا اُس کے لئے مناسب ہوگا

لائقِ[2] گلہ بود ہم سائقش
گلہ بان، گلہ کے مناسب ہوتا ہے

وقتِ محشر ہر عرض را صورتیست
حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہوگی

صورتِ ہر یک عرض را نوبتیست
ہر عرض کی صورت کیلئے ایک نوبت (متعین) ہو

بنگر اندر خود کہ تو بودی عرض
تو خود اپنے اندر غور کر تو عرض تھا

جنبشِ جفتے بہ جفتے باعرض
ایک جوڑے کی جوڑے کیساتھ حرکت خواہش کیساتھ تھی

بنگر اندر خانہ و کاشانہا
محلوں اور گھر کو دیکھ

در مہندس بود چوں افسانہا
انجینیر (کے ذہن) میں خیالات کی طرح تھے

کاں فلاں خانہ کہ ما دیدیم خوش
کہ فلاں گھر جو ہم نے دیکھا ہے بہت خوبصورت تھا

بود موزوں صفّہ[3] و سقف و درش
ہمکا دالان اور چھت اور دروازہ بہت موزوں تھا

از مہندس آں عرض واندیشہا
انجینیر کا وہ عرض اور خیالات

آلت آورد و ستوں از بیشہا
آلہ اور جنگلوں سے ستون لائے

چیست اصل و مایۂ ہر پیشہ
ہر پیشہ کی اصل اور سرمایہ کیا ہے ؟

جز خیال و جز عرض واندیشہ
سوائے خیال اور عرض اور سوچ کے

---

[1] کردن یعنی انسان کا فعل جز۔ بکری جوہر ہے اس کا سایہ عرض ہے بکری کی قربانی تقرب کا سبب بنے گی نہ کہ سایہ کی قربانی۔ گفت۔ کلام کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر عبادات کو اعراض کہہ کر فنا فیل انتقال کہا جائیگا تو عبادات کی اہمیت ختم ہو جائے گی اور عابدوں میں مایوسی پیدا ہوگی اور یہ کہنا کہ عبادات اعراض ہیں انکو دربار خداوندی میں دنیا سے کیسے منتقل کیا جاسکتا ہے جب صحیح ہے کہ یہ اعراض اعراض رہیں لیکن اگر ان اعراض کی تبدیلی بصورت جواہر کردی جائے تو پھر اُن کے منتقل ہونے میں کوئی عقلی اشکال نہیں ہے اور شریعت نے بتایا ہے کہ انسان کی ہر عبادت اور عمل ایک خاص جوہری شکل اختیار کریگا اور دربار خداوندی میں پیش ہوگا۔

[2] لائقِ گلہ۔ اونٹوں کا چرواہا اور ہوتا ہے اور بکریوں کا چرواہا اور ہوتا ہے۔ نوعیت۔ عرض مختلف جواہر کی صورت اختیار کریگا جس کے لئے وقت مقرر ہے جنگ۔ یہ ایسی مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرض جوہری صورت اختیار کرلیتا ہے جنبش۔ ماں باپ کی ہمبستری عرض ہے اسی نے بچہ کی جوہری صورت اختیار کرلی۔ مہندس۔ انجینیر کا ذہنی خاکہ عرض ہے جو مکان کی جوہری صورت اختیار کرلیتا ہے۔

[3] صفّہ۔ ایسا سقف جس پر چہار دیواری نہ ہو۔ سقف۔ چھت۔ بیشہا۔ جنگلات۔ ہر پیشہ۔ صرف انجینیری میں ہی نہیں بلکہ ہر پیشہ میں کاریگر ایک تصور قائم کرتا ہے جو عرض ہے اور پھر وہ تصور جوہری صورت اختیار کرلیتا ہے۔

جملہ اجزائے جہاں را بے غرض
دنیا کے تمام اجزاء کو بے غرض (ہو کر)

اوّل[1] فکر آمد آخر در عمل
پہلے فکر آیا، پھر عمل

میوہا در فکرِ دل اوّل بود
پھل، اوّل دل کے خیال میں ہوتے ہیں

چوں عمل کردی شجر بنشاندئ
جب تو نے عمل کیا، شجر کاری کی

گرچہ شاخ و برگ و بیخش اوّل ست
اگرچہ اس (درخت) کی شاخ اور پتے اور جڑ پہلے ہے

پس سرے کہ مغزِ ایں افلاک بود
پس وہ سردار جو آسمانوں کا مغز تھا

نقلِ اعراض ست ایں[2] بحث و مقال
یہ بحث اور گفتگو اعراض کی نقل ہے

جملہ عالم خود عرض بودند تا
تمام عالم خود عرض تھا یہاں تک

ایں عرضہا از چہ زائید از صُوَر
یہ اعراض (دنیا) کس چیز سے پیدا ہوئے؟ صُوَر (اشیاء) سے

ایں جہاں یک فکرتست از عقلِ کُل
یہ دنیا ایک عقلِ کُل (اللہ) کا ایک علم ہے

عالمِ اوّل جہانِ امتحان
پہلا عالم امتحان کی دنیا ہے

چاکرت شاہا خیانت می کند
اے شاہ! آپ کا نوکر بد دیانتی کرتا ہے

درنگر حاصل نشد جز از عرض
دیکھ سوائے عرض کے اور کچھ حاصل نہیں ہے

بنیت عالم چناں دان در ازل
ایسے ہی عالم کی بنا ازل میں سمجھ

در عمل ظاہر بآخر می شود
آخر میں عملی طور پر ظاہر ہوتے ہیں

اندر آخر حرفِ اوّل خواندئ
(گویا) آخر میں پہلا - ف - پڑھا

آں ہمہ از بہرِ میوہ مُرسَل ست
وہ سب میوے کے لئے بھیجے ہوئے ہیں

اندر آخر خواجہ[3] لولاک بود
آخر میں صاحبِ لولاک ہوا

نقلِ اعراض ست ایں شیر و شکال
یہ شیر اور گیدڑ اعراض کی نقل ہے

اندریں معنی بیامد ھَل اَتیٰ
کہ اسی مقصد کے لئے ھَل اَتیٰ (قرآن میں) آیا ہے

دیں عَرَض ہم از چہ زائید از فکر
اور یہ عرض (صورِ اشیاء) کس چیز سے پیدا ہوئے؟ فکر (صورِ علمیہ) سے

عقل چوں شاہ است و فکر تہا رُسُل
عقل (اللہ) گویا بادشاہ ہے اور فکر (صورِ علمیہ) قاصد ہیں

عالمِ ثانی جزائے ایں و آں
دوسرا عالم اِس اور اُس کا بدلہ ہے

آں عَرَض زنجیر و زندان می شود
وہ عرض زنجیر اور قید خانہ بن جاتا ہے

---

[1] اوّل فکر مشہور قول ہے۔ اوّل الفکر و آخر العمل یعنی پہلے تجویز پھر عمل۔ در ازل جملہ اجزائے عالم ازل میں صورِ علمیہ تھے پھر اُن کا وجود خارج میں ہوا۔ باغ لگانے کا نقشہ پہلے ہوتا ہے اور اُسکے پھل پھول سب تصوراتی ہوتے ہیں، آخر میں عملی صورت وجود میں آتی ہے۔ اندر آخر قصور کا ابتدائی نقطہ عمل کے آخر میں وجود میں آتا ہے۔ گرچہ بشاخ و برگ اصلی مقصد نہیں ہے مقصود پھل ہے جو آخر میں وجود میں آتا ہے۔

[2] خواجہ لولاک۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، ایک حدیث قدسی ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک یعنی اے محمد اگر تمہارا وجود پیشِ نظر نہ ہوتا تو میں عالم کو نہ پیدا کرتا، عالم کی پیدائش سے اصل مقصود حضور کی ذاتِ گرامی ہے اسی لئے سب سے آخر میں ظہور پذیر ہوئے۔ محدثین کے نزدیک مضمون تو صحیح ہے لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

[3] ایں بحث۔ اعراض کے منتقل ہونے نہ ہونے کی یہ بحث بھی عرض ہی کو منتقل کرنا ہے۔ ابتداءً تصورات تھے بعد کو بصورتِ جوہر وجود میں آئے شیر و شکال۔ شیر گیدڑ وغیرہ کے انسانے پہلے اُن کا تصور کیا جاتا ہے پھر لکھے جاتے ہیں شکال، شغال، گیدڑ ھَل اَتیٰ۔ قرآن مجید میں ہے بیشک انسان پر ایسا وقت آیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ عالمِ عدم کے بعد وجود میں آیا ہے۔ از صور۔ یعنی مثالی صورتیں جو عالمِ شہود سے پہلے عالمِ مثال میں تھیں۔ ویں عرض۔ یعنی یہ مثالی صورتیں اللہ تعالیٰ کی صورِ علمیہ سے پیدا ہوئی ہیں۔

عقلِ کل۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔ عالمِ اوّل۔ دنیا۔ عالمِ ثانی۔ آخرت۔ خیانت۔ نوکر کی چوری ایک عرض ہے وہ بصورتِ زنجیر قید خانہ بن جاتا ہے

بندہ اَت چوں خدمت[1] شائستہ کرد
آپ کے غلام نے جب اچھی خدمت کی

آں عَرَض نے خلعتے شد در نبرد
وہ عَرَض کیا معرکہ میں خلعت نہیں بنی؟

ایں عَرَض ہا جوہر آں بیضہ است و سیر
اِس عَرَض (کی نسبت) جوہر کیسا تھا انڈے اور پرند کی؟

ایں ازاں و آں ازیں زاید بہ سیر
یہ اُس سے اور وہ اِس سے مسلسل پیدا ہوتا ہے

گفت[2] شاہنشہ چنیں گیر المُراد
شاہنشاہ نے فرمایا، مطلب یہی سمجھو

ایں عَرَضہائے تو یک جوہر نزاد
تیرے اِن اَعراض نے ایک جوہر نہ بنایا

گفت مخفی داشت ہست آں را اخرد
اُس (غلام) نے کہا عقل (اللہ نے) اُسکو پوشیدہ رکھا ہے

تا بوَد غیب ایں جہانِ نیک و بَد
تاکہ یہ جہانِ نیک و بد، پوشیدہ رہے

زانکہ گر پیدا شدے اَشکالِ فکر
اِس لئے کہ اگر خیالات کی شکلیں ظاہر ہو جاتیں

کافر و مومن نگفتے جُز کہ ذکر
(تو) کافر اور مومن سوائے (ذکرِ خداوندی) کے زبان پر نہ لاتا

پس عیاں بودے نہ غیب آشاہِ دیں
اے دین کے بادشاہ! مشاہدہ ہوتا نہ کہ غیب

نقشِ دین و کفر بودے بر جبیں
پیشانی پر دین اور کفر کا نشان ہو جاتا

کے دریں عالم بُت و بُتگر بُدے
اِس عالم میں بُت اور بُتگر کب ہوتے؟

چوں کسے را زہرہ نُسخر بُدے
کس طرح کسی کو مذاق اُڑانے کا حوصلہ ہوتا؟

پس قیامت بودے ایں دنیائے ما
ہماری یہ دنیا محشر بن جاتی

در قیامت[3] کے کُند جُرم و خطا
(اور) حشر میں جُرم و خطا کون کب کر سکتا ہے؟

گفت شہ پوشید حق پاداشِ بد
بادشاہ نے فرمایا اللہ (تعالیٰ) نے بُرائی کی سزا پوشیدہ رکھی ہے

لیک از عامہ نہ از خاصانِ خود
لیکن عام انسانوں سے نہ کہ اپنے خاص سے

گر بدادے انگنم من یک اَمیر
اگر میں (سزا کے) جال میں کسی ایک سردار کو ڈالوں

از امیراں خفیہ دارم نز وزیر
سرداروں سے مخفی رکھوں گا نہ کہ وزیر سے

حق بمن بنمود بس پاداشِ کار
اللہ (تعالیٰ) نے عملوں کا بدلہ میرے لئے نمودار کر دیا ہے

وز صُوَرہائے عملہا صد ہزار
لاکھوں عملوں کی صورتوں کے ذریعہ

تو نشانے دِہ کہ من دانم تمام
تو اپنے اعمال کی) نشاندہی کر میں سب جان جاؤں گا

ماہ را بر من نمی پوشد غمام
ابر چاند کو میرے سامنے نہیں چھپا سکتا

وزیر کی مثال خاصانِ خدا کی ہے۔ حق بمن بنمود۔ شاہ، عارفِ کامل تھا اور خاصانِ خدا میں سے تھا۔
تو نشانے دہ۔ تو اپنے عمل کی صورت بتا میں سمجھ لوں گا کہ وہ اچھا ہے یا بُرا۔

[1] خدمت۔ خدمت کرنا غرض ہے وہ بصورت خلعت ظاہر ہوتا ہے جو جوہر ہے۔ اِس عَرَض۔ عَرَض اور جوہر کی وہی نسبت ہے جو انڈے اور مُرغی کی ہے، انڈے سے مرغی، مُرغی سے انڈا بنتا رہتا ہے، اِسی طرح عَرَض سے جوہر اور جوہر سے عَرَض صادر ہوتا رہتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ عَرَض ناقابلِ انتقال ہے یا عَرَض کا جوہر میں تبدیل ہونا ممکن نہیں ہے غلط بات ہے۔

[2] گفت شاہنشہ۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ بھی صحیح کہ عَرَض جوہر بن جاتا ہے تو تمہارا کوئی عمل جوہر بنا۔ گفت۔ غلام نے کہا کہ عَرَض بصورتِ جوہر دنیا میں نمایاں نہیں کیا جاتا ہے قدرت کو یہی منظور ہے ورنہ دنیا آزمائش کی جگہ نہ رہے گی اشکالِ فکر یعنی اَعراض بشکلِ جواہر نمودار ہو جائیں۔ پس۔ مومن کے اعمال اچھی صورتوں میں اور کافر کے اعمال بُری صورتوں میں نمایاں ہو جاتے کہ نہ کوئی کافر ہوتا اور نہ دین کا مذاق اُڑانے والا۔ پس قیامت۔ تو یہ دنیا محشر بن جاتا جس میں اعمال اپنی شکلوں میں ظاہر ہوتے۔

[3] در قیامت۔ محشر میں سب مطیع و فرمانبردار ہوں گے گفت شہ۔ بیشک عمل کی جزا پوشیدہ ہے لیکن عوام کے لئے، خاصانِ خدا کی نظروں کے سامنے ہے۔ یک امیر۔ امیر کی مثال عوام کی ہے اور

گفت[1] پس از گفتِ من مقصود چیست
اُس (غلام) نے کہا پھر میرے کہنے کا کیا فائدہ ہے؟

چوں تو میدانی کہ آں چہ بود چیست
جبکہ آپ جانتے ہیں کہ جو (عمل) تقاضا ہے کیا ہے

گفت شہ حکمت در اظہارِ جہاں
شاہ نے فرمایا دنیا کو پیدا کرنے کی حکمت

آنکہ دانستہ بروں آید عیاں
یہ ہے کہ (اللہ کا) جانا ہوا مشاہدہ میں آجائے

آنچہ می دانست تا پیدا نکرد
جبتک (اللہ تعالےٰ نے) اُسکو پیدا نہ کر دیا جسکو وہ جانتا تھا

بر جہاں نتہاد رنج خلق و درد
دنیا پر دردِ رنج اور تکلیف کو مسلط نہیں کیا

یک زماں بیکار نتوانی نشست
تو تھوڑی (دیر بھی) بیکار نہیں بیٹھ سکتا ہے

تا بدی با نیکی از تو نجست
جب تک کہ کوئی بدی یا نیکی تجھ سے سرزد نہ ہو

ایں[2] تقاضاہائے کار از بہرِ آں
کام کے یہ تقاضے اِس لئے

شد مُوکّل تا شود دسترت عیاں
مسلط ہوئے تاکہ تیرا بھید کھل جائے

ورنہ کے گیرد گلابہ تن قرار
ورنہ (یہ کیوں ہے کہ) بدن کا چرخہ کب قرار پکڑتا ہے؟

چوں ضمیرت می کشد او را بکار
چونکہ تیرا دل اُس کو کام کی طرف کھینچتا ہے

پس گلابہ تن کجا ساکن شود
جسم کا چرخہ کہاں ٹھہرتا ہے؟

چوں سر رشتہ ضمیرش می کشد
جبکہ دل کا دھاگا اُس کو جھلاتا ہے

تا سہ[3] تو شد نشانِ آں کشش
اُس کشش کی علامت تیری بے چینی ہے

بر تو بیکاری بُود چوں جاں کنش
بیکاری تیرے لئے جان کنی ہے

تا سہ تو آں کشش را شد نشاں
تیری بے قراری اُس کشش کی علامت ہے

ہست بیکاری چو جاں کندن عیاں
ظاہر ہے کہ بیکاری جان کنی کی طرح ہے

ایں جہان و آں جہاں زاید ابد
یہ جہاں اور وہ جہاں ہمیشہ (انسان) پیدا کرتا ہے

ہر سبب مادر اثر از وے ولد
ہر سبب ماں ہے مسبّب اُس کا بچہ ہے

چوں اثر زائید آں ہم شد سبب
جب مسبّب پیدا ہوا وہ بھی سبب بن گیا

تا بزاید زد اثرہائے عجب
یہاں تک کہ اُس نے عجب مسبّبات پیدا کئے

ایں سببہا نسل بر نسل ست لیک
یہ اسباب نسل در نسل ہیں لیکن

دیدۂ باید منوّر نیک نیک
بہت روشن آنکھ چاہیئے

---

[1] گفت۔ غلام نے کہا کہ جب آپ کا کشف اس قدر بڑھا ہوا ہے تو جو کیوں پوچھتے ہیں۔ گفت شہ۔ شہ اللہ بھی ہے کہ وہ زبان سے کہلواتا ہے ورنہ اُس کے علم میں سب کچھ ہے اسی لئے اُس نے عالم کو بنایا ہے اور پھر اُس کو عالمِ تکلیف قرار دیا ہے۔ یک زماں۔ انسان بیکار نہیں بیٹھ سکتا لامحالہ اچھا یا بُرا کام کرتا ہے۔

[2] ایں تقاضائے کار۔ انسان کو کام پر اسی لئے مجبور کیا ہے تاکہ اُس کی پوشیدگی نیکی اور بدی وجود اور مشاہدہ میں آجائے۔ ورنہ یعنی اگر تجھے یہ تسلیم نہیں ہے کہ پوشیدہ بُرائی بھلائی کو عالمِ وجود میں لانا تھا تو یہ بتا کہ انسانی بدن کا چرخہ فرصت کیوں گھومتا ہے اور اُس کو قرار کیوں نہیں ہے۔ گلابہ۔ چرخہ آئی۔

[3] تا سہ۔ بے چینی، بیکاری میں انسان کی بے چینی اس کی دلیل ہے کہ اُس کا قلبی تقاضا ہے کہ وہ عمل کرے۔ جاں کنش۔ جاں کنی۔ ایں جہاں۔ دنیا کو عالمِ اسباب بنایا اور ہر سبب کا ایک نتیجہ اور اثر متعین کیا جو اُس سے وجود میں آجاتا ہے یہ سب اسی لئے ہے کہ اللہ کو اپنی معلومات کا خارجی وجود پیدا کرنا تھا۔ چوں اثر۔ ایک سبب کی وجہ سے ایک مسبّب وجود میں آتا ہے پھر وہ مسبّب سبب بن کر کسی دوسرے مسبّب کو موجود کر دیتا ہے۔ باپ سبب بنا بیٹے کے وجود کا اور بیٹا مسبّب ہوا پھر یہ بیٹا سبب بن گیا پوتے کے وجود کا۔ یہی سلسلہ نسل در نسل چلتا ہے۔

شاہ[1] با او در سخن اینجا رسید
بادشاہ اُس کے ساتھ گفتگو میں یہاں تک پہنچا

تا بدید از وے نشانے یا ندید
(نہ سلام) اُس (غلام کے من) کا کوئی نشان دیکھا یا نہیں دیکھا

گر بدید آن شاہِ جویا دُور نیست
اگر اس جستجو کرنیوالے بادشاہ نے دیکھ لیا ہو تو بعید نہیں

لیک ما را ذکر آں دستور نیست
لیکن اُس کا ذکر کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے

چوں ز گرما بہ بیامد آں غلام
جب وہ غلام حمام سے آیا

سوئے خویشش خواند آں شاہِ ہمام
تو ملکِ معظم نے اُس کو اپنی طرف بلایا

باز پرسیدن حالِ آں غلام

پھر اُس غلام کی حالت پوچھنا

گفت صحّاک[2] و نعیمٌ دائمٌ
اُس (بادشاہ) نے کہا خدا کرے تو تندرست رہے (اور تیرے لئے)

بس لطیفی و ظریف و خوبرُو
تو بہت پاکیزہ اور خوش طبع اور خوبصورت ہے

پس سوئے کارے فرستاد آں دگر
پھر اُس دوسرے (غلام) کو ایک کام کیلئے بھیج دیا

تا ازیں دیگر شود او باخبر
تاکہ اُس دوسرے سے وہ باخبر رہے

پیش بنشاندش بصد لُطف و کرم
بڑی مہربانی اور کرم سے اُس کو سامنے بٹھایا

بعد ازاں گفت اے چو ماہ اندر ظلم
اس کے بعد کہا، اے تاریکی کے چاند جیسے!

ماہ روئی جعد مُوئی مُشکبُو
تیرا چہرہ چاند جیسا ہے تو گھنگرالے بال والا ہے مشک کی سی

نیک خُوئی نیک خُوئی نیک خُو
تو نیک خُو ہے، تو نیک خُو ہے، نیک خُو ہے

اے دریغا گر نبودے در تو آں
ہائے افسوس! اگر تجھ میں وہ باتیں نہ ہوتیں

کہ ہمی گوید برائے تو فلاں
جو فلاں نے تیرے بارے میں کہی ہیں

شاد گشتے ہر کہ رویت دیدیے
جو بھی تیرا چہرہ دیکھتا خوش ہوتا

دیدنت مُلکِ جہاں ارزیدیے
تیرا دیکھنا دنیا کی سلطنت کی قیمت کا ہوتا

گفت رمزے[3] زاں بگو اے بادشاہ
اُس (غلام) نے کہا اے شاہ! ہمیں سے کچھ بتائیے

کز برائے من چہ گفت آں دیں تباہ
اُس بے ایمان نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟

گفت اوّل وصفِ دو رویت کرد
اُس (شاہ) نے کہا پہلے تو اُسنے تیرے دو رُخ ہونے کی

کا شکارا تو دوائی خفیہ درد
کہ بظاہر تو دوا ہے، بباطن درد ہے

خبثِ یارش را چو از شہ گوش کرد
جب اُسنے بادشاہ سے اپنے دوست کی خباثت سنی

در زماں دریائے خشمش جوش کرد
فوراً ہی اُس کے غصہ کا دریا جوش میں آگیا

---

[1] شاہ با او۔ غلام اور بادشاہ کی گفتگو یہاں تک ہوئی کہ بادشاہ نے غلام کے اعمال کی صورتیں دیکھنے کا ذکر کیا۔ صورتیں دیکھیں یا نہیں دیکھیں یہ بات ضرورت سے زیادہ ہے لہٰذا ہم اس کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔ دور نیست۔ چونکہ بادشاہ عارف کامل تھا لہٰذا وہ بذریعہ کشف دیکھ بھی سکتا تھا۔ گرما۔ حمام۔ ہمام۔ معظم۔

[2] صحّاک۔ صحیح صحتا جو دعائیہ ہے خدا تجھے تندرست رکھے۔ لک نعیمٌ دائمٌ۔ یہ بھی جملہ دعائیہ ہے۔ خدا کرے تجھے باقی رہنے والی نعمت حاصل ہو۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ ظریف۔ خوش مزاج۔ آں دگر۔ گذشتہ دن غلام ازیں۔ وہ غلام جو یہاں آکر آیا تھا۔ ماہ اندر ظلم۔ چاند کا حسن رات کی تاریکی میں ہی نمایاں ہوتا ہے، دن میں اُس کی قدر و قیمت نہیں ہے۔ جعد مُو۔ گھنگریالے بال۔ فلاں۔ یعنی گندہ دہن غلام۔ دریغا۔ دریغے معنی تمنائی ہے اس میں ایک یاء زیادہ لگا دی گئی ہے۔

[3] رمزے۔ اشارہ۔ دیں تباہ۔ بے دین، فاسق۔ تو رویٔ۔ دو رخا پن، منافقت۔ کا شکارا۔ کہ آشکارا۔ دوائی۔ دوا ہستی بعینک۔ بدباطنی۔ خوش کرد مسا۔ مدد زماں فوراً

کف[1] برآورد آں غلام و سُرخ گشت
وہ غلام مُنہ میں جھاگ بھرلایا اور سُرخ ہو گیا

تا کہ موجِ ہجوِ او از حد گذشت
یہاں تک کہ مذمت کرنے کا جذبہ حد سے گذر گیا

کوز اوّل دم کہ با من یار بود
کہ وہ شروع ہی سے جب سے کہ میرا دوست تھا

ہمچو سگ در قحط سرگیں خوار بود
قحط میں کتے کی طرح گوبر کھانے والا تھا

چوں دمادم کرد ہجو ش چوں جرس
جب اُس نے اُس کی گھنٹے کی طرح دم دم مذمت کی

دست بر لب زد شہنشاہش کہ بس
شہنشاہ نے اُس کے ہونٹ پر ہاتھ رکھ دیا کہ بس

گفت دانستم ترا از وے بداں
اُس (بادشاہ) نے فرمایا میں نے تجھے اور اُسے سمجھ لیا ہے

از تو جاں گندست از یارت دہاں
تیری روح گندی ہے اور اُس کا مُنہ گندہ ہے

پس نشیں اے گندۂ[2] جاں از دور تو
بس اے گندہ رُوح ! تو دُور بیٹھ

تا امیر او باشد و مامور تو
تاکہ وہ حاکم بنے اور تو محکوم (بنے)

بہر ایں گفتند اکابر در جہاں
اسی لئے دنیا بھر کے بزرگوں نے کہا ہے

راحۃ الانسان فی حفظ اللسان
انسان کی راحت زبان کی حفاظت میں ہے

در حدیث آمد کہ تسبیح از ریا
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ ریا کاری کیساتھ تسبیح

ہمچو سبزہ گولخن داں اے کیا
اے عقلمند ! کوڑی کا سبزہ بھی

پس بداں کہ صورتِ خوب نکو
پس سمجھ لے بھلی ، اچھی صورت

با خصالِ بد نیرزد یک تسو
بُری عادتوں کے ہوتے ہوئے چار جَو کے لائق نہیں ہے

در[3] بُود صورت حقیر و ناپذیر
اگر صورت حقیر اور نہ بھانے والی ہو

چوں بُود خلقش نکو در پاش میر
جب اُسکے اخلاق اچھے ہوں تو اُسکے قدموں میں جان

صورتِ ظاہر فنا گردد بداں
سمجھ لے ، ظاہری صورت فنا ہو جائے گی

عالمِ معنیٰ بماند جاوداں
باطن کا عالم ہمیشہ (باقی) رہے گا

چند باشی عاشقِ صورت بگو
بتا ، صورت کا عاشق کب تک (بنا) رہے گا ؟

طالبِ معنیٰ شو و معنیٰ بجو
سیرت کا جویا بن اور باطن کی تلاش کر

چند بازی عشق با نقشِ سبُو
ٹھلیا کے نقش سے عشق بازی کب تک ؟

بگذر از نقشِ سبو و آب جُو
ٹھلیا کے نقش (و رنگ) کو چھوڑ اور پانی تلاش کر

صورتش دیدی ز معنیٰ غافلی
تو نے اُس کی صورت دیکھی اُسکی سیرت سے غافل ہے

از صدف دُر را گزیں گر عاقلی
سیپ میں سے موتی چُن اگر تو عقلمند ہے

---

[1] کف۔ جھاگ۔ ہجو۔ مذمت۔ ہجو۔ کتا خود ذلیل جانور ہے اور اُسکی ذلت ہے کہ بھوک میں نہ کھانے کی چیز کھا جاتا ہے۔ دادم۔ دم بدم ہجو۔ گھنٹا، اُس کی آواز مسلسل ہوتی ہے۔ لب۔ ہونٹ، یعنی خود اپنے ہونٹ پر یا غلام کے ہونٹ پر ہاتھ رکھ دیا۔ یعنی میں تیرے اور اُس کے فرق کو جان گیا۔ بداں۔ دانستن کا صیغۂ امر ہے۔ دہان۔ وہ گندہ دہن تھا۔

[2] گندہ جاں۔ گندی روح والے۔ از دور۔ انزیادہ ہے۔ راحۃ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے۔ من سکت نجی و راحۃ الانسان فی حفظ اللسان "جو خاموش رہا بچا اور انسان کی راحت زبان کی نگہداشت میں ہے"۔ در حدیث۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل چیز باطن کی ہے حسن صورت معتبر نہیں ہے۔ گولخن۔ گھورن، آگ کی بھٹی، کوڑی۔ پس۔ تو بصورت غلام چونکہ بدسیرت تھا لہٰذا اُس کی کوئی قیمت نہ تھی۔

[3] در بود۔ صورت کی نہیں بلکہ سیرت کی قدردانی ہونی چاہیئے۔ در پاش۔ در پائے او۔ صورت۔ جسم خاک میں مل جاتا ہے اچھے اخلاق دنیا میں باقی رہتے ہیں۔ معنیٰ۔ سیرت۔ اخلاق حقیقت۔ نقشِ سبو یعنی ظاہر آب۔ یعنی سیرت اور باطن۔ از صدف دُر۔ سیپ ظاہر ہے، موتی باطن ہے۔

این صد فہائے قوالب در جہاں
جسموں کے یہ سیپ، دنیا میں

گرچہ جملہ زندہ اند از بحرِ جاں[1]
اگرچہ سب جان کے سمندر (اللہ تعالیٰ) سے زندہ ہیں

لیک اندر ہر صدف نبود گہر
لیکن ہر سیپ میں موتی نہیں ہوتا ہے

چشم بکشا در دلِ ہر یک نگر
آنکھ کھول اور ہر ایک کے اندر دیکھ لے

کانچہ دارد دیں چہ دادی گزیں
اس میں کیا ہے، اس میں کیا ہے، چن

زانکہ کم یاب ست آں در ثمیں
کیونکہ قیمتی موتی نایاب ہے

گر بصورت می روی کوہے بشکل
اگر تو صورت پر جاتا ہے تو پہاڑ شکل میں

در بزرگی ہست صد چنداں کہ لعل
بڑائی میں لعل سے کئی سو گنا زیادہ ہے

ہم بصورت دست و پا و پشم تو
نیز تیرے ہاتھ اور پیر اور بال

ہست صد چنداں کہ نقشِ چشمِ تو
تیری آنکھوں کے وجود سے کئی سو گنا بڑے ہیں

لیک پوشیدہ نباشد بر تو ایں
لیکن یہ تجھ سے پوشیدہ نہ رہے

کز ہمہ اعضا دو چشم آمد گزیں
کہ تمام اعضاء میں دو آنکھیں خالق ہیں

از یک اندیشہ[2] کہ آید در دلِ
ایک خیال جو دل میں آتا ہے اس سے

صد جہاں گردد بیک دم سرنگوں
سو جہان فوراً اوندھے ہو جاتے ہیں

جسمِ سلطاں گر بصورت یک لوست
بادشاہ کا جسم اگرچہ بظاہر ایک ہوتا ہے

صد ہزاراں لشکرش در پے دوست
لیکن اس کے پیچھے ہزاروں کا لشکر دوڑتا ہے

باز شکل و صورتِ شاہِ صفی
پھر (اسی) منتخب بادشاہ کی صورت

ہست محکوم یکے فکرِ خفی
ایک مخفی خیال کے تابع ہے

خلقِ بے پایاں ز یک اندیشہ[3] بیں
دیکھ (اللہ تعالیٰ کے) ایک ارادہ سے لاانتہا خلق

گشتہ چوں سیلے روانہ بر زمیں
زمین پر بہاؤ کی طرح روانہ ہو گئی ہے

ہست آں اندیشہ پیشِ خلقِ خرد
(اگرچہ) وہ ارادہ لوگوں کی رائے میں چھوٹا ہے

لیک چوں سیلے جہانے را خورد و برد
لیکن بہاؤ کی طرح اس نے دنیا کو خورد برد کر دیا

خلقِ عالم چوں مہ ست و حق شباں
دنیا والے ریوڑ کی طرح ہیں اور اللہ (تعالیٰ) چرواہا

میدواند جملہ را روز و شباں
شب و روز سب کو دوڑا رہا ہے

چرواہا۔ شبان۔ خلاف قیاس شب کی جمع ہے

---

[1] بحرِ جاں۔ جان کا سمندر یعنی ذاتِ حق تعالیٰ جس نفسوں میں از بحرِ جاں ہے تو ترجمہ ہوگا جان کی حفاظت کیلئے۔
لیک۔ ہر انسان میں روح ہے لیکن ہر روح پاکیزہ نہیں ہے۔
گہر۔ ہر روح میں خوبیاں نہیں ہیں جیسیں خوبیاں ہوں اس کو پسند کرو۔ جوہر ثمین۔ قیمتی موتی۔
گر بصورت۔ جسم کی بڑائی اور خوبی کوئی چیز نہیں ورنہ پہاڑ لعل سے افضل ہوتا ہر تصویر انسان کا باقی بدن اس کی آنکھوں سے چند گنا لیکن شرافت آنکھوں کو حاصل ہے گزیں۔ برگزیدہ۔

[2] اندیشہ۔ فکر و خیال بھی ایک معنوی چیز ہے جو صد جہاں (ظاہر) کو زیر و زبر کر ڈالتا ہے ایک شاہی ارادہ و خیال سے سینکڑوں ملک تباہ ہو جاتے ہیں۔ جسم سلطان۔ بادشاہ کا ایک جسم لشکریوں کے ہزاروں جسموں پر حکمران لشکر اپنی ہلاکی خوبیوں کی وجہ سے ہے۔ باقی پھر بھی حکمران کا جسم اس کے خیال اور فکر کا فرمانبردار ہے تو فضیلت کا دارومدار اندیشہ اور دماغ پر ہے۔

[3] اندیشہ یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ قرآن پاک میں ہے۔ اللہ تم جب کسی بات کا ارادہ فرماتے ہیں تو لفظ کن سے وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اندیشہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو خود تباہ ہو جاتی ہے۔ ترجمہ۔ ریوڑ شباں۔

515

پس[1] چو می بینی کہ از اندیشۂ
پس جب تو دیکھے کہ ایک ارادہ سے

قائم ست اندر جہاں ہر بیشۂ
ہر چیز دنیا میں قائم ہے

خانہا و قصرہا و شہرہا
مکانات، محلات اور شہر

کوہہا و دشتہا و نہرہا
پہاڑ اور جنگل اور نہریں

ہم زمین و بحر ہم مہر و فلک
زمین اور دریا بھی، سورج اور آسمان بھی

زندہ از وے ہمچو از دریا سمک
اسی کی وجہ سے زندہ ہیں جیسا کہ مچھلی دریا سے

پس چرا از ابلہی پیشِ تو کور
تو جہل اندھے کے سامنے حماقت سے

تن سلیمان ست و اندیشہ چو مور
جسم سلیمان جیسا ہے اور ارادہ چیونٹی جیسا

می نماید پیشِ چشمت کہ بزرگ
تیری نگاہ کے سامنے پہاڑ بڑا ہے

ہست اندیشہ چو پیش و کوہ گرگ
ارادہ بھیڑ کی مانند ہے اور پہاڑ بھیڑیا

عالَم[2] اندر چشمِ تو ہول و عظیم
جہاں، تیری نظر میں خوفناک اور بڑا ہے

زابر و برق و رعد داری لرز و بیم
ابر، بجلی اور کڑک سے تو لرزتا اور ڈرتا ہے

وز جہانِ فکرتی اے کم ز خر
اور اے گدھے سے کم (عقل)! تو عالمِ فکر سے

لیمن و غافل چو سنگِ بے خبر
بے علم، پتھر کی طرح غافل اور مطمئن ہے

زانکہ نقشی و ز خرد بے بہرہ
کیونکہ تو ایک تصویر ہے اور عقل سے بیگانہ ہے

آدمی خویستی خر کرّہ
تو آدمی خصلت نہیں ہے گدھے کا بچہ ہے

جہلِ مخفی و ز خرد بیگانہ
تو خالص جہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے

بو نداری از خدا دیوانہ
خدا کی تجھ میں بو بھی نہیں ہے تو پاگل ہے

سایہ را تو شخص می بینی ز جہل
نادانی سے تو سایہ کو وجود سمجھتا ہے

شخص ازاں شد نزدِ تو بازی سہل
اسی لئے وجود تیرے نزدیک کھیل اور بے وقعت ہے

نک ز غیبت[3] یک نمودار آتش ست
دیکھ، آگ عالمِ غیب کا ایک نمونہ ہے

کز لطافت چوں ہوا دلکش ست
جو لطافت میں دلکش ہوا کی طرح ہے

تا بجسمے در نمی پیچد کثیف
جب تک کسی کثیف جسم میں نہ لگے

آگہی نبود بصر را زاں لطیف
اُس لطیف کا آنکھ کو پتہ نہیں چلتا ہے

---

[1] پس چو می بینی۔ تو غور کرنے تو دنیا کی تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے ارادے سے قائم ہے اور تمام چیزوں کی بقا اسی کے ارادے سے وابستہ ہے جس طرح مچھلی کی زندگی دریا سے وابستہ ہے پس جبکہ اتنی مثالوں سے یہ سمجھا دیا گیا کہ اصل خرابی باطن کی ہے نہ کہ ظاہر کی تو جسم کو حضرت سلیمانؑ جیسا اور فکر خیال کو چیونٹی جیسا سمجھنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔ کوہ کا مثل ہے یعنی جسم کی بڑائی کو دیکھ کر پہاڑ کی عظمت کا خیال حماقت ہے۔ اندیشہ خیال اور ارادہ کو بکری اور پہاڑ کو بھیڑیا سمجھنا غلطی ہے۔

[2] عالَم۔ تو اجسام سے ڈرتا ہے ابر، بجلی اور کڑک کی تباہی سے خوفزدہ ہے۔ وز جہانِ فکر۔ فکر اور خیال سے جو تباہیاں آتی ہیں اُس سے بے خبر اور مطمئن ہے نقشی۔ تو تصویر ہے جو عقل سے کوری ہوتی ہے آدمی خو۔ انسان کی فضیلت عقل و خرد اور فکر کی وجہ سے ہے جو معرفتِ حق پیدا کرتی ہے سایہ۔ تو نے غیر مقصود کو مقصود اور مقصود کو غیر مقصود بنا رکھا ہے

[3] ز غیبت۔ انسان غیر مقصود کو مقصود اسلئے بنا تا ہے کہ حقیقت بین نظر سے محروم ہوتا ہے لیکن ایک وقت وہ آئے گا جب صحیح حقیقت سامنے آجائیگی غائب از نظر حقیقت کو آگ کی مثال سے سمجھایا ہے آگ ایک لطیف عنصر ہے جو نظروں سے

غائب ہے، نظر جب آتی ہے جب وہ کسی کثیف جسم میں لگ جاتی ہے۔

بازا فزون ست ہنگام اثر
پھر تاثیر کے وقت وہ بڑھی ہوئی ہے

از ہزاراں[1] تیشہ و تیغ و تبر
ہزاروں تیشوں اور تلواروں اور تبر سے

باش تا روزیکہ آں فکر و خیال
اُس دن تک ٹھہر جبکہ وہ فکر اور خیال

برکشاید بے حجابے پر و بال
تکلم کھلا بال و پر نکالے

کوہہا[2] بینی شدہ چوں پشم نرم
تو پہاڑوں کو نرم اُون کی طرح دیکھے گا

نیست گشتہ ایں زمین سرد و گرم
یہ سرد و گرم زمین نابود ہو جائے گی

نے سما بینی نے اختر نے وجود
تو نہ آسمان دیکھے گا نہ ستارے نہ وجود

جز خدائے واحدِ حیّ وَدُود
ایک خدا حیّ اور ودود کے علاوہ

یک فسانہ راست آید یا دروغ
ایک قصہ خواہ سچا ہو یا جھوٹا (دونوں کہا جاتا ہے)

تا دہد مر راستیہا را فروغ
تاکہ وہ سچائیوں کو فروغ دے

حسد کردن حشم بر غلام خاص
خاصوں کا مخصوص غلام پر حسد کرنا

پادشاہے بندۂ را از کرم
ایک بادشاہ نے کرم کرکے ایک غلام کو

برگزیدہ بود بر جملہ حشم
تمام غلاموں میں سے پسند کر لیا تھا

جامگی[3] او وظیفہ چل امیر
اُس کی تنخواہ چالیس سرداروں کی تنخواہ (کی برابر) تھی

دہ یکے قدرش ندیدہ صد وزیر
سو وزیروں نے بھی اُسکے رتبہ کا دسواں حصہ نہ دیکھا تھا

از کمالِ طالع[4] و اقبال و بخت
بہتر اور اقبال اور نصیب کے کمال کی وجہ سے

اُو ایازے بود و شہ محمودِ وقت
وہ ایاز تھا اور بادشاہ محمود دوراں (تھا)

روح اُو بار روح شہ در اصل خویش
اُسکی روح شاہ کی روح کے ساتھ اپنی اصل میں

پیش ازیں تن بودہ ہم پیوند و خویش
اُس جسم سے پہلے جڑی ہوئی اور یگانہ تھی

کار آں دارد کہ پیش از تن بدست
کام اُس سے پڑتا ہے جو جسم سے پہلے ہوا ہے

بگذر از اینہا کہ تو حادث شدست
ان (تعلقات) کو چھوڑ دے کہ یہ نئے پیدا ہوئے ہیں

چشمِ عارف راست گو نے احول[5] ست
عارف کی آنکھ ٹھیک دکھانے والی ہے نہ کہ بھینگی

چشمِ او بر کشتہائے اوّل ست
اُس کی نظر پہلی کھیتیوں پر ہے

چشم راست۔ صحیح دیکھنے والی آنکھ۔ احول۔ بھینگا جس کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ کشتہائے اوّل۔ تقدیر ازل۔

[1] از ہزاراں۔ آگ جسموں کو اس درجہ تباہ کر دیتی ہے کہ ہزاروں تیغ و تبر بھی اُس کو اس قدر تباہ نہیں کر سکتے ہیں۔ باش۔ ارادۂ الٰہی جو نظر سے مخفی ہے اُس کی تاثیرات بھی ایک دن ظاہر ہونگی۔

[2] کوہہا۔ ارادۂ الٰہی سے قیامت کے دن بڑے سے بڑا وجود حقیر اور ناچیز ہو جائیگا۔ پشم۔ اُون۔ سما۔ آسمان۔ حیّ۔ زندہ۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ ودود۔ محبت کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ فسانہ۔ (یا) اللہ تعالیٰ کے غیبی ارادہ سے خالی ہے اس قصہ کے ضمن میں بھی اسی امر کو واضح کیا ہے کہ دوسرے غلام شاہ کے فکر اور ارادہ سے غافل تھے یہی حسد کی وجہ ہوتی ہے۔ جامگی۔ وظیفہ۔ تنخواہ۔ راتبہ۔ وظیفہ۔ روزینہ۔ چل چہل، چالیس۔ دہ یکے۔ ایک عشاری دسواں حصہ۔

[3] طالع۔ ستارۂ قسمت۔ بخت نصیب۔ ایاز۔ سلطان محمود غزنوی کا محبوب غلام تھا۔ روح کا باہمی تعلق مثل مثل ہے سلطان محمود کی وفات ۴۲۱ھ میں ہوئی اور غزنی میں دفن ہوئے اصل۔ یعنی عالم الٰہی یا عالم روح۔ کار آں دارد۔ اہمیت اُسی بات کی ہے جو جسم عنصری کے قبل پیش آئی ہیں۔ انبیا جو صلاح عالم اجسام میں پیش آتے ہیں۔ نو حادث۔ تازہ وقوع میں آنے والا۔ طالعت۔ وہ جس کو معرفت خداوندی حاصل ہو گئی ہے۔

516

انچہ گندم[1] کاشتند ش وانچہ جو
جو انھوں نے گیہوں بویا ہے اور جَو

چشمِ او آنجاست روز و شب گرو
اُس کی نظر شب و روز اُس طرف لگی ہے

آنچہ آبست شب جز آں نزاد
رات جس سے حاملہ بنی ہے اُسکے سوا اُسنے نہیں جنا

حیلہا و مکرہا جملہ ست باد
حیلے اور تدبیریں سب بیکار ہیں

کے شود دل خوش بحیلتہائے گش
چالوں حیلوں سے وہ شخص کب دل خوش ہوتا ہے

آنکہ بیند حیلۂ حق بر سرش
جو اللہ تعالیٰ کی تدبیر کو اپنے سر پر مسلط دیکھتا ہے

او درونِ دام[2] و دامے می نہد
وہ جال میں ہے اور ایک جال اور بچھاتا ہے

جانِ تو نے آں جہد نے ایں جہد
تیری جان کی قسم نہ اِس سے بچتا ہے نہ اُس سے بچتا ہے

گر بروید ور بریزد صد گیاہ
اگر سینکڑوں گھاسیں اُگیں یا اُکھاڑے

عاقبت بر روید آں کشتہ الٰہ
انجام کار اللہ (تعالیٰ) کا بویا ہوا اُگے گا

کشتِ نو کارید بر کشتِ نخست
پُرانی کھیتی پر تو نے نئی کھیتی بو دی

ایں دوم فانیست و آں اوّل درست
دوسری فنا ہونے والی ہے پہلی ٹھیک ہے

تخمِ اوّل کامل و بگزیدہ است
پہلا بیج مکمل اور منتخب ہے

تخمِ ثانی فاسد و پوسیدہ است
دوسرا بیج خراب اور سڑا ہوا ہے

افگن[3] ایں تدبیر خود را پیش دوست
اپنی اِس تدبیر کو دوست کے سامنے ڈالدے

گرچہ تدبیرت ہم از تدبیرِ اوست
اگرچہ تیری تدبیر بھی اُسی کی تدبیر کی وجہ سے ہے

کار آں دارد کہ حق افراشت ست
اہم کام وہی ہے جو خدا نے قائم کیا ہے

آخر آں روید کہ اوّل کاشت ست
آخر میں وہی اُگے گا جو پہلے بویا ہے

ہر چہ کاری از برائے او بکار
جو بوئے اُس کے لئے بو

چوں اسیر دوستی اے دوستدار
اے دوست! جبکہ تو دوست کا پابند ہے

گردِ نفس و کارِ او پیچ
نفس کے گرد اور اُس کے کام میں نہ لگ

ہر چہ آں نے کارِ حق ہیچست و ہیچ
جو اللہ (تعالیٰ) کا کام نہیں ہے وہ ہیچ اور ہیچ ہے

پیش ازاں کہ روزِ دیں پیدا شود
اِس سے قبل کہ قیامت کا دن ظاہر ہو

نزدِ مالک نزدِ شب رسوا شود
مالک کے سامنے رات کا چور رسوا ہو

رختِ دزدیدہ بتدبیر و فنش
تدبیر اور اُسکے ہنر سے چرایا ہوا مال

ماندہ روزِ داوری در گردنش
انصاف کے دن اُس کی گردن پر ہوگا

---

[1] گندم۔ یعنی عالمِ افعال۔ کاشتند۔ کارکنانِ قضا و قدر نے جو کچھ دیا ہے۔ جو۔ یعنی گیہوں اعمال۔ شب۔ یعنی جو تقدیر میں لکھا ہے وہ ہی سامنے آئیگا۔ گش۔ خوب۔ حیلۂ حق۔ اللہ کی قدرت۔

[2] دام۔ یعنی تقدیرِ الٰہی کا جال۔ دامے۔ یعنی اپنی تدبیر کا جال۔ صد گیاہ۔ یعنی سینکڑوں تدبیریں۔ کشتۂ الٰہ۔ یعنی جو خدا نے مقدر کر دیا ہے۔ کشتِ نو۔ یعنی تدبیر۔ کشتِ نخست۔ یعنی تقدیر۔ ایں دوم۔ یعنی تدبیر۔ تخمِ اوّل۔ تقدیر کے تدبیر پر غلبہ کی توجیہ ہے۔

[3] افگن۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ تقدیر تدبیر پر غالب ہے تو معاملہ تقدیر کے سپرد کر دینا چاہیئے ہر چہ کاری۔ جب خدا سے دوستی کا دعویٰ ہے تو اُس کی شریعت پر عمل کرنا چاہیئے اور اُس کے لئے مخلصانہ عمل کرنا چاہیئے۔ نفس۔ یعنی اتارہ۔ ہر چہ۔ نفس اتارہ کے کام اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہیں۔ پیش ازاں۔ یعنی قیامت کے دن شیطانی کاموں سے علیحدگی بے معنی بات ہوگی۔ داوری۔ انصفی۔

518

صد[1] ہزاراں عقل باہم برجہند
لاکھوں عقلیں مل کر کوشش کرتی ہیں

تا بغیر دام اُو دامے نہند
تاکہ اسکے (تقدیر کے) جال کے سوا کوئی (تدبیر کا) جال پھیلائیں

دام خود را سخت تر یابند و بس
اپنی (تقدیر کے) جال کو اور سخت پاتے ہیں اور بس

کے نماید قوّتے با بادِ خس
تنکا (آندھی کے مقابلے میں کیا طاقت دکھائے؟

ور نداری باور از من رو ببیں
اگر میری بات کا تجھے یقین نہیں ہے، جا دیکھ

در نبی واللہ خیرُ الماکرین
قرآن میں ہے اور اللہ سب سے اچھا داؤ کرنیوالا ہے

گر[2] تو گوئی فائدہ ہستی چہ بُود
اگر تو کہے ہستی (عالمِ تدبیر) کا کیا فائدہ تھا

در سوالت فائدہ ہست اے عنود
اے سرکش! کیا تیرے (اس) سوال میں فائدہ ہے؟

گر ندارد ایں سوالت فائدہ
اگر تیرے اس سوال میں فائدہ نہیں ہے

چہ شنوم ایں را عبث بے عائدہ
(تو) میں اُس کو بیکار بے نتیجہ کیوں سنوں!

ور سوالت فائدہ دارد یقیں
اگر تیرے سوال میں یقیناً فائدہ ہے

پس جہاں بے فائدہ نبود ببیں
تو غور کر عالمِ (تدبیر) بے فائدہ نہ ہوگا

از سوالت ار بود بس فائدہ
اگر تیرے سوال سے بہت سے فائدے ہیں

چوں بجوید در جہاں کس فائدہ
تو عالمِ (تدبیر) میں کوئی شخص فائدہ کیوں تلاش کریگا؟

در سوالت را بسے فایدہ ہاست
اگر تیرے سوال میں بہت سے فائدے ہیں

پس جہاں بے فائدہ آخر چراست
تو عالمِ (تدبیر) آخر بے فائدہ کیوں ہے؟

ور[3] جہاں از یک جہت بے فائدہ است
اگر عالمِ (تدبیر) ایک اعتبار سے بے فائدہ ہے

از جہت ہائے دگر پر عائدہ است
دوسری جہتوں سے فائدہ سے پُر ہے

فائدہ تو گر مرا فائیدہ نیست
اگر تیرا فائدہ میرا فائدہ نہیں ہے

مر ترا چوں فائدہ است از وے مایست
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اُس سے باز نہ رہ

فائدہ تو گر مرا نبود مُفید
اگر تیرا فائدہ میرے لئے مفید نہیں ہے

چوں ترا شد فائدہ گیر اے مُرید
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اے مرید! تو اُسے اختیار کر

ور منم زاں فائدہ حُر ابن حُر
اگر میں اِس فائدہ سے آزاد ہوں

مر ترا چوں فائدہ است از وے مبُر
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اُس سے رشک

حُسنِ یوسفؑ عالمے را فائدہ
یوسفؑ کے حُسن میں عالم کا فائدہ تھا

گرچہ برادراں عبث بُد زائدہ
اگرچہ وہ بھائیوں کے لئے بیکار و عبث تھا

---

[1] صد ہزاراں۔ تقدیر کے خلاف عقلوں کی تدبیریں مل کر بیکار ہیں۔ باد آدمی۔ باد تقدیرِ الٰہی ہے اور خس تدبیرِ عقلاء۔ واللہ خیر الماکرین۔ تو اپنے داؤ کے بالمقابل ناقص داؤ کیا کر سکتا ہے۔

[2] گر تو گوئی۔ اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر بیکار ہے تو خدا کا عالمِ تدبیر کو پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔ در سوالت۔ الزامی جواب ہے کہ تیرے اس اعتراض میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں اگر بے فائدہ ہے تو بے فائدہ سوال کے جواب کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تیرا سوال مفید ہے اور عبث نہیں تو اللہ کا عالمِ تدبیر کو پیدا کرنا کیسے بے فائدہ ہو سکتا ہے۔ در سوالت جب ایک انسان کا فعل عبث نہیں تو حکیم و علیم کا فعل کیسے عبث ہو سکتا ہے۔

[3] ور جہاں۔ ہر چیز کا ہر حیثیت سے مفید ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگر عالمِ تدبیر بمقابلہ تقدیر بے فائدہ ہے تو اس میں دوسری حیثیت سے بہت سے فائدے ہیں۔ فائدہ تو۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر چیز ہر شخص کے لئے مفید ہو، ایک چیز ایک کے لئے بیکار ہے تو دوسرے کے لئے مفید ہوتی ہے۔ حُسنِ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ کے حُسن کی افادیت سب کے لئے تھی لیکن بھائیوں کیلئے نہ تھی۔

لحنِ[1] داؤدی چناں محبوب بود
داؤدی نغمہ کس قدر محبوب تھا

لیک بر محروم نامطلوب بود
لیکن محروم (منکر) کے لئے ناپسندیدہ تھا

آبِ نیل از آبِ حیواں بُد فزوں
نیل کا پانی آبِ حیات سے بھی بڑھا ہوا تھا

لیک بر قبطیِ مُنکر بود خوں
لیکن مُنکر قبطی (فرعون) پر خون تھا

ہست بر مومن شہیدی زندگی
مومن کے لئے شہادت زندگی ہے

بر منافق مُردنست و ژرندگی
منافق کے لئے موت اور تباہی ہے

چیست[2] در عالم بگو یک نعمتے
بتا، دنیا میں کونسی نعمت ہے؟

کہ نہ محروم انداز وے اُمتے
کہ اس سے کچھ لوگ محروم نہیں ہیں

گاؤ و خر را فائدہ چہ در شکر
گدھے اور بیل کے لئے شکر میں کیا فائدہ ہے؟

ہست ہر جاں را یکے قوتے دگر
ہر جاندار کی جداگانہ غذا ہے

لیک گر آں قوت بروے عاریست
لیکن اگر وہ اس کی عارضی غذا ہے

پس نصیحت کردن او را نقضیست
تو نصیحت کرنا، اس کو سدھانا ہے

چوں[3] کسے کو از مرض گل داشت دوست
جب کوئی کسی مرض کی وجہ سے مٹی (کھانا) پسند کرے

گرچہ پندارد کہ آں گل قوتِ اوست
اگرچہ وہ سمجھ رہا ہو کہ مٹی اسکی (اصل) غذا ہے

قوتِ اصلی را فراموشش کردہ است
(لیکن) اس نے اصل غذا کو بھلا دیا ہے

روئے در قوتِ مرض آوردہ است
بیماری کی غذا کی طرف رُخ کر لیا ہے

نوش را بگذاشتہ سم خوردہ است
شہد کو چھوڑ کر زہر کھایا ہے

قوتِ علت ہمچو چوبش کردہ است
بیماری کی غذا نے اس کو لکڑی جیسا بنا دیا ہے

قوتِ اصلیِ بشر نورِ خداست
انسان کی اصل غذا خدا کا نور ہے

قوتِ حیوانی مر او را ناسزاست
حیوانی غذا اس کے لئے مناسب نہیں ہے

لیک از علت دریں افتاد دل
لیکن بیماری کی وجہ سے (اس کا) دل اسمیں پڑا ہے

کہ خورد او روز و شب از آب و گل
کہ شب و روز وہ پانی مٹی (کی پیداوار) کھائے

روئے زرد و پشت خم و دل سُبک
چہرہ زرد، پیٹھ خمیدہ، اور دل کمزور

کو غذائے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ
کہاں راستوں والے آسمان کی غذا؟

---

[1] لحنِ داؤدی: حضرت داؤدؑ کا نغمہ پرندوں تک کے لئے مفید تھا لیکن کافروں کیلئے مفید نہ تھا۔ آبِ نیل: دریائے نیل کا پانی مخلوقِ خدا کیلئے مفید تھا فرعون کیلئے مہلک بنا۔ شہادت مومن کیلئے مفید ہے کافر کیلئے مضر ہے۔

[2] چیست: دنیا کی ہر نعمت کا یہی حال ہے کہ کچھ انسانوں کیلئے وہ مفید ہے اور محروم انسانوں کیلئے مفید نہیں ہے۔ در شکر: اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت ہر ایک کیلئے نہیں پیدا فرمائی ہے، شکر انسانوں کے لئے نعمت اور غذا ہے، حیوانوں کیلئے نہیں ہے لیکن۔

بعض اصل غذا کو چھوڑ کر دوسری غذا کے عادی ہو جاتے ہیں تو نصیحت اُن کیلئے کارگر ہوتی ہے اور وہ اصل غذا حاصل کرنے لگتے ہیں۔ را نقضی: گھوڑے کو سدھانا۔

[3] چوں کسے: بعض لوگ مرض کی حالت میں مٹی کو غذا بنا لیتے ہیں اور اس کو اپنی غذا سمجھتے ہیں۔ نوشِ اصلی غذا شہد کی طرح مفید ہوتی ہے اور بیماری کی وجہ سے جس چیز کو اس نے غذا سمجھ لیا ہے وہ اسکے لئے مضر اور زہر ہوتی ہے جو اس کو فربہ کرنے کی بجائے لکڑی جیسا خشک بنا دیتی ہے۔ نورِ خدا: نورِ معرفتِ خداوندی۔ قوتِ حیوانی جسمانی قدرتیں اور نفسانی خواہشیں۔ از آب و گل: یعنی مٹی پانی کی پیداوار گوشت،

ترکاریاں، پھل وغیرہ۔ روئے زرد: یہ غذائیں اس کی روح میں کمزوری کی علامتیں پیدا کر دیتی ہیں۔ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ: سورۂ والذاریات کی یہ آیت ہے یعنی قسم ہے راستوں والے آسمان کی۔

آں[1] غذائے خاصگانِ دوست است — خوردنِ آں بے گلو و آلت است

وہ دوست کے خصوص لوگوں کی غذا ہے — اس کا کھانا بغیر حلق اور برتنوں کے ہے

شد غذائے آفتاب از نورِ عرش — مر حسود و دیو را از دود فرش

آفتاب کی غذا عرش کا نور ہے — حاسد اور شیطان کی (غذا) زمین کا دھواں ہے

در شہیداں نیز رزقون فرمود حق — آں غذا را نے دہاں نے طبق

اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کے بارے میں یرزقون فرمایا ہے — اس غذا کے لئے نہ منہ ہے نہ طباق

دل ز ہر یارے غذائے می خورد — دل ز ہر علمے صفائے می برد

دل ہر محبوب سے غذا حاصل کرتا ہے — دل ہر علم سے صفائی حاصل کرتا ہے

صورت[2] ہر آدمی چوں کاسہ ایست — چشم از معنیٔ او حساسہ ایست

ہر آدمی کی صورت پیالے کی طرح ہے — آنکھ اس کے باطن کا ادراک کرنے والی ہے

از لقائے ہر کسے چیزے خوری — ز ہر قرانِ ہر قریں چیزے بری

تو ہر شخص کی ملاقات سے کچھ حاصل کرے گا — تو ہر ساتھی کے ملنے سے کچھ حاصل کرے گا

چوں ستارہ با ستارہ شد قریں — لائق ہر دو اثر زاید یقیں

جب ایک ستارہ دوسرے ستارہ سے ملتا ہے — یقیناً دونوں کے مناسب اثر بڑھتا ہے

از قرانِ مرد و زن زاید بشر — ز قرانِ سنگ و آہن ہم شرر

مرد اور عورت کے ملنے سے انسان پیدا ہوتا ہے — اور پتھر اور لوہے کے ملنے سے چنگاریاں (نکلتی ہیں)

ز قرانِ خاک با بارانہا — میوہا و سبزہا ریحانہا

مٹی اور بارشوں کے ملنے سے — میوے اور سبزے (اور خوشبودار گھاسیں پیدا ہوتی ہیں)

ز قرانِ سبزہا با آدمی[3] — دل خوشی و بے غمی و خرمی

انسان کے ساتھ سبزوں کے جمع ہونے سے — دل خوشی اور بے غمی اور سرور (پیدا ہوتا ہے)

ز قرانِ خرمی با جانِ ما — می بزاید خوبی و احسانِ ما

ہماری جان کے ساتھ خوشی کے ملنے سے — خوبی اور کمالات پیدا ہوتے ہیں

قابلِ خوردن شود اجسامِ ما — چوں برآید از تفرج کامِ ما

ہمارے جسم (کھانا) کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں — جبکہ تفریح سے ہمارا مقصد پورا ہوتا ہے

---

[1] آں غذا: آسمانی غذا اللہ (تعالیٰ) کے مخصوص بندوں کی غذا ہے جس کے کھانے کے لئے عالمِ ناسوت کے وسائل اور ذرائع کی ضرورت نہیں ہے۔ دودِ فرش۔ عالمِ ناسوت کی غذا۔ یُرْزَقُوْنَ۔ قرآن پاک میں شہیدوں کیلئے فرمایا گیا ہے۔ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ "بلکہ وہ اپنے خدا کے پاس زندہ ہیں جن کو غذا دی جاتی ہے"۔ آں غذا جنت کی یہ غذا بغیر مازی ذرائع اور وسائل کے کھائی جاتی ہے۔ دل جس طرح دنیا داروں اور اللہ کی خاص اور دنیا اور آخرت کی غذا میں فرق ہے اسی طرح انسان کے مختلف اعضا کی مختلف غذائیں ہیں، دل کی غذا دوست کی ملاقات اور حصولِ علم ہے۔

[2] صورت۔ چشم بصیرت کی غذا انسان کے باطنی اوصاف ہیں۔ از لقائے۔ ہر چیز ایک دوسرے سے ملکر کچھ نہ کچھ غذا اور قوت حاصل کرتی ہے۔ جوں ستارہ۔ اب مولانا نے چند مثالیں پیش فرمائی ہیں جن سے ثابت کیا ہے کہ ہر چیز دوسری چیز سے مل کر کوئی غذا اور طاقت حاصل کر لیتی ہے قرآن السعدین اور قرآن النحسین سے ہر ستارہ ایک دوسرے سے تقویت اور غذا حاصل کر لیتا ہے اور تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ از قرانِ مرد و زن۔ میاں بیوی کی ہمبستری سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ز قرانِ پتھر اور لوہے کو ملا کر رگڑا جائے تو چنگاریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔

[3] آدمی۔ انسان پھولوں کی سیر کرتا ہے تو سرور حاصل ہوتا ہے۔ خرمی۔ انسان کو خوشی میسر آتی ہے تو ترائے باطنی میں اضافہ ہوتا ہے اور بھوک لگتی ہے جو صحت کو بڑھاتی ہے۔ تفرج۔ سیر و تفریح۔ کامِ مقصد۔

سُرخروئی[1] از قرانِ خوں بُود — خوں ز خورشیدِ خوشی گلگوں بُود

خون کے ملنے سے سُرخروئی حاصل ہوتی ہے — خوشی کے آفتاب سے خون سُرخ ہوتا ہے

بہترینِ رنگہا سُرخی بود — واں ز خورشید ست از وے میرسد

رنگوں میں بہترین رنگ سُرخی ہوتی ہے — وہ سورج کی وجہ سے ہے اور اُس سے حاصل ہوتی ہے

ہر زمینے کو قریں شد با زُحل — شورہ گشت و کشت را نبود محل

جو زمین زُحل (ستارہ) کی متعلق ہوئی — وہ شوریلی بنی اور کھیتی کی جگہ نہیں رہتی

قوت اندر فعل آید ز اتفاق — چوں قرانِ دیو با اہلِ[2] نفاق

متفق ہو جانے سے کام میں قوت آجاتی ہے — جیسا کہ شیطان کا منافقوں سے مل جانا

ایں معانی راست از چرخِ بہم — بے ہمہ طاق و طرم طاقِ طرم

ان معانی کے لئے ثبوت آسمان — بغیر شان و شوکت والے سے شان و شوکت ہے

خلق[3] را طاق و طرم عاریت است — امر را طاق و طرم ماہیت است

عالم کی شان و شوکت مستعار ہے — (عالم) امر کی شان و شوکت ذاتی ہے

بر امیدِ عزّ در خواری خوشند — از پئے طاق و طرم خواری کشند

عزت کی اُمید پر ذلت میں خوش ہیں — شان و شوکت کے لئے ذلت برداشت کرتے ہیں

گردنِ خود کردہ اند از غم چو دوک — بر امیدِ عزّ دہ روزہ خدوک

فکر میں اپنی گردن کو تکلا جیسا بنائے ہوئے ہیں — دس روزہ عزت کی اُمید پر پریشان ہیں

کاندریں عزّ آفتابِ روشنم — چوں نمی آیند ایں جا کہ منم

کہ میں اِس عزت میں روشن سورج ہوں — اِس جگہ کیوں نہیں آتے جہاں میں ہوں

آفتابِ ما ز مشرقہا بروں — مشرقِ خورشید برجِ قیرگوں

ہمارا سورج مشرقوں سے بالا ہے — سورج کی مشرق سیاہ بُرج ہے

نے برآمد نے فرو شد ذاتِ اُو — مشرقِ اُو نسبتِ ذراتِ اُو

نہ اُس کی ذات طلوع کرتی ہے نہ غروب کرتی ہے — اُس کی مشرق ذروں کے ساتھ اُنکی نسبت ہے

در دو عالم آفتاب بے قسیم — ماکہ واپس ماندہ ذراتِ یتیم

دونوں جہانوں میں بغیر سایہ کا سورج ہیں — ہم جو کہ اُس کے ذرات میں سے پسماندہ ہیں

---

[1] سُرخروئی۔ رخساروں میں خون دوڑتا ہے تو چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے۔ گلگوں۔ خوشی سے خون میں سُرخی پیدا ہوتی ہے۔ واں۔ سُرخی سورج کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے۔ زُحل۔ ایک ستارہ ہے جس کو نحس اکبر بھی کہا جاتا ہے اُس کی یہ تاثیر ہے کہ جس زمین کی طرف اُس کا رُخ ہو وہاں قحط اور جس طرف اُس کی پشت ہو وہاں وبا پھیل جاتی ہے۔

[2] اہلِ نفاق۔ منافقوں کا شیطان سے ملاپ انکے شر میں اضافہ کر دیتا ہے۔ چرخ نہم۔ شرع میں اسی کو عرش کہا جاتا ہے اور مکمل اسکو فلک الافلاک اور فلک اطلس کہتے ہیں جو بالکل سادہ ہے اسمیں کوئی ستارہ نہیں ہے، صوفیاء کے نزدیک علوم و معارفِ ربانی کا نزول اسی فلک سے ہوتا ہے چونکہ باقی میل جول سے کوئی نہ کوئی چیز حاصل ہوتی ہے لہٰذا انسان کو علوم و معارف سے وابستہ ہونا چاہیئے جن میں بڑی شان و شوکت ہے۔

[3] خلق۔ عالم مادیات۔ امر۔ عالم مجردات جس میں علوم و معارفِ الٰہی بھی داخل ہیں۔ عزّ۔ یعنی دنیا کی عزت۔ خدوک۔ غصہ پریشانی۔ دوک۔ تکلا۔ ایں جا۔ یعنی مقامِ معرفتِ خداوندی۔ قیرگوں۔ سیاہ۔ آفتابِ ما۔ ہم جس سے نور حاصل کرتے ہیں وہ ذاتِ باری ہے جو مشرقوں سے ورا الورا ہے

مشرقِ اُو۔ ذاتِ باری کیلئے جب ہم لفظ مشرق بولتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ذرات یعنی اولیاء اللہ اسوقت اس سے کسبِ نور کر رہے ہیں جو دائمی نہیں ہے بلکہ کبھی اوقات کسبِ نور میں حجابات حائل ہو جاتے ہیں ورنہ اللہ کیلئے نہ مشرق ہے نہ مغرب اُنکی ذات ہر وقت نور فشاں ہے واپس ماندہ ذرات یعنی ہم انکے اولیاء میں بہت کم

[1] باز گردِ شمس میگردم عجب
تب ہے میں پھر بھی سورج کے چاروں طرف گردش کرتا ہوں

ہم ز فرِ شمس باشد این سبب
یہ سبب بھی سورج کی شان و شوکت کی جانب سے ہے

شمس باشد بر سببہا مطلع
اسباب سے سورج باخبر ہوتا ہے

ہم از و حبلِ سببہا منقطع
اسباب کی رسی کا ٹوٹنا بھی اسی کی جانب سے ہے

[2] صد ہزاراں بار بریدم امید
میں نے لاکھوں بار امید منقطع کی

از کہ از شمس ایں شما باور کنید
کس سے! سورج سے اس کا تم یقین کرو

تو مرا باور مکن کز آفتاب
تو میرا یقین نہ کر، کہ سورج سے

صبر دارم من و یا ماہی ز آب
میں صبر کر سکتا ہوں اور یا مچھلی پانی سے (صبر کر سکتی ہے)

ور شوم نومید نومیدیِ من
اگر میں ناامید ہوں، میری ناامیدی

عینِ صُنعِ آفتاب است اے حسن
بالکل سورج کا کام ہے، اے پیارے!

عینِ صُنع از نفسِ صانع چوں بُرد
بعینہٖ کام کرنے والے کی ذات سے کیسے جدا ہو سکتا ہے؟

عینِ ہست از غیرِ ہستی چوں جَرد
خود موجود غیر موجود سے کیسے غذا (وجود) حاصل کر سکتا ہے؟

[3] جملہ ہستیہا ازیں روضہ چرند
تمام موجودات اسی باغ سے غذا (وجود) حاصل کرتے ہیں

گر بُراق و تازیاں ور خود خرند
خواہ براق اور عربی گھوڑے ہوں یا خود گدھے ہوں

لیک اسپ کور کورانہ چرد
لیکن اندھا گھوڑا اندھے پن سے چرتا ہے

می نہ بیند روضہ را زانست زرد
وہ باغ کو نہیں دیکھتا ہے اس لئے مردہ ہے

وانکہ گرد شہا ازاں دریا ندید
اور جس نے گردشوں کو اس دریا سے نہ سمجھا

ہر دم آرد رو بمحراب جدید
ہر آن منہ نئی محراب کی طرف کرتا ہے

اوز بحرِ عذب آب شور خورد
اس نے شیریں دریا سے کھارا پانی پیا

تا کہ آب شور او را کور کرد
یہاں تک کہ کھارے پانی نے اسکو اندھا کر دیا

بحر می گوید بدستِ راست خور
دریا کہتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے پی

ز آبِ من اے کور تا بابی بصر
میرا پانی اے اندھے تاکہ تو بینائی حاصل کرے

ہست دستِ راست اینجا ظنِ راست
داہنے ہاتھ (سے مراد) یہاں صحیح عقیدہ ہے

کو بداند نیک و بد را کز کجاست
تاکہ وہ جان لے کہ نیک و بد کہاں سے ہے

---

[1] باز۔ یعنی میں باوجود آفتاب ہو جانے کے پھر بھی مزید تقرب حاصل کرنے کیلئے شمس کو پلٹا ہوا ہوں اور یہ میرا پلٹنا اور پھر تقرب کا سبب ہے۔ یہ بھی انہی شمس کا عطا کردہ ہے۔ ایں سبب، ہم ز فرِ شمس باشد۔ یعنی میری گردش جو کہ تقرب کا سبب ہے اس کی ہی پیدا کردہ ہے۔ جس طرح نتائج قبضۂ قدرت میں ہیں اسی طرح اُن کے اسباب بھی قبضۂ قدرت میں ہیں۔ شمس۔ اسباب کا مہیا ہونا اور نہ ہونا قدرت خداوندی کے تابع ہے۔

[2] صد ہزاراں۔ وصول الی اللہ کی سعی میں لاکھوں بار مایوسیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تو مرا۔ لیکن مایوسی ترکِ سعی کا سبب نہیں بنتی۔ صبر دارم۔ مایوس ہو کر صبر کر کے بیٹھ جاؤں یہ ممکن نہیں ہے۔ ماہی۔ مچھلی پانی سے صبر کر کے نہیں بیٹھ سکتی تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی ہے۔ ور شوم۔ مایوس کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ عینِ صنع۔ جبکہ مایوس کرنا بھی اللہ کا فعل ہے تو وہ اللہ کے ساتھ مزید تعلق پیدا کر دیتا ہے۔ عینِ ہست۔ مایوسی جو موجود ہے وہ غیر موجود کا فعل کب ہو سکتی ہے والا موجود واللہ اللہ لہٰذا وہ اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے۔

[3] جملہ ہستیہا۔ اچھے ہوں یا برے سب نے وجود اسی ذات سے حاصل کیا ہے۔ اسپ کور۔ جن کو بصیرت حاصل نہیں ہوتی وہ اس طرف دھیان نہیں دیتے ہیں اور مردود بارگاہ ہو جاتے ہیں۔ گردشہا۔ جو لوگ اسباب کو منجانب اللہ نہیں سمجھتے وہ اسباب کو قبلہ گاہ بنا لیتے ہیں۔ دریا۔ بحرِ حقیقت، اللہ تعالیٰ۔ اوز بحرِ منکرین کی کج فطرتی اس کو تباہ کر دیتی ہے۔ بحرِ عذب۔ شیریں پانی کا دریا۔ بدستِ راست۔ یعنی حقائق کو صحیح طور پر دیکھ۔ ظنِ راست یعنی تمام

523

نیزہ[1] گردانے ست اے نیزہ کہ تو
اے نیزے! کوئی نیزے کو گھمانے والا ہے کہ تو

راست می گردی گہ و گاہے دو تو
کبھی سیدھا ہو جاتا ہے اور کبھی دوسرا

ماز عشقِ شمسِ دیں بے ناخنیم
ہم دین کے شمس کے عشق کی وجہ سے معذور ہیں

ورنہ ما آں کور را بینا کنیم
ورنہ ہم اس اندھے کو بینا کر دیتے

ہاں ضیاء الحق[2] حسام الدین تو زود
ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو جلد

دارویش کن کوریِ چشمِ حسود
اسکا علاج کر دے، حاسد کے اندھے پن کے باوجود

جملہ کوراں را دوا کن اے قمر
اے چاند! سب اندھوں کا علاج کر دے

اے نہالِ میوہ دار افشاں ثمر
اے پھلدار درخت! پھل گرا

توتیائے کبریائی تیز فعل
زود اثر خدائی سرمہ

دارویٔ ظلمت کُش استیز فعل
تاریکی کو دور کرنے والی دوا، اکھاڑ کر خدائی

آنکہ گر بر چشمِ اعمیٰ بر زند
وہ کہ اگر اندھے کی آنکھ میں ڈال دیں

ظلمتِ صد سالہ را زود برکند
سو سالہ تاریکی کو اس سے دور کر دے

جملہ کوراں را دوا کن جز حسود
حاسد کے علاوہ سب اندھوں کا علاج کر

کز حسودی بر تو می آرد جحود
جو حسد کی وجہ سے تیرا انکار کرتا ہے

مر حسود[3] را اگرچہ آں منم
اپنے حاسد کو خواہ وہ میں ہی ہوں

جاں مدہ تا ہمچنیں جاں میکنم
جان عطا نہ کر تاکہ اسی طرح جان توڑتا رہوں

آنکہ او باشد حسودِ آفتاب
جو کہ سورج کا حاسد ہوتا ہے

کور می گردد ز بودِ آفتاب
سورج کے وجود سے اندھا ہو جاتا ہے

اینت درد بے دوا کو راست آہ
عجب اس کا لاعلاج مرض ہے! افسوس

اینت افتادہ ابد در قعرِ چاہ
عجب یہ ہمیشہ کے لئے کنویں کی گہرائی میں گرا ہوا ہے

نفیِ خورشیدِ ازل بایستِ او
اس نے ازل سورج کا عدم چاہا

کے برآید ایں مرادِ او بگو
بتا اس کی یہ تمنا کیسے پوری ہو؟

باز آں باشد کہ باز آید بشاہ
باز وہی ہے جو شاہ کے پاس واپس آجائے

بازِ کور ست آنکہ شد گم کردہ راہ
جو راستہ سے بھٹک گیا وہ اندھا باز ہے

---

[1] نیزہ گرداں: برچھی گھمانے والا۔ نیزہ یعنی انسانی قد۔ دو تو۔ دوہرا۔ شمس دیں یعنی شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ۔ بے ناخنیم مجبور، معذور، مولانا کی تصرفات سے معذوری یا خانیت کی بنا پر تھی یا تصرف سے محجوب تھے یا ماذون تو تھے لیکن تشبہ بالانبیاء کی بنا پر تصرف کرنا پسند نہ کرتے تھے کور را بسا اوقات اولیاء اللہ ایسا تصرف کر دیتے ہیں کہ منکر قدموں پر آگرتا ہے۔

[2] ضیاء الحق۔ مولانا کے خلیفہ ہیں جن سے مولانا فرماتے ہیں کہ تو قمر اہوں پر تصرف کر کے راہِ راست پر لا۔ اے قمر۔ ضیاء الحق جن کا دل چاند کی طرح روشن ہے۔ توتیائے سرمہ۔ استیز فعل جس کا کام مرض کو دفع کرنا ہے۔ آنکھی یعنی جو مر سے منکر ہے۔ بیت حسود۔ حسد کی بنا پر منکر کی شفا ناممکن ہے۔

[3] مر حسود۔ حاسد کسی طرح نصیب نہیں ہو سکتا ہے۔ کور می گردد۔ آفتاب کا کام روشنی پہنچانا ہے لیکن حاسد آنکھیں بند کر لینے کی وجہ سے اور اندھا بنتا ہے۔ اینت۔ زہے۔ درد۔ حسد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ خورشید ازل۔ اولیاء اللہ یا ذاتِ خداوندی۔ باز آں باشد۔ یعنی طالب تو وہ ہے کہ اگر کسی وقت فیض حاصل بھی نہ ہو تو منکر نہ بنے بلکہ کوشش جاری رکھے پھر

مناسبت پیدا ہوگی اور فیض حاصل ہونے لگے گا منکر بن گیا تو تباہی ہے۔

گرفتار شدن باز میانِ چُغداں بویرانہ

ویرانہ میں باز کا چغدوں میں پھنس جانا

بازِ ویراں بر چُغداں فتاد — راہ را گم کرد و در ویراں فتاد

باز ویرانے میں الّوؤں میں جا گرا — راستہ بھول گیا اور ویرانے میں جا اُترا

اُو ہمہ نور ست از نورِ رضا — لیک کورش کرد سرہنگِ قضا

وہ خوشنودی (حق) کے نور سے سراپا نور ہے — لیکن اس کو قضا (خداوندی) کے سپاہی نے اندھا کر دیا

خاکِ ریخشمش زد واز راہ بُرد — در میانِ چُغد ویرانش سپرد

(قضا نے) اس کی آنکھوں میں دھول جھونک دی اور راستہ سے ہٹا دیا — اُس کو الّوؤں اور ویرانے میں ڈال دیا

بر سرِ چُغدانش بر سر می زدند — پر و بالِ نازنینش می کندند

اور ازیں آ کر اُس کے سر پر ٹھونگیں مارتے تھے — اُس کے ناز پروردہ پر و بال اُکھاڑتے تھے

دَلوَلہ افتاد در چُغداں کہ ہا — باز آمد تا بگیرد جائے ما

الّوؤں میں شور مچا کہ خبردار! — باز آیا ہے تاکہ ہماری جگہ پر قبضہ کرلے

چوں سگانِ کوی پُر خشم و مہیب — اندر افتادند در دلقِ غریب

گلی کے ہیبت ناک اور غضبناک کتوں کی طرح — مسافر کی گدڑی کو لپٹ گئے

باز گوید من چہ در خوردم بچُغد — صد چنیں ویراں رہا کردم بچُغد

باز کہتا ہے مجھے الّوؤں سے کیا لگاؤ؟ — ایسے سو ویرانے میں نے الّوؤں کیلئے چھوڑ دیئے ہیں

من نخواہم بود اینجا می رَوَم — سوئے شاہنشاہ راجع می شوم

میں اس جگہ نہیں رہنا چاہتا میں جا رہا ہوں — شاہ کی طرف واپس جاتا ہوں

خویشتن مکشید اے چغداں کہ من — نے مقیم می روم سوئے وطن

اے الّو! اپنے آپ کو نہ مارے ڈالو کیونکہ میں — میں مقیم نہیں ہوں، وطن کی طرف جاتا ہوں

ایں خراب آباد در چشمِ شماست — ورنہ ما را ساعدِ شہ باز جاست

یہ ویرانہ تمہاری نظر میں آباد ہے — ورنہ ہمارے لئے تو شاہ کی کلائی واپسی کی جگہ ہے

چُغد گفتا باز حیلت می کُند — تا زخان و ماں شما را بر کُند

ایک الّو بولا، باز مکاری کرتا ہے — تاکہ تمہیں گھر بار سے اُکھاڑ دے

خانہائے ما بگیرد او بہ مکر — بر کند ما را ز سالوسی ز و کر

مکاری سے ہمارے گھروں پر قبضہ کرلے — چالاکی سے ہمارے گھونسلوں سے ہمکو اُجاڑ دے

۱؎ گرفتار شدن۔ اس حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ باز شاہ کی کلائی سے محروم ہو گیا تھا لیکن برابر طلب میں سرگرداں رہا اور کامیاب ہوا۔ باز۔ اس سے مراد ذی و عارف ہے چغداں۔ الّوؤں سے مراد منکرین اور محجوبین ہیں اور اس حکایت میں شاہ سے ذاتِ حق اور زنداں سے دنیاوی لذتیں مراد ہیں۔ اور ہمہ نور عارفین کی بھی کبھی آزمائش ہو جاتی ہے اور وہ قضائے الٰہی سے راہ گم کر بیٹھتے ہیں بشریت۔ علاوہ ازیں۔ می آرند یعنی باز کے سر پر ٹھونگیں مارتے تھے۔

نازنین۔ ناز پروردہ۔

۲؎ دَلوَلہ۔ واویلا کرنا، جوش و خروش۔ تا بگیرد۔ انبیاء کے بارے میں منکرین یہ بھی کہتے تھے۔ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَخَوَّنَکُمْ یعنی وہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے نکال کر اُس پر قبضہ جمائے۔ دلق۔ گدڑی۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔ باز گوید۔ انبیاء اور اولیاء نے منکرین سے اکثر یہی کہا ہے۔

۳؎ من نخواہم۔ شعر

قرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم — راحتِ جاں طلبم وز پے جاناں بروم

نذر کردم گر آید بسرم ایں غم روئے — تا در یکدہ شاداں و فرحناں بروم

شاہنشاہ۔ ذاتِ حق وطن یعنی دارِ آخرت۔ ساعدِ شہ یعنی اللہ (تعالیٰ) کا قرب۔ حیلت۔ حیلہ بازی۔ خان و مان۔ گھر بار، مکانی۔ فریب، مکاری۔ زَوَکر۔ گھونسلا۔

مینماید سیریؔ این حیلت پرست
یہ مکار سیر چینی دکھاتا ہے

واللہ از جملہ حریصاں بدتر ست
خدا کی قسم تمام لالچیوں سے بدتر ہے

اُو خورد از حرص طیں را ہمچو دِبس
وہ لالچ میں بھنی انگور کے شیرے کی طرح چاٹتا ہے

دُنبہ مَسپارید اے یاراں بخرس
اے دوستو! دُنبہ ریچھ کے سپرد نہ کرو

لاف از شہ می زند وز دستِ شاہ
بادشاہ اور بادشاہ کی کلائی کی ڈینگیں مارتا ہے

تا بَرد اُو ما سلیماں را ز راہ
تاکہ ہم بھولوں کو گمراہ کردے

خود چہ جنسؔ شاہ باشد مُرغکے
ذلیل پرند بادشاہ کے کیا مناسب ہوگا؟

مشنوش گر عقل داری اندکے
اگر تم تھوڑی سی بھی عقل رکھتے ہو اس کی نہ سنو

جنسِ شاہ است اُو و یا جنسِ وزیر
وہ بادشاہ کے لائق ہے یا وزیر کے لائق ہے؟

ہیچ باشد لائق لوزینہ سیر
کبھی لہسن، بادام کے حلوے کے لائق ہوتا ہے؟

آنچہ می گوید ز مکر و فعل و فن
وہ جو مکاری اور فریب کاری اور چالاکی سے یہ کہتا ہے

ہست سلطاں باشم جویائے من
(کہ) بادشاہ میری فوج کے تلاش میں ہے

اَیئتُ مالیخولیائے ناپذیر
عجب! ناقابل قبول پاگل پن ہے

اَیئتُ لاف خام و دامِ گول گیر
عجب! بے بنیاد شیخی اور بیوقوفوں کو پھانسنے کا جال ہے

ہر کہ ایں باور کند اُو ابلہ است
جو یہ یقین کرے وہ احمق ہے

مُرغِ لاغر چہ درخورِ شاہ است
کمزور ذلیل پرند بادشاہ کے کیا لائق ہے؟

کمترینِ چُغدؔ ار زند بر مغزِ اُو
چھوٹے سے چھوٹا اگر اس کے بھیجے پر الو بولے (اڑے)

مرورا یاری گری از شاہ کو
اس کی بادشاہ سے دوستی کہاں ہے؟

گفت باز اریک پرِ من بشکنید
باز نے کہا اگر میرا ایک پر (بھی) تم توڑو

یا زغم برگِ گلے بر من زنید
یا غصہ سے ایک پھول کی پنکھڑی میرے مارو

بیخِ چُغدستاں شہنشہ برکند
بادشاہ بوستان کی بیخ کنی کردے گا

خانہا تاں جملگی بر سر زند
تم سب کے گھونسلے اجاڑ دے گا

چُغد خود چہ بُود اگر بازے مرا
الو کیا ہوتا ہے اگر کوئی باز (بھی) میرا

دل برنجاند کند بر من جفا
دل رنجیدہ کرے اور مجھ پر ظلم کرے

شہ کند تودہ بہر شیب و فراز
بادشاہ ہر نشیب و فراز میں ڈھیر لگادے

صد ہزاراں خرمن از سرہائے باز
بازوں کے سروں کے لاکھوں کھلیان

۱؎ سیری: پیٹ بھرا پن۔ طین: مٹی۔ دِبس: انگور کا شیرہ۔ خرس: ریچھ۔ لاف: یعنی یہ اس کی بکواس ہے کہ اس کی شاہ سے دوستی ہے اور وہ اکثر کلائی پر بیٹھتا ہے۔ سلیماں سلیم کی جمع ہے، بھولا انسان۔ از راہ بُردن: دھوکا دینا، گمراہ کرنا۔

۲؎ جنس: ہم جنس مناسب۔ مُرغک: حقیر پرند۔ لوزینہ: بادام کا حلوا۔ سیر: لہسن۔ ساینت۔ زہے: عجب۔ مالیخولیا: جنون کی ایک قسم ہے۔ ناپذیر: ناقابل قبول۔ لاف خام: بے بنیاد شیخی۔ گول: بالفتح وداد: بھولا، احمق، ابلہ۔

۳؎ کمترین: اکثر مفسروں نے بھی اس طرح دھمکیاں دی ہیں۔ گفت: ابیار اور اردیار کوستانے پر ستیاں ویران کردی گئی ہیں۔ اگر باز۔ اردیار کوستانے سے عوام تو درکنار بڑے بڑے لوگ صاحب علم و ہنر برباد ہوئے ہیں۔ شیب: نشیب کا مخفف ہے پست زمین۔

پاسبانِ[1] من عنایاتِ وے ست
اُس کی مہربانیاں میری نگہبان ہیں

ہر کُجا کہ می روم شہ در پے ست
میں جہاں جاتا ہوں بادشاہ پیچھے ہوتا ہے

در دلِ سلطاں خیالِ من مقیم
بادشاہ کے دل میں میرا خیال جما ہوا ہے

بے خیالِ من دلِ سلطاں سقیم
میرے خیال کے بغیر بادشاہ کا دل رنجیدہ ہے

چوں بپرّاند مرا شہ در رَوِش
جب بادشاہ مجھے کسی رَوِش میں اُڑاتا ہے

یا بمِ اندر اوجِ جاں خوش پرورش
میں جان کی بلندی میں اچھی بالیدگی محسوس کرتا ہوں

ہمچو ماہ و آفتابے می پرم
میں چاند اور سورج کی طرح اُڑتا ہوں

پردہائے آسماں را بر درم
آسمان کے پردے چاک کر دیتا ہوں

روشنیِ[2] عقلہا از فکرتم
عقول کی روشنی میرے فکر (کے نور) سے ہے

انفطارِ آسماں از فطرتم
آسمانوں کا شق ہونا میری پیدائش کی وجہ سے ہے

بازدم و حیراں شود در من ہما
میں باز ہوں اور میرے سامنے ہما حیران ہوتا ہے

چُغد کہ بُود تا بداند سرِّ ما
اُلو کیا ہوتا ہے کہ ہمارا راز سمجھے؟

شہ برائے من ز زنداں یاد کرد
شاہ نے میری وجہ سے قید خانہ کو یاد کیا

صد ہزاراں بستہ را آزاد کرد
لاکھوں قیدیوں کو آزاد کر دیا

یک دمم با چُغدہا دمساز کرد
(مجھے) تھوڑی دیر کے لئے اُلوؤں کا ساتھی بنایا

از دمِ من چُغدہا را باز کرد
میرے دم بدم سے اُلوؤں کو باز بنا دیا

اے خنک[3] چُغدے کہ در پروازِ من
وہ اُلو خوش قسمت ہے جو کہ میری پرواز میں

فہم کرد از نیک بختی رازِ من
نیک بختی سے میرا راز سمجھ گیا

در من آویزید تا بازاں شوید
مجھ سے متعلق ہو جاؤ تاکہ باز بن جاؤ

گرچہ چُغدانید شہبازاں شوید
اگرچہ تم اُلو ہو باز بن جاؤ

آنکہ باشد با چُنیں شاہے حبیب
جو ایسے بادشاہ کا محبوب ہو

ہر کجا افتد چرا باشد غریب
جہاں بھی جا پڑے اجنبی کیوں ہو؟

ہر کہ باشد شاہ دَردش را دَوا
بادشاہ جس کے درد کی دوا ہو

گر چو نے نالد نباشد بینوا
اگرچہ وہ بانسری کی طرح نالہ کرے بے ساز و ساماں نہیں ہوتا

---

[1] پاسبان۔ خدا نے انبیاء کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔
مقیم۔ جاگزیں۔ بسقیم۔ بیمار۔
یا بم۔ یعنی جب خدا مجھے روحانی عروج عطا فرماتا ہے تو مجھے روح کی ترقی میں اچھی پرورش حاصل ہوتی ہے۔
می پرم۔ انبیاء کو معراج جسمانی اور اولیاء کو معراج روحانی حاصل ہو جاتی ہے۔

[2] روشنیِ عقلہا۔ یعنی فکر شوق کو نور میری وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ انفطار۔ آسمانوں میں شگاف ہونا۔ فطرتم۔ میری پیدائش کی وجہ سے ہے، آسمانوں کا انفطار انبیاء کی معراجوں یا بارشوں کے نزول کے لئے ہے۔ ہما۔ یعنی ملائکہ، افضل بشر، افضل ملائکہ سے افضل ہے۔ صد ہزاراں۔ بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم۔
یک دم۔ کفار، انبیاء کی صحبت سے اور مجرمین اولیاء کی صحبت سے کامل بن جاتے ہیں۔

[3] خنک۔ ٹھنڈا، خوش نصیب۔ پرواز۔ یعنی مرتبہ کمال۔ نیک بختی۔ سعادت ازلی۔ رازِ من۔ یعنی حسن عقیدت رکھے۔ آویزید۔ یعنی تعلق پیدا کرو۔ شہباز۔ ایک بڑی قسم کا باز ہے۔ شوید۔ انبیاء اور اولیاء کے اتباع سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ حبیب۔ محبوب۔ غریب۔ مسافر، اجنبی۔ ہر کہ۔ مقربین کا درد عشق کی وجہ سے جو مراتب کی بلندی پیدا کرتا ہے۔

مالکِ مُلکم[1] نیم من طبلِ خوار — طبلِ بازم می زند شہ از کنار

میں سلطنت کا مالک ہوں پیٹو نہیں ہوں — کنارے سے بادشاہ میری واپسی کا طبل بجاتا ہے

طبلِ بازِ من ندائے اِرجعی — حق گواہِ من برغمِ مُدّعی

میری واپسی کا طبل "واپس آجا" کی آواز ہے — مخالف کی ذلت کے ساتھ اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے

من نیم جنسِ شہنشہ دُور ازو — لیک دارم در تجلّی نور ازو

میں بادشاہ کا ہم جنس نہیں ہوں اُس سے جدا ہوں — لیکن تجلی میں اُس کا نور رکھتا ہوں

نیست جنسیت زروئے شکل و ذات — آب جنسِ خاک آمد در نبات

ہم جنس ہونا صورت اور ذات ہی کی وجہ سے نہیں ہے — (زمین کی پیداوار میں پانی، مٹی کی جنس ہو گیا

باد[2] جنسِ آتش آمد در قوام — طبع را جنس آمد است آخر مدام

بناوٹ میں ہوا، آگ کی جنس ہو گئی — خراب (آدمی کی) طبیعت کی جنس ہو گئی

جنسِ ما چوں نیست جنسِ شاہِ ما — مائے ما شد ہر مائے اُو فنا

ہماری جنس چونکہ ہمارے شاہ کی جنس نہیں ہے — ہماری ہستی اُس کی ہستی میں فنا ہو گئی ہے

چوں فنا شد مائے ما اُو ماند فرد — پیشِ پائے اسپ اُو گردم چو گرد

جب ہماری ہستی فنا ہو گئی وہ اکیلا رہ گیا — اُس کے گھوڑے کے پیر کے سامنے میں گرد کی طرح ہو گیا

خاک شد جان و نشانیہائے اُو — ہست بر خاکش نشانِ پائے اُو

ہماری جان خاک ہو گئی اور اُس کی نشانیاں — اِس (جہان) کی خاک پر اُسکے پاؤں کے نشان ہو گئے

خاکِ پایش شو برائے ایں نشاں — تا شوی تاجِ سرِ گردن کشاں

اِس نشان کے لئے اُسکے پاؤں کی خاک بن جا — تاکہ تو مالیشان لوگوں کے سر کا تاج بن جائے

تا نہ گوید[3] نقلِ من نوشید پیش از نقلِ من — قصدِ صورت کرد و بر اللہ زد

میرے مرنے سے پہلے میرا نقل چکھ لو — اُسنے صورت کو تاکا (اور) اللہ پر حملہ کیا

اے بسا کس را کہ صورت راہ زد — اے (مخاطب) بہت سے لوگوں کو صورت نے گمراہ کیا

---

[1] مالکِ الملک۔ بادشاہی کا مالک۔ طبلِ خوار۔ حریص۔ طبلِ باز۔ واپسی کا نقارہ، باز جب شکار کر چکتا ہے اُس کو واپس بلانے کیلئے نقارہ بجایا جاتا ہے۔ کنارہ۔ (ارجعی۔ تو واپس آجا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پاک روحوں کو واپس بلانے کے لئے فرماتا ہے، اللہ کا یہ فرمانا طبلِ باز ہے۔ رغمِ مدعی۔ مخالف کی ذلت۔

[2] باد۔ لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ بادشاہ اور وزیر کی جنس نہیں ہے لہٰذا اُسے کیا تعلق، اس کا جواب ہے کہ میں ہم جنس تو نہیں ہوں لیکن اُسکے نور کی تجلی مجھ پر پڑتی ہے جنسیت یعنی جنسیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم شکل و صورت ہو بلکہ تعلق اور مناسبت کی وجہ سے ہم جنس بنا تا ہے۔ آب۔ زمین کی پیداوار میں پانی اور مٹی کا باہم تعلق ہے حالانکہ دونوں کی شکل و صورت جدا جدا ہے۔

[3] نہ گوید۔ چند مثالیں دیکر سمجھایا ہے کہ باہمی تعلق شکل و صورت کے اتحاد پر موقوف نہیں ہے ہوا آگ کی حقیقت میں داخل ہے اور اُس سے متعلق ہے اگر ہوا نہ ہو تو آگ ٹھنڈا بجھ جاتی ہے طبیعتِ انسانی اور خراب میں تعلق ہے۔ شراب پی کر طبیعت میں مستی آجاتی ہے۔ مائے۔ انانیت، ہستی۔ فنا یعنی ہم اللہ کے ہم جنس تو نہیں ہیں لیکن ہم نے اپنی ہستی کو اُس کیلئے فنا کر دیا ہے۔ خاک۔ ہم نے اپنے آپ کو مٹی میں ملا دیا اور اُس

ہستی پر اُس کے نقشِ قدم ہیں۔ گردن کشاں۔ مالیشاں لوگ۔

[3] نقل۔ بفتحِ میوہ وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جائے بالفتح نقلِ مکانی، انتقال یعنی محض صورتِ ظاہری پر نظر کر کے تحقیر کرنی چاہیئے اور استخفاف سے محروم نہ رہنا چاہیئے۔ بسا کس۔ کافر انجیا۔ کو صورتاً اپنا جیسا دیکھ کر مُنکر بنتے تھے اور مخالفت کرتے تھے جو دراصل اللہ کی مخالفت ہوتی تھی۔

آخر این جاں با بدن پیوستہ است
آخر یہ جان، بدن کے ساتھ ملی ہوئی ہے

ہیچ این جاں با بدن مانستہ است
کہیں یہ جان، بدن سے مشابہ ہے؟

تاب نورِ چشم با پیہ است جفت
آنکھ کے نور کی چمک آنکھ کی چربی سے ملی ہوئی ہے

نورِ دل در قطرۂ خونے نہفت
دل کا نور، خون کے ایک قطرے میں چھپا ہوا ہے

شادی اندر گردہ و غم در جگر
خوشی گردے میں اور غم جگر میں (ہے)

عقل چوں شمعے درونِ مغزِ سر
عقل شمع کی طرح سر کے مغز میں ہے،

رائحہ در انف و منطق در لسان
خوشبو ناک میں، اور گویائی زبان میں (ہے)

لہو در نفس و شجاعت در جنان
کھیل کود نفس میں اور بہادری قلب میں (ہے)

ایں تعلقہا نہ بے کیف و بہ جوں
کیا یہ تعلقات ناقابلِ بیان اور ناقابلِ خیال نہیں ہیں؟

عقلہا در دانش چونی زبوں
عقلیں (ان کی) کیفیت کے سمجھنے سے قاصر ہیں

جانِ کُل با جانِ جزو آمیب کرد
جانِ کل نے جانِ جزو پر اثر ڈالا

جاں ازو دُرِّے ستد در جیب کرد
جانِ اجزو نے اس سے موتی لیا اور جیب میں ڈال لیا

ہمچو مریم جاں ازاں آسیب جیب
(حضرت) مریمؑ کی طرح جان اس دل کی تاثیر سے

حاملہ شد از مسیحِ دلفریب
حسین مسیح سے حاملہ ہو گئی

آں مسیحے کز مساحت برتر ست
وہ مسیح جو ناپ تول سے بالا ہے

آں مسیحے نے کہ بر خشک و تر ست
وہ مسیح نہیں جو بحر و بر پر ہے

پس ز جانِ جاں چو حاملِ گشت جاں
تو جب جہان، جانِ جاں سے حاملہ ہو گئی

از چنیں جانے شود حاملِ جہاں
ایسی جان سے جہاں پُر ہو جاتا ہے

پس جہانِ دیگرے آید جہان
تو جہان دوسرا جہان جن دیتا ہے

ایں حشر را دانما ید محشرے
یہ گروہ (جہان دیگر) اس گروہ کا محشر نمایاں کر دیتا ہے

تا قیامت گر بگویم بشمرم
قیامت تک اگر میں بتاؤں (اور) گنوں

من ز شرحِ ایں قیامت قاصرم
میں اس قیامت کی تشریح سے عاجز ہوں

تا قیامت ایں قیامت را اگر
قیامت تک اس قیامت کی اگر

شرح گویم قاصر آیم اے پسر
میں شرح کروں اے صاحبزادے! میں عاجز آجاؤں

لہو سے تمام دنیا مستفید ہوتی ہے۔ ایں حشر۔ بزرگوں سے فیض حاصل کرنیوالے اپنے پہلے بزرگوں کی شہرت اور نمود کا سبب بنتے ہیں۔ محشر۔ قیامت میں سب کے وجود ظاہر ہو جائینگے اسی طرح مستفید ہونیوالے بزرگوں کے وجود کو نمایاں کرتے ہیں۔ تا قیامت۔ پھر مستفیدین اور مستفیدین سے مستفیدین کا سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا۔ تا قیامت جبکہ

۱؎ آخر۔ جسم اور روح میں بھی تعلق ہے اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہے تو منکرین حضرات کی عدم مشابہت سے تعلق کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ تاب نور۔ جب آنکھ کی چربی نورِ چشم کا مظہر اور دل کا قطرۂ خون نور کا مظہر ہو سکتے ہیں تو ایک انسان کے نورِ حق سے متعلق ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ شادی۔ گردہ اور خوشی میں، غم اور جگر میں، عقل اور مغز میں صورۃً مشابہت نہیں ہے لیکن باہمی تعلق ظاہر ہے۔ رائحہ۔ خوشبو۔ انف۔ ناک۔ چناں۔ دل۔ ان چیزوں میں صورۃً مشابہت نہیں اور تعلق ظاہر ہے۔ ایں تعلقہا۔ پہلے جن چیزوں کا باہمی تعلق بتایا ہے اس تعلق کو پوری طرح سمجھنا مشکل ہے لہٰذا تعلق مع اللہ کی کیفیت بیان کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔

۲؎ جانِ کُل۔ ذاتِ حق، یہ انسان سے خدا کے تعلق کو بیان ہے۔ جانِ جزو۔ انسان۔ ہمچو۔ اثر۔ ہمچو مریمؑ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کو متاثر کیا اور وہ حاملِ امانت ہو گیا جس طرح حضرت مریمؑ کے گریبان میں پھونک ماری اور وہ حضرت مسیحؑ سے حاملہ ہو گئی تھیں۔ مسیحے۔ حضرت مریمؑ تو ایک انسان مسیحؑ سے حاملہ ہوئیں مومن کا قلب تجلیاتِ رب کا حامل ہو گیا۔ خشک و تر۔ بحر و بر۔ مساحت۔ ناپنا۔

۳؎ جانِ جاں۔ روح الارواح، ذاتِ حق۔ حاملِ حق۔ شیخ کے قلبی

ایں سخنہا[1] خود بمعنیٰ یارب ست
خود یہ باتیں یارب کے معنی میں ہیں

حرفہا دام دم شیریں لبے ست
(انکے حرف خیر لب (محبوب) کی گفتگو کا جال ہیں)

چوں کند تقصیر پس چوں تن زند
کوتاہی کیوں کرے اور خاموش کیوں رہے؟

چونکہ لبیکش ز یارب می رسد
جبکہ یارب کی وجہ سے اسکے پاس لبیک کی آواز پہنچ

ہست لبیکے کہ نتوانی شنید
وہ ایسی لبیک ہے جو سنی نہیں جا سکتی

لیک سر تا پائے تو انی چشید
ہاں سر سے پیر تک تو چکھ سکتا ہے

یک مثل[2] آور دمت تا لے بری
میں تیرے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں تاکہ تجھے بہتر سمجھ آجائے

وز چنیں لبیک ہا ں برخوری
اور اس طرح کی پرشش و لبیک سے پھل حاصل

کُلوخ انداختن تشنہ از سر دیوار در جوئے آب
پیاسے کا دیوار پر سے پانی کی نہر میں مٹی کے ڈلے پھینکنا

بر لب جوئے بود دیوارے بلند
ایک نہر کے کنارے پر ایک اونچی دیوار تھی

بر سر دیوار تشنہ دردمند
دیوار پر مصیبت زدہ پیاسا (بیٹھا تھا)

تشنۂ مستسقیِ زار و نزار
پیاسا، پانی کا طلبگار، بدحال اور لاغر

عاشقِ مست غریبِ بے قرار
عاشق، مست، پردیسی بے قرار تھا

مانعش از آب آں دیوار بود
وہ دیوار اس کے لئے پانی سے روک تھی

از پئے آب او چو ماہی زار بود
پانی کے لئے وہ مچھلی کی طرح بے تاب تھا

شد حجابِ آب آں دیوارِ او
اس کی وہ دیوار پانی کی آڑ بنی

بر فلک می شد فغانِ زارِ او
اس کی دردناک فریاد آسمان پر پہنچتی تھی

ناگہاں انداخت او خشتے در آب
اچانک اس نے ایک اینٹ پانی میں پھینکی

بانگِ آب آمد بگوشش چوں خطاب
اس کے کان میں پانی کی آواز پکار کی طرح آئی

چوں خطاب[3] یارِ شیریں دلپذیر
دوست کی میٹھی اور دلپذیر گفتگو جیسی

مست کرد آں بانگ آبش چوں نبیذ
اسکو پانی کی اس آواز نے شراب کیطرح مست کردیا

از صفائے بانگِ آب آں ممتحن
وہ مصیبت زدہ پانی کی آواز کی صفائی کو دیکھ کر

گشت خشت انداز و ز انجا خشتکن
اینٹ پھینکنے والا اور اس جگہ سے اینٹ کا ذخیرہ بڑھتا گیا

آب می زد بانگ یعنی مے ترا
پانی پکارتا تھا یعنی اوے تجھے

فائدہ چہ زیں زدن خشتے مرا
میرے اینٹ مارنے سے کیا فائدہ ہے؟

[1] ایں سخنہا۔ یہ نصیحت کی باتیں، جو بزرگ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لوگوں کی اصلاح پر مامور ہوتے ہیں ان کا وعظ و نصیحت کرنا ذکر الٰہی کے ہم معنی ہوتا ہے۔ یارب۔ یعنی ذکر خداوندی۔ حرفہا دام۔ ذکر اور نصیحت سے خدا سے شرف ہمکلامی حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لبیک کی صدا آتی ہے تو گویا یارب کہنا اللہ تعالیٰ کی گفتگو کے لئے جال اور سبب ہے۔ چوں کند۔ جبکہ ذکر سے شرف ہمکلامی حاصل ہوتا ہے تو کیوں بدنصیب ہوگا جو ذکر کرنے سے باز رہے گا۔ لبیک۔ میں حاضر ہوں یہ پکارنے والے کے جواب میں کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ جواب خفیہ نہیں ہے بلکہ ادا ہوتی ہے۔

[2] یک مثل۔ ذکر کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو لبیک کی آواز آتی ہے وہ خفیہ نہیں ہے بلکہ ادا ہوتی ہے اس کو اس قصے سے سمجھانا ہے کہ پیاسے کے لئے پانی کی آواز بھی ایک لذیذ چیز ہے جو پیاسا نہ ہو وہ اس آواز سے کوئی لطف حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ مستسقی۔ پانی کا طلبگار۔ زار۔ بدحال۔ نزار۔ لاغر۔ عاشق۔ یعنی پانی کا عاشق۔ مست۔ یعنی پانی کے عشق سے۔

[3] خطاب۔ یعنی ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے جو پانی میں آواز پیدا ہوئی وہ پیاسے کے لئے ایسی ہی تھی جیسے ذاکر کے لئے لبیک کی آواز۔ نبیذ۔ شراب۔ ممتحن۔ آزمائش میں گرفتار۔ خشت۔ اینٹ۔ بانگ آب۔ پانی کی آواز۔ مے۔ شراب۔

تشنہ گفت آبا مرا دو فائدہ است
پیاسے نے کہا اے پانی میرے دو فائدے ہیں

من ازیں صنعت ندارم ہیچ دست
میں اس کام سے کبھی دست بردار نہ ہوں گا

فائدہ اوّل سماعِ بانگِ آب
پہلا فائدہ تو پانی کی آواز کا سننا ہے

کو بُود مر تشنگاں را چوں سحاب
جو پیاسوں کے لئے ابر کی طرح ہوتی ہے

بانگِ اُو چوں بانگِ اسرافیل شُد
اس کی آواز اسرافیلؑ کی آواز کی طرح ہے

مُردہ ازیں زندگی تحویل شُد
مُردے کو اس سے زندگی حاصل ہو جاتی ہے

یا چو بانگِ رعد ایامِ بہار
یا موسم بہار میں بادل کی گرج کی آواز کی طرح ہے

باغ می یابد ازو چندیں نگار
جس سے باغ بہت سے نقش و نگار حاصل کر لیتا ہے

یا چو بر درویش[۵۲] آوازِ زکات
یا (ایسی ہے) جیسی فقیر کیلئے زکات (دینے والے) کی آواز

یا چو بر محبوس پیغامِ نجات
یا (ایسی ہے) جیسے قیدی کے لیے رہائی کا پیغام

یادم رحمٰن بُود کاں از یمن
یا اللہ (تعالےٰ) کی وہ گفتگو تھی جو یمن سے

میرسد سوئے محمدؐ بے دہن
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بغیر منہ کے پہنچتی ہے

یا چو بوئے احمدِ مرسل بُود
یا (رسول (اللہ) احمدؐ کی خوشبو تھی

کاں بعاصی در شفاعت میرسد
جو ایک گنہگار کو شفاعت (کے وقت) میں پہنچے گی

یا چو بوئے[۵۳] یوسفِ خوب لطیف
یا حسین پاکیزہ یوسفؑ کی خوشبو کی طرح

میزند بر جانِ یعقوبِ نحیف
جو اثر (حضرت) یعقوبؑ کی جان پر اثر کرتی ہے

یا نسیم روضۂ دار السلام
یا بہشت کے باغ کی خوشگوار ہوا ہے

سوئے عاصی می رسد بے انتقام
جو بخشے ہوئے گنہگار کو پہنچتی ہے

یا سوئے مسِ سیہ از کیمیا
یا کالے تانبے کے پاس کیمیا کی جانب سے

می رسد پیغام کاے ابلہ بیا
پیغام پہنچتا ہے کہ اے بیوقوف آ (اسکی طرح ہے)

یا زلیلیٰ بشنود مجنوں کلام
یا (جس طرح کہ) لیلیٰ کی جانب سے مجنوں کلام سنتا ہے

یا فرستد وَیس را رامیں پیام
یا وَیس (معشوق) رامین (عاشق) کو پیغام بھیجتی ہے

فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کزیں
دوسرا فائدہ (یہ ہے) کہ ہر اینٹ جو اس سے

برکنم آیم سوئے مادرِ معیں
میں اکھاڑتا ہوں صاف پانی کی جانب آجاتا ہوں

پیاسے کے لئے پانی کی آواز تھی۔ وَیس۔ عرب کی مشہور معشوقہ ہے جیسا کہ لیلیٰ۔ رامین۔ عرب کا مشہور عاشق ہے جیسا کہ مجنوں۔ فائدہ دیگر = اینٹ اکھاڑنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دیوار کم ہو رہی ہے اور پانی کا قرب بڑھ رہا ہے۔

۵۱ آبا۔ اے پانی۔ مرادم۔ نہ بردارم۔ سحاب۔ پیاسا جس طرح ابر کو دیکھ کر خوش ہتا ہو پانی کی آواز سن کر بھی خوش ہوتا ہے۔ اسرافیلؑ۔ حضرت اسرافیلؑ کے صور سے مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ مُردہ یعنی جو پیاس سے مر رہا ہے پانی کی آواز سے اس کو ایک زندگی مل جاتی ہے۔ رعد ایام بہار۔ موسم بہار میں بادل کی گرج سے بشاشت حاصل کرتا ہے۔

۵۲ درویش۔ فقیر جب زکوٰۃ دینے والے کی آواز سنتا ہے تو اسمیں نشاط پیدا ہو جاتا ہے۔ دم رحمٰن۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا مجھے خدائی سانس یمن کی جانب سے پہنچتا ہے بے دہن۔ خدا کا کلام اور اس دہن سے منزہ ہے۔ بوئے احمدؐ۔ شفاعت کے وقت آنحضورؐ کی خوشبو گنہگار کے لئے جانفزا ہوگی۔

۵۳ بوئے یوسفؑ۔ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے کرتے کی خوشبو بہت دور سے محسوس کر لی تھی جو ان کے نشاط کا سبب بنی۔ نحیف۔ کمزور۔ لا غر۔ نسیم۔ ہلکی خوشگوار ہوا۔ روضہ۔ باغ۔ دار السلام۔ بہشت کے آٹھ طبقوں میں سے ایک طبقہ کا نام ہے۔ بے انتقام۔ یعنی وہ گنہگار جس کو گناہوں کی سزا نہ ملی ہو۔ از کیمیا۔ کیمیا کی آواز سونے کے لئے ایسی ہی روح فزا ہے جیسے

کژ[1] کمی خشت دیوار بلند — پست تر گردد بہر دفعہ کہ کند

اسلئے کہ اونچی دیوار ایک اینٹ کی کمی سے — جتنی مرتبہ اکھڑتی ہے زیادہ نیچی ہو جاتی ہے

پستی دیوار قربے می شود — فصل او درمان وصلے می شود

دیوار کی نیچائی ایک نزدیکی بن جاتی ہے — اس اینٹ کا جدا ہونا وصل کا سبب ہو جاتا ہے

پستی آمد کندن خشت کژب — موجب قربت کہ واسجد واقترب

جھکی ہوئی اینٹ کا اکھاڑنا پستی کا سبب اپنا — یہ اقرب کا سبب ہے (جیسا کہ سجدہ کر اور قریب ہو جا)

تا کہ ایں دیوار عالی گردن ست — مانع ایں سر فرود آوردن ست

جب تک یہ دیوار اونچی گردن والی ہے — یہ سر جھکانے سے مانع ہے

سجدہ نتواں کرد بر آب[2] حیات — تا نیابی زیں تن خاکی نجات

آب حیات پر سجدہ نہیں کیا جا سکتا — جبتک کہ تو اس مٹی کے جسم سے نجات نہ پائیگا

بر سر دیوار ہر کو تشنہ تر — زود تر او میکند خشت و مدر

جو شخص دیوار پر زیادہ پیاسا (بیٹھا) ہوگا — وہ اینٹ اور ڈھیلا جلد اکھاڑے گا

ہر کہ عاشق تر بود بر بانگ آب — او کلوخ زفت برکند از حجاب

جو پانی کی آواز پر زیادہ عاشق ہوگا — وہ آڑے بڑے بڑے ڈھیلے اکھاڑیگا

او زبانگ آب پرمے تا عنق — نشنود بیگانہ جز بانگ بلق

وہ پانی کی آواز سے گلے تک شراب سے بھرے — بیگانہ سوائے گڑپ گڑپ کی آواز کے کچھ نہیں سنتا ہے

اے خنک[3] آں را کہ او ایام پیش — مغتنم دارد گذارد دام خویش

اندراں ایام کش قدرت بود — صحت و زور دل و قوت بود

اے (مخاطب) خوش نصیبی ہے جو شروع کے زمانے کو — غنیمت سمجھے (اور) اپنا قرض ادا کر لے

اس زمانے میں جبکہ اس کو قدرت ہوتی ہے — صحت اور دل کی طاقت اور قوت ہوتی ہے

واں جوانی ہمچو باغ سبز و تر — می رساند بے دریغے بار و بر

اور وہ جوانی سرسبز و شاداب باغ کی طرح — بے دریغ پھل اور میوے دیتی ہے

چشمہائے قوت و شہوت رواں — سبز می گردد زمین تن بداں

قوت اور شہوت کے چشمے جاری ہیں — جسم کی زمین اس سے سرسبز ہوتی ہے

خانہ معمور سقفش بس بلند — معتدل ارکان بے تخلیط و بند

گھر آباد ہے، اس کی چھت اونچی ہے — بغیر گڑبڑ اور ٹکاوٹ کے ستون ٹھیک ہیں

---

[1] کژ کمی یعنی اینٹ کا جس قدر پانی سے فاصلہ تھا وہ اینٹ کے اکھڑنے سے کم ہو رہا تھا۔ فصل او۔ اینٹ کا اکھڑنا یا اس کے پانی سے وصل کو قریب کر رہا تھا۔ پستی آمد جس طرح سے دیوار کا پست ہونا قربت اور وصل کا سبب تھا اسی طرح انسان کا پست ہونا اور سجدہ میں گرنا قرب خداوندی کا سبب ہے جیسا کہ قرآن کی آیت میں کہا گیا ہے۔ کژب۔ چکنے والا۔ تا کہ جب تک انسان تن پروری کریگا اور اپنی گردن کو اونچا رکھے گا وہ دیوار ہے جو پانی کے وصل سے مانع تھی۔

[2] آب حیات۔ ذات خداوندی کا سجدہ اور قرب جب حاصل ہوگا جب تن خاکی کی ہڈیاں اکھاڑ دوگے۔ تشنہ تر۔ جو وصل کا زیادہ پیاسا ہوگا وہ وصل کے اسباب جلد حاصل کریگا۔ زفت۔ موٹا مضبوط۔ حجاب۔ پردہ مراد۔ اس لیے کہ پانی کی آواز سے شراب کا سا نشہ حاصل ہو رہا تھا بیگانہ جس کو پانی کی حاجت نہیں ہے۔ بلق۔ پانی میں کسی چیز کے گرنے کی آواز۔

[3] اے خنک۔ جوانی کی عبادت اور مجاہدہ بہت افضل ہے۔ دام۔ فرض یعنی حقوق اللہ کے حقوق۔ اندراں ایام یعنی جوانی کا زمانہ۔ جوانی۔ جوانی کے مجاہدات بہت جلد ثمر ہوتے ہیں سبز سرسبز تر و تازہ زمین یا عمر زیادہ بہتر پیداوار کرتی ہے۔ معمور آباد۔ ارکان ستون۔

نورِ چشم[1] و قوتِ ابدال بجا — قصرِ محکم خانہ روشن پُر صفا

آنکھوں کی روشنی اور جسموں کی طاقت بحال ہے — قلعہ مضبوط، گھر روشن صفا ستھرا ہے

ہیں علیمت داں جوانی اے پسر — سر فرود آور بکن خشت و مدر

اے صاحبزادے! خبردار جوانی کو غنیمت سمجھ — سر جھکا لے، اینٹ اور ڈھیلا اکھاڑ دے

پیش ازاں کایام پیری در رسد — گردنت بند و بحبلِ من مسد

اس سے پہلے کہ بڑھاپے کا زمانہ آئے — تیری گردن مونج کی رسی سے بندھ جائے

خاک شورہ گردد و ریزان و سست — ہر گزار شورہ نبات خوش نرست

مٹی شوریلی اور جھڑنے والی اور سست ہو جائے — شوریلی زمین میں کبھی اچھی گھاس نہیں اُگتی ہے

آبِ زور و آبِ شہوت منقطع — اوز خویش و دیگراں نا منتفع

طاقت کا پانی اور شہوت کا پانی منقطع ہو جائے — وہ اپنے آپ، اور دوسروں سے نفع نہ اٹھا سکے

ابروان چوں پاردم[2] زیر آمدہ — چشم رانم آمدہ تاری شدہ

ابروئیں چوبی کی طرح ڈھلی ہوئی — آنکھ میں موتیا اترا ہوا دھندلائی ہوئی

از شخ رو چو پشت سوسمار — رفتہ نطق و طعم و دندانہا ز کار

جھریوں سے چہرہ گوہ کی کمر کی طرح — گویائی اور ذائقہ ختم، اور دانت بیکار

پشت دو تا گشتہ دل سست و تپاں — تن ضعیف و دست و پا چوں ریسماں

کمر دوہری، دل سست اور لرزاں — جسم کمزور، ہاتھ پیر دھاگا جیسے

بر سرِ رہ زاد کم مرکوب سست — غم قوی و دل تنک تن نادرست

راستہ پر، توشہ ندارد، سواری سست — غم بھاری، دل کمزور، جسم بگڑا ہوا

خانہ ویراں کار بے ساماں شدہ — دل ز افغاں ہمچو نای[3] انباں شدہ

گھر تباہ، کام بے سہارا — دل فریاد سے مشک والی بین کی طرح

عمر ضائع سعی باطل راہ دور — نفس کاہل دل سیہ جاں ناصبور

عمر برباد، کوشش بیکار، راستہ دراز — نفس سست، دل کالا، جان بے صبر

موئے بر سر ہمچو برف از بیم مرگ — جملہ اعضا لرز لرزاں ہمچو برگ

موت کے ڈر سے سر پر بال برف جیسے — تمام اعضاء پتے کی طرح سخت لرزاں

روز بے گہ لاشہ لنگ و رہ دراز — کارگہ ویراں عمل رفتہ ز ساز

دن بے وقت، گدھا لنگڑا اور راستہ دراز — کارخانہ ویران، عمل ناکارہ

[1] نورِ چشم۔ جوانی میں حواس ظاہری اور حواسِ باطنی سب صحیح حالت میں ہوتے ہیں۔ لیکن خشت و مدر یعنی بُرے اخلاق زائل کر دے۔ گردنت بند و یعنی بڑھاپے میں عبادت نہ ہو سکے گی۔ مُسند۔ کھجور کے ریشے یا مونج کی رسی۔ خاک شورہ۔ بڑھاپے میں عبادت اور نیکیات کے ثمرہ خیرات حاصل نہیں ہوتے ہیں، بڑھاپے کا بدن شوریلی زمین کی طرح ہے جو بارآور نہیں ہوتی ہے۔ آبِ زور۔ جس زمین کی آبپاشی نہیں ہوتی اگلی پیداوار اچھی نہیں ہوتی ہے۔ اوز خویش۔ بڑھاپے میں انسان نہ اپنے لائق رہتا ہے نہ مہمان کے لائق رہتا ہے۔

[2] پاردم۔ چوبی۔ زیر آمدہ۔ بڑھاپے میں بھنویں لٹک کر آنکھوں پر آجاتی ہیں۔ چشم۔ بڑھاپے میں موتیابند ہو جاتا ہے اور آنکھوں میں دھند پیدا ہو جاتی ہے۔ تفتح۔ انٹین۔ بچے شکوتے ہیں تو گال میں جھریاں اور سلوٹیں پڑ جاتی ہیں۔ سوسمار۔ گوہ جس کی کمر کھردری ہوتی ہے۔ نطق۔ گویائی۔ طعم۔ ذائقہ۔ دندانہا۔ دہرا۔ ریسماں۔ دھاگا، رسی۔ زاد۔ توشہ۔ مرکوب۔ سواری۔ تنک۔ تنگ۔ پریشان۔

[3] نای انباں۔ مشک والی بین، مشک کو بین سے جوڑ دیا جاتا ہے اور آہیں بھر بھر دی جاتی ہے جس سے میوزک بجتی رہتی ہے۔ ہمچو برف یعنی سفید۔ لاشہ۔ مُردہ حیوان یا انسان، گدھا۔ کارگہ۔ کارخانہ۔

بیخہائے خوئے بد محکم شدہ
بُری عادتوں کی جڑ مضبوط

قوت برکندن آں گم شدہ
اُس کے اُکھاڑنے کی طاقت گم

فرمودن والی شخص را کہ خار بُن کہ نشاندہ از سر راہ

حاکم کا ایک شخص سے کہنا کہ کانٹوں کا جھاڑ جو تونے بویا ہے لوگوں

مردماں بر کن و عذر آوردن اُو

کے راستہ سے اُکھاڑ دے اور اُس کا عذر کرنا

ہمچو آں شخص درشت خوش سخن
اُس باتونی، سنگدل، انسان کی طرح

درمیانِ رہ نشاند او خار بُن
جس نے راستہ میں کانٹوں کا جھاڑ بویا

رہ گذر یانش سلامت گر شدند
راستہ چلنے والے اُس کو سلامت کرتے

پس بگفتندش بکن آنرا نکند
اس نے کہا، اُس کو اُکھاڑ، اُس نے نہ اُکھاڑا

ہر دمے آں خار بُن افزوں شدے
ہر وقت وہ جھاڑ بڑھتا رہا

پائے خلق از زخم آں پُر خوں شدے
لوگوں کے پیر اُس کے زخم سے خون آلود ہوتے

جامہائے خلق بدریدے ز خار
کانٹوں سے لوگوں کے کپڑے پھٹتے

پائے درویشاں بخستے زار زار
غریبوں کے پیر خوب زخمی ہوتے

چونکہ حاکم را خبر شد زیں حدیث
جب حاکم کو اس بات کی خبر ہوئی

یافت آگاہی ز فعلِ آں خبیث
اُس خبیث کے کام سے واقف ہو گیا

چوں بجد[2] حاکم بدو گفت ایں بکن
جب حاکم نے تاکید سے اُس سے کہا اُسکو اُکھاڑ دے

گفت آرے برکنم روزیش من
بولا، ہاں کسی دن میں اُسکو اُکھاڑ دونگا

مدتے فردا و فردا وعدہ داد
ایک زمانہ تک کل کل کا وعدہ کرتا رہا

شد درخت خارِ او محکم نہاد
وہ خاردار درخت مضبوط جڑ کا ہو گیا

گفت روزے حاکمش اے وعدہ کژ
ایک روز حاکم نے اُس سے کہا اے وعدہ خلاف!

پیش آ در کارِ ما واپس مَغَژ
ہمارے (کیے ہوئے) کام میں پیشقدمی کر واپس نہ جا

گفت الایام[3] باعد بیننا
بولا، زمانہ نے ہم میں دوری پیدا کر دی

گفت عجل لا تماطل دیننا
اُس (حاکم) نے کہا جلدی کر ہمارا قرض میں ٹال مٹول نہ کر

تو کہ می گوئی کہ فردا این بداں
تو جو کہتا ہے کہ "کل" یہ سمجھ لے

کہ بہر روزے کہ می آید زماں
کہ ہر دن جو وقت بھی آتا ہے

---

[1] بیخہائے بد۔ بڑھاپے میں بُری عادتیں اور راسخ ہو جاتی ہیں اور ان کو چھوڑنے کی طاقت کمزور ہو جاتی ہے۔
فرمودن۔ اس حکایت کا علاوہ بھی یہی ہے کہ بدخصلتوں کا اگر ازالہ نہ کیا جائے تو وہ اور جڑ پکڑ جاتی ہیں۔ درشت۔ سنگدل۔ خوش سخن۔ باتونی۔ خار بُن۔ کانٹوں والا درخت۔ رہ گذریاں۔ راستہ چلنے والے۔ حدیث۔ بات۔ بکن۔ یعنی راستہ میں کانٹے بونا۔

[2] بجد۔ یعنی تاکید اور سختی سے۔ فردا۔ کل۔ نہاد۔ جڑ بنیاد۔ وعدہ کژ۔ وعدہ خلاف۔ مغژ۔ مزید ان سے بھی کا صیغہ ہے، گھٹنوں کے بل نہ چل۔

[3] الایام۔ دن۔ زمانہ۔ باعد۔ دوری پیدا کر دی ہے بیننا۔ ہمارے درمیان۔ عجل۔ تو جلدی کر۔ لا تماطل۔ ٹال مٹول نہ کر۔ دیننا۔ ہمارا قرض۔ کہ فردا۔ یعنی کل کو کاٹ دونگا۔

آں درختِ بد جواں تر می شود
وہ خراب درخت زیادہ جوان ہوتا جاتا ہے

ویں کنندہ پیر و مُضطر می شود
اور یہ اُکھاڑنے والا بوڑھا اور مجبور ہوتا جاتا ہے

خاربُن در قوت و بر جاستن[1]
خاردار درخت قوت اور بلند ہونے میں ہے

خار کَن در سُستی و در کاستن
کانٹے اُکھاڑنے والا سستی اور گھٹاؤ میں ہے

خاربُن ہر روز و ہر دم سبز و تر
خاردار درخت ہر دن اور ہر وقت سبز و تازہ ہے

خار کَن ہر روز زار و خشک تر
کانٹے اُکھاڑنے والا ہر دن کمزور اور زیادہ خشک ہوتا

اُو جواں تر می شود تو پیر تر
وہ زیادہ جوان ہو رہا ہے اور تو زیادہ بوڑھا

زود باش و روزگارِ خود مبر
جلدی کر، اور اپنا وقت ضائع نہ کر

خاربُن داں ہر یکے خوئے بدت
اپنی ہر بُری عادت کو خاردار درخت سمجھ

بارہا در پائے خار آخر زدت
بارہا کانٹا تیرے پیر میں چبھا ہے

بارہا بر فعلِ خود نادم شدی
تو بارہا اپنے فعل پر نادم ہوا ہے

بارہا از خوئے[2] خود خستہ شدی
تو بارہا اپنی عادت سے زخمی ہوا ہے

برسرِ راہِ تحیّر آمدی
تو حیرانی کے راستہ پر آیا ہے

حِسّ ندا، سخت بے حِس آمدی
تجھے حساس نہیں ہے تو سخت بے حس ثابت ہوا ہے

دنِ دیگر کساں
اگر دوسروں کو زخمی کرنے سے

کہ ز خُلقِ زشتِ تو ہست آں رساں
جو کہ تیرے بُرے اخلاق سے (وہ زخم) لگے ہیں

غافلی بارے ز زخمِ خود نہ
تو غافل ہے لیکن اپنے زخم سے تو (غافل) نہیں ہے

تو عذابِ خویش و بر بیگانہ
تو اپنے لئے اور دوسروں کے لئے عذاب ہے

یا تبر گیر و بہ بُن مردانہ زن؟
یا کلہاڑا لے اور بہادروں کی طرح (جڑ پر) مار

تو علیؓ دار ایں درِ خیبر بکن
تو علیؓ کی طرح خیبر کے اس دروازہ کو اکھاڑ دے

ورنہ[3] چوں صدیق و فاروقِ نہیں
(ورنہ (حضرت) صدیقؓ اور بزرگ فاروقؓ کی طرح

ہیں طریقِ دیگراں را برگزیں
خبردار! دوسروں کا طریقہ اختیار کر

یا بگلبن وصل کُن ایں خار را
یا اس کانٹے کو پھول کے ساتھ ملا لے

وصل کُن با نارِ نُورِ یار را
آگ کو دوست کے نور کے ساتھ وابستہ کر دے

تا کہ نورِ اُو کُشد نارِ ترا
تاکہ اس کا نور تیری آگ کو بجھا دے

وصلِ اُو گلشن کُند خارِ ترا
اس کا ملنا تیرے کانٹے کو گلستان بنا دے

---

[1] برجا ستن۔ اٹھنا اور جما ہونا۔ کاستن۔ گھٹنا، کم ہونا۔
تحیر۔ پہلے مصرع میں بمعنی حیرت اور دوسرے میں بمعنی زیادہ ہے۔ خاربُن داں یعنی خاردار درخت اپنی بُری عادت کو سمجھ۔ بارہا۔ بُری عادتوں سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے۔
تحیر۔ حیران ہونا۔

[2] خوئے۔ یعنی بد عادت۔ خُلقِ زشت۔ بُرے اخلاق۔ غافل۔ غافل ہستی۔ بے خبر ہستی۔ بر بیگانہ۔ بر بیگانہ ہستی۔ تبر۔ کلہاڑا۔ یعنی اخلاقِ رذیلہ خود اپنے مجاہدات سے دور کرے۔ علیؓ کردار۔ حضرت علیؓ کی طرح حضرت علیؓ کا مسلک مسلکِ ہدایت تھا جس میں مخلوق سے علیحدہ رہ کر مجاہدات کے ذریعہ مقامات طے کئے جاتے ہیں۔ خیبر ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے دو منزل ہے وہاں یہود قلعہ بند ہو گئے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ دیا تھا جو اس قدر بھاری تھا کہ اس کو سات آدمیوں نے اور ایک روایت کے مطابق چالیس آدمیوں نے اٹھانا چاہا تو وہ نہ اٹھ سکا۔

[3] ورنہ۔ بحضرات شیخین کا مسلک، مسلکِ نبوت تھا جس میں متوجہ بمخلوق رہتے ہیں۔ یا بگلبن۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی شیخ کی خدمت میں رہے۔ نار۔ یعنی مرید کے اخلاقِ ذمیمہ۔

تو مثالِ[1] دوزخی اُو مُومن ست — کشتنِ آتش بمُومن ممکن ست
تو دوزخ جیسا ہے، وہ مُومن ہے — مُومن کے ذریعہ آگ بجھانا ممکن ہے

مصطفیٰؐ فرمود از گفتِ جحیم — کو بمُومن لا بہ گردد زو بیم
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کی گفتگو نقل فرمائی ہے — کہ وہ خوف سے مُومن کی خوشامد کرے گی

گوید ش بگذر زمن اے شاہ زود — بیں کہ نورت سوزِ نارم را ربود
اُس سے کہے گی اے شاہ! میرے پاس سے جلد چلا جا — دیکھ! تیرے نور نے میری آگ کی گرمی ختم کر دی

پس ہلاک نار نورِ مُومن ست — زانکہ بے ضد دفعِ ضد لا یمکن ست
تو مُومن کا نُور، آگ کی تباہی ہے — کیونکہ مقابل کے بغیر مقابل کا دفع کرنا ناممکن ہے

نار ضدِ نور باشد روزِ عدل — کاں ز قہرِ ایں یخستہ شد وایں ز فضل
انصاف کے دن آگ، نور کی ضد ہو گی — اس لئے کہ وہ غضب سے بھڑکی ہوا اور یہ مہربانی سے

گر همی خواہی تو دفعِ شرِّ[2] نار — آب رحمت بر دلِ آتش گمار
اگر تو آگ کے شر کو دفع کرنا چاہتا ہے — تو رحمت کا پانی آگ میں ڈال دے

چشمۂ آں آبِ رحمت مُومن ست — آبِ حیواں روحِ پاکِ محسن ست
اُس آبِ رحمت کا چشمہ مُومن ہے — محسن کی پاک روح آبِ حیوان ہے

بس گریزانست نفسِ تو ازو — زانکہ تو از آتشی اُو ز آبِ جُو
تیرا نفس اُس سے بہت بھاگتا ہے — اسلئے کہ تو آگ کا (بنا ہوا) ہے وہ نہر کے پانی سے

زآبِ آتش زاں گریزاں می شود — کآتشش از اثر دیرانہ شود
آگ پانی سے اِس لئے بچتی ہے — کہ اُس کی سوزش پانی سے برباد ہو جاتی ہے

حسّ[3] و فکرِ تو ہمہ از آتش ست — حسِّ شیخ و فکرِ او نورِ خوش ست
تیرا حس اور فکر سب آگ سے (بنا) ہے — شیخ کا حس اور اُس کا فکر عمدہ نور سے (بنا) ہے

آب نورِ اُو چو بر آتش چکد — چکچک از آتش برآید بر جہد
اُس کے نور کا پانی جب آگ پر سے ٹپکتا ہے — آگ سے بھڑبھڑ کی آواز آتی ہے اور وہ غائب ہو جاتی ہے

چوں کند چکچک تو گویش مرگ درد — تا شود ایں دوزخِ نفس تو سرد
جب وہ بھڑبھڑ کرتی تو اُس سے کہہ اے موت اور درد — تاکہ تیرے نفس کی یہ دوزخ ٹھنڈی ہو جائے

پست نکند عدل و احسانِ ترا — تا نسوزد او گلستانِ ترا (الیاس)
تیرے عدل اور احسان کو نہ گھٹا دے — تاکہ وہ تیرے چمن کو نہ جلا دے

[1] تو مثالِ دوزخی پہلے شعر میں کہا تھا نورِ نار کو بجھا دیتا ہے اب اُس کی تفصیل بیان کرتے ہیں مُومن۔ نورِ خدا ہوتا ہے جہنم۔ دوزخ۔ آگ۔ یعنی دوزخ۔ آگ بہ خوشامد۔ جہنم خوف۔ بے قصد۔ جن دو چیزوں سے تضاد کی نسبت ہوتی ہے وہ ایک دوسری کو ختم کر دیتی ہیں۔ نار اور نور ایک دوسری کی ضد ہیں۔ قہر۔ قہر اور مہر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ نار قہر کا مظہر ہے اور نور مہر کا مظہر ہے لہٰذا وہ بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

[2] شرِّ نار۔ اخلاقِ رذیلہ کے اثرات۔ آبِ رحمت۔ یعنی شیخ کی صحبت مُومن۔ یعنی شیخ۔ محسن۔ یعنی شیخ۔ بس گریزاں۔ بُرے بھلوں کی صحبت سے اسی لئے گریز کرتے ہیں کہ بُروں کا مزاج ناری ہے اور بھلوں کا آبی۔ نائب۔ شیخ ترکِ لذات کا حکم دیتا ہے، عوام گریز کرتے ہیں۔

[3] حسّ و فکر۔ عوام کے حواس اور افکار اخلاقِ رذیلہ کی پیداوار ہیں۔ آبِ نور۔ شیخ کی صحبت سے جب اخلاقِ رذیلہ کا ازالہ ہوتا ہے تو مرید خود اُس کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ چک چک۔ آگ پر پانی ڈالنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے چوں کند۔ اخلاقِ رذیلہ کے ازالہ سے اگر نفس میں بے چینی ہو تو اس سے پریشان نہ ہونا چاہیئے۔ تا نسوزد۔

یک[1] شرر ازوے ہزاراں گلستاں — آریکے نے نام بینی نے نشاں

اُس کی ایک چنگاری سے ہزاروں جیسا ایسے ہیں — کہ تو ایک کا بھی اسم و نشان نہ دیکھے گا

بعد ازاں چیزے کہ کاری بَر دہد — لالہ و نسرین و سیسن بَر دہد

اس کے بعد تو جو بوئے گا نفع دے گا — لالہ اور سیوتی اور سیسن اُگائے گا

باز پہنا می رَویم از راہِ راست — باز گرد اے خواجہ راہِ ما کجاست

پھر ہم کشادہ اور سیدھے راستہ پر چلتے ہیں — اے جناب! واپس لوٹئے ہمارا راستہ کدھر ہے

اندریں تقریر بودیم اے خسور — کہ خرت لنگ ست و منزل دور دور

ہم یہ کہہ رہے تھے، اے ٹوٹے میں پڑے ہوئے — کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے اور منزل بہت دور ہے

بارِ تو باشد گراں در راہ چاہ — کج مرو رَو راست اندر شاہ راہ

تیرا بوجھ بھاری ہوگا، راستہ میں کنواں ہے — ٹیڑھا نہ چل، چوڑی سڑک پر سیدھا چل

سال شصت آید کہ در شستت[2] کشد — راہ دریا گیر تا یابی رَشد

ساٹھ سال ہو گئے۔ تاکہ تجھے کانٹے میں پھنسا لیں — (دریا میں) کا راستہ اختیار کر تاکہ تو ہدایت حاصل کرے

آنکہ عاقل بود در دریا رسید — شد خلاص از دام و از آتش رہید

جو (مچھلی) سمجھدار تھی دریا (کی تہ) میں پہنچی — جال سے خلاصی ہوئی اور آگ سے بچ گئی

چونکہ سیگہ گشت و آں فرصت گذشت — مُردہ گرد و رَو سوئے دریا ز دشت

چونکہ بے وقت ہو گیا، اور وہ موقع نکل گیا — مُردہ بن جا اور جنگل سے دریا کی جانب نکل جا

ورنہ در تابہ شوی بریاں بسے — ایں چنیں بر خود کُند ہرگز کسے

ورنہ تو توے پر خوب بھنے گا — ایسا اپنے لئے کوئی نہیں کرتا ہے

حالِ آں سہ ماہی و آں جو بُبار — گفتہ شد اینجا برائے اعتبار

اُن تین مچھلیوں اور اُس نہر کا قصہ — یہاں عبرت کے لئے کہا گیا ہے

فَانتَبِہ ثُمَّ اعتَبِر ثُمَّ انتَصِب — وَاستَعِن باللہِ ثُمَّ اجہَد تُصِب

پس بیدار ہو جا پھر عبرت پکڑ پھر سیدھا ہو جا — اللہ سے مدد چاہ پھر کوشش کر، پائے گا

سالِ[3] بے گہ گشت و وقتِ کشت نے — جُز سیہ رُوئی و فعلِ زشت نے

سال بے وقت ہو گیا بونے کا وقت نہیں ہے — سوائے کالا منہ ہونے کے اور کچھ کیا کے نہیں ہے

کرم در بیخ درخت تن فتاد — باید ش بر کند و بر آتش نہاد

جسم کے درخت کی جڑ میں اُدیک لگ گئی ہے — اُس کو دور کرنا اور آگ پر رکھ دینا چاہیئے

[1] ایک شرر بعض گناہ ایسے ہیں کہ اُن سے تمام نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ بعد ازاں نفس کی اصلاح کے بعد اعمال کے سب اچھے ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ نسرین، سیوتی، سیسن۔ ایک خوشبودار گھاس ہے جس کی خوشبو بہت مشہور اور نفیس ہوتی ہے۔ پہنا، چوڑا یعنی راستہ از راہ راست اس کا بیان ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ہم نے کچھ دقیق مسائل بیان کرنے شروع کر دیئے تھے اب ہم پھر وعظ و نصیحت شروع کرتے ہیں۔ حضور، ٹوٹا اُن اللہ والا، گناہ راہ سے ہٹا ہوا مستقیم۔

[2] شصت۔ کہنی پکڑ کے کانٹا۔ مولانا نے ایک قصہ نقل کیا ہے کہ تین مچھلیاں تالاب میں تھیں ایک عاقل، ایک نیم عاقل ایک بیوقوف، شکاری جال لیکر آیا عقلمند تو فوراً دریا کی تہ میں چلی گئی اور نجات پا گئی بقیہ دو پھنس گئیں جو نیم عاقل تھی اُسنے کچھ قتل سے کام لیا اپنے آپ کو مُردہ بنا لیا شکاری نے اُس کو مُردہ سمجھ کر پھر دریا میں پھینک دیا وہ بھی بچ گئی تیسری بیوقوف نے جال میں ہی اچھل کود کی۔ شکاری نے اس کے کباب بنائے، تو سا ٹھ سال کی عمر ایک مثال ہے اُس سے بچنے کی صورت ایک تو یہ ہے کہ ساٹھ سال سے پہلے ہی دریائے حقیقت میں غوطہ لگا دیا جائے ورنہ اس عمر میں پہنچ کر بھی اگر توبہ کی جائے تو عمر بھر کی جلائے ورنہ پھر آگ

537

ہیں وہیں اے راہ رو بیگاہ شد — آفتاب عمر سوئے چاہ[1] شد
خبردار اور خبردار! اے مسافر بے وقت ہو گیا ہے — زندگی کا سورج کنویں کی جانب (روانہ) ہو گیا ہے

ایں دو روزک را کہ زورت ہست زود — پیر افشانی بکن از راہِ جود
ان دو دنوں میں جبکہ طاقت ہے، جلد — ازراہ کرم بڑھاپے میں جوانی کا کام کرلے

ایں قدر تخمیکہ ماند ستت بکار — تا در آخر بینی آں را برگ و بار
اتنا ہی بیج جو بچ گیا ہے، بوئے — تاکہ آخرت میں تو اس کے پھل اور پتے دیکھ لے

ایں قدر عمرے کہ ماند ستت بباز — تا بروید زیں دو دم عمرِ دراز
جس قدر تیری عمر باقی رہی ہے اسکو بازی پر لگادے — تاکہ ان دو سانسوں سے بڑی عمر اگ آئے

تا نہ مردست ایں چراغ باگہر — ہیں فتیلہ اش سازو روغن زود تر
جب تک یہ جواہر دار چراغ بجھا نہیں ہے — خبردار بہت جلد اس کے لئے بتی اور تیل مہیا کرلے

آفت تاخیر خیرات بفردا

اچھے کاموں کو کل پر ملتوی کرنے کی آفت

ہیں مگو فردا[2] کہ فردا ہا گذشت — تا بکلی نگذرد ایام کشت
خبردار کل نہ کہہ کیونکہ بہت سے کل گزر گئے — کہیں کھیتی کا زمانہ بالکلیہ نہ گذر جائے

پند می بشنو کہ تن بند قویست — کہنہ بیروں کن گرت میل نویست
میری نصیحت سن لے کہ جسم مضبوط قید ہے — پرانے کو چھوڑ دے اگر نئے کی خواہش ہے

لب بہ بند و کف پر زر بر گشا — بخل تن بگذار پیش آور سخا
ہونٹ بند کر، سونے سے بھری مٹھی کھولدے — جسم کا بخل چھوڑ دے، سخاوت اختیار کر

ترکِ لذتہا و شہوتہا سخاست — ہر کہ در شہوت فرو شد بر نخاست
لذتوں اور شہوتوں کا چھوڑنا سخاوت ہے — جو شخص شہوت میں ڈوبا، نہ ابھرا

ایں سخا شاخست از سروِ بہشت — وائے او کز کف چنیں شاخے بہشت
یہ سخاوت بہشت کے سرو کی شاخ ہے — اس پر افسوس ہے جو ایسی شاخ کو چھوڑ دے

عروۃ[3] الوثقیٰ ست ایں ترکِ ہوا — بر کشد ایں شاخِ جاں را بر سما
خواہش نفسانی کو چھوڑنا، مضبوط دستہ ہے — جان کی شاخ کو آسمان پر کھینچ لے جاتا ہے

تا برد شاخِ سخا اے خوب کیش — مر ترا بالا کشاں تا اصلِ خویش
اے خوش خصلت! تاکہ سخاوت کی شاخ — تجھے اوپر اوپر کھینچ کر اپنی اصل تک لے جائے

---

[1] چاہ۔ یعنی قبر کا کنواں۔ دو روزک۔ یعنی بڑھاپے کی چند روزہ زندگی۔ پیر افشانی۔ بڑھاپے میں جوانوں جیسے کام کرنا۔ بیت

[2] بگذار۔ چھوڑ دے۔ کہ فعل امر سے امر کا صیغہ ہے۔ آخر۔ آخرت۔ بباز۔ بازیدن اور باختن سے امر کا صیغہ ہے۔ عمر دراز۔ جاودانی عمر۔ چراغ۔ یعنی چراغ زندگی۔ فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔

[2] مگو فردا۔ یعنی کار امروز را بفردا مگذار ایام کشت۔ یعنی عمل کا وقت۔ جس وقت کے اعمال کے لئے جسم مانع ہے۔ بند۔ جسم مراد ہے۔ لب بہ بند۔ یعنی باتوں سے کام نہ لے گا۔ بر گشا۔ یعنی سخاوت اور خیرات کر۔ بخل تن۔ یعنی جسمانی راحت سے کچنا۔ سخا۔ یعنی بدنی کی سخاوت یہ ہے کہ جسمانی لذتوں اور شہوتوں سے پرہیز کیا جائے اور اس کو عبادات میں صرف کیا جائے۔ ایں سخا۔ حدیث شریف میں ہے کہ سخاوت بہشت کا ایک درخت ہے جو شخص سخی ہے گویا اس درخت کی ایک شاخ کو پکڑ رکھا ہے وہ شاخ اسکو بھی چھوڑ نہ دے جبتک کہ اسکو بہشت میں داخل نہیں کر لیتی ہے

[3] عروۃ الوثقیٰ۔ مضبوط آویزہ، ہر وہ چیز جو مضبوطی سے پکڑی جائے

یوسفِ[1] حُسنی وایں عالم چو چاہ — وین رَسن صبرست بر امرِ الٰہ

تو حسن کا یوسف ہے اور یہ جہاں کنواں جیسا ہے — اور یہ رسی خدا کے حکم پر صبر کرنا ہے

یوسفا آمد رسن در زن دو دست — از رسن غافل مشو بیگہ شدست

اے یوسف! رسی آگئی ہے دونوں ہاتھ سے پکڑلے — رسی سے غافل نہ ہو بے وقت ہو گیا ہے

حمدُ للہ کایں رسن آویختند — فضل و رحمت را بہم آمیختند

الحمدللہ کہ یہ رسی لٹکا دی ہے — فضل اور رحمت کو باہم ملا دیا ہے

در رسن زن دست بیروں آر ز چاہ — تا بہ بینی بارگاہِ پادشاہ

رسی پکڑلے، کنویں سے نکل آ — تاکہ بادشاہ کے دربار کو دیکھے

تا بہ بینی عالمِ جانِ جدید — عالمے بس آشکارو ناپدید

تاکہ تو جان کے نئے عالم کو دیکھ لے — وہ عالم جو بہت واضح اور پوشیدہ ہے

ایں جہانِ نیست چوں ہستاں شدہ — وآنجہانِ ہست بس پنہاں شدہ

معدوم جہان، موجودات کی طرح ہو گیا ہے — وہ موجودہ جہان بہت پوشیدہ ہو گیا ہے

خاک[2] بر بادست و بازی می کند — کژ نمائی پردہ سازی می کند

ہوا پر گرد ہے، اور وہ ناچ رہی ہے — غلط نمائش اور پردہ پوشی کر رہی ہے

خاک ہمچوں آلتے در دستِ باد — بادِ اداں عالی و عالی نژاد

ہوا کے ہاتھ میں گرد ایک آلہ کی طرح ہے — ہوا کو برتر اور برتر اصل والا سمجھ

چشمِ خاکی را بخاک افتد نظر — بادبیں چشمے بود نوعِ دگر

مٹی کی آنکھ کی نگرد پر نظر پڑتی ہے — ہوا دیکھنے والی آنکھ دوسری قسم کی ہوتی ہے

آنکہ[3] بر کارست بیکارست دوست — وانکہ پنہان ست مغز و اصل اوست

یہ جو (جہان) کام میں لگے وہ بیکار دوست ہے — وہ جو پوشیدہ ہے مغز اور اصل ہے

اسپ داند اسپ را کو ہست یار — ہم سوارے داند احوالِ سوار

گھوڑے کو گھوڑا جانتا ہے کیونکہ وہ دوست ہے — سوار ہی سوار کے احوال کو جانتا ہے

چشمِ حس اسپست و نورِ حق سوار — بے سوار ایں اسپ چوبے ناید بکار

ظاہری آنکھ گھوڑا ہے، اللہ کا نور سوار ہے — سوار کے بغیر یہ گھوڑا تنہا کام میں نہیں آتا ہے

بس ادب کن اسپ را از خوئے بد — ورنہ پیشِ شاہ باشد اسپ رد

تو گھوڑے کو بری عادت سے پھیر کر مؤدب بنا — ورنہ شاہ کے سامنے گھوڑا مردود ہوگا

---

[1] یوسف: حضرت یوسف کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا تھا۔ یوسفا اے یوسف یعنی ہر وہ شخص جو دنیا کے کنویں میں گرا ہوا ہے۔ الحمدللہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے نجات کا ذریعہ بنا دیا ہے جو توبہ و استغفار ہے۔ بارگاہ۔ توبہ و استغفار کے ذریعہ خدا کے مقربوں میں ہو جاؤ گے۔ عالمِ جاں۔ عالمِ ارواح۔ این جہاں۔ یعنی عالمِ شہادت جو فانی ہے۔ آنجہاں۔ عالمِ ارواح جو دائمی ہے۔

[2] خاک بر باد۔ جب بگولا اٹھتا ہے تو گرد و غبار نظر آتا ہے اور ہوا جو اصل ہے وہ نگاہوں سے محض رہتی ہے انسان اس کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ گرد خود حرکت کر رہی ہے خاک۔ عالمِ شہود میں بھی اصل عالمِ غیب کام کر رہا ہے۔ بادِ اداں۔ اصل عالمِ غیب کو سمجھ۔ چشمِ خاکی۔ حواسِ ظاہر عالمِ شہود کو دیکھتے ہیں۔ نوعِ دگر۔ باطنی اللہ کی آنکھ عالمِ غیب کو دیکھتی ہے۔

[3] آنکہ۔ عالمِ شہادت کی جو موجودات مصروفِ عمل ہیں وہ محض چھلکا ہیں اصل محرک عالمِ غیب ہے جو نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اسپ داند ہم جنس ہم جنس کو جان سکتا ہے جسمی نظر تو عالمِ شہود کی چیز ہے لہٰذا وہ عالمِ شہود کی چیز ہی کو دیکھ سکتی ہے۔ چشمِ حس۔ ظاہری آنکھ کا سوار اللہ کا نور ہے اسکے بغیر یہ آنکھ کسی کام کی نہیں

چشمِ اسپ از چشمِ شہ رہبر[1] بود
گھوڑے کی آنکھ شاہ کی آنکھ کی وجہ سے رہبر ہوتی ہے

چشمِ اُو بے چشمِ شہ مضطر بود
اُس کی آنکھ شاہ کی آنکھ کے بغیر مضطر ہے

چشمِ اسپاں جز گیاہ و جز چرا
گھوڑوں کی آنکھ کو گھاس اور چراگاہ کے سوا

ہر کجا خوانی بگوید نے چرا
جہاں تو بلائے گا وہ کہے گی نہیں کس لئے؟

نورِ حق بر نورِ حس راکب شود
حسی نور پر اللہ کا نور سوار ہوتا ہے

وانگہے جاں سوئے حق راغب شود
تب جان اللہ (تعالیٰ) کی جانب راغب ہوتی ہے

اسپ بے راکب چہ داند رسم و راہ
گھوڑا سوار کے بغیر رسم و راہ کو کیا جانے؟

شاہ باید تا بداند شاہراہ
شاہ چاہیے تاکہ وہ شاہراہ کو سمجھے

سوئے حسے رو کہ نورش راکب ست
اُس حس کی جانب جا جس پر نور سوار ہے

حس را آں نور نیکو صاحب ست
حس کے لئے وہ نور بہتر حاتمی ہے

نورِ حس را نورِ حق تزئیں بود
حسی نور کے لئے اللہ کا نور باعث زینت ہے

معنیِ نورٌ علیٰ نورٍ ایں بود
نور بالائے نور کے یہی معنی ہیں

نورِ حسی[2] می کشد سوئے ثریٰ
حسی نور مٹی کی طرف کھینچتا ہے

نورِ حقش می برد سوئے علیٰ
اللہ (تعالیٰ) کا نور اُس کو بلندی کی طرف لیجاتا ہے

زانکہ محسوسات دُوں تر عالمے ست
کیونکہ (عالم) محسوسات نچلے درجہ کا عالم ہے

نورِ حق دریا و حس چوں شبنمے ست
اللہ (تعالیٰ) کا نور دریا اور حس شبنم کی طرح ہے

لیک پیدا نیست آں راکب[3] برو
لیکن وہ سوار (نورِ حق) اُس (نورِ حسی) پر نظر نہیں آتا ہے

جزو بہ آثار و بہ گفتارِ نکو
سوائے اچھی نشانیوں اور اچھی گفتگو کے

نورِ حسی کو غلیظ ست و گراں
حسی نور جو کثیف اور بھاری ہے

ہست پنہاں در سوادِ دیدگاں
وہ (بھی) آنکھوں کی سیاہی میں چھپا ہوا ہے

چونکہ نورِ حس نمی بینی بہ چشم
جبکہ حسی نور کو بھی تو آنکھ سے نہیں دیکھتا ہے

چوں بہ بینی نورِ آں غیبی بچشم
تو اُس غیبی نور کو آنکھ سے کیسے دیکھے گا؟

نورِ حس با آں غلیظی مختفی ست
حسی نور باوجود کثافت کے پوشیدہ ہے

چوں خفی نبود ضیائے کاں صفی ست
تو وہ روشنی جو شفاف ہے پوشیدہ کیسے نہ ہوگی؟

کیسے نظر آسکتا ہے۔ مختفی۔ خفی (پوشیدہ)۔
صفی۔ منتخب، صاف شفاف۔

---

[1] رہبر بود۔ اصل رہبری سوار کی آنکھ کرتی ہے۔ چشمِ اسپاں۔ گھوڑے کے مدِنظر صرف گھاس اور چراگاہ رہتی ہے۔ اسی طرح حسی آنکھ کے پیشِ نظر صرف لذائذ دنیوی ہیں۔ نورِ حق جب نورِ بصیرت پر نورِ حق سوار ہوتا ہے تب انکو آخرت کی نعمتیں نظر آتی ہیں۔ چہ داند۔ نورِ بصیرت کے بغیر محض نورِ بصارت سے سول الی الحق ممکن نہیں ہے۔ شاہ۔ یعنی نورِ حق۔ نورِ حس۔ نورِ بصارت کی ترتیب و زینت نورِ بصیرت ہی سے ہے قرآن پاک میں "نورٌ علیٰ نور" سے یہی مراد ہے۔

[2] نورِ حسی۔ ظاہری بصارت دنیا کی طرف مائل کرتی ہے اور نورِ بصیرت انسان کو اعلیٰ اعلیٰ کی رہبری کرتا ہے۔ زانکہ۔ نورِ حسی انسان کو دنیا کی طرف اسلئے لے جاتا ہے کیونکہ انکے جملہ محسوسات عالمِ اسفل کے ہیں۔ نورِ حق۔ نورِ حق اور نورِ چشم کی مثال دریا اور شبنم کی سی ہے۔

[3] راکب یعنی نورِ حق۔ جزو بہ آثار۔ جن لوگوں کو نورِ حق حاصل ہوجاتا ہے اُن کی باتوں اور بھلے کاموں سے سمجھ لیا جاتا ہے کہ اُن کو نورِ حق حاصل ہے۔ چونکہ۔ جبکہ نورِ بصارت بھی نظر نہیں آتا حالانکہ وہ مادی چیز ہے تو نورِ بصیرت اور نورِ ایمانی جو کہ غیبی چیز ہے

540

این[1] جہاں چوں خس بدست بادِ غیب
یہ جہان خس ہوا کے ہاتھ میں تنکے کی طرح ہے

عاجزی پیشہ گرفت از دادِ غیب
اس نے (عالمِ غیب کی مہربانی سے عاجزی کا پیشہ اختیار کر لیا ہے

گہ بلندش می کند گاہیش پست
(وہ ہوا) اس کو کبھی اونچا کرتی ہے، کبھی نیچا

گہ درستش می کند گاہے شکست
کبھی اس کو درست کر دیتی ہے، کبھی شکستہ

گہ یمینش می برد گاہے یسار
کبھی اس کو دائیں جانب لیجاتی ہے، کبھی بائیں جانب

گہ گلستانش کند گاہیش خار
کبھی اس کو چمن بنا دیتی ہے، کبھی کانٹا

گہ بہ بحرش می برد گاہیش بر
کبھی اس کو سمندر میں لیجاتی ہے، کبھی خشکی میں

گاہ خشکش می کند گاہیش تر
کبھی اس کو خشک کر دیتی ہے، کبھی تر

دست پنہان و قلم بیں خط گذار
ہاتھ پوشیدہ ہے اور قلم کو خط کھینچنے والا دیکھو

اسپ در جولان و ناپیدا سوار
گھوڑا دوڑ میں ہے اور سوار ظاہر نہیں ہے

تیر پراں بین و ناپیدا کمان
تیر کو اڑتا ہوا دیکھو اور کمان ظاہر نہیں ہے

جانہا پیدا و پنہان جانِ جان
جانیں ظاہر ہیں اور جانوں کی جان پوشیدہ ہے

تیر را مشکن کہ ایں تیرِ شہی[2] ست
تیر کو نہ توڑ کیونکہ یہ شاہی تیر ہے

نیست پرتابی ز شستِ آگہی ست
اٹکل پچو نہیں ہے واقفیت کے نشانے سے ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ گفت حق
اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا

کارِ حق بر کارہا دارد سبق
اللہ (تعالیٰ) کا فعل (بندوں کے) کاموں پر سبقت رکھتا ہے

خشمِ خود بشکن تو مشکن تیر را
اپنے غصہ کو ختم کر دے تو تیر کو نہ توڑ

چشمِ خشمت خوں شمارد شیر را
تیرے غصہ کی آنکھ دودھ کو خون سمجھتی ہے

بوسہ دہ بر تیر و پیشِ شاہ بر
تیر کو چوم لے، اور بادشاہ کے سامنے لے جا

تیرِ خوں آلودہ از خونِ تو تر
خون آلود تیر جو تیرے خون سے تر ہو

انچہ[3] پیدا عاجز و بستہ زبوں
جو ظاہر ہے وہ عاجز اور بندھا ہوا اور کمزور ہے

دانچہ ناپیدا چنیں تند و حروں
جو پوشیدہ ہے وہ ایسا تند اور زور آور ہے

ما شکاریم ایں چنیں دامے کراست
ہم شکاری ہیں، ایسا جال کس کا ہے؟

گوئی چوگانیم و چوگانے کجاست
ہم بنے کی گیند ہیں اور بلا کہاں ہے؟

می درد می دوزد ایں خیاط کو
پھاڑتا ہے، سیتا ہے، یہ درزی کون ہے؟

می دہد می سوزد ایں نفاط کو
پھونکتا ہے، جلاتا ہے، یہ مشعلی کون ہے؟

---

[1] ایں جہاں۔ عالمِ شہادت باد غیب۔ عالمِ غیب ماجوی۔ یعنی عالمِ شہادت اسی تصرف کو قبول کرتا ہے جو عالمِ غیب اس میں کام کرتا ہے۔ غرض عالمِ غیب عالمِ شہادت میں ہر طرح کے تصرفات کرتا رہتا ہے۔ دستِ پنہاں۔ کوئی قلم بغیر کاتب کے ہاتھ کے نہیں لکھتا نہ کوئی گھوڑا بغیر سوار کے گھڑ دوڑ میں دوڑتا ہے تو ظاہر ہے کہ عالم کے جملہ تصرفات کا کوئی کرنے والا ہے۔ جانِ حق۔ ذاتِ حق۔

[2] تیرِ شہی۔ قضا و قدر کے جس قدر تیر ہیں وہ علیم و قدیر کے چلائے ہوئے ہیں لامحالہ اُن میں حکمت پوشیدہ ہے۔ مَا رَمَیْتَ۔ جنگِ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس نے آدمی کے گرد و غبار کی طرح اُن کی آنکھوں کو متاثر کیا اس پر یہ آیت آئی۔ کارِ حق۔ مصرعِ اوّل کی توجیہ۔ خشمِ خود۔ اگر کوئی تیر کر لگے تو اس کو قضا و قدر سے سمجھ اُس پر غم و غصہ نہ کر غصہ کی حالت غلط بینی کا باعث ہوتی ہے۔ بوسہ دہ۔ انسان کو قضا پر راضی رہنا چاہیئے۔

[3] انچہ پیدا۔ عالمِ شہادت مجبورِ محض ہے قضا و قدر کے سامنے بے بس ہے۔ ما شکاریم۔ قضا و قدر کے پھندے میں ہم مرغِ اسیر ہیں ہمارے کام چوگانِ قدر کے تابع ہیں۔ می دہد۔ جو ذات حقیقتاً متصرف ہے وہ

ساعتے[1] کافر کند صدیق را
ساعتے زاہد کند زندیق را

کبھی تصدیق کرنے والے کو کافر بنا دیتا ہے
کبھی بے دین کو زاہد بنا دیتا ہے

زانکہ مخلص در خطر باشد مدام
تا ز خود خالص نگردد او تمام

(اپنے آپ کو) خالص بنانے والا ہمیشہ خطرے میں ہوتا ہے
جب تک کہ وہ خودی سے پورا خالص نہ ہو جائے

زانکہ در راہست رہزن بیحدست
او رہد کو در امان ایزدست

چونکہ وہ راستہ میں ہے اور ڈاکو بہت ہیں
نجات وہی پائے گا جو خدا کی امان میں ہے

آئینہ خالص نگشت او مخلص ست
مرغ را نگرفتہ است او مقنص ست

آئینہ صاف نہیں ہوا ہے، وہ صاف کر رہا ہے
پرند کا شکار نہیں کیا ہے وہ پھنسا رہا ہے

چونکہ[2] مخلص گشت مخلص باز رست
در مقام امن رفت و برد دست

جب صاف کرنے والا صوفی ہو گیا، نجات پا گیا
امن کے مقام میں پہنچ گیا اور بازی جیت گیا

ہیچ آئینہ دگر آہن نہ شد
ہیچ نان گندمی خرمن نہ شد

کوئی آئینہ پھر لوہا نہیں ہوا ہے
کوئی گیہوں کی روٹی کھلیان نہیں بنی ہے

ہیچ انگورے دگر غورہ نہ شد
ہیچ میوہ پختہ باکورہ نہ شد

کوئی (پکا) انگور پھر کچا نہیں ہوا ہے
کوئی پختہ میوہ کچا نہیں ہوا ہے

پختہ گردو از تغیر دور شو
رو چو برہان[3] محقق نور شو

پختہ بن جا اور تغیر سے دور ہو جا
جا برہان (الدین) محقق کی طرح نور بن جا

چوں ز خود رستی ہمہ برہان شدی
چونکہ گفتی بندہ ام سلطان شدی

جب تو نے خودی سے نجات پائی تو مجسم برہان الدین ہو گیا
جب تو نے کہا کہ میں غلام ہوں بادشاہ بن گیا

در عیان خواہی صلاح الدین نمود
دیدہا را کرد بینا و کشود

تو اگر مشاہدہ چاہتا ہے۔ صلاح الدین نے دکھا دیا ہے
آنکھوں کو بینا کر دیا ہے اور کھول دیا ہے

فقر را از چشم و از سیمائے او
دید ہر چشمے کہ دارد نور ہو

فقر کو ان کی آنکھوں اور پیشانی سے
ہر اس آنکھ نے دیکھ لیا ہے جو خدا کا نور رکھتی ہے

شیخ فعالست بے آلت چو حق
بامریداں دادہ بے گفتے سبق

پیر اللہ (تعالیٰ) کی طرح بغیر کسی آلہ کے تصرف کرنے والا ہے
بغیر بولے مریدوں کو سبق پڑھاتا ہے

---

[1] ساعتے۔ انسان کا دل قبضۂ قدرت میں ہے ایک آن میں الٹ پلٹ دیتی ہے۔ تصدیق۔ صدیقیت کا مرتبہ نبوت سے کم اور ولایت سے بڑھا ہوا ہے۔ زندیق۔ بے دین، کافر۔ مخلص۔ سالک جو مجاہدات کر رہا ہے۔ زانکہ۔ سالک کو راہ سلوک میں بہت خطرے لاحق ہوتے ہیں۔ آئینہ۔ سالک کو بہت سے مراتب طے کرنے ہوتے ہیں۔

[2] چونکہ۔ سالک مراتب طے کرنے کے بعد مقام امن پر پہنچتا ہے۔ ہیچ آئینہ۔ کمال حاصل کر لینے کے بعد خطرات کا زوال ہو جاتا ہے اور پھر وہ نقصان کی طرف نہیں لوٹتا ہے۔ صوفیاء کا مقولہ ہے لفاقی لا یعود۔ یعنی سالک مقام فنا میں پہنچ کر پھر مردود نہیں ہوتا ہے۔ آہن۔ قدیم زمانہ میں آئینہ لوہے سے بنایا جاتا تھا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔ باکورہ۔ درخت کا جو سب سے پہلا پھل ترے یہاں کچا پھل مراد ہے۔

[3] برہان۔ مولانا رومؒ مثنوی میں مولانا برہان الدینؒ محقق سے بیعت ہوئے تھے پھر شمس تبریزیؒ سے بیعت ہوئے ہیں۔ ہمہ برہان یعنی مجسم برہان الدین ثانی بن جاؤ گے۔ بندہ۔ کمال عبدیت کے بعد سلطانی حاصل ہوتی ہے صلاح الدینؓ۔ زرکوب مولانا کے پیر بھائی ہیں لیکن مولانا انکی تعظیم بہت کرتے ہیں اور ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جیسا کہ پیروں کے لئے کئے جاتے ہیں۔ فقر۔ بزرگ کے جسم پر بزرگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ شیخ۔ پیر باطنی طور پر تصرف کرتا ہے۔

دل بدست اُو چو موم نرم رام
دل اُس کے ہاتھ میں نرم موم کی طرح مسخر ہے

مُہر مُومش حاکیِ انگشتری ست
اُس کے مُوم کی مُہر انگوٹھی کا نقش ہے

حاکیِ اندیشۂ آں زرگرست
(وہ نقش) سُنار کے خیال کا عکس ہے

ایں[۵۲] صدا در کوہِ دلہا بانگ کیست
دلوں کے پہاڑ میں یہ گونج کس کی آواز کی ہے؟

ہر کجا ہست اُو حکیم ست اُو استاد
جہاں یہ آواز ہے وہ دانا ہے، استاد ہے

ہست کہ کاواز مثنّیٰ می کُند
(بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو دوگنا کر دیتے ہیں

می زہاند کوہ زاں آواز و قال
پہاڑ اُس آواز (اور بات) سے جوش میں لے آتا ہے

چوں زِ کہ آں لُطف بیروں می شود
جب پہاڑ سے وہ لُطف نکل جاتا ہے

زاں شہنشاہ[۵۳] ہمایوں نعل بود
یہ اُس شہنشاہ مبارک قدم کی وجہ سے تھا

جاں پذیرفت و خرد اجزائے کوہ
پہاڑ کے اجزا نے جان اور عقل قبول کر لی

نے زجاں یک چشمہ جوشاں می شود
نہ تو جان سے ایک چشمہ جوش زن ہوتا ہے

نے صدائے بانگِ مُشتاقی دَرو
نہ تو اُس میں عشق کی آواز کی صدا ہے

مُہر[۵۱] او گر ننگ سازد گاہ نام
اُسکی مُہر کبھی ذلت کی مُہر لگاتی ہے کبھی شہرت کی

باز آں نقشِ نگیں حاکیِ کیست
پھر وہ نگ کا نقش کس کا نقش ہے؟

سلسلہ ہر حلقہ اندر دیگرست
ہر حلقہ کا سلسلہ دوسرے میں اُلجھا ہوا ہے

گر نُبُد از بانگ گہ گاہے تہی ست
پہاڑ کبھی آواز سے پُر ہیں کبھی خالی ہیں

بانگ اُو زیں کوہِ دل خالی مباد
خدا کرے اُسکی آواز اِس دل کے پہاڑ سے جدا نہ ہو

ہست کہ کاواز صد تا می کُند
(بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو سَو گنا کر دیتے ہیں

صد ہزاراں چشمۂ آبِ زُلال
تیز پانی کے لاکھوں چشمے

آبہا در چشمہا خوں می شود
چشموں میں پانی خون بن جاتا ہے

کہ مَرا سَر طورِ سینا نعل بود
کہ طورِ سینا (پہاڑ) نعل ہو گیا تھا

ما کم از سنگیم آخر اے گروہ
اے لوگو! کیا ہم آخر پہاڑ سے بھی کم ہیں؟

نے بدن از سبز پوشاں می شود
نہ بدن ہی سبزہ زاروں کی طرح بنتا ہے

نے صفائے جُرعۂ ساقی دَرو
نہ اُس میں ساقی کے گھونٹ کی صفائی ہے

مُشتاقی۔ شوق۔ صفا۔ صفائی۔ جرعہ۔ گھونٹ۔ ساقی۔ یعنی شیخ۔ نہ شیخ کی توجہ اثر کرتی ہے نہ خود دل میں ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

---

۵۱ مہر آور شیخ کے تصرف سے کبھی قبض کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو باعث ننگ ہوتی ہے کبھی بسط کی کیفیت جو موجب نام ہوتی ہے۔ مُہر۔ مُرید کے دل پر پیر کا نقش اُبھرتا ہے پیر کے دل پر نقشِ خداوندی ہوتا ہے۔ حاکی۔ ناقل، عکس۔ اندیشہ۔ زرگر۔ یعنی اللہ اللہ۔ ہر حلقہ۔ سلسلہ کے یکے بعد دیگرے جس قدر مُرید ہوتے چلے۔ جائیں گے اُن کی یہی صورت ہوگی۔

۵۲ ایں صدا۔ پیر کے دل پر جو نقوشِ خداوندی ہیں اُن کی وضاحت ہے ہر کجا۔ یہ شیخ کے لیے دعا ہے۔ کاواز۔ کہ آواز مثنّیٰ۔ دوھرا۔ صدتا۔ سَو گنا۔ می زہاند۔ شیخ کی توجہ سے مُرید کے دل میں اسرار و حکم کے لاکھوں چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔ بیروں۔ فیوض باطنیہ کے بند ہو جانے سے معارف، کفریہ خیالات کا سبب بن جاتے ہیں۔

۵۳ شہنشاہ۔ ذاتِ حق یا حضرت موسیٰؑ۔ طورِ سینا۔ ملک شام کا مشہور پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ کو شرفِ ہمکلامی بخشا گیا تھا اور اُس پہاڑ پر خدا کی تجلی پڑی تھی۔ کوہ یعنی طور نے تجلی کو قبول کیا۔ نے زجان۔ پہاڑ تو فیوض قبول کرلے اور انسان اپنے اندر یہ صلاحیت نہ پیدا کرے تو بڑے شرم کی بات ہے دل اور اعضاء پر فیوض طاری ہونے چاہئیں۔

کوہ حمیت تا ز تیشہ وز کلنگ[1]
غیرت کہاں ہے تاکہ کلہاڑے اور پھاوڑے سے

ایں چنیں کہ را بکلی بر کنند
ایسے پہاڑ کو بالکل کھود دیں

بوکہ بر اجزائے او تابد مہے
ہوسکتا ہے کہ اُس کے اجزا پر چاند چمک جائے

بوکہ در وے تاب خور یابد رہے
ہوسکتا ہے کہ اُس میں سورج کی شعاع راہ یاب ہوجائے

چوں قیامت کوہہا را بر کند
جب قیامت پہاڑوں کو اُکھاڑ دے گی

پس قیامت ایں کرم را کے کند
پھر قیامت یہ کرم کہاں کرے گی؟

ایں قیامت زاں قیامت کے کم ست
یہ قیامت اُس قیامت سے کب کم ہے؟

آں قیامت زخم و ایں چوں مرہم ست
وہ قیامت زخم اور یہ مرہم جیسی ہے

ہر کہ دید آں مرہم[2] از زخم ایمن ست
جس نے وہ مرہم دیکھ لیا زخم سے اطمئن ہے

ہر بدے کایں حسن دید او محسن ست
جس بُرے نے یہ خوبی دیکھ لی وہ خوبیوں والا ہے

اے خنک زشتے کہ خویش شد حریف
اے مخاطب! وہ بدصورت قابل مبارکباد ہے حسین جس کا ساتھی ہوگیا

وائے گلروئیکہ جفتش شد خریف
افسوس ہو اُس خوبصورت پر جس کا ساتھی موسم خزاں بنا

نانِ مُردہ چوں حریفِ جاں شود
بے جان روٹی جب جان کی ساتھی بنتی ہے

زندہ گردد نان عینِ آں شود
روٹی زندہ ہوجاتی ہے یعنی وہ وہی ہوجاتی ہے

ہیزم تیرہ حریفِ نار شد
تاریک ایندھن آگ کا ساتھی بنا

تیرگی رفت و ہمہ انوار شد
تاریکی مجسم ہوگئی اور مجسم نور بن گیا

در نمکسار ار خرِ مُردہ فتاد
نمک کی کان میں اگر مُردہ گدھا گرا

آں خری و مُردگی یکسو نہاد
اُس نے گدھاپن اور مُردار پن کو علیحدہ کردیا

صِبغَۃَ اللّٰہ[3] ہست رنگِ خُم ہُو
اللہ کے نمونے کا رنگ "صبغۃ اللہ" ہے

پیسہا یکرنگ گردد اندرُو
اُس میں پیشکر بے یک رنگ ہوجاتے ہیں

چوں دراں خُم اُفتد و گوئیش قُم
جب وہ اُس نمونے میں گر جائے اور تو اُس کہے کھڑا ہوجا

از طرب گوید منم خُم لا تلُم
مستی سے وہ کہے گا میں نمونا ہوں ملامت نہ کر

آں منم خُم خود انا الحق گفتن ست
اُس کا میں خود نمونا ہوں "انا الحق" کہنا ہے

رنگ آتش دارد الا آہن ست
آگ کا رنگ رکھتا ہے لیکن لوہا ہے

---

[1] کلنگ۔ پھاوڑا۔ کوہ۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے تیشہ سے اُکھاڑ پھینکا جائے۔ بوکہ۔ بود کہ۔ تھے۔ یعنی نورِ معرفت کا ادنیٰ درجہ۔ تابِ خور۔ یعنی نورِ معرفت کا اعلیٰ درجہ۔ قیامت۔ قیامت میں پہاڑ اکھیڑ دیئے جائیں گے لیکن قیامت سے فیض حاصل نہ ہوگا اور مجاہدہ کے ذریعہ بدن کے پہاڑ کو اُکھاڑنے سے فیض حاصل ہوگا۔ ایں قیامت یعنی مجاہدہ کے ذریعہ کوہِ جسم کو اُکھاڑنا۔ مطلب یہ کہ مجاہدہ کے ذریعہ سے اِس قیامت کے زخموں کو مندمل کیا جاسکتا ہے۔

[2] مرہم۔ یعنی مقامِ فنا۔ زخم۔ یعنی قیامت کے مصائب۔ ہر جو بے۔ خواہ ابتدائی زندگی خراب ہو اگر وہ مجاہدات سے مقامِ فنا حاصل کرلیگا تو اُس کو مقامِ احسان حاصل ہو جائیگا۔ زشت۔ یعنی بُرے اعمال والا۔ خوب۔ یعنی جمالِ روحانی۔ حریف۔ شریک، پیشہ، ساتھی۔ مجفت۔ جوڑا۔ خریف۔ موسمِ خزاں۔ نانِ مردہ۔ چند مثالوں سے بُرے کے بھلے کے ساتھ ہم صحبت ہونے کی برکات کو سمجھایا ہے۔ ہیزم۔ ایندھن۔ نمکسار۔ نمک کی کان۔ یکسو نہاد۔ اب اُس کا کھانا بھی جائز ہے۔

[3] صبغۃ اللہ۔ قرآن پاک میں صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔ اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوگا۔ ہُو۔ ذاتِ حق تعالیٰ ہیں۔ وہ شخص جس کے بدن پر برص وغیرہ کے داغ ہوں۔ قم۔ اُٹھ کھڑا ہو۔ لا تلم۔ ملامت نہ کر۔ یعنی مقامِ فنا پر فائز ہوجانیوالا کسی کی ملامت پسند نہیں کرتا۔ مستم قم۔ مقامِ فنا میں پہنچکر جب خدائی رنگ میں رنگا جاتا ہے تو اپنے آپ کو خُم کہہ دیتا ہے یہی صورت شیخ منصور حلاج کی تھی وہ مقامِ فنا میں پہنچکر انا الحق کہہ گزرے۔

۲۶۶

رنگِ آہن محو رنگِ آتش ست[1]
لوہے کا رنگ آگ کے رنگ میں محو ہو گیا

زآتشی می لافد و خامش وش ست
آتشی ہو جانے کی شیخی مارتا ہے اور خاموش جیسا ہے

چوں بسرخی گشت ہمچوں زرِ کاں
جب وہ لوہا سرخی کی وجہ سے کان کے سونے کی طرح ہو گیا

پس اَنَا النّار ست لافش بے زباں
تو میں آگ ہوں" اس کا بغیر زبان کے شیخی بگھارنا ہے

شد ز رنگ و طبع آتش محتشم
وہ لوہا رنگ اور طبیعت سے شاندار آگ بن گیا

گوید اُو من آتشم من آتشم
تو وہ کہتا ہے میں آگ ہوں، میں آگ ہوں

آتشم من گر ترا شک ست و ظن
میں آگ ہوں، اگر تجھ کو شک اور (بد) گمانی ہے

آزمو کُن دست را بر من بزن
آزمالے، میرے اوپر ہاتھ رکھ دے

آتشم من بر تو گر شد مشتبہ
میں آگ ہوں، اگر تجھ پر مشتبہ ہے

روئے خود بر روئے من یکدم بنہ
تھوڑی دیر کے لئے اپنا چہرہ میرے اوپر رکھ دے

آدمی[2] چوں نور گیرد از خدا
انسان جب خدا کا نور حاصل کر لیتا ہے

ہست مسجودِ ملائک زاجتبا
وہ برگزیدہ ہو جانے کی وجہ سے فرشتوں کا سجود بنجاتا ہے

نیز مسجودِ کسے کو چوں ملک
نیز اُس شخص کا مسجود بن جاتا ہے فرشتہ کی طرح

رستہ باشد جانش از طغیان و شک
جس کی جان سرکشی اور شک سے نجات پا گئی ہو

آتشے چہ آہنے چہ لب بہ بند
کیسی آگ، کیسا لوہا، خاموش رہ

ریش تشبیہ مشبہ بر مخند
مشبہ کی تشبیہ کی ہنسی نہ اڑا

پائے در دریا منہ کم گو ازاں
دریا میں قدم نہ رکھ اس کی بات نہ کر

برلبِ دریا خمش کُن لب گزاں
ہونٹ کاٹتے ہوئے دریا کے کنارے خاموشی اختیار کر

گرچہ صد چوں من نداردتاب بحر
اگرچہ مجھ جیسے سینکڑوں بھی دریا کی تاب نہیں لا سکتے

لیک[3] می نہ شکیبم از غرقاب بحر
لیکن میں دریا میں ڈوبے بغیر صبر نہیں کر سکتا ہوں

جان و عقلِ من فدائے بحر باد
دریا پر میری جان اور عقل قربان ہو

خونبہائے عقل و جاں ایں بحر داد
عقل و جان کے خون کا معاوضہ اس سمندر نے ادا کرنا

تا کہ پایم می رُود رانم درُود
جب تک میرے پیر چلتے ہیں اُنکو اسمیں بہا رہوں گا

چوں نماند پا چو بطّانم درُود
جب پیر کام نہ دینگے تو میں اس میں بطخ کی طرح تیروں گا

---

[1] رنگِ آہن آتش۔ انا الحق کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہو گئے تھے جس طرح سے لوہا آگ میں آگ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور وہ بظاہر انگارہ نظر آتا ہے لیکن آگ آگ ہے اور لوہا لوہا ہے بے زبان۔ لوہا سرخ ہو کر زبانِ حال سے اپنے آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ خد۔ لوہا آگ میں پڑ کر آگ کا رنگ و مزاج حاصل کر لیتا ہے اور آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ محتشم شاندار۔ بارعب۔ من آتشم۔ اہل اللہ بھی جب اخلاقِ خداوندی سے متصل کر لیتے ہیں تو وحدت کے مظہر ہو جاتے ہیں۔

[2] آدمی۔ انسان میں جب اخلاقِ خداوندی پیدا ہو جاتے ہیں تو اس میں سجود ہونے کی صفت خداوندی پیدا ہو جاتی ہے۔ نیز۔ صالحین کا بھی وہ سجود بنجاتا ہے۔ آتشے چہ۔ پہلے اشعار میں ذاتِ حق کو آگ سے تشبیہ دی گئی تھی محض سمجھانے کے لئے تھی لیکن پھر بھی خالق کو مخلوق کے مشابہ قرار دینا چونکہ مشبہ کا مسلک ہے اسلئے اپنے آپ کو خاموش ہو جانے کا حکم دیتے ہیں تاکہ تشبیہ کا شبہ نہ پیدا ہو جائے۔ پائے در دریا۔ ذات و صفات کی بحثیں ناپیدا کنار سمندر ہیں اُن میں نہ گھسنا چاہیئے۔ گرچہ۔ یعنی مولانائے روم جیسے سینکڑوں عالم بھی مل جائیں تو ان بحثوں کو نہ سلجھا سکیں گے۔

[3] لیک۔ فرماتے ہیں بیشک نازک مقام ہے لیکن میں بغیر صفات و ذات کے ذکر کے صبر بھی نہیں کر سکتا ہوں۔ بحر۔ یعنی ذات و صفاتِ خداوندی۔ خونبہا۔ جبکہ مجھے جان و عقل کا خونبہا مل چکا ہے تو اس کے قربان کرنے میں کوئی دریغ نہیں ہے۔ چو بطانم۔ بطخ اپنے آپ کو دریا کے سپرد کر دیتی ہے کہ جس طرف چاہے بہائے جائے۔

بے ادب حاضر ز غائب خوشتر است — حلقہ گرچہ کثر بود نے بر درست

حاضر اناڑی، غائب سے بہتر ہے — حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہو کیا اور پر نہیں ہے؟

اے تن آلودہ بگرد حوض گرد — پاک کے گردد برون حوض مرد

اے گندے جسم والے حوض کے گرد چکر دے گا — انسان حوض سے باہر کب پاک ہوا ہے؟

پاک کو از حوض مہجور اوفتاد — او ز ظہر خویش ہم دور اوفتاد

وہ پاک جو حوض سے دور ہو گیا ہے — وہ اپنی پاکی سے بھی دور ہو گیا ہے

پاکیِ ایں حوض بے پایاں بود — پاکیِ اجسام کم میزاں بود

اس حوض کی پاکی بے انتہا ہوتی ہے — اجسام کی پاکی کم وزن کی ہوتی ہے

زانکہ دل حوضیست لیکن در کمیں — سوئے دریا راہِ پنہاں دارد ایں

اس لئے کہ دل ایک حوض ہے لیکن پوشیدہ طور پر — یہ دریا کی طرف چھپا ہوا راستہ رکھتی ہے

پاکیِ محدود تو خواہد مدد — ورنہ اندر خرج کم گردد عدد

تیری محدود پاکی مدد چاہتی ہے — ورنہ خرچ ہونے میں عدد گھٹتا ہے

مثل خواندن آب آلودگاں را بپاکی

پانی کی ناپاکوں کو پاکی کی طرف بلانے کی مثال

آب گفت آلودہ را در من شتاب — گفت آلودہ کہ دارم شرم ز آب

ایک گندے کو پانی نے کہا میرے اندر آ جا — گندے نے کہا مجھے پانی سے شرم آتی ہے

گفت آب ایں شرم بے من کے رود — بے من ایں آلودہ زایل کے شود

پانی نے کہا میرے بغیر یہ شرم کیسے رفع ہوگی؟ — میرے بغیر یہ گندگی کب دور ہو سکتی ہے؟

زآب ہر آلودہ گر پنہاں شود — اَلْحَیَاءُ یَمْنَعُ الْاِیْمَان بود

اگر ہر ناپاک پانی سے چھپے گا — تو شرم ایمان کے لئے مانع ہو جائے گا

دل زپایہ حوضِ تن گلناک شد — تن زآب حوض دلہا پاک شد

دل جسم کے حوض کے زینہ سے نیچے گر گیا ہے — جسم دلوں کے حوض کے پانی سے پاک ہو گیا ہے

گرد پایہ حوض گردی اے پسر — ہاں زپایہ حوضِ تن می کن حذر

اے بیٹا! حوض کے زینہ کے چاروں طرف چکر لگا — خبردار! جسم کی حوض کے زینہ سے بچ

---

۵۱ بے ادب۔ ذات حق تعالیٰ کے ذکر میں غلبۂ حال میں کبھی سوئے ادب ہو جاتا ہے لیکن ذکر کرنا ذکر نہ کرنے سے بہرحال بہتر ہے۔ حلقہ۔ زنجیر کا حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہے لیکن در پر تو ہے۔ اے تن آلودہ مولانا رومیؒ حق سے استفادہ کی ترغیب دیتے ہیں۔ حوض۔ یعنی شیخ۔ ظہر خویش۔ فی الحال نفس پاک صاف ہے لیکن برائی کا امکان ہے مگر شیخ سے دور ہے اور اپنی ذاتی طہارت نہ رہی تو طہارت ممکن نہ ہوگی۔ ایں حوض۔ شیخ کا دریائے باطن۔ اجسام۔ یعنی عوام کی ذاتی نیکی۔ زانکہ۔ شیخ کے باطن کا اتصال ذات باری سے ہے پاکی محدود۔ نیک لوگوں کو بھی شیخ کا دامن تھامنا چاہیئے ورنہ انکی محدود پاکی کبھی دن ختم ہو جائیگی۔

۵۲ مثل خواندن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ناپاک کو پانی سے شرم اور گریز نہ چاہیئے یعنی باطنی طہارت حاصل کرنے میں شیخ سے شرم یا گریز مناسب نہیں ہے۔ ایں شرم۔ یہ ناپاکی کی شرم۔

۵۳ اَلْحَیَاءُ۔ حدیث شریف میں ہے۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے تو بھی حیاء کو ایمان کیلئے مانع نہ بنانا چاہیئے۔ حوض تن۔ انسان کے بدن میں گویا دو حوضیں ہیں ایک تو وہ جو بُرے خصائل کا مخزن ہے دوسرا وہ جو مخزن ہے بھلائیوں کا برائیوں کا مخزن حوض تن ہے اور بھلائیوں کا مخزن حوض دل ہے۔

پایہ۔ درجہ و تزیین۔ حذر۔ یعنی بُرے اخلاق سے پرہیز کرنا۔

بحرِ تن بر بحرِ دل بر هم زنان[1]
جسم کا دریا، دل کے دریا سے بلا جلا ہے

درمیاں شاں بر زخ لا یبغیان
انکے درمیان آڑ ہے ایک دوسرے پر نہیں چڑھتے ہیں

گر تو باشی راست در باشی تو کژ
خواہ تو سیدھا ہو، خواہ تو ٹیڑھا ہو

پیشتر می غژ و تو واپس مغژ
آگے کو کھسک اور واپس نہ کھسک

پیشِ شاہاں گر خطر باشد بجاں
بادشاہوں کے حضور میں اگرچہ جان کا خطرہ ہوتا ہو

لیک نشکیبند عالی ہمتاں
لیکن بلند ہمت والے دم سے ہرگز نہیں کرسکتے

شاہ[2] چوں شیریں تر از شکر بود
بادشاہ چونکہ شکر سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے

جاں بشیرینی رود خوشتر بود
جان مٹھاس کے بدلے جان چلی جائے تو بہتر ہے

اے سلامت گو سلامت مر ترا
اے سلامتی تجھے سلامتی مبارک ہو

اے سلامت جو تو ئی وا ہی العری
اے سلامتی کی جستجو کرنے والے! تو کر دوست والا ہے

جانِ من کورہ ست و با آتش خوشست
میری جان تو بھٹی ہے اور آگ سے خوش ہے

کورہ را ایں بس کہ خانہ آتش ست
بھٹی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ آگ کا گھر ہے

ہمچو کورہ عشق را سوزیدنی ست
بھٹی کی طرح عشق کا کام جلانا ہے

ہر کہ اُو زیں کور باشد کودنی ست
جو اس سے اندھا ہو وہ احمق ہے

برگ[3] بے برگی ترا چوں برگ شد
سامانِ بے سامانی جب تیرا سامان ہوگیا

جانِ باقی یافتی و مرگ شد
تو نے باقی رہنے والی جان پالی اور موت ختم ہوگئی

چوں ز غم شادیت افزودن گرفت
جب غم سے تیری خوشی میں اضافہ ہوا

روضۂ جانت گل و سوسن گرفت
تو تیری جان کے باغ میں گل اور سوسن آگئے

آنچہ خوفِ دیگراں آں امنِ تست
جو دوسروں کا ڈر ہے وہ تیرا اطمینان ہوگیا

بطِ قوی از بحر و مرغِ خانہ ست
بطخ سمندر قوی ہوتی ہے اور بالتو پرند ست ہوتا ہے

باز سودائی شدم من اے حبیب
اے دوست! میں پھر دیوانہ ہوگیا

باز دیوانہ شدم من اے طبیب
اے طبیب! میں پھر دیوانہ ہوگیا

حلقہائے سلسلہ تو ذوفنوں
تیری زنجیر کے حلقے فنون سے بھرے ہوئے ہیں

ہر یکے حلقہ دہد دیگر جنوں
ہر ایک حلقہ ایک نیا جنون پیدا کرتا ہے

دادِ ہر حلقہ فنونِ دیگر ست
ہر حلقہ کی دین ایک دوسرا ہی جنون ہے

پس مرا ہر دم جنونِ دیگر ست
تو میرے لئے ہر وقت ایک نیا جنون ہے

---

[1] بر ہم زناں۔ دونوں قسم کے اخلاق کے محرّض ملے جلے ہیں۔ گر تو باشی۔ سلوک میں کوئی غلطی بھی ہوجائے تب بھی منازل طے کرنے میں توقف نہ چاہیئے۔ غژ۔ امر کا صیغہ ہے، غژیدن۔ کھسکنا۔ گھٹنوں کے بل چلنا۔ پیشِ شاہاں۔ مشہور مقولہ ہے: "نزد یکان را بیش بود حیرانی"

[2] شاہ۔ دربار حق کی حاضری شکر سے بھی زیادہ شیریں ہے اگر اسکے حصول میں جان بھی چلی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ سلامت گو۔ عشق الٰہی کے سلسلہ میں سلامت کو خیرباد کہنے کا سہارا خود گمراہ ہے۔ کورہ۔ بھٹی۔ عشق۔ عشق بھی وہی کام کرتا ہے جو آگ کی بھٹی کام کرتی ہے۔ کودن۔ احمق، نااہل۔

[3] برگ۔ سامان یعنی فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ قم۔ فم عشق جاں گداز نہیں ہے بلکہ جاں فزا ہے۔ آنچہ۔ دوسرے کے لئے غم خوف کا سبب ہے، عاشق کے لئے موجب اطمینان ہے، سمندر بالتو مرغ کے لئے ہلاکت اور بطخ کے لئے باعث مسرت ہے۔ باز۔ عشق و معشوق کے ذکر سے مولانا پر ایک کیفیت طاری ہوئی جس کا اظہار کررہے ہیں۔ حلقہائے زنجیر عشق کا ہر حلقہ ایک نئی قسم کا جنون پیدا کرتا ہے۔

پس[1] فنوں باشد جنوں ایں شد مثل — خاصہ در زنجیر ایں میر اجل

تو جنون کی بہت سی قسمیں ہیں یہ ضرب المثل بنگئی ہے — خاص طور پر اُس بڑے آقا کی زنجیر میں

آنچناں دیوانگی بگسست بند — کہ ہمہ دیوانگاں پندم دہند

دیوانگی نے ایسی بیڑیاں توڑیں — کہ سب دیوانے مجھے نصیحت کرنے لگے

آمدن دوستاں بہ بیمارستاں جہت پرسش ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

دوستوں کا شفاخانہ میں ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی مزاج پرسی کے لئے آنا

این چنیں ذوالنون[2] مصری را فتاد — کاندر و شور و جنون نو بزاد

اسی طرح ذوالنون مصری کے لئے ہوا — کہ اُن میں ایک نیا جنون اور ولولہ پیدا ہوا

شور خنداں شد کہ تا فوق فلک — میرسد از وے جگرہا را نمک

انھیں ایسی شورش ہوئی کہ آسمان کے اوپر تک — اُن کی وجہ سے جگروں پر نمک پاشی ہوئی

ہیں مَنِہ تو شور خود اے شورہ خاک — پہلوئے شور خداوندان پاک

خبردار! اے شوریلی مٹی کے تو اپنے عشق کو نہ رکھ — پاک صاحبوں کے عشق کے برابر

خلق را تاب جنون او نبود — آتش او ریشہا شاں می ربود

لوگوں میں اُن کے جنون (کے برداشت) کی طاقت نہ تھی — اُن کی آگ اُن کی داڑھیوں کا صفایا کر دیتی تھی

چونکہ در ریش عوام آتش فتاد — بند کردندش بزنداں المراد

چونکہ عوام کی داڑھیوں میں آگ لگی — اُن کو قید خانہ میں بند کر دیا مقصد یہ ہے

نیست[3] امکان واکشیدن ایں لجام — گرچہ زیں رہ تنگ می آید عوام

اس لگام کو کھینچنا ممکن نہیں ہے — اگرچہ اِس طریقہ سے عوام تنگ ہوں

دیدہ ایں شاہاں ز عامہ خوف جاں — کایں گروہ کورند و شاہاں بے نشاں

اِن شاہوں نے عوام سے جان کا خطرہ محسوس کیا ہے — کیونکہ یہ گروہ اندھا ہے اور شاہوں میں کوئی علامت نہیں ہے

چونکہ حکم اندر کف رنداں بود — لاجرم ذوالنون در زنداں بود

جبکہ فیصلہ رندوں کے ہاتھ میں ہوگا — لامحالہ ذوالنون قید خانہ میں ہونگے

یک سوارہ می رود شاہ عظیم — در کف طفلاں چنیں دُرِ یتیم

عظیم بادشاہ تنہا جارہا ہے — ایسا نایاب موتی بچوں کے ہاتھ میں پڑا ہے

اس بارے میں مجبور تھے۔ دیدہ۔ عوام کی جانب سے ذوالنون کو تو صرف قید خانہ کی تکلیف برداشت کرنی پڑی دوسرے بزرگوں کی تو جان کو خطرے لاحق ہوئے ہیں۔ بے نشاں۔ عوام بزرگوں کے باطنی کو نہیں سمجھ سکتے ہیں اُن کے ظاہر پر بزرگی کی کوئی نشانی نہیں ہوتی ہے۔ رندان یعنی ذوالنون کی بزرگی کے منکر شاہ عظیم

[1] پس۔ مثل مشہور ہے۔ اَلْجُنُوْنُ فُنُوْنٌ۔ جنون کی بہت قسمیں ہیں۔ میر اجل۔ بڑا سردار، اللہ تعالےٰ۔ پند ہم پند دہند۔ یعنی دوسرے دیوانے کہتے کہ جنون میں اِس قدر بیخودی نہ چاہیئے۔ آمدن دوستاں۔ اس حکایت کا منشا بھی یہی ہے کہ جنون کا نتیجہ قید خانہ ہوتا ہے۔ بیمارستان۔ یعنی پاگلوں کا شفاخانہ۔

[2] ذوالنون۔ پھل والا۔ یہ حضرت ثوبان بن ابراہیمؑ کا لقب پڑ گیا جو بہت بڑے بزرگ تھے اُس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک سفر میں کسی کشتی میں سوار تھے اُس کشتی میں ایک تاجر کا موتی چوری ہوگیا لوگوں نے اُن کو متہم کر دیا انھوں نے عاجز آکر دعا شروع کی تو سینکڑوں مچھلیاں اپنے اپنے مُنھ میں اُسی جیسا موتی لئے ہوئے نمودار ہوئیں انھوں نے ایک مچھلی سے موتی لیکر اُس تاجر کو دیدیا۔ ہیں مَنِہ۔ مولانا فرماتے ہیں میں نے اپنے جنون عشق کے سلسلہ میں ذوالنون کے عشق کا قصہ ذکر کیا لیکن اِس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے عشق کو اُن کے عشق جیسا سمجھتا ہوں اُن کا عشق بہت بلند تھا۔ ریشہا۔ وہ جنون عشق میں ریاکاروں کا پردہ فاش کرتے تھے جس سے وہ شرمندہ ہوتے تھے۔

[3] نیست۔ عوام میں فتنہ پیدا کرنا ممنوع ہے لیکن ذوالنون

دُرّچہ[1] دریائے نہاں در قطرۂ — آفتابے در ذرّہ اندر ذرّۂ

موتی کیا ہوتا ہے، ایک قطرہ میں پوشیدہ دریا — (دیا) ایک سورج ذرّے میں

آفتابِ خویش را ذرّہ نمود — واندک اندک روئے خود را بر کشود

اُس نے اپنے سورج کو ذرّہ دکھایا — اور تھوڑا تھوڑا اپنا منہ کھولا

جملۂ ذرّات در وے محو شد — عالم از وے مست گشت و صحو شد

تمام ذرّے اُس میں محو ہو گئے — دنیا اُس سے مست ہو گئی اور ہوش جاتا رہا

چوں قلم در دست غدارے بود — لاجرم منصور بردارے بود

جب قلم کسی غدار کے ہاتھ میں ہو گا — تو لامحالہ منصور سُولی پر ہو گا

چوں سیفہا[2] راست این کار و کیا — لازم آمد یقتلون الانبیا

جب اختیار اور اقتدار بے عقلوں کو حاصل ہو — ضروری ہو گا کہ وہ نبیوں کو قتل کریں

انبیا را گفت قوم راہ[3] گم — از سفہ، انا تطیرنا بکم

گم گشتہ راہ قوم نے نبیوں سے کہا — حماقت سے کہ ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں

جہلِ ترسابیں اماں انگیختہ — زاں خداوندے کہ گشت آویختہ

نصرانیوں کی نادانی دیکھ، امن کے طالب ہیں — اُس آقا سے جو اُنکے عقیدہ میں سُولی پر لٹکا دیا گیا

چوں بقولِ اُوست مصلوب یہود — پس مرا و را امن کے تاند نمود

جب اُنکے بقول یہودیوں نے اُنکو سولی پر چڑھا دیا ہے — تو وہ اُن کو نجات کب دے سکتے ہیں؟

چوں[5] دلِ آں شاہ ایمان حون بود — عصمتِ وانت فیہم چوں بود

جبکہ اُس (ذوالنون) شاہ کا دل اسطرح خون ہو — تو "انت فیہم" کا بچاؤ کیسے (حاصل) ہو؟

زرِ خالص را و زرگر را خطر — باشد از قلّابِ خائن بیشتر

خالص سونے، اور سنار کو خطرہ — زیادہ ہوتا ہے خائن جعلساز سے

یوسفاں از رشکِ زشتاں مخفی اند — کز عدو خوباں در آتش می زیند

بہت سے یوسف بدصورتوں کے رشک کیوجہ سے پوشیدہ ہوتے ہیں — کیونکہ حسین دشمن کیوجہ سے انگاروں پر لوٹتے ہیں

---

[1] دُرّچہ۔ ذوالنون کو درِ یتیم کہا تھا۔ اب فرماتے ہیں موتی نہیں بلکہ وہ لاکھوں موتیوں والا سمندر ایک قطرہ میں اور معرفت کا آفتاب ایک ذرّہ میں ہیں۔ آفتاب۔ ذوالنون مصری۔ ذرّات۔ یعنی عوام۔ مست گشت۔ عقلیں کھو بیٹھا۔ صحو شد۔ یعنی انکی بزرگی کو نہ سمجھ سکے۔ غدار۔ یعنی شاہ وقت کا وزیر جس نے علماء کو ظاہر پر فتویٰ دینے پر مجبور کیا۔ منصور یعنی حسین بن منصور حلاجؒ کا روکیا۔ معاملہ کا اختیار

[2] یقتلون الانبیاء۔ سورۂ آل عمران کی طرف اشارہ ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ لوگ انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں۔

[3] راہ گم۔ گمراہ نسفہ۔ بموجب انا تطیرنا بکم۔ سورۂ یٰسین میں ہے کہ گاؤں والوں نے رسولوں کو کہا ہم تمہارے وجود سے بدفالی لیتے ہیں۔ جہلِ ترسا۔ اوپر جاہلوں کی دشمنی کا ذکر تھا۔ اب جاہلوں کی محبت کا ذکر ہے یعنی یہ جہالت انکے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ کو سولی دے دی گئی اور وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکے اور یہ انکے ذریعہ اپنی نجات کے تاکی ہیں۔ مصلوب۔ سولی پر چڑھا ہوا۔

[5] چوں دل۔ قرآن پاک میں ہے ما کان اللہ معذبھم وانت فیھم۔ آنحضور کو خطاب ہے کہ جب تک تم اُن میں موجود ہو اُن پر عذاب نہ آئیگا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ تم اُن میں موجود ہو کا مطلب یہ ہے کہ جب تک قوم تمہیں نہ ستائے، تو محض موجود ہونا عذاب کے دفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے اسی طرح محض اولیاء اللہ کا وجود دفع عذاب نہ کر سکے گا۔ اور چونکہ ذوالنون کو قوم نے ستایا لہٰذا قوم کا بچاؤ نہ ہو سکے گا۔ زرِ خالص۔ خالص سونا اور سنار جعلساز کو رسوا کر دیتا ہے لہٰذا جعلساز کی دشمنی سے وہ خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ یہی حال انبیاء اور اولیاء کا عوام کے ساتھ ہے۔ یوسفاں یعنی نیک لوگ۔ زشتاں بُرے لوگ۔ در آتش۔ بُروں کی وجہ سے بھلوں کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔

یوسفاں[1] از مکر اخواں در چہ اند — کز حسد یوسف بگرگاں می دہند

بہت سے یوسف بھائیوں کی مکاری کی وجہ سے کنوئیں میں ہیں — کیونکہ وہ حسد کی وجہ سے یوسف کو بھیڑیا دیدیتے ہیں

از حسد بر یوسفِ مصری چہ رفت — ایں حسد اندر کمیں گرگیست زفت

حسد کی وجہ سے مصری یوسف پر کیا گذری؟ — یہ حسد چھپا ہوا موٹا بھیڑیا ہے

لاجرم زیں گرگ یعقوبِ حلیم — داشت بر یوسفؑ ہمیشہ خوف و بیم

لامحالہ اس بھیڑیئے کی وجہ سے بردبار یعقوبؑ — یوسفؑ کے معاملہ میں خوف و خطر محسوس کرتے تھے

گرگ ظاہر گرد یوسف خود نگشت — ایں حسد در فعل از گرگاں گذشت

ظاہری بھیڑیا یوسفؑ کے پاس بھی نہ آیا — یہ حسد کارنامہ میں بھیڑیوں سے بھی بڑھ گیا

زخم کرد ایں گرگ و زعذرِ لیق — آمدہ کانّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِق

اس بھیڑیئے نے زخمی کیا اور چکنا چپڑا عذر لے کر — (حضرت یعقوبؑ کے پاس) آیا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے

صد ہزاراں گرگ را ایں مکر نیست — عاقبت رسوا[2] شود ایں گرگ بایست

لاکھوں بھیڑیوں کو بھی یہ مکاری حاصل نہیں ہے — ٹھہرا، بالآخر یہ بھیڑیا رسوا ہوگا

زانکہ حشرِ حاسداں روزِ گزند — بیگماں بر صورتِ گرگاں کنند

کیونکہ حشر کے دن حاسدوں کا حشر — یقیناً بھیڑیوں کی صورت میں کریں گے

حشر[3] پُر حرص سگ مُردار خوار — صورتے خوکے بود روزِ شمار

مُردار خوار، حریص کتے کا حشر — قیامت کے دن سُور کی صورت میں ہوگا

زانیاں را گندہ اندام نہاں — خمر خواراں را بود گندہ دہاں

زانیوں کے (قیامت کے دن) زناکاروں کی نشر مگاہیں گندی ہونگی — شراب نوشوں کے مُنہ بدبودار ہونگے

گشت اندر حشر محسوس و پدید — گندِ مخفی کاں بدلہا می رسید

وہ قیامت میں محسوس اور ظاہر ہوگی — چھپی ہوئی گندگی جو دلوں میں پہنچتی ہے

بیشۂ آمد وجودِ آدمی — پُر خذر شو زیں وجود اَر آدمی

انسان کا وجود ایک بن ہے — اگر تو انسان ہے تو اس وجود سے احتیاط برت

ظاہر و باطن اگر باشد یکے — نیست کس را در نجاتِ او شکے

اگر ظاہر و باطن یکساں ہو — اس کی نجات میں کسی کو شک نہیں ہے

در وجودِ ما ہزاراں گرگ و خوک — صالح و ناصالح و خوب و کسوک

ہمارے وجود میں ہزاروں بھیڑیئے اور سُور ہیں — نیک اور بد، اور اچھے اور بُرے

[1] یوسفاں۔ حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے حسد کی وجہ سے کنوئیں میں گرا دیا تھا۔ بگرگاں۔ حسد کی وجہ سے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے انکو بھیڑیئے کے پھاڑنے کا افسانہ گھڑا تھا۔

گرگ۔ یعنی حسد۔ حضرت یوسفؑ کو بھیڑیئے نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا یہ بھائیوں کا حسد تکلیف کا سبب بنا۔ لمحذر۔ یعنی بھائیوں کا یہ کہنا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے اور یوسفؑ کو بھیڑیا لے گیا۔ صد ہزاراں۔ یہ مکاری جس کا سبب حسد ہوا سو بھیڑیوں سے بھی ممکن نہ تھی۔

[2] رسوا شود۔ چنانچہ بھائیوں کو حضرت یوسفؑ کی بڑائی کا رسوا ہو کر مجبوراً اقرار کرنا پڑا اور آخرت کی رسوائی یہ ہوگی کہ تمام حاسدوں کا حشر بھیڑیوں کی شکل میں ہوگا۔ حضرت یوسفؑ کے بھائی تو تائب ہو گئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کو مقام نبوت حاصل ہوا تھا ان کا حشر بھیڑیوں کی صورت میں نہ ہوگا۔

[3] حشر۔ حرام خور کا حشر خنزیر کی صورت میں ہوگا۔ زانیاں۔ زناکاروں کا حشر اس حالت میں ہوگا کہ انکی شرمگاہیں سڑتی ہونگی شرابیوں کے مُنہ سڑتے ہوں گے۔ مخفی۔ دلوں میں چھپی ہوئی گندگیاں نمایاں ہو جائینگی۔ بیشہ۔ بن اور جھاڑیوں میں سُوئی جانور رہتے ہیں اسی طرح انسان کے وجود میں طرح طرح کی خصلتیں ہیں ظاہر یعنی باطن یہ بھی حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کی طرح ہیں۔

حکم آنخو راست کو غالب تر ست — چونکہ زر بیش از مس آمد آں زر ست

حکم اُس خصلت کے مطابق ہے جو غالب ہے — جب سونا تانبے سے زیادہ ہے تو وہ سونا ہے

سیرتے کاں در وجودت غالب ست — ہم براں تصویر حشرت واجب ست

وہ خصلت جو تیرے وجود میں غالب ہے — اُسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے

ساعتے گرگی در آید در بشر — ساعتے یوسف رخی ہمچوں قمر

ایک وقت میں انسان میں بھیڑیا بن آتا ہے — ایک وقت میں چاند جیسی یوسف رُخی آتی ہے

می رود از سینہا در سینہا — از رہِ پنہاں صلاح و کینہا

سینوں سے سینوں میں جاتے ہیں — پوشیدہ طور پر نیکی اور کینے

بلکہ خود از آدمی در گاؤ و خر — می رود دانائی و علم و ہنر

بلکہ انسان سے بیل اور گدھے میں — سمجھ اور علم اور ہنر پہنچتا ہے

اسپ شکنک می شود رہوار و رام — خرس بازی می کند بر ہم سلام

کم رفتار گھوڑا تیز رفتار اور فرمانبردار ہو جاتا ہے — ریچھ کھیلتا ہے، بکری بھی سلام کرتی ہے

رفت در سگ ز آدمی حرص و ہوس — یا شباں شد یا شکاری یا حرس

انسان سے حرص و ہوس کتے میں پہنچی — چرواہا، یا شکاری، یا محافظ بنا

در سگِ اصحاب خوئے زاں رُقود — رفتہ تا جویائے اللہ گشتہ بود

اصحاب (کہف) کے کتے میں اُن سونے والوں کی فضیلت — پہنچی یہاں تک کہ وہ اللہ کا طالب بن گیا

ہر زماں در سینہ نوعے سر کند — گاہ دیو و گہ ملک گہ دام و دد

ہر زمانہ میں سینہ میں ایک خاص خو بیت ظاہر ہوتی ہے — کبھی شیطان کو کبھی فرشتوں کو کبھی چوپایہ اور درندہ (بناتا ہے)

زاں عجب بیشہ کہ ہر شیرے کہ ست — تا بہ بام سینہا پنہاں رہ ست

اُس عجیب جنگل سے جس کو ہر شیر جانتا ہے — سینوں کی بلندی تک مخفی راستہ ہے

ذرّہ کُن از دُرد مرجانِ جاں — اے کم از سگ از درون عارفاں

جان کا موتی، اور تو لے جا چرا لے — عارفوں کے دل میں سے اے کتے سے کمتر!

چونکہ زردی دُرد آں دُرِ لطیف — چونکہ حامل می شوی بارِ شریف

جبکہ تو چور ہے، تو پاکیزہ موتی چرا — جبکہ تو بوجھ اٹھانے والا ہے تو بھلا بوجھ اٹھا

فہم کردن مریداں کہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ دیوانہ نشدہ متعہدًا ایں صورت کردہ

مریدوں کا سمجھنا کہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ پاگل نہیں ہوئے ہیں قصدًا یہ صورت بنائی ہے

لہ حکم آنخو: جو خصلت غالب ہوگی اُسی پر حشر ہوگا۔ اشرفی میں تھوڑا سا تانبہ ضرر ہوتا ہے لیکن وہ سونے کی کہلاتی ہے۔ ساعتے۔ کسی وقت انسان میں اخلاق ذمیمہ کا غلبہ ہوتا ہے کسی وقت اخلاق حمیدہ کا۔ می رود۔ صحبت سے انسان میں اچھے برے اخلاق آجاتے ہیں۔ بلکہ حیوانات انسان کی صحبت سے متاثر ہوتے ہیں سگک۔ کم رفتار گھوڑا۔ رہوار۔ تیز رفتار گھوڑا۔ رام۔ مطیع۔ خرس۔ ریچھ۔ بز۔ بکرا۔

سے رفت۔ انسان کی صحبت سے کتے میں کام کرنیکی حرص و ہوس آجاتی ہے تو وہ بکریاں کا چرواہا یا شکاری یا نگہبان بن جاتا ہے۔ رقود۔ کطمیر نامی اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائیگا۔ رقود سونے والے (اصحاب کہف) جمع ہے۔ ذرّہ۔ یعنی اخلاق کی کوئی قسم مراد۔ جرندہ۔ درندہ۔

سے ذرّہ کُن پہلے اشعار میں بتایا تھا کہ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں خیالات منتقل ہوتے ہیں اب فرماتے ہیں جبکہ خفیہ راستہ سے کچھ حاصل کرنا ہے تو عارفوں کے دل کے پاکیزہ خیالات حاصل کر۔ متعہدًا۔ جان بوجھ کر۔

چونکہ ذوالنون سوئے زنداں رفت شاد
جب ذوالنون خوشی خوشی قید خانہ کی طرف چلے

بند بر پا دست بر سر از افتقاد[1]
پابزنجیر (انکے) گم کرنے کی وجہ سے سر کو پکڑے ہوئے

دوستاں از ہر طرف بنہادہ رُو
دوستوں نے ہر جانب سے رُخ کیا

سُوئے زنداں بہر پرسش نزد اُو
قید خانہ کی جانب اُن کے پاس حال دریافت کرنے کیلئے

دوستاں در قصۂ ذوالنُّون شدند
دوست ذوالنُّون کے معاملہ میں روانہ ہوئے

سوئے زنداں و دراں رائے زدند
قید خانہ کی جانب، اور اُس میں رائے زنی کی

کایں مگر قاصد کُند یا حِکمتے ست
کہ یہ (مجنونانہ حرکتیں) بالقصد کرتے ہیں کوئی راز ہے

اُو دریں رہ قبلہ است و آیتے ست
کیونکہ وہ اِس راستہ میں قبلہ ہیں اور نشانی ہیں

دُور دُور از عقل چوں دریائے اُو
اُن کی دریا جیسی عقل سے بہت بعید ہے

تا جنوں باشد سفہ فرمائے اُو
کہ جنوں اُن سے بیوقوفی (کی باتیں) کرائے

حاشَ لِلّٰہ از کمال جاہِ اُو
خدا بچائے! اُن کے مرتبہ کے کمال کی وجہ سے

کابر بیماری بپوشد ماہِ اُو
کہ بیماری کا ابر اُن کے چاند کو چھپائے

اوز شرِّ عامّہ[2] اندر خانہ شُد
وہ عوام کے شر کی وجہ سے قید خانہ میں گئے ہیں

اوز ننگِ عاقلاں دیوانہ شُد
وہ عقلمندوں کے عیب کی وجہ سے دیوانے بنگئے ہیں

اوز عارِ عقلِ کُندِ تن پرست
وہ تن پرست کُند عقل کی ذلت کی وجہ سے

قاصداً رفت ست و دیوانہ شدست
جان کر (قید خانہ میں) گئے ہیں اور دیوانہ بنے ہیں

کہ بہ بندم اے فتیٰ و زسازگاو
کہ اے جوان (سپاہی) مجھے باندھ دے اور سانٹا

بر سرو تم بزن و ایں را مکاو
میرے سر پر مار اور اِس میں کنج و کاؤ نہ کر

تا زِ زخمِ لُخت یابم من حیات[3]
تاکہ (چمڑے کے) ٹکڑے کی چوٹ سے میں زندگی حاصل کروں

چوں قتیل از گاوِ موسیٰ[4] اے ثقات
اے معتبر لوگو! جیسا کہ موسیٰ کی گئے سے مقتول زندہ ہوا

تا زِ زخمِ لُخت گاوے خوش شوم[5]
تاکہ گائے کے (چمڑے کے) ٹکڑے سے میں خوش ہو جاؤں

ہمچو کُشتہ گاوِ موسیٰ گش شوم
(حضرت) موسیٰ کی گائے کے مقتول کیطرح بیہوش ہو جاؤں

زندہ شد کُشتہ ز زخمِ دُمِ گاو
گائے کی دُم کی چوٹ سے مقتول زندہ ہو گیا

ہمچو مس از کیمیا شد زر ساو
جیسے تانبا کیمیا سے خالص سونا بن گیا

کُشتہ بر جست و بگفت اسرار را
مقتول اُٹھ بیٹھا اور راز بتائے

وانمود آں زُمرۂ خونخوار را
اور قاتل جماعت کو ظاہر کر دیا

---

[1] افتقاد۔ گم کرنا یعنی چونکہ اُنھوں نے حضرت ذوالنون کو گم کر دیا تھا (اُنکے) زندہ رہنے یعنی ذوالنون کی دیوانگی کے بارے میں مختلف رایوں کا اظہار کرنے لگے۔ کہ اِس بعض لوگوں کی رائے ہوئی کہ جان کر دیوانہ بنے ہیں۔ بلکہ یعنی خدا نے دیوانہ بنا دیا ہے اِسمیں اللہ کی کوئی حکمت ہوگی۔ زہ۔ معرفت کی راہ۔ آیتے۔ خدا کی پہچان کی علامت۔ وقت دور۔ بعض لوگوں نے کہا یہ ممکن نہیں کہ اُن جیسے عقلمند سے دیوانگی بیوقوفی کے کام کرا سکے۔ آبر یعنی دیوانگی۔ مہ یعنی عقل۔

[2] شرِّ عامّہ۔ عوام کی شرارت۔ ننگ۔ چونکہ عقلمند لوگ بات ننگ کام کرنے لگے ہیں اِس لئے اُنھوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا کر اپنے آپ کو اُن کے زمرے سے خارج کر دیا ہے عقل کُند۔ وہ عقل جس میں ذہانت نہ ہو۔ تن پرست۔ وہ عقل جو انسانیت کی تربیت نہ کرے۔ قاصداً۔ بالارادہ۔ کہ یعنی وہ قصداً قید خانہ میں گئے ہیں اور دیوانوں کی طرح اپنے آپ کو گائے کے چمڑے کے ٹکڑے پر مار رہے ہیں۔ ساز گاؤ۔ چمڑے کا تسمہ جس سے جانوروں کو سدھاتے ہیں۔

[3] تا ز زخمِ۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ایک شخص نے اپنے چچا کو قتل کر ڈالا۔ قاتل کا پتہ نہ چلتا تھا حضرت موسیٰ نے ایک گائے ذبح کرائی اور اُس کا چمڑا لیکر مُردے پر مارا تو مُردہ زندہ ہو گیا اور اُس نے قاتل کا پتہ بتا دیا تھا۔ گش۔ بیہوش۔

گفت روشن کایں جماعت کشتہ اند — تخمِ ایں آشوب ایشاں کشتہ اند

واضح طور پر کہا کہ اس جماعت نے قتل کیا ہے — اس فساد کے بیج انھوں نے بوئے ہیں

چونکہ[1] کشتہ گردد ایں جسمِ گراں — زندہ گردد ہستیِ اسرارداں

جب یہ بھاری جسم مُردہ ہو جاتا ہے — رازداں وجود زندہ ہو جاتا ہے

جانِ او بیند بہشت و نار را — باز داند جملۂ اسرار را

اُس کی جان دوزخ اور جنت کو دیکھتی ہے — (اور) تمام رازوں کو جان لیتی ہے

وا نماید خونیانِ دیو را — وا نماید دامِ خدعہ و ریو را

قاتل شیطانوں کو ظاہر کر دیتی ہے — مکر اور دھوکے کے جال کو واضح کر دیتی ہے

گاوِ[2] کشتن ہست از شرطِ طریق — تا شود از زخمِ دُمش جاں مُنفیق

گائے کو ذبح کرنا، معرفت کی شرط ہے — تاکہ جان اُسکی دُم کی چوٹ سے ہوش میں آجائے

گاوِ نفسِ خویش را زُود تر بکش — تا شود روحِ خفی زندہ بہُش

بہت جلد اپنے نفس کی گائے کو ذبح کر دے — تاکہ مخفی روح ہوش کے ساتھ زندہ ہو جائے

ایں سخن را مقطع و پایاں مجُو — حالِ ذوالنُّون با مُریداں باز گُو

اس بات کی ابتدا اور انتہا نہ تلاش کر — ذوالنون کا مُریدوں کے ساتھ معاملہ سُنا

رجوع کردن بحکایت ذوالنُّون رحمۃ اللہ علیہ

ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کی طرف رجوع کرنا

چوں رسیدند آں نفر نزدیکِ اُو — بانگ بر زد ہے کیانند اتّقُوا

جب وہ لوگ اُن کے پاس پہنچے — وہ چیخے خبردار تم کون ہو؟ بھاگو

با ادب گفتند ما از دوستاں — بہرِ پُرسش آمدیم اینجا بجاں

انھوں نے ادب سے کہا، ہم دوستوں میں سے ہیں — ہم دل و جان سے (آپکی) پوچھنے آئے ہیں

چونی اے دریائے عقلِ ذو فنونؔ[3] — ایں چہ بُہتان ست بر عقلت مجنُون

اے عجائب والی عقل کے دریا! آپ کیسے ہیں؟ — آپ کی عقل پر جنون کا یہ کیسا الزام ہے؟

دُودِ گلخن کے رسد در آفتاب — چوں شود عنقا شکستہ از عُقاب

بھٹی کا دُھواں آفتاب تک کب پہنچتا ہے؟ — عنقا کوّے سے کب شکست کھاتا ہے؟

وا مگیر از ما بیاں کُن ایں سخُن — ما محبّانیم با ما ایں مکُن

ہم سے نہ چھپائیے، یہ بات بتائیے — ہم دوست ہیں، ہم سے یہ نہ کیجئے

---

[1] چونکہ جس طرح اُس مقتول کی روح نے اسرار کا انکشاف کر دیا اسی طرح جب انسان اپنی ہستی کو فنا کر دیتا ہے تو اُس پر اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں۔ جان اُس مقام تک پہنچ کر اسرارِ آخرت منکشف ہو جاتے ہیں۔ فنا سے انسان کو محسوس ہو جاتا ہے کہ فرشتے اُسکے قاتل ہیں اور انکے مکر و فریب کو پہچان جاتا ہے۔

[2] گاؤ کُشتن یعنی مادی جسم کو فنا کرنا۔ طریق یعنی طریقِ معرفت۔ مُنفیق۔ ہوشمند، بہُش۔ بہ ہوش۔ مریداں یعنی ذوالنونؒ کے وہ مرید جو اُنکے ساتھ نماز میں گئے تھے۔ نفر جماعت۔ اتّقُوا۔ تم ڈرو، تم بھاگو۔ پرسش یعنی احوال کی دریافت۔ عیادت

[3] فنون۔ فن کی جمع ہے۔ بہتان جھوٹا الزام۔ جنون یعنی تیری عقل پر جنون کا الزام جھوٹ ہے۔ عنقا۔ عنقا یعنی جس طرح عنقا کا کوّے سے اور دھواں آفتاب تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور عنقا کوّے سے شکست نہیں کھا سکتا ہے اسی طرح تیری عقل تک جنون کی رسائی ہو سکتی ہے نہ تیری عقل جنون سے مغلوب ہو سکتی ہے۔ کُن۔ یعنی حقیقت نہ چھپائیے۔

مَر مُحبّاں را نشاید دور کرد
دوستوں کو نہ بھگانا چاہیئے

یا بزُو پوشش و دغل مہجور[1] کرد
یا زُو پوشی اور دھوکے سے دور نہ کرنا چاہیئے

راز را اندر میاں نہ با مُحب
راز کو دوست کے سامنے رکھ دیجئے

اے کہ بحرِ علم و عقلی اِستَجِب
اے وہ کہ آپ علم و عقل کے سمندر ہیں، مان جائیے

راز را اندر میاں آور شہا
اے شاہ! راز بتا دیجئے

رُو مکُن در اَبر پنہانی مہا
اے چاند! ابر میں منہ نہ چھپائیے

ما مُحبّ صادق و دلخستہ ایم
ہم سچے دوست اور دل شکستہ ہیں

در دو عالم دل بتو وابستہ ایم
دونوں جہان میں ہمارا دل آپ سے وابستہ ہے

راز را از دوستاں پنہاں مکُن
راز کو دوستوں سے نہ چھپائیے

در میاں نہ راز و قصدِ جاں مکُن
راز بتا دیجئے اور ہماری جان کے درپے نہ ہوجئے

چونکہ ذوالنّون این سخن زایشاں شنید
جب ذوالنّون نے اُن کی یہ بات سُنی

جُز طریقِ امتحاں مخلص ندید
آزمایش کے راستے کے علاوہ چھٹکارا نہ دیکھا

فحش[2] آغازید و دشنام از گزاف
خواہ مخواہ فحش اور گالی گلوچ شروع کردی

گفت اُو دیوانگانہ زی وقاف
دیوانوں کی طرح انھوں نے زق زق بق بق شروع کردی

بر جہید و سنگ پرّاں کرد و چوب
کودے اور پتھر اور لکڑیاں پھینکنے لگے

جملگاں بگریختند از بیم کوب
چوٹ کے ڈر سے سب بھاگ گئے

قہقہہ خندید و جُنبانید سر
قہقہہ مار کر ہنسے اور سر ہلایا

گفت با دِرویشِ ایں یاراں نگر
کہا ان دوستوں کی شیخی دیکھ

دوستاں را رنج کے باشد نجاں
دوستوں کو جان کی تکلیف ہوتی ہے؟

دوستاں بیں کو نشانِ دوستاں
دوستوں کو دیکھو! دوستوں کی علامت کہاں ہے؟

رنج مغز و دوستی اُو را چو پوست
تکلیف اُٹھانا مغز ہے اور دوستی اُس کا چھلکا

کے کراں[3] گیرد ز رنجِ دوست دوست
دوست کے ستانے سے دوست کب کنارہ کشی کرتا ہے؟

رُو مگرداں گر تو نیکو خو ستی
اگر تو اچھی عادت والا ہے، روگردانی نہ کر

رنج بر خود گیر گر تو دوستی
اگر تو دوست ہے تکلیف برداشت کر

در بلا و محنت و آفت کشی
مصیبت و مشقت اور آفتیں برداشت کرنیں

نے نشانِ دوستی باشد خوشی
کیا خوشی دوستی کی نشانی نہیں ہے؟

---

[1] مہجور کرد: یعنی رُوپوشی اور مکر سے فراق میں مبتلا کرنا مناسب نہیں ہے۔ استجب۔ قبول کر، منظور کر۔ شہا۔ اے شاہ، اے تو۔ دلخستہ۔ رنجیدہ۔ قصدِ جاں کردن۔ مار ڈالنا۔ امتحاں۔ آزمایش۔ مخلص۔ چھٹکارے کی جگہ۔

[2] آغاز ید شروع کردیا۔ گزاف۔ بے وجہ، بے اصل۔ زق وقاف۔ جھک جھک، بک بک، بکواس۔ غرور، شیخی، نشان۔ علامت۔ رنج۔ یا ہے کہ تحمل نہ کند یار ترا۔

[3] کراں۔ کنارہ، متنفر۔ اصل۔ اُت باب۔ پوست۔ چھلکا۔ رنج برخود گیر۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے: رنج مگرداں۔ یعنی اگر دوست تکلیف پہونچائے۔ بے نشان۔ دوستی کی علامت یہی ہے کہ ہر حالت میں راضی برضاءِ دوست رہے۔

دوست همچوں زر[1] بلا حوں آتش ست — زرِ خالص در دل آتش خوش ست

دوست سونے کی طرح ہے بلا آگ کی طرح ہے — خالص سونا آگ کے بیچ میں بھلا ہے

امتحان[2] کردن خواجہ لقمانؑ زیرکی لقمانؑ را

حضرت لقمانؑ کے آقا کا لقمانؑ کی ذہانت کی آزمائش کرنا

نے کہ لقمانؑ را کہ بندہ پاک بود — روز و شب در بندگی چالاک بود

کیا ایسا نہیں ہوا کہ لقمانؑ جو ایک اچھے غلام تھے — دن رات خدمتگاری میں چست تھے

خواجہ اش میداشتے در کار پیش — بہترش دیدے ز فرزندانِ خویش

آقا اُن کو ہر کام میں آگے رکھتا تھا — اپنی اولاد سے بھی اُن کو زیادہ سمجھتا تھا

زانکہ لقمانؑ گرچہ بندہ زادہ بود — خواجہ بُود و از ہوا آزادہ بود

اسلئے کہ حضرت لقمانؑ اگرچہ غلام زادہ تھے — لیکن آقا تھے اور خواہش نفسانی سے آزاد تھے

گفت[3] شاہے شیخ را اندر سخن — کز من از بخشش تو چیزے خواست کُن

ایک بادشاہ نے گفتگو میں ایک بزرگ سے کہا — مجھ سے بخشش میں کچھ مانگ

گفت اے شہ شرم ناید مر ترا — کہ چنیں گوئی مرا زیں برتر آ

اُس (بزرگ) نے کہا اے بادشاہ! تجھے شرم نہیں آتی — کہ مجھ سے یہ کہتا ہے، اُس سے بالاتر بن

من دو بندہ دارم و ایشاں حقیر — واں دو بر تو حاکمانند و امیر

میرے دو غلام ہیں اور وہ (بھی) حقیر ہیں — اور وہ دونوں تیرے حاکم اور سردار ہیں

گفت آں یک خشم و دیگر شہوت ست — گفت آں دو چہ اند ایں ذلت ست

اُس (بزرگ) نے کہا ایک غصہ دوسرا شہوت ہے — بادشاہ نے کہا وہ دونوں کیا ہیں؟ یہ (تو) ذلت ہے

شاہ آں داں کو ز شاہی فارغ ست — بر مہ و خورشید نورش بازغ ست

بادشاہ اُس کو سمجھ جو بادشاہی سے بے نیاز ہے — چاند اور سورج پر اُس کا نور غالب ہے

مخزن آں دارد کہ مخزن عار اوست — ہستی آں دارد کہ با ہستی عدو ست

وہ ایسا خزانہ رکھتا ہے کہ ظاہری خزانہ اُس کی ذلت ہے — وہ ایسا وجود رکھتا ہے جو وجود کا دشمن ہے

خواجۂ لقماں بظاہر خواجہ وش — در حقیقت بندہ لقمانؑ جملہ اش

(حضرت) لقمانؑ کا آقا ظاہری خواجگی کے ہوتے ہوئے — حقیقتاً غلام ہے، لقمانؑ اُس کے آقا ہیں

ہستی آں دارد۔ یعنی اُس کا روحانی وجود ہے جو جسمانی وجود کا دشمن ہے۔ خواجہ۔ یعنی دراصل لقمان خواجہ تھے اور اُن کا خواجہ دراصل غلام تھا۔

[1] ہمچوں زر۔ جس طرح سونا آتش سے نکھرتا ہے اسی طرح دوستی میں دوست کے مصائب برداشت کرنے سے خلوص کا اظہار ہوتا ہے۔

[2] امتحان کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت لقمانؑ نے دوست کے ہاتھ سے کڑوا خربوزہ بھی رغبت سے کھایا اسی طرح ایک انسان کو منجانب اللہ مصائب پر بھی راضی برضاء الٰہی رہنا چاہیئے۔ خواجہ۔ آقا اُن کو معتمد اور اولاد سے زیادہ پیارے رکھتا تھا۔ زانکہ۔ یہ پہلے شعر کی دلیل۔ بندہ زادہ۔ حضرت لقمانؑ کو اگر ولی اور بزرگ مانا جائے تو غلام زادہ ہونے میں کوئی اشکال نہیں اور اگر وہ نبی تھے تو اُن کے باپ کو جبراً غلام بنایا گیا ہوگا۔ خواجہ بود۔ چونکہ وہ ہوا و ہوس سے آزاد تھے لہٰذا غلام نہ تھے بلکہ آقا تھے۔

[3] گفت شاہے۔ چونکہ مولانا نے پہلے شعر میں ہوا و ہوس سے آزاد ہونے کا ذکر کیا ہے لہٰذا اس سلسلہ میں یہ حکایت نقل کی ہے۔ بہتر آ۔ یعنی یہ بات تیرے مقام سے گری ہوئی ہے۔ حر۔ تو میرے دو غلاموں کا غلام ہے۔ ذلت۔ یعنی غلاموں کا غلام ہونا میرے لئے ذلت کا سبب ہے۔ ز شاہی۔ شاہ تو وہ ہے کہ دنیا کی بادشاہت سے بھی بے نیاز ہو۔ بازغ۔ چمکنے والا، روشن۔ مخزن۔ یعنی علم و معرفت کا خزانہ۔ کہ مخزن۔ یعنی زر و جواہر کا خزانہ۔

در جہانِ[1] بازگونہ زیں بسے ست
اُلٹا دنیا میں ایسا بہت ہے

مَر بیاباں را مفازہ نام شُد
بیابان کا نام کامیابی کی جگہ ہوا

یک گروہ را خود مُعرّف جامہ است
ایک گروہ کے لئے لباس پہچان کا ذریعہ ہے

یک گروہ را ظاہراً سالوس و زرق
ایک گروہ کے ظاہری مکر اور فریب نے

یک گروہ را ظاہرِ[2] سالوس و زُہد
ایک گروہ میں ظاہری مکر اور زہد ہے

نور باید پاک از تقلید و عَول
نور درکار ہے جو تقلید اور کجی سے خالی ہو

در رَود در قلبِ اُو از راہِ عقل
اس کے دل میں عقل کے راستہ سے گھس جائے

بندگانِ[3] خاصِ علّامِ الغیُوب
علّام الغیوب کے خاص بندے

در درونِ دل درآید چوں خیال
جب دل میں کوئی خیال آتا ہے

در تنِ گنجشک چہ بُود برگ و ساز
چڑیا کے جسم میں کیا ساز و سامان ہوتا ہے؟

آنکہ واقف گشت بر اسرارِ ھُو
جو اللہ تعالیٰ کے بھیدوں سے واقف ہوگیا

آنکہ بر افلاک رفتارش بُود
جس کی گذر آسمانوں پر ہو

در کفِ داؤد کاہن گشت مُوم
حضرت داؤد کے ہاتھ میں جبکہ لوہا موم ہوگیا

در نظرِ شاں گوہرے کم از خسے ست
اُن کی نظر میں جو ہر تنکے سے کم ہے

نام و ننگے عقلِ شاں را دام شُد
عزت و ذلت اُن کی عقل کا جال بنا

در قبا گویند کو از عامہ است
قبا پہننے والے کو عوام میں سے کہتے ہیں

کردہ زاہد نام و اندر زُہد غرق
زاہد اور زہد میں ڈوبے ہوئے نام رکھتے

نور باید تا بُود جاسوسِ زہد
نور چاہیئے جو زہد کی خبر دی کرے

تا شناسد مرد را بے فعل و قول
تاکہ انسان کو بغیر قول اور فعل کے پہچانے

نقدِ اُو بیند نباشد بندِ نقل
اس کا نقد دیکھ لے، سُنی سُنائی کا پابند نہ ہو

در جہانِ جاں جواسیسِ القلوب
روحانی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہیں

پیشِ شاں مکشوف باشد ہر حال
پوشیدہ بھید اُن کے سامنے کھل جاتا ہے

کہ شود پوشیدہ آں بر عقلِ باز
کہ وہ باز کی عقل پر چھپ سکے

ہر مخلوقات چہ بُود پیشِ اُو
مخلوق کے بھید اُس کے سامنے کیا ہیں؟

بر زمیں رفتن چہ دُشوارش بُود
اُس کو زمین پر چلنا کیا دشوار ہوگا؟

موم چہ بُود در کفِ اُو اے ظلوم
اے ظالم! اُن کے ہاتھ میں موم کیا ہوگا!

---

[1] جہانِ بازگونہ: اُلٹی دنیا۔ در نظر یعنی حسی چیز کو کم قیمت اور کم قیمت چیز کو قیمتی سمجھتے ہیں۔ مفازہ۔ کامیابی کی جگہ صحراء کو کہتے ہیں حالانکہ وہ تو ہلاکت یعنی ہلاکت کی جگہ ہے نام نہند۔ زندگی کا نور۔ نام و ننگ۔ عزت و ذلت کے خیال سے بے عقل کے کام کرتے ہیں۔ یک گروہ۔ کپڑوں سے انسان کو پہچانتے ہیں اُس کی حقیقت پر نظر نہیں رکھتے ہیں گدڑی والے کو فقیر سمجھتے ہیں قبا پہننے والے کو معمولی انسان تصور کرتے ہیں۔

[2] ظاہرِ سالوس۔ بعض لوگ ظاہری مکاری کو بھی کرزہد کے قائل ہوجاتے ہیں۔ نور باید۔ کسی کو پہچاننے کیلئے نورِ قلبی درکار ہے جس کے ذریعہ بغیر بات کئے اور کام دیکھے انسان کو پہچانا جاسکے۔ نقد او۔ انسان کی صحیح حالت۔

[3] بندگانِ۔ پیر پر مرید کے دل کے احوال منکشف ہوجاتے ہیں۔ علّام الغیوب۔ غیبوں کا جاننے والا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جواسیس۔ جاسوس کی جمع ہے۔ راز کو جاننے والا۔ در رود۔ جس طرح خیالات انسان کے دل میں گھستے ہیں اسی طرح خاص بندے بھی دل میں گھس کر پوشیدہ احوال جان لیتے ہے۔ در تنِ گنجشک سے مراد مرید اور باز سے مراد شیخ ہے۔ اسرار ہُو۔ اللہ کے اسرار۔ بر افلاک۔ انبیاء اور اولیاء کو آسمانوں کی سیر ہیں کرنے والا کہا جاتا ہے۔

بود لقمان[1] بندہ شکلے خواجہ را
لقمان بظاہر غلام (حقیقتاً) آقا تھے

بندگی بر ظاہرش دیباجہ
غلامی اُن کے ظاہر کا عنوان تھی

چوں رود خواجہ بجائے ناشناس
آقا جب کسی اجنبی جگہ جاتا ہے

در غلامِ خویش پوشاند لباس
اپنے غلام کو (شاہی) لباس پہنا دیتا ہے

اُو بپوشد جامہائے آں غلام
وہ اُس غلام کے کپڑے خود پہن لیتا ہے

مر غلامِ خویش را سازد امام
اپنے غلام کو پیشرو بنا لیتا ہے

در پیش چوں بندگاں درّہ شود
راستہ میں غلاموں کی طرح اُسکے پیچھے چلتا ہے

تا نیابد زو کسے آگاہ[2] شود
تاکہ اُس کو کوئی نہ پہچان سکے

گوید اے بندہ تو رو بر صدر نشیں
کہہ دیتا ہے کہ اے غلام! تو جا اور صدر جگہ پر بیٹھ

من بگیرم کفش چوں بندہ کمیں
میں معمولی غلام کی طرح جوتیاں لے لونگا

تو درشتی کن مرا دشنام دہ
تو سختی کر، مجھے بُرا بھلا کہہ

مر مرا تو ہیچ توقیرے منہ
تو میری کوئی عزت نہ کر

ترکِ خدمت خدمتے تو داشتم
خدمت نہ کرنا میں نے تیرے ذمہ لگایا ہے

تا بغربت تخمِ حیلت کاشتم
جب تک کہ مسافرت میں میں نے تدبیر کا بیج بویا ہے

خواجگاں[3] ایں بندگیہا کردہ اند
تاگماں آید کہ ایشاں بندہ اند
آقاؤں نے یہ غلامیاں کی ہیں
تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ غلام ہیں

چشم پُر بودند و سیر از خواجگی
کارہا را کردہ اند آمادگی
وہ آقائیت سے سیر چشم اور پیٹ بھرے تھے
انھوں نے استعداد کے لئے بہت سے کام کئے ہیں

ویں غلامانِ ہوا بر عکسِ آں
خویشتن بنمودہ بہرِ عقل و جاں
اور یہ خواہش کے غلام اِس کے برعکس
اپنے آپ کو عقل و جان کا آقا ظاہر کرتے ہیں

آید از خواجہ رہِ افگندگی
ناید از بندہ بغیر از بندگی
آقا سے خاکساری کا طریقہ آتا ہے
(اللہ کے) بندے سے بندگی کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

پس ازاں عالم بدیں عالم چناں
تعبیتہا ہست بر عکسِ ایں بداں
پس اُس عالم سے اِس عالم تک
بہت سی بناوٹی باتیں ہیں اُن کو اُلٹا سمجھ

عالم اور عالمِ آخرت میں اور بہت سی چیزیں ہیں کہ جو حقیقتاً ظاہر کے برعکس ہیں۔

[1] بود لقمان حضرت لقمانؑ نے جان بوجھ کر ظاہری طور پر غلامی اختیار کر رکھی تھی ورنہ وہ آقا تھے۔ جس رو سے غلامی کی شکل اختیار کر لینے کی وجہ بیان کی ہے اُسی بنا پر اکثر اپنے آپ کو غلام اور غلام کو شاہ ظاہر کر دیا کرتے ہیں

[2] آگاہ شود۔ اپنے آپ کو بادشاہ ظاہر کرنے میں خطرات ہوتے ہیں۔ نشیں نشیں کا مخفف ہے۔ کمین۔ کمینہ۔

[3] خواجگاں بہت سے بزرگ اپنی بزرگی کے اخفا کیلئے معمولی معمولی کام اختیار کر لیتے ہیں تاکہ عوام کی نگاہوں سے چھپے رہیں۔ کار ہا۔ بزرگانِ دین معمولی پیشے اختیار کر لیتے ہیں تاکہ انکی استعداد قربِ الٰہی میں اضافہ ہو۔ جن غلاموں۔ جو لوگ جس ہوا کے غلام ہیں وہ اپنی بڑائی ظاہر کرتے ہیں۔ خواجہ۔ بزرگانِ دین ہمیشہ فروتنی اختیار کرتے ہیں۔ از بندہ۔ یعنی جو اللہ کے نیک بندے ہیں۔ ازاں عالم۔ عالمِ آخرت۔ ازیں عالم۔ عالمِ دنیا۔ تعبیتہا۔ تعبیۃ کی جمع ہے بناوٹ۔ برعکس۔ جس طرح یہ واقعہ ہے کہ بظاہر حضرت لقمانؑ غلام اور ان کا آقا آقا ہے لیکن حقیقتاً حضرت لقمانؑ آقا اور اُن کا آقا اُن کا غلام تھا اسی طرح اِس

557

خواجۂ لقمان ازیں[۹۱] حالِ نہاں — بود واقف دیدہ بود از وے نشاں

(حضرت) لقمان رح کا آقا اس راز سے — واقف تھا اور اُس کی نشانی دیکھ چکا تھا

رازمی دانست خوش می راند خر — از برائے مصلحت آں راہبر

راز جانتا تھا، کام چلا رہا تھا — اُس راہنما کی مصلحت کی وجہ سے

مر ورا آزاد کردے از نخست — لیک خوشنودیِ لقمان بجُست

اُن کو وہ پہلے ہی آزاد کر دیتا — لیکن اُس نے (حضرت) لقمان کی خوشنودی چاہی

زانکہ لقمان رامرادایں بود تا — کس نداند سِرّ آں شیرِ فتا

کیونکہ (حضرت) لقمان رح کا مقصد یہی تھا تاکہ — اس نوجوان شیر کا کوئی بھید نہ سمجھ سکے

چہ[۹۲] عجب گر سِرِّ زیدہ پنہاں کُنی — ایں عجب کہ سِرِّ خود پنہاں کُنی

یہ کیا عجیب بات ہے کہ تو راز کسی بچے سے چھپائے — عجیب تو یہ ہے کہ تو راز کو اپنے آپ سے چھپائے

کار پنہاں کُن تواز چشمانِ خود — تا بُوَد کارت سلیم از چشمِ بد

اپنی نظروں سے چھپ کر کام کر — تاکہ تیرا کام نظرِ بد سے بچا رہے

خویش را تسلیم کُن بردار مزد — وانگہ از خود بے زخود چیزے بدزد

اپنے آپ کو سپرد کر دے، مزدوری کمالے — پھر بے خودی میں اپنے میں سے کچھ چرالے

می[۹۳] دہند افیوں بمردِ زخم مند — تا کہ پیکاں از تنش بیروں کُنند

زخمی انسان کو افیون دے دیتے ہیں — تاکہ اُس کے جسم میں سے تیر کھینچ لیں

وقتِ مرگ از رنج اُو را میدرند — اُو بداں مشغول شُد جاں می بَرند

مرتے وقت اُس کو تکلیف سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں — وہ اس میں لگا، جان نکال لے جاتے ہیں

چوں بہر فکرے کہ خواہی دل بِبَر — از تو چیزے در نہاں خواہند بُرد

جب کسی فکر میں تو دل کو لگا دے گا — تو وہ تیری چیز چپکے سے چرالیں گے

پس بداں مشغول شوکاں بہتر ست — تا ز تو چیزے بَرد کاں کہتر ست

تو اس میں لگ جو اچھی چیز ہو — تاکہ (جو) تیری وہ چیز لے جائے جو گھٹیا ہے

ہر چہ اندیشی و تحصیلے کُنی — می درآید دُزد زاں سُو کایمنی

جو تو سوچتا ہے، اور حاصل کرتا ہے — چور اُس جانب سے آتا ہے جدھر سے تو مطمئن ہے

---

[۹۱] ازیں حال۔ یعنی اس بات سے کہ حضرت لقمان نے ظاہراً غلامی اختیار کر رکھی ہے ورنہ بباطن اُن کا رتبہ آقائیت کا ہے۔ راہبر۔ یعنی حضرت لقمان رح خوشنودی حضرت لقمان کی خواہش تھی کہ اُن کو غلام بنائے رکھے بہتر۔ اُن کا روحانی مرتبہ۔

[۹۲] چہ عجب۔ کمالات کو دوسروں کی نگاہوں سے مخفی رکھنا بھی کمال ہے لیکن اپنی نگاہوں میں اپنے کمالات کمال نہوں تب زیادہ کمال ہے چشم بد۔ خود اپنی نظرِ بد سے اپنے اعمال کو بچا۔ خویش را۔ اپنے آپ کو غلام سمجھتے ہوئے مزدوری کئے جاؤ تب اپنے رذایل کو اپنے آپ سے چرا کر غائب کر سکو گے۔

[۹۳] می دہند۔ افیون کھلا کر خودی مٹا دی جاتی ہے تب اصلاح کی جاتی ہے تو خودی کو مٹانے سے اصلاح ہوگی۔ وقتِ مرگ۔ موت کے وقت جسمانی تکالیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اُس کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور روح سے غفلت ہو جاتی ہے تو روح چوری چلی جاتی ہے۔ چوں بہر فکرے۔ انسان کی جس چیز کی طرف توجہ رہتی ہے وہ بچ جاتی ہے جس سے غفلت برتتا ہے وہ چوری ہو جاتی ہے بہتر ست۔ قیمتی چیز کی طرف توجہ کر نہ بھر ضائع ہوگی تو معمولی چیز ضائع ہوگی۔ ایمنی۔ تو مطمئن ہو کر بے توجہی کرتا ہے تو چور اُسکو چرا کر لے جاتا ہے جس چیز کی انسان فکر رکھتا ہے اُس کی جانب چور نہیں آتا

558

بارِ[1] بازرگاں چو در آب اوفتد — دست اندر کالۂ بہتر زند
تاجر کا مال جب پانی میں گرتا ہے — تو وہ عمدہ سامان پر ہاتھ مارتا ہے

کشتیِ مالش بغرقاب اَرفتد — ہر چہ نازل تر بدریا افگند
اُس کے مال کی کشتی اگر سمندر میں پہنچے — جو گھٹیا ہے اُس کو دریا میں پھینک دیتا ہے

چونکہ چیزے فوت خواہد شد در آب — تَرکِ کمتر گوئی و بہتر را بیاب
جونکہ کوئی نہ کوئی چیز تو پانی میں ڈوبے گی — گھٹیا کو چھوڑ دے اور بڑھیا کو بچالے

نقدِ ایماں را بطاعت گوش دار — تا زروئے حق نگردی شرمسار
بندگی کے ذریعہ ایمان کے نقد کی حفاظت کر — تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے روبرو شرمندہ نہ ہو

چونکہ نقدت را نگہداری کُنی — حرص و غفلت را بَرد دیو دُنی
جب تو اپنے نقد کی دیکھ بھال رکھے گا — کمینہ شیطان حرص اور غفلت کو لے بھاگے گا

ظاہر شدن فضل و زیرکی لقمانؑ پیش امتحان کنندگان

امتحان کرنے والوں کے سامنے[2] (حضرت) لقمانؑ کی بزرگی اور ذہانت کا ظاہر ہونا

خواجۂ لقمانؑ چو لقمانؑ را شناخت — بندہ بود و اُو را دبا اُو عشق باخت
حضرت لقمانؑ کے آقا نے جب لقمانؑ کو پہچان لیا — اُن کا غلام ہو گیا اور اُن پر فریفتہ ہو گیا

ہر طعامے کا وریدندے بُوئے — کس سوئے لقمانؑ فرستادے زِپے
وہ جو کھانا اُس کے پاس لاتے — تو فوراً کسی کو (حضرت) لقمانؑ کی جانب روانہ کرتا

تا کہ لقمانؑ دست سوئے آں بَرد — قاصداً تا خواجہ پس خوردش خورد
تاکہ (حضرت) لقمانؑ اُس میں ہاتھ ڈال دیں — اس ارادے سے کہ آقا اُن کا جھوٹا کھائے

سُورِ[3] اُو خوردے دشور انگیختے — ہر طعامے کو نخوردے ریختے
اُن کا جھوٹا کھاتا، اور مستی پیدا کرتا — جو کھانا وہ نہ کھاتے اُس کو ضائع کر دیتا

در نخوردے بیدل و بے اشتہا — ایں بُود پیوستگی بے مُنتہا
اگر کھاتا بھی تو بے دلی اور بے رغبتی سے — لامحدود تعلق یہ ہوتا ہے

خُربزہ آوردہ بودند ارمُغاں — لیک غائب بود لقمانؑ آں زماں
تحفے میں خربوزہ لائے تھے — لیکن اُس وقت (حضرت) لقمانؑ موجود نہ تھے

گفت خواجہ با غلامے کے فلاں — زود رَو فرزندِ لقمانؑ را بخواں
آقا نے ایک غلام سے کہا کہ فلانے! — جلد جا، عزیز لقمانؑ کو بُلا لا

[1] بار پہلے سمجھایا تھا کہ اچھی چیز کی طرف نگاہ رکھنا کہ معمولی چیز ضائع ہو اب اُس کو مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ اگر کشتی بوجھل ہونے کی وجہ سے ڈوبنے لگتی ہے تو معمولی چیزیں پھینک دی جاتی ہیں۔ کالا۔ سامان۔ نازل تر۔ گھٹیا۔ بہتر۔ قیمتی سامان۔ ایماں۔ یہ قیمتی چیز ہے اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کرنی ہے اس کی حفاظت کر۔ حرص۔ اپنے رذایل کی حفاظت نہ کرنا کہ وہ چوری ہو جائیں۔

[2] شناخت۔ یعنی اُن کا آقا اُنکی بزرگی کو پہچان گیا، ہر کملے۔ بڑوں کا جھوٹا تبرکاً کھایا جاتا ہے۔ فرستادے۔ یعنی اُن کو بلانے کیلئے پس خوردہ۔ بچا ہوا کھانا۔

[3] سور۔ پس خوردہ۔ شور انگیختن۔ مستی کا اظہار کرنا۔ ریختے۔ اُنکے نہ کھانے سے سمجھتا تھا کہ کھانا مکروہ ہے۔ پیوستگی تعلق۔ خربزہ۔ خربوزہ۔ ارمغاں۔ تحفہ۔ فرزند۔ محبت میں بیٹا کہا ہے۔

چونکہ لقمانؑ آمد و پیش نشست
جب (حضرت) لقمانؑ آئے اور اسکے سامنے بیٹھ گئے

خواجہ پس بگرفت سکینے[۵۱] بدست
اُس کے بعد آقا نے چھری ہاتھ میں لی

چوں بُرید و داد اُو را یک بُریں
جب تراشا، اور اُن کو ایک قاش دی

ہمچو شکّر خوردش و چوں انگبیں
اُنھوں نے اُس کو شکر و شہد کی طرح کھالیا

از خوشی کہ خورد داد اُو را دوم
چونکہ اُنھوں نے خوشی سے کھایا اُن کو دوسری دی

تا رسید آں گرچہا تا ہفدہم
یہاں تک کہ وہ قاشیں سترہ تک پہونچیں۔

ماند گرچے گفت ایں آمن حرم
ایک قاش بچی تو بولا اس کو میں کھاؤں گا

تا چہ شیریں خربزست ایں بنگرم
تاکہ دیکھوں کیسا میٹھا خربوزہ ہے؟

اُو چنیں خوش میخورد کز ذوقِ او
وہ اسقدر خوشی سے کھا رہے تھے کہ اُنکے ذوق سے

طُبعہا شد مشتہی و لُقمہ جُو
طبیعتیں خواہشمند ہوگئیں اور کھانا چاہنے لگیں

چوں بخورد از تلخیش آتش فروخت[۵۲]
جب اُسنے کھایا اُس کی کڑواہٹ سے آگ لگ گئی

ہم زباں کرد آبلہ ہم حلق سوخت
زبان پر آبلہ پڑ گیا حلق بھی جل گیا

ساعتے بیخود شد از تلخی آں
تھوڑی دیر اُس کی کڑواہٹ سے بے چین رہا

بعد ازاں گفتش کہ اے جانِ جہاں
اُس کے بعد اُسنے کہا، اے جانِ عالم!

نوش چوں کردی تو چندیں زہر را
آپ نے اسقدر زہر کیسے پی لیا؟

لُطف چوں انگاشتی ایں قہر را
اِس قہر کو لُطف کیوں سمجھا؟

ایں چہ صبرست ایں صبوری از چہ روست
یہ کیسا صبر ہے اور یہ کس طرح کا صبر کرنا ہے؟

جانِ تو گوئی بہ پیشِ تو عدوست
گویا آپ کی جان آپ کے نزدیک آپکی دشمن ہے

چوں[۵۳] نیاوردی بحیلت حجتے
کیوں نہ تدبیر سے آپ نے کوئی عذر کر دیا

کہ مرا عُذر ہست بس کُن ساعتے
کہ میں معذور ہوں، تھوڑی دیر ٹھہر

گفت من از دست نعمت بخشِ تو
فرمایا کہ تیرے سخی ہاتھ سے

خوردہ ام چنداں کہ از شرمم دو تو
میں نے اسقدر کھایا ہے کہ شرمندگی سے جھکا جاتا ہوں

شرمم آمد گر یکے تلخ از گفت
مجھے شرم آئی اگر تیرے ہاتھ سے ایک کڑوی چیز

می نوشم اے تو صاحب معرفت
نہ کھاؤں اے آقا، تو خود جانتا ہے

چوں ہمہ اجزام از انعامِ تو
جبکہ میرے تمام اجزا تیرے انعام سے

رُستہ اند و غرقِ دانہ و دامِ تو
اُگے ہیں اور تیرے دانہ و دام میں غرق ہیں

۵۱ سکین۔ چھری۔ بُریں۔ قاش، پھانک۔ انگبیں شہد۔ گرچہا۔ گرچ کی جمع ہے، بالضم وکاف و جیم فارسی، اخربوزے، تربوز کی قاش، مشتہی، خواہشمند۔

۵۲ چوں۔ کڑوا خربوزہ کھانے سے خلق میں سوزش اور زبان پر آبلہ پڑ گیا۔ جانِ جہاں۔ یعنی حضرت لقمانؑ۔ زہر۔ یعنی کڑوا خربوزہ۔ تدرو ایسا کڑوا خربوزہ کھانا تو جان کے ساتھ دشمنی ہے۔

۵۳ چوں۔ یعنی صاف انکار مناسب نہ تھا تو کوئی عذر تراش لیتے۔ گفت۔ حضرت لقمانؑ نے فرمایا جب اس ہاتھ سے سیکڑوں شیریں چیزیں کھا چکا ہوں ایک تلخ چیز کا انکار بے شرمی ہے۔ اجزام۔ میرے بدن کے سارے اجزا تیرے نمک کے پروردہ ہیں۔ دام۔ جال۔

گر ز[1] یک تلخے کنم فریاد و داد — خاکِ تیرہ بر سرِ اجزام باد

اگر میں ایک کڑوی چیز سے فریاد اور واویلا کروں — تو کالی خاک میرے اجزاء پر ہو

لذتے دستِ شکر بخشت کہ داشت — اندریں بطیخ تلخی کے گذاشت

تیرا شکر بخش ہاتھ جو لذت رکھتا تھا — اس نے اس خربوزے میں کڑواہٹ کہاں چھوڑی؟

از محبت تلخہا شیریں شود — از محبت مسہا زریں شود

محبت کی وجہ سے کڑوی چیزیں میٹھی ہو جاتی ہیں — محبت سے تانبے سونے بن جاتے ہیں

از محبت دُردہا صافی شود — وز محبت دَردہا شافی شود

محبت سے تلچھٹیں صاف ہو جاتی ہیں — محبت سے درد شفا بخشنے والے بن جاتے ہیں

از محبت خارہا گل می شود — وز محبت سرکہا مُل می شود

محبت سے کانٹے پھول بن جاتے ہیں — محبت سے سرکے شراب بن جاتے ہیں

از محبت دار تختے[2] می شود — وز محبت بار بختے می شود

محبت سے سُولی، تخت بن جاتی ہے — محبت سے بوجھ نصیبہ بن جاتا ہے

از محبت سجن گلشن می شود — بے محبت روضہ گلخن می شود

محبت سے قید خانہ چمن بن جاتا ہے — بغیر محبت کے باغ بھٹی بن جاتا ہے

از محبت نار نورے می شود — وز محبت دیو حورے می شود

محبت سے آگ نور بن جاتی ہے — محبت سے دیو، حور بن جاتا ہے

از محبت سنگ روغن می شود — بے محبت موم آہن می شود

محبت سے پتھر تیل بن جاتا ہے — بغیر محبت کے موم لوہا بن جاتا ہے

از محبت حزن شادی می شود — وز محبت غول ہادی می شود

محبت سے غم خوشی بن جاتا ہے — محبت سے چھلاوا راہبر بن جاتا ہے

از محبت نیش[3] نوشے می شود — وز محبت شیر موشے می شود

محبت سے ڈنک شہد بن جاتا ہے — محبت سے شیر چوہا بن جاتا ہے

از محبت سقم صحت می شود — وز محبت قہر رحمت می شود

محبت سے بیماری، تندرستی بنجاتی ہے — محبت سے قہر رحمت بن جاتا ہے

از محبت خار سوسن می شود — وز محبت خانہ روشن می شود

محبت سے کانٹا سوسن بن جاتا ہے — محبت سے گھر روشن ہو جاتا ہے

---

[1] گر ز یک۔ کسی بڑے محسن کی معمولی سی زیادتی پر واویلا کرنا بڑی ذلیل حرکت ہے۔ لذت۔ محسن کے ہاتھ کی کڑوی چیزیں کڑوی نہیں رہتی ہیں۔ از محبت۔ یہاں سے مولانا نے فرمایا ہے کہ محبت چیزوں کی حقیقت بدل دیتی ہے۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ دَردہا۔ یعنی امراض دافع شر۔

[2] تختے۔ یعنی تختِ شاہی۔ بار۔ بوجھ۔ بخت۔ یعنی خوش نصیبی۔ سجن۔ قید خانہ۔ روضہ۔ باغیچہ۔ گلخن۔ بھٹی۔ دیو۔ یعنی بدصورت۔ حور۔ یعنی خوبصورت۔ حزن۔ غم۔ غول۔ چھلاوا جس کا ہم راستہ سے بھٹکانا ہے۔

[3] نیش۔ زہریلا ڈنک۔ موش۔ چوہا۔ سقم۔ بیماری۔ سوسن۔ ایک آسمانی رنگ کا پھول ہے۔

از محبت مُردہ زندہ می شود
محبت سے مُردہ زندہ ہو جاتا ہے

وز محبت شاہ بندہ می شود
محبت سے شاہ، غلام بن جاتا ہے

ایں محبت ہم نتیجہ دانش[1] ست
یہ محبت بھی عقل کا نتیجہ ہے

کے گزافہ بر چنیں تختے نشست
بھلا کسی ایسے تخت پر کب بیٹھ سکتا ہے؟

دانشِ ناقص کجا ایں عشق زاد
ناقص عقل نے یہ عشق کب جنا ہے؟

عشق زاید ناقص اما بر جماد
ناقص (عقل) عشق پیدا کرتی ہے لیکن پتھر سے

بر جمادے رنگِ مطلوبے چو دید
پتھر پر جب محبوب کا رنگ دیکھا

از صفیرے بانگِ محبوبے شنید
سیٹی سے محبوب کی آواز سن لی

دانشِ ناقص نداند فرق را
ناقص عقل، فرق نہیں سمجھتی

لاجرم خورشید داند برق را
لامحالہ بجلی کو سورج سمجھ لیتی ہے

چونکہ[2] ملعون خواند ناقص را رسول
ناقص کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ملعون کہا ہے

بود در تاویل نقصانِ عقول
از روئے تاویل عقلوں کی کمی (مراد) تھی

زانکہ ناقص تن بُود مرحوم رحم
اس لئے کہ ناقص جسم، قابلِ رحم ہوتا ہے

نیست بر مرحوم لائق لعن و زجم
قابلِ رحم لعنت و زجر کے لائق نہیں ہے

نقصِ عقلست آنکہ بدرنجوریست[3]
بُری بیماری عقل کی کمی ہے

موجبِ لعنت سزائے دوریست
جو لعنت کا سبب اور دور رہنے کے قابل ہے

زانکہ[4] تکمیلِ خرد ہا دُور نیست
کیونکہ عقلوں کی تکمیل بعید نہیں ہے

لیک تکمیلِ بدن مقدور نیست
لیکن بدن کی تکمیل ممکن نہیں ہے

کفرِ فرعونے و ہر گبرِ عنید
فرعون اور ہر سرکش کافر کا کفر

جملہ از نقصانِ عقل آمد پدید
سب عقل کی کمی سے رُونما ہوا ہے

بہرِ نقصانِ بدن آمد فرج
بدن کی کمی کے لئے گنجائش آئی ہے

در نبے کہ ما علی الاعمیٰ حرج
قرآن میں ہے "اندھے پر گناہ نہیں ہے"

برق آفل باشد و بس بے وفا
برق چھپ جانے والی ہوتی ہے اور بہت بے وفا ہوتی ہے

آفل از باقی نداند بے صفا
بے نور غائب ہو جانے والے کو باقی رہنے والے سے ممتاز نہیں کر پاتا

برق خندد بر کہ می خندد بگو
بجلی ہنستی ہے، بتا کس پر ہنستی ہے؟

بر کسے کہ دل نہد بر نورِ او
اُس شخص پر جو اُس کی چمک سے دل لگائے

---

[1] دانش۔ یعنی عشق و محبت کا بھی عقل کا نتیجہ ہے۔ ناقص۔ یعنی ناقص عقل بھی عشق پیدا کرتی ہے لیکن غیر واقعی معشوق کے ساتھ۔ بر جماد ے۔ ناقص عقل جب کسی چیز پر محبوب حقیقی کا عکس دیکھتی ہے تو اُس کی گرویدہ ہو جاتی ہے۔ یہ دھوکا ایسا ہی ہے جیسا کہ پرند کو شکاری کی سیٹی سے دھوکا لگتا ہے اور اُسکو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر جال میں جا پھنستا ہے۔ صفیر۔ سیٹی جو شکاری بجاتا ہے۔ لاجرم۔ فانی کو باقی تصور کر لیتا ہے۔

[2] چونکہ۔ جس ناقص کو ملعون کہا گیا ہے اُس سے مراد ناقص عقل والا ہے۔ ناقص تن۔ جیسے لنگڑا، اندھا۔ زجم۔ زحمت۔ بدرنجوری۔ بُری بیماری۔

[3] زانکہ۔ باعث لعنت وہ بُرائی ہو سکتی ہے جس کا ازالہ ممکن ہو اور نہ کیا جائے۔ عقل، ماقبل کی صحبت میں عقل حاصل کر سکتا ہے لنگڑا باطل مقدور ہے۔ کفر چونکہ عقل نقصان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا باعث لعنت ہے۔ فرج۔ کشادگی۔ اعمیٰ۔ اندھا۔ حرج۔ گناہ۔ آفل۔ غروب کر جانے والا۔ برق۔ بجلی کی کوند کو قہقہہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

562

نورہائے برق ببریدہ[1] پے ست
بجلی کے نوروں کے پیر کٹے ہوئے ہیں

آں چو لا شرقی و لا غربی کے ست
وہ لاشرقی ولاغربی کی طرح کب ہیں؟

برق راچوں یَخطِفُ الاَبصار داں
بجلی کو تو نگاہیں اُچک لینے والی سمجھ

نورِ باقی راہمہ اَبصار داں
باقی رہنے والے نور کو مجسم نگاہیں سمجھ

برکفِ دریا فرس را راندن ست
دریا کے جھاگ پر گھوڑا دوڑانا ہے

نامہ را در نورِ برقے خواندن ست
خط کو بجلی کی روشنی میں پڑھنا ہے

از حریصی عاقبت نادیدن ست
حرص کی وجہ سے ناعاقبت اندیشی ہے

بر دل و بر عقل خود خندیدن ست
اپنے دل اور اپنی عقل کی ہنسی اڑانا ہے

عاقبت بیں ست عقل از خاصیت
عقل طبعاً عاقبت بیں ہے

نفس باشد کو نہ بیند عاقبت
جو انجام کو نہیں دیکھتا ہے وہ نفس ہے

عقل کو مغلوب نفس اُو نفس شد
جو عقل نفس سے مغلوب ہو وہ نفس بنجاتی ہے

مشتری مات زحل شد نحس شد
جب مشتری زحل سے مات کھا جاتا ہے تو نحوس ہو جاتا ہے

ہم[2] دریں نحسے بگرداں ایں نظر
اس نحوست میں بھی اپنی نگاہ کو تمسا

در کسے کو کرد نحست در نگر
اُس ذات کو دیکھ جس نے تجھے منحوس بنایا

آں نظر کو بنگرد ایں جزر و مد
جو نگاہ اِس کے آثار چڑھاؤ کو دیکھے

اُو زنحسے سوئے سعدے نقب زد
اُس نے نحوست سے سعادت کیطرف راستہ بنالیا ہے

زاں[3] ہمی گردانت از حالے بحال
(خدا) اِسلئے تجھے ایک حال سے دوسرے حال کیطرف پھیرتا ہے

ضد بضد پیدا کُناں در انتقال
تبدیلی میں ایک مخالف سے دوسرا مخالف پیدا کرتے ہوئے

تا کہ خوفت زاید از ذاتِ الشمال
تاکہ تیرا خوف بائیں جانب والے (اصحاب النار) سے پیدا

لذتِ ذاتِ الیمیں یرجی الرجال
اُس دائیں جانب والے (اصحاب النار) کی لذت جسکی لوگ تمنا کرتے

تا کہ از عسرت نہ بینی خوفہا
جب تک کہ تو تنگی کے خوفوں کو نہ دیکھ لے گا

کے زنیسرے بازیابی لُطفہا
تو تجھے سہولت سے لُطف کب حاصل ہونگے؟

تا نہ بینی خوف نحسِ مشأمہ
جبتک تو بائیں جانب والوں کی نحوست کا خوف نہ دیکھ

کے شناسی قدرِ لُطفِ میمنہ
دائیں جانب والوں کے لُطف کی قدر کب سمجھے گا؟

تا دو پَر باشی کہ مُرغِ یک پرہ[4]
تاکہ تو دو پروں والا ہو سکے کیونکہ ایک بازو کا پرندہ

عاجز آید از پریدن یکسرہ
اُڑنے سے بکل عاجز رہتا ہے

---

[1] ببریدہ پے۔ پیر کٹے ہوئے لاشرقی ولاغربی۔ وہ نہ شرقی ہے نہ غربی یہ قرآن پاک میں اللہ کے نور کی صفت بیان کی گئی ہے یَخطِفُ۔ قرآن پاک میں کفار کے بارے میں ہے۔ یَکَادُ البَرقُ یَخطِفُ اَبصَارَھُم۔ قریب ہے کہ بجلی انکی نگاہوں کو اُچک لے۔ از حریصی ناپائیدار حرص ہے جیسا کہ دریا کے جھاگوں پر گھوڑا دوڑانے کی کوشش یا آسمانی بجلی کی کرن میں خط پڑھنے کی کوشش عقل عقلِ انسانی انجام پر نظر رکھتی ہے نفس کوتاہ بیں ہے۔ مشتری۔ سعد ستارہ ہے لیکن زحل نحوس ستارے کی دباب میں آکر نحس بن جاتا ہے۔

[2] ہم۔ دریں نحسے اگر انسان وساوس نفسی میں مبتلا ہو تو اُن کے درپے نہ ہو بلکہ یہ مراقبہ کرے کہ یہ دسوسے بھی اللہ کی جانب سے ہیں تو وساوس کی نحوست ختم ہو کر روح کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے جزر۔ سمندر کا اُتار۔ مد۔ سمندر کا چڑھاؤ۔

[3] زاں ہمی۔ انسان کے احوال کی تبدیلی میں مصلحت ہے کہ عافیت کی قدر اُسی کو ہوتی ہے جو مصیبت میں پھنس چکا ہو۔ ذاتُ الشمال۔ بائیں جانب والے یہ دوزخیوں کی صفت ہے۔ ذاتُ الیمین۔ دائیں جانب والے یہ جنتیوں کی صفت ہے۔ عسر۔ تنگی۔ یسر۔ سہولت۔ مشأمہ۔ بائیں جانب یعنی بائیں جانب والے جو جہنمی ہونگے۔ دو پر۔ یعنی قبض اور بسط کی کیفیت۔

563

هیں[1] گذر از میمنہ و از میسرہ
خبردار! دائیں جانب اور بائیں جانب والوں کی گذرجا

در سرائے سابقاں آں یکسرہ
بالکلیہ سابقین کے گھر میں

یارہا کُن تا نیایم در کلام
یا تو چھوڑ دے تاکہ میں گفتگو نہ کروں

یا بدہ دستور تا گویم تمام
یا اجازت دے تاکہ پوری بات کہہ دوں

ورنہ ایں خواہی نہ آں فرماں تراست
اگر تو نہ یہ چاہے نہ وہ چاہے، تجھے اختیار ہے

کس چہ داند مر ترا مقصد کجاست
کون سمجھے کہ تیرا مقصد کیا ہے؟

جانِ ابراہیمؑ باید تا بنور
(حضرت) ابراہیمؑ کی جان چاہیئے تاکہ نور کے ذریعہ

بیند اندر نار فردوس و قصور
آگ میں جنت اور محلات دیکھ لے

پایہ[2] پایہ بر رود بر ماہ و خور
درجہ بدرجہ چاند اور سورج سے اونچا جائے

تا نماند ہمچو حلقہ بندِ در
تاکہ کنڈے کی طرح دروازہ کا پابند نہ رہے

چوں خلیلؑ از آسمانِ ہفتمیں
(حضرت ابراہیمؑ) خلیل (اللہ) کیطرح ساتویں آسمان سے

بگذرد کہ لَآ اُحِبُّ الْآفِلِیْنَ
گذر جاتا ہے کیونکہ وہ لَآ اُحِبُّ الْآفِلِیْنَ (کہتے ہیں)

ایں جہان تن غلط اندازشد
یہ جسم کی دنیا، غلطی میں مبتلا کرنیوالی ہے

جز مر آں را کو ز شہوت باز شد
علاوہ اُس کے جو خواہش نفسانی سے باز ہو

حسدِ آں حشم بر آں غلامِ خاصِ سلطاں
بادشاہ کے خاص غلام پر غلاموں کا حسد کرنا

قصۂ[3] شاہ و امیران و حسد
شاہ اور امیروں، اور حسد کا قصہ

بر غلامِ خاص و سلطانِ خرد
خاص غلام اور شہنشاہ عقل پر

دور ماند از جرِّ جرّارِ کلام
دور رہ گیا کلام کو طول دینے والے کے طول دینے کیوجہ سے

باز باید گشت و کردآں را تمام
واپس لوٹنا چاہیئے اور اُس کو مکمل کرنا چاہیئے

باغبانِ مُلک با اقبال و بخت
اقبال اور نصیب والا، مُلک کا باغبان

چوں درختے و انداند از درخت
درخت اور درخت میں امتیاز کرنا کیوں چاہیگا؟

آں درختے را کہ تلخ و رد بود
وہ درخت جو کڑوا اور ناپسند ہو

واں درختے کہ یکش ہفصد بود
اور وہ درخت جو ایک سات سو کے برابر ہو

کے برابر دارد اندر مرتبت
(اُن کو) رُتبے میں برابر کب رکھے گا؟

چوں بہ بیند شاں بچشمِ عاقبت
جب اُن کو دور اندیشی کی نگاہ سے دیکھے گا

---

[1] میں قرآن پاک میں اصحاب میمنہ اور میسرہ کا ذکر آیا ہے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ یعنی جو دائیں جانب اور بائیں جانب والوں سے آگے ہونگے وہ مقرب ہونگے۔ میسرہ۔ بائیں جانب۔ یارہا کُن۔ مولانا سننے والے کو مخاطب کرتے ہیں کہ جو اسرار کا یہ بیان ختم ہونا چاہیئے یا ترجمہ کی جائے تاکہ بیان پورا ہوسکے۔ جانِ ابراہیمؑ۔ عقلِ کامل ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی سی ہو۔ جو دشمنوں کی آگ میں بھی آخرت کا منظر دیکھ رہے تھے۔

[2] پایہ۔ سالک کو مسلسل ترقی کرنی چاہیئے تاکہ فطرت رانے سے باہر نہ رہے۔ حلقہ۔ کنڈی کا حلقہ دروازہ سے باہر ہوتا ہے۔ لَآ اُحِبُّ الْآفِلِیْنَ۔ میں ترقی کر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا حضرت ابراہیمؑ نے یہ اس وقت فرمایا جب چاند اور سورج کی الوہیت کا انکار کر رہے تھے۔

[3] قصہ۔ دریاں میں مولانا نے کچھ اسرار رکھم کی باتیں شروع کردی تھیں اب پھر اس قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جرّ۔ کھینچنا۔ جرّار کلام۔ کلام کو طول دینے والا۔ باغبان۔ بادشاہ اور غلاموں کی مثال باغبان اور درختوں کی سی ہے باغبان سب درختوں کو پہچانتا ہے اور اُن سے انکی حیثیت کا معاملہ کرتا ہے لہٰذا پسند بھی ہے۔ یکش۔ باغ میں ایک درخت ایسا قیمتی ہوتا ہے جو بہت سوں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

566

کانِ[1] درختاں را نہایت چیست بر
کہ ان درختوں کا انجام کار پھل کیسا ہے؟

گرچہ یکسانند ایں دم در نظر
اگرچہ اس وقت دیکھنے میں یکساں ہیں

شیخ کو بِنظرِ نُورِ اللہ شُد
وہ شیخ جو اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہو گیا

از نہایت وز نخست آگاہ شُد
ابتداء اور انتہاء سے واقف ہو گیا

چشمِ آخر بیں بہ بست از بہرِ حق
اللہ تعالیٰ کیلئے جو آخر کو دیکھنے والی آنکھ بند کر لی ہے

چشمِ آخر بیں کُشاد اندر سبق
آخرت کو دیکھنے والی آنکھ پہلے سے کھول لی ہے

آں حسوداں بد درختاں بودہ اند
وہ حاسد بُرے درخت تھے

تلخ گوہر شور بختاں بودہ اند
کڑوی اصل والے بدبخت تھے

از حسد جوشاں و کف می ریختند
حسد کی وجہ سے جوش میں تھے اور جھاگ گراتے تھے

در نہانی مکر می انگیختند
خفیہ طور پر مکر کرتے تھے

تا[2] غلامِ خاص را گردن زنند
تاکہ خاص غلام کو قتل کر دیں

بیخ اُو را از زمانہ بر کنند
دنیا سے اس کی جڑ اُکھاڑ دیں

چوں شود فانی جو جانش شاہ بود
وہ فانی کب ہو سکتا ہے جبکہ بادشاہ اُسکی جان تھا

بیخ اُو در عصمتُ اللہ بُود
اُس کی جڑ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں تھی

شاہ ازاں اسرار واقف آمدہ
بادشاہ اُن رازوں سے واقف ہو گیا

ہمچو بوبکرِ[3] ربابی تن زدہ
ابوبکرؒ ربابی کی طرح خاموش تھا

در تماشائے دلِ بدگوہراں
بداصلوں کے دل کو دیکھ کر

منیزند خُنبک براں کوزہ گراں
اُن جعل سازوں پر تالیاں بجاتا تھا

مکر می سازند قومِ حیلہ مند
مکار قوم، مکاری کر رہی تھی

تا کہ[4] شہ را در فقاعے در کُنند
تاکہ بادشاہ کو دھوکے میں مبتلا کر دیں

بادشاہے بس عظیمِ بیکراں
لا انتہا عظیم بادشاہ

در فقاعے کے بگنجد اے خراں
اے گدھو! دھوکے میں کب پڑ سکتا ہے؟

از برائے شاہ دامے دوختند
بادشاہ کے لئے جال بُن رہے تھے

آخر ایں تدبیر از وے آموختند
آخر یہ تدبیر اسی سے سیکھی تھی

نحس شاگردیکہ با اُستادِ خویش
وہ شاگرد بدبخت ہے جو اپنے اُستاد سے

ہمسری آغاز د آید پیش
مقابلہ کرے اور سامنا کرے

---

[1] کانِ درختاں۔ بظاہر سب درخت یکساں ہیں۔ تبریل۔ شیخ۔ پیر کہتا ہے کہ کونسا مرید بالآخر کس مرتبہ پر فائز ہوگا۔ چشمِ آخر بیں۔ یعنی جانوروں والی آنکھ جو محض غذا جسمانی کو دیکھتی ہے حسوداں۔ یعنی اُن کے اعمال کے پھل تلخ تھے۔ تلخ گو ہو کڑوی جڑ والے۔ کف۔ جھاگ۔

[2] تا غلام۔ تاکہ مخصوص غلام کو قتل کر ڈالیں۔ عصمت اللہ۔ اللہ کی حفاظت۔ بوبکر ربابی۔ ایک مجذوب ولی کا نام ہے جو سات سال تک بالکل خاموش رہے تھے کوزہ گراں۔ کمہار۔ کمہار چونکہ برتنوں پر طرح طرح کے رنگ چڑھاتا ہے لہٰذا جعل ساز اور ملمع گر کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ خنبک زدن۔ ہتھیلیاں بجانا۔

[3] فقاع۔ دھوکہ۔ بادشاہ۔ یعنی شیخ۔ اے خراں۔ پیر کو دھوکا دینے والا گدھا ہے۔ تمام حال۔ تدبیر سیاہی شاہ اور بہ سامنے سے طریقہ سیکھتا ہے مُرید شیخ سے آداب سیکھتا ہے نحس۔ وہ شاگرد منحوس ہے جو اُستاد سے سیکھے ہوئے ہنر کے ذریعہ اُستاد ہی کا مقابلہ کرنے لگے۔

565

باکدام[1] اُستاد اُستادِ جہاں — پیشِ اُو یکساں ہُوید او نہاں
کونسے اُستاد سے؟ دنیا کے اُستاد سے — جس کے سامنے ظاہر و باطن یکساں ہے

چشمِ او بِنظرِ نُورِ اللہ شُدہ — پردہ ہائے جہل را خارق بُدہ
اُسکی نظر اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھنے والی ہوگئی ہے — جہل کے پردوں کو پھاڑنے والی ہوگئی ہے

از دلِ سُوراخ چوں کُہنہ گلیم — پردہ بند د بہ پیشِ آں حکیم
پُرانی گدڑی جیسے دل کے سوراخ پر — اُس دانا کے سامنے پردہ تانتا ہے

پردہ می خند د بر د باصد دُہاں — ہر دہانے گشتہ اشگافے در آں
پردہ سو منہ سے اُس پر ہنستا ہے — اُس کا ہر سوراخ ایک منہ بن گیا ہے

گوید[2] آں اُستاد مر شاگرد را — کاے کم از سگ نیستت با من وفا
وہ اُستاد، شاگرد سے کہتا ہے — اے کُتے سے کمتر! تو میرا وفادار نہیں ہے

خود مرا اُستا مگیر آہن گسُل — ہمچو خود شاگرد گیر و کور دل
مجھے لوہے کو توڑنے والا اُستاد نہ سمجھ — اپنی طرح شاگرد اور تاریک دل والا سمجھ

نہ از منت یاریست در جان و دلت — بے منت آبے نمی گردد رواں
کیا تیری جان اور روح میں میری کچھ امداد نہیں ہے — میرے بغیر تیری کامیابی نہ تھی

پس دلِ من کارگاہِ تختِ تست — چہ شکنی ایں کارگہ اے نادرست
تیرے تخت کا کارخانہ میرا دل ہے — اے نالائق! اس کارخانہ کو کیوں توڑتا ہے؟

گوئیش[3] پنہاں زنم آتش زنہ — نے بقلب از قلب باشد روزنہ
تو اُس سے کہتا ہے میں پوشیدہ طور پر چقماق رگڑتا ہوں — کیا دل سے دل تک سوراخ نہیں ہوتا ہے

آخر از روزن بہ بیند فکرِ تو — دل گواہی می دہد زیں ذکرِ تو
وہ تیرا خیال روزن میں سے دیکھ لیتا ہے — تیرے اس ذکر کی دل گواہی دیدیتا ہے

لیک در رُویت نمالد از کرم — ہر چہ گوئی خند د و گوید نعم
لیکن شرافت کی وجہ سے تیرے منہ پر نہیں کہتا ہے — تو جو کچھ کہتا ہے وہ مسکرا دیتا ہے اور ہاں کہدیتا ہے

اُو نمی خند د ز ذوقِ مالشت — اُو ہمی خند د بر اں سگالشت
وہ تیری مالش کے ذوق سے نہیں ہنستا ہے — وہ تیرے خیال پر ہنستا ہے

---

[1] باکدام۔ یعنی استاد بھی وہ جو روحانی استاد ہے جس کے سامنے ہر شخص کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ بِنظرِ حدیث میں ہے۔ اِتَّقُوا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔ خارق۔ پھاڑنے والا۔ از دل۔ جو دل معصیتوں کی وجہ سے پرانی گدڑی کی طرح سوراخ در سوراخ ہے، یہ اُس کے راز کو چھپانا چاہتا ہے۔ پردہ۔ اس دل کے سوراخوں پر پردہ ڈالتا ہے تاکہ راز نہ کھل جائے۔ ہر دہانے۔ پردہ کے پیچھے دل کا ہر سوراخ راز بتا رہا ہے۔

[2] گوید۔ استاد شاگرد سے کہتا ہے تو کُتے سے بھی وفاداری میں کم ہے۔ خود مرا۔ اگر تو مجھے بہت بڑا استاد نہ سمجھے تو بھی کم از کم میں نے تیری تربیت تو کی ہے پھر یہ احسان فراموشی کیوں ہے۔ آب رواں شدن۔ کامیاب ہونا دل من۔ مجھے جو تخت عزت نصیب ہوا ہے وہ میرے دل کی کاریگری ہے۔

[3] گوئیش۔ شاگرد استاد کو دھوکا دینے کیلئے کہتا ہے کہ میرے دل میں تیری محبت ہے۔ آتش زنہ چقماق۔ روزنہ۔ سوراخ۔ آخر۔ پیر مُرید کے دل کی حالت معلوم کر لیتا ہے دل گواہی۔ مُرید کا دل بتا دیتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ لیک شیخ مرید کے ہر مکر کو سمجھتا ہے لیکن بسا اوقات اپنی شرافت کی وجہ سے

اس کا اظہار نہیں کرتا ہے اور اسکی ہاں میں ہاں ملا دیتا ہے۔
نیز خندۂ شیخ کی مسکراہٹ تصدیق کے لئے نہیں ہوتی ہے تحقیق کے لئے ہوتی ہے۔

پس خدائی[1] راخدائی شد جزا
دھوکے بازی کا بدلہ دھوکہ بازی ہے

کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا
پیالی مار، پیالہ کھا یہ سزا ہے

گر بُدے با تو وُرا خندہ رضا
اگر تیرے ساتھ اس کی رضامندی کی ہنسی ہوتی

صد ہزاراں گل شگفتے مر ترا
تجھ میں لاکھوں پھول کھل جاتے

چوں دلِ اُو در رضا آرد عمل
جب اس کا دل خوشی میں کوئی کام کرے

آفتابے داں کہ آید در حمل
سمجھ لے کہ سورج (برج) حمل میں آگیا

زو بخندد ہم نہار و ہم بہار
اس سے کھل جاتا ہے دن بھی اور (موسم) بہار بھی

در ہم آمیزد شگوفہ و سبزہ زار
شگوفے اور سبزہ زار آپس میں مل جاتے ہیں

صد ہزاراں بلبل و قمری نوا
لاکھوں بلبلیں اور قمریاں چہچہانے

افگند اندر جہانِ بے نوا
لگتی ہیں (اس) اُجاڑ دنیا میں

چوں ندانی تو خزاں را از بہار
جبکہ تو خزاں اور بہار کو نہیں سمجھتا ہے

چوں بدانی رمز خندہ در شمار
تو پھلوں کے ہنسنے کے اشارے کیا سمجھے گا؟

چونکہ[2] برگ روحِ خود زرد و سیاہ
جبکہ تو اپنی روح کے پتوں کا زرد اور سیاہ ہونا

می نہ بینی چوں بدانی ختمِ شاہ
نہیں سمجھتا ہے تو شاہ کے ختمہ کو کیا سمجھے گا؟

آفتاب شاہ در بُرجِ عتاب
شاہ کا سورج ختمہ کے برج میں آکر

میکند رُو ہا سیہ ہمچوں کتاب
اعمال نامہ کی طرح رو سیاہ کر دیتا ہے

آں عطارد را و رقہا جانِ ماست
ہماری جان اس عطارد کے لئے کاغذ ہے

آں سپید و آں سیہ میزانِ ماست
وہ سفید اور سیاہ ہمارا معیار ہے

باز منشورے[3] نویسد سُرخ و سبز
پھر وہ سرخ اور سبز فرمان لکھتا ہے

تا رہند ارواح از سودا و عجز
حتیٰ کہ ہماری روحیں پاگل پن اور عجز سے بچا لی جاتی ہیں

سُرخ و سبز افتاد نسخِ نو بہار
نو بہار کی تحریر پر سرخ اور سبز واقع ہوئی ہے

چوں خطِ قوس قزح در اعتبار
جو قیامت کرنے میں دھنک کمان کے نقش کی طرح ہے

اندریں معنی شنو تو قصۂ
اس مقصد میں تو ایک قصہ سن لے

تا بیابی از معانی حصۂ
تاکہ تو بھی معانی سے حصہ پالے

سودا۔ عجز۔ یعنی وصول الی الحق سے عجز۔ سرخ و سبز۔ مشیخ کے انوار مختلف انواع کے ہوتے ہیں جیسا کہ دھنک کمان میں مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اندریں معنی۔ جیسے خ اور دیا، اللہ کا نظر ہیں، بلقیس نے حضرت سلیمان کے خط کو ان کا نظیر سمجھ کر تعظیم کی اور ہدہد کی حقارت کو مدِ نظر نہ رکھا۔

---

[1] خدائی۔ دھوکا یعنی جس طرح کا معاملہ پیر کے ساتھ مُرید ویسا ہی برتاؤ اُس نے کیا۔ کاسہ زن کوزہ بخور۔ یعنی اینٹ کا جواب پتھر۔ تو جیسے کو تیسا۔ پیر مُرید کے کاموں سے خوش ہو کر ہنسے تو مُرید فیوض سے مالا مال ہو جائے۔ حمل۔ بکری کا بچہ۔ سورج کے بُرجوں میں سے ایک بُرج بکری کے بچہ کی صورت میں ہے۔ جب سورج گردش کرتا ہوا اُس میں آتا ہے تو موسم بہار شروع ہو جاتا ہے۔ زو بخندد۔ یعنی موسم بہار کا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ موسم بہار میں بلبلیں اور قمریاں چہچہانے لگتی ہیں۔ چوں ندانی۔ جب مُرید حق باطن سے بے بہرہ ہو تو وہ فیوض کی آمد کو سمجھے گا نہ اُسے محرومی کو۔ در خزاں پھلوں کا خندہ یہ ہے کہ انہیں پکنے کی رونق آجائے۔

[2] چونکہ۔ کہ در باطن کو جب یہ نظر نہیں آتا کہ اُس کی روح پر خزاں طاری ہے تو وہ پیر کے غصہ کے اثرات کو بھی نہیں سمجھ سکتا ہے جناب۔ پیر کی ناراضی سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ عطارد۔ ستارہ جسکو دبیر فلک یعنی آسمان کا منشی بھی کہا جاتا ہے۔ در تہا۔ جس طرح کاتب کا اثر کاغذ پر آتا ہے ہیر کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ اور مُرید کی قلبی حالت ہی اُس کی اچھائی یا بُرائی کا معیار ہے۔

[3] منشور۔ شاہی فرمان۔ سودا۔ یعنی نفسانی لذتوں کا

عکس تعظیم پیغمبر سلیمانؑ در دل بلقیس[1] از صورت حقیر ہُدہُد

(حضرت پیغمبر سلیمان علیہ السلام کی تعظیم کا عکس بلقیس کے دل پر حقیر ہُدہُد کی صورت کے ذریعہ)

رحمتِ صد تو بر آں بلقیس باد — کہ خدا بیش عقلِ صد مرداں بداد

اُس بلقیس پر سو گنی رحمت ہو — جس کو خدا نے سینکڑوں مردوں کی عقل عطا فرمائی

ہُدہُدے نامہ بیاورد و نشاں — از سلیمانؑ چند حرفے با بیاں

ایک ہُدہُد تحریر اور نشانی لایا — حضرت سلیمانؑ کی جانب سے وضاحت کیساتھ چند حرف

خواند او آں مکتہائے باشمول — وز حقارت ننگرید اندر رسول

اُس نے اُن جامع مکتوں کو پڑھا — اور نامہ بر کو حقارت سے نہ دیکھا

چشمِ ہُدہُد دید و جانِ عنقاش دید — حسِّ چوں کفّے دید و دل دریاش دید

آنکھ نے ہُدہُد دیکھا اور جان نے اُس کو عنقا دیکھا — جس نے اسکو جھاگ دیکھا اور دل نے اسکو دریا دیکھا

عقل با حسِّ زیں طلسمات دو رنگ — چوں محمدؐ با ابو جہلاں بجنگ

ان دو رنگی طلسمات کی وجہ سے عقل حسّ کے ساتھ — جنگ میں رہتی ہے جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابو جہلوں کیساتھ

کافراں[2] دیدند احمدؐ را بشر — چوں ندیدند از وے انشق القمرؐ

کافروں نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (صرف) انسان دیکھا — جبکہ اُن سے شق القمر (کا معجزہ) نہ دیکھا

خاک زن در دیدۂ حس بینِ خویش — دیدۂ حسّ دشمنِ عقل ست و کیش

اپنی حسی آنکھ پر خاک ڈال — حسی آنکھ، عقل اور مذہب کی دشمن ہے

دیدۂ حسّ را خدا اعمش خواند — بُت پرستش گفت و ضدِ ما ش خواند

حسی آنکھ کو خدا نے اندھا کہا ہے — اُس کو بُت پرست کہا ہے اور ہمارا دشمن کہا ہے

زانکہ او کف دید و دریا را ندید — زانکہ حالے دید و فردا را ندید

کیونکہ اُس نے جھاگ دیکھے اور دریا کو نہ دیکھا — کیونکہ اُس نے موجودہ حالت دیکھی اور انجام نہ دیکھا

خواجۂ[3] فردا و حالی پیشِ او — اُو نمی بیند ز گنجے جز تسو

وہ آخرت کے آقا ہیں اور اُسکے نزدیک موجودہ وقت کے — وہ خزانے میں سے سوائے دمڑی کے کچھ نہیں دیکھتا ہے

ذرّہ زاں آفتاب آرد پیام — آفتاب آں ذرّہ را گردد غلام

(اگر) ایک ذرّہ اُس سورج کا پیغام لائے — سورج اُس ذرّے کا غلام بن جائے

---

[1] بلقیس۔ ملکِ یمن کے شہر سبا کی حکمراں تھی جس کا قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ عقلِ صد مرداں۔ بلقیس اگرچہ عورت تھی لیکن اللہ نے اسکو سینکڑوں مردوں کی سی عقل عطا فرمائی تھی۔ ہدہد۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کے ذریعہ بلقیس کے پاس اپنا خط بھیجا تھا۔ مکتہائے باشمول۔ جامع مکتوب۔ رسول۔ قاصد یعنی ہدہد۔ چشم۔ ظاہری آنکھ میں وہ ہدہد تھا مگر چونکہ وہ حضرت سلیمانؑ کا قاصد تھا لہٰذا باطنی نگاہ نے اُس کو عنقا سمجھا۔ طلسماتِ دو رنگ۔ دو چیزیں جو بظاہر حقیر ہیں لیکن بباطن عظیم ہیں اُن کے بارے میں عقل اور حس میں جنگ ہوتی رہتی ہے۔ ابو جہلاں۔ یعنی ابو جہل کی طرح کے سخت کافر۔

[2] کافراں۔ کافر آنحضورؐ کی ظاہری بشریت کو دیکھتے تھے اور روحانی عظمت جس کا کرشمہ شق القمر کا معجزہ ہے اُس کو نہ دیکھتے تھے۔ دیدۂ حس۔ محض ظاہر میں نگاہ عقل و مذہب کی دشمن ہے۔ اعماش خواند۔ خدا نے اُس کو اندھا قرار دیا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ۔ آپ فرما دیجئے کیا اندھا اور بینا برابر ہیں؟ اس آیت میں اعمی سے وہ مراد ہیں جو صرف حسی نظر سے کام لیتے ہیں اور قلبی نظر سے محروم ہیں۔ زانکہ۔ کافروں کی ظاہر بیں نظر نے بشریتؐ کا صرف ظاہر دیکھا روحانی قوتوں کو نہ دیکھا۔ فردا۔ یعنی انجام۔

[3] خواجۂ۔ خواجہ فرمایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے قیامت کے آقا ہیں وہ آنحضورؐ کی صرف موجودہ زندگی کو دیکھتا ہے۔ گنج۔ چار خرکی بقدر وزن اگر کا چوسراں حصہ یعنی آنحضورؐ جو ایک عظیم خزانہ تھے اُس میں سے اُسے صرف کوڑی اور دمڑی نظر آئی۔ زاں آفتاب۔ یعنی حق تعالیٰ۔ آفتاب۔ یعنی سورج۔

قطرۂ کز بحر وحدت شد سفیر[1]
ایک قطرہ جو دریائے وحدت کا پیغامبر بنا

ہفت بحر آں قطرہ را باشد اسیر
ساتوں سمندر اُس قطرے کے پابند ہوئے

گر کفِ خاکے شود چالاکِ اُو
اگر ایک مٹھی مٹی اسکے لئے اطاعت میں چست ہو جائے

پیشِ خاکش سر نہد افلاکِ اُو
تو اُس کی مٹی کے آگے اُس کے آسمان سر دھریں

خاکِ آدم چونکہ شد چالاکِ حق
(حضرت) آدمؑ کی مٹی چونکہ اللہ کے لئے چست بنی

پیشِ خاکش سر نہد أملاکِ حق
اُس کی مٹی کے آگے اللہ کی مملوک چیزوں نے سر رکھ دیا

اَلسَّمَاءُ انْشَقَّتْ آخر از چہ بود
"آسمان پھٹ گیا" آخر کس وجہ سے تھا؟

از یکے چشمے کہ خاکے بر کشود
اُس آنکھ کے لئے جو مٹی نے کھولی

خاک از دُردی نشیند زیر آب
مٹی تلچھٹ ہو جانے کیوجہ سے پانی کے نیچے بیٹھ جاتی ہے

خاک بیں کز عرش بگذشت از شتاب
مٹی کو دیکھا تیزی سے عرش سے بھی اونچی چلی گئی

آں لطافت پس بداں کز آب نیست
تو سمجھ لے وہ لطافت آب (وغیرہ) کی نہیں ہے

جز عطائے مُبدعِ وہّاب نیست
ایجاد کرنیوالے عطا کرنیوالے (خدا) کی دین کے سوا کچھ نہیں ہے

گر کند سفلی ہوا و نار را
اگر وہ ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے

در زگل اُو بگزراند خار را
اگر وہ کانٹے کو پھول سے بڑھا دے

حاکم ست و یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاء
وہ حاکم ہے اور اللہ (تعالیٰ) جو چاہے وہ کرتا ہے

اُو ز عینِ درد انگیزد دوا
وہ بعینہٖ درد سے دوا پیدا کر دیتا ہے

ور زمین[2] و آب را علوی کند
اگر مٹی اور پانی کو علوی کر دے

راہِ گردوں را بپا مطوی کند
آسمان کے راستے کو پیروں سے لپیٹ کر دے

گر ہوا و نار را سفلی کند
اگر ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے

تیرگی و دُردی و ثقلی[3] کند
تاریکی اور تلچھٹ اور کثافت والا کر دے

نیست کس را زہرہ تا گوید کہ چوں
کسی کی مجال نہیں کہ کہے "کیوں"؟

بس جگرہا کاندریں رہ گشت خوں
بہت سے جگر ہیں جو اس راستہ میں خون بنے ہیں

پس یقیں شد کہ یُعِزُّ مَنْ تَشَاء
لہٰذا یقین ہو گیا ہے کہ تو جس کو چاہے عزت دے

خاکی را گفت بر ہا بر گشا
ایک خاکی کو کہا کہ پَر کھول

آتشی را گفت رو ابلیس شو
آتشی کو کہا جا شیطان بن

زیرِ ہفتم خاک با تلبیس شو
ساتویں زمین کے نیچے مکار بن

---

[1] سفیر: پیغامبر، سفیر، اسیر: پابند۔
چالاک: یعنی فرمانبرداری میں چست۔ افلاک: یعنی تمام کائنات جو اللہ کی مملوک ہے۔ انشقاق: انشقاقُ القمر کی طرف اشارہ ہے۔ خاک بیں: حضورؐ کے معجزہ شقُّ القمر کی طرف اشارہ ہے۔ خاک بیں: حضورؐ کی معراج جسمانی کی طرف اشارہ ہے۔ آں لطافت: معراج جسمانی مگر اللہ کا علیہ تھا ورنہ جسمانی خواص کا تقاضا تو اس کے خلاف تھا یعنی سفلی۔ وہ چیز یعنی بدن کا طبعی تقاضا زمین کی جانب رہنے کا ہے، عناصر اربعہ میں سے ہوا اور آگ علوی ہیں جبکہ طبعی تقاضا ادھر جانے کا ہے۔
انگیزد دوا۔ قدرتِ حق درد کو دوا بنا دیتی ہے۔

[2] زمین و آب۔ یہ دونوں عنصر سفلی ہیں۔ راہِ گردوں۔ آب و گل سے بنے ہوئے پیغمبروں کو آسمانوں کی سیر کرائی۔ گر ہوا و نار۔ ہوا میں لطافت اور نار میں روشنی ہے لیکن میں سفلی عناصر کے خواص پیدا کر دیتا ہے۔

[3] ثقل۔ تلچھٹ، کثافت۔ جگرہا۔ اس راہ کو دیکھنے میں بہت سے جگر خون ہو گئے ہیں۔

آدمِ خاکی تو بر رَو بر سما — اے بلیسِ آتشی رَو تا ثریٰ

اے خاکی آدم! تو آسمان پر جا — اے آتشی شیطان! زمین کے نیچے جا

چار طبع و علّتِ اُولیٰ نیم — در تصرّف دائماً من باقیم

میں چار عنصر اور پہلی علت نہیں ہوں — میں تصرف کرنے میں ہمیشہ باقی رہنے والا ہوں

کارِ من بے علّت ست و مستقیم — نیست تقدیرم بعلّت اے سقیم

میرا کام بغیر علت کے ہے اور سیدھا ہے — اے بیمار! میری (خلق و) تقدیر علت کی وجہ سے نہیں ہے

عادتِ[2] خود را بگردانم بوقت — ایں غبار از پیش بنشانم بوقت

(مناسب) وقت پر اپنی عادت کو بدل دیتا ہوں — اس غبار کو سامنے سے ہٹا دیتا ہوں

بحر را گویم کہ ہیں پُر نار شو — گویم آتش را کہ رُو گلزار شو

میں سمندر کو کہہ دوں کہ ہاں آگ سے بھر جا — میں آگ کو کہہ دوں کہ جا گلشن بن جا

کوہ را گویم بُسُک شو ہمچو پشم — چرخ را گویم فرو شو پیشِ چشم

میں پہاڑ کو کہہ دوں کہ گالے کی طرح ہلکا ہو جا — میں آسمان کو کہہ دوں آنکھوں کے سامنے نیچے اتر آ

گویم[3] اے خورشید مقرون شو بماہ — ہر دو را سازم چو دو ابرِ سیاہ

میں سورج کو کہہ دوں چاند سے مل جا — دونوں کو دو کالے ابر کی طرح بنا دوں

چشمۂ خور شید را سازیم خشک — چشمۂ خوں را بفن سازیم مُشک

میں چشمۂ آفتاب کو خشک کر دوں — خون کے چشمہ کو ہنر سے مُشک بنا دوں

آفتاب و مہ چو دو گاوِ سیاہ — یوغ بر گردن بہ بندد شاں آلہ

سورج اور چاند کو دو کالے بیلوں کی طرح — اُن کے گلے پر اللہ (تعالیٰ) جو اپنا بندہ ہے

انکارِ فلسفی بر قرآن اِن اَصبحَ ماءُکم غَورًا

قرآن کی آیت "اگر تمہارا پانی نیچے اتر جائے" پر فلسفی کا انکار

مُقرئی میخواند از روئے کتاب — ماءُکم غَورًا ز چشمہ بندم آب

ایک قاری قرآن میں سے پڑھ رہا تھا — ماءُکم غَورًا (یعنی) میں چشمہ سے پانی بند کر دوں

آب را در غور اگر پنہاں کنم — چشمہا را خشک و خشکستاں کنم

اگر پانی کو گہرائی میں پوشیدہ کر دوں — چشموں کو خشک اور ریگستان بنا دوں

بدل دے۔ یوغ۔ ہل گاڑی کا جوا۔ مثنوی۔ میرا نبی کتاب۔ قرآن پاک۔ ماءُکم غورًا قرآن پاک میں ہے ان اصبح ماءُکم غورًا فمن یاتیکم بماء معین۔ اگر تمہارا پانی زمین میں اتر جائے تو تمہارے پاس بہتے دلا پانی کون لائیگا۔ ترجمہ۔ یہ سب اس آیت کے معانی کا بیان ہے۔ تفسیر گزرا۔

لے خاکی جو کہ بشر ہے اسکو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر پرواز کرا دیتا ہے۔ آتشی۔ شیطان ناری مخلوق ہے اس کو سفلی بنا دیا۔ تحتی ثریٰ کہ سفلی یعنی زمین۔ چار طبع۔ چار عنصر۔ بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ کائنات میں عناصر اربعہ ہی بلا واسطہ متصرف ہیں۔ علت اولیٰ بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے صرف عقل اول کو پیدا کیا ہے اور اس سے تمام کائنات (وجود میں آئی ہے اب کائنات میں اللہ تعالیٰ کا تصرف نہیں ہے بے علت۔ انسان کے کام کی کوئی علت غائی اور غرض ہوتی ہے اللہ بے نیاز ہے۔ سقیم۔ بیمار۔

[2] عادتِ خود۔ اپنے عام قاعدے میں اللہ تعالیٰ تبدیلی فرمانے پر قادر ہے۔ غبار یعنی عام قاعدے کی رکاوٹ۔ بحر۔ سمندر کو اگر حکم دے تو پانی کے بجائے آگ سے بھر جائے آگ کو حکم دے تو گلزار بن جائے کوہ را۔ پہاڑ کو حکم دے تو وہ گالا بن جائے جیسا کہ قیامت میں ہوگا۔ چرخ۔ آسمانی زمین بن جائے۔

[3] گر جم قیامت میں چاند اور سورج بہم مل جائیں گے۔ ہر دو۔ دونوں کا نور ختم ہو جائیگا جیسا کہ سورۃ تکویر میں مذکور ہے۔ چشمۂ خورشید۔ سورج بے نور ہو جائے چشمۂ خوں۔ ہرن کے نافہ میں خون مشک بنجاتا ہے۔ آفتاب۔ یعنی عرف تبدیل مفاد نہیں خدا چاہے تو ماہیت

آب را در چشمہ کہ آرد دگر
(تو) پانی کو چشمہ میں دوسرا کون لا سکتا ہے؟

جز مُعِین بیمثل با فضل و خطر
مجھ بے مثال، بزرگ اور عظیم کے علاوہ

فلسفی منطقی مُستہاں
ایک ذلیل، فلسفی، منطقی

میگذشت از سوئے مکتب آں زماں
اُس وقت مکتب کی جانب سے گذر رہا تھا

چونکہ بشنید آیت اُو از نا پسند
جب اُس نے آیت سُنی تو ناپسندیدگی سے

گفت آریم آب را با کلند
بولا کہ ہم پہاڑ سے پانی نکال لائینگے

ما بزخم بیل و تیزیِ تبر
ہم بیلچے کی ضرب اور تبر کی تیزی سے

آب را آریم از پستی زبر
پانی کو نیچے سے اوپر لے آئیں گے

شب بخفت و دید اُو یک تیر مرد
وہ رات کو سویا اور اُس نے ایک بہادر مرد کو دیکھا

زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد
اُس (مرد) نے اُسکے منہ پر طمانچہ مارا اور دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیا

گفت زیں دو چشمہ چشم اے شقی
اُس نے کہا اے بدبخت! آنکھوں کے اِن دو چشموں سے

با تبر نورے برآر از صادقی
اگر تو سچا ہے تو تبر کے ذریعہ روشنی نکال لے

روز گشت و چشم خود را کور دید
دن ہو گیا، اور اُس نے اپنی آنکھوں کو اندھا دیکھا

نورِ فائض از دو چشمش ناپدید
بہنے والا نور اُس کی دونوں آنکھوں سے غائب ہو گیا

گر بنالیدے و مستغفر شدے
اگر وہ روتا اور توبہ کرنے والا ہوتا

نورِ رفتہ از کرم ظاہر شدے
تو مہربانی کی وجہ سے گیا ہوا نور ظاہر ہو جاتا

لیک استغفار ہم در دست نیست
لیکن توبہ بھی اپنے بس میں نہیں ہے

ذوقِ توبہ نقلِ ہر سرمست نیست
توبہ کا ذوق ہر مست کا جیسا نہیں ہے

زشتیِ اعمال و شومیِ جحود
بداعمالی اور انکار کی بدبختی نے

راہِ توبہ بر دلِ اُو بستہ بُود
توبہ کا راستہ اُس کے دل پر بند کر دیا تھا

دل[1] سنگتی ہمچو روئے سنگ گشت
دل سختی کی وجہ سے پتھر کی سطح کی طرح بن گیا

چوں شگافد توبہ آں را بہر کشت
توبہ کھیتی کے لئے اُس کو کس طرح پھاڑے!

چوں شعیبے کو کہ تا اُو از دُعا
(حضرت) شعیبؑ جیسا کوئی کہاں ہے کہ وہ دعا سے

بہر کشتن خاک سازد کوہ را
پہاڑ کو بونے کے لئے مٹی بنا دے

از نیاز و اعتقادِ آں خلیل
اس پیارے کی عاجزی اور اعتقاد کی وجہ سے

گشت ممکن امرِ صعبِ مستحیل
سخت، ناممکن کام ممکن بن گیا

---

[1] جزمعین۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ۔ فرہستہان۔ ذلیل۔ باکلند۔ یعنی فلسفی بولا ناپید یا الجواب ذالمعین ہم اُس پانی کو کدال اور مددگار کے ذریعہ نکال لیں گے۔ زبر۔ بلندی پر۔
[2] شقی۔ بدبخت۔ کور کرد۔ یعنی اُن آنکھوں کا نور جو اندھی ہو گئی تھیں۔ گو بنالیدے۔ اگر اُس گستاخی پر نادم ہو کر توبہ کرتا تو اللہ (تعالیٰ) کے کرم سے آنکھوں کی روشنی لوٹ آتی۔ زشت نیست۔ ہر انسان کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ نقل۔ وہ میوہ وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ جحود۔ انکار
[3] دل سختی۔ گناہوں سے سنگدلی پیدا ہو جاتی ہے۔ شعیبؑ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت شعیبؑ کی دعا سے پہاڑ کھیتی کے قابل ہو گیا تھا، لیکن اِس کا ثبوت نہیں ہے۔ آں خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا سے نمرود کی آگ گلزار بن گئی تھی۔ صعب۔ دشوار۔ مستحیل۔ محال۔ ناممکن۔

یا بدریوزہ[1] مقوقس از رسول
یا مقوقس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست

سنگلاخے مزرعے شد با وصول
پتھریلی زمین پیداوار والا کھیت بن گئی

ہمچنیں بر عکس آں انکارِ مرد
اسی طرح انسان کا انکار الٹا

مس کند زر را و صلحے را نبرد
سونے کو تانبا اور صلح کو جنگ بنا دیتا ہے

کہربائے مسخ آمد ایں دعا
یہ (بداعتقادی کی) پکار مسخ کی کہربا ہے

خاک قابل را کند سنگ و حصی
جو (کھیتی کے) قابل زمین کو پتھر و کنکر بنا دیتی ہے

ہر دلے را سجدہ ہم دستور نیست
ہر دل کو سجدہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے

مزدِ رحمت قسمِ ہر مزدور نیست
ہر مزدور کی مزدوری کا رحمت میں حصہ نہیں ہے

ہیں[2] بہ پشتِ آں مکن جرم و گناہ
خبردار! اس کے بھروسہ جرم اور گناہ نہ کر

کہ کنم توبہ در آیم در پناہ
کہ میں توبہ کروں گا، پناہ میں آجاؤں گا

می بباید تاب و آبے توبہ را
توبہ کے لئے سوز و تپش اور آنسو درکار ہیں

شرط شد برق و سحابے توبہ را
توبہ کے لئے بجلی اور ابر شرط ہے

آتش و آبے بباید میوہ را
میوے کے لئے گرمی اور پانی چاہیئے

واجب آمد ابر و برق ایں شیوہ را
اس طریقہ کے لئے ابر اور برق ضروری ہے

تا[3] نباشد برقِ دل و آبِ دو چشم
جبتک دل کی بجلی اور دونوں آنکھوں کا پانی نہ ہو

کے نشیند آتشِ تہدید و خشم
دھمکی اور غصہ کی آگ کب فرو ہو سکتی ہے؟

تا نباشد گریۂ ابرِ از مطر
جب تک ابر کا رونا بارش کے ذریعہ نہ ہو

تا نباشد خندۂ برقِ اے پسر
اے صاحبزادے! جب تک بجلی کا قہقہہ نہ ہو

کے بروید سبزۂ ذوقِ وصال
وصال کے ذوق کا سبزہ کب اگتا ہے؟

کے بجوشد چشمہا از آبِ زلال
نیز پانی کے چشمے کب جوش میں آتے ہیں؟

کے گلستاں راز گوید با سمن
گلستان سمن سے راز کب کہتا ہے؟

کے بنفشہ عہد بندد با سمن
بنفشہ سمن کے ساتھ دوستی کب کرتا ہے؟

کے چنارے کف کشاید در دعا
دعا کے لئے چنار ہاتھ کب پھیلاتا ہے؟

کے درختے سر فشاند در ہوا
ہوا میں درخت کب جھومتا ہے؟

کے شگوفہ آستینِ پر نثار
شگوفہ بھاور سے بھری ہوئی آستین نثار کب

برفشاندن گیرد ایامِ بہار
بکھیرتا ہے موسم بہار میں؟

[1] یا بدریوزہ مقوقس از رسول: یا مقوقس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی وجہ سے

[2] ہیں: توبہ کے سہارے گناہ کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ حقیقی توبہ کا میسر آنا آسان نہیں ہے۔ تاب و آب یعنی وہ دعا گناہ مٹاتی ہے جو سوز دل اور آنسوؤں سے ہو۔ برق یعنی دل کی شورش۔ سحاب یعنی آنسوؤں والی آنکھیں۔ میوہ پھل پکنے کے لئے گرمی و پانی ضروری ہے اسی طرح اعمال کا پھل دل کی گرمی اور آنکھ کے آنسوؤں سے پکتا ہے۔ تہدید و خشم گناہوں پر خدا کی وعید اور غصہ ہے۔

[3] تا نباشد: جس طرح موسم بہار کی بہاریں ابر و برق پر موقوف ہیں اسی طرح دل کی کیفیتِ سوز و تپش اندرونی اور آبِ چشم پر موقوف ہے۔ وصال یعنی وصالِ حق۔ کے بجوشد: موسم بہار میں چشمے بہہ نکلتے ہیں اسی طرح دل کے سوزتے دل کی گرمی اور رونے سے کھلتے ہیں۔ بنفشہ، گل بنفشہ اور نرگس موسم بہار میں کھلتے ہیں چنار ایک درخت ہے جس کے پتے انسان کے پنجے کی شکل کے ہوتے ہیں۔ شگوفہ: شگوفہ کے زیرہ

572

کے فروزد لالہ را رُخ ہمچو خوں[1] — کے گُل از کیسہ برآرد زر بروں

خون جیسے (رنگ) سے لالہ کے پھول کو کب رنگ آتا ہے؟ — پھول تھیلی سے سونا کب نکالتا ہے؟

کے بیاید بُلبُل و گُل بُو کُند — کے چو طالب فاختہ کُو کُو کُند

بلبل کب آئے اور پھول کو سونگھے؟ — عاشق کی طرح فاختہ کہاں ہے کہاں کب کرے؟

کے بگوید لک لک آں لکلک بجان — لک چہ باشد مُلک لک اے مُستعان

لق لق، لک لک (دل اور راجان سے کہے؟ — لک کیا ہوتا ہے؟ اے مددگار مُلک تیرا ہے

کے نماید خاک اسرارِ ضمیر — کے شود چوں آسماں بُستاں مُنیر

زمین (دل کے راز کب ظاہر کرے؟ — باغ، آسمان جیسا روشن کب ہے؟

از کجا آورد اندایں حُلّہا[2] — مِن کَرِیمٍ مِن رَحِیمٍ کُلّہا

یہ پوشاکیں کہاں سے لائے ہیں؟ — سب کی سب کریم (اور) رحیم کی جانب سے ہیں

آں لطافتہا نشانِ شاہد است — ایں نشانہا پائمردِ عابد است

وہ پاکیزگیاں محبوب کی نشانی ہیں — یہ نشانیاں عابد کی مددگار ہیں

آں شنود شاد از نشاں کو دید شاہ — چوں ندید اُورا نباشد انتباہ

نشانی سے وہ خوش ہوتا ہے جسنے شاہ کو دیکھا ہو — جب اُس کو نہ دیکھا ہو آگاہی نہ ہوگی

رُوح آنکس کو بہنگامِ اَلَست — دید رب خویش و شد بے خویش و مست

اُس شخص کی روح جس نے بھلے الست کے وقت — اپنے رب کو دیکھا اور مست و بے خود ہوا

اُو[3] نشناسد بوئے مے کو می خورد — چوں نخورد اُو مے چہ داند بو کرد

جو شراب کی بُو نہ پہچانتا ہے جو شراب پیئے — جب اُس نے شراب پی نہیں وہ سونگھنا کیا جانے؟

زانکہ حکمت ناقۂ ضالّہ است — ہمچو دلّالہ شہاں را دالّہ است

کیونکہ دانائی، گم شدہ اونٹنی ہے — دلّالہ کی طرح شاہوں کے لئے راہنما ہے

تو بہ بینی خواب دے یک خوش لقا — کو دہد وعدہ و نشانے مر ترا

تو خواب میں ایک حسین کو دیکھتا ہے — جو تجھے وعدہ اور نشانی عطا کرتا ہے

کہ مُرادِ تو شود اینک نشاں — کہ بہ پیش آید ترا فردا فلاں

کہ تیرا مقصد پورا ہو جائے گا، یہ نشانی ہے — کہ فلاں شخص کل تیرے سامنے آئے گا

---

[1] ہمچو خوں۔ لالہ کا رنگ خونی ہوتا ہے۔ آر۔ یعنی پھول کا ذریعہ۔ فاختہ۔ اُسکی کُو کُو کی آواز کو محبوب کو تلاش کرنے کی آواز مانا جاتا ہے۔ لک لک۔ پانی کا پرندہ ہے جسکو لق لق بھی کہتے ہیں اُس سے لک لک کی آواز نکلتی ہے جس کے معنی ہیں تیرے لئے۔ مولانا فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے۔ مُلک لک یا مُستعان تیرے خدا ملک تیرا ہے۔ "آنکہ ضمیر۔ موسم بہار کے پھول زمین کے دل کے اسرار ہیں۔ سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئے؟

[2] از کجا۔ موسم بہار میں تو بہاران چمن کو خدا لباس عطا فرماتا ہے۔ لطافتہا۔ موسم بہار کی لطافتیں۔ نشان۔ علامت۔ ایں نشاں۔ ایک عابد عارف بزرگ و دقانِ معبر کو معرفت کردگار کا ذریعہ بناتا ہے۔ شاہ۔ حضرت حق۔ انتباہ۔ جو معرفت سے خالی ہے اُس کی نظر مصنوع پر رُک جاتی ہے صانع تک نہیں پہنچتی ہے۔ الست۔ ازل میں خدا نے روحوں کو جمع کر کے کہا تھا "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔

[3] اُو نشناسد۔ آثار سے مؤثر تک پہنچنے کی چند مثالیں دی ہیں حکمت۔ حدیث شریف میں ہے دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں اُس کو دیکھ لیتا ہے اُس کو لے لیتا ہے اسی طرح آیات الٰہیہ سے اللہ کی ذات پر دلیل ہوتی ہے۔ ایک عارف کو الٰہی آیات کو دیکھ کر ذات حق یاد آجاتی ہے۔ دو تو۔ برشاطہ۔ دالّہ۔ دلالت کرنے والی۔ تو بہ بینی۔ اللہ کی نشانیوں سے اللہ کو پہچاننے کی دوسری مثال ہے کہ اگر تو خواب میں اگر تجھ سے کوئی وعدہ کرے اور نشانیاں بتادے تو جب وہ نشانیاں سامنے آئیں گی تو تجھ پر کیسی کیفیت طاری ہوگی۔

یک نشانے[1] آنکہ اُو باشد سوار
ایک نشانی یہ ہے، کہ وہ سوار ہوگا

یک نشانیکہ بخندد پیش تو
ایک نشانی یہ ہے، وہ تیرے سامنے ہنسے گا

یک نشانے آنکہ ایں خواب ہوس
ایک نشانی یہ ہے کہ یہ خواب خواہش سے

زاں نشاں باوالدِ یحییٰ بگفت
یہ نشانی (حضرت) یحییٰؑ کے والد سے کہی

دُم مزن سہ روز از یں[2] اَنیک خو
اے نیک عادت والے! اس بات میں تین دن تک دم

ہیں میاور ایں نشانے را بگفت
خبردار! یہ نشانی کسی کو نہ بتانا

تا سہ شب خامش کن از نیک و بد
تین رات تک اچھی بُری بات سے چُپ رہنا

ایں نشانہا گویدت ہمچوں شکر
شکر کی طرح یہ نشانیاں تجھ سے کہے گا

ایں نشان آن تو کاں ملک و جاہ
یہ اس کی نشانی ہوگی کہ جو ملک و مرتبہ

آنکہ[3] می گریی بہ شبہائے دراز
جس کے لئے تو لمبی راتوں میں رو تا رہا ہے

وانکہ بے آں روز تو تاریک شد
وہ جس کے بغیر تیرا دن تاریک ہو گیا ہے

وانکہ دادی ہر چہ داری در زکات
وہ (جس کے لئے) تو نے اپنا سب کچھ لٹا دیا

زختہا دادی و خواب و رنگ رُو
(جس کیلئے) تو نے سامان اور نیند اور چہرے کی آب و تاب لٹا دی

یک نشانے کہ ترا گیرد کنار
ایک نشانی یہ ہے کہ تجھے بغلگیر ہوگا

یک نشاں کہ دست بندد پیش تو
ایک نشانی یہ ہے کہ تیرے سامنے ہاتھ باندھے گا

چوں شود فردا نگوئی پیش کس
کل جب ہوگی تو کسی سے نہ کہہ سکے گا

کہ نیائی تا سہ روز اصلا بگفت
کہ تو تین روز تک بات نہ کر سکے گا

کایں سکوت ست آیتِ مقصود تو
یہ خاموشی تیرا مقصود (حاصل ہونے) کی علامت ہے

ویں سخن را دار اندر دل نہفت
اس بات کو دل میں چھپائے رکھنا

ایں نشاں باشد کہ یحییٰ آیدت
یہ نشانی ہوگی کہ یحییٰ تیرے پاس پیدا ہو کر آئیگا

ایں چہ باشد صد نشانے ہم دگر
یہ کیا، دوسری سو نشانیاں بھی رکھے گا

کہ ہمی جوئی بیابی از الٰہ
تو چاہتا ہے وہ خدا کی جانب سے پائے گا

وانکہ می سوزی سحر گہ در نیاز
اور جس کے لئے صبح کے وقت عاجزی میں بیقرار ہے

ہمچو دُو کے گردنت باریک شد
تیری گردن تکلے کی طرح باریک ہو گئی ہے

چوں کہ کات پاک بازاں رختہاست
جبکہ پاکبازوں کی خیرات سامان ہوتا ہے

سر فدا کردی و گشتی ہمچو مُو
سر کو قربان کر دیا اور تو بال کی طرح بن گیا

---

[1] یک نشاں۔ مقصود پورا ہو جانے کی پہلی نشانی یہ ہے کہ صبح کو ایک سوار آئیگا دوسری یہ ہے کہ وہ اگر بغلگیر ہوگا، تیسری یہ ہے وہ ہنسے گا، چوتھی یہ ہے کہ وہ ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑا ہوگا، پانچویں یہ ہے کہ تو یہ خواب کسی سے بیان نہ کر سکیگا۔ والدِ یحییٰؑ۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی گئی تھی تو تین روز تک بات نہ کرنے کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ نیک خُو۔ یعنی حضرت زکریا۔ مقصود تو۔ یعنی حضرت یحییٰ کی پیدائش۔

[2] ایں نشانے۔ یعنی تین روز تک بات نہ کرنا۔ آیدت۔ تمہارے گھر پیدا ہوگا۔ ایں نشانہا۔ یعنی خواب میں آنے والے نے جو نشانیاں بتائیں۔ ایں نشاں۔ اس شخص کا مقصود یہ تھا کہ اُس کو ملک و جاہ حاصل ہو اُس کے حصول کی یہ نشانیاں بتائی تھیں۔

[3] آنکہ۔ جس کے لئے تو راتوں کو روتا تھا اور صبح سویرے عاجزی سے دعائیں کرتا تھا۔ زختہا۔ ہر چہ داری۔ تمام مال و دولت۔ زحمت۔ یعنی خیرات۔ زختہا دادی۔ سامان ہی نہیں بلکہ نیند اور چہرے کی رونق سب اس تمنا میں گنوا دی۔

574

چند در آتش نشستی ہمچو عُود[1]
کتنی مرتبہ تو اگر کی طرح آگ میں بیٹھا؟

چند پیش تیغ رفتی ہمچو خود
ڈھال کی طرح تو کتنی مرتبہ تلوار کے سامنے گیا؟

زینچنیں بیچارگیہا صد ہزار
اِس طرح کی لاکھوں بے چارگیاں

خوئے عُشّاقست و ناید در شمار
عاشقوں کی عادت ہے اور وہ شمار نہیں ہو سکتیں

چونکہ اندر خواب دیدی حالہا
چونکہ تو نے خواب میں وہ احوال دیکھے

آنکہ بُودے آرزو دیش سالہا
جن کی برسوں سے آرزو تھی

چونکہ شب ایں خواب دیدی روز شد
تو نے جب رات کو یہ خواب دیکھا، دن ہوا

از امیدش روز تو پیروز شد
اِس کی امید سے تیرا دن کامیاب ہوا

چشم گرداں کردۂ بر چپ و راست
تو نے دائیں بائیں (جانب) آنکھیں دوڑائی ہیں

کاں نشان و آں علامتہا کجاست
کہ نشانی اور وہ علامتیں کہاں ہیں؟

بر مثالِ[2] برگ می لرزی کہ وائے
تو پتّے کی طرح لرزتا تھا کہ ہائے

گر رود روز و نشاں ناید بجائے
اگر دن ختم ہو گیا اور نشانی نمودار نہ ہوئی

می دوی در کوی و بازار و سرا
تو کوچہ اور بازار اور سرائے میں دوڑتا تھا

چوں کسے کو گم کند گوسالہ را
اُس شخص کی طرح جس نے بچھڑا گم کر دیا ہو

خواجہ خیرست ایں دوادو چیستت
جناب خیریت ہے یہ تیری بھاگ دوڑ کس لئے ہے؟

گم شدہ اینجا کہ داری گیستت
تیرا اِس جگہ جو گم ہوا ہے وہ تیرا کیا لگتا ہے؟

گوئیش خیرست لیکن خیرِ من
تو اُس سے کہے گا خیریت ہے لیکن میری خیریت

کس نشاید کہ بداند غیرِ من
مناسب نہیں ہے کہ میرے سوا کوئی جانے

گر بگویم یک نشانم فوت شد[3]
اگر میں ایک نشانی ابھی بتا دوں تو وہ جاتی رہی

چوں نشاں شد فوت وقتِ موت شد
جب نشانی جاتی رہی تو موت کا وقت آ گیا

بنگری در روئے ہر مردِ سوار
تو ہر سوار انسان کے مُنہ کو تکتا ہے

گویدت منگر مرا دیوانہ وار
وہ تجھ سے کہتا ہے مجھے دیوانوں کی طرح نہ دیکھ

گوئیش من صاحبے گم کردہ ام
تو اُس سے کہتا ہے میں نے ایک ساتھی گم کر دیا

رُو بجُست و جوئے اُو آوردہ ام
میں اُس کی تلاش میں ہوں

دولتت پائندہ بادا اے سوار
اے سوار! تیری دولت باقی رہے

رحم کُن بر عاشقاں معذور دار
عاشقوں پر رحم کر، معذور سمجھ

---

[1] عود: خوشبودار لکڑی ہے جس کی بتیاں دھونی کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ خود۔ ڈھال۔ زینچنیں: مولانا فرماتے ہیں کہ کسی مطلوب کے عاشقوں کو اِس طرح کی چیزوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پیروز۔ فیروز، کامیاب۔ چشم گرداں: یعنی رات کی بتائی ہوئی نشانیوں کی جستجو میں تو نظریں ڈور رہا تھا۔

[2] بر مثال: صبح کو نشانیوں کی تلاش میں اِس خوف سے لرز رہا تھا کہ وہ نشانیاں نہ دیکھ پائے۔ گوسالہ: بچھڑا۔ دوادو: بھاگ دوڑ۔ کیستت: تیرا کون ہے۔ غیرِ من: کیونکہ وہ خواب کی بات کسی کو نہ بتا سکتا تھا۔

[3] گر بگویم: خواب کو نہ بتانا بھی ایک نشانی ہے کہنے سے وہ نشانی فوت ہو جائیگی اور اُس کا فوت ہو جانا موت کی برابر ہے کیونکہ مقصود ہاتھ سے جاتا رہیگا۔ منگر: اِشتیاق میں دیوانوں کی طرح ہر سوار کو دیکھتا تھا۔ معذور دار: گھورنے میں مجھے معذور سمجھ اور معاف کر دے۔

چوں طلب کردی بجد[1] آمد نظر
جب تو نے کوشش سے طلب کی وہ نظر آئی

چند خطا نکند چنیں آمد خبر
حدیث میں آیا ہے کہ کوشش رائیگاں نہیں جاتی

ناگہاں آمد سوارے نیکبخت
اچانک ایک نیک بخت سوار سامنے آیا

پس گرفت اندکنارت سخت سخت
اُس نے گرم جوشی سے معانقہ کیا

توشدی بیہوش و افتادی بطاق
تو بیہوش ہوگیا اور محراب میں گر پڑا

بیخبر گفت اینت سالوس و نفاق
ناواقف نے کہا یہ مکر اور نفاق ہے

اُو حیہ می بیند درو این شور چیست
وہ کب دیکھتا ہے کہ اس میں یہ ہنگامہ کس چیز کا ہے

اُو نداند کاں نشانِ وصلِ کیست
وہ نہیں جانتا کہ یہ کس کے ملنے کی نشانی ہے؟

این نشاں در حقِ اُو باشد کہ دید
یہ نشانی اُس کیلئے ہی ہے جس نے مقصد سمجھا ہے

آں دگر را کے نشاں آید پدید
دوسرے کے لئے یہ نشانی کب واضح ہوسکتی ہے؟

ہر زماں[2] کز وے نشانے می رسد
جب بھی اُس کی جانب سے کوئی نشانی ملتی ہے

شخص را جانے بجانے می رسد
اُس شخص میں ایک نئی جان آتی ہے

ماہی بیچارہ را پیش آمد آب
بیچاری مچھلی کے سامنے پانی آگیا

این نشانہا تِلکَ آیاتُ الکتاب
یہ نشانیاں تِلکَ آیاتُ الکتاب (جیسی) ہیں

پس[3] نشانیہا کہ اندر انبیاست
وہ نشانیاں جو انبیاء میں ہیں

خاص آں جاں را بُود کو آشناست
وہ اُن لوگوں کے لئے ہیں جو واقف کار ہیں

این سخن ناقص بماند و بیقرار
یہ بات ناقص اور بکھری رہ گئی

دل ندارم بید لم معذور دار
میرا دل نہیں ہے میں بیدل ہوں معذور سمجھ

ذرہا را کے تواند کس شمرد
ذروں کو کوئی کب گن سکتا ہے؟

خاصہ آں کو عشق از وے عقل بُرد
خصوصاً وہ جس کی عقل کو عشق نے ختم کر دیا ہو

می شمارم برگہائے باغ را
میں باغ کے پتوں کو گنتا ہوں؟

می شمارم بانگ کبک و زاغ را
میں چکور اور کوّے کی آواز کو شمار کرتا ہوں؟

در شمار اندر نیاید لیک من
وہ گنتی میں نہیں آتے، لیکن میں

می شمارم بہر رُشدِ مُمتحن
مُبتلا کی رہنمائی کے لئے گنتا ہوں

ناید اندر حصر گرچہ بشمری
گنتی میں نہیں آتی ہے، اگرچہ تو شمار کرے

نحس کیواں یا کہ سعدِ مُشتری
زحل کی نحوست یا مشتری کی سعادت

---

[1] جد۔ کوشش۔ حدیث کا ٹکڑا ہے جسے بعض حضرات حدیث شریف کہتے ہیں لیکن یہ حدیث نہیں بلکہ ایک مشہور مقولہ ہے۔ مَن جَدَّ وَجَدَ۔ جس نے کوشش کی اُس نے پایا۔ پس گرفت۔ گرم جوشی سے بغلگیر ہوا۔ طاق۔ محراب۔ بیخبر۔ یعنی وہ لوگ جو اصل قصے سے ناواقف تھے۔ سالوس۔ مکر۔ شور۔ جوش۔ کہ دید۔ یعنی اُس چیز کو دیکھا ہو جس کی یہ نشانی ہے۔

[2] ہر زماں۔ مقصد حاصل ہونے کی جو جو نشانی وہ دیکھ رہا تھا اُس میں جان پڑتی جارہی تھی۔ ماہی۔ پانی کو دیکھ کر جس طرح مچھلی میں جان پڑتی ہے خواب دیکھنے والے کے لئے یہ نشانیاں جو آیات قرآنی کی طرح یقینی ہیں جان پڑنے کا سبب ہیں۔ تِلکَ آیاتُ الکتاب۔ یہ قرآن کی آیتیں ہیں۔ یعنی یہ نشانیاں ایسی ہی سچی ہیں جیسا کہ قرآن کی آیات جن میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

[3] پس نشانیہا۔ انبیاء میں جو نشانیاں ہیں اُنسے وہی اثر ہوتا ہے جس کو حق تعالیٰ سے شناسائی حاصل ہو۔ این سخن۔ یعنی انبیاء کی نشانیاں بیقرار۔ غیر مرتب۔ ذرہا۔ انبیاءؑ کی نشانیاں ذروں کی طرح بیشمار ہیں اور پھر دیوانہ عاشق انکو کیا گن سکتا ہے۔ می شمارم۔ باغ کے پتے اور پرندوں کی آوازیں نہیں گنی جا سکتی ہیں۔ بہر رُشد۔ انبیاء کی لاتعداد نشانیوں میں سے کچھ بیان کرتا ہوں کہ رہنمائی کیلئے اتنی ہی کافی ہیں۔

لیک[1] ہم بعضے ازیں ہر دو اثر
لیکن ان دونوں کے اثر کا کچھ حصہ

شرح باید کرد بہر نفع و ضر
(لوگوں کے) نفع و نقصان کے لئے بیان کر دینا چاہئے

تا شود معلوم آثارِ قضا
تاکہ قضاء خداوندی کے اثرات معلوم ہو جائیں

شمّہ[2] مر اہل سعد و نحس را
کچھ، سعادت اور نحوست والوں کو

طالعِ آں کس کہ باشد مشتری
جس کا طالع مشتری ہو

شاد گردد از نشاط و سروری
وہ نشاط اور عزت کی وجہ سے خوش رہے گا

وانکہ را طالع زحل از ہر شرور
جس کا طالع زحل ہوگا ہر قسم کے شروں سے

احتیاطش لازم آمد در امور
معاملات میں اس کے لئے احتیاط ضروری ہے

گر نگویم آں زحل استارہ را
اگر میں اس زحل ستارے کے متعلق نہ کہوں

ز آتشش سوزد مر آں بیچارہ را
اس بیچارے کو وہ اپنی آگ سے پھونک دے

بس کن[1] اے یہودہ تاز آں آفتاب
اے یہودہ! بس کر کہیں اس آفتاب

آتشے ناید بیکبارہ بتاب
کی آگ یکبارگی چمک نہ اٹھے

از کواکب در سپہرِ بیکراں
لامحدود آسمان کے ستاروں میں

در دمے نے نور ماند نے نشاں
ایک دم نہ نور رہے، نہ نشان

آنچہ بر دارد در آں مشغول شو
جس کا نتیجہ نکلے اس میں مشغول ہو

وز دگر گفتارہا معزول شو
دوسری باتوں سے جدا رہ

جنبشش اختر نیاید جز سقیم
ستارے کی چال مریض کے سوا کچھ نہیں ہے

بر ندارد جز کہ لطف آں رحیم
سوائے اس رحیم کی مہربانی کے کوئی چیز نتیجہ خیز نہیں ہے

اُذکُرُوا اللہ شاہِ ما دستور داد
ہمارے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) نے ذکر کی اجازت دی ہے

دید اندر نار و ما را نور داد
ہمیں آگ میں دیکھا اور ہمیں نور بخش دیا

گفت[2] اگرچہ پاکم از ذکرِ شما
فرمایا اگرچہ میں تمہارے ذکر سے پاک ہوں

نیست لائق مر مرا تصویرہا
مثالیں میرے مناسب نہیں ہیں

لیک ہرگز مست تصویر و خیال
لیکن مثال اور تخیل کا مادی

در نیابد ذاتِ ما را بے مثال
ہماری ذات کو بغیر مثال کے نہیں سمجھا ہے

ذکرِ جسمانہ[3] خیالِ ناقص ست
جسمانی ذکر، ناقص خیال ہے

وصفِ شاہانہ از آنہا خالص ست
شاہانہ صفات اُن سے منزہ ہیں

---

[1] لیک۔ باوجود بیشمار ہونے کے کچھ بیان کر دی جاتی ہیں۔
بس کن۔ اللہ کی ذات اور نشانیوں کا بیان صحیح طور پر ممکن نہیں کوئی تجلی فیرت میں آگئی تو پھونک ڈالے گی۔
از کواکب۔ اس تجلی کا یہ اثر ہوگا۔ آنجہ پہلے ستاروں سے متعلق باتیں ذکر کی تھیں اب فرماتے ہیں نجوم کی باتوں میں مشغولیت بیکار ہے اس سے کوئی فائدہ نہیں ستاروں کی حالتیں صحیح نہیں ہوتی ہیں فائدہ اللہ کی مہربانی پر موقوف ہے۔ اُذکُرُوا اللہ۔ خدا کا ذکر کر دینا مفید ہے خواہ ہم اسکی حمد و ثنا میں اس کی شایانِ شان باتیں نہ بھی کہہ سکیں۔

[2] گفت۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوقات کی صفات سے تشبیہ دے کر سمجھایا جاتا ہے ظاہر ہے کہ وہ ناقص مثالیں ہیں، خدا کی ذات ان سے پاکیزہ ہے لیک۔ چونکہ انسان مادی چیزوں کو سمجھنے کا عادی ہوتا ہے لہٰذا مادی چیزوں کی مثال دے کر ہی اس کو اللہ کی صفات سمجھائی جاسکتی ہیں۔

[3] ذکرِ جسمانہ۔ اللہ کی تعریف میں ہم یہ کہیں کہ وہ انسان کی طرح عاجز نہیں ہے تو یہ ایسا ہی ہے کہ کسی بادشاہ کی تعریف میں ہم یہ کہیں کہ وہ جولاہا نہیں ہے۔

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست
(اگر) بادشاہ کو کوئی کہے کہ وہ جولاہہ نہیں ہے

ایں چہ مدحت آں مگر آگاہ نیست
یہ کیا تعریف ہے؟ شاید وہ واقف نہیں ہے

انکار کردن موسیٰ علیہ السلام بر مناجات شباں

ایک چرواہے کی دعا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار

دید موسیٰ یک شبانے را براہ
(حضرت) موسیٰؑ نے ایک چرواہے کو راستہ میں دیکھا

کو ہمی گفت اے کریم و اے اِلٰہ
کہ وہ کہہ رہا تھا اے کریم اور اے خدا!

تو کجائی تا شوم من چاکرت
تو کہاں ہے؟ تاکہ میں تیرا نوکر بنوں

چارقت دوزم کنم شانہ سرت
تیرا جوتا سی دوں تیرے سر میں کنگھی کروں

تو کجائی تا کہ خدمتہا کنم
تو کہاں ہے؟ تاکہ تیری خدمتیں کروں

جامہات را دوزم و بخیہ زنم
تیرا کپڑا سی دوں، اور بخیہ کردوں

جامہات شویم[۲] پیشکشہایت کنم
تیرے کپڑے دھو دوں تیری جوئیں مار دوں

شیر پیشت آورم اے محتشم
اے محترم! تیرے سامنے دودھ پیش کروں

ور ترا بیماری آمد بہ پیش
اگر تجھے بیماری لاحق ہو

من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش
اپنے کی طرح میں تیرا غمخوار بنوں

دستکت بوسم بمالم پایکت
تیرے پیارے ہاتھ چوموں تیرے ناز کے پیر دبادوں

وقت خواب آید برویم جایکت
سونے کا وقت آئے تو تیرا بستر صاف کردوں

اے خدائے من فدایت جانِ من
اے میرے خدا تجھ پر میری جان قربان

جملہ فرزندان و خان و مانِ من
تمام اولاد، اور میرا گھر بار

گر بدانم خانہ تو من مُدام
اگر مجھے تیرے گھر کا پتہ مل جائے تو میں ہمیشہ

شیر و روغن آرمت ہر صبح و شام
صبح و شام دودھ اور گھی تیرے لئے لاؤں

ہم پنیر و نانہائے[۳] روغنیں
پنیر بھی اور روغنی روٹیاں بھی

خُمہائے جوغرات اے نازنیں
دہی کی مٹکیاں اے نازنیں!

سازم و آرم بہ پیشت صبح و شام
تیار کردوں، اور صبح و شام تیرے سامنے لاؤں

از من آوردن ز تو خوردن طعام
میرا لانا ہو، تیرا کھانا ہو

اے خدائے تو ہمہ بزہائے من
اے (وہ ذات) جس پر میری ساری بکریاں قربان

وے بیادت ہی ہی و ہیہائے من
اے (وہ ذات) کہ تیری یاد میں میری آہ و زاری ہے

---

[۱] انکار کردن۔ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی تعریف امکان سے باہر ہے پھر بھی جس طرح بن پڑے تعریف کرنی چاہیئے اسی کی مناسبت سے یہ قصہ نقل فرمایا ہے کہ چرواہے کی ناخالستہ تعریف چونکہ خلوصِ نیت سے تھی لہٰذا مقبولِ بارگاہ بنی۔ چاکر۔ نوکر۔ چارقت۔ جوتا۔ شانہ۔ کنگھی۔

[۲] پیشکش۔ یین کے فتحہ کے ساتھ، جوں۔ محتشم۔ بادقار۔ خویش۔ اپنا۔ رشتہ دار۔ دستکت۔ دستکِ تو۔ پایکت۔ پایکِ تو۔ جایکت۔ جایکِ تو، ان تینوں لفظوں میں کاف تصغیر و پیار کے لئے ہے۔ جوام۔ ہمیشہ۔

[۳] نانہائے روغنیں۔ پراٹھے۔ جوغرات۔ دہی۔ ہی ہی و ہیہائے۔ ہائے ہائے، آہ و زاری۔

578 578

زیں نمط یہودہ می گفت آں شباں
وہ چرواہا اسطرح کی یہودہ باتیں کہہ رہا تھا

گفت با آں کس کہ ما را آفرید
اُسنے کہا اُس ذات سے ہمکلام ہوں، جسنے ہمیں پیدا کیا ہے

گفت موسیٰ ہائے خیرہ سرشدی
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا افسوس تو پاگل ہوگیا ہے

اینچہ ژاژت واینچہ کفرست و فشار
یہ تیری کیا بکواس ہے اور یہ کیسا کفر اور بہودگی ہے؟

گند کفر تو جہاں را گندہ کرد
تیرے کفر کی بدبو نے دنیا کو بدبودار کردیا ہے

چارُق[1] و پاتابہ لائق مر تراست
چپّل اور جوتا تیرے لئے مناسب ہے

گر نہ بندی زیں سخن تو حلق را
اگر تو ان باتوں سے مُنہ بند نہ کرے [2]

آتشے گر نامدست ایں دود چیست
اگر آگ نہیں آئی تو یہ دھواں کیسا ہے؟

گر ہمی دانی کہ یزداں داورست
اگر تو جانتا ہے کہ خدا حاکم ہے

دوستیِ[3] بے خرد چوں دشمنی ست
بے وقوف کی دوستی دشمنی جیسی ہے

باکہ می گوئی تو ایں با عم و خال
تو یہ کس سے کہہ رہا ہے، چچا اور ماموں سے

شیر اُو نوشد کہ در نشو و نماست
دودھ وہ پیتا ہے جو نشو و نما میں ہے

در برائے بندہ است ایں گفتگو
اگر یہ گفتگو (اُس) بندے کے لئے ہے

گفت موسیٰ[1] با کہ گشتست اے فلاں
حضرت موسیٰؑ نے کہا اے فلاں! تو کس سے مخاطب ہے؟

ایں زمین و چرخ ازو آمد پدید
یہ زمین اور آسمان جس نے پیدا کرنے سے ظاہر ہوا ہے

خود مسلماں ناشدہ کافر شدی
مسلمان نہ ہوا (بلکہ) کافر ہوگیا ہے

پنبۂ اندر دہانِ خود فشار
اپنے مُنہ میں روئی ٹھونس لے

کفر تو دیبائے دیں را ژندہ کرد
تیرے کفر نے دین کے دیبا کو گدڑی بنا دیا

آفتابے را چنینہا کے رواست
آفتاب کے لئے ایسی چیزیں کب مناسب ہیں؟

آتشے آمد بسوزد خلق را
آگ آئے گی اور دنیا کو جلادے گی

جاں سیہ گشتہ رواں مردود چیست
جان کالی ہوگئی، رُوح مردود کیوں ہے؟

ژاژ و گستاخی تُراچوں باورست
بیہودہ گوئی اور گستاخی پر تجھے کیوں یقین ہے؟

حق تعالےٰ زیں چنیں خدمت غنی ست
اللہ تعالےٰ اِس طرح کی خدمت سے بے نیاز ہے

جسم و حاجت در صفاتِ ذوالجلال تم
جسم اور حاجت اللہ کی صفتوں میں؟

چارق او پوشد کہ او محتاجِ پاست
چپّل وہ پہنتا ہے جس کو پاؤں کی ضرورت ہے

آنکہ حق گفت اُو من خواہد و من خواہد او
جسکے بارے میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا میں وہیں اور وہ میں

---

[1] باکیست۔ یعنی خطاب تو باکیست۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔ ژاژ۔ ایک خاردار گھاس، ہمہ ژاژ خائی، بکواس کرنا۔ ژ۔ فا کے ضمہ کے ساتھ، بیہودہ بات۔ فشار۔ فا کے فتحہ کے ساتھ۔ فشردن یعنی نچوڑنا۔
گند۔ گندگی۔ ژندہ۔ پارہ پارہ کپڑا، گدڑی، یعنی تیری اِس گفتگو سے کفر و الحاد پھیلے گا اور دین میں رخنہ پیدا ہوگا۔

[2] چارُق و پاتابہ۔ جوتا، چپّل، پاتابہ۔ جوتا، مکھڑاں۔ آتش بے یعنی ذاتِ خداوندی خلق را، ایک شخص کا گناہ دوسروں پر بھی افراد ہوتا ہے۔ آتشے۔ اگر عذاب ابھی نہیں آیا تو اُس کے آثار آگئے ہیں جس سے دل سیاہ ہوگیا ہے۔ یزداں۔ خدا۔ داور۔ حاکم۔

[3] دوستی۔ بیوقوف دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہے۔ زیں۔ یعنی وہ خدمتیں جو گدڑیا اللہ تعالےٰ کے لئے بیان کرے تھا۔ تم۔ چچا۔ خال۔ ماموں۔ جسم۔ گدڑیے نے پیر دبانے کو کہا تھا حاجت۔ گدڑیے نے روٹی کھلانے کو کہا تھا۔ شیر۔ غذا کی اُس کو ضرورت ہے جس کا جسم ہو اور اُسکا نشو و نما ہوتا ہو۔ محتاجِ پا۔ اللہ تعالےٰ کو نہ پیر کی ضرورت ہے نہ جوتے کی حاجت ہے۔ در برائے۔ بعض خدا کے نیک بندے ایسے ہوتے ہیں جو اپنی شخصیت اور خواہشات کو فنا کرکے حضرت حق کی مرضیات کے

579

آنکہ گفت اِنِّیْ مَرِضْتُ لَمْ تَعُدْ[1]
جسکے بارے میں (خدا) یا میں مریض ہوا تو نے عیادت کیوں نہ کی؟

من شدم رنجور او تنہا نہ شد
میں بیمار تھا وہ تنہا بیمار نہ تھا

آنکہ بی یَسْمَعُ وَبِی یَبْصُرُ شنید است
وہ کہ جو میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے سو کیا ہے

در حقِ آں بندہ ایں ہم بیہودہ است
اس بندے کے حق میں بھی یہ بیہودہ ہے

بے ادب گفتن سخن با خاصِ حق
اللہ (تعالیٰ) کے خاص بندے سے بے ادبی سے بات کرنا

دل بمیراند سیہ دارد ورق
دل کو مُردہ کر دیتا ہے، اعمالنامہ سیاہ کر دیتا ہے

گر تو مردے را بخوانی فاطمہ
اگر تو مرد کو فاطمہ کہہ کر بُلائے

گرچہ یک جنس اند مرد و زن ہمہ
اگرچہ سب مرد و عورت ایک جنس ہیں

قصدِ خونِ تو کند تا ممکن ست
حتی الامکان تیری جان (لینے) کا ارادہ کرے

گرچہ خوشخوی و حلیم و ساکن ست
اگرچہ خوش مزاج اور بُردبار اور صاحبِ سکون ہو

فاطمہ[2] مدحت در حقِ زناں
عورتوں کے لئے فاطمہ تعریف ہے

مرد را گوئی بود زخمِ سناں
(اگر) تو مرد کو کہے بھالے کا زخم ہوگا

دست و پا در حقِ ما استایش ست
ہاتھ اور پیر ہونا ہمارے لئے تعریف ہے

در حقِ پاکی حق آلایش ست
اللہ (تعالیٰ) کی پاکی کے لئے ناپاکی ہے

لَمْ یَلِدْ لَمْ یُوْلَدْ او را لائق ست
نہ اُس نے جنا نہ وہ جنا گیا اس کیلئے مناسب ہے

والد و مولود را او خالق ست
(کیونکہ) وہ باپ اور لڑکے کا خالق ہے

ہر چہ جسم آمد ولادت وصفِ اوست
جو جسم ہے پیدا ہونا اُس کی صفت ہے

ہر چہ مولود ست او زیں سوئے جوست
جو جنا ہوا ہے وہ اس طرف (جسم) کا جویا ہے

زانکہ از کون[3] و فساد ست و مہیں
چونکہ وہ بننے بگڑنے والے عالم کا اور کمزور ہے

حادث ست و محدثے خواہد یقیں
وہ نو پیدا ہے اور یقیناً پیدا کرنے والے کا خواہاں ہے

گفت اے موسیٰ[4] دہانم دوختی
اس نے کہا اے موسیٰ! تم نے میرا منہ سی دیا

وز پشیمانی تو جانم سوختی
اور شرمندگی سے میری جان جلا دی

جامہ را بدرید و آہے کرد و تفت
کپڑے پھاڑے اور گرم آہ کی

سر نہاد اندر بیاباں و برفت
بیاباں کا رُخ کیا اور چل دیا

جسمانی اور مادی چیزوں کو خاص ہے۔ حادث۔ نو پیدا۔ محدث۔ پیدا کرنے والا۔ گفت۔ جو دا ہے نے کہا۔ دوختی۔ چونکہ آپ نبی ہیں اور اطاعت ضروری ہے۔ وز پشیمانی۔ اللہ کا ذکر چھوڑنے سے شرمندگی ہے جو روح کو جلا رہی ہے۔ جامہ بدرید۔ ذکر سے محرومی کی وجہ سے۔

---

[1] اِنِّیْ مَرِضْتُ لَمْ تَعُدْنِیْ۔ "میں بیمار ہوا تھا تو مزاج پرسی کرنے آیا" تو اس سے مُراد یہ ہے کہ میرا وہ مخصوص بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اسکی مزاج پُرسی کیوں نہ کی تھی۔ ایسے ہی بندوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ وہ ایسا بندہ ہوتا ہے۔ بی یَسْمَعُ وَبِی یَبْصُرُ وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے یعنی اُس کی قوتِ سامعہ اُسی بات کو سنتی ہے جو میری مرضی کے مطابق ہو اور قوتِ باصرہ اُسی کو دیکھتی ہے جس میں میری رضا ہو۔

بے ادب۔ اللہ کے اِن مخصوص بندوں سے گستاخانہ بات کرنا دل کو مُردہ اور اعمالنامہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔

[2] فاطمہ۔ دودھ چڑھانے والی یہ جنتی عورتوں کی سردار آنحضورؐ کی صاحبزادی کا نام ہے جو ہر عورت اپنے لئے پسند کریگی۔ لیکن کسی مرد کو کہو تو وہ بُرا مان جائیگا۔ دست۔ انسان کے ہاتھ میں نقصان ہو تو عیب ہے اللہ کیلئے مثابت کرو تو اُس کے تنزیہ کے منافی ہے۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ نہ اُس نے کسی کو جنا نہ اُسکو کسی نے جنا جو بعض صاحبان نے اس کا ترجمہ بے مثل و وحدہ کا کیا ہے یعنی جنا ہوا ہونا ذاتِ باری سے کم درجہ کے لئے ہے بعض صاحبان نے اس کو جزئیت کے معنی میں لیا ہے۔

[3] از کون و فساد۔ کون و مکان یعنی عالم امکان

[4] گفت اے موسیٰ۔ اور فساد۔ بننا بگڑنا۔ یہ

580

عتاب کردن حق تعالیٰ با موسیٰ علیہ السلام بہر شباں

چرواہے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خفگی

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا — بندۂ ما را ز ما کردی جُدا[1]
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے حضرت موسیٰ پر وحی آئی — تو نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کر دیا

تو برائے وصل کردن آمدی — نے برائے فصل کردن آمدی
تو ملانے کے لئے آیا ہے — جدا کرنے کے لئے نہیں آیا ہے

تا توانی پا منہ اندر فراق — کَاَبْغَضُ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیَ الطَّلَاقُ
جب تک ہو سکے جدائی میں قدم نہ رکھ — اسلئے کہ طلاق میرے نزدیک بُری چیزوں میں سے ہے

ہر کسے را اسر تے بنہادہ ایم — ہر کسے را اصطلاحے دادہ ایم
ہم نے ہر شخص کی ایک طبیعت بنائی ہے — ہم نے ہر شخص کو ایک اصطلاح دی ہے

در حقِ اُو مدح در حقِ تو ذم[2] — در حقِ اُو شہد و در حقِ تو سم
اسکے حق میں تعریف ہے (اور) تیرے حق میں برائی ہے — اسکے حق میں وہ شہد ہے (اور) تیرے حق میں زہر ہے

در حقِ اُو نور در حقِ تو نار — در حقِ اُو ورد در حقِ تو خار
تیرے حق میں وہ نور ہے اسکے حق میں آگ ہے — اسکے حق میں وہ گلاب کا پھول ہے تیرے حق میں وہ کانٹا ہے

در حقِ اُو نیک در حقِ تو بد — در حقِ اُو خوب در حقِ تو رد
اسکے حق میں وہ اچھی ہے تیرے حق میں بُری ہے — اسکے حق میں وہ خوب ہے تیرے حق میں مردود ہے

ما بَری از پاک و ناپاکی ہمہ — از گراں جانی و چالاکی ہمہ
ہم پاکی اور ناپاکی سب سے منزہ ہیں — سُستی اور چستی سب سے (منزہ ہیں)

من[3] نکردم امر تا سودے کنم — بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم
میں نے حکم اس لئے نہیں دیا کہ کوئی فائدہ اُٹھاؤں — بلکہ اس لئے کہ بندوں پر بخشش کروں

ہندیاں را اصطلاحِ ہند مدح — سندیاں را اصطلاحِ سند مدح
ہندوستان والوں کیلئے ہندوستان کی اصطلاح تعریف ہے — سندھیوں کے لئے سندھ کی اصطلاح تعریف ہے

من نکردم پاک از تسبیحِ شاں — پاک ہم ایشاں شوند و دُر فشاں
میں اُن کی تسبیح سے پاک نہیں ٹھہراتا — وہی پاک اور موتی برسانے والے بن جاتے ہیں

مُستحق ہوتے ہیں۔ ہندیاں۔ ہر ملک والے اپنی لغت اور اصطلاح میں تعریف کر سکتے ہیں۔ نکردم۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی تسبیح سے پہلے ہی پاک ہے۔ دُر فشاں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح موتی کے دانے ہیں۔

---

[1] جُدا۔ یعنی ذکر سے جو اُسے قرب حاصل تھا وہ نہ رہا۔ وصل۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد مخلوق کو خالق سے واصل کرنا ہے۔ الطلاق۔ حدیث شریف ہے۔ اَبْغَضُ الْحَلَالِ عِنْدَ اللّٰہِ الطَّلَاقُ۔ حلال چیزوں میں سے طلاق اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ طلاق سے میاں بیوی میں فراق ہوتا ہے۔ ہر کسے ہر انسان اپنی استعداد اور اپنے مروجہ الفاظ میں تعریف کرتا ہے جبکہ دل میں عقیدت ہے تو اُس کی تعریف بہر حال قبول ہے اور اُس کی وہ حمد اُسکے لئے باعثِ تعریف ہے ایک عالم انسان اپنی استعداد کے مطابق جو تعریف کرتا ہے اگر وہ لفظ پڑھا لکھا بولے تو اُس کے لئے وہ بُرائی ہے۔

[2] در حق۔ حضورؐ نے ایک لونڈی سے دریافت کیا، خدا کہاں ہے تو اُس نے جواب دیا آسمانوں میں ہے تو یہ کہنا اُس کے لئے نور بنا آنحضورؐ نے اُس کا اسلام معتبر مانا اگر یہی جملہ ایک عالم فاضل کہے تو کفر ہے جو موجبِ نار ہے۔ زرِ مردود ما بری۔ انسان تقدیس و تسبیح میں جو کچھ بھی کہتا ہے اللہ کی ذات اُس سے بلند ہے لہٰذا اب جو بھی کچھ کہے اُس کو نہ روکو۔

[3] من نکردم۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی میں اللہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ بندے پابندی کر کے رحم و کرم کے

581

مابروں را ننگریم و قال را
ہم ظاہر اور قول کو نہیں دیکھتے ہیں

مادروں را بنگریم و حال را
ہم باطن کو اور حالت کو دیکھتے ہیں

ناظر قلبیم اگر خاشع بود
ہم قلب کو دیکھنے والے ہیں اگر وہ عاجزی کرنیوالا ہو

گرچہ گفت لفظ ناخاضع بود
اگرچہ لفظی گفتگو عاجزی کی نہ ہو

زاں کہ دل جوہر بود گفتن عرض
اس لئے کہ دل جوہر ہے، اور کہنا عرض ہے

پس طفیل آمد عرض جوہر غرض
تو عرض ضمنی چیز ہے، جوہر مقصود ہے

چند ازیں الفاظ و اضمار و مجاز
یہ لفظ سے بولنا اور دل میں چھپانا اور مجاز کب تک!

سوز خواہم سوز باآں سوز ساز
میں سوز ہی سوز چاہتا ہوں اسی سوز سے موافقت کر

آتشے از عشق در جاں برفروز
عشق کی آگ، جان میں روشن کر

سر بسر فکر و عبارت را بسوز
(غور و) فکر اور عبارت کو بالکل جلادے

موسیا آداب داناں دیگراند
اے موسیٰ! آداب جاننے والے دوسرے ہیں

سوختہ جان و روانہا دیگراند
سوختہ جان اور سوختہ روح دوسرے ہیں

عاشقاں را ہر زماں سوزیست نیست
عاشقوں کو ہر وقت جلنا ہے

بر دہ ویراں خراج و عشر نیست
آباد مکانوں پر خراج اور عشر نہیں ہے

در خطا گوید دُراخطی مگو
اگر وہ غلط بات کہتا ہے تو اس کو خطاوار نہ کہہ

گر بود پُر خوں شہید آں را مشو
اگر شہید خون میں لتھڑا ہو اس کو نہ دھو

خوں شہیداں راز آب اولیٰ تر است
شہیدوں کے لئے خون پانی سے بہتر ہے

ایں خطا از صد صواب اولیٰ تر است
یہ غلطی سو صحیح چیزوں سے زیادہ اچھی ہے

در درونِ کعبہ رسم قبلہ نیست
کعبہ کے اندر قبلہ (رو ہونے) کی رسم نہیں ہے

چہ غم ار غواص را پاچیلہ نیست
اگر غوطہ خور کے پاس چپل نہیں ہیں تو کیا غم ہے!

تو ز سرمستاں قلاوزی مجو
تو مستوں سے رہنمائی کی توقع نہ کر

از رفو مر جامہ چاکاں را مگو
جامہ چاک لوگوں سے رفو کی فرمائش نہ کر

ملت عشق از ہمہ ملت جداست
عشق کا مذہب تمام مذہبوں سے جدا ہے

عاشقاں را مذہب و ملت خداست
عاشقوں کا مذہب اور دین اللہ تعالیٰ ہے

کو بھی چاہے ننگا کرکے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پاچیلہ۔ چپل۔ قلاوزی۔ رہنمائی۔ ملت عشق۔ غلبہ حال میں طرف ذات باری کی طرف توجہ ہوتی ہے مذہبی رسوم و قیود کی پابندی نہیں ہوتی۔

---

۱ بروں۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تمہاری صورتوں اور قالوں کو نہیں دیکھتا ہے تمہاری نیتوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ خاشع۔ عاجزی کرنیوالا۔ خاضع۔ خاکساری کرنیوالا۔ جوہر۔ خود قائم رہنے والی چیز۔ عرض۔ دوسرے کے سہارے قائم رہنے والی چیز۔ غرض یعنی اصل مقصد۔

۲ الفاظ جو منہ سے بولا جائے۔ اضمار۔ دل میں کسی بات کا رکھنا۔ مجاز۔ لفظ کے حقیقی معنی چھوڑ کر دوسرے معنی مراد لینا۔ انسان کی تقریر و کلام میں یہ سب باتیں ہوتی ہیں۔ موسیا۔ اے موسیٰ۔ آداب داناں۔ عارفین کاملین۔ سوختہ۔ یعنی وہ لوگ جن کی روحیں عشق خداوندی میں جل بھن گئی ہیں۔ بر دہ۔ یعنی ویران مکانوں سے کوئی ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا ہے بلکہ معاف کر دیا جاتا ہے اسی طرح عاشقوں سے رسوم کی پابندی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا ہے۔

۳ در خطا۔ بندہ عشق میں اللہ کی شان میں نامناسب الفاظ بھی اللہ کو پسند ہیں جس طرح خون نجس ہے لیکن شہید کا خون اللہ تعالیٰ نے پاک قرار دیا ہے اس کو نہلایا نہیں جاتا ہے۔ خون۔ خون آلود شہید پانی سے غسل دیئے ہوئے دوسرے مُردوں سے افضل ہے۔ در درون۔ جب انسان بیت اللہ کے اندر پہنچکر نماز پڑھے تو بدر

582

لعل را گر مہر نبود باک نیست — عاشق از دریائے غم غمناک نیست

لعل پر اگر مُہر نہیں ہے، پروا نہیں ہے — عاشق غم کے دریا سے غمگین نہیں ہوتا ہے

وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام در عذر خواستن آں شباں

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آنا اس گڈریئے سے معذرت کے سلسلہ میں

بعد ازاں در سرِ موسیٰ حق نہفت — راز ہائے گفت کاں ناید بگفت

اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے (حضرت) موسیٰ کے باطن میں مخفی رکھے

بر دلِ موسیٰ سخنہا ریختند — دیدن و گفتن بہم آمیختند

(حضرت) موسیٰ کے دل میں بہت سی باتیں ڈالدیں — مشاہدہ اور گفتگو کو آپس میں ملا دیا

چند بیخود گشت و چند آمد بخود — چند پرید از ازل سوئے ابد

چند (بار) بیہوش ہوئے چند (بار) ہوش میں آئے — چند (بار) ازل سے ابد تک پرواز کی

بعد ازیں گر شرح گویم ایں ز رائے — زاں کہ شرحِ ایں ورائے آگہی ست

اسکے بعد اگر میں تشریح کروں تو یہ توفی ہے — اس لئے کہ اس کی تشریح عقل سے بالاتر ہے

ور بگویم عقلہا را بر کند — ور نویسم بس قلمہا بشکند

اگر میں کہوں تو عقلوں کو زائل کردے — اگر میں لکھوں تو قلموں کو توڑ دے

ور بگویم شرحہائے معتبر — تا قیامت باشد ایں بس مختصر

اگر میں اس کی تادیل بھر دس شرحیں بیان کروں — قیامت تک (بھی) وہ بہت مختصر (بیان) ہوگی

لاجرم کوتاہ کردم من زباں — گر تو خواہی از درونِ خود بخواں

مجبوراً میں نے زبان کوتاہ کرلی — اگر تو چاہتا ہے اپنے اندر (سے) پڑھ لے

چونکہ موسیٰ ایں عتاب از حق شنید — در بیاباں از پئے چوپاں دوید

جب (حضرت) موسیٰ نے یہ ناراضی اللہ سے سنی — جنگل میں گڈریئے کے پیچھے بھاگے

بر نشانِ پائے آں سرگشتہ راند — گرد از تہ بیاباں بر فشاند

اس دیوانے کے نقشِ قدم پر روانہ ہوگئے — بیابان کے تہ سے گرد اڑائی

گامِ پائے مردمِ شوریدہ خود — ہم زگامِ دیگراں پیدا بود

دیوانوں کے پیروں کی رفتار — دوسروں کی رفتار سے جدا ہوتی ہے

یک قدم چوں پیلِ رفتہ بر اریب — یک قدم چوں رُخ زبالا تا نشیب

ایک قدم ہاتھی کی طرح آڑا ترچھا — ایک قدم رُخسار کی طرح اوپر سے نیچے کو

۱؎ لعل: بعل رگوہر پر کسی ٹھپے اور مہر کی ضرورت نہیں وہ خود قیمتی ہے۔ بہتر۔ باطن۔ دیدن و گفتن۔ یعنی مشاہدہ کے ساتھ گفتگو۔ چند۔ یعنی حضرت موسیٰ کو وحی حاصل ہوا اور بہت سے نئے انکشاف ہوئے۔ بعد ازیں۔ عالم ملکوت کے احوال بیان اور عقل سے بالاتر ہیں۔ وگر بگویم ذات اور صفات کا بیان عقلوں اور تحریروں کے بس کا نہیں ہے۔

۲؎ لاجرم۔ وہ کیفیات خود اپنے اوپر طاری کرو تب کچھ معلوم ہو سکے گا چوپاں۔ وہی گڈریا جس کو حضرت موسیٰ نے ڈانٹا تھا۔

۳؎ گام پائے۔ دیوانوں کے قدم ہی آڑے ترچھے پڑتے ہیں۔

گاہ چوں موجے برافرازاں عَلَم
کبھی موج کی طرح جھنڈا بلند کئے ہوئے

گاہ برخاکے نوشتہ حالِ خود
کبھی خاک پر اپنا حال لکھا

گاہ حیراں ایستادہ گہ دواں
کبھی حیران کھڑا ہوا، کبھی دوڑتا ہوا

عاقبت دریافت اُورا و بدید
انجام کار اُس کو پالیا اور دیکھا

ہیچ آداب و ترتیبے مجو
کوئی ادب اور ترتیب نہ تلاش کر

کفرِ تو دین ست و دینت نورِ جاں
تیرا کفر، دین ہے اور تیرا دین جان کا نور ہے

اے مُعافِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ
اے "یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ" کے معافیدار

گفت اے موسیٰ ازاں بگذشتہ ام
کہا، اے موسیٰؑ اِس سے میں گذر چکا ہوں

من زسدرہ منتہیٰ بگذشتہ ام
میں سدرۃ المنتہیٰ سے گذر گیا ہوں

تازیانہ بر زدی اسپم بگشت
تو نے کوڑا مارا میرا گھوڑا تیز ہو گیا

محرمِ ناسوتِ مالاہوت باد
خدا کرے ہمارے ناسوت کا لاہوت محرم بنے

حالِ من اکنوں بروں از گفتن ست
اب میری حالت بیان سے باہر ہے

نقش می بینی کہ در آئینہ ایست
تو جو نقش آئینہ میں دیکھتا ہے

گاہ چوں ماہی روانہ بر شکم
کبھی مچھلی کی طرح پیٹ کے بل رواں

ہمچو رَتالے کہ رملے بر زند
رتال کی طرح جو ریت مالتی کرتا ہے

گاہ غلطاں ہمچو گوی از صولجاں
کبھی لڑھکتا ہوا جیسے بلے سے گیند

گفت مژدہ دہ کہ دستوری رسید
فرمایا مبارک ہو، اجازت آگئی ہے

ہر چہ می خواہد دلِ تنگت بگو
جو تیرا تنگ دل چاہے، کہہ ڈالے

ایمنی از تو جہانے در اماں
تو امن میں ہے اور تیری وجہ سے ایک جہان امن میں ہے

بے محابا رو زباں را بر گشا
جا، بے تامل زبان کھول

من کنوں در خونِ دل آغشتہ ام
اب میں دل کے خون میں آلودہ ہوں

صد ہزاراں سالہ زاں سو گشتہ ام
لاکھوں سال (کی مسافت) اُس (سدرۃ المنتہیٰ) کے (جانب پرواز) پیچھے رہ گئی ہے

گنبدی کرد و ز گردوں بر گذشت
جست لگائی اور آسمان سے پار ہو گیا

آفریں بر دست و بر بازوت باد
تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

آنچہ می گویم نہ احوالِ من ست
جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ میرے احوال نہیں ہیں

نقشِ تست آں نقش آں آئینہ نیست
وہ تیرا نقش ہے وہ نقش اُس آئینہ کا نہیں ہے

---

۱۳ گاہ — دیوانہ کبھی سر اُٹھائے بھاگتا نظر آئے گا کبھی پیٹ کے بل سرکتا ہوا جیسے مجنوں لیلیٰ کا نام زمین پر لکھتا پھرتا تھا۔ عاقبت بالآخر وہ گڈریا حضرت موسیٰ تک گیا حضرت موسیٰ نے فرمایا تجھے اسی طریقہ پر مناجات کی اجازت مل گئی ہے جو بھی تیری زبان پر آئے کہتا رہ۔ کفر تو دوسروں کے لئے اگر چہ کلمات کفر ہیں لیکن تیرے لئے عین دین ہے، تجھے خدا کی طرف سے امن حاصل ہے اور تیری وجہ سے دنیا کو بھی امن حاصل ہے۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ، خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، تجھے ان کلمات کی اجازت دیدی ہے۔ ازاں۔ یعنی مقام مناجات۔

۱۴ سدرۃ المنتہیٰ — ساتویں آسمان پر بیری کے درخت جیسا کوئی درخت ہے جو حضرت جبرئیلؑ تک کی پرواز کی آخری حد ہے، یعنی اب میں اپنے اُس مقام سے گذر گیا جہاں طلبہ حال میں نامناسب الفاظ استعمال کئے تھے۔ تازیانہ۔ میری طبیعت کے لئے آپکی تنبیہ ایک تازیانہ ثابت ہوئی۔ ناسوت۔ عالم اجسام۔ لاہوت۔ عالم ذات الٰہی جس میں پہنچ کر سالک کو فنا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ حال من۔ ذوقی حالت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

۱۵ نقش می بینی — حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان اشعار کا تعلق "شاہ را گوید کہ ترا بہ زمیست" سے ہے یعنی

دم[1] کہ مردِ نائی اندر نائے کرد
نے بجانے والے نے جو پھونک نے میں بھری

درخورِ نایست نے درخورِ مرد
وہ نے کے مناسب ہے نہ کہ نے بجانے والے، مرد کے مناسب

ہاں وہاں گر حمد گوئی و سپاس
خبردار خبردار تو جو شکر گزاری اور تعریف کرے

ہمچو ناقص جام آں چوپاں شناس
اس نالائق گڈریے کی سی سمجھ

حمدِ تو نسبت بتو گر بہتر ست
تیرا تعریف کرنا تیرے اعتبار سے اگرچہ بہتر ہے

لیک آں نسبت بحق ہم ابتر ست
لیکن وہ اللہ (تعالیٰ) کی نسبت سے ناقص ہے

کاشکے[2] بہتر بودے مر ترا
کاشکہ تیری (وہ) بہتر (دعا) نہ ہوتی

دردِ او و سوز بودے مر ترا
اس کا درد اور سوز تیرے لئے (حاصل) ہوتا

چند گوئی چوں غطا برداشتند
جب پردہ اٹھا دیں گے، تو کتنا کہے گا!

کایں نبود ست آنچہ می پنداشتند
جو انھوں نے خدا کے بارے میں تصور کیا تھا وہ یہ

ایں قبولِ ذکرِ تو از رحمت ست
تیرے ذکر کو قبول کر لینا رحمت ہے

چوں نمازِ مستحاضہ رخصت ست[3]
جیسے استحاضہ والی کی نماز جائز ہے

بانمازِ او بیالودست خوں
اس کی نماز سے خون وابستہ ہے

ذکرِ تو آلودہ تشبیہ و چوں
تیرا ذکر (اللہ) کرنا تشبیہ اور مثال سے آلودہ ہے

خوں پلید ست و بآبے می رود
خون ناپاک ہے اور پانی سے دھل جاتا ہے

لیک باطن را نجاستہا بود
لیکن باطن میں وہ نجاستیں ہوتی ہیں

کاں[4] بغیرِ آبِ لطفِ کردگار
جو خدا کی مہربانی کے پانی کے بغیر

کم نہ گردد از درونِ مرد کار
کام کرنے والے کے باطن سے نہیں دھلتیں

در سجودت کاش رو گردانیئے
کاش تو سجدے میں رخ پھیر تا

معنیِ سُبْحَانَ رَبِّیَ دانیئے
کہ اے میرے رب تو پاک ہے کے معنی جان لیتا

کاے سجودم چوں وجودم ناسزا
یعنی اے خدا! میرا سجدہ تیرے وجود کیطرح (تیرے) لائق

مر بدی را تو نکوئی دہ جزا
تو برائی کا بدلہ بھلائی سے عطا فرما

ایں زمیں از حلمِ حق دارد اثر
اس زمین میں اللہ (تعالیٰ) کی بردباری کا اثر ہے

تا نجاست برد و گلہا داد بر
کہ گندگی کو ختم کر دیا اور پھول نتیجہ میں دیئے

---

[1] دم کہ۔ اللہ تعالیٰ تو اس پر قادر ہیں کہ اپنی تعریف اپنی شان کے مطابق کر دیں لیکن ہماری استعداد اس کو قبول نہیں کر سکتی ہے جس طرح نے بجانے والا اپنی طاقت کے اعتبار سے نے میں پھونک نہیں بھرتا ہے ورنہ اس کے پردے پھٹ جائیں نے کے لوٹانے پھونکتا ہے۔ ہاں وہاں ہم جو بھی تعریف کرتے ہیں وہ گڈریے کی طرح کی تعریف کرتے ہیں، بہتر ناقص ہماری تعریف خدا کے اعتبار سے ناقص ہے۔

[2] کاشکے۔ جو تعریف تمہارے اعتبار سے بہتر بھی ہے کاش اس کی بجائے تمہارے دل میں سوز و گداز ہوتا۔ بندہ گوئی نیاز میں جب حجابات رفع ہونگے تو تمہیں پتہ چل جائیگا کہ ذاتِ باری وہ نہیں جو تم نے سمجھی تھی۔ ایں قبول۔ ہماری ناقص تعریف کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول کرتا ہے جس طرح کہ مستحاضہ کی نماز کو باوجود طہارت نہ ہونے کے قبول کر لیتا ہے۔ تشبیہ و چوں۔ ہم جس قدر تعریفیں کرتے ہیں ان میں لامحالہ تشبیہات اور مثالیں ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب نہیں ہیں ان کی ناپاکی مستحاضہ کے خون سے بھی زیادہ ہے۔

[3] کاں۔ باطنی نجاست صرف رحمت کے پانی سے ہی دھل سکتی ہے۔ کاے۔ یعنی سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے معنی یہ ہیں کہ بندہ عرض کرتا ہے کہ میرا سجدہ بھی تیرے لائق نہیں اور یہ سجدہ تیری خدمت میں پیش کرنا گستاخی ہے لیکن تیری ذات وہ ہے جو برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰت۔ اللہ ان کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ایں زمیں۔ زمین اللہ کی صفتِ حلم سے متصف ہے۔

تا بپوشد او پلیدیِ[1] ہائے ما
یہاں تک کہ وہ ہماری پلیدیوں کو چھپا لیتی ہے

در عوض بَر روید از وے مُنعِمہا
بدلے میں اُس سے منعم کھلتے ہیں

پس چو کافر دید کو در داد وجود
تو کافر جب دیکھے گا کہ وہ عطا اور بخشش میں

کمتر و بے مایہ تر از خاک بُود
مٹی سے بھی کمتر اور تہی دست تھا

از وجودِ او گُل و میوہ نرُست
اُس کے وجود سے پھول اور میوہ نہ اُگا

جُز فسادِ جملہ پاکیہا نجُست
پاکیوں کو خراب کرنے کے علاوہ اُس نے کچھ نہ کیا

گفت وا پس رفتہ ام من در ذہاب
کہے گا میں نے اُلٹی چال چلی ہے

حَسرَتا یا لَیتَنِی کُنتُ تُرَاب
افسوس! کاش میں مٹی ہوتا

کاش از خاکے سفر نگزیدمے
کاش میں مٹی (ہونے) سے ترقی نہ کرتا

ہمچو خاکے دانۂ می چیدمے
مٹی کی طرح بیج کو چُن لیتا

چوں[2] سفر کردم مرا رہ آزمود
جب میں نے ترقی کی مجھے راستے آزما لیا

زیں سفر کردن رہ آوردم چہ بود
اِس ترقی سے مجھے کیا تحفہ ملا!

زاں ہمہ میلش سوئے خاکست کو
اِسی وجہ سے اُس کا میلان مٹی کی طرف ہے کیونکہ وہ

در سفر سُودے نہ بیند پیش رُو
ترقی میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا ہے

رُوئے واپس کردنش از حرص و آز
اُس کا واپسی کی طرف رُخ کرنا حرص اور لالچ کی وجہ سے ہے

در رہِ او ہیچ نہ صدق و نیاز
اُس کے راستہ میں کوئی سچائی اور عاجزی نہیں ہے

ہر گیاہ اَش بود میلِ عُلا
جس گھاس کا میلان بلندی کی طرف ہوتا ہے

در مزیدست و حیات و نما
وہ بڑھوتری اور زندگی اور (نشوونما) میں ہے

چونکہ گردانید سر سوئے زمیں
چونکہ اُس نے زمین کی طرف رُخ کیا

در کمی و خشکی و نقص و عبیں
وہ گھٹاؤ اور خشکی اور نقصان اور ٹوٹے میں ہے

میلِ[3] روحت چوں سوئے بالا بود
تیری روح کا میلان جب (عالمِ) بالا کی طرف ہو

در تزاید مرجعت آں جا بود
ترقی میں تیرا مرجع وہی ہوگا

در نگونساری سرت سوئے زمیں
اگر تو اوندھا ہے تیرا سر زمین کی طرف ہے

آفلی حق لَا اُحِبُّ الْآفِلِیں
تو غروب کرجانیوالا ہے یقیناً میں غروب کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

در نگونساری۔ جب روح اوندھی ہو جاتی ہے تو زمین پر واپس ہونے کی خواہش کرتی ہے۔
حق۔ دراصل حقاً تھا۔

---

[1] پلیدیہا۔ گناہ میں مبتلا ہونا۔ بیمار قیامت میں کافر کہے گا کہ وہ زمین سے بھی بدتر ہے زمین برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی ہے اور میں نے اللہ کی نعمتوں کے بدلے میں کفر کیا۔ جو فساد۔ زمین نے ناپاک کو پاک بنایا کافر نے پاکیوں کو ناپاک کیا۔ گفت۔ یعنی قیامت میں حسرت سے کہیگا کہ کاش میں مٹی ہوتا کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتا۔ سفر۔ جمادات سے ترقی کرکے روح حیوانی وجود میں آئی ہے۔ دانہ زمین میں بیج بویا جاتا ہے تو وہ بدلہ میں پھل پھول اُگاتی ہے۔

[2] چوں سفر۔ سفر کی حالت میں انسان کی جیسی فطرت ظاہر ہو جاتی ہے یعنی مجھے ترقی سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ تحفہ سفر۔ میلش۔ یعنی اُس کی کہنا یا لَیتَنِی کُنتُ تُرَاباً۔ کاش میں مٹی ہوتا۔ روئے واپس۔ یعنی مٹی بن جانے کی خواہش جو اُس نیاز سے ہو تو اللہ کو پسند ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے اس کا اظہار ہوا ہے۔ ہر گیاہ۔ کافر کے مٹی بننے کی خواہش کی مثال ہو کہ گھاس میں جب تک نشوونما ہے بڑھنے اور اوپر جانے کی خواہش ہے جب مُردنی چھاتی ہے تو اُس کا نیچے کی طرف جھکاؤ ہو جاتا ہے۔

[3] میلِ روحت۔ روح انسانی جب اوپر جانے کی خواہش ہوتی ہے تو اوپر جانے میں اُس کو ترقی حاصل ہوتی ہے

پُرسیدن موسیٰ علیہ السلام از سرِّ غلبۂ ظالماں

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ظالموں کے غلبہ کے راز کا سوال کرنا

گفت موسیٰ اے کریم کارساز — اے کہ یک دم ذکرِ تو عمرِ دراز

(حضرت) موسیٰ نے عرض کیا اے کارساز کریم! — اے (وہ ذات) جس کا ایک لمحہ ذکر کرنا عمر دراز ہے

نقشِ کژ مژ دیدم اندر آب و گل — چوں مَلائک اعتراضے کرد دل

میں نے عالمِ آب و گل میں بہت سی آڑی ترچھی چیزیں — ملائک کی طرح دل نے اعتراض کیا ہے

کہ چہ مقصود ست نقشے ساختن — واندرو تخمِ فساد انداختن

کہ اس میں کیا مقصد ہے؟ کہ ایک نقش بنانا — اور اس میں فساد کا بیج بو دینا

آتشِ ظلم و فساد افروختن — مسجد و سجدہ کناں را سوختن

ظلم اور فساد کی آگ بھڑکانا — مسجد اور سجدہ کرنے والوں کو پھونکنا

مایۂ خونابہ و زردابہ را — جوش دادن از برائے لابہ را

خون اور پیپ کے ذخیرے کو — دل لگی کے لئے جوش دینا

من یقیں دانم کہ عینِ حکمت ست — لیک مقصودم عیانِ رویت ست

میں یہ یقین جانتا ہوں کہ (یہ) عینِ حکمت ہے — لیکن میرا مقصد مشاہدہ ہے

آں یقیں می گویدم خاموش کُن — حرصِ رویت گویدم نے جوش کُن

وہ یقین مجھ سے کہتا ہے، چپ رہ — دیکھنے کی حرص مجھ سے کہتی ہے نہیں (سوال میں) جوش دکھا

مُر مَلائک را نمودی سرِّ خویش — کاینچنیں نوشے ہمی ارزد بہ نیش

تو نے فرشتوں پر اپنا راز ظاہر کر دیا — کہ اس طرح کا شہد ڈنک کے لائق ہے

عرضہ کردی نورِ آدم را عیاں — بر مَلائک گشت مُشکلہا بیاں

تو نے آدم پر علم، کلمہ کھلا پیش کر دیا — فرشتوں کے اشکالات حل کر دیئے

حشر تو گوید کہ سرِّ مرگ چیست — میوہا گویند سرِّ برگ چیست

تیرا حشر بتا دے گا کہ موت کا کیا راز ہے؟ — میوے بتاتے ہیں کہ پتوں (کے ہونے) کا کیا راز ہے؟

سرِّ خون و نطفہ حُسنِ آدمی ست — سابق ہر بیشی آخر کمی ست

خون اور نطفہ کا راز، آدمی کا حسن ہے — ہر زیادتی سے پہلے کمی ہوتی ہے

حاصل کا سبب بنے۔ برگ۔ پتے بظاہر بیکار ہیں لیکن جب وہ پھل کی گرمی اور سردی سے حفاظت کر کے پکاتے ہیں تو اُن کی پیدائش کی حکمت معلوم ہوتی ہے سرِّ خون۔ انسانی اجسام کا حسن جب ظاہر ہوتا ہے جب اُس سے انسان نوجوان اور حسین بن جاتا ہے۔ سابق۔ ناقص چیز کمال حاصل کرتی ہے۔

ع یک دم۔ تھوڑا سا وقفہ جس میں ذکرِ الٰہی ہو دراز عمر کے قائم مقام ہے۔ کژ مژ۔ یعنی سمجھ میں نہ آنیوالی چیزیں۔ چوں ملائک۔ آدمؑ کی تخلیق پر فرشتوں کا سوال دراصل معاندانہ نہ تھا بلکہ حکمت سمجھنے کے لئے تھا۔ کہ جو مقصود دنیا کی چیزوں میں بھلائی کے ساتھ برائی کا پہلو بھی ہے۔ آتش۔ کفر کا غلبہ ہوتا ہے تو اس میں فساد، مسجدوں کی ویرانی سجدہ کرنیوالوں کا قتل عام ہوتا ہے۔

ع مایہ۔ انسان کی تخلیق، منی اور خون سے ہوتی ہے پھر وہ ظلم و فساد کے کیسے کیسے کھیل کھیلتا ہے۔ عینِ رویت۔ صاف دیکھنا آں یقیں۔ یعنی یقین کہ اس میں اللہ کی کوئی حکمت ہے۔ جوش کُن۔ یعنی جوش خروش سے سوال کر۔ کائنچنیں۔ فرشتوں کو سمجھا دیا تھا کہ انسان کے متضاد قوتوں ہی خلافتِ خداوندی کے اہل اور صفاتِ الٰہی کا مظہر ہو سکتے ہیں۔ نوش یعنی خلافت۔ نیش۔ انسان کی فطرت جس میں فتنہ و فساد بھی مضمر ہے۔ نورِ آدم۔ علم آدم۔ مُشکلہا۔ یعنی آدم کی خلافت پر جو اشکالات تھے۔

ع حشر تو۔ حضرت موسیٰ کے سوال کا جواب ہے کہ ہر چیز کی خوبی اُس کے انجام سے ظاہر ہوتی ہے، قیامت میں معلوم ہو گا کہ موت جیسی تلخ چیز کے پیدا کرنے میں خدا کی حکمت یہ تھی کہ وہی آخروی نعمتوں کے

لوحِ[1] را اوّل بشوید بے وقوف
ناواقف (بچہ) پہلے تختی دھو دیتا ہے

آنگہے بر وے نویسد اُو حروف
پھر اُس پر حروف لکھتا ہے

خوں کُند دل را ز اشکِ مُنتہاں
سالک (بے وقت) آنسوؤں سے دل کو خون کرتا ہے

بر نویسد بر وے اُسرارِ نہاں
(پھر) اُس پر پوشیدہ راز لکھتا ہے

وقتِ شُستن لوح را باید شناخت
دھوتے وقت تختی کو پہچان لینا چاہیئے

کہ مر آں را دفترے خواہند ساخت
کہ اُس کو ایک دفتر بنائیں گے

چوں اساسِ خانہ می افگنند
جب کسی گھر کی بنیاد رکھتے ہیں

اوّلیں بنیاد را بر می کنند
پہلے نیو کھودتے ہیں

گل برآرند اوّل از قعرِ زمیں
پہلے زمین کی گہرائی سے مٹی کھودتے ہیں

تا بآخر بر کشی مارِ معیں
تاکہ تو آخر میں پانی کھینچے

از حجامت[2] کودکاں گریند زار
بچوں سے بچے زار زار روتے ہیں

کہ نمی دانند ایشاں ہیچ کار
کیونکہ وہ کام کے راز سے واقف نہیں ہیں

مرد خود زر می دہد حجّام را
مرد (باپ) بچے لگانے والے کو روپیہ دیتا ہے

می نوازد نیشِ خوں آشام را
خون چوسنے والے نشتر کو نوازتا ہے

می دَوَد حمّال در بارِ گراں
بھاری بوجھ لئے ہوئے قلی دوڑتا ہے

میر باید بار را از دیگراں
دوسرے (قلیوں) سے بوجھ چھینتا ہے

جنگِ حمّالاں برائے بار بیں
بوجھ کے لئے قلیوں کی جنگ پر غور کر

ایں چنیں ست اجتہادِ مردِ دیں
دیندار کی کوشش اس طرح کی ہے

چوں گرانیہا اساسِ رحمت ست
جبکہ گرانیاں رحمت کی بنیاد ہیں

تلخیہا ہم پیشوائے نعمت ست
تلخیاں بھی رحمت کا پیش خیمہ ہیں

حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بِمَکْرُوھَاتِنَا
جنت ہماری ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دی گئی ہے

حُفَّتِ النِّیْرَانُ مِنْ شَھَوَاتِنَا
(اور) جہنم ہماری مرغوب چیزوں سے گھیر دی گئی ہے

نخمِ[3] مایہ آتش شاخِ ترست
تیری آگ کا سرمایہ تر شاخ ہے

سوختہ آتش قرینِ کوثرست
آگ کا جلا ہوا کوثر کے پاس ہے

ہر کہ در زنداں قرینِ محنتے ست
جو قید خانہ میں محنت میں مبتلا ہے

آں جزائے لذّتے و شہوتے ست
وہ لذت اور شہوت کی سزا ہے

---

[1] لوح را یعنی ہر کمی بیشی کا سبب ہے، تختی پر سب سے پہلے ہر چیز شادی جاتی ہے پھر اُس پر حسین نقش بنائے جاتے ہیں۔ خوں کند۔ انسان رو رو کر دل کو خون بنا دیتا ہے پھر اُس پر اسرار نمودار ہوتے ہیں۔ وقتِ شستن یعنی عقلمند انسان کمی بیشی کو سمجھ جاتا ہے۔ جوں اساس۔ نیا گھر بناتے ہیں تو پہلے پرانی بنیادوں کو اکھاڑ دیتے ہیں، جل برآرند۔ پانی حاصل کرتے ہیں تو پہلے زمین کھودتے ہیں۔

[2] از حجامت۔ تخریب میں تعمیر کا راز مضمر ہے، بچے لگاتے ہیں تو تکلیف ہوتی ہے لیکن نتیجہ میں بیماریوں سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ می دود۔ بوجھ اٹھانے والا تکلیف برداشت کرتا ہے تو مزدوری پاتا ہے۔ مرد دیں۔ دیندار اپنے آپ کو تکالیف میں اسی لئے مبتلا کرتا ہے تاکہ بہترین نتائج حاصل کرے۔ جوں دنیا میں بھی تکلیفوں کے بعد راحتیں ہیں اور آخرت میں بھی جنت۔ انسان نفس کی خواہشوں کے خلاف کرتا ہے تو جنت پاتا ہے شہوتوں کو پورا کرتا ہے تو جہنم ملتی ہے۔

[3] نخم مایہ۔ شاخ تر ہوتی ہے تو سلگا کر الگ جلایا جاتا ہے جب جلتی ہے تو اُس پر پانی چھڑک کر بجھایا جاتا ہے۔ ہر کہ نفس کی لذتوں کے نتیجہ میں جیلخانہ جانا پڑتا ہے۔

ہر کہ در قصرے[1] قرین دولتے ست — آں جزائے کارزار و محنتے ست
جو محل میں صاحب سلطنت ہے — وہ محنت اور جنگ کا بدلہ ہے

ہر کرا بینی بزر و سیم فرد — داں کہ اندر کسب کردن صبر کرد
جس کو تو چاندی اور سونے میں یکتا دیکھے — سمجھ لے اُس نے کمائی میں صبر کیا ہے

بے سبب[2] بیند چو دیدہ شد گزار — تو کہ در حسّی سبب را گوش دار
جب آنکھ دار العالم اسباب سے گذر جانیوالی بنجائے تو بغیر سبب کے دیکھتی ہے — تو حسّ کا پابند ہے سبب پر توجہ کر

آنکہ بیروں از طبائع جانِ اوست — منصبِ خرقِ سببہا آنِ اوست
جس کی جان (انسانی) طبائع سے باہر ہے — اسباب کو ترک کر دینے کا مقام اُسے حاصل ہے

بے سبب بیند نہ از آب و گیا — چشمہ چشمہ معجزاتِ انبیا
بغیر سبب کے پانی اور گھاس کے بغیر دیکھتا ہے — کثرت سے انبیاء کے معجزات (جیسے)

ایں سبب[3] ہمچوں طبیب است و علیل — ایں سبب ہمچوں چراغ است و فتیل
یہ سبب ایسا ہے جیسے طبیب اور بیمار — یہ سبب چراغ اور بتی کی طرح ہے

شب چراغت را فتیلے نو بتاب — پاک دار ایں را ز بہر آفتاب
رات کو اپنے چراغ کے لئے نئی بتی بٹ لے — سورج کے چراغ کو اُن سے پاک سمجھ

رُو تو کہ گل ساز بہر سقفِ خماں — سقفِ گردوں را ز کہ گل پاکداں
گھر کی چھت کے لئے تو گارا تیار کرے — آسمان کی چھت کو گارے سے پاک سمجھ

وہ کہ چوں دلدارِ ما غم سوز شد — خلوتِ شب در گذشت و روز شد
واہ واہ جب ہمارا محبوب غم کو ختم کرنیوالا بن گیا — رات کی تنہائی ختم ہوئی اور دن نکل آیا

جز بشب جلوہ نباشد ماہ را — جز بدردِ دل مجو دلخواہ را
چاند کا جلوہ رات کے سوا نہیں ہوتا — دردِ دل کے بغیر محبوب کی جستجو نہ کر

ترکِ عیسیٰ کردہ خر پروردہ — لاجرم چوں خر برونِ پردہ
تو نے عیسیٰ کو چھوڑا ہے گدھے کی پرورش کی ہے — لامحالہ تو گدھے کی طرح خیمہ کے باہر ہے

---

[1] در قصرے جنگوں کی مشقتیں اور محنت برداشت کرنے سے ہی محنت شاہی حاصل ہوتا ہے۔ ہر کرا۔ کمائی کی محنت پر صبر کرنے سے انسان دولت کا مالک بنتا ہے، غرضیکہ جب محنت اور مشقت کے بعد راحت ہے تو ظالموں کا ظلم چند مظلوموں کی راحت کا سبب بنے گا تو ظالموں کی پیدائش ہی کیوں ہے۔

[2] بے سبب۔ اوپر چونکہ مصائب اور تکالیف کو راحتوں کا سبب بتایا تھا اب اسباب اختیار کرنے کی بحث شروع کی ہے، جب تک انسان حواس کی قید و بند میں ہے اُس کی نظر اسباب پر ہوتی ہے تو اُس کو اسباب اختیار کرنا ضروری ہیں اور جب حواس سے آزاد ہو جاتا ہے تو ہر چیز کو بغیر اسباب کے قدرت الٰہی سے سمجھتا ہے تب اُس کے لئے ترک اسباب جائز ہے۔ طبائع۔ یعنی جب ریاضت کے ذریعہ ظاہری حواس سے آزاد ہو جاتا ہے تو ظاہری سبب اُس کی نگاہ میں نہیں ہوتا ہے اب اُس کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اسباب کو ترک کر سکے۔ بینند جس طرح انبیاء کے معجزات اسباب سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ محض اللہ کی قدرت سے اُن کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح دیگر اشیاء کو بھی محض اللہ کی قدرت سے سمجھتا ہے، اسباب سے ان کو متعلق نہیں کرتا۔

[3] ایں سبب۔ عام انسانوں کے لئے سبب کا اختیار کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ مریض کے لئے طبیب یا چراغ کے لئے بتی یا روشنی۔ عام انسانوں کو سبب کا اختیار کرنا ضروری ہے آفتاب۔ جو کاملین ہیں وہ اسباب اختیار کرنے سے پاک ہیں اور گھر کیلئے کوئی حل ضروری ہے ورنہ منہدم ہو جائیگا آسمان اُس سے منزہ ہو یہی عوام اور خواص کا اسباب اختیار کرنے میں فرق ہے۔ وہ کہ۔ خواص کو یہ مقام حاصل ہے۔ جز بشب۔ چونکہ پہلے ہم روزانہ سے پڑھتے لہٰذا ہم پر تجلی نہ ہوئی ترک۔ خاص مقام اور تجلی نہ ہونے کی وجہ جسم پروری ہے۔ عیسیٰ۔ یعنی روح، عقل۔ خر۔ یعنی جسم، نفس۔ پردہ۔ بارگاہ رب العزت۔

589

طالعِ عیسیٰؑ ست علم و معرفت — طالعِ خر نیست اے تو خر صفت

علم و معرفت عیسیٰؑ کا نصیب ہے — اے کہ تو گدھے جیسا ہے، گدھے کا نصیب نہیں ہے

نالۂ خر بشنوی رحم آیدت — پس ندانی خر خری فرمایدت

تو گدھے کا نالہ سنتا ہے، تجھے رحم آجاتا ہے — تو نہیں جانتا ہے کہ گدھا تجھ سے گدھے پن کی فرمائش کر رہا ہے

رحم بر عیسیٰ کُن و بر خر مکن — طبع را بر عقل خود سرور مکن

عیسیٰؑ پر رحم کر اور گدھے پر نہ کر — نفس کو اپنی عقل کا سردار نہ بنا

طبع را ہل تا بگرید زار زار — تو از و بستان وہم جاں گذار

نفس کو چھوڑ تاکہ وہ زار زار روئے — تو اس سے وصولی کر اور جان کا وہم ادا کر دے

سالہا خر بندہ بودی بس بُود — زانکہ خر بندہ زخر واپس بُود

تو سالوں گدھے کا غلام رہا ہے، کافی ہے — کیونکہ گدھے کا نوکر گدھے کے پیچھے رہتا ہے

زاخروھُنَّ[۵۴] مرادش نفسِ تست — کو بہ آخر باید و عقلت نخست

ان کو "پیچھے رکھو" سے تیرا نفس مراد ہے — کیونکہ وہ پیچھے ہونا چاہیے اور عقل پہلے

ہم مزاجِ خر شد ست این عقل پست — فکرش اینکہ چوں علف آرم بدست

یہ پست عقل گدھے کے مزاج کی ہو گئی ہے — اس کو یہی فکر ہے کہ چارہ کیونکر ہاتھ آئے

آں خرِ عیسیٰؑ مزاجِ دل گرفت — در مقامِ عاقلاں منزل گرفت

(حضرت) عیسیٰؑ کے گدھے نے دل کا مزاج حاصل کیا — عقلمندوں کے مقام میں جگہ پائی

زانکہ غالب عقل بود و خر ضعیف — از سوارِ زفت لرزد خرِ نحیف

کیونکہ عقل غالب تھی اور گدھا کمزور تھا — بھاری سوار سے گدھا کمزور ہو جاتا ہے

خود ز ضعفِ[۵۵] عقلِ تو اے خر بہا — ایں خرِ تیر مردہ گشت ست اشہا

اے گدھے برابر اپنی عقل کی کمزوری کی وجہ سے — یہ ادھموا گدھا اژدہا ہو گیا ہے

گر ز عیسیٰؑ گشتۂ رنجور دل — ہم از و صحت رسد اُو را نہل

اگر تو عیسیٰؑ کی وجہ سے رنجیدہ دل ہو گیا ہے — اس سے صحت حاصل ہو گی، اس کو نہ چھوڑ

اے مسیحِ خوش نفس چونی ز رنج — کہ نبود اندر جہاں بے مار گنج

اے پاک دم مسیحا! تکلیف سے آپ کا کیا حال ہے — دنیا میں کوئی خزانہ سانپ کے بغیر نہیں ہوتا

---

۱ طالعِ عیسیٰؑ علم و معرفت روح کا حصہ ہے، نفس اس سے بے بہرہ ہے۔ نالۂ خرِ نفس اپنی خواہشات کے لئے واویلا کرتا ہے تو انکو پورا کر دیتا ہے۔ رحم۔ روح کی پرورش کر نفس کو روح پر غالب نہ بنا۔ واپس بود۔ گدھے والا جو گدھے سے بھی پیچھے ہے منزل پر گدھے کے بعد پہنچے گا۔

۲ اخّرُوھُنَّ۔ حدیث شریف میں عورتوں کے بارے میں آیا ہے اَخِّرُوھُنَّ حَیْثُ اَخَّرَھُنَّ اللّٰہُ "موخر کرو ان کو جبکہ موخر کیا ہے ان کو اللہ نے" مولانا فرماتے ہیں اس حدیث میں جس طرح عورتوں کو مردوں سے مؤخر رکھنے کا حکم ہے اسی طرح اس میں نفس کو عقل سے موخر رکھنے کا حکم ہے۔ عقلِ پست۔ وہ عقل جو نفس سے مغلوب ہو گئی ہے۔ خرِ عیسیٰؑ۔ عقل سے نفس کو مغلوب بنا دیگا تو نفس میں بھی عقل کے خواص پیدا ہو جائیں گے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کے گدھے میں ہوا۔ سوارِ زفت۔ موٹی سواری غالب عقل۔

۳ خرِ تیر۔ جب انسان کی روح کمزور ہو تو نفس کو بہت زیادہ غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ گر ز عیسیٰؑ شیخ بزرگ حضرت عیسیٰؑ کے ہے جو مردہ دل روح کو زندہ کرتا ہے، اگر شیخ کی تربیت میں کسی بات سے دل کو رنج بھی پہنچے تو برداشت

کرنا چاہیے کیونکہ ذریعہ صحت وہی ہے۔
اے مسیح پہلے شعر میں "بدہ" کو صحت بھی اب یہ کو مخاطب ہے

چونی اے عیسیٰ[1] ز دیدارِ یہود
اے عیسیٰ! یہود کے دیدار سے تیرا کیا حال ہے؟

چونی اے یوسف ز اخوانِ حسود
اے یوسف! حاسد بھائیوں کو جو دیکھا آپ کیسے ہیں؟

تو شب و روز از پئے ایں قومِ غمر
تو دن رات اس بے وقوف قوم کے پیچھے

چوں شب و روزی بدو بخشائی عمر
دن رات کی طرح ہے اور اسکو زندگی بخشتا ہے

آہ ازیں صفرائیانِ بے ہنر
ان بے ہنر صفرا والی مزاج والوں پر افسوس ہے

چہ ہنر زاید ز صفرا در دِ سر
صفرا سے کیا ہنر پیدا ہوتا ہے؟ دردِ سر پیدا ہوتا ہے،

تو ہماں کن کہ کند خورشید شرق
تو وہی کر جو مشرق کا سورج کرتا ہے

بانفاق و حیلہ و دُزدی و زرق
باوجود نفاق اور حیلہ اور چوری اور مکاری کے

تو عسل ماسر کہ در دنیا و دیں
دنیا اور دین (کے معاملہ) میں تو شہد ہے اور ہم

دفع ایں صفرا بود سر کنجبیں
سکنجبین اس صفرا کو دفع کرنے والی ہے

سرکہ[2] افزودیم ما قوم ز حیر
ہم پیچش زدوں نے سرکہ بڑھا دیا ہے

تو عسل بفزا کرم را وا مگیر
تو شہد میں اضافہ کردے، مہربانی کم نہ کر

ایں سزد از ما چنیں آمد ز ما
ہم اسی لائق تھے ہم سے ایسا ہی ہوا

ریگ اندر چشم چہ افزاید عمی
ریت آنکھ میں کیا بڑھائے گا؟ اندھا پن

آں سزد از تو ایا کحلِ عزیز
اے پیارے سُرمے! تیرے یہی لائق ہے

کہ بیا بداز تو ہر ناچیز چیز
کہ تجھ سے ہر ناچیز کوئی چیز حاصل کرلے

ز آتش ایں ظالمانت دل کباب
ان ظالموں کی آگ سے تیرا دل کباب ہے

از تو جملہ اہدِ قومی بد خطاب
تیری جانب سے اہدِ قومی کا جملہ خطاب ہے

کان[3] عُودی در تو گر آتش زنند
تو اگر "عود" کی کان ہے اگر تجھ میں آگ لگائیں گے

ایں جہاں از عطر و ریحاں پر کنند
اس دنیا کو عطر اور خوشبو سے بھر دیں گے

تو نہ آں عُودی کہ آتش کم شود
تو وہ عود نہیں ہے جو آگ سے کم ہو جائے

تو نہ آں رُوحی اسیرِ غم شود
تو وہ روح نہیں ہے جو غم کی قیدی بنجائے

عُود سوزد کان ز آں سوزد دور
عود جل جاتا ہے اگر کان جلنے سے دور ہے

باد کے تلہ برد بر اصلِ نور
اصل نور پر ہوا کب حملہ کر سکتی ہے!

---

[1] اے عیسیٰ یعنی مسیح۔ یہود۔ یعنی بد کردار مرید۔ یوسف۔ یعنی پیر اخوانِ حسود۔ یعنی بدعمل مرید۔ تو شب و روز شیخ کی توجہ روح کی عمر دراز کرتی ہے۔ صفرائیاں۔ صفرا کی مزاج والے جن پر صفرا کا غلبہ ہوتا ہے نہ وہ تندرست رہتے ہیں نہ اُن کو صحیح چیز نظر آتی ہے اور دردِ سر میں مبتلا رہتے ہیں۔ تو ہماں کن جس طرح سورج باوجود تمام نالائقیوں کے سب کو منور کرتا رہتا ہے اسی طرح آپ بھی مریدوں کی بدکرداری کی وجہ سے اُن کو فیض سے محروم نہ کریں تو فضل۔ پیر کے افعال و اخلاق شہد کی طرح شیریں ہیں۔ ماسرکہ بدمریدوں کی بداعمالیاں سرکہ کی طرح تلخ ہیں۔ ایں صفرا نفس پر جو صفرا کا غلبہ ہے وہ سکنجبین سے دور ہوگا۔ سکنجبین سکنجبین دوا ہے جو شہد اور سرکہ ملا کر بنائی جاتی ہے۔

[2] سرکہ یعنی نفس کے زائل زشت پیچش کی بیماری ایں مرید ہم ایسی قابل ہیں کہ ہم سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ آں سزد۔ آپ کیلئے سُرمہ کے ہیں جو بینائی پیدا کرتا ہے۔ ز آتش۔ یعنی بے شک بدمریدوں کی بدعملی سے آپ کا دل جلتا ہے۔ [illegible] اے اللہ میری [illegible] ہدایت دیدے یہ دعا [illegible] سوچنے اُس وقت کی [illegible] نے اُن کو سنایا اور [illegible] اُن کو بددعا نہ دی۔

[3] کان عودی نافہ کی کستوری جو اگر جلایا جائے تو اُس کی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں یہ مثال مومن کے نتیجہ کے لئے جو ختم نہیں ہوتا ہے نہ [illegible] اُس کے فیض کو ختم نہیں کر سکتی ہے

اے زتو مر آسماں ہا را صفا — اے جفائے تو نکوتر[1] از وفا
اے (وہ ذات) کہ تیری وجہ سے آسمانوں کو صفائی ملی ہے — اے (وہ ذات) کہ تیری جفا وفا سے بہتر ہے

زانکہ از عاقل جفائے گر رود — از وفائے جاہلاں بہتر بود
کیونکہ عقلمند سے اگر جفا بھی ہو جائے — تو جاہلوں کی وفا سے بہتر ہوتی ہے

عاقل آرد معرفت را در میاں — جاہل آرد معرفت را در زباں
عقلمند معرفت کو درمیان میں لاتا ہے — جاہل معرفت کو زبان پر لاتا ہے

گفت پیغمبرؐ عداوت از خرد — بہتر از مہریکہ از جاہل رسد
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عقل کیساتھ — اُس محبت سے بہتر ہے جو جاہل کیجانب سے ہو

دوستی با مردم دانا نکوست — دشمن دانا بہ از نادان دوست
عقلمندوں سے دوستی اچھی ہے — دانا دشمن، نادان دوست سے بہتر ہے

رنجانیدن امیر آں خفتہ را کہ مار در دہانش رفتہ بود
ایک امیر کا اُس سونیوالے کو تکلیف دینا جس کے مُنہ میں سانپ گھس گیا تھا

عاقلے بر اسپ می آمد سوار — در دہان خفتہ می رفت مار
ایک عقلمند گھوڑے پر سوار آرہا تھا — ایک سوئے ہوئے کے مُنہ میں سانپ گھس رہا تھا

آں سوار آں را بدید و می شتافت — تا رہاند خفتہ را فرصت[2] نیافت
اُس سوار نے اُس کو دیکھا اور دوڑا — تاکہ سوتے ہوئے کو بچالے، موقع نہ ملا

چونکہ از غفلش فراواں بُد مدد — چند دبّوسے قوی بر خفتہ زد
چونکہ عقل کی اسکو بہت مدد حاصل تھی — چند سخت کوڑے سوئے ہوئے کے مارے

خفتہ از خواب گراں چون بر جہید — یک سوارِ ترک با دبّوس دید
سویا ہوا جب گہری نیند سے اُٹھا — ایک تُرک سوار کو مع کوڑے کے دیکھا

بے محابا ترک دبّوسِ گراں — چونکہ افزوں کوفت او را شد دواں
ترک نے بے جھجک سخت کوڑے — چونکہ اُس کے بہت مارے، وہ بھاگا

خفتہ زاں زخم گراں برجست زود — گشت حیراں گفت آیا ایں چہ[3] بود
سویا ہوا اُس سخت چوٹ سے بہت جلد اُٹھا — حیران ہوگیا، بولا یہ کیا تھا؟

بر دوا در از خم آں دبّوس سخت — زو گریزاں تا بزیرِ یک درخت
اُس سخت کوڑے کی چوٹ اُس کو لے گئی — اُس سے بھاگا کر، ایک درخت کے نیچے

[1] نکوتر: شیخ کی سختی سے مُرید کی اصلاح ہوتی ہے۔ زانکہ: عقلمند کا غلط، نادان کی دوستی سے بہتر ہوتا ہے۔ عاقل، عقلمند، علم و معرفت پر عمل کرتا ہے جاہل محض زبان سے ذکر کرتا ہے۔ گفت پیغمبرؐ ان الفاظ کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ دشمنِ دانا، عقلمند دشمنی بھی نہیں کرتا ہے اگر کرتا ہے تو بظاہر دشمنی ہوتی ہے اور اُس میں پوشیدہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ رنجانیدن امیر۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سوار نے جو کچھ کیا بظاہر دشمنی تھی لیکن اُس میں بہت پوشیدہ تھی۔

[2] فرصت نیافت: یعنی بچانے کا موقع نہ ملا اور سانپ اُس کے مُنہ میں گھس گیا۔ مدد: یعنی وہ سوار عقلمند تھا۔ دبّوس: گرز، کوڑا۔ شد دواں: دوڑا۔ وہ سونے والا بھاگا۔

[3] چہ بود: یعنی یہ سوار مجھے کیوں مار رہا ہے۔ جہید: یعنی وہ آہ کر بھاگا اور بھاگتے بھاگتے ایک درخت کے نیچے پہنچا۔

سیب[1] بوسیدہ بسے بُدریختہ — گفت زیں خور اے بدرد آمیختہ
سڑے ہوئے سیب بہت پڑے تھے — بولا، یہ کھا اے دردمند!

سیب چنداں مرد را در خورد داد — کز دہانش باز بیروں می فتاد
(اُس) شخص کو اِس قدر سیب کھلائے — کہ اُس کے مُنہ سے باہر نکلنے لگے

بانگ می زد کاے امیر آخر چرا — قصدِ من کردی تو نادیدہ جفا
وہ چیخا اے سردار! آخر کیوں؟ — بغیر قصور کے تو نے میری جان (لینے) کا ارادہ کیا ہے؟

گر ترا از اصلست با جانم ستیز — تیغ زن یکبارگی خونم بریز
اگر اصلاً تجھے میری جان سے دشمنی ہے — تلوار مار، ایک دم سے میرا خون بہادے

شوم ساعت کہ شُدم بر تو پدید — اے خُنک آں را کہ روئے تو نہ دید
وہ گھڑی بڑی نحس تھی کہ میں تیرے سامنے آیا — وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے تیرا چہرہ نہ دیکھا

بے جنایت[2] بے گنہ بے بیش و کم — مُلحداں جائز ندارند ایں ستم
بلا زیادتی، بلاخطا، بلاکمی اور بیشی کے — کافر (بھی) یہ ظلم جائز نہیں سمجھتے ہیں

می جہد خوں از دہانم با سخن — اے خدا آخر مکافاتش تو کن
بات کے ساتھ میرے مُنہ سے خون ٹپکتا ہے — اے خدا تو اِس کا بدلہ لے!

ہر زماں می گفت اُو نفرین نو — اُدش می زد کاندریں صحرا بدو
وہ ہر لمحہ ایک نئی ملامت کر رہا تھا — (اور) وہ اُس کو مارتا تھا کہ اِس بیاباں میں دوڑ

زخم دُبوس و سوارِ ہمچو باد — می دوید و باز بر رو می فتاد
کوڑے کی چوٹ اور ہوا کی طرح کا سوار — وہ دوڑتا تھا اور پھر مُنہ کے بل گرتا تھا

مُمتلی و خوابناک و سُست بُد — بر سر و پایش ہزاراں زخم شُد
وہ شکم پُر اور نیند میں اور سُست تھا — اُس کے سر اور پیروں پر ہزاروں زخم ہو گئے

تا شبانگہ می کشید[3] و می کشاد — تا ز صفرا قے شدن بر وے فتاد
رات تک کھینچا تانی ہوتی (رہی) — یہاں تک کہ اُس کو صفرا کی قے ہونے لگی

زو برآمد خورد ہا زشت و نکو — مار با آں خوردہ بیروں جست ازو
اُس سے اچھا بُرا کھایا ہوا اصل پڑا — اُس کھائے ہوئے کے ساتھ سانپ بھی اُس سے نکلا

چوں بدید از خود بروں آں مار را — سجدہ آورد آں نکو کردار را
جب اُس نے اپنے (پیٹ) میں سے سانپ نکلتا دیکھا — اُس بھلے (انسان) کے سامنے اُس نے سجدہ کیا

---

[1] سیب۔ وہ درخت سیب کا تھا اور اُس کے نیچے گرے سڑے سیب بہت پڑے تھے۔
گفت۔ سوار نے کہا۔ مرد را۔ یعنی سونے والے کو۔ بانگ می زد۔ سویا ہوا اُٹھ کر جو بھاگا تھا وہ چیختا تھا۔ نادیدہ جفا۔ یعنی میں نے تجھ پر کوئی ظلم بھی نہیں کیا ہے۔ یکبارگی۔ دفعۃً قتل ہو جانا آسان ہوتا ہے۔ اے خُنک روئے تو۔ یعنی تجھ جیسے ظالم کا چہرہ۔

[2] بے جنایت۔ ظلم، زیادتی، تجاوز۔ بے دین۔ اے خدا۔ ایسے ظالم کو خدا ہی سزا دے سکتا ہے۔ مکافات۔ بدلہ۔ اوش۔ یعنی وہ مُردک سوار اُس بھاگنے والے کو۔ ہمچو باد۔ وہ تیز رَو گھوڑے پر سوار تھا۔ باز۔ یعنی جب بھاگتے بھاگتے تھک جاتا تھا۔ مُمتلی۔ یعنی سیب کھانے سے اُس کا پیٹ پُر تھا۔

[3] کشید و کشاد۔ کھینچنا اور کھولنا یعنی پکڑ دھکڑ، مستفرغ۔ بدن کی چار خلطوں میں سے ایک خلط ہے۔ مارتے ہیں سانپ بھی پیٹ میں سے نکلا۔ سجدہ آورد۔ تعظیم کے لئے اُس کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔ نکو کردار۔ یعنی بھلا سوار۔

593

سہم[1] آں مارِ سیاہ زشت و زفت — چوں بدید آں دردہا از وے برفت

اُس کالے، بھدے، موٹے سانپ کا ڈر — جب اُسے نظر آیا وہ تکلیفیں اس سے جاتی رہیں

گفت تو خود جبرئیلِ رحمتی — یا خداوندو ولیِ نعمتی

بولا۔ تو تو رحمت کا فرشتہ ہے — یا میرا آقا، اور مُربّی ہے

اے مبارک ساعتے کہ دیدیم — مُردہ بودم جانِ نو بخشیدیم

وہ کتنی نیک گھڑی تھی کہ میں نے تجھے دیکھا — میں مر چکا تھا، تو نے نئی زندگی بخشی

تو مرا جویاں مثالِ مادراں — من گریزاں از تو مانندِ خراں

تو ماؤں کی طرح میری دیکھ بھال کرنیوالا ہے — میں تجھ سے گدھوں کی طرح بھاگنے والا تھا

خر گریزد از خداوند از خری — صاحبش در پے ز نیکو اختری

گدھا مالک سے گدھے پن سے بھاگتا ہے — اُس کا مالک نیک بختی کی وجہ سے اسکے درپے ہے

لیک تا گرگش ندرّد یا دَدَش — یا درافتد ناگہاں در کوئے تو

لیکن (اسوجہ سے) کہ اسکو بھیڑیا یا درندہ نہ پھاڑ ڈالے — یا اچانک تیرے کوچے میں پہنچ جائے

چند گفتم ژاژ و بیہودہ ترا — من نگفتم جہلِ من گفت آں مگیر

میں نے تجھے کتنی بیہودہ باتیں کہیں اور کیں اس کی — میں نے نہیں کہا میری نادانی نے کہا، اسپر داروگیر نہ کر

اے خداوندو شہنشاہ و امیر — گفتنِ بیہودہ نتوانستمے

اے آقا، اور شہنشاہ، اور سردار! — تو بیہودہ بکواس نہ کرتا

شمّہ زیں حال اگر دانستمے — گر مرا یک رمز می گفتی نہ حال

اگر میں اِس حال کا تھوڑا سا حصہ بھی جان لیتا — اگر تو واقعہ کا تھوڑا اشارہ (بھی) کر دیتا

بس ثنایت گفتمے اے خوشخصال — خامشانہ بر سرم می کوفتی

اے اچھے انسان! تیری میں بہت تعریفیں کرتا — خاموشی سے میرے سر کو کچل رہا تھا

لیک خامش کردہ می آشوفتی — خاصہ ایں سر را کہ مغزش کمتر ست

لیکن تو تو چپ رہ کر پریشان کرتا تھا — خصوصاً یہ سر جس میں مغز بہت کم ہے

شد سرم کالیوہ[3] عقل از سر بجست — مرا سر دیوانہ ہو گیا، عقل سر میں سے بھاگ گئی

---

[1] سہم۔ سانپ کے ڈر سے چوٹ اور زخموں کی تکلیف بھول گیا۔ دلا نعمت۔ جو نعمتیں بخشے۔ مُردہ بودم۔ سانپ کاٹ لیتا اور میں مر جاتا۔ بخشیدیم۔ تو مرا بخشیدی۔ خر گریزد۔ گدھے کے بھاگنے میں گدھے ہی کی ہلاکت ہے۔ اگر مالک نہ پکڑے گا تو گدھے کو بھیڑیا یا اور کوئی درندہ پھاڑ کھائے گا۔

[2] اے خنک۔ چونکہ تو اس کی دیکھ بھال کرے گا۔ اے نیک لوگ بھی تیری تعریفیں کرتے ہیں۔ ژاژ۔ جس کا ذکر پہلے اشعار میں آیا ہے جہلِ من گفت۔ میری نادانی نے کہا۔ بکواس کا سبب بنی۔ زیں حال۔ یعنی میرے پیٹ میں سانپ گھس گیا ہے اور تو اسے نکالنے کی تدبیر کر رہا ہے۔

[3] کالیوہ۔ احمق بے عقل، دیوانہ۔ خاصہ۔ یعنی میں پہلے سے بے وقوف تھا پٹنے سے اور بے عقل ہو گیا۔

عفو کن اے خوبرو خوب کمر
اے خوبصورت، خوب سیرت، معاف کردے

آنچہ گفتم از جنوں اندر[1] گذار
پاگل پن سے میں نے جو کچھ کہا اُس سے درگذر کر

گفت اگر من گفتمے رمزے ازاں
اُس نے کہا اگر میں اُس میں سے تھوڑا بھی بتا دیتا

زہرۂ تو آب گشتے در زماں
فوراً تیرا پتا پانی بن جاتا

گر تُرا می گفتمے اوصافِ مار
اگر میں تجھ سے سانپ کی باتیں کہہ دیتا

ترس از جانت برآوردے دمار
خوف تیری جان نکال دیتا

مُصطفیٰ فرمود اگر گویم براست
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اگر میں سچ کہہ دوں

شرحِ آں دشمن کہ در جانِ شماست
اُس دشمن کی تفصیل، جو تمہارے اندر ہے

زہرہائے پُردلاں برہم دَرَد
تو وہ بہادروں کے پتے پھاڑ دے

نہ رود رہ نے غمِ کارے خورد
نہ کوئی راستہ چلے، نہ کسی کام کی فکر کرے

نے دلش را تابِ ماند در نیاز
نہ اُس کے دل میں عاجزی کی طاقت رہے

نے تنش را قوتِ صوم و نماز
نہ اُس کے بدن میں نماز اور روزہ کی طاقت رہے

ہمچو موشے[2] پیشِ گربہ لاشود
(وہ) چوہے کی طرح بلی کے سامنے معدوم ہو جائے

ہمچو بزہ پیشِ گرگ از جا رود
اُس بکری کے بچے کی طرح جو بھیڑیے کے سامنے بھاگے

اندرو نے حیلہ ماند نے روش
اُس میں نہ کوئی تدبیر رہے، نہ چال

پس کنم ناگفتہ تا من پرورش
میں بغیر بتائے ہوئے تمہاری تربیت کرتا ہوں

ہمچو بوبکرِ رُبابی رحمتن زنم
ابوبکر ربابی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح میں خاموش رہتا ہوں

دست چوں داؤد[3] در آہن زنم
ہاتھ سے (حضرت) داؤد کی طرح لوہے کا کام کرتا ہوں

تا محال از دستِ من حالے شود
تاکہ ناممکن میرے ہاتھ سے موجود ہو جائے

مُرغِ پر برکندہ را بالے شود
پر نچے ہوئے پرندے کے پر لگ جائیں

چوں یَدُ اللہ[4] فوقَ اَیدِیہِم بُود
جب کہ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہوا

دستِ مارا دستِ خود فرمود احد
تو اللہ (تعالیٰ) نے میرے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا

پس مرا دستِ دراز آید یقیں
تو یقیناً میرا دراز ہاتھ

برگذشتہ ز آسمانِ ہفتمیں
ساتویں آسمان سے آگے بڑھ گیا

---

[1] اندر۔ زیادہ ہے۔ گفت۔ انہی کی صدقوں کے بعد سوار نے کہا۔ ازاں۔ یعنی سانپ کے پیٹ میں گھسنے کا راقم آثم کا اظہار۔ یعنی اُس کی خوفناکی اور پیٹ میں گھسنا۔ دمار۔ ہلاکت۔ فرمود۔ اسکے بعد لانے آنحضورؐ کی زبانی جو کچھ کہا ہے وہ کوئی مستقل حدیث نہیں ہے۔ دشمن۔ یعنی شیطان۔ زہرہ۔ پتا۔ پُردل بہادر۔ نے دلش۔ بزدلی طاری ہو جانے پر عاجزی کرنے کی طاقت رہے نہ روزہ نماز کی۔

[2] ہمچو موشے۔ چوہا بلی کے سامنے، بکری کا بچہ بھیڑیے کے سامنے مُردہ ہو جاتا ہے۔ لاشود۔ معدوم اور مردہ بنے۔ بکری کا بچہ۔ ناگفتہ۔ یعنی شیطان کے مکر و دشمنی کی تفصیل کہے بغیر۔ بوبکر ربابی رحمۃ اللہ علیہ ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں جو چند سال بالکل خاموش رہے۔ یہ باتیں مولانا نے یہی طرز کہی ہیں ورنہ یہ بزرگ تو آنحضورؐ کے بہت بعد کے ہیں۔ تن زدن۔ خاموش رہنا۔ دست در آہن زدن۔ لوہے کا کام کرنا، سخت کام کرنا۔ بال۔ پر۔

[3] یدُ اللہ۔ جب حدیبیہ کے موقع پر آنحضورؐ نے اپنا ہاتھ صحابہ کے ہاتھ پر رکھ کر بیعت لی تھی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یدُ اللہِ فوقَ اَیدِیہِم "اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے"۔ دستِ ما یعنی اس آیت میں اللہ نے آنحضورؐ کے (تو گویا اپنا ہاتھ اتار دیا۔

[4] احد۔ اللہ تعالیٰ۔

دستِ من بنمود بر گردوں ہُنر
میرے ہاتھ نے آسمان پر ہنر دکھایا

مُقر یا برخواں کہ اِنشَقَّ القمر[1]
اے قاری اِنشقّ القمر۔ پڑھ

ایں صفت ہم بہرِ ضُعفِ عقلہاست
یہ صفت بھی عقلوں کی کمزوری کی وجہ سے (بیان کی) ہے

با ضعیفاں شرحِ قدرت کے رواست
کم عقلوں کے سامنے قدرت کی تشریح کب مناسب ہے!

خود بدانی چوں برآری سر ز خواب
تو خود جان لے گا جب نیند سے سر اٹھائے گا

ختم شد واللہ اعلم بالصواب
(بات) ختم ہوئی اور اللہ بہتر جانتا ہے

گر ترا[2] می گفتمے ایں ماجرا
اگر میں یہ قصہ تجھ سے کہہ دیتا

آں دم از تو جانِ تو گشتے جدا
اُسی وقت تیری روح تجھ سے جدا ہو جاتی

مر ترا نے قوّتِ خوردن بُدے
نہ تجھ میں کھانے کی طاقت رہتی

نے رہ و پروائے قے کردن بُدے
نہ قے کرنے کی راہ اور پروا رہتی

می شنیدم فحش و خرمی راندم
میں تمہاری باتیں سنتا رہا اور کام چلاتا رہا

رَبِّ یَسِّر زیر لب می خواندم
آہستگی سے رَبِّ یَسِّر پڑھتا رہا

از سبب گفتن مرا دستور نے
سبب بتانا میری عادت نہیں ہے

ترک تو گفتن مرا مقدور نے
تجھے چھوڑ دینے پر میں قادر نہ تھا

ہر زماں می گفتم از دردِ درون
اندرونی تکلیف کی وجہ سے میں ہر وقت کہتا تھا

اِھْدِ قَوْمِی اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْن
اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے بے شک وہ جانتے نہیں ہیں

سجدہ[3] ہا می کرد آں رستہ ز رنج
وہ تکلیف سے نجات پانے والا سجدے کرتا تھا

کاے سعادت دے مرا اقبال گنج
کہ اے سعادت مند، اے میرے اقبال کے خزانے

از خدا یابی جزا ہائے شریف
تو خدا سے اچھے بدلے پائے گا

قوّتِ شکرت ندارد ایں ضعیف
اس کمزور میں تیرا شکریہ ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے

شکرِ حق گوید ترا اے پیشوا
اللہ تیرا شکریہ ادا کرے اے پیشوا!

آں لبِ چانہ ندارم واں نوا
میں وہ ہونٹ اور جبڑا اور وہ سامان نہیں رکھتا

دشمنیِ عاقلاں زیشاں بود
عقلمندوں کی دشمنی ان طرح کی ہوتی ہے

زہرِ ایشاں ابتہاجِ جاں بود
اُن کا زہر جان کی خوشی ہوتی ہے

دوستیِ ابلہاں رنج و ضلال
بیوقوفوں کی دوستی رنج اور گمراہی ہے

ایں حکایت بشنو از بہرِ مثال
مثال کے لئے یہ قصہ سن لے

---

[1] اِنشَقَّ القمر۔ چاند پھٹ گیا۔ شق القمر کو معجزہ آنحضورؐ کی انگلی کے اشارے سے ظاہر ہوا تھا۔ اس صفت یعنی آنحضورؐ کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ کہنا، خود۔ قدرت کے راز قیامت میں کھلیں گے۔

[2] گر ترا۔ یہاں تک مولانا نے حدیث کے حوالے سے بیان کیا اب اصل قصہ کی طرف رجوع کر کے سوار کی بابت نقل کرتے ہیں۔ نے تو۔ نہ تو۔ ڈوبڑ سکتا نہ قے کر سکتا۔ خر راندن۔ کام چلانا۔ رَبِّ یَسِّر۔ خدا مشکل آسان کر دے۔ اِھْدِ قَوْمِی اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْن۔ میری قوم کو ہدایت کر دے وہ جانتے نہیں ہیں۔ یہ آنحضورؐ نے اُس وقت دعا کی تھی جب طائف میں آپ کو دشمنوں نے ستایا تھا۔

[3] سجدہ ہا۔ یعنی جب وہ سوار کی مہربانیوں کو سمجھ گیا تو تعظیم کے لئے سرنگوں ہو گیا کئے یعنی اور یہ کہتا تھا۔ جانہ جبڑا۔ ندارم۔ یعنی میرا منہ تیری تعریف کے قابل نہیں ہے۔ دشمنی۔ مولانا نے اس قصہ میں یہ سمجھایا ہے کہ عقلمند کی دشمنی نادان کی دوستی سے بہتر ہے۔ ابتہاج۔ خوش ہونا۔ دوستیِ ابلہاں۔ مولانا بیوقوف کی دوستی کے نتیجہ پر قصہ سناتے ہیں۔

596

اعتماد کردن شخصے بر تملق[۵۱] و وفائے خرس

ایک شخص کا ریچھ کی چاپلوسی اور وفاداری پر بھروسہ کرنا

اژدہائے خرس را در می کشید
ایک اژدہا ایک ریچھ کو کھینچ رہا تھا

شیر مردے رفت و فریادش رسید
ایک بہادر گیا اور اُس کی مدد کی

شیر مردانند در عالم مدد
بہادر لوگ دنیا میں مدد ہیں

آں زماں کافغانِ مظلوماں رسد
اُس وقت جبکہ مظلوموں کی فریاد آئے

بانگِ[۵۲] مظلوماں ز ہر جا بشنوند
مظلوموں کی فریاد جس جگہ سے سُنتے ہیں

آں طرف چوں رحمتِ حق می دوند
اُس جانب اللہ کی رحمت کی طرح دوڑ جاتے ہیں

آں ستونہائے خللہائے جہاں
وہ دنیا کے شگافوں کے ستون ہیں

آں طبیبانِ مرضہائے نہاں
وہ پوشیدہ مرضوں کے طبیب ہیں

محضِ مہر و داوری و رحمت اند
خالص محبت اور انصاف اور رحمت ہیں

ہمچو حق بے علت و بے رشوت اند
اللہ تعالیٰ کی طرح بلا غرض اور بے رشوت ہیں

ایں چہ یاری مسکنی یکبار گیش
یہ مدد تو کیوں کرتا ہے؟ فوراً

گوید از بہر غم و بیچارگیش
وہ کہے گا اُس کے غم اور بیچارگی کی وجہ سے

مہربانی شد شکارِ شیرِ مرد
بہادر کا شکار، مہربانی ہے

در جہاں دارو نہ جوید غیرِ درد
درد کے علاوہ دنیا میں دوا کوئی نہیں تلاش کرتا ہے

ہر کجا دردے دوا آنجا رود
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے

ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
جہاں افلاس ہوتا ہے، سامان وہاں جاتا ہے

ہر کجا پستی[۵۳] ست آب آنجا رود
جہاں نشیب ہے پانی وہاں پہنچتا ہے

ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
جہاں کوئی اشکال ہے جواب وہاں جاتا ہے

آب کم جو تشنگی آور بدست
پانی کی تلاش نہ کر، پانی پیدا کر

تا بجوشد آبت از بالا و پست
تاکہ اوپر نیچے سے تیرے لئے پانی جوش میں آئے

تا سقاھم ربھم آید خطاب
تاکہ اُن کے رب نے اُنکو سیراب کیا، کا خطاب آئے

تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
پیاسا رہ، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

آبِ رحمت بایدت رو پست شو
تجھے رحمت کا پانی چاہیئے؟ جا پست بن

وانگہاں خور خمرِ رحمت مست شو
پھر رحمت کی شراب پی، مست بن

---

۵۱ تملق۔ چاپلوسی۔ خرس۔ ریچھ۔ اژدہا۔ بڑے اژدہے سانپ کے زہریلہ جانور کو کھینچ کر کھا جاتے ہیں۔ شیر مرد۔ بہادر۔ شیر مرد اللہ۔ بہادروں کا کام مدد کرنا ہے یہ مولانا کا مقولہ ہے۔

۵۲ بانگ۔ بہادروں کا کام یہ ہے کہ وہ مظلوموں کی مدد کے لئے دوڑیں۔ خللہائے۔ یعنی ظلموں کے خلل۔ محض۔ بہادروں کی محبت بغیر کسی غرض اور رشوت کے ہوتی ہے ایں چہ۔ یعنی اگر اُنسے کوئی سوال کرے۔ گوید۔ بہادر جواب میں کہتا ہے۔ مہربانی بہادروں کا مقصود مہربانی ہوتی ہے وہ مہربانی کرنے کی اس طرح مجبور کرتے ہیں جیسا کہ شکاری شکار کی۔ ہر جگہ۔ ہر چیز ایک محل چاہتی ہے، مہربانی کرنے کا موقع و محل بہادر ہے۔ درد۔ دوا کا محل درد ہے، بخشش و عطا کا محل فقر ہے۔

۵۳ پستی۔ پانی کا محل نشیب ہے جواب کا محل اشکال اور سوال ہے۔ آب کم جو۔ پیاس پیدا کرو گے تو پانی ملے گا پانی کی آمد کا محل پیاس ہے۔ سقاھم۔ جنتیوں کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے۔ آب رحمت۔ اپنے اندر پستی پیدا کرو رحمت کے پانی کا محل بن جاؤ گے۔

رحمت[1] اندر رحمت آید تا بسر
پھر سر تک رحمت ہی رحمت ہو گی

بر یکے رحمت فرو ما اے پسر
اے صاحبزادے! ایک رحمت پر اکتفا نہ کر

چرخ را در زیر پا آر اے شجاع
اے بہادر! آسمان کو قدموں کے نیچے لا

بشنو از فوقِ فلک بانگِ سماع
آسمان پر سے سماع کی آواز سن لے

پنبۂ وسواس بیروں کُن ز گوش
کان سے وسوسوں کی روئی نکال

تا بگوشت آید از گردوں خروش
تاکہ آسمان سے شور کی آواز تیرے کان میں آئے

پاک[2] کُن دو چشم را از مُوئے عیب
عیب کے بڑوال سے دونوں آنکھوں کو صاف کر لے

تا بہ بینی باغ و سروستانِ غیب
تاکہ تو غیب کے سروستان اور باغ دیکھے

دفع کُن از مغز و از بینی زُکام
سر اور ناک سے زکام رفع کر

تا کہ ریحِ اللہ آید در مشام
تاکہ ناک میں خدائی خوشبو آئے

ہیچ مگذار از تپِ صفرا اثر
صفراوی بخار کا کوئی اثر نہ چھوڑ

تا بیابی از جہاں طعمِ شکر
تاکہ تو عالمِ (آخرت) سے شکر کا مزا چکھے

دارِ[3] مردی کُن و عنیں مپُو
مردمی کا علاج کر اور عنین (بنا ہوا) نہ بھرا کا پھر

تا بروں آیند صد گوں خوبرو
تاکہ سو قسم کے خوبصورت (بچے) پیدا ہوں

کُندۂ[4] تن را ز پائے جاں بکن
جان کے پاؤں میں سے جسم کا کاٹھ نکال دے

تا کُند جولاں بگردِ آں چمن
تاکہ وہ اس چمن (آخرت) کے گرد دوڑ سکے

نُغلِ بُخل از دست و گردوں دور کُن
بُخل کا طوق ہاتھ اور گردن سے اتار ڈال

بختِ نو دریاب از چرخِ کہن
پرانے آسمان سے نیا نصیبہ حاصل کر لے

ور نمی تانی بہ کعبہ لطف پر
اگر (خود) نہیں کر سکتا ہے مہربانی کے کعبہ کیلئے پر پرواز کر

عرضہ کن بیچارگی بر چارہ گر
بیچارگی کو چارہ گر پر پیش کر دے

زاری و گریہ قوی سرمایہ ایست
عاجزی اور رونا بڑا سرمایہ ہے

رحمتِ کلی قوی تر دایہ ایست
عام رحمت بہت قوی دایہ ہے

دایہ و مادر بہانہ جُو بود
آنا اور اماں بہانے ڈھونڈتی ہیں

تا کہ کے آں طفلِ اُو گریاں شود
تاکہ کب اس کا بچہ روئے؟

طفلِ حاجاتِ شما را آفرید
(اللہ تعالیٰ نے) تمہاری ضرورتوں کا بچہ پیدا کر دیا

تا بنالید و شود شیرش پدید
تاکہ تم روؤ اور اس کا دودھ پیدا ہو

[1] رحمت۔ کسی ایک مقام پر رہ کر فضلِ بے پایاں کے طالب رہو۔ چرخ را۔ اس قدر بھاگے کرو کہ آسمان قدمبوسی کرنے لگے پھر اسرارِ حق سن سکو گے۔ پنبۂ وسواس۔ شیطانی آوازیں نکال کر اسرارِ حق سن سکو گے۔

[2] پاک کُن۔ چشمِ بصیرت کو وسواس کے بڑوال سے صاف کر لو تاکہ اسرارِ غیب دیکھ سکو۔ دفع کُن۔ حواس باطنہ کو نقصان خواہش سے صاف کر لو تب عالمِ غیب کی لذتوں سے مستفید ہو گے۔ صفرا۔ صفراوی بخار میں میٹھی چیز کڑوی لگتی ہے عنین۔ نامرد (یعنی اعلیٰ صلاحیتیں پیدا کرو تاکہ تم مظہرِ کمالات بن سکو۔ خوبرو۔ یعنی خوبصورت بچے۔

[3] کُندہ تن۔ روح کے لئے جسم پنجرہ یا بیڑی کے ہے۔ پہلے زمانے میں جبکہ جیلوں نے تھے قیدی کا پاؤں لکڑی کے بڑے کُندے میں پھنسا کر ڈال دیا جاتا تھا وہ پھر چل پھر نہ سکتا تھا نُغل۔ پیر کی بیڑی بھی نکال اور گردن اور ہاتھ کی بیڑیاں بھی اتار پھینک پھر نیا نصیبہ حاصل ہوگا۔ کعبہ لطف۔ مہربانی کا قبلہ یعنی شیخ۔ چارہ گر۔ شیخ۔ زاری۔ خدا کی رحمت کو متوجہ کرنے کا سب سے قوی سبب انسان کی گریہ وزاری ہے۔ دایہ۔ انا اور اماں دودھ پلانے کا بہانہ ڈھونڈتی ہیں اسی طرح اللہ کی رحمت ہے۔ شعر

رحمتِ حق بہانہ می جوید
بہانے جوید طفل مراد۔ اللہ نے انسان کے جیسے ضرورتیں پیدا کی ہیں جن کی بدولت انسان [illegible] کرتا ہے تو [illegible]

[4] [illegible]

598

گفت اُدْعُوا اللہَ بے زاری مباش
اس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ کو پکارو مگر یہ زاری کے بغیر نہ

تا بجوشد شیر ہائے مہر ہاش
تاکہ اس کی مہربانیوں کے دودھ جوش میں آئیں

ہائے و ہوئے بادِ شیر افشانِ ابر
ابر سے دودھ برسانے والی ہوا کے زناٹے

در غمِ ما اندیک ساعت تو صبر
ہماری فکر میں ہیں تھوڑی دیر صبر کرے

فِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ نشنیدۂ
آسمان میں تمہارا رزق ہے، تو نے نہیں سنا؟

اندریں پستی[1] چہ بر چسپیدۂ
پھر اس پستی سے تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟

ترس و نومیدیت داں آوازِ غول
اپنے خوف اور ناامیدی کو چھلاوے کی آواز سمجھ

می کشد گوشِ تو تا قعرِ سفول[2]
جو تیرے کان کو گہرائی کی طرف لے جاتی ہے

ہر ندائے کاں ثُرا بالا کشد
جو آواز تجھے عالمِ بالا کی طرف کھینچے

آں ندائے داں کہ از بالا رسد
سمجھ لے کہ وہ آواز (عالمِ) بالا سے آئی ہے

ہر ندائے کاں ثُرا حرص آورد
جو آواز تجھ میں لالچ پیدا کرے

بانگِ گرگے[3] داں کہ اُو مردم درد
بھیڑیئے کی آواز سمجھ جو انسانوں کو پھاڑتا ہے

ایں بلندی نیست از روئے مکاں
یہ بلندی جگہ کے اعتبار سے نہیں ہے

ایں بلندیہا ست سوئے عقل و جاں
یہ بلندیاں عقل (جان) کی طرف سے ہیں

ہر سبب بالاتر آمد از اثر
ہر سبب نتیجہ سے بلند ہے

سنگ و آہن فائق آمد بر شرر
پتھر اور لوہا چنگاری سے بلند ہے

آں[4] فلانے فوقِ آں سرکش نشست
وہ فلاں اُس متکبر سے اونچا بیٹھا

گرچہ در صورت بہ پہلوئیں نشست
اگرچہ صورتاً برابر میں بیٹھا ہے

فوقی آنجاست از روئے شرف
وہاں کی فوقیت بڑائی کے اعتبار سے ہے

جائے دور از صدر باشد مستخف
صدر سے فاصلہ کی جگہ بے وقعت ہوتی ہے

سنگ و آہن زیں جہت کہ سابق ست
پتھر اور لوہا اس اعتبار سے کہ پہلے ہیں

در عمل فوقی ایں دو لائق ست
عمل میں ان دونوں کی فوقیت مناسب ہے

واں شرر از روئے مقصودی خویش
چنگاریاں اپنے مقصود ہونے کی وجہ سے

زآہن و سنگست زیں رو بیش بیش
اس اعتبار سے لوہے اور پتھر سے بڑھ کر ہیں

سنگ و آہن اوّل و پایاں شرر
پتھر اور لوہا پہلے ہے اور آخر میں چنگاریاں

لیک ایں ہر دو تن اند و جاں شرر
لیکن یہ دونوں جسم ہیں اور چنگاریاں جان ہیں

---

[1] پستی۔ یعنی صرف رزق کے ظاہری اسباب کیلئے سرگردانی۔ ترس۔ اللہ کے کاموں میں لگنے کی وجہ سے رزق کی کمی کا اندیشہ شیطانی وسوسہ ہے اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ "شیطان تمہیں فقر کی دھمکی دیتا ہے"۔ قرآن میں وارد ہوا ہے۔ قعرِ سفول۔ یعنی دنیاوی انہماک۔ ہر ندائے۔ جس طرف سے آواز آتی ہے انسان اُدھر متوجہ ہوتا ہے۔

[2] گرگ۔ یعنی شیطان جو بنی آدم کو تباہ کرنا چاہتا ہے

[3] ایں بلندی۔ پہلے شعر میں لفظ بالا بمعنی بلندی اور فوقیت بولا تھا اب بلندی اور فوقیت کی قسمیں سمجھاتے ہیں فرماتے ہیں کبھی بلندی اور پستی مکان کے اعتبار سے ہوتی ہے وہ یہاں مراد نہیں ہے بلکہ روحانی اور عقلی فوقیت اور بلندی مراد ہے۔ ہر سبب۔ سبب کو نتیجہ پر فوقیت حاصل ہے چنانچہ چقماق جو کہ لوہے اور پتھر سے ٹکرایا جاتا ہے وہ سبب ہے اور اس سے جو آگ نکلی ہے وہ نتیجہ ہے اس اعتبار سے چقماق کو آگ کی چنگاریوں پر فوقیت حاصل ہے لیکن یہ فوقیت اور برتری مکانی نہیں ہے۔

[4] آں فلانے۔ ایک انسان کو دوسرے سے بلند جگہ پر مانا جاتا ہے حالانکہ وہ ایک جگہ بیٹھے ہیں تو یہ بلندی بھی مکانی نہیں بلکہ رتبہ کی ہے۔ آنجا۔ یہ پہلے شعر والی فوقیت۔ جائے دور۔ صدرِ مجلس اگرچہ نیچی جگہ پر بیٹھا ہوا ہو لیکن اُس جگہ کو فوقیت

کاں[1] شرر کاندر زماں واپس تر ست
وہ چنگاریاں جو زمانہ میں بہت بعد میں ہیں
درصفت از سنگ و آہن برتر ست
پتھر اور لوہے سے خوبی میں بڑھی ہوئی ہیں

در زماں شاخ از ثمر سابق تر ست
شاخ زمانہ میں پھل سے پہلے ہے
در ہنر از شاخ اُو فائق تر ست
خوبی میں وہ شاخ سے بہت برتر ہے

چونکہ مقصود از شجر آمد ثمر
چونکہ درخت سے پھل مقصود ہے
پس ثمر اوّل بُود آخر شجر
اس لئے پھل پہلے، درخت پیچھے ہوا

سوئے[2] خرس واژدہا گردیم باز
ہم پھر ریچھ اور اژدہے کی طرف لوٹتے ہیں
زانکہ طولے دارد اضمار و مجاز
کیونکہ اضمار اور مجاز کی بات طول رکھتی ہے

خرس چوں فریاد کرد از اژدہا
ریچھ نے جب اژدہے کی وجہ سے واویلا کی
شیر مردے کرد از چنگش رہا
بہادر مرد نے اس کو اس کے پنجے سے چھڑا دیا

حیلت و مردی بہم دادند پشت
تدبیر اور بہادری نے ایک دوسرے کی مدد کی
اژدہا را اُو بدیں حیلہ بکشت
اس تدبیر سے اس نے اژدہے کو مار ڈالا

اژدہا را اُو بدیں حیلہ بہ بست
اژدہے کو اس نے اس تدبیر سے باندھ دیا
تا کہ آں خرس از ہلاک تن برست
یہاں تک کہ ریچھ جسمانی ہلاکت سے بچ گیا

اژدہا را ہست قوت حیلہ نیست
اژدہے میں طاقت ہے تدبیر نہیں ہے
لیک[3] فوق حیلۂ تو حیلہ ایست
لیکن تیری تدبیر سے بڑھ کر ایک اور تدبیر ہے

ماکراں بسیار لیکن در کمیں
تدبیر کرنے والے بہت ہیں لیکن گھات میں
ماکر اُو داں وَھُوَ خَیْرُ الْمَاکِرِیْن
اس تدبیر کرنیوالے کو سمجھ اور وہ تدبیر کرنیوالوں میں

حیلۂ خود را چو دیدی باز رو
جب تو اپنی تدبیر کو دیکھے واپس لوٹ
کز کجا آمد سوئے آغاز رو
کہ کہاں سے آئی ہے؟ شروع کی طرف پلٹ

ہر چہ در پستی ست آمد از علا
جو کچھ بھی (عالم) پستی میں آیا ہے (عالم) بالا سے آیا ہے
چشم را سوئے بلندی نہ ہلا
خبردار! نگاہ اوپر کی جانب رکھ

روشنی بخشد نظر اندر علا
(عالم) بالا پر نظر رکھنا روشنی عطا کرتا ہے
گرچہ اوّل خیرگی آرد بلا
اگرچہ آزمائش ابتداءً تاریکی پیدا کر دیتی ہے

چشم را در روشنائی خو کن
آنکھ کو روشنی میں رکھنے کی عادت ڈال
گر نہ خفاشی نظر آں سوئے کن
اگر تو چمگادڑ نہیں ہے اس طرف دیکھ

[1] کاں شرر: چنگاریاں بعد میں وجود میں آتی ہیں، اتفاق کو تقدم اور شرف زمانی ہے لیکن اگلا مقصود ہے لہٰذا اسکو تقدم اور شرف رتبہ کا حاصل ہے۔ در زماں شاخ کو پھل پر تقدم زمانی حاصل ہے لیکن شرف میں پھل مقدم ہے۔ اتقی۔ یعنی رتبہ کے اعتبار سے۔

[2] سوئے خرس: یعنی ریچھ اور اژدہے کا قصہ اضمار۔ دل میں چھپانا، امر معنوی، نوعیت معنویہ۔ مجاز۔ نوعیت مجازی۔ حیلت۔ حیلہ، تدبیر۔ مردی۔ بہادری، پشت دادن۔ مدد کرنا۔ اژدہا۔ اژدہے میں طاقت تو تھی تدبیر نہ تھی بہادر میں طاقت اور تدبیر دونوں تھیں اس لئے بہادر اژدہے پر غالب آگیا۔

[3] لیک۔ انسان کو اپنی تدبیر پر گھمنڈ نہ چاہیئے کیونکہ خدا کی تدبیر تمہاری تدبیر سے زیادہ قوی ہے۔ قرآن پاک میں ہے وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْن۔ حیلۂ خود۔ اپنی تدبیر کو بھی خدا کی عطا کردہ سمجھو۔ ہر چہ۔ صرف انسان کی تدبیر ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز خدا کی عطا کردہ ہے پستی۔ عالم دنیا۔ علا۔ عالم آخرت۔ روحانی مصائب میں پھنس کر ذات حق سے غفلت ہوتی ہے لیکن جب انسان اسکو منجانب اللہ سمجھ لیتا ہے تو غم کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ چشم را۔ آنکھ کو نور معرفت کا مادی بنانا چاہیئے خفاش چمگادڑ

عاقبت[1] بینی نشانِ نورِ تُست
انجام کو دیکھنا تیرے نور کی نشانی ہے

شہوتِ حالی حجابِ سُورتِ تُست
موجود شہوت تیری خوشی کا حجاب ہے

عاقبت بینے کہ صد بازی بدید
انجام پر نظر رکھنے والا جس نے سو کھیل دیکھے ہیں

مثلِ آں نبود کہ یک بازی شنید
اس جیسا نہ ہوگا جس نے ایک کھیل سُنا ہے

زاں یکے بازی چناں مغرور شُد
ایک کھیل کی وجہ سے وہ ایسا مغرور ہوا

کز تکبر زاوستاداں دُور شُد
کہ تکبر کی وجہ سے اُستادوں سے دور ہو گیا

سامری[2] وار آں ہُنر در خود بدید
سامری کی طرح جب اسنے اپنے اندر وہ ہنر دیکھا

اوز موسیٰ آں ہُنر آموختہ
اُس نے وہ ہنر موسیٰؑ سے سیکھا ہے

اوز موسیٰ از تکبر سر کشید
اس نے موسیٰؑ سے تکبر کی وجہ سے سرکشی کی

وز مُعلّم چشم را بر دوختہ
اور اُستاد سے آنکھ بند کرلی

لاجرم موسیٰؑ دگر بازی نمود
لامحالہ موسیٰؑ نے دوسرا کھیل دکھایا

تا کہ آں بازی اُو جانش ربود
یہانتک کہ وہ کھیل اُس کی جان لے گیا

اے بسا دانش کہ اندر سر رود
بہت سی عقلیں جو دماغ میں آتی ہیں

تا شود سرور بداں خود سر رود
تاکہ اُن کی وجہ سے سردار بنے (لیکن اسی پر ہی چلا جاتا ہے)

سر نخواہی[3] کہ رود تو پائے باش
(اگر) تو نہیں چاہتا ہے کہ سر بنا تو (ہمیشہ) پاؤں بنا

در پناہِ قطبِ صاحب رائے باش
(اور) تدبیر والے قطب کی پناہ میں آجا

گرچہ شاہی خویش فوقِ اُو مبیں
اگرچہ تو شاہ ہو اپنے آپ کو اُس سے بالا نہ سمجھ

گرچہ شہدی جز نباتِ اُو مچیں
اگرچہ تو شہد ہو اُس کی شکر کے علاوہ نہ چن

فکرِ تو نقش ست و فکرِ اُوست جاں
تیرا فکر تصویر ہے (اور) اُس کا فکر جان ہے

نقدِ تو قلب ست نقدِ اُوست کاں
تیرا نقد کھوٹا ہے (اور) اُس کا نقد کان ہے

اُو تو ئی خود را بجو در اُوئے اُو
وہ تو ہی ہے اپنے آپ کو اُسی ہستی میں تلاش کر

کو و کو گو فاختہ شو سوئے اُو
اس کے لئے فاختہ بن اور کُو کُو کہتا رہ

در نخواہی خدمتِ ابنائے جنس
اگر تو اپنے ہم جنسوں کی خدمت نہیں کرنا چاہتا ہے

در دہانِ اژدہائی ہیچ خرس
تو تو ریچھ کی طرح اژدہے کے مُنہ میں ہے

---

[1] عاقبت: جس شخص کو نورِ معرفت حاصل ہو جاتا ہے وہ انجام پر نظر رکھتا ہے، نورِ دل شہوت میں پوری کرنے سے آخرت کی خوشیاں معدوم ہو جاتی ہیں۔ عاقبت بیں: شیخ قدرت کے صدہا جلوے دیکھتا ہے۔ زاں: انتہائی بیوقوفی ہے کہ قدرت کا معمولی کرشمہ دیکھ کر اپنے آپ کو کامل شیخ سے مستغنی سمجھ لیا جائے۔

[2] سامری: بنی اسرائیل کا ایک شخص ہے جس نے دریائے نیل عبور کرتے ہوئے ایک فرشتے کے گھوڑے کی سُم کی خاک دیکھی کہ جہاں اُس کا قدم پڑتا تھا سبزہ اُگ جاتا تھا اور زندگی کے آثار نمودار ہو جاتے تھے تو اُس نے اس مٹی سے یہ کام لیا کہ حضرت موسیٰؑ جب کوہِ طور پر گئے ہوئے تھے تو اُس نے جادو کا سونے کا ایک بچھڑا بنا کر اُس میں وہ مٹی ڈال دی جس سے اُنھیں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور قوم کو اُس کی پرستش پر لگا دیا اور حضرت موسیٰؑ کی مخالفت کرنے لگا۔ دگر بازی نمود: حضرت موسیٰؑ نے بددعا کی تو اُس کا یہ حال ہو گیا کہ کسی کے جسم سے اُس کا جسم مل جائے تو اُس کو بخار چڑھ جائے۔ اے بسا۔ انسان بھلائی کے لئے تدبیر کرتا ہے وہی اُس کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

[3] سر نخواہی: اس ہلاکت سے بچنے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ اپنے آپ کو شیخِ کامل کے سپرد کر دو۔ گرچہ۔ مرید کو خواہ کتنے ہی کمالات حاصل ہو جائیں اُس کے لئے شیخ کا اتباع ضروری ہے۔ فکرِ تو بغیر جان کا ڈھانچہ بیکار ہے نادانی۔ یعنی شیخ سے اپنے آپکو بالکل متحد کر دو۔ آوئے اُو۔ وجد یا۔ کو کرنا۔ فاختہ کی آواز ہے جس کا مطلب ہے کہاں ہے کہاں ہے یعنی وہ اپنے محبوب کو تلاش کرتی اور پکارتی ہے۔ اژدہائے جنس۔ انسان اس دھوکے میں مبتلا ہوتا ہے کہ اپنے جیسے انسان کو شیخ کیسے بنائے۔

۱؎ در ترش شیخ کی رضا جوئی بسر از شکر ہے۔ یوگ۔ اگر تم شیخ کا دامن پکڑے رہو گے تو تمہیں وساوس کی ہلاکت سے نجات مل جائیگی۔ زاری۔ اگر تم میں خود صلاحیت نہیں ہے اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کرو وہ کسی شیخ کی رہبری کروے گا پھر اُس کا اتباع کر لینا۔ اگر درد سر سمجھ کر چلایا تو بہادر اُس کی مدد کو پہنچا

۲؎ اے خدا چونکہ شیخ کی نافرمانی ہلاکت کا باعث ہے تو ایسے مرید کے لئے دعا فرماتے ہیں کہ خدا اُس کو رونے کی توفیق دے اور اُس کا رونا مقبول ہو۔ گفتن۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قول اور نالہ میں درد ہوتا ہے تو قابل رحم ہوتا ہے۔ دو کوری۔ یعنی آنکھ کا اندھا پن اور آواز کا بھدا پن۔ دوبارہ۔ مکرر۔

۳؎ نیک نیک۔ خوب اچھی طرح۔ وانما۔ ظاہر کر۔ زشت آوازی۔ آواز کا بھدا پن بھی محرومی کا سبب ہے اس لئے اُس کو اندھا پن کہا ہے۔ بانگ زشتم۔ بھدی آواز سے ناگواری ہوتی ہے۔ مہر۔ مہربانی۔ کیں۔ کینہ۔

در ترش می آیدت قند رضا — همچو خرسی در دهان اژدها
اگر خوشنودی کی شکر تجھے کڑوی لگتی ہے — تو تو ریچھ کی طرح اژدھے کے منہ میں ہے

بوکہ اُستادے رہاند مر ترا — وز خطر بیروں کشاند مر ترا
شاید کوئی پیر تجھے رہائی دلا دے — اور خطرے سے تجھے نکال لے

زاری میکن چو زورت نیست ہیں — چونکہ کوری سر مکش از راہ بیں
خبردار! اگر تجھ میں طاقت نہیں ہے تو عاجزی کر — تو چونکہ اندھا ہے راستہ دیکھنے والے سے سرکشی نہ کر

تو کم از خرسی نمی نالی ز درد — خرس رست از درد چوں فریاد کرد
تو ریچھ سے بھی گیا گزرا ہے درد کیوجہ سے نالہ نہیں کرتا ہے — ریچھ نے درد سے نجات پائی جب فریاد کی

اے خدا ایں سنگدل را موم کن — نالۂ او را خوش و مرحوم کن
اے خدا! اِس سنگدل کو موم کر دے — اُس کے رونے کو مبارک اور باعث رحمت بنا دے

گفتن نابینائے سائل بامردم کہ من دو کوری دارم

ایک اندھے بھکاری کا لوگوں سے کہنا کہ میں دو اندھے پن رکھتا ہوں

بود کوری کو همی گفت الاماں — من دو کوری دارم اے اہل زماں
ایک اندھا تھا جو کہہ رہا تھا، پناہ، بخدا! — میں دو گنا اندھا پن رکھتا ہوں اے دنیا والو!

پس دوبارہ رحمتم آرید ہاں — چوں دو کوری دارم من در میاں
بچہ پر ضرور دوگنا رحم کرو — چونکہ میں دوگنا اندھا پن رکھتا ہوں درمیان میں ہوں

از تعجب مردماں گفتند لیک — ایں دو کوری را بیاں کن نیک نیک
لوگوں نے تعجب سے پوچھا، لیکن — اس دوسرے اندھے پن کو صاف صاف بتا

زانکہ یک کوریت می بینیم ما — آں دگر کوری چہ باشد وانما
اسلئے کہ تیرا ایک اندھا پن ہم دیکھتے ہیں — وہ دوسرا اندھا پن کیا ہے، ظاہر کر

گفت زشت آوازم و ما خوش نوا — زشت آوازی و کوری شد دوتا
بولا، میں بھدی آواز والا اور ناگوار آواز والا ہوں — آواز کا بھدا پن اور اندھا پن دوگنا (اندھا پن) ہو گیا

بانگ زشتم مایۂ غم می شود — مہر خلق از بانگ من کم می شود
میری بُری آواز غم کا سرمایہ بن جاتی ہے — میری آواز کی وجہ سے لوگوں کی مہربانی کم ہو جاتی ہے

زشت آوازم بہر جا کہ رود — مایۂ خشم و غم و کیں می شود
میری بُری آواز جہاں بھی جاتی ہے — غصہ اور غم و کینہ کا سبب ہو جاتی ہے

بر دو کوری رحم را دو تا کنید
دہرے اندھے پن پر دوگنا رحم کرو

ایں چنیں ناگنج[۵۱] را گنجا کنید
ایسے نہ سمانے والے (شخص) کو سما جانیوالا بنا دو

زِشتی آواز کم شد زیں گلہ
اس (طرح) شکوہ (کرنے) سے اس کی آواز کا بھدا پن کم (محسوس) ہوا

خلق شد بر وے برحمت یکدلہ
لوگ اس پر رحم کرنے پر متفق ہو گئے

کرد نیکو چوں بگفت اُو راز را
جب اس نے راز بتایا، تو بھلا بنا دیا

لطف آوازِ دلش آواز را
اس کے دل کی آواز نے (اس کی) آواز کو

وانکہ آوازِ دلش ہم بد بُود
جس کے دل کی آواز بھی بُری ہو

آں سہ کوری زِشتی سرمد بُود
وہ تہرا اندھا پن ہمیشہ کی برائی ہوگی

لیک[۵۲] وہاباں کہ بے علت دہند
لیکن دم بخشش کرنے والے جو بغیر سبب دیتے ہیں

بوکہ دستے بر سرِ زشتش نہند
ہو سکتا ہے کہ اس کے بدنصیب سر پر ہاتھ رکھ دیں

چونکہ آوازش خوش و مرحوم شد
چونکہ اس کی آواز اچھی اور قابلِ رحم بن گئی

زو دلِ سنگیں دلاں چوں موم شد
اس سے سنگدلوں کے دل (بھی) موم جیسے ہو گئے

نالۂ کافر چو زِشت است و شہیق
کافر کا نالہ چونکہ بُرا اور گدھے کی آواز جیسا ہوتا ہے

زاں نمی گردد اجابت را رفیق
اس لئے قبولیت کا رفیق نہیں بنتا ہے

اِخسَئُوا بر زِشت آواز آمدست
دُور ہٹو، بھدی آواز پر آیا ہے

کو ز خونِ خلق چوں سگ بود مست
کیونکہ وہ مخلوق کے خون سے کتے کی طرح مست تھا

چونکہ نالہ خرس رحمت کش بُود
جبکہ ریچھ کا رونا رحمت کا سبب ہو

نالات نبود چنیں ناخوش بُوَد
تیرا رونا ایسا نہ ہو (تو وہ) ناپسندیدہ ہے

وانکہ[۵۳] با یوسفؑ تو گرگی کردۂ
سمجھ لے کہ تو نے یوسف کیساتھ بھیڑیا پن کیا ہے

یا ز خونِ بیگناہے خوردۂ
یا کسی بے گناہ کا خون پیا ہے

توبہ کُن وز خوردہ اِستفراغ کُن
توبہ کر، اور کھایا ہوا اگل دے

ور جراحت کہنہ شد رَو داغ کُن
اگر زخم پرانا ہو گیا ہے تو جا داغ دے

باز گرد از گرگی اے روباہ پیر
اے بوڑھی لومڑی! بھیڑیا پن چھوڑ دے

نصرت از حق می طلب نِعمَ النَّصِیر
اللہ (تعالیٰ) سے مدد طلب کر وہ بہترین مددگار ہے

---

۵۱ ناگنج۔ وہ شخص جس کیلئے کہیں گنجائش نہ ہو۔ گنجا سمانے کے قابل۔ کم شد۔ آواز کا بھدا پن تو کم نہ ہوا تھا لیکن چونکہ جذبۂ دل سے بات کہی لوگوں کو رحم آگیا۔ یکدل۔ ایک دل والا۔ آخر میں (نسبت کیلئے ہے جیسے یکسار۔ آواز دل چونکہ شکوہ دردمند دل سے کیا لہٰذا اس کا اثر ہوا۔ وانکہ جس کی آنکھ بھی اندھی ہو اور آواز بھی بھدی پھر جذبۂ دل بھی شکوے میں نہ ہو تو اس میں تین اندھے پن جمع ہو جاتے ہیں۔ سرمد۔ لازوال۔

۵۲ لیک۔ اس تین قسم کے اندھے کو مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ بے علت۔ وہ لوگ جو بلا کسی ذاتی غرض اور وجہ کے عطا کرتے ہیں۔ خوش۔ خوش گوار۔ مرحوم۔ قابلِ رحم سنگیں دلاں۔ پتھر جیسے دل والے۔ رحم دلوں کا موم ہونا تو ظاہر ہے۔ نالۂ کافر چونکہ وہ درد دل سے خالی ہے لہٰذا مردود ہے۔ شہیق۔ گدھے کی بھاری آواز کو جو ابتدائی ہوتی ہے زفیر اور آخری ہلکی آواز کو شہیق کہا جاتا ہے۔ اجابت۔ قبولیت۔ اِخسَئُوا۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِخسَئُوا فِیھَا وَلَا تُکَلِّمُونِ۔ دور ہو اسی میں پڑے رہو مجھ سے کلام نہ کرو یہ کفار سے اُسوقت کہا جائیگا جب وہ جہنم سے نکلنے کیلئے واویلا کریں گے۔ ناخوش بود یعنی اس نالہ کے ناپسندیدہ ہونے کی دلیل ہے۔

۵۳ وانکہ۔ یعنی قبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تو نے حقوق النفس یا حقوق العباد کو تلف کیا ہے۔ اِستفراغ۔ تے۔ یعنی حقوق کی ادائیگی کر دے۔ داغ۔ زخم کا آخری علاج داغ دینا تھا۔ رَوباہ پیر۔ یعنی وہ شخص جس کی ساری عمر مکاری میں گذر رہی ہے۔ نِعمَ النَّصِیر۔ بہترین مددگار۔

تتمۂ حکایتِ خرس و آں ابلہ کہ بر وفائے خرس اعتماد کردہ بود

ریچھ اور اُس بیوقوف کی حکایت کا باقی حصہ جس نے ریچھ کی وفاداری پر بھروسہ کیا تھا

خرس ازاژدہا چوں وارہید — واں کرم زاں مردِ مردانہ بدید

ریچھ سب اژدھے سے نجات پا گیا — اور اُس نے اُس بہادر کا بہادرانہ کرم دیکھا

چوں سگ اصحابِ کہف آں خم سِ زار — شد ملازم در پئے آں یارِ غار

اُس یارِ غار کا ساتھی بن گیا — اُس بیچارہ ریچھ اصحابِ کہف کے کتے کی طرح

آں مسلماں سر نہاد از خستگی — خرس حارس گشت از دلبستگی

تھکن کی وجہ سے وہ نیک آدمی لیٹ گیا — تعلقِ خاطر کی وجہ سے ریچھ محافظ بن گیا

آں یکے بگذشت و گفتش حال چیست — اے برادر مر ترا ایں خرس کیست

ایک شخص وہاں گذرا اور اُس سے اس کا مزاج کیسے ہیں؟ — اے بھائی! یہ ریچھ تیرا کون ہے؟

قصہ واگفت و حدیثِ اژدہا — گفت برخر سے مَنِہ دل اَبلہا

اُس نے وہ قصہ اور اژدھے کی بات سب سُنائی — اُس نے کہا اے بیوقوف! ریچھ سے دل نہ لگا

دوستی ز ابلہ بتر از دشمنی ست — اُو بہر حیلہ کہ دانی راندنی ست

بیوقوف کی دوستی دشمنی سے بدتر ہے — لیس ہر تدبیر سے جو تو جانتا ہے بھگا دینے کے لائق ہے

گفت واللہ از حسودی گفت ایں — ورنہ خرس بہ انگری ایں مہر بیں

اُس نے کہا خدا کی قسم یہ بات حسد سے کہی ہے — ورنہ ریچھ کو کیا دیکھتا ہے اِس محبت کو دیکھ

گفت مہر ابلہاں عشوہ دہ ست — ایں حسودی من از مہرش بہ ست

اُس نے کہا بیوقوفوں کی محبت فریب دینے والی ہے — میرا یہ حسد کرنا اُس کی محبت سے بہتر ہے

ہی بیا با من بران ایں خرس را — خرس را مگزیں مہل ہم جنس را

خبردار میرے ساتھ آجا اِس ریچھ کو بھگا دے — ریچھ کو پسند نہ کر، ہم جنس کو نہ چھوڑ

گفت رَو رو کارِ خود کن اے حسود — گفت کارم ایں بُدو نخست نبود

اُس نے کہا اے حاسد جا اپنا کام کر — اُس نے کہا میرا کام یہی تھا اور تیرے نصیب میں تھا

من لم از خرسے نباشم اے شریف — ترکِ اُو کن تا منت باشم حریف

اے بھلے آدمی! میں ریچھ سے کم نہ ہونگا — اُس کو چھوڑ دے تاکہ میں تیرا دوست ہو جاؤں

بر تو دل می لرزد م زاندیشہ — با چنیں خرسے مرو در بیشہ

فکر سے تجھ پر میرا دل لرزتا ہے — ایسے ریچھ کے ساتھ جنگل میں نہ جا

لہ وارہید۔ چھوٹ جانا۔ سگ اصحاب کہف کا کتا لیکن میں ضرب المثل ہے۔ یارِ غار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے وقت آنحضورؐ کا ساتھ دیا اور تین دن حضورؐ کے ساتھ غارِ ثور میں گذارے لہٰذا اُن کو یارِ غار کہا جاتا ہے پھر ہر مخلص کو یارِ غار کہدیا جاتا ہے۔ حارس۔ نگہبان۔

سہ واگفتن۔ واضح طور پر کہنا۔ حدیث۔ قصہ۔ منہ دل۔ دل نہ لگا۔ اَبلہا۔ اے ابلہ۔ راندنی۔ یعنی ہر تدبیر سے جو تجھ سے ہو سکے بھگا دینے کے لائق ہے۔ انگری۔ الف زیادہ ہے۔

سہ عشوہ دہ۔ فریب دینے والا۔ ایں حسودی۔ یعنی اگر بالفرض میں نے حسد سے بھی یہ بات کہی ہے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ ہم جنس۔ یعنی بھائی۔ نخست نبود۔ میرا کام نصیحت کرنا تھا تیرے نصیب میں قبول کرنا نہ تھا۔ حریف۔ دوست، ساتھی، بالمقابل۔ بیشہ۔ جنگل۔

ایں دلم ہرگز نہ لرزید از گزاف
میرا یہ دل خواہ مخواہ نہیں لرزا

نورِ حق ست ایں نہ دعوی و نہ لاف
یہ (لرزنا) اللہ کے نور (کی وجہ) سے ہے یہ نہ ادّعا ہے نہ بکواس

مُؤمنم یَنظُرُ بِنُورِ اللہ شدہ
میں مؤمن ہوں وہ (مؤمن) جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

ہاں وہاں بگریز ازیں آتشکدہ
خبردار خبردار اس آگ کی بستی سے بھاگ

ایں ہمہ گفت و بگوشش در نرفت
اُس نے یہ سب کچھ کہا اور اُس کے کان میں نہ گیا

بدگمانی مرد را سُستی ست زفت
انسان کیلئے بدگمانی بڑا بندھن ہے

دستِ وے بگرفت و دست از وے کشید
اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اُسنے اُس سے ہاتھ چھڑا لیا

گفت رفتم چوں نہ یارِ رشید
اُسنے کہا، جبکہ سیدھا ہونیوالا دوست نہیں ہی میں جاتا ہوں

گفت رُو برمن تو غمخوارہ مباش
اُس نے کہا، جا تو میرا غم نہ کھا

بُوالفضولا معرفت کمتر تراش
اے بکواسی! معرفت (خداوندی کی باتیں) نہ کر

باز گفتش من عدوے تو نیم
اُس نے پھر کہا، میں تیرا دشمن نہیں ہوں

لُطف بینی گر بیائی در پئیم
اگر میرے پیچھے (پیچھے) آجائیگا لُطف (و محبت) دیکھیگا

گفت خوابستم مرا بگذار و رُو
اُس نے کہا، مجھے نیند آرہی ہے مجھے چھوڑ اور جا

گفت آخر یار را منقاد شو
اُس نے کہا، آخر دوست کا فرمانبردار بن جا

تا بخسپی در پناہِ عاقلے
تاکہ تو ایک عقلمند کی حفاظت میں سوئے

در جوارِ دوستے صاحبدلے
ایک صاحبدل دوست کے قریب

در خیال افتاد مرد از جدِّ او
اُس کے اصرار سے وہ مرد شک میں پڑ گیا

خشمگیں شد زود بگردانید رُو
غضبناک ہوگیا، اُس سے مُنہ پھیر لیا

کیں مگر قصدِ من آمد خونی ست
کہ یہ شاید میری جان کا خواہاں بنا ہے خونی ہے

یا طمع دارد گدائی دُونی ست
یا لالچ کرتا ہے، بھک منگا اور جوں ہے

یا گرو بست ست با یاراں بدیں
یا اُس نے دوستوں سے اس پر شرط باندھی ہے

کہ بتر ساند مرا از ہمنشیں
کہ مجھے ساتھی سے ڈرا دے گا

یا حسد دارد ز مہرِ یارِ من
یا میرے یار کی محبت پر حسد کرتا ہے

کا نچنیں جد میکند در کارِ من
کہ میرے معاملہ میں اس قدر اصرار کر رہا ہے

خود نیامد ہیچ از خُبثِ سرش
اُس کی بد دماغی سے نہ آیا

یک گمانِ نیک اندر خاطرش
کوئی بھی نیک گمان اس کے دل میں

لہ گزاف۔ لغو، بیہودہ۔
نورِ حق۔ یعنی یہ میری الہامی بات ہے۔ دعوی یعنی خواہ مخواہ دعوی نہیں کر رہا ہوں لاف۔ بیہودہ گھمنڈ۔ یَنظُرُ مِن حدیث میں ہے اَلمؤمنُ یَنظُرُ بِنُورِ اللہ۔ مؤمن خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ آتشکدہ۔ یعنی رنجھ کی دوستی۔ سُستی۔ بندھن۔ زفت بھاری، موٹا۔ بگرفت یعنی نصیحت کرنے والے نے رنجھ والے کا ہاتھ پکڑا لیکن اُس نے اُس سے ہاتھ چھڑا لیا۔ معرفت۔ یعنی خدا رسیدہ ہونا۔
لہ باز گفتش۔ اِس نصیحت کرنے والے نے رنجھ والے سے پھر کہا۔ خوابستم۔ مرا خواب ست۔ مُنقاد۔ مطیع، فرمانبردار۔ عاقلے۔ یعنی نصیحت کرنیوالا۔ جد۔ اصرار، قصدِ من۔ یعنی میری جان لینے کا ارادہ۔ دُونی۔ جنگلی، چور، دغاباز یعنی میری خدمت کرکے کچھ کمانا چاہتا ہے۔
لہ گرو بست۔ اُس نے شرط باندھی ہے ہمنشیں۔ یعنی رنجھ۔ یارِ من یعنی رنجھ۔ خود۔ یعنی چونکہ بد دماغ تھا نصیحت کرنے والے کے بارے میں کوئی بھلا خیال اُس کے دل میں نہ آیا۔

ظنِ نیکش جملگی بر خرس بود — او مگر آں خرس را ہم جنس بو
اُس کا نیک گمان بالکل ریچھ پر تھا — شاید وہ اس ریچھ کا ہم جنس تھا

بدگمان و ابلہ و نا اہل بود — وز شقاوت اُو مطیعِ جہل بو
بدگمان اور بے وقوف اور نا اہل تھا — بدبختی کی وجہ سے وہ جہل کا تابع تھا

بدرگ و خودرای و بدبختِ ابد — گمرہ و مغرور و کور و خوار و رَد
بدسرشت اور خودسر اور ہمیشہ کا بدبخت — گمراہ اور مغرور اور اندھا اور ذلیل اور مردود

خرس را بگزیدہ بر صاحب کمال — رُو سیہ حاصل تبہ فاسد خیال
ریچھ کو صاحبِ کمال پر ترجیح دی — رُوسیاہ، بدانجام، گندے خیال والا

عاقلے را از سگی تہمت نہاد — خرس را دانست اہلِ مہر و داد
کتے پن سے ایک عقلمند پر تہمت دھری — ریچھ کو محبت اور انصاف والا سمجھا

گفتنِ[۵۲] موسیٰ[۵۱] گوسالہ پرست را کہ آں خیال اندیشی

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ایک بچھڑے کے پوجنے والے سے فرمانا کہ تیری

وحزمِ تو کجا رفت

وہ سمجھ اور دانشمندی کہاں چلی گئی؟

گفت موسیٰ با یکے مستِ خیال — کاے بداندیشش از شقاوت در ضلال
(حضرت) موسیٰ نے ایک وہمی سے فرمایا — کہ اے بدبختی کی وجہ سے گمراہ اور بدخیال!

صد گمانت بود در پیغمبر تم — با چُنیں برہان و ایں خلقِ کریم
تجھے میری پیغمبری میں سو شک تھے — ایسی دلیل اور ان اچھے اخلاق کے ہوتے ہوئے

صد ہزاراں معجزہ دیدی زمن — صد خیالت می فزود و شک و ظن
تو نے مجھ سے لاکھوں معجزے دیکھے — لیکن تیرے اندر سینکڑوں وہم شک اور بدگمانیاں تھیں

از خیال و وسوسہ تنگ آمدی — طعن بر پیغمبریم می زدی
تو وہم اور وسوسہ سے مجبور ہوگیا — میری پیغمبری پر تو نے طعنہ زنی کی

گرد[۵۳] از دریا برآورد م عیاں — تا رہید یداز شرِ فرعونیاں
میں نے کُدم کھلا دریا سے گرد اُڑا دی — یہاں تک کہ تم فرعون والوں کے شر سے بچ گئے

ز آسماں چل سالہ کاسہ و خواں رسید — وز دُعایم جُوئے از سنگے دَوید
چالیس سال تک آسمان سے پیالہ اور خوان آیا — میری دعا سے پتھر سے پانی کی نہر بہ پڑی

۵۱ آذر گر یعنی ریچھ جیسی فطرت کا تھا۔ مطیع۔ فرمانبردار۔ بدرگ۔ بدسرشت۔ خودرای۔ کسی کا کہنا نہ ماننے والا۔ بد بخت ابد۔ ازلی شقی۔ رَد۔ مردود۔ حاصل تبہ۔ بدانجام۔ عاقلے یعنی نصیحت کرنے والا۔ داد۔ انصاف۔

۵۲ گفتن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بچھڑے کے پجاری کو سیدھا راستہ نظر نہ آیا۔ شقاوت۔ بدبختی۔ ضلال۔ گمراہی۔ صد گماں۔ سینکڑوں شبہات۔ برہان۔ دلیل۔ شک۔ یعنی پیغمبری میں شک و شبہ۔

۵۳ گرد برآوردن۔ ہلاک کردینا، خاک اڑانا یعنی حضرت موسیٰ نے جب بنی اسرائیل کے ساتھ دریائے نیل کو پار کیا تو بطور معجزہ کے راستہ بالکل خشک ہوگیا تھا۔ فرعونیوں فرعون کا لشکر بنی اسرائیل کو گرفتار نہ کرسکا تھا۔ ز آسماں۔ میدانِ تیہ میں بنی اسرائیل پر چالیس سال تک آسمان سے من وسلویٰ اترتا رہا۔ وز دعایم۔ حضرت موسیٰ کی ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے تھے۔

چوب[1] شُد در دستِ من اژدہا
میرے ہاتھ میں لکڑی اژدھا بنی

آبِ خوں شُد بر عدوّے ناسزا
نالائق دشمن پر پانی خون بن گیا

شد عصا مار و کفم شد آفتاب
لاٹھی سانپ بنی اور میری ہتھیلی سورج بنی

آفتاب از عکسِ رُویم شد شہاب
سورج میرے چہرے کے عکس سے ٹوٹا ہوا ستارہ بنگیا

این و صد چندین و چندیں گرم و سرد
ایسے اور ایسے سینکڑوں مختلف قسم کے معجزوں نے

از تو اے سَرد آں تو ہم کم نہ کرد
اے کج فہم! تیرا وہم نہ ہٹایا

بانگ[2] زد گوسالہ از جادوئی
جادوگری سے بچھڑا بولا

سجدہ کردی کہ خدائے من توئی
تو نے سجدہ کیا کہ میرا خدا تو ہے

آں تو ہمہات را سیلاب بُرد
تیرے ان وہموں کو سیلاب بہا لے گیا

زیرکیِ باردت را خواب بُرد
تیری لایعنی ذہانت سو گئی

چوں نبودی بدگماں در حقِ اُو
تو اُس کے بارے میں بدگمان کیوں نہ ہوا؟

چوں نہادی سَر چناں اے زشت رُو
اے بدصورت! تو نے اس طرح کیوں سر دھر دیا؟

چوں خیالت نامد از تزویرِ[3] او
تجھے اُس کی مکاری کا کیوں خیال نہ آیا؟

وز فسادِ سحرِ احمق گیرِ او
اور اُس کے احمقوں کو پھنسانیوالے جادو کا

سامری خود کہ باشد اے مُہاں
اے ذہیل! سامری خود کیا ہے؟

کہ خدائے برتر آشد در جہاں
کہ جو دنیا میں خدا بنا ئے

چوں دریں تزویر اُو یک دل شدی
تو جب تو اُس کی اِس مکاری سے مطمئن ہوگئی

وز ہمہ اشکالہا عاطل شدی
اور تمام اشکالات سے خالی ہوگیا

گاؤ می شاید خدائی را بلاف
بکواس سے، بچھڑا خدائی کے لائق ہوسکتا ہے؟

در رسولی ام تو چوں کردی خلاف
میرے رسول ہونے میں تو نے کیوں خلاف کیا؟

پیشِ گاوے سجدہ کردی از خری
گدھے پن سے تو نے بچھڑے کے سامنے سجدہ کیا

گشت عقلت صیدِ سحرِ سامری
تیری عقل سامری کے جادو کا شکار ہوگئی

چشم دُزدیدی ز نورِ ذُوالجلال
تو نے اللہ (تعالیٰ) کے نور سے آنکھیں چُرائیں

اینت جہلِ وافر و عینِ ضلال
عجب بھاری نادانی اور اصل گمراہی ہے

شہ بر اں عقل و گزینش کہ ترا ست
تیری عقل اور اُسکے انتخاب پر جو تو نے کیا، تف ہے

چوں تو کانِ جہل را کشتن سزا ست
تجھ جیسے جہل کی کان کا قتل مناسب ہے

---

[1] چوب۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اژدہا بن گئی تھی۔ کفِ۔ حضرت موسیٰ کا دوسرا معجزہ حاصل تھا۔ شہاب۔ یعنی سورج کی حیثیت گھٹ گئی۔ گرم و سرد۔ مختلف اقسام کے معجزے۔ جادوئی۔ یہ وقف۔

[2] بانگ زد۔ سامری نے جو بچھڑا بنایا تھا وہ بولنے لگا تھا۔ جادوئی۔ جادوگری۔ تو ہمات۔ پیغمبری کے سلسلہ میں جو شکوک تھے۔ بچھڑے کی خدائی میں نہ پیدا ہوئے۔ دو حق اور بچھڑے کی خدائی۔

[3] تزویر۔ فریب۔ اور یعنی سامری۔ احمق گیر۔ بیوقوفوں کو پھانسنے والا۔ سامری۔ اس شخص کا نام ہے جس نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا میں لگا دیا تھا۔ مُہان۔ ذلیل۔ یک دل۔ مطمئن۔ عاطل۔ خالی۔ لاف۔ بکواس۔ رسولی۔ رسالت۔ خلاف۔ مخالفت۔ گاؤ۔ یعنی بچھڑا۔ خری۔ گدھا پن۔ سحرِ سامری۔ سامری کا جادو یہی تھا کہ اُس نے حضرت جبرئیل کے گھوڑے کی قدموں کی مٹی اُس بچھڑے کے بت میں ڈال دی تھی جو اُس کی زندگی کا سبب بن گئی تھی۔ اینت۔ ہے یہ۔ تعجب ہے۔ وافر۔ گہنا ضلال۔ گمراہی۔ شہ۔ کلمۂ نفرین ہے، تف۔ لعنت۔ انتخاب۔ کان۔ معدن۔

گاؤ زریں[1] بانگ کرد آخر چہ گفت
سونے کا بچھڑا بولا، آخر کیا کہا؟

کاحمقاں را اینہمہ رغبت شگفت
کہ احمقوں کی رغبت کے یہ سب پھول کھلے

زاں عجب تر دیدۂ از من بسے
مجھ سے تو نے اس سے زیادہ تعجب انگیز معجزے دیکھے

لیک حق را کے پذیرد ہر خسے
لیکن ہر کمینہ حق بات کو کب مانتا ہے؟

باطلاں را چہ رُباید با بطلے
بیہودوں کو کیا بھاتا ہے؟ بیہودہ بات

عاطلاں را چہ خوش آید عاطلے
لغو لوگوں کو کیا اچھا لگتا ہے؟ لغو

زاں کہ ہر جنسے رُباید جنسِ خود
کیونکہ ہر جنس اپنی جنس کو کھینچتی ہے

گاؤ سوئے شیر نر کے رُو نہد
گائے، نر شیر کے سامنے کب آتی ہے؟

گرگ بر یوسفؑ کجا عشق آورد
بھیڑیا، یوسف سے کب عشق کرتا ہے؟

جز مگر از مکر تا اُو را خورد
مکر کے سوا؟ تاکہ اُس کو ہڑپ کر جائے

چوں[2] زگرگی وارہد محرم شود
جب بھیڑیے پن سے نجات حاصل کر لیتا ہے محرم ہو جاتا ہے

چوں سگِ کہف از بنی آدم شود
اصحاب کہف کے کتے کی طرح انسان ہو جاتا ہے

چوں محمدؐ را ابوبکرؓ نکو
جب نیک (سیرت) ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

دید صدقش گفت ھٰذا صادِق
کی سچائی کو دیکھا بول اٹھے یہ سچا ہے

چوں ابوبکرؓ از محمدؐ بُردہ بُو
جب ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشبو سونگھی

گفت ھٰذا لَیس وَجہُہٗ کَاذِب
کہا یہ جھوٹا چہرہ نہیں ہے

چوں نہ بُد بُوجہل از اصحابِ درد
چونکہ ابوجہل اصحاب درد میں سے نہ تھا

دید صد شقّ القمر باور نہ کرد
سو شقّ القمر (جیسے معجزے) دیکھے یقین نہ کیا

دردمندے کش زبام اُفتاد طشت
وہ دردمند جس کا راز ظاہر ہو کر رہا

زر نہاں کردیم حق پنہاں نگشت
ہم نے اس سے حق کو چھپایا، پھر بھی نہ چھپا

وانکہ[3] اُو جاہل بُد از دردش بعید
وہ جو کہ جاہل تھا اور اس کے درد سے دور تھا

چند بنمودیم و اُو آں را ندید
ہم نے اس کو ہر چند دکھایا اس نے اس کو نہ دیکھا

آئینہ دل صاف باید تا درد
دل کا آئینہ صاف ہونا چاہیے تاکہ اس میں

واشناسی صورت زشت از نکو
بُری اور اچھی صورت میں تو امتیاز کر سکے

ترک کردن آں مردِ ناصح بعد از مبالغہ پندِ مغرور خسیس را

اس نصیحت آموز نے انسان کا حد درجہ کی نصیحت کے بعد دیکھا ہے جھوٹے بڑے ہوئے کی نصیحت کو ترک کرنا

[1] گاؤ زریں۔ بچھڑے کا بت جو سامری نے سونے سے بنایا تھا۔
ذیدہ۔ یعنی معجزے۔ خس۔ کمینہ۔ باطلاں۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ عاطلاں۔ لغو۔ گائے خیر کی جنس نہیں ہے گرگ۔ حضرت یوسفؑ کے ساتھ گرگ کا تصور اُن کے بھائیوں کے جھوٹ پر مبنی ہے۔
محرم۔ بھیڑیا پن ختم کر کے بھیڑیا انسان کا ساتھی بن سکتا ہے جس طرح کہ اصحاب کہف کے کتے کا کتا پن ختم ہوا اور وہ انکا ساتھی بن گیا۔

[2] چوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوصاف میں اشتراک تھا لہٰذا اُن کا اُن کی طرف میلان ہوا۔ ھٰذا صادِق یعنی آنحضورؐ اپنی رسالت کے دعوے میں سچے ہیں۔ بوجہل۔ ابوجہل اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اوصاف کا اشتراک نہ تھا لہٰذا شقّ القمر کے معجزے سے بھی قائل نہ ہوا۔ دردمند سے۔ یعنی طالب حق۔ طشت۔ از بام افتادن راز کا ظاہر ہو جانا۔

[3] وانکہ۔ جو شخص طلب حق میں دردمند نہیں ہے۔ آئینہ دل۔ کفار کا آئینہ دل زنگ آلود تھا لہٰذا وہ منکر بنے۔ تدبر کردن۔ اگر مخاطب میں نصیحت سننے کی صلاحیت نہ ہو تو نصیحت نہ کرنی چاہیے۔ مقرر دعوے میں مبتلا۔

آن مسلماں ترکِ آں ابلہ گرفت — زیرِ لب لاحول گویاں باز رفت

اُس مسلمان نے اُس بے وقوف کو چھوڑ دیا — خاموشی سے لاحول پڑھتا ہوا لوٹ گیا

گفت چوں از جدّ و پند و از جدال — در دلِ اُو بیش می زاید خیال

بولا جبکہ اصرار اور نصیحت اور بحث سے — اُس کے دل میں زیادہ شک پیدا ہوتا ہے

پس رہِ پند و نصیحت بستہ شد — امرِ اَعْرِضْ عَنْهُمْ پیوستہ شد

تو وعظ اور نصیحت کا راستہ بند ہو گیا ہے — اُن سے اعراض کر کا حکم وابستہ ہو گیا ہے

چوں روایت می فزاید در دلیں — قصّہ بر طالب بگو بر خواں عَبَس

جب تیری دوا درد بڑھائے تو — طلبِ گار سے بات کر (سورۂ) عبس پڑھ لے

چونکہ اعمیٰ طالبِ حق آمدست — بہرِ فقرِ اُو رانا شاید سینہ خست

جبکہ اندھا حق کا طالب بن کر آیا ہے — اُس کے افلاس کی وجہ سے تنگدل نہ ہونا چاہیئے

تو حریصی بر رشادِ مہتراں — تا بیاموزند عام از سروراں

تو بڑوں کی ہدایت کا حریص ہے — تاکہ عوام سرداروں سے (دین) سیکھیں

احمدا دیدی کہ قومے از ملوک[۵۲] — مستمع گشتند گشتی خوش کہ بوک

اے احمد! تم نے دیکھا کہ بادشاہوں کی ایک جماعت — سننے لگی ہے (اور) تم خوش ہوئے کہ شاید

ایں رئیساں یارِ دیں گردند خوش — بر عرب اینہا سرانند و بر حبش

یہ سردار دین کے اچھے دوست بن جائیں گے — یہ عرب اور حبشہ کے سردار ہیں

بگذرد ایں چیست از بصرہ و تبوک[۵۳] — زانکہ النّاسُ علیٰ دینِ المُلُوکْ

یہ شہرت بصرہ اور تبوک سے آگے بڑھ جائیگی — کیونکہ قوم بادشاہوں کے دین پر ہوتی ہے

زیں سبب تو از ضریرِ مہتدی — رُو بگردانیدی و تنگ آمدی

اس لئے تم نے ہدایت چاہنے والے اندھے سے — رُوگردانی کی، اور تنگ ہوئے

کاندریں فرصت کم افتد ایں مناخ — تو زیارانی و وقتِ تو فراخ

کہ اس وقت یہ موقع کم ملتا ہے — تو صحابہ میں سے ہے تیرے لئے بہت وقت ہے

مُردِ حم می کردیم در وقتِ تنگ — ایں نصیحت می کنم نہ از خشم و جنگ

تنگ وقت میں تو نے مجھ پر ہجوم کیا — یہ میں نصیحت کر رہا ہوں نہ کہ غصہ اور لڑائی

---

۵۱ آں مسلماں یعنی نصیحت کرنیوالا۔ جدال یعنی نصیحت کا بحث و مباحثہ۔ خیال یعنی شک۔ پس۔ اگر نصیحت مزید انکار کا سبب بنے تو پھر نصیحت سے اعراض کرنا چاہیئے۔ اَعْرِضْ عَنْهُمْ۔ اُن سے منہ پھیر لو۔ آنحضورؐ سے اُن کفار کے بارے میں فرمایا گیا جن پر نصیحت کارگر نہ ہو رہی تھی۔

عَبَس۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے بڑے سرمایہ داروں کو فہمائش کر رہے تھے۔ اس اثنا میں ابن ام مکتومؓ حاضر ہوئے اور قرآن سکھانے کی فرمائش کی۔ آنحضورؐ کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوئے اور اُن سرداروں سے گفتگو کو ختم کرنا پسند نہ کیا۔ اس پر سورۂ عبس نازل ہوئی جس کا مضمون مولانا نے آئندہ اشعار میں بیان فرمایا ہے۔ اعمیٰ یعنی ابن ام مکتومؓ۔ مہتراں یعنی سرداران قریش۔

۵۲ ملوک یعنی قریش کے سردار۔ بوک۔ شاید، مگر۔ ایں رئیساں یعنی سرداران قریش۔ سر۔ سردار۔ بگذرد۔ یعنی ان سرداروں کے مسلمان ہو جانے سے۔ چیست یعنی اسلام کی شہرت۔ بصرہ۔ عراق کا مشہور شہر۔

۵۳ تبوک۔ شام کی سرحد پر ایک شہر ہے۔ النّاسُ علیٰ دینِ مُلُوکِہِم۔ لوگ اپنے بادشاہوں کے مذہب پر ہوتے ہیں۔ یہ مشہور مقولہ ہے۔ ضریر۔ نابینا یعنی ابن ام مکتومؓ

مہتدی۔ ہدایت کرنے والا۔ مناخ۔ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ۔ یعنی یہ موقع کہ ہے کہ یہ لوگ اگر بات نہیں یا مان۔ یعنی صحابہ۔ فراخ۔ وسیع۔ مُردِ حم۔ مزدحم۔ ہجوم کرنے والا۔ نصیحت۔ یعنی یہ نصیحت کہ تم اس وقت قرآن سننے کا سوال نہ کرو۔

احمدا نزدِ خدا ایں یک ضریر
اے احمدؐ! اللہ کے نزدیک یہ ایک اندھا

بہتر از صد قیصرستؔ و صد وزیر
سینکڑوں قیصروں اور وزیروں سے بہتر ہے

یادِ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ ہیں بیار
خبردار! "لوگ کانیں ہیں" کو یاد رکھو

مَعدنے باشد فزوں از صد ہزار
ایک کان لاکھوں سے بہتر ہوتی ہے

مَعدنِ لعل و عقیقِ مُکتنِس
لعل اور عقیق کی چھپی ہوئی کان

بہتر ست از صد ہزاراں کانِ مس
تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے

احمدا اینجا ندارد مال سُود
اے احمدؐ! یہاں مال مفید نہیں ہے

سینہ باید پُر ز عشق و دردِ و دَرد
ایسا سینہ درکار ہے جو عشق اور درد اور دردمندی سے بھرا ہو

اعمیِ روشندل آمد دردمند
ایک اندھا، روشندل، دردمند آیا

پند اُو را دہ کہ حق اُوست پند
اُس کو نصیحت کر، نصیحت اُس کا حق ہے

گر دو سہ اَبلہ ترا مُنکر شوند
اگر دو تین بے وقوف تیرے منکر ہوں

تلخ کے گردی چو ہستی کانِ قند
تو آپ تلخ کب ہو سکتے ہیں جبکہ آپ شکر کی کان ہیں

گر دو سہ احمق ترا تہمت نہد
اگر دو تین احمق تجھ پر تہمت لگائیں

حق برائے تو گواہی می دہد
اللہ (تعالیٰ) تیری گواہی دیتا ہے

گفتؔ از اقرارِ عالم فارغم
فرمایا (اب) میں جہان کے اقرار سے فارغ ہوں

آنکہ حق باشد گواہ اُو را چہ غم
جس کا خدا گواہ ہو اُس کو کیا غم ہے

گر خفاشے از خورشیدے خوریست
اگر چمگادڑ کو سورج سے خوراک حاصل ہے

ایں دلیل آمد کہ آں خورشید نیست
یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ سورج نہیں ہے

نفرتؔ خفاشگاں باشد دلیل
چمگادڑوں کی نفرت دلیل ہوگی

کہ منم خورشیدِ تابانِ جلیل
کہ میں (رب) جلیل کا روشن سورج ہوں

گر گلابے را جُعل راغب شود
اگر کسی گلاب (کے پھول) کی طرف گبرڈنڈا رغبت کرے

آں دلیلِ ناگلابی می بُود
وہ اسکے گلاب (کا پھول) نہ ہونے کی دلیل ہوگی

گر شود قلبے خریدارِ محک
اگر کھوٹا سکہ کسوٹی کا طالب ہے

در محکّ اش در آید نقص و شک
اُس کے کسوٹی ہونے میں نقص اور شک ہوگا

دُزد شب خواہد نہ روز ایں را بداں
یہ جان لے کہ چور رات چاہتا ہے نہ کہ دن

شب نیم روزم کہ تا بم در جہاں
میں رات نہیں ہوں نہ دن ہوں جو دنیا میں چمکتا ہوں

ف۱ قیصر روم کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ "لوگ کانیں ہیں" اس حدیث کے بقیہ لفظ یہ ہیں۔ مَعَادِنُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوا جیسا کہ سونے اور چاندی کی کانیں جو انہیں سے جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جبکہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ منقول از یعنی ابن ام مکتوم رضؓ۔ صد ہزار۔ یعنی سردارانِ قریش۔ مُکتنِس۔ پوشیدہ، مخفی۔ بس۔ تانبا۔ اینجا۔ یعنی دین کے معاملہ میں۔ اعمیٰ۔ یعنی ابن ام مکتوم رضؓ نہ کہ یعنی رسالت کے منکر۔

ف۲ گفت۔ پہلے اشعار میں سورج جس کا مضمون بیان کیا گیا تھا یہاں سے آنحضورؐ کا مقولہ ہے۔ گواہ۔ یعنی رسالت و صداقت پر خود ہے۔ خود کو نیست۔ ورنہ چمگادڑ کو اس سے نفرت ہوتی

ف۳ نفرت۔ سورج سے چمگادڑوں کی نفرت اس کے مکمل ہونے کی دلیل ہے۔ جلیل۔ یعنی رب جلیل۔ گبر۔ بدجو میں پر درمش پانیوالا گبر زندا اگر گلاب سے رغبت کرنے لگے تو اس کا گلاب ہونا مشکوک ہو جائیگا۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ یہاں کھوٹا سکہ چلانیوالے کے معنی میں ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ دزد۔ چور رات کی تاریکی سے اپنا کام چلاتا ہے شب نیم۔ لہٰذا چور اور دغاباز مجھے پسند نہیں کر سکتے ہیں۔

فارقم[1] فارو قیم غربیل دار — تا کہ کاہ از من نمی یا بد گزار

میں فرق کرنیوالا ہوں چھلنی کی طرح جدا کرنیوالا ہوں — حتیٰ کہ بھوسی مجھ میں سے نہیں گزر سکتی ہے

آرد را پیدا کنم من از سبوس — تا نمایم کیں نقوش ست و آں نفوس

میں آٹے کو بھوسی سے علیحدہ کر دیتا ہوں — تاکہ دکھا دوں کہ یہ تصویریں ہیں اور وہ انسان ہیں

من چو میزانِ خدایم در جہاں — وانمایم ہر سبک را از گراں

میں دنیا میں خدا کی ترازو کی طرح ہوں — ہر ہلکے کو بھاری سے نمایاں کر دیتا ہوں

گاؤ[2] را داند خدا گو سالہ — خر خریدارے و در خور کالہ

بچھڑا ہی بیل کو خدا سمجھتا ہے — گدھا خریدار اور اُس کے مناسب مال ہوتا ہے

من نہ گاوم تا گئو سالہ خرد — من نہ خارم کاشتے از من چرد

میں بیل نہیں ہوں کہ بچھڑا مجھے خریدے — میں کانٹ نہیں ہوں کہ اونٹ مجھے چرے

او گماں دارد کہ با من جور کرد — بلکہ از آئینہ ام من رو فت گرد

وہ خیال کرتا ہے کہ اُس نے میرا کچھ بگاڑا — بلکہ اُس نے میرے آئینہ سے گرد صاف کر دی ہے

تملق کردن دیوانہ جالینوس را و ترسیدن جالینوس از دے

ایک دیوانہ کا جالینوس کی خوشامد کرنا اور جالینوس کا اُس سے خوفزدہ ہونا

گفت جالینوس با اصحاب[3] خود — مر مرا تا آں فلاں دارو دہد

جالینوس نے اپنے شاگردوں سے کہا (کوئی) — مجھے فلاں دوا لا دے

پس بدو گفت آں یکے کاذ و فنوں — ایں دوا خواہند از بہر جنوں

اُس سے کسی نے کہا اے صاحب کمالات! — یہ دوا جنون کے لئے مانگتے ہیں

دور از عقلت مگو ایں گفتگو — گفت در من کر دیک دیوانہ رو

خدا کرے جنون تیری عقل سے دور رہے یہ گفتگو نہ کر — اُس نے کہا مجھے ایک دیوانہ نے دیکھا

ساعتے در روئے من خوش بنگرید — چشمکم زد آستین من درید

تھوڑی دیر مجھے غور سے دیکھا — مجھے آنکھ ماری میری آستین پھاڑ دی

گر نہ جنسیت[4] بدے در من ازو — کے رخ آوردے بمن آں زشت رو

اگر مجھ میں اُس کی جنسیت نہ ہوتی — وہ منحوس صورت میری طرف کب توجہ ہوتا!

گر نہ دیدے جنس خود کے آملے — کے بغیر جنس خود را بر زدے

اگر وہ اپنے ہم جنس کو نہ دیکھتا تو کب آتا! — اپنے آپ کو غیر جنس سے کب پھڑا تا!

---

[1] فارق۔ غلہ اور بھوسی میں امتیاز کرنیوالا۔ فارق۔ دو چیزوں میں فرق دکھانے والا۔ غربیل، چھلنی۔ کاہ۔ بھوسا، بھوسی۔ سبوس۔ بھوسی۔ نقوش۔ یعنی بے جان تصویریں۔ میزان۔ ترازو۔ سبک۔ ہلکا۔

[2] گاؤ۔ بیل کو بے عقل بچھڑا ہی خدا سمجھ سکتا ہے۔ درخور۔ مناسب، لائق، بکار۔ سالمان نہ خارم۔ اونٹ کانٹے کھانا پسند کرتا ہے۔ او گماں دارد۔ یہ شخص کوہل کے کمال کا انکار کر کے سمجھتا ہے کہ اُس نے کوہل کا کچھ بگاڑ دیا حالانکہ اُس کا انکار اُس کے کمال کی بنیاد بنتا ہے۔ تملق۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جالینوس کو ایک دیوانہ کے اُس سے مانوس ہونے سے یہ شبہ ہوا کہ میری عقل میں کوئی نقصان ہے ورنہ یہ دیوانہ میری طرف مائل نہ ہوتا۔

[3] اصحاب یعنی شاگرد۔ فلاں دارو یعنی وہ فلاں دوا جو مرض جنون میں کھلائی جاتی ہے۔ آں یکے یعنی ایک شاگرد۔ دور۔ یہ جملہ دعائیہ ہے۔ ایں گفتگو۔ یعنی جنوں کی دوا کھانے کی بات۔ بزد۔ یعنی زد کرد چشمکم زد۔ جرأت سے اور بے تکلفی میں ہوتا ہے۔ درید۔ بے تکلفی کی وجہ سے۔ جنسیت۔ یعنی اگر اُس کی طرح میں بھی دیوانہ نہیں ہوں۔ جنس خود۔ یعنی دیوانہ۔

چوں دو کس بر ہم زنند بے ہیچ شک — در میاں شاں ہست قدرِ مشترک[1]
جب دو شخص آپس میں ملیں، بلا شک — اُن میں کوئی قدرِ مشترک ہے

کے پرد مرغے مگر با جنسِ خود — صحبتِ ناجنس گورست و لحد
ہر پرند اپنے ہم جنس کے ساتھ ہی اُڑتا ہے — ناجنس کی ہم نشینی قبر اور لحد ہے

سبب پریدن و چریدن مرغے با مرغِ دیگر کہ جنسِ اُو نبود
ایک پرند کے غیر جنس پرند کے ساتھ اُڑنے اور چرنے کا سبب

آں حکیمے گفت دیدم ہم تگے — در بیاباں زاغ را با لکلکے[2]
ایک دانا نے کہا میں نے چلتے پھرتے دیکھا — جنگل میں کوّے کو لقلق کے ساتھ

در عجب ماندم بجستم حالِ شاں — تا چہ قدرِ مشترک یابم نشاں
میں تعجب میں رہ گیا میں نے اُن کے حال کی تجسس کی — تاکہ قدرِ مشترک کا پتہ لگاؤں

چوں شدم نزدیک من حیران و دنگ[3] — خود بدیدم ہر دو آں بودند لنگ
جب میں حیران اور دنگ قریب پہنچا — میں نے خود دیکھا کہ وہ دونوں لنگڑے تھے

خاصہ شہبازے کہ اُو عرشی بُود — با یکے چُغدے کہ اُو فرشی بُود
خصوصاً وہ شہباز جو عرشی ہو — ایک چغد کے ساتھ جو فرشی ہو کیسے تفق رکھ سکتا ہے

آں یکے خورشیدِ علیّیں[4] بُود — وِیں دگر خفاش کز سجّیں بُود
ایک وہ جو علیین کا سورج ہو — اور یہ دوسرا چمگادڑ جو سجین کی ہو

آں یکے نورے ز نورِ عیب بری — واں دگر کورے گدائے ہر دری
ایک وہ نور جو ہر عیب سے بری ہے — اور دوسرا اندھا جو ہر در کا بھکاری ہے

واں یکے ماہے کہ بر پرّد ز ثرند — واں یکے کرمے کہ بر سرگیں تند
ایک ایسا چاند جو ثریا سے متعلق ہے — ایک وہ کیڑا جو گوبر کے چکر کاٹے

آں یکے یوسف رُخے عیسیٰ نفس — وِیں دگر گرگے دیا خرِ یا خرس
ایک یوسف جیسے چہرے والا عیسیٰ جیسے سانس والا — دوسرا بھیڑیا، یا گدھا، یا ریچھ

آں یکے پرّاں شدہ در لامکاں — وِیں یکے در کاہداں ہمچوں سگاں
ایک وہ جو لامکان تک اُڑتا ہے — اور یہ ایک کوڑی پر کتوں کی طرح

آں یکے سلطانِ عالی مرتبت — وِیں دگر در گلخنے در تعزیت
وہ ایک بلند مرتبہ بادشاہ — اور یہ دوسرا بھٹی کے اندر ماتم میں

---

[1] قدرِ مشترک۔ یعنی کوئی ایسی بات جو دونوں میں ہو۔ سبب۔ کوّا اور لقلق ہمجنس نہ تھے لیکن اُن میں لنگڑا پن قدرِ مشترک تھی۔ ہم آہنگی۔ مل کر چلنا پھرنا۔ لکلک۔ لقلق۔

[2] حیران و دنگ۔ اس لئے کہ دو غیر جنس کو ملا جلا دیکھا تھا۔ خاصہ۔ جبکہ کوّے اور لقلق کو دیکھ کر ایک منفلسد حیران ہوا حالانکہ دونوں زمینی پرند ہیں تو بھی جو عرش کا شہباز ہے اور فرش جو ویرانے کا پھندہ ہے باہم کیسے مانوس ہو سکتے ہیں۔ شہباز۔ یعنی رسول و نبی۔ پھندہ۔ منکر۔

[3] یکے۔ یعنی رسول و نبی۔

[4] علیین۔ وہ دفتر جس میں جنتیوں کے نام لکھے ہونگے، بہشت کا بلند مقام۔ سجین۔ وہ دفتر جس میں دوزخیوں کے نام لکھے ہوں گے۔ جہنم کی وادی۔ نورے۔ یعنی رسول و نبی۔ کورے۔ یعنی منکر۔ پروین۔ ثریا جو ستاروں کا مجموعہ ہے۔ کرم۔ کیڑا۔ سرگیں۔ گوبر۔ یوسف۔ حضرت یوسفؑ کا حسن مشہور ہے۔ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ کے سانس میں بڑی برکتیں تھیں۔ پرّاں۔ پرواز کرنے والا۔ لامکاں۔ عالم لاہوت۔ کاہداں۔ کوڑے کی جگہ۔ گلخن۔ بھٹی۔ تعزیت۔ ماتم۔

آں یکے خلقے ز اکرامش[1] خجل
ایک وہ جس کے کرم سے مخلوق شرمندہ

ویں دگر از بینوائی مُنفعِل
اور یہ دوسرا بے سروسامانی سے شرمندہ

آں یکے سَرور شدہ زاہلِ زماں
ایک وہ جو زمانے والوں کا سردار بنا

ویں دگر در خاکِ خواری بس نہاں
اور یہ دوسرا ذلت کی خاک میں دبا ہوا

بُلبلاں را جائے می زید چمن
بُلبلوں کی جگہ چمن میں مناسب ہے

مر خجل را در چمیں خوشتر وطن
گبروندے کا گندگی۔ بہترین وطن ہے

بازبانِ معنوی[2] گل با خجل
پھول، گبروندے کو زبانِ حال سے

ایں ہمہ گوید کہ اے گندہ بغل
یہ کہتا ہے کہ اے بغل گند والے!

گر گریزانی ز گلشن بیگماں
اگر تو چمن سے بھاگتا ہے، یقیناً

ہست آں نفرت کمالِ گلستاں
وہ نفرت، چمن کا کمال ہے

غیرتِ من بر سرِ تو دور باش
میری غیرت تیرے سر پر نیزہ

می زند کاے خس ازیں در دُور باش
(پھینک کر) مارتی ہے اے کینے! اس در سے دُور ہو

در بیا میزی تو با من اے دَنی
اے کینے! اگر تو مجھ سے مل جائے گا

ایں گماں آید کہ از کانِ منی
یہ خیال ہوگا کہ تو میری جنس کا ہے

گرد در آمیزد ز نقصانِ من ست[3]
اگر مل جائے گا تو میری کمی کا سبب ہے

زاں کہ پندارند کوزانِ من ست
کیونکہ لوگ سمجھیں گے کہ وہ میرا ہے

حق مرا چوں از پلیدی پاک داشت
خدا نے جب مجھے نجاست سے پاک رکھا ہے

چوں سَزد بر من پلیدی را گماشت
تو مجھ پر نجاست کو مسلط کرنا کیسے مناسب ہوگا؟

یک رگم زایشاں بدو آں را برید
میری ایک رگ اُن میں کی تھی اس کو کاٹ دیا

در من آں بُدرگ کجا خواہد رسید
وہ بُری رگ مجھ میں کہاں آسکتی ہے؟

یک نشانِ آدمؑ آں بُد از ازل
(حضرت) آدمؑ کی ایک نشانی ازل سے یہ تھی

کہ ملائک سَر نہندش از مُحل
کہ فرشتے مرتبے کی وجہ سے اُن کو سجدہ کریں

یک نشانِ دیگر آں کہ آں بلیس
دوسری نشانی یہ کہ شیطان

نہندش سَر کہ منم شاہ و رئیس
اُن کو سجدہ نہ کرے کہ میں شاہ اور رئیس ہوں

پس اگر ابلیس ہم ساجد شدے
تو اگر شیطان بھی سجدہ کرنے والا ہو جاتا

اُو نہ بودے آدمؑ اُو غیرے بُدے
تو وہ آدمؑ نہ ہوتا کوئی اور ہوتا

---

[1] اکرام تعظیم کرنا بخشنا۔ خجل شرمندہ۔ منفعل نادم، شرمندہ۔ سَرور سردار۔ می زیبد زیب ہی دیتا۔ خجل نجاست کا کیڑا، گبروندڑا۔ چمیں۔ نجاست، گندگی۔

[2] معنوی یعنی زبانِ حال۔ گندہ بغل بغل گندہ، بدبو دار۔ گریزانی۔ پھیل کا مقولہ ہے۔ غیرت۔ انبیاء اور بزرگوں کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ خدا کے دشمن اُن سے دُور رہیں۔ دُور باش۔ پہلے مصرع میں اُس دوشاخہ نیزے کے معنی میں ہے جو چوبدار کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ بادشاہ یا امیر کے آگے چلتا ہے تاکہ لوگ راستہ سے دور ہو جائیں دوسرے مصرع میں یہ "دور ہو" کے معنی میں ہے۔ کوزانی۔ کمینہ۔ کان۔ معدن۔

[3] گرد در آمیزد۔ برف کی بھلیوں سے میل بھلیوں کے نقصان کا سبب ہے آں منت یعنی ہم جنس ہے۔ برید۔ آنحضورؐ کا سینہ مبارک کئی بار شق کیا گیا اُس میں سے خون کی ایک بوند نکال دی گئی اور اُس کو زمزم سے پاک کیا گیا یہ یک نشاں۔ حضرت آدمؑ کے کمال کی دو نشانیاں تھیں ایک تو یہ کہ ملائکہ اُن کو سجدہ کریں۔ دوسری یہ کہ شیطان سجدہ نہ کرے۔ تمم۔ شیطان نے کہا تھا کہ میں آدمؑ سے بہتر ہوں اس لئے سجدہ کیوں کروں پس۔ اگر شیطان سجدہ کر لیتا تو کمال کی دوسری نشانی مفقود ہو جاتی۔

ہم سجودِ ہر ملک میزان[1] اُوست
ہر فرشتہ کا سجدہ اس کا معیار ہے

ہم سجودِ آں عدو بُرہانِ اُوست
اُس دشمن کا انکار بھی اس کی دلیل ہے

ہم گواہِ اُوست اقرارِ مَلَک
فرشتہ کا اقرار کرنا بھی اس کا گواہ ہے

ہم گواہِ اُوست کفرانِ سَگَک
ذلیل کُتّے کا انکار بھی اُس کا گواہ ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اِس بات کی انتہا نہیں ہے، واپس چل

تا چہ کرد آں خرس با آں شیرِ مرد
کہ اُس ریچھ نے اُس بہادر کے ساتھ کیا کیا؟

تتمۂ قصۂ اعتماد آں مغرور بر تملّق خرس

اُس دھوکے میں مبتلا کا کہ ریچھ کی چاپلوسی پر بھروسہ کرنیکا باقی قصہ

اُو بخفت و خرس میراندش مگس
وہ سو گیا اور ریچھ اُس کی مکھیاں اُڑاتا تھا

وز ستیز آمد مگس شد باز پس
اور غصہ سے مکھیاں پھر واپس آجاتی تھیں

چند بارش راند از روئے جواں
اُس نے کئی بار اُس کو جوان کے مُنہ پر سے اُڑایا

داں مگس زو باز می آمد دواں
وہ مکھیاں تیزی سے واپس آجاتیں

خشمگیں شد با مگس خرس و برفت
ریچھ کو مکھیوں پر غصہ آیا اور وہ گیا

برگرفت از کوہ سنگے سخت و زفت
پہاڑ سے ایک سخت اور بھاری پتھر اُٹھالیا

سنگ آورد و مگس را دید باز
پتھر لایا اور مکھیوں کو پھر دیکھا

بر رُخِ خفتہ گرفتہ جائے[2] ساز
سوئے ہوئے کے مُنہ پر ٹھکانا بنائے ہوئے

برگرفت آں آسیا سنگ و بزد
اُس نے چکی جیسا پتھر اُٹھایا اور مارا

بر مگس تا آں مگس واپس خزد
مکھیوں پر تاکہ وہ مکھیاں واپس جامکھیں

سنگ روئے خفتہ را خشخاش کرد
پتھر نے سوئے ہوئے کے مُنہ کو خشخاش جیسا کردیا

ایں مثل بر جملہ عالم فاش کرد
یہ کہاوت تمام دنیا میں مشہور کردی

مہرِ ابلہ مہرِ خرس آمد یقیں
بیوقوف کی دوستی یقیناً ریچھ کی دوستی ہے

کینِ اُو مہرست و مہرِ اُوست کیں
اُس کا کینہ محبت ہے اور اُس کی محبت کینہ ہے

عہدِ اُوست و ویران و ضعیف
اُس کا عہد و پیمان کمزور اور برباد و ضعیف ہے

گفتِ اُو زفت و وفائے اُو نحیف
اُس کی باتیں گھٹیا ہیں اور اُس کی وفاداری کمزور ہے

گر خورد سوگند ہم باور مکن
اگر وہ قسم بھی کھائے تو یقین نہ کر

بشکند سوگند مردِ کژ سخن
اُلٹی باتیں کرنے والا قسم توڑ ڈالتا ہے

---

[1] میزان: معیار، مجود: انکار، عدو: شیطان۔ گواہ: حضرت آدمؑ کے کمال پر جس طرح فرشتوں کا اقرار اور سجدہ گواہ ہے اسی طرح شیطان کا انکار بھی گواہ ہے۔ کفر: آن یا انکان: ناشکری۔ سگک: کاف تصغیر کا ہے یعنی شیطان۔ ایں سخن: یعنی ناقصین کا انکار کاملین کی فضیلت کی دلیل ہے۔ تملق: چاپلوسی، خوشامد۔

[2] او: یعنی شیر مرد۔ ستیز: کھی کی عادت ہے کہ اڑادو تو وہ لوٹ کر آتی ہے جواں: یعنی شیر مرد۔ زفت: موٹا، بھاری۔

[3] جائے ساز: موافق جگہ۔ آسیا سنگ: سنگ آسیا، چکی کا پتھر۔ خزد: خزیدن بمعنی گھسنا کا فعل مضارع ہے۔ ایں مثل: وہ ضرب المثال جو دوسرے شعر میں مذکور ہے۔ کینِ اُو: بیوقوف دشمنی میں جدا ہو جائیگا تو نقصان نہ پہنچا سکے گا دوستی کے میل جول کی وجہ سے نقصان رساں ہوگا۔ عہدِ اُو: بیوقوف کا کوئی عہد پیمان مضبوط نہیں ہوتا ہے وہ باتونی ہوتا ہے اُس میں وفاداری نہیں ہوتی ہے۔ گر خورد: بیوقوف کی قسم پر بھی بھروسہ نہ کرنا چاہئے وہ فوراً قسم توڑ ڈالتا ہے۔

چونکہ بے سوگند گفتش بُد دروغ
چونکہ اُس کی بغیر قسم کے بات جھوٹ تھی

تو میفت از مکر و سوگندش بدوغ[1]
تو اُسکے مکر اور قسم کی وجہ سے فریب میں نہ پڑ

نفس او میرست و عقل او اسیر
اس کا نفس حاکم ہے اور اُس کی عقل قیدی ہے

صد ہزاراں مصحفش خود خورده گیر
لاکھوں قرآن اُس کے کھائے ہوئے سمجھ

چونکہ بے سوگند ہمچاں بشکند
جبکہ وہ بغیر قسم کے عہد توڑ ڈالتا ہے

گر خورد سوگند ہم آں بشکند
اگر قسم بھی کھالے گا اُس کو توڑ ڈالے گا

زانکہ نفس آشفتہ تر گردد ازاں
کیونکہ اس قسم سے نفس زیادہ پریشان ہوگا

کہ کند بندش بسوگند گراں
کہ اُس کو بھاری قسم میں قید کرے

چوں اسیرے بند بر حاکم نہد
جب کوئی قیدی حاکم کے بیڑی لگائے

حاکم آں را بر درد بیروں جہد
حاکم اُس کو توڑ دے گا، باہر نکل آئے گا

بر سرش کوبد ز خشم آں بند را
اُس کے سر پر وہ بیڑی دے مارے گا

می زند بر روئے او سوگند را
قسم کو اس کے منہ پر پھینک مارے گا

تو ز او فوا بالعقود[2] دست شو
تو عہدوں کو پورا کرنے سے ہاتھ دھولے

احفظوا ایمانکم[3] با او مگو
اپنی قسموں کی حفاظت کرو" اُس سے نہ کہہ

وانکہ داند عہد با کہ می کند[4]
جو شخص یہ سمجھ لے کہ عہد کس سے کرتا ہے

تن کند چوں تار دگرد او تند
جسم کو دھاگے کی طرح کرتا ہے اور اُسکے گرد تنتا ہے

بعیادت رفتن حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم بر صحابی رنجور و فائدہ عیادت

حضرت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار صحابی کی مزاج پرسی کو جانا اور بیمار پرسی کا فائدہ

از صحابہ خواجۂ بیمار شد
صحابہ میں سے ایک بزرگ بیمار ہوگئے

واندراں بیماریش چوں تار شد
اور اُس بیماری میں وہ دھاگے کی طرح ہوگئے

مصطفیٰ آمد عیادت سوئے او
حضرت مصطفیٰ اُن کے پاس بیمار پرسی کیلئے تشریف لائے

چوں ہمہ لطف و کرم بد خوئے او
چونکہ آپ کی عادت ہمتم لطف و کرم تھی

در عیادت رفتنِ تو فائدہ است
بیمار پرسی کے لئے تیرا جانا فائدہ ہے

فائدہ آں باز بر تو عائدہ است
اس کا فائدہ تجھے ہی پہنچنے والا ہے

فائدہ اوّل کہ آں شخص علیل
پہلا فائدہ یہ ہے کہ وہ بیمار شخص

بوَد کہ قطبے باشد و شاہِ جلیل[5]
ہو سکتا ہے کوئی قطب اور بڑا شاہ ہو

---

[1] دوغ۔ چھاچھ، مکر نفس اُو۔ بیوقوف کی عقل پر اُس کا نفس حاکم ہوتا ہے اگر وہ قسم کی بجائے لاکھوں قرآن بھی کھا جائے تو کیا اعتبار ہے۔ چونکہ۔ عہد شکنی کا عادی بہر حال عہد توڑ ڈالتا ہے زیادہ۔ اُسکی وجہ یہ ہے کہ اُس پر نفس حاکم ہوتا ہے اور حاکم کسی قسم کی بیڑی کب برداشت کرسکتا ہے اُسکو جلد توڑ ڈالیگا۔ اگر انسان کی طبیعت سلیم ہو تو وہ قسم کی بیڑی کا احساس کرے گا۔ اسیر قیدی یعنی وہ بیوقوف جو نفس کی قید میں ہے۔ حاکم یعنی نفس بر سرش۔ قسم تڑوا کر دوزخ کے عذاب میں مبتلا کریگا۔

[2] اوفوا بالعقود۔ مومنین کو خطاب ہے اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ احفظوا ایمانکم اپنی قسموں کی حفاظت رکھو۔

[3] وانکہ۔ ایک انسان سمجھتا ہے کہ وہ قسم کھا کر خدا سے عہد کرتا ہے۔ تن کند یعنی اپنے جسم کو دھاگا بنا کر اُس کو مضبوط باندھتا ہے اور اُسکی حفاظت میں جان قربان کرتا ہے۔

[4] عیادت۔ بیمار پرسی۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بعض بندگان خدا نہایت کے اُس مقام پر ہوتے ہیں کہ اُنکے ساتھ کوئی عہد ہو یا دیگر معاملہ وہ خدا کے ساتھ سمجھا جاتا ہے جیسا۔ آنحضورؐ کے اخلاق کریمانہ تھے۔ فائدہ۔ ہونے والا یعنی عیادت کا فائدہ خود عیادت کرنیوالے کا اپنا فائدہ ہے

[5] بوَد کہ۔ ایک بزرگ کے ارشاد کے مطابق ہر بیمار کے پاس جانا ضروری نہیں بلکہ جس بیمار کے پاس جانے سے اُس کو فائدہ ہو وہاں جانا چاہیئے۔

چوں دو چشمِ دل نداری اے عنود — وا نمی دانی تو ہیزم راز عود

اے سرکش! جب تو دل کی دو آنکھیں نہیں رکھتا ہے تو اگر تو لکڑی اور چندن سے مشابہ نہیں سمجھ سکتا ہے

چونکہ گنجے ہست در عالم مرنج — ہیچ ویراں را مداں خالی ز گنج

جبکہ دنیا میں خزانہ ہے، رنجیدہ نہ ہو کسی ویرانے کو بھی، خزانے سے خالی نہ سمجھ

قصدِ ہر درویش می کن از گزاف — چوں نشاں یابی بجد می کن طواف

ہر درویش کا قصد وجہ کے بغیر کر لیا کر جب پتہ پالے تو کوشش کر کے چکر کاٹ

چوں تُرا آں چشمِ باطن بیں نبود — گنج می پندار اندر ہر وجود

جب تیری باطن کو دیکھنے والی آنکھ نہیں ہے ہر وجود میں خزانہ سمجھ

ور نباشد قطب یارِ رہ بود — شہ نباشد فارسِ اسپہ بود

اگر قطب نہ ہوگا، راستہ کا یار ہوگا شاہ نہ ہوگا، گھوڑا سوار ہوگا

پس صلہ یارانِ رہ لازم شمار — ہر کہ باشد گر پیادہ گر سوار

یاروں کے ساتھ سلوک کو لازم سمجھ کوئی ہو، پیادہ ہو یا سوار

ور عدو باشد ہم ایں احسان نکوست — کہ باحساں دوست گردد گر عدو ست

اگر دشمن ہے تو بھی یہ احسان اچھا ہے اگر دشمن ہے، احسان کی وجہ سے دوست بن جائیگا

ور نگردد دوست کینش کم شود — زانکہ احساں کینہ را مرہم شود

اگر دوست نہ بنا تو اُس کی دشمنی کم ہو جائیگی اس لئے کہ احسان کینہ کا مرہم ہے

پس فوائد ہست غیر ایں نیک — از درازی خائفم اے یارِ نیک

اس کے علاوہ بھی فائدے ہیں، لیکن اے بھلے یار! میں طوالت سے خائف ہوں

حاصل ایں آمد کہ یارِ جمع باش — ہمچو پتگر از حجر یارے تراش

خلاصہ یہ نکلا کہ جماعت کا دوست بن بُت گر کی طرح پتھر سے دوست تراش لے

زانکہ انبوہی و جمع کارواں — رہزناں را بشکند شوکت سناں

اس لئے کہ قافلہ کی جماعت اور اُسکی کثرت ڈاکوؤں کی کمر اور بھالا توڑ دیتی ہے

وحی آمدن از حق تعالےٰ بہ موسیٰ کہ چرا بہ عیادت من نیامدی

حضرت موسیٰ کے پاس خدا کی طرف سے وحی آنا کہ تو میری بیمار پرسی کے لئے کیوں نہ آیا؟

آمد از حق سوئے موسیٰ ایں عتیب — کاے طلوعِ ماہ دیدہ تو ز جیب

موسیٰ کی جانب سے اللہ کے پاس سے یہ ناراضی پہنچی اے وہ کہ تو نے گریبان سے سورج کا طلوع دیکھا ہے

لہ تو اگر نہیں پہچانتا ہے تو ہر مومن کی عیادت کر لیا کرو۔ چونکہ دنیا اولیاء سے خالی نہیں ہے تلاش جاری رکھو پالوگے۔ چوں۔ جب۔ کسی دستیاب ہو جائے اُس پر جان قربان کردو

سہ گنج۔ اہل باطن کے پالینے کی تدبیر یہی ہے کہ ہر جگہ اُن کو تلاش کرو۔ یارِ رہ۔ یعنی بیمار اگر قطب نہ ہوگا تو کوئی سالک راہ طریقت ہوگا۔ شہ۔ یعنی قطب۔ فارس۔ گھوڑا سوار۔ صلہ۔ باہمی تعلق ہر کہ۔ یعنی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو۔ ور عدو۔ دشمن سے بھلائی کرو دشمنی دوستی سے بدل جائے گی۔

سہ ور۔ بھلائی کرنے سے دشمن دوست بھی نہ بنے گا تو دشمنی میں کمی آجائے گی۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ عیادت سے معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے اور ایک اچھا معاشرہ پیدا ہوتا ہے اور اچھے معاشرہ میں زندگی گزرنا تنہائی کی زندگی سے بہت بہتر ہے۔ تجرید۔ مردہ دل۔ اپنی محبت پیدا کرو۔ زانکہ۔ یہ اجتماعی زندگی کی فضیلت ہے۔ وحی۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر مسلمان کی عیادت کرنی چاہیئے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ عتیب۔ عتاب۔ ناراضی۔ جیب۔ گریبان۔ حضرت موسیٰ کے معجزہ ید بیضا کی طرف اشارہ ہے۔

مُشرِقت[1] کردم بنورِ ایزدی — من حقم رنجور گشتم نامدی
میں نے خدائی نور سے تجھے مشرق بنایا — میں خدا ہوں، میں بیمار ہوا تو نہ آیا

گفت سبحانا تو پاکی از زیاں — اینچہ رمزست ایں بگُو یارِ عیاں
(حضرت موسیٰؑ نے کہا) اے اللہ تو نقصان سے پاک ہے — یہ کیا راز ہے؟ اے خدا اس کو ظاہر کر دے

باز فرمودش کہ در رنجور یم — چوں نہ پُرسیدی تو از روئے کرم
(اللہ تعالیٰ نے) پھر اس سے کہا کہ میں مریض ہوں — تو نے از روئے کرم میری پرسش کیوں نہ کی

گفت یارب نیست نقصانے ترا — عقل گم شد ایں گرہ را بر کشا
انھوں نے عرض کیا اے خدا تیرے لئے کوئی گھاٹا نہیں ہے — عقل گم ہو گئی ہے، یہ گرہ کھول دے

گفت آرے بندۂ خاصِ گزیں — گشت رنجور اُو منم نیکو ببیں
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا ہاں ایک خاص برگزیدہ بندہ — بیمار ہوا، اور وہ میں ہوں خوب سمجھ لے

ہست رنجوریش رنجوریِ من — ہست معذوریش معذوریِ من
اُس کی بیماری میری بیماری ہے — اُس کی معذوری میری معذوری ہے

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا — گو نشیند در حضورِ اولیا
جو خدا کی ہم نشینی چاہے — کہہ دو وہ اولیاء کی خدمت میں بیٹھے

از[2] حضورِ اولیا گر بگسلی — تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کلی
اگر تو اولیاء کے پاس حاضری سے علیحدہ رہیگا — تو برباد ہے کیونکہ تو جزو ہے کُل نہیں ہے

ہر کرا دیو از کریماں وا بَرد — بیکشش یابد سرش را واخورد
شیطان جس کو بھلوں سے جُدا کر دے — اُس کو بے سہارا پا لیتا ہے اُس کا سر چبا لیتا ہے

یک بدست از جمع رفتن بگزماں — مکرِ شیطاں باشد و نیکو بداں
تھوڑی دیر کے لئے بھی ایک بات جماعت سے الگ ہونا — شیطان کا مکر ہوگا خوب سمجھ لے

جدا کردن باغبان صوفی و فقیہ و علوی را از یکدگر و ادب کردن

باغبان کا صوفی اور مولوی اور سید کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا اور سزا دینا

باغبانے چوں نظر در باغ کرد — دید چوں دزداں بباغِ خود سہ مرد
ایک باغبان نے جب باغ کو دیکھا — اپنے باغ میں تین شخص چوروں جیسے دیکھے

یک فقیہ[3] و یک شریف و صوفیے — ہر یکے شوخے فضولی لوفیے
ایک مولوی اور ایک سید اور ایک صوفی — (جنہیں سے) ہر ایک بے حیا، بکواسی، لفنگا تھا

---

[1] مشرق۔ حضرت موسیٰؑ نورِ خداوندی کے مظہر تھے (رنجور۔ بیمار۔ زیاں۔ نقصان یعنی بیماری وغیرہ۔ در رنجوریم۔ میں مریض ہوں۔ نقصان یعنی بیماری۔ گرہ۔ یعنی خدا کا اپنے آپ کو بیمار کہنے کا معمہ۔ گزیں۔ برگزیدہ۔ ناد منم۔ جب انسان فنائیت کے مقام پر پہنچتا ہے تو گویا اتحاد ہو جاتا ہے۔ ہست۔ مقامِ فنا میں پہنچ جانیوالے ولی کا بیمار ہونا گویا خدا کا بیمار ہونا ہے اس مضمون کی حدیث مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے۔ اولیا۔ جبکہ اولیا اللہ کا خدا سے اتحاد ہے تو انکے پاس بیٹھنا خدا کے پاس بیٹھنا ہے۔

[2] از حضور۔ اولیاء کی صحبت باعثِ نجات ہے ورنہ شیطانی وساوس سے یقیناً ہلاکت ہیں گے۔ جزوی یعنی تو ناقص ہے۔ کلی۔ یعنی تو کامل نہیں ہے۔ دیو۔ شیطان۔ کریماں۔ یعنی اولیا اللہ۔ واخورد۔ یعنی شیطان ہلاکت کا سبب بنجاتا ہے۔ بدرفت۔ یعنی جدا بالشت۔ بمشت۔ جماعت۔ جدا کردن۔ پہلے شعر میں جماعت سے علیحدگی کی مضرت سمجھائی تھی اب اس کو اس حکایت سے واضح کرتے ہیں

[3] فقیہ۔ مولوی، متقی، علوی وہ سید جو حضرت علی رضؓ کی اولاد میں سے ہے لیکن حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہیں ہے جیسے دزداں۔ یہ تینوں بلا اہانت

616

گفت با اینہا مرا صد حجت است — لیک جمع اندر جماعت رحمت است

اُس نے (اول میں) کہا اُنکے مقابلہ میں میری سو دلیلیں ہیں — لیکن اکٹھے ہیں، اور جماعت رحمت ہے

برنیایم یک تنہ با سہ نفر — بس بترم شاں نخست از یکدگر

تنہا تین کے ساتھ جیت نہ سکوں گا — پہلے اُن کو ایک دوسرے سے جُدا کر دوں

ہر یکے را من بسوئے افگنم — چونکہ تنہا شاں کُنم سر بر کنم

میں ہر ایک کو ایک جانب پھینک دوں — جب اُن کو اکیلا اکیلا کر دوں گا سر پھوڑ دونگا

حیلہ کرد و کرد صوفی را براہ — تا کُند یارانش را بے اُو تباہ

تدبیر کی اور صوفی کو ایک راستہ پر کیا — تاکہ اُس کے دوستوں کو اُس کے بغیر تباہ کرے

گفت صوفی را برو سوئے وُثاق — یک گلیم آور برائے ایں رفاق

اُس (باغبان) نے صوفی سے کہا، گھر جا — اِن ساتھیوں کے لئے ایک کمبل لے آ

رفت صوفی گفت خلوت باد دیا — تو فقیہی دیں شریف نامدار

صوفی چلا گیا اُس (باغبان) نے دونوں دوستوں کی تنہائی میں کہا — آپ مولوی ہیں اور یہ مشہور سید ہیں

ما بہ پرِ دانشِ تو می پریم — ما بہ فتوائے تو نانے می خوریم

ہم آپ کی عقل کے پَر سے پرواز کرتے ہیں — ہم آپ کے فتوے کے مطابق روٹی کماتے ہیں

دیں دگر شہزادہ و سلطانِ ماست — سید ست از خاندانِ مصطفیٰ ست

یہ دوسرے ہمارے شاہ اور شہزادے ہیں — سید ہیں (حضرت) مصطفیٰ کے خاندان سے ہیں

کیست آں صوفی شکم خوارِ خسیس — تا بود با چوں شما شاہاں جلیس

وہ صوفی پیٹو، کمینہ کون ہوتا ہے؟ — کہ تم جیسے شاہوں کا ہمنشین بنے

چوں بیاید مر دُرا اینجا کنید — ہفتہ بر باغ و راغ من زنید

جب آئے اُس کی روٹی دُھن دو — تم ایک ہفتہ باغ اور بَن میں رہو

باغ چہ بود جانِ من آنِ شماست — اے شما بودہ مرا چوں چشم راست

باغ کیا ہوتا ہے؟ میری جان تمہاری ملک ہے — تم تو میری داہنی آنکھ ہو

وسوسہ کرد و مرایشاں را فریفت — آہ کز یاراں نمی باید شگیفت

اُس نے (اُن میں) وسوسہ پیدا کر دیا اور اُنکو دھوکہ دیا — افسوس ہے یاروں سے صبر کرنا مناسب نہیں ہے

چوں برہ کردند صوفی را و رفت — خصم شد اندر پیش با چوبِ رفت

جب اُنھوں نے صوفی کو روانہ کر دیا اور وہ چلا گیا — دشمن اُس کے پیچھے موٹی لکڑی لے کر چلا

---

۱ صد حجت۔ زبانی دلائل سے تائل کرونگا ایک۔ اگر مار پیٹ کی نوبت آئی تو تین جنوں سے زیادہ سکونگا۔ پس لہٰذا اِن تینوں کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہیئے اور ایک ایک کر کے نبٹنا چاہیئے۔ تو پہلے اُنکو پھر فقیہ اور شریف کو تنہا تنہا کر کے تباہ کرے۔

۲ وُثاق۔ واؤ کے کسرہ کے ساتھ قید، واؤ کے پیش کے ساتھ گھر۔ گلیم۔ کمبل۔ رفاق۔ رفیق کی جمع ہے ساتھی مراد ہے۔ یعنی تنہائی میں فقیہی۔ عوام، فقیہ کے فتوے سے حلال و حرام کا فیصلہ کرتے ہیں۔ پرِ دانش۔ فقیہ عقلی دلائل قائم کرتا ہے۔

۳ دیں۔ یعنی شریف۔ خاندان۔ اہلبیت۔ شکم خوار۔ پیٹو۔ جلیس۔ ہم نشین۔ بچنید۔ یعنی اُس کو روٹی کی طمع دُھن دو۔ بعض صاحبان نے تم سمجھ کر تنبیہ کا لحاظ قلم انداز کر دیا ہے۔ راغ۔ چمن۔ زنید۔ یعنی خیمہ زنید۔ آں۔ ملکیت۔ چشم راست۔ داہنی آنکھ زیادہ محبوب ہے۔ شگیفت۔ صبر کیا۔ رہ۔ یعنی گھر کے راستہ کی جانب مخصم۔ یعنی باغبان۔ رفت۔ مؤنث۔

گفت اے سگ صوفی باشد کہ تیز
بولا اے کتے! تو ہی صوفی ہے کہ تیزی سے

اندر آئی باغِ ما تو از ستیز[1]
تو ہمارے باغ میں جبراً اندر آتا ہے

ایں جُنیدت رہ نمود و بایزید
یہ راستہ تجھے جنیدؒ اور بایزیدؒ نے دکھایا ہے؟

از کُدامیں شیخ و پیرت ایں رسید
کون سے شیخ اور پیر سے تجھے یہ پہنچا ہے؟

کو فت صوفی را چو تنہا یافتش
جب صوفی کو اکیلا پایا اُس کو پیٹ ڈالا

نیم کشتش کرد و سر بشکافتش
اُس کو ادھ موا کر دیا اور اُس کا سر پھاڑ دیا

گفت[2] صوفی آنِ من بگذشت نیک
صوفی بولا میرا وقت تو گذر گیا لیکن

اے رفیقاں پاسِ خود دارید نیک
اے دوستو! اپنا خوب خیال رکھو

مر مرا اغیار دانستید ہاں
خبردار! تم نے مجھے غیر سمجھا

نیستم اغیار تر زیں قلتباں
اس دیوث سے زیادہ میں غیر نہیں ہوں

آنچہ من خوردم شمارا خوردنی ست
جو کچھ میں نے چکھا، تمہیں بھی چکھنا ہے

ایں چنیں ضربت جزائے ہر کنی ست
اس طرح کی پٹائی ہر کمینہ کی سزا ہے

رفت بر من بر شما ہم رفتنی ست
مجھ پر جو گذری، تم پر بھی گذرنی ہے

ایں چنیں شربت شمارا خوردنی ست
اس طرح کا شربت تمہیں بھی پینا ہے

ایں[3] جہاں کوہست گفت و گوئے تو
یہ دنیا پہاڑ ہے اور تیری گفتگو

چوں صدا ہم باز آید سوئے تو
گونج کی طرح تیری طرف لوٹتی ہے

چوں ز صوفی گشت فارغ باغباں
جب باغبان صوفی سے نبٹ لیا

یک بہانہ کرد زاں پس جنسِ آں
اس کے بعد اسی طرح کا ایک بہانہ کیا

کاے شریفِ من برو سوئے رُواق
کہ اے میرے سید گھر کی جانب چلا جا

کہ ز بہرِ چاشت نخیتم من رُقاق
اس لئے کہ میں نے ناشتہ کے لئے چپاتیاں لگائی ہیں

از درِ خانہ بگو قیماز را
دروازے میں نوکر سے کہنا

تا بیارد آں رُقاق و قاز را
تاکہ وہ چپاتیاں اور قاز لے آئے

چوں برہ کردش بگفت اے تیز بیں
جب اسکو روانہ کر دیا بولا اے تیز نگاہ والے!

تو فقیہی ظاہرست این و یقیں
تو مولوی ہے یہ ظاہر اور یقینی بات ہے

اُو شریفے می کند دعویِ سَرَد
وہ سید ہونے کا بغیر دلیل دعوی کرتا ہے

مادرِ اُو را کہ داند تا چہ کرد
اُسکی ماں کے بارے میں کون جانتا ہے کہ اُس نے کیا کیا ہے!

[1] ستیز۔ لڑائی۔ جنید۔ بغداد کے مشہور بزرگ ہیں۔ بایزید۔ بایزید بسطامیؒ مشہور بزرگ ہیں۔ نیم کشتہ۔ ادھ موا۔

[2] گفت۔ صوفی نے پٹنے کے بعد فقیہ اور شریف سے کہا۔ قلتبان۔ دیوث۔ بے غیرت۔ ضربت۔ مار۔ کنی۔ کمینہ۔

[3] ایں جہاں۔ یعنی دنیا بمنزلہ پہاڑ ہے جس میں صدائے بازگشت ہوتی ہے۔ ع ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے
چاشت۔ ناشتہ کا وقت۔ رُقاق۔ چپاتیاں۔ قیماز۔ خادم۔ قاز۔ بطخ۔ دعوی سرد۔ دعوی بغیر دلیل۔

برزناں[1] و بر فعلِ زن دل می نہید — عقلِ ناقص وانگہائے اعتمید

عورت اور عورت کے فعل پر اطمینان کرتے ہو — ناقص عقل، اور پھر بھروسہ!

خویشتن را بر علیؓ و بر نبیؐ — بستہ است اندر زمانہ بس غبی

اپنے آپ کو علی رض اور نبی ص سے — وابستہ کر دیا ہے دنیا میں بہت سے بیوقوفوں نے

ہر کہ[2] باشد از زناں و زانیاں — ایں بُرد ظن در حقِ ربانیاں

جو شخص زنا، اور زانیوں کی اولاد ہو — وہ خداوالوں کے ساتھ ایسا گمان کرتا ہے

ہر کہ پُر گردد سرش از چرخہا — ہمچو خود گردندہ بیند خانہ را

جس کسی کا سر گھومنے سے چکرا جاتا ہے — وہ گھر کو اپنا جیسا چکرانے والا سمجھتا ہے

آنچہ گفت آں باغبانِ الفضول — حالِ اُو بُد دور زاولادِ رسولؐ

اُس بیکار باغبان نے جو کچھ کہا — خود اُس کا حال تھا، رسولؐ کی اولاد سے دُور

گر نہ بودے اُو نتیجہ مُرتداں — کے چنیں گفتے برائے خانداں

اگر وہ مرتدوں کا نُطفہ نہ ہوتا — خاندانِ نبوت کے لئے ایسا کب کہتا!

خواند افسونہا شنید آں رافقیہ — در پیش رفت آں ستمگارِ سفیہ

اُس نے منتر پڑھے، مولوی نے وہ سُنے — وہ احمق ظالم اُس کے تابع بن گیا

گفت[3] اے خر اندریں باغت کہ خواند — از پیمبر دُزدیت میراث ماند

بولا اے گدھے! اس باغ میں تجھے کس نے بلایا ہے — پیمبر سے ورثہ میں تجھے چوری ملی

شیر را بچہ ہمی ماند بدو — تو بہ پیغمبرؐ چہ می مانی بگو

شیر کا بچہ اُس کے مشابہ ہوتا ہے — بتا تجھ میں پیغمبرؐ کی کیا مشابہت ہے؟

با شریف آں کرد آں دوں از کجی — کہ کُند با آلِ یٰسینؐ خارجی

بجی سے اُس کمینہ نے سید کے ساتھ وہ کیا — جو خاندانِ نبوت کے ساتھ خارجی کرتا ہے

تا چہ کیں دارند دایم دیو و غول — چوں یزید و شمر با آلِ رسولؐ

دیکھو شیطان اور بھتنے کس قدر مستقل کینہ رکھتے ہیں — یزید اور شمر کی طرح رسولؐ کی اولاد کیساتھ

شد شریف از زخمِ آں ظالم خراب — با فقیہ اُو گفت با چشمِ پُر آب

سید اُس ظالم کی مار سے برباد ہوا — آنسو بھری آنکھوں سے اُس نے مولوی سے کہا

پائدار اکنوں کہ ماندی فرد و کم — چوں دُہل شو زخم می خور بر شکم

ٹھہر! اب جبکہ تو اکیلا اور کم رہ گیا — ڈھول بن جا، پیٹ پر مار کھا

---

[1] برزناں۔ نسب کا معاملہ عورت کے قول و فعل پر مبنی ہے۔ اعتمید۔ اعتماد فرمودہ۔ یعنی اس زمانہ میں بہت سے بے وقوف اپنے آپ کو آنحضورؐ اور حضرت علیؓ کی اولاد بتاتے ہیں۔

[2] ہر کہ۔ چونکہ گذشتہ شعر میں سید کے لئے باغبان کے نامناسب قول کا ذکر تھا اس لئے مولانا اظہار کرتے ہیں کہ دوسروں کو حرامی کہنا خود حرامی ہونے کی دلیل ہے۔ ربانیاں۔ یعنی اہل بیت۔ ہر کہ۔ جیسے خود چکرانے والے کو گھر چکراتا نظر آتا ہے اسی طرح حرامی کو دوسرے حرامی نظر آتے ہیں۔ نتیجہ۔ یعنی اولاد و نطفہ۔ مرتد۔ دین سے منحرف ہو جانے والا۔ خاندان۔ یعنی اہل بیت۔ ستمگار۔ یعنی باغبان۔ سفیہ۔ بے وقوف۔

[3] گفت۔ یعنی باغبان نے شریف سے کہا۔ میراث چوری کی۔ وہ ایک رسول تھا۔ آئی۔ مانند ہستی۔ یٰسین۔ بعض مفسرین نے اس کو آنحضورؐ کا نام قرار دیا ہے۔ خارجی۔ وہ لوگ تھے جو حضرت علیؓ سے منحرف ہو کر اُن کی تکفیر کرنے لگے تھے۔ یزید ابن معاویہ۔ اسی کے دورِ حکومت میں حضرت امام حسینؓ کو کربلا میں شہید کیا گیا۔ شمر۔ وہ بدنصیب جو حضرت امام حسینؓ کا قاتل تھا۔ پائدار۔ ٹھہر۔ فرد۔ تنہا۔ دُہل۔ ڈھول۔

گر شریف و لایق و ہمدم نیم
میں اگر سید اور لائق اور ساتھی نہیں ہوں

از چنیں ظالم[1] ترا من کم نیم
تیرے لئے اس ظالم سے کم نہیں ہوں

مر مرا دادی بدیں صاحب غرض
تو نے مجھے اس خود غرض کے سپرد کر دیا

احمقی کردی ترا بئس العوض[2]
تو نے بیوقوفی کی، تیرے لئے برا بدلہ ہے

شد ازو فارغ بیامد کای فقیہ
وہ اس سے نبٹا، آیا کہ او مولوی!

چہ فقیہی اے تو ننگ ہر سفیہ
تو کیا مولوی ہے، تو تو ہر احمق کے لئے ننگ ہے

فتویت اینست اے ببریدہ دست
اے ہتھ کٹے! تیرا یہ فتویٰ ہے

کاندر آئی و نگوئی امر ہست
کہ اندر آجائے اور نہ کہے کہ اجازت ہے

ایں چنیں رخصت نخواندی در وسیط
اس طرح کا جواز تو نے وسیط میں پڑھا ہے

یا بدست ایں مسئلہ اندر محیط[1]
یا یہ مسئلہ محیط میں ہے

ایں بگفت و دست بر وے برگشاد
یہ کہا اور اس پر ہاتھ چھوڑ دیا

دست او کین دلش را داد داد
اس کے ہاتھ نے دل کے کینہ کی خوب داد دی

گفت حقست بزن دستت برید
اس نے کہا تجھے حق ہے، مار تیرا ہاتھ کٹ گیا

ایں سزائے آنکہ از یاراں برید
یہی اس کی سزا ہے جو دوستوں سے کٹا

من سزاوارم باین و صد چنیں
میں اس اور اس جیسی سینکڑوں کا مستحق ہوں

تا چرا ببریدم از یاراں بکیں
کینہ میں دوستوں سے کیوں کٹا!

گوش کردم آں ہمہ افسوس[2] تو
تیری سب ملامت میں نے سنی

میزنم بر سر کہ شد ناموس تو
سر پیٹتا ہوں کہ تیری عزت گئی[3]

زد ورا القصہ بسیار و بخست
قصہ مختصر اس کو بہت مارا اور چور کر دیا

کرد بیرونش ز باغ و در ببست
اس کو باغ سے نکالا اور دروازہ بند کر دیا

ہر کہ تنہا ماند از یاران خود
جو اپنے دوستوں سے الگ رہ گیا

ایں چنیں آید مر او را جملہ بد
اس طرح کی سب خرابیاں اس پر آتی ہیں

ایں عیادت از برا ایں صلہ ست
یہ بیمار پرسی اس تعلق کے لئے ہے

ویں صلہ از صد محبت حاملہ ست
اور یہ تعلق سینکڑوں محبتوں کا حامل ہے

رجعت بقصۂ مریض و عیادت رفتن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مریض اور آنحضورؐ کے مریض پرسی کے لئے جانے کے قصہ کی طرف رجوع

[1] ظالم۔ یعنی باغبان۔ بئس العوض۔ برا بدلہ۔ فتویت۔ فتوائے تو۔ امر بحکم اجازت۔ وسیط۔ امام غزالی کی مشہور کتاب ہے۔ محیط۔ حنفی فقہ کی مشہور کتاب ہے۔

[2] افسوس۔ ملامت۔ ناموس۔ عزت۔

[3] ہر کہ۔ جمع اور جماعت سے علیحدگی کا یہی انجام ہوتا ہے۔ ایں عیادت۔ عیادت سے۔ جماعتی زندگی بنتی ہے۔

در عیادت شد رسول بے ندید[1]
(بغیر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بیمار پرسی کیلئے روانہ ہوئے)

آں صحابی را بحالِ نزع دید
اُن صحابی کو نزع کی حالت میں دیکھا

چوں شدی دُور از حضورِ اولیا
جب تو اولیا کے پاس حاضری سے دُور ہوگیا

در حقیقت گشتۂ دُور از خدا
حقیقتاً تو خدا سے دُور ہو گیا ہے

چوں نتیجہ ہجر ہمراہاں غم ست
جبکہ ساتھیوں کی جدائی کا نتیجہ غم ہے

کے فراقِ روئے شاہاں زاں کم ست
شاہوں کے حضور سے جدائی اس سے کب کم ہے

سایۂ شاہاں طلب ہر دم شتاب
شاہوں کا سایہ طلب کر اور ہر وقت دوڑتا رہ

تا شوی زاں سایہ بہتر زآفتاب
تاکہ تو اُس سایہ کی وجہ سے سورج سے بہتر ہو جائے

رُو بخُسبِ اندر پناہے مُقبلے[2]
کسی با اقبال کی پناہ میں جا پڑ

بُوکہ آزادت کُند صاحبدلے
شاید کوئی صاحب دل تجھے آزادی دیدے

گر سفر داری بدیں نیت برو
اگر سفر کرنا ہے اس نیت سے جا

ور حضر باشد ازیں غافل مشو
اگر اقامت ہو (تو بھی) اس سے غافل نہ ہو

در بدر می گرد و میرو کو بکو
در بدر پھر، کوچہ بکوچہ جا

جُستجو کن جُستجو کن جُستجو
تلاش کر، تلاش کر، تلاش

تا توانی زاولیاء بر متاب
جب تک ہو سکے اولیا سے مُنہ نہ موڑ

جہد کُن وَاللّٰہُ اَعلَم بالصَّواب
کوشش کر، اور اللہ زیادہ جانتا ہے

گفتن شیخے مُر بایزیدؒ[3] را کہ کعبہ منم گردِ من طواف کُن
ایک شیخ کا بایزیدؒ سے کہنا کہ میں کعبہ ہوں تو میرا طواف کرے

سوئے مکّہ شیخ اُمّت بایزیدؒ
اُمّت کے شیخ بایزیدؒ مکہ کی جانب

از برائے حج و عمرہ می دوید
حج اور عمرہ کے لئے جا رہے تھے

او بہر شہر یکہ رفتے از نخست
وہ جس شہر میں جاتے ابتداءً

مر عزیزاں را بگردے باز جُست
عاصیانِ خدا کی تلاش کرتے

گرد می گشتے کہ اندر شہر کیست
چکر کاٹتے کہ شہر میں کون ہے

کو بر ارکانِ بصیرت مُتکی ست
جو طریقت کے ستونوں پر ٹیک لگائے ہو؟

گفت حق اندر سفر ہر جا روی
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جس جگہ تو سفر میں جائے

باید اوّل طالبِ مردے شوی
یہ چاہیئے کہ ابتداءً تو مردِ (حق آگاہ) کا طالب بنے

---

[1] نَدید۔ مثال، نظیر، نزع۔ جانکنی۔ چوں شوی۔ مولانا ایک کے قصہ کو پورا کرنا چاہتے تھے مگر اولیاء کی صحبت کی ترغیب کے بیان نے موقع نا کو وہ پورا نہ کرنے دیا اور پھر صحبتِ اولیاء کی بات شروع کر دی۔ چوں نتیجہ۔ اگر اہل اللہ سے دوری قربِ حق سے محرومی کا سبب نہ بھی ہو تو جدائی کا غم ہی کیا کم ہے۔ بہتر زآفتاب۔ سورج تو ظاہری انوار پہنچاتا ہے اولیاء کے فیض سے باطنی نور حاصل ہوتا ہے۔

[2] مُقبلے۔ یعنی ولی اللہ۔ صاحبدل۔ ولی اللہ اُس کی صحبت خواہشاتِ نفسانی سے آزاد کر دیتی ہے۔ گر۔ انسان سفر میں ہو یا حضر میں ہر حالت میں اولیاء اللہ کی صحبت کی جستجو کرے۔

[3] بایزیدؒ۔ بسطامی مشہور ولی گزرے ہیں۔ عزیزاں۔ اولیاء اللہ۔ ارکان بصیرت۔ یعنی خراسانِ طریقت۔ مُتکی۔ ٹیک لگانیوالا۔ گفت حق۔ یعنی اللہ نے بایزیدؒ کے دل میں الہام فرمایا۔ مرد۔ یعنی ولی اللہ۔

قصدِ[1] گنجے کُن کہ ایں سُود و زیاں
خزانہ کا ارادہ کر، کیونکہ یہ نفع و نقصان

در تبع آید تو آں را فرع داں
تبعاً حاصل ہو جائے گا اُس کو تو فرع سمجھ

ہر کہ کارد قصدِ گندم باشدش
جو بوتا ہے اُس کا قصد گیہوں کا ہوتا ہے

کاہ خود اندر تبع می آیدش
بھوسا تبعاً اُس کو حاصل ہو جاتا ہے

گر بکاری جو نیاید گندمے
تو اگر جو بوئے گا گیہوں نہ اُگے گا

مُردمے جو مُردمے جو مُردمے
کسی مردِ (حق) کی تلاش کر کسی مردِ (حق) کی تلاش کر کسی مردِ (حق) کی تلاش کر

قصدِ کعبہ کُن چو وقتِ حج بود
جب حج کا زمانہ ہو کعبہ کا قصد کر

چونکہ[2] رفتی مکہ ہم دیدہ شود
جب تو پہنچے گا مکہ بھی دیکھ لیا جائے گا

قصد در معراج دیدِ دوست بود
معراج میں دوست کے دیدار کا قصد تھا

در تبع عرش و ملائک ہم نمود
تبعاً عرش اور فرشتے بھی دکھائی دیئے

سیّدُ[3] الاعمال بالنیات گفت
سیّد المرسلین نے فرمایا اعمال نیتوں سے ہیں

نیتِ خیرت بسے گلہا شگفت
تیری اچھی نیت سے بہت سے پھول کھلے ہیں

نیتِ مُومن بود بہ از عمل
مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے

ایں چنیں فرمود سُلطانِ دُوَل
سلطنتوں کے بادشاہ نے اِسی طرح فرمایا ہے

حکایت[4] خانہ ساختنِ مُریدے و امتحانِ پیر مُرید را

ایک مرید کا مکان بنانے اور پیر کا مُرید کے امتحان لینے کا قصہ

خانۂ نو ساخت روزے یک مُرید
ایک مُرید نے ایک وقت نیا گھر بنایا

پیر آمد خانۂ اُو را بدید
پیر آیا، اُس نے اُس کے گھر کو دیکھا

گفت شیخ آں نو مریدِ خویش را
شیخ نے اپنے اِس نئے مرید سے فرمایا

امتحاں کرد آں نکو اندیش را
اُس خیر اندیش کا اِمتحان لیا

روزن از بہرِ چہ کردی اے رفیق
اے دوست! تو نے روشندان کس لئے بنایا ہے

گفت تا نور اندر آید زیں طریق
اُس نے کہا تاکہ اِس راستہ سے روشنی اندر آئے

گفت آں فرع ست این با ید نیاز
فرمایا یہ تو فرع ہے یہ طاعت کیلئے ہونا چاہیئے

تا ازیں رہ بشنوی بانگِ نماز
تاکہ تو اِس راستہ سے اذان سُنے

نور خود اندر تبع می آیدت
روشنی تبعاً خود تیرے پاس اندر آئے گی

نیتت آں اکُن کہ آں می بایدت
اِسکی نیت کر جسکی نیت کرنی چاہیئے

---

[1] قصدِ گنج۔ یعنی سفر کا اصل مقصد کسی ولی اللہ کی زیارت کو بنا لو اور سفر کے دوسرے منافع تبعاً حاصل کر لو اور انکو فرع سمجھو۔ ہر کہ جس طرح کاشتکار کا اصل مقصد گیہوں ہے بھوسا ضمناً حاصل ہو جاتا ہے قصدِ کعبہ حج کا مقصد اصلی کعبہ کی زیارت ہے مکہ شہر کی تبعاً زیارت ہو جاتی ہے۔ واقعہ معراج آنحضورؐ کا مقصد معراج میں دیدارِ باری تھا عرش و ملائک کا دیدار تبعاً حاصل ہو گیا۔

[2] حدیث۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی اعمال کا مدار نیتوں پر ہے جیسی نیت ہو گی ویسا ہی اُس عمل کا نتیجہ ہو گا۔ نیت۔ حدیث شریف ہے نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ وَعَمَلُ الْمُنَافِقِ خَیْرٌ مِّنْ نِیَّتِہٖ یعنی مومن کی نیت عمل سے بھی بہتر ہوتی ہے اور منافق کا عمل نیت سے بہتر ہوتا ہے یعنی منافق جو عمل کرتا ہے اُس میں فاسد نیت ہوتی ہے۔

[3] حکایت۔ اِس حکایت کا منشا یہ ہے کہ عمل میں اصلی مقصد کی نیت کرنی چاہیئے اور اُسی مقصد خود حاصل ہو جائیگا۔ تو جو یہ مرید ابھی شیخ کی تعلیمات سے پورا استفید نہیں ہوا تھا تو اِس روشندان بنانے میں بہتر ہے کہ اُس کا مقصد ذکر اللہ اور اذان کی آمد کو قرار دے روشنی روشندان سے خود حاصل ہو ہی جائیگی۔

L23

بایزیدؒ اندر سفر جُستے بسے
بایزیدؒ نے سفر میں بہت تلاش کیا

تا بیابد خضرِ وقتِ خود کسے
تاکہ کسی اپنے وقت کے خضر کو پالے

دید پیرے با قدے ہمچو[1] ہلال
ایک بوڑھے ہلال جیسے قد والے کو دیکھا

یافت در وے فرّ و گفتارِ رجال
اُسمیں مردانِ (حق آگاہ) کی شان اور گفتگو پائی

دیدۂ نابینا و دل چوں آفتاب
آنکھوں سے نابینا، اور دل سورج کی طرح

ہمچو فیلے دیدہ ہندستان بخواب
اُس ہاتھی کی طرح جس نے ہندستان کو خواب میں

چشم[2] بستہ خفتہ بیند صد طرب
آنکھیں بند کئے ہوئے سوتا ہوا سو مستیاں دیکھتا ہو

چوں کشاید آں نہ بیند اے عجب
جب (آنکھ) کھولتا ہے تو جب سے وہ کچھ نہیں دیکھتا

بس عجب در خواب روشن می شود
خواب میں بہت سے عجائب دیکھتا ہے

دل درونِ خواب روزن می شود
نیند میں دل روشندان بن جاتا ہے

آنکہ بیدار ست و بیند خوابِ خوش
جو بیدار ہے اور اچھی خواب دیکھتا ہے

عارفست او خاک او در دیدہ کش
وہ عارف باللہ ہے اُسکی خاک قسم (آنکھوں میں لگا

بایزیدؒ او را چو از اقطاب یافت
اُن کو بایزیدؒ نے جب قطبوں میں سے پایا

مسکنت بنمود و در خدمت شتافت
انکساری دکھائی، اور اُن کی خدمت میں دوڑے

پیش او بنشست و می پرسید حال
اُن کے سامنے بیٹھے اور احوال دریافت کئے

یافتش[3] درویش و ہم صاحب عیال
اُن کو نادار، اور عیالدار پایا

گفت عزمِ تو کجا اے بایزیدؒ
اُنھوں نے کہا، اے بایزیدؒ تیرا کہاں کا ارادہ ہے؟

رختِ غربت را کجا خواہی کشید
سامانِ سفر کہاں لے جائے گا؟

گفت عزمِ کعبہ دارم از دلہ
(بایزیدؒ) نے کہا شوق کیوجہ سے کعبہ کا قصد ہے

گفت ہیں با خود چہ داری زادِ رہ
فرمایا اچھا راستہ کا خرچہ کتنا رکھتا ہے؟

گفت دارم از درم تقرہ دویست
کہا چاندی کے دوسو درہم رکھتا ہوں

نیک بسته سخت بر گوشہ ردیست
یہ چادر کے کونے میں مضبوط بندھے ہوئے ہیں

گفت طوفی کن بگردم ہفت بار
اُنھوں نے فرمایا میرے گرد سات بار طواف کرلے

وین نکوتر از طوافِ حج شمار
اور اُس کو حج کے طواف سے بہتر سمجھ

واں دو رہلہ پیشِ من نہ اے جواد
اے سخی! اور وہ درہم میرے سامنے رکھدے

داں کہ حج کردی و شد حاصل مراد
سمجھ لے کہ تو نے حج کرلیا اور مقصد پورا ہوگیا

[1] ہمچو ہلال۔ وہ شیخ بڑھاپے کی وجہ سے خمیدہ کمر تھے چاند یعنی اولیاء اللہ۔ دیدۂ نابینا۔ یعنی وہ شیخ دل کی آنکھوں سے عالم ملکوت کی سیر کرکے سرور تھے جس طرح ہاتھی جو ہندوستان کا جانور ہے غیر ملک میں جاکر جب ہندوستان کو خواب میں دیکھتا ہے تو مسرور ہوتا ہے۔

[2] چشم بستہ۔ اولیاء اللہ آنکھیں بند کرکے جب عالم ملکوت کی سیر کرتے ہیں تو انکو عجائب قدرت نظر آتے ہیں جو آنکھیں کھولنے پر نظر نہیں آتے۔ درونِ خواب۔ یعنی جب آنکھیں بند ہوتی ہیں تو دل عالم ملکوت کا روشندان بنجاتا ہے۔ آنکھ۔ اولیاء اللہ بیداری میں آنکھیں بند کرکے وہ حسین منظر دیکھتے ہیں جو عام انسان کو خواب میں نظر آجایا کرتے ہیں۔

[3] یافتش۔ وہ شیخ تنگدست تھے اور عیالداری بہت تھی۔ دلہ۔ عشق، شوق۔ رہلہ۔ رداست۔ طوفی کن۔ شیخ کا بایزیدؒ کو اپنے طواف کا حکم دینا غلبۂ حال میں تھا ورنہ طواف بنظر عبادت کعبہ کے علاوہ جائز نہیں ہے بلکہ تر آنحج۔ بایزیدؒ کا نفلی حج ہوگا اس لئے یہ فرمایا ایسی صورت میں حج سے بہتر حاجتمند اولیاء پر روپیہ صرف کردینا ہے۔ حج کردی۔ کیونکہ اس صورت میں حج نے بھی زیادہ ثواب ملیگا۔

624

عمرہ کردی عمرِ باقی[1] یافتی
تو نے عمرہ کر لیا اور باقی رہنے والی زندگی حاصل کر لی

صاف گشتی بر صفا بشتافتی
تو پاک ہو گیا (کوہ) صفا پر (ابھی) دوڑ لیا

حق آں حقے کہ جانت دیدہ است
اُس خدا کی قسم جس کو تیری روح نے دیکھا ہے

کہ مرا بر بیتِ خود برگزیدہ است
کہ اُس نے اپنے گھر پر مجھے فضیلت بخشی ہے

کعبہ[2] ہر چند کہ خانہ برِ اُوست
ہر چند کہ کعبہ اُس کی عبادت کا گھر ہے

خلقت من نیز خانہ سرِ اُوست
میرا وجود بھی اُس کے اسرار کا گھر ہے

تا بگرد آں خانہ را درے نرفت
جب سے اُس نے وہ گھر بنایا ہے اُس میں نہیں گیا ہے

واندریں خانہ بجز آں حی نرفت
اور اِس گھر میں اُس حی (و قیوم) کے علاوہ کوئی نہیں گیا ہے

چوں مرا دیدی خدا را دیدۂ
جب تو نے مجھے دیکھا تو گویا خدا کو دیکھا ہے

گرد کعبہ صدق برگردیدۂ
سچائی کے کعبہ کے گرد تو نے طواف کیا ہے

خدمتِ من طاعت و حمدِ خداست
میری خدمت اللہ (تعالیٰ) کی عبادت اور حمد ہے

تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
خبردار! ابھی نہ سمجھنا کہ اللہ (تعالیٰ) مجھ سے جدا ہے

چشم نیکو باز کن در من نگر
اچھی طرح آنکھ کھول، مجھے دیکھ

تا بہ بینی نورِ حق اندر بشر
تاکہ تو بشر میں اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھے

بایزید[3] اکعبہ را دریافتی
اے بایزیدؒ! تو نے کعبہ پا لیا

صد بہار و عزّ و صد فریافتی
سینکڑوں رونقیں اور عزتیں سینکڑوں شان و شوکت پا لی ہیں

کعبہ را یکبار "بَنیتی" گفت یار
دوست (اللہ تعالیٰ) نے کعبہ کو ایکبار "میرا گھر" کہا ہے

گفت "یا عَبدی" مرا ہفتاد بار
مجھے ستر بار "اے میرے بندے" کہا ہے

بایزیدؒ آں نکتہا را ہوش داشت
(حضرت) بایزید رحؒ نے اُن نکتوں کو یاد کر لیا

ہمچو زرّیں حلقہ اش در گوش داشت
سونے کے بالے کی طرح اُن کو کان میں پہنا

آمد از وے بایزیدؒ اندر مزید
اُن سے بایزید رحؒ ہر شہود تری میں پہنچے

منتہی در منتہی آخر رسید
کمال (در مزید) مرتبۂ کمال میں پہنچے

دانستن پیمبر کہ سبب رنجوری آں شخص گستاخی بودہ است در دعا

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جان لینا کہ اُس شخص کی بیماری کا سبب (دعا میں) گستاخی تھی

چوں پیمبر دید آں بیمار را
جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُس بیمار کو دیکھا

خوش نوازش کرد یارِ غار را
سچے دوست پر اچھی نوازش کی

---

[1] عمرِ باقی۔ ابدی زندگی۔ صفا۔ کوہ صفا پر سعی کرنے سے باطنی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ مومن تجھ سے افضل ہے

[2] کعبہ۔ یعنی عبادت خانہ ہے۔ خانہ سِر۔ یعنی اسرارِ الٰہی کا مخزن ہے۔ تا بگرد۔ یعنی حضرت حق جل مجدہٗ کو جو تعلق قلبِ مومن سے ہے وہ تعلق کعبہ سے نہیں ہے اسی لئے قلبِ مومن تجلیاتِ باری کا زیادہ مظہر ہے۔ چوں درا۔ احترام کی وجہ سے اہل اللہ کی زیارت گویا خدا کی زیارت ہے۔

[3] بایزید۔ یعنی میری زیارت کعبہ کی زیارت ہے۔ کعبہ۔ قرآن میں مذکور ہے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کو خطاب کر کے فرمایا گیا۔ "طَھِّرَا بَیْتِیَ" تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو۔ یا عَبْدِیْ۔ مومن جب بھی سورہ فاتحہ پڑھتا ہے اور اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ میں سیدھے راستہ کی ہدایت فرماتے پر پہنچتا ہے تو حضرت حق کی جانب سے کہا جاتا ہے۔ لِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ۔ میرے بندے کیلئے ہے جو اس نے مانگا۔ آمد۔ اِس گفتگو سے حضرت بایزیدؒ کے مقامات بڑھے پہلے بھی ولایت کا کمال حاصل تھا اِس گفتگو سے مزید کمال حاصل ہوا۔ یارِ غار۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ چونکہ غارِ ثور میں ہجرت کے وقت آنحضورؐ کے ساتھ تھے، سچا دوست۔

زندہ[1] شد چوں اُو پیمبر را بدید — گوئی آں دم حق مرا اُورا آفرید

جب اُس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اِس سے

گفت بیماری مرا ایں بخت داد — کامداں سلطان بر من بامداد

اُس نے کہا بیماری نے مجھے یہ نصیب دیا کہ صبح صبح یہ شاہ میرے پاس آئے

تا مرا صحت رسید و عافیت — از قدوم ایں شہ پُر خاصیت

یہاں تک کہ مجھے صحت اور آرام حاصل ہوگیا اِس پُر خاصیت شاہ کی تشریف آوری سے

اے خجستہ رنج و بیماری و تب — اے مبارک دَرد و بیداری شب

مبارک ہے مرض، اور بیماری اور بخار مبارک ہے درد اور یہ رات کا جاگنا

نیک مرا در پیری از لُطف و کرم — حق چنیں رنجوری داد و سَقَم

یہ کہ لُطف و کرم سے بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ نے ایسی بیماری اور مرض عنایت کیا

دردِ پشتم داد تا من ہم ز خواب — بر جہم بر نیم شب لائد شتاب

کمر میں درد عطا کیا تاکہ میں نیند سے لامحالہ جلدی سے آدھی رات کو اُٹھ بیٹھوں

تا نہ خسپم جملہ شب چوں گاؤمیش — دردہا بخشید حق از لُطف خویش

تاکہ تمام رات بھینس کی طرح نہ سوؤں اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ایسے درد عطا کئے

زیں[2] شکست آں رحم شاہاں جوش کرد — دوزخ از تہدیدِ من خاموش کرد

اِس شکستگی کی وجہ سے شاہ کا وہ رحم جوش میں آگیا کہ دوزخ کو میرے ڈرانے سے چُپ کردیا

رنج گنج آمد کہ رحمتہا در وست — مغز تازہ شد چو بخراشید پوست

مرض خزانہ بنا کیونکہ اُس میں رحمتیں ہیں جب چھلکا چھیلا تو تازہ مغز نکل آیا

اے برادر موضعِ تاریک و سرد — صبر کردن بر غم و سُستی و درد

اے بھائی تاریک اور سرد مقام میں غم اور سُستی اور درد پر صبر کرنا

چشمۂ حیوان و جامِ مستی است — کاں بلندیہا[3] ہمہ در پستی است

آبِ حیات کا چشمہ اور مستی کا جام ہے اِس لئے کہ تمام بلندیاں پستی میں منضم ہیں

آں بہاراں منضمست اندر خزاں — بر مبر ہا رست ایں خزاں مگریز از آں

بہاریں خزاں میں پوشیدہ ہیں یہ خزاں پُر بہار ہے اُس سے گریز نہ کر

ہمرہِ غم باش و با وحشت بساز — می طلب در مرگ خود عمرِ دراز

غم کا ساتھی بن اور وحشت سے نباہ اپنی موت میں دراز زندگی تلاش کر

---

[1] زندہ۔ یعنی اُن صحابی کو از سرِ نو زندگی ملی ہے سلطاں۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ بامداد۔ صبح کا وقت۔ پُر خاصیت۔ بعض نسخوں میں بے عاشیت۔ یعنی بے خادموں کے شہنشاہ۔ خجستہ۔ وہ بیماری جو رحمتوں کا سبب بنے مبارک ہے۔ نیک۔ یہ بیماری عبادتوں کا سبب بن گئی، اور درد کی وجہ سے لامحالہ رات کو اُٹھ بیٹھتا ہوں اور تہجد پڑھتا ہوں۔

[2] زیں شکست۔ بیماری کے مبارک ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے دوزخ کے عذاب سے نجات مل گئی۔ مغز۔ بیماری غفلت کے پردے چاک کردیتی ہے اور روح تازہ ہوجاتی ہے۔ اے برادر۔ مرض کی تکلیف پر صبر کرنا رحمتوں کا سبب ہے۔

[3] بلندیہا۔ مراتب کی بلندیاں مصائب کی پستیوں میں پوشیدہ ہیں۔ غم و وحشت پر صبر کرنے سے ابدی زندگی حاصل ہوگی۔

آنچہ گوید نفسِ[1] تو کاینجا بدست — مشنوش چوں کارِ او ضد آمدست

تیرا نفس کچھ بھی کہے کہ یہاں برائی ہے — اس کی نہ سن کیونکہ اس کا کام بالعکس ہے

تو خلافش کُن کہ از پیغمبراں — ایں چنیں آمد وصیت در جہاں

تو اس کے خلاف کر کیونکہ پیغمبروں کی جانب سے — دنیا میں وصیت اسی طرح آئی ہے

مشورت[2] در کارہا واجب شود — تا پشیمانی در آخر کم بود

کاموں میں مشورہ ضروری ہے — تاکہ انجام کار پشیمانی نہ ہو

حیلہا کردند بسیار انبیا — تا کہ گرداں شد بریں سنگ آسیا

پیغمبروں نے بہت سی تدبیریں کی ہیں — تب اس پاٹ پر چکی چلی ہے

نفس می خواہد کہ تا ویراں کُند — خلق را گمراہ و سرگرداں کُند

نفس چاہتا ہے کہ تباہ کر دے — مخلوق کو گمراہ اور پریشان کر دے

گفت اُمت مشورت با کہ کنیم — انبیاء گفتند با عقلِ سلیم

اُمت نے دریافت کیا ہم کس سے مشورہ کریں؟ — انبیاء نے فرمایا رہبر کی عقل سے

گفت اگر کودک درآید یا زنے — کو ندارد عقل و رایِ روشنے

دریافت کیا اگر بچہ یا عورت سامنے آئے — جس میں عقل اور روشن رائے نہیں ہے

گفت با او مشورت کُن و انچہ گفت — تو خلافِ آں کُن و در راہ افت

فرمایا اس سے مشورہ کر اور جو وہ کہے — تو اس کے خلاف کر، اور چل پڑ

نفسِ[3] خود را زن شناس از زن بتر — زانکہ زن جزوست نفست کُل شر

اپنے نفس کو عورت سمجھ، عورت سے (بھی) بدتر — اس لئے کہ عورت جزو ہے اور تیرا نفس پورا شر ہے

مشورت با نفسِ خود گر می کُنی — ہر چہ گوید کُن خلافِ آں دَنی

اگر تو اپنے نفس سے مشورہ کرے — جو وہ کہے اس کمینہ کے خلاف کر

گر نماز و روزہ می فرمایدت — نفسِ مکار است مکرے زایدت

اگر وہ تجھے نماز اور روزہ کا حکم دے — نفس مکار ہے، تجھ سے کوئی مکر کر رہا ہے

مشورت با نفسِ خویش اندر فعال — ہر چہ گوید عکسِ آں باشد کمال

کاموں میں اپنے نفس سے مشورہ (کر سکتے ہیں) — وہ جو کچھ کہے اسکے بالعکس (کرنا) کمال ہے

بر نیائی باوے و استیز او — رو بر یارے بگیر آمیز او

(اگر) اس سے اور اس کی لڑائی میں نہ جیتے — کسی یار کے پاس جا اس سے میل جول کر

---

[1] نفس: نفسِ امارہ ہمیشہ برائی کی طرف راغب کرتا ہے اس کے مشورے کے خلاف عمل کرو۔ خلافش کُن: نفسِ امارہ کے خلاف کرنے کی تمام انبیاء نے وصیت و نصیحت کی ہے۔

[2] مشورت: بیشک شرعی طور پر مشورہ کرنے کا حکم ہے مشورے سے انجام کی پشیمانی سے نجات ملتی ہے لیکن نفس سے مشورہ مناسب نہیں ہے۔ حیلہا: انبیاء اور رسولوں کی تدبیروں سے لوگ ہدایت پا گئے ہیں۔ نفس: نفسِ امارہ راہ ہدایت کے خلاف مشورہ دے کر برباد کرنا چاہتا ہے۔ گفت: مشورہ عقلِ سلیم والے سے کرنا چاہیئے۔ انیم: الہام کا ہالہ ہے۔ گفت: شرعی حکم ہے کہ بچہ اور عورت کا مشورہ قابلِ قبول نہیں ہے۔

[3] نفسِ خود: عورت کا مشورہ جبکہ ناقابلِ قبول ہے تو نفس کا اس سے بھی زیادہ ناقابلِ قبول ہونا چاہیئے۔ دنی: کمینہ۔ مکر: ممکن ہے کہ اس کا مقصد یہ ہو کہ تو سمجھ لے کہ نفس اب مطمئنہ ہو گیا ہے اور عبادات کو ترک کر دے۔ برنیائی: اگر انسان خود نفس کا مقابلہ نہ کر سکے تو شیخ کی مدد حاصل کرے۔

عقل[1] قوت گیرد از عقلِ دگر
عقل، دوسری عقل سے طاقت حاصل کرلیتی ہے

نیشکر کامل شود از نیشکر
نیشکر، نیشکر سے کامل ہوتی ہے

من ز مکر نفس دیدم چیزہا
میں نے نفس کے مکر سے بہت سی باتیں دیکھی ہیں

کو بُرد از مکر خود تمییزہا
وہ اپنے مکر کے ذریعہ اچھے بُرے کی تمیز ختم کردیتا ہے

وعدہا بدہد ترا تازہ بدست
تیرے ہاتھ میں تازہ تازہ وعدے دیتا ہے

کو ہزاراں بار آنہا را شکست
جن کو اس نے ہزاروں بار توڑا ہے

عمر[2] اگر صد سال خود مہلت دہد
عمر اگر سو سال کی بھی فرصت دے

اُوت ہر روزے بہانہ نو نہد
وہ تجھے ہر روز نیا بہانہ سکھائے گا

گرم گوید وعدہائے سرد را
غلط وعدوں کو درست بتائے گا

جادوے مردی بہ بندد مرد را
قوتِ مردی کا جادو مردی کو ختم کردیتا ہے

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا
اے ضیاء الحق حسام الدین! آجا

کہ نہ روید بے تو از شورہ گیا
کہ تیرے شور زمین سے گھاس نہیں اگتی

از فلک آویختہ شد پردۂ
آسمان سے ایک پردہ لٹکا دیا گیا ہے

از پئے نفرین دل آزردۂ
دردمند دل کی ملامت کے لئے

ایں[3] قضا را ہم قضا داند علاج
اس تقدیر کا علاج بھی تقدیر ہی جانتی ہے

غفل خلقاں از قضا کج ست و کاج
تقدیر کے معاملہ میں مخلوق کی عقل پراگندہ اور بھینگی ہے

اژدہا گشت ست آں مارِ سیاہ
وہ کالا سانپ اژدہا بن گیا

آنکہ کرمے بود افتادہ براہ
جو راستہ میں پڑا ہوا ایک کیڑا تھا

اژدہا و مار اندر دستِ تو
تیرے ہاتھ میں اژدہا اور سانپ

شد عصا اے جانِ موسیٰ مست تو
لاٹھی بنگیا اے وہ کہ (حضرت) موسیٰ کی جان تجھ سے مست ہے

محکم خذہا لا تخف دادت خدا
خدا نے تجھے "اس کو پکڑ لے اور ڈر" کا حکم دیا ہے

تا بدستت اژدہا گردد عصا
تاکہ تیرے ہاتھ میں اژدہا لاٹھی بن جائے

ہیں ید بیضا نما اے بادشاہ
ہاں، اے بادشاہ ید بیضا دکھا دے

صبح نو بکشاز شبہائے سیاہ
کالی راتوں میں سے نئی صبح نمودار کردے

---

[1] عقل مرید کی عقل شیخ کی عقل کے ساتھ مل کر قوی ہوجائیگی نے شکر۔ گنا اگر کسی اور کھیتی میں بویا جائے تو اچھا نہ ہوگا بعض فنون میں پیشہ گر ہے یعنی عام پیشوں میں بھی استاد سے ہی کمال حاصل ہوتا ہے۔ تمییز نفس اچھے بُرے کی تمیز ختم کردیتا ہے۔

[2] عمر۔ انسان کی طویل عمر میں بھی نفس ہر روز ایک بہانہ نیکی نہ کرنے کا تراشتا دیتا ہے۔ وعدہائے سرد پرانے وعدے جو پورے نہیں ہوئے ہیں۔ جادو مشہور ہے کہ جادو کے ذریعہ مرد کو عورت سے باندھ دیا جاتا ہے پھر وہ مرد عورت کے قابل نہیں رہتا۔ یعنی نفس ایسا جادو کردیتا ہے کہ نیکی پر قدرت نہیں رہتی — از شورہ۔ شوریلی زمین میں گھاس اگانا بہت مشکل ہے لہٰذا ہر مشکل کام کے لئے یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔ از فلک۔ نفس کی مکاری کا ایک پردہ ہے جو آسمان سے آویزاں ہے تاکہ ملامت کا مستحق بنے۔

[3] ایں قضا۔ نفس کی مکاری بھی قضاء خداوندی سے ہیں تو قضاء خداوندی ہی اس کا علاج کرسکتی ہے انسانی عقل اس کے علاج سے عاجز ہے۔ کج۔ پراگندہ و پریشان۔ کاج۔ بھینگا۔ اژدہا۔ نفس ایک معمولی کیڑا تھا سانپ بنا، سانپ سے اژدہا بن گیا۔

دست تو۔ یعنی ضیاء الحق حسام الدین کو اللہ نے وہ روحانیت دی ہے جسکے ذریعہ وہ نفس کو راہ راست پر لاسکتے ہیں۔ خذہا۔ قرآن میں ہے۔ خذہا ولا تخف جب موسیٰ کی لاٹھی سانپ بنگئی تو وہ ڈرے تب حکم ہوا اسکو پکڑلو اور نہ ڈرو۔ ید بیضاء۔ موسیٰ نے بغل میں ہاتھ ڈالکر نکالا تو وہ سفید چمکیلا بنکر نکلا تھا۔ یعنی ضیاء الحق تم بھی اپنی روشن ضمیری سے کام لیکر نفس کی اصلاح کرو۔

دوزخے افروخت بر دودم فسوں
اس نفس نے دوزخ بھڑکا دی ہے اس پر بھی سمندر

اے دمِ تو از دمِ دریا فزوں
اے وہ کہ تیری پھونک دریا کی ہمت سے بڑھ کر ہے

بحر مکار ست و بنمودہ کفے
(اور) نفس مکار سمندر ہے (جھاگ دکھائی دیتا ہے

دوزخ ست از مکر بنمودہ تفے
دوزخ ہے مگر (صورتی) حرارت دکھائی دیتا ہے

زاں نماید مختصر در چشمِ تو
تیری نگاہ میں اس وجہ سے مختصر نظر آتا ہے

تا زبوں بینیش جُند خشمِ تو
تاکہ تو اس کو حقیر سمجھے اور تیرا غصہ حرکت میں آجائے

ہمچناں کہ لشکرِ انبوہ بود
جیسا کہ لشکر بہت تھا

مر پیمبر را بہ چشم اندک نمود
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظر میں مختصر نظر آیا

تا بر ایشاں زد پیمبر بے خطر
یہاں تک کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بے خطر (ہلا جھک کر) حملہ کر دیا

ور فزوں دیدے ازاں کردے حذر
اگر زیادہ دیکھتے اس سے ہچکچاتے

آں نمایش بود فضلِ ایزدی
یہ دکھاوا اللہ تعالیٰ کا کرم تھا

احمدا ورنہ تو بدل می شدی
ورنہ اے احمدؐ! تم بدل ہو جاتے

کم نمود اُورا و اصحاب وُرا
اُن کو اور اُن کے ساتھیوں کو کم دکھایا

آں جہادِ ظاہر و باطن خدا
اللہ (تعالیٰ) نے ظاہری و باطنی جہاد

تا میسّر کرد بُسرے را برُو
یہاں تک کہ آپ کو سہولت میسر کر دی

تا رعُسرے اُو نگردانید رُو
جبکہ انھوں نے دشواری سے منہ نہ موڑا

کم نمودن مر وُرا پیروز بود
اُن کو کم دکھانا کامیابی تھی

زاں نمودن رویِ اُو نوروز بود
اسلئے کہ اس طرح دکھانا اُن کیلئے عید کا دن تھا

کم نمودن بس خجستہ روز بود
کم دکھانا بہت مبارک دن تھا

کہ خفش یار و طریق آموز بود
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) اُن کا دوست اور راہنما تھا

آنکہ حق پشتش نباشد در ظفر
وہ شخص جس کا کامیابی میں خدا مددگار نہ ہو

دانکہ خرگوشش نماید شیرِ نر
سمجھ لے اس کو خرگوش نر شیر نظر آتا ہے

وائے گر صد رایکے بیند ز دور
اس پر افسوس ہے اگر دور سے سو کو ایک سمجھ بیٹھے

تا بجالش اندر آید از غرور
تاکہ دھوکے میں حملہ کر بیٹھے

زاں نماید شیرِ نر چوں گربۂ
چونکہ اس کو نر شیر ایک بلی نظر آتی ہے

زاں نماید ذوالفقارے حربۂ
چونکہ اس کو ذوالفقار ایک نیزہ نظر آتی ہے

۱؎ اے دم تو۔ اے غیاث الحق تمہارا پھونکنا اس دوزخ کی آگ کو بجھانے میں سمندر سے بھی زیادہ ہے۔ مگر نفس بظاہر حقیر معلوم ہوتا ہے لیکن شدید تباہی کا سبب ہے۔ کف۔ سمندر کا جھاگ۔ تف۔ گرمی۔ زاں نماید۔ اللہ کا کرم ہے کہ نفس تمہیں چھوٹا نظر آتا ہے حملہ اس سے مقابلہ کی ہمت چھوڑ بیٹھے۔ ہمچناں۔ جنگ بدر میں دشمنوں کو حقیر کر کے دکھانے کی یہی مصلحت خداوندی تھی۔

۲؎ تا۔ اگر کافروں کی فوج زیادہ نظر آتی تو مسلمان کرنے میں پس و پیش کرنا پڑتا۔ نمایش۔ یعنی تھوڑا کر کے دکھانا۔ آں جہاد۔ جنگ بدر کا جہاد باطنی بھی تھا اور جسمانی بھی۔ تیسر۔ سہولت، نرمی۔ عسر۔ سختی، دشواری۔

۳؎ کم نمودن۔ جنگ بدر میں آنحضرتؐ کو دشمن کم نظر آئے یہی فتحمندی کا سبب بنا جس سے خوشی حاصل ہوئی۔ کہ خفش۔ یہ کم نظر آنا اللہ کا کرم تھا۔ آنکہ۔ اللہ کی مدد جس کے شامل حال نہ ہو اسکو کم دشمن کی تعداد زیادہ نظر آتی ہے اور وہ دشمن کو قوی سمجھتا ہے۔ وائے۔ دشمنوں کا کم نظر آنا کبھی اللہ کے کرم سے ہوتا ہے اور کبھی قہر سے۔ کفار کے ساتھ قہر کا معاملہ تھا تاکہ دھوکا کھا کر جنگ میں کود پڑیں اور شکست کھائیں۔ ذوالفقار۔ حضرت علیؓ کی تلوار کا نام ہے حربہ۔ نیزہ۔

تا دلیر اندر فتد احمق بجنگ
تاکہ بیوقوف ہمت کرکے جنگ کر بیٹھے

وا ندر آرد شاں بدیں حیلت بچنگ
اور خدا اُنکو تدبیر سے پنجے میں پکڑ لے

تا بپائے خویش باشد آمدہ
تاکہ اپنے پیروں سے آئے ہوئے ہوں

آں قلیواں[1] جانبِ آتشکدہ
آگ کی بستی کی جانب وہ بیوقوف

کاہ برگے می نماید تا تو زود
گھاس کا پتا نظر آتا ہے تاکہ تو جلد

یف کنی اورا برانی از وجود
پھونک مار دے اور اُس کو فنا کر دے

ہیں[2] کہ آنکہ کوہہا بر کند و است
خبردار! وہ ایسا ہے کہ اُس نے پہاڑوں کو اکھاڑ دیا ہے

زو جہاں گریان و او در خندہ است
جہان اُس کی وجہ سے روتا ہے اور وہ ہنستا ہے

می نماید تا بہ کعب ایں آب جو
یہ نہر کا پانی ٹخنے تک نظر آتا ہے

صد چو عوج بن عنق شد غرقِ او
عوج بن عنق جیسے سینکڑوں اُس میں ڈوب گئے ہیں

می نماید موج خونش تلِ مشک
اُس کو خون کی موج مشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے

می نماید قعرِ دریا خاکِ خشک
اُس کو دریا کی گہرائی خشک زمین نظر آتی ہے

خشک دید آں بحر را فرعونِ کور
اندھے فرعون نے اُس دریا کو خشک دیکھا

تا در و راند ز سر مستی و زور
یہانتک کہ مستی اور طاقت سے اُس میں گھس پڑا

چوں در آید در تگِ دریا بود
جب گھس جاتا ہے دریا کی تہ میں ہوتا ہے

دیدۂ فرعون کے بینا بود
فرعون کی آنکھ کب دیکھتی ہے؟

دیدہ[3] بینا از لقائے حق شود
اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات سے آنکھ بینا بنتی ہے

حق کجا ہمراز ہر احمق شود
اللہ (تعالیٰ) ہر احمق کا ہمراز کب بنتا ہے؟

قند بیند خود شود زہرِ قتول
شکر سمجھتا ہے، وہ خود قاتل زہر ہوتی ہے

راہ بیند خود بود آں بانگ غول
وہ (ٹھیک) راستہ سمجھتا ہے وہ چھلاوے کی آواز ہوتا

اے فلک در فتنۂ آخر زماں
اے آسمان! تو آخری زمانے کے فتنے میں

تیز می گردی بدہ آخر اماں
تیزی سے گھومتا ہے آخر کچھ تو امن دے

خنجرِ تیز تو اندر قصدِ ما
تیرا تیز خنجر ہمارے قتل کے درپے ہے

نیشِ زہر آلودہ در قصدِ ما
زہر آلود نشتر ہمارے (مارنے کے) درپے ہے

اے فلک از رحم حق آموز رحم
اے آسمان! اللہ (تعالیٰ) کے رحم سے رحم کرنا سیکھ لے

بر دلِ موراں مزن چوں مارِ زخم
چیونٹیوں کے دل پر سانپ کی طرح نہ کاٹ

[1] قلیواں۔ قلیو کی جمع ہے، احمق۔ آتشکدہ۔ آگ کی بستی۔
کاہ برگے۔ برگِ کاہ۔ بیسنی
مبتدی کو نفس ایک حقیر چیز معلوم ہوتا ہے اور اُس کی اصلاح کو معمولی بات سمجھتا ہے حالانکہ وہ بہت خطرناک ہے
یف۔ پھونک۔ برانی از وجود راندن۔ فنا کر دینا۔

[2] ہیں۔ نفس نے بڑے بڑے انسانوں کو تباہ کیا ہے۔ حق نماید۔ یہ نفس کی مثال ہے کہ بظاہر معمولی دریا معلوم ہوتا ہے لیکن بڑے سے بڑے انسان کو ڈبو دیتا ہے۔ می نماید۔ اِس نفس کی خون کی موج، مشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے۔
تل۔ ٹیلہ۔ قعر۔ گہرائی۔ تگ۔ تہ۔

[3] دیدہ بینا۔ بصیرت۔ اہل حق کو حاصل ہوتی ہے فرعون حق اُس کا مستحق نہ تھا۔ قتول۔ بہت زیادہ قاتل۔ غول۔ چھلاوا جو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔ نیش۔ نشتر۔ موراں۔ چیونٹیاں۔ مار۔ سانپ۔

حقِ آنکہ چرخہ چرخِ ترا — کرد گرداں بر فرازِ ایں سرا
اُس ذات کا واسطہ جس نے تیرے گنبد کے چرخے کو — اِس گھر پر گھمایا ہے

کردِ گرگوں گردی و رحمت کنی — پیش ازاں کہ تیغ ما را بر کنی
کہ دوسرے طریقہ پر گھوم اور رحم کر — اِس سے قبل کہ تو ہمیں تباہ کرے

حقِ آنکہ دایگی کردی نخست — تا نہالِ ما ز آب و خاک رُست
اُس کا واسطہ کہ تو نے پہلے پرورش کی — یہانتک کہ ہمارا پودا پانی اور مٹی سے اُگا

حق آں شہ کہ ترا صاف آفرید — کرد چندیں مشعلہ در تو پدید
اُس شاہ کا واسطہ جس نے تجھے شفاف پیدا کیا — اور اِس قدر مشعلیں تجھ میں پیدا کیں

آنچناں معمور[1] و باقی داشتت — تا کہ دہری از ازل پنداشتت
تجھے اِس قدر آباد اور باقی رکھا — کہ دہریہ نے تجھے ازلی سمجھا

شکر دانستیم آغازِ ترا — انبیا گفتند آں رازِ ترا
(خدایا) شکر ہے ہم تیری ابتدا کو سمجھ گئے — انبیاء نے تیرا راز کہہ دیا

آدمی داند کہ خانہ حادث ست — عنکبوتے نے کہ در وے عابث ست
آدمی سمجھتا ہے کہ مکان نو پیدا ہے — مکڑی نہیں، جو اُس میں کھیل رہی ہے

پشّہ[2] کے داند کہ ایں باغ از کیست — کو بہاراں زاد و مرگش در دیست
مچھر کیا جانے کہ یہ باغ کب سے ہے؟ — اِسلئے کہ وہ موسمِ بہار میں پیدا ہوا اُسی میں اُسکی موت ہے

کرم[3] کاندر چوب زاید سُست حال — کے بداند چوب را وقت نہال
سُست حال کیڑا جو لکڑی میں پیدا ہوا — وہ پودا ہونے کے وقت سے لکڑی کو کب جانتا ہے؟

ور بداند کرم از ما ہیتش — عقل باشد کرم باشد صورتش
اور اگر کیڑا اُس کی حقیقت کو جان لے — وہ عقل ہوگا، اُس کی صورت کیڑے کی ہوگی

عقل خود را می نماید رنگہا — چوں پری در ست زاں فرسنگہا
عقل اپنے آپ کو مختلف رنگوں میں ظاہر کرتی ہے — پری کی طرح، پری سے (بھی) کوسوں دور ہے

از ملک بالاست چہ جائے پری — تو مگس پری بہ پستی می پری
پری کیا چیز ہے، فرشتوں سے (بھی) بالا ہے — تو مکھی کے پر رکھتا ہے پستی کی طرف پرواز کرتا ہے

عارف ہونے کی طرف پرواز نہیں کرتی ہے۔

---

[1] حق۔ یہ قسم ہے اِس کا جواب اگلا شعر ہے، ترا یعنی دنیا کہ دگرگوں یعنی تیری گردش ہماری تباہی کے لئے نہ ہو۔ حق آنکہ۔ زمانے نے ہمیں پرورش کیا ہے، یہ مولانا نے عام شاعرانہ انداز اختیار فرمایا ہے ورنہ زمانہ کی گردش نہ آبادی کا سبب ہے نہ بربادی کا۔ مشتعلہ۔ یعنی ستارے۔

[2] معمور۔ آباد۔ دہری۔ وہ شخص جو خدا کے وجود کا قائل نہ ہو اور تمام مادی تغیرات خود مادہ کی طرف منسوب کرے۔ شکر۔ یعنی خدا کا شکر ہے۔ راز۔ یعنی آسمان کا پیدا ہونا اور ستاروں کا پیدا ہونا۔ عنکبوت۔ مکڑی۔ کہ اپنے جالے کو ازلی سمجھ سکتی ہے۔ عابث۔ لغو کام کرنے والا۔ پشہ۔ مچھر۔ باغ کی ابتدا اور انتہا سے ناواقف ہوتا ہے۔

[3] کرم۔ کیڑا، وہ کیڑا جو درخت کی لکڑی میں پیدا ہوتا ہے وہ اُس درخت کی ابتدا سے ناواقف ہوتا ہے۔ نہال۔ پودا۔ عقل۔ وہ کیڑا جو درخت کے عارف ہونے کو سمجھ جائے بظاہر کیڑا ہے لیکن در اصل وہ عقلِ مجسم ہے۔ عقلِ خود را۔ عقل ایک مجرد چیز ہے جو کیڑے کی شکل میں متشکل ہو سکتی ہے جیسے جن اور پری بلکہ وہ پری سے بھی بہت لطیف چیز ہے۔ از کجا عقل، فرشتہ سے بھی زیادہ مجرد ہے۔ تو مگس۔ دہریہ اور عام انسان کی عقل کی پرواز مکھی کی طرح پستی کی طرف ہے جو عالم کے

گرچہ[۵۱] عقلت سوئے بالا می پرد — مرغ تقلیدت بہ پستی می چرد

اگرچہ تیری عقل (عالم) بالا کی طرف پرواز کرتی ہے — تیری تقلید کا پرندہ نیچے کی طرف چگتا ہے

علمِ تقلیدی وبالِ جانِ ماست — عاریہ است و ماشستہ کان ماست

تقلیدی علم ہمارا وبالِ جان ہے — وہ مانگی ہوئی چیز ہے اور ہم (مطمئن) بیٹھے ہیں کہ ہماری ہے

زیں خرد جاہل ہمی باید شدن — دست در دیوانگی باید زدن

اِس عقل سے بیگانہ ہو جانا چاہیئے — دیوانگی اختیار کر لینی چاہیئے

ہر چہ بینی سودِ خود زاں می گریز — زہر نوش و آبِ حیواں را بریز

جس کو تو اپنا فائدہ سمجھتا ہے اُس سے گریز کر — زہر پی لے، آبِ حیات کو بہادے

ہر[۵۲] کہ بستاید ترا دشنام دہ — سُود و سرمایہ بمفلس وام دہ

جو تیری تعریف کرے اُس کو بُرا بھلا کہہ — نفع اور سرمایہ مفلس کو قرض دیدے

ایمنی بگذار و جائے خوف باش — بگذر از ناموس و رسوا باش فاش

اَمن کی جگہ کو چھوڑ، خوف کی جگہ میں رہ — عزت کو خیرباد کہہ دے اور کھلم کھلا رسوا بن

آزمودم عقلِ دوراندیش را — بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

میں نے دُوراندیش عقل کو آزما لیا — اِس کے بعد اپنے آپ کو دیوانہ بناؤں گا

عُذر گفتنِ دُلقک با سیّد کہ چرا فاحشہ بنکاح آورد

آقائے دوم کا عذر کرنا کہ اُس نے بدکار عورت سے کیوں نکاح کیا ہے

گفت با دلقک شبے سیّد اَجَل — قحبہ را خواستی تو از عجل

ایک رات ایک بڑے آقا نے ڈوم سے کہا — جلدی میں تو نے رنڈی سے نکاح کر لیا

با من ایں[۵۳] ابا زمی بایست گفت — تا یکے مستورہ کردیمیت جُفت

مجھ سے یہ کھل کر کہنا چاہیئے تھا — تاکہ میں ایک پردہ نشین سے تیرا نکاح کر دیتا

گفت نہ مستورہ صالح خواستم — قحبہ گشتند و ز غم تن کاستم

اُس نے کہا میں نے تو پاکباز پردہ نشینوں سے نکاح کیا — وہ رنڈی بنیں، اور میں غم سے گھلا

خواستم ایں قحبہ را با معرفت — تا ببینم چوں شود ایں عاقبت

اِس رنڈی سے میں نے جان کر نکاح کیا ہے — تاکہ میں دیکھوں یہ آخر میں کیا بنتی ہے!

جو کہ مفید ہوگی جیسا کہ بہلول کے قصہ سے واضح ہوگا۔

۵۳ مستورہ، پردہ نشین عورت۔ قحبہ۔ رنڈی۔ زانیہ۔

۵۱ گرچہ۔ دہریہ اور عوام انسان میں بھی عقل ہے جو عالم کے حدوث کا ادراک کر سکتی ہے لیکن اُس کا تقلیدی علم مانع بنتا ہے۔ علم تقلیدی۔ تقلیدی علم حقیقت تک نہیں پہنچاتا اور انسان اُس سے دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے زیں خرد۔ ناقص عقل، اور تقلیدی علم سے جہل اور دیوانگی کی بے عقل بہتر ہے۔ ہر چہ بینی۔ ناقص عقل جس کو اچھا سمجھے اُس کو بُرا سمجھنا چاہیئے۔ زہر نوش۔ ناقص عقل جس کو زہر سمجھے وہ دراصل آبِ حیات ہے اور جس کو آبِ حیات سمجھے وہ زہر ہے۔

۵۲ ہر کہ بستاید۔ ناقص عقل والا انسان اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے تجھے چاہیئے کہ منہ پر تعریف کرنیوالے کو بُرا بھلا کہدو اور منہ پر تعریف کے نفع اور سرمایہ کو نیکیوں سے مفلس کے سپرد کر دو یعنی ناقص عقل جس جگہ کو اس کی جگہ سمجھے اُس کو چھوڑ کر اُس جگہ جاؤ جس کو وہ ڈر کی جگہ سمجھتی ہے جسکو وہ عزت سمجھتی ہے اُس سے گریز کرو اور جس کو وہ ذلت سمجھے اُس کو اختیار کرو۔ عقلِ دوراندیش۔ یعنی عقلِ ناقص۔ دلقک ڈوم، اُس نے پردہ نشینوں کو برت کر رنج اٹھایا تو رنڈی سے نکاح کر کے تجربہ حاصل کرنے کی سوچی۔ اسی طرح عقل کے نقصانات محسوس کر کے دیوانگی کا تجربہ کرنا چاہیئے

6.32

عقل[1] را ہم آزمودم من بسے — زیں سپس چوئیم جنوں را مغرسے
میں نے عقل کو بھی بہت آزمایا — اس کے بعد دیوانگی کا کھیت تلاش کروں گا

بہ حیلت در سخن آوردن سائل آں بزرگ را کہ خود را دیوانہ ساختہ بود

سوال کرنے والے کا تدبیر سے اُن بزرگ کو باتوں پر آمادہ کر لینا جنھوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا تھا

آں یکے می گفت خواہم عاقلے — مشورت آرم بدو در مشکلے
ایک (شخص) کہہ رہا تھا میں ایک عقلمند چاہتا ہوں — اُس سے ایک مشکل میں مشورہ کروں گا

آں یکے گفتش کہ اندر شہر ما — نیست عاقل جز کہ آں مجنوں نما
ایک (شخص) نے اُس سے کہا ہمارے شہر میں — اُس بظاہر دیوانے کے علاوہ کوئی عقلمند نہیں ہے

بر نے گشتہ سوارہ نکِ فلاں — می دواند در میان کودکاں
بانس پر سوار ہو کر یہ فلاں — بچوں میں اُس کو دوڑا رہا ہے

گوئے می بازد بروز اں و شباں — در جہاں گنجِ نہاں جانِ جہاں
دن رات گیند سے کھیلتا ہے — دنیا میں چھپا خزانہ ہے، دنیا کی روح ہے

صاحب[2] رایست و آتش پارہ — آسماں قدرست و اختر بارہ
صاحب رائے ہے اور چنگاری ہے — آسمان کے رُتبہ والا ہے اور ستارہ کا سوار ہے

فرِ او کرّوبیاں را جاں شدست — او دریں دیوانگی پنہاں شدست
اُس کی عزت فرشتوں کی جان ہے — وہ اِس دیوانگی میں چھپا ہوا ہے

لیک ہر دیوانہ را جاں نشمری — سر مَنہ گوسالہ را چوں سامری
لیکن ہر دیوانہ کو تو جان نہ سمجھنا — سامری کی طرح بچھڑے کے آگے ماتھا نہ ٹیکنا

چوں ولیِ آشکارا با تو گفت — صد ہزاراں غیب و اسرارِ نہفت
جبکہ ولی نے صاف صاف تجھ سے کہدیئے — غیب کے لاکھوں (مسئلے) اور پوشیدہ راز

مر ترا آں فہم و آں دانش نبود — و اندانستی تو سرِ گیں راز عود
تجھ میں وہ فہم اور وہ سمجھ نہ تھی — تو گوبر کو اگر سے نہ پہچان سکا

از جنوں خود را ولی چوں پردہ ساخت — مرد را اے کور کے خواہی شناخت
ولی نے جب جنون کو اپنا پردہ بنا لیا — اے اندھے! تو اُس کو کب پہچان سکتا ہے؟

گر ترا باز ست آں دیدہ یقیں — زیرِ ہر سنگے یکے مرِ سنگ بیں
اگر تیرے یقین کی آنکھ کھلی ہوئی ہے — ہر پتھر کے نیچے ایک سیاہی دیکھ لے

---

[1] عقل۔ جس طرح اُس شخص نے پردہ نشینوں سے عاجز آکر رسّی کا تجربہ شروع کیا اِسی طرح میں عقل سے عاجز آکر دیوانگی کا تجربہ شروع کروں گا۔ مغرس۔ پودا لگانے کی جگہ، کھیت۔ بزرگ۔ یعنی حضرت بہلولؒ ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک بزرگ تھے جنہوں نے مصلحتاً اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا۔ باتیں کرتے گھوڑا بنا کر بچوں میں کھیلتے رہتے تھے، یا خاموش رہتے تھے لیکن جب بولتے تھے تو بڑی دانائی کی بات کہہ دیتے تھے۔ لمختلے۔ یعنی معرفت کا مشکل مسئلہ۔ شہر۔ یعنی بغداد۔ مجنوں نما۔ حضرت بہلولؒ جنہوں نے اپنے آپ کو دیوانہ ظاہر کر رکھا تھا۔ تو کے۔ شب و روز بچوں کے ساتھ گیند کھیلتے ہیں۔ گنجِ نہاں۔ معرفت کے علوم کا چھپا ہوا خزانہ ہیں جانِ جہاں۔ دنیا اُن کی بدولت قائم ہے۔

[2] صاحب۔ یعنی بہلولؒ صاحب رائے اور زیرک ہے، اور بلند شخصیت ہے۔ فرِ آو۔ فرشتے اُس کی تعظیم کرتے ہیں اُس نے اپنے مرتبہ کو دیوانگی میں چھپا رکھا ہے۔ لیک۔ ہر دیوانے کو ولی سمجھنا غلط ہے۔ جو۔ بعض اولیاء کے اپنے آپ کو دیوانگی میں چھپانے کی توجیہ ہے۔

[3] و اندانستی۔ تو بھلے بُرے میں امتیاز نہ کر سکا۔ از جنوں۔ جب ولی اصل حالت میں تھا اور تو اُس کو نہ پہچان سکا تو اب جبکہ وہ دیوانگی میں پوشیدہ ہے

633

پیش آں چشمے کہ بازور[1] بہرست
اُس آنکھ کے سامنے جو کھلی ہوئی اور رہنما ہے

ہر گلیمے را گلیمے در برست
ہر کملی کی آغوش میں ایک کملی ہے

مرولی را ہم ولی شہرہ کُند
(اپنی) ولایت کو ولی مشہور کرتا ہے

ہر کرا اُو خواست بابہرہ کُند
جس کو وہ خود چاہتا ہے کامیاب کرتا ہے

کس نداند از خرد اُو را شناخت
عقل کے ذریعہ کوئی اُس کو نہیں پہچان سکتا

خاصہ اُو مر خویش را دیوانہ ساخت
خصوصاً اُس کو جس نے اپنے آپ کو دیوانہ بنایا

چوں بدزد دُزدِ بینا زحت کور
جب بینا چور نابینا کا سامان چرالے

ہیچ یابد دُزد را اعمیٰ بزور
اندھا چور کو (اپنی) طاقت سے کبھی پکڑ سکتا ہے؟

کور نشناسد کہ دُزد اُو کہ بود
اندھا نہیں پہچان سکتا ہے کہ اُس کا چور کون ہے؟

گرچہ خود بروے زند دُزدِ عنود
اگرچہ سرکش چور اپنے آپ کو اس سے بھڑائے

چوں گزد سگ کور صاحب ژندہ را
جب اندھے، گدڑی والے کو کتا کاٹ لے

کے شناسد آں سگِ دُرندہ را
وہ کاٹنے والے کتے کو کب پہچانتا ہے!

حملہ کردن سگ بر کور گدا
ایک اندھے فقیر پر کتے کا حملہ کرنا

یک سگے در کوئے بر کورے گدا
ایک کتا کسی گلی میں اندھے فقیر پر

حملہ می آورد چوں شیرِ وغا
معرکہ کے شیر کی طرح حملہ کر رہا تھا

سگ[2] کند آہنگِ درویشاں بہ خشم
درکشد مہ خاکِ درویشاں بہ چشم

کتا غصہ سے فقیروں پر حملہ کرتا ہے
چاند فقیروں کی خاک آنکھ میں لگاتا ہے

کور عاجز شد ز بانگ و بیم سگ
اندر آمد کور در تعظیم سگ

اندھا کتے کی آواز اور ڈر سے عاجز آگیا
اندھا کتے کی تعظیم کرنے لگا

کائے[3] امیرِ صید و اے شیرِ شکار
دست دست تست و دست از من بدار

کہ اے شکار کے مالک اور اے شکار کے شیر!
غلبہ تجھی کو ہے، مجھے چھوڑ دے

کز ضرورت دُمِ خر را آں حکیم
کرد تعظیم و لقب دادش ادیم

اُس دانا نے مجبوراً گدھے کی دُم کی
تعظیم کی اور اُس کو "نرمی" کا لقب دیا

گفت اُو ہم از ضرورت اے اسد
از چوں من لاغر شکارت چہ رسد

اُس نے بھی مجبوراً کہا اے شیر!
مجھ جیسے بودے شکار سے تجھے کیا ملے گا؟

---

[1] باز۔ کھلا ہوا۔ گلیم۔ گدڑی، کملی۔ یعنی حضرت مولیٰ ہر ولی کو یعنی ولی جس کو چاہتا ہے اپنی ولایت سے روشناس کرا دیتا ہے۔ کس نداند۔ محض عقل سے کسی ولی کو نہیں پہچانا جا سکتا ہے۔ چوں۔ اندھا چور جیسے ادنیٰ انسان کو عقل سے نہیں پہچان سکتا ہے تو ولی جیسے اعلیٰ انسان کو عقل سے کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔ گزد۔ اندھا کاٹنے والے کتے کو محض عقل سے نہیں پہچان سکتا ہے۔ ژندہ۔ میدانِ جنگ۔

[2] سگ۔ یعنی بے بہرہ درویشوں کے درپے آزار ہوتے ہیں حالانکہ وہ اس قدر بلند مرتبہ ہوتے ہیں کہ چاند جیسے روشن دل اُن کی خاکِ پا کو سرمہ بناتے ہیں۔ بیم۔ خوف۔

[3] کائے۔ اندھے نے کتے کی تعظیم میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ ضرورت مجبوری میں انسان گدھے کو بھی باپ بنا لیتا ہے آدیم نرمی جو ایک عمدہ قسم کا چمڑا ہے از چوں من۔ یعنی مجھ جیسے لاغر شکار کا تجھے کیا فائدہ۔

634

گورمی[1] گیر ند یارانت بدشت
تیرے دوست جنگل میں گورخر پکڑتے ہیں

کورمی گیری تو در کوچہ بگشت
تو اندھے کو پکڑتا ہے، جو گلی میں گشت میں ہے

گورمی جویند یارانت بصید
تیرے دوست شکار میں گورخر تلاش کرتے ہیں

کورمی جوئی تو در کوچہ بکید
تو گلی میں چالاکی سے اندھے کو ڈھونڈتا ہے

آں سگِ عالم شکارِ گور کرد
اس سدھے ہوئے کتے نے گورخر کا شکار کیا

ویں سگِ بے مایہ قصدِ کور کرد
اس بے ہنر کتے نے اندھے کا قصد کیا

علم چوں آموخت سگ گشت از ضلال
جب کتے نے ہنر سیکھ لیا گمراہی سے چھوٹ گیا

می کند در بیشہ ہا صیدِ حلال
جنگلوں میں حلال شکار کرتا ہے

سگ چو عارف گشت شد چالاک زہف
کتا جب صاحبِ علم بنا چالاک و چست ہو گیا

سگ چو اصحابِ کہف با خدا بنا اصحابِ کہف میں سے ہو گیا

سگ شناسا شد کہ میرِ صید کیست
کتا واقف ہو گیا کہ میرِ شکار کون ہے

اے خدا آں نور را شناسندہ چیست
اے خدا وہ پہچاننے والا نور کہاں ہے؟

کور[2] نشناسد نہ از بے چشمی است
اندھا نہیں پہچانتا تو از بے چشمی (آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے) ہے

بلکہ ایں زاں ست کز جہلست مست
بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ جہل سے مست ہے

نیست خود بے چشم تر کو راز زمیں
زمین سے زیادہ بے آنکھوں والا اندھا کوئی نہیں ہے

این زمیں از فضلِ حق شد خصم بیں
یہ زمین اللہ کے کرم سے دشمن کو دیکھ لینے والی ہو گئی

نورِ موسیٰ را دید و موسیٰ را نواخت
موسیٰ کے نور کو اس نے دیکھا اور موسیٰ کو نوازا

خسف قارون کرد و قارون را شناخت
قارون کو دھنسا دیا اور قارون کو پہچانا

رجف کرد اندر ہلاکِ ہر دعی
ہر حرامزادے کو ہلاک کرنے کیلئے زلزلہ میں آ گئی

فہم کرد از حق کہ یا ارض ابلعی
اے زمین تو پانی نگل لے ۔ اللہ کی جانب سے سمجھ گئی

خاک[3] و باد و آب و نارِ باشرر
مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریوں والی آگ

بے خبر از ما و از حق باخبر
ہم سے بے خبر ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے باخبر ہیں

مابعکسِ آں ز غیرِ حق خبیر
ہم اس کی بالعکس خدا کے غیر سے باخبر ہیں

بے خبر از حق با چندیں نذیر
اور باوجود اسقدر ڈرانیوالوں کے خدا سے بیخبر

لاجرم اشفقن منہا جملہ شاں
یقیناً وہ تمام (کائنات) اس (بارِ امانت) سے ڈر گئی

کند شد ز آمیزشِ حیواں جملہ شاں
آمیزش سے آدمی حیوان کی (صفات کی) جملہ ان میں سست ہو گئی

---

[1] گور۔ گورخر۔ کبیر۔ کرگ۔ سگ عالم۔ سدھایا ہوا کتا۔ قلم علم کی یہ فضیلت ہے کہ کتا بھی اس کو حاصل کر کے راہ یاب ہو جاتا ہے تو انسان علم حاصل کر کے کس قدر فضیلتیں حاصل کر سکتا ہے۔ زہف۔ چست۔ اصحاب کہف۔ اصحاب کہف کے کتے کا نام قطمیر ہے۔ سگ کتے کو وہ نور عطا ہو جاتا ہے جس سے وہ اپنے مالک کو پہچانتا ہے اے خدا وہ نور ہمیں بھی عطا کر دے جس سے ہم اپنے مالک کو شناخت کر لیں۔

[2] کور۔ اندھے کا نہ پہچاننا دراصل قلبی بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ نیست۔ جن کے آنکھیں نہیں ہیں وہ پھر بھی پہچانتی ہے۔ قولہ حضرت موسیٰؑ کو اسنے پہچانا اور راجع اصلاً کیا ہیں کہ زمین خشک ہو گئی اور وہ دریا کو جو کہ گئے قارون کو پہچان کر دھنسا دیا۔ رجف کرد۔ لنگروں کو زلزلے سے ہلاک کر دیا حضرت نوحؑ کی خاطر کیلئے پانی کو نگل گئی۔

[3] خاک۔ ظاہر اربعہ کے آنکھیں نہیں ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کو خوب پہچانتے ہیں۔ مابعکس۔ انسان کے آنکھیں ہیں غیر اللہ کو خوب پہچان لیتا ہے لیکن باوجود انبیاء کے ڈرانے کے اللہ تعالیٰ سے بے خبر بنا ہوا ہے۔ نذیر۔ خبردار۔ نذیر۔ ڈرانے والا۔ اشفقن منہا۔ قرآن میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امانت کا بار آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں پر رکھنا چاہا لیکن وہ اس سے ڈر گئے اور اسکو قبول نہ کیا۔ کند۔ ان کے اندر صفت حیوانی کے غلبہ سے امانت کے ڈر کی بات کند ہو گئی۔

گفت بیزاریم جملہ زیں حیات
کہا ہم سب اِس زندگی سے بیزار ہیں

کہ بُود با خلق حیّ با حق مَوات
کہ مخلوق کے ساتھ زندہ، خدا کے تعلق میں مُردہ ہے

چوں[1] بماند از خلق گردد اُو یتیم
جب مخلوق سے جُدا ہو جائے تو وہ یتیم ہو جائے

اُنسِ حق را قلب می باید سلیم
اللہ تعالیٰ سے محبت کے لئے قلبِ سلیم چاہیئے

چوں زکورے دُزد دُزدد کالہ
جب چور اندھے کا سامان چُرا لیتا ہے

می کُند آں کور عمیا نالہ
وہ اندھا، اندھا دھند روتا ہے

تا نہ گوید دُزد اُو را کاں منم
جب تک چور اُس سے نہ کہے کہ وہ میں ہوں

کز تو دُزدیدم کہ دُزدِ پُر فنم
میں نے تیری چوری کی ہے کیونکہ میں ماہر چور ہوں

کے شناسد کور دُزدِ خویش را
اندھا اپنے چور کو کب پہچان سکتا ہے؟

چوں ندارد نورِ چشم و آں ضیا
جبکہ وہ نہ آنکھوں میں نور رکھتا ہے نہ وہ روشنی

چوں بگوید ہم بگیر اُو را تو سخت
جب وہ کہدے اُس کو مضبوطی سے پکڑ لے

تا بگوید اُو علامتہائے رُخت
تاکہ وہ سامان کی علامتیں بتا دے

پس جہادِ اکبر[2] آمد عصرِ دُزد
پس چور کو بیٹھنا بڑا جہاد ہے

تا بگوید کوچہ دُزدیدست مَرد
تاکہ وہ بتا دے کہ اُس نے کیا چُرایا ہے!

اوّلاً دُزدید کحلِ دیدہ ات
اُس نے پہلے تیری آنکھ کا سرمہ چُرایا ہے

چوں ستانی باز یابی تبصرت
جب تو واپس لے لیگا دوبارہ بینائی حاصل کریگا

کالہ حکمت کہ گم کردہ دلست
دانائی کا سرمایہ جو دل نے گنوایا ہے

پیشِ اہلِ دل یقیں آں حاصلست
اہلِ دل کے سامنے یقیناً وہ مل جاتا ہے

کورِ دل با جان و با سمع و بصر
دل کا اندھا جان اور کان اور بینائی کے ہوتے ہوئے

می نداند دزدِ شیطاں را اثر
شیطان چور کی علامت کو نہیں جانتا ہے

زاہلِ[3] دل جو از جماداں را مجو
اہلِ دل کے پاس تلاش کر بے جس کے پاس تلاش نکر

کہ جماد آمد خلائق پیشِ اُو
اس لئے کہ مخلوق اُس کے مقابلہ میں جمیں ہے

باز می گردیم سُوے راز جُو
راز تلاش کرنے والے کی طرف ہم پھر لوٹتے ہیں

تا شود ہم مشورت با راز گو
تاکہ راز بتانے والے سے وہ ہم مشورہ ہو سکے

---

[1] چوں۔ مخلوق سے ایسا تعلق ہو کہ اگر وہ تعلق ختم ہو جائے تو انسان یتیم کی طرح بے سہارا ہو جائے۔ اُنسِ حق حیوانیت کے ہوتے ہوئے خدا سے اُنس قلب سلیم کا کام ہے جو ہمیں حاصل نہیں۔ یہاں تک یہ قول اُس کائنات کا تھا جس نے امانت کے حمل سے انکار کیا ہے۔ چوں۔ اندھا چور کو نہیں پہچانتا اور اندھا دھند نالہ کرتا ہے کے مشابہ جب انسان نورِ بصیرت اور نورِ باطن سے محروم ہو تو چور کو نہیں پہچان سکتا ہے۔ چوں بگوید۔ جب چور اقرار کرے تو سخت گیری کرنی چاہیئے تاکہ وہ چوری کا پورا پتہ دیدے۔ یہی معاملہ انسان کا اپنے نفس سے ہونا چاہیئے۔

[2] جہادِ اکبر۔ صوفیاء کی اصطلاح میں نفس سے مجاہدہ کرنا جہادِ اکبر کہلاتا ہے۔ قصر۔ دبانا، انجور بنا۔ اس شعر کا دوسرا مصرع بعض نسخوں میں یہ ہے:۔ تا بگوید کہ چہ بُرد آں زنِ بزرد۔ زنِ بزرد کے معنی ہیں بیوی کی زنا کی کمائی کھانے والا۔ دزدِ قرین۔ اوّلاً۔ نفس سب سے پہلے انسان کی بصیرت چُرا لیتا ہے۔ کالہ حکمت۔ نفسِ انسانی جب انسان کو حکمت و دانائی سے محروم کر دے تو وہ دوبارہ اہلِ دل سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ کورِ دل۔ کورِ باطن باوجود ظاہری حواس کے شیطانی اثرات محسوس نہیں کرتا ہے۔

[3] زاہلِ دل۔ حکمت اہلِ دل کے پاس ہے، عوام بے حس پتھر ہیں۔ باز می گردیم۔ یعنی ہم حضرت بہلول ؒ اور مشورہ چاہنے والے کا قصہ دوبارہ شروع کرتے ہیں۔

مشورت جوینده آمد نزد اُو — کاے اب کودک شده رانے بگو

مشورہ چاہنے والا اُس کے پاس آیا — اے بچہ بنے ہوئے باپ ایک راز بتا دے

گفت روزیں حلقہ کیں در باز نیست — باز گرد امروز روزِ راز نیست

اُسنے کہا اِس زنجیر کے پاس سے چلا جا کیونکہ دروازہ — واپس ہو جا آج راز بتانے کا دن نہیں ہے

گر مکاں را رہ بدے در لامکاں — ہمچو شیخاں بودمے من بر مکاں

اگر مکان کے لئے لامکان میں راستہ ہوتا — مشائخ کی طرح میں گدی پر ہوتا

خواندن محتسب مست خراب افتادہ را بسوئے زنداں

محتسب کا ایک بدمست پڑے ہوئے کو قید خانہ کی طرف بلانا

محتسب در نیم شب جائے رسید — در بُن دیوار مستے خفتہ دید

کوتوال، آدمی رات کو ایک جگہ پہنچا — دیوار کی جڑ میں ایک مست کو سویا ہوا دیکھا

گفت ہے مستی چہ خوردستی بگو — گفت زیں خوردم کہ ہست اندر سبو

اُس نے کہا ارے تو نشہ میں ہے بتا تو نے کیا پیا ہے؟ — اُس نے کہا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے

گفت آخر در سبو واگو کہ چیست — گفت زانچہ خوردہ ام گفت آں خفی ست

اُس نے کہا صاف بتا کہ آخر صراحی میں کیا ہے؟ — اُسنے کہا جو مَیں نے پیا ہے کہا یہ گول مول بات ہے

گفت آنچہ خوردۂ خود چیست آں — گفت آنکہ در سبو مخفی ست آں

اُس نے کہا یہ بتا کہ جو تو نے پیا ہے وہ کیا ہے؟ — اُس نے کہا وہی جو صراحی میں چھپا ہوا ہے

دور می شد ایں سوال و ایں جواب — ماند چوں خر محتسب اندر خلاب

یہ سوال اور جواب چلتا رہا — کوتوال گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس گیا

گفت اورا محتسب ہیں آہ کن — مست ہُو ہُو کرد ہنگام سخن

اُس سے کوتوال نے کہا، خبردار! آہیں بھر — مست نے بات کرتے وقت آہا ہا کہا

گفت گفتم آہ کن ہُو می کنی — گفت من شادم تو از غم مُنحنی

اُسنے کہا میں نے آہ کرنے کو کہا تو آہا ہا کرتا ہے — اُسنے کہا میں خوش ہوں، تو غم سے جھک گیا ہے

آہ از درد و غم و بیدادی ست — ہُوی ہُوی مے خوراں از شادی ست

آہ، درد اور غم اور ظلم کی وجہ سے ہوتی ہے — شرابیوں کا آہا ہا کرنا خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے

محتسب گفت ایں ندانم خیر خیز — معرفت متراش بگذار ایں ستیز

کوتوال نے کہا، میں یہ کچھ نہیں جانتا تو کھڑا ہو جا — بزرگی نہ بگھار، یہ جھگڑا ختم کر

۱؎ آ۔ یعنی حضرت بہلولؒ آپ کودک شدہ۔ یعنی بہلول کہلاتے تھے لیکن بچہ بنے ہوئے تھے۔ حلقہ۔ یعنی دروازے کی زنجیر۔ مکاں۔ یعنی ناسوتی انسان۔ لامکاں۔ عالمِ لاہوت۔ بزرگان چہ تحفہ مستند۔

۲؎ خواندن۔ اِس قصہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ناسوتی انسان کو لاہوت کے رازوں کا علم نہیں ہوتا ہے۔ مُحتسب۔ کوتوال۔ جُن۔ جڑ۔ چہ خوردستی۔ یعنی تو نے کیا پیا ہے جس سے تو نشہ میں ہے۔ گفت مست نے جواب دیا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے۔ گفت آخر۔ کوتوال نے کہا صراحی میں کیا ہے۔ گفت زانچہ۔ مست نے کہا جو میں نے پیا ہے وہ صراحی میں ہے۔ گفت آں۔ کوتوال نے کہا بات واضح نہیں ہو رہی ہے۔ بگو۔ کوتوال نے کہا جو تو نے پیا ہے وہ بتا دے

۳؎ دور می شد۔ کوتوال اور مست میں یہی سوال و جواب چلتا رہا۔ خلاب۔ کیچڑ۔ آہ کن۔ یعنی اب تجھے قید خانہ میں جانا ہے ہائے ہائے کر۔ ہُو ہُو۔ یعنی خوشی کا نعرہ۔ مُنحنی۔ جھکا ہوا۔ آہ۔ مست نے کہا ہائے ہائے تو غمزدہ مظلوم کرتا ہے شرابی تو مستی میں خوشی کے نعرے لگاتا ہے۔ معرفت۔ یعنی خدا رسیدہ ہونا۔

گفت رو تو از[51] کجا من از کجا
اُس نے کہا جا، تو کہاں اور میں کہاں

گفت مستی خیز تا زنداں بیا
اُس نے کہا تو نشہ میں ہے آ قید خانہ چل

گفت مست اے مُحتسب بگذار رو رو
مست نے کہا اے کوتوال جانے دے اور چلا جا

از برہنہ کے تواں بُردن گرو
ننگے سے کیا گردی کیا جا سکتا ہے؟

گر مرا خود قوّتِ رفتن بُدے
اگر مجھ میں خود بخود جانے کی طاقت ہوتی

خانہ خود می رفتمے دیں کے شُدے
تو میں اپنے گھر چلا جاتا اور یہ جھگڑا کب ہوتا؟

من[52] اگر با عقل و با اِمکانمے
میں اگر عقلمند اور قابو میں ہوتا

ہمچو شیخاں بر سرِ دُکانمے
مشائخ کی طرح مسند پر ہوتا

گر مرا رائے و تدبیرے بُدے
اگر مجھ میں رائے اور تدبیر ہوتی

ہمچو شیخاں جاہ و توقیرے بُدے
مشائخ کی طرح رتبہ اور عزت ہوتی

ہم مرا زنبیل و دریوزہ بُدے
میری بھی جھولی اور بھیک ہوتی

نذر و ادرارِ ہمہ روزہ بُدے
روزانہ کی نذر اور بخشش ہوتی

بگذر[53] از من زانکہ گم کردی تو راہ
میرے پاس سے چلا جا کیونکہ تو بھٹک گیا ہے

باز جُو پرسش بزرگ و خانقاہ
نبی داڑھی اور خانقاہ تلاش کر لے

دوم بارہ در سخن آوردن سائل شیخ را تا حال باقی معلوم گردد

سوال کرنے والے کا شیخ کو دوبارہ بات چیت میں لگانا تاکہ باقی حال معلوم ہو جائے

گفت آں سائل کہ آخر یک نفس
اُس سائل نے کہا کہ آخر تھوڑی دیر کے لئے

اے سوارہ برنے ایں سُوراں فرس
اے بانس کے سوار، گھوڑا اِس طرف ہانک دے

راند سُوئے اُو کہ ہیں زُود تر بگو
گھوڑا اُس طرف بڑھایا، کہ ہاں جلد کہہ

کاسپِ من بس تو سن مست و تُند تو
کیونکہ میرا گھوڑا بہت مُنہ زور اور تند مزاج ہے

تا لگد بر تو نہ کوبد زود باش
تاکہ تیرے دولتی نہ مار دے جلدی کر

از چہ می پُرسی بیانش کُن تو فاش
کیا پوچھتا ہے اُس کو واضح کر؟

اُو مجالِ رازِ دل گفتن نہ دید
اُس نے دلی راز کہنے کا موقع نہ دیکھ

زو بروں شو کرد و در لاغش کشید
اُس کو ٹالدیا اور مذاق میں لگا لیا

گفت می خواہم دریں کوچہ زنے
اُس نے کہا میں اِس گلی میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں

کیست لائق از برائے چوں منے
مجھ جیسے کے لئے کون سی مناسب ہوگی؟

---

۵۱ تو از کجا۔ یعنی تیرا اور میرا راستہ جداگانہ ہے میں تیرے ساتھ کیوں چلوں۔ از برہنہ۔ جو خود ننگا ہو اُس کے کپڑے گروی کیسے رکھے جا سکتے ہیں۔ مجھے قید خانہ تک چلنے کیلئے کہنا ایسا ہی ہے جیسے ننگے سے کپڑے گروی کرنے کو کہا جائے۔ گر ترا۔ اگر پیروں سے چلنے کی طاقت ہوتی تو گھر چلا جاتا اور یہ قصہ پیش آتا۔

۵۲ من اگر۔ درمیان میں مولانا نے خرابی کا قصہ شروع کر دیا تھا اب پھر حضرت بہلولؒ کی بات شروع کرتے ہیں، حضرت بہلول سے مشورہ چاہنے والے نے کہا اگر مجھ میں عقل ہوتی اور میں اپنے قابو میں ہوتا تو دوسرے مشائخ طریقت کا سا میرا حال ہوتا۔ زنبیل۔ جھولی جس میں فقراء اپنے کھانے پینے کی چیزیں رکھتے ہیں۔ ادرار۔ روزینہ۔

۵۳ بگذر۔ تو نے غلط انتخاب کیا راز دریافت کرنا ہے تو کسی دراز ریش بزرگ کے پاس خانقاہ میں جا۔ اے سوارہ برنے۔ حضرت بہلولؒ بانس کو گھوڑا بنائے ہوئے اُس پر سوار تھے۔ اسپ من۔ وہی بانس کا گھوڑا۔ تو سن۔ سرکش گھوڑا۔ لگد۔ دولتی۔ او مجال۔ مشورہ چاہنے والے نے راز دل کہنے کا موقع نہ دیکھتے ہوئے دوسری بات شروع کر دی۔ بروں شو کردن۔ ٹالدینا۔ لاغ۔ مذاق۔ خواہم زنے۔ نکاح کرنا چاہتا ہوں

گفت سہ گونہ زنند اندر جہاں
اُس نے کہا دنیا میں عورتیں تین قسم کی ہیں

آں دو رنج و ایں یکے گنجِ رواں[1]
دو وبال ہیں اور ایک گنج رواں ہے

آں یکے را چوں بخواہی کل تراست
ایک سے جب تو نکاح کریگا وہ پوری تیری ہے

ویں دگر نیمے ترا نیمے جداست
دوسری آدھی تیری ہے، آدھی بیگانہ ہے

واں سوم ہیچ اُو ترا نبود بداں
سمجھ لے، تیسری بالکل تیری نہ ہوگی

ایں شنیدی دُور شو رفتم رواں
تو نے یہ سُن لیا بھاگ جا میں روانہ ہوتا ہوں

تا ترا اسپم نیرانند لگد
تاکہ میرا گھوڑا تیرے دولتی نہ اڑا دے

کہ بیفتی[2] برنہ خیزی تا ابد
اور تو ایسا گرے کہ قیامت تک نہ اُٹھے

شیخ را نداند رمیانِ کودکاں
شیخ نے گھوڑا بچوں میں دوڑا دیا

بانگ زد بار دگر اُورا جواں
جوان نے اُن کو دوبارہ پکارا

کہ بیا آخر بگو تفسیر ایں
کہ آیئے آخر اِس کی تفصیل بتائیے

ایں زناں سہ نوع گفتی برگزیں
آپ نے تین قسم کی عورتیں بتائیں انتخاب کر دیجئے

راند سوئے اُو و گفتش بکر خاص
اُس کی طرف گھوڑا دوڑایا اور اُس سے کہا باکرہ نا

کُل ترا باشد زغم یابی خلاص
سب تیری ہوگی تو غم سے نجات پائے گا

وانکہ نیمے آن تو بیوہ[3] بود
جو آدھی تیری ہوگی، بیوہ ہوگی

وانکہ ہیچست آں عیالِ باولد
وہ جو تیرے لئے کچھ نہیں بال بچے والی بیوہ عورت

چوں زشوئے اوّلش کودک بود
جب اُسکے پہلے شوہر سے بچہ ہوگا

مہرِ کُل خاطرش آں سُو رود
اُس کے دل کی محبت اُس طرف جائیگی

دور شو تا اسپ نندازد لگد
بھاگ جا تاکہ گھوڑا دولتی نہ مارے

سُمِّ اسپِ تو سنم بر تو رسد
میرے سرکش گھوڑے کا سُم تیرے لگے

ہائے و ہُوئے کرد شیخ و باز راند
شیخ نے ہائے وہُو کی اور پھر گھوڑا دوڑا دیا

کودکاں را باز سوئے خویش خواند
بچوں کو پھر اپنی طرف بُلا لیا

باز بانگش کرد آں سائل بیا
سوال کرنیوالے نے پھر اُنکو آواز دی کہ آیئے

یک سوالم ماند اے شاہِ کیا
اے شہنشاہ! ایک سوال رہ گیا

بلد راند ایں سُو بگوزد ترہ بود
پھر گھوڑا اُس طرف کو دوڑایا کہ جلد گُم کیا تھا

کہ زمیداں آں بچہ گویم رُبود
کیونکہ وہ بچہ میدان سے میری گیند لے بھاگا

---

[1] گنجِ رواں۔ نہ ختم ہونے والا خزانہ، قارون کے خزانہ کا نام ہے۔ آں یکے۔ ایک عورت تو وہ ہوتی ہے جو پہلے شوہر کی ہوتی ہے۔ ویں دگر۔ دوسری قسم کی عورت آدھی شوہر کے لئے اور آدھی شوہر سے اپنی ہوتی ہے۔ واں سوم۔ تیسری قسم عورت کی وہ ہے جو شوہر سے بالکل بیگانہ ہوتی ہے۔

[2] کہ بیفتی۔ یعنی میرا گھوڑا تجھے لاتیں مار دیگا تو تو مر جائے گا۔ جواں۔ یعنی مشورہ چاہنے والا۔ برگزیں۔ یعنی عورت کی ان تین قسموں میں سے میرے لئے منتخب کر دیجئے۔ بکر۔ بے شادی شدہ عورت۔ ایسی عورت سے شادی کی جائے تو وہ ہمیشہ شوہر کی ہوتی ہے۔

[3] بیوہ۔ بیوہ کا تعلق پہلے شوہر سے بھی باقی رہتا ہے۔ وانکہ ہیچست۔ جو بالکل شوہر کی نہیں ہوتی اور ایسی بیوہ عورت ہوتی ہے جس کی پہلے شوہر سے اولاد بھی ہو۔ شم۔ گھوڑے کا نتھنہ۔ ہُوئے۔ یعنی دیوانگی کا نعرہ۔ کودکاں۔ وہی بچے جن کے ساتھ حضرت صالحؑ کھیل رہے تھے۔ زود تر۔ زود تر۔ بہت جلد۔ گزنیں۔ یعنی کھیل کے میدان میں ہے۔

639

گفت اے شہ با چنیں عقل و ادب
اُس نے کہا اے شاہ! اِس عقل و ادب کے ہوتے ہوئے

این چہ شید[1] ست اینچہ فعلست اے عجب
یہ کیا بناوٹ ہے؟ یہ کیا کام ہے؟ تعجب ہے

تو ورائے عقلِ کُلی در بیاں
تو بیان میں عقلِ کُل سے آگے ہے

آفتابی در جنوں چونی نہاں
تو سورج ہے پاگل پن میں کیوں پوشیدہ ہے؟

گفت ایں اوباش رائے می زنند
کہا یہ عوام سوچتے ہیں

تا دریں شہر خودم قاضی کنند
کہ اس شہر کا مجھے قاضی بنا دیں

دفع می گفتم مرا گفتند نے
میں ٹالتا ہوں، وہ مجھ سے کہتے ہیں نہیں

نیست چوں تو عالمے صاحب فنے
تم جیسا (کوئی دوسرا) صاحبِ فن عالم نہیں ہے

باوجودِ تو حرام ست و خبیث
تمہارے ہوتے ہوئے ناجائز اور بُرا ہے

کم از تو در قضا گوید حدیث
کہ تم سے کم فیصلہ کی بات کرے

در شریعت نیست دستوری کہ ما
شریعت میں کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم

کمتر از توشہ کنیم و پیشوا
تم سے کم تر کو شاہ اور پیشوا بنا لیں

زیں ضرورت کیج و دیوانہ شدم
اِس مجبوری میں میں پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں

زیں گروہ از عجز بیگانہ شدم
عاجز آکر اِن لوگوں سے بیگانہ بن گیا ہوں

ظاہراً شوریدۂ و شیدا شدم
بظاہر پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں

لیک در باطن ھمانم کہ بدم
لیکن درحقیقت میں وہی ہوں کہ جو تھا

عقلِ[2] من گنج ست و من ویرانہ ام
میری عقل خزانہ ہے اور میں ویرانہ ہوں

گنج اگر پیدا کنم دیوانہ ام
اگر میں خزانہ کو ظاہر کر دوں تو میں دیوانہ ہوں

اُوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد
دیوانہ وہ ہے جو دیوانہ نہ بنا

ایں عَسَس را دید و در خانہ نشد
کوتوال کو دیکھا اور گھر میں نہ چھپا

دانشِ[3] من جوہر آمد نے عَرَض
میری عقل جوہر (پائدار) ہے نہ کہ عَرَض (غیر مستقل)

ایں بہائے نیست بہرِ ہر عَرَض
یہ ہر عَرَض کی قیمت نہیں ہے

کانِ قندم نیستانِ شکرم
میں شکر کی کان ہوں، شکر کی ایکھ ہوں

ہم زمن می روید و من می خورم
(شکر) مجھ میں سے پیدا ہوتی ہے اور میں (خود) کھاتا ہوں

علمِ تقلیدی و تعلیمی ست آں
وہ تقلیدی اور (محض) پڑھا ہوا علم ہے

کز نفورِ مستمع دارد فغاں
جو سننے والے کی بے رغبتی سے واویلا کرے

---

[1] شید۔ مکر و فریب، خداع، بناوٹ۔ عقلِ کل۔ حضرت جبرئیل۔ آفتابی۔ آفتاب سی۔ اوباش۔ عوام الناس۔ وقتِ می گفتم۔ میں نے ٹالا۔ اوباش می زنند۔ یہ اُن عوام نے کہا۔ حدیث۔ بات۔ دستور۔ طریقہ، قانون۔ شہ۔ یعنی قاضی۔ کیج۔ پریشاں، بدحال۔ شید، دیوانہ۔ باطن۔ یعنی حقیقتاً۔

[2] عقل۔ عقل بمعنی خزانہ کہے ہے اور دفینہ ہمیشہ ویرانہ میں ہوتا ہے لہٰذا میں نے اپنے ظاہر کو ویرانہ بنا رکھا ہے اب اگر میں عقل کا اظہار کروں تو دیوانگی ہوگی۔ دیوانہ شد۔ دیوانہ تو وہ ہے کہ جو اپنی عقل کی نمائش کرے اور بوقتِ ضرورت اُس کو چھپانے کے لئے دیوانہ بنے اِس کی مثال تو اُس شخص کی سی ہے جس کی گرفتاری کے لئے کوتوال آرہا ہو اور وہ پھر بھی گھر میں نہ چھپے۔ عَسَس۔ کوتوال۔

[3] دانشِ من۔ جو عقل پختہ اور پائیدار ہوتی ہے وہ نمائش سے مستغنی ہوتی ہے۔ عَرَض۔ سامان یعنی میری عقل اِس سے افضل ہے کہ میں اُسکو دنیاوی کاموں میں خرچ کروں۔

کانِ قندم۔ یعنی میں اپنے علوم و معارف سے خود استفادہ کرتا ہوں۔ علمِ تقلیدی و تعلیمی۔ نقل علم مراد ہے جو بلا تحقیق سیکھا ہو یا دنیاداری کیلئے سیکھا ہو ایسا علم دار کا طالب ہوتا ہے اور اگر لوگ اُسکی طرف متوجہ نہیں تو تکلیف پہنچتی ہے۔

چوں[1] پئے دانہ نہ بہر روشنی ست
چونکہ وہ روٹی کیلئے ہے نورِ معرفت کیلئے نہیں ہے

طالبِ علمِ ست بہرِ عام و خاص
وہ علم کا طالب عوام و خواص کے لئے ہے

ہمچو موشے ہر طرف سوراخ کرد
وہ چوہے کی طرح ہے جس نے ہر جانب بٹ بنائے

ہمچو موشے ہر طرف سوراخہا
وہ چوہے جیسا ہے، کہ ہر جانب سوراخ

چونکہ سوئے دشت و نورش رہ نبود
چونکہ وہ میدان اور نور کی طرف راہ یاب نہوا

گر خدایش پر دہد پرِ خرد
اگر خدا اس کو عقل کے پر دے دے

ورنہ جوید پر بماند زیرِ خاک
اگر وہ پروں کا جویاں نہ ہو تو خاک کے نیچے رہیگا

علمِ گفتارے[2] کہ اُو بے جاں بود
وہ زبانی علم جو بے روح ہوتا ہے

گرچہ باشد وقتِ بحث علم نخست
اگرچہ وہ بحث کے وقت بھاری معلوم ہو

مُشتری[3] من خدا ایست و مرا
میرا خریدار اللہ تعالیٰ ہے اور مجھے

خونبہائے من جمالِ ذوالجلال
میرا خون بہا ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کا جمال ہے

ایں خریدارانِ مفلس را بہل
اِن مفلس خریداروں کو چھوڑ ——

ہمچو طالبِ علمِ دنیائے دنی ست
(اُس کا طالب) کمینی دنیا کے علم کا طالب جیسا ہے

نے کہ تا یابد ازیں عالم خلاص
نہ اس لئے کہ اس عالم (دنیا) سے نجات پائے

نیست مُرغے از ہمہ سوراخ فرد
وہ پرند نہیں ہے جو تمام بھٹوں سے آزاد ہو

می کند غافل ز انوارِ لقا
کھودتا ہے لقا (اللہ) کے نوروں سے غافل ہے

ہم درآں ظلمات جہدے می نمود
انہی تاریکیوں میں محنت کرتا رہا

بر پرد از موشی و چوں مرغاں پرد
تو وہ چوہے پن سے نجات پاجائے اور پرندوں کیطرح پرواز کرے

نا اُمید از رفتنِ راہِ سماک
سماک کے راستہ پر چلنے سے نا اُمید (ہوکر)

عاشقِ روئے خریداراں بود
وہ خریداروں کی توجہ کا عاشق ہوتا ہے

چوں خریدارش نباشد مُرد و رفت
جب اُس کا خریدار نہ ہوگا تو وہ فنا ہوا اور جاتا رہا

می کشد بالا کہ اللہ[4] اشتری
وہ (عالم) بالا کی طرف کھینچتا ہے چنانچہ (ارشاد ہے)

خونبہائے خود خورم کسب حلال[5]
میں اپنا خونبہا کھاتا ہوں (جو) حلال کمائی ہے

چہ خریداری کند یک مشتِ گل
ایک مشت خاک کیا خریداری کرسکتی ہے؟

---

[1] جوں پئے دانہ۔ اس علم کی غرض چونکہ محض دنیا ہوتی ہے لہٰذا یہ دنیوی علم کی برابر ہے نہ کہ حقیقی علم کا مقصد دنیا ہو اُس سے خلاصی اور تقرب الی اللہ ہوتا ہے ہمچو موشے جس طالب علم کا مقصد دنیا ہو اُس کی مثال چوہے کی سی ہے۔ جو روشنی سے محروم ہوتا ہے یہ بھی نورِ معرفت سے محروم ہے انوارِ لقا معرفت خداوندی کے نور۔ گر خدایش۔ ایسے طالبِ علم کو خدا اگر عقل عنایت فرمادے تو پرندوں کی طرح عالمِ بالا کی طرف پرواز کرے سماک ایک ستارہ ہے جو قطب کی جانب ہوتا ہے یہاں بلندی اور عروج مراد ہے۔

[2] علمِ گفتاری۔ وہ علم جس حقانیت کی روح نہو اور اُس میں محض لفظی ٹیپ ٹاپ ہو بے جان ہوتا ہے اور داد دینے والوں کا محتاج ہوتا ہے نرخ مژدہ بھاری۔ خریدارش۔ یعنی داد دینے والے نہیں ہوتے ہیں تو فنا ہوجاتا ہے مشتری کون حضرت بہلولؒ نے فرمایا میرے علم کا خدا خریدار ہے اس لئے وہ علم میرے عروج کا سبب ہے۔

[3] اللہ اشتری۔ قرآن پاک میں ہے کہ خدا نے مومنوں سے اُن کی جان اور مال خرید لیا ہے اس عوض پر کہ اُن کے لئے جنت ہے تو بہا جان کی قیمت جو قاتل سے دلائی جاتی ہے۔ خورم۔ یعنی اب مجھے اللہ کے جمال کا دیدار حاصل ہے۔ ایں خریداران۔ یعنی علم

بر داد دینے والے انسان۔
مشتِ گل۔ یعنی انسان۔

گِل[1] مخور گِل را مخر گِل را مجُو — زانکہ گِل خوارست دائم زرد رُو

مٹی نہ کھا، مٹی نہ خرید، مٹی کی جستجو نہ کر — کیونکہ مٹی کھانے والا ہمیشہ زرد رُو ہوتا ہے

دل بخر تا دائماً باشی جواں — از تجلّی چہرہ آت خول ارغواں

دل کو خرید تاکہ تو ہمیشہ جوان رہے — تجلّی سے تیرا چہرہ گُل بابونہ کی طرح سُرخ رہے گا

طالب دل شو کہ تا باشی چو گُل — تا شوی شاداں و خنداں ہمچو مُل

دل کا طالب بن تاکہ تو پھول کی طرح بنے — اور شراب کی طرح مسکراتا ہوا اور خوش رہے

دل[2] نباشد آنکہ مطلوبش گِل ست — ایں سخن را روئے با صاحبدلست

وہ دل ہی نہ ہوگا جس کا مطلوب مٹی ہے — یہ روئے سخن صاحب دل کے لئے ہے

یارب ایں بخشش نہ حدِ کارِ ماست — لُطفِ تو لُطفِ خفی را خود سزاست

اے خدا! یہ عطا ہمارے بس کی نہیں ہے — مخفی مہربانی کے لئے تیری مہربانی مناسب ہے

دست گیر از دستِ ما ما را بخر — پردہ را بردار و پردہ ما مدر

ہماری دستگیری فرما، ہمیں ہم سے خریدلے — پردے کو اُٹھادے اور ہماری پردہ دری نہ فرما

باز خر ما را ازیں نفسِ پلید — کارد شش تا استخوان ما رسید

اِس ناپاک نفس سے ہمیں خرید لے — اُس کی چھری ہماری ہڈیوں تک پہنچ گئی ہے

از چو ما بیچارگاں ایں بندِ سخت — کہ کشاید اے شہِ بے تاج و تخت

ہم مجبوروں سے یہ سخت بیڑی — اے تاج و تخت سے مستغنی بادشاہ! کون کھول سکتا ہے؟

ایں چنیں قفلِ گراں[3] را اے وَدُود — کہ تواند جز کہ فضلِ تو کشود

اے محبوب اِس قدر بھاری قفل کو — تیری مہربانی کے علاوہ اور کون کھول سکتا ہے؟

ما ز خود سوئے تو گردانیم سَر — چوں توئی از ما بما نزدیک تر

ہم اپنی جانب سے تیری جانب رُخ کرتے ہیں — چونکہ تو ہم سے ہمارے اعتبار سے بھی زیادہ نزدیک ہے

با چنیں نزدیکی دوریم دُور — در چنیں تاریکی بفرست نُور

اِسقدر نزدیکی کے ہوتے ہوئے بھی ہم بہت دُور ہیں — ایسی تاریکی میں تو نور بھیج دے

ایں دعا ہم بخشش و تعلیم تست — ورنہ در گلخن گلستاں از چہ رُست

یہ دُعا بھی تیری تعلیم اور عطا ہے — ورنہ بھٹی میں چمن کیسے اُگتا؟

---

[1] گِل مخور۔ وہ عالم جو اپنے علم کی انسانوں سے داد کا طالب ہے مٹی کھانے والے کی طرح جو زرد رو ہوتا ہے اور زرد روئی شرمندگی کی علامت ہے۔ دل بخر۔ یعنی کسی صاحب دل کا دل خرید تو اُس کے دل کے نور سے تمہارا چہرہ گُل بابونہ کی طرح سُرخ رہے گا جو خوشی اور جوانی کی علامت ہے۔ ہمچو مُل۔ شراب کی رنگت سُرخ ہوتی ہے۔

[2] دل نباشد۔ جو دل مادیات کا طالب ہو وہ حقیقتاً دل ہی نہیں ہے ورنہ بڑھیا چیز گھٹیا چیز کی کیسے طالب بن سکتی ہے۔ یاد رہے۔ چونکہ مادیات سے دل کو ہٹالینا مشکل کام ہے لہٰذا مولانا خدا سے التجا کرتے ہیں۔ لُطف۔ مہربانی۔ لُطفِ خفی۔ یعنی مادیات سے دل کا متنفر ہو جانا۔ مارا بخر۔ یعنی ہمیں اپنی ذات سے بے تعلق کردے۔ پردہ۔ یعنی وہ پردہ جو ہم میں اور ذاتِ خداوندی میں حائل ہے۔ کارد۔ یعنی اُس کی ایذا رسانی حد سے گذر گئی ہے۔ بندِ سخت۔ یعنی نفس کی گرفت۔

[3] قفلِ گراں۔ یعنی خواہشاتِ نفسانی کا قفل۔ وَدود۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ ما ز خود۔ اِس معاملہ میں ہماری ذاتی کوشش مُفید نہیں ہے۔ چوں توئی۔ خدا نے ارشاد فرمایا ہے ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ انسان سے قریب ہیں۔ ایں دعا۔ یعنی یہ دعا جو نفس کے فریب سے نجات کے لئے ہم کر رہے ہیں تیری ہی توفیق ہے۔ گلخن۔ یعنی ہماری طبیعت جو بھٹی جیسی ہے۔ گلستاں۔ یعنی دعا جو چمن کی طرح ہے آگ کی بھٹی میں چمن اُگا دینا قدرتِ خداوندی کی ایک مثال ہے۔

642 641

در میانِ[1] خون و رودہ فہم و عقل
خون اور انتڑی میں، سمجھ اور عقل

جُز ز اکرامِ تو نتواں کرد نقل
تیرے کرم کے سوا کوئی منتقل نہیں کرسکتا ہے

از دو پارہ پیہ ایں نورِ رواں
یہ جاری نور پیہ چربی کے دو ٹکڑوں سے!

موجِ نورش می زند تا آسماں
اُس کے نور کی موج آسمان سے ٹکراتی ہے

گوشت پارہ کہ زباں آمد ازو
گوشت کا ٹکڑا جو کہ زبان ہے، اُس سے

می رود سیلابِ حکمت جُو بجُو
دانائی کا سیلاب نہر در نہر جاتا ہے

سُوئے سوراخے کہ ناش گوشہاست
اُس سوراخ کی جانب سے جس کا نام کان ہے

تا بباغِ جاں کہ میوہ اش ہوشہاست
جان کے باغ تک جس کا میوہ دانائیاں ہیں

شاہراہِ باغِ جانہا شرعِ اُوست
جانوں کے باغ کی شاہراہ اس کی شریعت ہے

باغ و بُستانہائے عالم فرعِ اُوست
دنیا کے باغ اور جن اُس کی شاخ ہیں

اصل و سرچشمہ خوشی آنست آں
اصل اور خوشی کا سرچشمہ وہی وہ ہے

زود تجری تحتہا الانہار خواں
جلدی سے اُس کے نیچے نہریں جاری ہیں پڑھ لے

قصۂ رنجور گو با مصطفےٰ
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بیمار کا قصہ بتا

زانکہ لُطفِ حق ندارد منتہیٰ
اس لئے کہ اللہ کی مہربانی کی کوئی حد نہیں ہے

شکرِ نعمت چوں کنی چوں شکر تو
تو نعمت کا شکر کیسے ادا کرسکتا ہے جبکہ تیرا شکر کرنا

نعمتِ تازہ بود ز احسانِ اُو
اُس کے احسان سے ایک نئی نعمت ہے

عجز تو در شکر شکر آمد تمام
شکر سے تیرا عاجز ہونا ہی پورا شکر ہے

فہم کُن دریاب قد تم الکلام
سمجھ لے، جان لے، بات پوری ہوئی

تتمۂ نصیحت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں بیمار را

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بیمار کو نصیحت کرنے کا بقیہ قصہ

گفت پیغمبر مر آں بیمار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بیمار سے فرمایا

چوں عیادت[2] کرد یارِ زار را
جب بیمار دوست کی مزاج پرسی کی

کہ مگر نوعے دعائے کردۂ
شاید تو نے کوئی دعا کی ہے

از جہالت زہر بائے خوردۂ
نادانی سے زہریلا شوربا پیا ہے

یاد آور چہ دعائے گفتۂ
یاد کر کیا دعا کی ہے؟

چوں ز مکرِ نفس می آشفتۂ
جب تو نفس کے مکر سے پریشان ہوا ہے

[1] در میانِ خون۔ انسانی جسم کے خون اور انتڑیوں میں عقل جیسی چیز پیدا فرادینا قدرتِ خداوندی کی دوسری مثال ہے۔ اور دوپارہ انسان کی آنکھوں میں ایسا نور پیدا کردینا جو آسمان تک پہنچتا ہے قدرتِ خدا کی تیسری مثال ہے۔ گوشت پارہ۔ انسان کی زبان ہے جو محض ایک گوشت کا ٹکڑا ہے حکمت و دانائی کی باتیں کانوں تک پہنچتی ہیں اور کان اُن کو روح تک پہنچادیتے ہیں جس سے انسان میں ہوشمندی پیدا ہوتی ہے یہ قدرتِ خداوندی کی چوتھی مثال ہے۔ مصنفؒ

[2] عیادت۔ یعنی حکمت کے جان کے باغ میں پہنچنے کا راستہ شریعت ہے دوسرے پیغمبرانِ حکمت اس چمن کی شاخ ہیں۔

[3] آنست۔ یعنی حکمت کا سیلاب۔ الانہار۔ مولانا نے اس آیت میں نہروں سے حکمت اور معارفِ الٰہیہ کی نہریں مراد لی ہیں۔ رنجور۔ بیمار۔ ندارد منتہیٰ۔ قرآن پاک میں ہے اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو گے تو شمار نہ کرسکو گے شکرِ نعمت۔ اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا ناممکن ہے اس لئے کہ نعمت پر شکر ادا کرنا خود ایک نعمت ہے اب اُس کا شکریہ ادا کرو گے تو اُس کی ایک اور نعمت موجود ہوجائیگی تو سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور تم شکر سے عہدہ برآ نہ ہوسکو گے۔ عجز ہم اُنکے شکریہ سے

643

گفت یادم نیست الّا ہمتے[1]
اُس نے کہا مجھے یاد نہیں، مگر توجہ

دار با من یادم آید ساعتے
ڈال دیجئے مجھ پر، فوراً مجھے یاد آجائے گی

از حضورِ نورِ بخشِ مصطفیٰ[2]
آنحضورؐ کی نور عطا کرنے والی تشریف آوری سے

پیشِ خاطر آمد اُورا آں دُعا
وہ دعا اس کے دل میں آگئی

ہمتِ پیغمبرِ روشن کُدہ
نورانی خاندان کے پیغمبرؐ کی توجہ سے

پیشِ خاطر آمدش آں گم شدہ
وہ بھولی ہوئی (دعا) اُس کے دل میں آگئی

تافت ازاں روزن کہ از دل تا دلست
اُس روزن سے جو دل سے دل تک ہے چمکی

روشنی کو فرقِ حق و باطل ست
روشنی جو حق اور باطل میں فرق کردینے والی ہے

گفت اینک یادم آمد اے رسول
اُس نے کہا اے رسول! اب مجھے یاد آگئی

آں دُعا کہ گفتہ ام من بوالفضول[3]
وہ دعا جو بیوقوف نے کی ہے

چوں گرفتارِ گنہ می آمدم
جب میں گناہ میں مبتلا ہو گیا

غرقہ گشتہ دست و پائے می زدم
ڈوب کر ہاتھ پیر مارتا تھا

پُر گنہ باب کشایش می زند
گنہگار، نجات کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے

غرقہ دست اندر حشایش می زند
ڈوبتا ہوا گھاس پر ہاتھ مارتا ہے

از تو تہدید و وعیدے می رسید
آپ کی جانب سے دھمکی اور ڈراوا پہنچتا تھا

مجرماں را از عذاب بس شدید
گنہگاروں کے لئے سخت عذاب کا

مُضطرب[4] می گشتم و چارہ نہ بود
میں پریشان ہو گیا اور کوئی تدبیر نہ تھی

بند محکم بود و قفلِ ناکشود
مضبوط قید تھی اور نہ کھلنے والا تالا

نے مقامِ صبر و نے راہِ گریز
نہ صبر کا مقام اور نہ بھاگنے کی جگہ

نے امیدے توبہ نہ جائے ستیز
نہ توبہ کی اُمید نہ جھگڑے کا موقع

نے بغیر حق تعالےٰ یارِ من
نہ خدا کے علاوہ (کوئی) میرا دوست

ایں چنیں دشوار آمد کارِ من
میرا کام ایسا مشکل ہو گیا

من چو ہاروت و چو ماروت از حزن
میں غم سے ہاروت و ماروت کی طرح

آہ می کردم کہ اے خلّاقِ من
آہ کرتا تھا کہ اے میرے پیدا کرنے والے!

ذکرِ دشواری عذابِ آخرت و سختیِ آن

آخرت کے عذاب کی دشواری اور سختی کا ذکر

---

[1] ہمت۔ باطنی توجہ۔ اُس دعا۔ وہ دعا جو اُس نے کی تھی اور بھول گیا تھا۔ روشن کدہ۔ منور گھر
گم شدہ۔ یعنی دعا۔ تافت۔ یعنی آنحضورؐ کی باطنی توجہ سے آپ کے قلب مبارک سے اُس کے قلب تک نور پہنچا جس سے دعا یاد آگئی۔
[2] بوالفضول۔ بیہودہ۔
[3] بد گرو۔ گنہگار۔ حشایش۔ خشیش کی جمع، گھاس، منقول ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ تہدید۔ دھمکی۔ وعید۔ سزا کا وعدہ۔ مجرماں۔ گنہگاراں۔
[4] مضطرب۔ یعنی ان حالات میں پریشان ہو گیا۔ ہاروت و ماروت۔ وہ دو فرشتے جو اپنے گناہوں کی پاداش میں بابل کے کنوئیں میں الٹے لٹکے ہوئے سزا دے گئے ہیں یہ شرعی اعتبار سے محض ایک افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

از خطر[1] ہاروت و ماروت آشکار
ہاروت و ماروت نے خطروں کی وجہ سے علانیہ

چاہِ بابل را بکردند اختیار
بابل کے کنویں کو پسند کر لیا

تا عذابِ آخرت اینجا کشند
تاکہ آخرت کے عذاب کو اسی جگہ بھگت لیں

گر[2] پزیرند و عاقل و ساحر و شند
ہوشیار ہیں اور عقلمند ہیں اور جادوگر جیسے ہیں

نیک کردند و بجائے خویش بود
اچھا کیا، اور بامحل تھا

سہل تر باشد ز آتش رنجِ دود
دھوئیں کی تکلیف آگ سے زیادہ آسان ہوتی ہے

حد ندارد وصفِ رنجِ آنجہاں
اُس عالم (آخرت) کی تکلیف کی کوئی حد نہیں ہے

سہل باشد رنجِ دنیا پیشِ آں
دنیا کی تکلیف اُس کے مقابلہ میں آسان ہے

اے خنک آں کو جہادے می کند
قابلِ مبارکباد ہے وہ شخص جو مجاہدہ کرتا ہے

بر بدن زجرے و دادے می کند
بدن کو تنبیہ اور اُس کے ساتھ انصاف کرتا ہے

تا ز رنجِ آں جہانے وارہد
تاکہ اُس جہاں (آخرت) کی تکلیف سے نجات پائے

بر خود ایں رنجِ عبادت می نہد
اپنے اوپر عبادت کی تکلیف ڈالتا ہے

من[3] ہمی گفتم کہ یارب آں عذاب
میں نے بھی یہ کہا کہ اے خدا! وہ سزا

ہمدریں عالم براں بر من شتاب
اسی عالم (دنیا) میں جلدی سے جاری کر دے

تا دراں عالم فراغت باشدم
تاکہ اُس عالم (آخرت) میں مجھے فراغت حاصل ہو

در چنیں درخواست حلقہ می زدم
اس طرح کی درخواست پر میں زنجیر کھٹکھٹاتا تھا

اینچنیں رنجوریے پیدام شد
اِس قسم کی بیماری مجھ میں پیدا ہو گئی

جانِ من از رنج بے آرام شد
کہ میری جان تکلیف سے بے آرام ہو گئی

ماندہ ام از ذکر و از اورادِ خود
ذکر اور اپنے وظائف سے میں عاجز ہو گیا ہوں

بے خبر گشتم ز خویش و نیک و بد
اپنے اور اچھے بُرے سے بے خبر ہو گیا ہوں

گر نمی دیدم کنوں من روئے تو
اگر اب میں آپ کا چہرہ نہ دیکھتا

اے خجستہ وے مبارک بوئے تو
اے بابرکت اور اے وہ ذات کہ تیری خصلت بابرکت ہے

می شدم از دستِ من یکبارگی
میں ایک بارگی اپنے ہاتھ سے گیا گزرا ہو جاتا

کردیم شاہانہ ایں غمخوارگی
آپ نے میری شاہانہ غمخواری فرمائی

گفت ہے ہے ایں دعا دیگر مکن
آپ نے فرمایا خبردار! یہ دعا پھر نہ کرنا

بر مکن تو خویش را از بیخ و بُن
اپنے آپ کو جڑ بنیاد سے نہ اُکھاڑ

---

[1] از خطر ہاروت و ماروت کا افسانہ یہ ہے کہ ہاروت و ماروت نے زہرہ سے زنا کرنا چاہا تو اُس نے کہا کہ آخرت میں عذاب بھگتو یا دنیا میں، جس کی یہ صورت ہوگی کہ ایسے کنویں میں جس میں دھواں بھرا ہوگا قیامت تک کے لئے اُلٹے لٹکا دیئے جاؤ گے۔ اِس پر اُنھوں نے دنیا کی سزا کو پسند کر لیا۔ بابل عراق کا مشہور شہر تھا۔

[2] گر پزیرند۔ چالاک۔ ساحر۔ ہاروت و ماروت لوگوں کو جادو کی تعلیم دینے والے تھے۔ آتش۔ یعنی جہنم کی آگ۔ دود۔ یعنی وہ دھواں جو چاہِ بابل میں ہے۔ اے خنک۔ وہ انسان قابلِ مبارکباد ہے جو اپنے جسم کو دنیاوی تکالیف میں مبتلا کر کے عبادات اور مجاہدہ کرلے اور آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کرلے۔ تادر۔ انصاف۔ جسم کے ساتھ بھی انصاف ہے کہ عبادت کر کے اُس کو آخرت کے عذاب سے چھڑا لے۔

[3] من ہمی گفتم۔ اُن صحابی نے حضورؐ سے عرض کیا کہ میں نے یہی دعا کی تھی کہ مجھے بجائے آخرت کے دنیا میں عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔ ذکر۔ یعنی خدا کا ذکر۔ اوراد۔ وہ وظائف جن کو کوئی اپنا معمول بنالے۔ جز شدم۔ یعنی میں مر جاتا۔

تو چہ طاقت داری اے مورِ نژند[1] — کہ نہد بر تو جہاں کوہے بلند

اے کمزور چیونٹی! تو کیا طاقت رکھتا ہے — کہ وہ اللہ تعالیٰ تجھ پر اس قدر اونچا پہاڑ اتار دے

گفت توبہ کردم اے سلطانِ من — از سرِ جلدی نسازم ہیچ فن

اس نے کہا اے شاہ! میں نے توبہ کی — عجلت میں کوئی ترکیب عمل میں نہ لاؤنگا

ایں جہاں تیہ است و تو موسیٰ و ما — از گنہ در تیہ ماندہ مبتلا

یہ دنیا تیہ ہے اور آپ موسیٰ ہیں اور ہم — گناہ کی وجہ سے تیہ میں مبتلا ہیں

سالہارہ می رویم و در اخیر — ہمچناں در منزلِ اوّل اسیر

ہم سالوں کی مسافت طے کرتے ہیں اور آخر میں — اسی طرح پہلی منزل کے پابند ہیں

ذکرِ قومِ موسیٰ علیہ السلام و پشیمانیِ ایشاں

موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور ان کی شرمندگی کا تذکرہ

قومِ موسیٰ[2] راہ می پیمودہ اند — آخر اندر گامِ اوّل بودہ اند

(حضرت) موسیٰؑ کی قوم راستہ طے کرتی — (لیکن) نتیجہ میں وہ پہلی جگہ پر ہوتی

گر دلِ موسیٰ ز ما راضی بدے — تیہ را راہ و کراں پیدا شدے

اگر (حضرت) موسیٰؑ کا دل ہم سے خوش ہوتا — تیہ کا راستہ اور کنارہ معلوم ہو جاتا

ور بہ کُل بیزار بودے اُو ز ما — کے رسیدے منّ و سلویٰ از سما

اگر وہ ہم سے بالکلیہ بیزار ہوتے — تو من و سلویٰ آسمان سے کب آتا

کے ز سنگے چشمہا جوشاں شدے — در بیاباں تا امانِ جاں شدے

پتھر سے چشمے کب جوش مارتے — جنگل میں، حتیٰ کہ جان کی امان بن گئے

بَل بجائے خواں خود آتش آمدے — اندریں منزل لہب بر مارزدے

بلکہ خوان کی بجائے آگ برستی — اس منزل میں لپٹ ہمیں مارتی

چوں[3] دو دل شد موسیٰ اندر کارِ ما — گاہ خصمِ ماست و گاہے یارِ ما

چونکہ ہمارے معاملہ میں موسیٰؑ دو دلے ہو گئے ہیں — کبھی ہمارے دشمن ہیں اور کبھی ہمارے دوست ہیں

خشمش آتش می زند در رختِ ما — حلمِ اُو رَدّ می کُند تیرِ بلا

اُن کا غصہ ہمارے سامان کو پھونک دیتا ہے — اُن کی بُردباری مصیبت کا تیر توڑ دیتی ہے

کے بُود کہ حلم گردد خشمِ تیز — نیست ناں در ایں ز لطفت اے عزیز

کب ہوگا کہ اُن کا تیز غصہ بُردباری بن جائے — اے خدا! یہ تیری مہربانی سے دور نہیں ہے

---

[1] مور چیونٹی۔ نژند۔ اوندھا پست دخوار۔ کوہے بلند یعنی دنیا کا عذاب۔ توبہ کردم آئندہ عذاب بھگتنے کی دعا نہ کروں گا بلکہ معافی کی درخواست کیا کروں گا۔ تیہ۔ بمعنی فیصلہ وہ بیابان تھا جس میں نافرمانیوں کی بدولت بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں پھرتے رہے۔ اسی میدان میں اُن پر من وسلویٰ بھی اترا اور پتھر کے پانی کے چشمے بھی پھوٹے۔ سالہا۔ بنی اسرائیل تیہ میں جہاں سے صبح کو چلتے تھے شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے تھے نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ یہی حال ہمارا ہے توبہ واستغفار سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے لیکن گناہ کر بیٹھتے ہیں تو پھر پہلی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔

[2] قومِ موسیٰ۔ یعنی بنی اسرائیل گر دل۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ اگر موسیٰؑ بالکل خوش ہوتے تو ہم تیہ سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتے۔ ور بکل۔ اگر بالکلیہ ناراض ہوتے تو ہم پر من وسلویٰ کیوں اترتا اور پتھر سے پانی کے چشمے کیوں ابلتے۔ بَل۔ من وسلویٰ کے بجائے ہم پر آگ نازل ہوتی۔

[3] چوں دو دل۔ حضرت موسیٰؑ کے دل میں ہم سے پیار بھی ہے اور ناراضی بھی۔ خشمش۔ یعنی اُن کا غصہ ہماری تباہی کا باعث ہے۔ کے بود۔ ہم اُس وقت کے منتظر ہیں جب خدا کی مہربانی سے اُن کا غصہ بھی بُردباری میں تبدیل ہو جائیگا۔

مدحِ[1] حاضر وحشت است از بہرِ ایں
تم پر تعریف کرنا ناراضی کا سبب ہے اس لئے

نامِ موسیٰؑ می برم قاصد چنیں
میں عمداً اس طرح حضرت موسیٰ کا نام لے رہا ہوں

ورنہ موسیٰؑ کے رَوا دارد کہ من
ورنہ حضرت موسیٰؑ کب گوارا کرتے کہ میں

پیشِ تو یاد آورم از ہیچ تن
آپ کے سامنے کسی کو یاد کروں

عہدِ ما با شکست صد بار و ہزار
ہمارا عہد سینکڑوں اور ہزاروں بار ٹوٹا ہے

عہدِ تو چوں کوہ ثابت برقرار
تیرا عہد پہاڑ کی طرح ثابت برقرار ہے

عہدِ ما کاہ و بہر بادے زبوں
ہمارا عہد تنکا ہے اور ہر ہوا سے مغلوب ہے

عہدِ تو کوہ و ز صد کہ ہم فزوں
تیرا عہد پہاڑ ہے اور سینکڑوں پہاڑوں سے بڑھا ہوا ہے

حق آں قوت کہ بر تلوین ما
اُس قوت کا واسطہ جو تجھے ہماری نیرنگیوں پر ہے

رحمتے کن اے امیرِ لَونہا
اے حالات کے فرمانروا! رحم فرما دے

خویش را دیدم و رسوائی خویش
میں نے اپنے آپ کو اور اپنی رسوائی کو دیکھ لیا

امتحانِ ما مکن اے شاہ بیش
اے شاہ! ہمارا زیادہ امتحان نہ لے

تا فضیحتہائے[2] دیگر را نہاں
تاکہ دوسری رسوائیوں کو تو پوشیدہ

کردہ باشی اے کریمِ مستعاں
کردے اے مددگار کریم!

بیحدی تو در جمال و در کمال
تو جمال اور کمال میں لامحدود ہے

در کژی ما بیحد یم و در ضلال
ہم کجی اور گمراہی میں لاانتہا ہیں

بیحدیِ خویش بگمار اے کریم
اے کریم! اپنی بے پایانی مسلط فرما دے

بر کژیِ بیحدِ مشتے لئیم
ایک مٹھی (خاک) کمینے کی لامحدود کجی پر

ہاں[3] کہ از تقطیعِ ما یک تار ماند
دیکھ! ہمارے لباس کا ایک تار رہ گیا ہے

مصر بودیم و یکے دیوار ماند
ہم شہر تھے اور ایک دیوار رہ گئی ہے

اَلْبَقِیَہ اَلْبَقِیَہ اے خدیو
اے شاہ! باقی کی حفاظت کر

تا نگردد شادیِ جانِ دیو
تاکہ شیطان کی جان بالکلیہ خوش نہ ہو

بہرِ مالے بہرِ آں لُطفِ نخست
ہماری وجہ سے نہیں اُس پہلی مہربانی کی وجہ سے

کہ تو کردی گمرہاں را باز جُست
کہ تو نے گمراہوں کو تلاش کیا ہے

طفیل کردے جو گناہگاروں کو معاف کرنے کے لئے تلاش کرتا ہے۔

[1] مدحِ حاضر۔ اُن بیمار صحابی نے حضرت موسیٰ کا ذکر کرکے اُن کے کچھ فضائل ذکر کئے اب فرماتے ہیں کہ دراصل وہ فضائل آپ کے ہیں لیکن چونکہ منہ پر تعریف کرنے سے آپ کو ناگواری ہوتی ہے تو میں نے حضرت موسیٰؑ کے ضمن میں آپ کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ۔ حضرت موسیٰؑ خود اس کو نہ پسند کرتے کہ آپ کی موجودگی میں انکی تعریف کی جائے۔ عہد ہم نے بندگی کا عہد کیا جو ہزاروں بار ٹوٹا اللہ نے ربوبیت کا عہد کیا جو ہر وقت برقرار ہے۔ تلوین۔ کبھی ہم توبہ کرتے ہیں کبھی اسکو توڑتے ہیں کبھی اطاعت و عبادت کرتے ہیں کبھی نافرمانی کرتے ہیں اور یہ سب کچھ قدرتِ خداوندی کا ظہور ہے۔ لونہا۔ یعنی ہماری مختلف کیفیتیں۔

[2] تا فضیحتہائے دیگر۔ اگر تو ہمیں امتحان میں ڈالے گا تو دیگر رسوائیاں ڈھکی چھپی رہیں گی۔ مستعان۔ جس سے مدد مانگی جائے۔ یعنی۔ اللہ کا جمال بے کمال لامحدود ہے اور بندہ کی خطائیں لامحدود ہیں لہٰذا وہی پردہ پوشی کر سکتا ہے۔

[3] ہاں۔ ہماری پردہ پوشی کے ظاہری اسباب ختم ہو گئے ہیں۔ لباس کا صرف ایک تار رہ گیا ہے۔ نیکی کی تمام قوتیں ہم فنا کر چکے ہیں اُس کے صرف آثار باقی رہ گئے ہیں۔ البقیہ۔ جو کچھ باقی ہے اُسکی حفاظت کر تاکہ بالکلیہ تباہی نہ ہو۔ بہرِ مالے۔ ہم پر رحم اپنے قدیم رحم کے

647 646

چوں[1] نمودی قدرت بنمائے رحم
جب تو نے اپنی قدرت کا اظہار کیا ہے، رحم فرما دے

اے نہادہ رحمہا در شحم و لحم
اے وہ ذات! جس نے چربی اور گوشت میں رحم (کا مادہ) رکھ دیا ہے

زیں دعا گر خشم افزاید ترا
اگر یہ دعا تیرا غصہ بڑھائے

تو دعا تعلیم فرما مہتر را
اے بڑے! تو اور (دعا) سکھلا دے

آنچناں کآدم بیفتاد از بہشت
جیسا کہ (حضرت) آدمؑ جنت سے گرے

رجعتش دادی کہ رست از دیو زشت
انکو تو نے توبہ کے طریقہ کی تعلیم (فرمائی) کہ شیطان سے کو نجات پا لے

دیو کہ بُود کوز آدمؑ بگذرد
شیطان کیا ہوتا ہے جو حضرت آدمؑ سے بڑھ جائے

بر چنیں نطعے از و بازی برد
ایسی بساط پر اُس سے بازی جیت لے

در حقیقت نفعِ آدمؑ شد همہ
حقیقتاً سب (حضرت) آدمؑ کا نفع ہوا

لعنت حاسد شد آں بد دمدمہ
وہ بُرا مکر حاسد کی لعنت بنا

بازیِ دید و دو صد بازی ندید
ایک چال دیکھی اور دو سو چالیں نہ دیکھیں

پس ستون خیمۂ خود را برید
تو اپنے خیمہ کا ستون کاٹ ڈالا

آتشے[2] زد شب بکشت دیگراں
رات میں دوسروں کی کھیتی میں آگ لگائی

باد سوئے کشت او کرد شں رواں
ہوا نے اُس کو اُس کی کھیتی کی طرف روانہ کر دیا

چشم بندے بود لعنت دیو را
لعنت شیطان کی آنکھ کی پٹی تھی

تا زیاں خصمِ خود آں دید و را
یہاں تک کہ اُس نے اپنے مقابل کی بربادی سمجھا

ہم زیان جانِ او شد دیوِ او
اُس کا مکر اُس کی جان کی تباہی بنا

خود تو گوئی بود آدمؑ دیوِ او
تو خود کہے گا آدمؑ اُس کے گمراہ کرنے والے تھے

لعنت[3] ایں باشد کہ کژ بینش کند
لعنت یہ ہوتی ہے کہ اُس کو کج بین بنا دے

حاسد و خود بین و پُر کینش کند
اُس کو حاسد اور متکبر اور کینہ ور کر دے

تا بداند کہ ہر آں کو بد کند
یہاں تک کہ وہ جان لیگا کہ جو شخص بُرائی کرتا ہے

عاقبت باز آید و بر وے زند
انجام کار وہ لوٹتی ہے اور اُس پر پڑ جاتی ہے

جملہ فرزیں بند ہا بیند بعکس
تمام مہروں کو اُلٹا دیکھتا ہے

مات بر وے گردد و نقصان و بس
مات اور نقصان اور ذلت اُس کو ہوتی ہے

مخالف کی نرد فرزین کی مار کا خطرہ کم ہو جائے۔ مات۔ بازی ہارنا۔ نکس۔ اوندھا، ذلیل۔

---

[1] چوں نمودی۔ انسانوں اور جانوروں میں رحم کا مادہ خدا کی رحمت کا جزو ہے۔ زیں دعا۔ اگر ہمارے یہ دعائیہ الفاظ بلند نہیں ہیں تو تو ہی اور دعا سکھا دے جیسا کہ تو نے حضرت آدمؑ کو خود دعا سکھائی تھی جس سے اُن کی لغزش معاف ہوئی۔ رجعت۔ واپسی، توبہ۔ بگذرد۔ بازی لیجائے۔ نطع۔ چمڑے کا ٹکڑا، بساط۔ آدمؑ۔ حضرت شیطان نے جو کر حضرت آدمؑ کے نقصان کے لئے کیا وہ اُن کے نفع کا سبب بن گیا اور توبہ کے بساط کو مزید قرب حاصل ہو گیا۔ بازی۔ شیطان نے اپنے مکر کی طرف دھیان کیا اللہ تعالیٰ کی تدبیروں کو نہ دیکھا میں پھنسا اور اپنے مکر سے خود برباد ہو گیا۔

[2] آتشے۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کو تباہ کرنے کے لئے مکر کیا اور خود اُسکے جال میں پھنس گیا۔ چشم بندے۔ شیطان کے لئے اللہ کی لعنت آنکھ کی پٹی ثابت ہوئی وہ اپنے انجام کو نہ دیکھ سکا۔ خود تو گوئی۔ شیطان تو حضرت آدمؑ کی تباہی کا سبب نہ بنا البتہ حضرت آدمؑ شیطان کی تباہی کا سبب بن گئے۔

[3] لعنت۔ جب کوئی خدا کی لعنت میں گرفتار ہوتا ہے تو کج بین اور حاسد اور متکبر اور کینہ ور بن جاتا ہے تا بداند۔ برائی کا وبال خود برائی کرنے والے کو بھگتنا پڑے گا۔ فرزین۔ بند۔ شطرنج کی وہ چال جس سے

زانکہ[1] گر او ہیچ بیند خویش را — مُہلک و ناسور بیند ریش را

اس لئے کہ اگر وہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھتا — زخم کو مُہلک اور ناسور سمجھتا

درد خیزد زیں چنیں دیدن درون — درد اُو را از حجاب آرد بروں

اس طرح دیکھنے سے اندر درد اُٹھتا ہے — درد اُس کو پردے سے باہر لے آتا ہے

تا نگیرد مادراں را دردِ زہ — طفل در زادن نیابد ہیچ رہ

جب تک ماؤں کے دردِ زہ نہ ہو — بچہ کو پیدا ہونے کے لئے کوئی راستہ نہیں ملتا

ایں امانت در دلِ و جاں حاملہ است — وایں نصیحتہا مثالِ قابلہ است

یہ امانت دل میں ہے اور جان حاملہ ہے — اور یہ نصیحتیں دایہ جیسی ہیں

قابلہ گوید کہ زن را دردِ نیست — درد باید درد کودک را رہ ست

دایہ کہتی ہے کہ عورت کو دردِ زہ نہیں ہے — درد چاہیئے دردِ زہ بچہ کا راستہ ہے

آنکہ او بیدرد باشد رہزن ست — زانکہ بیدردی اَنَا الحق گفتن ست

جو بے درد ہو وہ رہزن ہے — اس لئے بیدردی اَنَا الحق کہنا ہے

آں اَنَا[2] بیوقت گفتن لعنت است — ویں اَنَا در وقت گفتن رحمت است

اَنَا کو بے موقع کہنا (موجب) لعنت ہے — اور اس اَنَا کو بامو قع کہنا (باعث) رحمت ہے

آں اَنَا منصور را رحمت بُدہ — ایں اَنَا فرعون را لعنت بُدہ

وہ اَنَا منصور کے لئے (باعث) رحمت تھا — یہ اَنَا فرعون کے لئے (موجب) لعنت تھا

لاجرم ہر مُرغ[3] بے ہنگام را — سَر بُریدن واجب است اعلام را

لامحالہ بے وقت کے ہر مرغ کا — سر کاٹ ڈالنا تشہیر کے لئے ضروری ہے

سَر بُریدن چیست کشتن نفس را — در جہاد و ترک گفتن لمس را

سر کاٹنا کیا ہے؟ نفس کو مارنا ہے — مجاہدہ میں اور لذت کو خیرباد کہنا ہے

آنچناں کہ نیش کژدم برکنی — تا کہ یابد او ز کُشتن ایمنی

جیسے کہ تو بچھو کا ڈنک نکال دے — تاکہ وہ مارے جانے سے امن ہو جائے

---

[1] زانکہ۔ اگر تکبر نہ ہو تو انسان اپنی برائی کو برائی سمجھ کر اظہار کر لیتا ہے۔ درد۔ اپنی خطا پر اگر انسان درد محسوس کرلے تو نجات ہو جاتی ہے۔ تانگیرد درد۔ ماں کو اگر دردِ زہ نہ ہو تو خوشگوار نتیجہ سامنے نہیں آتا ہے۔ ایں امانت۔ بھلائی کی طاقتیں دل میں بمنزل حمل کے ہیں اور روح انسانی حامل ہے اور وعظ و نصیحت اُن قوتوں کو بروئے کار لانے والی ہے لہٰذا وہ بمنزلہ دائی کے ہے۔ قابلہ۔ ناصح کی نصیحت سے اگر درد نہیں پیدا ہوتا ہے تو بھلائی کی طاقتیں بروئے کار نہیں آتی ہیں جس طرح دایہ جب ہی جناتی ہے جبکہ عورت کے درد نہ ہو۔ بے درد باشد۔ جس میں درد کا مادہ نہیں وہ بے درد ڈاکو کی طرح ہے۔ بے دردی۔ بے درد متکبر ہوتا ہے اور تکبر کا آخری درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کا درجہ دے کر خدائی کا دعویٰ کر دیتا ہے جیسا کہ تکبر بے درد فرعون نے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کہا یہی اَنَا الحق کہنے کا مطلب ہے۔

[2] آں اَنَا۔ پہلے شعر میں اَنَا الحق کہنے کو بے دردی اور تکبر کی بنیاد پر بتایا تھا اب اُسکی تفصیل فرماتے ہیں کہ بے وقت اَنَا الحق کہنا لعنت ہے لیکن بامو قع کہنا درست ہے منصور۔ حلاج نے وحدت الوجود کے غلبہ میں اپنے آپ کو فنا کر کے اور صفاتِ خداوندی سے متصف ہو کر اَنَا الحق کہا تو موجب رحمت تھا، فرعون نے بے موقع کہا تو موجب لعنت بنا۔

[3] مرغ بے ہنگام۔ جو مرغ بے وقت بولے اُس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح فرعون نے بے وقت اَنَا الحق کہا اور وہ ہلاک کر دیا گیا۔ اعلام۔ یعنی دوسروں کو بتانا، اعلان کرنا۔ سر بریدن۔ اگر انسان کا نفس تکبر میں اَنَا الحق کا مدعی بنے تو اُس کے سر کاٹنے کی ترکیب یہ ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اُس کو قتل کر ڈالے۔ آنچناں۔ نفس کو مارنے سے انسان کی نجات ہو جاتی ہے جیسے کہ بچھو کا ڈنک توڑ دیا جائے تو پھر وہ ہلاک ہونے سے بچ جاتا ہے۔

649

برکنی[۱] دندانِ پُر زہرے زمار — تا رہد مار از بلائے سنگسار
سانپ کے زہریلے دانت اکھاڑ دے — تاکہ سانپ سنگساری کی مصیبت سے بچ جائے

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِّ پیر — دامنِ آں نفس کش را سخت گیر
نفس کو شیخ کے سایہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں مار سکتی ہے — اُس نفس کو مارنے والے کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے

چوں بگیری سخت آں توفیق ہوست — در تو ہر قوت کہ آید جذبِ اوست
جب تو مضبوط پکڑے گا وہ اللہ (تعالیٰ) کی توفیق ہوگی — تجھ میں جو قوت آئے گی وہ اسی کی کشش ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ راست داں[۲] — ہر چہ دارد جاں بود از جانِ جاں
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" کو صحیح سمجھ — جو کچھ جان میں ہے وہ جانِ جاں کی بدولت ہوگا

دستِ[۲] گیرندہ ویست و بُردبار — دم بدم آں دم از و امید دار
وہی دستگیری کرنیوالا اور بوجھ اٹھانیوالا ہے — ہر وقت اُس سے جذب کی اُمید رکھ

نیست غم گر دیر بے اُو ماندۂ — دیر گیر و سخت گیرش خواندۂ
اگر تو بہت دیر تک اسکے بغیر رہا ہے تو غم نہ کر — تو نے اسکو دیر سے پکڑنیوالا اور سخت گرفت کرنیوالا پایا ہے

دیر گیر و سخت گیر و در کمشش — یک دمت غائب ندارد حضرتش
اسکی رحمت دیر سے شاملِ حال ہوگی تو پوری شاملِ حال ہوگی — اُس کا دربار تجھے ایک لمحہ کیلئے غائب ہونے نہ دیگا

ور تو خواہی شرحِ ایں فضل و دلا — از سرِ اندیشہ می خواں وَالضُّحیٰ
اگر تو اس مہربانی اور دوستی کی شرح چاہتا ہے — تو غور و فکر سے (سورۂ) والضحیٰ پڑھ لے

ور[۳] تو گوئی ہم بدی ہا از ویست — لیک آں نقصانِ فضلِ او کیست
اگر تو کہے کہ بُرائیاں بھی اُسی کی جانب سے ہیں — لیکن وہ اُس کی عنایت کے نقصان کا باعث کیسے ہیں؟

آں بدی دادن کمالِ اُوست ہم — من مثالے گویمت اے محتشم
وہ برائی دینا بھی اُس کا کمال ہے — اے بزرگوار! میں تجھ سے ایک مثال کہتا ہوں

مثال در بیانِ معنیٔ نؤمن بالقدر خیرہ و شرہ

اس معنی کے بیان میں ایک مثال کہ ہم ایمان لائے اچھی اور بُری تقدیر پر

کردِ نقاشے دو گونہ نقشہا — نقشہائے صاف و نقشِ بے صفا
ایک نقاش نے دو قسم کے نقش بنائے — اچھے نقش اور بُرے نقش

---

[۱] برکنی۔ اگر سانپ کا زہریلا دانت توڑ دیا جائے تو سانپ ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔ ہیچ۔ نفس کو شیخ کے زیرِ سایہ مارا جاسکتا ہے۔ جو آں بگیری۔ شیخ کا دامن پکڑنا بھی توفیقِ خداوندی ہے اور مُرید کو باطنی قوت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔ مَا رَمَیْتَ۔ غزوۂ بدر میں جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مُٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی اور اُس سے اُن کی نگاہیں خیرہ ہوگئیں تو قرآن میں فرمایا گیا کہ وہ تمہارا پھینکنا نہ تھا خدا کا پھینکنا تھا یعنی مُرید کو مُراد ہی سے قوت حاصل ہوتی ہے اسلئے اُس کا فعل اصل کی طرف منسوب ہوجاتا ہے۔

[۲] دست۔ خدا ہی دستگیری فرماتا ہے اُسی سے جذب کی اُمید کر نیت غم۔ اگر حصولِ الٰہی میں دیر لگے تو گھبرانا نہ چاہیئے جس طرح خدا کا عذاب دیر میں آتا ہے اور سخت آتا ہے اسی طرح اُس کی رحمت بھی آزمائشوں کے بعد متوجہ ہوتی ہے۔ دیر اسکی رحمت آزمائش کے بعد جب متوجہ ہوتی ہے تو پھر اسقدر قُرب حاصل ہوتا ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی دوری نہیں ہوتی ہے۔ واقعتی یہود کے سوال پر جواب لینے کا وعدہ کیا لیکن انشاء اللہ نہ کہا تو آنحضورؐ سے وحی کا انقطاع ہوگیا جس سے آنحضورؐ کو بہت

[۳] ور تو گوئی۔ بے وقت اناالحق کہنا اور قلب میں بُری قوتوں کا پیدا ہونا بھی اللہ کا فعل ہے تو بظاہر یہ کمالِ خداوندی کے خلاف ہے مولانا جواباً فرماتے ہیں کہ بدی کا خلق بھی اللہ کا کمال ہے اور اسکو ایک مثال میں سمجھاتے ہیں۔

650

نقشِ یوسفؑ[1] کرد و حورِ خوش سرشت
(حضرت) یوسفؑ کا اور خوبصورت حور کا نقش بنایا

نقشِ عفریتاں و ابلیساں نِشت
بھوتوں اور شیطانوں کا بُرا نقش (بنایا)

بر دو گونہ[2] نقش اُستادیِ اُوست
دونوں قسم کے نقش اُسکی مہارت (کی دلیل) ہیں

زشتی اُو نیست آں رادیِ اُوست
یہ اُس کی بُرائی نہیں ہے اُس کی دانائی ہے

خوب را در غایتِ خوبی کشد
خوبصورت کو انتہائی خوبصورتی سے بناتا ہے

حسِّ عالَم چاشنی از وے چشد
دنیا کے حواس اُس سے لُطف اُٹھاتے ہیں

زشت را در غایتِ زشتی کُند
بدصورت کو انتہائی بدصورت بناتا ہے

جملہ زشتی ہا بگردش بر تنند
تمام بدصورتیاں اُس پر مڑھ دیتا ہے

تا کمالِ دانشش پیدا شود
تاکہ اُس کی دانش کا کمال ظاہر ہو جائے

مُنکرِ اُستادیش رُسوا شود
اُس کی اُستادی کا مُنکر رسوا ہو جائے

ورنہ[2] تاند زشت کردن ناقص ست
اگر وہ بدصورت کو نہ پیدا کر سکے تو ناقص ہو

زیں سبب خلّاقِ کبر و مخلص ست
اِسی لئے وہ کافر اور مومن کا پیدا کرنے والا ہے

پس ازیں رُو کفر و ایماں شاہداند
تو اِس حیثیت سے کفر اور ایمان گواہ ہیں

بر خداوندیش ہر دو ساجداند
اُس کی خدائی پر اور دونوں اُسکو سجدہ کرنے والے ہیں

لیک مومن دانکہ طوعاً ساجدست
لیکن سمجھ لے کہ مومن خوشی سے سجدہ کرنے والا ہے

زانکہ جویائے رضا و قاصدست
کیونکہ وہ رضامندی کا جویاں اور قصد کرنے والا ہے

ہست کرہاً گبر ہم یزداں پرست
کافر بھی جبراً خدا پرست ہے

لیک قصدِ اُو مُرادِ دیگرست
لیکن اُس کا مقصود دوسرا ہے

قلعۂ[3] سُلطاں عمارت می کُند
شاہی قلعہ تعمیر کرتا ہے

لیک دعویِ اَمارت می کند
لیکن سلطنت کا مدعی ہے

گشت باغی تا کہ مُلک اُو را بُود
وہ باغی بنا تاکہ مُلک اُس کا ہو جائے

عاقبت خود قلعہ سلطاں را شود
انجام کار قلعہ بادشاہ کا ہو جاتا ہے

مومن آں قلعہ برائے بادشاہ
مومن وہ قلعہ بادشاہ کے لئے

می کُند معمور نے از بہرِ جاہ
تعمیر کرتا ہے نہ کہ اپنی شان و شوکت کیلئے

---

[1] یوسفؑ۔ یوسفؑ کا نقش حسین ترین ہے اور بھوت و شیطان کا نقش بھیانک ہے۔ ہر دو گونہ۔ حسین نقش اور بھیانک نقش اگر کمال ہیں تو نقاش کے کمال بہ حال ہیں۔ رادی۔ ماہر۔ حسِّ عالم۔ حسین نقش سے ہر ہر انسان لطف اندوز ہوتا ہے۔ زشتی۔ بدصورتی۔ تا کمال۔ حسین نقش کو حسین ترین بنانا مصوّر کا کمال ہے اور بھیانک نقش کو انتہائی بھیانک بنانا بھی نقاش کا کمال ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ بدصورت بنانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو یہ اُسکے ناقص ہونے کی دلیل ہوگی اور وہ ہر طرح کے نقصان سے پاک ہے لہٰذا اُس کو مومن اور کافر دونوں کا خالق ماننا ہوگا۔ پس کفر اور ایمان اُس کی تخلیق اور خدائی کے گواہ ہیں اور دونوں اُس کو سجدہ کرتے ہیں۔ لیک۔ کافر و مومن کے سجدے میں فرق یہ ہے کہ مومن کا سجدہ اختیاری اور رضائے قلب سے ہے اور کافر کا سجدہ اضطراری ہے اور اضطراری و ایمان مجبوری عبادت۔ مراد دیگر۔ مضطر جو کام کرتا ہے اُس میں اُس کا قصد و ارادہ نہیں ہوتا ہے۔

[3] قلعہ۔ اضطراری عبادت کی مثال یہ ہے کہ ایک وہ شخص جس کا ارادہ بغاوت کرنے کا ہے ایک قلعہ تعمیر کرتا ہے لیکن مجبوراً ظاہر بھی کرتا ہے کہ یہ قلعہ بادشاہ کے لئے بنا رہا ہوں لیکن اُسکا قصد یہ ہے کہ بغاوت کر کے اُس قلعہ میں شاہی کروں گا۔ ایسے آدمی کا انجام سوائے تباہی کے کچھ نہیں قلعہ کے مقاد اُسکو حاصل نہیں ہوتے ہیں اسیطرح کافر کا اضطراری سجدہ اُسکے لئے کچھ بھی مفید نہیں ہے۔ مومن۔ مومن صحیح نیت سے کام کرتا ہے تو قصد کو

زشت[1] گوید اے شہِ زشت آفریں — قادری بر خوب و بر زشتِ مہیں
بدصورت کہتا ہے، اے بدصورت کے پیدا کرنیوالے شاہ! — تو خوبصورت اور ذلیل بدصورت کے پیدا کرنے پر قادر ہے

خوب گوید اے شہِ حُسن و بہا — پاک گردانیدیم از عیبہا
خوبصورت کہتا ہے، اے شاہِ حُسن و جمال! — تو نے مجھے عیبوں سے پاک کر دیا

حَمْدُ لَكَ وَالشُّكْرُ لَكَ يَا ذَا الْمِنَنْ — حاضری و ناظری بر حالِ من
اے احسانات والے! تیری تعریف ہے اور تیرا شکر ہے — تو میری حالت پر حاضر و ناظر ہے

حاصل آں شد کو ہر آنچہ خواست کرد — خوب را و زشت را چوں خار و ورد
خلاصہ یہ ہوا کہ اُس نے جو چاہا وہ کیا — اچھے اور بُرے کو کانٹے اور پھول کی طرح

اُوست بر ہر بادشاہے بادشا — کارساز یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَا
وہ ہر بادشاہ کے اوپر بادشاہ ہے — کاموں کا بنانیوالا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے

وصیت کردن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیمار را و دعا آموزیدن
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار کو نصیحت کرنا اور دعا سکھانا

گفت[2] پیغمبر مر آں بیمار را — ایں بگو کہ سہل کُن دشوار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیمار سے فرمایا — یہ کہہ کر (اے خدا! مشکل آسان کر دے

آتِنَا فِی دَارِ دُنْیَا نَا حَسَنْ — آتِنَا فِی دَارِ عُقْبَانَا حَسَنْ
ہمیں ہمارے دنیا کے گھر میں بھلائی عطا فرما — ہمیں ہمارے آخرت کے گھر میں بھلائی عطا فرما

راہ را بر ما چو بُستاں کُن لطیف — منزل ما خود تو باشی اے شریف
صراطِ مستقیم کو ہم پر باغ کی طرح پُرلطف بنا دے — اے شرافتوں والے! ہماری منزل خود تو ہی ہو

مومناں در حشر گویند اے مَلَک — نے کہ دوزخ بود راہِ مشترک
مومن حشر میں کہیں گے، اے فرشتو! — کیا دوزخ (مومنوں اور کافروں کا) مشترک راستہ تھا؟

مومن و کافر بر و یا بد گذار — ماندیدیم اندریں رہ دود و نار[3]
مومن اور کافر اُس پر گذرتے ہیں — ہم نے اِس راستہ میں دھواں اور آگ نہ دیکھی

نَک بہشت و بارگاہِ ایمنی — پس کجا بود آں گذرگاہِ دَنی
یہ تو بہشت اور اطمینان کی بارگاہ ہے — تو وہ کم درجہ کا راستہ کہاں ہے؟

پس مَلَک گوید کہ آں رَوضہ خضر — کاں فلاں جا دیدہ اید اندر گذر
تو فرشتے کہیں گے کہ وہ سبز باغ — جو راستہ میں تم نے فلاں جگہ دیکھا ہے

[1] زشت گوید:- یہ بدصورت کے شاہد و گواہ ہونے کا بیان ہے۔ مہیں۔ ذلیل۔ خوب گوید۔ یہ خوبصورت کی شہادت کا بیان ہے۔ بہا۔ رونق، جمال۔ حمد لک:- یہ بصورت یہ کہتا ہے۔ ذا المنن:- احسانات والا۔ حاصل۔ یعنی سب بحث کا خلاصہ یہ ہے۔ ورد۔ پھول۔ اُوست:- شہنشاہی خدا کی صفت ہے۔ یفعل۔ یعنی وہ اپنے ہر فعل میں مختار کل ہے۔

[2] گفت۔ یعنی انسان کو ہر حالت میں اپنی بھلائی کے لئے دعا کرنی چاہیئے۔ راہ۔ یعنی پُلصراط۔ منزل۔ یعنی مقصود۔ گذار۔ یعنی پُلصراط پر سے مومن و کافر کو گذرنا ہوگا جو جہنم پر قائم کی جائیگی۔

[3] دود و نار۔ یعنی جہنم کے آثار۔ مَلَک۔ مومن پُلصراط سے گذر کر جنت میں پہنچ جائیگا۔ گذرگاہ۔ یعنی پُلصراط۔ پس فلک۔ آنحضورؐ کی تعلیم کردہ دعا کا یہ اثر ہوگا کہ پُلصراط پر سے گزرتے میں دوزخ کا منظر مومن کے لئے سبز باغ کا منظر بن جائیگا۔

دوزخ آنجا بود و دیاست گاہِ سخت
دوزخ اور سخت سزا کی جگہ وہیں تھی

برشما شد باغ و بستان و درخت
تمہارے لئے وہ باغ اور چمن اور درخت بن گئی

چوں[۵۱] شما ایں نفسِ دوزخ خوی را
چونکہ تم نے اس دوزخ مزاج نفس پر

آتشی و گبر و فتنہ جوئے را
جہنمی اور کافر اور فتنہ جو پر

جہدہا کردید تا شد پر صفا
تم نے مجاہدے کئے یہاں تک کہ وہ مصفّٰی ہو گیا

نار را کشتید از بہرِ خدا
تم نے آگ کو بجھایا خدا کے لئے

آتشِ شہوت کہ شعلہ می زدے
شہوت کی آگ جو بھڑک رہی تھی

سبزۂ تقوی شد و نورِ ہدے
تقوے کا سبزہ اور ہدایت کا نور بن گئی

آتشِ خشم از شما ہم حلم شد
تمہارے غصہ کی آگ بھی بردباری بن گئی

ظلمتِ جہل از شما ہم علم شد
تمہارے جہل کی تاریکی بھی علم بن گئی

آتشِ حرص از شما ایثار شد
تمہاری حرص کی آگ ایثار بن گئی

واں حسد چوں خار بد گلزار شد
جو حسد کانٹے کی طرح تھا وہ چمن بن گیا

چوں[۵۲] شما ایں جملہ آتشہائے خویش
چونکہ تم نے اپنی ان تمام آگوں کو

بہرِ حق کشتید جملہ پیش پیش
پہلے ہی پہلے اللہ (تعالیٰ) کے لئے بجھا دیا

نفسِ ناری را چو باغے ساختید
چونکہ تم نے جہنمی نفس کو باغ بنا لیا

اندرو تخمِ وفا انداختید
اس میں وفا کا بیج بو دیا

بلبلانِ ذکر و تسبیح اندرو
جس میں ذکر اور تسبیح کی بلبلیں

خوش سرایاں در چمن بر طرفِ جو
نہر کے کنارے چمن میں خوش الحانی کرتی ہیں

داعیِ حق را اجابت کردہ اید
اللہ (تعالیٰ) کی طرف بلانیوالے کی تم نے بات مان لی

وز جحیم نفس آب آوردہ اید
اور نفس کی دوزخ سے تم نے پانی حاصل کر لیا

دوزخِ ما نیز در حقِ شما
ہماری دوزخ بھی تمہارے لئے

سبزہ گشت و گلشن و برگ و نوا
سبزہ اور گلشن اور ساز و سامان بن گئی

چیست[۵۳] احساں را مکافات اے پسر
اے بیٹا! احسان کا بدلہ کیا ہے؟

لطف و احسان و ثوابِ معتبر
مہربانی اور احسان اور معقول ثواب

نے شما گفتید ما قربانیم
کیا تم نے نہیں کہا تھا، ہم فدائی ہیں

پیشِ اوصافِ شما ما فانیم
آپ کے اوصاف کے پیشِ نظر ہم فانی ہیں

۵۱ چوں، چونکہ مومن نے نفس کی جہنمی صفات کو مجاہدات سے زائل کر دیا تو آخرت میں جہنم کے صفات بھی اُن کے لئے تبدیل ہو جائینگے۔ نار یعنی نفسانی آگ آتشِ شہوت۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ نفس کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیا۔

۵۲ چوں شما۔ جب ایک انسان اللہ کے لئے نفس کی برائیوں کو زائل کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت کی برائیوں سے محفوظ فرما دیتے ہیں۔ چوں کہ۔ جب انسان نیک اعمال والا بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی برائیوں کو بھی بھلائیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ بلبلاں۔ اس باغ میں دریائے معرفت کے کنارے ذکر و تسبیح کی بلبلیں نغمے گاتی ہیں۔ داعیِ حق۔ یعنی نبی دوزخ و جحیم۔ یعنی نفسِ امارہ کو نفسِ مطمئنہ بنا دیا۔

۵۳ چیست۔ قرآن پاک میں ہے "نیکی کا بدلہ نیکی ہے"۔ نے شما۔ پہلا خطاب تو عام مومنین کو تھا یہ خطاب مشتاق کے لئے ہے۔

ما اگر قلّاش و گر دیوانه ایم
ہم خواہ مفلس اور خواہ دیوانے ہیں

مستِ آں ساقی[1] و آں پیمانه ایم
اُس ساقی اور اُس پیمانے کے مست ہیں

بر خطِ فرمانِ اُو سر می نہیم
اُس کے ارشاد کی ہم فرمانبرداری کرتے ہیں

جانِ شیریں را گروگاں میدہیم
اپنی جانِ شیریں کو ہم گروی کرتے ہیں

تا خیالِ دوست در اسرارِ ماست
جب تک دوست کا خیال ہمارے دلوں میں ہے

چاکری و جاں سپاری کارِ ماست
خدمتگاری اور خدا کاری ہمارا کام ہے

ہر کجا شمعِ بلا افروختند
انھوں نے جہاں کہیں عشق کی شمع روشن کی ہے

صد ہزاراں جانِ عاشق سوختند
عاشقوں کی لاکھوں جانیں جلا ڈالی ہیں

عاشقانے کز درونِ خانه اند
وہ عاشق جو بارگاہ کے اندر ہیں

شمعِ رُوئے یار را پروانه اند
وہ دوست کے رُخ کی شمع کے پروانے ہیں

اے دل آنجا رو کہ با تو روشن اند
اے دل! تو وہاں جا جہاں تیرے ساتھ روشن (دل) ہیں

وز بلا ہا مر ترا چوں جوشن اند
جو مصائب کے لئے تیری زرہ ہیں

در میانِ[2] جانِ تُرا جامی کنند
وہ تجھے دل میں جگہ دیتے ہیں

تا ترا پُر بادہ چوں جامے کنند
تاکہ تجھے جام کی طرح شراب سے بھرپور کردیں

در میانِ جانِ ایشاں خانہ گیر
اُن کے دل میں تو جگہ بنالے

در فلک خانہ کن اے بدرِ منیر
اے روشن چاند! آسمان میں جگہ کرلے

چوں عُطارد دفترِ دل وا کنند
وہ عطارد کی طرح دل کا دفتر کھول دینگے

تا کہ بر تو سرّہا پیدا کنند
تاکہ تجھ پر راز کھول دیں

پیشِ خوبشاں باش چوں آوارہ
اپنوں کے سامنے رہ، تو آوارہ کیوں ہے

بر مہِ کامل زن ار مہ پارہ
اگر تو چاند کا ٹکڑا ہے، کامل چاند سے جڑجا

جُزو را از کُلِّ خود پرہیز چیست
جزو کو اپنے کُل سے پرہیز کیوں ہے؟

با مخالف ایں ہمہ آمیز چیست
مخالف کے ساتھ یہ میل کیوں ہے؟

جنس[3] را بیں نوع گشتہ در رَوش
تو اُس کے سامنے جنس کو نوع بنے ہوئے دیکھ

غیبہا بیں عین گشتہ در رہش
اسکے طریق میں تو غیبوں کو مشاہدہ بنے ہوئے دیکھ

---

[1] ساقی۔ یعنی معرفت کے علوم کا ساقی۔ خط فرماں۔ حکم۔ سر نہادن۔ اطاعت کرنا۔ گروگاں گروی۔ اسرار دل کے چھپے ہوئے راز۔ چاکری۔ خدمتگاری۔ جاں سپاری۔ خدا کاری۔ عاشقاں۔ یعنی وہ عاشق جو مقربانِ بارگاہِ خداوندی ہیں۔ اے دل۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان عاشقوں کی صحبت اختیار کرو۔ جوشن۔ لوہے کی جنگی زرہ جو تیر و تلوار سے حفاظت کرتی ہے۔

[2] درمیاں۔ ان عاشقوں کی صحبت اختیار کروگے تو وہ اپنے دل میں تمہیں جگہ دینگے اور شراب معرفت سے مست کردینگے۔ فلک یعنی یہ عاشق جو مرتبہ کی بلندی میں آسمان جیسے ہیں۔ عطارد۔ ستارہ کا نام ہے جس کو دبیرِ فلک یعنی آسمان کا منشی کہا جاتا ہے اور علوم و معارف کا تعلق اُس سے جانا جاتا ہے۔ پیشِ خوبشاں۔ جبکہ تجھ میں صلاحیت ہے تو بے تیرے عاشق ہیں تو اُن سے کیوں بچتا ہے۔ مہ کامل۔ یعنی یہ خدائی عشاق۔ مخالف۔ یعنی دنیادار لوگ۔

[3] جنس۔ وہ کلی ہے جس کے ماتحت مختلف حقیقتوں کی نوعیں داخل ہوتی ہیں۔ نوع۔ وہ کلی ہے جس کے ماتحت ایک حقیقت کے افراد داخل ہوتے ہیں۔ یعنی ان عاشقانِ خدا کی صحبت میں تجھے وحدت حقیقی کا جلوہ نظر آئے گا اور تو سب چیزوں میں ایک وجود دیکھے گا۔ غیبہا۔ اُن کی صحبت میں تیرے مشاہدہ میں غیبی اسرار آجائیں گے۔

65 M

تا چو زن[1] عشوہ خری اے پُر خرد
اے عقلمند! عورتوں کیطرح تو کیسکے فریب کی قدر کریگا

چاپلوسی لفظِ شیرینی فریب
خوشامد اور فریب کے میٹھے الفاظ

مر ترا دشنام و سیلی شہاں
تیرے لئے شاہوں کی گالیاں اور تھپڑ

صفعِ شاہاں خور مخور شہدِ خساں
شاہوں کا تمانچہ کھا کمینوں کا شہد نہ کھا

زانکہ زایشاں دولت و خلعت رسد
کیونکہ انہی سے دولت و خلعت ملتی ہے

ہر کجا بینی برہنہ بے نوا
جس جگہ تو ننگا بے سر و سامان دیکھے

تا چناں گردد کہ می خواہد دلش
تاکہ وہ ویسا بنے جیسا کہ اُس کا دل چاہتا ہے

گر چناں[2] گشتی کہ اُستا خواستے
اگر وہ ویسا بنتا جیسا کہ اُستاد چاہتا

ہر کہ از اُستا گریزد در جہاں
جو دنیا میں اُستاد سے بھاگے

پیشۂ آموختی در کسب تن
تو نے جسم کی کمائی کا پیشہ سیکھ لیا

در جہاں پوشیدہ گشتی و غنی[3]
تو نامرد و ننگا دنیا میں چھپا رہا

پیشۂ آموز کاندر آخرت
ایسا پیشہ سیکھ کہ آخرت میں

آں چناں شہریست پُر بازار و کسب
وہاں آخرت ایک ایسا شہر ہے جو بازار اور کمائی سے بھرا ہے

از دروغ و عشوہ کے یابی مدد
جھوٹ اور فریب سے کب مدد حاصل کر سکے گا؟

می ستانی می نہی چوں نان بہ جیب
تو قبول کرتا ہے عورتوں کیطرح جیب میں کو دیتا ہے

بہتر آید از ثنائے گمرہاں
مناسب ہیں، گمراہوں کی تعریف سے

تا کسے گردی ز اقبالِ کساں
تاکہ تو صاحب دل لوگوں کی وجہ سے انسان بنجائے

در پناہِ روح جاں گردد جسد
روح کی پناہ میں جسم روح بن جاتا ہے

داں کہ او بگریختست از اُوستا
سمجھ لے کہ وہ اُستاد سے بھاگا ہے

آن دلِ کور بدِ بے حاصلش
وہ اُس کا اندھا، بُرا، بدنصیب دل

خویش را و خلق را آراستے
اپنے آپ کو اور لوگوں کو سنوار دیتا

او ز دولت می گریزد ایں بداں
یہ سمجھ لے وہ دولت سے بھاگتا ہے

چنگ اندر پیشۂ دیں نیز زن
دین کے پیشہ میں بھی ہاتھ ڈال

چوں بروں آئی از نیجا چوں کُنی[4]
جب یہاں سے باہر نکلے گا کیا کرے گا

اندر آید کسب و دخلِ مغفرت
مغفرت کی آمدنی اور کمائی حاصل ہو

تا نہ پنداری کہ کسب اینجاست بس
تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ کمائی صرف اسی جگہ ہے

---

[1] چو زن۔ عورتیں بہت جلد عشوہ اور غلط تعریفوں کے فریب میں آجاتی ہیں۔ مرتزا۔ ایک انسان کیلئے دنیا دالوں کی جھوٹی تعریفوں سے بزرگوں کی کڑوی باتیں زیادہ مفید ہیں۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ صفع۔ تمانچہ یعنی کڑوی نصیحت۔ شہد۔ یعنی جھوٹی تعریف کمینے یعنی بزرگانِ دین۔ زایشاں۔ بزرگوں کی سختی جھیلنے سے نفع پہنچتا ہے۔ در پناہ جسم جو ایک بے جس چیز ہے روح کی صحبت میں حساس ہو جاتا ہے، اسی طرح مرید شیخ کی صحبت سے زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ ہر کجا۔ جو اُستاد کا ادب نہ کریگا اور صحبت برداشت نہ کریگا محروم رہیگا۔ تا چناں۔ اُستاد سے بھاگنے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اُستاد کو اپنی منشا پر چلانا چاہتا ہے اور جب اُس میں کامیابی نہیں ہوتی تو بھاگتا ہے۔

[2] گر چناں۔ اگر مرید شیخ کی مرضی کے مطابق مجاہدے کرے تو اپنی اور دوسروں کی ہدایت کا سبب بن جائے۔ پیشہ دیں۔ دینداری سے روح کی اصلاح ہوتی ہے جس کو بقا حاصل ہے۔

[3] وغنی۔ غنین کا مخفف ہے۔ نامرد، دین کی نامردی دنیا میں تو چھپ سکتی ہے لیکن آخرت میں کھل کر رہیگی۔ کسب کمائی۔ دخل۔ آمدنی۔ اہل جنان۔ آخرت میں اعمال حسنہ کے اچھے دام لگینگے اور اعمال سیئہ کے کھوٹے دام

652

حق تعالےٰ گفت کایں کسبِ جہاں
اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اس عالم (دنیا) کی کمائی

پیشِ آں کسبِ لعبؔ کودکاں
اُس (عالمِ آخرت) کی کمائی کے مقابلہ میں بچوں کا کھیل ہے

ہمچو آں طفلے کہ بر طفلے تند
اُس بچہ کی طرح جو بچہ پر چڑھے

شکلِ صحبت کُن مُساسے می کُند
(اور) جماع کرنے والے کی طرح مساس کرے

کودکاں سازند در بازی دُکاں
بچے کھیل میں دکان لگاتے ہیں

سُود نبود جز کہ تغییرِ زماں
وقت گذاری کے علاوہ کوئی نفع نہیں ہوتا ہے

شب شود در خانہ آید گرسنہ
رات ہو جاتی ہے تو گھر میں بھوکا آتا ہے

کودکاں رفتہ بماندہ یک تنہ
بچے چلے جاتے ہیں، اکیلا رہ جاتا ہے

ایں جہاں بازیگہ است و مرگِ شب
یہ دنیا تماشا گاہ ہے اور موت رات ہے

باز گردی کیسہ خالی پُر لعب
تو تھکا ماندہ خالی جیب واپس ہوگا

سوئے خانہ گورِ تنہا ماندہ
قبر کے گھر کی طرف (جانے کیلئے) تو تنہا رہ گیا

بانفغاں وا حسرتا برخواندہ
فریاد کے ساتھ ہائے افسوس کہتا ہوا

کسبِ دیں عشق ست و جذبِ اندروں
دین کی کمائی عشق اور باطنی جذبہ ہے

قابلیت نورِ حق داں اے حَرُوں
اے سرکش! قابلیت اللہ کے نور کو سمجھ

کسبِ فانی خواہدت ایں نفسِ خس
تیرا یہ کمینہ نفس فنا ہو جانے والی کمائی چاہتا ہے

چند کسبِ خس کُنی بگذار و بس
کب تک کمینی کمائی کرے گا؟ چھوڑ اب بس کر

نفسِ خس گر جویدت کسبِ شریف
حتی نفس اگر تجھ سے اچھی کمائی کا مطالبہ کرے

حیلہ و مکرے بُود آں را ردیف
کوئی حیلہ اور مکر اُس کے پس پشت ہوگا

بیدار کردن ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہؓ را کہ برخیز کہ وقتِ نماز است
شیطان کا حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیدار کرنا کہ اٹھئے نماز کا وقت ہے

درخبر آمد کہ حالِ مومناں
حدیث میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے ماموں

بود اندر قصرِ خود خفتہ شباں
رات کے وقت اپنے محل میں سو رہے تھے

قصر را از اندروں دربستہ بود
محل کا دروازہ اندر سے بند تھا

کز زیارتہائے مردم خستہ بود
کیونکہ وہ لوگوں کی ملاقات سے تھک گئے تھے

ناگہاں مردے اُورا بیدار کرد
اچانک اُن کو ایک شخص نے جگا دیا

چشم چوں بکشاد پنہاں گشت مرد
جب انھوں نے آنکھ کھولی وہ شخص چھپ گیا

لہ لعب کھیل، قرآن پاک میں دنیاوی زندگی کو بے کار کھیل کود سے تعبیر کیا ہے۔ ہمچو۔ دنیاوی کاروبار محض نمائش ہے جس میں کوئی حقیقت اور بقا نہیں جیسا کہ ایک بچہ دوسرے بچے سے جماع کرے جو محض جماع کی نقل ہے مساس۔ چھونا مراد ہے۔

کہ کودکاں۔ دنیاوی کاروبار بچوں کی فرضی دکان ہے۔ تغییر زماں۔ وقت گذاری۔ ایں جہاں۔ اس دنیا کو بچوں کی دنیا سمجھو اور موت کو رات تصور کرو اگر دنیا میں لگے رہو گے تو جس طرح فرضی دکان والا بچہ بلا کمائی کے گھر کو تنہا لوٹتا ہے اسی طرح موت آنے پر تم تنہا بلا کمائی کے لوٹ کر جاؤ گے۔ کسبِ دین۔ دین کی کمائی عشقِ خداوندی اور باطنی جذب ہے اور اس کی قابلیت خداداد ہے۔

کسبِ فانی نفس کا تقاضہ فانی لذتیں حاصل کرنا ہے نفسِ خس نفسِ امارہ اگر کسی بھلے کام کی ترغیب دیتا ہے تو اسکے پس پشت کوئی دھوکا ہوتا ہے۔ ردیف۔ ایک جانور پر دو سواروں میں سے پچھلا سوار۔ خال۔ ماموں، حضرت امیر معاویہؓ حضرت ام حبیبہؓ ام المومنین زوجہ النبیؐ کے بھائی ہیں اس اعتبار سے وہ مسلمانوں کے ماموں ہیں۔ قصرِ خود۔ حضرت امیر معاویہؓ لوگوں کی ملاقاتوں سے تھک کر محل کے اندر کا دروازہ بند کر کے سو گئے تھے۔

گفت اندر قصر کس را رہ[51] نبود
بولے محل میں کسی (کے آنے) کا راستہ نہ تھا

کیست کایں گستاخی و جرأت نمود
کون ہے جس نے یہ گستاخی اور ہمت کی؟

گرد برگشت و طلب کرد آں زماں
انھوں نے پلٹ کر نگایا اور فوراً جستجو کی

تا بیابد زاں نہاں گشتہ نشاں
تاکہ اس چھپے ہوئے کا پتہ لگالیں

از پسِ در مدبرے[52] را دید کو
در کے پیچھے انھوں نے ایک پشت پھیرے ہوئے کو دیکھا کہ وہ

در پسِ پردہ نہاں می کرد رُو
پردے کے پیچھے منہ چھپا رہا تھا

گفت ہی تو کیستی نامِ تو چیست
فرمایا خبردار! تو کون ہے تیرا کیا نام ہے؟

گفت نامم فاشِ ابلیس شقیست
اُس نے کہا میرا نام بدبخت شیطان مشہور ہے

جواب گفتن مر حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت بیدارم چرا کردی بجد
انھوں نے کہا تو نے مجھے کوشش کرکے کیوں جگایا؟

راست گو با من مگو بر عکس و ضد
سچ بتا مجھ سے الٹی اور خلاف (بات) نہ کہنا

گفت ہنگامِ نماز آخر رسید
اُس نے کہا نماز کا وقت آخیر ہوگیا ہے

سوئے مسجد زود می باید دوید
مسجد کی جانب جلد دوڑ جانا چاہیئے

عَجِّلُوا[53] الطَّاعَاتِ قَبْلَ الْفَوْت گفت
عبادات کو فوت ہونے سے پہلے پورا کرو فرمایا ہے

مصطفےٰ چوں گوہرِ معنیٰ بسُفت
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معنی کے موتی پروئے

گفت نے نے ایں غرض نبود ترا
انھوں نے کہا نہیں نہیں تیرا یہ مقصد نہ ہوگا

کہ بخیرے رہنما باشی مرا
کہ کسی بھلائی کے لئے تو میری رہنمائی کرے

دُزد آید از نہاں در مسکنم
چور چھپ کر میرے گھر میں آتے

گویدم کہ پاسبانی می کنم
(اور) مجھ سے کہے کہ میں چوکیداری کرتا ہوں

من کجا باور کنم آں دُزد را
میں اُس چور کا کب یقین کرسکتا ہوں؟

دُزد کے داند ثواب و مُزد را
چور ثواب اور مزدوری کو کیا جانے؟

خاصہ دُزدے چوں تو قطّاعُ الطریق
خصوصاً تجھ جیسا ڈاکو چور

از چہ رُو گشتی چُنیں بر من شفیق
تو مجھ پر ایسا مہربان کیوں بنا؟

جواب گفتنِ ابلیسِ لعین بارِ دوم حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

لعین شیطان کا دوسری بار حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

[51] رہ نبود۔ یعنی دروازہ بند تھا اندر آنے کا راستہ کھلا ہوا نہ تھا۔ گستاخی۔ یعنی نیند سے بیدار کرنا۔ جرأت۔ یعنی بلا اجازت محل میں آنا۔

[52] مدبر۔ پشت پھیرنے والا۔ بدبخت۔ فاش۔ ظاہر، مشہور۔ جد۔ کوشش۔ برعکس۔ یعنی واقعہ کے خلاف۔ ہنگام وقت۔ باید دوید۔ یعنی تاکہ نماز قضا نہ ہوجائے۔

[53] عجلوا۔ یعنی وقتی عبادت کا وقت ختم ہونے سے پہلے اور غیر وقتی عبادت فوت ہونے سے پہلے ادا کرو۔ گفت۔ حضرت معاویہؓ نے شیطان سے کہا تو اللہ کے اسم مُضِل کا مظہر ہے تجھ سے خیر کی راہنمائی ممکن نہیں ہے۔ ثواب و مزد۔ انسان دوسری کی نگہبانی یا ثواب کے لئے کرتا ہے یا اُجرت کے لئے، چور کو ان دونوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قطاع الطریق۔ راہزن، ڈاکو۔

656 657

گفت[۵۱] ما اوّل فرشتہ بودہ ایم
اُس نے کہا میں شروع میں فرشتہ تھا

راہِ طاعت را بجاں پیمودہ ایم
میں نے فرمانبرداری کا راستہ (دل) جان سے طے کیا ہے

سالکانِ راہ را محرم بُدیم
میں راہ (خدا) کے سالکوں کا رازدار تھا

ساکنانِ عرش را ہمدم بُدیم
عرش کے رہنے والوں کا ساتھی تھا

پیشۂ اوّل کجا از دل رَوَد
پہلا پیشہ دل سے کہاں نکلتا ہے؟

مہرِ اوّل کے ز دل بیروں شود
پہلی محبت دل سے کب نکلتی ہے؟

در سفر گر رُوم بینی یا ختن
سفر میں تو خواہ روم کو دیکھے یا ختن کو

از دلِ تو کے رود حُبِّ وطن
تیرے دل سے وطن کی محبت کہاں جاتی ہے؟

ما ہم از مستانِ ایں[۵۲] مے بودہ ایم
ہم بھی اِس شراب کے مستوں میں سے رہے ہیں

عاشقانِ درگہِ وے بودہ ایم
اِس کے دربار کے عاشقوں میں سے رہے ہیں

ناف ما بر مہرِ اُو ببریدہ اند
ہماری ناف اُس کی محبت پر کٹی ہے

عشق او در جانِ ما کاریدہ اند
اُس کا عشق ہماری جان میں بو گیا ہے

روزِ نیکو دیدہ ایم از روزگار
زمانے سے ہم نے اچھا وقت دیکھا ہے

آبِ رحمت خوردہ ایم اندر بہار
(موسمِ) بہار میں ہم نے رحمت کا پانی پیا ہے

نے[۵۳] کرما را دستِ فضلش کاشتست
کیا ہمیں اُس کی مہربانی کے ہاتھ نے نہیں بویا ہے؟

از عدم ما را نہ اُو برداشتہ است
کیا وہ ہمیں عدم سے اُٹھا کر نہیں لایا ہے؟

اے بسا کز وے نوازش دیدہ ایم
ہم نے اُس کی بہت سی نوازشیں دیکھی ہیں

در گلستانِ رضا گردیدہ ایم
ہم اُس کی رضا کے باغ میں ٹہلے ہیں

بر سرِ ما دستِ رحمت می نہاد
ہمارے سر پر دستِ شفقت رکھتا تھا

چشمہائے لُطف بر ما می گشاد
مہربانی کی نظروں سے ہمیں دیکھتا تھا

درگہِ طفلی کہ بودم شیر جُو
بچپن میں جبکہ میں دودھ پیتا تھا

گاہوارم را کہ جُنبانید اُو
میرا پنگورا کون ہلاتا تھا؟ وہ

از کہ خوردم شیر غیر از شیرِ اُو
میں نے اُس کے دودھ کے علاوہ کس کا دودھ پیا ہے؟

کہ مرا پروَرد جُز تدبیرِ اُو
مجھے اُس کی تدبیر کے علاوہ کس نے پالا ہے؟

خوئے کاں با شیر رفت اندر وجود
وہ عادت جو دودھ کے ساتھ جسم میں گئی ہو

کے تواں اُورا ز مردم واکشود
اُس کو انسانوں سے کون نکال سکتا ہے؟

۵۱ گفت شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا میں ایک زمانہ میں مُقرّبُ الملکوت تھا۔ محرم راز دار۔ ساکنانِ عرش۔ فرشتے۔ پیشۂ اوّل۔ فرشتوں کو تعلیم دینا اور نیکی کی رہنمائی کرنا۔ در سفر وطن کی محبت ابتدائی محبت ہے وہ کسی حالت میں نہیں جاتی خواہ انسان کسی دوسرے بہتر شہر میں جا بسے۔ ختن۔ چین کا ایک مشہور شہر ہے۔

۵۲ ایں مے یعنی عشقِ خدا (مذہبی) کی شراب۔ وے یعنی خدائے تعالےٰ۔ ناف بر مہر کسے بُریدن کسی سے پیدائشی محبت ہونا۔ رحمت۔ یعنی رحمتِ خداوندی۔

۵۳ نے کہ جب اُسکے اِسقدر احسانات ہیں تو ہمارے دل میں اُسکی محبت کیسے نہ ہوگی۔ حتیٰ نہاد یعنی جب تک کہ میں رانڈہ درگاہ نہ ہوا تھا۔ گہ۔ گاہ۔ گاہوارہ۔ جھولنا۔ پنگورا۔ شیر اُو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پرورش کی۔ خوئے۔ گھٹی میں پڑی ہوئی عادت نہیں چھوٹتی ہے۔

گر عتاب[1] آرد دریائے کرم
اگر دریائے کرم نے عتاب کیا ہے
بستہ کے گردند دریہائے کرم
کرم کے دروازے کب بند ہو سکتے ہیں؟

اصلِ نقدش لطف و داد و بخشش ست
اُسکے سکے کی اصل مہربانی اور عطا اور بخشش ہے
قہر بروے چوں غبارِ از غشش ست
اُس کے اوپر قہر ایسا ہے جیسا کہ کھوٹ کا جھول

از برائے لطف عالم را بساخت
اُس نے جہان کو مہربانی کے لئے بنایا ہے
ذرّہا را آفتاب اُو نواخت
ذرّوں کو اُس کے آفتاب نے نوازا ہے

فرقت از قہرش اگر آبستن ست
جدائی اگر اُس کے غصہ کی حامل ہے
بہرِ قدرِ وصل اُو دانستن ست
تو اُس کے وصل کی قدر جاننے کے لئے ہے

تا دہد جاں را فراقش گوشمال
جب اُس کی جدائی جان کی گوشمالی کرتی ہے
جاں بداند قدرِ ایامِ وصال
جان وصل کے دنوں کی قدر کو جان لیتی ہے

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے
قصدِ من از خلق احساں بودہ است
پیدا کرنے سے میرا مقصود احسان کرنا ہے

آفریدم تا من سودے کنند
میں نے پیدا کیا ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائیں
تا شہدم دست آلودے کنند
(اور) تاکہ میرے شہد سے ہاتھ آلودہ کریں

نے برائے[2] آں کہ تا سودے کنم
نہ اسلئے کہ میں (اُن سے) فائدہ اٹھاؤں
در برہنہ را قبائے بر کنم
اور ننگے کی میں قبا اتار دوں

چند روزے کہ ز پیشم راندہ است
چند روز سے کہ مجھے سامنے سے دھتکارا ہے
چشمِ من در روئے خوبش ماندہ است
میری آنکھ اس کے حسین چہرے پر جمی ہے

ز آنچناں روئے چنیں قہرا عجب
کہ تعجب ہے، ایسے چہرے سے ایسا غصہ
ہر کسے مشغول گشتہ در سبب
ہر شخص سبب میں مشغول ہے

من سبب را ننگرم کاں حادث ست
میں سبب کو نہیں دیکھتا ہوں کیونکہ وہ حادث ہے
زانکہ حادث حادثے را باعث ست
اور اسلئے کہ حادث، حادثات کا باعث ہے

لطفِ[3] سابق را نظارہ می کنم
میں پہلی مہربانی کا نظارہ کرتا ہوں
ہر چہ آں حادث دو پارہ می کنم
جو حادث ہے اُس کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں

ترکِ سجدہ از حسد گیرم کہ بود
میں مانتا ہوں (آدم کی) سجدہ نہ کرنا حسد کی وجہ سے تھا
آں حسد از عشق خیزد نہ از جحود
وہ حسد محبت سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ انکار سے

---

[1] گر عتاب ہے جبکہ وہ فیاض ہے میں اُسکے کرم سے مایوس نہیں ہوں۔ اصل نقدش الخ حدیث میں ہے خدا نے فرمایا سبقت رحمتی غلبت غضبی میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ غش۔ کھوٹ۔ ہر قہرے از بہر لطف۔ اللہ کی مہربانی سے ہی عالم وجود میں آیا ہے۔ فرقت۔ یعنی خدا اپنے دربار سے دور کبھی کرتا ہے تو اسلئے کرتا ہے کہ بندہ کی قدر معلوم ہو جائے۔ تا بداند۔ جب جدائی کی سزا ملتی ہے تو وصل کی قدر ہوتی ہے۔

[2] نے برائے۔ دنیا کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وزبرہنہ الخ کسے کوئی چادر کیسے پہنا سکتا ہے مخلوق جبکہ خود محتاج ہے تو اُس سے اللہ تعالیٰ کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں چشم من الخ لہٰذا میں اُنکی رحمت کا امیدوار ہوں۔ ہر کسے الخ اللہ تعالیٰ اپنی ناراضی میں ایسا کوئی سبب پیدا فرما دیتا ہے جس سے بندہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو عام لوگ اُس سبب پر نظر کر کے کڑھتے ہیں میں مُسبب یعنی اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتا ہوں اور اُس کا قائل ہوں ہر چہ از دوست می رسد نیکوست۔ حادث یعنی سبب۔ حادثے را۔ یعنی تکالیف۔

[3] لطف۔ مہربانی اللہ کی قدیم صفت ہے اور قہر بعد کی چیز ہے میں قدیم صفت کو پیش نظر رکھتا ہوں اور مایوس نہیں ہوتا ہوں قہر سے قطع نظر کر لیتا ہوں ترکِ سجدہ حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے

ہر حسد[1] از دوستی خیزد یقیں — کہ شود با دوست غیرے ہم نشیں

یقیناً (اسطرح کا) ہر حسد (دوستی سے پیدا ہوتا ہے — کہ دوست کے ساتھ غیر ہم نشین ہو

ہست شرطِ دوستی غیرت پزی — ہمچو بعدِ عطسہ گفتن دیرزی

غیرتمندی، دوستی کا لازمہ ہے — جیسا کہ چھینک کے بعد کہنا "عمر دراز ہو"

چونکہ[2] بر نطعش جز آں بازی نبود — گفت بازی کُن چہ دانم در فزود

چونکہ اُس کی بساط پر اس بازی کے سوا کچھ نہ تھا — اُس نے کہا بازی کھیل، میں نہ جانتا کیا بڑھا جائے

آں یکے بازی کہ بُد من با تتم — خویشتن را در بلا انداختم

وہی ایک بازی جو تھی میں نے کھیل — تو میں نے اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا لیا

در بلا ہم می چشم لذاتِ او — ماتِ اویم ماتِ او ہم ماتِ او

مصیبت میں بھی میں اُس کی لذتیں چکھتا ہوں — اُسی سے ہارا ہوں اُسی سے ہارا ہوں اُسی سے ہارا ہوں

چوں رہاند خویشتن را اے سرہ — ہیچکس در شش جہت زیں شش دَرہ

اے کھرے! اپنے آپ کو کیسے چھڑائے — کوئی اِن چھ جہتوں میں ہلاکت کی جگہ سے؟

جزوِ شش از کلِ شش چوں وا رہد — خاصہ کہ بے چوں مر اُورا کرد نہد

شش درہ کی نر و شش درہ ہے کیسے بچے — خصوصاً جبکہ (ذات) بیمثال نے اس نر کی تیرھا

ہر کہ در شش در درونِ آتش ست — اوش برہاند کہ خلاقِ شش ست

جو کوئی چھ جہت سے آگ میں ہے — اُسکو وہی نجات دلائے جو شش جہت کا پیدا کرنیوالا ہے

خود اگر کفرست اگر ایمانِ اُو — دست باف حضرتست و آنِ اُو

خواہ وہ کفر ہے اور خواہ وہ ایمان ہے — (اس) دربار کا بنایا ہوا ہے اور اُس کا مملوک ہے

باز تقریر کردن امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابلیس لعین را

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس لعین کے سامنے دوبارہ تقریر کرنا

گفت امیر اُورا کہ اینہا راست ست — لیک بخشِ تو از اینہا کاست ست

امیر (معاویہؓ) نے اُس سے کہا یہ سب درست ہے — لیکن ان میں تیرا حصہ کہیں ہے

صد ہزاراں را چو من تو رہ زدی — حفرہ کردی در خزینہ آمدی

تو نے مجھ جیسے لاکھوں کو گمراہ کیا ہے — نقب لگا کر تو خزانہ میں آیا ہے

آتشی از تو نہ سوزم چارہ نیست — کیست کز دستِ تو جامہ اش پارہ نیست

تو آگ ہے تجھے نہ جلاؤں؟ کوئی چارہ نہیں ہے — کون ہے جس کا جامہ تیرے ہاتھ سے چاک نہیں ہوا؟

---

[1] ہر حسد۔ رقابت میں ہر حسد پیدا ہوتا ہے وہ دوست کی دوستی پر مبنی ہے کیونکہ حاسد رقیب یہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا محبوب کا ہم نشین بنے۔ دوستی اور عشق میں رقیب سے حسد لازمی چیز ہے جس طرح کہ دعا چھینک کے لوازم میں سے ہے۔

[2] چونکہ۔ چونکہ تقدیر الٰہی کی بساط پر میرے لئے مرضیہ یہی بازی تھی کہ میں آدم کو سجدہ نہ کروں اور مردود بارگاہ بنوں تو میرے لئے اس سے تجاوز کرنے کا کیا امکان تھا۔ آں یکے۔ یعنی آدم کو سجدہ نہ کرنے کی بازی میں نے کھیل اور میں مصیبت میں پھنس گیا۔ در بلا چونکہ میں نے اُسکی ذات سے بازی ہاری لہٰذا میں اس بازی ہارنے سے بھی لطف اندوز ہوتا ہوں۔

شش درہ۔ وہ جگہ جس سے رہائی ناممکن ہو، وہ چھ خانے جو نرد کی بازی میں ہوتے ہیں اس میں گوٹ ایسی بند ہو جاتی ہے کہ اُس کی چال ناممکن ہو جاتی ہے۔ جزو شش یعنی ششدرہ کی گوٹ یعنی وہ نرد جو ششدرہ میں پھنس گئی ہو۔ کلِ شش۔ یعنی ششدرہ۔

[3] شش۔ یعنی چھ جہتیں۔

امیر۔ یعنی امیر المومنین معاویہؓ

بخش حصہ۔ کاست کم۔ رہزن۔ گمراہ کرنا۔ حفرہ۔ گڑھا۔ نقب۔ خزینہ۔ خزانہ۔ آتشی۔ شیطان آگ سے بنا ہے جس کا کام جلا دینا ہے۔

طبعت اے آتش چو سوزانیدنیست
تا نسوزانی تو چیزے چارہ نیست

اے آگ! جبکہ تیرا مزاج جلا ڈالنا ہے
جب تک تو جلا نہ ڈالے، کوئی تدبیر نہیں ہے

لعنت[1] این باشد کہ سوزانت کند
اُوستادِ جملہ دُزدانت کند

(تجھ پر) یہ لعنت ہوئی کہ تجھے جلانے والا کر دیا
تجھے تمام چوروں کا اُستاد کر دیا

با خدا گفتی، شنیدی زود برو
من چہ باشم پیش مکرت اے عدُو

خدا کے روبرو، تیری کہن سخن ہوئی
اے دشمن! میں تیرے مکر کے سامنے کیا ہوں؟

معرفت ہائے تو چوں بانگِ صفیر
بانگِ مُرغانست لیکن مُرغ گیر

تیری معرفت کی باتیں سیٹی کی آواز کی طرح ہیں
بولی پرندوں کی ہے لیکن پرندوں کو پھانسنے والی ہے

صد ہزاراں مُرغ را آں رہ بَرَد
مُرغِ غرّہ کاشنائے آمدست

(اس سیٹی نے) لاکھوں پرندوں پر ڈاکہ ڈالا ہے
پرند دھوکے میں ہیں کہ کوئی جان پہچان کا آیا ہے

در ہوا چوں بشنود بانگِ صفیر
از ہوا آید شود آنجا اسیر

ہوا میں جب سیٹی کی آواز سنتا ہے
ہوا سے (اُتر) آتا ہے وہاں قیدی بن جاتا ہے

قومِ نوح از مکرِ تو در نوحہ اند
دل کباب و سینہ شرحہ شرحہ اند

نوح کی قوم تیرے مکر سے نوحہ میں لگی ہے
دل کباب اور سینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے

عادؑ[2] را بر باد دادی در جہاں
در فگندی در عذاب و اندہاں

تو نے دنیا میں (قوم) عاد کو برباد کیا ہے
عذاب اور رنجوں میں مبتلا کر دیا ہے

از تو بُودہ سنگسار آں قومِ لوط
در سیاہ آبہ ز تو خوردند غوط

قوم لوط تیری وجہ سے سنگسار ہوئی
تیری وجہ سے اُنھوں نے سڑے پانی میں غوطے کھائے

مغز نمرود از تو آمد ریختہ
اے ہزاراں فتنہا انگیختہ

نمرود کا مغز تیری وجہ سے بہا
اے (وہ کہ جس نے) ہزاروں فتنے برپا کیے

عقلِ فرعونِ ذکیِ فیلسوف
کور گشت از تو نیابید اُو وقوف

فلسفی، ذہین فرعون کی عقل
اندھی ہو گئی (اور) تجھے نہ سمجھی

بُولہب[3] ہم از تو نااہلے شدہ
بُوالحکم[4] ہم از تو بُوجہلے شدہ

ابولہب بھی تیری وجہ سے نالائق بنا
ابوالحکم تیری ہی وجہ سے ابوجہل بنا

اے بریں شطرنج بہر یادِ را
مات کردہ صد ہزار اُستادِ را

اے (وہ کہ جس نے) اس بساط پر یادگار کے لئے
لاکھوں اُستادوں کو مات دی ہے

[1] لعنت۔ تجھ پر خدا کی لعنت کی یہ صورت ہے کہ تجھے جلانے والا اور چوروں کا سردار بنا دیا ہے۔ بالقصد شیطان نے آدم کو سجدہ نہ کرنے کے معاملہ میں آسان سا جواب دیئے بانگِ صفیر شکاری کی وہ آواز جو وہ پرند کی آواز کی طرح نکالتا ہے جس کو پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر دھوکا کھا جاتا ہے اور جال میں پھنس جاتا ہے۔ آں۔ یعنی شکاری کی سیٹی۔ اسیر۔ قیدی۔ نوحہ۔ رونا۔ شرحہ شرحہ۔ پارہ پارہ۔

[2] عاد۔ قوم عاد کی ہدایت کے لئے حضرت صالحؑ بھیجے گئے تھے لیکن شیطان نے اُن کو راہِ ہدایت پر نہ آنے دیا۔ اندہاں۔ اندوہ کی جمع ہے۔ غم۔ قوم لوط۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے انکو قوم کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا۔ لیکن شیطان نے قوم کو بہکایا جس کی وجہ سے اُس پر سنگ باری کا عذاب آیا۔ سیاہ آبہ۔ کالا پانی یعنی عذاب۔ غوطہ۔ غوطہ لگانا۔ نمرود۔ خدائی کا دعویدار جو اللہ نے ایک مچھر اُسکے دماغ میں گھسا دیا جس سے وہ ہلاک ہوا۔ فیلسوف۔ فلسفی حکیم۔ بولہب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی کنیت ہے جس نے آنحضورؐ کی مخالفت کی تھی۔

[3] بوالحکم۔ اسی کو ابوجہل کہا جاتا ہے۔ شطرنج۔ یعنی مکر اور فریب کی بازی۔ یاد۔ یعنی یادگار۔

اے زفرزیں[1] بندہائے مشکلت — سوختہ دلہا سیہ گشتہ دلت

اے (وہ کہ) تیرے مشکل فرزین بندیں (چالوں) سے — بہت سے دل جل گئے، تیرا دل سیاہ ہو گیا

بحرِ مکری تو خلائق قطرہ — توچوں کوہی دیں سلیماں ذرہ

تو مکاری کا سمندر ہے، لوگ ایک قطرہ ہیں — تو پہاڑ جیسا ہے اور یہ بھولے بھالے (لوگ) ایک ذرہ

کے رہد از مکرِ تو اے مختصم — غرقِ طوفانیم الا من عصم

اے جھگڑالو! تیرے مکر سے کب چھوٹتا ہے؟ — ہم تو طوفان میں غرق ہیں مگر وہ جس کو اللہ بچائے

بس ستارہ سعد از تو محترق — بس سپاہِ جمع از تو منفرق

بہت سے نیک تارے تیری وجہ سے بے نور ہو گئے ہیں — بہت سے سپاہی تیری وجہ سے گمنام ہو گئے ہیں

بس سلیماں کز تو دیں رُو تاختہ — سرنگوں تا قعرِ دوزخ تاختہ

بہت سے بھولے بھالے تیری وجہ سے دین کھو بیٹھے ہیں — دوزخ کی گہرائی تک اوندھے دوڑے ہیں

بس جو بلعم[2] از تو نومید آمدہ — بس چو برصیصا[3] از تو کافر شدہ

بہت سے بلعم (باعور) جیسے تیری وجہ سے مایوس ہوئے ہیں — بہت سے برصیصا جیسے ہیں جو تیری وجہ سے کافر بنے ہیں

جواب گفتنِ ابلیس لعین امیر المومنین حضرت معاویہؓ را نوبتِ سوم

ابلیس لعین کا تیسری بار امیر المومنین حضرت معاویہؓ کو جواب دینا

گفت ابلیسش کشایں عقدہا — من[4] محکم قلب را و لقدرا

اُن سے شیطان نے کہا ان گرہوں کو کھولنے کے — میں تو کھرے اور کھوٹے کے لیے کسوٹی ہوں

امتحانِ شیر و کلبم کرد حق — امتحانِ نقد و قلبم کرد حق

مجھے اللہ تعالیٰ نے شیر اور کتے کے امتحان کا ذریعہ — مجھے اللہ تعالیٰ نے کھرے اور کھوٹے کا امتحان بنایا ہے

قلب را من کے سیہ رُو کردہ ام — صیرفیم قیمت او کردہ ام

کھوٹے کو میں نے کب سیاہ رُو بنایا ہے — میں تو صراف ہوں میں نے اس کی قیمت لگا دی ہے

نیکاں را رہنمائی می کنم — مربداں را پیشوائی می کنم

میں نیکوں کی رہنمائی کرتا ہوں — (اور) بُروں کی (بھی) پیشوائی کرتا ہوں

صالحاں را مقتدا و ما منم — طالحاں را نیز یاری می کنم

میں نیکوں کا مقتدا اور امن کی جگہ ہوں — میں بُروں سے بھی دوستی کرتا ہوں

---

[1] فرزین بند۔ وہ چال جس سے شطرنج کے مہرے فرزین کو بند کر دیا جائے اور اس کی چال مشکل ہو جائے۔ سلیمان۔ سلیم کی جمع ہے بمعنی مزاج انسان مختصم جھگڑالو۔ مستعد۔ مبارک۔ محترق۔ وہ ستارہ جو آفتاب کے ساتھ ایک برج میں جمع ہو کر اپنی شعاع کھو بیٹھے۔

[2] بلعم۔ بن باعور مشہور شخص تھا جو بہت عبادت گذار تھا لیکن حضرت موسیٰ کی مخالفت کر کے تباہ و برباد ہو گیا۔ برصیصا۔ ایک مشہور عبادت گذار راہب تھا جس کو شیطان نے گمراہ کر دیا تھا۔

[3] من محک ام میں کسوٹی ہوں۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ نقد۔ کھرا سکہ۔ امتحان یعنی امتحان کا ذریعہ۔ صیرفی۔ صراف بیدل۔ کھوٹا سکہ جب بنایا جاتا ہے تو کالا پڑ جاتا ہے قیمت اور۔ شیطان کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان میں خیر و شر کی قوت میں نے نہیں پیدا کی ہے بلکہ قدرت نے پیدا کی ہے میں تو صرف اس کو ظاہر کر دیتا ہوں لہٰذا میں قصوروار نہیں ہوں لیکن اس کی یہ تقریر غلط ہے بیشک خیر و شر کا مادہ اللہ نے پیدا فرمایا ہے لیکن جو شخص جس طرح کی قوت کو بروئے کار لانے کا سبب بنے گا وہ اسی طرح کی جزا و سزا کا مستحق ہوگا۔ انبیاء انسانوں کی خیر کی قوت کو بروئے کار لاتے ہیں لہٰذا جزائے مستحق ہیں۔

[4] شیطان انسان کی شر کی قوت کو بروئے کار لاتا ہے لہٰذا الف کا مستحق ہے۔ اگر کوئی شخص بارود میں آگ لگائے اور اپنی برات کے لیے کہے کہ اس میں خود جلنے کا مادہ تھا تو وہ اپنی اس تقریر سے بری نہیں ہو سکتا ہے۔

باغبانم[1] شاخِ ترمی پرورم
میں باغبان ہوں تر شاخ کی پرورش کرتا ہوں

شاخہائے خشک را ہم می برم
سوکھی شاخوں کو کاٹتا بھی ہوں

ایں علفہا می نہم از بہرِ چیست
میں یہ چارا ڈالتا ہوں تو کس لئے ؟

تا پدید آید کہ حیواں جنس کیست
تاکہ ظاہر ہو جائے کہ حیوان کس قسم کا ہے

سگ چو از آہو بزاید بچگے
کتیا جب ہرن کا بچہ جن دے

در سگے و آہوئے دارد شکے
اُس کے کتا اور ہرن ہونے میں شک ہو جاتا ہے

تو گیاہ و استخواں پیشش بریز
تو اس کے سامنے گھاس اور ہڈی ڈالدے

تا کدامیں سو کند او گام تیز
دیکھ ! وہ کس کی طرف لپکتا ہے

گر بسوئے استخواں آید سگ ست
اگر ہڈی کی طرف آئے ، کتا ہے

ور گیا خواہد بقیں آہو رگ ست
اگر گھاس کیطرف رغبت کرے یقیناً وہ ہرن کی نسل ہے

قہر و لطفے[2] جفت شد با ہمدگر
(اللہ تعالےٰ کا) قہر اور لطف باہم ملے

زاد ازیں ہر دو جہانِ خیر و شر
ان دونوں سے عالم خیر و شر پیدا ہوا

تو گیاہ و استخواں را عرضہ کن
تو گھاس اور ہڈی پیش کر

قوتِ نفس و قوتِ جانرا عرضہ کن
نفس کی غذا اور جان کی غذا پیش کر

گر غذائے نفس جوید ابتر ست
اگر وہ نفس کی غذا ڈھونڈے تو بُرا ہے

ور غذائے روح خواہد سرور ست
اگر روح کی غذا چاہے تو بڑا ہے

گر کند او خدمتِ تن ہست خر[3]
اگر وہ جسم کی خدمت کرے تو گدھا ہے

ور رود در بحرِ جاں یابد گہر
اگر وہ روح کے سمندر میں جاتا ہے تو موتی پاتا ہے

گرچہ ایں ہر دو مختلف خیر و شر اند
اگرچہ یہ دو مختلف خیر اور شر ہیں

لیک ایں ہر دو بیک کار اند اند
لیکن یہ دونوں ایک کام میں لگے ہوئے ہیں

انبیا طاعات عرضہ می کنند
نبی طاعات پیش کرتے ہیں

دشمناں شہوات عرضہ می کنند
(دین کے) دشمن شہوتیں پیش کرتے ہیں

نیک را چوں بد کنم یزداں نیم
میں نیک کو بد کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں

داعیم من خالقِ ایشاں نیم
میں بلانے والا ہوں میں انکا پیدا کرنے والا نہیں ہوں

---

[1] باغبانم۔ شیطان کی یہ تقریر بھی غلط ہے باغبان تو تر شاخ کی پرورش کرتا ہے لیکن اُس نے تو بہت سے نیکوں کو برباد کیا ہے حضرت آدم و حوا کو گمراہ کرنیکی کوشش کی۔ ایں علفہا۔ یعنی شیطان نے کہا کہ انسانوں کو بُرائی کی دعوت دیکر یہ معلوم کرتا ہوں کہ بُرا کون ہے اور بھلا کون ہے۔ سگ۔ اگر کتیا ہرن کو جفتی کھا جائے اور بچہ پیدا ہو جائے جس کے کتے اور ہرن ہونے میں شک ہو جائے تو یہی ترکیب ہے کہ اُس کے سامنے کتے کا چارہ جو ہڈی ہے وہ اور ہرن کا چارہ جو گھاس ہے وہ ڈالکر دیکھ لو جس کی طرف وہ بڑھے سمجھ لو کہ وہ اُسی جنس کا ہے۔

[2] قہر و لطف۔ اللہ تعالیٰ کے قہر و لطف کے میل جول سے خیر و شر پیدا ہوا تو نیک و بد کی شناخت کے لئے تم بھی ہر ایک کے سامنے انکی خوراک ڈال کر دیکھ لو نفس کی خوراک شر ہے اور روح کی خوراک خیر ہے جس کی طرف اُس کی رغبت ہو وہ اُسی جہان کا انسان ہوگا۔

[3] گر کند۔ تن پروری بے عقلی کی دلیل ہے جو گدھا پن ہے۔ گرچہ۔ خیر و شر اگرچہ دو مختلف چیزیں ہیں لیکن دونوں کا کام اچھے اور بُرے میں امتیاز پیدا کرنا ہے انبیاؑ کا بھی یہی کام ہے کہ نیکوں کو بدوں سے ممتاز کر دیتے ہیں اور شیطان کا بھی یہی کام ہے۔ انبیا خیر کو پیش کر کے بھلے بُرے میں امتیاز پیدا کر دیتے ہیں اور دین کا دشمن بُرائی کو پیش کر کے امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔

خوب[1] را چوں زشت سازم رب نیم
بھلے کو میں برا کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں

زشت را و خوب را آئینہ ام
میں تو اچھے اور برے کا آئینہ ہوں

سوخت ہندو آئینہ از درد را
جلن سے ایک کالے نے آئینہ کو پھونک دیا

کاں سیہ زو می نماید مر ورا
کہ یہ اس کو کالی صورت کا دکھاتا ہے

گفت آئینہ گناہ از من نبود
آئینہ نے کہا میری خطا نہ تھی

جرم اورا نہ کہ روئے من زدود
اس کو خطاوار قرار دے جس نے میری صیقل کی ہے

او مرا غماز کرد و راست گو
اُسنے مجھے چغلخور اور سچی بات کہنے والا بنایا ہے

تا بگویم زشت کو و خوب کو
تاکہ میں کہدوں بدصورت کون ہے اور خوبصورت کون ہے؟

من[2] گواہم بر گوا زنداں کجاست
میں گواہ ہوں، گواہ کیلئے قید خانہ کب ہے؟

اہل زنداں نیستم یزداں گواست
میں قیدی نہیں ہوں خدا گواہ ہے

ہر کجا بینم نہال میوہ دار
میں جہاں کہیں پھلدار درخت دیکھتا ہوں

تربیتہا می کنم من دایہ وار
میں دایہ کی طرح پرورش کرتا ہوں

ہر کجا بینم درخت تلخ و خشک
جہاں کہیں میں کڑوا اور خشک درخت دیکھتا ہوں

می بزنم تا رہد از پشک و مشک
میں کاٹ دیتا ہوں تاکہ وہ مینگنی و مینگنی سے بچے

خشک گوید باغباں را کاے فتی
خشک (درخت) باغبان سے کہتا ہے اے نوجوان!

مر مرا چہ می بری سر بے خطا
تو بلا قصور میرا سر کیوں کاٹتا ہے

باغباں گوید خمش اے زشت خو
باغبان کہتا ہے کہ اے بدذات! چپ رہ

بس نباشد خشکی تو جرم تو
کیا تیرا خشک ہونا تیرا جرم نہیں ہے؟

خشک[3] گوید راستم من کژ نیم
خشک (درخت) کہتا ہے میں سیدھا ہوں میں ٹیڑھا نہیں ہوں

تو چرا بے جرم می بری پیم
تو بلا قصور میری جڑ کیوں کاٹتا ہے؟

باغباں گوید اگر مسعود نیے
باغبان کہتا ہے اگر تو نیک بخت ہوتا

کاشکے کژ بودی و تر بودیے
کاش تو ٹیڑھا اور تر ہوتا

جاذب آب حیات گشتیے
اگر آب حیات کو جذب کرنے والا ہوتا

اندر آب زندگی آغشتیے
تو آب حیات میں ڈوبا ہوا ہوتا

تخم تو بد بودہ است و اصل تو
تیرا بیج اور تیری جڑ بری تھی

با درخت خوش نبودہ وصل تو
اچھے درخت سے تیرا جوڑ نہ تھا

---

[1] خوب را۔ اچھا برا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ آئینہ ام۔ شیطان نے کہا میں تو صرف آئینہ کی طرح اچھے برے کو اس کی صورت دکھا دیتا ہوں۔ سوخت۔ اگر بدصورت آئینہ پر غصہ کرے تو اس کی بے عقلی ہے۔ جرم اورا۔ اگر یہ کوئی گناہ ہے تو آئینہ بنانے والے کا ہے کہ اس نے اس کو ایسا کیوں بنایا کہ وہ حقیقت واضح کردے۔

[2] من گواہم۔ شیطان نے کہا میں تو انسانوں کی برائی پر گواہ ہوں جیلخانہ مجرم کے لئے ہے نہ کہ گواہ کے لئے۔

[3] خشک۔ باغبان کا یہی کام ہے کہ اچھے درختوں کی پرورش کرے اور برے درختوں کو کاٹ پھینکے خشک گوید جس طرح خشک درخت جس کو باغبان کاٹ دیتا ہے وہ باغبان کا شاکی ہوتا ہے اسی طرح ناقابل اصلاح لوگوں کو جب میں تباہ کرتا ہوں وہ شاکی ہوتے ہیں۔

[4] خشک۔ خشک درخت باغبان سے شکوے میں کہتا ہے کہ میں سیدھا تھا ٹیڑھا نہ تھا تو نے مجھے کیوں کاٹ ڈالا۔ باغبان گوید ٹیڑھے درخت کی حیات اور زندگی کی توقع ہو لیکن خشک درخت کی زندگی ناممکن ہے لہٰذا اسکو کاٹا جائیگا شیطان کہتا ہے کہ اسی طرح جن کے دلوں میں آب ایمان بالکل نہیں ہے اور ان کے دل خشک ہوگئے ہیں انہیں بھی ہم ہلاک کرتے ہیں۔

664

شاخِ[1] تلخ ار با خوشے وصلت کند — آں خوشے اندر نہادش بر زند

کڑوی شاخ کو اگر اچھے کے ساتھ جوڑ دے — وہ اچھا اُس کے وجود میں اثر کرے

گر ترا بیدار کردم بہرِ دیں — خوئے اصلِ من ہمیں ست و ہمیں

اگر میں نے آپ کو دین کی خاطر جگا دیا ہے — میری اصل عادت ہی یہ ہے

عُنف[2] کردنِ امیر المومنین حضرت معاویہؓ با ابلیس علیہ اللّعنۃ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس (اس پر لعنت ہو) کے ساتھ سختی کرنا

گفت امیرا اے راہزن حجت مگو — مر ترا رہ نیست در من رہ مجو

امیر (المومنین) نے فرمایا اے ڈاکو! حجت نہ کر — تیرا میرے اندر راستہ نہیں ہے راستہ نہ تلاش کر

رہزنی تو من غریبِ تاجرم — ہر لباسے کہ آری کے خرم

تو ڈاکو ہے، میں مسافر تاجر ہوں — تو جو بھیس بھی بدلے میں کب پسند کرتا ہوں؟

گردِ رختِ من مگرد از کافری — تو نہ رختِ کسے را مشتری

بے ایمانی سے میرے سامان کے گرد پھر نہ لگا — تو کسی کے سامان کا خریدار نہیں ہے

مشتری نبود کسے را راہزن — ور نماید مشتری مکرست و فن

ڈاکو کسی سے خریدنے والا نہیں ہوتا ہے — اگر وہ خریدار ہونا ظاہر کرے تو مکاری اور چالاکی ہے

نالیدنِ امیر المومنین حضرت معاویہؓ بحق تعالیٰ از مکرِ ابلیس و نصرت خواستن

شیطان کے مکر سے امیر المومنین کا اللہ تعالیٰ سے نالہ وزاری کرنا اور مدد چاہنا

تا چہ دارد ایں حسود اندر کدو — اے خدا فریاد رس ما زیں عدو

نہ معلوم یہ حاسد کیا چال چل رہا ہے؟ — اے خدا اس دشمن سے ہماری فریاد سُن لے

گر یکے فصلِ[3] دگر در من دمد — در رُباید از من ایں رہزن نمد

اگر وہ ایک مرتبہ اور مجھ سے گفتگو کرے گا — یہ ڈاکو نمدہ اُڑا لے جائے گا

ایں حدیثش ہمچو دودست اے آلہ — دست گیر ار نہ گلیم شد سیاہ

اے خدا! یہ اُس کی گفتگو دھوئیں کی طرح ہے — میری دستگیری فرما ورنہ میری کملی کالی ہو جائیگی

من بحجت بر نیایم با بلیس — کو ست فتنہ ہر شریف و ہر خسیس

میں دلیل سے شیطان سے نہ جیت سکوں گا — کیونکہ وہ ہر شریف اور رذیل کے لئے ایک فتنہ ہے

آدمے کو عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ[4] بگست — در تگ چوں برق ایں سگ تگ ست

حضرت آدم جو علم الاسماء والے سردار ہیں — اس کتے کی برق جیسی رفتار کے مقابلہ میں بے رفتار ہیں

[1] شاخِ تلخ۔ کڑوی شاخ کو اگر میٹھی جڑ سے پیوند لگا دیا جائے تو شاخ کی تلخی کم ہو جاتی ہے اسی طرح بدنسل کی اصلاح ممکن ہے لیکن بدنسل کی اصلاح ناممکن ہے۔ گویا شیطان حضرت امیر معاویہؓ کو جواب دیتا ہے کہ جہاں تم یہ سمجھ گئے کہ میں چوروں کے ساتھ اچھائی اور ناقابلِ اصلاح لوگوں کو تباہ کرتا ہوں تو سمجھ لو کہ میں نے تمہیں دین کی خاطر جگایا ہے۔

[2] عُنف۔ سرزنش، سختی۔ راہ زن۔ ڈاکو۔ در من۔ میرے دل میں۔ غریبِ تاجرم۔ سفر کی حالت میں تاجر بہت چوکنا رہتا ہے۔ تو نہ۔ شیطان کا کام نیک اعمال کو تباہ کرنا ہے نہ اُن کا معاوضہ دے کر خریدنا۔ مشتری نبود۔ ڈاکو کا کام لوٹ مار ہے نہ کہ خریداری اگر وہ اپنے آپ کو خریدار ظاہر کرے تو اس میں کوئی مکاری ہو گی۔ چیرے اندر کدو داشتن۔ دل میں کوئی بات چھپانا۔

[3] فصلِ دگر۔ دوسری مرتبہ۔ نمد۔ صرف پشم کا کپڑا جو عموماً درویش اور مسکین پہنتے تھے۔ من بحجت۔ شیطان پر محض دلائل سے بغیر فضلِ خداوندی غلبہ ممکن نہیں ہے۔ بک۔ بیگ کا مخفف ہے امیر۔ حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے علّم الاسماء۔ خدا نے آدم کو اسماء کی تعلیم دی۔ تگ۔ دوڑ۔ بے تگ ست۔ حضرت آدمؑ ہار گئے اور شیطان نے انہیں دھوکا دے دیا۔

از بہشت انداختش بر روئے خاک
اُس نے اُن کو بہشت سے زمین پر پھینک دیا

چوں سمک[1] در شست اُو شد از سماک
وہ بلندی سے مچھلی کی طرح اُس کے کانٹے میں پھنس گئے

نوحہ اِنَّا ظَلَمْنَا می زدے
اِنَّا ظَلَمْنَا کا رونا روتے تھے

نیست دستان و فسونش را حدے
اُس کے مکر اور منتر کی انتہا نہیں ہے

اندرونِ ہر حدیثِ اُو شرست
اُس کی ہر بات میں شر پوشیدہ ہے

صد ہزاراں سحر در وے مضمر ست
اُس میں لاکھوں جادو پوشیدہ ہیں

مردیِ مرداں بہ بندد در نفس
ایک پھونک میں بہادروں کی بہادری کو باندھ دیتا ہے

در زن و در مرد افروزد ہوس
مرد و زن میں ہوس بھڑکا دیتا ہے

اے بلیسِ خلق سوزِ فتنہ جُو
اے شیطان مخلوق کو تباہ کرنے والے فتنہ جو!

بر چہ[2] بیدار کردی راست گو
سچ بتا تو نے مجھے کیوں جگایا؟

زانکہ حیلت در نگنجد با منے
اسلئے کہ تیری حیلہ بازی مجھ پر اثر نہیں کر سکتی ہے

ہیں غرض را در میاں نہ بے فنے
خبردار! بغیر مکاری کے مقصد بتا دے

باز تقریر ابلیس تلبیس خود را با امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی مکاری کی دوبارہ تقریر کرنا

گفت ہر مردے کہ باشد بدگماں
بولا، جو شخص بدگمان ہو

نشنود اُو راست را با صد نشاں
وہ سو علامتوں والی سچی بات بھی نہیں سنتا ہے

ہر دَرونے کہ خیال اندیش شد
جس کا باطن شکی ہو

چوں دلیل آری خیالش بیش شد
جب تو دلیل بیان کریگا اُس کا شک اور بڑھیگا

چوں سخن در وے رود علت شود
جب اُسکے دل میں بات جاتی ہے بیماری بنجاتی ہے

تیغِ غازی دُزد را آلت شود
مجاہد کی تلوار چور کا ہتھیار بن جاتی ہے

پس جواب اُو سکوتست و سکوں
تو اُس کا جواب خاموشی اور سکوت ہے

ہست با ابلہ سخن گفتن جنوں
بیوقوف سے بات کرنا پاگل پن ہے

توز حق[3] ترس و ز حق جو قطعِ نفس
تو خدا سے ڈر اور نفس کو چھوڑنے کی خدا سے دعا کر

کہ نواز شرش بماندستی بہ حبس
کیونکہ تو اُسکے شر کی وجہ سے قید خانہ میں ہے

توز من با حق چہ نالی اے سلیم
اے بھولے! تو اللہ سے میرا کیا شکوہ کرتا ہے

تو بنال از شرِ ایں نفسِ لئیم
تو اس لئیم نفس کے شر سے فریاد کر

---

[1] سمک: مچھلی۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ سماک۔ چاند کی منزلوں میں سے چودھویں منزل ہے، ایک ستارہ ہے، یہاں مراد بلند مرتبہ ہے۔ اِنَّا ظَلَمْنَا۔ بیشک ہم نے ظلم کیا حضرت آدمؑ نے توبہ کے وقت فرمایا تھا۔ دستان۔ مکر۔ تلبیس۔ پوشیدہ۔ مردی۔ بڑے بڑے بہادروں کی بہادری کو ایک پھونک میں ختم کر دیتا ہے۔

[2] بر چہ۔ برائے چہ۔ مراد غرض۔ مقصد۔ بے فن۔ بغیر مکاری۔ با صد نشان۔ یعنی سچائی کی سو علامتوں کے باوجود خیال اندیش۔ شکی۔ چوں سخن۔ شکی انسان کو جس قدر سمجھایا جاتا ہے اُس کے شکوک میں اور اضافہ ہوتا ہے اور وہ دلیلوں کا غلط استعمال کرتا ہے جیسا کہ جب کسی غازی کی تلوار چور لے تو اُس سے غلط کام کرتا ہے۔ بس جواب۔ جواب جاہلاں باشد خموشی۔

[3] توز حق ترس۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ تمہارا مجھے برا سمجھنا تمہارے نفس کا دھوکا ہے اور تم نفس کی قید میں گرفتار ہو اُس سے رہائی کی دعا کرو۔ توز من۔ شیطان حشر میں بھی یہی کہے گا۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ۔ پس مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے نفسوں کو ملامت کرو۔

666

تو خوری[1] حلوا ترا دُمّل شود
تو حلوا کھائے گا تو پھوڑا پیدا ہوگا

تب بگیرد طبعِ تو مختل شود
بخار چڑھے گا طبیعت بگڑ جائے گی

بے گنہ لعنت کنی ابلیس را
تو بے خطا ابلیس پر لعنت بھیجتا ہے

چوں نہ بینی از خود آں تلبیس را
اپنی جانب سے اس مکاری کو کیوں نہیں سمجھتا؟

نیست از ابلیس ارزشت اے غوی
اے گمراہ! یہ شیطان کیجانب سے نہیں ہوا بلکہ تیری جانب سے ہے

کہ چو رُو بہ سُوئے دُنبہ می روی
کیونکہ تو لومڑی کی طرح دُنبہ کیجانب جاتا ہے

چونکہ[2] در سبزہ بہ بینی دُنبہ را
جب تو سبزے میں دُنبہ کو دیکھتا ہے

دام باشد ایں ندانی رُوبہا
اے لومڑی! تو نہیں سمجھا کہ جال ہوگا

زاں ندانی کت ز دانش دور کرد
تو اسلئے نہیں سمجھا کہ تجھے عقل سے جدا کر دیا ہے

سیلِ دُنبہ چشمِ غفلت کور کرد
دُنبہ کی خواہش نے تیری عقل کو اندھا کر دیا ہے

حُبُّكَ الْأَشْيَاءَ يُعْمِيكَ وَيُصِمّ
چیزوں کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے

نَفْسُكَ السَّوْءُ قَدْ جَنَتْ لَا تَخْتَصِمْ
تیرے برے نفس نے ظلم کیا ہے۔ نہ جھگڑ

تو گنہ بر من منہ کز شرمِ بیں
تو مجھ پر گناہ (کی ذمہ داری) نہ ڈال تو بھی شرم کی نگاہ سے دیکھ

من زبد بیزارم و از حرص و کیں
میں بُرائی اور حرص و کینے سے بیزار ہوں

من بدی کردم پشیمانم ہنوز
میں نے بُرائی بھی کی تھی ابھی تک شرمندہ ہوں

انتظارم تا دے ام گردد تموز
انتظار میں ہوں تاکہ میرا ماگھ ساون بنجائے

ہست کین و حرص از طبائع مختلف
کینہ اور حرص مختلف (عناصر سے بنی ہوئی) طبیعتوں کی

مرمرا کے چار ضد شد مکتنف
مجھے چار مخالف (عنصروں) نے گھیرا ہے

ہم[3] امیدے می برم با درد و سوز
میں ابھی درد و سوز کے ساتھ امید رکھتا ہوں

تا کہ کے گردد شبِ دیجور روز
کہ اندھیری رات کب دن بنتی ہے؟

مُتہم گشتم میانِ خلق من
میں لوگوں میں بدنام ہو گیا ہوں

فعلِ خود بر من نہد ہر مرد و زن
ہر مرد و عورت اپنا کام میرے ذمہ لگاتا ہے

گرگ بیچارہ اگرچہ گرسنہ است
بیچارہ بھیڑیا اگرچہ بھوکا ہے

مُتہم باشد کہ او در طنطنہ است
(لیکن) بدنام ہوتا ہے کہ وہ اکڑ میں ہے

چونکہ نتواند ز ضعف اُو راہ رفت
چونکہ وہ کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتا ہے

خلق گوید تخمہ است از قوتِ نفت
لوگ کہتے ہیں کہ موٹی خوراک سے بدہضمی میں ہے

---

[1] تو خوری۔ یہ مولانا کی جناب سے نصیحت ہے کہ انسان شیطان سے تو بچتا ہے لیکن خود اس کا نفس شیطان سے زیادہ شریر ہے اسکی طرف سے بے توجہی برتتا ہے بے گنہ۔ نفس بد تو خود کریں لعنت کریں شیطاں پر۔ غوی۔ گمراہ۔ روبہ۔ لومڑی جو جانوروں کا شکار کرتی ہے۔

[2] چونکہ۔ انسان کا نفس لذتوں کے پیچھے دوڑتا ہے اور انجام کی ہلاکت سے غافل ہوتا ہے میل دُنبہ۔ خواہش نفس انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ لَا تَخْتَصِمْ یعنی نفس سے لڑ دوسرے سے نہ جھگڑ من بدی کردم۔ شیطان کہتا ہے مجھے بدی سے نفرت ہے تھوڑی سی بدی مجھ سے ضرور ہوئی جس سے میں شرمندہ ہوں۔ دے۔ ماگھ جو خزاں کا مہینہ ہے۔ تموز۔ ساون جو بہار کا مہینہ ہے۔ ہست کین۔ یعنی کینہ اور حرص تو عناصر اربعہ کی پیداوار ہیں اور میں ان چار عنصروں سے نہیں بنا ہوں۔

[3] ہم امیدے۔ یعنی میں اس خطا کی بخشش کا امیدوار ہوں۔ شب دیجور۔ اندھیری رات۔ فعلِ خود۔ یعنی اپنا کام۔ گرگ۔ مثل مشہور ہے کھائے تو بھیڑیئے کا نام نہ کھائے تو بھیڑیئے کا نام۔ طنطنہ۔ دبدبہ۔ شان و شوکت۔ چونکہ۔ بھیڑیا بھوک کی وجہ سے چلنے پر قادر نہیں تہمت دھرنے والے کہتے ہیں موٹا جانور کھا گیا ہے اس

بازجستن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقت غرض را از ابلیس

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شیطان سے مقصد کی حقیقت پھر معلوم کرنا

گفت غیر راستی نرہاندت — داد سوئے راستی می خواندت

(حضرت معاویہؓ نے) فرمایا تجھے سچ کے سوا کچھ نہیں چھڑا سکتا — انصاف، تجھے سچائی کی دعوت دیتا ہے

راست گو تا وارہی از چنگِ من — مکر نہ نشاند غبارِ جنگِ من

سچ کہدے تاکہ تو میرے چنگل سے چھوٹ جائے — مکاری میری لڑائی کے غبار کو فرو نہیں کر سکتی ہے

گفت چوں دانی دروغ و راست را — اے خیال اندیش و پُر اندیشہا

اُس نے کہا آپ جھوٹ اور سچ کو کیسے سمجھ لیں گے؟ — اے شکی اور توہمات سے بھرے ہوئے

گفت پیغمبر نشانے دادہ است — قلبِ نیکو را محک بنہادہ است

اُنھوں نے فرمایا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے علامت بتادی ہے — کھرے کھوٹے کی کسوٹی متعین کر دی ہے

گفتہ است الکذب ریبٌ فی القلوب — باز الصدق طمانینٌ وطروب

(فرمایا ہے) جھوٹ دلوں میں شک (پیدا کرنیوالا ہے) — پھر (فرمایا) سچ اطمینان (خوشی) پیدا کرتا ہے)

دل نیارامد ز گفتارِ دروغ — آب و روغن ہیچ نفروزد فروغ

جھوٹی بات سے دل کو سکون نہیں ملتا ہے — پانی اور تیل روشنی کو نہیں بڑھاتا ہے

در حدیثِ راست آرامِ دلست — راستی ہا دانۂ دامِ دلست

سچی بات میں دل کا سکون ہے — سچائیاں دل کے جہاں کا دانہ ہیں

دل مگر رنجور باشد بد دہاں — کو نداند چاشنیِ این و آن

مگر وہ دل جو بیمار ہو اور اُسکے منہ کا ذائقہ خراب ہو — کیونکہ وہ اسکے اور اُسکے مزے کو نہیں سمجھتا ہے

چوں شود از رنج و علت دل سلیم — طعمِ صدق و کذب را باشد علیم

جب دل تکلیف اور بیماری سے محفوظ ہو جائے — تو وہ سچ اور جھوٹ کے مزے سے واقف ہوتا ہے

حرصِ آدم چوں سوئے گندم فزود — از دلِ آدم سلیمی را ربود

(حضرت) آدمؑ کی حرص جب گیہوں کیطرف بڑھی — (حضرت) آدمؑ کے دل سے سلامتی کو اُٹھا لے گئی

پس دروغ و عشوہ را گوش کرد — غرّہ گشت و زہرِ قاتل نوش کرد

تو تیرے جھوٹ اور مکر کو سُن لیا — فریب کھا گئے، اور قاتل زہر پی لیا

گندم از کژدم ندانست آں نفس — می بر د تمییز از مستِ ہوس

اُسوقت وہ گیہوں اور بچھو میں امتیاز نہ کر سکے — (ہوس) ہوس سے مدہوشی کی تمیز کو زائل کر دیتا ہے

لہ داد یعنی انصاف کا تقاضہ ہے کہ تو سچ بتادے۔ گفت شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ اگر میں سچ بات کہونگا تو آپ کیسے سمجھ لیں گے کہ وہ سچ ہے جبکہ آپ شکوک میں مبتلا ہیں۔ گفت۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ سچ اور جھوٹ کی علامتیں آنحضورؐ نے بتادی ہیں۔ الکذب الخ یعنی جھوٹی بات سُن کر مومن کا دل مطمئن نہیں ہوتا ہے بلکہ دل میں خلجان پیدا ہوتا ہے۔ الصدق سچی بات سُن کر مومن کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔

لہ دل نیارامد یعنی کاذب جھوٹ سے مطمئن نہیں ہوتا جس طرح کہ چراغ پانی ملے ہوئے تیل سے روشن نہیں ہوتا ہے۔ دانہ۔ جس طرح پرند دانے پر لپکتا ہے اسی طرح مومن کا دل سچائی کی طرف لپکتا ہے۔ دل گرو یعنی علامت مومن کے دل کے لئے ہے اگر کسی کا دل گناہوں کی وجہ سے بیمار ہو اُس کیلئے یہ علامت نہیں ہے۔

لہ چوں شود۔ جب دل امراض سے خالی ہو تب اُس کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔ حرص۔ چونکہ حضرت آدمؑ میں گیہوں کھانے کی حرص پیدا ہو گئی تھی لہٰذا وہ شیطان کے جھوٹ کو نہ پہچان سکے اور دھوکا کھا گئے زہر قاتل۔ یعنی گیہوں۔

669

خلق[1] مست آرزو اند و ہوا — زاں پذیرا اند دستانِ ترا

لوگ حسد اور حرص سے مست ہیں — اس لئے تیرے مکر کو قبول کرنے والے ہیں

ہر کہ خود را از ہوا خو باز کرد — گوشِ خود را آشنائے راز کرد

جس نے اپنے آپ کو حرص کی عادت سے چھڑا لیا — اس نے اپنے کان کو راز سے آشنا کر لیا

ہمچناں کہ در حکایت گفتہ اند — پشنو آنرا تا کہ شاید بستہ بند

جس طرح لوگوں نے حکایت میں بیان کیا ہے — اس کو سن لے تاکہ عقدہ کھل جائے

شکایتِ قاضی از آفت قضا و جواب نائب اُو

قاضی کا قیامت کی مصیبت کا شکوہ کرنا اور اس کے نائب کا جواب

قاضئے[2] بنشاند نداؤمی گریست — گفت نائب قاضیا گریہ زہیست

لوگوں نے ایک قاضی کو مسند قضا پر بیٹھا دیکھا وہ رونے لگا — نائب نے کہا اے قاضی! رونا کس وجہ سے ہے

ایں[3] نہ وقت گریہ و فریاد تست — وقتِ شادی و مبارکباد تست

یہ رونے اور چیخنے کا وقت نہیں ہے — تیری خوشی اور مبارکباد کا وقت ہے

گفت آہ چوں حکم راند بیدلے — در میانِ آں دو[4] عالِم جاہلے

اس نے کہا ہائے! ایک ناواقف اس طرح فیصلہ کرے — ایک نادان دو جاننے والوں کے درمیان؟

آں دو خصم از واقعہ خود واقف اند — قاضئے مسکیں چہ داند زاں دو[5] بند

وہ دونوں فریق اپنے واقعہ سے واقف ہیں — دو بندوں (جہل اور غفلت) کو یہ قاضی بیچارہ کیا جانے

جاہل ست و غافل ست از حالِ شاں — چوں رود در خونِ شان و مالِ شاں

وہ اُن کی حالت سے جاہل ہے اور غافل ہے — وہ اُن کی جان اور مال میں کیسے مداخلت کرے؟

گفت[6] خصماں عالِم اند و عِلتی — جاہلی تو لیک شمعِ ملتی

اس (نائب) نے کہا دونوں فریق واقف ہیں اور غرض رکھتے ہیں — آپ ناواقف ہیں لیکن ملت کی شمع ہیں

زانکہ تو عِلت نداری در میاں — آں فراغت ہست نورِ دیدگاں

کیونکہ اس میں آپ کی کوئی غرض نہیں ہے — (غرض سے) خالی ہونا آنکھوں کی روشنی ہے

داں دو عالِم را غرض شاں کور کرد — عِلمِ شاں را عِلّت اندر گور کرد

اُن دونوں واقف کاروں کو اُن کی غرض نے اندھا — اُن کے علم کو غرض نے دفن کر دیا ہے

جہل را بے عِلتی عالِم کند — عِلم را عِلّت کژ و ظالم کند

بے غرضی ناواقفیت کو علم والا بنا دیتی ہے — غرض علم کو کج اور ظالم بنا دیتی ہے

---

[1] خلق۔ چونکہ عام لوگ حرص و ہوا کے مرض میں مبتلا ہیں لہٰذا شیطان کی جھوٹی باتوں سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ دستاں۔ مکر۔ ہوا خو۔ یعنی خوئے حرص۔ راز۔ یعنی مستورِ غیب کے راز حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ اگر نفس ہوا و ہوس سے پاک ہو جائے تو نیک اور بھروسے میں اعتماد کر لیتا ہے۔

[2] ایں۔ یعنی قاضی بننے پر رونے کا موقع نہیں ہے یہ تو مبارکباد کا وقت ہے بیدل۔ متردد۔ دو عالم۔ یعنی مدعی اور مدعا علیہ دونوں دعوے کی حقیقت سے واقف ہوتے ہیں۔ زاں دو بند۔ یعنی جہل اور غفلت جس کا آئندہ شعر میں بیان ہے۔

[3] گفت۔ نائب قاضی نے کہا کہ فریقین اگرچہ معاملہ کو جانتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں خود غرضی سما گئی ہے۔ تاکہ انسان کی بے غرضی معاملہ کو واضح کر دیتی ہے، جہل را بے غرضی اور غفلت میں جہل کو علم سے بدل دیتے ہیں اور خود غرضی عالم کو جاہل بنا دیتی ہے۔

669

تا تو رشوت نستدی ببیندہ — چوں طمع کردی ضریر و بندہ

جب تک تو رشوت نہ لے تو بینا ہے — جب تو نے لالچ کیا تو اندھا اور (نفس کا) غلام ہو گیا

از ہوا من خوی را واکردہ ام — لقمہائے شہوتی کم خوردہ ام

میں نے عادت کو ہوس سے علیحدہ کر لیا ہے — میں نے شہوت (نفس) کے لقمے نہیں کھائے ہیں

چاشنی گیرِ دلم شد با فروغ — راست را داند حقیقت از دروغ

میرا (عارف کا) ذوق رکھنے والا دل روشن ہو گیا ہے — سچ کی حقیقت جھوٹ سے جدا کر لیتا ہے

باقرار آوردن حضرت معاویہؓ ابلیس را کہ چرا بیدار کردی

حضرت معاویہؓ کا شیطان سے اقرار کرا لینا کہ اس نے کیوں جگایا ہے

اے سگِ ملعون جوابِ من بگو — راست گو و در دروغے رہ مجو

اے ملعون کتے! میرا جواب دے — سچ کہہ اور جھوٹ کا راستہ تلاش نہ کر

تو چرا بیدار کردی مر مرا — دشمنِ بیداریستی اے دغا

تو نے مجھے کیوں جگایا؟ — اے (مجسم) دھوکے! تو بیداری کا دشمن ہے

ہمچو خشخاشے ہمہ خواب آوری — ہمچو خمرے عقل و دانش رابری

تو خشخاش کی طرح مجسم خواب آور ہے — شراب کی طرح عقل اور سمجھ کو زائل کر دیتا ہے

چار میخت کردہ ام ہیں راست گو — راست را دانم تو جبلتہا مجو

میں نے تجھے شکنجہ میں کس لیا ہے، سچ کہدے — میں سچ کو پہچان لوں گا تو بہانے نہ بنا

من ز ہر کس آں طمع دارم کہ او — صاحب آں باشد اندر طبع و خو

میں ہر آدمی سے وہی توقع رکھتا ہوں — جو اس کی جبلت اور عادت میں مالک ہے

من ز سرکہ می نجویم شکری — ہر مخنث را نہ گیرم لشکری

میں سرکہ میں مٹھاس نہیں تلاش کرتا ہوں — میں کسی ہیجڑے کو سپاہی نہیں بناتا ہوں

ہمچو گبراں می نجویم از بتے — کہ بود حق یا ز حق او آیتے

میں کافروں کی طرح بت میں — جستجو نہیں کرتا ہوں کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی ہو

من ز سرگیں می نجویم بوئے مشک — من در آب جو نجویم خشت خشک

میں گوبر میں مشک کی خوشبو نہیں تلاش کرتا ہوں — میں پانی میں سوکھی اینٹ نہیں تلاش کرتا ہوں

من نجویم پاسبانی را ز دزد — کار ناکردہ نجویم ہیچ مزد

میں چور سے چوکیداری نہیں چاہتا ہوں — کام کئے بغیر میں کوئی مزدوری نہیں چاہتا ہوں

۱؎ تا تو: نائب نے قاضی کو کہا جب تک تو رشوت لیگا حقیقت کو دیکھے گا اور نہ دیکھ سکیگا۔ از ہوائے۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے ہوا و ہوس کو چھوڑ دیا ہے اور خواہشات نفسانی کی غذا ترک کر دی ہے لہٰذا میرے دل میں ایسی روشنی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ جھوٹ اور سچ میں امتیاز کر لیتا ہے تو میں جان لونگا کہ تو سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔ جواب من یعنی میں بات کا جواب کہ تو نے مجھے کیوں جگایا ہے

۲؎ دشمن۔ شیطان کا کام ہے کہ وہ خواب غفلت میں مبتلا رکھے۔ خشخاش۔ خود بھی خواب آور ہے اور اسی کے پودے کے ڈوڈے سے افیون بنتی ہے جو خواب آور ہے۔ چار میخ۔ ایک قسم کی سزا ہے جس میں لٹا کر چار دست پا کو چار کیلوں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ من تو ہر کس میں ہر شخص کو پہچان لیتا ہوں اور اس سے اس کام کی توقع رکھتا ہوں جو اس کی فطرت میں داخل ہے۔

۳؎ من ز سرکہ۔ سرکہ کی طبیعت میں کٹاس ہے اس سے شیرینی کی توقع کرنا غلط ہے۔ مخنث۔ ہیجڑے سے بہادری کی توقع غلط ہے۔ بت بت سے توقع کرنا کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی یہ بھی غلط ہے۔ از دزد۔ چور سے چوکیداری کی توقع غلط ہے۔

669 670

مَن[1] ز شیطاں ایں نجویم کوست غیر — کو مرا بیدار گرداند بخیر

میں شیطان سے یہ اُمید نہیں رکھتا کیونکہ وہ غیر ہے — کہ وہ مجھے بھلائی کے لئے جگائے

راست گفتنِ ابلیس ضمیرِ خود را با حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ

شیطان کا امیر معاویہؓ سے دل کی بات صاف کہہ دینا

گفت بسیار آں لعیں از مکر و عذر — میرا ز و نشنید کرد استیز و نکر

شیطان نے مکر اور عذر کی بہت باتیں کیں — امیر (المومنین) نے نہ سُنیں، جھگڑا اور انکار کیا

از بُنِ دنداں بگفتش بہرِ آں — کردمت بیدار میدانی فلاں

آں سے عاجزی سے اُس نے کہا، اِس لئے — سمجھ لیجئے، میں نے آپکو بیدار کیا ہے، اے فلاں

تا رسی اندر جماعت در نماز — از پئے پیغمبرِ دولت فراز

تاکہ آپ نماز باجماعت میں شریک ہو جائیں — پیغمبر بلند دولت کی سُنّت کے لئے

گر نماز از وقت رفتے، مر ترا — ایں جہاں تاریک گشتے بے ضیا

اگر نماز وقت سے گذر جاتی تو آپ کے لئے — یہ دنیا، بے رونق، اندھیری ہو جاتی

از غبین[2] و درد رفتے اشکہا — از دو چشمِ او مثالِ مشکہا

نقصان اور درد کے آنسو بہتے — اِن کی دونوں آنکھوں سے مشکوں کی طرح

ذوق دارد ہر کسے در طاعتے — لاجرم شکیبد از وے ساعتے

ہر شخص ایک عبادت کا ذوق رکھتا ہے — لامحالہ تھوڑی دیر بھی اُس سے صبر نہیں کر سکتا ہے

از غبین و درد بودے صد نماز — کو نماز و کو فروغِ آں نیاز

وہ نقصان اور درد تو سو نمازیں بن جاتا — کجا نماز اور کجا اُس عاجزی کا نور

فضیلت[3] حسرت خوردنِ آں شخص بر فوتِ نمازِ جماعت

نماز باجماعت کے فوت ہو جانے پر اُس شخص کے افسوس کی فضیلت

آں یکے می رفت در مسجد دروں — مردم از مسجد ہمی آمد بروں

ایک شخص مسجد میں جا رہا تھا — لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے

گشت پُرساں کہ جماعت را چہ بود — کز مسجد می بروں آیند زود

اُس نے دریافت کیا کہ جماعت کا کیا ہوا؟ — کہ لوگ مسجد سے جلدی سے باہر آ رہے ہیں

آں یکے گفتش کہ پیغمبر نماز — با جماعت کرد و فارغ شد ز راز

ایک شخص نے اُس سے کہا کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز — باجماعت ادا کر دی اور دعا سے فارغ ہو گئے

[1] من ز شیطان: شیطان کی طبیعت میں خیر نہیں ہے لہٰذا اُس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ خیر کے لئے جگائے گا بالکل غلط ہے۔ ضمیر: یعنی دل کی پوشیدہ بات۔ میر: یعنی امیر المومنین معاویہؓ۔ از بُن دنداں گفتن: گڑگڑا کر کہنا۔ پئے: پیروی اسنت۔ گر نماز: یعنی جماعت چھوٹ جاتی۔

[2] غبین: نقصان، ٹوٹا۔ درد: یعنی جماعت کے فوت ہو جانے کا درد۔ ذوق حضرت امیر معاویہؓ کو نماز باجماعت کا بہت ذوق تھا۔ آں غبین: شیطان نے مجبور ہو کر جگانے کا صحیح سبب بتا دیا کہ جماعت فوت ہونے پر جو اُن کو صدمہ ہوتا اور اُس پر روتے اُس کی وجہ سے بہت زیادہ ثواب کے مستحق ہو جاتے اِس لئے اُس سے محروم کرنے کے لئے جگایا تھا۔

[3] فضیلت: اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کے فوت ہو جانے سے جو ایک عابد کو افسوس ہوتا ہے اُس کی بہت بڑی قدر و قیمت ہے۔ گشت پُرساں: لوگوں سے دریافت کیا کہ لوگ جلدی سے مسجد سے کیوں نکل رہے ہیں جماعت کا کیا ہوا۔ آں یکے: یعنی نماز پڑھ کر نکلنے والوں میں سے کسی نے اُس سے کہا حضورؐ تو جماعت ختم کر کے دعا سے بھی فارغ ہو گئے ہیں۔ راز: یعنی نماز کے بعد کی خفیہ دعا۔

تو کجا در می روی اے مردِ خام[1]
اے ناقص! تو کہاں اندر جاتا ہے

چوں پیمبر باز داد آخر سلام
جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری سلام پھیر دیا

گفت آہ و درد زاں آمد بروں
اُس نے آہ کہا اور اُس آہ سے درد ظاہر ہوا

آہِ اُو می داد از دل بوئے خوں
اُس کی آہ نے دل کے خون کی بُو دی

آں یکے گفتا بدہ ایں آہ را
ایک شخص نے اُس سے کہا یہ آہ دے دے

دیں نمازِ من ترا باد اعطا
اور یہ میری نماز تیرے لئے ہے

گفت دادم آہ بذرفتم نماز
اُس نے کہا میں نے آہ دیدی، نماز قبول کرلی

اُو ستد آں آہ را با صد نیاز
اُس نے وہ آہ لے لی جو سینکڑوں عاجزیوں کیساتھ تھی

با نیاز و با تضرع باز گشت
وہ عاجزی اور تضرع کے ساتھ لوٹا

باز بود و در پئے شہباز رفت
باز تھا اور بعد میں شہباز ہو کر اُڑا

شب بخواب اندر بگفتش ہاتفے[2]
ایک غیبی آواز نے خواب میں اُس سے کہا

کہ خریدی آبِ حیوان و شفے
کہ تو نے آبِ حیات اور شفا خرید لی

حرمت ایں اختیار و ایں دخول[3]
اس پسندیدگی اور مداخلت کے احترام کی وجہ سے

شد نمازِ جملہ خلقاں قبول
بتمام لوگوں کی نماز قبول ہوگئی

تتمۂ اقرارِ ابلیس با حضرت معاویہؓ مکر و فریب خود را
شیطان کا حضرت امیر معاویہ رضؓ سے اپنے مکر و فریب کے اقرار کرنے کا تتمہ

پس عزازیلش بگفت اے میر راد
اس کے بعد شیطان نے کہا، اے داتا امیر!

مکرِ خود اندر میاں باید نہاد
(مجھے) اپنا مکر بیان کر دینا چاہیئے

گر نمازت[4] فوت می شد آں زماں
اگر اُس وقت آپ کی نماز فوت ہو جاتی

می زدی از دردِ دل آہ و فغاں
تو آپ دل کے درد کیساتھ آہ و فغاں کرتے

آں تاسف و آں فغان و آں نیاز
وہ افسوس کرنا اور وہ فریاد اور وہ عاجزی

در گذشتے از دو صد رکعت نماز
نماز کی دو سو رکعتوں سے بڑھ جاتی

من ترا بیدار کردم از نہیب
میں نے (اس) خوف سے آپ کو جگا دیا

تا سوزاند چناں آہے حجیب
تاکہ ایسی آہ پردے کو نہ جلا دے

تا چناں آہے نباشد مر ترا
تاکہ ایسی آہ تمہیں حاصل نہ ہو جائے

تا بداں راہے نباشد مر ترا
تاکہ اُس آہ تک تمہاری رسائی نہ ہو

---

[1] مردِ خام۔ ناتجربہ کار۔ باز داد آخر سلام۔ آخری سلام پھیر چکے۔ گفت۔ اُس جماعت سے محروم نمازی نے ایسی آہ بھری جس میں درد تھا اور دل کے خون کی بو آرہی تھی۔ آں یکے۔ جو شخص جماعت کی نماز پڑھ چکا تھا اُس نے کہا میں اپنی نماز کا ثواب تمہیں دیتا ہوں تم اپنی اس آہ کے عوض مجھے عطا کردو۔ با صد نیاز۔ اس کا تعلق رشکِ فضل سے بھی ہو سکتا ہے اور آہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ باز بود۔ یعنی قربِ الٰہی میں پہلے مرتبہ سے بڑھ گیا۔

[2] ہاتف۔ فرشتۂ غیبی جو پکارے اور لقمۂ آبِ شفے۔ شفا کا مالک ہے۔ اختیار۔ چننا یعنی تم نے نماز اور آہ میں جو آہ کو چنا۔ دخول۔ یعنی نماز اور آہ کے معاملہ میں داخل ہونا جو تو نے کیا۔ شیطان کا نام ہے۔ میر راد۔ دانا سردار۔

[3] گر نمازت۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا اگر تمہاری نماز فوت ہو جاتی تو تم دل کے درد کے ساتھ آہ کرتے۔ آں تاسف۔ نماز کے فوت ہونے پر آپ جو افسوس اور فریاد اور عاجزی کرتے وہ دو سو نفلوں سے بھی بڑھ جاتی۔ نہیب۔ خوف۔ حجیب۔ یعنی قربِ الٰہی کا وہ پردہ جو ابھی تک حائل ہے۔

672

من حسودم[1] از حسد کردم چنیں
میں تو حاسد ہوں میں نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا

من عدوئم کارِ من مکر ست و کیں
میں تو دشمن ہوں میرا کام مکاری اور کینہ وری ہے

مکرِ من دیدی مباش ایمن زمن
آپ نے میرا مکر دیکھ لیا تجھ سے مطمئن نہ ہو جیئے

تا شوی صدرِ جہاں اندر زمن
تاکہ آپ زمانے میں عالم کے صدر بن جائیں

جواب گفتنِ امیر المومنین امیر معاویہ رض ابلیس را بعد از اعتراف

اقرار کے بعد امیر المومنین معاویہ رض کا جواب دینا

گفت اکنوں راست گفتی صادقی
امیر معاویہ نے فرمایا تو نے اب سچا کہا تو سچا ہے

از تو ایں آید تو ایں را لائقی
تجھ سے یہی آتا ہے تو اسی کے لائق ہے

عنکبوتی تو مگس داری شکار
تو مکڑی ہے تو مکھی کا شکار کرتا ہے

من نیم اے سگ مگس زحمت مبار
اے کتے! میں مکھی نہیں ہوں تکلیف نہ اٹھا

بازِ اسپیدم[2] شکارم شہ کند
میں سفید باز ہوں میرا شکار شاہ کرتا ہے

عنکبوتے کے بگردِ من تند
مکڑی میرا پکڑ کب کاٹنے کی

کارِ تو ایں ست اے دُزدِ لعیں
اے ملعون چور! تیرا یہی کام ہے

سوئے دُوغ آری مگس از انگبیں
مکھی کو شہد سے ہٹا کر چھاچھ پر لاتا ہے

رو مگس می گیر تا نانی ہلا
خبردار اب تک تو کر کے مکھی پکڑ

سوئے دُوغے زن مگسہا را صلا
مکھیوں کو چھاچھ کی طرف بلا

ور بخوانی تو بسوئے انگبیں
اگر تو شہد کی طرف بلائے گا

ہم دروغ و دُوغ باشد آں یقیں
یقیناً وہ بھی جھوٹ اور چھاچھ ہوگا

تو مرا بیدار کردی خواب[3] بود
تو نے مجھے جگایا (لیکن جگانا) نیند تھا

تو نمودی کشتی آں گرداب بود
تو نے کشتی دکھائی وہ بھنور تھا

تو مرا در خیر زاں می خواندئی
تو نے مجھے بھلائی کی طرف اس لئے بلایا

تا مرا از خیر بہتر راندئی
تاکہ مجھے بہتر خیر سے ہٹا دے

فوت شدنِ دُزد با آوازدادنِ آں شخص صاحب خانہ را

چور کا نکل بھاگنا ایک شخص کے پکارنے کی وجہ سے گھر کے اس مالک کو

کہ نزدیک شدہ بود کہ دُزد را دریابد

جو قریب تھا کہ وہ چور کو پکڑ لے

[1] من حسودم۔ لہٰذا میرا سارا کام حسد پر مبنی تھا۔ مکر حسن۔ یعنی نماز کیلئے جگانا۔ ایمن مطمئن۔ زمن۔ زمانہ۔ اعتراف۔ اقرار۔ ایں آید یعنی گمراہ کرنا اور فریب سے محروم کرنا۔ عنکبوت۔ مکڑی جو مکیوں کا شکار کرتی ہے۔ من نیم۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ۔ یعنی اے شیطان میرے مخلص بندوں پر تیرا زور نہ چلے گا۔

[2] باز اسپید۔ سفید اندیاہ تیتر ہوتا ہے۔ فہ۔ باز کو شاہ پھانسے ایں شیطان کو کام اچھائی سے ہٹا کر برائی کی طرف لاتا ہے۔ مثلاً۔ کھانے کی دعوت دینا۔ انگبیں۔ یعنی جس کو تو شہد جانتا ہے وہ چھاچھ ہوگی۔

[3] خواب بود۔ چونکہ بیدار کرنے میں خواب سے محروم کیا تو یہ بیدار کرنا دراصل سلانا تھا جو تو اب سے محروم رکھتا ہے۔ کشتی یعنی تو نے جو بھلائی دکھائی وہ تب ہی تھی۔ فوت شدن۔ یہ قصہ نقل کر کے بھی یہ بتانا ہے کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو بظاہر بھلی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کی تہ میں شرارت ہوتی ہے۔

ایں[1] بداں ماند کہ شخصے دُزد دید
یہ اس طرح کی بات ہے کہ ایک شخص نے چور کو دیکھا

در دُشتاق اندر پے اُو می دوید
گھر میں (اور) وہ اس کے پیچھے دوڑنے لگا

تا دو سہ میداں دوید اندر پئش
دو تین میدانوں تک اس کے پیچھے دوڑا

تا در افگند از تعب اندر خوئش
یہاں تک کہ مشقت سے اس (چور) کو پسینہ میں ڈبو دیا

اندراں حملہ کہ نزدیک آمدش
اس حملہ کے دوران کہ وہ اس کے نزدیک پہنچا

تا بدو اندر جہد دریابدش
یہاں تک کہ ایک جست میں اس کو پکڑ لے

دُزدِ دیگر بانگ کردش کہ بیا
دوسرے چور نے اس کو پکارا کہ آ

تا بہ بینی ایں علاماتِ بلا
تاکہ تو مصیبت کی ان علامتوں کو دیکھ لے

زود باش و باز گرد اے مردِ کار
جلدی کر، واپس آ، اے کام کے (یعنی

تا بہ بینی حالِ ایں جا زار زار
تاکہ تو یہاں کا حالِ زار دیکھ لے

چوں شنید ایں مُردگشت انیشہ ناک
جب اس شخص نے سنا فکر میں پڑ گیا

گفت باخود کشتہ گیر ایں جامہ چاک
اپنے آپ سے بولا اس مرنے کو مُردہ سمجھ

گفت باشد کاں طرف دُزدے بُود
(اور) کہنے لگا ہو سکتا ہے کہ اس طرف چور ہو

گر نہ گردم زود زاں بر من دَوَد
اگر میں جلد واپس نہ ہوا تو وہ مجھ پر حملہ کر دیگا

برزَن[2] و فرزندِ من دستے زند
میرے بیوی اور بچوں پر ہاتھ مار دے

کُشتنِ ایں دُزد سودم کے کند
پھر مجھے اس چور کو مار ڈالنا کب فائدہ دیگا!

ایں مسلماں از کرم می خواندم
یہ مسلمان مہربانی سے مجھے بلاتا ہے

گر نگردم زود پیش آید ندم
اگر میں جلد نہ لوٹوں تو ندامت کا سامنا ہوگا

برامیدِ شفقتِ آں نیک خواہ
اس خیر خواہ کی شفقت کی امید کی بنا پر

دُزد را بگذاشت باز آمد براہ
چور کو چھوڑ دیا اور راستہ سے لوٹ آیا

گفت[3] اے یارِ نکو احوال چیست
کہا اے اچھے دوست! کیا احوال ہیں!

ایں فغاں و بانگ تو از دستِ کیست
یہ تیری چیخ و پکار کس کی وجہ سے ہے؟

گفت اینک بیں نشانِ پائے دُزد
اس نے کہا یہ دیکھ چور کے پاؤں کا نشان دیکھ لے

ایں طرف رفت ست دُزدِ زن ببرد
بھاگا، چور اس طرف گیا ہے

نک نشانِ پائے دُزدِ قلتباں
دیکھ چور کے پاؤں کا نشان یہ ہے

در پئے اُو رو بدیں نقش و نشاں
اس علامت اور نشان کے ذریعہ اسکا پیچھا کر

---

[1] ایں۔ یعنی شیطان کا نماز کے لئے جگانا، مشتاق گھر۔
[2] زن و فرزند۔ گھر کے مالک نے چور کو دوڑا کر تھکا دیا۔ اندکاں۔ اب اسقدر قریب ہو گیا تھا کہ ایک حملہ میں اس چور کو پکڑ لے۔ بیا۔ یعنی مالک کو جو چور کے پیچھے بھاگ رہا تھا پکارا۔ گفت باخود۔ پکارنے والے چور کی آواز سُنکر دل میں کہنے لگا۔ کشتہ گیر۔ مُردہ سمجھ لے۔ جامہ چاک۔ مردہ یعنی وہ چور جس کے پیچھے یہ بھاگ رہا تھا۔ آں طرف۔ جدھر سے آواز آئی ہے۔ برزن و زود۔ مجھ پر حملہ کر دے۔
[2] برزن۔ یعنی جس طرف وہ پکارنے والا پکار رہا ہے وہاں کوئی دوسرا چور ہو۔ برزن۔ پر حملہ کر دے تو اس چور کو مار ڈالنے سے بھی مجھے کیا فائدہ ہوگا۔ ندم۔ یعنی مال بچوں سے محنت برتنے کی ندامت۔ نیک خواہ یعنی پکارنے والا۔
[3] گفت۔ یعنی مالک نے پکارنے والے سے کہا۔ گفت اینک۔ پکارنے والے نے کہا۔ زن ببرد۔ وہ شخص جو بیوی کی کمائی کھائے۔ قلتباں۔ دُزدِ قلتباں۔ دو پیے اور یعنی چور کے پیچھے۔

گفت[1] اے ابلہ چہ میگوئی مرا
اُس نے کہا اے بیوقوف! مجھ سے کیا کہتا ہے؟

من گرفتہ بودم آخر دُزدرا
میں نے تو چور کو پکڑ ہی لیا تھا

دُزدرا از بانگِ تو بگذاشتم
تیری پکار کی وجہ سے میں نے چور کو چھوڑ دیا

من تو خرّرا آدمی پنداشتم
میں نے تجھ گدھے کو آدمی سمجھا

ایں چہ ژاژست و چہ ہرزہ اے فلاں
اے فلاں! یہ کیا بکواس اور بیہودگی ہے

من حقیقت یافتم چہ بود نشاں
میں نے اصل کو پکڑ لیا تھا علامت کیا ہوتی ہے؟

گفت من از حق نشانت میدہم
اُس نے کہا میں تجھے صحیح علامت بتا رہا ہوں

ایں نشانست از حقیقت آگہم
یہ نشانات ہیں میں حقیقت سے واقف ہوں

گفت طرّاری تو یا خود ابلہی
اُس نے کہا تو گرہ کٹ ہے یا پاگل ہے

بلکہ تو دُزدی و زیں حال آگہی
بلکہ تو چور ہے اور اُس حالت سے واقف ہے

خصمِ[2] خود را می کشیدم مُو کشاں
میں اپنے دشمن کو بال پکڑ کر گھسیٹتا

تو رہانیدی دُرا کاینک نشاں
تو نے اُس کو چھڑا دیا کہ یہ نشان ہے

تو جہت گو من بردم از جہات
تو سبب کی بات کرتا ہے میں اسباب سے آگے ہوں

در وصال آیات گو یا بیّنات
وصال (کی صورت) میں نشانیاں اور دلائل کہاں؟

صُنع بیند مردِ محجوب از صفات
افعال وہ دیکھتا ہے جو صفات سے حجاب میں ہو

در صفات آنست کو کم کرد ذات
صفات میں وہ (مقید) ہے جسنے ذات کو گم کر دیا ہو

واصلاں چوں غرقِ ذات اند اے پسر
اے صاحبزادے! واصلین جبکہ ذات میں مستغرق ہیں

کے کُنند اندر صفات او نظر
وہ اُس کی صفات پر کب نظر کرتے ہیں؟

چونکہ اندر قعرِ جو باشد سرت
جبکہ تیرا سر نہر کی تہ میں ہو

کے برنگِ آب اُفتد منظرت
پانی کے رنگ پر تیری نظر کب پڑتی ہے؟

وَر[3] برنگِ آب باز آئی ز قعر
اگر تو (دریا کی) تہ سے پانی کے رنگ پر واپس آجائے

پس پلاسے بستدی دادی تو شعر
تو تو نے ٹاٹ لے لیا (اور) پشمینہ دے دیا

طاعتِ عامّہ گناہِ خاصگاں
عوام کی اطاعت خاصانِ (خدا) کا گناہ ہے

وَصلتِ عامہ حجابِ خاص داں
عوام کا وصال، خواص کا پردہ سمجھ

حکایت وزیر کہ پادشاہ اورا از وزارت معزول کرد و بوذو محتسبی داد
بادشاہ کے اُس وزیر کا قصہ جس کو بادشاہ نے وزارت سے معزول کرکے کوتوالی دے دی

[1] گفت اے ابلہ۔ مالک نے پکارنے والے سے کہا۔ من تو خرّرا۔ یعنی تو گدھا ہے میں نے تجھے آدمی سمجھ لیا۔ ژاژ۔ بکواس ہرزہ۔ بیہودہ بات۔ حقیقت یعنی اصل چور۔ نشان۔ یعنی نشانِ قدم۔ طرّاری تو۔ جیب تراش ہے۔ دُزدی۔ یعنی تو اُس چور کا شریک کار چور ہے۔

[2] خصمِ خود۔ مالک نے کہا تو نے یہ کہہ کر اُسے چھڑا دیا کہ چور کی نشانی دیکھ لے۔ تو جہت گو۔ جبکہ میں اصل مقصد تک پہنچ چکا تھا تو مقصد کے اسباب اور طریق بتا رہا تھا۔ صنع۔ سالک پر افعال کی تجلی پڑتی ہے۔ پھر صفات کی پھر ذات کی۔ جب سالک صفات کی تجلی سے محروم ہوتا ہے تو افعال کی تجلی میں رہتا ہے اور صفات کی تجلی کے بعد افعال کی تجلی سے قطع نظر کر لیتا ہے اور جبکہ اس کو ذات کی تجلی حاصل ہو جاتی ہے تو اسکو صفات کی تجلی کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ واصلاں۔ واصل بحق ذات کی تجلی میں مستغرق رہتے ہیں چونکہ۔ اسکی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پانی کی تہ میں پہنچ جائے تو پانی کا رنگ اُسکے پیش نظر نہیں رہتا۔

[3] وَر برنگِ آب۔ اگر کوئی ذات کی تجلی کے بعد صفات کی تجلی میں مستغرق ہو جائے تو وہ ایک نیچے مرتبہ سے گر کر ادنیٰ مرتبہ میں آگیا۔ ٹاٹ۔ شعر۔ پشمینہ۔ طاعتِ عامّہ مشہور مقولہ ہے حسنات الابرار سیئات المقربین عام لوگوں کی نیکیاں مقربین کیلئے بمنزلہ گناہ ہیں۔ شاہ

گر وزیرے را کُند شہ مُحتسِب[1]
اگر بادشاہ کسی وزیر کو کوتوال بنا دے

شہ عدُو آید وُبُود نبُود مُحِب
تو بادشاہ اُس کا دشمن ہوگا دوست نہ ہوگا

ہم گناہے کردہ باشد آں وزیر
اُس وزیر نے کوئی خطا کی ہوگی

بے سبب نبُود تغیر ناگزیر
لازمی تغیر بے وجہ نہیں ہوتا ہے

زانکہ اوّل مُحتسِب بد خود ورا
جو پہلے سے کوتوال تھا خود اس کے لئے

بخت و روزی آں بُدست از ابتدا
وہ (کوتوالی) شروع سے نصیب اور روزی تھی

لیک کاں اوّل وزیرِ شہ بُدست
لیکن جو کہ پہلے بادشاہ کا وزیر ہو

مُحتسِب کردن سبب فعلِ بدست
(اُس کو) کوتوال بنانا کسی بُرے کام کی وجہ سے ہے

چوں تراشہ زآستانہ پیش خواند
جیسے بادشاہ نے تجھے چوکٹ سے آگے بلایا

باز سوئے آستانہ باز راند
پھر چوکٹ کی طرف واپس کر دیا

توبقیں[2] میداں کہ جُرمے کردۂ
تو یقین کر لے تو نے کوئی غلطی کی ہے

جبر را از جہل پیش آوردۂ
تو جبر کو نادانی سے پیش کرتا ہے

کہ مرا روزی و قسمت ایں بدست
کہ میری تقدیر اور قسمت یہی تھی

پس چرا دی بودت آں دولت بدست
تو کہ یہ دولت تیرے ہاتھ میں کیوں تھی؟

قسمتِ خود خود بُریدی تو ز جہل
تو نے نادانی سے اپنے حصّہ کو خود منقطع کر دیا

قسمتِ خود را فزاید مردِ اہل
لائق آدمی اپنا حصّہ بڑھاتا ہے

یک مثال دیگر اندر کژ روی
کج روی کی ایک دوسری مثال

شاید ار از نصِّ قرآں بشنوی
مناسب ہے اگر تو قرآن کی آیتوں سے سُن لے

قصّۂ[3] منافقان و مسجدِ ضرار ساختنِ ایشاں
منافقوں اور اُن کے مسجدِ ضرار بنانے کا قصّہ

این چنیں کژ بازیٔ در جفت و طاق
اِسی طرح اُلٹی بازی داؤں میں

با نبی می باختند اہلِ نفاق
نبی اصلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منافق کھیلتے تھے

کز برائے عزِّ دینِ احمدیؐ
کہ احمدی دین کی عزت کے لئے

مسجدے سازیم و بود آں مرتدی
ہم ایک مسجد بناتے ہیں اور وہ (اُنکی) بے دینی تھی

این چنیں کژ بازیٔ می باختند
اِس طرح کی اُلٹی بازی انھوں نے کھیلی

مسجدے جز مسجدش می ساختند
اُن کی مسجد کے علاوہ انھوں نے ایک مسجد بنائی

---

[1] مُحتسِب۔ کوتوال۔ تاکہ کسی کا ابتداءً کوتوالی کے عہدہ پر سرافراز ہونا اُس کی خوش نصیبی ہے لیکن وزارت سے کوتوالی پر تبدیل ہونا سزا ہے۔ ایک وزارت کے بعد کوتوال بن جانا سزا ہے جو اُس کو آستانہ بوسی میں رہنے کے مرتبہ سے گرا ہوا ہے۔

[2] توبقیں۔ انسان اپنے مرتبہ کے گراؤ کو تقدیر پر محمول کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ حالانکہ اس میں خود اُسکی تقصیر ہوتا ہے ورنہ اُس کو پہلے یہ بڑا رتبہ کیوں حاصل تھا جو قسمت خود۔ انسان اپنی نادانی سے اپنی قسمت گھٹاتا ہے ورنہ اہل انسان جدوجہد سے اپنی قسمت بڑھا لیتا ہے۔

[3] قصّہ۔ شیطان کے واقعہ سے یہ سمجھایا تھا کہ بسا اوقات ایک معاملہ بظاہر اچھا نظر آتا ہے لیکن اس میں بُرائی پوشیدہ ہوتی ہے اسی بات کو منافقوں کے مسجدِ ضرار کے بنانے سے سمجھایا ہے مسجد بنانا بظاہر اچھا تھا لیکن اُس کا مقصد نہایت ناپاک تھا۔ مسجدِ ضرار وہ مسجد جو منافقوں نے مسجدِ قبا کے مقابلہ میں تیار کی تھی جفت۔ وہ عدد جو کلی تقسیم ہو جائے۔ طاق۔ وہ عدد جو کلی تقسیم نہ ہو۔ محمود سے بازی کا داؤ مراد لیا جاتا ہے۔ اہلِ نفاق۔ عبداللہ ابن ابی اور اُسکے ساتھی۔ مرتدی یعنی اُن کا یہ فعل۔ میندارد

فرش و سقف و قبّہ اش آراستہ
فرش اور چھت اور اس کا گنبد بنایا

لیک تفریقِ جماعت[1] خواستہ
لیکن (انھوں نے) جماعت کو متفرق کرنا چاہا

نزدِ پیغمبر بلابہ آمدند
خوشامد کرنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس گئے

ہمچو اشتر پیشِ او زانو زدند
اونٹ کی طرح اُن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے

کاے رسولِ حق برائے محسنی
کہ اے اللہ کے رسولؐ برائے کرم

سوئے آں مسجد قدم رنجہ کنی
اُس مسجد کی جانب تشریف لے چلیں

تا مبارک گردد از اقدام تو
تاکہ آپ کی تشریف آوری سے وہ متبرک ہو جائے

تا قیامت تازہ بادا نامِ تو
خدا کرے قیامت تک آپ کا نام زندہ رہے

مسجدِ روزِ گِل ست و روزِ ابر
(یہ) مسجد کیچڑ اور بارش کے دن کے لئے ہے

مسجدِ روزِ ضرورت وقتِ صبر
(یہ) مسجد ضرورت اور مجبوری کے دن کیلئے ہے

تا غریبے[2] یا بد آنجا خیر و جا
تاکہ کوئی مسافر اُس جگہ ٹھکانا اور بھلائی پائے

تا فراواں گردد ایں خدمت سرا
تاکہ یہ خدمت کی جگہیں زیادہ ہو جائیں

تا شعارِ دیں شود بسیار و پُر
تاکہ دین کا شعار زیادہ اور پُر ہو جائے

زانکہ با یاراں شود خوش کارِ مُر
کیونکہ دوستوں کے ساتھ تلخ کام شیریں ہو جاتا ہے

ساعتے آں جا بیگہ تشریف دہ
تھوڑی دیر کے لئے اُس جگہ تشریف رکھیں

تزکیہ ما کُن زماں تعریف دہ
ہمیں پاک کریں اگر معرفت سکھائیں

مسجد و اصحابِ مسجد را نواز
مسجد اور مسجد والوں کو نواز دیجئے

تو مہی ما شب دمے با ما بساز
ہم رات ہیں آپ چاند تھوڑی دیر ہمارے ساتھ رہیں

تا شود شب از جمالت جملہ روز
تاکہ آپ کے جمال سے رات مجسم دن بن جائے

لے جمالت آفتابِ جاں فروز
اے وہ (ذات) کہ آپکا جمال روح کو روشن کرنیوالا

اے[3] دریغا کاں سخن از دل بدے
ہائے افسوس! (کاش) یہ باتیں دل سے ہوتیں

تا مُرادِ آں نفر حاصل شدے
تاکہ اُس گروہ کا مقصد حاصل ہو جاتا

لفظ کاید بے دل و جاں بر زباں
جو لفظ بے دل اور بغیر روح کے زبان پر آتا ہے

ہمچو سبزہ تُوں بُود اے دوستاں
اے دوستو! وہ کوڑی کے سبزے کی طرح ہوتا ہے

ہم زدورش بنگرو اندر گذر
اُس کو دور سے دیکھ لے اور گزر جا

خوردن و بُورا نہ شاید اے پسر
اے بیٹا! وہ کھانے اور سونگھنے کے لائق نہیں ہے

---

[1] جماعت یعنی صحابہؓ کی جماعت۔ آبہ۔ خوشامد۔ زانو زدند۔ دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ آں مسجد یعنی مسجد ضرار۔ قدم تشریف آوری۔ تا قیامت۔ انھوں نے حضورؐ کو یہ دعا دی۔ مسجد روزِ گِل یعنی ہم نے یہ مسجد اسلئے بنائی ہے کہ کیچڑ اور بارش کی مجبوری اور ضرورت میں یہاں نماز پڑھ لیا کریں گے۔

[2] تا غریبے۔ اس مسجد میں یہ بھی فائدہ ہے کہ ہمیں مسافر ٹھہر جایا کریں گے اور مسجدوں کی کثرت بھی ہو جائیگی۔ بایاراں۔ مسجد بنانا مشکل کام ہے۔ ہمارے اتباع میں اور لوگوں کو بھی مسجدیں بنانا آسان ہو جائے گا۔ تزکیہ۔ نبی کا نام لوگوں کے دلوں کو پاک کرتا ہے۔ تعریف یعنی معرفت خداوندی کی باتیں۔ تو ہی آپ کے نور سے ہم سیاہ باطن منور ہو جائیں گے۔

[3] اے دریغا۔ مولانا فرماتے ہیں یہ سب اُن کی جھوٹی باتیں تھیں اگر سچی ہوتیں تو اُن کا مقصد ضرور پورا ہوتا۔ لفظ۔ خوش کون جھوٹے انسان کی مثال کوڑی کے سبزے جیسی ہے ــــ سبزہ توں۔ کوڑی یا گھورے کا سبزہ۔

سوئے لطفِ[1] بے وفایاں ہیں مرو
خبردار! بے وفاؤں کی مہربانی کی طرف نہ جا

کانِ پُل ویراں بود نیکو شنو
اچھی طرح سُن لے وہ ٹوٹے ہوئے پُل کی طرح ہے

گر قدم را جاہلے بر وے زند
اگر کوئی نادانستگی سے اُس پر قدم رکھے گا

بشکند پُل واں قدم را بشکند
پُل ٹوٹ جائے گا اور وہ پیر کو توڑ دے گا

ہر کجا لشکر شکستہ می شود
کسی جگہ کوئی لشکر شکست کھاتا ہے

از دو سہ سُست و مُخنّث می بود
تو ایسا اور تین سُست اور نامردوں کی وجہ سے ہوتا ہے

در صف آید با سلاح[2] و مرد وار
وہ نامرد ہتھیار باندھ کر اور مردانہ وار آتا ہے

دل بر و بنہند کاینک یارِ غار
(لشکری) اُس پر بھروسہ کرتے ہیں کہ یہ ہمارا دوست ہے

رُو بگرداند چو بیند زخمہا
جب گھمسان ہوتا ہے تو منہ موڑ لیتا ہے

رفتنِ او بشکند پشتِ ترا
اُس کا بھاگنا تیری کمر توڑ دیتا ہے

ایں دراز ست و فراواں می شود
یہ (قصہ) لمبا اور زیادہ ہو رہا ہے

وانچہ مقصود ست پنہاں می شود
اور جو مقصد ہے وہ مخفی ہو رہا ہے

فریفتن منافقان پیغمبر علیہ السلام را تا کہ بمسجد ضرار برند و اظہار ناکردن مصطفیٰ مکر ایشاں را از کمال حلمِ خود

منافقوں کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بہکانا تاکہ مسجد ضرار میں لے جائیں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی بُردباری کی وجہ سے اُنکے مکر کو ظاہر نہ کرنا

بر رسولِ حق فسونہا خواندند
اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر انھوں نے بہت سے منتر

رخشِ دستان و حیل می راندند
مکر اور فریب کا گھوڑا دوڑاتے تھے

چاپلوسی و فسونہا خواندند[3]
خوشامد کرتے تھے اور منتر پڑھتے تھے

نُزُلِ[4] خدمت سوئے حضرت راندند
خدمت اور خاطر تواضع کی بات آنحضور کی جانب بڑھاتے

آں رسولِ مہربان و رحم کیش
وہ مہربان اور رحم کی عادت والے رسول

جز تبسم جز بلے ناورد پیش
سوائے مسکراہٹ (اور) سوائے ہاں کے پیش نہ آئے

شکرہائے آں جماعت یاد کرد
اس جماعت کا شکریہ ادا فرمایا

در اجابت قاصداں را شاد کرد
قبول کرنے (کے معاملہ) میں قاصدوں کو خوش کر دیا

می نمود آں مکرِ ایشاں پیشِ او
آپ کے سامنے اُن کا مکر ظاہر ہو جاتا تھا

یک بیک زانساں کہ اندر شیر مو
فوراً اِس طرح جیسا کہ دودھ میں بال

---

[1] لطف بے وفایاں۔ بے وفاؤں کی مہربانی پرانے پُل کی طرح ہے۔ انسان بے خبری میں اُس پر سے گذرتا ہے تو پُل بھی بیٹھ جاتا ہے اور وہ پیر کو بھی توڑ دیتا ہے۔ ہر کجا۔ لشکر کی شکست بھی عموماً بے وفاؤں کی وجہ سے ہوتی ہے۔

[2] سلاح۔ ہتھیار۔ یارِ غار۔ سچا دوست۔ رفتنِ او۔ ایک بزدل کے بھاگنے سے پورے لشکر کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔

[3] ایں۔ یعنی بے وفاؤں کے نقصانات کے قصے۔ مقصود۔ یعنی مسجد ضرار کا قصہ۔ فسوں۔ افسوں۔ منتر۔ رخش۔ رستم کا گھوڑا۔ گھوڑا، حیل۔ حیلہ کی جمع ہے۔

[4] نُزُل۔ مہمانی کا کھانا۔ پیش۔ خیمہ، عادت۔ بلیٰ۔ ہاں۔ کسی بات کی تصدیق کے لئے بولا جاتا ہے۔ اجابت۔ دعوت کو قبول کرنا۔ می نمود۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی چالوں کو سمجھ جاتے تھے لیکن اپنی شرافت نفس کی وجہ سے اُس کا اظہار نہ فرماتے تھے۔

مُوی را نادیدہ میکرد آں لطیف[1]
وہ مہربان موئے بال کو اُن دیکھا کر دیتے تھے

صد ہزاراں مُوی مکر و دَمدمہ
مکر اور فریب کے لاکھوں بال تھے

راست می فرمود آں بحرِ کرم
اُس دریائے کرم نے سچ فرمایا ہے

من نشستہ بر کنارِ آتشے
میں ایک آگ کے کنارے بیٹھا ہوں

ہمچو پروانہ شما آں سُو دَوَاں
تم پروانوں کی طرح اُس طرف دوڑتے ہو

چوں[2] براں شد تاروا ں گردد رسول
جب معاملہ یہاں پہنچا کہ رسول مہربان کی طرف سے واپس ہوئے

کیں خبیثاں مکر و حیلت کردہ اند
کہ ان خبیثوں نے مکر اور حیلہ کیا ہے

قصدِ ایشاں جز سیاہ رُوئی نبود
اُن کا ارادہ روسیاہی کے علاوہ کچھ نہ تھا

مسجدے بر جسرِ دوزخ ساختند
انھوں نے دوزخ کے پل پر مسجد بنائی ہے

قصدِ شاں تفریقِ اصحابِ رسول
انکا مقصد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابیوں میں تفرقہ

تا[3] جہودے راز شام اینجا کشند
تاکہ ایک یہودی کو شام سے اِس جگہ لائیں

گفت پیغمبر کہ آرے لیک ما
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں لیکن ہم

زیں سفر چوں باز گردم آنگہاں
جب میں سفر سے واپس آجاؤں گا، تب

بشیر را شاباش می گفت آں ظریف
وہ عالی ظرف دوسرے کی تعریف کرتے تھے

چشم خوا بانید آں دم از ہمہ
اُس وقت انھوں نے سب سے آنکھ بند کرلی

بر شما من از شما مشفق ترم
میں تم پر تم سے بھی زیادہ مہربان ہوں

با فروغ و شعلۂ بس ناخوشے
جو بہت بھڑکنے والی اور خراب شعلوں والی ہے

ہر دو دستِ من شدہ پروانہ راں
میرے دونوں ہاتھ پروانوں کو ہٹانے لگے ہیں

غیرتِ حق بانگ زد مشنو غُول
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے آواز دی بھلاوے کی آواز نہ سنو

جملہ مقلوبست آنچہ آوردہ اند
جو انھوں نے کہا ہے سب اُلٹا ہے

خیر دیں کے جُست ترسا و یہود
عیسائی اور یہودیوں نے دین کی بھلائی کب چاہی ہے؟

با خدا نرد دَغا ہا باختند
انھوں نے خدا کے ساتھ دھوکے کی چال چلی ہے

فضلِ حق را کے شناسد ہر فضول
کوئی بیہودہ خدا کے فضل کو کب جانتا ہے؟

کہ بوعظِ اُو جہوداں سرخوش اند
جس کے وعظ سے یہودی مانوس ہیں

بر سرِ راہیم و بر عزمِ غزا
سفر پر اتیاں ہیں اور جہاد کا ارادہ ہے

سوئے آں مسجد رَواں گردم رَوَاں
اُس مسجد کی طرف چلوں گا چلوں گا

---

[1] لطیف۔ مہربان، ظریف۔ دانا، خوش مزاج، چشم چوشم کنا یہ ہے چشم پوشی کرنا، محترم۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ متن کا قصہ یہ ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میری مثال اور تمہاری مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے آگ روشن کی پتنگے اُس میں آکر گرنا چاہتے ہیں اور وہ شخص اُن کو روکتا ہے۔

[2] چوں براں شد۔ آنحضورؐ نے پہلے تشریف لے جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اسکے بعد وحی کے ذریعہ منافقت اور اُن منافقوں کے احوال سے آنحضورؐ کو باخبر کر دیا گیا، اشعار میں واقعات کی ترتیب بدل گئی ہے۔ غُول۔ بھلاوا، جو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔ مقلوب۔ جیسا کہ اُن منافقوں نے ظاہر کیا ہے اسکے پیش نظر دین کا فروغ نہیں ہے بلکہ اُن کا مقصد دین کو برباد کرنا ہے۔

[3] تا جہودے۔ ابو عامر جو مدینہ کا رہنے والا تھا اُس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور اُس کو راہب کہا جاتا ہے۔ وہ ابتداءً آنحضورؐ کی ان پیشگوئیوں کا بھی ذکر کرتا تھا جو آنحضورؐ کے بارے میں انجیل میں تھیں لیکن ہجرت کے بعد اُس نے آنحضورؐ کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ جنگ بدر کے بعد وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا تھا اور پھر وہاں سے شام کے علاقہ میں جا بسا تھا اور وہاں سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا۔ عزم غزا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فزوۂ تبوک کیلئے روانہ ہو رہے تھے۔

دفعِ شاں گفت و بسوئے غزو تاخت
اُن کو ٹال دیا اور جہاد کے لئے روانہ ہو گئے

بادغایاں از دغا نردے بباخت
دغا بازوں کے ساتھ دغا کی چال چلی

چوں بیامد از غزا[1] باز آمدند
جب (رسول) غزوے سے آئے وہ پھر آئے

چنگ اندر وعدۂ ماضی زدند
(اور) پہلے وعدے کا سہارا لیا

گفت حق کاے پیمبر فاش گو
اللہ (تعالیٰ) نے اُن سے فرمایا اے پیغمبر صاف کہدیجئے

عذر آور، جنگ باشد باش گو
(جانیے) عذر کر دیجئے، جنگ ہوتی ہے تو ہو

گفت اے قوم دغل خامش کنید
(پیغمبر نے) فرمایا اے مکار قوم! چپ رہو

تا نگویم رازہاتاں تن زنید
خاموش ہو جاؤ تاکہ میں تمہارے راز نہ کہہ ڈالوں

گفت تاں بس بد درون دشمنید
(پیغمبر نے) فرمایا تم بباطن اور دشمن ہو

من نخواہم آمد از من بگذرید
میں نہیں آؤں گا، میرا خیال چھوڑ دو

چوں[2] نشانِ چند از اسرارِ شاں
جب آپ نے ان کے بھیدوں کے کچھ نشان

در بیاں آورد بد شد کارِ شاں
بیان کر دیئے تو اُن کا کام بگڑ گیا

قاصداں[3] نو باز گشتند آں زماں
قاصد آپ کے پاس سے واپس ہو گئے (اور) اسی وقت

حاشَ لِلّٰہ حاشَ لِلّٰہ دم زناں
خدا بچائے خدا بچائے کہتے ہوئے

ہر منافق مصحفے زیرِ بغل[ق]
ہر منافق قرآن بغل میں دبا کر

سوئے پیغمبر بیاورد از دغل
مکاری سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لایا

تا خورد سوگند کایماں جُنّتست
تاکہ قسم کھائے کیونکہ قسم ڈھال ہے

زانکہ سوگند آں گماں را اُسنتست
اس لئے کہ قسم کھانا اُن کی عادت ہے

چوں[4] ندارد مرد کژ دیں وفا
کج انسان چونکہ دین کے معاملہ میں وفا نہیں کرتا ہے

ہر زمانے بشکند سوگند را
ہر وقت قسم توڑ دیتا ہے

راستاں را حاجتِ سوگند نیست
سچوں کو قسم کی ضرورت نہیں ہے

زانکہ ایشاں را دو چشم روشنست
اس لئے کہ اُن کی دونوں آنکھیں روشن ہیں

نقضِ میثاق و عہد از احمقی ست
عہد اور پیمان کا توڑنا بیوقوفی ہے

حفظِ ایمان و وفا کار تقی ست
قسموں کی حفاظت اور پورا کرنا متقی کا کام ہے

گفت پیغمبر کہ سوگند شما
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہاری قسم

راست گیرم یا کہ پیغامِ خدا
سچ سمجھوں یا خدا کا پیغام

[1] غزا۔ یعنی غزوۂ تبوک۔ گئے۔ آنحضورؐ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اُنکے صاف انکار کر دو خواہ نتیجہ میں جنگ برداشت کرنی پڑے۔ غرضیکہ آنحضورؐ نے منافقوں سے فرمایا چپ رہو ورنہ تمہاری دیگر چالاکیاں کھول دونگا۔

[2] چوں نشاں۔ صحابہ کرامؓ کرنے کیلئے اُن کی چند سازشیں ذکر فرمادیں۔ قاصداں۔ یعنی وہ منافق آنحضورؐ کے راز کھول دینے پر شرمندہ ہو کر اس وقت تو واپس ہو گئے پھر دوسرے وقت اپنی برأت کرتے ہوئے قرآن لیکر آنحضورؐ کے پاس آئے۔ کما بیان سبقت۔ قرآن نے فرمایا ہے کہ منافقوں نے اپنی قسموں کو اپنی ڈھال بنا رکھا ہے۔ کیونکہ کج فطرت جھوٹے زیادہ قسمیں کھاتے ہیں۔

[3] چوں ندارد۔ کج فطرت میں دینداری نہیں ہوتی لہٰذا وہ قسم توڑ ڈالتا ہے۔ دو چشم یعنی وہ بد عہدوں کا انجام دیکھتے ہیں۔ پیغام خدا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ۔ خدا گواہی دیتا ہے کہ ضرور منافق جھوٹے ہیں۔

680

بازسوگندِ[1] دگر خوردند قوم
قوم نے پھر دوسری قسم کھائی

مُصحف اندر دست و بر لب مُہرِ صوم
ہاتھ میں قرآن منہ پر روزے کی مُہر

کہ بحقِ ایں کلامِ پاک و راست
کہ اس سچے اور پاک کلام کی قسم

کہ بنائے مسجد از بہرِ خداست
مسجد کی تعمیر خدا کے لئے ہے

اندریں جا ہیچ مکر و حیلہ نیست
اس میں کوئی مکر اور حیلہ نہیں ہے

قصدِ بازاں صدق و ذکر و یاربیست
اُس سے ہمارا ارادہ سچائی اور ذکر اور یارب کہنا ہے

گفت پیغمبر کہ آوازِ خدا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا کی آواز

می رسد در گوشِ من ہمچوں صدا
میرے کان میں صدا کی طرح آتی ہے

مُہر بر گوشِ شما بنہاد حق
اللہ (تعالیٰ) نے تمہارے کان پر مُہر لگا دی ہے

تا بآوازِ خدا نارد سبق
تاکہ خدا کی آواز سے سبق نہ سیکھے

نک صریحِ آوازِ حق می آیدم
اب میرے پاس خدا کی صاف آواز آتی ہے

ہمچو صاف از دُردِ دمی پالایدم
جو مُصلّی کی طرح مجھے تلچھٹ سے صاف کر دیتی ہے

چوں کلیم اللہ[2] کز سوئے درخت
جس طرح (موسیٰ) کلیم اللہ نے درخت کی جانب سے

بانگِ حق بشنید کائے مسعود بخت
اللہ (تعالیٰ) کی آواز سنی کہ اے نیک نصیب!

از درخت انّی انا اللہ می شنید
درخت سے "بیشک میں ہی خدا ہوں" سنتے تھے

با کلامِ انوار می آمد پدید
کلام کے ساتھ انوار ظاہر ہو رہے تھے

چوں ز نورِ وحی وامی ماندند
جب وہ (منافق) وحی کے نور سے عاجز آجاتے

باز نو سوگندہا می خواندند
پھر نئی قسمیں کھانے لگتے

چوں[3] خدا سوگند را خواندہ سپر
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے قسم کو ڈھال قرار دیا ہے

کے نہد اسپر ز کف پیکار گر
جنگجو ہاتھ سے ڈھال کب چھوڑتا ہے؟

باز پیغمبر بہ تکذیبِ صریح
پھر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صاف جھٹلاتے ہوئے

قَدْ کَذَبْتُم گفت با ایشاں فصیح
صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تم جھوٹے ہو

اندیشیدنِ یکے از اصحاب بانکار کہ حضرتِ رسالت
صحابہ میں سے ایک کا شبہ کے ساتھ سوچنا کہ حضرتِ رسالت رسول

رسول چرا اشاری نمیکند
پردہ پوشی کیوں نہیں کرتے ہیں

[1] بازسوگند یعنی انھوں نے ہاتھ میں قرآن لیکر قسم کھائی اور یہ بھی کہا کہ ہم روزے دار ہیں۔ تو بحق۔ یعنی قرآن کی قسم کھا کر کہا کہ یہ مسجد خدا کے لئے بنائی ہے۔ یارجیت۔ یعنی یاارزب یاارزب کہنا ہے آوازِ خدا۔ یعنی لا تقم فیہ ابدا۔ یعنی اس مسجد ضرار میں کبھی قیام نہ کرنا۔ مُہر بر گوشِ۔ قرآن پاک میں ہے خدا نے ان منافقین کے کانوں اور دلوں پر مُہریں لگا دی ہیں۔ صاف۔ صاف شدہ مشراب۔

[2] کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰؑ کو کوہِ طور پر ایک درخت سے آواز آئی تھی انّی انا اللہ۔ چوں نور۔ جب یہ دیکھتے کہ وحی کے نور کی وجہ سے آنحضورؐ تکذیب پر مُصر ہیں تو دوبارہ قسمیں کھانے لگتے۔

[3] چوں خدا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے۔ ڈھال کو جنگجو کسی حالت میں نہیں چھوڑتا ہے لہٰذا وہ بھی ناامیدی کے باوجود قسمیں کھا رہے تھے۔

تا کیے یارے ز یارانِ رسول
رسول کے دوستوں میں سے ایک کے

کا نچنیں پیرانِ باشیب و وقار
کہ ایسے بوڑھے اور باوقار لوگوں کو

کو کرم کو ستر پوشی کو حیا
کرم کہاں ہے؟ پردہ پوشی کہاں ہے؟ حیا کہاں ہے؟

باز[1] در دل زود استغفار کرد
پھر دل میں بہت جلد استغفار کی

لیک آں نقشِ بجش از دل نرفت
لیکن اُن کے دل سے وہ ٹیڑھا نقش نہ مٹا

شومیِ یاریِ اصحابِ نفاق
منافقوں کی دوستی کی نحوست نے

باز می زاریدِ کاے علّامِ سر
اُنھوں نے پھر گریہ وزاری کی کہ اے بھیدوں کے جاننے والے!

دل بدستم نیست ہمچو دیدِ ستم
آنکھ کی طرح دل میرے قبضہ میں نہیں ہے

اندریں اندیشہ خوابش در ربود
اِس فکر میں اُن کو نیند آگئی

سنگہاش اندر حدث[2] جائے تباہ
اُن کے پیشاب ناپاکی میں بُری جگہ آتے

دُود در حلقش[3] شد و حلقش بخست
دُھواں اُنکے حلق میں گُسا اور اُنکے حلق کو خستہ کردیا

در زماں در رو فتاد و می گریت
فوراً چہرے کے بل گرے اور روتے تھے

خلم بہتر از چنیں حلم اے خدا
اے خدا ایسی بُردباری سے غصہ بھلا

دردش از کار آمد زاں نکول
دل میں قسم کے نہ ماننے سے درد سا آیا

می کند شاں ایں پیمبر شرمسار
یہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) شرمندہ کررہے ہیں

صد ہزاراں عیب پوشند انبیار
انبیاء تو لاکھوں عیب چھپاتے ہیں

تا نگردد زاعتراض او روئے زرد
تاکہ وہ اعتراض کرنے سے (اللہ کے سامنے) شرمندہ ہو

مہر بدار از طبع بے حاصل نرفت
دل سے ہُدوں کی محبت بے نتیجہ نہ رہی

کرد مومن را چو ایشاں زشت و عاق
مومن کو اُن (منافقوں) کی طرح بُرا اور نافرمان بنادیا

مر مرا مگذار بر کفراں مُصر
مجھے کفر پر مُصر نہ رکھ

در نہ دل را سوزمے ایندم بخشم
ورنہ غصہ میں میں اِسی وقت دل کو جلا دیتا

مسجدِ ایشانش پُر سرگیں نمود
اُن کو اُن کی مسجد گوبر سے پُر نظر آئی

می دمید از سنگہا دود سیاہ
اُس کے پتھروں سے کالا دھواں اُٹھ رہا تھا

از نہیبِ دُودِ تلخ از خواب جست
کڑوے دھوئیں کے خوف سے وہ نیند سے بیدار ہوئے

کاے خدا اینہا نشانِ منکریست
اے خدا یہ منکر ہونے کی علامتیں ہیں

کو کند از نورِ ایمانم جُدا
جو کہ مجھے نورِ ایمان سے جدا کررہا ہے

---

[1] باز: وہ صحابی کفراں یعنی آنحضورؐ سے متعلق رسوخ بچھو نظر انسان کا دل اور نظر قابو میں نہیں ہوتا ہے۔ نتیجہ: اُن صحابی نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسجد ضرار زمانہ سے پھر ہے۔ سنگہا اس مسجد ضرار کے پتھر حدث پیشاب۔

[2] حدث: یعنی خواب دیکھنے والے صحابی کا حلق نہیب خوف۔ دردزماں چونکہ وہ صحابی سمجھے کہ یہ خواب اُنکے لئے نازیانہ ہے۔ خلق ناک کی پیدائش یعنی نفرت یعنی آنحضورؐ نے جس غصہ کا اظہار کیا وہ بہتر تھا بہ نسبت اُس حلم کے جسکو میں نے اچھا سمجھا تھا اور اُسکو بہتر سمجھنے کی بدولت نورِ ایمان سے محروم ہورہا ہوں۔

682

گر بکاوی کوشش اہلِ مجاز[1]
اگر تو نام کے مسلمانوں کی کوشش کی کھود کرید کرے گا

تو بتو گندہ بود ہمچوں پیاز
تو وہ پیاز کی طرح تہہ بہ تہہ بدبودار ہوگی

ہر یکے از یکدگر بے مغز تر
ہر (تہہ) دوسری سے زیادہ بے مغز ہوگی

صاد قاں را یک زوِ بگر نغز تر
سچوں کی ایک (تہہ) دوسری سے زیادہ اچھی ہوگی

صد کمر بستہ بکمر آں قومِ سست
اس سست قوم نے بکمر (کمر کی پرتوں کی طرح سے) کمریں باندھی ہیں

از نفاق و زرق و دینِ نادرست
نفاق اور جھوٹ اور غلط دین کی وجہ سے

صد کمر آں قوم بستہ بر قبا
وہ قوم سو (طرح سے) قبا پر کمر کسے ہوئی تھی

بہرِ ہدمِ مسجدِ اہلِ قبا
قبا والوں کی مسجد کو منہدم کرنے کے لئے

ہمچو آں اصحابِ فیل اندر حبش
اُن (ابرہہ) والوں کی طرح جنھوں نے حبشہ میں

کعبہ کردند و حق آتش زدش
کعبہ بنایا اور اللہ نے اس میں آگ لگادی

قصدِ خانہ کعبہ کردند از انتقام
بدلہ لینے کے لئے اُنھوں نے خانہ کعبہ کا قصد کیا

حالِ شاں چوں شنوی خواں از کلام
اُن کا کیا حال ہوا؟ کلام اللہ میں پڑھ لے

مرسیہ رویانِ دیں را خود جہیز
دین کے روسیاہوں کا سامان

نیست الّا حیلت و مکر و ستیز
حیلہ اور مکر اور لڑائی کے سوا کچھ نہیں ہے

ہر صحابی[2] دید زاں مسجد عیاں
ہر صحابی نے اس مسجد کو دیکھ لیا نمایاں

واقعہ باشد یقیں شاں سر بسر آں
واقعہ یہاں تک کہ اُن کو اصلیت کا یقین آگیا

واقعات اَر باز گویم یک بیک
میں اگر ایک ایک کرکے واقعات بتاؤں

پس یقیں گردد صفا بر اہلِ شک
تو شکی لوگوں کو صاف یقین ہوجائے

لیک می ترسم ز کشفِ رازِ شاں
لیکن اُن کا راز کھولنے سے میں ڈرتا ہوں

نازنینا نند و زیبد نازِ شاں
وہ نازنیں کے پالے ہوئے ہیں انکو ناز کرنا زیبا ہے

شرع[3] بے تقلید می پذرفتہ اند
اُنھوں نے شریعت کو بے تقلید قبول کیا ہے

بے محک آں نقد را بگرفتہ اند
بغیر کسوٹی کے اس نقد کو لیا ہے

حکمتِ قرآں چو ضالۂ مومن ست
قرآن کی حکمت چونکہ مومن کی گم شدہ چیز ہے

ہر کسے از ضالۂ خود مؤمن ست
ہر شخص کو اپنی گمشدہ چیز پہچاننے کے بعد یقین آجاتا ہے

---

[1] اہلِ مجاز۔ وہ لوگ جو حقیقت سے محروم ہیں اُن کے اعمال کی مثال پیاز کے چھلکوں کی طرح بے مغز اور بدبودار ہوگی۔ مقصد یہ ہے کہ یعنی یہ منافقین مسجد ضرار کو تباہ کرنے کی سو سو چالیں چل رہے تھے۔ منافقوں کے مکر کے سلسلہ میں جس کا تعلق ہجرت کے بعد مدینہ کے قریب وہ بستی ہے جس میں آنحضورؐ ہجرت کے بعد آکر مقیم ہوئے تھے اور وہاں وہ مسجد تعمیر فرمائی تھی جس کو منافقین برباد کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اُن منافقوں کا مسجد قبا کو برباد کرنے کا ارادہ اسی طرح کا تھا جیسا کہ ابرہہ کے لشکر نے خانہ کعبہ کو برباد کرنا چاہا تھا۔ کعبہ کردند کی کعبہ کے بالمقابل یمن کے شہر صنعا میں ایک کعبہ بنایا گیا حبشہ میں جس بنا کیا گیا تھا لیکن مولانا نے حبشہ کا ذکر اس لئے فرمادیا ہے کہ یمن اس زمانہ میں شاہِ حبشہ کے تحت تھا۔ آتش۔ حقیقتاً آگ نہیں بلکہ اُس فرضی کعبہ پر ایک شخص نے پاخانہ کردیا تھا کہ الم ترکیف میں سارا واقعہ منقول ہے۔

[2] ہر صحابی۔ جس طرح سے یہ صحابی آنحضورؐ کے اس معاملہ میں مشکوک تھے بعض دوسرے صحابہ بھی مشکوک ہوتے تھے اُن سب نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔ نازنینا نند۔ صحابہ کی جماعت نازپروردہ تھی اس طرح کا ناز اُن کو زیبا تھا۔

[3] شرع۔ صحابہ اصل مسلمان تھے نسلی نہ تھے۔ بے محک۔ نبوت کی تصدیق اور احکام پر آنکھ بند کرکے عمل کرتے تھے بلکہ قرآن۔ قرآنی احکام اُن کے لئے اپنی گمشدہ چیز کی طرح تھے جس کو دیکھ کر انسان فوراً بغیر دلیل کے پہچان جاتا ہے۔

قصہ آں شخص کہ اشتر ضالہ خود را می جست و نشان می پرسید

اس شخص کا قصہ جو اپنے گم شدہ اونٹ کو تلاش کرتا تھا اور پتہ پوچھتا تھا

اشترے گم کردی و جستیش چُست
تو نے اونٹ گم کیا اور اُس کو چستی سے ڈھونڈا

چوں بیابی چوں ندانی کاں تُست
جب تو اُسے پائیگا تجھے دیکھے گا کہ وہ تیری ملکیت ہے

ضالہ چہ بود ناقۂ گم کردۂ
گم شدہ چیز کیا تھی، گم شدہ اونٹنی

از کفت بگریختہ در پردۂ
جو تیرے ہاتھ سے نکل بھاگی، چھپ گئی

آمدہ دربار کردن کارواں
قافلہ لادنے کے لئے آیا

اشترِ تو زاں میاں گشتہ نہاں
تیرا اونٹ اس دوران چھپ گیا

کارواں در بار کردن آمدہ
قافلہ لادنے کے لئے آیا

اشترِ تو زاں میانہ گم شدہ
تیرا اونٹ اُس درمیان میں گم ہوگیا

می دوی ایں سُو آں سُو خشک لب
تو خشک ہونٹوں کے ساتھ اِدھر اُدھر دوڑتا ہے

کارواں دور شد و نزدیکست شب
قافلہ دور ہوگیا اور رات نزدیک ہے

رخت ماندہ بر زمیں در راہ خوف
خوفناک راستہ میں سامان زمین پر پڑا ہے

تو پئے اشترِ رواں گشتہ بطوف
تو اونٹ کے پیچھے چکر کاٹ رہا ہے

کائے[1] مسلماناں کہ دیدست اشترے
اے مسلمانو! کسی نے وہ اونٹ دیکھا ہے

جستہ بیرون بامداد از آخرے
جو صبح کو چراگاہ سے نکل بھاگا ہے

ہر کہ بر گوید نشان از اشترم
جو میرے اونٹ کا پتہ بتائے گا

مُژدگانی می دہم چندیں درم
میں اُس کو اتنے درہم انعام میں دونگا

بازمی جوئی نشاں از ہر کسے
پھر تو ہر شخص سے پتہ پوچھتا ہے

ریشخندت می کند زیں ہر خسے
اس پر ہر کمینہ تیری مذاق اُڑاتا ہے

کاشترے دیدیم می رفت ایں طرف
کہ میں نے ایک اونٹ دیکھا ہے جو اُدھر جا رہا تھا

اشترے سُرخے بسوئے آں علف
ایک سُرخ اونٹ اُس چراگاہ کی جانب

آں[2] یکے گوید بریدہ گوش بود
ایک کہتا ہے کہ کنکٹا تھا

واں دگر گوید منقوش بود
دوسرا کہتا ہے اُس کی جھول منقش تھی

آں یکے گوید شتر یک چشم بود
ایک کہتا ہے، اونٹ کانا تھا

واں دگر گوید ز کرّ بے پشم بود
دوسرا کہتا ہے خارش کی وجہ سے بے اُون تھا

---

[1] قصہ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنی گم شدہ چیز کو بالتامل پہچان جاتا ہے آں تست۔ تیری ملکیت ہے۔ ضالہ۔ یہاں گم شدہ چیز اونٹ سمجھو۔ کارواں۔ یعنی وہ قافلہ جس میں تم شریک تھے۔ کارواں دور شد۔ وہ قافلہ چل دیا اور رات قریب آگئی۔ راہ خوف۔ یعنی راستہ بھی خطرناک تھا جو رہزنی کا باعث تھا۔

[2] کائے مسلماناں۔ جس کا اونٹ گم ہوگیا تھا وہ مسلمانوں سے یہ کہتا تھا۔ آخر۔ چرچر۔ جس میں گھاس ڈال کر جانوروں کو کھلائی جاتی ہے۔ مژدگانی۔ انعام۔ ریشخند۔ مذاق اُڑانا۔ خس۔ کمینہ۔ علف۔ گھاس، یعنی چراگاہ۔

[3] آں یکے۔ لوگ اُس گم شدہ اونٹ کی مختلف علامتیں ظاہر کر رہے تھے۔ منقش۔ اُس کی جھول۔ منقوش۔ گڑھی ہوئی۔ یک چشم۔ کانا۔ کرّ۔ خارش کا مرض۔ بے پشم۔ بغیر اُون۔

ازبرائے مژدگانی صد نشاں — از گزافہ[1] ہر خسے کردہ بیاں
انعام کے لئے سو علامتیں — گپ شپ میں ہر کمینہ نے بتائیں
اے دل این اسرار را در گوش کن — قسم تو گر ہست زیں خوش نوش کن
اے دل! ان رازوں کو سن لے — اگر تیری قسمت میں ہو اس سے خوشگوار غذا حاصل کرلے
ہمچنانکہ ہر کسے در معرفت — می کند موصوف غیبی را صفت
جس طرح کہ ہر شخص خداشناسی میں — غیبی موصوف کی صفتیں بیان کرتا ہے

متردد شدن درمیان مذاہب مختلفہ و بیرون شدن و مخلصی یافتن

مختلف مذہبوں میں متردد ہونا اور ان سے باہر ہونا اور خلاصی پانا

فلسفی[2] از نوعِ دیگر کرد شرح — باحثے[3] مر گفت اورا کردہ جرح
فلسفی نے دوسرے طریقے پر شرح کی — متکلم نے اس کی بحث پر جرح کی
صوفیاں در ہر دو طعنہ می زنند — باقیاں از زرق جائے می کنند
صوفی دونوں کو طعنے دیتے ہیں — باقی مکاری سے مر رہے ہیں
ہر یکے از رہ ایں نشانہا زاں نہند — تا گماں آید کہ ایشاں زاں رہ اند
ہر ایک ایک طریقہ سے اسلئے علامتیں بتاتا ہے — تاکہ خیال ہو جائے کہ وہ اسی راہ کا ہے
ایں حقیقت داں نہ حق اند ایں ہمہ — نے بکلی گمرہاں اند ایں رمہ
یہ سمجھ لے کہ یہ سب حق نہیں ہیں — نہ یہ لوگ بالکل گمراہ ہیں
زانکہ[4] بے حق باطلے ناید پدید — قلب را اہلہ بہ بوئے زر خرید
اس لئے کہ حق کے بغیر باطل واقع نہیں ہوتا ہے — بیوقوف کھوٹے کو کھرے کی امید پر خرید تا ہے
گر نبودے در جہاں نقد روا — قلبہا را خرج کردن کے تواں
اگر دنیا میں سکہ چالو نہ ہوتا — کھوٹوں کو کب صرف کیا جاسکتا؟
تا نباشد راست کے باشد دروغ — آں دروغ از راست میگیرد فروغ
جب تک سچ نہ ہو جھوٹ کب ہوگا؟ — جھوٹ، سچ سے فروغ پاتا ہے
بر امید راست کژ را می خرند — زہر در قندے رود انگہ خورند
سیدھے کی امید پر ٹیڑھے کو خرید لیتے ہیں — زہر شکر میں ہوتا ہے تب کھا لیتے ہیں
گر نباشد گندم محبوب نوش — چہ برد گندم نمائے جو فروش
اگر لذیذ گیہوں نہ ہو — گندم نما جو فروش کیا حاصل کرے؟

[1] گزافہ۔ بکواس۔ اے دل۔ غرضیکہ راز یہی ہے کہ جس میں قبول حق کی استعداد ہوتی ہے وہی حق کو قبول کرتا ہے معرفت پہچان یعنی خدا کی پہچان۔
موصوف غیبی۔ وہ ذات حق جو نظروں سے غائب ہے اور لوگ اس کی صفات بیان کرتے ہیں
[2] فلسفی۔ صفات باری کے معاملہ میں فلاسفہ کا قول ہے کہ ذات باری ذات خالص ہے اور صفات محض فرضی ہیں۔
[3] باحث یعنی متکلم۔ متکلمین صفات باری کے وجود کے قائل ہیں بعض صفات جیسا کہ ید، وجہ وغیرہ میں تاویل کرتے ہیں۔ واں دگر یعنی محقق صوفیا جو کل صفات کو ثابت مانتے ہیں اور کیفیت کی تفصیل نہیں کرتے ہیں۔ باقیاں یعنی جو فرقان کے محض نقال ہیں اور حقیقت سے خالی ہیں۔ ایں حقیقت۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان گروہوں کی سب باتیں صحیح ہیں سب باتیں غلط ہیں کچھ صحیح ہیں کچھ غلط ہیں۔
[4] زانکہ۔ ہر باطل کے ساتھ کچھ نہ کچھ حق ضرور ملا ہوا ہوتا ہے مولانا نے چند مثالیں اس کی بیان فرمائی ہیں قلب۔ کھوٹے سکے میں ملاوٹ کے ساتھ کچھ اصل ضرور ہوتی ہے۔ تا نباشد۔ جھوٹا آدمی بھی جھوٹ میں سچ ملا کر بات کرتا ہے۔ بر امید راست۔ اگر کچی کے ساتھ سیدھا پن نہ ہو تو کبھی کا کوئی خریدار نہیں بن سکتا۔ زہر در قند۔ زہر میں اگر شکر نہ ہو تو کوئی دھوکے میں زہر نہیں کھا سکتا ہے۔

پس مگو ایں جملہ دیں[1] ہا باطل اند
یہ نہ کہہ یہ سب دین باطل ہیں

باطلاں بر بوئے حق دام دل اند
باطل حق کی خوشبو کی وجہ سے دل کا جال ہیں

پس مگو جملہ خیال ست و ضلال
لہٰذا یہ نہ کہہ کہ سب وہم اور گمراہی ہے

بے حقیقت نیست در عالم خیال
دنیا میں وہم حقیقت کے بغیر نہیں ہوتا ہے

حق شب قدر ست در شبہا نہاں
حق، شب قدر ہے جو راتوں میں پوشیدہ ہے

تا کند جاں ہر شبے را امتحاں
تاکہ جان ہر رات کو آزمائے

نے ہمہ شبہا بود قدر اے جواں
نہ سب راتیں اے نوجوان! شب قدر نہیں ہیں

نے ہمہ شبہا بود خالی ازاں
نہ سب راتیں اس سے خالی ہیں

در میان دلق پوشاں یک فقیر
گدڑی پہننے والوں میں کوئی ایک فقیر ہے

امتحاں کن وانکہ حق ست آں بگیر
آزمائے، جو حق ہے اس کو اختیار کرلے

مومن کیّس ممیز کو کہ تا
سمجھدار مومن تمیز کرنیوالا کہاں ہے؟ تاکہ

باز داند بادشہ را از گدا
شاہ کو گدا سے ممتاز کرلے

گر نہ معیوبات[2] باشد در جہاں
اگر دنیا میں عیب دار چیزیں نہ ہوں

تاجراں باشند جملہ ابلہاں
سب بے وقوف تاجر بن جائیں

پس بود کار شناسی سخت سہل
پھر تو سامان کو پہچاننا بہت آسان ہو

چونکہ عیبے نیست چہ نا اہل و اہل
جب کوئی عیب نہیں ہے، پھر کیا اہل کیا نااہل

ور ہمہ عیب ست دانش سود نیست
اگر سب عیب ہے تو عقل کا فائدہ نہیں ہے

چوں ہمہ چوبست اینجا عود نیست
جب سب لکڑیاں ہیں تو اس جگہ اگر ہے ہی نہیں

آنکہ گوید جملہ حق ست احمقی ست
جو یہ کہتا ہے کہ سب حق ہیں، بیوقوفی ہے

وانکہ گوید جملہ باطل اُو شقی ست
جو یہ کہے کہ سب باطل ہیں وہ بدبخت ہے

تاجراں انبیاء کردند سود
انبیاء کے تاجروں نے فائدہ کمایا

تاجراں رنگ و بو کور و کبود
رنگ و بو کے تاجر، اندھے اور بہرے ہیں

می[3] نماید مارت اندر چشم مال
تیری نگاہ میں سانپ مال نظر آتا ہے

ہر دو چشم خویش را نیکو بمال
اپنی دونوں آنکھوں کو خوب مل لے

منگر اندر غبطہ ایں بیع و سود
اس معاملہ اور فائدہ میں رشک کو پیش نظر نہ رکھ

بنگر اندر خسر فرعون و ثمود
فرعون اور ثمود کے ٹوٹے کو دیکھ لے

[1] جملہ دینہا یہی حال قرآن کا ہے کہ اس میں بھی حق و باطل بلا جدا ہے پس کہو ہر مذہب کی ہر بات کو باطل قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ حق شب قدر حق و باطل میں اسی طرح پوشیدہ ہوتا ہے جیسا کہ شب قدر دوسری راتوں میں تاکہ وہ پوشیدہ رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ ہر شب میں اس کی تلاش جاری رہے۔ درمیان دلق پوشاں یعنی فقراء میں بھی کوئی اللہ کا خاص بندہ ہوتا ہے۔ مومن کیس ممیز مومن کا کام یہ ہے کہ وہ ان میں سے اس کی جستجو کرلے۔

[2] گر نہ معیوبات۔ اگر سب جوڑے بے عیب ہوں تو ہر بیوقوف تاجر بن بیٹھے۔ ور ہمہ۔ اگر سب معیوب ہوں تو عقل بیکار ہے اس کا کام باقی نہیں رہتا ہے۔ احمقی۔ دن رات کو یکساں سمجھنے والا احمق ہے شقی۔ سب کو باطل کہنا خود رائی پر مبنی ہے جو شقاوت ہے۔ تاجران انبیاء۔ جو لوگ انبیاء کی ہدایت کے ماتحت اعمال حسنہ کا کاروبار کرتے ہیں وہ نفع میں ہیں۔ رنگ و بو۔ یعنی دنیاوی ناکسے۔

[3] می نماید۔ دنیا دار سانپ یعنی دنیوی فوائد کو مال سمجھتا ہے۔ نیکو بمال۔ تاکہ صحیح نظر آنے لگے۔ منگر۔ دنیاوی نفع نقصان پر غبطہ نہ کر۔ فرعون اور ثمود نے دنیاوی نفع کو نفع سمجھا ان کا حشر دیکھ لو۔

686

امتحاں کردن[1] ہر چیزے تا ظاہر شود خیرے و شرّے کہ در وَے ست

ہر چیز کی آزمائش کرنا تاکہ اس میں جو بھلائی اور برائی ہے وہ ظاہر ہو جائے

اندریں گردوں مکرّر کن نظر — زانکہ حق فرمود ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَر

اس آسمان پر مکرر نظر ڈال — کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے، پھر نگاہ لوٹا

یک نظر قانع مشو زیں سَقفِ نور — بارہا بنگر بہ بیں ھَلْ مِنْ[2] فُطُور

نور کی اس چھت پر ایک نگاہ پر قانع نہ بن — بار بار دیکھ، دیکھ کوئی شگاف ہے؟

چونکہ گفت ست کاندریں سَقفِ بلند — بارہا بنگر جو مَردِ عیب جُو

چونکہ اس نے تجھ سے فرمایا ہے کہ اس اونچی چھت میں — عیب تلاش کرنے والے کی طرح بار بار دیکھ

پس زمین تیرہ را دانی کہ چند — دیدن و تمییز باید در پسند

تو تاریک زمین کے بارے میں سمجھ لے کہ کسقدر — دیکھنا اور تمیز کرنا پسندیدگی میں درکار ہے

تا بپالایم صافاں راز دُرد — چند باید عقلِ مارا رنج بُرد

تاکہ ہم صاف اخلاق کو تلچھٹ سے صاف کر لیں — ہماری عقل کو کتنی مرتبہ تکلیف اٹھانی چاہیے؟

امتحانہائے[3] زمستان و خزاں — تاب تابستاں بہارِ ہمچو جاں

جاڑوں اور خزاں کی آزمائشیں — گرمیوں کی گرمی، جان جیسی بہار

بادہا و ابرہا و برقہا — تا پدید آرد عوارض فرقہا

جھکڑ اور ابر اور بجلیاں (زمین پر یہ ساری آزمائشیں ڈالتے ہیں) — تاکہ یہ عوارض فرقوں کو واضح کر دیں

تا بروں آرد زمیں خاکِ رنگ — ہر چہ اندر جیب دارد لعل و سنگ

تاکہ خاکی رنگ کی زمین نکال ڈالے — جو کچھ اس کی جیب میں لعل اور پتھر ہیں

ہر چہ دُزدید ست ایں خاکِ دژم — از خزانہ حق و دریائے کرم

اس افسردہ خاک نے جو چرایا ہے — اللہ (تعالیٰ) کے خزانے اور دریائے کرم سے

شحنۂ تقدیر گوید راست گو — آنچہ بُردی شرح دہ اے حیلہ جو

تقدیر کا کوتوال کہتا ہے، سچ بتا دے — اے حیلہ جو! جو کچھ تو نے چرایا اس کی تشریح کر دے

تا میانِ قہر و لُطف آں خُفیہا — ظاہر آید از آتشِ خوف و رجا

تاکہ قہر اور مہر کے درمیان وہ پوشیدہ چیزیں — خوف اور امید کی آگ کی وجہ سے ظاہر ہو جائیں

امتحانات سے گذار کر مخفی چیزوں کا اقرار کرانا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوتوال مجرم سے کبھی نرم اور کبھی سخت برتاؤ کرتا ہے تاکہ وہ اقرار کرے اور راز بتا دے۔

[1] امتحان کردن: جو کچھ کہ دنیا میں نہ خیر محض ہے نہ شر محض لہٰذا ہر چیز پر غور کر لینا چاہیئے حق فرمود۔ قرآن پاک میں ہے ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ پھر بار بار نظر کو لوٹا وہ کمبخت ہو کر تھکی ماندی تیری طرف واپس ہوگی۔

[2] ھَلْ مِنْ فُطُور۔ قرآن پاک میں ہے۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورٍ نظر کر لوٹایا تو کوئی شگاف دیکھتا ہے۔ چونکہ جب اللہ (تعالیٰ) نے آسمان جیسی شفاف چیز پر بار بار نظر کرنے کا حکم دیا ہے تو تاریک زمین پر کتنی بار نظر ڈالنا اسکو پسند ہوگا۔ تا بپالایم۔ خارجی چیزوں میں غور و فکر کو ظاہر کرنے کے بعد مولانا فرماتے ہیں اپنے اخلاق میں سے اچھے برے میں تمیز کرنے کے لئے عقل پر بہت زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔

[3] امتحانہائے۔ مگر جنات میں زمین پر یہ مختلف عوارض اس لئے طاری کئے ہیں تاکہ زمین میں مخفی چیزوں میں فرق واضح ہو جائے۔ تا بروں۔ ان تمام آزمائشوں کی وجہ سے زمین لعل و سنگ اگلتی ہے اور لعل و سنگ کا امتیاز واضح ہو جاتا ہے۔ ہر چہ۔ لعل و سنگ وغیرہ سب زمین نے چھپا رکھے ہیں جو اللہ کے خزانوں کی چیزیں ہیں۔ راست گو۔ یعنی زمین سے یہ امتحانات اقرار کراتے ہیں۔ تابیاں۔ زمین کو گرم و سرد

696

آں بہاراں[1] لطفِ شحنہ کبریاست
موسمِ بہار اللہ (تعالیٰ) کے کوتوال کی مہر ہے

واں خزاں تخویف و تہدیدِ خداست
اور (موسم) خزاں اللہ تعالیٰ کی دھمکی اور ڈراوا ہے

واں زمستاں چار میخِ معنوی
جاڑا باطنی طریقہ پر چار میخ ہے

تا تو اے دُزدِ خفی ظاہر شوی
تاکہ اے چھپے ہوئے چور تو ظاہر ہو جائے

پس مجاہد را زمانے بسطِ دل
تو مجاہدہ کرنے والے کیلئے کسی وقت دل کا انبساط

یک زمانے قبض و درد و غش و غل
کسی وقت انقباض اور درد اور کھوٹ اور کدورت

زانکہ ایں آب و گل کابدانِ ماست
اسلئے ہے کہ ہمارے بدن جو پانی اور مٹی کے ہیں

منکر و دُزدِ ضیائے جانہاست
ہماری روحوں نور کے منکر اور چور ہیں

حق تعالےٰ[2] گرم و سرد و رنج و درد
اللہ تعالےٰ گرم اور سرد اور رنج اور درد

بر تنِ ما می نہد اے شیر مرد
اے بہادر! ہمارے جسم پر ڈالتا ہے

خوف و جوع و نقصِ اموال و بدن
خوف اور بھوک اور جان و مال کا گھاٹا

جملہ بہرِ نقدِ جاں ظاہر شدن
سب جان کا مال ظاہر ہونے کے لئے ہیں

ایں وعید و وعدہا انگیختست
یہ دھمکی اور وعدے پیدا کئے ہیں

بہرِ ایں نیک و بدے کامیختست
کیونکہ نیک اور بد کو ملا رکھا ہے

چونکہ حق و باطلے امیختند
چونکہ حق اور باطل کی آمیزش کردی ہے

نقد و قلب اندر چرمداں ریختند
کھرے اور کھوٹے کو ایک تھیلے میں بھر دیا ہے

پس[3] محک می بایدش بگزیدۂ
تو ایک منتخب کسوٹی کی ضرورت ہے

در حقائق امتحانہا دیدۂ
جو حقیقتوں میں آزمائی ہوئی ہو

تا شود فارق ایں تزویرہا
تاکہ وہ ان مکاریوں میں فرق کرنیوالی بنجائے

تا بود دستورِ ایں تدبیرہا
تاکہ وہ ان تدبیروں کا دستور العمل بن جائے

شیر دہ اے مادرِ موسیٰ ورا
اے موسیٰ کی ماں! اُس کو دودھ پلا

واندر آب افگن میندیش از بلا
اور دریا میں ڈالدے، مصیبت کی فکر نہ کر

ہر کہ در روزِ الست آں شیر خورد
جس نے الست کے دن وہ دودھ پی لیا

ہمچو موسیٰ شیر را تمیز کرد
اُس نے موسیٰؑ کی طرح دودھ کو پہچان لیا

خود بر تو ایں حکایت روشنست
خود تجھ پر یہ بات واضح ہے

کہ غرض نے ایں حکایت گفتنست
کہ مقصد کہانی سنانا نہیں ہے

---

[1] بہاراں۔ زمین پر موسم بہار کا آنا یہ تو کوتوال کا مہر ہے۔ زمستاں۔ زمین کیلئے جاڑوں کا موسم چار میخ کی سزا ہے۔ چار میخ۔ شکنجہ میں مجرم کے ہاتھوں اور پیر چار میخوں سے کس دیئے جاتے تھے پس مجاہد مجاہدہ کرنے والے پر جو اچھی بُری حالتیں طاری ہوتی ہیں وہ بھی اسی لئے ہیں کہ جسم نے جو مٹی زمین کی ہے روح کا نور نچڑا رکھا ہے۔

[2] حق تعالےٰ۔ انسانی جسم پر جو قدرت کی جانب سے مختلف حالتیں ہوتی ہیں وہ اسی لئے ہیں کہ اس نے روح کے نقد کو چرا رکھا ہے۔ جوع۔ بھوک۔ نقصِ اموال۔ مالوں کا نقصان۔ ایں وعید۔ اللہ تعالےٰ کی جانب سے جنتوں اور نعمتوں کے وعدے اور انجام بد اور جہنم کی وعیدیں بھی اسی لئے ہیں تاکہ اچھے اور بُرے میں امتیاز ہو جائے جیسے کھرے اور کھوٹے کا تھیلا۔

[3] پس محک۔ مولانا نے اچھے بُرے میں امتیاز کرنے کی عقل کے علاوہ یہ ترکیب بھی بتائی کہ تجربہ کار شیخ کے ذریعہ اس کام کی تکمیل کی جائے اور اس کو ان تدبیروں کا دستور العمل بنایا جائے۔ فیر وہ۔ شیخ کو پہچاننے کے لئے نظرِ سلیم کی ضرورت ہے سلیم الفطرت والا عہد الست سے اس وقت سے واقف ہے جس کے پاس یہ ذوق ہوگا وہ اس کو فوراً پہچان لے گا۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو دودھ پلاکر اور صندوق میں بند کرکے دریائے نیل میں ڈالدینے

628

گر تو[1] بر تمییز طفلت مُولعی
اگر تو اپنے بچّے کے تمیز کرنے کی خواہش مند ہے

ایں زماں یا اُمِّ موسیٰ ارضعی
اب اے موسیٰؑ کی ماں! دودھ پلا

تا بہ بیند طعم شیرِ مادرش
تاکہ وہ اپنی ماں کے دودھ کا مزا سمجھ لے

تا فرو ناید بہ دایہ بدسرش
تاکہ بُری دایہ کے سامنے اُس کا سر جھکے

شرحِ فائدۂ حکایتِ آں شخصِ شتر جوئندہ

اونٹ تلاش کرنے والے شخص کی حکایت کے فوائد کی تشریح

اُشترے گم کردۂ اے مُعتمد
اے معتمد! تو نے اونٹ گم کر دیا ہے

ہر کس از اشتر نشانت می دہد
ہر شخص تجھے اونٹ کی نشانی بتا رہا ہے

تو نمی دانی کہ آں اشتر کجاست
تجھے معلوم نہیں کہ وہ اونٹ کہاں ہے

لیک دانی کایں نشانیہا خطاست
لیکن تو جانتا ہے کہ یہ نشانیاں غلط ہیں

واں کہ اشتر گم[2] نہ کرد و از مرے
جس نے اونٹ گم نہیں کیا وہ جھگڑے کے لئے

ہمچو آں گم کردہ جوید اشترے
اونٹ گم کرنے والے کی طرح اونٹ ڈھونڈتا ہے

کہ بلے من ہم شتر گم کردہ ام
کہ ہاں میں نے بھی اونٹ گم کیا ہے

ہر کہ یابد اُجرتش آوردہ ام
جو اُس کو پائے اُس کے لئے میں انعام لایا ہوں

تا در اشتر با تو انبازی کُند
تاکہ اونٹ میں تیرے ساتھ شریک ہو جائے

بہرِ طمعِ اشتر ایں بازی کُند
اونٹ کے لالچ میں یہ کھیل کھیلتا ہے

اُو نشانِ[3] کژ نہ بشناسد ز راست
وہ غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا نہیں کر سکتا ہے

لیک گفتت آں مُقلِّد را عصاست
لیکن تیری گفتگو اُس مقلّد کی لاٹھی ہے

ہر چہ اگوئی خطا بود آں نشاں
جس کو تو کہتا ہے یہ علامت غلط ہے

اُو بتقلیدِ تو می گوید ہماں
وہ تیری تقلید میں وہی کہہ دیتا ہے

چوں نشانِ راست گویند و شبیہ
جب وہ سچی علامت اور ٹھیک بتاتے ہیں

پس یقیں گردد ترا لاریب فیہ
تو تجھے یقین آجاتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے

آں شفائے جانِ رنجورت شود
وہ علامت تیری فکرمند جاں کی شفا بنجاتی ہے

مُظہرِ حِسّ چو گنجورت شود
تیرے خزانچی جیسے حِس کو ظاہر کرنے والی بنجاتی ہے

بتانے والا جب اُس کی صحیح نشانیاں بتاتا ہے تو اُس کو یقین آجاتا ہے اور یہ نشانیاں اُس کی خوشی کا سبب بنجاتی ہیں اور اُس کے بیان کو بلاغِ مبین قرار دیتا ہے اور اُس کو اپنا پیشرو بنا لیتا ہے۔

---

[1] گر تو۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے بچّے میں بھی دو صوں کو امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو اسکو پہلے دودھ پلا دے تاکہ وہ بروقت اور دودھوں سے تیرے دودھ کو ممتاز کرلے اور صحیح کامل اور صحیح ناقص کو سمجھ سکے۔

[2] اشتر ے گم کردۂ تلاشِ حق میں جب انسان لگتا ہے تو مختلف لوگوں سے اُس کو واسطہ پڑتا ہے بعض صحیح رہنمائی کرتے ہیں اور بعض غلط اگر انسان میں طلبِ سلیم ہے اور اُس میں جدّ و کاوش کی بو ہے تو وہ اُن لوگوں کی صحیح اور غلط نشاندہی میں امتیاز کر لیتا ہے اور صحیح انسان کی دستگیری کرتا ہے۔

[2] اشتر گم نہ کرد۔ بعض لوگوں میں حقیقی طلب نہیں ہوتی وہ دیکھا دیکھی پیر کے ساتھ لگ جاتے ہیں اور تلاش کے ممتحن بن جاتے ہیں اور طالب کے حصّہ میں سے حصّہ رسانے کی فکر کرنے لگتے ہیں۔ ایں بازی یعنی بغیر اونٹ کھوئے اونٹ کی تلاش کرنا۔

[3] او نشانِ کژ۔ اگر کوئی شخص کو اونٹ کی غلط نشاندہی کرتا ہے تو غلط صحیح میں کوئی فرق نہیں کر سکتا ہے محض تمہاری باتوں کو اپنا سہارا بنا کر کسی نشانی کو غلط اور کسی نشانی کو صحیح ظاہر کرتا ہے۔ چوں نشانِ راست۔ جس کا اونٹ حقیقتاً گم ہوا ہو

689

رنگِ روئے و قوّتِ بازو شود
چہرے کی رونق اور بازو کی طاقت ہو جاتی ہے

خَلق[1] و خُلقِ یکتوات صد تو شود
تیرا اکہرا جسم اور اخلاق تو گنا ہو جاتا ہے

چشمِ تو روشن شود پایت دوَد
تیری آنکھ روشن ہو جاتی ہے تیرے پیر دوڑنے لگتے ہیں

جسمِ تو جاں گردد و جانت دوَد
تیرا جسم روح (حیوانی) بنجاتا ہے اور تیری روح (حیوانی) ترقی کرکے (انسانی) اخلاق بن جاتی ہے

پس بگوئی راست گفتی اے امین
پس تو کہتا ہے اے امانت دار! تو نے سچ کہا

ایں نشانی ہا بلاغ آمد مبین
یہ علامتیں واضح پیغام ہیں

فیہِ آیاتٌ بیّناتٌ
اس میں روشن، معتبر علامتیں ہیں

ایں نشانی ہا براتے باشد و قدر و نجات
یہ دستاویز ہیں اور (قابل) قدر ہیں اور (فریضہ) نجات ہیں

ایں نشاں چوں داد گوئی پیش رو
جب اس نے یہ علامت بتادی تو کہیگا آگے چل

وقت آہنگ است پیش آہنگ شو
(اب) چلنے کا وقت ہے آگے آگے چل

پیروی تو کنم اے راست گو
اے سچے! میں تیرے پیچھے چلوں گا

بوئے بُردی زاشترم بنما کہ کو
تو نے میرے اونٹ کا سراغ پایا، دکھا وہ کہاں ہے

پیش[2] آں کس کہ نہ صاحب اشتریست
اس شخص کے لئے جو اونٹ کا مالک نہیں ہے

کو دریں جُستِ شتر بہرِ مریست
جو اونٹ کی تلاش میں مقابلہ کے لئے دوڑا ہے

زیں نشانِ راست نفروشد یقیں
اس سچی علامت نے اسکے یقین میں اضافہ نہیں کیا

جُزو عکسِ ناقہ جوئے راستیں
واقعی طور پر اونٹ تلاش کرنے والے کی نقل کے سوا

بوئے[3] بُرد از جدّ و گر مہیائے او
اس کی کوشش اور اس کی سرگرمیوں نے اسکو پتہ لگا

کہ گزافہ نیست ایں ہیہائے او
کہ اس کا شور و غل خواہ مخواہ نہیں ہے

اندریں اشتر نبودش حق ولے
اس اونٹ میں اس کا کوئی حق نہ تھا لیکن

اشترے گم کردہ است او ہم بلے
اس نے بھی ایک اونٹ ضرور کھویا ہے

طمعِ ناقہ غیر رویوشش شدہ
دوسرے کے اونٹ کا لالچ اسکے چہرہ کا پردہ بنگیا

انچہ زد گم شد فراموشش شدہ
جو اس کا کھویا گیا ہے اسکو اس نے بھلا دیا ہے

ہر کجا او می دوَد ایں ہم دوَد
جدھر وہ جاتا ہے یہ بھی بھاگتا ہے

از طمع ہمدردِ صاحب می شود
لالچ سے مالک کا ہمدرد بنتا ہے

کاذبے با صادقے چوں شد رواں
ایک جھوٹا جب سچے کے ساتھ روانہ ہوتا ہے

آں دروغش راستی شد ناگہاں
اس کا وہ جھوٹ خواہ مخواہ سچ ہو جاتا ہے

[1] خلق و خُلق۔ یعنی اس کی جسمانی اور روحانی طاقت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ راست گفتی۔ حقیقی طالب صحیح علامتیں بتانیوالے سے کہتا ہے۔ بلاغ مبین۔ واضح پیام براءت۔ شاہی حکم، دستاویز۔ ایں نشاں۔ تو نے جبکہ صحیح علامتیں بتادی ہیں تو اب میرے ساتھ چل کر اس کو بکڑوادے۔

[2] پیش آں کس۔ جو اس گمشدہ اونٹ کا مالک نہیں اور محض مقابلہ کیلئے تلاش کا امیدوار بن گیا ہے اسکے لئے صحیح علامتیں بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی ہیں۔ جزو عکس۔ یہ نقل تو حقیقی طالب کی تقلید آثار رہا ہے۔

[3] بوئے بُرد۔ اس نقال کو طالب کی خوشی سے یہ محسوس ہوا کہ یہ حقیقی طالب تھا۔ اندریں اشتر حقیقی طالب کا جو اونٹ تھا اس نقال کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا لیکن اس کا اونٹ بھی گم ہوا تھا۔ اس اونٹ کے لالچ میں اس نے اس کو فراموش کر رکھا تھا۔ کاذبے صحیح طالبوں کے ساتھ جب نقال لگتا ہے تو بسا اوقات اس کو اپنی گمشدہ چیز بھی یاد آجاتی ہے اور وہ اس کو حاصل کر لیتا ہے۔

689 690

اندراں[1] صحرا کہ آں اشتر شتافت
جس جنگل میں وہ اونٹ بھاگا

اشترِ خود نیز آں دیگر بیافت
اُس دوسرے نے اپنا اونٹ بھی پالیا

چوں بدیدش یاد آورد آنِ خویش
جب اُسنے اُس کو دیکھا تو اپنا اونٹ یاد آگیا

بے طمع شد زاں اشترِ آں یار بیش
(اور) اُس دوست کے اونٹ سے بہت بے طمع ہوگیا

آں مُقلِد شد مُحقق چوں بدید
وہ مُقلد محقق بن گیا جب اُس نے دیکھا

اشترِ خود را کہ آنجا می چرید
اپنے اونٹ کو کہ اِس جگہ چر رہا ہے

اُو طلبگارِ شترِ آں لحظ گشت
وہ اُسی لمحہ اونٹ کا طلبگار بن گیا

می بجستش تا ندید او را بدشت
جب تک اسکو جنگل میں نہ دیکھا تھا اُسکی جستجو میں تھا

بعد ازاں تنہا روی آغاز کرد
اُس کے بعد اُس نے تنہا روی شروع کردی

چشم سوئے ناقۂ خود باز کرد
اپنی اونٹنی کو نصب العین بنا لیا

گفت[2] آں صادق مرا بگذاشتی
سچے نے اُس سے کہا تو نے مجھے چھوڑ دیا

تا بہ اکنوں پاسِ من می داشتی
اب تک تو میرا ساتھ دے رہا تھا

گفت تا اکنوں قسوسی بودہ ام
اُس نے کہا اب تک میں بناوٹی تھا

وز طمع در چاپلوسی بودہ ام
لالچ سے خوشامد میں لگا تھا

ایں زماں ہمدرد تو گشتم کہ من
اب میں تیرا ہمدرد ہوں کیونکہ میں

در طلب از تو جدا گشتم بہ فن
طلب میں مصلحتاً تجھ سے جدا ہوا ہوں

از تو می دُزدیدمے وصفِ شتر
میں تجھ سے اونٹ کے اوصاف چھپاتا تھا

جانِ من دید آنِ خود شد چشم پُر
میں نے مطلوب پالیا میں سیر چشم ہوگیا

تا نیابیدم[3] نہ بودم طالبش
جب تک میں نے اسکو نہ پایا تھا میں اسکا طلبگار تھا

مس کنوں مغلوب شد زر غالبش
تانبا اب مغلوب ہوگیا اُس پر سونا غالب آگیا

سیئاتم[4] شد ہمہ طاعات شکر
سیئات کا شکر ہے میری برائیاں سب بھلائیاں بنگئیں

ہزل شد فانی و جد اثبات شکر
مشکر ہے، مذاق ختم ہوگیا اور سنجیدگی آگئی

سیئاتم چوں وسیلت شد بحق
میری برائیاں چونکہ حق کا وسیلہ بن گئیں

پس مزن بر سیئاتم ہیچ دق
تو میری برائیوں پر اعتراض نہ کر

مر ترا صدقِ تو طالب کردہ بود
تجھے تیری سچائی نے طلبگار بنایا تھا

مر مرا جِدّ و طلب صدقے کشود
میرے کوشش اور طلب نے سچائی واضح کردی

---

[1] اندراں صحرا۔ سالک حقیقی کو جس جگہ مطلوب ملا اُس منزل کو بھی اُسکا فراموش شدہ مطلوب مل گیا چونکہ بدیدش۔ نقابل میں اب اخلاص پیدا ہوگیا۔ اور اپنی گم شدہ چیز کے حصول کے درپے ہوگیا۔ اس کو طالب حقیقی تو نظری صلاحیت کی بناء پر کامیاب ہوا اور یہ اُس کی کامیابی کو دیکھ کر راہ پر لگا۔ بندگان پہلے اُس کی نقل طلب تھی اب حقیقی طلب ہوگئی۔

[2] گفت۔ اب یہ بھی حقیقی طالب بنکر اپنے راستہ پر لگ گیا۔ قسوس۔ اشتہار نفاق بناوٹ۔ وز طمع۔ یعنی تیرے اونٹ کے لالچ سے ہمدردی کو۔ اب میں حقیقی معنی میں تیرا بھائی اور ہمدرد ہوں جانِ من۔ جب میں نے اپنے حقیقی مقصود کو سمجھ لیا تو تمہاری چیز سے استغنا پیدا ہوگیا۔

[3] تا نیابیدم۔ جب تک مجھے اپنا مطلوب نظر نہ آیا تھا میں اُس کا حقیقی طالب نہ بنا تھا اب نقلی طلب ختم ہوگئی ہے اور حقیقی طلب غالب آگئی ہے سیئاتم۔ میری نقالی جو ایک برائی تھی بھلائی میں تبدیل ہوگئی اور حقیقی طالب بن گیا ہوں۔ مر ترا۔ تیری حقیقی طلب نے تجھے طالب بنایا تھا۔ میری نقالی نے مجھے حقیقی طلب تک پہنچا دیا۔

صدقِ[1] تو آورد در جستن ترا — جستنم آورد در صدقے مرا

تیری سچائی نے تجھے جستجو میں مبتلا کیا — میری جستجو نے مجھے سچائی میں پہنچا دیا

تخمِ دولت در زمیں می کاشتم — سخرہ و بیکار می پنداشتم

میں نے نصیبے کا بیج زمین میں بویا تھا — (جس کو) میں مذاق اور بیکار سمجھ رہا تھا

آں نہ بد بیکار کیسے بُد درست — ہر یکے دانہ کہ کشتم صد برست

وہ بیکار نہ تھا صحیح محنت تھی — میں نے جو ایک دانہ بویا سو اُگے

دُزد سوئے خانہ شد زیرک درست — چوں درآمد دید کاں خانہ خود ست

چور چھپ کر ایک گھر میں گیا — جب اندر پہنچا، دیکھا کہ وہ اسی کا گھر ہے

گرم[2] باش اے سرد تا گرمی رسد — بادِ زشتی ساز تا نرمی رسد

اے افسردہ! سرگرم بن تاکہ جذبہ حاصل ہو — سختی جھیل، تاکہ راحت ملے

آں دو اشتر نیست آں یک اشتر ست — تنگ آمد لفظ معنی بس پُر ست

وہ دو اونٹ نہیں ہیں، ایک اونٹ ہے — الفاظ تنگ ہیں، معنی بہت زیادہ ہیں

لفظ در معنی ہمیشہ نارساں — زاں ہمی گفت قُلْ کُلٌّ الْلِسَان

لفظ معنی (کی ادائیگی) میں ہمیشہ کوتاہ ہیں — اسی لئے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا زبان عاجز

نطق اصطرلاب باشد در حساب — چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب

حساب کرنے میں نطق، اصطرلاب ہیں — وہ آسمان اور سورج کا اندازہ کیا جانے

خاصہ[3] چرخے کایں فلک زویرہ ایست — آفتاب از آفتابش ذرہ ایست

مخصوصاً وہ آسمان کہ یہ آسمان اسکا ایک ذرہ ہے — (یہ سورج اُس (فلک) کے سورج کا ایک ذرہ ہے

دربیانِ آنکہ در ہر نفسے فتنۂ مسجدِ ضرار ست

اس بیان میں کہ ہر ایک نفس میں مسجدِ ضرار کا فتنہ (موجود) ہے

چوں پدید آمد کہ آں مسجد نبود — خانۂ حیلت بُد و دامِ جہود

جب ظاہر ہو گیا کہ وہ مسجد نہ تھی — مکاری کا گھر اور یہودیوں کا جال تھا

---

[1] صدق۔ تیری صادق طلب نے تجھے جستجو میں لگایا میری نقلی جستجو نے مجھے طالب صادق بنا دیا۔ تجزیہ ترکیب۔ طلب اور جستجو اچھی تھی لیکن نقالی کی وجہ سے بیکار تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل نے اسکو کارآمد بنا دیا اور اسکے بہتر سے نتائج سامنے آگئے۔ زیرِ دست۔ مغلوب، مغلی، غلط کار یعنی ایسا اوقات صحیح مقصد حاصل کر لیتا ہے، ریاکاری کے بعد خلوص حاصل ہو جاتا ہے۔

[2] گرم باش۔ انسان کو جدوجہد کرنی چاہیئے اور سختیاں برداشت کرنے چاہئیں تب راحت ملے گی۔ آں دو اشتر۔ تمثیل اور طالب کیلئے دو اونٹ بتائے گئے تھے۔ یہ تعبیر لفظوں کی کوتاہی تھی ورنہ دراصل ایک ہی اونٹ تھا یعنی آخر میں دونوں دراصل بھی ہوئے اور ذات حق واحد ہے۔ قالَ کُلٌّ الْلِسَان۔ کسی بزرگ کا مقولہ ہے۔ مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ کُلَّ لِسَانُہٗ۔ جس نے اپنے خدا کو پہچان لیا اس کی زبان گنگ ہو گئی یعنی ذات و اوصاف کے بیان کرنے سے الفاظ عاجز ہیں۔ اصطرلاب۔ وہ آلہ جس سے آسمانوں اور ستاروں کے فاصلے ناپے جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ آلہ آسمان کے تمام احوال اور آسمان و سورج کے تمام حقائق نہیں بتا سکتا ہے۔ اسی طرح الفاظ کا حال ہے۔

[3] خاصہ۔ جبکہ نطق اور لفظ تو نرا اصطرلاب کے ہیں اور وہ آسمان کے جملہ حقائق کو نہیں بتا سکتا ہے تو اسی طرح الفاظ عالمِ غیب کے اس آسمان اور سورج کی حقیقت واضح نہیں کر سکتے ہیں جس کے مقابل یہ آسمان اور سورج بے حقیقت ہیں۔ چوں۔ جب یہ بات کھل گئی کہ مسجد ضرار حقیقتاً مسجد نہیں ہے بلکہ یہود کا ایک جال اور دھوکا ہے تو آنحضورؐ نے اس کو گرا کر کوڑی میں تبدیل کرا دیا۔

پس نبی فرمود کانرا بر کنند — منظرہ خاشاک و خاکستر کنند

تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اسکو اکھاڑ دیں — کوڑے اور مٹی کی کوڑی بنا دیں

صاحبِ[1] مسجد چو مسجد قلب بود — دانہا بر دام ریزی نیت جود

مسجد والا مسجد کی طرح اُلٹا تھا — تو جال پر دانہ ڈالے، سخاوت نہیں ہے

گوشت کاندر شستِ تو ماہی رباست — آنچناں لقمہ نہ بخشش نہ سخاست

وہ گوشت جو تیرے کانٹے میں مچھلی کو اپکنے والا ہے — ایسا لقمہ نہ بخشش ہے نہ سخاوت ہے

مسجدِ اہلِ قباکاں بد[2] جماد — آنچہ کفواں نہ بدو راہش نہ داد

قبا والوں کی مسجد جو پتھر کی تھی — جو انکے ہم جنس تھی اُسنے اسکو راستہ نہ دیا

در جمادات این چنیں حیفے نہ رفت — زد دراں ناکفو میرِ داد لفت

جمادات میں بھی) ایسا ظلم چالو نہ ہوا — اس غیر جنس میں حاکمِ اعلیٰ نے تیل پھیر کر ادیا

پس حقائق را کہ اصلِ اصلہاست — داں کہ آنجا فرقہا و فصلہاست

تو وہ حقائق جو اصلوں کی اصل ہیں — سمجھ لے اُن میں بہت سے فرق اور امتیازات ہیں

نے[3] حیاتش چوں حیاتِ اُو بود — لے مماتش چوں مماتِ اُو بود

نہ اُس (منفصل) کی زندگی اُس (فاضل) جیسی ہوگی — نہ اُس (منفصل) کی موت اس (فاضل) کی موت کی

گورِ اُو ہرگز چو گورِ اُو مداں — خود چہ گویم حالِ فرقِ آنجہاں

اُس (منفصل) کی قبر کو اُس (فاضل) کی قبر کی طرح نہ سمجھ — اب میں اُس عالم (آخرت) کے فرق کی حالت کیا بتاؤں؟

بر محک زن کارِ خود اے مردِ کار — تا نسازی مسجدِ اہلِ ضرار

اے صوفی عمل! اپنے عمل کو کسوٹی پر پرکھ لے — کہیں تو اہلِ ضرار کی مسجد بنا لے

بس براں مسجد کناں تسخر زدی — چوں نظر کردی تو خود زانسان بدی

تو نے اُس مسجد کے بنانیوالوں کی بہت مذاق اڑائی — جب تو نے غور کیا تو خود ویسا تھا

حکایت ہندو کہ با یارانِ خود جنگ می کرد کہ بدکارید

اُس ہندوستانی کی حکایت جو اپنے ساتھیوں سے لڑ رہا تھا کہ تم بدکار ہو

و خبر نداشت کہ خود نیز بداں مُبتلاست

اور اُس کو خبر نہ تھی کہ خود اُس برائی میں مبتلا ہے

---

[1] صاحبِ مسجد۔ یعنی ابو عامر راہب جس کے معنی ہیں آباد کنندہ۔ خراب کردہ۔ وہ کہا کنندہ نہ تھا بلکہ اُس کا اشتہار کنندہ تھا لہٰذا ما بر عکس نام نہند زنگی کافور کا مصداق تھا۔ گوشت۔ صورت پر حکم نہیں لگتا بلکہ حقیقت پر حکم لگتا ہے۔ ابو عامر کی صورت تعمیر کی تھی لیکن حقیقتاً تخریب تھی۔ کانٹے میں مچھلی کی خوراک کی صورت لقمہ کی ہے لیکن حقیقت نہیں ہے لہٰذا اُس کو بخشش اور سخاوت نہیں کہا جا سکتا ہے۔

[2] بد جماد۔ مسجد قبا پتھر کی بنی ہوئی تھی جس میں احساس نہیں ہوتا ہے لیکن اُس نے بھی غیر جنس یعنی مسجد ضرار کو گوارا نہ کیا جیسے بقول ابن مسجد ضرار مسجد قبا کے برابر کر دی جائے۔ لفت۔ آگ پکڑنے والا مادہ ہے۔ حقائق۔ یعنی جس طرح مسجد اور مسجد میں فرق ہے اسی طرح حقائق انسانیہ جو تمام حقائق کی اصل اور جڑ ہیں انمیں بہت فرق ہیں ایک انسان اور دوسرے انسان میں بہت بڑا فرق اور فصل ہے۔

[3] نے حیات۔ الفضل اور منفصل کی نہ زندگی یکساں ہے نہ موت دنیا میں دونوں کی قبروں میں بھی بہت بڑا فرق ہے آخرت میں جو فرق ہوگا اس کا تو بیان ہی کیا ہو سکتا ہے۔ بر محک۔ انسان کو اپنے اعمال کو پرکھنا چاہیئے کہیں اُن میں چھپا ہوا تکبر اور ریاکاری نہ ہو اور اُس کے عمل کی صورت مسجد ضرار کی سی صورت نہ ہو۔ بس ایسا ہوتا ہے انسان دوسروں کے انہی عیوب کی مذاق اُڑاتا ہے جو اُس میں خود چھپے ہوئے ہیں۔ اسی مضمون کو مولانا نے اس حکایت سے واضح فرمایا ہے۔

693

چار ہندو[1] در یکے مسجد شدند
چار ہندوستانی ایک مسجد میں پہنچے

بہرِ طاعت راکع و ساجد شدند
عبادت کے لئے رکوع اور سجدے میں گئے

ہر یکے بر نیتے تکبیر کرد
ہر ایک نے ایک نیت کر کے تکبیر کہی

در نماز آمد بہ مسکینی و درد
مسکینی اور درد کے ساتھ نماز میں لگ گیا

مؤذن آمد زاں یکے لفظے بگفت
مؤذن آیا، انہیں سے ایک کی زبان سے یہ لفظ نکلا

کائے مؤذن بانگ کردی وقت ہست
اے مؤذن! تو نے اذان دیدی! وقت ہوگیا ہے

گفت[2] آں ہندوے دیگر از نیاز
دوسرے ہندوستانی نے لجاجت سے کہا

ہے سخن گفتی و باطل شد نماز
ہائے! تو نے بات کرلی اور نماز ٹوٹ گئی

آں سوم گفت آں دوم را کائے عمو
تیسرے نے دوسرے سے کہا، اے چچا!

چہ زنی طعنہ باد خود را بگو
اس کو کیا طعنہ دیتا ہے، خود کو دے

آں چہارم گفت حمد اللہ کہ من
چوتھا بولا، خدا کا شکر ہے کہ میں

در نیفتادم بچہ چوں ایں سہ تن
ان تینوں کی طرح میں کنویں میں نہیں گرا

پس نمازِ ہر چہاراں شد تباہ
تو چاروں کی نماز برباد ہوئی

عیب جویاں بیشتر گم کردہ راہ
عیب جو خود زیادہ گمراہ ہوئے

اے خنک جانے کہ عیب خویش دید
قابلِ مبارک باد ہے وہ شخص جو اپنا عیب دیکھے

ہر کہ عیبے گفت آں بر خود گزید
جو کوئی عیب بتائے، اپنے لئے تسلیم کرلے

زانکہ[3] نیمے اوز عیبستاں بدست
کیونکہ اس کا آدھا، عیبوں کی دنیا کا ہے

واں دگر از وے زغیبستاں بدست
دوسرا (آدھا) عالمِ غیب کا ہے

چونکہ بر سر مر ترا صد ریش ہست
چونکہ تیرے سر پر سو زخم ہیں

مرہمش بر خویش باید کار بست
ان کا مرہم اپنے اوپر لگانا چاہیئے

عیب کردن ریش را دارد دوا
زخم کو برا سمجھنا (ہی) اس کا علاج ہے

چوں شکستہ گشت جائے ارحموا
جب خاکسار بن گیا از خدا کا محل ہے

گر بہاں عیبت نبود ایمن مباش
اگر وہ عیب تجھ میں نہیں ہے تو بھی مطمئن نہ ہو

بوکہ آں عیب از تو گردد نیز فاش
ہوسکتا ہے کہ وہ عیب تجھ میں ظاہر ہو جائے

---

[1] ہندو یعنی ہندوستانی مسلمان۔ طاعت یعنی نماز۔ تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ۔ مؤذن یعنی مؤذن آیا تو نماز کی حالت میں اس سے باتیں کرنے لگا۔ وقتِ ہست یعنی اذان کا وقت ہوگیا ہے۔

[2] گفت آں دوم دوسرے نمازی نے نماز کی حالت میں پہلے نمازی سے کہا تو نے نماز میں بات کرلی تیری نماز ٹوٹ گئی۔ تیسرے نے نماز کی حالت میں دوسرے سے کہا تو پہلے کو کیا طعنہ دیتا ہے تیری نماز خود ٹوٹ گئی۔ چوتھا نماز کی حالت میں بولا خدا کا شکر ہے میں نے ان تینوں کی طرح اپنی نماز خراب نہیں کی۔ پس۔ ان چاروں میں سے ہر ایک دوسرے کا عیب ظاہر کر رہا تھا حالانکہ وہی عیب خود اس میں موجود تھا۔ اے خنک۔ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جو دوسرے کی عیب جوئی نہ کرے اور اپنے عیب کو تسلیم کرلے۔

[3] زانکہ نیمے۔ انسان کا آدھا حصہ جسم ہے اور آدھا حصہ روح ہے۔ جسم عالمِ خلق کی چیز ہے جو مفاسد سے پُر ہے لہٰذا ہر انسان کا عیب دار ہونا ممکن ہے لہٰذا اس کو اپنا عیب تسلیم کرلینا چاہیئے چونکہ ہر انسان میں جب عیوب موجود ہیں تو اپنے عیبوں کی صحت کی فکر کرنی چاہیئے عیب کردن ریش۔ اگر انسان اپنے زخم کو برا سمجھتا ہے تو زخم دور کرنے کے معالجہ میں لگے گا اپنے عیب کو تسلیم کرنا، انکساری اختیار کرنا ہے جو رحمت کا سبب اور مقام ہے۔ ارحموا تم رحم کرو یعنی شکستہ انسان پر خدا نے رحم کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ مگر جان لو جو عیب تو دوسرے میں بتا رہا ہے اگر وہ تجھ میں نہیں ہے تو بھی تو اس عیب کے بارے میں مطمئن نہ ہو خدا عیب تجھ میں بھی

لَا تَخَافُوا[1] از خدا نشنیدہ
تو نے خدا سے "نہ ڈرو" نہیں سنا ہے

پس چہ خود را ایمن و خوش دیدہ
تو نے آپ کو مطمئن اور بھلا کیوں سمجھتا ہے!

سالہا ابلیس نیکو نام زیست
شیطان سالہا سال نامی سے جیا

گشت رسوا بیں کہ اورا نام چیست
(پھر) رسوا ہوا، دیکھ اس کا کیا نام ہے؟

در جہاں معروف بود علیائے او
جہاں میں اس کی بلندی مشہور تھی

گشت معروفی بعکس اے وائے او
(اس کی) شہرت برعکس ہو گئی اس پر افسوس ہے

تا نہ ایمن تو معروفی مجو
جب تک تو مطمئن نہ ہو، شہرت نہ چاہ

پاک شو از خوف پس از امن گو
پہلے خوف سے پاک ہو جا، پھر امن کی بات کر

تا نروید[2] ریش تو اے خوش ذقن
اے خوبصورت ٹھوڑی والے! جب تک داڑھی نہ نکل آئے

بر درِ گر سادہ زنخ طعنہ مزن
دوسرے صاف ٹھوڑی والے کو طعنہ نہ دے

ایں نگر کہ مبتلا شد جانِ او
یہ غور کر کہ اس کی جان مبتلا ہوئی

در چہ افتاد تا شد بندِ تو
وہ کنویں میں گرا یہاں تک کہ تیرے لئے (باعثِ) نصیحت بنا

تو نہ نیفتادی کہ باشی پندِ او
تو نہ گرا کہ اس کے لئے (باعثِ) نصیحت ہوتا

زہرِ او نوشیدہ تو خور قندِ او
اس نے زہر پیا ہے تو اس کی شکر کھا

قصد کردنِ غزان بکشتنِ یک مردے تا آں مردِ دیگر ترسد

غزوں کا ایک شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا تاکہ دوسرا ڈر جائے

آں غزانِ[3] ترک خونریز آمدند
خونریز ترک غز آئے

بہرِ یغما بر دہے ناگہ زدند
لوٹ کے لئے انھوں نے اچانک ایک گاؤں پر حملہ کر دیا

دو کس از اعیانِ آں دہ یافتند
اس شہر کے دو بڑے شخصوں کو انھوں نے پکڑ لیا

در ہلاکِ آں یکے بشتافتند
ان میں سے ایک کو قتل کرنے کیلئے دوڑ پڑے

دست بستندش کہ قربانش کنند
اس کے ہاتھ باندھ دیئے تاکہ اسکو ذبح کریں

گفت اے شاہانِ ارکانِ بلند
اس نے کہا اے شاہو اور بلند شخصیتو!

در چہ مرگم چرا می افگنید
مجھے موت کے کنویں میں کیوں گراتے ہو؟

از چہ آخر تشنۂ خونِ منید
آخر میرے خون کے پیاسے کیوں ہو؟

چیست حکمت چہ غرض در کشتنم
میرے قتل کرنے میں کیا حکمت کیا غرض ہے؟

چوں چنیں در دو سیم و عریاں تنم
جبکہ میں مفلس اور ننگا ہوں

[1] لَا تَخَافُوا۔ کامل مومن کے لئے قرآن میں لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا، تم ڈرو نہ خوف کھاؤ کی بشارت ہے لیکن وہ کامل مومن کے لئے ہے تو نے تو اپنے لئے نہیں سنی تو کیوں مطمئن بنتا ہے۔ سالہا ابلیس مسلم الثبوت تھا پھر ابلیس بنا تو انسان کو اپنے بارے میں مطمئن نہ ہونا چاہیئے دوسروں کی عیب جوئی نہ کیجائے اپنے عیب کی نگرانی چاہیئے بلکہ یعنی وقت تا نہ۔ زندگی میں تو امن حاصل ہوگا نہ خوف سے رہائی ہوگی۔

[2] تا نروید بے ریش ہونا مردانگی کا عیب ہے تو جب تک اپنا عیب زائل نہ کرلو دوسرے کو طعنہ زدو ایں مگر۔ دوسرے کے عیب سے تم عبرت حاصل کرو۔ تو نیفتادی۔ خدا کا شکر کر تو اسکے لئے باعثِ عبرت نہ بنا۔ زہرِ او نوشیدہ یعنی وہ مبتلا ہے۔ قندِ او یعنی تو عبرت حاصل کر۔

[3] غزان۔ غز، ترکوں کی ایک قوم تھی جس کا پیشہ غارتگری تھا۔ یغما۔ لوٹ۔ دو کس یعنی اس گاؤں کے دو بڑے آدمی پکڑ لئے۔ بستندش۔ جبکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو مجھے قتل کرنے سے کیا فائدہ ہے۔

گفت[1] تا ہیبت بریں یارت زند
اُس نے کہا تاکہ تیرے اِس دوست پر ہیبت طاری

تا بترسد او وزر پیدا کند
تاکہ وہ ڈرے اور روپیہ بتادے

گفت آخر او ز من مسکیں ترست
اُس نے کہا وہ تو مجھ سے بھی زیادہ مسکین ہے

گفت قاصد کردہ است او را ز زست
اسنے کہا کہ قصداً (ایسا) کر رکھا ہے (ورنہ) وہ مالدار ہے

گفت چوں دہم ست ما ہر دو یکیم
اُسنے کہا جبکہ یہ دہم ہے تو ہم دونوں یکساں ہیں

در مقامِ احتمال و در شکیم
دونوں احتمال کی جگہ اور مشکوک ہیں

خود وُرا بکشید اوّل اے شہاں
اے شاہو! پہلے اُس کو قتل کر دو

تا بترسم من دہم زر را نشاں
تاکہ میں ڈروں اور روپے کا پتہ بتادوں

پس[2] کرمہائے الٰہی بیں کہ ما
تو خدا کا کرم دیکھ کہ ہم

آمدیم آخر زماں در انتہا
آخری زمانے میں خاتمہ پر آئے

آخرینِ قرنہا پیش از قرون
آخری زمانے والے پہلے زمانہ والوں سے پہلے ہیں

در حدیث ست آخرون السابقون
حدیث میں ہے (ہم) آخیر میں ہیں، پہلے ہیں

تا ہلاکِ قومِ نوح و قومِ ہود
یہانتک کہ قومِ نوح اور قومِ ہود (عاد) کی ہلاکت نے

عارضِ رحمت بجانِ ما نمود
رحمت کا بادل ہمیں دکھا دیا

کشت ایشاں را کہ تا ترسم ازو
اُن کو برباد کیا تاکہ ہم اس سے ڈریں

ور خود ایں بر عکس کردے وائے تو
اگر وہ اسکے بالعکس کرتا تیری تباہی تھی

در بیان حالِ خود پرستاں و ناشکراں در نعمت و جودِ انبیاء و اولیا

اُن لوگوں کی حالت کا بیان جو انبیاء اور اولیاء کے وجود کی نعمت کے ناشکرے اور خود پرست ہیں

ہر[3] چہ ز ایشاں گفت از عیب و گناہ
اُن کے عیب اور گناہوں کی جو کچھ (اللہ نے) ذکر فرمایا

وز دلِ چوں سنگ و زجانِ سیاہ
اور اُن کے پتھر جیسے دل اور سیاہ باطن کا

وز سبکداریِ فرمانہائے او
اور اُس (اللہ تعالیٰ) کے اُحکام کی بے وقعتی کا

وز فراغت از غمِ فردائے او
اور اپنی قیامت کے غم سے بے فکری کا

وز ہوس وز عشقِ ایں دنیائے دوں
اور کمینی دنیا کے عشق اور ہوس کا

چوں زناں مر نفس را بودن زبوں
اور عورتوں کی طرح نفس کے فرمانبردار ہونیکا

اور اُس کی خبر "از" و عبرت بگرفتن "محذوف ہے۔ سبکداری۔ بے وقعتی۔ وز۔ یعنی قیامت کی فکر سے بے پروائی۔ چوں زناں۔ عورتیں اپنے نفس سے بہت مغلوب ہوتی ہیں۔

---

[1] گفت۔ اُس ترک نے کہا تجھے اس لئے قتل کرتا ہوں تاکہ دوسرا تجھ سے عبرت حاصل کرے اور اپنی نقدی نکالدے۔ قاصد۔ یعنی اُس نے قصداً اپنے آپ کو مُفلس بنا رکھا ہے ورنہ وہ مالدار ہے۔ چوں دہم۔ یعنی اُس کی مالداری کا دہم ہے یقین تو نہیں ہے یہ وہم مجھ پر بھی ہو سکتا ہے لہٰذا اُس معاملہ میں ہم دونوں یکساں ہیں لہٰذا اُس کو قتل کر۔ تاکہ میں عبرت حاصل کرلوں۔

[2] پس۔ جب اِس قصہ سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ وہ خوش نصیب ہے جو دوسرے سے عبرت حاصل کرے تو یہ اللہ کا کرم ہے کہ اُمتِ محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام اُمتوں کے بعد پیدا کیا تاکہ وہ پہلی اُمتوں کے فسانوں سے عبرت حاصل کریں اور زیادہ نیکیاں کر سکیں۔ چنانچہ حدیث شریف ہے نحن الآخرون السابقون یعنی ہم دنیا میں سب اُمتوں سے بعد میں پیدا ہوئے لیکن قیامت میں ہمیں سب پر سبقت حاصل ہوگی۔ تا ہلاک۔ یعنی پہلی قوموں سے عبرت حاصل کرنا ہمارے لئے رحمت بن گیا۔ ما رمیں۔ بادل۔ یعنی ان کے لئے بادل بصورت عذاب نمودار ہوا اور ہم پر ابرِ رحمت بنا۔ برعکس۔ یعنی ہمیں اُن کے لئے باعث عبرت بنا دیتا۔

[3] ہر چہ۔ یہاں سے چھٹے شعر سر ایشاں الخ تک مبتدا ہے

696

واں فرار از نکتہائے ناصحاں
اور نصیحت کرنیوالوں کے نکتوں سے بھاگنے کا

واں رمیدن از لقائے صالحاں
اور نیکوں کی ملاقات سے گریز کرنے کا

با دل و با اہلِ دل[1] بیگانگی
دل اور اہلِ دل سے اجنبیت کا

با شہاں تزویر و روبہ شانگی
اور بادشاہوں کے ساتھ مکاری اور چاپلوسیوں کا

سیر چشماں را گدا پنداشتن
اہلِ قناعت کو بھکاری سمجھنا

وز حسد شاں خفیہ دشمن داشتن
اور حسد انہیں چھپا دشمن سمجھنا (اگر تو نے عبرت پکڑی)

گر پذیرد خیر تو گوئی گداست
اگر وہ تیری عطا قبول کرے تو تو کہتا ہے گدا ہے

ورنہ گوئی مکر و تزویر و دغاست
ورنہ تو کہتا ہے کہ مکر اور جھوٹ اور دغابازی ہے

گر در آمیزد تو گوئی طامع ست
اگر وہ میل جول کرے تو تو کہتا ہے لالچی ہے

ورنہ گوئی در تکبر مُولع ست
ورنہ تو کہتا ہے تکبر پر فریفتہ ہے

گر تحمل[2] کرد گوئی عاجز ست
اگر وہ تحمل کرے تو کہتا ہے عاجز ہے

در غیور آمد تو گوئی گربز ست
اگر غیرت مند ہے تو کہتا ہے غصہ ور ہے

یا منافق وار عذر آری کہ من
یا منافق کی طرح تو عذر کرتا ہے کہ میں

ماندہ ام در نفقہ و فرزند و زن
بچوں اور بیوی کے اخراجات میں پھنسا ہوں

نے مرا پروائے سر خاریدن ست
نہ مجھے سر کھجانے کی فرصت ہے

نے مرا پروائے دین ورزیدن ست
نہ میرے لئے دین میں لگنے کا موقع ہے

اے فلاں مارا بہمت یاد دار
اے فلاں! ہمیں (بھی) دعا میں یاد رکھئے

تا شویم از اولیا پایانِ کار
تاکہ انجام کار ہم بھی اولیاء میں سے ہو جائیں

ایں[3] سخن ہم نے ز درد و سوز گفت
یہ بات بھی درد اور سوز سے نہیں کہی

خوابنا کے ہر زہ گفت و باز خفت
نیند کا ماتا بڑبڑایا اور پھر سو گیا

ہیچ چارہ نیست از قوتِ عیال
بال بچوں کی روزی سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے

از بُنِ دنداں کنم کسبِ حلال
بڑی محنت سے حلال روزی کماتا ہوں

چہ حلالے گشتہ ز اہلِ ضلال
حلال کیا! تو گمراہوں میں سے ہو گیا ہے

غیرِ خونِ تو نمی بینم حلال
تیرے خون کے سوا میں کچھ حلال نہیں سمجھتا ہوں

از خدا چارہ استش و از قوتے
خدا سے چھٹکارا ہے اور روزی سے نہیں ہے

چارہ است از دین و از طاغوتے
دین سے چھٹکارا ہے، شیطان سے نہیں ہے

---

[1] اہلِ دل۔ باخدا لوگ۔ شہاں۔ یعنی اہلِ دنیا۔ بیر۔ بخیل۔ مشتغنی۔ دزد حسد۔ غرضیکہ ان قوموں کے یہ برے احوال اور اُن کا بُرا انجام تیرے سامنے ہے لیکن تو نے اُن سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ طاعج۔ لالچی۔ گربز۔ فریفتہ۔

[2] گر تحمل۔ تیری حالت یہ ہے کہ اگر کوئی بزرگ لوگوں کی بُرائی پر برداشت سے کام لیتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ عاجز ہے کس کا بھگاڑ ہی کیا سکتا ہے اور اگر وہ ناگواری کا اظہار کرے تو اسکو مغلوب الغضب کہتا ہے۔ باستثنا بزرگوں سے تو سارا نقاد برتاؤ کرتا ہے دین کے معاملوں میں نہ لگنے کی وجہ بال بچوں کی مصروفیت بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ سر کھجانے کی فرصت نہیں دین کے کاموں میں کیسے لگوں۔ اے فلاں۔ بغیر کچھ کہے بزرگوں سے باطنی توجہ کا خواستگار ہے تاکہ دل بنجائے۔

[3] ایں سخن۔ یعنی دعا اور باطنی توجہ کی درخواست عرض کرنے کے بعد تیری اس درخواست کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی نیند میں بڑبڑائے اور پھر سو جائے۔ ایچی چارہ۔ مجبوری ظاہر کرتا ہے کہ بال بچوں کا پیٹ پالنے کیلئے محنت سے حلال روزی کمانے میں مصروف ہوں۔ غیر خون۔ ان صورتوں میں تو حلال روزی تو کیا کماتا تیرا خون بہانا ہی حلال ہوا اور تو واجب القتل ہے۔ ارتداد۔

697 696

ایکہ[1] صبرت نیست از دنیائے دوں
اے وہ کہ تجھے کمینی دنیا کے بغیر صبر نہیں ہے

صبر چوں داری ز نعم الماهدون
ہم اچھا فرش بچھانے والے ہیں کہ تجھے کیسے صبر ہے؟

ایکہ صبرت نیست از ناز و نعیم
اے وہ کہ عیش و عشرت کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے

صبر چوں داری ز اللہ کریم
اللہ کریم کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟

ایکہ صبرت نیست از پاک و پلید
اے وہ کہ پاک ناپاک کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے

صبر چوں داری ازاں کہ آفرید
جس نے تجھے پیدا کیا ہے اسکے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟

ایکہ صبرت نیست از آب سیاہ
اے وہ کہ تیرے لئے بغیر کنہ پانی کے صبر نہیں ہے

صبر چوں داری تو از چشمہ الٰہ
اللہ تعالیٰ کے چشمے کے بغیر تو کیسے صابر ہے؟

ایکہ صبرت نیست از فرزند و زن
اے وہ کہ تجھے بال بچوں کے بغیر صبر نہیں ہے

صبر چوں داری ز حیّ ذوالمنن
حیّ ذوالمنن سے تو کیسے صبر کرتا ہے؟

اے کہ[2] منی گوئی خدا بخشد ترا
اے وہ کہ تو کہتا ہے کہ خدا تجھے بخشدے گا

آں فریب غول میداں بر ترا
اسکو چھلاوے کا فریب سمجھ، اس سے نہ بچ

کو خلیلے کو بروں آمد ز غار
کہاں ہے وہ خلیل کہ جو غار سے نکلا؟

گفت نہ ارب ہاں کو کردگار
کہا یہ خدا ہے، ہاں خدا کہاں ہے؟

من[3] نخواہم در دو عالم بنگریست
میں دونوں جہان کو نہ دیکھوں گا

تا ندانم کایں دو مجلس آن کیست
جب تک یہ نہ جان لوں کہ یہ دونوں مجلسیں کس کی ملکیت ہیں

بے تماشائی صفتہائے خدا
خدا کی صفات کو دیکھے بغیر

گر خورم ناں در گلو گیرد مرا
اگر میں روٹی کھاؤں تو میرے گلے میں پھنس جائے

چوں گوارد لقمہ بے دیدار او
اسکے دیدار کے بغیر لقمہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے؟

بے تماشائی گل و گلزار او
(اور) اس کے گل و گلزار کے بغیر دیکھے

جز بامیدِ خدا زیں آب خور
اس دنیا میں اس کے وصل کی امید کے بغیر

کہ خورد یک لقمہ الا گاؤ و خر
گاؤ اور خر کے سوا کون ایک لقمہ کھاتا ہے؟

آنکہ کالانعام بل ہم اضل
وہ کھاتے ہیں جو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ انسے بھی گمراہ

گر چہ پُر مکرست آں گندہ بغل
اگرچہ وہ گندے بڑے چالاک ہیں

---

[1] ایکہ۔ دنیا داری میں بھولا پھرتا ہے اور دین کے معاملہ میں بے عمل بلکہ صابر بنا بیٹھا ہے۔ نعم الماهدون۔ قرآن میں خدا نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ ہم اچھا فرش بچھانے والے ہیں۔ ۲۔ از ناز و نعیم دنیا کی لذتوں سے صابر نہیں ہے اس کیلئے ننگ و دو میں ہے اللہ کے معاملہ میں صبر ہے کوئی کاوش نہیں ہے۔ ۳۔ پاک و پلید۔ دنیا کی ہر اچھی بری چیز کے لئے تیار ہے اللہ جو خالق ہے اس سے بے نیازی ہے۔ حیّ ذوالمنن۔ دونوں خدا کے نام ہیں۔

[2] منی گوئی۔ بے عمل پر بندر کے طور پر کہا جاتا ہے اللہ غفور و رحیم ہے بخشدیگا مولانا فرماتے ہیں یہ شیطانی دھوکہ ہے کہ خلیلے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے غار میں سے نکلتے ہی جہاں اگلی پرستش کی جارہی تھی خدا کی مجتہدانہ شروع کردی تھی ستارے کو دیکھ کر فرمایا کیا یہ خدا ہو سکتا ہے جب وہ غروب کر گیا تو فرمایا کہ غروب کر جانے والا ستارہ خدا نہیں ہو سکتا ہے تو بتاؤ خدا کہاں ہے۔

[3] من نخواہم حضرت ابراہیم نے فرمایا میں دونوں جہان میں کسی طرف نگاہ نہ اٹھاؤنگا جب تک کہ خدا کو نہ پہچان جاؤں۔ بے تماشائی۔ پھر فرمایا خدا کی صفات کو دیکھے بغیر میں روٹی بھی نہ کھاؤں گا چوں گوارد۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب حضرت

ابراہیم کا یہ حال تھا تو ان لوگوں پر تعجب ہے جو خدا کی ذات و صفات کو پہچانے بغیر زندگی بسر کرتے ہیں جو ابراہیم خدا کی معرفت کے بغیر کھانا پینا جانوروں کا کام ہے تاکہ۔ جو لوگ خدا کی معرفت کے بغیر زندگی گذارتے ہیں ان کو قرآن نے چوپایہ جیسا بلکہ انسے بھی زیادہ گمراہ قرار دیا ہے گندہ بغل۔ وہ شخص جس کو بغل گندی بیماری ہو۔

مکر[1] او سرزیر و او سرزیر شد — روزگارش بر دو روزش دیر شد

اس کا مکر زیر، اور وہ خود ذلیل ہو گیا — اس کا زمانہ گذرا اس کا وقت ضائع ہوا

فکر کاہش کند شد عقلش خرف — عمر شد خیرے ندارد جوں الف

اس کی فکر اس کی محنت پڑ گئی اس کی عقل کمزور ہو گئی — عمر ختم ہو گئی، الف کیطرح اسکے پاس کوئی بھلائی نہیں ہے

انچہ می گوید دریں اندیشہ ام — این ہم از دستان این نفس ست ہم

وہ جو یہ کہتا ہے فکر مند ہوں — یہ بھی اس نفس کی مکاری ہے

وانچہ می گوید غفور ست و رحیم — نیست آں جز حیلہ نفس لئیم

اور جو یہ کہتا ہے (وہ) غفور اور رحیم ہے — کمینے نفس کے حیلہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے

اے[2] ز غم مردہ کہ دست از نان تہی — چوں غفور ست و رحیم این ترس چیست

تو اس غم سے مرا جاتا ہے کہ ہاتھ میں روٹی نہیں ہے — جب وہ غفور اور رحیم ہے تو یہ ڈر کیوں ہے؟

شکایت کردن پیرے پیش طبیب از رنجوریہا و جواب طبیب او را

ایک بڑھے کا ایک طبیب سے بیماریوں کی شکایت کرنا اور طبیب کا اسکو جواب دینا

گفت[3] پیرے مر طبیبے را کہ من — در زحیرم از دماغ خویشتن

ایک بوڑھے نے ایک طبیب سے کہا کہ میں — اپنے دماغ کے معاملہ میں بڑی مشکل میں ہوں

گفت از پیر ست آں ضعف دماغ — گفت در چشمم ز ظلمت ہست داغ

اس (طبیب) نے کہا یہ دماغ کی کمزوری بڑھاپے کیوجہ سے ہے — اس (بوڑھے) نے کہا میری آنکھوں میں اندھیرے کا داغ ہے

گفت از پیر ست اے شیخ قدیم — گفت پشتم درد می آرد عظیم

اس (طبیب) نے کہا اے بڑے میاں! بڑھاپے کیوجہ سے ہے — اس (بوڑھے) نے کہا میری کمر میں بہت درد ہے

گفت از پیر ست اے شیخ نزار — گفت ہر چہ می خورم نبود گوار

اس (طبیب) نے کہا اے کمزور بوڑھے! بڑھاپے کیوجہ سے ہے — اس بوڑھے نے کہا میں جو کھاتا ہوں وہ ہضم نہیں ہوتا ہے

گفت ضعف معدہ ہم از پیر ست — گفت وقت دم مرا دم گیر ست

اس (طبیب) نے کہا معدہ کی کمزوری بھی بڑھاپے کیوجہ سے ہے — اس (بوڑھے) نے کہا سانس لینے میں سانس پھولتا ہے

گفت آرے انقطاع دم بود — چوں رسد پیری دو صد علت شود

اس (طبیب) نے کہا ہاں سانس ٹوٹنے لگتا ہے — جب بڑھاپا آجاتا ہے سینکڑوں بیماریاں آجاتی ہیں

گفت کم شد شہوتم یکبارگی — گفت کز پیر ست این بیچارگی

اس (بوڑھے) نے کہا میری شہوت یکدم سے کم ہو گئی ہے — اس (طبیب) نے کہا یہ کمزوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے

---

[1] مکر اگر جس نے معرفت کے بغیر زندگی گذاری اگرچہ وہ کتنا ہی چالاک ہو لیکن اسکی مکاری اور زندگی سب تباہ ہے۔ فکر کاہش۔ یعنی اس جیسا دنیا کی بھی عقل نہ رہی پوری زندگی ختم کردی۔ اور آخرت کا کوئی توشہ حاصل نہ کیا جو الف۔ الف کو خالی کہا جاتا ہے چونکہ اس پر کوئی نقطہ نہیں لگتا ہے۔

[2] اے زغم۔ انکی صفات کا بہانہ کرکے دین کا عمل تو چھوڑتا ہے لیکن اپنے پیٹ کی فکر میں مارا مارا پھرتا ہے وہاں اس کی رزاقیت پر بھروسہ کرکے ترک عمل کیوں نہیں کرتا؟

[3] گفت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی کے نفس کی برائی ظاہر کی جاتی ہے تو نفس کو بہت برا لگتا ہے لہذا اس مرض کا علاج ضروری ہے ورنہ لاعلاج ہو جائیگا۔ زحیر بیچش۔ یہ پیچیدگی علت تاریکی۔ نزار۔ لاغر۔ کمزور۔ گوار۔ یعنی کھانا ہضم نہیں ہوتا ہے۔ دم گیری۔ سانس گھٹنا۔ انقطاع ٹوٹنا جدا ہونا۔ جوں رسد شہوت ہے یعنی پیری و صد عیب۔

699 698

گفت پایم سست شد از رہ بماند
اُس (بوڑھے) نے کہا میرے پیر سست ہو گئے ہیں چلنے سے عاجز

گفت کز پیر است دردِ کنجت[1] نشاند
اُس (طبیب) نے کہا یہ بڑھاپے کی وجہ سے گوشہ نشینی (تنہائی) ہے

گفت پشتم چوں کمانے خم دوتا[2]
اُس (بوڑھے) نے کہا کہ میری کمر کمان کی طرح دوہری ہو گئی ہے

گفت کز پیر است این رنج و عنا
اُس (طبیب) نے کہا یہ ضعف اور مشقت بڑھاپے کی وجہ سے ہے

گفت تاریک ست چشمم اے حکیم
اُس (بوڑھے) نے کہا اے حکیم! میری آنکھوں میں دھند ہے

گفت کز پیر است اے پیر علیم
اُس (طبیب) نے کہا اے بزرگ بوڑھے ہونے کی وجہ سے ہے

گفت اے احمق برین بس بدبختی
اُس (بوڑھے) نے کہا اے بیوقوف! تو اس پر جم گیا

از طبیبی تو ہمیں آموختی
طبابت سے تو نے یہی سیکھا ہے

اے مُدَمَّغ[3] عقلت این دانش نداد
اے بد دماغ! تیری عقل نے تجھے یہ سمجھ نہیں دی

کہ خدا ہر دَرد را درماں نہاد
کہ خدا نے ہر درد کا علاج رکھا ہے

تو خرِ احمق زاندک مائگی
تو کم علمی کی وجہ سے احمق گدھا ہے

برزمیں ماندی ز کوتہ پائگی
تو کوتاہ قدمی کی وجہ سے زمین پر رہ گیا ہے

پس طبیبش[4] گفت اے عمرِ تو شصت
تب طبیب نے اُس سے کہا اے ساٹھے!

این عضب و بیں خشم ہم از پیر است
یہ غصہ اور غضب بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے

چوں ہمہ اَجزاد اَعضا شد نحیف
جب سب اجزا اور اعضاء کمزور ہو گئے ہیں

خویشتن داری و صبرت شد ضعیف
تیری قوتِ ضبط اور صبر بھی کمزور ہو گئی ہے

برنتابد دو سخن زو ہے کند
دو باتوں کی بھی برداشت نہیں کرتا اُن سے لڑنے آتا ہے

تاب یک جُرعہ ندارد قے کند
ایک گھونٹ کی برداشت نہیں کرتا تو قے کر دیتا ہے

جُز مگر پیرے کہ از حق ست مست
بجز اس بوڑھے کے جو خدا کا مست ہے

در دَرونِ اُو حیاتِ طَیِّبَست
اُس کے باطن میں پاکیزہ زندگی ہے

از بروں پیرست و در باطن صبی
باہر سے بظاہر بوڑھا ہے اور حقیقت میں بچہ ہے

خود کیا نند آں ولی و آں نبی
وہ کون ہیں؟ وہ ولی اور نبی ہیں

گر نہ پیدا اند پیشِ نیک و بد
اگر وہ ہر نیک و بد کے سامنے کھلے ہوئے نہیں ہیں

چیست با ایشاں حسد را ایں حسد
(تو) کیوں کر اُن سے یہ حسد کیوں ہے؟

ور نمی دانند شاں علم الیقیں
اگر وہ اُن کو یقینی طور پر نہیں جانتے ہیں

چیست این بغض و حیل سازی و کیں
تو یہ بغض اور حیلہ سازی و کینہ کیوں ہے؟

[1] کُنج۔ گوشہ۔ دوتا۔ دوہری۔ عنا بمشقت۔ گفت تاریک۔ یعنی آنکھوں میں روشنی نہیں رہی حکیم بردبار گفت بوڑھے نے غصہ میں طبیب سے کہا بس تیرے پاس ہر بیماری کا ایک ہی جواب ہے اور طبابت میں تو نے صرف یہی سیکھا ہے

[2] تم مغ۔ بنکر۔ بد دماغ۔ ہر درد را۔ حدیث شریف میں ہے۔ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً یعنی خدا نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کے لئے علاج نہ پیدا کر دیا ہو۔ برزمین یعنی نچلا مرتبہ۔

[3] پس طبیبش۔ طبیب نے اُس بوڑھے سے کہا تیری ساٹھ کی عمر ہے جس میں آدمی سٹھیا جاتا ہے اور غصہ و غضب بڑھ جاتا ہے یہ بڑھاپے کا ہی اثر ہے، جوان میں قوتِ برداشت زیادہ ہوتی ہے۔ نحیف۔ لاغر، کمزور۔ خویشتن داری۔ اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا۔ برنتابد۔ بڑھاپے میں قوتِ برداشت کم ہو جاتی ہے۔ جُز مگر۔ جن کو روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے اُن پر بڑھاپے کے آثار نمایاں نہیں ہوتے ہیں۔ از بروں۔ اولیاء اور انبیاء کا جسم بوڑھا ہوتا ہے مگر دل جوان رہتی ہے۔ گر نہ پیدا اند۔ ناقص لوگوں کا بغض و حسد کامل لوگوں کے کمال کی دلیل ہے۔

ور[1] بدانندے جزائے رستخیز
اگر وہ قیامت کی سزا کو جانتے

چوں نہ نندے خویش بر شمشیر تیز
تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے کیوں بھڑاتے؟

بر تو می خندد بمیں او را چناں
وہ تیرے سامنے ہنستا ہے اس کو ایسا نہ سمجھ

صد قیامت در درونش نہاں
اس کے باطن میں سو قیامتیں چھپی ہوئی ہیں

دوزخ[2] و جنت ہمہ اجزائے اوست
اس کے اجزاء سب دوزخ و جنت ہیں

ہر چہ اندیشی نو آں بالائے اوست
(اس کے بارے میں) تو جو سوچے وہ اس سے بلند ہے

ہر چہ اندیشی پذیرائے فناست
تو جو سوچے وہ فنا کو قبول کرنے والا ہے

آنکہ در اندیشہ نیاید آں خداست
جو قیاس میں نہ آئے وہ خدا ہے

بر درِ ایں خانہ گستاخی زچیست
اس گھر کے دروازے پر گستاخی کیوں ہے؟

گر ہمی دانند کاندر خانہ کیست
اگر وہ جانتے ہیں کہ گھر میں کون ہے؟

ابلہاں تعظیم مسجد می کنند
بے وقوف مسجد کی تعظیم کرتے ہیں

در جفائے اہلِ دل جدّی کنند
اہلِ دل پر ظلم کے کوشاں ہیں

آں[3] مجازست ایں حقیقت اے خراں
اے گدھو! وہ مجاز ہے یہ حقیقت ہے

نیست مسجد جز درونِ سرفراں
بزرگوں کے دل کے علاوہ مسجد (اور کچھ) نہیں ہے

مسجدے کاں اندرونِ اولیاست
وہ مسجد جو اولیا کے باطن میں ہے

سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست
وہ سب کی سجدہ گاہ ہے، خدا اس میں ہے

تا دلِ مردِ خدا نامد بہ درد
جب تک مردِ خدا کے دل کو تکلیف نہیں پہنچی

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد
خدا نے کسی قوم کو رسوا نہیں کیا

قصدِ جنگِ انبیا می داشتند
انھوں نے انبیاء سے لڑائی کا ارادہ کیا

جسم دیدند آدمی پنداشتند
انھوں نے (صرف) جسم دیکھا (صرف) آدمی سمجھا

در تو ہست اخلاقِ آں پیشینیاں
تیرے اندر ان پہلی قوموں کے اخلاق ہیں

چوں نمی ترسی کہ باشی تو ہماں
تو کیوں نہیں ڈرتا کہ تو بھی ویسا ہی ہو جائیگا

عادتِ آں ناسپاساں در تو رست
تیرے اندر ان ناشکروں کی عادت پیدا ہو گئی ہے

نایدت ہر بار دلو از چہ درست
ہر بار ڈول کنوئیں سے درست نہیں نکلتا ہے

---

[1] ور بدانندے۔ اگر ملحدین کو اپنی اس سزا کا یقین ہو جائے جو قیامت میں ان کو ملے گی تو وہ کبھی اولیا و انبیا پر حسد نہ کریں اور انگور برہنہ شمشیر سمجھیں اور ان سے مڈبھیڑ نہ کریں۔ بر تو می خندد۔ بزرگوں کے ظاہری حلیہ سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے۔ انکا وجود شکرین کے تہر کا مظہر ہے۔

[2] دوزخ۔ یعنی انبیا اور اولیا کے جسم کے اجزا اللہ کی دوزخ اور بہشت کے مظہر ہیں۔ ہر چہ۔ چونکہ اولیا اور انبیا اخلاق خداوندی حاصل کر چکے ہیں لہٰذا انکے مراتب تصور سے بالاتر ہیں۔ ہر چہ اندیشی۔ جو انسانی فکر میں سما جائے وہ فانی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا ہے خدا وہی ہے جو انسانی فکر و عقل سے بالاتر ہے۔ بر درِ۔ انبیا اور اولیا سے گستاخی کرنیوالے اگر یہ جان لیں کہ ان کے باطن میں کون بس رہا ہے تو کبھی گستاخی کی جرأت نہ کریں۔ ابلہاں۔ بیوقوف مسجد کی تعظیم تو کرتے ہیں اور بزرگوں کے دل کی تعظیم نہیں کرتے جو حقیقی مسجد اور خانہ خدا ہے۔

[3] آں۔ یعنی ظاہری مسجد۔ ایں۔ یعنی نبی اور ولی کا دل اصلی خانۂ خدا ہے۔ اندرونِ اولیا۔ یعنی اولیاء اللہ کا دل۔ سجدہ گاہ۔ دل بدست آور کہ حق اکبر است از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است۔ تا دل۔ اولیا کے دل کو ستانا قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ جسم دیدند۔ یعنی ان معاندین کی نگاہ صرف اولیاء کے جسم پر ہے انکی روح انکے پیش نظر نہیں ہے۔ ورنہ ہر انسان میں ہلاک شدہ قوموں کے اخلاق موجود ہیں تو انکو ڈرنا چاہیئے کہ کہیں انکے ساتھ بھی وہ سلوک نہ ہو جو ان قوموں کیساتھ ہوا۔ عادت۔ جبکہ ہلاک شدہ قوم کی عادتیں موجود ہیں تو مطمئن نہ بننا چاہیئے اگر کسی وقت اپنے گرفت نہیں ہوتی تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ کبھی بھی گرفت نہ ہوگی۔

آں نشانیہا ہمہ چوں در تو ہست
جبکہ وہ تمام علامتیں تیرے اندر ہیں

چوں تو زایشانی کجا خواہی برست
جب تو ان میں سے ہے، کہاں بچ سکتا ہے!

قصۂ[1] کودکے کہ در پیش تابوت پدر می نالید و سخن بجوحی

ایک بچہ کا قصہ جو باپ کے جنازے کے آگے روتا تھا اور شیخ بجلی کی بات

کودکے در پیشِ تابوتِ پدر
ایک بچہ باپ کے جنازے کے آگے

زار می نالید و بر می کوفت سر
بہت روتا تھا اور سر پیٹتا تھا

کاے پدر آخر کجایت می برند
اے ابا! آخر تجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟

تا تُرا در زیرِ خاکے آورند
تاکہ تجھے مٹی کے نیچے گاڑ دیں

می برندت خانۂ تنگ و زحیر[2]
تجھے تنگ و تکلیف دہ گھر میں لے جا رہے ہیں

نے در و قالی و نے در وے حصیر
نہ اُس میں قالین ہے نہ اُس میں بوریا ہے

نے چراغے در شب و نے روزناں
نہ رات میں چراغ ہے، نہ روشندان ہیں

نے در و بوئے طعام و نے نشاں
نہ اُس میں کھانے کی خوشبو ہے اور نہ پتہ

نے درش معمور و نے سقف و بام
نہ اُس کا دروازہ درست ہے نہ چھت و بالاخانہ

نے در و بہر ضیائے سیج جام
نہ اُس میں روشنی کیلئے کوئی شیشہ کا روشندان ہے

نے در از بہر مہماں آب چاہ
نہ اُس میں مہمان کے لئے کنویں کا پانی ہے

نے یکے ہمسایہ کو باشد پناہ
نہ کوئی ہمسایہ ہے جو سہارا ہو

جسمِ[3] تو کہ بوسہ گاہِ خلق بود
تیرا بدن جو لوگوں کی بوسہ گاہ تھا

چوں شود در خانۂ کور و کبود
سیاہ رنگ گھر میں اُس کا کیا حال ہوگا؟

خانۂ بے زینہار و جائے تنگ
وہ بے پناہ گھر اور تنگ جگہ

کہ در و نے روی می ماند نہ رنگ
نہ اُس میں چہرہ باقی رہتا ہے نہ رنگ

زیں نسق اوصافِ خانہ می شمرد
اس طرح سے وہ گھر کے اوصاف گنتا تھا

وز دو دیدہ اشکِ خونی می فشرد
اور دونوں آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتا تھا

گفت جوحی با پدر اے ارجمند
شیخ بجلی نے باپ سے کہا، اے بزرگوار!

واللہ ایں را خانۂ ما می برند
خدا کی قسم اس کو ہمارے گھر لے جا رہے ہیں

گفت جوحی را پدر اَبلہ مشو
شیخ بجلی سے (اُسکے) باپ نے کہا بیوقوف نہ بن

گفت اے بابا نشانیہا شنو
اُس نے کہا اے ابا! علامتیں سن لے

[1] قصہ۔ پہلے یہ سمجھایا تھا کہ ہر انسان میں دو خصلتیں موجود ہیں جو بر بادشاہ قوموں میں تھیں لیکن وہ اسے غافل ہے۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رونے والا بچہ جو قبر کی خصوصیات بیان کر رہا تھا وہ شیخ بجلی کے گھر میں موجود تھیں۔ جوحی۔ ایک فرضی شخصیت ہے جس کی طرف ہنسی مذاق کے قصے منسوب کر دیئے جاتے ہیں جیسا کہ ہندوستان میں شیخ چلی۔ تابوتِ پدر۔ باپ کا جنازہ۔ خاکے۔ یعنی قبر کی مٹی۔

[2] زحیر۔ پیچیدہ، مشکل۔ قالین، حصیر، بوریا۔ معمور، آباد، درست۔ سقف، چھت۔ بام، بالاخانہ۔ جام، شیشہ کا روشندان۔

[3] جسم تو۔ تیرے جسم کو لوگ چومتے تھے۔ کور و کبود۔ تیرہ و تاریک۔ نسق، ترتیب۔ خانۂ مامی برند۔ وہ نے والے لڑکے نے جس قدر قبر کے اوصاف گنائے تھے وہ سب شیخ بجلی کے گھر میں پائے جاتے تھے۔

این نشانیہا کہ گفت[1] او یک بیک
یہ جو اس نے تمام نشانیاں بتائی ہیں

خانۂ ما راست بے تزویر و شک
بے شک و شبہ ہمارے گھر کی ہیں

نے حصیر و نے چراغ و نے طعام
نہ بوریا اور نہ چراغ اور نہ کھانا

نے درش معمور و نے سقف و نہ بام
نہ اس کا دروازہ درست نہ چھت اور نہ بالاخانہ

زین نمط دارند در خود صد نشاں
اسیطرح ہلاک شدہ قوموں میں اپنے اندر سو علامتیں رکھتی ہیں

لیک کے بینند آں را طاغیاں
لیکن سرکش انھیں کب دیکھتے ہیں

خانۂ آں دل کہ ماند بے ضیاء
اس دل کا خانہ جو بے نور رہے

از شعاعِ آفتاب کبریا
خدا کے آفتاب کی شعاعوں سے

تنگ و تاریک ست چون جانِ یہود
وہ یہود کے باطن کیطرح تنگ و تاریک ہے

بے نوا از ذوقِ سلطانِ وُدود
محبت کرنیوالے شہنشاہ کے ذوق سے محروم

نے دراں دل تاب نورِ آفتاب
اس دل میں نہ تو سورج کی روشنی کی چمک ہے

نے کشادِ عرصہ و نے فتحِ باب
نہ اس کی وسعت ہے اور نہ دروازہ کھلا ہے

گور خوشتر از چنیں دل مر ترا
تیرے لئے ایسے دل سے قبر بہتر ہے

آخر از گورِ دلِ خود بر تر آ
بالآخر اپنے دل کی قبر سے باہر نکل

یوسفِ[2] وقتی و خورشید سما
تو یوسف دوراں ہے اور آسمان کا سورج ہے

زیں چہ وزنداں برآور رو نما
اس کنویں اور قید خانہ سے نکل اور ظاہر ہو

یونست در بطنِ ماہی پختہ شد
تیرا یونس مچھل کے پیٹ میں پک رہا ہے

مخلصش را نیست از تسبیح بد
اس کی نجات کے لئے تسبیح کے سوا چارہ نہیں ہے

گر نبودے او مسبح بطنِ نون
اگر وہ تسبیح خواں نہ بنتے، مچھل کا پیٹ

حبس و زندانش بدے تا یبعثون
تو قیامت تک اُن کے لئے قید اور جیلخانہ ہوتا

او بہ تسبیح از تنِ ماہی بجست
انھوں نے تسبیح کے ذریعہ مچھل کے پیٹ سے نجات پائی

چیست تسبیح آیتِ روزِ اَلَست
تسبیح کیا ہے؟ اَلَست کے دن کی علامت

گر فراموشت شدآں تسبیحِ جاں
تو اگر وہ روحانی تسبیح بھول گیا ہے

بشنو ایں تسبیحہائے ماہیاں
تو مچھلیوں کی یہ تسبیح سن لے

---

[1] گفت یعنی رونے والے لڑکے نے کہا۔ زین نمط جس طرح شیخ بہائی نے قبر کی جملہ علامتوں کو اپنے گھر میں دیکھا اسیطرح ہلاک شدہ قوموں کی علامتیں ہر انسان میں موجود ہیں۔ طاغی۔ سرکش۔ طاغیاں۔ جس دل میں خدا کا نور نہ ہو وہ اللہ (تعالیٰ) کی محبت سے بے ذوق ہے۔ اس دل سے تو قبر کا گڑھا بہتر ہے۔ باہر آ۔ گور۔ اپنے دل کو اس گڑھے سے نکال خود انسان کا نام ہے۔

[2] یوسفِ وقتی۔ جس طرح مارضی طور سے حضرت یوسفؑ قید خانہ میں چلے گئے تھے اور باہر نکلے تو بھی دل کو قید خانہ سے باہر نکال۔ یونست یعنی تیری روح جو یونس کے بطن آہی یعنی جسد عنصری تسبیح حضرت یونسؑ نے نجات کیلئے تسبیح پڑھی تو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلے تو بھی تسبیح پڑھ۔ یبعثون حضرت یونسؑ کے قصہ میں ہے۔ فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون۔ یعنی اگر وہ یونس تسبیح پڑھنے والوں میں سے نہ بنجاتے تو اس دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے جبکہ لوگوں کا حشر ہوگا یعنی قیامت تک۔ آیت روز اَلَست۔ اس میں اللہ (تعالیٰ) نے روحوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تھا تو انسان کی تسبیح اور خدا کیطرف لطری میلان اس عہد اَلَست کی علامت اور نشانی ہے۔

[3] گر فراموشت شد۔ اگر کسی انسان میں عہد اَلَست کی فطرت سلیمہ باقی نہیں رہی ہے تو اولیاء اللہ سے اس کو حاصل کرلے۔ ماہیاں۔ یعنی اولیاء اللہ۔

703

ہر کہ دید اللہ را اللّٰہی ست
جس نے اللہ (تعالیٰ) کو دیکھ لیا وہ اللہ والا ہے

ایں جہاں دریاست تن ماہی روح
یہ دنیا سمندر ہے، جسم مچھلی اور روح

گر مسبح شد تو از ماہی رہید
اگر تو تسبیح خواں بنگیا، مچھلی سے نجات پا گیا

ماہیانِ[2] جاں در تنِ دریا پرند
اس دریا میں روحانی مچھلیاں بھری ہیں

بر تو خود رامی زنند آں ماہیاں
وہ مچھلیاں تجھ سے ٹکرا رہی ہیں

ماہیاں را گر نمی بینی پدید
اگر تو مچھلیوں کو واضح طور پر نہیں دیکھتا ہے

ماہیانِ جملہ روحِ بے جسد
وہ مچھلیاں بغیر جسم کے مجسم روح ہیں

صبر کردن جانِ تسبیحاتِ تست
تیری تسبیحوں کی روح صبر کرنا ہے

ہیچ تسبیحے ندارد آں درج
کوئی تسبیح وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے

صبر چوں جسرِ صراط آں سو بہشت
صبر پل صراط کی طرح ہے اس جانب بہشت ہے

تا ز لا[3] لامی گریزی وصل نیست
جب تک تو غلام سے بھاگتا ہے وصل نہیں ہے

توجہ دانی ذوقِ صبر اے شیشہ دل
اے نازک دل! تو صبر کا ذائقہ کیا جانتا ہے؟

مرد را ذوق از غزا و کر و فر
مرد کو جہاد اور شان و شوکت کا ذوق ہے

ہر کہ دید آں[1] بحر را او ماہی ست
جس نے اس سمندر کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہے

یونسِ مجبوب از نورِ صبوح
وہ یونسؑ ہے جو صبح کے نور سے محروم ہے

ورنہ در وے ہضم گشت و ناپدید
ورنہ اس میں ہضم اور ناپید ہو گیا

تو نمی بینی کہ کوری اے نژند
اے بدحال! تو نہیں دیکھتا ہے کیونکہ تو اندھا ہے

چشم بکشا تا بہ بینی شاں عیاں
آنکھ کھول تاکہ تو اُن کو نمایاں دیکھ لے

گوشِ تو تسبیح شاں آخر شنید
آخر تیرے کان نے اُن کی تسبیح تو سنی ہے

نے در ایشاں کبر و نے کین و حسد
نہ اُن میں تجبر ہے، نہ کینہ، نہ حسد

صبر کُن کانست تسبیح درست
صبر کر وہ صحیح تسبیح ہے

صبر کُن کالصبرُ مفتاحُ الفرج
صبر کر، صبر کشادگی کی کنجی ہے

ہست باہر خوب یک لا[4] لائے زشت
ہر خوبصورت کے ساتھ ایک بدصورت غلام ہے

زاں کہ لا لا راز شاہد فصل نیست
اسلئے کہ غلام کی محبوب سے جدائی نہیں ہے

خاصہ صبر از بہرِ آں نقشِ چگل
خصوصاً اُس صبر کا جو چگل کے معشوق کیلئے ہے

مرد مخنث را بود ذوق از ذکر
نامرد کو آلۂ تناسل کا ذوق ہے

---

[1] آں بحر۔ یعنی جس نے بحرِ وحدت کا مشاہدہ کر لیا وہ ماہی کہلائیگا۔ اس جہان (دنیا) کو سمندر اور جسم کو مچھلی اور روح کو یونسؑ سمجھ۔ کر تسبیح جس طرح حضرت یونسؑ نے تسبیح کی برکت سے مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی ورنہ قیامت تک اُسمیں رہتے اسی طرح تم اپنی روح کو تسبیح کے ذریعہ جسم کی مچھلی سے نجات دلاؤ ورنہ مچھلی ہضم کر لیگی۔

[2] ماہیانِ جاں۔ یعنی روحانی مچھلیاں اولیاء اللہ۔ برتو۔ اولیاء اللہ خواہشمند ہیں کہ تو اُن سے فیض حاصل کرے۔ بے جسد۔ یعنی تن پروری کے بغیر۔ صبر کردن۔ یعنی مجاہدات پر صبر کرنا۔ صبر جس طرح پل صراط سے گذر کر بہشت میں داخلہ ہوگا اسی طرح صبر سے کشادگی حاصل ہوگی۔ لا لا۔ غلام۔

[3] تا ز لا۔ صبر اور صورت غلام ہے اور کشادگی محبوب ہے کشادگی حاصل کرنے کیلئے صبر کی تلخی برداشت کرنا ضروری ہے توجہ دانی۔ واصل بحق ہونے میں صبر کی دشواریوں سے اہل اللہ لذت حاصل کرتے ہیں۔ دوسرا اس صبر کی لذتوں سے واقف نہیں ہے مرد را۔ صبر کی لذت مرد خدا جانتا ہے جس طرح کہ مرد میدان جنگ اور شان و شوکت کی لذت سمجھتا ہے نامرد ان لذتوں سے واقف نہیں ہے اُس کی لذت تو صرف خرگاہ اور اسکے لوازمات سے محدود ہے۔

704

جُزوِ ذکر نے دیں اُو و ذِکرِ اُو
اُس کا دین اور تسبیح اُو تسابیح کے سوا کچھ نہیں ہے

سُوئے اَسفل بُرد اُو را فکرِ اُو
اُس کا خیال اُس کو پستی کی طرف لے گیا

گر بَرآید[1] تا فلک از وے مپرس
اگر وہ آسمان تک چڑھ جائے اُس کی پرسش نہ کر

کو بعشقِ سِفل آموزید درس[2]
اِسلئے کہ اُس نے تو پستی کے عشق کا سبق سیکھا ہے

اُو بسوئے سِفل می راند فرس
وہ پستی کی طرف گھوڑا دوڑا رہا ہے

گرچہ سوئے عُلو جُنباند جرس
اگرچہ بلندی کی جانب گھنٹہ بجا رہا ہے

از عَلَمہائے گدایاں ترس چیست
بھیک منگوں کے جھنڈوں سے ڈرنا کیسا؟

کاں عَلَمہا لُقمہ ناں را رہبی ست
کیونکہ وہ جھنڈے روٹی کے ایک ٹکڑے کے غلام ہیں

ایں سخن ہا را نکو دریاب تو
اِن باتوں کو خوب سمجھ لے

ور نمی دانی شنو از باب تو
اگر تو نہیں جانتا ہے تو اِس سلسلہ میں بات اُن سے

ترسیدن[3] کودک از آں شخصِ صاحب جُثّہ و گفتن آں شخص
ایک بچّہ کا ایک بھاری بھرکم انسان سے ڈرنا اور اُس شخص کا کہنا

کہ اے کودک مترس کہ من نامردم و مَرد تو ئی
کہ اے بچّے تو نہ ڈر میں نامرد ہوں، تو مرد ہے

کُنگ[4] رَفتہ کودکے را یافت فرد
ایک موٹے بھاری شخص نے ایک بچّہ کو تنہا پایا

زرد شد کودک ز بیمِ قصدِ مَرد
بچّہ اُس مرد کے ارادہ کے ڈر سے زرد ہو گیا

گفت ایمن باش اے زیبا من
اُس موٹے نے کہا مطمئن رہ اے میرے حسین:

کہ تو خواہی بُود بر بالائے من
کہ تو میرے اوپر ہوگا

منّ[5] اگر ہولم مخنّث داں مرا
میں اگرچہ ہولناک ہوں مجھے ہیجڑا سمجھ

ہمچو اُشتر بر نشیں می راں مرا
اونٹ کی طرح مجھے ہانک

صورتِ مرداں و معنیٰ ایں چنیں
مردوں کی صورت، اور باطن ایسا

از بروں آدم دروں دیوِ لعیں
باہر سے آدمی اندر سے لعین شیطان

آں دُہل را مانی اے رَفت چو عاد
اے عاد کی طرح موٹے تو اُس ڈھول کیطرح ہے

کہ بر و آں شاخ را می کوفت باد
کہ جس پر ہوا شاخ کو مار رہی تھی

رُوبہے اِشکارِ خود را باد داد
لومڑی نے اپنا شکار برباد کر دیا

بہرِ طبلے ہمچو خیکے پُر زباد
اُس ڈھول کی وجہ سے جو مشک کی طرح ہوا سے پُر تھا

[1] گر برآید۔ اگر کوئی مردِ خدا نہیں ہے اور اِس بیرون کا مرد نہیں ہے تو اُس کا عروج عارضی ہے اُس پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ از علمہائے۔ نامرد کا عروج تو ایسا ہی ہے جیسے فقیروں کے جھنڈے جو صرف روٹی مانگنے کے لئے استعمال کرتے ہیں انھیں نمازیوں کے جھنڈوں سے کوئی نسبت نہیں۔

[2] ترسیدن۔ نامرد کا ظاہری دکھاوا ناقابلِ اعتبار ہے وہ محض ہیجڑے کا تن و توش ہے۔ کُنگ۔ موٹی اسکیل۔ زبیم قصدِ مرد۔ یعنی وہ لڑکا اُس موٹے بھدّے کے ارادہ سے ڈرا۔ کہ تو خواہی بود۔ یعنی مرد تو ہے اور میرے اوپر ہوگا۔

[3] منّ اگر ہولم۔ میرا بھاری بھرکم بدن ہی خوفناک ہے ہمت اور بہادری سے خالی ہوں تو میرے اوپر سوار ہو کر اونٹ کی طرح مجھے ہانک سکتا ہے۔ صورت بہت سے انسان بظاہر بہادر معلوم ہوتے ہیں لیکن اندر سے بزدل شیطان ہوتے ہیں۔ ڈھل۔ ڈھول جو کہ تندرست ہوتا ہے اور اندر سے خالی ہوتا ہے وہ درخت پر ایسی جگہ لٹکا ہوا تھا۔ جہاں ہوا اُس پر شاخ کی ضرب لگاتی تھی۔ مزید یہ کسی لومڑی نے اُس کو موٹا شکار سمجھ کر اپنا چھوٹا شکار بھی چھوڑ دیا تھا۔ مشک۔

705

چوں ندید اندر دُہل اُو فر بہی
جب اس نے ڈھول کے اندر مٹاپا نہ دیکھا

گفت تحوکے[1] بہ ازیں خیسکے تہی
بولی اس خالی مشک سے تو سو درجہ بہتر ہے

رو بہاں ترسند ز آوازِ دُہل
ڈھول کی آواز سے لومڑیاں ڈرتی ہیں

عاقلش چنداں زند کہ لاتقل
عقلمند اس کو اتنا پیٹتا ہے، کہ کچھ نہ بول

قصۂ تیر انداز و ترسیدن اُو از سوار یکہ در بیشہ می رفت

ایک تیر انداز کا قصہ اور اس کا اُس سوار سے ڈرنا جو جنگل میں جا رہا تھا

یک سوارے با سلاح و بس مہیب
ایک ہتھیار بند سوار اور بہت ہیبتناک

مے شد اندر بیشہ بر اسپے نجیب
ایک عمدہ گھوڑے پر جنگل میں جا رہا تھا

تیر انداز نے بحکم اُو را بدید
ایک قدر انداز نے اُس کو دیکھا

پس ز خوف اُو کماں را بر کشید
اُس کے ڈر سے اُس نے کمان تانی

تا زند تیرے سوارش بانگ زد
تاکہ اُس پر تیر چلا دے سوار نے اُس کو پکارا

من ضعیفم گرچہ ز فتم جسد
میں کمزور ہوں، اگرچہ میرا بدن مرتا ہے

ہاں وہاں منگر تو در زفتیِ من
خبردار خبردار! تو میرے مٹاپے کو نہ دیکھ

کم کمم در وقتِ جنگ از پیر زن
کیونکہ میں لڑائی میں بوڑھی عورت سے بھی بہت کم ہوں

گفت رو کہ نیک گفتی ورنہ نیش[2]
اُس نے کہا چلا جا، تو نے اچھا ہوا بتا دیا ورنہ تیر

بر تو می انداختم از ترسِ خویش
میں اپنے ڈر سے تجھ پر چلا دیتا

بے رجولیت چناں تیغے بمشت
بغیر بہادری کے اس طرح سے ہاتھ میں تلوار

بس کساں را کالت پیکار کشت
بہت سے لوگ ہیں جن کو جنگ کے ہتھیار نے مروایا

گر بپوشی تو سلاحِ رستماں[3]
اگر تو رستموں کے ہتھیار باندھے

رفت جانت چوں نباشی مرد آں
جب تو اُس کا اہل نہیں ہے تو تیری جان گئی

جاں بسر کن تیغ بگذار اے پسر
اے بیٹا! جان کی ڈھال بنا لے، تلوار کو چھوڑ

ہر کہ بے سر بود زیں شہ برد سر
جو بے سر تھا اُس نے اس شاہ سے سر کو بچا لیا

آں سلاحت حیلہ و مکر تو است
وہ تیرے ہتھیار تیرا حیلہ اور مکر ہیں

ہم ز تو زائید و ہم جانِ تو خست
جو تجھ سے ہی پیدا ہوئے اور تیری ہی جان کو

چوں نکردی ہیچ سودے زیں حیل
جب تو نے ان حیلوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا

ترک حیلت کن کہ پیش آید دول
حیلے چھوڑ دے، تاکہ دولتیں سامنے آئیں

---

[1] تحوکے: مشک۔ [2] نیش: تیر، ڈنک، برچھی۔ [3] رستماں: رجولیت۔ مردانگی، بہادری۔

آلۂ پیکار: وہ جنگی ہتھیار جن کو استعمال کرنے کی اس میں صلاحیت نہ تھی لہٰذا مقدر کیلئے ان کی ظاہری حالت ہی تباہی کا سبب بنے گی۔

گر بپوشی: اگر بزدل، میدان میں بہادری کے ہتھیار باندھ کر نکلتا تو بچا رہتا۔ جان سپر کن۔ دنیاداروں کے مقابلہ میں دنیاداری کے ہتھیار کو کام فریب سے مسلح نہ ہو نہیات پا جاؤ گے۔ ہم تم تو مگر و فریب کا ہتھیار خود انسان کا پیدا کردہ ہے اور خود اسی کی ہلاکت کا باعث ہے

چوں[1] یکے لحظہ نخوردی برز فن
جبکہ جیلے سے تو نے ایک لمحہ کیلئے پھل نہ کھایا

ترک فن گوئی طلب ربّ المنن
جیلے چھوڑ دے اللہ کو طلب کر

چوں مبارک نیست بر تو ایں علوم
جبکہ یہ فن تیرے لئے مبارک نہیں ہیں

خویشتن گولی کن و بگذر ز شوم
اپنے آپ کو سادہ لوح بنالے اور بدبختی سے گزر جا

چوں ملائک گوئی لا علم لنا
تو فرشتوں کیطرح کہدے ہمارے لئے علم نہیں ہے

یا الٰہی! غیر ما علّمتنا
اے خدا! سوائے اس کے جو تو نے سکھایا

حیلہ و مکر اندریں رہ سود نیست
اس راستہ میں حیلہ اور مکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے

ہر کہ شد مغرور عقل او کو دنیست
جس نے عقل پر گھمنڈ کیا وہ بے وقوف ہے

یک حکایت بشنو اے صاحب قبول
اے صاحب قبول! ایک حکایت سن لے

در بیان جہل و عقل بوالفضول
جہل اور فضول عقل کے بارے میں

قصۂ اعرابی و ریگ دے[2] جوال[3] کردن و ملامت کردن آں فیلسوف ورا

ایک بدو اور اس کے بورے میں ریت بھرنے کا قصہ اور ایک مغفلہ کا اس کو ملامت کرنا

یک عرابی بار کردہ اشترے
ایک بدو اونٹ پر لادے ہوئے

یک جوالے رفت از دانہ بُرے
گیہوں کے دانوں کا ایک موٹا بورا لے جا رہا تھا،

یک جوالِ دیگرش از ریگ پُر
ویسا ایک بورا ریت سے بھرا ہوا

ہر دو را او بار کردہ بر شتر
دونوں کو اس نے اونٹ پر لادا

اُفتادہ بر سرِ ہر دو جوال
وہ دونوں بوروں پر بیٹھ گیا

یک حدیث انداز کرد او را سوال
ایک سوال کرنے والے نے اس سے سوال کیا

از وطن[4] پرسید و آوردش بگفت
اس کا وطن پوچھا اور اسکو گو کیا

وندراں پرسش بسے دُرہا بسفت
اور اس سوال میں بہت سے موتی پروتے

بعد ازاں گفتش کہ ایں ہر دو جوال
اس کے بعد اس سے کہا کہ ان دونوں بوروں میں

چیست آگندہ بگو مصدوق حال
کیا بھرا ہوا ہے؟ سچ کہنا

گفت اندیک جوالم گندم ست
اس نے کہا میرے ایک بورے میں گیہوں ہیں

در دگر ریگے نہ قوتِ مردم ست
دوسرے میں ریت ہے انسانوں کی خوراک نہیں ہے

گفت تو چوں بار کردی ایں وبال
اس نے کہا تو نے یہ ریت کیوں لادا ہے؟

گفت تا تنہا نماند آں جوال
اس نے کہا تاکہ یہ دوسرا بورا اکیلا نہ رہے

---

[1] چوں یکے لحظہ۔ انسان کی مکاری ایک منٹ کے لئے بھی انسان کے لئے مفید نہیں ہے۔ رب العلمین اللہ تعالیٰ۔ ایں علوم۔ یعنی دنیا طلبی کے مکر و فریب۔ شوم۔ بیوقوف۔ شوم۔ یعنی مکر و فریب۔ اندریں رہ۔ دین اور آخرت کے معاملہ میں محض عقل سے رہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی ہے، بیکار عقل سے جہل بہتر ہے۔ آئندہ مولانا جو قصہ نقل فرما رہے ہیں اس کا خلاصہ یہی ہے۔

[2] جوال۔ بورا۔ اگون جس میں سامان بھر کر چوپایوں پر لادا جاتا ہے۔ فیلسوف۔ حکیم، دانا۔

[3] بُر۔ گیہوں۔ ریگ۔ ریت۔

[4] حدیث انداز۔ بات کو شروع کرنے والا۔

[5] از وطن۔ یعنی اس بدو سے اس کا وطن دریافت کیا۔ آوردش بگفت۔ اس کو ہمکلام بنایا۔ وندراں۔ یعنی یہ باتیں بہت بہتر انداز سے کیں۔ مصدوق۔ سچی بات کرنے والا۔ قوت۔ سد رمق، خوراک۔ وبال۔ ریت۔ تنہا نماند۔ دو برابر کے بورے لادے جاتے ہیں تاکہ توازن قائم رہے۔

707

گفت[1] نیم گندم آں تنگ را — در دگر ریز از پئے پاسنگ را
اُس نے کہا اِس بورے کے آدھے گیہوں — توازن کے لئے دوسرے بورے میں کرلے

تا بسنگ گردد جُوال و ہم شتر — گفت شاباش اے حکیم و اہل و حُر
تاکہ بورے اور اونٹ ہلکے ہو جائیں — اُس نے کہا اے دانا اور اہل اور شریف تجھے شاباش ہے

ایں چنیں فکرِ دقیق و رائے خوب — تو چنیں عُریاں پیادہ در لغوب
ایسی لطیف سمجھ اور بہتر رائے — تو ننگا اور پاپیادہ تھکن میں ہے

رحمتش[2] آمد بر حکیم و عزم کرد — کش برا شتر بر نشاند نیک مرد
دانا پر اُس کو ترس آگیا اور اُس نے ارادہ کر لیا — کہ وہ اُس بھلے آدمی کو اونٹ پر بٹھالے

باز گفتش اے حکیمِ خوش سخن — شمّہ از حالِ خود ہم شرح کُن
پھر اُس نے اُس سے کہا اے شیریں کلام دانا! — کچھ اپنی حالت کی تفصیل بھی بتا

ایں چنیں عقل و کفایت کہ تراست — تو وزیری یا شہی بر گوئی راست
ایسی عقل اور درایت جو تجھے (حاصل) ہے — سچ بتا تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے؟

گفت ایں ہر دو نیم از عامہ ام — بنگر اندر حال و اندر جامہ ام
اُس نے کہا میں دونوں نہیں ہوں عوام میں سے ہوں — میری حالت اور میرا لباس دیکھ لے

گفت اشتر چند داری چند گاؤ — گفت نے این و نہ آں مارا مگاؤ
اُس نے کہا تیرے پاس کتنے اونٹ اور کتنی گائیں ہیں — کہا نہ یہ ہے نہ وہ ہے ہمیں (زیادہ) نہ کرید

گفت رختت چیست بارے در دکاں — گفت مارا کُو دکان و کُو مکاں
اُس نے کہا ہاں تو تیری دکان میں کیا سامان ہے؟ — کہا ہماری دکان کہاں ہے اور ہمارا مکان کہاں ہے؟

نیست قُوت و نے رُخوت[3] و نے قماش — نے متاع و نیست مطبخ نیست آش
نہ کھانا ہے اور نہ لباس اور نہ اسباب — نہ گذارا ہے اور نہ مطبخ، نہ دلیا

گفت پس از تقدیر سم نقد چند — کہ توئی تنہا رو و محبوب پسند
اُسنے کہا تو میں نقد کے بارے میں (پوچھتا ہوں کتنا) — کیونکہ تو اکیلا چل رہا ہے اور پیاری نیست کرنے والا ہے

کیمیائے مسِ عالم با تو است — عقل و دانش را گہر تو بر تو است
دنیا کے تانبے کی کیمیا تیرے پاس ہے — عقل اور سمجھ کے موتی تہ بر تہ ہیں

گنجہا بنہادہ باشی بر مکاں — نیست عاقل تر ز تو کس در جہاں
مکان پر تو نے خزانے جمع کر رکھے ہوں گے — تجھ سے زیادہ عقلمند دنیا میں کوئی نہیں ہے

[1] گفت۔ اُس عقلمند نے کہا، بجائے اِس کے کہ دوسرے بورے میں ریت بھر کر توازن قائم کیا جائے یہ کرے کہ اِس بورے کا آدھا گیہوں دوسرے بورے میں بھرے توازن ہو جائیگا اور بوجھ بھی ہلکا ہو جائیگا۔ شاباش۔ بندو کی عقل میں یہ ترکیب نہ آئی تھی بہت خوش ہوا اور اُس کی تعریف کرنے لگا۔ تو چنیں۔ پھر بندو نے کہا اِس عقل و ذہانت کے باوجود تو ننگا اور پیادہ کیوں ہے۔ لغوب۔ تھکن۔

[2] رحمتش۔ بندو کو اُس دانا پر۔ اس آیا۔ ترس۔ یعنی بندو نے اُس سے کہا، اپنے کچھ احوال بتا۔ کفایت۔ یعنی بڑے کاموں کو تنہا انجام دینے کی صلاحیت۔ وزیری۔ یعنی تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے اِس عقل کیساتھ یہی قرینہ ہے۔ مگاؤ۔ کھود کرید نہ کر۔ رختت۔ یعنی اگر بادشاہ اور وزیر نہیں ہے تو تاجر ہوگا۔

[3] رُخوت۔ رخت کی جمع، لباس۔ آش۔ ہر پکا کھانا، کھانا۔ کیمیا۔ یعنی عقل و دانش۔ گنجہا۔ تو نے اپنی عقل و دانش سے بہت کچھ کمایا ہوگا۔

708

گفت واللہ نیست یا وجہ العرب[1]
اس سے کہا خدا کی قسم اے عرب کے سردار نہیں ہے

در ہمہ ملکم وجوہ قوت شب
میری ساری ملکیت میں رات کا گذارا

پا برہنہ تن برہنہ می رَوم
ننگے پیر ننگے بدن گھومتا ہوں

ہر کہ نانے می دہد آنجا رَوم
جو روٹی دے دیتا ہے وہاں چلا جاتا ہوں

مر مرا زیں حکمت و فضل و ہنر
مجھے اس دانائی اور فضیلت اور ہنر سے

نیست حاصل جز خیال و دردِ سر
سوائے خیال اور دردِ سر کے کچھ حاصل نہیں ہے

پس عرب گفتش کہ شو دُور از برم
تو عرب نے اس سے کہا میرے پاس سے دُور ہو

تا نہ بارد شومیِ تو بر سرم
تاکہ تیری بدبختی میرے سر پر نہ برس پڑے

دُور برآں حکمتِ شومت زمَن
اپنی منحوس دانائی کو مجھ سے دُور لے جا

نطقِ تو شوم ست بر اہلِ زمَن
زمانہ والوں پر تیری باتیں بھی بدبختی ہیں

یا تو آں[2] سُو رو من ایں سُو می رَوم
یا تو اُدھر جا اور میں اِدھر جاؤں

ور ترا رہ پیش من واپس شوم
اور اگر تجھے آگے جانا ہے تو میں واپس ہوتا ہوں

یک جوالم گندم و دیگر ز ریگ
میرا ایک گیہوں کا بورا اور دوسرا ریت کا

بہ بود زیں حیلہائے مُردہ ریگ
ان ذلیل تدبیروں سے بہت اچھا ہے

کیں جُوال گندم و ریگم یقیں
کیونکہ میرے گیہوں اور ریت کا بورا یقیناً

بہ بُود زاں حکمتِ تو اے مہیں
اے ذلیل! تیری دانائی سے بہتر ہوگا

احمقی ام بس مبارک احمقی ست
میری بیوقوفی بہت مبارک بیوقوفی ہے

کہ دلم با برگ و جانم متقی ست
کہ میرا دل ساعت بساز و سامان سے اور جان پرہیزگار ہے

گر تو خواہی[3] ایں شقاوت کم شود
اگر تو چاہتا ہے کہ یہ بدبختی کم ہو جائے

جہد کُن تا از تو حکمت کم شود
تو کوشش کر کہ تیری دانائی کم ہو جائے

حکمتے کز طبع زاید و ز خیال
وہ دانائی جو خیال اور طبیعت سے پیدا ہو

حکمتے بے فیضِ نورِ ذوالجلال
وہ دانائی جو اللہ تعالیٰ کے نور سے بے فیض ہو

حکمتِ دنیا فزاید ظن و شک
دنیا کی سمجھ ظن اور شک بڑھاتی ہے

حکمتِ دینی بَرد فوقِ فلک
دین کی سمجھ آسمان پر لے جاتی ہے

رُوبہاں زیرک آخر زماں
آخری زمانہ کی چالاک لومڑیوں نے

برفزودہ خویش بر شیرانیاں
اپنے آپ کو شیروں سے بڑھا رکھا ہے

[1] وجہ العرب۔ عرب کے سردار۔ وجوہ۔ گذارے کا سامان۔ پا برہنہ ننگے پیر اور ننگے بدن مارا مارا پھرتا ہوں جدھر روٹی کی اُمید ہوتی ہے اُدھر چلا جاتا ہوں۔ جز۔ پہلو۔ شومی۔ اس فعل کے ہوتے ہوئے اتنا افلاس بدبختی کی دلیل ہے۔ دور بر۔ دور لیجا۔

[2] یا تو آں سو۔ جدھر تو جائے میں اُدھر نہ جاؤں گا۔ غرضیکہ تیرا ساتھ مجھے گوارا نہیں ہے۔ یک جوالم۔ یعنی میری وہ بیوقوفی تیری اس عقلمندی سے بدرجہا بہتر ہے۔ مُردہ ریگ۔ ناکارہ۔ مہین۔ ذلیل۔ متقی۔ یعنی معاصی سے بچنے والی۔

[3] گر تو خواہی۔ تیری یہ عقل و دانائی ہی بدبختی کا سبب ہے تو اپنی دانائی کو کم کر لے تاکہ بدبختی کم ہو جائے۔ حکمتے۔ یعنی وہ چالاکی اور دانائی جو طبعزاد ہو اور اللہ کے نور سے بے فیض ہو وہی بدبختی کا سبب بنتی ہے حکمتِ دینی۔ دین کی فطانت اور سمجھ انسان کے عروج کا سبب ہے۔

رُوبہاں۔ یعنی یہ فلاسفہ جو محض اپنے عقلی تخمینوں کی وجہ سے متقدمین کی تخطیہ کرتے ہیں۔

709 708

روئے نہانِ زیرکِ صاحب کمال
صاحبِ کمال، چالاک لومڑیوں نے

برفزودہ خویش را از اصحابِ حال[1]
اصحابِ حال پر اپنے آپ کو بڑھا رکھا ہے

حیلہ آموزاں جگرہا سوختہ
حیلہ بازوں نے، جگر جلا کر

حیلہا و مکرہا آموختہ
حیلے اور مکر سیکھے ہیں

صبر و ایثار و سخائے نفس و جود
صبر اور ایثار اور نفس کی سخاوت اور بخشش

بادِ دادہ کاں بود اکسیرِ سود
کو برباد کر دیا جو نفع کی اکسیر ہوتی ہے

فکر آں باشد کہ بگشاید رہے
سمجھ تو وہ ہے جس سے راستہ کھلے

راہ آں باشد کہ پیش آید شہے
راستہ وہ ہے کہ کوئی شاہ سامنے آئے

شاہ[2] آں باشد کہ از خود شہ بود
شاہ وہ ہوتا ہے جو خود شاہ ہو

نے بمخزنہا و لشکر شہ بود
نہ خزانوں اور لشکر کی وجہ سے شاہ ہو

تا بماند شاہیِ او سرمدی
تاکہ اُس کی شاہی ابدی رہے

ہمچو عز و ملکِ دینِ احمدی
جیسے دینِ احمدی کی بادشاہی اور عزت

تا قیامت نیست شرعش را زوال
قیامت تک اُن کی شریعت کو زوال نہیں ہے

گشتہ دور از ملکِ او عینُ الکمال
لغزیدہ اُن کی سلطنت سے دور ہے

کراماتِ سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ بر لبِ دریا

دریا کے کنارے پر سلطان ابراہیم ابن ادہمؒ کی کرامات

ہم ز ابراہیم ادہمؒ آمدست
ابراہیم (ابن) ادہمؒ کے بارے میں منقول ہے

کو ز راہے بر لبِ دریا نشست
کہ وہ ایک راستہ پر ایک دریا کے کنارے بیٹھے تھے

دلقِ خود می دوخت آں سلطانِ جاں
وہ روحانی بادشاہ اپنی گدڑی سی رہے تھے

یک امیرے آمد آنجا ناگہاں
اچانک اُس جگہ ایک سردار آ گیا

آں امیر از بندگانِ شیخ بود
وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا

شیخ را بشناخت سجدہ کرد زود
اُس نے شیخ کو پہچان لیا بہت جلد سجدہ کیا

شکلِ دیگر گشت خلق و خلقِ او
اُس کی جسمانی اور اخلاقی حالت بدل گئی

خیرہ شد در شیخ و اندر دلقِ او
شیخ اور اُن کی گدڑی کے بارے میں حیران ہو گیا

کور باد آنچناں ملکِ شگرف
کہ انھوں نے ایسی عجیب سلطنت چھوڑ دی

برگزید ایں فقر و بس باریک حرف
اس فقیری کو اختیار کر لیا جو بہت باریک حرف ہے

[1] اصحابِ حال: یہ لوگ حالات کا مشاہدہ کرتے ہیں محض علم و تحقیق سے کام نہیں لیتے ہیں، حیلہ آموزاں: بعض دنیا کمانے کے حیلے اور تدبیریں بھی جگر سوزی سے حاصل کی ہیں۔ صبر و ایثار: علوم خداوندی سے اخلاقِ حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ اصل فائدہ ہیں جس کو آپ نے برباد کر دیا ہے۔ فکر: دنیوی معاش کی تدبیر اور فکر بے حقیقت ہے تدبیر اور فکر تو وہ ہے جس سے کسی مطیع کی طرف راہ نمودار ہو جو حقیقی شاہ ہے

[2] شاہ: دنیوی بادشاہ تو لشکر اور خزانہ کے ذریعہ شاہی کرتے ہیں شیخ وہ شاہ ہے جس کو اپنی شاہی کے لئے ان چیزوں کی ضرورت نہیں، تا بماند شیخ کی شاہی لازوال ہے جیسا کہ دینِ احمدی کی عزت اور سلطنت لازوال ہے۔ گشتہ: اسکو نظر بد نہیں لگ سکتی۔ کرامات: اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ کی بادشاہت دنیاوی شاہوں سے بڑھ کر ہے۔ ابراہیم یعنی ادہم کے بیٹے ایک دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی پھٹی ہوئی گدڑی سی رہے تھے۔

[3] سلطانِ جاں: یعنی روحانی شاہ۔ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ امیر سردار سجدہ کرو: تعظیمی سجدہ جس کا بادشاہوں کے دربار میں رواج تھا جو شرعی اعتبار سے ناجائز ہے۔ خیرہ شد: اس نے اس سے پہلے حضرت ابراہیمؒ کا شاہی ٹھاٹ باٹ دیکھا تھا تو

709
715

ترک کرد اُو مُلکِ ہفت اقلیم[1] را
اُنھوں نے ساتوں اقلیم کی سلطنت کو چھوڑ دیا

مُلکِ ہفت اقلیم ضائع می کُند
ساتوں اقلیم کی سلطنت کو برباد کر رہے ہیں

شیخ واقف گشت از اندیشہ اش
اُس کے اِس خیال سے شیخ آگاہ ہو گئے

چوں رجا و خوف در دلہا رواں
دلوں میں امید اور ڈر کی طرح رواں ہے

دل نگہدارید اے بے حاصلاں
اے غفلتو! دل کی حفاظت رکھو

پیشِ اہلِ تن ادب بر ظاہر ست
اہلِ ظاہر کے سامنے ظاہری ادب ضروری ہے

پیشِ اہلِ دل ادب بر باطن ست
اہلِ دل کے سامنے باطنی ادب ضروری ہے

تو لعکسے[2] پیشِ کوراں بہرِ جاہ
تو بالعکس اندھوں کے سامنے رُتبہ کی خاطر

پیشِ بیناياں کُنی ترکِ ادب
بینائیوں کے سامنے تو ادب کو ترک کر دیتا ہے

چوں[3] نداری فطنت و نورِ ہُدیٰ
چونکہ تو سمجھ اور ہدایت کا نور نہیں رکھتا ہے

پیشِ بیناياں حدث بر روئے مال
بینائیوں کے سامنے چہرے پر بلیدی مل لے

شیخ سوزن زود در دریا فگند
شیخ نے فوراً سوئی دریا میں پھینک دی

می زند بر دلق سوزن چوں گدا[4]
فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں

چوں گدا بر دلق سوزن می زند
فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں

شیخ چوں تیر ست و دلہا بیشہ اش
شیخ خیر کی طرح ہے اور دل اُسکے جنگل ہیں

نیست مخفی بر وے اسرارِ نہاں
اُس پر چھپے ہوئے راز پوشیدہ نہیں ہیں

در حضورِ حضرتِ صاحب دلاں
اہلِ دل کی مجلس کی حاضری میں

کہ خدا ز ایشاں نہاں را سار تر ست
کیونکہ خدا اُن سے رازوں کو پوشیدہ رکھنے والا ہے

زانکہ دل شاں بر سرائرِ قاطن ست
کیونکہ اُن کا دل باطنی احوال پر مطلع ہونے والا ہے

با حضور آئی نشینی پائگاہ
حضور (دل) کے ساتھ آتا ہے اور بالکل جگہ بیٹھتا ہے

نارِ شہوت را ازاں گشتی حطب
اِسی لئے تو شہوت کی آگ کا ایندھن بنا ہے

بہرِ کوراں روی را میزن جلا
اندھوں کے لئے چہرے کو اُجلا مت رکھ

ناز کم کُن با چنیں گندیدہ حال
اِس گندی حالت پر فخر نہ کر

خواست سوزن را بآوازِ بلند
(پھر) زور سے سوئی مانگی

فخر نہیں ہے بیشک۔ چونکہ اُس امیر نے روحانی شاہی کو کتنا سمجھا تھا لہٰذا اُنکی اصلاح کے لئے یہ کرامت دکھائی کہ اپنی سوئی اُس دریا میں پھینک دی جس کے کنارے بیٹھے تھے اور پھر بآوازِ بلند اُس سوئی کو مانگا۔

---

[1] ہفت اقلیم۔ حضرت ابراہیمؑ نے بہت بڑی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی تھی۔ شیخ واقف گشت بزرگان دین لوگوں کے قلبی رسائل کو جان جاتے ہیں وہ بغیر اظہار خیر کے ہیں اور لوگوں کے قلوب انکی نگاہ میں۔ جس طرح اُمید و بیم قلب میں سرایت کرتے ہیں اسی طرح شیخ بھی لوگوں کے قلوب میں رواں دواں رہتے ہیں اور چھپے ہوئے وسوسوں کو جان جاتے ہیں۔ ملی نگہدارید بزرگوں کے سامنے جا کر دل میں بُرے وسوسے نہ لانے چاہئیں بے حاصل۔ وہ شخص جس کو روحانی دولت نہیں ملی۔

اہلِ تن۔ جو اصحاب ظاہر ہیں اُنکے سامنے تو ظاہر کو مؤدب رکھنا ضروری ہے اہلِ باطن کے سامنے باطن کو مؤدب رکھنا ضروری ہے۔ تا طن بفہم ما لکن۔

[2] تو لعکسے۔ لیکن عموماً لوگ اسکے بالعکس معاملہ کرتے ہیں ظاہری شاہوں کے سامنے اخلاص سے جاتے ہیں اور بزرگوں کی مجلس میں فاسد خیالات لیکر جاتے ہیں۔ کوراں۔ یعنی باطن کے اندھے۔ بیناياں۔ وہ شیوخ جنکو باطنی بصیرت حاصل ہے جذب۔ ایندھن۔

[3] چوں نداری اگر تو کور باطن ہے تو کور باطنوں کی مجلس میں مُنہ کو پُر رونق بنا کر جا پیشِ بیناياں۔ اگر تو کور باطن ہے تو بزرگوں کے سامنے مُنہ برابر قدرتی لگا کر جا۔ تا زکم کُن۔ لیکن یہ تیری حالت تیرے لئے باعث

711 710

صد[1] ہزاراں ماہیِ اَللّٰہیے — سوزنِ زر برلبِ ہر ماہیے

لاکھوں خدائی مچھلیاں — ہر مچھلی ہونٹوں میں سونے کی سوئی دبائے ہوئے

سوزنِ زرّیں دراں دندانِ او — کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے ہُو

سونے کی سوئی اُس کے دانتوں میں — کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے

سر برآور دند از دریائے حق — کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے حق

اللہ (تعالیٰ) کے دریا سے اُنھوں نے سر اُبھارا — کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے

گفت الٰہی سوزنِ خود خواستم — وادہ از فضلت نشانِ راستم

اُس شیخ نے کہا میرے خدا میں نے اپنی سوئی مانگی ہے — اپنی مہربانی سے مجھے ٹھیک نشانی دکھادے

ماہیے دیگر برآمد در زماں — سوزنِ اُو را گرفتہ در دہاں

فوراً ایک دوسری مچھلی برآمد ہوئی — اُن کی سوئی مُنھ میں لئے ہوئے

رُو بدو کرد و بگفتش اے امیر — مُلکِ دل بہ یا چناں مُلکِ حقیر

اُسکی طرف رُخ کیا اور کہا، اے سردار! — دل کی بادشاہی ایسی ہے یا وہ حقیر سلطنت

ایں نشانِ ظاہرست ایں ہیچ نیست — باطنے جوی و بظاہر بر مایست

یہ ظاہر کی نشانی ہے اور یہ کچھ نہیں ہے — باطن کی جستجو کر اور ظاہر پر نہ ٹھہر

سوئے[2] شہر از باغ شاخے آورند — باغ و بستاں را کجا آنجا برند

شہر کیجانب باغ سے ایک شاخ لاتے ہیں — باغ اور بستان کو وہاں کہاں لے جاتے ہیں

خاصہ باغے کاں فلک یک برگِ اُو — بلکہ آں مغزست و ایں عالم چو پوست

خصوصاً وہ باغ کہ یہ آسمان اُسکا ایک پتہ ہے — بلکہ وہ گودا ہے اور یہ عالم چھلکے کی طرح ہے

برنمیداری سوئے آں باغ گام — بوئی افزوں جوی و کن دفعِ زکام

(اگر) تو اُس باغ کی طرف قدم نہیں اُٹھاتا ہے — تو بڑھی ہوئی خوشبو کی جستجو کر اور زکام کو دفع کر

تا کہ آں[3] بُو جاذبِ جانت شود — تا کہ آں بُو نورِ چشمانت شود

تاکہ وہ خوشبو تیری رُوح کی کشش کا سبب بنجائے — تاکہ وہ خوشبو تیری آنکھوں کا نور بن جائے

تا کہ آں بُو سوئے بستانت کشد — وانماید مر ترا راہِ رشد

تاکہ وہ خوشبو تجھے باغ کی طرف کھینچے — تیرے لئے ہدایت کا راستہ نمودار کردے

چشمِ نابینات را بینا کند — سینہ ات را سینۂ سینا کند

تیری (اندھی) آنکھوں کو بینا بنادے — تیرے سینے کو (کوہ) سینا کا سینہ بنادے

[1] صد ہزاراں۔ لاکھوں مچھلیاں سونے کی سوئیاں ہونٹوں میں دبائے دریا سے نمودار ہوگئیں۔ گفت شیخ ابراہیمؑ نے فرمایا اے خدا میں تو صرف اپنی سوئی چاہتا ہوں وہ عطا کرکے اپنی مہر کی سچی نشانی ظاہر فرمادے۔ ماہیے دیگر۔ ان مچھلیوں کے علاوہ ایک اور مچھلی نمودار ہوئی جس کے مُنھ میں شیخ کی سوئی تھی۔ رُو بدو کرد۔ تب شیخ ابراہیمؑ نے اُس سردار سے کہا۔ ایں۔ یعنی دنیوی شاہی۔ باطنے جو۔ یعنی روحانی شاہی کا طالب بن۔ ظاہری شاہی پر اکتفا نہ کر۔

[2] سوئے شہر۔ دنیا کی مثال ایک شہر کی سی ہے اور عالمِ غیب ایک باغ ہے جس کا تھوڑا سا حصہ اس دنیا میں دکھادیا گیا ہے۔ باغ میں سے پھل اور دار شاخیں شہر میں لائی جاتی ہیں۔ خاصہ باغے۔ بلکہ دنیا کا آسمان بھی اُس باغ کا ایک پتہ ہے۔ بلکہ۔ عالمِ غیب مغز ہے اور عالمِ شہود اُس کا چھلکا ہے۔

[3] برنمیداری۔ عالمِ غیب کے باغ میں اگر قدم نہیں پہنچتا ہے تو اُس کی خوشبو حاصل کرلیجائے اور اس زکام کو دفع کیا جائے جو خواہش نفسانی کی وجہ سے قوتِ شامہ پر طاری ہوگیا ہے۔

[4] تا کہ آں بُو۔ جب عالمِ غیب کی خوشبو سونگھے گا تو روح عالمِ غیب کی طرف کھنچے گی اور وہ خوشبو آنکھوں کیلئے نورِ بصیرت بنجائیگی اور عالمِ غیب کے راہ نمودار ہوجائیگی۔

712

گفت[1] یوسفؑ ابن یعقوبِ نبی — بہر بُو اَلقُوا عَلیٰ وَجہِ اَبِی

(حضرت) یعقوبؑ نبی کے بیٹے (حضرت) یوسفؑ نے فرمایا — خوشبو کے لئے میرے باپ کے چہرے پر ڈالدو

بہر ایں بُو گفت احمدؐ در عظات — وَاَیمَا قُرَّۃُ عَینِی فِی الصَّلٰوۃ

اسی خوشبو کیلئے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وعظوں میں فرمایا — ہمیشہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے

پنج[2] حِس در ہمدگر پیوستہ اند — رستہ ایں ہر پنج از اصلِ بلند

پانچوں حواس ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں — ایک بلند جڑ سے یہ پانچوں آگے ہیں

قوتِ یک قوتِ باقی شود — مابقی را ہر یکے ساقی بود

ایک کی خوراک بقیہ کے لئے قوت بن جاتی ہے — باقی میں سے ہر ایک کو سیراب کرنے والی ہو جاتی ہے

دیدنِ دیدہ فزاید عشق را — عشق در دیدہ فزاید صدق را

آنکھ کا دیکھنا عشق کو بڑھاتا ہے — عشق آنکھوں میں صدق کو بڑھاتا ہے

صدق[3] بیداریِ ہر حِس می شود — حِس ہا را ذوق مُونِس می شود

صدق، ہر حِس کی بیداری بن جاتا ہے — حواس کے لئے ذوق دوست بن جاتا ہے

آغاز منوّر شدنِ حواس عارف بنورِ غیب بین

غیب کو دیکھنے والے نور سے عارف کے حواس کے باخبر ہونے کا آغاز

چوں یکے حِس در رَوِش بکشاد بند — مابقی حِس ہا ہمہ مُبدَل شوند

جب ایک حس نے رفتار میں بندش کو کھول دیا — باقی حواس سب بدل جاتے ہیں

چوں یکے حِس غیرِ محسُوسات دید — گشت غیبے بر ہمہ حِس ہا پدید

جب ایک حس نے غیر محسوس کو دیکھا — تو غیب ہر حس پر ظاہر ہو جاتا ہے

چوں زِ جُو جَست از گلہ یک گوسفند — پس بپایے جملہ زانسُو بر جہند

جب ریوڑ میں سے ایک بکری نہر کو کود جائے — تو سب پیچھے اس جانب کود جاتی ہیں

گوسفندانِ حواست را بداں — در چرا از اَخرَجَ المَرعیٰ چراں

تو اپنے حواس کی بکریوں کو جانے — اَخرَجَ المَرعیٰ کی چراگاہ میں چرا

ہوا تو اس سے دیگر حواس متاثر ہو جاتے ہیں اور محسوس سے محبوب کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ چوں یکے حِس۔ جب ایک لطیفہ سوانح کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے تو بقیہ لطائف میں بھی تبدیلی آنے لگتی ہے۔ غیر محسوسات۔ ایک لطیفہ کو عالم غیب کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے تو بقیہ لطائف بھی عالم غیب کا ادراک شروع کر دیتے ہیں۔ چوں زِ جُو۔ ایک لطیفہ سے دوسرے لطائف کو آزادی حاصل کرنے کی مثال ہے کہ نہر میں سے ایک بکری اگر نہر میں کود جاتی ہے تو بقیہ بکریاں بھی نہر کو کود جاتی ہیں۔ گوسفندانِ۔ سالک کو چاہیئے کہ اپنے لطائف کی بکریوں کو عالم غیب کی چراگاہ میں چرائے اور لطائف کیلئے اس عالم سے ہر اس معارف کی غذا حاصل کرے۔ اَخرَجَ المَرعیٰ۔ اس خدا نے چراگاہ پیدا فرمائی وہ ہمیں عالم غیب کی چراگاہ سے غذا دیتا ہے۔

---

[1] گفت یوسفؑ جبکہ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کے فراق میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ذریعہ اپنی قمیص بھیجی تھی اور کہا تھا کہ اس کو حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر ڈالدینا اسوقت آپ نے اس قمیص میں وہی عالم غیب کی خوشبو پائی جس کے اثر سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ بہر ایں۔ یہی عالم غیب کی خوشبو تھی جو آنحضورؐ کو نماز کی حالت میں محسوس ہوتی تھی جس کی وجہ سے آنحضورؐ نے فرمایا میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے

[2] پنج حِس۔ یعنی لطائف ستہ قلب، روح، نفس، سر، خفی، اخفیٰ۔ چونکہ بعض صاحبان نے نفس کو روح کے تابع مانا ہے اسلئے ان کو پانچ کہدیا ہے اگر سالک ایک لطیفے کو مصفّیٰ بنا لیتا ہے تو دوسرے لطائف بھی تصفیہ قبول کر لیتے ہیں اگر ایک کو غذا حاصل ہوتی ہے تو بقیہ لطائف کے لئے بھی وہ قوت کا سبب بن جاتی ہے مثلاً لطیفہ قلب کو ذکر کی غذا حاصل ہوتی ہے تو یہ دوسرے لطائف کے لئے باعث تقویت ہے۔ دیدن دیدہ۔ ایک لطیفہ کے تاثر سے دوسرے لطائف کے تاثر ہونے کی مثال ہے۔ آنکھ متاثر ہوتی ہے تو اس سے دل متاثر ہو جاتا ہے اور اس میں کیفیت عشق پیدا ہو جاتی ہے جس سے صدق اور اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔

[3] صدق۔ عشق سے اخلاص پیدا

713

تا در آنجا سنبل و ریحاں چرند
تاکہ وہاں وہ سنبل و ریحان چریں

تا بہ گلزارِ حقائق[1] رہ برند
تاکہ حقیقتوں کے چمن کی طرف راستہ پائیں

ہر حسِ پیغمبر حسِ ہا شود
تیری ہر حس (باقی حواس) کے لئے پیغامبر بنجائے

تا یکایک سوئے آں جنت رود
تاکہ فوراً اس جنت کی طرف چل جائے

حسِ ہا با حسِ تو گویند راز
حواس تیری حس سے راز کہہ دیں گے

بے حقیقت بے زبان و بے مجاز
بغیر حقیقت و مجاز کے بغیر زبان اور

کیں حقیقت قابلِ تاویلہاست
کیونکہ یہ حقیقت تاویلوں کے قابل ہے

ویں توہم مایۂ تخییلہاست
اور یہ توہم خیالات کا سرمایہ ہے

آں حقیقت را کہ باشد از عیاں
وہ حقیقت جو مشاہدہ سے حاصل ہو

ہیچ تاویلے نگنجد درمیاں
اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے

چونکہ[2] ہر حس بندۂ حسِ تو شد
جب ہر حس تیری حس کی غلام ہوگئی

مر فلکہا را نباشد از تو بُد
تو آسمانوں کے لئے بھی تیرے سوا چارہ نہیں

چونکہ[3] دعویٰ میرود در ملکِ پوست
جب چھلکے کی ملکیت میں جھگڑا ہے

مغز آں را کہ بُود قشر آں اوست
مغز جس کی ملکیت ہوگا چھلکا اسی کی ملکیت ہوگا

چوں تنازع در فتد در گنگاہ
جب گھاس کے گٹھر میں جھگڑا ہو

دانۂ آں کیست آں را کن نگاہ
دانہ کس کا ہے اس کو دیکھ لے

پس فلک قشر ست و نورِ روح مغز
تو آسمان چھلکا ہے اور روح کا نور مغز ہے

ایں پدید ست آں خفی زیں رو بمغز
یہ گھلا ہے (نورِ روح) چھپا ہوا ہے اس سے مغز میں رکھا

جسمِ ظاہر روح مخفی آمدست
جسم ظاہر ہے، روح چھپی ہوئی ہے

جسم ہمچوں آستیں جاں ہمچو دست
جسم آستین کی طرح ہے جان ہاتھ کی طرح ہے

باز عقل از روح مخفی تر بُود
پھر عقل، روح سے زیادہ پوشیدہ ہے

حسِ بسوئے روح زو تر رہ برد
حس روح کی جانب جلد راہ یاب ہوتی ہے

جنبشے بینی بدانی زندہ است
تو حرکت کو دیکھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے

ایں ندانی تو ز عقل آگندہ است
تو نہیں جانتا کہ وہ عقل سے بھرا ہوا ہے

---

[1] حقائق یعنی معرفت خداوندی کے حقائق ہر حس ہر لطیفہ دوسرے لطائف کے لئے سفارتِ جنت کی پیغامبری کا کام دینے لگے جس (جب) لطائف ستہ تصفیہ پاجاتے ہیں تو ہر پیمانہ اور ستہ شدید لطائف بغیر لفظی گفتگو کے جس میں حقیقت اور مجاز اور زبان کا استعمال نہیں ہوتا ہے شیخ کے لطائف سے اپنا راز کہہ دیتے ہیں یہی حقیقت، نقل و عبارت جہاں حقیقت اور مجاز کا استعمال ہوتا ہے وہاں تو تاویل کی گنجائش ہوتی ہے لیکن لطائف کی باہمی گفتگو میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ یہاں کشف تام مشاہدہ ہوتا ہے۔

[2] چونکہ ہر حس جبکہ دوسروں کے حواس شیخ کے حواس کے تابع ہوگئے تو آسمان و زمین تک شیخ کے تابع ہوجائیں گے۔

[3] چونکہ دعویٰ۔ اگر چھلکے میں دو شخصوں کا تنازع ہو تو چھلکا اسی کی ملکیت قرار دیا جائے گا، مغز جس کی ملکیت میں ہے، آسمان کائنات کا چھلکا ہے تو جب کائنات کے قلوب کسی کے تابع ہوں تو لامحالہ آسمان بھی اسکے تابع ہوگا۔ چوں تنازع۔ یہ دوسری مثال ہے اگر بھوسے پر جھگڑا ہو تو بھوسا اسی کا قرار دیا جائیگا جو اسکے اندر کے دانوں کا مالک ہوگا۔ پس فلک۔ چھلکا گودے پر ہوتا ہے اور اس کو گودے بتاتے ہیں اور ظاہر ہوتا ہے مغز اس میں چھپا ہوا ہوتا ہے دوسرا مصرع پہلے مصرع کی دلیل ہے جسم ظاہر۔ اب چند

چیزیں ظہور اور خفا کی مثالیں لیتے ہیں اور عقل کے مراتب ذکر فرماتے ہیں جسم اور روح کی وہی نسبت ہے جیسے آستین اور ہاتھ کی۔ باز۔ عقل اور روح کے مخفی ہونے میں فرق ہے عقل روح کے اعتبار سے زیادہ مخفی ہے اسی لئے حس دوسرے کی روح کو جلد پہچان جاتی ہے اور عقل کو دیر میں پہچانتی ہے جنبشے۔ کسی جسم میں حرکت دیکھتے ہو تو فوراً سمجھ جاتے ہو کہ اس میں روح ہے لیکن بعض

7/4

تا کہ[1] جنبشہائے موزوں سر کند
جب تک کہ وہ موزوں (اور مناسب) حرکتیں کرے

جنبشِ مس را بدانش زر کند
تانبے کو حرکت سے عقل کے ذریعہ سونا بنا دیتا ہے

زاں مناسب آمدن افعالِ دست
ہاتھ کے مناسب کاموں کی وجہ سے

فہم آید مر ترا کہ عقل ہست
تو سمجھتا ہے کہ عقل ہے

روحِ وحی از عقل پنہاں تر بود
وحی کی استعداد عقل سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے

زانکہ او غیبست و او زاں سر بود
اسلئے کہ وہ عالمِ غیب سے ہے وہاں سے ہی ظہور میں آتی ہے

عقلِ احمد از کسے پنہاں نشد
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عقل کسی سے پوشیدہ نہ ہوئی

روحِ وحیش مدرکِ ہر جان نشد
اُن کی وحی کی استعداد ہر انسان کو محسوس نہ ہوئی

روحِ[2] وحی را مناسبہاست نیز
وحی کی استعداد کے بھی آثار ہیں

در نیابد عقل کاں آمد عزیز
عقل اُن کو نہیں سمجھتی ہے چیز کردہ نادر ہیں

گر جنوں بیند گہے حیراں شود
اگر کبھی اُن آثار کو جنوں سمجھتی ہے کبھی حیران ہوتی ہے

زانکہ موقوفست تا او آں شود
کیونکہ اِس بات پر موقوف ہے کہ (عقل) وہ (وحی کی استعداد)

چوں مناسبہائے افعالِ خضرؑ
جیسا کہ حضرت خضرؑ کے افعال کی مناسبتیں

عقلِ موسیٰؑ بود در دیدش کدر
(حضرت) موسیٰؑ کی عقل اُن کو دیکھ کر تکدر تھی

نامناسب می نمود افعالِ او
اُن (حضرت خضرؑ) کے افعال نامناسب نظر آئے

پیشِ موسیٰؑ چوں نبود شرحِ حالِ او
(حضرت) موسیٰ کیلئے چونکہ موسیٰؑ کیحالت اُن (خضرؑ) کا بیان نہ تھی

عقلِ[3] موسیٰؑ چوں بود در غیب بند
(حضرت) موسیٰ کی عقل جب اسرار میں عاجز ہو

عقلِ موشی خود کیست آے ارجمند
جو ہے جیسی عقل اے بزرگ! خود کیا ہے؟

علمِ تقلیدی بود بہرِ فروخت
تقلیدی علم فروخت کرنے کے لئے ہوتا ہے

چوں بیابد مشتری خوش برفروخت
جب کوئی خریدار پاتا ہے چمک اُٹھتا ہے

مشتریِ علمِ تحقیقی حق ست
تحقیقی علم کا خریدار خدا ہے

دائماً بازارِ او بارونق ست
اُس کا بازار ہمیشہ بارونق ہے

لب بہ بستہ ہست در بیعِ دشتری
منہ بند کئے ہوئے خرید و فروخت میں لگا ہے

مشتری بیحد کہ اللہ اشتری
خریدار لامحدود (ذات) ہے کیونکہ اللہ نے خریدا ہے

درسِ آدمؑ را فرشتہ مشتری
(حضرت) آدمؑ کے درس کا فرشتہ خریدار ہے

محرمِ درسش نہ دیو و نے پری
اُنکے درس کا راز داں نہ شیطان ہے نہ پری ہے

---

[1] تا کہ۔ اگر اُنکے حرکات اور سکنات موزوں ہیں تب تمہیں یقین ہوگا کہ وہ صاحب عقل ہے (ترجمہ ازمن)۔ وحی کی قبولیت کی استعداد عقل سے بھی زیادہ مخفی ہے، ہر انسان نے آنحضورؐ کی عقل کو جان لیا اور انکو عقلمند کہا لیکن وہ ہر انسان کی قبول وحی کی استعداد کو نہ پہچان سکے۔

[2] روحِ وحی۔ وحی کی استعداد کے بھی کچھ آثار اور کچھ علامتیں ہیں لیکن چونکہ وہ نادر ہوتی ہیں اسلئے اُن کو عقل نہیں پہچانتی ہے۔ اگر جنوں۔ اُن آثار کو عقل جنون کا اثر سمجھتی ہے کبھی حیران ہو جاتی ہے اور یہ اس لئے کہ عقل کا اس استعداد کو سمجھنا اس بات پر موقوف ہے کہ دونوں میں پوری مناسبت پیدا ہو جائے۔ جیسی مناسبتیں حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کے کاموں کو غیر موزوں قرار دیا اور اعتراض کیا۔

[3] عقلِ موسیٰؑ۔ اسرار غیبی کو سمجھنے میں جب حضرت موسیٰؑ جیسے عظیم پیغمبر کی عقل ناکارہ ثابت ہوئی تو پھر ہے جیسی عقل والے کب اُن کا ادراک کر سکتے ہیں۔ علم تقلیدی۔ سنا سنایا علم۔ علم تحقیقی۔ جو شاہدہ اور ذاتی تجربہ سے حاصل ہو۔ لب بہ بند۔ تحقیقی علم والا خاموشی کے ساتھ اُن کے ساتھ خرید و فروخت میں لگا رہتا ہے۔ اللہ اشتری قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (خدا نے مومنین سے اُن

آدمؑ[1] انبئھم باسمائھم درس گو
(اے) آدمؑ اُن کو اسماء کی تعلیم کرو، کا درس دو

شرح کُن اسرارِ حق را مُو بمُو
ایک ایک کر کے اللہ (تعالیٰ) کے اسرار کی شرح کرو

آنچناں کس را کہ کوتہ بین بُود
وہ شخص جو کوتاہ نظر ہو

در تلوّن غرق و بے تمکین بُود
تلوّن میں غرق اور بے ثبات ہو

موش گفتم زانکہ در خاکست جاش
میں نے اسکو چوہا اسلئے کہا کہ اُس کا مقام مٹی میں ہے

خاک باشد موش را جائے معاش
چوہے کے رہنے کی جگہ مٹی ہوتی ہے

راہہا داند ولے در زیرِ خاک
راستے جانتا ہے لیکن مٹی کے نیچے کے

ہر طرف اُو خاک را کردست چاک
(اسلئے) ہر طرف مٹی میں سوراخ کر رکھے ہیں

نفسِ[2] موشے نیست الّا لقمہ رند
چوہے کا نفس صرف لقمہ اڑانے والا ہے

قدرِ حاجت موش را عقلے دہند
ضرورت کے بقدر چوہے کو عقل دیدیتے ہیں

زانکہ بے حاجت خداوندِ عزیز
اسلئے کہ بلا ضرورت اللہ تعالیٰ

می نہ بخشد ہیچکس را ہیچ چیز
کسی کو کوئی چیز نہیں بخشتے ہیں

گر نبودے حاجتِ عالَم زمیں
اگر دنیا کو زمین کی ضرورت نہ ہوتی

نا فریدے ہیچ ربّ العالمیں
اللہ تعالیٰ کبھی پیدا نہ فرماتا

دیں زمینِ مُضطرب محتاجِ کوہ
اور یہ ہلنے والی زمین پہاڑ کی محتاج

گر نبودے نا فریدے باشکوہ
اگر نہ ہوتی تو اُس پُرشکوہ (پہاڑ) کو پیدا نفرماتا

ور[3] نبودے حاجتِ افلاک ہم
اگر آسمانوں کی بھی ضرورت نہ ہوتی

ہفت گردوں نا فریدے از عدم
تو عدم سے سات آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا

آفتاب و ماہ و ایں استارگاں
سورج اور چاند اور یہ ستارے

جُز بحاجت کے پدید آمد عیاں
ضرورت کے بغیر کب نمودار ہوئے؟

پس کمندِ ہستہا حاجت بُود
تو موجودات کی کمند ضرورت ہے

قدرِ حاجت مر ورا آلت بُود
بقدرِ ضرورت انسان کے لئے سامان ہوتا ہے

پس چو حاجت شد کمندِ ہستہا
تو جب ضرورت موجودات کی کمند ہے

قدرِ حاجت میرسد از حق عطا
اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے بقدرِ ضرورت عطا پہنچتی ہے

پس بیفزا حاجت اے محتاج زود
اے محتاج! حاجت کو جلد بڑھا

تا بجوشد از کرم دریائے جُود
تاکہ کرم سے عطا کا سمندر جوش مارے

---

[1] آدمؑ قرآن پاک میں ہے یاآدمُ انبئھم باسمائھم یعنی اے آدمؑ اِن فرشتوں کو اسماء کی تعلیم دو۔ اِنسان کس پہلے شاہ میں مقبل علوم والوں کی مقبل کر چوہے کی عقل والا کہا تھا اب اُس کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ تلوّن۔ رنگ بدلنا۔ بے تمکین۔ ناپائیدار۔ جاش۔ یعنی ان کو اُس کا تعلق عالمِ سفلی سے ہے۔ راہہا۔ چوہے کے علم کا تعلق زمین سے ہے۔

[2] نفسِ۔ چوہے کو صرف خوراک کی ضرورت ہے لہٰذا اُس کو اتنی عقل عطا ہوئی ہے۔ زانکہ۔ بلا ضرورت کسی کو کوئی عطیہ نہیں ملتا۔ زمین۔ دنیا کو اگر زمین کی ضرورت نہ ہوتی زمین وجود میں نہ آتی۔ کوہ۔ اگر زمین کے ٹھہراؤ کیلئے پہاڑوں کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ پیدا نہ ہوتے۔

[3] ور نبودے۔ اگر دنیا کو آسمانوں کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ پیدا نہ کئے جاتے۔ آفتاب۔ سورج، چاند، ستارے سب ضرورت کے ماتحت پیدا فرمائے گئے ہیں۔ پس۔ یعنی اشیاء کا وجود ضرورت کی وجہ سے ہے جس قدر ضرورت ہوتی ہے اُسی قدر ذرائع دیدیئے جاتے ہیں۔ پس بیفزا۔ اپنی احتیاج اور ضرورت کو بڑھا تاکہ دریائے کرم جوش میں آئے۔

ایں گدایاں بر رہ و ہر مبتلا
یہ فقیر اور مصیبت زدہ، سر راہ

حاجتِ خود می نماید خلق را
اپنی حاجت لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں

کوری و شلی و بیماری و درد
اندھاپن اور اپاہج پن اور بیماری اور تکلیف

تا ازیں حاجت بجنبد رحم مرد
تاکہ ان ضرورتوں کی وجہ سے انسانوں کا رحم حرکت میں آجائے

ہیچ گویدناں دہید اے مردماں
کوئی کہتا ہے؟ اے لوگو! روٹی دے دو

کہ مرا ناں ست و انبار ست و خواں
کیونکہ میرے پاس مال ہے اور سامان ہے اور خوانِ نعمت ہے

چشم نہادہ ست حق در کورِ موش
چھچھوندر کو اللہ تعالیٰ نے آنکھیں نہیں دیں

زانکہ بے چشمے ز بودن ہست خموش
اس لئے بغیر آنکھوں کے اس کا اپج لینا بھلا ہے

می تواند زیست بے چشم و بصر
وہ بغیر آنکھ اور بینائی کے جی سکتی ہے

فارغ ست از چشم او در خاکِ تر
وہ تر زمین میں آنکھوں سے بے نیاز ہے

جز بدزدی او بروں ناید ز خاک
وہ چوری کرنے کے علاوہ زمین سے نہیں نکلتی ہے

تا کند خالق ازاں دزدیش پاک
تاکہ اللہ (تعالیٰ) اس چوری سے اسے پاک کردے

بعد ازاں پر یا بد و مرغے شود
اسکے بعد وہ پر حاصل کرلے اور پرندہ بنجائے

چوں ملائک جانب گردوں رود
فرشتوں کی طرح آسمان کی جانب جائے

ہر زماں در گلشنِ شکرِ خدا
ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کے شکر کے گلشن میں

او برآرد ہمچو بلبل صد نوا
وہ بلبل کی طرح سینکڑوں نغمے گائے

کاے رہانندہ مرا از وصفِ زشت
کہ اے مجھے برائی سے چھڑا دینے والے!

اے کنندہ دوزخے را تو بہشت
اے دوزخ کو بہشت بنا دینے والے!

می نہی در پیہ نور و روشنی
تو چمڑی میں نور اور روشنی پیدا کردیتا ہے

استخواں را می دہی سمع اے غنی
اے بے نیاز! تو ہڈیوں کو سننے کی طاقت عنایت فرماتا ہے

چہ تعلق آں معانی را بہ جسم
ان صفات کا جسم سے کیا تعلق؟

چہ تعلق فہم اشیا را بہ اسم
ناموں سے اشیاء کو سمجھ جانے کا کیا علاقہ؟

لفظ چوں دُکرست معنی طائرست
لفظ گھونسلے کی طرح ہیں، معنی پرندوں ہیں

جسم جوئی روح آبِ سائرست
جسم نہر ہے اور روح رواں پانی ہے

در روانی روئے آب و جوئے فکر
فکر کی نہر کے پانی کی سطح، روانی میں

نیست بے خاشاک خوب و زشت فکر
کوڑے اور اچھے برے خیال کے بغیر نہیں رہتی

ف۱ ایں گدایاں۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ فقیر جب تک اپنی مجبوری اور ضرورت کا اظہار نہیں کرتا ہے اسکو کوئی کچھ نہیں دیتا ہے۔ سچ گو فقیر کبھی یہ نہیں کہے گا کہ میں بہت مالدار ہوں لہٰذا مجھے روٹی کھلا دو۔ کور موش۔ چھچھوندر کو آنکھ کی ضرورت نہیں لہٰذا اس کو آنکھ عطا نہ ہوئی۔

ف۲ جز بدزدی۔ عالم ناسوت میں پھنسے ہوئے اگر ضرورت محسوس کریں تو خدا آنکھ نور بصیرت عطا کردے۔ بلکہ ازاں۔ جب آنکھ نور بصیرت حاصل ہوجائے تو آنکھ عالم لاہوت کی طرف پرواز ہونے لگے۔ ہر زماں پھر اُن پر اسرار خداوندی آنکھیں اور وہ بلبل کی طرح نغمہ سرائی کرنے لگیں۔ گائے۔ یہ اُن کے نغمے ہوں گے۔

ف۳ دوزخے۔ یعنی برے اعمال۔ بہشت۔ یعنی نیک اعمال۔ استخواں۔ کان کی ہڈی میں سننے کی قوت پیدا فرمادی۔ سمعی۔ یعنی صفات بصر و سمع وغیرہ باسم۔ جب کوئی نام پکارتے ہیں تو اس سے کچھ سمجھ میں آجاتا ہے۔ لفظ۔ اسم اور مسمّی میں باہمی تعلق اگر سمجھ میں آتا ہے تو صرف اسقدر جیسا کہ پرند کا تعلق گھونسلے سے۔ جسم اور روح کی نسبت اگر مفہوم ہوتی ہے تو صرف اسقدر جیسا کہ پانی اور نہر کی نسبت ہے لیکن اس تعلق اور نسبت کی حقیقت غیر معلوم ہے۔ در روانی یعنی روح کی قوت فکریہ میں ہمیشہ اچھے

717

اُو دَوانست و تو گوئی واقف ست
وہ دوڑ رہی ہے اور تو کہتا ہے وہ کھڑی ہے

اُو دَوانست تو گوئی عاکف ست

گر نہ بینی سیرِ آب از جا بجا
اگر پانی کی روانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں ہے

چیست بر وے نو بنو خاشاکہا
تو کوڑا کرکٹ اس پر نیا نیا کیوں ہے؟

ہست خاشاک نو صور تہا فکر
فکر کی صورتیں نیا نیا کوڑا کرکٹ ہیں

نو بنو در میرسد اشکالِ بکر
نئی شکلیں تازہ بتازہ پیدا ہوتی ہیں

روئے آب جوئے فکر اندر روش
فکر کے نہر کے پانی کی سطح رفتار میں

نیست بے خاشاکِ محبوب و وحش
اچھے اور برے (جس) خاشاک کے بغیر نہیں ہے

قشرہا بر روئے ایں آبِ رواں
اس رواں پانی کی سطح پر، چھلکے

از شمارِ باغِ غیبی شد دواں
عالمِ غیب کے باغ کے پھلوں سے چل رہے ہیں

قشرہا را مغز اندر باغ جُو
چھلکوں کا گودا، باغ میں تلاش کر

زانکہ آب از باغ می آید بجُو
اس لئے کہ پانی نہر میں باغ سے آرہا ہے

گر نہ بینی رفتنِ آبِ حیات
اگر تو زندگی کے پانی کا جاری ہونا نہیں دیکھتا ہے

بنگر اندر سیرِ ایں جُوئی نبات
اس نہر اور خس و خاشاک کی روانی پر غور کرلے

آبِ جُو آنہ تر آید در گذر
نہر کا پانی جب کثرت سے ہو گذرے

زُو کُند قشرِ صُوَر زُو تر گذر
اس میں صورتوں کے چھلکے تیزی سے گذر جاتے ہیں

چوں بغایت تیز شد ایں جمِ رواں
جب یہ نہر بہت تیزی سے چلتی ہے

غم نہ پاید در ضمیرِ عارفاں
تو عارفوں کے دل میں غم نہیں ٹھہرتا ہے

چوں بغایت ممتلی بود و شتاب
جب (وہ نہر) انتہائی بھری ہوئی اور تیز ہو

بس نگنجد اندرو الّا کہ آب
تو اس میں پانی کے علاوہ کچھ نہیں ٹھہرتا ہے

طعنہ زدن بیگانہ بر شیخے و جواب گفتنِ مُرید شیخ آں بیگانہ را

ایک اجنبی شخص کا ایک شیخ پر طعنہ زنی کرنا اور شیخ کے ایک مرید کا اسکو جواب دینا

اَبلہے یک شیخ را تہمت نہاد
ایک بیوقوف نے ایک شیخ پر تہمت رکھی

کو بدست و نیست بر راہِ رشاد
کہ وہ بُرا ہے اور راہِ ہدایت پر نہیں ہے

شاربِ خمرست و سالوس و خبیث
شرابی ہے اور مکار ہے اور خبیث ہے

مر مُریداں را کجا باشد مُغیث
تو مُریدوں کا کیا دستگیر ہوگا؟

۱؎ اُو دَوانست۔ روح کو پانی سے تشبیہ دی تھی تو جس طرح سطح آب ٹھہری ہوئی نظر آتی ہے حالانکہ وہ رواں ہے، اسیطرح سے روح ملاء اعلیٰ کی طرف سے رواں ہے لیکن اس کا احساس نہیں ہے۔ گر نہ بینی سطح آب کی روانی نئے نئے خس و خاشاک کے گذرنے سے معلوم کی جاتی ہے۔ اسی طرح روح کی قوتِ فکریہ میں مختلف خیالات کے آنے سے اس کی روانی معلوم کی جاسکتی ہے۔ روحی آب روح کی قوتِ فکریہ کی سطح پر بھی اچھے برے خیالات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

۲؎ قشرہا۔ روح کی قوتِ فکریہ کی سطح پر جو چھلکے ہیں وہ غیبی پھلوں کے چھلکے ہیں ان چھلکوں کا مغز غیبستان میں تلاش کر وہاں سے ہی یہ پانی چلا ہے وہاں معارفِ غیبیہ کے مغز تجھے حاصل ہونگے۔ بنگر۔ لاحول اس کا کوئی تتبع ہے۔

۳؎ چوں بغایت۔ عام عارفوں کی روح کی روانی تیز ہے اسی لئے اس پر غم و فکر کے خس و خاشاک زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے ہیں۔

۴؎ چوں بغایت۔ خاص عارفوں کی روح غم و فکر کو قبول ہی نہیں کرتی ہے طعنہ زدن۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ عارفین کاملین کی روح کسی معصیت کو قبول ہی نہیں کرتی ہے۔ اپنے معترض کے لئے بیوقوف تھا کہ وہ شیخ کے مقامِ فنا کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ شارب۔

7/8

آں یکے گفتش ادب را ہوش دار
ایک شخص نے اس سے کہا ادب کو ملحوظ رکھ

دُور از وے دُور از اوصافِ اُو
اس سے اور اس کے اوصاف سے بعید ہے

این چنیں بُہتاں مَنِہ بر اہلِ حق
اہلِ حق پر اس طرح کا جھوٹ نہ بول

این نباشد در بود اے مُرغِ خاک
اے خشکی کے پرند! یہ ایسا نہ ہوگا اور اگر ہو

نیست دون القلتین حوضِ خورد
وہ قلتین سے کم اور چھوٹی حوض نہیں ہے

زآتش ابراہیم را نبود زیاں
(حضرت) ابراہیم کو آگ سے کوئی نقصان نہیں ہے

نفسِ نمرود ست عقل و جانِ خلیلؑ
نفس نمرود ہے اور عقل اور جان خلیلؑ ہے

این دلیلِ راہ رہرو را بُوَد
مسافر کو رہبر کی ضرورت ہوتی ہے

واصلاں را نیست جز چشم و چراغ
(اللہ تک) پہنچ جانیوالوں کیلئے صرف آنکھ اور چراغ کی ضرورت نہیں ہے

گر دلیلے گفت آں مردِ وصال
اگر وہ واصل شخص کوئی دلیل بیان کرتا ہے

بہرِ طفلے نو پدر تی کُند
نو عمر بچے کے لئے باپ تُتلاتا ہے

خورد نہ بود این چنیں ظن بر کبار
بڑوں پر ایسا گمان چھوٹا نہیں ہے

کہ ز سیلے تیرہ گردد صافِ اُو
کہ اس کا صاف پانی بہاؤ کے پانی سے مکدر ہوتا ہے

کایں خیالِ تست بر گرداں ورق
یہ تیرا (محض) خیال ہے ورق پلٹ دے

بحرِ قلزم را زِ مُردارے چہ باک
بحرِ قلزم کو ایک مُردار سے کیا خطرہ؟

کش تواند قطرہ آب از کار بُرد
کہ اسکو (گندے) پانی کا ایک قطرہ بیکار کردے

ہر کہ نمرودیست گومی ترس ازاں
جو نمرودی ہے کہہ دے وہ اس سے ڈرے

روح در عین ست و نفس اندر دلیل
روح (مشاہدہ) ذات میں ہے اور نفس دلیل میں ہے

کو بہر دم در بیاباں گم شود
کیونکہ وہ ہر وقت جنگل میں گم ہو سکتا ہے

از دلیلِ راہ شاں باشد فراغ
راہنما سے اُن کو بے نیازی ہوتی ہے

گفت بہرِ فہمِ اصحابِ جدال
تو بحث کرنیوالوں کی عقل کیلئے بیان کرتا ہے

گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کُند
اگرچہ اُس کی عقل جہان کی پیمائش کر ڈالے

۱؎ ایں دلیل۔ راہنما اور دلیل راہرو کے لئے ضروری ہے جو مقصود تک پہنچ گئے وہ ان چیزوں سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ گروہیں۔ عارفین جو واصل ہوتے ہیں وہ بھی کبھی استدلال سے کام لیتے ہیں تو وہ اُن کے اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کی تفہیم کیلئے اپنے مرتبہ سے گر کر استدلال سے کام لیتے ہیں۔ بہرِ طفلے۔ باپ کی زبان سمجھتا ہوتی ہے لیکن بچے کی خاطر تتلا کر بات کرلے گا ہے۔ بڑے سے بڑا عالم بچہ کو پڑھاتے وقت الف انار بائے بچے ایک نقطہ کہتا ہے تو وہ بچہ کی خاطر کہتا ہے ورنہ اُس کا مقام اس سے بہت بلند ہے۔

۲؎ خورد نہ بود۔ بڑوں پر تہمت دھرنا چھوٹی بات نہیں ہے کہ زیلے۔ برسات بہاؤ کا پانی گدلا ہوتا ہے۔ ایں جا خانہ۔ تو نے جو برائیاں بیان کی ہیں وہ اس میں نہ ہونگی اور اگر ہوں تو اُنکے لئے معصیت نہ سمجھی جائیگی کیونکہ فطرت کے غلبہ کی وجہ سے اس معصیت کو شرعی اعتبار سے اُن کے لئے معصیت نہ سمجھا جائیگا جیسا کہ بڑے دریا میں اگر مردار گر جائے تو شرعی اعتبار سے اُس دریا کو گندہ نہ قرار دیا جائیگا۔ القلتین۔ یعنی دو مشکے پانی جو بارہ من تول ہوتا ہے اگر اس مقدار میں پانی ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسمیں تھوڑی سی نجاست گرنے سے وہ ناپاک نہ ہوگا۔ اگر اس مقدار سے کم ہے تو نجس ہو جائے گا۔

۳؎ آتش۔ مختلف مقامات پر اشیاء کے احکام اور آثار بدل جاتے ہیں۔ مثلاً نجاست تھوڑے پانی کو نجس بنا سکتا زیادہ کو نہ بنا سکا۔ آگ نے نمرود کو نقصان پہنچایا حضرت ابراہیمؑ کو نقصان نہ پہنچا سکی نفس۔ نفس کی خواہش سے وہی فعل بمنزلہ آگ کے ہے اور تقاضائے روح وہ نگہدار ہے۔ روح و عین روح اور نفس کے اعتبار سے احکام میں فرق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روح مشاہدۂ حق میں لگی ہے جس کو دلیل کی حاجت نہیں نفس اس سے محروم ہے اور طالب دلیل ہے۔

719

کم نہ گردد فضلِ اُستاد از غلو
اُستاد کی بزرگی بلندی سے کم نہیں ہو جاتی

از پئے[1] تعلیم آں بستہ دہن
منہ نہ کھولنے والے بچہ کی تعلیم کے لئے

در زبانِ اُو بباید آمدن
اُس کی زبان میں آنا چاہیئے

تا بیاموزد ز تو اُو علم و فن
تاکہ وہ تجھ سے علم اور فن سیکھ لے

پس ہمہ خلقاں چو طفلانِ ویند
لہٰذا تمام مخلوق اُس کے بچے جیسے ہیں

آں مُرید[2] شیخ بد گوینده را
شیخ کے مُرید کے بُرا کہنے والے کو

گفت تو خود را مزن بر تیغِ تیز
کہا، تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے نہ پھاڑ

حوض با دریا اگر پہلو زند
حوض اگر دریا سے ٹکرائے گا

نیست بحرے کو کراں دارد کہ تا
وہ ایسا دریا نہیں ہے جس کا کنارا ہو تاکہ

کفر را حدست و اندازہ بداں
کفر کا ایک اندازہ اور حد ہے، سمجھ لے

پیشِ[3] بیحد ہر چہ محدود ست لاست
لامحدود کے سامنے محدود معدوم ہے

کفر و ایماں نیست آنجائیکہ اُوست
جس مقام پر وہ (شیخ) ہو وہاں کفر اور ایمان نہیں ہے

ایں فناہا پردۂ آں وجہ گشت
یہ فانی چیزیں اُس ذات کا پردہ بنگئی ہیں

گر الف چیزے ندارد گوید اُو
اگرچہ وہ کچھ نہیں الف خالی ہے

گوید اُو حطی و ہوز کلمن
وہ حطی اور ہوز (اور) کلمن کہتا ہے

از زبانِ خود بروں باید شدن
اپنی زبان سے نکل جانا چاہیئے

جملگی از خود بباید گم شدن
اپنے آپ سے گم ہو جانا چاہیئے

لازم است ایں پیر را در وقتِ پند
نصیحت کے وقت یہ بات پیر کیلئے ضروری ہے

آں بکفر و گمرہی آگندہ را
اُس کفر اور گمراہی سے بھرے ہوئے کو

ہیں مکن باشاہ با سُلطاں ستیز
خبردار بادشاہ اور سلطان سے جھگڑا نہ کر

خویش را از بیخ ہستی برکند
اپنے وجود کو جڑ سے کھو دے گا

تیرہ گردد اُو ز مردارِ شما
تمہارے مُردار سے وہ گدلا ہو

شیخ و نورِ شیخ را نبود کراں
شیخ اور اُس کے نور کا کنارا نہیں ہے

کُلُّ شَیْءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجْہَ اللّٰہ فناست
اللہ (تعالیٰ) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے

زانکہ اُو مغز ست ایں دو رنگ و پوست
کیونکہ وہ مغز ہے اور یہ دونوں رنگ اور چھلکا ہیں

چوں چراغ خفیہ اندر زیرِ طشت
جیسے کہ طشت کے نیچے چراغ چھپا ہوا ہو

---

[1] از پئے تعلیم۔ بچے کو پڑھانے کے لئے حروف ابجد کا تلفظ کرتا ہے اور ابجد ہوز حطی کہتا ہے۔ ذکر زبان۔ جو زبان وہ سمجھتا ہے اُسی لہجہ اور زبان میں اُس کو تعلیم دیتا ہے اپنے لہجہ اور زبان سے قطع نظر کرتا ہے پس ہر شیخ کو بھی اپنے مریدوں کو اُنکی استعداد اور حالت کے مطابق تعلیم دینی چاہیئے۔

[2] آں مرید۔ اس مُرید سے کہا جو کفر اور گمراہی سے بھرا تھا کہ شیخ کی شان تیز تلوار اور شاہ کی ہے جس سے بھڑنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے نیست بھرے۔ چونکہ شیخ اخلاق خداوندی کے ساتھ متصف ہے لہٰذا وہ بھی لامحدود اور دریائے ناپیدا کنار ہے۔

[3] پیشِ بیحد۔ جب شیخ لامحدود دریا ہے تو صدور کفر اُسکے اعتبار سے غیر موجود ہے خدا کے سامنے کچھ فنا ہے۔ کفر و ایمان۔ یہ دونوں جلال کے تحت ہیں اور مقام فنا میں شیخ کو جبکہ ذات باری سے وحدت ہو گئی تو اُس مقام پر کفر و ایمان اُنکی صفت نہیں بن سکتے، اس شعر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر وہ کفر کرے تو کفر کفر نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اُس مقام پر کفر سے موصوف ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ ایں فنا ہا۔ فانی چیزیں جو شیخ سے متعلق ہیں وہ اُس کی حقیقت غیبی کیلئے پردہ ہیں اسلئے عوام انکو نہیں سمجھ پاتے ہیں۔

پس سرِ این تن حجابِ آں سر است
تو اس جسم کا سر اُس سر کا پردہ ہے

پیشِ آں سرِ این سرِ تن کافرست
اُس سر کے آگے جسم کا یہ سر کافر ہے

کیست کافر غافل از ایمانِ شیخ
کافر کون ہے؟ شیخ کے ایمان سے غافل

کیست مُردہ بیخبر از جانِ شیخ
مُردہ کون ہے؟ شیخ کی جان سے بیخبر

جاں نباشد جز خبر در آزموں
آزمائش میں علم حاصل ہونے کے سوا اس (جہل) جان (ذات) میں

ہر کرا افزوں خبر جانش فزوں
جس کا علم بڑھا ہوا ہے اُس کی جان بڑی ہوئی ہے

جانِ ما از جانِ حیواں بیشتر
ہماری جان حیوان کی جان سے بڑی ہوئی ہے

از چہ زاں رُو کہ فزوں دارد خبر
کس وجہ سے؟ اس لئے کہ اُس کا علم بڑھا ہوا ہے

پس فزوں از جانِ ما جانِ مَلَک
ہماری جان سے فرشتہ کی جان بڑی ہوئی ہے

کو منزّہ شد ز حسِّ[۵۲] مشترک
کیونکہ وہ (انسان اور حیوان کی) مشترک حس سے پاک ہے

وز مَلَک جانِ خداوندانِ دل
اور فرشتے سے اہلِ دل کی جان

باشد افزوں تو تحیّر را بہل
بڑھی ہوئی ہوگی، تو حیرانی چھوڑ دے

زاں سبب آدم بود مسجودِ شاں
اسی لئے آدم اُن کے مسجود بنے

جانِ اُو افزوں ست از بودِ شاں
اُنکی جان اُن کی جانوں سے بہت بڑی ہوئی ہے

ورنہ بہتر را سجودِ دُوں ترے
ورنہ اعلیٰ کو کمتر کے سجدہ کرنے کا

اَمر کردن ہیچ نبُود در خورے
حکم دینا کسی طرح مناسب نہ تھا

کے پسندد عدل و لُطفِ کردگار
کہ کبھی کانٹے کے آگے سجدہ کرے

کہ گلے سجدہ کند در پیشِ خار
اللہ تعالیٰ کا انصاف اور مہربانی کب پسند کرتی

شد مطیعش جانِ جملہ چیزہا[۵۳] جاں چو افزوں شد گذشت از انتہا
تمام چیزوں کی جانیں اُس کی فرمانبردار بنگئیں جان جب بڑھ گئی، انتہا سے گذر گئی

زانکہ اُو بیش ست از ایشاں در کمی مُرغ و ماہی و پری و آدمی
کیونکہ وہ بڑھا ہوا ہے، وہ کمی میں ہیں پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی

سوزناں را رشتہا تابع بوند ماہیاں سوزنگرِ دلقش شوند
دھاگے سوئیوں کے تابع ہوتے ہیں مچھلیاں اسی گدڑی کیلئے سوئیاں بنانیوالی بنجاتی ہیں

لہ سرِ این تن۔ یعنی جسمانی سر اسکے حقیقی سر کو چھپائے ہوئے ہے اور دونوں میں اس قدر فرق ہے جیسا کہ موصوف کافر میں، اسی لئے اس ظاہر پر نکیر اور لعن وطعن ہوتا رہتا ہے۔ کیست۔ مولانا نے چونکہ شیخ کے جسمانی سر کو کافر کہا اب اُس سے رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کافر اور مُردہ تو حقیقتاً شیخ کا منکر ہے اور انکے اوصاف سے جاہل ہے۔ جاں نباشد۔ علم جان کے لوازم میں سے ہے جبکہ وہ شیخ کے اوصاف سے جاہل ہے تو بے جان اور مُردہ ہے۔ علم کی کثرت اور قلت سے جان کی قوت اور کمزوری کا پتہ چلتا ہے۔ جانِ ما۔ انسان کی جان حیوان کی جان سے زیادہ قوی ہے، چونکہ اُس کا علم بڑھا ہوا ہے۔ انسان کو کلیات اور جزئیات دونوں کا علم حاصل ہے جیسا کہ حیوانات کا علم جزئیات تک محدود ہے۔

۵۲ حسِّ مشترک۔ یعنی جو ادراک اور حواس انسان اور حیوان میں مشترک ہیں فرشتہ اُن سے بالا تر ہے لہٰذا کثرتِ معلومات کی بنا پر وہ انسان سے افضل ہے اگرچہ دوسرے اعتبارات سے انسان افضل ہے۔ وز مَلَک۔ اہل اللہ کی جان فرشتوں سے زیادہ قوی ہے اسی لئے آدمؑ فرشتوں کے مسجود بنے۔ ورنہ۔ اگر حضرت آدمؑ کی جان اور روح فرشتوں سے کم ہوتی تو افضل سے کمتر کو کیسے سجدہ کرایا جاتا۔ گلے۔ پھول کانٹے سے افضل ہے تو وہ کانٹے کا مسجود نہیں ہو سکتا ہے۔

۵۳ جاں چوں۔ جب اہل اللہ کی جان سب جانوں سے قوی ہے تو دیگر جانداروں کی جانیں انکے تابع فرمان ہیں اسی لئے مچھلیاں حضرت ابراہیمؑ کی خادم بنگئیں اور گدڑی سینے کیلئے سوئیاں یکسر فرمانبردار ہوئیں۔

721

بقیہ قصہ ابراہیم ادہمؒ قدس سرہٗ بر لبِ دریا

دریا کے کنارے پر حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ کے قصہ کا باقی

چوں[1] نفاذِ امر شیخ آں میر دید
جب اُس سردار نے شیخ کے حکم کے جاری ہونے کو دیکھا

زآمد ماہی شدش وجدے پدید
مچھلیوں کی آمد سے اُس پر وجد طاری ہوگیا

گفت آہ ماہی زبیراں آگہ ست
اُس نے کہا افسوس! مچھلیاں پیر سے واقف ہیں

شہ تنے را کو لعینِ درگہ است
اُس پر تف ہے جو مردودِ بارگاہ ہے

ماہیاں از پیر آگہ ما بعید
مچھلیاں پیر سے باخبر ہیں ہم دور ہیں

ماشقی زیں دولت ایشاں سعید
ہم اِس دولت سے بدبخت ہیں وہ نیک بخت ہیں

سجدہ کرد و رفت گریاں و خراب
اُس نے سجدہ کیا اور بدحال روتا ہوا روانہ ہوگیا

گشت دیوانہ زعشقِ فتح باب
(اور) دروازہ کھلنے کے عشق میں دیوانہ ہوگیا

پس تو اے ناشستہ رُو در چیستی
تو اے گندہ رُو! تو کس خیال میں ہے؟

در نزاع و ذر حسد با کیستی
کس سے جھگڑے اور حسد میں (مبتلا) ہے؟

بادُم شیرے تو بازی می کنی
تو شیر کی دُم سے کھیل رہا ہے

بر ملائک ترکتازی می کنی
فرشتوں پر حملہ کر رہا ہے

بدچہ[2] می گوئی تو خیرِ محض را
تو خالص خیر کو بُرا کیوں کہہ رہا ہے؟

ہیں ترفع کم شمر ایں خفض را
خبردار! اِس گراوٹ کو بڑائی نہ سمجھ

شیخ کہ بُود کیمیائے بیکراں
شیخ کیا ہوتا ہے؟ لامحدود کیمیا

بدچہ باشد مسِ محتاجِ مہاں
بدکیا ہوتا ہے؟ محتاج، ذلیل تانبہ

کیمیا از مس ہرگز مس نہ شُد
تو کیمیا تانبے کی وجہ سے ہرگز تانبا نہ بنی

مس اگر از کیمیا قابل نہ بُد
اگر تانبا کیمیا کو قبول کرنے والا نہ تھا

شیخ کہ بُود عینِ دریائے ازل
شیخ کون ہوتا ہے؟ بعینہٖ ازلی دریا

بدچہ[3] باشد سرکشِ آتش عمل
بدکیا ہوتا ہے؟ سرکش آتشیں عمل والا

شیخ کہ بُود عکسِ انوارِ خدا
شیخ کون ہوتا ہے؟ خدا کے نوروں کا پرتو

بدکہ باشد ظالمِ ظلمت فزا
بدکون ہوتا ہے؟ تاریکی کو بڑھانے والا ظالم

شیخ آبِ کوثرے اندر تموز
شیخ ساون میں آبِ کوثر ہے

بدچہ باشد آتشِ پُر دود و سوز
بدکیا ہوتا ہے؟ دھوئیں اور سوزش سے بھری ہوئی آگ

---

[1] چوں نفاذ: جب اُس امیر نے مچھلیوں کو حضرت ابراہیمؑ کے تابع فرمان دیکھا اور دیکھا کہ ایک مچھلی اُن کی سوئی لائی تو اُس پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ گفت۔ اُس سردار نے اپنی لاعلمی پر اظہارِ افسوس کیا کیونکہ اُس کے دل میں پہلے وسوسہ آیا تھا اور شاہی چھوڑ کر فقر اختیار کرلینے پر تعجب تھا۔ فتح باب۔ چونکہ اُسے اسرار کا راز مل گیا اِس لئے عشق میں دیوانہ ہوگیا۔ پس۔ اب پھر شیخ پر معترض کو خطاب ہے۔ بادُم شیر۔ شیر کی دُم سے کھیلنے والا یقیناً مارا جائیگا۔

[2] بدچہ می گوئی۔ اُس نے شیخ کو شرابی وغیرہ کہا تھا جو متہم تھے۔ ترفع۔ اپنے آپ کو بلند کرنا۔ خفض پستی۔ بدچہ بود۔ بدتو وہ شخص ہے جو تانبے کی طرح ہے اور شیخ کا احتیاج ہے جو کہ کیمیا کی طرح ہے مس۔ اگر کوئی مُرید فیض نہ حاصل کرے تو اس سے شیخ میں کوئی نقصان نہیں پیدا ہوتا تانبا اگر کیمیا کا اثر نہ قبول کرے تو کیمیا میں کوئی خرابی نہیں آتی

[3] بدچہ باشد۔ جس کے جیسے اعمال ہیں وہ بد ہے۔ شیخ ازلی دریا ہے۔ بد ظالم اور ظلمت افزا ہے شیخ خدا کی انوار کا پرتو ہے۔ تموز۔ ایک گرمی کا مہینہ ہے جو ہندی حساب سے تقریباً ساون میں آتا ہے

دائم[1] آتش را بترسانند ز آب
ہمیشہ آگ کو پانی سے ڈراتے ہیں

آب کے ترسید ہرگز التہاب
شعلہ زنی سے پانی کب ڈرا ہے؟

در رُخِ مہ عیب بینی می کنی
تو چاند کے رُخ میں عیب بینی کر رہا ہے

در بہشتے خار چینی می کنی
بہشت میں کانٹے چُن رہا ہے

گر بہشت[2] اندر روی اے خار جو
اے کانٹے تلاش کرنیوالے! اگر تو بہشت میں جائیگا

ہیچ خار آنجا نیابی غیر تو
اپنے علاوہ تو اور کوئی کانٹا نہ پائے گا

می بپوشی آفتاب اندر گلے
تو سورج کو بدلی میں چھپا تا ہے

رخنہ می جوئی ز بدرِ کاملے
چودھویں رات کے چاند میں تو رخنہ تلاش کرتا ہے

آفتابے کہ بتابد در جہاں
وہ سورج جو عالم پر چمکتا ہے

بہر خفاشے کجا گردد نہاں
چمگادڑ کے لئے کہاں چھپ جائے؟

عیبہا از ردِّ پیراں عیب شد
عیب پیروں کے رد کرنے سے عیب بنگئے

غیبہا از رشکِ پیراں غیب شد
اسرار غیب پیروں کے رشک کیوجہ سے غیب بنگئے

بس ہنر از ردِّ آنہا عیب شد
بہت سے ہنر ان جوانکی ناپسندیدگی کیوجہ سے عیب بنگئے

بس یقیں کز شکِّ ایشاں ریب شد
بہت سے یقین ہیں جو انکے شک کیوجہ سے شکوک ہوگئے

بارے[3] از دوری ز خدمت یار باش
آخر کار خدمت سے دوری کی بجائے یار بنجا

در ندامت چابک و پُرکار باش
ندامت میں چست اور کارآمد بن جا

تا ازاں راحت نسیمے می رسد
تاکہ اُس راستے سے تیرے پاس نسیم پہنچ جائے

آبِ رحمت راچہ بندی از حسد
حسد کی وجہ سے رحمت کے پانی کو کیوں روکتا ہے؟

گرچہ دوری دور می جنبان لَو دُم
اگرچہ تو دور ہے، دور سے ہی دُم ہلا

حَیْثُ مَا کُنتُم فَوَلُّوا وُجُوهَکُم
تم جہاں بھی ہو اپنا چہرہ (اُسکی طرف) پھیر لو

چوں خرے در گل فتد از گامِ تیز
تیزروی کی وجہ سے جب کوئی گدھا کیچڑ میں پھنس جاتا ہے

دم بدم جُنبد برائے عزمِ خیز
اُٹھنے کے ارادے سے پے در پے حرکت کرتا ہے

جائے را ہموار نہ کُند بہر باش
رہنے کے لئے جگہ کو ہموار نہیں کرتا ہے

داند او کہ نیست آں جائے معاش
وہ جانتا ہے کہ وہ رہنے کی جگہ نہیں ہے

---

[1] دائم: ہمیشہ۔ آگ ہمیشہ پانی سے ڈرتی ہے اور شیخ آپ کو ڈرتا آگ کو پانی سے نقصان پہنچتا ہے پانی کو آگ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے۔ ورخ: یہ شیخ آفتاب ہے اُسمیں کوئی عیب نہیں ہے۔ بہشت میں کانٹے کی تلاش سعی لاحاصل ہے اسی طرح شیخ میں عیب تلاش کرنا عیب ہے۔

[2] گر بہشت۔ اگر کوئی بہشت میں کانٹا تلاش کرنے جائے تو خود اُس کا وجود کانٹا ہے اسی طرح شیخ میں عیب تلاش کرنیوالا خود عیب دار ہے۔ آفتاب۔ یعنی شیخ۔ گل۔ یعنی عیوب۔ بدر کامل یعنی شیخ۔ خفاش۔ چمگادڑ یعنی شیخ کا عیب جو۔ عیبہا۔ عیوب۔ غیوب اسی وجہ سے بنے ہیں کہ اُن کو ضمیر نے اپنے اندر پسند نہیں کیا ہے۔ رشکہا۔ اسرار غیب اسی وجہ سے غیب ہیں کہ اُن کو شیخ نے ظاہر کرنا گوارا نہیں کیا ہے۔ جس ہنر جس ہنر کو ضمیر پسند نہ کرے وہ ہنر نہیں ہے۔ جس یقین کو ضمیر یقین نہ سمجھے وہ شک ہے۔

[3] بارے۔ آخر کار۔ ندامت۔ یعنی اب تک دربار شیخ پہنچنے کی شرمندگی۔ آب رحمت حسد کی وجہ سے انکے فیضان سے محروم۔ نہ بن۔ می جنبان تو دُم تو دُم ہلا یعنی محبت کر حَیْثُ مَا کُنتُم۔ جس طرح سے قبلہ کا حکم ہے کہ دُور سے بھی اُس طرف رُخ کرکے نماز پڑھی جاتی ہے اسی طرح پیر بھی قبلہ ہے اُس کی طرف دور سے بھی رُخ کرنے سے فیض حاصل ہو سکتا ہے۔ چوں خرے۔ گدھا دلدل میں پھنسنے کے بعد نکلنے کی مسلسل کوشش کرتا ہے اور اُس کو جائے رہائش نہیں سمجھتا تو اگر انسان دنیاداری کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے اُس کو نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حِسِّ[1] تو از حِسِّ خر کمتر بدست — کہ دلِ تو زیں وَحَلہا بر نجست

تیری حس گدھے کی حس سے بھی کم ہے — کہ تیرا دل ان کیچڑوں سے باہر نہ نکلا

در وَحَل تاویل رخصت می کنی — چوں نمی خواہی گزاں دل برکنی

تو کیچڑ میں پڑے رہنے کی اجازت کی دلیل تلاش کرتا ہے — جو نکہ نہیں چاہتا کہ اس سے دل ہٹائے

کایں روا باشد مرا من مُضطرم[2] کاہ — حق نگیرد عاجزے را از کرم

کہ میرے لئے یہ جائز ہے، میں مجبور ہوں — اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مجبور کی گرفت نہیں کرتا ہے

اے[3] جو گفتاری گرفتارِ فجور — ایں گرفتن را نہ بینی از غرور

اے بدکاری میں مبتلا! تو جو کی طرح ہے — دھوکے کی وجہ سے تو گرفتار ہونے کو نہیں سمجھتا ہے

می بگویند اندروں گفتار نیست — از بروں جویید کاندر غار نیست

(شکاری) کہتے ہیں: جو اندر نہیں ہے — باہر تلاش کرو کیونکہ غار میں نہیں ہے

نیست در سوراخ گفتار اے پدر — رفت تازاں اُو بسوئے آبخور

اے ابا! جو بھٹ میں نہیں ہے — وہ گھاٹ کی جانب دوڑ گیا ہے

ایں ہمی گویند و بندش می نہند — اُو ہمی گوید زمن کے آگہند

یہ کہتے ہیں اور اس کو پھانس لیتے ہیں — وہ یہی کہتا ہے کہ مجھ سے کہاں واقف ہیں

گر زمن آگاہ بودے ایں عدو — کے ندا کردے کہ ایں گفتار کو

اگر یہ دشمن مجھ سے آگاہ ہوتے — تو یہ کب کہتے کہ یہ جو کہاں ہے!

تا کہ بر بندند و بیروں کش کنند — غافل آں گفتار از ایں ریشخند

تاکہ باندھ لیں اور اس کو باہر نکال لیں — جو اس مذاق سے غافل ہے

دعویٰ[4] کردنِ آں شخص کہ حق تعالےٰ مرا نہ گیرد بگناہ و جواب گفتن شعیبؑ اورا

ایک شخص کا دعویٰ کرنا کہ خدا گناہ کی وجہ سے میری گرفت نہیں کرتا ہے اور حضرت شعیبؑ کا اس کو جواب دینا

آں یکے می گفت در عہدِ شعیبؑ — کہ خدا از من بسے دیدست عیب

حضرت شعیبؑ کے زمانہ میں ایک شخص کہتا تھا — کہ خدا نے میرے بہت سے عیب دیکھے ہیں

چند دید از من گناہ و جُرمہا — وز کرم یزداں نمی گیرد مرا

اس نے میرے گناہ اور جرم بہت دیکھے ہیں — اور اللہ کریم مجھے نہیں پکڑتا ہے۔

---

[1] حِسّ تو۔ یہ جس اُس بدحال سے نجات پانے کی کوشش نہ کرے تو گدھے سے بدتر ہے۔ وحل۔ کیچڑ۔ وَرِ وحل۔ بعد یہ اعمال اور کوتاہ عمل اپنی بیچارگی کا اظہار کرکے اپنے آپ کو مضطر قرار دیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ مجبور کو خدا معذور سمجھتا ہے یہ اُن کا نہایت غلط خیال ہے۔

[2] اے تو گفتاری۔ وہ گنہگار جس کا خیال ہے کہ اس کے گناہوں پر خدا اس کی گرفت نہیں کرتا ہے مولانا اس کو اس بچے سے تعبیر کرتے ہیں جو شکاریوں کے طرز عمل سے دھوکے میں ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ تبھی تو بند شہر ہے کہ شکاری بچے کے بھٹ پر کھڑے ہو کر آپس میں ایسی باتیں کرتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ بچہ کو بھٹ سے باہر سمجھ رہے ہیں اور دراصل بچہ کو دھوکا دینے کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں، بچہ اس گفتگو سے مطمئن ہو جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ رفت تازاں۔ یعنی بھاگتا ہوا پانی پینے گیا ہے۔ ریشخند۔ مذاق۔

[3] دعویٰ کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ گنہگار گرفتار ہوتا ہے اور اس کو اپنی گرفتاری کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

حق[1] تعالیٰ گفت در گوشِ شعیبؑ
اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ کے کان میں کہا

در جوابِ او فصیح از راہِ غیب
صاف صاف جواب غیب کے راستہ سے

کہ بگفتی چند کردم من گناہ
کہ تو یہ کہتا ہے کہ میں نے بہت گناہ کئے ہیں

وز کرم نگرفت در جرمم الٰہ
اور خدا نے کرم سے جرم میں مجھے نہیں پکڑا ہے

عکس می گوئی و مقلوب اے سفیہ
اے بیوقوف! تو الٹی اور بالعکس بات کہتا ہے

اے رہا کردہ رہ و بگرفتہ تیہ
اے گم کردہ راہ اور تیہ (کا راستہ) اختیار کئے ہوئے

چند چندت گیرم و تو بے خبر
میں تیری بار بار گرفت کرتا ہوں اور تو بیخبر ہے

در سلاسل ماندۂ پا تا بہ سر
پیر سے سر تک تو زنجیروں میں ہے

زنگ[2] تو بر تو ت اے دیگِ سیاہ
اے کالی دیگ! تیرے تہ بہ تہ زنگ نے

کمر دسیمائے درونت را تباہ
تیرے باطن کی خصوصیتوں کو تباہ کر دیا ہے

بر دلت زنگار بر زنگار ہا
تیرے دل پر زنگوں پر زنگ

جمع شد تا کور شد ز اسرار ہا
جمع ہو گیا یہاں تک کہ وہ اسرار سے اندھا ہو گیا

گر زند آں دود بر دیگِ نوے
اگر نئی دیگ پر دھواں لگے

آں اثر بنماید ار باشد جوے
وہ اثر دکھاتا ہے خواہ جو کے برابر ہو

زانکہ ہر چیزے بضد پیدا شود
کیونکہ ہر چیز بالمقابل سے ظاہر ہوتی ہے

بر سفیدی آں سیہ رسوا شود
سفیدی پر سیاہ بدنام ہوتا ہے

چوں سیہ شد دیگ پس تاثیرِ دود
جب دیگ کالی ہو گئی تو دھوئیں کی تاثیر

بعد ازاں بر وے کہ بیند اے عنود
اے سرکش! اس کے بعد اس پر کون نگاہ کرتا ہے؟

مردِ آہنگر[3] کہ او زنگی بود
جو لوہار حبشی ہو

دود را ہا روش ہمرنگی بود
دھواں اس کے چہرے کے ہمرنگ ہوتا ہے

مردِ رومی کو کند آہنگری
رومی جو لوہار کا کام کرتا ہے

رویش ابلق گردد از دود آوری
دھواں دینے سے اس کا چہرہ چتکبرا ہو جائیگا

پس نداند زود تاثیرِ گناہ
تو وہ گناہ کی تاثیر کو جلدی سے نہیں سمجھتا ہے

تا بنالد زود گوید اے الٰہ
تاکہ روئے (اور) جلد کہے اے خدا!

چوں کند اصرار و بد پیشہ کند
جب اصرار کرتا ہے اور برائی کو پیشہ بنا لیتا ہے

خاک اندر چشمِ اندیشہ کند
تو فکر کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

---

[1] حق تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے بطور وحی اس کا جواب حضرت شعیبؑ سے فرمایا

عکس می گوئی۔ یعنی تو واقعہ کے خلاف کہتا ہے گرفتار ہے اور کہتا ہے خدا میری گرفت نہیں کرتا ہے۔ رہ۔ یعنی راہ ہدایت۔ تیہ۔ وہ جنگل تھا جس میں بنی اسرائیل نے راستہ گم کر دیا تھا اور چالیس برس اس میں چکر کاٹتے رہے یعنی گمراہی۔ سلاسل سلسلہ کی جمع ہے، زنجیر

[2] زنگ۔ مسلسل گناہ کرنے والے کو اپنے گناہ کے اثر کا اور اس پر گرفت کا احساس نہیں رہتا اس کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے کہ نئی دیگ پر دھوئیں کا اثر نمایاں ہوتا ہے جس پر تہ بہ تہ دھوئیں جم چکا ہو وہاں اثر نمودار نہیں ہوتا۔

[3] مردِ آہنگر۔ اگر حبشی لوہار ہو تو اس کے چہرے کا رنگ خود کالا ہے دھوئیں کا اثر نمودار نہ ہوگا۔ رومی چونکہ گورا ہوتا ہے اس کے چہرے پر دھوئیں کے دھبے نمودار ہوں گے۔ یہی حال ہے۔ جب اسکو گناہ کا احساس ہی نہیں رہتا تو وہ یا خدا یا خدا کہہ کر کہاں روئیگا۔ اظہار حیرت۔ خاک۔ اب اس کو گناہ گناہ نظر نہیں آتا ہے۔

توبہ[1] نندیشد دگر شیریں شود
توبہ کی فکر نہیں کرتا ہے پھر میٹھا بن جاتا ہے

برد لش آں جرم تا بیدیں شود
اسکے دل پر وہ گناہ یہانتک کہ وہ بیدین بنجاتا ہے

آں پشیمانی و یا رب رفت ازو
اس سے وہ شرمندگی اور یارب (کہنا) جاتا رہا

شست بر آئینہ زنگ شصت تو
ساٹھ تہ کا زنگ آئینہ پر بیٹھ گیا

آہنش راز نگہا خوردن گرفت
اس کے لوہے کو زنگوں نے کھانا شروع کر دیا

گوہرش را رنگ کم کردن گرفت
اسکے جوہر کا رنگ کم کرنا شروع کر دیا

چوں نویسی کاغذ اسپید بر
جب تو سفید کاغذ پر لکھے

آں نبشتہ خواندہ آید در نظر
وہ لکھا ہوا پڑھنے کے قابل نظر آتا ہے

چوں نویسی بر سر بنوشتہ خط
جب تو لکھے ہوئے پر لکھے

فہم[2] ناید خواندنش گردد غلط
سمجھ میں نہیں آتا ہے اس کا پڑھنا غلط ہو جاتا ہے

کاں سیاہی بر سیاہی اوفتاد
اسلئے کہ سیاہی سیاہی پر پڑی

ہر دو[2] خط شد کور و معنی رو نداد
دونوں خط اندھے ہو گئے اور معنی غائب ہو گئے

ور سوم بارہ نویسی بر سرش
اور اگر اس پر تو تیسری بار لکھے

بس سیہ کردی چو جان کافرش
تو تو نے کافر کی جان کی طرح اسکو بالکل کالا کر دیا

پس چہ چارہ جز پناہ چارہ گر
تو چارہ گر کی پناہ کے سوا کیا چارہ ہے؟

نا امیدی مس و اکسیرش نظر
نا امیدی تانبا ہے اور اس کی نظر اکسیر ہے

نا امیدیہا بہ پیش او نہید
نا امیدیوں کو اس کے سامنے رکھو

تا ز درد بے دوا بیروں جہید
تاکہ لاعلاج درد سے نکل سکو

چوں[3] شعیبؑ این نکتہا باو بگفت
جب حضرت شعیبؑ نے یہ نکتے اس سے کہے

زاں دم جاں در دل او گل شگفت
اس روحانی پھونک سے اسکے دل میں پھول کھلا

جانِ او بشنید وحی آسماں
اس کی جان نے آسمانی وحی سنی

گفت اگر بگرفت ما را کو نشاں
بولا، اگر اس نے ہمیں پکڑا ہے تو علامت کیا ہے؟

گفت یارب دفع من می گوید او
ان (حضرت شعیبؑ) نے کہا اے خدا وہ مجھ پر عتراض کرتا ہے

آں گرفتن را نشاں می جوید او
اس گرفت کی علامت چاہتا ہے

گفت شادم نگویم راز ہاش
(اللہ نے) فرمایا میں پردہ پوش ہوں اسکے راز نہیں بتاتا ہوں

جز یکے رمزے برائے ابتلاش
سوائے ایک اشارے کے اسکی آزمائش کیلئے

---

[1] توبہ جب گناہ کے بارے میں گناہ کا تصور نہیں رہتا تو توبہ بھی نہیں کرتا ہے اور دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ پشیمانی یعنی گناہ کرنے کی ندامت۔ بشست۔ نشست کا مخفف ہے۔ آہنش۔ دل کے لوہے کو گناہوں کا زنگ کھانا شروع کر دیتا ہے اور دل کا گوہر بدرنگ ہو جاتا ہے۔

چوں نویسی سفید کاغذ پر لکھو گے تو کتابت نظر نہ آئے گی لکھے پر لکھو گے تو کتابت کا اثر نہ معلوم ہوگا یہی حال گناہ کا ہے۔ انسان شروع میں گناہ کرتا ہے تو گناہ کا اثر محسوس کرتا ہے بار بار گناہ کرتا ہے تو اس کا اثر نظر سے غائب ہو جاتا ہے۔

[2] گر دو خط لکھے ہوئے پر لکھو گے تو پڑھ نہ سکو گے۔ ہر دو خط۔ پہلی اور اب کی تحریر نہ پڑھی جائیگی نہ اسکے معانی سمجھ میں آئیں گے۔ جان کافر کافر کو گناہوں کا احساس بالکل نہیں رہتا ہے۔ پس چہ چارہ۔ ایسے مصیبت کار کی حالت بڑی خطرناک ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی مایوس نہ ہو اللہ کی نظر کرم اصلاح کر سکتی ہے۔ نا امیدیہا۔ اپنی مایوسیوں کو دربار خداوندی میں پیش کر کے اصلاح حال کی دعا کرے۔

[3] چوں شعیبؑ۔ حضرت شعیبؑ پر جو وحی نازل ہوئی وہ اس گنہگار نے سنی تو اسکے دل میں کچھ روشنی پیدا ہوئی۔

یک[1] نشان آنکہ می گیرم ورا
اس کی علامت کہ میں اس کو پکڑتا ہوں ایک

آنکہ طاعت وارد از صوم و دعا
یہ ہے کہ وہ روزے اور نماز کی عبادت کرتا ہو

وز نماز و از زکوٰۃ و غیر آں
اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی

لیک یک ذرہ ندارد ذوق جاں
لیکن اروح کے ذوق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا ہے

می کند طاعات و افعالِ سَنی
وہ عبادات اور اعلیٰ اعمال کرتا ہے

لیک یک ذرہ ندارد چاشنی
لیکن ایک ذرہ لطف نہیں پاتا ہے

طاعتش نغز ست و معنیٰ نغز نے
اسکی (ظاہری) عبادت اچھی ہے اور روح کی (عبادت) اچھی نہیں ہے

جوز ہا بسیار و در وے مغز نے
اخروٹ بہت ہیں اُن میں گری نہیں ہے

ذوق[2] باید تا دہد طاعات بر
ذوق چاہیئے تاکہ عبادات پھل دیں

مغز باید تا دہد دانہ شجر
گری چاہیئے تاکہ دانہ درخت اُگائے

دانۂ بے مغز کے گردد نہال
بے گری کا دانہ کب پودا بنتا ہے؟

صورتِ بیجاں نباشد جز خیال
بے جان تصویر سوائے خیال کے کچھ نہیں ہے

چوں شعیبؑ این نکتہا بر وے بخواند
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اُس کو سنائے

از تفکر ہمچو خر در گل بماند
سوچ میں دلدل میں پھنسے ہوئے گدھے کیطرح رہ گیا

بقیۂ قصۂ طعنہ زدن آں مرد بیگانہ بر شیخ و جواب مرید اورا
اُس بیگانے انسان کا شیخ پر طعنہ کرنے اور اُس کو مرید کے جواب دینے کے قصہ کا بقیہ

آں خبیث از شیخ می لائید ژاژ
وہ خبیث شیخ کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہا تھا

کژ نگر باشد ہمیشہ چشمِ کاز
بھینگے کی آنکھ ہمیشہ ٹیڑھا دیکھنے والی ہوتی ہے

کہ منم[3] بر حال زشتِ او گواہ
کہ میں اُسکی بُری حالت کا گواہ ہوں

خمر خوارست و بد و کارش تباہ
شرابی ہے اور بُرا ہے اور اُس کا کام برباد ہے

کہ نشد دیدم میانِ مجلسے
کہ میں نے اُس کو ایک مجلس میں دیکھا ہے

اُو ز تقویٰ عاری ست و مفلسے
وہ پرہیزگاری سے خالی اور مفلس ہے

ور کہ باور نیست خیزی امشباں
اگر یقین نہیں ہے تو آج رات کو اُٹھ

تا بہ بینی فسق شیخت را عیاں
تاکہ اپنے پیر کا فسق تو آنکھ سے دیکھ لے

شب ببر دش بر سرِ یک روزنے
رات کو وہ اُسے ایک روشندان پر لے گیا

گفت بنگر فسق و عشرت کردنے
بولا، دیکھ فسق اور مزے اُڑانا

[1] یک نشان۔ گناہ پر گرفت کی ایک معمولی نشانی یہ ہے کہ گنہگار ہر طرح کی عبادت کرتا ہے لیکن ذوق اور لطف عبادت سے محروم رہتا ہے۔ سَنی۔ بلند، روشن۔ چاشنی، لذت۔ طاعتش یعنی ظاہری عبادات تو ٹھیک ہیں لیکن وہ اُس کے مغز اور روح سے محروم ہے اور اُسکی عبادت ایسی ہے جیسے بے گری کا اخروٹ۔

[2] ذوق باید۔ جب تک ذوق عبادت حاصل نہ ہو جو بمنزلہ مغز کے ہے تو اُس عبادت سے شجر و ثمر پیدا نہ ہوگا۔ نہال۔ پودا۔ صورتِ بے جان۔ بے جان تصویر۔ می گوئید۔ بکواس کرتا تھا۔ ژاژ۔ بکواس، گاز۔ بھینگا۔

[3] کہ منم۔ معترض نے کہا میں اُس شیخ کی بدچلنی کا گواہ ہوں وہ خرابی اور بُرا ہے۔ مجلسے۔ یعنی شراب کی محفل مجلس۔ یعنی نیکیوں سے خالی۔ ورکہ۔ اگر تجھے یقین نہیں ہے تو آج رات میرے ساتھ چل اور آنکھوں سے دیکھ لے۔ روزنے۔ یعنی اُس مجلس کے ایک روشندان کے پاس جہاں شیخ شراب کی مجلس میں تھا۔

727

بنگر آں سالوس[1] روز و فسقِ شب
دیکھ دن کا وہ مکر اور رات کا فسق

روز عبداللہ اُو را گشتہ نام
دن میں اُس کا نام اللہ کا (خاص) بندہ تھا

دید شیشہ در کفِ آں پیرِ پُر
اُس پیر کے ہاتھ میں بھرا ہوا شیشہ دیکھا

تو نمی گفتی کہ در جامِ شراب
تو نے نہیں کہا ہے کہ شراب کے جام میں

گفت[2] جامم را چناں پُر کردہ اند
اُس (شیخ) نے کہا میرے جام کو اُنھوں نے اتنا بھر دیا ہے

بنگر ایں جا ہیچ گنجد ذرّہ
دیکھ اِس میں کوئی ذرہ سماتا ہے

جامِ ظاہر خمرِ ظاہر نیست ایں
یہ ظاہری جام، ظاہری شراب نہیں ہے

جامِ مے ہستیِ شیخ ست اے فلیو
اے بیہودہ! جامِ شراب، شیخ کا وجود ہے

پُر[3] و مالامال از نورِ حق ست
وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور سے پُر اور مالامال ہے

نورِ خورشید ار بیفتد بر حدث
سورج کی شعاع اگر ناپاکی پر پڑے

شیخ گفت ایں خود نہ جامِ ست و نہ مے
شیخ نے فرمایا یہ نہ جام ہے اور نہ شراب

آمد و دید انگبینِ خاص بود
وہ آیا اور اُس نے دیکھا خالص شہد تھا

روز ہمچوں مصطفیٰ شب بولہب
دن میں مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح رات میں ابولہب

شب نعوذ باللہ و در دست جام
رات کو نعوذ باللہ اور ہاتھ میں شراب کا جام

گفت شیخا مر ترا ہم ہست غرّ
بولا، اے شیخ! تجھے بھی دھوکا لگا

دیو می میزد بجد ہر دم شتاب
شیطان کوشش کرکے ہر وقت جلد پیشاب کر دیتا ہے

کاندروا اندر نگنجد یک سپند
کہ اُس کے اندر ایک کا لاوا بھی نہیں سما سکتا ہے

ایں سخن را کژ شنیدہ غرّہ
بہکے ہوئے نے اُس کی بات کو ٹیڑھا سمجھا

دُور دار ایں راز شیخِ غیب بیں
غیب بین شیخ کو اِس سے دُور رکھو

کاندروا یدر نہ گنجد بولِ دیو
کہ اب اُس کے اندر شیطان کا پیشاب نہیں سما سکتا ہے

جامِ تن بشکست و نورِ مُطلق ست
جسم کا جام شکست ہو گیا ہے اور وہ مطلق نور ہے

اُو ہماں نور ست نپذیرد خبث
وہ وہی نور ہے، نجاست کو قبول نہیں کرتی ہے

ہیں بزیر آ منکر ابنگر بوئے
خبردار! اے منکر نیچے آ اِس کو دیکھ لے

کور شد آں دشمنِ کور و کبود
وہ اندھا، نیلا دشمن اندھا ہو گیا

---

[1] سالوس — روز — دن میں مکاری سے بزرگ بنا رہتا۔ فسقِ شب — یعنی رات کو فسق و فجور کرنا۔ ہمچوں — یعنی دن میں منصبِ نبوی پر عمل ہے اور شب کو بولہبی میں مبتلا ہے۔ عبداللہ — یعنی خدا کا نیک بندہ۔ نعوذ باللہ — یعنی شیطان جس سے ہم پناہ چاہتے ہیں۔ غرّہ — دھوکا، فریب۔ تو نمی گفتی — تو نے خود کہا تھا کہ شراب کے جام میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔

[2] گفت — شیخ نے کہا کہ میرا جام اس قدر پُر ہے کہ اُس میں شیطان کے پیشاب کی گنجائش ہی نہیں ہے سپند — حرمل، ایک دانہ ہے جس کی دھونی نظرِ بد کے دفعیہ کے لئے دی جاتی ہے۔ کژ شنیدہ — یعنی شیخ کی بات کا مطلب وہ سمجھا نہ سمجھا شیخ نے جام سے جامِ شراب مُراد نہ لیا تھا بلکہ جام سے مراد شیخ کا اپنا وجود تھا۔ فلیو — بوزن نشیب — احمق، بیہودہ۔ ایدر — بوزن دیگر — ایں جا، اِس جگہ۔

[3] پُر — پورا۔ جسم نورِ حق سے پُر ہے اِس میں شیطان کے اثرات کی گنجائش نہیں ہے۔ جامِ تن — بلکہ وہ تو اب مقامِ فنا میں ہے۔ نورِ خورشید — جبکہ شیخ نورِ مطلق ہے تو کوئی اور مقام اُسکو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے سورج کا نور اگر گندگی پر پڑے تو اُس سے وہ نجس نہ ہوگا۔

بزیر آ — چونکہ یہ باتیں روشندان کے ذریعہ ہو رہی تھیں۔ دید — یعنی اُس کے ہاتھ میں شراب نہ تھی بلکہ خالص شہد تھا۔

728

گفت[1] پیر آں دم مُریدِ خویش را
اُس وقت پیر نے اپنے مُرید سے کہا

رَو برائے من بجو مے اے کیا
ارے میاں! جاؤ میرے لئے شراب تلاش کرو

کہ مرا رنجست مُضطر گشتہ ام
کیونکہ میرے درد ہے میں مجبور ہو گیا ہوں

من ز رنج از مخمصہ بگذشتہ ام
میں درد کی وجہ سے بھوک (کی مجبوری) سے بڑھ گیا ہوں

در ضرورت ہست ہر مُردار پاک
مجبوری میں ہر مُردار پاک ہے

بر سرِ مُنکر ز لعنت باد خاک
مُنکر کے سر پر لعنت کی خاک ہو

گرد خمخانہ برآمد آں مُرید
وہ مُرید شراب خانہ کی جانب گیا

بہرِ شیخ از ہر خمے اومے چشید
اُس نے شیخ کے لئے ہر مٹکے میں سے شراب چکھی

در ہمہ خمخانہ ہا اُو مے ندید
اُس نے تمام شراب خانوں میں شراب نہ دیکھی

گشتہ بد پر از عسل خُمِّ نبید
شراب کے مٹکے شہد سے بھر گئے تھے

گفت[2] اے رنداں چہ حالست ایں چہ کار
اُس نے کہا اے رندو! کیا حال ہے یہ کیا کام ہے؟

ہیچ خُمے در نمی بینم مُختار
میں کسی مٹکے میں شراب نہیں دیکھتا ہوں

جملہ رنداں نزدِ آں شیخ آمدند
سب رند اُس شیخ کے پاس آئے

چشم گریاں دست بر سر می زدند
روتے ہوئے سروں کو پیٹتے تھے

در خرابات آمدی شیخِ اجل
اے اے بزرگ شیخ! آپ شراب خانہ میں آئے

جملہ مَیہا از قدومت شُد عسل
آپ کی تشریف آوری سے تمام شرابیں شہد ہو گئیں

کردہ مَے را تو مبدّل از خبث
آپ نے شراب کو ناپاکی سے تبدیل کر دیا

جانِ ما را ہم بدل کن از خبث
ہماری جان کو بھی ناپاکی سے تبدیل کر دیجئے

گر شود[3] عالم پُر از خون ہال ہال
اگر عالم خون سے لبریز ہو جائے

کے خورد بندہ خدا الّا حلال
اللہ کا (مخلص) بندہ سوائے حلال کے کب کھاتا ہے؟

گفتنِ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ آپ

کہ تو بے مصلّیٰ بہر جا کہ میروی نماز میکنی

بے مصلّے کے جہاں جاتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں

عائشہؓ روزے بہ پیغمبر بگفت
ایک دن (حضرت) عائشہ رضؓ نے پیغمبرؐ سے عرض کیا

یا رسول اللہ تو پیدا و نہفت
یا رسول اللہ آپ مجمع اور تنہائی میں

---

[1] گفت۔ شیخ نے اپنے مُرید کی بدگمانی دُور کرنے کے لئے اُس سے کہا۔ کہ مرا رنج یعنی میری تکلیف بھوک کی تکلیف سے بھی بڑھ گئی اور میں مضطر کے حکم میں ہوں جس کے لئے جان بچانے کیلئے حرام چیز کھا لینا جائز ہو جاتا ہے۔ مخمصہ۔ قرآن پاک میں فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ یعنی جو بھوک کی وجہ سے مجبور ہو جائے اور گناہ کی طرف اُس کا جھکاؤ نہ ہو اور وہ حرام کھا لے تو اللہ غفور و رحیم ہے۔ منکر۔ یعنی جو اس جواز کا انکار کرے۔ پُر از عسل یعنی ہر مٹکا بھرا ہوا تھا شراب کے شہد سے بھرا ہوا تھا

[2] گفت۔ مرید نے دوسرے شرابیوں سے دیانت کیا کہ کیا معاملہ ہے کسی مٹکے میں بھی شراب نہیں ہے۔ عُقار۔ شراب۔ جملہ رنداں۔ شیخ کی اس کرامت سے شرابی متاثر ہو گئے۔ غرابات۔ میخانہ۔ مبدّل از حدث۔ شراب ناپاک ہے شہد پاک ہے۔ خبث۔ یعنی گناہوں کی خباثت۔

[3] گر شود۔ اللہ اپنے نیک بندوں کیلئے حلال روزی کی بہر حال سبیل پیدا فرما دیتا ہے۔ آئندہ حکایت کا بھی یہی خلاصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کیلئے ناپاک زمین کو بھی حکماً پاک بنا دیا ہے۔ بے حدث۔ یعنی زمین پر آپ کچھ

729

هر کجا یابی نمازے می کنی
جہاں موقع ملتا ہے نماز پڑھ لیتے ہیں

می روی در خانۂ ناپاک و دنی[1]
آپ ہر ادنیٰ اور ناپاک گھر میں چلے جاتے ہیں

بے مصلیٰ می گذاری تو نماز
بغیر مصلے کے آپ نماز پڑھ لیتے ہیں

ہر کجا روئے زمیں بکشای راز
جہاں بھی روئے زمین ہو، راز بتائے؟

گرچہ میدانی کہ ہر طفلِ پلید
اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ہر نا پاک بچہ

کرد مستعمل بہر جا کہ رسید
جہاں وہ جاتا ہے (زمین) کو مستعمل کر دیتا ہے

گفت پیغمبر کہ از بہرِ مہاں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا بڑے لوگوں کیلئے

حق نجس را پاک کرداں را بداں
اللہ (تعالیٰ) نے نجس کو پاک کر دیا ہے اسکو سمجھ لے

سجدہ گاہم را ازاں رو لطف حق
اسلئے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی نے میری سجدہ گاہ کو

پاک گردانید تا ہفتم طبق
ساتوں طبقوں تک پاک کر دیا ہے

ہاں وہاں ترک حسد کن با شہاں[2]
خبردار خبردار بادشاہوں سے حسد کرنا چھوڑ دے

ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں
ورنہ تو دنیا میں شیطان ہو جائے گا

گو اگر زہرے خورد شہدے شود
کیونکہ وہ اگر زہر کھالے تو شہد بن جائیگا

تو اگر شہدے خوری زہرے بود
تو اگر شہد کھائے، زہر ہوگا

کو بدل گشت و بدل شد کار او
کیونکہ وہ بدل گیا اور اس کا کام بدل گیا

لطف گشت و نور شد مر نار او
وہ محبت بن گیا، اس کی آگ نور بن گئی ہے

قوتِ حق بود مر ابابیل را
ابابیل میں اللہ کی طاقت تھی

ورنہ مرغے چوں کشد مر پیل را
ورنہ ایک پرندہ ہاتھی کو کیسے مار سکتا ہے؟

لشکرے را مرغکے چندے شکست
بڑے لشکر کو چھوٹے پرندہ نے شکست دیدی

تا بدانی کاں صلابت[3] از حق است
تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ سختی اللہ کی طرف سے تھی

گر ترا وسواس آید زیں قبیل
اگر تجھے اس سلسلہ میں شک ہو

رو بخواں تو سورۂ اصحاب فیل
جا، تو اصحاب فیل کی سورۃ پڑھ لے

در کنی با او مرے و ہمسری
اگر تو اس سے جھگڑا اور برابری کرے گا

کافرم داں گر تو زیشاں سر بری
مجھے کافر سمجھ اگر تو ان سے جیت جائے

کشیدن موش مہار اشتر را و معجب شدن موش در خود
چوہے کا اونٹ کی مہار کو کھینچنا اور چوہے کا گھمنڈ میں آجانا

[1] دنی۔ کمتر درجہ کا۔ گرچہ میدانی۔ عموماً بچے پیشاب پاخانہ سے گھر کی زمین کو ناپاک کر دیتے ہیں۔ یہاں بزرگ، بڑے لوگ۔ سجدہ گاہم۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میری زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور باعث پاکی بنادی گئی ہے۔ یعنی میں ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہوں۔ دیگر امتوں کو حکم تھا کہ وہ صرف عبادتخانوں میں عبادت کریں اور پانی نہ ہونیکی صورت میں زمین سے تیمم کر لینا تیرے لئے پاکی ہے۔

[2] حسد۔ اگر خدا کا خاص بندہ اگر زہر بھی کھالے تو خدا اس کی تاثیر بدل دیتا ہے اور وہ آفاقی یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِہِمْ حَسَنَاتٍ کا مصداق ہوتا ہے۔ تو اگر ایک گنہگار کا نہار روزہ بھی مردود ہو جاتا ہے۔ ترجمۂ حق۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں اپنی صفت کا پرتو ڈالدیتا ہے ورنہ ابابیل جیسا پرندہ ابرہہ کے ہاتھیوں کو کیسے شکست دیدیتا۔

[3] صلابت۔ یعنی سورہ سورۂ الفیل میں ابابیلوں کے ذریعہ ابرہہ کے ہاتھیوں کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ در کنی۔ بڑوں سے جھگڑا اور ہمسری کا دعویٰ کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ کشیدن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ چوہے نے اپنے سے بڑے اونٹ سے ہمسری کی اور شرمندہ ہوا۔ معجب۔ تکبر

730

مُوشکے در کف مہارِ اُشتُرے
ایک حقیر چوہے نے ایک اونٹ کی مہار ہاتھ میں

دررَبود و شُد رواں اُو از پئے
لے لی، اور اکڑتا ہوا روانہ ہوا

شتر با چُستی کہ با اُو شد رواں
جب اونٹ تیزی سے اُس کے ساتھ چلا

موش غرّہ شد کہ ہستم پہلواں
چوہے کو گھمنڈ ہو گیا کہ میں پہلوان ہوں

بر شتر زد پرتوِ اندیشۂ اش
اُس کے خیال کا عکس اونٹ پر پڑا

گفت بنمایم ترا تو باش خوش
اُس نے کہا تو خوش ہو لے میں تجھے دکھاؤں گا

تا بیامد بر لبِ جوئے بزرگ
یہاں تک کہ وہ بڑی نہر کے کنارے پر پہنچا

کاندرو گشتے زبوں پیلِ سُترگ
جس میں بڑا ہاتھی بھی عاجز آجائے

مُوش آنجا ایستاد و خُشک گشت
چوہا وہاں کھڑا ہو گیا اور خشک ہو گیا

گفت اشتر اے رفیقِ کوہ و دشت
اونٹ بولا، اے پہاڑ اور جنگل کے ساتھی!

ایں توقف چیست حیرانی چرا
یہ ٹھہراؤ کیسا ہے؟ حیرانی کیوں ہے؟

پا نہ مردانہ اندر جُو در آ
بہادری سے قدم بڑھا، نہر میں آجا

تو قلاؤوزی و پیشِ آہنگِ مَن
تو میرا رہبر اور پیش رو ہے

در میانِ رہ مباش و تن مَزن
راستہ میں نہ رُک اور چُپ نہ ہو

گفت ایں جُوئے شگرف و عمیق
(چوہا) بولا یہ نہر خوفناک اور گہری ہے

من ہمی ترسم زغرقاب اے رفیق
اے ساتھی! میں ڈوبنے سے ڈر رہا ہوں

گفت اُشتر تا ببینم حدِّ آب
اونٹ نے کہا ٹھہر تاکہ میں پانی کا اندازہ لگا لوں

پا دروں بنہاد آں اشتر شتاب
اونٹ نے فوراً پاؤں اندر رکھ دیا

گفت تا زانوست آب اے کورموش
(اونٹ) بولا اے اندھے چوہے! پانی ران تک ہے

از چہ حیراں گشتی و رفتی زہوش
تو کیوں حیران ہو گیا اور ہوش کھو بیٹھا

گفت مُورِ تست مارا تا زدہاست
(چوہے نے) کہا تیرے لئے چیونٹی ہے ہمارے لئے اژدہا ہے

کہ ز زانو تا بہ زانو فرقہاست
اس لئے کہ ران اور ران میں بہت فرق ہے

گر تُرا تا زانوست اے پُر ہُنر
اے ہنرمند! اگر تیری ران تک ہے

مر مرا صد گز گذشت از فرقِ سَر
تو میرے سر کی چندیا سے سو گز اونچا ہے

گفت گستاخی مکُن بارِ دگر
(اونٹ) بولا پھر گستاخی نہ کرنا

تا نسوزد جسم و جانت ریں شرر
کہیں اس چنگاری سے تیرا جسم اور جان نہ جل جائے

لہ ہر ے۔ مقابلہ، جھگڑا، پہلواں۔ اپنی سمجھ میں اتنی طاقت ہے کہ اونٹ کو تابو میں کر رکھا ہے۔ اندیشہ۔ یعنی اونٹ کی ہمسری کا خیال۔ تا بیامد۔ ایسی نہر آگئی جس میں ہاتھی بھی نہ ٹھہر سکے خشک گشت۔ یعنی نہر کے نزدیک توقف ٹھہراؤ۔

سے تلاؤ و وزی۔ راہنما۔ تن مزن۔ خاموش نہ رہ۔ شگرف۔ عجیب و غریب۔ خوفناک۔ غرقاب۔ پانی میں ڈوبنا۔ حدِّ آب یعنی پانی کی گہرائی۔ کورموش۔ اندھا چوہا۔ پیچھے نہ دیکھنے والا۔

سے گفت۔ چوہے نے کہا کہ تیرے نزدیک معمولی اور چھوٹی چیز میرے لئے خطرناک اور بڑی ہے تیرے زانو اور میرے زانو میں بہت فرق ہے۔ فرقِ سر۔ سر کا وہ اگلا حصہ جس پر مانگ نکالی جاتی ہے۔ گستاخی۔ یعنی ہمسری کا دعویٰ۔ شرر۔ چنگاری۔

731

تو مرے باشکلِ خود موشاں بکُن
تو اپنے جیسے چوہوں سے مقابلہ کر

باشتر مر موش را نبود سخن
چوہے کے لئے اونٹ سے بات مناسب نہیں ہے

گفت توبہ کردم از بہرِ خدا
اُس (چوہے) نے کہا کہ میں نے توبہ کی خدا کیلئے

بگذراں زیں آبِ مُہلک مرمرا
اِس مہلک پانی سے مجھے پار کردے

رحم آمد مر شتر را گفت ہیں
اونٹ کو رحم آگیا، بولا، ہاں

برّجہ[1] و بر گردبانِ من نشیں
کود اور میرے پاؤں پر بیٹھ جا

ایں گذشتن شد مُسلّم مرمرا
میرا پار کرنا یقینی ہے

بگذرانم صد ہزاراں چوں ترا
تجھ جیسے لاکھوں کو پار کردوں گا

چوں پیمبر نیستی پس رو براہ
جب تو پیغمبر نہیں ہے تو راستے کی

تا رسی از چاہ روزے سوئے جاہ
تاکہ کسی دن کنویں سے (نکل کر) تو برسرِ جاہ پہنچ جائے

تو رعیت باش چوں سلطان نہ
تو رعیت بن جا جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے

تگ مراں چوں مرد کشتیبان نہ
گہرائی میں (کشتی) نہ چلا جبکہ تو ملاح نہیں ہے

چوں[2] نہ کامل دُکاں تنہا مگیر
جب کہ تو ماہر نہیں ہے تنہا دُکان نہ کر

دستِ خوش می باش تا گردی تمیر
تابع بن جا تاکہ تو خمیر بن جائے

چونکہ آزادیت ناید بندہ باش
جب تجھے آزاد رہنا نہیں آتا، غلام بن جا

ہیں مپوش اطلس برو در زندہ باش
خبردار! اطلس نہ پہن جا گدڑی میں رہ

اَنصِتُوا را گوش کُن خاموش باش
یعنی چپ رہو کا سُن، چپ رہ

چوں زبانِ حق نگشتی گوش باش
جب تو اللہ کی زبان نہ بنا، کان بنجا

در[3] بگوئی مُشکلِ استفسار گو
تو اگر کوئی اشکال کرے تو پوچھنے کے طریقہ پر کر

با شہنشاہاں تو مسکیں وار گو
شہنشاہوں سے مسکین کی طرح بات کر

ابتدائے کبر و کیں از شہوت ست
تکبر اور کینہ کی ابتدا خواہشِ نفسانی سے ہے

راستیٔ شہوتت از عادت ست
خواہشِ نفسانی تیری کجاوٹ عادت کی وجہ سے ہے

چوں ز عادت گشتہ محکم خوئے بد
جب عادت کیوجہ سے بُری عادت پختہ ہو جائے

خشم آید بر کسے کت واکشد
تجھے اُس پر غصہ آتا ہے جو تجھے ہٹائے

---

[1] برجہ۔ جہیدن ہمعنی کودنا سے بنا ہے۔ گردباں۔ پالان، جھول۔ مسلّم۔ تسلیم شدہ یقینی۔

[2] چوں نہ۔ جب تک تجار میں مہارت نہ ہو مستقل دکان نہ کرنی چاہیئے ورنہ نقصان ہوگا۔ دستِ خوش۔ تابع، مطیع، ماہر۔ خمیر۔ آٹے میں جب خمیر اٹھ جاتا ہے تب روٹی پکانے کے قابل ہوتا ہے چونکہ آزاد آدمی زندگی بسر کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو غلام بنا رہنا چاہیئے۔ اطلس مشہور ریشمی کپڑا ہے۔ ژندہ۔ گدڑی، غریبانہ۔ جب تک کمال حاصل نہ ہو کسی شیخ کے تابع رہنا ضروری ہے۔ انصتوا۔ قرآن پاک میں ہے جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو یعنی جب تک وعظ و تلقین کی صلاحیت نہ ہو خاموشی سے شیخ کی نصیحت سنا کرو۔

[3] در بگوئی۔ اگر کوئی اشکال پیش آئے تو مُتکبرانہ سوال نہ کر بلکہ تعلیم حاصل کرنے کے طور پر دریافت کرے۔ بابتدا۔ انسان بزرگوں سے ہمسری تکبر کی وجہ سے کرتا ہے۔ اور اس قسم کی برائیاں نفس کے تقاضے سے پیدا ہوتی ہیں اور جب انسان ان برائیوں کو بار بار کرتا ہے تو نفس کی اس خواہش میں جماؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ تجھ اب اگر کوئی اس برائی سے روکے تو غصہ آتا ہے۔

چونکہ تو گلخوار[1] گشتی ہر کہ او — واکشد از گل ترا باشد عدو

چونکہ تو مٹی کھانے والا بن گیا ہے، جو بھی — تجھے مٹی سے ہٹاتا ہے دشمن ہوگا

بت پرستاں چونکہ خو با بت کنند — مانعانِ راہِ خود را دشمن اند

بت پرست چونکہ بتوں کی عادت ڈال لیتے ہیں — اپنے راہ سے ہٹانے والوں کے دشمن ہیں

چونکہ کرد ابلیس خو با سروری — دید آدمؑ را بہ تحقیر از خری

چونکہ شیطان سرداری کا عادی ہو گیا تھا — گدھے پن سے اس نے آدمؑ کو حقارت سے دیکھا

کہ بہ از من سروے دیگر بود — تا کہ او مسجود چوں من کس شود

مجھ سے بہتر کوئی دوسرا سردار ہوگا؟ — تاکہ وہ مجھ جیسے کا مسجود بنے

سروری زہرست جز آں روح را — کہ بود تریاقِ لانی زابتدا

اس روح کے سوا کے لئے سرداری زہر ہے — جو شروع سے لان (پہاڑ) کا تریاق ہو

کوہ گر پُر مارہا شد باکے مدار — کو بود اندر دروں تریاق زار

پہاڑ اگر سانپوں سے بھرا ہو، پرواہ نہ کر — کیونکہ اس میں تریاق زار ہوتا ہے

سروری چوں شد دماغت را ندیم — ہر کہ بشکستت شود خصم عظیم

سرداری جب تیرے دماغ کی ساتھی بن گئی — جو تجھے شکست دے تیرا دشمن ہوگا

چوں[2] خلافِ خوئے تو گوید کسے — کینہا خیزد ترا با او بسے

جب کوئی تیری عادت کے خلاف بولے — تجھ میں اس سے بہت سے کینے پیدا ہونگے

کہ مرا از خوئے من برمیکند — خویش بر من میر و سر ور میکند

کہ وہ مجھے میری خصلت سے جدا کرتا ہے — اپنے آپ کو میرے اوپر امیر اور سردار بناتا ہے

چوں[3] نباشد خوئے بد سرکش درو — کے فروزد از خلاف آتش درو

اس میں جب کوئی بری عادت ظہور پذیر نہ ہو — تو مخالفت کی آگ اس میں کیوں بھڑکے؟

چوں نباشد خوئے بد محکم شدہ — کے شود اندر خلاف آتشکدہ

جب اس میں بری عادت مستحکم نہ ہوئی ہو — تو اختلاف میں آگ کی بھٹی کیوں ہو؟

با مخالف او مدارا می کند — در دلِ او خویش را جا می کند

وہ مخالف کی (بھی) خاطر تواضع کرتا ہے — اس کے دل میں اپنی جگہ کر لیتا ہے

زانکہ خوئے بد بگشتت استوار — مور شہوت شد زعادت ہمچو مار

کیونکہ تیری عادت بری مضبوط ہو گئی ہے — نفسانی خواہش کی چیونٹی عادت کی وجہ سے سانپ ہو گئی ہے

[1] گلخوار: مٹی کھانے والا۔ چونکہ کرد ابلیس کو سرداری کی عادت پڑ گئی تھی اس لئے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا۔ سروری۔ سرداری۔ زہرست۔ حبِ جاہ نفس کا بہت بڑا رذیلہ ہے۔ تریاقِ لانی۔ لان پہاڑ کا تریاق جو زہر کے ازالہ میں بہت زود اثر ہوتا ہے۔ کوہ۔ اولیاء اللہ کے پاس یہ تریاق ہے لہٰذا جاہ و رتبہ کا سانپ ان پر اثر نہیں کرتا ہے۔ ندیم۔ ہم مجلس، ساتھی۔ خصمِ عظیم۔ بڑا دشمن۔

[2] چوں خلاف۔ جب کوئی کسی عادت کے خلاف اس کو نصیحت کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ نصیحت کرنے والا اپنی بڑائی اور سرداری جتاتا ہے۔

[3] چوں نباشد۔ اگر انسان میں بری عادت نہیں ہوتی ہے تو نصیحت سے اس کو ناگواری نہیں ہوتی ہے۔ محکم۔ مضبوط۔ مدارا۔ خاطر تواضع۔ زانکہ۔ غصہ کی وجہ یہی ہے کہ تیری بری عادت مستحکم ہو گئی ہے۔ مور۔ یعنی ادنیٰ نفسانی خواہش۔ مار۔ یعنی مہلک نفسانی خواہش۔

مارِ شہوت[1] را بکُش در ابتدا — ورنہ اینک گشتہ مارت اژدہا
نفسانی خواہش کے سانپ کو ابتدا ہی میں مار ڈال — ورنہ تیرا یہ سانپ اژدھا بن جائے گا

لیک ہر کس مُور بیند مارِ خویش — تو زصاحبدل کُن استفسارِ خویش
لیکن ہر شخص اپنے سانپ کو چیونٹی سمجھتا ہے — تو اپنے بارے میں صاحبدل سے معلومات کر لے

زابتدا ایں مارِ شہوت را بکُش — ورنہ اژدرہا شود اے تیز ہُش
نفسانی خواہش کے اس سانپ کو شروع میں مار ڈال — ورنہ اے تیز ہوش! وہ اژدھا بن جائے گا

تا نہ شد[2] زر مس نداند مَن بمسم — تا نہ شد شہ دل نداند مُفلسم
جبتک تانبا سونا نہیں بنتا وہ نہیں سمجھتا کہ میں تانبا ہوں — جبتک دل شاہ نہ بنجائے وہ نہیں جانتا کہ میں مفلس ہوں

خدمتِ اکسیر کُن مس وار تو — جور می کش اے دل از دلدار تو
تو تانبے کی طرح اکسیر کی خدمت کر — اے دل! اپنے دلدار کی سختی برداشت کر

کیست دلدار اہلِ دل نیکو بداں — کُو چو روز و شب جہانست از جہاں
دلدار کون ہے؟ خوب سمجھ لے اہلِ دل (ہے) — جو دن اور رات کی طرح دنیا سے گریزاں ہے

عیب کم گو بندۂ اللہ را — مُتہم کم کُن بدزدی شاہ را
اللہ (تعالیٰ) کے (خاص) بندے کی عیب جوئی نہ کر — بادشاہ کو چوری کا نہ لگا

ورنہ[3] باشی ہیچ ہیچ از ہیچگاں — پس رود ہر دیو باشی مُتہماں
ورنہ تو ناچیزوں میں سے ناچیز تر بنجائے گا — اور ہر ذلیل شیطان کا پیرو بنجائے گا

کرامات آں درویش کہ در کشتی بدزدیش مُتہم کردند
اس درویش کی کرامات جس پر کشتی میں چوری کرنے کی تہمت لگائی

بود درویشے درونِ کشتے — ساختہ از زحمت مردی پشتے
ایک کشتی میں ایک درویش تھا — جو مردانگی کے ساز و سامان کو سہارا بنائے ہوئے تھا

یافتہ شد ہمیان زر او خفتہ بود — جملہ را جُستند او را ہم نمود
اشرفیوں کی ایک ہمیانی گم ہوگئی وہ سویا ہوا تھا — انھوں نے سب کی تلاشی لی اس کو بھی دیکھ لیا

کیں فقیر خفتہ را جو ہیم ہم — کرد بیدارش زغم صاحب دَرَم
اس سوئے ہوئے فقیر کی بھی ہم تلاشی لیں — شریفوں والے غم کو جس سے اس کو بھی بیدار کیا

کاندریں کشتی چرمداں گم شدہ است — جملہ را جستیم نتوانی تو رست
کہ اس کشتی میں چوڑے کی تھیلی گم ہوگئی ہے — ہم نے سب کی تلاشی لی ہے تو بھی نہ چھوٹ سکیگا

[1] مارِ شہوت۔ نفسانی خواہش کو ابتدا ہی دبا دینا چاہیئے ورنہ خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ لیک۔ لیکن عیبدار اپنے عیب کو معمولی سمجھتا ہے۔ تو زصاحبدل۔ کسی شیخ سے اس رذیلہ کا انجام دریافت کر لے۔

[2] تا نہ شد۔ جب انسان کا کوئی رذیلہ زائل ہوتا ہے تب وہ سمجھتا ہے کہ وہ رذیلہ کس قدر خطرناک تھا۔ تا نہ شد۔ ہر چیز ضد کے ذریعہ پہچانی جاتی ہے۔ خدمتِ اکسیر۔ جو شیخ تیری حقیقت بدل دے وہ اکسیر ہے تو اسکے لئے بمنزلہ تانبے کے ہے۔ روز و شب۔ دن رات کو دنیا سے گریزاں مانا جاتا ہے صاحبدل بھی دنیا سے گریزاں اور متنفر ہوتا ہے۔

[3] ورنہ۔ اگر تو اہل اللہ پر تہمت دھریگا تو حقیر ترین بن جائیگا، شیطان کا تابع ہو جائیگا۔ کرامات۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بزرگوں پر تہمت دھرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ زحمتِ مردی۔ اس کا اعتماد و بھروسہ صبر و قناعت پر تھا۔ یافتہ۔ گم، ضائع۔ او را ہم نمود۔ مالک نے اس سوئے ہوئے فقیر کو بھی لوگوں کو دکھایا۔ صاحب دَرَم۔ یعنی جسکی شرافتیں گم ہوئی تھیں۔ چرمداں چرمے کی تھیلی یعنی ہمیانی جملہ را جستیم۔ ہم نے سب کی جامہ تلاشی لی ہے۔

73 ب

دَلق بیروں کُن بر ہنہ شو ز دَلق
گدڑی اُتار دے، گدڑی سے ننگا ہو جا

تا ز تو فارغ شود اوہامِ خلق[1]
تاکہ لوگوں کے شکوک تجھ سے رفع ہوں

گفت یارب مر غلامت را خساں
اُس (درویش) نے کہا اے خدا! تیرے غلام کو کمینوں نے

متہم کردند فرماں در رساں
متہم کیا، حکم فرما دے

یَا غِیَاثِی عِندَ کُلِّ کُربَتِہ
اے ہر مصیبت میں میرے فریاد رس!

یَا مُعَاذِی عِندَ کُلِّ شِدَّتِہ
اے ہر مصیبت میں میری پناہ!

یَا مُجِیبِی عِندَ کُلِّ دَعوَتِہ
اے ہر پکار پر میرے جواب دینے والے!

یَا مَلَاذِی عِندَ کُلِّ مِحنَتِہ
اے ہر مشقت میں میرے ملجا!

چوں بدرد آمد دلِ درویش زاں
جب اُس (تہمت) سے درویش کے دل کو تکلیف

سَر بروں کردند ہر سو دُرزماں
نوٹا ہر جانب سے سر نکالا

ماہیانِ بے حد از دریائے ژرف
گہرے دریا سے بے حد مچھلیوں نے

دُر دہانِ ہر یکے دُرِّ شگرف
ہر ایک کے منہ میں عجیب موتی

صد ہزاراں ماہی از دریائے پُر
بھرے دریا سے لاکھوں مچھلیوں نے

دُر دہانِ ہر یکے دُرّے چہ دُر
ہر ایک کے منہ میں موتی، کیسا (اچھا) موتی

ہر یکے[2] دُرِّ خراجِ مملکتے
ہر ایک موتی ایک سلطنت کی آمدنی

کز آں ست ایں ندارد شرکتے
کیونکہ وہ اللہ کی جانب سے ہے جو شرکت سے پاک ہے

دُرِّ چند انداخت در کشتی و جست
چند موتی کشتی میں پھینکے اور جست لگائی

مر ہوا را ساخت کرسی و نشست
ہوا کو کرسی بنایا اور بیٹھ گیا

خوش مربع چوں شہان بر تختِ خویش
اچھی چوکڑی لگا کر بادشاہوں کیطرح اپنے تخت پر

اُو فراز اوج و کشتی اش بہ پیش
وہ بلندی کی اونچائی پر اور کشتی اسکے آگے

گفت[3] اُو کشتی شما را حق مرا
اُس نے کہا وہ کشتی تمہاری ہے میرا خدا ہے

تا نباشد با شما دُزدِ گدا
تاکہ تمہارے ساتھ چور فقیر نہ رہے

تا کرا باشد خسارت زیں فراق
دیکھو اس جدائی سے کس کا نقصان ہو

من خوشم جُفت حق و از خلق طاق
میں اللہ کے ساتھ اور مخلوق سے علیحدہ خوش ہوں

نے مرا اُو تہمت دُزدی نہد
وہ نہ مجھ پر چوری کی تہمت لگاتا ہے

نے مہارم را بغمازے دہد
نہ میری نکیل چغلخور کے ہاتھ میں دیتا ہے

[1] اوہامِ خلق۔ لوگوں کو تیرے اوپر بھی چوری کا گمان ہے۔ فرماں در رساں۔ کوئی حکم جاری فرما دے۔ غیاث۔ مدد۔ کربۃ۔ مصیبت۔ معاذ۔ جائے پناہ۔ مجیب۔ جواب دینے والا۔ ملاذ۔ جائے پناہ۔ محنۃ۔ مشقت۔ چوں جب فقیر کے دل سے آہ نکلی تو دریا میں چاروں طرف سے مچھلیاں نمودار ہوئیں۔ ژرف۔ گہرا۔ دُرِّ موتی۔ شگرف۔ عجیب۔ دُرّے چہ دُر یعنی عجیب و غریب موتی۔

[2] ہر یکے۔ ہر مچھلی کے منہ میں ایسا بے مثل اور قیمتی موتی تھا جس کی قیمت ایک ملک کی آمدنی کی برابر تھی چونکہ وہ بے مثل اللہ کی جانب سے تھا اسلئے خود بھی بے مثل تھا۔ درویش نے مچھلیوں سے چند موتی لے کر کشتی میں پھینک دیئے اور خود شاہوں کیطرح ہوا میں چوکڑی لگا کر بیٹھ گیا۔ مربع۔ چوکڑی مار کر بیٹھنا فراز۔ اونچائی۔ اوج۔ بلندی۔

[3] گفت۔ ہوا میں معلق ہو کر اُس فقیر نے کہا میں تمہاری کشتی میں نہ بیٹھوں گا تاکہ تم مجھ چور فقیر کے ساتھ نہ رہو۔ تاکرا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جدائی تمہارے لئے مضر ہے یا میرے لئے اب میرا اور اللہ کا جوڑ ہے اور مخلوق سے میں علیحدہ ہوں۔ نے مرا۔ خدا نہ مجھ پر تہمت لگاتا ہے نہ مجھے رسوا کرتا ہے۔ نمّام۔ چغلخور۔

بانگ کردند اہلِ کشتی کائے ہمام[1]
کشتی والے چیخے! اے بزرگ!

ازچہ دادندت چنیں عالی مقام
تجھے یہ بلند مقام کس وجہ سے دیا ہے؟

گفت از تہمت نہادن بر فقیر
اُس نے کہا، فقیر پر تہمت لگانے کی وجہ سے

وز حق آزاری پئے چیزے حقیر
اور معمولی چیز کے لئے اللہ کو ستانے کی وجہ سے

حاش للہ بل ز تعظیمِ شہاں
خدا بچائے، بلکہ شاہوں کی تعظیم کرنے سے

کہ نبودم بر فقیراں بدگماں
کہ میں فقیروں پر بدگمان نہ تھا

آں[2] فقیرانِ لطیف و خوش نفس
وہ پاکیزہ اور نیک دم فقیر

کز پئے تعظیم شاں آمد عبس
جن کی تعظیم کیلئے سورۂ عبس نازل ہوئی ہے

آں فقیری بہرِ پیچا پیچ نیست
وہ فقیری اینچ پینچ کے لئے نہیں ہے

بل پئے آنکہ بجز حق ہیچ نیست
بلکہ اسلئے ہے کہ خدا کے علاوہ کچھ نہیں ہے

مُتہم چوں دارم آنہارا کہ حق
میں اُن کو کیسے متہم بنا سکتا ہوں جبکہ اللہ نے

کرد امینِ مخزنِ ہفتم طبق
ساتوں طبقوں کے خزانے کا امین بنایا ہے

مُتہمِ نفس ست بے عقلِ شریف
متہم نفس ہے نہ کہ شریف عقل

مُتہمِ حس ست نے نورِ لطیف
متہم حس ہے نہ کہ پاکیزہ نور

نفس[3] سوفسطائی آمد میزنش
نفس سوفسطائی ہے اسکی سرزنش کر

کش زدن سازد نہ حجت گفتنش
کیونکہ مارنا ہی اسکے لائق ہے نہ اس سے دلیل بیان کرنا

معجزہ بیند فرو داں نماں
معجزہ دیکھتا ہے، اُس وقت منور ہوجاتا ہے

بعد ازاں گوید خیالے بود آں
اس کے بعد کہہ دیتا ہے وہ خیال تھا

در حقیقت بود آں دید عجب
اگر وہ عجیب نظارہ حقیقت تھا

چوں مقیمِ چشم نامد روز و شب
تو دن رات آنکھ میں کیوں نہ ٹھہرا؟

ایں مقیمِ چشمِ پاکاں می بود
وہ پاکبازوں کی آنکھ میں ٹھہرتا ہے

نے قرینِ چشمِ حیواں می شود
حیوان کی آنکھ کا ساتھی نہیں بنتا ہے

---

[1] ہمام۔ سردار، بزرگ، عالی مقام۔ یہ کرامت کہ ہوا کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ گفت از تہمت۔ درویش نے طنزاً کہا، یہ مقام فقیروں پر تہمت دھرنے اور معمولی چیز پر اللہ کا دل دکھانے سے ملا ہے۔ حاش للہ۔ پہلی بات تو طنزاً کہی تھی اب کرامات کا صحیح سبب بتایا۔

[2] آں فقیران۔ ان فقراء کی تعظیم سے یہ مقام حاصل ہوا ہے وہ پاک نفس فقراء ہیں جن کی تعظیم میں سورہ عبس نازل ہوئی جبکہ آنحضورؐ نے ایسے ہی ایک فقیر سے ذرا بے التفاتی کا معاملہ کیا تھا۔ عبس۔ آنحضورؐ سرداران قریش سے گفتگو فرما رہے تھے اس اثناء میں عبداللہ بن ام مکتومؓ نابینا آگئے اور کچھ سوال کر بیٹھے۔ آنحضورؐ کو ناگوار گزرا اس پر سورہ عبس نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ پر اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ آں فقیری۔ اللہ والوں کی فقیری اس تعلق مع اللہ کے لئے جسے لوگوں کو پھنسانے کیلئے۔ کردا میں جب اللہ کے نزدیک امین ہیں تو اُن پر چوری کی تہمت کیسی۔ متہم۔ یہ بزرگ مُتہم عقل اور نور ہیں جو تہمت سے بری ہیں۔

[3] نفس۔ سوفسطائی فلاسفہ کا ایک فرقہ ہے جو اشیاء کی حقیقت کو نہیں مانتا ہے اُن میں سے لاادریہ فرقہ ہے جو ہر دلیل کے بارے میں بھی یہ کہہ دیتا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا اُن کے بارے میں متکلمین نے کہا کہ اُن کے لئے صرف پانچویں کتاب یعنی لاٹھی دلیل ہے جب پٹیں گے تو اس حقیقت کے قائل ہو جائیں گے۔ معجزہ یہ لوگ معجزہ کو بھی ایک حقیقت نہیں مانتے ہیں بلکہ محض ایک خیال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر حقیقت ہوتا تو مستقل طور پر نظر آنا چاہئے تھا حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اگر حقیقتاً سانپ ہی تھی تو ہمیشہ سانپ نظر آتی، چاند اگر حقیقتاً شق ہوا تھا تو ہمیشہ پھٹا ہوا نظر آنا چاہئے تھا۔ ایں مقیم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چونکہ پاک ہیں لہٰذا معجزہ جیسی پاک چیز انہیں نہیں ٹھہرتی ہے پاک نگاہوں میں وہ حقیقت ہمیشہ قائم رہتی ہے، مور جیسا حسین پرندہ تاریک کنویں میں نہیں ٹھہر سکتا ہے۔

کاں عجب زیں حس دارد عار و ننگ
کیونکہ عجب (انکار) اس حس سے ذلت اور خواری

کے بود طاؤس اندر چاہِ تنگ
مور (تنگ کنویں میں کب رہتا ہے؟

تا نگوئی[1] مر مرا بسیار گو
تو مجھے ہرگز باتیں بنانے والا مت کہہ

من ز صد یک گویم و آں ہم چو مُو
میں سو میں سے ایک کہتا ہوں (وہ بھی) بال برابر

تشنیع صوفیاں پیش شیخ بر اں صوفی کہ بسیار می گوید و می خورد

صوفیوں کا ایک شیخ کے سامنے اس صوفی کو طعنہ دینا کہ وہ بہت بولتا ہے اور بہت کھاتا ہے

صوفیاں بر صوفیے شنعت زدند
صوفیوں نے ایک صوفی کی برائی کی

پیشِ شیخ خانقا ہے آمدند
(اور) ایک خانقاہ کے شیخ کے سامنے آئے

شیخ را گفتند دادِ جانِ ما
شیخ سے کہا، ہمارا انصاف

تو ازیں صوفی بجُو اے پیشوا
اس صوفی سے کر دیجئے، اے پیشوا!

گفت آخر چہ گلاست اے صوفیاں
اُس نے کہا، اے صوفیو! آخر کیا شکایت ہے؟

گفت ایں صوفی سہ خو[2] دارد گراں
ایک نے کہا، یہ صوفی تین بُری عادتیں رکھتا ہے

در سخن بسیار گوید ہمچوں جرس
بات کرنے میں گھنٹے کی طرح بکواسی ہے

در خورش افزوں خورد از بست کس
کھانے میں بیس آدمیوں سے زیادہ کھا جاتا ہے

ور بخسپد ہست چوں اصحابِ کہف
اگر سو جائے تو اصحابِ کہف کیطرح ہے

صوفیاں کردند پیشِ شیخ زحف
صوفیوں نے شیخ کے سامنے تیزی دکھائی

شیخ رُو آورد سوئے آں فقیر
شیخ نے اُس فقیر کی طرف رُخ کیا

کہ ز ہر حالیکہ ہست اوساط گیر
کہ ہر حال میں اوسط اختیار کر

در خبر[3] خیرُ الاُمورِ اَوسَاطُھا
حدیث شریف میں ہے کہ تمام باتوں میں سے درمیانی درجہ

نافع آمد زاعتدالِ اخلاطھا
خلطوں کا اعتدال مفید ہے

گر یکے خلطے فزوں شد از عرض
عارض کی وجہ سے اگر ایک خلط بڑھ جائے

در تنِ مردم پدید آید مَرض
انسان کے بدن میں مرض پیدا ہو جاتا ہے

برقرینِ خویش میفزاید صفت
صفت میں ساتھی سے نہ بڑھ

کاں فراق آرد یقیں در عاقبت
کیونکہ یہ یقیناً انجام کار جُدائی پیدا کر دیتا ہے

نطقِ موسیٰؑ بود با اندازہ لیک
حضرت موسیٰؑ کی گفتگو اندازہ کے مطابق تھی لیکن

ہم فزوں آمد ز گفتِ یارِ نیک
نیک دوست کی گفتگو سے بڑھ گئی

[1] تا نگوئی۔ میری ناصحانہ تقریروں کی وجہ سے مجھ پر بسیار گوئی کا الزام نہ لگا۔ اس لئے کہ بسیار گوئی ایک بُری چیز ہے۔ میرے اعتبار سے بسیار گوئی نہیں ہے میں تو تمہاری نصیحتوں میں بقدر ایک نصیحت کے بات کر رہا ہوں۔ تشنیع بُرائی سے منسوب کرنا۔ اس حکایت کا مقصد بھی یہ ہے کہ اُس درویش کی بسیار خوری اور بسیار گوئی اقرباء کرنیوالوں کی نسبت سے تھی خود اُسکے اعتبار سے نہ تھی۔ شنعت۔ عیب۔ طعنہ۔ فاؤ الصاف۔

[2] سہ خو۔ یعنی اس فقیر میں تین بُری عادتیں ہیں۔ زیادہ باتیں کرتا ہے، زیادہ کھاتا ہے، زیادہ سوتا ہے۔ اصحابِ کہف۔ یہ بزرگ غار میں صدیوں سے سو رہے ہیں۔ زحف۔ تیزی سے چلنا، حملہ کرنا۔ ہر حالیکہ۔ یعنی ہر معاملے میں درمیانی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔

[3] در خبر۔ حدیث شریف ہے خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُھَا یعنی ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیئے۔ اخلاطھا۔ بدن کی چاروں خلطیں سَوْدا، صَفْرا، خون، بلغم۔ اگر اعتدال پر رہتی ہیں تو صحت رہتی ہے ورنہ انسان مریض ہو جاتا ہے۔ عرض۔ یعنی کسی عارض کی وجہ سے۔ وصفت یعنی جس طرح ساتھی کوئی کام کرے ویسا ہی تو کرے اُس سے بڑھ کر نہ کرے ورنہ اختلاف پیدا ہو جائیگا۔ نطقِ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی باہمی گفتگو

737

آں فزونی باخضرؑ آمد شقاق — گفت تو نکہتری ھٰذا فراق

وہ بڑھوتری (حضرت) خضرؑ سے جدائی لگی — انھوں نے کہدیا تو زیادہ بات کرتا ہے اب جدائی ہے

موسیا بسیار گوئی درگذر[1] — چند گوئی رو وصال آمد بسر

اے موسیٰ! تم بہت بولتے ہو، معاف کرو — کتنا بولو گے؟ جاؤ، ساتھ ختم ہوا

موسیا بسیار گوئی خیز و رو — ورنہ با من گنگ باش و کور و شو

اے موسیٰ! تم بہت بولتے ہو، اٹھو اور جاؤ — ورنہ میرے ساتھ گونگے اور اندھے بنو

ور نرفتی وز ستیزہ شستۂ — تو بمعنیٰ رفتۂ و بگستۂ

اگر تم نہ گئے، اور ضد سے بیٹھے رہے — تو تم باطنی طور پر چلے گئے ہو اور علیحدہ ہو گئے ہو

چوں حدث کردی تو ناگاہ در نماز — گویدت سوئے طہارت رو بتاز

جب تم اتفاقاً نماز میں ناپاک ہو گئے — وہ نماز تم سے کہتی ہے پاک کے لئے جاؤ دوڑو

ور نرفتی خشک جنباں می شوی — خود نمازت رفت بنشیں اے غوی

اگر تم نہ گئے تو خالی حرکت کرنے والے ہو — اے گمراہ! جب تیری نماز جاتی رہی بیٹھ جا

رو بر آنہا کہ ہم جفت تو اند[2] — عاشقان و تشنۂ گفت تو اند

اُن کے پاس جا، جو تیرے جوڑ کے ہیں — تمہاری باتوں کے عاشق اور پیاسے ہیں

پاسباں بر خوابناکاں بر فزود — ماہیاں را پاسباں حاجت نبود

پہرہ دار کی سوتے ہوؤں پر بخشش ہے — مچھلیوں کو پہرے دار کی ضرورت نہ تھی

جامہ پوشاں را نظر بر گازرست — جانِ عریاں را تجلی زیورست

کپڑا پہننے والوں کی نظر دھوبی پر ہے — عریاں جان کے لئے تجلی زیور ہے

یا زعریاناں[3] بیک سو باز رو — یا چو ایشاں فارغ از تن جامہ شو

یا ننگوں سے علیحدہ ہو کر چل — یا ان کی طرح بدن کے کپڑے سے بے نیاز بن

ور نمی تانی کہ کل عریاں شوی — جامہ کم کن تارہ اوسط روی

اگر تو نہیں کر سکتا کہ بالکل ننگا ہو — تو کپڑے کم کر دے تاکہ تو درمیانی راہ چلے

عذر گفتن فقیر با آں شیخ خانقاہ

خانقاہ کے شیخ کے فقیر کا عذر کرنا

پس فقیر آں شیخ را احوال گفت — عذر را با آں غرامت کرد جفت

پھر درویش نے اس شیخ سے احوال کہے — اس الزام کے ساتھ عذر کو ملایا

۷۳۷ ۷۳۸

[1] درگذر۔ معاف کرو، ٹال۔ یعنی ساتھ رہنا۔ ورنہ جو کچھ میں کہوں اُسکے بارے میں سوال نہ کرو جو دیکھو اپنے اعتراض نہ کرو۔ نشستہ۔ نشست کا مفعول ہے۔ بستی۔ یعنی میری مرضی کے بغیر ساتھ بھی رہو گے تو بھی باطنی طور پر مجھ سے علیحدہ ہو گئے ہو۔ چلی حدث۔ اگر نماز میں کوئی ناپاک ہو جائے اور وہ پھر رکوع سجدے کرتا رہے تو کیا ہے محض اٹھک بیٹھک ہے نماز نہیں ہے۔

[2] رو بر آنہا۔ جو تیری طرح بسیار گو ہوں اور تیری طرح بسیار گوئی کے عاشق و مشتاق ہوں اُنکے ساتھ رہ۔ پاسباں۔ جب اتفاق اور استغناء ختم ہو گیا تو حاضری محض پہرہ داری ہے جس کی اہل اللہ کو ضرورت نہیں۔ پہرہ داری کی ضرورت سونیوالوں کو ہوتی ہے اہل اللہ ہر وقت بیدار رہتے ہیں۔ جامہ پوشاں۔ کپڑے پہننے والوں اور دھوبی کا جوڑ ہے ننگے اور دھوبی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

[3] یا زعریاناں۔ یا تو تم بھی ملائق دنیوی قطع کر کے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو ورنہ اُن سے علیحدگی اختیار کر لو۔ ور نمی تانی۔ اگر بالکلیہ دنیا سے غیر متعلق نہیں ہو سکتے ہو تو تعلق کو کم کرو۔ غرامت۔ تاوان، الزام۔

ہر سوالِ شیخ را داد اُو جواب
شیخ کے ہر سوال کا اُس نے جواب دیا

چوں جوابات[1] خضرِ خوب و صواب
(حضرت) خضرؑ کے جیسے اچھے اور صحیح جواب

آں جوابات سوالاتِ کلیمؑ
(حضرت موسیٰؑ) کلیمؑ کے سوالوں کے جواب

کشفِ خضرؑ بنمود از ربِّ علیم
جو اُن کو خدائے علیم کی جانب سے حضرت خضرؑ نے دیئے

گشت مشکلہائش مل و افزوں زیاد
اُن کی مشکلیں حل ہوگئیں اور مزید (یہ کہ)

ازپئے ہر مشکلش مفتاح داد
اُن کی ہر مشکل کی ایک کنجی دے دی

از خضرؑ درویش ہم میراث داشت
(درویش بھی (حضرت) خضرؑ کی میراث رکھتا تھا

در جوابِ شیخ ہمت برگماشت
شیخ کے جواب میں توجہ کی

گفت راہِ اوسط ار چہ حکمت ست
(درویش نے) کہا (دریائی) راہ اگرچہ دانائی ہے

لیک اوسط نیز ہم بانسبت ست
لیکن (کسی چیز کا) اوسط ہونا بھی نسبتی ہے

آبِ جو[2] نسبت بہ شتر ہست کم
نہر کا پانی اونٹ کی نسبت سے کم ہے

لیک باشد موش را آں ہمچو یم
لیکن چوہے کے لئے وہ سمندر کی طرح ہے

ہر کرا باشد وظیفہ چار ناں
جس کی یومیہ خوراک چار روٹیاں ہوں

دو[3] خورد یا سہ خورد ہست اوسط آں
دو کھائے یا تین کھائے وہ اوسط ہے

در خورد ہر چار دور از اوسط ست
اگر وہ چار کھائے اوسط سے دور ہے

اُو اسیرِ حرص مانندِ بط ست[4]
وہ بطخ کی طرح حرص کا قیدی ہے

ہر کہ اُورا اشتہا ذہ ناں بود
جس کی بھوک دس روٹی کی ہو

شش خورد سیدار اگر اوسط آں بود
وہ چھ کھائے تو سمجھ لے کہ وہ اوسط ہے

چوں[5] مرا پنجاہ نان ست اشتہے
جب مجھے پچاس روٹیوں کی بھوک ہے

مر ترا شش گردہ، ہمدم نیم نے
تجھے چھ روٹیوں کی، ہم برابر ہیں؟ نہیں

تو بدہ رکعت نماز آئی ملول
تو دس رکعت نماز میں تھک جاتا ہے

من بپانصد در نہ ایم در نحول
میں پانچسو سے بھی کمزور نہیں ہوتا

آں یکے تا کعبہ حافی می رود
وہ ایک کعبہ تک ننگے پیر جاتا ہے

ویں یکے تا مسجد از خود می شود
اور یہ ایک مسجد تک بے خود ہو جاتا ہے

---

[1] جوابات: حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ کو جن کے سوالات کے جواب دیئے تھے۔ ان جوابات: حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے سوالات کے جواب اللہ تعالیٰ نے حضرت خضرؑ کی زبان سے دلائے۔ گشت۔ حضرت موسیٰؑ کو جن جن اشکالات پیش آئے تھے وہ اُن کے لئے یادداشت سے بھی زیادہ حل ہوگئے اور اشکال کے کھولنے کی کنجی انکے ہاتھ آگئی۔ از خضرؑ اُس درویش کو بھی جو ابدال ہی کے میراث حضرت خضرؑ سے حاصل تھی۔ ہمت۔ بالطبع توجہ گفت۔ درویش نے جواب میں کہا بیشک دریائی راہ دانائی کی بات ہے لیکن کسی چیز کا دریائی ہونا نسبتی بات ہے ہر چیز کسی چیز کے اعتبار سے دریائی ہے کسی چیز کے اعتبار سے کم ہے اور کسی چیز کے اعتبار سے زیادہ۔

[2] آبِ جو: پہلے قصہ میں نہر کا پانی اونٹ کے اعتبار سے کم تھا اور چوہے کے اعتبار سے بہت زیادہ تھا۔ ہر کرا۔ جس کی خوراک چار روٹیاں ہوں اگر وہ دو یا تین کھائے تو دریائی بات ہے اور اگر چار کھائے تو اوسط اور دریائی بات نہ ہوگی۔ بط۔ بطخ ہر وقت کھاتی ہے۔ ہر کہ جس کی خوراک دس روٹیاں ہیں اگر وہ چھ کھائے تو اوسط اور دریائی بات ہے۔

[3] چوں مرا پچاس روٹیاں کھانے والا اور چھ روٹیوں کی خوراک والا برابر نہیں ہیں۔ تو بدہ رکعت۔ ایک شخص نماز کی دس رکعتوں میں تھک جاتا ہے۔ تو دس رکعتیں اس کے اعتبار سے زیادہ ہیں ایک شخص پانچسو رکعتیں پڑھ کر بھی نہیں تھکتا انکے اعتبار سے یہ دس رکعتیں کم ہیں۔ آں یکے۔ ایک شخص کعبہ تک ننگے پیر جا سکتا ہے تو کعبہ تک ننگے پیر جانا انکے اعتبار کا خط نہیں ہے دوسرا شخص جو مسجد تک بھی ننگے پیر نہ جا سکے انکے اعتبار سے وہ بے خود ہوا۔

آں یکے[1] در پاکبازی جاں بداد
ایک نے پاکبازی میں جان دے دی

ویں دگر جاں کند تا یک ناں بداد
دوسرے کی جان نکلتی ہے یہاں تک کہ ایک روٹی دی

ایں وسط در ما نہایت می رود
یہ وسط ہمارے دو چیزوں میں چلتا ہے

کہ مر ورا اوّل و آخر بود
جن کا اوّل اور آخر ہو

اوّل و آخر بباید تا دراں
اوّل اور آخر چاہیئے تاکہ ان میں

در تصور گنجد اوسط یا میاں
اوسط یا بیچ متصور ہو سکے

بے نہایت چوں ندارد دو طرف
لا محدود چونکہ دونوں کنارے نہیں رکھتا ہے

کے بود او را میانہ متصرف
تو اسکے لئے (افراط و تفریط) ہٹا ہوا درمیان کب ہو سکتا ہے

اوّل و آخر نشانش کس نداد
اس کے اوّل اور آخر کا کسی نے پتہ نہیں دیا

گفت لو کان لہ البحر مداد
فرمایا، خواہ اس کی روشنائی سمندر ہوں

ہفت دریا گر شود کلّی مداد[2]
پورے سات سمندر اگر روشنائی بنیں

نیست مر پایاں سخن را ہیچ امید
ختم ہونے کی کوئی امید نہیں ہے

باغ و بیشہ گر بود یک سر قلم
باغ اور جنگل اگر سب قلم بن جائیں

زیں سخن ہرگز نکردد ہیچ کم
اس بات کا ہرگز کچھ کم نہ ہوگا

آں ہمہ حبر و قلم فانی شود
وہ سب روشنائی اور قلم فنا ہو جائینگے

ویں حدیثِ بے عدد باقی بود
یہ اَن گنت بات باقی رہے گی

حالتِ من خواب را ماند گہے
کبھی میری حالت نیند کی جیسی ہوتی ہے

خواب پندارد مرا دُر را گمرہے
اُس کو گمراہ نیند سمجھتا ہے

چشمِ من خفتہ دلم بیدار داں
میری آنکھ کو سویا ہوا، میرے دل کو بیدار سمجھ

شکلِ[3] بیکارِ مرا بر کار داں
میری بے کار صورت کو باکار سمجھ

گفت پیغمبر کہ عینای تنام
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں

لا ینام قلبی عن رب الانام
میرا دل مخلوق کے پروردگار سے نہیں سوتا ہے

گفت پیغمبر کہ خُسپد چشمِ من
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں

لیک کے خُسپد دلم اندر وسن
لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

لہ آں یکے۔ ایک پاکباز کے لئے جان دینا آسان ہے بخیل کی روٹی دینے میں جان نکلتی ہے۔ ایں وسط۔ تک تو اس درویش نے یہ سمجھا تھا کہ میری خوراک انکے اعتبار سے زیادہ ہے لیکن میرے اعتبار سے وہ وسط درجہ ہے اب گفتگو کے بارے میں جواب دیتا ہے کہ درمیان اُس چیز کا ہوتا ہے جس کی ابتدا اور انتہا ہو تو اُس چیز کا وسط اور درمیان متعین ہو سکتا ہے لیکن لا محدود اور لا متناہی کا وسط متعین نہیں کیا جا سکتا کلام لا محدود ہے۔ لو کان البحر مداد۔ قرآن پاک میں ہے۔ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا یعنی آپ کہدیجئے کہ میرے رب کے کلمات لکھنے کے لئے اگر سمندر روشنائی بنے تو سمندر ختم ہو جائیگا قبل اسکے کہ اللہ کے کلمات ختم ہوں۔ اگرچہ اُس جیسا اور سمندر دوسرا لائیں یہ اللہ کے کلمات کے لئے آیت ہے لیکن مولانا نے اس سے مطلق کلام اور کلام مراد لیکر استدلال ذکر کر دیا ہے۔

لہ مدید۔ بڑھانے والا ہے، روشنائی۔ باغ و بیشہ۔ تمام باغوں اور جنگلوں کی لکڑیوں کے قلم بنائے جائیں۔ حبر روشنائی۔ حدیثِ بے عدد۔ اللہ کے کلمات۔ حالتِ من۔ اس درویش نے اپنی نیند کے بارے میں اعتراض کا جواب شروع کیا ہے ——

لہ شکلِ بیکار۔ یعنی جبکہ میں بظاہر سویا ہوا ہوں اُس وقت بھی دل یادِ خدا میں ہوتا ہے۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ تنام عیناي ولا ینام قلبی میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ہے۔ وسن۔ نیند۔

چشمِ تو بیدار و دل رفتہ بخواب[1]
تیری آنکھیں بیدار ہیں اور دل نیند میں ہے

چشمِ من خفتہ دلم در فتحِ باب
میری آنکھیں سوئی ہوئی ہیں میرا دل غیب میں مشغول ہے

مردِ دلم را پنج حسِّ دیگر ست
میرے دل کے دوسرے پانچ حواس ہیں

حسِّ دل را ہر دو عالم منظر ست[2]
دل کے حس کیلئے دونوں عالم منظورِ نظر ہیں

تو ز ضعفِ خود مکن در من نگاہ[3]
تو اپنی کمزوریوں سے مجھے نہ دیکھ

بر تو شب بر من ہماں شب جاشتگاہ
تیرے لئے رات ہے مجھ پر وہی رات صبح ہے

بر تو زنداں بر من آں نداں چو باغ
تیرے لئے قید خانہ ہے میرے لئے وہ قید خانہ باغ جیسا ہے

عینِ مشغولی مرا گشتہ فراغ
تو بالکل مشغول ہے، مجھے فراغت حاصل ہے

پائے تو در گِل مرا گِل گشتہ گُل
تیرا پیر کیچڑ میں ہے، میرے لئے کیچڑ پھول ہے

مر ترا ماتم مرا سور و دُہُل
تیرے لئے سوگ میرے لئے خوشی اور ڈھول ہو

در زمینم با تو ساکن در محل
میں زمین پر تیرے ساتھ ایک جگہ پر ہوں

می دَوَم بر چرخِ ہفتم چوں زحل
ساتویں آسمان پر زحل کی طرح دوڑتا ہوں

ہمنشینت من نیم سایہ منم ست
میں تیرا ہم نشین نہیں ہوں، میرا سایہ ہے

بر ترا ز اندیشہ ہا پایہ منم ست
میرا مرتبہ خیالات سے بالاتر ہے

زانکہ من زاندیشہ ہا بگذشتہ ام
کیونکہ میں خیالات سے بالاتر ہو گیا ہوں

خارجِ اندیشہ پویاں گشتہ ام
میں خیال (کی حد) سے باہر دوڑتا ہوں

حاکمِ اندیشہ ام محکوم نے[4]
میں خیال پر حاکم ہوں، محکوم نہیں ہوں

زانکہ بنّا حاکم آمد بر بُنے
کیونکہ بنانے والا عمارت پر حاکم ہوتا ہے

جملہ خلقاں سُخرۂ اندیشہ اند
تمام مخلوق فکر کی محکوم ہے

زاں سبب خستہ دل و غم پیشہ اند
اس لئے دل شکستہ اور غمگین ہے

قاصداً خود را باندیشہ دہم
میں قصداً اپنے آپ کو فکر کے سپرد کر دیتا ہوں

چوں بخواہم از میاں شاں برجہم
جب چاہتا ہوں اُن کے درمیان سے کود جاتا ہوں

من چو مرغِ اوجم اندیشہ مگس
میں بلندی کا پرندہ ہوں، فکر مکھی ہے

کے بُوَد بر من مگس را دسترس
مجھ پر مکھی کی دسترس کب ہو سکتی ہے؟

تابع ہوتے ہیں اسی لئے غم و فکر میں مبتلا رہتے ہیں۔ قاصداً۔ اولیاء اللہ اپنے اوپر استغراق وغیرہ کی کیفیات طاری کرتے رہتے ہیں۔ من چو۔ بلند پرواز پرند پر مکھی نہیں بیٹھتی ہے۔

[1] چشمِ تو بیدار۔ درویش نے مترس سے کہا۔ فتحِ باب۔ یعنی اسرارِ الٰہی کے دروازہ کی کشادگی۔ مردِ دلم۔ حواسِ ظاہری کے علاوہ میرے دل کے بھی حواس ہیں۔ حواسِ ظاہری عالمِ دنیا کا ادراک کرتے ہیں دل کے حواس کا عالمِ آخرت منظر ہے۔ منظر۔ دیکھنے کی جگہ۔

[3] تو ز ضعف۔ یعنی تو اپنی حالت پر مجھے قیاس نہ کر۔ تیرا دل خوابیدہ ہے میرا دل بیدار ہے تو تیری شب میری صبح ہے دنیاوی مشاغل تیرا قید خانہ ہیں میں اس دنیا میں بھی باغ میں ہوں مشاغلِ دنیوی سے آزاد ہوں مشاغلِ دنیوی میں تو مشغول ہے میں اُن سے فارغ ہوں۔ پائے تو۔ تو دنیا میں پھنسا ہوا ہے اور یہی دنیا میرے تو حق تعالیٰ کی کا ذریعہ ہے تو یہ تیرے لئے سوگ میرے لئے خوشی اور خوشی کا ذریعہ ہے۔ ڈہل ڈھول جو عموماً شادیوں میں بجایا جاتا ہے۔ در زمینم۔ میں دنیا میں رہتے ہوئے بھی عالمِ بالا کی سیر کرتا ہوں۔ سایہ ست۔ میرا جسم نا مرئی تیرا ہم نشین ہے جو بمنزلہ سایہ کے ہے اور اصل روح ہے جو وحدت کی وجہ سے فکر و اندیشہ سے بالا تر ہے۔

[4] حاکمِ اندیشہ۔ مجھے اپنے خیالات پر پورا قابو ہے جس طرح بنانے والے کو عمارت پر قابو ہوتا ہے۔ جملہ خلقاں۔ عام لوگ اپنے خیالات کے

741

قاصدًا[1] از یرا یم از اوج بلند
تا شکستہ پائگاں بر مے تنند

میں کبھی قصدًا بلندی اور اونچائی سے نیچے آجاتا ہوں
تاکہ شکستہ پا لوگ میرے پاس طرف جمع ہو جائیں

چوں ملالم گیرد از سفلی صفات
بر پرم ہمچوں طیور القانات

نچلی صفات سے جب میں ملول ہو جاتا ہوں
القانات پرندوں کی طرح اوپر اڑ جاتا ہوں

پر من رستست ہم از ذات خویش
بر نچفسانم دو پر من با سر یش

میرے پر اپنی ذات سے اُگے ہیں
میں اپنے دونوں پر سر یش سے نہیں چپکاتا ہوں

جعفر[2] طیار رض را پر جاریہ است
جعفر طرار را پر عاریہ است

(حضرت) جعفر طیار رضؓ کے پر چالو ہیں
جعفر طرار کے پر مانگے ہوئے ہیں

نزد آنکہ لم یذق دعویست ایں
نزد سکان افق معنیست ایں

جس نے مزا نہ چکھا ہو اُسکے لیے یہ باتیں محض (دعویٰ) ہیں
افق کے رہنے والوں کے لئے یہ حقیقت ہے

لاف و دعویٰ باشد ایں پیش غراب
دیگ تی و پر یکے پیش ذباب

کوّے کے سامنے یہ محض (دعویٰ اور ڈینگ) ہے
مکھی کے لئے بھری اور خالی دیگ یکساں ہے

چونکہ در تو می شود لقمہ گہر
تن مزن چندانکہ بتوانی بخور

جب تجھ میں لقمہ موتی بن جائے
پہلو تہی نہ کر جتنا ممکن ہو کھا

شیخ[3] روزے بہر دفع سوئے ظن
در لگن قے کرد و پر در شد لگن

ایک دن شیخ نے بدگمانی رفع کرنے کیلئے
لگن میں قے کردی اور لگن موتیوں سے بھر گئی

گوہر معقول را محسوس کرد
پیر بینا بہر کم عقلی مرد

عقلی موتیوں کو محسوس کر دیا
بینا پیر نے (اُس) شخص کی کم عقلی کیوجہ سے

چونکہ در معدہ شود پاکت پلید
قفل نہ بر حلق و نہاں کن کلید

چونکہ معدہ میں تیرا پاک ناپاک بن جاتا ہے
حلق پر تالا نہ لگا لے اور کنجی کو چھپا دے

ہر کہ در وے لقمہ شد نور حلال
ہر چہ خواہد گو بخور او را حلال

جس میں لقمہ اللہ (تعالےٰ) کا نور بنجائے
کہہ دے وہ جو بھی چاہے کھائے اُس کیلئے حلال ہے

---

[1] قاصدًا۔ انبیاء اور اولیاء اپنے مقام سے نزول اختیار کر لیتے ہیں تاکہ عوام اُن سے مستفید ہو سکیں۔ چونکہ ملالم جب عوام کی سطح اختیار کرنے سے ملال پیدا ہوتا ہے تو پھر عروج اختیار کر لیتے ہیں۔ پرِ من۔ یہ میرا عروج میسر آتا ہے مستعار نہیں ہے۔

[2] جعفر طیار۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ہیں سنہ ۷ھ میں غزوۂ موتہ میں چند ہزار فوج کے ساتھ تین لاکھ فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے دونوں بازو کٹ جانے کے بعد شہید ہوئے تو آنحضورؐ نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو جنت میں دو بازو ایسے عنایت کر دیئے ہیں جن کے ذریعہ وہ جہاں چاہتے ہیں اُڑ کر چلے جاتے ہیں اس بشارت کی وجہ سے اُن کا لقب طیار، بہت اُڑنے والا، اور ذوالجناحین، دو بازوں والا، پڑا۔ جعفر طرار۔ جیب تراش جعفر غراب۔ بہت چالاک شخص تھا جس نے دو فرضی بازو لگا رکھے تھے۔ نزد۔ اسرار کی یہ باتیں اُن لوگوں کے نزدیک محض دعویٰ ہیں جو اس ذوق سے واقف نہیں۔ اصحاب ذوق کیلئے یہ حقیقت ہیں۔ ایں۔ اسرار کا بیان۔ غراب۔ کوا۔ اجوبہ الاکی میں شہور ہے۔ دیگ۔ مکھی کے لئے ایک ذرہ خوراک کافی ہے وہ دیگ کے بڑا اور خالی ہونے کے فرق کو محسوس نہیں کر سکتی ہے

[3] شیخ روزے۔ وہی درویش جو اپنی بسیار خوری کی معذرت کر رہے تھے انہوں نے کھایا ہوا قے کر کے دکھایا۔ گوہر معقول۔ کھانے کا گوہر بننا اگرچہ حقیقتاً نہیں ہوتا بلکہ اولیاء کے پیٹ میں پڑا انوار بنتا ہے لیکن انہوں نے بطور کرامت معنوی موتی کو ظاہری موتی بھی کر کے دکھا دیا۔ چونکہ عوام اور راہ سلوک طے کرنے والوں کے معدے میں پاک چیز پہنچ کر بھی ناپاک بن جاتی ہے اس لئے اُن کو کم خوری چاہیئے۔

742

در بیانِ صدقِ دعویٰ کہ محضِ معنیٰ بود نزدیک صاحب[1]

اُس دعوے کی سچائی کے بیان میں جو صاحبِ حال کے نزدیک حقیقت ہے

حال و دُوری بیگانگاں

اور بیگانوں کی اُس سے دُوری

گر تو ہستی آشنائے جانِ من
اگر تو میری جان سے واقف ہے
نیست دعویٰ گفت معنیٰ لانِ من
میری حقیقت آشیانہ گفتگو دعویٰ نہیں ہے

گر بگویم نیم شب پیشِ تو ام
اگر میں آدھی رات میں کہوں میں تیرے سامنے ہوں
ہیں مترس از شب کہ من خویشِ تو ام
خبردار اندھیرات اسی وجہ سے نہ ڈر میں تیرا اپنا ہوں

ایں دو دعویٰ پیشِ تو معنیٰ بود
یہ دونوں دعوے تیرے لئے حقیقت ہونگے
چوں شناسی بانگِ خویشاوندِ خود
جبکہ تو اپنوں کی آواز کو پہچانتا ہے

پیشی و خویشی دو دعویٰ بود لیک
سامنے ہونا اور اپنا ہونا دو دعوے ہیں
ہر دو معنیٰ بود پیشِ فہمِ نیک
دونوں دعوے اچھی سمجھ کیلئے حقیقت ہوں گے

قربِ آوازش گواہی می دہد
آواز کا قرب گواہی دیتا ہے
کایں دم از نزدیک یارے می جہد
کہ یہ آواز کسی دوست کے پاس سے آرہی ہے

لذتِ[2] آوازِ خویشاوند نیز
اپنوں کی آواز کی لذت بھی
شُد گوا بر صدقِ آں خویشِ عزیز
اُس اپنے پیارے کی سچائی پر گواہ بن گئی

باز بے الہام احمق کوز جہل
پھر الہام سے محروم احمق جو کہ نادانی سے
می نداند بانگِ بیگانہ ز اہل
غیر کی آواز کو اپنے کی آواز سے نہیں پہچانتا ہے

پیشِ اُو دعویٰ بُود گفتارِ اُو
اُس کے سامنے اُس کا دعویٰ محض گفتار ہوگی
جہلِ اُو شد مایۂ اِنکارِ اُو
اُس کا جہل اُس کے اِنکار کا سرمایہ ہوگا

پیشِ[3] زیرک کاندروش نور ہاست
عقلمند کے سامنے جس کے اندر نور ہیں
عینِ ایں آواز معنیٰ بُود راست
بعینہٖ یہ آواز صحیح حقیقت ہوتی ہے

یا بتازی گفت یک تازی زباں
یا کوئی عربی زبان داں عربی میں کہے
کہ ہمی دانم زبانِ تازیاں
کہ میں عربوں کی زبان جانتا ہوں

عینِ تازی گفتنش معنیٰ بُود
اُس کا عربی میں بولنا حقیقت ہوگی
گرچہ تازی گفتنش دعویٰ بُود
اگرچہ اُس کا عربی میں کہنا دعویٰ ہے

---

[1] در بیان۔ اب چند مثالیں ایسی دیتے ہیں جن میں خود دعویٰ ہی دلیل ہوتا ہے اور وہ دعویٰ دلیل سے مستغنی ہوتا ہے۔
آفتاب آمد دلیلِ آفتاب
گر تو ہستی۔ اگر تو صاحبِ حال ہے۔ دعویٰ یعنی جو دلیل کا محتاج ہو گفت معنیٰ لان۔ لان مخفف لاند بمعنی آشیانہ ہے معنیٰ ان یعنی لانہ معنیٰ اور یہ مضاف و مضاف الیہ گفت کی صفت ہے۔ گر بگویم سیاقی کی پہلی مثال ہے کہ بعض دعوے خود اپنی دلیل ہوتے ہیں کسی دوسری دلیل کے محتاج نہیں ہوتے۔
ایں دو دعویٰ یعنی سامنے ہونا اور رشتہ دار ہونا۔ فہم نیک۔ عقلِ سلیم ان دونوں دعووں کو حقیقت سمجھے گی اور ثبوت کی طالب نہ ہوگی۔

[2] لذتِ رشتہ دار کی آواز کی لذت دعوے کی گواہ ہے۔
بازِ بے الہام۔ جاہل کی جانب سے الہام سے محروم ہیں وہ اپنے اور بیگانہ کی آواز میں امتیاز نہیں کر سکتے ہیں اُن کے سامنے کسی بزرگ کا کچھ کہنا بیکار ہے وہ اپنی نادانی سے فوراً انکار کر دیتے ہیں۔

[3] پیشِ زیرک۔ جو لوگ عقلمند ہیں اور اُن کو حق سے مناسبت ہے وہ فوراً بزرگوں کی بات پر یقین کر لیتے ہیں اور کسی دلیل کے بھی طالب نہیں ہوتے یا بتازی۔ یہ دوسری مثال ہے کہ عربی دانی کا عربی زبان میں دعویٰ خود دعویٰ اور دلیل ہے۔

یا نویسد[1] کاتبے بر کاغذے
یا کوئی کاتب کاغذ پر لکھے

کاتب و خط خوانم و من انجدے
میں لکھنے والا ہوں اور خط پڑھ لیتا ہوں اور میں انجد جانتا ہوں

ایں نوشتہ گرچہ خود دعویٰ بود
یہ لکھا ہوا اگرچہ دعوے ہے

ہم نوشتہ شاہدِ معنیٰ بود
لکھا ہوا ہی ثبوت کا گواہ بھی ہے

یا بگوید صوفیے دیدی تو دوش
یا کوئی صوفی کہے کہ تو نے کل رات دیکھا

درمیانِ خواب سجادہ بدوش
خواب میں کندھے پر مصلیٰ ڈالے ہوئے

من بدم آں و انچہ گفتم خواب در
وہ میں تھا اور جو میں نے خواب میں کہا

باتو اندر خواب در شرحِ نظر
تجھے نظر و فکر کی تشریح میں

گوش کن چوں حلقہ اندر گوش کن
یاد رکھ، بالے کی طرح کان میں ڈال لے

ایں سخن را پیشوائے ہوش کن
اس بات کو ہوش کا راہبر بنالے

چوں ترا یاد آید آں خواب ایں سخن
جب تجھے خواب یاد آئے گا، یہ بات

معجزہ نو باشد و رازِ کہن
نیا معجزہ ہوگی اور پرانا راز

گرچہ دعویٰ می نماید ایں ولے
اگرچہ یہ دعویٰ نظر آتا ہے، لیکن

جانِ صاحب واقعہ گوید بلے
صاحب واقعہ کا دل ہاں کہتا ہے

پس[2] چو حکمت ضالۂ مومن بود
جبکہ دانائی کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہوتی ہے

آں زہر کہ بشنود موقن شود
اسکو جس سے سنتا ہے یقین کرنیوالا ہوجاتا ہے

چونکہ خود را پیشِ او یابد فقط
جبکہ وہ اپنے آپ کو بالکل اسکے سامنے پاتا ہے

کے بود شک چوں کند خود را غلط
شک کب ہوسکتا ہے؟ اپنے آپکو غلط کیسے بنا سکتا ہے؟

تشنۂ را چوں بگوئی تو شتاب
جب تو پیاسے کو کہے، دوڑ

در قدح آبست و بستان زود آب
پیالے میں پانی ہے، جلد پانی لے لے

ہیچ گوید تشنہ کیں دعویست رو
کبھی پیاسا کہتا ہے یہ دعویٰ ہے، جا

از برم اے مدعی مہجور شو
اے مدعی! مجھ سے دور ہو

یا گواہ و حجتے بنما کہ ایں
یا (یہ کہتا ہے کہ) گواہ اور دلیل لا کہ یہ

جنسِ آبست و ازاں مائی معین
پانی کی جنس ہے اور شیریں پانی میں سے ہے

یا بطفلِ[3] شیر مادر بانگ زد
یا دودھ پیتے بچے کو ماں نے آواز دی ہو

کہ بیا من مادرم ہاں اے ولد
کہ اے بچے! آ میں (تیری) ماں ہوں

[1] یا نویسد۔ یہ تیسری مثال ہے اگر کوئی شخص کاغذ پر لکھے کہ میں حروفِ تہجی سے واقف ہوں اور لکھنا جانتا ہوں تو یہ دعویٰ بھی ہے اور خود دلیل بھی ہے۔ یا بگوید۔ یہ چوتھی مثال ہے اگر کوئی بزرگ کسی سے اُس کا رات کا دیکھا ہوا خواب بیان کردے اور یہ کہے کہ تم نے جو خواب میں ایک شخص دیکھا تھا اور اُس نے فلاں فلاں نصیحتیں کی تھیں وہ میں ہی تھا تو اُسکے دعوے کو فوراً مان لے گا اور کبھی مزید دلیل کے طالب نہ بنے گا رازِ کہن یعنی جو خواب میں دیکھا صاحبِ واقعہ یعنی جس نے خواب دیکھا تھا۔

[2] پس چو حکمت۔ حکمت و دانائی کی بات کو مومن کی گم شدہ چیز قرار دیا ہے اپنی چیز گم کرنیوالا جب گم شدہ چیز کو دیکھتا ہے فوراً پہچان لیتا ہے اُس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ موقن یقین کرنے والا۔ تشنہ۔ ایک مومن کے حکمت کو پہچان لینے کی مثال یہ ہے کہ اگر پیاسے سے کہا جائے کہ جلد آ پیالے میں پانی ہے، لے لے تو فوراً دوڑ پڑیگا کبھی دلیل کا طالب نہ ہوگا۔

[3] یا بطفل۔ اگر ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو کہتی ہے کہ جلد آجا میں دودھ پلاؤں تو وہ بچہ فوراً اُس کا دعویٰ مان لیتا ہے اور کبھی دلیل کا طالب نہیں بنتا ہے۔

طفل گوید مادرا حجت بیار — تا کہ با شیرت بگیرم من قرار
(کیا) بچہ کہتا ہے کہ اے ماں! دلیل لا؟ — تاکہ تیرے دودھ سے مجھے چین نصیب ہو

دردِ[1] دل ہر اُمتی کز حق مزہ ست — روی و آوازِ پیمبر معجزہ است
جس اُمتی کے دل میں حق کا ذائقہ ہے — پیغمبر کا چہرہ اور آواز معجزہ ہے

چوں پیمبر از بروں بانگے زند — جانِ اُمت در دروں سجدہ کند
جب پیغمبر باہر سے پکارتا ہے — اُمت کی رُوح اندر سجدہ کرتی ہے

زانکہ جنسِ بانگِ اُو اندر جہاں — از کسے نشنیدہ باشد گوشِ جاں
اس لئے کہ اُس کی آواز کی مانند دنیا میں — روح کے کان نے کسی کی آواز نہیں سُنی

آں غریب[2] از ذوقِ آوازِ غریب — در سجود آید بحق گردد قریب
وہ مسافر عجیب آواز کے ذوق سے — سجدہ میں گر جاتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے قریب ہو جاتا ہے

چوں کُند سجدہ زجان و دل غریب — از زبانِ حق شنید انی قریب
جب مسافر دل و جان سے سجدہ کرتا ہے — اللہ (تعالیٰ) کی زبان سے سنتا ہے بیشک میں قریب ہوں

سجدہ کردنِ یحییٰ[3] و مسیح[4] یک دیگر را در شکمِ مادر
حضرت یحییٰؑ و حضرت مسیحؑ کا ماں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنا

مادرِ[5] یحییٰ چو حامل بُود ازو — بُود با مریم نشستہ دو بدو
(حضرت) یحییٰ کی والدہ جب اُنسے حاملہ تھیں — (حضرت) مریمؑ کے رُوبرُو بیٹھی تھیں

مادرِ یحییٰ بمریم در نہفت — پیشتر از وضعِ حملِ خویش گفت
(حضرت) یحییٰ کی والدہ نے حضرت مریمؑ سے کہا — اپنے وضع حمل سے پہلے — کہا

کہ یقیں دیدم درونِ تو شہے ست — کہ اولوالعزم و رسول آگہے ست
کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پیٹ میں ایک شاہ ہے — جو کہ بڑے درجہ کا اور باخبر رسول ہے

چوں برابر اوفتادم با تو من — کرد سجدہ حملِ من اے ذوالفطن
جب میں آپ کے برابر آئی — اے عقلمند! میرے حمل نے سجدہ کیا

این جنیں مر آن جنیں را سجدہ کرد — کز سجودش در تنم اُفتاد درد
پیٹ کے اس بچہ نے پیٹ کے اُس بچہ کو سجدہ کیا — جس کے سجدے سے میرے بدن میں درد ہوا

گفت مریم من درونِ خویش ہم — سجدۂ دیدم ازیں طفلِ شکم
(حضرت) مریمؑ نے کہا میں نے بھی اپنے پیٹ میں — اس پیٹ کے بچہ کا سجدہ دیکھا

---

[1] دردِ دل۔ جن لوگوں کے دل میں ذوقِ حق ہوتا ہے نبی کا چہرہ اور اُس کی آواز ہی اُن کے لئے معجزہ ہوتی ہے وہ معجزے کے کبھی طالب نہیں ہوتے ہیں۔ جوں پیمبرؐ نبی کی زیارت پر لوٹ آتا اُن کی روح سر تسلیم خم کر دیتی ہے۔

[2] غریب۔ یعنی دنیا کا مسافر، راہِ سلوک کا مسافر آوازِ غریب۔ یعنی نبی کی عجیب آواز۔ در سجود آید۔ یعنی اطاعت کر لیتا ہے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ انی قریب۔ بیشک میں نزدیک ہوں قرآن پاک میں ہے جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دو میں اُن سے قریب ہوں۔

[3] مادرِ یحییٰ۔ یعنی حضرت زکریا کی بیوی یہ حضرت یحییٰؑ کی ماں ہیں۔ مریمؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ محترمہ۔ وضع حمل۔ بچہ جننا۔ درونِ تو۔ تیرے پیٹ میں۔ اولوالعزم۔ صاحب عزم و عزیمت پانچ بڑے رسول ہیں حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ آنحضورؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ رسول آگاہ۔ یعنی صاحب کتاب رسول۔ ذوالفطن۔ دانائی والا۔ جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ کز سجودش۔ پیٹ کے بچہ کی حرکت سے ماں کو تکلیف ہوتی ہے۔ گفت مریمؑ۔ حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ میرے پیٹ کے بچہ نے بھی تیرے پیٹ کے بچہ کو

745

اِشکال آوردنِ ناداناں بریں قصّہ

نادانوں کا اِس قصّہ پر اشکال لانا

ابلہاں گویند ایں[1] افسانہ را
خط بکش زیرا دروغ ست و خطا

بے وقوف کہتے ہیں کہ اِس قصّہ پر
لکیر کھینچ دے کیونکہ جھوٹ اور غلط ہے

زانکہ مریمؑ وقتِ وضعِ حملِ خویش
بُود از بیگانہ دور و ہم زِ خویش

کیونکہ (حضرت) مریمؑ اپنے وضعِ حمل کے وقت
اپنوں سے بھی دور تھیں اور بیگانوں سے بھی

مریمؑ اندر حمل جُفتِ کس نشد
از بروں شہر او واپس نشد

(حضرت) مریمؑ حمل کے دوران کسی کے ساتھ نہ رہیں
وہ شہر کے باہر سے واپس نہ ہوئیں

از بروں شہر آں شیریں فسوں
تا نشُد فارغ نیامد خود دروں

وہ شیریں دم شہر کے باہر سے
جب تک فارغ نہ ہوئیں اندر نہیں آئیں

چوں[2] بزادش آنگہانش بر کنار
بر گرفت و بُرد تا پیشِ تبار

جب اُن کو جن لیا، اُس وقت بغل میں
لیا اور خاندان کے سامنے لے گئیں

مادرِ یحییٰؑ کجا دیدش کہ تا
گوید اُورا ایں سخن در ماجرا

(حضرت) یحییٰؑ کی والدہ نے اُنکو کہاں دیکھا تاکہ
قصّہ میں اُن سے یہ بات کہیں

جوابِ اشکال و بیانِ مقصود از قصّہ

اشکال کا جواب اور قصّہ کا مقصد

ایں بداند کانکہ اہلِ خاطر ست
غائبِ آفاق اُورا حاضر ست

اِس کو وہ سمجھتا ہے جو صاحبِ دل ہے
غائبِ دنیا اُس کے سامنے حاضر ہے

پیشِ مریمؑ حاضر آید در نظر
مادرِ یحییٰؑ کہ دور ست از بصر

(حضرت) مریمؑ کے سامنے نگاہ میں حاضر ہے
حضرت یحییٰؑ کی والدہ جو دیکھنے میں دُور ہیں

دیدہا[3] بستہ بہ بیند دوست را
چوں مُشبّک کردہ باشد پوست را

آنکھیں بند کیے ہوئے دوست کو دیکھ لیتا ہے
جبکہ کھال کو چھلنی کر دیا ہو

ور ندیدش نزبروں و نزدروں
از حکایت گیر معنیٔ اے زبوں

اگر اُنھوں نے اُنھیں نہ ظاہری طور پر دیکھا نہ باطنی طور پر
اے عاجز! تو قصّہ سے نتیجہ اخذ کرلے

نے چناں کافسانہا بشنیدۂ
ہمچو شیں بر نقشِ اُو چسپیدۂ

کیا ایسا نہیں ہے کہ تو نے قصّے سُنے ہیں
(اور) شیریں کی طرح اُنکے نقش سے تو چپٹ گیا ہے

---

[1] ایں افسانہ یعنی دونوں قول کے ایک دوسرے کو سجدہ کرنے کا قصّہ خط بکش، قلم پھیر دے۔ آنکہ قرآن پاک میں حضرت مریمؑ کے قصّہ میں ہے فحملتہ فانتبذت بہ مکانا قصیا "اسپر مریمؑ کو حمل رہ گیا وہ حمل لیکر کہیں دُور کے مکان میں ہو بیٹھیں۔ یعنی حضرت مریمؑ کے حالتِ حمل میں اُنکے پاس کوئی دوسرا نہ تھا واپس نہ شد۔ وہ شہر سے نکل کر چلی گئیں تھیں لہٰذا وہاں حضرت یحییٰؑ کی والدہ کہاں تھیں شیریں فسوں حضرت مریمؑ۔

[2] چوں بزادش۔ قرآن پاک میں ہے فانت بہ قومھا تحملہ "وہ مریم اُس بچہ کو اُٹھا کر اپنی قوم کے پاس لائیں تبار۔ خاندان، قبیلہ، ہم برادر۔ اِس قصّہ کو وہ سمجھ سکتا ہے جو ایسا صاحب دل ہو کہ غائب از نظر چیز یہ بھی اُنکے سامنے ہوں پیشِ مریم۔ ایک جواب یہ ہے کہ دونوں میں باہمی روحانی طور پر گفتگو ہوئی ہو۔

[3] دیدہا بستہ۔ جن لوگوں نے مجاہدات کے ذریعہ اپنے بدن کو چھلنی بنا دیا ہو وہ آنکھیں بند کرکے دور کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔ ور ندیدش۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت مریمؑ نے حضرت یحییٰؑ کی والدہ کو نہ ظاہری طور پر دیکھا اور نہ باطنی طور پر اور قصّہ غلط بھی ہو تو قصّہ جو صحیح ہے اُسپر عمل کرو یعنی اللہ کے نیک بندوں کی تعظیم کرو۔ اے چناں تم نے افسانے سنتے ہو جن کا نقش اُس سے لیکر اُس سے ملیدگی ہوا ہے کہ اُنکی اُس سے

تا ہمی گفت آں کلیلہ بے زباں
حتیٰ کہ بے زبان اُس کلیلہ نے کہا

چوں سخن نوشد ز دمنہ بے بیاں
اس نے دمنہ سے بغیر کہے بات کیسے سن لی؟

ور بدانستند لحن ہم دگر
اگر آپس میں لہجہ جانتے تھے

فہم او چوں کرد بے نطق ایں بشر
بغیر گویائی کے یہ انسان کیسے سمجھا؟

در میان[1] شیر و گاؤ آں دمنہ چوں
شیر اور گائے کے درمیان وہ دمنہ کس طرح

شد رسول و خواند بر ہر دو فسوں
قاصد بنا؟ اور دونوں پر منتر پڑھ دیا

چوں وزیرِ شیر شد گاؤ نبیل
موٹا بیل شیر کا وزیر کیسے بن گیا!

چوں ز عکسِ ماہ ترساں گشت پیل
ہاتھی چاند کے عکس سے کیسے ڈر گیا؟

ایں کلیلہ دمنہ جملہ افترایست
یہ کلیلہ اور دمنہ سب جھوٹ ہے

ورنہ کے بازاغ لکلک را مریست
ورنہ کوّے کا لقلق سے کیا اختلاف ہے!

اے برادر قصہ چوں پیمانہ ایست
اے بھائی! قصہ تو ایک پیمانہ ہے

اندرو معنیٔ مثالِ دانہ ایست
اُس میں معنیٰ دانہ کی طرح ہے

دانۂ معنیٰ بگیرد مردِ عقل
عقلمند انسان معنیٰ کا دانہ لے لیتا ہے

سنگرد پیمانہ را گر گشت نقل
پیمانہ کیطرف دھیان نہیں دیتا ہے اگرچہ نقل ہوجائے

در بیانِ[2] ماجرائے شمع و پروانہ و گل و بلبل وغیرہ
شمع اور پروانہ اور گل و بلبل وغیرہ کے قصے میں بیان

ماجرائے بلبل و گل گوش دار
بلبل اور گل کا قصہ سن

گرچہ گفتے نیست آنجا آشکار
اگرچہ گفتگو یہاں بھی نمایاں نہیں ہے

ماجرائے شمع با پروانہ تو
شمع کا پروانے کے ساتھ قصہ، تو

بشنو و معنیٔ گزیں زافسانہ تو
سن اور قصہ سے نتیجہ نکال لے

گرچہ گفتے نیست سرّ گفت ہست
اگرچہ بات چیت نہیں ہے گفتگو کی حقیقت ہے

ہیں بہا لا پر مپر چوں چغد ایست
خبردار! اونچا اڑ چغد کی طرح نیچے نہ اڑ

گفت در شطرنج کایں خانہ رخ ست
(کسی نے) شطرنج میں کہا کہ یہ رخ کا گھر ہے

گفت خانہ اش کجا آمد بدست
(دوسرے نے) کہا اسکو گھر کہاں سے مل گیا؟

خانہ را بخرید یا میراث یافت
اس نے گھر خریدا یا میراث میں پایا

فرخ آنکس کو سوئے معنیٔ شتافت
مبارک ہے وہ شخص جو معنیٰ کی طرف دوڑا

---

[1] کلیلہ دمنہ۔ کلیلہ و دمنہ گیدڑوں کے نام ہیں جن کا باہمی مکالمہ وغیرہ اس کتاب میں درج ہے اُسمیں مذکور ہے کہ کلیلہ نے بغیر زبان کے یہ کہا تو بتاؤ کہ دمنہ کی بات بغیر بتائے اُسنے کیسے سن لی جو بغیر زبان کے جواب کی نوبت آئی اچھا وہ اگر آپس میں ایک دوسرے کی بات سمجھتے بھی تھے تو یہ انسان صاحب اُس کو کیسے سمجھ گئے جو نقل کر رہے ہیں۔

[2] در بیان۔ اُسمیں لکھا ہے دمنہ، خیر اور بیل کے درمیان ایلچی بنا اور پھر اُس نے دونوں کو دھوکا دیدیا چونکہ وزیر۔ اُسمیں لکھا ہے کہ ایک بیل ایک شیر کا وزیر تھا اور ایک ہاتھی چاند کے عکس سے بدک گیا۔ اِن کلیلہ۔ غرضیکہ سارا کلیلہ دمنہ کا قصہ جھوٹ ہے ورنہ کوّے اور لقلق کا کیا جھگڑا اسکے برعکس لیکن اِن تمام قصوں سے نتائج اخذ کرلیے جاتے ہیں نقلوں کی مثال پیمانہ کی سی ہے اور معنیٰ کی مثال غلہ کی سی ہے مقصود غلہ ہے نہ کہ پیمانہ۔

[3] در بیان۔ شمع و پروانہ اور گل و بلبل کے افسانے بھی اسی قبیل سے ہیں کہ کوئی سے مقصود و معنیٰ اور نتائج کا اخذ کرنا ہے۔ گرچہ گفتے گل و بلبل کی آپس میں کبھی باتیں نہیں ہوئیں مگر چہ۔ لیکن خبردار اگرچہ گفتگو اور کلام نہیں ہوتا لیکن مقصد کلام جو نتیجہ ہے وہ حاصل ہے۔ گفت در شطرنج۔ نقل رخ کی مثال ہے۔

747 Zaki

گفت[1] نحوی زید عمرو را قد ضرب
نحوی نے کہا زید نے عمرو کو مارا

گفت چونش کرد بے جرمے ادب
شاگرد نے کہا اسکو بے خطا کیوں سزا دی؟

عمرو را جرمش چہ بد کاں زید خام
عمرو کی کیا خطا تھی؟ کہ اس ناحق زید نے

بے گناہ او را بزد ہمچوں غلام
اس کو بے قصور غلام کی طرح پیٹا

گفت ایں پیمانہ معنی بود
(نحوی نے) کہا یہ (لفظ) معنی کا پیمانہ ہوتے ہیں

گیر معنی را کہ پیمانہ است رد
معنی کو لے کیونکہ پیمانہ واپس ہو جاتا ہے

زید و عمرو از بہر اعراب است و ساز
زید اور عمرو اعراب (بتانے) کیلئے اور (جملہ) بنانے

گر دروغ ست آں تو با اعراب باز
اگر وہ جھوٹ بھی ہے تو اعراب کو سمجھ لے

گفت نے من آں ندانم عمرو را
(شاگرد نے) کہا میں یہ نہیں جانتا، عمرو کو

زید چوں زد بے گناہ و بے خطا
زید نے بلا قصور اور بلا خطا کیوں مارا؟

گفت زد لاجار دلاغے برکشود
(نحوی نے) اس سے مجبوراً مذاق خرد بنا کر دی

عمرو یک واو بے فزوں دزدیدہ بود
عمرو نے ایک واؤ زیادہ چرائی تھی

زید واقف گشت و دزدش را بزد
زید کو پتہ چل گیا اس نے اپنے چور کو مارا

چونکہ از حد برد او را حد سزد
چونکہ وہ حد سے بڑھ گیا تھا اس لیئے سزا اسکے مناسب تھی

پذیرا[2] آمدن سخن باطل در دل باطلاں
باطل بات کا باطل لوگوں کے دل میں اتر جانا

گفت اینک راست پذرفتم بجاں
(شاگرد نے) کہا اب ٹھیک ہے میں نے دل سے مان لیا

کژ نماید راست در پیش کژاں
ٹیڑھی بات ٹیڑھوں کو سیدھی نظر آتی ہے

گر بگوئی اَحولے را مہ یکے ست
اگر تو بھینگے سے کہے کہ چاند ایک ہے

گوید نے دو ست دو حدت نیک ست
وہ کہے گا نہیں اے دوست! ایک ہونے میں شک ہے

ور بر و خندد کسے گوید دو ست
اور اگر اس سے کوئی مذاق کرے اور کہے کہ (چاند) دو ہیں

راست دارد ایں سزائے بدخواست
سچ سمجھے گا، بدخصلت کی سزا یہی ہے

بر دروغاں[3] جمع می آید دروغ
جھوٹوں کے لئے جھوٹ جمع ہو جاتا ہے

لِلْخَبِيثَاتِ الْخَبِيثُونَ زَد فروغ
خبیث لوگ خبیث عورتوں کیلئے ہیں، واضح ہے

دل فراخاں را بود دست فراخ
فراخدلوں کا ہاتھ فراخ ہوتا ہے

چشم کوراں را عثار سنگلاخ
اندھوں کے لئے سنگلاخ میں ٹھوکریں ہیں

---

[1] گفت نحوی۔ قد ضرب زیدٌ عمروًا نحویوں عام طور پر جملہ کی مثال اور فاعل پر پیش اور مفعول پر زبر آنے کی یہ مثال دی جاتی ہے عمرٌو اور عمرًا میں فرق کیلئے عمرو میں ایک واؤ زیادہ لکھی جاتی ہے، مثال کا اصل مقصد سمجھنے کی بجائے یہ سوالات کرنا فضول کج بحثی ہے گفت ایں۔ استاد نے سمجھایا کہ مثال کا اصل مقصد سمجھ لے۔ گر دروغ ست۔ اگر زید نے عمرو کو نہیں مارا اور یہ جھوٹ بھی ہے تو تجھے اس سے کیا بحث تو اصل مقصد سمجھ لے۔ گفت نے۔ شاگرد اصل بات سمجھنے کو تیار نہیں ہوا اور پھر یہی دریافت کرنے لگا کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا۔ لاجار۔ علاج۔ عمرو۔ اسمیں جو واؤ زیادہ لکھی جاتی ہے وہ اسنے چرائی تھی اسلئے اسکو مارا ہے۔ حد۔ سزا۔

[2] پذیرا۔ غلط آدمیوں کو غلط باتیں پسند آتی ہیں۔ کژ۔ کج۔ کژاں۔ کج ہیں۔ گر بگوئی۔ بھینگا چاند کے ایک ہونے کو تسلیم نہ کرے گا چاند کا دو ہونا جو غلط ہے اسکو تسلیم کرلے گا۔

[3] بر دروغاں۔ یعنی جھوٹے جھوٹ کو فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ دل فراخاں۔ وسیع القلب لوگ۔ عثار۔ ٹھوکر کھانا پھسلنا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔

748

ہر کہ او جنس دروغ ست اے پسر — راست پیش او نباشد معتبر
اے بیٹا! جو جھوٹ کا ہم جنس ہے — سچ اس کے لئے معتبر نہیں ہوتا ہے

ہر کرا دندان صدقے رستہ شد — از دروغ و از خباثت رستہ شد
جس کے پیچھائی کے دانت نکل آئے ہیں — وہ جھوٹ اور خباثت سے آزاد ہو گیا

جستن[1] آں درخت کہ ہر کہ میوۂ آں خورد ہرگز نمیرد
اس درخت کی تلاش کرنا کہ جو بھی اس کا میوہ کھائے گا کبھی نہیں مرے گا

گفت دانائے برائے داستاں — کہ درختے ہست در ہندوستاں
ایک عقلمند نے داستان کے طور پر کہا — کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے

ہر کسے کز میوۂ او خورد و برد — نے شود او پیر و نے ہرگز بمرد
کہ جس کسی نے اس کا میوہ کھایا اور حاصل کر لیا — نہ وہ بوڑھا ہوا اور نہ وہ کبھی مرا

بادشاہے ایں شنید از صادقے — بر درخت و میوہ اش شد عاشقے
ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے یہ سن لیا — درخت اور اس کے میوے کا عاشق ہو گیا

قاصد دانا ز دیوان ادب — سوئے ہندوستاں رواں کرد از طلب
ادب کے دفتر میں سے ایک عقلمند قاصد — تلاش کے لئے ہندوستان روانہ کیا

سالہا می گشت آں قاصد از و[2] — گرد ہندوستاں برائے جستجو
اس کا وہ قاصد سالوں گھومتا پھرا — تلاش کے لئے ہندوستان کے چاروں طرف

شہر شہر از بہر ایں مطلوب گشت — نے جزیرہ ماند کے کوہ و نہ دشت
اس مقصد کے لئے شہر شہر گھوما — نہ کوئی جزیرہ بچا نہ پہاڑ، نہ جنگل

ہر کرا پرسید کز دش رستخیز[3] — کایں نجوید جز مگر مجنون بند
اس نے جس سے پوچھا اسے اس کی مذاق اڑائی — کہ یہ (درخت) پاگلخانے کے لائق مجنوں کے سوا کوئی تلاش نہ کریگا

بس کساں ضفعش[4] زدند اندر مزاح — بس کساں گفتند کاے صاف فلاح
بہت سوں نے اس کے مذاق میں اس کے چانٹے اڑائے — بہت سوں نے کہا اے نیک بخت!

جستجوی چوں تو زیرک سینہ صاف — کے تہی ماند کجا باشد گزاف
تجھ جیسے صاف دل ذہین کی تلاش — کب خالی جائیگی؟ کہاں بیکار ہوگی؟

وین[5] مراعاتش یکے ضفع دگر — وین ز ضفع آشکارا سخت تر
اس کے ساتھ یہ ہمدردی ایک دوسرا چپت تھی — یہ چپت (اس کھلے ہوئے چپت سے زیادہ سخت تھا

[1] جستن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر بیں لفظوں سے رغبت رکھتا ہے معانی کی طرف دھیان نہیں دیتا ہے۔ گفت۔ ایک عقلمند نے یہ کہا کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے کہ جو اس کا میوہ کھالے وہ نہ کبھی بوڑھا ہوتا ہے نہ مرتا ہے۔ بادشاہ ہے۔ بادشاہ نے اس بیان کے لفظوں کی طرف توجہ کی اور یہ سمجھا کہ حقیقتاً کوئی ایسا درخت ہے جس سے مستقل جوانی اور زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی تلاش میں ایک صاحب کو روانہ کر دیا۔

[2] از او۔ یعنی بادشاہ کا قاصد۔ جستجو۔ یعنی درخت کی تلاش میں۔ رستخیز۔ مذاق، دل لگی۔ مجنون بند۔ وہ پاگل جو قید خانہ میں بند کر دینے کے قابل ہو۔ ضفع۔ چپت، طمانچہ۔ مزاح۔ مذاق، گزاف۔ فضول۔

[3] وین مراعاتش۔ اس طرح کی غلط ہمدردی اس لیئے چپت بازی سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔

749

می ستودندش تسخر[1] کای بزرگ
وان فلاں اقلیم بس ہول و سترگ

وہاں میں اُس کی تعریف کرتے کہ اے بزرگ! فلاں علاقہ میں بہت ہولناک اور عظیم الشان

در فلاں بیشہ درختے ہست سبز
بس بلند و پہن و ہر شاخیش گبز[2]

فلاں جنگل میں ایک ہرا درخت ہے جو بہت اونچا اور گھنا ہے اور اُس کی ہر شاخ سو ہاتھ

قاصدِ شہ بستہ در جستن کمر
می شنید از ہر کسے نوعِ دگر

بادشاہ کا قاصد جستجو میں کمربستہ تھا (لیکن) ہر ایک سے ایک نئی بات سُنتا تھا

بس سیاحت کرد آنجا سالہا
می فرستادش شہنشہ مالہا

وہ وہاں سالوں سفر کرتا رہا بادشاہ اُس کو بہت مال بھیجتا رہا

چوں بسے دید اندراں غربت تعب[3]
عاجز آمد آخر الامر از طلب

جب اُس نے مسافرت میں بہت مشقتیں دیکھیں انجام کار تلاش کرنے سے عاجز آگیا

ہیچ از مقصود[2] اثر پیدا نشد
زاں غرض غیر خبر پیدا نشد

مقصود کا کوئی نشان نہ ظاہر ہوا اس مقصد کا سوائے باتوں کے کچھ پتہ نہ چلا

رشتۂ اُمید او بگسستہ شد
جستۂ او عاقبت ناجستہ شد

اُس کی امید کا سلسلہ ٹوٹ گیا انجام کار اُس کا (قابلِ جستجو ناقابلِ) جستجو ہو گیا

کرد عزمِ بازگشتن سوئے شاہ
اشک می بارید و می بُرید راہ

اُس نے بادشاہ کی جانب واپسی کا پختہ ارادہ کر لیا آنسو بہاتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا

شرح کردن شیخ سِرّ آں درخت را با آں طالب مُقلِّد

اُس مقلد طلبگار کے لئے شیخ کا اُس درخت کے راز کی تشریح کرنا

بود شیخے عالمے قُطبے کریم
اندراں منزل کہ اُنس[4] شد ندیم

ایک شیخ عالم، قطب، شریف (رہتا) تھا اُس پڑاؤ پر جہاں مایوس ہم مجلس ہوا

گفت من نومید پیشِ او روم
زآستانِ او براہ اندر شوم

بولا میں مایوس اُس کے سامنے جاؤں (شاید) اُس کے آستانے سے راستہ چلنے لگوں

تا دُعائے او بود ہمراہِ من
چونکہ نومیدم من از درخواہِ من

تاکہ اس کی دعا میرا ساتھی بنے چونکہ میں مقصود سے مایوس ہو گیا ہوں

رفت پیشِ شیخ با چشمِ پُر آب
اشک می بارید مانندِ سحاب

آنسو بھری آنکھوں سے شیخ کے سامنے گیا ابر کی طرح آنسو برساتا تھا

[1] تسخر۔ تسخر۔ جہول۔ یعنی ہولناک۔ سترگ۔ بڑا، عظیم الشان۔
[2] گبز۔ موٹا۔ فرع دگر۔ یعنی ہر شخص سے جداگانہ قسم کی بات سنتا تھا۔ سیاحت۔ سفر سیر۔ مالہا۔ یعنی اخراجات کے لئے بادشاہ روپیہ پیسہ بھیجتا رہتا تھا۔ غربت۔ مسافرت۔ تعب۔ تھکن، تکلیف۔
[2] مقصود۔ یعنی درخت۔ غرض۔ یعنی درخت۔ غیر خبر۔ یعنی باتوں کے سوا جستار۔ یعنی جس درخت کو ڈھونڈنے نکلا تھا ناقابلِ جستجو ثابت ہوا ہے۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ طالب مقلد۔ یعنی وہ قاصد۔ قطب۔ یعنی وہ شیخ قطبِ وقت تھا۔
[4] اُنس۔ مانوس شخص۔ ندیم۔ شریکِ مجلس۔ براہ یعنی اس راستہ پر پڑ جاؤں جو درخت تک پہنچا دے۔ دل خواہ۔ مقصد۔

750

گفت شیخا وقتِ رحمت رافت[1] است — نا اُمیدم وقتِ لُطف ایں ساعت است

کہا، اے شیخ! رحم و مہربانی کا وقت ہے — میں مایوس ہوں مہربانی کا یہ وقت ہے

گفت و اگو کز چہ نومیدستیت — چیست مطلوب تو رُو باکیستت

شیخ نے کہا صاف بتا تیری ناامیدی کس چیز سے ہے؟ — تیرا مقصود کیا ہے؟ کس کی طرف متوجہ ہے؟

گفت شاہنشاہ کردم اختیار — از برائے جُستنِ یک شاخسار

اُس نے کہا بادشاہ نے مجھے چُنا — ایک درخت کی تلاش کے لئے

کہ درختے ہست نادر در جہات — میوہ اُو مایۂ آبِ حیات

کہ اطراف میں ایک ایسا درخت ہے — جس کا پھل آبِ حیات کا سرمایہ ہے

سالہا جستم ندیدم زُو نشاں — جُز کہ طنز و تمسخر ایں سرخوشاں

میں نے سالوں تلاش کیا، اُسکا نشان نہ دیکھا — سوائے اُن مستوں کے طنز اور مذاق کے

شیخ خندید و بگفتش اے سلیم — ایں درختِ علم باشد در علیم

شیخ ہنسا اور اُس سے کہا اے بھولے! — یہ درخت علم کا ہے عالم کے اندر

بس[2] بلند و بس شگرف و بس بسیط — آبِ حیوانے ز دریائے محیط

جو بہت بلند اور بہت عجیب بہت پھیلا ہوا ہے — محیط سمندر کا، آبِ حیات ہے

تو بصورت رفتہ اے بے خبر — زاں درختش نام شد گہ آفتاب

اے غافل! تو صورت کے پیچھے چل پڑا — اسی لئے (تو معنی کی شاخ سے بے میوہ اور پھل کے ہے) — کبھی اُس کا نام درخت بنا کبھی سورج

گہ درختش نام شد گہ آفتاب — گاہ بحرش نام گشت و گہ سحاب

کبھی اُس کا نام سمندر ہوا اور کبھی ابر

آں یکے کش صد ہزار آثار خاست[3] — کمتریں آثارِ اُو عمرِ بقاست

وہ ایک ایسا اصل ہے جس سے لاکھوں نتیجے پیدا ہوئے — اُس کا کم درجہ کا نتیجہ ابدی زندگی ہے

گرچہ فردست اُو اثر دارد ہزار — آں یکے را نام شاید بے شمار

اگرچہ وہ ایک ہے ہزاروں نتیجے رکھتا ہے — اُس ایک کے بے شمار نام مناسب ہیں

آں یکے شخصے ترا باشد پدر — در حقِ شخصے دگر باشد پسر

وہ ایک شخص جو تیرا باپ ہے — دوسرے شخص کے اعتبار سے وہ بیٹا ہے

---

[1] رافت۔ مہربانی۔ لُطف۔ مہربانی۔ شفقت۔ دَاگو۔ بتا۔ اختیار۔ پسند کرنا، چُننا۔ شاخسار۔ درخت۔ جہات۔ اطراف۔ آبِ حیات۔ وہ پانی جس کو پی کر ابدی زندگی حاصل ہو جائے۔ سرخوشاں۔ مست و بیخود لوگ۔ سلیم۔ بھولا انسان۔ علم باشد علم کے اپنے اوصاف کے اعتبار سے بہت سے نام ہیں چونکہ علم کے سایہ میں انسان راحت سے زندگی گذارتا ہے لہٰذا اُس کو درخت سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں تو اُس درخت سے علم مُراد ہے۔

[2] بس بلند۔ وہ علم کا درخت عظیم الشان ہے اور علم باری اُس کا سرچشمہ ہے۔ اور وہ آبِ حیات ہے۔ دریائے محیط یعنی علم باری۔ تو بصورت۔ تو نے درخت کے ظاہری اور لفوی معنی مراد لئے ہیں اسی لئے تو معنی کی شاخ سے محروم ہے گو درخت۔ چونکہ لوگ علم کے ثمرات سے فائدہ اُٹھاتے ہیں لہٰذا اُس کو درخت سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ گہ آفتاب۔ علم کو آفتاب بھی کہہ دیا جاتا ہے چونکہ لوگ اُس کی روشنی سے مستفید ہوتے ہیں۔ گہ سمندر۔ چونکہ علم ایک پایاں چیز ہے اُس کو سمندر سے بھی تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ گہ سحاب۔ چونکہ علم بھی شادابی اور سرسبزی کا سبب ہے لہٰذا اُس کو سحاب کہہ دیا جاتا ہے۔ آں یکے۔ علم ایک ہے لیکن اُس سے نتائج اور

---

[3] ثمار لاکھوں ہیں۔ اُنمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُسکے ذریعہ سے ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے لہٰذا وہ آبِ حیات بھی ہے۔

[4] آں یکے انسانوں میں ایک شخص کو فلسفہ حیثیتوں سے مختلف ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے، وہی ایک انسان باپ بھی ہے اور بیٹا بھی چچا بھی ہے اور ماموں بھی ہے ایک کے اعتبار سے دشمن اور تم بھی ہو دوسرے کے اعتبار سے نیک دوست بھی ہے۔

751

در حقِ دیگر بُود قہر و عدُو
ایک کے حق میں وہ ظلم اور دشمنی ہے

در حقِ دیگر بُود لُطف و نکُو
دوسرے کے حق میں وہ مہربانی اور بھلائی ہے

در حقِ دیگر بُود اُو عمّ و خال
ایک کے حق میں وہ چچا اور ماموں ہے

در حقِ دیگر بُود ہیچ و خیال
دوسرے کے حق میں وہ ناچیز اور خیال ہے

صد ہزاراں نام و اُو یک آدمی
وہ ایک شخص ہے اور لاکھوں نام ہیں

صاحب ہر وصفش از وصفے عمی
اُس کا ہر ایک وصف جاننے والا دوسرا وصف سے بیخبر ہے

ہر کہ جوید نام گر صاحب تقی ست
جو نام کا جویاں ہو اگرچہ بھروسے کا ہو

ہمچو تو لومید و اندر تفرقہ ست
تیری طرح نا امید اور پریشانی میں ہے

تو چہ بر چسپی بریں نامِ درخت
تو اس درخت کے نام پر کیوں چپکا ہے

تا بمانی تلخ کام و شور بخت
خبردار! تو ناکام اور بدنصیب رہے؟

صورتِ ظاہر چہ جوئی اے جواں
اے جوان! تو ظاہری صورت کو کیا تلاش کرتا ہے؟

رُو معانی را طلب اے پہلواں
اے بہادر! جا معانی کو طلب کر

صورتِ ظاہر بُود چوں قشر و پوست
ظاہری صورت چھلکے اور پوست کیطرح ہے

معنیٔ اندر وے چو مغز اے یار و دوست
اے یار اور دوست! اُس میں معنیٰ گودے کیطرح ہے

در گذر از نام و بنگر در صفات[۵۲]
نام سے ترقی کر اور صفات کو دیکھ

تا صفاتت رہ نماید سوئے ذات
تاکہ صفاتِ ذات تک تیری رہنمائی کریں

گم شوی در ذات و آسائی ز خود
پھر، تو ذات میں گم ہو جائیگا اور خود ہی نجات پائیگا

چشمِ تو یکرنگ بیند نیک و بد
تیری آنکھ اچھے بُرے کو یکساں دیکھے گی

اختلافِ خلق از نام اُوفتاد
مخلوق میں نام سے جھگڑا پڑا

چون بمعنیٰ رفت آرام اُوفتاد
وہ جب معنیٰ کی طرف گئی راحت مل گئی

اندریں معنیٰ مثالِ خوش شنو
معنیٰ کے سلسلہ میں ایک اچھی مثال سن لے

تا نمانی تو اسامی را گرو
تاکہ تو ناموں کا پابند نہ رہے

بیانِ[۵۳] منازعت کردنِ چہار کس جہت انگور با ہمدگر
انگور کے معاملہ میں چار شخصوں کا آپس میں جھگڑنے کا بیان کیونکہ

بعلّت آنکہ زبانِ یکدیگر را نمی دانستند
وہ ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے

---

۵۱ از وصفے عمی یعنی ہر شخص ایک وصف سے واقف ہے اور دوسرے وصف سے ناواقف ہے یہ کہ صرف نام کے رٹنے والا خواہ کتنا ہی بھلا ہو وہ حصولِ مقصد میں ناکام اور مایوس ہوتا ہے۔ ترجمہ شیخ نے قاصد سے کہا درخت کے لفظ کو رٹنے سے صورتِ ظاہر درخت کے لفظ کا بظاہر وہی مفہوم ہے جو قاصد سمجھا تھا۔ معنیٰ اندر کے انکی مراد یہ ہے کہ وہ چیز جس کے ثمرات انسان کو حاصل ہوں۔

۵۲ در گذر جبکہ مسمّیٰ کے مقابلے میں اسماء کی کوئی وقعت نہیں ہے تو اسماء میں نہ اُلجھ بلکہ صفات کی طرف ترقی کر جو اُن اسماء کے معانی ہیں اور اُن سے تو ذات تک پہنچی جائیگا جو صفات کی حقیقت ہے۔ کہ شوی ذات میں گم ہو کر تن پروری سے نجات پا جائیگا اور وحدت کے طلب کی وجہ سے تیری آنکھ کے لئے نیک و بد میں یکرنگی پیدا ہو جائیگی۔ اختلاف۔ اسماء کا اختلاف صفات حیثیتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے تو اسماء کے پابند اپنے اسی اختلاف میں سرگرداں ہیں اُن کی حقیقت تک رسائی نہیں ہے۔

۵۳ بیان۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظوں کے پابند محض لفظی اختلاف کی وجہ سے باہمی اختلاف کرتے ہیں اگر حقیقت تک پہنچ جائیں تو وحدت پیدا ہو جائے۔

752

چار کس را داد مردے یک درم
ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درہم دیا

پارسی و ترک و رومی و عرب
ایرانی اور ترکی اور رومی اور عربی

پارسی گفتا کہ ایں را چوں کنم
ایرانی نے کہا کہ اِس کا کیا کروں؟

آں یکے دیگر عرب بد گفت لا
ایک دوسرا عرب تھا، اُس نے کہا نہیں

آں یکے ترکی بداد گفت اے کوزم
ایک ترکی تھا اُس نے کہا، اے احمق!

آں یکے رومی بگفت ایں قیل را
اُس ایک رومی نے کہا، اِس بات کو

در تنازع آں نفر جنگی شدند
وہ جماعت جھگڑے میں جنگ باز بن گئی

مشت بر ہم می زدند از ابلہی
حماقت سے مُکّے بازی کرنے لگے

صاحب[۵۲] سرّے عزیزے صد زباں
معنی کو سمجھنے والا، بزرگ، صد ہا زبانیں جاننے والا

پس بگفتے او کہ من زیں یک درم
وہ کہہ دیتا کہ میں اُس ایک درہم سے

چونکہ بسپارید دل را بے دغل
جب بغیر کھوٹ کے دل کو تم (میرے) سپرد کر دو گے

یک[۵۳] درم تاں می شود چار المراد
خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا ایک درہم چار بنجائے گا

گفت ہر یک تاں بہ جنگ و فراق
تم میں سے ہر ایک کی بات لڑائی اور جدائی کرا رہی ہے

ہر یکے[۵۱] از شہرے افتادہ بہم
ہر ایک، ایک شہر سے آپس میں مل گئے تھے

جملہ با ہم در نزاع و در غضب
سب آپس میں لڑائی اور غصہ میں تھے

ہیں بیا تا ایں بانگوری دہم
ہاں، آ تاکہ میں انگور والے کو دیدوں

من عنب خواہم نہ انگور اے دغا
اے دغا باز! میں عنب چاہتا ہوں نہ کہ انگور

من نمی خواہم عنب خواہم اوزم
میں عنب کی خواہش نہیں رکھتا میں اوزم چاہتا ہوں

ترک کن خواہیم استافیل را
چھوڑ، ہم استافیل چاہتے ہیں

کہ ز سرّ نامہا غافل بدند
کیونکہ وہ ناموں کے معنی سے ناواقف تھے

پُر بدند از جہل و از دانش تہی
وہ نادانی سے بھرے تھے اور عقل سے خالی تھے،

گر بدے آنجا بداد ے صلح شاں
اگر وہاں ہوتا تو اُن میں مصلح کرا دیتا

آر زوئے جملہ تاں را می خرم
تم سب کی تمنا خرید دیتا ہوں

ایں درم تاں می کند چندیں عمل
تمہارا یہ درہم اتنے کام تمہارے کرے گا

چار دشمن می شود یک ز اتحاد
اتحاد سے چار دشمن ایک ہو جائیں گے

گفت من آرد شما را اتفاق
میری گفتگو تم میں اتفاق پیدا کر دے گی

---

۵۱ ہر یکے۔ اس وجہ سے اُن کی زبانیں مختلف تھیں۔ بانگوری درہم۔ یعنی ہم انگور فروش سے انگور خریدیں گے اور سب مل کر کہا۔

آں یکے۔ عرب نے کہا جس کے معنی انکار کے ہیں یعنی میں انگور نہیں خریدوں گا، عنب خریدوں گا جسکے معنی وہی ہیں جو انگور کے ہیں۔

کوزم۔ احمق۔ اوزم۔ یعنی میں عنب نہ خریدوں گا میں اوزم خریدوں گا جس کے معنی وہی ہیں جو عنب کے ہیں۔ قیل۔ قول، بات۔ استافیل۔ انگور۔ سرّ نامہا۔ یعنی ان ناموں کی حقیقت سے ناواقف تھے۔

۵۲ صاحب سرّ۔ جو ان الفاظ کے معنی اور سینکڑوں زبانوں سے واقف ہو۔ آر زوئے سب جھگڑا کرنے والوں کی آرزو ایک ہی چیز تھی۔

۵۳ یک درم۔ یعنی اس ایک درہم سے چاروں کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ گفت ہر یک۔ یہ وہ کہ تم لوگ محض لفظوں اور ناموں میں پھنسے ہو تو تمہاری گفتگو اختلاف کا سبب ہے

753

پس شما خاموش باشید اَنصِتُوا[1] — تا زبانِ تاں می شوم در گفتگو

پس تم خاموش ہو جاؤ، چپ رہو — تاکہ میں بات چیت میں تمہاری زبان بنجاؤں

گر سخن تاں می نماید یک نمط — در اثر مایہ نزاع ست و سخط

اگرچہ تمہاری بات ایک طرح کی نظیر آتی ہے — نتیجہ میں غصہ اور جھگڑے کا سرمایہ ہے

گر سخن تاں در توافق موتلف ست — در اثر مایہ نزاع و تفرق ست

اگرچہ تمہاری بات باہمی موافقت میں قابلِ بھروسہ ہے — نتیجہ میں جھگڑے اور تفرقہ کا سرمایہ ہے

گرمیِ عارضی ندہد اثر — گرمیِ خاصیتی دارد ہنر

عارضی گرمی اثر نہیں کرتی ہے — اصلی گرمی ہنر رکھتی ہے

سرکہ را گر گرم کردی ز آتش آں — چوں خوری سردی فزاید بیگماں

اگر تو سرکہ کو آگ سے گرم کر دیگا — تو جب کھائے گا وہ یقیناً سردی بڑھائیگا

زانکہ گرمی اُو دہلیزی ست — طبعِ اصلش سردی ست تیزی ست

اِس لئے کہ اُس کی گرمی عارضی ہے — اُس کی اصلی طبیعت سردی اور تیزی ہے

در لبودیخ بستہ دو شاب اے پسر — چوں خوری گرمی فزاید در جگر

اے بیٹا! اگر انگور کا شیرہ جما ہوا برف ہو — جب تو کھائے گا وہ جگر میں گرمی بڑھائیگا

پس[2] ریائے شیخ بہ ز اخلاصِ ما — کز بصیرت باشد آں دیں را زعمیٰ

تو شیخ کی ریاکاری ہمارے اخلاص سے بہتر ہے — کیونکہ وہ بصیرت رکھتے ہے اور یہ اندھے پن سے ہے

وز حدیثِ شیخ جمعیت رسد — تفرقہ آرد دمِ اہلِ حسد

شیخ کی بات سے اتفاق حاصل ہوتا ہے — اہلِ حسد کی بات تفرقہ پیدا کرتی ہے

چوں[3] سلیماں کز پئے حضرت بتاخت — اُو زبانِ جملہ مرغاں را شناخت

جبکہ سلیمانؑ (اللہ کے) دربار کی طرف دوڑے — تو اُنھوں نے تمام پرندوں کی زبان سیکھ لی

در زمانِ عدلش آہو با پلنگ — اُنس بگرفت و بروں آمد ز جنگ

اُن کے انصاف کے دور میں ہرن چیتے سے — مانوس ہو گیا اور لڑائی سے برطرف ہو گیا

شد کبوتر ایمن از چنگالِ باز — گوسفند از گرگ نا ورد احتراز

کبوتر، باز کے پنجے سے محفوظ ہو گیا — بکری نے بھیڑیئے سے بچاؤ نہ کیا

اُو میانجی شد میانِ دشمناں — اتحادے شد میانِ پرزناں

وہ دشمنوں میں ثالث بن گئے — پرندوں میں اتحاد ہو گیا

---

[1] اَنصِتُوا۔ تم چپ رہو۔ تازباں تاں۔ یعنی وہ زبان جو تم جانتے ہو۔ گر سخن تاں۔ یعنی انگور و عنب۔ ادرم استافیل سب کے معنی ایک ہیں۔ گرمی۔ ان چاروں شخصوں میں عارضی اتحاد تھا جو صرف ایک معمولی سی بات پر ختم ہو گیا اسی طرح گرمی اور سردی جو اصلی ہے وہ حقیقی اثر رکھتی ہے عارضی گرمی اور سردی کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ سرکہ۔ سرکہ کے اگر آگ پر گرم کر لیا جائے تو یہ عارضی گرمی مؤثر نہ ہوگی۔ دہلیزی۔ باہری، عارضی۔ دوشاب۔ انگور کے شیرے کی تاثیر گرم ہے اسکی عارضی شکل کی مؤثر نہیں ہے۔

[2] پس۔ شیخ کی ریاکاری بھی اصولِ شریعت کے مطابق ہوتی ہے اور اُسمیں حقیقت اور اصلیت ہوتی ہے عوام کا اخلاص بھی حقیقت سے دور ہے لہٰذا وہ مؤثر نہیں ہے۔ حدیثِ شیخ۔ چونکہ شیخ حقیقت سے واقف ہوتا ہے لہٰذا اُس کی بات موجبِ اتحاد ہے۔ مختلف الانواع مُردوں کو ایک لڑی میں منسلک کر دیتا ہے۔

[3] چوں سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ حقیقت سے باخبر تھے تمام جانوروں میں اتحاد کا سبب بنے تھے آہو و پلنگ چیتے اور ہرن کی دشمنی مشہور ہے لیکن وہ دونوں متحد ہو گئے تھے۔ شد کبوتر۔ باز کبوتر کا دشمن ہے لیکن ان کے درمیان دونوں متحد ہو گئے تھے۔ اُو میانجی۔ حضرت سلیمانؑ سب مختلف طبائع والے جانداروں میں صلح کرانے کے لئے ثالث بن گئے تھے۔

754

تو چو مُورے بہرِ دانہ میدوی
تو چیونٹی کی طرح دانہ کے لئے دوڑتا ہے

ہیں سلیماں جُو جہ می باشی غَوی
خبردار! سلیمانؑ کی جستجو کر کیوں گمراہ بنتا ہے؟

دانہ جُورا دانہ اش دامے شود
دانہ کی تلاش کرنے والے کیلئے اُسکا دانہ جال بنجاتا ہے

واں سلیمانؑ جُوئی را ہر دُو بُود
اور سلیمانؑ کی تلاش کرنیوالے کیلئے دونوں حاصل ہوتے ہیں

مُرغِ جانہارا دریں آخر زماں
اِس آخری زمانہ میں جانوں کے پرندے

نیست شاں از ہمدگر یکدم اماں
اکو ایک دوسرے سے تھوڑی دیر کا بھی امن حاصل

ہم سلیمانؑ ہست اندر دورِ ما
ہمارے زمانے میں بھی سلیمانؑ موجود ہے

کُو دہد صلح و نماند جورِ ہما
جو صلح کرا سکتا ہے اور ہمارے ظلم باقی نہ رہیں گے

قولِ اِنْ مِّنْ اُمَّتٍ را یاد گیر
اِن مِّنْ اُمَّةٍ کا قول یاد کرلے

تا بِرا اَلَّا وَخَلَا فِیْهَا نَذِیْر
اِلَّا وَخَلَا فِیْهَا نَذِیْر تک

گفت خود خالی نبود ست اُمتے
(اللہ نے) فرمایا کوئی اُمت خالی نہ ہوگی

از خلیفہ حق و صاحب ہمتے
صاحبِ باطن اور اللہ کے خلیفہ سے

مُرغِ جانہارا چُناں یکدل کند
وہ جانوں کے پرندوں کو ایسا ایک دل بنا دیگا

کز صفاشاں بغض و بغل کُند
کہ صفائی کی وجہ سے اُنکے بے کھوٹ اور بے کینہ

مُشفقاں گردند ہمچوں والدہ
وہاں کی طرح مُشفق بن جائیں گے

مُسلموں را گفت نفسٌ واحدہ
(اللہ نے) مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے

نفسِ واحد از رسولِ حق شدند
رسولِ حق کی وجہ سے ایک جان ہو گئے

ورنہ ہر یک دشمنِ مُطلق بُدند
ورنہ ہر ایک مطلقاً دشمن تھا

اتحاد خالی از شرک و دوئی
وہ اتحاد جو شرکت اور دوئی سے خالی ہو

باشد از توحیدِ بے ما و توئی
ما و تو سے خالی، وحدت سے ہوتا ہے

برخاستنِ مخالفت و عداوت از میانِ انصار ببرکتِ وجودِ پیغمبرِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام

انصار کے درمیان سے مخالفت اور دشمنی کا ختم ہو جانا
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی برکت سے

دُو قبیلہ کاوس و خزرج نام داشت
دُو قبیلے جن کا اوس و خزرج نام تھا

یک زِ دیگر جانِ خوں آشام داشت
ایک دوسرے کیلئے خون پینے والی جان رکھتا تھا

۱؎ سلیماں جو۔ یعنی کسی شیخ کو تلاش کر جو اپنے وقت کا سلیمان ہو۔ دانہ جو۔ چیونٹی کی طرح جو صرف دانہ جوئی کریگا جال میں پھنسے گا سلیمان کو تلاش کریگا تو دونوں جہان کی دولت ملیگی

مرغِ جانہا۔ آخری زمانہ شقاق اور اختلاف کا دور ہے اُس میں سلیمان جیسے شیخ کی زیادہ ضرورت ہے۔

۲؎ ہم سلیماں سلیمان صفت بزرگ ہر دور میں موجود ہیں۔ قولِ قرآن پاک میں اِن مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیْهَا نَذِیْر۔ کوئی ایسی اُمت نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانیوالا نہ گزرا ہو لہٰذا ہر دور میں کوئی نہ کوئی نبوت کی صفات کا حامل ضرور ہوگا۔ مرغِ جانہا۔ اگر اُس کی دستگیری کرلی جائے تو وہ دلوں کو صاف کر کے سب کو یکدل بنادے گا۔

۳؎ مُشفقاں۔ یعنی وہ لوگ اُن بزرگ کی وجہ سے ماں کی طرح ایک دوسرے پر شفیق بنگئے۔ آنحضورؐ نے مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے۔ از رسول۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَاحِدٍ یعنی سب مسلمان بمنزلہ ایک جان کے ہیں۔ ورنہ اوس اور خزرج کی لڑائیاں مشہور ہیں اتحاد۔ وہ اتحاد جس میں باہمی شرکت اور دوئی کی بُو نہ ہو وہ تب حاصل ہوتا ہے جب من و تو کا جھگڑا نہ رہے اور خالص وحدت ہو۔ انصار۔ اوس و خزرج کے مسلمانوں کو اسلام کے بعد انصار لقب ملگیا۔ دو قبیلے۔ اوس و خزرج دو قبیلے تھے جو آپس میں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔

کینہائے کہنہ شاں از مصطفیٰؐ — محو شد در نورِ اسلام و صفا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انکے پرانے کینے — اسلام کے نور اور صفائی میں محو ہو گئے

اوّلاً[1] اِخواں شدند آں دشمناں — ہمچو اَعدادِ عنب در بوستاں

پہلے تو وہ دشمن بھائی بنے — جیسا کہ باغ میں انگور کے دانے

وزدمِ اَلْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ بہ بند — در شکستند و تنِ واحد شدند

(پھر) اَلْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ سے (ترقی کرکے) بندش — توڑ ڈالی اور ایک جسم ہو گئے

صورتِ[2] انگورہا اِخواں بُوَد — چوں فشردی شیرۂ واحد شُوَد

انگوروں کی صورت بھائی بھائی کی ہوتی ہے — جب تو نے انہیں نچوڑا ایک شیرہ بنگیا

غورہ و انگور ضدانند و لیک — چونکہ غورہ پختہ شد شد یارِ نیک

کچا انگور اور (پکا) انگور ایک دوسرے کی ضد ہیں — جب کچا انگور پک گیا اچھا دوست بنگیا

غورہ کو سنگ است و خام ماند — در ازل حق کافرِ اصلیش خواند

کچا انگور جو خشک ہو گیا اور کچا رہ گیا — اللہ تعالیٰ نے اس کو ازل میں اصلی کافر قرار دیا

نے اَخی نے نفسِ واحد باشد او — در شقاوت نحس و ملحد باشد او

وہ نہ بھائی اور ایک جان بنتا ہے — وہ نحوست اور بدبختی میں کافر رہتا ہے

گر بگویم[3] آنچہ او دارد نہاں — فتنہ افہام خیزد در جہاں

اگر میں بتا دوں جو اس میں پوشیدہ ہے — دنیا میں عقلوں کے لئے وہ فتنہ بن جائے

سرِ گبر کور نامذکور بہ — دودِ دوزخ از ارم مہجور بہ

اندھے کافر کا راز نہ مذکور نہ ہونا بہتر ہے — دوزخ کا دھواں (باغ) ارم سے دور ہی بہتر ہے

غورہائے نیک کایشاں قابل اند — از دمِ اہلِ دل آخر یک دل اند

اچھے کچے انگور جن میں صلاحیت ہے — اہلِ دل کے دم سے آخر ایک دل ہو جاتے ہیں

سوئے انگوری ہمی رانند تیز — تا دوئی برخیزد و کین و ستیز

وہ انگور بننے کی طرف تیزی سے چلتے ہیں — تاکہ دوئی اور کینہ اور جھگڑا ختم ہو جائے

پس درانگوری ہمی درّند پوست — تا یکے گردند و وحدت وصفِ اوست

پس انگور بن جانے پر وہ چھلکا پھاڑ دیتے ہیں — تاکہ ایک ہو جائیں اور وحدت اسی کی صفت ہے

---

[1] اوّلاً یعنی ابتداءً آنحضورؐ کی برکت سے بھائی بھائی بنگئے۔ ہمچو اعدادِ عنب۔ انگوروں میں باہمی یکسانیت تو ہوتی ہے لیکن تشخص ہر ایک کا علیحدہ ہوتا ہے اسی طرح ابتداءً انصار میں یکسانیت پیدا ہوئی لیکن ہر ایک کا تشخص باقی رہا۔ وزدمِ الخ یعنی ابتداءً بھائی بندی کی یکسانیت ہوئی پھر اس سے ترقی کرکے وہ یکجان ہو گئے اور ہر ایک نے اپنا تشخص بھی ختم کر دیا اور انگور کے شیرے کی طرح ہو گئے۔

[2] صورت یعنی شروع میں وہ انگوروں کی طرح یکساں ہے جب انگوروں کو نچوڑ دیا جائے تو پھر یکجان شیرہ بن جاتا ہے وہ بھی ترقی کرکے یکجان ہو گئے۔ غورہ۔ کچا انگور، کچے اور پکے انگور میں یکسانیت نہیں ہوتی پکنے کے بعد سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ سنگ بست۔ یعنی کچا ہی رہا اور اس میں پختگی کی صلاحیت نہ رہی۔ کافرِ اصل جیسے عبداللہ بن ابی اور ابوجہل وغیرہ یہ نہ بھائی بنے اور نہ مسلمانوں سے متحد ہوئے۔

[3] گر بگویم۔ کافرِ ازلی کے کفر کا اظہار مصلحتِ شرع کے خلاف ہے یہ چھپا رہنا ہی بہتر ہے کہ کون کافرِ ازلی ہے اور کون مومنِ ازلی۔ سرِ گبر کور۔ گویا باطن کافر کے باطن کے احوال بھی مسلمانوں کو سنانا بہتر نہیں ہیں وہ دھواں ہے اور مسلمان باغِ ارم ہیں باغ سے دھویں کا دور رہنا بہتر ہے۔ غورہائے نیک۔ وہ لوگ جن میں استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے اہلِ دل کی صحبت میں یکجان ہو جاتے ہیں جیسے انگوری۔ انگور بہت جلد مومنین کے ساتھ یکسانیت حاصل ہو جاتی ہے۔ پس درانگوری۔ یکسانیت کے بعد پھر انکی رنجشیں سے وحدت تامہ ہو جاتی ہے۔

756

دوست[1] دشمن گردد ایرا ہم دواست
دوست دشمن بن جاتا ہے کیونکہ وہ دو ہیں

ہیچ یک با خویش جنگے در نبست
کسی نے اپنے ساتھ لڑائی برپا نہیں کی ہے

آفریں بر عشق کل اوستاد
عشق کو شاباش ہے جو کامل استاد ہے

صد ہزاراں ذرہ را داد اتحاد
جس نے لاکھوں ذروں کو اتحاد عطا کر دیا

ہیچو خاک مفترق در رہگذر
جیسا کہ راستہ کی متفرق مٹی

یک سبوشاں کرد دست کوزہ گر
کمہار کے ہاتھ نے اس کو ایک گھڑا بنایا

کاتحاد جسمہائے مار و طین
پانی اور مٹی کے جسموں کا اتحاد

ہست ناقص جاں نمی ماند بدیں
ناقص ہے جان اس کے مشابہ نہیں ہے

گر نظائر[2] گویم اینجا در مثال
اگر اس جگہ میں مثالیں بتانے لگوں

فہم را ترسم کہ آرد اختلال
میں ڈرتا ہوں کہ وہ سمجھ میں خلل ڈالدیں گی

ہم سلیماں ہست اکنوں لیک ما
سلیمان اب بھی ہے، لیکن ہم

از نشاط دُور بینی در عمی
تمناؤں کی سستی کی وجہ سے اندھے پن میں ہیں

دُور بینی کُور دارد مرد را
(دنیاوی) دور بینی انسان کو اندھا کر دیتی ہے

ہیچو خفتہ در سرا کُور از سرا
جیسا کہ مکان میں سویا ہوا مکان سے اندھا ہے

میکند از مشرق و مغرب گذر
وہ مشرق اور مغرب سے بھی گزر جاتا ہے

در رفیق و ہمنشینش بے خبر
اور اپنے ساتھی اور ہمنشین سے بے خبر ہوتا ہے

مو[3] لعیم اندر سخنہائے دقیق
ہم (دنیاکی) باریک باتوں پر فریفتہ ہیں

در گرھہا باز کردن ما عشیق
اُن کی گرہ کشائی کے عاشق ہیں

تا گرہ بندیم و بگشائیم ما
تاکہ ہم گرہ لگائیں اور کھولیں

در شکال و در جواب آئیں فزا
اشکال اور جواب میں قواعد کو بڑھانیوالی بنائیں

ہیچو مرغے کو کشاید بند و دام
اُس پرند کی طرح جو کبھی، جال کی گرہ کھولتا ہے

گاہ بندد تا شود در فن تمام
کبھی لگاتا ہے تاکہ فن میں ماہر ہو جائے

اُو نبُود محروم از صحرا و مرج
وہ جنگل اور چراگاہ سے محروم رہتا ہے

عمر اُو اندر گرہ کاری[4] خرج
اُس کی عمر گرہ بندی میں خرچ ہو جاتی ہے

خود زبون اُو نگردد ہیچ دام
کوئی جال اُس سے مغلوب نہیں ہوتا ہے

لیک ترش در شکست افتد مدام
لیکن اُس کے پر ہمیشہ کے لئے شکستہ ہو جاتے ہیں

[1] دوست دشمن: جب تک من و تو ہے تو باہمی اختلاف و نزاع کا امکان ہے اسلئے دوست دشمن بنجاتا ہے لیکن وحدت کے بعد نزاع کا امکان ختم ہو جاتا ہے اسلئے کہ کوئی شخص اپنے آپ سے دشمنی نہیں کرتا ہے۔ آفریں بر عشق عشق متحد الوجود بنا دینے میں کامل استاد ہے۔ ہیچو عشق ذروں کو ایسا ہی جوڑ دیتا ہے جیسا کہ کمہار مختلف اجزاء کو ملا کر گھڑا بنا دیتا ہے۔ اتحاد جسمہا۔ کمہار اور ذروں سے ملکر گھڑا بنجانے کی مثال ناقص ہے۔ جانوں کا اتحاد اس سے بہت بڑھا ہوا ہے۔

[2] گر نظائر: مومنین کے دلوں کے اتحاد کی مختلف مثالیں اگر سناؤں تو تھک جاؤ گے۔ دور بینی یعنی دنیاوی معاملات میں گہری سوچ بچار نے ہمیں اندھا بنا رکھا ہے۔ ورنہ ہر دور میں سلیمان صفت بزرگ موجود ہیں۔ می کند۔ دنیاوی فکر میں انسان ایسا محو ہو جاتا ہے کہ اسکو اس پاس کی خبر نہیں ہوتی۔

[3] مو لعیم۔ ہم دنیاوی الجھنوں کو سلجھانے کے عاشق ہیں اور اس میں سوال و جواب کیلئے قواعد تراشتے ہیں۔ ہیچو مرغے۔ دنیاوی دھندوں کی گرہ کشائی میں ہم اس پرند کی طرح ہیں جو جال کی گرہ کھولنے اور باندھنے میں مہارت پیدا کر لیتا ہے وہ لاکھ اس کی سیر سے محروم رہے لیکن اور پوری عمر اسی کام پر صرف

757 7776

باگرہ کم کوش تا بال و پرت — نگسلد یک ازیں کرّ و فرت

گرہ میں کم مصروف ہو تاکہ تیرے بال و پر — اِس اُدھیڑ بُن سے ایک ایک کرکے نہ ٹوٹ جائیں

صد[1] ہزاراں مرغ پرہا شاں شکست — واں کمیں گاہِ عوارض را نہ بست

لاکھوں پرندوں کے پَر ٹوٹ گئے — (لیکن) وہ حوادث کے مورچے کو بند نہ کر سکے

حالِ ایشاں از نبے خواں اے حریص — نَقَّبُوا فِیهَا بِبین هَل مِن مَّحِیص

اے حریص! ان کی حالت قرآن میں پڑھ لے — غور کر، انھوں نے زمین میں نقب لگائے، کہیں چھٹکارا ہے

از نزاعِ ترک و رومی و عرب — حل نشد اشکالِ انگور و عنب

ترکی اور رومی اور عربی کی لڑائی سے — انگور اور عنب کا اشکال حل نہ ہوا

تا[2] سلیمانِ سِینِ معنوی — در نیاید بر نخیزد ایں دوئی

جب تک حقیقت پسند زبان داں سلیمان — نہیں آتا، یہ دوئی نہیں اُٹھتی

جملہ مرغانِ مُنازِع بازوار — بشنوید ایں طبلِ بازِ شہریار

سب جھگڑنے والے پرندو! باز کی طرح — بادشاہ کی واپسی کے نقارے کو سُن لو

ز اختلافِ خویش سوئے اتحاد — ہیں زہر جانب رواں گردید شاد

اپنا اختلاف چھوڑ کر اتحاد کی جانب — خبردار! ہر جانب سے خوشی سے روانہ ہو جاؤ

حَیثُ مَا کُنتُم فَوَلُّوا وُجُهَکُم — نَحوَهُ هٰذَا الَّذِی لَم یَنهَکُم

تم جہاں بھی ہو اپنا رُخ موڑ لو — اُس کی جانب، یہ وہ ہے جس سے اُس نے تمھیں نہیں روکا

کو[3] در مرغانیم و بس ناساختیم — کاں سلیماں را دمے نشناختیم

ہم اندھے پرند ہیں اور بہت اناڑی — کہ ہم نے تھوڑی دیر کے لئے بھی سلیمان کو نہ پہچانا

لاجرم واماندہ و ویراں شدیم — ہمچو چندداں دشمنِ بازاں شدیم

لامحالہ پسماندہ اور تباہ ہو گئے — ہم چندوں کی طرح بازوں کے دشمن بن گئے

می کنیم از غایتِ جہل و عمی — قصدِ آزارِ عزیزانِ خدا

انتہائی نادانی اور اندھے پن کی وجہ سے ہم کرتے ہیں — (اللہ تعالیٰ) کے پیاروں کو ستانے کا ارادہ

جملہ مرغاں کز سلیماں روشن اند — پر و بالِ بے گنہ کے بر کنند

وہ تمام پرندے جو سلیمان کی وجہ سے روشن دل ہیں — وہ بے قصور کے بال و پر کب نوچتے ہیں؟

بلکہ سوئے عاجزاں چینہ کشند — بے خلاف و کینہ آں مرغاں خوش اند

بلکہ وہ عاجزوں کی طرف چینہ (دانہ) لیجاتے ہیں — وہ پرندے بغیر اختلاف اور کینے کے خوش ہیں

---

[1] صد ہزاراں۔ بڑے بڑے دنیاداروں کے ساتھ دنیا نے غداری کی ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں ہے وَکَمْ اَهْلَکْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِی الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِیْصٍ۔ اور اُن سے پہلے ہم نے کتنی امتیں ہلاک کر دیں جو کہ اُن سے بل بوتے میں بڑھ کر تھیں انھوں نے شہروں کو چھان مارا کہ کہیں بچاؤ کی جگہ ہے یعنی وہ ہلاک ہو گئے۔ از نزاع۔ ان چاروں شخصوں کی لڑائی معاملہ کو حل نہ کر سکی تھی۔

[2] تا سلیماں۔ مرد غائب بروں آید و کارے بکند۔ یا امام مہدی مراد ہیں۔ سِین بزبان امین زبان داں۔ طبلِ باز۔ وہ نقارہ جو باز کو واپس بلانے کیلئے بجایا جاتا ہے۔ از اختلاف۔ رسم و رواج کے اختلافات کو ترک کر کے متحد ہو جاؤ۔ حَیثُ مَا کُنتُم۔ مسلمانوں کو حکم ہے جہاں کہیں بھی ہوں وہ نمازیں قبلہ رُخ ہو جائیں مولانا فرماتے ہیں سب کو متوجہ الی الحق ہو جانا چاہیئے یہی چیز اتحاد پیدا کرے گی۔

[3] کو در مرغانیم۔ بزرگان دین سلیمانِ وقت ہیں ہم اتنے اندھے ہیں کہ انکو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ ہمچو چنداں۔ چندوں کی باتیں دشمنی کا قصہ مولانا پہلے بیان کر چکے ہیں سباناں۔ وہ بزرگ جو اللہ کے قدس ہوں۔ عزیزاں۔ یعنی خاصانِ خدا۔ جملہ مرغاں۔ بزرگوں سے تربیت یافتہ لوگ

هُدهُد[1] ایشاں پے تقدیس را — مے کُشاید راہِ صد بلقیس را
ان (میں) کا ہُدہُد تقدیس کے لئے — سینکڑوں بلقیس کی راہ کھول دیتا ہے

زاغِ ایشاں گر بصورت زاغ بود — باز ہمت آمد و مازاغ بود
ان کا کوّا اگرچہ بظاہر کوّا تھا — ارادہ کا باز ثابت ہوا اور مازاغ بن گیا

لکلک ایشاں کہ لکلک می زند — آتشِ توحید در شک می زند
ان کا لقلق جو لک لک کہتا ہے — وہ شک میں توحید کی آگ لگاتا ہے

واں کبوترشاں بازاں نشکہد — باز سر پیشِ کبوترشاں نہد
ان کا کبوتر بھی بازوں سے نہیں ڈرتا ہے — باز ان کے کبوتر کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے

بُلبُلِ[2] ایشاں کہ حالت آرد او — در درونِ خویش گلشن دارد او
ان کی بلبل جو کہ وجد کرتی ہے — وہ اپنے اندر چمن رکھتی ہے

طوطیِ ایشاں زقند آزاد بود — کز درون قندِ ابد رُویش نمود
ان کا طوطی بھی قند سے آزاد تھا — کیونکہ اس میں ابدی قند رونما ہو گئی تھی

پائے طاؤسانِ ایشاں در نظر — بہتر از طاؤس پرانِ دگر
ان کے موروں کے پیر (بھی) نگاہ میں — دوسروں کے موروں جیسے پروالوں سے بہتر ہیں

کبکِ ایشاں خندہ بر شاہیں زند — در تعلق راہِ علیین زند
ان کی چکور شاہین کی مذاق اڑاتی ہے — تعلق (مع اللہ) میں علیین کا راستہ اختیار کرتی ہے

منطق الطیرانِ[3] خاقانی صدا ست — منطق الطیرِ سلیمانی کجاست
خاقانی کی "منطق الطیر" ایک آواز ہے — وہ سلیمانی منطق الطیر کہاں ہے؟

توجہ دانی بانگ مُرغاں را ہمے — چوں ندیدستی سُلیماں را دمے
تو پرندوں کی آواز کو کیا جانے؟ — جبکہ تو نے ایک لمحہ کیلئے بھی سلیمان کو نہیں دیکھا ہے

پرّاں مُرغے کہ بانگش مُطربست — از بُرونِ مشرق و و زِ مغربست
اس پرندہ کا پر جس کی آواز مست کر دینے والی ہے — وہ مشرق و مغرب سے باہر ہے

افعال سے زیادہ قابل قدر ہیں۔ کبک۔ چکور کا قہقہہ اور رفتار ذبح الشل ہیں۔

[3] منطق الطیر۔ پرندوں کی بولی۔ افضل الدین خاقانی شاعر نے ایک مشہور قصیدہ لکھا ہے جس میں پرندوں کی زبانی گفتگو کی ہے۔ حضرت سلیمانؑ کو بھی منطق الطیر حاصل تھی۔ توجہ دانی۔ جب تم اہل اللہ سے نہیں ملے تو ان کے متعلقین کے کمالات کو کیا سمجھ سکتے ہو۔ پرّاں مرغے۔ ان مریدین اور متوسلین کا تعلق عالم بالا سے ہے۔

[1] ہُدہُد۔ چونکہ شیخ وقت کو سلیمان وقت قرار دیا لہٰذا اس کے مُریدین کو ان پرندوں سے تعبیر کیا ہے جو حضرت سلیمان کے جلو میں رہتے تھے۔ تقدیس یعنی سبوح قدوس کا وظیفہ پڑھنا حضرت سلیمان کی ہدہد حضرت بلقیس کے لئے ماہنامہ بنی تھی۔ مازاغ۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کے بارے میں ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی کی نظر کسی طرف کو بہکی اور نہ آگے بڑھی یعنی دیدار میں مصروف رہی۔

[2] لکلک۔ لقلق پرند کے بولنے کی آواز لک لک ہے تو گویا وہ لَکَ الْحَمْدُ لَکَ الثَّنَاءُ اے پروردگار! تیرے لئے تعریف ہے تیرے لئے ثنا ہے کہتا ہے اور توحید کے گن گاتا ہے۔ واں کبوتر مریدین اور مجازین میں سے جو سنت میں کبوتر ہیں دنیا کے سرکش ان کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں۔ نشکہد مضارع منفی ہے شکوہ ہیبت۔ شان و شوکت دکھانا، ڈرنا۔

[2] بلبل۔ انکی بلبل اپنے اندر گلشن دیکھ کر وجد کرتی ہے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے ان بزرگوں کی طوطی کو ظاہری قند کی ضرورت نہیں ان کے باطن خود قند سے معمور ہیں۔ پائے طاؤسان۔ مور کا پیر بدصورتی میں اور اس کا پر حسن میں مشہور ہے یعنی کہ شیخ کے مُریدوں کے بظاہر نازیبا افعال دوسروں کے زیبا

759 [illegible]

ہر یک[1] آہنگش زکرسی تا ثریٰ ست — وز ثریٰ تا عرش در کر و فریٰ ست

اس کا ہر ارادہ کرسی سے زمین تک ہے — اور زمین سے عرش تک شان شوکت میں ہے

مُرغ کو بے ایں سلیماں می رود — عاشق ظلمت چو خفاشے بود

وہ پرند جو اس سلیمان کے بغیر چلتا ہے — وہ چمگادڑ کی طرح اندھیرے کا عاشق ہوتا ہے

با سلیماں خو کن اے خفاشِ رد — تا کہ در ظلمت نہ مانی تا ابد

اے مردود چمگادڑ! سلیمان کی عادت ڈال — تاکہ ہمیشہ تک کے لئے اندھیرے میں نہ رہے

یک گزے رہ کہ بداں سو میروی — ہیچ گز قطب مساحت می شوی

اگر تو اس کی جانب ایک گز چلے گا — تو گز کی طرح پیمائش کا مدار بن جائیگا

وانکہ لنگ و لوک آں سو می جہی — از ہمہ لنگی و لوکی می رہی

اور جو تو لنگڑا اور لولا اس طرف چل رہا ہے — (اس) تمام لنگڑے اور لولے پن سے نجات پا جائیگا

قصۂ بط بچگاں کہ مرغ خانگی پرورد شاں

بطخ کے ان بچوں کا قصہ جن کو گھریلو مرغ نے پالا

تخم[2] بطی گرچہ مرغ خانہ ات — کرد زیر پر چو دایہ تربیت

تو بطخ کا انڈا ہے اگرچہ تجھے گھریلو مرغ نے — پروں کے نیچے دایہ کی طرح پالا ہے

مادرِ تو بط آں دریا بدست — دایہ ات خاکی بد و خشکی پرست

تیری ماں تو اس دریا کی بطخ تھی — تیری دایہ خاکی اور خشکی پرست تھی

میلِ دریا کہ دلِ تو اندرست — آں طبیعت جانت را از مادرست

دریا کی طرف جھکاؤ جو تیرے دل میں ہے — تیری جان کا وہ مزاج ماں کی جانب سے ہے

میلِ خشکی مر ترا زیں دایہ است — دایہ را بگذار کو بد رایہ است

خشکی کی طرف میلان اس دایہ کی وجہ سے ہو — دایہ کو چھوڑ کہ وہ غلط راہ والی ہے

دایہ را بگذار در خشک و براں — اندر آ در بحرِ معنیٰ چوں بطاں

دایہ کو خشکی پر چھوڑ دے اور دور کر — بطخوں کی طرح حقیقت کے سمندر میں آجا

گر[3] ترا دایہ بترساند ز آب — تو مترس و سوئے دریاراں شتاب

اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے — تو نہ ڈر اور دریا کی جانب جلد (سواری) ہانک دے

تو بطے بر خشک و بر تر زندۂ — نے چو مرغ خانہ خانہ کندۂ

تو ایسی بطخ ہے کہ خشکی اور تری پر تو زندہ ہے — نہ کہ گھر کے مرغ کی طرح تو نے گھر کو گریبا ہے

---

[1] ہر یک: یعنی اسکی پرواز زمین سے آسمان تک ہے۔ مرغ: یعنی وہ لوگ جو نہ کسی نبی کے پیرو ہیں نہ کسی شیخ سے متعلق ہوں وہ نورِ خداوندی سے محروم رہتے ہیں۔ رد۔ مردود۔ یک گزے رہ۔ شیخ کی زیرِ تربیت تھوڑا مجاہدہ بھی بہت زیادہ مفید ہوتا ہے۔ ذاکر جس قدر جلد شیخ کے پاس پہنچ جائیگا اسی قدر جلد اس کو نجات مل جائیگی۔ لنگ۔ لنگڑا۔ لوک۔ گھٹنوں کے بل چلنے والا۔

[2] تخم بطی۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر استعداد ہوتی ہے تو تھوڑی سی محنت سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے، بطخ کا وہ بچہ جو مرغی کے نیچے نکلا اور پلا ہوا اسی سمندر میں تیرنے کی استعداد موجود ہے ذرا سی محنت سے تیرنا سیکھ سکتا ہے اسی طرح سے روح جو ملاءِ اعلیٰ کی چیز ہے اگرچہ اس کی پرورش خاکی جسم کے زیرِ اثر ہو رہی ہے معمولی محنت سے ملاءِ اعلیٰ کی طرف پرواز کرنے لگتی ہے۔ تخم بط۔ بطخ کا انڈا۔ مرغ خانہ۔ گھریلو مرغی۔ دایہ یعنی گھریلو مرغی۔ میلِ دریا۔ بطخ، دریائی چیز ہے۔ زیرِ دایہ۔ گھریلو مرغی جو خشکی پر رہتی ہے۔

[3] گر ترا۔ جسم انسانی طرح طرح سے مانع بنتا ہے۔ تو بطے۔ انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے جسم خاکی چیز ہے اور روح

760 759

تو زکرمنا[1] بنی آدم شہی
تو کرمنا بنی آدم کی وجہ سے شاہ ہے

ہم بخشکی ہم بدریا پانہی
خشکی میں بھی اور دریا میں بھی قدم دھرتا ہے

کہ حملناھم علی البحری بجاں
تو روح کی وجہ سے حملناھم علی البحر کا مصداق ہے

از حملناھم علی البر پیش راں
حملناھم علی البر سے آگے چل

مر ملائک[2] راسوئے بر راہ نیست
فرشتوں کا خشکی کی طرف راستہ نہیں ہے

جنس حیواں ہم ز بحر آگاہ نیست
حیوان کی جنس بھی سمندر سے آگاہ نہیں ہے

تو بہ تن حیواں بجانے از ملک
تو جسم کے اعتبار سے حیوان اور روح کے اعتبار سے فرشتوں میں سے ہے

تا روی ہم بر زمیں ہم بر فلک
تاکہ تو زمین پر بھی چلے اور آسمان پر بھی

تا بظاہر مثلکم باشد بشر
یہاں تک کہ بظاہر تم جیسا بشر ہوتا ہے

با دل یوحیٰ الی دیدہ ور
(لیکن) یوحیٰ الی کے دل کے اعتبار سے صاحب بصیرت ہے

قالب خاکی فتادہ بر زمیں
(اس کا) خاکی جسم زمین پر ہے

روح او گرداں براں چرخ بریں
اس کی روح بلند و بالا آسمان پر گردش کرتی ہے

ماہمہ مرغابیانیم اے غلام
اے لڑکے! ہم سب پانی کے پرند ہیں

بحر میداند زبان ما تمام
سمندر ہماری سب زبان سمجھتا ہے

پس سلیماں بحر آمد ما چو طیر
سلیمان سمندر ہے اور ہم پرندوں کی طرح ہیں

در سلیماں تا ابد داریم سیر
ہمیشہ سلیمان میں ہمارا معاملہ ہے

با سلیماں پائے در دریا بنہ
سلیمان کے ساتھ دریا میں قدم رکھ

تا چو داؤد آب سازد صد زرہ
تاکہ پانی (حضرت) داؤدؑ کی طرح سینکڑوں زرہیں بنا دے

آں سلیماں پیش جملہ حاضرست
وہ سلیمان سب کے سامنے موجود ہے

لیک غیرت چشم بندد ساحرست
لیکن غیرت آنکھ کی پٹی اور جادوگر ہے

تا ز جہل و خوابناکی و فضول
یہاں تک کہ نادانی اور غنودگی اور بیہودگی کی وجہ سے

او بہ پیش ما و ما از وے ملول
ہم اس سے گھبراتے ہیں اور وہ ہمارے سامنے ہے

جب شیخ کی نظر تمہارے تو تمہاری حفاظت کے لئے سینکڑوں زرہیں تیار ہو جائیں گی جو تمہیں اس راہ کے خطرات سے محفوظ رکھیں گی۔ دریا میں پیر رکھنے سے لہریں بصورت زرہ پیدا ہوتی ہیں۔ آں سلیماں۔ شیخ وقت موجود ہے لیکن تو اپنی برائی کی وجہ سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا غیرت کے خلاف سمجھتا ہے اس لئے تجھے وہ نظر نہیں آتا ہے۔

---

[1] کرمنا۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ "ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا" مولانا نے یہاں بحر سے بحر وحدت مراد لیا ہے مقصد یہ ہے کہ انسان کو مادی زندگی سے گذر کر حملناھم علی البحر والی زندگی حاصل کرنی چاہیئے اور اسکو بحر وحدت کی سیر کرنی چاہیئے۔

[2] مر ملائک۔ ملائکہ کو مادی زندگی سے تعلق نہیں ہے۔ حیوانات کو عالم آخرت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو انسان میں حیوانیت بھی ہو اور ملکوتیت بھی لہٰذا اس کا دونوں عالم سے تعلق ہے۔ تا بظاہر۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ۔ آنحضور کو خطاب ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں میری طرف وحی آتی ہے تو جس طرح حضور کا جسم عالم دنیا سے متعلق ہے اور دل کا تعلق عالم بالا سے ہے اسی طرح شیخ وقت کا تعلق دونوں عالم سے ہے۔

[3] آنہم۔ ہماری اور شیخ کی وہی نسبت ہے جو مرغاب اور دریا کی۔ بحر یعنی انسانی بحر جو کہ شیخ ہے وہ ہماری سب باتیں سمجھ لیتا ہے سلیمان شیخ بمنزلہ بحر کے ہے اور ہم اس سلیمان کے پرند ہیں۔ با سلیماں۔ دریا نے معرفت میں

تشنہ[1] را درد سر آرد بانگِ رعد — چوں نداند کو کُشاید ابرِ سعد
کڑک کی آواز پیاسے کے سر میں درد پیدا کرتی ہے جبکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ مبارک ابر کو کھینچ لائے گی

چشمِ او ماندست در جوئے رواں — بے خبر از ذوقِ آبِ آسماں
اس کی آنکھ جاری نہر پر جمی ہوئی ہے وہ آسمان کے پانی کے ذوق سے بے خبر ہے

مرکبِ ہمت سوئے اسباب راند — از مُسبّب لاجرم محروم ماند
اس نے توجہ کی سواری آسمان کی جانب نہ ڈالی لامحالہ سبب پیدا کرنیوالے سے محروم ہو گیا

آنکہ[2] بیند او مُسبّب را عیاں — کے نہد دل بر سببہائے جہاں
جو شخص سبب پیدا کرنے والے کو کھلا دیکھتا ہے وہ دنیا کے اسباب سے کب دل لگاتا ہے؟

از مُسبّب یابد اندر یک صباح — از نجات و از فلاح و از نجاح
وہ سبب پیدا کرنیوالے کی جناب سے ایک صبح کو پا جاتا ہے نجات اور فلاح اور کامیابی

آنچہ در صد سال مُشت حیلہ مند — دہ بکے زاں گنج حاصل ناورند
وہ جو کچھ کہ تدبیر کرنیوالے کی مٹھی میں سو سال میں آتا ہے اس خزانہ کا دسواں حصہ حاصل نہیں کر سکتے ہیں

حیران شدنِ حاجیاں و کرامات آں زاہد کہ در بادیہ بریگ گرم نشستہ

حاجیوں کا اس درویش کی کرامات میں حیران ہونا جو کہ صحرا میں گرم ریت پر بیٹھا ہوا تھا

زاہدے بُد در میانِ بادیہ — در عبادت غرق چوں عبادیہ
صحرا میں ایک زاہد تھا عبادان کے رہنے والوں کی طرح عبادت میں غرق

حاجیاں آنجا رسیدند از بلاد — دیدہ شاں بر زاہدِ خشک اوفتاد
حاجی (مختلف) شہروں سے اسکے پاس پہنچے ان کی نظر لاغر زاہد پر پڑی

جائے زاہد خشک بود او تر مزاج — از سَموم بادیہ بودش علاج
زاہد کی جگہ خشک تھی وہ خوش مزاج تھا صحرا کی لُو اس کا علاج تھی

حاجیاں[3] حیراں شدند از وحدتش — واں سلامت در میانِ آفتش
حاجی اس کی تنہائی سے حیران ہو گئے اور اس کی مصیبت کے درمیان سلامتی سے

در نماز استادہ بُد بر روئے ریگ[4] — ریگ گر تفتش بجوشد آبِ دیگ
وہ ریت پر نماز میں کھڑا تھا ایسا ریت جس کی گرمی سے دیگ کا پانی ابلنے لگے

ترجمہ کیا ہے۔ تر مزاج خوش مزاج۔ سموم۔ گرم زہریلی ہوا۔ تُو یعنی لُو اس کے مرض کا سبب نہ تھی بلکہ صحت کا سبب تھی۔ حیران شدند۔ اس قدر ہلاک صحرا میں اس کا صحیح وسلامت رہنا باعث حیرت بنا۔ آبِ دیگ۔ یعنی ریت اس قدر گرم تھا کہ اس کی گرمی پانی کو کھولا دے۔

[1] تشنہ را۔ اگر انسان کو انجام کی بھلائی پر یقین ہو تو اس کے لئے مقصد کے حصول کی تکالیف آسان ہو جاتی ہیں چشیم او۔ انسان اپنی غفلت کی وجہ سے اولیٰ مطلوب میں لگا رہتا ہے اور اعلیٰ مقصد سے غفلت برتتا ہے۔ مرکب۔ جو لوگ اسباب دنیوی کو ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں وہ اُن اسباب کے پیدا کرنے والے خدا سے غافل رہتے ہیں۔

[2] آنکہ۔ جس شخص کو معرفت حق کا مشاہدہ حاصل ہے اور وہ مسبب الاسباب کو دیکھ رہا ہے، اسباب اسکی نگاہ میں ہیچ ہو جاتے ہیں۔ مُسبّب۔ جو لوگ مسبب الاسباب سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں وہ تھوڑی سی دیر میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو اسباب اختیار کرنیوالا سو سال میں بھی حاصل نہیں کر پاتا ہے۔ حیران شدن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بلا اسباب بھی اللہ تعالیٰ بہت بہت کچھ عطا فرما دیتا ہے۔ بادیہ۔ صحرا، جنگل۔ عبادیہ۔ عبادان کی طرف منسوب ہے جو ایک نہایت گرم مقام ہے یعنی عبادان کے رہنے والے یا منسوب بسوئے عبادت۔

[3] حاجیاں۔ وہ صحرا میں حاجیوں کا رہگذر تھا۔ زاہد خشک۔ وہ عبادت گذار جو ذوقِ عبادت سے محروم ہو لیکن یہاں یہ معنی مراد نہیں اسلئے ہم نے لاغر کا

گفتی[1] سرمست در سبزہ و گل ست — یا سوارہ بر بُراق و دُلدُل ست

تو یہ کہے گا کہ وہ مست سبزے اور پھول میں ہے — یا بُراق اور دُلدل پر سوار ہے

یا کہ پایش بر حریر و حُلہاست — یا سموم اُورا بہ از بادِ صباست

یا اس کے پیر ریشمیں کپڑے اور لباس پر ہیں — یا اس کے لئے لُو پڑا ہوا سے زیادہ مفید ہے

ایستادہ تازہ رُوی اندر نماز — با خضوع و با خشوع و بر نیاز

تازہ رُو نماز میں کھڑا ہوا — خشوع و خضوع کیساتھ اور عاجزی سے بھرا ہوا

با حبیبِ خویشتن می گفت راز — ماندہ بود استادہ در فکرِ دراز

وہ اپنے دوست سے راز کہہ رہا تھا — لمبے استغراق میں کھڑا رہ گیا تھا

پس بماند ند آں جماعت با نیاز — تا شود درویش فارغ از نماز

تو وہ گروہ نیازمندی کے ساتھ کھڑا ہو گیا — تاکہ درویش نماز سے فارغ ہو جائے

چوں ز استغراق باز آمد فقیر — زاں جماعت زندہ روشن ضمیر

جب درویش استغراق سے نکلا — اس جماعت میں سے ایک روشن ضمیر نے

دید[2] کابش می چکید از دست و رُو — جامہ اش تر بود از آثارِ وضو

دیکھا کہ اسکے ہاتھوں اور چہرے سے پانی ٹپک رہا ہے — اس کے کپڑے وضو کے اثر سے بھیگے ہوئے تھے

پس بپرسیدش کہ آب او کجاست — دست را برداشت کز سوئے سماست

تو اس نے اس سے پوچھا کہ تجھے پانی کہاں سے ملا — اس نے ہاتھ اُٹھایا کہ آسمان سے

گفت ہر گاہے کہ خواہی می رسد — بے ز چاہ و بے ز حبلِ[3] مَن مَسَد

اس نے کہا جب بھی تو چاہتا ہے مل جاتا ہے — بغیر کنوئیں اور بغیر مونج کی رسّی کے

مشکلِ ما حل کن اے سلطانِ دیں — تا بہ بخشد[4] حالِ تو ما را یقیں

اے دین کے بادشاہ! ہماری مشکل حل کر دے — تاکہ تیری حالت ہمیں یقین عطا فرمادے

وانما یہ ترے ز اسرارے بما — تا ببریم از میاں زنّار ہا

اپنے رازوں میں سے ایک راز ہم پر کھول دے — تاکہ ہم کمر سے جنیو توڑ ڈالیں

چشم را بشود سوئے آسماں — کہ اجابت کُن دعای حاجیاں

اس نے آسمان کی جانب آنکھ اُٹھائی — کہ حاجیوں کی دُعا قبول فرمائے

رزق جوئی را ز بالا خُو گرم — چوں ز بالا بر کشود ستی دَرم

میں (عالمِ) بالا سے رزق کی تلاش کا عادی ہوں — چونکہ تو نے میرے لئے (عالمِ) بالا کا دروازہ کھولدیا ہے

---

[1] گفتی۔ اس قدر تکلیف دہ مقام پر وہ عبادت میں اس قدر خوش تھا جیسا کوئی سبزہ و گل میں مسرور ہو یا دُلدل اور بُراق کی سواری میں مسرور ہو۔ یاکہ۔ یعنی گرم ریت اس کے لئے ریشمیں کپڑا تھا۔ حریر۔ ریشمی کپڑا۔ حلہا۔ قیمتی لباس۔ بادِ صبا۔ پُروا ہوا ٹھنڈی اور خوشگوار ہوتی ہے۔ تازہ نماز کی حالت کو مناجات یعنی اللہ کے ساتھ سرگوشی کہا گیا ہے۔ استغراق۔ وہ کیفیت ہوتی ہے جس میں بزرگ ماسوا اللہ سے غافل ہوتا ہے۔ ضمیر۔ قلب۔

[2] دید۔ یعنی وضو کا پانی ہاتھوں اور چہرے سے ٹپک رہا تھا اور کپڑوں پر بھی وضو کے پانی کا اثر تھا۔ سما۔ آسمان۔

[3] حبلٌ مِن مَسَدٍ۔ کھجور کے پتے کے رسّے کی رسّی مونج کی رسّی۔

[4] تا بہ بخشد۔ یعنی آپ کی کرامات دیکھ کر ہمارے یقین کے مراتب میں اضافہ ہو جائے۔ زنّار ہا۔ یعنی شکوک و شبہات۔ اجابت۔ قبولیت۔ بالا۔ عالمِ بالا۔

767

اے نمودہ تو مکاں[1] از لامکاں — فِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ کردہ عیاں

اے وہ! کہ تو نے مکان (والے) کو لامکان دکھا دیا ہے — "فی السماء رزقکم" کا تو نے مشاہدہ کرا دیا ہے

درمیانِ ایں مُناجات ابرِ خوش — زود پیدا شد چو سیلِ آبکش

اس دعا کے دوران ایک گہرا ابر — پانی بھرنے والے ہاتھی جیسا بہت جلد رونما ہو گیا

ہمچو آب از مشک باریدن گرفت — در گود در غارہا مسکن گرفت

جو آنسو مشک کے پانی کی طرح برسنا شروع کر دیا — جو گڑھوں اور غاروں میں ٹھہر گیا

ابر[2] می بارید چوں مشک اشکہا — حاجیاں جملہ کشادہ مشکہا

ابر مشک کی طرح آنسو برسا رہا تھا — سب حاجیوں نے مشکیں کھول رکھی تھیں

یک عجائب در بیاباں وانمود — ابر چوں مشکے دہن را بر کشود

جنگل میں ایک عجیب کرشمہ ظاہر ہوا — بادل نے مشک کی طرح دہانہ کھول دیا

یک جماعت زاں عجائب کارہا — می بُریدند از میاں زُنّارہا

ایک جماعت ان عجیب معاملوں کی وجہ سے — کمر سے جنیو کاٹ رہی تھی

قومِ دیگر را یقیں دَر از دیاد — زیں عجب[3] وَاللّٰہُ اَعْلَمْ بِالرَّشَاد

دوسرے لوگوں کے یقین میں زیادتی ہو رہی تھی — اس تعجب انگیز واقعہ کی وجہ سے اور خدا ہدایت کے مصادر کو زیادہ جانتا ہے

قومِ دیگر ناپذیرا تُرش و خام — ناقصانِ سَرمَدی تَمَّ الْکَلَام

کچھ لوگ متاثر نہ ہونے والے کھٹے اور کچے تھے — (یہ) ابدی ناقص تھے بات ختم ہوئی

ختم شُد



[1] مکاں۔ یعنی وہ مخلوق جو مکانی ہے۔ لامکاں۔ عالمِ بالا جو مکانیت سے منزہ ہے۔ وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُکُمْ۔ قرآن پاک میں ہے "اور آسمانوں میں ہے تمہارا رزق و مقامات سرگوشی، دعا۔ مسکن۔ ٹھہرنے کی جگہ۔

[2] ابر۔ جو ابر نمودار ہوا اس نے اس طرح برسنا شروع کیا جس طرح پانی مشک سے گرتا ہے۔ زُنّار۔ یعنی ان لوگوں کے شکوک و شبہات زائل ہو گئے۔

[3] عجب۔ یعنی بارش کی کرامات۔ ناقصانِ سرمدی۔ جو ازلی ناقص تھے اور ان میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔

766 766

فہرستِ مضامینِ مثنوی مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ دفتر دوم

۱	مقدمہ	۱
۲	تمتے ایں مثنوی تاخیر شد	۱۵
۳	ہلال بند اشتن آں شخص خیال را در عہد امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ	۲۵
۴	دزدیدن مارگیرے مارے را از مارگیرے دیگر	۲۷
۵	التماس کردن ہمراہ عیسیٰ ؑ زندہ کردن استخوانہا از عیسیٰ ؑ	۲۸
۶	اندرز کردن صوفی خادم را در تیمار داشت بہیمہ	۲۹
۷	مشورت کردن خدا تعالیٰ با فرشتگان در ایجادِ خلق	۳۰
۸	بستہ شدن تقریرِ معنیٔ حکایت بسبب میل مستمع باستماعِ صورتِ ظاہرِ حکایت۔	۳۳
۹	التزام کردن خادم تعہدِ بہیمہ را و تخلف نمودن	۳۴
۱۰	گمان بردنِ کاروانیاں کہ بہیمہ صوفی رنجور ست	۳۷
۱۱	یافتنِ بادشاہ باز گم کردہ را بخانۂ پیرزن	۴۴
۱۲	طلوا خریدن شیخ احمد خضرویہ از جہتِ غریباں	۴۹
۱۳	ترسانیدنِ شخصے زاہدے را کہ گریبی	۵۵
۱۴	تمامیِ قصۂ زندہ شدنِ استخوانہا بدعائے عیسیٰ علیہ السلام	۵۶
۱۵	خاریدنِ روستائی در تاریکی شیر را بظنِ آنکہ گاؤ ست	۶۰
۱۶	فروختنِ صیقلیان بہیمۂ صوفی مسافر را جہتِ سماع	۶۱
۱۷	تعریف کردنِ منادیانِ قاضی مُفلس را گردِ شہر	۶۷
۱۸	شکایت کردنِ اہلِ زندان پیشِ وکیلِ قاضی از دستِ آں مُفلس	۶۹
۱۹	تتمۂ قصۂ آں مُفلس	۷۲
۲۰	فی المناجات	۷۶
۲۱	حکایت در معنیٔ ایں بیت کہ ؎ اگر را با مگر ہم	۸۰
	جفت کردند۔ از ایشاں بچہ آمد کاشکے نام	
۲۲	ملامت کردنِ مردم شخصے را کہ مادر را کشت بہ تہمت	۸۴
۲۳	امتحانِ بادشاہ باں دو غلام کہ نو خریدہ بود	۸۹
۲۴	رواں کردنِ بادشاہ یکی را ازاں دو غلام	۹۱
۲۵	قسمِ غلام در صدق و وفائی یارِ خود	۹۵
۲۶	باز پرسیدنِ حالِ آں غلام	۱۰۵
۲۷	حسد کردنِ حشم بر غلامِ خاص	۱۰۶
۲۸	گرفتار شدنِ بازِ میانِ مجندان بویرانہ	۱۱۷
۲۹	کلوخ انداختنِ تشنہ از سرِ دیوار در جوئے آب	۱۲۲
۳۰	فرمودنِ والی مر شخص را کہ خارِ بن کہ نشاندہ از سرِ راہِ مرداں برکن۔	۱۲۶
۳۱	آفتِ تاخیرِ خیرات بفردا	۱۳۰
۳۲	مثل خواندنِ آبِ آلودگاں را بپاکی	۱۳۸
۳۳	آمدنِ دوستاں بہ بیمارستاں جہتِ پرسش ذوالنون مصری ؒ	۱۴۰
۳۴	فہم کردنِ مریداں کہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ دیوانہ ست ۔	۱۴۳
۳۵	رجوع کردن بحکایتِ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ	۱۴۵
۳۶	امتحان کردنِ خواجۂ لقمان زیرکی لقمان را	۱۴۷
۳۷	ظاہر شدنِ فضل و زیرکی لقمان پیشِ امتحان کنندگان	۱۵۱
۳۸	حسدِ آں حشم بر آں غلامِ خاصِ سلطان	۱۵۶
۳۹	عکسِ تعلیم پیغمبر سلیمان علیہ السلام در دلِ بلقیس از صورتِ حقیر ہدہد	۱۶۰

765

۴۰	انکارِ فلسفی بر قرآن اِنْ اَصْبَحَ مَاءُهَا غَوْرًا	۱۶۲
۴۱	انکار کردن موسیٰ علیہ السلام بر مناجات شباں	۱۷۰
۴۲	عتاب کردنِ حق تعالیٰ با موسیٰ علیہ السلام از بہرِ شباں	۱۷۳
۴۳	وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام در عذر خواستنِ آن شباں	۱۷۵
۴۴	پرسیدنِ موسیٰ علیہ السلام از حق تعالیٰ از سرِ غلبۂ حال	۱۷۹
۴۵	رنجانیدنِ امیرے آں خفتہ را کہ مار در دہانش قے بود	۱۸۴
۴۶	اعتماد کردنِ شخصے بر تملق و وفائے خرس	۱۸۹
۴۷	گفتنِ نابینائی سائل با مردم کہ من دو کوری دارم	۱۹۴
۴۸	تتمۂ حکایتِ خرس و آں ابلہ کہ بر وفائے خرس اعتماد کردہ بود	۱۹۶
۴۹	گفتنِ موسیٰ گوسالہ پرست را کہ آں خیال اندیشی و حزم تو کجا رفت	۱۹۸
۵۰	ترک کردنِ آں مردِ ناصح بعد از مبالغہ پندِ مغرور بر خرس را	۲۰۰
۵۱	تملق کردنِ دیوانہ جالینوس را و ترسیدنِ جالینوس از وے	۲۰۳
۵۲	سبب پریدن و چریدن مرغے با مرغِ دیگر کہ جنسِ اُو نبود	۲۰۴
۵۳	تتمۂ قصۂ اعتمادِ آں مغرور بر تملقِ خرس	۲۰۶
۵۴	بعیادت رفتنِ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر صحابیِ رنجور و فائدۂ عیادت	۲۰۷
۵۵	وحی آمدن از حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ چرا بعیادتِ من نیامدی	۲۰۸
۵۶	جدا کردنِ باغبان صوفی و فقیہ و علوی را از یکدگر و ادب کردن۔	۲۰۹
۵۷	رجعت بقصۂ مریض و بعیادت رفتنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۱۳
۵۸	گفتنِ شیخے مریدِ خود را کہ کعبہ منم گردِ من طواف کن	۲۱۴
۵۹	حکایت خانہ ساختنِ مریدی و امتحانِ پیر مریدرا	۲۱۵
۶۰	دانستنِ پیغمبر کہ سببِ رنجوری آں شخص گستاخی بودہ است در دعا۔	۲۱۷
۶۱	عذر گفتنِ دلقک با سید کہ چرا قحبہ را نکاح کردی	۲۲۴
۶۲	حیلت در سخن آوردنِ سائل آں بزرگ را کہ خود را دیوانہ ساختہ بود	۲۲۵
۶۳	حملہ کردنِ سگ بر کور	۲۲۶
۶۴	خواندنِ محتسب مست خراب افتادہ را بسوئے زنداں	۲۲۹
۶۵	دوم بارے در سخن آوردنِ سائل شیخ را تا حالِ باقی معلوم تر گردد	۲۳۰
۶۶	تتمۂ نصیحتِ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں بیمار را	۲۳۵
۶۷	ذکرِ دشواریِ عذابِ آخرت و سختیِ آں	۲۳۶
۶۸	ذکرِ قومِ موسیٰ علیہ السلام و پشیمانیِ ایشان	۲۳۸
۶۹	مثال در معنیِ اَنْ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ	۲۴۲
۷۰	وصیت کردنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیمار را و دعا آموزیدن	۲۴۴
۷۱	بیدار کردنِ ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ	۲۴۸
۷۲	جواب گفتنِ مر حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ را	۲۴۹
۷۳	جواب گفتنِ ابلیس لعین بار دوم حضرت امیر المومنین معاویہؓ را	۲۴۵
۷۴	باز تقریر کردنِ امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابلیس را	۲۵۳

۷۵	جواب گفتن ابلیس لعین امیر المومنین حضرت معاویہؓ را	۲۵۴
۷۶	عنف کردن امیر المومنین حضرت معاویہ با ابلیس علیہ اللعنۃ	۲۵۷
۷۷	نالیدن امیر المومنین حضرت معاویہؓ	۲۵۷
۷۸	باز تقریر ابلیس تلبیس خود را با امیر المومنین	۲۵۸
۷۹	باز جستن حضرت معاویہ حقیقت غرض را از ابلیس	۲۶۰
۸۰	شکایت قاضی از آفت قضا و جواب نائب اورا	۲۶۱
۸۱	باقرار آوردن حضرت معاویہؓ ابلیس لعین را	۲۶۲
۸۲	راست گفتن ابلیس ضمیر خود را با حضرت معاویہؓ	۲۶۳
۸۳	فضیلت حسرت خوردن آن شخص بر فوت نماز جماعت	۲۶۳
۸۴	تتمۂ اقرار ابلیس با حضرت معاویہؓ مکر و فریب خود را	۲۶۴
۸۵	جواب گفتن امیر المومنین حضرت معاویہؓ ابلیس را	۲۶۵
۸۶	فوت شدن زر و باز دادن آن شخص صاحب خانہ را که نزدیک شدہ بود	۲۶۵
۸۷	حکایت وزیر یکه بادشاه اورا از وزارت معزول کرده	۲۶۷
۸۸	قصۂ منافقان و مسجد ضرار ساختن ایشان	۲۶۸
۸۹	فرستادن منافقان پیغمبر علیہ السلام را که تا بمسجد ضرار بر	۲۷۰
۹۰	اندیشیدن یکی از اصحاب با نکار که حضرت رسالت چرا استاری نمیکند	۲۷۳
۹۱	قصۂ آن شخص که آشتر ضالۂ خود را می جست و نشان می پرسید	۲۷۶
۹۲	متردد شدن در میان مذاہب مختلفه دیروں شدن و خلص یافتن	۲۷۷
۹۳	امتحان کردن هر چیزے تا ظاهر شود خیرے و شرے که در ویست	۲۷۹
۹۴	شرح فائدہ حکایت آن شخص آشتر جوینده	۲۸۱
۹۵	در بیان آنکه در هر نفسے فتنۂ مسجد ضرارست	۲۸۴
۹۶	حکایت هندو که با یاران خود جنگ میکرد که بدکارید	۲۸۵
۹۷	قصد کردن غوّاص بکشتن یک مرد	۲۸۷
۹۸	بیان حال خود پرستان و ناشکرزن در نعمت وجود انبیا و اولیاء	۲۸۸
۹۹	شکایت کردن پیر پیش طبیب از رنجوریها و جواب طبیب اورا	۲۹۱
۱۰۰	قصۂ کودکی که در پیش تابوت پدر می نالید در سخن جوهی	۲۹۴
۱۰۱	ترسیدن کودکی ازان شخص صاحب جثه	۲۹۷
۱۰۲	قصۂ تیر اندازی و ترسیدن اُواز سوار یکه در بیشه می رفت	۲۹۸
۱۰۳	قصۂ اعرابی و ریگ در خوال کردن	۲۹۹
۱۰۴	کرامات سلطان ابراهیم ادهم رحمۃ اللہ علیہ بر لب دریا	۳۰۲
۱۰۵	آغاز منور شدن حواس عارف بنور غیب بیں	۳۰۵
۱۰۶	طعنه زدن بیگانه بر شیخے و جواب گفتن مرید شیخ آن بیگانه را	۳۱۰
۱۰۷	بقیۂ قصۂ ابراهیم ادهم قدس سرّہ بر لب دریا	۳۱۴
۱۰۸	دعوی کردن آن شخص که حق تعالی مرا نمیگیرد بگناه	۳۱۶
۱۰۹	بقیۂ قصۂ طعنه زدن آن مرد بیگانه بر شیخ و جواب مرید اورا	۳۱۹
۱۱۰	گفتن عائشہؓ رسول اللہ را که تو بنے صلی بهر جا که بری نماز می کنی	۳۲۱
۱۱۱	کشیدن موش مهار شتر را و عجب شدن موش در خود	۳۲۲
۱۱۲	کرامات آن درویش که در کشتی بدرویش متهم کردند	۳۲۶

۱۱۳	تشنیع صوفیاں پیش شیخ بر اں صوفی کہ بسیار می گوید دمی خورد	۳۲۹
۱۱۴	عذر گفتن فقیر بآں شیخ خانقاہ	۳۳۰
۱۱۵	در بیانِ صدق دعویٰ کہ محض معنیٰ بود نزدیکِ صاحب حال و دوری بیگانگاں	۳۳۵
۱۱۶	سجدہ کردنِ یحییٰ و مسیح در شکمِ مادر یکدیگر را	۳۳۷
۱۱۷	اشکال آوردنِ نادان بریں قصہ	۳۳۸
۱۱۸	جوابِ اشکال و بیانِ مقصود از قصہ	۳۳۸
۱۱۹	در بیانِ ماجرائے شمع و پروانہ و گل و بلبل وغیرہ	۳۳۹
۱۲۰	پذیرا آمدنِ سخنِ باطل در دلِ باطلان	۳۴۰
۱۲۱	بجستنِ آں درخت کہ ہر کہ میوۂ آں خورد ہرگز نمیرد	۳۴۱
۱۲۲	شرح کردنِ شیخ سبزآں درخت را بآں طالبِ مقلد	۳۴۲
۱۲۳	بیانِ منازعت کردنِ چہار کس جہتِ انگور با ہمدگر	۳۴۴
۱۲۴	برخاستنِ مخالفت و عداوت از میانِ انصار بسببِ وجودِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام	۳۴۷
۱۲۵	قصہ بط بچگان کہ مرغ خانگی پرورد شاں	۳۵۲
۱۲۶	حیران شدنِ حاجیان در کراماتِ آں زاہد کہ در بادیہ بر بگ گرم نشستہ	۳۵۴

تمام شد





هست قرآن در زبان پهلوی

مثنوی معنوی

حضرت مولانا جلال الدین رومی

ترجمه

مولینا آقای حاج میرزا محمد حسین خان

حامد ایزد بخش ○ مهر ۱۳۵۱ ○ تهران





بسم اللہ الرحمن الرحیم

دفترِ دوم کی اشاعت

۲۹ مارچ ۱۹۷۶ء کو دفتر دوم کی رسم اجرا عمل میں آئی۔ غالب اکیڈمی بستی شیخ نظام الدین دہلی میں زیر صدارت جناب حکیم عبدالحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی اجتماع ہوا۔ یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہلِ علم کا اجتماع تھا۔ مختلف کالجوں اور درسگاہوں کے اساتذہ اس میں شریک تھے۔ تلاوت قرآن پاک سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ مولانائے روم کے دیوان سے ایک غزل کا انتخاب کیا گیا تھا جو ایک صاحب نے خاص نغمے کے ساتھ پڑھی۔ جناب فتح اللہ صاحب بیجاپوری کلچرل کونسلر ایرانی ایمبسی اور جناب محمد اعظم صاحب کامران ڈائرکٹر ایرانین کلچرل ہاؤس نے مولانائے روم پر پُر مغز مقالے پڑھے۔ اس کے بعد جناب پروفیسر سید نورالحسن صاحب وزیر تعلیم حکومت ہند کے ہاتھوں دفتر دوم کا اجرا عمل میں آیا۔ موصوف نے دورانِ تقریر میں دفتر دوم کے بارے میں تحسین و آفرین کے ساتھ احقر کو دفتر دوم کی تکمیل پر مبارکباد دی۔

میں شکر گذار ہوں آل انڈیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے افسران کا کہ ان دونوں شعبوں نے اس اجتماع کی کارروائی کو بھرپور طریقہ پر کور کیا۔ اسی طرح میں انگریزی اور اردو پریس کا بھی شکر گذار ہوں کہ اُس نے بھی اس اجتماع کی نشر و اشاعت میں مکمل تعاون کیا۔ شاید ہی انگریزی اور اردو کا کوئی موقر اخبار ہوگا جس نے دفتر دوم اور اس اجتماع کی تحسین نہ کی ہو۔ اس کے بعد سے ہندوستان کے اہلِ قلم اور علمی رسائل دفتر دوم پر مسلسل بہت قیمتی تبصرے شائع کر رہے ہیں جو میری ہمت افزائی کا باعث ہیں۔

میں دفتر دوم کے مقدمہ میں اس کام کے سلسلہ میں وزارت تعلیم کی مالی اعانت کا شکریہ ادا کر چکا ہوں۔ وہ مدد

تو ہر دفتر کی تیاری کے لئے مجھے مل رہی ہے۔ مزید برآں وزارت تعلیم نے دفتر دوم کی بھی ایک بڑی مقدار میں اپنی لائبریریوں کے لئے خریداری منظور کر کے میری مالی اعانت کی ہے جس کے لئے میں مزید شکر گذار ہوں۔

دفتر دوم کے کاموں سے فارغ ہو کر اُس کے اجرار سے دو تین ماہ قبل سے ہی میں دفتر سوم کے کاموں میں مشغول ہو گیا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب جبکہ میں یہ چند سطور بطور مقدمہ تحریر کر رہا ہوں اُس کی تیاری کے اکثر مراحل طے ہو چکے ہیں اور وہ عنقریب اشاعت پذیر ہو جائے گا اور اب میں دفتر چہارم میں مشغول ہوں اور اُس کا بیشتر حصہ لکھ چکا ہوں۔ اللہ کی توفیق و فضل سے اگر کام کی رفتار یہی رہی تو چند ماہ بعد اُس کی اشاعت عمل میں آجائیگی۔

تصوّف کی چند اصطلاحیں

تصوّف کی اُن اصطلاحات کی تفصیل جو مثنوی میں استعمال ہوئی ہیں، دفتر اوّل اور دوم کے مقدمہ میں کی جا چکی ہے، اُس کو ملاحظہ کیا جائے۔ اِس دفتر سوم میں جو چند اصطلاحیں جدید آئی ہیں، اُن کی تشریح پیش کی جاتی ہے:-

حیرت۔ سالک کے لئے ذکر و فکر بھی قربِ الٰہی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے لیکن مقامِ حیرت وہ مقام ہے جس میں تجلیاتِ رب کی فراوانی کی وجہ سے نہ ذکر کی طرف توجہ رہتی ہے نہ فکر کی اور اس مقام پر پہنچ کر سالک کو اُن چیزوں سے استغنا بھی حاصل ہو جاتا ہے اور وہ بحث و مباحثہ سے بھی گریز کرتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْنِیْ فِیْکَ تَحَیُّرًا۔ اے خدا اپنے بارے میں مجھے زیادہ حیرانی عطا فرما دے۔ صائب نے کہا ہے۔

حیرت مرا ز ہر دو جہاں بے نیاز کرد
ایں خواب کارِ دولت بیدار می کند

مقامِ حیرت نے مجھے دونوں جہانوں سے بے نیاز بنا دیا ہے
یہ خواب بیداری کی دولت کے کام انجام دیتی ہے

اِس مقام کی ابتداء سالک کو دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی تکمیل میدانِ حشر میں اُس وقت ہو گی جبکہ

حضرت حق ارشاد فرمائے گا۔ أَحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا أَسْخَطُ أَبَدًا۔ میں تم پر اپنی رضا نازل کرتا ہوں اب کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

رضا۔ مقام رضا سالک کا وہ مقام ہے جس میں وہ مصائب اور ذلت کو مقصود بالذات سمجھ کر برداشت کرتا ہے اور ان حالات میں بھی اس کے نفس کی وہی کیفیت رہتی ہے جو حضرت حق کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے میں ہوتی ہے۔ حضرت رابعہ بصریہؒ سے کسی نے اس مقام کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا۔ إِذَا سَرَّتْهُ الْمُصِيبَةُ كَمَا سَرَّتْهُ النِّعْمَةُ۔ یعنی یہ مقام سالک کو اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ وہ مصیبت میں بھی وہی خوشی محسوس کرے جو اس کو نعمت کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ رضاء بالقضا کی بحث مولانائے روم نے مفصل کی ہے اس کو ملاحظہ کیا جائے۔

ابدال۔ مولانائے روم نے ابدال کی تعریف میں فرمایا ہے

کیست ابدال؟ آنکہ او مبدل شود — خمرش از تبدیلِ یزداں خل شود

ابدال کون ہے؟ جو کہ تبدیل ہو جائے — اللہ کے تبدیل کر دینے سے اس کی خراب سرکہ بن جائے

یعنی اس میں جس قدر اخلاقِ رذیلہ ہوں وہ اخلاقِ حسنہ میں تبدیل ہو جائیں۔ منہج القوی شرح مثنوی میں مذکور ہے۔

وَرَدَ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ كَانُوا أَوْتَادَ الْأَرْضِ فَلَمَّا انْقَطَعَتِ النُّبُوَّةُ أَبْدَلَ اللهُ مَكَانَهُمْ أَقْوِيَاءَ مِنْ أُمَّةِ أَحْمَدَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُمُ الْأَبْدَالُ لَمْ يَفْضُلُوا النَّاسَ بِكَثْرَةِ صَوْمٍ وَلَا صَلٰوةٍ وَلٰكِنْ بِحُسْنِ الْخُلُقِ وَصِدْقِ النِّيَّةِ وَسَلَامَةِ الْقُلُوبِ لِجَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ۔ منقول ہے کہ انبیاء زمین کے اوتاد تھے۔ جب نبوت ختم ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے قوی لوگوں کو اُن کے بدلے میں عنایت فرما دیا جن کو ابدال کہا جاتا ہے۔ اُن کی نمازیں اور روزے لوگوں سے زیادہ نہیں ہوتے ہیں ہاں اُن میں حسنِ خلق اور نیت کی پختگی اور دل کی سلامتی سب مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے۔

اعیانِ ثابتہ۔ وہ تمام اشیاء جو موجوداتِ خارجیہ کہلاتی ہیں اور عالمِ شہود میں حواس کے ذریعہ محسوس

ہو رہی ہیں وہ اپنے علمی وجود کے ساتھ حضرت حق تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں اور یہی موجودات کا علمی وجود اعیانِ ثانیہ کہلاتا ہے۔

خارجی جس قدر موجودات ہیں وہ اُن اعیانِ ثانیہ کا عکس اور ظل ہیں اور اُن اعیانِ ثابتہ کی اصل اسماء الٰہی، اور اسماء الٰہی کی اصل حقیقتِ الٰہیہ ہے۔ مولانائے روم اعیانِ ثابتہ کو ماہیات سے اور اسماء الٰہی کو سرِ ماہیات سے اور حقیقتِ الٰہیہ کو سرِ سرِ ماہیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس شعر میں فرمایا ہے ؎

زانکہ ماہیات و سرِ سرِ آں　　پیشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں

یعنی اعیانِ ثابتہ اور اُن کا سرّ اسماءِ الٰہی اور اُس سرّ کا سرّ یعنی حقیقتِ الٰہیہ کاملوں کے مشاہدے میں ہوتی ہے اسی لئے بعض کاملین کا مقولہ ہے۔ عَرَفْنَا الْاَشْیَاءَ بِاللّٰہِ۔ ہم نے اشیاء کو خدا کے ذریعہ جان لیا ہے۔

عقلِ معاش۔ وہ عقل جو دنیاوی امور میں تیز ہو اور آخرت سے نابلد ہو وہ عقلِ معاش ہے اسی کو مثنوی میں عقلِ جزوی اور عقلِ ناقص بھی کہا گیا ہے۔

عقلِ معاد۔ وہ عقل جو دینی اور اُخروی معاملات میں تیز ہو اُس کو عقلِ معاد کہا جاتا ہے۔ اسی کو مثنوی میں عقلِ کلی، عقلِ کامل، عارف کی عقل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مستور الحال۔ بعض اولیاء اللہ ایسے ہیں جن کو ابدال تک بھی نہیں پہچان سکتے ہیں ایسے اولیاء اللہ کو مستور الحال کہا جاتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَوْلِیَاءَ تَحْتَ اَقْبِیَۃٍ شُعْثَۃٍ رُؤُسُھُمْ مُغْبَرَّۃٌ وُجُوْھُھُمْ اِذَا اِسْتَاْذَنُوْا عَلَی الْاُمَرَاءِ لَمْ یُؤْذَنْ لَھُمْ وَاِذَا غَابُوْا لَمْ یُفْتَقَدُوْا وَاِذَا حَضَرُوْا لَمْ یُدْعَوْا وَاِنْ مَرِضُوْا لَمْ یُعَادُوْا وَاِنْ مَاتُوْا لَمْ یُشْھَدُوْا وَھُمْ مَجْھُوْلُوْنَ فِی الْاَرْضِ مَشْھُوْرُوْنَ فِی السَّمَاءِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ چھپے ہوئے اولیاء ہیں جن کے سر کے بال پراگندہ ہیں اُن کے چہرے غبار آلود ہیں۔ وہ اگر کسی معاملہ میں اجازت چاہیں انکو اجازت نہیں دی جاتی ہے اور اگر وہ نہ ہوں تو اُن کی لوگ جستجو نہیں کرتے ہیں اور اگر موجود ہوں تو انکو بلایا نہیں جاتا ہو اور اگر وہ بیمار پڑ جائیں تو انکی عیادت نہیں کیجاتی ہے اور اگر وہ مر جائیں تو لوگ انکے جنازے پر حاضر نہیں ہوتے ہیں وہ زمین میں گمنام ہیں لیکن آسمان میں مشہور ہیں۔ ایسے ہی مستور الحال ایک

بزرگ کا ذکر ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے صحن میں مراقبہ میں تھے اور پاس ہی ایک محدث حدیث کا درس دے رہے تھے۔ اسی اثنا میں خواجہ خضر وہاں پہنچے اور بیٹھ گئے اور اُن سے کہنے لگے کہ قریب میں حدیث کا درس ہو رہا ہے آپ اس میں شریک کیوں نہیں ہوتے ہیں اور یہاں تنہا بیٹھے ہیں اس پر اُن بزرگ نے کہا کہ جب ایک نبی پاس ہو تو اُس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کا درس سننے کی کیا ضرورت ہے۔ خواجہ خضر نے فرمایا تم کو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہاں کوئی نبی ہے تو انھوں نے کہا کہ کیا آپ خواجہ خضر اللہ کے نبی نہیں ہیں۔ خواجہ خضر نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ میں تمام اولیاء کو پہچانتا ہوں لیکن اب معلوم ہوا کہ کچھ اولیاء ایسے بھی ہیں جن کو میں بھی نہیں جانتا ہوں اور وہ مجھے جانتے ہیں۔

الہام۔ اسی کو حکمت، علم لدنی، فیض، فتح اور کشف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ وہ علم ہوتا ہے جو اولیاء کے قلوب پر خدا کی جانب سے نازل کیا جاتا ہے۔ جو علم انبیاء اور رسولوں کو عنایت ہوتا ہے اُس کو وحی کہا جاتا ہے۔ اگر اس کی تلاوت بھی ہوتی ہے تو وہ وحی متلو کہلاتی ہے جیسا کہ قرآن، توریت اور انجیل اور اگر اُس کی تلاوت نہ ہو تو اسکو حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وحی خداوندی خلل اور غلطی سے بالکل محفوظ ہے الہام میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے اسی لئے بسا اوقات انسان القاء شیطانی کو الہام سمجھ بیٹھتا ہے۔

مولانا بحر العلوم نے فرمایا ہے کہ بندے کے دل میں جو القاء ہوتا ہے وہ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے، کبھی فرشتے کی طرف سے اور کبھی نفس اور شیطان کی طرف سے ہوتا ہے، غور کر لینا چاہیئے اگر وہ القاء عشق و محبت کا باعث ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر وہ اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب ہے تو فرشتے کی جانب سے ہے اور وہ القاء کفران اور طغیان پیدا کرنیوالا ہے تو وہ نفس اور شیطان کی طرف سے ہے۔ پھر یہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ شیطان بھی بسا اوقات نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے اور اُس سے اس کا مقصود کسی اعلیٰ نیکی سے غافل کرنا مقصود ہوتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔

إِنَّ لِلشَّيْطَانِ لَمَّةً بِابْنِ آدَمَ وَلِلْمَلَكِ لَمَّةً فَأَمَّا لَمَّةُ الشَّيْطَانِ فَإِيعَادٌ بِالشَّرِّ وَتَكْذِيبٌ بِالْحَقِّ وَأَمَّا لَمَّةُ الْمَلَكِ فَإِيعَادٌ بِالْخَيْرِ وَتَصْدِيقٌ بِالْحَقِّ فَمَنْ وَجَدَ ذٰلِكَ فَلْيَعْلَمْ أَنَّهُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَمَنْ وَجَدَ الْأُخْرٰى فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ یعنی شیطان آدمی کے دل میں بات ڈالتا ہے اور فرشتہ بھی ڈالتا ہے شیطان کی ڈالی ہوئی بات بُرائی کا وعدہ اور حق کو جھٹلانا ہوتا ہے۔

اور فرشتے کا ڈانٹنا بھلائی کا وعدہ اور حق کی تصدیق ہوتی ہے تو جو یہ محسوس کرے وہ سمجھ لے کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے اور وہ پہلی بات ہو تو سمجھ لے کہ وہ شیطان کی جانب سے ہے اور فوراً شیطان سے خدا کی پناہ پکڑے۔

تناسخ جو لوگ تناسخ کے عقیدے کے قائل ہیں اُن کے نزدیک روح اپنی جزا و سزا کے اعتبار سے مختلف حیوانات کا جسم اختیار کرتی رہتی ہے اور یہ سلسلہ کروڑوں برس تک اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ یہ عقیدہ روح کے ازلی اور ابدی اور قدیم ہونے پر مبنی ہے۔ مولانا کے اشعار میں جگہ جگہ جو اشارے ہیں وہ مادے کے تغیرات کی طرف ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں مادہ جمادیت سے ترقی کر کے نباتیت اختیار کرتا ہے اور نباتیت سے حیوانیت کے مرتبہ میں آجاتا ہے اور پھر حیوانیت سے انسانی مرتبہ میں پہنچا ہے ؎

از جمادی مُردم و نامی شدم　　وز نما مُردم بحیواں سر زدم
مُردم از حیوانی و آدم شدم　　پس چہ ترسم کے ز مردن کم شوم

ان مذکورہ بالا اشعار میں مادی تغیرات کو ظاہر کیا گیا ہے۔ مولانا روح کے قدیم اور ازلی ہونے کے قائل نہیں ہیں اور نہ روح کی صرف حیوانات میں گردش کے قائل ہیں ہاں روح کے منازل اور مراتب کے عروج کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

جملۂ دیگر بمیرم از بشر　　تا برآرم از ملائک بال و پر
وز ملک ہم بایدم جستن ز جو　　کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ

جسم مثالی اہلِ شرع اور اہلِ تصوف متعدد عوالم موجود مانتے ہیں ایک عالمِ شہود ہے۔ وہ تو یہی عالم ہے جس میں آپ اور ہم سب اِس زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، یہاں تمام اَجسام مادہ اور عنصر سے بنے ہوئے ہیں۔ اِس کے علاوہ ایک عالمِ مثال ہے جس میں ہر وہ مخلوق جو اس عالمِ شہود میں ہے اُس عالم میں بھی ہے لیکن اِس عالم میں مادہ اور عناصر کا وجود نہیں ہے وہاں جو اُس کا جسم ہے وہ جسمِ عنصری نہیں بلکہ جسمِ مثالی کہلاتا ہے۔

واقعات اور اشخاص

صلح حدیبیہ۔ سنہ ۶ ہجری میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معیت میں عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مکہ معظمہ سے چھ میل دور مقام حدیبیہ پر پہنچے تو آنحضورؐ

صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اہل مکہ بزورِ شمشیر مکہ میں داخلے سے روکنے کا ارادہ کر چکے ہیں، آنحضورؐ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا اور اہل مکہ سے کہلایا کہ ہم عمرہ کرنا چاہتے ہیں اس کے بعد فوراً واپس ہو جائینگے۔ ہمارا مقصد اہل مکہ سے جنگ و جدل بالکل نہیں ہے مگر اہل مکہ نے مکہ میں داخلہ کی کسی طرح اجازت نہ دی۔ بہت سی گفت و شنید کے بعد صلح کا ایک دس سالہ معاہدہ طے ہوا۔ اس صلح نامہ میں مکہ والوں نے سراسر ایسی شرطیں تسلیم کرائیں جو اُن کے لئے مفید تھیں اور بظاہر مسلمانوں کیلئے ذلت آمیز۔ یہ طے ہوا کہ مسلمان مکہ کی زیارت کئے بغیر واپس ہو جائیں، اگر کوئی مسلمان مُرتد ہو کر مدینہ طیبہ سے بھاگ کر مکہ میں پناہ لے گا تو مکہ والے اس کو واپس نہ دیں گے اور اگر کوئی مکہ والا مسلمان ہو کر مدینہ گیا تو اس کو واپس سپرد کرنا ہوگا۔ اس طرح کی شرائط بعض صحابہؓ کو ناگوار بھی گذریں لیکن آنحضورؐ نے خداوندی حکم سے سب کو بخوشی منظور کیا۔ حضرت حق تعالیٰ کے علم میں یہ صلح شکست نما فتح تھی۔ چنانچہ اسی بنا پر حضورؐ کو بشارت آئی کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا یعنی ہم نے یہ تمہیں کھلی فتح عنایت کی ہے۔ چند ہی روز میں اس بشارت نے عملی صورت اختیار کر لی اور اس صلح کے نتیجہ میں مکہ مفتوح بغیر کسی جنگ و قتال کے آنحضورؐ کے زیر نگیں آگیا۔

بنی نضیر۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ انھوں نے مخفی طور پر آنحضورؐ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی جس کا آنحضورؐ پر انکشاف ہو گیا۔ اس جرم کی پاداش میں اُن کو مدینہ کے اطراف سے ۴ھ میں جلاوطن کیا گیا اور خیبر میں آباد ہو جانے کی اجازت دیدی گئی۔

بنو قریظہ۔ یہ یہود کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھا۔ آنحضورؐ نے اُن سے ایک معاہدہ کیا تھا جس کی رُو سے فریقین کو دشمن کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی مدد کرنا ضروری تھی۔

غزوۂ خندق کے موقع پر دیگر قبائل کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مدد تو درکنار یہ لوگ بھی مخالفوں سے ہمساز ہو گئے اور معاہدہ شکنی کرتے ہوئے مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو گئے۔ غزوۂ خندق میں جب غیبی تائید سے آنحضورؐ کو ۵ھ میں فتح و نصرت حاصل ہو گئی تو آنحضورؐ نے اُن لوگوں کو معاہدہ شکنی کی سزائے موت دی جو خود یہود کی شریعت کے مطابق تھی۔

بلال بن رباح رضؓ۔ حضرت بلالؓ حبشی النسل تھے۔ دعوتِ اسلام کے آغاز ہی میں مُشرف باسلام ہو گئے تھے۔ انھوں نے اسلام کی خاطر اپنے آقا اُمیہ ابن خلف کے ایسے ایسے دردناک مظالم برداشت کئے ہیں جن کے سننے سے بھی لرزا طاری ہوتا ہے۔ بالآخر حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے

اُن کو خرید کر آزاد کیا۔ پھر تمام عمر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گذاری اُن کو مؤذنِ رسول اللہ ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ میں قیام کی تاب نہ لاسکے اور ملک شام میں منتقل ہو گئے۔ وہاں سنہ ۲۰ھ میں بعمر ۶۳ سال وفات پائی۔ اُن کی اذان میں بڑا ہی سوز و گداز تھا۔ ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اذان کی فرمائش کی، عذر پیش کرنے کے باوجود تعمیلِ حکم پر مجبور ہو کر اذان شروع کی جس وقت اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر پہنچے تو غش کھا کر گر گئے۔

طالوت۔ یہ بنی اسرائیل کا ایک نیک بادشاہ تھا اس کی بادشاہت پیغمبر وقت شمویلؑ کی بشارت کے مطابق عمل میں آئی تھی۔ بادشاہت کے دوران اس کو ایک سخت قوی دشمن جالوت سے جنگ کرنی پڑی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا بچپن تھا اور وہ بکریاں چرایا کرتے تھے حضرت شمویلؑ نے طالوت کو بشارت دی کہ جالوت کی موت حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں ہوگی۔ طالوت نے حضرت داؤدؑ کو فوج میں شامل کر لیا۔ دورانِ سفر میں چند پتھروں نے حضرت داؤدؑ سے کہا کہ ہم کو ساتھ لے لو جالوت ہماری ضرب سے مرے گا۔ حضرت داؤدؑ نے وہ پتھر اُٹھا کر اپنی زنبیل میں رکھ لئے۔ جس وقت جالوت سے مقابلہ ہوا تو حضرت داؤدؑ نے وہی پتھر اُس کے مارے جن سے جالوت ہلاک ہو گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ "اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا"۔

حضرت مریم علیہا السلام۔ حضرت مریمؑ کنواری ہی میں بحکم خدا حاملہ ہو گئیں تو ندامت کی وجہ سے جنگل میں نکل گئیں اور دعا کرنے لگیں۔ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری بن جاتی۔ فرشتے نے اُن کو تسلی دی پھر جب اُن کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ اُن کو گود میں لے کر اپنے قبیلے میں آئیں، لوگوں نے اُن کو ملامت شروع کر دی اس پر اُنھوں نے لوگوں سے کہا تم اسی بچے سے اس معاملہ کی تحقیق کر لو۔ لوگوں نے کہا ہم گہوارے کے بچے سے کیا پوچھیں تو حضرت عیسیٰؑ بول اُٹھے۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے اُس نے نبی بنایا ہے اور بابرکت کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس گفتگو کے بعد لوگوں کے شکوک مٹ گئے اور وہ سمجھ گئے یہ سب معاملہ منجانب اللہ ہے۔

اہلِ سبا۔ یمن کے علاقہ سبا کے باشندے تھے قرآن نے اہلِ سبا کا ذکر حسب ذیل آیتوں میں کیا ہے۔ لقد کان لسبا فی مسکنھم آیۃ جنتان عن یمین وشمال کلوا من رزق ربکم واشکروا لہ بلدۃ طیبۃ ورب غفور فاعرضوا فارسلنا علیھم سیل العرم وبدلنھم بجنتیھم جنتین ذواتی اکل خمط واثل وشیء من سدر قلیل ذلک جزینھم بما کفروا وھل نجزی الا الکفور۔ بیشک سبا والوں کے لئے اپنی ہی بستی میں نشانی تھی دائیں بائیں دو باغ تھے۔ اپنے مالک کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر بجالاؤ۔ ایسا پاکیزہ شہر اور بخشنے والا۔ تو انھوں نے روگردانی کی۔ ہم نے زور کا سیلاب ان پر چھوڑ دیا اور ان کے عمدہ باغوں کو بدل کر دو باغ ایسے کر دیئے جن میں بدمزہ میوے اور جھاؤ کے درخت اور تھوڑے سے بیر کے درخت رہ گئے۔ ان کی ناشکری کی ہم نے ان کو یہ سزا دی اور ہم انہی کو سزا دیا کرتے ہیں جو ناشکرے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ۔ یہ مالک کے بیٹے تھے اور ان کی ماں کی کنیت ام سلیم تھی۔ مالک کے بعد ام سلیمؓ نے حضرت ابوطلحہ انصاریؓ سے شادی کر لی تھی۔ حضرت انسؓ کی تربیت حضرت ابوطلحہؓ نے کی جس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ حضرت انسؓ کی عمر دس سال کی تھی۔ ان کو اور ان کی ماں اور حضرت ابوطلحہؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت پر مامور کر دیا انھوں نے بہت ہی خوش اسلوبی سے دس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور خادم خاص کا رتبہ پایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت خوش تھے اور ان کو بہت دعائیں دیتے تھے۔ انہی دعاؤں کی برکت سے ان کو صحابہ کرام میں مال اور اولاد کی کثرت میں امتیاز تھا۔ آنحضورؐ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ بصرہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ۹۱ھ میں بعمر تقریباً ۱۰۳ سال انھوں نے بصرہ میں ہی وفات پائی اور ان کی وفات بصرہ میں رہنے والے صحابہ میں سے سب سے آخر میں ہوئی ہے۔

تیہ۔ بورن فیل یہ وہ بیابان ہے جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک محبوس رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو عمالقہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا جو فلسطین شام پر قابض تھے۔ بنی اسرائیل نے اس جہاد میں شرکت سے انکار کیا اور طرح طرح کے نامعقول عذر پیش کرنے شروع کر دیئے اور کہہ دیا اے موسیٰ تم اور تمہارا خدا عمالقہ سے جہاد کرے

ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ اس جرم کی پاداش میں خدا نے انھیں تیہ کے میدان میں مقید کر دیا یہ اُس میں بھٹکتے پھرتے تھے اور اُن کو اُس جنگل سے نکلنے کا راستہ نہ ملتا تھا۔ یہ لوگ بنی اسرائیل کی بارہ جماعتوں پر مشتمل تھے۔ ہر جماعت حضرت یعقوبؑ کے کسی ایک فرزند کی نسل تھی اور ہر جماعت میں تقریباً پچاس ہزار اشخاص تھے۔ یہ لوگ تمام دن راستہ طے کرتے تھے، صبح کو سو کر اُٹھتے تو اپنے آپ کو اُسی مقام پر پاتے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔

اویس۔ یہ عامر کے بیٹے اور قرن علاقہ یمن کے باشندے ہیں اسی لئے قرنی کہلاتے ہیں۔ اُن میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا والہانہ جذبہ تھا چونکہ اُن کی والدہ اُن کی خدمت کی محتاج اور ضرورتمند تھیں لہٰذا اُن کی آنحضورؐ کی خدمت میں حاضری نہ ہو سکی اور اُن کو آنحضورؐ کا دیدار میسر نہ آیا اسی لئے اُن کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ اپنی آخری عمر میں بصرہ میں آکر آباد ہو گئے تھے حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں اُن کو سلام کہلایا اور دعا کی فرمائش کی تھی۔ انہی کی نسبت سے نسبت اویسیہ وہ نسبت کہلاتی ہے جو کسی مرید کو شیخ سے جسمانی ملاقات کے بغیر حاصل ہو جائے۔

ابولہب اور اُس کی بیوی

ابولہب کنیت نام عبدالعزیٰ ہے اُس کی بیوی کا نام اروی اور کنیت اُم جمیل ہے۔ ابولہب آنحضورؐ کا حقیقی چچا تھا لیکن یہ اور اُس کی بیوی آنحضورؐ کو تکلیف پہنچانے اور مخالفت میں سب سے پیش پیش تھے۔ آنحضورؐ کی ابتدائے دعوت سے آخر دم تک آنحضورؐ کی مخالفت کرتا رہا بالآخر کفر کی حالت میں موت ہوئی۔ سورۂ تبت اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

فرعونِ موسیٰؑ

اس کا نام ولید بن مصعب ہے اور چونکہ یہ مصر کا بادشاہ تھا اس لئے اُس کو فرعون کہا جاتا ہے۔ شاہانِ مصر کا یہی لقب ہوتا تھا اُس کے واقعات قرآنِ پاک میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

سجاد حسین
صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

۲۱ شوال ۱۳۹۶ھ
۱۸ اگست ۱۹۷۶ء

فہرست مضامین دفتر سوم مثنوی مولانائے رومؒ

نمبر	عنوان	صفحہ
۱	مقدمہ	
۲	اے ضیاء الحق حسام الدین بیار	
۳	قصہ خورندگان پیل بچگان	
۴	بقیہ قصہ معترضان پیل بچگان	
۵	بازگشتن بحکایت پیل بچگان	
۶	خطائے ممتحن کہ بہتر از صواب بیمتحنانست	
۷	امر کردن حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام	
۸	اللہ گفتن نیازمندین بیک گفتن حق ست	
۹	فریفتن روستائی شہری را	
۱۰	قصہ اہل سبا و طاغی کردن نعمت ایشان را	
۱۱	جمع آمدن اہل آفت ہر مبلے	
۱۲	باقی قصہ اہل سبا	
۱۳	بقیہ قصہ رفتن خواجہ بدعوت روستائی	
۱۴	دعوت کردن بازبطاں را	
۱۵	رجوع بحکایت خواجہ و روستائی	
۱۶	قصہ اصحاب ضرداں و حیلہ کردن ایشان	
۱۷	رواں شدن خواجہ بسوئے دہ با عیالاں	
۱۸	رفتن خواجہ و توشش بسوئے دہ	
۱۹	نوافتن مجنوں آں سنگ را کہ مقیم کوئے لیلےٰ بود	
۲۰	رسیدن خواجہ و توشش بدہ باشارت و رہنمائی مدعی کمال را	
۲۱	افتادن شغال و دم رنگ رنگین شدن دے	
۲۲	چرب کردن مرد لافی لب و سبلت خود را	
۲۳	ایمن بودن بلعم باعور کہ امتحان کرد حضرت عزت اورا	
۲۴	بردن گربہ دنبہ را و رسوا شدن پہلواں	
۲۵	بزعوانے طاؤسی کردن آں شغال کہ در نیم صباغ افتادہ بود	
۲۶	دعوی کردن فرعون الوہیت را	
۲۷	تفسیر وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ	

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۸	قصہ ہاروت و ماروت و دلیری ایشان بر امتحان حق تعالےٰ	
۲۹	مستی برآز دیدن جزماہ و جستن او بکوہ مقابل	
۳۰	تمنا کردن ہاروت و ماروت مقام بشریت را	
۳۱	خواب دیدن فرعون آمدن موسیٰ علیہ السلام را	
۳۲	بمیدان خواندن فرعون بنی اسرائیل را	
۳۳	حکایت در تمثیل	
۳۴	بازگشتن فرعون از میدان بشہر شادماں	
۳۵	جمع آمدن عمران بمادر موسیٰ م	
۳۶	وصیت کردن عمران خفت را	
۳۷	ترسیدن فرعون از بانگ و غریو و غوغا	
۳۸	پیدا شدن ستارۂ موسیٰ بر آسماں	
۳۹	خواندن فرعون زنان بنی اسرائیل را	
۴۰	بوجود آمدن موسیٰ علیہ السلام	
۴۱	بازوحی آمدن بمادر موسیٰ علیہ السلام	
۴۲	حکایت مارگیرے کہ ازدہائے افسردہ را مردہ پنداشت	
۴۳	تہدید کردن فرعون موسیٰ علیہ السلام را	
۴۴	جواب گفتن موسیٰ علیہ السلام فرعون را	
۴۵	پاسخ دادن فرعون موسیٰ علیہ السلام را	
۴۶	جواب موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را	
۴۷	جواب فرعون موسیٰ علیہ السلام را	
۴۸	مہلت دادن موسیٰ علیہ السلام فرعون را	
۴۹	فرستادن فرعون بمدائن در طلب ساحران	
۵۰	استفسار کردن ہر دو ساحر از مادر گوہر درا	
۵۱	جواب گفتن ساحر مرہ با فرزندان خود	
۵۲	تشبیہ کردن قرآن مجید را بعصائے موسیٰ علیہ السلام	
۵۳	جمع آمدن ساحراں از مدائن پیش فرعون	
۵۴	اختلاف کردن در جگہ جنگی و جنگل پیل در شب تار	

نمبر	عنوان	صفحہ
۵۵	دعوت کردن نوح علیہ السلام پسر را در سر کشیدن او	
۵۶	توفیق بیان این دو حدیث کہ الرضا بالکفر کفر و حدیث دیگر کہ من لم یرض بقضائی و لم یصبر علی بلائی الخ	
۵۷	مثل در بیان آنکہ حیرت مانع بحث و فکرت ست	
۵۸	حکایت	
۵۹	داستان مشغول شدن عاشق بعشق نامرخواندن	
۶۰	حکایت آن مرد کہ در عہد داؤد علیہ السلام شب و روز دعا و تضرع می کرد	
۶۱	دیدن گاو در خانۂ آن دعا کنندہ بالحاح	
۶۲	در بیان آنکہ علم را دو پردگان رایک پرست	
۶۳	مثال رنجور شدن آدمی بوہم تعظیم خلق	
۶۴	در بیان آنکہ عقول خلق متفاوت ست در اصل فطرت	
۶۵	در وہم افگندن کودکان استاد را بمکر	
۶۶	رنجور شدن فرعون بوہم از تعظیم خلقان	
۶۷	رنجور شدن استاد معلم بوہم و خیال	
۶۸	دوم بار در وہم افگندن کودکان استاد را	
۶۹	خلاصی یافتن کودکان از مکتب بدیں مکر	
۷۰	رفتن مادران کودکان بامداد بعیادت استاد	
۷۱	در بیان آنکہ تن روح را چوں لباسے ست	
۷۲	حکایت آن درویشے کہ در کوہ خلوت کردہ بود	
۷۳	دیدن زاغ عاقبت کار او سخن بروفق عاقبت گفتن	
۷۴	بقیۂ قصۂ آن زاہد کہ ہی کندہ کردہ بود کہ میوہ کوہی از درخت باز نگیرم	
۷۵	تشبیہ بند دام قضا بصورت پنہاں داشتہ پیدا	
۷۶	مضطرب شدن آن فقیر نذر کنندہ بکندن امرود از درخت	
۷۷	متہم کردن آن شیخ را باذزداں و بریدن دستش را	
۷۸	کرامت شیخ اقطع در نبیل یافتن او بدو درخت در خلوت	
۷۹	سبب جرأت سامریان فرعون بر قطع دست و پا	
۸۰	شکایت کردن امیر پیش شیخ کہ من بسیار روزے می ختم	
۸۱	اجتماع اجزائے خمیر عزیر علیہ السلام بعد پوسیدنش	

نمبر	عنوان	صفحہ
۸۲	جزع ناکردن شیخ بزرگوار بر مرگ فرزندان خویش	
۸۳	عذر گفتن شیخ بہر ناگریستن بر مرگ فرزندان	
۸۴	قصہ خواندن شیخ مصحف بر یہ قرآن را از روئے مصحف	
۸۵	صبر کردن لقمان علیہ السلام چوں دید کہ داؤد علیہ السلام حلقہا از آہن راست میکرد از سوال	
۸۶	بقیۂ قصۂ نابینا و مصحف خواندن آں بنظر	
۸۷	صفت بعض اولیاء کہ راضی اند بانکام الٰہی	
۸۸	سوال کردن بہلول آں درویش دلی را	
۸۹	قصۂ دقوقی ذکر اتش	
۹۰	باز گشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ	
۹۱	سر طلب کردن موسیٰ خضر را علیہما السلام	
۹۲	باز گشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ	
۹۳	نمودن مثال ہفت شمع سوئے سامل	
۹۴	شدن آں ہفت شمع بر مثال یک شمع	
۹۵	نمودن آں شمعہا در نظر آں شیخ ہفت مرد	
۹۶	باز شدن آں شمعہا ہفت درخت	
۹۷	مخفی بودن آں درختاں از چشم خلق	
۹۸	یک درخت شدن آں ہفت درخت در نظر او	
۹۹	ہفت مرد شدن آں ہفت درخت	
۱۰۰	پیش رفتن دقوقی با مامت آں قوم	
۱۰۱	پیش رفتن دقوقی با مامت آں قوم غیبی	
۱۰۲	اقتدا کردن آں قوم از پس دقوقی	
۱۰۳	بیان اشارت سلام سوئے دست راست	
۱۰۴	شنیدن آں دقوقی در میان ناخدایان اہل کشتی را	
۱۰۵	تصورات مرد حازم	
۱۰۶	دعا و شفاعت دقوقی در خلاص آں کشتی	
۱۰۷	انکار کردن آں جماعت بر دعا و شفاعت دقوقی	
۱۰۸	باز شرح کردن حکایت آں طالب روزی حلال	
۱۰۹	رفتن ہرد خصم پیش داؤد علی نبینا و علیہ السلام	

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۱۰	بیرون شدن داؤد نبی علیہ السلام و شنیدن از ہر دو خصم	
۱۱۱	حکم کردن داؤد علیہ السلام بر کشندہ گاؤ	
۱۱۲	تضرع کردن آں شخص از داوری داؤد علیہ السلام	
۱۱۳	رفتن داؤد علیہ السلام در خلوت	
۱۱۴	حکم کردن داؤد علیہ السلام بر صاحب گاؤ کہ از سر گاؤ بگذر	
۱۱۵	حکم کردن داؤدؑ بر صاحب گاؤ کہ جملہ مال خود بوے بخش	
۱۱۶	عوام کردن داؤدؑ بخواندن خلق براں صحرا کہ از راہ آب آشکارا کند	
۱۱۷	گواہی دادن دست و پا و زباں بر ستم ظالم ہم در دنیا	
۱۱۸	بیروں رفتن خلائق بسوے آں درخت	
۱۱۹	قصاص فرمودن داؤد علیہ السلام خونی را	
۱۲۰	در بیان آنکہ نفس آدمی بجائے آں خر ست کہ بدو گاؤ کشتہ بود	
۱۲۱	گریختن عیسیٰ علیہ السلام بر فراز کوہ از احمقاں	
۱۲۲	قصۂ اہل سبا و حماقت ایشاں	
۱۲۳	شرح آں کہ رحمت من دآں کہ تیز مشو	
۱۲۴	صفت خرمی شہر سبا و تشکری ایشاں	
۱۲۵	آمدن پیغمبراں بہ نصیحت اہل سبا	
۱۲۶	معجزہ خواستن قوم از پیغمبراں علیہم السلام	
۱۲۷	متہم داشتن قوم انبیا را علیہم السلام	
۱۲۸	حکایت خرگوشاں کہ خرگوشے را بہ رسالت پیش فیل فرستادند	
۱۲۹	جواب گفتن انبیاء طین ایشاں را	
۱۳۰	بیان آنکہ ہر کس را مثل آوردن خاصۂ کار الٰہی	
۱۳۱	مثل بازدن قوم نوح تا استہزاء و زمان کشتی ساختن او	
۱۳۲	حکایت آں دزد کہ پرسید چہ میکنی در نیم شب	
۱۳۳	جواب آں شخص کہ مشکاں گفتند از رسالت خرگوش	
۱۳۴	بیان معنی حزم و مثال مرد حازم	
۱۳۵	ذہاب حال آں مرغ کہ ترک حزم کرد	
۱۳۶	حکایت نذر کردن سگاں ہر زمستاں	
۱۳۷	منع کردن مشکاں انبیاء را علیہم السلام از نصیحت کردن	
۱۳۸	جواب انبیاء علیہم السلام جہلاں را	
۱۳۹	مکرر کردن آں مشکاں عجتہائے جہلہائے را	
۱۴۰	باز جواب انبیاء علیہم السلام جہلاں را	
۱۴۱	مکرر کردن قوم اعتراض بر انبیاء علیہم السلام	

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۴۲	باز جواب گفتن انبیاء علیہم السلام ایشاں را	
۱۴۳	حکمت در آفریدن دو نوع دراں جہاں	
۱۴۴	بیان آنکہ حق تعالیٰ صورت ملوک را سبب تسخیر کردن جباراں کہ مسخر حق نباشند ساختہ	
۱۴۵	قصۂ عشق صوفی بر صفورہ تہی از خورش	
۱۴۶	خصوص بودن یعقوب علیہ السلام بہ پیشیدن نام حق تعالیٰ	
۱۴۷	حکایت غلام امیر کہ اُنس عظیم داشت در مناجات	
۱۴۸	نومید شدن انبیاء علیہم السلام از قبول و پذیرائی منکراں	
۱۴۹	بیان آنکہ ایمان متقلد خوف ست و رجا	
۱۵۰	بیان آنکہ رسول علیہ السلام فرمودہ اند بلہ تعالیٰ اولیا ما تحت قبائی	
۱۵۱	حکایت مندیل در تنور انداختن انس بن مالکؓ	
۱۵۲	قصۂ زیاد رسیدن رسول علیہ السلام کاروان عرب را	
۱۵۳	مشک آں غلام پر شدن از غبہ بعجزہ رسول خدا صلعم	
۱۵۴	دیدن خواجہ غلام خود را سفید رو و نشناختن	
۱۵۵	در بیان آنکہ حق تعالیٰ ہر چہ داد و آفرید از سمیت و عرض و اعیان و اغراض ہمہ را باستدعا و حاجت آفرید	
۱۵۶	آمدن زنے کافرہ با طفل شیر خوارہ نزد رسول خدا صلعم	
۱۵۷	راندن عقاب مزدہ رسول علیہ السلام را و بردن ببرا	
۱۵۸	وجہ عبرت گرفتن از ایں حکایت	
۱۵۹	استدعائے آں مرد از موسیٰ علیہ السلام زبان بہائم	
۱۶۰	وحی آمدن از حق تعالیٰ بر موسیٰ علیہ السلام	
۱۶۱	قانع شدن آں مرد طالب بتعلیم زبان مرغ خانگی	
۱۶۲	جواب خردس سگ را	
۱۶۳	تحمل شدن خردس پیش سگ	
۱۶۴	خبر دادن خردس از مرگ آں خواجہ	
۱۶۵	رویدن آں شخص بسوئے موسیٰ مژدہ بہا چوں خبر مرگ خود بشنید	
۱۶۶	دعا کردن موسیٰ علیہ السلام بہت سلامتی ایمان آں شخص	
۱۶۷	اجابت کردن حق تعالیٰ دعائے موسیٰ علیہ السلام را	
۱۶۸	حکایت آں زن کہ فرزندش نمی زایید	
۱۶۹	در آمدن حمزہ رضی اللہ عنہ در حرب بے زرہ	
۱۷۰	جواب حمزہ رضی اللہ عنہ مر آں خلق را	
۱۷۱	حیلہ دفع محبون شدن در بیع و خریدی	

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۶۲	وفات یافتن بلال رضی اللہ عنہ باشادی وطرب	
۱۶۳	حکمت ویران گشتن تن برگ	
۱۶۴	تشبیہ دنیا کہ بظاہر فراخ ست وبمعنی تنگ	
۱۶۵	بیان آنکہ ہر چہ غفلت وناکامی وتاریکی ست ہمہ از تن ست	
۱۶۶	تشبیہ نفس باقیاس	
۱۶۷	آداب المستفیدین والمریدین	
۱۶۸	شناختن ہر حیوان بوئے غذائے خویش را	
۱۶۹	فرق میان دانستن چیزے بمثال وتقلید میان دانستن ماہیت آں چیز	
۱۷۰	جمع وتفریق میان نفی واثبات	
۱۷۱	مسئلہ فنا وبقائے درویش کامل	
۱۷۲	قصہ وکیل صدر جہاں کہ مشہور شد	
۱۷۳	پیدا شدن روح القدس بصورت آدمی بر مریم بوقت غسل	
۱۷۴	گفتن روح القدس مریم را علیہا السلام	
۱۷۵	عزم کردن آں وکیل از عشق	
۱۷۶	پرسیدن معشوقی از عاشق کہ از شہر ما کدام بہتر ست	
۱۷۸	منع کردن دوستاں اورا از مراجعت	
۱۸۸	لاابالی گفتن عاشق ناصح وعاذل	
۱۸۹	دوتے نہادن آں عاشق بسوئے بخارا	
۱۹۰	در آمدن آں عاشق لاابالی در بخارا	
۱۹۱	جواب گفتن عاشق عاذلاں وتہدید کنندگان را	
۹۲	رسیدن آں عاشق بمعشوق	
۱۹۳	صفت کردن آں مسجد کہ مہمان کش بود	
۱۹۴	آمدن مہمان دراں مسجد	
۱۹۵	ملامت اہل مسجد مہمان عاشق را	
۱۹۶	جواب گفتن عاشق ناصحاں وملامت گویاں را	
۱۹۷	بیان آں کہ عشق جالینوس بریں جناب دنیا بود	
۱۹۸	ملامت کردن اہل مسجد مہمان را	
۱۹۹	گفتن شیطان تولش را کہ بچنگ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آئید	
۲۰۰	تکرر کردن عاذلاں پند را بر آں مہمان	
۲۰۱	جواب گفتن مہمان ایشاں را	
۲۰۲	تمثیل گرگ تن مومن وتعجیل دے صبری او	
۲۰۳	تمثیل صابر شدن مومن چوں بر اسرار بلا واقف شود	
۲۰۴	در گفتن کہ با تو با نخود	

نمبر	عنوان	صفحہ
۲۰۵	باقی قصہ مہمان آں مسجد مہمان کش	
۲۰۶	ذکر خیال بد اندیشندی قاصر نہماں	
۲۰۷	تفسیر حدیث ان للقرآن ظہرا وبطنا الخ	
۲۰۸	بیان آنکہ رفتن انبیا واولیا علیہم السلام بگور مہما ودفنہا بہت پنہاں کردن خویش نیست	
۲۰۹	تشبیہ صورت اولیا وصورت کلام اولیاء	
۲۱۰	تفسیر قولہ تعالیٰ یا جبال اوبی معہ والطیر	
۲۱۱	جواب طعنہ زنندہ بر مثنوی	
۲۱۲	مثل زدن در رسیدن کرۂ اسپ	
۲۱۳	بقیہ قصہ مہمان ومسجد مہمان کش	
۲۱۴	تفسیر آیۃ واجلب علیہم بخیلک و الیک الآیۃ	
۲۱۵	رسیدن بانگ طلسم نیم شب مہمان مسجد	
۲۱۶	ملاقات آں عاشق با صدر جہاں	
۲۱۷	جذب ہر عنصرے جنس خود را	
۲۱۸	منجذب شدن جان نیز جنس ارواح	
۲۱۹	منع عزائم ونہیہا جہت باخبر کردن آدمی را	
۲۲۰	نظر کردن پیغمبر علیہ السلام باسیراں وجستن کردن	
۲۲۱	تفسیر ایں آیت ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح	
۲۲۲	ستر آنکہ بے مراد باز گشتن رسول علیہ السلام از حدیبیہ حق تعالیٰ لقب آں فتح کرد	
۲۲۳	تفسیر حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ لا تفضلونی علی یونس بن متی	
۲۲۴	آگاہ شدن پیغمبر علیہ السلام از طین ایشاں	
۲۲۵	فہم کردن رسول علیہ السلام ضمیر آں اسیراں را	
۲۲۶	بیان آنکہ طاعی در عین قاہری مقہور ست	
۲۲۸	جذب معشوق عاشق را من حیث لا یعلم العاشق	
۲۲۸	رسیدن بخارا عاشق در بندگی صدر جہاں	
۲۲۹	واد خواستن پشہ از دست باد بحضرت سلیمان علیہ السلام	
۲۳۰	امر کردن سلیمان علیہ السلام پشہ متظلم را باحضار خصم	
۲۳۱	نوحہ عشق عاشق بہوش خود را	
۲۳۲	باخویش آمدن عاشق بہوش وردے با زاری ولابہ شنا	
۲۳۳	حکایت آں عاشق واز ہجر بسیار امتحان	
۲۳۴	یافتن عاشق معشوق را وبیان آنکہ جوینده یابنده بود	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے ضیاء الحق[1] حسام الدین یار
اے ضیاء الحق حسام الدین ! تو

برکُش گنجینۂ اسرار را
رازوں کا خزانہ کھول دے

قوّتت[2] از قوّتِ حق می زہد
تیری طاقت اللہ کی طاقت سے جوش مارتی ہے

ایں چراغِ شمس کو روشن بُود
یہ سورج کا چراغ جو روشن ہوتا ہے

سقف[3] گردوں کو چنیں دائم بُود
آسمان کی چھت جو اس طرح ہمیشہ سے ہے

قوّتِ جبریلؑ از مطبخ نبُود
حضرت جبرئیل کی قوت مطبخ کی وجہ سے نہ تھی

ایں سوم دفتر کہ سُنّت شد سہ بار
یہ تیسرا دفتر کیونکہ تیسرا مرتبہ ہے

در سوم دفتر بہل اعذار را
تیسرے دفتر میں عذروں کو چھوڑ دے

نزعروقے کز حرارت می جہد
نہ رگوں سے جو گرمی سے پھڑکتی ہیں

نز فتیلہ و پنبہ و روغن بُود
نہ بتی اور روئی اور تیل کی وجہ سے نہیں ہے

نز طناب و اُستنے قائم بُود
نہ رسّے اور ستونوں کی وجہ سے قائم نہیں ہے

بُود از دیدارِ خلّاقِ وجُود
وجود کو پیدا کرنے والے اللہ کے دیدار کی وجہ سے تھی

---

[1] ضیاء الحق حسام الدین مولانا کے وہی خلیفہ اور مرید ہیں جو مثنوی لکھنے کے محرک ہوئے۔ ایں سوم عبارت ظاہری رو سے اور حسب مسنون ہے لہٰذا عبارت بالمعنی ہو کر مثنوی کے مضامین سے حاصل ہوتی ہے اسلئے بھی تیسرے دفتر میں تیسری بار مضامین لانا مناسب ہے۔ اعذار۔ عذر کی جمع۔ راز۔ بہل۔ امر کا صیغہ ہے بلیدن بمعنی چھوڑنا۔ اعذار یعنی وہ علم جو دوسرے دفتر کے تاخیر سے شروع کرنے کا سبب بنے تھے۔

[2] قوّتت یعنی جسمانی کمزوری کا مذکر کہ کیونکہ تیری قوت جسم اور رگوں کی پیدا وار نہیں ہے بلکہ عطائے خداوندی ہے۔ حق زہد۔ زہیدن نشو و نما پانا۔ ایں چراغ جس طرح سورج کی روشنی ظاہری اسباب کی بنا پر نہیں

ہے اسی طرح تمہاری طاقت اسباب ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔

[3] سقف گردوں۔ آسمانوں کا قیام بھی اسباب ظاہری سے متعلق نہیں ہے۔ قوّتِ جبریل حضرت جبرئیل کی یہ قوت کہ بازو کے سہارے بستیوں کو الٹ دیا جسمانی غذا کی وجہ سے نہ تھی۔

ہمچنیں[1] ایں قوتِ ابدالِ حق — ہم زرحق داں نز طعام و نز طبق

اسی طرح اللہ (تعالیٰ) کے ابدال کی قوت — اللہ کی جانب سے سمجھ لے نہ کہ کھانے اور طباق کی وجہ سے

جسمِ شاں را ہم زنور آسرشتہ اند — تا زروح و از ملک بگذشتہ اند

اُن کے جسم کو بھی نور سے بنایا ہے — یہانتک کہ وہ روح اور فرشتے سے بڑھ گئے ہیں

چونکہ موصوفی باوصافِ جلیل — زآتشِ نمرود بگذر چوں خلیلؑ

چونکہ تو بڑے وصفوں سے موصوف ہے — حضرت خلیلؑ کی طرح نمرود کی آگ سے گذر جا

گردد آتش بر تو ہم بردو سلام — اے عناصر مزاجت را غلام

آگ بھی تجھ پر سلامتی اور ٹھنڈک بجائیگی — اے وہ کہ عناصرِ اربعہ تیرے مزاج کے غلام ہیں

ہر مزاجے را عناصر مایہ ایست — ویں مزاجت برتر از ہر پایہ ایست

عناصر ہر مزاج کا سرمایہ ہیں — اور تیرا یہ مزاج ہر مرتبہ سے بالاتر ہے

ایں[2] مزاجت در جہانِ منبسط — وصفِ وحدت را کنوں شد مُلتقط

وسیع عالم میں تیرا یہ مزاج — اب وحدت کی صفت کو چننے والا ہو گیا ہے

اے دریغا عرصۂ افہامِ خلق — سخت تنگ آمد ندارد ظرفِ حلق

ہائے افسوس! لوگوں کی فہموں کا میدان — بہت تنگ ہے، مخلوق حلق نہیں رکھتی ہے

اے ضیاء الحق بحذقِ رائے تو — حلق بخشد سنگ را حلوائے تو

اے ضیاء الحق تیری رائے کی ہوشیاری سے — تیرا حلوہ پتھر کو حلق بخش دیتا ہے

کوہِ طور اندر تجلی حلق یافت — تا کہ مے نوشید و مے را بر نتافت

کوہِ طور نے تجلی میں حلق پالیا — یہانتک کہ اس نے شرابِ پاک اور شراب کو برداشت نہ کر سکا

صار دکّا منہ وانشق الجبل — ہل رأیتم من جبل رقص الجمل

وہ ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا — کبھی تم نے پہاڑ سے اونٹ کا رقص دیکھا ہے

لقمہ[3] بخشی آید از ہر کس مکس — حلق بخشی کار یزدان ست و بس

لقمہ دینا ہر شخص سے ہر شخص کیلئے ہو سکتا ہے — حلق بخشنا صرف اللہ (تعالیٰ) کا کام ہے

حلق بخشد جسمہا و روح را — حلق بخشد بہر ہر عضوت جدا

وہ جسم اور روح کو حلق بخش دیتا ہے — تیرے ہر عضو کو علیحدہ حلق بخش دیتا ہے

---

[1] ہمچنیں۔ اولیاء اللہ کی قوت من جانب اللہ ہوتی ہے مادی نہیں ہوتی ہے جسم شاں۔ ابدال کے اجسام بھی نورانی ہیں اور وہ انسانی روح اور جسم فرشتوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ چونکہ یہ شیخ حسام الدین کو خطاب ہے۔ آتشِ نمرود یعنی انسانی رذائل۔ گردد آتش۔ عناصرِ اربعہ آپ کے مزاج سے مغلوب ہیں لہٰذا آگ آپ کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی ہے۔

[2] ہر مزاج۔ عام انسانوں کا مزاج عناصرِ اربعہ سے بنا ہے لیکن آپ کا مزاج اللہ کے اخلاق سے بنا ہے۔

[2] ایں مزاجت یعنی آپ چونکہ اخلاقِ الٰہی کے ساتھ متصف ہیں لہٰذا آپ کو اللہ سے اتحاد حاصل ہو گیا ہے۔ اے دریغا۔ عوام کی سمجھ کے گلے سے یہ مضمونِ وحدت نہیں اُترتا ہے عوام وہ حلقوم نہیں رکھتے ہیں جو ان مضامین کو نگل سکے۔ اے ضیاء الحق لیکن ضیاء الحق میں وہ طاقت ہے کہ پتھر کے گلے سے بھی اس مضمون کو اتار سکتا ہے۔ کوہِ طور نے مضامینِ معرفت کو کوہِ طور سمجھا حالانکہ وہ پتھر ہے تمہارے کوہِ طور کا رقص معرفت کی شراب پی لینے کی وجہ سے تھا

[3] لقمہ بخشی۔ ایک انسان دوسرے کو لقمہ تو دے سکتا ہے لیکن حلق عطا کرنا صرف خدا کا کام ہے یعنی تعلیم و تربیت دینا تو انسانی فعل ہے لیکن طالب کے اعضاء کا اس کو قبول کرنا اور اس میں قبولیت کی استعداد پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے۔ حلق بخشد۔ اللہ تعالیٰ ہر عضو کو اور روح کو اس کے مناسب حلق بخشتا ہے۔

ایں[1] گہے بخشد کہ اجلالی شوی
یہ اس وقت بخشتا ہے جب تو اجلالی ہو جائے

ازدغا و ازدغل خالی شوی
فریب اور کھوٹ سے خالی ہو جائے

تا نگوئی سرِ سلطاں را بکس
تاکہ تو شاہ کا راز ہر شخص سے نہ کہے

تا نریزی قند را پیشِ مگس
تاکہ تو قند کو مکھی کے آگے نہ گرائے

گوش آں کس نوشد اسرارِ جلال
اللہ کے راز اُس شخص کا کان سنتا ہے

کو چو سوسن صد زباں افتاد لال
جو سوسن کی طرح سو زبانوں کے باوجود گونگا ہے

حلق بخشد خاک را لطفِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی مٹی کو خلق عنایت کرتی ہے

باز حیواں را بہ بخشد خلق و لب
پھر (اللہ) حیوان کو خلق اور ہونٹ بخشتا ہے

چوں گیاہش خورد و حیواں گشت رفت
جب اُس (حیوان) نے اُس خاک کی گھاس کھائی اور وہ

باز خاک آمد شد اکالِ بشر
پھر مٹی آئی وہ انسان کو نگل جانے والی بنی

ذرہا[2] دیدم دہاں شاں جملہ باز
میں نے ذرّے دیکھے جن کے منہ کھلے ہوئے تھے

برگہا را برگ از انعامِ او
پتّوں کو سازوسامان اُس (اللہ) کے انعام سے ہے

رزقہا را رزق ہا او میدہد
(وہ اللہ) رزقوں کو رزق دیتا ہے

نیست شرحِ ایں سخن را منتہا
اِس بات کی تفصیل کا خاتمہ نہیں ہے

جملہ عالم آکل و ماکول داں
تمام عالم کو کھانے والا اور کھایا ہوا سمجھ

امکان میں سب چیزیں ایک دوسرے کو فنا کر رہی ہیں بقا صرف اُن کو حاصل ہے جو مقبول بارگاہ الٰہی ہیں۔

[1] ایں۔ اللہ تعالیٰ ہر عنصر اور روح کو خلق اُس وقت بخشتا ہے جب انسان خدائی اخلاق سے موصوف ہو جائے اور رذائل سے اپنے آپ کو پاک کر لے۔ تا نگوئی۔ جب اللہ کی یہ عطائیں حاصل ہو جائے تو نااہلوں پر اسرار ظاہر نہ کرو۔ گوش۔ معارفِ الٰہیہ اُس وقت حاصل ہوتے ہیں جبکہ انسان میں اُن کے استفادہ کی پوری صلاحیت پیدا ہو جائے اور نااہلوں کے سامنے اُن کو ظاہر نہ کرنے پر اُس کو قدرت حاصل ہو جائے۔ خلق بخشد۔ اللہ نے زمین کو بھی خلق عنایت فرمایا ہے۔

[2] باز حیواں۔ حیوانات، نباتات کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں۔ جوں گیاہش حیوانات سے انسان اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ آخر پھر انسان کے مرنے کے بعد خاک اُس کو اپنی خوراک بنا لیتی ہے۔

[3] ذرہا۔ کائنات میں ہر ایک تنازع للبقاء کا نظام جاری ہے اور کائنات کا ہر ذرّہ دوسرے کو کھانے کے لئے منہ کھولے ہوئے ہے۔ برگہا پتّے جو حیوانات کی خوراک ہیں اُن کو بھی اللہ تعالیٰ خوراک عطا فرماتا ہے۔ کائنات میں جو چیزیں دوسروں کی پرورش کرتی ہیں، ان کی خود پرورش کرتا ہے۔ ذرّہا۔ گیہوں خود رزق ہے لیکن اگر اُس کو رزق میسّر نہ آئے تو اُس کی پرورش نہ ہو جملہ عالم۔ عالم

ایں[1] جہان و ساکنانش مُنتشر
یہ عالم اور اُس کے باشندے جُدا جُدا ہو جانے والے ہیں

ایں جہان و عاشقانش مُنقطع
یہ عالم اور اُس کے عاشق بٹ جانے والے ہیں

پس کریم آنست کو خود را دہد
تو بزرگ وہ ہے جو اپنے آپ کو بخش دے

باقیات[2] الصالحات آمد کریم
بھلا و بزرگ، باقی رہنے والی نیکیوں میں ہے

گر ہزارانند یک کس بیش نیست
اگر وہ ہزار ہیں تو بھی ایک سے زیادہ نہیں ہیں

آکل و ماکول را خلق ست فاش
کھانیوالے اور کھائے جانیوالے کا خلق اور گلا ہر تل ہے

خلق بخشید اُو عصائے عدل را
اُس نے انصاف کی لاٹھی کو خلق بخشا

واندرو افزوں نشد زاں حملِ اکل
اُس سب کچھ کھانے سے اُس میں اضافہ نہ ہوا

مر لقیس[3] را چوں عصا حق خلق داد
اللہ تعالیٰ نے لاٹھی کیطرح لقیس کو بھی خلق دیا ہے

پس معانی را چو اعیاں خالقیست
تو ہماری موجودات کی طرح معانی کے بھی خلق ہیں

پس زما ہی تا بہ مسمار خلق نیست
تو پھلی سے لے کر جا نتک کوئی مخلوق نہیں ہے

خلقِ نفس از وسوسہ خالی شود
نفس کا خلق اگر وسوسہ سے خالی ہو جائے

خلقِ جاں کز فکرِ تن خالی شود
روح کا خلق جو جسم کی فکر سے خالی ہو جاتا ہے

واں جہان و ساکنانش مُستمر
وہ عالم اور اُس کے باشندے ہمیشہ رہنے والے ہیں

اہلِ آں عالم مخلد مجتمع
اُس عالم والے ہمیشہ اور اکٹھے رہنے والے ہیں

آبِ حیوانے کہ ماند تا ابد
آبِ حیات، جو کہ ہمیشہ رہے

رستہ از صد آفت و اخطار و بیم
جو سینکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے نجات پا گیا ہو

چوں خیالاتِ عدد اندیش نیست
تعداد سمجھانے والے خیالات کی طرح نہیں ہیں

غالب و مغلوب را عقل ست ورا
غالب اور مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہے

خورد اُو چنداں عصا و حبل را
وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی

زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل
کیونکہ اُس کا کھانا اور صورت حیوانی نہ تھا

تا بخورد اُو ہر خیالے را کہ زاد
یہاں تک کہ اُس نے ہر اُس خیال کو نگل لیا جو پیدا ہوا

رازقِ خلقِ معانی ہم خداست
معانی کے خلقوں کو رزق دینے والا بھی خدا ہے

کہ بجذبِ مایہ اُو را خلق نیست
مادہ کو جذب کرنے کیلئے جس کے خلق نہ ہو

میہمانِ وحیِ اجلالی شود
تو اللہ کی وحی کا میہمان ہو جائے

وانگہاں روزیش اجلالی شود
تب اُس کی روزی خدائی ہو جاتی ہے

---

[1] ایں جہان۔ عالمِ امکان۔ منتشر چونکہ عالمِ امکان متضاد عناصر سے بنے ہیں۔ واں جہان۔ عالمِ آخرت۔ آبِ حیواں یعنی معارفِ الٰہیہ۔

[2] باقیات۔ بزرگ جبکہ محمود فضائل بن گیا تو وہ مجسم باقی رہنے والی نیکی بن گیا۔ گو ہزاراں اولیا اور بزرگ یک روح ہزار قالب ہوتے ہیں۔ آکل۔ اس عالم میں جو کھانے والے ہیں اور کھائے جاتے ہیں اُن کا تو صرف خلق اور گلا ہے جو لوگ اپنے نفس پر غالب ہیں اور اللہ کی مرضیات سے مغلوب ہیں وہ صاحبِ عقل و رائے ہیں۔ خلق بخشید۔ اللہ نے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کو خلق عنایت فرمایا وہ جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی۔ آنکہ۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی سب کچھ نگل کر بھی موٹی نہ ہوئی کیونکہ اُس کا کھانا حیوانی کھانا نہ تھا۔

[3] مر لقیس۔ راجس طرح حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کے خلق تھا لقیس کے بھی خلق ہے جو درندوں کو نگل جاتا ہے۔ پس معانی جس طرح خارجی اشیاء کا خلق ہے ذہنی اشیاء کا بھی خلق ہے۔ زما۔ یعنی تحت الثریٰ سے۔ خلقِ نفس یعنی اگر انسان اپنے آپ کو وساوسِ شیطانی سے پاک کرلے خلقِ جاں یعنی روح کو اگر مادی ضرورت سے پاک کرلے۔

گر جنیں[1] راکس بگفتے در رحم
اگر پیٹ کے بچے سے کوئی رحم میں کہتا

ہست بیروں عالمے بس منتظم
باہر ایک بڑی منظم دنیا ہے

یک زمینِ خرمی با عرض و طول
ایک لمبی چوڑی دل کشا زمین ہے

اندرو بس نعمت و بیحد اکول
اس میں بیشمار نعمتیں اور بے حد غذائیں ہیں

کوہہا و بحرہا و دشتہا
پہاڑ ہیں دریا ہیں اور جنگل ہیں

بوستانہا باغہا و کشتہا
گلستان ہیں باغات ہیں کھیتیاں ہیں

آسمانے بس بلند و پُر ضیا
بہت اونچا آسمان ہے اور منور

آفتاب و ماہتاب و صد سُہا[2]
آفتاب اور چاند اور سیکڑوں سُہا (ستارے) ہیں

از جنوب و از شمال و از دبور
جنوبی اور شمالی اور مغربی ہواؤں سے

باغہا دارد عروسیہا و سُور
باغات، جشن اور تازگی رکھتے ہیں

در صفت ناید عجائبہائے آں
اس کے عجائب بیان نہیں ہو سکتے ہیں

تو دریں ظلمت چہ در امتحاں
تو اس اندھیرے میں آزمائش میں کیوں ہے؟

خوں خوری در چار میخ[3] تنگنا
تنگ قید خانہ میں تو خون کھا رہا ہے

درمیانِ حبس و انجاس و عنا
بندش اور نجاستوں اور مشقت میں

او بحکم[4] حالِ خود منکر بُدے
وہ اپنی حالت کے تقاضے سے منکر ہوتا

زیں رسالت[5] مُعرض و کافر شدے
اس پیغام سے اعراض کرنے والا اور کافر ہوتا

کایں محال ست و فریب ست و غرور
کہ یہ ناممکن ہے اور فریب ہے اور دھوکہ ہے

زانکہ وہم کور زیں معنیٰ ست دور
کیونکہ اندھے کا وہم ان باتوں سے دور ہے

جنسِ چیزے چوں ندید ادراکِ او
اس کے ادراک نے چونکہ اس چیز کی جنس نہیں دیکھی

نشنود ادراکِ منکر ناکِ او
اسکا انکار کرنیوالا احساس (ان باتوں کو) نہیں سنتا ہے

ہمچناں کہ خلقِ عام اندر جہاں
اسی طرح دنیا کی عام مخلوق

زاں جہاں ابدال می گویند شاں
اس کو ابدال اس عالم کے بارے میں کہتے ہیں

کایں جہاں چاہے ست بس تاریک و تنگ
کہ یہ عالم ایک بہت تاریک اور تنگ کنواں ہے

ہست بیروں عالمے بے بو و رنگ
(اس) سے باہر ایک بے بو اور بے رنگ عالم ہے

ہیچ در گوشِ کسے ایشاں نگفت
اس میں سے کسی کے کان میں (بات) نہ پہونچی

کایں طمع آمد حجاب و رف و زفت
کیونکہ یہ لالچ گہرا اور موٹا پردہ بن گیا ہے

---

[1] گر جنیں۔ یہ شعر سابق شعر تک شرط ہے۔ آٹھواں شعر اُو بحکم جواب شرط ہے۔ خرم۔ دلکش، پُر بہار۔ اکول۔ کھانے کی چیز۔

[2] سُہا۔ بنات النعش کا باریک پیلا ستارہ۔ جنوب۔ وہ ہوا جو جانب جنوب سے چلے۔ شمال۔ شمالی ہوا۔ دبور۔ مغربی ہوا۔ چہ۔ یعنی رحم مادر کا کنواں۔ چار میخ۔ ایک قسم کی قید ہے جس میں قیدی کے چاروں ہاتھ پیر رسیوں سے باندھ کر چار کیلوں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ تنگنا۔ تنگ جگہ۔ حبس۔ قید خانہ۔

[3] مشقت۔

[4] او بحکم۔ یہ شعر ماقبل شعر کی جزا ہے۔ رسالت۔ یعنی خارجی دنیا کا بیان۔ کور۔ یعنی پیٹ کا بچہ۔ ادراک۔ علم۔ منکر ناک۔ انکار کرنے والا۔ ہمچناں۔ یعنی جس طرح ان کے پیٹ کا بچہ اس خارجی عالم کی باتوں کا انکار کرتا ہے اسی طرح عوام عالم آخرت کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔ زاں جہاں۔ عالم آخرت۔ ابدال۔ یعنی یہ باتیں دنیا والوں نے نہ مانیں۔ حق۔ یعنی دنیاوی لوگ۔

خلقِ عقل و دل چو شُد خالی ز فکر — یافت اُو بے هضمِ معده رزقِ بکر

عقل اور دل کا خلق جب فکر سے خالی ہو گیا — تو اُس نے معدہ کے ہضم کے بغیر تازہ رزق پایا

شرطِ تبدیلِ مزاج آمد بداں — کز مزاجِ بد بُود مرگِ بداں

سمجھ لے، مزاج کو بدلنا شرط ہے — اسلئے کہ بروں کی موت بُرے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے

چوں مزاجِ آدمی گلخوار شُد — زرد و بدرنگ و سقیم و خوار شُد

جب آدمی کا مزاج مٹی خور ہو جاتے — تو وہ زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل ہو جاتا ہے

چوں مزاجِ زشت اُو تبدیل یافت — زشتی و آں رُخش چوں شمع تافت

جب اُس کا بُرا مزاج بدل گیا — بُرائی جاتی رہی اور اُس کا چہرہ شمع کی طرح چمکنے لگا

دایۂ کو طفلِ شیر آموز را — تا بہ نعمت خوش کُند بد فوز را

وہ دائے کہاں ہے، جو شیر خوار بچہ کو — نعمت کے ذریعہ خوش کر دے، بد ذوق کو

دایۂ کو شیر خوارہ طفل را — تا ز نعمتہا کُند اُو را غذا

شیر خوار بچہ کے لئے وہ دائے کہاں ہے، — جو نعمتوں کی اُس کو غذا دے

گر بہ بندد راہِ یک پستاں برو — بر کشاید راہِ صد بُستاں برو

اگر اُس پر ایک پستان کا راستہ بند کر دیگی — سیکڑوں باغوں کا راستہ اُس پر کھول دیگی

زانکہ پستاں شد حجابِ آں ضعیف — از ہزاراں نعمت و خوان و رغیف

کیونکہ اس ناتواں کے لئے پستان پردہ بنگیا — ہزاروں نعمتوں اور خوان اور روٹی سے

پس حیاتِ ما ست موقوفِ فطام — اندک اندک جہد کُن تا تم الکلام

تو ہماری زندگی دودھ چھڑانے پر موقوف ہے — تو رفتہ رفتہ کوشش کر بات ختم ہوئی

چوں جنیں بُود آدمی خوں بُد غذا — از نجس پاکی برد مومن کذا

جب انسان ماں کے پیٹ میں تھا خون خوراک تھی — مومن اسی طرح نجاست سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے

چوں جنیں بُود آدمی خونخوار بود — بُود اُو را بُود از خوں تار و پود

جب انسان ماں کے پیٹ میں خون کھانیوالا تھا — اُس کے وجود کا تانا بانا خون سے تھا

از فطامِ خوں غذایش شیر شد — وز فطامِ شیر لقمہ گیر شد

خون چھڑانے سے اُس کی خوراک دودھ ہوئی — اور دودھ چھڑانے سے وہ لقمہ کھانے والا ہو گیا

وز فطامِ لقمہ لقمانے شود — طالبِ مطلوبِ پنہانے شود

لقمہ چھڑانے سے وہ لقمان ہو جاتا ہے — ایک پوشیدہ مطلوب کا طالب بنجاتا ہے

۱؎ خلقِ عقل۔ یعنی اگر انسان اپنی عقل اور دل کو مادی ضروریات سے پاک کرلے۔ رزقِ بکر۔ تازہ رزق یعنی معارفِ الٰہیہ۔ مزاج۔ یعنی مادی مزاج۔ گلخوار۔ یعنی غلط خوراک سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔

۲؎ چوں مزاج۔ جب مادی مزاج میں تبدیلی آجاتی ہے تو انسان افرادِ الٰہی کا محل بن جاتا ہے۔ تافت۔ پوزمنی مسنہ سلامیہ۔ یعنی دائیہ قدرت بُری عادتیں چھڑاتے۔ گر نہ بندد۔ دائیہ قدرت اگر دودھ چھڑاتی ہے تو باغوں کے دروازے کھلاتی ہے۔

۳؎ زانکہ پستاں۔ جب تک بچہ شیر خوار رہتا ہے بے شمار لذیذ غذاؤں سے محروم رہتا ہے پس۔ دنیاوی لذتوں کا دروازہ چھوڑنے پر آخرت کی نعمتیں موقوف ہیں۔ فطام۔ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ جہد کن۔ یعنی دودھ چھوڑنے کی کوشش کرو۔ از نجس۔ ضرورت کے وقت مومن کے لئے نجس غذا حلال ہو جاتی ہے۔ جنیں۔ پیٹ کا بچہ۔ از فطام۔ جس طرح بچہ کا دودھ چھوڑنا غذاؤں کی ترقی کا سبب بنا اسی طرح اگر انسان جسمانی ترک کردے تو روحانی غذائیں بہتر سے بہتر حاصل ہونگی۔ وز فطام۔ جسمانی لذات کے ترک سے حکمتیں حاصل ہونگی اور ذاتِ خداوندی کی طلب پیدا ہوگی۔ لقمانے۔ یعنی صاحبِ حکمت۔

گوش را بندد طمع از اِستماع[1] — چشم را بندد غرض از اِطلاع
لالچ، کان کو سننے سے روک دیتا ہے — غرض آنکھ کو باخبر ہونے سے بند کر دیتی ہے

ہمچناں کہ آں جنین را طمعِ خوں — کاں غذائے اوست در اوطانِ دوں
جس طرح سے خون کے لالچ نے اُس پیٹ کے بچہ کو — جو کہ کم درجہ وطنوں میں اُس کی غذا ہے

از حدیثِ ایں جہاں مَحجُوب کرد — خونِ تن را در دلش مَحبُوب کرد
اِس عالم کی بات سے محروم کر دیا — اُس کے دل کے لئے جسم کے خون کو محبوب کر دیا

زیں[2] ہمہ اَنواعِ نعمت ماند فرد — غیرِ خوں اُو می نداند چاشت خورد
نعمت کی اِن تمام قسموں سے محروم رہا — خون کے علاوہ وہ غذا کھانا نہیں جانتا

بر تو ہم طمعِ خوشیِ ایں جہاں — شد حجابِ آں خوشیِ جاوداں
تجھ پر بھی اِس دنیا کی خوشی کا لالچ — اُس دائمی خوشی کا پردہ بن گیا

طمع و ذوقِ ایں حیاتِ پُرغرور — از حیاتِ راستینت کرد کور
دھوکے سے پُر اِس زندگی کے لالچ اور ذوق نے — سچی زندگی سے تجھے اندھا کر دیا

پس طمع کورت کند نیکو بداں — بر تو پوشاند یقیں را بیگماں
اچھی طرح سمجھ لے لالچ تجھے اندھا بنا تا ہے — یقیناً تجھ پر یقین کو پوشیدہ کر دیتا ہے

حق ترا باطل نماید از طمع — در تو ضد کوری فزاید از طمع
لالچ کی وجہ سے تجھے حق باطل نظر آتا ہے — لالچ کی وجہ سے حد درجہ اندھا پن تجھ میں بڑھ

از طمع بینا ز شوخیوں راستاں[3] — تا نہی پا بر سرِ آں آستاں
بچوں کی طرح تو لالچ سے بیزار بن — تاکہ اُس چوکھٹ پر تو پیر رکھ سکے

کاندراں دَرجوں دَرآئی واری — از غم و شادی قدم بیروں نہی
جب تو اس دروازہ میں پہنچ جائیگا نجات پائیگا — دنیا کے غم اور خوشی سے قدم باہر رکھے گا

چشمِ جانت روشن و حق بیں شود — بے ظلامِ کفر نورِ دیں شود
تیری روح کی آنکھ روشنی اور حق دیکھنے والی بن جائیگی — دین کا نور کفر کے اندھیرے سے پاک ہو جائیگا

پندِ مَرداں را پذیرا شو بجاں — تا رہی از خوف و مانی دَر اماں
دل و جان سے مردانِ (حق آگاہ) کی نصیحت قبول کر — تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور امن میں رہے

بشنو اکنوں قصہ و تمثیلِ آں — تا بیابی دَر حقیقت نورِ جاں
اب اس کی مثال اور ایک قصہ سن لے — تاکہ تجھے حقیقتاً روح کا نور حاصل ہو جائے

[1] اِستماع۔ سننا۔ غرض۔ یعنی خود غرضی۔ اوطان۔ طبن کی جمع ہے۔ دوں۔ کمتر۔ ایں جہاں۔ یعنی عالمِ آخرت۔ محجوب۔ بند شدہ۔

[2] زیں ہمہ۔ یعنی دنیا کی لاالدینہ غذائیں۔ فرد۔ اکیلا یعنی محروم۔ چاشت۔ دوپہر کا کھانا، مطلقاً کھانا۔ بر تو۔ انسان (دنیاوی لالچ کی وجہ سے اُخروی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

[3] راستاں۔ یعنی آخرت کے طالب۔ آستاں۔ بارگاہِ خداوندی۔ در۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ غم و شادی۔ یعنی دنیا کا رنج اور خوشی۔ خوف۔ یعنی آخرت کا ڈر۔

قصۂ[1] خوردنِ پیل بچگاں از حرص و ترکِ نصیحتِ ناصحاں

(ہاتھی کی وجہ سے ہاتھی کے بچوں کو کھانے والوں کا قصہ اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت کو ترک کرنا)

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں — دید دانائے گروہِ دوستاں

تُو نے وہ قصہ سُنا ہے کہ ہندوستان میں — ایک عقلمند نے دوستوں کے ایک گروہ کو دیکھا

گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عُور — می رسیدند از سفر وز راہِ دُور

بھوکے، تھکے ہوئے، بے ساز و سامان اور ننگے — سفر سے اور دراز راستے سے آرہے تھے

مہرِ دانائیش جوشید و بگفت — خوش سلامے شاں چوں گلبن شگفت

اُس کی دانائی کی محبت جوش میں آئی اور — ان کو تپاک سے سلام کیا اور پھول کی طرح کھل گیا

گفت دانم کز تجوّع[2] واز خلا — جمع آمد رنج تاں زیں کربلا

بولا میں جانتا ہوں کہ بھوک سے اور صدف کے خالی ہونے — (اور اس ویران) کربلا کی وجہ تم پر مصیبتیں جمع ہو

لیک اللہ اللہ اے قومِ جلیل — تا نباشد خوردتاں فرزندِ پیل

لیکن خدا کے لئے اے بزرگو! — تم ہاتھی کے بچے کو ہرگز نہ کھانا

پیل ہست ایں سُو کہ اکنوں می رود — پندِ من از جان و از دل بشنوید

جس جانب تم اب جا رہے ہو ہاتھی ہے — دل و جان سے میری نصیحت سُن لو

پیل بچگانند اندر راہِ تاں — صیدِ ایشاں ہست بس دلخواہِ تاں

تمہارے راستے میں ہاتھی کے بچے ہیں — جن کا شکار تمہیں بہت مرغوب ہے

بس ظریف[3] اند و لطیف اندر عمیں — لیک مادرشاں بُود اندر کمیں

نہایت عمدہ اور پاکیزہ اور موٹے ہیں — لیکن اُن کی ماں گھات میں رہتی ہے

از پئے فرزند صد فرسنگ راہ — اُو بگردد در حنین و آہ آہ

اپنے بچے کی خاطر سینکڑوں میل کے راستے سے — وہ روتی ہوئی اور ہائے ہائے کرتی ہوئی لوٹتی ہے

آتش و دُود آید از خرطومِ اُو — الحذر زاں بچۂ مرحومِ اُو

اُس کی سونڈ سے آگ اور دُھواں نکلتا ہے — اُس کے قابلِ رحم بچے سے بچو

اولیاء اطفالِ حق اند اے پسر — در حضور و غیبت آگاہ و باخبر

اے لڑکے! اولیاء اللہ کے بچے ہیں — وہ (اُن کی) موجودگی اور غیر حاضری میں (اُنہیں) باخبر

غائبی منشیں از نقصانِ شاں — کو کشد کیں از برائے جانِ شاں

اُن کی غیر حاضری اُن کا نقصان نہ سمجھ — کیونکہ وہ اپنی جان کے سلسلے میں بدلہ لیتا ہے۔

---

[1] قصہ۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اُن لوگوں نے ناصح کی نصیحت نہ مانی اور ہلاک ہوئے اسی طرح اَبدال کی نصیحت نہ ماننے سے ہلاکت ہوتی ہے۔ مجتہد۔ برہمن۔

[2] تجوّع۔ بھوکا ہونا۔ خلا۔ یعنی صدف کا خالی ہونا کربلا۔ وہ علاقہ جہاں امام حسینؓ شہید ہوئے بمعنی ناک مقام۔ خوردِ خوراک۔

[3] ظریف۔ عمدہ۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ سمین۔ موٹا۔ کمین۔ گھات۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔ الحذر۔ بچنا۔ اولیاء۔ تمام انسانوں کو اللہ کی عیال قرار دیا گیا ہے۔ حضور۔ یعنی توجہ الی اللہ۔ غیبت۔ یعنی توجہ الی الخلق کی حالت۔

گفت اطفالِ من اند ایں اولیاء — در غریبی فرد از کار و کیا

اُس نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میری اولاد ہیں — غیر حاضری میں (بھی) کام اور مشغولیت سے خالی ہیں

از برائے امتحاں خوار و سقیم — لیک اندر سرِ منم یار و ندیم

وہ آزمائش کے لئے بے وقت اور سقیم ہیں — لیکن دل میں ان کا مددگار اور ساتھی ہوں

پشت دار جملہ عصمتہائے من — گویا ہستند خود اجزائے من

میری تمام حفاظتوں پر اُن کا بھروسہ ہے — گویا وہ میرے ہی ٹکڑے ہیں

ہاں وہاں ایں دلق پوشان منند — صد ہزار اندر ہزار و یک تنند

خبردار، خبردار! یہ گدڑی پوش میرے ہیں — ہزاروں ہزار ہیں اور ایک ہیں

ورنہ کے کردے بیک چوب ہنر — موسیٰ فرعون را زیر و زبر

ورنہ ہنر کی لاٹھی سے کب نہ کر سکتے! — (حضرت) موسیٰ نے فرعون کو تہ و بالا

ورنہ کے کردے بیک نفرین بد — نوح شرق و غرب را غرقاب خود

ورنہ ایک بد دعا سے کب کر سکتے — (حضرت) نوح مشرق اور مغرب کو غرقاب

بر نکندے یک دعائے لوط زاد — شہرہائے کافراں را المراد

جو امرد لوط کی ایک دعا نہ اکھاڑ سکتی — کافروں کے شہروں کا خلاصہ یہ ہے

گشت شہرستانِ حُسن فردوس نشاں — دجلۂ آب سیاہ رو بیں نشاں

اُن کا جنت جیسا شہر ہو گیا — سیاہ پانی کا دریا جا نشان دیکھ لے

سوئے شام ست ایں نشان و ایں خبر — در رہِ قدسش بہ بینی بر گذر

یہ نشان اور واقعہ شام کی جانب (ہوا) ہے — بیت المقدس کے راستہ میں سر راہ تو دیکھ لیگا

صد ہزاراں انبیائے حق پرست — خود بہر قرنے بسے تہا بدست

لاکھوں حق پرست نبی (آئے ہیں) — اور ہر دور میں عذاب ہوئے ہیں

گر بگویم ایں بیاں افزوں شود — خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود

اگر میں کہوں گا تو یہ بیان بڑھ جائیگا — جگر کیا ہوتا ہے خارا پتھر خون بن جائیگا

خوں شود کہ ہا و باز آں بفسرد — تو نہ بینی خوں شدن کوری فرد

پہاڑ خون بنتے ہیں اور پھر وہ جم جاتے ہیں — تو (انکا) خون بننا محسوس نہیں کرتا ہے تو اندھا اور کور ہے

طرفہ کوری دُور بین و تیز چشم — لیک از اشتر نہ بیند غیر پشم

تو عجیب اندھا ہے کہ دُور بیں اور تیز نگاہ ہے — لیکن اونٹ میں سے اون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

ل کار دیگر یعنی کرامت کا خواہشمند کار ہا ہر بر کت سے یعنی یہ اولیاء بے سہارا اسلئے بنائے گئے ہیں تاکہ عوام کی آزمائش ہو سکے تو ہم جلیس ساز آنے من۔ یعنی یہ اولیاء اللہ کے قریب ہیں۔

ل ہاں۔ تمام اولیاء میرے کے اعتبار سے ایک ہیں ورنہ۔ یعنی اگر اولیاء کو تائید خداوندی حاصل نہ ہو۔ چوب ہنر۔ یعنی حضرت موسیٰ کی لاٹھی۔ زاد۔ یعنی جو امرد لوط کو۔ یعنی خلاصہ کلام یہ ہے۔ دجلہ۔ بحر لاشہور دریا۔ مقتادریا۔

ل سوئے۔ قوم لوط کی بستیاں شام کے علاقہ میں ہیں صیاسبخہ یعنی انکی تاراجی نمک کی سبب بنی ہے۔ مگر مجموعہ ان واقعات کی تفصیل بڑی دردناک ہے خوں شود یہ دردناک واقعات پہاڑوں کے جگر خون کر دیں۔ تو نہ بینی۔ انسان اگر عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے کہ کوری انسان کا اندھا پن بھی عیب ہے۔

مُو بمُو بیند ز صَرفہ حرصِ اُنس
انسان کا لالچ خسرہ کو بال بال دیکھتا ہے

مُو بمُو بیند ز حرصِ خود بشر
اپنے لالچ کی وجہ سے انسان ذرہ ذرہ دیکھتا ہے

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی
اُس وقت ناچ جبکہ تو خود شکنی کرے

رقص[۵۲] وجولاں بر سرِ میداں کنند
رقص اور جوانیاں میدانِ جنگ میں دکھاتے ہیں

چوں رہند از دستِ خود دستے زنند
جب اپنے آپ سے نجات پالیتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں

مُطربانِ شاں از دروں دف می زنند
اُن کے مطرب اندر سے دف بجاتے ہیں

تو نہ بینی برگہا بر شاخہا
تو نے پتوں کو شاخوں پر نہیں دیکھا ہے

تو نہ بینی لیک بہرِ گوشِ شاں[۵۳]
تو نہیں دیکھتا ہے لیکن اُن کے کان کے لئے

تو نہ بینی برگہا را کف زدن
تو پتوں کے تالیوں کے بجانے کو نہیں دیکھتا ہے

گوشِ سر بر بند از ہزل و دروغ
سر کے کان کو مذاق اور جھوٹ سے بند کرلے

پس دہاں بر بند از ہزل اے عمو
اے چچا! مذاق سے منہ بند کرلے

سر کشد گوشِ محمدؐ در سخن
محمدؐ کا کان بات سے راز معلوم کرلیتا ہے

سر بسر گوش ست و چشم ست این نبی
یہ نبی سر تا سر جسم کان اور آنکھ ہیں

رقصِ بے مقصود داند ہمچو خرس
(اور) بے مقصد رقص کو بھی ریچھ کی طرح ناچتا ہے

رقصِ اُو خالی ز خیر و پُر ز شر
اُس کا ناچنا بھلائی سے خالی اور شر سے بھرا ہوا ہے

پنبہ را از ریشِ شہوت بر کنی
شہوت کے زخم سے روئی کو نوچ ڈالے

رقص اندر خونِ خود مرداں کنند
بہادر اپنے خون میں رقص کرتے ہیں

چوں جہند از نقص بر رقصے تنند
جب نقص سے باہر آجاتے ہیں تو ناچتے ہیں

بحرہا در شورشاں کف می زنند
سمندر اُن کے شور میں تالیاں بجاتے ہیں

کف زناں[۵۴] قصاں ز تحریکِ صبا
بادِ صبا کے حرکت دینے سے ناچتے تالیاں بجاتے

برگہا بر شاخ شد کف زن عیاں
کھلے کھلائے شاخوں پر تالیاں بجاتے ہیں

گوشِ دل باید نہ ایں گوشِ بدن
(اسکے لئے) دل کا کان چاہئے نہ کہ بدن کا کان

تا بہ بینی شہرِ جاں را با فروغ
تاکہ تو جان کے شہر کو بارونق دیکھے

جز حدیثِ روئے او چیزے مگو
اُس کے چہرے کی بات کے علاوہ کچھ نہ بول

گوش بگوید در نبے حق ہوا ذن
اُن کو اللہ تعالیٰ اپنے قرآن میں فرمایا ہے وہ کان ہیں

رحمتِ او مرضعست و ما صبی
اُن کی رحمت دودھ پلانے والی ہے اور ہم بچے ہیں

---

۵۲ موبمو۔ دنیا کے نفع اور نقصان کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے رقص۔ دنیا کی خوشی پر ناچتا ہے رقص آنجا۔ دنیا کی خوشی پر ناچنا کوئی مناسب نہیں انسان اپنی ہستی کو مٹائے اور شہوت سے آزاد ہو تب خوشی منانا کام دیتا ہے۔

۵۲ رقص و جولاں۔ مردوں کا رقص میدانِ جہاد میں اپنے آپکو فنا کرتے وقت ہوتا ہے۔ ہندو جب اپنے بڑے اخلاقِ حسنہ و کبر وغیرہ سے نجات پاجاتے اور نفس سے بری ہوجاتے ہیں تو تالیاں بجاتے اور رقص کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ قدرت کی طرف سے اُن کے رقص کے اسباب مہیا کردیئے جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ مٹانے والے کف یعنی ترکِ حسد کی موجیں تالیاں بجاتی ہیں۔ تو نہ بینی شاخوں کے جھولوں سے جو پتے آپس میں ٹکراتے ہیں وہ پتوں کا رقص اور تالیاں بجانا ہے

۵۳ تو نہ بینی۔ عوام نہیں سمجھتے لیکن خواص آواز و رباب سنتے کہ شہرِ جاں روح کے شہر میں رونق پیدا ہوگی۔ ہزل مذاق۔ سر کشد گوشِ محمدؐ کے بارے میں حدیث میں فرمایا گیا ہے اذُنٌ خَیرٍ لَکُم یعنی آنحضورؐ تمہیں سننے والے کان ہیں چاہئے۔ تر بسر۔ یعنی آنحضورؐ ہماری بھلائی کے لئے جسم کان اور آنکھ ہیں اور آپکی رحمت ہماری مربی ہے اور ہم شیر خوار بچے ہیں۔

ایں سخن پایاں ندارد باز راں — سوئے اہلِ پیل بر آغاز راں

اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل — اتھی والوں کی جانب اور شروع کی طرف چل

بقیہ قصۂ متعرضانِ پیل بچگان

اتھی کے بچوں کے دریے ہونے والوں کے قصہ کا بقیہ

ہر دہاں را پیل بوئے می کند — گردِ معدہ ہر بشر برمی تنند

اتھی ہر منہ کو سونگھتا ہے — ہر انسان کے معدے کے گرد پکڑ لگاتا ہے

تا کجا یابد کبابِ پورِ خویش — تازند اندر جزا صد زخم نیش

تاکہ کہیں اپنے بچے کے کباب کی خوشبو پائے — تاکہ بدلے میں سو زخم لگائے

تا کجا بوئے کبابِ بچہ را — یابد و زخمش زنند اندر جزا

تاکہ کہیں بچے کے کباب کی خوشبو — پائے اور بدلے میں اس کے زخم لگائے

لحمہائے بندگانِ حق خوری — غیبت ایشاں کنی کیفر بری

تو اللہ کے بندوں کے گوشت کھاتا ہے — اُن کی غیبت کرتا ہے سزا پاتا ہے

ہاں کہ بوئے دہاں تا خالق ست — کے بر دجاں غیر آں کو صادق ست

خبردار! تمہارے منہ کی خوشبو سونگھنے والا خدا ہے — سوائے اُس کے جو سچا ہے کون جان بچا سکتا ہے

وائے آں افسوسی کش بوئے گیر — باشد اندر گورِ منکر با نکیر

اس افسوس والے پر افسوس ہے جس کی خوشبو سونگھنے والے — قبر میں منکر اور نکیر ہوں

نے دہاں دزدیدن امکاں زاں دہاں — نے دہاں خوش کردن از داروِ دہاں

اُن بزرگوں سے منہ چھپانا ممکن ہے — نہ کسی دوا سے منہ کو خوشبودار کرنا

آب و رغن نیست مر رویوش را — راہِ حیلت نیست عقل و ہوش را

منہ چھپانے کیلئے چکنی چیزیں یا پانی نہیں ہیں — عقل اور حواس کے لئے حیلہ کا راستہ نہیں ہے

چند کوبد زخمہائے گرز شان — بر سرِ ہر ژاژ خاد و مرز شان

اُن کے گرز بہت زخم لگائیں گے — ہر بکواسی کے سر اور سینوں پر

گرزِ عزرائیل را بنگر اثر — گر نہ بینی چوب و آہن در صور

ملک الموت کے گرز کا اثر دیکھ لے — اگر تو لکڑی اور لوہا صور تا نہیں دیکھتا ہے

ہم بصورت می نماید گہ گہے — زاں ہمہ رنجور باشد آگہے

کبھی کبھی صورتاً بھی نظر آجاتا ہے — اُن سب سے بیمار باخبر ہوتا ہے

۱؎ ایں سخن۔ یہ جہالت کی باتوں کو بند کرنا اور باطنی کانوں کو کھولنا تاکہ اتھی منہ کو اسے سونگھتا ہے تاکہ اپنے بچے کے کباب کھانیوالے کو پہچان لے کنایت غیبت کو قرآن نے گوشت خوری قرار دیا ہے۔ کیفر جزا۔ اس غیبت کرنیوالوں کے منہ کو اللہ تعالیٰ سونگھے گا افسوس تعوذ۔ منکر نکیر یہ دونوں فرشتے ہیں جو قبر میں سوال جواب کرینگے۔

۲؎ نے دہاں۔ اُن سے منہ نہ چھپایا جائے گا۔ آب و روغن۔ چکنی چپڑی باتوں کے ذریعے نہ بچا جائے گا۔ ژاژ خا۔ بکواس کرنے والا۔ مرز۔ میم کے ضمہ سے مقعد۔ شرین۔

۳؎ گرز۔ اگر ملک الموت کا گرز نظر نہیں آرہا ہے تو اسکے آثار دیکھ لے۔ ہر صورت۔ کبھی اثر کے علاوہ مریض خود گرز بھی دیکھتا ہے اور گھر والوں سے کہتا ہے دیکھو مجھے کون مار رہا ہے۔

گوید آں رنجور کا ے یارِ حرم
بیمار کہتا ہے کہ اے میرے محترم دوست!

چیست ایں شمشیر بر فرقِ سرم
میرے سر کی مانگ پر یہ تلوار کیسی ہے

چوں نمی بینند کس از یارانِ او
جبکہ اُسکے دوستوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا ہے

در جواب آیند ہر یک اے عمو
ہر ایک جواب میں کہتا ہے، اے چچا!

ما نمی بینیم باشد ایں خیال
ہمیں نظر نہیں آتا یہ وہم ہوگا

چہ خیال ست اینکہ ہست ایں ارتحال
کیسا وہم، یہ تو چل چلاؤ ہے

چہ خیال ست اینکہ آں چرخِ نگوں
یہ کیسا خیال ہے کہ اوندھا آسمان

از نہیب ایں خیالے شد کنوں
اِس خیال کے ڈر سے ویسا ہی ہوگیا

گرز ہا و تیغہا محسوس شد
گرز اور تلواریں محسوس ہوگئیں

پیشِ بیمار و سرش منکوس شد
بیمار کو، اور اُس کا سر اوندھا ہوگیا

او ہمی بیند کہ آں از بہرِ اوست
وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ اُس کے لئے ہیں

چشمِ دشمن بستہ زاں و چشمِ دوست
دوست اور دشمن کی آنکھ اُس سے بند ہے

حرصِ دنیا رفت و حسِّ تیز شد
دنیا کا لوبھ گیا اور اُس کی آنکھ تیز ہوئی

چشمِ او روشن گہ خونریز شد
اُس کی آنکھ خونریز ہونے کے وقت روشن ہوئی

مُرغِ بے ہنگام شد آں چشمِ او
اُس کی آنکھ بے وقت کا مُرغ ہوگئی

از نتیجہ کبرِ او و خشمِ او
اُس کے تکبر اور غصہ کے نتیجہ میں

سر بُریدن واجب آید مُرغ را
اُس، مرغ کا سر قلم کرنا ضروری ہوجاتا ہے

کہ بغیرِ وقت جُنباند درا
جو بغیر وقت کے گھنٹی بجائے

ہر زماں نزعے ست جزوِ جانت را
تیری جان کے کسی جزو کا ہر وقت نزع ہے

بنگر اندر نزعِ جاں ایمانت را
جان کے نزع میں اپنے ایمان کی نگرانی کر

عُمرِ تو مانندِ ہمیانِ زرست
تیری عمر اشرفیوں کی تھیلی کی طرح ہے

روز و شب مانندِ دینار و شمرست
دن اور رات اشرفیاں شمار کرنے والے کیلئے ہیں

می شمارد می دہد زر بے وقوف
بغیر توقف وہ اشرفیاں گنتے اور دیتے ہیں

تا کہ خالی گردد و آید خسوف
یہانتک کہ (ہیانی) خالی ہوجاتی ہے اور گرہن آجاتا ہے

گر ز کہ بستانی و نہی بجائے
اگر تو پہاڑ لیتا ہے اور اسکی جگہ رکھی نہ کرے

اندر آید کوہ زاں دن بیائے
اُس دن سے پہاڑ جڑ سے ختم ہوجائے گا

۱؎ فرق۔ سر کی مانگ۔ ایں ارتحال۔ یعنی یہ وہمی بات نہیں ہے بلکہ میری جان نکالنے کیلئے مجھے مار رہے ہیں اب یہ میرے کوچ کا وقت ہے۔ چہ خیال ست۔ یعنی عزرائیل کی تلوار وہمی نہیں ہے بلکہ ایسی یقینی ہے کہ اب اسکے اثر سے زمین و آسمان درہم نظر آتے ہیں۔ نہیب۔ خوف۔ منکوس۔ اوندھا۔ او ہمی بیند۔ وہ گز وغیرہ بیمار دیکھتا ہے اور کوئی نہیں دیکھتا جو میں۔ صرف اُسے دیکھنے کی یہ وجہ ہے کہ اُسکی آنکھ حرص دنیا سے خالی ہوچکی ہے۔

۲؎ مرغ۔ اگر پہلے سے حرص ختم ہوجاتی اور عذاب کی کیفیت نظر آجاتی تو نیک اعمال کرکے اب آنکھ کا کھلنا بے وقت ہے اور بے وقت کام کا نتیجہ ہلاکت ہوتا ہے جیسا کہ بے وقت اذان دینے والا مرغ ذبح کردیا جاتا ہے

۳؎ ہر زماں۔ ہر آن انسان کے جسم کے اجزاء فنا ہوتے رہتے ہیں اور انکی جگہ دوسرے اجزاء لیتے رہتے ہیں۔ دینار اشمر۔ شمار کنندۂ دینار خسوف۔ یعنی چاند کو گرہن لگ جاتا ہے۔ گز کہ۔ اگر پہاڑ کے پتھر مسلسل نکالتے رہوگے تو ایک دن وہ پہاڑ ختم ہوجائیگا۔

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض[1]
تو ہر وقت جسم پر عوض رکھتا رہ

تا زدا سجدہ واقترب یابی غرض
تاکہ تجھے "سجدہ کر اور قریب ہو جا" کا مقصد حاصل ہو جائے

در کمال کارہا چندیں مکوش
تمام کاموں کی تکمیل میں اس قدر کوشش نہ کر

جز بکارِ کاں بود در دیں مکوش
سوائے اُس کام کے جو دین سے متعلق ہو کوشش کر

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام
(ورنہ) تو انجام کار ناقص روانہ ہوگا

کار ہایت ابتر و نانِ تو خام
تیرے کام ناقص ہونگے اور تیری روٹی کچی ہوگی

واں[2] عمارت کردنِ گور و لحد
قبر اور لحد کی تعمیر

نے بسنگست و نہ چوب و نے لبد
نہ پتھر سے ہے نہ لکڑی سے نہ ٹاٹ اور نہ گوبر سے

بلکہ خود را در صفا گورے کنی
بلکہ اپنی قبر (قلب کی) صفائی میں بنا

در منیِّ او کنی دفنِ منی
(اپنی) خودی کو اُس (اللہ) کی خودی میں دفن کر

خاک او گردی و مدفونِ غمش
اُس کی خاک بن جا اور اُس کے غم میں دفن ہو جا

تا دمت یابد مدد ہا از دمش
تاکہ تیرا سانس اُس کے فیضان سے مدد پانا شروع کرے

گور خانہ قبہا و کنگرہ
قبوں اور کنگرہ کی تعمیر میں

نبود از اصحاب معنی آں سرہ
اہلِ باطن کے نزدیک بے عیب نہیں رہی

بنگر اکنوں رندِ اطلس پوش را[3]
اب کسی اطلس پوش رند کو دیکھ

ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را
کوئی اطلس اُس کی ہوش کی دستگیری کرے گا؟

در عذابِ منکرست آں جانِ او
اُس کی جان بُرے عذاب میں ہے

کژ دمِ غم در دلِ غمدانِ او
اُس کے غم گین دل میں غم کا بچھو ہے

از بروں بر ظاہرش نقش و نگار
باہر سے اُس کے ظاہر پر نقش و نگار ہیں

وز دروں زاندیشہا او زار زار
اور اندر سے وہ فکروں میں زار زار ہے

واں یکے بینی دراں دلق کہن
اور ایک کو تو پرانی گدڑی میں دیکھے گا

چوں نبات اندیشہ و شکر سخن
اُسکا فکر مصری کی طرح ہے اور بات شکر جیسی

بازگشتن بحکایتِ پیلِ بچگان

اُلجھے کے بچوں کی حکایت کی طرف واپسی

گفت ناصح بشنو ید ایں پندِ من
نصیحت کرنیوالے نے کہا میری یہ نصیحت سن لو

تا دل و جاں تاں نیفتد در محن
تاکہ تمہارا دل اور جان مشقتوں میں نہ پھنسے

---

[1] عوض: یعنی عبادت۔ جو کماں دنیا کے کاموں میں بیحد ضرورت کوشش کرے آخرت کے کاموں میں انہماک رکھے عاقبت اگر آخرت کا کام نہ کرو گے تو دنیا سے ناکام جاؤ گے۔

[2] واں عمارت قبر کی آبادی قبر پر گنبدوں وغیرہ بنانے سے نہیں ہوتی ہے بلکہ قلب کی صفائی اور اپنی مرضیات کو اللہ کی مرضیات کے تابع بنانے سے ہوتی ہے۔ نمرہ۔ خالص، بے عیب۔

[3] بنگر: بداعمالی کے ساتھ قبر پر قبہ بنانے کی مثال یہ ہے کہ ایک رند کو اطلس کی قبا پہنا دی جائے در عذاب۔ بدکار اچھا لباس پہننے سے سکونِ قلب حاصل نہیں کر سکتا۔ واں یکے۔ اگر نیک اعمال انسان، گدڑی میں بھی ہو تو اُس کا دل باغ باغ ہوتا ہے۔ گفت۔ اُس دانا ناصح نے مسافروں سے کہا۔

باگیاہ[1] و برگہا قانع شوید — در شکارِ پیلِ بچگاں کم روید
گھاس اور پتوں پر قناعت کرو — ہاتھی کے بچوں کو شکار کرنے کے درپے نہ ہو

من بروں کردم ز گردن دامِ نصح — جز سعادت کے بود انجامِ نصح
میں نے اپنی گردن سے نصیحت کا قرض اتار دیا — نصیحت کا نتیجہ نیک بختی کے سوا کب ہوتا ہے

من بہ تبلیغِ رسالت آمدم — تا رہانم مر شما را از ندم
میں پیغام پہنچانے آیا ہوں — تاکہ تمہیں شرمندگی سے رہائی دلادوں

ہیں[2] مبادا کہ طمع تاں رہ زند — طمع برگ از بیخہاتاں برکند
خبردار! ایسا نہ ہو کہ لالچ تمہارا راستہ بند کر دے — خوراک کا لالچ تمہیں جڑ سے اکھاڑ دے

ایں بگفت و خیر بادی کرد و رفت — گشت قحط و جوعِ شاں در راہ زفت
یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کر چل دیا — قحط اور بھوک نے راستہ میں زور پکڑا

ناگہاں دیدند بر یک جادہ پور فیلے فربہے نوزادہ
ایک راستہ پر انھوں نے اچانک دیکھا — ہاتھی کا بچہ، موٹا، نو عمر

اندر افتادند چوں گرگانِ مست — پاک خوردندش فرو شستند دست
وہ مست بھیڑیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے — اس کو چٹ کر گئے اور انھوں نے ہاتھ دھوئے

آں یکے ہمرہ نخورد و پند[3] داد — کہ حدیثِ آں فقیرش بود یاد
ایک ساتھی نے نہ کھایا اور نصیحت کی — کیونکہ اس کو اس فقیر کی بات یاد تھی

از کبابش مانع آمد آں سخن — بخت نو نبخشد ترا عقلِ کہن
وہ بات اس کے لئے اس کے کباب سے مانع بنی — پرانی عقل تجھے نیا نصیب عنایت کرتی ہے

پس بخفتادند و خفتند آں ہمہ — واں گرسنہ چوں شباں اندر رمہ
پھر وہ لیٹ گئے اور سب سو گئے — وہ بھوکا گلے میں چرواہے کی طرح تھا

دید فیلے سہمناکے در رسید — اولاً آمد سوئے حارس دوید
اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آ پہنچا — پہلے آیا اور نگہبان کی طرف دوڑا

بوئے میکرد آں دہانش را[4] بار — ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار
اس کے منہ کو اس نے تین دفعہ سونگھا — اس کو کوئی ناگوار بو نہ آئی

چند بارے گرد او گشت و برفت — مر ورا نازد آں شہ پیل نخت
چند بار اس کے گرد چکر کاٹے اور چلا گیا — اس بڑے موٹے ہاتھی نے اس کو دستیاب

[1] باگیاہ۔ بھوک کے وقت پتے اور گھاس کھا لینا، ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔ من بروں۔ نافع نے کہا میں نے نصیحت کا قرض ادا کر دیا۔ جز سعادت۔ نیک بخت ہی نصیحت قبول کرتا ہے۔

[2] ہیں۔ لالچ کیوجہ سے ہاتھی کے بچوں کا شکار نہ کرنا۔ خیر بادی۔ یعنی رخصت کرتے وقت فی امان اللہ کہا۔ جادہ۔ بیٹا۔ دست۔ یعنی اسکے کباب کھا کر ہاتھ دھوئے۔

[3] پند دار۔ دوسروں کو نہ کھانے کی نصیحت کی۔ حدیث۔ بات۔ آں سخن۔ یعنی اس دانا کی نصیحت۔ واں گرسنہ۔ جس نے کباب نہ کھائے تھے وہ پاسبانی کرنے لگا۔ شباں۔ نگہبان۔ رمہ۔ جانوروں کا گلہ۔ سہمناک۔ خوفناک۔ حارس۔ نگہبان۔ چند بار۔ یعنی ہاتھی نے اسکے کئی چکر کاٹے اور چل دیا۔

پس لب ہر خفتہ را بوئے کرد
پھر اُس نے ہر سوئے ہوئے کے ہونٹ سونگھے

بوئے می آمد ورا زاں خفتہ مرد[51]
اُس کو اُس سوئے ہوئے آدمی سے بُو آتی تھی

کز کباب پیل زادہ خوردہ بود
کیونکہ اُس نے ہاتھی کے بچّے کے کباب کھائے تھے

بر درانید و بگشتش پیل زود
ہاتھی نے اُس کو پھاڑ دیا اور مار ڈالا

در زماں او یک بیک را زاں گروہ
اُس نے فوراً اُس گروہ میں سے ایک ایک کو

می درانید و نبودش زاں شکوہ
پھاڑ ڈالا اور اُس کو کوئی خوف نہ تھا

بر ہوا انداخت ہر یک را گزاف
وہ بے پروائی سے ہر ایک کو ہوا میں اُچھالتا

تا ہمی زد بر زمیں می شد شگاف
یہاں تک کہ وہ زمین پر آ گرتا اور پھٹ جاتا

اے خورندہ خونِ خلق از رہ بگرد
اے مخلوق کا خون پینے والے! واپس لوٹ

تا نیارد خونِ ایشانت نبرد
تاکہ اُن کا خون تیرے لئے معرکہ نہ پیدا کر دے

مالِ ایشاں خونِ ایشاں دان یقیں
یقینی طور پر اُن کے مال کو اُن کا خون سمجھ

زانکہ مال از زور آید در کمیں
اِس لئے کہ مال طاقت سے ہاتھ میں آتا ہے

مادرآں فیل بچگاں کیں کشد
ہاتھی کے بچّوں کی ماں بدلہ لیتی ہے

فیل بچہ خوارہ را کیفر کشد
ہاتھی کے بچّے کے کھانے والے کو بدلے میں اژدھا ڈستا ہے

فیل بچہ می خوری اے پارہ خوار
اے رشوت خور! تو ہاتھی کا بچّہ کھاتا ہے

ہم برآرد خصم فیل از تو دمار
ہاتھی کا محافظ تجھے برباد کر دے گا

بوئے[52] رسوا کرد مکر اندیش را
مکر کرنے والے کو تُو نے رسوا کیا

پیل داند بوئے بچہ خویش را
ہاتھی اپنے بچّے کی خوشبو پہچانتا ہے

آنکہ یابد بوئے حق را از یمن
وہ ذات جو اللہ کی خوشبو یمن سے سونگھ لے

چوں نیابد بوئے باطل از من
وہ میرے باطل کی بُو کو کیوں محسوس نہ کرے گی

مصطفیٰ چوں بوئے برد از راہ دور
مصطفیٰ نے جب اس دور دراز راستے سے بُو محسوس کر لی

چوں نیابد از دہانِ ما بخور
ہمارے مُنہ کی بو کیوں نہ محسوس کریں گے

ہم[53] بیابد لیک پوشاند زما
وہ محسوس کر لیتے ہیں لیکن ہم سے چھپاتے ہیں

بوئے نیک و بد برآید بر سما
اچھی اور بُری بو آسمان پر پہنچتی ہے

تو ہمی جیبی و بوئے آں حرام
تو سر جاتا ہے اور اُس حرام کی بُو

می زند بر آسمانِ سبز فام
نیلگوں آسمان پر پہنچتی ہے

---

[51] ورا۔ یعنی ہاتھی کو۔ شکوہ خوف۔ گزاف۔ بے پروائی سے۔ ہاتھی نے ہر ایک کو ہوا میں اُچھالا اور وہ گر کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اے خورندہ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں تیرے معرکہ، جنگ۔ مالِ ایشاں۔ کسی کے مال کو تباہ کرنا، جان کے تباہ کرنے کے برابر ہے۔ کیفر۔ جزا، بدلہ۔ پارہ خوار۔ رشوت خوار۔ خصم فیل۔ یعنی ہاتھی کی جانب سے لڑنے والا۔

[52] بوئے۔ مکار کو اُس کے مکر کی بُو رسوا کر دیتی ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا مجھے یمن کی طرف سے رحمان کی خوشبو آتی ہے۔ اس میں حضرت اویس قرنیؓ کی طرف اشارہ ہے۔ بچور۔ بُو۔

[53] ہم بیابد۔ ہمارے سب عیوب آنحضورؐ پر واضح ہیں لیکن پردہ پوشی فرماتے ہیں۔

ہمرہِ انفاسِ زشتت می شود
وہ تیرے بُرے سانسوں کے ساتھ ہو جاتی ہے

تا بہ بُو گیرانِ[1] گردوں می رود
یہاں تک کہ آسمان کے خوشبو سونگھنے والوں تک پہنچ جاتی ہے

بُوئے کبر و بُوئے خشم و بُوئے آز
تکبر کی بُو، غصہ کی بُو، حرص کی بُو

در سخن گفتن بیاید چوں پیاز
پیاز کی طرح بات کرنے میں محسوس ہو جاتی ہے

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام
اگر تو قسم کھائے کہ میں نے کب کھائی ہے

از پیاز و سیر تقوے کردہ ام
پیاز اور لہسن سے میں پرہیز کرتا ہوں

آں دمت سوگند غمازی کند
اُس وقت تیری قسم چغل کھائے گی

بر دماغ ہمنشیناں بر زند
اور ساتھیوں کے دماغ سے ٹکرائے گی

پس[2] دُعا ہا رد شود از بُوئے آں
اُس بُو کی وجہ سے دعائیں مردود ہوں گی

آں دلِ کژ می نماید در زباں
وہ دل کی کجی زبان پر نمایاں ہو جاتی ہے

اِخسَئُوا آید جوابِ آں دُعا
اُس دعا کا جواب اِخسَئُوا آتا ہے

چوب رُو باشد جزائے ہر دغا
ہر دغابازی کا جواب مار کی لاٹھی ہوتی ہے

گر حدیثے کژ بود معنیت راست
اگر لفظ ٹیڑھے ہوں اور معنی سیدھے ہوں

آں کژی لفظ مقبولِ خداست
وہ لفظوں کی کجی، اللہ کے یہاں مقبول ہے

ور بُود معنی کژ و لفظت نکو
اور اگر معنی ٹیڑھے ہوں اور تیرے الفاظ اچھے ہوں

آں نکو لفظے نیرزد یک تسو
وہ اچھے لفظ، مکڑی کے تار کی بھی نہیں

در بیانِ خطائے محبان کہ بہتر از صوابِ بیگانگاں ست نزدِ محبوب

دوستوں کی غلطی کے بیان میں، جو محبوب کے نزدیک غیروں کی ٹھیک بات سے بہتر ہے

آں بلالِ[3] صدق در بانگِ نماز
وہ سچے بلال رضؓ اذان میں

حَیِّ رائی خواند از روئے نیاز
(لفظ) حَیِّ کو (حَیِّ علی الصلوٰۃ) سے بدل کر پڑھتے تھے

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست
یہاں تک کہ منافقوں نے کہا اے پیغمبر یہ ٹھیک نہیں ہے

ایں خطا اکنوں کہ آغازِ بناست
یہ غلطی اس وقت (تعمیر) کی ابتدا ہے

اے نبی و اے رسولِ کردگار
اے اللہ کے رسول اور نبی ﷺ

یک مؤذن کہ بُود افصح بیار
ایک زیادہ فصیح مؤذن لے آئیے

عیب باشد اوّلِ دین و صلاح
دین اور نیکی کے شروع میں عیب ہوگا

لحن خواندن لفظِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح
لفظ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کو غلط پڑھنا

---

[1] بُو گیران۔ وہ فرشتے جو ہمارے کی بو سونگھ لیتے ہیں۔ بو کے کبر۔ تمام رذائل کی بدبو پیاز کی بو کی طرح پھیلتی ہے۔ گر خوری۔ اگر تو کھانے کا انکار بھی کرے گا تو تیری بدبو تیرے خلاف گواہی دے گی۔ غمازی چغلی کھانا۔

[2] پس دعا ہا۔ گناہوں کی بو سے دعائیں مردود ہو جاتی ہیں اور دل کی کجی زبان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اِخسَئُوا۔ دور ہو جاؤ یہ کافروں کی پکار کے جواب میں کہا جائے گا۔ چوب زد۔ بھگانے کی لاٹھی۔ گر حدیثے۔ یعنی اخلاص کیساتھ مناسب لفظ بھی مقبول بارگاہ ہیں۔ ور بُود۔ اگر دعائیں اخلاص نہیں ہے تو بہتر الفاظ بھی مردود ہیں۔ در بیاں۔ دوستوں کی غلطی بیگانوں کی اچھائی سے اچھی ہے۔

[3] بلال۔ حضور ﷺ اور مسجد کے مشہور مؤذن حبشی رضؓ یعنی لفظ حَیَّ علی الصلوٰۃ میں ہاء حطی کی بجائے ہائے ہوز کا تلفظ کرتے تھے۔ بگفتند منافقوں نے کہا۔ آغاز۔ یعنی اسلامی تعلیمات کی ابتدا ہے۔ افصح۔ یعنی ایسا مؤذن جو ہر حرف صحیح مخرج سے ادا کرے۔ لحن۔ پڑھنے کی غلطی۔

خشم[1] پیغمبر بجوشید و بگفت
پیغمبرؐ کا غصہ جوش میں آیا اور فرمائے

یک دو رمزے از عنایاتِ نہفت
ایک دو اشارے چھپی ہوئی عنایتوں میں سے

کائے خساں نزدِ خدا ہمچی بلالؓ
کہ اے کمینو! اللہ کے نزدیک بلالؓ کا جیسا

بہتر از صدحج و قیل و قال
سو دو فل کے سیکڑوں حج اور حج سے بہتر ہے

وا مشورانید تا من رازِ تاں
جوش نہ دلاؤ تاکہ میں تمہارے راز

وا لگویم ز آخر و آغازِ تاں
اوّل اور آخر کے صاف نہ کہہ ڈالوں

گر نداری تو دمِ خوش دَر دُعا
اگر تو دُعا میں اچھا دم نہیں رکھتا ہے

رو دعا می خواہ ز اخوانِ صفا
جا صفائی والوں سے دعا کرائے

امر کردنِ حق تعالےٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ بدہانے خواں

اللہ تعالےٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دینا کہ مجھے اُس مُنہ سے پکار

مرا کہ بداں دہاں گناہ نکردہ باشی

جس مُنہ سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

بہر ایں فرمود با موسیٰ خدا
اِس لئے اللہ تعالےٰ نے موسیٰؑ سے فرمایا

وقتِ حاجت خواستن اندر دُعا
دعا میں مراد مانگتے وقت

کائے کلیم اللہ ز من میجو پناہ
کہ اے کلیم! میری پناہ چاہ

بادہانے کہ نکردی تو گناہ
اُس مُنہ سے جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

گفت موسیٰ کہ من ندارم آن دہاں
موسیٰؑ نے عرض کیا میرا وہ مُنہ نہیں ہے

گفت مارا از دہانِ غیر خواں
فرمایا ہمیں دوسرے کے مُنہ سے پکار

از دہانِ غیر کے کردی گناہ
دوسرے کے مُنہ سے تو نے کب گناہ کیا ہے

از دہانِ غیر برخواں کائے الٰہ
دوسرے کے مُنہ سے کہہ کہ اے خدا

آنچناں کُن کاں دہانہا مر ترا
ایسا کر کہ وہ مُنہ تیرے لئے

در شب و در روزہا آرد دُعا
رات اور دن دُعا میں کریں

از دہانے کہ نکرد سستی گناہ
اُس مُنہ سے جس سے تو نے کبھی گناہ نہیں کیا

آں دہانِ غیر باشد عذر خواہ[2]
وہ دوسرے کا مُنہ تیرا عذر خواہ ہوگا

یا دہانِ خویشتن را پاک کُن
یا اپنے مُنہ کو پاک کر

روحِ خود را چابک و چالاک کُن
اور اپنی روح کو چست و چالاک بنا

[1] خشم۔ مناقبوں کے اعتراض سے آنحضورؐ کو غصہ آیا ہوگا۔ جو حضرت بلالؓ پر تھیں۔ نبی پاکؐ نے یعنی بلالؓ کا لحاظ نہ کی کہ اے حبشی کہنا اُس فخر کہنے سے بہتر ہے جس میں اخلاص نہ ہو۔ اگر تمہاری زبان کو دعا کی قبولیت کیلئے اخلاص شرط ہے اور اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلص سے دعا کرائے۔

[2] امر کردن۔ اس قصہ کا یہ ہے کہ اگر خود میں اخلاص نہ ہو تو مخلصین سے دعا کرائے۔ حکم حضرت موسیٰؑ۔ آں دہاں۔ یعنی وہ مُنہ جس سے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ از دہانِ غیر۔ اگر وہ مُنہ گنہگار بھی ہو تو تم نے تو اُس مُنہ کے کوئی گناہ نہیں کیا آنچناں۔ یعنی لوگوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو کہ وہ دعائیں کریں۔

[3] گناہ۔ دعا کرنے کے لئے ایسے مُنہ کی ضرورت تھی جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو اور وہ تیرے پاس نہیں ہے تو غیر کا مُنہ تیری اس مجبوری کیلئے عذر خواہ ہو جائے گا۔ یا دہاں۔ اپنے مُنہ سے دعا کرنی ہے تو اُس کو اور روح کو پاک کر لینا چاہیے۔

ذکرِ حق[1] پاکست چوں پاکی رسید — رخت بر بندد بروں آید پلید
اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک ہے جب پاکی حاصل ہوئی — ناپاکی بوریا بستر باندھ لیتی ہے باہر ہو جاتی ہے

می گریزد ضدہا از ضدہا — شب گریزد چوں برافروزد ضیا
ضدیں، ضدوں سے گریز کرتی ہیں — رات بھاگ جاتی ہے جب روشنی نمودار ہوتی ہے

چوں درآید نامِ پاک اندر دہاں — نے پلیدی ماند و نے آں دہاں
جب (اللہ تعالیٰ کا) پاک نام منہ میں آتا ہے — نہ پلیدی رہتی ہے اور نہ وہ منہ رہتا ہے

دربیانِ آنکہ اللہ گفتنِ نیازمند علی التیک گفتنِ حق ست

اس کا بیان کہ نیازمند کا اللہ کہنا — اللہ کا لبیک کہنا ہے

آں یکے[2] اللہ می گفتے شباں — تا کہ شیریں می شد از ذکرش لباں
ایک شخص رات کو اللہ اللہ کہتا تھا — یہاں تک کہ ذکر سے اسکے ہونٹ میٹھے ہوئے تھے

گفت شیطانش خموش اے سخت جاں — چند گوئی آخر اے بسیار گو
شیطان نے اس سے کہا اے سخت جان! چپ — اے بہت بکنے! آخر کب تک کہے گا

ایں ہمہ اللہ گوئی از غرور — خود یکے اللہ را لبیک گو
یہ سب تو غرور سے اللہ اللہ کہتا ہے — اللہ کی جانب سے ایک بھی لبیک کہاں ہے؟

می نیاید یک جواب از پیش تخت — چند اللہ می زنی بارِ دگر سخت
بیشمار باطنہ ندی اسے ایک جواب بھی نہیں آتا ہے — تو سخت روی سے کتنی بار اللہ کی ضرب لگائے گا

او شکستہ دل شد و بنہاد سر — دید در خواب او خضر را در خضر
وہ دل شکستہ ہو گیا اور لیٹ گیا — اُس نے خواب میں (حضرت) خضر کو سبزہ زار میں دیکھا

گفت ہیں! از ذکر چوں وا ماندۂ — چوں پشیمانی ازاں خوش خواندۂ
انھوں نے کہا ہیں! تو ذکر سے کیوں رک گیا — تو اس سے کیوں شرمندہ ہے کہ اس کو اچھا جانتا تھا

گفت لبیک[3] کم نمی آید جواب — زاں ہمی ترسم کہ باشم ردِّ باب
اس نے کہا جواب میں میرے پاس لبیک نہیں آتا ہے — اس سے میں خوفزدہ ہوں کہ میں مردود بارگاہ ہوں

گفت خضرش کہ خدا گفت اینکہ من — کہ برو با او بگو اے ممتحن
اس سے (حضرت) خضر نے کہا کہ خدا نے مجھ سے کہا ہے — کہ جاؤ اس سے کہو اے آزمائش میں پڑنے والے

گفت آں اللہ تو لبیکِ ماست — آں نیاز و درد و سوزت پیکِ ماست
(تیرا اللہ کہنا) ہی ہماری لبیک ہے — وہ عاجزی اور تیرا درد و سوز ہی ہمارا قاصد ہے

---

[1] ذکرِ حق۔ روح کے پاک کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ ذکر کی پاکی اس میں داخل کر دو ناپاکی خود بھاگ جائے گی۔

[2] آں یکے۔ یعنی شب کو ذکر خداوندی کرتا تھا۔ بلیک یہ پکارنے والے کو جواب دیا جاتا ہے جس کے معنی ہیں میں حاضر ہوں۔ تخت یعنی عرش باری۔ خضر حضرت خضر کو اسوجہ سے خضر کہا گیا ہے کہ ان کی کرامت یہ ہے کہ جہاں کہیں بیٹھ جاتے ہیں سبزہ اگ جاتا ہے۔

[3] لبیک۔ یعنی لبیک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے میرے پاس جواب نہیں آتا ہے اس سے مجھے یہ خیال ہو گیا ہے کہ میں مردود بارگاہ ہوں۔ ممتحن مبتلا۔ گفت۔ اللہ کا اپنی یاد میں لگا لینا ہی اس کی جانب سے لبیک ہے۔

لے تُرا در کارِ من آوردہ ام
کیا میں نے تجھے اپنے کام میں نہیں لگا رکھا ہے

نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام
کیا میں نے تجھے ذکر میں مشغول نہیں کر رکھا ہے

حیلہا و چارہ جوئیہائے تو
تیری تدبیریں اور کوششیں

جذبِ ما بود و کشادایں پائے تو
ہماری کشش رہی تھیں اور اس نے تیرے پاؤں کھولے

ترسِ و عشقِ تو کمندِ لطفِ ماست
تیرا خوف اور عشق ہماری مہربانی کی کمند ہے

زیرِ ہر یارب تو لبیکہاست
تیرے ہر یارب کہنے میں ہماری لبیکیں ہیں

جانِ جاہل زیں دُعا جز دور نیست
جاہل کی جان اس دعا سے دور ہی ہے

زانکہ یارب گفتنش دستور نیست
کیونکہ یارب کہنا اس کی عادت نہیں ہے

بر دہان[۵۲] و بر دلش قفل ست و بند
اس کے منہ اور دل پر تالا اور بند ہے

تا ننالد با خدا وقتِ گزند
تاکہ تکلیف کے وقت خدا سے نالہ نہ کر سکے

دادِ مر فرعون را صد مُلک و مال
فرعون کو سینکڑوں ملک اور مال دیئے

تا کہ کرد او دعویِ عز و جلال
یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا

در ہمہ عمرش ندید او درد سر
اپنی تمام عمر اس نے سر کا درد نہ محسوس کیا

تا ننالد سوئے حق آں بدگہر
تاکہ وہ بداصل اللہ کی جناب میں نالہ نہ کر سکے

دادِ او را جملہ مُلکِ ایں جہاں[۵۳]
اس کو اس دنیا کی تمام سلطنت دے دی

حق نداد ش درد و رنج و اندہاں
اللہ نے اس کو درد اور رنج اور غم نہ دیئے

درد آمد بہتر از مُلکِ جہاں
درد دنیا کی دولت سے بہتر ہے

تا بخوانی مر خدا را در نہاں
تاکہ تو تنہائی میں خدا کو پکارے

زانکہ درد و رنج و بارِ اندھاں
اس لئے کہ درد اور رنج اور غموں کا بوجھ

شد نصیبِ دوستانش در جہاں
دنیا میں اس کے دوستوں کا حصہ ہے

خواندنِ بے درد را فسردگی ست
بغیر درد کے پکارنا افسردگی ہے

خواندن با درد از دل بُردگیست
درد کے ساتھ پکارنا دلربائی کی وجہ سے ہے

آں کشیدن زیرِ لب آواز را
دبے ہوئے ہونٹوں آواز نکالنا

یاد کردن مبدء و آغاز را
مبدء اور شروع کو یاد کرنا ہے

آں شدہ آواز صافی و حزیں
وہ آواز صاف اور غمناک ہو چکی ہے

کاے خدا اے مُستغاث و اے مُعیں
اے خدا! اے مددگار، اے معین!

لے تجھ کو کسی شخص کو جو ہدایت کی توفیق ہوتا اللہ کی جانب سے قبولیت کی دلیل ہے یہ اللہ کا کرم ہی ہے کہ وہ اپنی درگاہ میں لگا دے۔ جذبِ کشش ترس۔ اللہ کا عشق انکی رحمتوں کو متوجہ کر دیتا ہے تو دعا کرنے والے کا ایک بار یارب کہنا اللہ تعالیٰ کی جانب سے چند بار لبیک کہنا ہوتا ہے۔

۵۲ بر دہاں۔ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے اسکو کبھی بھی دعا کی توفیق نہیں ہوتی۔ درد سر اللہ نے اسکو درد سر سے بھی محروم رکھا اور دعا کا سبب بنایا

۵۳ داد او را۔ ہماری جو اللہ کی طرف رجوع کر دے اللہ کی ایک رحمت ہے حدیث شریف ہے اللہ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو اس کو مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اسکی عاجزی کو سنے۔ انذہ حماں۔ اللہ وہ کی شع ہو۔ خواندن۔ بے دردی کے ساتھ دعا مانگنا فسردگی کا نتیجہ ہے درد کے ساتھ دعا خشیت کا نتیجہ ہے۔ آں کشیدن۔ گھٹ گھٹ کر رونا۔ مبدء اور آغاز کی یاد سے ہوتا ہے۔ آں شدہ جب انسان درد کی حالت میں اے خدا اے مستغاث کہتا ہے تو اس کی آواز صاف ہوتی ہے اور اس میں حزن کی کیفیت ہوتی ہے۔

نالۂ سگ در رہش بے جذبہ نیست
اس کے راستہ میں کتے کا رونا بھی بغیر جذبہ کے نہیں ہے

زانکہ ہر راغب اسیر رہبر نیست
اس لئے کہ ہر رغبت کرنے والا ایک رہنما کا قیدی ہے

چوں سگ کہفے کہ از مُردار ریست
اصحاب کہف کے کتے کی طرح جس نے مُردار سے پرہیز کیا

بر سرِ خوانِ شہنشاہاں نشست
شہنشاہوں کے خوان پر بیٹھ گیا

تا قیامت می خورد او پیشِ غار
وہ غار کے سامنے قیامت تک بیٹھا ہے

آبِ رحمت عارفانہ بے تغار
عارفانہ آبِ حیات بغیر پیالے کے

اے بسا سگ پوست کو را نام نیست
اے مخاطب بہت سے کتوں کو اس والے میں جگہ کر بھی

لیک اندر پردہ بے آں جام نیست
لیکن در پردہ وہ اس جام کے بغیر نہیں ہیں

جاں بدہ از بہرِ آں جام اے فقیر
اے صاحبِ فقر! اس جام کے لئے جان دیدے

بے جہاد و صبر کے باشد ظفر
بغیر جہاد اور صبر کے فتح کب ہوتی ہے

صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

صبر کردن بہرِ ایں نبود حرج
اس (جام) کیلئے صبر کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے

حزم را خود صبر آمد پاؤدست
احتیاط کے لئے صبر خود ہاتھ پاؤں ہے

زیرکیں بے حزم و صبر کس نجست
اس گھات سے بغیر احتیاط اور صبر کے کوئی نہیں بچ سکا

حزم کردن زور و نورِ انبیاست
احتیاط کرنا انبیاء کی طاقت اور نور ہے

حزم کن از خود کیں سحر سیمیاست
کھانے میں احتیاط فرمت کیونکہ یہ زہر ملی گھاس ہے

کاہ باشد کوہ بہر باد دے جہد
گھاس ہے جو ہر ہوا سے ہلتی ہے

کوہ کے ہر باد را وزنے نہد
پہاڑ ہر ہوا کو کب جانچتا ہے

ہر طرف غولے ہمی خواند ترا
بھلاوا ہر جانب سے تجھے پکارتا ہے

کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا
کہ اے بھائی! راستہ چاہتا ہے تو یہاں آجا

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق
راستہ دکھاؤں گا اور تیرا رفیقِ سفر رہوں گا

من قلاوزم دریں راہِ دقیق
میں اس باریک راستہ میں تیرا رہنما ہوں

نے قلاوز ست و نے رہ داند او
وہ نہ راہنما ہے، نہ راستہ جانتا ہے

یوسفا کم رو سوئے آں گرگ خو
اے یوسف! اس بھیڑیا صفت کی طرف نہ جا

حزم آں باشد کہ نفریبد ترا
احتیاط یہی ہے کہ تجھے فریب نہ دے سکیں

چرب و نوشِ دامہائے ایں سرا
اس دنیا کے چکنے اور شیریں جال

۱۔ سگ جب جذبہ الٰہی سے ہمکنار ہوتا ہے تب ہی اصحاب کہف کے ساتھ گزر کرتا ہے، چونکہ سگ اصحاب کہف کے کتے میں جذب پیدا ہو گیا تھا، تا قیامت۔ تعلیم برابر ہے وحدت پل رہا ہے اسے بساہت سے اہل اللہ ایسے ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔

۲۔ جاں بدہ۔ جام محبت کی طلب میں صبر کے ساتھ جان دیدینی چاہیئے۔ صبر کرو دن۔ جہاد و مجاہدات میں صبر سے کام لینا ہے تو فتح یاب ہوتا ہے اور جام محبت حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن یاد رکھو۔ حزم احتیاط دنیاوی معاملات میں احتیاط اور پختہ کاری سے کام لینا ضروری ہے ذرا سی غفلت انسان کو خطرہ سے دوچار کر دیتی ہے۔

۳۔ کاہ باشد۔ ہر خواہش نفس کا ایک تنکے کی طرح ہے انسان کو کوہ گراں ہونا چاہیئے۔ ہر طرف شیطان طرح طرح سے انسان کو دھوکے دیتا ہے۔ قلاوز۔ راہنما۔ یوسفا۔ حضرت یوسف کے ساتھ بھیڑیے کا تصور علم شاہراہ تحقیق ہے۔ حزم۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ وہ شیطان کے فریب میں نہ آئے۔

کہ نہ چوبے دارد و نے نوش اُو
نہ اُن میں چمک نائی ہے، نہ مٹھاس

سحر خواند می دمد در گوش اُو
وہ منتر پڑھتا ہے (اور) تیرے کان میں پھونکتا ہے

کہ بیا مہمانِ ما اے روشنی
کہ آجا اے ہمارے مہمان اور (گھر کی) روشنی

خانہ آنِ تست و تو آنِ منی
گھر تیرا ہے اور تو میرا ہے

حزم آں باشد کہ گوئی تخمِ ام
احتیاط یہ ہوگی کہ تو کہدے میں بدنصیبی میں ہوں

یا مقیم و خستۂ ایں دخمہ ام
یا (کہدے) میں اس قبرستان کا بیمار اور زخمی ہوں

یا سرم درد ست و دردِ سر ببر
یا (کہدے) میرے سر میں درد ہے اور دردِ سر دور کردے

یا مرا خواند ست آں خالو پسر
یا (کہدے) مجھے ماموں کے بیٹے نے بلایا ہے

زانکہ یک نوشت دہد بانیشہا
کیونکہ وہ تجھے ایک شہد بیت سے زخموں کیلئے دیگا

کہ بکارد در تو نوشش ریشہا
اس کا شہد تجھ میں بہت سے زخم پیدا کردے گا

زر اگر پنجاہ و گر شصتت دہد
وہ اگر پچاس یا ساٹھ اشرفیاں تجھے دے

ماہیا اُو گوشت را رشتت نہد
اے مچھلی (اس لالچ) میں تیرے لئے گوشت تلاش رہا ہے

گرد ہد خود کے دہد آں پُر حیل
اگر وہ حیلہ باز کچھ دیتا بھی ہے تو کہاں دیتا ہے

جوز پوسید ست و گفتار دغل
(اسکے) اخروٹ سڑے ہوئے ہیں اور (اس) تاجر کی باتیں دغل کی ہیں

زغزغ زر مغز و عقلت را برد
اشرفیوں کی کھنکھناہٹ تیرے دماغ اور عقل کو زائل کردیتی ہے

صد ہزاراں عقل را یک شمرد
لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں سمجھتی ہے

یار تو خرجینِ تست و کیسہ ات
تیرا دوست تیرا توشہ دان اور تیری تھیلی ہے

گر تو را مینی مجو جز ویسہ ات
اگر تو را مین ہے اپنی رئیسہ کے علاوہ کسی کو نہ چاہ

ویسہ و معشوق تو ہم ذاتِ تست
تیری رئیسہ اور معشوقہ تیری ہی ذات ہے

دیں بروں نیہا ہمہ آفاتِ تست
اور یہ بیرونی چیزیں سب تیری مصیبتیں ہیں

حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند
احتیاط یہ ہے کہ جب تجھے بلائیں

تو نگوئی مست و خواہانِ من اند
تو یہ نہ کہنا وہ عاشق اور میرے خواہاں ہیں

دعوتِ ایشاں صفیرِ مرغ داں
اُن کی دعوت کو پرندوں کی سیٹی سمجھ

کہ کند صیاد در مکمن نہاں
جو شکاری گھات میں چھپ کر بجاتا ہے

مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ ایں
مرا ہوا پرندہ اس نے آگے رکھ دیا ہے کہ یہ

می کند ایں بانگ و آواز و حنیں
آواز اور فریاد اور نالہ کر رہا ہے

۹۱ اے رشکِ حسن۔ یعنی اے گھر کی روشنی تخمِ ام۔ یعنی شیطان کے الجھاوے میں نہ آئے اور مکلف بہانے کرکے اس کے دام فریب سے بچ جائے۔ دخمہ۔ قبرستان۔
۹۲ زانکہ۔ شیطان کے خوشنما فریب میں سینکڑوں مفتنیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ گو وہ بظاہر اس کی عطا بھی پُر فریب ہے۔ آخر دنیا کی دولت کی جھنکار انسان کی عقل کو اندھا کر دیتی ہے۔
۹۳ یار تو۔ قدرت نے انسان کو جو کچھ دیا ہے اس پر قناعت کرے۔ رئیسہ۔ عرب کا مشہور عاشق۔ ویسہ۔ عرب کی مشہور معشوقہ کا نام۔ حزم آں باشد۔ انسان کی پختہ کاری یہ ہے کہ فاسد خواہشوں کی طرف دھیان نہ دے اور ان کو دھوکے کے مکمن۔ گھات۔ جنحن۔ رونے کی آواز۔

مُرغ پندارد[1] کہ جنسِ اوست آں — جمع آید بر دروشاں پوستِ آں
بدنہ سمجھتے ہیں کہ وہ ان کا ہم جنس ہے — وہ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ انکی کھال اُدھیڑ دیتا ہے

جُز مگر مُرغے کہ حَزمش داد حق — تا نگردد گیج ازاں دانہ و مُلق
سوائے اُس پرندے کے جس کو خدا نے عقل دیدی ہے — تاکہ اُس دانہ اور خوشامد سے احمق نہ بنے

ہست بے حَزمی پشیمانی یقیں — حَزم را مگزار و محکم کُن تو ایں
بے احتیاطی یقیناً پشیمانی ہے — احتیاط کو نہ چھوڑ تو اس کو مضبوط کرلے

زانکہ بے حَزمی شقاوت بَر دہد — دیں رَوَد از دست و درد سَر دہد
اس لئے کہ بے احتیاطی بدبختی کا پھل دیتی ہے — دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور درد سر پیدا کرتا ہے

بشنوایں[2] افسانہ را در شرحِ ایں — تا شوی حازم برائے حفظِ دیں
اس کی تشریح میں یہ قصہ سُن لے — تاکہ تو دین کی حفاظت کیلئے پختہ کار بنجائے

فریفتنِ روستائی شہری را و بدعوت
ایک دیہاتی کا ایک شہری کو فریفتہ کرنا اور خوشامد
خواندن بہ لابہ و الحاح
اور عاجزی سے دعوت دینا

اے برادر بود اندر ما مضیٰ — شہری با روستائی آشنا
اے بھائی! گذشتہ (زمانہ) میں تھا — ایک شہری ایک دیہاتی کا دوست

روستائی چوں سوئے شہر آمدے — خرگہ اندر کوئے آں شہری زدے
دیہاتی جب شہر میں آتا — اُس شہری کے کوچے میں مقیم ہوتا

دو مہ و سہ ماہ مہمانش شدے — بر دکانِ اُو و بر خوانش بُدے
دو تین مہینے اُس کا مہمان ہوتا — اُس کی دُکان اور اُس کے دسترخوان پر رہتا

ہر حوائج[3] را کہ بودش آں زماں — راست کردے مردِ شہری رائگاں
اُس کی اُس وقت جو ضرورتیں ہوتیں — وہ شہری مفت مُہیا کرتا

رُو بشہری کرد و گفت اے خواجہ تو — ہیچ می نائی سوئے دہ فرجہ جو
وہ (دیہاتی) شہری کیطرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب! — تفریح کے لئے آپ کبھی گاؤں میں نہیں آتے ہیں

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار — کایں زمانِ گلشن ست و نوبہار
خدا کے لئے تمام بچوں کو لائیے — کیونکہ یہ موسم باغ اور نوبہار کا ہے

[1] مُرغ پندارد: شکاری اُس پرندے کو جانور سامنے رکھکر اُسکی بولیاں بولتا ہے دوسرے پرندے اُس کے دھوکا کھا جاتے ہیں مکر۔ احمق۔ ملق۔ چاپلوسی۔

[2] بشنو: اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہری نے احتیاط سے کام نہ لیا اور دیہاتی کی بھولی بھولی باتوں میں آکر پریشان ہوا لالچ۔ خوشامد۔ الحاح۔ اصرار۔ تقاضی۔ جو کہ گذشتہ دور دستانی۔ دیہاتی نگر۔ خیمہ۔ جھونپڑے۔ دکان پر بیٹھنا اور اُسکے یہاں کھانا کھانا۔

[3] حوائج: ضروریات۔ لائگاں۔ مفت۔ فرجہ۔ تفریح۔ گلشن۔ باغ۔

یا بتابستاں بیاد وقتِ ثمر
یا گرمیوں میں پھل کے وقت آئے

تا بہ بندم خدمتت را من کمر
تاکہ میں آپ کی خدمت میں کمر بستہ ہو جاؤں

خیل و فرزندان و قومت را بیار
خاندان اور بچوں اور اپنی قوم کو لائیے

در دہِ ما باش سہ ماہ و چہار
ہمارے گاؤں میں تین چار مہینے رہیے

در بہاراں خطۂ دہ خوش بود
بہار کے موسم میں گاؤں کا علاقہ اچھا ہوتا ہے

کشت زار و لالہ و نرگس بود
کھیتیاں اور نرگس لالہ ہوتا ہے

وعدہ داد ے شہری او را دفعِ مال
ٹالنے کے لئے شہری اُس سے وعدہ کر لیتا

تا برآمد بعدِ وعدہ ہشت سال
یہاں تک کہ وعدے ہی وعدے میں آٹھ سال گزر گئے

او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے
وہ دیہاتی ہر سال کہتا کہ کب

عزم خواہی کرد کامد ماہِ دے
آپ ارادہ کریں گے، خزاں کا موسم آگیا

او بہانہ ساختے کامسال ماں
وہ (شہری) بہانہ بنا دیتا کہ اس سال ہمارے

از فلاں خطہ بیاید میہماں[۵۲]
فلاں علاقے کا مہمان آئے گا

سالِ دیگر گر توانم وارہید
اگر آئندہ سال نجات پاؤں گا

از مہمات آں طرف خواہم دوید
ضروریات سے، اُدھر آؤں گا

گفت ہستند آں عیالم منتظر
اُس (دیہاتی) نے کہا میرے بال بچے منتظر ہیں

بہرِ فرزنداں تو اے اہلِ بر
آپ کے بچوں کے، اے کرم فرما!

باز ہر سالے چو لگلگ آمدے
پھر وہ ہر سال لگلگ کی طرح آجاتا

تا مقیم قبۂ شہری شدے
شہری کے گھر مقیم ہو جاتا

خواجہ ہر سالے زر و مالِ خویش
خواجہ (شہری) ہر سال اپنا روپیہ پیسہ

خرج او کردے کشادے بالِ خویش
اُس پر خرچ کرتا، اپنا دل کھول دیتا

آخریں کرت سہ ماہ آں پہلواں
آخری مرتبہ اُس پہلوان نے تین مہینے

خواں نہادش بامدادان و شباں
صبح اور شام اُس کے لئے دسترخوان بچھایا

از خجالت باز گفت او خواجہ را
اُس (دیہاتی) نے خواجہ (شہری) سے شرمندگی کے

چند وعدہ چند بفریبی مرا
آپ کتنے وعدے اور کتنا دھوکا دیں گے

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جوست
خواجہ (شہری) نے کہا میرا جسم اور جان ملنے کے

لیک ہر تحویل[۵۳] اندر حکم اوست
لیکن ہر نقل و حرکت اللہ کے قبضہ میں ہے

---

۵۱ بابستاں۔ موسم گرما۔ ثمر۔ پھل
خیل۔ قبیلہ۔ اگر وہ۔ دفع مال۔ دفع الوقتی سے۔ یعنی موسم بہار گذار کر موسم خزاں آگیا۔

۵۲ بیاید۔ یعنی چونکہ مہماں کی آمد کی مجبوری ہے لہذا سفر نہ کر سکوں گا۔ مہمات۔ ضروریات ہر زندگی۔ لگلگ۔ تعلق آبی پرندوں کی ہر لگلگ میں آمد و رفت متعدد مہینوں میں ہوتی ہے۔ بال۔ بازو۔ دل۔ پہلوان۔ بہادر۔ سخی۔

۵۳ تحویل۔ بدلنا۔ نقل و حرکت کرنا۔

آدمی چوں کشتی ست و بادباں
انسان کشتی اور بادبان جیسا ہے

تا کے آرد باد را آں بادراں[1]
دیکھیں وہ ہوا چلانے والا ہوا کب چلائے

باز سوگند آں بداد ش کائے کریم
اس (دیباتی) نے اس (شہری) کو پھر قسم دی

گیر فرزنداں بیا بنگر نعیم
اولاد کو لیجئے، آیئے، مزے دیکھئے

دستِ او بگرفت سہ کرت بعہد
تین مرتبہ عہد کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا

کا للہ اللہ زود آ، بنمائی جہد
کہ خدا کے لئے جلد آیئے، کوشش کیجئے

بعدِ دہ سال و بہر سالے چنیں
دس سال بعد اور ہر سال اسی طرح کی

لا بہا و وعدہائے شکریں
خوشامدیں اور شیریں وعدے

کودکانِ خواجہ گفتند اے پدر
خواجہ (شہری) کے بچوں نے کہا، اے ابا جان!

ماہ و ابر و سایہ ہم دارد سفر
چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں

حقہا[2] بر وے تو ثابت کردہ
آپ نے اس (دیباتی) پر حقوق قائم کر دیئے ہیں

رنجہا در کارِ او بس بردہ
اس کے معاملے میں بہت سی تکلیفیں اٹھائی ہیں

او ہمی خواہد کہ بعضے حق آں
وہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض حق

واگزاری چوں شوی تو میہماں
ادا کرے جب آپ مہمان ہوں

بس وصیت کرد ما را او نہاں
اس (دیباتی) نے ہم سے در پردہ بہت امر کیا ہے

کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں
کہ اس (آپ) کو خوشامد کر کے گاؤں کھینچ لائیں

گفت حق ست ایں ولے اے سیتو
اس (شہری) نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اے سیتو

اِتَّقِ مِنْ شَرِّ مَنْ اَحْسَنْتَ اِلَیْہِ
اس شخص کے شر سے بچنا جس کے ساتھ تو نے احسان کیا ہے

دوستی[3] تخمِ دمِ آخر بود
دوستی آخری وقت کا بیج ہوتی ہے

ترسم از دوشت کہ آں فاسد شود
میں ڈرتا ہوں ناخوشی کی وجہ سے وہ بیج شر نہ بنے

صحبتے باشد چو شمشیرِ قطوع
ایک میل ملاپ تلوار کی طرح ہوتا ہے

ہمچو دے در بوستاں در زرع
جیسا کہ دے کا مہینہ باغ اور کھیتوں کے لئے

صحبتے باشد چو فصلِ نوبہار
ایک میل ملاپ نوبہار فصل کی طرح ہوتا ہے

زو عمارتہا و دخلِ بے شمار
جس سے آبادیاں اور بیشمار آمدنی (ہوتی ہے)

حزم آں باشد کہ ظنِ بد بری
احتیاط یہ ہے کہ تو بدگمانی کرے

تا گریزی و شوی از بد بری
تاکہ تو گریز کرے اور برائی سے بری ہو جائے

---

[1] بادراں۔ ہوا چلانے والا یعنی اللہ تعالیٰ کرت۔ بار مرتبہ
[2] حقہا۔ حقوق دانگہ یعنی یہ چیزیں بھی حرکت کرتی ہیں۔
[3] دوستی۔ چونکہ تو نے اگلی بات خدمت کی ہے وہ اسکا بدلہ لینا چاہتا ہے۔ بس دوستی۔ ہم سے چکے سے کہہ گیا ہے ہم آپ کی خوشامد کر کے اس کے گاؤں میں لے آئیں۔ بیسیو یہ۔ مشہور نوی گذرا ہے یہاں منافق عقلمند مراد ہے۔
[4] دوستی۔ یعنی دوستی بھی بعض چیزوں میں سے ہے جو انسان کے آخری وقت میں کام آتی ہیں۔ دشت۔ یعنی دوستی اگر نفرت سے بدل گئی۔ مہتے۔ یعنی میل جول دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہے جو دوستی ٹوٹ جانے کا سبب بنتا ہے۔ دوسرا وہ ہوتا ہے جس سے دوستی میں مزید مضبوطی آتی ہے۔ ذوقل۔ آمدنی۔ ظنِ بد۔ یعنی یہ خیال کرے کہ یہ میل جول دوستی توڑ دے گا۔

حزم سوءالظن فرمود آں رسول
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے احتیاط بدگمانی ہے

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ
صحرا کا میدان ہموار اور فراخ ہے

آں بزِ کوہی دوَد کہ دام کو
پہاڑی بکرا دوڑتا ہے کہ جال کہاں ہے؟

آنکہ می گفتی کہ کو اینک ببیں
تو نے جو یہ کہا تھا کہ کہاں ہے! یہ ہے دیکھ

بے کمین و دام و صیاد اے عیار
اے چالاک! گھات اور جال کے بغیر

آنکہ گستاخ آمد اندر زمیں
جو لوگ اس دنیا میں گستاخ ہوتے ہیں

چوں بگورستاں روی اے مرتضیٰ
اے پسندیدہ! جب تو قبرستان میں جائے

تا بظاہر بینی آں مستانِ زور
تاکہ کھلے طور پر دیکھ لے کہ وہ طاقت سے مست

چشم اگر داری تو کور انہ میا
اگر تیرے آنکھیں ہیں تو اندھا بن کر نہ آ

آں عصائے حزم و استدلال را
وہ احتیاط اور استدلال کی لاٹھی

در عصائے حزم و استدلال نیست
اگر پرہیزگاری اور استدلال کی لاٹھی نہیں ہے

گام زانساں نہ کہ نابینا نہد
پاؤں اس طرح رکھو جس طرح اندھا رکھتا ہے

ہر قدم را دام می داں اے فضول
اے فضول! ہر قدم کو جال سمجھ

ہر قدم دامے ست کم راں گو ستاخ
لیکن ہر قدم پر جال ہے بے پروائی سے نہ چل

چوں بتازد دامش افتد در گلو
جب دوڑتا ہے جال اسکے گلے میں پھنس جاتا ہے

دشت میدیدی نمیدیدی کمیں
تو نے جنگل دیکھا گھات کو نہ دیکھا

دُنبہ کے باشد میانِ کشت زار
کھیت میں دُنبہ کب ہوتا ہے

استخوان و کلہ‌ہاشاں را ببیں
اُن کی ہڈیاں اور جبڑے دیکھ

استخواں شاں را بپرس از ماضی
اُن کی ہڈیوں سے گذشتہ واقعات پوچھ لے

چوں فرو رفتند در چاہِ غرور
دھوکے کے کنوئیں میں کس طرح گرے ہیں

ور نداری چشم دست آور عصا
اگر آنکھیں نہیں ہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے

چوں نداری دیدہ می کن پیشوا
جب تیرے پاس نہیں ہے (کسی کی) آنکھ کو پیشوا بنا لے

بے عصا کس در سرِ رہ مایست
لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر ہر راستہ پر نہ کھڑا ہو

تا کہ پائے از سنگ و از چہ وا رہد
تاکہ پاؤں پتھر اور کنویں سے نجات پا جائے

لہ سوءالظن۔ بدگمانی۔
گستاخ۔ گستاخ، بے پروا۔ کہ دام کو۔ بکرا زبان حال سے کہتا ہے۔ عیار۔ ہوشیار۔ دُنبہ۔ پہاڑی بکری جاتا خاص قسم کا بکرا جس کے پلکیں ہوتی ہے۔

لہ آنکہ گستاخ۔ جن لوگوں نے حزم سے کام نہ لیا ان کی سرکشی کا انجام ان کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں سے معلوم کر لو۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ تا بظاہر۔ تاکہ ظاہر۔ قبرستان جا کر کلہ کھلے طور پر۔ غرور کے نشہ سے مست لوگوں کا انجام دیکھ لو گے

لہ چشم اگر داری۔ عقلی سے بچنے کی پہلی صورت تو یہ ہے کہ عقل کے ذریعہ غلطی سے بچے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تجربہ کے ذریعہ غلطی سے بچا جائے۔ دیدہ کی کن۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کسی دیدہ ور کے ذریعہ غلطیوں سے بچا جائے۔ گام۔ اندھا چلنے میں احتیاط کرتا ہے ٹھوکر اور گڑھے سے بچ جاتا ہے۔

کُور لرزاں و بترس و احتیاط — می نہد پا تا نیفتد در خباط

اندھا لرزتے ہوئے اور ڈر اور احتیاط سے — پاؤں رکھتا ہے تاکہ غلطی میں نہ پڑ جائے

اے[1] زدودے جستہ در نارے شدہ — لقمۂ جستہ لقمۂ مارے شدہ

اے وہ جو دھوئیں سے بھاگا آگ میں گرا — لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بن گیا

قصۂ اہلِ سبا و طاغی کردن نعمت ایشاں را و رسیدن بشومی طغیان و کفران دراں و بیانِ فضیلت شکر و نعمت حق

اہلِ سبا کا قصہ اور نعمتوں کا اُن کو سرکش بنا دینا اور اُن میں پھنسنا اور سرکشی کی بدبختی کا آ پہنچنا اور اللہ کی نعمت اور شکر کی فضیلت کا بیان

تو نخواندی قصۂ اہلِ سبا — یا بخواندی و ندیدی جز صدا

کیا تو نے سبا والوں کا قصہ نہیں پڑھا؟ — یا تو نے پڑھا ہے اور اس کو صرف صدا (یا بازگشت) سمجھا ہے

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست — سوئے معنی ہوش گہ را راہ نیست

صدا سے خود پہاڑ واقف نہیں ہے — حقیقت کی جانب پہاڑ کے ہوش کیلئے راستہ نہیں ہے

اُو ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش — چوں خموش گردی تو اُو ہم شد خموش

وہ بغیر گوش اور ہوش کے آواز نکالتا ہے — جب تو چپ ہو گیا وہ بھی چپ ہو گیا

دادِ[2] حق اہلِ سبا را بس فراغ — صد ہزاراں قصر و ایوانہا و باغ

اللہ نے اہلِ سبا کو بہت فارغ البالی بخشی — لاکھوں محلے اور محلات اور باغ

حقِ آں نگذاردند آں بدگماں — در وفا بودند کمتر از سگاں

اُن بدطینتوں نے اس کا حق نہ ادا کیا — وہ وفاداری میں کتوں سے کم تھے

مر سگے را لقمۂ نانے ز در — چوں رسد بر در ہمی بندد کمر

کسی کتے کو کسی دروازے سے روٹی کا لقمہ — جب مل جاتا ہے وہ اس در پر کمربستہ ہو جاتا ہے

پاسبان و حارسِ در می شود — گرچہ بر وے جور و سختی می رود

دروازے کا محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے — خواہ اس پر ظلم اور سختی ہو

ہم بر اں در باشدش باش و قرار — کفر داند کرد غیرے اختیار

اُسی دروازے پر اس کی برابر باش ہو جاتی ہے — غیر کو اختیار کرنا وہ کفر سمجھتا ہے

در[3] سگے آید غریبے روز و شب — آں سگانش می کنند آں دم ادب

اگر کوئی اجنبی کتا آجاتا ہے رات یا دن (میں) — وہ کتے اس کو فوراً تنبیہ کرتے ہیں

---

[1] اے زدودے۔ انسان خود غلطی کر بیٹھتا ہے ایک غلطی سے بچتا ہے اور اس سے بڑی غلطی میں مبتلا ہو جاتا ہے اہلِ سبا کے قصے سے اسی بات کو واضح کیا ہے۔ جز صدا۔ یعنی بس قصہ کو سنا اور بے اصل سمجھا۔ از صدا۔ صدا کی حقیقت پہاڑ بھی نہیں سمجھتا ہے۔

[2] دادِ حق۔ اہلِ سبا کی فارغ البالی اور انکی نافرمانی کا قصہ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ حقِ آں۔ یعنی اُن نعمتوں کا شکریہ۔ حارس۔ نگہبان۔ باش۔ قیام

[3] در سگے۔ اجنبی کتے پر مقامی کتوں کا بھونکنا گویا کہ اس کو تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اپنے پہلے مالک اور مکان کو چھوڑ کر یہاں آیا ہے۔

که بروآنجا که اوّل منزل ست — حقِ آں نعمت گروگانِ دل ست[1]
کہ وہاں جا جہاں پہلا گھر ہے — اُس نعمت کا حق دل کو گروی کئے ہوئے ہے

می گزندش که برو برجائے خویش — حقِ آں نعمت فرو مگذار پیش
وہ اُس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا — اُس نعمت کے حق کو نظر انداز نہ کر

از درِ دل واہلِ دل آبِ حیات — چند نوشیدی و واشد چشمہات
دل اور صاحبِ دل کے در سے آبِ حیات — تو نے کئی بار پیا ہے اور اُس کے چشمے جاری ہوئے ہیں

بس[2] غذائے سُکر و وجد و بیخودی — از درِ اہلِ دلاں بر جاں زدی
سُکر اور وجد اور بے خودی کی غذا — دل والوں کے دروازے سے تو نے جان کو دی ہے

باز ایں در را رہا کردی ز حرص — گردِ ہر دُکاں ہمی گردی ز حرص
پھر تو نے لالچ کی وجہ سے اِس دروازے کو چھوڑ دیا — حرص سے ہر دُکان کا چکر کاٹتا ہے

بر درِ آں مُنعمانِ چرب دیگ — میدوی بہرِ ثریدے مُردہ ریگ
چکنی دیگ والے دولتمندوں کے در پر — اے ناچیز! ثرید کے لئے تو دوڑا پھرتا ہے

چربش[3] آنجا داں کہ جاں فربہ شود — کارِ نا اُمید آنجا بہ شود
چکنی غذا وہاں سمجھ کہ روح موٹی ہوتی ہے — مایوس کا معاملہ وہاں درست ہو جاتا ہے

صومعۂ عیسیٰ[4] ست خوان اہلِ دل — ہاں وہاں اے مبتلا ایں در مہل
اہلِ دل کا دسترخوان حضرت عیسیٰ کا گرجا گھر ہے — خبردار! خبردار! اے بیمار اِس در کو نہ چھوڑ

جمع آمدنِ اہلِ آفت ہر صباحے بر درِ صومعۂ حضرتِ عیسیٰ

مصیبت زدوں کا حضرت عیسیٰؑ کے گرجا گھر پر ہر صبح کو اُن کی دعا سے شفا حاصل کرنے کے لئے جمع ہونا۔

جمع گشتندے ز ہر اطرافِ خلق — از ضریر و لنگ و شل و اہلِ فلق
مخلوق ہر جانب سے جمع ہو جاتی — اندھے اور لنگڑے اور اپاہج اور گدڑی والے

بر درِ آں صومعۂ عیسیٰ صباح — تا بدم شاں وا رہاند از جناح
صبح کو (حضرت) عیسیٰؑ کے گرجا گھر کے دروازے پر — تاکہ دم کر کے اُن کو تکلیف سے نجات دیں

او چو گشتے فارغ از اورادِ خویش — چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش
جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہوتے — وہ نیک عادت چاشت کے وقت باہر آتے

---

[1] گروگاں۔ گروی۔ مقبوضہ جس طرح کسی کے پاس مکان کو چھوڑنا بے وفائی ہے اسی طرح بزرگوں کے در سے مستفید ہو کر اسکو چھوڑنا بے وفائی ہوگا۔

[2] بس غذا۔ مزید شیخ کے در سے بہت سی روحانی غذائیں حاصل کرتا ہے۔ مُنعمانِ چرب دیگ۔ وہ مالدار جن کے یہاں لذیذ کھانے تیار ہوتے ہیں۔ ثرید شوربہ میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر یہ کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ مُردہ ریگ۔ فرومایہ، کمینہ۔

[3] چربش۔ لذیذ اور چکنی غذا وہ ہے جو روح کی پرورش کرے نہ کہ جسم کی۔ صومعہ گرجا گھر، حضرت عیسیٰؑ کا گرجا روحانی و جسمانی امراض کا شافی خانہ تھا۔ ضریر۔ نابینا۔ لنگ۔ لنگڑا۔ شل اپاہج۔ فلق۔ گدڑی مجذوم وغیرہ یعنی باطنی امراض۔ اوراد۔ اذکار کے معمولات اور وظائف عبادات۔

جوق[1] جوقِ مبتلا دیدے نزار — ہشتہ بر در در اُمید و انتظار
وہ کمزور بیماروں کے غول کے غول دیکھتے — اُمید اور انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوئے

پس دُعا کردے و گفتے از خدا — حاجت و مقصود جملہ شد روا
تو دعا کرتے اور کہتے اللہ کی جانب سے — تمام ضرورتمندوں کی حاجت پوری ہو گئی ہے

گفتے اے اصحاب آفت از خدا — حاجتِ ایں جملگاں[2] تاں شد روا
فرماتے کہ اے مصیبت زدہ لوگو! خدا کی جانب سے — تم سب کی حاجت پوری ہو گئی ہے

ہیں رواں گردید بے رنج و عنا — سوئے غفاری و اکرامِ خدا
بغیر رنج اور مشقت کے روانہ ہوئے — اللہ کی خطا بخشی اور عزت افزائی کی طرف

جملگاں چوں اشتراں بستہ پائے[3] — کہ کشائی زانوئے ایشاں برائے
سب پاؤں بندھے اونٹوں کی طرح — جن کے زانو کو تو نے تدبیر سے کھولا ہو

جملہ صحت یافتند و شد رواں — از دمِ جاں بخشِ عیسیٰؑ در زماں
سب صحتمند ہو گئے اور روانہ ہو گئے — فوراً (حضرت) عیسیٰؑ کے جاں بخشنے والے دم کرنے سے

شد روا آں حاجتِ جملہ علیل — زامرِ حق و از دمِ نیکِ جلیل
سب مریضوں کی حاجت روائی ہو جاتی — خدا کے حکم سے نیک بزرگ کے دم کرنے سے

بے[4] توقف جملہ شاداں در رماں — از دُعائے او شدندے پا دواں
سب اطمینان سے خوشی خوشی بلا توقف — اُن کی دعا سے دوڑتے چلے جاتے

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم — تندرست و شادمان و محترم
سب بغیر درد اور تکلیف اور رنج و غم کے — تندرست اور خوش اور قابلِ عزت

سوئے خانہ خویش گشتند روان — از دمِ میمون آں صاحب قراں
اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے — اُس صاحبقران کے مبارک دم کرنے سے

آزمودی تو بسے آفاتِ خویش — یافتی صحت ازیں شاہانِ کیش
تو نے اپنی بہت سی مصیبتوں کو آزمایا ہے — مذہب کے شہنشاہوں سے تو صحتیاب ہوا ہے

چند آں لنگی تو رہوار شد — چند جانت بے غم و آزار شد
کتنی مرتبہ تیرا لنگڑا پن تیز رفتار بنا ہے — کتنی مرتبہ تیری جان بے غم اور بے درد ہو گئی ہے

اے مُغفل رشتہ بر پائے بند — تا زخود ہم گم نگردی اے لوند
اے بیوقوف! پاؤں پر رسّی باندھ لے — تاکہ اے خود رائے! تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے

---

[1] جوق جوق۔ گروہ گروہ۔ مبتلا۔ مریض۔ ہشتہ۔ نشستہ۔ گفتے۔ حضرت عیسیٰؑ دعا کے بعد فرماتے اللہ نے تم سب کو شفا عطا فرما دی ہے۔

[2] جملگاں۔ تمام مریض سرطان کی گرفت سے ایسے آزاد ہو جاتے تھے جیسا کہ اونٹ زانو بند کھولنے سے آزاد ہوتا ہے۔

[3] بے توقف۔ فوراً۔ پا دواں۔ دوڑتے ہوئے۔ دمِ میمون۔ با برکت پھونک۔ صاحبقراں۔ وہ بچہ جس کی ولادت کے وقت زحل اور مشتری ستارے کا ملاپ ہو جائے ایسا بچہ بہت صاحب نصیب کہلاتا ہے۔ آزمودی۔ جبکہ بزرگوں کے در سے فیض حاصل ہوا ہو اُس در کو چھوڑنا حضرت عیسیٰؑ کے گھر سے منہ موڑنا ہے۔ مُغفل۔ بیوقوف۔ لوند۔ رند۔

ناسپاسی و فراموشیِ تو
تیری ناشکری اور (احسان) فراموشی نے

یاد ناورد آں عسل[1] نوشیِ تو
تجھے شہد پینے کو یاد نہ دلایا

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد
لاچار وہ راستہ تجھ پر بند ہو گیا

چوں دلِ اہلِ دل از تو خستہ شد
جبکہ اہلِ دل کا دل تجھ سے زخمی ہوا

زود شاں دریاب و استغفار کن
جلد ان کے پاس پہنچ جا اور توبہ کرلے

ہمچو ابرے گریہائے زار کن
ابر کی طرح عاجزی کا رونا رو

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد
تاکہ ان کا باغ تیری جانب کھلے

میوہائے پختہ بر خود واکفد
پکے ہوئے میوے خود پھٹ پڑیں

ہم براں در گرد و کم از سگ مباش
اسی در کا چکر کاٹ، کتے سے کم نہ ہو

باسگِ کہف ار شدستی خواجہ تاش
اگرچہ تو اصحابِ کہف کے کتے کا ساتھی ہو گیا ہے

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند
کتے، کتوں کے لئے ناصح ہیں

کہ دل اندر خانۂ اوّل بہ بند
کہ پہلے گھر سے دل لگا

آں درِ اوّل کہ خوردی استخواں
وہ پہلا دروازہ جس پر تو نے ہڈی کھائی ہے

سخت گیر و حق گذاری رامماں
سخت پکڑ اور حق گذاری سے نہ مڑ

می گزندش[2] کز ادب آنجا رود
وہ اس کو کاٹتے ہیں تاکہ تہذیب سے وہاں چلا جائے

وز مقامِ اوّلیں مفلح شود
اور پہلے مقام پر کامیاب ہو جائے

می گزندش کاے سگِ طاغی[3] برو
اس کو کاٹتے ہیں کہ اے سرکش کتے جا

باولیِ نعمتت باغی مشو
اپنے محسن سے باغی نہ بن

بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش
اسی در پر حلقہ کی طرح بندھا رہ

پاسبان و چابک و برجستہ باش
محافظ اور چست اور آمادہ بنا رہ

صورتِ نقضِ وفائے ما مباش
ہماری بے وفائی کی صورت نہ بن

بیوفائی را مکن بیہودہ فاش
بیوفائی کو خواہ مخواہ ظاہر نہ کر

مر سگاں را چوں وفا آمد شعار
وفاداری جبکہ کتوں کا شعار ہے

رو سگاں را ننگ و بدنامی میار
جا کتوں کو ذلیل اور بدنام نہ کر

بیوفائی چوں سگاں را عار بود
جبکہ بیوفائی کتوں کیلئے ذلت ہے

بیوفائی چوں روا داری نمود
تو نے بے وفائی کو کیوں جائز رکھا

[1] عسل نوشی، یعنی بزرگوں کا فیض۔ دریاب۔ حاصل کر لے۔ گذر۔ گذیدن بمعنی چھٹنا کا فعل مضارع ہے۔ باسگ کہف یعنی اگر تجھ میں کمال بھی پیدا ہو گیا ہے تب بھی اس در کو نہ چھوڑ مخان۔ نہ ترک۔

[2] می گزندش۔ دوسرے کتے کا اس کتے کو کاٹنا اسی لئے ہے کہ وہ پہلے مالک کے پاس چلا جائے۔ مفلح۔ کامیاب۔

[3] طاغی۔ سرکش۔ صورت۔ کتوں کی وفاداری مشہور ہے لہذا تو بے وفائی کی صورت نہ پیدا کر۔ بیوفائی۔ بے وفائی کتوں کے لئے عار و ذلت ہے تو نے اپنے لئے اسکو کیوں پسند کیا ہے۔

حق تعالےٰ[1] فخر آورد از وفا
اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے
بیوفائی واں وفا بارِ دِ حق
اللہ کے مردود کے ساتھ وفا کرنا (خدا کے ساتھ)
نور را ہم نور شو با نار نار بیوفائی
نور کے لئے نور بن (آگ کے لئے آگ
حق[2] مادر بعد ازاں شد کاں کریم
ماں کا حق اُس کے بعد ہوا کیوں کہ اللہ نے
صورتے کردت درونِ جسم او
اُس کے جسم میں تیری صورت جیسا کی
ہمچو جزوِ متصل دید او ترا
اُس نے تجھے اپنا ہی ہوا جیسا جزو سمجھا
حق ہزاراں صنعت و فن ساخت
اللہ نے ہزاروں صنعتوں اور فن سے تجھے بنایا ہے
پس[3] حقِ حق سابق از مادر بود
تو اللہ کا حق، ماں سے پہلے ہوا
آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر
جس نے ماں کو پیدا کیا اور پستان اور دودھ
اے خداوندا[4] قدیم احسانِ تو
اے اللہ اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے
تو بفرمودی کہ حق را یاد کن
تو نے فرمایا ہے کہ حق کو یاد کر
یاد کن لطفے کہ کردم آں صبوح
(تو نے فرمایا) اُس مہربانی کو یاد کر جو میں نے صبح کی
اصل و اجدادِ شما را آں زماں
اُس وقت تمہاری اصل اور باوا دادا کو

گفت مَن اَوفیٰ بِعَھدٍ غَیرُنا
فرمایا ہمارے علاوہ عہد کو زیادہ پورا کرنیوالا کون ہے؟
بر حقوقِ حق ندارد کس سبق
اللہ کے حقوق پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا ہے
جائے گل گل باش و جائے خار خار
پھول کے مقام پر پھول بن اور کانٹے کی جگہ کانٹا
کرد او را از جنینی تو غریم
تیرے عمل کا اُس کو مقروض بنایا
داد در حملش ترا آرام و خو
(اللہ) اُس کے حمل میں تجھے آرام دیا اور عادت ڈالی
متصل را کرد تدبیرش جدا
اُس (اللہ) کی تدبیر نے جُڑے ہوئے کو جدا کر دیا
تا کہ مادر بر تو مہر انداخت
اس کے بعد ماں نے تجھ سے محبت کی ہے
ہر کہ آں حق را نداند خر بود
جو اُس حق کو نہیں پہچانتا گدھا ہے
با پدر کردش قرین آں خود مگیر
اُس کو باپ کا ساتھی بنایا یہ خود بخود نہیں ہوا
آنکہ دانم و انکہ نے ہم آن تو
جو میرے علم میں ہے اور جو میرے علم میں نہیں ہے تیری
زانکہ حقِ من نمیگردد کہن
کیونکہ میرا حق پرانا نہیں ہوتا ہے
با شما از حفظ در کشتیِ نوح
تمہارے ساتھ نوح کی کشتی میں حفاظت کرکے
دادم از طوفان از موجش اماں
میں نے طوفان اور اُس کی موج سے اُس کو

[1] حق تعالےٰ۔ سورۂ توبہ میں اللہ تعالےٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ سے زیادہ عہد کو پورا کرنیوالا اور کوئی نہیں ہے مدِ حق۔ جو لوگ مردودِ بارگاہ ہیں اُن سے بے وفائی عین وفا ہے۔ نور را۔ اچھوں سے اچھائی اور بُروں سے بُرائی کرنی چاہئے۔

[2] حقِ مادر۔ ماں کا بڑا حق ہے لیکن اللہ کا حق اُس سے مقدم ہے کیونکہ ماں کا حق اللہ کے فضل سے ثابت ہوا ہو صورتے کردت۔ ماں کے پیٹ میں اللہ ہی نے پرورش کیا۔

[3] پس حقِ حق۔ اللہ کا حق ہر طرح سے ماں کے حق پر مقدم ہوا۔ اے خداوندا۔ مولانا نے اللہ کے احسانات کی بنیاد پر مناجات شروع کر دی ہے۔ یاد کُن۔ خدا نے فرمایا ہمارے اُس احسان کو یاد کرو کہ نوح کی کشتی کے ذریعہ تمہاری حفاظت کی یعنی تمہارے باپ دادا کو بچایا۔

آبِ آتش خُو زمیں بگرفتہ بود
آگ کے مزاج والے پانی نے زمین گھیر لی تھی

موجِ اُو ہر اُوج کُرامی رَبود
اُس کی موج ہر بلند کو ہر چوٹی کو اُڑائے لیے جا رہی تھی

حِفظ کردم من نہ کردم رَوتاں
میں نے حفاظت کی میں نے تمہیں بردہ نہ بنایا

در وجودِ جَدِّ جَدِّ جَدِّ تاں
تمہارے دادا، پردادا، ستر دادا کے وجود میں

چوں شُدی سَرکَشیت پیدا چوں زَنم
جب تو سردار ہو گیا تو میں ٹھوکر کیسے ماروں؟

کارگاہِ خویش ضائع چوں کُنم
اپنے کارخانہ کو کیسے ضائع کروں؟

چوں فدائے بیوفایاں می شوی
تو بیوفاؤں پر قربان کیوں ہو رہا ہے؟

از گمانِ بَدبداں سُو می رَوی
بدگمانی کی وجہ سے اُس جانب جا رہا ہے

مَن[۹۱] زسہو و بیوفائیہا بَری
میں بھول اور بے وفائی سے بری ہوں

سُوئے مَن آئی گمانِ بَدبری
تو میری جانب آتا ہے تو بدگمانی کرتا ہے

ایں گمانِ بد برانجا برکہ تو
یہ بدگمانی وہاں لے جا جس جگہ کہ تو

میشوی دَر پیش ہمچوں خود دوتو
اپنے جیسے کے سامنے دوہرا ہوتا ہے

بس گرفتی یار و ہمراہانِ زفت
تو نے بہت سے طاقتور ساتھی اور دوست بنائے

گر تُرا پُرسم کہ گوئی کہ رفت
اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا چلے گئے

یارِ نیکت رفت بر چرخِ بریں
تیرا نیک ساتھی بلند آسمان پر چلا گیا

یارِ فسقت رَفت دَر قعرِ زمیں
تیرا بدکار ساتھی زمین کی گہرائی میں چلا گیا

تو بماندی درمیانہ اَیخناں
تو درمیان میں رہ گیا اسی طرح

بے مَدد چوں آتشے از کارواں
بے مدد جیسے قرطاطہ (کی روانگی) کے بعد آگ

دامنِ[۹۲] اُو گیر اے یارِ دلیر
اے بہادر دوست! تو اُس کا دامن پکڑ لے

کو مُنزّہ باشد از بالا و زیر
جو اوپر نیچے سے پاک ہو

نے چو عیسیٰ سوئے گردوں بر شَوَد
نہ تو حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر چڑھ جائے

نے چو قاروں در زمیں اندر رَوَد
نہ قارون کی طرح زمین کے اندر چلا جائے

با تو باشد در مکان و لامکاں
وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان میں ہوگا

چوں بمانی از سَر او از دُکاں
جب تو گھر اور دکان سے اکیلا رہ جائے گا

اُو بر آرد از کدورتہا صَفا
وہ کدورتوں سے صفائی نکال لیتا ہے

مر جفاہائے ترا گیرد وَفا
تیری جفاؤں کو وفا قرض کر لیتا ہے

---

۹۱ تب آدم۔ یعنی پانی کی طرح تباہی کر رہا تھا اور اُس کی موجیں پہاڑوں کی چوٹیوں کو برباد کر رہی تھیں۔ چونکہ جب انسان کو اشرف المخلوقات بنایا تو اُس کو تباہ کرنا ہوں خدائے پاس قدر احسانات کے باوجود تو میرے ساتھ وفا نہ کرنے والوں پر کیوں فدا ہوتا ہے۔

۹۲ من زسہو۔ اللہ ہر قسم کی بھول اور بے وفائی سے پاک ہے۔ ایں گمان بد۔ بے وفائی کی بدگمانی انسان سے کیا سکتی ہے۔ بس گرفتی۔ تو وفائی انسانوں سے دوستی کرتا ہے حالانکہ دوستی کے قابل باقی ہے نہ کہ فانی۔

یارِ نیکت۔ انسان تو انسان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے خواہ اچھا ہے یا برا ہے۔ چوں آتشے قافلہ روانہ ہوتے وقت آگ کو چھوڑ کر چل دیتا ہے۔

۹۳ دامنِ اُو۔ اُس ذات سے تعلق پیدا کر جو بالا و زیر سے پاک ہے نہ تو حضرت عیسیٰ کی طرح تیرا ساتھ چھوڑ کر بالا یعنی آسمان پر چلا جائے نہ قارون کی طرح زمین چلا جائے۔ بالا تو باشد جب تک تو جسمانی زندگی گزارے وہ تیرے ساتھ ہو۔ جب تو روحانی زندگی گزارے اور لامکان میں ہو وہ تیرے ساتھ ہے۔ اوبر آرد۔ خدا ہی کی ذات ہے جو انسان کی برائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل کر دیتی ہے۔

چوں[1] جفا آری فرستند گوشمال
جب تو ظلم کرتا ہے وہ سزا بھیجتا ہے

تا زنقصاں وارَوی سوئے کمال
تاکہ تو نقصان سے کمال کی طرف روانہ ہو

چوں تو وِردے ترک کردی زِ دوش
جب تو عمل میں کوئی معمول ترک کر دیتا ہے

بر تو قبضے آید از رنج و تپش
رنج اور غصہ سے تجھ پر قبض (طاری) ہو جاتا ہے

آں ادب کردن بُود یعنی مکُن
وہ ادب سکھانا ہوتا ہے، یعنی نہ کر

ہیچ تحویلے ازاں عہدِ کہن
پرانے عہد میں کوئی تبدیلی

پیش[2] ازاں کاں بر قبض زنجیرے شود
اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر بنے

ایں کہ دلگیرست پاگیرے شود
جو (آج) دلگیر ہے وہ پاگیر بن جائے

رنجِ معقولت شود محسوس و فاش
تو از ذہنی رنج محسوس اور واضح ہو جائے گا

تا نگیری ایں اشارت را بہ لاش
خبردار! اس اشارے کو معدوم نہ سمجھنا

در معاصی قبضہا دلگیر شُد
گناہوں میں قبض دلگیر بنتا ہے

قبضہا بعد از اجل زنجیر شُد
موت کے بعد انقباضی کیفیتیں زنجیر ہو جاتی ہیں

نُعطِ[3] مَن اَعرَضَ هُنا عَن ذِکرِنا
جس شخص نے یہاں ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اسکو دینگے

عَیشَةً ضَنکًا وَ نَحشُرُہٗ اَعمٰی
تنگ زندگی اور قیامت میں اندھا اٹھائیں گے

مُزد[4] چوں مالِ کساں را می بَرد
چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے

قبض و دلتنگی دلش را می خلد
قبض اور دلتنگی اس کے دل میں کھٹکتی ہے

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست
وہ کہتا ہے تعجب ہے یہ قبض کیسا ہے

قبض آں مظلوم کز شرت گریست
یہ قبض اس مظلوم کی دعا کا اثر ہے جو تجھ سے روئی

چوں بدیں قبض التفاتے کم کُند
جب وہ اس قبض کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے

باد اصرار آتشش را دم کُند
اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکاتی ہے

قبضِ دل قبضِ عواں شد لاجرم
لامحالہ دل کا قبض بیاہی کی گرفت ہو گیا

گشت محسوس آں معانی زد عَلَم
وہ محسوس بن گیا معنی نے نشان قائم کر دیا

قبضہا زندان شد و چار میخ
قبض جیل خانہ اور چار میخ بن گیا ہے

قبض بیخ ست و برآرد شاخ بیخ
قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ اگاتی ہے

میخ پنہاں بود ہم شُد آشکار
چھپی ہوئی میخ نمایاں ہو گئی

قبضِ و بسطِ خویش را بیخے شمار
اپنے قبض اور بسط کو جڑ سمجھ

---

[1] چوں جفا: جب انسان کوئی غلطی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو تنبیہ فرما کر برائی سے نکال کر بھلائی کیطرف متوجہ فرما دیتا ہے۔ وِرد وے۔ اگر انسان کی کوئی مقررہ عبادت فوت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ انسان میں ایک انقباضی کیفیت پیدا فرما دیتا ہے اور یہ تنبیہ ہوتی ہے کہ انسان اپنا معمول نہ چھوڑے۔

[2] پیش ازاں۔ ترک عبادت پر انقباضی کیفیت آخرت میں زنجیر بن جائے گی۔ رنج معقول یعنی انقباضی کیفیت جو ایک ذہنی چیز ہے آخرت میں یہی کیفیت بمثل زنجیر ہو جائے گی۔

[3] نُعطِ۔ یعنی ترک عبادت پر انقباضی کیفیت جو ذہنی ہے وہ آخرت میں اندھا پن اختیار کرے گی۔

[4] مزد۔ گناہ پر ایک دلتنگی پیدا ہوتی ہے اور وہ اس کیفیت کا اثر ہوتا ہے۔ چوں۔ جب انسان اس گناہ پر اصرار کرتا ہے تو تنبیہ میں ہی دل تنگی ظاہری گھٹن بن جاتی ہے۔ قبضہا۔ گناہوں پر یہی انقباضی کیفیت آخرت میں قید خانہ اور سزا کی صورت اختیار کرے گی۔ بیخ پنہاں یعنی گناہ پر انقباضی کیفیت اندر کی برانشراحی کیفیت۔

چونکہ بیخ بد بود زود ش بکن
جب جڑ بری ہو اُس کو جلد اُکھاڑ دے

تا نہ روید زشت خارے در چمن
تاکہ کوئی بُرا کانٹا چمن میں نہ اُگے

قبض[1] دیدی چارۂ آں قبض کن
تو نے قبض دیکھ لیا اُس قبض کی تدبیر کر

زانکہ سر ہا جملہ می روید زبن
کیونکہ گھاس میں سب جڑ سے اُگتی ہیں

بسط دیدی بسطِ خود را آب دہ
تو نے بسط دیکھا اپنے بسط کو سیراب کر

چوں برآید میوہ با اصحاب دہ
جب پھل آجائے تو ساتھیوں کو دے

باز گرد و قصۂ اہلِ سبا
پلٹ اور سبا والوں کا قصہ

باز گو تا باز گویم مرحبا
پھر کہہ تاکہ میں مرحبا پھر کہوں

باقی قصۂ اہلِ سبا
اہلِ سبا کا باقی قصہ

آں سبا زاہلِ صبا بودند خام
وہ اہلِ سبا صبا کے بچوں کے بے عقل تھے

کارِ شاں کفرانِ نعمت با کرام
ان کا کام بزرگوں کی نعمت سے انکار تھا

باشد آں کفرانِ نعمت در مثال
مثلاً کفرانِ نعمت یہ ہوتا ہے

کہ تو آں با محسنِ خود تو جدال
کہ تو اپنے محسن سے جھگڑنے لگے

کہ[2] نمی باید مرا ایں نیکوئی
کہ مجھے یہ بھلائی نہیں چاہیے

من برنجم زیں چہ رنجہ میشوی
تو کیا رنجیدہ ہوتا ہے میں اس (تیری بھلائی) سے خود رنجیدہ ہوں

لطف کن ایں نیکوئی را دور کن
مہربانی کر یہ بھلائی مجھ سے دُور کر دے

من نخواہم چشم زودم کور کن
میں آنکھیں نہیں چاہتا ہوں مجھے جلد اندھا کر دے

پس سبا گفتند با عدِ بیننا
تو اہلِ سبا نے کہا ہمیں دُور دُور کر دے

شینا خیر لنا خذ زینتنا
ہمارا عیب ہمارے لئے اچھا ہے ہماری زینت لے لے

ما نمی خواہیم ایں ایوان و باغ
ہم یہ قلعے اور باغ نہیں چاہتے ہیں

نے زمانِ خوب نے امن و فراغ
نہ اچھا وقت، نہ امن، نہ فارغ البالی

شہرہا نزدیک ہمدیگر بدست
ایک دوسرے سے قریب شہر بڑے ہیں

آں بیابان ست خوش کانجا دد ست
وہ جنگل اچھا ہے، جہاں درندے ہوں

یَطْلُبُ الْاِنْسَانُ فِی الصَّیْفِ الشِّتَاءَ
انسان گرمیوں میں جاڑا طلب کرتا ہے

فَاِذَا جَاءَ الشِّتَاءُ اَنْکَرَ ذَا
جب جاڑا آتا ہے اُس کو بُرا سمجھتا ہے

---

[1] قبض دیدی: گناہ پر انقباضی کیفیت طاری ہو تو اُسکا علاج کر کے ازالہ کر لینا چاہیئے
بسط دیدی: نیکی پر انشراحی کیفیت پیدا ہو تو اُس میں ترقی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ چوں برآید: انشراحی کیفیت میں پھل پیدا ہوں تو احباب کو اُس سے فیض پہونچائے۔ زاہلِ صبا: یعنی دو بچوں کی طرح ناقص عقل کے تھے۔ کفرانِ: کسی کی نعمت کا کفران یہ بھی ہے کہ محسن کے ساتھ دشمنی کرے۔

[2] کہ: کہ باید: اہل سبا نے کفرانِ نعمت کی یہ صورت اختیار کی کہ اُن نعمتوں کو نعمت نہ سمجھا اور اللہ سے اُسکے خلاف تمنا شروع کر دی اور جھگڑا کیا۔ پس سبا: اہل سبا پر یہ کرم تھا کہ انکی آبادیاں قریب قریب تھیں تاکہ سفر کی مشقت سے بچیں چاروں طرف سرسبز باغات تھے تاکہ اُن سے فائدہ اٹھائیں لیکن انھوں نے اُن دونوں چیزوں کو نعمت نہ سمجھا اور اُسکے خلاف تمنائیں شروع کر دیں۔

[3] یَطْلُبُ: انسانی نفس کی یہ خاصیت ہے کہ وہ ایک حالت پر راضی نہیں رہتا ہے جاڑوں میں گرمیوں کی اور گرمیوں میں جاڑے کی تمنا شروع کر دیتا ہے۔

فَهُوَ لَا يَرْضٰى بِحَالٍ اَبَدًا — لَا بِضَيْقٍ لَا بِعَيْشٍ رَغَدًا

وہ کسی حال میں کبھی راضی نہیں ہوتا ہے — نہ تنگی میں، نہ وسیع عیش میں

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَكْفَرَهٗ — كُلَّمَا نَالَ الْهُدٰى اَنْكَرَهٗ

انسان غارت ہو کس قدر ناشکرا ہے — جب ہدایت پالیتا ہے اس کا انکار کرتا ہے

نفسِ[1] نفس ایسان ست زیاں شد کشتنی — اُقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ گفت آں سنی

نفس ایسا ہی ہے ایسوجہ سے وہ گردن زدنی ہے — تم اپنے نفسوں کو قتل کرو اس بزرگ نے فرمایا

خار سہ پہلوست ہر سو کش نہی — در خلد واز زخم او تو کے جہی

یہ گھر دہے اس کو جس جانب سے بھی رکھے گا — وہ چبھے گا اس کے زخم سے تو کب بچے گا

آتشِ[2] ترک ہوا در خار زن — دست اندر یارِ نیکو کار زن

خواہش کو ترک کرنے کی آگ کانٹے میں لگا دے — نیکو کار دوست کو پکڑ لے

چوں زحد بُردند اصحاب سبا — کہ بہ پیشِ ما دبا بہ از صبا

جب سبا والے حد سے تجاوز کر گئے — کہ ہمارے لئے دبا صبا سے بہتر ہے

ناصحاں شاں در نصیحت آمدند — از فسوق و کفر مانع می شدند

نصیحت کرنے والوں نے نصیحت کی — بدمعاشی اور کفر سے انھوں نے روکا

قصدِ[3] خونِ ناصحاں می داشتند — تخمِ فسق و کافری می کاشتند

تو نصیحت کرنیوالوں کو قتل کرنیکا ارادہ کر لیتے — بدمعاشی اور کفر کا بیج بوتے تھے

چوں قضا آید شود تنگ اینجہاں — از قضا حلوا شود رنجِ دہاں

جب قضا آتی ہے یہ دنیا تنگ ہو جاتی ہے — قضا سے حلوا منہ کی تلخ بن جاتا ہے

گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا — تُحْجَبُ الْاَبْصَارُ اِذَا جَاءَ الْقَضَا

فرمایا جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے — (اور) آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں جب قضا آتی ہے

چشم بستہ می شود وقتِ قضا — تا نہ بیند چشم کحلِ چشم را

قضا کے وقت آنکھیں بند ہو جاتی ہیں — تاکہ آنکھ آنکھ کے سرمہ کو نہ دیکھے

مکرِ آں فارس چو انگیزید گرد — آں غبارت را شعاعت دور کرد

اس شہسوار (اللہ) کی تدبیر نے جب گرد اڑائی — (اور) اس غبار نے تجھے مدد حاصل کرنے سے دور کر دیا

سوئے فارس رو مرو سوئے غبار — ورنہ بر تو کوبد آں مکرِ سوار

شہسوار کی طرف جا غبار کی جانب نہ جا — ورنہ سوار کا داؤں تجھے کچل دے گا

[1] نفس۔ اسی لئے نفس کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ آں سنی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ پہلو نفس کی مثال گوکھرو کی سی ہے جو کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتا۔

[2] آتش۔ نفس کے خار کو چھوڑنے کی یہ تدبیر ہے کہ خواہش کو ترک کر دے۔ دبا۔ یعنی اہل سبا نے یہاں تک زیادتی کی کہ وہ دبا کو نسیم سحری سے اچھا کہنے لگے۔ آز فسوق۔ نصیحت کرنے والوں نے کفر اور فسق سے روکنا چاہا۔

[3] قصد۔ اہل سبا۔ نصیحت کرنے والوں کی جان کے درپے ہونے اور کفر و فسق سے باز نہ آئے چوں قضا۔ قضاء خداوندی کے سامنے انسان مجبور ہو جاتا ہے۔ چشم۔ سرمہ جو آنکھ کیلئے مفید ہے اس کو بھی آنکھ نہیں دیکھتی ہے۔ مکر۔ تدبیر۔ فارس۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ سوئے فارس۔ اسوقت اللہ سے مدد مانگنی چاہیے۔

گفت[1] حق آنرا کہ ایں گرگش بخورد
جس کو اس بھیڑیے نے کھایا، اس کو خدا نے فرمایا

دید گرد گرگ چوں زاری نکرد
جب اس نے بھیڑیے کی گرد دیکھی فریاد کرنے کی

او نمیدانست گرد گرگ را
وہ بھیڑیے کے غبار کو نہ پہچان سکا

باچنیں دانش چرا کرد او چرا
اس قدر عقل کے ہوتے ہوئے وہ کیوں چرایا

گوسفندان بوئے گرگ باگزند
بکریاں، تکلیف رساں، بھیڑیے کی بو

می بداند و بہر سو می خزند
پہچان لیتی ہیں اور ہر جانب گھس جاتی ہیں

مغز حیوانات بوئے شیر را
حیوانات کا دماغ شیر کی بو کو

می بداند ترک می گیرد چرا
جانتا ہے، چراگاہ چھوڑ دیتا ہے

بوئے شیر خشم دیدی باز گرد
اللہ کے غصہ کے شیر کی بو تو نے پہچانی تو گھروں واپس جا

با مناجات و حذر انباز گرد
دعا اور بچاؤ کا ساتھی بن جا

دانگشتند آں گروہ از گرد گرگ
وہ لوگ بھیڑیے کی گرد کی وجہ سے نہ لوٹے

گرگ محنت بعد گرد آمد شرگ
گرد کے بعد محنت کا مؤجد بھیڑیا آ گیا

بر درید آں گوسفنداں را بخشم
اس نے غصہ سے ان بکریوں کو پھاڑ ڈالا

کہ ز چوپان خرد بستند چشم
جنھوں نے عقل کے گڈریے سے آنکھیں بند کر لی تھیں

چند[2] چوپاں شاں بخواند و نامدند
گڈریے نے ان کو بہت بلایا، وہ نہ آئے

خاک غم در چشم چوپاں میزدند
گڈریے کی آنکھ میں غم کی دھول جھونکنے لگی

کہ بروما از تو خود چوپاں تریم
کہ جا ہم تجھ سے زیادہ اپنے نگہبان ہیں

چوں تبع گردیم ہر یک سر بریم
ہم تابع کیسے بن جائیں ہم میں سے ہر ایک سردار ہے

طعمہ گر گیم و آنِ یار نے
ہمیں بھیڑیے کا لقمہ بننا منظور ہے دوست کی بھیڑ نہیں

ہیزم نار یم و آنِ نار نے
ہم آگ کے ایندھن ہیں، آگ پر کے مملوک نہیں ہیں

حمیتے بد جاہلیت در دماغ
حمیت دماغ میں ایک جاہلیت تھی

بانگ شومی بر دمن ساں کرد زاغ
ان کی کوڑی پر کوے نے بدبختی کی آواز لگائی

بہر[3] مظلوماں ہمی کندند چاہ
انھوں نے مظلوموں کے لئے کنواں کھودا

در چہ افتادند و می گفتند آہ
وہ کنوئیں میں گرے اور آہیں بھریں

پوستین یوسفاں بشگافتند
انھوں نے یوسفوں کی پوستینیں پھاڑیں

آنچہ می کردند یک یک یافتند
انھوں نے جو کچھ کیا ایک ایک کا بدلہ پایا

---

[1] گفت۔ زاری کرنے سے انسان قضا سے بچ جاتا ہے۔ اور عدم توجہ بھی پڑنے میں مشغول رہتی ہے اور بھیڑیے کی گرد کو نہیں دیکھتی۔ گرد گفتہ بکری اور حیوانات بچی تباہی کے اسباب دیکھ کر بچنے کی کوشش کرتے ہیں، بولے جب خدا کے غضب کے آثار پیدا ہو جائیں تو دعائیں کرنی چاہئیں۔ والگشتند غضب کے آثار گرد دیکھ بھی جو ہوش میں نہ آیا وہ مصائب میں گرفتار ہوا۔

[2] چند چوپاں۔ نصیحت کرنے والوں نے انکو نیکی کی دعوت دی لیکن انھوں نے نہ مانا اور انکو فہمائش کیا، کہ توبہ نصیحت کرنے والوں سے کہا ہم خود دانی بھائی کو کہتے ہیں تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں ہے، ہم خود سردار ہیں کسی کے تابع نہیں بن سکتے لقمہ تو ہم ہیں بلاک ہونا منظور ہے تمہاری دوستی کی ہمیں ضرورت نہیں ہے، ہیزم ہم بلاک ہونا منظور ہے لیکن تمہاری اطاعت نہ کریں گے جیسے آگ کے دماغ میں جاہلیت سمائی ہوئی اور اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا۔

[3] بہر مظلوماں۔ وہ مظلوموں پر ظلم کرتے تھے خود اس گڑھے میں پھنس گئے۔ پوستین۔ نصیحت کرنے والوں کو نہ مانا اس کی سزا انھوں نے پائی

کیست[1] یوسف آں دلِ حق جوئے تو
یوسف کون ہے؟ تیرا حق کا جویاں دل

چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو
جو قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھا ہوا ہے

جبرئیلے را بر استن بستہ
تو نے جبرئیل کو ستون سے باندھا ہے

پرّ و بالش را بصد جا خستہ
اُسکے بال و پر کو تو نے سینکڑوں جگہ سے زخمی کر دیا ہے

پیشِ اُو گوسالہ بریاں آوری
تو اُس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتا ہے

گرگشی اُورا بکہداں آوری
کبھی اُس کو کھینچتا ہے اور چرکے پاس لاتا ہے

کہ بخور اینست مارا قوت قوت
کہ کھالے یہ ہماری لذیذ غذا ہے

نیست اُورا جز لقاء اللہ قوت
حالانکہ اُسکی غذا سوائے اللہ کی ملاقات کے کچھ نہیں ہے

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا
اس شکنجہ اور امتحان کی وجہ سے

میکند از تو شکایت با خدا
وہ مصیبت زدہ خدا سے تیری شکایت کرتا ہے

کائے خدا افغاں ازیں گرگ کہن
کہ اے خدا اِس بوڑھے بھیڑیے سے فریاد ہے

گوید شن نک وقت آمد صبر کن
وہ اُس سے کہتا ہے اب وقت آگیا ہے صبر کر

دادِ تو واخواہم از ہر بیخبر
میں ہر جاہل سے تیرا بدلہ لوں گا

داد کہ دہد جز خدائے دادگر
سوائے منصف خدا کے انصاف کون کرتا ہے

او همی گوید کہ صبرم شد فنا
وہ کہتا ہے کہ میرا صبر فنا ہوگیا

در فراقِ روئے تو یا ربّنا
اے ہمارے رب تیرے چہرے کے فراق میں

احمدم درماندہ در دستِ یہود
میں احمد ہوں جو یہود کے ہاتھ میں پھنسا ہوں

صالحم افتادہ در حبسِ ثمود
میں صالح ہوں جو ثمود کی قید میں پڑا ہوں

اے سعادت بخش جانِ انبیا
اے انبیاء کی جان کو سعادت بخشنے والے

یا بکش یا باز خوانم یا بیا
یا مار ڈال یا مجھے واپس بلالے یا تو آجا

با فراقت[2] کافراں را تاب نیست
تیرے فراق کی کافروں میں بھی تاب نہیں ہے

کایں فراق اندر خورِ اصحاب نیست
یہ فراق دوستوں کے لائق نہیں ہے

کافراں گویند در وقتِ عذاب
عذاب کے وقت کافر کہیں گے

ہر یکے یا لَیْتَنِی کُنْتُ تُرَاب
ہر ایک کوشش میں مٹی ہوتا

حالِ اُو اینست کو خود زاں سوست
جو اُس جانب کا ہے اُس کو یہ حال ہے

چوں بُود لے تو کسے کانِ تو ست
تو نے خدا اُس کو کہا جاں ہوگا جو تیرے

---

[1] کیست۔ اِس بنا کہ یوسف خود گمگشتہ دل تھا جو حق تھا چونکہ اسیرے۔ اِس دل کو اُنھوں نے نفسِ امارہ کا قیدی بنادیا تھا۔ جبرئیلے۔ یعنی روح کو جسم نے ستون سے باندھ دیا ہے اور اُس کو زخمی کر دیا ہے۔ پیشِ اُو۔ اُس روح کو ماڈی غذائیں کھلانا چاہتا ہے۔ گرچہ روح کی غذا مادّی نہیں ہے اُس کی غذا تو لقاء اللہ اور لقاء اللہ ہے۔ زیں شکنجہ۔ روحِ انسانی انسان کے اِس ظلم و ستم کی خدا سے شکایت کرتی ہے۔ گرگ۔ یعنی انسان کا نفسِ امارہ۔ گوید شن خدا اُس روح سے فرماتا ہے

او همی گوید۔ خدا کے صبر و نے بر روح کہتی ہے کہ اب مجھے جلد اپنے پاس بلالے۔ احمدم۔ یعنی روح کہتی ہے مجھے نفس کے اتنا ماڈی تکالیف برداشت کرنی پڑ رہی ہیں جو آنحضرتؐ کو یہود کے ہاتھوں اور حضرت صالح کو ثمود کے ہاتھوں برداشت کرنی پڑی تھیں۔ یا بکش۔ روح کہتی ہے اب فراق کی برداشت نہیں ہے یا مجھے فنا کردے یا مجھے اپنے پاس بلالے یا تو میرے پاس آجا۔

[2] با فراقت۔ خدا سے جدائی کی صورت کافر بھی برداشت نہ کرسکیں گے چہ جائیکہ مومن برداشت کرے یا لَیْتَنِی۔ یعنی فراق کا وقت کافر اپنے فنا ہونے کی تمنا کریں گے۔ حالِ او۔ یعنی فراق میں بیگانوں کا یہ حال ہے تو اپنوں کا کیا حال ہوگا۔

حق همی گوید که آرے اے نزہ[1]
اللہ فرماتا ہے کہ ہاں اے پاک نسل

لیک بشنو صبر آور صبر به
لیکن سن صبر کر صبر اچھا ہے

صبح نزدیک ست خامش دم مزن
صبح قریب ہے چپ ہو جا سانس نہ لے

کاندر آمد وقت بیروں آمدن
کہ باہر نکلنے کا وقت آپہونچا ہے

صبح نزدیک ست خامش کم خروش
صبح نزدیک ہے چپ ہو جا شور نہ کر

من همی کوشم تو تو مکوش
میں تیرے لیے کوشاں ہوں تو کوشش نہ کر

کوششِ من به که کوششهائے تو
تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے

داروئے تلخم به از حلوائے تو
تیرے حلوے سے میری کڑوی دوا بہتر ہے

هیں تحمل کن برو خاموش شو
ہاں برداشت کر، جا چپ ہو جا

کمترک جُنبان زباں رو گوش شو
زبان نہ چلا، جا کان بن جا

شد ز حد هیں باز گرد اے یار گرد
بات حد سے گذر گئی اے بہادر یار واپس چل

رُوستائی خواجه را در خانه بُرد
دیہاتی خواجہ کو گھر لے گیا

قصهٔ اهل سبا یک گوشه نه
سبا والوں کا قصہ ایک طرف رکھ دے

آں بگو کاں خواجه چوں آمد بده
وہ بتا کہ خواجہ کس طرح مکانوں میں آیا

بقیهٔ قصهٔ رفتن خواجه بدعوت رُوستائی بده

دیہاتی کی دعوت پر خواجہ کے مکانوں جانے کے قصہ کا بقیہ

رُوستائی در تملق شیوه کرد
دیہاتی نے خوشامد کا ایسا طریقہ اختیار کیا

تا که حزم خواجه را کالیوه کرد
کہ خواجہ کی ہوشیاری کو دیوانہ بنا دیا

از پیام اندر پیام او خیره شُد
وہ پیغام در پیغام سے حیران ہو گیا

تا ز لال حزم خواجه تیره شد
یہانتک کہ خواجہ کی احتیاط کا صاف پانی گدلا ہو گیا

هم از ینجا کودکانش در رسند
ساتھ ہی ادھر سے اس کے بچے خوشی میں

نرتع و نلعب بشادی می زدند
ہم کھائینگے ہم کھیلیں گے" گاتے دیاتے بجاتے تھے

همچو یوسف کش ز تقدیر عجب
حضرت یوسف کی طرح بلکہ عجب تقدیر کھینچ کر لے جا رہی ہے

نرتع و نلعب به بُرد از ظل اب
ہم کھائینگے ہم کھیلیں گے" نے باپ کے سایہ سے محروم کر دیا

آں نه بازی بلکه جانبازیست آں
یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جان پر کھیلنا ہے

حیله و مکر و دغا سازیست آں
یہ حیلہ اور مکر اور دغا بازی ہے

---

[1] نزہ۔ ستھرا، بزرگوار۔
صبح نزدیک ست۔ سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے حضرت لوط کی تسلی کے لئے کہا تھا اب صبح قریب ہے ان بدکاروں سے تیرا بدلہ لے لیں گے۔
تملق۔ خوشامد۔ چاپلوسی۔ شیوہ۔ طریقہ۔ عادت۔ کالیوہ۔ احمق، دیوانہ۔ خیرہ۔ حیران۔

[2] ترتع و نلعب۔ ہم کھائینگے اور کھیلیں گے۔ یہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے سازش کرتے وقت حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا۔ بعض اہل کتاب مبالغہ جھوٹوں نے حضرت یوسفؑ کو حضرت یعقوبؑ کے سایۂ پدری سے محروم کر دیا تھا۔

[3] آں نہ بازی۔ یہ کھیل کی دعوت نہ تھی بلکہ حضرت یوسفؑ کی جان لینے کی بازی تھی حیلہ اور مکر اور دغا بازی تھی۔

هر چه از یارت جدا انداز آن
جو تجھے دوست سے دور پھینک دے

مثنو آں را کاں زیاں دارد زیاں
اس کو نہ سن کیونکہ بربادی ہے بربادی

گر بود آں سود صد در صد مگیر
اگر وہ ہزاروں کا فائدہ ہو تب بھی نہ لے

بہر زر مگسل ز گنجور اے فقیر
اے فقیر اسونے کے لئے خزانچی سے تعلق نہ توڑ

ایں مثنو کہ چند یزداں زجر کرد
یہ مثنوی کہ اللہ نے کس قدر ملامت کی

گفت اصحاب نبیؐ را گرم و سرد
نبیؐ کے ساتھیوں کو بُرا بھلا کہا

زانکہ بر بانگِ دہل در سالِ تنگ
کیونکہ تنگی کے ایک سال میں نقارے کی آواز پر

جمعہ را کردند باطل بے درنگ
بلا توقف انھوں نے جمعہ کی نماز توڑ دی

تا نباید دیگراں ارزاں خرند
تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے سستا خرید لیں

زاں جلب صرفہ زما ایشاں برند
اس سودے کا فائدہ وہ ہم سے زیادہ اٹھالیں

ماند پیغمبرؐ بخلوت در نماز
پیغمبرؐ نماز میں اکیلے رہ گئے

با دو سہ درویش ثابت پُر نیاز
اُن دو تین درویشوں کیسا تھ جو عاجزی پر قائم رہے

کو فت طبلِ لہو باز رگانیے
ایک تاجر نے تفریح کا نقارہ پیٹا

چونتاں ببرید از ربانیے
تم کیوں ربانی (رسول) سے کٹے

قد فضضتم نحو تجرٍ ھائما
تم لوٹ پڑے گیہوں کی جانب دیوانہ وار

ثم خلیتم نبیاً قائما
پھر تم نے نبی کو کھڑا چھوڑ دیا

بہر گندم تخمِ باطل کاشتید
گیہوں کے لئے تم نے باطل کا بیج بویا

واں رسولِ حق را بگذاشتید
اور اس خدا کے رسول کو چھوڑ دیا

صحبتِ او خیر من لہو و مال
اُس کی صحبت مال اور کھیل کود سے بہتر ہے

ہیں کرا بگذاشتی چشمے بمال
خبردار کس کو چھوڑا ہے؟ آنکھ مل

خود نشد حرصِ شما را ایں یقیں
تمہاری حرص کو یہ یقین نہ آیا

کہ منم رزاق خیر الرازقیں
کہ میں رازق، رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہوں

آنکہ گندم را ز خود روزی دہد
جو گیہوں کو بھی خود روزی دیتا ہے

کے توکلہات را ضایع کند
وہ تیرے توکلوں کو کب ضائع کرے گا

از پئے گندم جدا گشتی ازاں
تو گیہوں کے لئے اُس سے جدا ہو گیا

کہ فرستاد ست گندم ز آسماں
جس نے گیہوں آسمان سے بھیجا ہے

لہ ہر چہ جو بات بھی دوست سے جدائی کا سبب بنے اُسکو نہ سننا چاہئے اگر وہ سود بھی ہو تو بھی نہ لے اس شنوی مولانا رومؒ نے اپنے مثنوی کے دفتر سوم میں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے ایک بار مدینہ میں گیہوں کا تاجر فروخت کرنے کا قافلہ آیا۔ اُس وقت آنحضورؐ نماز جمعہ پڑھا رہے تھے۔ صحابہ تاجر سے خریدنے کے شوق میں آنحضورؐ کو نماز پڑھتے چھوڑ دیئے گئے اس پر صاحبِ سورۂ عتاب ہوئے انھوں نے تھوڑے فائدے کی خاطر بڑا نقصان کیا اور آنحضورؐ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ دوران نماز کا قصہ نہیں ہے بلکہ خطبہ کے دوران یہ قصہ ہوا تھا۔

سے جمعہ رابعی نماز جمعہ بہتر یہی ہے کہ اس سے خطبۂ جمعہ مراد لیا جائے جلب۔ تجارت کا مال جو کسی دوسرے شہر میں لے جایا جاتا۔ دو سہ۔ دس بارہ صحابہ سے زیادہ موجود رہے تھے ربانی یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو ربّ الندم قافلہ کے طبل پر گیہوں کا تاجر خریدنے چلے گئے تھے چشمے بمال۔ آنکھ بند کر دے دیکھ۔ خود نشد اپنے رزق کے لئے خود دوڑ پڑے حالانکہ رزاق میں ہوں۔

تے آنکہ۔ خدا تو وہ ہے جو رزق کو بھی رزق دیتا ہے۔ انسان بھی سے جدا ہونا خدا سے جدا ہوتا تھا۔

کمتر از بط نیستی آخر دراب — کو دہد مر باز داعی را جواب
آخر تو پانی کی بطخ سے کم نہیں ہے — جو دعوت دینے والے باز کو جواب دیتی ہے

دعوت کردن باز بطاں را از آب بصحرا و جواب بطاں

باز کا بطخوں کو پانی سے جنگل کی دعوت دینا اور بطخوں کا جواب

باز گوید بط را کز آب خیز — تا بہ بینی دشت و بہار افشاندریز
باز بطخ سے کہتا ہے کہ پانی سے نکل — تاکہ تو جنگل کو شکر بکھیرنے والا دیکھے

بط عاقل گویدش کاے باز دور — آب ما را حصن و امن ست و سرور
عقلمند بطخ اس سے کہتی ہے کہ اے باز جا — پانی ہمارے لئے امن اور خوشی کا قلعہ ہے

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب — ہیں بہ بیروں کم روید از حصن آب
اے بطخو! شیطان کی مثال باز کی سی ہے جلدی کرو — خبردار! پانی کے قلعہ سے باہر نہ نکلنا

باز را گوئید رو رو باز گرد — از سر ما دست دار اے پاکمرد
باز سے کہہ دو جا جا واپس پھر جا — اے مددگار! ہمارے سر سے دست بردار ہو جا

ما بری از دعوت ترا — ما نہ نوشیم ایندم تو کافرا
ہم تیری دعوت سے بری ہیں تیرا کہا دعوت مجھے — اے کافر ہم تیرا یہ کہنا قبول نہ کریں گے

حصن ما را قند و قندستاں ترا — ما نخواہیم ہدیات بستاں ترا
قلعہ ہم کو اور قند و قندستان تجھے مبارک ہو — ہم تیرے ارمغان کے خواہشمند نہیں ہیں باغ تجھے مبارک ہو

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم — چونکہ لشکر ہست کم ناید علم
جب جان ہے روزی کی کمی نہ ہوگی — جبکہ لشکر ہے جھنڈے کم نہ ہوں گے

رجوع بحکایت خواجہ و روستائی

خواجہ اور دیہاتی کے قصہ کی طرف واپسی

خواجۂ حازم بسے عذر آورید — بس بہانہ کرد با دیو مرید
پختہ کار خواجہ نے بہت عذر کئے — سرکش شیطان سے بہت بہانے کئے

گفت ایں دم کار ہا دارم مہم — گر بیایم آں نگردد منتظم
کہا اس وقت میں بہت ضروری کام رکھتا ہوں — اگر میں چلا جاؤں گا تو ان کا انتظام نہ ہو سکے گا

شاہ کار ناز کم فرمودہ است — زانتظارم شاہ شب نغنودہ است
بادشاہ نے مجھے ایک نازک کام کا حکم فرمایا ہے — میرے انتظار میں تمام رات بھر نہیں سویا ہے

۵۱ کمتر از بط: بطخوں نے باز کی دعوت پر پڑے فائدے کو چھوڑا انسان تھوڑے فائدے کے لئے بڑا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ پانی بازشی کا پرند ہے اور بطخیں آبی۔ پانی بانے بطخوں کو جنگل کی دعوت دی۔ دشت بطخوں میں عمدہ خوراک ہے۔ دیو۔ شیطان انسان کے لئے ایسا ہے جیسا کہ باز بطخوں کے لئے تھا۔
۵۲ باز را جب شیطان کا لوائے لشکر و ہنگار و دمامہ ندم تو یہ تیرا دعوا ہے ہم اس میں نہ پھنسیں گے چونکہ روزی کے بارے میں انسان کو توکل سے کام لینا چاہئے۔ لہٰذا بھنڈا۔ علم پختہ کار ہوشیار۔
۵۳ دیو مرید۔ سرکش شیطان کا مرید یعنی دنیاداری کا۔ نازک نازک کام۔

من نیارم ترکِ امرِ شاہ کرد
میں بادشاہ کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتا

من نتانم شد برِ شہ روئے[1] زرد
میں بادشاہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا

ہر صباح و ہر مساء ہنگِ خاص
ہر صبح اور ہر شام ایک خاص سپاہی

میرسد از من ہمی جوید مناص
آتا ہے اور مجھ سے خلاصی چاہتا ہے

تو رَوا داری کہ آیم سوئے دہ
تو مناسب سمجھتا ہے کہ میں لوگوں کی طرف آجاؤں

تا در آبرد افگند سلطاں گرہ
یہاں تک کہ بادشاہ ناراض ہو کر گرہ ڈالے

بعد ازاں درمانِ خشمش چوں کنم
اس کے بعد اس کے غصہ کا کیا علاج کروں؟

زندہ خود رازیں مگر مدفوں کنم
ہاں اس سے اپنے آپ کو زندہ دفن کروں

زیں نمط او صد بہانہ باز گفت
اس طرح کے اس نے سینکڑوں بہانے بنائے

حیلہا با حکمِ حق نفتاد جفت
(لیکن) حیلے حکم خداوندی کے مطابق نہ ہو سکے

گر شود ذرّاتِ عالم حیلہ ہیچ
اگر تمام دنیا کے ذرّے حیلہ گری کریں

با قضائے آسماں ہیچ ست ہیچ
آسمان کے فیصلہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں
یہ زمین آسمان سے کیسے گریز کرے

چوں کند او خویش را از وے نہاں
یہ اپنے آپ کو اس سے کیسے چھپائے

ہر چہ آید از آسماں سوئے زمیں
جو کچھ آسمان سے زمین پر آتا ہے

نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں
اس سے، نہ مفر ہے نہ کوئی تدبیر نہ چھپنے کی جگہ

آتش[2] از خورشید می بارد برو
سورج سے اس پر آگ برستی ہے

او بہ پیشِ آتش بنہادہ رُو
وہ اس کی آگ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے

ور ہمی طوفاں کند باراں برو
وہ اگر اس پر بارش کا طوفان برسائے

شہر ہا را میکند ویراں برو
اس پر شہروں کو ویران کرے

اوشدہ تسلیم او ایوب وار
وہ (حضرت) ایوب کی طرح اپنے آپکو سپرد کر چکا ہے

کر اسیرم ہر چہ می خواہی بیار
کہ میں قیدی ہوں تو جو چاہے کر

اے کہ جزوِ ایں زمینی سرمکش
اے وہ کہ تو اس زمین کا جزو ہے سرکشی نہ کر

چونکہ بینی حکمِ یزداں در مکش
جب تو خدا کا حکم (آتا) دیکھے دروازہ نہ بند کر

چوں خلقنا کم[3] شنیدی من تراب
جبکہ تو نے ہم نے تمکو مٹی سے پیدا کیا ہے سن لیا ہے

خاک باشی جست از تو رُو متاب
اس نے تجھ سے خاک بن جانا چاہا ہے روگردانی نہ کر

---

[1] روئے زرد۔ یعنی بادشاہ کا کام نہ کر سکوں گا تو شرمندگی ہوگی۔ مناص چھٹکارے کی جگہ گرہ۔ یعنی بادشاہ ناراض ہو جائے گا۔ مدفوں یعنی بادشاہ ناراض ہو کر زندہ درگور کر دے گا۔ مجنت۔ یعنی اس کے بہانے تقدیر خداوندی کا مقابلہ نہ کر سکے اور انکو ماؤں جانا پڑا۔ گر شود قضا کے بالمقابل انسان معذور ہے۔

[2] آتش۔ زمین سورج کی تپش برداشت کرنے پر مجبور ہے اسی طرح انسان قضا کے مقابلہ میں بیچارہ ہے۔ ایوب وار۔ حضرت ایوب کا صبر مشہور ہے۔ آئے کہ خمیر انسان مٹی سے بنا ہے

[3] خلقنا کم قرآن پاک میں ہے اے انسانوں ہم نے تمہیں زمین کی مٹی سے پیدا کیا اللہ اسی میں تمہیں ہم لوٹائیں گے

بیں[1] کہ اندر خاک تخمے کاشتم
دیکھ لے میں نے مٹی میں بیج بویا

گرد خاکی و منش افراشتم
وہ خاکی بنا اور میں نے اس کو بلند کیا

حملۂ دیگر تو خاکی پیشہ گیر
دوسری بار تو خاکی ہونا اختیار کر

تا کنم بر جملہ میرانت امیر
تاکہ میں تجھے تمام سرداروں کا سردار بنا دوں

آب از بالا بہ پستی در رود
پانی بلندی سے پستی میں جاتا ہے

آنگہ از پستی ببالا بر رود
تب پستی سے بلندی پر جاتا ہے

گندم[2] از بالا بزیر خاک شد
گیہوں بلندی سے مٹی کے نیچے گیا

بعد ازاں او خوشہ چالاک شد
اس کے بعد وہ لہلہاتا خوشہ بنا

دانۂ ہر میوہ چوں گردد دفیں
ہر پھل کا دانہ جب گرتا ہے

بعد ازاں سر ہا برآرد از زمیں
اس کے بعد زمین سے سر اُبھارتا ہے

اصل نعمتہا ز گردوں تا بخاک
تمام نعمتوں کی اصل آسمان سے مٹی تک

زیر آمد شد غذائے جانِ پاک
نیچے آئی، تو پاک جان کی غذا بنی

از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر
تواضع کی وجہ سے جب وہ آسمان سے نیچے آیا

گشت جزو آدمی حیِّ دلیر
تو وہ زندہ دلیر انسان کا جزو بن گیا

پس صفات آدمی شد آں جماد
تو وہ بے جان آدمی کی صفات سے موصوف ہو گیا

بر فراز عرش پراں گشت شاد
خوش ہو کر آسمان کی بلندی پر اُڑ گیا

کز جہانِ[3] زندہ اوّل آمدیم
ہم پہلے زندہ جہان سے آئے

باز از پستی سوئے بالا شدیم
پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے

جملہ اجزا در تحرک در سکون
تمام اجزا حرکت اور سکون میں

ناطقاں کہ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
کہتے ہیں کہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

ذکر و تسبیحات اجزائے نہاں
پوشیدہ اجزاء کے ذکر اور تسبیح نے

غلغلے افگند اندر آسماں
آسمان میں غلغلہ ڈال دیا

چوں قضا آہنگ نارنجات کرد
جب قضا نے طلسم کرنے کا ارادہ کیا

روستائی شہری را مات کرد
دیہاتی نے شہری کو مات دے دی

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد
ہزاروں احتیاطوں کے باوجود خواجہ ہار گیا

زاں سفر در معرض آفات شد
اور اُس سفر سے آفتوں میں پھنس گیا

[1] بیں۔ خاکساری کے بعد سرفروئی حاصل ہوتی ہے بیج مٹی میں مل کر نشو و نما پاتا ہے حملۂ دیگر۔ انسان خاکی پیشہ اختیار کیا دوبارہ وہ خاکی بنے گا تو بڑے مراتب حاصل کرے گا۔

[2] گندم۔ گیہوں کا دانہ مٹی میں ملتا ہے پھر ہرا بھرا خوشہ بنکر اُبھرتا ہے۔ اصل نعمتیں پانی آسمان سے برسا پھر زمین نے مل کر انسان کا جزو بنا اور انسانی صفات اختیار کر کے عرش تک پہونچا۔

[3] جہان۔ زندہ و بعض عالم ارواح۔ سوئے بالا۔ عالم ارواح ذکر و تسبیحات۔ کائنات کا ہر ذرہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔

اعتمادش[1] بر ثباتِ خویش بود — گرچہ کُہ بد نیم سیلش در ربود
اُس کو اپنی ثابت قدمی پر بھروسہ تھا — اگرچہ پہاڑ تھا اُس کو آدھا سیلاب بہا لے گیا

چوں قضا بیروں کُند از چرخ سَر — عاقلاں گردند جملہ کور و کَر
جب قضا آسمان سے سر نکالتی ہے — سب عقلمند اندھے بہرے ہو جاتے ہیں

ماہیاں اُفتند از دریا بروں — مُرغِ پراں گردد از دامے زبوں
مچھلیاں دریا سے باہر گر پڑتی ہیں — اُڑنے والا پرند ایک جال سے ماجز آجاتا ہے

تا یَری ودیو در شیشہ شود — بلکہ ہارُوتے بہ بابل در رود
یہاں تک کہ دیو اور پری بوتل میں بند ہو جاتے ہیں — بلکہ ہاروت بابل میں چلا جاتا ہے

جُز کسے کاندر قضا اندر گریخت — خون اُورا ہیچ تربیعے نریخت
سوائے اُس کے جو قضا کی پناہ میں آگیا — کوئی تدبیر اُس کا خون نہ بہا سکی

غیر آنکہ در گریزی در قضا — ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا
سوائے اُس کے کہ تو قضا کی طرف بھاگے — کوئی تدبیر تجھے رہائی نہیں دلا سکتی

قصۂ اصحاب ضروان[2] و حیلہ کردنِ ایشاں تا بے زحمت فقیراں باغہا را قطاف کنند

ضروان والوں کا قصہ اور ان کا تدبیر کرنا تاکہ فقیروں کی زحمت سے

قصۂ اصحاب ضروان خواندہ — پس چرا در حیلہ جُوئی ماندہ
تو نے ضروان والوں کا قصہ پڑھا ہے — پھر تو کیوں حیلہ جوئی میں لگا ہے؟

حیلہ می کردند کژدم نیش چند — کہ برند از روزیِ درویش چند
چند بچھو جیسے ڈنک والے تدبیر کرتے تھے — کہ چند فقیروں کی روزی مار لیں

شب ہمہ شب می سگالیدند فکر — رُوئے در رُو کردہ چندیں عمر بکر
تمام رات فکر اور حیلے سوچتے رہے — آمنے سامنے ہو کر بہت سے عمر و بکر

خفیہ می گفتند سر ہا آں بداں — تا نیابد کہ خدا دریابد آں
اُن نالائقوں نے راز مخفی طور پر کہے — تاکہ خدا اُن کو نہ جان جائے

باگل اندر بندہ اسگالید گِل[3] — دست کارے می کُند پنہاں دل
گل نے کمہار کرنے والے کے خلاف سوچا! — ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرتا ہے!

[1] اعتمادش۔ شہری کو اپنی فصیل پر گھمنڈ تھا۔ دشمنوں نے جس اور بڑی فوج میں بند کر لینے کا ایک شاہانہ اور عالیانہ تحقیق ہے جو کسے۔ ایک عورت پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا۔ لعل نفوسنا من قدر اللہ بقدر اللہ ہم اللہ کی قضا سے اللہ ہی کی قضا کی طرف فرار اختیار کرتے ہیں۔ تریع کسی شخص کے کالج کے دو ستاروں کا اسطرح مل جانا کہ ایک دوسرے کے اعتبار سے چوتھے خانے میں ہو۔ یہ صورت اس شخص پر عکوس اثرات ڈالتی ہے۔

[2] ضروان۔ یمن میں صنعا کے قریب ایک گاؤں ہے اس کے باشندوں کا یہ قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ حیلہ کردہ ضرار کو محروم کرنیکی تدبیر سوچی۔ غیب سے سرگوشی اس نے کہ کہ تھے کہ خدا تعالیٰ کی سازش کو نہ سن سکے۔

[3] گل۔ کیچڑ، کمہار کیچڑ سے اپنا راز نہیں چھپا سکتی ہاتھ دل سے اپنا کام مخفی رکھ سکتا ہے۔

کَیْفَ[1] لَا یَعْلَمُ هَوَاكَ مَنْ خَلَقْ
تیری خواہش کو کیسے نہ جانیگا جس نے پیدا کیا

کَیْفَ یَغْفَلُ عَنْ ظَعِینٍ[2] رَغَدَا
خوش عیش ہودج نشین سے وہ کیسے غافل ہوگا

اَیْنَمَا قَدْ هَبَطَا اَوْ صَعَّدَا
کہاں وہ نشیب میں اُتری کہاں اونچائی پر چڑھی

گوش کن اکنوں حدیث خواجہ را
اب خواجہ کی بات سنو

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کن
اب کان کو غفلت سے پاک کرلے

تا چہا دید از بلا و از عنا
اُس نے کس قدر بلا اور مشقت دیکھی

آں زکاتے داں کہ غمگیں سادہی
اُس کو ایک زکوٰۃ سمجھ جو تو غمزدہ کو دے رہا ہے

بشنوی غمہائے رنجوران[3] دل
دل کے بیماروں کا غم سن لے

خانۂ پُر دود دارد پُر فنے
صاحب ہنر کا گھر (دل) دھوئیں سے بھرا ہوا ہے

گوش تو او را چو راہِ دم شود
جب تیرا کان اسکے سانس لینے کا راستہ بن جائے

غمگساری کن تو با مائے روی
اے سیلاب! ہماری غمگساری کر

ایں تردد حبس و زندانی بود
یہ تردد قید اور قیدی ہے

ایں بدیں سو آں بداں سو می کشد
یہ اس جانب وہ اس جانب کھینچتا ہے

اِنَّ فِی نَجْوَاكَ صِدْقًا اَمْ مَلَقْ
تیری خفیہ باتوں میں سچائی ہے یا جھوٹ

مَنْ یُعَایِنْ اَیْنَ مَثْوَاهُ غَدَا
جو دیکھ رہا ہے کہ کل کو اُس کا ٹھکانا کہاں ہے

قَدْ تَوَلَّاهُ وَاَحْصٰی عَدَدَا
وہ اُس کا نگراں ہے اور اُس نے شمار کر لیا ہے

کو سوئے دہ چوں شد دید او جزا
کہ وہ شہر کی جانب کیسے گیا اور اُس نے سزا کو کیسے دیکھا

استماعِ ہجر آں غمناک کن
اُس غمناک کی ہجرت (کا قصہ) سن

در رہِ دہ چوں شد از شہر او جدا
گاؤں کے راستہ میں جب وہ شہر سے جدا ہوا

گوش را چوں پیش و شانش نہی[4]
جب تو کان اُس کی داستان پر دھرے

فاقۂ جانِ شریف از آب و گل
آب و گل (میں پھنسنے) سے شریف جان کا فاقہ ہے

مر ورا بکشاز اصغا روزنے
اُس کی بات سننے کے لئے (کان کی) سوراخ کھول دے

دود تلخ از خانۂ او کم شود
کڑوا دھواں اُس کے گھر میں سے کم ہو جائے

گر بسوئے ربِّ اعلیٰ می روی
اگر تو ربِّ اعلیٰ کی طرف جا رہا ہے

کو نہ بگذارد کہ جاں سوئے رود
جو نہیں چھوڑتا کہ جان کسی طرف جائے

ہر یکے گوید منم راہِ رشد
ہر شخص کہتا ہے میں ہدایت کا راستہ ہوں

---

[1] کیف۔ قرآن پاک میں ہے اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔ بیشک وہ اللہ جانتا ہے اُن کو جس کو اُس نے پیدا کیا ہے وہ مہربان اور باخبر ہے۔

[2] ظعین۔ ہودج نشین سواری عورتیں۔ ظعنا ناقہ ہشقت۔ ش زکاتے۔ کسی غمگین کی داستان سن لینا اُس پر بہت بڑا احسان ہوتا ہے اُس کے دل کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔

[3] دستاں۔ داستان۔ فاقہ اُس کا دل غم کے دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ تیرا سننا گویا ایک سوراخ ہے جس کے ذریعہ اُس کے دل کا دھواں خارج ہوتا ہے۔ مددی سیراب یعنی جبکہ تیرا سلوک راہِ حق پر ہے اور عروج حاصل ہے تو ہمیں بھی معیت کا شرف بخش دے۔

ایں تردّد[1] عقبہ راہِ حق ست
یہ تردّد راہ حق کی گھاٹی ہے

اے خُنک آں کس کہ پایش مُطلق ست
وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جس کا پیر آزاد ہے

بے تردّد می رَوَد در راہِ راست
وہ سیدھے راستہ پر بغیر تردّد جا رہا ہے

رَہ نمیدانی بجو گامش کجاست
اگر تو راستہ نہیں جانتا ہے جا اُس کے نشانِ قدم

گامِ آہو را بگیر و رو معاف
تو ہرن کے نشانِ قدم پکڑ لے اور عاقل بن کے چلے

تا رسی از گامِ آہو تا بناف
تاکہ تو ہرن کے نشانِ قدم سے ناف تک پہونچ جائے

زیں روش بر اوجِ نوری می روی
اِس رفتار سے تو روشن بلندی پر جا رہا ہے

اے برادر گر بر آذر می روی
اے بھائی! اگر تو آگ پر چل رہا ہے

نے ز دریا ترس و نے از موج و کف
نہ دریا سے ڈر، نہ موج سے، نہ جھاگ سے

چوں شنیدی تو خطابِ لَا تَخَفْ
جب تو نے "نہ ڈر" کا خطاب سن لیا ہے

لَا تَخَفْ[2] داں چونکہ خوفت داد حق
جبکہ تجھے اللہ نے خوف دیا ہے تو اپنے آپ کو لَا تَخَفْ کا مصداق سمجھ

ناں فرستد چوں فرستادت طبق
وہ روٹی بھیجدے گا جبکہ اُس نے تجھے طباق بھیجا ہے

خوفِ[3] آنکس راست کُو را خوف نیست
ڈر اُس کے لئے ہے جس کو ڈر نہیں ہے

غصّہ آنکس را کش اینجا لطف نیست
غم اُس کے لئے ہے جس کو یہاں لطف حاصل نہیں ہے

رَواں شدن خواجہ بسُوئے دِہ با عیالاں

خواجہ کا بچوں کے ساتھ گاؤں کو روانہ ہونا

خواجہ در کار آمد و تجہیز ساخت
خواجہ کام میں لگا اور سامان تیار کیا

مُرغِ عزمش سوئے دہ اشتاب تاخت
اُسکے ارادہ کا پرند جلد گاؤں کی جانب روانہ ہوا

اہل و فرزنداں سفر را ساختند
اہل اور اولاد نے سفر کی تیاری کر لی

رخت را بر گادِ عزم انداختند
سامان ارادے کے بیل پر لاد دیا

شادمانان و شتاباں سوئے دِہ
خوشی خوشی جلدی سے گاؤں کی جانب

کہ بَرے خوردیم ازدہ مژدہ دِہ
کہ ہم نے گاؤں کے پھل کھانے ہیں خوشخبری سنا

مقصدِ ما را چراگاہِ[4] خوش ست
ہمارے مقصد کے لئے چراگاہ ہے

یارِ ما آنجا کریم و دلکش ست
اُس جگہ ہمارا دوست سخی اور دلنواز ہے

باہزاراں آرزو ماں خواندہ است
اُس نے ہمیں ہزاروں تمناؤں سے بُلایا ہے

بہرِ ما غرس کرم بنشاندہ است
اُس نے ہمارے لئے سخاوت کا پودا لگایا ہے

---

[1] تردّد۔ تردد کی کیفیت عارف کیلئے سفر ہے۔ عقبہ۔ گھاٹی جس سے عبور ضروری ہوتا ہے۔ پائیش یعنی تردد کی کیفیت اسکو سلوک سے مانع نہیں ہے اس کا اتباع کرے گا۔ ہرن کا ناف حاصل کرنا ہے تو اسکے نقشِ قدم پکڑ کر چلنے سے بالآخر اُس کا ناف حاصل ہو جائے گا، اسکا مطلب یہ ہے کہ ذات تک رسائی ہوگی۔ آذر کا دریا یعنی مجاہدات کی سختی لَا تَخَفْ۔ جبکہ اللہ کی جانب سے بشارت حاصل ہو گئی ہے تو راہ کی مشکلات سے نہ ڈرنا چاہیئے۔

[2] لَا تَخَفْ۔ خوف کا طاری ہونا یہ علامت ہے کہ لَا تَخَفْ کا مقام حاصل ہوگا جو خوف سے بالکل خالی ہے یہ اُنس کی عمدگی کی دلیل ہے۔ غرضے یعنی قسم قسم کے پھل۔ مژدہ۔ خوشخبری۔

[3] چراگاہ خوش۔ دلکش سبزہ زار۔ یار۔ یعنی دعوت دینے والا رہبائی۔ غرس۔ پودا۔

مادّ خیرہ[1] وہ زمستانِ دراز — از برائے او سوئے شہر آریم باز
ہم رشن بے جاڑوں کے لئے سامان — اس کے پاس سے شہر لے آئیں گے

بلکہ باغ ایثار راہِ ما کُند — درمیانِ جانِ خود ماں جا کُند
بلکہ وہ باغ ہمارے لئے قربان کردے گا — اپنی جان میں ہماری جگہ بنائے گا

عَجِّلُوا اَصْحَابَنَا کے تَرْبَحُوا — عقل می گفت از درُوں لَا تَفْرَحُوا
ہمارے ساتھیو! جلدی کرو تاکہ نفع اٹھاؤ — اندر سے عقل کہتی تھی "خوش نہ ہو"

مِنْ رِّبَاحِ اللّٰہِ کُونُوا رَابِحِیْن — اِنَّ رَبِّی لَا یُحِبُّ الْفَرِحِیْن
اللہ کے نفع سے نفع اٹھانے والے بنو — بیشک میرا خدا خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے

اِفْرَحُوا هُوْنًا بِمَا آتَاکُمْ — کُلُّ آتٍ مُشْغِلٌ اَلْهَاکُمْ
اس پر ہلکے سے خوش ہو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے — ہر آنے والی خبر مشغول کرنے والی ہے جسنے تمہیں غافل بنایا

شاد از وے شو مشو از غیر وے — کُو بہار ست و دگر ہا ماہِ دے[2]
اس سے خوش ہو اس کے غیر سے نہ ہو — کیونکہ وہ موسم بہار ہے، دوسرے اگھن کا مہینہ

ہر چہ غیرِ اُوست استدراجِ تُست — گر چہ تختِ و مُلک تُست و تاجِ تُست
جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ تیرا استدراج ہے — خواہ وہ تیرا تخت اور سلطنت ہو اور تیرا تاج ہو

شاد از غم شو کہ غم دامِ لقاست — اندریں رہ سوئے پستی از تقاست
غم سے خوش ہو کیونکہ وہ لقا (خداوندی) کا فریب ہے — اس راستہ میں پستی کی جانب لجانا، بلندی ہوتا ہے

غم یکے گنجِ ست و رنجِ تو چو کاں — لیک کے در گیرد ایں در کودکاں[3]
غم ایک خزانہ ہے اور تیرا رنج کمان ہے — لیکن اس بات کا اثر بچوں پر نہیں ہے

کودکاں[4] چوں نامِ بازی بشنوند — جملہ باطن گور ہم تگ می دوند
بچے جب کھیل کا نام سنتے ہیں — سب گورِ فر کے ہم رفتار ہوتے ہیں

اے خراماں گورِ ایں سودا مہاست — در کمیں ایں سو ئے خوں آشامہاست
اے چلنے والے گورِ خر! اس طرف جال ہیں — اس جانب گھات میں خون پینے والی بلائیں ہیں

تیر ہا پنہاں نشد لیکن کماں — گشت پنہاں از دو چشمِ مردماں
تیر پوشیدہ نہیں ہیں لیکن کمان — انسانوں کی دو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے

تیر ہا پراں کماں پنہاں و عیب — بر جوانے میرسد صد تیرِ شیب
تیر چل رہے ہیں، کمان چھپی ہوئی اور غائب ہے — ایک جوان پر بڑھاپے کے سو تیر پہنچتے ہیں

[1] مادّ خیرہ یعنی اس گائوں کے جاڑوں کیلئے بہت سے تھے دیکر لوٹیں گے۔ عقل چونکہ مستقبل پر نظر کرکے محرومی اور مایوسی ہوگی۔ لَا تَفْرَحُوا۔ یعنی دنیا کی لذتیں زیادہ خوشی کا سبب نہ ہونی چاہئیں۔

[2] دگر ہا۔ دنیاوی خوشیاں فانی ہیں، استدراج۔ ڈھیل یعنی دنیا کی مرغوبات آزمائش کیلئے ہوتی ہیں۔ قہر۔ آخرت کی فکر خزانہ بے بہا ہے۔

[3] کودکاں۔ جن کی عقل پختہ نہیں ہے وہ دنیاوی لذتوں کیلئے دوڑ پڑتے ہیں۔ ایں شو۔ یعنی دنیاوی لذتیں۔ تیرا۔ یعنی دنیا کے قصے۔ شیب۔ یعنی بڑھاپے کے مصائب۔

گام در صحرائے دل باید نہاد
دل کے جنگل میں قدم رکھنا چاہیئے

زانکہ در صحرائے گل نبود گشاد
اسلئے کہ مٹی کے جنگل (جسم) میں وسعت نہیں ہے

ایمن آباد ست دل اے مردہا
اے لوگو! دل امن آباد ہے

حصن محکم موضع امن و اماں
مضبوط قلعہ ہے امن و اماں کی جگہ ہے

گلشن خرم بکام دوستاں
دوستوں کے حسب مراد تازہ گلشن ہے

چشمہا و گلستاں در گلستاں
چشمے ہیں اور باغ در باغ ہیں

عُجْ اِلَی الْقَلْبِ وَسِرْ یَا سَارِیَہ
قلب کی طرف لوٹ اور چل دے چلنے والے

فِیْہِ اَشْجَارٌ وَعَیْنٌ جَارِیَہ
اُس میں درخت اور جاری چشمہ ہے

وہ مرو وہ مرورا احمق کند
گاؤں میں نہ جانا گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے

عقل را بے نور و بے رونق کند
عقل کو بے نور اور بے رونق بنا دیتا ہے

خواجہ پندارد کہ روزی دہ دہد
خواجہ سمجھتا ہے کہ گاؤں روزی دیتا ہے

ایں نمیداند کہ روزی دہ دہد
یہ نہیں سمجھتا کہ روزی دینے والا (روزی) دیتا ہے

قولِ پیغمبر شنو اے مجتبیٰ
اے برگزیدہ! پیغمبرؐ کا قول سُن لے

گورِ عقل آمد وطن در روستا
گاؤں کا وطن عقل کی قبر ہے

ہر کہ روزے باشد اندر روستا
جو گاؤں میں ایک دن رہے گا

تا بماہے عقلِ او ناید بجا
اُس کی عقل ایک مہینہ تک ٹھکانے نہ آئے گی

ہر کہ در روستا کند روزے مقام
جو شخص ایک دن اور تمام گاؤں میں گذارے گا

تا بماہے عقلِ او نبود تمام
ایک مہینہ تک اُس کی عقل مکمل نہیں ہوگی

تا بماہے احمقی با او بود
ایک مہینہ تک حماقت اُس کے ساتھ ہوگی

از جشیش وہ جز اینہا چہ رود
گاؤں کی گھاس سے اسکے علاوہ اور کیا ہوگا

ہر کہ ماہے باشد اندر روستا
جو ایک مہینہ تک گاؤں میں رہے گا

روزگارے باشدش جہل و عمیٰ
اُس کی نادانی اور جہالت تمام عمر رہے گی

وہ چہ باشد شیخ کامل ناشدہ
گاؤں کیا ہے؟ ناقص شیخ

دست در تقلید و در حجت زدہ
جس نے تقلید اور حجت بازی ہاتھ کی

پیشِ شہرِ عقلِ کلی ایں خراس
کل عقل کے شہر کے سامنے یہ خراس

چوں خرانِ چشم بستہ در خراس
آنکھوں پر پٹی بندھے ہوئے کولھو کے گدھوں کی طرح ہیں

۱؎ سوئے گل۔ دنیا، گشاد۔ وسعت، ایمن آباد۔ دل کی دنیا، مضبوط قلعہ ہے جس میں طرح طرح کے گلشن اور باغیچے ہیں۔ وہ قلب کی دنیا ہے نہ کہ ظاہر شہر اور خارجی دنیا ہنر مند لوگوں کے ہے۔ نیز مولانا نے آگے فرمایا ہے کہ گاؤں سے مراد شیخ ناقص ہے۔

۲؎ قولِ پیغمبر حدیث ہے من سکن البادیۃ جفا جس نے دیہات کی سکونت اختیار کی وہ سخت دل بنا۔ تجربہ ہے گاؤں میں ایک دن گذارنے سے انسان ایک مہینہ کے لئے بے عقل ہوجاتا ہے اور اگر ایک مہینہ گاؤں میں رہ لیا تو تمام عمر بے عقل رہیگا

۳؎ وہ چہ باشد یہاں گاؤں سے مراد ناقص شیخ ہے جو صرف مشائخ کی نقل اتارتا ہے پیش شہر شیخ کامل کے اعتبار سے یہ شیخ ناقص کولہو کا بیل ہے

ایں رہا کن صورت افسانہ گیر
اس کو رہنے دے قصہ کی صورت اختیار کر

روبہ بل دُرّ دانہ گندم دانہ گیر
جا موتی کو چھوڑ دے گیہوں کا دانہ لے لے

گر بہ دُرّہ نیست ہیں مُہنِ می ستاں
اگر موتی گیہوں دستیاب نہیں ہے تو گیہوں لے لے

گربداں سُو نیست رہ ایں سو براں
اگر اس طرف راستہ نہیں ہے اس طرف چل پڑ

ظاہرش گیر اگرچہ ظاہر کژ بود
اس کے ظاہر کو اختیار کر لے اگرچہ ظاہر ٹیڑھا ہو

عاقبت ظاہر سوئے باطن برد
آخر ظاہر باطن ہی کی طرف جاتا ہے

اوّلِ ہر آدمی خود صورت است
آدمی کی ابتدا خود صورت ہے

بعد ازاں جاں کو جمالِ سیرت است
اس کے بعد جان ہے جو باطن کا حسن ہے

اوّلِ ہر میوہ جز صورت کہ ست
ہر میوے کی ابتدا سوائے صورت کے کیا ہے

بعد ازاں لذت کہ معنیٔ ویست
اس کے بعد لذت ہے جو اس کے معنی ہیں

اوّلاً[۵۴] خرگاہ سازند و خرند
پہلے خیمہ تیار کرتے ہیں اور خریدتے ہیں

بعد ازاں ایں مہماں آورند
اس کے بعد سردار کو مہمان بنا کر لاتے ہیں

صورتِ خرگاہ و آں معنی ست ترک
تیری صورت خیمہ ہے اور معنی سردار ہیں

معنیت ملّاح و آں صورت چو فلک
تیرے معنی ملّاح ہیں اور صورت کشتی جیسی ہے

رفتن خواجہ و قومش بسوئے دِہ
خواجہ اور اس کی قوم کا گاؤں کی طرف جانا

بہر حق ایں را رہا کن یک نفس
خدا کے لئے اس بات کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دے

تا خر خواجہ بجنباند جرس
تاکہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلائے

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند
خواجہ اور بچوں نے سامان تیار کیا

بر ستوراں جانب دِہ تاختند
جانوروں پر چڑھ کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے

شادمانہ سوئے صحرا راندند
خوشی خوشی جنگل کی جانب روانہ ہو گئے

سافروا[۵۵] کے تغنموا برخواندند
سفر کرو تاکہ غنیمت حاصل کرو پڑھنے لگے

کز سفر بابندہ کیخسرو شود
سفروں کی وجہ سے غلام کیخسرو بن جاتا ہے

بے سفر ہا ماہ کے خسرو[۵۶] شود
بغیر سفر کے چاند کب حسین بنتا ہے

از سفر بیذق شود فرزیں راد
پیادہ سفر کر کے مقلد فرزین بن جاتا ہے

از سفر یابید یوسف صدر مراد
سفر سے (حضرت) یوسفؑ نے بیکڑوں مرادیں پائیں

---

۵۴ ذرا نہ یعنی بیت کی باطنی گہرائی بعد اگر حقیقت حاصل نہ ہو سکے تو صورت کو اختیار کر لینا چاہیے، صورت سیرت کا وسیلہ ہے مشہور مقولہ ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ مجاز حقیقت تک پہنچنے کا پل ہے، عقل ہر انسان پہلے پیکر بنتا پھر اس میں روح آتی ہے۔
بعد ازاں لذت، ابتدا پھل کی صورت بنتی ہے پھر اس میں لذت آتی ہے۔

۵۵ اَسْفِرُوْا فَتَغْنَمُوْا، اسباب و ذرائع پہلے حاصل کرنے پڑتے ہیں تب مقصود حاصل ہوتا ہے جو کہ وہ گھنٹی جو سواری کی گردن میں باندھی جاتی ہے جس سے سامان بشتروں، ستوروں نہیں ہے، چوپایہ، سافروا مشہور مقولہ اَلسَّفَرُ وَسِیْلَۃُ الظَّفَرِ سفر کامیابی کا ذریعہ ہے، یکسر و ایرین کا مشہور بادشاہ گذرا ہے۔

۵۶ خسرو، چاند ابتدا میں ہلال ہوتا ہے پھر بدر کامل بنتا ہے۔ از سفر شطرنج کی نرد دین میں سے پیادہ جب چند خانے طے کر جاتا ہے تو وہ فرزین بن جاتا ہے جو شاہ کے بعد سب سے زیادہ قوی مہرہ مانا جاتا ہے۔

روز[1] روی از تاب خورمی سوختند — شب ز اختر راہ می آموختند

دن میں سورج کی گرمی سے منہ جلاتے تھے — رات کو ستاروں سے راستہ معلوم کرتے تھے

خوب گشتہ پیش ایشاں راہ زشت — از نشاط رہ شدہ رہ چوں بہشت

بُرا راستہ اُن کے لئے اچھا بن گیا تھا — تکلیفوں کی خوشی میں راستہ بہشت جیسا ہو گیا تھا

تلخ از شیریں لباں خوش می شود — خار از گلزار دلکش می شود

شیریں لب والوں سے کڑوا بھلا ہو جاتا ہے — چمن کی وجہ سے کانٹا دلکش ہو جاتا ہے

خنظل از معشوق خرمامی شود — خانہ از ہمخانہ صحرامی شود

معشوق کی جانب سے اندرائن خرما ہو جاتی ہے — گھر بیوی کی وجہ سے جنگل (جیسا) ہو جاتا ہے

اے بسا از ناز نینان خارکش — بر امید گلعذارے ماہ وش

بہت سے نازوں کے پالے کانٹے چننے والے ہیں — گلاب جیسے رخسار چاند جیسے چہرے والے (معشوق) کی امید پر

اے بسا حمال گشتہ کشت ریش — از برائے دلبر مہ روئے خویش

بہت سے بوجھ اٹھانے والے زخمی کمر ہیں — اپنے چاند جیسے محبوب والے معشوق کے لئے

کردہ آہنگر جمال خود سیاہ — تا کہ شب آید ببوسد روئے ماہ

لوہار نے اپنا حسن کالا کیا — تاکہ رات آئے تو چاند جیسے منہ والی کا بوسہ لے

خواجہ[2] تا شب بر دکانے چار میخ — زانکہ سروے در دلش کرد ست میخ

خواجہ رات تک دکان پر قیدی ہے — اسلئے کہ ایک سرو قد نے اس کے دل میں میخ گاڑی ہے

تاجرے دریا و خشکی میرود — آں بہ مہر خانہ شینے می دود

ایک تاجر دریا اور خشکی میں جاتا ہے — وہ ایک خانہ نشین کی محبت کی وجہ سے دوڑتا ہے

ہر کرا با مردہ سودائے بود — بر امید زندہ سیمائے بود

جو کسی بے جان کا طالب ہوتا ہے — وہ زندہ چہرے والے کی امید پر ہوتا ہے

آں[3] درو گر روئے آوردہ بچوب — بر امید خدمت مہ روئے خوب

وہ بڑھئی لکڑی کی طرف متوجہ ہے — خوبصورت ماہ رُو کی خدمت کی امید پر

بر امید زندہ کن اجتہاد — کو نگردد بعد روزے[2] دو جماد

زندہ کی امید پر کوشش کر — جو دو روز کے بعد جماد نہ بنے

مونسے مگزیں خسے را از خسی — عاریت باشد درو آں مونسی

کینہ پن سے، کینہ کر دوست نہ بنا — جس میں وہ محبت عارضی ہے

---

[1] روز۔ یعنی وہ سفر میں دن میں دھوپ برداشت کرتے تھے رات کو ستاروں کی پہچان سے سفر طے کرتے تھے۔ شیخ مولانا چند مثالیں دیکر سمجھاتے ہیں کہ محبوب مقصود کی وجہ سے راہ کی سختیاں خوشگوار بنجاتی ہیں۔ خنظل۔ اندرائن۔ شہور ایک کڑوا پھل ہے۔ اے بسا۔ بہت سے نازک بدن، محبوب کی امید پر سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ کردہ آہنگر۔ لوہار اپنا چہرہ کالا کرتا ہے۔

[2] خواجہ۔ انسان محبوب بیوی کی خاطر دن بھر کمائی میں لگا رہتا ہے۔ خانہ شینے۔ خانہ نشینے۔ بر کرا۔ انسان اپنی دستکاریوں میں مجرد چیزوں لوہا لکڑی وغیرہ سے جو محبت کرتا ہے اور انکو بناتا ہے وہ کسی محبوب یعنی اولاد یا بیوی وغیرہ کی وجہ سے کرتا ہے۔

[3] آں درو گر۔ بڑھئی کی مثال کی محبت فانی محبوب کیلئے ہے۔ جماد۔ یعنی مرکر بے جان بنجانا۔ عاریت فانی اشیاء کی محبت عارضی ہے

اُنسِ[1] تو با مادر و با با کجاست
ماں اور باپ کے ساتھ تیری محبت کہاں ہے

گر بجز حق مُونسانت را وفاست
اگر خدا کے علاوہ تجھ سے محبت کرنیوالوں میں وفا ہے

اُنس تو با دایہ و لالا چہ شُد
تیری محبت دایہ اور خادم کے ساتھ کیا ہوئی

گر کسے شاید بغیرِ حق عُضد
اگر کوئی اللہ کے سوا (قوت) بازو ہونیکے لائق ہے

اُنسِ تو با شیر و با پستاں نماند
دودھ اور پستان کے ساتھ تیری محبت نہ رہی

نفرتِ تو از دبیرستاں نماند
مکتب سے تیری نفرت نہ رہی

آں شعاعے بُود بر دیوارِ شاں
اُن کی دیوار پر وہ ایک کرن تھی

جانب خورشید وارفت آں نشاں
وہ نشانی سورج کی جانب لوٹ گئی

بر ہر آں چیزے کہ اُفتد آں شعاع
جس چیز پر وہ کرن پڑ جائے

تو براں ہم عاشق آئی اے شجاع
اے بہادر! تو بھی اُس کا عاشق ہو جائیگا

عشقِ تو بر ہر چہ آں موجود بُود
جس موجود پر تیرا عشق تھا

آں ز وصفِ حق چو زر اندود بُود
وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے ملمع شدہ تھی

چوں[2] زرے با اصل خود من کماند
جب سونا اصل کی طرف چلا گیا تو بارہ رہ گیا

وز زریِ خویشتن مُفلس کماند
اور اپنے سونے پن سے خالی رہ گیا

طبع سیر آمد طلاق او براند
طبیعت بھر گئی تو اُس کو طلاق دے دی

پشت بر وے کرد و دست از وے فشاند
اُس کی طرف پیٹھ کر لی اُس سے ہاتھ اُٹھا لیا

از زر اندودیِ صفاتش پاکبش
اُس کی صفات سے ملمع کی ہوئی چیزوں سے قطع نظر کر

از جہالت قلب را کم گونی خوش
نادانی سے کھوٹے سکے کو کم از کم اچھا نہ کہہ

کاں[3] خوشی در قلبہا عاریتی ست
اسلئے کہ کھوٹے سکوں میں حُسن عارضی ہے

زیرِ زینت مایۂ بے زینتی ست
سجاوٹ کے نیچے بھدے پن کا سرمایہ ہے

زر ز روئے قلب در کاں می رود
سونا، کھوٹے سکے کے برے کان میں چلا جاتا ہے

سوئے کاں رو تو ہم کاں میرود
تو بھی اس کان کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

نور از دیوار تا خور می رود
نور دیوار سے سورج کی طرف چلا جاتا ہے

تو بداں خور رو کہ در خور می رود
تو بھی سورج کی طرف جا کہ یہ مناسب ہے

زیں پسِ بستاں تو آب از آسماں
اس کے بعد تو آسمان سے پانی لے

چوں ندیدی تو وفا از ناودں
جب تو نے پرنالے سے وفا نہ دیکھی

[1] اُنسِ تو۔ ماں باپ کی محبت دودھ پلانے والی کی محبت سب عارضی اور چند روزہ ہے۔ نفرت تو۔ بچے کی مکتب سے نفرت بھی عارضی ہے۔ اس شعاع۔ مجازی محبوب پر حقیقی محبوب کا سایہ پڑ جاتا ہے اسلئے وہ محبوب بنجاتا ہے تو محبت کے لائق حقیقی محبوب ہی ہے۔ عشق تو۔ کائنات کا حُسن عارضی ہے وہ محض اس بناء پر حسین ہیں کہ اُن پر اللہ کے حُسن کا پرتو پڑ گیا ہے۔

[2] چوں زرے۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ عارضی حسن اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو یہ عارضی حسین، حسین نہیں رہتا ہے۔ طبع۔ جب عارضی حُسن جاتا رہتا ہے تو اُس محبوب سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ زر اندود دنیا کی مجھ چیزوں پر ذات باری کے پرتو سے عارضی حُسن ہے اُن پر فریفتہ نہ ہونا چاہیئے۔

[3] کاں خوشی۔ کائنات کا حُسن عارضی ہے، عارض کے رفع ہو جانے پر اُنکی بدصورتی واضح ہو جاتی ہے۔ کاں۔ ذات باری کا نور دیوار پر عارضی چمک ہے لہذا سورج سے تعلق پیدا کرنا چاہیئے نہ کہ پس۔ پانی کا منبع آسمان ہے، پرنالے سے وقتی طور پر پانی حاصل ہو سکتا ہے۔

مَعدنِ دُنبہ نباشد دامِ گُرگ
دنبہ کی کان بھیڑیئے کا جال نہیں ہوتی ہے

کے شناسد مَعدنِ آں گرگِ شُرگ
وہ سونا بھیڑیا کان کو کہاں پہچانتا ہے؟

زر گماں بُردند بستہ در گرہ
سونے کو گرہ میں بندھا ہوا سمجھ رہے تھے

می شتابیدند مغروراں بدہ
دھوکے میں مبتلا گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے

ہمچنیں خنداں و رقصاں می شدند
اسی طرح سے خوشی خوشی اور ہنستے ہوئے جا رہے تھے

سُوئے آں دولاب چرخے می زدند
اُس رہٹ کی طرف تگ و تاز کیا رہے تھے

چوں ہمی دیدند مُرغے می پرید
جب وہ دیکھتے تھے کہ کوئی پرندہ اُڑا جا رہا ہے

جانبِ دہ صبر جامہ می دَرید
گاؤں کی جانب وہ صبر کا جامہ چاک کرتے تھے

ہر نسیمے کز سُوئے دِہ می وَزید
جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی

گویا رُوح و رَواں می پرورید
گویا وہ روح اور جان کو پرورش کر رہی تھی

ہر کہ می آمد زدِہ از سُوئے اُو
جو گاؤں سے اُس طرف آتا تھا

بوسہ میدادند خوش بر رُوئے اُو
اُس کے مُنہ کو خوب چومتے تھے

کہ تو رُوئے یارِ ما را دیدۂ
کہ تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے

پس تو جانِ جانِ ما را دیدۂ
لہٰذا تو ہمارے محبوب کی آنکھ ہے

نواختنِ مجنوں آں سگ را کہ مقیم کوئے لیلیٰ بود
مجنوں کا اُس کتے کو نوازنا جو لیلیٰ کے کوچہ میں رہتا تھا

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت
مجنوں کی طرح کہ وہ ایک کتے کو نوازتا تھا

بوسہ اش میداد و پیشش می گداخت
اُس کو چومتا اور اُس پر جان نثار کرتا

گرد اُو می گشت خاضع در طواف
عاجزی سے طواف میں اُسکے چاروں طرف گھومتا تھا

ہمچو حاجی گردِ کعبہ بے گزاف
بلا تکلف جس طرح حاجی کعبہ کے چاروں طرف

گہ جُلابِ شکّرش می داد صاف
کبھی صاف شکر آمیز گلاب پلاتا تھا

گہ سر و پایش ہمی بوسید و ناف
کبھی اُس کے سر اور پیر اور ناف کو چومتا تھا

بوالفضولے گفت کاے مجنونِ خام
ایک زیرک نے کہا اے ناقص پاگل

ایں چہ شیدستی اینکہ می آری مُدام
یہ کیسی دیوانگی ہے جو تو ہمیشہ کرتا ہے

پُوزِ سگ دائم پلیدی می خورد
کتے کی تھوتھی ہمیشہ پلیدی کھاتی ہے

مُقعدِ خود را بلب می استرد
اپنی مُقعد کو ہونٹوں سے چاٹتی ہے

۱؎ معدنِ دنبہ۔ حقیقی لذتوں کا مرکز یعنی ذاتِ باری۔ گرگ۔ یعنی بد نیاد انسان۔ در ۲ خواجہ اور اُنس کی اور گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور یہ خیال لئے ہوئے تھے کہ مقصود اُن کے ہاتھ آجائیگا۔ دولاب یعنی گاؤں پہونچکر لطف اٹھانے کا سبب۔ چرخ زدن۔ تگ و تاز کرنا۔ ہر کہ۔ گاؤں کی طرف سے آنیوالے سے بھی محبت کا اظہار کرتے۔ یار۔ یعنی وہ دلربائی جس نے دعوت دی تھی۔

۲؎ نواختن۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ محبوب کے در کا کتا بھی محبوب ہوتا ہے اسی وجہ سے وہ لوگ گاؤں سے متعلق ہر چیز سے محبت کا اظہار کرتے تھے۔ گرد او۔ مجنوں کتے کا اسی طرح طواف کرتا تھا جس طرح حاجی کعبہ کا طواف کرتا ہے۔

۳؎ جلاب۔ گلاب یعنی اُسکو قند و گلاب کا شربت پلاتا تھا۔

عیبہائے سگ بسے اُو می شمرد
وہ کتے کے بہت سے عیب گنتا رہا

گفت مجنوں ہم نقشی و تن
مجنوں نے کہا تو مجسم نقش اور صورت ہے

کایں طلسمِ بستہ مولیٰ ست ایں
کہ یہ طلسم مولا کا قائم کیا ہوا ہے

ہمتش بیں دل و جان و شناخت
اُس کی ہمت اور دل اور جان اور پہچان کو دیکھو

اُو سگ فرخ رُخ کہف من ست
وہ میرے غار کا مبارک رُو کتا ہے

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم
وہ کتا جو اُس کے کوچہ میں مقیم ہے

آں سگے کہ باشد اندر کوئے او
وہ کتا جو اُس کے کوچہ میں ہو

آنکہ شیراں مر سگانش را غلام
وہ کتا کہ شیر اُس کے کتے کے غلام ہیں

گر ز صورت بگذرید اے دوستاں
اے دوستو! اگر تم صورت سے گزر جاؤ گے

صورتِ خود چوں شکستی سوختی
جب تو نے اپنی صورت توڑ دی اور جلا دی

بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی
اُس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا

شعبۂ صورت شد آں خواجہ سلیم
وہ بھولا خواجہ صورت پر فریفتہ ہو گیا

سوئے دام آں تملق شادماں
خرشاد کے اُس جال کی جانب خوشی خوشی

عیبداں از عیبداں بوئے نبرد
عیب جاننے والا غیب جاننے والے کا راز نہ پا سکا

اندر آ و بنگر ش از چشمِ من
اندر آ اور اُس کو میری آنکھ سے دیکھ

پاسبان کوچۂ لیلیٰ ست ایں
یہ لیلیٰ کے کوچہ کا محافظ ہے

گو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت
کہ اُس نے کس جگہ کو پسند کیا اور ٹھکانا بنایا ہے

بلکہ او ہم دردِ ہم لہفِ من ست
بلکہ وہ میرا ہمدرد اور غم خوار ہے

خاکِ پایش بہ ز شیرانِ عظیم
بڑے شیروں سے اُسکے پیروں کی خاک بہتر ہے

من بشیراں کے دہم یک موئے او
میں شیروں کے بدلے میں اُسکا ایک بال کبھی نہ دوں گا

گفت امکاں نیست خامش والسلام
بیان کرنا ممکن نہیں ہے چپ ہو جا والسلام

جنت ست و گلستاں در گلستاں
جنت ہے اور باغ در باغ ہیں

صورتِ کل را شکست آموختی
تو اب کی صورت کو توڑنا سیکھ لیا

ہمچو حیدر رباب خیبر برکنی
حیدر کی طرح خیبر کے دروازے کو اُکھاڑ دے گا

کو بدہ می شد بگفتارِ سقیم
جو غلط باتوں سے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا

ہمچو مرغے سوئے دانہ امتحاں
جیسا کہ پرند آزمائش کے دانہ کی جانب

لہ عیبداں۔ یعنی ملامت کرنیوالا۔ عیبداں۔ یعنی محنت جو لیلیٰ کے کتے سے محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ از چشمِ من۔ یعنی میرا را چشم مجنوں باید دید تا کہ ایں عیبداں یعنی یہ کتا ہے حبش۔ کتے کے ظاہر کو نہ دیکھ اسکے ان اوصاف پر نظر کر ہم آہنگ۔ ہمدرد۔ غمخوار۔

من بشیراں۔ یعنی اس کتے کا اقبال دیکھ کر میں شیروں کو نہیں خسرید سکتا۔

لہ آنکہ۔ جب مجازی محبوب کے لئے کسی کا یہ تعشق ہوتا ہے تو محبوب حقیقی سے متعلق چیزوں سے کسقدر محبت ہونی چاہیئے گز صورت۔ اگر انسان صورت پرستی سے بلند ہو جائے تو پھر حقیقت کی جنت کی سیر کر سکتا ہے۔ صورت کل۔ اگر انسان اپنا بت توڑ دے تو پھر بت شکنی کر سکتا ہے۔

لہ بعد ازاں۔ خودی کو ختم کرکے حیدری قوت حاصل ہو سکتی ہے۔ شعبۂ خواجہ۔ اور اسکی اولاد صورت پرستی میں مبتلا ہو گئی تھی اسی لئے ریاضتی کی بھکنی چڑی باتوں میں پھنسی۔ سوئے دام۔ ایسی ریاضتی کی باتیں ایسی ہی ہوتیں جیسے کہ جال کا دانہ۔

از کرم دانست آں مرغِ حریص
اس لالچی پرندنے منجملۂ سخاوت جانا

دانہ را بادام لیکن مُشدِ محیص[1]
دانہ کو جال کے ساتھ لیکن بھاؤ کا سودا جانا

از کرم دانست مرغ آں دانہ را
پرند اس دانہ کو منجملۂ سخاوت جانا

غایتِ حرص ست نے جُود و عطا
لیکن یہ تو انتہائی لالچ ہے نہ کہ بخشش اور عطا

مُرغکاں در طمعِ دانہ شادماں
پرند دانہ کے لالچ میں خوشی خوشی

سوئے آں تزویر پَران و دَوَاں
اس مکر کی جانب اڑتے اور دوڑتے ہوئے

گر ز شادی ہاش آگاہت کُنم
اگر میں تجھے اس خوشی سے باخبر کردوں

ترسم اے رہرو کہ بیگاہت کُنم
اے رہرو میں ڈرتا ہوں کہ تیرا وقت بیکار کردوں گا

مختصر کردم چو آمد دہ بدید
میں نے مختصر کردیا جو گاؤں نظر آیا

خود نبود آں دِہ دہِ دیگر گزید
یہ وہ گاؤں نہ تھا، دوسرا گاؤں تھا

قُرب ما بے دہ بدہ می تاختند
تقریباً کوئی ایک مہینہ گاؤں در گاؤں بھاگے پھرے

زانکہ راہِ دہ نکو نشناختند
کیونکہ وہ گاؤں کے راستہ کو اچھی طرح نہ جانتے تھے

ہر کہ[2] در رہ بے دلاوَر زے رَوَد
جو بغیر رہبر کے راستہ پر چلے گا

ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود
دو دن کا راستہ سو سال کا ہو جائے گا

ہر کہ تاز د سوئے کعبہ بے دلیل
جو کعبہ کی جانب بغیر راہبر کے روانہ ہوگا

ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل
وہ ان حیرانوں کی طرح ذلیل ہوگا

ہر کہ گیرد پیشہ بے اوستا
جو بغیر کسی استاد کے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے

ریشخندے شد بشہر و روستا
وہ گاؤں اور شہر میں مضحکہ بنتا ہے

زانکہ نادر باشد اندر خافقیں
مشرق و مغرب میں یہ بات نادر ہوگی

کادمی سر بر زند بے والدیں
کہ بغیر ماں باپ کے آدمی پیدا ہو

مالِ[3] اُو یابد کہ کسبے می کند
مال وہ پاتا ہے، جو کماتا ہے

نادرے باشد کہ بر گنجے زند
نادر ہوتا ہے، کہ خزانہ مل جائے

مُصطفائے کو کہ جسمش جاں بُود
مصطفیٰ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی روح تھا

تا کہ رحماں عَلَّمَ القرآن بُود
تاکہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھائے

اہلِ تن را جملہ عَلَّمَ بِالقَلَم
تمام جسمانی لوگوں کو قلم سے سکھایا کا

واسطہ افراشت در بذلِ کرم
واسطہ بنایا جود و عطا میں

[1] محیص۔ بھاؤ کی بحث۔ مذکورہ دنیاوی کی باتوں کو کرم پر محمول کیا۔ تزویر۔ فریب۔ شکار یا جال۔ خواجہ کو اس دنیاوی کی باتوں سے کسقدر خوشی تھی۔ خود سمجھ سکتے ہیں جس لمحوں میں یہ سمجھے کہ وہ اس دھوکہ دینے والے دنیاوی کا گاہک بن رہا تھا

[2] ہر کہ۔ جو استاد اور شیخ کی رہبری کے بغیر چلے گا اس کا یہی حال ہوگا جو اس خواجہ اور اس کے بال بچوں کا ہوا۔ تشنہ۔ یعنی کچھ حاصل نہ ہوگا اور وہ مضحکہ بن جائیگا۔ آنکہ۔ اسباب ظاہری کے بغیر مقصد کو پہنچنا بالکل ایسا ہی نادر ہے جیسا کہ ماں باپ کے بغیر بچے کا پیدا ہو جانا۔

[3] مال۔ معروف طریقہ پر محنت کرنے سے مقصد حاصل ہوتا ہے۔ مصطفیٰ۔ یا تخصیص کی خصوصیت تھی کہ استاد کے بغیر براہ راست ذات خداوندی سے انکو علوم حاصل ہوئے۔ اہل تن۔ عوام کو بذریعہ قلم ہی تعلیم دی جاتی ہے۔

ہر حریصے ہست محروم اے پسر
اے بیٹا! ہر لالچی محروم ہے

چوں حریصاں تنگ مرو آہستہ تر
لالچیوں کی طرح نہ دوڑ، بہت آہستہ چل،

اندراں رہ رنجہا دید ند تاب[1]
اس راستہ میں انھوں نے بہت رنج اور تکلیف اٹھائی

چوں عذاب مرغ خاکی اندر آب
جیسا کہ خشکی کے پرند کی تکلیف پانی میں

سیر گشتہ از دہ و از روستا
وہ گاؤں اور دیہاتی سے بیزار ہو گیا

وز شکر ریزی چناں نااوستا
اور ایسے بے استادے کی میٹھی باتوں سے

رسیدن خواجہ و قومش بدہ و نادیدہ و ناشناخت آوردن
خواجہ اور اس کے متعلقین کا گاؤں میں پہنچنا اور دیہاتی کا ان کو اجنبی
روستانی ایشانرا
اور ناآشنا سمجھنا

بعد ماہے چوں رسیدند آں نفر
جب وہ اس طرف ایک مہینہ کے بعد پہنچے

بینوا ایشاں ستوراں بے علف
دانے سر سا ان (اور) چوپائے بغیر گھاس کے تھے

روستائی بیں کہ از بدبختی
دیہاتی کو دیکھ کر بدبختی سے

می کند بعد اللتیا و التی[2]
چناں وچنیں کے بعد کرتا ہے

روئے پنہاں می کند زایشاں برفرز
ان سے دن میں منہ چھپاتا ہے

تا سوئے باغش نہ بکشایند پوز
تاکہ وہ اس کے باغ کی جانب منہ نہ کھولیں

آنچناں رو کہ ہمہ شرق و شرست
ایسا چہرہ جو مجسم مکر اور شرارت ہے

از مسلماناں نہاں اولیٰ ترست
مسلمانوں سے چھپا رہنا بہتر ہے

رو سیہا باشد کہ دیواں چوں عسس[3]
ہوتے ہیں کہ (اس کو دنیا میں) تحسین کی طرح
سیاہ چہرے ہوتے ہیں کہ دیواں چوں عسس

برسرش بنشستہ باشد چوں حرس[4]
(اور) پہرہ داروں کی طرح اس کے سر پر بیٹھے ہوتے ہیں

چوں بہ بینی روئے شاں در تو فتند
جب تو ان کا چہرہ دیکھے گا وہ تجھے چھیڑیں گے

یا ببیں شاں چوں بدیدی خوش مخند
یا ان کو نہ دیکھ یا اگر دیکھتا ہے تو مت ہنس

در چناں روئے خبیث عاصیہ
ایسے ہی خبیث نافرمان چہرے کے بارے میں

گفت یزداں نتفعا بالنا صیہ
خدا نے فرمایا ہے ہم پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

چوں بپرسیدند و خائش یافتند
جب انھوں نے معلومات کیں اور اس کو گھر پایا

ہمچو خویشاں سوئے در بشتافتند
اپنوں کی طرح دروازے کی طرف دوڑے

[1] اندراں رہ: ان لوگوں کے راستہ میں خواجہ اور اس کی اولاد کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ سیر گشت: اس دیہاتی اور لوگوں سے اکثر غربت ہونے لگی بعد ماہے: چونکہ لوگوں کی کوشش میں لگ جانے سے پورے ایک ماہ ضائع ہو گیا۔

[2] اللتیا والتی: چناں وچنیں، اگر کوئی روکے۔ وہ دیہاتی دن میں چھپا رہتا تھا تاکہ یہ لوگ اس کے مہمان نہ بن سکیں۔ پوز: منہ

[3] آنچناں: یہ مولانا کا اپنا مقولہ ہے کہ ایسے نالائق کا مسلمانوں سے منہ چھپائے رکھنا بہتر ہے۔

[4] حرس: دربان۔ شیطان اسکی دیکھ بھال کرتے ہیں کہ نیکی کا کام نہ کرلے۔ نتفعا: قرآن پاک میں ابوجہل کے متعلق ہے نتفعا یا ناصیہ ہم ضرور اسکی پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

در فروبستند اہلِ خانہ اش
اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا

خواجہ[1] شد زیں کجروی دیوانہ وش
خواجہ اس بدتمیزی سے دیوانہ جیسا ہو گیا

یک ہنگام درشتی ہم نبود
لیکن سختی کا وقت بھی نہ تھا

چوں درافتادی بچہ تیزی چہ سود
تو جب کنویں میں گر گیا تیزی سے کیا فائدہ ہوا

بر درش ماندند ایشاں پنج روز
وہ اس کے دروازہ پر پانچ روز پڑے رہے

شب بسر ماروز خود خورشید سوز
رات جاڑے میں اور دن خود جلانے والے سورج کا

نے ز غفلت بود ماندن نے خری
نہ تو غفلت کی وجہ سے تھا نہ حماقت کی وجہ سے

لیک بود از اضطرار و بے زری
لیکن مجبوری اور مفلسی کی وجہ سے تھا

بالیماں بستہ نیکاں را ضطرار
مجبوری سے پہلے کنوؤں سے وابستہ ہو گئے

شیر مُردارے خورد از جوع زار
بھوک سے وہ شیر مُردار کھا لیتا ہے

اں یکی دیدش یکی کردش سلام[2]
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کو دیکھتا سلام کرتا

کہ فلانم مر مرا اینست نام
کہ میں فلاں ہوں میرا یہ نام ہے

گفت[3] باشد من چہ دانم تو کئی
اس دیہاتی نے کہا ہو گا میں کیا جانوں تو کون ہے

یا پلیدی یا قرین پاکئی
تو ناپاک ہے، یا پاکی سے موصوف ہے

والہم روز و شب اندر صنع ہُو
میں دن رات اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا شیدا ہوں

ہیچگونہ نیستم پروائے تو
مجھے تیری کوئی پروا نہیں ہے

از خودی خود ندارم ہم خبر
مجھے خود اپنا پتہ نہیں ہے

نیست از ہستی سرِ موئم اثر
میرے وجود کا ایک بال برابر بھی نشان نہیں ہے

ہوش من از غیرِ حق آگاہ نیست
میرا ہوش اللہ کے سوا کسی سے باخبر نہیں ہے

در دل و جانم بجز اللہ نیست
میرے دل و جان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے

گفت[4] ایں دم باقیامت شد شبیہ
اس (شہری) نے کہا تو نے ابھی قیامت کا نمونہ پیش کر دیا

تا برادر شد یفرُّ من اخیہ[5]
کہ بھائی اپنے بھائی سے بھاگے گا

شرح می کردش کہ من آنم کہ تو
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کیلئے واضح کرتا کہ میں وہی ہوں جو تو ہے

لوتہا خوردی ز خوانِ من دو تو
میرے دسترخوان سے تو اور تیرے بھائی کھاتے رہے ہیں

آں فلاں روزت خریدم آں متاع
فلاں دن میں نے تیرے لئے وہ سامان خریدا

کُلُّ سیرٍ جاوز الاثنین شاع
جو راز دو سے آگے بڑھا شائع ہو گیا

---

[1] خواجہ یعنی شہری مزید یعنی گھر والوں کے دروازہ بند کر لینے سے۔ شب بسر ما یعنی رات جاڑے میں گذرتی اور وہ سورج کی گرمی میں بسر ہوتا۔ نے ز غفلت۔ چونکہ اس کے پاس روپیہ پیسہ غلہ تھا وہ گھر والوں کے دروازے پر پڑے رہے۔

[2] سلام یعنی سلام کر کے اپنا تعارف کراتا۔ گفت باشد یعنی دیہاتی نے پہچاننے سے انکار کر دیا۔ والہم۔ وہ دیہاتی بزرگی کی باتیں بگھارتے تھا اور دنیا سے بے تعلقی اور اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت جتاتے۔

[3] گفت۔ شہری خواجہ نے کہا پھر تو یہ دن قیامت جیسا ہے کیونکہ اس دن بھائی بھائی کو نہ پہچانے گا۔ گفتہ با لوت کی جمع ہے اللذیذ غذائیں۔ متاع۔ سامان۔ یعنی وہ سامان جو میں نے تجھے خرید کر دیا تھا۔ خبر۔ اب یہ راز، راز نہیں ہے سب جانتے ہیں۔

نے کہ بودی ماہہا مہمانِ من
کیا تو مہینوں میرا مہمان نہیں رہا

نے رسیدت بے کراں احسانِ من
کیا تجھے میرے بے انتہا احسان نہیں پہنچے

سرِّ مہر ما شنیدستند خلق
ہماری محبت کے راز لوگوں نے سنے ہیں

شرم[1] دار دُرد چو نعمت خورد حلق
جب حلق نعمت کھاتا ہے تو نہ شرماتا ہے

اُو ہمی گفتش چہ گوئی ترّہات
وہ یہی کہتا، اس سے کہتا کیا بکواس بکتا ہے

نے ترا دانم نہ نامِ تو نہ جات
نہ میں تجھے جانتا ہوں نہ تیرا نام نہ تیرا مقام

پنجمیں شب ابر و باراں گرفت
پانچویں رات ایسا ابر اور بارش آئی

کاسماں از بارشش شد در شگفت
جس کے برسنے سے آسمان کو بھی تعجب ہوا

چوں رسیدش کار داند راستخواں
جب چھری اس کی ہڈیوں تک پہونچ گئی

حلقہ زد خواجہ کہ مہتر[2] را بخواں
خواجہ نے کنڈی بجائی کہ چودھری کو بلا

چوں بصد الحاح آمد سوئے در
جب سیکڑوں خوشامدوں سے دروازہ پر آیا

گفت آخر چیست اے جانِ پدر
بولا بابا! آخر کیا ہے؟

گفت من آں حقہا بگذاشتم
(خواجہ نے) کہا میں نے سب حق چھوڑے

ترک کردم آنچہ می پنداشتم
جو کچھ میں نے خیال کیا تھا میں اس سے باز آیا

پنج سالہ رنج دیدایں پنج روز
ان پانچ روز میں پانچ سال کا رنج دیکھا

جانِ مسکینم دریں سرما و سوز
میری عاجز جان نے جاڑے اور تکلیف میں

یک جفا از خویش و از یار و تبار
اپنے عزیز، اپنے دوست اور خاندان کا ایک ظلم

در گرانی ہست چوں آں صد ہزار
شدت میں تین لاکھ سے زیادہ ہے

زانکہ دل تنہا دبر جور و جفاش
کیونکہ دل اس کے ظلم و زیادتی کا عادی نہ تھا

جانش خو کرد بود با مہر و وفاش
جان اس کی محبت اور وفاداری کی عادی تھی

ہر چہ بر مردم بلا و شدت ست
انسانوں پر جو مصیبت اور سختی ہے

ایں یقیں داں کز خلافِ عادت[3] ست
یقین کر خلافِ عادت ہونے کی وجہ سے ہے

گفت اے خورشیدِ مہرت بر دوام
(خواجہ نے) کہا اے وہ کہ تیری محبت کا سورج ہمیشہ چمکتا رہے

گر تو خونم ریختی کردم حلال
اگر تو مجھے مار بھی ڈالے تو میں نے تجھے معاف کیا

امشب از باراں بمادہ گوشہ
آج کی رات بارش کی وجہ سے ہمیں ایک گوشہ دیجئے

تا بیابی در قیامت توشہ
تاکہ تو قیامت میں توشہ پائے

[1] شرم دلاتا۔ اردو کی مثل ہے "منہ کھائے آنکھ لجائے"۔
ترّہات خرافات، بیہودہ باتیں۔
جات۔ جائے تو، مکانت۔ تعجب۔
کاسماں از بارشش شد در شگفت۔ بارش کے برسنے سے آسمان کو بھی تعجب ہوا۔
[2] حلقہ زد۔ کواڑ کی کنڈی بجائی۔
مہتر۔ چودھری یعنی وہ رہبانی جس نے دعوت دی تھی
الحاح۔ خوشامد۔ گفت۔ خواجہ، شوہری نے کہا پنج سالہ۔ یعنی، مصیبت تاک ایک ایک سال کے برابر تھا۔ تبار۔ خاندان۔
[3] خلافِ عادت۔ عادت کے خلاف جو کچھ کرنا پڑتا ہے اس سے تکلیف ہوتی ہے اگر اس کام کی عادت ہو تو پھر وہ تکلیف دہ نہیں رہتا ہے۔ گوشہ۔ یعنی کوئی ایسی جگہ جہاں ہم بارش سے بچکر لیٹ جائیں۔

گفت یک گوشہ است آنِ باغباں[1]
(درویش) نے کہا باغبان کی ایک جگہ ہے

ہست آنجا گرگ را اُو یا بباں
وہاں وہ بھیڑئیے کا محافظ ہے

در کفش تیر و کماں از بہرِ گرگ
اُس کے ہاتھ میں بھیڑئیے کیلئے تیر و کمان رہتا ہے

تا زند گر آید آں گرگِ سترگ
تاکہ اگر وہ موٹا بھیڑیا آئے تو وہ اُس کو مارے

گر تو آں خدمت کنی جا آنِ تست
اگر تو یہ خدمت کرے تو جگہ تیرے لئے ہے

ورنہ جائے دیگرے فرما بجست
ورنہ کوئی دوسری جگہ تلاش کرلے

گفت صد خدمت کنم تو جا دِہَے
اس (خواجہ) نے کہا میں سو خدمتیں کروں گا تو جگہ دیدے

واں کماں و تیر در دستم بنہ
وہ تیر و کمان میرے ہاتھ میں دے دے

من نخسپم حارسیِ رز کنم
میں سوؤں گا انگور کی حفاظت کروں گا

گر برآرد گرگ سر تیرش زنم
اگر بھیڑیا سر نکالے گا اُس پر تیر ماروں گا

بہرِ حق مگذار م امشب اے دو دل[2]
اے دو دل (احمق) اللہ کیلئے آج کی رات مجھے (اس جگہ سے) نہ چھوڑ

آب باراں بر سر و در زیرِ گل
بارش سر پر ہے اور کیچڑ نیچے ہے

گوشۂ خالی بدو او با عیال
گوشہ خالی تھا اور وہ مع بال بچوں کے

رفت آنجا جائے تنگ و بے مجال
اس جگہ چلا گیا، جو تنگ جگہ تھی اور گنجائش کی نہ تھی

چوں ملخ بر ہمدگر گشتہ سوار
وہ ٹڈیوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے

از نہیبِ سیل اندر کنجِ غار
غار کے کونے میں بارش کے خوف سے

شب ہمہ شب جملہ گویاں کاے خدا
ساری رات سب یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا!

ایں سزائے ما سزائے ما سزا[3]
یہی ہماری سزا ہے یہی سزا ہمارے لائق ہے

ایں سزائے آنکہ شد یارِ خساں
یہی اُس کی سزا ہے جو کمینوں کا دوست بنا ہو

یا کسی کرد از برائے ناکساں
یا اُس نے کمینوں کے ساتھ انسانیت برتی ہو

ایں سزائے آنکہ اندر طمعِ خام
یہی اُس کی سزا ہے جس نے بیہودہ لالچ میں

ترک گوید خدمتِ خاکِ کرام
شریفوں کی خاک کی خدمت چھوڑ دی ہو

خاکِ پاکاں بہ ز دیبا و پرنیاں
بھلوں کی دیوار اور بنی چادر

بہتر از عام و در و گلزارِ شاں
بہتر ہے عوام اور اُنکے انگور اور باغ سے

بندۂ یک مردِ روشندل شوی
کسی روشن دل انسان کا خادم ہونا

بہ کہ بر فرقِ سرِ شاہاں روی
اس سے بہتر ہے کہ تو بادشاہوں کے سر کی مانگ

---

[1] باغباں یعنی مال کی کوٹھی ہے جہاں وہ رات کو رہ کر بھیڑیئے سے حفاظت کرتا ہے۔ خدمت یعنی بھیڑیئے کی دیکھ بھال، حارسی نگرانی، رز انگور کی بیل، معنی مترجم، الفاظ چونکہ اصل سے بدل میں مثنیاں تبدیل ہوتی ہیں ترجمہ خود کیجئے۔ کوشہ۔

[2] سزا۔ بدلہ، سزا لائق کمی شرافت انسانیت، ایں سزا۔ جو بزرگوں کی بہت پھوڑ کر رضا دا کی طرف بھاگتا ہے وہ در بدر کا رہتا ہے، رکھات کا بھیا کہ یہ خواجہ شہری۔

[3] خاک۔ بزرگوں کی بہت میں تکلیف اٹھانا دنیا اور اس کی لطف اندوزیوں سے بہتر ہے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔

از ملوکِ خاک جز بانگِ دُہل — تو نخواہی یافت اے پیکِ سُبُل[1]
دنیا کے بادشاہوں سے سوائے نقارے کی آواز کے — تو کچھ نہ پا سکے گا اے راستوں پر چلنے والے!

شہریاں خود در ہنر ناں نسبت بہ روح — روستائی کیست گنجِ بے فتوح
رُوح کے مقابلہ میں شہری خود ڈاکو ہیں — دیہاتی کیا ہے؟ بے فیض بے وقوف

ایں سزائے آنکہ بے تدبیرِ عقل — بانگِ غولے آمدش بگزید نقل
یہ اُس کی سزا ہے کہ عقل کی تدبیر کے بغیر — اُس کو چرواہے کی آواز آئی اور اُس نے نقل اتاری

چوں پشیمانی زدل شُد تا شغاف[2] — زاں سپس سُودے ندارد اعتراف
جب شرمندگی دل سے اُس کی تہ میں پہنچ گئی — اس کے بعد اظہار کا اقرار کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے

چوں پشیماں گشت از دل آنچہ کرد — بعد ازاں سُودش ندارد آہِ سرد
جب اپنے کئے پر دل سے شرمندہ ہو گیا — اُس کے بعد ٹھنڈی آہ اس کے لئے مفید نہیں ہے

آں کمان و تیر اندر دستِ اُو — گرگ را جویاں ہمہ شب سُو بسُو
وہ تیر و کمان اُس کے ہاتھ میں — اِدھر اُدھر تمام رات بھیڑیے کو ڈھونڈتا رہا

گرگ خود بر وے مُسلّط چوں شرر — گرگ جویاں و ز گرگ اُو بے خبر
بھیڑیا خود اُس پر شرارے کی طرح مسلط تھا — وہ بھیڑیے کو تلاش کرتا تھا اور بھیڑیے سے بے خبر تھا

ہر پشہ ہر کیک چوں گرگے شدہ — اندراں ویرانہ شاں زخمے زدہ
ہر مچھر اور ہر پشہ بھیڑیے کی طرح بن گیا تھا — جو اُس ویرانہ میں اُن کو کاٹ رہا تھا

فرصتش[3] آں پشہ راندن ہم نبود — از نہیبِ حملۂ گرگِ عنود
اس کو اُن مچھروں کو اُڑانے کی بھی فرصت نہ تھی — کھانے بھیڑیے کے حملے کے ڈر سے

تا نیاید گرگ آسیبے زند — روستائی ریش خواجہ بر کند
تاکہ بھیڑیا نہ آجائے اور نقصان پہونچائے — اور دیہاتی خواجہ کی ڈاڑھی نوچے

انچنیں دنداں زناں تا نیم شب — جانِ شاں از ناف می آمد بلب
اسی طرح آدھی رات تک لرزتے ہوئے — اُن کی جان ناف سے لبوں تک آرہی تھی

ناگہاں تمثالِ گرگِ ہشتہ — سر بر آورد از فرازِ پشتہ
اچانک ایک آوارہ بھیڑیے کی صورت نے — ٹیلے کے اوپر سے سر اُبھارا

تیر را بکشاد آں خواجہ ز شست — زد بر اں حیواں کہ تا اُفتاد پست
اس خواجہ نے تیر چھوڑا — اس جانور کو مارا تو وہ گر پڑا

---

[1] پیکِ سُبل: مختلف راستوں کا قاصد۔ شہریاں: یعنی وہ لوگ جو ظاہری علوم اور تمدن سے وابستہ ہیں۔ روح: یعنی سالک و درویش۔ روستائی: دیہاتی گنج: محل پریشان و مضامین بے فتوح: بے فیض۔ چوں انتہائی شرمناک کام کر لینے کے بعد شرمندگی سے کیا فائدہ۔

[2] شغاف: وہ پردہ جس میں دل لپٹا ہوا ہے۔ دل کے اندر کا سیاہ نقطہ۔ اعتراف: اقرار۔ گرگ: یعنی ہر مچھر اور ہر پشہ بھیڑیے کی طرح بن گیا تھا لیکن وہ انگی پروا کئے بغیر بھیڑیے کی تلاش میں تھا۔ کیک: پشہ۔

[3] فرصت: بھیڑیے کے خوف سے بھیڑیے کی جستجو میں اسقدر لگا ہوا تھا کہ مچھر اور پشہ اُڑانے کی بھی فرصت نہ تھی۔ عنود: ہشتہ: چھوٹا ہوا۔ آوارہ۔ پشتہ: ٹیلا

اندر اُفتادن زحیواں بادِ جست[1]
گرنے سے حیوان کا گوز خارج ہوا

روستائی ہائے کرد و کوفت دست
دیہاتی نے ہائے کی اور ہاتھ (سر پر) مارا

ناجوانمرد اکہ خر گُرہ من ست
اے نامراد! میرے گدھے کا بچہ ہے

گفت نے ایں گرگ چوں آہر من ست
خواجہ نے کہا نہیں یہ دیو بھیڑیا ہے

اندر و اشکال گرگی ظاہر ست
اس کی شکل اس کے بھیڑیا ہونے کو بتا رہی ہے

شکل اُو از گرگی اُو مُخبر ست
میں بھیڑیے پن کی صورت واضح ہے

می شناسم ہمچناں کالے زمے
میں اس کو پہچانتا ہوں جیسا کہ پانی کو شراب سے

گفت بادے کہ جست از فرج و دے
اس (دیہاتی) نے کہا نہیں جو گوز ابھی شرمگاہ سے خارج ہوا ہے

کہ مبادت بسط[2] ہرگز زانقباض
(خدا کرے) تجھے تنگی سے فراخی کبھی (نصیب) نہ ہو

کُشتۂ خر گُرہ ام را در ریاض
تو نے کھیتوں میں میرے گدھے کا بچہ مار ڈالا

شخصہا در شب زناظر مُحجب ست
رات میں صورتیں آنکھ سے مخفی ہوتی ہیں

گفت نیکوتر تفحص کُن شب ست
اس خواجہ نے کہا اچھی طرح تحقیق کر لے رات ہے

دیدِ صائب شب نداردہر کسے
رات میں ہر شخص ٹھیک نگاہ نہیں رکھتا ہے

شب غلط بنماید و مُبدّل بسے
رات بہت سی چیزوں کو غلط اور بدلی ہوئی دکھا دیتی ہے

ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف
یہ تین اندھیریاں بڑی غلطی پیدا کر دیتی ہیں

ہم شب و ہم ابر ہم بارانِ ژرف
رات بھی اور ابر بھی اور گہری بارش بھی

من شناسم بادِ خر گُرہ من ست
میں پہچانتا ہوں (یہ) میرے گدھے کے بچہ کا گوز ہے

گفت ایں بر من چو روز روشن ست
اس (دیہاتی) نے کہا یہ مجھ پر روز روشن کیطرح ہے

می شناسم چوں مسافر زادرا
میں پہچانتا ہوں جیسا کہ مسافر توشہ کو

درمیانِ بست باد آں بادرا
بیسوں ہواؤں میں اس ہوا کو

روستائی را گریباں گرفت
دیہاتی کا گریبان پکڑ لیا

خواجہ بر جست و بیامد ناشگفت[3]
خواجہ کچھ پڑا اور بے صبر ہو گیا

بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردۂ
بھنگ اور افیون دونوں ملا کر تو نے کھائی ہیں

کابلہِ طرار شید آوردۂ
کہ بیوقوف گرہ کٹ تو نے کر لیا ہے

چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر
اے دیوانے! تو مجھے کیوں نہیں پہچانتا ہے؟

درسہ تاریکی شناسی بادِ خر
تین اندھیریوں میں تو گدھے کی ہوا کو پہچانتا ہے

---

[1] بادِ جست: اسکے پیٹ کی ہوا خارج ہوئی۔ گرہ: بچہ، پسر۔ ابر من: دیو، شیطان۔ مخبر: خبر دینے والا۔ فرج: شرمگاہ۔ ریاض: روضہ کی جمع ہے باغ۔

[2] بسط: کشادگی۔ انقباض: تنگی۔ تفحص: جستجو۔ محجب: مخفی۔ گفت: دیہاتی نے کہا۔ زاد: مسافر کا توشہ۔

[3] شگفت: صبر، بلہ: بیوقوف، طرار: جیب تراش، رشید: مکر، بنگ: بھنگ، خیرہ سر: دیوانہ

آنکہ داند نیم شب گوسالہ را
جو آدمی رات میں بچھڑے کو پہچان لے

چوں نداند ہمرہِ دہ سالہ را
وہ دس سالہ ساتھی کو کیسے نہیں پہچانتا؟

خویشتن را عارف[1] و والہ[2] کنی
اپنے آپ کو باخدا اور عاشق بناتا ہے

خاک در چشمِ مروت می زنی
مروت کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست
کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں ہے

در دلم گنجا بجز اللہ نیست
میرے دل میں اللہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

انچہ دی خوردم ازانم یاد نیست
میں نے جو کل کھایا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے

ایں دل از غیر تحیر شاد نیست
یہ دل (مقام) حیرت کے علاوہ کسی چیز سے خوش نہیں ہے

عاقل و مجنونِ حقم یاد آر
مجھے اللہ کا عاقل اور دیوانہ سمجھ

در چنیں بیخویشیم معذور دار
اس طرح کی مدہوشی میں مجھے معذور سمجھ

آنکہ مُردارے خورد یعنی نبیذ
جو شخص حرام یعنی نبیذ پی لیتا ہے

شرع اُو را سوئے معذوراں کشید
شریعت اس کو معذوروں میں داخل کر دیتی ہے

مست و بنگی را طلاق[3] و بیع نیست
مست اور بھنگ پینے والے کی طلاق اور بیع معتبر نہیں ہے

ہمچو طفل ست او معاف و مطلق[4]
وہ بچہ کی طرح ہے جو معاف اور آزاد ہے

مستی کاید ز بوئے شاہِ فرد
وہ مستی جو یکتا شاہ کی خوشبو سے پیدا ہو

صد خم مے در سرو مغزش نکرد
شراب کے سو مٹکے بھی سر اور دماغ میں وہ کہیں کر سکے

پس بر او تکلیف چوں باشد روا
اس کو مکلف بنانا کیسے جائز ہوگا!

اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا
گھوڑا گر گیا ہے اور وہ بے دست و پا ہو گیا ہے

بار بر گیرند چوں آمد عرج[5]
جب لنگڑا پن آجاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں

گفت حق لیس علی الاعمیٰ حرج[6]
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اندھے پر گناہ نہیں ہے

ہمچنیں لیس علی الاعرج حرج
اس طرح لنگڑے پر گناہ نہیں ہے

نیست رنجے چوں عمی و چوں عرج
اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی معصیت نہیں ہے

بارکہ نہد در جہاں خرکرہ را
گدھے کے بچے پر بوجھ کون لادتا ہے؟

درس کہ دہد پارسی بوُمرہ را
فارسی کا سبق شیطان کو کون پڑھاتا ہے؟

سوئے خود اعمیٰ شدم از حق بصیر
اپنے لئے میں اندھا ہوں خدا کے معاملہ میں بینا ہوں

پس معافم از قلیل و از کثیر
تو مجھے تھوڑے اور زیادہ سے معافی ہے

---

[1] عارف۔ خدا کی معرفت والا۔ فریفتہ، عاشق، ایک یہ بھی دیوانگی کا مقولہ ہے تحیر حیرانی عاقل۔ یہ بھی دیوانگی کا قول ہے۔

[2] بیخود یعنی وہ شراب جس کا پینا حرام ہے۔

[3] طلاق۔ امام شافعیؒ کے نزدیک شراب سے مدہوش کی طلاق اور بیع واقع نہیں ہوتی ہے تعلق یعنی تمام تعلیق سے آزاد شاہِ فرد۔ اللہ تعالیٰ آپ سالک گرے ہوئے گھوڑے سے بوجھ ہٹا دیا جاتا ہے۔ عرج۔ لنگڑا پن

[4] حرج۔ تنگی، گناہ۔ اعمیٰ اندھا۔ بوُمرہ۔ شیطان کی کنیت ہے۔ سوئے خود یعنی میں اللہ کے معاملہ میں ہوش میں ہوں اور اپنے معاملہ میں بے خبر ہوں معاف رہتا ہوا در گزر کیا ہوا

لافِ درویشی زنی و بیخودی
تو درویشی اور بے خودی کی ڈینگیں مارتا ہے
ہائے و ہوئے عاشقانِ ایزدی
اللہ کے عاشقوں جیسی آہ و بکا کرتا ہے

کز زمیں را من ندانم ز آسماں
کہ میں آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہوں
امتحانت[1] کرد غیرت امتحاں
غیرتِ خداوندی نے تیرا خوب امتحان کیا

بادِ خر کرہ چنیں رسوات کرد
گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا
ہستیِ نفی ترا اثبات کرد
تیری ہستی کی نفی (کے جھوٹ) کو اثبات کر دیا

اینچنیں رسوا کند حق شیدرا
اللہ (تعالیٰ) مکر کرنے والی طرح رسوا کرتا ہے
اینچنیں گیر در دریدہ صیدرا
بھاگے ہوئے شکار کو اسی طرح پکڑتا ہے

صد[2] ہزاراں امتحانست اے پدر
ہر کہ گوید من شدم سرہنگِ در
باوا! لاکھوں آزمائشیں ہیں اس کے لئے
جو یہ کہے کہ میں (اللہ کے) در کا سپاہی ہوں

گر نداند عامہ او را امتحاں
پختگانِ راہ جویندش نشاں
اگرچہ عوام اس کو امتحان نہیں سمجھتے
(لیکن) راہِ (حق) کے پختہ لوگ اس کا پتہ لگا لیتے ہیں

اشارت در شناختنِ مدّعیِ کمال را صاحبِ کمال و گزافِ غلط از عوام

مدعیِ کمال کو صاحبِ کمال اور عوام کی جانب سے غلط بکواس کو پہچاننے کے بارے میں اشارہ

چوں کند دعویِ خیاطی کسے
جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے
افگند در پیشِ او شہ اطلسے[3]
بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے

کہ ببر ایں را بغلطاقِ فراخ
کہ اس کی چوڑی قبا تراش دے
ز امتحاں پیدا شود او را دو شاخ
(اس) امتحان سے اس کے دونوں پہلو ظاہر ہو جائیں

گر نبودے امتحانِ ہر بدے
اگر ہر برے کے امتحان کا طریقہ نہ ہوتا
ہر مخنث در وغا رستم بدے
جنگ میں ہر ہیجڑا رستم ہوتا

خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر
ہیجڑے کو زرہ پوش نہ فرض کر
چوں بہ بیند زخم او گردد اسیر
جب اس کے زخم لگے گا تو قیدی بن جائیگا

مستِ مے ہشیار چوں شد از دو نور
پچھوا ہوائے شراب کا مست تجھے ہوشیار ہو گیا
مستِ حق ناید بخود از نفخِ صور
اللہ کا مست صور پھونکنے سے بھی ہوش میں نہیں آتا

[1] امتحانت۔ یعنی تیرے دعووں کا اللہ نے امتحان لیا۔ فی۔ یعنی تو مقامِ فنا میں پہونچنے کا دعویٰ کر رہا تھا اللہ نے ثابت کر دیا کہ یہ تیرا دعویٰ غلط ہے۔

[2] صد ہزار۔ جب کوئی شخص الٰہی کا دعویٰ کرتا ہے اس کی آزمائشیں شروع ہو جاتی ہیں۔ پختگان۔ خاصانِ خدا، دعوے کی حقیقت کو پہچان لیتے ہیں۔

[3] خیاطی۔ درزی پن۔ اطلس۔ ایک ریشمی کپڑا ہے۔ غلطاق۔ قبا۔ دو شاخ۔ دعوے کے دونوں پہلو یعنی اس کا صحیح یا غلط ہونا۔ جوان ہیجڑا زخم لگنے پر ہتھیار ڈال دیتا ہے اور اپنے آپکو قیدی بنا دیتا ہے۔ دلور۔ بچھوا ہوا۔

بادۂ حق راست باشد نے دروغ
اللہ کی شراب سچی ہوتی ہے نہ کہ جھوٹی

دُوغ خوردی دُوغ خوردی دُوغ دُوغ
تو نے چھاچھ پی ہے تو نے چھاچھ پی ہے چھاچھ چھاچھ

ساختی خود را جُنیدؒ و بایزیدؒ
تو نے اپنے آپ کو جنید اور بایزیدؒ بنایا

روکہ نشناسم تبر را از کلید
(کہتا ہے) جا میں کلہاڑے اور کنجی میں امتیاز نہیں کر سکتا ہوں

بدرگی و منبلی و حرص و آز
بدذاتی، اور کاہلی، اور حرص اور لالچ کو

چوں کنی پنہاں بہ شیدا ئے مکر ساز
اے مکار! تو مکر سے کیسے چھپائے گا

خویش را منصورِ حلاجے کنی
اپنے آپ کو منصور حلاجؒ بناتا ہے

آتشے در پنبۂ یاراں زنی
دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے

کہ نہ نشناسم عمر از بولہب
کہ میں عمر اور ابولہب میں فرق نہیں کر سکتا ہوں

بادِ خر کُرہ شناسم نیم شب
گدھے کے بچہ کا گوز آدھی رات میں پہچان لیتا ہوں

اے خرے کایں از تو خر باور کند
اے گدھے! تیری ان باتوں پر کون عاقل یقین کر سکتا ہے

خویش را بہرِ تو کور و کر کند
جو تیری خاطر اپنے آپ کو اندھا بہرا بنا لے

خویش را از رہروانِ کمتر شمر
اپنے آپ کو سالکوں سے کم تر سمجھ

تو حریفِ رہزنانی کہ مخور
تو ڈاکوؤں کا ساتھی ہے، گم میں نہ کھا

باز پُر از شید و سوئے عقل تاز
مکاری سے ہٹ اور عقل کی طرف دوڑ

کے پرد بر آسماں پرِ مجاز
نقلی پر آسمان پر کب اڑتا ہے؟

خویشتن را عاشقِ حق ساختی
تو نے اپنے آپ کو خدا کا عاشق بنایا ہے

عشق با دیوِ سیاہے باختی
(لیکن) دوستی کالے شیطان سے کی ہے

عاشق و معشوقِ را در رستخیز
قیامت میں عاشق اور معشوق کو

دو بدو بندند و پیشِ آرند تیز
اکٹھا باندھیں گے اور فوراً پیش کریں گے

توچہ خود را مینج و بیخود کردۂ
تو نے اپنے آپ کو دیوانہ اور مدہوش کیا ہے

خونِ رز کو خونِ ما را خوردۂ
انگور کا خون کہاں، تو نے ہمارا خون پیا ہے

روکہ نشناسم ترا از من بجہ
جا میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں تیرا پن کہاں سے بھاگ

عارفِ بیخویشم و بہلول وَہ
میں عارف (باللہ) مدہوش ہوں اور واقعی کا بہلول

تو تو تیم می کنی از قربِ حق
تو اللہ (تعالیٰ) کے قرب کا گمان کرتا ہے

کہ طبق گر دور نبود از طبق
کہ طباق بنانے والا طباق سے دور نہیں ہوتا ہے

۱؎ دُوغ چھاچھ، رز یعنی تو کہتا ہے جاؤ مجھے کچھ خبر نہیں ہے منبل، سستی کاہلی۔ منصورؒ یہ بزرگ روئی دھنکنے کا پیشہ کرتے تھے اسی لئے حلاج کہلاتے تھے۔ پنبۂ یاراں۔ یعنی دوستوں کے حق کو دیکھ کر۔ یعنی بغیر سنے اور دیکھے تیری تصدیق کرتا ہے۔

۲؎ رہروان۔ سالکین حریف ہم پیشہ۔ کہ مخور۔ کہ اس نہ کھا تیرا بھلا۔ عشق پر۔ عاشق و معشوق یعنی انسان اور اس کے مجازی گنج۔ دیوانہ، الست۔ خون نہ نگر خون یعنی شراب۔

۳؎ روکہ نشناسم یہ بھی انسی دیوانگی کا قول ہے۔ بہلول شہور بزرگ گزرے ہیں۔ کہ طبق یعنی اللہ خالق ہے تو مخلوق کو اللہ اس سے قریب حاصل ہے۔

ایں نمی بینی کہ قربِ اولیا — صد کرامت دارد و کار و کیا

تو یہ نہیں دیکھتا کہ اولیاء کا قرب — سینکڑوں کرامتیں اور شان و شوکت رکھتا ہے

آہن از داؤدؑ موے می شود — موم در دستت چو آہن می بود

حضرت داؤدؑ کے ہاتھ سے لوہا موم ہو جاتا ہے — تیرے ہاتھوں میں موم لوہا ہوتا ہے

قربِ حق و رزق بر جملہ ست عام — قربِ وحیِ عشق دارند ایں کرام

اللہ کا قرب اور رزق سب کے لئے عام ہے — یہ بزرگ عشق کی باتوں کا قرب رکھتے ہیں

قربِ بر انواع باشد اے پدر — میزند خورشید بر کہسار و زر

بابا! قرب کی قسمیں ہوتی ہیں — سورج پہاڑ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی

لیک قربے ہست باز رشید را — کہ ازاں نبود خبر مر بید را

لیکن سونے کے ساتھ سورج کا قرب ہے — کہ بید (کے درخت) کو اس کی خبر بھی نہیں ہے

شاخِ خشک و تر قریبِ آفتاب — آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب

تر اور خشک شاخ آفتاب کے قریب ہے — سورج دونوں سے کب پردہ رکھتا ہے؟

لیک کو آں قربتِ شاخِ طری — کہ ثمار تازہ از وے می خوری

لیکن کہاں وہ تر شاخ کی قربت — کہ تو اس کے تازہ پھل کھاتا ہے

شاخِ خشک از قربتِ آں آفتاب — غیر زور و تر خشک گشتن گو بیاب

اس آفتاب کی قربت سے خشک شاخ کو — اس سے بھی زیادہ خشک ہونے کے علاوہ تو اور کیا پائے

بنگر اں کاں شاخِ خشک از قربِ خور — غیر خشکی می برد چیزے دگر

یہ دیکھ کہ سورج کے قرب سے اس خشک شاخ نے — سوائے خشکی کے اور کوئی چیز حاصل کی؟

آنچناں مستے مباش اے بے خرد — کہ بہ عقل آید پشیمانی خورد

اے بے عقل! تو ایسا مست نہ بن — کہ ہوش میں آنے تو شرمندگی اٹھائے

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے میخورند — عقلہائے پختہ حسرت می برند

بلکہ ان مستوں میں سے ہو جب وہ شراب پیتے — پختہ عقلیں حسرت کرتی ہیں

اے گرفتہ ہمچو گربہ موشِ پیر — گر تو زاں مے شیر گیری شیر گیر

اے وہ کہ جس نے بلی کی طرح بوڑھا چوہا پکڑا ہے — اگر تو اس شراب سے شیر پکڑنا چاہتا ہے تو شیر پکڑ

اے نخوردہ از خیالِ جام ہیچ — ہمچو مستانِ حقائق بر مپیچ

اے وہ کہ تو نے جام کے خیال سے کچھ نہیں پیا — حقائق کے مستوں کی طرح نہ اینٹھ

---

۱ حمد و کیا۔ شان و شوکت۔ یعنی اولیاء کا قرب محض خالق و مخلوق والا قرب نہیں ہے وہ خاص قرب ہے۔ آہن حضرت داؤدؑ کو جو قرب الٰہی حاصل تھا اسکا نتیجہ یہ تھا کہ انکے ہاتھ میں لوہا موم بن جاتا تھا، محض خالقیت اور مخلوقیت کے تعلق سے یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ قربِ حق۔ اللہ ہر انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہے اور اپنی ربوبیت کے اعتبار سے بھی سب سے قریب ہے یہ قرب تو سب ہی کو حاصل ہے۔ کرام۔ جو اللہ کے دربار کے مقرب ہیں۔ ان کو مشق کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

۲ رشید۔ خورشید کا لفظ ہے۔ بید۔ بے پھل درخت ہے دوسرے درختوں کے پھل سورج کے قرب سے پکتے ہیں بید کو اس قرب سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کہ ثمار۔ تر شاخ پر سورج کی وجہ سے پھل آتے ہیں اور کہتے ہیں۔ شاخِ خشک۔ خشک شاخ کو سورج کا قرب اور خشک کر دیگا۔

۳ آنچناں مستے۔ یہ غیر واقعی مستی کا اظہار شرمندگی کا موجب ہوگا۔ بلکہ۔ کاملین کی دیوانگی (مستی) دوسروں کے لئے باعث رشک ہے موش پیر۔ یعنی دنیا کی ناقص دولت۔ مے۔ یعنی عشق۔ شیر گیر۔ یعنی معارف الٰہیہ۔ اے نخوردہ۔ جام حقیقت سے دور کنارا اس کا تصور بھی نہیں حاصل ہوا۔

می فتی آنسو و ایں سُو مست وار
تو مستوں کی طرح اِدھر اُدھر کو گرتا ہے

اے تو ایں سُو نیستت آنسو گزار
او تو اِدھر کا ہے، تیرا اُدھر گذر بھی نہیں ہے

گر بداں سُو راہ یابی بعد ازاں
اگر اِس کے بعد تو اُس طرف راہ یاب ہو جائے

گر بدیں سو گہ بداں سُو سر فشاں
کبھی اِدھر کو کبھی اُدھر کو سر پٹک

جملہ ایں سُوئی ازاں سُو گیں مزن
تو بالکل اِس جانب کا ہے اُس جانب کی گپ نہ مار

چوں نداری موت ہر دم جاں مکن
جب تجھے موت نہیں آ رہی ہے تو خواہ مخواہ نزع طاری کر

آں خضر جاں کز اجل نہراسد او
وہ خضر کی جان والا جو موت سے نہ گھبرائے

شاید ار مخلوق را نشناسد او
اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے اُس کے لئے مناسب ہے

کام از ذوقِ تو ہم خوش کنی
وہی ذوق سے تو خلق کو خوش کر رہا ہے

در دمی در خیبک خود پر کشی کنی
تو اپنی مشک میں پھونک بھر رہا ہے اور اُسکو پُر کر رہا ہے

پس بیک سوزن تہی گردی باد
تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جائے گا

انچنیں فربہ تنِ لاغر مباد
کمزور بدن والا اِس طرح کا فربہ نہ بنے

کوزہا سازی ز برف اندر شتا
تو جاڑوں میں برف سے پیالے بناتا ہے

کے کند چوں تاب بنداں وفا
وہ جب گرمی دیکھے گا تو وفاداری کب کرے گا؟

افتادن شغال در خُم رنگ و رنگیں شدن و دعوائے

گیدڑ کا رنگ کے حوض میں گر جانا اور اُس کا رنگین ہو جانا اور

طاؤسی نمودن در میانِ شغالانِ دیگر

گیدڑوں میں مور ہونے کا دعویٰ کرنا

آں شغالک رفت اندر خُم رنگ
وہ ذلیل گیدڑ رنگ کے حوض میں گر گیا

اندراں خُم کرد یک ساعت درنگ
وہ اُس حوض میں تھوڑی دیر ٹھہرا

پس برآمد پوستش رنگیں شدہ
پھر نکلا تو اُس کی کھال رنگین ہو گئی تھی

کہ منم طاؤسِ علییں شدہ
اُس نے کہا کہ میں تو جنت کا مور ہو گیا ہوں

پشمِ رنگیں رونقِ خوش یافتہ
رنگین بالوں نے عمدہ رونق حاصل کر لی تھی

آفتاب آں رنگہا برتافتہ
سورج نے اُن رنگوں کو چمکا دیا تھا

دید خود را سُرخ و سبز و پُر ز لاف
اُس نے اپنے آپ کو سُرخ اور سبز اور لال اور بڑبولا دیکھا

خویشتن را بر شغالاں عرضہ کرد
اپنے آپ کو گیدڑوں پر پیش کیا

۱؎ ایں سُو۔ عالمِ ناسوت۔ آنسو۔ عالمِ ملکوت۔ گر بداں سُو اگر انسان حقیقت تک پہنچ جائے تو پھر شوق سے وجد کرے۔ چوں نداری جب موت کا وقت نہیں ہے تو خواہ مخواہ اپنے اوپر نزع طاری کرنا حماقت ہے۔ اُس خضر کہاں یعنی فنائی اللہ کے مقام پر پہنچکر انسان مخلوق کو نہ پہچانے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۲؎ خیبک۔ مشک۔ پس مست جس کسی تکلیف سے نہیں گھبراتا فرمتی شیخ کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ واضح کرتے ہیں کہ کوزہا برفانی ملکوں میں موسم سرما میں بچے برف کے کھلونے بنا لیتے ہیں۔

۳؎ شغال۔ گیدڑ۔ اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ فرمتی شیخ کی مثال اِس گیدڑ کی سی ہے جس نے رنگین ہو کر مور ہونیکا دعویٰ کر دیا تھا۔ رنگ۔ تاثیر خلاق۔ مور۔ طاؤس۔ جنت۔ بوقلمون

جُملہ گفتند اے شغالک حال چیست
سب نے کہا اے حقیر گیدڑ! تیرا کیا حال ہے؟

کہ ترا در سر نشاطے نُلتویست
کہ تیرے سر میں ایک پیہ مستی ہے

از نشاط ازما کرانہ کردۂ
مستی سے تو ہم سے جُدا ہو گیا ہے

ایں تکبر از کُجا آوردۂ
تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے؟

یک شغالے پیش اُوشد کائے فلاں
ایک گیدڑ اس کے سامنے گیا کہ او فلانے

شید کردی تا شدی از خوشدلاں
تو نے مکر کیا یہاں تک کہ تو خوشدل بن گیا

شید کردی تا بہ منبر برجہی
تو نے مکر کیا تاکہ تو منبر پر چڑھے

تا زلاف ایں خلق را حسرت دہی
تاکہ ڈینگوں سے اوروں کو حسرت دلائے

بس بکو شیدی ندیدی گرمیے
بس تو نے بہت کوشش کی لیکن گرمی نہ دیکھی

بس زر شید آوردۂ بے شرمیے
تو نے مکاری سے بہت بے شرمی حاصل کرلی

صدق و گرمی خود شعارِ اولیاست
سچائی اور گرمی اولیا کا شعار ہے

بانبے شرمی پناہِ ہر دغاست
پھر بے شرمی ہر دھوکے کی پناہ ہے

کالتفات خلق سُوئے خود کشند
تاکہ مخلوق کی توجہ اپنی طرف کرلیں

کہ خوشیم و ازدروں بس ناخوشند
کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت دنبیدہ ہیں

چرب کردن مر دلافی لب و سبلت خود را ہر بامداد

ایکسو سینی خورے کا ہونٹ اور مونچھوں کو ہر صبح کو دنبہ کے چربی سے چکنا

پیوست دُنبہ و بُروں آمدن میان حمیفاں کہ چنیں و چناں خوردہ ام

کرنا اور دوستوں میں باہر آنا کہ میں نے ایسا ایسا کھانا کھایا ہے

دُنبہ پارہ یافت شخصے مُستہاں
ایک رذیل شخص نے دنبہ کا کچا ٹکڑا پایا

ہر صباحے چرب کردے سبلتاں
ہر صبح کو دونوں مونچھوں کو چکنا کرتا

درمیانِ مُنعماں رفتے کہ من
مالداروں میں جاتا کہ میں نے

لوت چربے خوردہ ام در انجمن
ایک مجلس میں مرغن غذا کھائی ہے

دست بر سبلت نہادے در نوید
خوشخبری دیتے وقت مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا

رمز یعنی سوئے سبلت بنگرید
اشارہ (تھا) یعنی مونچھیں دیکھو

کایں گواہِ صدق گفتارِ من ست
کہ یہ میری بات کے سچے گواہ ہیں

ویں نشانِ چرب و شیریں خوردنست
اور یہ چکنی اور لذیذ غذا کھانے کی علامت ہے

لہ مُلتوی۔ پٹنے والا۔ کرانہ۔ کنارہ۔ تا بہ منبر برجہی کہ مولانا نے گیدڑ سے بنایا ہے شیخ مُراد لیا ہے لہٰذا اُس کے لئے منبر کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔

لہ تزلف۔ بمعنی چکنی غذا کی گرمی۔ بشار۔ علامت۔ نشان۔ چرب کردن۔ مولانا نے بناوٹی شیخ کی جان کر اس شکل میں لانے کی حکایت سے سمجھایا ہے کہ کامل حال ہے، ظاہر چکنا چپڑا ہے۔

لہ دنبہ۔ چکدی مستہاں دونوں مونچھیں۔ سبلتاں دونوں مونچھیں۔ لقمہ۔ بھرا لوگ۔ لوت چربے چکنی غذا۔ انجمن۔ یعنی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کرتا تھا کہ اس کی چکنائی میری گواہ ہے۔

اشکمش گفتے جواب بے طنین
اس کا پیٹ بلا آواز جواب دیتا

لاف تو ما را بر آتش برنہاد
تیری شیخی نے ہمیں انگاروں پر رکھ دیا ہے

گر نبودے لافِ زشتت اے گدا
اے بھکاری! اگر تیری بری شیخی نہ ہوتی

راست گر گفتی و کج کم باختی
اگر تو سچ بولتا اور ٹیڑھ کوئی کا کھیل نہ کھیلتا

ور نمودی عیب و کم کردی جفا
اگر تو عیب ظاہر کر دیتا اور ظلم نہ کرتا

گفت حق کہ کج مجنباں گوش و دم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ کان اور دم کو ٹیڑھا نہ ہلا

کہف اندر کژ مخسب اے محتلم
اے بے حیلے انار کے اندر ٹیڑھا نہ سو

ور نگوئی عیبِ خود بارے خمش
اگر اپنا عیب نہیں بتاتا ہے تو چپ رہ

بر سبالِ چرب خود تکیہ مکن
اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کر

گر تو نقدے یافتی مکشا دہاں
اگر تجھ کچھ نقدی مل گئی ہے تو اب گدائی نہ کر

سنگہائے امتحاں را نیز پیش
آزمائش کے پتھروں کے لئے بھی وہ پیش ہیں

گفت یزداں از ولادت تا بکین
خدا نے فرمایا ہے کہ پیدائش سے موت تک

امتحاں بر امتحانست اے پدر
باوا! آزمائش پر آزمائش ہے

کہ اَبَادَ اللّٰہُ کَیْدَ الْکَافِرِیْن
کہ اللہ کافروں کے مکر کو برباد کرے

کاں سبالِ چرب تو برکندہ باد
خدا کرے تیری چکنی مونچھیں اکھڑیں

یک کریمے رحم آوردے بما
(تو) کوئی سخی ہم پر رحم کرتا

یک طبیبے داروے ما ساختی
تو ہمارے علاج کے لئے ایک طبیب پیدا کر دیتا

ہم بُدے مہمانیِ یک آشنا
کسی آشنا کی جانب سے مہمانی ہو جاتی

یَنْفَعَنَّ الصَّادِقِیْنَ صِدْقُھُمْ
سچوں کو اُن کا سچ ضرور فائدہ دے گا

انچہ داری وانما و فاستقم
جو کچھ حالت ہے ظاہر کرے پھر ثابت قدم رہ

از نمایش وز دغل خود را مکش
ریا اور فریب سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر

زانکہ گرگ آید برد دنبہ بے سخن
اس لئے کہ بھیڑیا بلا شبہ بکری لے جائے گا

ہست در رہ سنگہائے امتحاں
راستہ میں آزمائش کے بہت سے پتھر ہیں

امتحانہا ہست در احوالِ خویش
اپنے احوال میں بہت سے امتحانات ہیں

یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَرَّتَیْن
ہر سال میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں

ہیں بکمتر امتحاں خود را مخر
خبردار کمتر آزمائش پر خود پسندی نہ کر

لہ اشکمش۔ اشکم پٹ سلاف تو۔ مونچھوں کی چکنائی اور تنخین کی وجہ سے سب اضدار بھوکے رہے تو انھوں نے مونچھوں کو بددعا دی۔ سبال سبلت کی جمع، مونچھیں۔ راست۔ اگر بھوک کا اظہار کرتا تو کوئی سخی کھانا کھلا دیتا۔

لہ گفت حق۔ بہت سی آیتوں کا مفہوم ہے کہ انسان کو فسلط بیانی نہ کرنی چاہیے۔ مجنوں کو بھی سیدھا ہی سامان مفید ہوتی ہے کہ۔ برائی کو چھپانا نہ چاہیے اس کا اظہار کر کے علاج کرانا چاہیے اور کجی۔ اگر انسان کا باطن برا ہے تو کم از کم بھلائی کی شیخی تو نہ مارے۔

لہ بر سبال۔ بعضوں نسیکی پر شیخی نہ مارنی چاہیے وہ زائل ہو کر تو رسوائی ہوگی جیسا کہ شیخی خورے کے واقعہ میں بیان ہوا اگر بدی کوئی نیکی تو وہ رسوا ہوا کرے۔ اگر انسان کو کمال کا کوئی مقام حاصل ہو تو اس کا فخریہ اظہار نہ کرنا چاہیے۔ سنگہائے امتحان۔ یعنی اولیاء اللہ جو کمر کے کہنے کو پرکھ لیتے ہیں پھر یہ اولیاء جو امتحان کی کسوٹی ہیں خود بھی امتحان ہوتا ہے۔ حتیٰ موت۔ یُفْتَنُوْنَ۔ یہ آیت اگرچہ منافقین کے بارے میں ہے لیکن اطلاع کی آزمائشیں مومنین کی بھی ہوتی ہیں۔ امتحاں۔ ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش ہوتی ہے کسی دنیاوی آمائش میں پڑ جانے کی وجہ سے انسان میں خود پسندی نہ آنی چاہیے۔

ز امتحانات قضا ایمن مباش
تقدیر خداوندی کے امتحانات سے مطمئن نہ ہو

ہیں رسوائی بترس اے خواجہ تاش[1]
اے پیر بھائی! رسوائی سے ڈر

ایمن بودن بلعم باعور کہ امتحان کرد حضرت عزت

بلعم باعور کا مطمئن ہونا، کہ خدا نے اُس کا امتحان کر لیا ہے

اُورا واز انہار وا آمدہ بود

اور اُس سے وہ ثابت ہوا تھا!

بلعم باعور و ابلیس لعیں
بلعم باعور اور ملعون شیطان

ز امتحان آخر ین گشتہ مہیں
آخری امتحان سے ذلیل ہو گئے

زانکہ بودند ایمن از مکر خدا
کیونکہ وہ اللہ کے داؤ سے بے خوف تھے

کامتحانہا رفت اندر ماضی
کہ پہلے بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں

عاقبت رسوائی آمد بارشاں
انجام کار وہ رسوا ہو گئے

ایں شنیدہ باشی از اخبارشاں
تو نے اُن کی خبروں میں یہ بات سُنی ہو گی

اُو بدعوی میل دولت می کند
وہ دعوے کے ذریعہ دولت کیطرف جھک رہا ہے

معدہ[2] اش نفرین بملت میکند
اس کا معدہ سونچ پر لعنت بھیج رہا ہے

کانچہ پنہاں می کند پیدا ش کن
اے خدا! جو وہ چھپا رہا ہے اُس کو ظاہر کر دے

سوخت مارا اے خدا رسوا ش کن
اے خدا! اس نے ہمیں جلا ڈالا اسکو رسوا کر دے

جملہ اجزائے تنش خصم و ند
اس کے جسم کے سب اعضا اسکے دشمن ہیں

کز بہار[3] لاف اندیشاں در دمند
موسم بہار کی شیخی اڑتے ہے وہ (موسم) بیوقوفوں میں ہیں

لاف[4] و داد کر مہا می کند
شیخی کرموں کو توڑتا دیتی ہے

شاخ رحمت را ز بن بر می کند
رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے

راستی پیش آر یا خاموش کن
سچ بول یا چپ رہ

وانگہاں رحمت ببین و نوش کن
تب رحمت کو دیکھ اور حاصل کر

آں شکم خصم سبال او شدہ
وہ پیٹ، اس کی مونچھوں کا دشمن بنا

دست پنہاں در دعا اندر زدہ
چھپے ہاتھوں دعا میں لگ گیا

کای خدا رسوا کن ایں لاف لئام
کہ اے اللہ کمینوں کی اس شیخی کو رسوا کر دے

تا بجنبد سوئے ما رحم کرام
تاکہ بھلوں کا رحم ہمارے لئے حرکت میں آئے

---

[1] خواجہ تاش۔ یعنی پیر بھائی۔
ایمن گردن۔ بلعم اور شیطان دونوں ابتدائی کامیابیوں پر مغرور ہو گئے اور تباہ ہوئے۔ یہیں ذلیل، حقیر، ماضی کا گذشتہ زمانہ، اور بدعوی۔ نصیحتیں کرنیکے بعد پھر اب شیخی خورے کا قصہ شروع کیا ہے۔

[2] معدہ اش۔ چونکہ مونچھوں کی وجہ سے معدہ بھوکا رہا اسلئے مونچھوں پر لعنت بھیجتا ہے۔
کانچہ۔ معدے کی یہ دعا ہے۔
در دمند۔ یعنی در زمانہ ماضی کے اندر دے غران کا مبتدا ہے۔

[3] واؤ۔ انسان کی شیخی، انسانوں اور اللہ تعالیٰ کے کرم کے منافی ہوتی ہے۔ سبال۔ مونچھیں۔ لئام۔ لئیم کی جمع۔ کمینے۔

مُستجاب[1] آمد دعائے آں شکم — سوزشِ حاجت بزد بیروں عَلَم
اُس پیٹ کی دُعا مقبول ہوئی — بھوک جی کی جلن نے جھنڈا اُبھارا

گفت حق گر فاسقی واہل صَنم — چوں مرا خوانی اجابتہا کنم
خدا نے فرمایا خواہ تو فاسق ہے اور بُت پرست — جب تو مجھے پکارے گا میں قبول کروں گا

تو دعا را سخت گیر و می تخول — تو مشو ہیچ از دُعا کردن ملول
تو خوب دعا کر اور رد — تو دعا کرنے سے کبھی نہ تھک

بُردنِ گربہ دُنبہ را و رُسوا شدنِ پہلوان

بلی کا دُنبہ (کی کھال) کو لے بھاگنا اور پہلوان کا رسوا ہونا

چوں شکم خود را بحضرت[2] در سپرد — گربہ آمد پوستِ آں دُنبہ ببرد
جب پیٹ نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا — بلی آئی، دُنبہ کی کھال لے بھاگی

از پسِ گربہ دوید او می گریخت — کودک از ترسِ عتابش رنگ رخت
بلی کے پیچھے دوڑا، وہ بھاگ گئی — اُس کے غصہ کے ڈر سے بچہ کا رنگ ڈھل گیا

آمد اندر انجمن آں طفلِ خورد — آبروئے مردِ لافی را ببرد
وہ چھوٹا بچہ مجمع میں آیا — اُس نے شیخی خورے کی آبرو کھو دی

گفت آں دُنبہ کہ ہر صبحے بداں — چرب میکردے لبان و سبلتاں
کہنے لگا کہ وہ دنبہ کی کھال جس سے ہر صبح کو — وہ ہونٹ اور مونچھیں چکنی کرتا تھا

گربہ آمد ناگہانش در ربود — بس دویدم و نکرد آں ہیچ سود
بلی آئی اور اچانک اُس کو لے بھاگی — میں بہت دوڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

پہلواں[3] از لاف گرم و ذوقناک — چوں شنید ایں قصہ گشت از غم ہلاک
پہلوان نے شیخی کی گرمی اور ذوق میں — جب یہ قصہ سُنا رنج سے ہلاک ہو گیا

منفعل شد در میانِ انجمن — سر فرو بُرد و خموش گشت از سخن
مجمع میں شرمندہ ہو گیا — سر جھکایا اور بات سے خاموش ہو گیا

خندہ آمد حاضراں را از شگفت — رحمہا شاں باز جنبیدن گرفت
تعجب سے حاضرین کو ہنسی آ گئی — اُن کا رحم پھر حرکت کرنے لگا

دعوتش کردند و سیرش داشتند — تخمِ رحمت در زمینش کاشتند
انھوں نے اُسکی دعوت کی اور اُسکا پیٹ بھر دیا — مہربانی کا بیج اُس کی زمین میں بو دیا

[1] مُستجاب۔ قبول شدہ۔ تخول۔ امر کا صیغہ ہے، تخولیدن سے، دعا کرتا چلا۔

[2] بحضرت۔ دربارِ خداوندی۔ رنگ رخت۔ یعنی لڑکا بلی کے پیچھے بھاگا جب کامیاب نہ ہوا تو باپ کے ڈر سے اُس کا رنگ بدل گیا۔ انجمن۔ یعنی مجمع، جہاں وہ شیخی بگھارتا تھا۔ لافی۔ یعنی بگھارنے والا۔ گفت۔ یعنی بچے نے اپنی سادگی سے سارا قصہ بیان کر دیا جس سے شیخی خورے کا جھوٹ کھل گیا۔

[3] پہلواں۔ یعنی وہی شیخی خورا۔ ایں قصہ۔ یعنی یہ بات کہ بچے نے مجلس میں بیکرلہ کہدیا ہے۔ رحمہا۔ یعنی اُن کو اُس کے افلاس پر رحم آنے لگا۔

اُو چو ذوقِ راستی دید از کرام — بے تکبر راستی را شد غلام
جب اس نے شریفوں میں سچائی کا ذوق دیکھا — بغیر تکبر کے سچائی کا غلام بن گیا

راستی را پیشۂ خود کُن مُدام — تا شوی در ہر دو عالم نیکنام
سچائی کو ہمیشہ کے لئے اپنا پیشہ بنالے — تاکہ تو دونوں جہان میں نیک نام بنے

دعوی طاؤسی کردن آں شغال کہ در شکم صبغ افتادہ بود

اس گیدڑ کا مور ہونے کا دعوی کرنا جو رنگریز کے شکے میں گر گیا تھا

آں شغال رنگ رنگ اندر نہفت — بر بنا گوشِ ملامت گر بگفت
اس رنگ برنگ کے گیدڑ نے آہستہ سے — ملامت گر کے کان کی لو کے پاس جا کر کہا

بنگر آخر در من و در رنگِ من — یک صنم چوں من ندارد خود شمن
آخر مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ — پجاری (بھی) ایسا ایک بت نہیں رکھتا ہے

چوں گلستاں گشتہ ام صد رنگ و خوش — مر مرا سجدہ کن از من سر مکش
میں باغ کی طرح سو رنگوں والا اور حسین ہو گیا ہوں — مجھے سجدہ کر مجھ سے سرکشی نہ کر

کرّ و فرّ و آب و تاب و رنگ بیں — فخرِ دنیا خواں مرا و رکن دیں
شان و شوکت، رونق اور چمک اور رنگ دیکھ — مجھے دنیا کا فخر اور دین کا ستون کہہ

مَظہرِ لُطفِ خدائی گشتہ ام — لوحِ شرحِ کبریائی گشتہ ام
میں اللہ کے کرم کا مظہر ہو گیا ہوں — (اللہ کی) بڑائی کی شرح کی تختی بن گیا ہوں

اے شغالاں ہیں مخوانیدم شغال — کے شغالے را بود چندیں جمال
اے گیدڑو خبردار مجھے گیدڑ نہ کہو — کسی گیدڑ میں اس قدر حسن کب ہوتا ہے؟

آں شغالاں آمدند آنجا بجمع — ہمچو پروانہ بگرد آں شمع
وہاں سب گیدڑ جمع ہو گئے — جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے

پس چہ خوانیمت بگو اے جوہری — گفت طاؤسِ نری چوں مشتری
تو اے جوہری تجھے ہم کیا کہا کریں؟ — اس نے کہا، نر طاؤس جو مشتری (کی طرح) ہے

پس بگفتندش کہ طاؤسانِ جاں — جلوہا دارند اندر گلستاں
تو انھوں نے اس سے کہا کہ روحوں کے مور — باغ (عالمِ ملکوت) میں جلوے دکھاتے ہیں

تو چناں جلوہ کنی گفتا کہ نے — بادیہ نا رفتہ چوں گوید منے
تو ایسا جلوہ دکھائیگا اس نے کہا نہیں — جو کسی جنگل میں نہ گیا ہو وہ (سچی) کیا بات کرے

۱؎ ذوقِ راستی یعنی سچی بات کو شریف پسند کرتے ہیں تو وہ خود سچائی کا پابند ہو گیا

۲؎ صباغ = رنگریز۔ بنا گوش = کان کی لو۔ بتوں کو پجاری نظر چونکہ میں انتہائی حسین ہوں لہذا میں خدا کی سچائی کا مظہر ہوں اور اس کی کبریائی کی شرح کی تختی ہوں۔

۳؎ لوح۔ یعنی میرے وجود سے اس کی عظمت کی تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے۔ جو گیدڑ رنگریز کے رنگین ہو گیا تھا۔ مشتری۔ مشہور ستارہ ہے۔ جلوہا۔ طاؤس کا رقص مشہور ہے۔

بانگ[1] طاؤساں کُنی گفتا کہ لا
مورووں کی بولی بول سکتا ہے اس نے کہا نہیں

پس نہ طاؤس خواجہ بُوالعلا
تو اے بڑائیوں والے خواجہ تو مور نہیں ہے

خلعتِ طاؤس آید ز آسماں
طاؤس کا لباس آسمان سے اُترتا ہے

کے رسی از رنگ دعویہا بداں
دعووں کی رنگینی سے تو اُس تک کب پہنچ سکتا ہے

ور تو دعویٰ می کُنی معنیٰ بیار
اگر تو دعویٰ کرتا ہے، حقیقت پیش کر

کہ مخور ورنہ پس گردن مخار
بکواس نہ کر ورنہ پھر گردن نہ کھجانا

دعویٰ کردنِ فرعون الوہیت را و تشبیہ کردن او را

فرعون کا خدائی کا دعویٰ کرنا اور اس کو اس گیدڑ کے مشابہ

بداں شغال کہ دعویٰ طاؤسی می نمود

بتانا جس نے مور ہونے کا دعویٰ کیا

ہمچو فرعون مرصع کردہ ریش[2]
فرعون کی طرح جس نے داڑھی کو جڑاؤ کرا کر

برتر از موسیٰ پریدہ از خریش[2]
اپنے گیدڑ پن سے (حضرت) موسیٰ سے بلند پروازی کی

او ہم از نسلِ شغالِ مادہ زاد
وہ بھی گیدڑنی کی نسل سے پیدا ہوا تھا

در خمِ مالے و جاہے اوفتاد
مال اور مرتبہ کے خم میں گر گیا تھا

ہر کہ دید آں مال و جاہش سجدہ کرد
جس نے اس کا مال اور مرتبہ دیکھا اُسے اس کو سجدہ کیا

سجدۂ افسوسیاں را او بخورد
مذاق کرنے والوں کے سجدے وہ کھا گیا

گشت مُشتک آں گدائے ژندہ دلق
وہ پھٹی گدڑی والا فقیر مست ہو گیا

از سجود و از تحیرہائے خلق
لوگوں کے سجدوں اور حیرانیوں سے

مال[3] مار آمد کہ در وے زہر ہاست
مال، سانپ ہے جس میں بہت سے زہر ہیں

واں قبول و سجدۂ خلق اژدہاست
لوگوں میں مقبولیت اور (اُن کا) سجدہ کرنا اژدہا ہے

ہائے اے فرعون نا موسیٰ مکن
افسوس اے فرعون! معتقد نہ بن

تو شغالی ہیچ طاؤسی مکن
تو گیدڑ ہے مور بن نہ جا

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی
اگر تو موروں کے سامنے آئے گا

عاجزی از جلوہ و رسوا شوی
عاجز (دکھانے) سے عاجز اور رسوا ہو جائیگا

موسیٰ و ہارون چو طاؤساں بدند
حضرت موسیٰ اور ہارونؑ چونکہ مور تھے

پرِ جلوہ بر سر و رویت زدند
انھوں نے جلوے کا پر تیرے سر اور منہ پر لگا دیا

---

[1] بانگ۔ مور کی کوک کو بھی بولی ہوتی ہے۔ خلعت۔ مور کو جو حسین لباس ملا ہے وہ قدرتی ہے۔ گردن مخار۔ انسان شرمندگی میں گردن کھجانے لگتا ہے۔ ترجمہ۔ فرعون نے اپنی داڑھی میں قیمتی موتی پرو رکھے تھے، برتر۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

[2] خریش خویش۔ اس ہم وہ فرعون اسی گیدڑنی کی نسل سے تھا جو عارضی رنگ کی وجہ سے اپنے آپکو مور کہلانا چاہتی تھی۔ مالے۔ اس فرعون کو پر مال و جاہ کا عارضی رنگ تھا۔ افسوسیاں۔ فرعون کو سجدہ کرنے والے بہت سے وہ تھے جو محض مذاق اور دل لگی کے لئے سجدہ کرتے تھے۔ مشک۔ میں کاف تحقیر کے لئے ہے گدائے فرعون کو گدا اس لئے کہا ہے کہ وہ حقیقت سے تہی دست تھا۔

[3] مال۔ دولت انسان کو اس طرح ہلاک کرتی ہے جس طرح سانپ ہلاک کرتا ہے۔ نا موسیٰ۔ معتقد نہ بن۔ طاؤساں۔ جو حقائق کے مالک ہیں۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ نے معجزوں کے ذریعہ اس کو رسوا کر دیا۔

زشتیت پیدا شد و رسوائیت
تیرا ابتدا میں اور رسوائی داخل ہوگئی

سرنگوں اُفتادی از بالائیت
تو اپنی بلندی سے اوندھا گرا

چوں محک دیدی سیاہ گشتی چو قلب
جب تو نے کسوٹی رکھی کھوٹے سکے کی طرح سیاہ پڑ گیا

نقشِ شیری[1] رفت و پیدا گشت کلب
تیرے شیر ہونے کی صورت جاتی رہی اور کتا ظاہر ہوا

اے سگ گرگین زشت از حرص و جوش
اے بھدے گرگ نما کتے حرص اور جوش میں

پوستینِ شیر را بر خود مپوش
شیر کی کھال اپنے اوپر نہ پہن

غرّہ شیرت نخواہد امتحاں
شیر کی گرج تیرا امتحان لے لیگی

نقشِ شیر و انگہ اخلاقِ سگاں
شیر کی صورت اور پھر کتوں کے اخلاق

اے شغالِ بے جمال و بے ہنر
اے بدصورت اور بے ہنر گیدڑ

ہیچ بر خود ظن طاؤسی مبر
اپنے اوپر مور ہونے کا گمان ہرگز نہ کر

زانکہ طاؤساں کنند ترا امتحاں
کیونکہ مور تجھے آزمائیں گے

خوار و بے رونق بمانی در میاں
تو درمیان میں ذلیل اور بے آبرو رہ جائے گا

تفسیر وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ[2] در بیانِ امتحانِ منافقاں

"اور تم انکی گفتگو کے لہجے سے پہچان لوگے" کی تفسیر منافقوں کے امتحان کے بیان میں

گفت یزداں مر نبی را در مساق[3]
نبی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے سیاق میں بتادی

یک نشان سہل تر زاہلِ نفاق
منافقوں کی ایک آسان پہچان

گر منافق زرفت باشد لغز و ہول
خواہ منافق سونا، خوبصورت اور بارعب ہو

واشناسی مر ورا در لحن و قول
تم اُس کو بات کے لہجے سے پہچان لوگے

چوں سفالین کوزہا را میخری
جب تو مٹی کے پیالے خریدتا ہے

امتحانے می کنی اے مشتری
اے خریدار! تو امتحان کرلیتا ہے

می زنی دستے براں کوزہ چرا
تو اُس کوزے پر ہاتھ کیوں مارتا ہے؟

تا شناسی از طنینِ[4] شکستہ را
تاکہ تو آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لے

بانگِ شکستہ دگرگوں می شود
ٹوٹے ہوئے کی آواز دوسری طرح کی ہوجاتی ہے

بانگ جاووش ست پیش می رود
آواز، نقیب ہے جو آگے آگے چلتا ہے

بانگ می آید کہ تعریفش کند
آواز آتی ہے تاکہ اُس کی پہچان کردے

ہمچو مصدر فعل تصریفش کند
جیسا کہ مصدر، فعل اس میں تغیر کردیتا ہے

[1] نقشِ شیری جبلّی خدائی باطل ہوگئی اور حقیقت ظاہر ہوگئی، اے سگ۔ فرعون کو خطاب ہے۔ غرّہ۔ شیر پر امتحان ہوگا کہ شیر کا سا ٹرک بھی ہے یا نہیں۔

[2] سیاق۔ یعنی سیاقِ کلام اللہ بعض نسخوں میں الفساق ہے جس کے معنی ہیں مہلک جگہ اس سے بھی مُراد قرآن پاک ہے گو منافق، اگرچہ منافقوں کی ظاہری صورت جہل معلوم ہوگی لیکن اُن کی آواز سے اُن کی حقیقت کھل جائے گی جیسا سفالیں۔ یہ اس کی مثال ہے کہ آواز سے حقیقت کھل جاتی ہے۔

[3] مساق۔ بمعنی ہانکنا، چلانا، آوازدینا نقیب جو بادشاہ کے آگے چلتا ہے، آواز بھی حقیقت کے لئے پیشرو ہے۔ ہمچو مصدر۔ فعل پر نظر کرلی جائے اگر اُس میں تعلیل ہوتی ہے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ اُس کا مصدر بھی معلول ہے جیسا کہ قام اور قیاما ہے قام میں واؤ الف سے بدلا ہے تو قیاما میں واؤ یا سے بدلا ہوا۔

چوں حدیثِ امتحاں[1] روی نمود
جب امتحان کی بات سامنے آئی

یاد م آمد قصۂ ہاروت زود
تجھے فوراً ہاروت کا قصہ یاد آگیا

پیش ازیں زاں گفتہ بودم اندکے
اس سے پہلے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا تھا

خود چہ گویم از ہزارانش یکے
میں کیا کہوں، اس کے ہزاروں میں سے ایک

خواستم گفتن در آں تحقیقہا
میں اس میں کچھ تحقیقیں بیان کرنا چاہتا تھا

تا کنوں وا ماندم از تعویقہا
(لیکن) رکاوٹوں کی وجہ سے اب تک رکا رہا

جملۂ دیگر ز بسیارش قلیل
اس کے بہت سے میں سے کچھ تھوڑا سا دوسرا حصہ

گفتہ آید شرحِ یک عضوے ز پیل[2]
کہہ دیا جائے جو ہاتھی کے ایک عضو کی شرح ہوگی

گوش کن ہاروت را ماروت را
سن لے ہاروت اور ماروت کے بارے میں

اے غلام و چاکراں ماروت را
اے وہ کہ ہم تیرے چہرے کے غلام اور خادم ہیں

قصۂ ہاروت و ماروت و دلیری ایشاں بر امتحانِ حق تعالیٰ

ہاروت و ماروت کا قصہ اور اللہ (تعالیٰ) کی آزمائش پر ان کی دلیری

گوشِ دل را یک نفس ایں سو بدار
تھوڑی دیر کے لئے کان کو اس طرف متوجہ کر

تا بگویم با تو از اسرارِ یار
تاکہ میں تجھ سے دوست کے کچھ راز بیان کروں

مست بودند از تماشائے الٰہ
وہ اللہ کے دیدار سے مست تھے

وز عجائبہائے استدراجِ شاہ
اور شاہ (اللہ) کے عجائب کی ڈھیل سے

اینچنیں مستی ست ز استدراجِ حق
اللہ (تعالیٰ) کی عجائب سے ڈھیل میں ایسی مستی ہوتی ہے؟

تا چہ مستیہا دہد معراجِ حق[3]
تو اللہ (تعالیٰ) کی عجائب معراج کیا مستیاں دیتا ہوگا؟

دانۂ دامش چنیں مستی نمود
اس کے جال کے دانے نے ایسی مستی دکھائی

خوان انعامش چہا داند کشود
اس کے انعام کا خوان کتنے مستیاں پیدا کرنا چاہتا

مست بودند و رہیدہ از کمند
وہ مست تھے اور پھندے سے آزاد تھے

ہامی و ہوئے عاشقانہ می زدند
عاشقوں کی طرح ہائے وہو کے نعرے لگاتے تھے

کمین و امتحاں در راہ بود
گھات اور امتحان راستہ میں تھا

صرصرش چوں کاہ کہ رامی برد
جس کی آندھی پہاڑ کو تنکے کی طرح لے اڑتی

امتحاں میکرد شاں زیر و زبر
امتحان ان کو الٹ پلٹ کر رہا تھا

کے بود سر مست را زیں ہا خبر
مست کو اس کی کب خبر ہوتی ہے؟

---

[1] امتحاں: آزمائش سے رسوائی کی بات پر ہاروت و ماروت کا قصہ یاد آگیا چونکہ وہ بھی امتحان کی وجہ سے رسوا اور ذلیل ہوئے ہیں۔ از ہزاراں۔ ہاروت و ماروت کے قصے کے اسرار میں نے بہت تھوڑا بیان کیا تھا۔ خواستم ہاروت و ماروت کے قصے کے اسرار بیان کرنا چاہتا تھا لیکن موانع پیش آگئے تھے۔

[2] شرح یک عضو: مراد اس قدر بیان کیا تھا جیسا کہ ہاتھی کے کسی ایک عضو کی تشریح کر دی جائے۔ رمز: رمز کے تو اسرار یار غذائی راز استدراج۔ وہ کشف و کرامات جن میں پھنس کر اور جن سے مغرور ہو کر سالک تباہ ہو جاتا ہے۔

[3] معراجِ حق: جبکہ استدراج کی مستیاں بھی اس قدر ہیں تو پھر حقیقی معراج کی مستیوں کا کیا ٹھکانا ہے۔ دانۂ دامش: یعنی استدراج کی مستیاں۔ مست بودند: ہاروت و ماروت استدراج کی مستیوں میں... مدہوش ہو گئے تھے۔ صرصرش: امتحان کی آندھی بڑوں بڑوں کو تباہ کر دیتی ہے۔

خندق[1] و میداں بہ پیش او یکے ست — چاہ و خندق پیش او خوش مسلکے ست
خندق اور میدان اس کے سامنے یکساں ہیں — کنواں اور خندق اس کے سامنے اچھا راستہ ہیں

مستیِ بز از دیدنِ بزِ مادہ و جستنِ او بکوہِ مقابل
بکری کو دیکھ کر بکرے کی مستی اور اس کا بالمقابل پہاڑ پر کودنا

آں بزے کو ہی بر اں کوہِ بلند — بر دود از بہرِ خوردی[2] بے گزند
پہاڑی بکرا بلند پہاڑ پر — خوراک کے لئے بے مشقت دوڑتا ہے

تا علفِ چند بہ بیند ناگہاں — بازیِ دیگر ز حکمِ آسماں
تاکہ گھاس کے کچھ (تنکے) دیکھ لے — آسمان کے حکم سے ایک دوسرا کھیل

بر کہے دیگر بر اندازد نظر — مادہ بز بیند بر آں کوہِ دگر
دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے — اس دوسرے پہاڑ پر وہ بکری دیکھتا ہے

چشمِ او تاریک گردد در زماں — بر جہد سر مست زیں کہ تا بداں
فوراً اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے — مست ہو کر اس پہاڑ سے اس پہاڑ پر کودتا ہے

آنچناں نزدیک بنماید ورا — کہ دو دیدن گردِ بالوعہ سرا
وہ اس کو ایسا نزدیک نظر آتا ہے — جیسا کہ گھر کے چبوترے کے چاروں طرف دوڑنا

آں ہزاراں گز دو گز بنماید ش — تاز مستی میلِ جستن آید ش
وہ ہزاروں گز کا فاصلہ اس کو دو گز نظر آتا ہے — یہاں تک کہ اس کی مستی کی وجہ سے اس کے دل میں کودنے کی خواہش ہوتی

چونکہ بجہد در فتد اندر زماں — در میانِ ہر دو کوہِ بے اماں
جب کودتا ہے فوراً گر جاتا ہے — دونوں بے پناہ پہاڑوں کے درمیان

او ز صیاداں بہ کہ بگریختہ — خود پناہش خونِ او را ریختہ
وہ شکاریوں سے پہاڑ پر بھاگتا تھا — پناہ نے ہی اس کا خون بہا دیا

شستہ صیاداں میانِ آں دو کوہ — انتظارِ ایں قضائے با شکوہ
ان دونوں پہاڑوں کے درمیان شکاری بیٹھے تھے — اس پر شکوہ قضا کے انتظار میں

باشد[3] اغلب صیدِ ایں بز ہمچنیں — ورنہ چالاک ست و چست و خصم بیں
بکرے کا شکار عموماً ایسے ہی ہو جاتا ہے — ورنہ چالاک اور چست اور دشمن کو دیکھ لینے والا

رستم ار چہ با سر و سبلت بود — دامِ پاگیرش یقیں شہوت بود
رستم خواہ مع سر اور مونچھوں کے ہو — یقیناً شہوت اس کے پاؤں کا جال ہوتی ہے

[1] خندق: مست گدھے اور ہموار زمین میں فرق نہیں کرتا ہے دونوں پر چل پڑتا ہے۔ مستی بز: اس قصہ کا منشا یہ ہے کہ شہوت کی مستی میں انسان اندھا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

[2] خوردی: خوراک۔ علف: گھاس۔ چشم او: یعنی مستی میں وہ اندھا ہو جاتا ہے۔ بالوعہ: چبوترہ۔ بز: مکان۔ کوہ: بے اماں: چونکہ وہ دونوں پہاڑ بہت بلند تھے۔ بر ست: نشستہ کا مخفف ہے۔ شکوہ: شان و شوکت، دبدبہ۔

[3] باشد: پہاڑی بکرا اسی طرح شکار ہو جاتا ہے ورنہ بہت چالاک اور ہوشیار ہوتا ہے۔ خصم بیں: دشمن کو پہچان جانے والا۔ با سر و سبلت: یعنی سر میں عقل اور بہادری کے باوجود۔

همچو من از مستیِ شهوت ببُر
میری طرح شہوت کی مستی سے جدا ہو جا

مستیِ شهوت ببین اندر شتر[1]
شہوت کی مستی اونٹ میں دیکھ لے

باز ایں مستیِ شهوت در جهاں
پھر یہ دنیا میں شہوت کی مستی

پیشِ مستیِ ملک داں مستهاں
فرشتے کی مستی کے سامنے ہیچ سمجھ

مستیِ آں مستیِ ایں بشکند
اُس کی مستی اِسکی مستی کو نست کر دیتی ہے

او بشهوت التفاتے کے کند
وہ شہوت کی طرف کب توجہ کرتا ہے؟

آبِ شیریں تا نخوردی آبِ شور
جب تک تو نے میٹھا پانی نہیں پیا ہے کھارا پانی

خوش نماید چوں درونِ دیده نور
ایسا ہی لگتا ہے جیسا کہ آنکھوں میں روشنی

قطرهٔ از بادهائے آسماں
آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ

برکند جاں را زمے و زساقیاں
جان کو (دنیا کی) شراب اور ساقیوں سے برگشتہ کر دیتا ہے

تا چه[2] مستیها بود املاک را
فرشتوں میں کس قدر مستیاں ہوتی ہیں

وز جلالت روحهائے پاک را
اور پاک روحوں میں بڑائی کی وجہ سے

که ببوئے دل دراں مجسته اند
کہ انھوں نے خوشبو کی وجہ سے دل اُس شراب سے

خمِ بادهٔ ایں جهاں بشکسته اند
انھوں نے اِس جہان کے خم توڑ ڈالے ہیں

جز مگر آنها که نومید ند و دور
سوائے اُن کے جو مایوس اور دُور ہیں

همچو کفارے نهفته در قبور
قبروں میں چھپے ہوئے کافروں کی طرح

نا اُمید از هر دو عالم گشته اند
وہ دونوں جہانوں سے مایوس ہو گئے ہیں

خارهائے بے نهایت کشته اند
انھوں نے لاانتہا کانٹے بوئے ہیں

تمنا کردنِ هاروت و ماروت مقامِ بشریت را و غیرتِ حق تعالیٰ
ہاروت و ماروت کو بشریت کے مقام کی تمنا کرنا اور حضرت حق تعالیٰ کی غیرت

پیش[3] ز مستیها بگفتند اے دریغ
مستیوں کی وجہ سے انھوں نے کہا ہائے افسوس

برزمیں باراں بدادیمے چو میغ
ہم زمین پر ابر کی طرح (انصاف کی) بارش برسا دیتے

گستریدیمے دریں بیداد جا
ہم اِس ظلم کی جگہ میں پھیلا دیتے

عدل و انصاف و عبادات و وفا
عدل اور انصاف اور عبادات اور وفا

ایں بگفتند و قضا می گفت ایست
یہ انھوں نے کہا اور قضا کہہ رہی تھی ٹھہر جا!

پیشِ پاتاں دام ناپیدا بسے ست
تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے چھپے ہوئے جال ہیں

[1] اندر شتر۔ اونٹ کی مستی مشہور ہے۔ ملک۔ فرشتوں کو قربِ الٰہی سے جو مستی حاصل ہوتی ہے دنیا کی مستی اسکے سامنے ہیچ ہے۔ مستیِ آں۔ جس شخص کو قربِ الٰہی کی مستی حاصل ہو جاتی ہے پھر اُس پر دنیا کی مستی طاری نہیں ہوتی۔ آبِ شیریں۔ خدائی مستی اور دنیا کی مستی کی مثال شیریں پانی اور کھارا پانی ہے۔

[2] تا چہ۔ فرشتوں اور روحوں کو قربِ الٰہی کی ایسی مستی حاصل ہوتی ہے کہ اُن کے دل اُس سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور دنیا کی مستی کے اسباب کو وہ ختم کر دیتے ہیں۔ تحریر۔ کفار کی روحیں قربِ الٰہی کی مستی سے محروم ہیں۔ تمنا کردن قربِ الٰہی سے جو مستی طاری ہوتی ہے وہ بسا اوقات استدراج ہوتا ہے اُس سے ہوشیار رہنا چاہیے اِس مستی میں کوئی غلط قدم نہ اٹھانا چاہیے۔

[3] پس ز مستیها۔ ہاروت و ماروت نے مستی میں غلط قدم اٹھایا جس کا بد انجام لٹکتے ہوئے گستریدیمے۔ انسانوں نے دنیا میں ظلم و ستم کر رکھا ہے ہم دنیا میں ہوتے تو عدل و انصاف سے دنیا کو بھر دیتے۔

هیں[1] مرو گستاخ در دشتِ بلا — هیں مرو کورانہ اندر کربلا
خبردار! مصیبت کے جنگل میں لاپروائی سے نہ جا — خبردار! کربلا میں اندھوں کی طرح نہ جا

کز مُوی و استخوانِ ہالکاں — می نیابد راہ پائے سالکاں
کیونکہ ہلاک ہونے والوں کے بال اور ہڈیوں سے — چلنے والوں کا قدم راستہ نہیں پاتا ہے

جملہ رہ استخوان و مُوی وے — بسکہ تیغِ قہر لاشی کرد شئی
سارے راستہ میں ہڈیاں، بال اور پٹھے ہیں — کثرت سے قہر کی تلوار نے موجود کو معدوم کر دیا ہے

گفت حق کہ بندگانِ جُفتِ عون — بر زمیں آہستہ می رانند ہون
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ مدد (الٰہی) کے ساتھی ہیں — خاکساری سے آہستہ چلتے ہیں

پا برہنہ چوں رَوَد در خارزار — جز بمہل و فکرتے پرہیزگار[2]
کانٹوں کے جنگل میں، ننگے پاؤں کیسے چلے — پرہیزگار سوائے وقت اور سوچ سمجھ کے

ایں قضا می گفت لیکن گوشِ شل — بستہ بود اندر حجاب جوشِ شاں
قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن اُن کے کان — اُن کے جوش کے پردے میں بند تھے

چشمہا و گوشہا را بستہ اند — جز مر آنہا را کہ از خود رستہ اند
لوگوں نے آنکھیں اور کان بند کر لئے ہیں — سوائے اُن کے جو اپنی ہستی سے آزاد ہو گئے ہیں

جز عنایت کہ کشاید چشم را — جز محبت کہ کشاند خشم را
(خدا کی) مہربانی کے علاوہ آنکھ کون کھول سکتا ہے؟ — غصہ کو محبت کے علاوہ کون فرو کر سکتا ہے؟

جہدِ بے توفیق جاں کندن بود — زارزنے[3] کم گرچہ صد خرمن بود
بے توفیقِ (خدا) کوشش جان کو فنا کرنا ہے — اگرچہ وہ (کوشش) سو کھلیان ہو ایک پیسے سے کم ہے

جہدِ بے توفیق خود کس را مباد — در جہاں واللہ اعلم بالصواب
خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق نہ ہو — دنیا میں، اور خدا بہتر جانتا ہے

خواب دیدن فرعون آمدن موسیٰ علیہ السلام را و تدارک آں

خواب میں فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آمد کو دیکھنا اور اسکو رد کرنے کی تدبیر کرنا

جہدِ فرعونے چو بے توفیق بود — ہر چہ اُو می دُوخت آں تفتیق بود
فرعون کی کوشش چونکہ بغیر توفیق کے تھی — جو کچھ سیتا تھا، وہ پھاڑتا تھا

بیکار ثابت ہوئیں۔ تفتیق۔ پھاڑنا، جدا کرنا۔

[1] ہیں مرو۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو آزمائش میں نہ ڈالنا چاہیئے اور ایسے مقام پر پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے۔ کہ زمانہ کی آزمائش کے راستہ میں بہت سی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔ تیغ قہر خدا کا غضب نازل ہوا تو وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں۔ اللہ پاک بندوں کی تعریف میں فرمایا گیا۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا اور اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو زمین پر خاکساری سے چلتے ہیں۔

[2] پرہیزگار۔ نیک بندے احسان کی وادی میں سوچ سمجھ کر وقفہ وقفہ سے قدم اٹھاتے ہیں۔ ایں قضا۔ قضا ہاروت ماروت کو سمجھا رہی تھی لیکن انھوں نے کان بند کر لئے تھے مجز مر آنہا۔ جن لوگوں نے خودی کو مٹا دیا ہے انکے ہی کان کھلے ہوئے ہیں۔ مجز عنایت عنایتِ خداوندی ہی آنکھیں کھولتی ہے اور اللہ کی محبت ہی غضب الٰہی کو فرو کر سکتی ہے۔ جہدِ بے توفیق جب تک توفیق خداوندی میسر نہ آئے کوشش بیکار ہوتی ہے۔

[3] زارزن۔ ایک لفظ ہے جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ اسکو پیسنا کہا جاتا ہے۔ خواب دیدن۔ توفیق خداوندی چونکہ فرعون کے شامل حال نہ تھی لہذا حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کو رد کرنے کی اس کی تمام کوششیں

از منجم بود در حکمش ہزار
اُس کے حکم میں ہزاروں نجومی تھے

وز معبر نیز و ساحر بے شمار
تعبیر دینے والے اور جادوگر بھی بے شمار تھے

مقدم موسیٰ نمودندش بخواب
حضرت موسیٰؑ کی تشریف آوری انکو خواب میں دکھائی گئی

کہ کند فرعون و ملکش را خراب
کہ وہ فرعون اور اُس کے ملک کو تباہ کر دینگے

با معبر گفت و با اہل نجوم
اُس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے کہا

چوں بود دفع خیال و خواب شوم
نحوس خیال اور خواب کا دفعیہ کیسے ہو؟

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم
سب نے کہا ہم ایسی تدبیر کریں گے

راہ زادن را چو رہزن می زنیم
ڈاکو کی طرح اُس کی پیدائش کا راستہ روک دیں گے

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں
یہاں تک کہ رات آگئی جو حمل ٹھہرنے کی تھی

رائے ایں دیدند آں فرعونیاں
اُن فرعون والوں کی یہ رائے ہوئی

کہ بروں آرند آں روز از نگاہ
کہ اُس روز صبح سے باہر لگا دیں

سوئے میداں بزم و تخت پادشا
میدان میں تختِ شاہی اور دربار

پس بفرمودند در شہر آشکار
پھر انھوں نے حکم دیا کہ شہر میں علانیہ

کہ منادی بہا کنند از شہریار
بادشاہ کی جانب سے منادی کر دیں

الصلا اے جملہ اسرائیلیاں
کہ اے اسرائیلیو! تمہاری دعوت ہے

شاہ می خواند شما را زاں مکاں
بادشاہ تمھیں اُس جگہ بلاتا ہے

تا شما را رُو نماید بے نقاب
تاکہ تمھیں نقاب کے بغیر دیدار کرائے

بر شما احساں کند بہر ثواب
نیکی کی غرض سے تم پر احسان کرے

کاں اسیراں را بجز دوری نبود
کیونکہ قیدیوں (اسرائیلیوں) کیلئے دوری کے سوا کچھ

دیدن فرعون دستوری نبود
فرعون کو دیکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا

گر فتادندے برہ در پیش او
وہ اگر راستہ میں اُس کے سامنے آجاتے

بہر آں پایہ بیفتندے بزو
اُس قانون کے مطابق وہ اوندھے لیٹ جاتے

پایہ آں بُد کہ نہ بینند ہیچ اسیر
قانون یہ تھا کہ کوئی قیدی (اسرائیلی) نہ دیکھے

درگہ و بے گہ لقائے آں امیر
وقت بے وقت اُس امیر (فرعون) کا دیدار

با بانگ چاؤشاں چوں در رہ بشنوند
جب راستہ میں نقیبوں کی آواز سُنتے

تا نہ بینند رُو بدیوارے کنند
مُنہ دیوار کی طرف کریں تاکہ اُس کو نہ دیکھ سکیں

لہ منجم۔ ستاروں کی گردش سے آنے والے حالات کو بتانے والا۔ معبر۔ خواب کی تعبیر دینے والا۔ مقدم۔ آنا۔ جملہ۔ سب منجموں اور معبروں نے کہا ہم اُس بچہ یعنی موسیٰؑ کی پیدائش کا راستہ بند کر دینگے اور ایسی تدبیر کر دیں گے کہ کوئی اسرائیلی عورت اُس رات کو حاملہ نہ بن سکے۔ تولد۔ یعنی استقرار حمل۔ فرعونیاں۔ منجم اور معبر۔ یگاہ۔ جمع تیہو۔ بادشاہ۔

لہ الصلا۔ کھانے یا آگ تاپنے کا اعلان۔ اسیران۔ قیدی یعنی بنی اسرائیل چونکہ اُن سے قبطی اور فرعون ہر طرح کی بیگار لیتے تھے۔ یاسہ۔ قانون، رسم۔

لہ یابد۔ اسرائیلیوں کے لئے یہ قانون تھا کہ وہ فرعون کا دیدار نہ کر سکیں۔ سیر۔ یعنی اسرائیل۔ لقا۔ دیدار۔ چاؤشاں۔ پاسبان کی جمع ہے، نقیب۔ رُو بدیوارے۔ یعنی اس کا رُخ فرعون کی طرف نہ رہے۔

ور بہ بیند روئے او مجرم بود
اگر اُس کا منہ دیکھے گا تو قصوروار ہوگا

انچہ بدتر بر سرِ او آں رود
جو بدتر اسزا ہوگی اُس کو وہی جائیگی

بود شاں حرصِ لقائے ممتنع
ممنوع دیدار کی اُن کو تمنا تھی

چوں حریص ست آدمی فیما منع
کیونکہ جس چیز سے انسان کو روکا جائے وہ اُسکا حریص ہو جاتا ہے

بمیدان خواندن فرعون بنی اسرائیل را از برائے حیلہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو روکنے کی تدبیر کے لئے فرعون کا بنی اسرائیل کو میدان میں طلب کرنا

منعِ ولادتِ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام

شد منادی در محلتہا رواں
منادی کرنے والا محلوں میں روانہ ہوگیا

بانگ میزد کو بکو مشادی کناں
خوشی خوشی گلی گلی اعلان کرتا تھا

کائے اسیراں سوئے میداں گہ رسید
اے قید ہوا اسرائیلیو میدان کی طرف چلو

کز شہنشہ دیدن و بوسِ ید
کیونکہ بادشاہ کے دیدار اور سخاوت کی توقع ہے

چوں شنیدند مژدہ اسرائیلیاں
جب اسرائیلیوں نے خوشخبری سنی

تشنگاں بودند و بس مشتاقِ آں
پیاسے تھے اور اُس کے بہت مشتاق تھے

حیلہ را خوردند آں سو تاختند
چلکہ کھا گئے اور اُس طرف دوڑ پڑے

خویشتن را بہرِ جلوہ[2] ساختند
اُنھوں نے اپنے آپ کو دیدار کے لئے تیار کرلیا

از غرض غافل بدند و بے خبر
مقصد سے غافل اور بے خبر تھے

وز طمع رفتند بیروں سر بسر
سب کے سب لالچ کی وجہ سے باہر نکل آئے

حکایت در تمثیل

مثال ایک حکایت

ہمچناں کاینجا مغولِ[3] حیلہ داں
ایسے ہی یہاں ایک حیلہ گر مغل نے

گفت می جویم کسے از مصریاں
کہا میں مصر والوں میں سے ایک کی تلاش میں ہوں

مصریاں را جمع آریدایں طرف
اس طرف مصریوں کو جمع کرلو

تا در آید آنکہ می جویم بکف
تاکہ وہ جس کی میں تلاش میں ہوں ہاتھ آجائے

ہر کجا بُد مصریئے جمع آمدند
جہاں بھی کوئی مصری تھا سب جمع ہوگئے

در برِ آں میر یک یک می شدند
ایک ایک کرکے بادشاہ کے پاس آگئے

[1] بدتر۔ جو اسرائیلی فرعون کو دیکھ لیتا تھا اُس کو سخت سزا دی جاتی تھی۔ کز۔ یعنی فرعون کا دیدار بھی میسر آئیگا اور فرعون بخشش بھی کریگا۔

[2] جلوہ۔ یعنی فرعون کا دیدار۔ حکایت۔ اس حکایت میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح اسرائیلیوں کی تباہی کے لئے اُن کو میدان میں جمع کیا گیا تھا اسی طرح ایک تاتاری مغل نے مصریوں کو قتل کرنے کے لئے ایک حیلے سے میدان میں جمع کیا تھا۔

[3] مغول۔ واؤ کے اخفا کے ساتھ پڑھا جائے۔ یورپ کے مؤرخ اسی لئے اُس کو مغل بھی لکھتے ہیں، ایران و توران کی ایک قوم ہے۔ جزبل، آغوشش۔

هر که می آمد بگفتا نیست این
جو بھی آتا (اس کے بارے میں) کہتا یہ نہیں ہے

هیں در آ خواجه دراں گوشه نشیں
خواجہ آ، اس گوشے میں بیٹھ جا

تا بدیں شیوه همه جمع آمدند
یہاں تک کہ اس طریقہ پر سب جمع ہو گئے

گردنِ ایشاں بدیں حیله زدند
انھوں نے اس تدبیر سے اُن سب کی گردن اُڑا دی

شومیِ[1] آنکه سوئے بانگِ نماز
ایک بدقسمتی یہ تھی کہ اذان کی جانب

داعی اللہ را نبرّدند نیاز
اللہ کی طرف بلانے والی کی اطاعت نہ کرتے تھے

دعوتِ مکّار شاں ندرکشید
مکّار کی دعوت نے اُن کو اندر کھینچ لیا

اَلحذر از مکرِ شیطاں اے رشید
اے ہدایت پر چلنے والے! شیطان کے مکر سے بچ

بانگِ درویشاں و محتاجاں نیوش
فقیروں اور ضرورت مندوں کی پکار سُن لے

تا نگیرد بانگِ مُحتالیت گوش
تاکہ کسی حیلہ جُو کی آواز تیرے کان میں نہ پڑے

گرگدائیاں[2] طامع اندوزِ دشت خُو
فقیر خواہ لوبھی اور بدعادت ہوں

در شکم خواراں تو صاحبدل بجو
خواہ پیٹو، تو صاحبدل کی جستجو کر

در تگِ دریا گہر با سنگہاست
دریا کی تہ میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں

فخرہا اندر میانِ ننگہاست
فخر کی باتیں عار کی باتوں کے درمیان ہیں

پس بجوشیدند اسرائیلیاں
اسرائیل ٹوٹ پڑے

از پگہ تا جانبِ میداں دواں
صبح سے میدان کی جانب دوڑتے ہوئے

چوں[3] بکیلت شاں بمیدان کرد آں
جب وہ انھیں تدبیر سے میدان میں لے گیا

روی خود بنمود وہ شاں بس تازہ رو
تو انھیں اپنا خوشنما چہرہ دکھایا

کرد دلداری و بخششہا بداد
اُن کی دلداری کی اور بخششیں دیں

ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد
اس بادشاہ نے عطا بھی کی اور وعدے بھی کئے

بعد ازاں گفت از برائے جان تاں
اُن کے بعد اُس نے کہا اپنی روح کی تفریح کیلئے

جُملہ در میداں بخسپید امشباں
آج کی رات سب میدان میں سو جاؤ

پاسخس دادند کہ خدمت کنیم
انھوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت کرینگے

گر تو خواہی یک مہ انجا ساکنیم
اگر آپ چاہیں گے ہم ایک مہینہ تک یہاں رہیں گے

---

[1] شومی۔ بدقسمتیوں کا یہ قبیل عام ہے اس لئے ہوا کہ وہ نماز نہ پڑھتے تھے۔ داعی اللہ بمعنی مؤذن۔ بانگِ نماز یعنی وہی نقل۔ بانگِ بد درویشاں۔ مذاب انہی سے نجات کا باعث جس طرح مؤذن کی پکار کو قبول کرنا ہے اسی طرح فقیروں اور محتاجوں کی صدا پر توجہ کرنا بھی ہے۔ مُحتال۔ فریبی، حیلہ گر۔

[2] گرگدائیاں۔ یا تو دنیا دار فقیروں میں کوئی صاحبدل بھی ہوگا لہٰذا سب کی مذمت کرو۔ گرسنگہا۔ دریا کی تہ میں پتھر بھی ہوتے ہیں اور پتھر بھی پگہ۔ پگاہ، صبح۔

[3] چوں۔ اسرائیلیوں کے جمع ہونے کے بعد فرعون نے اُن کو اپنا دیدار کرایا۔ قباد۔ نوشیرواں کے باپ۔ اور ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہا جانے لگا۔ باقی تماں یعنی تفریح طبع۔ ت۔ ماہ کا مخفف۔

بازگشتن فرعون از میدان بشهر شادماں از تفریق

عمل ہونے کی رات میں بنی اسرائیل کو اُن کی عورتوں سے جُدا کر دینے پر

بنی اسرائیل از زنانِ شاں در شب حمل

فرعون کا میدان سے شہر کی جانب خوشی خوشی واپس ہونا

شہ[1] شبانگہ باز آمد شادماں — کامشباں حمل ست دور ند از زناں

بادشاہ خوشی خوشی رات کو واپس لوٹا — کہ آج کی رات حمل قرار پاتا ہے اور وہ (مرد) عورتوں سے

خازنش عمراں بُد اندر خدمتش — ہم بشہر آمد قرینِ صحبتش

اُس کا خزانچی عمران اُس کی خدمت میں تھا — وہ بھی اُس کے ساتھ شہر میں واپس لوٹا

گفت اے عمراں بریں[2] رخسپ تو — ہیں مرو سوئے زن اے مردِ نکو

اُس نے کہا اے عمران! تو بھی اپنی (زوجہ) کے پاس جا — اے بھلے انسان! بیوی کی جانب نہ جانا

گفت چشم ہم بریں درگاہِ تو — ہیچ نندیشم بجز دلخواہِ تو

اُس نے کہا میں ابھی تیرے در پر سو جاؤں گا — میں تو تیری مرضی کے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہوں

بود عمراں ہم ز اسرائیلیاں — لیک مر فرعون را دل بود و جاں[3]

عمران بھی اسرائیلیوں میں سے تھا — لیکن فرعون کا دل و جان تھا

کے گماں بُردے کہ او عصیاں کند — اُنچہ خوف جانِ فرعون آں کند[4]

وہ (فرعون) کیسے گمان کرتا کہ وہ (عمران) نافرمانی کرے گا — جس میں فرعون کی جان کا خوف ہو وہ کام کرے گا

ایمن از عمراں بُد و افعالِ او — لیک خود آں بُد خرابی حالِ او

وہ (فرعون) عمران اور اُس کے کاموں سے مطمئن تھا — لیکن اُس (فرعون) کے حال کی تباہی وہی تھا

خود کجا در خاطرِ فرعون بود — اینچنیں[5] تقدیر چوں عاد و ثمود

خود فرعون کے خیال میں بھی کہاں تھی — ایسی تقدیر جیسی کہ عاد اور ثمود کی

جمع آمدنِ عمران بمادرِ موسیٰ و حاملہ شدن مادرِ موسیٰ علیہ السلام

عمران کا موسیٰ کی ماں کے ساتھ مجامعت کرنا اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا حاملہ ہو جانا

شہ برفت و او بر آں درگاہ خفت — نیم شب آمد بہ پیشش خفیہ جفت

بادشاہ چلا گیا اور وہ (عمران) اُس درگاہ پر سو گیا — آدھی رات کو اُس سوئے ہوئے کے پاس بیوی آ گئی

زن بر و اُفتاد بوسید آں لبش — بر جہانیدش ز خواب اندر شبش

بیوی اُس پر لیٹ گئی اور اُس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا — اُس کو رات میں نیند سے بیدار کر دیا

---

[1] شہ شبانگہ۔ بادشاہ تمام اسرائیلیوں کو میدان میں لے کر بہت مسرت سے واپس آیا اور یہ کہہ رہا تھا کہ میرے ملک کو زیر و زبر کرنے والے بچہ کا آج رات حمل قرار پایا تھا تو اب جبکہ اسرائیلی مرد عورتوں سے جدا ہیں حمل قرار پا سکے گا۔ خازن خزانچی۔ عمران۔ حضرت موسیٰ کے والد جو اسرائیلی تھے۔ قرین۔ ساتھی۔

[2] بریں در۔ یعنی فرعون کا دروازہ۔ زن۔ بیوی۔

[3] دل و جان بود۔ یعنی عمران سے فرعون کو بہت زیادہ تعلق تھا۔ عصیان۔ نافرمانی۔ [4] آنچہ۔ یعنی اپنی بیوی سے صحبت فرعون کی جان اور سلطنت کی بربادی کا سبب ہوگا۔

[5] اینچنیں۔ فرعون کو یہ خیال نہ تھا کہ اُس کی تقدیر میں بھی وہی تباہی اور بربادی ہے جو قوم عاد و ثمود کے لئے مقدر تھی۔ جفت۔ یعنی عمران کی بیوی۔

گشت بیدار او و زن را دید خوش[1]
وہ بیدار ہو گیا اور حسین بیوی کو دیکھا

بوسہ باراں کرد از لب بر لبش
اُس کے لبوں پر بوسہ کی بارش برسا دی

گفت عمران این زماں چوں آمدی
عمران نے کہا کہ اس وقت کیوں آئی؟

گفت از شوق و قضائے ایزدی
اُس نے کہا محبت اور اللہ کے حکم سے

در کشیدش در کنار از مہر مرد
مرد نے محبت سے اُس کو پہلو میں دبا لیا

برنیامد با خود آں دم در نبرد
اُس وقت مقابلہ میں اپنے آپ سے نہ جیت سکا

جفت شد با او امانت را سپرد
اُس کے ساتھ صحبت کی اور امانت سپرد کر دی

پس بگفت اے زن این کار ست خرد
پھر کہا، اے بیوی! یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے

آہنے بر سنگ زد زاد آتشے
لوہا پتھر سے ٹکرایا، آگ پیدا ہو گئی

آتشے از شاہ و ملکش کیں کشے[2]
ایسی آگ جو بادشاہ اور اُس کی سلطنت سے بدلہ لینے والی ہے

من چو ابرم تو زمیں موسیٰ نبات
میں ابر کی طرح ہوں تو زمین اور موسیٰؑ پودا ہے

حق شہ شطرنج و ما در بُرد و مات[3]
اللہ تعالیٰ شاہ شطرنج ہے اور ہم ہار جیت میں ہیں

مات و بُرد از شاہ می داں اے عروس
اے بیوی! ہار اور جیت شاہ کی جانب سے سمجھ

آں مداں از ما مکن بر ما فسوس
ہماری جانب سے نہ سمجھ ہم پر افسوس نہ کر

آنچہ ایں فرعون می ترسید از و
وہ چیز جس سے فرعون ڈرا تھا

ہست شد ایں دم کہ گشتم جفت تو
اسوقت موجود ہو گئی جبکہ میں نے تجھ سے بیاہ کی

وصیت کردن عمران جفت را بعد از مجامعت کہ مرا ندیدہ باشی

بیاہ کے بعد عمران کا بیوی کو نصیحت کرنا کہ میرے پاس نہ آنا

دامگرداں ہیچ زینہا دم مزن
کچھ نہ کہنا، اس بارے میں دم نہ مارنا

تا نیاید بر من و تو صد حزن
تاکہ تجھ پر اور مجھ پر سینکڑوں غم نہ ٹوٹ پڑیں

عاقبت پیدا شود آثار ایں
انجام کار اس کے آثار ظاہر ہوں گے

چوں علامتہا رسد اے نازنیں
اے نازنین! جب علامتیں سامنے آئیں گی

در زماں از سوئے میداں نعرہا
اسی وقت میدان سے بہت سے نعرے

می رسید از خلق و می شد بر ہوا
لوگوں کے آئے اور فضا میں چلے گئے

شاہ از اں ہیبت بر ہوں جست ایں زماں
شاہ فوراً اُس خوف سے باہر آیا

پا برہنہ کایں چہ غلغلہاست ہاں
ننگے پاؤں کہ ہاں یہ شور و غل کیسا ہے؟

---

[1] خوش۔ خوبصورت۔
[2] کیں کشے۔ بدلہ لینے والا۔
[3] بُرد شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ کے علاوہ سب مُہرے پٹ جائیں یہ آدمی مات ہوتی ہے۔ مات شطرنج کی وہ بازی جس میں شاہ گرفتار ہو جائے نتیجہ ہار ہوتی ہے۔
[4] مجامعت۔ ہمبستری۔ زنہا۔ یعنی اپنا اور میرا ہمبستر ہونا۔ آثار ایں۔ یعنی حمل کی علامتیں۔ در زماں۔ یعنی عمران کی مجامعت کے بعد۔

از سوئے میداں چہ بانگ ست و غریو
میدان کی جانب سے کیا آواز اور شور ہے؟

کز نہیبش می رمد جنی و دیو
کہ اُس کے ڈر سے جن اور بھوت بھاگ رہے ہیں

گفت[1] عمراں شاہِ ما را عمر باد
عمران نے کہا ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو

قوم اسرائیلیانند از تو شاد
اسرائیلی قوم آپ سے بہت خوش ہے

از عطائے شاہ شادی می کنند
بادشاہ کی بخشش سے خوشی منا رہے ہیں

رقص می آرند و کفہا می زنند
ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں

ترسیدنِ فرعون از بانگ و غریو و غوغا

فرعون کا شور اور قل اور غوغا سے ڈرنا

گفت باشد کایں بُود اما و لیک
اُس نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ ہو، لیکن

وہم واندیشہ مرا پُر کرد و نیک
وہم و گمان مجھ میں بہت بھر گیا ہے

ایں صدا حالِ مرا تغییر کرد
اِس آواز نے میری حالت تغیر کر دی ہے

از غم و اندوہ تلخم پیر کرد
غم اور کڑوے فکر نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے

پیش می آمد پس می رفت شہ
بادشاہ آگے آتا پھر واپس ہو جاتا

جملہ شب او ہمچو حامل وقت زہ
تمام رات وہ بچہ جننے کے وقت حاملہ عورت کی طرح

ہر زماں می گفت اے عمراں مرا
ہر لمحہ کہتا، اے عمران! مجھے

سخت از جا بُردہ است ایں نعرہا
اِن نعروں نے بہت بے چین کر دیا ہے

زہرہ[2] نے عمرانِ مسکیں را کہ تا
عمران بیچارے کا دل گردہ نہ تھا کہ

باز گوید اختلاطِ جفت را
بیوی سے ملنے کے بارے میں کہتا

چوں زن عمراں بعمراں در خزید
جب عمران کی بیوی عمران سے چپٹی

تا کہ شد استارۂ موسیٰ پدید
یہانتک کہ (حضرت) موسیٰ کا ستارہ طلوع ہو گیا

ہر پیمبر[3] کاندر آید در رحم
ہر پیغمبر جو رحم (اور) میں آتا ہے

نجم او بر چرخ گردد منتجم
اُس کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو جاتا ہے

پیدا شدنِ ستارۂ موسیٰؑ بر آسمان و غریو و متحان در میدان

حضرت موسیٰؑ کے ستارے کا آسمان پر نمودار ہونا اور میدان میں جادوگروں کا شور و غل

فلک پیدا شد آں ستارہ اش
آسمان پر اُن (موسیٰ) کا ستارہ نمودار ہوا

کوریِ فرعون و مکر و چارہ اش
فرعون اور اُس کے مکر و تدبیر کے خلاف

[1] گفت عمراں۔ عمران نے (موسیٰ) کو مطمئن کرنے کیلئے کہا کہ اسرائیلی آپ کی وجہ سے خوش ہو کر ناچ گا رہے ہیں گفت: فرعون نے عمران سے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ شور کی وجہ وہ ہو جو تو نے بتائی لیکن میرے دل میں تو بہت اندیشے پیدا ہو گئے ہیں پیش آمد بادشاہ فکر میں تمام رات اندر باہر آتا جاتا رہا۔

[2] زہرہ۔ عمران کی یہ ہمت تو نہ تھی کہ شور و غل کا اصل سبب جو کہ حضرت موسیٰؑ کے حمل کا قرار پانا تھا وہ بتا دیتا چونکہ (زہرہ) عمران جب عمران نے بیوی سے ہمبستری کی تھی فوراً حضرت موسیٰ کا ستارہ آسمان پر نمودار ہو گیا تھا۔

[3] ہر پیمبر۔ جب بھی کوئی نبی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اُس کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوتا ہے۔ کوری۔ اندھا پن یعنی مقصد کے خلاف۔

روز شد گفتش کہ اے عمراں برو
دن ہوا (فرعون نے) اس (عمران) سے کہا اے عمران جا

راند[1] عمراں جانب میداں و گفت
عمران نے میدان کی جانب سواری (اونٹ) دوڑائی اور کہا

ہر نجم سر برہنہ جامہ چاک
ہر نجومی ننگے سر، پھٹے کپڑے پہنے ہوئے

ہمچو اصحاب عزا آواز شاں
ماتم کرنے والوں کی طرح اُن کی آواز

ریش و مو برکندہ رو بدریدگاں
داڑھی اور بال اکھاڑے ہوئے منہ نوچے ہوئے

گفت خیر ست اینچہ آشوب ست و حال
اس (عمران) نے کہا خیر ہے، یہ کیسا کہرام اور حال ہے؟

عذر آوردند و گفتند اے امیر
انھوں نے معذرت کی اور کہا اے امیر!

اینہمہ کردیم و دولت تیرہ شد
ہم نے یہ سب کچھ کیا اور (اقبال) دولت تاریک ہو گیا

شب[2] ستارہ آں پسر آمد عیاں
رات اس بچہ کا ستارہ نمودار ہو گیا

زد ستارہ آں پیمبر بر سما
اس پیغمبر کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا

با دل خوش شاد عمراں در نفاق
عمران خوشی دلی کے ساتھ، نفاق سے

کرد عمراں خویش پر خشم و ترش
عمران نے اپنے آپ کو ترش رو اور غضبناک بنایا

خویشتن را ابلہی کرد و براند
اپنے آپ کو ناداں بنایا اور چل دیا

واقف[1] آں غلغل و آں بانگ شو
اس شور اور آواز کے بارے میں دریافت کر

ایں چہ غلغل بود شاہنشہ نخفت
یہ کیسا شور تھا کہ بادشاہ نہ سو سکا

ہمچو اصحاب عزا بر فرق خاک
ماتم کرنے والوں کی طرح سر پر خاک (ڈالے ہوئے)

بد گرفتہ از فغان و ساز شاں
بھانے سے زندہ گئی اور ساز طرب، خاموش تھے

خاک بر سر کرد و پُر خوں دیدگاں
سر پر خاک ڈالے ہوئے، آنکھیں پُر خون

بد نشانی می دہد منحوس سال
منحوس سال بُری علامت دکھا رہا ہے

کرد ما را دست تقدیرش اسیر
ہمیں اس (شاہ) کے دست قدرت نے قیدی بنایا

دشمن شہ ہست گشت و چیرہ شد
بادشاہ کا دشمن پیدا ہو گیا اور غالب آ گیا

کوری ما بر جبین آسماں
آسمان کی پیشانی پر ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر

ما ستارہ بار گشتیم از بکا
ہم نے رو رو کر ستارے (آنسو) برسائے

دست بر سر می بزد کاہ الفراق[3]
سر پیٹ رہا تھا کہ اے "الفراق"

رفت چوں دیوانگاں بے عقل و ہش
دیوانوں کی طرح بے عقل و حواس واپس ہو گیا

گفتہائے بس خشن بر جمع خواند
مجمع کو بہت سخت باتیں کہیں

---

[1] واقف۔ باخبر (اندازہ عمران)۔ عمران نے میدان میں جا کر منجموں سے شور و غل کا سبب دریافت کیا۔ عزا۔ ماتم، سوگ میں لوگ کپڑے پھاڑتے ہیں سر پر خاک ڈالتے ہیں اور بیحد و پکار سے اُن کی آوازیں بیٹھ جاتی ہیں۔ آشوب۔ فتنہ، پریشانی۔ کردما را۔ یعنی ہمیں قدرت نے عاجز کر دیا اور ہم بچہ کی پیدائش کو نہ روک سکے اور بچہ وجود میں آ گیا۔

[2] شب۔ رات کو بچہ کی پیدائش کا ستارہ نمودار ہو گیا ہے۔ کوری ما۔ یعنی ہماری منشا کے خلاف۔ ستارہ بار۔ یعنی ہم آنسوؤں کے ستارے گرا رہے ہیں۔ بکا۔ رونا۔ با دل خوش۔ عمران بچہ کی پیدائش سے خوش تھے لیکن بظاہر غم کا اظہار کر رہے تھے۔

[3] الفراق۔ یعنی اب سلطنت درہم برہم ہو جائیگی۔ کرد عمراں۔ عمران نے اپنے اوپر ظاہری غم و غصہ طاری کیا منجموں کو بُرا بھلا کہا۔ اور میدان سے واپس لوٹ آئے۔

خویشتن را ترش و غمگیں ساخت او
اُس نے اپنے آپ کو ترش رو اور غمگین بنایا
نُرد ہائے باز گونہ باخت او
اُس نے الٹی چال چلی

گفت[1] شاں شاہِ مرا بفریفتید
بولا تم نے میرے بادشاہ کو فریب دیا
از خیانت وز طمع نشگیفتید
خیانت اور لالچ سے باز نہ آئے

سُوئے میداں شاہ را انگیختید
تم بادشاہ کو میدان میں لے آئے
آبروئے شاہِ ما را ریختید
تم نے ہمارے بادشاہ کی آبرو ریزی کی

دست بر سینہ نہاد یداز ضماں
ذمہ داری کے لئے تم نے سینہ پر ہاتھ رکھا
شاہ را ما فارغ آریم از غماں
کہ ہم بادشاہ کو غم سے فارغ کردیں گے

عاقبتِ زر ہا تلف شد کار خام
آخر کار روپیہ برباد ہوا، کام ادھورا رہا
شُد بر فرعون و بر خواندش تمام
فرعون کے پاس گیا اور اُس کو سب قصہ سُنایا

چوں شنید از غصّہ ریش شُد سیاہ
جب اُس نے سُنا غصہ سے اُس کا مُنہ کالا ہو گیا
خواند ایشاں را ز خشم آں رُوتباہ
اُن کو اُس رُوتباہ نے غصہ سے بُلایا

گفت[2] ایشاں را کہ ہیں اے خائناں
اُس نے کہا کہ ہاں اے خائنو!
من برآویزم شُما را بے اماں
میں تمہیں معافی کے بغیر (سولی) پر لٹکا دوں گا

خویش را در مضحکہ انداختیم
ہم نے اپنی مسخرگی اُڑوائی
مالہا با دشمناں در باختیم
مال کو دشمنوں پر خرچ کر ڈالا

تا کہ امشب جملہ اسرائیلیاں
تاکہ آج کی رات سب اسرائیلی
دور ماندند از ملاقاتِ زناں
بیویوں کی ملاقات سے دُور رہے

مال رفت و آبرو و کار خام
مال اور آبرو ختم ہوئی اور کام ادھورا رہا
ایں بُود یاری و افعالِ کرام
کیا یہ دوستی اور شریفوں کے کام ہوتے ہیں؟

سالہا[3] اِدرار و خلعت می برید
تم سالوں سے صلا اور خلعت لیتے جاتے ہو
مملکتہا را مسلّم می خورید
پوری سلطنت کھائے جاتے ہو

از برائے آنکہ در روزِ چنیں
اسی لئے کہ ایسے طرح کے دن
فہم گرد آرید و گردیدم مُعیں
سمجھ کر کام میں لاؤ گے اور میرے مددگار بنو گے

رائے تاں ایں بُود و فرہنگ و نجوم
تمہاری تدبیر اور علم اور نجوم یہ تھا!
طبل خوارانید و مکّارید و شوم
تم پیٹو، اور مکّار اور بدبخت ہو

[1] گفت شاں۔ عمران نے منجموں سے غصہ میں کہا تم نے بادشاہ کو ذلیل کیا جھوٹے وعدے کئے اور مال و دولت برباد کرایا۔
شد بر فرعون۔ فرعون کے پاس آکر تمام صورتحال بیان کردی۔

[2] گفت۔ یعنی بادشاہ نے انھیں پھانسی پر لٹکانے کی دھمکی دی تھا۔ جو مال بنی اسرائیل پر تقسیم کردیا تھا۔ تاکہ اسرائیلیوں کو بیویوں سے بھی علیحدہ رکھا پھر بھی تم مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔

[3] ادرار مسلسل بخشش کرنا۔ مُعین۔ مددگار۔ فرہنگ۔ عقل و ادب، لغت کی کتاب۔ طبل خوار۔ پیٹو۔

مر شمارا بَر دَرم آتش زنم
میں تمہارے ٹکڑے کر دوں گا، پھونک دوں گا

گوش و بینی و لبان تاں بَر کنم
تمہارے کان اور ناک اور ہونٹ اکھاڑ دوں گا

عیش رفتہ با شما ناخوش کنم
میں تمہارے پہلے عیش کو بدمزہ کر دوں گا

من شمارا ہیزمِ آتش کنم
میں تمہیں آگ کا ایندھن بنا دوں گا

سجدہ ہا کردند و گفتند اے خدیو[1]
انھوں نے سجدے کئے اور کہا اے شہنشاہ!

گر یکے کرت زما چیرہ شد دیو
اگر ایک مرتبہ شیطان ہم پر غالب آگیا

سالہا دفعِ بلاہا کردہ ایم
ہم نے سالوں مصیبتیں ٹالی ہیں

دہم حیراں زانچہ ما ہا کردہ ایم
جو کچھ ہم نے کیا ہے اس پر عقل حیران ہے

فوت شد از ما و حملش[2] شد پدید
وہ ہمارے قابو سے نکل گیا اور اس کا حمل ظاہر ہو گیا

نطفہ اش بجست و رحم اندر خزید
اس کا نطفہ کودا اور رحم میں گھس گیا

لیک استغفار ایں روزِ ولاد[3] کنیم
لیکن اس کی صفائی کے لئے ولادت کے دن کی

مانگہدایم اے شاہِ قباد
اے شہنشاہ! ہم حفاظت کریں گے

روزِ میلادش رَصد بندیم ما
اس کی پیدائش کے دن ہم رصد بندی کریں گے

تا نگردد فوت و نجہد ایں قضا
تاکہ وہ بچ کر نہ نکلے اور یہ قضا ظاہر نہ ہو

گر[4] ندا ریم ایں نگہ مارا بکش
اگر ہم اس کی نگہداشت نہ کریں تو ہمیں مار ڈالنا

اے غلامِ رائے تو افکار وش
اے وہ! کہ عقلیں اور ہوش تیری رائے کے غلام ہیں

تا بہ نُہ مہ می شمرد او روز روز
وہ نو مہینے تک ایک ایک دن گنتا رہا

تا نیرد تیرِ حکم خصم دوز
تاکہ دشمن کو زخمی کرنے والا قضا کا تیر نہ چل جائے

چوں مکاں بر لامکاں حملہ بَرد
جب مکان (والا) لامکان پر حملہ کرتا ہے

خونِ خود ریزد بلاہا را خرد
اپنا خون کرتا ہے، مصیبتیں خریدتا ہے

بر قضا ہر کو شبیخوں آورد
قضا (خداوندی) پر جو شبخون مارتا ہے

سرنگوں آید ز خونِ خود خورد
اوندھا گرتا ہے (اور) اپنا خون پیتا ہے

چوں زمیں با آسماں خصمی کند
جب زمین آسمان سے دشمنی کرے

شور گردد سر ز مرگے بر زند
بنجر بن جاتی ہے، موت سے ٹکراتی ہے

نقش[5] با نقاش چوں پنجہ زند
جب نقش نقاش کا مقابلہ کرتا ہے

سلتان در ریش خود بَرمی کند
اپنی مونچھیں اور داڑھی اکھاڑتا ہے

---

[1] خدیو۔ خداوند، آقا۔
[2] حمل۔ مرتبہ، باری، چڑھنا۔ غالب آگیا۔ وہم۔ یعنی ایسے کارنامے کئے جن پر عقل حیران ہے۔
[3] حملش یعنی حضرت موسیٰ کا حمل۔ استغفار یعنی اس طفل کی سکافات ہم موسیٰ کی ولادت کے دن کریں گے۔ قباد۔ ایک کیانی بادشاہ کا نام ہے اور ہر بڑے بادشاہ کو قباد کہہ دیا جاتا ہے۔ رصد۔ انتظار، وہ محل جو کسی بلند جگہ پر کیا جاتا ہے جس پر منجم بیٹھ کر ستاروں کی گردشوں کے احوال معلوم کرتے ہیں یعنی ہم رصدگاہ میں بیٹھ کر اس کا یوم ولادت معلوم کریں گے۔
[4] گر۔ یعنی اگر ہم ولادت کے وقت اس بچہ کا تدارک نہ کر سکیں تو ہمیں قتل کرا دینا۔ نہ مہ۔ نو مہینے جو حمل کی مدت ہے۔ تیرِ حکم۔ یعنی موسیٰ کی ولادت جو تباہی کا سبب ہے۔ مکاں یعنی مخلوق، لامکاں یعنی اللہ تعالیٰ۔ قضا۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ چوں زمیں۔ قضائے خداوندی کا مقابلہ کرنے والے کی مثال ہے، زمین آسمان سے دشمنی مول لے گی تو خود کو تباہ کرے گی
[5] نقش۔ اگر مخلوق خالق

خواندنِ فرعون نانِ بنی اسرائیل را کہ نوزائیدہ بودند

فرعون کا بنی اسرائیل کی ان عورتوں کو مکاری سے میدان کی طرف

سوئے میداں بہ مکر

بلانا جن کے حمل میں بچے ہوئے تھے

بعدِ[1] نہ مہ شہ بروں آورد تخت
نو مہینے کے بعد بادشاہ نے تخت باہر نکالا

سوئے میدان منادی کرد سخت
میدان کی جانب اور سخت اعلان کرایا

بارِ دیگر شد منادی سوئے شہر
دوبارہ شہر کی جانب اعلان کرنے والا روانہ ہوا

کاے زناں ازدہر می یابید بہر
کہ اے عورتو! زمانے سے حصہ حاصل کرلو

کاے زناں باطفلگان میدان روید
کہ اے عورتو! بچوں کو لے کر میدان میں پہنچو

تازداد و بخششم شاداں شوید
تاکہ تم میری عطا اور بخشش سے خوش ہو

آنچنانکہ پار مرداں رارسید
جس طرح کہ پارسال مردوں کو بلایا

خلعت و ہر کس از یشاں زر کشید
شاہی جوڑا اور ان میں سے ہر شخص نے روپیہ حاصل کیا

ہیں زناں امسال اقبالِ شما[2] ست
آگاہ! عورتو اس سال تمہارا نصیب ہے

تا بیابد ہر یکے چیزیکہ خواست
تاکہ ہر عورت وہ پائے جو اس کی خواہش ہے

مر زناں را خلعت و حلیت دہند
عورتوں کو جوڑا اور زیور دیں گے

کودکاں را ہم کلاہِ زر نہند
بچوں کو سنہری ٹوپی پہنائیں گے

ہر کہ اُو ایں ماہ زائید ست ہیں
آگاہ! جس نے اس سال بچہ جنا ہے

گنجہا گیرد زمن بے شک یقیں
یقیناً بلاشک مجھ سے خزانے حاصل کرے گی

آں زناں باطفلگان بیروں شدند
اس وقت بچوں کے ساتھ وہ باہر نکل آئیں

شادماں تا خیمۂ شہ آمدند
خوشی خوشی یہاں تک کہ بادشاہ کے خیمہ کے پاس آگئیں

ہر زنے نوزادہ بیروں شد ز شہر
ہر نئے بچہ والی عورت شہر کے باہر نکل آئی

سوئے میداں غافل از دستانِ قہر
میدان کی جانب ظلم کے مکر سے غافل ہوکر

چوں زناں جملہ بدو گرد آمدند
جب سب عورتیں اس کے گرد آگئیں

ہر چہ بود آں نر[3] ز مادر بستدند
جو لڑکا تھا اس کو ماں سے لے لیا

سر بریدندش کہ اینست احتیاط
اس کا سر قلم کردیا، کہ یہ احتیاط ہے

تا نزاید خصم و نفزاید خباط
تاکہ دشمن پیدا نہ ہو اور دیوانگی نہ بڑھے

---

[1] بعد نہ مہ۔ یعنی جبکہ متوقع ولادت کا زمانہ گزر گیا۔
—— دہر۔ زمانہ۔ بہر۔ حصہ
تازداد۔ منادی کرنے والے، بادشاہ کے اس قول کا اعلان کر رہے تھے۔ پار۔ گزشتہ۔

[2] اقبال۔ یعنی یہ سال عورتوں کی خصوصی کامیابی کا سال ہے۔ حلیت۔ زیور۔ ہر کسے۔ یعنی جس عورت کے اس مہینہ بچہ ہوا ہے اس کو بہت کچھ ملے گا۔ خیمہ۔ یعنی وہ شاہی خیمہ جس میں تخت بچھا ہوا تھا۔

[3] نوزادہ۔ یعنی جس کے حال ہی میں بچہ ہوا تھا۔ دستان۔ مکر یعنی اس بہانے سے قتل کرنے کا ارادہ۔

[4] آں نر۔ یعنی نوزائیدہ بچوں میں سے لڑکوں کو لے لیا لڑکیوں کو چھوڑ دیا مخباط۔ دیوانگی یعنی اسرائیلیوں میں جو جوش و خروش حضرت موسیٰؑ کے ماں کے پیٹ میں آجانے سے پیدا ہوا ہے اس میں اور اضافہ نہ ہو۔

بوجود آمدنِ موسیٰ علیہ السلام و آمدنِ عوانان بخانۂ عمران و وحی آمدن بمادرِ موسیٰ علیہ السلام کہ در تنورِ آتش انداز دکہ من اورا نگاہ دارم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہونا اور سپاہیوں کا عمران کے گھر پہنچنا اور حضرت موسیٰؑ کی ماں کے پاس وحی آنا کہ ان کو آگ کے تنور میں ڈالدے کیونکہ میں اس کی حفاظت کروں گا

خود زنِ عمراں کہ موسیٰ زادہ بود
عمران کی بیوی جس نے موسیٰؑ کو جنا تھا

دامن اندر چید زاں آشوب زود
اس نے اس فتنہ سے جلد دامن بچالیا

بعد ازاں دستاں کہ آں سگ بانان
اس کے بعد وہ کہ جو اس کتے نے عورتوں سے

کرد دیگر بیں چہ آورد آں زماں
کیا، پھر دیکھ اس نے اس وقت کیا کیا

آں زنانِ قابلہ در خانہا
دائیوں کو گھروں میں

بہر جاسوسی فرستاد آں دغا
اس (فرعون) دغاباز جاسوسی کے لئے روانہ کردیا

غمز کردندش کہ اینجا کودکیست
انھوں نے اس کو اشارہ کردیا کہ یہاں ایک بچہ ہے

نامداو میداں کہ در دُرد[1] دہم و نمکیست
جو میدان میں نہیں آیا کیونکہ ناکمی اور دہم اور نمک میں ہے

اندریں کوچہ یکے زیبا زنے ست
اس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے

کود کے دارد ولیکن پُر فنے ست
جسکے ایک بچہ تو ہے لیکن (وہ عورت) بڑی چالاک ہے

پس عواناں آمدند او طفل را
تو سپاہی پہنچ گئے، اس نے بچہ کو

در تنور انداخت از امرِ خدا
خدا کے حکم سے، تنور میں ڈال دیا

وحی آمد سوئے زن از داد گر
عورت کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی

کز نسلِ آں خلیل ست ایں پسر
کہ یہ بچہ (ابراہیم خلیل اللہ) کی نسل سے ہے

در تنور انداز موسیٰ را تو زود
تو موسیٰؑ کو فوراً تنور میں ڈال دے

تا نگہدارمش اندر نار و دود
تاکہ آگ اور دھوئیں میں میں اس کی حفاظت کروں

عصمت یا نار[2] کونی بارِدًا
۱۰ اے آگ تو ٹھنڈی ہوجا، کی حفاظت کی وجہ سے

لا تکونُ النارُ حرًّا شارِدًا[3]
آگ گرم اور سرکش نہ ہوگی

زن بوحی انداخت او را در شرر
عورت نے وحی کی وجہ سے انکو انگاروں میں پھینک دیا

بر تنِ موسیٰ نکرد آتش اثر
آگ نے موسیٰؑ کے جسم پر اثر نہ کیا

---

[1] مردان سپاہی، آشوب فتنہ، یعنی وہ فتنہ جو فرعون نے بچوں کے قتل کا پیدا کیا تھا دستاں، مگر سگ، یعنی فرعون غالبہ، بچہ جنانیوالی عورت۔ آں دلا، یعنی فرعون، غمز جگلی لینا، اشارہ کرنا۔

[2] درد و دہم، یعنی اس کو شک ہوگیا ہے کہ بچوں کو مار کر فرعون کوئی خرابی پیدا کرلے گا

[3] زیبا زنے۔ یعنی عمران کی بیوی پر کہنے چونکہ اس نے بچہ کو اسیا فاسیان میں نہیں بھیجا تھا۔ کہ دنگل حضرت ابراہیمؑ پر آگ کو ٹھنڈا اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا گیا تھا لہذا اس کی نسل کے اس بچہ کو اسی حکم سے آگ سے نجات دے دی جائے گی جس کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ کو دی گئی تھی۔

[4] یا نار۔ یہ اسی آیت کا خلاصہ ہے جس میں آگ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ابراہیمؑ کے لئے ٹھنڈی ہوجا سلامتی کا ذریعہ بن جائے۔ شارد۔ سرکش۔ حر۔ گرم۔ یعنی تو نمرود کے انگارے۔

پس عَوانان خانہ را جُستند زود — ہیچ طفلے اندراں خانہ نبود[1]
سپاہیوں نے فوراً گھر کی تلاشی لی — اُس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا

پس عَوانان بے مُراد آں سُو شدند — باز غمّازاں کزاں واقف بُدند
سپاہی ناکام واپس ہو گئے — پھر اُنھوں نے جاسوسوں سے جو اس سے واقف تھے

با عَوانان ماجرا برداشتند — پیشِ فرعوں از برائے داتگ چند
سپاہیوں سے قصہ چھیڑا — فرعون کے سامنے چند ٹکوں کی خاطر

کاے عَوانان باز گردید آں طرف — نیک نیکو بنگرید اندر غُرَف
کارے سپاہیو! اُس طرف پھر جاؤ — کوٹھریوں میں غور اچھی طرح دیکھو

باز گشتند آں عَوانانِ جُملگاں — تا کہ موسیٰؑ را بجویند آں زماں
وہ سارے سپاہی واپس لوٹے — تاکہ فوراً موسیٰ کو تلاش کریں

باز وحی آمدن بمادر موسیٰ علیہ السلام کہ در آبش فگن القیہ فی الیم

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے پاس پھر وحی آنا کہ اُس کو پانی میں ڈال دے یعنی دریائے نیل میں ڈال دے

باز وحی آمد کہ در آبش فگن — روی در امید دار و مُو مکن
پھر وحی آئی اُس کو پانی میں ڈال دے — اُمید رکھ اور پریشان نہ ہو

در فگن در نیلش[2] و کُن اعتماد — من دُرا با تو رسانم رُو سفید
اُس کو نیل میں پھینک دے اور بھروسہ کر — میں عزت سے اُسے تیرے پاس پہنچا دوں گا

مادرش انداخت اندر رُود نیل — کار را بگذاشت با نِعمَ الوکیل
ماں نے اُس کو دریائے نیل میں ڈال دیا — معاملہ بہترین وکیل کے سپرد کر دیا

ایں سخن پایاں ندارد مگر باش — جُملہ پیچیدند ہم در ساق و پاش
اِس بات کی انتہا نہیں ہے اور اُس کے کر — سب اُس کی پنڈلی اور پیروں میں لپٹ گئے

صد ہزاراں طفل می کُشت از بروں — خصمش[3] اندر صدر خانہ در دروں
وہ باہر لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا — (اور) دشمن (بچی) مکان میں (زیرہ اور تھا)

از جنوں می کُشت ہر جا بد جنیں — از جبیل آں کور چشمِ دُور بیں
جس جگہ کوئی پیٹ کا بچہ ہوتا اُسکو پاگل پن سے — تدبیروں سے وہ اندھا دور بین

اژدہا بُد مکرِ فرعونِ عنود — مکرِ شاہانِ جہاں را خوردہ بود
سرکش فرعون کا مکر اژدہا تھا — جو دنیا کے بادشاہوں کے مکر کو نگل گیا تھا

---

[1] نبود۔ چونکہ بچہ کو تنور میں ڈالا گیا تھا بنماز چنلکور۔ غرف۔ غرفۃ کی جمع ہے، کوٹھری، بالاخانہ۔ در آبش یعنی موسیٰ کو دریائے نیل کے پانی میں ڈال دے۔

[2] نیلش۔ نیل مصر کا مشہور دریا ہے۔ رود سفید۔ بالاکبرو۔ نعم الوکیل۔ اللہ تعالیٰ۔ ایں سخن۔ یعنی اللہ کے کرم و رحمت کی باتیں۔

[3] خصم۔ یعنی حضرت موسیٰؑ خانہ۔ یعنی فرعون کا گھر۔ کور چشم۔ اندھا یعنی خدا کی قدرت کے معاملے میں۔ دور بیں۔ یعنی دنیاداری کے مکر و فریب میں۔

لیک ازاں فرعون[1] ترے آمد پدید
لیکن اُس فرعون سے بالاتر پیدا ہو گیا

اژدہا بُود و عصا شد اژدہا
وہ اژدہا تھا اور لاٹھی اژدہا بنی

دست شد بالائے دست اینجا کجا
ہر طاقت سے بڑھ کر ایک طاقت ہے یہ کہاں تک

کاں یکے دریاست بے غور و کراں
کیونکہ وہ ایک بے تھاہ اور بے ساحل دریا ہے

حیلہا[2] و چارہا گر اژدہاست
حیلے اور تدبیریں اگرچہ اژدہا کی طرح (ہولناک) ہوں

چوں رسید اینجا بیانم سر نہاد
جب میرا بیان یہاں پہنچا سر رکھ دیا

آنچہ در فرعون بُود اندر تو ہست
جو کچھ فرعون میں تھا وہ تیرے اندر ہے

اے دریغ ایں جملہ احوالِ تو ہست
اے افسوس! یہ سب تیرے احوال ہیں

آنچہ گفتم جملگی احوالِ تست
جو کچھ میں نے کہا وہ سب تیرے احوال ہیں

گر ز تو گویند وحشت زایدت[3]
اگر تیرے احوال بیان کریں تو تو گھبرا جاتا ہے

چوں خرابت می کند نفسِ لعیں
ملعون نفس تجھے کتنا برباد کر رہا ہے

ایں جراحتہا ہمہ از نفسِ تست
یہ (اندرونی) زخم تیرے نفس کی وجہ سے ہیں

آتشت را ہیزمِ فرعون نیست
تیری (نفسانی خواہشوں کی) آگ کیلئے فرعونی ایندھن نہیں ہے

ہم وُرا ہم مکر اُو را در کشید
جس نے اُس کو اور اُس کے مکر کو نگل لیا

ایں بخورد آں را بتوفیقِ خدا
اس نے اُس کو اللہ (تعالیٰ) کی توفیق سے نگل لیا

تا بہ یزداں کہ اِلَیہِ المُنتَہیٰ
خدا تک، کیونکہ اُسی پر انتہا ہے

جملہ دریاہا چو جوئے پیشِ آں
سارے دریا اُس کے سامنے نہر جیسے ہیں

پیشِ اِلّا اللہ آنہا جملہ لاست
اِلّا اللہ کے بالمقابل وہ معدوم ہیں

محو شُد وَاللہُ اَعلَم بِالرَّشاد
فنا ہو گیا اور خدا راست روی کو زیادہ جانتا ہے

لیک اژدرہات مجبوس چہ ست
لیکن تیرے اژدہے کنویں میں قید ہیں

تو براں فرعون برخواہیش بست
تو اُن کو فرعون سے وابستہ کرنا چاہتا ہے

خود نہ گفتم صد یکے زانہا درست
میں نے اُنہیں سے ایک فیصدی بھی (بیان) نہیں کیا ہے

ور ز دیگر چوں فسانہ آیدت[4]
اور اگر دوسرے سے متعلق (بیان کریں) تو تجھے کہانی (لگے گی)

دور می اندازدت سخت ایں قریں
یہ ساتھی تجھے (راہِ ہدایت سے) بہت دور لے جا رہا ہے

لیک مغلوبی ز جہل اے سخت سست
اے سخت کاہل! تو جہل سے مغلوب ہے

ور نہ چوں فرعون وُ شعلہ زنیست
ورنہ فرعون کی (آگ کی) طرح وہ بھڑک رہی ہے

---

[1] فرعون تر۔ فرعون سے بالاتر حضرت موسیٰ (جنہوں نے) فرعون اور اُسکی سلطنت کو تباہ کر دیا۔ اژدرہا بود یعنی فرعون اور اُس کا سحر ایک اژدہا تھا عصا یعنی حضرت موسیٰ کی لاٹھی۔ دست شد بالائے دست یعنی ہر طاقت سے بالا ایک دوسری طاقت ہوتی ہے اور سب سے بالا خدا کی طاقت ہے۔ کاں یکے۔ خدائی طاقت لامحدود سمندر ہے دوسری طاقتوں کے دریا اُس کے مقابلہ میں ایک نہر ہیں۔

[2] حیلہا۔ ساری دنیاوی تدبیریں صرف ایک موجود یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے معدوم ہیں۔ آنجا۔ یعنی اللہ کی طاقت کا بیان۔ آنچہ۔ یعنی فرعون کی جس قدر بُری خصلتیں تھیں وہ ہر انسان کے نفس امارہ میں موجود ہیں اژدرہا یعنی نفسانی عیب۔ چہ۔ یعنی مجبوری اور موقع نہ ملنا۔ خود نگفتم۔ جو بُرائیاں میں نے بیان کی ہیں وہ نفس امارہ کی بُرائیوں کا ایک فیصدی ہے اور اُس کا بیان بھی مکمل نہیں کیا جا سکتا ہے۔

[3] گر ز تو۔ خود نفس انسانی میں جو فرعونی خصلتیں ہیں اگر وہ خصلتیں خود کسی انسان کو سنائی جائیں تو وہ گھبرا جاتا ہے دوسرے کی بیان کی جائیں تو ایک قصہ اور کہانی کے طور پر سنتا ہے دور۔ یعنی راہِ ہدایت سے دور۔ جراحتہا۔ انسان کی بری خصلتیں۔ نفس انسان کی بری خصلتوں کے جال اور دنیا کے فتنوں سے آگاہ کرنا ہے۔ اگر انسان کو اپنی بری خصلتوں کا علم ہو جائے تو وہ ان کو دور کرنے کی کوشش کرے گا اور فرعون سے

گلخنِ نفسِ ترا خاشاک نیست — ورنہ چوں فرعون نارِ قاہر لیست
تیرے نفس کی آگ کیلئے کوڑا کرکٹ نہیں ہے — ورنہ فرعون کی آگ کیطرح قہر ڈھانیوالی آگ ہے

یک حکایت بشنو از تاریخ گو — تا بری زیں راز سرِ پوشیدہ بُو
تاریخ گو سے ایک قصہ سُن لے — تاکہ اس پوشیدہ راز کا تجھے علم ہو جائے

حکایت[1] مار گیرے کہ اژدہائے افسردہ را مُردہ پنداشت
اُس سپیرے کا قصہ جس نے ٹھٹھرے ہوئے سانپ کو مُردہ سمجھا

و در رَسَنہا بستہ و بچیدہ بہ بغداد آوردہ
اور رسیوں میں باندھ کر اور لپیٹ کر بغداد میں لے آیا

مار گیرے رفت سوئے کُہسار — تا بگیرد اُو بافسونہا شش مار
ایک سپیرا ایک پہاڑ کی جانب گیا — تاکہ وہ اپنے منتروں سے سانپ پکڑے

گرگراں و گرشتا بندہ بُود — آنکہ جوید ست یابندہ بُود
خواہ وہ سُست ہو یا چُست ہو — جو تلاش کرتا ہے وہ پالیتا ہے

در طلب زن دائما تو ہر دو دست — کہ طلب در راہ نیکو رہبرست
تو ہمیشہ تجسّو میں دونوں ہاتھ مصروف کر — کیونکہ جستجو راستہ کے لئے بہتر رہنما ہے

لنگ و لوک و خفتہ شکل و بے ادب — سوئے اُو می غرّد و اُو را می طلب
(اونٹ) لنگڑا اور لولا اور سوتی صورت اور بے ادب ہو — اُسی کی طرف کھسک اور اُسی کو طلب کر

گہ بگفت و گہ بخاموشی و گہ — بُوئے کردن گیر ہر سُو بُوئے شہ
کبھی بول کر اور کبھی خاموشی سے اور کبھی — سُونگھ کر ہر جانب سے شاہ کی خوشبو حاصل کر

گفت آں یعقوبؑ با اولادِ خویش — جُستنِ یوسف کنید از حد بیش
حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے کہا — حد سے زیادہ یوسفؑ کو تلاش کرو

ہر حسِ[2] خود را دریں جُستن بجد — ہر طرف رانید شکلِ مستعد
اِس تجسّو میں کوشش سے اپنے ہر حس کو — مستعد شکل میں، ہر طرف روانہ کرو

گفت از رَوحِ خدا اَیئسا مشو — ہمچو گم کردہ پسر رو سُو بسُو
فرمایا اللہ کی رحمت سے تم مایوس نہ ہو — بیٹے کو گم کر دینے والے کی طرح ہر طرف جاؤ

از رہِ حسِ دہاں پُرساں شوید — روئے جاناں را بجاں جویاں شوید
منہ کی جس کے ذریعہ دریافت کرو — محبوب کے چہرے کو (دل) جان سے تلاش کرو

[1] حکایت اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ نفس کی اصل سپیرے کا اژدہا جو بظاہر مُردہ تھا۔ افسوسناک سپیرے کو سر پر چڑھکر سانپ پکڑتے ہیں۔ گرگراں۔ اگر طلب ہے تو مطلوب ضرور حاصل ہوگا خواہ طالب سُست ہو یا چُست ہو۔

[2] حس۔ گھوڑوں کے بل چلنے والا ہی خر۔ اِنسانی کو چاہئے اپنی حسوں یعنی قوتوں کو فکر انداز کر کے طلب میں لگ جائے۔ گ بگفت۔ یعنی طلب کرنے کے جس قدر بھی طریقے ہوں وہ اختیار کرتا رہے۔

[3] ہر حس۔ یعنی یوسف کی تلاش و طلب میں اپنے ہر حس کو کام میں لاؤ۔ گفت۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا تھا لَا تَیْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ (سورہ یوسف) سے مایوس نہ ہونا یعنی یوسفؑ کی طلب و تجسّو میں کبھی مایوس نہ ہونا جس دہاں۔ قوتِ گویائی۔

پُرس پُرساں مژدگانی جاں دہید
پوچھتے پوچھتے جہاں کی انعام بخشی کردو

گوش را بر چار راہِ آں نہید
کان کو اس کے چوراہے پر لگا دو

ہر کجا بُوئے خوش آید بُو بَرید
جہاں سے اچھی خوشبو آئے اس کا سُراغ لگاؤ

سوئے آں سر کاشنائے آں سرید
اس راز کا جس سے تم واقف ہو

ہر کجا لُطفے بہ بینی از کسے
جہاں کہیں کسی کی تو خوبی دیکھے

سوئے اصلِ لُطف رہ یابی بسے
اس سے اصل خوبی کی جانب تو بہت رہنمائی حاصل کریگا

اینہمہ مجوہا زدریائیست ژرف
یہ تمام نہریں ایک گہرے دریا کی ہیں

جُزو را بگذار و بر کُل دار طرف
جزو کو چھوڑ اور کل پر نگاہ رکھ

زشتہائے[1] خلق بہر خوبی است[2]
مخلوق کی بُرائیاں، بھلائی کے لئے ہیں

برگِ بے برگی نشانِ طوبیٰ است
بے سامانی کا سامان، طوبیٰ کا نشان ہے

جنگہائے خلق بہر آشتی ست
مخلوق کی لڑائیاں صلح کے لئے ہیں

دائم راحت دائمائے راحتی است[3]
تکلیف ہمیشہ راحت کے لئے جاں ہے

خشمہائے خلق بہر مہر خاست
مخلوق کی ناراضیاں محبت کیلئے پیدا ہوئی ہیں

وز جفائے خلق اُمید وفاست
مخلوق کے ظلم سے وفا کی اُمید ہے

ہر زدن بہر نوازش را بُود
ہر مار پیٹ مہربانی کے لئے ہوتی ہے

ہر گلہ از شکر آگہی کند[4]
ہر شکوہ شکر کی خبر دیتا ہے

بُوئے بر از جُزو تا کُل اے کریم
اے بھلے آدمی! جزو سے کل کا سُراغ لگا

بُوئے بر از ضد تا ضد اے حکیم
اے دانا! ضد سے ضد کا سُراغ لگا

چوں عصا در دست موسیٰ گشت مار
جب عصا موسیٰ کے ہاتھ میں سانپ بنا

جملہ عالم را بدیں ساں می شمار
تمام عالم کو ایسا ہی سمجھ

جنگہائے آشتی آرد درست
لڑائیاں، صحیح صلح پیدا کر دیتی ہیں

مار گیر از بہر بازی مار جُست
سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ تلاش کیا

---

[1] مژدگانی۔ اگر محبوب کی خبر دینے والے کو جان بھی دینی پڑے تو آمادہ ہو جانا چاہیئے۔ چار سُو۔ چوراہہ یعنی ہر سمت تلاش کرنا۔ آں سر۔ یعنی جس محبوب کی تلاش میں نکلے ہو۔ ہر کجا۔ یہاں سے مولانا نے محبوب حقیقی کے سُراغ لگانے کا بیان شروع فرمایا ہے۔ انسان کی صفات اللہ کی صفات کا مظہر ہیں اور ان صفات کی اصل اللہ کی صفات ہیں۔

[2] زشتہائے جس طرح خوبیاں راہنما ہیں اسی طرح انسانوں کی بُرائیاں بھی راہنما ہیں کیونکہ ہر بُرائی کا انجام کوئی نہ کوئی بھلائی ہے، انسان کی بے سر و سامانی مؤدہ حالت کا پیش خیمہ ہے۔ طوبیٰ۔ جنت کا ایک درخت ہے جس کی شاخیں ہر جنتی کے گھر میں ہونگی جس سے وہ خوشبو اور پھل حاصل کریگا۔

[3] جنگہائے۔ لڑائیاں صلح کا پیش خیمہ ہیں کبھی لڑائی صلح پر ختم ہوتی ہے کبھی مقصود پورا ہوتا ہے تو گویا مقصود سے صلح ہوئی کبھی انسان لڑائیوں سے گھبرا کر خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو گویا خدا سے صلح ہوئی۔ دائم راحت۔ انسان تکلیفیں اٹھاتا ہے تو راحت نصیب ہوتی ہے خشمہائے۔ غصہ کبھی شفقت کی بنا پر ہوتا ہے جیسا کہ والدین کا اولاد پر کبھی شفقت کی بُرائی دیکھ کر انسان شفقت کیا

رویہ اختیار کرتا ہے کبھی مخلوق کا بیجا نفرت خداوندی کا سبب بنجاتا ہے محبوب کی جفا کے نتیجہ میں وفا نمودار ہو جاتی ہے۔ [4] ہر گلہ۔ شکوہ کا سبب تکلیف ہے اور تکلیف سبب راحت ہے۔ بُوئے بر۔ جس طرح بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف راہنما بنایا ہے اسطرح ہر بُرائی کو بھی راہنما بنالے۔ چونکہ عصا بُرائی سے بھلائی کی نشانی حاصل کرنا ایک بالمقابل چیز سے دوسری بالمقابل چیز کا سراغ لگانا اسی طرح ممکن ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کا عصا سانپ بنانا حالانکہ دونوں متضاد چیزیں ہیں اسی طرح عالم کی دوسری چیزوں کو بھی سمجھ لے۔ مار گیر۔ سپیرے نے سانپ تماشہ کے لئے پکڑا حالانکہ سانپ سبب ہلاکت ہے جو تماشے کی ضد ہے۔

بہر بازی مار جوید آدمی
انسان تماشہ کے لئے سانپ تلاش کرتا ہے

اُو ہمی جُستے یکے مارِ شگرف
وہ ایک عجیب سانپ تلاش کرتا تھا

اژدہائے مُردہ دید آنجا عظیم
اس نے وہاں ایک مُردہ بڑا اژدہا دیکھا

مار گیر اندر زمستانِ شدید
سپیرا سخت جاڑے میں

مار گیر از بہرِ حیرانیِ خلق
لوگوں کے تعجب کے لئے، سپیرا

آدمی کوہ است چوں منقوں شود
آدمی پہاڑ ہے، کیوں تعریف ہوتا ہے؟

خویشتن نشناخت مسکیں آدمی
آدمی مسکین نے اپنے آپ کو نہ پہچانا

خویشتن را آدمی ارزاں فروخت
آدمی نے اپنے آپ کو سستا بیچا

صد ہزاراں مار و کوہ حیران اوست
لاکھوں سانپ اور پہاڑ اس پر حیران ہیں

مار گیر آں اژدہا را بر گرفت
سپیرے نے اس سانپ کو پکڑ لیا

اژدہائے چوں ستونِ خانہ
ایک اژدہا گھر کے ستون جیسا (موٹا)

کاژدہائے مُردہ آوردہ ام
کہ میں ایک مُردہ اژدہا لایا ہوں

اُو ہمی مُردہ گماں بُردش و لیک
وہ اس کو مُردہ سمجھ رہا تھا، لیکن

غم خورد بہرِ امیدِ بے غمی
بے غمی کے لئے غم برداشت کرتا ہے

گردِ کوہستان در ایامِ برف
پہاڑوں کے چاروں طرف برف کے زمانہ میں

کہ دلش از شکلِ اُو شد پُر ز بیم
کہ اس کی شکل سے دل خوف زدہ ہوتا تھا

مار می جُست اژدہائے مُردہ دید
سانپ تلاش کرتا تھا اس نے ایک مُردہ اژدہا دیکھا

مار گیر و اینت نادانیِ خلق
سانپ پکڑنا ہے، مخلوق کی نادانی، تعجب ہے

کوہ اندر مار حیراں چوں شود
پہاڑ سانپ کے معاملہ پر کیوں حیران ہوتا ہے؟

از فزونی آمد و شد در کمی
بڑائی سے آیا اور کمی میں مبتلا ہو گیا

بود اطلس خویش را بر دلق دوخت
اطلس تھا اپنے آپ کو گدڑی پر سی دیا

اُو چرا حیراں شد ست و مار دوست
وہ خود کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا؟

سوئے بغداد آمد از بہرِ شگفت
تعجب (میں ڈالنے) کے لئے بغداد میں آیا

می کشیدش از پئے دانگانہ
روزی کے لئے وہ اس کو کھینچ رہا تھا

در شکارش من جگرہا خوردہ ام
اس کے شکار میں میں نے خون جگر پیا ہے

زندہ بُود و اُو ندیدش نیک نیک
وہ زندہ تھا اس نے اس کو اچھی طرح نہ دیکھا

لہ لوگ۔ وہ سپیرا جاڑوں کے موسم میں پہاڑوں پر حیرت انگیز سانپ تلاش کر رہا تھا۔ مار گیر سپیرے نے سانپ ہیں لئے پکڑا کہ وہ لوگوں کو دکھا کر حیرانی میں ڈالے۔ لوگوں کا سانپ کو دیکھکر حیرانی میں پڑنا اُن کی نادانی ہے۔

لہ آدمی کوہ است جسطرح پہاڑوں میں سانپ ہوتے ہیں خود انسان میں بڑے خلق کے اژدہے موجود ہیں تو ایک سانپ کو دیکھنے کا کیوں مشتاق بنتا ہے اپنے اندر کے سانپ دیکھ۔ انسان کی سانپ پر حیرانی ایسی ہی ہے جیسے کہ پہاڑ سانپ پر حیران ہو۔ خویشتن۔ انسان نے اپنی رفعت اور بلندی کو نہیں سمجھا اشرف المخلوقات پیدا کیا گیا تھا اور ارذل مخلوقات بن گیا۔

لہ بود اطلس۔ انسان ہر عمدہ چیز سے گھٹیا بن گیا۔ صد ہزاراں کائنات انسان کے اعلیٰ مقام سے حیران ہے لیکن یہ انسان اپنی حماقت سے ادنیٰ مخلوق کو دیکھکر حیران ہوتا ہے۔

دانگانہ۔ وہ چندہ جو سپر مسافر سفر کے اخراجات کے لئے باہمی جمع کریں، گھر کا ساز و سامان۔ ٹیک ٹیک۔ اچھی طرح۔

اوز سرما ہا و برف افسردہ بود — زندہ بود و شکلِ مُردہ می نمود

وہ جاڑے اور برف سے ٹھٹھر گیا تھا — زندہ تھا اور بظاہر مُردہ نظر آتا تھا

عالَم[1] افسردہ است و نامِ او جماد — جامِد افسردہ بُود اے اوستاد

عالم ٹھٹھرا ہوا ہے اور اُس کا نام جماد ہے — اے استاد! جامد ٹھٹھرا ہوا ہوتا ہے

باش تا خورشیدِ حشر آید عیاں — تا بہ بینی جنبشِ جسمِ جہاں

ٹھہر جا، کہ حشر کا سورج نمودار ہو — تاکہ تو دنیا کے جسم کی حرکت کو دیکھ لے

چوں عصائے موسیٰؑ اینجا مار شد — عقل را از ساکناں اخبار شد

جبکہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اس عالم میں سانپ بنگئی — عقل کو جمادات کے بارے میں علم ہوگیا

پارۂ[2] خاکی ترا چوں زندہ ساخت — خاکہا را جملگی باید شناخت

تو خاک کا ٹکڑا ہے، تجھے جس طرح زندہ بنایا — تو تمام خاکوں کو (اسی طرح سے) پہچان لینا چاہیئے

مُردہ زیں سُو بیند و زاں سو زندہ اند — خامُش اینجا و آں طرف گویندہ اند

وہ اس جانب مُردہ ہیں اور اُس جانب زندہ ہیں — اس جگہ چپ ہیں اُس جانب بولنے والے ہیں

چوں ازاں سُو شاں فرستد سوئے ما — آں عَصا گردد سُوئے ما اژدہا

جب وہ ان چیزوں کو اُس جانب سے ہماری جانب بھیجتا ہے — وہ لاٹھی ہماری جانب (آکر) اژدہا بن جاتی ہے

کوہہا ہم لحنِ داؤدی کُنند — جوہرِ آہن بکف مُومے شود

پہاڑ بھی داؤدی لہجہ اختیار کر لیتے ہیں — لوہے کا جوہر ہاتھ میں موم بن جاتا ہے

بادِ حمّالِ سلیمانے شود — بحرِ[3] با موسیٰ مُسخندانے شود

ہوا ایک سلیمان کو اٹھا لیجانیوالی بنجاتی ہے — سمندر، موسیٰؑ کی بات سمجھنے والا بن جاتا ہے

ماہ با احمدؐ اشارت بیں شود — نار ابراہیمؑ را نسریں شود

چاند (حضرت) احمدؐ کے اشارے کو دیکھنے والا بنجاتا ہے — آگ (حضرت) ابراہیمؑ کے لئے نسرین بنجاتی ہے

خاکِ قاروں را چو مارے در کشد — اُستنِ حنّانہ آید در رشد

زمین قارون کو اژدہے کی طرح نگل لیتی ہے — حنانہ ستون ہوش میں آجاتا ہے

سنگ بر احمدؐ سلامے می کُنند — کوہِ یحییٰؑ را پیامے می کُنند

پتھر (حضرت) احمدؐ کو سلام کرتا ہے — پہاڑ (حضرت) یحییٰؑ کو پیغام دیتا ہے

---

[1] عالَم۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں جن چیزوں کو ہے حس اور ادراک جماد مانا جاتا ہے وہ بھی ٹھٹھری ہوئی ہیں اور بظاہر جماد ہیں حشر میں جب سورج اُنپر چمکیگا تو انکا ٹھٹھرا پن ختم ہوجائیگا اور انکا جس اور ادراک نمودار ہوجائیگا جیسا کہ اس اژدہے کا معاملہ تھا جماد اور جامد کے لغوی معنی ٹھٹھرے ہوئے کے ہیں چوں عصا۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی جو بے حس و حرکت تھی جب اس دنیا میں سانپ بنگئی تو عقل سمجھ گئی کہ ان جمادات میں بھی حرکت نمودار ہوسکتی ہے۔

[2] پارۂ خاکی۔ انسان بھی مٹی کا بنا ہوا ہے اور پھر اسمیں حس و حرکت آگئی، اسی طرح دوسرے جمادات کو سمجھ لینا چاہیئے بھی حس و حرکت آسکتی ہے۔ مردہ ایں سُو۔ جمادات عالم دنیا کے اعتبار سے مُردہ اور عالم آخرت کے اعتبار سے زندہ ہیں۔ چوں اللہ تعالےٰ انکے عالم آخرت والے رخ کو ہماری طرف موڑ دیتا ہے تو انکی زندگی ظاہر ہوجاتی ہے۔ کوہسار پہاڑ۔ جو جمادات میں سے ہے حضرت داؤدؑ کا لہجہ اختیار کر لیتا ہے۔ جوہر آہن۔ اپنا رنگ بدلنے سے لوہا حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں موم بنجاتا ہے۔ باد ہوا جو بے حس و حواس ہے حضرت سلیمانؑ کیلئے سمانی کا کام کرنے لگتی ہے۔

[3] بحر۔ دریائے نیل نے حضرت موسیٰؑ کی بات کو سمجھ لیا اُن کے

---

[1] دشمن فرعون کو غرق کر دیا اور انکو پار اتار دیا۔ ملّا کا حضرتؐ سے شق القمر کا معجزہ صادر ہوا اور چاند حضورؐ کی انگلی کے اشارے کو سمجھ گیا۔ نسرین پھول ہوتی۔ خاک۔ زمین نے قارون کو اژدہے کی طرح نگل لیا۔ استنِ حنانہ۔ وہ ستون جسکے سہارے حضورؐ خطبہ دیا کرتے تھے جب منبر تیار ہوجانے پر اسکا سہارا نہ لیا تو رو پڑا۔ سنگ۔ حضرت علیؓ

جملہ[1] ذرات عالم در نہاں
دنیا کے تمام ذرات پوشیدہ طور پر

باتو می گویند روز و شب زباں
تجھ سے شب و روز کہتے ہیں

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم
ہم سننے والے ہیں اور دیکھنے والے ہیں اور خوش ہیں

با شما نامحرماں ما خامشیم
تم نامحرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں

چوں شما سوئے جمادی می روید
جبکہ تم پتھر پن کی طرف جا رہے ہو

محرم جان جماداں چوں شوید
تو جمادات کی جان کے محرم کیسے ہو سکتے ہو

از جمادی عالم جانہا روید
پتھر پن سے جانوں کے عالم میں جاؤ

غلغل اجزائے عالم بشنوید
اجزائے عالم کا شور سن لو

فاش تسبیح جمادات آیدت
جمادات کی تسبیح واضح ہو جائے گی

وسوسہ تاویلہا بربایدت
تجھ میں سے تاویلوں کا وسوسہ نکال دیگی

چوں ندارد جان تو قندیلہا[2]
چونکہ تیری جان میں قندیلیں نہیں ہیں

بہر بینش کردہ تاویلہا
تو دیکھنے کے لئے تاویلیں کرتا ہے

کہ غرض تسبیح ظاہر کے شود
کہ مقصود ظاہری تسبیح کب ہو سکتی ہے؟

دعوی دیدن خیال و غی شود
دیکھنے کا دعوی خیال اور گمراہی ہے

بلکہ ہر بینندہ را دیدار آں
بلکہ ہر دیکھنے والے کو اُن کا دیکھنا

وقت عبرت می کند تسبیح خواں
عبرت کے وقت تسبیح پڑھنے والا بنا دیتا ہے

پس جواز تسبیح یادت می دہد
تو چونکہ (جمادات) تجھے تسبیح کی یاد دلا دیتے ہیں

ایں دلالت ہمچو گفتن می بود
یہ دلالت پڑھنے جیسی ہے

ایں بود تاویل اہل اعتزال
معتزلہ کی یہ تاویل ہوتی ہے

وائے آں کس کو ندارد نور حال
اس پر افسوس جو حال کا نور نہیں رکھتا ہے

چوں ز حس بیروں نیاید آدمی
انسان جب حواس (ظاہری) سے باہر نہ نکلے

باشد از تصویر غیبی اعجمی
تو وہ غیبی تصویر سے ناواقف ہوتا ہے

ایں سخن[3] پایاں ندارد، مار گیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، سپیرا

می کشید آں مار را با صد زحیر
بہت بے چینی کے ساتھ اس سانپ کو کھینچ رہا تھا

تا بہ بغداد آمد آں ہنگامہ خواہ
یہاں تک کہ وہ مجمع کا خواہاں بغداد میں آگیا

تا نہد ہنگامہ بر چار راہ
تاکہ چوراہے پر مجمع لگائے

---

[1] جملہ ذرات۔ کائنات کا ذرہ ذرہ حالت حال سے اپنے سننے اور دیکھنے کی کیفیت کہتا ہے۔ چنانچہ جب انسان اپنا حس کھو بیٹھے تو وہ جمادات کی روح کا محرم نہیں بن سکتا۔ از جمادی۔ اگر انسان اپنی جمادیت ختم کر کے روحانیت حاصل کرلے تو کائنات کی تسبیح کا شور سن سکتا ہے۔ وسوسہ کائنات کی تسبیح کی وہ تاویلیں ہیں جو معتزلہ کرتے ہیں جن کا وسوسہ بھی دل میں نہ آئے گا۔

[2] قندیلہا۔ یعنی باطنی نور کی روشنیاں۔ کہ غرض تمام آیاتِ پاک میں ہے۔ ان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم ہر چیز اللہ کی تسبیح پڑھتی ہے لیکن تم انکی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہو معتزلہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس آیت میں تسبیح سے تسبیح ظاہری مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ کائنات کا مشاہدہ کرنیوالا تسبیح خواں بنجاتا ہے تو جب کائنات انکی تسبیح کا سبب بنتی ہے تو گویا وہ کائنات تسبیح خواں بنی۔ الدال علی الخیر کفاعلہ، خیر پر دلالت کرنے والا خود خیر کا کرنے والا ہے۔

[3] ایں سخن۔ یہ روحانی باتیں بہت دراز ہیں لہذا سپیرے کا قصہ شروع کیا جاتا ہے۔ زحیر بیچین، بیکرار تاب۔ چار راہ۔ چوراہہ۔

بر لبِ[1] شط مرد ہنگامہ نہاد
دجلہ کے کنارے پر اس نے مجمع لگایا

غلغلہ در شہر بغداد اوفتاد
بغداد شہر میں شور مچ گیا

مار گیرے اژدہا آوردہ است
(کہ) ایک سپیرا اژدہا لایا ہے

بوالعجب نادر شکارے کردہ است
اس نے عجیب نادر شکار کیا ہے

جمع آمد صد ہزاراں خام ریش
لاکھوں بے وقوف جمع ہو گئے

صید او شد ہر یک آنجا از خریش
اس جگہ ہر ایک اپنے گدھے پن سے اس کا شکار ہو گیا

منتظر ایشاں و او ہم منتظر
وہ اس کے منتظر اور وہ بھی (اُن کا) منتظر

تا کہ جمع آیند خلقِ منتشر
تاکہ بکھرے ہوئے لوگ جمع ہو جائیں

مردمِ ہنگامہ افزوں تر شود
مجمع کے لوگ زیادہ ہو جائیں

گدیہ و توزیع نیکو تر رود
بھیک اور چندہ (کا کام) خوب چلے

جمع آمد صد ہزاراں ژاژ خا
لاکھوں بکواسی جمع ہو گئے

حلقہ کردہ پشت پا بر پشت پا
گرد بیٹھے ہوئے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے

حلقہ گرد او چو زرِ گرد عریش[2]
اس کے چاروں طرف ایسا حلقہ جیسا انگور کی بیل چھپر پر

ہمچناں کہ بت پرستاں بر کنیش
جیسا کہ بتوں کے پجاری بت خانہ پر

مر ورا از زن خبر نے ز ازدحام
ہجوم کی وجہ سے مرد کو عورت کا پتہ نہیں

رفتہ در ہم چوں قیامت خاص و عام
قیامت کی طرح خاص و عام خلط ملط تھے

چوں ہمی خُرّاقہ جنبانید او
جب وہ پیتھڑے سر کا؟

می کشید ندا اہلِ ہنگامہ گلو
مجمع والے گلا پھاڑتے

اژدہا کز مہر یرا افسردہ بود
وہ اژدہا جو ٹھنڈک سے بے حس ہوا تھا

زیرِ صد گونہ یلاس و پردہ بود
سینکڑوں قسم کے ٹاٹ اور پردوں میں تھا

بستہ بودش بارہا غلیظ
اس کو موٹی رسیوں سے باندھ رکھا تھا

احتیاطے کردہ بود[3] آں حفیظ
اس نگہبان نے اس کے لئے بڑی احتیاط کر رکھی تھی

در درنگ و اتفاق و انتظار
تاخیر اور جمع ہونے اور انتظار میں

وز ہیاہوی و فغانِ بے شمار
اور بے شمار چیخوں سے

وز غلوِ خلق و مکث و طمطراق
لوگوں کی کثرت اور ٹھہراؤ اور کروفر سے

تافت بر آں مار خورشید عراق
اس اژدہے پر عراق کا سورج چمکنے لگا

---

[1] لبِ شط۔ بغداد دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ خام ریش۔ بیوقوف۔ خریش۔ خری الف۔ گدیہ۔ بھیک۔ توزیع۔ تقسیم۔ بخشش۔ ژاژ خا۔ بکواسی۔ حلقہ کردہ پشت۔ کر جھکائے ہوئے۔

[2] عریش۔ چھپر۔ کنیش۔ بت خانہ۔ مرورا۔ اجمع کی کثرت میں خواص و عوام اور مرد و زن کا اختلاط ہو جاتا ہے۔ خراقہ۔ چیتھڑے جو آگ سلگانے کے کام آتے ہیں۔ پلاس۔ ٹاٹ۔

[3] حفیظ۔ محافظ۔ نگہبان۔ در درنگ۔ یعنی یہ چیزیں اور سورج کی گرمی اس اژدہے کے حرکت میں آنے کا سبب بن گئیں۔ عراق۔ وہاں کی گرمی مشہور ہے۔

آفتاب گرم سیرش گرم کرد
تیز رفتار سورج نے اس کو گرما دیا

رفت از اعضائے او اخلاطِ[1] سرد
اس کے اعضاء سے ٹھنڈی رطوبات جاتی رہیں

مُردہ بود و زندہ گشت و او شگفت
وہ مُردہ تھا اور حیرت انگیز طور پر زندہ ہو گیا

اژدہا بر خویش جنبیدن گرفت
اژدھے نے بل کھانے شروع کر دیئے

خلق را از جنبش آں مُردہ مار
مرے ہوئے سانپ کی حرکت سے مخلوق کی

گشت شاں از یک تحیر صد ہزار
ایک حیرانی کو کیوں حیرانیاں بن گئیں

با تحیر نعرہا انگیختند
حیرانی سے انھوں نے نعرے لگائے

جملگاں از جنبشش بگریختند
اس کے ہلنے سے سب بھاگ پڑے

می شکست او بندہا را بانگِ بلند
وہ بندش کو بلند آواز سے توڑتا تھا

ہر طرف می رفت چاقا چاق بند
ہر طرف بندش کی تڑاخ پڑاخ کی آواز پہنچ رہی تھی

بندہا بگسست و بیرُوں شد ز زیر
بندشیں ٹوٹ گئیں وہ نیچے سے نکل آیا

اژدہائے زشت غرّاں ہمچو شیر
بھیانک اژدہا شیر کی طرح دہاڑتا ہوا

در ہزیمت بس خلائق کشتہ شد
پسپائی میں بہت سے لوگ مارے گئے

از فتادہ و کشتگاں صد تپہ شد
مرے اور گرے لوگوں کے سینکڑوں ڈھیر لگ گئے

مار گیر از ترس بر جا خشک گشت
سپیرا خوف سے اپنی جگہ خشک ہو گیا

کہ چہ آورد م من از کہسار و دشت
کہ میں پہاڑ اور جنگل سے کیا لے آیا

گرگ را بیدار کرد آں کور میش
اس احمق بھیڑ نے بھیڑیے کو جگا دیا

رفت ناداں سوئے عزرائیل خویش
بیوقوف اپنے آپ ملک الموت کی طرف بھاگا

اژدہا یک لقمہ کرد آں گیج[2] را
اس احمق کو اژدھے نے ایک لقمہ بنا لیا

سہل باشد خوں خوری مجیج را
تجاج[3] کے لئے خون پینا آسان ہوتا ہے

خویش را بر استنِ بیچید و بست
اس (اژدھے) نے اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور باندھا

استخوانِ خوردہ را درہم شکست
کھائی ہوئی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیا

شہر خالی گشت و اژدر ہا براند
شہر خالی ہو گیا اور اژدہا روانہ ہوا

سوئے کہ گرد از بیاباں بر فشاند
پہاڑ کی جانب اس نے جنگل کی گرد کو اڑایا

نفست اژدر ہاست او کے مُردہ است
تیرا نفس اژدہا ہے وہ مُردہ کہاں ہے

از غمِ بے آلتی افسُردہ است
ذرائع نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے

---

[1] اخلاط: یعنی اژدھے کے بدن کی رطوبتیں۔ مُردہ مار: یعنی وہ اژدہا جس کو لوگ مرا ہوا سمجھ رہے تھے۔ تپ: شکست۔ اژدھا رسیوں میں بندھا ہوا تھا۔ چاقا چاق: رسیوں کے ٹوٹنے کی آواز۔ گرگ: بھیڑیا۔ دزد: کٹا ہوا۔ ہزیمت: بھگدڑ کی واپسی۔ گرگ میش: بھیڑیے اور اژدھے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ بھیڑ سوتے ہوئے بھیڑیے کو خود بیدار کر دے یا کوئی شخص خود ٹکٹ لوٹ کے پاس چلا جائے۔

[2] گیج: احمق۔ مجیج: تجاج کا اصل ہے تجاج بن یوسف ثقفی عبدالملک مروانی کے دور کا مشہور ظالم گورنر ہے جس نے لاکھوں کا خون بہایا ہے۔ خویش را: اژدہا، جانور یا انسان کو مثل کر اس کی ہڈیاں توڑنے کے لئے اسی طرح کی حرکت کرتا ہے۔

[3] گرد نشاندن از بیابان: تیزی سے بیابان میں چلنا۔ نفست: بروزنا دوسرے معنوں کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے نفس کو اسی قسم کا اژدہا سمجھنا چاہیئے بے آلتی۔ ذرائع کا نہ ہونا۔

گر بیابد آلتِ[1] فرعون او — کہ بامرِ او ہمی رفت آبِ جو

اگر وہ فرعون کے ذرائع پالے — جس کے حکم سے دریائے نیل کا پانی چلتا تھا

آنگہ او بنیادِ فرعونی کند — راہِ صد موسیٰ و صد ہارون زند

اُس وقت وہ فرعونی بنیاد بنائے گا — سینکڑوں موسیٰؑ و ہارونؑ کی راہ زنی کرے گا

کرمکست آں اژدہا از دستِ فقر — پشہ گردد زجاہ و مال صقر

وہ اژدہا، افلاس کے ہاتھوں حقیر کیڑا ہے — جو جاہ اور مال نہ ہونے سے مچھر بنا ہے

اژدہا را دار در برفِ فراق — ہیں مکش او را بخورشیدِ عراق

اژدھے کو محرومی کے برف میں رکھ — خبردار! اُس کو عراق کے سورج میں نہ لے جا

تا فسردہ می بود آں اژدہات — لقمۂ او نی چو او یابد نجات

تاکہ تیرا اژدھا ٹھٹھرا ہوا رہے — جب وہ نجات پا جائے گا تو اس کا لقمہ ہے

مات[2] کن او را و ایمن شو ز مات — رحم کم کن نیست او زاہلِ صلات

اُس کو ہرا دے اور ہارنے سے مطمئن ہو جا — رحم نہ کر وہ اچھے سلوک کے قابل نہیں ہے

کاں تفِ خورشیدِ شہوت سر زند — آں خفاش مُردہ ریگت پر زند

کیونکہ جب شہوت کے سورج کی گرمی نمودار ہوگی — وہ تیری ناچیز چمگادڑ اُڑنے لگے گی

می کش او را در جہاد و در قتال — مرد وار اللہ یجزیک الوصال

اُس کو جہاد اور قتال میں کھینچ لے — مردانہ وار اللہ تجھے بدلے میں وصال عطا فرمائیگا

چونکہ آں مرد اژدہا را آورید — در ہوائے گرم خوش شد آں مرید

چونکہ وہ مرد اژدھے کو لایا — گرم ہوا میں وہ سرکش جاق چوبند ہو گیا

لاجرم آں فتنہا کرد اے عزیز — بلکہ صد چنداں کہ ما گفتیم نیز

اے پیارے! واقعی اُس نے وہ فتنے برپا کر دیئے — بلکہ اُس سے سینکڑوں زیادہ جو ہم نے بیان کئے

تو طمع[3] داری کہ او را بے جفا — بستہ داری در وقار و در وفا

تو اُمید رکھتا ہے کہ اُس کو بغیر سختی کے — وقار اور وفا میں باندھ لے گا

ہر خسے را ایں تمنا کے رسد — موسیٰ باید کہ اژدرہا کشد

ہر کمینے کی یہ تمنا کہاں پوری ہوتی ہے — موسیٰؑ چاہیئے جو اژدھے کو مارے

صد ہزاراں خلق ز اژدرہائے او — در ہزیمت کشتہ شد از رائے او

وہ کتنے لوگ اُس کے اژدھے سے — پسپائی میں مارے گئے اُسکی رائے کی وجہ سے

---

[1] آلت فرعون یعنی اسباب اور ذرائع جو فرعون کو حاصل تھے۔ کہ بامرِ فرعون کے حکم سے نیل میں سیلاب آگیا تھا یہ فرعون کیلئے اللہ کی جانب سے استدراج تھا۔ کرمک۔ حقیر کیڑا۔ پشہ گردد۔ یعنی اسباب میسرہ آنے سے قوی ضعیف بن جاتا ہے۔ صقر۔ چرخ جو شکرے کی ایک قسم ہے۔ فراق۔ یعنی ذرائع اور اسباب مہیا نہ ہونے کا غم۔ لقمۂ اولیٰ۔ تیرا نفس سب سے پہلے تجھے ہلاک کرے گا۔

[2] مات کن۔ نفس کو شکست دیدے۔ اہل صلات۔ یعنی قابل رحم نہیں ہے۔ خفاش۔ یعنی نفسِ انسانی۔ می کش۔ نفس کو مردانہ وار مشقتوں میں مبتلا رکھ اللہ کا وصل حاصل ہو جائے گا چونکہ۔ سپیرے نے اُس اژدھے کو گرمی سے آرام پہونچایا تو وہ سرکش بن گیا۔ لاجرم سرکش ہو کر اژدھے نے جو فتنے برپا کئے وہ میرے بیان سے سینکڑوں گنا زیادہ تھے

[3] تو طمع۔ انسان کی غلط فہمی ہے کہ وہ نفس کو آرام پہونچا کر اُس سے وفا اور وقار کی امید کرے۔ ہر خسے۔ نفس گھٹیا ہر انسان سے ممکن نہیں ہے اسکے لئے موسیٰ جیسی اولوالعزمی چاہیئے۔ صد ہزاراں۔ یہ شعر پھر سپیرے سے متعلق ہے۔

وز طمع[1] ہم خویشتن را باد داد
لالچ سے اپنے آپ کو بھی برباد کیا

گفتہ شد واللہ اعلم بالسداد
اتنا کہدیا گیا اور اللہ تعالیٰ راست روی کو خوب جانتا ہے

تہدید کردن فرعون موسیٰ علیہ السلام را

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکانا

گفت فرعونش چرا تو اے کلیم
فرعون نے اس (موسیٰ) سے کہا اے کلیم (اللہ) تو نے کیوں

خلق را کشتی و افگندی زبیم
ڈر سے لوگوں کو مار ڈالا اور گرا دیا؟

در تردد[2] از تو افتادند خلق
تیری وجہ سے لوگ تردد میں مبتلا ہو گئے

در ہزیمت کشتہ شد مردم ز زلق
آپس میں پھسلنے کی وجہ سے لوگ مارے گئے

لاجرم ہر کس ترا دشمن گرفت
بہرحال ہر شخص کو تجھ سے دشمنی ہو گئی

کین تو در سینہ مرد و زن گرفت
مردوں اور عورتوں کے سینہ میں تیری طرف سے کینہ پیدا

خلق را می خواندی بر عکس شد
تو لوگوں کو بلاتا تھا (اسلام) برعکس ہو گیا

از خلافت مردماں را نیست بد
لوگوں کے لئے تیرے خلاف کرنے کے علاوہ چارہ نہیں

من ہم از شرت اگر پس می خزم
میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ گیا ہوں

در مکافات تو دیگے می پزم
تجھے بدلہ لینے کے لئے دیگ پکا رہا ہوں

دل ازیں برکن کہ بفری ہی مرا
یہ دل سے نکالدے کہ تو مجھے فریب دے سکتا ہے

یا بجز[3] فے پس روے گردد ترا
یا سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیرو ہوگا

تو بداں غرہ مشو کیں ساختی
تو اس پر گھمنڈ نہ کر کہ تو نے یہ کیا ہے

در دل خلقاں ہراس انداختی
لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا ہے

صد چنیں آری و ہم رسوا شوی
اس جیسے سینکڑوں (معجزے) تو لائے پھر بھی رسوا ہوگا

خوار گردی ضحکۂ غوغا شوی
ذلیل ہوگا عوام کے لئے مضحکہ بنے گا

ہمچو تو سالوس بسیاراں بدند
تجھ جیسے بہت سے مکار تھے

عاقبت در مصر مار سوا شدند
انجام کار ہمارے مصر میں رسوا ہوئے ہیں

جواب گفتن موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعون را

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس دھمکی کا جواب دینا جو

در تہدید یکہ با اُو می نمود

فرعون نے ان کو دی

---

[1] وز طمع۔ تماشہ دکھا کر پیسے وصول کرنے کے لالچ نے سپیرے کو بھی برباد کیا اور لوگوں کو بھی۔ گفت۔ فرعونش۔ یہاں سے مولانا حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی طرف منتقل ہو گئے ہیں جب حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کو اژدہا بنتا دیکھکر بھی تماشائیوں کا جم بھا گا تھا اور اس بھگدڑ میں بہت سے آدمی مر گئے تھے اس پر فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے یہ گفتگو کی تھی۔

[2] تردد۔ یعنی دین کے بارے میں شک و شبہ۔ در ہزیمت یعنی خوف کھا کر مجمع کے منتشر ہونے میں۔ می خزدی یعنی تو نے اپنی طرف بلایا۔ خلافت۔ خلاف تو۔ من ہم۔ یعنی اگرچہ میں سر دست تیرا مقابلہ نہیں کر رہا ہوں لیکن بدلہ لینے کی فکر میں ہوں۔

[3] بجز فے۔ یعنی تیرے حیلہ کے علاوہ تیرا کوئی پیرو نہ بنے گا۔ کیں۔ یعنی اپنی لاٹھی کو اژدہا بنانا۔ مضحکہ۔ ہنسی کے قابل۔ غوغا۔ عوام۔

گفت[1] با امرِ حتم اشراک نیست — گر بریزد خونم امرش باک نیست
حضرت موسیٰ نے فرمایا اللہ کے معاملہ میں میری شرکت نہیں ہے — اگر اسکا حکم میرا خون بہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے

راضیم من شاکرم من اے حریف — این طرفِ رسوا و پیشِ حق شریف
اے دشمن! میں راضی ہوں میں شکر گذار ہوں — کہ اسطرف رسوا ہوں اور اللہ کے سامنے باعزت ہوں

پیشِ خلقاں خوار و زار و ریشخند — پیشِ حق مطلوب و محبوب و پسند
مخلوق کے سامنے رسوا ذلیل اور لائقِ تمسخر بنوں، — (لیکن) اللہ (تعالیٰ) کے سامنے مطلوب اللہ محبوب اور پسندیدہ (بنوں)

از سخن می گویم این ورنہ خدا — ازسیہ رُویاں کُند فردا ترا
یہ بات میں کہنے کو کہتا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ — تجھے کل کو سیاہ رُو کرے گا

عزت[2] آنِ اوست و آنِ بندگانش — زآدمؑ و ابلیس برمی خواں نشانش
عزت اُسکی ملکیت ہے اور اُسکے غلاموں کی ملکیت ہے — (حضرت) آدمؑ اور ابلیس سے اسکی علامت کا مطالعہ کرلے

شرحِ حق پایاں ندارد ہیچ حق — ہیں دہاں بر بند و بر گرداں ورق
اللہ کی طرح اللہ کی تشریح کی انتہا نہیں ہے — خبردار! مُنھ بند کرلے اور ورق پلٹ دے

پاسُخ دادنِ فرعون موسیٰ علیہ السّلام را و مُہلت خواستن

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو جواب دینا اور حضرت موسیٰؑ سے چالیس

تا چہل روز از موسیٰ علیہ السّلام

روز کی مُہلت مانگنا

گفت فرعونش ورق در حکم ماست — دفتر و دیوان و حکم این دم مراست
فرعون نے اُن (موسیٰؑ) سے کہا کاغذ میرے حکم میں ہے — دفتر اور کچہری اور حکم اِس وقت میرا ہے

مر مرا بخریدہ اند اہلِ[3] جہاں — از ہمہ عاقل تری تو اے فلاں
مجھے دنیا والوں نے منتخب کیا ہے — اے فلاں! کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے

موسیا خود را خریدی ہیں برو — خویشتن کم بین بخود مغرہ مشو
اے موسیٰ تو نے خود اپنے آپکو پسند کیا ہے خبردار پھولا — خود بینی نہ کر اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر

جمع آرم ساحرانِ دہر را — تا کہ جہلِ تو نمایم شہر را
میں دنیا بھر کے جادوگروں کو جمع کروں گا — تاکہ شہر کو تیری جہالت دکھا دوں

این نخواہد شُد بروزے دو دوز — مُہلتم دہ تا چہل روزِ تموز
یہ ایک دو دن میں نہ ہو سکے گا — مجھے گرمی کے چالیس روز کی مُہلت دے

---

[1] گفت: حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے معاملہ کا مختار ہے میری اس میں شرکت نہیں ہے۔ راضیم دنیا کی رُسوائی جس میں خدا کی رضا مندی ہو مجھے منظور ہے۔ از سخن۔ یعنی اپنی رُسوائی کی بات میں نے کہنے کو کہدی ہے ورنہ اللہ کی رحمت سے یقین ہے کہ میں رُسوا نہ ہوں گا تو ہی رسوا ہوگا۔

[2] عزت۔ غلبہ اور عزت اللہ اور اُس کے غلاموں کے لئے ہے اِسی لئے آدمؑ باعزت بنے اور شیطان ذلیل ہوا۔ پاسُخ۔ جواب۔ گفت فرعونش۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کاغذ اور مسلمان اور حکم میرا ہے۔

[3] اہلِ جہاں۔ جبکہ تمام لوگ مجھے پسند کرتے ہیں کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے کہ مجھے ناپسند کر رہا ہے۔ خود را خریدی۔ خود را پسند کردی۔ شہر۔ مصر۔ تموز۔ یعنی موسم گرما۔

جواب موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو جواب

گفت موسیٰ ایں مراد دستور[1] نیست
موسیٰ نے فرمایا اس کی مجھے اجازت نہیں ہے

بندہ ام اِمہالِ تو مامور نیست
میں (اللہ کا) غلام ہوں تجھے مہلت دینے کا حکم نہیں ہے

گر تو چیری و مرا خود یار نیست
اگرچہ تو غالب ہے اور میرا کوئی دوست نہیں ہے

بندہ فرمانم بدانم کار نیست
میں تو حکم کا غلام ہوں مجھے اس کے کوئی سروکار نہیں ہے

می زنم با تو بجد تا زندہ ام
جب تک میں زندہ ہوں تجھ سے طاقت بھر لڑوں گا

مَن چہ کارہ نُصرتم مَن بندہ ام
مجھے مدد کا کیا کرنا ہے، میں تو غلام ہوں

می زنم تا در رسد حُکمِ خدا
جب تک اللہ کا حکم ہوگا میں مقابلہ کروں گا

کافگند ہر خصمی از خصمی جُدا
وہی ہر لڑنے والے کو لڑائی سے جدا کرتا ہے

جواب فرعون موسیٰ علیہ السلام را و وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰؑ کو فرعون کا جواب اور حضرت موسیٰؑ کے پاس وحی آنا

گفت[2] نے نے مہلتے باید نہاد
اس (فرعون) نے کہا نہیں مہلت تو ہرگز نہ چاہیے

عشوہا کم دہ تو کم پیمائے باد
تو فریب نہ دے فضول باتیں نہ بنا

حق تعالےٰ وحی کردش در زماں
فوراً اللہ (تعالیٰ) نے اُن کو وحی بھیجی

مہلتے دہ مر وُرا مہراس ازاں
اس کو مہلت دیدے اس سے نہ گھبرا

ایں[3] چہل روزش بدہ مہلت بطوع
خوشی سے اس کو چالیس روز کی مہلت دیدے

تا سگالد مکرہا اُو نوع نوع
تاکہ وہ قسم قسم کی مکاری سوچ لے

تا بکوشد اُو کہ نے من خفتہ ام
تاکہ وہ کوشش کرلے کیونکہ میں ابھی سو تو نہیں رہا ہوں

تیز رو گویش رہ بگرفتہ ام
اس سے کہدے تیز چلنے میں نے بھی راستہ روک لیا ہے

حیلہاشاں را ہمہ برہم زنم
اُن کی سب تدبیروں کو درہم برہم کروں گا

وانچہ افزایند من برکم زنم
وہ جو کچھ بڑھائیں گے اسکو میں پرتشنج کردوں گا

آب را آرند من آتش زنم
وہ پانی لائیں گے، میں آگ لگا دوں گا

نوش خوش گیرند و من ناخوش کنم
وہ اچھا شہد پئیں گے میں اسکو مزہ کرکرا کردونگا

مہر پیوندند من ویراں کنم
وہ دوستیاں جوڑیں گے میں تباہ کردوں گا

آنکہ اندر وہم ناید آں کنم
جو خیال میں بھی نہ آئے میں وہ کروں گا

---

[1] دستور بحکم طریقہ، اجازت۔ [2] گفت فرعون نے کہا۔ عشوہ۔ مکر، بناوٹی، فضول باتیں کرنا۔ تہراس خوفزدہ نہ ہو۔ [3] ایں چہل۔ فرعون نے چالیس روز کی مہلت مانگی تھی فرمایا گیا کہ اس کو مہلت دے دو اس کو مکر کی تدبیریں سوچنے کا موقع دے دو میں اس کی تمام تدبیروں کو بیکار کردوں گا۔

تو مترس و مہلتے اش دہ دراز
تو نہ ڈر، اور اس کو لمبی تہلت دیدے

گو سپہ گرد آر و صد حیلت بساز
کہدے لشکر جمع کرلے اور تدبیریں کرلے

مہلت دادن موسیٰ علیہ السلام فرعون را تا ساحراں را جمع از مدائن کند

فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مہلت دینا تاکہ وہ شہروں سے جادوگروں کو جمع کرلے

گفت امر آمد برو مہلت ترا
فرمایا حکم آگیا، جا تجھے تہلت ہے

من بجائے خود نشدم رستی بلا
میں اپنی جگہ جاتا ہوں آ کاہ، تو چھوٹ گیا

اُو ہمی شد اژدہا اندر عقب
وہ جارہے تھے، اژدھا پیچھے (پیچھے تھا)

چوں سگ صیاد دانا و مُحب
سمجھدار اور محبت کرنیوالے شکاری کے کتے کی طرح

چوں سگ صیاد جنباں کردہ دم
شکاری کے کتے کی طرح دُم ہلاتا ہوا

سنگ را می کرد ریگ اُو زیر سُم
پاؤں کے نیچے پتھر کو ریت بناتا ہوا

سنگ و آہن را بدم درمی کشید
خرد عمی خائید آہن را پدید
پتھر اور لوہے کو سانس سے اندر کھینچتا تھا
لوہے کو نمایاں طور پر باریک چبا جاتا تھا

در ہوا می کرد خود بالائے برج
کہ ہر بیمت می شد از وے رومِ و کرج
فضا میں اپنے آپ کو برج سے اونچا کرتا تھا
کہ اس سے روم اور کرج کے باشندے ہلاک ہوتے تھے

کفک می انداخت چوں اشتر زکام
قطرہ زاں بر سر کہ می زد شد جذام
منھ سے اونٹ کی طرح جھاگ پھینکتا تھا
جس پر اس کا ایک قطرہ گرا اسکو کوڑھ ہوگیا

زخرش غ دندان اُو دل می شکست
جان شیران بیشہ می شد ز دست
اس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ دل پھاڑ دیتی تھی
کہ بیشہ والے شیروں کی جان ہاتھ سے نکل جاتی تھی

چوں بقوم خود رسید آں مجتبیٰ
شد ق اُو بگرفت و باز اُو شد عصا
جب وہ برگزیدہ اپنی قوم میں پہونچے
اس کی باچھ پکڑی تو پھر لاٹھی بن گیا

تکیہ بر دے کرد و می گفت اے عجب
پیش ما خور شید و پیش خصم شب
انھوں نے اس پر ٹیک لگائی اور کہہ رہے تھے تعجب ہے
(یہ معجزہ) ہمارے لئے سورج اور دشمن کیلئے رات ہے

اے عجب چوں می نہ بینند ایں سپاہ
عالمے پُر آفتاب چاشتگاہ
تعجب ہے یہ لشکر کیوں نہیں دیکھتا ہے؟
دنیا کو چاشت کے وقت کے سورج سے بھری ہوئی ہے

---

۵۱ مدائن۔ مدینہ کی جمع ہے شہر مشدم۔ یعنی میں روانہ ہوا۔ جسکی تجھے ابھی الحال نجات مل گئی ہے۔ ہمی شد۔ یعنی حضرت موسیٰ قوم کی طرف روانہ ہوئے دُم۔ کتا محبت میں دُم ہلاتا ہے۔ سنگ۔ یعنی پتھروں کو چبا کر ریت بنا دیتا تھا۔ بدم۔ اژدہا اپنے سانس سے چیزوں کو اپنے مُنہ میں کھینچ لیتا ہے۔

۵۲ خُرد۔ یعنی لوہے کو چبا کر ریزہ ریزہ کر رہا تھا۔ بُرج۔ یعنی سر کوہ منزلہ مکان سے اونچا کرلیتا تھا۔ گرج۔ گرجستان کے رہنے والے۔ کفک اس کے مُنہ سے اونٹ کی طرح جھاگ نکل رہے تھے اور وہ اسقدر زہریلے تھے کہ جس پر قطرہ پڑجاتا وہ کوڑھی ہوجاتا۔ زخرش۔ دانت پیسنے کی آواز۔ شیران بیشہ۔ کا لفظ بہت خوفناک ہوتا ہے۔ بیشہ۔ نقب یعنی حضرت موسیٰؑ شدق۔ باچھ۔ لبوں کا گوشہ۔

۵۳ خور شید۔ یعنی یہ سانپ کا معجزہ ہمارے لئے خورشید راہ ہدایت ہے اور دشمنوں کے لئے تاریک رات ہے جس میں ان کو کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ اے عجب۔ فرعون کے لشکری اس کی پہچان کی علامتوں کو کیوں نہیں دیکھ رہے ہیں اور اس روشن معجزے کے قائل کیوں نہیں ہو رہے ہیں۔

چشم[1] باز و گوش باز و ایں ذکا
آنکھیں کھلی ہیں اور کان کھلے ہیں اور یہ ذہانت

خیرہ ام در چشم بندیِ خدا
میں اللہ تعالیٰ کی چشم بندی پر حیران ہوں

من از ایشاں خیرہ ایشاں ہم زمن
میں اُن سے حیران ہوں وہ بھی مجھ سے حیران ہیں،

از بہارے خار ایشاں من سمن
(خدا کی) بہار سے وہ کانٹے ہیں میں پھول ہوں،

پیشِ شاں بُردم بسے جامِ رحیق
میں اُن کے سامنے صاف شراب کے بہت سے جام لیکر

سنگ شد آبش بہ پیشِ آں فریق
اُس فریق کے سامنے اُس کا پانی پتھر بن گیا

دستہ گل بستم و بُردم بہ پیش
میں نے پھولوں کا گلدستہ بنایا اور سامنے لے گیا

ہر گلے چوں خار گشت و نوش ریش
ہر پھول کانٹا بن گیا اور شہد ڈنک (بن گیا)

آں[2] نصیبِ جانِ بیخویشاں بُود
وہ جام / بے خودوں کی جان کا حصہ ہوتا ہے

چونکہ باخویشند پیدا کے شود
چونکہ وہ خودی میں ہیں وہ کب ظاہر ہوتا ہے!

خفتہ بیدار باید پیشِ ما
ہمارے آگے ایک سویا ہوا بیدار ہونا چاہیئے

تا بہ بیداری بہ بیند خوابہا
تاکہ وہ خوابوں کو بیداری میں دیکھ لے

دشمنِ ایں خواب خوش شُد فکرِ خلق
لوگوں کا فکر (دنیوی) اس اچھی خواب کا دشمن بن گیا

تا نخسپد فکرتش بستہ است حلق
جب تک کہ انکا فکر نہ سو جائے، حلق بند ہے

حیرتے باید کہ روبد فکر را
حیرت درکار ہے، تاکہ فکر کا صفایا کردے

خورد حیرت فکر را و ذکر را
حیرت نے فکر اور ذکر کو نگل لیا ہے

ہر کہ کامل تر بُود اُو در ہُنر
جو دنیا کے ہر ہنر میں زیادہ کامل ہوتا ہے،

اُو بمعنیٰ پس بصورت پیشتر
وہ حقیقتاً پیچھے، بظاہر آگے ہے

راجعون[3] گفت و رجوع اینسان بُود
اللہ تعالیٰ نے واپس ہونے والے میں فرمایا اور واپس ہونا

کہ گلہ واگردد و خانہ رَوَد
کہ ریوڑ واپس ہو اور گھر جائے

چونکہ واگردید گلہ از دَرِ رَوَد
جب ریوڑ گھاٹ سے واپس لوٹتا ہے

پس قفد آں بُز کہ پیش آہنگ بُود
(تو) وہ جانور پیچھے رہتا ہے جو آگے چلنے والا تھا

پیش اُفتد آں بُز لنگ پس
پچھلی لنگڑی بکری آگے ہو جاتی ہے

اَضحَکَ الرُّجعیٰ وُجُوہَ العَابِسِین
واپسی نے منہ بنائے ہوئے لوگوں کے چہروں کو ہنسا دیا ہے

---

[1] چشم باز و گوش باز و ایں ذکا — آنکھیں کھلی ہیں اور کان کھلے ہیں اور یہ ذہانت موجود ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انکی نظر بندی کر دی ہے۔ من از ایشاں خیرہ ایشاں ہم زمن — فرعون حضرت موسیٰؑ کے معاملہ سے حیران تھا۔ من چنبیلی کا پھول ہوں ہم حق۔ صاف شراب کا جام۔ سنگ شد یعنی وہ شراب ان کے پینے کے قابل نہ رہی۔ دستہ گل۔ میں ان کے سامنے ہدایت کے گلدستے پیش کرتا ہوں مگر وہ پھول ان کے لئے کانٹے بن جاتے ہیں۔

[2] آں۔ ہدایت کے جام ان کا حصہ ہیں جو خودی کو فنا کر چکے ہوں خفتہ بیدار یعنی وہ شخص جو دنیا سے خفتہ ہو اور آخرت کے معاملہ میں بیدار ہو۔ تا بہ بیداری۔ خواب میں جو عالم بالا کی چیزیں نظر آتی ہیں اس کو عالم بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں۔ دشمن۔ جو لوگ دنیاوی افکار میں مبتلا ہیں وہ ان خوابوں سے محروم ہیں خلق یعنی معارف کے سمجھنے سے۔ حیرتے باید۔ مقام حیرت میں پہنچکر سالک نہ اللہ کے ذکر پر قادر رہتا ہے نہ دنیاوی فکر پر۔ ہر کہ کامل۔ جو لوگ دنیاوی معاملات میں ہنرمند ہیں وہ بظاہر دوسروں سے آگے ہیں لیکن حقیقتاً وہ پیچھے ہیں۔

[3] راجعون۔ قرآن پاک میں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف واپس ہونیوالے ہیں۔ واپسی کا مطلب یہ ہے کہ بکریوں کا ریوڑ جو جنگل میں چرنے گیا ہے وہ گھر واپس لوٹے۔ ریوڑ چرواہا یا پانی کے گھاٹ پر جاتا ہے پس قندر جو بکری جانے میں تمام میں سب سے پیچھے ہوگی واپسی میں وہ آگے ہو جائیگی پیش آہنگ۔ غول کے پلٹنے کے وقت جو آگے جانور رہتے ہیں وہ پیچھے ہو جاتے ہیں اور پچھلے جانور آگے ہو جاتے ہیں۔ اضحک۔ پیچھے رہنے کی وجہ سے اکثر مجمع تھا واپسی میں جب آگے ہو جائینگے

ازگزافہ[1] کے شدند ایں قوم لنگ
یہ قوم خواہ مخواہ لنگڑی کب ہوئی ہے

پاشکستہ می روند ایناں بنج
وہ پنج کو شکستہ پا جاتے ہیں

دل زدانشہا بشستند ایں فریق
اِس فریق نے دل سے عقلوں کو دھو ڈالا ہے

دانشے باید کہ اصلش زاں سرست
وہ عقل چاہیئے جس کی اصل اُس جانب کی ہے

ہر پرے بر عرضِ دریا کے پرد
ہر باز و دریا کی چوڑائی تک کب پرواز کر سکتا ہے

پس چرا علمے بیاموزی بمرد
تو کسی مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتا ہے

پس مجو پیشی ازیں سر لنگ باش
تو اُس طرف کی پیش روی نہ چاہ۔ بلکہ اِن جا

آخرون السابقون باشے اظریف
اے خوش مزاج آخر میں آنیوالوں اور بڑھ جانیوالوں (نبی سے اُنجا)

گرچہ میوہ آخر آید در وجود
اگرچہ پھل وجود میں آخر میں آتا ہے

چوں ملائک گوئی لا علم لنا
تو فرشتوں کی طرح کہدے "ہمارے لئے علم نہیں ہے"

گر دریں مکتب ندانی تو ہجا
اگر تو اِس مکتب میں بیتے نہیں جانتا ہے

گر نباشی نامدار اندر بلاد
اگر تو شہروں میں مشہور نہیں ہوگا

فخر را دادند و بخریدند ننگ
اُنھوں نے فخر کو دیدیا ہے اور ذلت کو خرید لیا ہے

از حرج را ہیست پنہاں تا فرج
تنگی سے کشادگی کی طرف چھپا ہوا راستہ ہے

زانکہ ایں دانش نداند آں طریق
کیونکہ یہ عقل اُس راستہ کو نہیں جانتی ہے

زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست
کیونکہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف راہنما ہے

تا لدن[2] علمِ لدنی می برد
(اللہ کے) قرب تک علمِ لدنی لے جاتا ہے

کش بباید سینہ را زاں پاک کرد
کہ اُس سے اُس کو سینہ پاک کر لینا چاہیئے

وقت واگشتن تو پیش آہنگ باش
واپسی کے وقت تو پیشرو بن

بر شجر سابق بود میوہ لطیف
عمدہ میوہ درخت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

اول ست او زانکہ او مقصود بود
لیکن چونکہ وہ مقصود تھا لہٰذا وہ پہلے ہے

تا بگیرد دستِ تو علمتنا
تاکہ "تو نے ہمیں" تیری دستگیری کرے

ہمچو احمد تری از نورِ حق
تو عقل کے نور سے (حضرت) احمد کی طرح پرواز کرے

گم نہ و اللہ اعلم بالرشاد
تو گمراہ نہیں ہے اور خدا بھلائی کو خوب جانتا ہے

---

[1] ازگزافہ۔ اور یاد دنیوی معاملات میں اپنے آپ کو جانتا بوجھ کر پیچھے رکھتے ہیں۔ یا شکستہ۔ بے سروسامانی میں عبادتگزاری کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مشقتیں برداشت کرنے سے ہی اُخروی دولتیں میسّر آئینگی۔ (دل زدانشہا الخ)

[2] لدن۔ یعنی قربِ حق۔ علم لدنی۔ وہ علم جو براہِ راست ذاتِ باری سے حاصل ہوا ہو۔ علمے یعنی وہ علم جو محض عقل و دانش سے حاصل کیا گیا ہو کہ کتاب و سنت سے اُس کا تعلق نہ ہو۔ پس۔ دنیاوی مشاغل میں پسماندگی بہتر ہے واپسی میں سبقت حاصل ہو جائیگی (آخرون۔ حدیث شریف نحن الآخرون السابقون۔ ہم دنیا میں تمام اُمتوں سے بعد میں ہیں قیامت میں سب سے آگے ہوں گے۔ ہر شجر۔ باوجود زمانی تاخر کے پھل کو درخت پر شرافت کا تقدم حاصل ہے۔ ہمچوں ما۔ فرشتوں نے امتحان کے وقت آخر میں کہا تھا لا علم لنا الا ما علمتنا ہمیں صرف وہ علم حاصل ہے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے لہٰذا اگر ان بھی دنیا کے مکروفریب کے علم سے خالی ہوگا اُس کو علمتنا یعنی علمِ خداوندی حاصل ہو جائے گا۔ گر دریں کتب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے دنیا کے کسی کتب میں تعلیم نہ پائی تھی۔ بحق۔ بعقل۔

اندراں[1] ویراں کہ آں معروف نیست — از برائے حفظِ گنجیت زر یست
اُس ویرانہ میں جو مشہور نہیں ہے — حفاظت کے لئے سونے کا خزانہ ہے
موضعِ معروف کے بنہند گنج — زیں قبل آمد فرج در زیرِ رنج
مشہور جگہ خزانہ کب رکھتے ہیں — اسی طرح یہ ہے کہ کشادگی رنج کے نیچے ہے
خاطر[2] آرد بس شکال ایجاد لیک — بگسلد اشکال را استورِ نیک
دل اس جگہ بہت اشکالات پیش کرتا ہے لیکن — عمدہ گھوڑا پچھاڑی کو توڑ ڈالتا ہے
ہست عشقش آتشے اشکال سوز — ہر خیالے را بروبد نورِ روز
اس کا عشق اشکالات کو پھونکنے والی آگ ہے — دن کی روشنی ہر وہم کو صاف کر دیتی ہے
ہم ازاں سُو جو جواب اے مرتضیٰ — کایں سوال آمد ازاں سُو مر ترا
اے برگزیدہ! اس ہی جانب سے جواب تلاش کر — کیونکہ یہ سوال اُدھر ہی سے تیرے پاس آیا ہے
گوشۂ بے گوشۂ دل شہ رہے ست — تابِ لا شرقی ولا غربی نہ ہے ست
دل کی بے گوشہ خلوت گاہ ایک عظیم شاہراہ ہے — نہ مشرقی ہے نہ مغربی کی روشنی ایک عظیم چاند کی جانب سے ہے
تو ازیں سُو وازاں سُو چوں گدا — اے کہ معنیِ چہ می جوئی صدا
تو اِدھر سے اور اُدھر سے فقیر کی طرح ہے — اے وہ کہ تو خود معنی ہے آواز کو کیا ڈھونڈتا ہے؟
ہم[3] ازاں سُو جو کہ وقتِ دردِ تو — می شوی در ذکرِ یارِ بی دوتو
یہ بھی اسی جانب تلاش کر جس طرف کہ تو درد کے وقت — یارِ بی دوئی کے ذکر میں دُھلا ہوتا ہے
وقتِ مرگ و درد آں سُو می تمی — چونکہ دردت رفت چونی اعجمی
موت اور تکلیف کے وقت تو اس جانب جھکتا ہے — جب تیرا درد رفع ہو گیا تو کیوں گونگا ہے؟
وقتِ محنت می بری زا للہ تو — چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو
مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے — جب مصیبت ختم ہو گئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے؟
در زمانِ درد و غم یادش کنی — چوں شدی خوش باز بر غفلت تنی
درد اور رنج کے وقت تو اس کو یاد کرتا ہے — جب تو خوش ہوتا ہے پھر غفلت برتتا ہے

---

[1] اندراں۔ غزاد۔ غیر مشہور ویرانہ میں دفن کیا جاتا ہے اسی طرح حضرت حق اپنی امانت ایسے شخص کے دل میں ودیعت کرتے ہیں جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔ جس طرح خزانہ مفید معروف ویرانہ میں ہوتا ہے اسی طرح خوشی غم میں مخفی ہوتی ہے اور سہولت تنگی کے ساتھ ہوتی ہے۔

[2] خاطر آرد۔ یہاں علمیت میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء اور بہت سے اولیاء مشہور شخصیتیں ہیں تو پھر یہ کہنا کہ خزانہ غیر معروف ویرانہ میں ہوتا ہے کیسے صحیح ہوگا۔ بگسلد۔ اسی طرح حزیں ذہن اس اشکال کا جواب دے دیگا کہ اگر شہرت مقصود بن جائے تو مضر ہے اور اگر فقر و مسکنت کے باوجود منجانب اللہ ہو تو وہ قبولیت کے منافی نہیں ہے۔ بست۔ اشکالات کا عقلی جواب کچھ نہ کچھ بہتر ہے کہ عشق کی آگ دل میں روشن کی جائے وہ ہر طرح کے اشکالات کو ختم کر دیتی ہے۔ ہم آزاں سُو۔ جو اشکال دل میں پیدا ہوا اس کا جواب بھی دل ہی میں تلاش کرنا چاہیئے۔ گوشۂ دل کے گوشہ میں جو فہم پیدا ہوتا ہے وہ عقل کی عطا ہے۔ تو ازیں سُو۔ انسان اپنے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس پر اسرار کھلتے ہیں۔

[3] ہم ازاں سُو۔ درد کے وقت انسان یا ربی کہتا ہوا خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اشکال کا جواب بھی اسی جانب سے حاصل کرنا چاہیئے۔ وقتِ مرگ۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا لِجَنْبِهٖ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَائِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَا اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ جب انسان کو نقصان پہنچتا ہے تو وہ اللہ کو پکارتا ہے اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے بلا جب وہ اس کو نعمت عطا کرتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے اگر جو کہ وہ اس سے مانگتا تھا۔ گویا۔ یعنی اس طرح اب یاد نہیں کرتا ہے جس طرح کہ رنج کے وقت یاد کرتا تھا۔

ایں[1] ازاں آمد کہ حق را بے گماں
یہ اس وجہ سے ہے کہ حق کو یقین کے ساتھ

ہر کہ بشناسد بُود دائم بَراں
جو شخص پہچان لیتا ہے ہمیشہ اُس پر قائم رہتا ہے

وانکہ در عقل و گماں ہستش حجیب
اور وہ شخص جسکی عقل اور گمان پر پردہ ہے

گاہ پوشیدہ است گہ بدریدہ جیب
کبھی اللہ تعالیٰ اسکے لئے پوشیدہ ہے کبھی وہ گریبان چاک کرتا ہے

عقلِ جُزوی گاہ چیرہ گہ نگوں
دنیوی عقل کبھی غالب ہے کبھی سرنگوں ہے

عقلِ کُلی ایمن از ریبُ المنوں
کامل عقل زمانہ کے حوادث سے محفوظ ہے

عقل بفروش و ہنر حیرت بخر
عقل اور ہنر کو بیچ دے حیرت کو خرید لے

رَو بخواری نے بُخارا اے پسر
اے بیٹا! خواری کی طرف چل نہ کہ بخارا کی طرف

تا بخارائے دگر بینی دروں
تاکہ تو اپنے اندر دوسرا بخارا دیکھے

ساکنانِ مخفلش لَا یَفقَھُون[2]
اس بخارا کی محفل کے لوگ "نہیں سمجھتے ہیں"

ما چو خود را در سخن آغشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو باتوں میں اسقدر آلودہ کیا ہے

کز حکایت ما حکایت گشتہ ایم
کہ قصوں کی وجہ سے ہم افسانہ بن گئے ہیں

من عدم وافسانہ گردم در حنین
میں گریہ وزاری میں معدوم اور افسانہ بنا ہوں

تا تقلّب یابم اندر ساجدین
تاکہ میں سجدہ کرنیوالوں میں اُلٹ پلٹ ہوجاؤں

ایں حکایت نیست پیشِ مردِ کار
کام کے آدمی کے سامنے یہ کہانی نہیں ہے

وصفِ حالِ ست و حضورِ یارِ غار
حالت کا بیان ہے اور دوست کی رازداری ہے

آں اساطیرِ اوّلیں کہ گفت عاق
نافرمان نے جو اگلے لوگوں کے قصے کہا

حرفِ قرآں را بُد آثارِ نفاق
قرآن کے حروف کو اس نے نفاق کے آثار تھے

لامکانے کاندراں نورِ خداست
وہ لامکان جس میں خدا کا نور ہے

ماضی و مستقبل و حال از کجاست
اُس میں ماضی اور مستقبل اور حال کہاں ہے؟

ماضی و مستقبلش نسبت بہ تو ست
اُس کی ماضی اور مستقبل تیرے اعتبار سے ہے

ہر دو یک چیز اند و بیداری کہ دو ست
وہ دونوں ایک چیز ہیں تو سمجھتا ہے کہ دو ہیں

---

[1] ایں ازاں یعنی یہ کیفیت اسلئے ہے کہ خدا پر پورا یقین نہیں ہے اور نہ اُس کا رجوع الی اللہ دائمی ہوتا ہے تاکہ جس کے دل اور عقل پر پردہ ہوتا ہے کبھی ذاتِ باری اُس کیلئے پوشیدہ ہوتی ہے اور وہ اُس کے راستہ سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے اور کبھی اُس کی یاد میں گریبان چاک کرتا ہے۔ عقلِ جزوی۔ دنیاوی عقل۔ عقلِ کلی۔ وہ عقل جو منجانب اللہ عطا ہو جائے۔ رَیبُ المنون۔ حوادثِ زمانہ۔ بخارا۔ سالک کے لئے ایک ایسا مقام آتا ہے کہ انوار و تجلیات کی فراوانی سے وہ بہوت ہو کر رہ جاتا ہے اور اسکو نہ ذکر کا خیال رہتا ہے نہ فکر کا۔ خواری یعنی فنا ہستی موہوم۔ بخارا۔ مولانا کے زمانہ میں بخارا شہر تمدنی ترقیات کا گہوارہ تھا اور علماء ظاہر کا وہاں مجمع تھا۔ بخارائے دگر۔ مجاہدات کے بعد انسان کا قلب معارف و اسرار کا گنجینہ بن جاتا ہے۔

[2] لَا یَفقَھُون۔ وہ نہیں سمجھتے ہیں۔ محفلش۔ ضمیر ش کو مولانا نے بخارائے دگر جو قریب ہے کی طرف لوٹایا ہے اور لَا یَفقَھُون کا ترجمہ فرمایا ہے کہ انہیں ظاہری اور عالی تفقہ نہیں ہے لیکن قرآن میں یہ لفظ عموماً کفار اہل لوگوں کیلئے بولا گیا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے شعر کے مخاطب کی ضمیر ثانی جائے اور یہ مخاطب یا جملے کہ اُن ظاہری علماء دین کی حقانیت نہیں ہی ہے ایں حکایت میں جو قصے سنا رہا ہوں یہ گذشتہ لوگوں کے قصے نہیں ہیں بلکہ تمہارے

اور اپنے احوال کا بیان کر رہا ہوں اور اُن کا مقصد جو اللہ تعالیٰ ہے انکو وہ علوم نہ سمجھنا جس سے میں روک رہا ہوں۔ کہ منافقوں نے قرآن کو بھی محض پچھلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیا اور ان قصوں کا جو مقصود تھا انکو نہ سمجھے اسی طرح میری کتاب کا حال ہے ——— [3] لامکانے۔ قرآن ایک صفت خداوندی ہے جو لامکان سے بالاتر ہے۔ وہاں ماضی و مستقبل کا کوئی فرق نہیں ہے۔ ماضی و مستقبلش۔ قرآن کے اعتبار سے ماضی و مستقبل دو چیزیں نہیں ہیں قرآن کو تو دو سمجھتا ہے اور تیرے اعتبار سے وہ دو چیزیں ہیں نسبت کے بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں ایک شخص ایک کی نسبت سے باپ ہے وہی شخص دوسرے کے اعتبار سے بیٹا ہے۔ جیسے کسی کے اعتبار سے نیچے ہے کسی کے اعتبار سے اوپر ہے۔

یک تنے اُورا پدر مارا پسر
ایک شخص اس کے لئے باپ ہمارے لئے بیٹا ہے

بام زیرِ زید و بر عمرو آں زبر
بالاخانہ زید کے نیچے ہے اور وہ عمرو کے اوپر ہے

نسبتِ زیر و زبر شد زاں دو کس
دو شخصوں کے اعتبار سے اونچے نیچے کی نسبت ہی

سقف سوئے خویش یک چیزست و بس
چھت اپنے اعتبار سے صرف ایک چیز ہے

نیست[1] مثلِ آں مثال ست ایں سخن
اسکا کوئی مثل نہیں ہے یہ بات ایک مثال ہے

قاصر از معنیِ نو حرفِ کہن
نئے نکتے سے، پرانے الفاظ کوتاہ ہیں

چوں لبِ جو نیست مشکا لب ببند
چونکہ دریا کا کنارا نہیں ہے اے مشک لب بند کر

بے لبِ و ساحل بُدست ایں بحرِ قند
یہ شکر کا دریا بے کنارا اور بے ساحل ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ

سوئے فرعونِ مُدمغ تا چہ کرد
منکر فرعون کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

فرستادن فرعون بمدائن در طلبِ ساحراں

فرعون کا جادوگروں کو بلانے کے لئے شہروں کی طرف آدمیوں کو روانہ کرنا

چونکہ موسیٰ باز گشت و او بماند
جب موسیٰ واپس ہو گئے اور وہ رہ گیا

اہلِ رای و مشورت را پیش خواند
اہل رائے اور مشورے والوں کو طلب کیا

مجتمع گشتند و بفشردند[2] پائے
وہ جمع ہو گئے اور انھوں نے پاؤں جمالئے

ہر کسے کردند عرضِ فکر و رائے
ہر شخص نے ایک خیال اور رائے پیش کی

عاقبت ہامان بے سامان و دُوں
بالآخر ہامان بے سامان اور رذیل نے

رائے پیش آورد و کردش رہنموں
رائے پیش کی اور اس کی رہنمائی کی

کاے[3] شہِ شاہِ ظفر چوں غم فزود
اے بادشاہ منصوبہ مندی کے شاہ! پر تو فکر بڑھ گیا ہے

ساحراں را جمع باید کرد زود
جادوگروں کو جلد جمع کرنا چاہیے

در ممالک ساحراں داریم ما
ہمارے ممالک میں جادوگر ہیں

ہر یکے در سحر فرد و پیشوا
ہر ایک جادو میں یکتا اور پیشوا ہے

مصلحت آنست کز اطرافِ مصر
مناسب یہ ہے کہ مصر کے چاروں طرف سے

جمع آرد شاں شہ و صرافِ مصر
بادشاہ اور مصر کا منتظم انھیں جمع کرلے

اُو بسے مردم فرستاد آں زماں
اس نے فوراً بہت سے آدمی روانہ کر دیئے

ہر نواحی بہرِ جمعِ جادواں
ہر جانب جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے

[1] نیست۔ خدا کی ذات و صفات کو مثالوں سے سمجھنا ممکن نہیں کیونکہ کیف بکنفیہ شئی۔ بجز یعنی اسرارِ خداوندی۔ مشکا۔ اے مشک۔ بحرِ قند۔ خدائی نہر بازگشت۔ یعنی فرعون کی مجلس سے۔

[2] بفشردند۔ یعنی اطمینان سے کھڑے ہو گئے۔ ہامان۔ فرعون کا مشہور وزیر تھا۔

[3] کاے شہ۔ قرآن پاک میں ہے قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ یعنی فرعون نے اپنے درباریوں سے جو اس کے چاروں طرف بیٹھے تھے کہا اس میں شک نہیں کہ یہ کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال باہر کرے اب تم لوگ کیا صلاح دیتے ہو۔ درباریوں نے عرض کیا مہلت اور اس کے بھائی کے معاملہ کو چند روز ملتوی رکھیں اور شہروں میں جادوگروں کو جمع کرنے کیلئے ہرکارے روانہ کریں، وہ لوگ آپ کے پاس ہر طرح کے ماہر جادوگر لے آئیں۔

ہر طرف کرساحرے بدنامدار
جس طرف بھی کوئی مشہور جادوگر تھا

دو جواں بودند ساحر مشتہر
دو جوان مشہور جادوگر تھے

شیر دو دیدہ ز شیرانِ شکار
شکاری شیروں سے انھوں نے دودھ دوہا تھا

شکل کرپاسے نمودہ ماہتاب
چاندی کو کپڑے کی شکل میں دکھاتے

سیم بردہ مشتری آگہ شدہ
مگا ہوا خریدار (حقیقت سے) آگاہ ہوکر

صد ہزاراں ہم چنیں در جادوی
اس طرح لاکھوں جادوگری میں

صد ہزاراں جادو سیہا جنس ایں
اس طرح کی لاکھوں جادوگریاں تھیں

چوں بدیشاں آمد آں پیغام شاہ
جب ان کے پاس بادشاہ کا پیغام آیا

از پئے آں کہ دو درویش آمدند
اس لئے کہ دو فقیر آئے ہیں

نیست با ایشاں بغیر یک عصا
ان کے پاس سوائے ایک لاٹھی کے کچھ نہیں ہے

شاہ و لشکر جملہ بیچارہ شدند
بادشاہ اور فوج سب عاجز آگئے ہیں

چارہ جویاں بندہ را پیش شما
تدبیر کا طالب بن کر غلام کو تمہارے پاس

چارہ سازید اندر دفعِ شاں
ان کے دفع کرنے کی تدبیر کرو

کرد پراں سوئے او دو پیک کار
اس کی جانب دو کارآمد قاصد روانہ کر دیئے

سحر ایشاں در دلِ مہ مستمر
ان کی جادوگری چاند میں (بھی) جاری تھی

در سفرہا رفتہ بر خمے سوار
وہ خچر پر سوار ہو کر سفروں میں گئے تھے

آں بہ پیمودہ فروشیدہ شتاب
اس کو فوراً ناپ کر فروخت کر دیتے

دست از حسرت بر دہاں بر زدہ
افسوس سے منہ پیٹتا

بود منشی و نبودہ چوں ردی
وہ موجد تھے اور قافیہ کی طرح نہ تھے

بودہ ایشاں را ہمہ دیدہ مبیں
(اور) ان کو سب نے کمتر کمتر دیکھا تھا

کز شما شاہ است اکنوں چارہ خواہ
کہ اب بادشاہ تم سے تدبیر کا خواہاں ہے

بر شہ و بر قصر او موکب زدند
انھوں نے بادشاہ اور اس کے قلعہ پر ڈیرہ جمایا ہے

کہ ہمیگردد بامرش اژدہا
جو ان کے حکم سے اژدہا بن جاتی ہے

زیں دو کس جملہ بفغاں آمدند
ان دونوں سے سب نالاں ہیں

شاہ ازاں ارسال فرمودست تا
بادشاہ نے اس لئے بھیجا ہے تاکہ

گنجہا بخشد عوض شہ بیکراں
بادشاہ بدلے میں لاتعداد خزانہ بخش دے گا

---

۵۱ پیک۔ پیغام۔ قاصد۔ دوتا ب
حرکا اثر حروفِ مناسبات پر پڑتا
ہے علویات متاثر نہیں ہوتی
ہیں لیکن اشکال کہ ساحر علویات
کو بھی جادو سے متاثر کر دیتے
تھے۔ شیر یعنی وہ دونوں اس
قدر ماہر جادوگر تھے کہ جادو
کے ذریعہ شیروں کا دودھ
دوہ کر دکھا دیتے تھے اور
خچر پر سوار ہو کر سفر طے کرتے
تھے۔

۵۲ ماہتاب۔ چاندی کا پترا
کاغذ بنا کر اسکو فروخت کر دیتے
خریدار جب گھر پہونچتا تو کچھ
نہ ہوتا اور وہ حسرت سے منہ
پیٹتا۔ ردی۔ قافیہ کا اصلی حرف
یہاں قافیہ مراد ہے۔ قافیہ
پہلے مصرع کے آخری حروف
کے تابع ہوتا ہے لہذا تابع
کے معنی میں ہے۔ یعنی وہ
دونوں جادوگری میں مجتہد
تھے کسی کے مقلد نہ تھے۔

۵۳ منشی۔ آغاز کرنے والا۔
اپنے دماغ سے کوئی بات
پیدا کرنے والا۔ دو درویش۔
یعنی حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ۔
قصر۔ قلعہ۔ موکب۔ جلوسِ
شاہی۔ لشکر۔ افغاں۔ فغان۔
فریاد۔ عوض۔ یعنی اگر تم نے
اس کو ہرا دیا تو بادشاہ
بہت انعام دے گا۔

چارہ می باید اندر ساحری
جادوگری میں کوئی تدبیر چاہیئے

تا بُود کہ زیں دو ساحر جاں بَری
تاکہ ان دونوں جادوگروں سے جاں بری ہو

آں دو ساحر را جوایں پیغام داد
جب اُن دونوں جادوگروں کو یہ پیغام دیا

ترس[1] و مہری در دلِ ہر دو فتاد
خوف اور محبت دونوں کے دل میں آئی

عِرق[2] جنسیت چو جنبیدن گرفت
ہم پیشہ ہونے کی رگ جب پھڑکنی شروع ہوئی

سَر بزانو بر نہادند از شگفت
تعجب سے دونوں سوچ میں پڑ گئے

چوں دبیرستانِ صوفی زانوست
چونکہ صوفی کا مکتب زانو ہے

حلِّ مشکل را دو زانو جا دوست
مشکل کو حل کرنے کیلئے زانو جا دو ہے

استفسار کردنِ ہر دو ساحر از مادرِ گور پدر را و پرسیدن از روانِ او حقیقتِ موسیٰؑ را

دونوں جادوگروں کا ماں سے باپ کی قبر کو دریافت کرنا اور اُن کا اُس کی روح سے حضرت موسیٰؑ کی اصلیت دریافت کرنا

بعد ازاں گفتند اے مادر بیا
اس کے بعد انھوں نے کہا ماں! آجا

گور بابا کو تو ما را رہنما
بابا کی قبر کہاں ہے؟ تو ہماری رہنمائی کر دے

بُرد شاں بر گورِ او بنمود راہ
وہ انکو اُس کی قبر پر لے گئی، راستہ دکھایا

پس سہ روزہ داشتند از بہرِ شاہ
پھر انھوں نے بادشاہ کی خاطر تین روزے رکھے

بعد ازاں گفتند اے بابا بما
اس کے بعد انھوں نے کہا اے بابا! ہمیں

شاہ پیغامے فرستاد از وَجا[3]
بادشاہ نے خوف سے ایک پیغام بھیجا ہے

کہ دو مرد اُورا بہ تنگ آورد ہ اند
کہ دو شخصوں نے اُس کو تنگ کر دیا ہے

آبرویش پیشِ لشکر بُردہ اند
لشکر کے روبرو اس کی آبروریزی کر دی ہے

نیست با ایشاں سلاح و لشکرے
اُن کے ساتھ ہتھیار اور لشکر نہیں ہے

جز عصا و در عصا شور و شرے
لاٹھی کے علاوہ اور لاٹھی میں شور و شر ہے

تو جہانِ راستاں در رفتہ
تو سچوں کے عالم میں چلا گیا ہے

گرچہ در صورت بخاکے خفتہ
اگرچہ بظاہر مٹی میں سویا ہوا ہے

آں اگر سحرست مارا دہ خبر
اگر وہ جادو ہے تو ہمیں بتا دے

ور خدائی باشد اے جانِ پدر
اور اگر خدائی بات ہے اے ابا جان!

---

[1] ترس۔ خوف۔ اِن دونوں پر خوف اِس بنا پر طاری ہوا کہ جب اُن دو حقیروں نے بادشاہ اور پورے لشکر کو خوفزدہ کر دیا ہے تو کس قدر طاقت ہوگی۔ مہر۔ محبت۔ اِس لئے پیدا ہوئی کہ باوجود اِس طاقت کے جب وہ ظاہری شان و شوکت سے خالی ہیں تو خدا کے نیک بندے ہوں گے۔

[2] عِرق۔ رگ۔ جنسیت۔ ہم جنس ہونا، ہم پیشہ ہونا یہ دونوں بھی جادوگر تھے اور حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ نے بھی اُن کی جادوگری کیطرح کا معجزہ پیش کیا تھا۔ سر بزانو نہادن۔ غور و فکر کرنا۔ دبیرستان۔ مکتب، مدرسہ۔ روانِ او۔ روحِ او۔

[3] وَجا۔ خوف۔ وفد مرد۔ یعنی حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام۔ شور و شر۔ کیونکہ اُس لاٹھی نے اژدہا بنکر سب کو ڈرا دیا تھا۔ جہانِ راستاں۔ عالمِ آخرت۔ خاک۔ یعنی گبر و رخدائی۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کا اژدہا بننا منجانب اللہ کوئی معجزہ ہے تو بھی بتا دے تاکہ ہم اُس کی تعظیم کریں۔

ہم خبر دہ تا کہ ما سجدہ کنیم
یہ بھی بتا دے تاکہ ہم سجدہ کریں

خویش را بر کیمیائے[1] بر زنیم
اپنے آپ کو کیمیا سے وابستہ کر دیں

نا اُمیدانیم اُمیدے رسد
ہم مایوس ہیں، اُمید پیدا ہو جائے

در شب دیجور خورشیدے رسد
اندھیری رات میں سورج نکل آئے

از ضلال آئیم در راہِ رشد
ہم گمراہی سے، راہِ ہدایت پر آجائیں

راند گانیم و کرم ما را کشد
ہم مردود ہیں، اور کرم ہمیں کھینچ لے

جواب گفتن ساحر مُردہ با فرزندانِ خود

مُردہ جادوگر کا اپنے لڑکوں کو جواب دینا

گفت[2] شاں در خواب کاے اولادِ من
اُس نے اُن سے خواب میں کہا، اے میرے بچو!

نیست ممکن ظاہر ایں را دم زدن
اس میں کھل کر بات کرنا ممکن نہیں ہے

بانگ زد اے جان و فرزندانِ من
اُس نے پکارا، اے میری جان اور بچو!

نیست بیدا گفتن ایں را مر تہن
اس کو صاف صاف بتانا قابو میں نہیں ہے

فاش و مُطلق گفتنم دستور نیست
کھلم کھلا اور صاف کہنے کی مجھے اجازت نہیں ہے

لیک راز از پیشِ چشم دُور نیست
لیکن راز میری آنکھوں سے دور نہیں ہے

لیک بنمایم شما را آیتے
لیکن میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں

تا شوید آگہ ز سرِ کنیتے
تاکہ تم پوشیدہ بات کے راز سے باخبر ہو جاؤ

یک نشانے دانمایم با شما
میں تم پر ایک علامت ظاہر کر دیتا ہوں

تا شود پیدا شما را ایں خفا
تاکہ یہ پوشیدگی تم پر کھل جائے

نورِ چشمانم چو آں جا گہ رسید
میرے نورِ چشمو! جب تم وہاں جاؤ

از مقامِ خفتنش آگہ شوید
اُس کے سونے کی جگہ معلوم کر لو

آں[3] زماں کہ خفتہ باشد آں حکیم
جب وہ دانا سویا ہوا ہو (تو)

آں عصا گیرید و بگذارید بیم
وہ لاٹھی لے لو اور خوف کو چھوڑ دو

گر بدزدیدش عصا او ساحرست
اگر تم نے اُس کی لاٹھی چرالی تو وہ جادوگر ہے

چارۂ ساحر شما را حاضرست
جادوگر کا علاج تمہارے پاس موجود ہے

ورنہ بتوانید ہاں آں ایزدیست
اگر تم نہ اٹھا سکو تو خبردار! وہ خدائی ہے

او رسولِ ذُوالجلال و مُہتدیست
وہ اللہ کا رسول اور ہدایت یافتہ ہے

[1] کیمیا۔ یعنی حضرت موسیٰؑ کا اتباع۔ نا اُمید ہیم۔ یعنی اس وقت ہم جو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے اپنے سیاہ کارناموں کی وجہ سے مایوس ہیں۔ ہمارے لئے آفتاب ہدایت طلوع ہو جائے۔

[2] گفت شاں۔ اُن کے مردہ باپ کی روح نے خواب کی حالت میں کہا اس بارے میں صاف صاف بتانا ممکن نہیں ہے یہ پوشیدہ بات مجھے معلوم ہے لیکن بتانے کی اجازت نہیں ہے ایک علامت بتائے دیتا ہوں جس سے تم سمجھ جاؤ گے کہ یہ جادو ہے یا معجزہ۔ کنیت۔ پوشیدہ بات۔

[3] آں زماں۔ سحر اور معجزہ میں یہ فرق ہے کہ سحر کا تعلق محض ساحر کی توجہ اور تصرف سے ہے اور معجزہ کا تعلق نبی کی توجہ اور ہمت سے نہیں ہے بلکہ وہ خدائی ارادہ کے ماتحت ظہور پذیر ہوتا ہے لہٰذا جادوگر کی غفلت کے وقت سحر کا کوئی اثر نہیں رہتا اور نبی کی نیند اور غفلت سے معجزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے وہ معجزہ قائم رہتا ہے۔ ساحر ست کیونکہ اس کی نیند نے سحر کے اثر کو باطل کر دیا اور چور کو چرانے پر قدرت ہو گئی۔

گر جہاں[1] فرعون گیرد شرق و غرب
اگر فرعون مشرق اور مغرب (پورا جہان) حاصل کرلے

سرنگوں آید خدارا گاہِ ضرب
لڑائی کے وقت اللہ کے سامنے اوندھا ہو جائیگا

ایں نشانِ راست دادم جانِ باب
باپ کی جان! میں نے یہ سچی نشانی دیدی

بر لویس اللہُ اَعلَمُ بالصَّواب
لکھ لے، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

جانِ بابا چوں بخسپد ساحرے
جانِ پدر! جب کوئی جادوگر سو جاتا ہے

سحر و مکرش را نباشد رہبرے
اس کے جادو اور مکر کا کوئی رہبر نہیں ہوتا

چونکہ خفت او جہد او ساکن شود
جب وہ سو گیا اس کی کوشش ٹھہر گئی

چونکہ چوپاں خفت گرگ ایمن شود
جب گڈریا سو گیا بھیڑیا مطمئن ہوجاتا ہے

گرگ را آنجا اُمید و رہ کجاست
بھیڑیئے کو وہاں اُمید اور راستہ کہاں ہے؟

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست
لیکن وہ جانور جس کا خدا نگہبان ہے

جادوئی خواندن مر آں حق را خطاست
اس صحیح بات کو جادو کہنا ہی غلطی ہے

جادوی کہ حق کند حق ست و درست
جو جادو خدا کرے وہ حق اور درست ہے

گر بمیرد[2] نیز جفشش رافع ست
اگر وہ مر بھی جائے تو خدا اس کو بلند کرنیوالا ہے

جانِ بابا ایں نشانِ قاطع ست
جانِ پدر! یہ قطعی علامت ہے

تشبیہ کردن قرآنِ مجید را بعصائے موسیٰؑ و وفاتِ مصطفیٰ علیہ السلام را تشبیہ نمودن بخوابِ موسیٰؑ و قاصد آن تغییر قرآن را بآں دو ساحر بچہ کہ قصدِ بردنِ عصائے موسیٰؑ کردہ بودند چوں موسیٰؑ را خفتہ یافتند

قرآن مجید کو عصائے موسیٰؑ سے تشبیہ دینا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو حضرت موسیٰؑ کے سونے سے تشبیہ دینا اور قرآن میں تغییر کرنے والوں کو ان دو جادوگر بچوں کے ساتھ تشبیہ دینا جنھوں نے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کو چرانے کا ارادہ کیا جب کہ حضرت موسیٰؑ کو سویا ہوا پایا

مصطفیٰ را وعدہ کرد الطافِ حق
اللہ کی مہربانیوں نے مصطفیٰ سے وعدہ کیا ہے

گر بمیری تو نمیرد[3] ایں سبق
اگر تمہاری وفات ہوگئی تب بھی تو سبق نہ بھولیگا

من کتاب و معجزت را حافظم
میں تیری کتاب اور معجزے کا نگہبان ہوں

بیش و کم کن راز قرآں را فضم
میں قرآن میں زیادتی اور کمی کرنیوالے کا مخالف ہوں

[1] گر جہاں۔ اگر معجزہ ہے تو فرعون مقابلہ میں کامیاب نہ ہوسکے گا بلکہ ذلیل ہوگا چونکہ گدڑیا بیداری میں حفاظت کرسکتا ہے جب سو جاتا ہے تو اس کی حفاظت ختم ہو جاتی ہے۔ خدا تو معجزہ کا تعلق خدا سے ہے وہاں غفلت کا کوئی تصور نہیں ہے لہٰذا اس کی حفاظت مکمل ہے۔

[2] گر بمیرد۔ موت سے عہدہ مراد لی جائے ورنہ عموماً انبیاء کے معجزات کا تعلق بھی ان کی حیات سے ہے۔

تشبیہ۔ قرآن کو عصائے موسیٰ اور حضور ﷺ کی وفات کو حضرت موسیٰؑ کے سونے اور قرآن میں تغییر و تبدیل کرنے والوں کو ان دو جادوگر بچوں کے مشابہ سمجھو۔

[3] نمیرد۔ اللہ نے قرآن میں قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم نے ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

من ترا در ہر دو عالم رافعم
میں تجھے دونوں جہان میں بلند کرنے والا ہوں

طاغیاں را از حدیثت دافعم
سرکشوں کو تیری مدد سے دفع کرنیوالا ہوں

کس نیارد بیش و کم کردن درو
اس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں کر سکتا

توبہ از من حافظے دیگر مجو
تو مجھ سے بہتر محافظ کی جستجو نہ کر

رونقت را روز روز افزوں کنم
میں تیری رونق دن بدن بڑھاؤں گا

نام تو بر زر و بر نقرہ زنم
تیرا نام سونے اور چاندی پر کندہ کروں گا

منبر و محراب سازم بہر تو
میں تیرے لئے منبر اور محراب بناؤں گا

در محبت قہر من شد قہر تو
محبت کی وجہ سے میرا غصہ تیرا غصہ بن گیا ہے

نامِ تو از ترس پنہاں می کنند
وہ ڈر کی وجہ سے تیرا نام چھپ کر لیتے ہیں

چوں نماز آرند پنہاں می شوند
جب نماز پڑھتے ہیں چھپ جاتے ہیں

خفیہ می گویند نامت را کنوں
وہ اب چھپ کر تیرا نام لیتے ہیں

خفیہ ہم بانگ نماز اے ذوفنوں
اے ہنرمند! اذان بھی چھپ کر (دیتے ہیں)

از ہراس و ترسِ کفارِ لعیں
ملعون کافروں کے ڈر اور خوف سے

دینت پنہاں می شود زیر زمیں
تیرا دین زمین میں چھپا جاتا ہے

من منارہ برکنم آفاق را
میں دنیا کو دین سے روشن کروں گا

کور گردانم دو چشمِ عاق را
میں نافرمان کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دونگا

چاکرانت شہرہا گیرند و جاہ
تیرے خادم شہر اور مرتبہ حاصل کریں گے

دینِ تو گیرد ز ماہی تا بماہ
تیرا مذہب مچھلی سے چاند تک پھیل جائیگا

تا قیامت باقیش داریم ما
ہم اس کو قیامت تک باقی رکھیں گے

تو مترس از نسخ دیں اے مصطفیٰ
اے مصطفیٰ! تم دین کے مٹنے سے نہ ڈرو

اے رسولِ ما تو جادو نیستی
اے ہمارے رسول! تم جادو نہیں ہو

صادقی ہم خرقۂ موسیستی
تم سچے ہو، موسیٰ کے پیرہن والے ہو

ہست قرآں مر ترا ہمچوں عصا
قرآن تمہارے لئے (حضرت موسیٰ کی) لاٹھی کیطرح ہے

کفر ہا را در کشد چوں اژدہا
(جو) اژدہے کی طرح کفروں کو نگل جائے گا

تو اگر در زیرِ خاکے خفتۂ
تم اگرچہ مٹی میں خوابیدہ ہو

چوں عصا ایش داں تو آنچہ گفتۂ
جو کچھ تم نے کہا ہے اسکو (موسیٰ کی) لاٹھی کی طرح سمجھ

لہ رافعم۔ قرآن پاک میں ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔ کس نیارد۔ قرآن پاک میں ہے لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ قہر من۔ میری ناراضی خدا کی ناراضی ہے۔

لہ نام تو۔ مکہ کی ابتدائی زندگی میں صحابہ حضورؐ سے اپنے تعلق کو چھپاتے تھے اور نمازیں بھی چھپکر پڑھتے تھے مگر مدنہ دین کے تمام عالم کو منور کر دیگا اور مخالفوں کی آنکھیں چندھیا جائیں گی۔ چاکرانت۔ صحابہ کرام نے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر قبضہ کیا۔ ماہی۔ ایک عامیانہ تصور ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے یعنی زمین سے آسمان تک تیرا مذہب پھیل جائے گا۔

لہ تا قیامت۔ قیامت تک کوئی نئی شریعت نہ آئے گی۔ ہم خرقہ۔ وہ دو بزرگ جو ایک شیخ کے خلیفہ ہوں یعنی حضرت موسیٰ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی شریعت کے علم بردار اور پیغامبر ہیں۔ بت قرآن۔ جس طرح حضرت موسیٰ کی لاٹھی نے جادوگروں کے اژدہوں کو نگل لیا تھا قرآن کفر کو نگل جائے گا۔ گفتہ یعنی قرآن پاک۔

گرچہ باشی خفتہ تو در زیرِ خاک
اگرچہ تم مٹی کے نیچے سوئے ہوئے ہو

چوں[1] عصا آگہ بود آں گفتِ پاک
(موسیٰ کے) عصا کی طرح وہ پاک کلام باخبر رہے گا

قاصداں را در عصایت دست نے
ارادہ کرنے والوں کو تمہاری لاٹھی پر قابو نہیں ہے

تو بخسپ اے شہ مبارک خفتنے
اے شاہ! تم سو جاؤ تمہارا سو جانا مبارک ہے

تو بخفتہ نور تو بر آسماں
تم سوئے ہوئے ہو تمہارا نور آسمان پر ہے

بہرِ بیکارِ نوزہ کردہ کماں
تمہارے (دشمنوں سے) لڑنے کیلئے کمان پر چلہ چڑھا ہوا ہے

فلسفی[2] وانچہ پوزش می کند
فلسفی اور اس کا مُنہ جو کچھ کرتا ہے

قوسِ نورت تیر دوزش می کند
تیرے نور کی کمان اس کو چھید ڈالتی ہے

آنچناں کرد و ازاں افزوں گفت
(اللہ تعالیٰ نے) وہ کیا جو کہا اور اس سے بھی زیادہ

او بخفت و بخت و اقبالش بخفت
وہ (مصطفیٰ) سو گئے اور ان کا نصیب اور اقبال سو گیا

جانِ بابا چونکہ ساحر خواب شد
جانِ پدر! جب جادوگر سو گیا

کارِ او بے رونق و بے آب شد
تو اس کا کام بے رونق اور بے اثر ہوا

ہر دو[3] از گورش روان گشتند تفت
دونوں (جادوگر) اس (باپ) کی قبر سے فوراً روانہ

تا بمصر از بہرِ آں پیکار رفت
سخت جنگ کے لئے مصر کی جانب

چوں بمصر از بہرِ آں کار آمدند
جب اس کام کے لئے مصر میں پہنچے

طالبِ موسیٰؑ و جائے او شدند
(حضرت) موسیٰؑ اور انکی قیام گاہ کے جستجو بنے

اتفاق افتاد کاں روز ورود
یہ اتفاق ہوا کہ پہنچنے کے دن

موسیٰؑ اندر زیرِ نخلے خفتہ بود
(حضرت) موسیٰؑ کھجور کے درخت کے نیچے سوئے ہوئے

پس نشاں دادند شاں مردم بدو
لوگوں نے ان کو ان کا پتہ بتایا

کہ بروزاں سوئے نخلستاں بجو
کہ جا اس نخلستان کی جانب تلاش کر

چوں بیامد دید در خرمابناں
جب وہ پہنچا تو کھجوروں میں دیکھا

خفتہ کو بود بیدارِ جہاں
اس کو سویا ہوا جو دنیا بھر کا بیدار تھا

بہرِ نازش بستہ او دو چشمِ سر
ناز میں وہ سر کی دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے

عرش و فرشش جملہ در زیرِ نظر
عرش اور فرش سب اس کی نگاہ میں

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل
بہت سے بیدار آنکھ والے اور سوئے ہوئے دل والے ہیں

خود چہ بیند چشمِ اہلِ آب و گل
آب و گل والوں کی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے

[1] چوں عصا: حضرت موسیٰؑ کی نیند کے باوجود جادوگروں کی لاٹھی نہ چرا سکے اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی مخالفین قرآن میں گڑبڑ نہ کر سکیں گے۔

[2] فلسفی: ملحدین فلاسفہ قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے بارے میں جو اعتراضات کرتے ہیں نورِ محمدیؐ ان کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ آنچناں: اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کئے ان کو صرف پورا ہی نہیں کیا بلکہ ان سے بھی زیادہ کیا۔ بخواب شد: جادوگر کی غفلت کے وقت اس کے جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

[3] ہر دو: یعنی دونوں جادوگر۔ گورش: یعنی اپنے باپ کی قبر سے۔ ورود: آمد۔ خرما بنان: کھجور کے درخت۔ خود چہ بیند: خود چہ بلند دل کی آنکھیں وہ دیکھ سکتی ہیں جو جسم کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی ہیں۔

وانکہ دل بیدار دارد چشمِ سر
جو شخص بیدار دل رکھتا ہے، سر کی آنکھ

گر بخسپد بر کشاید صد بصر
اگر سو جائے، سو بینائیاں کھل جاتی ہیں

گر تو اہلِ دل نہ بیدار باش
اگر تو صاحب دل نہیں ہے، جاگتا رہ

طالبِ دل باش و در پیکار باش[1]
دل کا طالب بن، اور (نفس سے) لڑتا رہ

ور دولت بیدار شد می خسپ خوش
اگر تیرا دل بیدار ہو گیا ہے آرام سے سو جا

نیست غائب ناظرت از ہفت و شش
سات (آسمانوں) اور چھ (جہتوں) سے تیری نگہ غائب نہیں ہے

گفت پیغمبر کہ خسپد چشمِ من
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ سوتی ہے

لیک کے خسپد دلم اندر وسن[2]
لیکن غنودہ میرا دل کب سوتا ہے؟

شاہ بیدار ست و حارس خفتہ گیر
شاہ بیدار ہے، محافظ سو بھی گیا ہو

جاں فدائے خفتگانِ[3] دل بصیر
بیدار دل، سوتے ہوؤں پر جان قربان ہے

وصف بیداریِ دل اے معنوی
اے معنی کو سمجھنے والے! دل کی بیداری کا وصف

می نگنجد در ہزاراں مثنوی
ہزاروں مثنویوں میں بھی نہیں سما سکتا

چون بدیدند[4] شش کہ خفت است او دراز
جب انھوں نے اُن کو پیر پھیلائے سوتے دیکھا

بہر وزدی عصا کردند ساز
انھوں نے لاٹھی چرانے کی تیاری کی

ساحراں قصدِ عصا کردند زود
جادوگروں نے فوراً لاٹھی کا قصد کیا

کز پیش باید شدن واں را ربود
کہ پیچھے سے جانا چاہیے اور اُس کو اڑا لینا چاہیے

اندکے چوں پیشتر کردند ساز
جب کچھ آگے (بڑھے تو) تھوڑا سا قصد کیا

اندر آمد آں عصا در اہتزاز
وہ لاٹھی حرکت میں آ گئی

آنچناں بر خود بلرزید آں عصا
لاٹھی نے خود بخود اس طرح تھرتھری لی

کاں دو بر جا خشک گشتند از وجا
کہ وہ دونوں خوف سے (اپنی) جگہ پر خشک ہو گئے

بعد ازاں شد اژدہا و حملہ کرد
اُس کے بعد وہ اژدہا بن گئی اور اُس نے حملہ کر دیا

ہر دو آں بگریختند و روی زرد
دونوں بھاگے اور اُن کا چہرہ زرد تھا

رو در افتادن گرفتند از نہیب
خوف سے انھوں نے منہ کے بل گرنا شروع کر دیا

غلط غلطاں منہزم در ہر نشیب
لوٹتے پوٹتے ہر گڑھے میں پسپا ہوتے ہوئے

پس یقیں شاں شد کہ ہست از آسماں
تو اُن کو یقین ہو گیا کہ وہ (طاقت) آسمانی ہے

زانکہ می دیدند حدِ ساحراں
اسلئے کہ انھوں نے جادوگروں کی انتہا کو دیکھا تھا

[1] در پیکار۔ یعنی دل کی آنکھیں حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کر۔ ہفت و شش یعنی ساتوں آسمان اور چھ جانبیں
شاہ بیدار۔ اگر شاہ بیدار ہے تو چوکیدار کے سو جانے سے کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا۔ دل بمنزلہ شاہ کے ہے۔
[2] خفتگان۔ یعنی جنکی آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے آنحضورؐ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں دل بیدار رہتا ہے۔ مثنوی۔ وہ شخص جو معنی اور حقیقت کا طالب ہو
[3] بدیدند۔ اُن دونوں جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کو دیکھا۔ اہتزاز۔ متحرک ہونا۔ دہا۔ خوف۔ جستن۔ یعنی وہ لاٹھی نہیب۔ خوف۔ منہزم۔ پسپا۔

پس[1] ازیں رُو علمِ سحر آموختن
لہٰذا اس حیثیت سے جادو کا علم سیکھنا

نیست ممنوع و حرام و مُمتہن
ممنوع اور حرام اور ذلیل نہیں ہے

بہرِ تمییزِ حق از باطل نکوست
حق کو باطل سے جُدا کرنے کے لئے اچھا ہے

سحر کردن شُد حرام اے مردِ دوست
اے دوست! جادو کرنا حرام ہے

بعد ازاں اطلاق و تپ شاں شُد پدید
اُس کے بعد اُن کو دست آنے اور بخار آ گیا

کارِ شاں تا نزع و جاں کندن رسید
اُن کا معاملہ نزع اور جاں کنی تک پہنچ گیا

پس فرستادند مردے در زماں
تو انھوں نے فوراً ایک آدمی بھیجا

سُوئے موسیٰؑ از برائے عُذرِ آں
حضرت موسیٰؑ کے پاس اس کی معذرت کیلئے

کامتحاں کردیم ما را کے رسد
کہ ہم نے آزمایا، ہمیں کب حق تھا

امتحانِ تو اگر نبود حسد
آپ کے آزمانے کا، اگر حسد نہ ہوتا

مُجرمِ[2] شاہیم و ما را عُذر خواہ
ہم شاہی مجرم ہیں، ہماری عذر خواہی کر دیجئے

اے تو خاصُ الخاصِ درگاہِ الٰہ
آپ خدا کی بارگاہ کے خاص الخاص ہیں

در گذر از ما کہ ما کردیم بد
ہم نے بُرا کیا، ہمیں معاف کر دیجئے

اے ترا الطاف و فضلِ بے عدد
اے وہ کہ آپ کی مہربانیاں اور بندگی بے شمار ہے

عفو کردند و دَرِ زماں نیکو شُدند
اُنھوں نے معاف کر دیا اور وہ فوراً اچھے ہو گئے

پیشِ موسیٰؑ برزمیں سَر می زدند
(حضرت) موسیٰؑ کے سامنے سر پٹختے تھے

گفت موسیٰؑ عفو کردم اے کرام
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا اے شریف لوگو! میں نے معاف کیا

گشت بر دو زخ تن و جاں تا حرام
تمہارا جسم اور روح دونوں پر حرام ہو گئی ہے

من[3] شما را خود ندیدم اے دو یار
اے دو دوستو! (اگر) میں نے تمھیں دیکھا ہی نہیں

اعجمی سازید خود را ز اعتذار
عذر خواہی سے اپنے آپ کو گونگا بنا لو

ہمچناں بیگانہ شکل و آشنا
اسی طرح (بظاہر) اجنبی صورت اور (باطن) دوست

در نبرد آئید پیشِ بادشاہ
بادشاہ کے سامنے مقابلے پر آجاؤ

آنچہ باشد مر شما را از فنوں
تمہارے پاس جو بھی کرتب ہوں

جمع آرید از درون و از بروں
اندر اور باہر سے اکٹھے کر لو

[1] پس۔ اگر کوئی شخص جادو اس غرض سے سیکھے کہ وہ سحر اور معجزہ میں فرق کر سکے اور باطل کو حق سے ممتاز کر سکے تو یہ جائز ہے لیکن جادو کرنا مطلقاً بہر صورت ناجائز اور حرام ہے۔ اطلاق دستوں کا جاری ہو جانا۔ کا امتحان۔ ہم نے آزمانا چاہا تھا اور وہ بھی حسد کی بنا پر تھا۔

[2] مجرمِ شاہیم۔ چونکہ ہم نے اللہ کے رسول کا جرم کیا ہے لہٰذا ہم نے اللہ کا ہی جرم کیا ہے۔ نیکو شُدند یعنی اُن کا بخار اور دستوں کی بیماری زائل ہو گئی۔ گشت۔ یعنی چونکہ تم ایمان لے آئے ہو۔

[3] من شما۔ حضرت موسیٰؑ نے ان دونوں جادوگروں سے فرمایا کہ فرعون سے اپنی اور میری ملاقات اور اپنی عذر خواہی وغیرہ کا ذکر نہ کرنا اور بالکل اجنبی بن کر فرعون کے سامنے میرے مقابلہ پر آنا اور ہر طرح کے کرتب کرنا۔ بیگانہ شکل۔ یعنی بظاہر اجنبی بنے رہنا اور آشنائی کو پردے میں رکھنا۔

جمع آمدن ساحران از مدائن پیش فرعون و تشریفیہا[1] از وے

شہروں سے فرعون کے سامنے جادوگروں کا جمع ہو جانا اور اس کی جانب سے خلعتیں پانا اور اس کے مخالف کو مغلوب کرنے کے لئے سینہ پر ہاتھ مارنا کہ اس کام کی مدافعت ہمارے ذمہ لکھے

پس زمیں را بوسہ دادند و شدند
پھر انھوں نے زمین کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے

انتظارِ وقت فرصت می بدند
فرصت کے وقت کے منتظر تھے

تا بفرعون آمدند آں ساحراں
وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے

داد شاں تشریفہائے بیکراں
اُن کو اس نے لاتعداد خلعتیں دیں

وعدہا شاں کرد و پیشین ہم بداد
ان سے وعدے کئے اور پیشگی بھی دے دیے

بندگاں و اسپان و نقد و جنس و زاد
غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ

بعد ازاں شاں گفت ہیں اے سابقاں[2]
اس کے بعد اس نے کہا آگاہ! اے ماہرو!

گر نزوں[2] آئید اندر امتحاں
اگر تم امتحان میں بازی لے گئے

برفشانم بر شما چندیں عطا
تم پر اس قدر عطا نثار کروں گا

کہ بدرد پردۂ جود و سخا
کہ بخشش اور عطا کا پردہ چاک ہو جائیگا

پس بگفتندش باقبالِ تو شاہ
تو انھوں نے کہا کہ اے شاہ آپ کے اقبال سے

غالب آئیم و شود کارش تباہ
ہم جیتیں گے اور اس (موسیٰؑ) کا کام تباہ ہو گا

ما دریں فن صفدریم و پہلواں
ہم اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں

کس ندارد پائے ما اندر جہاں
ہمارا ہم رتبہ دنیا میں کوئی نہیں ہے

ذکرِ موسیٰؑ بندِ خاطر ہا شدست
موسیٰؑ کا ذکر (پیش) (کا موجب) بن گیا ہے

کایں حکایتہاست کہ پیشیں بد شدست
کیونکہ اس قسم کے قصے پہلے بھی ہوئے ہیں

ذکرِ موسیٰؑ بہر روپوشستیک
موسیٰؑ کا ذکر (نمونہ) چھپانے کے لئے ہے لیکن

نورِ موسیٰؑ نقد تست اے مرد نیک
اے بھلے آدمی! موسیٰؑ کا نور تیرا مقصود ہے

موسیٰؑ و فرعون در ہستیِ تست
موسیٰؑ اور فرعون تیرے وجود میں ہیں

باید ایں دو خصم را در خویش جست
ان دو مقابل شخصیتوں کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہئے

تا قیامت ہست از موسیٰؑ نتاج
موسیٰؑ کا سلسلہ قیامت تک کے لئے ہے

نورِ دیگر نیست دیگر شد سراج
روشنی دوسری نہیں ہے چراغ دوسرا ہے

---

[1] تشریفیہا: خلعتیں۔ دو قبر خصم او: یعنی حضرت موسیٰؑ پر غالب آنے کے بارے میں مشورہ۔ یعنی وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس سے روانہ ہو گئے۔ انتظار: یعنی وہ منتظر تھے کہ کوئی وقت آئے تو ہم حضرت موسیٰؑ پر ایمان کا اظہار کر دیں۔ سابقاں: بازی لے جانے والے۔

[2] نزوں آئید: یعنی اگر تم حضرت موسیٰؑ پر غالب آجاؤ گے۔ کہ بدرد: یعنی اس قدر دوں کا جو حد سے بڑھا ہوا ہوگا۔ کارش: یعنی حضرت موسیٰؑ کا کام۔ صفدریم: یعنی ہم صف لکھن ہیں۔ پائے ما: ہمارا مرتبہ۔ ذکرِ موسیٰ: حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے قصے سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے لیکن مقصود محض قصہ نقل کرنا نہیں ہے قصہ تو پردہ ہے۔

[3] ذکرِ موسیٰ: اس قصہ کے ماتحت جو حقائق ہیں وہ مقصود ہیں قصہ تو محض آڑ کے لئے ذکر کیا گیا ہے مقصود اصلی تو وہ نور ہے جو حضرت موسیٰؑ کو عطا کیا گیا تھا۔ تا قیامت۔ ہر نبی کا نور امت کے کسی ولی میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور جس صفت خاص کا کوئی نبی مربوب ہوتا ہے اسی صفت کا کوئی ولی بھی مربوب ہوتا ہے۔

ایں[1] سفال و ایں فتیلہ دیگرست
یہ دیا اور یہ بتی دوسری ہے

لیک نورش نیست دیگر زاں سرست
لیکن اس کا نور دوسرا نہیں وہی ہے

گر نظر در شیشہ داری گم شوی
اگر تو نے شیشہ پر نظر رکھی تو گم ہو جائے گا

زانکہ از شیشہ است اعداد و دوئی
کیونکہ شیشہ سے تعدد اور دوئی پیدا ہوتی ہے

ور نظر بر نور داری وارہی
اگر تو نور پر نظر رکھے گا، نجات پا جائے گا

از دوئی و اعدادِ جسم اے منتہی
اے باکمال! جسم کی دوئی اور تعدد سے

از نظرگاہ است اے مغزِ وجود[2]
اے خلاصۂ کائنات! نقطۂ نظر کی وجہ سے ہے

اختلاف مؤمن و کبر و جہود
مومن اور آتش پرست اور یہودی کا اختلاف

اختلاف کردن در چگونگی و شکلِ پیل در شبِ تار

اندھیری رات میں ہاتھی کی شکل اور کیفیت میں اختلاف کرنا

پیل اندر خانۂ تاریک بود
ہاتھی ایک اندھیرے گھر میں تھا

عرضہ را آوردہ بودندش ہنود
ہندوستانی اس کو پیش کرنے کیلئے لائے تھے

از برائے دیدنش مردم بسے
بہت سے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے

اندراں ظلمت ہمی شد ہر کسے
ہر شخص اندھیرے میں گھس آیا

دیدنش[3] با چشم چوں ممکن نبود
چونکہ اس کو آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہ تھا

اندراں تاریکیش کف می بسود
اندھیرے میں اس پر ہاتھ پھیرتا تھا

آں یکے را کف بخرطومش اوفتاد
ایک کا ہاتھ سونڈ پر پڑا

گفت ہمچو ناودانست ایں نہاد
اس نے کہا، یہ جسم پرنالے کی مانند ہے

آں بر و چوں باد بیزن شد پدید
اس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

آں یکے را دست بر گوشش رسید
ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا

گفت شکلِ پیل دیدم چوں عمود
اس نے کہا میں نے ہاتھی کو ستونوں جیسا دیکھا ہے

آں یکے را کف چو بر پایش بسود
ایک کا ہاتھ جب اس کے پیر پر لگا

گفت خود ایں پیل چوں تختے بدست
اس نے کہا یہ ہاتھی تخت کی طرح کا ہے

آں یکے بر پشت او بنہاد دست
ایک نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا

فہم آں می کرد ہر جا می شنید
جہاں کہیں (ہاتھی کا نام) سنتا وہی خیال کرتا

ہمچنیں ہر یک بجزوے کو رسید
اسی طرح ہر شخص جو کسی ایک عضو تک پہنچا تھا

---

[1] ایں سفال۔ اشیاء ہیں بدلتے ہیں اور اس صنعت خانہ کا نور خود منتقل ہوتا رہتا ہے۔
شیشہ۔ یعنی تعینات۔ گم شوی۔ وحدت حقیقی ہاتھ سے چھوٹ جائے گی۔ زانکہ از شیشہ تعینات پر نظر تعدد اور دوئی کا سبب ہے اگر شیشہ مقصود نہ ہو بلکہ نور مدنظر ہو تو وحدت حقیقی نظر آئے گی۔ از نظرگاہ۔ مومن اور کافر کا نقطۂ نگاہ چونکہ جداگانہ ہو گیا اسی لئے ان میں اختلاف پیدا ہوا۔

[2] مغزِ وجود۔ چونکہ انسان خلیفۃ اللہ ہے لہذا وہ وجود کائنات کا مغز اور خلاصہ ہے۔ پیل۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ ایک چیز کے دیکھنے کے جب زاویے بدل جاتے ہیں تو اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ ہاتھی کو مختلف لوگوں نے مختلف زاویوں سے دیکھا تو ان کے عقیدے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہنود۔ ہندوستان کے رہنے والے۔ مولانا ہندوستانی مسلمانوں کو بھی لفظ ہنود سے تعبیر کرتے ہیں، ہندوستان کا ہاتھی مشہور تھا۔

[3] دیدنش۔ اندھیرے میں آنکھ سے دیکھنا ممکن نہ تھا اس لئے ہاتھی پر ہاتھ پھیر کر دیکھ رہے تھے۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ پرنالے.... ...سے مشابہ ہے۔ ناودان۔ پرنالہ۔ باد بیزن۔ پنکھا افشی۔ پنکھے بالکل ہاتھی کے کان کی طرح ہوتے ہیں۔ عمود۔ ستون۔ تخت۔ ہاتھی کی کمر

از نظر گہ گفتِ شاں شد مختلف
ان کی بات نقطۂ نظر کی وجہ سے مختلف ہو گئی

آں[1] یکے دالش لقب داد ایں الف
اس ایک نے اس کو دال کا لقب دیا، اس نے الف کا

در کفِ ہر یک اگر شمعے بُدے
ہر ایک کے ہاتھ میں اگر شمع ہوتی

اختلاف از گفتِ شاں بیروں شدے
تو ان کی باتوں سے اختلاف دور ہو جاتا

چشمِ[2] حس ہمچوں کفِ دست است و بس
حس کی آنکھ صرف ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے

نیست کف را بر کلِ او دسترس
ہتھیلی کی اس کے مجموعہ پر پہنچ نہیں ہے

جسمِ دریا دیگر ست و کفِ دگر
دریا کا وجود اور ہے اور جھاگ اور ہیں

کف بہل وز دیدہ در دریا نگر
جھاگ کو چھوڑ اور آنکھ سے دریا کو دیکھ

جُنبشِ کفہا ز دریا روز و شب
شب و روز جھاگوں کی حرکت دریا کی وجہ سے ہے

کف ہمی بینی و دریا نے عجب
تعجب ہے تو جھاگ کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں

ما[3] چو کشتیہا بہم برمی زنیم
ہم کشتیوں کی طرح آپس میں ٹکرا رہے ہیں

تیرہ چشیم و در آب روشنیم
ہم اندھی آنکھوں والے ہیں اور صاف دریا میں ہیں

اے تو در کشتیِ تن رفتہ بخواب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے

آب را دیدی نگر در آب آب
تو نے پانی کو دیکھ لیا، پانی کے پانی کو دیکھ

آب را آبیست کو میراندش
پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اس کو بلاتا ہے

روح را روحے ست کو میخواندش
روح کی ایک روح ہے جو اس کو بلاتی ہے

موسیٰؑ و عیسیٰؑ کجا بد کآفتاب
حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کہاں تھے جبکہ سورج نے

کشتِ موجودات را می داد آب
موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

آدمؑ و حوّا کجا بد آں زماں
اس وقت حضرت آدمؑ اور حوّا کہاں تھے

کہ خدا افگند ایں زہ در کماں
جبکہ خدا نے کمان پر یہ چلہ چڑھایا

ایں سخن ہم ناقص ست و ابتر ست
یہ بات بھی ناقص اور ادھوری ہے

آں سخن کہ نیست ناقص ہاں مَسُر
جو بات ناقص نہیں ہے، وہ ادھر کی ہے

گر بگویم زاں بلغزد پائے تو
اگر میں اس کے بارے میں کہوں تو تیرے پیر پھسل جائیں گے

ور نگویم ہیچ ازاں اے وائے تو
اور اگر انہیں سے تجھ سے بھی نہ کہوں تو تجھ پر افسوس ہے

---

[1] آں یکے: چونکہ ہاتھی کا تصور سب کے ذہنوں میں مختلف تھا اس لئے انھوں نے اس کو مختلف عبارتوں سے تعبیر کیا کسی نے مثلاً اس کو دال کہا تو کسی نے اس کو الف کہا۔

[2] چشمِ حس۔ انسان کی حسی آنکھ ان لوگوں کی ہتھیلی کی طرح ہے جیسے ان کی ہتھیلی کی دسترس ہوتی ہے ماقبل پر ہتھیلی اسی طرح یہ ظاہری آنکھ کسی چیز کی پوری حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی ہے۔ کف گر۔ مراد ناکف دست سے کف دریا کی طرف منتقل ہو گئے ہیں اور مقصود وہی ہے کہ حقیقت شناسی ہونی چاہئے نہ کہ ظاہر پرستی۔ جسم دریا۔ یعنی وجود ہیولیٰ۔ کف۔ یعنی جسم عنصری جیسے کفہا۔ انسانی اجسام روح کی وجہ سے متحرک ہیں لیکن افسوس کہ انسان تن پروری کرتا رہتا ہے اور روح سے غفلت برتتا ہے۔

[3] ما چو کشتیہا۔ اجسام کو پہلے کف دریا سے تعبیر کیا تھا۔ اب اگر کشتیوں سے تعبیر کیا ہے۔ آب روشن۔ روح۔ آئے تو اگر انسان کو روح کا مشاہدہ ہو گیا ہے تو اب اس کو آگے قدم بڑھا کر ذات حق کا مشاہدہ کرنا چاہیے۔ آب آب۔ روح الارواح، ذات حق۔ آبیست یعنی روح کیلئے افاضۂ حیات کرنے والی ذات موسیٰؑ و عیسیٰؑ۔ افاضۂ حیات کرنے والی

ذات کی قدامت کا بیان ہے کہ وہ ذات قدیم ہے۔ کہ خدا یعنی کائنات کو حیات بخشنے والی۔ ایں سخن یعنی ذات حق کی جو تعبیرات ہم نے کی ہیں۔ آں سخن۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے جو تعبیرات فرمائی ہیں قرآن مجید میں۔ اگر ہم۔ اب اگر ہم نے ان کی ذات و صفات کو بیان کیا جائے تو اسی مثال پر ڈال جائے گے اور اگر ان کا بالکل ذکر نہ کیا جائے تو یہ بھی خوفناک بات ہے

وَر بگویم در مثالِ صورتے
اگر میں کسی صورت کی مثال میں (اسکی منتہا) بتلاؤں

برہماں صورت بچپی اے فتے
اے نوجوان! تو بھی صورت پر چپک جائے گا

بستہ[1] پائی چوں گیاہ اندر زمیں
تو گھاس کی طرح زمین میں پابستہ ہے

سر بجنبانی ببادے بے یقیں
بغیر یقین کے ہوا سے سر ہلاتا ہے

لیک پایت نیست تا نقلے کنی
لیکن تیرے پاؤں نہیں ہیں کہ تو منتقل ہو جائے

یا مگر پارا ازیں گل بر کنی
یا تو اس مٹی سے پاؤں باہر نکال لے

چوں کنی پارا حیاتت زیں گل ست
تو پاؤں کیسے نکال سکتا ہے تیری زندگی اسی مٹی سے ہے

ایں حیاتت را رَوِش بس مشکل ست
تیری اس زندگی کے لئے روانی بہت مشکل ہے

چوں[2] حیات از حق بگیری آروی
اے سیراب! جب تو فائدہ (فیاضی) سے زندگی حاصل کریگا

پس غنی گردی ز گل در دل روی
تو مٹی سے بے نیاز ہو جائیگا، دل کی دنیا میں پہنچ جائیگا

فارغ و مستغنی از گل سوئے دل
مٹی سے فارغ اور بے نیاز ہو کر دل کی طرف

می روی بے قید و حُر از اہلِ گل
بغیر پابندی کے اور مٹی والوں سے آزاد ہو کر تو پڑیگا

شیر خوارہ چوں ز دایہ بگسلد
دودھ پیتا بچہ جب دایہ سے تعلق توڑتا ہے

لوت خوارہ شد مر اُو را می ہلد
غذا خور بن جاتا ہے اور اس دایہ کو چھوڑ دیتا ہے

بستۂ[3] شیرِ زمینی چوں جنوب
جنوں کی طرح تو زمین کے دودھ سے وابستہ ہے

جو فطامِ خویش از قوت القلوب
دلوں کی خوراک کے ذریعہ اس دودھ کو چھوڑنے کی کوشش کر

قوتِ حکمت خور کہ شد نورِ منیر
دانائی کی غذا کھا، کیونکہ وہ چمکتا ہوا نور ہے

اے تو نورِ بے حجب را ناپذیر
اے وہ کہ تو بے حجاب نور کو نہ قبول کرسکنے والا ہے

تا پذیرا گردی اے جاں نور را
اے جان! تاکہ تو نور کو قبول کرنیوالا بن جائے

تا بہ بینی بے حجب مستور را
تاکہ تو چھپے ہوئے کو بغیر پردوں کے دیکھ لے

چوں ستارہ سیر بر گردوں کنی
تو ستارے کی طرح آسمان پر سیر کرے

بلکہ بر گردوں سفر بے چوں کنی
بلکہ آسمان پر تو بے کیف سفر کرے

آں چناں کز نیست در ہست آمدی
اس طرح جیسے تو عدم سے وجود میں آیا ہے

ہیں بگو چوں آمدی مست آمدی
ہاں بتا کیسے آیا ہے؟ تو بے ہوش آیا ہے

---

[1] بستہ پائی: عوام تقلید کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اور مثالات کے بیان پر یقین کے بغیر یقین کے اظہار کے لئے گھاس کی طرح سر ہلانے لگتے ہیں۔ ایک عوام تقلید سے تحقیق کی طرف منتقل ہونیکے لئے پیشقدمی نہیں کرتے ہیں، کم از کم تقلید ہی کو ترک کرتے ہیں۔ چونکہ غنی جبکہ انسان سفلی زندگی کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لئے اس زندگی کو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔

[2] چوں حیات۔ اگر انسان اس سفلی زندگی کو خیرباد کہدے تو وہ دل کی دنیا میں پہنچکر فیروز و سعادت حاصل کرسکتا ہے۔ فقیر خوارہ بچہ کو جب تک لذیذ غذائیں نہیں ملتی ہیں دایہ کو پکڑا رہتا ہے جب غذائیں ملنے لگتی ہیں تو دایہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے اسی طرح انسان جب تک — عالم سفلی سے پیٹا ہوا ہے اسرار کی لذت سے بے خبر ہے جب وہ لذت حاصل ہونے لگے گی تو عالم سفلی کو نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھے گا۔

[3] بستۂ: بچہ زمین سے غذا حاصل کرتا ہے، اسی طرح انسان عالم سفلی سے غذا حاصل کرنے کا عادی ہو گیا حالانکہ اسکی اصلی غذا وہ ہے جو دل اور روح کی غذا ہے جو عالم ملکوت سے حاصل ہوتی ہے۔ قوت حکمت۔ تو دل کی غذا حکمت اور پند و موعظت سے حاصل کرلے، انکے الفاظ میں وہ نور پوشیدہ ہے جو اصل غذا ہے پھر استعداد پیدا ہو جانے پر براہ راست اُسے غذا حاصل ہونے لگے گی۔ تا بہ بینی۔ رفتہ رفتہ یہ استعداد پیدا ہو جائے گی جس سے نشاۃ ثانیہ حاصل ہو جائے گا۔ چوں ستارہ۔ پھر عالم ملکوت کی سیر حاصل ہو جائے گی۔ آسمان۔ عالم ملکوت کی طرف تمہارا اعراج سفر اسی طرح ہوگا جس طرح اس عالم سے اس عالم کی طرف نزول سفر ہوا لیکن یہ سفر ہوگا تمہاری روح ہی میں ہوگا اس لئے تمہیں وہ سفر ملے گا جو اس سفر کے ملکر نیکے راستے ہیں۔

راہہائے آمدن یادت نماند
تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے

لیک رمزے بر تو بر خواہیم خواند
لیکن میں تجھے ایک اشارہ کرتا ہوں

ہوش[1] را بگذار و آنگہ ہوشدار
ہوش کو چھوڑ دے، پھر ہوشیار بن جا

گوش را بر بند و آنگہ گوشدار
کان کو بند کرلے پھر کان لگا

نے بگویم زانکہ تو خامی ہنوز
کیا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ تو ابھی کچا ہے

در بہاری و ندیدستی تموز
تو موسم بہار میں ہے اور تو نے موسم گرما نہیں دیکھا ہے

این[2] جہاں ہمچو درخت است اے کرام
اے بزرگو! یہ دنیا درخت کی طرح ہے

ما بر و چوں میوہائے نیم خام
اور ہم اس پر پیدا ہونے والے پھل کی طرح ہیں

سخت گیرد خامہا مر شاخ را
پکوں کی گرفت شاخ پر سخت ہوتی ہے

زانکہ در خامی نشاید کاخ را
کیونکہ کچے پن میں (شاہی) محل کے لائق نہیں ہوتا ہے

چونکہ پخت و گشت شیریں لب گزاں
جب پک گیا اور مونہوں کو چپکانے والا شیریں بن گیا

سست گیرد شاخہا را بعد ازاں
اسکے بعد شاخوں سے گرفت ڈھیلی کرلیتا ہے

چوں ازاں اقبال شیریں شد دہاں
جب اس خوش نصیبی کی وجہ سے منہ میٹھا ہوجاتا ہے

سرد شد بر آدمی ملک جہاں
دنیا کا ملک انسان کے لئے بے وقعت ہوجاتا ہے

سخت گیری و تعصب خامی ست
سخت گیری اور تعصب کچا پن ہے

تا جنینی کار خوں آشامی ست
جب تک تو پیٹ کا بچہ ہے (تیرا) کام خون پینا ہے

چیز[3] دیگر ماند اما گفتنش
دوسری چیز رہ گئی لیکن اس کا بتانا (میرا) کام نہیں ہے،

با تو روح القدس گوید تشش
وہ تجھے روح القدس بتائے گا نہ کہ میں

نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن
نہیں، تو خود ہی اپنے کان میں کہے گا

بے من و بے غیر من اے ہم تو من
میرے اور میرے غیر کے علاوہ اے وہ کہ تو میں ہے

ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی
جیسا کہ جب تو سوجاتا ہے

تو ز پیش خود بہ پیش خود شوی
تو اپنے آگے سے خود اپنے آگے جاتا ہے

---

[1] ہوش را بگذار۔ اگر تم اس آنے کے سفر کی باتیں یاد کرنا چاہتے ہو تو جسمانی اور آدمی ہوش و حواس کو ختم کر کے روحانی ہوش اختیار کرو اور ان جسمانی کانوں کو بند کرے روح کے کان کھول لو پھر تمہیں باتیں یاد آجائیں گی اور عہد الست کی آواز سن لوگے۔ نے بگویم میں نے تمہیں بتا دیا کہ تم میں ابھی خامی ہے تم نے دنیا کی بہار دیکھی ہے مگر برسات کی گرمی نہیں سہی ہے۔

[2] این جہاں۔ انسان اور دنیا کی مثال درخت اور پھل کی سی ہے پھل جب تک کچا ہوتا ہے شاخ سے اس کا جوڑ مضبوط اور سخت ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ پکتا ہے شاخ کا اور اس کا تعلق کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح تمام انسان دنیا کو چپٹا رہتا ہے اگر اس میں پختگی آجاتی ہے تو دنیا سے تعلق کمزور ہوجاتا ہے۔

تا جنینی۔ پیٹ کا بچہ جب تک پیٹ سے چپٹا ہوا ہے اس کی غذا خون ہے جب وہ باہر آجاتا ہے تو پھر وہ دودھ پیتا ہے جو بہترین غذا ہے۔ اسی طرح جب تک انسان دنیا سے چپٹا ہوا ہے اس کی غذا خوں جیسی نجس چیز رہتی ہے۔

[3] چیز دیگر۔ کچھ اسرار تو میں نے بتا دیئے لیکن کچھ ایسے ہیں کہ میں نہیں بتا سکتا ہوں وہ تجھے روح القدس بتائیگا۔ روح القدس سے مراد یہاں جبرئیل نہیں ہیں کیونکہ ان کا کہنا اور بتانا تو صرف انبیاء کے ساتھ خاص ہے بلکہ

خلیفۃ القدس کے دوسرے معنی مراد ہیں تے۔ فرماتے ہیں کہ وہ باتیں نہ میں بتاؤں گا نہ کوئی فرشتہ بلکہ خود تجھے وہ مقام حاصل ہوگا کہ تو خود اپنے آپ کو بتائے گا اے ہم تو من۔ یعنی تو میرے لئے ایسا ہے کہ من و تو کا امتیاز ختم ہوگیا ہے۔ ہمچو۔ یہ بات کہ ایک مقام پر پہنچ کر اسرار خداوندی کے بارے میں انسان خود کہنے والا اور خود سننے والا ——— بن جاتا ہے اس کو اس مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خواب کی حالت میں جب انسان ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف جاتا ہے تو یہ مقامات خارج میں نہیں ہوتے ہیں خود اس کے اندر ہوتے ہیں تو گویا کہ وہ چلنے والا خود اپنے پاس سے چل کر اپنے پاس گیا ہے۔

بشنوی[1] از خویش و پنداری فلاں
تو اپنی طرف سے سنتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ فلاں نے

باتو اندر خواب گفتست آں نہاں
وہ پوشیدہ راز خواب میں تجھ سے کہا ہے

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق
اے اچھے دوست! تو ایک نہیں ہے

بلکہ گردونی و دریائے عمیق
بلکہ تو آسمان ہے، اور گہرا سمندر ہے

آں توئی زفتت کہ آں نہ صد توست
وہ تیری موٹی شخصیت جو تیرا نو سو گنا ہے

قلزم ست و غرقہ گاہِ صد توست
سمندر ہے اور تیری سو شخصیتوں کی ڈوب جانے کی جگہ ہے

خود[2] چہ جائے حد بیداری و خواب
بیداری اور نیند کا خود کیا ٹھکانا ہے

دم مزن و اللہ اعلم بالصواب
خاموش ہو جا، اور اللہ بہتر جانتا ہے

دم مزن تا بشنوی از دم زناں
دم نہ مار تاکہ تو دم مارنے والوں سے سن لے

انچہ ناید در بیان و در زباں
وہ جو بیان اور زبان میں نہیں سما سکتا ہے

دم مزن تا بشنوی زاں آفتاب
دم مت مار تاکہ تو اس آفتاب سے سن لے

انچہ ناید در کتاب و در خطاب
وہ جو لکھنے اور بیان کرنے میں نہیں آسکتا

دم مزن تا بشنوی زاں مہ لقا
دم مت مار تاکہ تو سن لے اس ماہ رُخ سے

الصلا اے پاکبازاں الصلا
آؤ، اے پاکبازو! آؤ

دم مزن تا بشنوی اسرارِ حال
دم مت مار تاکہ تو حالات کے اسرار سن لے

از زبانِ بے زبان کہ قم تعال
بے زبان کی زبان سے کہ کھڑا ہو، آجا

دم مزن تا دم زند بہرِ تو روح
دم نہ مار تاکہ تیرے لئے روح کہے

آشنا بگذار در کشتیِ نوحؑ[3]
تیرا چھوڑ دے، نوح کی کشتی میں آجا

ہیچو کنعاں کاشنا می کرد او
کنعان کی طرح (نہ بن) کہ وہ تیرتا تھا

کہ نخواہم کشتیِ نوحِ عدو
کہ میں دشمن نوح کی کشتی پسند نہیں کرتا ہوں

دعوت کردنِ نوح علیہ السلام پسر را و سر کشیدن او کہ
حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹے کو بلانا اور اس کی سرکشی کرنا کہ میں

کہ بر سرِ کوہ روم و چارہ کنم و منت تو نکشم
پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا اور تدبیر کروں گا اور تیرا احسان نہ اٹھاؤں گا

ہیں بیا در کشتی بابا نشیں
خبردار! آجا بابا کی کشتی میں بیٹھ جا

تا نگردی غرقِ طوفاں اے ذہیں
اے ذلیل! تاکہ تو طوفان میں نہ ڈوبے

[1] بشنوی۔ انسان خواب میں سنتا ہے کہ کوئی دوسرا اس سے باتیں کر رہا ہے حالانکہ وہ کوئی دوسرا نہیں ہے بلکہ وہ خود دیکھ رہا ہے اور خود سن رہا ہے۔ آں توئی۔ آنے جانے کے مختلف مقامات، مخاطب اور متکلم کا امتیاز، یہ سب کچھ خود انسان کے اندر موجود ہے۔ انسان بظاہر عالم صغیر ہے لیکن فی الواقع یہ عالم کبیر ہے۔ انسان کی شخصیت سینکڑوں شخصیتوں کا مجموعہ ہے اور گہرا سمندر ہے۔

[2] خود۔ انسان بیداری اور خواب کی حالت میں ایک لامحدود شخصیت ہے۔ دم مزن۔ ان اسرار کے بارے میں انسان کو خاموشی اختیار کرنی چاہیئے جب تک خود اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر نہ فرمادے۔ بیان۔ یہ اسرار تحریر و تقریر میں نہیں سما سکتے۔ قم تعال۔ کھڑا ہو آجا جب تک یہ مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ آجائے اس وقت تک ان اسرار کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ روح۔ یعنی مرشد۔

[3] آشنا بگذار۔ یعنی اپنے دعوے ترک کردے اور مرشد کا سہارا لے لے۔ ہیچو کنعاں۔ حضرت نوح کے لڑکے کنعان نے سہارا پسند نہ کیا تو تباہ ہوا۔ بابا۔ یعنی حضرت نوح۔ مبین۔ ذلیل۔

گفت نے من آشنا[1] آموختم
اس نے کہا نہیں میں نے تیرا سیکھا ہے

من بجز شمع تو شمع افروختم
میں نے تیری شمع کے علاوہ شمع روشن کرلی ہے

ہیں مکن کایں موج طوفانِ بلاست
خبردار ایسا نہ کر کیونکہ یہ موج بلا کا طوفان ہے

دست و پا را آشنا امروز لاست
آج تیرے ہاتھ پیر کچھ نہیں ہیں

بادِ قہرست و بلائے شمع کش
یہ قہر کی ہوا ہے اور شمع کو بجھانے والی بلا ہے

جز کہ شمعِ حق نمی یابد خمش
اللہ (تعالیٰ) کی شمع کے علاوہ کوئی شفیع نہیں پہنچ پہچان جا

گفت نے رفتم برآں کوہِ بلند[2]
اس نے کہا نہیں! میں بلند پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا

عاصم ست آں کہ مرا از ہر گزند
وہ پہاڑ مجھے ہر مصیبت سے بچانے والا ہے

ہیں مکن کہ کوہ کاہ ست ایں زماں
خبردار! یہ نہ کر اس وقت پہاڑ تنکا ہے

جز حبیب خویش را ندہد اماں
وہ اپنے دوست کے علاوہ کسی کو پناہ نہ دیگا

گفت من کے پندِ تو بشنودہ ام
اس نے کہا میں نے تیری نصیحت کب سنی ہے؟

کہ مطمع کردی کہ من زیں دودہ ام
تو نے یہ سوچا ہے کہ میں اس خاندان کا ہوں

خوش نیامد گفتِ تو ہر گز مرا
تیری گفتگو ہرگز مجھے پسند نہیں آئی

من بری ام از تو در ہر دو سرا
میں تجھ سے دونوں جہان میں بیزار ہوں

ہیں مکن بابا کہ روزِ ناز نیست
خبردار بابا یہ نہ کر یہ ناز کا دن نہیں ہے

مر خدا را خویشی و انباز نیست
خدا کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے

تا کنوں کردی و ایں دم ناز کیست
تو نے (اب تک ناز) کیا اور یہ نازک وقت ہے

اندریں درگاہ کسے را ناز کیست
اس دربار میں کسی کو ناز کا حق (کب) ہے؟

لَمْ یَلِدْ[3] وَلَمْ یُوْلَدْ ست او از قدم
(اللہ کے بیٹا پیدا ہوا نہ کسی کے بیٹا ہونا ازل سے)

نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم
نہ باپ رکھتا ہے نہ بیٹا اور نہ چچا

نازِ فرزنداں کجا خواہد کشید[4]
(وہ اولاد کا (سا) ناز کہاں برداشت کریگا؟

رازِ بابایاں کجا خواہد شنید
باپوں کا راز کہاں سنے گا؟

نیستم مولود پیرا کم بناز
(خلاصہ ترجمہ) میں بیٹا نہیں ہوں اے بوڑھے ناز نہ کر

نیستم والد جوانا کم گراز
میں باپ نہیں ہوں اے جوان! نہ اکڑ

نیستم شوہر نیم من شہوتی
میں شوہر نہیں ہوں میں شہوت والا نہیں ہوں

نازرا بگذار اینجا اے ستی
اے خاتون! اس جگہ ناز کو چھوڑ دے

---

[1] آشنا۔ شناوری تیرکی۔ فتح۔ یعنی تدبیر شمع افروختم۔ یعنی میں نے بچنے کی یہ تدبیر سوچی ہے کہ تیروں گا۔ لاشد۔ معدوم۔ خمش۔ چپ ہوجا۔

[2] کوہِ بلند۔ قرآن پاک میں کنعان کا مقام مذکور ہے سآوی الی جبل یعصمنی من الماء میں پہاڑ پر پناہ گزین ہوجاؤنگا۔ وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ نہ دہد اماں یعنی خدا امن نہ دے گا۔ دودہ۔ خاندان۔ مر خدا را۔ ناز کی بنیاد رشتہ داری اور شرکت وغیرہ پر ہوتی ہے۔ ناز کیست پہلے مصرع میں یعنی "ناز کی است" ہے اور دوسرے مصرع میں یعنی "نانہ کے است" ہے۔

[3] نازِ فرزنداں۔ جبکہ وہ لَمْ یَلِدْ اور لَمْ یُوْلَدْ ہے تو اس کی جناب میں نہ بیٹوں کے ناز کی گنجائش ہے نہ باپوں کے راز کی گنجائش ہے۔ پیرا۔ اے بوڑھے۔ گراز۔ گراز یدن اکڑ کر چلنا۔ شہوتی۔ مرد نہ خواہش کی بنیاد پر مرد عورت کی ناز برداری کرتا ہے ستی۔ عورت، بیوی۔

جز خضوع و بندگی و اضطرار[1]
سوائے عاجزی اور غلامی اور بیچارگی کے

گفت بابا سالہا ایں گفتۂ
اُس نے کہا، ابا تم نے یہ سالہا کہا ہے

چند از نیہا گفتۂ با ہر کسے
تم نے ہر شخص سے یہ باتیں بہت کہی ہیں

ایں دمِ سردِ تو در گوشم نرفت
تمہاری یہ بے اثر بات میں نے نہیں سنی

گفت بابا چہ زیاں دارد اگر
(حضرت نوحؑ نے) فرمایا بابا کیا حرج ہوگا اگر

ہمچنیں میداد او پندِ لطیف
وہ اسی طرح مشفقانہ نصیحت کرتے رہے

نے پدر از نصحِ کنعاں سیر شد
نہ تو باپ کا کنعان کو نصیحت کرنے سے پیٹ بھرا

اندریں گفتن بدند و موجِ تیز
وہ اسی گفتگو میں تھے اور تیز موج نے

نوحؑ گفت اے بادشاہِ بُردبار
نوحؑ نے عرض کیا، اے حلیم بادشاہ!

وعدہ کردی مر مرا تو بارہا
تو نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا

دل نہادم بر اُمیدت من سلیم[2]
مجھ بھرے نے تیری اُمید پر بھروسہ کیا

گفت اُو از اہلِ تو خویشانت نبود
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا وہ تیرے اہل اور اپنوں میں سے

چونکہ در دندانِ تو کرمِ اُو فتاد
جب تیرے دانت میں کیڑا لگ گیا

اندریں حضرت ندارد اعتبار
اِس دربار میں کسی کا اعتبار نہیں ہے

باز میگوئی بجہل آشفتۂ
پھر کہتے ہو، نادانی سے بہکے ہوئے

تا جوابِ سرد بشنودی بسے
حتیٰ کہ بہت سے بے مروتی کے جواب سنے ہیں

خاصہ اکنوں کہ شدم دانا و زفت
خصوصاً اب جبکہ میں عقلمند اور بڑا ہو گیا ہوں

بشنوی یک بار تو پندِ پدر
ایک بار تو باپ کی نصیحت مان لے گا

ہمچناں می گفت اُو دفعِ غلیف
وہ اسی طور پر سختی سے انکار کرتا رہا

نے دمے در گوشِ آں ادبیر[3] شُد
نہ کوئی بات اُس بدبخت کے کان میں پڑی

بر سرِ کنعاں زدو شد ریز ریز
کنعان کے سر پر ضرب لگائی اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا

مر مرا خر مُرد و سیلت بُرد بار
میرا گدھا مرا اور تیرا سیلاب سامان بہالے گیا

کہ بیا با اہلت از طوفاں رہا
کہ تیرے اہل طوفان سے نجات پائیں گے

پس چرا بر لبودِ سیل از من گلیم
پھر طوفان میری کملی کیوں بہالے گیا؟

خود ندیدی تو سفیدی از کبود
تو نے خود سفید کو نیلے سے ممتاز نہ کیا

نیست دنداں بر کنش اے اُستاد
وہ دانت نہیں ہے اے اُستاد! اسکو اکھاڑ دے

---

[1] مجز۔ اللہ کے دربار میں صرف عاجزی اور ناری کام دیتی ہے۔ گفت بابا۔ یعنی کنعان نے حضرت نوحؑ سے کہا جواب سرد۔ یعنی تلخ جواب۔ دمِ سرد۔ بے اثر بات۔ دانا یعنی جبکہ بچپن میں ہو کر کمزوری اور نادانی کا وقت ہوتا ہے تمہارا کہنا نہ مانا تو اب طاقت اور عقل کیوقت کیسے مان سکتا ہوں۔ زیاں۔ نقصان۔

[2] اور ہیر۔ بدبخت۔ سوءِ ختم۔ قرآن پاک میں ہے وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ اور حائل ہو گئی اُن دونوں (کنعان اور حضرت نوحؑ) کے درمیان موج اور وہ ڈوب گیا۔ خر مرگ۔ یہ محاورہ پوری تباہی اور بربادی کے وقت بولا جاتا ہے۔

[3] سلیم۔ بھولا انسان۔ حلیم۔ کل۔ گلیم۔ بُردن۔ لوٹ لینا گفت۔ اللہ نے فرمایا قرآن پاک میں ہے۔ یا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ اے نوحؑ وہ تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں سے نہیں ہے اُس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔ چونکہ جب کوئی عضو بیکار ہو جائے تو اُس کو جدا کر دینا ضروری ہو جاتا ہے ورنہ تمام جسم پر خراب اثرات پڑتے ہیں۔

تاکہ باقی تن نگردد زار ازو
تاکہ باقی جسم اس سے کمزور نہ بنے

گرچہ بود آنِ تو شو بیزار ازو
اگرچہ وہ تیرا تھا تو اُس سے بیزار ہو جا

گفت[1] بیزارم ز غیرِ ذاتِ تو
عرض کیا تیری ذات کے غیر سے میں بیزار ہوں

غیر نبود آنکہ باشد مماتِ تو
جو تجھ میں فنا ہو گیا وہ غیر نہ ہوگا

تو همی دانی کہ چونم با تو من
تو جانتا ہے کہ میرا تجھ سے کیا تعلق ہے

بیست چند انم کہ باراں چمن
اس سے بیش گنا ہے جو چمن کو بارش سے ہے

زندہ از تو شاد از تو عائلے
(میں) تجھ سے زندہ، تجھ سے خوش ہوں ایک محتاج (ہوں)

مُتّقِندی بے واسطہ بے حائلے
بغیر کسی واسطہ (اور) بغیر کسی حائل کے تجھ سے روزی پانے والا

مُتّصِل نے مُنفصِل نے اے کمال
اے (خداوندِ) کمال (وہ) نہ مُجڑا ہوا ہے نہ جُدا

بلکہ بیچون و چگونہ و اعتلال
بلکہ اُسکا تجھ سے تعلق) بےمثل اور بے کیف اور بے علت ہے

ماہیانیم و تو دریائے حیات
ہم مچھلیاں ہیں اور تو زندگی کا سمندر ہے

زندہ ایم از لطف اے نیکو صفات
اے اچھی صفتوں والے (خداوند) تیری مہربانی سے ہم زندہ ہیں

تو نگنجی[2] در کنارِ فکرتے
تو عقل کے پہلو میں نہیں سماتا ہے

نے بمعلولی قرین چوں علتے
نہ معلول ہونے کی وجہ سے کسی علت کے والبتہ ہے

پیش ازیں طوفاں و بعدِ ایں مرا
اس طوفان سے پہلے اور اس کے بعد ہمیشہ سے لے

تو مخاطب بودۂ دَر ما جرا
(ہر) قصہ میں تو مخاطب ہے

با تو می گفتم نہ با ایشاں سخن
میں تجھ سے بات کرتا ہوں نہ کہ اُن سے

اے سخن بخشِ نو و آنِ کہن
اے آج والے اور گذرے ہوئے زمانہ میں بات کی طاقت عطا کرنے والے

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن
کیا عاشق دن رات باتیں نہیں کرتا ہے؟

گاہ با اطلال و گاہے با دمن
کبھی کھنڈروں اور کبھی کوٹھی سے

روی[3] در اطلال کردہ ظاہرا
بظاہر کھنڈروں کی طرف رُخ کر کے

اُو کرامی گوید آں مدحت کرا
وہ کس سے کہتا ہے (اور) کس کی تعریف کرتا ہے!

شکرِ طوفاں را کنوں بگماشتی
شکر ہے، اب تو نے طوفان مسلط کر دیا

واسطہ اطلال را برداشتی
کھنڈروں کا واسطہ اُٹھا دیا

زانکہ اطلال و لئیم و بد بدند
کیونکہ وہ کھنڈر اور کمینے اور بد تھے

نے ندائے نے صدائے می زدند
نہ پکارتے تھے نہ صدائے بازگشت دیتے تھے

---

[1] گفت بیزارم حضرت نوحؑ پر حقیقت واضح ہو گئی تو بیٹے کی برباری کا شکوہ ختم ہو گیا اور انھوں نے مغفرت شروع کر دی جس چمن بارش کا محتاج ہے۔ قائل، عیالدار مفلس۔ مُتقندی۔ فنا حاصل کرنیوالا۔ متصل نے۔ حضرت نوحؑ چونکہ ذاتِ باری میں فنا ہو چکے تھے تو انکو ذاتِ باری سے متصل بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اتصال دوئی کو چاہتا ہے اور منفصل بھی نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ۔ وصول الی اللہ کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔

[2] تو نگنجی۔ ذاتِ باری فکر و خیال سے بالاتر ہے۔ نے بمعلولی۔ ذاتِ باری کسی علت کی معلول نہیں ہے۔ پیش۔ طوفان سے پہلے اور طوفان کے بعد تو ہی میرا مخاطب ہے اور تو ہی ہر زمانہ میں بات کرنے کی توفیق عطا کرنیوالا ہے نئے کو عاشق۔ عاشق عموماً محبوب کے کھنڈرات اور نشانات سے گفتگو کیا کرتے ہیں لیکن دراصل روئے سخن محبوب کی طرف ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسروں سے بات کرتے وقت بھی ایسا روئے سخن تیری ہی طرف ہوتا ہے۔

[3] روی۔ عاشق کا رُخ گو محبوب کے ٹیلوں اور کھنڈرات کی طرف ہوتا ہے لیکن مقصود محبوب کا ذکر ہوتا ہے۔ اطلال۔ طلل کی جمع ہے، ٹیلہ، لشکر تیرا شکر ہے کہ اب تو نے ان اشخاص کو بھی غرق کر دیا جو

مَن[1] چناں اَطلال خواہم در خطاب
میں خطاب کے لئے ایسے کھنڈر چاہتا ہوں

کز صدا چوں کوہ واگوید جواب
جو پہاڑ کی طرح صدائے بازگشت سے جواب دیں

تا مُتمنّی بشنوم من نامِ تو
تاکہ میں تیرا نام مکرر سنوں

عاشقم بر نامِ جاں آرامِ تو
میں تیرے جان کو آرام دینے والے نام کا عاشق ہوں

ہر نبی زاں دُست وارد کوہ را
ہر نبی پہاڑ کو اسی لئے دوست رکھتا ہے

تا مُتمنّی بشنود نامِ ترا
تاکہ تیرے نام کو مکرر سنے

آں کہ پست[2] مثال سنگلاخ
وہ پست پہاڑ جو پتھریلی زمین جیسا ہے

موش را شاید نہ مارا در مناخ[3]
چوہے کے لائق ہے نہ کہ ہمارے

من بگویم اُو نگردد یارِ من
میں بولتا ہوں وہ میرا یار نہیں بنتا ہے

بے صدا ماند دمِ گفتارِ من
میرے بولنے کے وقت بغیر صدائے بازگشت کے رہ جاتا ہے

باز میں آں بہ کہ ہموارش کُنی
یہ بہتر ہے کہ تو اس کو زمین کے برابر کر دے

نیست ہمدم با عدم یارش کُنی
وہ ساتھی نہیں ہے اس کو عدم کا یار بنا دے

گفت اے نوحؑ ار تو خواہی جملہ را
فرمایا اے نوح! اگر تو چاہے (تو) سب کو

حشر گردانم برآرم از ثری[4]
از سر نو زندہ کر دوں، مٹی سے نکال لوں

بہرِ کنعانے[5] دلِ تو نشکنم
ایک کنعان کی وجہ سے میں تیرا دل نہ توڑوں گا

لیک از اَحوال آگاہ می کنم
لیکن تجھے حالات سے آگاہ کرتا ہوں

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا
عرض کیا نہیں نہیں، میں راضی ہوں کہ تو مجھے

ہم کنی غرقہ اگر باید ترا
بھی ڈبو دے اگر تیری مرضی ہو

ہر زمانم غرقہ می کُن من خوشم
تو مجھے ہر وقت ڈبوتا رہ میں خوش ہوں

حُکمِ تو جان ست و چوں جاں می کشم
تیرا حکم جان ہے اور میں جان کی طرح اس حکم کو برداشت کرتا ہوں

ننگرم کس را و گر ہم بنگرم
میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور اگر کبھی دیکھوں بھی

اُو بہانہ باشد و تو منظرم
وہ بہانہ ہوگا اور تو میرے پیش نظر ہوگا

عاشقِ صُنعِ توام در شکر و صبر
میں صبر و شکر کے ساتھ تیرے کام کا عاشق ہوں

عاشقِ مصنوع کے باشم چو بُہر
میں بت پرست کی طرح مصنوع کا کب عاشق ہوں؟

---

[1] من چناں۔ مجھے ایسے مخاطبوں کی ضرورت ہے جن سے صدائے بازگشت ملے یعنی میں تیرا ذکر کروں تو وہ بھی تیرا ذکر کریں۔ تا مُتمنّی۔ میں تیرا ذکر کروں اور وہ بھی تیرا ذکر کریں تو تیرا نام مکرر سنوں گا

[2] مناخ۔ پڑاؤ، ٹھکانا۔ من بگویم۔ دنیا داروں کے سامنے جب دین کی بات کی جاتی ہے تو وہ دم بخود رہ جاتے ہیں ایسے لوگ صلحا کی صحبت کے لائق نہیں ہیں۔ باز میں۔ ایسے پست فطرت لوگوں کا زیر زمین ہو جانا بہتر ہے۔

[3] گفت۔ حضرت نوح سے اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ اگر تیری خواہش ہے تو صرف کنعان کو ہی نہیں میں سب کو زندہ کر دوں۔ ثری۔ مٹی۔

[4] بہر کنعانے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ سے فرمایا تیرے بیٹے کنعان کے معاملے میں میں تیری دلشکنی نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ گفت۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ اب میں کنعان کی نجات کا خواہاں نہیں ہوں تیری مرضی پر راضی ہوں تیری مرضی ہو تو مجھے بھی غرق کر دے۔ حکم تو۔ تیرا حکم مجھے جان کی طرح پیارا ہے۔ ننگرم۔ تیری ذات کے سوا میں اگر کسی منظور

نظر نہیں ہے اگر کوئی دوسرا منظور نظر ہے وہ بھی تیرے لئے ہی ہے۔ عاشق۔ میں خدا اور اس کے اصل کا عاشق ہوں مخلوق کا عاشق نہیں ہوں۔ کبر۔ بت پرست غیر اللہ سے عشق کرتے ہیں۔

عاشقِ صُنعِ خدا با فَر بُود
اللہ کے فعل کا عاشق باعزت ہوتا ہے

عاشقِ مصنُوعِ اُو کافر بُود
اس کی بنائی ہوئی چیز کا عاشق کافر ہوتا ہے

درمیان[1] این و فرقے بس خفیت
ان دونوں باتوں میں بہت باریک فرق ہے

خود شناسد آنکہ در رُوبیت صفیت
وہ پہچانتا ہے جو تاڑنے میں نشانہ ہے

توفیق میانِ این[2] و حدیث کہ الرِّضا بِالکُفرِ کُفرٌ و حدیث

ان دو حدیثوں میں تطبیق کہ کفر بہ رضامندی کفر ہے اور دوسری

دیگر کہ مَن لَم یَرضَ بِقَضائِی وَلَم یَصبِر عَلیٰ بَلائِی

حدیث کہ جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری (طرف سے نازل شدہ) بلا پر صبر نہ کرے

فَلیَطلُب رَبًّا سِوائِی

اسکو چاہیے کہ میرے سوا وہ کوئی اور خدا تلاش کرے

دی سوالے کرد سائل مر مرا
کل ایک سوال کرنیوالے نے مجھ سے سوال کیا

زانکہ[3] عاشق بُود اُو بر ماجرا
کیونکہ وہ بحث کا عاشق تھا

گفت نکتہ الرِّضا بِالکُفرِ کُفر
اس نے کہا کفر پر رضامندی کفر ہے، کہتے ہے

این پیمبر گفت و گفتِ اُوست مہر
یہ پیغمبر نے فرمایا ہے اور ان کا فرمانا مہر ہے

باز فرمود اُو کہ اندر ہر قضا
پھر انھوں نے فرمایا کہ ہر قضا پر

مر مُسلماں را رِضا باید رِضا
مسلمان کو راضی ہونا چاہیے

نے قضائے حق بود کُفر و نفاق
کیا کفر اور نفاق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نہیں ہے؟

گر بدیں راضی شوم گردد شقاق
اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں، تو گمراہی ہوگی

ور نَیم راضی بُود آں ہم زیاں
اور اگر میں راضی نہیں ہوں یہ بھی نقصان ہوگا

پس چہ چارہ باشدم اندر میاں
تو اس میں میرے لئے کیا تدبیر ہے؟

گفتش این کفر مقضی[4] نے قضاست
میں نے اس سے کہا یہ کفر مقضی ہے قضا نہیں ہے

ہست آثارِ قضا این کفر راست
فی الواقع یہ کفر قضا کے آثار میں سے ہے

پس قضا را خواجہ از مقضی بدان[5]
اے خواجہ! قضا اور مقضی میں فرق سمجھ

تا شکالت دفع گردد در زماں
تاکہ فوراً تیرا اشکال دفع ہو جائے

اور قضا نہیں ہے، کفر قضاء خداوندی کا اثر ہے جو انسان کے کسب سے لسان میں ظاہر ہوتا ہے۔

---

[1] درمیان۔ یعنی خالق کو رب بنانے اور مخلوق کو رب قرار دینے میں۔ مقتی۔ مقتضب۔ ممتاز۔ توفیق۔ دونوں حدیثوں میں تعارض یہ ہے کہ ایک میں فرمایا کہ کفر پر راضی ہونا کفر ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا جو میری قضا پر راضی نہ ہو تو وہ میرا بندہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ کفر بھی خدا کی قضا ہے اس اشکال کا جواب پہلے اخبار پر مبنی ہے۔ پہلے اخبار میں کہا تھا کہ اللہ کے صنع اور فعل کا عاشق مومن ہے اور مصنوع اور مخلوق کا عاشق کافر ہے۔ اب سمجھنا چاہیے کہ قضاء کفر جو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اس پر رضا ضروری ہے اور یہ عین ایمان ہے اور کفر مقضی اور مخلوق ہے اس سے محبت کرنا کفر ہے لہٰذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

[2] زانکہ۔ وہ سوال کرنے والا بحث و مباحثہ کا عاشق تھا۔ مہر۔ یعنی قول رسول ؐ حجت اور دلیل ہے۔

[3] قضائے حق۔ یعنی کفر اور نفاق بھی اللہ کی قضا ہے اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں تو گمراہی ہو۔

[4] ور نَیم۔ یعنی اگر کفر اور نفاق پر راضی نہ ہوں تو دوسری حدیث کا مخالف ہوگا۔

[5] مقتضی نے قضا کفر خلق اور قضائے خداوندی سے پیدا شدہ چیز ہے اس کا فعل

راضیم[1] بر کفر زاں رُو کہ قضاست — نے ازاں رُو کہ نزاع و خبث ماست

میں کفر پر اس اعتبار سے راضی ہوں کہ وہ قضا ہے — نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ (خدا کے) جھگڑا اور ہماری خباثت ہے

کفر از روئے قضا خود کفر نیست — حق را کافر مخواں اینجا مایست

قضا کے اعتبار سے کفر، کفر نہیں ہے — اللہ (تعالیٰ) کو کافر نہ کہہ، اس جگہ نہ ٹھہر

کفر جہل ست و قضائے کفر علم — ہر دو یک کے باشد آخر خلم و حلم

کفر جہل ہے اور کفر کی قضا علم ہے — آخر بردباری اور غصہ دونوں ایک کب ہوتے ہیں؟

زشتی[2] خط زشتی نقاش نیست — بلکہ از وے زشت را بنمودنیست

خط کا بھدا پن نقاش کی برائی نہیں ہے — بلکہ اس کی جانب سے بھدے پن کی نمائش ہے

قوت نقاش باشد آنکہ او — ہم تواند زشت کردن ہم نکو

یہ تو نقاش کی مہارت ہوگی کہ وہ — وہ بھیانک بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی

گر کشایم بحث ایں را من بساز — تا سوال و تا جواب آید دراز

اگر میں ساز و سامان کے ساتھ اس بحث کو کھولوں — تاکہ سوال اور جواب دراز ہو جائے

ذوق نکتہ عشق از من میرود — نقش خدمت نقش دیگر می شود

عشق کے نکتہ کا ذوق مجھ میں سے جاتا رہے گا — (اور) خدمت کا نقش دوسرا نقش بن جائے گا

مثل[3] در بیانِ آنکہ حیرت مانعِ بحث و فکرت است

اس بیان میں ایک مثال کہ حیرت بحث اور فکر سے مانع ہے

آں یکے مردِ دو مو آمد شتاب — پیش یک آئینہ دارِ مستطاب

ایک کھچڑی بالوں والا شخص تیزی سے آیا — ایک بھلے آئینہ والے (نائی) کے پاس

گفت از ریشم سفیدی کن جدا — کہ عروسِ نو گزیدم اے فتیٰ

کہا میری داڑھی سے سفیدی کو ہٹا دے — کیونکہ اے نوجوان! میں نے نئی شادی کی ہے

ریش او ببرید و کل پیشش نہاد — گفت تو بگزیں مرا کارے فتاد

اس نے اس کی داڑھی کاٹ دی اور اس کے سامنے رکھ دی — کہا تو چن لے، مجھے ایک کام نکل آیا

---

[1] راضیم بحیثیت فعل خداوندی کے کفر پر راضی ہونا عین ایمان ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ ہمارے کسب سے وقوع میں آتا ہے اس پر راضی ہونا کفر ہے۔ کفر یہاں سے مولانا نے اشکال کا دوسرا جواب دینا شروع فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاء کفر، کفر نہیں ہے لہٰذا قضاء کفر پر رضا کفر پر رضا نہیں ہے، قضاء کفر کو اگر کفر قرار دیا جائے گا تو لازم آئے گا کہ اللہ خدا پر کافر کا اطلاق ماننا ہوگا اسلئے کہ قضا فعل خداوندی ہے اگر وہ کفر ہو تو جس ذات سے فعل قائم ہوتا ہے اس پر خالق کا اطلاق ہوتا ہے۔ کفر جہل ست۔ یہ اشکال کا تیسرا جواب ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قضاء کفر اور کفر دونوں دو جدا گانہ چیزیں ہیں۔ قضاء کفر از قبیل علم ہے اور کفر از قبیل جہل کہ لہٰذا دونوں حدیثوں کا مفہوم جدا گانہ ہے انمیں کوئی تعارض نہیں ہے۔ قضاء کفر کا علم ہونا یا تو اس طور پر ہے کہ قضاء خداوندی علم خداوندی پر مبنی ہے یا اس اعتبار سے کہ بندہ کے علم ہی پر یہ بات مبنی ہے کہ وہ خدا کو خالق کفر مانتا ہے اور کفر لامحالہ صفات خداوندی سے جہل پر مبنی ہے۔

[2] زشتی خط۔ یہ اشکال کا چوتھا حل ہے کفر بری چیز ہے اس پر رضا بندی کفر ہے لیکن قضاء کفر اور خلق کفر اللہ کے اعتبار سے صفت کمال ہے اس پر راضی ہونا کفر نہیں ہے بلکہ عین ایمان ہے جیسا کہ ایک خوشنویس ایک بھدی تحریر پر بھی قادر ہو ایک معمولی بھیانک تصویر کے بنانے پر بھی قادر ہو تو وہ بھدی تحریر اور بھیانک تصویر بری چیز ہے لیکن اسکا لکھنا اور بنانا خوشنویس اور مصور کا کمال ہے۔ اگر کشایم علم کلام کی بیشمار دقیق بحثیں نقش دیگر۔ علم کلام کی نکتہ آفرینیاں علماء عموماً اپنے علمی کمال کو ظاہر کرنے کیلئے کرتے ہیں ——— [3] مثل۔ اہل حال اور اہل قال میں فرق واضح کرنے کے لئے یہ قصہ نقل کیا ہے جس طرح تجار فضول نرالنس میں نہ لگا اسی طرح اہل حال بحث و مباحثہ میں وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔ دو مو۔ یعنی وہ شخص جس کے بال کھچڑی تھے۔ مستطاب۔ بزرگ پاکیزہ۔ عروس۔ دولہا۔ دولہن اور دولہا۔

ایں[1] سوال و ایں جواب است اے گزیں
اے برگزیدہ! یہ سوال اور یہ جواب ہے

کہ سرِ اینہا ندارد مردِ دیں
کیونکہ دیندار شخص اس قسم کی باتوں کو دھیان میں نہیں لاتا ہے

آں یکے زد سیلیے مر زیدرا
ایک شخص نے زید کے طمانچہ مارا

حملہ کرد او ہم برائے کیدرا
اُس نے بھی اس پر انتقام میں حملہ کر دیا

گفت سیلی زن سوالت می کنم
طمانچہ مارنے والے نے کہا میں تجھ سے ایک سوال کرتا

پس جوابم گوی وانگہ میزنم
اُس کا مجھے جواب دے، پھر مجھے مارلینا

برقفائے[2] تو زدم آمد طراق
میں نے تیری گدی پر مارا تو تڑاخ کی آواز آئی

یک سوالے دارم اینجا در وفاق
اُس کے مناسب یہاں میرا ایک سوال ہے

ایں طراق از دستِ من بود یا
یہ تڑاخ (کی آواز) میرے ہاتھ کی تھی یا

از قفا گاہِ تو اے مخرِ کیا
اے بزرگوں کے مخر! تیری گدی کی تھی

گفت از درد آں فراغت نیستم
اُس نے کہا مجھے اُس کے درد سے چٹکا (فراغت) نہیں ہے

کاندریں فکر و تفکر بیستم
کہ میں اِس غور و فکر میں لگوں

تو کہ بیدردی ہمی اندیش ایں
تو چونکہ درد سے خالی ہے، یہ سوچ

نیست جا در دردا ایں فکرہیں
خبردار! دردمند کیلئے اِس غم اور فکر کا وقت نہیں ہے

دردمنداں را نباشد فکرِ غیر
دردمندوں کو غیر کی فکر نہیں ہوتی ہے

خواہ در مسجد برو خواہی بدیر
خواہ تو مسجد میں جائے یا بتخانے میں

غفلت و بیدردیت فکر آورد
تیری غفلت اور بیدردی سوچ کا موقع دیتی ہے

در خیالت نکتہ بکر آورد
تیرے خیال میں نئے نئے نکتے پیدا کرتی ہے

جز غمِ دیں نیست جا در دردرا
دردمند کے لئے دین کے غم کے سوا اور غم نہیں ہے

می شناسد مرد را و گرد را
وہ مرد اور گرد کو پہچانتا ہے

حکمِ حق را بر سر و رو می نہد
اللہ تعالیٰ کے حکم کو سر اور چہرے پر رکھتا ہے

حفظ و فکرِ خویش یکسو می نہد
اپنے خیالات اور تجہد و اتقا کو ایک طرف رکھ دیتا ہے

حکایت

در صحابہ کم بُدے حافظ کسے
صحابہ میں کوئی حافظ کم ہوتا تھا

گرچہ شوقے بود جاں شاں را بسے
اگرچہ اُن کی جان کو بہت شوق تھا

---

[1] ایں سوال: یعنی ایسی فضول فرمائش کا یہی جواب مناسب تھا۔ اس قصے سے یہی ظاہر کرنا ہے کہ صاحب عشق تو اپنی لگن میں لگا رہتا ہے فضول بحثوں کا اس کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ جس کے طمانچہ لگا تھا وہ درد میں مبتلا تھا اُس کو طمانچہ مارنے والے کی فرمائش کی فرصت کہاں تھی۔ سیلی زن: طمانچہ مارنے والا۔

[2] برقفا: گدی پر۔ طراق: طمانچہ کی آواز۔ وفاق: مناسب، اتفاق۔ گفت: جسکے طمانچہ لگا تھا اُس نے کہا۔ بیستم: بایستم۔ تو کہ: تو چونکہ درد سے خالی ہے اس لئے اس طرح کی بحثیں تیرے دماغ میں آتی ہیں۔ خواہ در مسجد: حق پرست ہو یا باطل پرست وہ اپنی لگن میں لگا رہتا ہے وہ فضول بحثوں میں نہیں پڑتا ہے۔

[3] غفلت: جو دین سے غافل اور درد عشق سے خالی ہے وہ لایعنی منطقی بحثیں کرتا ہے۔ حکم حق: اللہ سبحانہ تعالیٰ کے احکام بجالانے میں منہمک رہتا ہے۔ حکایت: صحابہ کرام چونکہ درد حق میں مبتلا رہتے تھے اس لئے اُن کو قرآن کے حفظ کا وقت نہ ملتا تھا۔ در صحابہ: صحابہ میں حافظ قرآن کم تھے، ایک ایک سورت کے معانی میں تفکر کے اندر اُن کا سب وقت لگتا تھا۔ مشہور صحابہ میں صرف چار حافظ تھے۔ ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، ابوزید۔

زانکہ[1] چوں مغزش درآگند و رسید — قشر ہا شد بس رقیق و واکفید

کیونکہ جب اس کا مغز بھر گیا اور پک گیا — چھلکے بہت پتلے ہو گئے اور پھٹ گئے

قشر جوز و فستق و بادام ہم — مغز چوں آگند شاں شد پوست کم

اخروٹ، اور پستہ اور بادام کا بھی چھلکا بھی — جب ان میں گودا بھرا، چھلکا گھٹا

مغز علم افزود کم شد پوستش — زانکہ عاشق را بسوزد دوستش

علم کا گودا بڑھا، تو اس کا چھلکا گھٹا — کیونکہ عاشق کو اس کا معشوق جلا دیتا ہے

وصف[2] مطلوبی چو ضد طالبی ست — وحی و برق نور سوز کہ نبی ست

محبوبیت کی صفت، طالبیت کی ضد ہے — وحی اور برق نور کی بجلی نبی کو جلا دینے والا ہے یعنی

چوں تجلی کرد اوصاف قدیم — پس بسوخت وصف حادث را کلیم

جب قدیم اوصاف کی تجلی پڑی — تو کلیم اللہ نے حادث کی صفت کو جلا دیا

ربع قرآں ہر کرا محفوظ بود — جمل فینا از صحابہ می شنود

جس کو چوتھائی قرآن حفظ تھا — تو وہ صحابہ سے سنتا تھا کہ ہم میں پڑھ گیا۔

جمع صورت با چنیں معنی ژرف — نیست ممکن جز ز سلطانے شگرف[3]

ایسے گہرے معنی کے ساتھ الفاظ کا جمع ہونا — بڑے بادشاہ کے علاوہ کسی کیلئے ممکن نہیں ہے

در چنیں مستی مراعات ادب — خود نباشد ور بود باشد عجب[4]

ایسی مستی میں ادب کی نگہداشت — نہیں ہو سکتی، اگر ہو تو تعجب ہے

اندر استغنا مراعات نیاز — جمع ضدین ست چوں گردد دراز

بے نیازی میں نیاز مندی کی نگہداشت — گول اور لمبے جیسے ضدین کو جمع کرنا ہے

جمع ضدین از نیاز افتاد و ناز — باز در وقت تحیر امتیاز

نیاز اور ناز کو جمع کرنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے — پھر تحیر کے وقت امتیاز کو باقی رکھنا (ضدین کو جمع کرنا ہے)

چوں عصا معشوق عیماں می شود — کور خود صندوق قرآں می شود

جیسا کہ لاٹھی اندھوں کی محبوب ہے — کور باطن، قرآن کا صندوق بن جاتا ہے

---

[1] زانکہ۔ صحابہ کرام معنی اور معانی قرآن سے پُر تھے انکے لئے الفاظ کی زیادہ اہمیت نہ تھی مغز علم قاعدہ ہے جب پھل پکنے پر آتا ہے اور اس میں مغز بھر جاتا ہے تو چھلکا گھٹ جاتا ہے اور رقیق ہو کر پھٹنے لگتا ہے

[2] وصف مطلوبی۔ محبوب اور محب، عاشق و معشوق ایک جداگانہ چیز ہیں جب تک یہ دوئی ہے وصل حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا۔ وحی۔ آنحضور پر وحی نازل ہوئی تو کلیمیت کا درجہ حاصل ہوا اور دوئی ختم ہوئی جیسے تجلی ذات باری کی تجلی اوصاف بشریت کو ختم کر دیتی ہے۔ ربع قرآن۔ صحابہ کرام میں وحی الٰہی نے کلیمیت کی صفت پیدا کر دی تھی لہٰذا مشاہدہ حق اور استغناء بالعمل حفظ قرآن کا موقع نہ دیتا تھا پھر چوتھائی قرآن بھی حفظ کر لینا اُن کیلئے بڑی بات تھی۔ جمع صورت قرآن کے اسرار اور گہرے معنی کو سمجھتے ہوئے الفاظ کو ادا کرنا بڑے ہی انسان کا کام ہے۔

[3] در چنیں مستی۔ صحابہ کرام کو مشاہدہ حق سے جو مستی حاصل تھی اس کے ہوتے ہوئے قرآن کے آداب کا پابند ہونا ہر انسان سے ممکن نہیں ہے۔ اندر استغناء۔ مشاہدہ حق کی مستی استغنا پیدا کر دیتی ہے اس کے ہوتے ہوئے نیاز مندی کی نگہداشت

دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص گول اور دراز چیز کو جمع کرے۔ جمع ضدین۔ ناز اور نیاز کو جمع کرنا اور مقام حیرت میں پہنچ کر امتیاز کو باقی رکھنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے۔ صفات ضد اور ندی کا تقاضہ ناز ہوتا ہے اور عبودیت کا تقاضہ نیاز۔ تحیر محمود کے مقام پر بھی عبد و معبود کا فرق قائم رکھنا یہ صحابہ کرام ہی کا کمال ہے کہ جو اسرار و حکم کو جانے بغیر الفاظ کو رٹ لینا اور ان سے عشق کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اندھے کو لاٹھی سے عشق ہوتا ہے اور ایسے حافظ قرآن کی مثال صندوق کی سی ہے جس میں قرآن محفوظ کر دیا جائے تو صندوق کو کسی معانی اور اسرار کا علم ہے نہ اس شخص کو۔

گفت[1] کوراں خود ضنادیق اند پُر — از حروفِ مُصحف و ذکر و نُذُر

(کسی نے) کہا ہے اندھے خود بھرے ہوئے صندوق ہیں — قرآن کے حروف اور ذکر اور نصیحت سے

باز صندوقے پُر از قرآں بہ است — زانکہ صندوقے بود خالی بدست

پھر قرآن سے بھرا ہوا صندوق بہتر ہے — اس سے کہ خالی صندوق ہاتھ میں ہو

باز صندوقے کہ خالی شد ز بار — بہ ز صندوقے کہ پُر موش ست و مار

پھر وہ صندوق جو بوجھ سے خالی ہے — اُس صندوق سے بہتر ہے جو چوہوں اور سانپوں سے بھرا ہوا ہو

حاصل اندر وصل چوں افتاد مرد — گشت دلّالہ بہ پیشِ مرد و زن[2]

خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان وصل پر پہنچ جائے — تو (اس) انسان کیلئے رہنمائی کرنا بے حقیقت ہے

چوں بمطلوبت رسیدی اے ملیح — شد طلبگاریِ علم الکنوں قبیح

اے خوبصورت! جب تو اپنے محبوب تک پہنچ گیا — تو اب (راستہ کی) جانکاری کی طلب بُری ہے

چوں[3] شدی بر بامہائے آسماں — سَر دباشد جستجوئے نردباں

جب تو آسمان کے بالاخانوں پر پہنچ گیا — تو سیڑھی کی جستجو بے وقعت ہو گئی

جز برائے یاری و تعلیمِ غیر — سَر دباشد راہِ خیر از بعدِ خیر

سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے — بھلائی (حاصل ہونے) بعد بھلائی کا راستہ بیکار ہے

آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی — جہل باشد بر نہادن صیقلی

جو روشن آئینہ صاف اور جلی ہو گیا — اس کو صیقل پر رکھنا نادانی ہو گی

پیشِ سُلطاں خوش نشستہ در قبول — زشت باشد جستنِ نامہ رسول

بادشاہ کے سامنے خوش (اور) عزت کیساتھ بیٹھ کر — خط اور قاصد کو تلاش کرنا بُرا ہو گا

داستان مشغول شدنِ عاشق بعشق نامہ و خواندن و

ایک عاشق کا عشق نامہ میں مشغول ہونا اور عشق نامہ کو اپنے معشوق کے

مطالعہ کردن عشق نامہ در حضورِ معشوق خویش و معشوق آنرا

سامنے پڑھنے کا بیان اور معشوق کا اُس کو ناپسند کرنا کیونکہ دلیل

ناپسند داشتن کہ طَلَبُ الدَّلِیلِ عِندَ حُضُورِ الْمَدْلُولِ قَبِیحٌ

کی موجودگی میں راہنما کی طلب بُری ہے اور معلوم تک پہنچنے کے

وَالِاشْتِغَالُ بِالْعِلْمِ بَعْدَ الْوُصُولِ اِلَی الْمَعْلُومِ مَذْمُومٌ

بعد علم میں مشغول ہونا بُرا ہے

---

[1] گفت۔ کہنے والے نے کہا جو لوگ قرآن کے اسرار اور معانی سے بے بہرہ ہیں اور صرف الفاظ رٹتے ہیں وہ قرآن کے حروف اور ذکر و فکر کی آیتوں کے پُر شدہ صندوق ہیں۔ بلکہ جو لوگ محض قرآن کے الفاظ کے حافظ ہیں وہ بھی اُن سے بہتر ہیں جو الفاظ سے بھی محروم ہیں

[2] کہ پرجوش سادہ لوگ جن کے سینے قرآن کے الفاظ سے بھی خالی ہیں اُن لوگوں سے بہتر ہیں جو کے سینے خیالاتِ فاسدہ اور باطل عقائد سے بھرے ہوئے ہیں۔ حاصل۔ غرضکہ جو لوگ واصل بحق ہیں اُن کو کسی راہنما کی ضرورت نہیں ہے۔ چوں۔ جب مقصود حاصل ہو جائے تو اُس کل آیتہ معلوم کرنا لغو بات ہے۔

[3] چوں شدی۔ جو شخص بالاخانہ پر پہنچ گیا اُس کیلئے سیڑھی کو تلاش کرنا بیکار ہے۔ جز۔ واصل بحق اگر اللہ سے قرب کے وسائل اور ذرائع کا ذکر کرے تو دوسروں کی تعلیم کے لئے کرے۔ آئینہ۔ جب آئینہ خود صاف ہے تو اُس کو صیقل کرنا لغو کام ہے پیشِ سُلطاں۔ جب محبوب تک رسائی ہو جائے تو پھر قاصد اور نامہ و پیام کی جستجو بیکار بات ہے۔

آں یکے[1] را یار پیشِ خود نشاند — نامہ بیروں کرد و پیشِ یار خواند

ایک (عاشق) کو معشوق نے اپنے سامنے بٹھالیا — اس نے خط نکالا اور معشوق کے سامنے پڑھنے لگا

بیتہا در نامہ و مدح و ثنا — زاری و مسکینی و بس لابہا

خطوں اشعار تھے، اور تعریف و توصیف تھی — عاجزی اور مسکینی اور بہت سی خوشامدیں تھیں

گریہ و افغان و حزن و دردِ خویش — خواری و بیزاری با اہل و خویش

رونا اور فریاد، اور غم، اور اپنا درد — ذلت اور اہل اور اپنوں سے بیزاری تھی،

دوری و رنجوری از ہجرانِ دوست — ذکرِ پیغام و رسول از مغز و پوست

دوست کے ہجر کی وجہ سے دوری اور بیماری — پیام اور قاصد اور رطب و یابس کا تذکرہ

ہمچنیں می خواند با معشوقِ خود — تا کہ بیروں شد ز حصر و حد و عد

وہ اس طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھتا رہا — حتی کہ احاطہ اور حد اور شمار سے تجاوز کر گیا

گفت معشوقش ایں اگر بہرِ من ست — گاہِ وصل ایں عمر ضائع کردن ست

معشوق نے کہا اگر یہ (رونا دھونا) میری وجہ سے ہے — تو وصل کے وقت یہ عمر کو ضائع کرنا ہے

من بہ پیشت حاضر و تو قصہ خواں — نیست ایں بارے نشانِ عاشقاں

میں تیرے سامنے ہوں اور تو قصے پڑھتا ہے — یقیناً یہ عاشقوں کی پہچان نہیں ہے

گفت اینجا حاضری اما دلیک — من نمی یابم نصیبِ خویش نیک

اس (عاشق) نے کہا تو اس جگہ موجود ہے لیکن — میں اپنا حصہ پورا نہیں پا رہا ہوں

آنچہ میدیدم ز تو پارینہ سال — نیست ایں دم گرچہ می بینم وصال

میں جو تجھ سے پارسال دیکھتا تھا — وہ اب نہیں ہے اگرچہ میں وصل دیکھ رہا ہوں

من ازیں چشمہ زلالے خوردہ ام — دیدہ و دل زاب تازہ کردہ ام

میں نے اس چشمہ سے صاف پانی پیا ہے — میں نے آنکھوں اور دل کو پانی سے تازہ کیا ہے

چشمہ می بینم و لیکن آب نے — راہِ آبم را مگر زد رہزنے

میں چشمہ دیکھ رہا ہوں لیکن پانی نہیں ہے — میرے پانی کا راستہ شاید کسی ڈاکو نے روکا ہے

گفت پس من نیستم معشوقِ تو — من بہ بلغار و مرادت در قتو

اس نے کہا تو میں تیرا معشوق نہیں ہوں — میں بلغار میں ہوں اور تیرا مقصود قتو میں ہے

عاشقی تو بر من و بر حالتے — حالت اندر دست نبود اے فتے

تو مجھ پر اور (میری) ایک حالت پر عاشق ہے — اے نوجوان! حالت قابو میں نہیں ہوتی ہے

[1] آں یکے: معشوق کے پاس بیٹھ کر اس کے لکھے ہوئے خط کو پڑھنا معشوق کی ناگواری کا سبب ہوتا ہے۔ بیشتر معشوق کو جو اس نے خط میں لکھا اس میں بیان کیا تھا جو اس نے معشوق کے پاس بیٹھ کر پڑھنے ضرور کر دیئے۔ گفت معشوق۔ معشوق نے سارا مضمون سن کر کہا اگر یہ خط میرے نام تھا تو وصل کی حالت میں اس کا پڑھنا عمر کو ضائع کرنا ہے۔

[2] من بہ پیشت۔ معشوق کی حضوری میں خط پڑھنے کی معروفیت اور گلہ شکوے کی کیفیت عشق سے خالی ہونے کی علامت ہے۔ عاشق تو محو دیدار ہو کر سب کچھ بھول جاتا ہے۔ گفت۔ عاشق نے معشوق سے کہا تو حاضر ہے لیکن تیرا شباب ڈھل گیا ہے پہلے لطف صحبت تھا اب وہ مجھے حاصل نہیں ہے۔ مرا زاں صفا نیست پانی۔

[3] آب نے۔ یعنی تیرا وہ پہلا رنگ روپ نہیں ہے۔ بلغار۔ اس شہر اور قتو شہر میں بہت فاصلہ ہے۔ عاشق۔ تو میری ذات اور اس کی ایک حالت پر عاشق ہے، احوال میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

پس[1] نہ تیم کلی مطلوب تو من — جزو مقصودم ترا اندر زمن

تو میں بالکلیہ تیرا مطلوب نہیں ہوں — میں زمانہ میں تیرے مطلوب کا جزو ہوں

خانۂ معشوقہ ام معشوق نے — عشق بر نقدست و بر صندوق نے

میں معشوق نہیں ہوں عشق کا گھر ہوں — عشق تو نقدی ہے ہے صندوق ہے نہیں ہے

ہست معشوق آنکہ او یک تو بود — مبتدا و منتہایت او بود

معشوق تو وہ ہے جو ایک حالت پر ہو — تیرا مبتدا اور منتہا وہ ہو

چوں بیابی اش نمانی منتظر — ہم ہویدا او بود ہم نیز سر

جب تو اس کو پالے تو منتظر نہ رہ — ظاہر میں بھی وہی معشوق ہو اور باطن میں بھی

میر[2] احوال ست نے موقوف حال — بندۂ آں ماہ باشد ماہ و سال

وہ حالات پر حاکم ہوتا ہے نہ حالات کا محکوم — مہینے اور سال اسی چاند کے غلام ہیں

چوں بگوید حال را فرماں کند — چوں بخواہد جسم ہا را جاں کند

جب وہ حالت کو حکم دے وہ تابعداری کریں — جب وہ چاہے، جسموں کو روح بنا دے

منتہی نبود کہ موقوف ست او — منتظر بنشستہ باشد حال جو

جو موقوف ہے وہ منتہی نہیں ہے — وہ حال کا کوشش کرنے والا منتظر بیٹھا ہوا ہے

کیمیائے حال باشد دست او — چوں بجنباند شود مس مست او

اس کا ہاتھ حال کی کیمیا ہوتا ہے — جب وہ ہاتھ ہلا دیتا ہے تو تانبا اچھی نسل ہو جاتا ہے

گر بخواہد مرگ ہم شیریں شود — خار و نشتر نرگس و نسریں شود

اگر وہ چاہے تو موت بھی میٹھی ہو جائے — کانٹا اور نشتر بھی نرگس اور نسرین بن جائے

او[3] بود سلطانِ حال اندر رَوش — نے چو تو محروم از حال و کشش

وہ سلوک میں حال پر حاکم ہوتا ہے — تیری طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا ہے

آنکہ او موقوف حال آدمی ست — کہ گہے افزون و گاہے کمی ست

جو حال کا محکوم ہے وہ صرف آدمی ہے — کہ کبھی بڑھوتری میں ہے اور کبھی کمی میں ہے

جس کو مشق الٰہی میں فنا فی الفنا کا درجہ حاصل ہو جائے وہ ان احوال کا محکوم نہیں رہتا بلکہ ان پر حاکم بن جاتا ہے۔ منتہی نبود۔ جو شخص احوال کے تابع ہے وہ کمال نہیں ہے کیمیائے حال۔ فنا فی الفنا کے درجہ پر پہنچکر احوال اس عاشق کے تابع ہو جاتے ہیں جس حال کی اس کو خواہش ہو وہ پیدا ہو جائیگا وہ چاہے تو موت جیسی تلخ چیز بھی شیریں بن جاتی ہے اور کانٹے پھول بنجاتے ہیں اوکمدہ وہ صاحب تصرفات ہوتا ہے ——— [3] او بود۔ یعنی فنا فی الفنا کے درجہ پر پہنچکر احوال پر پورا قابو ہو جاتا ہے۔ آنکہ او۔ جو احوال کا محکوم ہوتا ہے اس میں تو بشری کا غلبہ رہتا ہے اس کو کبھی عروج اور کبھی نزول کی کیفیتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

[1] پس نیم۔ یعنی میری پوری ذات تیری معشوق نہیں ہے بلکہ میری ذات تیرے معشوق کا جزو ہے۔ خانۂ یعنی میں تیرا معشوق نہ ہوا بلکہ وہ جو الٰہی معشوق تھی جو میری ذات میں تھی گویا میں صندوق تھا اور جو الٰہی اس کے اندر کی نقدی کی طرح تھی تو عشق صندوق سے نہیں ہوتا بلکہ نقدی سے ہوتا ہے۔ ہست۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے کہ عارضی حسن معشوق بنانیکے قابل نہیں ہے۔ عشق اسی ذات سے ہونا چاہیئے جو لازوال ہے۔ انسان کی ابتدا بھی وہی ہے اور منتہی بھی وہی ہے۔ اَللّٰہُ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ اللہ ہی شروع میں پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کریگا پھر تم اسی کے پاس لوٹکر جاؤگے۔ چوں بیابی۔ اللہ کے وصل کے بعد پھر کسی معشوق کا منتظر نہ بن وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ ھُوَ الظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ

[2] میر آحوال ست۔ عاشق خدا احوال پر حاکم ہوتا ہے احوال کا محکوم نہیں ہوتا زمانہ اس عاشق کا محکوم ہوتا ہے۔ وہ احوال پر حکمرانی کرتا ہے اور جسموں کو روح بنا دیتا ہے، حال اصطلاح میں وہ کیفیت ہے جو قلب پر بغیر کسی تکلف اور کوشش کے محض خداوندی عنایت سے وارد ہوتی ہے۔ جیسے قبض و بسط اور ذوق و شوق وغیرہ اور یہ کیفیت کسی نفسانی صفت کے ظہور کے وقت زائل ہو جاتی ہے لیکن

صُوفی ابن الوقت باشد در مثال
صوفی مثلاً ابن الوقت ہوتا ہے

لیک صافی فارغ ست از وقت و حال
لیکن اہل صفا وقت اور حال سے بے نیاز ہوتا ہے

حالہا موقوفِ عزم و رائے اُو
احوال اس کے ارادے اور رائے کے تابع ہیں

زندہ از نفخِ مسیح آسائے اُو
اس کی مسیح جیسی پھونک سے زندہ ہیں

عاشقِ حالی نہ عاشق بر منی
تو میرے حال کا عاشق ہے، نہ کہ مجھ پر

بر اُمیدِ حال بر من می تنی
تو حال کی اُمید پر مجھ پر جھکا ہے

آنکہ گہ ناقص گہے کامل بُود
وہ جو کبھی ناقص، کبھی کامل ہو

نیست معبودِ خلیل آفل بُود
وہ خلیل (اللہ) کا معبود نہیں ہے غروب ہو جانے والا

وانکہ آفل باشد و گہ آن و ایں
وہ جو کہ غروب ہو جانے والا ہو اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا

نیست دلبر لا اُحِبُّ الْآفِلِیْن
وہ معشوق نہیں ہے "میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں کرتا ہوں"

آنکہ اُو گاہے خوش و گہ ناخوش ست
وہ جو کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے

یک زمانے آب و یکدم آتش ست
ایک وقت پانی اور ایک وقت آگ ہے

بُرجِ مہ باشد ولیکن ماہ نے
وہ چاند کا برج ہوگا، لیکن چاند نہیں ہے

نقشِ بُت باشد ولے آگاہ نے
وہ بت کا نقش ہے لیکن باشعور نہیں ہے

ہست صوفی صفا چوں ابنِ وقت
باصفا صوفی چونکہ ابن الوقت ہے

وقت را ہمچوں پدر گرفتہ سخت
وہ مضبوطی سے وقت کو باپ کی طرح پکڑے ہوئے ہے

ہست صافی غرقِ عشقِ ذوالجلال
صوفی صافی (اللہ) ذوالجلال کے عشق میں غرق ہے

ابنِ کس نے فارغ از اوقات و حال
وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات اور حال سے بے نیاز ہے

غرقہ نورے کہ اُو لم یُولَد ست
وہ اس نور میں غرق ہے جو پیدا شدہ نہیں ہے

لَمْ یَلِدْ لَمْ یُوْلَدْ آنِ ایزد ست
نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اللہ (تعالیٰ) کی شان ہے

رو چنیں عشقے بجو گر زندہ
اگر تو زندہ ہے، جا ایسا عشق تلاش کر

ورنہ وقتِ مختلف را بندہ
ورنہ تو مختلف اوقات کا غلام ہے

منگر اندر نقشِ خوب و زشت و خویش
اپنے اچھے برے نقش کو نہ دیکھ

بنگر اندر عشق و بر مطلوبِ خویش
عشق کر اور اپنے معشوق کو دیکھ

لہ ابن الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو احوال اور تجلیات پر قابو نہ پا سکے اور اس سے خوارق اور کرامات کا اضطراراً ظہور ہونے لگے۔ صافی۔ اس سے مراد ابو الوقت اور صاحب مقام ہے یہ وہ سالک ہوتا ہے جس کو احوال پر قابو ہوتا ہے اور اس کو روح و نفس پر پوری قدرت حاصل ہوتی ہے اس سے کرامات کا ظہور نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ان باتوں کو سنت اللہ کے خلاف سمجھتا ہے ابو الوقت کو ابن الوقت پر بہت فوقیت ہے۔ عاشقِ حالی۔ اب پھر معشوق کا مقولہ شروع ہوا۔ یعنی معشوق نے عاشق سے کہا تو میری ذات کا عاشق نہیں ہے بلکہ میری ایک کیفیت اور حالت کا عاشق ہے۔

لہ آنکہ گہ۔ جو متغیر ہو جانے والی چیز ہے وہ معشوق اور معبود بنانے کے قابل نہیں ہے لَآ اُحِبُّ الْآفِلِیْن۔ حضرت ابراہیم نے چاند اور سورج کے بارے میں فرمایا تھا کہ میں ان زوال پذیر چیزوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ آنکہ اُو۔ جن چیزوں کا حسن اور کمال زوال پذیر ہے اگر وہ صفاتِ باری کا صرف مظہر ہو حقیقی محبوب نہ بناؤ۔ صوفی صافی یعنی ابن الوقت سالک۔ صافی یعنی ابو الوقت صاحب مقام سالک۔

لہ غرقہ نورے۔ ابو الوقت تجلیات رب میں غرق رہتا ہے

جو ابدی اور دائمی ہیں۔ رو چنیں عشقے۔ لَمْ یَزَل اور لَآ یَزَال سے عشق کر۔ وقتِ مختلف۔ یعنی قابل تغیر مظاہر۔ منگر۔ انسان کی اپنی ذات کی اچھائی اور برائی طلب میں مانع نہ آنی چاہیئے اسکو ہر وقت معشوق اور معشوق حقیقی کو پیش نظر رکھ کر جد و جہد جاری رکھنی چاہیئے۔ (شعر) تو نکو باش و بجاں شاہد نیت ۔۔۔ بر کریماں کار با دشوار نیست

منگر آنکہ تو حقیری یا ضعیف
یہ خیال نہ کر کہ تو حقیر ہے یا کمزور

بنگر اندر ہمّتِ خود اے شریف
اے بھلے! اپنی ہمت کو دیکھ

تو بہر حالے[1] کہ باشی می طلب
تو جس حالت میں ہو طلب جاری رکھ

آب می جو دائما اے خشک لب
اے خشک ہونٹوں والے! ہمیشہ پانی تلاش کر

کاں لبِ خشکت گواہی می دہد
کیونکہ تیرے خشک ہونٹ گواہی دیتے ہیں

کو بآخر بر سرِ منبع رسد
کہ وہ بالآخر چشمے پر پہنچ جائیں گے

خشکیِ لب ہست پیغامے ز آب
ہونٹوں کی خشکی پانی کا ایک پیام ہے

کہ بمانم آرد یقیں ایں اضطراب
کہ یقیناً یہ اضطراب تجھے ہم تک لے آئے گا

کایں طلبگاری مبارک جُنبشے ست
کہ یہ طلب، بابرکت حرکت ہے

ایں طلب در راہِ حق مانع کشے ست
حق کے راستہ میں یہ طلب موانع کو ختم کر دینے والی ہے

ایں طلب مفتاحِ مطلوبات تست
یہ طلب تیرے مطلوبوں کی کنجی ہے

ایں سپاہِ نصرت و رایاتِ تست
یہ (طلب) تیری کامیابی کے سپاہی اور جھنڈے ہیں

ایں طلب چوں خروسے در صیاح
یہ طلب مرغ کی طرح چیخنے میں ہے

میزند نعرہ کہ می آید صباح
(اور) نعرہ لگا رہی ہے کہ صبح آنے والی ہے

گرچہ[2] آلت نیست تو می طلب
خواہ وسائل نہ ہوں، تو طلب کر

نیست آلت حاجت اندر راہِ رب
اللہ کے راستہ میں وسائل کی ضرورت نہیں ہے

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر
اے بیٹا! تو جس کو طلب گار دیکھے

یارِ او شو پیشِ او انداز سر
اس کا دوست بنجا (اور) اسکے سامنے سر رکھدے

کز جوارِ[3] طالباں طالب شوی
طلبگاروں کے قرب سے تو طلبگار بن جائیگا

وز ظلالِ غالباں غالب شوی
اور (نفس پر) غالب لوگوں کے سایہ سے تو غالب بنجائیگا

گر یکے مورے سلیمانے بجُست
اگر ایک چیونٹی سلیمان کی جستجو کرے

منگر اندر جستنِ او سستیست
تو اس کی جستجو کو حقارت سے نہ دیکھ

ہر چہ داری تو ز مال و پیشہ
ہر کچھ بھی تو مال اور ہنر رکھتا ہے

نے طلب بُود اوّل و اندیشہ
کیا وہ ابتدا میں جستجو اور فکر نہ تھا؟

گر یکے گنجے بیابد نادرست
اگر کوئی خزانہ اچانک پائے تو یہ نادر ہے

ور بماند از طلب ہم قاصرست
اگر وہ طلب سے رک جائے تو کوتاہی کرنیوالا ہے

---

[1] تو بہر حالے۔ خواہ طالب نکما یا کمزور ہو وہ طلب پیدا کرلے کمائی۔ اس کی کمزوری ہی مطلوب تک رہنما بن جائیگی جیسے خشک لب۔ طلب کا اضطراب اور بیقراری لامحالہ مطلوب تک پہنچا دیتی ہے ایں طلب۔ طلب اور جستجو کامیابی کی ضامن ہے ہیں طلب جس طرح مرغ کی اذان صبح کی آمد کی علامت ہے اسی طرح جستجو مقصود تک پہنچنے کی علامت ہے۔

[2] گرچہ۔ (شعر)..... داد حق را قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت داد اوست ہر کرا بینی۔ اگر طلب نہیں ہے تو طلبگاروں کے ساتھ لگ جانا چاہیئے مقصود حاصل ہو جائے گا۔

[3] کز جوار۔ نیکوں کی صحبت تاثیر سے خالی نہیں رہتی ہے۔ گریکے۔ اگر کوئی ضعیف اور کمزور طالب حق ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھو ہر چیز داری۔ دنیا کی دولت بھی طلب اور فکر و تدبر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ مگر یکے گنجے۔ اگر کسی بزرگ کی صحبت سے کچھ حاصل بھی ہو جائے تو وہ صرف استعداد ہوگی اگر طلب اور جستجو ختم کردی تو وہ بھی ضائع ہو جائے گی۔

ہر کہ[1] چیزے جست بیشک یافت او
جس نے کسی چیز کی طلب کی یقیناً اس کو پالیا ہے

چوں بجد اندر طلب بشتافت او
جبکہ محنت سے وہ طلب میں دوڑا ہے

چوں نہادی در طلب پا اے پسر
اے بیٹا! جبکہ تو نے جستجو میں قدم رکھا

یافتی و شد میسر بے خطر
تو نے (مطلوب) پالیا اور وہ بلا خطرہ کے مل گیا

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب
اے خواجہ! کسی وقت بھی بغیر جستجو کے نہ رہ

تا بیابی ہر چہ خواہی بے تعب
(اس خیال سے) کہ تو جو چاہے گا بغیر مشقت کے پالیگا

عاقبت جوینده یابنده بود
جستجو کرنے والا، بالآخر پا جانے والا ہوتا ہے

چونکہ در خدمت شتابندہ بود
چونکہ (مطلوب کی) خدمت میں (پہنچنے کیلئے) دوڑنے والا ہوتا ہے

در طلب جاں لاک شو زاں فتح باب
طلب میں تیز رو بن، اس سے فتح باب

می طلب ز اللہ اعلم بالصواب
طلب کر اور خدا بہتر جانتا ہے

حکایت[2] آں مرد کہ در عہد داؤد علیہ السلام شب و روز دعا و تضرع

اس شخص کا قصہ جو حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دن رات دعا اور عاجزی

می کرد کہ بار خدایا مرا روزی حلال بدہ بے رنج کسب

کرتا تھا کہ خدا تعالیٰ کمائی کی تکلیف کے بغیر مجھے حلال روزی عنایت کر

آں یکے در عہد داؤد نبی
ایک شخص، داؤد نبی کے زمانے میں

نزد ہر دانا و پیش ہر غبی
ہر عقلمند کے پاس اور ہر غبی کے سامنے

ایں دعا می کرد دائم کاے خدا
ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا، کہ اے خدا!

ثروتے بے رنج روزی کن مرا
بغیر محنت کے مجھے مالداری عطا فرما دے

چوں[3] مرا تو آفریدی کاہلے
جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے

زخم خوارے سست جنبے منبلے
(اور) مار کھانیوالا، کمزور پہلو والا، ناکارہ

بر خران پشت ریش نامراد
نامراد، تر نمی کمر، گدھوں پر

بار اسپاں و اشتراں نتواں نہاد
گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جا سکتا

کاہلم چوں آفریدی اے ملی
اے بے نیاز! جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے

روزیم دہ ہم ز راہ کاہلی
مجھے روزی بھی کاہلی کے راستہ سے عطا فرما

کاہلم من سایہ خسپم در وجود
میں کاہل، زندگی بھر سایہ میں سویا ہوں

خفتم اندر سایۂ افضال و جود
مہربانیوں اور سخاوت کے سایہ میں سویا ہوں

---

[1] ہر کہ چیزے۔ عربی کا مشہور مقولہ من جدّ وجد جس نے کوشش کی اس نے پایا۔ اہل تماش۔ انسان کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ بلا محنت اور مشقت کے کچھ حاصل ہو سکے گا۔ حاصل۔ جو شخص محبوب کی طلب میں دوڑتا ہے وہ لامحالہ مطلوب کو پالیتا ہے۔ فتح باب۔ یعنی قرب حق کے دروازے کی کشادگی۔

[2] حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص بہرحال اپنی تمنائیں پوری کرنے کی دھن میں لگا تھا لامحالہ اس کا مقصود پورا ہوا۔ بار۔ بزرگ، مثلاً۔ آں یکے۔ یہ شخص جگہ جگہ یہی دعا کرتا پھرتا تھا کہ اس کو بغیر محنت کے دولت مل جائے۔ دائم ہمیشہ۔ ثروت۔ مالداری۔

[3] چوں مرا۔ یعنی میں جس اہلیت کا ہوں مجھ سے وہی کام لے مجھ پر روزی کمانے کی تکلیف نہ ڈال۔ زخم خوار۔ پٹنے والا۔ سست جنب۔ کمزور پہلو والا۔ ناکارہ۔ تر نمی۔ یعنی۔ مالدار۔ سایۂ خسپم سایہ میں سونا راحت طلبی کی علامت ہے۔ در وجود۔ یعنی جب سے پیدا ہوا ہوں۔

کاہلان و سایہ خُسپاں را مگر
کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے شاید

روزیِ بنوشتہ نوئے[1] دگر
تو نے دوسری ہی طرح کی روزی مقدر کی ہے

ہر کرا پا نیست جوید روزیے
جس کے پاؤں نہیں ہیں وہ روزی تلاش کرتا ہے

ہر کرا پا نیست کُن دلسوزیے
جس کے پاؤں نہیں ہیں اُس پر رحم فرما

رزق را میراں بسوئے آں حزیں
اُس غمگین کی طرف روزی بھیج

ابر را می کش بسوئے ہر زمیں
ہر زمین کی جانب ابر کو پہنچا

چوں زمیں را پا نباشد، جُود تو
چونکہ زمین کے پاؤں نہیں ہیں تیری سخاوت

ابر را راند بسوئے او دو تو
ابر کو تو یہ اُس کی طرف لیجاتی ہے

طفل[2] را چوں پا نباشد مادرش
بچہ کے چونکہ پاؤں نہیں ہوتے (اسلئے) ماں

آید و ریزد وظیفہ بر سرش
آتی ہے اور غذا اُس کے سر پر بہاتی ہے

روزیِ خواہم بناگہ بے تعب
بغیر محنت کے اچانک روزی چاہتا ہوں

کہ ندارم من زکوشش جز طلب
اسلئے کہ سوائے طلب کے میرے پاس اور کوئی کوشش نہیں ہے

مُدتے بسیار می کردایں دعا
بہت مدت تک یہ دعا کرتا رہا

روز تا شب، شب ہمہ شب تا ضحیٰ
دن سے رات تک تمام رات (بلکہ) چاشت کے وقت تک

خلق می خندید بر گفتارِ او
اُس کی باتوں پر لوگ ہنستے تھے

بر طمع خامے و بر پیکارِ او
اس کے بیکار لالچ اور اُس کی ہٹ پر

کہ چہ می گوید عجب ایں سُست ریش
کہ تعجب ہے، یہ بیوقوف کیا کہتا ہے؟

یا کسے دادست بنگِ بیہشش
یا کسی نے اس کو بے ہوشی کی بھنگ پلادی ہے

راہِ روزی کسب و رنجست و تعب
روزی کا راستہ کمانا، تکلیف برداشت کرنا اور تھکنا ہے

ہرگز ایں[3] نادر نشد و در شد عجب
یہ انوکھی بات کبھی نہیں ہوئی اور اگر ہو تو تعجب ہے

ہر کسے را پیشہ داد و طلب
اللہ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور طلب دی ہے

از رہ کسب و تعب بار نج و تب
کمائی اور تھکن سردی اور تکلیف کے راستے

اُطلبُوا الأرزاق من أسبابہا
رزقوں کو اُن کے اسباب سے طلب کرو

وادخلوا الأوطان من أبوابہا
وطنوں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

شاہ و سلطان و رسولِ حق کنوں
شاہ اور سلطان اور اللہ کے رسول اب

ہست داؤد نبی ذو فنوں
صاحب ہنر داؤدؑ نبی ہیں

[1] نوئے دگر۔ یعنی کاہلوں کی روزی بغیر کمائے مقدر ہے۔ ہر کرا۔ یعنی جس میں کمانے کی طاقت ہے۔ پا نیست۔ یعنی جو کاہل ہے اور اسمیں کمانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ ابر را۔ یعنی جس طرح زمین کے پاؤں نہیں ہیں اور تو اُس کی غذا ابر کو بھیجکر پہنچاتا ہے اسی طرح میرا رزق بغیر محنت کے میرے پاس پہنچادے۔

[2] طفل را۔ بچہ میں چلنے کی طاقت نہیں ہوتی تو اُس کی ماں کے ذریعہ اُس کی غذا اُس کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ کہ ندارم۔ مجھ میں محض طلب ہے اور کوئی ذریعہ اختیار کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ریش۔ بیوقوف۔ بنگ۔ بھنگ۔

[3] ایں نادر۔ یعنی بغیر کمائے روزی حاصل ہونا۔ شاہ۔ یعنی حضرت داؤدؑ کو اس قدر فضائل کے باوجود زرہ بنانے کا پیشہ اختیار کرنا پڑا، تب روزی ملتی تھی۔

هست[1] در فرمانِ او از وحش و طیر
وحشی جانور اور پرندے اُن کے حکم میں ہیں

در همه روئے زمیں او راست سیر
تمام روئے زمین پر اُن کا دورہ ہے

با چناں عزّے و نازے کاندروست
اس عزت اور ناز کے باوجود جو انہیں ہے

کہ گزیدستش عنایتہائے دوست
کہ انکو دوست (خدا) کی عنایتوں نے منتخب کیا ہے

معجزاتش بے شمار و بے عدد
اُن کے معجزے بے شمار اور اَن گنت

موج بخشایش مدد داند مدد
اُنپر بخشش کی موجیں پے در پے (ہیں)

ہیچکس را خود ز آدم تا کنوں
کسی شخص کی آدمؑ سے اب تک

کے بدست آواز ہیچوں ارغنوں
آواز ارغنوں (باجا) کی طرح کب ہوئی ہے؟

کہ بہر وعظے بمیراند دُویست
کہ ہر وعظ میں وہ دو سو کو مار ڈالتے

آدمی را صوت خوش کردنیست
انسان کو اُن کی حسین آواز فنا کردیتی

شیر و آہو جمع گردد آں زماں
اُس وقت شیر اور ہرن جمع ہو جاتے

سوئے تذکیرش مُغفل ایں ازاں
اُن کے وعظ میں (اور) یہ اُس سے غافل

کوہ[2] و صحرا ہم رسائل باد مش
پہاڑ اور جنگل بھی ان کی آواز کے ہم آواز تھے

ہر دو اندر وقت دعوت محرمش
دونوں دعوت دینے کے وقت اُنکے ہمراز تھے

این و صد چنداں مر او را معجزات
یہ اور ایسے سینکڑوں معجزے اُن کے تھے

نورِ رویش بے جہات و در جہات
اُن کے چہرے کا نور بے جہت اور تمام جہتوں میں تھا

باہمہ تمکیں خدا روزی او
تمام عزتوں کے باوجود اللہ (تعالیٰ) نے اُنکی روزی

کردہ باشد بستہ اندر جستجو
جستجو کے ساتھ وابستہ کی تھی

بے زرہ[3] بافی در نجے روزیش
زرہ بنانے اور تکلیف اُٹھانے کے بغیر اُنکی روزی

می نیاید باہمہ فیروزیش
باوجود تمام نیک بختیوں کے حاصل نہیں ہوتی تھی

اینچنیں مخذول و واپس ماندہ
ایسا ذلیل اور پچھڑا ہوا

خانہ کندہ دوں و گردوں راندہ
خانہ ویران، کمینہ اور آسمان کا پھٹکارا ہوا

اینچنیں مدبر ہمی خواہد کہ او
ایسا بدبخت یہی چاہتا ہے کہ وہ

گنج یابد تا رود پایش فرو
خزانہ پالے یہانتک کہ اُنمیں اُسکا پاؤں دھنسے

از حماقت می خواہد کہ بے رنجیش نود
حماقت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بغیر تکلیف کے نوٹ

از تجارت پر کند دامن ز سود
(اور) بغیر کاروبار کے نفع سے دامن بھرلے

[1] ہست۔ حضرت داؤدؑ کے نغمے پر چرند پرند جمع ہو جاتے تھے۔ بیحکیس۔ لحن اور نغمہ کا معجزہ صرف حضرت داؤدؑ کو ملا تھا۔ ارغنوں۔ مشہور باجا ہے۔ کہ بہر وعظے۔ حضرت داؤدؑ جب وعظ میں خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے سینکڑوں آدمی وجد میں آکر بیہوش اور جاں بحق ہو جاتے تھے۔ شیر و آہو۔ نغمہ کو سن کر شیر اور ہرن جمع ہو جاتے تھے اور وجد کے عالم میں ایک دوسرے سے بیخبر رہتا تھا۔

[2] کوہ۔ حضرت داؤدؑ کے نغمے پہاڑ اور جنگل کی گونج اُن کی ہم آواز ہو جاتی تھی۔ رسائل۔ شکار۔ بے جہات۔ یعنی حضرت داؤدؑ کے چہرے کا نور مطلق بھی تھا اور مقید بھی تھا۔

[3] بے زرہ۔ حضرت داؤدؑ لوہے کی زرہیں بنا کر اپنی روزی کماتے تھے۔ مخذول۔ رسوا، ذلیل۔ مدبر۔ بدبخت۔ پایش فرو۔ یعنی چلتے پھرتے اُس کو خزانہ مل جائے اور اُس میں اُس کا پاؤں دھنس جائے۔ لحود۔ لغو۔

اینچنیں[1] گیجے نیامد در جہاں — کہ برآیم بر فلک بے نردباں
(ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں ہوا (جو یہ کہے)) — کہ میں آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھوں گا

ایں ہمی گفتش بتمسخر نک بگیر — کہ رسیدت روزی و آمد بشیر
(کوئی) اس سے مذاق میں کہتا ایہ لے لے — کہ تیری روزی آگئی اور خوشخبری دینے والا آگیا

زانچہ یابی ہدیہ اے سالار دہ — ہم بدہ کوئی ہنستا کہ ہمیں بھی دینا
اے چودھری! اس مطلب میں سے جو تجھے

اوازیں تشنیع مردم دیں فسوس — کم نمیکرد از دعا و چاپلوس
وہ لوگوں کی اس طعنہ زنی اور ملامت سے — دعا اور خوشامد میں کمی نہ کرتا تھا

تا کہ شد در شہر معروف و شہیر — کو زانبان تہی جو بیذ پنیر
یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف اور مشہور ہو گیا — کہ وہ خالی تھیلے میں پنیر تلاش کرتا ہے

شد مثل[2] در خام طمعی آں گدا — اوازیں خواہش نمی آمد جدا
وہ فقیر بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا — (لیکن) وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوا

کم نمی کرد از دعا و ابتہال — کرد اجابت مستعان ذوالجلال
اس نے دعا اور زاری ختم نہ کی — (اللہ تعالیٰ) مستعان اور ذوالجلال نے اس کی دعا قبول کر لی

دو یدان گاؤ در خانہ آں تہا کنندہ بالحاح قال النبی صلی اللہ
اس عاجزی کے ساتھ دعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا دودھ کر آنا۔ آنحضور صلی اللہ

علیہ وسلم ان اللہ یحب الملحین فی الدعاء زیرا کہ عین
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا میں عاجزی کرنے والوں کو پسند کرتا ہے کیونکہ

خواست حق سبحانہ و تعالیٰ ست الحاح خواہندہ را بہ است از
عاجزی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز ہے اور مانگنے والے کیلئے عاجزی اس سے بھی

آنچہ میخواہد ازو و تمہید[3] گفتن نظم کنندہ و مدد خواستن
زیادہ اچھی ہے جو وہ اس سے مانگتا ہے اور ناظم کا مقدمہ کرنا اور مدد چاہنا

تا کہ روزے ناگہاں در چاشتگاہ — ایں دعا می کرد با زاری و آہ
یہاں تک کہ ایک دن چاشت کے وقت اچانک — وہ یہ دعا زاری اور آہ کے ساتھ کر رہا تھا

ناگہاں در خانہ اش گاوے دوید — شاخ زد بشکست در بند و کلید
اچانک اسکے گھر میں ایک گائے دوڑ آئی — اس نے سینگ مارا گنڈی اور کھونٹا توڑ ڈالا

[1] اینچنیں یعنی ایسا بیوقوف ہونا ناممکن ہونے کی تشاکر ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھ جانے کی تشاکرے۔ باقی ہمی کوئی لمان میں کہتا کہ روزی آگئی کوئی کہتا اس میں سے ہمیں بھی دینا۔ بشیر خوشخبری دینے والا سالارہ۔ گاؤں کا سردار۔ چودھری۔ شہیر مشہور۔ انبان۔ تھیلا۔

[2] مثل مثل۔ یعنی یہ فقیر اپنے بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا۔ مستعان۔ وہ جس سے مدد طلب کی جائے۔ اللہ تعالیٰ۔ الحاح۔ زاری و عاجزی۔ ملح۔ زاری کرنیوالا۔

[3] مقدمہ گفتن۔ آغاز اشعار میں مولانا نے اپنی مثنوی کے اتمام کی دعا شروع کی ہے۔ دربند۔ بند کنندہ در۔

گاؤ گستاخ اندراں خانہ بجست
گائے بے باکی سے گھر میں گھس آئی

پس گلوئے گاؤ ببرید آں زماں
فوراً گائے کو ذبح کر دیا

چوں سرش ببرید شد سوئے قصاب
جب اُس کو ذبح کر دیا قصاب کے پاس گیا

اے تقاضا گر دروں ہمچوں جنیں
اے پیٹ کے بچہ کی طرح باطن میں تقاضا کرنے والے!

سہل گرداں رہ نما توفیق دہ
آسان فرما دے، راہنمائی کر دے توفیق عطا فرما

چوں ز مفلس زر تقاضا میکنی
جبکہ تو مفلس سے روپے کا تقاضا کرتا ہے

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر
تیری مدد کے بغیر نظم اور قافیہ صبح و شام

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم
اے دانا! نظم اور تجنیس اور قافیے

چوں مسبح کردہ ہر چیزرا
جبکہ تو نے ہر چیز کو تسبیح خواں بنایا ہے

ہر یکے تسبیح بر نوعِ دگر
ہر ایک، ایک دوسرے قسم کی تسبیح

آدمی منکر ز تسبیح جماد
جمادات کی تسبیح سے آدمی منکر ہے

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے
بلکہ بہتر فرقوں میں سے ہر ایک

چوں دو ناطق را ز حالِ ہمدگر
جبکہ دو بولنے والے ایک دوسرے کے حال سے

مرد برجست و قوائمہاش بست
(وہ) شخص لپکا اور اُس نے اُسکے پاؤں باندھ دیئے

بے توقف بے تامل بے اماں
بغیر توقف، بے تامل، امن دیئے بغیر

تا اہالش برکند دم دم شتاب
تاکہ وہ فوراً اُس کی کھال اُتار لے

چوں تقاضا می کنی اتمامِ ایں
جبکہ تو اس (مثنوی) کی تکمیل کا تقاضا کر رہا ہے

یا تقاضا را بہل بر مامنہ
یا تقاضے کو چھوڑ دے ہم پر بار نہ رکھ

زر بخشش در سرائے شاہِ غنی
اے شاہ، بے نیاز! در پردہ اُس کو روپیہ عطا فرما

زہرہ کے دارد کہ آید در نظر
کس طاقت رکھتے ہیں کہ (نظم و قوافی) جلوہ گر ہوں

بندۂ امرِ تو اند از ترس و بیم
ڈر اور خوف سے تیرے غلام ہیں

ذاتِ بے تمییز و با تمییز را
باشعور، اور بے شعور ذات کو

گوید و از حالِ آں این بیخبر
کرتا ہے اور یہ اُس کے حال سے بے خبر ہے

واں جماد اندر عبادت اوستاد
حالانکہ جمادات عبادت میں ماہر ہیں

بے خبر از یک دگر دو اندر شکے
ایک دوسرے سے بیخبر ہے اور شک میں ہے

نیست آگہ چوں بود دیوار و در
آگاہ نہیں ہیں تو در و دیوار کے بارے میں

لہ قوائم۔ پاؤں۔ اہاب۔ چمڑا، کھال۔ لے تقاضا۔ چونکہ پہلے اشعار میں روزی طلب کرنیوالے کی دعا کی مقبولیت کا ذکر تھا اسلئے اس قصہ کو چھوڑ کر مثنوی کی تکمیل کیلئے دعا شروع کر دی ہے جنین۔ پیٹ کا بچہ۔ یعنی جس طرح پیٹ میں بچہ چھپا ہوا ہے اسیطرح باطن میں خدا کی جانب کاموں کی تکمیل کا تقاضا چھپا ہوا ہے۔ برمامنہ۔ یعنی مجھ پر مثنوی کے اتمام کا بار نہ ڈال۔ چوں زمفلس یعنی مجھے مثنوی کے معانی اور قوافی عنایت فرمادے۔ تجے تو تیری مدد کے بغیر صبح و شام یعنی زمانہ کی کیا طاقت ہے کہ وہ کسی شعر کہلا سکے تجنیس۔ دو لفظوں کا لفظی یا معنوی اعتبار سے باہمی مشابہ ہونا۔

لہ چوں مسبح۔ پہلے اشعار میں چونکہ نظم و قوافی کو حضرت کے حکم کا غلام قرار دیا تھا اب مولانا فیروزی الدین چیزوں کے تابع فرمان الٰہی ہونے کو بیان کرتے ہیں۔ ہر یکے۔ دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے لیکن ہر چیز کے تسبیح کرنے کا طریقہ جداگانہ ہے۔ کہ آدمی۔ انسان جمادات یعنی پتھر وغیرہ کی تسبیح کو نہیں سمجھ پاتا اسلئے وہ آدمی تسبیح خوانی کا انکار کر دیتا ہے جبکہ مشہور ہے کہ دنیا میں مذہبی ۷۳ فرقے ہیں ان میں سے ۷۲ گمراہ ہیں ایک فرقہ ورست ہے۔ ہر فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی تسبیح کرتا ہے دوسرے لوگ اُس سے واقف نہیں ہوتے ہیں چوں دو ناطق۔ دو

چوں من از تسبیح ناطق[1] غافلم
جب میں بولنے والے کی تسبیح سے غافل ہوں

چوں بداند مسبحۂ صامت دلم
تو میرا دل بے زبان کی تسبیح کو کیسے سمجھے؟

ہست سُنّی را یکے تسبیح خاص
سنّی کی ایک خاص تسبیح ہے

ہست جبری را صدائے در مناص
نجات پانے میں جبری کی (کی تسبیح) اُسکے خلاف ہے

سُنّی از تسبیح جبری بے خبر
سنّی، جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے

جبری از تسبیح سُنّی بے اثر
جبری، سنّی کی تسبیح سے بے نشان ہے

ایں ہمی گوید کہ آں ضال ست و گم
یہ کہتا ہے کہ وہ گمراہ ہے اور بھٹکا ہوا ہے

بے خبر از حال او و زامر قُم
اُس کے حال سے اور قُم کے حکم سے بے خبر ہے

واں ہمی گوید کہ ایں را چہ خبر
وہ یہ کہتا ہے کہ اُس کو کیا پتہ

جنگ شاں افگند یزداں از قدر
اللہ (تعالیٰ) نے تقدیر سے انمیں جنگ پیدا فرما دی ہے

گوہر ہر یک ہویدا می کند
ہر ایک کی اصل کو ظاہر کر رہا ہے

جنس از ناجنس پیدا می کند
جنس کو ناجنس سے واضح کر رہا ہے

قہر را[2] از لطف داند ہر کسے
قہر کو مہر سے ہر شخص جدا سمجھتا ہے

خواہ دانا خواہ ناداں یا خسے
خواہ وہ دانا ہو خواہ نادان یا کمینہ

لیک لطفے قہر در پنہاں شدہ
لیکن وہ مہر جو قہر میں پوشیدہ ہے

یا کہ قہرے در دلِ لطف آمدہ
یا وہ قہر جو مہر کے اندر ہے

کم کسے داند مگر ربانیے
اسکو، سوائے اُس باخدا انسان کے کوئی نہیں جانتا ہے

کش بود در دل محک جانیے
جس کے دل میں روح کی کسوٹی ہو

باقیاں[3] زیں دو گمانے می برند
باقی لوگ اُن دونوں میں شک کرتے ہیں

سوئے لانہ خود یک پری پرند
اپنے آشیانہ کیجانب ایک بازو سے اُڑتے ہیں

در بیان آنکہ علم را دو پر و گمان را یک پر ست

اس کا بیان کہ علم کے دو بازو ہیں اور شک کا ایک بازو ہے

علم را دو پر گماں را یک پر ست
علم کے دو بازو ہیں شک کا ایک بازو ہے

ناقص آمد ظن پرِ واز ابتر ست
شک اُڑنے میں ناقص ہے اور دُم کٹا ہے

مُرغِ یک پر زود افتد سرنگوں
ایک بازو کا پرندہ، جلد اوندھا گرتا ہے

باز بر پرّد دو گامے یا فزوں
پھر دو قدم یا کچھ زیادہ اُڑتا ہے

---

[1] ناطق بولنے والا انسان
خاموش، نہ بولنے والا بت
سنّی سنّی فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے تو جبری فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے اور ایک دوسرے کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ہیں۔
ایں ہمی، یہ جبری کہتا ہے کہ سنّی گمراہ ہے۔ اور قُم۔ جہاں جہاں قرآن میں انسان کو قُم کا حکم ہوا ہے جسکے معنے ہیں تو کھڑا ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فعل انسانی انسان کی قدرت میں ہے ورنہ اسکو یہ حکم نہ دیا جاتا۔ یہ جبری عقیدہ کے خلاف دلیل ہے لیکن جبری اس دلیل سے بیخبر ہے۔ قدر ازل میں یہ اختلافات مقدر کردیئے گئے تھے تاکہ حق و باطل کو فیصلہ ہوسکے۔

[2] قہر را از لطف بعض خاص قہر اور خاص مہر میں ایسے قہر اور مہر کو ہر شخص سمجھ لیتا ہے۔ لیک۔ بعض وہ مہر ہیں جو قہر میں پوشیدہ ہوتی ہیں جیسا کہ باپ کا بچہ پر تعلیم کیلئے سختی کرنا یا اللہ تعالیٰ کا کسی مومن کو کسی مرض میں مبتلا کرنا اسیطرح بعض قہر وہ ہیں جو مہر میں پوشیدہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کافروں کیلئے دنیاوی نعمتوں میں فراخی پیدا کرنا اس کو صرف خاصان خدا سمجھتے ہیں۔

[3] باقیاں۔ عام لوگ مہر میں پوشیدہ قہر اور قہر میں پوشیدہ مہر کے بارے میں اوپر طرح کا خیال کرتے ہیں یعنی انکی حقیقت میں مشکوک ہوتے ہیں۔ علم یعنی حقائق تک پہنچنے میں یقین کی پرواز ہوتی ہے

اُفت[1] و خیزاں می رود مرغ گماں
گمان کا پرندہ گرتا پڑتا روانہ ہوتا ہے

با یکے پر بر امید آشیاں
ایک بازو سے، آشیانہ کی امید پر

چوں ز ظن وارست علمش رُو نمود
جب وہ گمان سے نجات پا گیا اُسکا علم رُونما ہوا

شُد دو پر آں مرغ و پرہا بر کشود
(اب) وہ پرندہ دو بازو کا ہو گیا اور بازو کھولے

بعد ازاں یَمْشِی سَوِیًّا مُسْتَقِیْم[2]
اُس کے بعد ٹھیک سیدھا روانہ ہوتا ہے

نے عَلٰی وَجْهِهٖ مُکِبًّا اَوْ سَقِیْم
نہ اپنے چہرے کے بل اوندھا یا بیمار

بادو پر بر می پرد چوں جبرئیل[3]
جبرئیل کی طرح دو بازوؤں سے اونچا اڑتا ہے

بے گماں بے فکرت و بے قال و قیل
بغیر گمان، بغیر فکر اور بغیر چناں وچنیں کے

گر ہمہ عالم بگویندش تو نی[4]
اگر تمام دنیا اُس سے کہے کہ تو ہی

بر رہ یزدان و دین مستوی
خدائی راستہ اور سیدھے دین پر ہے

اُو نگردد گرم تر از گفت شاں
وہ اُن کی باتوں سے جوش میں نہیں آتا

جانِ طاقِ اُو نگردد جُفت شاں
اُس کی یکتا روح اُن کی ساتھی نہیں بنتی ہے

ور ہمہ گویند اُورا گمرہی
اور اگر سب اُس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے

کوہ پنداری و تو برگِ کہی
تو کہ پہاڑ سمجھتا ہے وہ اُن کی تو گھاس کا تنکا ہے

اُو نیفتد در گماں از طعنِ شاں
اُن کی طعنہ زنی سے وہ شک میں نہیں پڑتا ہے

اُو نگردد درد مند از طعنِ شاں
اُن کی طعنہ زنی سے وہ رنجیدہ نہیں ہوتا ہے

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت
بلکہ اگر سمندر اور پہاڑ بولنے لگیں

گویدش باگمرہی گشتی تو جُفت
اُس سے کہیں تو گمراہی کا ساتھی ہے

ہیچ یک ذرّہ نیفتد در خیال
وہ ایک ذرہ بھی گمان میں مبتلا نہیں ہوتا

نے بطعن طاعناں رنجور حال
نہ طعنہ زنوں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ ہوتا ہے

مطمئن[5] و مُوقن و بے احتیال
مطمئن اور صاحبِ یقین اور بے حیلہ ہوگا

کا بنچنیں باشد مگر در کُلِّ حال
شاید ہر حالت میں ایسا ہی ہوتا ہوگا

مثال رنجور شدن آدمی بوہم تعظیم خلق و رغبت

انسان کا لوگوں کی تعظیم کرنے اور معتقدین کی اُس کی طرف رغبت کے وہم سے

مُشتریاں بوے وحکایت معلم کودکاں

بیمار پڑنا اور بچوں کے اُستاد کا قصہ

---

[1] اُفت و خیزاں۔ شک و گمان، حقیقت تک پہنچنے کے لئے گرتا پڑتا چلتا ہے آشیاں۔ گھر، سلامتی، یعنی مقصد۔ چوں ز ظن الخ یعنی جب انسان مرتبۂ یقین تک پہنچ جاتا ہے تو پھر اُس کی پرواز درست ہوتی ہے۔ بعد ازاں یقین کا مرتبہ حاصل ہو جانے کے بعد سیدھی اور پختہ اڑان ہوتی ہے انسان ٹھوکریں نہیں کھاتا ہے۔ الخ جب انسان کو معرفتِ حقیقی حاصل ہو جاتی ہے تو اُس کی پرواز جبرئیلؑ کی طرح ہوتی ہے۔

[2] گر ہمہ انسان کو جب علم کا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو لوگوں کی مدح اور قدح سے بے نیاز ہو جاتا ہے نہ مدح اُس میں مسرت پیدا کرتی ہے نہ قدح۔ کوہ پنداری۔ خود کو پنداری۔ برگ نہی۔ برگ کاہ، ہستی طعن۔ طعنہ زنی، نیز ہ بازی۔ یعنی ایک درجہ کمال الیقین تو شامدوں اور حاسدوں کی باتوں سے قطعاً متاثر نہیں ہوتا ہے

[3] مطمئن علم کے اعلیٰ مرتبہ حاصل ہو جانے پر انسان بہر حال مطمئن رہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ لوگوں کی مدح اور قدح تو ہر حال میں جاری ہی رہتی ہے۔ رنجور شدن۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جن کو علم الیقین نہیں ہوتا وہ کانوں کے کچے ہوتے ہیں اور مدح و قدح سے متاثر ہوتے ہیں۔

کودکانِ مکتبے از اوستاد — رنج دیدند از ملال و اجتہاد[1]
ایک کتب کے بچے استاد کی جانب سے — تھکن اور محنت کی وجہ سے رنجیدہ ہوگئے

مشورت کردند در تعویقِ کار — تا معلّم در فتد در اضطرار
کام کو ٹالنے کے لئے انھوں نے مشورہ کیا — تاکہ استاد پریشانی میں مبتلا ہو جائے

چوں نمی آید ورا رنجوریے — کہ بگیرد چند روز او دوریے
انھیں کو کوئی بیماری کیوں نہیں لگتی؟ — کہ وہ چند دن دور رہے

تا رہیم از جلس و از تنگیِ کار — ہست او چوں سنگِ خارا برقرار
تاکہ ہم تیسرا درس کام کی دشواری سے چھٹ جائیں — وہ تو سنگِ خارا کی طرح جما ہوا ہے

آں یکے[2] زیرک ترے ایں تدبیر کرد — کہ بگوید اوستا چونی تو زرد
ایک لڑکا ذہین نے یہ تدبیر کی — کہ وہ کہے تو، استاد آپ زرد کیوں ہیں!

خیر باشد رنگ تو برجا نیست — ایں اثر یا از ہوا یا از تپ ست
اللہ خیر کرے آپ کی رنگت ٹھیک نہیں ہے — یہ اثر ہوا یا بخار کی وجہ سے ہے

اندکے اندر خیال افتد ازیں — تو برادر ہم مدد کن ایں چنیں
اس سے وہ تھوڑا سا وہم میں پڑ جائے گا — بھائی تو بھی اسی طرح مدد کرنا

چوں درآئی از درِ مکتب بگو — خیر باشد اوستا احوالِ تو
جب تو وہ تازہ سے کتب میں داخل ہوا کہنا — اللہ خیر کرے، استاد آپکے مزاج کیسے ہیں؟

آں خیالش اندکے افزوں شود — کز خیالے عاقلے مجنوں شود
اس کا وہ وہم تھوڑا بڑھے گا — وہم کی وجہ سے عقلمند پاگل بن جاتا ہے

آں سوم واں چارم و پنجم چنیں — در پے ماغم نمایند و حنیں
تیسرا اور چوتھا اور ایسے ہی پانچواں — ہمارے لئے غم کا اظہار کرے اور روئے

تا چو سی کودک بیایے ایں خبر — مشفق گویند یابد مستقر
جب اس بات کو تیس بچے سنیں گے — بالاتفاق کہیں گے تو وہ غم جائے گی

ہر یکے گفتش کہ شاباش اے ذکی — باد بختت بر عنایت متکی
ہر بچے نے اس سے کہا اے ذہین! شاباش ہے — خدا کرے تیرے نصیبہ کا (اللہ کی) مہربانی پر بھروسا ہو

مشفق گشتند در عہدِ وثیق — کہ نگرداند سخن را یک رفیق
مضبوط عہد میں سب مشفق ہوگئے — کہ کوئی ساتھی بات کو نہ بدلے گا

---

[1] اجتہاد: محنت کرنا، مشقت برداشت کرنا۔ تعویقِ کار یعنی کام کے محنت اور مشقت کرانے کو ٹالنا۔ چونکہ وہ قدرتی طور پر بیمار نہیں ہوتا ہے اور مکتب میں برابر حاضر ہوتا ہے لہٰذا ہمیں کوئی فرضی کارروائی کرنی چاہیئے برقرار یعنی استاد پتھر کی طرح کتب میں جما ہوا ہے۔

[2] آں یکے۔ سب سے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ وہ استاد سے جا کر کہے گا کہ آپ کا رنگ پیلا کیوں ہو رہا ہے۔ شاید آپکو بخار ہو گیا ہے اس سے استاد کو کچھ وہم پیدا ہوگا پھر دوسرا بچہ بھی یہی کہے تو استاد کی بیماری کا خیال اور بڑھے گا اس طرح مسلسل دوسرے بچے کہیں گے اور استاد کو اپنی بیماری کا یقین ہو جائیگا۔ ارشاد استاد مختلف ہے۔

[3] آچو سی۔ تیس بچے مسلسل استاد کے رنگ کے زرد ہونے کا کہیں گے تو یہ بات استاد کے دل میں جم جائے گی تبھی اس تدبیر پر ہر بچے نے اس ذہین بچے کو شاباش کہا اور دعا دی۔ عہدِ وثیق مضبوط عہد کو نگرداند یعنی سب یہی بات کہیں کوئی بچہ اس بات میں تبدیلی نہ کرے۔

بعد ازاں سوگند داد او جملہ را
اس کے بعد اُس نے سب کو قسم دی

تا کہ غمّازے[1] نگوید ماجرا
تاکہ کوئی چغلخور (نمیم) بات نہ بتائے

رائے آں کودک ز بحر بیدار ہمہ
اس بچہ کی رائے سب سے بڑھ گئی

عقلِ او در پیش می رفت از رمہ
اُس کی عقل گلہ سے آگے چلتی تھی

آں تفاوت ہست در عقلِ بشر
انسانوں کی عقل میں ایسا ہی فرق ہے

کہ میان شاہداں اندر صُوَر
جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں

در بیانِ آنکہ عقولِ خلق متفاوت است در اصلِ فطرت و نزدِ معتزلہ

اس کا بیان کہ اصل فطرت میں لوگوں کی عقلوں میں فرق ہے اور معتزلہ کے نزدیک

تساویست و تفاوتِ عقول بسبب تجربہ و تحصیلِ علم ست

سب برابر ہیں اور عقلوں کا فرق تجربہ اور علم حاصل کرنے کی وجہ سے ہے

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَالُ الرَّجُلِ فَصَاحَۃُ لِسَانِہٖ[2]

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان کا حسن اس کی زبان کی فصاحت ہے

زیں قبل فرمود احمدؐ در مقال
اسی سلسلہ میں آنحضورؐ نے گفتگو میں فرمایا

در زباں پنہاں بود حُسنِ رجال[3]
انسانوں کا حُسن زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے

اختلافِ عقلہا در اصل بود
عقلوں کا فرق اصل سے تھا

بر وفاقِ سُنّیاں باید شنود
سُنّیوں (کے قول) کے مطابق سننا چاہیے

بر خلافِ قولِ اہلِ اعتزال
معتزلہ کے اُس قول کے خلاف

کہ عقول از اصل دارند اعتدال
کہ عقلیں اصل میں یکسانیت رکھتی ہیں

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند
تجربہ اور تعلیم گھٹاتے اور بڑھاتے ہیں

تا یکے را از یکے اعلم کند
یہاں تک کہ ایک کو ایک سے زیادہ عالم بنا دیتے ہیں

باطل[3] ست ایں زانکہ رائے کودکے
یہ غلط ہے، کیونکہ بچے کی رائے

کہ ندارد تجربہ در مسلکے
جس کو کسی مسلک کا کوئی تجربہ نہیں ہے

بگذرد ز اندیشۂ مردانِ کار
تجربہ کار لوگوں کی رائے سے بڑھ جاتی ہے

عاجز آمد کارشاں در اضطرار
ان لوگوں کا کام پریشانی میں عاجز آجاتا ہے

بَرد میداند ایشہ زاں طفلِ خُرد
اُس پھوٹے بچہ سے وہ خیال ظاہر ہوا

پیر با صد تجربہ بوئے نبرد
جس کی سو تجربہ والے بوڑھے کو خوشبو بھی نہ آئی

---

[1] غمّاز: چغلخور، ماجرا: قصہ۔ یعنی یہ کہ ہم نے فرضی طور پر یہ سازش کی ہے۔ در بیانی بچوں کی جماعت۔ آں تفاوت۔ جس طرح اس بچہ اور دوسرے بچوں کی عقل میں فرق تھا اسی طرح انسانوں کی عقل میں فرق ہے جیسا کہ سب انسانوں کا ظاہر یکساں نہیں ہے باطنی حواس بھی یکساں نہیں ہیں۔ نزد معتزلہ: معتزلہ تمام انسانوں کی عقل کو اصل فطرت میں یکساں مانتے ہیں اور فرق محض تجربہ اور تعلیم کی بنیاد پر مانتے ہیں۔

[2] در زباں۔ حدیث میں ہے اَلْمَرْءُ مَخْفِیٌّ تَحْتَ لِسَانِہٖ۔ یعنی انسان کی خوبی اس کی زبان میں چھپی ہوتی ہے۔ اعتدال۔ یکسانیت۔ اعلم۔ زیادہ جاننے والا۔

[3] باطل ست۔ مولانا فرماتے ہیں معتزلہ کا یہ قول باطل ہے۔ بلکہ وہ بچہ جس کو نہ کوئی تجربہ ہے نہ تعلیم اس کی رائے اور تدبیر تجربہ کار لوگوں سے بڑھ جاتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عقلوں کا تفاوت فطری ہے۔ طفلِ خرد۔ وہی مکتب کا ذہین بچہ۔

خود[1] فزوں آں بہ کہ آں از فطرت ست — باز افزوں کوشش و فکرت ست
عقل کی، وہ زیادتی جو فطرت کی طرف سے ہے بہتر ہے — پھر وہ زیادتی ہے جو کوشش اور فکر کی وجہ سے ہے

تو بگو دادہ خدا بہتر بود — یا کہ لنگے را ہموارانہ رود
تو جانا، اللہ کا دیا ہوا بہتر ہوتا ہے — یا وہ لنگڑا جو تیز رو گھوڑے کی طرح چلے

در وہم افگندن کودکاں اُستاد را بمکر

مکاری سے بچوں کا اُستاد کو وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آں کودکاں — بر ہمیں[2] فکرت سوئے مکتب رواں
دن نکلا، اور وہ بچے آئے — اسی تدبیر کے مطابق مکتب کی جانب روانہ ہوئے

جملہ استادند بیروں منتظر — تا در آید اوّل آں یارِ مکر
سب باہر منتظر کھڑے ہو گئے — تاکہ وہ مکار دوست پہلے اندر جائے

زانکہ منبع اُو بُدست ایں رَا را — سَر امام آمد ہمیشہ پائے را
اس لئے کہ اس تدبیر کا وہی سرچشمہ تھا — سَر ہمیشہ پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے

اے مقلد تو مجو بیشی براں — کو بُود منبع ز نورِ آسماں
اے پیچھے چلنے والے! تو اس سے آگے نہ بڑھ — جو آسمانی نور کا سرچشمہ ہے

اُو در آمد گفت اُستا را سلام — خیر باشد رنگِ رُویت زرد فام
وہ آیا، بولا اُستاد کو سلام ہے — خدا خیر کرے آپکے چہرے کی رنگت پیلی ہے

گفت اُستا نیست رنجے مر مرا — تو برو بنشیں مگو یا وہ[3] ہلا
اُستاد نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے — تو جا، بیٹھ جا، خبردار! بک بک نہ کر

نفی کرد اما غبارِ وہم بد — اندکے اندر دلش ناگاہ زد
انکار کر دیا لیکن بُرے خیال کا وہم — تھوڑا سا اچانک اس کے دل میں رُونما ہوا

اندر آمد دیگرے گفت اینچنیں — اندکے آں وہم افزوں شد برِیں
دوسرا اندر آیا، اس نے بھی ایسا ہی کہا — اس پر تھوڑا سا وہ وہم بڑھا

ہم چنیں تا وہم اُو قوت گرفت — ماند اندر حال خود بس در شگفت
اسی طریقہ پر یہاں تک کہ وہم نے قوت پکڑی — وہ اُستاد اپنے معاملہ میں حیرانی میں پڑ گیا

رنجور شدن فرعون بوہم از تعظیمِ خلقاں

فرعون کا لوگوں کی تعظیم کے وہم سے بیمار ہونا

[1] خود فزوں۔ عقل کی وہ زیادتی جو فطری ہے وہ اس سے بہتر ہے جو کوشش اور تعلیم سے حاصل ہو۔ تو بگو۔ ظاہر کر کہ اللہ کا عطیہ بہتر ہے۔ یا کہ۔ عقل کی زیادتی اگر فطری نہ ہو بلکہ کسبی ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ لنگڑا گھوڑا تیز روی اختیار کرلے۔

[2] ہمیں فکرت۔ اُستاد کو فریب دینے کی تدبیر جو کل مکتب سے باہر جا کر سوچی وہی ذہن لڑا کر۔ اے مقلد۔ یہ مولانا کی مُرید کو نصیحت ہے کہ پیر یعنی شیخ۔

[3] یاوہ۔ بکواس۔ ہلا حرفِ تنبیہ ہے۔ لفظی ترجمہ۔ یعنی استاد کے بیمار ہونے کا انکار کر دیا۔

سجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد
عورتوں اور بچوں اور مردوں کے سجدہ کرنے

زد[1] دلِ فرعون را رنجور کرد
اثر کیا، فرعون کے دل کو بیمار کر دیا

گفتنِ ہر یک خداوند و ملک
ہر ایک کے مالک اور شاہ کہنے نے

آنچناں کردش ز وہم منہمک
ایسا کر دینے والے وہم کی وجہ سے اسکو ایسا بنا دیا

کہ بدعوای الٰہی شد دلیر
کہ خدائی کے دعوے پر دلیر ہو گیا

اژدہا گشت و نمی شد ہیچ سیر
اژدہا بنا، اور کبھی اس کا پیٹ نہ بھرا

عقلِ جزوی آفتش وہم ست و ظن
وہم اور گمان ناقص عقل کیلئے مصیبت ہے

زانکہ در ظلمات شد او را وطن
کیونکہ اس کا ٹھکانا تاریکیوں میں ہے

بر زمیں[2] گر نیم گز راہے بود
زمین پر اگر آدھے گز کا راستہ ہو

آدمی بے وہم ایمن می رود
آدمی بغیر وہم کے مطمئن ہو کر چلتا ہے

بر سرِ دیوارِ عالی گر روی
اگر تو اونچی دیوار پر چلے

گر دو گز عرضش بود کژ میشوی
اگر دو گز کی چوڑائی ہو تو اوندھا ہو جاتا ہے

بلکہ می افتی ز لرزِ دل بوہم
بلکہ وہم کیوجہ سے دل کے لرزنے سے تو گر پڑے

ترس وہمے را نکو بنگر بفہم
عقل کے ذریعہ خوف اور وہم کو خوب سمجھ لے

رنجور شدن اُستاد معلم بوہم و خیال

وہم اور خیال کی وجہ سے پڑھانے والے اُستاد کا بیمار پڑنا

گشت اُستا سخت سُست از وہم و بیم
وہم اور ڈر سے اُستاد بہت سست ہو گیا

برجہید و می کشانید او گلیم
اٹھا اور اس نے کملی کھینچی

خشمگیں بازن کہ مہر او سست
بیوی پر غصہ تھا، کہ اس کو محبت کم ہے

من بدیں حالم نپرسید او نخست
میں اس حالت میں ہوں اور اُس نے پہلے نہ پوچھا

خود مرا آگہ نہ کرد از رنگِ من
اس نے مجھے میری رنگت سے آگاہ نہ کیا

قصد دارد تا رہد از ننگِ من
اس کا تو ارادہ ہے کہ میری ذلت سے نجات پائے

او بحسن و جلوۂ خود مست گشت
وہ اپنے حسن اور جلوے میں مست ہو گئی ہے

بیخبر کز بامِ من افتاد زشت
اس سے بے خبر کہ زشت میرے بالاخانے سے گرا ہے

آمد و در را بہ تندی وا کشاد
گھر آیا اور سختی سے دروازہ کھولا

کو دکاں اندر پئے آں اوستاد
بچے اُس اُستاد کے پیچھے تھے

---

[1] زد۔ یعنی اثر کرد۔ رنجور کرد۔ یعنی فرعون کو خدائی کے وہم کی بیماری میں مبتلا کر دیا اثر کیا۔ یعنی فرعون پر اقتدار لگنے میں اژدہا بنا پھر بھی اس کا پیٹ نہ بھرا عقل جزوی عقل ناقص عقل انسانی اس کے بالمقابل عقل کل ہے جس سے جبرئیل یا حضرت محمد ﷺ مراد لیتے ہیں۔

[2] بر زمیں۔ وہم کو خلاقی مانا جاتا ہے، انسان زمین پر تیزی سے بھاگا چلا جاتا ہے اور کبھی کبھی گرتا زمین پر بھاگنے میں جس قدر زمین کے استعمال میں آتی ہے اگر اس سے زیادہ راستہ کسی بلند دیوار پر ہو تو اس پر کبھی نہیں بھاگ سکتا کیونکہ اس کو وہم ہوتا ہے گر وہ گر جائیگا اور اس توہم و واہمہ کی بناء پر وہ گر پڑتا ہے۔ بعض لوگ اسی گھر جلتے وقت یہ آہیں بھر رہا تھا۔

[3] رنگ۔ من یعنی وہ یہ سوچتی ہے کہ مر جائوں تو اسکو مجھ سے نجات ملے۔ باہم من۔ طنز آمیز انداز تخاطب ہے جس کے معنی ہیں بات کا مشہور ہو جانا۔

گفت زن خیرست چوں زود آمدی
بیوی نے کہا خیر ہے آپ جلد کیوں آ گئے؟

کہ مبادا ذاتِ نیکت را بدی
خدا نہ کرے آپکی نیک ذات کو کوئی تکلیف پہنچے

گفت کوری رنگ و حالِ من ببیں
اس نے کہا تو اندھی ہے میری رنگت اور حالت دیکھ

از غمِ بیگانگاں[1] اندر حنیں
میرے غم میں دوسرے رو رہے ہیں

تو درونِ خانہ از بغض و نفاق
تو گھر کے اندر بغض اور نفاق کی وجہ سے

می نہ بینی حالِ من در احتراق
جلنے میں میری حالت نہیں دیکھتی ہے

گفت زن اے خواجہ رنجے نیستت
بیوی نے کہا اے جناب آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے

وہم و ظن و فکرِ بے معنیستت
آپ کا وہم اور گمان اور فکر بلا وجہ ہے

گفت اے غرّ تو ہنوزی در لجاج
اس (شوہر) نے کہا اے بیوقوف تو ابھی جھگڑے میں ہے

می نہ بینی ایں تغیر و ارتجاج
اس تغیر اور کپکپی کو نہیں دیکھ رہی ہے

گر تو کوری و کر شدی ما را چہ جرم[2]
اگر تو اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور ہے

ما دریں رنجیم و در اندوہ و کرم[2]
ہم تو اس رنج اور فکر اور ضیق میں ہیں

گفت اے خواجہ بیارم آئینہ
اس نے کہا اے جناب! میں آئینہ لاتی ہوں

تا بدانی کہ ندارم من گنہ
تاکہ آپ سمجھ لیں کہ میری کوئی خطا نہیں ہے

گفت رو رو چہ تو چہ آئینہ ات
اس نے کہا جا، جا تو کیا، تیرا آئینہ کیا

دائماً در بغض و کینی و عنت[3]
تو ہمیشہ بغض اور کینہ اور سرکشی میں مبتلا ہے

جامۂ خواب مرا زود گستراں
جلد میرا بستر بچھا دے

تا بخسپم کہ سرِ من شد گراں
تاکہ میں سو جاؤں، مجھے سر گرانی ہے

زن توقف کرد و مرد آں دشمن بانگ زد
بیوی نے دیر کی، اور مرد اس پر چیخا

کاے عدو زودتر ترا ایں می سزد
کہ اے دشمن جلدی کر تیرے لئے یہ مناسب ہے؟

در جامۂ خواب افتادنِ اُستاد و نالیدنِ اُو بوہم رنجوری

اُستاد کا بستر میں لیٹ جانا اور بیماری کے وہم سے اُس کا رونا

جامۂ خواب آورد و گستردش عجوز
بڑھی بستر لائی، اور اس کے لئے بچھا دیا

گفت امکان نے و باطن پُر ز سوز
(بڑھی کے لئے) بولنا ممکن نہیں، اور دل میں جلن

گر بگویم ممتہم دارد مرا
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ مجھ پر تہمت دھریگا

ور نگویم جد شود ایں ما جرا
اگر کچھ نہیں بولتی ہوں تو قصہ حقیقی بنجائیگا

[1] بیگانگاں یعنی بچے جو غیر ہیں وہ رو رہے ہیں۔
[2] اِحتراق۔ جلنا، بخار۔ غرّ۔ غین کے کسرہ کے ساتھ، ناتجربہ کار، غین کے فتح کے ساتھ زنِ فاحشہ۔ اِرتجاج۔ لرزہ، کپکپی۔
[2] کرم۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ، اندوہ، غم۔ تابدانی۔ آئینہ دیکھ کر تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ تم بیمار نہیں ہو اور میرا کہنا درست ہے۔ فتنہ فساد، ہلاکت۔
[3] جامۂ خواب۔ سونے کا بستر۔ می سزد۔ یہ تاخیر تیرے لئے مناسب ہے۔ عجوز۔ بڑھی یعنی اُستاد کی بیوی۔ گفتِ امکاں نے یعنی بیوی کا بولنا ممکن نہ تھا ورنہ اور بُرے بھلے سنتی لیکن غلط بات پر اس کا دل جل رہا تھا۔
جد شود۔ یعنی یہ وہمی بیماری حقیقی بیماری بن جائیگی۔

فالِ بد رنجور گرداند همے
بُری فال، بیمار بنا دیتی ہے

آدمی را کہ نبود دستش غمے
اُس آدمی کو بھی، جس کو کوئی غم نہ ہو

قولِ پیغمبر قبول لہٗ یُفرَضُ
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات، ماننا فرض کر دیگئی ہے

اِن تمارَضتُم لَدینا تُمرَضُو
اگر ہمارے سامنے تکلف مریض بنوگے مریض بنادیئے جاؤگے

گر بگویم[1] اُو خیالِ بد زند
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ بُرا خیال کریگا

فعلِ دارد زن کہ خلوت می کُند
کہ بیوی کو کوئی کام ہے، تنہائی چاہتی ہے

مر مرا از خانہ بیروں می کُند
مجھے گھر سے بھگانا چاہتی ہے

بہرِ فسقے فعل وافسوں میکُند
بدی کے لئے کوشش اور تدبیر کرتی ہے

جامہ خواب انگند و اُستاد او فتاد
اُس نے بستر بچھایا اور اُستاد لیٹ گیا

آہ آہ و نالہ از وے می بزاد
آہ، آہ اور رونا شروع کر دیا

کودکاں آنجا نشستند و نہاں
بچے وہاں بیٹھ گئے، اور آہستہ سے

درس میخواندند با صد اندہاں
سینکڑوں غموں کے ساتھ سبق پڑھنے لگے

کایں[2] ہمہ کردیم و ہم زندانیم
کہ ہم نے سب کچھ کیا اور پھر بھی ہم قیدی ہیں

بد بنائے بود و ما بد بانیم
بُری عمارت تھی اور ہم بُرے بنانیوالے ہیں

ہیں دگر اندیشہ باید نمود
خبردار! دوسری تدبیر کرنی چاہئے

تا ازیں محنت فرح یابیم زود
تاکہ ہم اِس مصیبت سے جلد راحت پالیں

دوم بار در وہم افگندن کودکاں اُستاد را کہ اُورا از قرآن خواندن صُداع آید و دردِ سر افزاید

بچوں کا اُستاد کو دوبارہ وہم میں مبتلا کر دینا کہ قرآن پڑھنے سے اُس کے سر میں درد پیدا ہو جائیگا اور سر کا درد بڑھ جائیگا

گفت[3] آں زیرک کہ اے قوم پسند
اُس ذہین بچے نے کہا اے دوستو!

درس خوانید و کُنید آواز بلند
سبق پڑھو، اور آواز بلند کرو

چوں ہمی خواندند گفت اے کودکاں
جب اُنھوں نے اسباق پڑھا تو بولا اے بچو!

بانگِ ما استاد را دارد زیاں
ہماری آواز سے اُستاد کو تکلیف ہوتی ہے

دردِ سر افزاید استا را ز بانگ
آواز سے اُستاد کے سر میں درد بڑھتا ہے

ارزد ایں کو درد یابد بہرِ آنگ
کیا یہ مناسب ہے کہ وہ بڑی کیلئے اُنکے سر میں درد ہو؟

[1] گر بگویم۔ اگر میں یہ کہتی ہوں کہ تم بیمار نہیں ہو تو دل میں یہ سوچے گا کہ مجھے کوئی بُرا کام کرنا ہے جس کی وجہ سے میں اُس کو گھر سے نکالنا چاہتی ہوں۔ باقصد اندہاں۔ چونکہ اِس تدبیر سے بھی انھیں مجھتی نہ تھی۔

[2] کایں ہمہ۔ یعنی اُستاد کو بیمار بنانے کی بنیاد بھی ڈالی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ دگر اندیشہ۔ کوئی دوسری تدبیر۔ فرح۔ خوشی، راحت۔ صداع۔ دردِ سر۔

[3] گفت۔ یعنی اِسی پہلے ذہین بچے نے یہ تدبیر سوچی کہ بچے زور زور سے سبق پڑھیں۔ آقا۔ آواز۔ زیاں۔ نقصان۔ اُستا۔ استاد۔ دانگ۔ درہم کا چھٹا حصہ، ہر بچہ اُستاد کو ہر مہینہ ایک دانگ دیتا ہوگا۔

خلاصی یافتن کودکاں از مکتب بدیں مکر و سوال مادراں از ایشاں

اس عیاری کی وجہ سے بچوں کا چھٹکارا حاصل کرنا اور ماؤں کا اُن سے پوچھنا

گفت[1] اُستا راست می گوید روید — دردِ سَر افزوں شدم بیروں شوید
اُستاد نے کہا وہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ — میرے سر میں درد بڑھ گیا، باہر چلے جاؤ

سجدہ کردند و بگفتند اے کریم — دور باد از تو رنجوری و بیم
سب نے سجدہ کیا اور کہا، اے جناب! — خدا کرے بیماری اور ڈر آپ سے دور ہو جائے

پس بروں جستند سوئے خانہا — ہمچو مُرغاں در ہوائے دانہا
پھر وہ گھروں کی جانب باہر کو بھاگے — جیسا کہ دانہ کی خواہش میں پرندے

مادراں شاں خشمگیں گشتند و گفت — روزِ کُتّاب[2] و شما با لہو و جفت
اُن کی مائیں خفا ہوئیں اور کہا — مکتب کا دن ہے اور تم کھیل کے ساتھی ہو

وقتِ تحصیل ست اکنون و شما — می گریزید از کتاب و اوستا
یہ حاصل کرنے کا وقت ہے، اور تم — کتاب اور اُستاد سے بھاگتے ہو

عذر آوردند کلے مادر تو ایست — ایں گناہ از ما و از تقصیر نیست
اُنھوں نے عذر کیا کہ اے اماں جو ٹھہر — یہ ہماری خطا اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے

عُذر آوردند ایشاں در زماں — کیں گنہ از ما نبود اے مادراں
اُنھوں نے فوراً عذر کیا — اے ماؤں! یہ ہمارا قصور نہ تھا

از قضائے آسماں اُستادِ ما — گشت رنجور و سقیم[3] و مُبتلا
آسمانی قضا سے ہمارا اُستاد — رنجور اور بیمار اور مبتلا ہو گیا

مادراں گفتند مکر ست و دروغ — صد دروغ آرید بہر طمع دوغ
ماؤں نے کہا مکاری اور جھوٹ ہے — چھاچ کے لالچ میں تم سو جھوٹ بول رہے ہو

ما صباح آئیم پیشِ اوستا — تا بہ بینیم اصلِ ایں مکرِ شما
ہم صبح کو اُستاد کے پاس جائیں گے — تاکہ ہمیں تمہارے اس مکر کی اصل معلوم ہو جائے

کودکاں گفتند بسم اللہ روید — بر دروغ و صدقِ ما واقف شوید
بچوں نے کہا، بسم اللہ جاؤ — ہمارے جھوٹ اور سچ سے واقف ہو جاؤ

رفتنِ مادرانِ کودکاں بامداد بعیادتِ اُستاد

صبح کو بچوں کی ماؤں کا اُستاد کی مزاج پرسی کے لئے جانا

[1] گفت۔ ذہین بچے کے کہنے پر اُستاد نے کہا، ہاں میرے سر میں تمہاری آوازوں سے درد بڑھ گیا، باہر چلے جاؤ۔ دور باد ایں۔ بچے یہ دعا دیتے ہوئے گھروں کو چل دیئے۔ ہمچو مرغاں۔ یعنی جس طرح چڑیاں دانہ کی طرف اُڑ کر جاتی ہیں۔

[2] کُتّاب۔ مکتب۔ جفت۔ ساتھی، جوڑا۔ تحصیل۔ حاصل کرنا یعنی علم حاصل کرنا۔ است۔ شہر۔ تقصیر۔ کوتاہی، گناہ۔

[3] سقیم۔ بیمار۔ مبتلا۔ آزمائش میں پڑا ہوا، بیمار۔ دوغ۔ دہی، چھاچھ، مفاد۔ صبح۔ عیادت۔ مزاج پرسی۔

بامداداں آمدند آں مادراں
صبح کو مائیں پہنچ گئیں

پرسشِ اُستاز ہر گوشہ رواں
ہر جانب سے روانہ ہو کر اُستاد کی مزاج پرسی کیلئے

خفتہ اُستا ہمچو بیمارِ گراں[1]
اُستاد سخت بیمار کی طرح سویا ہوا تھا

در دِ سر را سر بہ بستہ چوں زناں
عورتوں کی طرح دردِ سر کیوجہ سے سر کو باندھے ہوئے

ہم عرق کردہ ز بسیاری لحاف
لحافوں کی کثرت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہوا تھا

سر بہ بستہ رُو کشیدہ در سجاف
سر کو باندھے ہوئے پردے میں منہ چھپائے ہوئے

آہ آہے می کُند آہستہ اُو
چپکے چپکے، آہ آہ کرتا تھا

جملگاں گشتند ہم لاحول گو
سب لاحول پڑھنے لگے

خیر باشد اوستاد ایں دردِ سر
اے استاد! خدا خیر کرے، یہ دردِ سر

جانِ تو ما را نبودہ زیں خبر
تیری جان کی قسم ہمیں اس کی خبر نہ تھی

گفت[2] من ہم بیخبر بودم ازیں
اس نے کہا میں بھی اس سے بے خبر تھا

آ گہم ایں کودکاں کردند ہیں
ہاں، ان بچوں نے مجھے بتایا

من بُدم غافل بشغل قال و قیل
میں پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا

بودہ در باطن چنیں رنجے تقیل
اندر اس قدر بھاری مرض تھا

چوں بجد مشغول باشد آدمی
جب انسان پورا مشغول ہوتا ہے

اُو زدیدِ رنج خود باشد عمی
تو وہ اپنی تکلیف کو دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے

از زنانِ مصر و یوسفؑ شُد سمر
مصر کی عورتوں اور یوسفؑ کا قصہ ہے

کز مشغولی بشد زیشاں خبر
کہ مشغولیت کی وجہ سے ان کو پتہ نہ چلا

پارہ پارہ کرد ساعدہائے خویش
انھوں نے اپنے گلے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

روح والہ کہ نہ پس بیند نہ پیش
کیونکہ عاشق کی روح آگے دیکھتی ہے نہ پیچھے

اے[3] بسا مردِ شجاع اندر حراب
لڑائی میں بہت سے بہادر زخمی ہوتے ہیں

کہ ببرد دست و پایش را ضراب
کہ تلوار کی مار ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتی ہے

اُو ہماں دست آورد در گیر و دار
وہ پکڑ دھکڑ میں اُس ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں

برگمانِ آنکہ ہست اُو برقرار
اِس خیال سے کہ وہ ٹھیک ہے

خود نہ بیند دستِ رفتہ در ضرر
وہ لڑائی میں مبتلا ہاتھ کو نہیں دیکھتا ہے

خوں از و بسیار رفتہ بے خبر
بے خبری میں اُس سے بہت خون بہہ جاتا ہے

[1] بیمارِ گراں: سخت بیمار۔ عرق: پسینہ۔ سجاف: پردہ۔ جان تو: تیری جان کی قسم۔

[2] گفت: اُستاد نے کہا اپنے بیمار ہو جانے کا مجھے بھی پتہ نہ تھا بچوں نے بتایا ہے۔ قال و قیل: سوال و جواب۔ ثقیل: بھاری۔ چوں بجد: اُستاد نے کہا زیادہ مصروفیت میں بیماری کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ عمی: اندھا۔ سمر قصہ یعنی مشہور قصہ ہے کہ زنانِ مصر حضرت یوسفؑ کے حسن میں ایسی محو ہو گئی تھیں کہ انھوں نے ترنج کی بجائے اپنے ہاتھ تراش لئے تھے۔ (آلِ ماشق حیران)

[3] اے: ایسا بہادر لڑائی میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ اُس کو ہاتھ پاؤں کٹنے کی خبر ہی نہیں ہوتی اور خون بہہ جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ہاتھ سالم ہے اور اُس سے وہ کام کر لیتا ہے۔

دَر بیانِ آنکہ تن روح را چوں لباسے ست و ایں دست آستین

اس کا بیان کہ جسم روح کے لئے بمنزلہ لباس کے ہے، اور یہ ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین

دستِ روحست و ایں پائے موزۂ پائے روح

ہے، اور یہ پاؤں روح کے پاؤں کا موزہ ہے

تا بدانی کہ تن آمد چوں لَبِیس[1] — رَو بجُو لابس لباسے را مَئیس

خبردار! تو سمجھ لے کہ جسم لباس کی مانند ہے — جا پہننے والے کو تلاش کر، لباس کو نہ چاٹ

روح را توحیدِ اللہ خوشترست — غیرِ ظاہر دست و پائے دیگرست

روح کے لئے اللہ کی توحید بہت بہتر ہے — ظاہر کے علاوہ (انکے) دوسرے ہاتھ پاؤں ہیں

دست و پا در خواب بینی و ائتلاف — آں حقیقت دال مدانش از گزاف

تو خواب میں ہاتھ اور پاؤں اور انکا جوڑ دیکھتا ہے — اُس کو حقیقت سمجھ اُس کو لغو نہ سمجھ

آں تو ئی کہ بے بدن داری بدن — پس مترس از جسمِ جاں بیروں شدن

تو وہ ہے کہ (اُس) بدن کے علاوہ بدن رکھتا ہے — تو جان کے جسم سے نکل جانے سے نہ ڈر

روح[2] دارد بے بدن بس کاروبار — مُرغ باشد در قفس بس بیقرار

روح کے بدن کے بغیر بہت سے شغلے ہیں — پرندہ پنجرے میں بہت بیقرار رہتا ہے

باش تا مُرغ از قفس آید بروں — تا بہ بینی ہفت چرخ اُو را زبوں

ٹھہر جا کہ پرندہ پنجرے سے باہر آئے — تاکہ تو ساتوں آسمانوں کو اُس کا فرمانبردار دیکھے

یک حکایت[3] گو بمت گر بشنوی — در حقیقت بر حقیقت بگروی

اگر تو سُنے تو میں تجھ سے ایک قصہ بیان کروں — حقیقتاً، تو اصلیت پر گرویدہ ہو جائے گا

حکایت آں درویشے کہ در کوہ خلوت کردہ بود و بیانِ حلاوت

اُس درویش کا قصہ جو پہاڑ میں خلوت نشین ہو گیا تھا، اور (لوگوں سے) جدائی

انقطاع و خلوت و داخل شدن دریں منقبت کہ اَنَا

اور خلوت کی شیرینی کا بیان — اور اِس فضیلت میں داخل ہو جانا، کہ میں اُس کا

جَلِیسُ مَن ذَکَرَنِی وَاَنِیسُ مَن اِستَانَسَ بِی

ہمنشین ہوں جو مجھے یاد کرے اور میں اُس کا دوست ہوں جو مجھ سے اُنسیت کرے۔

گر با ہمہ چو بے منی بے ہمہ — ور بے ہمہ چو با منی با ہمہ

اگر تو سب کے ساتھ ہے جبکہ میرے بغیر ہے تو — اگر تو سب کے بغیر ہے جبکہ میرے ساتھ ہے تب

سب سے جدا ہے — سب کے ساتھ ہے

[1] لَبِیس۔ لباس۔ لابِس۔ لباس پہننے والا یعنی روح۔ مَئیس بمعنی چاٹ۔ یہ دونوں مصدر کا میمی امر ہے۔

دیگرست یعنی روح کے ہاتھ پاؤں جو نظر نہیں آتے ہیں۔ دست و پا خواب میں انسان جن ہاتھ پاؤں کو دیکھتا ہے وہ اس مادی جسم کے نہیں ہیں کیونکہ یہ تو آنکھ سے نظر آتے ہیں وہ جسم مثال کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ وافی بدن یعنی جسم مثالی۔

[2] روح دارد۔ روح کو جسم عنصری سے نکلنے کے بعد بہت سے معاملات پیش آتے ہیں۔

مُرغ۔ اس عنصری جسم میں روح ایک پرند کی طرح ہے جو پنجرے میں بند ہو۔ باش۔ عنصری جسم سے نکلنے پر روح بلند پرواز بن جاتی ہے۔

[3] حکایت۔ چونکہ مولانا یہ سمجھا رہے تھے کہ جسم عنصری کے نقصان سے روح میں نقصان نہیں آتا ہے۔ اب اس حکایت سے یہ بتاتے ہیں کہ اُن بزرگ کا ہاتھ کٹ جانے کے باوجود بطور کرامت کام کرنے لگتا تھا۔

بود درویشے بکہسارے مقیم — خلوتش[1] اُو را بود ہمخواب و ندیم

ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا — خلوت، اُس کی دن رات کی ساتھی تھی

چوں ز خالق می رسید اُو را شمول — بود از انفاس مردوزن ملول

چونکہ اُس تک اللہ تعالیٰ کی ہواؤں پہنچتی تھی — وہ مرد و عورت کے سانسوں سے تنگ تھا

ہمچناں کہ سہل شُد ما را حضر — سہل شُد ہم قوم دیگر را سفر

جیسا کہ ہمارے لئے اقامت آسان ہے — دوسروں کے لئے سفر بھی آسان ہے

آنچنانکہ عاشقی بر سروری — عاشق ست آں خواجہ بر آہنگری

جیسا کہ تو سرداری پر عاشق ہے — وہ خواجہ (سردار) لوہا پیٹنے پر عاشق ہے

ہر کسے[2] را بہر کارے ساختند — میلِ آنرا در دلش انداختند

ہر ایک کو ایک کام کے لئے بنایا ہے — اُس کار رجحان اُس کے دل میں ڈالدیا ہے

دست و پا بے میلِ جنباں کے شود — خار و خس بے آب و باد کے رَوَد

بغیر رجحان کے ہاتھ اور پاؤں کب ہلتے ہیں؟ — کوڑا کرکٹ ہوا اور پانی کے بغیر کب روانہ ہوتا ہے؟

گر بہ بینی میلِ خود سوئے سما — پَر دولت بر کشا ہمچوں ہما

اگر تو اپنا رجحان آسمان کی طرف دیکھے — ہما کی طرح خوش نصیبی کے پر کھولدے

ور بہ بینی میلِ خود سوئے زمیں — نوحہ می کن ہیچ منشیں از حنیں

اگر تو اپنا رجحان زمین کی طرف دیکھے — رو، رونے سے اٹھ کر کبھی نہ بیٹھ

عاقلاں[3] خود نوحہا پیشیں کنند — جاہلاں آخر بسر بر می زنند

عقلمند پہلے سے رو لیتے ہیں — جاہل آخر میں سر پیٹتے ہیں

زابتدائے کار آخر را ببیں — تا نہ باشی تو پشیماں یوم دیں

کام کے شروع میں انجام کو دیکھ لے — تاکہ تو قیامت کے دن پشیمان نہ ہو

دیدنِ زرگر عاقبت کار را و سخن بر وفقِ عاقبت گفتن با مشتری ترازو

سُنار کا انجام کار کو دیکھنا، اور ترازو مانگنے والے سے انجام کے مطابق بات کرنا

آں یکے آمد بہ پیشِ زرگرے — کہ ترازو دہ کہ بر سنجم زرے

ایک صاحب ایک سُنار کے پاس آئے — کہ ترازو دیدے میں سونا تولوں گا

گفت رو خواجہ مرا غربال نیست — گفت میزاں دہ بریں تسخر مایست

اُسنے کہا جناب! جائیے میرے پاس چھلنی نہیں ہے — اُسنے کہا ترازو دیدے اِس مسخرے پن میں نہ پڑ

---

[1] خلوت۔ یعنی گروہ تنہائی اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ندیم۔ ہم مجلس۔ شمول۔ یعنی کے زبر کے ساتھ، شمالی ہوا۔ انفاس۔ نفس کی جمع ہے، سانس۔ حضر۔ اقامت۔ سروری۔ سرداری۔ آہنگری۔ لوہار پن۔

[2] ہر کسے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَہٗ۔ ہر شخص کے لئے وہ کام سہل ہے جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ دست دیا۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کسی کام میں تب ہی حرکت میں آتے ہیں جبکہ اُس کام کی دلی خواہش ہوتی ہے۔

[3] گر بہ بینی۔ عالم بالا کی طرف میلان سعادت کی علامت ہے اور نیک کاموں کے صدور کا سبب ہے۔ دنیاوی کاموں کی طرف میلان تباہی کا سبب ہے۔

[4] عاقلاں۔ عقلمند وہ ہے جو تباہی سے قبل تباہی کے اسباب کی اصلاح کرلے۔ جاہل تباہی کے بعد رونا ہے جو بے سود ہوتا ہے۔ زابتدا۔ دنیاوی زندگی میں اگر آخرت کی رسوائیوں سے نجات حاصل کرلیگا تو حشر میں نادم نہ ہوگا۔

دیدنِ زرگر۔ سُنار نے انجام پر نظر کرلی تو پریشانی سے بچ گیا۔ غربال چھلنی، اُس نے سونا تولنے کا کہا تھا، سُنار نے چھلنی سے بکار کیا میزان۔ اُسنے دوبارہ کہا تو سُنار

گفت جارو بے ندارم در دکاں
اُس نے کہا میری دکان میں جھاڑو نہیں ہے

گفت بس بس ایں مضائق را بماں
اُس نے کہا بس بس، یہ شوخیاں رہنے دے

من ترازوئے کہ میخواہم بدہ
میں جو ترازو مانگتا ہوں وہ دیدے

خویشتن را اگر مکن ہر سُو مجہ
اپنے آپ کو بہرا بنا ہر طرف گریزنہ کر

گفت بشنودم سخن کر نیستم
اُس نے کہا میں نے بات سُن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں

تا نہ پنداری کہ بے مغزیستم
تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ میں نہمل ہوں

ایں شنیدم لیک پیری مرتعش
یہ میں نے سُن لیا، لیکن تو رعشہ والا بوڑھا ہے

دست لرزاں جسمِ تو نا منتعش
تیرا ہاتھ لرزتا ہے تیرا جسم اُٹھنے والا ہے

فہم کردم[1] لیک پیری ناتواں
میں سمجھ گیا، لیکن تو کمزور بوڑھا ہے

دستت از ضعف است لرزاں ہر زماں
ہر وقت کمزوری سے تیرا ہاتھ کانپتا ہے

واں زرِ تو ہم قراضہ خرد و مرد
تیرا سونا بھی ذرہ ذرہ کترن ہے

دست لرزد بیز د زر خرد
ہاتھ کانپے گا، سونے کے ریزے گر جائیں گے

پس بگوئی خواجہ جارو بے بیار
پھر تو کہے گا جناب! جھاڑو لا دیجئے

تا بجویم زرِ خود را در غبار
تاکہ میں مٹی میں اپنا سونا تلاش کروں

چوں بروبی خاک را جمع آوری
جب تو جھاڑو لگا کر مٹی کو اکٹھا کرے گا

گویم غربال خواہم اے حری[2]
مجھے کہے گا اے بھلے! میں چھلنی چاہتا ہوں

تا بہ بیزم خاک و زر جویم ازاں
تاکہ میں مٹی کو چھانوں اور اس میں سونا تلاش کروں

کے بود غربال ما را در دکاں
ہماری دکان میں چھلنی کہاں ہوگی؟

من[3] ز اوّل دیدہ ام آخر تمام
میں نے شروع میں انجام دیکھ لیا ہے

جائے دیگر رو از ینجا والسلام
یہاں سے دوسری جگہ چلا جا، والسلام

ہر کہ اوّل بیں بود اعمیٰ بود
جو شروع پر نظر کرنے والا ہوتا ہے اندھا ہوتا ہے

ہر کہ آخر بیں چہ با معنیٰ بود
جو انجام کو دیکھنے والا ہوتا ہے کسقدر معقول ہوتا ہے

ہر کہ اوّل بنگرد پایانِ کار
جو شروع میں انجام کو دیکھ لیتا ہے

اندر آخر او نگردد شرمسار
آخر میں وہ شرمندہ نہیں ہوتا ہے

حکم چوں بر عاقبت اندیشی ست
حکم چونکہ انجام بینی پر ہے

بادشاہی بندۂ درویشی ست
شاہی، درویشی کی غلام ہے

---

[1] فہم کردم۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ تو سونا چننے کے لئے کانٹا مانگ رہا ہے۔
[2] حری۔ آزاد۔ شریف۔
[3] من ز اوّل۔ میں پہلے ہی یہ ساری باتیں سمجھ گیا ہوں اور تیرے معاملہ کا انجام مجھے نظر آگیا ہے لہٰذا میں تیرا انجام پر نظر کرکے تجھے جوابات دیتے تھے۔ ہر کہ۔ جو ابتدا پر کار کو دیکھے اور انجام پر نظر نہ کرے وہ اندھا ہے عقلمند وہی ہے جو آغاز میں انتہا پر نظر کرے۔ حکم چوں۔ چونکہ مدار آخر پر ہے اور بادشاہی کا انجام بھی درویشی سے تہیدست جاتا ہے اور درویش پہلے ہی سے دنیا سے دستبردار ہو چکتا ہے لہٰذا درویشی بادشاہی سے افضل ہے

عاقبت بینان بُوند اہلِ رشاد — ور نگر واللہ اعلم بالسداد
ہدایت یافتہ انجام کو دیکھنے والے ہوتے ہیں — خوب سمجھ لے، خدا راستی کو خوب جانتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد راز گو — قصۂ آں مردِ زاہد باز گو
اس بات کا آخر نہیں ہے راز بتا — اُس زاہد مرد کا قصہ پھر کہہ

کُن تمام اکنوں حدیثِ شیخ فرد — کاندراں کہسار بودش خواب و خورد
اب یکتا شیخ کی بات پوری کر — جس کا رہن سہن اور کھانا پینا پہاڑ میں تھا

بقیۂ قصۂ آن زاہد کوہی کہ نذر کردہ بود کہ میوہ کوہی از درخت
پہاڑ میں رہنے والے اُس عبادتگذار کا بقیہ قصہ جس نے نذر مان لی تھی کہ میں

باز نگیرم و درخت را نفشانم و کسے را نگویم بصریح و کنایت
درخت سے پہاڑی میوہ نہ توڑوں گا اور درخت کو نہ جھاڑوں گا اور کسی سے صاف اور

کہ بیفشاں و آں را بخورم کہ باد از درخت افگندہ باشد
اشارہ میں نہ کہوں گا کہ تو جھاڑ دے اور اسکو کھاؤں گا جس کو ہوا درخت سے گرا دے گی

اندراں کُہ بود اشجار[1] و ثمار — سیب و اَمرُود و انارِ بے شمار
اُس پہاڑ میں درخت اور پھل تھے — بے شمار سیب، اور امرود، اور انار تھے،

قوتِ آں درویش بود آں میوہا — غیرِ آں چیزے نخوردے دائما
اُس درویش کی خوراک وہ پھل تھے — اُنکے علاوہ وہ کبھی کوئی چیز نہ کھاتا

گفت آں درویش یارب با تو من — عہد کردم کہ بچینم در زمن
اُس درویش نے کہا، اے اللہ! میں نے تجھ سے — عہد کیا ہے کہ میں کسی وقت میں (پھل) نہ توڑوں گا

خود بچینم میوہ را در کُل حیں — نیز غیرے را نگویم کہ بچیں
میں کسی وقت (بھی) خود پھل نہ توڑوں گا — دوسرے سے بھی نہ کہوں گا کہ تو توڑ دے

جُز ازاں میوہ کہ باد اندازدش — من نچینم از درخت منتعِش
اُس پھل کے علاوہ جس کو ہوا گرا دے — میں کھڑے درخت سے نہ توڑوں گا

مُدتے بر نذرِ خود بودش وفا — تا درآمد امتحاناتِ قضا
ایک زمانہ تک وہ اپنے عہد کا پابند تھا — یہانتک کہ قضا خداوندی کے آزمائشیں آگئیں

زیں سبب فرمود استثنا[2] کنید — گر خدا خواہد بہ پیماں برزنید
اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ استثنا کر لو — اگر خدا نے چاہا" عہد میں لگا لو

[1] اشجار۔ شجر کی جمع ہے، درخت۔ ثمار۔ ثمرۃ کی جمع ہے، پھل۔ دائما۔ ہمیشہ۔ نچینم۔ یعنی میں درخت سے پھل نہ توڑوں گا۔ کُل حین۔ کسی وقت۔ منتعش۔ قایم، کھڑا۔

[2] استثنا۔ وعدہ اور عہد میں لفظ ان شاء اللہ کہنا۔ گر خدا خواہد۔ یہ انشاء اللہ کا ترجمہ ہے۔

زانکہ حُکمِ کار در دستِ منست
کیونکہ معاملہ کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے
اختیارِ جملگاں پستِ[1] منست
سب کا اختیار میرے ماتحت ہے

ہر زماں دل را دگر میلے دہم
میں ہر وقت دل میں ایک دوسری خواہش پیدا کر دیتا ہوں
ہر نفس بر دل دگر داغے نہم
ہر سانس میں دل پر ایک دوسرا داغ لگا دیتا ہوں

کُلَّ اِصْبَاحٍ لَنَا شَانٌ جَدِیْد
ہر صبح کو ہماری نئی شان ہے
کُلُّ شَیْءٍ عَنْ مُرَادِی لَا یَحِیْد
کوئی چیز میرے ارادہ سے انحراف نہیں کرتی ہے

در حدیث آمد کہ دل ہمچوں پرست
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ دل پر کی طرح ہے
در بیابانے اسیرِ صرصرست
(جو) میدان میں آندھی کا پابند ہے

بادِ پر را ہر طرف راند گزاف
ہوا پر کو خواہ مخواہ ہر طرف لے جاتی ہے
گہ چپ و گہ راست با صد اختلاف
سینکڑوں مختلف طریقوں سے کبھی بائیں کبھی دائیں

در حدیثِ[2] دیگر ایں دل داں چناں
دوسری حدیث (میں ہے) اس دل کو ایسا سمجھ
کآب جوشاں زاتش اندر قاقماں
جیسا کہ دیگ میں جوش مارتا ہوا پانی

ہر زماں دل را دگر رائے بود
ہر لمحہ دل کی ایک دوسری رائے ہوتی ہے
آں نہ از وے لیک از جائے بود
وہ اس کی جانب سے نہیں بلکہ دوسری جگہ سے ہوتی ہے

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل
تو، تو دل کی رائے پر کیوں مطمئن ہوتا ہے،
عہد بندی تا شوی آخر خجل
تو عہد کر لیتا ہے تاکہ آخیر میں شرمندہ ہو

اینہم[3] از تاثیرِ حکمِ ست و قدر
یہ بھی (اللہ کے) حکم اور تقدیر کی تاثیر کی وجہ سے ہے
چاہ می بینی و نتوانی حذر
تو کنواں دیکھتا ہے اور بچ نہیں سکتا ہے

نیست جو داز مرغِ پراں ایں عجب
کیا اڑنے والے پرند سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے؟
کو نہ بیند دام و افتد در عطب
کہ وہ جال نہیں دیکھ پاتا اور ہلاکت میں گرتا ہے

ایں عجب کہ دام بیند ہم وتد
یہ تعجب ہے کہ وہ جال اور کھونٹی دیکھتا ہے
گر بخواہد ور نخواہد می فتد
خواہ چاہے یا نہ چاہے، پھنس جاتا ہے

چشم باز و گوش باز و دام پیش
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور کان کھلے ہوئے ہیں اور سامنے
سوئے دام می پرد با پرِ خویش
اپنے ہی بازوؤں سے جال کی جانب پرواز کرتا ہے

---

[1] پست۔ ماتحت۔ ہر زماں۔ حدیث میں ہے۔ اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ آدَمَ کُلَّھَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَاحِدٍ یُصَرِّفُہٗ کَیْفَ یَشَاءُ یعنی انسانوں کے سب قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان اس طرح سے ہیں جیسا کہ ایک قلب انکو جس طرح چاہتا ہے اُلٹتا پلٹتا ہے۔ کُلَّ اِصْبَاحٍ۔ قرآن پاک میں ہے۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ یعنی ہر دن اللہ کی ایک نئی شان ہے۔ در حدیث آمد۔ حدیث شریف ہے۔ مَثَلُ الْقَلْبِ کَرِیْشَۃٍ فِی فَلَاۃٍ تُقَلِّبُھَا الرِّیَاحُ ظَھْرًا لِبَطْنٍ یعنی دل کی مثال میدان میں پڑے ہوئے پر کی سی ہے جسکو ہوائیں جس طرف کو چاہتی ہیں پلٹ دیتی ہیں۔

[2] در حدیثِ دیگر۔ حدیث شریف ہے۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَشَدُّ غَلَیَانًا مِنَ الْقِدْرِ۔ مومن کا دل ہانڈی سے بھی زیادہ جوش کھاتا ہے یعنی ایک حال پر نہیں رہتا کبھی اس میں اُبال آتا ہے کبھی بجھاؤ آتا ہے فاز غان۔ اور کزگان ترکی لفظ ہے کڑھائی اور دیگ کو کہتے ہیں جائے بُود یعنی قلب میں یہ کیفیت اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ یا کسی دیگر بزرگ کا قول ہے عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ میں نے اپنے خدا کو ارادوں کی تبدیلی سے پہچانا۔

[3] اینہم۔ یعنی بغیر انشاء اللہ کے عہد کرنا اور پھر اس کے توڑنے پر شرمندہ ہونا۔ وتد۔ وہ کھونٹی جس میں جال کا سرا باندھتے ہیں۔ چشم باز۔ پرند کے سب ہوش و حواس درست ہوتے ہیں اور پھر اپنے اختیار سے جال میں پھنستا ہے۔

تشبیہ[1] بندِ دامِ قضا بصورت پنہاں واثر پیدا

قضا (ے خداوندی) کے جال کی تشبیہ جو ظاہر میں پوشیدہ ہے اور اثر ظاہر ہے

بنگر اندر دلق مہتر زادہ — سر برہنہ در بلا افتادہ

ایک امیر زادہ کو گدڑی کے اندر دیکھ — ننگے سر ہے، مصیبت میں پڑا ہے

در ہوائے یک نگارے سوختہ — اُفتشہ و املاکِ خود بفروختہ

وہ ایک معشوق کے عشق میں تباہ ہے — اپنا سامان اور جائداد بیچ چکا ہے

خوار گشتہ در میانِ قومِ خویش — مرہمش ناياب و دل ریش از ریش[2]

اپنی قوم میں ذلیل ہو گیا ہے — اور دل اسکے زخمی اور اسکا مرہم نایاب ہے

خان و مالش فتنہ شدہ بدنام و خوار — کامِ دشمن می رود ادبار وار

گھر بار جا چکا ہے، وہ بدنام اور ذلیل ہو گیا ہے — منحوس دشمن کے مقصود کے مطابق چلی اختیار کئے ہوئے ہے

زاہدے بیند بگوید اے کیا — ہمتے می دار از بہرِ خدا

کسی بزرگ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے بزرگ! — خدا کے لئے توجہ دیجئے

کاندریں ادبارِ زشت افتادہ ام — مال و زر و نعمت از کف دادہ ام

کہ میں اس بُری مصیبت میں پھنسا ہوں — مال و زر اور نعمت ہاتھ سے دے چکا ہوں

ہمتے تا بوکہ من زیں وا رہم — زیں گلِ تیرہ بود کہ بر جہم

توجہ دیجئے، شاید میں اس سے نجات پا جاؤں — ہو سکتا ہے کہ میں اس کالی کیچڑ سے نکل جاؤں

ایں دُعا می خواہد او از عام و خاص — تا کہ یابد یک دمے از غم خلاص

وہ ہر خاص و عام سے یہ دعا چاہتا ہے — تاکہ تھوڑی دیر کے لئے غم سے نجات حاصل کرے

دست[3] بازو پائے بازو بند نے — نے مُوکّل بر سرش نے آہنے

ہاتھ کھلے ہوئے اور پاؤں کھلے ہوئے اور کوئی قید نہیں ہے — نہ اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے نہ بیڑی

از کدامیں بند می جوئی خلاص — وز کدامیں حبس میخواہی مناص

تو کس بیڑی سے خلاصی کا جویاں ہے؟ — اور تو کونسی قید سے چھٹکارا چاہتا ہے؟

بندِ تقدیر و قضائے مختفی — کہ نہ بیند آں بجز جانِ صفی

تقدیر کی بیڑی اور پوشیدہ تقدیر — جس کو برگزیدہ ہستی کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا

گرچہ پیدا نیست آں در ممکن ست — برتر از زندان و بندِ آہن ست

اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے، پوشیدہ ہے — (لیکن) قید خانہ اور بیڑی سے بڑھ کر ہے

---

[1] تشبیہ۔ قضاء خداوندی پوشیدہ ہے اور اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اسی طرح عشق کا معاملہ ہے۔ دلق۔ گدڑی۔ بلا۔ یعنی عشق۔ نگار۔ معشوق، نقش، اثمثہ۔ قماش بفتح قاف کی جمع ہے گھر کا سامان، ریشمین قیمتی کپڑا۔

[2] مرہمش۔ یہ لفظ شین ضمیر سے جو کہ مہتر زادہ کی طرف لوٹتی ہے اور مرے جو کہ مرا کا امر ہے اور جھگڑے کے معنی میں آتا ہے سے مرکب یعنی اس مہتر زادہ سے ہر شخص اختلاف اور نزاع کرتا تھا اس وجہ سے اس کا دل اور زخمی تھا کام۔ مراد مقصد۔ ادبار۔ بدبختانہ۔ کیا بزرگ۔ معظم۔ ہمت۔ بزرگوں کی روحانی توجہ۔

[3] دست بازو۔ یعنی اس مہتر زادے کے نہ ہاتھ میں بیڑی تھی نہ پاؤں میں زنجیر عشق کی ناپدید بیڑیاں تھیں موکل مقرر کردہ شخص، سپاہی مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ مختفی۔ پوشیدہ۔ صفی۔ برگزیدہ۔ یکمن۔ چھپنے کی جگہ۔ تر تر۔ عشق کی زنجیریں لوہے کی زنجیروں سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہیں اور عشق کا قید خانہ عام قید خانوں سے زیادہ سخت ہے لوہے کی زنجیر کو لوہار کاٹ سکتا ہے اور عام قید خانوں میں کوشش لگا یا جا سکتا ہے لیکن عشق کے سلسلہ میں یہ ممکن نہیں ہے۔

زانکہ آہنگر مر آں را بشکند
کیونکہ لوہار اُس کو توڑ دیتا ہے

خفرہ گر ہم خشت زنداں برکند
کوہس لگانے والا قید خانہ کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے

اے عجب ایں بند پنہانِ گراں
تعجب ہے، یہ پوشیدہ بھاری بیڑی

عاجز از تکسیرِ[1] آں آہنگراں
اس کے کاٹنے سے لوہار عاجز ہیں

دیدنِ آں بند احمدؐ را رسد
اس پھندے کو دیکھنے کا احمدؐ کو حق ہے

بر گلوئے لیفِ تنِ مسد
جو مونج کی رسی گلے میں بندھی ہوئی ہے

دید بر پشتِ عیالِ بولہب
انھوں نے ابولہب کی بیوی کی کمر پر دیکھا

تنگ ہیزم گفت حمالہ حطب
ایندھن کا گٹھر، فرمایا ایندھن اٹھانیوالی ہے

حبل و ہیزم را جز آں چشمے ندید
رسی اور گٹھر کو اُس آنکھ کے سوا کسی نے نہ دیکھا

کہ پدید آید بروہر ناپدید
جس کے لئے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے

باقیانش جملہ تاویلے کنند[2]
اُن کے سوا سب تاویل کرتے ہیں

کایں نہ بیہوشیست و ایشاں ہوشمند
کیونکہ یہ (دید) بیہوشی میں ہوتی ہے اور وہ ہوشمند ہیں

لیک[3] از تاثیرِ آں پشتش دوتو
لیکن اُس کی تاثیر سے اُس کی کمر دوہری

گشتہ و نالاں شدہ در پیشِ او
ہو رہی ہے اور وہ اُس کے سامنے رو رہا ہے

کہ دعائے ہمتے تا وارہم
کہ دعا، توجہ، تاکہ میں چھوٹ جاؤں

تا ازیں بندِ نہاں بیروں جہم
تاکہ اس پوشیدہ بیڑی سے میں باہر نکل آؤں

آنکہ بیند ایں علامتہا پدید
جو ان علامتوں کو کھلا دیکھتا ہے

چوں نداند او شقی را از سعید
وہ بدبخت اور نیک بخت کو کیوں نہ دیکھ لیگا؟

داند و پوشد بامرِ ذوالجلال
وہ جانتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے چھپاتا ہے

کہ نباشد کشفِ رازِ حق حلال
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے راز کھولنا جائز نہیں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر
اس بات کا وہ فقیر خاتمہ نہیں کرتا

از مجاعت شد زبون و تن اسیر
بھوک سے کمزور ہو گیا اور جسم قیدی (تھا)

مضطر شدن آن فقیر نذر کنندہ بکندنِ امرود از درخت

اُس عہد کرنے والے فقیر کا درخت سے امرود توڑنے پر مجبور ہونا

و گوشمالِ حق تعالیٰ رسیدن بے مہلت برو

اور بغیر تاخیر کے اُس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے گوشمالی کا پہنچنا

[1] تکسیر۔ توڑنا۔ دیدِ آں آں بند یعنی مخفی بند کو آنحضور علیہ السلام اور اولیاء دیکھ سکتے ہیں۔ آنحضورؐ اُس رسی کو جو اُم جمیل ابولہب کی بیوی کی گردن میں تھی اور اُس گٹھر کو جو اُسکی کمر پر تھا دیکھ رہے تھے حمالۃ الحطب۔ سورۂ تبت میں ابولہب کی بیوی اُم جمیل بنت حرب کے بارے میں حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ آیا ہے یعنی وہ لکڑیوں کا گٹھر اٹھانے والی ہے اُسکے گلے میں مونج کی رسی ہے، مفسرین نے اسکی مختلف تاویلیں کی ہیں مولانا فرماتے ہیں تاویلوں کی ضرورت نہیں آنحضورؐ کو یہ چیزیں نظر آتی تھیں۔

[2] تاویل۔ مفسرین نے گٹھر سے بارِ گناہ یا چغلخوری اور رسی سے جہنم کا طوق مُراد لیا ہے۔ کہا ہے۔ ان چیزوں کا دیدار اُس وقت ہوتا ہے جبکہ انسان دنیوی حواس ختم کر کے خود فراموشی اختیار کرلے۔ وا ایشاں۔ ان تاویلوں کہ نیازوں کے ظاہری ہوش و حواس ہیں۔

[3] لیک۔ یہاں سے پھر میر زاہد کا حال شروع کیا ہے۔ پیشِ آو۔ زاہد کے سامنے آکر۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے نورِ بصیرت عطا فرمایا ہے وہ سب علامتیں دیکھ لیتے ہیں اور شقی و سعید میں فرق کر لیتے ہیں۔ دانند۔ لیکن اصحابِ بصیرت اللہ کے راز ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ تمت۔

پنجروز[1] آں بادامرودے نرنجید — زآتشِ جوعش صبوری می گریخت

ہوائے پانچ دن تک کوئی امرود نہ گرایا — اُس کی بھوک کی آگ سے صبر بھاگتا تھا

بر سرِ شاخِ مرودے چند دید — باز صبرے کرد و خود را در کشید

اُس نے ایک شاخ پر کئی امرود دیکھے — پھر صبر کیا، اور اپنے آپ کو روکا

باد آمد شاخ را سر زیر کرد — طبع را بر خوردنِ آں چیر کرد

ہوا چلی، شاخ کو نیچے جھکا دیا — طبیعت کو اُس کے کھانے پر غالب کر دیا

جوع و ضعف و قوتِ جذبِ قضا — کرد زاہد را ز نذرش بیوفا

بھوک اور کمزوری اور قضا کی کشش کی طاقت نے — زاہد کو عہد سے بے وفا بنا دیا

چونکہ از امرود[2] دُر بُن بیوہ شکست — گشت اندر نذر و عہدِ خویش سُست

جب امرود کے درخت سے پھل توڑا — اپنی نذر اور عہد میں کمزور پڑ گیا

ہم دراں دم گوشمالِ حق رسید — چشمِ او بکشاد و گوشِ او کشید

فوراً اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے گوشمالی ہوئی — جس نے اُس کی آنکھیں کھولدیں اور کان کھینچے

مخلصاں باشند دایم در خطر — امتحانہا ہست در راہ اے پسر

مخلصین ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں — اے صاحبزادے! راہ میں اُنکے بہت امتحان ہیں

عہد را باید وفا اے جانِ من — تا نمانی شرمسار و ممتحن

اے جانِ من! عہد کو پورا کرنا چاہیئے — تاکہ تو شرمندہ اور مصیبت میں مبتلا نہ ہو

یا مکن نذرے کہ نتوانی وفا — بر خطر منشین و بیروں جہ ہلا

یا وہ عہد ہی نہ کر جس کو تو پورا نہ کر سکے — خبردار! خطرے میں نہ پڑ اور باہر نکل

نذر را باید وفا در راہِ حق — لیک[3] حق تا خود کرا بدہد سبق

اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں عہد پورا کرنا چاہیئے — لیکن (دیکھو اللہ تعالیٰ) کس کو سبقت (کرنیکی توفیق) دیتا ہے

عہدہا بستیم بس در کارہا — نذرہا کردیم در سر بارہا

ہم نے بہت سے کاموں کے عہد کئے — بارہا پوشیدہ طور پر نصیحتیں مانیں

قوتِ آں کو کہ پایاں آوریم — عاجزیم و ناتوان و مضطریم

وہ طاقت کہاں ہے، کہ ہم پورا کریں — ہم تو عاجز اور ناتواں اور مجبور ہیں

گر نہ فضلت دستگیر ما شود — وائے بر ما زانکہ رسوائی بود

(اے اللہ) اگر تیری مہربانی ہماری دستگیری نہ کرے — ہم پر افسوس ہے، کیونکہ رسوائی ہوگی

---

[1] پنجروز۔ پانچ دن بھوکا رہنے سے اُن میں صبر کی طاقت نہ رہی۔ [2] درکشید۔ یعنی امرود توڑنے سے اپنے آپ کو باز رکھا۔ طبع۔ یعنی طبیعت غالب آگئی اور صبر مغلوب ہوگیا۔ بیوفا۔ اُن بزرگ نے عہد کیا تھا کہ کوئی پھل خود توڑ کر نہ کھائیں گے۔

[2] امرود بُن۔ امرود کا درخت۔ بکشاد۔ اُنہیں اپنی غلطی نظر آگئی۔ مخلصاں۔ مشہور مقولہ ہے "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" جو بارگاہ کے مقرب ہوتے ہیں اُن کی بڑی آزمائشیں ہوتی ہیں۔ ممتحن۔ مبتلا

[3] لیک۔ عہد کی وفا ضروری ہے لیکن یہ بھی خداداد توفیق ہی سے ہو سکتا ہے۔ عہدہا۔ یہاں سے مولانا نے اپنے عہدوں کی وفا کی دعا شروع کر دی ہے۔ پایاں۔ یعنی عہدوں کو انجام تک پہنچانا۔ مضطر۔ مجبور۔ گر نہ فضلت۔ اگر عہد کو پورا کرنے کے لئے اللہ کا فضل شاملِ حال نہ ہوگا تو لامحالہ رسوائی ہوگی۔

نذرِ ما را با وفا پیوستہ دار
ہمارے عہد کو وفا سے جوڑ دے

عہدِ ما را از کرم دار استوار
کرم کر کے ہمارے عہد کو مضبوط کر دے

باز گشتم سوئے قصہ کاں فقیر
قصہ کی طرف میں پھر پلٹا، کہ اس درویش نے

عہد چوں بشکست در دم شد اسیر
جیسے ہی عہد توڑا فوراً قیدی بن گیا

غیرتِ حق گوشمالش داد زود
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے فوراً اس کو سزا دی

زانکہ فرمودست اَوْفُوا بِالْعُقُوْد
کیونکہ اس نے فرمایا ہے "عہدوں کو پورا کرو"

جمعے از دزداں بدند آنجا مگر[1]
وہاں چوروں کا ایک گروہ تھا، شاید

در میاں آوردہ بے مر سیم و زر
وہ لاتعداد چاندی اور سونا لائے تھے

اتفاقاً دزد چندے تاختند
اتفاقاً چند چور بھاگے

واندراں کہسار مسکن ساختند
اور اس پہاڑ میں انھوں نے ٹھکانا بنا لیا

متہم کردن آں شیخ را با دزداں و بریدن دستش را

اس درویش کو چوروں کے ساتھ متہم کرنا اور اس کا ہاتھ کاٹنا

بیست از دزداں بدند آنجا و بیش
وہاں بیس اور کچھ زیادہ چور تھے

بخش می کردند مسروقات خویش
اپنی چوری (کا مال) بانٹ رہے تھے

شحنہ را غماز آگہ کردہ بود
کوتوال کو مخبر نے خبر دیدی تھی

مردم شحنہ در افتادند زود
کوتوال کے آدمی جلد آ پہنچے

شحنہ[2] حالی عزم آں کہسار کرد
کوتوال نے فوراً اس پہاڑ کا قصد کیا

جملہ را بگرفت و بست آں شیر مرد
اس شیر مرد نے سب کو گرفتار کر لیا اور باندھ لیا

پس بفرمود از غضب جلاد را
پھر غصے سے جلاد کو حکم دیا

دست و پایِ ہر یک از تن کن جدا
ہر ایک کے ہاتھ اور پاؤں بدن سے جدا کر دے

ہم بدانجا پائے چپ و دست راست
اسی جگہ بائیں پاؤں اور داہنا ہاتھ

جملہ را ببرید و غوغائے نجاست
سب کا کاٹ دیا اور شور برپا ہو گیا

دستِ زاہد ہم بریدہ شد غلط[3]
غلطی سے شیخ کا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا

پائش را می خواست ہم کردن سقط
پاؤں کو بھی اس نے بیکار کرنا چاہا

در زماں آمد سوارے بس گزیں
فوراً ایک معتمد سوار آیا

بانگ بر زد بر عواں کاے سگ بہیں
سپاہی پر چیخا اے کتے! دیکھ کر خبردار

---

[1] اتفاقاً یعنی اس ملاقہ میں، بے مر۔ بے حد، سیم و زر۔ چاندی سونا، چرائی ہوئی چیزیں، شحنہ۔ کوتوال۔ غماز۔ چغلخور، مخبر۔

[2] شحنہ۔ کوتوال نے سب ڈاکوؤں کو پکڑ کر باندھ لیا۔ جلاد۔ سزاؤں کو جاری کرنے والا۔ ہم۔ یعنی جلاد نے فوراً ہر ایک کا داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا۔ غوغا۔ شور و غل۔

[3] غلط۔ یعنی اس شبہ میں کہ وہ بھی چور ہے۔ سقط۔ بیکار چیز۔ در زماں۔ کوئی مرد غیب بتلاد سپاہی پر چیخا۔

ایں فلاں شیخست و ابدالِ خدا
یہ فلاں بزرگ، اور خدا کے ابدال میں سے ہے

دستِ اُورا تو چرا کردی جُدا
تو نے اِس کا ہاتھ کیوں جُدا کیا!

آں عَواں بدرید جامہ تیز رفت
اُس سپاہی نے کپڑے پھاڑے اور تیزی سے بھاگا

پیشِ شیخ آمد پا برہنہ عُذر خواہ
کوتوال شیخ کے پاؤں معافی مانگنے آیا

شیخ آمد پا برہنہ عُذر خواہ
کہ ندانستم خدا بر من گواہ
کوتوال شیخ کے پاؤں معافی مانگنے آیا
کہ مجھے علم نہ تھا، خدا میرا گواہ ہے

ہیں بگو کُن مر مرا ایں کار زشت
اَے کریم و سَرورِ اہلِ بہشت
اِس بُرے کام کی مجھے ضرور معافی دیجئے
اے بزرگ اور جنتیوں کے سردار!

گفت[2] می دانم سبب ایں نیش را
می شناسم من گناہِ خویش را
انھوں نے کہا میں اِس زخم کا سبب جانتا ہوں
میں اپنے گناہ کو جانتا ہوں

من شکستم حُرمتِ ایمانِ اُو
پس بمینم بُرد داد ستانِ اُو
میں نے اُس کی قسموں کی حُرمت کو توڑا
اِسلئے اسکے حکم نے انصاف نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا!

من شکستم عہد و دانستم بدست
تا رسید آں شومیِ جُرأت بدست
میں نے اُس کا عہد توڑا اور میں جانتا تھا بُرا ہے
اِس جرأت کی نحوست ہاتھ کو پہنچی

دست ما و پایِ ما مغز و پوست
باد اے والی فدائے حکمِ دوست
ہمارے ہاتھ اور ہمارے پاؤں اور مغز و پوست
اے حاکم! دوست کے حکم پر قربان ہیں

قسمِ[3] من بود ایں تُرا کردم حلال
تو ندانستی تُرا نبود وبال
یہ میرا نصیب تھا، میں نے تجھے معاف کیا
تو نہ سمجھا، تجھ پر وبال نہ ہوگا

وانکہ اُو دانست اُو فرمانرواست
با خدا سامانِ پیچیدن کراست
وہ جو جانتا تھا، کہ وہ حاکم ہے
خدا سے اُلجھنے کا کس کو حوصلہ ہے؟

اے بسا مُرغِ پرندہ دانہ جُو
کہ بُریدہ حلقِ اُو اُو ہم حلقِ اُو
بسا اوقات دانہ تلاش کرنے والے پرندے کے
حلق ہی نے اُس کا گلا کاٹا ہے

اے بسا مُرغے ز معدہ و مُنغص
بر کنارِ بامِ محبوسِ قفص
بسا اوقات پرندے معدے اور آنتوں کی اینٹھن سے
بالاخانے کے کنارے پر پنجرے کا قیدی ہے

اے بسا ماہی در آبِ دور دست
گشتہ از حرصِ گلو ما خودِ شست
بسا اوقات مچھلی گہرے پانی میں
حلق کی حرص کی وجہ سے کانٹے میں پھنسی ہے

---

[1] ابدال۔ اولیاء کی ایک خاص جماعت ہے۔ جدا۔ یعنی کاٹ کر۔ عوان سپاہی۔ گفت۔ گرم بگل کُن معاف کردے۔

[2] گفت۔ شیخ نے کہا ہاتھ کٹنے کا اصل سبب میں جانتا ہوں۔ آیمان۔ یمین کی جمع ہے قسم، عہد، یمین۔ داہنا ہاتھ۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی بُرا ہے اور دوسرے کے آخر میں بدست بمعنی ہاتھ۔

[3] قسم۔ حصہ۔ قرآں روا۔ یعنی خدا فرماتے کہ تجربہ یعنی خلق کی خواہش، گلا کٹنے کا سبب بنی ہے منغص۔ پیٹ کا درد، اینٹھن، قلق۔ صاد اور سین دونوں سے صحیح ہے۔ دور دست۔ دور دراز، گہرا۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔

اے بسا مستور[1] در پردہ بُدہ — شومیِ فرج و گلو رُسوا شدہ
بسا اوقات (عورت) پردے میں چھپی ہوئی — شرمگاہ اور حلق کی بدبختی سے رُسوا ہوئی ہے

اے بسا قاضیِ چیز نیک خُو — از گلوی رشوتے اُو زرد رُو
بسا اوقات نیک عادت، ماہر، قاضی — رشوت خور حلق کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوا ہے

اے بسا حاجی نہ رفتہ بعشق — وقت باز آمد شدہ اُو یارِ فسق
بسا اتفاقات عشق کی وجہ سے حج میں گیا ہوا حاجی — واپسی کے وقت فسق (و فجور) کا ساتھی بنا ہے

بلکہ در ہاروت و ماروت آں تمر آب — از عروجِ چرخ شاں شد سدِّ باب
بلکہ ہاروت و ماروت کے لئے وہ نشہ — آسمان پر چڑھنے سے اُنکے لئے مانع بنا

بایزیدؒ[2] از بہرِ ایں کرد احتراز — دید در خود کاہلی اندر نماز
بایزیدؒ نے اسی لئے پرہیز کیا — انکھوں نے اپنے اندر نماز میں سستی دیکھی

از سبب اندیشہ کرد آں ذُوالباب — دید علت خوردن از بسیار آب
اُن عقلمند نے سبب سوچا تو — زیادہ پانی پینے کو سبب سمجھا

گفت تا سالے نخواہم خورد آب — آنچناں کرد و خدا بش داد تاب
کہا میں ایک سال تک پانی نہ پیوں گا — ایسا ہی کیا اور خدا نے اُنکو طاقت عطا فرمائی

ایں کمینہ جہدِ اُو بُد بہرِ دیں — گشت اُو سلطان و قطب العارفیں
دین کے لئے یہ اُنکی معمولی کوشش تھی — وہ شاہ اور قطب العارفین بنے

چوں[3] بُریدہ شُد برائے خلق دست — مردِ زاہد را درِ شکوی بہ بست
جب خلق کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا — بزرگ انسان کے لئے شکوے کا دروازہ بند ہوگیا

اسپ چنیں باشد چو یک دیلستہ شُد — صد درِ دیگر برائے او شکستہ شُد
ایسا ہی ہوتا ہے جب ایک دروازہ بند ہوتا ہے — اُسکے بدلے دوسرے سینکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں

کرامتِ شیخِ اقطع و زنبیل بافتنِ اُو بدو دست در خلوت

کسی شیخ کی کرامت اور تنہائی میں اُن کا دونوں ہاتھوں سے بھولی بُننا

شیخِ اقطع گشت نامش پیشِ خلق — کرد معروفش بدیں آفاتِ خلق
لوگوں میں اُن کا نام کٹا شیخ ہوگیا — اُن کو خلق کے مصائب نے اس نام سے مشہور کردیا

گر تو نامِ اُو ش خواہی روا — ہیں برو بُوالخیر تیناتیش خواں
اگر تو اُن کا پہلا نام لینا چاہے — جا، ابوالخیر تیناتی کہدے

[1] مستور: پوشیدہ، چھپی ہوئی۔ بسا: بہت سی مالم: بڑا عالم۔ سدِّ باب: دروازے کی روک، مانع۔

[2] بایزید: بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو کبھی نماز میں سستی کا احساس ہوا، اسکے سبب پر غور کیا تو پانی پینے کی کثرت کو سمجھا چنانچہ عہد کرلیا کہ ایک سال پانی نہ پیونگا۔ اُن اصحاب عقلمند نے تاب طاقت ایسی کیسے۔ دین کی خاطر آنھوں نے یہ اونچی سی بات کی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انپر ایسا فضل کیا کہ آگے قطب العارفین کا درجہ دے دیا۔

[3] چوں بریدہ: پھر اُن ہی بزرگ کا تذکرہ شروع کیا ہے کہ چونکہ وہ جانتے تھے کہ اُن کی عہد شکنی کی یہ سزا ہے لہٰذا انہیں کوئی شکوہ نہ ہوا ایسی چنیں۔ قدرت ایک دروازہ بند کرتی ہے تو سو دوسرے دروازے پیدا فرمادیتی ہے۔ قطع یعنی دست بُریدہ، ٹھنٹا۔ گرتو۔ یہ بزرگ شیخ اقطع کہلانے لگے تھے اُن کا اصل نام ابوالخیر تھا اور تیناتہ محلوں کے رہنے والے تھے۔

در عریش[1] اُو را یکے زائر بیافت
جھونپڑی میں ایک عوانی نے اُن کو پایا

کو بہر دو دستِ خود زنبیل بافت
کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جھولی بُن رہے ہیں

گفت او را کاے عدوِ جانِ خویش
انھوں نے اس سے کہا اے اپنی جان کے دشمن

در عریشم آمدی سرکردہ پیش
تو منھ اٹھائے میری جھونپڑی میں چلا آیا

ایں چرا کردی شتاب اندر سباق
آگے بڑھنے میں تو نے جلدی کیوں کی؟

گفت از افراطِ مہر و اشتیاق
اُسنے کہا کہ اشتیاق اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیا
تو وہ ہنسے، اور فرمایا اب آجا

لیک مخفی دار ایں[2] را اے کیا
لیکن اے بزرگ! اس کو پوشیدہ رکھ

تا نمیرم من مگو ایں با کسے
جب تک میں نہ مروں یہ کسی سے نہ کہنا

نے قرینے نے حبیبے نے خسے
نہ ساتھی سے، نہ دوست سے، نہ کسی کینہ سے

بعد ازاں قوم دگر از روزنش
اِسکے بعد دوسرے لوگ اُن کے گھر کے سوراخ کے ذریعہ

مطلع گشتند بر بافیدنش
اُن کے بُننے سے باخبر ہوگئے

گفت حکمت را تو دانی کردگار
انھوں نے فرمایا اے خدا! تو حکمت کو جانتا ہے

من کنم پنہاں تو کردی آشکار
میں نے چھپایا تو نے ظاہر کردیا

آمد الہامش کہ یک چندے بدند
اِن کو الہام ہوا کہ کچھ لوگ تھے

کاندریں غم بر تو منکر می شدند
جو اِس غم میں تمہارے منکر ہوگئے ہیں

من[3] نخواہم کاں رمہ کافر شوند
میں نے نہ چاہا کہ وہ جماعت منکر ہو

کہ مگر سالوس بُود او در طریق
کہ شاید وہ طریقت میں منکر تھا

کہ خدا رسوائش کرداند فریق
کہ خدا نے لوگوں میں اُس کو رسوا کیا ہے

ایں کرامت را بکردیم آشکار
ہم نے یہ کرامت ظاہر کردی

وز ضلالت درگمانِ بد روند
گمراہی کی وجہ سے بدگمانی میں مبتلا ہوں

تا کہ ایں بیچارگانِ بدگماں
تاکہ یہ بدگمان، بیچارے

کہ دہیمت دست اندر وقتِ کار
کہ ہم کام کے وقت تجھے ہاتھ دیتے ہیں

من ترا بے ایں کرامتہا پیش
میں نے تمہیں پہلے ہی سے اِن کرامتوں کے بغیر

رد نگردند از جنابِ آسماں
آسمانی درگاہ سے مردود نہ بنیں

خود تسلی دادہ ام از ذاتِ خویش
اپنی ذات کے بارے میں تسلی دیدی ہے

---

[1] عریش۔ جھونپڑی۔ خیمہ۔ تھیلا جس میں نقرا اپنا کھانا وغیرہ رکھتے ہیں۔ سر کردہ پیش۔ منھ اُٹھائے۔ شتاب۔ جلد۔ سباق۔ بڑھنا۔ افراط۔ زیادتی۔

[2] ایں۔ یعنی یہ کرامت کہ تنہائی میں دونوں ہاتھ ہوجاتے ہیں۔ باقید نفس۔ یعنی تنہائی میں وہ دونوں ہاتھوں سے بُنتے ہیں۔ یک چند۔ کچھ لوگ۔ غم۔ یعنی ہاتھ کٹنے کا غم فکر۔ یعنی بزرگ کے منکر۔ سالوس۔ مکار۔ طریق۔ طریقت۔ فریق۔ جماعت۔

[3] من نخواہم۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے الہام میں فرمایا کہ ہم نے یہ پسند نہ کیا کہ ہمارے بندے تم سے بدگمان ہوں لہٰذا یہ کرامت ظاہر کردی ہے۔ رمہ۔ جماعت۔ دست۔ یعنی کٹا ہوا ہاتھ۔ تو۔ یعنی یہ لوگ اگر بدگمانی کی حالت میں مرے تو تمہاری بارگاہ سے مردود ہو جائیں گے۔ من ترا۔ تنہائی اور ضرورت کے وقت کٹا ہوا ہاتھ پیدا کرنا تمہاری تسلی کے لئے نہیں ہے تمہیں تو تمہاری ذات سے پہلے ہی تسلی حاصل ہے۔

ایں کرامت بہرِ ایشاں داد مست
میں نے تمہیں یہ کرامت اُن کے لئے دی ہے

وایں چراغ از بہرِ آں بنہاد مست
اور یہ چراغ میں نے اُن کے لئے رکھا ہے

تو ازاں بگذشتہ کز مرگِ تن
تم تو اس سے ترقی کر چکے ہو کہ بدن کے مرنے سے

ترسی از تفریقِ اجزائے بدن
بدن کے اجزاء کے ٹکڑے ہو جانے سے ڈرو

زہم تفریقِ سر و پائے از تو رفت
سر اور پاؤں کے جدا ہونے سے تمہارا وہم ختم ہو گیا

دفعِ وہم اسپر رسیدت نیک زفت
وہم کے دفعیہ کی اچھی موت تمہیں مل گئی ہے

سببِ جرأتِ ساحرانِ فرعون بر قطعِ دست و پا

فرعون کے جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کٹ جانے پر جرأت کا سبب

ساحراں را نے کہ فرعونِ لعیں
کیا ایسا نہیں ہے کہ فرعون ملعون نے جادوگروں کو

کرد تہدید و سیاست بر زمیں
میدان میں دھمکی اور تنبیہ کی

کہ ببرم دست و پاتاں از خلاف
کہ میں تمہارا دایاں بایاں ہاتھ پاؤں کاٹ دونگا

پس درآویزم ندارم تاں معاف
پھر تمہیں لٹکا دوں گا، تمہیں معاف نہ کرونگا

او ہمی پنداشت کایشاں در ہماں
وہ سوچتا تھا، کہ وہ اسی

وہم و تخویفِ اندو وسواس و گماں
وہم اور ڈر اور وسوسوں اور گمان میں ہیں

کہ بود شاں لرزہ و تخویف و ترس
کہ اُن پر لرزہ، اور خوف اور ڈر ہوگا

از توہمہا و تہدیداتِ نفس
جان کی دھمکیوں اور توہمات سے

او نمی[۵۱] دانست کایشاں رستہ اند
وہ نہ جانتا تھا کہ وہ آزاد ہو چکے ہیں

بر دریچہ نورِ دل بنشستہ اند
دل کے نور کی کھڑکی پر جا بیٹھے ہیں

سایۂ خود را ز خود دانستہ اند
اپنے آپ سے اپنے سایہ کو ممتاز کر چکے ہیں

چابک و چست و گش و برجستہ اند
تیز اور چست اور خوش اور ہوشیار ہو گئے ہیں

ہاونِ گردوں اگر صد بار شاں
اگر سو بار (بھی) آسمان کی اوکھلی

خرد کوبد اندریں گلزار شاں
اُن کو اِس خاکدان میں ریزہ ریزہ کر دے

اصلِ ایں ترکیب را چوں دیدہ اند
چونکہ اُنھوں نے اِس بناوٹ کی اصل کو دیکھ لیا ہے

از فروغِ وہم کم ترسیدہ اند
وہم کی زیادتی سے وہ کم ڈرتے ہیں

ایں[۵۲] جہاں خوابست اندر ظنِ ما ست
یہ دنیا خواب ہے، شک میں نہ پڑ

گر رود در خواب دستے دُرمباک نیست
اگر خواب میں ہاتھ کٹ جائے تو کوئی پروا نہیں ہے

---

۵۱ چراغ۔ یعنی کرامت۔ تم اس مقام سے آگے بڑھ گئے ہو کہ ان جسمانی ہاتھ پاؤں کو اصل سمجھو اور ان کے فنا ہونے سے ڈرو۔ اچھا سیر، ڈھال نیک رفت۔ خوب موسیٰ ساحراں۔ فرعون نے جادوگروں کی جان لینے کی دھمکی دی تھی جبکہ وہ حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے تھے زخمی۔ یعنی وہ میدان جہاں وہ حضرت موسیٰ کا مقابلہ کرنے آئے تھے۔

۵۲ او دمی دانست۔ جادوگروں کا دل نورِ ایمان سے منور ہو چکا تھا اور وہ اس جسم اور زندگی کو عارضی سمجھ چکے تھے۔ سایہ۔ دنیاوی جسم اور اخروی جسم کی مثال جسم اور سایہ کی سی ہے۔ آوی: دکھی گلزار۔ اگر گاف کے زیر سے ہے تو خاکدان کے معنی میں ہے اور اگر گاف کے پیش سے تو چمن کے معنی میں ہے۔ اصل۔ چونکہ وہ سمجھ چکے ہیں کہ اس جسم عنصری کی اصل درحقیقت روح ہے لہٰذا وہ اس عارضی وجود کے فنا ہو جانے کے وہم سے بچ گئے ہیں۔

۵۳ ایں جہاں۔ جسم عنصری کو اس جسم سے تشبیہ دے کر جو انسان عالمِ خواب میں دیکھتا ہے پھر یہ سمجھایا ہے کہ اگر عالمِ خواب میں نظر آنے والے جسم کے ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو اس سے اصل جسم پر کوئی اثر نہیں پہنچتا ہے اسی طرح جسم عنصری کے ٹکڑے ہو جانے سے اس جسم کو کوئی نقصان نہیں

گر بخواب اندر سرت ببرید گاز[1]
اگر خواب میں تیرا سر کاٹ دے

ہم سرت برجاست ہم عمرت دراز
تیرا سر بھی اپنی جگہ ہے اور تیری عمر دراز ہے

گر ببینی خواب در خود را دو نیم
اگر تو خواب میں اپنے دو ٹکڑے دیکھے

تندرستی چونکہ خیزی بے سقیم
جب تو اٹھے گا بغیر کسی بیماری کے تندرست ہے

حاصل اندر خواب نقصانِ بدن
خلاصہ یہ ہے کہ خواب میں بدن کا نقصان

نیست باکے از دو صد پارہ شدن
دو سو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی پروا نہیں ہے

ایں جہاں را کہ بصورت قائم ست
اس دنیا کو جو بظاہر قائم ہے

گفت پیغمبر کہ خلقِ نائم ست
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ سارا جہان سونے والے کا خواب ہے

از رہِ تقلید[2] تو کردی قبول
تو نے تقلید کے راستے سے تسلیم کیا ہے

سالکاں ایں دیدہ پیدا از رسول
سالکوں نے بغیر کسی پیغام دینے والے کے جو دیکھ لیا ہے

روز در خوابی ملوکا ایں خوابِ تست
تو دن میں بھی خواب میں ہے اے کہ یہ خواب تجھ پر ہے

سایہ فرع ست اصل جز مہتاب نیست
سایہ فرع ہے چاند کے علاوہ کوئی اصل نہیں ہے

خواب و بیداریت آں دان اے عضد
اے معتمد! تو اپنے سونے اور جاگنے کو یہ سمجھ

کہ بہ بیند خفتہ کو در خواب شد
کہ کوئی سویا ہوا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے

او گماں بردہ کہ ایں دم خفتہ ام
وہ سمجھا کہ میں سویا ہوا ہوں

بیخبر زاں کو ست در خوابِ دوم
اس سے بے خبر ہے کہ وہ دوسری نیند میں ہے

کوزہ گر گر کوزۂ را بشکند[3]
کمہار، اگر کسی پیالہ کو توڑتا ہے

چوں بخواہد باز خود قائم کند
جب چاہے گا اُس کو بنا لے گا

کور را ہر گام باشد ترسِ چاہ
اندھے کو ہر قدم پر کنویں کا ڈر ہوتا ہے

با ہزاراں ترس می آید براہ
وہ ہزاروں ڈر کے ساتھ راستہ طے کرتا ہے

مردِ بینا دید عرضِ راہ را
بینا انسان نے راستہ کی چوڑائی دیکھ لی ہے

پس بداند او مغاک و چاہ را
تو وہ گڑھے، اور کنویں کو جانتا ہے

پاوزانویش نہ لرزد ہر دمے
اُس کا پاؤں اور ران کسی وقت نہیں کپکپاتے ہیں

روتر ترش کے دارد او از ہر غمے
وہ کسی غم سے رنجیدہ کب ہوتا ہے؟

---

[1] گاز: قینچی عزت دراز: عوام میں مشہور ہے کہ اگر انسان خواب میں اپنے آپ کو مُردہ دیکھے تو اُس کی تعبیر عمر کی درازی ہے۔ گفت پیغمبر: حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ دنیا کیا ہے تو آپ نے فرمایا سونے والے کا خواب ہے۔ پھر اُس نے دریافت کیا کہ دنیا اور آخرت میں کتنا فاصلہ ہے فرمایا پلک جھپکنے کی بقدر فاصلہ ہے۔

[2] از رہِ تقلید: عام انسان تقلیدی طور پر دنیا کی ناپائیداری تسلیم کرتا ہے اور اولیاء اللہ کو دیکھتے ہیں۔ روز در خوابی: نیند کی حالت صرف شب ہی میں نہیں بلکہ دن کی بیداری میں بھی خواب ہی ہے حضورؐ نے فرمایا ہے لوگ نیند میں ہیں جب مریں گے بیدار ہو جائیں گے۔ سایہ: عالم دنیا اور اُسکے موجودات سب درجہ باری کی فرع اور سایہ ہیں۔ خوابِ بیداری: مولانا نے دنیا کی بیداری کو خواب بتایا تو شبہ ہوتا ہے کہ جب بیداری خواب ہے تو اُسکے بعد حالتِ خواب کو کیا کہا جائیگا۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ انسان حالتِ خواب میں یہ دیکھتا ہے کہ وہ بیدار تھا اور اب سویا ہے تو جس طرح خواب میں خواب کو دیکھتا ہے اسی طرح اس عالم کی بیداری اور خواب کو سمجھو۔

[3] کوزہ گر: خدا جسم کا بنانے والا ہے اگر وہ اس جسم کو فنا کرتا ہے تو جب چاہتا ہے پھر بنا دیتا ہے۔ کور: اندھا: خطرات سے ڈرتا ہے بینا بے نیاز ہوتا ہے اسی طرح جن کو چشم بصیرت حاصل ہے وہ دنیا کے خطرات سے نہیں ڈرتے ہیں۔ مغاک: گڑھا۔

خیز[1] فرعونا کہ ما آں نیستیم
اے فرعون! کھڑا ہو جا کیونکہ ہم وہ نہیں ہیں

کہ بہر بانگے زغولے بیستیم
کہ چھلاوے کی ہر آواز پر ہم ٹھہریں

غرقۂ ما را بدز دو زندہ ہست
ہماری گدڑی پھاڑ دے، سینے والا موجود ہے

ورنہ ما را خود برہنہ تن بہ است
ورنہ ہمارے لئے ننگا بدن بہتر ہے

بے لباس این خواب را اندر کنا
بغیر لباس کے، اس نیند کو بغل میں

خوش بگیریم اے عدوِ نابکار
خوشی سے لیں گے اے نالائق دشمن!

خوشتر از تجرید از تن وز مزج
بدن اور مزاج سے جدا ہو جانا خوشگوار

نیست اے فرعون بے الہام گیج
نہیں ہے بغیر الہام کے اے احمق فرعون!

شکایت[2] کردن اُستر پیش شتر کہ من بسیار در روئے می افتم
اونٹ سے خچر کا شکایت کرنا کہ میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں

و تو نمی افتی الا بنادر وجواب گفتن آں
اور تو نہیں گرتا مگر بہت کم اور اس کا جواب دینا

گفت اُستر با شتر کای خوش رفیق
خچر نے اونٹ سے کہا، اے اچھے ساتھی!

در فراز و شیب و در راہِ دقیق
اونچے، اور نیچے، اور تنگ راستے میں

تو نیائی در سر و خوش می روی
تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے، اچھی طرح چلتا ہے

من ہمی آیم بسر در چوں غوی
میں گمراہ کی طرح سر کے بل گرتا ہوں

ایں سبب را باز گو با من چیست
مجھے اس کا سبب بتا کہ کس وجہ سے ہے؟

تا بدانم من کہ چوں باید بزیست
تاکہ میں جان لوں، کہ کس طرح جینا چاہیے؟

گفت[3] از چشم تو چشم من یقیں
اس نے کہا میری آنکھ تیری آنکھ سے یقیناً

بیگماں روشن ترست و تیز بیں
بلاشک زیادہ روشن اور تیز دیکھنے والی ہے

بعد ازاں ہم از بلندی ناظرم
اس کے علاوہ میں اونچائی سے دیکھ لینے والا ہوں

زیں سبب در رو بیفتم حاضرم
اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا ہوں میں موجود ہوں

گفت چشم من ز تو روشن تر ست
اس نے کہا میری آنکھیں تیری آنکھ سے زیادہ

بعد ازاں ہم از بلندی ناظر ست
اس کے علاوہ اونچائی سے دیکھنے والی ہیں

چوں برآیم بر سرِ کوہِ بلند
جب میں بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا ہوں

آخر عقبہ بہ بینم ہوشمند
عقلمندی سے گھاٹی کے آخر کو دیکھ لیتا ہوں

[1] خیز فرعونا۔ پھر مولانا نے بادشاہوں کی بات شروع کی ہے۔ غول۔ چھلاوے کی آواز بے حقیقت ہوتی ہے خچر کہ۔ یعنی یہ جسم عنصری جو روح کا لباس ہے۔ ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ جسم عنصری نہ عنایت فرماتا تو روحانی وجود ہی بہتر ہے بے لباس پہلے شعر کے ثانی مصرع کی علت ہے یعنی ہم بغیر جسم کے روحانی طور پر بہتر ہونگے خوشتر یعنی روحانی زندگی ہمارے لئے الہام خداوندی کی وجہ سے خوشتر ہوگئی ہے

[2] شکایت۔ مولانا نے فرمایا تھا کہ جسکو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ دنیاوی خطروں میں مبتلا نہیں ہوتے ہیں۔ اب اس قصہ سے اسکی وضاحت فرماتے ہیں۔ اُستر۔ خچر۔ غوی۔ گمراہ۔

[3] گفت۔ اونٹ نے جواب دیا کہ میں پیش بینی سے کام لیتا ہوں اور انجام پر نظر رکھتا ہوں اس لئے ٹھوکریں نہیں کھاتا ہوں یہی صورت ان لوگوں کی ہے جنکو چشم بصیرت حاصل ہو جاتی ہے وہ آخرت پر نظر رکھتے ہیں۔ حاضرم۔ یعنی میں موجود ہوں، دیکھ لے میری حالت سے میری بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ از بلندی۔ اونٹ گردن اُٹھا کر دیکھ لیتا ہے۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔

پس همه پستی و بالائی راه — دیده ام را وا نماید هم اِلٰه
پھر راستہ کی سب نیچائی اور اونچائی — اللہ (تعالیٰ) میری آنکھ کو دکھا دیتا ہے

هر قدم من از سرِ بینش بهم — از عثار[1] و افتادن وارهم
میں ہر قدم دیکھ بھال کر رکھتا ہوں — ٹھوکر کھانے اور گرنے سے نجات پاجاتا ہوں

تو به بینی پیشِ خود یک دو سه گام — دانه بینی و نه بینی رنجِ دام
تو اپنے آگے ایک دو تین قدم دیکھتا ہے — دانہ کو دیکھ لیتا ہے جال کی تکلیف کو نہیں دیکھتا ہے

یَستَوِی الْاَعمٰی لَدَیکُم وَالْبَصِیر — فِی الْمَقَامِ وَالنُّزُولِ وَالْمَسِیر
تمہارے نزدیک اندھا اور بینا برابر ہے — ٹھہرنے، اور اترنے، اور چلنے میں

چون[2] جنین را در شکم حق جان دهد — جذبِ اجزا در مزاج او کند
جب اللہ (تعالیٰ) پیٹ کے بچہ میں جان ڈالتا ہے — اسکی طبیعت میں اجزاء کو جذب کرنے کی طاقت پیدا کر دیتا ہے

از خورش او جذبِ اجزا می کند — تا رویدِ جسم خود را می تند
وہ خوراک سے اجزاء جذب کرتا ہے — اپنے جسم کا تانا بانا تنتا ہے

تا چهل سالش بجذبِ جزوها — حق چنین پیشش کرده باشد در نما
چالیس سال تک اجزا کے جذب کرنے کا — (نشوونما میں اللہ (تعالیٰ) اس کو طریقہ سکھا دیتا ہے)

جذبِ اجزا روح را تعلیم کرد — چون نداند جذبِ اجزا شاهِ فرد
اس نے روح کو اجزاء جذب کرنے کی تعلیم کی — یکتا شاہ اجزاء کو جذب کرنا کیوں نہ جانے گا؟

جامع[3] این ذرّها خورشید بود — بے غذا اجزات را داند ربود
ان ذروں کو جمع کرنے والا سورج تھا — وہ بغیر غذا کے تیرے اجزاء کو چن لینا جانتا ہے

آن زمانے کاندر آئی تو ز خواب — هوش و حسِّ رفته را خواند شتاب
جس وقت تو خواب سے (مثل کر اپنے) اندر آئیگا — گئے ہوئے ہوش و حواس کو فوراً بلائیگا

تا بدانی کاں ازو غائب نشد — باز آید چون بفرماید کُد[4]
حتیٰ کہ تو جان لے گا کہ وہ اس سے غائب نہیں ہے — وہ واپس آجائیگا جب وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائیگا کہ لوٹ آ

---

[1] عثار۔ ٹھوکر کھانا۔
[2] چوں جنین۔ مولانا نے پھر پہلے مضمون کی طرف رجوع کیا ہے جادوگروں کو جسموں کے دوبارہ حشر کا یقین ہو گیا تھا تو اب مولانا حشر میں جسم کے دوبارہ موجود ہونے کو ثابت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ شکم مادر میں بچہ میں یہ کیفیت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ غذا کے اجزا کو جذب کرنے لگتا ہے جس سے اس کا نشوونما ہوتا ہے۔ تا چہل سال۔ چالیس سال کی عمر تک انسان کے جسم میں نشوونما ہوتا رہتا ہے۔ روح۔ جس طرح اس جسم میں اللہ تعالیٰ جذب کرنے کی قوت فرما دیتا ہے روح میں بھی اجزاء کو جذب کرنے کی قوت فرما دیگا۔
[3] جامع۔ ان اجزاء بدن کو غذا کے ذریعہ جمع کرنے کی طاقت جس طرح اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اسی طرح وہ غذا کے واسطے کے بغیر بھی اجزاء بدن کو جمع فرما سکتا ہے۔ آن زمانے

انسان جب نیند سے بیدار ہوتا ہے تو زائل شدہ حواس فوراً لوٹ آتے ہیں اسی طرح حشر میں اجزائے بدن فوراً لوٹ آئیں گے۔ کُد۔ امر کا صیغہ ہے، لوٹ آ۔

اجتماعِ[1] اجزاءِ خرِ عزیر علیہ السلام بعد بوسیدنش باذن اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے حکم سے بوسیدہ ہو جانے کے بعد عزیر علیہ السلام کے گدھے کے اجزاء

و در ہماں دم مرکب شدن پیش چشم عزیر علیہ السلام

کا جمع ہو جانا، اور فوراً عزیر علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے جڑ جانا

ہیں عزیرا در نگر اندر خرت[2] — کہ بپوسیدست و ریزیدہ برت

ہاں اے عزیر! اپنے گدھے کو دیکھ — کہ تیرے سامنے کیسا سڑا اور ریزہ ریزہ ہو

پیشِ تو گردآورم اجزاش را — آں سر و دم و دو گوش و پاش را

میں تیرے سامنے اس کے اجزاء کو جمع کر دونگا — سر اور دم، اور دونوں کان، اور پاؤں کو

دست نے و جزو برہم می نہد — پارہا را اجتماعے می دہد

ہاتھ نہیں ہے اور اجزا کو جمع کر دیتا ہے — ٹکڑوں کو جوڑ دیتا ہے

در نگر در صنعتِ پارہ زنے — کو ہمی دوزد کہن بے سوزنے

پیوند لگانے والے کی کاریگری کو دیکھ — کہ پرانے کو بغیر سوئی کے سی دیتا ہے

ریسمان و سوزنے نے وقت خرز — آنچناں دوزد کہ پیدا نیست درز

بغیر وقت، دھاگا ہے نہ سوئی — اس طرح سی دیتا ہے کہ ٹانکا پتہ نہیں چلتا ہو

چشم بکشا حشر را پیدا بہ بیں — تا نماند شبہات در یوم دیں

آنکھ کھول حشر کو کھلے طور پر دیکھ لے — تاکہ تجھے قیامت کے بارے میں شبہ نہ رہے

تا بہ بینی جامعیم[3] را تمام — تا نہ لرزی وقتِ مُردن را تمام

تاکہ تو میرے جمع کرنے کو پورا دیکھ لے — تاکہ تو مرتے وقت غم سے نہ لرزے

ہمچناں کہ وقتِ خفتن ایمنی — از فوات جملہ حسہائے تنی

جس طرح تو سونے کے وقت مطمئن ہے — اپنے جسم کے تمام حواس کے فوت ہو جانے

بر حواس خود نہ لرزی وقتِ خواب — گرچہ می گردد پریشان و خراب

سوتے وقت تو حواس کے ختم ہونے پر نہیں لرزتا — اگرچہ وہ متفرق اور برباد ہو جاتے ہیں

جزع ناکردن شیخ بزرگوار بر مرگ فرزندان خویش

ایک شیخ بزرگوار کا اپنی اولاد کے مرنے پر گھبراہٹ کا اظہار نہ کرنا

بود شیخے رہنمائے پیش ازیں — آسمانی شمع بر روئے زمیں

اب سے پہلے ایک راہنما شیخ تھے — جو روئے زمین پر آسمانی شمع تھے

---

[1] اجتماع: قیامت میں انسان کے جسم کے بوسیدہ اجزاء اسطرح جمع ہو جائینگے جیسے کہ حضرت عزیرؑ کے گدھے کے اجزاء جمع ہو گئے تھے۔ عزیرؑ ایک پیغمبر تھے جن کا ذکر سورۂ البقر کی آیتوں اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ الخ میں ہے یہ ایک ویران بستی پر سے گذرے تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اللہ اسکو کیسے آباد کریگا تو اللہ تعالیٰ نے انہی پر اور انکے گدھے پر فوراً موت طاری کر دی سو برس تک وہ مردہ حالت میں رہے اور پھر انکو زندہ کر دیا اس عرصہ میں گدھا گل سڑ گل چکا تھا۔ حضرت حق نے اسکے اجزاء کو جمع کر دیا اور وہ پھر زندہ ہو گیا تو فرمایا اسیطرح میں اس بستی کو آباد کرونگا۔

[2] خرت: یعنی تو اپنے گدھے کو دیکھ گل سڑ چکا تھا پھر بھی وہ زندہ کر دیا گیا۔ دست نے۔ حضرت حق کا انسانوں کا سا ہاتھ نہیں ہے۔ پارہا زن پیوند لگانے والا یعنی خدا تعالیٰ نے خرز۔ سینا۔ درز۔ پھٹن۔ تحشر قیامت کے میدان میں جمع ہونا۔ یوم دین۔ قیامت کا دن۔

[3] جامعیم: یعنی میں قیامت میں اجزاء کو کس طرح جمع کرونگا۔ اہتمام فکر میں پڑنا۔ جیسا کہ انسان جب سوتا ہے تو اسکے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں لیکن انسان سونے سے نہیں ڈرتا ہے کیونکہ اسکو یقین ہے کہ بیدار ہوتے ہی وہ واپس آجائینگے اسیطرح اگر قیامت کی

چوں[1] پیمبر در میانِ اُمتاں — در کشائے روضۂ دار الجناں

اُمتوں میں پیغمبر کی طرح — جنت کے باغ کا در کھولنے والے

گفت پیغمبرؐ کہ شیخ رفتہ پیش — چوں نبی باشد میانِ قوم خویش

آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ پیشرو شیخ — اپنی قوم میں نبی کی طرح ہوتا ہے

یک صباحے گفتش اہلِ بیتِ او — سخت دل چونی بگوائے نیک خو

اُن سے اُن کے گھر والی نے ایک صبح کہا — اے نیک عادت! بتایئے آپ سخت دل کیوں ہیں؟

ما ز ہجر و مرگِ فرزندانِ تو — نوحہ می آریم با پشتِ دو تو

آپ کی اولاد کی موت اور جدائی کی وجہ سے ہم — باوجود دُہری کمر ہو جانے کے روتے ہیں

تو نمی گرئی نمی زاری چرا — یا کہ رحمت نیست در دل اے کیا

آپ کیوں گریہ و زاری نہیں کرتے؟ — کیا آپ کے دل میں شفقت (کا مادہ) نہیں ہے؟

چوں[2] ترا رحمے نہ باشد در درو — پس چہ امید ست ماں از تو کنوں

جب آپ کے اندر رحم نہیں — تو اب ہمیں آپ سے کیا اُمید ہے؟

ما بامیدِ تو ایم اے پیشوا — کہ نہ بگزاری تو ما را در فنا

اے پیشوا! ہمیں آپ سے آس ہے — کہ آپ ہمیں ہلاکت میں نہ چھوڑیں گے

چوں بیارایند روزِ حشر تخت — خود شفیع ما توئی آں روز سخت

جب حشر کے دن تخت آراستہ کریں گے — تو اُس سخت دن آپ ہمارے سفارش کرنے والے ہوں گے

در چُناں روز و شبِ بے زینہا[3] — ما با کرام تو یم اُمیدوار

ایسے بے پناہ روز و شب میں — ہم آپ کے کرم کے اُمیدوار ہیں

دستِ ما و دامنِ تو ست آں زماں — کہ نماند ہیچ مُجرم را اماں

اُس وقت ہمارا ہاتھ اور آپ کا دامن ہوگا — جبکہ کسی مجرم کے لئے امان نہ رہے گی

گفت پیغمبرؐ کہ روزِ رستخیز — کے گزارم مُجرماں را اشک ریز

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن — میں مجرموں کو روتا کب چھوڑوں گا؟

من شفیعِ عاصیاں باشم بجاں — تا رہانم شاں ز شکنجہ گراں

میں (دل و) جان سے گنہگاروں کا سفارشی ہوں گا — تاکہ اُن کو بھاری شکنجہ سے چھڑا دوں

عاصیاں و اہلِ کبائر را بجہد — وا رہانم از عتابِ نقضِ عہد

گنہگاروں اور کبیرہ (گناہ) والوں کو کوشش سے — عہد کے توڑنے کے غصہ سے نجات دلاؤں گا

[1] چوں پیمبر: اولیاء اللہ بھی نبوت کے کمال اتباع کی وجہ سے اُمت میں نبیوں کی طرح ہوتے ہیں جو لوگوں کی بخشش کا سبب ہوتے ہیں۔ دار الجناں۔ جنت۔ مصباح۔ صبح۔ اہلِ بیت۔ گھر والے، بیوی۔

[2] چوں ترا۔ جب تم میں رحم کا مادہ ہی نہیں ہے تو اب ہم آپ سے کیا توقع رکھیں۔ بیارایند۔ فرشتے حشر میں عرش آراستہ کریں گے۔

[3] بے زینہا۔ بے اماں۔ رستخیز۔ قیامت۔ نقضِ عہد ازل میں عبودیت کا عہد کیا تھا گناہوں کا ارتکاب اس عہد کو توڑنا ہے۔

صالحانِ اُمتم خود فارغ[51] اند — از شفاعتہائے من روزِ گزند

میری اُمت کے نیک خود فارغ ہیں — مصیبت کے دن میری سفارشوں سے

بلکہ ایشاں را شفاعتہا بُود — گفتِ شاں چوں حکم نافذ میرود

بلکہ (خود) اُن کی سفارشیں ہونگی — اُن کی بات چار حکم کی طرح چلے گی

ہیچ وازر وزرِ غیرے برنداشت — من تیمم وازرِ خود ایم برفراشت

کسی بوجھ اُٹھانے والے نے غیر کا بوجھ نہیں اُٹھایا ہے — میں بوجھ اُٹھانے والا نہیں ہوں میں نے اپنے بوجھ اُٹھا لیا ہے

آنکہ بے وزر ست شیخ ست ایجواں — در قبولِ حق چو اندر کف کماں[52]

اے جوان! جو بغیر بوجھ کے ہے وہ شیخ ہے — (وہ) اللہ کا مقبول ہونے میں ایسا ہے جیسا کہ ہاتھ میں کمان

شیخ کہ بُود پیر یعنی موسپید — معنیِ ایں مُو بداں اے نا اُمید

شیخ کون ہوتا ہے؟ بوڑھا یعنی سفید بالوں والا — اے نا اُمید! اِس بال کے معنی سمجھ لے

ہست آں موئے سیہ ہستیِ اُو — تا زہستیش نماند تارِ مُو

وہ کالا بال اُس کی ہستی ہے — تاکہ اُس کی ہستی کا ایک بال کا تار نہ رہے

چونکہ ہستیش نماند پیر اُوست — گر سیہ مُو باشد و یا خود دو موست

جب اُس کی ہستی نہ رہی، وہ بوڑھا ہے — خواہ وہ سیاہ بالوں والا ہو یا کپڑی بالوں والا

ہست آں موئے سیہ وصفِ بشر[53] — نیست آں مُو مویِ ریش و مویِ سر

کالا بال، بشری صفات میں — وہ داڑھی کا بال اور سر کا بال نہیں ہے

عیسیٰؑ اندر مہد بردارد نفیر — کہ جواں ناگشتہ ما شیخیم و پیر

حضرت عیسیٰؑ گہوارے میں اعلان کرتے ہیں — کہ ہم جوان ہوئے بغیر شیخ اور پیر ہیں

چوں یکے موئے سیہ کاں وصفِ ماست — نیست بر دے شیخ و مقبولِ خدا ست

جبکہ ایک کالا بال جو ہماری صفت ہے — اُس میں نہیں ہے (وہ) شیخ اور خدا کو مقبول ہے

چوں بُود مویش سپید اَر باخود ست — اُو نہ پیر ست و نہ خاصِ ایزد ست

جب اُس کے سفید بال ہوں اگر اُس میں خودی ہے — وہ نہ پیر ہے اور نہ اللہ (تعالیٰ) کا مقبول ہے

جو بوڑھا ہو یعنی اُس کے بال سفید ہو گئے ہوں کالے نہ ہوں، مولانا فرماتے ہیں کہ کالے بال سے مراد اُس کا وجود اور ہستی ہے یعنی وہ اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہو۔ تو مو یعنی جس کے بال کالے اور سفید ملے جلے ہوں ——— ۵۳ وصف۔ بشریت کے اوصاف یعنی بچپن میں شیخ و پیر تھے۔ چوں بُود اگر انسان میں خودی ہے تو خواہ بال سفید ہوں وہ شیخ اور پیر نہیں ہے۔ "بزرگی بہ نعمت نہ بسال"۔

---

۵۱ فارغ اند یعنی نیک لوگوں کو اس کی ضرورت نہ ہوگی کہ اُنھیں عذاب سے بچانے کیلئے شفاعت کی جائے۔ ہاں شفاعت سے اُن کے مراتب بڑھیں گے۔ گفت شاں یعنی جناب باری میں اُن کی عرض ضرور مقبول ہو گی۔ وازر۔ بوجھیلا۔ وزر۔ بوجھ گناہ۔ من تیمم وازر۔ گزشتہ اشعار میں انبیاء کو رحمۃ للعالمین کہا تھا اور اُن کی شفاعت کا ذکر تھا، اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ شفاعت میں تو دوسرے کی ذمہ داری اپنے اوپر لینا ہے اور یہ آیت وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کے منافی ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ کوئی بوجھ اُٹھانیوالا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا ہے مولانا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ آیت کا مفہوم تو یہ ہے کہ کوئی بوجھیلا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا میں تو بوجھیلا نہیں ہوں، خدا نے میرا مرتبہ بلند کیا ہے لہٰذا میں دوسروں کا بوجھ اُٹھا لوں گا، دراصل آیت کا یہ مفہوم نہیں ہے جو مولانا نے بیان کیا یہ محض ایک نکتہ ہے ورنہ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی نے زید کے گناہ کیا ہو اور عمرو کو اُس کی سزا ملے یہ نہیں ہوگا۔

۵۲ اندر کف۔ جس طرح کمان ہاتھ کے تابع ہوتی ہے اسی طرح شیخ اللہ کی مرضی کے تابع ہے۔ ہستی اور یعنی شیخ اکبر کہتے ہیں

گر رہید از بعضِ اوصافِ بشر — شیخ نبود کہل باشد اے پسر

اگر وہ بعض بشری اوصاف سے بچا ہے — اے صاحبزادے وہ شیخ نہ ہوگا اَدھیڑ ہوگا

ور سرِ موئے ز وصفش باقی ست — نیست از عرش و سما آفاقی ست

اگر اُسکا بال برابر وصف باقی ہے — وہ آسمانی اور عرشی نہیں ہے دنیا دار تو ہے

ما ہمہ اُمیدواران تو یم — ریزہ چینِ رحم و احسانِ تو یم

ہم سب آپ کے اُمیدوار ہیں — آپ کے رحم اور احسان کے ریزہ چین یہ بیل ہیں

لیک با ایں جملہ چوں بے شفقتی — بہرِ فرزنداں چرا بے رقتی

لیکن اس سب کے باوجود آپ بے شفقت کیوں ہیں — اولاد کے بارے میں بے رقت کیوں ہیں

یا مگر خود دل نمی سوزد ترا — باز گو اے شیخ با ما ماجرا

یا شاید آپ کا دل نہیں جلتا ہے — اے شیخ! ہمیں قصہ بتلایئے

عذر گفتنِ شیخ بہر ناگریستن بر مرگ فرزندان

اولاد کی موت پر نہ رونے کے متعلق شیخ کا عذر بیان کرنا

شیخ گفت اُو را مپندار اے رفیق — کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق

شیخ نے اُس سے کہا اے ساتھی! یہ نہ سمجھ — کہ مجھ میں رحم اور محبت اور شفقت کرنیوالا دل نہیں ہے

بر ہمہ کفار ما را رحمت ست — گرچہ جانِ جملہ کافر نعمت ست

تمام کافروں پر ہمیں رحم آتا ہے — اگرچہ سب کی جان (اللہ کی) نعمت کی کافر ہے

بر سگانم رحمت و بخشایش ست — کہ چرا از سنگہا شاں مالش ست

میرا کتوں پر (بھی) رحم اور ترس ہے — کہ پتھروں سے کیوں اُن کی پٹائی ہوتی ہے؟

آں سگے کہ می گزد گویم دُعا — کہ ازیں خو وارہانش اے خدا

وہ کتا جو کاٹتا ہے اُس کے لئے دعا کرتا ہوں — کہ اے خدا اِس عادت سے اُسے بچا

ایں سگاں را ہم دراں اندیشہ دار — کہ نباشند از خلائق سنگسار

ان کتوں کو بھی ایسا خیال عطا فرما — کہ لوگوں سے سنگسار نہ ہوں

زاں فرستاد انبیا را بر زمیں — تا کنند شاں رحمۃ للعالمیں

اسی لئے (اللہ تعالیٰ نے) زمین پر انبیاء بھیجے — تاکہ اُن کو جہان والوں کے لئے رحمت بنائے

خلق را خواند سوی درگاہِ خاص — حق را خواند کہ وا فرکن خلاص

وہ لوگوں کو خاص دربار کی طرف بلاتے ہیں — اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ نجات کو عام کردے

۱؎ رقت۔ یعنی دل کی نرمی۔ رقیق۔ یعنی نرم دل جس نے سوال کیا تھا۔ برحمہ۔ یعنی ہمیں تو کافروں پر بھی رحم آتا ہے۔ اگرچہ وہ اللہ کی نعمتوں کے کافر ہیں۔ بر سگاں۔ لوگ کتوں کو مارتے ہیں تو ہمیں کتوں پر بھی ترس آتا ہے۔

۲؎ آں سگے۔ چونکہ کتا کاٹتا ہے اس لئے وہ ڈھیلا کھاتا ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا اُس کی یہ بد عادت چھڑا دے اور اُس میں ایسا خیال پیدا کردے جس کے نتیجہ میں وہ سنگسار نہ ہو۔

۳؎ زاں۔ انبیاء سب کے لئے رحمت ہوتے ہیں مخلوق کو اللہ کی طرف اُن کے فائدہ کے لئے بلاتے ہیں دوسری طرف اللہ سے اُن کے لئے توفیق کی دعا کرتے ہیں۔

جہد بنماید ازیں سُو بہر بند — چوں نشد گوید خدایا دَر مبند[1]

اس جانب نسبت کرنے کی کوشش کرتا ہے — جب انشعید نہیں ہوتی تو کہتا ہے اے خدا دروازہ بند نہ کر

رحمتِ جُزوی بُود مر عام را — رحمتِ کُلی بُود ہمّام را

عام (انسانوں) میں جزوی رحمت ہوتی ہے — غمخوار میں کلی رحمت ہوتی ہے

رحمتِ جُزوش قرینِ گشتِ کُل — رحمتِ دریاست ہادی سُبل

اس کی جزوی رحمت کُل سے وابستہ ہو گئی ہے — دریا کی رحمت راستوں کی ہدایت کرنیوالی ہے

رحمتِ جُزوی بکُل پیوستہ شو — رحمتِ کُل را تو ہادی بین رَو

تو جزوی رحمت ہے کُل کے ساتھ جُڑا جا — کلی رحمت کو تو ہادی سمجھ اور چل پڑ

تا کہ جُزوِ[2] ست اُو نداند راہِ بحر — ہر غدیرے را کُند اشباہِ بحر

جب تک جزوی (رحمت) ہے وہ سمندر کا راستہ نہیں — ہر تالاب کو سمندر کے مشابہ بنا دیتی ہے

چوں نداند راہِ یم کے رہ بَرَد — سوئے دریا خلق را چوں آورد

جب وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتا ہے راستہ کیسے چلے — دریا کی جانب لوگوں کو کیسے لائے؟

متصل گردد بہ بحر انگاہ اُو — رہ بَرد تا بحر ہمچوں سیل و جُو

وہ سمندر سے اُس وقت وابستہ ہوگا — (جبکہ) بہاؤ اور نہر کی طرح سمندر تک راستہ طے کرے

وَر کُند دعوت بتقلیدے بُوَد — نزعیان و وحی و تائیدی بُوَد

اگر وہ (دعویٰ کرے تو (محض) تقلیدی ہوگا — مشاہدہ اور وحی اور تائید خداوندی سے ہوگا

گفت پس چوں رحم داری بر ہمہ — ہمچو چوپانی بگرد ایں رمہ

اُس نے کہا، جبکہ تمہیں سب پر رحم (آتا) ہے — تم اس ریوڑ کے چاروں طرف گھڈریے کی طرح ہو

چوں نداری نوحہ بر فرزندِ خویش — چونکہ فصّادِ اجل شاں رَا بہ نیش

آپ اپنی اولاد پر کیوں نہیں روتے ہیں؟ — جبکہ موت کے فصاد نے اُن کے نشتر مارا ہے

چوں گواہِ[3] رحم اشکِ دیدہاست — دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست

جبکہ رحم کے گواہ، آنکھوں کے آنسو ہیں — آپ کی آنکھیں بغیر آنسو اور گریہ کے کیوں ہیں؟

شیخ داناز یں عتابش گرم شد — در سخن یک بارہ بے آزرم شد

مقلد شیخ انہی کے اس فقرہ سے گرم ہو گئے — بات کرنے میں یکبارگی بے تاب ہو گئے

رُو بزن کرد و بگفتش اے عجوز — خود نباشد فصلِ دے ہمچوں تموز

بڑھیا کی طرف رُخ کیا اور اس سے کہا اے بڑھیا — موسم خزاں موسم بہار کی طرح نہیں ہوتا ہے

---

[1] دَر مبند یعنی اے خدا تو توبہ کا دروازہ بند نہ کر۔ رحمتِ جُزوی۔ ہر انسان کے دل میں تھوڑی سی رحمت ضرور ہوتی ہے۔ غمخوار یعنی کلی رحمت والا۔ یعنی شیخ جو اُمت کا درد مند ہوتا ہے اُس میں کلی رحمت ہوتی ہے۔ قرینِ گشتہ۔ رحمت کلی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن شیخ نے چونکہ اپنے آپ کو بالکلیہ اللہ تعالیٰ سے وابستہ کر دیا ہے لہٰذا اُس کی رحمت بھی رحمتِ کلی ہے۔ بکُل پیوستہ شو۔ یعنی کسی شیخ سے اپنے آپ کو وابستہ کر لے۔

[2] تا اَز جزوست۔ جب انسان میں جزوی رحمت ہے وہ رحمتِ کلی کو نہیں پہچان سکتا ہر کس و ناکس کو رحمتِ کلی نہیں سمجھتا ہے۔ غدیر۔ تالاب۔ سوئے دریا۔ یعنی رحمتِ کلی۔ دَر کُند۔ اگر ناقص شیخ کوئی دعویٰ بھی کرے تو وہ محض تقلید ہوگی اس کا مشاہدہ نہ ہوگا۔ وحی۔ مولانا وحی بولکر الہام مراد لیتے ہیں۔

گفت شیخ۔ شیخ کی بیوی نے کہا۔ فصّاد۔ رگ کھولنے والا حجام۔ موت نیش۔ نشتر۔

[3] گواہِ رحم۔ آنکھ کے آنسوؤں سے دل کی رحمت کا پتہ چلتا ہے۔ عتابش۔ بیوی کے اعتراضات۔ بے آزرم بے تحمل۔ خود نباشد۔ یعنی سب انسان یکساں نہیں ہیں۔

جملہ[1] گر مُردند ایشاں وے اند
وہ سب (اولاد) خواہ مُردہ ہوں یا زندہ

غائب و پنہاں ز چشمِ دل کے اند
دل کی آنکھ سے وہ غائب اور پوشیدہ کب ہیں؟

من چو بینم شاں معیّن پیشِ خویش
میں جب اُن کو اپنے سامنے بعینہٖ دیکھتا ہوں

از چہ رُو رُو را کنم ہمچوں ریش
تو کس وجہ سے تیری طرح چہرے کو زرد نہ کروں؟

گرچہ بیروں انداز دورِ زماں
اگرچہ وہ زمانے کے چکر سے باہر نکل گئے ہیں

با من اند و گردِ من بازی کناں
وہ کھیلتے ہوئے میرے پاس اور میرے چاروں طرف ہیں

گریہ از ہجراں بود یا از فراق
رونا تو جھوٹ جانے اور جدائی کی وجہ سے ہوتا ہے

با عزیزانم وصال ست و عناق
میرا تو عزیزوں سے وصال اور معانقہ ہے

خلق[2] اندر خواب می بینند شاں
لوگ اُن کو خواب میں دیکھتے رہیں

من بہ بیداری ہمی بینم عیاں
میں اُن کو بیداری میں اچھی طرح دیکھتا ہوں

زیں جہاں خود را دمے پنہاں کنم
میں کبھی اپنے آپ کو اس دنیا سے غائب کر دیتا ہوں

برگِ حِس را از درخت افشاں کنم
حواس کے پتوں کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں

حِس اسیرِ عقل باشد اے فلاں
اے انسان! حواس عقل کے پابند ہیں

عقل اسیرِ روح باشد ہم بداں
سمجھ لے! عقل روح کی پابند ہے

دست بستہ عقلِ را جان باز کرد
روح نے جکڑی ہوئی عقل کو آزاد کر دیا

کارہائے لبتہ را ہم ساز کرد
اُلجھے ہوئے کاموں کو سُلجھا دیا

حِسّہا و اندیشہ بر آبِ صفا
حواس اور افکار نے صاف پانی پر

ہمچو حِس بگرفتہ روی آب را
تنکوں کی طرح پانی کی سطح کو گھیر لیا ہے

آبِ[3] پیدا می شود پیشِ خرد
عقل کے سامنے پانی کھل جاتا ہے

حِس چو یک سُو رفت پیدا گشت آب
کوڑا جب ہٹا پانی نمودار ہوا

حِس فزاید از ہوا بر آبِ ما
ہمارے پانی پر ہوا (وہوس) کی وجہ سے کوڑا کرکٹ جمع ہوتا ہے

آں ہوا خنداں و گریاں عقلِ تو
وہ ہوا (وہوس) مسکراتی ہے اور تیری عقل روتی ہے

---

[1] جملہ۔ دل کی آنکھیں مُردوں اور زندوں سب کو دیکھتی ہیں۔ میں چونکہ بینم رب مُردوں کو بھی بعینہٖ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں تو پھر نوحہ کیسے کروں۔ گریہ۔ رونے کی وجہ ہجر و فراق ہے جبکہ میری اولاد میرے گرد کھیل کود رہی ہے تو پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔

[2] خلق۔ عام لوگوں کو مُردے خواب میں نظر آتے ہیں مجھے بیداری میں بھی نظر آتے ہیں۔ زیں جہاں۔ بیخودی کی حالت میں ظاہری حواس بیکار ہو جاتے ہیں تو مُردے نظر آنے لگتے ہیں میں بیداری میں اپنے ظاہری حواس کو معطل کر دیتا ہوں تو وہ نظر آجاتے ہیں۔ حِس۔ حواس عقل کے پابند ہیں اور عقل رُوح کے تابع ہے، عقل مقیّد ہوتی ہے، جب روح اسکے موانع زائل کر دیتی ہے تو پھر اس میں جلا پیدا ہو جاتی ہے، روح پر جب تک دنیوی خیالات کا غلبہ رہتا ہے وہ ادراکات سے محروم رہتی ہے جب دنیوی خیالات کے حِس و خاشاک سے صاف ہو جاتی ہے تو اُس کو باطنی ادراکات حاصل ہونے لگتے ہیں۔

[3] آب۔ یعنی رو حانی ادراکات۔ خاشاک۔ جملہ۔ چونکہ۔ اگر خدا (بندے کی) توفیق شاملِ حال نہ ہو تو نفسانی خواہشات ادراکات سے مانع رہتی ہیں۔ آں ہوا۔ انسان جب ہوتا ہے خواہشات مسکراتی ہیں

چونکہ تقویٰ بست دو دست ہوا — حق گشاید ہر دو دست عقل را

جب بصیرت گاری نے ہوا (ہوس) کے دونوں ہاتھ باندھ — اللہ تعالیٰ عقل کے دونوں ہاتھ کھول دیتا ہے

پس[1] حواس چیرہ محکوم تو شد — چوں خرد سالار و مخدوم تو شد

غالب حواس تیرے محکوم بن جاتے ہیں — جب عقل تیری سردار اور مخدوم بن جاتی ہے

حس را بے خواب خواب اندر کند — تا کہ غیبتہا ز جاں سر بر زند

وہ (عقل) حواس کو بغیر نیند کے سلا دیتی ہے — یہاں تک کہ ان دیکھی باتیں (شرح میں) سر ابھارتی ہیں

ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا — ہم ز گردوں بر کشاید بابہا

وہ بیداری میں بھی خواب دیکھ لیتا ہے — آسمان کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں

قصہ[2] خواندن شیخ ضریر قرآن را از روی مصحف در وقت خواندن قرآن بینا شدن باذن اللہ تعالیٰ

ایک نابینا شیخ کا قرآن پڑھتے وقت قرآن کو دیکھ کر پڑھنا اور قرآن پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے بینا ہو جانا

دید در بغداد یک شیخ فقیر — مصحفے در خانۂ پیرے ضریر

ایک فقیر شیخ نے بغداد میں — ایک نابینا پیر کے گھر میں قرآن دیکھا

گشت ضیفش در تموز پر ز سوز — ہر دو زاہد جمع باہم چند روز

جھلستی گرمی کے زمانے میں اس کا مہمان بنگیا — دونوں بزرگ چند روز کے لئے اکٹھے ہو گئے

گفت اینجا اے عجب مصحف چراست — چونکہ نابیناست این درویش راست

اس نے (دل میں) کہا تعجب ہے! یہاں قرآن کیوں ہے؟ — کیونکہ یہ درویش تو بالکل نابینا ہے

اندریں اندیشہ[3] تشویشش فزود — کہ چز او را نیست اینجا باش بود

اس خیال سے اس کی تشویش بڑھ گئی — کہ اس جگہ تو اور کسی کا رہن سہن نہیں ہے

او ست تنہا مصحفے آویختہ — من نہ گستاخ یا آمیختہ

وہ تنہا ہے (قرآن آویزاں ہے — میں شوخ، یا گھلا ملا نہیں ہوں

تا بپرسم نے خمش صبرے کنم — تا بصبرے بر مرادے بر زنم

کہ دریافت کروں، یا خاموش رہ کر صبر کروں — تاکہ صبر کے ذریعہ مقصد حاصل کروں

صبر کرد و بود چندے در حرج — کشف شد کالصبر مفتاح الفرج

اس نے صبر کر لیا اور کچھ دن پریشان رہا — (معاملہ) کھل گیا کیونکہ صبر کرنا کشادگی کی چابی ہے

---

[1] پس: جب انسان عقل کے تابع ہوتا ہے تو حواس ظاہری اس کے محکوم بن جاتے ہیں۔ حس: انسان کو نیند کی حالت میں خواب اسی لئے نظر آتے ہیں کہ حواس ظاہری معطل ہو جاتے ہیں اور انسان غائب از نظر چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے پھر جب عقل کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ بیداری میں بھی حواس کو معطل کر دیتی ہے اور وہ چیزیں اس کو بیداری میں نظر آنے لگتی ہیں جو کہ خواب میں دیکھ سکتا تھا۔

[2] قصہ: اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حواس ظاہری کے نہ ہوتے ہوئے بھی حواس ظاہری کے مدرکات حاصل ہو جاتے ہیں۔ ضریر: نابینا۔ تموز: گرمی کا مہینہ ہے۔ مصحف: قرآن پاک۔ راست: بالکل۔ یہ نابینا کی تاکید ہے۔

[3] اندیشہ: یعنی یہ خیال کہ نابینا کے گھر میں قرآن کیوں ہے؟ آمیختہ: یعنی میں اتنا گھلا ملا نہیں ہوں کہ بے تکلفی سے سوال کر سکوں۔ حرج: تنگی۔ فرج: کشادگی۔

صبر گنج ست اے برادر صبر کُن
اے بھائی! صبر خزانہ ہے، صبر کر

تا شفا یابی تو زیں رنجِ کہن
تاکہ تو اس پرانے غم سے شفا حاصل کرے

صبر[1] تلخ ست و بَر او شکر ست
صبر کڑوا ہے، اس کا پھل شکر ہے

صبر سوئے کشف ہر سِر رہبر ست
صبر ہر راز کے کھلنے کا راہبر ہے

صبر کردنِ لقمان علیہ السلام چوں دید کہ داؤد علیہ السلام حلقہا از آہن راست میکرد از سوال باز ایستاد کہ صبر از سوال موجب فرح راحت ست

لقمان علیہ السلام کا سوال سے صبر کرنا جبکہ انھوں نے دیکھا کہ حضرت داؤد لوہے کے حلقے بنا رہے ہیں، اس نیت سے کہ سوال کرنے سے صبر کرنا خوشی اور راحت کا سبب ہے

رفت لقمانؑ سوی داؤدِ نبی
(حضرت) لقمانؑ، داؤد نبی کے یہاں گئے

حلقہ می کرد او ز پولادِ اَبی[2]
وہ سخت فولاد کے حلقے بنا رہے تھے

جملہ را با یک دگر در می فگند
سب (حلقوں) کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے

زآہن و پولاد آں شاہِ بلند
لوہے اور فولاد سے، وہ شاہِ عالی

صَنعتِ زرّاد او کم دیدہ بود
اُن لقمانؑ نے زرہ بننے والے کی کاریگری کبھی نہیں دیکھی تھی

در تحیر ماند و وسواسش فزود
وہ حیران رہ گئے اور وہم سے بھر گئے

کایں چہ شاید بود و اَیں رسم از کہ زود
کہ یہ کیا بنے گا، اُن سے پوچھوں

کہ چہ می سازد ز حلقہ تو بتو
کہ وہ مسلسل حلقوں سے کیا بنا رہے ہیں؟

باز با خود گفت صبر اولیٰ ترست
پھر اپنے آپ سے کہا کہ صبر زیادہ مناسب ہے

صبر با مقصود زوتر رہبر ست
صبر، مقصد کا تیز راہنما ہے

چوں نہ پرسی زود تر کشف شود
اگر تو نہ پوچھے گا جلد تجھ پر ظاہر ہو جائیگا

مُرغِ صبر از جملہ یراں تر رود
صبر کا پرند، تمام پرندوں سے تیز اڑتا ہے

در[3] بہ پرسی دیر تر حاصل شود
اگر تو پوچھے گا، دیر میں حاصل ہوگا

سہل از بے صبریت مشکل شود
تیری بے صبری سے آسان بھی مشکل ہو جائیگا

چونکہ لقماں تن بزد ہم در زماں
چونکہ لقمان اُس وقت خاموش ہو گئے

شد تمام از صنعت داؤد آں
وہ (کام حضرت) داؤدؑ کی کاریگری سے مکمل ہو گیا

پس زرہ سازید و در پوشید او
تب انھوں نے زرہ بنالی اور اُسکو پہنا

پیشِ لقمانِ حکیم صبر خو
صابر و دانا لقمانؑ کے سامنے

---

[1] صبر تلخ ست: صبر تلخ ست ولیکن بر ثمر ہا دارد۔ صبر کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت لقمانؑ نے صبر کیا تو دل میں سوال پیدا ہوا تو وہ خود بخود حل ہو گیا۔

[2] آبی۔ انکار کرنے والا یعنی وہ سخت فولاد تھا۔ در می فگند۔ یعنی حضرت داؤدؑ اُن حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے۔ زرّاد۔ زرہ بنانے والا۔ ایں چہ۔ یعنی یہ کیا بنایا جا رہا ہے۔ زود تر۔ زود تر۔

[3] در بہ پرسی۔ بے صبری سے کام بگڑ جاتا ہے۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ صنعت۔ کاریگری۔

گفت ایں نیکو لباس ست اے فتیٰ
فرمایا اے جوان! یہ اچھا لباس ہے

در مصافِ خصم دفعِ زخم را
لڑائی کے میدان میں زخم کی روک کیلئے

گفت لقمانؑ صبر نیکو ہمدمیست
لقمانؑ نے فرمایا کہ صبر اچھا ساتھی ہے

کو پناہ و دافعِ ہر جا غمیست
کیونکہ وہ ہر مقام پر غم کی پناہ اور دافع ہے

صبر را با حق قرین کردے فلاں
اے فلاں! صبر کو حق کا ساتھی بنایا ہو

آخر وَالعَصرؑ را آگہ بخواں
ہوش سے وَالعَصر کا آخیر پڑھ لے

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید
اللہ (تعالیٰ) نے لاکھوں کیمیائیں پیدا کی ہیں

کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید
صبر جیسی کیمیا، آدم نے نہیں دیکھی ہے

بقیہ قصۂ نابینا و مصحف خواندن آں بنظر

نابینا اور مہمان کے دیکھ کر قرآن پڑھنے کے قصہ کا بقیہ

مردِ مہماں صبر کرد و ناگہاں
مہمان شخص نے صبر کیا، اور اچانک

کشف گشتش حالِ مشکل در زماں
اُس پر مشکل کا حال، فوراً کھل گیا

نیم شب آوازِ قرآن را شنید
آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی

جست از خواب آں عجائب را بدید
یہ نیند سے اُٹھا، اور عجائب دیکھے

کہ ز مصحف[1] کور می خواند درست
کہ نابینا قرآن کو دیکھ کر صحیح پڑھ رہے ہیں

گشت بے صبر و ازو آں حال جست
بے صبر ہو گیا، اور اُن سے اُس حال کی جستجو کی

گفت چوں کوری عجب بے چشم و نور
کہا جبکہ آپ نابینا ہیں، بغیر آنکھ اور روشنی کے

چوں ہمی خوانی و می بینی سطور
آپ کیسے پڑھتے ہیں اور سطریں دیکھتے ہیں؟

آنچہ می خوانی بر آں افتادہ
جو کچھ آپ پڑھتے ہیں، اُسی پر ہوتے ہیں

دست را بر حرفِ آں بنہادہ
ہاتھ کو اُس کے حروف پر رکھتے ہیں

اِصبعت در سر بیدا می کند
رفتار میں آپ کی انگلی ظاہر کرتی ہے

کہ نظر بر حرف داری مستند
کہ آپ صحیح طور پر حرف پر نظر رکھتے ہیں

گفت اے گشتہ ز جہل[2] تن جدا
اُنھوں نے کہا اے وہ کہ جو جسمانی جہالت سے جدا ہو گیا ہو

ایں عجب داری تو از صنعِ خدا
تو اللہ (تعالیٰ) کی کارگری پر تعجب کرتا ہے

من ز حق در خواستم کاے مستعان
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی کہ اے مددگار!

بر قرآت من حریصم ہمچو جاں
مجھے قرآن پڑھنے سے جان کی برابر محبت ہے

---

[1] وَالعصر۔ اس سورہ کے آخیر میں وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ آیا ہے اُنھوں نے باہمی حق کی وصیت کی اور صبر کی وصیت کی کہنے اس سے معلوم ہوا کہ صبر کی نگہداشت ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ حق کی نگہداشت ضروری ہے۔ کیمیا کیمیا آپنے کی حقیقت کو بدل دیتی ہے اسی طرح صبر مصائب کو راحتوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

[2] ز جہل تن جدا۔ یعنی مادی جسم کی جہالتیں تجھ سے دور ہو چکی ہیں پھر خدا کی اس مدد سے تجھے کیا پریشانی ہے۔ مستعان۔ وہ جس سے مدد چاہی جائے۔

نیستم حافظ مرا نورے بدہ
میں حافظ نہیں ہوں، مجھے روشنی عطا کر دے

باز دہ دو دیدہ ام را آں زماں
اُس وقت میری دونوں آنکھیں مجھے لوٹا دے

آمد از حضرت ندا کاے مردِ کار[1]
بارگاہِ خداوندی سے آواز آئی اے باعمل!

محسنِ ظن ست و امیدے خوش ترا
یہ تیرا حسنِ ظن ہے، اور اچھی اُمید

ہر زماں کہ قصدِ خواندن باشدت
جس وقت تیرا پڑھنے کا ارادہ ہوگا

من دراں دم وا دہم چشمت ترا
میں اُس وقت تیری آنکھیں لوٹا دوں گا

ہمچناں کردم وہر آنگاہے کہ من
اُس (اللہ تعالیٰ) نے ایسا ہی کیا اور جبکہ میں

آں خبیرے کو نشد غافل ز کار
تو وہ خبیر جو کام سے غافل نہیں ہے

باز بخشد بینشم آں شاہ فرد
وہ یکتا شاہ میری بینائی دوبارہ عنایت کر دیتا ہے

زیں سبب نبود ولی را اعتراض
اسی لئے ولی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے

گر بسوزد باغ بہ انگورے دہد
اگر وہ تیرا باغ جلاتا ہے، انگور دیدیتا ہے

آں مثل بے دست را دستے دہد
وہ ہاتھ کٹے شخص کو ہاتھ دے دیتا ہے

لا نسلم[2] و اعتراض از ما برفت
ہم نہیں مانتے (کہنا) اور اعتراض ہم سے دفعت ہوگیا ہے

درد و دیدہ وقتِ خواندن بے گرہ
دونوں آنکھوں میں بغیر رکاوٹ کے پڑھتے وقت

کہ بگیرم مصحف و خوانم عیاں
جبکہ میں قرآن اُٹھاؤں اور دیکھ کر پڑھوں

اے بہر رنجے بما اُمیدوار
اے وہ کہ ہر تکلیف میں ہم سے اُمید وار ہے

کہ ترا گوید بہر دم برتر آ
جو تجھ سے کہتی ہے، کہ ہر سانس میں ترقی کر

یار مصحفہا قرأت بایدت
یا قرآنوں سے (دیکھ کر) تو پڑھنا چاہیگا

تا فرو خوانی معظم[3] جوہرا
تاکہ تو خوب پڑھ لے، اے بڑے جوہر!

واکشایم مصحف اندر خواندن
پڑھنے میں قرآن کھولتا ہوں

آں گرامی بادشاہِ کردگار
وہ عزیز، کردگار، بادشاہ

در زماں ہمچوں چراغ شب نورد
فوراً، تاریکی کو لپیٹ دینے والے چراغ جیسی

ہر چہ بستاند فرستد اعتیاض
(کیونکہ) جو کچھ وہ لیتا ہے، بدلہ بھیج دیتا ہے

در میانِ ماتمے سوگے دہد
رنج کے دوران خوشی دے دیتا ہے

کان غمہا را دلِ مستے دہد
غموں کی کان کو مست دل دیدیتا ہے

چوں عوض می آید از مفقود زفت
جبکہ گم شدہ کا بھاری بدلہ آجاتا ہے

---

[1] مردِ کار: باعمل انسان۔
حسنِ ظن: حدیثِ قدسی ہے
اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ
یعنی میں وہی کرتا ہوں جو میرا بندہ میرے بارے میں سوچتا ہے اگر اللہ کے ساتھ اچھا گمان ہوگا تو خیر حاصل ہوگی، برا گمان ہوگا تو شر حاصل ہوگا۔

[2] مفقودِ جوہرا: اس سے بعض صاحبان نے اُن نابینا کی ذات مراد لی ہے بعض نے اس کو خوانی کا مفعول سمجھ کر قرآن کریم مراد لیا ہے کردگار۔ اللہ تعالیٰ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں کرد بمعنی نسل اور گار بمعنی صاحب ہے یا تیاض۔ عوض لینا، اللہ تعالیٰ عوض ضرور عنایت فرماتا ہے، خواہ وہ تمہاری منشا کے مطابق نہ ہو۔ گر بسوزد۔ مولانا نے اس شعر میں اسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس عوض کا اس کی جنس سے ہونا ضروری نہیں جو تم نے کی ہے۔ ماتم مجلسِ غم، سور محفلِ شادی۔ دل شکستے۔ دل کی شکستگی میں انسان غم کو بھول جاتا ہے۔

[3] لا نسلم: یہ جملہ عموماً بحث میں فریقِ ثانی کی بات کے انکار کے وقت بولا جاتا ہے۔
مفقود۔ گم شدہ۔ زفت۔ بڑا، بھاری۔

چونکہ بے آتش مرا گرمی رسد — راضیم گر آتشِ ما را کشد

جبکہ بغیر آگ کے ہمیں گرمی پہنچتی ہے — ہم راضی ہوں اگر وہ ہماری آگ بجھا دے

چونکہ بے چشمے بہ بخشد دیدنے — بستنیں کوریست چشم روشنے

جبکہ وہ بغیر آنکھ کے دیکھنا عطا فرما دیتا ہے — ایسا اندھا پن روشن آنکھ ہے

بے چراغے چوں دہد او روشنی — گر چراغت شد چہ افغاں میکنی

جبکہ وہ بغیر چراغ کے روشنی عطا فرماتا ہے — اگر تیرا چراغ بجھ جائے تو کیوں شکایت کرتا ہے

صفتِ بعضِ اولیا کہ راضی اند باحکامِ الٰہی ولا بہ نکنند

بعض اولیاء کا بیان جو قضائے احکام پر راضی رہتے ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے اصرار نہیں کرتے ہیں کہ اے محمد! یہ حکم تو ٹالے

بخدائے تعالے کہ خدایا ایں حکم را بگرداں

بشنو اکنوں قصۂ آں ہر رواں — کہ ندارند اعتراضے در جہاں

اب اُن راہنماؤں کا قصہ سن — جو دنیا میں کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں

زاولیا اہلِ دعا خود دیگرند — گہ ہمی دوزند و گاہے می درند

دعا کرنے والے اولیاء میں سے دوسرے ہیں — جو کبھی سیتے ہیں، اور کبھی پھاڑتے ہیں

قوم دیگر می شناسم زاولیا — کہ دہاں شاں بستہ باشد از دعا

میں اولیاء میں سے دوسری قوم کو بھی جانتا ہوں — جن کا منہ دعا سے بند رہتا ہے

از رضا کہ ہست رامِ آں کرام — جستنِ دفعِ قضا شاں شد حرام

چونکہ رضا اُن بھلوں کا معمول ہے — قضا کے فیصلہ کو رد کرنے کی جستجو اُن پر حرام ہے

در قضا ذوقے ہمی بینند خاص — کفر شاں آید طلب کردن خلاص

وہ قضا میں خاص مزہ محسوس کرتے ہیں — خلاصی چاہنا اُن کو کفر محسوس ہوتا ہے

حسنِ ظنے بر دلِ ایشاں کشود — کہ نہ پوشند از عزا جامہ کبود

اُن کے دل پر حسنِ ظن ایسا غالب ہو گیا ہے — کہ وہ غم میں کالا کپڑا نہیں پہنتے ہیں

ہر چہ آید پیش ایشاں خوش بود — آب حیواں گردد آتش بود

جو اُن کو پیش آتا ہے اچھا لگتا ہے — اگر آگ ہو تو آبِ حیات بن جاتا ہے

زہر در حلقوم شاں شکر بود — سنگ اندر راہِ شاں گوہر بود

اُن کے گلے میں زہر شکر ہو جاتا ہے — اُن کے راستہ کا پتھر جوہر ہو جاتا ہے

---

۵۱ چونکہ ہمیں مقصد کی طلب ہے خواہ اس کی سبب کچھ بھی ہو۔ چشمِ روشنی، آنکھ سے مقصد دیکھنا ہے جب وہ بغیر آنکھ کے حاصل ہو تو آنکھ نہ ہونے سے ہمیں کیا شکوہ ہو سکتا ہے۔

۵۲ بقیہ۔ ابتک یہ سمجھایا تھا کہ بعض اولیاء تو ایسے ہیں کہ مقصد جب حاصل ہوتا ہے تو سبب کے موجود نہ ہونے پر شکوہ نہیں کرتے ہیں اب یہ بتلاتے ہیں کہ کچھ بزرگ ایسے ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی شکوہ پسند نہیں کرتے ہیں اور اللہ کی قضا کے خلاف دعا کو بھی حرام سمجھتے ہیں واضح رہے کہ یہ حالت غلبۂ حال کی اولیاء کی ہوتی ہے ورنہ بنیاً دعائیں نہ کرتے۔ اصل کمال یہ ہے کہ راضی برضا ہوتے ہوئے دعا کی جائے۔ والسلام۔ معمول۔

۵۳ در قضا۔ مصائب کو مرضیِ خدا سمجھ کر اس میں لذت حاصل کرتے ہیں ضَرْبُ الْحَبِیْب زَبِیْبٌ، معشوق کی مار کشمش ہے ان کا معمول ہوتا ہے۔ عزا۔ ماتمی لباس کالا ہوتا ہے۔ آبِ حیواں یعنی ہر تکلیف اُن کے لئے باعثِ راحت بنجاتی ہے۔

جملگی یکساں بود شاں نیک و بد[1] — از چہ باشد ایں ز حسنِ ظنِ خود
ان کے لئے اچھا برا سب یکساں ہوتا ہے — یہ کیوں ہوتا ہے؟ اپنے حسنِ ظن سے (ہوتا ہے)

کفر باشد نزد شاں کردن دعا — کاے الٰہ از ما بگرداں ایں قضا
دعا کرنا اُن کے نزدیک کفر ہوتا ہے — کاے خدا! اس قضا کو ہم سے ٹوٹا دے

سوال کردن بہلولؒ آں درویشِ ولی را

(حضرت) بہلولؒ کا اُس ولی درویش سے دریافت کرنا

گفت بہلولؒ آں یکے درویش را — چونی اے درویشِ واقف کُن مرا
(حضرت) بہلولؒ نے اُس ایک درویش سے کہا — اے درویش! تو کیسا ہے مجھے بتا دے

گفت[2] چوں باشد کسیکہ جاودان — بر مُرادِ او رود کارِ جہان
اُس نے کہا وہ شخص کیسا ہوگا، کہ ہمیشہ — جس کے ارادے کے مطابق دنیا کے کام چلتے ہوں

سیل و جُو ہا بر مُرادِ او روند — اختراں زاں ساں کہ او خواہد شوند
سیلاب اور نہریں اُسکے ارادہ کے مطابق چلتی ہوں — ستارے جس طرح وہ چاہے ہو جائیں

زندگی و مرگ سرہنگانِ او — بر مُرادِ او روانہ کُو بہ کُو
زندگی اور موت اُس کے سپاہی ہوں — جو اُسکے ارادہ کے مطابق کوچہ بکوچہ روانہ ہوں

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت — ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت
وہ جہاں چاہے تعزیت کو روانہ کرے — وہ جہاں چاہے مبارکبادی بخش دے

سالکانِ[3] راہ ہم بر گامِ او — ماندگاں از راہ ہم در دامِ او
راہ کے سالک بھی اُسکے (نقشِ) قدم پر ہوں — راہ سے عاجز بھی اُس کے جال میں ہوں

ہیچ دندانے نہ خندد در جہاں — بے رضا و امرِ آں فرماں رواں
دنیا میں کوئی دانت نہ مسکرائے — اُس فرماں روا کی رضا اور حکم کے بغیر

بے رضائے او نیفتد ہیچ برگ — بے قضائے او نیاید ہیچ مرگ
اُس کی رضا کے بغیر کوئی پتا نہ جھڑے — اُس کے حکم کے بغیر کوئی موت نہ آئے

بے مُرادِ او نجُنبد ہیچ رگ — در جہاں زاوجِ ثریا تا سمک
اُس کے ارادہ کے بغیر کوئی رگ نہ پھڑکے — دنیا میں ثریا کی بلندی سے مچھلی تک

گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں — در فروسیمائے تو پیداست ایں
(حضرت بہلولؒ نے) کہا اے شاہ! تم نے سچ کہا، ایسا ہی — آپ کے چہرے اور شان سے یہ ظاہر ہے

[1] نیک و بد۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہر چہ از دوست می رسد نیکوست، دوست کی جانب سے جو آئے وہ اچھا ہی ہے۔ سوال کردن۔ حضرت بہلولؒ نے ایسے ہی بزرگ کے مزاج پوچھے جو راضی بقضاءِ خداوندی تھے اور کوئی دعا کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ چونی۔ آپ کے کیسے مزاج ہیں؟

[2] گفت۔ اس ولی نے حضرت بہلولؒ کو جواب دیا کہ جس شخص کی منشاء کے مطابق ساری دنیا کا کاروبار چل رہا ہو اور کوئی چیز اُس کی منشاء کے خلاف نہ ہو تو ایسے شخص سے مزاج دریافت کرنے کا کیا مطلب ہے زندگی۔ یعنی لوگوں کی موت و حیات اُس کی مُراد کے مطابق ہو۔ تعزیت۔ میت کا پُرسا۔ تہنیت۔ مبارکبادی۔

[3] سالکان۔ راستہ چلنے والے مسافر اُس کے نقشِ قدم پر چلیں، منزل تک نہ پہنچنے والے اُس کے ارادہ سے منزل سے محروم ہوں۔ یعنی ہر شخص کی خوشی اُس کے حکم سے ہے۔ بے مرادِ او۔ دنیا کی ہر حرکت اور سکون اُسکے ارادہ سے ہے۔ گفت۔ حضرت بہلولؒ نے کہا جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ ضرور درست ہے لیکن مجھے ذرا تفصیل سے سمجھائیے تاکہ میں پورا مطلب سمجھ جاؤں۔

این صد چندیش اے صادق دلیک — شرح گو ایں را بیاں کُن نیک نیک

اے سچے! آپ ایسے ہی اور اس سے سینکڑوں گنا بہتر دلکش

آنچنانکہ فاضل و مردِ فضول[1] — از دل و از جاں کُند او را قبول

ایسے طریقے پر کہ فاضل اور جاہل

آنچنانش شرح کُن اندر کلام — کہ ازاں ہم بہر یابد عقلِ عام

گفتگو میں اس کی اس طرح شرح کر دیجئے

ناطقِ کامل چو خواں[2] مائدے بود — بر سرِ خوانش زہر آشے بود

کامل مقرر، جب خوان والا ہوتا ہے

تا نماند ہیچ مہماں بینوا — ہر کسے یابد غذائے خود جدا

تاکہ کوئی مہمان بے سہارا نہ رہے

ہمچو قرآں کو بمعنیٰ ہفت قیست[3] — خاص را و عام را اطعم دروست

جیسا کہ قرآن پاک، جو معانی کے اعتبار سے سات تہوں

گفت[4] ایں بارے یقیں شد پیشِ عام — کہ جہاں در امرِ یزداں ست رام[5]

انھوں نے کہا یہ تو اب سب کو یقین ہے

ہیچ برگے در نیفتد از درخت — بے قضا و حکمِ آں سلطانِ نخت

درخت سے کوئی پتا نہیں جھڑتا

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو — تا نگوید لقمہ را حق کاندرو

لقمہ منہ سے معدے میں نہیں جاتا

میل و رغبت کاں زامِ آدمی ست — جُنبشِ آں امرِ آں غنی ست

میلان اور رغبت جو آدمی کی باگ ہے

در زمینہا و آسمانہا ذرّہ — پر نجُنباند نگردد پرّہ

کوئی ذرہ، زمینوں اور آسمانوں میں

جز بفرمانِ قدیم نافذش — شرح نتواں کرد و جلدی نیست خوش

بغیر اُس کے جاری ہونے والے حکم کے

کہ اشمر و برگ درختاں را تمام — بے نہایت کے شود در نطق رام

درختوں کے سب پتوں کو کون گن سکتا ہے؟

[1] مردِ فضول: ناقابل شخص۔ ناطقِ کامل۔ اچھے مقرر کا یہ کمال ہوتا ہے کہ اس کی تقریر سے عوام و خواص دونوں لطف اٹھاتے ہیں۔ تجوید و قرآن کے معانی اور مطالب سے ہر شخص اپنی فہم کے مطابق پورا فائدہ اٹھاتا ہے بہت ممکن ہے مولانا نے اُنزِلَ القرآنُ علیٰ سبعۃِ اَحرُف کے یہ معنی لئے ہوں کہ اس میں تہ بہ تہ سات معنی ہیں

[2] گفت۔ ابن ولی نے حضرت بہلول کو جواب دیا کہ یہ سب مانتے ہیں کہ دنیا کے ذرّے ذرّے پر اللہ کی نگرانی ہے اور کائنات کی ہر حرکت و سکون اس کے حکم سے ہے تو جب بندہ بالکل راضی بقضائے الٰہی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کا ہر حکم اور فعل اس کی مراد بن جائیگا اور یہ سمجھا جائیگا کہ عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے گویا وہ اس بندے کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔

[3] رام۔ فرمانبردار، سلطان تخت۔ یعنی اللہ تعالیٰ میل و رغبت۔ انسان کی خواہش اور رغبت انسان سے اپنے مطابق کام کراتی ہے جلدی۔ بہادری ہمت۔ کلّ اشمر۔ درختوں کے پتے جو متناہی ہیں اُن کی شمار ناممکن ہے تو غیر متناہی کی تفصیل کیسے ممکن ہو سکتی ہے۔

ایں قدر بشنو کہ چوں کلّی کار
اتنا سن لے، کہ جب تمام کام

می نگردد جز بامرِ کردگار
بغیر خدا کے حکم کے نہیں ہوتے

چوں[1] قضائے حق رضائے بندہ شد
جب اللہ تعالیٰ کا حکم بندہ کی رضامندی بنگیا

محکمِ اُو را بندۂ خواہندہ شد
بندہ اس کے حکم کا چاہنے والا بن گیا

بے تکلف نے پئے مُزد و ثواب
بغیر کسی تکلف کے، نہ کہ بدلہ اور ثواب کیلئے

بلکہ طبعِ اُو براں شد مستطاب
بلکہ اُس کی طبیعت اسی پر خوش ہو گئی

زندگی خود نخواہد بہرِ خود
وہ اپنی زندگی اپنی خاطر نہیں چاہتا

بلکہ خواہد از پئے حکمِ اَحد
بلکہ اللہ (تعالیٰ) کے حکم کی وجہ سے چاہتا ہے

ہر[2] کجا امرِ قدم را مسلکے ست
جہاں کہیں قدیم امر کا مسلک ہے

زندگی و مُردگی پیشش یکے ست
اس کے سامنے زندگی اور موت ایک ہے

بہرِ یزداں می زید نے بہرِ گنج
وہ خدا کے لئے جیتا ہے، نہ کہ خزانہ کیلئے

بہرِ یزداں می زید نے زیرِ رنج
وہ خدا کے لئے جیتا ہے نہ کہ ڈر اور تکلیف کے

ہست ایمانش برائے خواہ اُو
اُس کا ایمان اس (اللہ) کی رضامندی کیلئے ہے

نے برائے جنت و اشجار و جُو
نہ کہ جنت اور جنت کے درختوں اور نہروں کیلئے

ترکِ کفرش ہم برائے حق بود
اُس کا کفر کو چھوڑنا بھی اللہ کے لئے ہے

نے ز بیمِ آنکہ در آتش رود
نہ کہ اس ڈر سے کہ وہ جہنم میں جائے گا

اینچنیں آمد ز اصل آں خوئے اُو
یہ اُس کی عادت اصل سے ایسی ہی آئی ہے

نے بے ریاضت نے بجہد و جُوئے اُو
بغیر کسی مجاہدے کے، نہ کہ اُس کی کوشش سے

آنگہاں خندد کہ اُو بیند رضا
وہ اُس وقت ہنستا ہے جبکہ رضا (حق) دیکھتا ہے

ہمچو حلوا و شکر اُو را قضا
اللہ کا حکم اُس کے لئے حلوے اور شکر کی طرح ہے

بندۂ[3] کش خوئے و خلقت این بود
وہ بندہ جس کی عادت اور جبلت یہ ہو

نے جہاں برامر و فرمانش رود
کیا جہان اسکے حکم اور فرمان کے مطابق نہیں چلے گا

پس چرا لابہ کند او یا دُعا
تو وہ کیوں خوشامد اور دعا کرے؟

کہ بگرداں اے خداوند ایں قضا
کہ اے اللہ! اس حکم کو واپس لے لے

مرگِ اُو و مرگِ فرزندانِ اُو
اُس کی موت اور اُس کی اولاد کی موت

بہرِ حق پیشش چو حلوا در گلو
اللہ کیلئے اُسکے نزدیک ایسی ہے جیسا کہ منہ میں حلوا

[1] چوں۔ جب اللہ کے تمام فیصلوں اور انکام پر بندہ راضی ہو گیا ہے تو اللہ کے تمام انکام اُس کا مطلوب بن گئے ہیں بے تکلف۔ یعنی یہ رضا اُس کی طبعی بات بن گئی ہے اُس میں کوئی اجر و ثواب بھی اُس کے پیشِ نظر نہیں ہے۔ زندگی۔ اپنی زندگی بھی اپنی خاطر نہیں چاہتا بلکہ اس لئے چاہتا ہے کہ اللہ کا حکم یہی ہے۔

[2] ہر کجا۔ یعنی جو بھی خدا کا ازلی حکم ہے وہی راستہ اُس کو پسند ہے خواہ وہ زندگی ہو یا موت۔ ہست ایمانش۔ اُس کا ایمان بھی محض مولا کی رضامندی کے لئے ہے نہ کہ جنت کے لالچ کی وجہ سے اور کفر سے نفرت بھی رضاءِ مولا کی وجہ سے ہے نہ کہ دوزخ کے ڈر سے۔ ہمچو حلوا۔ اللہ کا ہر حکم اُس کو ایسا مرغوب ہے جیسا کہ حلوا مرغوب ہوتا ہے۔

[3] بندہ کش۔ جب انکام خداوندی پر رضا کی کیفیت ہو تو یقیناً یہ کہا جائیگا کہ دنیا کے سب کام اُس بندہ کے حکم سے چل رہے ہیں۔

نزع فرزنداں بر آں باوفا
اس وفادار کے لئے اولاد کا نزع

چوں قطائف پیش شیخ بینوا
(ایسا ہے) جیسے مفلس بوڑھے کے لئے پھل

پس[1] چرا گوید دعا اِلّا مگر
تو وہ کیوں دعا کرے ، ہاں اگر

در دعا بیند رضائے داد گر
وہ دعا میں اللہ (تعالیٰ) کی رضامندی دیکھے

آں[2] شفاعت در اں دعا نز رحم خود
وہ سفارش اور وہ دعا اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں

می کند آں بندۂ صاحب رشد
کرتا ہے ، وہ ہدایت یافتہ بندہ

رحم خود را او ہماں دم سوختست
اپنے رحم کو اس نے اسی وقت پھونک دیا ہے

کہ چراغ عشق حق افروختست
جبکہ اس نے عشق کا چراغ روشن کیا ہے

دو نخ اوصاف او عشق استاد او
عشق اس کے اوصاف کی دوزخ ہے اور اس کے

سوخت مر اوصاف خود را مو بمو
اپنے اوصاف کو بالکل جلا دیا ہے

ہر طروقی ایں فروقے کے شناخت
ہر سالک اس فرق کو کب سمجھتا ہے!

چوں دقوقی کو در ایں دولت نتاخت
جیسا کہ دقوقی یہ دولت نہ پا سکے

قصۂ دقوقیؒ و کرامات ش

دقوقیؒ اور اُن کی کرامات کا قصہ

آں دقوقی داشت خوش دو جاہ
دقوقیؒ ایک اچھا جہہ رکھتے تھے

عاشق و صاحب کرامت خواجہ
عاشق اور کرامت والے خواجہ تھے

بر زمیں می شد چو مہ بر آسماں
زمین پر وہ اس طرح تھے جیسے چاند آسمان پر

شب رواں را گشتہ زور و شن رواں
تاریکی میں چلنے والے انکی وجہ سے روشنی میں چلنے والے ہوگئے

در[3] مقامے مسکنے کم ساختے
وہ ایک جگہ ، کہ ٹھہرتے

کم دو روز اندر دہے انداختے
ایک گاؤں میں دو روز سے کم ڈیرہ ڈالتے

گفت در ریگ خانہ گر باشم دو روز
انھوں نے کہا اگر میں ریت کے گھر میں دو روز

عشق آں مسکن کند در من فروز
اس گھر کی محبت مجھ میں روشن ہو جائیگی

عزۃ المسکن احاذرھا انا
میں اقامت کی عزت سے بچتا ہوں

انقلی یا نفس سافر للعنا
اے نفس! منتقل ہو جا مشقت کی خاطر سفر کر

لا اعود خلق قلبی بالمکان
میں اپنے دل کے اخلاق کو مکان کا عادی نہیں بناتا ہوں

کے یکون خالصا فی الامتحان
تاکہ آزمائش میں خالص بن جائے

[1] پس چرا۔ جب دنیا کے سب کام اُس کی مرضی کے مطابق ہیں تو دعا اور فریاد بے معنی چیز ہے۔ قطائف۔ مچھلے ہوئے پھل۔ در دعا۔ یہ شخص دعا بھی جب ہی کرتا ہے جب اس کو یہ معلوم ہو کہ مولا کی مرضی یہی ہے۔

[2] آں شفاعت۔ ایسے انسان کی دعا بھی اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں ہوتی ہے محض خدا کی مرضی پر عمل کرنے کے لئے ہوتی ہے، وہ اپنے رحم سے اسی وقت دستبردار ہو گیا تھا جبکہ اس نے عشق خداوندی کا دم بھرا تھا۔ ایسا انسان اپنے تمام اوصاف اور ذاتی خواہشیں عشق کی بھٹی میں پھونک چکتا ہے۔

ہر طروقی۔ اس فرق کو کہ دعا بھی اگر ہو تو محض اللہ کی مرضی کو پورا کرنے کیلئے ہو اپنی ذاتی غرض کیلئے نہ ہو ہر سالک نہیں سمجھ سکتا۔ دقوقی جیسے بزرگ بھی اس کو نہ سمجھ سکے۔ دیدۂ جہہ۔ بر زمیں۔ جس طرح لوگ چاند سے روشنی اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں اسی طرح دقوقی سے حاصل کرتے تھے۔

[3] در مقامے۔ دقوقی اس خیال سے کہ کسی مقام اور مسکن سے انکو محبت پیدا نہ ہو جائے سفر میں رہتے تھے۔ عزۃ المسکن انسان دل میں عزیز ہوتا ہے سفر میں اجنبی ہونے کی وجہ سے مشقتیں برداشت کرتا ہے۔ نفسی فانقلی فانک فی الامتحان یعنی اے نفس تو منتقل ہو جا تو امتحان کی جگہ میں ہے۔

روز اندر سیر و بد شب در نماز
دن کو سفر میں، رات کو نماز میں

منقطع از خلق نے از بدخوئی
خلق سے جدا تھے، بدمزاجی کی وجہ سے نہیں

مشفقے بر خلق و نافع ہمچو آب
خلق پر مہربان اور پانی کی طرح نفع رساں تھے،

نیک و بد را مہربان و مستقر
بھلے اور برے کے لئے مہربان اور ٹھکانا تھے،

گفت پیغمبر شما را اے مہاں
پیغمبر نے فرمایا اے سرداروں!

زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید
کیونکہ تم سب میرے اجزا ہو

جزو از کل قطع شد بیکار شد
جزو کل سے کٹا، تو بیکار ہو گیا

تا نہ پیوندد بہ کل بار دگر
جب تک وہ (مقص) دوبارہ کل سے نہ جڑے

ور بجنبد نیست آں را خود سند
اگر وہ حرکت کرتا ہے تو وہ (زندگی کی) دلیل نہیں ہے

جزو ایں کل گر بُرد یکسو رود
اس کل کا جزو اگر کٹے، ایک طرف چلا جائے

قطع و وصل او نیاید در مقال
اس سے جدا ہونا اور جڑنا بیان نہیں کیا جا سکتا

مر علی را بر مثال شیر خواند
حضرت علی کو شیر کی مانند کہا

چشم اندر شاہ باز او ہمچو باز
آنکھ شاہ باز (کے دیدار) میں لگی ہوئی وہ باز کی طرح تھے

منفرد از مرد و زن نے از دوی
مرد و زن سے اکیلے تھے، منافرت کی وجہ سے نہیں

خود شفیعے بود دعایش مستجاب
وہ خود سفارشی اور ان کی دعا مقبول تھی،

بہتر از مادر شہی تر از پدر
ماں سے زیادہ بہتر اور باپ سے زیادہ مرغوب تھے،

چوں پدر ہستم شفیق و مہرباں
میں (تمہارے لئے) باپ کی طرح مشفق اور مہربان

جزو را از کل چرا بر می کنید
جزو کو کل سے کیوں جدا کرتے ہو

عضو از تن قطع شد مردار شد
عضو بدن سے کٹا، تو مردہ ہو گیا

مردہ باشد نبود ش از جاں خبر
مردہ رہتا ہے، اس کو جان کا پتہ نہیں رہتا

عضو نو بریدہ ہم جنبش کند
نیا کٹا ہوا عضو بھی حرکت کرتا ہے

ایں نہ آں کل ست کو ناقص شود
یہ وہ کل نہیں ہے جو ناقص ہو جائے

چیز ناقص گفتہ شد بہر مثال
مثال کے لئے ایک ناقص بات کہہ دی گئی ہے

شیر مثل او نباشد گرچہ راند
شیر اس جیسا نہیں ہوتا ہے اگرچہ (یہ مثال) جاری ہو گئی ہے

۱؎ چشم۔ اُن کے مدِ نظر ذاتِ باری رہتی تھی اور وہ باز کی طرح معارف و اسرارِ الٰہی کا شکار کرتے تھے۔ منقطع وہ صرف اللہ کے لئے خلوت کو پسند کرتے تھے ورنہ نہ بدمزاج تھے نہ انہیں لوگوں سے منافرت تھی۔ مشفق۔ تمام انسانوں سے ان کا محبت اور شفقت کا معاملہ تھا۔ مستجاب۔ قبول شدہ۔ مستقر۔ ٹھکانا۔ شہی۔ مرغوب۔

۲؎ گفت۔ چونکہ وہ پیغمبر کے پیرو تھے اور پیغمبر نے امت کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میں تم پر باپ کی طرح مہربان ہوں۔ مجملہ اجزائے۔ چونکہ امت کی حیات اور بقا نبی سے وابستہ ہوتی ہے۔ جزو۔ جزو کل سے کٹ کر بیکار ہو جاتا ہے، عضو بدن سے کٹ کر مردار ہو جاتا ہے۔ ور بجنبد۔ اگر نبی سے کٹ کر کچھ آتا رہا جائے بھی انہیں لگا لیں تو اس کو حیات نہ سمجھو اس کی وہ حرکت مذبوحی ہے جانور کا عضو کٹ کر بھی کچھ دیر تک تڑپتا رہتا ہے۔

۳؎ جزو ایں کل۔ نبی سے جو کٹے گا وہ خود اپنا نقصان کرے گا نبی میں اس کے جدا ہونے سے کوئی نقص پیدا ہو گا۔ قطع و وصل۔ نبی سے جڑنے اور کٹنے کی یہ ایک ناقص مثال ہم نے دی ہے ورنہ اس حقیقت کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ مرعلی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسد اللہ کہا جاتا ہے یعنی اُن کو شیر کی مثل قرار دیا گیا ہے لیکن اُن میں اور شیر میں بہت فرق ہے۔ مثال اور مثل لا میں بالکلیہ مشابہت نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح آنحضورؐ کے کل اور امتیوں کے اجزاء ہونے کی یہ مثال بھی ایسی ہی ہے۔

۱۲

بازگشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

از مثال و مثل و فرق آں براں
مثال اور مثل اور اس کے فرق سے آگے بڑھ

جانب قصۂ دقوقیؒ اے جواں
اے جوان! دقوقیؒ کے قصہ کی جانب

آنکہ[1] در فتویٰ امام خلق بود
وہ (دقوقیؒ) جو فتویٰ میں مخلوق کے امام تھے

گوئے تقویٰ از فرشتہ می ربود
تقوے میں فرشتے سے بازی لے جاتے تھے

آنکہ اندر سیر مہ رامات کرد
وہ جنھوں نے چلنے میں چاند کو ہرا دیا

ہم ز دینداری اُو دیں رشک خورد
جن کی دینداری پر خود دین نے رشک کیا

باچنیں تقویٰ و اوراد و قیام
باوجود ایسے تقوے اور وظائف اور نماز کے

طالبِ خاصانِ حق بُودے مُدام
وہ ہمیشہ خاصانِ خدا کے طالب رہتے تھے

در سفر[2] مُعظم مُرادش آں بدے
سفر میں اُن کی بڑی مُراد یہ ہوتی

کہ دمے بر بندۂ خاصی زدے
کہ تھوڑی دیر کسی خاص بندہ سے ملیں

ایں ہمی گفتے چو می رفتے براہ
جب سفر میں جاتے تو یہ کہتے

کُن قرینِ خاصگانم اے اِلٰہ
اے خدا! مجھے مخصوص (بندوں) کا ساتھی بنا دے

یارب آنہا را کہ بشناسد دلم
اے خدا! جن کو میرا دل پہچان لیتا ہے

بندہ و بستہ میاں چوں محملم
(اُن کیلئے) میں غلام کمربستہ اور کجاوہ کی طرح ہوں

وانکہ نشناسم تو اے یزدانِ جاں
اور جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں تو اے جان کے

بر من مجبوب شاں کُن مہرباں
اُن کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

حضرتش گفتے کہ اے صدرِ مہیں[3] مالک
(ربانا خداوندی) اُنسے کہتا اے صدرِ اعظم!

ایں چہ عشق ست و چہ استسقا ایں
یہ کیسا عشق اور یہ کیسی پیاس ہے؟

مہرِ من داری چہ می جوئی دگر[4]
تم میری محبت رکھتے ہو دوسرے کی محبت کیوں؟

چوں خدا با تست تو جوئی بشر
جبکہ خدا تمہارے ساتھ ہے انسان کی قسموں تلاش کرتے ہو؟

اُو بگفتے یارب اے دانائے راز
وہ جواب دیتے اے خدا! اے راز کو جاننے والے

تو کشودی در دلم راہِ نیاز
تو نے میرے دل میں نیازمندی کا راستہ کھول دیا ہے

درمیانِ بحر اگر بنشستہ ام
اگرچہ میں سمندر میں بیٹھ ہوں

طمع در آبِ سبو ہم بستہ ام
گھڑا کے پانی سے بھی میں نے لو لگی وابستہ کیا ہے

---

[1] آنکہ۔ یعنی وہ علوم ظاہری میں بھی امام وقت تھے اور ملکی میں فرشتوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ سیر۔ یعنی سیر الی اللہ۔ ہم زر دینداری۔ یعنی انتہائی دیندار تھے۔ اوراد۔ یعنی وظائف۔ قیام۔ یعنی نوافل نماز۔ مدام۔ ہمیشہ

[2] در سفر۔ باوجود تمام بزرگیوں کے دقوقیؒ ہمیشہ بزرگوں کی جستجو اور ملاقات کے تمنی رہتے تھے۔ ہمی گفتے۔ یعنی یہ دعا کرتے تھے۔ یارب۔ یعنی جن بزرگوں کو میں جان لوں گا ان کا تو خادم ہوں جو بزرگ ایسے ہیں کہ میری اور انکی جان پہچان نہیں ہے ملاقات کے وقت ان کو بھی مجھ پر مہربان کر دینا۔ استسقا۔ پیاس، پانی کی طلب۔

[3] مہر من۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری محبت کے ہوتے ہوئے اور کیا چاہتا ہے جبکہ تجھے جن کی محبت میسر ہے دوسرے کی محبت کی کیا ضرورت ہے۔ راہِ نیاز یعنی جن بزرگوں سے ملنے کی تجھے تمنا ہے اُن بزرگوں کیلئے نیازمندی۔ تجھ۔ یعنی ذات باری جسکو۔ یعنی وہ بزرگ جن سے ملنے کی تمنا ہے

همچو داؤدم[1] نود نعجه مراست — طمع در نعجهٔ حریفم ہم بجاست

(حضرت داؤدؑ کی طرح میرے پاس نوے بھیڑیں ہیں — ساتھی کی بھیڑ کا لالچ بھی مناسب ہے)

حرص اندر عشقِ تو فخرست و جاہ — حرص اندر غیر تو ننگ و تباہ

(تیرے عشق میں لالچ فخر اور مرتبہ ہے — تیرے غیر میں لالچ ذلت اور تباہی ہے)

شہوت و حرصِ نراں پیشی بود — وآں حریصاں ننگ و بدکیشی بود

(مردوں کی شہوت اور لالچ بڑھاؤ ہوتا ہے — عورتوں کی خواہش ذلت اور بدفعلی ہوتی ہے)

حرصِ مرداں از رہِ پیشی بود — در مخنث حرص سوئے پس رود

(مردوں کی حرص آگے کے راستے سے ہوتی ہے — ہیجڑے کی حرص پچھلی جانب ہوتی ہے)

آں یکے حرص از کمالِ مردی ست — وآں دگر حرصِ افتضاح و سردی ست

(وہ ایک حرص مردی کے کمال کی وجہ سے ہے — دوسری حرص رسوائی اور سستی ہے)

آہ[2] ستر ے ہست اینجا بس نہاں — کہ سوئے خضرے شود موسیٰ دواں

(آہ! یہاں ایک راز پوشیدہ ہے — کہ حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ کی طرف دوڑے گئے)

ہمچو مستسقی کز آبش سیر نیست — برسرِ آنچہ یافتی باللہ بایست

(استسقاء کے بیمار کی طرح جسکو پانی سے سیرابی نہیں ہوتی — اللہ کی قسم، جو تو نے حاصل کر لیا ہے اُسپر ثابت قدم رہ)

چوں گذشتی زاں دگر نوتر رسد — آں یکے بالاتر از وے در رسد

(جب تو اس سے آگے بڑھیگا دوسری نئی چیز آئیگی — اُس سے اونچی اور چیز ملے گی)

بے نہایت حضرتست ایں بارگاہ — صدر[3] را بگذار صدرِ تست راہ

(یہ بارگاہ لامحدود دربار ہے — صدر کو چھوڑ، تیرا صدر رات ہے)

سِرِّ طلب کردنِ موسیٰ خضر را علیہما السلام با کمالِ نبوت و قربت

قرب اور نبوت کے باوجود حضرت موسیٰؑ کا حضرت خضرؑ کو تلاش کرنے کا راز

از کلیمِ حق بیا موزے کریم — ہیں چہ میگوید ز مشتاقی کلیم

(اے بھلے! کلیم اللہ سے سیکھ لے — آگاہ! کلیمؑ شوق میں کیا کہہ رہے ہیں!)

باچنیں جاہ و چنیں پیغمبری — طالبِ خضرم ز خود بینی بری

(ایسے رتبے اور ایسی پیغمبری کے ہوتے ہوئے — میں خضرؑ کا طالب ہوں خود بینی سے بری ہوں)

موسیٰ تو قوم خود را ہشتہ — در پئے نیکو پئے سرگشتہ

(اے موسیٰؑ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے — ایک نیک خصلت کے پیچھے حیران ہو)

---

[1] داؤدؑ: غلط طریقہ پر یہ روایت مشہور ہو گئی ہے کہ حضرت داؤدؑ کی آزمائش یہ تھی کہ ان کے یہاں تھیں پھر بھی اُن کو سپاہی کی بیوی سے محبت ہو گئی تھی جس کو انھوں نے مختلف طریقوں سے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ مولانا نے اسی مشہور غلط قصہ کی بنیاد پر یہ شعر فرما دیا ہے۔ نعجہ۔ یعنی تیرے مقبول بندوں سے عشق تیرے ہی عشق کی حرص کا اثر ہے۔ پیشی یعنی جو راہِ سلوک کے مرد ہیں انکی حرص مقامات میں ترقی کے لئے ہوتی ہے، نامردوں کی حرص بُرے افعال کی طرف ہوتی ہے۔ مرداں۔ راہِ سلوک کے مرد۔ مخنث۔ یعنی زنخا۔ افتضاح۔ رسوائی

[2] آہ۔ حضرت رومیؒ کی دوسرے اولیاء سے ملاقات کی تمنا ایسی ہی ہے جیسی کہ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے ملاقات کی تمنا کی اور اسکی خواہش کیلئے سرگرداں بنے۔ مستسقی۔ استسقاء کی بیماری کا مریض جس کو پانی سے کبھی سیرابی نہیں ہوتی ہے۔ بایست۔ سیرابی اللہ کی کوئی انتہا نہیں ہے اُس جو مقام بھی حاصل ہو اُس سے اونچے مقام کی طلب جاری رہنی چاہئے۔

[3] صدر۔ غلط نہیں ہے اگر کسی مقام کو صدر سمجھ رہے ہو تو وہ صدر مقام نہیں ہے وہ تو راہ کی ایک منزل ہے۔ کلیم بات کرنیوالا ہونیکی وجہ سے حضرت موسیٰ

کیقبادی رستہ از خوف و رجا[1]
تم شاہ ہو، امید و بیم سے آزاد ہو

چند گردی چند جوئی تا کجا
کب تک گھومو گے کب تک بجستجو رہو گے کہاں تک؟

آنِ تو با تست تو واقف بریں
تمہارا مطلوب تمہارے پاس ہے تم اس سے واقف ہو

آسمانا چند پیمائی زمیں
اے آسمان! کب تک زمین کی پیمائش کرو گے

گفت موسیٰ این ملامت کم کنید
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، یہ ملامت نہ کرو

آفتاب و ماہ را رہ کم زنید
سورج، اور چاند کا راستہ نہ روکو

میروم تا مجمع البحرین من
میں مجمع البحرین تک جاؤں گا

تا شوم مصحوب سلطانِ زمن
تاکہ شاہِ زمانہ کا ساتھی بنوں

اجعل الخضر لامری سببا
میں حضرت خضرؑ کو اپنے معاملہ کا ذریعہ بناؤں گا

ذاک او امضی و اسری حقبا
یہ ہو یا ایک عرصہ دراز تک چلتا اور پھرتا رہوں گا

سالہا پیرم بہ پیرو بالہا
میں پر و بال کے ساتھ سالوں اڑتا رہوں گا

سالہا چہ بود ہزاراں سالہا
(چند) سال کیا ہوتے ہیں، ہزاروں سال

میروم[2] یعنی نمی ارزد بداں
میں چلتا رہوں گا یعنی یہ (چلنا) اس (محبوب) کی برابر

عشق جاناں کم مدان از عشقِ نان
محبوب کے عشق کو روٹی کے عشق سے کم نہ سمجھ

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

داستانِ آں دقوقیؒ باز گو
اُن دقوقیؒ کی بات پھر بتا

بازگشتن بقصۂ دقوقی علیہ الرحمۃ
دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کے قصہ کی طرف رجوع

آں دقوقی رحمۃ اللہ علیہ
دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے

گفت یک فرسخ مدی فی خافقیہ
فرمایا میں نے ایک فرسخ تک مشرق و مغرب کا

سال و مہ رفتم سفر از عشقِ ماہ
چاند کے عشق میں سالوں اور مہینوں میں نے سفر کیا

بیخبر از راہ و حیراں در راہ[3]
راستہ سے بیخبر تھا اور راہ (اللہ تعالیٰ) میں محو تھا

پا برہنہ رفتہ ام در خار و سنگ
ننگے پاؤں چلا ہوں کانٹوں اور پتھروں میں

زانکہ من حیرانم و بیخویش و دنگ
کیونکہ میں محو، اور بے خود اور حیران تھا

تو مبیں[4] ایں پا یہا را بر زمیں
تو ان پاؤں کو زمین پر نہ سمجھ

زانکہ بر دل میرود عاشق یقیں
کیونکہ عاشق دانستہ دل (کے بل) پر چلتا ہے

---

[1] خوف و رجا: حضرت موسیٰؑ کو قربِ الٰہی کا وہ درجہ حاصل تھا جس میں امید و بیم کا درجہ ختم ہو جاتا ہے۔ آنِ تو یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہے۔ آسمانا۔ یعنی اے موسیٰؑ تم مرتبہ کے اعتبار سے آسمان ہو۔ زمین کمپوزن۔ پریشان ہونا۔ آفتاب و ماہ۔ یعنی میری اور خضرؑ کی ملاقات قرآن السعدین ہے۔ مجمع البحرین۔ قرآن کریم میں ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰۤی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۔ جب کہا موسیٰؑ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹوں گا جب تک نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلا جاؤں قرون۔ حقبا۔ زمانہ دراز۔

[2] میروم یعنی مشقت اس مطلوب کے بالمقابل ہیچ ہے۔ عشقِ ناں۔ روٹی کمانے کے لئے آدمی مارا مارا پھرتا ہے۔ خافقین۔ مغرب و مشرق۔ تاہ۔ یعنی تاب بطحاء وادی۔ حیراں۔ یعنی مقامِ تحیر۔

[3] در راہ۔ ماشق کی سیر ایک درجہ میں جسمانی نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ روحانی ہوتی ہے۔

ازرہ و منزل زکوتاہ و دراز
راستہ، اور منزل، اور نزدیک اور دور کو

دل[1] چہ داند کوست مست دلنواز
دل کیا جانے، کیونکہ وہ دلنواز کامست ہے

ایں دراز و کوتہ اوصافِ تن ست
لمبا اور مختصر جسم کے اوصاف ہیں

رفتنِ ارواح دیگر رفتن ست
روحوں کا چلنا، دوسرا چلنا ہے

تو سفر کردی ز لُطفہ تا بعقل
تو نے لُطفہ سے عقل تک سفر کیا

نے بگامے بُود منزل نے بنقل
یہ منزل نہ قدم سے طے ہوئی نہ منتقل ہونے سے

سیرِ جاں بیچوں بُود در دور و دیر
روح کی سیر مسافت اور زمان میں بے کیف ہوتی ہے

جسمِ[2] ما از جاں بیاموزید سیر
ہمارے جسم نے روح سے سیر سیکھی ہے

سیرِ جاں ہر کس نہ بیند جانِ من
اے جانِ من! روح کی سیر ہر شخص نہیں دیکھتا ہے

لیک سیرِ جسم باشد بر علن
ہاں جسم کی سیر علی الاعلان ہوتی ہے

سیرِ[3] جسمانہ رہا کرد او کنوں
(جسم نے) جسمانی سیر چھوڑ دی، وہ اب

میرود بیچوں نہاں در شکلِ چوں
پوشیدہ طور پر کیف کی شکل میں بے کیف چلتا ہے

گفت روزے می شدم مشتاق وار
(حق تعالیٰ نے) فرمایا ایک روز میں مشتاقانہ روانہ ہوا

تا بہ بینم در بشر انوارِ یار
تاکہ میں انسان میں یار کے آثار دیکھوں

تا بہ بینم قلزمے در قطرہ
تاکہ میں ایک قطرے میں سمندر کو دیکھوں

آفتابے در رجِ اندر ذرہ
سورج کو ذرے میں داخل (دیکھوں)

نمودن مثالِ ہفت شمع سوئے ساحل
ساحل کی جانب سات شمع جیسی نظر آنا

چوں رسیدم سوئے یک ساحل بگام
جب میں پیدل ایک ساحل کی جانب پہنچا

بُود بے گہ گشتہ روز و وقتِ شام
دن بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا

بعد ازاں ناگہ چہ دیدم گویمت
اسکے بعد اچانک میں نے کیا دیکھا، میں تجھے بتاتا ہوں

تا بدانی سرِّ آں افزویمت
تاکہ تو اس کا راز جان لے، میں بڑھ کر بیان کرتا ہوں

ہفت شمع از دور دیدم ناگہاں
میں نے دور سے اچانک سات شمعیں دیکھیں

اندراں ساحل شتابیدم بداں
اُن کی وجہ سے میں اُس ساحل کی طرف لپکا

نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازاں
اُن میں سے ہر ایک شمع کا نور اور شعلہ

برشدہ خوش تا عنانِ آسماں
آسمان کی فضا تک، بہت اونچا تھا

---

[1] دل چہ داند۔ دل کی سیر میں قریب و بعید کوئی چیز نہیں ہوتی ہے۔ تو سفر جس طرح انسان کی سیر لطفہ سے لے کر عقل آنے کے زمانے تک کی ہے اسی طرح روح کی سیر ہے کہ اس میں ممکن ہوتی ہے نہ دوری منزل کا تصور آتا ہے۔

[2] جسمِ ما۔ عاشقوں کی سیر دراصل روحانی ہے، جسمانی سیر محض اس کے تابع ہے لہٰذا جسمانی سیر کے عوارض اس پر طاری نہیں ہوتے ہیں۔ سیرِ جاں۔ روحانی سیر کو ہر شخص محسوس نہیں کر سکتا جسمانی رفتار اور سیر کو سب دیکھ لیتے ہیں۔

[3] سیرِ جسمانہ۔ عاشق کی سیر اگرچہ بشکلِ جسمانی ہوتی ہے لیکن درحقیقت روحانی سیر کرتا ہے جو کہ بے کیف اور بے حرکتی ہے۔ تا بہ بینم۔ تاکہ دریائے وحدت کو جسمِ انسانی میں مشاہدہ کروں اور آفتاب کو ذرہ میں دیکھوں۔ مجھ۔ قدم۔ فنان۔ فضا۔

خیرہ گشتم خیرگی ہم خیرہ گشت
میں حیران رہ گیا، حیرانی بھی حیران ہو گئی

موج حیرت عقل را از سر گذشت
حیرت کی موج عقل کے اوپر سے گزر گئی

کایں[1] چگونہ شمعہا افروختہ است
کہ یہ شمعیں کس طرح سے روشن ہیں؟

کہ دو دیدہ خلق زینہا دوختہ است
کہ مخلوق کی دونوں آنکھیں اُن سے بند ہیں

خلق جویان چراغے گشتہ بود
مخلوق چراغ کی جستجو میں تھی

پیش آں شمعے کہ بر مہ می فزود
اُن شمعوں کے ہوتے ہوئے جو چاند سے بڑھی ہوئی تھیں

چشم بندی بد عجب بر دیدہا
آنکھوں پر عجیب چشم بندی تھی

بند شاں میکرد یہدی من تشا
اُن کی بندش وہ کر رہا تھا جو جس کو چاہے ہدایت دے

شدن آں ہفت شمع بر مثال یک شمع

اُن سات شمعوں کا ایک شمع جیسا ہو جانا

باز میدیدم کہ شد آں ہفت یک
پھر میں نے دیکھا کہ وہ سات شمعیں ایک ہو گئیں

می شگافد نور او جیب[2] فلک
اُس کا نور آسمان کا گریبان پھاڑ رہا تھا

باز آں یک بار دیگر ہفت شد
پھر وہ ایک دوبارہ سات ہو گئی

مستی و حیرانی من زفت شد
میری مستی اور حیرانی سخت ہو گئی

اتصالاتے میان شمعہا
شمعوں میں وہ جوڑ تھا

کہ نیاید بر زبان و گفت ما
جو کہ زبان اور گفتگو میں نہیں آسکتا

آنکہ یک دیدن کند ادراک آں
ایک نظر جو کچھ محسوس کر لیتی ہے

سالہا نتواں نمودن از زباں
زبان سے اُس کو سالوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

آنکہ یک دم[3] بیند ش ادراک و ہوش
جس کو علم و ہوش ایک دم دیکھ لیتا ہے

سالہا نتواں شنیدن آں بگوش
اُس کو کانوں کے ذریعہ سالوں میں نہیں سنا جا سکتا

چونکہ پایانے ندارد رو ایک
چونکہ یہ بات لامحدود ہے، جا پر سے ہٹ

زانکہ لا احصی ثناء علیک
اسلئے کہ میں تیری کسی تعریف کا بھی تیرے لئے احاطہ نہیں کر سکتا

پیشتر رفتم دواں کاں شمعہا
میں دوڑتا ہوا آگے بڑھا کہ وہ شمعیں

تا چہ چیزست از نشانِ کبریا
اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کیا چیز ہیں؟

می شدم بیہوش و بیخویش و خراب
میں بے ہوش اور بے خود اور مست ہو گیا

تا بیفتادم ز تعجیل و شتاب
یہاں تک کہ میں عجلت اور جلدی میں گر پڑا

---

[1] کایں چگونہ۔ دراصل وہ ذات شمعیں اُن سات اولیاء کا نور تھا جس کو صاحب باطن ہی دیکھ سکتا تھا عوام کو وہ نظر نہ آتا تھا۔ یہدی من یشاء۔ یعنی ذات خداوندی۔

[2] جیب۔ گریبان۔ اتصالات۔ اُن شمعوں کے باہمی اتصال کی کیفیت ناقابل بیان ہے آنکہ۔ یہ اُن کا باہمی اتصال محض دیدنی ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

[3] یک دم۔ علم و ہوش جس چیز کو تھوڑی دیر میں سمجھ جاتا ہے اُس کو سالوں میں بھی سننا ممکن نہیں ہے۔ لا احصی۔ اُن بزرگوں کا یہ نور تجلیات رب تھیں اُن کی تعریف ممکن نہیں ہے۔ تعجیل عجلت۔

ساعتے بیہوش و بے عقل اندریں
تھوڑی دیر بیہوش اور بے عقل اس حالت میں

اوفتادم بر سرِ خاکِ زمیں
میں زمین کی خاک پر پڑا

بازؔ باہوش آمدم برخاستم
پھر میں ہوش میں آیا اٹھا

در روش گونی نہ سر نے پا ستم
رفتار میں گویا نہ میرے سر تھا نہ پاؤں

نمودن آں شمعہا در نظرِ آں شیخ ہفت مرد

اُن شیخ کی نظر میں اُن شمعوں کا سات مرد ظاہر ہونا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مرد
دیکھنے میں سات شمعیں سات مرد بنگئے

نورِ شاں می شد بسقف لاجورد
اُن کا نور نیلگوں چھت آسمان تک پہنچ رہا تھا

پیشِ آں انوارِ نورِ روز درد
اُن نوروں کے سامنے دن کا نور بھی ماند تھا

از صلابت نورہا رامی سترد
شدت کی وجہ سے وہ انوار نوروں کا صفایا کر رہا تھا

بازؔ حیراں گشتم اندر صُنعِ ربّ
میں پھر خدا کی کاریگری میں حیران ہو گیا

کاینچنیں چوں شد چگونہ ست اے عجب
تعجب ہے کہ یہ کیسے ہوا، کیسے ہے؟

پیشتر رفتم کہ نیکو بنگرم
میں آگے گیا، تاکہ اچھی طرح دیکھوں

تا چہ حال ست اینکہ میگردد سرم
کہ یہ کیا حال ہے کہ میرا سر چکرا رہا ہے؟

باز شدن آں شمعہا ہفت درخت

اُن شمعوں کا پھر سات درخت بن جانا

باز ہر یک مرد شد شکلِ درخت
پھر ہر مرد ایک درخت کی شکل ہو گیا

چشم از سبزیِ ایشاں نیکبخت
اُن کی سبزی سے آنکھ بہرہ مند تھی

زانکہ ہیچ برگ پیدا نیست شاخ
پتوں کی کثرت سے، شاخ نظر نہیں آتی

برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ
میوے کی کثرت سے پتے بھی گم ہو گئے تھے

ہر درختے شاخ بر سدرہ زدہ
ہر درخت نے شاخ سدرہ تک پہنچائی ہے

سدرہ چہ بود از خلا بیروں شدہ
سدرہ کیا ہوتا ہے خلا سے بھی باہر نکل گئی ہے

بیخ ہر یک رفتہ در قعرِ زمیں
ہر ایک کی جڑ زمین کی گہرائی میں تھی

زیر تر از گاو و ماہی بد یقیں
جو یقیناً مچھلی اور گائے سے بھی نیچے تھی

بیخ شاں از شاخِ خنداں رونقے
ان کی جڑ شاخ سے بھی زیادہ پُر رونق اور تر و تازہ تھی

عقل از اں اشکالِ شاں زیر و زبر
ان کی شکلوں سے عقل درہم برہم تھی

---

۵۱ باز۔ یعنی ہوش میں آ کر میں ان شمعوں کی طرف بے تحاشا بھاگا۔ لاجورد نیلا یعنی آسمان۔ دُرد۔ گدلا۔ از صلابت۔ وہ نور اس قدر تیز تھا کہ دوسرے نور اُس کے بالمقابل ہیچ تھے۔

۵۲ باز حیراں۔ میں حیران تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کیا کاریگری ہے کہ وہ شمعیں انسانی صورت اختیار کر رہی ہیں۔ چشم۔ یعنی اُن درختوں کی سبزی اس قدر دیدہ زیب تھی جو آنکھوں کے لئے ایک نعمت تھی۔ زانکہ۔ پتے اس قدر گھنے تھے کہ شاخ نظر نہ آتی تھی پھل اس قدر زیادہ تھے کہ انہیں پتے چھپ گئے تھے۔

۵۳ سدرہ۔ سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان پر ایک بیری کے درخت جیسا درخت ہے جو حضرت جبرئیل کی پرواز اور مخلوق کے علم کی انتہا ہے۔ خلا۔ یعنی سدرۃ المنتہیٰ سے بالائی حصہ۔ گاو و ماہی۔ رومیؒ نے عوام کے عقیدہ کے مطابق یہ شعر فرما دیا ہے عوام میں یہ ایک غلط عقیدہ قائم ہو گیا ہے کہ زمین ایک گائے کے سینگ پر قائم ہے اور وہ گائے مچھلی کی پشت پر کھڑی ہے۔ بیخ شاں۔ جڑیں تری و تازگی نہیں رکھتی لیکن اُن درختوں کی جڑیں بھی پُر رونق اور تر و تازہ تھی۔

میوہ[1] کہ بر شگافیدے ز زور — ہمچو آب از میوہ جستے برق نور
زور میں آکر جو پھل پھٹتا تھا — پانی کی طرح نور کے کوندے پھل سے نکلتے تھے

مخفی بودن آں درختاں از چشم خلق
اُن درختوں کا لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہونا

ایں عجب ترکہ بر ایشاں می گذشت — صد ہزاراں خلق از صحرا و دشت
یہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا کہ اُن پر گذرتے — جنگل اور بیدان سے لاکھوں انسان

زآرزوئے سایہ جاں می باختند — از گلیمے سائباں می ساختند
سایہ کی تمنا میں جان کی بازی لگاتے تھے — کمبلوں کے سائبان بناتے تھے

سایۂ آں را نمی دیدند ہیچ — صد تُفو بر دیدہائے ہیچ ہیچ
وہ اُن (درختوں) کا سایہ بالکل نہ دیکھتے تھے — ایسی کج آنکھوں پر سو بار تف ہے

ختم کردہ[2] قہر حق بر دیدہا — کہ نہ بینند ماہ را بینند سُہا
اللہ (تعالیٰ) کے قہر نے آنکھوں پر مُہر لگا دی تھی — کہ چاند کو نہ دیکھیں، سُہا کو دیکھ لیں

ذرّہ را بینند و خورشید نے — لیک از لُطف و کرم نومید نے
ذرّہ کو دیکھ لیں، اور سورج کو نہ دیکھیں — لیکن لُطف اور کرم سے ناامید بھی نہیں

کاروانہا بے نوا و بے میوہا — پختہ می ریزد چہ سحرست اے خدا
قافلے مُفلس، اور یہ پھل — پکے گر رہے ہیں اے اللہ! یہ کیسا جادو ہے؟

سیب بوسیدہ ہمی چیدند خلق — در ہم افتادہ بہ یغما خشک خلق
لوگ سڑے ہوئے سیب چن رہے تھے — لوٹ مار میں، پیاسے باہم لڑ رہے تھے

گفت[3] ہر برگ و شکوفہ آں غصون — دمبدم یا لَیتَ قَومِی یَعلَمُون
اُن شاخوں کا ہر پتہ اور کلی کہہ رہی تھی — ہر وقت کاش میری قوم جان لیتی

بانگ می آمد ز سوئے ہر درخت — سوئے ما آیید خلق شور بخت
ہر درخت کی جانب سے آواز آرہی تھی — بدبخت لوگو! ہماری طرف آؤ

بانگ می آمد ز غیرت بر شجر — چشم شاں بستیم کلّا لَا وَزَر
درخت کو غیرت انداوندی کی جانب سے آواز آتی — ہم نے اُن کی آنکھیں بند کر دی ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں

گر کسے می گفت شاں را رَو بدید — تا ازیں اشجار مُستبعد شوید
اگر اُن سے کوئی کہتا تھا کہ اِس جانب جاؤ — تاکہ تم اُن درختوں سے متنفر ہو

---

[1] میوہ۔ پھل خوب پک کر پھٹنے لگتا ہے۔ ایسی عجیب لاکھوں انسان وہاں سے گذر رہے تھے لیکن وہ اُن درختوں کو نہیں دیکھ پاتے تھے۔ زآرزو۔ یہ بھی نہیں تھا کہ اُن لوگوں کو سایہ کی ضرورت نہ ہو۔

[2] ختم کردہ۔ اُن لوگوں کے اُن درختوں کو نہ دیکھ سکنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کی نگاہوں پر مُہریں لگا دی تھیں۔ سُہا بنات النعش کا ایک چھوٹا سا ستارہ ہے یعنی وہ معمولی چیز کو دیکھ لیتے تھے لیکن اِس قدر مشہور چیز کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لیک۔ یعنی یہ لوگ اللہ سے ملنے کی جدوجہد بھی نہیں کرتے ہیں اور اپنی آنکھوں کے مُہریں زائل کرنے کی تدبیر بھی نہیں کرتے ہیں اور خواہ مخواہ ناامید بھی ہیں۔ سیب پوسیدہ۔ یعنی علوم و اسرارِ خداوندی کی طرف توجہ نہیں کرتے اور دنیاوی علوم کے حصول میں دست و گریبان ہیں۔

[3] گفت۔ اُس نور کا ہر حصہ اِس کی تمنا کرتا تھا کہ کاش قوم اُس کو پہچان لے اور اُس کے ذریعہ راہِ نجات پر جمع پڑے۔ بانگ۔ اُس نور کی پکار پر غیرتِ خداوندی کی طرف سے آواز آئی کہ اگر درخت نہ دیے انکی آنکھوں پر مُہر لگا دی گئی ہے اُن کیلئے اب کوئی چارہ نہیں ہے۔ [illegible]

جملہ[1] میگفتند کایں مسکین مست
سب کہتے تھے، کہ یہ بیچارہ مدہوش

از قضا را اللہ دیوانہ شدست
اللہ کے حکم سے، دیوانہ ہو گیا ہے

مغز ایں مسکیں ز سودائے دراز
اس بیچارے کا دماغ طویل وہم سے

وز ریاضت گشتہ فاسد چوں پیاز
اور مجاہدے سے، پیاز کی طرح سڑ گیا ہے

اُو عجب می ماند یا رب حال چیست
وہ تعجب میں رہ جاتا ہے خدا! یہ کیا حال ہے؟

خلق را ایں پردہ و اضلال چیست
لوگوں کی عقل پر یہ پردہ اور گمراہی کیسی ہے؟

خلق گوناگوں باصدرائے و عقل
مختلف قسم کے لوگ سینکڑوں رائے اور عقل کے ہوتے

یک قدم آں سُو نمی آرند نقل
اس جانب ایک قدم نہیں بڑھاتے ہیں

عاقلان و زیرکاں شاں ز اتفاق[2]
ان میں سے سمجھدار اور ذہین باتفاق

گشتہ منکر ز ایچنیں باغے و عاق
ایسے باغ کے منکر اور نافرمان بن گئے

یا منم[3] دیوانہ و حیراں شدہ
یا میں ہی دیوانہ اور پاگل ہو گیا ہوں

دیو چیزے مر مرا بر سر زدہ
شیطان نے کچھ مجھ پر مسلط کر دیا ہے

چشم می مالم بہر لحظہ کہ من
میں ہر لمحہ آنکھیں ملتا ہوں کہ میں

خواب بینم یا خیال اندر زمن
دنیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا خیال محض ہے

خواب[4] چہ بُود بر درختاں میروم
خواب کیا ہوتا ہے، میں درختوں پر گھوم رہا ہوں

میوہاشاں می خورم چون نگروم
میں انکے پھل کھا رہا ہوں گردیدہ کیسے نہ ہوں؟

باز چوں من بنگرم در منکراں
پھر جب میں منکروں کو دیکھتا ہوں

کہ ہمی گیرند زیں بستاں کراں
کہ وہ اس باغ سے کنارہ کر رہے ہیں

باکمالِ احتیاج و افتقار
پوری احتیاج، اور ضرورت کے باوجود

زار زارے نیم غورہ جاں نثار
ادھ کچرے پھلوں کی آرزو میں جان کھوتے ہوئے

زاشتیاق و حرصِ یک برگ درخت
درخت کے ایک پتے کے شوق اور حرص میں

میزنند ایں بے نوایاں آہِ سخت
یہ بے سہارا سخت آہیں بھر رہے ہیں

در ہنر میت زیں درخت و زیں ثمار
ان درختوں اور پھلوں سے بچے ہوئے

ایں خلائق صد ہزار اندر ہزار
یہ لوگ لاکھوں کی

باز می گویم عجب من بیخودم
پھر میں کہتا ہوں اکہ میں عجیب بیہوش ہوں

دست در شاخِ خیالی در زدم
ایک خیالی شاخ کو پکڑ رہا ہوں

---

[1] جملہ۔ دعوت الی اللہ کے جواب میں منکرین کیجانب سے داعی کو یہی جواب ملتا ہے۔ ریاضت چونکہ اس داعی نے شقتیں برداشت کی ہیں اور مجاہدے کئے ہیں لہٰذا دماغ میں خشکی آگئی ہے۔ اُو عجب۔ داعی کو تعجب ہوتا ہے کہ باوجود اسقدر واضح دلائل کے یہ لوگ دعوت کو کیوں نہیں قبول کرتے ہیں۔ عاقلان۔ دنیا کے معاملات میں سب عقلمند ہیں لیکن اس روحانی چمنستان کے بے عقلی سے منکر بن رہے ہیں۔

[2] باتفاق منکرین کے اسلام سے داعی میں خود اپنے بارے میں وسوسے پیدا ہونے لگتے ہیں۔

[3] خواب چہ۔ وہ داعی پھر سوچتا ہے کہ خواب تو بالکل نہیں ہے کیونکہ میں نفس الامر میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں اور ان سے نفع اندوز ہو رہا ہوں۔ باز۔ غرضیکہ داعی کے سامنے ایک طرف حقیقتیں ہوتی ہیں اور دوسری طرف منکرین کا باتفاق انکار تو اس کو شکوک و شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ زاشتیاق۔ یعنی یہ بھی نہیں کہ ان چیزوں کی ان کو طلب و احتیاج نہ ہو۔

هین[1] بخواں اِستَیْأَسَ الرُّسُلُ آں عمو
ہاں اے چچا! اِستَیْأَسَ الرُّسُلُ پڑھ

تا بظنّوا اَنَّهُم قَد کُذِبُوا
ظَنُّوا اَنَّهُم قَد کُذِبُوا تک

ایں قرأت خواں کہ تخفیف کذب
یہ قرأت پڑھ کیونکہ کذب کو تخفیف سے پڑھنا

ایں بُود کہ خویش بیند مُحتَجَب
یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو محجوب دیکھے

در گماں اُفتاد جانِ انبیاء
انبیاء کی جان، شک میں پڑ گئی

ز اتفاقِ مُنکرِی اشقیا
بدبخت منکروں کے باہم متفق ہوجانے سے

جاءَهُم بَعدَ التَّشَکُّکِ نَصرُنَا
شک میں پڑ جانے کے بعد اُنکے پاس ہماری مدد پہنچی

ترکِ[2] شاں گو بر درختِ جاں برآ
اُن کو چھوڑ، روح کے درخت پر آ

مینخور و میدہ بدلں کش روزی ست
کھا اور اُس کو دے جس کا مقدر ہے

ہر دم و ہر لحظہ سحر آموزی ست
ہر وقت اور ہر لحظہ عجائب کا سکھانا ہے

خلق گویاں[3] کے عجب ایں بانگ چیست
لوگ کہتے تھے ہائے تعجب یہ آواز کیسی ہے؟

چونکہ صحرا از درخت و برتہی ست
جبکہ جنگل درختوں اور پھلوں سے خالی ہے

کیج گشتیم از دمِ سودائیاں
ہم ان دیوانوں کی باتوں سے احمق بنگئے

کہ بنزدیکِ شما باغ ست و خواں
کہ تمہارے نزدیک باغ اور خوان ہے

چشم می مالیم و اینجا باغ نیست
ہم آنکھیں ملتے ہیں اور اس جگہ باغ نہیں ہے

یا بیابانیست یا مشکل رہیست
یا تو جنگل ہے، یا دشوار گذار راستہ ہے

اے عجب چندیں دراز ایں ماجرا
تعجب ہے، اس قدر طویل قصہ

چوں بُود بیہودہ و ہزل و خطا
بیہودہ اور مذاق اور غلط کیسے ہوسکتا ہے؟

من ہمی گویم چو ایشاں اے عجب
میں بھی اُن کی طرح کہتا ہوں تعجب ہے

اے عجب ایں کورچشمیہا ز چیست
تعجب ہے یہ اندھے پن کس وجہ سے ہے

قطع نظر کرے اور خود اُن غیبی اسرار و معارف سے فائدہ اٹھائے اور اُن لوگوں کو فائدہ پہنچائے جن کے مقدر میں فائدہ ہے۔ سحر آموزی یعنی اولیاء اللہ سے ہر وقت عجائب و غرائب کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

[3] خلق گویاں۔ منکر کہتے ہیں کہ یہاں نہ باغ ہے نہ پھل یہ شخص کیوں اُن کی دعوت دے رہا ہے۔ کج گشتیم۔ اور وہ منکر یہ بھی کہتے ہیں کہ ان دیوانے داعیوں نے ہمیں دیوانہ بنا دیا ہے۔ کج۔ یہ داعی یہ کہتے رہتے ہیں۔ چشم مالیم۔ منکر کہتے ہیں ہم اچھی طرح دیکھ رہے ہیں ہمیں کچھ نظر نہیں آتا، صرف بیابان اور مشکل راستہ نظر آتا ہے۔ اے عجب۔ داعی کہتے ہیں کہ اس قدر طویل واقعات اور حقائق غلط اور وہم کیسے ہوسکتے ہیں اللہ نے اُن کے ٹھہرا دی ہے، جس کی وجہ سے یہ اندھے بہرے ہیں نہ کچھ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔

[1] ہین۔ مولانا نے یہ مضمون بیان فرمایا کہ منکروں کے انکار سے خود داعی میں اپنے اور حقائق کے بارے میں شکوک پیدا ہوجاتے ہیں اب اس مضمون کی تائید میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں قرآن پاک میں ہے حَتّٰی اِذَا اسْتَیْأَسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا۔ اس آیت میں لفظ کذبوا میں دو قرأتیں ہیں ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرأت ہے وہ اس لفظ کو کُذِّبُوا حال کی تشدید کے ساتھ پڑھتی تھیں اس قرأت پر ترجمہ ہوگا۔ یہانتک کہ جب رسول مایوس ہوگئے اور اُن کو یقین ہوگیا کہ انکی قوم نے انکو جھٹلایا تو انکے پاس ہماری مدد آپہنچی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس لفظ کو کُذِبُوا پڑھتے تھے اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ ان رسولوں کو یہ وسوسہ آنے لگا کہ اُن سے مدد کا وعدہ غلط کیا گیا تھا۔ مولانا اپنے سابق مضمون کی مطابقت میں اس لفظ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق پڑھ کر ترجمہ کرتے ہیں مُحتجب۔ یعنی یہ بدگمانی اس وقت ہوتی ہے جب وہ داعی اپنے آپ کو اللہ کی مدد سے روکا ہوا سمجھنے لگتا ہے۔

[2] ترکِ شاں۔ یعنی اس داعی کو اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ ان منکروں سے

زیں[1] تنازعہا محمدؐ در عجب
(انہی قسم کے) اختلافات سے محمدؐ تعجب میں تھے

در تعجب نیز ماندہ بولہب
ابولہب بھی تعجب میں پڑا ہوا تھا

زیں عجب تا آں عجب فرقیست ژرف
اس تعجب اور اس تعجب میں گہرا فرق ہے

تا چہ خواہد کرد سلطانِ شگرف
دیکھو عظیم شہنشاہ کیا کرے گا

اے دقوقی تیز تر راں ہیں خموش
اے دقوقی تیز چلا خبردار! چپ ہو جا

چند گوئی چند چوں قحط است گوش
جبکہ (سننے والے) کان کا قحط ہے کتنا کہے گا

یک درخت شدن آں ہفت درخت در نظر او

اُن کی نگاہ میں اُن سات درختوں کا ایک درخت بن جانا

گفت[2] اندم پیشتر من نیکبخت
(دقوقی نے) فرمایا میں سعادتمند آگے بڑھا

باز شد آں ہفت جملہ یک درخت
پھر وہ سب سات (درخت) ایک ہو گئے

ہفت[2] می شد فرد می شد ہر دمے
وہ کبھی سات ہو جاتے، کبھی ایک

من چساں می گشتم از حیرت ہمے
میرا بھی حیرت سے، عجب حال تھا

بعد ازاں[3] دیدم درختاں در نماز
اسکے بعد میں نے درختوں کو نماز کی حالت میں دیکھا

صف کشیدہ چوں جماعت کردہ ساز
صف بنائے ہوئے جماعت کیلئے ساز و سامان کیے

یک درخت از پیش مانند امام
امام کی طرح ایک درخت آگے

دیگراں اندر پس اُو در قیام
دوسرے اس کے پیچھے قیام میں

آں[3] قیام و آں رکوع و آں سجود
وہ قیام، وہ رکوع، وہ سجدہ

از درختاں بس شگفتم می نمود
درختوں سے مجھے بہت عجیب معلوم ہوا

یاد کردم قول حق را آں زمان
اُس وقت مجھے (اللہ تعالیٰ) کا قول یاد آیا

گفت[4] وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ
فرمایا ہے بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں

ایں درختاں را نہ زانو نے میاں
ان درختوں کے نہ زانو ہے نہ کمر

ایں چہ ترتیب نماز ست آنچناں
اس طرح نماز کی یہ کیا ترتیب ہے؟

آمد الہام خدا کاے بافروز
خدا کا الہام آیا کہ اے پُرنور!

ایں عجب داری ز کار ما ہنوز
تجھے اب تک ہمارے کام پر تعجب ہے

ہفت مرد شدن آں ہفت درخت

اُن سات درختوں کا سات مرد بن جانا

---

[1] زیں تنازعہا۔ انہی قسم کے جھگڑے آنحضورؐ کے ساتھ قریش نے کئے اس طرف اُن کے انکار پر آنحضورؐ کو تعجب ہوتا تھا دوسری طرف آنحضورؐ کی دعوت پر انکو جو تعجب ہوتا تھا۔ ایں عجب یعنی داعی کا قوم کے انکار پر تعجب اور منکرین کا داعی کی دعوت پر تعجب ان دونوں میں انجام کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہے

[2] ہفت۔ ان سات درختوں کا کبھی ایک بننا کبھی سات بن جانا میرے لئے انتہائی حیرت کا سبب تھا۔ بعد ازاں۔ اس کیفیت کے بعد اُن سات درختوں نے نماز کی صف بندی کی اور اُن میں سے ایک امام بن گیا۔

[3] آں قیام۔ درختوں کی نماز پر مجھے بڑا تعجب ہوا پھر مجھے قرآن کی یہ آیت یاد آئی وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ یعنی زمین وغیرہ پر پھیلنے والی بیلیں اور درخت اللہ کو سجدے کرتے ہیں۔ نہ زانو نماز میں کھڑا ہوا جاتا ہے اور التحیات میں زانو کے بل بیٹھا جاتا ہے۔ ان درختوں کے نہ کمر ہے کہ یہ کھڑے ہو سکیں نہ زانو ہے کہ اُس کے بل بیٹھ سکیں تو یہ کیسی نماز ہے۔

بعد[1] دیرے گشتہ آنہا ہفت مرد
تھوڑی دیر کے بعد وہ (درخت) سات مرد بنگئے

جملہ در قعدہ پے یزدانِ فرد
اللہ احد کے لئے سب قعدہ میں تھے

چشم می مالم کہ آں ہفت ارسلاں
میں آنکھیں ملتا تھا کہ وہ سات شیر (مرد)

تا کیانند و چہ دارند از جہاں
کون ہیں اور دنیا سے کیا (مرتبہ) رکھتے ہیں؟

چوں بہ نزدیکی رسیدم من زراہ
جب میں راستے سے (اُن کے) قریب پہنچا

کردم ایشاں را سلام از انتباہ
ہوشیار ہے میں نے اُن کو سلام کیا

قوم گفتندم جواب آں سلام
قوم نے مجھے اُس سلام کے جواب میں کہا

اے ذوقی[2] مفخر و تاج کرام
اے ذوقی بزرگوں کے لئے باعثِ فخر اور تاج

گفتم آخر چوں مرا بشناختند
میں نے (دل میں) کہا وہ مجھے کیسے پہچان گئے؟

پیش ازیں بر من نظر نیند اختند
اس سے پہلے انھوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے

از ضمیر من بدانستند زود
وہ میرے دل کی بات فوراً سمجھ گئے

یک دگر را بنگریدند از فرود
نیچی نظروں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا

پاسخم دادند کاے جانِ عزیز
انھوں نے مجھے جواب دیا کہ اے پیارے!

چوں ہمو شیدست اینہا بر تو نیز
یہ تم پر بھی کیوں پوشیدہ ہے؟

بر دلے کو را تحیر با خداست
اُس دل پر جس کو خدا کے ساتھ تحیر ہے

کے شود پوشیدہ راز جیب و راست
دائیں اور بائیں کا راز کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

گفتم[3] ار سوئے حقائق بشگفید
میں نے کہا حقائق کی جانب اگر تم مشغول ہو

چوں ز حرف و اسم رسمی واقفید
رسمی نام اور حرف سے کیسے واقف ہو؟

ایں سخن چوں آمد از من در خطاب
جب گفتگو میں میری جانب سے یہ بات آئی

آں شہاں در حال گفتندم جواب
اُن شاہوں نے فوراً مجھے جواب دیا

گفت اگر اسمے شود غیب از ولی
کہا اگر ولی سے کوئی نام غائب ہو

آں ز استغراق داں نز جاہلی
تو وہ استغراق کی وجہ سے سمجھو نہ کہ لاعلمی سے

بعد ازاں گفتند ما را آرزو
اُس کے بعد اُنھوں نے کہا ہماری تمنا

ہست بر تو اقتدا اے خوبرو
تیری اقتدا کرنے کی ہے اے حسین!

گفتم آرے لیک یک ساعت سکوت
میں نے کہا ہاں لیکن تھوڑی دیر البتہ کیونکہ میں

مشکلاتے دارم از دورِ زمن
زمانہ کے انقلاب کی وجہ سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں

---

[1] بعد دیرے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ سات درخت پھر سات انسان بن گئے اور قعدہ میں ہیں یعنی التحیات بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ آدمیان بشر۔ چہ دانند۔ یعنی اُن کا دنیا میں کس قدر اونچا مرتبہ ہے۔ انتباہ ۱۲ تا ۹ تنفر۔ جائے فخر۔

[2] بشناختند۔ چونکہ انہوں نے نام لیا تھا۔ فرود یعنی نیچی نگاہوں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا۔ بردے جس قلب کو اللہ کے ساتھ مقامِ حیرت کا قرب حاصل ہوتا ہے اُس پر سب مخفی باتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔

[3] گفتم۔ میں نے اُن بزرگوں سے کہا کہ اولیاء کی حقیقتوں کی طرف توجہ ہوتی ہے اور وہ صرف اُن کا ادراک کرتے ہیں رسمی نام کی طرف متوجہ نہیں ہوتے نہ اُن کو اُس کا ادراک ہوتا ہے تو آپ نے میرا نام ذوقی کیسے جان لیا۔ آں ز استغراق۔ چونکہ دل معرفتِ حق میں مستغرق رہتا ہے اس لئے رسمی ناموں کا ذہول ہو جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ اُن کو باطنی توجہ کے ذریعہ نام معلوم کر لینے کی قدرت نہیں ہے۔ اقتدا۔ نماز میں مقتدی بننا۔

تا شود آں حل بہ صحبتہائے پاک
تاکہ پاک صحبتوں سے، وہ حل ہو جائیں

دانۂ پُر مغز با خاک درشم
پُر مغز دانے نے، افسردہ مٹی کو

خویشتن در خاک کلی محو کرد
(دانے نے) اپنے آپ کو بالکلیہ مٹی میں ملا دیا

از پسِ آں محو قبضِ او نماند
اس کے بعد اس کا صفحۂ باقی نہ رہا

پیشِ اصلِ خویش چوں بیخویش شد
جب وہ اپنی اصل کے سامنے بیخود ہو گیا

سر چنیں کردند ہیں فرماں تراست
انھوں نے سر اس طرح کیا، ہاں جو تیرا حکم ہو

ساعتے با آں گروہِ مجتبےٰ
تھوڑی دیر کے لئے اس برگزیدہ گروہ کے ساتھ

ہمدراں ساعت ز ساعت رست جاں
اسی وقت روح زمانہ سے آزاد ہو گئی

جملہ تلوینہا ز ساعت خاستست
سارے تغیرات زمانہ سے پیدا ہوئے ہیں

ساعتے بیروں شو از ساعت دلا
اے دل تھوڑی دیر کیلئے زمانہ سے باہر ہو جا

چوں ز ساعت ساعتے بیروں شوی
جب تو تھوڑی دیر کے لئے زمانہ سے باہر ہو جائیگا

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست
زمانہ، بے زمانہ پن سے واقف نہیں ہے

ہر نفر را ہر طویلہ خاصِ او
ہر شخص کو اس کے خاص اصطبل پر

کہ بہ صحبت روید انگورے ز خاک
کیونکہ صحبت سے مٹی سے انگور اگتا ہے

خلوتی و صحبتی کرد از کرم
کرم سے خلوتی اور ساتھی بنا لیا ہے

تا نماندش رنگ و بو و سُرخ و زرد
حتی کہ اس کا رنگ، بو اور سُرخ و زرد باقی نہ رہا

بر گشاد و بسط شد مرکب برند
کھل گیا اور پھیل گیا، سواری بڑھا دی

رفت صورت جلوۂ معنیش شد
صورت ختم ہو گئی اسکے باطن کا جلوہ نمودار ہو گیا

تف دل از سر چنیں کردن بخاست
اس طرح سر کرنے سے دل سے ایک شعلہ نکلا

چوں مراقب گشتم و از خود جدا
جب میں مراقب اور اپنے سے جدا ہوا

زانکہ ساعت پیر گرداند جواں
کیونکہ زمانہ جوان کو بوڑھا بنا دیتا ہے

رست از تلوین کہ از ساعت برست
جسکو زمانہ سے نجات مل گئی وہ تغیر سے نجات پا گیا

تا ز چونی وارہی و از چرا
تاکہ تو چون و چرا سے نجات پائے

چوں نماند محرمِ بیچوں شوی
جب تو چون کا محرم راز نہ رہیگا

زانکہ آں سُو جز تحیر راہ نیست
کیونکہ اس جانب تحیر کے علاوہ (کسی کا) راستہ نہیں ہے

بستہ اند اندر جہانِ جستجو
تگ و دو کی دنیا میں باندھ دیا ہے

---

۵۱ تا شود۔ صحبت میں بڑی تاثیر ہے۔ بیج مٹی اور پانی کی صحبت اختیار کرتا ہے تو انگور بن کر اُبھرتا ہے۔ دژم۔ افسردہ۔ اندوہگیں۔ خویشتن۔ دانہ بالکلیہ مٹی میں مل گیا اپنا رنگ و بو سب ختم کر دیا۔ بسط۔ پھیلاؤ۔ بسطا۔ پھیلاؤ۔

۵۲ پیشِ اصل۔ یعنی دانے نے اپنے آپ کو مٹی میں ملا دیا تو اس کا ظاہر ختم ہو گیا اور اس کے باطن نے جلوہ گری شروع کر دی۔ سر چنیں۔ یعنی انھوں نے سر سے ایسا اشارہ کیا جس کا مطلب تھا کہ ہم تمہارا کہنا مانیں گے۔ مجتبیٰ۔ منتخب۔ ہمدراں۔ یعنی مراقبہ کرتے ہی میں دورِ زمانہ سے باہر نکل گیا۔

۵۳ جملہ۔ یعنی عالم کے سارے تغیرات دورِ زمانہ کی وجہ سے ہیں جو شخص دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے اس میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ تاز چونی۔ انسان اگر دورِ زمانہ سے بالاتر ہو جائے تو کم اور کیف سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ چوں نماند۔ جب انسان چون و چرا سے آزاد ہو جائے تو وہ خدائے بیچوں کا ہمراز بن جاتا ہے۔ ساعت۔ جو لوگ زمانہ میں مقید ہیں وہ لازمانی ذات باری کیلئے راہ یاب نہیں ہو سکتے۔ ہر نفر۔ طلب و جستجو میں ہر سالک اور غیر سالک کی ایک حد مقرر ہے سو کائنات غیب مقرر ہیں کہ اس کو اسی مقام پر رکھیں جو اصطبل۔

مُنتصب بر ہر طویلہ رائضے[1] — جُز بدستوری نیاید رافضے
ہر اصطبل پر ایک چابک سوار مقرر ہے — اجازت کے بغیر کوئی نافرمان باہر نہیں آسکتا

از ہوس گر از طویلہ بگسلد — در طویلہ دیگراں سر بر کند
اگر ہوس کی وجہ سے اصطبل سے نکلے — (اور) دوسروں کے اصطبل میں گھسے

ور زماں آخُرچیان چُست و خوش — گوشہ افسار او گیرند و کش
فوراً چست اور ہوشیار سائیس — اس کی پھاڑی کا سرا پکڑتے ہیں اور کھینچ لیتے ہیں

حافظاں را گر نہ بینی اے عیار — اختیارت را ببیں بے اختیار
اے مکر! اگر تو نگہبانوں کو نہیں دیکھتا ہے — اپنے اختیار کو بے اختیار دیکھ لے

اختیارے می کُنی و دست و پا — بر کشادستت چرا جلسی چرا
تو ایک چیز اختیار کرتا ہے اور تیرے ہاتھ پاؤں — کھلے ہوئے ہیں، تو رُکا ہوا کیوں ہے؟

رُوئے در انکار حافظ بُردہ — نام تہدیدات[2] نقش کردہ
تو نے محافظ کے انکار کا رخ کر لیا ہے — اس کا نام تو نے نقش کی تہدیدات رکھ لیا ہے

پیش رفتن دقوقی رح بامامت آں قوم
دقوقی رحمۃ اللہ علیہ کا اس قوم کی امامت کے لئے آگے بڑھنا

ایں سخن پایاں نہ دارد تیز دَو — ہیں نماز آمد دقوقی پیش شو
ان باتوں کا خاتمہ نہیں ہے تیز دوڑ — خبردار! نماز (کا وقت) آگیا، آگے ہو جا

اے یگانہ ہیں دوگانہ بر گذار — تا مُتیقن گردد از تو روزگار
اے یکتا! دو رکعتیں ادا کر — تاکہ زمانہ تیری وجہ سے یقین بن جائے

اے[3] امامِ چشم روشن در صلوٰۃ — در امامت پیش کردن کور را
اے نماز میں روشن چشم والے، امام — اندھے کو امامت میں آگے بڑھانا

در شریعت ہست مکروہ اے کیا — چشم روشن بہ وگر باشد سفیہ
اے بزرگ! شریعت میں مکروہ ہے — روشن چشم والا بہتر ہے خواہ اَن پڑھ ہو

گرچہ حافظ باشد و چُست و فقیہ — چشم باشد اصل پرہیز و حذر
(وہ اندھا) اگرچہ حافظ اور ہوشیار اور فقیہ ہو — بچاؤ اور پرہیز کی ہوشیار آنکھ ہوتی ہے

کور را پرہیز نبود از قذر — اندھے کا گندگی سے بچاؤ نہیں ہوتا ہے

---

[1] رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ رافض۔ نافرمان، سرکش۔ آخُرچیان۔ آخوری، گھوڑے کا سائیس۔ افسار۔ پچھاڑی۔ حافظاں۔ اگر انسان اپنے اس نگہبان غیبی کو نہیں دیکھ سکتا تو اس کے وجود کو اس سے سمجھ لے کہ انسان ہر چند کوشش کرتا ہے اور ہر طرح سے کوشش کرنے کو آزاد ہوتا ہے لیکن مقصد تک نہیں پہنچ پاتا اور اس سے معلوم ہوا کہ کوئی نہ کوئی غیبی بندش ہوتی ہے۔

[2] نام تہدیدات۔ یعنی تم اس سے انکار کرتے ہو کہ یہ رکاوٹ محافظ غیبی کی وجہ سے ہے اور یہ کہنے لگتے ہو کہ انسان کو رکاوٹ نفس کے ارادہ کی وجہ سے پیش آجاتی ہے

[3] اے امام۔ یعنی تم ایسے امام ہو جس کی باطنی چشم مکمل ہوتی ہے اور امامت کیلئے ایسا ہی شخص مناسب ہے جو روشن ضمیر ہو۔ در شریعت۔ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ چشم روشن۔ روشن ضمیر امام بہتر ہے خواہ اس کی ظاہری تعلیم نہ ہو۔ قذر۔ نجاست۔

اُو بلیدی را نہ بیند در عبور
وہ گندگی میں گندگی کو نہیں دیکھ سکتا ہے

ہیچ مؤمن را مباد اچشم کور
خدا کرے کسی مومن کی آنکھ اندھی نہ ہو

کوریِ باطن بُود کانِ شرور
باطن کا اندھا پن برائیوں کی کان ہے

زانکہ اندر فعل و قولش نیست نور
کیونکہ اسکے فعل اور قول میں نور نہیں ہوتا ہے

کورِ ظاہر در نجاست ظاہرست
ظاہری اندھا، ظاہر نجاست میں ہے

کورِ باطن در نجاساتِ سرست
باطن کا اندھا، باطنی نجاستوں میں ہے

ایں نجاست ظاہر از آبے رَوَد
یہ ظاہری نجاست پانی سے دور ہو جاتی ہے

واں نجاست باطن افزوں میشود
باطن کی نجاست بڑھتی رہتی ہے

جزو[2] آب چشم نتواں شستن آں
اسکو آنکھ کے پانی کے سوا نہیں دھویا جاسکتا

چوں نجاساتِ بواطن شد عیاں
جبکہ باطنوں کی نجاستیں واضح ہو جائیں

چوں نجس خواندہ است کافر را خدا
جبکہ خدا نے کافر کو نجس کہا ہے

ایں نجاست نیست بر ظاہر ورا
یہ نجاست اس کے ظاہر پر نہیں ہے

ظاہرِ کافر ملوث نیست زیں
کافر کا ظاہر اس سے ملوث نہیں ہے

آں نجاست ہست در اخلاق و دیں
وہ نجاست اخلاق اور دین میں ہے

ایں نجاست بُویش آید بیست گام
اس نجاست کی بدبو بیس قدم سے آتی ہے

واں نجاست بُویش از رَے تا بشام
اس نجاست کی بدبو رَے سے شام تک ہے

بلکہ بُویش آسمانہا بر رَوَد
بلکہ اسکی بدبو آسمانوں تک جاتی ہے

بر دماغِ حُور و رضواں بر شود
حور اور رضوان کے دماغ پر چھا جاتی ہے

آنچہ[3] میگویم بقدرِ فہم تست
میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تیری سمجھ کی بقدر ہے

مُردم اندر حسرتِ فہمِ درست
پوری سمجھ کی حسرت میں میں مرا

فہم آب ست و وجودِ تو سبو
تیری سمجھ پانی ہے اور تیرا وجود ٹھلیا ہے

چوں سبو بشکست ریزد آب زُو
جب ٹھلیا ٹوٹ جاتی ہے پانی اس سے بہہ جاتا ہے

ایں سبو را پنج سوراخست ژرف
اس ٹھلیا میں پانچ گہرے سوراخ ہیں

اندرو نے آب ماند خود نہ برف
اس میں نہ پانی ٹھہرے، نہ برف

اَمرِ غُضُّوا اَبصارَکُم[4]
آنکھیں اپنی نگاہوں کو پست رکھو، کا حکم

ہم شنیدی راست تا نہادی تو سَمَم
بھی سنا، تو نے صحیح کان نہ دھرا

---

[1] عبور۔ گذرنا، چلنا پھرنا۔ کوریِ باطن۔ اگر انسان دل کا اندھا ہے تو وہ مجسم شر ہے۔ کوریِ ظاہر۔ ظاہری اندھے پر تو ظاہری نجاست ہوتی ہے جس کا ازالہ آسان ہے لیکن باطن کے اندھے میں باطنی نجاست ہے جس کا ازالہ بڑا دشوار ہے۔

[2] جزو آبِ چشم۔ ظاہری نجاست پانی سے دھوئی جاتی ہے لیکن باطنی نجاست صرف آنسوؤں سے دھلتی ہے۔ کافر۔ خدا نے کافر کو نجس باطنی نجاست کی وجہ سے قرار دیا ہے۔ ایں نجاست۔ ظاہری نجاست کی بدبو تھوڑی دور تک پھیلتی ہے لیکن باطنی نجاست کی بدبو بہت دور تک پھیلتی ہے۔ بلکہ باطنی نجاست کی بدبو صرف دنیا ہی تک نہیں آسمانوں تک پھیلتی ہے۔ رضوان۔ داروغہ جنت۔

[3] آنچہ می گویم۔ میں نے جو کچھ بتائے وہ تیری عقل کی بقدر بتائے ہیں کوئی پورا سمجھدار ہوگا تو تفصیل بیان کرونگا مجھے اسکی تمنا ہے فہم۔ انسان کے بدن اور فہم کی مثال گھڑے اور اس کے پانی کی سمجھو اس سبو۔ بدن کے ٹھلیا میں حواس خمسہ بمنزلہ پانچ سوراخوں کے ہیں اگر ٹھلیا کے سوراخ نہ بند کئے جائیں تو ٹھلیا میں نہ برف رہیگا جس سے پانی بنتا ہے نہ پانی اسمیں رہیگا اگر حواس خمسہ کی حفاظت نہ کیجائیگی تو فہم

[4] حدیث ہے آنحضرت ﷺ سے قال قال اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم اے نبی مومنوں سے کہدے کہ وہ اپنی نگاہیں پست رکھیں

از دہانت[1] نطق فہمت را برد — گوش چوں یگ آب فہمت را خورد

تیرے منہ کی گفتگو تیری سمجھ کو برباد کر دیتی ہے — کان ریت کی طرح تیری سمجھ کے پانی کو پی جاتا ہے

ہمچنیں سوراخہائے دیگرت — می کشاند آب فہم مضمرت

اسی طرح تیرے دوسرے سوراخ — تیری چھپی ہوئی سمجھ کے پانی کو کھینچ لیتے ہیں

گر ز دریا آب را بیروں کنی — بے عوض آں بحر را ھاموں کنی

اگر تو دریا سے پانی باہر نکالے — بغیر بدلے کے اس دریا کو جنگل بنا دے

بیگہ است ارنے بگویم حال را — مدخلِ اعواض را و ابدال را

بے موقع ہے، ورنہ میں تجھے حال بتاتا — عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا

کاں[2] عوضہا واں بدلہا بحر را — از کجا آید ز بعدِ خرجہا

وہ عوض، اور وہ بدلے، دریا میں — خرچ کے بعد کہاں سے آتے ہیں؟

صد ہزاراں جانور زو می خورند — ابرہا ہم از برونش می برند

اس میں سے لاکھوں جانور پیتے ہیں — ابر بھی (پانی) اس میں سے باہر لے جاتے ہیں

باز دریا آں عوضہا می کشد — از کجا دانند اصحاب رشد

پھر دریا ان بدلوں کو حاصل کر لیتا ہے — کہاں سے؟ ہدایت یافتہ جانتے ہیں

قصہا آغاز کردیم از شتاب — ماند بے مخلص درونِ ایں کتاب

جلدی میں ہم نے بہت سے قصے شروع کر دیئے — اس کتاب (مثنوی) کا باطن بے مقصد رہ گیا

اے[3] ضیاء الحق حسام الدین راد — کہ فلک و ارکان چو تو شاہے نزاد

اے عقلمند، ضیاء الحق، حسام الدین! — کہ آسمان اور عناصر نے تجھ جیسا شاہ نہ جنا

تو بنا در آمدی در جان و دل — اے دل و جان از قدومِ تو تجمل

تم دل و جان میں ندرت سے آئے — تمہاری تشریف آوری سے دل مہمان شرمندہ ہیں

چند کردم مدحِ قومِ ماضیے — قصدِ من زانہا تو بودی اقتضا

میں نے گذشتہ قوم کی بہت تعریفیں کیں — تقاضائے طبع سے تم ہی اُنے میرا مقصود تھے

خانۂ خود را شناسد خود دعا — تو بنامِ ہر کہ خواہی کن ثنا

دعا اپنے مقام کو خود پہچان لیتی ہے — تو جسے چاہے جس کا نام لے کر تعریف کر

بہرِ کتمانِ مدیح از نااہل — حق نہاد ست ایں حکایات و مثل

تعریف کو نااہل سے چھپانے کے لئے — اللہ تعالیٰ نے یہ حکایتیں اور مثالیں بنادی ہیں

---

[1] از دہانت۔ یعنی بیہودہ گفتگو سے بھی فہم برباد ہوتی ہے۔ گوش۔ کان سے فضولیات سنیگا تو فہم برباد ہوگی۔ گر ز دریا۔ دریا کے حواس خمسہ کے ذریعہ بھی فہم حق کا گلشن ہوتا ہے لیکن وہ نفس کا عوض اور بدل حاصل کر لیتے ہیں۔ بیگہ۔ وقت نہیں ہے ورنہ میں سمجھاتا کہ دریا کو عوض اور بدل کہاں سے حاصل ہوتا رہتا ہے۔

[2] کاں عوضہا۔ بڑے دریاؤں کا پانی ختم ہوتا رہتا ہے تو بادل دریاؤں سے پانی حاصل کرتے ہیں سمندر کا پانی بخارات میں تبدیل ہو کر ابر بنتا ہے۔ قصہا۔ میں نے اس کتاب میں قصے بیان کرنا شروع کر دیئے۔

[3] اے ضیاء الحق۔ اس مصرع کا تعلق بارھویں شعر کے آخری مصرع بر تو نیست سے ہے کہ ریا میں ضیاء الحق کی تعریف ہے۔ راد۔ عقلمند، بزرگ، نادر۔ یعنی ضیاء الحق کی شخصیت نادر زمانہ ہے۔ تجمل۔ چونکہ میرا دل تیرے شایانِ شان نہیں ہے اقتضاء۔ یعنی میری طبیعت کا تقاضہ یہی ہے کہ تیرا ذکر در حدیث دیگراں کرتا رہوں۔ بہر کتمان۔ اصل شخص کو مخفی رکھنے کیلئے اس کو کسی مثال کے ذریعہ ذکر کیا جاتا ہے۔

گرچہ[1] آں مدح از تو ہم آمد خجل
اگرچہ وہ تعریف بھی تم سے شرمندہ ہے

لیک بپذیرد خدا جہد المقل
لیکن اللہ (تعالیٰ) نادار کی کوشش قبول فرمالیتا ہے

حق بپذیرد کسرہ دارد معاف
اللہ (تعالیٰ) ٹکڑا قبول کرلیتا ہے زیادہ سے درگزر کرتا ہے

کز دو دیدہ کور دو قطرہ کفاف
کہ اندھی آنکھوں سے دو قطرے کافی ہیں

مرغ و ماہی داند آں ابہام را
اس اجمال کو پرند اور مچھلی سمجھتے ہیں

کہ ستودم مجمل ایں خوش نام را
کہ میں نے مجملاً اس پیارے نام کی تعریف کی ہے

تا بروآہِ حسوداں کم وزد
تاکہ حاسدوں کی آہ اس پر نہ لگے

تا خیالش را بدنداں کم گزد
تاکہ ان کے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں

خود[2] خیالش را کجا یابد حسود
اس کے خیال کو حاسد کب پائے گا؟

در دُ ثاقِ موش طوطی کے غنود
چوہے کے بل میں طوطی کب سوئی ہے!

آں خیال او بود از اختیال
وہ اس کا بناوٹی خیال ہے

موئے ابروے ویست آں نے ہلال
وہ اس کی ابرو کا بال ہے، نہ کہ چاند

مدح تو گویم بروں از پنج و ہفت
میں تمہاری تعریف پانچ اور سات سے زیادہ کرتا ہوں

برنویس اکنوں دقوقی پیش رفت
اب لکھ دو کہ دقوقی آگے ہو گئے

پیش رفتن دقوقیؒ تا امامت آں قوم غیبی

اس غیبی قوم کی امامت کے لئے دقوقی کا آگے بڑھنا

در تحیات[3] و سلامِ صالحین
التحیات اور نیکوں پر سلام میں

مدح جملہ انبیا آمد عجین
سب نبیوں کی تعریف گندھی ہوئی ہے

مدحہا شد جملگی آمیختہ
سب کی ملی جلی تعریف ہو گئی

کوزہا در یک لگن در ریختہ
پیالوں کو ایک طشت میں ڈال دیا

زانکہ خود ممدوح جز یک پیش نیست
اس لئے کہ خود ممدوح ایک کے علاوہ نہیں ہے

کیشہا زین روے جز یک کیش نیست
اس اعتبار سے مذاہب بھی ایک کے علاوہ نہیں ہیں

دانکہ ہر مدحے بنورِ حق رود
سمجھ لے کہ ہر تعریف اللہ (تعالیٰ) کے نور کی طرف جاتی ہے

بر صُوَر و اشخاص عاریت بود
صورتوں اور شخصوں کے لئے عارضی ہوتی ہے

صُوَر، اشخاص اور صورتیں چونکہ اسی نورِ حق سے کسب فیض کرلیتی ہیں لہٰذا وہ قابلِ مدح ہوجاتی ہیں۔

---

[1] گرچہ: میری تعریفیں تیرے مرتبے سے کم ہیں کمزور روٹی کا ٹکڑا ایک گداسے اللہ تعالیٰ روٹی کا ایک ٹکڑا بھی قبول فرمالیتا ہے اور زیادہ مقدار کے صدقہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوتا ہے۔ کز دو دیدہ: اللہ کے یہاں آنکھوں کے دو آنسوؤں کی وہ قدر ہے جو بڑے سے بڑے مال کی قدر نہیں ہے۔ ابہام: یعنی میں نے جو تعریفیں کی ہیں ان سے مقصود... ضیاء الحق ہیں۔ بتجرد ضیاء الحق کا نام صراحۃً اس لئے نہیں لیا تاکہ حاسد اُن پر حسد نہ کریں۔

[2] خود خیالش: ضیاء الحق کا تصور حاسدوں کے دماغ میں نہیں آسکتا، کیونکہ تصور اور حاسدوں کے دماغوں کی مثال طوطی اور چوہے کے بل کی ہے۔ اختیال: اُن حاسدوں کے ذہن میں ضیاء الحق کا حقیقی تصور نہیں ہے بلکہ بناوٹی ہے جیسا کہ بعض چاند دیکھنے والوں کو اپنی ابرو کا بال چاند کی صورت میں نظر آجاتا ہے۔ پنج: یعنی پانچوں حواس۔ ہفت: یعنی ساتوں آسمان۔

[3] در تحیات: التحیات میں جب کوئی السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین کہتا ہے تو اس میں مجملاً سب نبیاء اور نیک بندوں پر سلامتی کی دعا ہو جاتی ہے۔ ممدوح حقیقی تعریف صرف خدا کی ہے۔

مدحہا جز مستحق را کے کنند
(لوگ) مستحق کے علاوہ کسی کی کب تعریف کرتے ہیں؟

ہمچو نورِ تافتہ بر حائطے
جس طرح کہ نور دیوار پر پڑتا ہے

لاجرم چوں نور سوئے اصل راند
لامحالہ جب نور اصل کی طرف پلٹ جائے

باز چاہے عکسِ ماہے وانمود
یا کسی کنویں میں چاند کا عکس نمودار ہوا

در حقیقت مادحِ ماہست اُو
حقیقتاً وہ چاند کی تعریف کرنے والا ہے

مدحِ اُو مہ راست کے آں عکس را
اسکی تعریف چاند کیلئے ہے نہ کہ عکس کے لئے

کز شقاوت[1] گشت گمراہ آں دلیر
کیونکہ وہ جری بدبختی سے گمراہ ہوگیا ہے

زیں بتاں خلقے پریشاں میشوند
ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں

زانکہ شہوت با خیالے راندہ است
کیونکہ شہوت رانی ایک خیال سے کی ہے

با خیالے[2] میل تو چوں پر بود
خیال کی جانب تیرا جھکاؤ پر کی طرح ہوتا ہے

چوں براندی شہوتے تیرت بر بخت
جب تو نے شہوت رانی کی تو تیرا پر بھر گیا

پر نگہدار و چنیں شہوت مراں
پر کی حفاظت کر اور ایسی شہوت رانی کر

خلق پندارند عشرت می کنند
لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ عیش کر رہے ہیں

لیک بر پنداشت گمرہ[1] می شوند
لیکن (فاسد) گمان کی وجہ سے گمراہ ہوجاتے ہیں

حائطِ آں انوار را چوں رابطے
(اور) دیوار ان نوروں کے لئے واسطہ ہے

ضال مر گم کرد و ز استنائش بماند
گمراہ نے چاند کو گم کردیا اور تعریف سے رک گیا

سر بہ چہ می کرد و آں را می ستود
کنویں میں سر جھکایا اور اس کی تعریف کر رہا ہے

گرچہ جہل اُو بعکسش کرد رُو
اگرچہ اُس نے نادانی سے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہو

کفر شد آں چوں غلط شد ماجرا
جب معاملہ غلط ہوگیا کفر ہوگیا

مہ بالا بود و پنداشت زیر
چاند اوپر تھا، وہ نیچے سمجھا

شہوتے راندہ پشیماں میشوند
شہوت پوری کرکے شرمندہ ہوتے ہیں

در حقیقت دُور تر واماندہ اند
(در حقیقت اصل سے) بہت دُور جا پڑتے ہیں

تا بداں پر بر حقیقت بر شود
تاکہ تو اس پر کے ذریعہ حقیقت تک پہنچے

لنگ گشتی واں خیال از تو گریخت
تو لنگڑا ہوگیا اور وہ خیال تجھ سے بھاگ گیا

تا پرِ میلت بر د سوئے جناں
تاکہ میلان کا پر تجھے جنتوں کی طرف لیجائے

بر خیالے پر خود بر می کنند
ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں

---

[1] گمراہ۔ اگر کوئی ان صورتوں اور اشخاص کو اصل سمجھ بیٹھے تو گمراہ ہے۔ جیسے نور دیوار پر جو چاندنی ہے وہ اسکی اپنی نہیں ہے بلکہ وہ چاند کی ہے۔ اب اگر کوئی دیوار پر چاندنی ہونے سے چاند کی تعریف چھوڑ بیٹھے تو اس کی گمراہی ہے۔ یا جیسے پانی میں جو عکس ہے اسکی تعریف چاند کی تعریف ہے۔ اگر کوئی بالکل اصل تعریف اس عکس کی کرے تو اس کی گمراہی ہے۔

[2] کز شقاوت۔ تمام خوبیوں کا منبع تو ذاتِ خداوندی ہے اگر کوئی مخلوق کو اصل سمجھ بیٹھے تو یہ اسکی بدبختی ہے۔ زیں بتاں یعنی مجازی معشوقوں کے عشق کا نتیجہ محض شہوت پرستی ہے۔

[3] با خیالے یعنی مارضی حسن دیوار کی چاندنی جیسا ہے۔

[4] با خیالے۔ خیالی عشق سے اگر عشق بھی ہو تو حقیقت تک پہنچنے کیلئے ہو جیسا کہا گیا ہے اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ... اَلْحَقِیْقَۃ۔ عشقِ مجازی عشقِ حقیقی عشق کا پل ہے۔ پر۔ یہ جذبۂ عشق ایک پر ہے اس کو حقیقت تک پرواز کا ذریعہ بنانا چاہیئے خلق۔ لوگ عشقِ مجازی میں شہوت رانی کرکے اپنے اس پر کو جو حقیقت تک پرواز کا سبب بن سکتا تھا برباد کردیتے ہیں۔

وام[1] دار شرح این نکتہ شدم
میں اس نکتہ کی تشریح کا قرضدار ہو گیا ہوں

مہلتم دہ مُعسرم زاں تن زدم
مجھے مہلت دے کیونکہ میں خاموش ہو گیا ہوں

باز گشتم زانکہ شد قصہ دراز
میں لوٹتا ہوں، کیونکہ قصہ دراز ہو گیا

وقت تنگ و قوم موقوف نماز
وقت تنگ ہے اور لوگ نماز میں کھڑے ہیں

اقتدا کردن آں قوم از پسِ دقوقیؒ

اُس قوم کا دقوقیؒ کے پیچھے اقتدا کرنا

پیش درشد آں دقوقیؒ در نماز
نماز میں دقوقیؒ آگے ہو گئے

قوم ہمچوں اطلس آمد او طراز
قوم اطلس کی طرح تھی، وہ نقش و نگار جیسے

اقتدا کردند آں شاہاں قطار
اُن شاہوں نے قطار بنا کر اقتدا کی

در پئے آں مقتدائے نامدار
اُس نامدار مقتدا کے پیچھے

چونکہ با تکبیرہا مقروں شدند
جیسے ہی وہ تکبیروں سے وابستہ ہوئے

ہمچو[2] قرباں از جہاں بیروں شدند
قربانی کی طرح دنیا سے باہر نکل گئے

معنیِ تکبیر اینست اے امیم
اے امام! تکبیر کے معنی یہ ہیں

کاے خدا پیشِ تو ما قرباں شدیم
کہ اے خدا! ہم تیرے سامنے قربان ہو گئے

وقتِ ذبح اللہ اکبر میکنی
ذبح کے وقت، تو اللہ اکبر پڑھتا ہے

ہمچنیں در ذبحِ نفسِ کشتنی
اسی طرح گردن زدنی نفس کے ذبح میں

گوئی اللہ اکبر و آں شوم را
تو اللہ اکبر پڑھ، اور اُس بدبخت کا

سر ببر تا وارہد جاں از فنا
سر کاٹ دے تاکہ روح ہلاکت سے نجات پا جائے

تن چوں[3] اسماعیلؑ و جاں ہمچوں خلیلؑ
جسم اسمٰعیلؑ کی طرح اور روح خلیلؑ کی طرح ہے

کرد جاں تکبیر بر جسمِ نبیل
روح نے شاندار جسم پر تکبیر پڑھ دی

گشت کشتہ تن ز شہوتہا و آز
جسم شہوتوں، اور حرص سے مُردہ ہو گیا

شد بہ بسم اللہ البسمل در نماز
بسم اللہ کے ذریعہ نماز میں بسمل ہو گیا

چوں قیامت پیشِ حق صفہا زدہ
قیامت (کے دن) کی طرح اللہ (تعالیٰ) کے سامنے صفیں باندھ دی گئیں

در حساب و در مناجات آمدہ
حساب اور سوال و جواب میں لگے ہیں

ایستادہ پیشِ یزداں اشک ریز
اللہ (تعالیٰ) کے سامنے کھڑے ہوئے آنسو گرا رہے ہیں

بر مثالِ راست خیزِ رستخیز
قیامت میں سیدھے کھڑے ہونے والوں کی طرح

---

[1] وام۔ اس نکتہ کی تفصیل پھر کسی وقت بتاؤں گا۔ معسرم۔ تنگ دست، مقروض کو مہلت دی جاتی ہے۔

[2] ہمچو قرباں۔ قربانی کے جانور پر جب تکبیر کہہ کر چھری چلا دی جاتی ہے تو وہ اس دنیا سے منقطع ہو جاتا ہے۔ مقتدی تکبیر تکبیرِ تحریمہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ نمازی دربارِ خداوندی میں اپنے نفس کی قربانی پیش کرتا ہے۔ گویا۔ لہٰذا جب تم تکبیر کہو تو فوراً نفسِ امّارہ کو ذبح کر ڈالو۔

[3] تن چو اسماعیل۔ تکبیر تحریمہ کے وقت روح کو بمنزلہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بنایا اور جسم کو بمنزلہ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کے بنایا۔ گشت کشتہ۔ اللہ اکبر کے ذریعہ جسم شہوت اور حرص کے اعتبار سے مُردہ ہو جانا چاہیئے اور بسم اللہ کے ذریعہ جسم بسمل سر بُریدہ ہو جانا چاہیئے۔ چوں قیامت۔ نماز کی جماعت اور حالت کو ایسا سمجھو جیسا کہ قیامت میں حضرت حق کے دربار میں صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے اور حساب کتاب اور سوال و

حق همی گوید چه آوردی مرا
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے تو میرے لئے کیا لایا ہے؟

عمر خود را در چه پایاں بردهٔ
اپنی عمر کس چیز میں ختم کی ہے؟

گوهر دیده کجا فرسودهٔ
آنکھ کے گوہر کو کہاں گنوا ہے!

چشم و گوش و هوش گوهرهاے عرش
آنکھیں اور کان اور حواس عرش کے جواہر ہیں

دست و پا دادمت چون بیل و کلند
میں نے تجھے ہاتھ اور پاؤں بیل اور کلہاڑے

همچنیں پیغامهائے دردگیں
اسی طرح کے درد ناک پیغام

در قیام این گفتها دارد رجوع
قیام (کی حالت) میں یہ باتیں آتی ہیں

ایستادن را نمانده قوتے
کھڑے رہنے کی قوت نہیں رہتی

قوت استادن از خجلت بماند
شرمندگی کی وجہ سے کھڑے رہنے کی طاقت نہیں رہتی

باز فرماں در رسد بردار سر
پھر حکم ہوتا ہے، سر اٹھا

سر برآرد از رکوع او شرمسار
وہ شرمندگی کی حالت میں رکوع سے سر اٹھاتا ہے

باز فرماں آیدش بردار سر
پھر اس کو حکم ہوتا ہے، سر اٹھا

سر برآرد او دگرره شرمسار
وہ شرمندہ دوبارہ سر اٹھاتا ہے

اندریں مهلت که دادم مر ترا
اس وقفہ میں جو میں نے تجھے دیا

قوت و قوت در چه فانی کرده
روزی اور طاقت کس چیز میں ختم کی ہے؟

پنج حس را در کجا پالوده
پانچوں حواس کا کس جگہ صفایا کیا ہے؟

خرج کردی چه خریدی توز فرش
تو نے (آنکھ) خرچ کیا، زمین سے کیا خریدا؟

من نبخشیدم ز خود آں کے شدند
وہ میں نے دیئے خود بخود کہاں ہوئے؟

صد هزاراں آید از حضرت چنیں
دربار سے لاکھوں آتے ہیں

در رکوع شد دوتا اندر رکوع
شرمندگی سے رکوع میں دوہرا ہو جاتا ہے

در رکوع آمد ز شرم او ساعتے
وہ تھوڑی دیر کے لئے رکوع میں ہو جاتا ہے

در رکوع از شرم تسبیحے بخواند
شرم سے رکوع میں تسبیح پڑھنے لگا

از رکوع و پاسخ حق بر شمر
رکوع سے، اور اللہ (تعالیٰ) کا جواب شمار کر

باز اندر رو فتد آں خامکار
پھر وہ ناقص العقل منہ کے بل گر پڑتا ہے

از سجود و داده از کرده خبر
سجدے سے اور (اپنے) عمل کی بات بتا

اندر افتد باز در رو همچو مار
پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے

حق همی گوید۔ اب نماز میں جب تم قیام میں ہو تو گویا اللہ تعالیٰ تم سے سوال کرتا ہے کہ تم کو جو زندگی کی مہلت دی ہے اس میں تم نے میرا کیا کام کیا ہے۔ قوت قوت میں نے تجھے روزی اور طاقت دی وہ کس کام میں صرف ہوئی ہے۔ چشم و گوش۔ حواس تم سے دیئے۔ ہاتھ پاؤں میں نے ہی دیئے ان کو کس کام میں لایا ہے۔

در قیام۔ نماز میں قیام کی حالت میں جب یہ سوالات سنتا ہے تو رکوع میں جا کر گویا شرمندگی سے مجھک جاتا ہے۔ ایستادن۔ اب اس میں اتنی سکت نہیں رہتی کہ کھڑا رہ سکے تو شرمندہ ہو کر جھک کر تسبیح پڑھنے لگتا ہے۔

باز فرماں۔ پھر گویا اس کو اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ سر اٹھا اور جواب دے تو وہ قومہ میں کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر شرمندگی سے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔ باز فرماں۔ پھر سجدہ کی حالت میں اس کو سر اٹھانے کا حکم ہوتا ہے وہ سجدہ سے سر اٹھا لیتا ہے لیکن شرمندگی سے پھر دوسرے سجدہ میں گر پڑتا ہے۔

باز گوید سر برآر و باز گو
پھر اللہ (تعالےٰ) فرماتا ہے سر اُٹھا اور بتا

کہ بجو اہم جست از تو مو بمو
میں تجھ سے ذرہ ذرہ کی جستجو کروں گا

قوت یا ایستادن نبودش
اُس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے

کہ خطاب ہیبتے بر جان زدش
کیونکہ ہیبتناک خطاب نے اُس کی جان پر حملہ کیا ہے

پس نشیند قعدہ زاں بار گراں
اُس بھاری بوجھ کیوجہ سے وہ قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے

حضرتش گوید سخن گو با بیاں
اللہ (تعالےٰ) اُس سے فرماتا ہے مفصل بات کہہ

نعمتت دادم بگو شکرت چہ بود
میں نے تجھے نعمتیں دیں بتا تیرا شکریہ کیا تھا؟

دادمت سرمایہ ہیں بنمائے سود
میں نے تجھے سرمایہ دیا اُس کا نفع دکھا؟

چوں نہ سرمایہ بود او را نہ سود
چونکہ اُس کے پاس نہ سرمایہ ہوتا ہے نہ نفع

شافعے خواہد کہ گوید عذر زود
(اسلئے) وہ سفارشی چاہتا ہے تاکہ جلدی عذرخواہی کرے

بیانِ[۵۲] اشارتِ سلام سوئے دست راست در قیامت از ہیبت محاسبۂ حق تعالےٰ و از انبیاء استعانت و شفاعت جوستن

اللہ تعالےٰ کے محاسبہ کی ہیبت کی وجہ سے داہنی جانب سلام کا اشارہ اور انبیاء سے مدد اور شفاعت چاہنے کا بیان

رُو بدست راست آرد در سلام
سلام میں داہنی جانب کو رُخ کرتا ہے

سوئے جانِ انبیاء و آں کرام
انبیاء اور بزرگوں کی روح کی جانب

انبیاء را او سلامی می کند
وہ انبیاء کو سلام کرتا ہے

استعانت را طلب کردن مدد
استعانت اور مدد طلب کرنے کے

یعنی[۵۳] اے شاہاں شفاعت کایں لئیم
یعنی اے شاہو (شفاعت کرو) کیونکہ یہ کمینہ

سخت در گل ماندہ اش پائے و گلیم
اُس کا پاؤں اور کمبل دلدل میں پھنسا ہے

انبیاء گویند روز چارہ رفت
انبیاء کہیں گے تدبیر کا وقت جاتا رہا

چارہ آنجا بود و دست افزار رفت
تدبیر اور کافی سامان وہاں (میں تھا)

مرغ بیوقتی تو اے بدبخت رو
تو مرغ بے ہنگام ہے اے بدبخت! چلا جا

ترکِ ما گو خونِ ما اندر مشو
ہمیں معاف کر ہماری جان کے درپے نہ ہو

رُو بگرداند بسوئے دستِ چپ
وہ بائیں جانب رُخ کرتا ہے

در تبار و خویش گویندش کہ خب
خاندان اور رشتوں میں سے اُس سے کہتے ہیں کہ

---

۵۲ بازگوید۔ دوسرے سجدہ میں پھر اُس کو حکم ملتا ہے کہ سر اُٹھا اور جواب دے تو اُس میں اتنی طاقت نہیں رہتی کہ وہ کھڑا ہو سکے لہٰذا قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے — نعمت۔ قعدہ کی حالت میں گویا اللہ تعالےٰ اُس سے فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے نعمتوں کا سرمایہ دیا تھا اُس سرمایہ کا نفع دکھا کہاں ہے۔ چونکہ نہ سرمایہ۔ اب وہ دیکھتا ہے کہ نہ اُس کے پاس سرمایہ ہی ہے نہ نفع تو گھبرا کر شفاعت کرنے والے کی تلاش شروع کر دیتا ہے

۵۲ بیان یعنی اب وہ داہنی جانب سلام کرتا ہے تو گویا انبیاء اور کرّاماً کاتبین سے اپنی سفارش کی استدعا کرتا ہے

۵۳ یعنی۔ دائیں جانب سلام کرنے سے گویا اُس کا مدعا انبیاء سے سفارش چاہنا ہے۔ انبیاء۔ انبیاء اُس کو جواب دینگے وقت نکل گیا اب کوئی تدبیر نہیں ہے اس وقت بے موقع چیخ اور پکار ہے ہر دو گرداند۔ اب وہ گویا مایوس ہو کر بائیں جانب سلام کر کے اپنے رشتہ داروں سے مدد کا خواہاں ہوتا ہے

هیں[1] جواب خویش گو با کردگار
خبردار! اپنا جواب اللہ (تعالیٰ) کو دے

ما کہ ایم اے خواجہ دست از ما بدار
ہم کون ہوتے ہیں اے جناب ہمیں معاف کیجئے

نے ازیں سُو نے ازاں سُو چارہ شد
(جب) نہ اِدھر سے نہ اُدھر سے کوئی تدبیر ہوئی

جانِ آں بیچارہ دلِ صد پارہ شد
اُس بے چارے کی جان سو ٹکڑوں والا دل بنی

از ہمہ نومید شد مسکیں کیا
وہ بھلا مسکین ہر طرف سے مایوس ہو گیا

پس برآرد ہر دو دست اندر دُعا
تو دعا میں دونوں ہاتھ اُٹھاتا ہے

کز ہمہ نومید گشتم اے خدا
کہ اے خدا! میں سب سے مایوس ہو گیا ہوں

اوّل و آخر توئی و مُنتہا
اوّل اور آخر تو ہی ہے اور (تو ہی) منتہا ہے

ہست امیدے کہ عنایت در رسد
(اب) اُمید ہے کہ مہربانی ہو جائے

گردد او ایمن ز حبلِ مِن مَسَد
وہ سو بخت کی رسّی سے محفوظ ہو جائے

در نماز ایں خوش اشارتہا ببیں
نماز میں ان اچھے اشاروں کو سمجھ لے

تا بدانی کایں نخواہد شد یقیں
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ یقیناً ہو گا

معنیٔ[2] تسلیم ایں اے مُقتدی
اے مقتدی! اطاعت کے یہی معنی ہیں

کہ توئی حق ہادی و ما مُہتدی
کہ (اے) اللہ تو ہی ہدایت دینے والا ہے اور ہم ہدایت یافتہ ہیں

ہر چہ فرمائی تو مُنقادیم ما
تو جو حکم دے ہم تابعدار ہیں

با قضائے[3] جُرم گو شادیم ما
کہدے (جُرم کی) سزا پر ہم راضی ہیں

بچۂ ببروں آر از بیضۂ نماز
نماز کے انڈے سے بچہ باہر نکال

سر مزن چوں مُرغ بے تعظیم ساز
بغیر تعظیم اور آداب کے مُرغ کیطرح سر نہ مار

شنیدن آں دقوقیؒ در نماز افغانِ اہلِ کشتی را در غرق شدن

نماز کی حالت میں دقوقیؒ کا کشتی والوں کی ڈوبنے میں فریاد سننا

آں دقوقیؒ در امامت کرد ساز
دقوقیؒ نے امامت شروع کر دی

اندر آں ساحل در آمد در نماز
اُسی ساحل پر اُنھوں نے نماز شروع کی

واں جماعت در پئے او در قیام
وہ جماعت اُن کے پیچھے قیام میں (تھی)

اَیمنت زیبا قوم و برگزیدہ امام
تھے: اچھی قوم اور برگزیدہ امام

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد
اچانک اُن کی نگاہ دریا کی جانب پڑی

چوں شنید از سوئے دریا داد داد
جب دریا کی جانب سے انھوں نے فریاد فریاد سنا

[1] ہیں۔ رشتہ وار بھی اُس کو مایوس کر دیتے ہیں نے زمیں شُو۔ جب وہ دونوں جانبوں سے مایوس ہو جاتا ہے تو اب دل شکستہ ہو کر بارگاہِ خداوندی میں دستِ دعا دراز کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ سب جگہ سے مایوس ہو کر تیری طرف رجوع کرتا ہوں ہست۔ جب وہ اللہ سے دعا کرتا ہے تو اُمید پڑتی ہے کہ خدا اُس پر رحم کرے اور اُس کی گلو خلاصی ہو جائے۔

[2] معنیٔ تسلیم۔ اوپر کے اشعار میں نماز کے جو اشارے ہیں وہ تو ہر نمازی کیلئے ہیں اب جماعت میں مقتدی بننے کا اشارہ یہ سمجھو کہ وہ امام کے حرکات اور سکنات پر سرِ تسلیم خم کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہدایت پر عمل پیرا ہونے کا اشارہ ہے۔

[3] با قضائے جرم۔ یہاں تک کہ وہ اپنی خطاؤں کی سزا پر اظہارِ رضا کرتا ہے۔ بچۂ۔ ہم نے نماز کے ارکان کے جو اشارے سمجھائے اُن سے نتیجہ نکال لے اور نماز میں محض ٹھونگے نہ مار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ ایمنت۔ تجھے یعنی مقتدی بھی بہترین تھے اور امام بھی۔ دقوقیؒ۔ یعنی کشتی والوں کی فریاد۔

درمیان موج دید اُو کشتیے
انھوں نے موجوں میں ایک کشتی دیکھی

در قضا و در بلا و زشتیے
قضا میں، اور بلا میں، اور تباہی میں

ہم شب و ہم ابر و ہم موجِ عظیم
رات بھی، اور ابر بھی، اور بڑی موج بھی

آن سہ تاریکی و از غرقاب بیم
تین اندھیریاں اور ڈوبنے کا ڈر

تُند بادے ہمچو عزرائیل خاست
تند آندھی کی طرح تیز ہوا اٹھی

موجہا آشوفت اندر چپ و راست
(جس نے) دائیں اور بائیں موجیں پھیلا دیں

اہلِ کشتی از مہابت کاستہ[1]
کشتی والے خوف سے شکستہ ہوئے

نعرہ و واویلہا برخاستہ
نعرے اور واویلا بلند کیے ہوئے

دستہا در نوحہ بر سر میزدند
رونے میں ہاتھ سر پر مار رہے تھے

کافر و ملحد ہمہ مخلص شدند
کافر اور بددین سب مخلص ہو گئے تھے

باخدا[2] با صد تضرع آں زماں
اُس وقت سینکڑوں عاجزیوں سے خدا سے

عہدہا و نذرہا کردہ بجاں
دل و جان سے عہد اور منتیں مانتے تھے

سر برہنہ در سجود آنہا کہ ہیچ
ننگے سر، سجدہ میں وہ لوگ جو کبھی

رُوئے شاں قبلہ ندید از پیچ پیچ
اُنکے منہ نے قبلہ نہ دیکھا تھا (بے دینی کی وجہ سے)

گفتہ کہ بیفائدست ایں بندگی
(پہلے) وہ کہتے تھے، یہ عبادت بیکار ہے

آں زماں دیدہ دراں صد زندگی
اُس وقت اُس میں سینکڑوں زندگیاں دیکھتے تھے

از ہمہ امید ببریدہ تمام
سب، سب سے اُمید منقطع کر چکے تھے

دوستاں و خال و عم و باب و مام
دوستوں اور ماموں اور چچا اور باپ اور ماں سے

زاہد و فاسق شد آں دم متقی[3]
زاہد اور بدکار اُس وقت متقی ہو گئے تھے

ہمچو در ہنگامِ جاں کندن شقی
جیسا کہ بدبخت، نزع کی حالت میں

نے زچپ شاں چارہ بود و نے ز راست
اُنکے لئے نہ دائیں سے کوئی تدبیر تھی نہ بائیں سے

چیلہا چوں مُرد ہنگامِ دعاست
تدبیریں جب فنا ہوں، دعا کا وقت ہے

در دعا ایشان و در زاری و آہ
وہ عاجزی اور آہ اور دعا میں مصروف تھے

بر فلک از ایشاں شدہ دُود سیاہ
اُنکی آہوں کا کالا دھواں آسمان پر پہنچ گیا تھا

دیو آں دم از عداوت بَین بَین
شیطان اُس وقت عداوت کی وجہ سے پریشان تھا

بانگ زد کائے سگ پرستاں علتین
پکارا کہ اے کتے کے پرستارو! دُہرا نقصان ہے

---

[1] کاستہ یعنی دبے پچے ہوئے۔ کاہ درماندہ مشہور ہے۔ ۱۲

[2] باخدا۔ گرداب میں پھنس کر سب کشتی سوار مخلص ہو جاتے ہیں اور خدا سے دعا مانگنے لگتے ہیں۔ قبلہ ندید۔ جن لوگوں نے تمام عمر میں سجدہ نہ کیا ہو وہ سجدے کرنے لگتے ہیں۔ گفتہ۔ تمام عمر عبادت کو بیکار بتاتے رہے تھے۔ دوستاں۔ دنیا کے تمام وسیلے ختم ہو جاتے ہیں تو خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

[3] زاہد۔ نزع کے وقت فرعون بھی ایمان لانے لگا تھا جبلتہ۔ انسان کی فطرت ہے کہ سب تدبیریں ختم ہو جانے کے بعد خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ دود سیاہ۔ اُنکی آہوں کا کالا دھواں۔ دیو۔ بدکاروں کے شیطان کے پرستار ہیں جب وہ پریشانی کے وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں تو شیطان گھبرا اٹھتا ہے اور اُن کو پکار کر کہتا ہے اللہ کی طرف رجوع نہ کرو ورنہ تو خواہیوں میں جکڑا ہو جاؤ گے تو بہ کے بعد بدعہدی اور گناہ۔ بین بین۔ یعنی تذبذب بعض نسخوں میں تیز بین یعنی شیطان ان کو گھور رہا تھا۔

مَرگ و جَسک[1] اے اہلِ انکار و نفاق
اے انکار اور نفاق والو! موت، اور درد

عاقبت خواہد بُدن ایں اتّفاق
انجام کار اِس کا اتّفاق ضرور ہوگا

چشمِ تاں تر باشد از بعدِ خلاص
خلاصی کے بعد (کیا) تمہاری آنکھ نم ہوگی؟

کہ شوید از بہرِ شہوت دیو خاص
کیونکہ شہوت پرستی کیلئے جو تمہیں شیطان بہکاتا

یاد تاں ناید کہ روزے در خطر
تمہیں یاد (بھی) نہ آئے گا کہ خطرے کے دن

دستِ تاں بگرفت یزداں از قدر
قدرت سے خدا نے تمہاری دستگیری کی ہے

ایں ہمی آمد ندا از دیو لیک
شیطان کی یہ آواز آرہی تھی، لیکن

ایں سخن را نشنود جز گوشِ نیک
اِس کو نیک کان کے علاوہ کوئی نہیں سُن رہا تھا

راست[2] فرمود ست با ما مصطفےٰ
ہم سے مصطفےٰ نے سچ فرمایا ہے

قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا
جو قطب اور شہنشاہ اور صفا کے دریا ہیں

کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت
کہ ناداں جو کچھ انجام پر دیکھے گا

عاقل آں بیند ز اوّل مرتبت
عقلمند اُس کو پہلے مرتبہ میں دیکھ لیتا ہے

کار ہا را آغاز گر غیبست و سِر
تمام کاموں کا انجام، اگرچہ شروع میں پوشیدہ اور راز ہے

عاقل اوّل دید و آخر آن مُصر
عقلمند نے شروع میں دیکھ لیا اور (اِسی) جہالت پر مُصر

اوّلش پوشیدہ باشد و آخراں
جِس کے شروع (میں) انجام پوشیدہ ہوتا ہے، اُس کو (ہی)

عاقل و جاہل بہ بیند در عیاں
عقلمند اور ناداں آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے

گر نہ بینی واقعہ غیب اے عَنُود
اے سرکش! اگر تو غیب کے واقعات نہیں دیکھتا

حَزم[3] را سیلاب کے اندر رُبُود
(تو) احتیاط کو سیلاب کب بہالے گیا ہے؟

تصوّراتِ مردِ حازم
ممتاط انسان کے خیالات

حَزم[4] چہ بُود بد گمانی در جہاں
احتیاط کیا ہوتی ہے، دنیا میں بدگمانی

دمبدم دیدن بلائے ناگہاں
لمحہ بہ لمحہ ناگہانی بلا دیکھنا

آنچنانکہ ناگہاں شیرے رسید
اِس طرح کہ اچانک ایک شیر آیا

مَرد را بُربُود و در بیشہ کشید
اُس نے ایک شخص کو پکڑا اور کچھار میں کھینچ لے گیا

اُو چہ اندیشد دراں بُرد و دَبیں
اُس نے جانے میں وہ کیا سوچتا ہے، غور کر

تو ہماں اندیش اے اُستاد دیں
اے دین کے اُستاد، تو بھی وہی سوچ

[1] جسک: جیم کے فتحہ کے ساتھ، درد و رنج چشیدن تاں۔ یعنی نجات پانے کے بعد تم کبھی روؤ گے اور نہ یہ یاد کرو گے کہ خدا نے تمہاری دستگیری کی تھی فشنود۔ یعنی صرف نیک لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ شیطانی آواز محض نیکی سے روکنے کیلئے ہے۔

[2] راست۔ اِس واقعہ سے آنحضورؐ کے قول کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ جاہل کو جو کچھ انجام کار میں کرنا پڑتا ہے وہ عقلمند ابتدا ہی کار میں کر گزرتا ہے کشتی نشیں مشتاق نے بالآخر وہی گریہ و زاری کی جو اولیاء اللہ ابتدا میں کر لیتے ہیں۔ کانچہ بمعنی جو کچھ۔

انچہ دانا کند کند ناداں
لیک بعد از خرابی بسیار

مُضمر۔ اپنی جہالت پر مُصر رہنا۔ اگر ایک عالم آدمی بھی پیش آنے والی بات کو نہیں دیکھ پاتا تو حزم اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ مصائب میں پھنسنے سے ڈرتا رہے اور توبہ و استغفار کرتا رہے۔

[3] حزم۔ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کبھی مطمئن نہ ہو اور ہر وقت بلائے ناگہانی سے بچنے کی تدبیر کرتا رہے۔ چنانچہ حزم کے معنی اِس مثال سے سمجھ لو کہ مثلاً ایک آدمی جس کو شیر جھپٹ گیا ہے جو وہ اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچتا ہے تم شیر کے حملے سے پہلے ہی وہ سوچ لو۔

می کشد[1] شیرِ قضا در بیشہا — جانِ ما مشغولِ کار و پیشہا

قضا کا شیر جھاڑوں میں گھسیٹ کر لیجا رہا ہے — ہماری جان، کام اور پیشوں میں لگی ہے

آنچناں کز فقر می ترسند خلق — زیرِ آب شور رفتہ تا بہ حلق

جس طرح لوگ فقر سے ڈرتے ہیں — (گویا کہ) کھارے پانی میں گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں

گر بترسندے ازاں فقر آفریں — گنجہا شاں کشف گشتے در زمیں

اگر وہ فقر کے پیدا کرنے والے سے ڈرتے — (تو) زمین میں (گڑے ہوئے) خزانے ان پر منکشف ہو جاتے

جملہ شاں از خوفِ غم در عینِ غم — در پئے ہستی فتادہ در عدم

وہ سب غم کے ڈر سے بعینہٖ غم میں (مبتلا) ہیں — ہستی کی تلاش میں عدم میں پہنچے ہیں

دعا و شفاعت دقوقیؒ در خلاصِ آں کشتی

اس کشتی کی نجات کیلئے دقوقیؒ کی دعا اور سفارش

چوں دقوقیؒ آں[2] قیامت را بدید — رحمِ او جوشید و اشک او دوید

دقوقیؒ نے جب اس قیامت کو دیکھا — ان کا رحم جوش میں آیا اور ان کے آنسو بہہ پڑے

گفت یارب منگر اندر فعلِ شاں — دستِ شاں گیر اے شہِ نیکو نشاں

فرمایا اے خدا ان کے اعمال کو نہ دیکھ — اے شاہِ نیک نشان! ان کی دست گیری فرما

خوش سلامت شاں بساحل باز بر — اے رسیدہ دستِ تو در بحر و بر

انہیں بہتر طور سلامتی کے ساتھ ساحل پر لوٹا دے — اے (وہ ذات) کہ تیرا دستِ (قدرت) بحر و بر پر ہے

اے کریم و اے رحیم سرمدی — در گذار از بدسگالاں این بدی

اے کریم اور اے ابدی رحم کرنے والے — بدعقیدہ لوگوں کی اس بدی سے درگزر کر

اے[3] بدادہ رائیگاں صد چشم و گوش — نے ز رشوت بخش کردہ عقل و ہوش

اے وہ کہ جس نے بیشمار آنکھیں اور کان بغیر — عقل و ہوش (بھی)، رشوت سے نہیں بخشے ہیں

پیش از استحقاق بخشیدہ عطا — دیدہ از ما جملہ کفران و خطا

مستحق ہونے سے پہلے ہی بخشش کی — ہم سب کی نافرمانی اور خطا کو دیکھتے ہوئے

اے عظیم از ما گناہانِ عظیم — تو توانی عفو کردن در جریم

اے بزرگ! ہمارے بڑے گناہوں کو — جرم میں تو (ہی) معاف کر سکتا ہے

ما ز آز و حرص خود را سوختیم — ویں دعا را ہم ز تو آموختیم

ہم نے حرص و ہوس میں اپنے آپکو جلا ڈالا ہے — یہ دعا بھی ہم نے تجھ (ہی) سے سیکھی ہے

---

[1] می کشد لیکن ہم غفلت برتتے ہیں اور شیرِ قضا سے نجات کی تدبیر نہیں کرتے آنچناں۔ لوگ فقر سے ڈرتے ہیں اور اسقدر اسکے خوف میں مبتلا ہیں جیسا کہ سمندر میں ڈوبتا ہوا خوف میں مبتلا ہوتا ہے اگر فقر پیدا کرنیوالے خدا سے اس طرح ڈریں تو اُنپر زمین کے خزانے منکشف ہو جائیں اور فقر کا کوئی احتمال بھی باقی نہ رہے۔ جملہ شاں۔ انسانوں کی یہ بے عقلی ہے کہ موہوم غم کی بنا پر عین غم میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور تحمل فقر کے غم کی وجہ سے اپنے اوپر غم طاری کر لیتے ہیں۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص زندگی کی تلاش میں اپنے اوپر موت طاری کر لے۔

[2] آں قیامت یعنی کشتی کے ڈوبنے کے احوال شاں۔ یعنی کشتی میں سوار گنہگار۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ بحر و بر۔ خشکی اور تری۔ سرمدی۔ ابدی۔ بدسگال۔ بدعقیدہ۔

[3] اے بدادہ۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی حواس مفت عنایت فرمائے ہیں۔ جریم۔ جرم و خطا۔ ویں دعا۔ اپنی خطاؤں پر بخشش و عفو مانگنا بھی تیری تعلیم و عطا ہے

حُرمت آں کہ دُعا آموختی
اِس کے طفیل کہ تو نے دُعا سکھائی ہے

در مُحیطیں ظلمت[1] چراغ افروختی
ایسی تاریکی میں چراغ روشن کر دیا ہے

دستگیری رہنما توفیق دہ
دستگیری فرما، اور رہنمائی عطا فرما

جُرم بخش و عفو کن بر کُشاگرہ
خطا بخش دے، اور معاف کر دے اور گرہ کھول دے

ہمچنیں می رفت بر لفظش دُعا
دعا اُن کے الفاظ میں اِس طرح جاری تھی

آں زماں چوں مادرانِ باوفا
اُس وقت جیسا کہ باوفا ماؤں (کے الفاظ میں)

اشک میرفت از دو چشمش و آں دعا
اُن کی دونوں آنکھوں سے اشک جاری تھے، اور وہ دعا

بیخود از وے می برآمد بر سما
بے خودی میں اُن سے آسمان پر پہنچ رہی تھی

آں دُعائے بیخوداں خود دیگرست
بیخودوں کی دعا دوسری ہی چیز ہے

آں دُعا وَ نیست گفتِ داور ست
وہ دعا اُن کی نہیں ہے، خدا کی بات ہے

آں دُعا حق میکند چوں او فناست
جبکہ وہ (بیخود مقام) فنا میں ہے وہ دعا اللہ تعالیٰ کرتا ہے

آں دعا و آں اِجابت از خداست
وہ دعا اور وہ قبولیت خدا کی جانب سے ہے

واسطہ[2] مخلوق نے اندر میان
درمیان میں مخلوق کا واسطہ نہیں ہے

بیخبر زان لابہ کردن جسم و جان
اُس خوشامد سے جسم و جان بے خبر ہوتے ہیں

بندگانِ حق رحیم و بُردبار
اللہ (تعالیٰ) کے رحیم اور بُردبار بندے

خوئے حق دارند در اصلاح کار
معاملہ کی اصلاح میں اللہ (تعالیٰ) کی خو اختیار کرتے ہیں

مہربان بے رشوتاں یاریگراں
مہربان، بغیر رشوت کے مددگار (ہوتے ہیں)

مُشفقان و مُستعاں غمخوارگاں
مشفق اور غمزدوں کے مددگار (ہوتے ہیں)

از ترحم[3] دستگیراں شافعاں
رحم کھانے کی وجہ سے دستگیر اور سفارشی (ہوتے ہیں)

در مقامِ سخت و در روزِ گراں
سخت جگہ اور بھاری دن میں

ہیں بجو ایں قوم را اے مُبتلا
اے مصیبت زدہ! اِس قوم کو تلاش کر لے

ہیں غنیمت دار شاں پیش از بلا
خبردار! مبتلا ہونے سے پہلے ہی اُنکو غنیمت سمجھ

رست کشتی از دم آں پہلوان
اُس پہلوان کی دُعا سے کشتی نجات پا گئی

واہلِ کشتی را بجہدِ خود گماں
کشتی والوں کو اپنی کوشش کا گمان تھا

کہ مگر بازوئے ایشاں در خطر
کہ شاید بچاؤ میں انہی کی بازو نے

بر ہدف انداخت تیرے از قدر
صحیح اندازے سے نشانہ پر تیر چلایا ہے

---

[1] ظلمت یعنی خطا کاری۔ چراغ یعنی دُعا کی تعلیم۔ جس طرح اُس بے چین ہو کر بچہ کے لئے دعا کرتی ہے تو اُس کی یہی حالت تھی۔ بے خود۔ یعنی دعا میں ایسے مستغرق تھے کہ اُن کو اپنا ہوش نہ تھا۔ آں دعا۔ انسان بیخود ہو کر دعا کرتا ہے تو چونکہ وہ خود فنا فی اللہ ہو اسلئے وہ دعا اُس کی طرف منسوب نہ ہوگی بلکہ خدا کی جانب سے ہوگی۔ اجابت۔ فانی کی دعا بھی اللہ کی جانب سے ہے اور اُسکی قبولیت بھی اللہ کی جانب سے ہے۔

[2] واسطہ جبکہ دعا کرنے والا فانی ہے تو درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ فانی کے جسم و جان کو دعا کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ بندگانِ حق۔ خاصانِ خدا چونکہ خدائی اخلاق سے متصف ہوتے ہیں اور اُنکی حالت ہی یہی ہو جاتی ہے کہ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔

[3] از ترحم۔ وہ محض اپنی صفت رحم کی وجہ سے غمخوار اور دستگیر بن جاتے ہیں۔ یہ اولیاء اللہ سے دعا کا تعلق مصیبت میں مبتلا ہونے پر بھی اور مصیبت میں مبتلا ہونے سے پہلے بھی رکھنا چاہیئے۔ رست کشتی۔ کشتی و قرقی کی دعا سے بھی، کشتی والے سمجھے کہ اُن کی قوتِ بازو سے بھنور سے نکلی۔

پارہاند[1] رُو بہاں را در شکار — واں زُدُم دانند و باہاں غرار

شکار میں لومڑیاں کو پانوں بچاتے ہیں — وہ دھوکے میں جنا لومڑیاں دُم کی وجہ سے سمجھتی ہیں

عشقہا با دُم خود باز ندکیں — میرہاند جانِ ما را از کمیں

وہ دُم سے محبت کرتی ہیں کہ اُس نے — ہماری جان کو ہلاکت سے بچایا

از ضلالت بوسہا بر دُم دہند — رقص گیرند و ز شادی بر جہند

نادانی سے دُم کو چومتی ہیں — ناچتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں

رُو بہا پارا نگہدار از حجر — پا چو نبود دُم چہ سود اے خیرہ سر

اے لومڑی! پتھر سے پانوں کا بچاؤ کر — اگر پانوں نہ ہو تو اے بیوقوف! دُم سے کیا فائدہ ہے

ما چو رو باہیم پائے ما کرام — می رہاند ماں ز صد گوں انتقام

ہم لومڑی کی طرح ہیں ہمارے پانوں بزرگ ہیں — ہمیں سینکڑوں قسم کی سزا سے نجات دیتے ہیں

حیلۂ باریک ما چوں دُم ماست — عشقہا بازیم با دُم چپ و راست

ہماری نازک تدبیر ہماری دُم کی طرح ہے — ہم دائیں بائیں سے دُم سے عشق بازی کرتے ہیں

دُم بجنبانیم ہم از استدلال و مکر — تا کہ حیراں ماند از ما زید و بکر

ہم محبت بازی اور مکر کی دُم ہلاتے ہیں — تاکہ ہم سے زید اور بکر حیران ہو جائیں

طالب حیرانی خلقاں شدیم — دست طمع اندر الوہیت زدیم

ہم لوگوں کی حیرانی کے طلبگار بنگئے ہیں — ہم نے خدائی میں لالچ کا ہاتھ ڈالا ہے

تا بافسوں[2] مالکِ دلہا شویم — این نمی بینیم ما کاندر گویم

تاکہ فریب کے ذریعہ ہم دلوں کے مالک بنجائیں — ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہم گڑھے میں ہیں

در گوی و دَر چہی اے قلتباں — دست وا دار از بسالِ دیگراں

اے بے غیرت! تو گڑھے اور کنوئیں میں ہے — دوسروں کی مونچھوں سے ہاتھ ہٹا

چوں بہ بُستانے رسی زیبا و خوش — بعد ازاں دامانِ خلقاں گیر و کش

جب تو کسی اچھے اور خوشنما باغ میں پہنچے — اسکے بعد لوگوں کا دامن پکڑ کر کھینچ

اے مقیمِ حبسِ چار و پنج و شش[3] — نغز جائے دیگراں را ہم بکش

اے چار اور پانچ اور چھ کے قید خانے میں مقیم — کیا اچھی جگہ ہے اور سروں کو بھی کھینچ لے

---

[1] پارہاند یہ اسکی مثال یہ ہے کہ لومڑی شکاری کی گرفت سے اپنے پانوں کے ذریعہ بچی لیکن وہ اپنی مکاری سے سمجھتی ہے کہ دُم کی وجہ سے بچی ہے۔ غرار۔ دھوکے میں۔ مثلاً کمین۔ شکاری کی گھات۔ رو بہا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جو نجات کا اصل ذریعہ ہے اُس کی حفاظت کرو۔ خیر و شر۔ بد داغ۔ برآمد۔ یعنی ہماری نجات کا ذریعہ بزرگان دین ہیں جیسا کہ یعنی ہم خود جو اپنی نجات کی تدبیریں کرتے ہیں اُنکی مثال لومڑی کی دُم کی سی ہے جس کو اُس نے باعث نجات سمجھا تھا۔ استدلال و مکر۔ یعنی ہم اپنے استدلال اور تدبیر کو ذریعہ نجات بتاتے ہیں۔ ایسی تقریریں کرتے ہیں جس سے لوگ حیران ہو جائیں۔ یعنی انسان اپنی تدابیر اور مکاری کا بیان کر کے لوگوں کو مرعوب کرنا چاہتا ہے اور گویا اُن کو مرعوب کر کے اپنی خدائی جتانا چاہتا ہے۔

[2] تا بافسوں۔ بیان مکاری کے ذریعہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنا چاہتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ خود عجز کے گڑھے میں گرا ہوا ہے۔ در گو۔ جبکہ خود گڑھے میں ہے تو دوسروں کو مستقد بنا کر کیوں گڑھے میں گراتا ہے۔ چوں۔ ہاں اگر تجھے خود کوئی اعلیٰ مقام حاصل ہے تو بیشک دوسروں کو مستقد بنا کر اُس مقام پر کھینچ لا۔

[3] اے مقیم حبس جبکہ خود انسان چار عناصر اور پانچ حواس اور چھ جہتوں میں پھنسا ہوا ہے یعنی اُسکی پہنچ صرف سفلیات تک ہے اور طبیات سے اُس کا کوئی علاقہ نہیں ہے تو دوسروں کو اس مقام کی دعوت دینا کونسی انسانیت ہے۔ نغز جائے۔ یہ بطور طنز کے فرمایا ہے۔

اے[۵۱] چو خر بندہ حریف کون خر — بوسہ گاہے یافتی ما را ببر

اے وہ کہ تو گدھے والے کی طرح گدھے کی مقعد کا یار ہے — تو نے اچھی بوسہ گاہ پائی ہے ہمیں بھی لے چل

چوں ندادت بندگی دوست دست — میلِ شاہی از کجایت خاستست

جبکہ دوست کی غلامی تیرے ہاتھ نہیں آئی ہے — تو تجھ میں شاہی کی تمنا کہاں سے آئی ہے؟

در ہوائے آنکہ گویندت زہے — بستہ در گردن جانت زہے

اس خواہش میں کہ لوگ تجھے واہ واہ کہیں — تو نے اپنی گردن میں پھندا ڈالا ہے

رُو بہا ایں دُم حیلت را بہل — وقف کن دل بر خداوندانِ دل

اے لومڑی! تو اس تدبیر کی دُم کو چھوڑ دے — دل والوں پر دل کو وقف کر دے

در پناہِ[۵۲] شیر کم ناید کباب — رُو بہا تو سوئے جیفہ کم شتاب

شیر کی پناہ میں کبابوں کی کمی نہیں ہوتی ہے — اے لومڑی! تو مردار کی طرف نہ دوڑ

تو دلا منظورِ حق آنگہ شوی — کہ چو جُزوے سوئے کل خود رَوی

اے بیچارے! تو اس وقت اللہ (تعالیٰ) کا منظورِ نظر بنے گا — جبکہ تو جزو کی طرح اپنے کل کی طرف چلا جائیگا

حق ہمی گوید نظرماں بر دل ست — نیست بر صورت کہ آں آب و گل ست

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے ہماری نظر دل پر ہے — صورت پر نہیں ہے کیونکہ وہ تو پانی اور مٹی ہے

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست — دل[۵۳] فرازِ عرش باشد نے بہ پست

تو کہتا ہے، میرے بھی دل ہے — دل عرش کی بلندی پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں

در گلِ تیرہ یقیں ہم آب ہست — لیک ازاں آبت نشاید آب دست

کالی کیچڑ میں بھی یقیناً پانی ہے — لیکن اس پانی سے وضو (یا استنجا) مناسب نہیں ہے

زانکہ گرآب ست مغلوبِ گل ست — پس دلِ خود را مگو کایں ہم دل ست

کیونکہ وہ اگرچہ پانی ہے (لیکن) مٹی سے مغلوب ہے — تو اپنے دل کو یہ نہ کہہ کہ وہ بھی دل ہے

آں دلے کز آسمانہا برتر ست — آں دلِ ابدال یا پیغمبر ست

وہ دل جو آسمانوں سے بھی بلند ہے — وہ ابدال کا دل، یا پیغمبر کا دل ہے

پاک گشتہ آں ز گل صافی شدہ — در فزونی آمدہ وافی شدہ

وہ پاک ہو گیا ہے مٹی سے صاف ہو گیا ہے — ترقی میں آگے بھرپور ہو گیا ہے

---

[۵۱] اے چو۔ جب تک انسان عالمِ سفلی میں پھنسا ہے تو اسکی مثال اُس گدھے والے کی سی ہے جو گدھے کے پیچھے پیچھے چلتا ہے اور اسکو گدھے کی مقعد سے قریب رہتا ہے گدھے والا دوسروں کو گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے کی دعوت دے تو کونسی اچھی بات ہے۔ بوسہ گاہ۔ یہ بھی بطور طنز کے کہا گیا ہے۔ پہلے مصرع میں یعنی تعجب ہے، دوسرے مصرع میں زہ یعنی کمان کا چلّہ ہے جس کا ترجمہ ہم نے پھندے سے کیا ہے یعنی ذات کا پھندا۔

[۵۲] در پناہ۔ جو کچھ تو اپنی تدبیر وں سے حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اولیاء کی دعاؤں سے بدرجۂ اولیٰ حاصل ہو جائیگا۔

[۵۳] جزوی یعنی تیرا دل ناقص ہے کل یعنی اولیاء کا دل۔ جو ہمی گوید بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم دل پر نظر کرتے ہیں، لیکن (یاد رکھ) تیرا دل ہی وہ نہیں ہے جو منظورِ نظر ہے اسکے

[۵۳] دل۔ بیشک دل میں بھی صفت ہے لیکن جبکہ حقیقتاً وہ دل ہو جو عالمِ کبر و ذات کی چیز ہے اگر وہ آب و گل میں مبتلا ہے تو پھر اُس میں اور مٹی میں کوئی فرق نہیں ہے اور صورت منظورِ خدا نہیں ہے۔

در گل۔ جو دل آب و گل سے آلودہ ہے اسکی مثال اُس پانی کی سی ہے جو کالی کیچڑ میں ہے تو یہ اگرچہ پانی ہے لیکن وہ پانی کی جگہ کام نہیں آسکتا، اسی طرح آلودہ دل، دل نہیں ہے۔

زانکہ۔ کیچڑ میں کا پانی حقیقی پانی نہیں ہے اسی طرح آلودہ دل، دل نہیں ہے۔ آں دلے جس دل کے بارے میں یہ طے ہے کہ وہ آسمانوں سے بھی بالا تر ہے تو وہ اولیاء اور پیغمبروں کا دل ہے لہٰذا اپنے دل کو منظورِ خدا اور اولیاء سے جوڑ جا۔

ترکِ[1] گل کردہ سوئے بحر آمدہ
مٹی کو چھوڑ کر یہ سمندر کی طرف آگیا ہے

رُستہ از زندانِ گل بحرے شُدہ
وہ مٹی کی قید سے آزاد ہو کر سمندر بن گیا ہے

آبِ ما محبوسِ گل ماندست ہیں
خبردار! ہمارا پانی مٹی میں پھنسا ہوا ہے

بحرِ رحمت جذب کُن ما را بطیں
اے رحمت کے سمندر! ہمیں مٹی سے جوش لے

بحر گوید من ترا در خود کشم
سمندر کہتا ہے میں تجھے کھینچ تو لوں

لیک می لافی کہ من آبِ خوشم
لیکن تو یہ بھی بگھارتا ہے کہ میں صاف پانی ہوں

لاف تو محرومم میدارد ترا
تیری شیخی تجھے محروم رکھتی ہے

ترکِ آں پندار کُن در من درآ
اس غرور کو چھوڑ دے میرے اندر آجا

آبِ گل خواہد کہ در دریا رود
مٹی میں کا پانی چاہتا ہے کہ سمندر میں چلا جائے

گل گرفتہ پائے آب وی کشد
مٹی پانی کا پاؤں پکڑتی ہے اور اسکو کھینچتی ہے

گر رہاند پائے خود از دستِ گل
اگر وہ اپنا پاؤں مٹی سے چھڑا لے

گل بماند خشک و او شد مستقل
مٹی خشک رہ جائے اور وہ مستقل بن جائے

آں[2] کشیدن چیست از گل آب را
مٹی کا پانی کو کھینچنا کیا ہے؟

جذبِ تو نقل و شرابِ ناب را
تیرا چبینا اور خالص شراب کو جذب کرنا

ہمچنیں ہر شہوتے اندر جہاں
اسی طرح دنیا کی ہر شہوت

خواہ مال و خواہ جاہ و خانماں
خواہ مال اور خواہ مرتبہ اور خواہ گھر اور مال

خواہ باغ و مرکب و تیغ و مجن
خواہ باغ اور سواری اور تلوار اور ڈھال

خواہ ملک و خانہ و فرزند و زن
خواہ سلطنت اور گھر اور اولاد اور بیوی

ہر یکے زینہا ترا مستی کُند
ان میں سے ہر ایک چیز تجھے مدہوش کر دیتی ہے

چوں نیابی آں خمارت میزند
جب تجھے وہ نہیں ملتی ہے تو تجھ میں غصہ پیدا کرتی ہے

ایں[3] خمارِ غم دلیلِ آں شدست
یہ غم کی غصہ اس کی دلیل ہے

کہ بداں مفقود مستی آت بدست
کہ اس گم شدہ سے تجھ میں مدہوشی تھی

جز باندازہ ضرورت زو مگیر
قدر ضرورت کے سوا اس کو نہ لے

تا نہ گردد غالب و بر تو امیر
تاکہ وہ تجھ پر غالب اور حاکم نہ بنے

سر کشیدی تو کہ من صاحب دلم
تو نے اسکے سرکشی کی کہ میں خود صاحب دل ہوں

حاجتِ غیرے ندارم واصلم
مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے میں خود واصل بحق ہوں

[1] ترکِ گل۔ اولیاء اور اہلِ کے دل عالمِ ناسوت کی آلودگی سے پاک ہیں بحر یعنی بحرِ معرفت۔ آپ یہاں سے اپنا مناجات شروع کر دی ہے۔ رطبیں یعنی عالمِ ناسوت۔ بحر گویند۔ اولیاء عظام کے دل کو بھی طرف کھینچ سکتے ہیں لیکن عوام کی نا بابت مانع نہیں ہے۔ آں پندار یعنی اپنے دل کی صفائی۔ آبِ گل یعنی عوام کا دل اطہار کے دل سے وابستگی کا خواہاں ہے لیکن عالمِ ناسوت کی نذرس مانع نہیں ہیں۔ گر رہاند۔ دل کو مصفی بنانے کا یہی طریقہ ہے کہ لذائذ دنیوی سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔

[2] آں کشیدن۔ مٹی جو پانی کو اپنی طرف کھینچتی ہے اسکی وجہ عالمِ ناسوت کی نذرس ہیں۔ ہم چنیں۔ صرف شراب کباب ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز دل کے مصفی ہونے کے لئے مانع ہے۔ ہر یکے۔ دنیا کی ہر چیز انسان کو مدہوش بناتی ہے اور خراب کا کام کرتی ہے چاہے دنیا کی محبوب چیز حاصل نہ ہو جسے وہ اشتعال پیدا ہوتی ہے جو شرابی کو شراب نہ ملنے سے ہوا کرتی ہے۔

[3] ایں خمار۔ لذائذ دنیوی سے حاصل ہونے سے بدن میں اشتعال پیدا ہوتا اس بات کی دلیل ہے کہ اس لذت میں شراب کا سا اثر تھا۔ جز باندازہ۔ مناسب ہے کہ دنیا کی چیزوں کا بقدر ضرورت استعمال کیا جائے انکی کثرت نہ کی جائے۔ سر کشیدی۔ اولیاء سے وابستگی سے سرکشی محض اس بنیاد پر ہے کہ تو

آنچناں[1] کہ آب در گِل سر کشد
(یہ) ایسا ہی ہے کہ پانی مٹی میں سرکشی کرے

کہ منم آب و چرا جویم مدد
کہ میں تو پانی ہوں، میں کیوں مدد چاہوں؟

دل تو ایں آلودہ را پنداشتی
تو نے اِس گندے دل کو دل سمجھ لیا ہے

لاجرم دل زاہلِ دل برداشتی
اسی لئے تو نا محالہ صاحبِ دل سے دل برداشتہ ہو

خود رَواداری کہ آں دل باشد ایں
(کیا) تو خود مناسب سمجھتا ہے کہ یہ دل وہ دل ہو

کہ بُوَد در عشقِ شیر و انگبیں
جو کہ دودھ اور شہد کے عشق میں مبتلا ہے

لُطفِ شیر و انگبیں عکسِ دل ست
دودھ اور شہد کا لُطف دل (کے لُطف) کا عکس ہے

ہر خوشے را آں خوش آں دل حاصل ست
ہر مزیدار چیز کی مزیداری دل سے حاصل ہوتی ہے

پس[2] بُوَد دل جوہر و عالَم عَرَض
تو دل جوہر ہوتا ہے، اور عالم عَرَض

سایۂ دل چوں بُوَد دل را غرض
دل کا سایہ، دل کا مقصد کیسے ہو سکتا ہے؟

آں دِلے کو عاشقِ مال ست و جاہ
وہ دل جو مال اور مرتبہ کا عاشق ہے

یا زبونِ ایں گِل و آبِ سیاہ
یا اس مٹی اور سیاہ پانی سے مغلوب ہے

یا خیالاتے کہ در ظلمات اُو
یا اُن خیالات سے (مغلوب ہے) اندھیرے میں

می پرستد شاں برائے گفتگو
جسکو وہ پوجتا ہے (ایسا دل) محض کہنے کو دل ہے

دل نباشد غیرِ آں دریائے نُور
دل دریائے نور کا غیر نہیں ہوتا ہے

دل نظرگاہِ خدا و آنگاہ کور
دل خدا کا مطمحِ نظر ہو، اور پھر اندھا ہو!

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام
لاکھوں خاص اور عام انسانوں میں دل نہیں ہوتا ہے

دَر یکے باشد کدامست آں کدام
کسی ایک میں ہوتا ہے، وہ کون ہے کون!

ریزۂ دل را بہل دل را بجُو
دل کے ریزے کو چھوڑ، دل کو تلاش کر

تا شود آں ریزہ چوں کوہے ازُو
تاکہ ریزہ اس کی وجہ سے پہاڑ بن جائے

دل[3] محیط ست اندریں خطّہ وجود
اِس عالمِ وجود میں دل ایک سمندر ہے

زرہمی افشاند از احسان وجُود
احسان اور سخاوت سے چاندی بکھیرتا ہے

از سلامِ حق سلامتہا نثار
اللہ (تعالیٰ) کی سلامتی سے سلامتیاں نچھاور

میکند بر اہلِ عالم زاختیار
کرتا رہتا ہے دنیا والوں پر اپنے اختیار سے

دنیا میں ایک سمندر ہوتا ہے جو لوگوں پر زر افشانی کرتا ہے۔ از سلام۔ اللہ کی جانب سے سلامتیاں اُس کو عطا کر دی جاتی ہیں اور وہ اپنے اختیار سے دنیا والوں کو سلامتی تقسیم کرتا ہے۔

[1] آنچناں۔ عالمِ ناسوت میں پہنچنے کے باوجود اصل ہونے کا دعویٰ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کیچڑ کا پانی اپنے آپ کو خالص پانی سمجھے۔ غور و رواداری تو خود انصاف کر یہ تیرا دل، دل کہلانے کے قابل ہے تیرا دل تو دنیاوی لذتوں کا عاشق ہے اور اُس کو دودھ اور شہد سے لذت حاصل ہوتی ہے۔ لُطف۔ حالانکہ دنیا کی ہر لذیذ چیز کی لذت دل کے تابع ہو اگر دل میں لذت ہے تو اُس چیز میں لذت ہے ورنہ نہیں تو جو دل کسی چیز کی لذت سے لذت حاصل کرے وہ دل اصل نہیں ہے۔

[2] پس۔ جبکہ اصل دل کی لذت ہے اور دوسری چیزوں میں اُس سے لذت پیدا ہوتی ہے تو دل جوہر ہے اور دنیا کی لذتیں ذاتی نہیں اس تو دل کا مقصود خود اُس کی عطا کردہ چیز کیسے ہو سکتی ہے۔ آں دِلے جو دنیا کی چیزوں کا عاشق ہو اور دنیا کی لذتوں اور اپنی غلط تمناؤں سے مغلوب ہو وہ برائے گفتن دل ہے۔ حقیقتاً دل نہیں ہے کُدام۔ حقیقی دل اولیاء کا دل ہے۔ ریزہ۔ تیرا دل، دل نہیں ہے دل کا ریزہ ہے اولیاء کا دل مکمل دل ہے اُنسے وابستگی کرلے تیرا ریزہ پہاڑ بن بن جائے گا۔

[3] دل۔ یعنی اولیاء کا دل

۵۱ ہر کرا دامن دُرست ست و مُعَد
جس کا دامن دُرست اور تیار ہے

دامنِ تو آں نیاز ست و حضور
تیرا دامن، نیازمندی اور حاضری ہے

تا ندرد دامنت زاں سنگہا
تاکہ اُن پتھروں سے تیرا دامن نہ پھٹے

سنگ ۵۲ پُر کردی تو دامن از جہاں
تونے دنیا میں دامن پتھروں سے بھر لیا

آں خیالِ سیم و زر چوں زر نبود
یہ خیالی چاندی اور سونا چونکہ سونا نہ تھا

کے نماید کودکاں را سنگ سنگ
بچوں کو پتھر، پتھر کب نظر آتا ہے؟

۵۳ پیرِ عقل آمد نہ آں موئے سفید
پیر عقل ہوتی ہے نہ کہ وہ سفید بال

آں نثارِ دل بر آنکس میرسد
دل کا وہ نچھاور اُس کو پہنچتا ہے

ہیں مَنِہ در دامن آں سنگِ فجور
خبردار! دامن میں بدکاری کا پتھر نہ رکھ

تا بدانی نقد را از زنگہا
خبردار! کھرے اور کھوٹوں کو سمجھ لینا

ہم ز سنگِ سیم و زر چوں کودکاں
بچوں کی طرح چاندی اور سونے کے پتھروں سے

دامنِ صدقت درید و غم فزود
اُس نے تیرا سچائی کا دامن پھاڑ دیا اور غم بڑھا دیا

تا نگیرد عقل دامن شان بچنگ
جبتک عقل بچوں سے اُن کا دامن نہ تھام لے

مُومنی گنجد دریں بحث و اُمید
اِس بحث اور امید میں باتوں کی گنجائش نہیں ہے

انکار کردنِ آں جماعت بر دُعا و شفاعتِ دقوقیؒ و ناپیدا شدن در پردۂ غیب و حیران شدنِ دقوقیؒ کہ ایشاں
ان لوگوں کا دقوقیؒ کی سفارش اور دعا سے انکار کرنا اور غیب کے پردے میں
اُن کا غائب ہوجانا اور دقوقیؒ کا حیران ہونا کہ وہ ہوا میں چلے
بہوا رفتند یا بزمین پنہاں شدند
گئے یا زمین میں چھپ گئے

چوں رہید آں کشتی و آمد بکام
جب کشتی نجات پائی اور مقصد تک پہنچی

شد نمازِ آں جماعت ہم تمام
اُن لوگوں کی نماز بھی پوری ہوگئی

فجفجے اُفتاد شاں با ہمدگر
اُن میں آپس میں کھس پھس ہوئی

کیں فضولی را کہ کرد از ما زشر
کہ خرابی کیوجہ سے یہ بیکار کام ہم میں سے کس نے کیا ہے؟

ہر یکے با ہمدگر گفتند سر
ہر ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کہا

از پسِ پشتِ دقوقی مُستتر
دقوقیؒ کے پیٹھ پیچھے پوشیدہ طور پر

۵۱ ہر کرا۔ جو اپنا دست دامن پھیلائے گا اُس کے دامن میں وہ سونا آجائیگا دامن۔ یہاں دامن سے کپڑے کا دامن مراد نہیں ہے بلکہ دیا رکی جناب میں نیاز مندی اور حاضری مراد ہے۔ ہیں کنہ۔ پہلے شعر میں درست دامنی کہا تھا درستگی کا مطلب یہ ہے کہ فسق و فجور نہ کر۔ تا بدانی۔ لیکن عقیدت کا تعلق سمجھ کر کرنا چاہیئے۔

۵۲ سنگ۔ دنیادار اپنے دامن میں سونا چاندی بھرتا ہے یہ سونا اور چاندی بھی پتھر ہیں اور اُس دنیادار کا کام طفلانہ ہے۔ زر نبود۔ اِس سونے چاندی سے دامن چاک ہوتا ہے اور غم میں اضافہ ہوتا ہے۔ کے نماید۔ دنیادار بھی پیر نابالغ ہے جسکو عقل نہیں ہے جس طرح بچے حقیقی پتھر دامن میں بھر کر دامن کو پھاڑ لیتے ہیں اور پتھر کو پتھر نہیں سمجھتے اِسی طرح دنیادار دنیا کی دولت سمیٹتا ہے جو کہ بے حقیقت پتھر کی طرح ہے۔

۵۳ پیرِ عقل۔ یعنی پیر یعنی عقلمند تو وہ ہے جس میں عقل ہو۔ اگر محض بال سفید ہیں تو اُسکو پیر نہیں کہا جاسکتا بلکہ یعنی بزرگی اور پیری میں باتوں کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بالآخر یعنی کشتی ساحل پر آگئی۔ فجفجے۔ کھس پھس۔ فضولی۔ ایسا کام کرنا جس کا اُس کو اختیار نہ تھا۔ وہ شخص جو ایسا کام کرے یعنی دعا جسکی وجہ سے کشتی رُکی۔ ہر یکے

گفت ہر یک من نکردستم کنوں
ہر ایک نے کہا میں نے نہیں کی ہے، اب

گفت ما نا کایں امام ما زدرد
کہا یقیناً ہمارے اس امام نے درد کیوجہ سے

گفت آں دیگر کہ آیار ان القیں
دوسرے نے کہا اے دوستو! یقیناً

او فضولی بودہ است از انقباض
انقباض کی وجہ سے وہ فضولی بنا ہے

چوں نگہ کردم پس تا بنگرم
اس کے بعد جب میں نے نگاہ ڈالی کہ دیکھوں

یک از ایشاں راندیدم در مقام
موقع پر میں نے انہیں سے ایک کو بھی نہ دیکھا

نے بجیپ نے راست نے بالا نہ زیر
نہ بائیں، نہ دائیں، نہ اوپر نہ نیچے

دُر ہا بودند گوئی آب گشت
گویا موتی تھے، پانی بن گئے

در قبابِ حق شدند آں دم ہمہ
وہ سب اس وقت اللہ کے قبوں میں چلے گئے

در تحیر ماندم کایں قوم را
میں حیرانی میں پڑ گیا کہ اس قوم کو

آنچناں پنہاں شدند از چشم او
وہ اُن کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے

سالہا در حسرتِ ایشاں بماند
وہ سالوں اُن کی حسرت میں رہے

تو بگوئی مردِ حق اندر نظر
تو کہے گا، مردِ خدا، نگاہ میں

ایں دُعائے از بروں نے از درُوں
یہ دعا، نہ بظاہر، نہ بباطن

بوالفضولانہ مناجاتے بکرد
فضولیوں کی طرح دعا کی ہے

مر مرا ہم مینمایَد اینچنیں
مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے

کرد بر مختارِ مطلق اعتراض
اس نے مختارِ مطلق پر اعتراض کیا ہے

کہ چہ میگویند ایں اہلِ کرم
یہ اہلِ کرم کیا کہہ رہے ہیں؟

رفتہ بودند از مقامِ خود تمام
اپنی جگہ سے سب جا چکے تھے

چشمِ تیزِ من نشد بر قوم چیر
(اس) قوم پر میری تیز نگاہ نے قابو نہ پایا

نے نشانِ پائے و نے گردے بدشت
نہ پاؤں کے نشان تھے نہ جنگل میں گرد تھی

در کدامیں روضہ رفتند آں رمہ
وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی!

چوں بپوشانید حق بر چشمِ ما
اللہ (تعالیٰ) نے ہماری آنکھوں سے کیسے چھپا لیا؟

مثلِ غوطہ ماہیاں در آبجو
جیسے کہ مچھلیوں کا نہر کے پانی میں غوطہ

عمرہا در شوقِ ایشاں اشک راند
ایک عرصہ تک اُن کے شوق میں روتے رہے

کے در آرد با خدا ذکرِ بشر
خدا کے ساتھ انسان کی یاد کو کب لا سکے؟

۱؎ آہ! تحقیقاً الفضولی۔ وہ شخص جو غیر اختیاری کام کرے۔ مناجات۔ دعا۔ انقباض۔ یعنی کشف کے ڈوبنے سے اسکو دل گرفتگی پیدا ہوئی۔ اعتراض۔ اللہ تعالیٰ کے فعل کے خلاف دعا کرنا گویا اللہ پر اعتراض کرنا ہے۔

۲؎ چوں نگہ کردم۔ یعنی رومی رح نے کہا۔ اہل کرم یعنی ہی تعقدی نے تعجب یعنی میں نے چاروں طرف دیکھا، انکو کہیں نہ پایا سب گشت۔ یعنی موتی تھے جو دریا میں جاکر گم ہوگئے۔ گرد سے چلنے سے گرد اٹھتی ہے۔

۳؎ در قباب یعنی اللہ تعالیٰ کے قرب غیبوں میں چلے گئے۔ آنچناں۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی وہ بزرگ رومی رح کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے جیسا کہ مچھلیاں غوطہ مار کر دریا میں چھپ جاتی ہیں۔ سالہا۔ رومی رح اُن کے دیدار کی حسرت میں سالوں روتے رہے۔ تو بگوئی۔ رومی رح کے ان بزرگوں کے فراق میں رونے پر تو یہ اعتراض کریگا کہ رومی رح جبکہ بزرگ تھے تو اُن اللہ والوں کی یاد میں کیوں روتے تھے۔

خر[1] ازیں می خسپد اینجا اے فلاں
اے فلاں! اس مقام پر گدھا اس لئے سوجاتا ہے
کہ بشر دیدی تو ایشاں را نہ جاں
کہ تو نے اُن کو بشر سمجھا، نہ کہ جان

کار ازیں ویراں شدست اے مردِ خام
اے ناقص انسان! کام اسی وجہ سے تباہ ہوا
کہ بشر دیدی مر ایشاں را چو عام
کہ تو نے انکو عام (انسانوں) جیسا بشر سمجھا

تو[2] ہماں دیدی کہ ابلیسِ لعیں
تو نے وہی دیکھا جو ملعون شیطان نے
گفت من از آتشم آدم ز طیں
کہا کہ میں آگ کا ہوں، آدم مٹی کا ہے

چشمِ ابلیسانہ را یک دم بہ بند
شیطانی آنکھ کو فوراً بند کر لے
چند بینی صورت آخر چند چند
صورت کو کتنا دیکھے گا، آخر کتنا؟

اے دقوقی[3] بادو چشمِ ہمچو جُو
اے دقوقیؒ! نہر جیسی دو آنکھوں سے
ہیں مبر امید و ایشاں را بجُو
خبردار مایوس نہ ہو، اور اُن کو تلاش کر

ہیں بجُو کہ رکنِ دولت ہستن ست
خبردار! تلاش کر کیونکہ دولت کی اصل تلاش کرنا ہے
ہر کشادے در دل اندر بستن ست
ہر کشادگی، دل بستگی کی وجہ سے ہے

از ہمہ کارِ جہاں پرداختہ
دنیا کے ہر کام سے فارغ ہو کر
کوُ دکو مومی کو بجاں چوں فاختہ
فاختہ کی طرح (دل و جان سے) کو اور کو کہتا رہ

نیک بنگر اندریں اے مجتبب
اے محبوب! اس میں اچھی طرح غور کر
کہ[3] دعا را ست حق بر استجب
کہ اللہ نے استجاب کو دعا سے وابستہ کیا ہے

ہر کرا دل پاک باشد ز اعتلال
بیماری سے جس کا دل پاک ہو گیا
آں دعایش می رود تا ذوالجلال
اس کی دعا اللہ تعالیٰ تک پہنچتی ہے

باز شرح کردن حکایتِ آں طالبِ روزیِ حلال بے کسب و رنج در عہدِ داؤد علیہ السلام و مستجاب شدن دعائے او

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بغیر مشقت حلال روزی طلب کرنیوالے کی حکایت کی دوبارہ تشریح اور اس کی دعا کا قبول ہونا

یاد م آمد آں حکایت کاں فقیر
مجھے وہ قصہ یاد آیا، کہ وہ فقیر
روز و شب میکرد افغان و نفیر
دن رات فریاد اور زاری کرتا تھا

وز خدا می خواست روزیِ حلال
اور خدا سے حلال روزی مانگتا تھا
بے شکار و کسب و رنج و انتقال
بغیر شکار اور کمائی اور تکلیف اور چلنے پھرنے کے

---

[1] خر... یعنی گدھا کی غفلت اور غلطی ہو ناکہ بشر یعنی مفتر ض کی غلطی در غلطی یہ ہے کہ وہ اُن کو صرف بشر سمجھا حالانکہ جب وہ فی اللہ تھے تو خواص بشری سے مبرّیٰ اور روحِ محض تھے۔

[2] تو ہماں... ہر انسان کو محض بشر سمجھنا اور اُس کے باطنی فضائل کی طرف نظر نہ کرنا یہ شیطانی نظر ہے شیطان نے آدمؑ کی صورتِ ظاہری کو دیکھا اُن کے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔ چند بینی۔ ظاہر بینی کو چھوڑ کر انسان کے باطن کو دیکھا کرو۔ اے دقوقیؒ! مولانا فرماتے ہیں مفترض کا اعتراض بالکل غلط ہے۔ اے دقوقیؒ تم اس کی پرواہ نہ کرو اور ان بزرگوں کے فراق میں خوب آنسو بہاؤ۔ ہیں بجُو۔ تلاش اور جستجو ہر کشادگی کا سبب ہے کو کو۔ فاختہ کو یا اپنے محبوب کے بارے میں کہتی ہے کہاں ہے کہاں ہے۔

[3] کہ دعا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اُدْعُونِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ مجھ سے مانگو میں قبول کرونگا ہر گدا۔ جو ان نفسانی بیماریوں سے خالی ہوتا ہے تو اسکی دعا ضرور بارگاہِ الٰہی تک پہنچتی ہے۔ انتقال یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا، چلنا پھرنا۔

پیش ازیں گفتیم بعض احوالِ اُو
اُس کے کچھ احوال میں نے پہلے بتا دیئے ہیں

لیک تعویق[1] آمد و شد پنج تو
لیکن رکاوٹ آگئی اور پنج گونی ہو گئی

ہم بگویمش کجا خواہد گریخت
میں تجھ سے وہ قصہ کہوں گا وہ کہاں بچے گا

چوں زابرِ فضلِ حق حکمت بریخت
جبکہ اللہ (تعالیٰ) کے فضل کے ابر سے دانائی ٹپک

صاحبِ گاؤش بدید و گفت ہین
گائے والے نے اُس کو دیکھا اور کہا خبردار!

اے بظلمت گاوِ من گشتہ رہین
اے وہ کہ تیرے ظلم میں میری گائے پھنس گئی

ہیں چرا کشتی بگو گاوِ مرا
خبردار! بتا تو نے میری گائے کیوں ماری

ابلہِ طرار انصاف اندرآ
(اے) بیوقوف گستاخ کچھ انصاف میں آ

گفت من روزی حق میخواستم
اُس نے کہا میں اللہ (تعالیٰ) سے روزی مانگتا تھا

قبلہ[2] را از لابہ می آراستم
قبلہ کو آہ و زاری سے سجا تا تھا

سالہا بودست کارِ من دُعا
میرا کام سالوں دعا کرنا رہا ہے

تا کہ بفرستاد گاوے را خدا
یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) نے ایک گائے بھیجدی

چوں بدیدم گاو را برخاستم
جب میں نے گائے دیکھی میں اُٹھا

روزیِ من بود کش می خواستم
میری روزی تھی جو میں مانگتا تھا

آں دعائے کہنہ ام شد مستجاب
وہ میری پرانی دعا قبول ہو گئی

روزیِ من بود کشتم نک جواب
وہ میری روزی تھی میں نے اسکو ذبح کر لیا یہ جواب ہے

رفتن ہر دو خصم پیشِ داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

دونوں فریق کا حضرت داؤدؑ (ہمارے نبی اور اُن پر صلوٰۃ و سلام ہو) کے سامنے جانا

اُو[3] خشم آمد گریبانش گرفت
وہ غصہ میں آیا اُس کا گریبان پکڑا

چند مشتے زد بر و بش ناشگفت
بے تحاشا اُس کے منہ پر چند مکے مارے

می کشیدش تا بداؤدِ نبی
اُس کو داؤدؑ نبی کے پاس کھینچ کر لے گیا

کہ بیا اے ظالمِ کج مجتبی
کہ آ، اے احمق، بیوقوف اے ظالم!

حجت بارِ دگر ہا کن اے دغا
اے دغا باز! کج حجتی پھر کر

عقل در تن آور و با خویش آ
اپنے جسم میں عقل پیدا کر اور ہوش میں آ

ایں چہ میگوئی دُعا چہ بود مخند
یہ کیا کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے؟ مذاق نہ اُڑا

بر سر و ریشِ من و خویش آ کوبند
اے بیباک! میرے اور اپنے سر اور داڑھی کا

---

[1] تعویق۔ رکاوٹ۔ ہم۔ یعنی میں وہ قصہ ضرور سناؤں گا اس میں بہت سی حکمت کی باتیں ہیں۔ اے ظلمت یعنی جب گائے اس ڈھاکر نیوالے کے گھر میں گھس آئی اور اس نے اس کو پکڑ کر ذبح کر ڈالا تو مالک نے آکر کہا۔ ظرار۔ جیب تراش۔

[2] قبلہ را۔ یعنی قبلہ رُو ہو کر میں بہت رویا ہوں۔ کبش۔ کاش مستجاب۔ مقبول۔ آوردخصم۔ یعنی دعا کرنے والا اور گائے کا مالک۔

[3] اُو خشم۔ گائے کے مالک کو فقیر کے بیان پر غصہ آیا اس نے اس کا گریبان پکڑا اور غصہ پر چند طمانچے مارے۔ بگیج۔ احمق۔ دغا۔ دغا باز۔ حجت بارد۔ کچھ دلیل یعنی ایسی دلیل جو دوسرے کو ثابت نہ کر سکے۔ ایں چہ۔ کیا دعا کرنے سے کسی دوسرے کا مال حلال ہو جاتا ہے کہ تو نے لوگ کے زیادہ داؤدؑ کے زیر کے ساتھ ابیاک، وہ جو غائبہ سے شرمائے نہ مخلوق سے۔

گفت من باحق دُعا ہا کردہ ام
اُس نے کہا میں نے اللہ سے بہت دعائیں کی ہیں

اندریں لابہ بسے خوں خوردہ ام
اِس خوشامد میں اپنا بہت خون پیا ہے

من یقیں دانم دُعا شُد مُستجاب
میں یقینی (طور پر) جانتا ہوں دعا قبول ہوئی ہو

سر بزن بر سنگ اے مُنکر خطاب
اے بدگو! پتھر پر سر مار

گفت اگر آئید ہاں اے مُسلمیں
اُس نے کہا اے مسلمانو! جمع ہو جاؤ

زاژ بینید و فشارِ این مہیں
اِس ذلیل کی بکواس اور ہٹ دھرمی دیکھو

اے دغا تا چند خائی زاژ را
اے دغا باز! کتنی بکواس کرے گا؟

حُجّت قاطع بگو چہ بُود دُعا
فیصلہ کن دلیل لا، دعا کیا ہوتی ہے؟

اے مسلماناں دعا مالِ مرا
اے مسلمانو! دعا میرے مال کو

چوں ازاں اُو کند بہرِ خدا
کیسے اُس کی ملکیت بنا دیگی خدا کے لئے

گر چنیں بُودے ہمہ عالم بدیں
اگر ایسا ہوتا (تو) تمام لوگ اِس

یک دُعا املاک بُردندے بکیں
ایک دعا سے جبراً جائدادیں مار لیتے

گر چنیں بُودے گدایانِ ضریر
اگر ایسا ہو سکتا تو اندھے بھکاری

محتشم گشتہ بُدندے و امیر
باحشمت اور امیر ہو جاتے

روز و شب اندر دُعا اند و ثنا
(اہ) دن، رات دعا اور تعریف میں

لابہ گویاں کہ تو ماں دہ اے خدا
خوشامد کہتے ہیں کہ اے خدا! تو ہمیں دے

تا تو ندہی ہیچکس ندہد یقیں
جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہ دیگا

اے کُشائندہ تو بکشا بند ایں
اے کھولنے والے! اِس بند کو کھول دے

مکسبِ کوراں بُود لابہ و دُعا
اندھوں کی کمائی کا ذریعہ خوشامد اور دعا ہے

جز ملبِ نانے نیابند از عطا
وہ کوئی عطا روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ نہیں پاتے ہیں

خلق گفتند ایں مسلماں راست گوست
مسلمانوں نے کہا، یہ مسلمان سچ کہتا ہے

ویں فروشندہ دُعا ہا ظلم جوست
اور یہ دعا فروش ظالم ہے

ایں دُعا کے باشد از اسبابِ ملک
یہ دعا ملکیت کے اسباب میں سے کب ہوتی ہے؟

کے کُشد ایں را شریعت جُز بسلک
اِسکو شریعت لڑی میں کب پروتی ہے؟

بیع و بخشش یا وصیت یا عطا
فروخت، اور بخشش، یا وصیت، یا عطا

یا ز جنسِ ایں شود ملکے ترا
یا اِس جیسی (چیز) سے تیری ملکیت (کا سبب) ہو سکتی ہے

لہ مستجاب۔ بقول فقہاء کمال، یہ سہ وہ بات۔ خراز ایک کانٹے دار گھاس ہے۔ خراز خائیدن، بکواس کرنا۔ اے مسلمانو۔ بگڑے والے نے مسلمانوں کے مجمع سے کہا اس کی دعا سے میرا مال اُس کا کیسے ہو گیا مگر چنیں ساگر دعا سے کوئی دوسروں کے مال کا مالک بنا کرتا تو دنیا دعا کر کے دوسروں کے مال کی مالک بن جایا کرتی۔ مضر یہ اندھے فقیر دعا کر کے صاحب قسمت دولت مند بن جایا کرتے۔

سے تا تو یعنی فقراء دعا میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اے خدا جب تک تو نہ دیگا کوئی کچھ نہ دیگا تو ہی انہاں کے اس بند کر کھول دے۔ نکتہ۔ اندھے فقیروں کی کمائی کا ذریعہ دعا ہے جب انھیں کوئی روٹی کا ٹکڑا دیتا ہے تو کہتا۔ تمام لوگوں نے سارا قصہ سُن کر کہا کہ گئے والا سچ کہتا ہے اور یہ فقیر ظالم ہے۔

سے ایں دعا۔ ایک انسان دوسرے انسان کی چیز کا مالک محض اللہ سے دعا کرنے سے نہیں ہو سکتا ہے۔ جمع۔ انسان مالک جب بنتا ہے، جب کوئی دوسرا اُس کے ہاتھ اپنی چیز فروخت کر دے یا مفت دیدے یا وصیت کر دے کہ میرے مرنے کے بعد وہ مالک ہوگا، یا جنس اِس مضمون کی۔

در کدامیں دفتر ست ایں شرعِ تو
تیری یہ شریعت کس کتاب میں (لکھی) ہے؟

گاؤرا تو بازدہ یا حبس رو
تو گائے واپس کر یا قید میں جا

اندر آ در حبس و در زندانِ او
قید اور اس کے جیل خانہ میں آجا

ورنہ گاوش را بدہ حجت مگو
ورنہ اس کی گائے دے حجت (بازی) نہ کر

اُو بسوئے آسماں میکرد رُو
وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتا

کاے خداوندِ کریم لطف خو
کہ اے کریم خدا، رحیم مزاج!

من دُعاہا کردہ ام زیں آرزو
میں نے اس تمنا سے دعائیں کیں

واقعہ ما را نداند غیرِ تو
ہمارے معاملہ کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہو

در دلِ من تو دُعا انداختی
تو نے میرے دل میں دعا ڈالی

صد اُمید اندر دلم افراختی
تو نے میرے دل میں سینکڑوں اُمیدیں اُبھار دیں

من نمیکردم گزافہ آں دُعا
میں وہ دعائیں خواہ مخواہ نہیں کرتا تھا

ہمچو یوسفؑ دیدہ بودم خوابہا
جیسے حضرت یوسفؑ نے (خواب میں) بہت خواب دیکھے تھے

دید یوسفؑ آفتاب و اختراں
(حضرت) یوسفؑ نے سورج اور ستاروں کو دیکھا

پیشِ اُو سجدہ کناں چوں حاکراں
اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے

اعتمادش بُود بر خواب درُست
اُن کو سچے خواب پر بھروسہ تھا

در چہ زندانِ محزاں رامی بجُست
کنوئیں اور قید خانہ میں اُس (خواب کی تعبیر الٰہی ملاش کرو)

زاعتمادِ اُں نبودش ہیچ غم
اُس کے بھروسے اُن کو کوئی غم نہ تھا

از غلامی و ز ملام بیش و کم
غلامی اور لوگوں کی اکم و بیش ملامت سے

اعتمادے داشت اُو بر خوابِ خویش
وہ اپنے خواب پر بھروسہ کرتے تھے

کہ چو شمعے می فروزیدش زپیش
جو اُن کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا

چوں در افگندند یوسف را بچاہ
جب انھوں نے یوسف کو کنوئیں میں گرا دیا

بانگ آمد سمع او را از الٰہ
اُنکے کان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی

کہ تو روزے شہ شوی اے پہلوان
اے جوانمرد! تو ایک دن بادشاہ (اور) وزیر بنے گا

تا بمالی این جفا بر روئے شاں
یہاں تک کہ اس ظلم کو اُن کے منہ پر مارے گا

قائل ایں بانگ نامد در نظر
یہ آواز دینے والا نظر نہ آیا

یک دل بشناخت قائل را ز اثر
لیکن دل نے علامت کے ذریعہ کہنے والے کو پہچان لیا

ط۱ در کدامیں۔ یہ مسلہ کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ تو اللہ سے دعا کرے اور دوسرے کے مال کا مالک بن جائے۔ حبس۔ یہ غضب ہے جس کی سزا جیل خانہ ہے۔ آہ۔ اس فقیر نے لوگوں کی باتوں سے عاجز آکر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے مناجات شروع کر دی۔

ط۲ من نمیکردم۔ یعنی میری دعا کا یہ اثر ہوا کہ میں نے خواب دیکھا کہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ اور مجھے خواب پر ایسا ہی بھروسہ ہوا جیسا کہ حضرت یوسفؑ کو اپنے خواب پر ہوا تھا۔ فائدہ۔ حضرت یوسفؑ نے خواب میں دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں تو انکو اس کی تعبیر سے یقین ہو گیا تھا کہ وہ کامل بادشاہ یا وزیر بنیں گے۔ ورچہ۔ بھائیوں کے کنوئیں میں ڈالنے کی وجہ سے قید خانہ بھگتنا پڑا لیکن اُن کو اپنے خواب پر اعتماد تھا کہ ایک دن یقیناً بڑائی حاصل ہوگی لہٰذا یہ ساری تکالیف اُن کی نگاہ میں ہیچ تھیں

ط۳ بانگ۔ قرآن میں ہے وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یعنی ہم نے یوسفؑ کو وحی بھیجی کہ تو ان بھائیوں کے کرتوتوں سے انکو خبردار کرے گا وہ سمجھ نہیں رہے ہیں تامل۔ یعنی یہ وحی براہ راست آئی تھی انکے آثار سے یوسفؑ سمجھ گئے

قُوتے و راحتے و مسندے
قوت، اور راحت، اور سہارا

درمیانِ جان فتادش زاں ندے[1]
اس آواز سے ان کی جان میں پیدا ہو گیا

چاہ شد بروے بدان بانگِ جلیل
اس عظیم آواز سے اُن پر کنواں بن گیا

گلشن و بزمے چو آتش بر خلیل
گلشن اور محفل، جیسا کہ خلیل اللہ پر آگ

ہر جفا کہ بعد ازانش می رسید
اس کے بعد جو ظلم ہوا

اُو بداں قوت بشادی می کشید
انھوں نے اس قوت کو بڑی خوشی سے برداشت

ہمچنانکہ[2] ذوقِ آں بانگِ الست
جیسے کہ الست کی آواز کا ذوق

در دلِ ہر مومنے تا حشر ہست
ہر مومن کے دل میں حشر تک کیے ہے

تا نباشد در بلاشاں اعتراض
تاکہ آزمائش میں انھیں کوئی اعتراض نہ ہو

نے ز امر و نہی حق شانِ انقباض
نہ اللہ (تعالیٰ) کے امر اور نہی میں انھیں انقباض ہو

لقمۂ تلخے چو شکر می شود
کڑوا لقمہ شکر جیسا ہو جاتا ہے

خار ریحاں سنگ گوہر می شود
کانٹا ریحان، پتھر گوہر بن جاتا ہے

لقمۂ محکمے کہ تلخی می نہد
جس لقمہ کا لقمہ تلخی پیدا کرتا ہے

گلشکر[3] آں را کہ نبود مستمند
جس کے لئے لقمہ کا سہارا نہ ہو

ہر کہ خوابے دید از روزِ الست
جس نے الست کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے

مست باشد در رہِ طاعات ہست
وہ عبادات کی راہ میں پورا مست ہوتا ہے

میکشد چوں اشتر مست ابن جوال
دو مست اونٹ کی طرح اس بوجھ کو اٹھاتا ہے

بے فتور و بے گمان و بے ملال
بغیر سستی اور بغیر گمان اور بغیر تکلیف کے

کفک تصدیقش بگرد لوزِ او
اس کے منہ کے گرد اس کی تصدیق کے جھاگ

شد گواہِ مستیِ دلسوزِ او
اس کی دل سوز مستی کے گواہ ہیں

اشتر از قوت چو شیر نر شدہ
طاقت کی وجہ سے اونٹ نر شیر بن گیا

زیرِ ثقلِ بار اندک خور شدہ
بوجھ کے بھاری پن کے نیچے کم خوراک ہو گیا

زآرزوئے ناقہ صد فاقہ برو
اونٹنی کی تمنا میں اس پر سینکڑوں فاقے ہیں

می نماید کوہ پیشش تارِ مو
پہاڑ اس کو بال نظر آتا ہے

---

[1] ندے۔ ندا کا اسم ہے یعنی اس آواز سے انھیں طاقت اور سہارا حاصل ہو گیا۔ چاہ جو یوسف کے لئے قید خانہ ایسا ہی خوشگوار ہو گیا تھا جیسا کہ حضرت ابراہیم کے لئے نمرود کی آگ۔

[2] ہمچنانکہ۔ جیسے کہ حضرت یوسف کے لئے وہ وحی خداوندی ایسی ہی ثابت ہوئی جس طرح ہر مومن کے دل میں بلیٰ بربکم الست کی آواز گونجتی ہے جس کی وجہ سے اسکے لئے تمام دنیاوی مصائب آسان ہو جاتے ہیں اور احکام خداوندی بجالانے میں انکو انقباض طاری نہیں ہوتا ہے۔ لقمہ۔ اللہ تعالیٰ کا سخت سے سخت فرمان خوشگوار بن جاتا ہے۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔ گل شکر۔ جیسی عہد الست کا ذوق۔

[3] گل شکر۔ جس میں عہد الست کا وہ ذوق نہ ہو گا وہ احکام خداوندی کی پابندی نہ کر سکے گا۔ تبی کشد۔ وہ عہد الست کے ذوق کی مستی میں حکم الٰہی طرح برداشت کرے گا جیسا کہ مست اونٹ بے تکان بڑے بوجھ کو اٹھا لیتا ہے۔ کفک۔ مست اونٹ کے منہ میں جھاگ آتے رہتے ہیں اسی طرح عہد الست کے مست کے منہ میں اسکے تصدیقی کلمات مستی کے جھاگ ہیں۔ زآرزو۔ مستی کی حالت میں نر اونٹ اونٹنی کی تمنا میں کھانا بھی کم کر دیتا ہے اور اسمیں بہت زیادہ

در الست آنکو چنیں خوابے ندید
جس نے الست میں ایسا خواب نہیں دیکھا ہے

اندریں دنیا نشد بندہ و مرید[1]
وہ اس دنیا میں بندہ اور ارادتمند نہ بنا

ور بشد اندر تردد صد دلہ
اگر مرید بنا بھی تو تذبذب میں سو دل والا ہے

یک زماں شکر ستش و سالے گلہ
ایک وقت اس کے لئے شکر ہے اور ایک سال شکوہ

پائے پیش و پائے پس در راہ دیں
دین کے راستہ میں ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے

می نہد با صد تردد بے یقیں
بغیر یقین کے تردد کی حالت میں رکھتا ہے

وام دار شرح ایم نک کرد
میں اس کی شرح کا مقروض ہوں یہ گردن ہے

ور شتاب است از الم نشرح شنو
اگر جلدی ہے الم نشرح سن لے

چوں ندارد شرح ایں معنی کراں
چونکہ ان معنی کی شرح کا کنارہ نہیں ہے

خر بسوئے مدعی گاوراں
گائے کے مدعی کی جانب گدھا (لے جائے)

گفت کورم خواند زیں جرم آں دغا
اس نے کہا اس دغاباز نے مجھے اس جرم میں اندھا

بس بلیسانہ قیاس ست اے خدا
اے اللہ! یہ تو شیطانی قیاس ہے

من دعا کورانہ کے می کردہ ام[2]
میں نے اندھا صفت دعا کب کی ہے؟

جز بخالق گدیہ کے آوردہ ام
اللہ کے سوا میں نے کب بھیک مانگی ہے؟

کور از خلقاں طمع دارد ز جہل
اندھا نادانی کی وجہ سے مخلوق سے طمع کرتا ہے

من ز تو کز تست ہر دشوار سہل
میں تجھ سے (کہ) تجھ سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے

آں یکے کورم ز کوراں بشمرید
اس نے مجھے اندھوں میں سے ایک اندھا گنا

او نیاز جان و اخلاصم ندید
اس نے میری جان کی نیازمندی اور اخلاص نہ دیکھا

کوری عشق ست ایں کوری من
میرا اندھا پن عشق کا اندھا پن ہے

حب یعمی و یصم ست اے حسن
اے حسن! محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے (حدیث)

کورم از غیر خدا بینا بدو
میں خدا کے غیر سے نابینا اور خدا کا بینا ہوں

مقتضائے عشق ایں باشد بگو
بتا عشق کا یہی مقتضا ہے

برائی و فضیلت سمجھا حضرت آدمؑ کے باطنی اوصاف کو اس نے نہ دیکھا اسی طرح اس شخص نے میرے ظاہر اور فقر کو دیکھ کر مجھے اندھے فقیروں میں سے سمجھا حالانکہ میرا فقر اللہ تھا۔

۵۳ من دعا۔ اندھے فقیر تو انسان سے بھیک مانگتے ہیں میں نے تو اللہ سے بھیک مانگی۔ او نیاز یعنی اس ظالم نے میرے اوصاف کو نہ دیکھا۔ کوری یعنی چونکہ میں عشق الٰہی میں معروف ہوں اور مجھے اللہ کے عشق نے اندھا اور بہرا بنا رکھا ہے لہٰذا میرا نابینا ہونا دنیا کے اعتبار سے ہے نہ کہ خدا کے معاملہ میں۔

---

[1] مرید جس شخص نے عہد الست کے معاملہ میں کوئی خواب نہ دیکھا ہو اس میں بندگی اور ارادتمندی کا مادہ نہیں ہوتا ہے۔ اور بشد ایسے شخص میں کچھ ارادتمندی بھی اگر ہوتی ہے تو وہ بھی تذبذب کے ساتھ ہوتی ہے اس کی زبان پر کبھی شکر خدا آتا ہے تو اس سے زیادہ وہ شکوے کرتا رہتا ہے

[2] وام دار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ عہد الست کے ذوق کی مزید تشریح میرے ذمہ قرض ہے وہ ادا کروں گا۔۔۔ فی الحال مجھ سے کوئی چیز لے کر گروی رکھ لے تاکہ اس کی ادائیگی کا اطمینان ہو جائے ور شتاب اگر زیادہ جلدی ہے تو الم نشرح پڑھ لے یعنی الم نشرح سورہ میں آنحضورؐ کے شرح صدر ہو جانے کا بیان ہے شرح صدر کے بعد ہر راز خود حل ہو جاتا ہے اللہ تیرا بھی شرح صدر کر دے گا اور یہ مضمون تیری سمجھ میں خود آ جائیگا یا یہ مطلب ہے کہ حضورؐ کی شرح صدر کا یہی مطلب تھا کہ آپ میں عہد الست کا پورا ذوق تھا اسی کے ذریعہ اللہ نے آپ کا بار ہم کم کر دیا تھا اور تمام احکام شرعی آپ پر آسان ہو گئے تھے۔ گفت ناظر فقیر نے کہا۔ آن دغا یعنی گائے کو لا لے بس بلیسانہ شیطان نے حضرت آدمؑ کے ظاہر کو دیکھا اور اسی پر فیصلہ

تو کہ بینائی ز کورانم مدار
(اے خدا) تو کہ بینا ہے مجھے نابیناؤں میں نہ رکھ

آنچناں[1] کہ یوسفِ صدیق را
جس طرح کہ یوسفِ صدیق کو

مر مرا ہم لطف تو خوابے نمود
مجھے بھی تیری مہربانی نے ایک خواب دکھایا

می نداند خلق اسرارِ مرا
لوگ میرے راز نہیں جانتے ہیں

حق شان ست و کہ داند رازِ غیب
(یہ) اُنہی کا شان ہے اور غیب کا راز کون جانتا ہے؟

خصم[2] گفتش حق بگو اے تند خو
(اسکے) مخالف نے اس سے کہا اے بدعادت! سچ بتا

شید می آری غلط می افگنی
تو مکر کرتا ہے، غلطی میں مبتلا کرتا ہے

باکدامیں روئے چوں دل مُردہ
جب کہ تو مردہ دل ہے، کس منہ سے

غلغلے در شہر افتادہ ازیں
اس سے شہر میں بڑا شور مچ گیا ہے

کاے خدا ایں بندۂ را رسوا مکن
کہ اے خدا اس غلام کو رسوا نہ فرما

تو ہمی دانی کہ شبہائے دراز
تو جانتا ہے کہ لمبی راتوں میں

پیشِ خلق ایں را اگر خود قدر نیست
اگر مخلوق کے نزدیک اس کی قدر نہیں ہے

گاؤ می خواہند از من اے خدا
اے اللہ! وہ مجھ سے گائے مانگتے ہیں

دائرم بر گردِ لطفت اے مدار
اے مدار! میں تیری مہربانی کے گرد گھومتا ہوں

خواب بنمودی و دستش ممتکا
تو نے خواب دکھایا، اور وہ اُن کا سہارا بنا

ایں دعائے بیحدم بازی نبود
میری یہ لامحدود دعا کھیل نہ تھی

ژاژ[3] میدانند گفتارِ مرا
میری گفتگو کو بکواس سمجھتے ہیں

غیر علامِ سرِ و ستارِ عیب
سوائے راز کے جاننے والے اور عیب کے چھپانے والے کے

از چہ سوئے آسماں کردی تو رُو
تو نے آسمان کی طرف منہ کیوں کر لیا؟

لافِ عشق و لافِ قربت میزنی
عشق اور قربِ (الٰہی) کی بکواس کرتا ہے

روئے سوئے آسمانہا کردہ
آسمانوں کی جانب منہ کیا ہے؟

آں مسلماں می نہد رو بر زمیں
وہ مسلمان زمین پر منہ رکھتا تھا

گر[4] بدم ہم سرِ من پیدا مکن
اگر میں بُرا بھی ہوں، میرا راز فاش نہ کر

کہ ہمی خواندم ترا با صد نیاز
میں تجھے سینکڑوں نیازمندیوں کیساتھ پکارتا تھا

پیشِ تو ہمچوں چراغِ روشنست
تیرے نزدیک تو روشن چراغ کی طرح ہے

چوں فرستادی نکردم من خطا
جبکہ تو نے بھیجی، تو میں نے غلطی نہیں کی

---

[1] آنچناں جس طرح حضرت یوسفؑ کو خواب پر بھروسہ تھا اور وہ اُن کا سہارا بن گیا اسی طرح مجھے بھی خواب کی بنیاد پر اعتماد تھا کہ ضرور دعا قبول ہوگی۔ ایسی دعا میری گریہ وزاری کیساتھ کوئی بھی یقیناً اس کو مقبول ہونا ہی ہے۔ لوگ اس راز سے واقف نہیں ہیں اور میری باتوں کو بکواس سمجھ رہے ہیں۔ جی ہاں۔ جبکہ لوگوں کو حقیقتِ حال معلوم نہیں تو ان کا کہنا برحق ہے۔

[2] خصم یعنی گائے کے مالک نے کہا سچ بات کہہ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر مکاری کیوں کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے عشق و قرب کی ڈینگیں کیوں مارتا ہے۔ باکدامیں۔ تیرا منہ اس قابل نہیں کہ اللہ کے سامنے کرے۔ کل مسلمان یعنی گائے ذبح کرنے والا فقیر سجدہ میں گرا ہوا تھا۔ گائے خدا سے اللہ سے سجدہ کی حالت میں یہ دعائیں کر رہا تھا۔

[3] گر بدم۔ اگر میں بُرا بھی ہوں تو اس وقت تجھے سوا ذکر، قدر، رعایت میری حالت کی اگر لوگوں کو قدر نہیں ہے تیرے سامنے تو بات واضح ہے۔ چوں فرستادی۔ جب تو نے خود اس گائے کو میرے گھر میں بھیجا یا تو میرا ذبح کرنا غلطی نہ تھی۔

بیروں شدن داؤد نبی علیہ السلام و شنیدن از ہر دو خصم

حضرت داؤد نبی علیہ السلام کا باہر نکل کر آنا، اور دونوں فریق کی بات سننا، اور

و سوال کردن از مدعی علیہ و جواب او

مدعی علیہ سے سوال کرنا، اور اس کا جواب

چونکہ داؤدِ نبی آمد بروں
جب داؤد نبی، باہر آئے

گفت[1] ہیں چونست ایں احوالِ چوں
فرمایا ہاں، یہ کیا احوال ہیں؟

مدعی گفت اے نبی اللہ داد
مدعی نے کہا، اے اللہ کے نبی! فریاد ہے

گاوِ من در خانۂ او در فتاد
میری گائے اسکے گھر میں گھس گئی

کشت گاوم را بپرسش کہ چرا
اس نے میری گائے ذبح کر دی اس سے پوچھئے کیوں؟

گاوِ من کشت او بیاں کن ماجرا
میری گائے ذبح کی، وہ واقعہ بتائے

گفت داؤدش بگو اے نُوالکرم
اس سے داؤد نے فرمایا اے بھلے انسان!

چوں تلف کردی تو ملکِ محترم
تو نے محترم ملکیت کو کیوں برباد کیا؟

ہیں پراگندہ مگو حجت بیار
خبردار! یہ بہودہ بات نہ کر، دلیل بیان کر

تا بیک[2] سو گردد ایں دعوی و کار
تاکہ یہ دعوی اور معاملہ یک سو ہو جائے

گفت اے داؤد بودم ہفت سال
اس نے کہا اے داؤد! میں سات سال تک تھا

روز و شب اندر دعا و در سوال
دن، رات دعا اور سوال میں

ایں ہمی جستم ز یزداں کاے خدا
میں اللہ (تعالیٰ) سے چاہتا تھا کہ اے خدا!

روزیِ خواہم حلال و بے عنا
میں حلال روزی بے مشقت چاہتا ہوں

مرد و زن بر نالۂ من واقف اند
مرد و عورت میری فریاد سے واقف ہیں

کودکاں ایں ماجرا را واصف اند
بچے اس قصہ کو بیان کرتے ہیں

تو بپرس از ہر کہ خواہی ایں خبر
آپ جس سے چاہیں یہ بات دریافت کریں

تا بگوید بے تشکنجہ[3] و بے ضرر
تاکہ وہ بغیر دباؤ اور بغیر تکلیف کے بتادے

ہم ہویدا پرس و ہم پنہاں ز خلق
لوگوں سے علی الاعلان اور خفیہ طور پر دریافت کیجئے

کہ چہ میگفت ایں گدائے ژندہ دلق
کہ یہ پھٹی گدڑی والا فقیر کیا کہا کرتا تھا؟

بعد ازیں جملہ دعا و ایں فغاں
اس تمام دعا اور فریاد کے بعد

گاو اندر خانہ دیدم ناگہاں
اچانک میں نے اپنے گھر میں گائے دیکھی

[1] گفت: حضرت داؤدؑ نے فرمایا سب احوال بتاؤ۔ او بیان کن: یعنی اس کو فرمایئے کہ وہ بیان کرے۔

[2] تا بیک شو: یعنی میں معاملہ کو سمجھ کر فیصلہ کر سکوں۔ تا: مشقت۔ فرد: یعنی یہ میرا قصہ عورت، مرد، بچے بوڑھے سب ہی کو معلوم ہے۔

[3] بے تشکنجہ: یعنی بغیر کسی دباؤ کے۔ ہم ہویدا: یعنی اس معاملہ کی کھل اور چھپی تحقیقات کر لیجئے۔

چشمِ من تاریک شُد لے بہر لُوت
میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا تاکہ گھاٹے کے لئے

شادیٔ آں کہ قبول آمد قنوت
اس خوشی میں کہ دعا قبول ہو گئی

کُشتم ایں را تا دہم در شکرِ آن
میں نے اسکو ذبح کر دیا تاکہ اس شکر میں بانٹ دوں

کہ دُعائے من شنید آں غیب داں
کہ اس غیب کے جاننے والے نے میری دعا سن لی

حکم کردن داؤد علیہ السلام بر کُشندہ گاؤ

گائے ذبح کرنے والے کے خلاف حضرت داؤدؑ کا فیصلہ

گُفت داؤدؑ ایں سُخن ہا را بشنو
(حضرت) داؤدؑ نے فرمایا ان باتوں کو اول سے (دھیان سے) سنو

حُجّتِ شرعی دریں دعوے بگو
اس دعوے پر کوئی شرعی دلیل بیان کر

تو رَوا داری کہ من بے حُجّتے
تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر دلیل کے

بنہم اندر شرع باطل سُنّتے
میں شرع میں ایک غلط رسم جاری کر دوں

اینکہ بخشیدت خریدی وارثی
یہ (گائے) تجھے کس نے بخشی تو نے خریدی تو وراثت سے؟

ربع راچوں می ستانی حارثی
پیداوار تو کیوں لیتا ہے، تو کاشتکار ہے؟

کسب[2] را ہیچوں زراعت داں عمو
اے چچا! کمائی کو کھیتی کی طرح سمجھ

تا نہ کاری دخل نبود آں تو
جب تک تو کھیتی نہ کرے پیداوار تیری ملکیت نہیں ہے

آنچہ کاری بدلسوی آں آں تست
جو تو بوئے، کاٹے وہ تیری ملکیت ہے

ورنہ ایں بیداد بر تو شد درست
ورنہ یہ ظلم تیرے ذمے لگ گیا ہے

رَو بدہ مالِ مُسلماں کژ مگو
جا مسلمان کا مال دے ٹیڑھی بات نہ کر

رَو بجُو وام و بدہ باطل مجو
جا قرض لے اور دیدے، غلط نہ چاہ

گفت[3] اے شہ تو ہم ایں میگوئیم
اُس نے کہا اے شاہ! آپ بھی وہی کہہ رہے ہیں

کہ ہمیگویند اصحاب ستم
جو ظالم لوگ کہہ رہے ہیں

تضرع کردن آں شخص از داوری داؤد علیہ السلام نزد خدا

اُس شخص کا داؤدؑ کے فیصلہ پر خدا کے سامنے فریاد کرنا

پس زدل آہے برآورد و بگفت
تو اس نے دل سے آہ نکالی اور کہا

کائے خُدائے ہر کجا طاقے و جُفت
اے ہر اُس جگہ کے خدا جہاں کوئی طاق اور جفت ہے

سجدہ کرد و گفت اے دانائے سُوز
اس نے سجدہ کیا اور کہا اے سوزش کے جاننے والے

در دلِ داؤدؑ انداز آں فروز
وہ روشنی داؤدؑ کے دل میں ڈال دے

---

[1] لوت۔ مرمن ھذا اکشتم۔ میں نے گائے اس لئے ذبح کی کہ دعا کی قبولیت کے شکرانے میں اسکو غریبوں میں بانٹ دوں۔ تو (داؤدؑ) کیا تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر کسی شرعی دلیل کے تیرے حق میں فیصلہ کر کے ایک غلط طریقہ رائج کر دوں۔ (یعنی۔ یہ گائے تجھے کس نے بخشی تھی تو نے خریدی تھی، کیا تو نے کاشت کی تھی جو پیداوار کا مالک بنا۔

[2] کسب۔ کمائی اور کھیتی ایک چیز ہے جو بوتا ہے کھیتی اس کی ملکیت ہوتی ہے۔ تاکہ نہ۔ دوسرے کی ملکیت میں تصرف کرنا ظلم ہے۔

[3] رَو۔ غلط باتیں نہ کر اگر تیرے پاس ہے تو اس گائے کی قیمت ادا کر دے اور قرض لے کر اس کو دیدے۔

[3] گفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے کہا کہ آپ بھی وہی باتیں کرنے لگے جو سب کر رہے تھے اور پھر اللہ کے سامنے اس نے گریہ و زاری شروع کر دی۔

دردِش[1] نہ آنچہ تو اندر دلم — اندر افگندی بر از اے مفضلم

اس کے دل میں ڈال دے جو کہ تو نے میرے دل میں — میں راز ڈالا ہے اے میرے محسن!

ایں بگفت و گریہ در شد ہائے ہائے — تا دلِ داؤد پیروں شد ز جائے

یہ کہا اور ہائے ہائے کر کے رونا شروع کر دیا — یہاں تک کہ (حضرت) داؤدؑ کا دل دھڑکنے لگا

گفت ہیں امروز آخواہانِ گاؤ — مہلتم دہ ویں دعاوی را مکاؤ

فرمایا خبردار! آج گائے کے تمنی — مجھے مہلت دے اِن دعووں کو نہ کر

تا روم من سوئے خلوت در نماز — پُرسم ایں احوال از دانائے راز

تاکہ میں نماز میں تنہائی میں چلا جاؤں — رازوں کے جاننے والے سے یہ احوال دریافت کروں

خوئے[2] دارم در نمازاں التفات — معنیِ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ

میں نماز میں اُس توجہ کی عادت رکھتا ہوں — جو معنی ہیں قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ کے

روزنِ جانم گشادست از صفا — میرسد بے واسطہ نامہ خدا

صفائی کی وجہ سے میرے جان کا روزن کھلا ہوا ہے — بغیر واسطے کے خدا کا پیغام پہنچتا ہے

نامۂ و باران و نور از روزنم — می فتد در خانہ ام از معدنم

پیغام اور بارش اور نور میرے روزن سے — میری معدن سے میرے گھر میں آ پہنچتا ہے

دو[3] روزن ست آں خانہ کاں بے روزن ست — اصلِ دیں اے بندہ روزن کردن ست

وہ گھر دو روزن ہے جو بے روزن ہے — اے بندے! دین کی اصل روزن کرنا ہے

تیشہ زن در کندنِ روزن بلا — عکسِ خورشیدِ برونست از حجاب

ہر جھاڑی پر کلہاڑی نہ مار — اس سورج کا عکس ہے جو پردے سے باہر ہے

یا نمی دانی کہ نورِ آفتاب — پس چہ گر مَنَّا بود بر آدمم

یا تو نہیں جانتا کہ سورج کا نور — تو میرے آدمی ہونے پر گر منا کیسے (صادق) ہوگا؟

نور ایں دانی کہ حیواں دیدہم — تا سکو نور کہتا ہے جس کو حیوان بھی دیکھتا ہے

---

[1] دردِش۔ اے خدا مجھ پر داؤدؑ کے دل میں وہی بات پیدا کر دے جو تو نے میرے دل میں پیدا کی تھی جس سے میں اس گائے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ مفضل محسن۔ ایں بگفت۔ گائے ذبح کرنے والے نے اس گفتگو کے بعد آہ و زاری شروع کر دی اور ایسا رویا کہ حضرت داؤدؑ کا دل بے چین ہو گیا۔ گفت۔ حضرت داؤدؑ نے مجھ سے کہا کہ آج جاؤ کل فیصلہ ہوگا۔ تا روم۔ میں تنہائی میں نماز پڑھوں گا اور اللہ سے دعا کروں گا کہ راز کھل جائے۔

[2] خوئے دارم۔ مجھے نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف وہی توجہ ہوتی ہے جس کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ حدیث شریف میں ہے حُبِّبَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ روزن۔ روح کا دریچہ کھلا ہوا ہے جس کے ذریعہ بغیر واسطے کے میرے پاس خدائی احکام آتے ہیں۔ باراں۔ یعنی بارانِ رحمت۔ معدن۔ یعنی توابِ باری تعالیٰ۔

[3] دو روزن۔ جس روح کا دریچہ اللہ تعالیٰ کی جانب کھلا ہوا نہیں ہے وہ روح روح ہی نہیں ہے۔ اصل۔ دین کی بنیاد تعلق مع اللہ پر ہے۔ تیشہ۔ لکڑیاں کاٹنے کے لئے تیشہ چلانا کوئی معنی نہیں رکھتا اصل کام جہادات کے تیشہ سے روح میں دریچہ کھولنا ہے۔ یا نمی دانی۔ تو جو روح کا دریچہ کھولنے کے لئے جہاد نہیں کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نہیں سمجھتا کہ اصل نور ذاتِ باری کا نور ہے سورج کا نور تو اس کا ایک عکس ہے۔ نورِ ایں۔ اگر تیری نگاہ میں معرفت بھی ظاہری نور ہے تو تجھ میں اور حیوانات میں کیا فرق ہے اس ظاہری نور کو تو ہر حیوان دیکھ لیتا ہے تیری کیا خصوصیت ہے۔ گر منا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ "ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی" تو اگر انسان میں اور جانور میں کوئی فرق نہیں ہے تو یہ آیت اس پر کیسے صادق آسکتی ہے۔

مَن[1] چو خورشیدم درونِ نور غرق
میں سورج جیسا ہوں نور میں ڈوبا ہوا ہوں

مَن ندانم کرد خویش از نور فرق
میں اپنے آپ میں اور نور میں فرق کرنا نہیں جانتا ہوں

رفتنم سوئے نماز و آن خلا
میرا اس خلوت اور نماز کی جانب جانا

بہر تعلیم ست رہ مر خلق را
مخلوق کو راستہ کی تعلیم دینے کے لئے ہے

کژ نہم تا راست گردد ایں جہاں
میں ٹیڑھا (قدم) رکھتا ہوں تاکہ مخلوق سیدھی ہو جائے

حرب خدعہ ایں بود اے پہلواں
اے بہادر! جنگ دھوکہ ہے، یہی ہے

نیست[2] دستوری وگرنہ ریختے
اجازت نہیں ہے ورنہ وہ بہا دیتے

گرد از دریائے راز انگیختے
راز کے دریا سے گرد اڑا دیتے

ہمچنیں میگفت داؤد ایں نسق
اس طور پر (حضرت) داؤد ایسا ہی کہتے رہے

خواست گشتن عقلِ خلقاں محترق
مخلوق کی عقل نے جل جانا چاہا

پس گریبانش کشید از پس یکے
تو ایک نے پیچھے سے اُن کا گریبان کھینچا

کہ ندارم در یکی اَش من شکے
کہ میں اس کی وحدانیت میں کوئی شک نہیں رکھتا ہوں

رفتن داؤد علیہ السلام در خلوت تا آنچہ حق ست پیدا شود
(حضرت) داؤدؑ کا تنہائی میں چلا جانا، تاکہ جو صحیح بات ہے واضح ہو جائے

باخود آمد گفت را کوتاہ کرد
(حضرت) سنبھلے، بات کو مختصر کیا

لب ببست و عزمِ خلوتگاہ کرد
خاموش ہو گئے اور خلوت خانہ کا قصد کیا

در فرو بست و برفت آنگہ بشاب
دروازہ بند کیا اور فوراً روانہ ہوئے

سوئے محراب و دعائے مستجاب
محراب اور مقبول دعا کی جانب

حق[3] نمودش آنچہ بنمودش تمام
حق نے اُن کو جو کچھ (دکھایا اسیں) سب کچھ دکھا دیا

گشت واقف بر سزائے انتقام
وہ جلنے کی سزا سے واقف ہو گئے

دید احوالے کہ کس واقف نبود
انھوں نے وہ احوال دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا

راز پنہانے کہ حیرانی فزود
وہ چھپے ہوئے راز جنھوں نے حیرانی بڑھا دی

روزِ دیگر جملہ خصمان آمدند
دوسرے دن سب فریق آئے

پیشِ داؤدِ پیمبر صف زدند
(حضرت) داؤد پیغمبر کے روبرو صف بستہ ہو گئے

ہمچناں آں ماجرا ہا باز رفت
اسی طرح وہ قصہ پھر چلا

زود زد آں مدعی تشنیع زفت
اس مدعی نے جلد سخت برا بھلا کہنا شروع کر دیا

---

[1] من چو خورشیدم۔ میں فرماتا ہوں اب میں اپنے میں اور ذاتِ باری میں کوئی امتیاز اور دوئی نہیں پاتا ہوں۔ رفتنم۔ باوجود میں اتحاد کے پھر نماز اور خلوت میں جانا دوسروں کو تعلیم دینے کے لئے ہے۔ کژ نہم۔ عام لوگوں کی ہدایت کیلئے میں کبھی غیر ضروری بات کرنے لگتا ہوں اور ایسی ہی بات ہے جیسی کہ جنگ کے موقع پر غیر واقعی بات ظاہر کی جاتی ہے۔ حرب خدعہ۔ جنگ میں ایک غیر واقعی چال سے کامیابی ہو جاتی ہے۔

[2] نیست۔ حضرت کا راز فاش کرنے کی اجازت نہیں ورنہ حضرت داؤدؑ سارے راز فاش کر دیتے اور ایسے اسرار بیان کر دیتے کہ دریائے اسرار خشک ہو جاتا۔ پس۔ خود آپ نے حضرت داؤدؑ کا گریبان کھینچ کر اُن کو اسرار بیان کرنے سے روکا۔ باخود۔ یعنی حضرت داؤدؑ کی مستی زائل ہوئی۔ محراب۔ یعنی مصلّٰی

[3] حق نمودش۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر بات واضح کر دی اور گائے ذبح کرنے کی سزا سے واقف کر دیا۔ زد زد۔ یعنی گائے والے نے فوراً اُس فقیر پر لعن طعن شروع کر دی۔

زود[1] گاوم را بدہ اے نابکار
اے نابکار! میری گائے جلد دے

از خدائے خویشتن شرمے بدار
اپنے خدا سے کچھ شرم کر

کاینچنیں ظلمِ صریح نامزا
کہ ایسا نامناسب، صاف ظلم

می رود در عہدِ پیغمبر بلا
خبردار! پیغمبر کے دور میں ہو رہا ہے

گاوِ کُشتہ خوردہ بے ترسے و بیم
گائے ذبح کرکے ڈر اور خوف کے بغیر کھا کر

در جواب افزودہ تزویراں لئیم
اس نالائق نے جواب میں مکاری زیادہ

کہ بچندیں سال بودم در دعا
کہ میں کتنے سال سے دعا میں لگا رہا ہوں

من طلب کردم ز حق دادا و مرا
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے مانگا اس نے مجھے دیا

اے رسولِ حق چنیں باشد روا
اے اللہ کے رسول! کیا یہ جائز ہو سکتا ہے؟

ملک من بُد گاو چوں دادش خدا
گائے میری ملکیت تھی، اللہ نے اسکو کیسے دیدی؟

حکم کردن داود علیہ السلام بر صاحب گاو کہ از سرِ گاو بگذرد

داؤد علیہ السلام کا گائے کے مالک کے خلاف فیصلہ کرنا کہ گائے کے خیال سے درگذر کرے

و تشنیع صاحب گاو بر داود علیہ السلام

اور گائے والے کا داؤد علیہ السلام کو ملامت کرنا

گفت داود ش خمش کن رو بہل
حضرت داؤدؑ نے اس سے فرمایا چپ جا، بھوڑ

این مسلماں را ز گاوت کن بحل
اس مسلمان کو اپنی گائے معاف کر دے

چونک[2] خدا پوشید بر تو اے جواں
اے جوان! جب اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی ہے

رو خمش کن حق ستاری بداں
جا چپ ہو جا، پردہ پوشی کے حق کو سمجھ

گفت وا ویلا چہ حکم ست اینچہ داد
اس نے کہا ہائے اے میرے نبی فیصلہ ہے یہ کیا انصاف ہے؟

از پئے من شرع نو خواہی نہاد
میرے لئے آپ نئی شریعت بنائیں گے

رفتہ است آوازۂ عدلت چناں
آپ کے انصاف کا تو ایسا شہرہ ہے

کہ مُعطّر شُد ز مین و آسماں
کہ اس سے زمین اور آسمان معطر ہے

بر سنگانِ کور ایں ستم نرفت
اندھے کنوؤں پر بھی یہ ظلم نہیں ہوا ہے

زین تعدی سنگ و کہ بشگافت تفت
اس ظلم سے پتھر اور پہاڑ جلد پھٹ گئے

ہمچنیں تشنیع می زد بر ملا
(وہ) اس طرح علی الاعلان ملامت کرتا رہا

کالصلا ہنگامِ ظلم ست الصلا
آؤ، آؤ ظلم کا وقت ہے

[1] زود۔ کہنے لگا کہ تو نے میری گائے دے اور خدا سے شرم کر۔ یہی زود حضرت داؤدؑ نبی کے دور میں ایسا ظلم ہوا ہے۔ تزویر۔ یعنی خدا رسیدہ ہونے کی باتیں۔

[2] کہ بچندیں۔ یعنی تو یہ کہتا ہے کہ میں نے دعا کی اور اللہ نے مجھے گائے عنایت کر دی۔ تشنیع۔ ملامت۔ کن بحل۔ معاف کر دے۔

[3] چوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے تیری پردہ پوشی کی ہے تو اب معاملہ کو زیادہ نہ کرید ورنہ رسوائی ہوگی۔ از پئے من۔ یعنی میرے معاملہ میں آپ نئی شریعت نہ بنائیں۔ بر سنگاں۔ پتھر کنوؤں پر پتھر مارتے ہیں۔ بر ملا۔ علی الاعلان۔ الصلا۔ لوگوں کو ظلم دکھانے کی دعوت دینے لگا۔

ایچنیں ظلم و ستم بر من مکن — یا نبی اللہ مگو زیناں سخن
ایسا ظلم و ستم مجھ پر نہ کیجئے — اے اللہ کے نبی! ایسی باتیں نہ کیجئے

محکم کردنِ داؤدؑ بر صاحب گاؤ کہ جملہ مال خود بوے بخش

حضرت داؤدؑ گائے والے کو حکم دینا کہ اپنا سارا مال اس کو بخش دے

بعد ازاں داؤدؑ گفتش کاے عنود — جملہ مالِ خویش اورا بخش زود
اسکے بعد حضرت داؤدؑ نے اس سے کہا اے سرکش — اپنا سب مال اس کو جلد بخش دے

ورنہ کارت سخت گردد گفتمت — تا نگردد ظاہر از وے اُستمت ۵
ورنہ تیرا معاملہ مشکل ہو جائیگا میں نے تجھ سے کہدیا — تاکہ تیرا ظلم اُس سے ظاہر نہ ہو

خاک بر سر کرد و جامہ بر درید — کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید
اُس نے سر پر خاک ڈالی اور کپڑے پھاڑ لئے — کہ آپ تو ہر دم ایک مزید ظلم کر رہے ہیں

یک دمے دیگر بدیں تشنیع راند — باز داؤدش بہ پیش خویش خواند
اس نے پھر یہ ملامت شروع کر دی — پھر حضرت داؤدؑ نے اُس کو اپنے سامنے بلایا

گفت چوں سخت نبودے اے صبور — ظلمت آمد اندک اندک در ظہور
فرمایا اے بے قصور چونکہ اپردہ پوش تیرا غیب ہے — تیرا ظلم رفتہ رفتہ ظہور میں آیا

دیدۂ آنگاہ صدر و پیشگاہ — اے دریغ از چوں تو خر خاشاک راہ
تو نے اُس وقت صدر اور پیشگاہ کو — راستہ کا کوڑا سمجھا، ہائے افسوس تجھ جیسے گدھے پر

زیں سخن داؤدؑ زو شد خشمناک — گفت تا خود را نگردانی ہلاک
ان باتوں سے حضرت داؤدؑ اُس پر غضبناک ہو گئے — فرمایا، خبردار اپنے آپ کو تباہ نہ کر

رو کہ فرزندانِ تو با جفت تو — بندگانِ اُو شدند اے تند خو
جا کر تیری اولاد مع تیری بیوی کے — اے بدمزاج! اُس کے غلام ہو گئے

سنگ بر سینہ ہمی زد با دو دست — می دوید از جہلِ خود بالا و پست
وہ دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا — اپنی نادانی سے اوپر نیچے بھاگ رہا تھا

خلق ہم اندر ملامت آمدند — کز ضمیرِ کار او غافل بدند
لوگوں نے بھی ملامت شروع کر دی — کیونکہ وہ اُس کے پوشیدہ کام سے ناواقف تھے

ظالم از مظلوم کے داند کسے — کو بود سخرہ ہوا ہمچوں خسے
وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کب امتیاز کر سکتا ہے؟ — جو کہ تنکے کی طرح ہوا کے تابع ہو

---

۵ یعنی ستم جو تو بخت۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو پر وہ پوشی کی لیکن تیرے نصیب میں نہ تھی اب تو رفتہ رفتہ خود اپنا ظلم ظاہر کرنے پر تلا ہوا ہے اگر وہ حضرت داؤدؑ کے اس فیصلے مان لیتا تو ورنہ معاملہ نہ کھلتا۔ ہر فیصلے کے بعد اسکا معاملہ کھلتا چلا گیا۔ (۱۲)

یعنی تو آرام سے تھا اور مال و دولت سے مزے اُڑا رہا تھا لیکن تو نے اس کی قدر نہ کی اور اسکو گمراہ سمجھا۔

۵ ذیں سخن۔ جب وہ حضرت داؤدؑ کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا اور واویلا کرنے لگا تو حضرت داؤدؑ کو ناگوار گذرا تو۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ صرف گائے کی معافی اور مال بخشنا کافی نہیں ہے بلکہ تیری اولاد اور بیوی سب اسکے غلام ہیں

۵ خلق۔ جو لوگ جمع ہو گئے تھے وہ بھی حضرت داؤدؑ کے ان فیصلوں کو ظلم سمجھتے ہوئے حضرت داؤدؑ کو ملامت کرنے لگے۔ ضمیر پوشیدہ سخرہ۔ تابعدار۔

ظالم از مظلوم آنکس پے برد — کو سر نفس ظلوم خود برد
ظالم اور مظلوم کا وہ شخص پتہ لگا لیتا ہے — جو اپنے ظالم نفس کا سر قلم کر دے

ورنہ آں ظالم کہ نفس ست اندرو — خصم ہر مظلوم باشد از جنوں
ورنہ وہ ظالم کہ جس کے اندر نفس ہے — جنون کی وجہ سے ہر مظلوم کا مخالف ہوتا ہے

سگ ہمارہ حملہ بر مسکیں کند — تا تواند زخم بر مسکیں زند
کتا ہمیشہ غریب پر حملہ کرتا ہے — جب تک بھی ہو سکے غریب کو کاٹتا ہے

شرم[1] شیراں راست نے سگ را بداں — کو نگیرد صید از ہمسایگاں
بھوکے شرم شیروں میں ہوتی ہے نہ کہ کتے میں — وہ پڑوسیوں سے شکار نہیں چھینتا ہے

عامۂ مظلوم کش ظالم پرست — از کمیں سگ سان سوئے داؤد جست
مظلوم کو مارنے والے ظالم پرست عوام — کمینگاہ سے کتے کی طرح (حضرت) داؤدؑ پر دوڑ پڑے

روئے در داؤدؑ کردند آں فریق — کای نبی مجتبےٰ بر ما شفیق
ان لوگوں نے (حضرت) داؤدؑ کی طرف رخ کیا — کہ اے منتخب نبی! ہم پر مہربان

ایں نشاید از تو کیں ظلم ست فاش — قہر کردی بیگناہے را بلاش
آپ کیلئے یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ تو کھلا ظلم ہے — آپ نے بے وجہ ایک بے قصور پر غلبہ کیا ہے

عزم کردن داؤد علیہ السلام بخواندن خلق بر آں صحرا کہ راز را آشکار کند
(حضرت) داؤد علیہ السلام کا لوگوں کو اس جنگل کی طرف بلانے کا ارادہ کرنا جہاں راز ظاہر کر دیں

گفت اے یاراں زمانِ آں رسید — کاں سرِ[2] مکتوم او گردد پدید
فرمایا اے دوستو! اس کا وقت آگیا ہے — کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے

جملہ برخیزید تا بیروں رویم — سوئے صحرا و بداں ہاموں شویم
سب اٹھو! تاکہ ہم باہر چلیں — جنگل کی طرف اور اس جنگل میں پہنچیں

مرد و زن از خانہا بیروں روید — تا براں سرِ نہاں واقف شوید
مرد اور عورت گھروں سے باہر چلو — تاکہ اس پوشیدہ راز سے واقف ہو جاؤ

در فلاں صحرا درختے ہست زفت — شاخہایش انبہ و بسیار خفت
فلاں جنگل میں ایک موٹا درخت ہے — اسکی شاخیں بہت گھنی اور بہت جڑی ہوئی ہیں

سخت راسخ خیمہ گاہ و میخ او — بوئے خوں می آید از بیخ او
خیمہ گاہ اور اس کا کھونٹا بہت مضبوط ہے — اس کی جڑ سے مجھے خون کی بو آرہی ہے

---

[1] ظالم۔ چونکہ انسان کا نفس خود ظالم ہے لہٰذا وہ فطری طور پر ظالم کی حمایت کرتا ہے۔ ہاں اگر انسان اپنے نفس کا سر قلم کر دے تو وہ ظالم اور مظلوم میں امتیاز کر سکتا ہے۔ سگ۔ نفس ایک کتا ہے اور کتے کی عادت ہے کہ غریب اور کمزور پر حملہ کرتا ہے۔

[2] شرم۔ حیا اور شرم شیروں میں ہوتی ہے جو کبھی اپنے ہمسایہ کا شکار چھین کر نہیں کھاتے ہیں۔ عام۔ عوام جو ظالم کی حمایت کے عادی ہوتے ہیں کتوں کی طرح ان کے فیصلے کے خلاف ہو کر ان کی طرف دوڑ پڑے۔ بلاش۔ بلاشی یعنی بلا وجہ۔

[3] سرِ مکتوم۔ چھپا ہوا راز۔ ہاموں۔ جنگل۔ زفت۔ موٹا۔ چفت۔ یعنی شاخیں آپس میں گھی ہوئی ہیں۔ سخت۔ یعنی اس درخت کی چھتری جو خیمہ کی طرح ہے اور جڑ جو خیمہ کی میخ کی طرح ہے بہت مضبوط ہے۔

خوں شُدست اندر بُن آں خوش درخت — خواجہ اُو را کُشت ایں منحوس بخت

اُس اچھے درخت کی جڑ میں خون ہوا ہے — اِس بدبخت نے آقا کو قتل کیا ہے

مال را برداشت ست ایں قلتبان[1] — دین غلام اُوست اے آزادگاں

اِس وِرثہ نے مال اُڑا لیا ہے — اے آزاد لوگو! یہ اُس کا غلام ہے

ایں جواں مر خواجہ را باشد پسر — طفل بُود و اُو ندارد زیں خبر

یہ جوان آقا کا بیٹا ہے — بچہ تھا اِس کو اُس کا پتہ نہیں

تا کنوں علمِ خدا پوشید آں — آخر از ناشکریِ ایں قلتباں

اب تک اللہ کے علم نے اُس کو چھپایا — بالآخر اِس وِرثہ کی ناشکری سے

کہ عیالِ خواجہ را رونے ندید — نے بہ نوروز و بموسمہائے عید

کہ اُس نے ایک دن بھی آقا کے بچوں کی دیکھ بھال — نہ نوروز پر اور نہ عید کے موسموں میں

بے نوایاں را بیک لقمہ نجُست — یاد ناورد اُو ز حقہائے نخست

محتاجوں کی ایک لقمہ سے دلداری نہ کی — اُس نے پہلے حقوق کو یاد نہ کیا

تا کنوں از بہرِ یک گاؤ ایں لعیں — می زند فرزند اُو را بر زمیں

یہاں تک یہ مردود ایک گائے کی وجہ سے — اُس کے بیٹے کو زمین پر پٹخ رہا ہے

اُو بخود برداشت پردہ از گناہ — ورنہ می پوشید جرمش را الٰہ

اُس نے خود گناہ سے پردہ اُٹھایا — ورنہ خدا اُس کے جُرم کو چھپا رہا تھا

کافر و فاسق دریں دور گزند[2] — پردۂ خود را بخود بر می درند

اِس دور کے زمانے میں، کافر اور فاسق — اپنے پردے کو خود چاک کر رہے ہیں

ظلمِ مستور ست در اسرارِ جاں[3] — می نہد ظالم بہ پیشِ مردماں

روح کے رازوں میں ظلم چھپا ہوا ہے — ظالم (اسکو) لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے

کہ بہ بینید ش کشیدہ شاخہا — گاؤ دوزخ را بہ بینید از مَلا

کہ اس ظلم کو سینگ نکالتے ہوئے دیکھ — بزلا دوزخ کی گائے کو دیکھو

گواہی دادن دست و پا و زبان بر سرِ ظالم ہم در دنیا

ظالم پر دنیا میں بھی ہاتھ پاؤں، اور زبان کا گواہی دینا

پس ہمیں جا دست و پایت بے گزند — بر ضمیر تو گواہی میدہند

تو اسی جگہ تیرے ہاتھ پاؤں بغیر نقصان کے — تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں

[1] قلتبان۔ وِرثہ۔ پسر۔ مولانا نے آئندہ اشعار میں مقتول کو جوان کا دکھایا ہے اسلئے ہم نے پسر اور فرزند کا ترجمہ کیا ہے۔ غلام۔ بزرداری۔ عیال۔ بال بچے۔ نوروز۔ ایرانیوں کی عید ہے۔ حقہائے۔ یعنی اُس پر جو اُس کے آقا کے پہلے متعلق تھے۔

[2] کافر۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے لیکن کافر اور فاسق خود اپنی پردہ دری کرتے ہیں۔

[3] مستور۔ پوشیدہ۔ مَلا۔ یعنی سینگ۔ آزلا۔ یعنی برملا علی الاعلان۔ گواہی۔ یعنی ظالم کے ہاتھ پاؤں آخرت میں اسکے خلاف گواہی دیں گے اور دنیا میں بھی گواہی دیتے ہیں۔ ضمیر۔ پوشیدہ راز۔

چوں مُوَکَّل[1] می شود بر تو ضمیر
باطن تیرے اوپر مُوَکَّل کی طرح ہو جاتا ہے

کہ بگو تو اعتقادت وا مگیر
کہ تو کہدے، اپنے اعتقاد کو نہ چھپا

خاصہ در ہنگام خشم و گفتگو
خصوصاً غصہ اور گفتگو کے وقت

میکند ظاہر سرت را مُو بمُو
تیرے راز کو ذرہ ذرہ ظاہر کر دیتا ہے

چوں مُوَکَّل می شود ظلم و جفا
ظلم اور زیادتی مُوَکَّل کی طرح ہو جاتی ہے

کہ ہویدا کن مرا اے دست و پا
کہ اے ہاتھ پاؤں! مجھے ظاہر کر دے

چوں ہمی گیرد گواہِ سر لگام
سر کا گواہ کس طرح لگام پکڑ لیتا ہے

خاصہ وقتِ جوشِ خشم و انتقام
خصوصاً غصہ کے جوش اور بدلہ لینے کے وقت

پس ہماں کس کیں مُوَکَّل میکند
تو وہی ذات، جو یہ مسلط کرتی ہے

تا لوائے راز بر صحرا زند
تاکہ راز کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دے

پس مُوَکَّلہائے دیگر روزِ حشر
تو حشر کے دن دوسرے مُوَکَّل

ہم تواند آفرید از بہرِ نشر
بھی (راز) کھولنے کے لئے پیدا کر سکتی ہے

اے بدہ دست آمدہ در ظلم و کیں
اے وہ کہ جو دشمنی سے ظلم اور کینہ میں ظاہر

گوہرت پیداست حاجت نیست[2] ایں
تیرا جوہر کھلا ہوا ہے، اس کی ضرورت نہیں ہے

نیست حاجت شہرہ گشتن در گزند
نقصان رسانی میں مشہور ہونے کی ضرورت نہیں ہے

بر ضمیر آتشینت واقف اند
تیرے آتشی باطن سے سب ابا خبر ہیں

نفسِ تو ہر دم برآرد صد شرار
تیرا نفس ہر وقت سینکڑوں چنگاریاں اگل رہا ہے

کہ بہ بینید م منم زا صحابِ نار
کہ مجھے دیکھ لیں میں دوزخیوں میں سے ہوں

جزو نارم سوئے کل خود روم
میں آگ کا جزو ہوں اپنے کل کی جانب جاتا ہوں

من نہ نورم کہ سوئے حضرت یموم
میں نور نہیں ہوں کہ (اللہ کے) دربار کی طرف جاؤں

ہمچناں[3] کایں ظالمِ حق ناشناس
جیسا کہ حق نہ پہچاننے والے اس ظالم نے

بہرِ گاوے کرد چندیں التباس
ایک گائے کے لئے اس قدر مکر کیے

اُو ازیں صد گاو بُرد و صد شتر
وہ اس کی سو گائیں اور سو اونٹ لے بھاگا

نفس اینست اے پدر از وے ببُر
اے باوا! نفس یہی ہے اس سے قطع تعلق کر

نیز روزے با خدا زاری نکرد
اس نے خدا سے ایک دن بھی عاجزی نہ کی

یا بہ لے نامد از و یک دم بدرد
کسی وقت بھی درد کے ساتھ اس سے یا رب نہ کہا

---

[1] مُوَکَّل۔ وہ شخص جس کے کام سپرد کر دیا گیا ہو۔ ظلم و جفا مشہور ہے کہ خون سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ غالباً انتقام کے جوش میں قاتل خود اقرار کر لیتا ہے۔ پس۔ جو ذات خود تمہارے اعضاء کو تم پر مسلط کر کے اقرار کرا لیتی ہے وہ حشر میں دوسرے مُوَکَّل پیدا فرما دیتی جو تم سے خود تمہارے جرموں کا اقرار کرائیں گے۔ دَو دست۔ یعنی بہت سے ہاتھ، بعض نسخوں میں دَو دست ہے۔

[2] نیست۔ اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے کہ تیرا ظلم مشہور ہو جب ہی جانا جا سکے، تیری اقتادِ طبع سے تیرا ظلم واضح ہو جاتا ہے۔ نفس تو۔ تیرا نفس خود اپنی ظالمانہ طبیعت اور مزاج کو ظاہر کر رہا ہے۔ مجرد ناکام انتقامی فرار جہنم کا مجرد ہے جو جہنم کی طرف جاتا ہے۔

[3] ہمچناں۔ اس گائے والے نے ایک گائے کا بدلہ لینے کے لئے کیسے مکر کیے۔ اور ماما کہ اس نے اس گائے کے ذبح کرنے والے کا وہ سب مال اڑا لیا جو اس کو ورثہ میں ملا تھا۔ نیز اس نے جو ظلم کیے تھے اگر وہ زاری کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے آقا سے معاف کرا دیتا۔

کای خدا خصمم مرا خوشنود[1] کن — گر نشکر کردم زیاں تو سود کن

اے خدا! میرے مخالف کو خوش کر دے — اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو فائدہ کر دے

گر خطا کشتم دیت بر عاقلہ است — عاقلہ جانم تو بودی از الست

اگر میں نے غلطی سے مارا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے — الست سے تو میری جان کا عاقلہ ہے

سنگ میگردد بہ استغفار دُر — ایں بود انصاف نفس اے جان حُر

توبہ کرنے سے پتھر موتی بن جاتا ہے — اے آزاد جان! نفس کا انصاف یہ ہوتا ہے

بیروں رفتن خلائق بسوئے آں درخت

لوگوں کا اس درخت کی طرف باہر جانا

چوں بروں رفتند سوئے آں درخت — گفت[2] دستش را بہ پیش بندید سخت

جب لوگ اس درخت کی جانب باہر نکل گئے — فرمایا اس کے ہاتھ پیچھے کر مضبوط باندھ دو

تا گناہ و جرم او پیدا کنم — تا لوائے عدل بر صحرا زنم

تاکہ میں اس کا گناہ اور جرم ظاہر کر دوں — تاکہ انصاف کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دوں

گفت اے سگ جد ایں را کشتہ — تو غلامی خواجہ زیں رو گشتہ

فرمایا اے کتے! تو نے اسکے دادا کو قتل کیا ہے — تو غلام ہے اس طور پر تو آقا بن بیٹھا ہے

خواجہ را کشتی و بردی مال او — کرد یزداں آشکارا حال او

تو نے آقا کو قتل کیا اور اس کا مال اڑا لیا — خدا نے اس کا حال ظاہر فرما دیا

آں زنت او را کنیزک بودہ است — با ہمیں خواجہ جفا بنمودہ است

وہ تیری بیوی اس کی لونڈی تھی — اس آقا پر اس نے (بھی) ظلم کیا ہے

ہر چہ[3] زو زائید مادہ یا کہ نر — ملک وارث باشد آں کل سر بسر

جو اس سے پیدا ہوا، مادہ ہو یا نر — وہ سب کا سب وارث کی ملک ہوگا

تو غلامی کسب و کارت ملک اوست — شرع جستی شرع بستاں ذکر گوست

تو غلام ہے تیری کمائی اور کاروبار اسکی ملک ہے — تو نے شرعی فیصلہ چاہا شرعی فیصلہ لیجا بہت اچھا ہے

خواجہ را کشتی بہ ستم زار زار — ہم بر اینجا خواجہ گویان زینہار

تو نے بڑے بڑے ظلم سے آقا کو قتل کیا — اسی جگہ آقا "الامان" کہتا تھا

کارد از اشتاب کردی سیر خاک — از خیالے کہ بدیدی سہمناک

تو نے جلدی سے چھری زمین میں گاڑ دی — اس تصور کی وجہ سے جو تجھے خوفناک نظر آیا

---

[1] خوشنود کن۔ اللہ تعالیٰ صاحب حق کو راضی کر کے حقوق العباد معاف کرا سکتا ہے۔ خطا کشتم۔ اگر قتل خطا ہوتا ہے تو اس کا بدلا اور دیت عاقلہ یعنی رشتہ داروں سے دلوایا جاتا ہے۔ الست۔ عہد الست میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ الست بربکم کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں بندوں نے کہا تھا بلیٰ یعنی کیوں نہیں آپ ہمارے رب ہیں۔ سنگ۔ استغفار ایسی تبدیل کر دیتی ہے اور سیئات حسنات میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

[2] گفت۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا اسکی شکیس کس دو۔ لوا۔ جھنڈا۔ جد۔ دادا۔ بیوی گائے ذبح کرنے والے کا دادا۔ تو غلامی۔ تو اس مقتول کا غلام تھا۔ آں زنت۔ تیری بیوی دراصل اس مقتول کی لونڈی تھی۔

[3] ہر چہ۔ لونڈی کی اولاد اس شخص کی ملکیت ہوتی ہے جس کی وہ لونڈی مملوک ہے وارث۔ یعنی گائے ذبح کرنے والا۔ تو غلامی۔ جبکہ تو خود اس گائے ذبح کرنیوالے کا غلام ہے تو تیری ساری کمائی بھی اس کی ملکیت ہے۔ ہم بر اینجا۔ یعنی تیرا آقا تجھ سے پناہ چاہ رہا تھا تاکہ تو اس کو قتل نہ کرے۔ اشتاب۔ شتاب۔ جلدی۔

بک[1] سرش با کارد در زیرِ زمیں
یہ اُس کا سر مع چھری کے زمین میں ہے

باز کاوید ایں زمیں را ہمچنیں
پھر اسی طرح اُس زمین کو کھودو

نامِ ایں سگ ہم نوشتہ کاردبر
چھری پر اُس کتے کا نام بھی لکھا ہوا ہے

کرد با خواجہ چنیں مکر و ضرر
اُس نے آقا کیساتھ ایسی مکاری اور ضرر رسانی کی

ہمچناں کردند و چوں بشگافتند
اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور جب اُنھوں نے کھودا

در زمیں آں کارد با سر یافتند
زمین میں چھری مع سر کے پائی

ولولا افتاد در خلق آں زماں
اُس وقت لوگوں میں شور مچ گیا

ہر یکے زنار ببرید از میاں
ہر ایک نے کمر سے جنیو کاٹ ڈالا

جملہ[2] از داؤد گشتہ عُذر خواہ
سب (حضرت) داؤدؑ سے معذرت چاہنے والے بنگئے

زانکہ بدظن گشتہ بودند و تباہ
اس لئے کہ وہ بدگمان اور تباہ ہوگئے تھے

قصاص فرمودن داؤد علیہ السلام خونی را بعد از الزام حجت بر وی

دلیل قائم کرنے کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کا قاتل پر قصاص کا حکم فرمانا

بعد ازاں گفتش بیا اے دادخواہ
اسکے بعد انھوں نے اُس دادگئے (مرنے والے) سے کہا اے

دادِ خود بستاں تو از ایں روسیاہ
اس روسیاہ سے اپنا بدلہ لے

ہم بداں تیغش بفرمود او قصاص
اُس کی اُسی تلوار سے اُنھوں نے قصاص لینے کا

کے کند مکرش ز حلمِ حق خلاص
اُس کا مکر اللہ (تعالیٰ) کے حلم سے کب بچا سکتا ہے؟

حلمِ حق گرچہ مواسا ہا کند
اللہ (تعالیٰ) کی بردباری اگرچہ بہت غمخواری کرتی ہے

چونکہ از حد بگذرد رسوا کند
جب معاملہ حد سے گذر جاتا ہے تو وہ رسوا کردیتی ہے

خوں[3] نخسپد در فتد در ہر دلے
خون نہیں سوتا، ہر دل میں پیدا ہوتی ہے

میلِ جُست و جوئے و کشف مشکلے
جستجو کی خواہش اور مشکل کا کھولنا

اقتضائے داوریِ ربِّ دیں
بدلے کے رب کے انصاف کا تقاضہ

سر برآرد از ضمیرِ آن و ایں
اس اور اُس کے دل میں سر اُبھارتا ہے

کاں فلاں چوں شد چہ شد حالش چہ گشت
کہ فلاں کا کیا ہوا کیسے ہوا اُسکی کیا حالت ہوئی؟

ہمچناں کہ جوشد از کلزار گشت
اس طرح جیسے کہ گلزار سے بربا ہوا جوش مارتا ہے

جوششِ خوں باشد آں در جستہا
خون کا جوش ہوتی ہیں وہ جستجوئیں

خارشش دلہا و بحث و ماجرا
دلوں کی خارش اور بحث اور معاملہ

[1] بک سرش۔ اسی مقتول کا سر اور چھری اس زمین میں دفن ہے۔ نام۔ اُس قاتل کا نام چھری پر کندہ ہے۔ زنار۔ یعنی کافر مومن بن گیا۔

[2] جملہ۔ حضرت داؤدؑ کے جس قدر متعین تھے جو کہ وہ بدظنی کرکے تباہ ہوئے تھے سب نے عذر خواہی شروع کردی۔ قصاص یعنی قاتل کو مقتول کے عوض قتل کرنا۔ دادخواہ۔ جس پر گلنے والے نے دعویٰ کیا تھا۔ بداں تیغش۔ وہی چھری جس سے اُس نے اُس کے دادا کو قتل کیا تھا۔ مکرش۔ اُس قاتل کا مکر اللہ تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ نہ تھا۔

[3] خوں نخسپد۔ مشہور ہے کہ خون نہیں چھپتا قاتل کے سر پر چڑھ کر بولتا ہے۔ اقتضا۔ اللہ تعالیٰ کے انصاف کا تقاضہ ہر انسان کے دل میں مقتول کے بارے میں جستجو پیدا کردیتا ہے۔ ضمیر۔ دل، باطن۔ جوششِ خوں۔ وہی مقتول کا خون لوگوں کے دل میں جوش مارتا ہے اور دل میں جستجو کا تقاضہ پیدا کردیتا ہے۔

چونکہ پیدا گشت سرِّ کارِ او
جب اس کے کارنامہ کا راز ظاہر ہو گیا

معجزہ داؤدؑ شد فاش و دو تو[1]
(حضرت) داؤدؑ کا معجزہ مشہور اور مضبوط ہو گیا

خلق جملہ سر برہنہ آمدند
تمام لوگ ننگے سر آئے

سر بسجدہ بر زمینہا می زدند
سر کو سجدے میں زمینوں پر رکھتے تھے

ماہمہ کوران اصلی بودہ ایم
ہم سب اصلی اندھے تھے

وانچہ می فرمودہ نشنودہ ایم
اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے نہ سنا

لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم
لیکن ہم معذور ہیں چونکہ بغیر آنکھوں کے ہیں

از تو ما صد گوں عجائب دیدہ ایم
ہم نے آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائب دیکھے ہیں

سنگ[2] با تو در سخن آمد شہیر
پتھر نے آپ سے بات کی (یہ) مشہور ہے

کز برائے غزو طالوتم بگیر
کہ مجھے طالوت سے جہاد کرنے کے لئے لے لیجئے

تو بسہ سنگ و فلاخن آمدی
آپ تین پتھر اور گوپھن لے کر آئے

صد ہزاراں مرد را برہم زدی
لاکھوں انسانوں کو تباہ کر دیا

سنگہایت صد ہزاراں پارہ شد
آپ کے (تین) پتھر لاکھوں ٹکڑے بن گئے

ہر یکے مر خصم را خونخوارہ شد
ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا

آہن اندر دست تو چوں موم شد
آپ کے ہاتھ میں لوہا موم جیسا ہو گیا

چوں زرہ سازی ترا معلوم شد
جب آپ زرہ بنانا جان گئے

کوہہا[3] با تو رسائل شد شکور
پہاڑ شکر گزاری میں آپ کے ہم آواز ہو گئے

با تو میخوانند چوں مقری زبور
آپ کے ساتھ (مکمل) قاری کی طرح زبور پڑھتے ہیں

صد ہزاراں چشم دل بکشادہ شد
دلوں کی لاکھوں آنکھیں کھل گئیں

از دم تو غیب را آمادہ شد
آپ کے ارشاد سے غیب پر آمادہ ہو گئیں

واں قوی تر از ہمہ کہ دائم ست
اور وہ سب سے زیادہ قوی ہر دائمی ہے

زندگی بخشی کہ سرمد قائم ست
آپ وہ زندگی بخشتے ہیں کہ جو ابد تک قائم ہے

جانِ جملہ معجزات اینست خود
یہ خود تمام معجزوں کی جان ہے

کو بہ بخشد مردہ را جانِ ابد
کہ وہ مردے کو ابدی جان بخشتا ہے

کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد
ظالم قتل کیا گیا، ایک عالم زندہ ہو گیا

ہر یکے از نو خدا را بندہ شد
ہر ایک از سر نو خدا کا بندہ بن گیا

---

[1] دو تو۔ دو ہزار مضبوط۔ خلق۔ حضرت داؤدؑ کے اس معجزے کو دیکھ کر جب لوگ ننگے سر دوڑ کر ان کے سامنے سر بسجود ہو گئے۔ ماہمہ چونکہ ہم کور باطن تھے اسلئے ہم ابتداءً آپ کے فرمان کو نہ سمجھ سکے۔ اور تو۔ ہم نے پہلے آپ کے بہت سے معجزے دیکھے ہیں۔

[2] سنگ۔ جب طالوت جالوت کے مقابلے کے لئے نکلے تھے تو حضرت داؤدؑ کو ساتھ لیکر گئے تھے، راستہ میں پتھروں نے حضرت داؤدؑ سے کہا تھا کہ ہمیں لیکر چلئے طالوت کی موت کا سبب بنیں گے۔ فلاخن۔ گوپھن جس کے ذریعہ دشمن پر سنگباری کی جاتی ہے۔ سنگہایت۔ وہ تین پتھر تھے لیکن پھینکنے پر ان کے ہزاروں ٹکڑے بنکر جالوت کی فوج پر گرے۔ آہن۔ حضرت داؤدؑ زرہیں بناتے تھے اور لوہا اُن کے ہاتھ میں آکر موم بن جاتا تھا۔

[3] کوہہا۔ جب حضرت داؤدؑ زبور پڑھتے تھے تو پہاڑ ان کے ہم آواز ہو کر زبور کی تلاوت کرتے تھے۔ صد ہزاراں۔ حضرت داؤدؑ کے ہاتھ پر لاکھوں کافر مومن بنے۔ غیب۔ یعنی عالم غیب۔ واں۔ آپ کا سب سے زیادہ قوی معجزہ یہ ہے کہ آپ انسانوں کو ابدی حیات بخشتے ہیں۔ کشتہ شد۔ قرآن نے فرمایا قاتل کو قتل کرنے میں

دربیان[1] آنکہ نفس آدمی بجائے آں خونیست کہ مدعی گاؤ

اس کے بیان میں کہ آدمی کا نفس اُس قاتل کی جگہ پر ہے، جو ذبح شدہ گائے

کشتہ بود و آن کشندہ گاؤ عقل ست و داؤدؑ حق ست یا شیخ

کا مدعی بنا تھا اور وہ گائے ذبح کرنے والا عقل کی جگہ پر ہے، اور (حضرت) داؤدؑ (حضرت)

کہ نائب حق ست کہ بقوت و یاری اُو تواند ظالم را کشتن

حق (تعالیٰ) یا شیخ کی (جگہ پر ہیں) جو حق کا نائب ہوتا ہے جس کی قوت اور مدد سے ظالم

و نو نگر شدن بروزے بے کسب و بے خطا

کو قتل کیا جا سکتا ہے، اور ایک دن میں بغیر کمائی اور بغیر خطا کے مالدار ہو جا سکتا ہے

نفس خود را کش جہان را زندہ کن
اپنے نفس کو مار، جہان کو زندہ کر

خواجہ را کشت ست اُو را بندہ کن
اُس نے آقا کو قتل کیا ہے، اُس کو غلام بنا

مدعی[2] گاؤ نفس تست ہیں
خبردار! گائے کا مدعی تیرا نفس ہے

خویشتن را خواجہ کرد ست و مہین
اُس نے اپنے آپ کو آقا اور سردار بنا لیا ہے

آں کشندہ گاؤ عقل تست رو
وہ گائے ذبح کرنے والا تیری عقل ہے، جا

برکشندہ گاؤ تن منکر مشو
جسم کی گائے کو ذبح کرنے والے کا منکر نہ بن

عقل اسیر ست و ہمی خواہد ز حق
عقل (نفس کی) قیدی ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے

روزی بے رنج و نعمت بے مطبق
بغیر مشقت روزی اور طباق بھری نعمت

روزی بے رنج اُو موقوف چیست
اُس کی کہ مشقت روزی کس چیز پر موقوف ہے؟

آنکہ بکشد گاؤ را کاصل بد ست
کہ وہ گائے کو ذبح کرے کیونکہ وہ برائی کی جڑ ہے

نفس[3] گوید چوں کشی تو گاؤ من
نفس کہتا ہے تو میری گائے کو کیوں ذبح کر رہا ہے؟

زانکہ گاؤ نفس باشد نقش تن
کیونکہ جسم کی صورت نفس کی گائے ہے

خواجہ زادہ عقل ماندہ بے نوا
عقل جو آقا سے پیدا ہوئی بے سروسامان ہو گئی

نفس خونی خواجہ کشت و پیشوا
قاتل نفس آقا اور پیشوا بن گیا

روزی بے رنج میدانی کہ چیست
تو جانتا ہے بلا مشقت روزی کیا ہے؟

قوت ارواح ست و ارزاق نبی ست
روحوں کی روزی ہے اور نبی کے (علاوہ) ہر رزق

لیک موقوف ست بر قربان گاؤ
لیکن وہ گائے کی قربانی پر موقوف ہے

گنج قتل گاؤ داں اے گنج کاؤ
گائے کے ذبح کرنے کو خزانہ سمجھ اے خزانہ کھودنے والے

---

[1] دربیان۔ پہلے فقرے مولانا نصیحت کیلئے کچھ نتیجے اخذ کر کے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گائے ذبح کرنے والے کی مثال عقل ہے اور گائے کا بدلہ لینے والے کی مثال نفس ہے حضرت داؤدؑ کی مثال اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ نفس خود جس طرح گائے کے قتل سے مالدار بنا ہوا تو اپنے نفس کو قتل کر کے عالم زندہ ہو جائیگا اس نفس نے تیری عقل کو فنا کر رکھا ہے اور خود آقا بن بیٹھا ہے اس کو عقل کا غلام بنا۔

[2] مدعی۔ نفس نے عقل کو فنا کیا اور خود آقا بن بیٹھا، حالانکہ وہ عقل کا غلام تھا۔ منکر تمام لوگ ابتداء گائے ذبح کرنیوالے کے مخالف ہو گئے تھے۔ عقل۔ وہ نوجوان ہے جس نے گائے ذبح کی تھی اور اللہ تعالیٰ سے بغیر محنت روزی کا طالب بنا تھا۔ روزی۔ جو کہ روح کو اُس وقت حاصل ہوگی جب تن کشی کرو گے جو کہ بمنزلہ گائے کے ہے۔

[3] نفس۔ بدن نفس کیلئے ایسا ہی ہے جیسا کہ گائے کے مدعی کیلئے گائے تھی۔ خواجہ زادہ۔ جس طرح وہ نوجوان گائے کے مدعی کے آقا کا پوتا تھا اسی طرح نفس کے اعتبار سے عقل کو سمجھو۔ نفس۔ نفس عقل کا قاتل ہے۔ ارزاق نبی۔ یعنی نبی کی شریعت اور احکام قرآن گاؤ۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے ذریعہ

دوش[1] چیزے خوردہ ام ورنہ تمام
میں نے کل کچھ پی لیا ہے، ورنہ پوری

دادمے در دستِ فہمِ تو زِ بام
بات تیری سمجھ کے ہاتھ میں دے دیتا

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است
کل میں نے کوئی چیز پی لی ہے (یہ) کہنے کی بات ہے

ہر چہ می آید ز پنہاں خانہ است
(ورنہ) جو چیز آتی ہے وہ مالِ غیب سے ہے

چشم بر اسباب از چہ دوختم
میں نے اسباب پر نظر کیوں جمائی؟

کہ ز خوش چشماں کرشمہ آموختم
اسلئے اچھی آنکھوں والوں سے میں نے ادا سیکھی ہے

ہست بر اسباب اسباب دگر
اسباب (دنیوی) سے اوپر دوسرے اسباب ہیں

در سببِ منگر دراں افگن نظر
(دنیوی) اسباب کو نہ دیکھ، اُن پر نظر نہ ڈال

انبیاء در قطعِ اسباب آمدند
انبیاء قطعِ اسباب میں ہیں

معجزاتِ خویش بر کیواں زدند
انھوں نے اپنے معجزے زحل پر قائم کئے ہیں

بے سبب[2] مر بحر را بشگافتند
انھوں نے بلا سبب (ظاہری) کے دریا کو پھاڑا ہے

بے زراعت چاشِ گندم یافتند
انھوں نے بغیر کھیتی کے گیہوں کا ڈھیر پایا ہے

ریگہا ہم آرد شد از سعیِ شاں
اُن کی کوشش سے ریتے آٹا بنے ہیں

پشمِ بز ابریشم آمد کشکشاں
بھیڑ کی اُون نچے دار ریشم بنی ہے

جملہ قرآں ہست در قطعِ سبب
پورا قرآن (قطعِ اسباب) پر ناطق ہے

عزِّ درویش و ہلاکِ بولہب
درویش کی عزت اور ابولہب کی ہلاک

مرغ[3] با پیلے دو سہ سنگ افگند
پرند، ہاتھی پر دو تین کنکریاں گراتا ہے

لشکرِ زفتِ حبش را بشکند
حبش کے بھاری لشکر کو شکست دیتا ہے

پیل را سوراخ سوراخ افگند
ہاتھی کے سوراخ سوراخ کر ڈالتی ہے

سنگِ مرغے کو بہ بالا پر زند
پرند کی کنکری جو اوپر کو اڑتی ہے

دمِ گاوِ کشتہ بر مقتول زن
ذبح شدہ گائے کی دُم مقتول پر مار

تا شود زندہ ہماں دم در کفن
تاکہ وہ اسی وقت کفن میں زندہ ہو جائے

خلق ببریدہ جہد از جائے خویش
گلا کٹا ہوا اپنی جگہ سے اُٹھ پڑے گا

خونِ خود جوید ز خوں پالائے خویش
اپنے خون بہانے والے سے اپنے خون کا مطالبہ کریگا

---

[1] دوش۔ مے مشق سے مدہوشی طاری ہونے لگی ہے۔ ورنہ میں خدائے رزق حاصل کرلے کی پوری بات بتاتا۔ افسانہ است یعنی سُرور کا سبب میں نے اپنا فعل بتایا یہ محض کہنے کی بات ہے ورنہ ہر چیز خزانۂ غیب سے آتی ہے اور اس کا سبب ذاتِ خداوندی ہے چشم بر اسباب۔ اگرچہ ہر چیز کا حقیقی سبب ذاتِ خداوندی ہے لیکن اسبابِ ظاہری اختیار کرنا میں نے انبیاء سے سیکھا ہے لہٰذا میں نے بھی ظاہری سبب کی طرف دھیان کر لیا تھا خوش چشماں یعنی انبیاء کرام ہست۔ اسباب کے علاوہ ایک ذات مُسبّب الاسباب ہے انبیاء انبیاء نے معجزات دکھا کر ثابت کر دیا ہے کہ اسبابِ ظاہری کے علاوہ بھی اور اسباب ہیں۔ کیواں۔ زحل جس کی بلندی مشہور ہے۔

[2] بے سبب۔ بغیر کسی ظاہری سبب کے حضرت موسیٰؑ کے نے دریائے نیل پھاڑ دیا گیا۔ چاش۔ غلہ کا ڈھیر۔ حضرت موسیٰؑ کیلئے من و سلویٰ اترتا تھا۔ ریگہا۔ حضرت ابراہیمؑ کے لئے ریت آٹا بن گئی تھا۔ پشم۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کیلئے اُون بغیر بُنا گیا تھا۔ جملہ قرآں۔ قرآن بتاتا ہے کہ بہت سی چیزیں بغیر ظاہری اسباب کے سرہوئی ہیں۔ درویش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر ظاہری اسباب کے عزت حاصل ہوئی

[3] مرغ۔ ابرہہ حبشی کا ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے اور ابولہب باوجود دولت کے تباہ ہوا — پیل۔ ہاتھی پر کنکری گرتی تھی اور اسکے بدن کو چھلنی کر دیتی تھی دمِ گاؤ۔ اس واقعہ کیطرف اشارہ ہے جو سورۂ بقر میں مذکور ہے حضرت موسیٰؑ نے ایک گائے ذبح کر کے اسکا گوشت یا دم مقتول پر ماری تو اسنے زندہ ہو کر قاتل کا پتہ بتا دیا۔

همچنیں[1] ز آغاز قرآں تا تمام
اسی طرح قرآن کے شروع سے آخیر تک

کشف ایں نزعقل کارافزا شود
اس کا کشف کارافزا عقل سے نہیں ہوتا ہے

بندِ[2] معقولات آمد فلسفی
فلسفی، معقولات کا پابند ہے

عقلِ عقلت مغز و عقلِ تُست پوست
تیری عقل کی عقل مغز ہے اور تیری عقل چھلکا ہے

مغز جُو از پوست دارد صد ملال
مغز کا تلاش کرنے والا چھلکے سے نفرت کرتا ہے

چونکہ قشرِ عقل صد برہاں دہد
عقل کا چھلکا جبکہ سینکڑوں دلائل پیدا کر دیتا ہے

عقل[3] دفترہا کُند یکسر سیاہ
عقل دفتروں کو بالکل سیاہ کر دیتی ہے

از سیاہی و سفیدی فارغ ست
(کُل عقل) سیاہی اور سفیدی سے بے نیاز ہے

ایں سیاہ و ایں سفید آرد قدر یا
اس کالے اور اس سفید نے اگر کوئی مرتبہ پایا ہے

قیمتِ ہمیان و کیسہ از زر ست
ہمیانی اور تھیلی کی قدر سونے کی وجہ سے ہے

ہمچناں کہ قدرِ تن از جاں بُود
جس طرح کہ جسم کی قدر جان کی وجہ سے ہے

گر بُدے جاں زندہ بے برتو کنوں
اگر بے برتو کی جان زندہ ہوتی

ہیں بگو کہ ناطقہ جُو می کُند
ہاں کہدے کہ (قوتِ) گویائی نہر کھود رہی ہے

رفضِ اسباب ست و علت والسلام
اسباب و علت کا ترک (مذکور ہے) والسلام

بندگی کُن تا ترا پیدا شود
بندگی کر تاکہ تجھ پر ظاہر ہو جائے

شہسوارِ عقل عقلِ آمد صفی
منتخب (انسان)، عقلِ کُل کا شہسوار ہے

معدۂ حیواں ہمیشہ پوست جُست
حیوان کا معدہ ہمیشہ چھلکے تلاش کرنیوالا ہے

مغز نُغزاں را حلال آمد حلال
اچھا مغز اُس کے لئے حلال ہی حلال ہے

عقلِ کُل کے گام بے ایقاں نہد
(تو) کُلی عقل (بغیر) یقین کے کب قدم اٹھائے گی؟

عقلِ عقل آفاق دارد پُر ز ماہ
کُل عقل دنیا کے اطراف کو چاند سے پُر کر دیتی ہے

نُورِ ماہش بر دل و جاں بازغ ست
اُسکے چاند کی چاندنی دل اور جان پر طلوع کرتی ہے

زاں شب قدرست کاخر وارثانت
تو اُس شب قدر سے (پایا) ہے جو ستارے کیطرح چمکتی ہے

بے زرآں ہمیان و کیسہ ابتر ست
وہ ہمیانی اور تھیلی بغیر سونے کے ناقص ہے

قدرِ جاں از پرتو جاناں بُود
جان کی قدر جاناں کے پرتو کی وجہ سے ہے

ہیچ گفتے کافراں را میتوں
(تو) کبھی وہ (خدا) کافروں کو کہتا کہ وہ مردے ہیں؟

تا بقرنے بعد ما آید رسد
تاکہ ہمارے ایک قرن بعد انس میں پائی آئے

---

[1] ہمچنیں۔ قرآن اس کی تعلیم دیتا ہے کہ اسباب میں تاثیر مُسبب الاسباب کیوجہ سے ہے۔ کشف مُسبب الاسباب کا موثر ہونا دنیاوی عقل سے سمجھ میں نہ آئیگا اُس کیلئے مجاہدوں کی ضرورت ہے۔

[2] بند۔ یعنی فلسفی محض دنیاوی عقل میں مقید ہے۔ صفی۔ برگزیدہ یعنی ولی اللہ۔ عقلِ عقل۔ یعنی وہ نورِ حق جو عقل کو نور بخشتا ہے۔ معدۂ حیواں۔ حیوانات عموماً چھلکے کھاتے ہیں لہٰذا جسکی حیوانیت کا غلبہ ہے وہ دنیاوی عقل کیطرف مائل ہوتا ہے جو کہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔ چونکہ دنیاوی عقل سینکڑوں دلائل پیش کر دیتی ہے جس سے یقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے تو عقلِ کُل بدرجۂ اولیٰ یقینی دلائل پر عمل کرتی ہے۔

[3] عقل۔ یعنی عقل دنیوی۔ عقلِ عقل یعنی نورِ حق جو یعنی روشنائی۔ سفیدی یعنی کاغذ۔ نورِ ماہش۔ نورِ جان کو دلوں پر طلوع کرتا ہے۔ بازغ۔ چمکنے والا۔ شبِ قدر۔ یعنی نورِ حق۔ قیمت۔ عقل کی مثال ہمیانی کی سی ہے اور نورِ حق کی مثال سونے کی سی ہے۔ قدرِ جاں۔ اگر روح پر پرتوِ خداوندی نہیں ہے تو وہ روح مُردہ ہے اسی لئے قرآن نے کافروں کو مُردہ قرار دیا ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ فی الحال اگر یہی باتیں سمجھنے والے نہیں ہیں تو آئندہ

گرچہ[1] ہر قرنے سخن آرے بود
اگرچہ ہر دور میں بات کہنے والا ہوگا
لیک گفت سابقاں یارے بود
لیکن پہلے لوگوں کا کہا ہوا سہارا ہوگا

نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور
کیا ایسا نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور بھی
شد گواہِ صدقِ قرآنِ اے شکور
اے شکر گذار! قرآن کی صداقت کے گواہ ہے

روزیِ بے رنج جو ئی و بے نصیب
بے مشقت اور ان گنت روزی طلب کر
کز بہشت آورد جبریلت سیب
تاکہ جبرئیل تیرے لئے بہشت سے سیب لائیں

بلکہ رزقے از خداوندِ بہشت
بلکہ بہشت کے مالک کی جانب سے رزق (ملیگا)
بے صداعِ باغبان بے رنج کشت
باغبان کی دردسری اور کھیتی کی مشقت کے بغیر

زانکہ نفعِ ناں ورا ں ناں دادِ اوست
کیونکہ اس روٹی میں روٹی کا نفع خدا کی دین ہے
بد ہدت آں نفع بے توسیطِ پوست
تجھے وہ نفع بغیر چھلکے (روٹی) کی وساطت کے دیگا

ذوقِ پنہاں نقشِ ناں چوں سفرہ ایست
نفع پر مشتمل ہے روٹی کیصورت دسترخوان جیسی ہے
نانِ بے سفرہ ولی را بہرہ ایست
بغیر دسترخوان کی روٹی، ولی کا حصہ ہے

رزقِ[2] جانی کے بری با سعی و جست
تو روحانی رزق (اپنی) کوشش اور جستجو سے کب حاصل
جز بعدلِ شیخ کو داؤد نست
شیخ کے انصاف کے بغیر جو تیرے لئے (بہتر) داؤد

نفس چوں با شیخ بیند گامِ تو
نفس جب تیرا قدم شیخ کے ساتھ دیکھے گا
از بُنِ دنداں شود او رامِ تو
تو مجبوراً تیرا فرمانبردار ہو جائے گا

صاحب[3] آں گاؤ رام آنگاہ شد
صاحب گائے کا تو بھی، اس وقت فرمانبردار بنا
کز دمِ داؤدؑ او آگاہ شد
جب وہ (حضرت) داؤدؑ کے حکم سے واقف ہوگیا

غفل گاہے غالب آید در شکار
شکار میں عقل اس وقت غالب آجاتی
بر سگِ نفست کہ باشد شیخ یار
تیرے نفس کے کتے پر جبکہ شیخ ساتھی ہوگا

نفس اژدر ہاست با صد زور و فن
نفس سینکڑوں مکر اور فن والا اژدہا ہے
روئے شیخ او را ز مُردہ دیدہ کن
شیخ کا چہرہ اسکے لئے آنکھیں نکالنے والا مُردہ ہے

گر تو صاحب گاؤ را خواہی بوں
اگر تو گائے کے مُتعدی کو مطلوب کرنا چاہتا ہے
چوں خراں سیخش کن آنسوئے حرو ں
اے سرکش! اسکو گدھوں کیطرح کھینچ کر اسطرف لیجا

---

[1] گرچہ۔ وہ آنیوالے بھی خود بھی یہ اسرار بیان کرسکینگے لیکن مثنوی کی باتوں سے انکو تقویت حاصل ہوگی۔ یعنی کہ پہلی کتابوں نے قرآن کی تصدیق کی اسی طرح بعد میں آنیوالوں کے اقوال کی میری مثنوی تصدیق کریگی۔
روزی۔ اب پھر مولانا پہلے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جس طرح اس نوجوان نے خدا سے بغیر محنت کی روزی طلب کی تھی تم بھی طلب کرو۔ بلکہ۔ ایک وقت ایسا آئیگا کہ تمہیں بغیر واسطہ فیض خدا کی حاصل ہونے لگے گا۔ زانکہ۔ روٹی میں جو مخفی نفع ہے وہ محض اللہ کی عطا ہے وہ نفع اللہ تعالیٰ روٹی کے واسطہ کے بغیر بھی عطا فرما دیتا ہے۔
ذوق۔ لذت اور نفع روٹی میں مخفی چیز ہے اور روٹی کی شکل اسکے لئے ایسی ہی ہے جیسا کہ روٹی کیلئے دسترخوان تو وہ طالب اللہ تعالیٰ بغیر روٹی کی ظاہری شکل کے اپنے اولیاء کو عنایت فرما دیتا ہے۔

[2] رزقِ جانی۔ یعنی روحانی رزق شیخ کے ذریعہ حاصل ہوگا جیسا کہ اس نوجوان کو حضرت داؤدؑ کے انصاف سے رزق حاصل ہوا۔ نفس۔ شیخ کی صحبت نفس کو رام کردیتی ہے۔ از بُنِ دنداں۔ یعنی بجبر و قہر۔

[3] صاحب۔ آں گاؤ۔ گائے کے تذکرہ کی مثال نفس کی سی ہے وہ تب ہی مطیع بنا جب اس نے حضرت داؤدؑ کا فیصلہ سُنا اسی طرح نفس شیخ کی صحبت سے مطیع ہوگا۔ عقل۔ عقل نفس کا شکار جب کرتی ہے شیخ یار بن جاتے۔ زمرد۔ مشہور ہے اگرچہ غلط ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے تو شیخ کا وجود نفس کو اندھا کرنے میں زمرد کی تاثیر رکھتا ہے چوں خراں۔ نفس کو گدھے کی طرح کھینچ

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا
اگر تو اژدھے سے مطمئن ہونا چاہتا ہے

دستش از داماں مکن یکدم رہا
کسی وقت بھی ہاتھ کو اس کے دامن سے جدا نہ کر

خاک شو در پیش شیخ باصفا
صاحب باطن شیخ کے سامنے خاک بن جا

تا ز خاک تو بروید کیمیا
تاکہ تیری خاک سے کیمیا پیدا ہو

صد زباں[1] در ہر زبانش صد لغت
(نفس کے) سو زبانیں ہیں اور ہر زبان میں سو لغت ہیں

زرق و دستانش نیاید در صفت
اس کا مکر اور حیلہ بازی بیان نہیں ہو سکتی ہے

چوں بنزدیک ولی اللہ شود
جب وہ اللہ کے ولی کے نزدیک ہوتا ہے

آں زبان صد گز کوتہ شود
اس کی تو گویا کہ زبان چھوٹی ہو جاتی ہے

مُدعیِ گاو و نفس[2] آمد فصیح
گائے کا مدعی نفس زبان دراز ہے

صد ہزاراں حجت آرد ناصحیح
غلط قسم کی لاکھوں دلیلیں بیان کرتا ہے

شہر را بفریبد الا شاہ را
شاہ کے علاوہ، شہر کو فریب دیتا ہے

رہ نداند زد شہ آگاہ را
باخبر شاہ کی راہ زنی نہیں کر سکتا

نفس را تسبیح و مصحف در یمیں
نفس کے داہنے ہاتھ میں تسبیح اور قرآن ہے

خنجر و شمشیر اندر آستیں
آستین کے اندر خنجر اور تلوار ہے

مصحف سالوس او باور مکن
اس کے مکر کے قرآن پر اعتماد نہ کر

خویش با او ہمسر و ہمسر مکن
اپنے آپ کو اس کا ہمراز اور ہمرتبہ نہ بنا

سوئے حوضت آورد بہر وضو
وہ وضو کرانے کے لئے تجھے حوض کی جانب لاتا ہے

واندر اندازد ترا در قعر او
اور تجھے اس کے اندر اس کی گہرائی میں پھینک دیتا ہے

عقل نورانی و نیکو طالبست
عقل نورانی اور بہترین طلبگار ہے

نفس ظلمانی بر و چوں غالبست
تاریک نفس اس پر کیوں غالب ہے

زانکہ او در خانۂ عقل تو بروں
کیونکہ وہ گھر میں ہے، تیری عقل باہر ہے

گرچہ ملک اوست لیکن شد زبوں
(گھر) اگرچہ اس کی ملک ہے لیکن وہ مغلوب ہے

زانکہ او در خانۂ عقل تو غریب
کیونکہ وہ گھر میں ہے اور تیری عقل مسافر ہے

بر درِ خود سگ بود شیر مہیب
اپنے دروازے پر کتا خوفناک شیر ہوتا ہے

باش[3] تا شیراں سوئے بیشہ روند
شہر کے شیر کچھار میں پہنچیں

دیں سگانِ کور آنجا بگروند
یہ اندھے کتے وہاں مطیع ہو جائیں گے

---

[1] صد زباں: نفس بہت ہی بت بنا اور مکار ہے اس کے مکروں کی تفصیل ممکن نہیں ہے۔ کہ تو نفس کی زبان سیکھنے کی سعی میں کوتاہ ہو جاتی ہے پھر وہ مکاری کی باتیں نہیں کر سکتا۔ مدعی نفس گائے کے مدعی کی طرح ہے۔ اس مدعی نے بہت سی غلط دلیلیں پیش کر دیں، شہر کے مدعی کے تقریروں سے تمام لوگ دھوکے میں آ گئے تھے حضرت داؤدؑ فریب میں نہ آئے تھے۔

[2] نفس: نفس بظاہر بھلا لگتا ہے بظاہر نیک معلوم ہوتا ہے لیکن باطن بہت شریر ہے مصحف۔ اس کی ظاہری حالت دیکھ کر اس کا ہمراز اور ہمدم نہ بن سوئے حوض لیکن اس کی دعوت دیتا ہے لیکن اس میں بھی فریب ہوتا ہے عقل نورانی، عقل حسی شریف چیز پر کیوں نفس کا غلبہ اس وجہ سے ہو جاتا ہے کہ تو عقل سے بیگانہ ہو گیا ہے اور اس کو تو نے اپنے سے دور کر دیا اور اپنے اندر نفس کو بسا لیا ہے اب وہ نفس کا کتا اپنے گھر پر رہ کر شیر ہو گیا ہے اور عقل ہاری ہاری پھرتی ہے۔

[3] باش: عقلیں جب اپنے اصل مقام پر مقیم ہو جائیں گی تب ان کتوں پر اس کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

مکرِ نفس و تن نداند عامِ شہر
نفس اور جسم کے مکر کو شہر کے عوام نہیں جانتے

اُو نگردد جز بوحی القلب قہر[۵۱]
وہ دل کی وحی کے بغیر مغلوب نہیں ہوتا

ہر کہ جنسِ اوست یارِ اُو شود
جو اُس کا ہم جنس ہے اُس کا دوست بنتا ہے

جز مگر داؤد کو شیخت بود
مگر سوائے داؤدؑ کے جو تیرا شیخ ہے

کو مبدّل گشت و جنسِ تن نماند
جو بدل گیا ہے اور جسم کا ہم جنس نہیں رہا ہے

ہر کرا حق در مقامِ دل نشاند
جس کو اللہ تعالیٰ نے دل کی جگہ بٹھایا ہے

خلق جملہ علتی اندر کمیں[۵۲]
تمام لوگ اندر سے بیمار ہیں

یارِ علت می شود علت یقیں
یقیناً مرض، مرض کا مددگار ہوتا ہے

ہر خسے دعویِ داؤدی کند
ہر کمینہ داؤدؑ ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے

ہر کہ بے تمییز کف در وے زند
جو بے تمیز ہے اُس سے وابستہ ہو جاتا ہے

چوں زصیادے شنید آوازِ طیر
جب شکاری سے پرند کی بولی سنتا ہے

مُرغِ ابلہ میکند آں سوئے سیر
بیوقوف پرند اُس جانب اُڑان بھرتا ہے

نقد را از قلب نشناسد غویست
جو کھرے کو کھوٹے سے نہ پہچانے گمراہ ہے

ہیں ازو بگریز اگرچہ معنویست
خبردار! اُس سے گریز کر خواہ وہ نکتہ رس ہو

رشتہ و بربستہ پیشِ اُو یکے ست[۵۳]
آزاد اور گرفتار اُس کے نزدیک یکساں ہے

گر یقیں دعوے کند اُو در شکے ست
اگرچہ یقین کا دعویٰ کرے وہ شک میں (مبتلا) ہے

اینچنیں کس گرد کی مطلق ست
ایسا شخص خواہ پورا ذہین ہے

چونش ایں تمییز نبود احمق ست
جب اُس کو یہ تمیز نہ ہو وہ احمق ہے

ہیں ازو بگریز چوں آہو ز شیر
خبردار! اُس سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے ہرن

سوئے اُو مشتاب اے دانا دلیر
اے عقلمند بہادر! اُس کی جانب نہ جا

گریختن عیسیٰ علیہ السلام بر فرازِ کوہ از احمقان و شخصے در پے اُو رفتن و سوال کردن

بیوقوفوں کی وجہ سے (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی کی بلندی پر بھاگ کر جانا اور ایک شخص کا اُن کے پیچھے جانا اور سوال کرنا

۵۱ اَو نفس بھی دل کی وحی سے مغلوب ہوتا ہے جیسا کہ مدعی گاؤ حضرت داؤدؑ کی تجلی وحی سے مغلوب ہوا ورنہ شہر والے اُس کو سچا سمجھ رہے تھے۔ ہر کہ۔ جو نفس کا ہم جنس ہوتا ہے وہ اُس کی بات کو سچا سمجھ لیتا ہے۔ شیخ چونکہ داؤدؑ کی طرح ہے وہ اُس کے فریب میں نہیں آتا ہے۔ کو مبدل۔ شیخ کامل وہ ہے جس حیوانیت کو ختم کر کے مجسم روح بن جائے اور اسطرح سے مظہرِ خدا بن جائے جس طرح دل مظہرِ خدا ہے

۵۲ خلق۔ عوام باطنی مریض ہیں اور بیماری بیماری کی مددگار ہوتی ہے لہٰذا عوام ظالم کی حمایت کیا کرتے ہیں۔ ہر خسے۔ دنیا میں بہت سے مکار اور فریبی ہیں جو شیخ ہونے کے مدعی بن جاتے ہیں اگر انسان میں پہچاننے کی قوت نہیں ہوتی ہے تو وہ اُن کے مکر میں پھنس جاتا ہے۔ چوں۔ یہ احمق جنہیں سچے اور جھوٹے پیر کی پہچان نہیں ہے اُس بیوقوف پرند کی طرح ہیں جو شکاری کی بولی کو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ لیتا ہے اور پھنستا ہے۔ نقد۔ ان احمقوں میں کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں ہے ایسے احمقوں سے گریز کرنا چاہیئے خواہ وہ کتنا ہی نکتہ رس اور ذہین ہو۔

۵۳ رشتہ۔ ایسے احمقوں کو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی، اگر ایسے احمق یقین کا دعویٰ کریں تو وہ یقیناً مشکوک ہے۔ اینچنیں۔ ایسا احمق خواہ کتنا ہی ذہین ہو اُس کو احمق سمجھ اور اُس سے اس طرح بھاگ جس طرح ہرن شیر سے بھاگتا ہے۔ گریختن۔ اس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حماقت کا مرض عذابِ الٰہی اور لاعلاج ہے۔

عیسیٰ[1] مریم بگو ہے می گریخت — شیر گوئی خون او میخواست ریخت

حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ ایک پہاڑ کی طرف بھاگ رہے تھے — گویا شیر اُن کا خون بہانا چاہتا ہے

آں یکے در پے دوید و گفت ایست — در پئے کس نیست چہ گریزی چوں مست

ایک شخص پیچھے دوڑا اور بولا خیر ہے — آپ کے پیچھے کوئی نہیں پھر کیوں آپ دیوانہ وار بھاگ رہے ہیں؟

باشتاب او اینچناں میتاخت — کز شتاب خود جواب او نگفت

جلدی میں وہ اس طرح تیز بھاگ رہے تھے — کہ اپنی جلدی میں اُس کو جواب نہ دیا

یک دو میداں در پئے عیسےٰ براند — پس بجد جہد عیسےٰ را بخواند

وہ ایک دو میدان حضرت عیسیٰؑ کے پیچھے بھاگا — پھر کوشش سے حضرت عیسیٰ کو پکارا

کز پئے مرضات[2] حق یک لحظہ ایست — کہ مرا اندر گریزت مشکلے ست

کہ خدا کی خوشنودی کے لئے تھوڑی دیر ٹھہریئے — کیونکہ آپ کے بھاگنے میں میرے لئے مشکل (درپیش) ہے

از کرا ایں سُومی گریزی اے کریم — نے بہ بیت شیر و نہ خوف خصم و بیم

اے صاحب کرم! ادھر کہاں آپ کس سے بھاگ رہے ہیں؟ — آپ کے پیچھے نہ شیر ہے نہ دشمن کا ڈر اور خوف ہے

گفت از احمق گریزانم برو — می رہانم خویش را بندم مشو

فرمایا میں بیوقوف سے بھاگ رہا ہوں — میں اپنے آپ کو چھڑا رہا ہوں، مجھے نہ روک

گفت آخر آں مسیحانہ توئی — کہ شود کور و کراز تو مستوی

اُس نے کہا آخر آپ وہی مسیحا نہیں ہیں — کہ آپ کے ذریعہ اندھا اور بہرا تندرست ہو جاتا ہے

گفت[3] آرے گفت آں شہ نیستی — کہ فسون غیب را مأویستی

اُنھوں نے فرمایا ہاں! اُسنے کہا آپ وہ شاہ نہیں ہیں — کہ آپ غیبی منتر کے ماویٰ (و ملجا) ہیں

چوں بخوانی آں فسوں بر مُردہ[4] — بر جہد چوں شیر صید آوردہ

آپ جب وہ منتر کسی مُردے پر پڑھتے ہیں — وہ (مُردہ) شکاری شیر کی طرح کود پڑتا ہے

گفت آرے آں منم گفتا کہ تو — نے ز گل مُرغاں کنی اے خوبرو

اُنھوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں اُس نے کہا کہ آپ — اے حسین! کیا مٹی سے پرندے نہیں بناتے

بر دمی در وے بسُبکتا جاں شود[5] — در ہوا اندر زماں پراں شود

آپ پھونک مارتے ہیں تو وہ زندہ ہو جاتا ہے — اور فوراً ہی ہوا میں اُڑنے لگتا ہے

گفت آرے گفت پس اے روح پاک — ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک

اُنھوں نے فرمایا ہاں! اُسنے کہا، تو اے پاک روح! — آپ جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں پھر کس کا ڈر ہے

---

[1] عیسیٰ یعنی ابن مریم اس طرح پہاڑ کی جانب بھاگے جا رہے تھے جیسے کہ گویا کوئی شیر اُن کے خون کے درپے ہے ایک شخص اُن کے پیچھے دوڑا اور بھاگنے کا سبب پوچھنے لگا لیکن وہ اس قدر تیز بھاگ رہے تھے کہ اُسکو جواب نہ دے سکے

[2] کز پئے مرضات۔ اُس شخص نے بھاگ کر اور اُن سے قریب ہو کر کہا خدا کے لئے رُک جایئے اور میرا جواب دیدیجئے۔ گفت حضرت عیسیٰ نے فرمایا میں ایک احمق سے بھاگ رہا ہوں تو مجھے نہ روک گفت۔ اُس شخص نے کہا آپ کے دم کرنے سے تو اندھے بہرے اچھے ہو جاتے ہیں، آپ احمق کی حماقت سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہیں؟

[3] گفت آرے۔ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ تیرا کہنا درست ہے۔ گفت آں شہ۔ پیچھے بھاگنے والے نے کہا آپ تو وہی شاہ ہیں جنکو دم الٰہی حاصل ہے جب وہ آپ مُردے پر پڑھتے ہیں تو وہ شکاری شیر کی طرح زندہ ہو جاتا ہے۔ گفت۔ اُنھوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں جو تو کہتا ہے، تو اُس نے کہا آپ تو مٹی سے پرند بنا کر اُڑا دیتے ہیں آئیے پھونک مار دیتے ہیں تو اُڑنے لگتا ہے۔ گفت آخر اُنھوں نے اقرار کیا تو اُسنے پھر کہا جب آپ کے پاس ایسے معجزے ہیں

باچنیں بُرہاں کہ باشد دَر جہاں
ایسی دلیلوں کے ہوتے ہوئے دنیا میں کون ہوگا؟

کہ نباشد مر ترا از بندگان
جو آپ کے غلاموں میں سے نہ ہو

گفت[1] عیسیٰؑ کہ بذاتِ پاکِ حق
(حضرت) عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ کی پاک ذات کی قسم

مُبدعِ تن خالقِ جاں در سبق
جو کہ جسم کا پیدا کرنیوالا ازل میں روح کا خالق ہے

حُرمتِ ذات و صفاتِ پاکِ او
اُس کی پاک ذات اور صفات کی قسم

کہ بُوَد گردوں گریباں چاکِ او
جس کے لئے آسمان گریبان پھاڑے رہتا ہے

کاں فسُون و اسمِ اعظم را کہ من
کہ وہ منتر اور اسم اعظم جو میں نے

برکر و بر کور خواندم شد حسن
بہرے اور اندھے پر پڑھا وہ اچھا ہوگیا

برکہ سنگین بخواندم شد شگاف
پتھریلے پہاڑ پر میں نے پڑھا وہ شق ہوگیا

خرقہ را بدرید بر خود تا بناف
اُس نے ناف تک پیرہن پھاڑ ڈالا

بر[2] تنِ مُردہ بخواندم گشت حی
میں نے مُردہ جسم پر پڑھا وہ زندہ ہوگیا

بر سرِ لاشئ بخواندم گشت شئی
میں نے ناچیز پر پڑھا وہ چیز ہوگیا

خواندم آں را بر دلِ احمق بہ وُد
میں نے محبت سے اُس کو بیوقوف کے دل پر پڑھا

صد ہزاراں بار و درمانے نشد
لاکھوں بار، اور کوئی علاج نہ ہوا

سنگِ خارا گشت وزاں خُو برنگشت
سنگ خارا بن گیا اور اُس عادت سے نہ ہٹا

ریگ شد کزوے نروید ہیچ کشت
ریت بن گیا جس سے کوئی کھیتی نہ اُگے

گفت[3] حکمت چیست کاں جا اسمِ حق
اُس نے کہا کیا راز ہے کہ وہاں اسم اعظم نے

سُود کرد اینجا نبُود آنرا سبق
فائدہ کیا، اِس جگہ وہ نہ چلا

آں ہماں رنجست و ایں رنج چرا
وہ بھی بیماری ہے اور یہ بھی بیماری کیوں

اُو نشد ایں را و آں را شد دوا
وہ اِس کے لئے (دوا) نہ ہوا اور اُسکے لئے دوا بنگیا؟

گفت رنجِ احمقی قہرِ خداست
فرمایا: بیوقوفی کی بیماری خدا کا عذاب ہے

رنج کوری نیست قہراں ابتلاست
اندھے پن کی بیماری عذاب نہیں ہے وہ آزمائش ہے

ابتلا رنجیست کاں رحم آورد
آزمائش وہ بیماری ہے جو رحم لاتی ہے

احمقی رنجیست کاں رحم آورد
بیوقوفی وہ بیماری ہے جو رحم پیدا کرتی ہے

بر سرِ آرد ز خشم رنجِ احمقی
بیوقوفی کا مرض سر کو زخمی کرتا ہے

رحم نبود چارہ جوئی آں شقی
اُس بدبخت کی چارہ جوئی رحم سے نہیں ہوتی

---

[1] گفت۔ اُس سوال کرنیوالے کے جواب میں فرمایا۔ مُبدع۔ ایجاد کرنیوالا۔ سبق۔ ازل۔ گریبان چاک۔ یعنی عاشق۔ کاں۔ بیشک اُس اسم اعظم کا یہی اثر ہے کہ اُس سے اندھے بہرے اچھے ہوجاتے ہیں۔ ہر کُہ۔ پہاڑ اُس کی ظلمت و ہیبت سے پھٹ جاتے ہیں۔

[2] بر تن۔ اسم اعظم مُردے پر پڑھا جائے تو وہ زندہ ہوجاتا ہے۔ لاشئ۔ یعنی اسم اعظم پڑھنے سے معدوم موجود ہوجاتا ہے۔ وُد۔ محبت۔ سنگِ خارا۔ یعنی احمق پر اسم اعظم پڑھنے سے کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ اُلٹا اثر ہوا کہ وہ اور سخت ہوگیا۔ خو۔ یعنی حماقت کی عادت۔

[3] گفت۔ اُس سوال کرنے والے نے کہا اس میں کیا راز اور حکمت ہے کہ احمق پر اسم اعظم بھی اثر نہیں کرتا۔ گفت۔ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ حماقت عذاب الٰہی ہے اور اندھا پن ایک آزمائش ہے لہٰذا آزمائش میں جو مبتلا ہوتا ہے اُس پر رحم کیا جاتا ہے اور احمق پر جوتے برسائے جاتے ہیں۔ احمقی۔ حماقت۔ ہر شخص کو غصہ آتا ہے۔

آنچہ[1] داغِ اُوست مُہر او کردہ است
جو اُس کا داغ ہے، گویا اللہ تعالیٰ نے مُہر لگا دی ہے

چارۂ بروے نیارد برد دست
کوئی تدبیر اس پر قابو نہیں پا سکتی

زاحمقاں بگریز چوں عیسیٰ گریخت
بیوقوفوں سے اس طرح بھاگ جیسے حضرت عیسیٰ بھاگے

صحبتِ احمق بسے خونہا کہ ریخت
احمق کی صحبت نے بہت خون بہائے ہیں

اندک اندک آب را دُزدد ہوا
ہوا پانی کو تھوڑا تھوڑا چُراتی ہے

وینچنیں دُزدد ہم احمق از شما
اسی طرح بیوقوف تم میں سے چُراتا ہے

گرمیت را دُزدد و سردی دہد
وہ تیری گرمی کو چُراتا ہے اور سردی پیدا کرتا ہے

ہمچناں کو زیرِ خود سنگے نہد
جس طرح کوہ اپنے نیچے پتھر رکھتا ہے

آں گریزِ عیسوی نز بیم بود
(حضرت) عیسیٰ کا بھاگنا خوف سے نہ تھا

ایمن ست اُو از پئے[2] تعلیم بود
وہ محفوظ تھے، تعلیم دینے کے لئے تھا

زمہریر ار بر کند آفاق را
اگر سردی تمام دنیا کو بھسم دے

چہ غم آں خورشید با اشراق را
روشن سورج کو کیا غم ہے!

ہر کرا گرمی بود از نورِ حق
جس کو اللہ تعالیٰ کے نور کی گرمی حاصل ہو

اُو چہ غم دارد ز سرد یہائے بق
اُس کو برف کی بارش کی سردی کا کیا غم ہے!

قصۂ اہلِ سبا و حماقت ایشاں و اثر ناکردنِ پند و نصیحتِ انبیاء در ایشاں

اہلِ سبا اور ان کی بے وقوفی اور انبیاء کی نصیحت کا اُن پر اثر نہ کرنے کا قصہ

یاد م آمد قصۂ اہلِ سبا[3]
مجھے اہلِ سبا کا قصہ یاد آگیا

کز دمِ احمق صباشاں شد وبا
احمقانہ باتوں سے صبا ہوا اُن کیلئے وبا بنگئی

آں سبا ماند بشہرے بس کلاں
وہ سبا بہت بڑے شہر جیسا تھا

در فسانہ بشنوی از کودکاں
تو نے بچوں سے قصہ میں سنا ہوگا

کودکاں افسانہا می آورند
بچے قصے بیان کرتے ہیں

درج در افسانہ شاں صد گونہ پند
ان کے افسانوں میں قسم قسم کی نصیحت درج ہوتی ہے

ہزلہا گویند در افسانہا
افسانوں میں مذاق کی باتیں کہتے ہیں

گنج می جو در ہمہ ویرانہا
تو ہر ویرانے میں خزانہ تلاش کر

---

[1] آنچہ۔ حماقت کا اثر اللہ تعالیٰ کی ایک مُہر ہے جس پر کوئی تدبیر مؤثر نہیں ہوتی ہے۔ نا احمقاں — بیوقوفوں سے اسی طرح بھاگو جس طرح حضرت عیسیٰ بھاگے تھے۔ اندک جس طرح ہوا تھوڑا تھوڑا پانی چُراتی رہتی ہے اور حوض خشک ہو جاتی ہے اسی طرح بیوقوف کی صحبت تیرے اچھے اوصاف چُراتی رہتی ہے۔ گرمیت۔ بھلائیوں کے لئے گرم جوشی کو اُس کی صحبت سردی اور کاہلی سے تبدیل کر دیتی ہے۔

[2] پئے تعلیم۔ حضرت عیسیٰؑ کا احمق سے بھاگنا دوسروں کی تعلیم کے لئے تھا۔ زمہریر۔ اگر تمام دنیا میں سردی پھیلی ہوئی ہو تب بھی سورج کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ہر کرا۔ حضرت عیسیٰ کو نورِ حق کی گرمی حاصل تھی کسی احمق کی حماقتوں سے وہ متاثر نہیں ہو سکتے تھے

[3] سبا۔ ایک شہر کا نام ہے۔ سبا پر وبا ہوا تھی۔ بیماری۔ کودکاں۔ بچوں کی کہانیوں اور افسانوں میں بھی ایک نصیحت کا پہلو ہوتا ہے۔ ہزلہا۔ افسانوں میں عموماً مذاق کی باتیں ہوتی ہیں لیکن حکمت کے خزانے کی تلاش کرنیوالے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ویرانے میں خزانہ تلاش کرے۔

بُود[1] شہرے بس عظیم و مہ ولے
وہ (سبا) بہت بڑا اور عظیم شہر تھا لیکن

بس عظیم و بس فراخ و بس دراز
بہت بڑا، بہت وسیع، اور بہت لمبا

مردُم آں شہر مجموع اندرو
اس میں دس شہروں کے انسانوں کا مجموعہ تھا،

اندرو نوعِ خلائق بے شمار
اس میں بے شمار مخلوق کی قسمیں (تھیں)

جان[2] ناکردہ، بجاناں تاختن
جان کو جاناں کی طرف نہ کرکے دوڑنا

آں یکے بس دُور بین و دیدہ کور
انہیں سے) ایک اندھا بہت دور تک دیکھنے والا اور دوسرا بالکل اندھا

واں دگر بس تیز گوش و سخت کر
دوسرا بہت تیز کان والا، اور سخت بہرا

واں دگر عور و برہنہ لاشہ تاز
دوسرا ننگا اور برہنہ، مرکیل گھوڑا دوڑانے والا

گفت کورا اینک سپاہے میرسند
اندھے نے کہا: یہ سپاہی پہنچ رہے ہیں

گفت[3] کر آرے شنیدم بانگ شاں
بہرے نے کہا: ہاں میں نے انکی آواز سن لی

آں برہنہ گفت تاں من منم
ننگا بولا: میں اس سے خوف زدہ ہوں

کور گفت اینک بنزدیک آمدند
اندھے نے کہا: اب وہ قریب آگئے ہیں

کر ہمی گوید کہ آرے مشغلہ
بہرا کہہ رہا تھا، کہ ہاں شور و غل

قدر اُو چوں قدرِ سکرہ بیش نے
اُس کا رتبہ سکرہ کے رتبہ سے زیادہ تھا

سخت زرفت و زرفت اندازہ پیاز
پیاز کی طرح بہت تہ بہ تہ

لیک جملہ سہ تن ناشستہ رُو
لیکن سب مل کر تین گندے شخص (تھے)

لیک آں جملہ سہ[4] خام و پختہ خوار
لیکن وہ سب تین (شخص) ناقص پکی پکائی کھانے والے

گر ہزاراں ست باشد نیم تن
اگرچہ وہ ہزاروں ہوں آدھا شخص ہوں گے

از سلیماں[5] کور و دیدہ پائے مور
سلیمان کے بارے میں اندھا اور چیونٹی کا پاؤں دیکھنے

گنج و در وے نیست یک جو سنگ زر
خزانہ اور اس میں ایک جَو کے دانہ کا سونا نہیں ہے

لیک دامنہائے جامہ اُو دراز
لیکن اس کے کپڑوں کے دامن بہت لمبے

من ہمی بینم کہ چہ قوم اند و چند
میں دیکھ رہا ہوں، کہ وہ کونسی قوم اور کتنے ہیں

کہ چہ میگویند پیدا و نہاں
کہ وہ آہستہ اور زور سے کیا کہہ رہے ہیں

کہ ببرّند از درازی دامنم
کہ لمبائی کی وجہ سے میرا دامن نہ کاٹ لیں

خیز بگریزیم پیش از زخم و بند
اٹھو بھاگ چلیں ہم پکڑے جانے اور پٹنے سے پہلے بھاگ جائیں

می شود نزدیک تر یاراں بلہ
خبردار! اے دوستو! بہت نزدیک آرہا ہے

---

[1] بُود شہرے۔ سبا بہت بڑا شہر تھا لیکن اللہ کے نزدیک اس کا رتبہ مچھی کے پیالے سے زیادہ نہ تھا۔ سخت زرفت۔ اوپر نیچے پیاز کے چھلکوں کی طرح تھا۔ اس میں آبادی تھی مردم۔ آبادی کی تعداد تو دس شہروں کی آبادی کی تعداد کے برابر تھی لیکن سب لوگ اس میں گندے قسم کے تھے۔ خام۔ وہ تینوں بھی عمل کے کچے اور کھانے کے کچے تھے۔

[2] جان ناکردہ۔ ایسے لوگ جن کی روح محبوب حقیقی سے وابستہ نہ ہو اگر وہ لاکھوں بھی ہیں تو آدھا شخص ہیں۔ آن یکے۔ ایک قسم تو یہ تھی کہ آخرت کے معاملہ میں اندھے اور دنیا داری میں بڑے دور بین۔ سلیمان۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں اندھے پائے مور۔ دنیا کی معمولی سے معمولی بات کے بڑے جنا۔ واں دگر۔ دوسری قسم وہ تھی جو نیک بات سننے میں بہری اور بری بات سن لینے میں کانوں کی بہت تیز تھی۔ گنج۔ وہ شہر سارے دنیوی مال و دولت کے اعتبار سے خزانہ تھا لیکن نیکی اور بھلائی انہیں ذرہ برابر نہ تھی۔ واں دگر۔ تیسری قسم ایسے لوگوں کی تھی جن کا ظاہری لباس لمبا چوڑا لیکن تقوے کے لباس سے ننگے تھے۔

[3] گفت کر۔ بہرا بولا وہ جو کچھ باتیں کر رہے ہیں میں سب سن رہا ہوں۔ آں برہنہ ننگے نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میرے دامن نہ کاٹ لیں۔ کور گفت

آں برہمنہ گفت آوہ[1] دامنم
لگے نے کہا، اے میرا دامن!

از طمع بُرّند دمن نا ایمنم
لالچ میں کاٹ لیں گے اور میں محفوظ نہیں ہوں

شہر را ہشتند و بیروں آمدند
انھوں نے شہر چھوڑ دیا اور باہر نکل آئے

وز ہزیمت در دہے اندر شدند
اور پسپائی سے وہ ایک گاؤں میں گھس گئے

اندراں دہ مرغِ فربہ یافتند
انھوں نے اس گاؤں میں ایک موٹا مرغ پایا

لیک ذرہ گوشت بر وے نثرند
لیکن اس پر ذرہ برابر گوشت نہ تھا، لاغر تھا

کور دید و آں کر آواز ش شنید
اندھے نے اسے دیکھا اور بہرے نے اس کی آواز سن لی

عور بگرفت و بداماں در کشید
ننگے نے اس کو پکڑ لیا اور دامن میں چھپا لیا

مرغِ مُردہ خشک از زخمِ کلاغ
مُرغ مُردہ کوّے کی ٹھونگوں سے خشک (تھا)

استخواں ہا زار گشتہ چوں بناغ
ہڈیاں دھاگے کی طرح باریک تھیں

پس طلب کردند و دیگے یافتند
انھوں نے تلاش کیا، اور ایک دیگچی پائی

بے سر و بے بُن بُسک بشتافتند
جس کے نہ سر تھا نہ تلی، جلدی دوڑے

بر سرِ[2] آتش نہادند آں سہ تن
انھی تینوں نے آگ پر رکھا

مرغِ فربہ را بدیگ اندر زفن
موٹے مرغ کو دیگچی میں ہنرمندی سے

آتش کردند چنداں اے پسر
اے بیٹا! انھوں نے اس قدر پکایا

کاستخواں شد نختہ لحمش بیخبر
کہ ہڈیاں پک گئیں اس کے گوشت کو پتہ نہ ہوا

زاں ہمی خوردند چوں از صید شیر
انھوں نے اس کو اس طرح کھایا جس طرح شیر شکار کو

ہر یکے از خوردنش چوں پیل سیر
اس کے کھانے سے ہر ایک ہاتھی کی طرح سیر ہو گیا

ہر سہ[3] زاں خوردند بس فربہ شدند
تینوں نے اس میں سے کھایا، بہت موٹے ہو گئے

چوں سہ پیلے بس بزرگ و مہ شدند
تین ہاتھی، اور بڑے ہاتھیوں کی طرح ہو گئے

آنچناں کز فربہی ہر یک جواں
ایسے کہ ہر ایک جوان موٹاپے کی وجہ سے

در نگنجیدے ز زفتی در جہاں
بھاری پن سے دنیا میں نہ سماتا تھا

باچنیں گبزی و ہفت اندام زفت
ایسے موٹاپے اور ساتوں موٹے اعضا کے باوجود

از شگافِ در بروں جستند تفت
تیزی سے دروازے کی درز سے باہر نکل گئے

راہِ مرگِ خلق ناپیدا رہی ست
خلق کی موت کا راستہ پوشیدہ راستہ ہے

در نظر ناید کہ آں بیجا رہی ست
وہ دکھائی نہیں دیتا ہے کیونکہ لامکانی راستہ ہے

---

[1] آوہ۔ افسوس۔ آہ۔ سلطنتِ شہر را۔ تینوں شہر چھوڑ کر بھاگے اور ایک گاؤں میں پہنچے۔ ہزیمت۔ پسپائی۔ فربہ۔ لاغر، خشک مردہ۔ زخمِ کلاغ۔ کوّے کا ٹھونگے مارنا۔ پناغ۔ کپاس دھاگا، یہاں کپاس کا جالا۔ بے سر۔ یعنی اس کو ایسی ہانڈی لی جس کا سر ٹوٹا ہوا نہ تھا۔

[2] بر سرِ آتش۔ یعنی اس مُردہ مرغ کو ہانڈی میں ڈال کر پکانا شروع کیا۔ آتش۔ یعنی اس کو اس طرح پکایا کہ ہڈی گل گئی اور گوشت کچا ہی رہا۔ زاں۔ اس مُردہ مرغ کو انھوں نے اس طرح کھایا جس طرح شیر اپنا شکار کھاتا ہے اور اس طرح پیٹ بھر لیا جیسا کہ ہاتھی پیٹ بھرتا ہے۔

[3] ہر سہ۔ تینوں اس مُردہ مُرغ کو کھا کر ہاتھیوں کی طرح بن گئے۔ آنچناں۔ ان میں سے ہر ایک ایسا چھوٹا کہ دنیا میں نہیں سما رہا تھا۔ ہاتھی، لیکن اس موٹاپے کے باوجود وہ کواڑوں کی درز سے نکل بھاگے۔ گبز۔ فربہ۔ ہفت اندام۔ سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں۔ شگاف۔ درز۔ راہِ مرگ۔ کواڑ کی درز سے موت کا راستہ مراد ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا ہے۔ بیجا۔ لامکانی۔

نِک بپا پے کاروانہا مُقتفی[1] — زیں شگافِ درکہ ہست آں مُختفی
قافلے پے در پے آگے پیچھے جا رہے ہیں — دروازے کی اِس درز سے جو پوشیدہ ہے

بر دَر ار جوئی نیابی آں شگاف — سخت ناپیدا و زو چندیں رفاف
اگر تو دروازے میں تلاش کریگا وہ درز نہ پائیگا — بالکل پوشیدہ ہے اور اُس میں سے اسقدر روشنی

اے ضیاء الحق حُسام الدیں عیاں — باز باید کرد شرحِ این بیاں
اے ضیاء الحق حسام الدین، واضح (طور پر) — اِس بیان کی پھر شرح کرنی چاہیے

اے پسر ہر مختصر افسانہ نیست — آشنا را روئے در بیگانہ نیست
اے بیٹا! ہر مختصر افسانہ نہیں ہے — جاننے والے کا رخ بیگانہ کی طرف نہیں ہے

شرحِ آں کور دُور بین و آں کہ تیز شنود آں بر ہنہ دراز دامن
اُس کور تک دیکھنے والے میں اندھے اور اُس تیز سننے والے بہرے اور اُس لمبے دامن ننگے کی

کر اَمل[2] راداں کہ مرگ ما شنید — مرگ خود نشنید و نقل خود ندید
بہرا، امید کو سمجھ کہ اسنے ہماری موت (کی خبر) سنی — اپنی موت کو نہیں سنا اور اپنے منتقل ہونے کو نہ دیکھا

حرص نابیناست بیند مُو بمُو — عیبِ خلقاں او بگوید کو بکو
لالچ اندھا ہے، بال بال دیکھتا ہے — لوگوں کا عیب کوچہ بکوچہ بیان کرتا ہے

عیبِ خود یک ذرّہ چشمِ کور او — می نہ بیند گرچہ ہست او عیب جُو
اُس کی اندھی آنکھ اپنا عیب ذرہ برابر بھی — نہیں دیکھتی، اگرچہ وہ عیب جُو ہے

عُور می ترسد کہ دامانش بَرند — دامنِ مَرد برہنہ کے دَرند
ننگا، ڈرتا ہے کہ اُس کا دامن کاٹ لینگے — (حالانکہ) ننگے انسان کا دامن کب پھاڑتے ہیں؟

مردِ دنیا[3] مُفلس ست و ترسناک — ہیچ او را نیست از دُزد اندیشناک
دنیا دار انسان مُفلس ہے اور خوفزدہ ہے — اُس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اسکو چور کی کیا ڈر؟

او برہنہ آمد و عُریاں رَوَد — وز غمِ دُزدش جگرخوں میشود
وہ ننگا آیا اور ننگا جائے گا — اور چور کے غم سے اُس کا جگر خون ہوتا ہے

وقتِ مرگش کہ بُود صد نوحہ پیش — خندہ آید جانش را زیں ترسِ خویش
اُسکے مرنے کے وقت جبکہ سینکڑوں نوحے پیش ہوتے — اُس کی جان کو اپنے اِس خوف سے ہنسی آتی ہے

آں زماں داند غنی کش نیست زر — ہم ذکی داند کہ او بُد بے ہُنر
اُسوقت مالدار جان جاتا ہے کہ اُسکے پاس مال نہیں ہے — (اور) ذکی بھی جان لیتا ہے کہ وہ بے ہُنر تھا

[1] مُقتفی: پیچھے آنیوالے، پیروی کرنیوالے، پیرو۔ برادر: کوا۔ اڑوں کا وہ شگاف نظر نہیں آتا ہے۔ رُفاف: دلہن کو دولہا کے پاس بھیجنا یعنی انسانوں کی دارِ آخرت کی طرف روانگی۔ اے پسر: ہر قصہ محض افسانہ نہیں ہوتا جو معارف کو جانتے ہیں اُس سے اچھے نتائج نکال لیتے ہیں۔ بیگانہ: یعنی اہلِ دل کے لئے وہ قصہ بیکار نہیں ہوتا ہے

[2] کر: اِس قصہ میں بہرے سے انسان کی تمنائیں مُراد ہیں، تمنا اور اُمید دوسروں کی موت کی خبر سنتی ہے اپنی موت کی خبر سے بہری ہوتی ہے اور دنیا سے اپنے منتقل ہونے کو نہیں دیکھتی۔ حرص: اِس قصہ میں اندھے سے مُراد انسان کی حرص ہے جو اپنے عیوب سے اندھی ہے اور دوسروں کا عیب خوب دیکھتی ہے۔ عُور: ننگے سے مُراد وہ شخص ہے جو نیک اعمال سے خالی اور آخرت کی دولت سے مُفلس ہے۔

[3] مردِ دنیا: دنیا دار مُفلس ہے اِسلئے کہ دنیوی دولت آخرت میں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔ او برہنہ: دنیا دار ننگا پیدا ہوا اور تقوے کے لباس سے ننگا مرے گا۔ وقتِ مرگ: جب اِس دنیا کی دولت کی حقیقت کھل جائیگی جس پر چوروں کا خوف کھاتا تھا تو اُنے اوپر ہنسے گا۔ آں زماں: جب دنیاوی دولت

چوں[1] کنارِ کُود کے پُر از سِفال
جیسا کہ بچہ کی گود جو ٹھیکروں سے بھری ہوئی ہے

کُو بَراں لرزاں بُوَد چوں بَیدِ مال
جو اُن کے لئے ایسا لرزتا ہے جیسا کہ مالدار

گر ستانی پارۂ گریاں شُوَد
اگر تو اُس کا ٹھیکرا لے لے تو وہ رونے لگے

پارہ گر بازش دہی خنداں شُوَد
اگر تو اُس کو ٹھیکرا لوٹا دے تو وہ ہنسنے لگے

چوں نباشد طفل را دانش شعار
چونکہ بچے کو عقل کا لباس حاصل نہیں ہے[2]

گریہ و خندش ندارد اعتبار
اُس کا رونا اور ہنسنا اعتبار نہیں رکھتا ہے

مختشم[3] چوں عاریت را ملک دید
مالدار نے چونکہ مانگی ہوئی چیز کو ملکیت سمجھا

پس بر اں مالِ دروغیں می طپید
اس لئے اس غلط مال پر تڑپتا ہے

خواب می بیند کہ اُو را ہست مال
خواب دیکھتا ہے کہ اُس کا مال ہے

ترسد از دُزدے کہ بر باید جوال
چور سے ڈرتا ہے کہ تھیلا اُڑا لے جائیگا

چوں ز خوابش بر جہاند گوشِ کش
جب کان کھینچنے والا اُس کو نیند سے اٹھاتا ہے

پس ز ترسِ خویش نسخر آیدش
تو اپنے خوف سے اُس کو ہنسی آتی ہے

ہمچناں لرزانیِ ایں عالماں
اسی طرح کا ان ہنرمندوں کا خوف ہے

کہ بُوَد شاں علم و عقلِ ایں جہاں
جن کو اس دنیا کا علم و عقل ہے

از پئے ایں عاقلانِ ذو فنون
انہی ہنرمند عقلمندوں کے لئے

گفت آیزد در نبے لا یعلمون
قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ نہیں جانتے

ہر یکے ترساں ز دُزدی کَے
ہر شخص کسی کے چرا لینے سے ڈرتا ہے

خویشتن را علم بسیار دبسے
اپنا علم بہت سمجھتا ہے

گوید[4] او کہ روزگارم می بَرد
کہتا ہے کہ وہ میرا وقت برباد کرتا ہے

خود ندارد روزگار سُود مند
حالانکہ وہ خود مفید وقت نہیں رکھتا ہے

گوید از کارم برآورد ند خلق
کہتا ہے لوگ بے بیکار بناتے ہیں

غرقِ بیکاریست جانش تا بحلق
(حالانکہ) اُسکی جان خلق کے بیکاری میں غرق ہے

غور ترساں کہ نم دامن کشاں
غور ڈرتا ہے کہ میں دامن گھسیٹنے والا ہوں

چوں رہا کم دامن ز جنگال شاں
اُن کے چنگل سے اپنا دامن کسطرح چھڑاؤں

صد ہزاراں فضل و انداز علوم
علوم کی لاکھوں فضیلتیں جانتا ہے

جانِ خود را می نداند آں ظلوم
وہ ظالم اپنی جان کو نہیں جانتا ہے

---

[1] چوں کنار۔ اس دنیادار کی حالت اُس بچہ کی سی ہے جس نے پتوں میں کنکریاں جمع کر رکھی ہوں اور انکو دولت سمجھ رہا ہو اُن کنکریوں کے لٹنے سے ڈرتا ہو اللہ اگر کوئی ایک کنکری لے لے تو رونے لگے اور انکو اُس دیدو تو ہنسنے لگے۔ بکاء و ہنا بلا سبب۔

[2] مختشم۔ دنیا دار دولت وحشمت والا۔ عاریت دنیا کی دولت اُس کے پاس عارضی ہے۔ خواب۔ یہ دولت ایسی ہے جیسے کہ کوئی خواب میں دولت کو دیکھتا ہے۔ چوں۔ جو شخص اپنے خواب کے مال پر چوروں سے ڈر رہا تھا بیدار ہونے پر اُس کو اپنے اوپر ہنسی آئیگی۔ یہی حال آخرت میں دنیا دار کا ہوگا۔ انشاء۔ دنیادار عقلمندوں کو قرآن نے بے علم کہا ہے ہر یکے۔ ہر دنیا دار اپنے علم کے بارے میں اتنا سے ڈرتا ہے۔

[3] گوید۔ دنیا دار عالم کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت ضائع کرتے ہیں جس سے میرے علم کو خطرہ رہتا ہے حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ اسکا وقت اُس کیلئے قطعاً غیر مفید ہے۔ گوید وہ کہتا ہے لوگ اگر مجھ بیکار بناتے ہیں حالانکہ جاں کی مصروفیتیں ہیں وہ خود بیکاری کے مرادف ہیں۔ غور۔ یہ دنیا دار علوم آخرت سے خالی ہے لیکن سمجھ یہ رہا ہے کہ دوسرے

دانَد[1] او خاصیتِ ہر جوہرے — در بیانِ جوہرِ خود چوں خرے
وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے — اپنے جوہر کے معاملے میں گدھے کی طرح ہے

کہ ہمی دانم بجُوز و لا بجُوز — خود ندانی تو بجوزی یا بجُوز
کہ میں بجوز، اور لا بجوز کو جانتا ہوں — تو خود نہیں جانتا کہ تو بجوزی ہے یا بڑھیا

ایں رَوا آں نا روا دانی ولیک — تو روا یا نا روا بیں تو نیک
تو یہ جانتا ہے، یہ جائز ہے وہ ناجائز ہے لیکن — تو غور کر، تو خود جائز ہے، یا ناجائز

قیمتِ ہر کالہ میدانی کہ چیست — قیمتِ خود را ندانی احمقیست
تو ہر سودے کی قیمت جانتا ہے کہ کیا ہے — تو اپنی قیمت نہیں جانتا، یہ حماقت ہے

سَعدہا[2] و نحسہا دانستۂ — ننگری سعدی تو یا ناشستۂ
تو سعادتوں، اور نحوستوں کو جانتا ہے — تو یہ غور نہیں کرتا، کہ تو سعد ہے یا میلا

جانِ جملہ علمہا اینست و ایں — کہ بدانی من کیَم در یومِ دیں
تمام علوم کی جان دراصل یہی ہے — کہ تو جان لے کہ قیامت کے دن میں کون ہوں

جانِ جملہ علمہا اینست خود — کہ بہ بخشد جملہ را جانِ ابد
خود تمام علوم کی جان یہ ہے — کہ وہ سب کو ابدی جان عطا کر دے

آں اصول[3] دیں بدانستی تو لیک — بنگر اندر اصلِ خود کو ہست نیک
تونے دین کے اصول جان لئے لیکن — اپنی اصل پر غور کر کہ وہ اچھی ہے

از اصولیت اصولِ خویش بہ — کہ بدانی اصلِ خود اے مردمہ
تیرے اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں — اے بڑے شخص! کہ تو اپنی اصل کو جان لے

صفتِ حرمی شہرِ سبا و ناشکری ایشان

سبا شہر کی خوشحالی اور ان کی ناشکری کا بیان

اصلِ شاں بد بود آں اہلِ سبا — می رمیدند ز اسبابِ بقا
ان اہلِ سبا کی اصل، بری تھی — وہ بقا کے اسباب سے بھاگتے تھے

دادشاں چنداں ضیاع و باغ و راغ — از چپ و از راست از بہرِ فراغ
انکو (اللہ نے) اسقدر جائداد اور باغ اور چراگاہ دی — دائیں اور بائیں سے فراغت کے لئے

[1] دانَد — جانتا ہے۔ دنیا کی چیزوں کی اصلیت کو سمجھتا ہے اپنے جوہر (روح) کے بارے میں گدھے پن کا ثبوت دیتا ہے کہ تمہی۔ دنیادار عالم اس کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں مفتی ہوں اور میں جائز اور ناجائز کو جانتا ہوں۔ خود ندانی۔ یعنی اس مفتی کو خود یہ علم نہیں کہ وہ مفتی ہے یا ناداں بڑھیا۔ بجوزی یعنی جائز و ناجائز کا فتویٰ دینے کے قابل۔ عجوز۔ بوڑھی عورت جو عموماً دین کی سمجھ سے ناواقف ہوتی ہے۔ ایں۔ یعنی فقیہ اتنا تو جانتا ہے کہ یہ بات جائز ہے اور یہ بات ناجائز ہے لیکن اس کو اپنا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس حالت میں ہے۔ قیمت۔ دوسروں کے احوال سے واقف ہونا اور اپنے احوال سے غافل ہونا حماقت ہے۔

[2] سعدہا۔ دنیادار عالم نجوم، ستاروں اور چیزوں کی نحوست اور سعادت سے واقفیت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اپنے بارے میں وہ کچھ نہیں سمجھتا کہ خود نیک بخت ہے یا بدبخت ہے۔ جانِ جملہ۔ تمام علوم کی اصل تو یہ ہے کہ انسان اپنے بارے میں یہ علم حاصل کرے کہ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہونا ہے۔

[3] اصولِ دین۔ دین کے اصول تو جاننا ضروری ہیں لیکن اس سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ اپنی روح کے بارے میں غور کرے کہ وہ نیک ہے یا نہیں۔ از اصولیت۔ اصولِ فقہ کے جاننے سے یہ بہتر ہے کہ انسان اپنی اصل یعنی روح کو پہچانے۔

حرمی۔ خوشحالی۔ بقا۔ یعنی ابدی زندگی۔ رمیدند۔ بھاگتے۔ جائداد۔ راغ۔ چراگاہ۔ فراغ۔ یعنی فارغ البالی۔

بسکہ می افتاد از پُرّی[1] ثمار
کثرت کی وجہ سے پھل بہت گرتے تھے

تنگ می شد معبرہ بر رہگذار
چلنے والوں پر راستہ تنگ ہوجاتا تھا

آں نثارِ میوہ رہ را می گرفت
پھلوں کی بکھیر راستہ روک دیتی تھی

از پُری میوہ رہرو در شگفت
پھلوں کی کثرت سے مسافر تعجب میں تھے

سلّہ بر سر در درختستانِ شاں
اُن کے باغوں میں سر پر کی ٹوکری

پُر شدے ناخواست از میوہ فشاں
بغیر خواہش کے پھلوں کے جھڑنے سے بھر جاتی

باد آں میوہ فشاندے بے کسے
بغیر کسی شخص کے، ہوا پھل جھاڑتی

پُر شدے زاں میوہ دامنہا بسے
اُن پھلوں سے بہت سے دامن بھر جاتے

خوشہ ہائے زفت تا زیر آمدہ
موٹے خوشے نیچے کو لٹکے ہوئے

بر سر و روئے روندہ می زدہ
چلنے والے کے سر اور منھ کو لگتے

مردِ گلخن تاب از پُری زر
بھٹی جلانے والا سونے کی کثرت سے

بستہ بودے بر میاں زرّیں کمر
کمر پر زرّیں پیٹی باندھے رہتا ہے

سگ کلیچہ[2] کوفتے در زیرِ پا
کتے پاؤں کے نیچے تلوے روندتے

تخمہ بودے گرگ صحرا از نوا
غذا کی کثرت سے جنگل کے بھیڑیوں کو بہ بہتی آجاتی

گشتہ ایمن شہر و دہ از دزد و گرگ
شہر اور گاؤں چور اور بھیڑیے سے محفوظ ہوگئے تھے

بز نتر سیدے ہم از گرگ سترگ[3]
موٹے بھیڑیے سے بکری بھی نہ ڈرتی تھی

جامۂ ایشاں اگر چرکیں شدے
اگر اُن کے کپڑے میلے ہوجاتے

آتش سوزندہ شاں صابون بدے
جلانے والی آگ اُن کا صابون ہوتا

در تنور اندا ختندے جامہ را
وہ کپڑوں کو تنور میں ڈال دیتے

بعد یک ساعت شدے خوش با صفا
تھوڑی دیر کے بعد وہ اچھا صاف ہوجاتا

گر بگویم شرح نعمتہائے قوم
اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں

کہ زیادت می شداں یوما فیوم
جو روز بہ روز بڑھ رہی تھیں

مانع آید از سخنہائے مہم
تو وہ ضروری باتوں سے مانع بنے گی

انبیاء بردند امرِ فاستقم
انبیاء فاستقم کا حکم لے کر گئے

چوں ز حد بردند ناشکری چناں
جب انھوں نے اس طرح کی ناشکری حد سے زیادہ کی

غیرتِ حق کارگر شد در زماں
اس وقت اللہ (تعالیٰ) کی غیرت کام میں لگ گئی

[1] پُری۔ کثرت۔ ثمار۔ ثمرہ کی جمع۔ پھل۔ معبر۔ گذرگاہ، راستہ۔ رہگذار۔ مسافر۔ نثار۔ بکھیر۔ شگفت۔ تعجب۔ سلّہ ٹوکرا۔ ناخواست۔ بغیر چاہے۔ بیکسے۔ یعنی بغیر جھاڑنے والے کے۔ گلخن تاب۔ حمامی۔ کمر پیٹی۔

[2] کلیچہ۔ ٹخیر۔ جمع۔ بہ بعضی۔ گشتہ۔ مال و خوراک کی کثرت کی وجہ سے نہ چور کو چوری کی ضرورت رہی تھی نہ بھیڑیے کو کسی کے پھاڑنے کی

[3] سترگ۔ موٹا۔ چرکین۔ میلا۔ آتش۔ آگ کے ذریعہ کپڑے دھونے کی کوئی خاص ترکیب ہوگی۔ انبیاء۔ یعنی انبیاء کو حکم ہوا کہ وہ ان کو راست روی کا حکم دیں۔

آمدن پیغمبراں بہ نصیحت اہل سبا

اہل سبا کی نصیحت کے لئے پیغمبروں کا آنا

سیزدہ پیغمبر آنجا آمدند — گمرہاں را جملہ رہبر می شدند

تیرہ پیغمبر وہاں آئے — گمراہوں کے سب رہبر بنے

کہ بلا نعمت فزوں شد شکر گو — مرکب شکر ار نجنبد خر بگو

کہ خبردار! نعمت بہت ہو گئی شکر کر — اگر شکر کی سواری سو گئی ہے (اشکر) چلاؤ

شکر منعم واجب آمد در خرد — ورنہ بکشاید در خشم ابد

عقلی اعتبار سے انعام دینے والے کا شکر ضروری ہے — ورنہ ابدی ناراضی کا دروازہ کھل جائے گا

ہیں کرم بینید و ایں خود کس کند — کز چنیں نعمت بشکرے بس کند

ہاں کرم دیکھو! اور یہ خود کون کرتا ہے! — کہ اس قدر نعمتوں پر ایک شکر پر اکتفا کرے

سر بہ نجنبد شکر خواہد سجدہ — پا بنجنبد شکر خواہد قعدہ

وہ سر کھجایت کرتا ہے سجدہ کا شکر چاہتا ہے — پاؤں ہلتا ہے بیٹھنے کا شکر چاہتا ہے

شکر نعمت نعمتت افزوں کند — صد ہزاراں گل ز خارے سر کند

نعمت کا شکر نعمت کو زیادہ بڑھاتا ہے — لاکھوں پھول کانٹے سے سر اٹھاتے ہیں

قوم گفتہ شکر ما را برد غول — ما شدیم از شکر و از نعمت ملول

قوم نے کہا، ہمارے شکر بھوت لے گیا — ہم تو شکر اور نعمت سے عاجز آ گئے

ما چناں پژمردہ گشتیم از عطا — کہ نہ طاعت ماں خوش آید نے خطا

ہم بخشش سے ایسے پژمردہ ہو گئے ہیں — کہ نہ ہمیں عبادت اچھی لگتی ہے، نہ گناہ

ما نمی خواہیم نعمتہا و باغ — ما نمی خواہیم اسباب و فراغ

ہم نعمتیں اور باغ نہیں چاہتے — ہمیں زراعت اور فراغت کی خواہش نہیں ہے

نعمتے چہ سیر شد جاں ما ازیں — شکر چہ گوئیم بر گوید ہیں

نعمت کیا چیز ہے اس سے ہماری طبیعت بھر گئی — کہ ہاں شکر کریں، ہاں بتاؤ؟

انبیا گفتند در دل علتے ست — کاز اں در حق شناسی آفتے ست

انبیاء نے فرمایا، دل میں بیماری ہے — کہ اس کی وجہ سے حق کے پہچاننے میں نقصان ہے

نعمت از وے جملگی علت شود — طعمہ در بیمار کے قوت شود

اس کی وجہ سے سب نعمتیں بیماری بنجاتی ہیں — کھانا بیمار میں قوت کب پیدا کرتا ہے؟

۱؎ تنجنبد کو یعنی تم شکر کے گھوڑے کو بیدار کر کے چلاؤ۔ درخرد۔ عقلاً بھی انعام دینے والے کا شکریہ ضروری ہے۔ اللہ کا یہ بھی کرم ہے کہ اس قدر نعمتوں پر محض ایک شکریہ کا طالب ہے۔

۲؎ سر۔ اللہ نے سر عطا فرمایا ہے تو اس کا شکریہ یہ ہے کہ اس سر سے اس کو سجدہ کیا جائے۔ پاؤں ہلتے ہیں تو ان کا شکریہ یہ ہے کہ اس کے لئے عبادت میں قیام و قعود کیا جائے۔

۳؎ نعمتے۔ یعنی جب نعمت ہمارے لئے باعث زحمت ہے تو ہم شکر کس چیز کا ادا کریں۔ انبیاء۔ انبیاء نے اہل سبا سے کہا تمہارے دل میں مرض پیدا ہو گیا ہے جس نے حق شناسی کو تباہ کر دیا ہے اور تم نعمتوں کو زحمت سمجھنے لگے ہو۔ بیمار کو اگر صحیح غذا بھی دی جاتی ہے تو وہ بیماری میں اضافہ کر دیتی ہے۔

چند خوش پیشِ تو آمد اے مُبصر
اے ہوشمند تیرے سامنے بہت سی اچھی چیزیں آئیں

جملہ ناخوش گشت و صاف اُو کدر
سب ناقص اور ان میں سے صاف مکدر ہو گئیں

تو عدُو[1] ایں خوشیہا آمدی
تو ان خوشیوں کا دشمن بن گیا

گشت ناخوش ہر چہ بر وے کف زدی
جس چیز پر تو نے ہاتھ مارا وہ ناگوار ہو گئی

ہر کہ اُو شد آشنا و یارِ تو
جو تیرا واقف اور یار بنا

شد حقیر و خوار در دیدارِ تو
تیری نظر میں وہ حقیر اور ذلیل ہو گیا

ہر کہ اُو بیگانہ باشد با تو ہم
وہ جو تجھ سے بیگانہ بھی ہو

پیشِ تو اُو بس مہ است و محترم
وہ تیرے لئے بہت بڑا اور با عزت ہے

ایں ہم از تاثیرِ آں بیماری ست
یہ بھی اسی بیماری کی تاثیر ہے

زہرِ اُو در جملہ خلقاں ساری ست
اس کا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے

دفعِ آں علت بباید کرد زود
اس بیماری کو فوراً دفع کرنا چاہیئے

شکر با آں ہم حدث خواہد نمود
کہ اس کے ہوتے ہوئے شکر بھی گندگی نظر آتی ہو

ہر خوشی کاید بتو ناخوش شود[2]
جو اچھی چیز تیرے پاس آتی ہے بری ہو جاتی ہو

آب حیواں گر رسد آتش شود
اگر آب حیات آتا ہے آگ بن جاتا ہے

کیمیا مرگ و جسک آں صفت
یہ صفت موت اور بے چینی کی کیمیا ہے

مرگ گردد زاں حیاتت عاقبت
بالآخر اسکی وجہ سے تیری زندگی موت بن جاتی ہو

بس غذائے کہ زوے دل زندہ شد
بہت سی غذائیں ہیں جن سے دل زندہ ہوتا ہو

چوں بیامد در تنِ تو گندہ شد
وہ جب تیرے جسم میں آتی ہیں گندی ہو جاتی ہیں

بس عزیزے کہ بناز اشکار شد
بہت سے پیارے ہیں جو لاڈ پیار میں شکار ہوئے

چوں شکارت شد بر تو خوار شد
جب تیرا شکار بنگئے تیرے نزدیک ذلیل ہو گئے

آشنائی[3] عقل با عقل از صفا
عقل کی عقل سے شناسائی خلوص سے

چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا
جب ہو جاتی ہے ہر لمحہ دوستی بڑھتی ہے

آشنائی نفس با ہر نفس پست
نفس کی ذلیل نفس سے شناسائی

تو یقیں می داں کہ ہر دم کمتر ست
تو یقین کر ہر دم گھٹتی ہے

زانکہ نقشش گرد علت می تند
کیونکہ اس کا نقش کسی غرض کا چکر کاٹتا ہے

معرفت را زود فاسد میکند
جان پہچان کو بہت جلد خراب کر دیتا ہے

---

[1] تو عدو: اسی لئے تم نعمتوں کے دشمن بن گئے ہو۔ ہر کہ۔ اسی بیماری کا یہ اثر ہے کہ جو تمہارے خیر خواہ ہیں وہ تمہارے نزدیک حقیر اور ذلیل ہیں اور جو بیگانے ہیں وہ تمہارے پیارے ہیں۔ ہر ہر اُو۔ اس بیماری میں پوری قوم مبتلا ہے۔ تکبر یا ناں۔ اسی بیماری کا اثر ہے کہ تم شکر کو گندی چیز سمجھتے ہو۔

[2] ہر خوشی۔ اس بیماری سے ہر اچھی چیز بری بجھائی ہے، آب حیات زہر کا کام کرتا ہے۔ کیمیا۔ یہ مرض موت اور درد کا سبب ہے اور اس سے آخرت کی زندگی موت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ ایں۔ اس بیماری کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہے کہ جو شخص تمہاری محبت اور پیار کی وجہ سے تمہارا شکار اور گرویدہ ہے تم اسکو ذلیل سمجھتے ہو۔

[3] آشنائی۔ جو دوستی نفس کی بنیاد پر ہوتی ہے اس میں اضمحلال ہوتا رہتا ہے اور جو دوستی نفسانی غرض پر مبنی ہوتی ہے وہ بوجہ گھٹتی رہتی ہے۔ زانکہ۔ نفسانی دوستی غرض کی وجہ سے ہوتی ہے۔

گر نخواہی[1] دوست را فردا نفیر — دوستی با عاقل و با عقل گیر

اگر تو کل قیامت اگر کسی دوست کو قابل نفرت نہیں ہے

از سموم نفس چوں با علتی — ہر چہ گیری تو مرض را آلتی

چونکہ تو نفس کی زہریلی ہوا سے بیمار ہے — تو جو بھی لے گا، مرض کا آلہ (کار) ہے

گر بگیری گوہرے سنگے شود — در بگیری مہر دل جنگے شود

اگر تو موتی لے گا، وہ پتھر ہو جائیگا — اگر تو دل کی محبت اختیار کریگا، وہ دشمنی ہو جائیگی

در بگیری نکتۂ بکرِ لطیف — بعدِ درکت گشتۂ ذوق و کثیف

اگر تو نیا پاک نکتہ حاصل کریگا — تیرے پالینے کے بعد وہ تیرے ذوق اور گنہ ہو جائیگا

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد — چیزِ دیگر گو بجز ایں اے عُضد

کہ میں نے اس کو بہت سنا ہے، پرانا ہو گیا ہے — اے یار! اس کے علاوہ کچھ کہہ

چیزِ دیگر تازہ و لوگفتہ گیر — باز فرداں شوی سیر و نفیر

کوئی دوسری تازہ اور نئی بات کہی ہوئی ہو — پھر تو کل کو اس سے بھی دل بھرا اور تنفر ہو جائے گا

ہر حدیثِ کہنہ بیشت نو شود[2] — ہر پرانی بات تیرے لئے نئی ہو جائے گی

تا کہ از کہنہ برآرد برگِ نو — بشگفاند کہنہ صد خوشہ ز کو

حتیٰ کہ پرانی ذات سے نئے پتے نکالے گی — پرانی ذات، گڑھے میں سے سینکڑوں خوشے کھولیگی

ما طبیبانیم و شاگردانِ حق — بحرِ قلزم دید ما را فانفلق

ہم اللہ (تعالیٰ) کے شاگرد ہیں اور طبیب ہیں — ہمیں بحرِ قلزم نے دیکھا تو وہ پھٹ گیا

آں طبیبانِ طبیعت دیگرند — کہ بدل از راہِ نبضے بنگرند

جسمانی طبیب، دوسرے ہیں — جو دل کو نبض کے راستے سے دیکھتے ہیں

ما بدل[3] بے واسطہ خوش بنگریم — کز فراست ما بعالی منظریم

ہم بغیر واسطے کے دل کو خوب دیکھتے ہیں — کیونکہ فراست کی وجہ سے ہم بلند مقام پر ہیں

آں طبیبانِ غذا بیند و ثمار — جانِ حیوانی بدیشاں استوار

وہ غذاؤں، اور پھلوں کے طبیب ہیں — حیوانی روح اُن سے ٹھیک ہوتی ہے

ما طبیبانِ فعالیم و مقال — ملہم ما پرتوِ نورِ جلال

ہم قولوں، اور فعلوں کے طبیب ہیں — اللہ (تعالیٰ) کا نور ہم پر الہام کرنیوالا ہے

---

[1] گر نخواہی۔ اگر استادت بنانا چاہتے ہو جس سے کل کو نفرت نہ ہو تو عقل کی بنیاد پر عقلمند سے دوستی کرو۔ از محرم۔ انسان جب نفسانی اغراض کی بیماری میں مبتلا ہے تو اس کا ہر کام اسکی بیماری میں اضافہ کریگا۔ در بگیری۔ نفسانی مریض کا علمی ذوق فنا ہو جاتا ہے، عمدہ قسم کے علمی نکتے بھی اس کو برے لگتے ہیں، چیزِ دیگر۔ اگر اور کوئی نکتہ بھی بیان کیا جائیگا تو کل کو اس سے بھی نفرت ہو جائے گی۔

[2] دفع۔ اگر تجھے بیماری کا علاج ہو جائے تو پرانی باتوں میں نئے نکتے نظر آئیں گے۔ بحرِ قلزم۔ حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ طبیبانِ طبیعت۔ یعنی انسانی مزاج کے طبیب۔ جسمانی طبیب نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص کرتا ہے۔

[3] ما بدل۔ انبیاء اور اولیاء بلا واسطہ دل کو دیکھ لیتے ہیں۔ فراست۔ بعض علامتوں سے کسی چیز کو پہچان لینا۔ جانِ حیوانی۔ جسمانی اعضاء کا نظام روحِ حیوانی کو ٹھیک کرتا ہے۔ ما طبیبان۔ یہ انبیاء کا مقولہ ہے یعنی ہم انسان کو یہ بتاتے ہیں کہ تیرا کون سا فعل اور قول تجھ تک ہے اور کونسا ناخ ہے۔ ملہم۔ دل میں بات ڈالنے والا۔

کاینچنیں فعلے ترا نافع بود
کرایسا فعل تیرے لئے نافع ہوگا

وانچناں فعلے زرہ قاطع شود
اور ایسا فعل راہِ حق سے جدا کرنیوالا ہوگا

اینچنیں[1] قولے ترا پیش آورد
ایسی بات تجھے آگے بڑھائے گی

وانچناں قولے ترا پیش آورد
اور ایسی بات تیرے ڈنک مارے گی

آنچناں وانچنیں از نیک و بد
انبیاء اور ولیا، اچھا، اور برا

پیش تو بنہیم و بنمایم جد
ہم تیرے سامنے رکھتے ہیں اور اچھی طرح دکھا

گر تو خواہی ایں گزیں و نخواہی آں
اگر تو چاہے اسکو اختیار کر تو چاہے اُس کو

زہر و شکر سنگ و گوہر شد عیاں
زہر اور شکر پتھر اور جوہر ہوا ضح ہو گیا

واں طبیباں را بود بوئے دلیل
اُن طبیبوں کو دلیل سے سراغ ملتا ہے

ویں دلیلِ ما بود وحی جلیل
اور ہماری دلیل اللہ (تعالیٰ) کی وحی ہوتی ہے

دست مزدے[2] می نخواہیم از کسے
ہم کسی سے مزدوری نہیں چاہتے ہیں

دست مزدِ ما رسد از حق بسے
ہمیں اللہ (تعالیٰ) سے بہت مزدوری ملتی ہے

ہیں صلا بیماری ناسور را
آگاہ! ناسور کی بیماری کے لئے پکارہ ہے

دارُوئے ما نیک بنگر رنجور را
ہماری دوا، ہر بیمار کے لئے ہے

معجزہ خواستن قوم از پیغمبران علیہم السلام

قوم کا پیغمبروں سے اُن پر سلام ہو معجزہ مانگنا

قوم گفتند اے گروہِ مدعی
قوم نے کہا، اے دعوے دار!

کو گواہِ علم و طب نافعی
نفع رساں طب، اور علم کا کون گواہ ہے؟

چوں[3] شما بستہ ہمیں خواب و خورید
جبکہ تم بھی اسی سونے اور کھانے کے پابند ہو

ہمچو ما باشید و در دہ می چرید
ہماری طرح ہو اور گاؤں میں کھاؤ پیو

چوں شما در دام ایں آب و گلید
جبکہ تم اسی پانی اور مٹی کے جال میں ہو

کے شما صیادِ سیمرغ دلید
تو تم دل کے سیمرغ کے شکاری کہاں ہو؟

حُبِّ جاہ و سروری دارد بر آں
رتبہ اور سرداری کی محبت اُس پر آمادہ کرتی ہے

کہ شمارد خویش از پیغمبراں
کہ اپنے آپ کو پیغمبروں میں شمار کرے

ما نخواہیم ایں چنیں لاف و دروغ
ہم اس طرح کی شیخی اور جھوٹ نہیں چاہتے

کردن اندر گوش و افتادن بلوغ
سُننا، اور پھاٹک میں گرنا

---

[1] اینچنیں۔ یعنی انسان کو کونسے افعال و اقوال اللہ سے قریب کرتے ہیں اور کونسے راستہ روکتے ہیں۔ آنچناں۔ انسانوں کے لئے نیکی اور بدی کو خوب واضح طور کے بیان کرتے ہیں اگر تو خواہی۔ اس کے بعد ہر انسان کو اختیار ہے کہ وہ بدی کا راستہ اختیار کرے یا بھلائی کا۔ واں طبیباں۔ جسمانی طبیب عقلی دلائل سے کام لیتے ہیں ہم وحی الٰہی سے رہبری حاصل کرتے ہیں۔

[2] دست مزدے۔ تمام انبیاء یہی کہتے ہیں لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ۔ یعنی ہم تم سے اس کام کی مزدوری نہیں مانگتے ہیں ہماری مزدوری اللہ کے ذمہ ہے۔ ناسور۔ یعنی دشوار گذار مرض۔ کو گواہ۔ ان لوگوں نے انبیاء سے کہا اپنے دعوے پر گواہ لاؤ۔ چوں۔ کفار نے انبیاء پر ہمیشہ اس قسم کا اعتراض کیا ہے۔ مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ یعنی یہ کیسے نبی ہیں کہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں۔

[3] چوں شما۔ یعنی کفار نے انبیاء سے کہا کہ تم غریب جبکہ آب و گل سے بنے ہوئے ہو تو تم دوسروں کی کیا اصلاح کر سکتے ہو۔ حُبِّ جاہ۔ کفار نے یہ بھی کہا کہ قرآن نے کا شوق ہے پیغمبری

انبیاء[1] گفتند کاین نہ اں علت است — مایۂ کوری حجاب رویت ست

انبیاء نے کہا یہ (باتیں) اسی بیماری کی وجہ سے ہیں — اندھے پن کا سرمایہ دیدار کا پردہ ہے

دعوئ ما را شنیدید و شما — می نہ بینید ایں گہر در دست ما

تم نے ہمارا دعویٰ سن لیا، اور تم — ہمارے ہاتھ میں اس جوہر کو نہیں دیکھتے ہو؟

امتحان ست ایں گہر مر خلق را — ماش گردانیم گرد چشمہا

یہ جوہر لوگوں کی آزمائش ہے — ہم اس کو آنکھوں کے گرد گھما رہے ہیں

ہر کہ گوید کو گوا گفتش گواست — کو نمی بیند گہر، حبس عماست

جو (یہ) کہے کہ گواہ کہاں ہے؟ اسکی بات (خود) گواہ ہے — کہ جوہر کو نہیں دیکھ رہا ہے اندھے پن کا قیدی ہے

آفتابے در سخن آید کہ خیز — کہ برآمد روز و برجہ کم ستیز

سورج کہے، کہ اٹھ — دن نکل آیا، اٹھ جا مخالفت نہ کر

تو بگوئی آفتابا کو گواہ — گویدت اے کور از حق دیدخواہ

تو کہے، اے آفتاب! گواہ کہاں ہے؟ — تجھ سے وہ کہے گا اے اللہ (تعالیٰ) سے

روزِ[2] روشن ہر کہ او جوید چراغ — عین جستن کوریش باشد بلاغ[3]

جو شخص روشن دن میں چراغ ڈھونڈے — یہ ڈھونڈنا ہی اس کے اندھے پن کا اعلان ہے

ور نمی بینی گمانے بردہ — کہ صباح ست و تو اندر پردہ

اگر تو نہیں دیکھتا ہے، تو نے (محض) ایک گمان کیا ہے — کہ صبح ہو گئی ہے، اور تو پردے میں ہے

کوریٔ خود را مکن زیں گفت فاش — خامش و در انتظارِ فضل باش

اس گفتگو سے اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کر — چپ رہ اور (اللہ کے) فضل کا انتظار کر

فضلِ بے علت مگر دریابدت — زیں شقاوت روئے دل برتابدت

شاید بے غرض فضل تجھے حاصل ہو جائے — اس بدبختی سے تیرے دل کا رخ موڑ دے

ورنہ[4] ماندی در چنیں کوری ابد — آئینہ پنہاں شد از تو در نمد

ورنہ تو ہمیشہ ایسے ہی اندھے پن میں رہیگا — آئینہ تجھ سے نمدے میں چھپ گیا ہے

در میانِ روز گفتن روز کو — خویش را رسوا کردن ست اے تند خو

دن میں کہنا کہ دن کہاں ہے؟ — اے بدمزاج! اپنے آپ کو رسوا کرنا ہے

صبر و خاموشی جذبِ رحمت ست — ویں نشاں جستن نشانِ علت است

صبر اور خاموشی رحمت کو کھینچنے والی ہے — اور یہ دلیل طلب کرنا بیماری کی علامت ہے

---

[1] انبیاء: انبیاء نے کافروں سے کہا کہ تم ہماری نبوت کو نہیں دیکھتے ہو یہ تمہارا اندھاپن ہے۔ دعویٰ: یعنی نبوت کا دعویٰ۔ ہاتیں گہر: یعنی نبوت و رسالت۔ آتش گردانم: یعنی اپنی نبوت سب کو دکھا رہے ہیں۔ ہر کہ گوید: جو شخص ہماری رسالت کو نہیں دیکھتا ہے اور گواہ طلب کرتا ہے یہ بات خود اس کی گواہ ہے کہ وہ اندھا ہے۔ آفتابے: اگر آفتاب کسی سے کہے کہ میں موجود ہوں اور دوسرا کہے کہ اپنے وجود پر گواہ لاؤ تو یہ اس کہنے والے کے اندھے ہونے کی دلیل ہے آفتاب خود اپنے وجود کی دلیل ہوتا ہے۔

[2] روز: جو شخص دن میں چراغ تلاش کرے۔ ور نمی بینی: یعنی اگر کسی کو آفتاب رسالت نظر بھی نہ آئے تو کم از کم اس قدر کرے کہ یہ گمان کرے کہ شاید وہ نکلا ہو اور میں خود پردے میں ہوں اس لئے مجھے نظر نہیں آتا ہے فضلِ بے علت: یعنی فضل خداوندی۔ زیں شقاوت: یعنی آفتاب رسالت کا نظر نہ آنا

[3] ورنہ: اگر علی الاعلان مخالفت کریگا تو ہمیشہ کے لئے بدبختی میں مبتلا ہو جائیگا اور اسکا آئینہ رسالت میں اپنا چہرہ نظر نہ آئے گا۔ در میان: اگر کوئی شخص دن میں یہ کہے کہ دن کہاں ہے تو وہ خود اپنے اندھے پن کو ظاہر کرکے رسوائی مول لے رہا ہے۔ جذب رحمت: یعنی اللہ سے رحمت طلب کرنا۔

اَنْصِتُوْا[1] بپذیر تا بر جانِ تو — آید از جاناں جزائے اَنْصِتُوْا
اَنْصِتُوْا کو قبول کر لے تاکہ تیری جان پر — محبوب کی طرف سے اَنْصِتُوْا کا بدلہ آئے

گر نخواہی نکس پیشِ ایں طبیب — بر زمیں زن زود سر را اَکْبِبْ
اگر تو بیماری کی پلٹ نہیں چاہتا ہے اس طبیب کے ملنے — اے ذہین اپنے سر کو جلد زمین پر رکھ دے

گفت افزوں را تو بفروش و بخر — بذلِ جان و بذلِ جاہ و بذلِ زر
زیادہ گفتگو کو بیچ ڈال، اور خرید لے — جان کی قربانی اور رتبہ کی قربانی اور مال کی قربانی

تا ثنائے تو بگوید فضلِ ھُو — کہ حسد آرد فلک بر جاہِ تو
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کا فضل تیری ایسی تعریف کرے — کہ تیرے رتبے پر آسمان حسد کرے

چوں طبیباں را نگہدارید دل — خود ببینید و شوید از خود خجل
جب تم طبیبوں کے دل کی نگہداشت کرو گے — خود دیکھ لو گے اور خود شرمندہ ہو گے

دفعِ[2] ایں کوری بدستِ خلق نیست — لیک اکرامِ طبیباں از رہ ست
اس اندھے پن کو دفع کرنا مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے — لیکن طبیبوں کی عزت کرنا اسباب ہدایت میں سے ہے

ایں طبیباں را بجاں بندہ شوید — تا بمشک و عنبر آگندہ شوید
ان طبیبوں کے دل سے غلام بنو — تاکہ مشک اور عنبر سے پُر ہو جاؤ

متہم داشتن قوم انبیاء را علیہم السلام
قوم کا انبیاء علیہم السلام پر تہمت لگانا

قوم گفتند اینہمہ زرق ست و مکر — کے خدا نائب کند از زید و بکر
قوم نے کہا یہ سب فریب اور مکر ہے — خدا زید اور بکر کو کب قائم مقام بناتا ہے؟

ہر رسولِ شاہ باید جنسِ اُو — آب و گل کو خالقِ افلاک کو
بادشاہ کا قاصد اس کا ہم جنس ہونا چاہیے — پانی اور مٹی کہاں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا کہاں؟

مغز[3] خر خوردیم تا ما چوں شما — پشہ را داریم ہمراز ھُما
ہم نے گدھے کا بھیجا کھایا ہے کہ ہم تم جیسے — پتھروں کو ھُما کا ہمراز سمجھیں

کو ھُما کو پشہ کو گل کو خدا — زا فتاب چرخ چہ بود ذرہ را
کہاں ھُما کہاں پتھر کہاں مٹی کہاں اللہ — ذرہ کو آسمان کے سورج سے کیا واسطہ

ایں چہ نسبت ایں چہ پیوندی بود — تا کہ در عقل و دماغے در رود
یہ کیا نسبت ہے یہ کیا تعلق ہے؟ — جو عقل اور دماغ میں آسکے

[1] اَنْصِتُوْا قرآن پاک میں ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگاؤ اور خاموشی سے سنو تاکہ تم پر رحم کر دیا جائے۔ گر نخواہی نکس یعنی اگر تو مرض کے پلٹنے کا خواہشمند نہیں ہے۔ طبیب۔ یعنی رسول۔ گفت۔ انبیاء اور رسولوں کے سامنے زیادہ گفتگو مناسب نہیں ہے اُن کیلئے ہر طرح کی قربانی کرنی چاہیئے۔ تاکہ انسان کی قربانیوں پر اللہ تعالیٰ ایسی تعریف فرمائیگا کہ آسمان کو اس پر حسد آئیگا۔ چوں جب ان اطباء کی دلداری کی جائیگی تو انسان بذاتِ خود اپنی حقیقت کو سمجھ جائے گی۔

[2] دفع۔ رسالت کا نظر نہ آنے کے مرض کا دفعیہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور ان لوگوں کی توقیر کرنا اس مرض کے دفعیہ کا سبب ہے۔

[3] قوم۔ یعنی اہل سبا۔ کے خدا۔ بھلا انسان کو اللہ تعالیٰ اپنا خلیفہ کب بنا سکتا ہے۔ ہر رسول۔ شاہ اور اس کے قاصد کا ہم جنس ہونا ضروری ہے، انسان اور آب و گل سے بنے ہے اللہ کو اس سے کیا مناسبت ہے

[3] مغز خر۔ گدھے کا مغز کھانے سے انسان گدھا بن جاتا ہے۔ پشہ۔ یعنی انسان۔ ھُما۔ اور انسان میں کیا نسبت ہے۔ کو ھُما۔ اللہ تعالیٰ

تا کجا[1] این گفت بیہودہ کجا
یہ بیہودہ گفتگو کب تک؟

ایں چہ زرقست و چہ شیدست و دغا
یہ کیا مکر ہے، یہ کیا فریب اور دغا ہے؟

خود کجا کو آسماں کو ریسماں
یہ خود کہاں ہے، کہاں آسمان کہاں رسمان کہاں!

می نگیرد مغز ما این داستاں
اس افسانے کو ہماری عقل قبول نہیں کرتی

غالباً ما عقل داریم این قدر
غالباً ہم اتنی تو عقل رکھتے ہیں

گندنا رامی شناسیم از گزر
کہ گندنے کو گاجر سے پہچان لیں

حکایت خرگوشاں کہ خرگوشے را برسالت پیش فیل

ان خرگوشوں کا قصہ کہ ایک خرگوش کو انھوں کے پاس قاصد بنا کر بھیجا

فرستادند کہ بگو کہ من رسولِ ماہِ آسمانم در پیش تو کہ از بیم
کہ تو جا کر کہہ، کہ میں آسمان کے چاند کا تیرے لئے قاصد ہوں، کہ تو پانی کے

چشمۂ آب حذر کن چنانچہ در کتاب کلیلہ و دمنہ آمدہ
اس چشمے سے پرہیز کر، جیسا کہ کلیلہ اور دمنہ کتاب میں مذکور ہے

ایں بداں ماند کہ خرگوشے بگفت
تو ایسا ہی ہے کہ ایک خرگوش نے کہا

من رسولِ ماہم و با ماہ جفت
میں چاند کا قاصد ہوں اور چاند کا ساتھی

کز[2] مہ سیلاں ازاں چشمہ زلال
کیونکہ ہاتھیوں کے جھنڈ سے اس صاف چشمہ پر

جملہ نخچیراں بدند اندر وبال
تمام جنگلی جانور مصیبت میں تھے

جملہ محروم و ز خوف از چشمہ دور
سب محروم تھے اور ڈر کی وجہ سے چشمے سے دور تھے

حیلہ کردند چوں کم بود زور
چونکہ طاقت کم تھی انھوں نے تدبیر کی

از سرِ کہ بانگ زد خرگوش زال
ایک بوڑھے خرگوش نے پہاڑ پر سے آواز دی

سوئے پیلاں در شبِ غرہ ہلال
ہاتھیوں کو چاند رات میں

شاہِ[3] پیلاں من رسولم پیش با
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! سامنے کھڑا ہو جاؤں

بر رسولاں بند و زجر و خشم نیست
قاصدوں پر پابندی اور دھمکی اور غصہ (مناسب) نہیں ہے

ماہ میگوید کہ اے پیلاں روید
چاند کہہ رہا ہے کہ اے ہاتھیو! بھاگ جاؤ

چشمہ آن ماست زیں یکسو شوید
چشمہ ہماری ملکیت ہے اس سے ہٹ جاؤ

ورنہ من تاں کور گردانم ستم
ورنہ میں تمہیں اندھا کر دوں گا، ظلم

گفتم از گردن برون انداختم
میں نے بتا دیا، اپنا فرض ادا کر دیا

---

[1] تا کجا۔ اہل سبا نے انبیاء سے یہ کہا۔ رسمان، پندار کا گہوارہ گاہ۔ خاکدان ہم میں اتنی عقل تو ہے کہ گندنے اور گاجر میں فرق کر لیں۔ گندنا عربی میں اس کو کراث کہتے ہیں ایک بدبودار سبزی ہے۔ جو کھائی جاتی ہے۔ حکایت۔ اہل سبا نے یہ قصہ نقل کیا کہ تمہاری تو وہی مثال ہے جیسا کہ خرگوش چاند کا رسول بنا تھا۔ من رسول خرگوش نے کہا میں چاند کا قاصد اور پیامبر ہوں اور چاند کا ہمراہی ساتھی ہوں۔

[2] کز۔ یہ خرگوش فرضی طور پر چاند کا رسول اسلئے بنا تھا کہ تمام جانور جنگل پر ہاتھیوں کے آنے سے تنگ تھے اور سب نے ملکر۔ ایک سازش کی تھی کہ ہاتھی اس چشمے پر آنا چھوڑ دیں۔ مجملہ۔ جنگل کے سب جانور ہاتھیوں کے ڈر سے اس چشمہ کے پانی سے محروم ہو گئے تھے چونکہ لڑنے میں تو کمزور تھے اس لئے انھوں نے یہ تدبیر سوچی تھی۔ زال۔ بڑھیا۔ غرہ۔ پہلی رات کا چاند۔

[3] شاہ۔ ہاتھیوں کے بادشاہ کو خرگوش نے حکم دیا کہ وہ ٹھہرے اور پھر کہا کہ میں چاند کا قاصد ہوں۔ ماہ میگوید۔ میں چاند کیطرف سے پیغام لایا ہوں چاند نے کہا ہے کہ یہ پانی کا چشمہ میری ملکیت ہے تم اس پر نہ آیا کرو ورنہ۔ اگر کہنا نہ مانو گے تو اندھا بنا دوں گا۔

ترکِ ایں چشمہ بگو تا دور رَوَد
چشمہ چھوڑ دو، اور چلے جاؤ

تا ز زخمِ تیغِ من ایمن شوَد
تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ ہو جاؤ

نک[1] نشاں آنست کاندر چشمہ ماہ
دیکھو علامت یہ ہے، کہ چاند پانی میں

مُضطرِب گردد نہ پیلِ آب خواہ
پانی پینے والے ہاتھی سے پریشان ہوتا ہے

کہ بیارا بع عشر اے شاہِ پیل
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! چودھویں کو آ

تا درونِ چشمہ یابی زیں دلیل
تاکہ چشمے میں تو اس کی دلیل حاصل کرلے

آں فلاں شب حاضر آ اے شاہِ پیل
اے ہاتھیوں کے شاہ! فلاں رات کو آجا

تا درونِ چشمہ یابی آں دلیل
تاکہ چشمے میں تو وہ دلیل پالے

چوں دو ہفتہ از مہِ نو بگذرید
جب نئے چاند پر دو ہفتے گذر گئے

شاہِ پیل آمد ز چشمہ می چرید
ہاتھیوں کا بادشاہ آیا چشمے سے (پانی) پینے لگا

چونکہ زد خرطوم پیل آں شب در آب
اُس رات کو جب ہاتھی نے پانی میں سونڈ ڈالی

مُضطرِب شد آب و مہ کرد اضطراب
پانی ہلا، اور چاند ہلنے لگا

پیل[2] باور کرد از وے آں خطاب
ہاتھی نے اس کی بات کا یقین کرلیا

چوں درونِ چشمہ مہ کرد اضطراب
جب پانی میں چاند ہلا

ترس ترسان باز گشتند آں رمہ
وہ جھنڈ، خوف کھا کر واپس ہو گیا

بعد ازاں نامد یکے زیشاں ہمہ
اس کے بعد ان میں سے کوئی نہ آیا

مانہ زاں پیلانِ گولیم اے گروہ
اے گروہ! ہم اُن بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں

کاضطرابِ ماہ آرد ماں شکوہ
کہ چاند کا ہلنا ہم پر دبدبہ قائم کرے

جواب گفتنِ انبیاء طعنِ ایشاں را و مثل آوردن ایشاں را

انبیاء کا اُن کے اعتراض کا جواب دینا اور اُن کی ایک مثال بیان کرنا

انبیاء[3] گفتند آوہ پندِ ماں
انبیاء نے فرمایا، افسوس ہماری نصیحت نے

سخت تر کرد اے سفیہاں بندِ تاں
اے بیوقوفو! تمہاری بیڑی کو اور سخت کر دیا

اے دریغا کہ دوا از رنجِ تاں
ہائے افسوس! تمہارے مرض کی وجہ سے دوا

گشت زہرِ جاں قہرِ آہنجِ تاں
جان کا زہر، تمہارا قاتل نہیں بن گیا

ظلمت افزود ایں چراغ آں چشم را
یہ چراغ آنکھ کے اندھیرے کو اور بڑھا دیتا ہے

چوں خدا بگماشت پردہ خشم را
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے غضب کا پردہ ڈال دیا ہے

---

[1] نک: نشاں۔ خرگوش نے کہا میرے سچا ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی ہاتھی پانی پیتا ہے تو وہ چاند پریشانی میں ہلنے لگتا ہے۔ کہا یہ اگر یقین نہیں ہے تو دوسری شب کو آنا اور میرے اس دعوے کی دلیل آنکھوں سے دیکھ لینا چونکہ دو ہفتے بعد چاند کے نکلنے پر دو ہفتے گذرنے کو ہوئے تو ہاتھیوں کا بادشاہ چشمہ پر پانی پینے آیا خرگوش ہاتھی کی سونڈ۔

[2] پیل: جب پانی میں چاند کا عکس ہلا تو ہاتھی کو خرگوش کی بات کا یقین آگیا۔ ترس ترساں۔ ڈر کر جب ہاتھیوں کا بادشاہ بھاگا تو سامنے ہاتھی بھاگ پڑے اور پھر کوئی ہاتھی چشمہ پر نہ آیا۔ ماند زاں۔ یہ قصہ سنا کر ہاتھیوں نے کہا ہم ایسے بیوقوف نہیں ہیں کہ ہاتھیوں کی طرح تمہاری باتوں میں آجائیں۔

[3] انبیاء: ان کی اس تقریر پر انبیاء نے ان سے کہا کہ ہماری نصیحت سے تمہارے انکار کی بیڑیاں اور سخت ہو گئیں اور دوا نے زہر کا کام کیا۔ حکمت۔ جب کسی پر غضب خداوندی ہوتا ہے تو نورِ ہدایت اس کے لئے مزید اندھیرے کا سبب بنتا ہے۔

چہ[1] ریسی جُست خواہیم از شما
ہم، تم سے کیسی سرداری چاہیں گے

کہ ریاست ہاں فزون ست از سما
ہماری سرداری تو آسمان سے بڑھی ہوئی ہے

چہ شرف یابد ز کشتی بحر دُر
موتیوں کا سمندر کشتی سے کیا شرافت حاصل کریگا؟

خاصہ کشتی ز سر گیں گشتہ پُر
خصوصاً اُس کشتی سے جو گوبر سے بھری ہوئی ہے

اے دریغ آں دیدۂ کور و کبود
اُس اندھی اور تاریک آنکھ پر افسوس ہے

کافتابے اندرو ذرہ نمود
جس میں سورج ایک ذرہ نظر آئے

کادمے کو بود بیمثل و فرید
جیسا کہ آدمؑ، جو کہ بیمثل اور یکتا تھے

دیدۂ ابلیس جز طینے ندید
شیطان کی آنکھ نے مٹی کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

چشمِ[2] دیوانہ بہارش دَے نمود
شیطانی آنکھ نے (موسم) بہار کو خزاں دکھایا

زاں طرف جنبید کو را خانہ بود
اُسی طرف گئی جو اُس کا مقام تھا

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ
بہت سی دولتیں ہیں جو کبھی کبھی حاصل ہوتی ہیں

پیشِ بے دولت بگردد او زراہ
بدبخت کے لئے وہ راستہ سے لوٹ جاتی ہیں

اے بسا معشوق کا بد ناشناخت
بہت سے معشوق ہیں جو لغیر جان پہچان کے آجاتے ہیں

پیشِ بد بختے نداند عشق باخت
ایک بدبخت کے سامنے جو عشقبازی نہیں جانتا ہے

احمقاں را ایں چنیں حرماں چرا ست
بیوقوفوں کی ایسی محرومی کیوں ہے؟

می فسازد گمرہاں را راہِ راست
گمراہوں کو سیدھا راستہ موافق نہیں آتا ہے

ایں غلط دہ دیدہ را حرمانِ ماست
آنکھ کو غلط دکھانے والی ہماری محرومی ہے

دیں مقلّبِ قلب را سوءُ القضاست
اور یہ ہمارے دل کو پھیرنے والی بُری تقدیر ہے

چوں[3] بُتِ سنگیں شمارا قبلہ شد
جب پتھر کا بُت تمہارا قبلہ بن گیا

لعنت و کوری شمارا ظلّہ شد
لعنت اور اندھاپن تمہارا سائبان بن گیا

چوں بشاید سنگ تاں را انبازِ حق
تمہارے پتھر کا اللہ (تعالیٰ) کا شریک ہونا کیسے مناسب ہوا

چوں نشاید عقل و جاں را ہمرازِ حق
عقل اور روح کو اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز بنانا کیوں؟

پشۂ مُردہ ہُما را شد شریک
مَرا ہوا مچھر، ہُما کا شریک بن گیا

چوں نشاید زندہ را ہمراز لیک[4]
زندہ کا اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز ہونا کیوں مناسب؟ نہ ہوا

---

[1] چہ۔ جس کو اللہ کے تقرب سے وہ مرتبہ حاصل ہو جو آسمان سے بھی بلند ہے وہ تمہاری سرداری کا کیا خواہشمند ہو سکتا ہے۔ چہ شرف۔ جس سمندر میں موتی بھرے ہوں اُس کو گوبر بھری کشتی سے کیا شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔

[2] دریغ۔ وہ آنکھ قابلِ افسوس ہے جس کو آفتاب ذرہ نظر آئے۔ کادمے۔ یہ شیطان کی آنکھ ہے کہ اُس نے حضرت آدمؑ کے پتلے کی مٹی کو دیکھا اور اُن کے باطنی اوصاف کو نہ دیکھا۔

[3] چشمِ دیوانہ۔ شیطان کو شیطانی آنکھ نے حقیقت کے خلاف دکھایا حضرت آدمؑ جو سزا بہار تھے وہ اُس کو خزاں نظر آئے خود ذلیل تھا اُس کی نگاہ ذلیل چیز پر پڑی اے بسا۔ بدبختوں کو تمیز کی دولت حاصل نہیں ہوتی۔ ناشناخت۔ ناقدروں کو دولت ملتی ہے لیکن وہ اُس کی قدر نہیں کرتے۔ حرماں۔ یعنی احمقوں کی محرومی کا سبب اُن کی حرماں نصیبی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن پر مسلط ہے۔

[4] چوں۔ انبار نے اہلِ سبا سے کہا جبکہ تم بُت پرستی میں مبتلا ہو گئے ہو اس لئے لعنت اور اندھاپن تم پر مسلط ہو گیا ہے۔ چوں بشاید۔ تمہارے اندھے پن کی یہ علامت ہے کہ پتھر کے بُت کو تو اللہ کا شریک سمجھ رہے ہو لیکن عقل اور جان کو اللہ کا ہمراز سمجھنے میں تمہیں اشکال پیش آرہا ہے۔ پشۂ مُردہ۔ یعنی پتھر کا بُت۔ ہُما۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ لیک۔ اللہ تعالیٰ۔

آں[1] بُتِ مُردہ تراشیدہ شماست — پشۂ زندہ تراشیدہ خداست
وہ مُردہ بُت تمہارا گھڑا ہوا ہے — زندہ مچھر، خدا کا بنایا ہوا ہے

عاشقِ خویشند و صنعت کردِ خویش — مومِ ماراں را سرِ مارست کیش
وہ اپنے اور اپنی دستکاری کے عاشق ہیں — سانپوں کی دُم کا مذہب سانپ کا سر ہے

نے دراں دُم دولتے و نعمتے — نے دراں سر راحتے و لذتے
نہ اُس دُم میں کوئی دولت اور نعمت ہے — نہ اُس سر میں کوئی راحت اور لذت ہے

گردِ سر گرداں بُوَد آں دُمِ مار — لائق اند و درخورند آں ہر دو یار
وہ سانپ کی دُم سر کے چاروں طرف گھومتی رہتی ہے — وہ دونوں دوست لائق اور مناسب ہیں

آنچناں[2] گوید حکیمِ غزنوی — در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی
غزنوی دانا، ایسا ہی فرماتے ہیں — الٰہی نامہ میں اگر تو اچھی طرح سنے

کم فضولی کن تو در حکمِ قدر — در خورآمد شخصِ خر با گوشِ خر
تقدیر کے فیصلے میں تو بکواس نہ کر — گدھے کا جسم گدھے کے کان کے لائق ہے

شد مناسب عضوہا و ابدانہا — شد مناسب وصفہا با جانہا
اعضا، اور بدن مناسبت سے بنے ہیں — اوصاف، جانوں کے مناسب ہیں

وصف[3] ہر جانے مناسب باشدش — بیگماں باجاں کہ حق بنر اشدش
ہر روح کی صفت اس کے مناسب ہوتی ہے — یقیناً اللہ (تعالیٰ) اس کو روح کے مناسب بناتا ہے

چوں صفت با جاں قرین کرد است او — پس مناسب دانش ہمچوں چشم و رو
جبکہ اُس نے صفت کو روح کا ساتھی بنایا ہے — تو اس کو چہرے اور آنکھ کی طرح مناسب سمجھ

شد مناسب وصفہا در خوب و زشت — شد مناسب حرفہا کہ حق نوشت
اچھائی اور برائی میں مناسب صفتیں پیدا ہوئی ہیں — جو حروف اللہ (تعالیٰ) نے لکھے وہ مناسب ہیں

دید و دل ہست بَین الاصبعین — چوں قلم در دستِ کاتب اے حسین
آنکھ اور دل دو انگلیوں کے درمیان ہیں — اے حسین! جیسا کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم

اصبعِ لُطف ست و قہرے در میان — کلکِ دل با قبض و بسطے زیں بنان
مہر اور قہر کی انگلی ہے، درمیان میں — ان سر انگشت سے دل کا قلم تنگی اور کشادگی میں ہے

---

[1] اک روح کیلئے صفت کفر پیدا فرمائی ہے تو وہی صفت اسکے مناسب تھی۔ شد مناسب۔ قلم تقدیر نے جو حروف لکھے وہی اس شخص کے مناسب تھے۔ دید و دل۔ انسان کا دل اور آنکھ قدرت کی دو انگلیوں کے قبضہ میں ہیں وہ جس طرف چاہتی ہے انکا رخ موڑ دیتی ہے۔ اصبع جن دو انگلیوں کے درمیان میں قلم دل ہے وہ ایک قہر کی انگلی ہے دوسری قہر کی انگلی ہے بنان۔

[1] آں بُت۔ بُت جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے تراشا وہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہو گیا لیکن تمہارے نزدیک انسان جو اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ اللہ کا ہمراز نہیں ہو سکتا عاشق۔ تو تم دراصل اپنے اور اپنی مصنوعات کے عاشق ہو۔ دُمِ ماراں۔ سانپ کی دُم سانپ کے سر کی اطاعت کرتی ہے، مثل مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ گر سر جس جانب گھومے جائیگا اُسی جانب اُس کی دم جائیگی۔ دو یارہ یعنی سانپ کی دُم اور سر۔

[2] آنچناں۔ حکیم سنائی غزنوی نے الٰہی نامہ میں جو باتیں سمجھائی ہیں اُن کو بیان کرکے یہ بات بتاتے ہیں کہ کفار کی محرومی اور اُنکی عجیب عقل پر تعجب کی ضرورت نہیں ہے اُس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں مضمر ہیں وہی اپنی حکمتوں کو خوب سمجھتا ہے۔ کم فضول۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں زیادہ باتیں بنا بیکار ہیں اُس نے ہر کام مناسبت سے کیا ہے مقصد۔ اللہ تعالیٰ نے سارے اعضاء اور بدنوں میں خاص مناسب رکھا ہے ہر روح میں اُسکے مناسب اوصاف پیدا فرمائے ہیں۔

[3] وصف۔ ہر جان کے اوصاف اُسکے مناسب پیدا فرمائے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے

اے[1] قلم بنگر گر اجلالیستی — کہ میانِ اصبعینِ کیستی
اے قلم! اگر تو خدائی ہے، تو خیال رکھ — کہ تو کس کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے؟

جملہ قصد و جنبشت زیں اصبع ست — فرقِ تو بر چار راہِ مجمع ست
تیرا سب ارادہ اور حرکت اس انگلی سے ہے — تیرا فرق مجمع کے چوراہے پر ظاہر ہونیوالا ہے

ایں حروفِ حالہات از نسخِ اوست — عزم و فسخت ہم ز عزم و فسخِ اوست
تیرے احوال کے حروف اس کی تحریر کے ہیں — تیرا ارادہ اور اسکو فسخ کرنا اسی کے ارادے اور

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست[2] — زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست
دعا اور عاجزی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے — اس گردش سے ہر قلم باخبر نہیں ہے

ایں قلم داند ولے بر قدرِ خود — قدرِ خود پیدا کند در نیک و بد
اسکو قلم جانتا ہے لیکن اپنے مرتبہ کی بقدر — اچھائی اور برائی میں اپنا مرتبہ سمجھ لیتا ہے

آنچہ در حرگوش و پیل آویختند — تا ازل را با حیل آمیختند
وہ جو کچھ خرگوش اور ہاتھی کے قصے سے متعلق ہوئے — حتیٰ کہ ازل کو (دنیاوی) حیلوں سے ملا دیا

بیانِ آنکہ ہر کس را نرسد مثل آوردن خاصہ در کارِ الٰہی

اس کا بیان کہ ہر شخص کو حق نہیں ہے کہ مثال بیان کرے خصوصاً اللہ تعالیٰ کے کام کی

کے رسد[3] تا ایں مثلہا ساختن — سوئے آں درگاہِ پاک انداختن
ان کو کیا حق تھا کہ انھوں نے یہ مثالیں گھڑیں — اس پاک دربار کی جانب منسوب کیں

آن مثل آوردنِ آنحضرت ست — کہ بعلمِ سر و جہر او آیت ست
مثال دینا اس دربار کا (حق) ہے — کہ جس کا غیب اور شہادت کا علم واضح ہے

توچہ دانی سر چیزے تا تو کُل — تا بزلف و یا برخ آری مثل
تو کسی چیز کا راز کیا جانے جب تک تو کُل — تاکہ تو زلف یا رخسار کی مثال بیان کرے

موسیٰ[4] آں را کہ عصا دید و بنود — اژدہا بد سر اولب می کشود
موسیٰؑ نے جس کو عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا — اژدہا تھا اس کے راز کو ہونٹ کھولتا تھا

---

[1] اے قلم۔ دل کو ہمیشہ اس کو مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ وہ کس ذات کے قبضہ میں ہے۔ بقول انسان کے تمام حرکات و سکنات اس انگلی کی وجہ سے ہیں انسان اور انسان میں جو فرق ہے وہ قیامت کے روز ظاہر ہوگا۔ ایں حروف۔ انسان کو جو حالات پیش آتے ہیں وہ قلم تقدیر کے لکھے ہوئے ہیں۔ علم۔ بعض بزرگوں نے کہا ہے۔ عرفت ربی بفسخ العزائم یں اپنے پروردگار کو اپنے ارادوں کے فسخ ہونے سے پہچانا۔

[2] جز نیاز۔ قلم تقدیر کے لکھے ہوئے سے نجات کا راستہ صرف عاجزی اور گریہ ہے۔ تقلب۔ یعنی حالات کا تغیر۔

[3] قلم۔ یعنی انسان کا دل۔ ایں قلم۔ یہ کچھ لوگ اپنے دل کے احوال سے اپنی اچھائی اور برائی کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ اب مولانا نے پھر اہل سبا کے قصہ کی طرف رخ کیا ہے اہل سبا نے رسولوں اور خدا کو کھیل و دھن کے قصہ میں خرگوش اور ہاتھی سے تشبیہ دی تھی۔ آخر۔ یعنی ازل تک۔ حیل۔ یعنی دنیاوی حیلے۔

[4] کے رسد۔ اہل سبا کو یہ حق نہ تھا کہ وہ اس طرح کی مثالیں جناب باری تعالیٰ کے لئے گھڑیں۔ آں مثل۔ صحیح مثال وہی دے سکتا ہے جس کو خدا اور جس کے لئے

وہ مثال ہے اس سے اس کو پوری واقفیت ہو۔ کُل۔ گنجا اگر زلف اور رخ کی مثالیں بیان کرے تو لامحالہ غلط ہوں گی کیونکہ وہ خود زلف کی حقیقت سے ناواقف ہے۔ موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ جیسا نبی اپنے عصا کی حقیقت سے ناواقف تھے وہ اس کو محض لاٹھی سمجھے حالانکہ وہ اژدہا تھا اس نے ہونٹ ہلائے تو ان پر راز منکشف ہوا تو جب حضرت موسیٰؑ کا علم بھی ناقص ہے تو ہم ان نفسانی خواہشوں کی حقیقت جو کہ دراصل شیطانی دام و دانہ ہیں کیا سمجھ سکتے ہو۔

چوں نہ داند شاہے ندانند سرِ چوب
جبکہ ایسا شاہ لکڑی کے راز کو نہ جانے

چوں غلط شد چشمِ موسیٰ در مثل
جب مثال دینے کے معاملہ میں حضرت موسیٰ کی آنکھ غلطی کر گئی

آں مثالت را چو از در رہا کند
وہ تیری مثال کو اڑدہا جیسا بنا دیتا ہے

ایں مثال آورد ابلیسِ لعیں
ملعون شیطان، یہ مثال لایا

ایں مثال آورد قارونِ[1] لجاج
قارون، جھگڑے سے یہ مثال لایا

ایں مثال آورد نمرودِ جہول
جاہل نمرود، یہ مثال لایا

ایں مثال آورد فرعونِ غلط
فرعون غلطی سے یہ مثال لایا[2]

ایں مثال اندیش گشتہ قومِ عاد[3]
قوم عاد، یہ مثال سوچنے والی بنی

ایں مثال آورد ہر بدبختِ دوں
ہر بدبخت کمینہ یہ مثال لایا

ایں مثالت را چو زاغ و لوم داں
تو اس مثال کو کوا اور الو سمجھ

تو چہ دانی سرِ ایں دام و حبوب
تو اس جال اور دانوں کے راز کو کیا سمجھے گا

چوں کند موشے فضولی[1] مدخل
جو فضول چوہا اس میں کیا سوراخ بنا سکتا ہے

تا بپاسخ جزو جزوت بر کند
تاکہ جواب میں تیرے جزو جزو اکھاڑ دے

تا کہ شد ملعونِ حق تا یومِ دیں
یہاں تک کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قیامت تک کیلئے ملعون ہو گیا

تا فرو شد در زمیں با تختِ و تاج
یہاں تک کہ تخت و تاج کے ساتھ زمین میں دھنس گیا

تا کہ پشہ مغزِ سر خوردش عجول
یہاں تک کہ مچھر نے جلدی سے اسکے سر کا مغز کھا لیا

تا کہ اندر آبِ دریا شد سقط
یہاں تک کہ دریا کے پانی میں بیکار بن گیا

کاستخواں شاں خرد و مرد آمد ربا
کہ انکی ہڈیاں ہوا سے ریزہ ریزہ ہو گئیں

تا کہ شد در قعرِ دوزخ سرنگوں
یہاں تک کہ وہ دوزخ کی گہرائی میں اوندھا ہو گیا

کز ایشاں زیست شش صد خاندان
کہ انکی وجہ سے سینکڑوں خاندان تباہ ہو گئے ہیں

مثل ہازدن قومِ نوحؑ باستہزا در زمانِ کشتی ساختنِ او

قوم نوحؑ کا حضرت نوحؑ کے کشتی بنانے کے وقت مذاق میں مثال بیان کرنا

نوحؑ اندر بادیہ کشتی بساخت
حضرت نوحؑ نے جنگل میں کشتی بنائی

صد مثل گو از پئے تسخر بتاخت
سینکڑوں مثال دینے والے مذاق کیلئے دوڑے

زاغ و لوم۔ یہ تباہی اور بربادی کی علامتیں ہیں۔ مثلہا۔ اوپر بتایا تھا کہ غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں اب اس کو مثال سے سمجھاتے ہیں۔ بادیہ۔ جنگل۔

---

[1] فضولی۔ بغیر اختیار کے کام کرنے والا۔ بمعنی فعل۔ شوراخ۔ گھسنے کی جگہ۔ آں مثالت۔ غلط مثالیں دینا خود مثال دینے والے کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے کہا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ "اے اللہ تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اس آدم کو مٹی سے" لہٰذا میں اس سے افضل ہوں تو اس کو سجدہ کیوں کروں۔

[1] قارون۔ قارون سے کہا گیا کہ اللہ نے تجھے جو دولت دی اس کے ذریعہ آخرت کو طلب کر تو اس نے کہا اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ یعنی یہ دولت میرے ظاہر اور تدبیر سے مجھے حاصل ہوئی ہے اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ لہاج۔ جھگڑا۔ نمرود۔ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا اور کہا اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ یعنی لوگوں کی موت اور زندگی میرے قبضہ میں ہے۔ جہول۔ جاہل۔ فرعون۔ فرعون نے کہا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔ سقط۔ بیکار چیز۔

[3] قوم عاد۔ حضرت ہودؑ کے ساتھ ان لوگوں نے غلط باتیں کیں تو آندھی سے ہلاک ہو گئے۔ ویں مثالت۔ یعنی غلط مثالوں اور غلط دلائل سے قومیں تباہ ہوئی ہیں۔ تسخر۔ مذاق۔

در بیابانے کہ چاہ و آب نیست[1]
اس جنگل میں جہاں کنواں اور پانی نہیں ہو

می کند کشتی چہ ناداں ابلہیست
وہ کشتی بنا رہا ہے، کس قدر نادان اور بیوقوف ہے

آن یکے میگفت ایں کشتی بتاز
ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑا

واں یکے میگفت پرش ہم بساز
اور ایک کہتا تھا کہ اس کے پر بھی لگا

آن یکے[2] میگفت دُنبالش کریست
ایک کہتا تھا کہ اس کا دُنبالہ ٹیڑھا ہے

واں یکے میگفت پشتش کژ مریست
ایک کہتا تھا کہ اس کی پشت ٹیڑھی میڑھی ہے

آن یکے میگفت پالانش کجاست
ایک کہتا تھا کہ اس کا پالان کہاں ہے؟

واں یکے میگفت ایں خر بہر کیست
ایک کہتا تھا کہ یہ گدھا کس کے لئے ہے

آن یکے میگفت کایں مشک تہی ست
ایک کہتا تھا کہ یہ خالی مشکیزہ ہے

واں یکے میگفت بیکاری مگر
ایک کہتا تھا کہ شاید تو بیکار ہے

او ہمی گفت ایں بفرمان خداست
وہ کہتے تھے، کہ یہ خدا کے حکم سے ہے

یا شدی فرتوت و عقلت شد ز سر
یا تو کھوسٹ ہو گیا ہے اور تیرے سر عقل نکل گئی ہے

ایں بجز بکہا نخواہد گشت کاست
یہ کھلونوں سے نہ کھیلے گی

حکایت[3] آں دُزد کہ پرسید ند چہ میکنی در نیم شب در زیر

اس چور کی حکایت جس سے دریافت کیا کہ تو آدھی رات میں اس دیوار کے

ایں دیوار، گفت دُہل می زنم

پاس کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

ایں مثل بشنو کہ شب دُزدے غنید
یہ مثال سن، کہ رات میں ایک سرکش چور

در بُن دیوار حفرہ می برید
دیوار کی جڑ میں گڑھا کھود رہا تھا

نیم بیدارے کہ اُو رنجور بُود
ایک آدھ پہری نیند والا جو کہ بیمار تھا

طقطق آہستہ اش رامی شنود
اس کی آہستہ کھٹ کھٹ کو سن رہا تھا

رفت بر بام و فرود آویخت سر
وہ کوٹھے پر چڑھا اور سر کو جھکایا

گفت اُورا در چہ کاری اے پدر
اس سے کہا اے بابا! تو کس کام میں لگا ہے؟

خیر باشد نیم شب چہ میکنی
خیر تو ہے، آدھی رات میں تو کیا کر رہا ہے؟

تو کئی گفتا دُہل زن اے سنی
تو کون ہے؟ اس نے کہا اے بزرگ! ڈھول بجانے والا ہوں

---

[1] آب نیست..... کشتی کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں دریا ہو یہاں خشک جنگل ہے اس میں نوح کشتی کیوں بنا رہے ہیں۔ بناز۔ یعنی یہ کشتی خشکی میں دوڑانے کی ہے لہٰذا اس کو جنگل میں دوڑا۔ پرش۔ اس کشتی کے پر لگا تاکہ اڑ سکے پانی تو موجود نہیں کہ اس میں چلے گی۔

[2] آن یکے۔ مذاق میں کوئی حضرت نوح سے کہتا کہ اس کشتی کا پچھلا حصہ ٹیڑھا ہے کوئی کہتا کہ اس کی پشت ٹیڑھی ہے کوئی مذاق میں کہتا کہ اس گدھے کا پالان کہاں ہے کوئی کہتا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا ہے۔ مشک۔ کوئی کشتی کو مشک بتاتا کوئی اس کو گدھا قرار دیتا۔ آدمی جعفر نوح جواب میں فرماتے کہ یہ کشتی خدا کے حکم سے بنا رہا ہوں اور تمہارے مذاق اڑانے سے اس میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔

[3] حکایت۔ حضرت نوحؑ نے قوم سے فرمایا تھا۔ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ یعنی جس طرح آج تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو آئندہ دیکھنا ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے۔ اسی مناسبت سے مولانا نے یہ حکایت نقل کی ہے۔ غنید۔ جھگڑا لو۔ حفرہ۔ گڑھا۔ طقطق۔ کھٹ کھٹ گفت اورا۔ اس بیمار گھر والے نے چور سے کہا۔ خیر باشد۔ یعنی

دَرچہ کاری گفت می کوبم دُہل
تو کس کام میں (مصروف) ہے اُس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں

گفت کُو بانگِ دُہل اے بُوبُسَل[1]
اُس نے کہا اے مختلف طریقوں والے ڈھول کی آواز کہاں ہے

گفت فرد ابشنوی ایں بانگ را
اُس نے کہا تو اس آواز کو کل سُن لے گا

نعرہ یا حسرتا وا ویلتا
یا حسرتا وا ویلا کا نعرہ

من چو رفتم بشنوی بانگِ دُہل
میں جب چلا جاؤں گا تو ڈھول کی آواز سُن لیگا

آن زماں واقف شوی بر بخر و کُل
اُس وقت تو جزو کُل سے واقف ہو جائے گا

دَر غلط افتادہ اے یمِ خام
اے اُدھ کچرے! تو غلطی میں پڑا ہوا ہے

پختہ شود در آتشِ حق والسلام
اللہ (کے عشق) کی آگ میں پختہ بن والسلام

آن دروغ ست و کژو برساختہ
وہ (مثال) جھوٹی اور ٹیڑھی اور بناوٹی ہے

ہست آن کژ را تو ہم نشناختہ
اُس ٹیڑھی کے راز کو بھی تو نے نہیں پہچانا ہے

جواب آن مثل کہ منکران گفتند از رسالت خرگوش

خرگوش کے قاصد بننے کی مثال جو منکروں نے بیان کی اُس کا جواب

سِرّ آں خرگوش داں دیو فضول
اُس خرگوش کا راز سمجھ کہ وہ نالائق شیطان ہے

کہ بہ پیشِ نفس[2] تو آمد رسول
جو کہ تیرے نفس کے سامنے قاصد بن کر آیا

تا کہ نفسِ گول را محروم کرد
یہانتک کہ احمق نفس کو اُس نے محروم کر دیا

زآبِ حیوانے کہ از وے خضر خورد
اُس آبِ حیات سے جو خضر نے پیا

باز گونہ کردۂ معنیش را
تو نے اُس کے معنی کو اُلٹ دیا

کفر گفتی مُستعد شو نیش را
تو نے کفر کیا، سزا کے لئے تیار ہو جا

اضطراب ماہ گفتی در زُلال
مثنوی پانی میں تو نے چاند کا حرکت کرنا بیان کیا

کہ بتر سانید پیلاں را شغال
جس سے گیدڑ نے ہاتھیوں کو ڈرایا

قصۂ خرگوش و پیل آری و آب
تو خرگوش اور ہاتھی اور پانی کا قصہ بیان کرتا ہے

خشیتِ پیلان زمہ در اضطراب
چاند کے ہلنے سے ہاتھیوں کا ڈرنا (بیان کرتا ہے)

ایں[3] چہ ماند آخر اے کورانِ خام
اے اندھو (عقل کے) کچھ! یہ کیا مشابہت رکھتا ہے؟

ماہے کہ شد زبوش خاص و عام
اُس چاند سے جس کے خاص و عام تابع ہیں

مخلوقات وہ خالق کے کیسے مشابہ ہو سکتی ہیں۔ تمام جہاں اُس کا محکوم ہے۔

---

[1] بُوبُسَل۔ مختلف طریقوں والا۔ ہوبجھوں والا۔ نعرہ۔ یعنی تیرا سب ٹوٹ جائیگا اور تو واویلا کریگا تو وہ بیرے ڈھول کی آواز ہوگی جو تو سُن لیگا۔ متن۔ یعنی جب میں چلا جاؤں گا تب تجھے سب پتہ معلوم ہو جائیگا۔ دَر غلط۔ یہ انبیاء کا مقولہ ہے کہ تم لوگ غلط شالیں دے رہے ہو ایک غلطی تو یہ ہے کہ وہ مثال غلط فرضی ہے پھر غلطی یہ ہے کہ اُس افسانے اور فرضی قصہ کی حقیقت نہیں سمجھے جواب۔ اب مولانا اُس قصہ کا واقعی مطلب سمجھاتے ہیں۔ خرگوش۔ اس سے مراد شیطان ہے۔

[2] پیشِ نفس۔ نفس سے مراد نفسِ انسانی ہے۔ آب۔ پانی سے مُراد وہ آبِ حیات ہے جو خضر نے حاصل کر لیا تھا یعنی شیطان نفس کو گمراہ کر کے آبِ حیات سے محروم کرتا ہے۔ گول۔ احمق۔ باز گو۔ اس بیانیے اس قصہ کو اُلٹ کر خرگوش سے انبیاء مراد لئے۔ کفر۔ انبیاء کو دھوکہ باز خرگوش سے تشبیہ دینا کفر ہے۔ نیش۔ یعنی سزا۔ زُلال۔ صاف پانی۔ شغال۔ یعنی گیدڑ۔

[3] ایں چہ۔ یعنی اس قصہ میں تم نے آسمان کے چاند کو اللہ سے تشبیہ دی یہ تشبیہ انتہائی غلط ہے۔ آسمان کا چاند اللہ تعالےٰ سے کیا شابہ ہو سکتا ہے۔ جملہ مخلوقات خواہ چاند ہو یا سورج یا دیگر

چہ مہ وچہ آفتاب وچہ فلک
کیا چاند اور کیا سورج، اور کیا آسمان

چہ وحوش وچہ طیور وچہ جماد
کیا وحشی جانور، اور کیا پرندے اور کیا پتھر

چہ بلاد وچہ جبال وچہ بحار
کیا شہر اور کیا پہاڑ اور کیا سمندر

چہ[1] تراب وآب وچہ باد وچہ نار
کیا مٹی اور پانی، اور کیا ہوا، اور کیا آگ

جملہ اندر حکم و در فرمانِ اُو
سب اُس کے حکم اور فرمان میں ہیں

آفتاب آفتاب آفتاب
سورج کے سورج کا سورج ہے

صد ہزاراں شہر را شحشم شہاں
شاہوں کے گھمنڈ نے، لاکھوں شہر

کوہ بر خود میشگافد صد شگاف
پہاڑ خود سینکڑوں ٹکڑے بن جاتا ہے

خشم مرداں[2] خشک گرداند سحاب
مردانِ خدا کا غصہ ابر کو خشک کر دیتا ہے

بنگر بدائے مُردگانِ بے حنوط
اے خوشبو نہ لیے ہوئے مُردو! دیکھ لو

پیل[3] خود چہ بود کہ سہ مرغ پراں
ہاتھی خود کیا ہے کہ تین ابابیل پرندوں نے

اضعف مرغاں ابابیل ست و او
ابابیل کمزور ترین پرندہ ہے، اور اُس نے

کیست کو نشنید آں طوفانِ نوحؑ
کون ہے جس نے طوفانِ نوحؑ کے بارے میں نہ سنا ہو

چہ عقول وچہ نفوس وچہ ملک
کیا عقلیں، اور کیا جانیں، اور کیا فرشتے

چہ ملوک وچہ گدا چہ کیقباد
کیا بادشاہ، اور کیا فقیر، کیا قبادشاہ

چہ مہ وچہ سال وچہ لیل ونہار
کیا مہینہ، اور کیا سال، اور کیا رات اور دن

چہ خریف وصیف وچہ دے چہ بہار
کیا جاڑا اور گرمی، اور کیا خزاں، کیا بہار

ہمچو گوئے در خمِ چوگانِ اُو
جیسا کہ گیند اُس کے خم میں

ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب
میں یہ کیا کہہ رہا ہوں؟ شاید میں خواب میں ہوں

سرنگوں کرد ست آبدگوہراں
اے بدأصلو! اوندھے کر دیئے ہیں

آفتابے چوں خرا سے در طواف
سورج چھوٹی سی گدھی کے گرد چکر میں ہے

خشم دلہا کرد عالمہا خراب
دلوں کے غصہ نے جہانوں کو تباہ کر دیا ہے

در سیاستگاہ شہرستان لوط
لوطؑ کے شہر کی عذاب گاہ کو

کو فتند آں پیلگاں را استخواں
اُن ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں

پیل را بدریدہ نہ پذیرد رفو
ہاتھی کو (ایسا) پھاڑا جس کا رفو نہیں ہو سکتا

یا مصافِ لشکرِ فرعون و روح
یا فرعون اور حضرت جبرئیلؑ کا معرکہ

---

[1] چہ تراب۔ یعنی چاروں عنصر خراب۔ مراد ہوا۔ فصل خزاں۔ آفتاب۔ پہلا یعنی آفتاب حقیقت دوسرا یعنی روشنی تیسرا یعنی خورشید فلک۔ ہشتم بخواب۔ یعنی میرا ذات حق کو آفتاب سے تعبیر کرنا بھی درست نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ اب مولانا اہل سبا کی گستاخی پر انکو تنبیہ کرتے ہیں کہ تمہاری تو کیا حقیقت ہے انبیاء کی ناراضی بہت سے شہروں کی تباہی کا سبب بھی ہے اُس کی وجہ سے پہاڑ شق ہوتے ہیں سورج پہیئے کے گدھے کی طرح اُن کا طواف کرتا ہے

[2] مرداں۔ انبیاء۔ سحاب۔ ابر۔ دلہا۔ یعنی انبیاء کے دل۔ حنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے جو مُردے کے بدن پر مل دی جاتی ہے۔ لوط۔ حضرت لوطؑ کی ناراضی سے بستیاں ویران ہوئیں۔

[3] پیل خود چہ۔ ابرہہ کے ہاتھیوں کا لشکر ابابیلوں کی کنکریوں سے ہلاک ہوا۔ نوح۔ حضرت نوحؑ کی ناراضی سے قوم پر پانی کا طوفان آیا۔ لشکر فرعون۔ حضرت موسیٰؑ کی ناراضی سے قوم فرعون کو جبرئیل نے دریا میں غرق کر دیا۔

روح شاں بشکست و اندر آب ریخت
حضرت جبرئیلؑ نے انکو شکست دی اور پانی میں بہایا

ذرہ ذرہ آب شاں برمی گسیخت
یا اُن کو ذرہ ذرہ کرتا تھا

کیست کو نشنید احوال ثمود[1]
کون ہے جس نے ثمود کے احوال نہ سُنے ہوں؟

وانکہ صرصر عادیاں رامی ربود
اور یہ کہ عاد والوں کو آندھی اُچک رہی تھی

چشم بارے دہ چناں پیلاں کشا
اب آنکھ ایسے ہاتھیوں میں کھول

کہ بدندے پیل کش اندر وغا
جو ہاتھیوں کو جنگ میں مار ڈالنے والے تھے

آنچناں پیلان و شاہانِ ظلوم
ایسے ہاتھی اور ظالم بادشاہ

زیرِ خشم دل ہمیشہ در رجوم[2]
(صاحب) دل کے غصہ کے ماتحت ہمیشہ سنگباری میں ہیں

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے
ہمیشہ کے لئے ظلم کی وجہ سے اندھیرے میں

میروند و نیست غوث و رحمتے
جا رہے ہیں اور کوئی فریاد اور رحمت نہیں ہے

نامِ نیک و بد مگر نشنیدہ اید
شاید تم نے نیک اور بد کا نام نہیں سُنا ہو

جملہ دیدند و شما نادیدہ اید
سب نے دیکھ لیا ہے اور تم نے نہیں دیکھا ہو

دیدہ را نا دیدہ می آرید و لیک
دیکھے ہوئے کو ان دیکھا تصور کر رہے ہو لیکن

چشمِ تاں را وا کشاید مرگ نیک
موت تمہاری آنکھ کو اچھی طرح کھول دے گی

گرد و عالم پُر بود خورشید و نور
اگر دونوں جہان سورج اور نور سے پُر ہوں

چوں روی در ظلمتے مانندِ کور
جبکہ تو اندھوں کی طرح اندھیرے میں چلے

بے نصیب آئی ازاں نورِ عظیم
اس عظیم نور سے تو بہرہ ور نہ ہو گا

بستہ روزن باشی از ماہِ کریم
اس عظیم چاند کیلئے سے تیرا روزن بند ہو گا

تو درون چاہ رفتستی ز کاخ[3]
تو محل سے گر کر کنوئیں میں چلا گیا ہے

چہ گنہ دارد جہانہائے فراخ
وسیع جہانوں کی کیا خطا ہے

جاں کہ اندر وصفِ گم گی ماند او
وہ جان جو بھٹکنے میں رہی

چوں بہ بیند روئے یوسف را بگو
بتا، وہ یوسفؑ کا چہرہ کیسے دیکھے گی؟

لحنِ داؤدی بسنگ و گہ رسید
(حضرت) داؤدؑ کا نغمہ پتھر اور پہاڑ تک پہنچ گیا

گوش آں سنگیں دلاں کم شنید
اُن سنگدلوں کے کان نے نہ سُنا

آفریں بر عقل و بر انصاف باد
عقل اور انصاف کو شاباش ہے

ہر زماں واللہ اعلم بالرشاد
ہر دور میں، اور خدا ہدایت کو زیادہ جانتا ہے

---

[1] ثمود۔ حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو ذبح کرنے کیوجہ سے چیخ کے مذاب سے ہلاک ہوئے۔ عادیاں۔ حضرت ہودؑ کی نافرمانی سے تباہ ہوئے۔ پیلاں۔ وہ کفار جو طاقتور ہاتھیوں کی طرح تھے وغا۔ جنگ

[2] رجوم۔ سنگساری، ظلمت۔ ظلم، ظلمت۔ تاریکی، غوث۔ مدد۔ دیدہ را۔ یعنی تم اپنی تمام دیکھی بھالی چیزوں کو ان دیکھا بنا رہے ہو۔ کشاید۔ یک۔ اچھی طرح کھول دے گی۔ گرد و عالم۔ جبکہ انسان خود اپنے آپ کو اندھا بنا لے تو وہ نور سے محروم رہتا ہے روزن۔ روشندان۔

[3] تو درون۔ اگر کوئی خود اپنے آپ کو کنوئیں میں گرا لے اور دنیا کی دست سے محروم ہو جائے تو اُس میں دنیا کا کیا قصور ہے۔ کاخ۔ محل۔ وصفِ گم گی۔ یعنی نفسانی مصالح حرص طمع وغیرہ۔ یوسفؑ۔ یعنی انبیاؑ داؤدیاں۔ لحنِ داؤدی۔ یعنی انبیاء کے معجزات سے غیر ذی روح تک متاثر ہوئے ہیں لیکن سنگدل انسان متاثر نہیں ہوتا آفریں۔ عقل و انصاف ہو تو انسان حقیقت کو سمجھ لیتا ہے، اہل بنا عقل و انصاف سے بے بہرہ ہیں۔

صَدِّقُوا رُسُلًا کِرَامًا یَا سَبَا
اے سبا (والو)! شریف رسولوں کی تصدیق کرو

صَدِّقُوا رُوحًا سَبَاهَا مِنْ سَبَا
اُس رُوح کی تصدیق کرو جس کو قید کیا ہو جس نے بھی قید کیا ہے

صَدِّقُوهُمْ هُمْ شُمُوسٌ طَالِعَهْ
اُن کی تصدیق کرو وہ طلوع کرنے والے سورج ہیں

یُومِنُوکُمْ مِنْ مَخَازِی الْقَارِعَهْ
وہ تمہیں قیامت کی رسوائیوں سے امن دلائیں گے

صَدِّقُوهُمْ هُمْ بُدُورٌ زَاهِرَهْ
اُن کی تصدیق کرو، وہ روشن چاند ہیں

قَبْلَ اَنْ یَّلْقُوکُمْ بِالسَّاهِرَهْ
اس سے پہلے کہ وہ تم سے میدانِ قیامت میں ملاقات کریں

صَدِّقُوهُمْ هُمْ مَصَابِیحُ الدُّجٰی
اُن کی تصدیق کرو، وہ تاریکی کے چراغ ہیں

اَکْرِمُوهُمْ هُمْ مَفَاتِیحُ الرَّجَا
اُن کی عزت کرو وہ اُمید کی کنجیاں ہیں

صَدِّقُوا مَنْ لَّیْسَ یَرْجُو خَیْرَکُمْ[1]
اُس کی تصدیق کرو جو تمہارے مال کا امیدوار نہیں ہے

لَا تَضِلُّوا لَا تَصُدُّوا غَیْرَکُمْ
گمراہ نہ بنو، اپنے غیر کو نہ روکو

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل
ہم فارسی بولنے والے ہیں خبردار! عربی کو رہنے دے

ہندوی آں ترک باش اے آب و گِل
اے پانی اور مٹی (سے بنے ہوئے)! اس ترک کا غلام بنجا

ہیں گواہی ہائے شاہاں بشنوید
آگاہ! بادشاہوں کی شہادتیں سنو

بگروید ند آسمانہا بگروید
آسمان انکے گرویدہ ہیں تم بھی، گرویدہ بنو

یا بحالِ[2] اولیناں بنگرید
یا گزشتہ لوگوں کا حال دیکھو

یا سُوئے آخر بحزمے بر پرید
یا آخرت کی طرف احتیاط سے پرواز کرو

بیانِ معنی حزم و مثالِ مردِ حازم
پختہ کاری کے معنی کا بیان اور پختہ کار انسان کی مثال

حزم چہ بُوَد در دو تدبیر احتیاط
پختہ کاری کیا ہوتی ہے دو چیزوں میں احتیاط کی تدبیر

از دو آں گیری کہ دوریت از خباط
تو دونوں میں سے وہ اختیار کر جو لغزش سے دور رکھے

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز
ایک کہتا ہے کہ اس راستہ میں سات دن تک

نیست آب و ہست یک بیابانِ سوز
پانی نہیں ہے اور پاؤں جلانے والا ریت ہے

آں دگر گوید دروغست ایں بداں
دوسرا کہتا ہے جھوٹ ہے، یہ سمجھ لے

کہ بہر شب چشمہ بینی روواں
کہ تو ہر رات کو بہتا چشمہ دیکھے گا

پختہ کاری، احتیاط اور ہوشیاری برتو۔ حزم۔ حاء کے فتح سے، پختہ کاری، ہوشیاری، احتیاط۔ خباط۔ خبل پن، لغزش۔

[1] صَدِّقُوا۔ پہلے مصرعہ میں اہل سبا کو خطاب کرتے ہیں کہ ان شریف رسولوں کا کہنا مان لو یہ ماشاء اللہ ہیں ان کی تصدیق کرو۔ یہ مجسم نور ہیں ان کا اتباع قیامت کی رسوائیوں سے بچائے گا۔ قَبْلَ اَنْ۔ وہ قیامت کے دن ہمیں ان لوگوں کا ساتھ کرنا ہے اگر دنیا میں کہنا نہ مانو گے تو وہاں کام نہ چلے گا۔

[2] مَنْ لَّیْسَ۔ یہ رسول اس قدر مخلص ہیں کہ تم سے کسی دنیا کی دولت نہیں مانگتے ہیں لیکن تم خود گواہ ہو اور دوسروں کو گواہ کر رہے ہو۔ پارسی۔ تم یہ اعتراض کرو گے کہ ہم فارسی بولنے والے ہیں ہم عربی زبان نہیں سمجھتے تو میں عربی میں نصیحت کرنا بند کرتا ہوں اور فارسی ہی میں نصیحت کرتا ہوں۔ ہندوی۔ ہندو بمعنی غلام۔ ترک۔ معشوق یعنی ذاتِ حق۔ ہیں۔ انبیاء جو کچھ خدا کے بارے میں گواہی دے رہے ہیں اسکو سنو آسمان تک اس کے تابع فرمان ہے تم بھی اس کے تابع بن جاؤ۔

[3] یا بحال۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پہلے نافرمانوں کا انجام دیکھ لو یا آخرت کے معاملہ میں

حزم آں باشد کہ بر گیری تو آب
پختہ کاری یہ ہوگی کہ تو پانی لے لے

تا رہی از ترس[1] و باشی بر صواب
تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور تو صحیح راستہ پر ہو

گر بُوَد در راہ آب ایں را ببر
اگر راستہ میں پانی ہو اُس کو بہا دے

ور نباشد وائے بر مرد ستیز
اگر نہ ہوا تو جھگڑا کرنے والے پر افسوس ہے

اے خلیفہ[2] زادگاں دادے کنید
اے خلیفہ زادو! انصاف کرو

حزم بہر روز میعادے کنید
قیامت کے دن کیلئے پختہ کاری سے کام لو

آں عدوّے کز پدرتاں کیں کشید
وہ دشمن جس نے تمہارے باپ سے کینہ کشی کی

سوئے زنداں ش ز علیین کشید
علیین سے اُس کو قید خانہ میں کھینچ لایا

آں شہِ شطرنج دل رامات کرد
اُس نے دل کے شاہ شطرنج کو مات دیدی

از بہشتش سنگرہ آفات کرد
اُس کو بہشت سے نکالکر مصیبتوں کا پابند کر دیا

چند جا بندش گرفت اندر نبرد
بہانک کر رسوائی کے ساتھ اُسکو کشتی میں پچھاڑا

تا بگشتی در فگندش روئے زرد
متعدد جگہ اُس پر پنجہ ڈالا

ایں چنیں کرد ست با آں پہلواں
اُس بہادر کے ساتھ یہ کیا

سُست سُستش منگر بدائے دیگراں
اے بیگانو! اُس کو حقیر نہ سمجھو

مادر و بابائے ما را آں حسود
اُس حاسد نے ہماری ماں اور باپ کا

تاج و پیرایہ بچالاکی رُبود
تاج اور لباس چالاکی سے اُچک لیا

کرد شاں آنجا برہنہ خوار و زار
اُس جگہ اُن کو ننگا ذلیل اور بدحال کر دیا

سالہا بگریست آدمؑ زار زار
آدمؑ سالوں زار زار روئے

کہ[3] ز اشک چشم اُو روئید نبت
کہ اُنکی آنکھوں کے آنسو سے گھاس اُگ آئی

کہ چرا اندر جریدہ لاست ثبت
کہ کیوں اعمال نامے میں انکا رکھا ہے؟

توقیاسے گیر طرّاریش را
تو اُس کی چالاکی کا قیاس کرلے

کہ چناں سَر ور کند زوریش را
کہ ایسا سردار اُس کی وجہ سے داڑھی نوچتا ہے

الحذر اے گل پرستاں از شرش
اے مٹی کے پجاریو! اُس کے شر سے بچو

تیغ لاحولے زنید اندر سرش
اُس کے سر پر لاحول کی تلوار مارو

---

[1] از ترس۔ یعنی پانی نہ لینے کا خوف۔ اگر تو دانستہ اور حزم کا تقاضہ یہی ہے کہ آخرت کے لئے اعمال صالحہ کا توشہ لے اگر نعوذ باللہ آخرت کا معاملہ افسانہ بھی ہو تو اعمال صالحہ کر لینے میں کوئی مضرت بہرحال نہیں ہے اور اگر آخرت کا معاملہ حقیقت ثابت ہوا تو یہ اعمال صالحہ کام آجائیں گے اور اگر قیامت حقیقت ہوئی اور اعمال صالحہ نہ ہوئے تو لامحالہ تباہی ہے لہٰذا حزم یہی ہے کہ نیک کام کر لئے جائیں۔ یہی مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے ایک دہریہ کے مقابلہ میں پیش کیا تھا۔

[2] خلیفہ۔ یعنی حضرت آدمؑ روز میعاد۔ روز قیامت۔ زنداں۔ یعنی دنیا۔ علیین۔ جنت کے اعلیٰ طبقہ کا نام ہے۔ شہ شطرنج دل۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ بند۔ پنجہ نبرد۔ جنگ۔ پہلوان۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ مادر۔ یعنی حوا۔ بابا۔ حضرت آدمؑ پیرایہ۔ لباس

[3] کز اشک۔ یعنی حضرت آدمؑ اپنی لغزش پر اس قدر روئے کہ آنسو گرنے سے زمین پر گھاس اُگ آئی۔ جریدہ۔ یعنی ثابت یعنی وہ وجود آدمؑ جو قبل تخلیق آدمؑ علم الٰہی میں تھا، دفتر یعنی لوح محفوظ۔ لا۔ یعنی کہنا نہ

ماننا، لا تفزنا بما تکلم۔ طرّاری۔ جیب تراشی، مکاری۔ سَر ور۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ ریش کندن۔ غم و غصہ کرنا۔ گل پرست۔ تن پرست۔

کو ہمی بیند شمارا از کمیں
کہ شما او را نمی بینید ہیں
کیونکہ وہ تمہیں گھات میں سے دیکھتا ہے
خبردار! کہ تم اسے نہیں دیکھتے ہو

دائما صیاد ریزد دانہا
دانہ پیدا باشد و پنہاں فغا
شکاری ہمیشہ دانہ ڈالتا ہے
دانہ ظاہر اور مکر چھپا ہوا ہوتا ہے

ہر کجا دانہ بدیدی الحذر
تا نہ بندد دام بر تو بال و پر
تو جہاں دانہ دیکھے بچ
تاکہ جال تیرے بال و پر نہ باندھ دے

چونکہ دیدی دانہ بگریز اے حمام
ورنہ چوں خوردی در افتادی بدام
اے کبوتر! جب تو دانہ دیکھے، بھاگ جا
ورنہ جیسے ہی تو نے کھایا جال میں پھنسا

زانکہ ہر مرغے کہ ترک دانہ کرد
دانہ از صحرائے بے تزویر خورد
کیونکہ جس پرندنے دانہ چھوڑا
بے مکر جنگل سے دانہ چگ لیا

شاد مرغے کو بترک دانہ گفت
در ریاض قدس بہرش گل شگفت
وہ پرند بھلا ہے جس نے دانہ چھوڑا
اور قدس کے باغوں میں اسکے لئے پھول کھلے

ہم بداں قانع شد و از دام جست
ہیچ دامے پر و بالش را نہ بست
اسی دانہ پر کفایت کرلی اور جال سے چھوٹ گیا
کسی جال نے اس کے بال و پر نہ باندھے

وخامت حال آں مرغ کہ ترک حزم کرد از حرص و ہوا

اس پرند کے حال کی تباہی جس نے حرص اور لالچ سے پختہ کاری چھوڑ دی

باز مرغے فوق دیوارے نشست
دیدہ سوئے دانہ و دامے بہ بست
پھر وہ پرند، جو ایک دیوار پر بیٹھا
آنکھ، دانہ اور جال پر جما دی

یک نظر او سوئے صحرا می کند
یک نظر حرصش بدانہ می کشد
وہ جنگل کی جانب ایک نگاہ کرتا ہے
(اور) ایک نظر میں اسکو حرص دانہ کیطرف کھینچتی ہے

ایں نظر با آں نظر چالیش کرد
ناگہانی از خرد خالیش کرد
اس نظر نے اس نظر سے مقابلہ کیا
اچانک اس کو عقل سے خالی کر دیا

رفت دانہ خورد و اندر دام ماند
صائدش کشت و بخورد و کام راند
وہ اڑا، دانہ کھایا اور جال میں پھنس گیا
شکاری نے اسکو ذبح کیا اور کھالیا اور مقصد کو پورا کیا

باز مرغے کاں تردد را گذاشت
زاں نظر بر کند و بر صحرا گماشت
پھر وہ پرند جس نے تردد کو چھوڑا
اس نے اس سے نظر ہٹالی اور جنگل پر لگادی

۱؎ کو ہمی بیند چونکہ وہ تمہیں نظر نہیں آتا لہٰذا اس کے مارنے کے لئے صرف لاحول کی تلوار کام دے سکتی ہے۔ دائما شیطان بھی اسی طرح شکار کھیلتا ہے نفسانی شہوات کے دانے ڈالدیتا ہے اور خود چھپا رہتا ہے ہر کجا۔ یہ ناممکن ہے کہ دانہ چگ لو اور جال میں نہ پھنسو لہٰذا دانہ دیکھ کر ہی بھاگ جاؤ۔

۲؎ زانکہ۔ جو شیطانی لذتوں سے بچے گا وہ جنت کے باغوں سے غذائیں حاصل کرے گا۔ شاد۔ وہ انسان قابل مبارکباد ہے جو شیطان کے دانوں سے بچ گیا۔

۳؎ باز مرغے۔ اس قصہ میں دو پرندوں کی حالت بیان کی ہے ایک تو وہ جو حرص و لالچ میں مقتل کھو بیٹھا اللہ دانہ کے لالچ میں جال میں پھنس گیا اس کا انجام تو یہ ہے کہ وہ شکاری کے پیٹ میں گیا دوسرا وہ پرندہ ہے جس نے دانہ کا لالچ نہ کیا اور جال سے نجات پاگیا لہٰذا انسان کو اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ورنہ وہی حال ہوگا جو لالچی پرند کا ہوا۔ چالیش۔ چالش، جنگ، نازے۔ چنا صائد شکاری۔

شاد پرّ و بال او بخرامۂ
اس کے بال و پر بھلے ہیں اسکے لئے خوبی ہے

تا امام جملہ آزاداں شد او
یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام بن گیا

ہر کہ او را مقتدا ساز د برست
جس نے اُس کو مقتدا بنالیا، نجات پا گیا

در مقام امن و آزادی نشست
امن اور آزادی کے مقام پر بیٹھ گیا

زانکہ شاہِ حازماں آمد دلش
کیونکہ اُس کا دل پختہ کاروں کا بادشاہ ثابت ہوا

تا گلستان و چمن شد منزلش
یہاں تک کہ گلستان اور چمن اسکی منزل بنا

حزم زور اضی و او را ضی ز حزم
پختہ کاری اُس سے خوش اور وہ پختہ کاری سے خوش

ایچنیں کن گر کنی تدبیر و عزم
اگر کرتا ہے تو ایسی تدبیر، اور ارادہ کر

بارہا در دامِ حرص افتادہ
تو بارہا لالچ کے جال میں پھنسا ہے

خلقِ خود را در بریدن دادہ
تو نے اپنا گلا کٹنے کے لئے دے دیا ہے

بازت آں تواب لطف آزاد کرد
پھر تجھے اُس (مہربان) توبہ قبول کرنے والے نے آزاد کر دیا

توبہ پذرفت و شمارا شاد کرد
اُس نے توبہ قبول کرلی اور تمہیں خوش کر دیا

گفت اِن عُدتُم کنا عُدنا کگدا
فرمایا اگر تم اس طرح پلٹے ہم اس طرح پلٹیں گے

نحن زوجنا الفعال بالجزا
ہم نے کاموں کا بدلہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے

چونکہ جفتے را بر خود آورم
جبکہ ایک جوڑ والے کو اپنے پاس لاتا ہوں

آید آں جفتش دوانہ لاجرم
اُس کا جوڑا لامحالہ دوڑتا ہوا آتا ہے

جفت کردیم ایں عمل را با اثر
ہم نے اس کام کا نتیجہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے

چوں رسد جفتے دگر جفتے رباید غارتے
جب جوڑے میں کا ایک آتا ہے دوسرا آجاتا ہے

جفت می آید لئے او شوے جوئے
مادہ اسکے پیچھے نر کو تلاش کرتی ہوئی آتی ہے

باز دیگر سوئے ایں دام آمدید
تم پھر اس جال کی طرف آئے

خاک اندر دیدۂ توبہ زدید
تم نے توبہ کی آنکھوں میں دھول جھونک دی

باز تاں تواب بکشاد آں گرہ
توبہ قبول کرنے والے نے پھر گرہ کھولدی

گفت ہیں بگریز رو ایں سو مَنہ
فرمایا خبردار بھاگ ادھر کا رُخ نہ کر

باز چوں پروانۂ نسیاں رسید
پھر جب بھول کا پروانہ آیا

جانِ تاں را جانب آتش کشید
اُس نے تمہاری جان کو آگ کی جانب کھینچ لیا

---

۱۱ تا امام: پھر یہ نجات پانے والا پرندہ دوسرے پرندوں کا سردار بن جاتا ہے۔ ہر کہ او۔ جو پرند اس ہوشیار پرند کو امام بنالیگا اس کو امن اور آزادی حاصل ہوگی۔ زانکہ۔ اس پرند کا دل پختہ کاروں کا شاہ ثابت ہوا انچنیں۔ انسان کو بھی اس مثال پر ذمکی طرح کام کرنا چاہیئے۔

۱۲ تواب۔ توبہ قبول کرنے والا، اللہ تعالیٰ۔ لطف۔ مہربانی یہ تواب کی صفت ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ نحن۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کے ساتھ اسکے بدلے کا جوڑ لگا دیا ہے۔ خفتے۔ نر، مادہ میں سے اگر ایک کو بلاؤ گے تو دوسرا خود تمہارے پاس آجائے گا۔

۱۳ چوں۔ اگر کوئی شخص نر کو گرفتار کرلے اس کی مادہ، نر کی تلاش میں خود پہنچ جاتی ہے۔ باز دیگر۔ انسان توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ کرتا ہے اور توبہ کو توڑ دیتا ہے۔ باز۔ اللہ تعالیٰ پھر توبہ قبول کرلیتا ہے۔

کم کُن اے پروانہ[1] نسیان و شکے — در پرِ سوزیدہ بنگر تو یکے

اے پروانے! بھول اور شک نہ کر — ایک بار اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھ لے

چوں رہیدی شکر آں باشد کہ ہیچ — سوئے آں دانہ نداری پیچ پیچ

جب تو بچ گیا اس کا شکر یہ ہے کہ کبھی — اس دانہ کی جانب موڑ توڑ نہ کرے

تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او — روزیٔ بے دام و بے خوفِ عدو

تاکہ جب تو شکر کرے تو وہ تجھے عطا کرے — وہ روزی جو بغیر جال اور بغیر دشمن کے خوف کے ہے

شکر آں نعمت کہ تاں آزاد کرد — نعمتِ حق را بباید یاد کرد

اس نعمت کے شکریے میں کہ تمہیں اس نے آزاد کر دیا — اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کو یاد کرنا چاہیے

چند اندر رنجہا و در بلا — گفتی از دامم رہا کن اے خدا

کتنی بار تکلیفوں اور مصیبت میں — تو نے کہا ہے اے خدا! مجھے جال سے چھڑا دے

تا چنیں[2] خدمت کنم احساں کنم — خاک اندر دیدۂ شیطاں کنم

تاکہ میں ایسی خدمت کروں، احسان کروں — شیطان کی آنکھ میں دھول جھونکوں

چوں خلاصی داد حقت زیں امتحاں — ہمچناں ستی کہ بودی ہمچناں

جب اللہ (تعالیٰ) نے تجھے آزمائش سے نجات دیدی — تو ویسا ہی ہے، جیسا کہ تھا

چوں رہا کردت فرامش کرد خویش — جانِ خود را مست و بیہش کرد خویش

جب اس نے تجھے رہائی دیدی تو نے اسکو بھلا دیا — اپنی جان کو مست اور بے ہوش کر لیا

حکایت نذر کردنِ سگاں ہر زمستاں کہ چوں تابستاں

حکایت کتوں کا ہر جاڑے میں منت ماننا کہ جب گرمی آئے گی تو ہم

آید خانہ بسازیم از بہرِ زمستاں

جاڑوں کے لئے گھر بنائیں گے

سگ زمستاں جمع گردد استخوانش — زخمِ سرما خرد گرداند چنانش

جاڑے میں کتے کی ہڈیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں — جاڑے کی تکلیف اس کو ایسا مختصر بنا دیتی ہے

کو بگوید کاینقدر تن کہ منم — خانہ از سنگ باید کردنم

کہ وہ کہتا ہے کہ ایسے جسم کو جیسا کہ میں ہوں — پتھر کا گھر بنانا چاہیے

چونکہ تابستان بیاید من بجنگ — بہرِ سرما خانہ سازم ز سنگ

جب گرمی آجائے گی میں جنگل سے — جاڑے کے لئے پتھر کا گھر بناؤں گا

---

[1] پروانہ۔ پروانہ روشنی کا عاشق ہوتا ہے اے پروانہ۔ یعنی وہ شخص جو گناہوں پر فریفتہ ہے اس کو تباہ شدہ قوموں کو دیکھ لینا چاہیے۔ چوں رہیدی۔ تو یہ کہ شکریہ تو یہ ہے کہ پھر کبھی مصیبت کی طرف رُخ نہ کیا جائے۔ تا ترا۔ شکر مزید نعمت کا سبب ہے۔ نعمت سزا سے رہائی کی نعمت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

[2] تا چنیں۔ انسان جب توبہ کرتا ہے تو خدا کو پکارتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں عبادت کروں گا اور اس میں صفت احسان پیدا کروں گا۔ کہ تو دی۔ لیکن جب مصیبت سے نجات مل جاتی ہے پھر پہلے کی طرح بدکار بن جاتا ہے۔ حکایت۔ اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ بدکاری یہ عادت کتے کی عادت کے مشابہ ہے۔

[3] سگ۔ کتے جاڑے میں سردی کی تکلیف سے دبلے ہو جاتے ہیں۔ کہ جاڑے میں کتا سوچتا ہے کہ اب کی گرمی میں اپنے لئے پتھر کا گھر بناؤں گا تاکہ آئندہ جاڑے سے محفوظ رہوں۔

چونکہ[1] تابستاں بیاید از کشاد — استخوانہا پہن گردد پوست شاد

جب گرمی آجاتی ہے، خوشی سے — ہڈیاں پھیل جاتی ہیں، کھال کھل جاتی ہے

زفت گردد پاکشد در سایہ — کاہلے سیرے غرے خود رایہ

وہ موٹا ہو جاتا ہے سایہ میں پاؤں پھیلا دیتا ہے — کاہل پیٹ بھرا، غافل خود رائے (ہو جاتا ہے)

گوید او چوں زفت بیند خویش را — درکدامیں خانہ گنجم اے کیا

جب اپنے آپ کو موٹا دیکھتا ہے، وہ کہتا ہے — اے بزرگ! میں کس گھر میں سما سکتا ہوں

گوید شد دل خانہ ساز اے عمو — گوید او در خانہ کے گنجم بگو

اُس کا دل کہتا ہے اے چچا! گھر بنالے — وہ کہتا ہے بتا میں کسی گھر میں کب سما سکتا ہوں؟

استخوان حرص تو در وقت درد — درہم آید خرد گردد در نورد

مصیبت کے وقت تیرے حرص کی ہڈیاں — (درہم برہم) ہو جاتی ہیں لپٹ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں

سازم[2] از توبہ بگوئی خانہ — در زمستاں باشدم کاشانہ

تو کہتا ہے کہ میں توبہ کا ایک گھر بناؤں گا — جو جاڑوں میں میرا گھر ہوگا

چوں بشد درد و شدت آں حرص زفت[3] — ہیچ سگ ہمسودائے خانہ از تو رفت

جب مصیبت جاتی رہی اور تیری وہ حرص موٹی ہوگئی — کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا

شکر نعمت خوشتر از نعمت بود — شکر بارہ کے سوئے نقمت رود

نعمت کا شکر نعمت سے زیادہ اچھا ہوتا ہے — شکر سوار عذاب کی طرف لے جاتا ہے!

شکر جان نعمت و نعمت چو پوست — زانکہ شکر آرد ترا تا کوئے دوست

شکر و نعمت کی روح اور نعمت کھال کی طرح ہے — کیونکہ شکر تجھے دوست کے کوچہ تک لیجاتا ہے

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ — صید نعمت کن بدام شکر شاہ

نعمت غفلت پیدا کرتی ہے اور شکر آگاہی — شاہ کے شکر کے جال سے نعمت کا شکار کر

نعمت شکرت کند پر چشم و میر — تا کنی صد نعمت ایثار فقیر

نعمت کا شکر تجھے بے نیاز و اور بڑا بنا دیگا — تاکہ تو سینکڑوں نعمتیں فقیر کو بخشے

سیر نوشی از طعام و نقل حق — تا رود از تو شکم خواری و دق

اللہ (تعالیٰ) کے کھانے اور نقل سے تو پیٹ بھر کر کھا — یہانتک کہ تجھ سے شکم پری اور سوال جاتا رہیگا

---

[1] چونکہ۔ گرمی کے زمانہ میں جاڑے کی تکلیف ختم ہو جاتی ہے پھر ہڈیوں اور کھال میں جان پیدا ہو جاتی ہے۔ زفت۔ گرمی کے زمانہ میں کتا موٹا ہو جاتا ہے تو سایہ میں آرام سے سوتا ہے۔ غرے۔ غافل۔ گوید۔ اب اُس کتے کے خیالات بدل جاتے ہیں اور سوچنے لگتا ہے میں تو ایسا موٹا ہوں کہ کسی گھر میں نہ سما سکوں گا۔ استخوان۔ انسان کا مال بھی اسی کتے کہا ہے۔

[2] سازم۔ جب انسان مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو توبہ کے ذریعہ آرام گاہ بنانے کی سوچتا ہے۔ چوں بشد۔ لیکن مصیبت سے نجات پانے کے بعد پھر اپنی توبہ کو فراموش کر دیتا ہے۔ شکر نعمت۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اُس کا شکریہ ادا کرنا نعمت سے بھی زیادہ اچھا ہے، شکر گذار بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔

[3] شکر۔ شکر اور نعمت میں وہی نسبت ہے جو بدن اور روح میں ہے۔ نعمت۔ نعمت کا خاتمہ تو غفلت ہے اور شکر کا خاتمہ خدا آگاہی ہے۔ صید نعمت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ "اگر تم شکر کرو گے ہم نعمتوں میں اضافہ کر دینگے" نعمت شکرت۔ اللہ تعالیٰ جس کو شکر کی نعمت عطا فرما دیتا ہے وہ بڑا اور بے نیاز بن جاتا ہے دولت کو فقیروں پر تقسیم کرتا ہے اللہ کی جانب سے ایسی غذائیں حاصل کرتا ہے جن کی وجہ سے وہ حق پروری اور لوگوں کا دروازہ کھٹکھٹانے سے بہتر ہو جاتا ہے۔ دق۔ یعنی دق الباب، دروازہ کھٹکھٹانا۔

نعمتِ وہاب را شکرے کُنید — تا سرِ منحوسِ خود را نشکنید
اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کا شکر ادا کرو — تاکہ اپنے منحوس سر کو نہ پھوڑو

شکر[1] جذبِ نعمت او فر کُند — کفرِ نعمت شخص را کافر کُند
شکر زیادہ نعمت کو کھینچتا ہے — نعمت کا کفر انسان کو کافر بناتا ہے

منع کردنِ مُنکراں انبیا را علیہم السّلام از نصیحت کردن
مُنکروں کا انبیاء علیہم السّلام کو نصیحت کرنے سے روکنا اور جبروں کی طرح دلیل بیان کرنا اور انبیاء علیہم السّلام کو نامناسب کہنا

وحجت آوردن بطریقہ جبریاں و نامعقول گفتن انبیا علیہم السّلام

قوم گفتند اے نصُوحاں بس بُود — آنچہ گفتید اندریں ده کس بُود
قوم نے کہا، اے نصیحت کرنیوالو! کافی ہوا — جو کچھ کہ تم نے کہا اگر اس گاؤں میں کوئی با اعتبار ہوتا

قفل بر دلہائے ما بنہاد حق — کس نداند جُز دو بر خالق سبق
اللہ (تعالیٰ) نے ہمارے دلوں پر تالے چڑھا دیے ہیں — اللہ (تعالیٰ) سے کوئی بازی نہیں جیت سکتا

نقشِ[2] ما ایں کرد آں تصویر گر — ایں نخواہد شُد بگفت و گو دگر
تصویر ساز نے ہماری یہی تصویر بنائی ہے — یہ گفتگو سے نہیں بدل سکتی

سنگ را صد سال گوئی لعل شو — کہنہ را صد بار گوئی باش نو
پتھر سے سینکڑوں سال کہے کہ تو لعل بن جا — پرانے سے تو سینکڑوں بار کہے کہ تو نیا بنجا

خاک را گوئی صفاتِ آبگیر — آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر
تو مٹی سے کہے، کہ پانی کی صفات اختیار کر — تو پانی سے کہے، کہ شہد یا دودھ بن جا

نار را گوئی کہ نورِ محض شو — پشّہ را گوئی کہ سوئے بادرو
تو آگ سے کہے، کہ تو خالص نور بن جا — تو مچھر سے کہے، کہ ہوا کی طرف چلا جا

قلب را گوئی کہ عینِ پاک شو — یا کہ اکسیرے شو و چالاک شو
تو کھوٹے سے کہے، کہ مجسم صاف بن جا — یا یہ کہ اکسیر بن، اور تیز ہو جا

ہیچ[3] ازاں اوصاف دیگر گوں شوند — آب کے گردد عسل اے ارجمند
کبھی اُن اوصاف سے وہ بدلیں گے؟ — اے بانصیب! پانی کب شہد بنے گا؟

خالقِ افلاک و ہم افلاکیاں — خالقِ آب و تُراب و خاکیاں
آسمانوں اور آسمان والوں کے پیدا کرنیوالے نے — پانی اور مٹی اور خاک سے پیدا ہونیوالوں کے پیدا کرنیوالے نے

[1] شکر: شکر عزت نعمتوں کا سبب ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر انسان کو کافر بنا دیتا ہے۔ جبریان۔ وہ فرقہ جو انسان کو اپنے افعال میں مجبور و مضطر قرار دیتا ہے نصیحت۔ بہت نصیحت کرنے والا۔ بس بود۔ یعنی اگر ہم اپنے اختیار میں ہوتے تو تمہاری نصیحت بہت کافی تھی۔ مُقفل۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو اللہ پر کون غالب آسکتا ہے۔

[2] نقش۔ جب خدا نے ہمیں منکر بنایا ہے تو اب ہم کس کی گفتگو سے مومن کیسے بن سکتے ہیں۔ سنگ۔ اگر کوئی پتھر سے لعل بننے کو کہے، پرانے سے نیا بننے کو کہے، رسّی کو پانی بن جانے کا حکم دے، پانی کو شہد یا دودھ بننے کو کہے، گھوڑے کو خالص بننے کو کہے یا اکسیر اور قیمتی بننے کو کہے تو یہ سب کہنا بالکل بیکار ہے۔

[3] ہیچ۔ آناں۔ جن صفات پر اللہ نے جن چیزوں کو پیدا فرمایا ہے اُن میں تبدیلی ناممکن ہے۔ خالق۔ اللہ نے آسمان میں گھومنے اور صفائی کی صفت پیدا فرمائی ہے پانی اور مٹی میں کدورت اور نشوونما کی صفت پیدا فرمائی ہے۔

آسماں را داد دوران وصفا
آسمان کو گھومنا اور صفائی عنایت کی

آب و گل را تیرہ روئی و نما
پانی اور مٹی کو گدلاپن اور نمو (عطا فرمایا)

کے تواند آسماں دردی گزید[51]
آسمان تیرگی کب اختیار کر سکتا ہے؟

کے تواند آب و گل صفوت خرید
پانی اور مٹی صفائی کب حاصل کر سکتے ہیں؟

قسمتے کرد ست ہر یک را رہے
ہر ایک کیلئے ایک راستہ تقسیم کر دیا ہے

کے کہے گردد بجہدت چوں کہے
تیری کوشش سے بھلا گھاس جیسا کب بن سکتا ہے؟

جواب انبیا علیہم السلام جبریاں را
جبریوں کو انبیاء علیہم السلام کا جواب دینا

انبیا گفتند کآرے آفرید
انبیاء نے کہا کہ ہاں اس نے پیدا فرمائے

وصفہائے کہ نہ تاں ناں سرکشید
ایسے اوصاف کہ تم اُن سے روگردانی نہیں کر سکتے

وافرید او وصفہائے عارضی
اس نے ایسے عارضی اوصاف بھی پیدا فرمائے ہیں

کہ گہے مبغوض میگردد رضی
کہ ناپسندیدہ، کبھی پسندیدہ بن جاتا ہے

سنگ[52] را گوئی کہ زر شو بہر دست
تو پتھر سے کہے کہ سونا بن، بیہودہ بات ہے

مس را گوئی کہ زر شو راہ ہست
تو تانبے سے کہے کہ سونا بن، اس کا راستہ ہے

ریگ را گوئی کہ گل شو عاجز ست
تو ریت سے کہے کہ پھول بن جا وہ عاجز ہے

خاک را گوئی کہ گل شو جائز ست
تو مٹی سے کہے، کہ پھول بن جا ممکن ہے

رنجہا دادست کانرا چارہ نیست
اس نے ایسے مرض پیدا کئے ہیں جنکا کوئی علاج نہیں ہے

آں بمثل گنگی و قطس و عمی ست
وہ مثلاً گونگا پن، ناک کا چپٹا پن اور اندھا پن ہے

رنجہا دادست کانرا چارہ ہست
اُنکو امراض دیئے ہیں، جن کا علاج ہے

آں بمثل لقوہ و دردِ سر ست
وہ مثلاً لقوہ، اور دردِ سر ہے

ایں[53] دوا ہا ساخت بہر ایتلاف
یہ دوائیں موافقت کرنے کے لئے بنائی ہیں

نیست ایں درد و دوا ہا از گزاف
یہ درد، اور دوائیں لغو نہیں ہیں

بلکہ اَغلب رنجہا را چارہ ہست
بلکہ عموماً مرضوں کا علاج ہے

چوں بجد جوئی بیابی آں بدست
جب تو کوشش سے تلاش کریگا ہاتھ آجائیگا

مکرر کردنِ آں منکراں حجتہائے جبریانہ را
منکروں کا جبریوں کی دلیلوں کو دہرانا

---

[51] کے تواند۔ آسمان مکدر نہیں ہو سکتا پانی اور مٹی مصفا نہیں ہو سکتے۔ قسمتے۔ ہر چیز کا ایک حصہ مقرر کر دیا ہے اس کو وہی حاصل ہوگا تیری کوشش سے بھلا کب بنے گا۔ انبیاء۔ انبیاء نے فرمایا صفات دو قسم کی ہیں ایک میں تبدیلی ناممکن ہے اور دوسری میں تبدیلی ممکن ہے۔ کہ گہے۔ ایک چیز میں مبغوض ہونے کی صفت ہوتی ہے پھر وہی چیز محبوب بنجاتی ہے تو یہ اُسکی صفت بدل گئی۔

[52] سنگ۔ پتھر اپنا پتھر پن چھوڑ کر سونا بنجائے یہ ممکن نہیں ہے ہاں تانبہ سونا بن سکتا ہے۔ ریگ۔ ریت میں گل و گلزار بننے کی صلاحیت نہیں ہے مٹی گل و گلزار بن سکتی ہے۔ رنجہا۔ اسی طرح بعض امراض لاعلاج ہیں بعض امراض قابل علاج ہیں پیدائشی گونگا پن، یا چپٹی ناک، یا پیدائشی اندھا پن ناقابل علاج ہے۔ جہاں ہست۔ لقوے اور دردِ سر کا علاج ہو سکتا ہے۔

[53] ایں دوا ہا۔ یہ دوائیں امراض کا ازالہ کرتی ہیں ان دواؤں اور مرض میں مناسبت ہے۔ چوں بجد۔ حدیث شریف ہے مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ دَوَاءً اللہ نے کوئی بیماری ایسی نہیں بنائی جس کا علاج نہ بنایا ہو تلاش اور محنت ضروری ہے۔

قوم[1] گفتند اے گروہ ایں رنج ما — نیست زاں رنجے کہ پذیرد دوا

قوم نے کہا، اے جماعت! ہمارا یہ مرض — وہ مرض نہیں ہے جو دوا کا اثر قبول کرے

سالہا گفتید زیں افسوں و پند — سخت تر می گشت زاں ہر لحظہ بند

تم نے سالوں یہ منتر اور نصیحت کی — اس سے ہر دم، روگ سخت ہوتی گئی

گر دوا را ایں مرض قابل بُدے — آخر از وے ذرہ زائل شُدے

اگر یہ مرض دوا کو قبول کرنے والا ہوتا — بالآخر اس سے کوئی ذرہ زائل ہوتا

سُدّہ[2] چوں شد آب ناید در جگر — گر خورد دریا رود جائے دگر

جب سُدّہ پڑ جاتا ہے جگر میں پانی نہیں پہنچتا ہے — اگر دریا بھی پیے وہ دوسری جگہ چلا جاتا ہے

لاجرم آماس گیرد دست و پا — تشنگی را نشکند آں استقا

لامحالہ ہاتھ پاؤں سوج جاتے ہیں — وہ پانی پینا پیاس کو نہیں بجھاتا ہے

باز جواب انبیاء علیہم السلام جبریاں را

انبیاء کا پھر جبریوں کو جواب دینا

انبیا گفتند نومیدی بدست — فضل و رحمتہائے باری بیحد ست

انبیاء نے کہا، ناامیدی بُری ہے — اللہ (تعالیٰ) کا فضل اور رحمتیں لاانتہا ہیں

از چنیں محسن نشاید ناامید — دست در فتراکِ ایں رحمت کشید

ایسے محسن سے ناامید نہ ہونا چاہیے — اس رحمت کے شکار بند کو دستاویز بنالو

اے[3] بسا کاریکہ اوّل صعب گشت — بعد ازاں بکشادہ شد سختی گذشت

بہت سے کام ہیں جو ابتداءً سخت بنے — اُس کے بعد کھل گئے، سختی رفع ہو گئی

بعد نومیدی بسے اُمیدہاست — از پسِ ظلمت بسے خورشیدہاست

مایوسی کے بعد بہت سی اُمیدیں ہیں — اندھیری کے بعد بہت سے سورج ہیں

خود گر فتم کہ شما سنگیں شدید — قفلہا بر گوش و بر دل بر نہید

میں مانتا ہوں کہ تم پتھر بن گئے ہو — تم نے کان اور دل پر قفل چڑھالئے ہیں

ہیچ ما را با قبولی کار نیست — کارِ ما تسلیم و فرماں بُردنیست

ہمیں مان لینے سے (سِوا) کام نہیں ہے — ہمارا کام ماننا اور حکم بجا لانا ہے

---

[1] قوم گفتند۔ اہلِ سبا نے کہا کہ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ بعض اوصاف میں تبدیلی اور بعض مرضوں کا علاج ممکن ہے تو ہمارا وصف اور مرض ناقابلِ علاج ہے۔ سالہا۔ ہمارے مرض کے لاعلاج ہونے کی علامت یہ ہے کہ سالہا سال سے تم لوگ نصیحتیں کر رہے ہو لیکن ہمارے دل تو اور زیادہ سخت ہوتے جا رہے ہیں اگر یہ مرض قابلِ علاج ہوتا تو کچھ تو فائدہ ہوتا۔

[2] سُدّہ۔ جب جگر میں بند لگ جاتا ہے تو پانی جگر تک نہیں پہنچ پاتا پانی پینے سے پانی اور طرف چلا جاتا ہے اور پیاس نہیں بجھتی ہاتھ پاؤں پر ورم آجاتا ہے تو پانی بجائے پیاس بجھانے کے اور مرض میں اضافہ کرتا ہے۔ انبیاء گفتند۔ انبیاء نے اہلِ سبا سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی بُری چیز ہے۔ فتراک۔ وہ تسمہ جس میں شکار کر کے رکھا جاتا ہے۔

[3] اے بسا۔ بہت سے معاملے شروع میں دشوار نظر آتے ہیں پھر آسان ہو جاتے ہیں ناامیدی کے بعد امیدیں پیدا ہو جاتی ہیں تاریکیوں کے بعد روشنیاں نمودار ہو جاتی ہیں۔ خود گر فتم۔ ہمیں بھی تسلیم ہے کہ تم سنگدل بن گئے ہو اور تم نے دل اور کان پر قفل لگا لئے ہیں۔ ہیچ۔ لیکن یہ بھی سمجھ لو کہ تبلیغ رسالت میں ہمیں تمہارے قبول کر لینے اور انکار سے کوئی بحث نہیں ہے ہم تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

اُو بفرمودست ماں ایں بندگی
اس نے ہی اطاعت کا ہمیں حکم دیا ہے

نیست مارا از خود ایں گویندگی
ہمارا کہنا اپنی جانب سے نہیں ہے

جاں[1] برائے امرِ اُو داریم ما
ہم اُس کے حکم کے لئے جیتے ہیں

گر بریگے گوید اُو کاریم ما
اگر وہ حکم دے ہم ریت میں کھیتی بوئیں گے

امرِ[2] حق را ما گروہِ بے ریا
ہم مخلص لوگ خدا کا حکم

می رسانیم ایں رسالت باشما
(اور) یہ پیغام تم تک پہنچا رہے ہیں

غیرِ حق جانِ نبی را یار نیست
خدا کے سوا نبی کی جان کا کوئی دوست نہیں ہے

باقبول و ردِ خلقش کار نیست
اسکو مخلوق کے ماننے نہ ماننے سے کوئی واسطہ نہیں ہے

مُزدِ تبلیغ رسالاتش از وست
اسکے پیغامات کی تبلیغ کی مزدوری اسکی جانب سے ہے

زشت و دشمن رُو شدیم از بہرِ دوست
ہم دوست کیخاطر بُرے اور دشمن کے چہرے والے بنگئے ہیں

ما بریں درگہ ملولاں نیستیم
ہم اس بارگاہ پر تھکے ہوئے نہیں ہیں

تا ز بُعدِ راہ ہر جا نایستیم
کہ راستہ کی دُوری کی وجہ سے ہر جگہ ٹھہر جائیں

دل فروبستہ و ملول آں کس بود
دل گرفتہ، اور تھکا ہوا وہ شخص ہوتا ہے

کز فراقِ یار در محبس بود
جو دوست کی جدائی سے قید میں ہو

دلبر[3] و مطلوب با ما حاضرست
ہمارا دلبر اور محبوب ہمارے ساتھ موجود ہے

در نثارِ رحمتش جاں شاکرست
اسکی رحمت کی بھیر پر جان شکر گذار ہے

در دلِ ما لالہ زار و گلشنی ست
ہمارے دل میں چمن، اور گلشن ہے

پیری و پژمُردگی را راہ نیست
بڑھاپے اور مُرجھانے کیلئے (اندر) راستہ نہیں ہے

دائما تر و جوانیم و لطیف
ہم ہمیشہ تر و تازہ، اور جوان اور پاکیزہ ہیں

تازہ و شیریں و خندان و ظریف
تازہ اور میٹھے، اور ہنس مکھ اور خوش مزاج ہیں

پیشِ ما صد سال و یک ساعت یکیست
ہمارے لئے ایک گھنٹہ اور سو سال یکساں ہیں

کہ دراز و کوتہ از ما منفکے ست
کیونکہ لمبائی اور چھوٹائی ہم سے جُدا ہے

آں دراز و کوتہی در جسمہاست
لمبائی اور چھوٹائی جسموں میں ہوتی ہے

آں دراز و کوتاہی در روح ہا کجاست
درازی اور کوتاہی روح میں کہاں ہے؟

سہ صد و نہ سال آں اصحابِ کہف
تین[4] سو نو سال اصحابِ کہف کے

پیشِ شاں یک روز بے اندوہ و لہف
اُن کے لئے بغیر رنج اور افسوس کے ایک دن تھا

---

[1] جانِ ما۔ ہم تو اسی لئے زندہ ہیں کہ اُس کے حکم کی پابندی کریں اگر وہ ریت میں بیج بونے کو کہے گا تو ریت میں بیج بو دیں گے۔ خواہ وہ نہ اُگے۔

[2] امرِ حق۔ چونکہ اللہ کا ہمیں حکم ہے کہ تمہیں ہم تبلیغ کریں اس لئے بغیر ریا کے تمہیں احکام پہنچا رہے ہیں۔ یا قبول ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ کوئی ہماری بات قبول کرے یا رد کرے۔ مزدور ہم اللہ کیلئے تبلیغ کرتے ہیں اور اُس کام کی مزدوری اُس سے لیں گے ہم تو اُسی کی خاطر لوگوں کی دشمنی مول لے رہے ہیں۔ ابرین تبلیغ میں ناکامی ہمارے لئے سدِ راہ نہیں ہے دل گرفتہ وہ ہوتا ہے جو دوست سے مہجور ہو ہمیں ہر وقت قربِ الٰہی حاصل ہے۔

[3] دلبر۔ ہمارا محبوب جو حضرت حق ہے وہ ہمارے ساتھ ہے اُس کی رحمتیں ہم پر ہر وقت نچھاور ہوتی رہتی ہیں۔ دل ہمارے دل اُس کی محبت سے گلزار ہیں اور ہم ہر وقت تر و تازہ رہتے ہیں۔ پیش آیا جب روحانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو زمان و مکان کی قید سے رہائی ہو جاتی ہے جسم زمان و مکان کا پابند ہوتا ہے۔ اصحابِ کہف پر روحانیت کا غلبہ تھا تو اُن کے لئے تین سو نو سال ایک روز کے برابر تھے۔

۵۱ وانگہے نمود شاں یک روز ہم — کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم

پھر انھیں وہ ایک روز بھی نہ لگا — کہ روحیں عدم سے پھر جسم میں آگئیں

چوں نباشد روز و شب با ماہ و سال — کے بود سیری و پیری و ملال

جبکہ دن اور رات، مہینہ اور سال کے نہوں — پیٹ بھر جانا اور بڑھاپا اور تھکن کہاں ہوتی ہے

در گلستانِ عدم چوں بیخودی ست — مستی از سُغراقِ لطف ایزدی ست

عدم کے گلستان میں چونکہ بے خودی ہے — مستی اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے جام سے ہے

۵۲ لَم یَدُق ذُقی لَفَید دہر کس کو نخورد — کے بوَد ہم آرد جعل الفاس ورد

جسنے دکھایا وہ نہ چکھا نہ جانا، اگر صدا ہے — گبرو ذد اخیال سے عناب کی خوشبو میں کہاں حاصل کر سکتا ہے

نیست موہوم ار بُدے موہوم آں — ہیچ موہوم ہمان شدے معدوم آں

وہ موہوم (چیز) نہیں ہے، اگر وہ موہوم ہوتا — تو وہ موہوم (چیز) اسی طرح معدوم ہو جاتا

دوزخ اندر وہم چوں آرد بہشت — ہیچ تا بد روئے خوب از خوک زشت

دوزخ ابہشت کا کیسے تصور کر سکتی ہے؟ — بدصورت شوہر سے، حسین چہرہ کہاں چمکتا ہے

ہیں گلوئے خود مبرید اے مہاں — اسچنیں لقمہ رسیدہ تا دہاں

اے بڑو! اپنے گلے نہ پھاڑو — منہ تک ایسا لقمہ پہنچ گیا ہے

۵۳ راہہائے صعب پایاں بُردہ ایم — رہ بر اہلِ خویش آساں کردہ ایم

ہم نے سخت راستے طے کر لئے ہیں — ہم نے اپنوں کے لئے راستہ آسان کر دیا ہے

ہر کہ ما را گشت پیرو باز رست — از عذابِ نار و در جنت نشست

جو ہمارا پیرو بن گیا، وہ رہائی پا گیا — آگ کے عذاب سے اور جنت نشین ہو گیا

وانکہ نشنید از شقاوت پندِ ما — در عذاب جاوداں شد مبتلا

جس نے بدبختی سے ہماری نصیحت نہ سنی — وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہو گیا

ہیں بجوئید از نجوم سعد راہ — زانکہ در ظلمت درید و قعرِ چاہ

آگاہ! نیک بختی کے ستاروں سے راستہ تلاش کرو — کیونکہ تم اندھیرے اور کنویں کی گہرائی میں ہو

مکرر کردنِ قوم اعتراض بر انبیا علیہم السلام

قوم کا انبیاء پر مکرر اعتراض کرنا

قوم گفتند ار شما سعدِ خودید — نحسِ مائید و ضدید و مُرتدید

قوم نے کہا، اگر تم اپنے لئے نیک بخت ہو — ہمارے لئے بدبخت اور مخالف اور مرتد ہو

۵۱ دانگہے: اصحاب کہف نے کہا تھا کہ ہم اس حالت میں ایک دن یا دن کے کچھ حصے جی رہے ہیں۔ چونکہ جسکا روح زمان و مکان سے مقید نہیں ہے تو اس کے لئے نہ بڑھاپا ہے نہ تھکن۔ گلستانِ عدم یعنی عالمِ ارواح۔ مستی اس عالم کی مستی قربِ الٰہی کی وجہ سے ہے۔

۵۲ لم یذق: یعنی جس نے چیز کو نہ چکھا ہو وہ اس کا ذائقہ نہیں جان سکتا بجعل۔ گبرو ذد اگبر کافر ہے۔ یعنی ہستی رکھی نہیں ہے اور وہی کیفیت پائی ہو جاتی ہے۔ دوزخ۔ جس طرح دوزخ اور جنت میں بُعد ہے اور دوزخ جنت کا تصور بھی نہیں کر سکتی اسی طرح اہلِ دنیا اور اہلِ مستی میں بُعد ہے، دنیادار اہلِ مستی کو سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ اے مہاں۔ اہلِ سبا کو خطاب ہے کہ اپنی تباہی سول نہ لو ہدایت حاصل کرلو۔

۵۳ راہہائے۔ ہدایت کے حصول میں جس قدر مصائب ہوتے ہیں وہ انبیاء جمیل پکتے ہیں قوم انسے پلا جھاڑے کے ہدایت حاصل کرتی ہے۔ ہر کہ انبیاء کی اطاعت کرنے والے نجات پاتے ہیں اور جو لشکر ہوتے ہیں وہ ابدی عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نجوم۔ انبیاء نجوم ہدایت ہیں۔ قوم گفتند انبیاء نے اپنے آپ کو سعادت کا ستارہ قرار دیا تھا قوم نے کہا کہ تمہاری سعادت

جانِ[1] ما فارغ بُدَ از اندیشہا
ہماری جان فکروں سے خالی تھی

دَر غمِ افگند ید ما را و عنا
تم نے ہمیں غموں اور مشقت میں ڈال دیا

ذوقِ جمعیت کہ بود و اتفاق
یگانگت اور اتفاق کا جو مزا تھا

شد ز فالِ زشت تان صد افتراق
تمہاری بدشگونی سے سینکڑوں جدائیاں ہوگئیں

طوطیِ نقل و شکر بودیم ما
ہم نقل اور شکر کھانے والی طوطی تھے

مُرغِ مرگ اندیش گشتیم از شما
تمہاری وجہ سے موت کو سوچنے والا پرند بنگئے

ہر کجا افسانۂ غم گستری ست
جہاں کہیں غم اٹھانے کا قصہ ہے

ہر کجا آوازۂ مُستنکری ست
جہاں کہیں بُرائی کا شہرہ ہے

ہر کجا اندر جہاں فالِ بد ایست
جہاں کہیں دنیا میں بدشگونی ہے

ہر کجا مسخے، نکالے، ماخذ ایست
جہاں کہیں مسخ، عذاب، جائے گرفت ہے

در مثال و قصہ و فالِ شماست
(وہ) تمہاری مثال اور قصہ اور شگون کی وجہ سے ہے

در غمِ انگیزی شما را اشتہاست
غم برانگیزنے کی تمہاری خواہش ہے

بار جواب گفتنِ انبیا علیہم السلام ایشاں را

انبیاء کا اُن کو پھر جواب دینا

انبیا[2] گفتند فالِ زشت و بد
انبیاء نے کہا اچھا اور بُرا شگون

از میانِ جانِ تاں دارد مدد
تمہاری جان سے مدد حاصل کرتا ہے

گر تو جائے خفتہ باشی با خطر
اگر تو کسی جگہ خطرے میں سویا ہوا ہو

اژدہا در قصدِ تو آید ز سر
اژدہا تیرے ارادے سے سر پر آجائے

مہربانے مر ترا آگاہ کرد
کسی مہربان نے تجھے خبردار کردیا

کہ بجہ[3] زود ار نہ اژدرہات خورد
کہ جلد بھاگ، ورنہ تجھے اژدہے نے کھایا

تو بگوئی فالِ بد چوں می زنی
تو کہتا ہے کہ کیوں بدشگونی کرتا ہے

فال چہ بر جہ ببیں در روشنی
بدشگونی کیا ہوتی ہے، اٹھ روشنی میں دیکھ

از میانِ فالِ بد من خود ترا
میں تجھے بدشگونی سے

میرہانم می برم سوئے سَرا
چھڑا رہا ہوں، گھر کی جانب لے جارہا ہوں

چوں نبی آگہ کنندست از نہاں
نبی کی طرح جو اُن پوشیدہ باتوں سے خبردار کرنے والا ہے

کو بدید آنچہ ندید اہل جہاں
کیونکہ جو کچھ اُسنے دیکھ لیا ہے دنیا داروں نے نہیں دیکھا ہے

---

[1] جان ما۔ تمہاری خصوصیت یہ ہے کہ ہم فکروں سے فارغ تھے تم نے ہمیں فکرمند بنادیا۔ ذوق۔ ہم سب متفق تھے، تمہارے وجود سے ہم میں اختلاف ہوگئے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے۔ نقل۔ چیدنا۔ مُستنکری۔ بُرائی۔ مسخ۔ صورت کا بدل جانا۔ نکال۔ عذاب۔ ماخذ۔ گرفت کی جگہ۔ اشتہار۔ خواہش۔

[2] انبیاء۔ انبیاء نے کہا یہ ساری بُرائیاں جو تم نے بیان کیں ان کا سبب ہم نہیں ہیں خود تم ہو۔ گر تو۔ ہم تو تمہیں اس عذاب سے ڈراتے ہیں جو واقعۃً تم پر نازل ہونے والا ہے، ہماری مثال تو اُس شخص کی سی ہے جو ایسے شخص کو بیدار کردے جس پر سانپ حملہ آور ہو رہا ہو۔

[3] بجہ۔ کود جا۔ تو بگوئی۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ وہ شخص جس پر سانپ حملہ آور ہے، بیدار کرنے والے کو بُرائی دینے لگے۔ ترا۔ گھر پر ہوں تو۔ بی آنکھوں سے اس عذاب کو دیکھتا ہے جو نشکروں پر نازل ہونے والا ہوتا ہے۔

گر طبیبے گویدت غورہ مخور
اگر تجھ سے کوئی طبیب کہے کچا انگور نہ کھا

کہ چنیں رنجے برآرد زود سر
کہ فلاں مرض جلد سر ابھارے گا

تو بگوئی فال بد چوں میزنی
تو کہے کہ بدشگونی کیوں کرتا ہے

پس تو ناصح را مؤتم میکنی
تو تو ایک ناصح کو گنہگار ٹھہرا رہا ہے

ور منجم گویدت کامروز ہیچ
اگر کوئی نجومی تجھ سے کہے کہ آج کوئی

آنچناں کارے مکن اندر پیچ
ویسا کام ارادہ سے نہ کرنا

تا نگردی نادم و خاسر ازاں
تاکہ تو اس کی وجہ سے شرمندہ اور محروم نہ بنے

زانکہ نیکو نیست روز امر زہاں
کیونکہ آج اچھا دن نہیں ہے

صدرہ[52] ار بینی دروغ آخری
یکدوبارہ راست آید می خری
اگرچہ تو سو طرح سے نجومی کا جھوٹ دیکھتا ہو
ایک دو بار سچ ہو جائے تو تو مان لیتا ہے

ایں نجوم ما نشد ہرگز خلاف
صحتش چوں ماند از تو در غلاف
ہمارے ان ستاروں میں کبھی تخلف نہیں ہوا
اُن کی صحت تجھ سے کیسے پوشیدہ ہے؟

آں طبیب و آں منجم از گماں
می کنند آگاہ و ما خود از عیاں
وہ طبیب اور نجومی گمان کے ذریعے
خبر دیتے ہیں اور ہم مشاہدے سے

دود[53] می بینیم و آتش از کراں
حملہ می آرد بسوئے منکراں
ہم دیکھتے ہیں کہ دھواں اور آگ ایک کنارے سے
منکروں پر حملہ آور ہے

تو ہمی گوئی خمش کن زیں مقال
کہ زیاں ماست قال شوم فال
تو یہ کہتا ہے کہ ان باتوں سے چپ رہ
کیونکہ بدشگونی کی بات میں ہمارا نقصان ہے

اے کہ نصح ناصحان را نشنوی
فال بد با تست ہر جا می روی
اے وہ کہ تو ناصحوں کی نصیحت نہیں سنتا ہے
تو جہاں جائے بدشگونی تیرے ساتھ ہے

افعیے بر پشت تو بر می رود
او ز بامے بیندش آگہ کند
ایک اژدھا تیرے پیچھے دوڑ رہا ہے
وہ اسکو بالاخانہ سے دیکھ رہا ہو خبردار کرتا ہے

گویدش خاموش باش خود رفت ایں سخن
گوید او خوش باش نمگینم مکن
وہ کہتا ہے خموش رہ، بات ختم ہوئی
تو اسکو کہتا ہے چپ رہ، مجھے غمگین نہ کر

چوں ندا فعی دہاں بر گردنت
تلخ گردد جملہ شادی کردنت
جب اژدھا تیری گردن پر ضربہ مارے گا
تیری سب خوشیاں تلخ ہو جائیں گی

---

[52] صدرہ۔ نجومی کی بات سینکڑوں بار جھوٹی نکلتی ہے لیکن پھر بھی اس احتمال سے کہ شاید یہ بات صحیح ہو تم نجومی کا کہنا مان جاتے ہو۔ اس نجوم۔ لیکن ہماری پیش گوئیاں بالکل صحیح ہوتی ہیں اُن کو تم تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو، نجومی اور طبیب محض گمان سے بات کہتے ہیں ہم تو مشاہدہ کر کے کہہ رہے ہیں۔

[53] دود۔ انبیاء نے کہا ہم تو عذاب کا دھواں اور آگ آنکھ سے دیکھ کر بتا رہے ہیں لیکن تم ہماری ان باتوں کو بدفال سمجھ رہے ہو۔ اے کہ۔ منکروں کا وجود خود فال بد ہے۔ انتہے۔ تمہاری مثال یہ ہے کہ عذاب کا اژدھا تمہارے پیچھے ہے ایک شخص بالاخانہ سے اسکو دیکھ کر تمہیں آگاہ کر رہا ہے لیکن تم یہ کہتے ہو کہ ہمیں عذاب کی بات سنا کر غمگین نہ کرو۔ مجبور ہو کر وہ بتانیوالا یہی کہے گا کہ اچھا تیری بات کو رفت و گذشت کر دو اور تم خوش رہو۔

پس[۵۱] بدو گوئی همیں بود آ فلاں — چوں نہ بدریدی گریباں در فغاں
پھر تو اس سے کہے گا اے فلاں ٹھیک تھا — تو نے نالہ و فریاد سے گریبان چاک کیوں نہ کیا تھا

یا ز بالا یم تو سنگے می زدی — تا مرا آں جذ نمودے ایں بدی
یا اوپر سے تو میرے پتھر مارتا — تاکہ وہ کوشش بد برائی مجھے دکھا دیتی

اُو بگوید زاں کہ می آزردۂ — تو بگوئی نیک شادم کردۂ
وہ کہے گا، کیونکہ تو رنجیدہ ہوتا تھا — تو کہے گا، تو نے (اب کیا) مجھے خوش کر دیا ہے

گفت من کردم جوانمردی پسند — تا رہانم مر ترا زیں خشک بند
اُس نے کہا میں نے شرافت برتی اور نصیحت کی، — تاکہ میں تجھے سخت قید سے رہائی دوں

از لئیمی حق آں کشناختی — مایۂ ایذا و طغیاں ساختی
تو نے کمینہ پن سے اس کی قدر نہ کی — اس کو ایذا اور سرکشی کا سرمایہ بنا لیا

ایں[۵۲] بود خوئے لئیمانِ دنی — بد کند با تو چو نیکوئی کنی
کمینہ لئیموں کی یہی عادت ہوتی ہے — جب تو نیکی کرے وہ تجھ سے بدی کرتے ہیں

نفس را زیں صبر می کن منحنش — کہ لئیم ست و نسازد نیکویش
نفس کو صبر کے ذریعہ کمزور بنا — کیونکہ وہ کمینہ ہے بھلائی اسکے ساتھ ساز نہیں

با کریمے[۵۳] گر کنی احسان سزد — ہر یکے را اُو عوض ہفصد دہد
اگر تو شریف کے ساتھ احسان کرے تو مناسب ہے — وہ ہر ایک کا سات سو گنا بدلہ دے گا

با لئیمے چوں کنی قہر و جفا — بندۂ گردد ترا بس باوفا
کمینہ پر جب تو ظلم اور قہر کرے گا — (وہ) تیرا باوفا غلام بن جائے گا

کافراں کارند در نعمت جفا — باز در دوزخ ندا شاں ربنا
کافر نعمت کی حالت میں جفاکاری کرتے ہیں — پھر دوزخ میں ان کی پکار "اے ہمارے رب" ہوتی ہے

کہ لئیماں در جفا صافی شوند — چوں وفا بینند خود جافی شوند
کیونکہ کمینے ظلم میں مخلص بنتے ہیں — جب وفا دیکھتے ہیں جفا کرتے ہیں

حکمت در آفرینِ دوزخ دراں جہاں و زندانِ ریں
دوزخ کو اُس عالم میں اور قید خانہ کو اِس عالم میں پیدا کرنے کی حکمت — تاکہ
عالم تا مُعبدِ مُنکراں گردد کہ اِئتیا طوعاً اَو کرھاً
وہ کافروں کا عبادت خانہ بنے کیونکہ اِئتیا طوعاً اَو کرھاً ہے

[۵۱] پس بدو۔ پھر تو بتانے والے سے کہیگا کہ تو میرے غم میں پھاڑے پھاڑ کر مجھے آگاہ کرتا تو میں مان لیتا یا اوپر سے میرے پتھر مارتا تو میں آگاہ ہو جاتا۔ تو جگوید۔ وہ جواب میں کہیگا کہ تو میری بات سے آزردہ ہوتا تھا تو کہیگا کہ میں اب کو نسا خوش ہوں۔ گفت۔ وہ آگاہی دینے والا کہیگا کہ میں نے تو شرافت سے کام لیا تھا تجھے مصیبت سے بچانے کیلئے نصیحت کی تھی۔ لیکن تو نے کمینہ پن برتا اس نصیحت کی قدر نہ کی بلکہ اس نصیحت کو ایذا رسانی اور سرکشی کا سبب بنایا۔

[۵۲] ایں بود۔ کمینوں کا یہی طریقہ ہے کہ تم انکے بھلائی کرو تو وہ انکے بدلے میں تم سے برائی کرینگے۔ انسان کا نفس ایسا ہی کمینہ ہے کہ اسکے ساتھ بھلائی کرنا اور اسکو مغلوب رکھنا مناسب نہیں ہے بلکہ اسکو مشقتوں اور مجاہدوں سے کمزور بناؤ۔

[۵۳] با کریمے۔ کسی شریف سے شرافت برتو گے تو وہ ستر گنا شرافت برتتا ہے۔ با لئیمے۔ کمینہ پر جور و جفا کرو گے تو پھر وہ اطاعت کریگا۔ کافراں۔ کافر ایسا ہی کرتے ہیں کہ دنیا میں انکو اللہ کی نعمتیں ملیں تو کفر بڑھا دوزخ کے عذاب میں خدا کو ہمیں گے اور پکاریں گے۔ کہ لئیماں۔ کمینے انتقام کے ساتھ ٹھیک چلتے ہیں شریف پر ظلم کرتے ہیں۔ اِئتیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو حکم دیا کہ تم دونوں خوشی سے خدا کے حکم کو قبول کرو یا جبر سے تو دونوں نے کہا ہم خوشی سے حکم قبول کرتے ہیں۔

مسجد و طاعات شان پس دوزخ ست[1]
انکی مسجد اور اطاعتوں (کی جگہ) دوزخ ہے

پائے بند مرغ بیگانہ فخ ست
بیگانہ پرند کے پاؤں کا پھندا جال ہے

ہست زنداں صومعہ دزدِ لئیم
کمینے چور کا عبادتخانہ قید خانہ ہے

کاندرو ذاکر شود حق را مقیم
اُس میں وہ ہمیشہ خدا کو یاد کرنے والا ہوتا ہے

چوں عبادت بود مقصود از بشر
چونکہ انسان (کی پیدائش) سے مقصد عبادت ہے

شد عبادتگاہِ گردنکش سقر
متکبر کی عبادت گاہ، دوزخ بنی

آدمی[2] را ہست در ہر کار دست
انسان کو ہر کام پر قدرت ہے

لیک از و مقصود این خلقت بدست
لیکن اُس کی پیدائش سے (اصلی) مقصد عبادت ہے

ما خلقت الجن و الانس این بخواں
اس نے نہیں پیدا کیا ہم نے جن انسان کو یہ پڑھ

جز عبادت نیست مقصود از جہاں
عبادت کے علاوہ (دنیا میں کوئی) مقصد نہیں ہے

گرچہ مقصود از کتاب آں فن بود
اگرچہ کتاب کا مقصد وہ فن ہوتا ہے

گر تواش بالش کنی ہم می شود
اگر تو اس کا تکیہ بنالے تو (یہ بھی) ہو سکتا ہے

لیک از و مقصود این بالش نبود
لیکن اُس کا مقصد یہ تکیہ (ہونا) نہ تھا

علم بود و دانش و ارشاد و سود
علم اور سمجھ، اور ہدایت اور نفع تھا

گر تو سمنے[3] ساختی شمشیر را
اگر تو تلوار کو کھونٹا بنالے

برگزیدی بر ظفر ادبیر را
تو نے کامیابی پر بدبختی کو ترجیح دی

گرچہ مقصود از بشر علم و ہدیست
اگرچہ انسان (کی تخلیق) سے مقصود علم و ہدایت ہے

لیک ہر یک آدمی را معبدیست
لیکن ہر شخص کی ایک عبادت گاہ ہے

معبدِ مردِ کریم اکرمتہٗ
شریف انسان کی عبادت گاہ (مقام) اکرمتہٗ ہے

معبدِ مردِ لئیم اسقمتہٗ
کمینے انسان کی عبادت گاہ اسقمتہٗ ہے

مر لئیماں را بزن تا سر نہند
کمینوں کو پیٹ تاکہ اطاعت کریں

مر کریماں را بدہ تا بر دہند
شریفوں کو (انعام) دے تاکہ پھل دیں

لاجرم حق ہر دو مسجد آفرید
لامحالہ اللہ (تعالیٰ) نے دو مسجدیں بنائیں

دوزخ آنہا را و اینہا را مزید
اُن کے لئے دوزخ اور ان کے لئے "مزید"

ہر انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت ہے لیکن ہر ایک کا عبادتخانہ جدا ہے شریف کا معبد قرآن کریم کا مقام ہے یعنی میں نے اُس کا اکرام کیا اور لئیم کا معبد اسقمتہٗ کا مقام ہے یعنی میں نے اسکو بیمار کیا شریف مقام الٰہی کے وقت عبادتگذار بنتا ہے اور کمینہ معذاب میں مبتلا ہو کر مزید۔ یعنی جہنم جسکے لئے فرمایا گیا ہل من مزید

---

[1] دوزخ۔ کافر جب دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونگے تو فرمانبرداری کرینگے وحشی جانور وحشی سے نہیں آتا تو جال میں پھنس کر آتا ہے۔ فخ جال۔ زنداں۔ جب چور حبسِ قید میں ڈالدیا جاتا ہے تو نسیکل شروع کر دیتا ہے۔ جوں۔ جن اور انس کی تخلیق کا باعث عبادت اور اطاعت ہے خوشی سے نہ کرینگے تو جبراً کرنی پڑیگی مومن جنت اور دنیا میں اطاعت گذاری کریگا تو کافر دوزخ میں اطاعت کرے گا۔

[2] آدمی۔ انسان میں یہ ہے کام کرنے کی صلاحیتیں ہیں لیکن اُسکی تخلیق کا اصل منشاء وہ نہیں ہے جیسا کہ آیت میں ذکر ہے۔ ما خلقت۔ قرآن پاک میں ہے ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون میں نے نہیں پیدا کیا انسانوں اور جنوں کو مگر اسلئے کہ وہ عبادت کریں۔ از کتاب۔ کتاب کی تصنیف و اشاعت کا اصل مقصد اس فن اور علم کو جاننا ہے جس فن کی وہ کتاب ہے اگر تو اس کا تکیہ بنائیگا تو وہ تکیہ بنائیگی لیکن یہ تیری غلطی ہوگی اسی طرح اگر انسان عبادت نہ کریگا دوسرے کاموں میں لگیگا تو یہ اسکی غلطی ہوگی۔

[3] گر تو سمنے۔ تلوار کا اصل مقصد اسکے ذریعہ نفع پانا ہے وہ کھونٹا بھی بن سکتی ہے لیکن اگر تو اس سے کھونٹے کا کام لیگا تو بڑی حماقت ہوگی بہتر

اور ہمارے پاس زیادتی ہے۔

ساخت[1] موسیٰ قدس در باب صغیر — تا فرود آرند سر قوم زحیر

(حضرت موسیٰؑ نے بیت المقدس میں چھوٹا دروازہ بنایا — تاکہ سرکش قوم سر جھکائے)

زاں کہ جباراں بدند و سر فراز — دوزخ آں باب صغیر ست و نیاز

(کیونکہ وہ جبار اور متکبر تھے — دوزخ بھی چھوٹا دروازہ اور نیازمندی کی جگہ ہے)

بیان[2] آنکہ حق تعالیٰ صورتِ ملوک را سبب مسخر کردن

اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں کی صورت اُن متکبروں کو تابع بنانے کے

جباراں کہ مسخر حق نباشند ساختہ چنانکہ موسیٰ علیہ السلام

لئے بنائی ہے جو کہ اللہ کے تابع نہیں ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

باب صغیر ساخت بر بعض قدس جہت رکوع جباران

نے بیت المقدس کے احاطے میں چھوٹا دروازہ بنایا تاکہ بنی اسرائیل کے متکبر آ کے

بنی اسرائیل وقت درآمدن کہ ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ

وقت جھکیں کیونکہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور حطۃ کہو (کا حکم تھا)

آنچناں کہ حق ز لحم و استخواں — از شہاں باب صغیرے ساختہ

(اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت اور ہڈیوں سے — بادشاہوں کا چھوٹا دروازہ بنایا)

اہل دنیا سجدۂ ایشاں کنند — چونکہ سجدہ کبریا را دشمنند

(دنیا دار اُن کو سجدہ کرتے ہیں — کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں)

ساخت سرگین دانگی محراب شاں — نام آں محراب میر و پہلواں

(اُن کے لئے گوبر خانے کو محراب بنایا — اُس محراب کا نام، حاکم اور پہلوان ہے)

لائق[3] ایں حضرت پاکی نہ اید — نیشکر پاکاں شما خالی نے اید

(تم پاک دربار کے لائق نہیں ہو — پاک لوگ کہتے ہیں، تم صرف نرسل ہو)

آں سگاں را ایں خساں خاضع شوند — شیر را عارست کورا بگروند

(یہ کمینے اُن کتوں کے تابعدار ہوتے ہیں — شیروں کی تو یہ ہے کہ وہ اُس کے گرد پھریں)

گر بہ باشد شحنۂ ہر موش خو — موش کو بود تا ز شیراں ترسد او

(ہر موش خصلت کا کوتوال بلی ہوتی ہے — چوہا کس قابل ہے کہ وہ شیروں سے ڈرے)

آں سگاں، یعنی دنیا دار بادشاہ۔ ایں خساں، یعنی متکبرین۔ شیر، یعنی جناب باری تعالیٰ۔ گربہ، چوہا بلی سے ڈرتا ہے شیر جو کہ اس سے بدرجہا افضل ہے اُس سے نہیں ڈرتا۔

---

[1] ساخت۔ موسیٰؑ نے بیت المقدس میں ایک کھڑکی بنائی تھی تاکہ متکبرین اس میں جھک کر داخل ہوں اور ان کی سجدہ کی سی حالت ہو جائے دوزخ کو ایک چھوٹی کھڑکی سمجھو کہ اس میں داخل ہو کر یہ متکبر عبادتگذار بنجائیں گے۔

[2] بیان۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے کھڑکی بنائی تھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان متکبروں کے لئے ظالم بادشاہوں کا وجود اور دوزخ بنائی ہے۔ یہ ظالموں کو سجدہ کرتے ہیں اور دوزخ میں خدا کو یاد کریں گے۔ رمز۔ بکنایات کا اصول بکریوں کا باڑہ۔ ادخلوا۔ قرآن پاک میں ہے۔ ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ یعنی بنی اسرائیل کو حکم ہوا کہ اس کھڑکی میں سجدہ کی حالت میں داخل ہو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کر دے شہاں۔ یہ متکبر بادشاہوں کو سمجھا کرتے ہیں۔ ساخت۔ ان کی محراب اور عبادتگاہ گوبر خانہ ہے اسی کو دوسرے لفظوں میں بادشاہ اور پہلوان کہا جاتا ہے یہ متکبر ان کے سامنے جھکتے ہیں۔

[3] لائق۔ ان کے سجدے اللہ تعالیٰ کے لائق نہ تھے کیونکہ ان کو جناب باری سے کوئی مناسبت نہیں یہ بصورت انسان ہیں لیکن انسانیت سے خالی ہیں نیشکروں کی اور ان کی مثال وہی ہے جو گتے اور نرسل کی ہے۔

خوفِ ایشاں از کلابِ حق بُوَد — خوفِ شاں کے ز آفتابِ حق بُوَد

اُن کو اللہ (تعالیٰ) کے کُتوں سے خوف ہوتا ہے — آفتابِ حق سے انھیں ڈر کہاں ہوتا ہے

رَبِّیَ الْاَعْلٰی ست سردآں مہاں — رَبِّ ادنیٰ در خورِ ایں ابلہاں

سرداروں کا وظیفہ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ہے — رَبِّ ادنیٰ اِن بیوقوفوں کے لائق ہے

موش کے ترسد ز شیرانِ مصاف — بلکہ آں آہو تگانِ مُشک ناف

جنگ کے شیروں سے چوہا کیسے ڈرتا ہے؟ — بلکہ وہ آہو قدم مشک کی ناف والے (ڈرتے ہیں)

رَو بہ پیش کاسہ لیس اے دیگ کیس — تُش خداوندو ولی نعمت بگو

اے دیگ چاٹنے والے پیالہ چاٹنے والے کے پاس جا — تو اُس کو آقا، اور ولی نعمت بکھ

دیگ لیسی کاسہ لیسے را بجُو — تُش خداوندو ولی نعمت بگو

تو دیگ چاٹنے والا ہے کسی پیالہ چاٹنے والے کو تلاش کر — تو اُس کو آقا اور ولی نعمت کہہ

بس[2] کن ار شرحے بگویم دور دست — خشم گیرد میر و ہم داند کہ ہست

ختم کر اگر میں لمبی تفصیل کروں گا — حاکم غصہ کرے گا اور سمجھے گا کہ وہ ہے

حاصل ایں آمد کہ بدکُن اے کریم — با لئیماں تا نہد گردن لئیم

خلاصہ یہ نکلا کہ اے شریف! بُرائی کر — کمینوں کے ساتھ تاکہ کمینہ اطاعت کرے

با لئیم نفس چوں احساں کُند — چوں لئیماں نفس بدکفراں کُند

جب تو کمینے نفس کے ساتھ احسان کریگا — تو وہ بدنفس کمینوں کی طرح کفران کرے گا

زیں سبب بُد کاہلِ محنت شاکرند — اہلِ نعمت طاغی اندو ماکرند

یہی سبب ہوا کہ محنتی شکر گزار ہیں — مالدار سرکش، اور مکار ہیں

ہست طاغی بگذرِ زرّیں قبا — ہست شاکر خستہ و صاحب عبا

سردار زرّیں قبا والا سرکش ہے — خستہ (حال) اور گدڑی والا شکر گزار ہے

شکر کے روید ز املاک و نعم — شکر می روید ز بلوا و سقم

نعمتوں اور ملکیتوں سے شکر کہاں اُگتا ہے — شکر بلاء اور بیماری سے اُگتا ہے

قصۂ عشق صوفی بر سُفرہ تہی از خورش

کھانے سے خالی دسترخوان پر ایک صوفی کے عشق کا قصہ

صوفی بر میخ روزے سُفرہ دید — چرخ می زد جامہا را می درید

ایک صوفی نے ایک دن کھونٹی پر دسترخوان دیکھا — رقص کرتا تھا اور کپڑے پھاڑتا تھا

---

[1] خوف۔ منکرین بھی اللہ کے کُتوں سے ڈرتے ہیں اور اُنکی اطاعت کرتے ہیں مگر اعلیٰ اعلیٰ۔ میرا خدا بلند ہے۔ تمہارا بالا و برتر خدا کو انا شریفوں کا کام ہے ان منکرین کے لائق ادنیٰ رب ہے لہٰذا یہ اُنکی ہی پوجتے ہیں۔ ربِّ اعلیٰ معمولی درجہ کا خدا۔ موش خیر سے ڈرنا چوہے کا کام نہیں بلکہ ہرن جیسے شریف اور پاکیزہ جانور کا کام ہے۔ دیگ لیسی جیسی روح ویسے فرشتے لہٰذا ان منکرین کی خدائی کے لائق یہی ظالم اور جابر ہیں۔

[2] بس کُن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اب منکرین کے معبودوں کی زیادہ بات نہ کرو ورنہ وہ ناراض ہونگے اور دل میں سمجھیں گے کہ ہم بھی کیا ہیں جبھی تو ہمارا اس قدر ذکر کیا جارہا ہے۔ با لئیم نفس نفس لئیم زیں سبب۔ جو لوگ محنت اور مشقت کی زندگی گزارتے ہیں عموماً شاکر ہوتے ہیں اور مالدار سرکش ہوتے ہیں۔ بگذر۔ بیگ بڑا سردار۔

[3] شکر کے روید۔ شکر اور بیماری سے شکر گزاری کا سبب ہے۔ نقد۔ مولانا نے پہلے سمجھا تھا کہ فقر اور ابتلا سے شکر کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کی تائید میں یہ قصہ نقل کرتے ہیں۔ سقم۔ کھونٹی۔ سُفرہ۔ دسترخوان۔ چرخ زدن۔ گھومنا۔

بانگ می زد نک نوائے بے نوا
پینختا تھا یہ بے سامان کا سامان ہے

فحلہا و دردہا را نک[1] دوا
یہ تھلوں اور دردوں کی دوا ہے

چونکہ درد و سوز او بسیار شد
جب اُس کا درد اور سوز بڑھی

ہر کہ صوفی بود با او یار شد
جو بھی صوفی تھا اُس کا ساتھی ہو گیا

کنکنے وہائے ہوئے می زدند
قہقہے اور نعرے مارتے تھے

تا کہ چندیں مست بیخود می شدند
یہانتک کہ بہت زیادہ مست و بیخود ہو جاتے تھے

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست
ایک لغو انسان نے صوفی سے کہا یہ کیا ہے؟

سفرۂ آوبختہ از ناں تہی ست
لگا ہوا دسترخوان روٹی سے خالی ہے

گفت رو رو نقش بے معنیستی
اُس (صوفی) نے کہا جا جا تو بے روح تصویر ہے

تو بجو ہستی کہ عاشق نیستی
تو ہستی کی تلاش کر کیونکہ تو عاشق نہیں ہے

عشق نان بے ناں غذا عاشق ست
عشق جو روٹی نہ ہوتے ہوئے روٹی ہو عاشق کی غذا ہے

بند ہستی نیست ہر کو صادق ست
جو صادق ہے وہ وجود کا پابند نہیں ہے

عاشقاں را کار نبود با وجود
عاشقوں کو وجود سے واسطہ نہیں ہوتا ہے

عاشقاں را ہست بے سرمایہ سود
عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہوتا ہے

بال[2] نے و گرد عالم می پرند
پر نہیں ہیں اور عالم کے چاروں طرف اڑتے ہیں

دست نے و گوئے زمیداں می برند
ہاتھ نہیں ہے، اور میدان سے گیند لیجاتے ہیں

آں فقیرے کو ز معنی بوئے یافت
وہ فقیر جس نے حقیقت کی خوشبو حاصل کر لی

دست بریدہ ہمی زنبیل بافت
ہاتھ کٹا ہوا ہونے پر بھی زنبیل بُنتا تھا

عاشقاں اندر عدم خیمہ زدند
عاشقوں نے عدم میں خیمہ لگایا ہے

چوں عدم یکرنگ و نفس واحدند
عدم کی طرح یکساں اور ایک جان ہو گئے ہیں

شیر خوارہ[3] کے شناسد ذوق لوت
دودھ پیتا بچہ کھانوں کا ذائقہ کب پہچانتا ہے

مر پری را بوئے باشد لوت پوت
پری کے لئے خوشبو اقسام کا کھانا ہوتا ہے

آدمی کے بو برد از بوئے او
آدمی اُس خوشبو کا سراغ کب پا سکتا ہے

چونکہ خوئے اوست ضد خوئے او
کیونکہ اُسکی عادت اُسکی عادت کے خلاف ہے

---

[1] نک۔ یعنی یہ دسترخوان چونکہ اُس صوفی کے وجود پر دوسرے صوفی بھی وجد میں آگئے۔ تھا۔ تھے۔ دونوں کانوں کے زیر کے ساتھ، قہقہہ۔ بوالفضول۔ بیہودہ۔ نقش بے معنی۔ یعنی بے جان بت۔ تو بجو ہستی یعنی تو طالب وجود ہستی (یعنی عاشق طالب عدم ہوتا ہے لہذا ہم روٹی کے نہ ہونے کے طالب و عاشق ہیں اور بھوک صبر یقین کا مطلوب ہوتا ہے۔ مشق۔ عاشق کی غذا عشق ہے۔ جو روٹی تو نہیں ہے لیکن اُس کے لئے روٹی کا کام دیتا ہے۔ عاشقاں۔ عاشق ہر چیز کے فنا کا طالب ہوتا ہے اسی فنا سے اُس کو نفع پہنچتا ہے۔

[2] بال کے جس طرح عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہے اسی طرح وہ بغیر پروں کے پرواز کرتے ہیں اور بغیر ہاتھ کے ہاتھ کا کام کرتے ہیں اس فقیر کے متعلق صحیح کو پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ ہاتھ نہ ہوتے ہوئے وہ زنبیل بُنتے تھے۔ عاشقاں۔ عاشق ہر چیز کو ختم کر دیتا ہے امتیاز وجود میں ہوتا ہے عدموں میں یکسانیت ہے لہذا عاشقان خدا بھی یک رنگ ہیں۔

[3] شیر خوارہ۔ ہر شخص اپنے سے مناسب بات کو سمجھتا ہے ورنہ اعتراض کرتا ہے بوالفضول نے صوفی پر اسی لئے اعتراض کیا کہ وہ فنا کے ذوق سے ناواقف تھا شیر خوار بچہ صرف دودھ کے مزے سے واقف ہے وہ اس کی لذت کو سمجھ سکتا ہے کھانوں کی لذت کو نہیں سمجھ سکتا پری کی غذا محض خوشبو ہے انسان کھانوں کا عادی ہے وہ محض خوشبو سے پیٹ بھر جانے کو نہیں سمجھ سکتا۔

یا بداز بوئے آں پری بوئے کہ اش
پری اسکی خوشبو سے ایسی راحت حاصل کرتی ہے کہ اسکو

تو نیابی آں صد من لوتِ خوش
تو ستو من اچھی خوراک سے نہیں پاسکتا ہے

پیشِ قبطی خوں بُوَد آں آبِ نیل[1]
قبطی کے لئے نیل کا پانی خون ہے

آب باشد پیشِ سبطی جمیل
اچھے سبطی کے لئے پانی ہے

جادہ باشد بحر زاسرائیلیاں
دریا اسرائیلیوں کے لئے راستہ ہوتا ہے

غرقہ گہ باشد ز فرعونِ عواں
ظالم فرعون کے لئے ڈوبنے کی جگہ ہوتا ہے

بادِ بُد بر عادیاں گرز و تبر
ہوا، قوم عاد پر عذاب اور کوڑا تھی

لیک بُد بر ہود و بر قومش ظفر
لیکن حضرت ہودؑ اور انکی قوم کیلئے فتح تھی

گلستاں[2] باشد برابراہیمِ نار
آگ حضرت ابراہیمؑ پر چمن ہوتی ہے

لیک بر نمرود باشد زہرِ مار
لیکن نمرود پر سانپ کا زہر ہوتی ہے

بر سمندر باشد آتش خانداں
سمندر پر آگ خاندان ہوتی ہے

لیک باشد برد گرمُرغاں یاں
لیکن دوسرے پرندوں کیلئے تباہی ہوتی ہے

نزد عاشق درد و غم حلوا بُوَد
عاشق کے لئے درد اور غم حلوا ہوتا ہے

لیک حلوا بر خساں بلوا بُوَد
لیکن کمینوں کے لئے حلوا مصیبت ہوتا ہے

مخصوص[3] بودنِ یعقوب علیہ السلام بچشیدنِ جامِ حق
حضرت یوسفؑ کے چہرے سے خدائی پیالہ پینے اور حضرت

تعالےٰ از رُوئے یوسفؑ و کشیدن بوئے حق تعالیٰ از بوئے
یوسفؑ کی خوشبو سے اللہ تعالےٰ کی خوشبو حاصل کرنے میں حضرت یعقوبؑ کی

یوسفؑ و حرمانِ برادراں و غیرہم ازیں ہر دو صفت
خصوصیت اور بھائیوں وغیرہ کا ان دونوں خوبیوں سے محروم رہنا

آنچہ یعقوبؑ از رُخِ یوسف چشید
حضرت یعقوبؑ نے جو کچھ حضرت یوسفؑ کے چہرے سے

وانچہ اُو از بوئے اُو اندر کشید
اور جو کچھ انھوں نے انکی خوشبو سے باطن میں حاصل کیا

وانچہ در رُوئے بود اندر رُوئے بدید
اور جو کچھ ان (یوسفؑ) کے اندر تھا انھوں نے دیکھا

خاصِ اُو بُد اُو با خواں کے رسید
وہ ان کی خصوصیت تھی، بھائیوں کو کب حاصل ہوا

ایں ز عشقش خویش در حجہ می کند
یہ ان کے عشق سے اپنے آپکو کنویں میں گرا رہے ہیں

وان یکیں از بہر او حجہ می کند
وہ کینہ وری سے انکے لئے کنواں کھود رہے ہیں

[1] پیشِ قبطی الخ۔ اشیاء کے احوال ہر شخص کے اعتبار سے جداگانہ ہیں جس شخص کے مناسب حال ہے وہ اسی کو سمجھ سکتا ہے۔ قبطی۔ فرعونی نسل کا آدمی۔ سبطی۔ اسرائیلی جادہ۔ دریائے نیل حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کے لئے راستہ بنا فرعون اور اس کا لشکر اسی میں ڈوب گیا۔ باد۔ آندھی سے قوم عاد برباد ہوئی حضرت ہودؑ اور انکی قوم کے لئے فتح کا سبب بنی۔

[2] گلستاں۔ آگ حضرت ابراہیمؑ کے لئے گلزار بنی۔ نمرود کے لئے باعث ہلاکت بنی۔ سمندر۔ ایک پرند ہے جو آگ میں پرورش پاتا ہے۔ درد و غم عاشقوں کی غذا ہے کینے حلوا جیسی اس طرح کھا جاتے ہیں جس سے انکو بدہضمی ہو جاتی ہے۔

[3] مخصوص۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ چیزوں کے احوال مختلف اشخاص کے اعتبار سے مختلف ہیں حضرت یوسفؑ کا چہرہ حضرت یعقوبؑ کے لئے کچھ تاثیر رکھتا تھا دوسروں کے لئے انکی تاثیر دوسری تھی۔ آنچہ۔ جو خوبیاں حضرت یوسفؑ میں تھیں وہ حضرت یعقوبؑ کو نظر آئیں بھائی نہ دیکھ سکے۔ ایں۔ حضرت یعقوبؑ یوسفؑ کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کئے دیرہے تھے انکے بھائی انکو

سفرہ[1] او پیش ایں از ناں تہی ست
پیش یعقوبست پُر کو مشتہیست

اُن (یوسفؑ) کا دسترخوان اِنکے لئے روٹی سے خالی ہے
(حضرت) یعقوبؑ کیلئے بھرا ہوا ہے کیونکہ وہ خواہشمند ہیں

روئے ناشستہ نہ بیند روئے حور
لاصلوٰۃ گفت الّا بالحضور

بن دھلا منہ، حور کا منہ نہیں دیکھتا ہے
آنحضورؐ نے فرمایا کہ نماز بغیر حضورِ قلب کے نہیں ہے

عشق باشد لوت لوت جانہا
جوع ازیں رو لیست قوت جانہا

عشق جانوں کے لئے قسم قسم کا کھانا ہے
(اسی لئے) بھوک، جانوں کی غذا ہے

جوع[2] یوسفؑ بود مر یعقوبؑ را
بوئے نانش می رسید از دور جا

(حضرت) یعقوبؑ کو (حضرت) یوسفؑ کی بھوک تھی
اُن کو اُن کی روٹی کی خوشبو دور سے آرہی تھی

آنکہ پوشید پیرہن را می شتافت
بوئے پیراہانِ یوسفؑ می نیافت

جس نے پیرہن حاصل کیا تھا وہ دوڑ رہا تھا
(حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو محسوس نہیں کیا تھا

دانکہ صد فرسنگ زاں سو بود او
چونکہ بد یعقوبؑ می بوئید بو

وہ جو اُس جانب سے سینکڑوں فرسخ تھا
چونکہ وہ حضرت یعقوبؑ تھے وہ خوشبو سونگھ رہے تھے

اے بسا عالم زدانش بے نصیب
حافظِ علم ست آں کس نے حسیب

بہت سے عالم ہیں، جو سمجھ سے محروم ہیں
وہ عالم علم کا نگہبان ہے، نہ کہ محبوب

مستمع[3] از وے ہمی یابد مشام
گرچہ باشد مستمع از جنس عام

سُننے والا، اُس کی خوشبو حاصل کرلیتا ہے
خواہ سُننے والا عوام میں سے ہو

زانکہ پیراہن بدستش عاریہ است
چوں بدست آں نخاسی جاریہ است

کیونکہ اُس کے پاس لباس عاریتی ہے
جیسے کہ غلام فروش کے ہاتھ میں لونڈی ہوتی ہے

جاریہ پیش نخاسی سرسریست
در کف او از برائے مشتریست

غلام فروش کے لئے وہ لونڈی تھوڑی دیر کیلئے ہے
اُس کے قبضہ میں خریدار کے لئے ہے

قسمت حق ست روزی خواہ نے
ہر یکے را سوئے دیگر راہ نے

اللہ (تعالیٰ) کی تقسیم ہے نہ کہ روزی چاہنے والے کی
کسی کے لئے دوسرے کی جانب راستہ نہیں ہے

یک خیالے نیک باغ آں شدہ
یک خیالے زشت راہ ایں زدہ

ایک اچھا خیال، اُس کیلئے گلزار بن گیا
ایک بُرا خیال، اس کے لئے راہزن بن گیا

ایک عارضی چیز ہے اسکی مثال اُس غلام فروش کی سی ہے جسکے پاس خرید کرنے کیلئے کوئی لونڈی ہو وہ اُس سے بے بہرہ رہتا ہے خریدار اُس سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ نخاسی بردہ فروش کو کہتے ہیں۔ یہ تمام تقسیم اللہ کی جانب سے ہے جس کا جو حصہ ہے وہ اُسکو ملتا ہے طالب کا اُس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ ایک خیال ایک شخص کے نصیب میں ہے

---

[1] سفرہ: حضرت یوسفؑ کے بھرے کا دسترخوان حضرت یعقوبؑ کے لئے انوار و برکات سے پُر تھا بھائیوں کے لئے خالی تھا۔ جو لوگ نا شستہ۔ جن لوگوں کے دل نجاست سے پُر ہیں اُن کو انوار نظر نہیں آتے ہیں اسی لئے کفار کو خدا کا دیدار نہ ہوگا نماز میں کیفیات اُس شخص کو میسر آئیں گی جو قلب کو مصفّیٰ کرکے حضورِ قلب کے ساتھ نماز پڑھے گا۔ جانہا۔ جانوں کی جانوں کیلئے عشق غذا ہے۔ مجموع۔ مشہور مقولہ ہے کہ الجوع طعام الصدیقین الجوع طعام صدیقوں کی غذا ہے۔

[2] جوع۔ حضرت یعقوبؑ میں حضرت یوسفؑ کی طلب صادق تھی اسی لئے انھیں دور سے اُنکی خوشبو محسوس ہو گئی۔ آنکہ بشست۔ وہ شخص جو حضرت یوسفؑ کی قمیص حضرت یعقوبؑ کے پاس لیکر آیا وہ طلب صادق سے خالی تھا اسلئے اُس قمیص میں کوئی خوشبو معلوم نہ ہوئی۔ تاآنکہ حضرت یعقوبؑ قمیص سے سینکڑوں میل کے فاصلہ پر تھے اُن کو اُس کی خوشبو محسوس ہو گئی۔ اے بسا۔ جو عالم بے عمل ہیں اُنکی مثال حضرت یوسفؑ کی قمیص لیجانے کی سی ہے

[3] مستمع۔ عالم بے عمل کے وعظ اور علم سے وہ جاہل جن میں طلب صادق ہوتی ہے فائدہ اُٹھا لیتے ہیں۔ پیراہن۔ بے عمل عالم کے پاس تسلم

آں[1] خیالے از اثر باغے شدہ
وہ خیال نتیجہ کے اعتبار سے باغ ہو گیا

ویں خیالے عالمے برہم زدہ
اس خیال نے جہان کو تہ و بالا کر دیا

آں خدائے کز خیالے باغ ساخت
وہ خدا (تعالیٰ) جس نے ایک خیال سے باغ بنایا

وز خیالے دوزخ و جائے گداخت
اور ایک خیال سے دوزخ اور پگھلنے کی جگہ بنادی

پس کہ داند راہِ گلشنہائے او
پس کہ داند جائے گلخنہائے او

اس کے باغوں کا راستہ کون جانتا ہے؟
اس کی بھٹیوں کا راستہ کون جانتا ہے؟

دیدہ بانِ دل نہ بیند در مجال
کز کدامیں رکنِ جاں آید خیال

دل کا محافظ تنگ دل میں نہیں دیکھتا ہو
کہ جان کے کونے گوشے سے یہ خیال آتا ہے

جز[2] مگر آں دل کہ دارد عونِ حق
کون اور انیست کردہ کونِ حق

سوائے اس دل کے جسکو اللہ (تعالیٰ) کی مدد حاصل ہو
اللہ (تعالیٰ) کے وجود نے اسکے وجود کو فنا کر دیا ہے

گر بدیدے مطلعش راز اعتیال
بند کردے راہِ ہر ناخوش خیال

اگر تدبیر سے اس کے آنے کی جگہ کو دیکھ سکتا
تو ہر برے خیال کا راستہ بند کر دیتا

کے رسد جاسوس را آنجا قدم
کہ بود مرصاد و در بندِ عدم

جاسوس کا وہاں قدم کب پہنچتا ہے
جو عدم میں محفوظ اور گھات کی جگہ ہو

دامنِ فضلش بکف کن کور وار
قبضِ اعمی ایں بود اے شہریار

اندھوں کی طرح اسکی رحمت کے دامن کو پکڑ لے
اے شاہ! اندھے کا پکڑنا یہ ہوتا ہے

دامنِ او امر و فرمانِ ویست
نیکبختے کہ تقیٔ جانِ ویست

حکم اور فرمان اس کا دامن ہے
وہ نیک بخت ہے جس کی جان متقی ہے

آں[3] یکے در مرغزار و جوئے آب
واں یکے پہلوئے او اندر عذاب

ایک چمنستان اور پانی کی نہر میں ہے
اور ایک اس کے پہلو میں عذاب میں ہے

او عجب ماندہ کہ ذوقِ او ز چیست
واں عجب ماندہ کہ ایں را جنس کیست

وہ تعجب میں ہے کہ اس کا لطف کس چیز میں ہے
اور وہ تعجب میں ہے کہ یہ کس جنس کی ہے

ہیں چرا شکی کہ اینجا چشمہاست
ہیں چرا زردی کہ اینجا صد دواست

خبردار! تو کیوں خشک ہے یہاں چشمے ہیں
خبردار تو کیوں پیلا ہے یہاں سینکڑوں دوائیں ہیں

راحت اٹھانے والے پر متعجب ہے اور راحت اٹھانے والا تکلیف اٹھانے والے پر۔ ہیں۔ راحت پانے والا، تکلیف اٹھانے والے سے کہتا ہے کہ تو بھی ادھر آجا کیوں تکلیف اٹھاتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں ادھر نہیں آسکتا ہوں یہی مومن اور کافر کا حال ہے۔

[1] آں خیالے۔ نیک خیال کے نتیجہ میں انسان کو راحت و آرام حاصل ہوتا ہے بد خیال عالم کی تباہی کا سبب بنتا ہے آں خدائے۔ یہ خیالات کی تقسیم اور عطا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ پس کہ داند۔ انسان یہ نہیں سمجھ سکتا کہ کونسے خیالات آرام دہ ہیں اور کونسے خیالات تباہ کن ہیں۔ دیدہ بان دل۔ کہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کے دل میں خیالات کس راہ سے آتے ہیں۔ رکن۔ گوشہ۔

[2] جز مگر۔ انسان اپنے لئے اچھے برے خیالات کو خود کی مدد سے پہچان سکتا ہے کیونکہ یہ خیالات اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں انسان کے ساتھ نہیں ہیں۔ مطلعش۔ یعنی خیالات کے آنے کی راہ۔ کے رسد خیالات کے کہ کسی راہ عدم میں ہے اور جاسوس مقید بوجود ہے تو عدم تک اسکی رسائی ناممکن ہے مرصاد۔ گھات کی جگہ۔ دامن۔ ان خیالات کی راہ اگر معلوم کرنی ہے تو اللہ کے فضل کا دامن اللہ کے احکام ہیں انکے وابستہ ہو جا۔

[3] آں یکے۔ اب اللہ کی تقسیم کا پھر ذکر شروع کیا ہے نیک بخت اور بد بخت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص تو باغ اور نہروں سے لطف اندوز ہے اسکے پاس ہی ایک شخص گرمی اور پیاس کی تکلیف برداشت کر رہا ہے او عجب۔ تکلیف اٹھانیوالا

همنشینا هیں[1] بیا اندر چمن — گو مرا اے جاں من نیارم آمدن
اے ساتھی! خبردار چمن میں آجا — وہ کہتا اے دوست! میں نہیں آسکتا

هیں بیا جاناں کہ پایت بستنیست — گویدش نے نے تنانم تو بایست
خبردار اے دوست! آجا کیونکہ تیرے پاؤں بندھے — وہ اس سے کہتا ہے نہیں نہیں مجھ میں سکت نہیں تو

یک مثل آمد دریں معنی بگفت — بوکہ یابی زیں بیاں سرِ نہفت
اس سلسلہ میں ایک کہاوت کہی گئی ہے — شاید کہ تو اس بیان سے چھپے ہوئے راز کو محسوس کرلے

اندریں معنی بگویم قصہ — گوش بگشا تا بری زاں حصہ
اس سلسلہ میں میں ایک قصہ سناتا ہوں — کان کھول لے تاکہ تو اس میں سے حصہ پالے

حکایت غلام امیر کہ اُنس عظیم داشت در مناجات و نماز باحق

ایک حاکم کے اس غلام کا قصہ جو کہ اللہ تعالیٰ کی نماز اور سرگوشی سے بہت محبت رکھتا تھا

در زمانے بود امیرے از کرام — بود سنقر[2] نام او را یک غلام
ایک زمانہ میں بڑے لوگوں میں سے ایک حاکم تھا — اس کا ایک غلام سنقر نام کا تھا

میر مشد محتاج گرما بہ سحر — بانگ زد سنقر هلا بردار سر
صبح کو حاکم کو حمام کی ضرورت ہوئی — اس نے پکارا، سنقر! خبردار اٹھ جا

طاس و ازار و گل از اتنوں بگیر — تا بگرما بہ رویم از ناگزیر
طشلا اور تہبند اور (صابن) بٹی اتنون سے لیلے — تاکہ ضرورت کی وجہ سے ہم حمام میں جائیں

سنقر آں دم طاس و ازارِ نکو — برگرفت و رفت با او دو[3] بدو
سنقر نے فوراً طشلا اور اچھا تہبند — لے لیا، اور اس کے ساتھ ساتھ چلا

مسجدے بر رہ بدو بانگ صلا — آمد اندر گوشِ سنقر بر ملا
راستے میں مسجد تھی اور بلاوے کی آواز — صاف طور پر سنقر کے کان میں آئی

بود سنقر سخت مولع در نماز — گفت اے میرِ من اے بندہ نواز
سنقر نماز کا بہت شوقین تھا — بولا اے میرے آقا! اے بندہ پرور

تو بریں دکاں زمانے صبر کن — تا گزارم فرض و خوانم لم یکن
آپ اس دکان پر تھوڑی دیر ٹھہریں — تاکہ میں نماز ادا کروں اور لم یکن پڑھ لوں

رفت سنقر میر در دکاں نشست — منتظر از بادۂ پندار مست
سنقر چلا گیا، آقا دکان پر بیٹھ گیا — منتظر ہو کر غرور کی شراب سے مست

---

[1] ہیں بیا۔ تیرے پاؤں میں بیڑی نہیں ہے چلا آ یہ اس سے کہتا ہے کہ تو بھی ادھر نہ جا ٹھہر جا، فرشکہ دونوں اپنی اپنی جگہ قائم ہیں نہ یہ اس کا کہنا مانتا ہے نہ وہ اس کا، ہر ایک تقسیم خداوندی کے مطابق اپنا اپنا حصہ حاصل کر رہا ہے۔ قصہ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ آقا مسجد میں نہیں پہنچ ... رہا تھا اور غلام باہر نہیں نکل .... رہا تھا یہی حال مومن اور کافر کا ہے۔

[2] سنقر۔ اس امیر کے غلام کا نام سنقر تھا۔ مناجات۔ یعنی اس کو نہانے کی حاجت ہو گئی۔ بردار سر۔ یعنی بستر سے اٹھ جا۔ طاس۔ طشلا۔ ازار۔ ازار، تہبند۔ گل۔ یعنی کلمانی بٹی جس کو ملکر نہایا جاتا تھا۔ اتنون۔ زیر شرع، اس امیر کی لونڈی کا نام تھا۔

[3] دو بدو۔ دواں دواں۔ بانگ صلا۔ دعوت کی آواز یعنی اذان۔ مولع۔ فریفتہ۔ لم یکن۔ یعنی سورۃ البینہ۔ بادۂ پندار۔ یعنی وہ اپنے غرور میں مست تھا۔

میر از بہرِ دلِ آں زندہ[1] جاں — کرد یک ساعت توقف بر دکاں

آقا نے اُس زندہ روح کی خاطر سے — تھوڑی دیر دکان پر توقف کیا

چوں امام و قوم بیروں آمدند — از نماز و وردہا فارغ شدند

جب امام اور لوگ باہر آئے — نماز اور وظیفوں سے فارغ ہو گئے

سُنقُر آں جا ماند تا نزدیکِ چاشت — میر سنقر را زمانے چشم داشت

سنقر چاشت کے وقت تک وہاں رہا — آقا ایک وقت تک سنقر کا منتظر رہا

گفت اے سنقر چرا نائی بروں — گفت می نگزاردم اے ذو فنوں[2]

بولا اے سنقر! تو باہر کیوں نہیں آتا ہے! — اس نے کہا اے ہنر مند! وہ مجھے نہیں چھوڑتا

صبر کُن نِک آمدم اے روشنی — نیستم غافل کہ در گوشِ منی

صبر کر اے روشنی! میں ابھی آیا — میں غافل نہیں ہوں تو میرے کان میں ہے

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد — تا کہ عاجز گشت از تیباش مرد

اُس نے سات بار صبر کیا اور آواز دی — حتی کہ آقا اُس کی ٹال مٹول سے عاجز آ گیا

پاسخش[3] ایں بود می نگزاردم — تا بروں آیم ہنوز اے محترم

اُس کا یہی جواب تھا مجھے نہیں چھوڑتا ہے — اے محترم! تاکہ میں ابھی باہر نکلوں

گفت آخر مسجد اندر کس نماند — کیست دامیدار و آنجا کت نشاند

بالآخر اُس نے کہا مسجد میں کوئی نہیں رہا — کون روکتا ہے وہاں تجھے کس نے بٹھا دیا ہے!

گفت آنکہ بستہ است از بروں — بستہ است او ہم مرا از اندروں

اُس نے کہا وہی جس نے تجھے باہر باندھ دیا ہے — اُسی نے مجھے اندر باندھا ہے

آنکہ نگذارد ترا کآئی دروں — می نہ بگذارد مرا کایم بروں

جو تجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ تو اندر آئے — وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ میں باہر نکلوں

آنکہ نگذارد کزیں سُو پا نہی — اُو بدیں سُو بست یا ایں را رہی

وہ جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو اِس طرف قدم دھرے — اُسی نے اِس جانب اِس غلام کو پابند کر دیا ہو

ماہیاں[4] را بحر نگذارد بروں — خاکیاں را بحر نگذارد دروں

سمندر مچھلیوں کو باہر نکلنے نہیں دیتا — سمندر خشکی کے جانوروں کو اندر نہیں آنے دیتا

اصلِ ماہی ز آب و حیواں از گِل ست — حیلہ و تدبیر اینجا باطل ست

مچھلی کی اصل پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے — اِس جگہ کوئی حیلہ اور تدبیر بیکار ہے

---

[1] زندہ جاں۔ یعنی سنقر۔ زندہ دل۔ یعنی وہ اوراد و اذکار جو نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں چشم داشت۔ منتظر رہا۔ در گوشِ منی۔ یعنی میں تیری آواز سن رہا ہوں۔ تیباش۔ ٹال مٹول، انتظار۔

[2] پاسخش۔ یعنی سنقر ہر مرتبہ حاکم سے یہ کہتا تھا کہ وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ گفت۔ حاکم نے کہا مسجد میں تو کوئی شخص نہیں رہا اب باہر آ گئے تجھے کون روک رہا ہے۔ گفت آنکہ۔ سنقر نے جواب دیا جو ذات تجھے اندر آنے سے روک رہی ہے وہی مجھے باہر نکلنے سے روک رہی ہے۔ ذو فنون۔ ہنر مند۔ غلام۔

[3] ماہیاں۔ ایک ہی سمندر ہے جو مچھلیوں کو باہر نکلنے سے روکتا ہے اور خشکی کے جانوروں کو اندر آنے سے روکتا ہے۔ اصل۔ ہر جنس اپنی جنس کو کھینچتی ہے غیر جنس کو دفع کرتی ہے دریا اور مچھلی ایک جنس ہے لہٰذا دریا مچھلی کو کھینچتا ہے خشکی کے جانوروں کی اصل مٹی ہے پانی مٹی کو غیر جنس ہونے کی وجہ سے دفع کرتا ہے۔

قفل[1] زفت ست و گشاینده خدا — دست در تسلیم زن واندر رضا

قفل بھاری ہے اور کھولنے والا اللہ تعالیٰ ہے — تسلیم اور رضا پر دستگاہ حاصل کرو

ذرہ ذرہ گر شود مفتاحہا — ایں کشایش نیست از جز کبریا

ایک ایک ذرہ، اگر کنجیاں بن جائیں — یہ کشادگی، بجز خدا کے (ممکن) نہیں ہے

چوں فراموشت شود تدبیر خویش — بخت یابی اے جواں از پیر خویش

جبکہ تجھ سے تیری تدبیر فراموش ہو جائے — اے جوان! تو اپنے پیر سے نصیب حاصل کریگا

چوں فراموش خودی یادت کنند — بندہ گشتی وانگہ آزادت کنند

جب تو خودی کو فراموش کر دیگا وہ تجھے یاد کرینگے — تو غلام بن جائیگا، تو وہ تجھے آزاد کریں گے

گر تو خواہی حُرّی و دلِ زندگی — بندگی کُن بندگی کُن بندگی

اگر تو آزادی اور دل کی زندگی چاہتا ہے — غلامی کر، غلامی کر، غلامی

از خودی[2] بگذر کہ تا یابی خدا — فانیِ حق شو کہ تا یابی بقا

خودی سے گذر جا تاکہ تو خدا کو پالے — حق میں فنا ہو جا، تاکہ تو بقا حاصل کرے

گر ترا باید وصالِ راستیں — محو شو واللہُ اعلَم بالیقیں

اگر تجھے سچوں کا وصال درکار ہے — تو مٹ جا اور اللہ تعالیٰ یقیناً زیادہ جانتا ہے

نومید شدن انبیاء علیہم السلام از قبول و ہدایت منکران قولہ تعالیٰ حتیٰ اذا استیأس الرسل

انبیاء علیہم السلام کا منکروں کے قبول اور ہدایت سے ناامید ہونا اللہ تعالیٰ کا قول ہے یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے

انبیا گفتند در خاطر کہ چند — میدہیم این را و آنرا وعظ و پند

انبیاء نے دل میں کہا کہ کب تک — ہم اس اور اس کو وعظ اور نصیحت کریں؟

چند[3] کوبیم آہنِ سرد ے زغے — در دمیدن در قفس ہیں تا بکے

کمار ہی سے ٹھنڈے ہوئے لوہے کو ہم کب تک کوٹیں؟ — ہاں پنجرے میں پھونک بھر تا کب تک؟

دُم خر پیمودن آخر تا بچند — چوں نیفزاید جوے جُز ریشخند

گدھے کی دُم ناپنا آخر کب تک — جبکہ سوائے مذاق کے اس میں ایک جَو کا فائدہ نہیں ہے

جنبش خلق از قضا و وعدہ است — تیزیِ دنداں ز سوزِ معدہ است

مخلوق کی حرکت قضا اور وعدۂ الٰہی سے ہے — دانتوں کی تیزی معدہ کی سوزش سے ہے

---

[1] قفل جسمی نہایت کا قفل بہت سخت ہوتا ہے، یہ صرف اللہ کے فضل سے کھلتا ہے لہٰذا تم راضی برضاء خداوندی ہو جاؤ تب یہ قفل کھلے گا ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ ممکن کی واجب کی طرف کشش ہو سکے۔ پوں۔ انسان جب اپنی تمام تدابیر سے یہ قفل نہ کھول سکے تو شیخ کی طرف رجوع کرے مُرید کو جب خود فراموشی حاصل ہو جاتی ہے تب شیخ اُس کو یاد کرتا ہے جب مُرید شیخ کا غلام بن جاتا ہے تو شیخ اُس کو علائق دنیوی سے آزادی عطا کر دیتا ہے۔ گر تو خواہی۔ اگر تمہیں آزادی کی تمنا ہے اور دل کی زندگی چاہتے ہو تو عبادت اور اطاعت اختیار کرو۔

[2] از خودی۔ خودی کو چھوڑ کر فنا فی اللہ حاصل کرنے پر بقاء دوام حاصل ہوتا ہے۔ گر تو۔ محمد یقین سے وصال اُس وقت حاصل ہوگا جب انسان اپنے آپ کو فنا کر ڈالے گا۔ نومید شدن اب مولانا نے انبیاء اور کفار کا تذکرہ پھر شروع کیا ہے انبیاء منکرین کے انکار سے انبیاء انکی اصلاح سے مایوس ہو جاتے تھے۔

[3] چند۔ انبیاء نے مایوس ہو کر سوچا کہ ان منکروں کو نصیحت کرنا تو ایسا ہی بیکار ہے جیسا کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا یا سوراخ دار پنجرے میں پھونک بھرنا۔ دم۔ اُن لوگوں کو نصیحت کرنا بیکار اور مذاق اڑوانے کا سبب ہے جنبش۔ پھر سوچا جب اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر سے ہے جبتک اُدھر سے کشش نہ ہو انکی ہدایت ناممکن ہے بھوگ کھتی ہو تو دانت چلتے ہیں۔

نفسِ[1] اوّل راند بر نفسِ دوم — ماہی از سر گندہ باشد نے ز دم
پہلے نفس نے دوسرے نفس پر حکم چلایا — مچھلی سر کی جانب سے سڑتی ہے دُم کی جانب سے

لیک ہم میدان و خر میران جمع تیر — چونکہ بلّغ گفت حق شد ناگزیر
لیکن سمجھ بھی بیل اور تیر کی طرح گھوڑے کو اکٹھا کرو — چونکہ اللہ (تعالیٰ) نے تبلیغ کرنا فرمایا (لہٰذا) ضروری ہے

تو نمیدانی کزیں دو کیستی — جہد کن چندانکہ بینی چیستی
تو نہیں جانتا کہ ان دو میں تو کون ہے؟ — کوشش کر جتنی کہ تو جان لے کہ تو کیا ہے

چوں نہی بر پشتِ کشتی بار را — بر توکل می کنی آں کار را
جب تو کشتی پر سامان لادتا ہے — اُس کام کو تو توکل (کی بنا) پر کرتا ہے

تو نمیدانی[2] کزیں ہر دو کئی — غرقہ اندر سفر یا ناجئی
تو نہیں جانتا کہ تو ان دو میں کونسا ہے — سفر میں ڈوبنے والا ہے یا بچنے والا ہے

گر بگوئی تا ندانم من کیم — در نخواہم تاخت بر کشتی و یم
اگر تو کہے کہ جبتک میں جان لوں کہ میں کون ہوں — میں کشتی اور سمندر پر نہ جاؤں گا

من دریں رہ ناجیم یا غرقہ ام — کشف گرداں کز کدامیں فرقہ ام
میں اس راستے میں بچنے والا ہوں یا ڈوبنے والا — واضح کردے، میں کس فرقہ میں سے ہوں

من نخواہم رفت ایں رہ با گماں — بر امیدِ خشک ہمچوں دیگراں
میں اس راستہ پر گمان کے ساتھ نہ جاؤنگا — دوسروں کی طرح خالی اُمید پر

ہیچ[3] بازرگانیئے ناید ز تو — زانکہ در غیب ست بہتر ایں دو رو
تجھ سے کوئی تجارت نہ ہوسکے گی — کیونکہ ان دونوں رُخوں کا راز غیب میں ہے

تاجرِ ترسندہ طبعِ شیشہ جاں — در طلب نے سود دارد نے زیاں
ڈرنے والا، نازک دل، تاجر — طلب میں نہ نفع کماتا ہے نہ نقصان

بل زیاں دارد کہ محروم ست و خوار — نور او یابد کہ باشد شعلہ خوار
بلکہ نقصان اُٹھاتا ہے کیونکہ وہ محروم اور ذلیل ہے — نور وہ حاصل کرتا ہے جو شعلے کو سمجھنے والا ہو

چونکہ بر بوک ست جملہ کار ہا — کارِ دیں اولیٰ کزیں یابی رہا
چونکہ تمام کاروبار اُمید پر ہے — (تو) دین کا کام زیادہ مستحق ہے کہ تو اس میں کوشش کرے

نیست دستوری درین جا قرع باب — جز اُمید اللہ اعلم بالصواب
اس جگہ دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت نہیں — سوائے اُمید کے، خدا بہتر جانتا ہے

---

[1] نفسِ اول۔ انبیاء علیہم السلام کی قلتِ تعداد ہے جو کچھ ہے عالمِ بالا کی طرف سے ہے۔ لیک۔ لیکن قضاء و قدر کے پیشِ نظر عمل و سعی ترک نہیں کیجاسکتی ہے انہیں تو پیغام پہنچانے کا حکم ہے خواہ وہ مفید ہو یا نہ ہو۔ یعنی چیستی۔ یعنی یہ تو مرنے کے بعد پتہ چلیگا کہ انسان جنتی ہے یا جہنمی لیکن زندگی میں اس کو عمل کرتے رہنا چاہیئے۔ چوں ہمہ۔ دنیا کے تمام کاروبار توقع اور اُمید پر مبنی ہیں تاجر دریائی سفر کرتا ہے تو نفع موہوم کی امید پر کرتا ہے۔

[2] تو نمیدانی۔ تاجر سمندری سفر کرتا ہے تو اسکو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ ڈوبیگا یا پار ہو جائیگا۔ جن نخواہم۔ اگر کوئی تاجر کہے کہ جب تک مجھے بچنے کا یقین نہ ہو جائے تو میں تجارت کے لئے سمندری سفر نہ کروں گا۔ امید خشک۔ یعنی موہوم امید۔

[3] ہیچ۔ اس طرح کا تاجر کبھی تجارت نہیں کرسکتا۔ دو رو۔ یعنی ڈوبنا اور پار ہونا۔ تاجرِ ترسندہ۔ اس طرح ڈوبنے والا تاجر نہ نفع کما سکتا ہے نہ نقصان۔ بل۔ پہلے مصرعہ میں نقصان اُٹھانیکا انکار کیا تھا اب فرماتے ہیں کہ نہیں ایسا تاجر نقصان میں ہے نفع سے محروم رہنا اور ذلیل ہونا نقصان ہے۔ چونکہ جبکہ دنیا کے سارے کاروبار موہوم نفع کی بنیاد پر چلتے ہیں تو دین

بیان آنکہ ایمانِ مُقلّد خوف ست و رجا

اس کا بیان کہ مقلد کا ایمان امید و بیم میں ہے

داعی[1] ہر پیشہ امید ست و بوک
ہر پیشے کی محرک امید اور تمنا ہے

گرچہ گردن شاں کوشش شد چو دوک
اگرچہ ان کی گردن کوشش میں تکلے کی طرح ہو گئی ہے

بامداداں چوں سوئے دکّاں رود
صبح کو وہ جب دکان کی جانب جاتا ہے

برامید و بوکِ روزی میرود
کمائی کی امید اور تمنا پر جاتا ہے

بوکِ روزی نبودت چوں میروی
تجھے روزی کی امید نہ ہو تو کیوں جائے؟

خوفِ حرماں ہست تو چونی قوی
محرومی کا ڈر ہے تو تو قوی کیوں ہے؟

خوفِ حرمانِ ازل در کسبِ قوت
روزی کمانے میں ازلی محرومی کے ڈر نے

چوں نکردت سُست اندر جستجوت
تجھے تیری جستجو میں سست کیوں نہ کیا؟

گوئی[2] آرے خوفِ حرماں ہست پیش
تو کہتا ہے کہ ہاں محرومی کا ڈر پیش نظر ہے

ہست اندر کاہلی ایں خوف بیش
(لیکن) سستی میں یہ ڈر زیادہ ہے

ہست در کوشش امیدم بیشتر
کوشش میں مجھے زیادہ امید ہے

دارم اندر کاہلی افزوں خطر
سستی میں مجھے زیادہ خطرہ ہے

پس چرا در کاردیں اے بدگماں
اے بدگمان! پھر دین کے کام میں کیوں

دامنت می گیرد ایں خوفِ زیاں
یہ نقصان کا خوف تیرا دامن پکڑ لیتا ہے؟

یا ندیدی کاہلِ ایں بازارہا
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اس بازار والے

درچہ سُود ند انبیا و اولیا
انبیاء اور اولیاء کس قدر نفع میں ہیں

زیں دکاں رفتن چہ کاں شاں رُو نمود[3]
اس دکان سے جانے نے انکو کس کان دکھائی

اندریں بازار چوں پستند سُود
اس بازار میں انھوں نے کیسا نفع کمایا!

آتش آنرا رام چوں خلخال شُد
ان کے لئے آگ پازیب کی طرح زیور بن گئی

بحر ایں را رام چوں حمّال شُد
سمندر (بوجھ) اٹھانے کی طرح انکا زیر بار

از دمِ آں مُردہ زندہ شُدہ
اُن کے پھونک مارنے سے مُردہ زندہ ہوا

ابر آنرا سائبانے آمدہ
ابر اُن کے لئے سائبان بنا

---

[1] داعی۔ انسان جو پیشہ کرتا ہے وہ محض امید پر کرتا ہے اور انہیں آتی مصیبتیں جھیلتا ہے کہ اس کی گردن تکلے کی طرح ہو جاتی ہے۔ بامداداں۔ صبح سویرے نفع کی امید پر دکان کھولتا ہے۔ بوک۔ اگر نفع کی امید نہ ہو تو کبھی دکان نہ کھولے۔ خوفِ حرماں۔ یہاں اس محرومی اور نقصان کا لامحالہ خوف ہے لیکن انسان کی کوشش میں کوئی فرق نہیں آتا ہے تو دین کے معاملہ میں محرومی کے خوف سے سستی کیوں برتی جائے۔ گوئی۔ کہا نا۔ روزی۔

[2] گوئی۔ دنیاوی معاملات میں تو خود کہتا ہے کہ کام کرنے میں جو محرومی کا خوف ہے سستی برتنے اور کام نہ کرنے میں اس سے زیادہ محرومی کا خوف ہے۔ ہست۔ دنیاوی معاملات میں انسان کہتا ہے کہ کوشش میں بہرحال امید ہے اور سستی میں تو بہت خطرات ہیں۔ پس۔ جب دنیاوی معاملات میں یہ تقریر ہے تو دین کے معاملات میں یہ تقریر کیوں نہیں کیجاتی ہے یا مدد کی۔ دین کے معاملات میں کوشش کرکے کامیاب ہونے والوں کی مثالیں دنیا میں بہت ہیں۔

[3] زیں دکاں۔ دنیا کی دکان سے انبیاء اور اولیاء نے وہ نفع کمایا ہے کہ جب وہ اس دکان سے لوٹے ہیں تو نہ صرف روپیہ ہی نہیں بلکہ سونے چاندی کی کانیں لی ہیں۔ آتش۔ اس دنیا کی دکان سے حضرت ابراہیمؑ نے وہ نفع کمایا کہ آگ گلزار اور نمرود بس گیا۔ بحر۔ حضرت موسیٰؑ کی دریا نیل نے مثال کی۔ از دمِ۔ حضرت عیسیٰؑ کے پھونک مارنے سے مُردہ زندہ ہوئے۔ ابر۔ اکھڑ پر بادل نے سایہ کیا۔

آہن[1] آنرا رام ہمچوں موم شُد — باد آنرا بندۂ و محکوم شُد
لوہا ان کے لئے موم کی طرح فرمانبردار تھا — ہوا اُن کی غلام اور محکوم ہوئی

شُد بُراں در دفعِ دشمن چوب مار — عنکبوتے شُد مر ایں را پردہ دار
دشمن کو دفع کرنے کیلئے لکڑی اُن کیلئے سانپ بنی — مکڑی اُن کے لئے پردہ گر نیوالی بنی

بیان آنکہ رسول علیہ السلام فرمودہ اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَوْلِیَاءِ اَخْفِیَاء

اس کا بیان کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے کچھ پوشیدہ ولی ہیں

قومِ دیگر سخت پنہاں میروند — شہرۂ خلقانِ ظاہر کے شوند
کچھ دوسرے لوگ ہیں جو بہت پوشیدہ چلتے ہیں — (وہ) ظاہری مخلوق میں کب مشہور ہوتے ہیں

اینہمہ دارند و چشمِ ہیچ کس — بر نیفتد بر کیاشاں یک نفس
یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ — اُن کی بزرگی پر ایک دم کے لئے نہیں پڑتی

ہم کرامت شاں ہم ایشاں در حرم[2] — نامِ شاں را نشنوند ابدال ہم
اُنکی کرامت بھی (اور) وہ خود بھی حریم میں ہیں — ابدال بھی اُن کا نام نہیں سنتے ہیں

یا نمیدانی کرمہائے خدا — کوترا میخواند ایں سُو کہ بیا
کیا تو نہیں جانتا کہ خدا کے کرم ہیں — جو تجھے پکارتے ہیں کہ اس طرف آجا

شش جہت عالم ہمہ اکرامِ اوست — ہر طرف کہ بنگری اعلامِ اوست
عالم کی شش جہت میں اُس کے اکرام ہیں — تو جس طرف دیکھے اُس کی نشانیاں ہیں

چوں کریمے گویدت آتش درآ — اندر آ زود و مگو سوزد مرا
جب کریم تجھے کہے، کہ آگ میں آجا — جلد اندر آجا اور نہ کہہ کہ وہ مجھے جلا دیگی

کوز آتش نرگس و نسرین کند — وز میانش غنچہا سر بر زند
کیونکہ وہ آگ سے نرگس اور نسرین بناتا ہے — اُس کے اندر سے غنچے کھلتے ہیں

در حقیقت آتش از ہیبت چو ماست — گاذر دستار خوانِ انبیاست
درحقیقت آگ خوف سے پانی کی طرح ہے — (وہ) انبیاء کے دسترخوان کا دھوبی ہے

حکایت[3] مندیل در تنور انداختنِ انس رضؓ بن مالک و ناسوختن او

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کا رومال کو تنور میں ڈالنے اور اُس کے نہ جلنے کا قصہ

---

[1] آہن۔ حضرت داؤدؑ کے لئے لوہا موم بنا۔ باد۔ حضرت سلیمانؑ کا تخت اٹھائے ہوا کندھوں پر لئے پھرتی تھی۔ چوب۔ حضرت موسیٰؑ کی لکڑی اژدہا بنی۔ عنکبوت۔ آنحضورؐ کیلئے غارِ ثور میں مکڑی نے جالا تنا جس کی وجہ سے آنحضورؐ کو دشمن نہ پکڑ سکے۔ بیان۔ انبیاء نے جو نفعے کمائے اُن کو ذکر کرنے کے بعد اولیاء کے نفعوں کا ذکر شروع کیا ہے۔ قومِ دیگر۔ اولیاء کی ایک جماعت وہ ہے جس کو ابدال تک نہیں پہچان سکتے تو عوام اُن کو کیا سمجھتے۔ اینہمہ دارند۔ جو انبیاء کے نفعے ہیں وہ انکو حاصل ہیں۔

[2] در حرم۔ یعنی وہ اولیاء اور اُنکی کرامتیں اللہ کے حریم میں پوشیدہ ہیں۔ یا نمیدانی۔ دین کے بارے میں تیری سستی اس لئے ہے کہ تجھے یہ خبر نہیں کہ حضرت حق کی رحمتیں تجھے اپنی طرف بُلاتی ہیں۔ شش۔ یعنی تیرے دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں۔ اعلام۔ علم کی جمع، نشانی۔ چوں کریمے۔ شعر کہ وہ کریم آگ کو گلزار بنا دیگا اور اُسمیں پھول کھلیں گے۔ تا۔ پانی۔ گاذر۔ دھوبی۔

[3] حکایت۔ اس واقعہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انبیاء اولیاء کے حکم سے آگ، پانی کا کام کردیتی ہے۔

از انسؓ فرزندِ مالک آمدہ است — کہ بمہمانی اُو شخصے شدہ است

انسؓ، مالک کے بیٹے کی بات منقول ہے — کہ ایک شخص اُن کا مہمان بنا

اُو حکایت کرد کز بعدِ طعام — دید انسؓ دستارِ خواں را زرد فام[1]

اُس نے بیان کیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد — (حضرت) انسؓ نے دسترخوان کو پیلا دیکھا

بر چرکنِ دالودہ گفت اے خادمہ — اندر افگن در تنورش یک دمہ

میلا اور سنا ہوا، فرمایا اے لونڈی! — ایک دم اُس کو تنور میں ڈال دے

در تنورِ پُر ز آتش در فگند — آں زماں دستارِ خواں را ہوشمند

آگ بھرے، تنور میں ڈال دیا — فوراً دسترخوان کو (اُس) ہوشمند نے

جملہ مہماناں دراں حیراں شدند — انتظارِ دُود و کندوری بدند

سب مہمان اِس (معاملے) میں حیران ہو گئے — دسترخوان کے دھوئیں کے منتظر تھے

بعد یک ساعت برآورد از تنور — پاک و اسپید و ازاں دساغ دور

تھوڑی دیر کے بعد اُس نے تنور سے نکالا — پاک اور سفید اور اُس میل کچیل سے دُور

قوم گفتند اے صحابیِ عزیز — چوں نسوزید و منقی گشت نیز

لوگوں نے کہا، اے معزز صحابی! — وہ کیوں نہ جلا اور صاف بھی ہو گیا

گفت زانکہ مصطفےٰ دست و دہاں — بس بمالید اندریں دستارخواں

اُنھوں نے کہا اِسلئے کہ مصطفےٰ نے ہاتھ اور منہ — اِس دسترخوان سے بہت پونچھا ہے

اے دلِ ترسندہ از نار و عذاب — با چناں دست و لبے کن اقتراب

اے آگ، اور عذاب سے ڈرنے والے دل! — ایسے ہاتھ، اور ہونٹ سے نزدیک ہو جا

چوں جمادے را چنیں تشریف داد — جانِ عاشق را چہا خواہد کشاد

جب بے جان کو اُس نے اتنی شرافت دیدی — عاشق کی جان کو کس قدر کشادگی دیگا؟

مر مگسلوخِ کعبہ را چوں قبلہ کرد — خاکِ مرداں باش اے جاں زینہار

کعبہ کے ڈھیلے کو جب اُس نے قبلہ بنا دیا — اے جان! سمرکہ میں مردانِ (حق) کی خاک بنجا

بعد ازاں گفتند با آں خادمہ — تو نگوئی حالِ خود با ایں ہمہ

اُس کے بعد اُنھوں نے اِس خادمہ سے کہا — یہ سب کچھ ہوتے ہوئے تو اپنا حال نہیں بتاتی

چوں[2] فگندی زود آں از گفتِ کے — گیرم اُو بُردست در اسرارِ لے

اُن کے کہنے سے تُو نے جلدی سے کیوں ڈالدیا؟ — میں لے مانا کہ اُن کو رازوں کا پتہ لگ گیا تھا

---

[1] زرد فام یعنی میلا، کچیلا، دھواں اٹھتی ہوئی یک دمہ فوراً۔ در تنور۔ خادمہ نے اُس کو فوراً تنور میں ڈال دیا۔ کندوری۔ رنجوری کے وزن پر، دسترخوان اور ساغ۔ دسغ کی جمع، میل۔ منقی۔ صاف۔ گفت۔ حضرت انسؓ نے فرمایا چونکہ اِس سے بہت سی مرتبہ آنحضورؐ نے ہاتھ منہ پونچھا ہے، اِس لئے اِس کو آگ نہیں جلا سکتی ہے۔

[2] چوں آئے۔ جو آگ کے عذاب سے ڈرتا ہے اُسکو چاہیئے کہ وہ اولیاء اور علماء کی دست بوسی کرلے تاکہ آگ اُس کو نہ ستائے چوں جمادے۔ جب بے جان دسترخوان اِسقدر فیض حاصل کر سکتا ہے تو اندازہ لگاؤ کہ عاشق کی جان کو کیا فیض حاصل نہ ہوگا۔ تر مگسلوخ۔ کعبہ کو باوجود اینٹ پتھر ہونیکے اِس قدر عزت عطا کی گئی ہے تو انسان کو اِس سے زیادہ شرافت حاصل ہو سکتی ہے۔ بعد ازاں۔ اب پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

[3] چوں۔ یعنی حضرت انسؓ تو اِس راز سے واقف تھے لیکن تو واقف نہ تھی تو نے اُنکے کہنے پر بلا تامل دسترخوان کیوں آگ میں ڈالدیا۔ گفت۔ لونڈی نے جواب دیا کہ مجھے بزرگوں پر پورا بھروسہ ہے وہ کوئی غلط بات نہیں کہہ سکتے۔

اینچنیں دستار خوانِ قیمتی
ایسا قیمتی دستر خوان

چوں فگندی اندر آتش اے ستی
اے بی بی! تو نے آگ میں کیسے ڈالدیا؟

گفت دارم بر کریماں اعتمید
اُس نے کہا مجھے بزرگوں پر اعتماد ہے

از عباد اللہ دارم بس اُمید
میں اللہ کے (نیک) بندوں سے بہت اُمید رکھتی

میزرے[1] چہ بُود اگر او گویدم
تہ بند کیا ہوتا ہے، اگر وہ مجھے کہیں

در رَو اندر عینِ آتش بے ندم[2]
بلا جھجک آگ میں چلی جا

اندر افتم از کمالِ اعتقید
پکے اعتقاد کی وجہ سے اندر گھس جاؤں

نیستم زاکرامِ ایشاں ناامید
میں اُن کے کرم سے ناامید نہیں ہوں

سَر دراندازم نہ ایں دستار خواں
میں اپنا سر ڈال دوں نہ صرف اس دستر خوان

زاعتمادِ بر کریم رازداں
رازداں، کریم کے بھروسے پر

اے برادر خود بریں اکسیر زن
اے بھائی! اپنے آپ کو اس اکسیر سے رنگ دے

کم نباید صدقِ مرد از صدقِ زن
مرد کے اعتقاد کی سچائی عورت کی سچائی سے کم نہیں ہوتی

آں دلِ مردے کہ از زن کم بُود
مرد کا وہ دل جو عورت کے دل سے کم ہو

آں دلے باشد کہ کم از شکم بُود
وہ ایسا دل ہے جو پیٹ سے کم ہے

قصۂ[3] فریاد رسیدن رسول علیہ السلام کاروانِ[4] عرب را کہ از تشنگی[5] ہلاک شدند

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے قافلہ کی فریاد پہنچنے کا قصہ جو پیاس سے

تشنگی و بے آبی درماندہ بود و دل بمرگ نہادہ و شتران
اور پانی نہ ہونے سے عاجز ہو گیا تھا اور مرنے کے قریب تھا اور اونٹ

وخلق زبان را از تشنگی بیروں انداختہ
اور لوگ پیاس سے زبانیں باہر نکالے ہوئے تھے

اندر آں وادی گروہے از عرب
اُس وادی میں عرب کے ایک گروہ کی

خشک شد از قحطِ باراں شاں قرب
خشکیں بارش کے قحط کی وجہ سے خشک ہو گئی تھی قریب

درمیانِ آں بیاباں ماندۂ
اُس جنگل میں رہ گیا تھا

کاروانے مرگ بر خود خواندۂ
وہ قافلہ جس نے اپنی موت کو دعوت دیدی تھی

ناگہانے آں مُغیثِ ہر دو کون
اچانک دونوں جہان کے فریادرس

مصطفےٰ[6] پیدا شد از رہ بہرِ عون
مصطفےٰ مدد کے لئے راستہ سے نمودار ہوئے

---

[1] میزر۔ تہبند، ازار۔
[2] بے ندم۔ مجھے بھی پکا اعتقاد
[3] میں آگ میں کود پڑونگی
[4] یعنی دستر خوان تو
[5] اس چیز سے میں خوفناک
[6] میں سر کھسا دونگی اسے بزرگ
مولانا نصیحت فرماتے ہیں
کہ مردوں کا اعتقاد اس
طرح سے کم نہ ہونا چاہیئے۔
اکسیر یعنی انبیاء ما فداہ ابی
اشکم۔ انسان کا پیٹ
مراد ہے۔
[3] قصہ۔ چونکہ انبیاء اور
اولیاء کی صحبت کو اکسیر
قرار دیا گیا ہے اسلئے قصہ
بیان کرتے ہیں جس سے
اس کا اکسیر ہونا ثابت کریں
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے فیض سے اس جنگل کا
رنگ اور آپ بدل گیا۔
[4] کاروان۔ قافلہ قریب۔
قرب کی جمع ہے، مشکیزہ۔
[5] مرگ۔ یعنی انھوں نے اپنی
موت کو دعوت دیدی تھی۔
[6] مغیث۔ فریادرس۔ عون۔
مدد۔

دید آنجا کاروانے بس بزرگ
انھوں نے وہاں ایک بڑا قافلہ دیکھا

برتف[۵۱] ریگ و رہِ صعب و سترگ
ریت کی گرمی اور بڑے سخت راستہ پر

اشتراں شاں راز باں آویختہ
اُن کے اونٹوں کی زبانیں لٹکی ہوئی

خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
لوگ ریت میں ہر جانب بکھرے ہوئے

رحمش آمد گفت ہیں زود تر روید
اُن کو رحم آیا فرمایا آگاہ! جلد جاؤ

چند بارے سوئے آں کثبان دوید
چند بار اِن ٹیلوں کی جانب دوڑو

کہ یکے ہے بر شتر مشک آورد
کہ ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے

سوئے میر خود بزودی می برد
اپنے آقا کی جانب تیزی سے لے جا رہا ہے

آں شتربانِ سیہ را با شتر
اُس حبشی اونٹ والے کو مع اونٹ کے

سوئے من آرید با فرمانِ مُر[۵۲]
سختی سے میرے پاس لے آؤ

سوئے کثبان آمدند آں طالباں
وہ تلاش کرنے والے ٹیلوں کی جانب پہنچے

بعد یک ساعت بدیدند آنچنان
تھوڑی دیر بعد انھوں نے ویسا ہی دیکھا

بندہ می شد سیہ با اشترے
حبشی غلام مع اونٹ کے جا رہا تھا

راویہ پُر آب چوں ہدیہ برے
ہدیہ لے جانے والے کی طرح مشک بھرے ہوئے

پس بدو گفتند می خواند ترا
انھوں نے اُس سے کہا تجھے بلاتے ہیں

ایں طرف فخر البشر خیر الوریٰ
انسانوں کے فخر، مخلوق کے بہترین اِس جانب

گفت من نشناسم اُو را کیست او
اُسنے کہا میں انکو نہیں جانتا وہ کون ہیں؟

گفت اُو آں ماہ روئے قند خو
انھوں نے کہا وہ جانے جیسے چہرہ شکر جیسی عادت والے ہیں،

سیّد و سرور محمدؐ نورِ جاں
سیّد اور سردار محمدؐ جو جان کا نور ہیں

مہتر و بہتر شفیع مجرماں
سب سے بالا اور سب سے بہتر گناہگاروں کے شفیع

نو عہا[۵۳] تعریف کردندش ہمہ
انھوں نے اُنکی اِس طرح کی تعریف کی جو نئی تھی

گفت مانا او مگر آں ساحر ست
اُس نے کہا ہاں، وہ شاید وہی جادوگر ہے

کہ گرد ہے را ز بوں کرد او بسحر
اُس نے ایک جماعت کو جادو سے مغلوب کیا ہے

من نیایم جانب او ہیچ شبر
میں اُس کی جانب آدھی بالشت نہ جاؤنگا

کشکشانش آوریدند آں طرف
وہ اُس کو کھینچ تان کر کے اُدھر لے آئے

او فغاں برداشت در تشنیع و تف
اُس نے بُرا کہنے اور گرم مزاجی میں شور شروع کر دیا

۵۱ تف۔ گرمی۔ صعب۔ سخت۔ کثبان۔ کثیب کی جمع ہے، ٹیلہ۔ سیاہ۔ حبشی۔ میر۔ آقا۔

۵۲ فرمانِ مُر۔ تلخ حکم۔ آنچناں۔ یعنی جیسا کہ آنحضور نے فرمایا تھا۔ می شتد۔ می رفت۔ راویہ۔ پانی کی پکھال۔ گفت۔ یعنی غلام نے کہا۔ گفت او۔ صحابہ نے کہا۔

۵۳ نو عہا۔ یعنی صحابہ نے وہ تعریف کی جو نفس لاامری تھی۔ گفت۔ اُس غلام نے کہا کہ وہ وہی شخص ہے جو جادوگر کہلاتا ہے۔ کہ گویا اُس جادوگر نے اپنے جادو سے ایک جماعت کو اپنے تابع بنا لیا ہے۔ سِحر۔ بالشت۔ تشنیع۔ بُرا بھلا کہنا۔ تف۔ گرمی۔

چوں کشیدند آں عزیز — جب وہ اس کو اُن معزز کے سامنے کھینچ لائے

جملہ را زاں مشک او سیراب کرد — انھوں نے اس مشک سے سب کو سیراب کر دیا

راویہ پُر کرد و مشک از مشکِ او — مشک اور پیمال اس کی مشک سے بھر لی

ایں کسے دیدست کز یک راویہ — یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک پکھال سے

ایں کسے دیدست کز یک مشکِ آب — یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک پانی سے

مشکِ خود پُر کرد و پوشش بود و موج فضل — مشک آد تھی اور (اللہ کے) فضل کی موج

آب از جوشش ہمی گردد ہوا — پانی اس کے جوش سے ہوا بن جاتا ہے

بلکہ بے اسباب و بیروں زیں حکم — بلکہ بغیر اسباب کے اور ان حکمتوں کے علاوہ

توز طفلی چوں سببہا دیدۂ — چونکہ تو نے بچپن سے اسباب پر نظر رکھی ہے

باسببہا[۵۳] از مسبّب غافلی — تو اسباب کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے غافل ہے

چوں سببہا رفت بر سر می زنی — جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں تو سر پیٹتا ہے

رَبّ میگوید برو سوئے سبب — اللہ (تعالیٰ) فرما دیتا ہے سبب کیطرف جا

گفت زیں پس من ترا بینم ہمہ — (بندہ) کہتا ہے اسکے بعد صرف تجھ پر نظر رکھوں گا

گفت[۵۱] نوشید آب و بردارید نیز — انھوں نے فرمایا پانی پی لو اور لے بھی لو

اشتراں و ہر کسے زاں آب خورد — اونٹوں اور ہر شخص نے اس سے پانی پیا

ابر گردوں خیرہ شد از رشکِ او — آسمان کا ابر اُس کے رشک سے حیران رہ گیا

سرد گردد سوزِ چندیں ہاویہ — اتنی دوزخوں کی سوزش ٹھنڈی ہو جائے

گشت چندیں مشک پُر بے اضطرار — بغیر پریشانی کے اتنی مشکیں بھر جائیں

می رسید از امرِ او آواز بحر اصل — اُس (اللہ تعالیٰ) کے حکم سے اصل سمندر سے بہنے

واں ہوا گردد ز سردی آبہا — ہوا ٹھنڈک سے پانی بن جاتی ہے

آب روید نید تکویں از عدم — (اللہ کی) ایجاد نے عدم سے پانی پیدا کر دیا

در سبب از جہل بر چفیدۂ — تو نادانی سے سبب سے چمٹ گیا ہے

سوئے ایں رو پوشہا زاں مائلی — اس وجہ سے تو ان آڑوں کیطرف مائل ہے

ربنا و ربنا ہا می کنی — اے ہمارے رب اے ہمارے رب بہت کرتا ہے

چوں ز صنعم یاد کردی اے عجب — تعجب ہے! تو نے میری کاریگری کو کیسے یاد کیا؟

ننگرم سوئے سبب و اں دمدمہ — سبب اور اُس فریب کی جانب نظر نہ کرونگا

---

۵۱ گفت رشید۔ آنحضورؐ نے پیاسوں سے کہا برادرو برتنوں میں بھی پانی بھر لو۔ ابر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پانی اتنا بڑھ گیا کہ ابر کو شیشہ پر رشک آنے لگا۔ اس سے۔ رشک کی وجہ یہ تھی کہ واقعہ غیر معمولی تھا۔

۵۲ مشکِ خود۔ دراصل یہ پانی مشک کا نہ تھا۔ مشک تو ایک آڑ اور پردہ تھی اصل پانی غیبی چشمہ سے آرہا تھا اور اس کی قدرت کا مظاہرہ ہو رہا تھا۔ آب۔ اس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ پانی کو ہوا میں اور ہوا کو پانی میں تبدیل کرتی رہتی ہے۔ بلکہ۔ اس کی قدرت تو بغیر اسباب کے اشیاء کو عدم سے وجود میں لے آتی ہے۔ تو ز طفلی۔ چونکہ انسان بچپن سے اشیاء کے وجود کو اسباب سے متعلق کرتا ہے اسلئے مشک کو آڑ اور سبب بنا دیا گیا۔

۵۳ باسببہا۔ چونکہ ہم مُسبّبُ الاسباب یعنی خالق خداوندی سے غافل ہیں اسلئے اسباب کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ چوں۔ جب سب اسباب منقطع ہو جاتے ہیں تب انسان خدا کیطرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کو پکارتا ہے۔ رَبّ میگوید۔ جب اسباب سے مایوس ہو کر خدا کیطرف رجوع کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ تعجب ہے اب

گوید[1] ارش رُدُّوا العَادُ وا کار تست — اے تو اندر توبہ و پیمان سُست

(اللہ تعالیٰ) اس سے فرمائیگا رُدُّوا العَادُ وا (پھر لوٹ جاؤ) اے وہ کہ تو توبہ اور عہد میں کمزور ہے

لیک من آں ننگرم رحمت کنم — رحمتم پُر تست بر رحمت تنم

لیکن میں اس کا خیال نہیں کرتا، رحمت کرتا ہوں میری رحمت وسیع ہے میں رحمت سے کام لیتا ہوں

ننگرم عہد بدت بد ہم عطا — از کرم ایں دم چو میخوانی مرا

میں تیرے بُرے عہد کو نہیں دیکھتا بخشش کرتا ہوں کرم کی وجہ سے جب تو مجھے پکارتا ہے

از من آید جملہ احسان و وفا — وز تو بد عہدی و تقصیر و خطا

میری طرف سے سراسر احسان اور وفا ہے تیری جانب سے بد عہدی اور کوتاہی اور خطا ہے

حاصل[2] آنکہ در سبب پیچیدہ — لیک معذوری ہمیں را دیدہ

خلاصہ یہ ہے کہ تو سبب میں اُلجھا ہے لیکن تو معذور ہے، تو نے یہی دیکھا ہے

قافلہ حیراں شد ند از کار او — یا محمدؐ چیست ایں اے بحر خو

اُن کے کارنامے سے قافلہ حیران ہو گیا اے محمدؐ اے دریا خصلت! یہ کیا ہے؟

کردہ رُو پوش مشک خُرد را — غرقہ کردی ہم عرب ہم کُرد را

آپ نے ایک چھوٹی مشک کو آڑ بنایا آپ نے عربوں کو بھی اور کُردوں کو بھی (سب) ڈبو دیا

مشک آں غلام پُر شدن از غیب بمعجزۂ رسولِ خدا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے اس غلام کی مشک کا بھر جانا

و سپید شدن آں غلام سیاہ باذن اللہ تعالیٰ

اور خدا کے حکم سے اس غلام کا سفید ہو جانا

اے[3] غلام اکنوں تو پُر بیں مشک خود — تا نگوئی در شکایت نیک و بد

اے غلام! اب تو اپنی مشک کو بھرا ہوا دیکھ لے تاکہ تو شکایت میں بُرا بھلا نہ کہے

آں سیہ حیراں شد از برہانِ او — می دمید از لامکان ایمانِ او

وہ حبشی اُن کے معجزے سے حیران ہو گیا غیب سے اس کا ایمان اُگنے لگا

چشمۂ دید از ہوا ریزاں شدہ — مشک او رُو پوش فیضِ آں شدہ

اُس نے ایک چشمہ دیکھا جو فضا سے بہہ رہا تھا اُس کی مشک اُس کی آڑ بن گئی تھی

زاں نظر رُو پوشہا ہم بر درید — تا معین چشمۂ عینی بدید

اس نے اس نظر سے پردوں کو چاک کر دیا یہاں تک کہ اُسنے عینی چشمہ کا جاری پانی دیکھ لیا

[1] گوید ارش۔ اس توبہ کرنے والے سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جانتے ہیں انسان عہد میں بہت کمزور ہے توبہ کر کے پھر وہی کرنے لگتا ہے جس سے توبہ کی تھی۔ رُدُّوا العَادُ قرآن پاک میں ہے جہنمی کہیں گے کہ اے رب ہمیں دنیا میں لوٹا دے تو ہم نیک کام کرینگے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ اگر وہ لوٹا دیئے جائیں پھر پلٹ جائیں گے۔ از من۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمارا کام احسان اور وفا ہے خواہ بندہ بد عہدی اور گناہ کرے۔

[2] حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان نے چونکہ اصل ذات کا مشاہدہ نہیں کیا لہٰذا اسکی اسباب سے وابستگی قابل معافی ہے قافلہ۔ تشکیزے کے پانی کی کثرت کو دیکھ کر قافلہ حیران ہو گیا۔ غرقہ کردی۔ آپنے قافلہ والوں کو خواہ وہ عربی تھے یا کُردی سب کو سیراب کر دیا۔

[3] اے غلام۔ سب کو سیراب کرنیکے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام سے کہا۔ برہان معجزہ۔ می دمید یعنی اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں ایمانی کیفیت پیدا فرما دی۔ چشمہ۔ اب اسکی باطنی آنکھیں روشن ہو گئی تھیں۔ تاں نظر۔ اس حبشی کی نظر کے سامنے اسباب کی کوئی حقیقت باقی نہ رہی تھی یقین جاری۔

چشمہا[1] پُر آب کرد آں دم غلام — شد فراموشش ز خواجہ و ز مقام

دست و پایش ماند از رفتن براہ — زلزلہ افگند در جانش الٰہ

باز بہر مصلحت بازش کشید — کہ بخویش آ باز رو اے مستفید

ایں نماں در رہ در آ چالاک و چست — بوسہائے عاشقانہ بس بداد

آں زماں مالید و کرد او فرخش — ہمچو بدر روز روشن شد شبش

گفتش اکنوں رو بدہ واگوئے حال — پائے می نشناخت در رفتن ز دست

سوئے خواجہ از نواحی کارواں — کاں غلامش دیر می آمد ز رود

خواجہ بر رہ منتظر بنشستہ بود

دیدن خواجہ غلام خود را سفید روو نشناختن کہ او ست یا غلام

گفتن کہ تو غلام مرا کشتہ و خون او ترا گرفتہ و خدا ترا بدمن انداخت

---

[1] چشمہا۔ اس غلام کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس کو آقا اور گھر فراموش ہوگیا۔ آمد۔ جو کہ مقام تحیر میں پہنچ گیا تھا۔ باز کش۔ کشید آنحضورؐ نے اس کو مقام حیرت سے مقام صحو میں لائے۔ پیش تست۔ جھکا اور مقاماتے ملے ہونگے

[2] دستہائے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر اپنے چہرے پر ملا اور دست بوسی کی۔ فرخ۔ مبارک، زیبا صورت۔ بدر۔ بوذن نور، پسر۔ بدر۔ چودھویں کا چاند شبش۔ یعنی اس کا رنگ جو رات کی طرح سیاہ تھا، دن کی طرح نورانی ہوگیا۔

[3] او ہمی۔ وہ خوشی کی مستی میں اس طرح روانہ ہوا کہ اس کو اپنے تن من کی خبر نہ تھی۔ نواحی۔ نواحیہ کی جمع ہے۔ طرف، کنارہ۔ دیر آمد۔ چونکہ قافلہ میں گیا تھا اسلئے تاخیر سے واپس آرہا تھا۔

خواجہ از دُورش بدید و خیرہ[1] ماند
آقا نے اُس کو دُور سے دیکھا اور حیران رہ گیا

از تحیُّر اہلِ آں دِہ را بخواند
حیرانی سے اُس گاؤں والوں کو بُلایا

راویہ ما اشترِ ماہست ایں
یہ ہماری بکھال اور ہمارا ہی اونٹ ہے

پس کجاشد بندۂ زنگی جبیں
تو کالے چہرے والا غلام کہاں گیا؟

آں یکے بَدریست می آید ز دُور
وہ ایک چودھویں کا چاند ہے جو دُور سے آرہا ہے

میزند بر نورِ روز از روشِ نور
اُس کے چہرے کا نور دن کے نور پر پڑ رہا ہے

کو غلامِ ما مگر سرگشتہ شُد
ہمارا غلام کہاں ہے، شاید آوارہ ہو گیا ہے

یا بدو گرگے رسید و کُشتہ شُد
یا اُس کو بھیڑیا ملا، اور مارا گیا

یا مگر[2] اُو را بکشت ایں بدگہر
یا شاید اِس بدذات نے اُس کو قتل کیا

اشترش آورد اینجا از قدر
اور تقدیر سے اُس کو اونٹ یہاں لے آیا

چوں بیامد پیش گفتش کیستی
جب وہ سامنے آیا اُس سے کہا تو کون ہے؟

از یمن زادی دیا ترکیستی
تو یمن سے پیدا ہوا ہے یا ترک ہے؟

تو غلامم راچہ کردی راست گُو
میرے غلام کا تو نے کیا کیا؟ سچ بتا

گر بکشتی وانما حیلت مجُو
اگر تو نے قتل کیا ہے صاف کہدے حیلہ نہ ڈھونڈ

گفت گر کُشتم بتو چوں آمدم
اُس نے کہا اگر میں نے قتل کیا ہے تو میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں؟

چوں بپائے خود دریں خوں آمدم
اپنے پاؤں سے خود اُس خون (کے معاملہ) میں کیوں حاضر ہوتا

گفت نے نے در نگیر د با منت[3]
اُس نے کہا نہیں نہیں، تیری بات مجھے درست نہیں لگتی

راست باید گفت سر دایں قصّت
سچ کہنا چاہیئے، یہ تیرا مکر بیکار ہے

کو غلامِ من بگفت اینک منم
میرا غلام کہاں ہے؟ اُس نے کہا یہ میں ہوں

کرد دست فضلِ یزداں رد شنم
اللہ کی بھلائی کے ہاتھ نے مجھے منوّر کر دیا ہے

دیدہ ام صدرے و بدرے گشتہ ام
میں نے صدر کا دیدار کیا ہے اور میں بدر بن گیا ہوں

صاحبِ فضلے و قدرے گشتہ ام
مرتبہ اور بزرگی والا بن گیا ہوں

ہی چہ میگوئی غلامِ من کجاست
خبردار! کیا کہتا ہے، میرا غلام کہاں ہے؟

ہیں نخواہی رُست از من جز براست
خبردار! تو سوائے سچی بات کے میرے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکتا

گفت[4] اَسرارِ ترا با آں غلام
اُس نے کہا اُس غلام کے ساتھ تیرے راز

جُملہ واگویم یکایک من تمام
میں سب ایک ایک پورے بیان کئے دیتا ہوں

---

[1] خیرہ۔ حیران۔ راویہ۔ مشکیزہ، بکھال۔ زنگی جبیں۔ کالے رنگ والا۔ میزند۔ اُس کے چہرے کا نوردن کی روشنی پر غالب آرہا ہے۔ سرگشتہ۔ آوارہ۔

[2] یا مگر۔ شاید اُس نے اُس غلام کو مار ڈالا ہے اور تقدیرِ خداوندی سے اُس کو اونٹ یہاں لے آیا ہے۔ از یمن۔ ترکی اور یمنی لوگ گورے رنگ کے ہوتے ہیں۔ دریں خوں۔ قتل کر کے خود آنا تو اپنا خون کرانا ہے۔ سر راست۔ یعنی چالاکی نہ چلیگی۔ صدر۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔

[3] گفت۔ اُس غلام نے کہا کہ اگر وہ تمام راز کی باتیں تجھے سنادوں جو کہ میرے خریدنے کے بعد سے تیرے اور میرے درمیان ہوئیں تو تجھ کو یقین آجائیگا کہ میں تیرا وہی غلام ہوں۔

زاں زمانے کہ خریدی تو مرا
جب سے تو نے مجھے خریدا ہے

تا بدانی کہ ہمانم در وجود
تاکہ تو جانے کہ میں وجود میں وہی ہوں

رنگ دیگر شد ولیکن جانِ پاک
رنگ بدل گئی ہے لیکن پاک جان

تن شناساں زود مارا گم کنند
جسم کو پہچاننے والے جلد ہمیں گم کر دیتے ہیں

جاں شناساں از عدد ہا فارغند[52]
روح کو پہچاننے والے گنتی سے بے نیاز ہیں

جاں شود از راہِ جاں جاں را شناس
روح بن جا اور روح کی راہ سے روح کو پہچان

چوں ملک با عقل یک سر رشتہ اند
فرشتے اور عقل کی طرح جو ایک رشتہ میں منسلک ہیں

آں ملک با عقل چوں یک گوہرند
چونکہ فرشتے اور عقل ایک اصل سے ہیں

آں ملک چوں مرغِ بال و پر گرفت
فرشتے نے پرند کی طرح بال اور پر اختیار کر لیے

لاجرم[53] ہر دو مناصر آمدند
لامحالہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار بنے

ہم ملک ہم عقل حق را واجدے
فرشتے بھی اور عقل بھی خدا کا ادراک کرنیوالے ہیں

تا باکنوں باز گویم ماجرا
اب تک کا قصہ دُہرائے دیتا ہوں

گرچہ از شبدیز[51] من صبحے کشود
اگرچہ میری سیاہی سے صبح نمودار ہو گئی ہے

فارغ از رنگ است و از ارکانِ خاک
مناصر اربعہ اور رنگ سے خالی ہے

آب نوشاں ترکِ مشک و خم کنند
پانی پینے والے مشک اور مٹکے کو چھوڑ دیتے

غرقہ موریائے بیچوں سند و چند[52]
وہ بے مثال اور لامحدود دریا میں فرق ہیں

یارِ بینش شو نہ فرزندِ قیاس
شناسا یار بن، گمان کا پابند نہ ہو

بہرِ حکمت را دو صورت گشتہ اند
حکمت کی وجہ سے دو صورتوں کے بنگئے ہیں

در پے ہم ہمچو دُنبال و سراند
دم اور سر کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے ہیں

دیں خرد بگذاشت پَرو فر گرفت
اس عقل نے پروں کو چھوڑا اور شان و شوکت پائی

ہر دو خوش زُد و پشت ہمدیگر شدند
دونوں بخوبی ایک دوسرے کے درپشت بنگئے

ہر دو آدمؑ را معین و ساجدے
لہٰذا دونوں آدمؑ کے مددگار اور سجدہ کنان بن گئے

---

۵۱ شبدیز: تاریک رات یعنی کالا رنگ۔ مجھ یعنی میرا رنگ گورا ہو گیا۔ رنگ رنگ بدلنے سے روح اور جان میں کوئی تغیر نہیں ہوتا خواہ رنگ وغیرہ سے بیزار ہے تن شناساں۔ اب مولانا نے یہ مضمون شروع فرمادیا کہ جس طرح اس غلام کے آقا کی نظر محض جسم و رنگ پر تھی اس لئے وہ اس کو نہیں پہچان رہا تھا اسی طرح جو ظاہر بین اور جسم شناس ہیں وہ اولیاء کو نہیں پہچانتے جس کو پیاس ہوتی ہے وہ مشکے اور مشک پر نظر نہیں کرتا۔

۵۲ جاں شناساں۔ جو جان کو پہچانتے ہیں وہ تعداد و تشخص سے بے نیاز ہوتے ہیں وہ دریائے وحدت میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ جاں شو۔ روح کی پہچان، روح کے ذریعہ ہوتی لہٰذا اپنی روح کے ذریعہ اولیاء کو شناخت کر۔ اگر اپنا دوست سمجھو اور اس آقا کی طرح نہ جس نے اپنے غلام کو گمان سے غیر سمجھا۔ چوں۔ اپنی روح کو اولیاء کی روح کا غیر نہ سمجھو دونوں روحوں میں وحدت ہے محض مکے قرار کی صورت کی وجہ سے بظاہر اختلاف ہے جیسا کہ حقیقت ملکیہ اور حقیقت عقل ایک ہے دونوں کو جدا گانہ صورتیں عطا کر دینے میں کچھ حکمتیں ہیں۔ آں ملک۔ حقیقت ملکیہ نے بال پر انتباہ کرنے لہٰذا اسمیں پروانگی قوت آگئی عقل نے اور اک حقائق کی شان و شوکت حاصل کر لی۔

۵۳ لاجرم۔ چونکہ فرشتے اور عقل میں حقیقی وحدت ہے لہٰذا ایک دوسرے کا مددگار ہے اور ان دونوں میں اس طرح کا اتحاد ہے جیسا کہ ایک چیز کی رَو اور پشت میں اتحاد ہوتا ہے۔ ہم ملک۔ اسی اتحاد کی وجہ سے دونوں اللہ تعالیٰ کو پہچانتے میں متحد ہیں اور دونوں آدمؑ کے لئے مددگار اور سجدہ کناں بن گئے۔

نفس[1] و شیطاں بُود زاوّل واحدے — بُود آدمؑ را عدوّ و حاسدے

نفس اور شیطان شروع سے ایک تھے — آدمؑ کے دشمن، اور حاسد تھے

آنکہ آدمؑ را بدن دید او پلید — وانکہ نورِ مؤمن دید او خمید

جس نے آدمؑ کو محض جسم سمجھا وہ بدک گیا — جس نے امانت رکھا ہوا نور دیکھا وہ جھک گیا

آں دو دیدہ روشنان بودہ ازیں — دیں دو را دیدہ ندیدہ غیر طیں

وہ دونوں آنکھیں اس سے روشن ہو گئیں — ان دونوں کی آنکھوں نے مٹی کے سوا کچھ نہ دیکھا

ایں بیاں اکنوں چو خر بر یخ بماند — چوں نشاید بر جہود انجیل خواند

اب یہ بیان برف پر گوبر کی طرح رہ گیا — چونکہ یہودی کو انجیل نہیں سنائی جا سکتی

کے تواں با شیعہ گفتن از عمرؓ — کے تواں بر بط زدن در پیش کرؔ

شیعہ سے (حضرت) عمرؓ کی بات کب کہی جا سکتی ہے؟ — بہرے کے آگے سارنگی کہاں بجائی جا سکتی ہے؟

لیک[2] گر در دہ بگوشہ یک کس ست — ہائے و ہوئے کہ بر آورد م بس ست

لیکن اگر گاؤں کے گوشہ میں ایک شخص بھی ہے — جو میں نے ہائے اور ہو کی وہ بہت ہے

مستحق شرح را نسنگ و کلوخ — ناطقے گردد مشرح باز سوخ

شرح کے لائق کے لئے پتھر اور ڈھیلا — اچھی طرح تشریح کرنے والا گویا بن جاتا ہے

در بیان آنکہ حق تعالیٰ ہر چہ داد و آفرید از سموات و ارض و اعیان و

اس بیان میں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے آسمان اور زمین اور جوہر اور

اعراض ہمہ را باستدعا و حاجت آفرید و خود را محتاج چیزے دیگر باید

عرض سب درخواست اور حاجت کی بنا پر پیدا کئے ہیں اور اپنے آپکو دوسری چیزوں کا محتاج بنانا

کردن تا بداند کہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ و اضطرار گواہ استحقاق ست

چاہیے تاکہ مطلب کو پورا کرے (اللہ نے) فرمایا ہے) کون ہے جو مجبور کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اسکو پکارے اور مجبوری گواہ مستحق ہونے کا ہے

آں[3] نیازِ مریمی بود ست و درد — کہ چناں طفلے سخن آغاز کرد

وہ (حضرت) مریمؑ کی نیاز مندی اور درد تھا — کہ ایسے بچے نے بات کرنی شروع کر دی

جزو او بے او برائے او بگفت — جزو جزوت گفت دارد در نہفت

اُنکے جزو نے بغیر اُنکے (کہے) اُنکے لئے گفتگو کی — تیرا ہر جزو پوشیدہ طور پر بولنے والا ہے

ہے، آگے مولانا نے اسی مضمون کو واضح کیا ہے — [3] آں نیاز حضرت مریم کو حاجت اور ضرورت ہوئی تو اللہ نے بچہ کے ذریعہ تشریح کرادی اور حضرت عیسیٰؑ گہوارہ میں اُنکی پاکدامنی کے شاہد بن گئے۔ جزو آدمؑ جس طرح عیسیٰؑ، مریمؑ کے جزو بدن تھا وہ گواہ بنے اسیطرح تمہارا ہر جزو تمہارا گواہ ہے قیامت میں تمہارے اعضاء

[1] نفس و شیطان۔ جس طرح فرشتے اور عقل میں اتحاد ہے اسی طرح نفس اور شیطان میں اتحاد ہے اسی لئے دونوں آدمؑ کے دشمن اور حاسد ہے۔ آنکہ۔ نفس اور شیطان نے حضرت آدمؑ کا صرف جسم دیکھا تو سجدے سے انکار کر دیا عقل اور فرشتے نے اُن کے نور باطنی کو دیکھا تو اُنکے سامنے جھک گئے۔ آں دو دیدہ۔ عقل اور فرشتہ کی آنکھیں اس نور سے روشن ہو گئیں نفس اور شیطان کی آنکھوں نے صرف مٹی دیکھی۔ ایں بیان۔ یعنی عقل اور فرشتہ کی سعادت اور شیطان اور نفس کی شقاوت کا بیان نہیں ہو سکتا چونکہ تم اس کے سمجھنے کے اہل نہیں ہو بیقل نشاید۔ تمہارے سامنے اس بیان کی تشریح ایسی ہی ہے جیسا کہ یہودی کے سامنے انجیل کی تلاوت یا شیعہ کے سامنے حضرت عمرؓ کے فضائل کا بیان یا بہرے کے سامنے سارنگی بجانا۔

[2] لیک۔ کسی میں اہلیت ہے تو اسی مجمل بیان سے شرح و تفصیل سمجھ جائیگا جو مجمل باتیں میں نے کہدی ہیں وہ اُسکے لئے کافی ہیں۔ مستحق بتفصیل اور تشریح کا مستحق اور اہل ہوتا ہے وہ تو بے زبان چیزوں کو دیکھ کر اُنسے حقائق کا ادراک کر لیتا ہے اصل چیز استحقاق اور طلب حاجت ہے اگر وہ موجود ہے تو خود تفصیل ہو جاتی

دست و پا شاہد شوندت آرہی — منکری را چند دست و پا نہی

اے غلام! تیرے ہاتھ پاؤں گواہ بنیں گے — تو انکار کے کتنے ہاتھ پاؤں لگائے گا

ور نباشی[1] مستحق شرح و گفت — ناطقہ ناطق ترا دید و بخفت

اگر تو تشریح اور گفتگو کا مستحق نہیں ہے — بولنے والے کی (قوت) ناطقہ نے تجھے دیکھا اور وہ

ہر چہ روئید از پئے محتاج رُست — تا بیابد طالبے چیزے کہ جُست

جو کچھ اُگا ہے محتاج کے لئے اُگا ہے — تاکہ طلبگار ہر وہ چیز پائے جس کو وہ ڈھونڈے

حق تعالیٰ کایں سموات آفرید — از برائے دفع حاجات آفرید

حق تعالیٰ نے جو ان آسمانوں کو پیدا کیا — حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیدا کیا

ہر کہ جویاست دُر یابد عاقبت — مایہ اش دُر دست و اصل مَرحمت

جو جستجو کرتا ہے بالآخر پالیتا ہے — اُس کا سرمایہ اور رحم کی جڑ، درد ہے

ہر کجا دردے دوا آنجا رَود — ہر کجا فقرے نوا آنجا رَود

جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے — جہاں فقر ہوتا ہے سامان وہاں پہنچتا ہے

ہر کجا مشکل جواب آنجا رَود — ہر کجا کشتے ست آب آنجا رَود

جہاں اشکال ہوتا ہے جواب وہاں جاتا ہے — جہاں کھیتی ہے پانی وہاں پہنچتا ہے

آب[2] کم جو تشنگی آور بدست — تا بجوشد آبت از بالا و پست

پانی کی تلاش نہ کر، پیاس پیدا کر — تاکہ تیرے اوپر اور نیچے سے پانی جوش مارے

تا نہ زاید طفلکِ نازک گلو — کے رواں گردد ز پستان شیر او

جب تک نرم گلے والا بچہ پیدا نہیں ہوتا — اُس کا دودھ پستان سے کہاں جاری ہوتا ہے؟

رَو[3] بدیں بالا و پستیہا بدَو — تا شوی تشنہ و حرارت را گرو

جا، اِس نشیب و فراز میں دوڑ — تاکہ تو پیاسا بنے اور حرارت میں پھنسے

بعد ازاں از بانگ زنبور ہوا — بانگ آب جوئے شوی اے کیا

اس کے بعد ہوا کی پھڑ کی آواز سے — اے معزز! تو نہر کے پانی کی آواز سُنے گا

حاجتِ تو کم نباشد از حشیش — آب اگیری سوئے او می کشیش

تیری ضرورت گھاس سے کم نہ ہونی چاہیئے — تو پانی لیتا ہے اور اسکو اُسکی جانب کھینچتا ہے

---

[1] اگر تو تشریح کا مستحق نہیں ہے تو بڑے سے بڑا مقرر بھی سُست پڑ جائیگا اور تشریح نہ کرے گا۔

[2] آب کم جو۔ پانی کی تلاش نہ کر پیاس پیدا کر پانی خود بخود تیرے پاس پہنچ جائیگا۔

[3] رَو۔ تو بھی بھاگ دوڑ کر پیاس اور بدن میں گرمی پیدا کر بعد ازاں۔ جب ضرورت پیدا کریگا تو غیب سے پانی کی آواز آنے لگے گی

نہ مسئلہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو اس کی حاجت پیدا کرو مطلوب خود حاصل ہو جائے گا۔ حاجت تو گھاس کی جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے انسان خود اس تک پانی پہنچاتا ہے اسی طرح تم حاجت پیدا کرلو خود قدرت مطلوب کو تم تک پہنچا دے گی۔

گوش گیری آب را تو می کشی — سوئے زرعِ خشک تا یابد خوشی

تو پانی کا کان پکڑتا ہے (اس) اسکو تو کھینچتا ہے — خشک کھیتی کی جانب تاکہ وہ تازگی حاصل کرے

زرعِ[1] جاں را کش جواہر مضمرست — ابرِ رحمت پُر ز آب کوثرست

جان کی کھیتی کے لئے جس میں جواہر چھپے ہوئے ہیں — رحمت کا بادل، کوثر کے پانی سے بھرا ہوا ہے

تا سقاھُم رَبُّھُم آید خطاب — تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب

تاکہ "انکو انکے رب نے سیراب کیا" کی بشارت آئے — پیاسا بن، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

آمدن زنے کافرہ با طفلِ شیر خوارہ نزدِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

ایک کافر عورت کا دودھ پیتے بچے کو لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا

و ناطق شدن عیسیٰؑ وار بمعجزۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

اور اس کا (حضرت) عیسیٰؑ کی طرح رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے بولنا

ہم[2] ازاں دہ یک زنے از کافراں — سوئے پیغمبر دواں شد ز امتحاں

اسی گاؤں سے ایک عورت کافروں میں سے — امتحان کے لئے پیغمبرؐ کی طرف دوڑی

پیشِ پیغمبر درآمد با خمار — کودکے دو ماہہ زن را در کنار

اوڑھنی اوڑھ کر پیغمبرؐ کے سامنے آئی — دو مہینے کا بچہ عورت کی گود میں تھا

گفت کودک سلّم اللہُ علیکَ — یا رسولَ اللہِ قد جئنا الیکَ

بچے نے کہا آپ پر اللہ کا سلام ہو — اے اللہ کے رسول، ہم آپ کے پاس آئے ہیں

مادرش از خشم گفتا ہی خموش — کیت افگند ایں شہادت[3] را بگوش

اس کی ماں غصہ سے بولی خبردار! چپ — یہ شہادت کس نے تیرے کان میں ڈال دی!

ایں کیت آموخت اے طفلِ صغیر — کہ زبانت گشت در طفلی جریر

اے ننھے بچے! یہ تجھے کس نے سکھایا؟ — کہ تیری زبان بچپن میں تیز بن گئی

گفت حق آموخت و انگہ جبرئیل — در بیاں با جبرئیلم من رسیل

اس نے کہا اللہ (تعالیٰ) نے سکھایا پھر جبرئیل نے — میں بیان کرنے میں جبرئیل کا ہم زبان ہوں

گفت کو گفتا کہ بالائے سرت — می نہ بینی کن ببالا منظرت

اس نے کہا وہ کہاں ہے؟ کہا کہ تیرے سر پر — تو نہیں دیکھ رہی ہے اپنی نگاہ اوپر کر

ایستادہ بر سرِ تو جبرئیل — مر مرا گشتہ بصد گونہ دلیل

تیرے سر پر جبرئیلؑ کھڑے ہیں — وہ میرے لئے سینکڑوں طریقے سے راہنما بن گئے ہیں

---

[1] زرع۔ روحوں کی کھیتی کے لئے ابرِ رحمت کوثر کا پانی لئے ہوئے موجود ہے تم ضرورت پیدا کرو تو سقاھُم ربُّھُم کا پیغام تمہارے پاس آجائے گا۔ سقاھُم قرآن پاک میں ہے وَسَقَاھُم رَبُّھُم شَرَابًا طَھُورًا اور پلائی ان کو ان کے خدا نے پاک شراب"

[2] ہم ازاں۔ وہ غلام جس کا پانی آنحضورؐ نے لیا تھا جب اپنے گاؤں میں پہنچا اور آنحضورؐ کی باتیں اور معجزے کا اس نے ذکر کیا تو ایک عورت آنحضورؐ کے پاس آئی اب اس کا تعریف کیا جارہا ہے۔

[3] گفت۔ وہ بچہ آنحضورؐ کے معجزے سے بول پڑا اور اس نے آنحضورؐ کو سلام کیا اور آنحضورؐ کو اللہ کا رسول کہہ کر پکارا۔

[4] شہادت یعنی آنحضورؐ کے بارے میں اللہ کا رسول ہونے کی گواہی۔ ایں۔ یہ بات تجھے کس نے سکھائی کہ تو آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دے رہا ہے۔ جریر۔ تیز زبان فصیح عرب کے مشہور شاعر کا نام۔ رسیل۔ ہمزبان۔ دلیل۔ راہنما۔

گفت می بینی تو گفت اکنون بلے
اُس نے کہا تو دیکھ رہا ہے، کہا کہ ہاں

بر سرت تاباں چو بدرِ کاملے
تیرے سر پر مثلِ چودھویں کے چاند کی طرح چمک ہے

می بیامو زد مرا وصفِ رسولؐ
وہ مجھے رسولؐ کی صفات بتا رہے ہیں

زاں تعلّوم می رہاند زیں سفول
اُس بلندی کے ذریعہ وہ مجھے پستی سے چھڑا رہے ہیں

پس رسولش گفت اے طفلِ رضیع
پھر رسولؐ نے اس سے فرمایا اے دودھ پیتے بچے!

چیست نامت باز گو دشو مطیع
صاف بتا تیرا کیا نام ہے اور فرمانبردار بن!

گفت نامم پیشِ حق عبد العزیز
اُس نے کہا اللہ کے نزدیک میرا نام عبد العزیٰ ہے

عبدِ عزّیٰ پیشِ ایں یک مشت چیز
اِن چند نالائقوں کے نزدیک عبد العزّیٰ ہے

من ز عزّیٰ پاک بیزار و بری
میں عزّیٰ سے پاک، بیزار اور بری ہوں

حق آنکہ دادت ایں پیغمبری
اُس ذات کی قسم جس نے آپکو پیغمبری دی ہے

کودکِ دو ماہہ ہمچوں ماہِ بدر
چودھویں رات کے چاند جیسے دو مہینے کے بچے نے

درسِ بالغ گفت چوں اصحابِ صدر
صدر نشینوں کی طرح پوری تقریر کی

پس خنوط[1] آں دم ز جنت در رسید
پھر اُسی وقت جنت سے خنوط آئی

تا دماغِ طفل و مادر بو کشید
یہاں تک کہ بچہ اور ماں نے خوشبو سونگھی

ہر دو می گفتند کز خوفِ سقوط
دونوں (خوشبو کے) زوال کے ڈر سے کہہ رہے تھے

جاں بپرّدن بہ بریں بوئے خنوط
اِس خنوط کی خوشبو پر جان دے دینا بہتر ہے

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کند
وہ جس کی تعریف خود شہنشاہ کرے

جامد و نامیش صدق مرّوق زند
بے جان، جاندار اُسپر سینکڑوں شاباش بجاتے ہیں

آں[2] کسے را کش مُعرّف حق بود
وہ جس کی تعریف کرنے والا اللہ (تعالیٰ) ہو

جامد و نامیش صدق زند
بے جان اور جاندار اُسکی سینکڑوں تصدیقیں کرتے ہیں

آں کسے را کش خدا حافظ بود
وہ جس کا خدا نگہبان ہو

مُرغ و ماہی مر ورا حارس شود
پرند اور مچھلی اُس کے پہرے دار ہوتے ہیں

ربودن عقاب موزۂ رسول علیہ السلام را و بردن بہوا و نگوں کردن واز موزہ مارے سیاہ افتادن

باز کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے کو ہوا میں لے اُڑنا اور اوندھا کرنا، اور موزے سے سیاہ سانپ گرنا

[1] خنوط۔ ایک مرکب خوشبو ہے۔ جاں سپردن۔ یعنی اُن کو خوشبو اِس قدر پسند آئی کہ اُس کے ختم ہو جانے کے ڈر سے جان دینے پر آمادہ ہو گئے۔ شہنشہ۔ یعنی اللہ تعالےٰ۔ مروّق۔ خوشی کا آواز۔

[2] آں کسے کہ جس ذات کی خدا تعریف فرمائے دنیا کی ہر چیز اُس کی تعریف کی تصدیق کرتی ہے۔ جامد۔ بے جان۔ نامی۔ جاندار۔ صدق۔ اُس نے سچ بولا۔ حارس۔ محافظ۔

اندریں بودند کاواز صلا[1] — مصطفٰے بشنید از راہِ علا

لوگ اسی انتظار میں تھے کہ اذان کی آواز — اونچائی سے مصطفٰےؐ نے سنی

خواست آبے و وضو را تازہ کرد — دست و رو را شست و زاں آب سرد

پانی مانگا اور تازہ وضو کیا — اس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ اور منہ دھویا

ہر دو پاشست و بموزہ کرد رائے — موزہ را بر بود یک موزہ ربائے

دونوں پاؤں دھوئے اور موزے کا ارادہ کیا — ایک موزہ لے اڑنے والا، موزہ لے اڑا

دست سوئے موزہ بُرد آں خوش خطاب — موزہ را بر بود از دستش عقاب

اس خوش خطاب نے موزے کی جانب ہاتھ کیا — باز[2] اس کے ہاتھ سے موزہ اچک لے گیا

موزہ را اندر ہوا بُرد او چو باد — پس نگوں کرد او ازاں مار فتاد

وہ موزے کو ہوا کی طرح فضا میں لے اڑا — پھر اس کو اس نے اوندھا کیا، اس میں سے سانپ گرا

در فتاد از موزہ یک مار سیاہ — زاں عنایت[3] شد عقابش نیکخواہ

موزے سے ایک کالا سانپ گرا — اس مہربانی کی وجہ سے باز آپ کا خیر خواہ بنا

پس عقاب آں موزہ را آورد باز — گفت ہیں بستان و رو سوئے نماز

پھر باز اس موزے کو واپس لایا — بولا ہاں لے لیجئے، اور نماز کو جائیے

از ضرورت کردم ایں گستاخیے[4] — از ادب دارم شکستہ شاخیے

میں نے یہ گستاخی مجبوری کی — میں ادب کی وجہ سے ٹوٹی ہوئی شاخ رکھتا ہوں

وائے کو گستاخ پائے می نہد — بے ضرورت کش ہوا فتوی دہد

افسوس اس پر جو گستاخی سے پاؤں رکھے — بغیر ضرورت کے جبکہ اسکو خواہش نفسانی فتوی دیدے

پس رسولش شکر گفت و گفت ما — ایں[5] جفا دیدیم و بود آں خود وفا

پھر رسول نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ہم — یہ ظلم سمجھے، اور وہ وفا (داری) تھی

موزہ بر بودی و من در غم شدم — تو غمم بردی و من در غم شدم

تو موزہ اچک لے گیا، اور میں پچھڑا — تو نے غم ہٹا یا، اور میں غمگین ہوا

گرچہ ہر غیبے خدا ما را نمود — دل دراں لحظہ بخود مشغول بود

اگرچہ اللہ (تعالیٰ) نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا ہے — (لیکن) دل اس وقت اپنے میں مشغول تھا

گفت او را زانکہ غفلت از تو رست — دیدنم آں غیب را ہم عکس تست

اس نے کہا یہ بات آپ سے بعید ہے کیونکہ آپ غفلت — میرا غیب کو دیکھ لینا بھی آپ کا پرتو ہے

سے مبرا ہیں

[1] آوازِ صلا یعنی حضورؐ کے دل میں نماز کیلئے الہام ہوا یا مؤذن کی اذان سنی تھی۔ [2] باز یعنی موزہ پہننے کا ارادہ کیا۔ موزہ ربا یعنی عقاب۔ [3] عنایت یعنی عقاب کا موزہ اچک لے جانا شکست۔ یعنی اس گستاخی کی وجہ سے شرمندہ ہو کر مرجھا گیا ہوں جیسے کہ ٹوٹی ہوئی شاخ مرجھا جاتی ہے۔ [4] گستاخیے۔ ضرورت کے وقت گستاخی قابل گرفت نہیں ہے، نفسانی خواہش سے گستاخی افسوسناک ہے۔ [5] ایں۔ یعنی موزہ لے اڑنا۔ دژم شدم۔ میں بگڑا۔ غم۔ یعنی سانپ۔ گفت۔ یعنی آنحضورؐ کی غفلت خود بینی کی وجہ سے نہیں ہو سکتی بلکہ تنزل اختیاری کی وجہ سے تھی۔ دیدنم۔ مجھ پر موزے میں سانپ کے ہونے کا انکشاف آپ کے کشف کا عکس اور پرتو ہے۔

مار در موزہ بہ بینم در ہوا
میں خدا سے موزے میں سانپ دیکھوں

نیست از من عکس[1] تست اے مصطفےٰ
یہ میرا کام نہیں ہے اے مصطفےٰ! یہ آپکا پرتو ہے

عکسِ نورانی ہمہ روشن بود
نورانی پرتو پورا روشن ہوتا ہے

عکسِ ظلمانی ہمہ گلخن بود
ظلمانی پرتو بالکل بجھتی ہوتا ہے

عکسِ عبداللہ ہمہ نوری بود
اللہ کے نیک بندے کا پرتو بالکل نور ہوتا ہے

عکسِ بیگانہ ہمہ کوری بود
بیگانے کا پرتو، بالکل اندھاپن ہوتا ہے

عکسِ ہر کس را بداں اے جاں بہیں
ہر شخص کے پرتو کو سمجھ لے اے جان! دیکھ لے

پہلوئے جنسے کہ میخواہی نشیں
تو جس کی پہلو میں بیٹھنا چاہ رہا ہے

وجہ[2] عبرت گرفتن ازیں حکایت و یقین دانستن اِنَّ مَعَ العُسرِ یُسرًا
اس حکایت سے عبرت حاصل کرنے کا پہلو اور یقینی طور پر جاننا کہ تنگی کے ساتھ سہولت ہے

عبرتست ایں قصہ اے جاں مر ترا
اے جان! تیرے لئے یہ قصہ باعث عبرت ہے

تا شوی راضی تو در حکمِ خدا
تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ پر راضی ہو جائے

تا کہ زیرک باشی و نیکو گماں
تاکہ تو ہوشیار اور نیک گمان بن جائے

چوں بہ بینی واقعہ بدناگہاں
جب تو اچانک کوئی برا واقعہ دیکھے

دیگراں گردند زرد از بیم آں
دوسرے اس کے ڈر سے پہلے پڑ جائیں

تو چو گل خنداں کہ سود و زیاں
تو نفع اور نقصان کے وقت پھول کی طرح کھلے

زانکہ از گل گر تو بُرگش می کنی
کیونکہ اگر تو پھول کی پتیاں کر دے

خندہ نگذارد نگردد منثنی
وہ مسکرانا نہیں چھوڑتا ہے اور نہ مڑ جائیگا

گوید[3] از خارے چرا اُفتم بغم
وہ کہتا ہے میں کانٹے سے غم میں کیوں پڑوں؟

خندہ را من خود ز خار آوردہ ام
میں نے اپنی مسکراہٹ کانٹے سے لی ہے

ہر چہ از تو یاوہ گردد از قضا
قضا کی وجہ سے جو چیز تجھ سے گم ہو جائے

تو یقیں داں کہ خریدت از بلا
تو یقین کر لے کہ اس نے تجھے مصیبت سے نجات دی ہے

مَا التَّصَوُّفُ قَالَ وِجْدَانُ الْفَرَحِ
تصوف کیا ہے، کہا خوشی محسوس کرنا

فِی الْفُؤَادِ عِنْدَ اِتْیَانِ التَّرَحِ
دل میں رنج آنے کے وقت

آں عقابش را عقابے داں کہ او
اس عقاب کو وہ باز سمجھ لے، جو

در ربود آں موزہ را زاں نیک خو
اس نیک خصلت سے موزہ اڑا لے گیا

---

[1] عکس۔ اولیاء اللہ کی صحبت سے کشف باطنی حاصل ہوتا ہے تاریک دل لوگوں کی صحبت دل کو بے نور بنا دیتی ہے۔ عکس۔ اللہ کے نیک بندوں کا پرتو نورانی ہوتا ہے اور خدا سے بیگانوں کا پرتو ظلماتی ہوتا ہے۔

[2] وجہ۔ موزے کے واقعہ سے یہ نصیحت حاصل کرنی چاہیئے کہ انسان کی پریشانی راحت کا سبب بنتی ہے تاکہ۔ اچانک جو حادثہ پیش آئے اس سے اللہ کے ساتھ بدگمانی نہ کرنی چاہیئے۔ دیگر تمام لوگوں کے لئے جو واقعہ پریشانی کا سبب بنے انکو بھی تو خنداں پیشانی سے قبول کر۔ تاکہ۔ اگر پھول کی پتیاں علیحدہ علیحدہ بھی کر دی جائیں تو اس کی مسکراہٹ ختم نہ ہوگی۔

[3] گوید۔ پھول یہ کہتا ہے کہ میری ہر چیز غم سے وجود میں آئی ہے لہٰذا کسی جزو کے عدم کی طرف لوٹنے سے ناخوشی مناسب نہیں ہے۔ خار۔ یعنی مصیبت۔ غم۔ یعنی کسی چیز کے فوت ہو جانے کو کسی مصیبت سے نجات کا سبب سمجھو۔

التصوف۔ تصوف کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اس بات کا عادی ہو جائے، ہر چیز از دست می دہد نیکوست۔ ہر چیز خوشی۔ ترح۔ رنج۔

تا رہاند پاش را از زخمِ مار
تاکہ آپ کے پاؤں کو سانپ کے زخم سے بچائے

اے خُنک[1] عقلے کہ باشد بے غبار
قابلِ مبارکباد ہے وہ عقل جو بے غبار ہے

گفت لَا تَاسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ
فرمایا جو تم سے جاتا رہے اُس پر غم نہ کرو

اِنْ اَتَی السَّرْحَانُ وَارْدٰی شَاتَکُمْ
اگر بھیڑیا آجائے اور تمہاری بکری ہلاک کردے

گفت ہر چہ آں فوت شد غمگیں مشو
فرمایا جو چیز فوت ہوجائے (اُس پر) غمگین نہ ہو

زانکہ گر شد کہنہ آید باز نو
کیونکہ اگر پرانی جاتی رہی ہے نئی بھر آجائیگی

گر بلا آید ترا اندوہ مبر
اگر تجھ پر مصیبت آئے غم نہ کر

کاں[2] بلا دفعِ بلاہائے بزرگ
کیونکہ وہ مصیبت بڑی مصیبتوں کیلئے دافع ہے

ور زیاں بینی غمِ آں ہم مخور
اگر تو نقصان دیکھے اُس کا غم نہ کھا

راحتِ جاں آمد اے جاں فوتِ مال
اے عزیز! مال کا فوت ہونا جان کی حفاظت کے

واں زیاں منعِ زیانہائے بزرگ
اور وہ نقصان بڑے نقصانوں کو مانع ہے

مال چوں جمع آمد اے جاں شد وبال
اے عزیز! جب مال جمع ہوجاتا ہے وبالِ جان ہوجاتا ہے

اِستدعائے آں مرد از موسیٰ علیہ السلام زبانِ بہائم و طیور و قبول کردنِ موسیٰؑ با امرِ حق

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص کا چوپایوں اور پرندوں کی زبان سیکھنے کی درخواست
اور اُن کا اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اسکو قبول کرلینا

گفت موسیٰؑ را یکے مردِ جواں
ایک نوجوان نے (حضرت) موسیٰؑ سے عرض کیا

کہ بیاموزم زبانِ جانوراں
کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھا دیجئے

تا بُوَد[3] کز بانگِ حیوانات سُود
ہوسکتا ہے کہ حیوانات اور درندوں کی آواز سے

عبرتے حاصل کنم در دینِ حق
اللہ کے دین میں کوئی عبرت حاصل کروں

چوں زبانہائے بنی آدم ہمہ
چونکہ تمام اولادِ آدمؑ کی زبانیں

دَرَیے آبست و نان و مَدمہ
روٹی، اور پانی، اور مکر کے لئے ہیں

بُوَد کہ حیوانات را وِردِ دگر
ہوسکتا ہے کہ حیوانات کا کوئی دوسرا ہی معمول

باشد از تدبیرِ ہنگامِ گذر
ہو، مرنے کے وقت کی تدبیر کا

گفت موسیٰؑ رَو گذر کن زیں ہوس
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا جا اِس ہوس سے درگذر کر

کایں خطر دارد بسے در پیش و پس
کیونکہ یہ آگے اور پیچھے بہت سے خطرے رکھتا ہے

---

[1] اے خُنک۔ یعنی وہ عقل قابلِ مبارکباد ہے جو قضا پر راضی ہو اور اس پر شکوک و شبہات کا غبار بالکل نہ ہے۔ گفت۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے "کسی فوت شدہ چیز پر غم نہ کرو" اِنْ اَتَی الخ۔ اس کا تعلق قرآن آیت سے نہیں ہے۔ سرحان۔ بھیڑیا۔

[2] کاں بلا۔ انسان کی ایک مصیبت بہت سی بڑی مصیبتوں سے نجات کا سبب بنتی ہے۔ راحتِ جاں۔ مال کی تباہی جان کی راحت کا سبب بن جاتی ہے۔ استدعا۔ اس قصہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ مال تباہ ہونے سے جان بچی ورنہ جان کی ہلاکت ہوتی۔

[3] تا بُود۔ جانوروں کی زبان سیکھنے والے نے کہا کہ انسانوں کی تمام باتیں تو دنیاداری کی ہیں شاید... جانوروں کی باتیں آخرت سے متعلق ہوں تو میں اُنسے عبرت حاصل کروں گا۔ وِرد۔ عبادت کا معمول۔ ہنگامِ گذر۔ موت کا وقت۔

عبرت[1] و بیداری از یزداں طلب — نہ از کتاب و از مقال و حرف و لب

عبرت اور آگاہی خدا سے مانگ — نہ کتاب اور گفتگو اور حروف اور ہونٹوں سے

گرم تر شد او زاں منعش کہ کرد — گرم تر گردد ہمی از منع مرد

وہ اس روکنے سے اور زیادہ (سر) گرم ہو گیا — روکنے سے انسان اور مغرور ہو جاتا ہے

گفت[2] اے موسیٰ چو نورِ تو بتافت — ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت

اُسنے کہا اے موسیٰؑ جب سے آپ کا نور نمودار ہوا ہے — جو کچھ بھی تھا اس نے آپ سے کچھ پایا

مر مرا محروم کردن زیں مراد — لائقِ لطفت نباشد اے جواد

اس مقصد سے مجھے محروم کرنا — اے سخی! آپ کی مہربانی کے مناسب نہیں ہے

ایں زماں قایم مقامِ حق توئی — پاس باشد کہ مرا مانع شوی

اس وقت آپ اللہ (تعالیٰ) کے نائب ہیں — اگر آپ مجھے منع کریں گے، تو یہ موسی ہو گی

گفت[3] موسیٰ یارب ایں مرد سلیم — سخرہ کرد ستش مگر دیوِ رجیم

(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اے خدا! اس بھولے انسان کو — شاید ملعون شیطان نے اس کو بہکایا ہے

گر بیاموزم ریاں کارش بود — ور نیاموزم دلش بدمی شود

اگر میں سکھاؤں وہ اسکے لئے نقصان دہ ہو گا — اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اس کا دل برا ہو گا

گفت اے موسیٰ بیاموزش کہ ما — رد نہ کردیم از کرم ہرگز دعا

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے موسیٰ! اسکو سکھاؤ کیونکہ ہم نے — کرم سے ہرگز دعا رد نہیں کی ہے

گفت یارب او پشیمانی خورد — دست خاید جامہا را بر درد

(موسیٰؑ نے) فرمایا اے خدا! وہ شرمندہ ہو گا — ہاتھ چبائے گا کپڑے پھاڑے گا

نیست[4] قدرت ہر کرا اساز و آں — عجز بہتر مایۂ پرہیزگار

قدرت ہر ایک کے لئے مناسب نہیں ہے — عاجزی، پرہیزگار کے لئے بہت اچھا سرمایہ ہے

فقر زیں رو فخر آمد جاوداں — کہ بتقوے ماند دستِ ناتواں

اسی لئے فقر ہمیشہ مفخر ہے — ناتواں ہاتھ پرہیزگاری میں رہتا ہے

زاں غنا و زاں غنی مردود شد — کہ ز قدرت صبر ہا پدرود شد

اسی لئے مالداری اور مالدار مردود ہوا ہے — کہ قدرت کے وقت بہت سے صبر رخصت ہو جاتے ہیں

آدمی را عجز و فقر آمد اماں — از بلائے نفس پُر حرص و غماں

آدمی کے لئے عجز اور فقر (باعث) امن ہے — حرص اور غموں سے بھرے نفس کی مصیبت سے

---

[1] عبرت کتاب اور گفتگو سے حاصل نہیں ہوتی خدا کا عطیہ ہے اللہ سے مانگ۔ گرم۔ حضرت موسیٰ کے انکار سے اس کا اصرار اور بڑھ گیا اس لئے کہ یہی انسانی مزاج ہے۔ گفت۔ وہ حضرت موسیٰؑ سے اصرار میں یہ باتیں کہنے لگا۔

[2] گفت۔ اس کے اصرار سے عاجز آکر حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرنے لگے۔ اے موسیٰؑ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو سکھا دو۔ گفت یارب۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اگر اس کو سکھا دوں گا تو وہ اس کے نتائج سے شرمندہ ہو گا اور افسوس کرے گا۔

[3] نیست۔ بااختیار اور باقدرت ہونا ہر شخص کے لئے بہتر نہیں ہوتا ہے قدرت کا نہ ہونا انسان کو پرہیزگار بناتا ہے، فقر میں انسان کو بہت سے گناہوں پر قدرت نہیں ہوتی اسی لئے وہ باعثِ فخر ہے، مالدار اپنی مالداری کے ذریعہ بہت سے گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے اس لئے مردود ہو جاتا ہے۔

آں[1] غم آید ز آرزوہائے فضول — کہ بداں خو کردہ است آں صید غول

بیکار آرزوؤں سے غم پیدا ہوتا ہے — جن کی اس شیطان کے قیدی نے عادت ڈال لی ہے

آرزوئے گل بود گل خوارہ را — گلشکر نگوارد آں بیچارہ را

بنی کھانے والے کو بنی کی تمنا ہوتی ہے — اس بے چارے کو گلقند گوارا نہیں ہوتا ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ بیا تو ش

اللہ تعالیٰ کی جانب سے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کو وحی آنا، کہ اس کو کہو

چیزے کہ استدعا می کند بعضے را ازاں

تھوڑا سا سیکھا دو جس کی وہ درخواست کرتا ہے

گفت یزداں توبہ بایست او — برکشاد در اختیار آں دست او

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا تو — اس کی مراد پوری کردے

اختیار آمد عبادت را نمک — ور نہ ہی گردد بنا خواہ ایں فلک

اختیار، عبادت کا نمک ہے — ورنہ بغیر ارادہ کے یہ آسمان (بھی) طواف کر رہا ہے

گردش او را نہ اجر و نے عتاب — کاختیار آمد ہنر وقت حساب

اس کی گردش کا نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے — کیونکہ حساب کے وقت اختیار عیب ہے

جملہ[2] عالم خود مسبح آمدند — نیست آں تسبیح جبری مزدمند

تمام عالم خود تسبیح پڑھنے والے ہیں — (لیکن) وہ جبری تسبیح اجر کا سبب نہیں ہے

تیغ در دستش نہ از عجزش بکن — تا کہ غازی گردد او یا راہزن

اس کے ہاتھ میں تلوار دیدے اس کا عجز ختم کردے — تاکہ وہ غازی بنے، یا ڈاکو

زانکہ[3] کرمنا شد آدم ز اختیار — نیم زنبور عسل نیمیش مار

اختیار کی وجہ سے (بنی) آدم کرمنا کا مصداق بنا — اس کا نصف شہد کی مکھی نصف سانپ ہے

مومناں کان عسل زنبور وار — کافراں خود کان زہر ہے ہمچو مار

مومن شہد کی مکھی کی طرح شہد کی کان ہیں — کافر زہر کی کان میں سانپ کی طرح ہیں

زانکہ مومن خورد و بگزیدہ نبات — تا چو نحلے گشت ریق او حیات

کیونکہ مومن نے اچھے پھول کھائے ہیں — یہاں تک کہ شہد کی مکھی کی طرح اس کا لعاب (آب حیات) بنتا ہے

---

[1] آں غم۔ بالداریں غلط قسم کی تمنائیں پیدا ہو جاتی ہیں جن سے دنگر میں مبتلا رہتا ہے اور اس کی عادت ایسی بگڑ جاتی ہے کہ صحیح چیز اس کو موافق ہی نہیں آتی۔ بایست۔ خواہش۔ اختیار۔ یعنی اب تو وہ جانوروں کی باتیں سمجھنے سے عاجز ہے اس کو قدرت اور اختیار عطا کردے۔ اختیار۔ انسان کا اختیار ہی اسکو جزا اور سزا کا مستحق بناتا ہے مضطر کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ عبادات میں چونکہ بندہ کے اختیار کو دخل ہے اس لئے ان میں ثواب ہے آسمان کی گردش اضطراری ہے لہٰذا اس پر ثواب کا ترتب ہے نہ عذاب کا حساب۔ اللہ تعالیٰ جس وقت محاسبہ کریگا تو انسان کے اختیاری افعال کا محاسبہ ہوگا۔

[2] جملہ۔ کائنات میں سے ہر چیز اللہ کی تسبیح خواں ہے لیکن یہ انکی اضطراری تسبیح ہے لہٰذا اس پر انکو کوئی ثواب نہ ملے گا۔ مزدمند۔ مزدوری کے قابل۔ تیغ۔ جب تک انسان کے پاس تلوار نہ ہو.....

..... وہ نہ غازی بن سکتا ہے نہ ڈاکو بن جائے تو پھر غازی ہونے کا ثواب یا ڈاکو ہونے کا عذاب مرتب ہوگا۔

[3] زانکہ۔ انسان کو کرمنا کی فضیلت اسی لئے حاصل ہوئی ہے کہ اس میں برائی کی بھی قدرت ہے اور بھلائی کی بھی۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی لہٰذا مومنان۔ نیک عمل کرنیوالے بنتے ہیں دوسروں کے لئے بھی راحت کا سبب ہیں۔ کافراں۔ کافر دوسروں کے لئے بھی مصیبت ہیں۔

بازکافر خورد شربت از صدید
پھر کافر نے پیپ کا شربت پیا

ہم ز قوتش زہر شد در وے پدید
اس کی غذا سے بھی اس میں زہر پیدا ہو گیا

اہل الہام خدا عین الحیات
خدا کے الہام والے (آب) حیات کا چشمہ ہیں

اہل تسویل ہوا سم الممات
خواہش نفسانی کے تلبیس والے موت کا زہر ہیں

در جہاں[1] ایں مدح و شاباش و وہے
دنیا میں یہ تعریف اور شاباش اور واہ واہ

زاختیارست و حفاظ و آگہے
اختیار اور مروت اور آگاہی کی وجہ سے ہے

جملہ رنداں چونکہ در زنداں روند
تمام اوباش جب قید خانے میں جائیں گے

متقی و زاہد و حق خواں شوند
متقی اور پرہیزگار اور اللہ کو پکارنے والے بنجائینگے

چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل
چونکہ قدرت جاتی رہی، عمل کھوٹا ہو گیا

ہیں کہ تا سرمایہ نستاند اجل
خبردار! موت سرمایہ کو نہ چھین لے

قدرت سرمایۂ سودست ہیں
آگاہ! نفع کا سرمایہ تیری قدرت ہے

وقت قدرت را نگہدار و ببیں
قدرت کے وقت کی نگہداشت کر اور دیکھ لے

آدمی بر خنگ[2] کرمنا سوار
انسان کرمنا کے گھوڑے پر سوار ہے

در کف درکش عنان اختیار
اس کی عقل کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے

باز موسےٰ داد پند اورا بمہر
حضرت موسیٰ نے محبت سے پھر اسے نصیحت کی

کہ مرادت زرد خواہد کرد چہر
کہ تیری مراد چہرہ پیلا کر دے گی

ترک ایں سودا بگو وز حق بترس
اس جنون کو چھوڑ اور اللہ (تعالیٰ) سے ڈر

دیو داد ستت برائے مکر درس
شیطان نے مکر کیلئے تجھے سبق پڑھایا ہے

ہیں برو در دِ سر خود کم طلب
خبردار! اپنا دردِ سر نہ مول لے

کایں مرادت افگند در صد تعب
کیونکہ یہ تیری مراد تجھے سینکڑوں مشقتوں میں ڈالدیگی

قانع[3] شدن آں مرد طالب بتعلیم زبان مرغ خانگی و سگ و اجابت کردن موسیٰ علیہ السلام اورا

اس طالب انسان کا گھریلو مرغ اور کتے کی زبان سیکھنے پر قانع ہو جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس کو مان جانا

گفت بارے نطق سگ کو بر درست
اس نے کہا کم از کم کتے کی بولی جو دروازہ پر ہے

نطق مرغ خانگی کاہل پرست
گھریلو مرغ کی بولی جو پردار ہے

[1] در جہاں۔ دنیا میں جس قدر تعریفیں ہیں وہ انسان کے اختیاری افعال پر ہیں جملہ رنداں۔ دوزخ میں جاکر دوزخی عبادت کرینگے لیکن وہ انکی اضطراری عبادت ہوگی جو غیر معتبر ہے۔ ہیں۔ انسان کو اس وقت کی قدر کرنی چاہیے جس میں اس کو اختیار حاصل ہے وہی اگلے نفع کا سرمایہ ہے جب قدرت باقی نہ رہیگی اس وقت کی نیکی بیکار ہے

[2] خنگ۔ سفید گھوڑا سفید۔ درک۔ ادراک، عقل۔ عنان۔ باگ۔ کہ مرادت یعنی اگر تو جانوروں کی بولی جان گیا تو شرمندہ ہوگا۔ ہیں۔ جانوروں کی بولی جاننا تیرے لئے دردِ سر بنے گا۔ تعب۔ مشقت۔

[3] قانع۔ پہلے وہ متمرد تھا کہ سب جانوروں کی بولی جانا جائے اب اس پر راضی ہو گیا کہ صرف اپنے گھر کے مرغ اور کتے کی بولی جان لے۔

گفت موسیٰ[1] ہیں تو دانی زور رسید — نطق ایں ہر دو شود بر تو پدید

(حضرت) موسیٰ نے فرمایا ہاں تو جان لیگا اس (اللہ) سے — ان دونوں کی بولی تجھے معلوم ہو جائے گی

بامداداں از برائے امتحاں — ایستاد او منتظر بر آستاں

(اجابت) آنی — نمبع کو آزمائش کے لئے — وہ چوکھٹ پر منتظر کھڑا ہو گیا

خادمہ سفرہ بیفشاند و فتاد — پارۂ نانِ بیات آثارِ زاد

خادمہ نے دسترخوان جھاڑا اور گرا — باسی روٹی کا ٹکڑا، کھانے کا بقیہ

در ربود آنرا خروسے چوں گرو — گفت سگ کردی تو بر ما ظلم کو

مرغ اس کو گردی (چیز) کی طرح اچک لے گیا — کتے نے کہا جا تو نے ہم پر ظلم کیا

دانۂ گندم[2] توانی خورد و من — عاجزم از دانہ خوردن در وطن

تو گیہوں کا دانہ کھا سکتا ہے اور میں — وطن میں دانہ کھانے سے عاجز ہوں

گندم و جو را و باقی حبوب — می توانی خورد و من نے اے طروب

گیہوں اور جو اور باقی دانے — اے مست! تو کھا سکتا ہے اور میں نہیں کھا سکتا

ایں لب نانے کہ قسم ماست آں — می ربائی ایں قدر را از سگاں

یہ روٹی کا ٹکڑا جو ہمارا حصہ ہے — اتنے کو (بھی) تو کتوں سے اچک لیتا ہے

جواب خروس سگ را

مرغ کا کتے کو جواب

پس خروسش گفت تن زن غم مخور — کہ خدا بدہد عوض زیں بہ دگر

پھر مرغ نے اس سے کہا چپ ہو جا غم نہ کر — کیونکہ اللہ (تعالیٰ) اس سے بہتر دوسرا بدلہ دیگا

اسپ ایں خواجہ سقط خواہد شدن — روزِ فردا سیر خور کم کن حزن

اس آقا کا گھوڑا مر جائے گا — کل کو پیٹ بھر کر کھانا! غم نہ کر

مرسگاں را عید باشد مرگِ اسپ — روزی و[3] افر بود بے جہد و کسب

گھوڑے کا مرنا کتوں کی عید ہوتی ہے — بغیر محنت اور کمائی کے بہت خوراک ہوتی ہے

اسپ را بفروخت چوں بشنید مرد — پیش سگ شد آں خروس روئے زرد

مرد نے جب سنا، گھوڑا فروخت کر دیا — وہ بیچارہ مرغ کتے کے آگے شرمندہ ہوا

روزِ دیگر ہمچناں ناں را ربود — آں خروس و سگ بر و لب بر گشود

دوسرے دن بھی اسی طرح سے روٹی لے اڑا — وہ مرغ، اور کتے نے اس پر لب کشائی کی

[1] گفت موسیٰ: حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ اللہ کی جانب سے مجھے اس کے سکھانے کی اجابت آئی ہے قانع جان جائیگا۔ امتحان۔ اس آزمائش کے لئے کہ بولی سمجھنے لگا ہے یا نہیں۔ تاجی بیات۔ باسی روٹی۔ چنگ گرو۔ یعنی جس طرح رہن رکھنے والا رہن کی چیز پر قبضہ کرتا ہے۔

[2] دانۂ گندم: کتے نے کہا تو نے مجھ پر ظلم کیا۔ یہ روٹی میرا حصہ تھی تو دانہ نہیں کھا سکتا ہے میں صرف روٹی کھا سکتا ہوں۔ در وطن۔ جنگل میں کتا ہر چیز کھانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ حبوب۔ دانے۔ طروب۔ مست۔ لب نانی۔ روٹی کا ٹکڑا۔ سقط۔ قحط کے سکون کے ساتھ چوپایہ کا مرنا۔ حزن۔ غم

[3] وافر۔ بھرپور۔ روئے زرد۔ پر کہ مرغ کی پیشگوئی کے مطابق کتے کا مردہ گھوڑا کھانے کو نہ ملا تو مرغ شرمندہ ہوا۔

کاے خروسِ عشوہ[1] دہ چندیں دروغ
کہ اے مرغ! تُو مکّار اِس قدر جھوٹ

ظالمی و کاذبی و بے فروغ
تو ظالم ہے، اور تو جھوٹا ہے اور بے اعتبار ہے

اسپ کش گفتی سقط گردد کجاست
وہ گھوڑا جس کے بارے میں تو نے کہا تھا کہ مرے گا

کور اختر گوئی محرومی ز راست
تو اندھا نجومی ہے، سچائی سے محروم ہے

گفت اُو را آں خروسِ باخبر
اُس باخبر مرغ نے اُس سے کہا

کہ سقط شد اسپ او جائے دگر
کہ اُس کا گھوڑا دوسری جگہ مرا پڑا ہے

اسپ را بفروخت جست او از زیاں
گھوڑے کو فروخت کر دیا اور نقصان سے بچ گیا

آں زیاں انداخت او بر دیگراں
اُس نے وہ نقصان دوسروں پر ڈال دیا

لیک فردا اشتر[2] ش گردد سقط
لیکن کل کو اُس کا خچر مرے گا

مر سگاں را باشد آں نعمت فقط
وہ صرف کتّوں کے لئے نعمت ہوگا

زود اشتر را فروشید آں حریص
اُس لالچی نے فوراً خچر بیچ ڈالا

یافت از غم وز زیاں آں دم مخیص
اُس وقت ہی وہ رنج اور نقصان سے نجات پا گیا

روزِ ثالث گفت سگ با آں خروس
تیسرے دن کتّے نے اُس مرغ سے کہا

اے امیرِ کاذباں باطل وکوس
اے نقّارے اور گھنٹے کے ساتھ جھوٹوں کے سردار

تا بکے گوئی دروغے بے فروغ
تو نہ چلنے والا جھوٹ کب تک بولے گا!

دُوغی اے نا اہل دُوغی دُوغ دُوغ
اے نااہل! تو جھا جھو ہے تو جھا جھو ہے جھا جھو جھا جھو

گفت اُو بفروخت اشتر را شتاب
کہا، اُس نے خچر جلدی سے بیچ دیا

لیک فردایش غلام آید مُصاب
لیکن کل کو اُس کا غلام بیمار پڑے گا

چوں غلامِ اُو بمیرد نانہا
جب اُس کا غلام مرے گا روٹیاں

بر سگ و خواہندہ ریزند اقربا
کتّوں اور مانگنے والوں پر اُسکے رشتہ دار بھاری بیچ

رست از خسران و رُخ را بر فروخت
نقصان سے بچ گیا اور چہرے کو روشن کر لیا

ایں شنید و آں غلامش را فروخت
یہ سنا اور اُس نے اُس غلام کو بیچ ڈالا

رستم از سہ واقعہ اندر زمن
زمانے میں تین حادثوں سے بچ گیا

شکرہا می کرد و شادیہا کہ من
شکریے ادا کرتا تھا اور خوشیاں کہ میں

دیدۂ سُوء القضا را دُو دختم
بُری قضا کی آنکھ سی دی ہے

تا زبانِ مرغ و سگ آموختم
جب سے میں نے مرغ اور کتّے کی بولی سیکھ لی ہے

---

[1] عشوہ۔ کرد فریب۔ اختر گو۔ ستاروں کی باتیں کرنے والا نجومی اگر اندھا ہو تو وہ ستاروں کی رفتار نہیں دیکھ سکتا اس لئے اُس کی پیش گوئیاں غلط ہونگی۔

[2] اشتر۔ خچر۔ نقط۔ جونکہ مرغ اُس کو نہ کھا سکے گا۔ مخیص۔ چھٹکارا، نجات۔ باطل۔ یعنی ڈنکے کی چوٹ جھوٹ بولنے والا۔ دوغ۔ جھا جھو۔ عتاب۔ بیمار۔

[3] رستم۔ یعنی نقصان سے بچنے پر سُرخرو ہو گیا۔ سہ واقعہ۔ گھوڑے، خچر اور غلام کا نقصان۔ دیدۂ بد۔ یعنی اب بُری تقدیر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

خجل شدن خروس پیش سگ بسبب دروغ شدن سہ دمدہ

تین دموں کے جھوٹے ہونے سے مرغ کا کتے کے سامنے شرمندہ ہونا

روزِ دیگر آں سگِ محروم گفت
دوسرے دن اُس محروم کتے نے کہا

کاے خروسِ زاژ خا کو طاق و جفت
اے بکواسی مرغ! اکہرا اور دوہرا کہاں ہے؟

چند چند آخر دروغ و مکر تو
تیرا مکر اور جھوٹ آخر کس قدر؟

خود نہ پرّد جز دروغ از وکر تو
تیرے گھونسلے سے سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں اڑتا

گفت حاشا از من و از جنسِ من
اُس نے کہا مجھ سے اور میری قوم سے بعید ہے

کہ بگردم از دروغے ممتحن
کہ ہم کسی جھوٹ میں مبتلا ہوں

ماخروساں چوں مؤذن راستگو
ہم مرغ، مؤذن کی طرح سچ بولنے والے ہیں

ہم رقیبِ آفتاب و وقت جو
ہم سورج پر نظر رکھنے والے اور وقت کی تلاش کرنے

پاسبانِ آفتابیم از دروں
ہم اندر سے سورج کے نگہبان ہیں

گر کنی بالائے ماعرشے نگوں
اگر تو ہم پر عرش اوندھا کر دے

پاسبانِ آفتاب اند اولیا
اولیاء سورج کی نگہداشت کرنے والے ہیں

در بشر واقف ز اسرارِ خدا
انسانوں میں خدا کے رازوں سے واقف ہیں

اصلِ ما راحق پئے بانگ و نماز
ہماری نسل اللہ (تعالیٰ) نے نماز کی اذان کیلئے

داد ہدیہ آدمی را در جہاز
سامان میں، آدمی کو ہدیہ میں دی ہے

گر بنا ہنگام سہو ما رود
اگر بے وقت ہم سے بھول ہو جائے

در اذاں آں مقتلِ ما می شود
اذان میں، وہ ہمارے قتل کا سبب بنتی ہے

گفتِ ناہنگام حی علی الفلاح
بے وقت حی علی الفلاح کہنا

خونِ ما را می کند خوار و مباح
ہمارے خون کو ذلیل اور جائز کر دیتا ہے

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط
وہ جو بے گناہ، اور غلطی سے پاک ہے

آں خروسِ وحیِ جاں آمد فقط
وہ صرف روح کی وحی کا مرغ ہے

آں غلامش مُرد پیشِ مشتری
اُس کا وہ غلام خریدار کے پاس مر گیا

شد زیانِ مشتری آں یکسری
وہ بالکل خریدار کا نقصان ہوا

اُو گریزانید مالش را دلیک
اُس نے اپنا مال بچا لیا، لیکن

خونِ خود را ریخت آں ریاِ نیک
اُس نے اپنا خون بہایا، اسکو خوب سمجھ لے

۱؎ طاق و جفت۔ وہ بہت سی پیشگوئیاں جو تو نے کی تھیں۔ وکر۔ پرند کا گھونسلا۔ ممتحن۔ آزمائش میں پڑا ہوا۔ ماخروساں۔ مرغ صبح صادق کے وقت بولتا ہے۔ پاسبان۔ مرغ اگر تاریک کوٹھری میں بھی ہو تو اس کو صبح صادق کا احساس ہو جاتا ہے۔ اولیاء جس طرح مرغ آسمانی سورج کا پاسبان ہے اسی طرح اولیاء حق تعالیٰ کے پاسبان ہیں اور انسانوں میں جو اسرارِ خداوندی ہیں اُن کو پہچان لیتے ہیں۔

۲؎ در جہاز۔ سامان یا لنگر۔ مرغ کی کشتی میں مرغوں کو خدا نے صبح کے نماز کے وقت کی اطلاع دینے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ گر بنا ہنگام۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہو اُس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ آنکہ معصوم۔ مرغ سے غلطی ہو جاتی ہے معصوم صرف انبیاء ہیں یا جبرئیل جو وحی لاتے تھے۔

۳؎ آں غلامش۔ مالک نے مرغ سے غلام کے مرنے کی پیشگوئی سنی کر اُس غلام کو جلد فروخت کر ڈالا اور وہ خریدار کے پاس جا کر مر گیا۔ آخر۔ اُس مالک نے اپنا مال بچا لیا اور نقصانات سے بچ گیا لیکن بیچنے میں اُس کی جان ہلاک ہوئی۔

یک زیاں دفعِ زیانہا می شود
ایک نقصان بہت سے نقصانات کا دفعیہ ہو جاتا

جسم و مالِ ماست جانہا را فدے
ہمارا جسم اور مال جانوں کا فدیہ ہے

پیشِ شاہاں در سیاست گستری
بادشاہوں کے روبرو انصاف کرنے میں

میدہی تو مال و سر را می خری
تو مال دے دیتا ہے اور سر بچا لیتا ہے

عجمی چوں گشتہ اندر قضا
جو کہ قضا (خدا وندی) کے معاملہ میں تو بیگانہ ہے

می گریزانی ز داور مال را
اللہ (العالی) سے تو مال کو چھپاتا ہے

زانکہ مالت بر تو گر صدقہ شود
کیونکہ تیرا مال اگر تجھ پر قربان ہو جائے

آں زیانے نیست سود تو بود
وہ نقصان نہیں ہے تیرا نفع ہوتا ہے

خبر دادن خروس از مرگ آں خواجہ

مرغ کا آقا کے مرنے کی خبر دینا

لیک فردا خواہد او مُردن یقین
لیکن وہ کل کو یقیناً مرے گا

گاؤ خواہد کشت وارث در حنین
اس کے غم میں وارث گائے ذبح کرے گا

صاحب خانہ بخواہد مُرد و رفت
گھر کا مالک مرے گا اور جائے گا

روز فردا نیک بیدت لوت زفت
کل کو تجھے ضرور پھٹکنی فنا لے گی

پارہائے نان و لا لنگ و طعام
روٹی کے ٹکڑے اور لنگر اور کھانا

در میانِ کوئے یا بد خاص و عام
ہر خاص و عام گلی میں پائے گا

گاوِ قربانی و نانہائے تُنک
قربانی کی گائے، اور ہلکی پھلکی

بر سگان و سائلاں ریزد سُبک
کتوں اور بھکاریوں پر بہائے گا

مرگِ اسپ و اُستر و مرگِ غلام
گھوڑے اور خچر کا مرنا، اور غلام کا مرنا

بد قضا گردانِ ایں مغرورِ خام
اس متکبر ناتجربہ کار کی قضا کو (نامبارک حمل)

از زیانِ مال و دردِ آں گریخت
یہ مال کے نقصان اور اس کی تکلیف سے بھاگا

مال افزوں کرد و خونِ خویش ریخت
اس نے مال بڑھایا اور اپنا خون بہایا

ایں ریاضتہائے درویشاں چرا ست
یہ درویشوں کے مجاہدے کیوں ہیں؟

کاں بلا بر تن بقائے جانہاست
اس لئے کہ جسم کی تکلیف جانوں کی بقا ہے

تا بقائے خود نہ بیند سالکے
جب تک سالک اپنی بقا نہ دیکھے

چوں کند تن را سقیم و ہالکے
تو جسم کو بیمار اور فنا کیوں کرے؟

ملہ یک زیاں۔ ایک نقصان قضا و قدر میں بہت سے نقصانوں کا دافعہ ہوتا ہے۔ پیشِ شاہاں۔ زیادی مواخذہ میں انسان مال خرچ کر کے جان بچا لیتا ہے۔

لہ العجمی۔ بیگانہ، اجنبی۔ حنین۔ رونا۔ لوت۔ لقمہ۔ تیسی نما۔ لالنگ۔ لنگر خانہ۔ ناتجربہ کار۔

سہ ریخت۔ اگر مال ضائع ہو جاتا تو جان بچ جاتی۔ ریا ختہائے۔ یعنی مجاہدوں کی محنت۔ سالک۔ سلوک معرفت طے کرنے والا۔ جسم۔ خاکی جسم میں بقائے روح سمجھتا ہے اسی لئے ریاضتوں میں بدن کو گھلاتا ہے۔

دَست[1] کے جُنبَد بایثار و عمل
ایثار اور عمل میں ہاتھ کب ہلے

آنکہ بدہد بے اُمید و سود ہا
جو بغیر امید اور نفع کے دیتا ہے

یا وَلِیِّ حق کہ خُوئے حق گرفت
یا اللہ کا دوست جس نے اللہ کے اخلاق حاصل کر لئے

کو غنی ست و جُزا و جملہ فقیر ہیں
کیونکہ وہ بے نیاز ہے اور اُسکے علاوہ سب محتاج ہیں

تا نہ بیند کود کے کہ سیب ہست
جب تک بچّہ نہ دیکھے کہ سیب ہے

اینہمہ بازار بہر ایں غرض
یہ تمام بازار والے اسی غرض سے

صد متاعِ[2] خوب عرضہ می کنند
سینکڑوں عمدہ سامان پیش کرتے ہیں

یک سلامے نشنوی اے مردِ دیں
اے دیندار! تو ایک سلام بھی نہ سنے گا

بے طمع نشنید ام از خاص و عام
میں نے (کسی) خاص عام سے بغیر لالچ کے نہیں سنا

جُز سلامِ حق تو ہیں آں را بجُو
سوائے اللہ (تعالیٰ) کے سلام کے تو ہرگز اسکی طلبگار نہ ہو

از دہانِ[3] آدمی خوش مشام
صحیح الدماغ آدمی کے منہ سے

دیں سلامِ باقیاں بر بُوئے آں
بقیہ لوگوں کا سلام بھی اسی کی خوشبو کی وجہ سے

زاں سلامِ اُو سلامِ حق شدست
اس کا سلام تو اللہ تعالیٰ کا سلام بن گیا ہے

تا نہ بیند داوہ را جانش بدل
جب تک کہ دیئے ہوئے کا بدلہ جان کیلئے نہ سمجھے

آں خدایست آں خدایست آں خدا
وہ تو خدا ہے، وہ خدا ہے، وہ خدا ہے

نور گشت و تابشِ مطلق گرفت
جو نور بن گیا ہے اور مطلق چمک حاصل کر لی ہے

کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر
محتاج بغیر بدلے کے کب کہتا ہے کہ لے لے

اُو پیازِ گندہ را نہد ہرز دست
وہ بدبودار پیاز کو نہیں چھوڑتا ہے

بر دُکانہا شستہ بر بُوئے عوض
بدلے کی اُمید پر دُکانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں

واندرونِ دل عوضہا می تنند
اور دل میں بدلوں کی فکر کرتے ہیں

کہ نگیرد آخرت آں آستیں
جو بالآخر (تیری) آستین نہ پکڑے

مَن سلامے اے برادر وَالسلام
ایک سلام (بھی) اے بھائی! والسلام

خانہ خانہ جا بجا و کُو بکُو
گھر گھر، جگہ جگہ، اور کو بکو

ہم پیامِ حق شنودم ہم سلام
میں نے سنا ہے اللہ (تعالیٰ) کا پیغام بھی اور سلام بھی

من ہمی نوشم بدل خوشتر زجاں
میں دل سے سنتا ہوں جو جان سے زیادہ پیارا ہے

کاتش اندر دُود و مانِ خود زدست
کیونکہ اُس نے اپنے خاندان کو آگ لگا دی ہے

---

[1] دست۔ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ عوض اور بدلہ کے لالچ میں کرتا ہے۔ لیکن۔ بے غرض کام کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یا اولیاء اللہ چونکہ اولیاء اللہ اخلاقِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں لہٰذا انکے کام بھی غرض سے خالی ہوتے ہیں۔ کوشش۔ اللہ کے کام بغیر غرض کے اسلئے ہیں کہ وہ بے نیاز ہے اور انسان کے کام غرض پر مبنی ہیں کیونکہ وہ فقیر و محتاج ہے۔ تا نہ بیند۔ بچہ بھی جب تک اچھا عوض نہیں دیکھ لیتا اپنی چیز نہیں دیتا ہے۔ دنیا کے سارے کاروبار بدلے اور عوض کی بنیاد پر چلتے ہیں۔

[2] متاع۔ سامان، تاجر اپنے مختلف قسم کے سامان گاہک کو بدلے کے لالچ میں دکھاتے ہیں۔ یک سلامے۔ دنیا میں جو کسی وقت ایک سلام بھی کرتا ہے کسی نہ کسی وقت اس کا بدلہ لینے کیلئے دامن پکڑتا ہے۔

[3] جز۔ اللہ کی جانب سے جو سلام پہنچتا ہے وہ غرض سے خالی ہوتا ہے۔

[4] از دہان۔ میں نے اہل اللہ کی زبان سے اللہ کا پیام سلام سنا ہے میں اسی سلام کی کوشش پر ہر عام کا سلام دل و جان سے قبول کرتا اور سنتا ہوں کیونکہ انہیں کوئی اصطراح کا سلام ہو۔ زاں سلام۔ اہل اللہ کا سلام اللہ کا سلام اسوجہ سے ہو گیا ہے کہ انھوں نے اپنے آپکو فنا کر دیا ہے اب وہ فانی فی اللہ

مُردہ اَست از خود شُدہ زندہ برب
وہ فانی بالذات ہے، باقی باللہ ہے

زاں بُود اَسرارِ حق اش در دو لب
اسی لئے اُس کے دونوں ہونٹوں میں اللہ کے اسرار ہوتے ہیں

مُردنِ[1] تن در ریاضت زندگی ست
ریاضت میں جسم کا مرنا، زندگی ہے

رنج ایں تن رُوح را پایندگی ست
اِس جسم کی تکلیف سے روح کی استواری ہے

گوش بنہادہ بُد آں مَردِ خبیث
وہ خبیث آدمی کان لگائے ہوئے تھا

می شنید اُو از خروش ایں حدیث
یہ بات وہ اپنے مرغے سے سن رہا تھا

دو یدن آں شخص بسوئے موسےٰؑ بزینہار چوں خبر مرگ خود بشنید
اُس شخص کا حضرت موسیٰؑ کی طرف پناہ کیلئے دوڑنا جبکہ اُس نے اپنی موت کی خبر سنی

چوں شنید اینہا رواں شد در تفت
جب اُس نے یہ سُنا تیزی اور تُندی سے دوڑا

بر درِ موسیٰ کلیم اللہ رفت
حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے دروازے پر گیا

رُو ہمی مالید بر خاک او ز بیم
وہ خوف سے زمین پر چہرہ رگڑ رہا تھا

کہ مرا فریاد رس زیں اے کلیم
کہ اے کلیم! اِس (مسئلے) میں میری مدد کیجئے

گفت رُو بفروش خود را و برہ
فرمایا جا اپنے آپ کو بیچ ڈال اور چھٹکارا پالے

چونکہ اُستا گشتہ بر جہ زچہ
چونکہ تو ماہر بن گیا ہے کنویں سے کوئی نکل

بر مُسلماناں[2] زیاں انداز تو
تو مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے

کیسہ رُ ہمیانہا را کن دو تو
ہمیانیوں اور تھیلی کو دوگنا کرلے

مَن درونِ خشت دیدم ایں قضا
میں نے اِس قضا کو اینٹ میں سے دیکھ لیا ہے

کہ در آئینہ عیاں شد مر ترا
جو آئینہ میں تجھ پر ظاہر ہوئی ہے

عاقل اوّل بیند آخر را بدل
عقلمند شروع میں دل سے انجام کو دیکھ لیتا ہے

اندر آخر بیند از دانش مُقل
عقل کا کوتاہ، آخر میں دیکھتا ہے

باز زاری کرد کای نیکو خصال[3]
وہ پھر رویا، کہ اے نیک عادت!

مَر مرا بر سر مزن بر رُو ممال
میرے سر پر نہ مار، مُنہ پر نہ لے

از مَن آں آمد کہ بُودم ناسزا
مجھ سے وہی ہوا کیونکہ میں نالائق تھا

ناسزا یم را تو دہ حُسن الجزا
مجھ نالائق کو آپ اچھا بدلہ دے دیجئے

گفت تیرے جست از شستِ اے پسر
فرمایا اے بیٹا! تیر کمان سے نکل گیا

نیست سُنت کاید آں واپس بسر
سنتِ الٰہی نہیں ہے کہ وہ دوبارہ واپس آئے

---

[1] مُردنِ تن۔ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جسم کو فنا کیا جاتا ہے تو روح زندہ اور قوی ہوتی ہے۔ اِرتیاض کو یہ درجہ اِسی لئے حاصل ہوا ہے۔ ترجمہ۔ جانوروں کی بلی سیکھ لینے والے نے مُرغا سے جب اپنی موت کی خبر سُنی تو گھبرا کر حضرت موسیٰؑ کے پاس بھاگ کر گیا۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ کا لقب ہے کیونکہ کوہِ طور پر آپ کی اللہ تعالیٰ سے گفتگو ہوئی تھی۔ گفت حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ دوسری چیزوں کو فروخت کرکے جس طرح تو نقصان سے بچا اِسی طرح اپنے آپ کو بھی فروخت کردے۔

[2] بر مسلماناں۔ مرنے والی چیزیں دوسروں کے ہاتھ فروخت کرکے آنے اُن کو نقصان پہنچایا اور اپنی تھیلی بھری۔ مَن دروں۔ یہ باتیں جبکہ بالکل پردۂ خفا میں تھیں میں اُسی وقت سمجھ گیا تو اپنے بُرے انجام کو اب سمجھا ہے۔ مُقل۔ نادار، مُفلس۔

[3] خصال۔ خصلت کی جمع ہے۔ عادت۔ مرمرا۔ یعنی مجھے اب زیادہ شرمندہ نہ کیجئے۔ از تن۔ میں تو نالائق تھا مجھ سے ناوقتی سرزد ہوئی۔ آپ مجھ نالائق کو اچھا بدلہ عطا کریں۔ نیست سُنت۔ یعنی عام طور پر سُنتِ الٰہی یہی ہے کہ قضا دوبارہ نہیں ٹلتی ہے۔

لیک در خواہم ز نیکو داوری[1] — تا کہ ایماں آں زماں با خود بری
اں بہترین انصاف دینے والے سے میں درخواست کرتا ہوں — تاکہ تو اس وقت اپنے ساتھ ایمان لے جائے

چونکہ ایماں بُردہ باشی زندہ — چونکہ با ایماں روی پائندہ
جب تو (ایمان کو اپنے ساتھ) لیجائے گا، تو زندہ ہے — جبکہ تو ایمان کے ساتھ جائے گا، ہمیشہ رہے گا

ہم دراندام حال برخواجہ بگشت — تا دلش شوریدہ و رندہ طشت
اسی وقت آقا کا حال دگرگوں ہو گیا — یہانتک کہ اس کا دل متلایا، لوگ طشت لائے

شورش مرگ ست کے ہیضہ طعام — قے چہ سودت دارد اے بدبخت خام
موت کی متلی ہے، نہ کہ کھانے کی بدہضمی — اے بدبخت ناقص! قے تیرے لئے کیا مفید ہے

چار کس بردند تا سوئے دُثاق — ساق می مالید و بر پشت ساق
چار آدمی (اس کو) گھسیٹ کر لے گئے — وہ پنڈلی پر پنڈلی رگڑ رہا تھا

پندِ موسیٰ[2] نشنوی شوخی کنی — خویشتن بر تیغِ پولادی زنی
تو حضرت موسیٰ کی نصیحت نہیں سنتا ہے شوخی کرتا ہے — اپنے آپ کو فولاد کی تلوار پر مارتا ہے

شرم ناید تیغ را از جانِ تو — آں تُست ایں اے برادر آں تو
تیری جان (لینے) سے تلوار کو شرم نہیں آتی ہے — اے بھائی! یہی تیرا حصہ ہے، وہ تیرا حصہ ہے

دعا کردنِ موسیٰ علیہ السلام جہت سلامتی ایمانِ آں شخص

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس شخص کے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنا

گفت موسیٰ در مناجات آں سحر — کاے خدا ایماں از دستاں مبر
اس صبح کو (حضرت) موسیٰ نے دعا میں عرض کیا — کہ اے خدا! اس کا ایمان نہ لے، نہ چھین

بادشاہی کُن بر و بخشا کہ او — سہو کرد و خیرہ روئی و غلو
شاہی بزرگ اس کو بخش دے کیونکہ اس نے — غلطی، اور شوخی، اور زیادتی کی ہے

گفتش[3] ایں علم نے در خورِ تُست — دفع پندار ید گفتم راوُست
میں نے اس سے کہا تھا کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے — میری بات کو اس نے ناں اشنول اور کمزور سمجھا

دست را بر اژدہا آں کس زند — کہ عصا را دستش اژدر ہا کند
اژدہے پر وہ شخص ہاتھ ڈالے — جس کا ہاتھ، لاٹھی کو اژدہا بنا دے

سرِ غیب آں را سزد آموختن — کہ تواند لب ز گفتن دوختن
غیب کا راز سیکھنا اس کے لئے مناسب ہے — جو بولنے سے ہونٹ سی سکے

---

[1] داوری۔ انصاف۔ تاکہ۔ یعنی تو مومن مرے تیرا مومن مرنا ہی اصل زندگی حاصل کرنا ہے۔ ہم تو ان دم حضرت موسیٰ مہ اس سے یہ باتیں کر رہے تھے کہ اس کی قے شروع ہو گئی۔ طشت۔ تاکہ وہ طشت میں قے کرے فرش خراب نہ ہو۔ شورش۔ موت کی قے سے آرام حاصل نہیں ہوتا بلکہ بعض کی قے باعث سکون ہوتی ہے۔۔۔ چار کس۔ یعنی چار پالی پر ڈال کر چار آدمی اٹھا کر لے گئے۔ ساق۔ پنڈلی سے پنڈلی رگڑنا درد کی کیفیت سے کنایہ ہے۔

[2] پندِ موسیٰ۔ مولانا کا مقصد ہے کہ قضا و قدر سے کوئی اپنی موت مول لیتا ہے آں تُست۔ ایسے لوگوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔ مناجات۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا۔ بادشاہی۔ یعنی اس گمراہی کی خطا پر اس کی گرفت نہ فرما اپنی شہنشاہی کا مظاہرہ فرما کر اس کو معاف کر دے۔

[3] گفتش۔ مناجات میں حضرت موسیٰ نے عرض کیا۔ دفع۔ میری بات کو اس نے ٹالنے پر محمول کیا۔ دست۔ یعنی خطرے میں پڑنا ہر شخص کا کام نہیں ہے سانپ پر حضرت موسیٰ جیسا شخص ہاتھ ڈال سکتا ہے خدائی رازوں سے وہ واقفیت حاصل کرے جس میں نبھنے کی طاقت ہو اور ہونٹ نہ ہلائے۔

در خورِ دریا نشد جز مرغِ آب[1] — فہم کن واللہ اعلم بالصواب
دریائی پرند کے سوا دریا کے لائق نہیں ہے — سمجھ جا، اور اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

او بدریا رفت و مرغابی نبود — گشت غرقہ دست گیرش اے ودود
وہ دریا میں گھس گیا اور دریائی پرند نہ تھا — ڈوب گیا اے خدا اسکی دستگیری فرما

اجابت کردنِ حق تعالیٰ دعائے موسیٰ علیہ السلام را

(حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو اللہ تعالیٰ کا قبول فرمانا)

گفت بخشیدم بدو ایماں نعم — ور تو خواہی ایں زماں زندش کنم
فرمایا ہاں میں نے اُس کو ایمان بخشا — اگر تو چاہے تو میں اُس کو ابھی زندہ کردوں

بلکہ جملہ مُردگانِ خاکدا — ایں زماں زندہ کنم بہرِ تو ما
بلکہ زمین کے تمام مُردوں کو — ہم تیرے لئے ابھی زندہ کردیں

گفت موسیٰؑ[2] ایں جہانِ مُردن ست — آں جہاں انگیزِ کارِ روشن ست
(حضرت) موسیٰؑ نے عرض کیا یہ فنا کا جہان ہے — اُس جہان میں اٹھانے کیونکہ وہ روشن جگہ ہے

ایں فنا جا چوں جہانِ بُودنیست — باز گشتِ عاریت پس سُود نیست
یہ فنا کی جگہ چونکہ ہمیشہ رہنے کا جہان نہیں ہے — عارضی واپسی ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہے

رحمتے افشاں بر ایشاں ہم کنوں — در نہا نخانہ لدینا محضرون
اُن پر اب رحمت نازل فرما — "لدینا محضرون" کے مخفی مقام میں

تا بدانی کہ زیانِ جسم و مال — سُودِ جاں باشد رہاند ز وبال
خبردار سمجھ جا کہ جسم اور مال کا نقصان — جان کا نفع ہے (اُسکو) وبال سے رہائی دیتا ہے

پس ریاضت را بجاں شو مشتری — چوں سپردی تن بخدمت جاں بری
پس مجاہدے کو (دل و) جان سے اختیار کر — جب تو جسم کو خدمت میں لگا دیگا نجات پاجائیگا

ور ریاضت[3] آیدت بے اختیار — سر بنہ شکرانہ دہ اے کامیار
اور اگر بلا ارادہ تجھ سے ریاضت ہوجائے — اے کامیاب اطاعت کر، شکر ادا کر

چوں حقت داد آں ریاضت شکر کن — تو نکردی او کشیدت زامر کن
جب اللہ تعالیٰ نے تجھے وہ ریاضت عطا کردی تو شکر ادا کر — تو نے خود نہیں کی اُسنے تجھے کُن کہہ کے ذریعہ کھینچا ہے

جسمانی تکالیف پہنچتی ہیں وہ بھی اختیاری مجاہدوں کا کام کرتی ہیں آپر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اگر کُن جبری مصائب بحکم خداوندی پہنچتے ہیں وہ ریاضت اور مجاہدے کا کام کرتے ہیں تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے مجاہدے میں لگا دیا ہے لہٰذا وہ مصائب مزید شکر کا سبب ہیں۔

[1] در خور۔ پانی میں گھسنا آبی جانور کا کام ہے۔ او بدریا یہ شخص اہل نہ تھا اور راز سے واقفیت حاصل کرکے تباہ ہوا۔ ودود۔ بہت محبت کرنے والا خدا کا نام ہے۔ گفت حضرت موسیٰ کی دعا قبول فرما کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہم نے اس کو ایمان عطا کیا اگر تو چاہو تو ہم اُس کو دوبارہ زندگی بخش دیں۔ بلکہ۔ اور صرف اُسے ہی نہیں ہم تمام مردوں کو تمہاری دعا سے زندگی بخش دیں۔

[2] گفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا یہ دنیا تو فنا کی جگہ ہے یہاں اگر آپ دوبارہ بھی زندہ کریں تو آخر فنا ہے عالم آخرت کی زندگی دائمی ہے وہ عنایت فرمائیے اور دوسرے مرحلہ پر جو علم کے خزانے میں ہیں آپ کے دربار میں حاضر ہیں اُن پر رحم فرمائیے۔ لدینا محضرون۔ قرآن پاک میں مُردوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ یعنی تمام مخلوق ہمارے سامنے حاضر شدہ ہے۔ تا بدانی۔ تاکہ تو جان لے اس شعر کے ضمن میں فرماتے ہیں یہ سمجھ لو کہ جسم اور مال کا نقصان جان کا نفع اور وبال سے رہائی کا سبب بنتا ہے۔ پس انسان کا فرض ہے کہ وہ مجاہدے کرکے جسم کو گھٹائے تاکہ روح کا بڑھاوا حاصل ہو۔

[3] ور ریاضت۔ جس طرح مرضاً مجاہدے کرکے جسم کو گھٹانے کا حکم روح کی بالیدگی کے لئے ہے اسی طرح انسان کو قدرتی طور پر جو

حکایت آں زن کہ فرزندش نمی زیست بحق تعالیٰ بنالید

اُس عورت کی حکایت جس کی اولاد نہیں جیتی تھی اُس نے اللہ تعالیٰ سے شکوہ کیا

وجواب آمدن کہ ایں عوضِ ریاضت و بجائے مجاہدہ تست

اور جواب آیا کہ یہ تیری ریاضت کا بدل اور مجاہدہ کے قائم مقام ہے

ایں حکایت بشنو و وعظے بشمر — تا نگردی خستہ از نقص و ضرر

یہ حکایت سُن، اور نصیحت حاصل کر تاکہ تو نقصان اور تکلیف سے خستہ دل نہ ہو

آں زنے ہر سال زائیدے پسر — بیش از شش مہ نبودے عمر ور

وہ عورت ہر سال لڑکا جنتی لیکن وہ چھ ماہ سے زیادہ عمر والا نہ ہوتا

یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ — نالہ کرد آں زن کہ افغاں آہِ لا

تین مہینے یا چار مہینے میں تباہ ہو جاتا وہ عورت روئی کہ اے خدا! فریاد ہے

نہ مہم بارست و سہ ماہم فرح — نعمتم زو تر رَوَد از قوسِ قزح

میرے لئے نو مہینے تکلیف اور تین مہینے خوشی ہو میری نعمت دھنک کمان سے زیادہ جلدی جاتی رہی

پیشِ مردانِ خدا کردے نفیر — زیں شکایت آں زن از دردِ فقیر

خاصانِ خدا کے سامنے یہ شکایت کرتی وہ عورت اپنی تکلیف کے ہولناک درد سے

بیست فرزندانِ چنیں در گور رفت — آتشے در جانِ او افتاد و تفت

اس طرح بیس بچے قبر میں گئے شورش اور آگ اُس کی جان میں لگ گئی

تا شبے بنمود او را جنتے — باغِ سبزے خوشے بے منتے

یہاں تک کہ اُس کو ایک رات جنت نظر آئی جو ایک سرسبز عمدہ بے دریغ باغ تھا

باغ گفتم نعمتِ بے کیف را — سبز گفتم خلد دارُ الضیف را

میں نے بے کیف نعمت کو باغ کہدیا میں نے دائمی مہمان خانے کو سبز کہہ دیا

وَرنہ لا عَیْنٌ رَأَت چہ جائے باغ — گفت نورِ غیب رایزداں چراغ

ورنہ لا عین رأت (کہ کسی آنکھ نے نہیں دیکھا) کہاں باغ کے ذکر کا محل ہے اللہ تعالیٰ نے غیبی نور کو چراغ فرمایا ہے

مثل نبود ایں مثالِ آں بود — تا بَرد بو آنکہ اُو حیراں بود

مثل نہیں ہے یہ اُس کی مثال ہے تاکہ جو حیران ہے وہ کچھ سُراغ پائے

---

۵۱ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بھی سمجھایا ہے کہ اُس عورت کے قدرتی مصائب اسکے مراتب کی بلندی کا سبب تھے۔ وسلے یعنی اس قصے سے نصیحت حاصل کرلے جیسی۔ یعنی اُس کا بچہ چھ مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہتا تھا۔ یا سہ۔ تین چار مہینے میں مرجاتا۔ نہم۔ اُس عورت نے یہ شکوہ کیا کہ نو ماہ حمل کی مصیبت جھیلتی ہوں اور پھر تین چار ماہ بچے سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ نو تین قوس قزح۔ دھنک کمان تھوڑی دیر کے لئے نمودار ہوتی ہے۔ فقیر۔ نالہ و فریاد۔ زیں شکایت۔ فریاد اور درد۔

۵۲ بیست۔ اس عورت کے متواتر بیس بچے اس طرح مرے تو ان مصائب نے اس کے لئے مجاہدوں کا کام کیا اور اسپر اسرارِ غیب نمودار ہونے لگے۔ تا شبے۔ ایک رات اسرارِ غیب اس طرح نمودار ہوئے کہ اُس نے خواب میں جنت دیکھی۔

۵۳ لا عَیْنٌ۔ جنت کے متعلق ایک حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا نہ وہ کسی انسان کے دل میں گذریں۔ گفت نور۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے نور کو چراغ محض انسانوں کی فہم کیلئے فرمایا ہے اسیطرح جنت کا ذکر ہے اور جنت کی حقیقت فہم سے بالاتر ہے بقول بیدم کے کسی کے ساتھ کسی چیز کی مثل وہ چیز ہوتی ہے جو تمام صفات میں اسکے برابر ہو مثال کے لئے یہ ضروری نہیں ہے معمولی سی مشابہت بھی اگر ہے تو اس کو مثال کہا جاسکتا ہے۔

حاصل آں را دید آں زن مست شد — زاں تجلی آں ضعیف از دست شد

خلاصہ یہ ہے اس (عورت) نے اس کو دیکھا وہ عورت بیہوش ہو گئی — اس تجلی سے وہ کمزور عورت بیہوش ہو گئی

دید در قصرے[1] نبشتہ نام خویش — آں خود را بستش آں محبوب کیش

اس نے ایک محل پر اپنا نام لکھا دیکھا — اس نیک اطوار نے اس کو اپنا جانا

بعد ازاں گفتند کایں نعمت ز راست — کو بجانبازی بجز صادق نخواست

اس کے بعد انھوں نے (اس سے) کہا کہ یہ نعمت سچ کی ہے — جس نے جانبازی سے سوائے خدا کے کچھ نہ چاہا ہو

خدمتِ بسیار می بایست کرد — مر ترا تا برخوری زیں چاشت خورد

بہت زیادہ عبادت کرنی چاہیئے — تاکہ تو اس ناشتہ سے فائدہ حاصل کرے

چوں تو کاہل بودی اندر التجا — آں مصیبتہا عوض دادت خدا

چونکہ تو دعا کرنے میں سست تھی — خدا نے اس کے بدلے میں تجھے وہ مصیبتیں دیدیں

گفت یارب تا بصد سال و فزوں — ایں چنینم دہ بریز از من تو خوں

اس نے عرض کیا اے خدا! سو سال اور زیادہ تک — مجھے اسی طرح (مصیبتیں) دے میرا خون بہا دے

اندراں باغ او چو آمد پیش بیش — دید در وے جملہ فرزندان خویش

اس باغ میں جب وہ زیادہ آگے آئی — اس نے اس میں اپنے سب بچے دیکھے

گفت از من گم شد از تو گم نشد — بے دو چشم غیب کس مردم نشد

اس نے عرض کیا مجھ سے وہ گم ہوئے تجھ سے گم نہیں ہوئے — غیب کی دو نوں آنکھوں کے بغیر کوئی انسان نہیں بنتا

تو نکردی[2] فصد و از بینی دوید — خونِ افزوں تا ز تب جانت رہید

تو نے فصد نہ کرائی اور ناک سے بہا — بڑھا ہوا خون جس کہ تیری جان بخار سے بچ گئی

مغز[3] ہر میوہ بہ است از پوستش — پوست داں تن را و مغز آں دوستش

ہر پھل کا مغز اس کے چھلکے سے بہتر ہے — جسم کو چھلکا سمجھ اور اس کے دوست کو مغز سمجھ

مغز نغزے دارد آخر آدمی — یکدمے آں را طلب گرداں دمی

آخر آدمی (بھی) عمدہ مغز رکھتا ہے — تھوڑی دیر کیلئے اس کی طلب کر اگر تو اس خون کو چاہے

در آمدن حمزہ رضی اللہ عنہ در حرب بے زرہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بغیر زرہ کے آنا

در جوانی حمزہ عمِ مصطفےٰ — باز رہ می شد مدام اندر وغا

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (حضرت) حمزہ جوانی میں — ہمیشہ جنگ میں، زرہ پہن کر آتے

[1] قصر: محل، مکان۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس مکان کے حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ عبادت کی ضرورت ہے۔ چونکہ یہ مکان تجھے ملنا تھا اور چونکہ تو عبادت میں ذرا کاہل تھی خدا نے تیرے لئے مصیبتیں مقدر کر دی ہیں تاکہ وہ عبادت کے قائم مقام بن جائیں۔ بے دو چشم۔ یعنی جب تک اسرار غیبی کی دیکھنے والی آنکھیں میسر نہ آجائیں انسان انسان نہیں بنتا ہے۔

[2] تو نکردی جس قدر بعد میں ہیں ان میں حکمتیں ہیں اور وہ مصائب بسا اوقات انسان کے فائدہ کے لئے نازل کئے جاتے ہیں۔ اس طرح سمجھ کہ کسی شخص میں خون کی زیادتی تھی لیکن وہ فصد نہیں کھلوا رہا تھا قدرت نے اس کی نکسیر جاری کر دی جس سے وہ بخار سے بچ گیا۔

[3] مغز۔ ہر پھل میں مغز ہوتا ہے جو چھلکے سے افضل ہے اسی طرح انسان میں ایک مغز ہے جو روح ہے اور چھلکا ہے جو جسم ہے۔ اگر انسان آدم کی اولاد ہے تو اسکو اپنے باپ کیطرح روح کا مرکبی اور طالب بننا چاہیئے۔

در آمدن۔ اس حکایت سے یہ بتانا ہے کہ حفاظت کیلئے روح ہے جسم نہیں۔ نغز۔ اچھا۔ مدام۔ ہمیشہ۔ وغا۔ جنگ۔

اندر آخر چونکہ در غزو آمدے
آخر (عمر) میں جب وہ جہاد میں آتے

بے زرہ خود را بصفہا[1] بر زدے
بغیر زرہ کے اپنے آپ کو صفوں سے بھڑا دیتے

اندر آخر حمزہؓ چوں در صف شدے
آخر (عمر) میں جب (حضرت) حمزہؓ صف میں آتے

بے زرہ سرمست در غزو آمدے
جہاد میں بغیر زرہ کے مست ہو کر آتے

سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش
سینہ کھلا ہوا، جسم برہنہ، آگے آگے

در فگندے در صف شمشیر خویش
اپنے آپ کو تلواروں کی صف میں ڈال دیتے

خلق پرسیدند کاے عم رسولؐ
لوگوں نے دریافت کیا کہ اے رسول کے چچا!

اے ہزبر صف شکن شاہِ فحول
اے صفوں کو شکست دینے والے شیر بہادر اور کے بادشاہ!

نے تو لا تلقوا بایدیکم الی
کیا آپ نے نہ ڈالو تم اپنے آپ کو

تہلکہ خواندی ز بہر انعام خدا
ہلاکت میں" اللہ کے پیغام میں نہیں پڑھا ہے؟

پس چرا تو خویش را در تہلکہ
پھر کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں

می در اندازی چنیں در معرکہ
ڈالتے ہیں، اس طرح میدان جنگ میں؟

چوں جواں بودی و زفت و سخت زہ
جب آپ جوان، بہادری اور سخت کمان تھے

تو نمی رفتی سوئے صف بے زرہ
تو آپ صف کی جانب بغیر زرہ کے نہیں جاتے تھے

چوں شدی پیر و ضعیف و منحنی[2]
جب آپ بوڑھے، اور کمزور اور کبڑے ہو گئے

پر دہائے لا اُبالی می زنی
(تو) بے پروائی کا راگ الاپتے ہیں

لا اُبالی وار با تیغ و سناں
بے پروائی کے ساتھ تلوار اور نیزہ لے کر

می نمائی دار و گیر و امتحاں
جنگ، اور زور آزمائی کرتے ہیں

تیغ حرمت می ندارد پیر را
تلوار، بوڑھے کا احترام نہیں کرتی ہے

کے بود تمییز تیغ و تیر را
تلوار اور تیر کو تمیز کہاں ہے

کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو
کب مناسب ہوگا کہ آپ جیسا شیر

کشتہ گردد زار بر دست عدو
دشمن کے ہاتھ سے بُری طرح قتل ہو؟

زیں نسق غمخوارگان بے خبر
بے خبر، ہمدرد اس طرح کی

پند میدادند اورا از[3] عبر
عبرتوں سے اُن کو نصیحت کرتے تھے

جواب حمزہ رضی اللہ عنہ مر آں خلق را

اُن لوگوں کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جواب

[1] بصفہا۔ یعنی دشمن کی صفیں۔ ہزبر۔ پھاڑنے والا شیر۔ فحول۔ جس کی مثل نہ ہو۔ لا تلقوا۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا مطلب یہی بیان کیا ہے کہ جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ بعض مفسرین نے تہلکہ کے معنی ترک جہاد کے لئے ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت بتاتی ہے تو اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جہاد چھوڑ کر اپنے آپ کو تباہ نہ کرو۔

[2] منحنی۔ کمان پشت۔ ابطال۔ بے پروا بہادر۔ بغاۃ۔ جمع۔ یعنی تلوار کاٹنے میں بڑے چھوٹے میں فرق نہیں کرتی ہے۔

[3] از عبر۔ عبرت کی باتوں سے نصیحت کرتے تھے۔

گفت حمزہؓ چونکہ بودم من جواں
حضرت حمزہ نے فرمایا جبکہ میں جوان تھا

مرگ[1] می دیدم وداعِ ایں جہاں
اِس دنیا کو چھوڑنا، موت سمجھتا تھا

سوئے مُردن کس برغبت کے رود
موت کی طرف رغبت سے کون جاتا ہے؟

پیشِ اژدرہا برہنہ کے شود
اژدھوں کے آگے کون ننگا ہوتا ہے؟

لیک از نورِ محمدؐ من کنوں
لیکن اب محمدؐ کے نور سے

نیستم ایں شہرِ فانی را زبوں
میں اِس فانی شہر کا پابند نہیں ہوں

از بروں حس زلشکرگاہِ شاہ
حواس سے بالاتر، شاہ کی لشکرگاہ کو

پُر همی بینم زنورِ حق سپاہ
اللہ کے نور کے سپاہیوں سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب
خیمے ہی خیمے، طنابیں ہی طنابیں

شکر آنکہ کرد بیدارم زخواب
اُس کا شکر ہے جس نے مجھے نیند سے بیدار کر دیا ہو

آنکہ[2] مُردن پیشِ چشمش تہلکہ است
جس کی نگاہ میں مرنا ہلاکت ہے

امر لا تلقوا بگیر و او بدست
وہ "نہ ڈالو" کا حکم ہاتھ میں تھامے

آنکہ مُردن پیشِ او شد فتحباب
جس کے لئے مرنا بابِ (رحمت) کا کھلنا بنگیا ہے

سارِعُوا آید مر او را در خطاب
اُس کیلئے خاص "جلد کرو" کا خطاب آیا ہے

اَلحذر اے مرگ بینان بادِرُوا
ڈرو اے موت سمجھنے والو! بازی لے جاؤ

اَلعجل اے حشر بینان سارِعُوا
جلدی کرو، اے حشر سمجھنے والو! پھرتی کرو

اَلصلا اے لطف بینان اِفرحُوا
دعوت ہے اے مہربانی سمجھنے والو! خوش ہو جاؤ

اَلبلا اے قہر بینان اِئتمُوا
مصیبت ہے، اے قہر سمجھنے والو! غم کرو

ہر[3] کہ یوسف دید جاں کردش فدا
جس نے یوسف سمجھا اُس نے جان قربان کی

ہر کہ گرگش دید برگشت از ہدا
جس نے اُسکو بھیڑیا سمجھا وہ ہدایت سے برگشتہ ہوا

مرگِ ہر یک آئینہ رنگ است
اے بیٹا! ہر شخص کی موت اُس کے ہم رنگ ہے

پیشِ دشمن دشمن و بر دوست دوست
دشمن کے سامنے دشمن، دوست کیلئے دوست ہے

پیشِ ترک آئینہ را خوش رنگی است
ترک کے سامنے آئینہ خوشرنگ ہے

پیشِ زنگی آئینہ ہم زنگی است
حبشی کے سامنے آئینہ بھی حبشی ہے

---

[1] مرگ۔ یعنی آنحضورؐ کے فیض سے قبل میں اِس موت کو موت سمجھتا تھا اب اُس موت کو ابدی زندگی کا سبب سمجھتا ہوں۔ وداع۔ رخصت کرنا۔ شہرِ فانی۔ دنیا یعنی اب دنیاوی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں بالکل حقیر نظر آتی ہے۔ از بروں حس۔ اب عالمِ غیب کا میدان دیکھتا ہوں جس میں خیمہ در خیمہ اللہ کے نور کے سپاہی مقیم ہیں۔ "لشکر" میں آنحضورؐ کی ذات کو شکر گزار ہوں جن کی وجہ سے مجھے یہ عالمِ غیب کے اسرار نظر آتے ہیں۔

[2] آنکہ۔ جو شخص شہادت اور موت کو ہلاکت سمجھتا ہو اُس کے لئے لَا تُلْقُوْا کا حکم ہے۔ آنکہ مُردن۔ جو شخص موت اور شہادت کو اسرارِ غیب کا دروازہ کھلنا سمجھتا ہے اُس کے لئے سارِعُوا کا حکم ہے۔ سارِعُوا۔ قرآنِ پاک میں ہے وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اور تم جلدی کرو اپنے رب کی جانب سے مغفرت کی طرف۔ اَلصَّلَا۔ یعنی یہ موت خواہ نعمت کی طرف دعوت اُن لوگوں کیلئے ہے جو اسکو اللہ کی مہربانی سمجھتے ہیں۔ اَلبَلَا۔ جو لوگ موت کو مصیبت سمجھتے ہیں اُن کیلئے یہ بلا ہے۔

[3] ہر کہ۔ جو موت کو یوسفؑ کی طرح محبوب سمجھتا ہے وہ اُسپر جاں قربان کر دیتا ہے جو اسکو بھیڑیا سمجھتا ہے وہ جان کا

اور گناہ ہوتا ہے۔ مرگ۔ موت ہر شخص سے وہی معاملہ کرتی ہے جسکی وہ اُس سے توقع رکھتا ہے جو اسکو دوست سمجھتا ہے اُسکے ساتھ دوستوں کا معاملہ کرتی ہے جو اسکو دشمن سمجھتا ہے اُسکے ساتھ وہ دشمنوں کا سا معاملہ کرتی ہے۔ پیشِ ترک۔ موت کی مثال آئینہ کی سی ہے انسان جیسا ہوتا ہے ویسا ہی اُسکے لئے آئینہ ہے اگر ترک اور حسین ہے تو آئینہ بھی اُسکے

آنکہ[1] می ترسی ز مرگ اندر فرار
تو جو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے گ

زشت روئے تست نے رخسارِ مرگ
تیرا چہرہ بھدا ہے نہ کہ موت کا رخسار

از تو رشتست آنکو لیست ارجمند
وہ تجھ سے آگی ہے خواہ اچھی ہے خواہ بری ہو

گر بخارے خستۂ خود کشتۂ
اگر تو کانٹے سے زخمی ہوا ہے تو نے خود بویا ہے

لیک نبود فعل ہمرنگِ جزا
لیکن عمل سزا کا ہمرنگ نہیں ہوتا ہے

مزدِ[2] مزدوراں نمی ماند بکار
مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں ہے

آں ہمہ سختی و زورست و عرق
وہ سب سختی، اور طاقت، اور پسینہ ہے

گر ترا آید ز جائے تہمتے
اگر تجھ پر کسی جگہ تہمت لگے

تو[3] ہمی گوئی کہ من آزادہ ام
تو کہتا ہے کہ میں بے قصور ہوں

تو گناہے کردۂ شکلِ دگر
تو نے دوسری صورت کا گناہ کیا ہے

او زنا کرد و جزا صد چوب بود
اس نے زنا کیا، اور سزا سو درّے ہوئے

نے جزائے آں زنا بود ایں بلا
کیا اس زنا کی سزا یہ بلا نہیں ہے؟

ترست از خویش ست ای جانِ موشدار
اے جان ہوشیار! تو خود اپنے آپ سے ڈرتا ہے

جانِ تو ہمچوں درخت و مرگ برگ
تیری جان درخت کی مانند ہے اور موت پتا ہے

ناخوش و خوش بر ضمیرت از خودست
تیرے دل پر بُری اور اچھی تیری وجہ سے ہے

در حریر و قز دری خود رشتۂ
اور اگر تو ریشم اور ریشمینہ کے کپڑے میں ہو تو نے خود کاتا ہے

ہیچ خدمت نیست ہمرنگِ عطا
کوئی خدمتگذاری، بخشش کے ہمرنگ نہیں ہے

کاں عَرَض دیں جوہرست و پائدار
کیونکہ وہ عرض ہے اور یہ پائیدار جوہر ہے

دیں ہمہ سیم ست و زرست و طبق
یہ سب چاندی ہے اور سونا ہے اور طباق ہے

کرد مظلومت دُعا در محنتے
مظلوم نے مصیبت میں تیرے لئے بددعا کی ہے

بر کسے من تہمتے ننہادہ ام
میں نے کسی پر تہمت نہیں رکھی ہے

دانہ کشتی دانہ کے ماند ببر
تو نے دانہ بویا ہے، دانہ پھل کے مشابہ ہوتا ہے؟

گوید او من کے زدم کس را بعود
وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کو درّے کب مارے ہیں؟

چوب کے ماند زنا را در جزا
درّے، زنا سے سزا میں کہاں مشابہ ہیں؟

تو دانہ اور پھل میں ظاہری کوئی مشابہت نہیں ہے۔ اور زنا کرنا۔ زنا کی سزا میں سو درّے ہیں تو زنا اور سزا دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔

[1] آنکہ۔ جو موت سے ڈرتا ہے تو وہ دراصل اپنے آپ سے ہی ڈرتا ہے۔ زشت۔ اگر انسان خود بھیانک ہے تو موت اسکو بھیانک نظر آئے گی انسان اور موت کی مثال درخت اور پتوں کی سی ہے جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہونگے۔ الغرض موت کی اچھائی اور برائی خود انسان کی اچھائی اور برائی پر موقوف ہے گویا موت ہی نہیں بلکہ جو برائی اور بھلائی انسان کو پیش آتی ہے وہ خود اس کی کمائی اور پراختہ ہوتی ہے۔ یعنی انسان کے اعمال کی جزا و سزا صورت کے اعتبار سے اعمال سے مشابہ نہیں ہوتی ہے۔

[2] مزد۔ دنیا میں انسان کو کام کی جو اجرت ملتی ہے وہ بھی کام سے مشابہ نہیں ہوتی ہے اس کا عمل عرض ہوتا ہے مزدوری جوہر ہوتی ہے عمل محنت اور مشقت ہوتا ہے مزدوری روپیہ پیسہ ہوتی ہے۔ غرض اگر انسان دنیا میں کسی برائی سے متہم ہوتا ہے تو وہ کسی ایسے مظلوم کی بددعا کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر اس نے ظلم کیا ہو

[3] تو ہمی گوئی۔ اگر تو کہے کہ میں نے تو کسی پر تہمت نہیں دھری تھی پھر سزا بصورت تہمت کیوں ملی تو یہ تیری غلطی ہے۔ تو دانہ بوتا ہے اور اس کا پھل پاتا ہے

مار[1] کے ماند عصارا اے کلیم
اے کلیم! سانپ لاٹھی سے مشابہ کہاں ہے؟

درد کے ماند دوارا اے حکیم
اے حکیم! درد دوا کے مشابہ کہاں ہے؟

تو بجائے آں عصا آب منی
تو نے اس عصا کی بجائے منی کا لطفہ

چوں بیفگندی شد آں شخصے عنی
جب ڈالا تو وہ خوبصورت انسان بنا

یار شد یا مار شد آں آب تو
تیرا وہ لطفہ یار بنا یا سانپ بنا

زاں عصا چونست ایں اعجاب تو
پھر تیرا یہ تعجب لاٹھی پر کیوں ہے؟

ہیچ[2] ماند آب آں فرزندرا
لطفہ اس بیٹے سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

ہیچ ماند نیشکر مر قندرا
گنا شکر سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

چوں سجودے یار کو عے مرد کشت
جب کسی نے سجدہ یا کوچ کیا

شد دراں عالم سجود او بہشت
اس جہان میں اس کا سجدہ بہشت بن گیا

چونکہ پرّیداز دہانش حمد حق
جب اس کے منہ سے اللہ کی تعریف نکلی

مرغ جنت ساختش رب الخلق
رب الخلق نے اس کو جنت کا پرند بنا دیا

حمد و تسبیحت نماند مرغ را
تیری حمد اور تسبیح پرند کے مشابہ نہیں ہے

گرچہ لطفہ مرغ باد ست و ہوا
اگرچہ پرند کا لطفہ باد اور ہوا ہے

چوں نہ دستت رست ایثار و زکات
جب ایثار اور زکات تیرے ہاتھ سے اگی

کشت ایں دست آں طرف نخل و نبات
اس ہاتھ نے اس طرف کھجور اور پودا بو دیا

آب[3] صبرت آب جوئے خلد شد
تیرے صبر کا پانی جنت کی نہر کا پانی ہے

جوئے شیر خلد مہر تست و دود
جنت کی دودھ کی نہر تیری جنت اور دوستی ہے

ذوق طاعت گشت جوئے انگبیں
عبادت کا ذوق، شہد کی نہر بنا

مستی و شوق تو جوئے خمر بیں
اپنی مستی اور شوق کو شراب کی نہر سمجھ

ایں سببہا آں اثرہا را نماند
یہ اسباب اُن نتیجوں کے مشابہ نہیں ہیں

کس نداند جوئش جائے آں نشاند
کوئی نہیں جانتا کہ اُن کو اُگنے کی جگہ کیوں بنایا ہے؟

ایں سببہا چوں بفرمانِ تو بود
یہ اسباب چونکہ تیرے حکم میں تھے

چار جو ہم مر ترا فرماں نمود
چاروں نہروں نے بھی تیری تابعداری کی

---

[1] مار کے ماند ایک چیز جو دوسری چیز پر مرتب ہوتی ہے اُن میں ظاہری مشابہت ضروری نہیں ہے حضرت موسیٰؑ کے عصا کا نتیجہ سانپ ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ درد۔ درد پر دوا کا ترتب ہے اُن میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے یار شد۔ انسان کے لطفہ کے نتیجہ میں جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ کبھی یار و مددگار ہوتا ہے کبھی سانپ کی طرح موذی، تو جب لطفہ سے سانپ بن سکتا ہے تو لاٹھی سے سانپ بننے میں کیا تعجب ہے۔

[2] ہیچ۔ نہ لطفہ اور بچہ میں مشابہت ہے نہ گنے اور شکر میں جیسے سجدے۔ انسان کی عبادت کا ثمرہ اور نتیجہ بہشت ہے۔ حمد حق۔ انسان اللہ کی جو حمد و ثنا کرتا ہے وہ پرندوں کی شکل میں جنت میں اس کے لئے ہونگی۔ حمد، حمد اور تسبیح جو جنت میں بشکل پرند ہیں اگرچہ اُن میں اس قدر مناسبت ہے کہ حمد و تسبیح بھی ہوائی چیز ہے اور پرند کے لطفہ پر بھی باد اور ہوا کا غلبہ ہے لیکن دونوں میں صورتی کوئی مشابہت نہیں ہے۔ جو زمین و آسمان کا خالق ہے وہ جنت میں درختوں کی صورت میں نمودار ہوگا۔

[3] آب۔ انسان کے صبر کا پانی، پانی کی نہر کی صورت اور انسان کا جذبۂ محبت دودھ کی نہر کی شکل اختیار کریگا۔ ذوق۔ عبادت کا ذوق شہد کی نہر اور شوق الٰہی کی مستی اور شوق شراب کی نہر بنے گا۔ ایں سببہا۔ ان نہروں کے اسباب اُن نہروں کے مشابہ نہیں ہیں۔ ایں سببہا۔ ان چاروں نہروں کے اسباب جس طرح بندوں کے اختیار میں تھے یہ چاروں نہریں بھی جنت کے اختیار میں ہونگی جس طرف چاہیگا وہ رواں ہو جائیگی۔

ہر طرف خواہی رَوَد اش میکنی
جس طرف تو چاہے اُن کو جاری کرتا ہے

آں صفت چوں بُد چُنانش میکنی
وہ صفت جس طرح تھی ویسا ہی تو اُسے کرتا ہے

چوں[1] مُنیِّ تو کہ در فرمانِ تُست
جبکہ تیری مُنی تیرے حکم میں ہے

نسلِ آں در امرِ تو آیند چُست
اُس کی نسل تیرے حکم میں چُست ہے

می دَوَد بر امرِ تو فرزندِ تو
تیرا لڑکا تیرے حکم پر دوڑتا ہے

کہ منم جُزوت کہ کردیش گرو
کہ میں تیرا جُزو ہوں، جو تو نے گروی رکھا تھا

آں صفت[2] در امرِ تو بُود ایں جہاں
اِس دنیا میں یہ سب تیرے حکم میں تھا

ہم در امرِ تست آں جوہا رواں
وہ جاری نہریں بھی تیرے حکم میں ہیں

آں درختاں مرتر افرماں برند
وہ درخت تیرا حکم بجا لائیں گے

کاں درختاں از صفاتت بار بند
کیونکہ وہ درخت تیری صفتوں کی وجہ سے پھل لائیں

چوں بامرِ تست اینجا ایں صفات
چونکہ اِس جگہ یہ صفتیں تیرے حکم میں ہیں

پس در امرِ تست آنجا آں جزات
تو تیرے وہ جزے اُس جگہ تیرے حکم میں ہیں

چوں دمت زخم بر مظلوم رَست
جب تیرے ہاتھ سے مظلوم پر زخم لگا

آں درختے گشت زاں زقوم رُست
وہ درخت بنا اس سے تھوہر اُگا

چوں زخشم آتش تو در دلہا زدی
چونکہ تو نے دلوں میں غصہ سے آگ لگائی

مایۂ نارِ جہنم آمدی
تو جہنم کی آگ کا سرمایہ بنا

آتشت[3] اینجا چو آدم سوز بُود
اِس جگہ تیری آگ چونکہ انسان کو جلانیوالی تھی

اُنچہ از وے زاد مُردافروز بُود
جو کچھ اُس سے پیدا ہوا وہ انسان کو جلانیوالا تھا

آتشِ تو قصدِ مردم میکُند
تیری آگ انسانوں کا قصد کرتی ہے

نار کز وے زاد بر مردم زند
جو آگ اُس سے پیدا ہوئی انسانوں پر حملہ کرتی ہے

آں سُخنہائے چو مار و کژدمت
وہ تیری باتیں، سانپ اور بچھو جیسی

مار و کژدم گشت و میگیرد دمت
سانپ اور بچھو بنیں[4] اور تیرا دم کھوٹتی ہیں

اولیاء را داشتی در انتظار
تو نے دوستوں کو انتظار میں رکھا

انتظارِ رستخیزت گشت بار
قیامت کا انتظار تیرے لئے بار ہے

تھا تو اِس انتظار سے اُس کے لئے حشر میں وہ انتظار پیدا ہوگا جو فیصلہ کی تاخیر سے اُس کے لئے انتہائی پریشانی کا سبب ہوگا۔

[1] چوں مُنی۔ انسان کو اپنے نطفہ پر اختیار ہے اسی طرح اُس کا نشوونما اور اولاد بھی اُسی کے تابع ہوتی ہے۔ یعنی دودھ، اولاد باپ کے حکم کے مطابق عمل کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم باپ کے جزو سے پیدا ہوئے ہیں جو اُس نے رحم مادر میں رکھ دیا تھا۔

[2] آں صفت۔ جن صفات سے وہ نہریں بنیں چونکہ وہ اختیاری تھیں لہٰذا نہروں پر بھی جنتی کو اختیار حاصل ہوگا۔ درختاں۔ جنت کے درخت بھی چونکہ انسان کی اختیاری صفتوں سے بنے ہیں لہٰذا وہ بھی اختیار میں ہوں گے۔ چوں زدمت۔ جس طرح جنت کی اشیاء انسان کی نیکیوں سے بنتی ہیں اسی طرح دوزخ کے عذاب انسان کے گناہوں سے بنتے ہیں۔ زقوم۔ تھوہر کا پھل جو جہنمیوں کو کھلایا جائے گا۔ زخشم۔ غصہ جہنم کی آگ کا سرمایہ بنتا ہے۔

[3] آتشت۔ انسان کے غصہ کی آگ انسانوں کو جلاتی ہے تو دوزخ کی آگ بھی انسانوں کو جلائے گی۔ سخنہائے۔ انسان کی وہ باتیں جو دوسروں کے لئے سانپ اور بچھو کا کام کرتی تھیں دوزخ کے سانپ اور بچھو بنیں گی۔ اولیاء۔ انسان دنیا میں دوستوں کو دھوکے دے کر منتظر بناتا

وعدۂ[1] فردا و پس فردائے تو — انتظارِ حشرت آمد وائے تو

تیرا کل، اور پرسوں کا وعدہ — تیرا حشر کا انتظار بنا، تجھ پر افسوس ہے

منتظر مانی دراں روزِ دراز — در حساب و آفتاب جاں گداز

اُس لمبے دن میں تو منتظر رہے گا — حساب اور جان کو پگھلانے والے سورج میں

کآسماں را منتظر می داشتی — تخمِ "فردا رہ روم" می کاشتی

اس لئے تو نے آسمان کو منتظر رکھا — تو نے "کل راہ روی اختیار کرونگا" کا تخم بویا

خشم تو تخمِ سعیر و دوزخ ست — ہیں بکش ایں دوزخت را کایں قحبت ست

تیرا غصہ آگ اور دوزخ کا بیج ہے — آگاہ! اپنی اس دوزخ کو بجھادے کیونکہ یہ حال ہے

کشتنِ[2] ایں نار نبود جز بنور — نورک اطفأ نارنا نحن الشکور

اس آگ کو بجز نور کے نہیں بجھایا جاسکتا — تیرے نور نے ہماری آگ بجھادی ہم شکر گذار ہیں

گر تو بے نور آوری حلمے بدست — آتشت زندہ ست و در خاکسترست

اگر تو بغیر نور کے بردباری اختیار کرے گا — تیری آگ زندہ ہے اور راکھ میں (دبی) ہے

آں تکلف باشد و دیوش ہیں — نار را نکشد بغیر نورِ دیں

خبردار! وہ تکلف اور ڈھکن ہوگا — آگ کو دین کے نور کے سوا کوئی نہیں بجھا سکتا

تا نہ بینی نورِ دیں ایمن مباش — کآتشِ پنہاں شود یک روز فاش

جب تک تو دین کا نور نہ دیکھے مطمئن نہ ہو — کیونکہ دبی ہوئی آگ ایک دن کھل جائیگی

نور آبے داں و ہم بر آب جفس — چونکہ داری آب از آتش مترس

نور کو پانی سمجھ اور پانی سے ملا ہوا — جب تو پانی رکھتا ہے آگ سے نہ ڈر

آبِ[3] آتش را کشد کآتش نحو — می بسوزد نسل و فرزندانِ او

پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، کیونکہ آگ حادث ہے — اس کی نسل، اور اولاد کو جلا دیتی ہے

سوئے آں مرغابیاں رو روز چند — تا ترا در آب حیوانی کشند

کچھ دن اُن مرغابیوں کی طرف جا — تاکہ وہ تجھے آبِ حیات میں لے جائیں

مرغِ خاکی مرغِ آبی ہم تنند — لیک ضد اند و آب و روغن اند

خاکی، اور آبی پرند یکساں جسم کے ہیں — لیکن ایک دوسرے کی ضد ہیں اور پانی اور تیل کی

---

[1] وعدہ۔ دوستوں سے جھوٹے وعدے کرکے ان کو انتظار کی تکلیف میں مبتلا کرنا تھا تو حساب کے انتظار میں خود پریشان ہوگا۔ آفتاب۔ سورج سوا نیزے کی بلندی پر اس کے سر پر ہوگا۔ تجھ سے عبادت کے جھوٹے وعدے کرکے آسمان والوں کو منتظر بنا تا تھا۔ رہ روم۔ یعنی راہِ ہدایت پر چلوں گا۔ حشر انسان کا عقبہ دوزخ کا بیج ہے۔ انسان کے لئے ہلاکت کا جال ہے۔ ف۔ جال۔

[2] کشتن۔ انسان غصہ کی آگ کو دین کے نور سے بجھا سکتا ہے۔ نورک۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن جب پلصراط پر سے گذرے گا تو جہنم کہے گی اے مومن تو جلد گزر جا تیرے نور نے میری آگ بجھادی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہم شکر گذار ہیں کہ اے مرشد تیرے نورِ دین نے ہمارے غصہ کی آگ کو بجھا دیا ہے۔ تو۔ اگر کوئی شخص اپنی طبعی بردباری سے غصہ کی آگ کو بجھانا چاہے گا تو وہ راکھ میں دب جائے گی، بالکل نہ بجھے گی، وہ فاش۔ چونکہ وہ بالکل نہیں بجھی ہے کبھی تیز ہو جائے گی۔ تو دین کے نور کو اس آگ کو بجھانے کا پانی سمجھ اگر وہ حاصل ہو جائے تو پھر آگ سے خطرہ نہیں ہے۔

[3] آب۔ پانی آگ کو بجھاتا ہے اسی لئے آگ اس کی پیداوار کو جلا دیتی ہے۔ فرزندان۔ یعنی نباتات۔ مرغابیاں۔ یعنی وہ اہل اللہ جو دین کے نور میں غرق ہیں۔ مرغ خاکی۔ لیکن یہ سمجھو کہ حقیقی اہل اللہ اور بناوٹی بظاہر یکساں ہیں لیکن دونوں حقیقت میں ایک پانی ہے تو دوسرا تیل جو آگ کو اور پھیلا دیتا ہے۔

ہر یکے[1] بر اصلِ خود را بندہ اند — احتیاطے کن بہم مانندہ اند

ہر ایک اپنی اصلیت پر چلانے والا ہے — احتیاط کر، (دونوں) باہم مشابہ ہیں

ہمچناں کہ وسوسہ وحیِ اَلست — ہر دو مقبول اند لیکن فرق ہست

جیسا کہ وسوسہ اور الست کا الہام — دونوں مقبول ہیں لیکن (دونوں میں) فرق ہے

ہر دو دلالانِ بازارِ ضمیر — رختہا را می ستایند اے امیر

دونوں دل کے بازار کے دلال ہیں — اے امیر! دونوں سامان کی تعریف کر رہے ہیں

گر تو صرافِ دلی فکرت شناس — فرق کن سر دو فکرت چوں سِنَاس

اگر تو دل کا صراف ہے اپنے فکر کو پہچان — بروہ فروش کی طرح اپنے دونوں فکروں کے بھید میں

ور ندانی ایں دو فکرت از گماں — لا خلابہ گوئی و مشتاب و مراں

اگر تو گمان سے ان دونوں فکروں کو نہ سمجھ سکے — "دھوکا نہ ہو" کہنے اور جلدی نکاح اور آگے نہ بڑھا

تا نماند در تفکر جانِ تو — غبن ناید بر تو و بر خانِ تو

تاکہ تیری جان فکر میں نہ پڑے — تجھ پر اور تیرے گھر پر نقصان نہ آئے

حیلہ دفع مغبون[2] شدن در بیع و شری

خرید و فروخت میں دھوکا کھا جانے کے دفعیہ کی تدبیر

آں یکے یارے پیمبر را بگفت — کہ منم در بیعہا با غبن جفت

ایک صحابی نے پیغمبر سے عرض کیا — کہ میں معاملات میں نقصان سے دوچار ہوتا ہوں

فکرِ ہر کس کو فرو شد یا خرد — ہمچو سحرست و ز را ہم می برد

جو شخص بیچتا ہے یا خریدتا ہے اس کی فکر کاری — جادو کی طرح ہے اور مجھے گمراہ کر دیتا ہے

گفت در بیعے کہ ترسی از غرار — شرط کن سہ روز خود را اختیار

فرمایا کہ جس معاملہ میں تو دھوکے سے ڈرے — تین دن کے لئے اپنے لئے خیار کی شرط کر لے

کہ تانی[3] ہست از رحمٰن یقیں — ہست تعجیلت ز شیطانِ لعیں

کیونکہ آہستہ روی یقیناً خدا کی جانب سے ہے — تیری جلد بازی ملعون شیطان کی جانب سے ہے

پیش سگ چوں لقمہ ناں افگنی — بو کند آنگہ آخورد اے ممتحن

تو جب کتے کے سامنے روٹی کا ٹکڑا ڈالتا ہے — اے خوشہ چین! وہ سونگھتا ہے پھر کھاتا ہے

---

[1] ہر یکے۔ حقیقی مصلح اور مزوّر مصلح اپنے اپنے راستہ پر چلاتے ہیں۔ ہمچناں سے کی مثال وسوسہ الہام ہے دونوں عقل اور ظاہر محسوس چیزیں ہیں لیکن دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ وحی یعنی الہام الست یعنی عہد الست کی قسم کا الہام ہے۔ وسوسہ اور الہام دونوں دل کے بازار میں آکر اپنے اپنے سامان کی تعریف کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کی طرف راغب ہو جائے۔ تفتازانی۔ غلام فرید۔ ۱۲ طالب۔

[2] "دھوکا نہ ہو" یہ جملہ خریدار اس وقت بولتا ہے جبکہ چیز کی بھلائی برائی کا فوری نہیں ہو سکے اور اپنے لئے اختیار لے لے کہ تین دن تک مجھے اختیار ہے کہ میں اس معاملہ کو باقی رکھوں یا فسخ کر دوں۔

[3] تانی۔ وہ شخص جو سامنے میں نقصان میں ہو۔ یا زے۔ حدیث شریف میں ہے کہ منقذ بن حبان رضی اللہ عنہ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں کاروبار کرتا ہوں اور معاملے میں دھوکا کھا جاتا ہوں تو آنحضور نے فرمایا کہ تم معاملہ کرتے وقت یہ کہہ دیا کرو لا خلابۃ وَلِیَ الْخِیَارُ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ یعنی دھوکا نہ ہو مجھے تین دن تک کا اختیار ہے۔ بزاز۔ دھوکا۔

[4] تانی۔ توقف، جلد بازی نہ کرنا۔ حدیث شریف میں ہے اَلتَّانِیُ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالْعَجَلَۃُ

---

[1] ہمۃ الشیطان یعنی توقف کرنا اللہ کی جانب سے اور جلد بازی کرنا شیطان کی جانب سے ہے۔ ہمیں سگ۔ کتے کو لقمہ ڈالو تو وہ جلدی سے نہیں کھاتا بلکہ سونگھتا ہے

۹۱ او بہ بینی بوکند ما باخرد
وہ ناک سے سونگھتا ہے ہم عقل سے

باتانی گشت موجود از خدا
خدا کی جانب سے آہستگی کے ساتھ موجود ہوئے

ورنہ قادر بود کز کن فیکون
ورنہ وہ قادر تھا کہ کن فیکون کے ذریعہ

۹۲ آدمی را اندک اندک آں ہمام
وہ شہنشاہ، آدمی کو رفتہ رفتہ

گرچہ قادر بود کاندر یک نفس
اگرچہ وہ قادر تھا کہ ایک دم میں

بود عیسےٰ را دمے کز یک دعا
(حضرت) عیسیٰ کی ایسی پھونک تھی کہ ایک دعا سے

خالق عیسےٰ نہ بتواند کہ او
(کیا حضرت) عیسیٰ کا پیدا کرنے والا نہیں کر سکتا کہ وہ

ایں تانی از پئے تعلیم تست
یہ آہستہ روی، تیری تعلیم کے لئے ہے

جوئیکے کو چک کہ دائم می رود
وہ چھوٹی سی نہر جو ہمیشہ جاری رہتی ہے

زیں تانی زاید اقبال و سرور
یہ آہستہ روی اقبال (مندی) اور خوشی پیدا کرتی ہے

۹۳ مرغ کے ماند بہ بیضہ اے عنید
اے سرکش (پر) انڈے سے کب شابہ ہے؟

باش تا اجزائے تو چوں بیضہا
ٹھہر کہ تیرے اجزاء انڈوں کی طرح

بیضۂ مار ارچہ ماند در شبہ
سانپ کا انڈا اگرچہ مشابہت میں یکساں ہے

رو بجو بیش خوش بعقل منتقد
جا اسکو پرکھی ہوئی عقل سے اچھی طرح سونگھ لے

تا بشش روز ایں زمین و چرخہا
چھ دن میں یہ زمین اور آسمان

صد زمین و چرخ آورد بروں
سینکڑوں زمین اور آسمان پیدا کر دیتا

تا چہل سالش کند مرد تمام
اس کے چالیس سال میں پورا مرد خدا کر دے

از عدم پراں کند پنجاہ کس
عدم سے پچاس شخص روانہ کر دے

بے توقف زندہ کردے مردہ را
مردے کو بے توقف زندہ کر دیتے

بے توقف مردم آرد تو بتو
بے توقف تہ بہ تہ انسان پیدا کر دے

کہ طلب آہستہ باید بے شکست
اسی لئے کہ طلب آہستہ اور مسلسل چاہیے

نے نجس گردد نہ گندہ می شود
(وہ) نہ تو ناپاک ہوتی ہے نہ گندہ

ایں تانی بیضہ دولت چوں بود
یہ آہستہ روی انڈا ہے (اور) دولت مثل بچہ کے ہے

گرچہ از بیضہ ہمی آید پدید
اگرچہ وہ انڈے سے پیدا ہوتا ہے

مرغہا زایند اندر انتہا
آخر میں پرند جنیں

بیضۂ کنجشک را دور ست زہ
چڑیا کے انڈے سے (لیکن دونوں میں) بہت

---

۹۱ آدمی جس طرح کتا ناک سے سونگھتا ہے ہمیں عقل کے ذریعہ اس بات کو پرکھنا چاہیے منتقد پرکھی ہوئی۔ باتانی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ روز میں آہستہ آہستہ بنایا ہے۔ کن یعنی امر خداوندی جس کو چیز فوراً وجود میں آجاتی ہے۔

۹۲ آدمی۔ انسان کے نوعی چالیس سال میں مکمل ہوتے ہیں اگرچہ خدا کو یہ قدرت ہے کہ ایک لمحہ میں سینکڑوں مکمل انسان پیدا کر دے۔ جیسے ایک پھونک سے مکمل انسان کو زندہ کر دیتے تھے۔ ایں تانی۔ اللہ کے عمل میں آہستگی اختیار کی تعلیم کے لئے ہے کہ وہ بھی کاموں میں یہی طریقہ اختیار کریں۔ بے شکست۔ مسلسل۔ جو ایک چھوٹی سی نہر آہستہ آہستہ مسلسل جاری رہتی ہے کبھی بند اور گندہ نہیں ہوتی۔ زیں۔ آہستہ روی سے اقبال اور سرور حاصل ہوتا ہے اور ایک بچہ کی دولت حاصل ہوتی ہے۔

۹۳ مرغ۔ آہستہ روی سے نیک بختی کی دولت پیدا ہوتی ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انڈے سے پرند پیدا ہوتا ہے حالانکہ دونوں میں کوئی صورتی مشابہت نہیں ہے بیضۂ مار جس طرح مار اور اس کے نتیجہ میں مقابلہ ضروری نہیں ہے اسی طرح یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ بظاہر دو عمل صورت میں یکساں ہوتے ہیں لیکن انکے نتائج مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ سانپ اور چڑیا کے انڈے۔

دانی اے عاقل کہ ماند سین[1] بہ شین
اے عقلمند! تو جانتا ہے کہ سین شین کے مشابہ ہے

در نوشتن لیک در نقطہ ببین
لکھنے میں، لیکن نقطہ پر غور کرلے

دانۂ آبی بدانہ سیب نیز
جس کا بیج بھی سیب کے بیج سے

گرچہ ماند فرقہا داں اے عزیز
اگرچہ مشابہ ہے (لیکن) اے عزیز! بہت فرق ہے

برگہا ہمرنگ باشد در نظر
پتے دیکھنے میں ایک رنگ کے ہوتے ہیں

میوہا ہر یک بود نوعِ دگر
ہر ایک کا پھل دوسری قسم کا ہوتا ہے

برگہائے جسمہا مانندہ اند
پتے (یعنی) جسم (باہمی) مشابہ ہیں

لیک ہر جانے بہ یمنے زندہ اند
لیکن ہر جان مختلف پیدائش کے ساتھ زندہ ہے

خلق در بازار یکساں میروند
لوگ، بازار میں یکساں جاتے ہیں

آں یکے در ذوق و دیگر دردمند
(لیکن) انہیں سے ایک شوق سے دوسرا افسوس سے

ہمچناں[2] در مرگ یکساں میرویم
اسی طرح موت (کے بازار) میں ہم یکساں چلے جائیں گے

نیم در خسران و نیمے خسرویم
ہم میں سے نصف ٹوٹے میں ہیں اور نصف شاد ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز گو
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے پھر کہہ

از بلالؓ و از بلال و کارِ او
(حضرت) بلالؓ اور بلال اور اس کے کارنامے کی بات

وفات یافتن بلال رضی اللہ عنہ با شادی و طرب

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی اور شادی کی حالت میں وفات پانا

چوں بلالؓ از ضعف شد ہمچوں ہلال
جب حضرت بلالؓ کمزوری سے چاند کی طرح ہوگئے

رنگِ مرگ اُفتاد بر روئے بلالؓ
(حضرت) بلالؓ کے چہرے پر موت کے آثار آگئے

جفت[3] اُو دیدش بگفتا وا طرب
اُن کی بیوی نے اُن کو دیکھا کہا ہائے ٹوٹ گئے

پس بلالش گفت نے وا طرب
تو (حضرت) بلالؓ نے اُنسے کہا نہیں نہیں خوشی ہے

تاکنوں اندر حرب بودم ز زیست
اب تک میں زندگی سے مصیبت میں تھا

تو چہ دانی مرگ چہ عیش مست و چیست
تو کیا جانے موت میں کس قدر عیش ہے اور کیا چیز ہے؟

ایں ہمی گفت و وحش در عین گفت
وہ یہ کہہ رہے تھے اور گلشن کے درمیان آنکھیں

نرگس و گلبرگ و لالہ می شگفت
نرگس اور گلاب کی پتیاں اور لالہ کھل رہا تھا

تاب رُو و چشمِ پُر انوارِ او
چہرے کی رونق اور اس کی پُر نور آنکھیں

می گواہی داد بر گفتارِ او
اُن کے قول پر گواہی دے رہی تھیں

[1] سین اور شین، بہی کا بیج اور سیب کا بیج بظاہر یکساں ہیں لیکن نتیجے مختلف ہیں۔ برگہا۔ بظاہر درختوں کے پتے یکساں نظر آتے ہیں لیکن اُن پر پھل مختلف آتے ہیں۔ جسمہا۔ اسی طرح انسانوں کے جسم یکساں ہیں لیکن کمال کے نتائج روح پر مختلف مرتب ہوتے ہیں۔

[2] ہمچناں۔ اسی طرح نیک اور بد کی موت یکساں نظر آتی ہے لیکن موت کے نتائج ہر شخص پر مختلف مرتب ہوتے ہیں، ہمچوں ہلال۔ یعنی پہلی رات کے چاند کی طرح زرد اور کمزور ہوگئے۔ رنگِ مرگ، موت کے آثار۔

[3] جفت۔ بیوی۔ وا طرب۔ یعنی میں لٹ گئی۔ وا طرب۔ یعنی خوشی کا وقت ہے۔ زرایست۔ زندگی مصائب کا سبب تھی موت عیش و مسرت کا سبب ہے۔ ایں ہمی گفت۔ یعنی حضرت بلالؓ کے حالت اُن کی بات کی گواہی دے رہے تھے اور موت کے بہترین آثار اُن پر مرتب ہو رہے تھے۔

ہر سیہ[1] دل خود سیہ دیدے دُرا
ہر سیہ دل اُن کو کالا دیکھتا

مَردُم نادیدہ آمد رُو سیاہ
نابینا انسان رُو سیاہ ہوئے

خود کہ بیند مَردُمِ دیدہ ترا
آپ کو آنکھ کی پُتلی کون سمجھ سکتا ہے

چوں بغیر مَردُم دیدہ اش ندید
جبکہ اُن (بلال رضؓ) کو آنکھ کی پُتلی کے علاوہ کوئی چیز

پس[2] جُز اُو جملہ مقلِد آمدند
اُن (آنکھ کی پُتلی) کے علاوہ سب مقلد ہیں

گفت مخفتش الفراق اے خوش خصال
اُنکی بیوی نے کہا اے خوش خصلت! جدائی ہے

گفت جُفت امشب غریبے[3] میرود
بیوی نے کہا آج کی رات مسافر بنکر جارہے ہو

گفت نے نے بلکہ امشب جانِ من
انھوں نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ آجکی رات میری جان

گفت اے جان و دلم وا حسرتا
انھوں نے عرض کیا اے میری جان اور دل افسوس

گفت رُویت را کجا بینیم ما
انھوں نے عرض کیا ہم آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے

حلقۂ خاصش بتو پیوستہ است
جس کا خاص حلقہ تجھ سے قبل ہوا ہے

اندراں حلقہ زربُّ العالمین
اُس حلقہ میں رب العالمین کا

مَردُم دیدہ سیہ آمد چرا
آنکھ کی پُتلی کالی کیوں واقع ہوئی ہے؟

مَردُم دیدہ بُود مرآتِ ماہ
آنکھوں والے چاند کا آئینہ ہوتے ہیں

دَر جہاں جُز مَردُم دیدہ فزا
دنیا میں سوائے روشنی بڑھانے والی پُتلی کے

پس بغیر اُو کہ در رنگش رسید
تو اُس (آنکھ کی پُتلی) کے سوا کون اُن (بلال رضؓ) کے رنگ کو

دَر صفات مَردُم دیدہ بلند[4]
بلند آنکھ کی پُتلی کے صفات کے بارے میں

گفت نے نے الوصال ایں فصال
انھوں نے فرمایا نہیں نہیں یہ جدائی (وصال) ہے

از تبار و خویش غائب میشوی
خاندان اور اعزہ سے غائب ہورہے ہو

میرسد خود از غریبی دَر وطن
خود مسافرت سے وطن میں جارہی ہے

گفت نے نے جانِ من یا دُولتاہ
انھوں نے فرمایا نہیں نہیں اے میری جان! بڑی

گفت اندر حلقۂ خاصِ خدا[5]
فرمایا خدا کے خاص حلقہ میں

گر نظر بالا کنی نے سُوئے پست
اگر تو اوپر کو نظر کرے نہ کہ پستی کی جانب

نور می تابد چو در حلقہ نگیں
نور اس طرح چمکتا ہے جیسا کہ انگوٹھی کے حلقہ میں نگینہ

---

[1] جن کا دل سیاہ ہے؟ بلال رضؓ کو سیاہ رنگ دیکھتے ہیں لیکن کسی چیز کا کالا رنگ اس کی حقارت کی دلیل نہیں ہے کہ آنکھ کی پتلی سیاہ ہے لیکن اسکی فضیلت ظاہر ہے اور چاند دو سیاہ ہے اور پتلی والا چاند کا آئینہ ہے۔ خود کہ۔ یعنی بلال رضؓ کو آنکھ کی پتلی جیسا الفضل وہی خواجہ کونین سمجھ سکتی تھی جس کو خود تمام انسانوں میں وہی مرتبہ حاصل ہے جو آنکھ کی پتلی کو تمام اعضاء میں حاصل ہے یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام۔ بلال رضؓ کے حقیقی اوصاف کو آنحضورؐ اور صحابہ سمجھ سکے۔

[2] پس۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے علاوہ دوسرے لوگ اُن کے جمیع مرتبہ کو حقیقی طور پر نہیں جان سکتے صرف تقلیدی طور پر اُن کو جانتے ہیں بخصال۔ خصلت کی جمع ہے عادتیں۔ فصال۔ جدائی یعنی موت۔

[3] غریبے۔ یعنی آپ تنہا رخصت ہوکر مسافر بن رہے ہیں۔ تبار۔ خاندان۔ غریبی۔ دنیا، مسافرت کی جگہ۔ وطن۔ عالم آخرت اصل وطن ہے۔ حلقہ۔ مومنین کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ فی مَقعَدِ صِدقٍ عِندَ مَلِیکٍ مُقتَدِرٍ یعنی وہ مقتدر شہنشاہ کے پاس سچائی کی جگہ میں ہونگے۔

حلقہ۔ وہ مقام جس میں مومنین کو جگہ ملے گی ہر مومن دیکھ سکتا ہے اگر وہ اپنی نظر بلند رکھے اور پستی کی طرف نہ دیکھے۔ اندراں۔ اُس حلقہ میں اللہ کی خاص تجلی ہوگی۔

گفت ویران گشت این خانہ دریغ
انھوں نے افسوس کیا افسوس ہے یہ گھر ویران ہو گیا

گفت اندر زر نگر منگر بمیغ
فرمایا جاؤ گھر دیکھو، ابر کو نہ دیکھو

حکمت ویران گشتن تن بمرگ

موت کی وجہ سے جسم کے برباد ہونے کی حکمت

کرد ویران تا کند معمور تر
ویران کیا، تاکہ زیادہ آباد کرے

قوم انبہ بود و خانہ مختصر
لوگ زیادہ تھے، اور گھر مختصر تھا

من چو آدم بودم اول حبس کرب
میں شروع میں (حضرت) آدمؑ کی طرح بے چینی میں تھا

پر شد اکنوں نسل جانم شرق و غرب
اب میری جان کی نسل سے مشرق و مغرب بھر گئی

من گدا بودم دریں خانہ چو چاہ
میں اس کنویں جیسے گھر میں فقیر تھا

شاہ گشتم قصر باید بہر شاہ
میں شاہ ہو گیا، بادشاہ کے لئے قلعہ چاہیئے

قصرہا[52] خود مر شہاں را مانست
قلعے، شاہوں کے لئے مانوس ہیں

مردہ را خانہ و مکاں گورے بس ست
مُردے کیلئے ایک قبر گھر اور مکان کافی ہے

انبیا را تنگ آمد ایں جہاں
انبیا کے لئے یہ جہان تنگ ہو گیا

چوں شہاں رفتند اندر لامکاں
(تو) شاہوں کی طرح لامکان میں چلے گئے

مردگاں را ایں جہاں بنمود فر
مُردوں کو اس جہان نے شان و شوکت دکھائی

ظاہرش زفت و بمعنی تنگ تر
جس کا ظاہر وسیع ہے اور حقیقتاً بہت تنگ ہے

گر نبودے تنگ[53] ایں افغاں ز چیست
اگر تنگ نہ ہوتا، تو یہ شور پکار کیوں ہے؟

چوں دوتا شد ہر کہ در دے بیش زیست
جو اس میں زیادہ رہتا ہے (دھرا کیوں ہو جاتا ہے؟

در زمان خواب چوں آزاد شد
نیند کی حالت میں جب آزاد ہو جاتا ہے

زاں مکاں بنگر کہ جاں چوں شاد شد
اُس مکان سے، دیکھ جان کیسی خوش ہوتی ہے

ظالم از ظلم طبیعت باز رست
ظالم طبیعت کے ظلم سے چھوٹ گیا

مرد زندانی ز فکر حبس جست
قیدی، قید کی فکر سے نکل گیا

ایں زمین و آسمان بس فراخ
یہ زمین اور آسمان جو بہت وسیع ہیں

سخت تنگ آمد بہنگام مناخ
ڈیرہ ڈالنے کے وقت بہت تنگ لگے

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ
یہ دنیا بہت وسیع اور بہت تنگ نظر بندی ہے

خندہ او گریہ فخرش جملہ ننگ
اُس کی ہنسی رونا ہے اُس کا فخر ذلت ہے

---

[52] خانہ یعنی جسم۔ [53] یعنی روح تنگ۔ اگر یعنی جسم ویران۔ ویرانی کے بعد نئی تعمیر ہوتی ہے۔ قوم۔ یعنی میں اب معارف اور اسرار کا خزانہ بن گیا تھا اس جسم میں اس کی گنجائش نہ تھی۔ چو آدم۔ حضرت آدمؑ تنہائی سے گھبرائے تب حوا پیدا ہوئی اور نسل کی پیدائش ہوئی نسل جانم۔ یعنی روح کے ثمرات۔ خانہ چو چاہ۔ جسم اندھیرے کنویں کی طرح ہے۔

[52] قصرہا۔ میں جب تک گدا تھا اس حقیر جسم میں میری روح رہ سکتی تھی اب جبکہ معارف الٰہی اسرار کی وجہ سے شاہ بن گیا ہوں تو قصر بلند کی ضرورت ہے۔ انبیاء۔ انبیاء بھی اسی وجہ سے دنیا کو ترک کر کے آخرت کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ مُردگاں۔ جو مُردہ دل ہیں ان کے لئے یہ دنیا شان و شوکت والی ہے، یہ دنیا اہل دنیا کیلئے وسیع اور اہل باطن کے لئے بہت تنگ ہے۔

[53] گر نبودے۔ اگر دنیا تنگ نہیں ہے تو پھر اس کے باشندوں میں شور و غل کیوں ہے اور یہ بڑھاپے میں کیوں جھکے جاتے ہیں جھکنا تو انسان کی تنگی سے ہوتا ہے۔ آہیں۔ دنیا کی تنگی کا احساس اسوقت ہوتا ہے جب انسان سوتا ہے اور اسکی روح آزاد ہو جاتی ہے۔ چشم بند۔ دنیا جو حقیقتاً تنگ ہے

تشبیہ دنیا کہ بظاہر فراخ ست و بمعنی تنگ و تشبیہ خواب کہ

دنیا کی تشبیہ جو بظاہر وسیع، اور حقیقتاً تنگ ہے اور خواب کی تشبیہ کہ

خلاصی ست از تنگی

وہ تنگی سے نجات ہے

۱؎ ہمچو گرما بہ کہ تفتیدہ بود
حمام کی طرح، جو گرم ہو

اندر آئی جانت بخمیدہ بود
تو اندر آئے، تیری جان پژمردہ ہوتی ہے

گرچہ گرما بہ عریض ست و طویل
اگرچہ حمام چوڑا اور لمبا ہے

زاں تپش تنگ آید جان و کلیل
اس گرمی سے تیری جان تنگ اور عاجز آجاتی ہے

تا بروں نائی نہ بگشاید دلت
جب تک تو باہر نہیں آتا ہے تیرا دل نہیں کھلتا

پس چہ سود آمد فراخی منزلت
تو جگہ کی وسعت سے تجھے کیا فائدہ ہے؟

یا کہ کفش تنگ پوشی اے غوی
یا کہ اے گمراہ! تو تنگ جوتا پہنے

در بیابان فراخے می روی
اور وسیع جنگل میں تو چلے

آں فراخی بیاباں تنگ گشت
جنگل کی وہ وسعت تنگ ہو جائے گی

بر تو زنداں آمد آں صحرا و دشت
وہ جنگل اور بیابان تیرے لئے قید خانہ ہوگا

۲؎ ہر کہ دید او مر ترا از دور گفت
جس نے تجھے دور سے دیکھا، کہا

کو دراں صحرا چو لالہ بر شگفت
وہ اس جنگل میں لالے کی طرح کھلا ہے

او نمیداند کہ تو چوں ظالماں
وہ نہیں سمجھتا کہ تو ظالموں کی طرح

از بروں در گلشنی، جاں در فغاں
باہر سے چمن میں ہے، جان فریاد میں ہے

خواب تو آں کفش بیروں کردنست
تیری نیند اس جوتے (جسم) کو اتار دینا ہے

کہ زمانے جانت آزاد از تنست
کیونکہ اس وقت تیری جان جسم سے آزاد ہے

اولیا را خواب ملکست اے فلاں
اے فلاں! اولیاء کیلئے نیند سلطنت ہے

ہمچو آں اصحاب کہف اندر جہاں
جس طرح دنیا میں اصحاب کہف

۳؎ خواب می بینند و آنجا خواب نے
وہ خواب دیکھتے ہیں اور وہاں نیند نہیں ہے

در عدم در می روند و باب نے
وہ عدم میں چلے جاتے ہیں اور دروازہ نہیں ہے

خانۂ تنگ و دروں جاں چنگلوک
گھر تنگ ہے اور اندر جان اینٹھ رہی ہے

کرد ویراں تا کند قصر ملوک
اس کو ویران کیا تاکہ شاہوں کا محل بنائے

۱؎ ہمچو گرما بہ۔ دنیا کو وسیع بھی اور تنگ بھی بتایا۔ اب اس کو مثالوں سے سمجھاتے ہیں، حمام جو گرم ہوتا ہے تو باوجود وسعت کے وہاں طبیعت تنگ ہوتی ہے تو وہ وسیع بھی ہے اور تنگ بھی۔ تفتیدہ۔ تفتیدن اور تفسیدن گرم ہونا۔ بخسیدن، بژمردہ ہونا۔ یا کہ۔ وسیع جنگل میں اگر کوئی تنگ جوتا پہن کر چلے تو وہ جنگل وسیع بھی ہے اور اس کے لئے تنگ بھی ہے یہی حال دنیا کا ہے کہ وسعت کے باوجود تنگ ہے۔

۲؎ ہر کہ۔ وسیع جنگل میں تنگ جوتے والے کو جنگل میں تو بھی گا کہ بہت آرام سے ہے حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ ظالموں کی طرح ہے جو بظاہر خوش نظر آتے ہیں مگر انکی روح آہ و فغاں کرتی ہے۔ خواب۔ انسان جب نیند میں ہوتا ہے تو گویا اس کے پاؤں سے تنگ جوتا اتر جاتا ہے۔ اولیاء کی روح حالت بیداری میں اس طرح آزاد رہتی ہے جس طرح عوام کی روح نیند کی حالت میں، انکی مثال اصحاب کہف کی سی ہے جو ظاہر کے لحاظ سے نیند میں تھے اور حقیقت کے اعتبار سے بیدار تھے۔

۳؎ خواب۔ اولیاء حالت بیداری میں خواب دیکھتے ہیں اور عالم عدم کی سیر کرتے رہتے ہیں جہاں کوئی دروازہ نہیں ہے۔ خانۂ تنگ۔ حضرت جلال نے (بایں زندگی کی

چنگلوکم چوں جنین[1] اندر رحم
میں ایسا ہوں، جیسا کہ رحم میں بچہ

نہ مہ گشتم شد ایں نقلاں مہم
مجھے نو مہینے ہو گئے ہیں یہ انتقال ضروری ہے

گر نباشد دردِ زہ بر مادرم
اگر میری ماں کو دردِ زہ نہ ہوتا

من دریں زنداں میاں آذرم
میں اس قید خانہ میں آگ میں ہوتا

مادرِ طبعم ز دردِ مرگِ خویش
میری مادرِ طبیعت اپنی موت کے درد سے

می کند زہ تا رہد برّہ ز میش
زہ میں ہے تاکہ بھیڑ کا بچہ بھیڑ سے نکل آئے

تا چرد آں برّہ در صحرائے سبز
تاکہ وہ بھیڑ کا بچہ سرسبز میدان میں چرے

ہیں رحم بکشا کہ گشت آں برّہ گبز
ہاں رحم کو کھول کیونکہ وہ بھیڑ کا بچہ فربہ ہو گیا ہے

درد زہ[2] گر رنج آبستاں بود
دردِ زہ اگرچہ حاملہ کے لئے موجبِ تکلیف ہوتا ہے

بر جنینِ اشکستن زنداں بود
بچے کے لئے قید خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے

حاملہ گریاں ز دردِ کاں مناص
حاملہ دردِ زہ سے روتی ہے کہ بچاؤ کی جگہ کہاں ہے

وآں جنیں خنداں کہ پیش آمد خلاص
اور وہ بچہ ہنستا ہے کہ چھٹکارا درپیش ہے

ہر چہ زیرِ چرخ ہستند امہات
جو مائیں آسمان کے نیچے ہیں

از جمادو از بہیمہ و ز نبات
جمادات، اور حیوانات اور نباتات سے

ہر یکے[3] از دردِ دیگرے غافل اند
ہر ایک دوسرے کے درد سے غافل ہے

جز کسانے کہ نبیہ و عاقل اند
سوائے اُن کے جو خبردار اور عقلمند ہیں

آنچہ کوسہ داند از خانہ کساں
جو بھلی داڑھی والا لوگوں کے گھر کے بارے میں جانتا ہے

بلمہ از خانہ خویش کے داند آں
لمبی داڑھی والا اپنے گھر کے بارے میں بھی کب جانتا ہے؟

آنچہ صاحبدل بداند حالِ تو
صاحبدل جو کچھ تیرے حال کے بارے میں جانتا ہے

تو ز حالِ خود ندانی اے عمو
اے چچا! تو خود (ویسا) اپنی حالت کو نہیں جانتا ہے

آنچہ بلبند در جبینت اہلِ دل
صاحبِ دل جو کچھ تیری پیشانی میں دیکھتا ہے

کے بہ بینی در خود اے از خود خجل
اے اپنے آپ سے شرمندہ! تو خود اپنے بارے میں کب جانتا ہے؟

بیان آنکہ ہر چہ غفلت و کاہلی و تاریکی ست ہمہ از تن ست کہ ارضی و سفلی ست

اس کا بیان کہ جو کچھ غفلت اور سستی اور تاریکی ہے سب جسم کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ ارضی اور سفلی ہے

[1] جنین۔ بچہ اس کو پیٹ میں ٹیڑھا میڑھا رہتا ہے مولانا نے قوت عمل ہے۔ مگر نباتی۔ جلنا بر موت کی تکلیف ایسی ہی ہے جس طرح بچہ پیدا ہونے میں ماں کو دردِ زہ کی تکلیف ہوتی ہے اور آگ۔ برّہ۔ بھیڑ کا بچہ یعنی روح۔ میش۔ بھیڑ یعنی جسم۔ تن برّہ موت کے بعد روح عالم بالا کی سیر کرتی ہے۔

[2] دردِ زہ۔ موت کی تکلیف جسم کو ہوتی ہے روح اس کی وجہ سے قید سے آزاد ہوتی ہے۔ اُنّاص۔ بچاؤ کی جگہ۔ امّہات۔ یعنی جمادات اور حیوانات اور نباتات میں سے جنے والی مائیں

[3] ہر یکے۔ ہر انسان اپنے درد میں مبتلا ہے اور اسی نے باخبر ہے۔ نبیہ۔ باخبر۔ کوسہ۔ مختصر داڑھی والا جو عموماً کمین ہوتا ہے یعنی اولیاء اللہ بلمہ۔ لمبی داڑھی والا جو عموماً بے وقوف ہوتا ہے۔ آنچہ۔ اولیاء اللہ دوسروں کے احوال سے اس قدر واقف ہوتے ہیں کہ خود انسان اپنے احوال سے اتنا واقف نہیں ہوتا جتنا کہ۔ اولیاء ماں کے پیٹ کے بچے کے احوال سے بھی واقف ہوتے ہیں۔

غفلت[1] از تن بود چوں تن روح شد — بیند او اسرار را بے ہیچ بد

غفلت جسم کی وجہ سے تھی جب جسم روح بنا — وہ یقینی طور پر اسرار کو دیکھتا ہے

چوں زمیں بر خاست از جوِ فلک — نے شب و نے سایہ باشد نے دلک

جب زمین آسمان کی فضا سے نکل جائے — نہ رات ہوگی، اور نہ سایہ، اور نہ زوال

ہر کجا سایہ ست و شب یا سایگہ — از زمیں باشد نہ از افلاک و مہ

جہاں کہیں سایہ اور رات یا سائے کی جگہ ہے — وہ زمین کی وجہ سے ہے نہ آسمانوں اور چاند سے

دود پیوستہ ہم از ہیزم بود — نے ز آتشہائے مستنجم بود

دھواں ایندھن سے وابستہ ہوتا ہے — نہ کہ روشن کرنے والے شعلوں سے

وہم[2] افتد در خطا و در غلط — عقل باشد در اصابتہا فقط

وہم خطا اور غلطی میں مبتلا ہوتا ہے — درستگی میں صرف عقل ہوتی ہے

ہر گرانی و کسل خود از تن ست — جان ز خفت جملہ در تبدیل تن ست

ہر گرانی اور سستی جسم کی وجہ سے ہے — جان ہلکے پن سے پوری اُٹھان میں ہے

روئے سرخ از کثرتِ خونہا بود — روئے زرد از جنبش صفرا بود

سرخ چہرہ، خون کی کثرت سے ہوتا ہے — زرد چہرہ، صفرے کی حرکت کی وجہ سے ہوتا ہے

روئے سفید از قوتِ بلغم بود — سودا کہ رو آدہم بود

سفید چہرہ، بلغم کی قوت سے ہوتا ہے — سودا کی وجہ ہوتی ہے کہ چہرہ کالا ہوتا ہے

در حقیقت[3] خالقِ آثار اوست — لیک جز علت نہ بیند اہل پوست

درحقیقت آثار پیدا کرنے والا وہ ہے — لیکن کھال والے علت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے ہیں

مغز کو از پوستہا آوارہ نیست — از طبیب و علت او را چارہ نیست

مغز، جو چھلکوں سے جدا نہیں ہے — طبیب اور بیماری سے اس کو مفر نہیں ہے

چوں دوم بار آدمی زادہ بزاد — پائے خود بر فرقِ علتہا نہاد

جب انسان، دوبار پیدا ہوا — اس نے علتوں کے سر پر اپنا پاؤں رکھا ہے

علت اولیٰ نباشد دین او — علت اخری ندارد کین او

پہلی علت اس کا دین نہیں ہوتی — آخری علت اس سے دشمنی نہیں رکھتی ہے

---

[1] غفلت۔ انسان کی سب غفلتیں مادی بدن کی وجہ سے ہیں۔ چونکہ چونکہ زمین فلک کے درمیان میں ہے لہٰذا اس کے جس حصہ پر سورج پڑتا ہے وہاں دن ہوتا ہے اور نہ رات اب اگر زمین اس دائرہ سے خارج ہوجائے تو پھر اسکی یہ صفت بدل جائے اسی طرح اگر مجاہدات کے ذریعہ جسمانی حجاب رفع کردیا جائے تو روح ہمیشہ منور رہے اور اس پر غفلت کے آثار طاری نہ ہوں۔ دلک۔ سورج کا زوال۔ مہ۔ چاند۔ دھواں کثیف جسم لکڑی سے پیدا ہوتا ہے اسیطرح کدورات جسم سے پیدا ہوتی ہیں روح ان کا مخزن نہیں ہے مستنجم۔ روشن کرنے والا۔

[2] وہم۔ وہم دھوکے کی ماں ہے جو غلطی میں پڑتا ہے عقل نور محض ہے۔ زردی۔ خون چہرے کی سرخی کا سبب، صفرا زردی کا سبب، بلغم سفیدی کا سبب، سودا سیاہی کا سبب ہے تو جس طرح چہرے کے یہ حالات اسباب کی وجہ سے ہیں اسی طرح روح میں کہ وہ رنگین اسباب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ورنہ وہ شعور چیز ہے۔

[3] درحقیقت۔ آثار کی تخلیق بھی خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیکن ظاہر بین فلسفی اسکو علت اور مؤثر کا جوڑ قرار دیتا ہے۔ مغز۔ وہ مغز جو چھلکے والی ہے اس میں

غلطی واقع ہوتی ہے علم کشفی اور الہامی غلطی سے مبرا ہے۔ دوم بار پیدا ہونے کے بعد جب انسان مجاہدات کے ذریعہ دوبارہ اس حیات حاصل کرلیتا ہے تو اسباب پر رات اور دن کا اور سبب الاسباب ہی کو مؤثر حقیقی سمجھتا ہے۔ علت اولیٰ فلاسفہ خدا کو علت اولیٰ قرار دیتے ہیں متکلمین اور اہل مذہب کوئی اور مختار مانتے ہیں علت سے معلول کا صدور ضروری ہوتا

می[1] پرد چوں آفتاب اندر اُفق
وہ اُفق میں سورج کی طرح اُڑتا ہے

باغروسِ صدق و صفوت در تُتُق
خلوص اور پاکائی کی دُلہن کیساتھ دربردہ

بلکہ بیروں از اُفق و زچرخہا
بلکہ وہ اُفق اور آسمانوں سے باہر

بے مکاں باشد چوں اَرواحِ وَہی
بے مکان ہو جاتا ہے جیسا کہ روحیں اور عقلیں

پس عقول ماست سایہ اے عمو
اے چچا! ہماری عقلیں سایہ ہیں

می فتد چوں سایہ دَر پایہائے اُو
سایہ کی طرح اُس کے پاؤں پڑتی ہیں

تشبیہ نص با قیاس

نص کی قیاس کے ساتھ تشبیہ

مجتہد[2] ہر گہ کہ باشد نص شناس
مجتہد جبکہ نص سے واقف ہوتا ہے

اندراں صورت نبیند یشد قیاس
وہ اس صورت میں قیاس نہیں کرتا ہے

چوں نیابد نص اندر صورتے
اگر کسی صورت میں اس کو نص نہیں ملتی ہے

از قیاس آنجا نماید عبرتے
قیاس سے اُس مقام پر تعبیر کرتا ہے

نص وحی روحِ قدسی داں یقیں
قدسی روح کے الہام کو تو نص سمجھ

واں قیاسِ عقل جزوی تحت ایں
اور ناقص عقل کا قیاس اُس سے کم ہے

عقل از جاں گشت با ادراک و فر
عقل روح سے باعلم و شوکت بنی

روح اُورا کے شود زیرِ نظر
روح اُس کے ماتحت کب ہو سکتی ہے!

لیک جاں در عقل تاثیرے کُند
لیکن روح عقل میں اثر کرتی ہے

زاں اثر آں عقل تدبیرے کُند
اس اثر سے وہ عقل تدبیر کرتی ہے

نوح[3] وار ارصد متے زد در تورو
اگر روح نے نوح کی طرح تجھ میں اثر کیا ہے

کُو یَم و کو کشتی و طوفانِ نوح
سمندر کہاں ہے کشتی اور نوح کا طوفان کہاں ہے!

عقل اثر ار روح بیند اندکے
عقل تاثیر کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن

نورِ خُور از قرص خُور دُور است نیک
سورج کا نور، سورج کی ٹکیہ سے بہت دور ہے

زاں بقرصے سالکے خورسند شُد
سالک اس نور کی وجہ سے ٹکیہ پر خوش ہوا

تا ز نورش سوئے قرص آفگند شُد
یہاں تک کہ اُسکے نور سے ٹکیہ کی جانب روانہ ہوا

سمجھ بیٹھتی ہے یہ اس کی غلطی ہے تاثیر اور روح میں وہی فرق ہے جو سورج اور اُس کے نور میں ہے۔ زاں جب یہ معلوم ہو گیا کہ نور اور چیز ہے اور سورج دوسری چیز ہے تو سالک صرف نور پر اکتفا نہیں کرتا ہے بلکہ سورج تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے

[1] می پرد۔ وہ اُڑتا ہے کی سیر کرتا رہتا ہے تشبیہ۔ ہمارے پر، چونچ اور روح جس طرح زمین اور مقامیں لامکان میں رہتی ہیں اسی طرح یہ بھی لامکان بن جاتا ہے۔ پس عقول۔ اس کامل روح کے سامنے ہماری عقول ہیچ ہیں۔ تشبیہ۔ اس مضمون میں یہ ثابت کرنا ہے کہ روح کامل کا الہام بمنزلہ نص کے ہے۔

[2] مجتہد۔ وہ شخص جو قرآن و حدیث میں مذکورہ احکام کو ان چیزوں پر بحکم لگاتا ہے جن کا حکم قرآن و حدیث میں موجود نہیں ہے اس کے پاس اگر کوئی قرآن کی آیت یا حدیث بطور نص کے موجود ہوتی ہے تو وہ اسکے ذریعہ حکم بیان کرتا ہے ورنہ کسی نص پر قیاس کو کے حکم جاری کرتا ہے۔ روح قدسی، روح قدسی کا الہام اس بمنزلہ نص کے ہے اور ہمارا عقل ادراک بمنزلہ قیاس کے ہے جو نص سے کم درجہ کی چیز ہے بقول۔ عقل نے روح سے استفادہ کیا ہے تو روح اس سے کیسے ہو سکتی ہے جان در عقل ست روح عقل میں نور ہے اور عقل کی تدبیر روح کی تاثیر سے ہے۔

[3] نوح وار۔ اگر روح نے عقل میں تاثیر بھی کر دی ہے تب بھی عقل کو روح کی ہمسری مناسب نہیں ہے اس میں وہ اسباب و علامات کہاں ہیں جو روح میں ہیں بقول۔ عقل بسا اوقات روح کی تاثیر کو رفع

زانکہ ایں نوریست کہ اندر رسائل[1] ست
اس لئے کہ یہ نور جو عالم سلسل میں ہے

نیست دائم روز و شب او آفل ست
مستقل نہیں ہے روز و شب میں غروب ہو جاتا ہے

وانکہ اندر قرص دارد باش و جا
وہ جو کہ میں قیام اور جگہ رکھتا ہے

غرقہ آں نور باشد دائما
وہ ہمیشہ اس نور میں غرق رہتا ہے

نے سحابش رہ زند نے خود غروب
نہ ابر اس کے لئے مانع بنتا ہے نہ خود ڈوبنا

وا رہید او از فراق سینہ کوب
وہ سینہ پیٹنے والی جدائی سے نجات پا گیا

اینچنیں کس اصلش از افلاک بود
ایسے شخص کی اصل آسمانوں سے ہوتی ہے

پا مبدل گشت گر از خاک بود
اگر وہ خاک سے تھا، تو تبدیل ہو گیا ہے

زانکہ خاکی را نباشد تاب آں
کیونکہ خاکی میں اس کی طاقت نہیں ہوتی ہو

کہ زند بر وے شعاعش جاوداں
کہ اس پر اس کی شعاع ہمیشہ پڑے

گر زند بر خاک دائم تاب خور
اگر زمین پر ہمیشہ سورج کی شعاع پڑے

اینچناں سوزد کہ ناید زو ثمر
ایسی جل جائے کہ اس سے پھل نہ پیدا ہو

دائم[2] اندر آب کار ماہی ست
ہمیشہ پانی میں رہنا مچھلی کا کام ہے

مار را با او کجا ہمراہی ست
سانپ کی اسکے ساتھ ہمراہی کہاں ہو سکتی ہے؟

لیک در کہ مارہائے پُرفن اند
لیکن پہاڑوں میں بہت سے پُرفن سانپ ہیں

اندریں یم ماہیاں را می کشند
جو اس سمندر میں مچھلیوں کو مار رہے ہیں

مکر شاں گر خلق را شیدا کند
ان کی مکاری اگر چہ لوگوں کو فریفتہ کرتی ہے

ہم زر دریا تا سہ شاں رسوا کند
(لیکن) دریا سے انکی گمراہ آخر رسوا کرتی ہو

واندریں[3] یم ماہیان توسن اند
اس سمندر میں تو مچھلیاں ہیں

مار را از سحر ماہی میکنند
جو سانپ کو تدبیر سے مچھلی بنا دیتی ہیں

گر تو ماری شو قرین ماہیاں
اگر تو سانپ ہے مچھلیوں کا ساتھی بن جا

تا شوی چوں ماہیاں در یم رواں
تاکہ مچھلیوں کی طرح سمندر میں چلے

ماہیانِ قعر دریائے جلال
دریائے جلال کی گہرائی کی مچھلیاں

بحر شاں آموختہ سحر حلال
(کہ) سمندر نے ان کو حلال جادو سکھا دیا ہے

وحدت میں تیرنا سکھا دیں گے۔ ماہیاں۔ یہ لاہوتی اولیاء جادو کرتے ہیں جس سے ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے لیکن ان کا جادو حلال جادو ہے۔

[1] اندر رسائل۔ دنیا میں جو آثار قدرت ہیں وہ فانی ہیں۔ فانگی جس کا وصول ذات تک ہو جائیگا وہ دائمی نور میں مستغرق رہے گا کے سحابش۔ اب نہ اسکی جسمانی کثافتیں نور سے مانع ہونگی نہ مظاہر قدرت کا فنا ہونا اس کے لئے فراق کی سینہ کوبی کا سبب بنے گا۔ ایسا شخص وہی ہوگا جو ناسوتی ہوگا یا اگر وہ ناسوتی ہے تو اس کے مجاہدوں کے ذریعہ اپنے ناسوتی ہونے کو ختم کرنا ہے تاکہ۔ خاکی اور ناسوتی ذات کی شعاعوں کی تاب نہیں لا سکتا اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر سورج زمین پر ہمیشہ پڑے تو برداشت نہ کریگی اور اس میں اگنے کی طاقت ہی نہ رہے گی۔

[2] دائم۔ مچھلی چونکہ آبی جیوز ہے وہ دائمی طور پر پانی کو برداشت کر سکتی ہے سانپ خشکی کی چیز ہے وہ ہمیشہ سمندر میں نہیں رہ سکتا ہے اسطرح لاہوتی اور ناسوتی کو سمجھو۔ کہ کہاں کبھی ناسوتی لاہوتی بننے کی کوشش کرتے ہیں لیکن بحر حقیقت ان کو رسوا کر دیتا ہے۔

[3] واندریں یم۔ یہاں ایسے لاہوتی انسان ہیں جو ناسوتیوں کو لاہوتی بنا دیتے ہیں۔ گر تو۔ اگر تو ناسوتی ہے تو لاہوتیوں کی صحبت اختیار کر تجھے دریائے

بس[1] محال از تاب ایشاں حال شد — نحس آنجا رفت و نیکو فال شد

بہت سے محال اُن کی ملاقت سے واقعہ بنگئے ہیں — منحوس وہاں پہنچا ہے اور نیک بخت بن گیا ہے

زہر آنجا رفت و شکر شد یقین — سنگ آنجا رفت گوہر شد ثمین

وہاں زہر گیا ہے اور یقیناً شکر بن گیا ہے — وہاں پتھر گیا ہے اور قیمتی جوہر بن گیا ہے

خاک زر شد سنگ گوہر پائے سر — می نہ بیند جز بشر چشم بشر

خاک سونا، پتھر جوہر، پاؤں سر ہو گیا ہے — انسان کی آنکھ انکو سوائے بشر کے کچھ نہیں سمجھتی ہے

تا قیامت[2] گر بگویم زین کلام — صد قیامت بگذرد وین ناتمام

اگر میں یہ بات قیامت تک — بیان کروں — سو قیامتیں گذر جائیں گی اور یہ ناتمام رہے گی

آداب المستمعین والمریدین عند فیض الحکمۃ من لسان الشیخ

شیخ کی زبان سے حکمت کے فیض کے وقت سننے والوں اور مریدوں کے آداب

بر رسولاں این مکرر کردن ست — نزد من عمرے مکرر بردن ست

میرے نزدیک دوبار زندگی حاصل کرنا ہے

شمع از برقِ مکرر بر شود — خاک از ناب مکرر زر شود

شمع مکرر نور سے روشن ہوتی ہے — مٹی مکرر گرمی سے سونا بن جاتی ہے

گر ہزاراں طالب اند و یک رسول — از رسالت باز می ماند رسول

اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک رسیدہ — پیغام پہنچانے سے رسول رُک جاتا ہے

این[3] رسولانِ ضمیر و راز گو — مستمع خواہند اسرافیل خو

یہ دل کے پیغام رساں، اسرار بیان کرنیوالے — (حضرت) اسرافیل کی عادت والا سننے والا چاہتے

نخوتے دارند و کبرے چوں شہاں — چاکری خواہند از اہلِ جہاں

وہ شاہوں کی سی نخوت اور بڑائی رکھتے ہیں — دنیا والوں سے خدمتگاری چاہتے ہیں

تا ادب نہ شاں بجا گہ نادری — از رسالت شاں چگونہ برخوری

جب تک تو اُن کے آداب بجا نہ لائے — اُن کے پیغام سے تو کیسے فائدہ اُٹھائے گا؟

کے رسانند آں امانت را بتو — تا نباشی پیش شاں راکع دو تو

تجھے وہ امانت کب پہنچائیں گے؟ — جب تک کہ اُن کے سامنے رکوع میں دُہرا نہ ہو جائے

---

[1] بس کمال۔ بہت سی ناممکن باتوں کو اپنے تصرفات سے ممکن بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح اُن کی صحبت میں بُرے اخلاق اچھے اخلاق میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ مٹی سونا بن جاتی ہے۔ لیکن منکرین ان کو صرف بشر سمجھتے ہیں۔

[2] تا قیامت۔ ان اہل اللہ کی صحبت کی تاثیر کا اگر میں قیامت تک بیان کروں تو وہ ختم نہ ہوگا۔ بر خلاف اس کے جو لوگ میری اس طرح کی باتوں سے ملول ہوتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مکرر بیکار مضمون ہے لیکن انہی مضامین کا اعادہ مجھے نئی زندگی بخشتا ہے۔ شمع روشنی کی تکرار شمع کو نئی زندگی بخشتی ہے۔ خاک سورج کی شعاعوں کے مکرر ہونے سے زمین میں سونے کی کان پیدا ہو جاتی ہے۔ ہزار ہا بندگوں کی محفل ایک مکرر ہے مکرر ہو جاتی ہے اور مضامین پہلے کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ رسول یعنی حال مضامین بیان کرنے والا بزرگ۔

[3] این۔ یعنی اولیاء اللہ دلوں کو پیغام دیتے ہیں اور اسرار الٰہی سناتے ہیں۔ اسرافیل خو۔ حضرت اسرافیل ہر وقت صور پھونکنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم سننے کے لئے منتظر ہیں۔ نحوتے۔ ان اولیاء کا شاہانہ مزاج ہوتا ہے اور مریدوں کی اصلاح کیلئے اُن سے خدمتگاری کے خواہاں رہتے ہیں۔ تا۔ مرید کے

لے محض ذکر و فکر کافی نہیں ہے شیخ کے آداب بجا لانا بھی ضروری ہے۔ تبھی شیخ کی پوری اطاعت ہوتی ہے تب وہ کہیں نسبت کی امانت مرید کے سپرد کرتا ہے۔

ہر[1] ادب شاں کے ہمی آید پسند
کامد ایشاں زایوانِ بلند

اُن کو ہر ادب کب پسند آئے گا
کیونکہ وہ اونچی بارگاہ سے آئے ہیں

نے گدایانند کز ہر خدمتے
از تو دارند اے مزوّر منتے

وہ محتاج نہیں ہیں کہ ہر خدمت سے
اے فریبی! وہ تیرے احسان مند ہوں

لیک بالے رغبتیہائے ضمیر
صدقۂ سلطاں بیفشاں و اگیر

لیکن دل کی بے رغبتیوں کے باوجود
شاہی خیرات بکھیر دے، بند نہ کر

اسپ خود راں اے رسولِ آسماں
در تلولاں منگر و اندر جہاں

اے آسمانی قاصد! اپنا گھوڑا دوڑا دے
بے رغبت لوگوں اور دنیا کو نہ دیکھ

فرّخ[2] آں تُرکے کہ استیزہ نہد
آتشش اندر خندقِ آتش جہد

مبارک ہے وہ شہسوار جو اختلاف کو ابھارتا ہے،
اس کا گھوڑا آگ کی خندق کو دوڑ جائے

گرم گرداند فرس را آنچناں
کہ کُند آہنگِ اوجِ آسماں

وہ گھوڑے کو ایسا گرم کردے
کہ وہ آسمان کی بلندی کا قصد کرے

چشم را از غیر و غیرت دوختہ
ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ

بیگانے اور غیرت سے آنکھ بند کرلی ہو
خشک اور تر کو آگ کی طرح جلا دیا ہو

گر پشیمانی بر و عیبے کُند
آتش اول در پشیمانی زند

اگر پشیمانی اس کی عیب گیری کرے
پہلے پشیمانی ہی میں آگ لگادے

خود[3] پشیمانی نزاید از عدم
چوں بہ بیند گرمیِ صاحب قدم

خود پشیمانی ہی عدم سے وجود میں نہیں آتی ہے
جبکہ وہ صاحب قدم کی گرمی کو دیکھتی ہے

شناختنِ ہر حیوان بوئے عدوّے خویش را و حذر کردن

ہر جانور کا اپنے دشمن کی خوشبو کو پہچاننا، اور بچاؤ کرنا، اور بھاگنا،

و بطالت و خسارتِ آں کسے کہ عدوّے کسے بُود کہ

اور نقصان اس شخص کا جو کسی ایسے کا دشمن ہو جس سے

از و حذر ممکن نیست و فرار ممکن نے و مقابلہ ممکن نے

بچاؤ ممکن نہیں ہے، اور فرار ممکن نہیں ہے اور مقابلہ ممکن نہیں ہے

شناختن جس طرح ہر جانور اپنے دشمن کی خوشبو سونگھ کر بھاگ جاتا ہے پشیمانی مرشدِ کامل کی خوشبو پاکر بھاگ جاتی ہے۔ بطالت۔ وہ شخص نہایت ہی بدبخت ہے جو ایسے شخص سے دشمنی کرے جس سے کوئی مفر نہیں ہے۔

[1] ہر ادب۔ معمولی ادب سے کام نہ چلے گا۔ تسبیح کی شایانِ شان ادب ضروری ہے۔ مثنوی۔ غیر مناسب ادب سے اس میں شکر گذاری کی کیفیت نہ پیدا ہوگی۔ لیک۔ گزشتہ اشعار میں سمجھایا گیا تھا کہ جب تک طلب صادق نہ ہو اسرار کی تعلیم نہیں دی جاسکتی۔ اب اپنے آپ کو مولانا اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ سننے والوں کی بے رغبتی کے باوجود ان پر اسرار کی بارش کی جائے۔ رسولِ آسماں۔ یعنی اسرارِ الٰہی بیان کرنے والا۔ اس سے خود مولانا کی اپنی ذات مراد ہے۔

[2] فرّخ۔ جو مبتغ سامعین کی بے رغبتی کے ہوتے ہوئے اسپ بیان کو دوڑا دے وہ تازی مبارک باد ہے۔ چشم را۔ اغیار کے سامنے اسرار بیان کرنا مشکل ہوتا ہے نیز غیرت کا تقاضہ ہے کہ تنگ دل لوگوں کے سامنے اسرار نہ بیان کئے جائیں لیکن ایسا تبلیغ قابلِ بیمار کیا ہے جو ان موانع سے قطع نظر کرے۔ گر پشیمانی۔ بے توجہ لوگوں کے سامنے اسرار بیان کرنے سے اگر شرمندگی طاری ہو تو اس کو پھونک ڈالے۔

[3] خود پشیمانی۔ یعنی کامل مرشد کو ایسے حالات میں ہی پشیمانی نہیں ہوتی ہے۔ صاحب قدم۔ مرشدِ کامل۔

اَسپ داند بانگ و بُوئے شیر را
گھوڑا شیر کی آواز اور بُو کو جانتا ہے

گرچہ حیوان ست اِلّا نادرا[1]
اگرچہ جانور ہے، مگر بہت کم

بَل عَدُوِّ خویش را ہر جانور
بلکہ ہر جانور، اپنے دشمن کو

خود بداند از نشان و از اثر
علامت اور نشان سے پہچان لیتا ہے

روز خفاشک نیارد بر پرید
چمگادڑ دن میں نہیں اُڑ سکتی ہے

شب بروں آید چو دُزدانِ جرید
رات کو اکیلے، چوروں کی طرح نکلتی ہے

از ہمہ محروم تر خفاش بُود
سب سے زیادہ محروم چمگادڑ ہے

کہ عَدُوِّ آفتاب فاش بُود
کیونکہ وہ روشن سورج کی دشمن ہے

نے تواند در مصافش زخم خورد
نہ تو میدان میں اُس کا مقابلہ کر سکتی ہے[2]

نے بنفرین تاندش مقہور کرد
نہ نفرت کی وجہ سے اُس کو مغلوب کر سکتی ہے

آنگہ آں خورشید از احسان وجُود
پھر بھی وہ سورج احسان اور سخاوت کی وجہ سے

بر نہ درّاند ز قہرش تار و پُود
غصہ سے اُس کا تانا بانا نہیں پھاڑتا ہے

آفتابے کے بگرداند قفاش
سورج اپنا رُخ کب موڑتا ہے؟

از برائے غصہ و قہرِ خفاش
چمگادڑ کے غصہ اور غضب کی وجہ سے

غایتِ لُطف و کمال اُو بُود
(یہ) اُس کا انتہائی کرم اور کمال ہے

ورنہ خفاشش کجا مانع شود
ورنہ چمگادڑ کہاں اُس کو روک سکتی ہے؟

دشمن ار گیری بجُہدِ خویش گیر
اگر تو دشمن بنائے، تو اپنے زور کے اعتبار سے بنا

تا بُود ممکن کہ گردانی اَسیر
تاکہ یہ ممکن ہو کہ تو اُس کو قابو میں کرلے

قطرہ[3] با قلزم چو آمیزہ کُند
قطرہ جب سمندر سے دشمنی کرے

ابلہ است اُو ریشِ خود بر می کُند
وہ بیوقوف ہے، اپنی داڑھی نوچتا ہے

حیلت اُو از سبالش نگذرد
اُس کی تدبیر اُس کی مونچھوں سے آگے نہیں بڑھتی ہے

خنجر و حلقِ قمر چوں بر درد
چاند کا گلا اور سینہ وہ کیسے پھاڑ سکتی ہے؟

یا عَدُوِّ آفتاب ایں بد خطاب
یہ گفتگو تو سورج کے دشمن سے تھی

اے عدوِّ آفتاب آفتاب
اے سورج کے دشمن!

اے عَدُوِّ آفتابے کز فرش
اے اُس سورج کے دشمن جس کی شان یہ ہے

می بلرزد آفتاب و اخترش
سورج اور اُس کے ستارے لرزتے ہیں

---

[1] اولیاء کا دشمن بہت کم ہے کہ گھوڑا شیر کی بُو کو پہچانے۔ اصل ہر جانور اپنے دشمن کو پہچان جاتا ہے۔ تجربہ۔ تنہا۔ مخلوق۔ چمگادڑ سے زیادہ بدبخت ہے کہ سورج سے اس کی دشمنی ہے حالانکہ اس سے اس کو کوئی ضرر نہیں اسی طرح سے زیادہ بدبخت وہ ہے جو حقیقی آفتاب یعنی ولی سے دشمنی برتے۔ مقاتلہ۔ میدانِ جنگ۔ مقہور۔ مغلوب۔

[2] آنگہ۔ یہ سورج کا کرم ہے کہ وہ اس چمگادڑ کو نابکار نہیں بناتا ہے اسی طرح اولیاء کا کرم ہے کہ وہ منکرین کو تباہ و برباد نہیں کرتے ہیں۔ قفا۔ یعنی رُخ۔ لطف۔ احسن۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اولیاء کے ساتھ دشمنی بُری ہے، دشمنی اگر کی بھی جائے تو ایسے شخص سے کی جائے جس کو انسان مغلوب کر سکے۔

[3] قطرہ۔ اولیاء کے ساتھ عام انسان کی دشمنی ایسی ہے جیسے کہ قطرہ، سمندر سے دشمنی کرے جو محض اُس کی حماقت ہے۔ حیلت۔ عوام کی دشمنی اولیاء کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔ قمر۔ یعنی ولی کامل۔ یا تو وہ چمگادڑ جو آسمانی سورج کی دشمن ہے اسکی بات ترجمہ نے بتادی ولی کا دشمن تو آفتاب کے آفتاب کا دشمن ہے۔ آفتاب آفتاب۔ ولی، آفتاب حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کا آفتاب ہے۔

تو عدوِ او نہ خصمِ خودی
تو اُس کا دشمن نہیں ہے، اپنا دشمن ہے

چہ غم آتش را کہ تو ہیزم شدی
آگ کو کیا فکر ہے جبکہ تو ایندھن ہو گیا ہے

اے عجب از سوزشت او کم شود
تعجب ہے اگر تیرے جلنے سے وہ کم ہو جائے

یا ز دردو غصہ ات بر غم شود
یا تیرے درد اور غصہ سے وہ غمگین ہو

رحمتش نے رحمت آدم بود
اُس کی رحمت انسان کی رحمت نہیں ہے

کہ مزاجِ رحم آدم غم بود
انسان کی رحمت کی بناوٹ غم ہوتا ہے

رحمتِ مخلوق باشد غصہ ناک
مخلوق کی رحمت غصہ سے ملی ہوتی ہے

رحمتِ حق از غم و غصہ است پاک
اللہ کی رحمت غم و غصہ سے پاک ہے

رحمت بیچوں چنیں داں اے پسر
اے بیٹا! بے مثال کی رحمت کو یوں سمجھ

ناید اندر وہم از وے جز اثر
کہ سوائے نشان کے وہ سمجھ میں نہیں آتی ہے

فرق میان دانستن چیزے بمثال و تقلید و میان دانستن ماہیت آں چیز
کسی چیز کو مثال اور تقلید سے جاننے میں اور اس چیز کی حقیقت کے جاننے میں فرق

ظاہرست آثارِ میوہ رحمتش
اُس کی رحمت کے پھل کے آثار ظاہر ہیں

لیک کہ داند جز او ماہیتش
لیکن اُس کی حقیقت سوائے اُسکے اور کون جانتا ہے؟

ہیچ ماہیاتِ اوصافِ کمال
کمال اوصاف کی ماہیتیں

کس نداند جز بآثار و مثال
کوئی شخص سوائے نشانات اور مثال کے نہیں جانتا ہے

طفل ماہیت نداند طمث را
بچہ جماع کی حقیقت نہیں جانتا ہے

جز کہ گوئی ہست چوں حلوا ترا
سوائے اسکے کہ تو کہدے کہ وہ تیرے لئے حلوا جیسا ہے

طفل را نبود ز وطی زن خبر
بچہ کو عورت سے جماع کرنے کی لذت کی خبر

جز کہ گوئی ہست آں خوش چوں شکر
سوائے اسکے کہ تو کہدے وہ شکر جیسا خوش (ذائقہ) ہے

کے بود ماہیتِ ذوقِ جماع
جماع کی لذت کی حقیقت کب ہوتی ہے؟

مثلِ ماہیاتِ حلوائے مُطاع
اے جناب! حلوے کی ماہیتوں جیسی

لیک نسبت کرد از روئے خوشی
لیکن لذت کی حیثیت سے نسبت دیدی

با تواں عاقل کہ تو کودک وشی
اُس عقلمند نے تیرے لئے جو کہ تو بچہ کی طرح ہے

جا سکتی ہے کہ اُس سے کہا جائے کہ وہ ایسا مزیدار ہے جیسا کہ حلوا کے بارے۔ لیکن ظاہر ہے کہ جماع کی حقیقت اور کچھ ہے اور حلوے کی حقیقت کچھ اور ہے۔

۱؎ تو عدو۔ دل کا دشمن اللہ کا دشمن ہے اور یہ دشمنی خود اُس کی اپنے ساتھ دشمنی ہے۔ اے عجب۔ اللہ تعالیٰ سے انسان کی دشمنی اللہ میں کوئی نقصان نہیں پیدا کر سکتی۔ رحمتش جس طرح اللہ کو بھی بے پایاں ہے اسی طرح اُس کی رحمت بھی خالص رحمت ہے۔ کہ مزاج۔ انسان کا رحم غم سے ملا جلا ہوتا ہے کسی مجبور کو دیکھکر انسان پر غم طاری ہوتا ہے پھر اُس کی رحمت اُبھرتی ہے۔

۲؎ رحمتِ مخلوق۔ انسانوں کی رحمت وشفقت غصہ سے ملی جلی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان تمام باتوں سے پاک ہے رحمتیں بے چوں جس طرح اللہ کی ذات کی حقیقت تک رسائی ناممکن ہے اسی طرح اسکی صفات بھی عقل سے بالاتر ہیں صرف اُن صفتوں کو اُن کے آثار سے سمجھا جا سکتا ہے۔

۳؎ فرق۔ کسی چیز کو مثال و تقلید سے جاننا اور بات ہے اور حقیقت و ماہیت کو جاننا اور بات ہے اوصاف کمال حضرت حق تعالیٰ کی صفات کمالیہ۔ طفل۔ ہماری عقلوں میں ان صفات کی حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے جس طرح بچہ جماع کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔ طمث۔ حیض، جماع۔ جز کہ گوئی۔ بچہ کو جماع کی حقیقت اس طرح سمجھائی

تا بداند[1] کودک آں را از مثال
تاکہ بچہ اس کو مثال سے سمجھ لے

گر نداند ماہیت با عینِ حال
اگر اسکی واقعی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے

پس اگر گوئی بدانم دُور نیست
پس اگر تو کہے کہ میں جان گیا تو بھی بعید نہیں ہے

ور بگوئی کہ ندانم زُور نیست
اور اگر تو کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں تو بھی جھوٹ نہیں ہے

گر کسے[2] گوید کہ دانی نوحؑ را
اگر کوئی کہے کہ تو نوحؑ کو جانتا ہے

واں رسولِ حق و نورِ روح را
اس اللہ کے رسول اور روح کے نور کو

گر بگوئی چوں ندانم کاں مقر
اگر تو کہے کہ میں کیوں نہیں جانتا ہوں کیونکہ وہ

ہست از خورشید و مہ مشہور تر
جو سورج اور چاند سے زیادہ مشہور ہیں

کودکانِ خُرد در کُتّاب ہا
چھوٹے بچے مکتبوں میں

واں اماماں جملہ در محرابہا
اور تمام امام محرابوں میں

نامِ او خوانند در قرآں صریح
ان کا نام صاف طور پر قرآن میں پڑھتے ہیں

قصّہ اَش گویند از ماضی فصیح
ان کا گذشتہ قصہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں

راست کو دانیش تو از روئے وصف
کہ تو ان کی کمال وصاف کے اعتبار سے جانتا ہے

گرچہ ماہیت نشد از نوح کشف
اگرچہ حضرت نوحؑ کی حقیقت واضح نہیں ہوئی ہو

ور بگوئی من چہ دانم نوحؑ را
اگر تو کہے میں (حضرت) نوحؑ کو کیا جانوں؟

آں گزیدہ حق و محضِ روح را
اس اللہ کے برگزیدہ اور خالص روح کو

من[3] کجا دانستنِ او از کجا
میں کہاں، اور ان کا جاننا کہاں

ہمچو اوئے داند او را اے فتیٰ
اے نوجوان! اُن کو کوئی جیسا ہی جان سکتا ہے

مور لنگم من چہ دانم فیل را
میں لنگڑی چیونٹی ہوں میں ہاتھی کو کیا جانوں؟

پشۂ کے داند اسرافیلؑ را
مچھر (حضرت) اسرافیلؑ کو کیا جانے؟

ایں سخن ہم راست[4] از روئے آں
یہ بات بھی صحیح ہے اس لئے کہ

کہ بماہیت ندانیش اے فلاں
اے فلاں! اُنکی حقیقت کے اعتبار سے تو انکو نہیں جانتا ہے

عجز از ادراکِ ماہیت عمو
اے چچا! ماہیتوں کے ادراک سے عجز

حالتِ عامہ بود دریاب تو
عام کی حالت ہوتی ہے، تو حاصل کرلے

زانکہ ماہیات و سِرِّ سِرِّ آں
کیونکہ ماہیتیں اور اُن کے راز کا راز

پیشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں
کاملوں کی آنکھ کے سامنے کھلا ہوا ہوتا ہے

---

[1] تا بداند: جب حقیقت کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے تو اس چیز کو مثالوں سے سمجھایا جاتا ہے۔ پس یہ علم جو مثال سے حاصل ہوا ہے اس کو اُس چیز کا علم بھی کہا جاسکتا ہے۔ چونکہ مثال سے بہرحال کچھ علم حاصل ہوا ہے اور اس چیز کو جہل بھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ حقیقت تو نامعلوم ہے۔

[2] گر کسے: اگر کسی کو حضرت نوحؑ کے علم کی بعض صفات سے حاصل ہے اور کمالات کی حقیقت معلوم نہیں ہے تو اس کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ میں حضرت نوحؑ کو جانتا ہوں اور یہ بھی کہنا درست ہے کہ میں اُنسے واقف نہیں ہوں۔

[3] من: یعنی حضرت نوحؑ کتاب۔ کتب، مصدر۔ کشف، کشوف، معلوم۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔

[4] من کجا: یعنی میں اس قابل کہاں کہ انکی حقیقت سے واقف ہوسکوں۔ جواب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ حقیقت سے ناواقفیت تمام کے شایانِ شان ہے انسان کو چاہیے کہ اپنے اندر وہ صلاحیت پیدا کرے جس کے ذریعہ چیزوں کی حقیقت معلوم کرسکے۔ تاکہ کامل لوگ ماہیتوں اور اُن کے راز سے بھی واقف ہوتے ہیں ماہیات سے اعیانِ ثابتہ مراد ہیں اور سرّ ماہیات سے مراد اسماء الٰہی ہیں اور سرّ ماہیات کے سرّ سے مراد حقیقت الحقیقت ہے۔

دُور تر از فہم و استبصار کو
فہم و بصیرت سے زیادہ دور اور کوئی چیز نہیں ہے؟

در وجود[1] از سرِّ حق و ذاتِ اُو
اللہ اور اُس کی ذات کے راز سے، وجود میں

ذات و وصفے چیست کاں ماند نہاں
تو کس کی ذات اور صفت ہے جو پوشیدہ رہے گی؟

چونکہ آں مخفی نماند از محرماں
جبکہ محرموں سے وہ پوشیدہ نہیں رہتا

بے زتاویلے محالے کم شنو
کسی ناممکن کو بغیر تاویل کے از خود نہ سمجھ

عقلِ[2] بحثی گوید ایں درست و کو
بحث کرنیوالی عقل کہتی ہے یہ بالکل صحیح ہے اور کہاں ہے؟

آنچہ فوقِ حالِ تست آید محال
جو تیری حالت سے بالا ہے تجھے محال نظر آتا ہے

قطب گوید مر ترا اے سُست حال
قطب تجھے کہتا ہے کہ اے سست حال

نے کہ اوّل ہم محالت می نمود
کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ پہلے محال نظر آتے تھے؟

واقعاتے کہ کنونت برکشود
وہ واقعات جو تجھ پر اب کھلے ہیں

چوں[3] رہانیدت زدہ زنداں کرم
جب تجھے کرم خداوندی نے بدن قید خانہ سے آزاد کر دیا ہے

تیہ را بر خود مکن حبسِ ستم
ظلم کر کے تیہ کو اپنے لئے قید خانہ نہ بنا

چوں خلاصی یافتی از صد بلا
جب تو سینکڑوں مصیبتوں سے نجات پا گیا ہے

فقر را بر خود مکن رنج و عنا
فقر کو اپنے اوپر رنج و مشقت نہ بنا

سہل گیرش تا نگردد مشکلت
اسکو آسان سمجھ، تاکہ وہ تیرے لئے مشکل نہ بنے

ورنہ شد شکر چو زہرِ قاتلت
ورنہ شکر تیرے لئے قاتل زہر بنے گی

سوئے بحثِ خویش تازآ بوالحسن
اے ابوالحسن! اپنی بحث کی جانب آ

کایں سخن پایاں ندارد جانِ من
اے جانِ من! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

نسبتِ اثبات با نفی از نخست
اثبات اور نفی کی نسبت کا شروع سے

گر بیانش می کنی برگو درست
اگر تو بیان کرتا ہے تو ٹھیک بیان کر

جمع و تفریق میانِ نفی و اثباتِ یک چیز از روئے نسبت و اختلافِ جہت
ایک چیز کے بارے میں افراد اور انکار کا جمع ہونا اور نہ ہونا جہت اور نسبت کے اختلاف کی وجہ سے ہے

جب اللہ کے کرم نے سینکڑوں مصیبتیں ٹال دیں تو حواس اور فکر کی مصیبت کو بھی ٹالدے جب دونوں حواسوں سے آزادی مل گئی تو کشف و شہود بھی میسر آجائے گا۔ بحثِ خویش یعنی نفی اور اثبات کی بحث۔ ایں سخن یعنی ماہیتوں کے ادراک کی بحث۔ تو کس۔ اس سے کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے ہر مخاطب مراد ہے۔ جمع و تفریق۔ نفی اور اثبات ایک جگہ جمع بھی ہو جاتے ہیں اور ان میں تفریق بھی ہوتی۔ جہت اور حیثیت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے ایک ہی چیز ہے ایک حیثیت اور جہت سے وہ معلوم ہے دوسری حیثیت اور جہت سے وہ نامعلوم ہے۔

[1] وجود۔ اللہ کی ذات اور اُس کی صفات عقل اور سمجھ سے ورا ہیں پھر بھی کامل اولیاء اُس سے واقف ہوتے ہیں۔ ذات و صفت۔ جبکہ اولیاء ذات و صفات ماہیت کا علم حاصل کر لیتے ہیں تو کائنات کی ذات و صفات اُن پر کیسے مخفی رہ سکتی ہے۔

[2] عقلِ بحثی۔ یعنی فلسفی کی عقل یہ کہتی ہے کہ ذات و صفات کے بارے میں جو اتفاقات ہیں وہ حقیقی معنی پر محمول ہونا محال ہیں لہٰذا اُنہیں تاویل کی جائیگی اور ان کو تاویلی معنی میں سمجھنا ضروری ہے۔ قطب۔ ولی جو واقف حال ہے وہ کہتا ہے کہ چونکہ یہ باتیں فلسفی کی عقل سے بالاتر ہیں لہٰذا اسکو محال نظر آتی ہیں، واقعاتِ فلسفی کی عقل کا حال تو یہ ہے کہ جب تک چیز وقوع میں نہ آئے اسکو محال قرار دیتا ہے جب اُس کا وقوع ہو جاتا ہے تو ممکن سمجھتا ہے زمین کی حرکت کو محال سمجھا جاتا تھا اور آسمان کو متحرک مانا جاتا تھا اب یہ کہ متحرک مان لیا گیا ہے۔

[3] چوں رہانیدت۔ جب انسان مجاہدے کرتا ہے تو وہ پانچوں ظاہری حواس اور پانچوں باطنی حواس کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اور کشف و شہود کے مقام پر پہنچ جاتا ہے تیہ۔ وہ میدان تھا جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں رہے جو قوم خلاصی

نفیِ آں یک چیز و اثباتش رواست
ایک ہی چیز کی نفی اور اثبات درست ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ از نسبت است[1]
تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا۔ نسبت کے اعتبار سے

آں تو افگندی چو بر دستِ تو بود
تو نے پھینکا۔ چونکہ تیرے ہاتھ سے ہوا

زورِ آدم زادہ را حدّے بود
انسان کی طاقت کی ایک حد ہے

مُشت مُشتِ آست و افگندن زماست
مٹھی تو تیری مٹھی ہے اور پھینکنا ہمارا ہے

یَعْرِفُوْنَ الْاَنْبِیَاءَ اَضْدَادَھُمْ[2]
انبیاء کو ان کے مخالفین پہچانتے ہیں

ہمچوں فرزندانِ خود دانند شاں
ان کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں

لیک از رشک و حسد پنہاں کنند
لیکن رشک اور حسد سے چھپاتے ہیں

پس چو یَعْرِفُ گفت چون جاے دگر
پس جبکہ وہ پہچانتا ہے، فرمایا دوسری جگہ کیوں

اِنَّھُمْ تَحْتَ قَبَائِیْ کَامِنُوْن
وہ میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں

ہم بہ نسبت گیر ایں مفتوح را[3]
اس کھلی ہوئی بات کو بھی تو نسبت کو دیکھ کر سمجھ لے

زیں نمط بسیار آمد در خبر
اس طرح کی بات حدیث میں بہت آئی ہے

چوں جہت شد مختلف نسبت دو تاست
جب جہت بدل گئی، نسبتیں دو ہو گئیں

نفی و اثبات ست ہر دو مثبت است
نفی اور اثبات ہے، دونوں درست ہیں

تو نیفگندی کہ قوّت حق نمود
تو نے نہیں پھینکا، چونکہ طاقت اللہ نے دی ہے

مُشت خاکِ اشکستِ لشکر کے شود
ایک مٹھی بھر ایک لشکر کی شکست کا سبب کیسے ہو سکتی ہے

زیں دو نسبت نفی و اثباتش رواست
ان دو نسبتوں کی وجہ سے اسکی نفی اور اثبات دونوں درست ہے

مثلِ مَا لَا یَشْتَبِہ اَوْلَادُھُمْ
اسطرح جسطرح کہ انکو اپنی اولاد میں شبہ نہیں ہوتا ہے

منکراں با صد دلیل و صد نشاں
منکر لوگ، دلیلوں اور سینکڑوں نشانوں سے

خویشتن را بر ندانم می زنند
اپنے آپ کو ہم نہیں جانتے، کا مصداق بنتے ہیں

گفت لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ فَذَرْ
انکو میرے سوا کوئی نہیں جانتا پس رہنے دے فرمایا

جز کہ یزداں شاں نداند زآزمول
انکو خدا کے سوا آزمائش سے کوئی نہیں جانتا

کہ بدانی و ندانی نوح را
کہ تو نوح کو جانتا بھی ہے اور نہیں جانتا ہے

کاں بہ نسبت باشد اے جاں معتبر
اے جان! کہ وہ نسبت کے لحاظ سے معتبر ہوتی ہے

مسئلہ فنا و بقائے درویشِ کامل

کامل درویش کی فنا، اور بقا ۲ مسئلہ

[1] مَا رَمَیْتَ: جنگ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی ریت کفار کی طرف پھینکی جس سے وہ اندھے اور شکست یاب ہو گئے۔ چونکہ آنحضورؐ نے اپنے ہاتھ سے وہ ریت پھینکی تو پھینکنے کی نسبت آنحضورؐ کی طرف کی گئی اور چونکہ اس پھینکنے نے وہ کام کیا جو آنحضورؐ کا ذاتی نہ تھا اس لئے پھینکنے کی آنحضورؐ سے نفی کر دی گئی۔

[2] یَعْرِفُوْنَ: قرآن۔ انبیاء کے بارے میں فرمایا گیا ہے جو اولیاء پر بھی صادق ہے کہ منکرین ان کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں پھر فرمایا گیا کہ اولیاء میرے دامن میں چھپے ہوئے ہیں انکو میرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔ چونکہ جاننا اور نہ جاننا دو حیثیتوں سے ہے لہٰذا دونوں باتیں درست ہیں۔

[3] ہم بہ نسبت: حضرت نوحؑ کو جانتا اور نہ جاننا بھی اسی اعتبار سے سمجھ لے۔ زیں کہ حیثیت اور جہت بدل جانے سے دو متضاد حکم بہت سی چیزوں پر لگائے گئے ہیں مسئلہ۔ کسی کی فنا و بقا کا مسئلہ بھی اسی نوعیت کا ہے کہ مختلف حیثیتوں کے اعتبار سے اس کو فانی اور باقی کہا جاتا ہے۔

گفت قائل در جہاں درویش نیست
ایک کہنے والے نے کہا دنیا میں کوئی درویش نہیں ہے

ور بوجود[1] درویش آں درویش نیست
اور اگر درویش ہو گا بھی تو وہ درویش نہیں ہے

ہست از روئے بقائے ذاتِ او
اس کی ذات کی بقا کے اعتبار سے وہ ہے

نیست گشتہ وصفِ او در وصفِ ہو
اس کا وصف اللہ کے وصف میں نیست ہو گیا ہے

چوں زبانہ شمع پیشِ آفتاب
جیسا کہ شمع کا شعلہ سورج کے بالمقابل

نیست باشد ہست باشد در حساب
نہیں ہے" ہوتا ہے (لیکن) حساب میں نہیں ہے"

ہست باشد ذاتِ او تا تو اگر
اس کی ذات موجود ہوتی ہے جتنی کہ اگر تو

بر نہی پنبہ بسوزد زاں شرر
روئی رکھدے وہ اس شعلے سے جل جائے گی

نیست باشد روشنی ندہد ترا
معدوم ہوتا ہے۔ تجھے روشنی نہیں دیتا ہے

کردہ باشد آفتاب او را فنا
سورج نے اس کو فنا کر دیا ہوتا ہے

در دو[2] صد من شہد یک قیۂ خل
دو سو من شہد میں ایک اوقیہ سرکہ

چوں در افگندی دریں گشت حل
جب تو نے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہو گیا

نیست باشد طعمِ خل چوں می چشی
جب تو چکھے گا سرکہ کا مزہ معدوم ہو گا

ہست یک قیہ فزوں چوں می کشی
جب تو وزن کرے گا ایک اوقیہ بڑھا ہوا ہے

پیشِ[3] شیرے آمدہ بیہوش شد
ایک ہرن شیر کے سامنے بے ہوش ہو گیا

ہستیش در ہستِ او روپوش شد
اس کی ہستی اس کی ہستی میں چھپ گئی

ایں قیاسِ ناقصاں بر کارِ رب
اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ناقصوں کا یہ قیاس

جوششِ عشق ست نے ترکِ ادب
ادب کو ترک کرنے کی وجہ سے نہیں ہے، عشق کا جوش ہے

نبضِ عاشق بے ادب کے می جہد
عاشق کی نبض بلا لحاظ ادب تڑپتی ہے

خویش را در کفِ شہ می نہد
اپنے آپ کو شاہ کے پنجے میں رکھتی ہے

بے ادب تر نیست زو کس در جہاں
دنیا میں اس سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں ہے

با ادب تر نیست زو کس در نہاں
در پردہ اس سے زیادہ با ادب کوئی نہیں ہے

---

[1] وجود۔ یعنی اگر وہ موجود ہے تو اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ اپنی صفات کے اعتبار سے فانی ہے اور اس کو بقا باللہ حاصل ہے جیسا زبانہ۔ دن میں سورج کے سامنے اگر شمع روشن کرو تو اس پر شعلہ و حکم لگ سکے اس پر جو کی آفتاب کی روشنی کے سامنے اگلی روشنی ماند پڑ گئی ہے تو کہہ سکتے ہو کہ وہ روشن نہیں ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کی لو پر روئی رکھو تو وہ جل جائے گی تم یہ کہہ سکتے ہو کہ شمع روشن ہے

[2] در دو صد۔ اگر دو سو من شہد میں ایک سیر سرکہ ڈالو تو کہہ سکتے ہو کہ سرکہ معدوم ہے چونکہ اس کا کوئی مزہ چکھنے میں معلوم نہیں ہوتا اور یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ سرکہ موجود ہے اس لئے کہ وزن کرو گے تو وہ دو سو من ایک سیر ہو گا اوقیہ۔ چالیس درہم کا وزن، ہمزہ کو حذف کر کے وقیہ بھی کہدیتے ہیں۔

[3] پیش۔ ہرن جب شیر کے سامنے بیہوش ہو گیا تو فانی بھی ہے اور باقی بھی ہے یہ قیاس۔ فنا و بقا میں یہ خامیاں جو دی گئی ہیں وہ حضرت حق کی شایان شان نہیں ہیں لیکن ان کا بیان کرنا عشق و محبت کے جوش میں ہوا ہے ترک ادب مقصود نہیں ہے عشق عاشق عشقِ الٰہی کا دعویٰ ایک

در جو میں برابری کا دعویٰ ہے اس لئے کہ عاشق و معشوق میں لا محالہ کوئی نسبت ہوتی ہے اور نسبت واجب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا ہے۔ بے ادب۔ عاشق معشوق کی مستی میں گستاخانہ باتیں بول جاتا ہے لیکن وہ گستاخی اس وقت گستاخی ہے جب اس کی نسبت عاشق کی طرف ہو لیکن چونکہ اس کو فنا کا درجہ حاصل ہے اور وہ باتیں اس کی ذات سے منسوب نہیں ہیں لہٰذا وہ گستاخی نہیں ہے۔

ہم بہ نسبت[1] ایں دو ضد با ادب بے ادب
برگزیدہ، جمع ہونا بھی نسبت کی وجہ سے سمجھو — با ادب اور بے ادب ان دو ضدوں کا

بے ادب باشد چو ظاہر بنگری — کہ بُود دعویٔ عشقش ہمسری
جب تو دیکھے گا وہ بظاہر بے ادب ہوگا — کیونکہ اُس کا عشق کا دعویٰ برابری ہے

چوں بباطن بنگری دعویٰ کجاست — او و دعویٰ پیش آں سلطاں فناست
جب تو حقیقت کو دیکھے گا، دعویٰ کہاں ہے؟ — وہ اور اُس کا دعویٰ شاہ کے سامنے معدوم ہیں

مَاتَ[2] زیدٌ زید اگر فاعل بُود — لیک فاعل نیست کو عاطل بُود
زید مر گیا۔ زید اگرچہ فاعل ہے — لیکن وہ کرنے والا نہیں ہے، کیونکہ وہ بیکار ہے

او ز روئے لفظِ نحوی فاعل ست — ورنہ او مفعول و موتش قاتل ست
وہ نحوی اصطلاح کے اعتبار سے فاعل ہے — ورنہ وہ مفعول ہے، اور موت اُسکی قاتل ہے

فاعلے چہ گونہ چناں مقہور شد — فاعلیہا جملہ ازوے دور شد
وہ فاعل کیسا وہ ایسا مغلوب ہے — تمام فاعلی اُس سے دور ہو گئی ہے

قصۂ[3] وکیلِ صدرِ جہاں کہ متہم شد و از بخارا گریختہ از

صدرِ جہاں کے وکیل کا قصہ جو متہم ہو گیا تھا، اور اپنی جان کے ڈر سے بخارا سے بھاگ گیا

بیمِ جاں، باز عشقش گریباں گرفت — کہ کارِ جاں بہر
تھا پھر عشق نے اُس کا گریبان پکڑا — کہ محبوب کے لئے جان کا معاملہ

جاناں سہل باشد عاشقاں را
عاشقوں کے لئے آسان ہوتا ہے

در بخارا بندۂ صدرِ جہاں — متہم شد گشت از صدرش نہاں
بخارا میں، صدرِ جہاں کا ایک غلام — متہم ہو گیا، اُس کے دربار سے غائب ہو گیا۔

مدتِ دہ سال سر گرداں بگشت — گہ خراساں گہ کہستاں گلہ دشت
دس سال تک مارا مارا پھرا — کبھی خراسان میں کبھی کہستان میں کبھی جنگل میں

از پسِ دہ سال اُو از اشتیاق — گشت بے طاقت ز ایامِ فراق
دس سال کے بعد وہ عشق کی وجہ سے — جدائی کے زمانہ سے، بے بس ہو گیا

گفت تا بر قم زیں نماند — صبر کے داند خلاعت را نشاند
اُس نے کہا اس کے بعد جدائی کی طاقت مجھ میں نہیں رہی ہے — صبر، فراق کے ڈر کو کہاں فرو کر سکتا ہے؟

---

[1] ہم بہ نسبت۔ اُس کا باادب ہونا اور بے ادب ہونا بھی نسبت کے اختلاف سے صحیح ہے، اگر وہ باتیں اُس کی ذات کی طرف منسوب ہوں تو بے ادب ہے، اگر ذاتِ باری کی طرف ہوں تو بہ با ادب ہے۔ چونکہ باطن پر نظر کر کے اُس کو فنا فی اللہ کا درجہ حاصل ہو گیا ہے لہٰذا اُس کا اپنا نہ کوئی دعویٰ ہے نہ کوئی ذات۔

[2] ماتَ زیدٌ۔ نحوی ترکیب کے اعتبار سے ماتَ فعل ہے اور زیدٌ اُس کا فاعل ہے یہ محض نقلی بات ہے ورنہ نیند میں موت کی حالت میں فاعلیت اور کرنے کی صلاحیت کہاں ہے وہ دراصل مفعول اور مقتول ہے موت اُس کی قاتل ہے۔ فنا کے بعد فاعل بننے کی صلاحیت ہی باقی نہیں ہے لہٰذا فعل کی اُس کی طرف نسبت نہیں کی جا سکتی۔

[3] قصہ۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ وکیل اپنی جان سے قطع نظر کر کے بادشاہ کے سامنے پیش ہوا اسی طرح عاشق اپنی ذات و صفات سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ صدر رش۔ یعنی وہ غلام صدرِ جہاں کے دربار سے رُوپوش ہو گیا۔ کہستان ایک شہر کا نام ہے۔ خلاعت۔ عزل یا فراق سے ڈرنا۔

از فراق ایں خاکہا شورہ شود
فراق سے یہ زمینیں شورہ بن جاتی ہیں

آب زرد و گندہ و تیرہ شود
پانی زرد اور گندہ اور گدلا ہو جاتا ہے

بادِ جاں افسردہ و خم گردد وبا
روح پرور ہوا، ناموافق وبا بن جاتی ہے

آتشے خاکسترے گردد بہا
آگ، راکھ فضا کے ذرے بجھاتی ہے

باغ چوں جنت شود دارالمرض
جنت جیسا باغ بیماری کا گھر بن جاتا ہے

زرد و ریزاں برگ او اندر حرض
خزاں سے اس کے پتے زرد اور جھڑنے والے ہو جاتے ہیں

عقلِ دراک از فراقِ دوستاں
دوستوں کی جدائی سے حساس عقل

ہمچو تیر اندر اِشکستہ کماں
ٹوٹی ہوئی کمان والے تیر انداز کی طرح ہے

دو زخ از فرقت چناں گراں شدہ است
دوزخ فراق سے اس قدر جلانیوالی بنگئی ہے

بید از فرقت چناں لرزاں شدہ است
بید فراق سے اس قدر لرزنے والی بنگئی ہے

گر بگویم از فراقِ چوں شرار
اگر میں چنگاریوں جیسے فراق کے متعلق کہوں

تا قیامت یک بود از صد ہزار
قیامت تک ایک میں سے ایک ہوگا

پس ز شرحِ سوز او کم زن نفس
لہذا اس کی سوزش کی تشریح ذکر

ربِّ سلّم ربِّ سلّم گوئی و بس
بس خدا بچا، خدا بچا کہتا رہ

ہر چہ از دے شاد گردی در جہاں
تو دنیا میں جس چیز سے خوش ہو

از فراقِ او بیندیش آں زماں
اسی وقت اس کی جدائی کو سوچ لے

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد نشد
جس چیز سے تو خوش ہوا ہے بہت سے خوش ہو چکے ہیں

آخر از دے جست و ہمچوں باد شد
بالآخر اس سے وہ چیز چلی گئی اور ہوا جیسی ہو گئی

از تو ہم بجہد تو دل بر دے مَنہ
وہ تجھ سے بھی نکل جائے گی اس سے دل نہ لگا

پیش ازاں کو بجہد از تو تو بجہ
اس سے پہلے کہ وہ تجھ سے بھاگے تو اس سے بھاگ جا

ہمچو مریم گوئی پیش از نوتِ ملک
ملک کے نوت کہنے سے پہلے ہی (حضرت) مریم کیطرح کہدے

نفس را کاعوذ بالرحمٰن منک
نفس سے (میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

پیدا شدنِ روح القدس بصورتِ آدمی بر مریم بوقتِ غسل و برہنگی و پناہ گرفتنِ او بحق تعالیٰ

حضرت جبرئیلؑ کا آدمی کی صورت میں غسل اور برہنگی کی حالت میں حضرت مریم کے سامنے ظاہر ہونا اور ان کا اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنا

ف۱ از فراق، زمین پانی کی جدائی سے بنجر بن جاتی ہے اور پانی روانی کی جدائی سے گدلا اور گندہ بن جاتا ہے۔ ہوا صفائی کی جدائی سے ناموافق اور وبا بنجاتی ہے۔ آگ آئندہ زمین کی جدائی سے راکھ بن جاتی ہے۔ باغ موسم بہار کی جدائی باغ کو امراض کا گھر بناتی ہے اور مرض کی وجہ سے اسکے پتے زرد ہو کر گرنے لگتے ہیں۔ عقل۔ دوستوں کی جدائی عقل کو ایسا مبہوت کر دیتی ہے جس طرح تیر انداز کمان ٹوٹ جانے سے مبہوت بن جاتا ہے۔

ف۲ دوزخ۔ خدا کی رحمت کی جدائی میں جہنم پُرسوز بنی ہوئی ہے بید کا درخت خدا کے فراق سے لرزتا ہے۔

ف۳ گر بگویم۔ فراق کے اثرات کا بیان قیامت تک مکمل نہیں ہو سکتا۔ پس فراق کے اثرات کی تفصیل میں پڑنے کی بجائے الامان الامان کہنا چاہیئے۔

ف۴ ہر چہ۔ دنیا کی خوشکن چیز فراق کا داغ دینے والی ہے۔

زانچہ۔ دنیا کی خوشکن چیزوں نے بہت سوں کو فراق میں مبتلا کیا ہے پیش ازاں۔ اس چیز کے جدا ہونے سے پہلے ہی اگر تو اپنا دل اس سے ہٹا لیگا تو فراق کی تکلیف نہ ہوگی۔ ہمچو مریم۔ حضرت مریم نے خدا کی پناہ حاصل کی تھی تو بھی دنیا کی خوشکن چیزوں سے خدا کی پناہ حاصل کرے اور اس کے نوت ہونے سے قبل ہی خدا کے نوت ہونے سے پہلے ہی

دید مریم صورتے بس جانفزا — جانفزائے دلربائے درخلا[1]
حضرت مریم نے ایک روح پرور صورت دیکھی — خلوت میں جو بڑی روح پرور اور دلربا تھی

پیشِ او برجست از روئے زمیں — چوں مہ و خورشید آں روح الامیں
اُن کے سامنے زمین سے نکل آئے — جیسے جبرئیلؑ، چاند اور سورج جیسے

از زمیں برجست خوبے بے نقاب — آنچناں کز شرق روید آفتاب
ایک حسین بے نقاب زمین سے نمودار ہوا — جس طرح مشرق سے سورج نمودار ہوتا ہے

لرزہ[2] بر اعضائے مریم اوفتاد — کو برہنہ بود و تر سید از فساد
(حضرت) مریمؑ کے اعضاء پر کپکپی طاری ہوگئی — کیونکہ وہ ننگی تھیں اور خرابی سے ڈریں

صورتے کہ یوسف ار دیدے عیاں — دست از حیرت بریدے چون زناں
وہ ایسی صورت تھی کہ اگر حضرت یوسفؑ دیکھ لیتے — عورتوں کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ لیتے

ہمچو گل پیشش بروئید و ز گل — چوں خیالے کہ برآرد سر ز دل
وہ زمین سے پھول کی طرح اُگ کے سامنے آگئے — جس طرح خیال دل سے سر اُبھارتا ہے

گشت مریم بیخود و در بیخودی — گفت بجہم در پناہِ ایزدی
(حضرت) مریمؑ بے اختیار ہوگئیں اور بیخودی میں — فرمایا میں خدا کی پناہ میں آتی ہوں

زانکہ عادت کردہ بود آں پاک جیب[3] — در ہر بیمیت زخت بُدن سوئے غیب
کیونکہ اُن پاکدامن نے عادت ڈال رکھی تھی — ہر مصیبت میں غیب کی طرف رجوع کرنے کی

چوں جہاں رادید ملکے بیقرار — خانہ ساخت آں حضرت حصار
چونکہ انھوں نے دنیا کو بے ثبات و ملک سمجھ لیا تھا — پختہ کاری سے اُس دربار کو قلعہ بنا لیا تھا

تا بگاہِ مرگ حِصنے باشدش — کہ نیابد خصم راہِ مقصدش
تاکہ موت کے وقت وہ اُن کا قلعہ بنے — تاکہ شیطان اپنے مقصد کا راستہ نہ پائے

از پناہِ حق حِصارے بہ ندید — یور تگہ نزدیک آں در برگزید
انھوں نے اللہ کی پناہ سے زیادہ بہتر کوئی قلعہ نہیں دیکھا — اس قلعہ کے نزدیک انھوں نے قیامگاہ منتخب کی

چوں بدید آں غمزہائے عقل سوز — کہ از و می شد جگرہا تیر دوز
جب انھوں نے وہ عقل سوز ادائیں دیکھیں — جن سے جگر زخمی ہوتے تھے

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش شدہ — خسروانِ ہوش بیہوشش شدہ
شاہ اور لشکر اُس کے حلقہ بگوش بن گئے تھے — عقل کے شہنشاہ بیہوش ہو گئے تھے

---

[1] درخلا۔ حضرت مریمؑ نے لوگوں سے گوشۂ تنہائی اختیار کر لیا تھا۔ روح الامین۔ حضرت جبرئیلؑ زمین سے نمودار ہوئے تھے بے نقاب۔ حضرت جبرئیلؑ بے حجاب اس طرح نمودار ہوئے جس طرح مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے۔

[2] لرزہ۔ حضرت جبرئیلؑ کے نمودار ہونے سے حضرت مریمؑ گھبرا گئیں، برہنہ تھیں سمجھیں کوئی خرابی پیش نہ آجائے۔ حیرت۔ حضرت جبرئیلؑ ایسی حسین صورت میں نمودار ہوئے کہ اگر حضرت یوسفؑ اُن کو دیکھتے تو اُن کے حسن سے مبہوت ہو کر اسی طرح اپنا ہاتھ کاٹ لیتے جس طرح اُن کے حسن سے مبہوت ہو کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔

[3] گفت۔ حضرت مریمؑ نے گھبرا کر فرمایا تھا اِنی اَعُوذُ بِالرَّحمٰنِ۔ میں خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔

[4] زانکہ۔ حضرت مریمؑ کی یہ عادت تھی کہ ہر پریشانی میں وہ خدا کی پناہ چاہا کرتی تھیں۔ بے قرار۔ ناپائیدار۔ خانہ۔ پختہ کاری۔ بحصار۔ قلعہ۔ یور تگہ۔ قیام کی جگہ۔ آذر۔ قلعہ۔ لغزہ۔ یعنی حضرت جبرئیلؑ کے ناز و ادا۔ شاہ و لشکر۔ یہ اشعار حضرت جبرئیلؑ کی تعریف میں ہیں۔

صَد ہزاراں شاہ مملوکش برق[1]
صَد ہزاراں بدرا دادہ بدِق

زہرہ نے مرزہرہ را تا دم زند
عقلِ کلش چوں بہ بیند کم زند

من چہ گویم چوں مرا بر دوخت است
دُمگہم را دُمگہ اُو سوخت است

دُود آں نارم دلیلم من برُو
دُور ازاں شہ باطلٌ ما عبَرُوا

خود[2] نباشد آفتابے را دلیل
جُز کہ نورِ آفتاب مستطیل

سایہ کہ بُود تا دلیلِ اُو بُود
ایں بسستش کہ دلیل اُو بُود

ایں جلالت در دلالت صادق است
جملہ ادراکات پس اُو سابق است

جملہ ادراکات بر خرہائے لنگ[3]
اُو سوارِ بادپراں چوں خدنگ

گر گریزد کس نیابد گردِ شہ
ور گریزند اُو بگیرد پیشِ رہ

جملہ ادراکات را آرام نے
وقتِ میدانست وقتِ جام نے

آں یکے وہمے چو بانے می پرد
واں یکے چوں تیرِ منفرمی درد

واں دگر چوں کشتیِ بابادباں
واں دگر اندر تراجع ہر زماں

صد ہزاروں بادشاہ غلامی کیوجہ سے اُسکے مملوک ہو گئے تھے

زہرہ کے پتہ نہیں کہ دم ہا ہے

میں کیا بتاؤں جبکہ اُس نے مجھے چھلنی کر دیا ہے

میں اُس آگ کا دھواں ہوں میں اُسکی نشانی ہوں

سورج کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوتی

یہ بڑائی (اپنی) دلالت میں سچی ہے

وہ تیر کی طرح بھاگنے والی ہوا پر سوار ہے

اور اگر لوگ بھاگیں تو وہ (شاہ) آگے کا راستہ روک لے

جملہ اور اکات کو سکون نہیں ہے

ایک خیال، باد کی طرح اڑتا ہے

اور دوسرا بادبان والی کشتی کی طرح ہے

---

[1] برق۔ غلامی۔ دق گداز، گزوری۔ زہرہ۔ نار کے زہرے پتہ، زہار کے پیش سے ستارے کا نام ہے۔ عقل، کل۔ عقل اول، جن چہ گویم۔ یہاں سے مولانا نے حضرت جبرئیلؑ کے حسن کے ذکر سے اللہ کے جمال کی طرف گریز کیا ہے۔ آتش۔ گلا، صنعت۔ جود۔ یعنی میں اور تمام مخلوق اُس کے آثار ہیں اور اثر مؤثر کے وجود کی دلیل ہوتا ہے لہٰذا میں اُس کے وجود کی دلیل ہوں اس کے علاوہ ذات باری کی جو تعبیرات ہیں وہ صحیح تعبیریں نہیں ہیں۔

[2] خود۔ سورج کا وجود کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ ۱۲ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ شاید مولانا نے اپنے آپ کو دھواں قرار دے کر خود کو دلیل کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ یہ درست نہیں ہے سایہ کی کیا حقیقت ہے کہ وہ سورج کی دلیل بن سکے جملہ ادراکات۔ یعنی وہ تمام ادراکات سے وراء الوراء ہے۔

[3] جملہ ادراکات۔ ہماری دلیل اور ادراک کی وجہ باری سے وہی نسبت ہے جو خرِ لنگ اور سوار پر سوار کی نسبت۔ خرِ لنگ اُس کو کبھی نہیں پکڑ سکتا۔ گر گریزد۔ ذاتِ حق انسان سے قریب بھی ہے اور اس کے ادراک سے بعید بھی ہے۔ جملہ ادراکات۔ انسان سے جس قدر ادراکات ہیں وہ کوئی بھی اُسکی حقیقت تک پہنچکر مطمئن نہیں ہے پھر بھی مجبور جاری رہنی ضروری ہے۔ انسانوں کے ادراکات مختلف ہیں کسی کا ادراک تیز ہے اور کسی کا ادراک سست اور جہالت کو دور کرنے اور شانے والا ہے۔ واں دگر۔ ایک کے وہم و خیال کی روانی کشتی کی سی ہے۔ تراجع۔ ترددّ۔

چوں شکارے[۵۱] می نماید شاں زدور
جب اُن کو کوئی شکار دُور سے نظر آتا ہے

جملہ حملہ می فزایند آں طیور
وہ سب پرند حملہ کرتے ہیں

چونکہ ناپیدا شود حیراں شوند
جب وہ غائب ہو جاتا ہے سب حیران ہوتے ہیں

ہمچو چندا سوئے ہر ویراں شوند
اگوتوں کی طرح ہر ویرانے میں چلے جاتے ہیں

منتظر چشمے بہم یک چشم باز
اس طور پر منتظر کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ایک آنکھ بند

تاکہ پیدا گردد آں صیدِ نیاز
تاکہ وہ نیاز مندی کا شکار نظر آجائے

چوں بماند دیر گویند از ملال
جب وہ دیر تک مخفی رہتا ہے تھک کر کہتے ہیں

صید بود آں خود عجب یا خود خیال
تعجب ہے وہ شکار تھا یا خود خیال (تھا)

مصلحت[۵۲] آنست تا یک ساعتے
مصلحت یہ ہے، کہ تھوڑی دیر

قوتے گیرند و زور از راحتے
آرام کے ذریعہ قوت اور طاقت پیدا کرلیں

گر نبودے شب ہمہ خلقاں ز آز
اگر رات نہ ہوتی تمام لوگ حرص کی وجہ سے

خویشتن را سوختندے ز اہتزاز
بھاگ دوڑ میں اپنے آپ کو جلا ڈالتے

از ہوس و ز حرص سود اندوختن
ہوس اور لالچ کمانے کی حرص سے

ہر کسے دادے بدن را سوختن
ہر شخص جسم کو بھونک ڈالتا

شب پدید آید چو گنجِ رحمتے
رحمت کے خزانے کی طرح رات ہو جاتی ہے

تا رہند از حرص خود یک ساعتے
تاکہ تھوڑی دیر کیلئے حرص سے نجات پائیں

چونکہ[۵۳] قبضے آیدت اے راہرو
اے سالک! جب تجھ پر قبض طاری ہو

آں صلاحِ تست آں دل مشو
وہ تیری بھلائی ہے، مایوس دل نہ بن

زانکہ در خرجی دراں بسط کشاد
کیونکہ تو اس قبض و بسط میں صرف کرنے میں ہے

خرج را خلے بباید زاعتداد
خرچ کیلئے ذخیرے میں سے آمد چاہیئے

گر ہمارہ فصلِ تابستاں بدے
اگر ہمیشہ گرمی کا موسم ہوتا

سوزشِ خورشید در بستاں بدے
سورج کی گرمی باغ کو بھونک دیتی

منبتش را سوختے از بیخ و بُن
اس کی کیاریوں کو جڑ اور بنیاد سے ایسا جلا دیتی

کہ دگر تازہ نگشتے آں کہن
کہ وہ پرانا کبھی (تر و) تازہ نہ بنتا

گر ترا شروایست آں دمے شفقت ست
اگر وہ خزاں تجھ پر شر و ہے تو مہربان بھی ہے

صیف خندانست و اما محرق ست
گرمی کا موسم مسکرانے والا ہے لیکن جلانے والا ہے

---

۵۱ شکارے۔ کوئی تجلی۔ آں طیور یعنی حواس پرندان۔ یعنی اس تجلی کے ادراک سے محروم ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ منتظر۔ انسان شکار پر تیر وغیرہ چلانے کے وقت ایک آنکھ بند کر لیتا ہے ایک آنکھ سے نشانہ باندھتا ہے گویا یعنی تجلی پر۔ مایوسی میں سوچنے لگتا ہے کہ وہ کوئی تجلی تھی یا محض فیر واقعی خیال تھا۔

۵۲ مصلحت۔ ان حالت میں سالک اور مجاہد کے لئے مناسب ہے کہ وہ آرام کرے تاکہ اس میں طاقت پیدا ہو جائے۔ اگر نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حالت کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ انسان اس میں آرام کرے اور تھکن دور کرے۔ اہتزاز۔ حرکت کرنا۔ از ہوس۔ اگر رات نہ ہوتی تو کمائی کے لالچ میں ہر وقت مصروف کار رہ کر بدن کو تباہ کر لیتا۔ رات کا وجود انسانوں کے لئے اللہ کی رحمت ہے۔

۵۳ چونکہ قبض کی حالت میں وہ تمام قوائے باطنی مجتمع ہو جاتے ہیں جو بسط کی حالت میں خرچ ہو رہے تھے۔ آں۔ مایوس۔ دل۔ آمدنی۔ اعتداد۔ جمع کرنا۔ گر ہمارہ۔ موسمی تغیرات زحمت خداوندی ہیں۔ منبت۔ کھیت کیاری۔ دمے۔ خزاں کا موسم اگرچہ ناگوار ہے لیکن اس میں بھی خوبی ہے۔ صیف۔ موسم گرما میں اگرچہ انسان کو تکلیف ہوتی ہے لیکن پھل بھی

چونکہ[1] قبض آمد تو در وے بسط بیں — تازہ باش و جیب میگشن بر جبیں

جب قبض طاری ہو تو اُس میں بسط کا مشاہدہ کر — تازہ رہ، پیشانی پر شکن نہ ڈال

کودکاں خنداں و دانایاں ترش — غم جگر را باشد و شادی ز شش

بچے خوش ہیں اور عقلمند غمگین ہیں — غم جگر کے لئے ہے اور خوشی پھیپھڑے کے لئے

چشم کودک ہمچو خر در آخرست — چشم عاقل در حساب آخرست

بچے کی نظر گدھے کی طرح آخور پر ہے — عقلمند کی نظر آخرت کے حساب پر ہے

اُو در آخر چرب می بیند علف[2] — وین ز قصاب آخرش بیند تلف

وہ آخر میں لذیذ گھاس دیکھتا ہے — اور یہ قصائی سے بالآخر اپنی ہلاکت دیکھتا ہے

آں علف[3] تلخست کیں قصاد داد — بہر لحم ما ترا زوے نہاد

جو گھاس قصائی نے دی ہے، وہ کڑوی ہے — اُس نے ہمارے گوشت کے لئے تمہارا وزن تیار کرلی ہے

رو ز حکمت خور علف کاں را خدا — بے عوض داد ست و از محض عطا

جا دانائی کی گھاس کھا، جو خدا نے — مُفت عنایت کی ہے، اور خالص عطیہ ہے

فہم ناں کردی ز حکمت آدمی — چونکہ حق گفتست کلوا من رزقہ

اے بندے! تو روٹی سمجھا نہ کہ حکمت — جبکہ اللہ نے تجھ سے فرمایا ہے اس کا رزق کھاؤ

رزق حکمت بہ بود در مرتبت — کاں گلو گیرت نباشد عاقبت

رتبے میں حکمت کا رزق بہتر ہوتا ہے — اس لئے کہ انجام میں وہ تیرا گلا پکڑنے والا نہ ہوگا

این[4] دہاں بستی دہانے باز شد — کو خورندہ لقمہائے راز شد

تو نے یہ منہ بند کیا تو ایسا منہ کھلا — جو اسرار کے لقمے کھانے والا بنا

گر ز شیر این دیو تن را وا بری — در فطام او بسے نعمت خوری

اگر تو اس جسم کے شیطان کو دودھ ہٹالے — اس کا دودھ چھڑانے میں بہت سی نعمتیں کھائیگا

ترک جوشے کردہ ام من نیم خام — از حکیم غزنوی بشنو تمام

میں نے ادھ پکے کو جوش نہیں دیا ہے — حکیم غزنوی سے یہ مکمل سُن لے

در الٰہی نامہ گوید شرح این — آں حکیم غیب و فخر العارفین

اس کی شرح الٰہی نامہ میں بیان کی ہے — اُس اسرار کے داعی اور عارفوں کے فخر نے

غم خور و نانِ غم افزایاں مخور — زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر

غم کھا لے، اور غم بڑھانے والوں کی روٹی — کیونکہ عقلمند غم کھاتا ہے، بچہ شکر کھاتا ہے

---

[1] چونکہ: جب۔ قبض: اگر سالک پر قبض کی کیفیت طاری ہو تو اُس سے بھی غمگین نہ ہونا چاہیئے اُس کو مفید سمجھے۔ کودکاں: بسط کی کیفیت بھی ایک طفولیت ہوتی ہے اس کے زیادہ خواہشمند نہ ہو۔ چشم کودک: بچہ عارضی خوشیوں سے خوش رہتا ہے۔ چشم عاقل: عقلمند کے پیش نظر آخرت رہتی ہے تو وہ اُس کے حساب و کتاب سے مغموم رہتا ہے۔

[2] آں علف: دنیاوی لذتوں کو قصائی کی گھاس سمجھو۔ اصل علاج دین کا تعلق اور اہل یقین کا طریقہ ہے۔ کلوا من رزقہ۔ تم اُس کا رزق کھاؤ۔ اس رزق سے مراد حکمت ہے نہ کہ دنیاوی غذائیں۔ رزق حکمت۔ یہ رزق ایسا ہے جس پر کوئی اخروی مواخذہ نہیں ہے۔

[3] این دہاں: حضرت سعدیؒ نے فرمایا ہے۔ شعر

اندروں از طعام خالی دار — تا درو نور معرفت بینی

گر۔ دنیوی لذتیں ترک کرنے سے اسرار خداوندی کا رزق حاصل ہوتے ہیں ترک۔ میں نے یہ مضمون پورا نہیں سمجھا یا اگر پورا سمجھا ہو تو ۳ الٰہی نامہ پڑھ لو جو حکیم سنائی غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ ہم کو ہر انسان کو آخرت کی فکر کرنی چاہیئے شکر کھانا طفلانہ حرکت ہے۔

قندِ[1] شادی میوۂ باغِ غم ست — ایں فرح زخم ست و آں غم مرہم ست
خوشی کی شکر، غم کے باغ کا میوہ ہے — یہ خوشی زخم ہے، اور غم مرہم ہے

غم چو بینی در کنارش کش بعشق — از سرِ ربوہ نظر کن در دمشق
تو جب غم دیکھے اس کو محبت سے بغل میں لے لے — دمشق کو ٹیلے پر سے دیکھ

عاقل از انگور مے بیند ہمی — عاشق از معدوم شئی بیند ہمی
عقلمند انگور میں شراب دیکھتا ہے — عاشق معدوم میں موجود کو دیکھتا ہے

جنگ میکردند حمّالاں پریر — تو مکش تا من کشم حملش چو شیر
پرسوں، بوجھ اٹھانیوالے جھگڑ رہے تھے — تو نہ اٹھا تاکہ میں شیر کی طرح اس کا بوجھ اٹھالوں

زانکہ زاں رنجش ہمی دیدند سود — حمل را ہر یک ز دیگر می ربود
کیونکہ انھوں نے اس تکلیف کو مفید سمجھا تھا — (اسلئے) بوجھ کو ایک دوسرے سے اچکتا تھا

مزدِ[2] حق کو مزدِ آں بے مایہ کو — ایں دہد گنجیت مزدوری تسو
کہاں اللہ (تعالیٰ) کی مزدوری کہاں اس مفلس کی — یہ تجھے مزدوری میں خزانہ دے گا، وہ کوڑی

گنج زرے کہ چو خسپی زیر ریگ — باتو باشد آں نباشد مردہ ریگ
مزدوری — سونے کا ایسا خزانہ کہ جب تو مٹی کے نیچے سوئیگا — وہ تیرے پاس ہوگا، وہ مردوں کا مال نہ ہوگا

پیش پیش آں جنازت میرود — مونسِ گور و غریبی می شود
وہ تیرے جنازے کے آگے آگے چلے گا — مسافرت، اور قبر میں غم خوار ہوگا

بہرِ[3] روزِ مرگ ایں دم مُردہ باش — تا شوی با عشق سرمد خواجہ تاش
موت کے دن کے لئے اس وقت مُردہ بن جا — تاکہ تو سرمد عشق کا ساتھی بنے

صبر می بیند ز پردہ اجتہاد — روئے چوں گلنار و زلفین مراد
صبر مجاہدے کے پردے میں سے دیکھتا ہے — مقصود کا گلنار جیسا چہرہ، اور دو زلفیں

غم چو آئینہ ست پیشِ مجتہد — کاندراں ضد می نماید روئے ضد
مجاہدہ کرنے والے کے لئے غم آئینہ جیسا ہے — کہ اس ضد میں (اسکی) ضد کا چہرہ نظر آتا ہے

بعدِ ضدِ رنج آں ضدِ دگر — رُو دہد یعنی کشادہ کرد و فر
مقابل رنج کے بعد دوسرا مقابل — نظر آتا ہے یعنی کشادگی اور شان و شوکت

---

[1] قندِ شادی۔ آخرت کا غم خوشی کی قند عنایت کریگا دنیا کی خوشی تو زخم ہے۔ دمشق۔ ملک شام کا مشہور شہر ہے۔ ربوہ۔ ٹیلا، ایک خاص ٹیلا ہے جو دمشق کے قریب ہے جو شخص دمشق کے حسن کا قائل نہیں ہوتا تھا اس کو کہا جاتا تھا کہ اس ٹیلے پر چڑھکر دمشق کا منظر دیکھ لے تو حسن کا قائل ہو جائیگا۔ عاقل۔ عقلمند انسان ہر چیز کے آغاز سے انجام کو دیکھ لیتا ہے تم بھی غم امروز سے مسرت فردا کو دیکھ لو۔ حمالاں۔ مزدور، بوجھ کی جمع ہے۔

[2] مزدِ حق۔ جب بے مایہ انسان سے مزدوری حاصل کرنے کے لئے مشقت اٹھائی جاتی ہے تو اللہ کی جانب سے جو مزدوری ملیگی اس کے لئے کیوں نہ مشقت برداشت کی جائے۔ گنج۔ چار جو کے وزن کا سکہ تھا۔ گنج۔ وہ ایسا خزانہ ہوگا جو قبر میں کام آئیگا۔ مردہ ریگ۔ وراثت کا مال۔ پیش۔ نیکیاں مُردے سے پہلے ہی راحت رسانی کیلئے قبر میں پہنچ جاتی ہیں۔

[3] بہرِ روزِ مرگ بگم ہے۔ مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا یعنی موت سے قبل ہی دنیا اور اس کی لذتوں کو خیرباد کہدو۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلاموں میں سے ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ عموماً

ابد کے ارفت کی ایک قسم ہے جس پر جہل نہیں آتا وہ مرتبہ صدیوں سے لبعد جاتا ہے۔ غم۔ مجاہدہ کرنیوالا غم میں خوشی دیکھتا ہے۔ مقابل رنج۔ رنج اور خوشی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں جب ایک ضد یعنی رنج نمودار ہوتا ہے تو اسکے بعد کشادگی اور خوشی نمودار ہو جاتی ہے۔ اِنَّ مَعَ العُسرِ یُسرًا۔ بیشک تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔

این دو وصف[1] از پنجہ و دست ببیں — بعد قبضِ مشت بسط آید یقیں
ان دونوں باتوں کو اپنے ہاتھ اور پنجے سے سمجھ لے — مٹھی بند کرنے سے یقیناً فراخی آتی ہے

پنجہ را اگر قبض باشد دائما — یا ہمہ بسط اُو بُود چوں مُبتلا
اگر مٹھی ہمیشہ بند رہے — یا ہمہ وقت کھلی رہے، وہ مصیبت میں رہیگا

زیں دو وصفش کار و مکسب مُنتظم — چوں پرِ مُرغ ایں دو حال اورا مہم
اس کے ان دونوں وصفوں سے کاروبار باقاعدہ ہے — جس طرح پرندے کے بازوؤں کیلئے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں

گفتنِ روحُ القُدس مریم را علیہما السّلام کہ من رسولِ
حضرت جبرئیلؑ کا حضرت مریمؑ سے کہنا اُن دونوں پر سلام ہو کہ میں اللہ تعالیٰ

حکمم آشفتہ و پنہاں از منِ مشو
کا قاصد ہوں مجھ سے پریشان نہ ہو اور نہ چھپ

چونکہ[2] مریم مُضطرب شُد یک زماں — ہمچناں کہ بر زمیں آں ماہیاں
جب تھوڑی دیر کے لئے حضرت مریمؑ تڑپیں — جیسے کہ خشکی پر مچھلیاں

بانگ بر وے زد نمودارِ کرم — کہ امینِ حضرتم از منِ مرم
کرم (خداوندی) کے جلوے نے انھیں پکارا — کہ میں خدا کا امین ہوں، مجھ سے نہ بھاگئے

از سرافرازانِ عزت سر مکش — از چُنیں خوش محرماں دم در مکش
(بارگاہ) عزت کے معززین سے سر نہ پھیریئے — اتنے بہتر بھی رازداروں سے سر پیچ نہ ہو

ایں ہمی گفت و ڈبالہ نورِ پاک — از لبش می شُد پیاپے بر سماک
وہ یہ کہہ رہے تھے، اور پاک نور کی شعاع — اُن کے ہونٹوں سے پے در پے سماک (ستارہ) پر پہنچ رہی تھی

از وجودم می گریزی در عدم — در عدم من شاہم و صاحب علم
آپ میرے وجود سے علیحدہ کیوں بھاگتی ہیں؟ — میں آخرت کا شاہ اور علمبردار ہوں

خود مُنہ[3] و مُبنگاہِ من در نیستی ست — یک سواد نقشِ من پیشِ تو ہستی ست
میرا سامان اور گھر (ملک) عدم میں ہے — تھوڑی دیر کے لئے میری صورت تیرے سامنے ہے

مریما بنگر کہ نقشِ مشکلم — ہم ہلالم ہم خیالِ اندر دلم
اے مریمؑ! دیکھو میں ایک مشکل نقش ہوں — میں کہنہ بھی ہوں اور ہلال بھی، دل کے اندر خیال بھی ہوں

چوں خیالے در دلت آمد نشست — ہر کجا کہ میگریزی با تو ہست
خیال جب تمہارے دل میں آیا، بیٹھ گیا — جہاں بھی جاؤ، وہ تمہارے ساتھ ہے

[1] این دو وصف یعنی مٹھی کے بعد کشادگی آنے کو اپنے ہاتھ کی مٹھی سے سمجھ لو، ہاتھ کی مٹھی بند رکھے گے تو فراخ حالی اکشادگی میسر آئے گی، پھر تو ہاتھ کی مٹھی کا ہمیشہ کھلا رہنا اچھا ہے یا بند رہنا۔ ان دو وصف مٹھی کا ہر وقت بند رکھنا مناسب ہے اور نہ ہر وقت کھولنا جس طرح کہ پرند کی پرواز اسی وقت صحیح رہتی ہے جبکہ بازو بروقت کھلیں اور بروقت بند ہوں۔

[2] چونکہ حضرت مریمؑ حضرت جبرئیلؑ کے اچانک ظہور سے ایسی تڑپیں جیسا کہ مچھلی خشکی پر تڑپتی ہے۔ امین حضرت جبرئیلؑ کو روح الامین کہا جاتا ہے۔ حضرت۔ دربار خداوندی۔ مرم۔ بھاگ۔ سنا کراں۔ باعزت۔ نورِ پاک چراغ کی بتی۔ سماک۔ ایک ستارہ کا نام ہے۔ دو عالم۔ عالم آخرت۔

[3] بُنہ و بُنگاہ۔ بُنہ۔ سامان۔ بُنگاہ۔ سامان رکھنے کی جگہ۔ مشکل۔ معزز عورت۔ ہم ہلالم۔ یعنی میرا شہودی وجود بھی ہے اور مثالی (وجود بھی ہے) وجود مثالی مثل خیال کے ہے خیال سے انسان بھاگ کر نہیں بچ سکتا۔

جز خیالے عارضی باطلے
سوائے عارضی، باطل خیال کے

کو بود چوں صبح کاذب آفلے
جو صبح کاذب کی طرح غائب ہو جانے والا ہے

من چو صبح صادقم از نورِ رب
میں اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں

کہ نگردد گرد روزم ہیچ شب
کہ میرے دن کے پاس کوئی رات نہیں آتی ہے

ہیں مکن لاحول عمران زادہ ام
اے عمران کی بیٹی! مجھ پر لاحول نہ پڑھو

کہ ز لاحول ایں طرف اُفتادہ ام
میں لاحول سے ہی اس طرف آیا ہوں

مر مرا اصل و غذا لاحول بود
میری اصل اور غذا لاحول ہے

نورِ لاحولے کہ پیش از قول بود
اس لاحول سے مراد وہ نور جو لفظ سے پہلے ہے

تو ہمی گیری پناہ از من بحق
آپ مجھ سے اللہ (تعالیٰ) کی پناہ چاہ رہی ہیں

من نگاریدہ پناہم در سبق
میں ازل میں اسی کی پناہ کی تحریر ہوں

آں پناہم من کہ مخلصہات بود
میں وہی پناہ ہوں جو آپ کی نجات کی جگہ ہے

تو اعوذ آری و من خود آں اعوذ
آپ اعوذ پڑھتی ہیں میں خود وہی اعوذ ہوں

آفتے بنود بتر از ناشناخت
نہ پہچاننے سے زیادہ بڑی کوئی مصیبت نہیں ہے

تو بر یاری ندانی عشق باخت
تو معشوق کے پاس ہے اور عشق بازی نہیں جانتا

یار را اغیار پنداری ہمی
تو معشوق کو غیر سمجھ رہا ہے

شادیِ را نام بنہادی غمی
تو خوشی کو غمی کا نام دیتا ہے

ایں چنیں لطفے کہ دارد یارِ ما
اس مہربانی کے ہوتے ہوئے ہمارا یار رکھتا ہے

تو گریزانی ازو اے بیوفا
اے بے وفا! تو اس سے بھاگتا ہے

ایں چنیں نخلے کہ لطفِ یارِ ماست
کھجور کا ایسا درخت جو ہمارے یار کی مہربانی ہے

چونکہ ما دُردیم نخلش دارِ ماست
جبکہ ہم چور ہیں اس کھجور کا درخت ہمارے لئے سولی ہے

ایں چنیں مشکیں کہ زلفِ میرِ ماست
ایسی خوشبودار چیزیں جو کہ ہمارے آقا کی زلفیں ہیں

چونکہ بے عقلیم آں زنجیرِ ماست
جبکہ ہم بے عقل کریں، وہ ہماری بیڑیاں ہیں

ایں چنیں لطفے چو نیلے میرود
ایسی مہربانی جو نیل (دریا) کی طرح جاری ہے

چونکہ فرعونیم چوں خوں می شود
جبکہ ہم فرعون ہیں، خون جیسی ہو جاتی ہے

خوں ہمی گوید من آبم ہیں مریز
خون کہتا ہے مکر میں پانی ہوں خبردار! مجھے نہ بہا

یوسفم گرگ از تو ام اے پرستیز
میں یوسف ہوں اے جھگڑالو! تیری وجہ سے بھیڑیا ہوں

---

۵۱ جز خیالے۔ عارضی باطل خیال سے ابدائی ممکن ہے صبح کاذب۔ یہ صبح نمودار ہو کر غائب ہو جاتی ہے، صبح صادق۔ یہ صبح نمودار ہو کر غائب نہیں ہوتی ہمیشہ۔ لاحول کے معنی ہیں کہ طاقت صرف اللہ کی ہے تو جو چیز خود اللہ کی قوت سے نمودار ہوئی ہو اس پر لاحول پڑھنا بیکار ہے۔

۵۲ لاحول یعنی خدائی طاقت۔ قول۔ یعنی لاحول پڑھنے والے کا تلفظ۔ نگاریدہ۔ اللہ کی پناہ کی تحریر سے پناہ پکڑنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ آں پناہم جبکہ میں خود تمہاری پناہ اور بچاؤ کی جگہ ہوں اعوذ سے ڈرنے چیز تم مانگ رہی ہو تو پھر مجھ پر اعوذ پڑھنا مناسب نہیں ہے۔ تو سوال مجھ پر سبھی ہیں ہیں

۵۳ آفتے۔ مولانا حضرت جبرئیلؑ کو نہ پہچاننے کا بیان کر رہے تھے اب یہاں سے خدا کو نہ پہچاننے کا مضمون شروع فرما دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نہ پہچاننا سب سے بڑی مصیبت ہے اے طالب تیرا محبوب حقیقی تیرے پاس ہے اور تو اس کو نہیں پہچانتا ہے نہ اس سے محبت کرتا ہے۔ یار خدا کے ساتھ تیرا معاملہ غیروں کا سا معاملہ ہے۔ ایں چنیں خدا کی اسقدر مہربانیوں کے ہوتے ہوئے اس سے گریز بڑی بیوفائی ہے۔ ایں چنیں۔ یعنی اللہ کی رحمت کے اسباب ہماری نافرمانی کی وجہ سے رحمت کے اسباب بھگتنے ہیں۔ مشکیں۔ خوشبودار۔ زلف۔ آنا۔ زنجیر۔ بیڑیاں۔ نیل۔ دریائے نیل۔ فرعونیم۔ ظالم ہیں۔ خوں می شود۔ خون جیسی ہو جاتی ہے۔ یوسفم۔ یوسف ہوں۔ گرگ۔ بھیڑیا۔ پرستیز۔ جھگڑالو۔

تو نمی[51] بینی کہ یارِ بُردبار
تو نہیں دیکھتا ہے کہ بُردبار دوست

چونکہ با اُو ضد شدی گردد چو مار
جب تو اُس کی ضد بنا وہ سانپ جیسا بن جاتا ہے

لحم اُو و شحم اُو دیگر نشد
اُس کا گوشت اور چربی تمہیں بدلی

برقرارِ اوّلست آنساں کہ بُد
پہلے ہی کی طرح ہے جیسا کہ تھا

عزم کردن آں وکیل از عشق کہ رجوع کند بہ بخارا الا ابالی وار
محبت کی وجہ سے اس وکیل کا ارادہ کرلینا، کہ لاپروا ہوکر بخارا میں واپس آجائیگا

شمعِ مریم را بہل افروختہ
(حضرت) مریمؑ کی شمع جلتی چھوڑ

کہ بخارا میرود آں سوختہ
کیونکہ وہ دل جلا بخارا کو جارہا ہے

سخت بے صبر و در آتشدان تیز
سخت بے صبری، اور تیز بھٹی میں

رُو سوئے صدرِ جہاں کن می گریز
(کہتا تھا) صدرِ جہاں کا رُخ کر اور بھاگ

ایں بخارا منبعِ دانش بُود
یہ بخارا عقل کا مخزن ہوتا ہے

پس بخارائیست ہر کانش بُود
جو اس طرح کا ہو وہ بخاری ہے

پیشِ[52] شیخے در بخارا اندری
شیخ کے سامنے تو بخارا میں ہے

تا بخواری در بخارا ننگری
بخارا کو ذلت سے ہرگز نہ دیکھنا

جُز بخواری در بخارائے دلش
اُس کے دل کے بخارا میں عاجزی کے سوا

راہ ندہد جزر و مدِ مشکلش
اُسکی مشکلات کا مدّ و جزر راستہ نہیں دیتا ہے

اے خُنک آں را کہ ذلّت نفسہٗ
خوش نصیب ہے وہ جس کا نفس فرمانبردار ہوگیا ہے

ولے آں کس را کہ یُردی رفسہٗ
اس شخص پر حسرت ہے جسکی دولتیاں اُسکو ہلاک کرتی ہیں

فرقتِ صدرِ جہاں در جانِ اُو
صدرِ جہاں کی جدائی جو اُس کی جان میں تھی

پارہ پارہ کردہ بُود ارکانِ اُو
اُس نے اُس کے اعضاء کو پارہ پارہ کردیا تھا

گفت[53] برخیزم ہمانجا وا روم
اُس نے کہا میں اٹھتا ہوں اُسی جگہ واپس جاتا ہوں

کافرِ ار گشتم دگر رہ بگروم
اگر میں کافر ہوگیا ہوں، تو دوسری راہ اختیار کرلوں

وا روم آنجا بیفتم پیشِ اُو
اُسی جگہ واپس جاتا ہوں اُسکے سامنے گرتا ہوں

پیشِ آں صدرِ نکو اندیشِ اُو
اُس (عاشق) کی بھلائی سوچنے والے صدر کے سامنے

گویم افگندم بہ پیشت جانِ خویش
میں کہوں گا میں نے اپنی جان تیرے سامنے ڈالی ہے

زندہ کن یا سر ببُر ما را چو میش
زندہ کردے یا بھیڑ کی طرح ہمارا سر قلم کردے

[51] تو نمی۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ اگر دوست سے دوستی نہ برتو تو وہ دشمنی پر اُتر آتا ہے۔ لحم۔ یعنی اُس دوست کا جسم جو تمہارا دشمن بن گیا ہے۔ اسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا تمہاری نازیبا حرکات کی وجہ سے اسکے مزاج میں تغیر آیا ہے۔ آ۔ آبالی۔ لاپروا۔ آں سوختہ یعنی وکیل۔ بخارا۔ یہ بخار سے بنا ہے جو جمیع علوم کے معنی میں ہے۔ منبع۔ چشمہ۔ دانش۔ علم و عقل۔ بخارائی۔ لہٰذا بخارائی اور بخاری وہ شخص ہوگا جس میں علم و دانش ہوگی۔

[52] پیشِ شیخے۔ شیخ کا دل بھی ان معنی کے اعتبار سے بخار ہے لہٰذا اُس کی عزت کرو۔ جز بخواری۔ شیخ کے دل میں اُسوقت جگہ پاؤ گے جبکہ خواری اور ذلت اختیار کرو گے۔ رفسہ۔ یعنی اُس کی گستاخی، زلّت یعنی شہوت انگیز باتیں۔ ارکان۔ اعضاء۔

[53] گفت۔ یعنی وکیل نے کہا ہمانجا۔ یعنی بخارا۔ یُلو اندیش۔ معشوق جو کبھی بھی عاشق کے بارے میں سوچے وہ عاشق کے نزدیک بھلا ہی ہے۔ میش۔ بھیڑ۔

کُشتہ[1] و مُردہ بہ پیشت اے قمر — بہ کہ شاہِ زندگاں جائے دِگر
اے چاند! تیرے سامنے مقتول اور مُردہ ہونا — دوسری جگہ زندوں کا شاہ بننے سے بہتر ہے

آزمودم من ہزاراں بار پیش — بے تو شیریں می نہ بینم عیشِ خویش
میں نے لاکھوں بار پہلے آزما لیا — میں تیرے بغیر اپنی زندگی بھی نہیں سمجھتا ہوں

غَنِّ لِی یَا مُنیَتِی لَحنَ النُّشُور[2] — اُبرُکِی یَا نَاقَتِی تَمَّ السُّرُور[3]
اے میری تمنا! میرے لئے دوبارہ زندہ ہونیکا گانا گا — اے میری اونٹنی بیٹھ جا، سرور مکمل ہو گیا ہے

اِبلَعِی[4] یَا اَرضُ دَمعِی قَد کَفَی — اِشرَبِی یَا نَفسُ وُدًّا قَد صَفَا
اے زمین! میرے آنسو نگل جا جو کافی ہیں — اے نفس! وہ دوستی پی لے جو صاف ہو گئی ہے

عُدتَ یَا عِیدِی اِلَینَا مَرحَبَا — نِعمَ مَا رَوَّحتِ یَا رِیحُ الصَّبَا
اے میری عید! تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے مرحبا — اے بادِ صبا! بہت عمدہ خوشبو ہے جو تو نے مہکائی ہے

گفت آے یاراں رَوَم گشتم وَداع — سُوئے آں صدر یکہ میرست و مُطاع[5]
اس نے کہا اے دوستو! میں چلا الوداع — اُس صدر کی جانب جو سردار اور واجب الاطاعت ہے

دَمبدم در سوز بریاں می شوم — ہر چہ بادا باد آنجا می رَوم
میں دمبدم سوز و تپش میں بھن رہا ہوں — جو کچھ ہونا ہے ہو، میں وہاں جاتا ہوں

گرچہ دل چوں سنگِ خارا میکند[6] — جانِ من عزمِ بُخارا می کُند
اگرچہ (اپنا) دل سنگِ خارا کی طرح بنا رہا ہے — میری جان بخارا کا قصد کر رہی ہے

مَسکنِ یار ست و شہرِ شاہِ من — پیشِ عاشق ایں بُوَد حُبُّ الوطن
وہ میرے یار کا وطن اور میرے شاہ کا شہر ہے — عاشق کے لئے یہی وطن کی دوستی ہے

پُرسیدنِ معشوقے از عاشق کہ از شہرہا کدام بہتر ست

ایک معشوق کا عاشق سے دریافت کرنا کونسا شہر بہتر ہے

وانبوتر و پُر نعمت تر و دلکشا تر و جواب دادنِ عاشق ورا

اور زیادہ آباد اور زیادہ نعمتوں سے پُر اور زیادہ دلکشا اور اُس کو عاشق کا جواب دینا

گفت معشوقے بعاشق کاے فتیٰ — تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
ایک معشوق نے عاشق سے کہا اے نوجوان! — تو نے مسافرت میں بہت سے شہر دیکھے ہیں

پس کدامیں شہر زانہا خوشتر ست — گفت آں شہرے کہ در وے دلبر ست
اُن میں سے کونسا شہر بہتر ہے؟ — اُس نے کہا، وہ شہر جس میں معشوق ہے

[1] کُشتہ: معشوق کے قدموں میں مر جانا دوسری جگہ کی شہنشاہی سے بہتر ہے۔ طرح تو گا۔ مُنیتی۔ میری تمنا۔
[2] النُّشور۔ دوبارہ زندہ ہونا۔
[3] تَمَّ السُّرُور۔ سرور مکمل ہو گیا ہے یعنی سفر کے ارادہ سے سرور مکمل ہو گیا لہٰذا میرے اونٹ تو بیٹھ جا تاکہ میں تیرے اوپر بیٹھ کر معشوق کی طرف روانہ ہوں۔
[4] اِبلَعِی۔ یعنی اے زمین فراق میں جو میرے آنسو بہہ رہے ہیں تو اُن کو نگل لے۔ وُدًّا۔ دوستی۔ گفت۔ وکیل نے کہا۔ وَداع۔ رخصت۔ مُطاع جس کی اطاعت کی جائے۔ آنجا۔ یعنی بخارا۔
[5] میکند۔ یعنی صدر یہاں نے اگرچہ اپنا دل سنگِ خارا کی طرح بنا لیا ہے حُبُّ الوطن۔ عاشق کے نزدیک وطن کی محبت کے یہ معنی ہیں کہ جہاں اس کا محبوب ہو اُس شہر سے محبت کرے۔ غربت مسافر۔

ہر کجا باشد شہِ ما را بساط[1]
جہاں ہمارے شاہ کا ڈیرا ہو

ہست صحرا گر بود سَمّ الخیاط
وہ جنگل ہے، خواہ سوئیں کا ناکہ ہو

ہر کجا کہ یوسفے باشد چو ماہ
جہاں چاند جیسا یوسف ہو

جنت ست آں ارچہ باشد قعرِ چاہ
وہ جنت ہے، خواہ کنوئیں کی گہرائی ہو

با تو دوزخ جنت ست[2] اے جاں فزا
اے روح پرور! تیرے ہوتے ہوئے دوزخ جنت ہے

با تو زنداں گلشن ست اے دلربا
اے دلربا! تیرے ساتھ قید خانہ چمن ہے

شد جہنم با تو رضوان و نعیم
تیرے ساتھ جہنم رضوان اور نعمت بن گئی

بے تو شد ریحان و گل نارِ جحیم
تیرے بغیر ریحان اور پھول دوزخ کی آگ بن گیا

ہر کجا تو با منی من خوشدلم
جہاں تو میرے ساتھ ہے میں خوش دل ہوں

ور بود در قعرِ گورے منزلم
خواہ میری منزل قبر کے گڑھے میں ہو

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود
دونوں جہاں سے زیادہ اچھی وہ جگہ ہے

کہ ترا با من سر و سودا بود
جہاں تجھے میرا خیال ہو

بس دراز ست ایں سخن از انتظار
یہ بات بہت لمبی ہے انتظار کی وجہ سے

عاشقِ صدرِ جہاں شد بیقرار
صدرِ جہاں کا عاشق بے قرار ہو گیا ہے

منع کردنِ دوستاں اُورا از مراجعت بہ بخارا و تہدید کردن و لاأبالی گفتنِ اُو

دوستوں کا اُس کو بخارا واپس ہونے سے منع کرنا اور ڈرانا اور اُس کا کہنا کہ مجھے کوئی پروا نہیں ہے

گفت اُورا ناصحے کاے بے خبر
اُس سے ایک نصیحت کرنیوالے نے کہا اے بے خبر!

عاقبت اندیش اگر داری ہنر
اگر تو ذہانت رکھتا ہے، انجام سوچ لے

در نگر پیش را بالعقل و پیش
عقل سے آگے پیچھے دیکھ لے

ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را
اپنے آپ کو پروانے کی طرح نہ جلا

چوں[3] بخارا می روی دیوانہ
بخارا کو کیوں جاتا ہے، تو دیوانہ ہے

لائقِ زنجیر و زنداں خانہ
قید خانہ اور بیڑی کے لائق ہے

اُو ز تو آہن ہمی خاید ز خشم
وہ تجھ سے غصہ میں لوہا چبا رہا ہے

اُو ہمی جوید ترا با بیست چشم
وہ تجھے بیس آنکھوں سے تلاش کر رہا ہے

[1] بساط۔ بستر یعنی محبوب کے پڑاؤ کی جگہ۔ ہست صحرا۔ یعنی وہ جگہ خواہ کتنی ہی تنگ ہو لیکن وہ عاشق کے لئے وسیع صحرا ہے۔ سَمّ الخیاط۔ سوئی کا سوراخ۔ ہر کجا۔ اگر معشوق کنوئیں میں بھی ہو تو عاشق کے لئے وہی جنت ہے۔

[2] با تو۔ محبوب کے ساتھ تکلیف و مقام بھی راحت کا سبب ہے۔ شد جہنم۔ محبوب کی موجودگی میں دوزخ بھی جنت ہے اور محبوب کے فراق کی حالت میں چمن بھی دوزخ ہے۔ کو تحرا۔ یعنی محبوب کو عاشق سے تعلق ہو۔ اندازہ یعنی دلیل کو۔ ہنر۔ لیاقت۔ در نگر۔ یعنی حالات کا جائزہ لے لے۔

[3] چوں۔ ہم نے چوں کو استفہام کا قرار دیکر ترجمہ کیا ہے اگر اسکو شرطانا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا جب تو بخارا کو جا رہا ہے تو تو دیوانہ ہے بیست چشم۔ یعنی تیز نگاہ یا بہت سے جاسوسوں کی آنکھ

میکند او تیز از بہر تو کارد[1]
وہ تیرے لئے چھری تیز کر رہا ہے

اوسگِ قحط ست و تو اَنبانِ آرد
وہ قحط زدہ کتا ہے اور تو آٹے کی بوری ہے

چوں رَہیدی و خدایت راہ داد
جبکہ تو بچ گیا، اور خدا نے تجھے موقع دیا

سوئے زنداں میروی چونت فتاد
تو قید خانہ کی طرف جا رہا ہے تجھے کیا پڑی ہے

بر تو گر دہ گوں مُوکّل آمدے
اگر تیرے پاس دس قسم کے سپاہی پہنچے

عقل بایستے کز ایشاں گم زدے
عقل کا تقاضہ ہے، کہ تو اُن سے نہ ملتا

چوں مُوکّل نیست بر تو ہیچ کس
جبکہ تجھ پر کوئی شخص مقرر نہیں ہے

از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس
تیرا اگلا پچھلا کیوں بند ہو گیا؟

عشق پنہاں کردہ بود او را اسیر
مخفی عشق نے اس کو قیدی بنا لیا تھا

آں مُوکّل را نمی دید آں نذیر
وہ ڈرانے والا اس سپاہی کو نہیں دیکھتا تھا

ہر مُوکّل را مُوکّل مختفی ست
ہر سپاہی پر ایک چھپا ہوا سپاہی ہے

ورنہ او در بندِ سگ طبعی ز چیست
ورنہ کتے پن کا پابند کیوں ہے؟

خشمِ شاہِ عشق[2] بر جانش نشست
شاہِ عشق کا غصہ اس کی جان پر نازل ہوا ہے

بر عوانی و بہ سر رویش بست
اس کو سپاہ گری اور رُوسیاہی سے وابستہ کر دیا ہے

می زند او را کہ ہیں او را بزن
وہ اُس کو مارتا ہے، کہ ہاں اُس کو مار

زاں عوانانِ نہاں افغانِ من
اُن مخفی سپاہیوں سے میری فریاد ہے

ہر کہ بینی در زیانے می رَوَد
جس کو تو دیکھے کہ وہ تباہی میں جا رہا ہے

گرچہ تنہا با عوانے میرَوَد
اگرچہ وہ اکیلا ہے، کسی سپاہی کیساتھ جا رہا ہے

گر از و واقف بُدے افغاں زدے
اگر وہ اُس سے واقف ہوتا فریاد کرتا

پیشِ آں سلطانِ سلطاناں شدے
شاہوں کے شاہ کے سامنے چلا جاتا

ریختے بر سر بہ پیشِ شاہ خاک
شاہ کے سامنے سر پر خاک ڈالتا

تا اماں دیدے ز دیوِ سہمناک
یہاں تک کہ خوفناک شیطان سے امن پا جاتا

میر[3] دیدی خویش را اے کم ز مور
اے چیونٹی سے کم! تو نے اپنے آپکو سردار سمجھا ہے

زاں ندیدی آں مُوکّل را کو کور
اسی لئے تجھ اندھے نے وہ سپاہی نہیں دیکھا ہے

عزّہ گشتی زیں دَرَد غیں پَرّ و بال
تو مصنوعی پر و بال سے مغرور بن گیا ہے

پَرّ و بالے کو کشد سوئے وَبال
وہ پر و بال جو تجھے ہلاکت کیطرف کھینچ رہے ہیں

---

[1] کارد۔ چھری۔ انبان۔ تھیلا۔ آرد۔ آٹا۔ وہ گوں۔ وہ کئی طرح۔ مُوکّل۔ یعنی سپاہی۔ کہ زورے عقل کا تقاضہ تھا کہ تو ان سپاہیوں سے گریز کرتا۔ چوں مُوکّل۔ یعنی تو غیر سپاہی کے قیدی بن گیا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس دنیا کل کو عشق نے قید کر رکھا تھا جس کو ڈر نہیں دکھا رہا تھا۔ ہر مُوکّل۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح اس دنیا پر ایک غیبی مُوکّل مسلط تھا اسی طرح سے ہر سپاہی پر ایک غیبی سپاہی مسلط ہوتا ہے جو اس کو کتے کی طرح کھسنا بنا دیتا ہے۔

[2] شاہِ عشق۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ عوانی۔ سپاہی پن۔ زاں عوانانِ۔ ان غیبی سپاہیوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ ہر کہ۔ انسان اپنی تباہی اسی مخفی سپاہی کی وجہ سے کرتا ہے۔ گر۔ انسان اس برباد کرنے والے سپاہی سے غافل ہے ورنہ وہ اللہ سے دعا کرتا اور اپنی نجات چاہتا۔

[3] میر۔ انسان اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے اسی لئے اس غیبی سپاہی کو نہیں دیکھ پاتا ہے۔ عزّہ۔ انسان زوال پذیر دولت اور رُتبے سے دھوکے میں پڑتا ہے اور یہی دولت اور رُتبہ اس کو تباہ کرتا ہے۔

پرِ شپک[1] دارد رہِ بالا کند
مکھی پر رکھتا ہے اور پر جاتا ہے

چوں گل آلودش گرانیہا کند
جب مٹی میں سن جاتے ہیں بھاری پن دکھاتے ہیں

جہد کن پر را گل آلودہ مکن
کوشش کر پروں کو مٹی میں نہ سان

لیک گشت گر شد و بندم کہن
لیکن تیرے کان بہرے ہو گئے ہیں اور میری نصیحت بُرا نی ہو گئی ہے

بند داد القصہ عاشق را بسے
القصہ عاشق کو بہت نصیحت کی

عاذل بیدرد ہمچوں نقشے
نقش جیسے بیدرد ملامت گر نے

لا اُبالی گفتنِ عاشق ناصح و عاذل را از سرِ عشق

عاشق کا عشق کی وجہ سے لاپروائی کے ساتھ ناصح اور ملامت گر کو جواب دینا

گفت اے ناصح خموش کن چند چند
اس نے کہا اے ناصح بس چپ ہو جا اس قدر

بند کم دہ زانکہ بس سخت ست بند
نصیحت نہ کر کیونکہ قید بہت سخت ہے

سخت تر شد بندِ من از بندِ تو
تیری نصیحت سے میری قید اور سخت ہو گئی ہے

عشق را نشناخت دانشمند تو
اے دانشمند تو عشق کو نہیں جانتا ہے

آں طرف کہ عشق می افزود درد
جس پہلو سے عشق نحوہ درد بڑھایا ہے

بوحنیفہؒ و شافعیؒ درسے نکرد
ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ نے سبق نہیں پڑھایا

تو مکن تہدید از کشتن کہ من
تو قتل سے نہ ڈرا کیونکہ میں

تشنہ زارم بخونِ خویشتن
اپنے خون کا بہت پیاسا ہوں

عاشقاں را ہر زمانے مُردنیست
عاشقوں کی ہر گھڑی ایک موت ہے

مُردنِ عشاق خود یک نوع نیست
عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے

او دو صد جاں دارد از جانِ ہدیٰ
وہ نورِ ہدایت سے دو سو جانیں رکھتا ہے

واں دو صد را می کند ہر دم فدا
اور اُن دو سو کو ہر وقت قربان کرتا ہے

ہر یکے جاں را ستاند دہ بہا
ہر ایک جان کے دس عوض لیتا ہے

از نبے برخواں تو عشر امثالہا
اس کے دس گنا قرآن میں پڑھ لے

گر بریزد خونِ من آں دوست رو
وہ محبوب چہرے والا اگر میرا خون بہائے

پائے کوباں جاں بر افشانم برو
میں ناچتا ہوا اس پر جان نثار کر دوں گا

---

[1] پرِ شپک۔ اگر انسان دولت اور فرد سے نجات پا جائے تو وہ عالمِ بالا کی طرف پرواز کر سکتا ہے۔ گوشت گوش تو۔ عاذل۔ ملامتگر۔ نقش۔ یہ نقوس کی تخفیف ہے یونانی لفظ ہے، ایک پرند کا نام ہے اسی کو فارسی میں آتش زن کہتے ہیں اس پرند کی چونچ میں بہت سے سوراخ ہیں جب یہ بولتا ہے تو ہر سوراخ سے ایک سُر پیدا ہوتا ہے حکماء نے موسیقی کا فن اسی پرند سے لیا ہے اس کی عمر ایک ہزار سال کی ہوتی ہے اور اس میں زیادہ نہیں ہوتا ہے جب یہ پرند اپنی عمرِ طبعی کو پہنچ جاتا ہے تو لکڑیاں جمع کر کے اپنے چاروں طرف جلا لیتا ہے اور دو پر لڑنا شروع کر دیتا ہے جس سے ان لکڑیوں میں آگ لگ جاتی ہے اور یہ پرند جل کر راکھ ہو جاتا ہے پھر کسی موسم کی بارش سے قدرت اس راکھ سے انڈا بنا دیتی ہے اور اس میں سے پھر پرند پیدا ہو جاتا ہے۔

[2] بوحنیفہؒ۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ سہل عاشق تھے اور درس کے بھی ماہر تھے لیکن دردِ عشق کا انھوں نے کبھی درس نہیں دیا تو معلوم ہوا یہ کیفیت گفتنی نہیں ہے۔ تو مکن۔ عاشقوں کو موت سے نہیں ڈرایا جا سکتا وہ خود اپنی موت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ عاشقاں۔ عاشقوں کی صرف وہی موت نہیں ہوتی جو عام لوگوں کی موت ہوتی ہے بلکہ ان کی موت کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں موت کے

جو نفسِ کشی سے حاصل ہوتی ہے دوسری موت ہے جو بیرونی گذری سے حاصل ہوتی ہے ایک تیسرا موت ہے جو مخلوق کی اذیت سے حاصل ہوتی ہے اسلئے فرمایا ہے مُوتُوا قبل اَن تَمُوتُوا یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ ——— [3] او۔ عاشق بیشکوں جانیں رکھتا ہے اور ہر وقت ایک جان قربان کرتا ہے اور اسکو ہر جان قربان کرنے پر دس جانیں حاصل ہوتی ہیں یہ قرآن میں ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی جو ایک نیکی کرے اسکو اس جیسی دس نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ گر بریزد خونِ من آں دوست رو۔

آزمودم[1] مرگِ من در زندگی ست
میں نے آزمالیا، میری موت زندگی میں ہے

چوں ہم زیں زندگی پایندگی ست
جب میں اس زندگی سے نجات پا جاؤں گا تو ہمیشگی ہے

اُقتُلُونِی اُقتُلُونِی یَا ثِقَات
اے معتمدو! مجھے قتل کردو، مجھے قتل کردو

اِنَّ فِی قَتلِی حَیَاتًا فِی حَیَات
بیشک میرے قتل میں زندگی در زندگی ہے

یَا مُنِیرَ الخَدِّ یَا رُوحَ البَقَاء
اے روشن رُو! اے بقا کی جان!

اِجتَذِب رُوحِی وَجُد لِی بِاللِّقَا
میری روح کو جذب کرلے اور مجھے لقا سے نواز

لِی حَبِیبٌ حُبُّہٗ یَشوِی الحَشَا
میرا ایک محبوب ہے جس کی محبت باطن کو جلائے

لَو یَشَا یَمشِی عَلَی عَینِی مَشَا
اگر وہ میری آنکھوں پر چلنا چاہے، چلے

پارسی گو گرچہ تازی خوشترست
فارسی میں کہہ، اگرچہ عربی بہتر ہے

عشق را خود صد زبانِ دیگرست
خود عشق کی دوسری سینکڑوں زبانیں ہیں

بوئے[2] آں دلبر چو پراں می شود
جب اُس دلبر کی خوشبو مہکتی ہے

ایں زبانہا جملہ حیراں می شود
یہ سب زبانیں حیران ہوجاتی ہیں

بس کنم دلبر دَر آمد در خطاب
میں ختم کرتا ہوں، دلبر نے بات شروع کردی

گوش شو وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّوَاب
کان بن جا، اور اللہ درست بات زیادہ جانتا ہے

چونکہ عاشق توبہ کرد از کنوں بتر
چونکہ اب ڈر سے عاشق نے توبہ کرلی

کو چو عیاراں کُند بر دار درس[3]
وہ نگاروں کی طرح سولی پر عشق کا سبق پڑھائے گا

گرچہ[4] ایں عاشق بُخارا میرود
اگرچہ یہ عاشق بخارا کو جارہا ہے

نے بہ درس و نے بہ اُستا میرود
لیکن سبق اور اُستاد کیلئے نہیں جارہا ہے

عاشقاں را شد مُدرّس حُسنِ دوست
محبوب کا حسن عاشقوں کا مدرس بن گیا ہے

دفتر و درس و سبق شاں روئے اوست
اُنکی کتاب اور درس اور سبق اُس کا چہرہ ہے

خامُش اند و نعرۂ تکرار شاں
وہ چپ ہیں اور اُن کی تکرار کی آواز

میرود تا عرش و تختِ یار شاں
عرش اور اُن کے دوست کے تخت تک جارہی ہے

درس شاں آشوب و چرخ و زلزلہ
اُن کا سبق شور اور رقص اور جوش ہے

نے زیادات ست و باب و سلسلہ
نہ کہ زیادات، اور باب، اور سلسلہ

محمدہ کی فقہ کی مشہور کتاب ہے۔ باب: کتاب کا نام ہے، فقہ کے ابواب سلسلہ: کتاب کا نام ہے، لاانتہا چیزوں کا ایک دوسرے پر موقوف ہوکر موجود ہونا، سلسلہ حدیث۔

[1] آزمودم: عاشق کی زندگی دراصل موت ہے اور موت ہی حقیقی زندگی ہے۔ [2] بوئے: مفعات نفحۃ کی جمع ہے یعنی معتدبہ۔ [3] مدرّس، رخسارہ، نخشا، باطن۔ پارسی: چونکہ اہل دلن فارسی داں ہیں لہٰذا فارسی میں اظہارِ خیال کرا گرچہ فصاحت و بلاغت میں عربی زبان برتر ہوتی ہے۔ عشق: داستانِ عشق کے اظہار کے لئے سینکڑوں زبانیں ہیں لیکن اُن کو سمجھنے والے کم ہیں۔ [4] گرچہ: معشوق کی صفات کا بیان کسی زبان سے بھی مکمل نہیں ہوسکتا۔ بس کنم: اب میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں عاشق کی زبان سے عشق کی داستان سنو۔ چونکہ: عاشق اگر داستانِ عشق بیان کرنے سے کسی مجبوری سے توبہ بھی کرلے تو اُس کا اعتبار نہیں وہ پھر اپنی توبہ سے توبہ کرلیتا ہے اور سولی پر داستانِ عشق بیان کرنی شروع کردیتا ہے۔ عیاراں: دھوکے باز۔ [5] گرچہ: اس عاشق کی بخارا کی طرف روانگی: درس، سبق اور اُستاد کے لئے نہیں ہے یہ تو جان قربان کرنے جارہا ہے۔ عاشقاں: عاشق کا اُستاد تو حسنِ دوست ہے اور اُس کی کتاب معشوق کا چہرہ ہوتا ہے۔ تکرار: سبق کا دُہرانا۔ آشوب: شور وغوغا۔ چرخ: رقص۔ زیادات: امام

سلسلہ ایں قوم جعد[1] مشکبار
مسئلہ دور ست لیکن دور یار

اس قوم کا سلسلہ مشک بر سانے والے گھنگریالے بال ہیں
دور کا مسئلہ ہے، لیکن محبوب کے دور کا

مسئلہ کیں از پیر سد کس ترا
گونگنجد گنج حق در کیسہا

اگر کوئی تجھ سے تعطیل کا مسئلہ پوچھے
کہدے اللہ تعالیٰ کا خزانہ تعطیلوں میں نہیں سماتا

گر دم خلع و مبارا میرفو
بد مبیں ذکر بخارا می رود

اگر خلع اور مبارات کی بات چل رہی ہے
برا نہ سمجھ وہ (بھی) بخارا کی بات چل رہی ہے

ذکر[2] ہر چیزے دہد خاصیتے
زانکہ دارد ہر صفت ماہیتے

ہر چیز کا ذکر ایک خاصیت پیدا کرتا ہے
کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے

در بخارا در ہنرہا بالغی
چوں بخواری رو نہی زو فارغی

تو بخارا میں بہت سے ہنروں کو پہنچنے والا ہے
جب بخواری کیساتھ رخ کریگا تو انکا فارغ التحصیل ہے گا

آں بخاری غصہ دانش ندانست
چشم بر خورشید بینش می گماشت

اس بخارا کو جانیوالے کو علم کا آفتاب نہ سمجھا
اس نے بصیرت کے سورج پر نگاہ جمائی تھی

ہر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ
اوز دانشہا نجوید دستگاہ

جس نے خلوت میں بصیرت کا راستہ پالیا
وہ علوم میں مہارت کا طالب نہیں ہوتا

با[3] جمال جاں چو شد ہم کاسۂ
باشدش زاخبار و دانش تاسۂ

جو روح کے حسن کا ہم پیالہ بن گیا
اس کو خبروں اور علم سے نفرت ہوتی ہے

دید بر دانش بود غالب فزا
زاں ہمی دنیا بچرد بد عامہ را

آنکھوں سے دیکھ لینا عقل پر غالب ہوتا ہے
اسی لئے دنیا عوام پر چھا جاتی ہے

زانکہ دنیا را ہمی بینند عین
واں جہانے را ہمی دانند دین

کیونکہ وہ دنیا کو اصل اور حقیقت سمجھتے ہیں
اور اس عالم کو اُدھار سمجھتے ہیں

[1] جعد۔ گھنگریالے بال۔ دور۔ کسی چیز کا اپنے آپ پر موقوف ہونا۔ ایک چیز کا ایسی چیز پر موقوف ہونا جو خود اس چیز پر موقوف ہو گویا تعطیل یعنی اگر کوئی یہ مسئلہ پوچھے کہ تعطیل کو اوقات میں رکھنے وقت تعطیل کی رقم گن کر دی تھی واپسی کے وقت کمی کی شکایت کر کے زیادہ رقم کا دعویٰ کرنے لگے تو امانت رکھنے والا ذمہ دار ہوگا یا نہیں؟ مگر یعنی مسائل فقہیہ دریافت کرنے والے کو گول مول جواب دیدے کہ اللہ کے خزانے تعطیل میں نہیں سما سکتے ہیں اس کو ٹال دے۔ خلع۔ عورت کا اپنے شوہر سے مال کے عوض میں جدائی کا معاملہ کرنا۔ مبارا۔ مبارات یعنی بیوی اور شوہر کی باہمی ناچاقی کیوجہ سے جدائی۔ بد مبیں۔ یعنی اگر فقہ کے ظاہری مسائل پر بحث ہو رہی ہے تو بھی اس کو روحانی احوال پر محمول کرلے میاں بیوی کی جدائی کے مسئلہ کو جسم اور روح کی جدائی کے معنی پہنالے۔

[2] ذکر ہر چیزے۔ یعنی ہر چیز کا ذکر عاشق میں ایک خاصیت پیدا کرتا ہے اور اس سے عاشق بہت سے معنی اخذ کر لیتا ہے کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے اور اس سے عاشق اپنے مقصود کی طرف پہنچ جاتا ہے چنانچہ بہت سے اولیاء کے قصے مشہور ہیں کہ معمولی الفاظ سے جن کے بظاہر کوئی خاص معنی نہیں ہیں اُن پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی ہے مشہور ہے "آواز دولاب ہستی گفتہ" یعنی رہٹ کی آواز سے وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ در آخر بخارا میں بہت سے علوم و ہنر ہیں جو تم سیکھ سکتے ہو لیکن مکمل جب ہو گے کہ خواری جو لوازم عشق میں سے ہے اختیار کرلو نخشہ۔ گھر کا آنگن۔ علم۔ یعنی اس دلیل کو صرف علم الیقین کی فکر نہ تھی بلکہ مشاہدہ اور عین الیقین حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ہر کہ در خلوت جسکو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے وہ محض ذکر اسماء و صفات کا مستحق نہیں رہتا۔

[3] با جمال۔ جس کو مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے اس کے لئے خبریں اور عقلی دلائل بیکار ہو جاتے ہیں دیدہ۔ خبر کی بہ نسبت مشاہدہ سے حاصل ہونے والا علم قوی ہوتا ہے اسی وجہ سے عوام پر دنیا کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ اُن کو دنیا کا مشاہدہ حاصل ہے اور آخرت کا علم محض خبروں کی بنا پر ہوتا ہے۔ واں جہانے یعنی عالم آخرت۔ دین۔ اُدھار۔

باز رُو سُوئے حدیثِ آں جواں
اُس نوجوان کے قصہ کی طرف واپس لوٹ

کز غمِ صدرِ جہاں شُد ناتواں
کیونکہ وہ صدرِ جہاں کے غم سے کمزور ہو گیا ہے

رُوئے نہادن آں عاشق بسُوئے بُخارا

اُس عاشق کا بخارا کی جانب رُخ کرنا

رُو نہاد آں عاشقِ خونناب ریز
اُس خون بہانے والے عاشق نے رُخ کیا

دل طپاں سُوئے بُخارا گرم و تیز
جلتے ہوئے دل کے ساتھ بخارا کی جانب تیزی سے

ریگِ ہامُوں[1] پیشِ اُو ہمچوں حریر
جنگل کا ریت اُس کے لئے ریشمین کپڑے کی طرح تھا

آبِ جیحوں پیشِ اُو چوں آبگیر
جیحوں کا پانی اُسکے سامنے تالاب کی طرح تھا

آں بیاباں پیشِ اُو چوں گلستاں
وہ جنگل اُس کے سامنے چمن کی طرح تھا

می فتاد از خندہ اُو چوں گل ستاں
وہ مسرت سے پھول چننے والے کی طرح گرتا تھا

در سمرقند ست قنداما آبِ شش
قند اگرچہ سمرقند میں ہے لیکن اُسکے ہونٹوں نے

از بُخارا یافت واں شُد مذہبش
بخارا سے حاصل کی، وہی اُس کا مذہب ہو گیا

اے بُخارا عقل افزا بُودۂ
اے بخارا! تو عقل بڑھانے والا تھا

لیک از من عقل و دیں بربُودۂ
لیکن تو نے مجھ سے عقل اور دین چھین لیا

بدرمی جویم ازانم چوں ہلال
میں چودھویں رات کے چاند کو تلاش کرتا ہوں اسلئے کہ میں

صدرمی بجویم دریں صفِ نعال
ان جوتیوں کی صف میں صدر کو تلاش کرتا ہوں

چوں سوادِ[2] آں بُخارا را بدید
جب اُس نے اِس بخارا کے اطراف کو دیکھا

در سوادِ غم بیاضے شُد پدید
غم کی سیاہی میں سفیدی نمودار ہو گئی

ساعتے اُفتاد بیہوش و دراز
تھوڑی دیر وہ لمبا اور بے ہوش پڑا رہا

عقلِ اُو پَرّید در بُستانِ راز
اُس کی عقل اسرار کے باغیچہ میں پرواز کر گئی

بر سرِ و رُویش گلاب بے میز دند
لوگوں نے اُس کے منہ اور سر پر عرقِ گلاب چھڑکا

از گلابِ عشق اُو غافل بُدند
وہ لوگ عشق کے گلاب سے بے خبر تھے

اُو گلستانے نہانی دیدہ بُود
اُس نے ایک مخفی باغ دیکھا تھا

غارتِ عشقش ز خود ببریدہ بُود
عشق کی غارتگری نے اُسکو اپنے آپ سے جدا کر دیا تھا

تو فسردہ[3] در خورِ ایں دم نۂ
تو بُجھا ہوا اِس بات کے لائق نہیں ہے

با شکر مقرُوں نۂ گرچہ نئی
تو شکر سے وابستہ نہیں ہے اگرچہ تو گنا ہے

---

[1] ہاموں، صحرا، جنگل۔ حریر، ریشمین کپڑا، جیحوں، دریا کا نام ہے۔ آبگیر، تالاب۔ گلستاں، پھول چننے والا۔ مذہبش، یعنی اُس کو بخارا کے قند کی عادت ہو گئی تھی۔ آبِ بخارا، وہ عاشق بخارا کو خطاب کرتا ہے۔ بدر، چودھویں کا چاند، ہلال، پہلی رات کا چاند جو کمزوری میں ضرب المثل ہے۔ صفِ نعال، یعنی میری جگہ تو جوتیوں کی صف ہے اور صدرِ جہاں کا مقام بلند ہے تو وصال کی نیت مشکل ہے۔

[2] سواد، شہر کے اطراف۔ گلاب، بیہوش کو ہوش میں لانے کیلئے عرقِ گلاب چھڑکا جاتا ہے۔ غافل، لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ مرض کی بے ہوشی نہیں ہے بلکہ عشق کی بیہوشی ہے، یہ بیہوشی تو معشوق کی خوشبو سے رفع ہوتی ہے نہ کہ عرقِ گلاب سے۔ غارت، یعنی اُس کو عشق کے حملہ نے بیہوش بنایا تھا۔

[3] تو فسردہ، مولانا مخاطب کو خطاب کرتے ہیں کہ تجھ میں بیہوشی کے راز سے واقفیت کی قابلیت نہیں ہے تو بظاہر انسان ہے لیکن تجھ میں اُس کا مادہ نہیں ہے۔

رخت[1] عقلت با تو ہست و عاقلی — کز جنود اَلَم تَرَ وَھا غافلی
عقل کا سامان تیرے ساتھ ہے اور تو صاحب عقل ہے — کیونکہ تو اُن لشکروں سے جنکو تم نے نہیں دیکھا غافل ہے

ایں سخن پایاں ندارد تیز راں — تا رود سوئے بخارا آں جواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے تیزی سے چل — تاکہ وہ جوان بخارا کی جانب روانہ ہو

درآمدن آں عاشق لاابالی در بخارا و تحذیر کردن دوستاں او را از پیدا شدن

اُس بے نیاز عاشق کا بخارا میں آنا، اور دوستوں کا اُس کو خبردار ہونے سے ڈرانا

اندر آمد در بخارا شادماں — شہر معشوق خود و دار الأماں
وہ خوش خوش، بخارا میں آگیا — اپنے معشوق کے شہر اور دار الامن میں

ہمچو آں مستے کہ پرّد بر اثیر — مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر
اُس مست کی طرح جو آسمان پر پرواز کرے — چاند اُس سے بغلگیر ہو اور کہے کہ تو بھی بغلگیر ہو

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز — پیش از پیدا شدن مشتیں گریز
جس نے بھی اُس کو بخارا میں دیکھا کہا اُٹھ جا — ظاہر ہونے سے پہلے مت بیٹھ، بھاگ جا

کہ ترا می جوید آں شہ خشمگیں — تا کشد از جانِ تو دہ سالہ کیں
کیونکہ وہ غضبناک بادشاہ تجھے تلاش کر رہا ہے — تاکہ تیری جان سے دس سالہ انتقام لے

اللہ[2] اللہ در میا در خونِ خویش — تکیہ کم کن بر دم و افسونِ خویش
خدا کے لئے، اپنے خون کے درپے نہ ہو — اپنے دم کرنے اور منتر پر بھروسہ نہ کر

شحنۂ صدرِ جہاں بودی و راد — معتمد بودی مہندس اُستاد
تو صدرِ جہاں کا کوتوال تھا اور عقلمند تھا — تو معتمد تھا، اُستاد انجنیر تھا

ہم مشیرش بودی و ہم محترم — گشتی از بہر گناہے متہم
تو اُس کا مشیر بھی تھا اور باعزت بھی تھا — ایک قصور میں تو متہم ہو گیا

غدر کردی و ز جزا بگریختی — رستہ بودی باز چوں آویختی
تو نے غداری کی اور سزا سے بھاگ گیا — تو بچ گیا تھا، پھر کیوں آ پھنسا؟

از بلا[3] بگریختی با صد حیل — ایں بہی آوردت اینجا یا اجل
تو سو تدبیروں سے مصیبت سے بھاگ نکلا تھا — تجھے یہاں بے وقوفی یا موت لائی ہے

اے کہ عقلت بر عطارد دق کند — عقل و عاقل را قضا احمق کند
اے وہ کہ تیری عقل عطارد پر رشک پیدا کرتی ہے — عقل اور عقلمند کو قضا احمق بنا دیتی ہے

---

[1] رخت۔ تو اپنی عقل پر بھروسہ کرتا ہے اور اسرار غیبی سے غافل ہے قرآن پاک میں ہے۔ فَاَنْزَلْ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا اور اُس نے وہ لشکر اُتارا جس کو تم نہیں دیکھتے تھے" یہ اگرچہ فرشتوں کی جماعت کے بارے میں فرمایا گیا ہے لیکن مولانا نے اس سے لشکر عشق مراد لیا ہے۔ تحذیر۔ ڈرانا۔

دار الامان۔ امن کی جگہ۔ اثیر آسمان۔ گیر۔ یعنی معشوق سے کہے کہ بغلگیر ہو جا۔ پیدا شدن۔ یعنی یہ ظاہر ہونے سے پہلے کہ تو بخارا میں آگیا ہے۔ دہ سالہ کیں۔ دس سالہ دشمنی۔

[2] اللہ اللہ۔ یعنی خدا کے لئے۔ تکیہ۔ یعنی یہ نہ سمجھ کر لوگ تجھے بچالیں گے نہ یہ سمجھ کر خود اپنی تدبیر سے بچ سکے گا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ مہندس انجنیر۔ بگریختی۔ یعنی سزا سے بچ کر تو بھاگ گیا۔

[3] از بلا۔ یعنی سزا سے بچ کر بھاگ گیا تھا اب تجھے بیوقوفی یا موت کھینچ لائی ہے۔ عطارد۔ دبیر فلک۔

نحس[۵۱] خرگوشی کہ باشد شیر جو
تو وہ منحوس خرگوش ہے جو شیر کی جستجو کرے

زیرکی و عقل و چالاکیت کو
تیری ذہانت اور عقل اور چالاکی کہاں گئی؟

ہست صید چندیں فسونہائے قضا
قضا کے سینکڑوں حیلے ہیں

گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا
فرمایا ہے جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے

صد رہ و مخلص بود از چپ و راست
بائیں، بائیں سینکڑوں راستے اور بچاؤ کی راہیں ہوتی ہیں

از قضا بستہ شود گر اژدہاست
قضا سے بندھ جاتا ہے خواہ اژدھا ہو

جواب گفتن عاشق عاذلاں و تہدید کنندگاں را

عاشق کا ملامتگروں اور ڈرانے والوں کو جواب دینا

گفت من مستسقیم ابکم کشد
اس نے کہا میں استسقاء کا بیمار ہوں پانی مجھے

گرچہ میدانم کہ ہم ابکم کشد
اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار ڈالیگا

ہیچ مستسقی نہ بگریزد ز آب
کوئی استسقاء کا بیمار پانی سے نہیں بھاگتا ہے

گرد و صد بارش کندمات و خراب
اگرچہ وہ اس کو دس سو بار مضمحل اور تباہ کرے

گر بیاماسد مرا دست و شکم
اگرچہ میرے ہاتھ اور پیٹ پھول جائیں

عشق آب از من نخواہد گشت کم
پانی کا عشق مجھ میں سے کم نہ ہوگا

گویم[۵۲] انگہ کہ بپرسند از بطون
جب اندرون کے بارے میں مجھ سے پوچھینگے تو

کاشکے بحرم رواں بودے درون
کاش میرے اندر سمندر جاری ہوتا

خیک شکم گوید از موج آب
میرا پیٹ کی مشک کو کہدو کہ پانی کی موج سے پھٹ جائے

گر بمیرم ہست مرگم مستطاب
اگر میں مرگیا تو میری پاکیزہ موت ہوگی

من بہر جائے کہ بینم آب جو
میں جس جگہ نہر کا پانی دیکھتا ہوں

رشکم آید بودمے من جائے او
مجھے رشک آتا ہے کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا

دست[۵۳] چوں دف و شکم ہمچوں دہل
ہاتھ دف کی طرح اور پیٹ ڈھول کی طرح ہے

طبل عشق آب می کوبم چو گل
میں پھول کی طرح پانی کے عشق کا ڈھول پیٹتا ہوں

گر بریزد خونم آں روح الامیں
اگر وہ روح الامین میرا خون بہادے

جرعہ جرعہ خوں خورم ہمچوں زمیں
میں زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ خون پی جاؤں

چوں زمین و چوں جنیں خونخوارہ ام
میں زمین اور بچے کی طرح خون پینے والا ہوں

تا کہ عاشق گشتہ ام ایں کارہ ام
جب سے میں عاشق ہوا ہوں میرا یہی کام ہے

---

۵۱ نحس۔ جو خرگوش شیر کی جستجو کرے تو وہ اپنی موت کو تلاش کرتا ہے۔ اذا۔ یہ حدیث نہیں ہے کسی کا مقولہ ہے کہ جب قضا آتی ہے تو بھاگنے کا موقع نہیں رہتا فضا تنگ ہو جاتی ہے۔ ..... از قضا۔ اژدھے کی جب موت آتی ہے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے کسی نے اس کو باندھ دیا ہو۔ عاذلاں عاذل کی جمع ہے اسم فاعل۔ مستسقی۔ استسقاء کا مریض جس کی کبھی پیاس نہیں بجھتی۔ کندمات۔ پانی پینا اس کیلئے سخت مضر ہوتا ہے۔ کندمات یعنی وہ پانی اس کو تباہ کرتا ہے اور مرض میں اضافہ کر دیتا ہے اس کے ہاتھ پاؤں پانی پینے سے پھول جاتے ہیں۔

۵۲ گویم۔ اس مریض سے اگر باطن کے احوال دریافت کرو تو وہ تمنا کریگا کہ کاش پیٹ میں دریا جاری ہوتا۔ بطون۔ اندرون۔ خیک۔ مشک۔ مستطاب۔ پاکیزہ۔

۵۳ دست۔ استسقاء کی بیماری میں ہاتھ اور پیٹ وغیرہ پھول جاتے ہیں۔ دہل۔ ڈھول۔ گل۔ پھول کی تر و تازگی پانی سے ہے تو گویا وہ پانی کا عاشق ہے۔ روح الامین۔ اس سے مراد حضرت جبرئیل ہوتے ہیں لیکن یہاں محبوب صدر جہاں مراد ہے۔ چوں زمین۔ زمین اور بچے کا بچہ جو خون پیتا ہو عاشق بھی خون جگر پیتا ہے

شب ہمی جوشم در آتش ہمچو دیگ
میں رات کو آگ میں دیگ کی طرح جوش مارتا ہوں
روز تا شب خوں خورم مانند ریگ
دن سے رات تک ریت کی طرح خون پیتا ہوں

من پشیمانم[1] کہ مکرا بگختم
میں شرمندہ ہوں کہ میں نے مکر برپا کیا
از مُراد و خشم اُو بگریختم
میں نے اُس کے غصہ اور مقصد سے گریز کیا

گو براں بر جانِ مستم خشمِ خویش
کہدے، میری مست جان پر اپنا غصہ جاری کردے
عیدِ قرباں اُوست عاشق گاوِ میش
وہ عید قرباں ہے، اور عاشق بھینس ہے

گاؤ اگر خُسپد وگر چیزے خورد
گائے اگر سوتی ہے اور اگر کوئی چیز کھاتی ہے
بہرِ عید و ذبحِ اُو می پرورد
عید اور ذبح کے لئے وہ پرورش پاتی ہے

گاوِ موسیٰ داں مرا جان دادہ
مجھے (حضرت) موسیٰ کی گائے سمجھ جس نے جان عطا کی
بجزوِ جزوم حشرِ ہر آزادہ
میرا جزو جزو ہر آزاد کا حشر ہے

گاوِ موسیٰ بود قرباں گشتہ
(حضرت) موسیٰ کی گائے قربان شدہ تھی
کمترینِ جزوِش حیاتِ کشتہ
اُس کا معمولی جزو مقتول کی زندگی تھی

بر جہید آں کشتہ زا سیبش زجا
اُس کی چوٹ سے مُردہ جسم سے اُٹھ گیا
در خطابِ اِضْرِبُوْہُ بَعْضَهَا
اُس کو اُس کے بعض سے مارو کے حکم کے مطابق

یا کرامی اِذْبَحُوا هٰذَا الْبَقَرْ
اے میرے بزرگو! اِس گائے کو ذبح کرو
اِنْ اَرَدْتُّمْ حَشْرَ اَرْوَاحِ النَّظَرْ
اگر تم نظری روحوں کی زندگی چاہتے ہو

از جمادی مُردم و نامی شدم
میں جمادیت سے مرا اور نباتی بن گیا
وز نما مُردم بحیواں سر زدم
اور نباتیت سے مرا، حیوان بن گیا

مُردم از حیوانی و آدم شدم
میں حیوانیت سے مرا اور آدمی بن گیا
پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شدم
تو میں کیا ڈروں، میں مرنے سے کب گھٹا؟

حملۂ[2] دیگر بمیرم از بشر
دوسری مرتبہ میں بشریت سے فنا ہو جاؤں گا
تا برآرم از ملائک بال و پر
تاکہ فرشتوں میں ہو کر، بال و پر نکالوں

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
(کیونکہ) بجز اُس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونیوالی ہے
وز ملک ہم بایدم جستن زجو
فرشتے سے بھی مجھے نہر کو کودنا چاہیئے
آنچہ اندر وہم ناید آں شوم
وہ جو عقل میں نہیں آسکتا وہ ہو جاؤں گا

بارِ دیگر از ملک قرباں شوم
دوسری مرتبہ ملکیت سے میں قربان ہوں گا

[1] من پشیمانم میں اپنے محبوب مصدرِ جہاں سے بھاگ جانے پر شرمندہ ہوں، گو مجبور کہ وہ کہ میرے اوپر اپنا غصہ اُتار لے گا۔ قربانی یعنس گائے کا خواجے خورد عید قرباں میں قربان ہونے کیلئے ہوتا ہے۔ گاؤ موسیٰ قرآن پاک کے اس قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ نے ایک گائے ذبح کر کے اسکو پھر قصہ مقتول پر مارا تھا تو وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا لہٰذا میرے مرنے کو موت نہ سمجھو وہ تو روحوں کی زندگی ہے۔ جزو جزو اسی طرح میں مقتول ہو کر ہر عاشق کی حیات کا سبب بنوں گا۔ اِضْرِبُوْہُ قرآن میں ہے۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا یعنی ہم نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ مقتول کو اس گائے کے بعض حصہ سے مارو۔

[2] حملۂ دیگر اب وہ عاشق تعلیم دیتا ہے کہ اگر تم جسم کو جو بہت لگائے کے ہے سمجھتا ہے کہ ذریعہ فنا ہے تو تمہاری نظری آنکھیں جو اس کے ذریعہ غیر محسوس ہیں نہ ہو جائیں گی۔ ارجاعی عاشق جسم کے تغیرات بتا کر اسکا فانی ہونا ثابت کرتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ فانی کی فنا سے گھبرانا فضول ہے۔ انسانی جسم کے تغیرات یہ ہیں کہ پہلی ساخت اصلاح ہوتی ہے کہ نباتات اپنی غذا جمادات سے حاصل کرتی ہے تو وہ اجزاء اپنی جمادیت چھوڑ کر نباتات اختیار کر لیتے ہیں پھر حیوان اپنی غذا نباتات سے حاصل کرتا ہے تو وہ اجزاء نباتات اپنی نباتیت چھوڑ کر حیوانیت اختیار کر لیتے ہیں پھر انسان اپنی غذا اجزاء حیوانی سے حاصل کرتا ہے وہ اجزاء حیوانی اپنی حیوانیت چھوڑ کر جسم انسانی بنا لیتے ہیں۔

[3] حملۂ دیگر جب انسان مرتا ہے تو

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون[1] — گویدم کہ انا الیہ راجعون

پھر معدوم ہو جاؤں گا، معدوم ارغنون (باجے) کی طرح — مجھ سے کہتا ہے کہ ہم سب اسی طرف لوٹنے والے ہیں

مرگ داں آں کا اتفاق امت ست — کاب حیوانی نہاں در ظلمت ست

موت کو سمجھ لے، یعنی کہ تمام لوگوں کا اتفاق ہے — کہ آب حیات، تاریکی میں پوشیدہ ہے

ہمچو نیلوفر بر و زیں طرف جو — ہمچو مستسقی حریص و آب جو

نیلوفر کی طرح اس نہر کے کنارے پر اگ جا — استسقاء کے مریض کی طرح پانی کا حریص اور تلاش کرنیوالا

مرگ او آبست و او جویائے آب — می خورد واللہ اعلم بالصواب

اس کی موت پانی ہے اور وہ پانی کا جویاں ہے — اس کو پیتا ہے اور اللہ زیادہ بہتر جاننے والا ہے

اے فسردہ عاشق نمگیں نمند — کو ز بیم جان ز جاناں می رمد

اے بھیگے ہوئے نمدے والے ٹھٹھرے ہوئے عاشق! — کہ وہ جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے

سوئے تیغ عشقش اے ننگ زناں — صد ہزاراں جان نگر دستک زناں

اے اپنے کیلئے باعث ذلت! اپنے عشق کی تلوار کی جانب — لاکھوں جانوں کو تالیاں بجاتا ہوا دیکھ

جوئے[2] دیدی کوزہ اندر جوئے ریز — آب را از جوئے کے باشد گریز

تو نے نہر دیکھ لی، پیالہ نہر میں بہا دے — پانی نہر سے کب گریز کرتا ہے؟

آب کوزہ چوں در آب جو شود — محو گردد در وے و چوں او شود

پیالے کا پانی جب نہر کے پانی میں مل جاتا ہے — اس میں فنا ہو جاتا ہے اور اس جیسا ہو جاتا ہے

وصف او فانی شود ذاتش بقا — زیں سپس نے کم شود نے بد لقا

اس کا وصف فانی اور اسکی ذات باقی بن جاتی ہے — اسکے بعد نہ وہ گھٹتا ہے نہ بدصورت بنتا ہے

رسیدن آں عاشق بمعشوق چوں دست او جان شست

عاشق کا معشوق کے پاس پہنچنا جبکہ اس نے جان سے ہاتھ دھو لئے

خویش را بر نخل او آویختم — عذر آں را کہ از و بگریختم

میں نے اپنے آپ کو اسکے کھجور کے درخت پر لٹکا دیا — اس سند میں کہ میں اس سے بھاگا تھا

ہمچو گوئے سجدہ کن بر روے و سر — جانب آں صدر شد با چشم تر

سر اور چہرے کے بل سجدے کرتا ہوا گیند کی طرح — پُرنم آنکھوں کے ساتھ اس صدر جہاں کی طرف روانہ ہوا

بر رخ چوں زعفراں اشک رواں — رفت آں بیدل سوئے صدر جہاں

زعفرانی چہرے پر آنسو بہتا ہوا — وہ بیدل، صدر جہاں کی جانب چلا

---

[1] ارغنون، ایک باجہ کا نام ہے جس کا موجد افلاطون ہے۔

مرگ، موت بمعنی اس تاریکی کے ہے جس کو عبور کر کے آب حیات حاصل ہوتا ہے۔ نیلوفر گلخانی دریا کے کنارے پر پیدا ہوتی ہے اور وہ پانی کی بہت حریص ہوتی ہے۔ مرگ او۔ استسقاء کا مریض پانی کا حریص ہوتا ہے اور وہی پانی اسکی موت کا سبب بنتا ہے۔ اے فسردہ۔ اے عاشق تو عشق کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے۔ نہیں دیکھتا کہ لاکھوں عاشقوں کی جانیں خوشی میں اس کی تیغ عشق کے سامنے تالیاں بجا رہی ہیں اور مرنے کی مشتاق ہیں۔

[2] جوئے۔ جب دریائے احدیت نظر آجائے اپنے قطرۂ حیات کو اس میں ڈال دے تو اس کا اپنا شخص ختم ہو جائیگا اور وہ باقی بقاء حق ہو جائیگا پھر اسمیں نہ کمی آئیگی نہ کوئی تغیر پیدا ہوگا۔

[3] برسنول چونکہ میں اس سے بھاگا تھا اب اسکے قدموں پر قربان ہو جاؤں گا، تجسو۔ وہ گیند کی طرح لڑھکتا ہوا روتا ہوا صدر جہاں کی جانب روانہ ہوا۔ زعفران۔ فراق میں اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔

ہم کفن ہم تیغ اندر دست او
کفن بھی، اور تلوار بھی اس کے ہاتھ میں

چونکہ بود او عاشق و سرمست او
کیونکہ وہ اس کا معشوق اور سرمست تھا

جملہ خلقاں منتظر سر در ہوا
تمام لوگ سروں کو اوپر کئے ہوئے منتظر تھے

کش بسوزد یا برآویزد ورا
کہ وہ اس کو جلائے گا یا اس کو پھانسی دیگا

ایں زماں ایں احمقِ یک لخت را
اب اس پورے احمق کے ساتھ

آں نماید کہ زماں بدبخت را
(صدر جہاں) وہ کرے گا جو زمانہ کسی بدبخت کرتا ہے

ہمچو پروانہ شرر را نور دید
اس نے پروانے کی طرح چنگاریوں کو نور سمجھا

احمقانہ در فتاد از جان پرید
بے وقوفوں کی طرح گرا (اور) جان کھو دی

لیک شمعِ عشق چوں آں شمع نیست
لیکن عشق کی شمع اس شمع کی طرح نہیں ہے

روشن اندر روشن اندر روشنیست
روشن اور روشن، اور روشن ہے

او بعکسِ شمعہائے آتشی ست
وہ آگ کی شمعوں کے بالعکس ہے

می نماید آتش و جملہ خوشی ست
آگ نظر آتی ہے، اور سراپا خوشی ہے

صفت کردن آں مسجد کہ مہمان کُش بود و آں عاشقِ مرگ

اس مسجد کی بابت جو مہمان کو مار ڈالتی تھی اور اس لاابرما، موت

جوئے لاابالی کہ دراں مسجد مہمان شد

کی جستجو کرنے والے مہمان کا بیان

یک حکایت گوش کن اے نیک پے
اے نیک خصلت! ایک قصہ سن

مسجدے بد بر کنارِ شہرِ رَے
رے شہر کے کنارے پر ایک مسجد تھی

ہیچکس در دے نخفتے شب ز بیم
کوئی شخص رات کو اس میں سوتا، کہ ڈر کی وجہ سے

کہ نہ فرزندش شدے آں شب یتیم
اس رات میں اس کے بچے یتیم نہ ہو جاتے

ہر کہ در دے بیخبر چوں کور رفت
جو بے خبر اندھے کی طرح اس میں چلا گیا

صبحدم چوں اختراں در گور رفت
صبح ہوئے وہ ستاروں کی طرح قبر میں پہنچ گیا

خویشتن را نیک از یں آگاہ کن
اپنے آپ کو اس سے اچھی طرح باخبر کرلے

صبح آمد خواب را کوتاہ کن
صبح ہو گئی نیند کو مختصر کر

ہر کسے گفتے کہ بر یا نند تند
ہر شخص کہتا کہ بدمزاج پریاں ہیں

اندر و مہماں کُشان با تیغ کُند
اس میں مہمان کو کند تلوار سے مار ڈالنے والی

۱؎ ہم کفن۔ یعنی مرنے کی پوری تیاری کرلی تھی سرتور ہوا۔ یعنی سر اُٹھائے ہوئے
جملہ۔ یعنی صدر جہاں اس کو کس قسم کی سزا دے گا۔
ایں زماں۔ اب اس کو ایسی سزا دے گی جو زمانہ کسی بدبخت کو دیتا ہے۔ ہمچو۔ تماشائی یہ کہہ رہے تھے کہ یہ احمق بھی پروانہ کی طرح نار کو نور سمجھا
۲؎ لیک۔ لیکن ان کا یہ سمجھنا غلط تھا وہ شمع عشق کو معمولی شمع سمجھ رہے تھے جس کی نار نور نظر آتی ہے۔ معمولی شمع پر قربان ہونے سے سوزش پیدا ہوتی ہے اس شمع پر قربان ہونا عین خوشی ہے۔
مسجد۔ مسجد کے واقعہ سے مولانا سمجھاتے ہیں کہ عوام جس چیز کو ہلاکت کا سبب سمجھتے ہیں وہ کامیابیوں کا سبب ہوتی ہے۔
۳؎ رے۔ یہ وہی شہر ہے جس کی طرف منسوب ہو کر امام فخر الدین رازی کہلاتے ہیں۔
یتیم۔ یعنی جو بھی سوتا اس کے بچے یتیم ہو جاتے۔ اختراں۔ صبح، ستاروں کی موت ہے۔
خویشتن۔ مخاطب کو نصیحت ہے کہ یہاں سے عبرت حاصل کرلے صبح قیامت نزدیک ہے خواب غفلت سے بیدار ہو جا۔
تند۔ یعنی بدمزاج پریاں تکلیف دیکر مار ڈالتی ہیں۔

آں دگر گفتے کہ سحر[1] ست و طلسم
کوئی کہتا کہ جادو ہے اور طلسم ہے

کہ رصد باشد عدوِ جان و جسم
جو جان اور جسم کے دشمن کی طرح گھات میں رہتا ہے

آں دگر گفتے کہ برنہ نقشِ فاش
دوسرا کہتا، کہ کھلا اعلان نکالے

بر درش کاے میہماں اینجا مباش
اسکے دروازے پر کہ اے مہمان! یہاں نہ ٹھہر

شب مخسپ اینجا اگر جاں بایدت
اگر تو جان (اپنی) چاہتا ہے یہاں رات کو نہ سو

ورنہ مرگ اینجا کمیں بگشایدت
ورنہ اس جگہ موت تجھ پر گھات لگائے گی

واں یکے گفتے کہ شب قفلے نہید
ایک کہتا کہ رات کو تالا نگا دو

غافلے کاید شمارہ کم دہید
کوئی انجان آئے تو تم داخل نہ ہونے دو

آمدنِ مہمان دراں مسجد
ایک مہمان کا مسجد میں آنا

تا یکے مہماں درآمد وقتِ شب
حتیٰ کہ ایک مہمان رات کو آ گیا

کو شنیدہ بود آں صیتِ عجب
جس نے وہ عجیب شہرت سنی تھی

از برائے آزموں می آزمود
امتحان کے لئے وہ آزما رہا تھا

زانکہ بس مردانہ و جانباز بود
کیونکہ وہ بہت بہادر اور جاں باز تھا

گفت کم گیرم سر و اشکنبۂ
اس نے کہا میں سر اور سر کو کب بچاتا ہوں

رفتہ گیرد از گنجِ جاں یک حبۂ
فرض کرلے خزانہ سے ایک حبہ ضائع ہوگیا

صورتِ[2] تن گو برد من کیستم
جسم کی صورت کو کہدے چلی جائے اور میں کون ہوں

نقش کم ناید چو من باقیستم
صورت کی کمی نہ ہوگی جب میں باقی ہوں

چوں نفختُ[3] بودم از لطفِ خدا
جب میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے نفخت تھا

نفخِ حق باشم زنائے تن جدا
میں اللہ (تعالیٰ) کی پھونک ہوں جسم کی بانسری سے

تا نیفتد بانگ نفخش ایں طرف
جبتک کہ اس (کے صور) کی آواز اس طرف نہ آئے

تار ہد آں گوہر از تنگیں صدف
یعنی کہ وہ جوہر تنگ سیپ سے رہائی پائے

چوں[4] تمنّوا الموت گفت اے صادقیں
جبکہ اس نے فرمایا ہے موت کی تمنا کرو اے سچو!

صادقم جاں را برافشانم بریں
میں سچا ہوں اس فرمان پر جان نثار کردونگا

ملامتِ اہلِ مسجد مہمانِ عاشق را از شب خفتن در آنجا و تہدید کردن
مسجد والوں کا عاشق کو رات میں اس جگہ پر سونے میں ملامت کرنا اور ڈرانا

[1] سحر۔ کوئی کہتا مسجد میں کوئی جادو ہے جو مار ڈالتا ہے۔ گفتے۔ یعنی مسجد کے متولی کو کہتا کہ اس مسجد پر رات کو سونے کی ممانعت کا اعلان لگادے۔ واں یکے۔ کسی کی یہ رائے ہوئی کہ مسجد پر تالا ڈال دو۔ غیرہ۔ نہ ٹھہرے۔ گفت۔ اس مہمان نے دل میں یہ سوچا کہ اگر مر بھی گیا تو صرف اتنا نقصان ہے جیسا کہ خزانہ میں سے ایک حبہ ضائع ہوجائے انسان کا جسم مجموعہ میں بمنزلہ حبہ کے ہے۔

[2] صورت۔ اگر جسم ہلاک بھی ہوجائیگا تو کیا مضائقہ ہے اصل تو روح ہے جو باقی رہیگی۔

[3] نفخت۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي یعنی آدم میں میں نے اپنی روح پھونک دی تو اگر جسم فنا بھی ہوگیا تو اللہ کی پھونک باقی رہیگی۔ تا نیفتد۔ یعنی میں جسم سے جدا ہوکر صرف نفخ حق رہوں گا جب تک کہ اس کے صور کا نفخہ اس عالم میں نہ آئے گا جب نفخ صور ہوگا تب پھر وہ نفخ حق میرے نائے تن سے وابستہ ہوجائیگا۔ تار ہد۔ میں نفخ حق کو تن سے اسلئے جدا رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ اس گوہر نفخ حق کیلئے یہ صدف جسم تنگ ہے۔

[4] چوں۔ قرآن پاک میں ہے کہ خطاب کرکے فرمایا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ تم موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو۔ یہود چونکہ دعوے میں جھوٹے تھے

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخسپ
لوگوں نے اس سے کہا خبردار ایہاں نہ سونا

تا نکوبد جانستانت ہمچو کُسپ[1]
تاکہ جان نکالنے والا تجھے کھٹمل کی طرح نہ کچلے

کہ غریبی و نمیدانی تو حال
اسلئے کہ تو مسافر ہے اور تو حالت نہیں جانتا ہے

کاندریں جا ہر کہ خفت آمد زوال
کہ اس جگہ جو سویا ہے (اُس پر) زوال آیا ہے

اتفاقے نیست ایں ما بارہا
اتفاقاً نہیں ہے، یہ ہم نے بہت سی مرتبہ

دیدہ ایم و جملہ اصحاب نُہیٰ
دیکھا ہے، اور سب عقلمندوں نے

ہر کہ آں مسجد شبے مسکن شدش
وہ مسجد جس کا ایک رات مسکن بنی ہے

نیم شب مرگ ہلاہل[2] آمدش
اس کو آدھی رات میں قاتل موت آئی ہے

از یکے تا پانصد ایں را دیدہ ام
ایک سے پانچسو تک ہم نے یہ دیکھا ہے

نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ام
نہ کہ تقلیداً ہم نے کسی سے سُنا ہے

گفت اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃ آں رسُول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دین خیر خواہی ہے فرمایا ہے

آں نصیحت در لُغت ضدِ غلول
خیر خواہی لغت میں خیانت کی ضد ہے

ایں نصیحت راستی در دوستی
یہ خیر خواہی دوستی میں سچائی ہے

در غلولی خائن و سگ پوستی
خود غرضی میں خیانت اور کُتا پن ہے

لے خیانت ایں نصیحت از وداد
یہ نصیحت بغیر خیانت کے دوستی کی وجہ سے

می نمایمت مگر از عقل و داد
ہم تجھے کرتے ہیں عقل اور انصاف سے روگردانی نہ کر

جواب گفتن عاشق ناصحاں و ملامت گویاں را

عاشق کو نصیحت کرنے والوں اور ملامتگروں کو جواب دینا

گفت اُو اے ناصحان من بے ندم[3]
اس نے کہا اے نصیحت کرنے والو! میں بغیر کسی نادیدہ

از جہانِ زندگی سیر آمدم
زندگی کی دنیا سے پیٹ بھر چکا ہوں

منبلے ام زخم جُو و زخم خواہ
میں بے حس زخم کو تلاش کرنیوالا اور زخم کا خواہشمند

عافیت کم جُوئے از منبل براہ
بے حس آدمی سے راہِ (زندگی) میں عافیت کی

منبلے ام لا ابالی مرگ جو
میں وہ بے حس ہوں جو لاپرواموت کا تلاش کرنیوالا ہو

منبلے نے کو بُود خود برگ جو
میں وہ بے حس نہیں ہوں جو سامان تلاش کرے

منبلم بے زخم ناساید تنم
میں وہ بے حس ہوں کہ بغیر زخم کے میرا جسم آرام نہیں پاتا ہے

عاشقم بر زخمہا بر می تنم
میں عاشق ہوں زخموں کے بکر کاٹتا ہوں

---

[1] کُسپ۔ کھٹمل کے ضمہ کے ساتھ مخفف۔ مُنہی۔ شہ کی جمع ہے امثل۔

[2] ہلاہل۔ ہیبن میں ایک پہاڑ ہے جس میں ایک گھاس اگتی ہے جو قاتل زہر ہے پھر ہلاہل مطلقاً قاتل زہر اور قاتل کے معنی میں آنے لگا ہے۔ ابن را۔ یعنی اس مسجد میں سونے والے کا مرنا۔ التقصیر خلوص۔ غلول۔ خیانت۔ وداد۔ دوستی۔ داد۔ انصاف

[3] ندم۔ ندامت۔ بخجل۔ سُست، بے حس، بزرگ۔ ساز و سامان۔ پول۔ نقدی۔ ازیں۔ یعنی دنیا طلبی۔

منبلے نے کو بکف پول آورد
میں وہ بے حس نہیں ہوں جو مٹھی میں پیسہ لیکر

منبلے نے کو پئے کس می تپد
وہ بے حس نہیں ہوں جو کسی کے لئے تڑپتا ہو

آں نہ کو بر ہر دکانے برزند
وہ نہ کہ جو ہر دکان پر مارا مارا پھرے

بل جہد از کون و کانے[51] برزند
بلکہ دنیا کو کود جائے اور کان پر پہنچ جائے

مرگ شیریں گشت و نقلم زیں سرا
اس لیے کہ موت میرے لیے شیریں ہوگئی ہے

چوں قفص ہشتن پریدن مرغ را
جیسا کہ پرند کے لیے پنجرا چھوڑنا (اور) اڑ جانا

آں قفص کو ہست عین باغ در
وہ پنجرا جو عین باغ میں ہے

مرغ می بیند گلستان و شجر
پرند باغ اور درخت دیکھ رہا ہے

جوقِ مرغاں از بروں گرد قفص
پرندوں کا جھنڈ باہر پنجرے کے چاروں طرف

خوش ہمی خوانند ز آزادی قصص[52]
آزادی کے قصے خوشی سے پڑھ رہے ہیں

مرغ را اندر قفص زاں سبزہ زار
پنجرے کے اندر پرند کے لیے سبزہ زار کیونکر ہے

نے خورش ماند نہ صبر و قرار
نہ بھوک رہی اور نہ صبر و قرار (رہا)

سر ز ہر سوراخ بیروں میکند
وہ ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے

تا بود کایں بند از پا برکند
کہ شاید اس بیڑی کو پاؤں سے نکال دے

چوں دل و جانش چنیں بیروں بود
جب اس کا دل اور جان اس طرح باہر کی مشتاق ہو

آں قفص را در کشائی چوں بود
اس پنجرے کا دروازہ کھلنا کیسا ہوگا؟

نے چناں[53] مرغ قفص در اندراں
وہ پنجرے کے اس پرند کی طرح نہیں ہے جو قفس میں

گرد بر گردش بحلقہ گرگاں
(اور) اس کے ارد گرد بلیاں حلقہ کیے ہوں

کے بود او را دریں خوف و حزن
اس کو اس ڈر اور رنج میں کب ہوگی؟

آرزوئے از قفص بیروں شدن
پنجرے سے باہر نکلنے کی آرزو

او ہمی خواہد کزیں ناخوش حفص
وہ چاہے گا کہ اس ناگوار زندان کی بجائے

صد قفص باشد بگرد ایں قفص
اس پنجرے کے چاروں طرف سو پنجرے ہوں

بیان آنکہ عشقِ جالینوس بریں حیاتِ دنیا بود کہ فنِ او

اس کا بیان کہ جالینوس کا عشق اس دنیاوی زندگی پر اس وجہ سے

ہم اینجا بکار می آید و ہنرے نور زیدہ است کہ در آں بازار

تھا کہ اس کا فن اس جگہ کام آتا تھا اللہ نے وہ ہنر نہ انتیار کیا تھا

بکار آید آنجا خود را العوام یکساں می بیند و الامر یومئذ للہ

جو اس بازار میں کام آئے وہاں وہ اپنے آپ کو عوام کے برابر سمجھتا تھا اور حکم اس دن خدا کے لیے ہے

[51] کان یعنی معرفت خداوندی کی کان۔ نقل یعنی اس دنیا سے منتقل ہونا۔ چوں قفص۔ یعنی جس طرح سے پرند کو پنجرہ چھوڑ کے اڑ جانا شیریں ہوتا ہے باغ در باغ یعنی در باغ۔

[52] قصص۔ بقصے کی جمع ہے۔ نے خورش۔ پرند کو پنجرے میں نہ دانا اچھا لگتا ہے اور نہ اس کو صبر و قرار ہوتا ہے چوں۔ جب پرند کا یہ حال ہو تو پنجرے کا دروازہ ٹوٹنے سے اس کو کس قدر خوشی ہوگی۔

[53] نے چناں۔ البتہ وہ پرند جو پنجرے کے چاروں طرف بلیاں دیکھے تو بیشک پنجرے ہی میں بند رہنا پسند کرے گا۔ حفص۔ فا ساکن کے ساتھ زنبیل، جھولا۔ ضرورت شعری کی وجہ سے فا پر زبر دے دیا گیا ہے۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم ہے جو کہ وہ محض علوم عقلیہ سے واقف تھا اور آخرت کا اس کو کوئی علم نہ تھا تاہم وہ دنیا میں جینے کا متمنی تھا۔

آنچناں کہ گفت جالینوسِ راد[1]
جیسا کہ حکیم جالینوس نے کہا

ازہوائے ایں جہاں واز مُراد
اس دنیا کی محبت اور مُراد میں

راضیم کز من بماند نیم جاں
کہ میں راضی ہوں اگر آدھی جان (بھی) رہے

کہ زکُون استُرے بینم جہاں
تاکہ خچر کی دُبر سے دُنیا کو دیکھوں

گربہ می بیند بگردِ خود فطار
قطار میں اپنے چاروں طرف بلیاں دیکھتا ہے

مرغش اُنس گشتہ بُودست از مطار
اُس کا پرند (روح) پرواز سے مایوس ہو گیا ہے

یا عدم دیدست غیرِ ایں جہاں
یا اُس نے اس جہان کے علاوہ کو معدوم سمجھا ہے

دَر عدم نادیدہ اُو حشرِ نہاں
اُس نے عدم میں چھپا ہوا حشر نہیں دیکھا ہے

چوں جنینیں[2] کش میکشد بیروں کرم
جیسا کہ پیٹ کا بچہ کہ اسکو کرم (خداوندی) باہر کو کھینچتا ہے

می گریزد اُو پسِ پس سوئے شکم
وہ پیٹ کی جانب پیچھے کو بھاگتا ہے

لُطف رُویش سوئے مصدر میکند
مہربانی اُس کا رُخ نکلنے کی جگہ کی طرف کرتی ہے

اُو مقرّ در پُشت مادر می کُند
وہ ماں کی کمر میں ٹھکانا بناتا ہے

کہ اگر بیروں نہم زیں شہر گام
کہ میں اگر اس شہر سے قدم باہر رکھوں گا

اے عجب دیگر نہ بینم ایں مقام
ہائے عجب! پھر یہ جگہ نہ دیکھوں گا

یا دَرے بُودے دریں شہرِ رحم
یا اِس گندے شہر میں کھڑکی ہوتی

کہ نظارہ کردمے اندر رحم
کہ میں رحم میں سے نظارہ کرتا

یا چو چشمِ سوزنے راہم بُدے
یا سوئی کے ناکے کی برابر میرے لئے راستہ ہوتا

کہ زبیرونِ رحم دیدہ شُدے
کہ رحم کے باہر کی چیزیں دیکھ لی جاتی

اینچنیں ہم غافل ست از عالمے
وہ بھی دنیا سے اسی طرح غافل ہے

ہمچو جالینوس اُو نامحرمے[3]
وہ جالینوس کی طرح ناواقف ہے

اُو نداند کُو رطوباتے کہ ہست
وہ نہیں سمجھتا کہ وہ رطوبتیں جو ہیں

آں مَدد از عالمِ بیرونی ست
وہ بیرونی دنیا کی مدد سے ہیں

آنچناں کہ چار عنصر دَر جہاں
جس طرح سے دنیا میں چاروں عنصر

صَد مَدد دارد ز شہرِ لامکاں
لامکاں کے شہر سے سینکڑوں مدد پاتے ہیں

آبِ دانہ در قفس گر یافتہ ست
اگر پنجرے میں پانی اور دانہ موجود ہے

آں زباغ و عرصہ در تافتہ ست
وہ باغ اور میدان سے روشنا ہوا ہے

[1] راد۔ عقلمند۔ سخی۔
خواہش، محبت۔ ایں جہاں۔ یہ جہان۔ اس دنیا۔
یعنی ذلیل مقام۔ آنس۔ یار کہ مطار۔ اڑنے کی جگہ۔ اڑان۔

[2] جنینیں۔ ماں کے پیٹ کا بچہ۔ پس پس۔ واپس۔ مقرّ۔ ٹھکانے کی جگہ۔ مقر۔ قیام گاہ۔
گام۔ قدم۔ دَحم۔ نامناسب مقام۔ چشم سوزن۔ سوئی کے ناکے۔

[3] نامحرم۔ ناواقف۔ راز۔ رطوبات۔ یعنی پیٹ کے بچے کی غذا جو رطوبتیں ہیں وہ ماں کی اُن غذاؤں سے حاصل ہوتی ہیں جو باہر سے اُسے حاصل ہوتی ہیں۔ لامکاں۔ عالم اسماء، عالم ملکوت۔

جانہائے[1] انبیا بینند باغ — زیں قفص در وقتِ نقلان و فراغ

انبیاء کی جانیں باغ کو دیکھتی ہیں — اس پنجرے سے منتقل اور فارغ ہونے کے وقت

پس زجالینوس و عالم فارغند — ہمچو ماہ اندر فلکہا بازغ اند

اس لئے وہ جالینوس اور دنیا سے بے نیاز ہیں — وہ چاند کی طرح آسمانوں پر روشن ہیں

ور زجالینوس ایں گفت افریست — پس جوابم بہر جالینوس نیست

اگر یہ بات جالینوس پر بہتان ہے — تو میرا جواب جالینوس کے لئے نہیں ہے

ایں جواب آنکس آمد کایں بگفت — کہ نبود شش دلے بانور جفت

پھر یہ اس کیلئے جواب ہے جس نے یہ کہا ہے — کیونکہ اس کا دل نور کا ساتھی نہیں ہے

مرغِ[2] جانش موش شد سوراخ جو — چوں شنید از گربگاں اُو عرِّ جُوا

اس کی جان کا پرند سوراخ ڈھونڈنے والا چوہا بن گیا — جب اس نے بلیوں سے "کیرا" سنا

زاں سبب جانش وطن دید و قرار — اندریں سوراخِ دنیا موش وار

اسی لئے اس کی جان نے وطن اور ٹھکانا دیکھا — چوہے کی طرح اس دنیا کے سوراخ میں

ہمدریں سوراخ بنّائی گرفت — درخورِ سوراخ دانائی گرفت

اسی سوراخ میں اس نے تعمیر سازی کی — سوراخ کے مناسب عقل اختیار کی

پیشہائے کہ مراُورا در مزید — اندریں سوراخ کار آید گزید

وہ پیشے جو اس کے لئے اضافے ہیں — اس سوراخ میں کام آئیں اس نے اختیار کئے

زانکہ دل برکند از بیروں شدن — بستہ شد راہِ رہیدن از بدن

کیونکہ اس نے باہر نکلنے سے دل پھیر لیا — (اور) بدن سے نجات کا راستہ بند ہو گیا ہے

عنکبوت[3] ار طبعِ عنقا داشتے — از لُعابے خیمہ کے افراشتے

مکڑی، اگر عنقا کا مزاج رکھتی — لعاب سے خیمہ کب بلند کرتی؟

گربہ کردہ چنگِ خود اندر قفص — نامِ چنگش صرع و سرسام و مغص

بلی نے اپنا پنجہ پنجرے میں ڈالدیا — اس کے پنجہ کا نام مرگی، سرسام اور پیچش ہے

حصبہ و قولنج و مالیخولیا — سکتہ و شدہ و جذام و ماشرا

چیچک، اور قولنج، اور مالیخولیا — سکتہ اور شدہ، اور کوڑھ، اور منہ کا ورم ہے

---

[1] جانہائے۔ انبیاء اور اولیاء دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کے باغات کی سیر کر لیتے ہیں تو وہ جالینوس کی خواہش اور عالم سے بے نیاز اور فارغ البال ہیں۔ آخر سے یعنی جو بات میں نے جالینوس کی نقل کی ہے اگر وہ جھوٹ ہے تو میرا یہ کلام جالینوس کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کے لئے ہے جو جواس مقدمے کا ہے اور اس کا دل نور سے منور نہیں ہے۔

[2] مرغِ جانش۔ جسکے دل میں نور نہیں ہے وہ ایسا چوہا ہے جس نے بلیوں کی آواز سن لی ہو اور جھٹ کی تجسو کرے۔ آگاہی۔ اس لئے وہ اس دنیا کو پسند کرتا ہے جو چوہے کے بھٹ کی طرح ہے۔ ہنر دیں۔ وہ اس دنیا میں دنیا کے ہنر سیکھنے پر اور دنیا کو سنوارنے پر اکتفا کرتا ہے۔ پیشہائے۔ وہ وہی پیشے اختیار کرتا ہے جو اس کی دنیا بنائیں۔ زانکہ۔ چونکہ اس کو عالم آخرت کی طرف رغبت نہیں ہے۔

[3] عنکبوت۔ اس کی مثال مکڑی کی سی ہے جو اپنے لئے ایک گزر جا بنتی ہے۔ گربہ۔ موت اپنے پنجے بصورت امراض اس سے وابستہ کرتی ہے۔ صرع۔ مرگی۔ سرسام۔ وہ مرض ہے جس میں دماغ پر ورم آجاتا ہے اور مریض بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ مغص۔ پیچش۔ حصبہ۔ کھسرا۔ قولنج۔

آنتوں کا اور جو شدہ۔ پٹھے جانے سے ہوتا ہے۔ مالیخولیا۔ دیوانگی کی ایک قسم ہے۔ سکتہ۔ دماغی مرض ہے جس میں مریض بالکل مُردے کی طرح ہو جاتا ہے۔ شدہ۔ آنتوں میں کسی چیز کا جم جانا۔ جذام۔ کوڑھ۔ ماشرا۔ چہرے کا ورم جو خون کے جوش کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔

گربہ[1] مرگ ست و مرض چنگال او — میزند بر مرغ و پرّ و بال او
موت آتی ہے، اور مرض اُس کا پنجہ ہے — جو وہ پرندا اور اس کے بال و پر پر چلاتی ہے

گوشہ گوشہ می دود سوئے دوا — مرگ چوں قاضی و رنجوری گوا
وہ دوا کی جانب اِدھر اُدھر دوڑتا ہے — موت قاضی کی طرح ہے اور مرض گواہ ہے

چوں پیادہ قاضی آمد ایں گوا — کہ ہمی خواند ترا تا حُکم گاہ
یہ گواہ قاضی کے پیادے کی طرح آیا ہے — کہ وہ تجھے عدالت میں بُلاتا ہے

مُہلتے خواہی تو از وے در گریز — گر پذیرد شد وگرنہ گفت خیز
تو بچاؤ کے لئے اس سے مُہلت مانگتا ہے — اگر اُسنے دی تو وہ مہلت لی ورنہ وہ کہیگا اُٹھ جا

جُستن مُہلت دَوا و چارہا — کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا
مُہلت طلب کرنا، دوا اور چارہ جوئی ہیں — تاکہ تو جسم کے چیتھڑوں کو پیوند لگے

عاقبت[2] آید صلاے خشم وار — چند باشد مُہلت آخر شرم دار
بالآخر وہ کسی شئے کو غضبناک ہوکر آواز دیگا — آخر مُہلت کتنی ہوگی، شرم کر

عُذر خود از شہ بخواہ اے پُر حسد — پیش از آنکہ آنچناں روزے رسد
اے حاسد! بادشاہ سے عُذر خواہی کرلے — اس سے قبل کہ ایسا دن آئے

وانکہ در ظلمت براند بارگی — برگندزاں نور دل یکبارگی
اور جو اندھیرے میں گھوڑا دوڑاتا ہے — اُس نور سے یک لخت دل کو ہٹا لیتا ہے

میگریزد از گواہ و مقصدش — کاں گوا سوئے قضا میخواندش
وہ گواہ اور اُس کے مقصد سے بھاگتا ہے — کیونکہ وہ گواہ اُس کو موت کی طرف بُلاتا ہے

ناگہاں[3] گیرند او را خوار و زار — کش کشاں تا پیش قاضی شرمسار
اسکو ذلیل اور عاجز کرکے اچانک پکڑ لینگے — شرمندگی کی حالت میں اسکو قاضی کے سامنے کھینچ

زیں گذر کُن جانب آں شخص راں — کو بمسجد آمد آں شب میہماں
اِس کو چھوڑ اُس شخص کی جانب چل — جو اُس رات کو مسجد میں مہمان بن کر آیا

ملامت کردن اہل مسجد مہمان را از شب خفتن دراں مسجد

مسجد والوں کا مہمان کو رات میں مسجد میں سونے پر ملامت کرنا

قوم گفتندش مکن جلدی برو — تا نگردد جامہ و جانت گرو
لوگوں نے اس سے کہا بہادری نہ دکھا چلا جا — تاکہ تیری جان اور کپڑے گروی نہ ہوجائیں

---

[1] گربہ۔ موت آتی ہے اور یہ امراض اسکے پنجے ہیں۔ مرگ۔ موت فیصلہ کرتی ہے۔ رنجوری۔ بیماری کی نوعیت پر فیصلہ ہوتا ہے۔ پیادہ۔ موت امراض کے ذریعہ اپنی طرف بُلاتی ہے۔ حُکم گاہ۔ عدالت، محکمہ۔ فیصلے۔ تو دوا کرنے کے لئے مُہلت چاہتا ہے اگر مرض نے مُہلت دیدی تو دوا کے ذریعہ بچنے کی کوشش کرتا ہے اگر اُس نے مُہلت نہ دی تو وہ فوراً موت کے سپرد کردیتا ہے خیز۔ یعنی اُٹھ اور موت کی جانب چل۔ کہ زنی۔ مرض کی وجہ سے جو تیرے بدن کو نقصان پہنچا ہے تو دوا کے ذریعہ اسکو درست کرنا چاہتا ہے۔

[2] عاقبت۔ انجام کار مرض کا پیادہ آئیگا اور پھر وہ مُہلت نہ دیگا۔ عُذر خواہی مناسب ہے کہ اس دربار میں حاضری کے لئے قبل از وقت تیاری کرلی جائے غلط۔ یعنی خواہشات نفسانی کی غلط بدلگی۔ گھوڑا۔ برگند۔ خواہشات کا ہنہناکر فرزند اولاد سے جُدا کردیتا ہے۔ گواہ۔ یعنی مرض۔ مقصدش۔ مرض کا مقصود موت ہے

[3] ناگہاں۔ لیکن موت سے فرار ممکن نہیں ہے۔ خواری یعنی موت۔ زیں۔ اب دوبارہ اس مسجد کے مہمان کا قصہ شروع کرتے ہیں۔ جلدی۔ بہادری۔ گرو۔ یعنی موت کے ہاتھوں گروی۔

آں[1] زدُور آساں نماید بہ نگر
وہ دور سے آسان نظر آتا ہے، اچھی طرح دیکھ لے

کہ بآخر سخت باشد رہگذر
کہ انجام کار، راستہ دشوار ہوگا

بس کساں کاویخت خود را از نخست
بہت سے انسان ہیں جنہوں نے شروع میں اپنے آپ کو پھنسایا

وقتِ پیچاپیچ دستاویز جست
پیچیدگی کے وقت سہارا ڈھونڈا

پیشتر از واقعہ آساں بُوَد
واقعہ سے پہلے آسان ہوتا ہے

در دلِ مردم خیالِ نیک و بد
انسانوں کے دل میں اچھے برے کا خیال

چوں در آید اندرونِ کارزار
جب میدانِ جنگ میں آجاتا ہے

آں زماں گردد بر آں کس کارزار
اُس وقت اُس شخص پر کام دشوار ہو جاتا ہے

چوں شیری ہیں مَنہ تو پائے پیش
جبکہ تو شیر نہیں ہے خبردار! آگے قدم نہ رکھ

کاں اجل گرگست و جانِ تست میش
کیونکہ موت بھیڑیا ہے اور تیری جان بھیڑ ہے

در زابدالی[2] و میشت شیر شُد
اگر تو ابدال میں سے ہے اور تیری بھیڑ شیر ہو گئی ہے

ایمن آ کہ مرگِ تو سر زیر شد
مطمئن ہو کر آ، کیونکہ تیری موت سر نگوں ہو گئی ہے

کیست اَبدال آنکہ او مُبدل شود
ابدال کون ہے؟ وہ جو تبدیل ہو جائے

خَرَش از تبدیلِ یزداں خل شود
اللہ (تعالیٰ) کے تبدیل کرنے سے اسکی خراب ہیر کرم ہو جائے

لیک مَستِ شیر گیری و زگماں
لیکن تو نیم مست ہے، اور گمان سے

شیر پنداری تو خود را ہیں مَراں
اپنے آپ کو شیر سمجھتا ہے خبردار! آگے نہ بڑھ

گفت حق زاہلِ نفاقِ نا سدید
اللہ (تعالیٰ) نے گمراہ منافقوں کے بارے میں فرمایا

بأسُہم مابینہم بأس شدید
ان کی بہادری آپس میں سخت بہادری ہے

در میانِ ہمدگر مردانہ اند
ایک دوسرے کے لئے بہادر ہیں

در غزا چوں عورتانِ خانہ اند
جہاد میں گھر کی عورتوں کی طرح ہیں

گفت[3] پیغمبر سپہدارِ غیوب
غیب کے سپہ سالار پیغمبر نے فرمایا

لا شجاعۃ یا فتی قبل الحروب
اے نوجوان! لڑائیوں سے پہلے بہادری نہیں ہے

وقتِ لاف غزو مستاں کف زنند
جہاد کی شیخی بگھارتے وقت مستوں کیطرح سینہ ٹھونکتے

وقتِ جوش و جنگ چوں کف می کنند
جوش اور جنگ کے وقت جھاگ کیطرح گر پڑتے ہیں

وقتِ ذکرِ غزو شمشیرش دراز
جہاد کے ذکر کے وقت اس کی تلوار دراز ہے

وقتِ کرّ و فرّ تیغش چوں پیاز
کرّ و فر کے وقت اس کی تلوار پیاز کی طرح ہے

---

[1] آں۔ یعنی مسجد کا سونا۔ بس کساں۔ ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر بچنے کی تدبیر کرتا ہے جو دشوار ہوتی ہے، بہتر مصیبت کے آنے سے پہلے اچھا برا سوچا جا سکتا ہے۔ چوں۔ ناتجربہ کار مصیبت میں پھنس کر پریشان ہوتا ہے۔ چوں شیری۔ موت بھیڑیا ہے اگر تو شیر ہے تو اس کا مقابلہ کر سکتا ہے اگر تو بھیڑ ہے تو وہ پھاڑ کھائیگا۔

[2] در زابدالی۔ ابدال اللہ، موت سے خائف نہیں ہوتے ہیں آبدال۔ وہ اولیاء اللہ ہیں جن کی بری صفات اچھی صفات میں تبدیل ہو چکی ہیں۔ خَرَش یعنی بری صفات۔ خل۔ سرکہ یعنی اچھی صفات۔ مست شیر گیر۔ وہ مست جس کا نشہ ادھورا ہو۔ بأسہم۔ قرآن پاک میں منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے بأسہم بینہم شدید تحسبہم جمیعا و قلوبہم شتی۔ آپس میں ان میں بڑی دھاک ہے تو ان کو اکٹھا سمجھتا ہے اور ان کے دل متفرق ہیں۔ غزا۔ جنگ، جہاد۔

[3] گفت۔ یہ حدیث کتابوں میں منقول نہیں ہے۔ لا شجاعۃ۔ شجاعت کا پتہ میدانِ جنگ میں چلتا ہے۔ کف زدند۔ یعنی سینہ ٹھونک کر بہادری جتاتے ہیں۔ کف۔ جھاگ دوسرے معنوں میں کرّ۔ آگے بڑھ کر حملہ کرنا۔ فرّ۔ پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا۔ چوں پیاز۔ یعنی نرم۔

وقتِ اندیشہ دلِ اُو غرّہ جُو
خیال کے وقت اس کا دل بیگانہ ہے

پس[1] بیک سو زن تہی شد خیک اُو
پھر ایک سوئیں سے اس کی مشک خالی ہوگئی

من عجب دارم ز جُویائے صفا
مجھے صفائی کے اس طالب پر تعجب ہے

کُو رَمد در وقتِ صیقل از جفا
جو صیقل کے وقت تکلیف سے بھاگ جائے

عشق چوں دعویٰ جفا دید گواہ
عشق دعویٰ ہے، تکلیف جفا گواہ ہے

چوں گواہت نیست شد دعویٰ تباہ
جب تیرے پاس گواہ نہیں ہے تو دعویٰ برباد ہے

چوں گواہت خود ہمی آید ز غیب
جب تیرا گواہ غیب سے آتا ہے

بوسہ دہ بر مار تا یابی تو گنج
سانپ کو چوم لے تاکہ تو خزانہ پائے

آں جفا با تو نباشد اے پسر
اے صاحبزادے! وہ سختی تجھ پر نہیں ہے

بلکہ با وصفِ بَدی اندر تو دَر
بلکہ اس بُری صفت پر ہے جو تیرے اندر ہے

بر نمد[2] چوبے کہ آں را مَرد زد
اس شخص نے نمدے پر جو لکڑی ماری

بر نمد آں را نزد بر گرد زد
وہ نمدے پر نہیں ماری، گرد پر ماری ہے

گر بزد مر اسپ را آں کینہ کش
اگر سزا دینے والے نے گھوڑے کو مارا

آں نزد بر اسپ زد بر شکمکش
اس نے گھوڑے کو نہیں مارا اگلی سُست رفتاری کو

تا زِ شکمک وارہد خوش پے شود
تاکہ وہ سست رفتاری سے نجات پاکر خوش رفتار

شیرہ را زنداں کُنی تا مے شود
تو شیرہ کو قید کرتا ہے تاکہ شراب بنجائے

آں یکے میزد یتیمے را بقہر
ایک شخص غصہ سے ایک یتیم کو مارتا تھا

قند بُود آں لیک بنمودہ چو زہر
وہ شکر تھا لیکن زہر جیسا نظر آتا تھا

دید مَردے آنچنانش زار زار
ایک شخص نے اس کو ایسا زار زار روتا ہوا دیکھا

آمد و بگرفت زودش در کنار
وہ آیا اور فوراً اس کو بغل میں لے لیا

گفت[3] چندیں آں یتیمک را زدی
اس نے کہا تو نے اس یتیم بچے کو اتنا مارا

چوں نترسیدی ز قہرِ ایزدی
تو خدا کے قہر سے کیوں نہ ڈرا؟

گفت اُو را کے زدم آخر بدوست
اُس نے کہا اے پیارے! میں نے اس کو کب مارا؟

من بر اں لوئے زدم کو اندر دوست
میں نے اس شیطان کو مارا ہے جو اس کے اندر ہے

مادر ار گوید ترا مرگِ تو باد
اگر تجھے ماں کہے، خدا کرے تو مرے

مرگِ آں خو خواہد و مرگِ فساد
تو وہ عادت کی موت اور فساد کی موت چاہتی ہے

---

[1] پس۔ پھونک بھری ہوئی مشک میں ایک سوئیں چبھو دی جائے تو ہوا خارج ہو جاتی ہے یعنی ادنیٰ تکلیف کو برداشت نہیں کرتے ہیں۔ من عجب۔ جو شخص صفائے قلب چاہتا ہے اس کیلئے مجاہدے ضروری ہیں۔ عشق۔ خدا سے عشق و محبت ایک دعویٰ ہے اور مجاہدہ اس کا گواہ ہے۔ دعویٰ بغیر گواہ کے ناقابلِ اعتبار ہے۔ تو۔ خزانہ پر سانپ ہوتا ہے اس کو مانوس کر کے خزانہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ آں جفا۔ مجاہدے کی جفا دراصل اس برائی پر ہے جس کے ازالہ کے لئے مجاہدہ کرایا جاتا ہے۔

[2] بر نمد۔ مصرعات میں اس کی مثال یہ ہے کہ کبل جھاڑنے کے لئے اس پر لکڑی ماری جاتی ہے تو وہ دراصل کبل پر نہیں بلکہ گرد پر ماری جاتی ہے۔ گر بزد۔ سست گھوڑے پر ہنٹر مارا جاتا ہے تو دراصل اس کی سستی پر مارا جاتا ہے۔ شکمک۔ سست رفتاری۔ شیرہ۔ انگور کے خیرہ کو مٹکے میں اسی لئے بند کیا جاتا ہے کہ اس سے شراب بنے۔ آں یکے۔ استاد بچہ کو مارتا ہے تو بظاہر ظلم ہے حقیقتاً اس میں اسکی اصلاح اور خوبی ہے۔

[3] گفت۔ اس شخص نے استاد کو ڈانٹا تو استاد نے کہا کہ مقصد اس بچہ کو مارنا نہیں ہے بلکہ اس شیطان کو مارنا ہے جو اس میں گھسا بیٹھا ہے۔ مادر۔ اس پر اگر تو ماں بھی بددعا دے کہ تو مرے

آں[1] گروہے کز ادب بگریختند — آبِ مردی و آبِ مرداں ریختند

وہ لوگ جو ادب (حاصل کرنے) سے بھاگے — انھوں نے انسانیت اور انسانوں کی آبرو ریزی کی

عاذلاں شاں از وغا وا راندند — تا چنیں خیز و مخنث ماندند

ملامت کرنیوالوں نے انھیں جنگ سے باز رکھا — یہاں تک کہ وہ ایسے نامرد اور مخنث رہ گئے

لاف و غرہ ژاژ خارا کم شنو — با چنیہا در صف ہیجا مرو

بکواس کرنیوالے کی شیخی اور گھمنڈ کو نہ سن — ایسے لوگوں کے ساتھ جنگ کی صفوں میں نہ جا

زانکہ زادُوکُم خبالاً گفت حق[2] — کز رفاقِ سُست برگرداں ورق

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں زیادہ خرابیاں الجھیں — تاکہ تو سست ساتھیوں سے ورق پلٹ دے

کہ گر ایشاں با شما ہمرہ شوند — غازیاں بیمغز ہیجوں کہ شوند

کیونکہ وہ اگر تمہارے ساتھ ہوں گے — غازی، ہیجڑے کی طرح بیکار ہو جائیں گے

خویشتن[3] را با شما ہم صف کنند — پس گریزند و دلِ صف بشکنند

وہ اپنے آپ کو تمہارے ساتھ ہم صف کریں گے — پھر بھاگیں گے، اور صف کا دل توڑ دینگے

پس سپاہے اندکے بے ایں نفر — بہ کہ با اہلِ نفاق آید حشر

تو تھوڑے سپاہی اس جماعت کے بغیر — بہتر ہیں بہ نسبت اسکے کہ منافقوں کیساتھ اجتماع ہو

ہست بادامِ کم خوش پیختہ — بہ ز بسیارے بتلخ آمیختہ

خوش (زائقہ) تھوڑے بادام چنے ہوئے — بہت سے کڑوے بلے ہوؤں سے بہتر ہیں

تلخ و شیریں گر بصورت یک شئی[4] اند — نقص ازاں افتاد کہ ہمدل نئی اند

کڑوا اور میٹھا اگرچہ بظاہر ایک چیز ہیں — خرابی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ وہ باطن میں یکساں نہیں

گبر[5] ترساں دل بود کو از گماں — می زید در شک زحالِ آنجہاں

کافر خوفزدہ دل والا ہوتا ہے، کیونکہ وہ گمان — میں جی رہا ہے اُس جہان کے حال کے شک میں

میرود در رہ نداند منزلے — گام ترساں می نہد اُمی دلے

وہ راستہ چلتا ہے منزل کو نہیں جانتا ہے — اندھے دل والا ڈرتے ہوئے قدم رکھتا ہے

چوں نداند رہ مسافر چوں رود — با تردّدہا و دل پُرخوں رود

جب مسافر نہیں جانتا ہے وہ کیسے راست چلے؟ — مشکوک اور پُرخون دل کے ساتھ چلتا ہے

---

[1] آں گروہ ہے۔ جو لوگ جہاد کی سختی سے بھاگتے ہیں وہ انسانیت کو تباہ کرتے ہیں۔ عاذلاں۔ ان منافقوں کو ان کے دوستوں نے جہاد میں شریک ہونے سے روکا تو یہ لوگ نامرد بن کر رہ گئے آئندہ اشعار میں مولانا ان لوگوں کی مصاحبت اور ہمراہی سے روکتے ہیں۔ قرآن۔ لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا پاک میں ان منافقوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ اگر نکلتے تم میں مل کر تو نہ بڑھاتے تم کو مگر خرابی۔ زاد کم۔ زیادہ خرابیاں ڈالتے۔ رفاق رفیق کی جمع ہے سفر کا ساتھی۔ گرداں ورق۔ یعنی اُن کی بات ہی نہ کر اُن سے قطع نظر کر۔ غازیاں۔ یعنی اگر وہ غزوۂ جہاد کریں بھی تو ناکارہ بنا دیں گے۔

[2] خویشتن۔ منافق جب صفوں میں سے بھاگیں گے بہادروں کے دل توڑیں گے پس۔ تھوڑے بہادر اندوہ کے مجمع سے بہتر ہیں۔ بہت۔ اگر بھنے ہوئے تھوڑے سے میٹھے بادام ہوں تو وہ زیادہ بادام سے جو میں تلخ بھی ہوں بہتر ہیں۔ نقص۔ کڑوے اور شیریں بادام اگرچہ صورت میں یکساں ہیں لیکن اُن کے باطن میں بہت فرق ہے یہی حال مومنوں اور منافقوں کا ہے۔

[3] گبر۔ چونکہ کافروں کو اگلی زندگی کے بارے میں شکوک و شبہات ہیں اسلئے اُن کے دل ہمیشہ خوفزدہ رہتے ہیں۔ میرود۔ چونکہ یہ آخرت کے بارے میں اندھے ہیں لہٰذا آخرت کی راہ طے کرنے میں سست ہیں، اندھا ٹٹولتے ڈرتے قدم بڑھاتا ہے۔ چوں نداند۔ جو شخص راستہ سے ناواقف ہوتا ہے وہ تیزی سے منزل طے نہیں کر سکتا معمولی سے اندیشہ سے ٹھہر جاتا ہے۔

هر که گوید های این سو راه نیست — او کند از بیم آنجا وقف و ایست
جو کوئی کہہ دے کہ ہائے اس طرف راستہ نہیں ہے — وہ اسی جگہ خوف سے توقف اور شکار کر دیتا ہے

ور بداند رہ دلِ باہوش او — کے رود در ہر ہائے و ہو در گوشِ او
اگر اس کا باہوش دل راستہ جانتا ہے — تو ہر ہائے و ہو اس کے کان میں کہاں پہنچتی ہے؟

پس مشو ہمراہ این اشتر دلاں — زانکہ وقتِ ضیق و بیم اند آفلاں
تو ان اونٹ کے دل والوں کا ہمراہی نہ بن — کیونکہ وہ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جاتے ہیں

پس گریزند و ترا تنہا ہلند — گرچہ اند رلاف سحرِ بابل اند
وہ بھاگ جائیں گے، اور تجھے تنہا چھوڑ دینگے — اگرچہ وہ شیخی مارنے میں بابل کا جادو ہیں

تو ز رعنایاں مجو ہیں کارزار — تو ز طاؤساں مجو صید و شکار
نہ ہرزہ اور تو نازنینوں سے جنگ کی توقع نہ رکھ — تو مورووں سے صید و شکار کا طالب نہ بن

طبع طاؤسیت و سواست کند — دم دہد از تا مقامت برکند
تیری مور والی طبیعت تیرے اندر وسوسے ڈالتی ہے — وہ فریب دیتی ہے تاکہ تجھے (بلند) مقام سے ہٹا دے

گفتنِ شیطان قریش را کہ بجنگ احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام آیید
شیطان کا قریش کو احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنگ کے لئے کہنا کہ آؤ میں مدد کروں گا

من پناہ ہا کنم و قبیلہ خود را بیاری خوانم و گر بختن او در ملاقات صفین
اور اپنے قبیلہ کو مدد کے لئے بلاؤں گا اور دونوں صفوں کی جنگ میں اس کا بھاگ جانا

ہمچو شیطاں کرد وساوس بر قریش — دم دمید و گفت گرد آرید جیش
شیطان کی طرح جس نے قریش پر وسوسوں کے ذریعہ — منتر پھونکا، اور کہا لشکر جمع کرو

تا کہ در احمد ہزیمت افگنیم — بیخ و بنیاد از زمینش برکنیم
تاکہ احمد (کی صفوں) میں ہم شکست ڈالدیں — زمین سے اس کی بیخ و بنیاد اکھاڑ دیں

چونکہ شیطاں در سپہ شد صد کم — خواند افسوں کانی جار لکم
جب شیطان سپاہیوں میں آکر سو ایک ملا بیٹھا — اس نے منتر پڑھا کہ میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں

چوں سپہ گرد آمد نداز گفت او — کرد با ایشاں بحیلت گفتگو
جب اس کی بات سے سپاہی جمع ہو گئے — تو ان سے چالاکی سے گفتگو کی

پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے آئیں تو وہ الٹے پاؤں چلتا بنا اور کہا مجھے تم سے کوئی سروکار نہیں۔ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

---

۵۱ وَرْ بداند۔ راہ سے واقف کسی کے شور ڈالنے سے مست نہیں پڑتا ہے۔ پس مشو۔ لہٰذا ان منافقوں کو شریک سفر نہ کرنا چاہیئے اشتر دلاں۔ اونٹ ڈرپوک ہوتا ہے اونٹ کی اجل کی جمع ہے، غائب ہو جانے والا۔ سحر بابل۔ بابل کے جادو کی تاثیر سخت مانی جاتی ہے۔ رعنا۔ نازک اندام طبع طاؤسیت۔ انسان کی طبیعت کی رنگینی انسان میں شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے اور اس کو بلند مقام سے نیچے گرا دیتی ہے۔

۵۲ گفتنِ شیطان۔ جنگ بدر کے موقع پر شیطان نے سراقہ مجدی کی صورت میں ظاہر ہو کر ابوجہل وغیرہ کو ورغلایا تھا قبیلہ۔ یعنی جنگ بدر کے لئے لشکر جمع کرو۔ صد کم یعنی سو پر ایک کا اضافہ افسوں۔ منتر۔

۵۳ جار لکم۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَاِذْ زَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَکُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْکُمْ اِنِّیْٓ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ۔ اور جب شیطان نے ان کی حرکتوں کو ان کو اچھا کر کے دکھایا اور کہا آج لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں جو تم پر غالب آسکے اور میں تمہارا پشت پناہ ہوں

کہ بیارم من قبیلہ خویش را
کہ میں اپنے خاندان کو لے آؤں

تا کہ در ہیجا[1] بوُد پشتِ شما
تاکہ جنگ میں تمہاری طاقت ہو

من شما را عون و یار ہا کنم
میں تمہاری مدد اور امداد کروں گا

تا بہ پیاہِ دشمناں تاں بشکنم
تاکہ تمہارے دشمنوں کے لشکر کو شکست دوں

چوں قریش از گفت اُو حاضر شدند
قریش جب اس کی باتوں کی وجہ سے جمع ہو گئے

ہر دو لشکر در ملاقات آمدند
(اور) دونوں لشکروں میں مڈبھیڑ ہوئی

دید شیطاں از ملائک ایسپہے
شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر دیکھا

سوئے صفِ مومناں اندر رہے
مومنوں کی صف کی جانب (آتا ہوا) راستہ میں

آں جنودٌ لّم تروھا صف زدہ
اس لشکر نے جس کو تم نے نہ دیکھا صف بنائی

گشت جانِ اُو ز بیم آتشکدہ
اس کی جان خوف سے بتکدہ بن گئی

پائے خود واپس کشیدہ میگرفت
اپنے پاؤں واپس کھینچ کے روکتا تھا

کہ ہمی بینم سپاہے بس شگفت
کہ میں عجیب فوج دیکھ رہا ہوں

کہ اخافُ اللہ مالی منہ عون
کہ اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتا ہوں میری اس کی جانب سے کوئی مدد نہیں ہے

اِذھبوا انی اری مالا ترون
بھاگ جاؤ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو

گفت حارث[2] اے سراقہ شکل ہیں
حارث نے کہا اے سراقہ کی شکل والے! ہائیں!

دی چرا تو می نگفتی اے چنیں
کل تو نے اس طرح کیوں نہ کہا؟

گفت ایں دم من ہمی بینم حرب
اس شیطان نے کہا اب میں جنگ دیکھ رہا ہوں

گفت می بینی جماعیش عرب
اس (حارث) نے کہا تو عرب کے فریبوں کو دیکھ رہا ہے

می نبینی غیر ایں لیک اے توشنگ
اسکے علاوہ تو کچھ نہیں دیکھ رہا ہے لیکن اے شوخ!

آں زمانِ لاف بوُد ایں وقتِ تنگ
وہ شیخی کا وقت تھا، یہ جنگ کا وقت ہے

دی ہمی گفتے کہ پابنداں[3] شدم
کل تو کہتا تھا کہ میں زرہ دار ہوں

کہ بوُد تاں فتح و نصرت دمبدم
کہ تمہیں دم بدم فتح اور نصرت ہوگی

دی رئیسُ الجیش بوُدی اے لعیں
اے ملعون! کل تو لشکر کا سردار تھا

دیں زماں نامرد و ناچیز و ذلیل
اب نامرد اور ناچیز اور ذلیل ہے

تا بخوردیم آں دم تو دو آمدیم
یہاں تک کہ ہم تیرا جھانسا کھا گئے اور ہم آگئے

تو بتوں رفتی و ما ہیزم شدیم
تو بتخانہ میں گیا اور ہم ایندھن بن گئے

---

[1] ہیجا۔ جنگ۔ عون۔ مدد۔ جنگ بدر میں جب دونوں صفیں بالمقابل ہوئی تھیں تو وہاں بھی مسلمانوں کی مدد کے لئے ملائکہ کی جماعت نازل ہوئی تھی۔ جنودٌ لّم تروھا لشکر دیکھا۔ قرآن پاک میں ہے وَاَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا "اور اتارے ایسے لشکر جن کو تم نے نہ دیکھا" یہ آیت اگرچہ غزوۂ خندق کے سلسلہ میں ہے مولانا نے بطور اقتباس غزوۂ بدر کے بارے میں استعمال فرمایا ہے۔

[2] گفت حارث۔ شیطان نے حارث بن ہشام کو سراقہ کی شکل میں آکر بہکایا تھا۔ حرب۔ رزم کے معنے ہیں۔ جماعیش۔ جمعیتوں کی جمع ہے گداء، فقیر۔ شنگ۔ شریر، شوخ۔

[3] پابنداں شدم۔ میں زرہ دار ہوں۔ رئیس الجیش۔ لشکر کا سردار۔ تا بخوردیم۔ ہم تیرے فریب میں پھنس کر میدان بدر میں آگئے۔ لعیں۔ ملعون۔ ہیزم۔ ایندھن۔

چونکہ حارث با سُراقہ گفت ایں
جب حارث نے سُراقہ سے یہ بات کہی

از عتابش خشمگیں شد آں لعیں[1]
وہ ملعون اُس کے غصہ سے غضبناک ہو گیا

دستِ خود در خشمیں زد دست او کشید
غصہ میں اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ سے کھینچ لیا

چوں ز گفتِ اُو ش در دل رسید
چونکہ اُس کی گفتگو سے اُس کو دل کا درد ہوا

سینہ اش را کوفت شیطان و گریخت
شیطان نے اُسکے سینہ پر دو ہتڑ مارا اور بھاگ گیا

خونِ آں بیچارگاں نیں مگر بخت
اِس مکاری سے اُن بیچاروں کا خون بہا دیا

چونکہ ویراں کرد چندیں عالمے او
جب اُس نے اِتنی دنیا ویران کر دی

پس بگفت اِنّی بَرِیءٌ مِّنکُمْ
تو بولا میں تم سے بیزار ہوں

کوفت اندر سینہ و اندا ختش
اُس کی چھاتی پیٹی اور اُس کو گرا دیا

پس گریزاں شد چو ہیبت تاختش
پھر بھاگ گیا جبکہ اُس پر ہیبت طاری ہوئی

نفس و شیطاں ہر دو یک تن بودہ اند
نفس اور شیطان دونوں ایک تھے

در دو صورت خویش را بنمودہ اند
اُنھوں نے دو صورتوں میں اپنے آپ کو دکھایا ہے

چوں[2] فرشتہ و عقل کایشاں یک بُدند
جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے

بہرِ حکمتہا ش دو صورت شُدند
اُس اللہ کی حکمتوں کی وجہ سے دو صورت ہو گئے

دشمنے داری چنیں در سرِّ خویش
تو اپنے اندر ایسا دشمن رکھتا ہے

مانعِ عقل ست و خصمِ جان و کیش
جو عقل کیلئے مانع اور جان اور مذہب کا دشمن ہے

یک نفس حملہ کند چوں سُو سمار
وہ گوہ کی طرح ایک دم حملہ کرتا ہے

پس بسُوراخے گریزد در فرار
پھر بھاگتا ہوا سوراخ میں گھس جاتا ہے

در دلِ اُو سُوراخہا دارد کنوں
وہ اب اُس انسان کے دل میں بہت سے سوراخ بناتا ہے

سر ز ہر سُوراخ می آرد بروں
(اور) ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے

نامِ[3] نہاں گشتن دیو از نفوس
شیطان کا نام انسانوں سے چھپ جانے

واندراں سُوراخ رفتن شد خنوس
اور سوراخوں میں گھس جانے سے خنوس ہو گیا ہے

کہ خنوسش چوں خنوس قنفذ ست
اُس کا گھس جانا سیہی کے گھسنے کی طرح ہے

چوں سرِ قنفذ دُرا آمد شدست
سیہی کے سر کی طرح اُس کی آمد و رفت ہے

کہ خدا آں دیو را خنّاس خواند
اللہ (تعالیٰ) نے اُس شیطان کو خنّاس کہا ہے

کو سرِ آں خار پشتک را بماند
کیونکہ وہ سیہی کے سر کی مانند ہے

[1] لعین۔ یعنی شیطان جو بصورت سُراقہ تھا۔ خشمیں۔ خشمگیں۔ چونکہ۔ جب بدر میں اُن کو تباہ کر چکا تو پھر یہ کہنے لگا کہ میرا تمہارا کیا واسطہ ہے۔ نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ نفس اور شیطان ایک ہی طاقت کے نام ہیں تو نفس کا دھوکا دینا شیطان ہی کا دھوکا دینا ہے۔

[2] چوں۔ فرشتہ اور عقل بھی دراصل ایک چیز ہے۔ نام مجموعہ ملیکہ ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمتوں کی وجہ سے اُن کو دو صورتوں میں نمودار فرمایا ہے۔ دشمنے جس طرح ہم نے شیطان کی دشمنی کا قصہ سُنایا ایسا ہی دشمن خود تیرے اندر تیرا نفس موجود ہے۔ یک نفس۔ وہ دشمن یکبارگی گوہ کی طرح حملہ کر کے بھٹ میں گھس جاتا ہے۔ در دل۔ انسان کے دل میں اُس کے رہنے کے بہت سے سوراخ ہیں۔

[3] نام نہاں۔ چونکہ شیطان کا کام دھوکا دے کر گھس جانا اور چھپ جانا ہے، اسی لئے قرآن میں اُس کو خناس کہا گیا ہے جس کے معنی بہت چھپنے والا ہیں۔ قنفذ۔ سیہی جو بدن سے چوتھا ایک جنگلی جانور ہے اُسکے بدن پر لمبے لمبے خار ہوتے ہیں خطرے کے وقت وہ اپنے خار کھڑے کر لیتا ہے اور اپنا منھ اندر کو گھسا لیتا ہے خار پشتک۔ اسی قنفذ کو کہا جاتا ہے

می نہاں گردد سر آں خار پشت
اس سیہی کا سر چھپ جاتا ہے

دُمبدم از بیم صیّادِ دُرشت[1]
فوراً سخت شکاری کے ڈر سے

تا چو فرصت یافت سر آرد بروں
جب اس کے موقع پایا سر باہر نکالا

زیں چنیں مکرے شود مارش زبوں
ایسے مکر سے اس سے سانپ مغلوب ہو جاتا ہے

گر نہ نفس از اندروں راہت زدے
اگر نفس اندر سے تیری راہزنی نہ کرتا

رہزناں را بر تو دستے کے بُدے
رہزنوں کو تجھ پر کب قابو ہوتا؟

زاں عوانِ مقتضی کہ شہوت ست
اس تقاضہ کرنیوالے سپاہی کی وجہ سے جو کہ شہوت ہے

دل اَمیرِ حرص و آزو آفت ست
دل حرص، اور لالچ اور بیعیت کا قیدی ہے

زاں عوانِ سرشدی دُزد و تباہ
اس بدسرشت سپاہی کی وجہ سے تو چور اور تباہ بنا

تا عواناں را بقہر تُست راہ
یہاں تک کہ سپاہیوں کو تیرے اوپر ظلم کا موقع ہو

در خبر[2] بشنو تو ایں پند نکو
حدیث میں تو اس نیک نصیحت کو سن لے

بَیْنَ جَنْبَیْکَ لَکَ اَعْدَا عَدُوّ
کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے

طُمطراقِ ایں عدو مشنو گریز
اس دشمن کی شان و شوکت کی باتیں، دشمن بھاگنا یا

کُو چو ابلیس ست در لج و ستیز
کیونکہ وہ جھگڑے اور لڑائی میں شیطان کی طرح ہے

بر تو اُو از بہرِ دنیا و نبرد
تجھ پر اس نے دنیا اور دشمنی کی خاطر

آں عذابِ سرمدی را اَہل کرد
اس دائمی عذاب کو آسان کر دیا ہے

چہ عجب[3] گر مرگ را آساں کند
کیا تعجب ہے اگر وہ موت کو آسان کر دے

اُو ز سحر خویش صد چنداں کند
وہ اپنے جادو سے اس سے سو گنا کر دیتا ہے

سحر کاہے را بصنعت کُہ کند
جادو، کاریگری سے تنکے کو پہاڑ بنا دیتا ہے

باز کوہے را چو کاہے می تند
پھر پہاڑ کو تنکا جیسا کر دیتا ہے

زشتہا را نغز گرداند بظن
بدگمانی سے بھلائیوں کو برا بنا دیتا ہے

نغزہا را زشت گرداند بظن
فریب سے برائیوں کو بھلا کر دیتا ہے

آدمی را خر نماید ساعتے
ایک گھڑی میں آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے

آدمی سازد خرے را زآیتے
فن سے، گدھے کو آدمی بنا دیتا ہے

انسان بھلائیوں کو برائی اور برائیوں کو بھلائی سمجھنے لگتا ہے۔ آدمی شیطان لیکوں کو بذالاعلاں کو مغالطہ میں ڈال کر نیک ظاہر کر دیتا ہے۔

---

[1] صیاد۔ شکاری۔ سانپ یہی موقع پاکر حملہ کرتا ہے۔ اور ایسا مکر کرتا ہے کہ سانپ بھی اس سے عاجز آجاتا ہے۔ گرچہ۔ انسان بری نفسانی خواہش کی وجہ سے ہی انسان پر برے لوگ غالب آجاتے ہیں۔ لاں عواں۔ انسان کے اندر جو سپاہی ہے جسکو شہوت کہا جاتا ہے وہ انسان کو برائیوں پر مجبور کرتا ہے وہ چوری کراتا ہے تب ہی بیرونی سپاہیوں کو اس پر ظلم کرنے کا موقع ملتا ہے۔

[2] در خبر۔ حدیث شریف میں ہے، تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے۔ طمطراق نفس اور شیطان ایک ہی چیز ہیں انکی شان و شوکت پر توجہ نہ کر۔ دونوں بڑے جھگڑالو ہیں ہر تو۔ یہ دنیا کے لالچ میں پھنسا کر انسان کو ایسا گمراہ کرتے ہیں کہ وہ آخرت کا دائمی عذاب کو آسان سمجھنے لگتا ہے۔

[3] چہ عجب۔ اس نفس سے یہ بھی بعید نہیں ہے کہ وہ انسان کے لئے اسکی ابدی موت کو آسان کر دے وہ اپنے جادو سے اس طرح کے سینکڑوں کام کر سکتا ہے۔ سحر۔ جادو تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اسی طرح شیطان تھوڑی عبادت کو بہت زیادہ اور بہت سے گناہوں کو بہت تھوڑا کر کے دکھا دیتا ہے۔ ہشتہا۔ شیطانی فریب میں

کارِ سحر[1] اینست کو دم میزند — ہر نفس قلب حقائق می کند
جادو کا یہ کام ہے کہ وہ پھونک مارتا ہے — ہر وقت حقیقتوں کو تبدیل کر دیتا ہے

اینچنیں ساحر درونِ تست پُر — اِنَّ فِی الْوَسْوَاسِ سِحْرًا مُسْتَمِرّ
ایسا جادوگر تیرے اندر پوشیدہ ہے — بیشک وسوسوں میں مستقل جادو ہے

اندراں عالم کہ ہست ایں سحرہا — ساحراں ہستند جادو ے کُشا
جس دنیا میں یہ جادو ہیں — (وہاں) جادو کا توڑ کرنے والے جادوگر بھی ہیں

اندراں صحرا کہ رست ایں زہر تر — نیز روئید ست تریاق اے پسر
جس جنگل میں یہ تلخ زہر اگا ہے — اے صاحبزادے (وہاں) تریاق بھی اُگا ہے

گوید[2] ت تریاق از من بجو پسر — کہ ز زہرم من بتو نزدیک تر
تریاق تجھ سے کہتا ہے مجھ سے ڈھال لے — کیونکہ میں تجھ سے زہر سے زیادہ نزدیک ہوں

گفت او سحرست و دفعِ سحر او — گفت من سحرست ویرانیِ تو
اس کی گفتگو جادو ہے اور دفع جادو کا توڑ ہے — میری باتیں جادو ہیں اور تجھ کے جادو کا توڑ ہیں

گفت پیغمبر کہ اِنَّ فِی الْبَیَان — سحرا حق گفت آں خوش پہلواں
پیغمبر نے فرمایا بے شک بیان میں — (اور) اس اچھے سردار نے سچ فرمایا

لیک[3] سحرے دفعِ سحرِ ساحراں — مایۂ تریاک باشد در جہاں
لیکن وہ جادو جو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہے — (اور) دنیا میں تریاق کا سرمایہ ہوتا ہے

آں بیانِ اولیا و اصفیاست — کز ہمہ اغراضِ نفسانی جداست
وہ اولیاء اللہ اور برگزیدہ لوگوں کا بیان ہے — جو تمام نفسانی غرضوں سے جدا ہے

حاصلِ آں کز زہرِ نفس دوں گریز — نوش کُن تریاقِ مُرشد چست و تیز
خلاصہ یہ ہے کہ کمینہ نفس کے زہر سے بھاگ — چستی اور تیزی سے مرشد کا تریاق پی لے

ایں طلسمِ سحرِ نفس اندر شکن — سوئے گنجِ پیر کامل نقب زن
نفس کے جادو کے اس طلسم کو توڑ دے — کامل شیخ کے خزانے کی طرف سوراخ کرے

بس دراز ست ایں سخن آغاز راں — جانبِ مہمان و مسجد باز راں
یہ بہت لمبی بات ہے، شروع کی طرف چل — مہمان اور مسجد کی طرف پھر چل

زیں گذر کُن باز تا مسجد بیا — قصۂ مہماں بگو و آں ماجرا
اس کو چھوڑ، پھر مسجد کی طرف آ — مہمان کا قصہ اور وہ سرگذشت بیان کر

[1] کارِ سحر: جس طرح جادو بظاہر تبدیلِ حقائق کرتا ہے اسی طرح شیطان حقائق کو نفس الامر میں بدل ڈالتا ہے۔ اِنچنیں: نفسِ امّارہ دھوکے ڈال کر انسان میں جادوگری کرتا ہے۔ آنداں: نفس کی اس جادوگری کا یہ علاج ہے کہ بزرگوں سے تعلق پیدا کرے۔ اندآں: اللہ تعالیٰ نے جو مرض پیدا فرمایا ہے اس کا تریاق بھی پیدا فرمایا ہے۔

[2] گوید: وہ اولیاء اللہ تجھے اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ گفت: اور تجھ سے کہہ رہے ہیں کہ نفس کی باتیں جادو اور ویرانی ہیں ہماری باتیں نفس کے جادو کا توڑ ہیں۔ گفت: آنحضورؐ نے گفتگو کو جادو سے تعبیر فرمایا ہے۔

[3] لیک: بیان بھی جادو ہے لیکن اصل جادو وہ ہے جو جادوگروں کے جادو کا توڑ کر دیتا ہے اور وہی دراصل تریاق ہے۔ آں بیان: یہ تریاق اولیاء اور بزرگانِ دین کا بیان ہے جو تمام نفسانی غرضوں سے پاک ہوتا ہے۔ گنجِ پیر: یعنی مرشد کے باطنی علوم سے تعلق پیدا کرے۔

مُکرر کردن عاذلاں پند را بر اں مہمان مسجد مہماں کُش

مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کو ملامت کرنے والوں کا مکرر نصیحت کرنا

ہیں مکُن جلدی[1] بروائے بوالکرم — مسجد و ما را مکُن زیں مُتہم

خبردار اے بھلے آدمی! بہادری نہ دکھا — ہمیں اور مسجد کو متہم نہ بنا

گر بگوید دشمنے از دشمنی — آتشے در ما زند فرداؤ نی

اگر دشمنی سے کوئی دشمن کہدے گا — تو کیا وہ کل کو ہمیں (آگ میں) پھونک دے گا

کہ بتا سانید اُو را ظالمے — بر بہانہ مسجد اُو بد سالمے

کہ اس کا کسی ظالم نے گلا گھونٹا ہے — مسجد کے بہانے سے، وہ اچھا خاصہ تھا

تا بہانہ قتل بر مسجد نہد — چونکہ بدنام ست مسجد اُو جہد

تاکہ موت کا بہانہ مسجد پر رکھ دے — چونکہ مسجد بدنام ہے، وہ چھوٹ جائے گا

تہمتے بر ما منہ اے سخت جاں — کہ نہ ایم ایمن ز مکر دشمناں

اے جفاکش! ہم پر تہمت نہ رکھ — کیونکہ ہم دشمنوں کے مکر سے مطمئن نہیں ہیں

ہیں برو جلدی مکُن سودا مپز[2] — کہ نتاں[3] پیمود گردوں را بمگز

خبردار! بہادری نہ کر خیالی پلاؤ نہ پکا — کیونکہ آسمان کو گز سے نہیں ناپا جا سکتا

چوں تو بیساراں بلا فید ز بخت — ریش خود بر کند یک یک نخت نخت

تجھ جیسے بہت سوں نے نصیب ہی کی چوٹی ماری ہے — ہر ایک نے اپنی داڑھی کا ایک ایک بال نوچا ہے

ہیں برو کوتاہ کُن ایں قیل و قال — خویش و ما را در میفگن در وبال

خبردار! چلا جا اس بحث مباحثہ کو مختصر کر — اپنے آپ کو اور ہمیں مصیبت میں نہ پھنسا

جواب گفتن مہماں ایشاں را و مثل آوردن بدفع حارسِں

مہمان کا اُن کو جواب دینا اور مثال دینا کھیتی کے رکھوالے کی

کشت بہ بانگ دُف از کشت آں اُشتر ے را کہ کوسِں

ڈھول کی آواز سے اُس اونٹ کو کھیتی سے بھگانے کی جس کی پُشت پر

محمودی بر پشت اُو زندے

اور کھڑا محمودی نقارے کو بجا رہا تھا

گفت اے یاراں ازاں دیواں نیم — کہ زلاحولے ضعیف آید پیم

اُس نے کہا اے دوستو! میں اُن بیوقوفوں میں سے نہیں ہوں — کہ ایک لاحول سے میرا قدم کمزور پڑ جائے

---

[1] جلدی: بہادری، بگوید یعنی قاضی کے یہاں شکایت کردے گا۔ ذکی۔ کینہ توز۔ تاسانیدن: بھگانا، گھونٹا۔ بیشعر اور اگلا شعر چغلخور کا مقولہ ہے۔

[2] کہ تتاں جس طرح آسمان کی گزوں سے پیمائش کرنا بیہودہ خیال ہے اسی طرح تیرا مسجد میں سونے کا خیال بیہودہ ہے۔ چوں تو نصیحت کرنے والوں نے مہمان سے کہا کہ تجھ جیسے بہت سوں نے اپنی خوش نصیبی کی چوٹی ماری ہے اور پھر شرمندہ ہوئے ہیں۔

[3] قیل و قال: بحث و مباحثہ۔ سارس: نگہبان، رکھوالا۔ کوس محمودی یعنی سلطان محمود غزنوی کا نقارہ۔ پیم: پاؤں۔

کودکے کو حارسِ کشتے[1] بدے
ایک بچہ جو کھیتی کا رکھوالا تھا

طبلکے در دفعِ مرغاں می زدے
پرندوں کو اڑانے کے لئے ڈھل بجاتا تھا

تا رمیدے مرغ ازاں طبلک ز کشت
تاکہ پرند اس ڈھل سے کھیتی سے اڑ جاتے

کشت از مرغانِ بد بیخوف گشت
کھیتی شریر پرندوں سے بے خوف ہو جاتی

چونکہ سلطاں شاہ محمودِ کریم
جب شاہ سلطان محمود کریم

بر گذر زد آں طرف خیمہ عظیم
گذرا وہاں اس نے بڑا خیمہ لگایا

با سپاہے ہمچو اِستارہ اثیر
ایسے لشکر کیساتھ جو آسمان کے ستاروں کیطرح تھا

اُنبُہ و فیروز صفدر مُلک گیر
گھنا اور کامیاب صفوں کو چاک کرنیوالا ملک گیر

اُشترے بُد کو بُدے حمّال کوس
ایک اونٹ تھا جو نقارہ اٹھانے والا تھا

بجُتی بُد پیشِ رو ہمچوں خروس
آگے چلنے والا بختی (نسل کا) تھا مرغ کی طرح

بانگِ کوس و طبل بر روز و شب
رات دن نقارہ اور ڈھول اس پر

می زدند اندر رُجوع و در طلب
بجاتے تھے، روانگی اور واپسی پر

اندراں مزرع در آمد آں شتر
وہ اونٹ اس کھیت میں آ گیا

کودک آں طبلک بزد در حفظِ
بچے نے وہ ڈھل بجائی

عاقلے[2] گفتش مزن طبلک کہ او
ایک عقلمند نے اس سے کہا ڈھل نہ بجا کیونکہ وہ

بختیِ طبل ست و با آنست خو
نقارے کا اونٹ ہے اور اس کو اسکی عادت ہے

پیشِ اُو چہ بُود تبورک تو طفل
اس کے سامنے تجھ لڑکے کی ڈھلی کیا ہے

کہ کشد اُو طبلِ سلطان بیت کفل
کیونکہ وہ بادشاہ کا بیس من کا نقارہ اٹھاتا ہے

عاشقم من کشتہ و قربانِ لا
میں عاشق ہوں اور لا کا مقتول اور قربان ہوا

جانِ من نوبتگہِ طبلِ بلا
میری جان مصیبت کے نقارہ کی نقارخانہ ہے

خود[3] تبورک ست ایں تہدیدہا
یہ ڈرارے ڈھلی ہیں

پیشِ آنچہ دیدہ است ایں دیدہا
اس کے سامنے جو کچھ ان آنکھوں نے دیکھا ہے

اے حریفاں من از انہا نیستم
اے دوستو! میں ان میں سے نہیں ہوں

کز خیالاتے دریں رہ بیستم
کہ خیالات کیوجہ سے اس راستے سے باز رہوں

من چو اسمٰعیلیانم بے حذر
میں اسماعیلیوں کی طرح نڈر ہوں

بل چو اسماعیلؑ آزادم ز سر
بلکہ (حضرت) اسماعیلؑ کی طرح سر سے بے نیاز ہوں

[1] کشت کھیتی، طبلک۔ چھوٹا طبل، ڈھلی۔ اثیر (اثیر) نیلگوں آسمان۔ صفدر صف شکن، بہادر۔ اُس نسل کا اونٹ جو بخت نصر نے عربی اونٹنی اور عجمی اونٹ سے بنائی تھی یہ سرخ رنگ کا عظیم الجثہ اونٹ ہوتا ہے۔ حمال اٹھانے والا۔ مزرع۔ کھیت۔ برز گیہوں۔

[2] عاقلے۔ ایک عقلمند نے بچے کو سمجھایا کہ اس اونٹ کے بھگانے کے لئے ڈھلی بجانا بیکار ہے۔ یہ نقارے کا اونٹ ہے اور نقارہ سننا اس کی عادت ہے۔ ہنود اگ۔ کھٹکھٹا جو بلد میں چڑیوں کو اڑانے کیلئے باندھا جاتا ہے ڈھلی۔ کفل۔ حصہ۔ عاشقم۔ یہ عاشق کیا مفعول ہے۔ لا یعنی عدم۔ نوبتگہ۔ نقارخانہ۔

[3] خود۔ یعنی تمہاری یہ دھمکیاں جو مجھ میں سونے پر لے دے رہے ہو ان مصائب کے مقابلہ میں جو میں جھیل چکا ہوں شاہی نقارہ کے مقابلہ میں ڈھلی جیسی ہیں۔ کز خیالاتے۔ مسجد کے سونے میں جو خیالات تم پیش کر رہے ہو۔ اسماعیلیاں۔ یعنی وہ دلشکستہ خدا جو راہ خدا میں حضرت اسماعیلؑ کی طرح جان دینے سے دریغ نہ کریں۔

فارغم از طمطراق[1] و از ریا
میں شان و شوکت اور دکھاوے سے خالی ہوں

قُلْ تَعَالَوْا گفت جانم را بیا
اس نے قُلْ تَعَالَوْا (اے میری جان کہنے کہا ہے کہ آجا

گفت پیغمبر کہ جاد فی السلف
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ اچھا کیا قرض

بِالْعَطِیَّۃِ مَنْ یَتَیَقَّنْ بِالْخَلَفْ
دینے میں جس نے اجر کا یقین کیا

ہر کہ بیند مر عطا را صد عوض
جو دینے میں سو بدلے دیکھتا ہے

زُود در بازد عطا را زیں غرض
اس غرض سے دینے کی بازی جلد کھیلتا ہے

جملہ[2] در بازار زاں گشتند بند
تمام لوگ بازار میں اسی لئے بیٹھے ہیں

تا چو سود افتد مال خود دہند
تاکہ جب نفع ہو اپنا مال دیدیں

زر در انبانہا نشستہ منتظر
(ہر شخص) روپیہ تھیلیوں میں لئے منتظر بیٹھا ہے

تا کہ سود آید ببذل آید مُصِر
خرچ کر دینے پر مُصر ہے تاکہ نفع آئے

چوں بہ بیند کالہ در رنج بیش
جب کسی سامان کو نفع میں بڑھا ہوا دیکھتا ہے

سرد گردد عشقش از کالائے خویش
اپنے سامان سے اس کا عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

گرم زاں ماند ست با آں کو ندید
گرم اس لئے رہا ہے کہ اس نے نہیں دیکھا

کالہائے خویش را رنج و مزید
اپنے سامان کا نفع اور بڑھائے

ہمچنیں[3] علم و ہنرہائے و حرف
یہی حال علم اور ہنروں اور پیشوں کا ہے

چوں ندید افزوں از انہا در شرف
جبکہ اس نے فضیلت میں اُنسے زیادہ کچھ نہ دیکھا

تا بہ از جاں نیست جاں باشد عزیز
جبتک جان سے زیادہ پیارے چیز جان پیاری ہوتی ہے

چوں بہ آمد نام جاں شد چیز لیز
جب وہ بہتر ہوں جان کا نام ناچیز ہو جاتا ہے

لعبت مُردہ بود جاں طفل را
مُردہ گڑیا بچے کی جان ہوتی ہے

تا نگشت او در بزرگی طفل زا
جبتک کہ وہ بڑائی میں بچہ پیدا کرنے والا نہ بنجائے

ایں تصور وں تخیل لعبت ست
یہ تصور اور تخیل گڑیا ہے

تا تو طفلی پس بدانت حاجت ست
جب تک تو بچہ ہے اس کی تجھے ضرورت ہے

چوں ز طفلی رست جاں شد در وصال
جب جان بچپن سے نجات پا گئی واصل ہو گئی

فارغ از حس ست و تصویر و خیال
حس اور تصویر اور خیال سے فارغ ہو گئی

---

[1] طمطراق۔ شان و شوکت
قُلْ تَعَالَوْا۔ آپ کہدیجئے آجاؤ۔ یہ آیت قرآن میں کئی جگہ آئی ہے اور ہر جگہ آجاؤ کا خطاب مختلف لوگوں کے لئے ہے لیکن اس عاشق نے اپنے لئے قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ خطاب میری جان کے لئے ہے کہ تو آجا۔ جاؤ انسان جو کچھ کسی غریب کو دیتا ہے بسا اوقات اس کے دینے میں اس کے پیش نظر صرف اس غریب کی حاجت کو رفع کرنا ہوتا ہے اور بسا اوقات اس کے پیش نظر یہ بھی ہوتا ہے کہ خدا مجھے اس کا عوض اور بدلا آخرت میں عطا فرمائیگا یہ دوسری صورت پہلی صورت سے بہتر ہے حدیث شریف میں ہے جَادَ بِالسَّلَفِ مَنْ یَتَیَقَّنْ بِالْخَلَفِ یعنی قرض دینے میں اس شخص نے جود و کرم کیا جسنے آخرت کے اجر کا یقین کر کے قرض دیا۔ ہر کہ۔ جس شخص کو اجر آخروی پر یقین ہوتا ہے وہ بہت جلد عطاء بخشش کرتا ہے

[2] جملہ۔ دنیاوی کاروبار میں بھی نفع کیخاطر لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ زر۔ تا بچھلی میں اوپر بھرے ہوئے نفع کی خاطر خرچ کرنیکا منتظر رہتا ہے۔ چوں بہ بیند۔ کاروباری آدمی کو جب نفع نظر آتا ہے تو اپنا سرمایہ خرچ کرنے میں اس کو کوئی تامل نہیں رہتا۔ گرم۔ اپنا مال جمع کرنے میں اسوقت تک سرگرم ہے جبتک کہ اس کو نفع کی امید نہیں ہے

[3] ہمچنیں۔ علم و ہنر میں جب انسان کو شرافت نظر آتی ہے تو انسان جان پر کھیل کر اسکو حاصل کرتا ہے۔ زیر۔ تا بچے ہے یعنی بچہ۔ لعبت۔ کھلونا گڑیا۔ تا نگشت۔ یعنی انسان جب اعلیٰ چیز سے بہتر ہوتا ہے تو ادنیٰ چیز بیکار ہو جاتی ہے۔ طفل را۔ بچہ کو بچے والا۔ ایں تصور۔ یہ تصورات کی دنیا جبتک ہی پیاری ہو جبتک وصال حاصل نہیں جو وصال کے بعد یہ چیزیں بے حقیقت ہیں۔

نیست[1] محرم تا بگویم بے نفاق — تن زدم واللہ اعلم بالوفاق

محرم نہیں ہے تاکہ بغیر النفاق کہدوں — میں خاموش ہو گیا اللہ اعلم بالوفاق کہہ کر زبان جاتا ہے

مال و تن برف اندریزانِ فنا — حق خریدارش کہ اللہ اشتری

مال اور جسم برف ہیں جو فنا سے پگھل رہے ہیں — اللہ (تعالیٰ) اُن کا خریدار ہے کیونکہ اللہ نے خریدا ہے

برفہا زاں از ثمن اولیستت — کہ توئی در شک یقینے نیستت

تیرے لئے برف، عوض سے زیادہ بہتر ہے — کیونکہ تو شک میں ہے، تجھے یقین نہیں ہے

ویں[2] عجب ظنے ست در تو اے مہیں — کہ نمی پرّد بہ بستانِ یقیں

اے ذلیل! تجھ میں یہ عجب ظن ہے — جو یقین کے باغ کی طرف پرواز نہیں کرتا ہے

ہر گماں تشنہ یقین ست اے پسر — می زند اندر ترائد بال و پر

اے بیٹا! ہر گمان یقین کا پیاسا ہے — جو بڑھاؤ کی طرف بال و پر پھڑپھڑاتا ہے

چوں رسد در علم پس برپا شود — مر یقیں را علم اُو پویا شود

جب وہ علم (کے درجہ) میں پہنچتا ہے قائم ہو جاتا ہے — اُس کا علم یقین کی طرف دوڑتا ہے

زانکہ ہست اندر طریق جستن — علم کمتر از یقین فوقِ ظن

چونکہ آزمائے ہوئے طریقے میں — علم یقین سے کم اور ظن سے اوپر ہے

علم جویائے یقیں باشد بداں — واں یقیں جویائے دیدست و عیاں

سمجھ لے، علم یقین کا طالب ہوتا ہے — اور یقین دید اور مشاہدے کا طالب ہے

اندر[3] الہٰکم بجو ایں را کنوں — از پسِ کلّا پسِ لو تعلمون

(سورۂ) الہٰکم میں اِس کو تلاش کر لے — کلّا کے پیچھے، لو تعلمون کے پیچھے

می کشد دانش بہ بینش اے علیم — گر یقیں بودے بدیدندے جحیم

اے علم والے! علم مشاہدے کی طرف لے جاتا ہے — اگر انہیں یقین ہوتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کر لیتے

دید زاید از یقیں بے امتہال — آنچناں کز ظن ہمی زاید خیال

مشاہدہ یقین سے بغیر توقف کے پیدا ہوتا ہے — جس طرح ظن سے خیال پیدا ہوتا ہے

---

[1] نیست یہ حقائق محرم ماذہبی کی سمجھ میں آسکتے ہیں جس کا خلاصہ ہے۔ نفاق یعنی وہ لوگ جو میرے اِس بیان کے موافق ہوں۔ مال و تن یہ پھر اُس عاشق مہماں کا مقولہ شروع ہوا ہے۔ اللہ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے اُن کی جانیں خریدی ہیں۔ برفہا یعنی انسان کو اپنی جہاں اور مال اُسی وقت تک پیارا ہے جب تک اُس کو اُن کی بیس قیمت کا یقین نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائیگا۔

[2] وین عجب حقیقی چیز کے بارے میں گمان ترقی کر کے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے لیکن بعض انسان صرف اہریمنی کے بارے میں گمان کے درجہ پر رہتے ہیں اور اُن کو یقین کا درجہ حاصل نہیں ہوتا مثلاً دنیاوی اُمور میں ہر گمان ترقی کر کے یقین تک پہنچ جاتا ہے۔

[3] اندر الہٰکم سورۂ الہٰکم کی تحقیق کے مطابق ابتداءً کسی چیز کا ظن حاصل ہوتا ہے پھر وہ ترقی کر کے علم بنتا ہے پھر علم ترقی کر کے یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے بعض اوقات یہ سورہ بلکہ کسی چیز کے وقوع اور لاوقوع میں سے کسی ایک جانب کو عقلاً ترجیح حاصل ہو جائے تو ظن کہا جاتا ہے علم سے مراد وہ جازم الشقاد ہے جو واقعہ کے مطابق ہو یقین اُس علم ثابت کو کہیں گے جس کے ازالہ کی کوئی راہ باقی نہ

---

[1] جہاں مشاہدے کو کہا جاتا ہے تو ابتدائی درجہ ظن کا ہے پھر علم کا مرتبہ ہے اور اُس کے بعد یقین کا مرتبہ ہے۔ اور یقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے۔ [3] اندر الہٰکم سورۂ تکاثر میں فرمایا گیا ہے كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ۔ تم ضرور جان لوگے پھر تم ضرور جان لوگے ہرگز تم یقینی طور پر جان لوگے تو ضرور دوزخ کو دیکھ لوگے پھر تم عین الیقین سے اُس کو دیکھ لوگے۔ اِس آیت سے ثابت ہوا کہ شک اور ظن کے بعد علم کا درجہ آتا ہے اور علم کے بعد یقین کا مرتبہ ہے اور علم الیقین کے بعد مشاہدے کا درجہ ہے اُنہیں کلا۔ یعنی كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ پس لو تعلمون۔ یعنی كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ

اندر الھکم بیان ایں ببیں
(سورۂ) الہاکم میں اس کا بیان دیکھ لے

از گماں واز یقیں بالاترم
میں گمان، اور یقین سے بالاتر ہوں

چوں دہانم خورد از حلوائے او
جبکہ میرا منہ اس کا حلوا کھا چکا ہے

پانہم گستاخ چوں خانہ رَوم
پس میں پھر گستاخ ہو جاتا ہوں جیسے بے پروائی سے قدم رکھتا ہوں

آنچہ گل را گفت حق خندانش کرد
جو کچھ اللہ نے پھول سے کہا اور اسکو شگفتہ کر دیا

آنچہ زد بر سرو[1] وقدش راست کرد
وہ جو سرو پر نازل کی اور اس کا قد سیدھا کر دیا

آنچہ نے را کرد شیریں جان و دل
وہ جس نے گنے کی جان اور دل کو شیریں کر دیا

آنچہ ابرو را چناں طرار ساخت
جس نے ابرو کو ایسا نوکیلا بنایا

مر زباں را داد صد افسونگری
جس نے زبان کو سو جادو سکھائے

چوں در زرّاد خانہ باز شد
جب اسلحہ خانہ کا دروازہ کھلا

بر دلم[2] زد تیر و سودائیش کرد
اس نے میرے دل پر تیر مارا اسکو مجنون بنایا

عاشق آنم کہ ہر آن آن اوست
میں اس کا عاشق ہوں کہ ہر لمحہ اسکی ملکیت ہے

من نلافم ور بلافم ہیچ آب
میں شکایت نہیں کرتا ہوں اور اگر کرتا ہوں تو پانی کی طرح

کہ شود علم الیقیں عین الیقیں
کہ علم الیقین، عین الیقین ہو جاتا ہے

وز ملامت بر نمیگردد سرم
ملامت سے میرا سر نہیں پھرتا ہے

چشم روشن گشتم و بینائے او
میں روشن چشم اور اسکو دیکھنے والا بن گیا ہوں

پا نہ لرزانم نہ کورانہ رَوم
نہ پاؤں کو لرزاتا ہوں، نہ اندھا دھند چلتا ہوں

با دلِ من گفت صد چندانش کرد
میرے دل سے کہا اور اس کو سو گنا کر دیا

وانچہ از وے نرگس و نسرین بخورد
اور وہ جو اس سے نرگس اور نسرین نے حاصل کی

وانچہ خاکی یافت زو نقش چگل
اور وہ جس سے خاکی نے چگل کا نقش حاصل کر لیا

چہرہ را گلگونہ و گلنار ساخت
چہرے کو سرخ اور گلنار بنایا

وانکہ کماں را داد زرِ جعفری
جس نے کمان کو جعفری سونا عطا کیا

غمزہ ہائے چشم تیر انداز شد
آنکھ کے غمزے تیر انداز ہوئے

عاشق شکر و شکر خایش کرد
شکر اور شکر خوری کا عاشق کر دیا

عقل و جان جاندار یک مر جانِ اوست
عقل اور جان اس کے لئے جاندار ہے

نیست در آتش کشی ام اضطراب
آگ بجھانے میں مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے

---

[1] کہ شود یعنی لترون جحیم ثم لترونہا عین الیقین۔ بالاترم یعنی مشاہدے کا درجہ حاصل ہے۔ وز ملامت۔ اب کسی غلبہ وشک سے اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا جو پہلے تھا۔ جبکہ مجھے مشاہدہ حاصل ہو گیا ہے۔ پانہم۔ جبکہ انسان کو اپنے مکان کے بارے میں علم مشاہدہ حاصل ہوتا ہے تو کسی شک وشبہ کی بنیاد پر اس میں داخل ہونے سے نہیں رُک سکتا۔ آنچہ۔ اللہ تعالیٰ کی جو تجلیات ان چیزوں پر پڑی ہیں وہ مجھ پر پڑ چکی ہیں۔

[2] بر سرو۔ اب مجھ میں سرو کی سیدھائی اور نرگس کا سا مشاہدہ اور نسرین جیسی خوشبو پیدا ہو گئی ہے۔ نے۔ میرا دل گنے کی طرح شیریں ہے۔ چگل۔ ترکستان کا مشہور شہر ہے جس کے باشندوں کا حسن اور تیر اندازی مشہور تھی۔ طرار۔ تیز زبان۔ گلوگٹ۔ زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے زمانے کا سونا خالص تھا۔ زرّاد خانہ۔ اسلحہ خانہ

[3] بر دلم۔ جبکہ اسقدر تجلیات مجھ پر ہیں تو جب میں اس کا عاشق ہوں۔ کہ ہر آن۔ تمام ملکیتیں اللہ کی ہیں اور ہر جان وعقل اس کے ہونٹ کھلنے کی زبان۔ مثلاً یہاں لب معشوق کہا ہے۔ در جانم۔ اگر میں شیشی بجھا دوں تو وہ بھی وہی ہے۔

چوں[1] بدُزدم چوں حفیظِ مخزن اوست
میں کیسے چرا سکتا ہوں جبکہ وہ خزانہ کا محافظ ہے

چون نباشم سخت رُو پشتِ من اُوست
میں تگڑا کیوں نہ بنوں جبکہ وہ میری پشت (پناہ) ہو

ہر کہ از خورشید باشد پشت گرم
جو سورج کی وجہ سے گرم کمر والا ہو

سخت رُو باشد نہ بیم او را نہ شرم
وہ ہیکڑ ہوگا اس کو نہ ڈر ہوگا نہ شرم

ہمچو رُوئے آفتاب بیحذر
سورج کے چہرے کی طرح نڈر

گشت رُویش خصم سوز و پردہ در
اس کا چہرہ دشمن کو جلانے والا اور پردہ دری کرنے والا ہوتا

ہر پیمبر سخت رُو بُد در جہاں
دنیا میں ہر پیغمبر بہادر ہوا ہے

یک سوارہ کوفت بر جیشِ شہاں
اس نے بادشاہوں کے لشکروں کو تنہا شکست دی ہے

رُو نگردانید از ترس و غمے
اس نے کسی غم اور ڈر سے منہ نہیں موڑا ہے

یک تنہ تنہا بزد بر عالمے
تنہا ایک جہان پر ٹوٹ پڑا ہے

سنگ باشد سخت رُو و چشم شوخ
پتھر سخت رُو اور نڈر ہوتا ہے

اُو نترسد از جہانِ پُر کلوخ
وہ ڈھیلوں بھرے جہان سے نہیں ڈرتا ہے

کاں کلوخ از خشت زن یک لخت شُد
ڈھیلا اینٹ بنانے والے سے تجربہ بنا ہے

سنگ از صنعِ خدائی سخت شُد
پتھر خدائی کاریگری سے سخت ہوا ہے

گوسفنداں[2] گر بروں اند از حساب
بکریاں اگرچہ شمار سے باہر ہوں

زانبوہے شاں کے بترسد آنقصاب
قصائی اُن کی کثرت سے کب ڈرتا ہے؟

کلکم[3] رَاعٍ نبی چوں راعی ست
تم سب رہبر ہو، نبی محمد ﷺ کی طرح ہے

خلق مانندِ رَمہ او ساعی ست
مخلوق ریوڑ اور وہ (انکی بھلائی کیلئے) کوشاں ہے

از رَمہ چوپاں نترسد در نبرد
مقابلے میں گڈریا ریوڑ سے نہیں ڈرتا ہے

لیک شاں حافظ بُود از گرم و سرد
ہاں وہ اچھے بُرے سے اُن کا نگہبان ہوتا ہے

گر زند[4] بانگے ز قہر او بر رَمہ
اگر وہ غصے ریوڑ پر چیختا ہے

واں ز مہر ست آنکہ دارد بر رَمہ
وہ اس محبت کی وجہ سے ہے جو اسکی سب پر ہے

ہر زماں گوید بگوشم بختِ نو
نئی خوشی ہر وقت میرے کان میں کہتی ہے

گر ترا غمگیں کنم غمگیں مشو
اگر میں تجھے غمگین کروں، تو غمگین نہ بن

من ترا غمگین و گریاں زاں کنم
میں تجھے غمگین اور رونے والا اسلئے بناتی ہوں

تا کِت از چشمِ بداں پنہاں کنم
تاکہ تجھے بروں کی نگاہ سے پوشیدہ کردوں

---

[1] چوں بدُزدم ۔ جبکہ میں اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل ہے تو اب مجھ میں نہ خوف ہے نہ کسی کا ڈر ہے۔ ہر پیغمبر بنیاد کرنے کا قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ نڈر ہر جگہ میں شاہوں کے لشکروں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ تو منگ۔ انبیاء پتھر کی طرح ہیں اور مخالفین ڈھیلوں کی طرح ہیں۔ گلوخ۔ ڈھیلے کی سختی انسان کی۔ کاریگری ہے اور پتھر کی سختی خدا کی کاریگری ہے۔

[2] گوسفنداں۔ مخالفین۔ بکریاں ہیں اور انبیاء بترا قصاب کے۔ فلکم۔ نبی بترا چرواہے کے ہے جو بکریوں کی حفاظت کرتا ہے صرف سرکشی کے وقت وہ قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے یہی حال ہر زندہ رہبر کا ہے۔ اگر بکریاں سرکشی کریں تو قصائی انسے خوف نہیں کھاتا ہے۔

[3] گر زند۔ اگر نبی قوم پر غضب ہی ہوتا ہے تو اس کا سبب قوم کی محبت ہوتا ہے۔ ہر زماں یہاں سے مولانا نے پھر عاشق کا مقولہ شروع کیا ہے کہ مجھے اللہ بشارت دیتا ہے کہ غم سے غمگین نہ ہو تاکہ میں تیرے مفاد مضمر ہیں۔ تا کت۔ تاکہ تجھے۔

تلخ گردانم ز غمہا خوئے تو
غموں کی وجہ سے میں تجھے بدمزاج بناتی ہوں
تا بگردد چشم بد از روئے تو
تاکہ نظر بد کو تیرے چہرے سے واپس کردوں

[۵۱] نے تو صیادی نہ جویائے منی
کیا تو میرا شکاری اور میرا طالب نہیں ہے؟
بندہ و افگندۂ رائے منی
تو میرا بندہ اور میری رائے کا تابع نہیں ہے؟

حیلہ اندیشی کہ در من در رسی
تو تدبیر سوچتا ہے کہ مجھ تک پہنچے
در فراق و جستنِ من بیکسی
تو میری جدائی اور جستجو میں بیکس ہے

چارہ می جوید پئے من دردِ تو
تیرا درد میرے وصل کی تدبیر تلاش کرتا ہے
می شنودم دوش آہِ سردِ تو
میں کل رات تیری ٹھنڈی آہ سن رہا تھا

من توانم ہم کہ بے ایں انتظار
میں یہ بھی کرسکتا ہوں کہ بغیر اس انتظار کے
رہ دہم بنمایمت راہِ گذار
راستہ دیدوں، تجھے آنے کا راستہ دکھادوں

تا ازیں گرداب دوراں وارہی
تاکہ تو زمانے کے اس بھنور سے نکل جائے
بر سرِ گنجِ وصالم یابہی
میرے وصل کے خزانے پر قدم رکھدے

[۵۲] لیک شیرینیٔ و لذاتِ مقر
لیکن منزل کی مٹھاس اور لذتیں
در دمشکل یاب را بر جاں نہی
مشکل سے حاصل ہونیوالی چیز کا درد دل پر رکھتا ہے

ہر چہ آساں یافتی آساں دہی
تو جو آسانی سے پاتا ہے آسانی سے دیدیتا ہے
کز غریبی رنج و محنتہا بری
جبکہ مسافرت کی تکلیف اور مشقتیں تم اٹھاؤ گے

آنگہ از شہر و ز خویشاں برخوری
اپنوں اور شہر سے تو اس وقت فائدہ اٹھائیگا
بشنو ایں تمثیل و قدرِ خود بداں
یہ مثال سن لے اور اپنا مرتبہ پہچان لے

ذرِ بلا ہا رو مگرداں اے جواں
اے جوان! مصیبتوں سے منہ نہ موڑ

[۵۳] تمثیل گریختنِ مومن و تعجیل و بے صبری او در بلا با اضطرار
مصیبت میں مومن کے بھاگنے اور اس کی عجلت اور بے صبری کی مثال دینا
و بیقراریِ نخود و دیگر حوائج در جوشِ دیگ و بر دیگ بر دویدن
اور دوسری چیزوں کے دیگ کے جوش میں بے قراری کے ساتھ اور دیگ کے اوپر کو بھاگنے
تا بیروں جہد و منع کردن کدبانو او را
کے ساتھ تاکہ وہ باہر کو نکل پڑے اور بی بی کے اسکو روکنے کیلئے

---

[۵۱] نے تو۔ عاشق کہتا ہے کہ خدا مجھ سے فرماتا ہے کہ جب تو میرا عاشق ہے تو تجھے میری مرضی پر راضی رہنا ہے جبکہ تو میرے وصال کی تدبیریں کرتا ہے اور وصال کے لئے تکلیف میں مبتلا ہو کر ٹھنڈی آہیں بھرتا ہے تو من تو ائم میں یہ بھی کرسکتا ہوں کہ تکلیف اٹھائے بغیر تجھے اپنا وصال عطا کردوں۔

[۵۲] لیک۔ تجھے جو تکالیف پہنچ رہی ہیں وہ تیرے نفع کے لئے ہیں۔ سفر میں انسان زیادہ تھکتا ہے تو راحت کی لذت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہر چیز جو مقصد بالا محنت حاصل ہوتا ہے اس کی انسان قدر نہیں کرتا تاوقتیکہ وطن اور عزیزوں کی لذت سفر کی تکلیفوں سے بڑھتی ہے۔ ذرِ بلا۔ لہٰذا وصل کے حاصل کرنے میں جس قدر زیادہ مصائب برداشت کرو گے اسی قدر وصل کی لذت میں اضافہ ہوگا۔

[۵۳] تمثیل۔ اس مثال سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ مصائب اللہ کی عبادات سے ہی تکمیل ہوتی ہے۔ کذا فی نو۔ مگر کی ماکہ۔

در نخود بنگر کہ اندر دیگ چوں
چنے کو دیکھ کر، وہ دیگ میں کیسا

ہر زمانے می برآید وقتِ جوش
جوش کے وقت ہر وقت باہر کو نکلتا ہے

کہ چرا آتش بمن در می زنی
کہ تو کیوں مجھ میں آگ لگاتی ہے؟

می زند کفگیر کُدبانو کہ نے
بی بی کفگیر چلاتی ہے، کہ نہیں

زاں نجوشانم کہ مکروہِ منی
میں تجھے اسلئے جوش نہیں دیتا ہوں کہ تو مجھے ناپسند ہے

تا غذا گردی بیامیزی بجاں
تاکہ تو غذا بنے، جان میں گھل مل جائے

آبِ[۲] می خوردی بہ بستاں سبز و تر
تو سبز و تر رہ کر باغ میں پانی پیتا تھا

رحمتش سابق بدست از قہرِ زاں
اس کی رحمت قہر سے اسی لئے پہلے ہے

رحمتش بر قہرِ زاں سابق شدست
اس کی رحمت اس کے قہر سے اسی لئے پہلے ہے

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست
کیونکہ گوشت و پوست بغیر لذت کے پیدا نہیں

زاں[۳] تقاضہ گر بیاید قہرہا
اگر اس (عشق کے) تقاضے سے مصیبتیں آئیں

باز لطف آید برائے عذرِ او
پھر اس کی عذر خواہی کے لئے مہربانی آتی ہے

با نخود گوید چریدی در بہار
(چنے سے کہتی ہے تو نے (موسم) بہار میں (خوب) چرا ہے

می جہد بالا چو شد زر آتش زبوں[۱]
اوپر کو اچھلتا ہے جب آگ سے عاجز آجاتا ہے

بر سرِ دیگ و برآرد صد خروش
دیگ پر، اور سینکڑوں چیخیں مارتا ہے

چوں خریدی چوں نگونم میکنی
جبکہ تو نے مجھے خریدا ہے کیوں مجھے اوندھا کرتی ہے؟

خوش بجوش و بر مجز زآتش کنے
خوب جوش کھا اور آگ جلانے والے سے نہ بھاگ

بلکہ تا گیری تو ذوق و چاشنی
بلکہ (اسلئے) کہ تجھ میں ذائقہ اور لذت پیدا ہو جائے

بہرِ خواری نیستت ایں امتحاں
یہ آزمائش تجھے ذلیل کرنے کے لئے نہیں ہے

بہرِ ایں آتش بدست آں آبخور
وہ پانی پینا اسی آگ کے لئے تھا

تا زرحمت گردد اہلِ امتحاں
تاکہ رحمت کے ذریعہ وہ آزمائش کے قابل بن جائے

تا کہ سرمایہ وجود آید بدست
تاکہ وجود کا سرمایہ ہاتھ آجائے

چوں نروید چہ گداز دعشق مود ست
جب وہ نہ پیدا ہوا ہو تو دوست کا عشق کس چیز کو گھلائیگا

تا کنی ایثار آں سرمایہ را
تاکہ تو اس سرمایہ کو قربان کر دے

کہ بجردی غسل و برجستی ز جو
کہ تو نے غسل کر لیا ہے اور تو نہر کو کود گیا ہے

رنج، مہمانِ تو شد نیکو ش دار
رنج، تیرا مہمان بنا ہے اس کی دیکھ بھال کر

---

[۱] زبوں۔ یعنی آگ کی گرمی سے عاجز ہو کر اچھلتا ہے۔ مثنوی رومی۔ ہانڈی میں کھد بھد کی آوازیں آتی ہیں۔ کہ چرا گویازبان حال سے مالک سے کہتا ہے کہ تو مجھے خرید کر لائی تھی اب تو مجھے ذلیل کر رہی ہے۔ کفگیر۔ کفگیر آتش کن۔ آگ جلانے والا۔ زآں۔ یعنی میں تیرے بھلے کے لئے تجھے جوش دے رہی ہوں تاکہ تجھے اس لئے جوش دے رہی ہوں کہ تو انسان کی غذا بنکر انسان کی جان بچائے۔

[۲] آب۔ یعنی تجھے اسی مقصد کے لئے لایا گیا تھا۔ رحمتش۔ حدیث قدسی ہے۔ رحمتی سبقت غضبی یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے پہلے ہے تو رحمت غضب سے اسی لئے پہلے ہے کہ اس رحمت کی وجہ سے اس کی پرورش ہو کر وہ امتحان کے قابل بنجائے۔ تاکہ۔ رحمت ہی کے سبب انسان کے وجود کی تکمیل ہوتی ہے۔ تاکہ۔ رحمت کے ذریعہ جو گوشت و پوست بنا ہے اگر وہ نہ ہو تو عشق کس چیز کو گھلائیگا۔

[۳] زآں۔ اگر عشق کی بنیاد پر انسان پر مصیبتیں آتی ہیں اور وہ ان مصائب میں ثابت قدم اور امتحان میں پورا اترتا ہے تو پھر خدا کی مہربانی اس سے عذر خواہی کرتی ہے اور اس کو قرب و وصال کی بشارت دیتی ہے۔ با نخود۔ گھر کی مالکہ چنے سے کہتی ہے تو نے بہار میں چر کر موٹا ہونے کی جو غلطی کی ہے اس کی سزا میں تجھے ابالا جا رہا ہے

تاکہ[51] مہماں باز گردد شکر ساز
تاکہ مہمان شکریہ ادا کرتا ہوا لوٹے

پیش شہ گوید ز ایثارِ تو باز
بادشاہ کے سامنے تیرے ایثار کو کھول کر بیان کرے

تا بجائے نعمتت مُنعِم رسد
تاکہ تیرے پاس نعمت کی بجائے نعمت دینے والا

جملہ نعمتہا بَرد بر تو حسد
(اور) تمام نعمتیں تجھ پر حسد کرنے لگیں

من خلیلم تو پسر پیشِ یَحک
میں خلیل (اللہ) ہوں تو فرزند ہے چھری کے سامنے

سَر بَنِہ اِنّی اَرانی اَذبَحُک
سر رکھ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں

سَر بہ پیشِ قہر نہ دل برقرار
اطمینانِ قلب کے ساتھ تعمیل کے سامنے سر رکھ دے

تا بُرّم حلقت اسمٰعیل وار
تاکہ اسماعیل کی طرح میں تیرا گلا کاٹ دوں

سَر بُبُرّم لیک ایں سَر آں سَر ست
میں سر کاٹ رہی ہوں لیکن یہ سر وہ سر ہے

کز بُریدہ گشتن و کشتن بَریست
جو کٹنے اور مرنے سے بری ہے

لیک[52] مقصودم ازاں تعلیم تُست
لیکن اس سے میرا مقصد تیری تعلیم ہے

اے مسلماں بایدت تسلیم جُست
اے مسلمان! تجھے سر رکھ دینا چاہیے

اے تخودی جوش اندر ابتلا
اے چھ! آزمائش میں جوش کھا

تا نہ ہستی و نہ خود ماند ثرا
تاکہ تجھ میں اپنی ہستی اور خودی (باقی) نہ رہے

اندراں بُستاں اگر خندیدۂ
اگر تو اُس باغ میں مسکرایا ہے

تو گُلِ بُستانِ جان و دیدۂ
(اب) تو جان اور آنکھ کے باغ کا پھول ہے

گر[53] جُدا از باغِ آب و گِل شدی
اگر تو پانی اور مٹی کے باغ سے جدا ہو گیا ہے

لقمۂ گشتی و اندر اَحیا آمدی
تو لقمہ بن گیا ہے اور زندوں کے اندر آگیا ہے

شَوغدا و قوتِ اندیشہہا
خیالات کی غذا اور روزی بن جا

شیر بُودی شیر شَو در بیشہہا
تو دودھ تھا (اب) جنگلوں کا شیر بن جا

از صفاتش رُستہ و اللہ نخست
خدا کی قسم تو پہلے اس کی صفات کے ذریعہ اگا ہے

در صفاتش باز رو جالاک و چست
پھر تیزی اور چستی سے اس کی صفات کی طرف لوٹ جا

زاَبر و خورشید و زگردوں آمدی
ابر اور سورج اور آسمان کے ذریعہ تو آیا ہے

پس شدی اوصاف و گردوں شدی
پھر تو اوصاف میں داخل ہو گیا اور آسمان بن گیا

---

[51] تاکہ۔ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مہمان کا جانا اس وقت ہے جب کہ وہ میزبان کے ساتھ ایثار و قربانی کی جانکنی تو خدا کے دربار میں جا کر تعریف کرے تاکہ جائے۔ رنج پر شکر گزاری سے نعمتوں ہی سے نہیں منعم سے وصال ہوگا اور یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دوسری نعمتیں اس کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ من خلیلم۔ بی بی کہتی ہے کہ جب تو میرا ہے تو میری طرح ہر حالت میں شکر گذاری کر۔ حضرت اسماعیلؑ نے حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت کی تھی۔ آپ قرآن پاک میں حضرت ابراہیمؑ کا مقولہ منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا اے اسماعیل میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں اس پر حضرت اسماعیلؑ نے فرمایا تھا کہ جو آپ کو حکم ہوا ہے اسکی تعمیل کیجئے اور مجھ کو اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ سر بُبُرّم۔ میں تجھے ذبح کر رہی ہوں لیکن یہ بظاہر ہے اللہ حقیقی بقا ہے۔

[52] لیک۔ یہ سر اگرچہ نفس امارہ میں کٹ نہیں رہا ہے بلکہ بظاہری طور پر سر کاٹنے سے رضا و تسلیم کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ اے تخودی۔ اس ابتلا کے نتیجہ میں تیری اپنی ہستی اور وجود ختم ہو جائیگا پھر بقا باللہ حاصل ہوگا۔ آندماں۔ چھ کی پہلی حالت اگرچہ اس کے لئے خوشگوار تھی لیکن ابتلا کے بعد کی حالت اس سے بدرجہا بہتر ہے غذا بنجانے کے بعد وہ انسان

[53] گر جُدا۔ اب چنانچہ کہ کے نباتات سے حیوانات میں داخل ہوگیا کیونکہ وہ جزو حیوان بنگیا ہے۔ لقمہ۔ اب غذا بہ انسانی بنکر انسانی افکار کی غذا بنجا۔ شو غذا۔ چنانچہ انسانی افکار کی غذا بنجاتا ہے۔ انسانی جزو ہو جانے کے بعد وہ اعلیٰ وجود سے اپنے وجود کے اعلیٰ وجود حاصل کرتا ہے۔ از صفاتش۔ انسان کی بقا کی پیدا ہوا تھا غذا بنجانے کے بعد وہ پھر انسانی صفات اختیار کرتا ہے۔ زاَبر۔ نباتات کی پیداوار میں ابر سورج اور آسمان کے اثرات ہیں

آمدی در صورتِ باراں و تاب
تو بارش اور ضرب کی صورت میں آیا

می روی اندر صفاتِ مُستطاب[1]
اب تو پاکیزہ صفات میں داخل ہو رہا ہے

جزوِ شمس و ابر و انجم ہا بُدی
تو سورج، اور ابر اور ستاروں کا جزو تھا

نفس و فعل و قول و فکرتہا شدی
روح اور فعل اور قول اور افکار بن گیا

ہستیِ حیواں شد از مرگِ نباتات
نباتات کی موت سے حیوانات وجود میں آئے

راست آمد اُقتُلُونِی یَا ثِقَات
سچ ثابت ہوا اے معتمد لوگو! "مجھے قتل کردو"

چُوں چنیں بُرد است مارا بعدِ مات
جبکہ ہماری ہار کے بعد اسطرح کی جیت ہے

راست آمد اِنَّ فِی قَتلِی حَیَات
سچ ثابت ہوا بیشک میرے قتل میں زندگی ہے"

فعل و قولِ[2] صِدق شُد قوتِ ملک
سچا قول و فعل فرشتے کی روزی بنا

تا بدیں معراج شُد سُوئے فلک
یہاں تک کہ وہ آسمان کی جانب اس بلندی پر پہنچا

آنچناں کاں طُعمہ شُد قوتِ بشر
اسی طرح کہ وہ لقمہ جو انسان کی غذا بنا

از جمادی بر شُد و شُد جانور
جمادیت سے بلند ہوگیا اور جاندار بن گیا

ایں سخن را ترجمہ بہنا دیے
اس بات کا مفصل بیان

گفتہ آید در مقامِ دیگرے
دوسرے مقام پر کیا جائے گا

کارواں دائم ز گردوں می رسد
قافلہ ہمیشہ آسمان سے آتا ہے

تا تجارت میکند و امی رود
تاکہ تجارت کرے اور واپس جائے

پس بزد شیریں و خوش با اختیار
پس تو اپنے اختیار سے عمدگی اور خوشی سے جا

نے بتلخی و کراہت زُد وار
نہ کہ چوروں کی طرح کڑواہٹ اور ناگواری سے

زاں[3] حدیثِ تلخ میگویم ترا
میں تجھے کڑوی بات اس لئے کہتی ہوں

تا ز تلخیہا فرو شویم ترا
تاکہ تجھ سے کڑواہٹیں دھو دوں

زآبِ سرد انگور را فسردہ زہد
ٹھنڈے پانی سے نچڑا ہوا انگور روش

سردی و افسردگی بیروں نہد
پھر سردی اور ٹھٹھر کر باہر نکال ڈالتا ہے

تو ز تلخی چونکہ دل پُر خوں شوی
تو بھی کڑواہٹ سے پُر غم دل والا بنتا ہے

پس ز تلخیہا ہمہ بیروں شوی
پھر تلخیوں سے پوری طرح جدا ہو جائیگا

---

[1] صفاتِ مستطاب۔ عمدہ صفات یعنی انسانی صفات۔ ہستیِ حیواں۔ حیوان نباتات سے غذا حاصل کرتا ہے لہٰذا نباتات کی موت ان کی ترقی کا سبب بنتی ہے۔ اُقتُلُونِی۔ یہ منصورِ حلاج کا قول ہے انھوں نے فرمایا کہ اے یارو مجھے قتل کردو کہ میرے قتل ہونے میں ہی میری زندگی ہے جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ موت ترقی کا سبب ہے لہٰذا ان کا قول صحیح ثابت ہوا۔ بُرد۔ شطرنج کی وہ بازی جس میں مقابل کے سب مہرے پٹ جائیں صرف شاہ باقی رہ جائے یا نصف مات ہے مات بازی میں شاہ شطرنج کا اس طرح گھر جانا کہ وہ زخم ہو جائے یہ پوری مات ہے۔ مات آمد۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ موت کے بعد اعلیٰ زندگی ہے تو یہ ثابت ہوگیا کہ قتل ہی میں زندگی مُضمر ہے۔

[2] فعل و قول۔ سچا فعل و قول فرشتے کی غذا بنکر بلندی حاصل کرتا ہے۔ آنچناں۔ اسی طرح نباتات انسان کا جزو بنکر بلندی حاصل کرتی ہے۔ ایں سخن یعنی یہ کہ نوعِ آدمی غذا کے بعد اعلیٰ مقام حاصل کرتی ہے۔ کاروان۔ انسانی روحوں کے قافلے عالمِ بالا سے دنیا میں کاروبار کے لئے آتے ہیں اور نفع نقصان کما کر واپس جاتے ہیں تو اصل مقام عالمِ بالا ہے۔ پس جب دنیا سے جانا ہی ہے تو خوشی سے

[3] زاں۔ یہ اس نے سے یہ ہی کہا کہ میں تجھے تلخ باتیں اسلئے کہتی ہوں تاکہ تیری آنکھیں دور ہو جائے۔ تاکہ جب انگور کا درخت افسردہ ہو جاتا ہے تو ٹھنڈا پانی اسکو دیا جاتا ہے اس سے اس میں جوش آجاتا ہے اور اسکی افسردگی اور سردی ختم ہو جاتی ہے۔ تو ز تلخی۔ لہٰذا تیرے غم و تلخ باتیں تیری نادانیاں دور کردینگی۔

هر کہ او اندر بلا صابر نشد — مُقبلِ ایں درگہِ فاخر نشد
جو مصیبت میں صابر نہ بنا — اِس قابلِ فخر درگاہ میں مقبول نہ بنا

فارغ آئی گر بتو ریزند خَل — آں زماں شیریں شوی ہمچوں عسل
اگر تجھ پر سرکہ ڈالیں (اور) تو بے فکر ہے — اُس وقت تو شہد کی طرح میٹھا ہوگا

سگ شکاری نیست اُو را طوق نیست — خام و ناجوشیدہ جُز بے ذوق نیست
جس کتے میں پٹہ نہیں ہے وہ شکاری کتا نہیں ہے — کچا اور جوش نہ دیا ہوا سوائے بے ذائقہ کے کچھ نہیں ہے

تمثیلِ صابر شدنِ مُومن چوں اُو بر سرِ بلا واقف شود
مومن کے صابر ہونے کی مثال جبکہ وہ مصیبت کے راز سے واقف ہو جائے

آں یکے[1] خود گفت ارچنین مستی اَے ستی — خوش بجوشم یار یم دہ راستی
اُس بچے نے کہا اے بی بی! اگر ایسا ہے — مجھے خوب جوش دے میری مدد کر تو سچی کہتی ہے

تو دریں جوشش چو معمارِ منی — کفچلیزم زن کہ بس خوش میزنی
تو جو کہ اِس جوش دینے میں میری تعمیر کرنے والی ہے — میرے تھپکیاں مار، کیونکہ تو اچھا مارتی ہے

ہمچو سیلم بر سرم زن زخم و داغ — تا نہ بینم خوابِ ہندوستان و باغ
میں ہاتھی کی طرح ہوں میرے سر پر زخم اور داغ — تاکہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب نہ دیکھوں

تا[2] کہ خود را در دہم در جوشش من — تا نہ بینم خوابِ ہندوستان و باغ
تاکہ میں اپنے جوش کھانے میں خود کو دیدوں — تاکہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب نہ دیکھوں

زانکہ انساں در غنا طاغی شود — تا نہ بینم خوابِ ہندوستان و باغ
کیونکہ انسان بے فکری میں سرکش بنتا ہے — تاکہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب نہ دیکھوں

پیل چوں در خواب بیند ہندرا — ہمچو پیلِ خواب بیں باغی شود
جب ہاتھی خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے — خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح باغی بنتا ہے

پیلباں را نشنود آرد دغا — پیلباں را نشنود آرد دغا
ہاتھیان کی نہیں سنتا ہے، دغا باز بنتا ہے

عذر گفتنِ کدبانو با نخود و حکمت در جوش داشتنِ کدبانو نخود را
بی بی کا بچے سے عذر کرنا اور بی بی کا بچے کو جوش دینے کی حکمت بیان کرنا

آں ستی گوید دُرا کہ پیش ازیں — من چو تو بودم ز اجزائے زمیں
وہ بی بی اُس سے کہتی ہے کہ اِس سے پہلے — میں تیری طرح زمین کے اجزاء میں سے تھی

چوں بپوشیدم جہازِ آذری — پس پذیرا گشتم و اندر خوری
جب میں نے آتشی لباس پہنا — تب میں مقبول اور لائق بنی

---

[1] ہر کہ: مصائب پر صبر مقبولیت کا سبب ہے۔
فائدہ: انسان میں جب یہ برداشت پیدا ہو جائے کہ تلخ باتوں سے اس میں تلخی پیدا نہ ہو تو وہ شہد کی طرح شیریں بن جاتا ہے۔ جنگ کرنا بچے کی مصیبت جھیل کر شکاری بنتا ہے انسان مصائب کے ذریعہ پختہ ہو کر مرشد اللہ بنتا ہے۔

[2] آں نخود: جب بچے کو یہ احساس ہو گیا کہ مصائب تکمیل کا ذریعہ ہیں تو وہ مصائب برداشت کرنے پر خندہ پیشانی سے راضی ہو گیا۔ تو دریں: تیری تکلیف رسانی میری تکمیل کا سبب ہے تیری ایذا رسانی اب میرے لئے راحت کا سبب ہے۔ ہمچو: ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے دوسرے ملک میں پہنچ کر جب وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو مست ہو کر سرکش ہو جاتا ہے پھر انکس اس کو راہ راست پر لاتا ہے۔

[3] تا: یعنی ان مصائب اور مجاہدات کے ذریعہ سے میں آغوشِ رحمت میں راہیاب ہو جاؤں۔ آں ستی: اس بی بی نے بچے سے کہا کہ میں بھی بنا تھا اجزاء سے بنی ہوں، پھر میں نے تکالیف اور مصائب برداشت کئے تب کچھ بنی ہوں۔

مُدّتے[1] جوشیدہ اُم اندر زمن
ایک مدت تک میں نے زمانے میں جوش کھایا ہے

مُدّتے دیگر درون دیگ تن
پھر ایک مدت تک جسم کی دیگ میں جوش کھایا ہے

زیں دو جوشش قوّت حسّہا شدم
ان دو جوشوں سے میں حسّوں کی طاقت بنی ہوں

روح گشتم پس ترا اُستاد شدم
میں روح بن گئی ہوں پھر میں تیری اُستاد بنی ہوں

در جمادی گفتمے زاں می روی
میں جماد ہونے کی حالت میں کہتی تھی کہ تو اس سے منتقل ہو رہی ہے

تا شوی علم و صفات معنوی
تاکہ تو معنی کا علم، اور صفات بن جائے

چوں شدی تو روح پس بارِ دگر
جب تو روح ہو گئی، پھر دوبارہ

جوشِ دیگر کن ز حیوانی گذر
دوسرا جوش کھا کر حیوانیت سے گذر جا

از[2] خدا می خواہ تا زیں نکتہا
خدا سے دعا کر، تاکہ ان نکتوں سے

درنہ لغزی و رسی در منتہا
لغزش نہ کھا جائے اور انجام تک پہنچے

زانکہ از قرآں بسے گمرہ شدند
اس لئے کہ بہت سے لوگ قرآن سے گمراہ ہوتے ہیں

زاں رسن قومے درون چہ شدند
اسی رسی کے ذریعہ ایک قوم کنویں میں پہنچ گئی

مر رسن را نیست جرمے اے عنود
اے سرکش! رسی کا کوئی قصور نہیں ہے

چوں ترا سودائے سر بالا نبود
جبکہ تجھے ہی سر اُبھارنے کا خیال نہیں ہے

جانب آں عاشق بیخویش رواں
اس شخص نے بے خود عاشق کی جانب چلا

کہ دراں مسجد چہ کرد از امتحاں
کہ اس نے اس مسجد میں آزمائش میں کیا کیا!

باقی قصۂ مہمان آں مسجد مہمان کش و ثبات صدق عزم او
اس مہمان کو مار ڈالنے والی مسجد کے مہمان کا قصہ، اور اس کے ارادہ کی سچائی اور جماؤ (کا قصہ)

آں[3] غریبے شہر سر بالا طلب
اُس شہر کے پردیسی (عالم) بالا کے طالب نے

گفت می خسپم دریں مسجد بشب
کہا میں رات کو اسی مسجد میں سوؤں گا

مسجدا اگر کربلائے من شوی
اے مسجد! اگر تو میری کربلا بنے گی

کعبۂ حاجت روائے من شوی
تو میری حاجت کو پورا کرنے والا کعبہ بنے گی

ہیں مرا بگذار اے بگزیدہ یار
اے منتخب دوست! خبردار مجھے اجازت دے

تا رسن بازی کنم منصور وار
تاکہ منصور (حلاج) کی طرح (اللہ) رسی کی کیسی بازی

گر شدید اندر نصیحت جبرئیل
اگر تم نصیحت کرنے میں جبرئیل ہو

می نخواہد غوث در آتش خلیل
(تو) آگ میں خلیل (اللہ) مدد نہیں چاہتا ہے

---

[1] مدت۔ ایک مدت تک خارجی مصائب اُٹھائے اور بدنی مجاہدے کئے ہیں۔ ان مصائب کے بعد میرے اندر باطنی بیداری ہوئی ہے اور میں صاحب روح بنکر تیری اُستاد بنی ہوں۔ (مرتب) یعنی میں جب جمادیت سے ترقی کر رہی تھی تو کہتی تھی کہ یہ ترقی اس لئے ہے کہ میں انسان کا علم و صفت بنوں۔ معنوی۔ یعنی انسان۔ چوں شدی۔ اب جبکہ روح بنگئی ہوں تو روح حیوانی سے بلند مرتبہ حاصل کرنا چاہیئے۔

[2] از خدا۔ ترقیوں کے اس ذکر سے یہ شبہ ہوا کہ ان کے بعد اللہ سے اتحاد و فنا تک ترقی نہ ہو جائے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ خدا سے دعا کر تاکہ تو صحیح مطلب سمجھ سکے اور گمراہ نہ ہو جائے اللہ کے ساتھ اتحاد و فنا کا عقیدہ گمراہی ہے۔ تر۔ اگر جس طرح قرآن سے بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں علوم سے بھی ہو سکتے ہیں۔ تر۔ حسن اس حدیث قرآن کا قصور نہیں بلکہ ہی کور باطنی کا قصور ہے۔

[3] آں۔ وہ مہمان اس شہر میں مسافر تھا اور عالم غربت کا طالب تھا کہ یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقتدی ہے۔۔۔ حاجت روا چونکہ اس کا اصل مقصد فنا فی اللہ تھا بمقصد حضرت خلاق کو سونپ دی گئی۔ گر شد۔ یہ ہوا ہو کہ حضرت ابراہیم کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا تو حضرت جبرئیل نے

جبرئیلا رو کہ من افرختہ
اے جبرئیل! جا کہ میں جلا ہوا

جبرئیلا گرچہ یاری میکنی
اے جبرئیل! اگرچہ تو مدد کر رہا ہے

اے برادر من بر آذر چا بکم
اے بھائی! میں آگ پر تیز رو ہوں

جانِ حیوانی فزاید از علف
حیوانی جان، جو چارہ سے بڑھتی ہے

گر نگنجے[۵۱] ہیزم او مضطرم بدے
اگر وہ ایندھن نہ بنتی، تو بھڑکتی

بادِ سوزان ست این آتش بداں
جلانے والی ہوا ہے

عینِ آتش در اثیر آمد یقیں
اصل آگ یقیناً کرۂ آتش میں ہے

لاجرم پرتو نپاید زاضطراب
لامحالہ پرتو بے چینی کی وجہ سے ناپائدار ہے

قامتِ[۵۲] تو برقرار آمد بساز
تیرا قد سکون کی وجہ سے برقرار ہے

زانکہ در پرتو نیابد کس ثبات
اسلئے کہ سائے میں کوئی شخص ٹکاؤ نہیں پاتا ہے

ہیں دہاں بربند فتنہ لب کشاد
خبردار! منہ بند کر لے فتنہ لب کشائی کرے

فتنہ زاد و کرد عالم را خراب
فتنہ پیدا ہو گیا ہے اور اس نے دنیا کو تباہ کر دیا ہے

چوں مراتب گرد دلہا تنگ شد
جب حقیقتیں دلوں کے چاروں طرف تنگ ہو گئی ہیں

بہترم چوں[۵۱] عود و عنبر سوختہ
بہتر ہوں، جیسا کہ جلا ہوا عود، اور عنبر

چوں برادر یاسداری میکنی
(اور) بھائی کی طرح میری حفاظت کر رہا ہے

من نہ آں جانم کہ گردد بیش و کم
میں وہ جان نہیں ہوں جو گھٹ بڑھ سکے

آتشے بود او چو ہیزم شد تلف
آگ ہے، وہ ایندھن کی طرح ختم ہو جاتی ہے

تا ابد معمور و ہم عامر بدے
ابد تک آباد اور آباد کرنے والی بھی ہوتی

پرتو آتش بود نے عینِ آں
آگ کا پرتو ہے، نہ کہ بعینہٖ آگ

پرتو و سایہ ویست اندر زمیں
زمین میں اس کا پرتو اور سایہ ہے

سوئے معدن باز میگردد شتاب
جلد معدن کی طرف لوٹ جاتا ہے

سایہ ات کوتہ دمے یک دم دراز
تیرا سایہ کبھی چھوٹا ہے، کبھی دراز ہے

عکسہا واگشت سوئے امہات
عکس، اصلوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں

خشک آر اللہ اعلم بالرشاد
تفاضل برت، خدا راستی کو زیادہ جانتا ہے

شرق و غرب افتاد اندر اضطراب
مشرق اور مغرب بے چینی میں مبتلا ہو گئے ہیں

ہر یکے با دیگرے در جنگ شد
ہر ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی میں لگ گیا ہے

---

۵۱ چوں عود۔ اگر اور عنبر کے جلنے پر خوشبو ہوتی ہے۔ جبرئیلؑ سے اس انسان کو نصیحت کرنے والے مراد ہیں اور خلیل سے مراد خود مہمان ہے۔ اے برادر۔ یہاں نصیحت کرنیوالے سے کہتا ہے کہ میری روح حیوانی روح نہیں ہے جس میں گھٹنا اور بڑھنا ہوتا ہے۔ جان حیوانی۔ حیوانی روح غذا سے بڑھتی ہے اور صرف ایک شعلہ ہے جو ایندھن کی طرح ختم ہو جاتا ہے۔

۵۲ قامت۔ اگر انسانی نباتی آتش شہوت اور غضب کا ایندھن نہ بنے تو وہ خوب پھلے پھولے خود بھی مستور بنے اور دوسروں کو بھی مستور بنائے۔ تا۔ مولانا آتش غضب و شہوت کے فانی ہونے کو جنتی آتش کے فانی ہونے سے سمجھاتے ہیں کہ یہ دنیا کی آگ کرۂ آتش کا پرتو ہے، پرتو اور سایہ ناپائیدار ہوتا ہے۔ تمدن یعنی کرۂ آتش۔

۵۳ قامت تو۔ اس دنیا کی آگ کرۂ آتش کرہ کا پرتو اور ناپائیدار ہونا اسی طرح سمجھو جیسا کہ انسان کا قد اور اس کا سایہ۔ عکسہا۔ پرتو اور سایے اصل کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ مولانا کی مثنوی پر کچھ لوگوں نے اعتراضات کئے یہاں سے مولانا اس کی طرف رفع کرتے ہیں۔ فتنہ۔ اعتراضات کا فتنہ۔ چوں مراتب۔ مثنوی کے معالی مضامین تک لوگوں کی رسائی نہیں ہے اسلئے جنگ و جدل

گفتگو[1] بسیار شد خامش شدم
بیان بہت ہوگیا، میں چپ ہوگیا

مسئلہ تسلیم کردم تن زدم
میں نے بات مان لی، میں خاموش ہوگیا

در تو گوئی موجب فتنہ چہ بود
اگر تو کہے کہ فتنے کا سبب کیا تھا؟

باز گویم گوش کن چوں غم فزود
چونکہ غم بڑھا ہوا ہے میں پھر بتاتا ہوں، آپ سن

ذکر خیال بداند رشیدی قاصر فہماں

کم سمجھ لوگوں کی بہ اندیشی سے خیال کا ذکر

پیش ازاں کایں قصہ تا مخلص رسد
اس سے پہلے ہی کہ یہ قصہ خالص تک پہنچے

دُود و گندے آمد از اہلِ حسد
حاسدوں کی جانب سے دھواں اور بدبو پیدا ہوگی

من[2] نمی رنجم ازیں لیک ایں لگد
میں اس سے رنجیدہ نہیں ہوتا ہوں لیکن یہ دولتی

خاطرِ سادہ دلے رایے کند
کسی سادہ دل کی طبیعت کا پیچھا کرے گی

خوش بیاں کرد آں حکیمِ غزنوی
اس ہنرمند نے بہت اچھی بات کہی ہے

بہرِ محجوباں مثالِ معنوی
شرمگیں کے لئے، ایک باحیا مثال

کز قرآں گر نہ بیند غیر قال
کہ اگر قرآن میں سوائے لفظوں کے کچھ نہ دیکھیں

ایں عجب نبود ز اصحابِ ضلال
گمراہوں سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے

کز شعاعِ آفتابِ پُر ز نور
کیونکہ نور سے بھرے ہوئے سورج کی شعاعوں سے

غیر گرمی می نیابد چشمِ کور
اندھی آنکھ گرمی کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتی

خربطے[3] ناگاہ از خر خانۂ
گدھوں کے طویلے سے ایک احمق نے اچانک

سر بروں آورد چوں طعّانۂ
طعنہ باز کی طرح سر اُبھارا

کایں سخن پست است یعنی مثنوی
یہ بات یعنی مثنوی گھٹیا بات ہے

قصۂ پیغمبر ست و پیروی
پیغمبر اور انکی پیروی کا قصہ ہے

نیست ذکر و بحث اسرارِ بلند
بلند اسرار کی بحث اور ذکر نہیں ہے

کہ دوانند اولیازاں سو سمند
کہ اولیاء اس طرف گھوڑا دوڑائیں

از مقاماتِ تبتّل تا فنا
خلوت سے فنا تک کے مقامات

پایہ پایہ تا ملاقاتِ خدا
درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک

شرحِ وحدِ ہر مقام و منزلے
ہر مقام اور ہر منزل کی شرح اور حد (جو)

کہ بہ پر و بر پرد صاحبدلے
تاکہ پروں کے ذریعہ صاحبدل اس تک پہنچ

---

[1] گفتگو یعنی اعتراضات اور حجابات عدم آگہی و بیخبری کے۔ مجھے بہت افسوس ہے اس لئے فتنہ کا سبب بیان کرنے پر مجبور ہوں ورنہ خاموشی اختیار کرلیتا کہ یہ قصہ یعنی مسجد کے مہمان کا قصہ۔

[2] من نمی رنجم مجھے معترضین پر عقلاً کوئی رنج نہیں ہے لیکن یہ خیال ہے کہ اگر جوابات دونگا تو معترضین کی دلشکنی ساده دل لوگوں کو گمراہ کردیں گی۔ علیہ فوزی عیسیٰ سنائی رحمۃ اللہ علیہ محجوباں۔ وہ لوگ جو نور معرفت سے محروم ہیں ... کز قرآں یعنی گمراہوں کی بحث محض قرآن کے لفظوں تک ہے۔ کز شعاع۔ اس کی مثال چمگادڑ کی سی ہے جو سورج کے نور سے محروم ہے اور نور کی گرمی کا احساس کرتی ہے۔

[3] خربطے۔ بڑی بیوقوف احمق۔ طعّانہ۔ یعنی طعن کرنے والا۔ کہ دوانند۔ اس میں اصحاب معرفت کی توجہ کی کوئی چیز نہیں ہے از مقامات۔ یعنی مثنوی میں ابواب اور فصول تمام کے تصوف کے مراتب کا ذکر ہونا چاہیئے تھا (سالک کیلئے ہر منزل اور مقام کی نشاندہی ہونی چاہیئے) تبتّل۔ لوگوں سے انقطاع۔ خلوت۔

جملہ[1] سرتاسر فسانہ است و فسوں
سب سراسر افسانہ اور گورکھ دھندا ہے

کودکانہ قصہ بیرون و دروں
اندر اور باہر سے بچگانہ قصہ

چوں کتاب اللہ بیامد ہم براں
جب اللہ کی کتاب آئی اُس پر بھی

ایں چنیں طعنہ زدند آں کافراں
اُن کافروں نے اِس طرح کے طعنے دیئے

کہ اساطیرست و افسانہ نژند
کہ پرانی کہانیاں اور افسانہ ہے

نیست تحقیقے و تعمیقے بلند
کوئی تحقیق اور بلند گہرائی نہیں ہے

کودکان خرد فہمش می کنند
اُس کو بچے لے بچے سمجھ لیتے ہیں

نیست جز امرِ[2] پسند و ناپسند
(اُس میں) پسندیدہ اور ناپسندیدہ احکام کے سوا کچھ نہیں ہے

ذکرِ آدمؑ گندم و ابلیس و مار
آدمؑ، گیہوں، شیطان اور سانپ کا ذکر ہے

ذکرِ ہودؑ و باد و ابراہیمؑ و نار
ہودؑ، اور ہوا اور ابراہیمؑ اور آگ کا ذکر ہے

ذکرِ نوحؑ و کشتی و طوفانِ تن
نوحؑ، کشتی اور جسم کے طوفان کا ذکر ہے

ذکرِ کنعان و سر از خط تافتن
کنعان اور حکم سے منہ موڑنے کا ذکر ہے

ذکرِ اسمٰعیلؑ و ذبح و جبرئیلؑ
اسماعیلؑ، ذبح اور جبرئیلؑ کا ذکر ہے

ذکرِ قصدِ کعبہ و اصحابِ فیل
کعبہ کے ارادے اور ہاتھی والوں کا ذکر ہے

ذکرِ یوسفؑ ذکرِ زُلفِ پرخمش
یوسفؑ کا ذکر ہے اُنکی بل کھائی ہوئی زُلف

ذکرِ یعقوبؑ و زلیخا و غمش
یعقوبؑ اور زلیخا اور اُس کے غم کا ذکر ہے

ذکرِ بلقیس و سلیمانؑ و سبا
بلقیس اور سلیمانؑ اور سبا کا ذکر ہے

ذکرِ داؤدؑ و زبور و اُوریا
داؤدؑ، اور زبور اور اوریاؑ کا ذکر ہے

ذکرِ طالوت و شعیبؑ و صوم اُو
طالوت اور شعیبؑ اور اُس کے روزے کا ذکر ہے

ذکرِ یونسؑ ذکرِ لوطؑ و قومِ اُو
یونسؑ کا ذکر ہے، لوطؑ اور اُنکی قوم کا ذکر ہے

ذکرِ حملِ مریمؑ و نخل و مخاض
مریمؑ کے حمل، کھجور اور دردِ زہ کا ذکر ہے

ذکرِ زکریاؑ و یحییٰؑ و ریاض
زکریاؑ، اور یحییٰؑ اور باغوں کا ذکر ہے

ذکرِ صالحؑ، ناقہ و تقسیمِ آب
صالحؑ (اُنکی) اونٹنی اور پانی کی تقسیم کا ذکر ہے

ذکرِ ادریسؑ و مناجات و جواب
ادریسؑ اور اُنکی سرگوشی اور جواب کا ذکر ہے

ذکرِ الیاسؑ و عُزیرؑ و موتِ اُو
الیاسؑ، اور عزیرؑ اور اُنکی موت کا ذکر ہے

ذکرِ قارون و زمیں رفتن فرو
قارون اور زمین میں دھنسنے کا ذکر ہے

[1] جملہ۔ مفسرین نے کہا کہ اس مثنوی میں تو صرف قصے اور کہانیاں ہیں اگر یہ مثنوی ظاہری و باطنی اعتبار سے طفلانہ قصوں سے بھری ہے۔ جس کتاب اللہ مفسرین نے قرآن پر بھی اسی طرح کے اعتراضات کئے تھے کہ وہ محض پہلے قصے ہیں اس میں کوئی بلند پایہ مضمون نہیں ہے۔

[2] امر کہ پسند۔ یعنی حلال و حرام۔ تا گفتن۔ یعنی اُن کی حکم عدولی کا بیان۔ ذکر۔ یعنی قرآن میں اُن چیزوں کا ذکر ہے جو آئندہ تیرہ شعروں میں مذکور ہیں۔

ذکرِ ایوبؑ و صبوری در بلا
ایوبؑ اور مصیبت میں ان کے صبر کرنے کا ذکر ہے

ذکرِ اسرائیلیاں در تیہ لا
پنجہ تیہ میں اسرائیلیوں کا ذکر ہے

ذکرِ موسیٰؑ و شجر طور و عصا
موسیٰؑ اور درخت، طور اور عصا کا ذکر ہے

خلعِ نعلین و خطابات و عطا
جوتے اتارنے اور خطابات اور بخشش کا ذکر

ذکرِ عیسیٰؑ و عروجش بر سما
عیسیٰؑ اور ان کے آسمان پر چڑھنے کا ذکر ہے

ذکرِ ذوالقرنین و خضرؑ و ارمیا
ذوالقرنین، اور خضر اور ارمیا کا ذکر ہے

ذکرِ فضلِ احمدؐ و خلقِ عظیم
احمدؐ کی فضیلت اور انکے بلند اخلاق کا ذکر ہے

کہ قمر از معجزش شد دو نیم
کہ چاند ان کے معجزے سے دو ٹکڑے ہو گیا

ظاہرست[1] و ہر کسے پے می برد
(یہ سب) ظاہر ہے اور ہر شخص جانتا ہے

کوبیاں کہ گم شود در وے خرد
وہ بیان کہاں ہیں جن میں عقلیں گم ہو جائیں؟

گفت اگر آساں نمایدایں بتو
فرمایا، اگر تجھے یہ آسان نظر آتا ہے

اینچنیں یک سورہ گوئے سخت گو
اے بھاری بات کرنے والے ایسی ایک سورت

جنیان و انسیان و اہل کار
جن، اور انسان، اور کام کے لوگ

گو یکے آیت ازیں آساں بیار
کہدے اس آسان کی ایک آیت لے آئیں

تفسیرِ حدیثِ اِنَّ لِلْقُرْاٰنِ ظَهْرًا وَّبَطْنًا وَلِبَطْنِهٖ

اس حدیث کی تفسیر کہ قرآن کا ظاہر اور باطن ہے اور اس کے باطن کا

بَطْنٌ اِلٰی سَبْعَةِ اَبْطُنٍ

باطن ہے، سات باطنوں تک

حرفِ قرآں را بداں کہ ظاہرست
سمجھ لے کہ قرآن کے لفظ (اس کا) ظاہر ہیں

زیرِ ظاہر باطنے بس قاہرست
(اور) ظاہر کے نیچے ایک مضبوط باطن ہے

زیرِ آں باطن یکے بطنِ دگر
اس باطن کے نیچے ایک دوسرا باطن ہے

خیرہ[2] گردد اندرو فکر و نظر
جس میں فکر و نظر حیران ہو جاتی ہے

زیرِ آں باطن یکے بطنِ سوم
اس باطن کے نیچے ایک تیسرا باطن ہے

کہ درو گردد خردہا جملہ گم
کہ اس میں تمام عقلیں گم ہو جاتی ہیں

بطنِ چارم از نبے خود کس ندید
قرآن کا چوتھا باطن کسی نے نہیں دیکھا

جز خدائے بے نظیر و بے ندید
لاشبیہ اور لاشریک خدا کے سوا

---

[1] ظاہرست۔ یہ ساری باتیں سب کو معلوم ہیں قرآن میں وہ مضامین کہاں ہیں جن سے عقلیں دنگ ہو جائیں۔ گفتہ مشرکوں کے جواب میں قرآن نے کہا ہے کہ اگر قرآن تمہیں ایسا ہی آسان نظر آتا ہے تو تمام جن و انس اور دیگر معاونین مل کر ایک آیت قرآن جیسی بنا لاؤ۔

[2] اِنَّ لِلْقُرْاٰنِ۔ قرآن کا ایک لفظی ترجمہ اور معنی ہیں پھر ان معنی میں معنی ہیں اسی طرح تہ در تہ سات معنی تک یہ سلسلہ ہے ان معانی کے کچھ مرتبوں تک فہم و فراست کے تفاوت کے اعتبار سے مجتہدین اور اللہ کی رسائی ہے اور کچھ مراتب سے صرف علم اللہ کا تعلق ہے۔ بعض ہے کہ اسرار و علم کے بیان میں (یہ معنی معتبر ہونگے جو الفاظ قرآن اور ظاہر کے خلاف نہ ہوں۔

[3] خیرہ گردد۔ حضرت عمرؓ کی تو اسی وجہ سے اسرار تک پہنچ جاتے تھے کہ دوسرے صحابہ اُن میں حیران ہو جاتے تھے بعض علوم معانی کی اس تہ میں سب کی عقلیں گم ہو جاتی ہیں بعض چوتھے معانی کی چوتھی منزل تک عقل و انسانی کی رسائی نہیں ہے۔

همچنیں تا هفت بطن اے ذوالکرم — می شمر تو زیں حدیث[1] مُعتصم
اے بیٹا! اسی طرح سات باطن تک — تو اس محفوظ حدیث سے گن لے

تو ز قرآں اے پسر ظاہر مبیں — دیو آدم را نہ بیند جز کہ طیں
اے بیٹا! تو قرآن کے (صرف) ظاہر کو نہ دیکھ — شیطان نے آدم کو سوائے مٹی کے کچھ نہ دیکھا

ظاہرِ قرآں چو شخصِ آدمی ست — کز نقوشش ظاہر و جانش خفی ست
قرآن کا ظاہر آدمی کے وجود کی طرح ہے — کہ اُسکے نقش ظاہر ہیں اور اُس کی روح پوشیدہ ہے

مر ورا صد سال عمر و خال او — تا یک سر موئے نہ بیند حال او
سو سال تک انسان کے چہرا، اور نامیں — اُس کی حالت کا بال برابر نہیں دیکھ سکتے ہیں

[2]بیان آنکہ رفتنِ انبیاء و اولیاء علیہم السلام بکوہہا و غارہا
اس کا بیان کہ انبیاء اور اولیاء علیہم السلام کا پہاڑوں اور غاروں میں جانا اپنے

جہتِ پنہاں کردنِ خویش نیست و جہتِ خوف و تشویشِ خلق نہ بلکہ
آپ کو پوشیدہ کرنے کیلئے ہے اور نہ مخلوق کے پریشان کرنے، اور ڈر کی وجہ سے ہے بلکہ

جہتِ ارشادِ خلق ست و راہ نمودن و تحریضِ انقطاع از دنیا بقدرِ ممکن
بقدرِ امکان منقطع رہنے کے بارے میں لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی اور برانگیختہ کرنے کیلئے ہے

آنکہ گویند اولیا در کہ بُوند — تا ز چشمِ مردماں پنہاں شوند
لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اولیا پہاڑوں میں ہوتے ہیں — تاکہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں

پیشِ خلقِ ایشاں فراز صد کہ اند — گامِ خود بر چرخِ ہفتم می نہند
مخلوق کے سامنے (رہتے ہوئے بھی) وہ سو پہاڑوں کی — اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں

پس چرا پنہاں شود کہ جو بُود — کو ز صد دریا و کہ آں سو بُود
تو کیوں پیچھے، پہاڑوں کو کیوں تلاش کرے — وہ جو سو دریاؤں اور پہاڑوں سے اُدھر ہو

حاجتش نبُود بسوئے کہ گریخت — کز پیش کُرہ فلک صد نعل ریخت
اسکو پہاڑوں کی جانب بھاگنے کی کوئی ضرورت — جسکے پیچھے (بھاگنے میں) آسمان کے سینکڑوں نعل ٹوٹ گئے

چرخ گردید و ندید او گردِ جاں — تعزیت جامہ بپوشید آں زماں[3]
آسمان گھوما اور اُس نے روح کی گرد (کو بھی) نہ دیکھا — اُس وقت اُس نے ماتمی لباس پہن لیا

---

[1] حدیث منتظم۔ یہی حدیث جو عنوان میں مذکور ہے اور جو غلطی سے محفوظ ہے۔ تو زدیں قرآن محض الفاظ کو نہ سمجھ بلکہ قرآن اُن تہ بہ تہ معانی اور الفاظ کا مجموعہ ہے۔ تو جو محض ظاہر پر نظر کرنا شیطانی کام ہے۔ ظاہرِ قرآن۔ قرآن کے الفاظ اور اُن میں پوشیدہ معانی کی مثال انسان کی صورت اور اُس کے باطنی اور روحانی اوصاف کی سی سمجھو۔ مر ورا۔ ایک انسان خواہ وہ تمہارا کتنا ہی قریبی عزیز ہو تم اُس کے باطنی اوصاف سے غافل رہتے ہو۔

[2] بیان۔ مولانا نے یہ سمجھایا کہ باوجود قرب کے انسان کے باطنی احوال عوام سے مخفی رہتے ہیں تو اب اس خیال کی تغلیط کرتے ہیں کہ اولیاء اپنے آپ کو چھپانے کے لئے جنگلوں اور پہاڑوں میں چلے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی خلوت نشینی اپنے آپ کو چھپانے کے لئے نہیں ہے اُن کے اوصاف تو بہرحال عوام پر چھپے رہتے ہیں بلکہ لوگوں کو ترکِ دنیا کی تعلیم دینے کے لئے ہے۔

[3] کوہ۔ پہاڑ۔ فراز صد۔ یعنی اولیاء عوام میں رہتے ہوئے بھی اُن سے سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں اُن کے اوصاف تک عوام کی پہنچ کہاں ہے بس۔ جبکہ اُن میں

اور عوام میں سینکڑوں پہاڑوں اور دریاؤں کی دُوری ہے تو اُن کو چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ کون پیش۔ اُن کے بلند مقام تک تو آسمان کی تک و دو بھی نہیں ہے۔ تعزیت۔ شاعرانہ تخیل ہے کہ آسمان نے کالا نیلا لباس اسی غم میں پہنا ہے کہ وہ اولیاء کے مراتب تک نہ پہنچ سکا۔

گر[1] نظاہر آں پری پنہاں بُود — آدمی پنہاں تر از پریاں بُود
اگرچہ بظاہر، پری پوشیدہ ہوتی ہے — آدمی پریوں سے زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے
نزدِ عاقل زاں پری کہ مُضمرست — آدمی صد بار خود پنہاں تر ست
عقلمند کے نزدیک اُس پری سے جو پوشیدہ ہے — آدمی سو گنا زیادہ پوشیدہ ہے
آدمی نزدیک عاقل چوں خفی ست — چوں بُود آدم کہ در غیب اُو صفی ست
جبکہ عقلمند کے نزدیک آدمی پوشیدہ ہے — تو آن آدم کا کیا حال ہوگا جو عالم غیب کے برگزیدہ میں ہے

تشبیہ[2] صورتِ اولیاء و صورتِ کلامِ اولیاء بصورتِ عصائے موسیٰؑ و صورتِ فسونِ عیسیٰؑ

اولیاء کی صورت اور اولیاء کے کلام کی صورت کی تشبیہ حضرت موسیٰؑ کے عصا اور حضرت عیسیٰؑ کے دم کرنے کی مشک سے

آدمی ہمچو عصائے موسیٰ ست — آدمی ہمچوں فسونِ عیسیٰ ست
آدمی (حضرت) موسیٰؑ کے عصا کی طرح ہے — آدمی (حضرت) عیسیٰؑ کے دم کرنے کی طرح ہے
در کفِ حق بہرِ داد و بہرِ زین — قلبِ مومن ہست بینَ الاصبعین
عطا اور زینت کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں — مومن کا دل دو انگلیوں کے درمیان ہے
ظاہرش چوبے و لیکن پیشِ او — گون یک لقمہ چو بکشاید گلو[3]
اُس کا ظاہر لکڑی ہے، لیکن اُس کے سامنے — جب وہ منہ کھولے، قائم ایک لقمہ ہے
تو مبیں زو افسونِ عیسےٰ حرف و صوت — آں ببیں کز وے گریزاں گشت موت
(حضرت) عیسیٰؑ کے دم کرنے میں تو حرف اور آواز کو نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ اُس سے موت بھاگ گئی ہے
تو مبیں زو افسونش آں لہجات پست — آں نگر کہ مُردہ بر جست و نشست
اُن کے دم کرنے میں تو ویسے لہجے کو نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ مُردہ کودا اور بیٹھ گیا
تو مبیں مر آں عصا را سہل یافت — آں ببیں کہ بحرِ اخضر را شگافت
تو اُس عصا کو آسانی سے حاصل ہو جانے والا نہ دیکھ — یہ دیکھ کہ اُس نے بحرِ اخضر کو چیر دیا
تو ز دوری دیدۂ چشمِ سیاہ — یک قدم پیش آ نہ بنگر ریشِ شاہ
تو نے دور سے سیاہ چشمہ دیکھ لیا ہے — ایک قدم آگے رکھ، لشکر کو دیکھ
تو ز دوری می نہ بینی جز کہ گرد — اندکے پیش آ ببیں در گردِ مرد
تو دوری سے سوائے گرد کے کچھ نہیں دیکھتا — تھوڑا سا آگے آ، گرد میں مرد کو دیکھ

[1] گر نظاہر ہر پری تو ظاہر میں بھی انسانوں کی نظر سے پوشیدہ ہے تو انکے اوصاف کا پوشیدہ رہنا اس قدر تعجب خیز نہیں ہے جسقدر انسانوں کے اوصاف کا پوشیدہ رہنا کہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ بھی نہیں ہیں۔ آدمی جسے عام آدمیوں کے اوصاف تک پہنچنا دشوار ہے تو حضرت آدمؑ کے اوصاف تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے

[2] تشبیہ۔ اولیاء اور اولیاء کے کلام کو حضرت موسیٰؑ کا عصا اور حضرت عیسیٰؑ کا پھونک مارنا سمجھ جو بظاہر معمولی چیزیں تھیں لیکن انکے باطنی کمال و اوصاف حیرت انگیز تھے۔

در کفِ حق۔ حدیث شریف ہے اِنَّ قُلُوبَ بَنِیْ اٰدَمَ کُلَّھَا بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ کَقَلْبٍ وَّاحِدٍ یُصَرِّفُہٗ کَیْفَ یَشَاءُ یقیناً تمام بنی آدم کے قلوب ایک قلب کیطرح اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اور جس طرح چاہتا ہے پلٹتا ہے یعنی جس طرح عصا موسیٰؑ اور دم عیسیٰؑ میں حضرت حق تعالیٰ کے خاص تصرفات ہیں اسیطرح مومن کے دل پر بھی حضرت حق تعالیٰ کے خصوصی تصرفات ہیں۔

[3] گون یک لقمہ۔ حضرت عیسیٰؑ کے پھونکنے سے مُردہ زندہ ہو جاتا تھا۔ سہل یافت۔ یعنی یہ دیکھ کر عصا لکڑی ہے آسانی سے حاصل ہو جائیگی شگافت۔ حضرت موسیٰؑ کے عصا کی ضرب سے نیل دو ٹکڑوں میں بٹ گیا

دیدہ[1] ہا را گرد او روشن کند
اُس کی گرد آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے

کوہہا را مردیِ او بر کند
اُس کی بہادری پہاڑوں کو اکھاڑ دیتی ہے

چوں بر آمد موسیٰ از اقصائے دشت
جب (حضرت) موسیٰ جنگل کے آخر سے برآمد ہوئے

کوہ طور از مقدمش رقاص گشت
اُنکی تشریف آوری سے کوہ طور رقص کرنے لگا

تفسیر قولہ تعالیٰ یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَہٗ وَالطَّیْرَ

اللہ تعالیٰ کے قول "اے پہاڑو اور پرندو اس کے ساتھ ہم آواز ہو" کی تفسیر

روئے داؤد از فرش تاباں شدہ
(حضرت) داؤدؑ کا چہرہ اُس (اللہ) کی شان سے روشن ہوا

کوہہا اندر پیش نالاں شدہ
پہاڑ اُن کے پیچھے روئے

کوہ با داؤد گشتہ ہمرہے
پہاڑ (حضرت) داؤدؑ کے ساتھی بنے

ہر دو مُطرب مست در عشق شہے
دونوں گانے والے شاہ کے عشق میں مست تھے

یٰجِبَالُ اَوِّبِیْ اَمر آمدہ
اے پہاڑو! جو اِبی بنو، کا حکم آیا

ہر دو[2] ہم آواز و ہم پردہ شدہ
دونوں ہم آواز اور ہم ساز ہو گئے

گفت داؤدا تو بحرت دیدہ
(اللہ نے) فرمایا اے داؤدؑ! تو نے بحر دیکھا ہے

بہرِ من از ہمدماں بریدہ
میرے لئے تو ساتھیوں سے کٹا ہوا ہے

اے غریب فرد بے مونس شدہ
اے اکیلے مسافر! تو بے یار بنا ہے

آتشِ شوق از دلت شعلہ زدہ
تیرے دل سے شوق کی آگ بھڑکی ہے

مُطربا[3] خواہی و قوال و ندیم
تو گویّے، اور قوال، اور ہم مجلس چاہتا ہے

کوہہا را پیشت آرد آں قدیم
وہ قدیم (اللہ) تیرے سامنے پہاڑوں کو لاتا ہے

تا کہ قوالی و سرنائی کنند
تاکہ وہ (تیرے لئے) قوالی اور شہنائی بجائیں

جملہ پیشت بادپیمائی کنند
سب تیرے سامنے نفیر سرائی کریں

تا بدانی نالہ چوں کہ را رواست
تاکہ تو سمجھ لے کہ کب پہاڑ کا نالہ ہو سکتا ہے

بے لب و دنداں ولی را نالہاست
تو دل کے نالے بغیر ہونٹ اور دانتوں کے ہیں

نغمۂ اجزائے آں صافی جسد
اُس صاف جسم کے اجزاء کا نغمہ

ہر شبے در گوشِ حسش میرسد
ہر رات کو اُس کے حس کے کان میں پہنچتا ہے

ہمنشیناں نشنوند او بشنود
ہمنشین نہیں سنتے، وہ سنتا ہے

اے خنک جاں کو نصیبش بگرود
وہ جان قابل مبارکباد ہے جو اُسکی نادیدہ باتوں کی گرویدہ ہو

---

[1] دیدہا۔ اُن کے باطنی اوصاف ایسے ہیں کہ اُن کی گرد بھی آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے اور اُنکی ہمت مولانا پہاڑوں کو ہلا دیتی ہے۔ جب حضرت موسیٰؑ کے قدم ہمت لزوم سے کوہ طور رقص کرنے لگا تھا۔ یٰجبال۔ حضرت داؤدؑ کے بارے میں پہاڑوں اور پرندوں کو حکم ہوا تھا کہ وہ اُن کے ہم نغمہ بنیں۔

[2] ہر دو۔ حضرت داؤدؑ اور پہاڑ اللہ کے عشق میں ہم نغمہ بن گئے تھے۔ پردہ۔ راگ۔ گفت۔ حضرت حق تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ سے فرمایا تھا تو میرے فراق میں جلتا ہے اور دوستوں سے جدا ہے۔

[3] مطربا۔ فراق کا غم فرو کرنے کے لئے مغنی اور قوال کی ضرورت ہے لہٰذا میں پہاڑوں میں یہ کیفیت پیدا کئے دیتا ہوں۔ سرنائی۔ سورنائی یعنی خوشی کی نے۔ شہنائی۔ بادپیمائی چونکہ مغنی میں پھونک سے آواز پیدا ہوتی ہے لہٰذا اُس کے بجانے کو بادپیمائی کہا جاتا ہے تا کہ پہاڑوں کو نالے میں مبتلا کرنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ تم یہ سمجھ لو کہ بے لب و دنداں جس نالہ ہوتا ہے جو ادا کرتے ہیں۔ نغمہ۔ اولیاء کے دل کے نالوں کو اُنکے کان سنتے ہیں تم نہیں سن سکتے لیکن اُن کی اس کیفیت پر یقین کرنا

بنگرد در نفسِ خود صد گفتگو
وہ اپنے نفس میں سیکڑوں گفتگو میں دیکھتا ہے

ہمنشین او نبرده هیچ بو
(اور) اس کے ہمنشین کو کچھ پتہ نہیں ہے

صد سوال و صد جواب اندر دلت
تیرے دل میں سیکڑوں سوال اور سیکڑوں جواب

میرسد از لامکان تا منزلت
لامکان سے تیرے مقام تک پہنچتے ہیں

بشنوی تو نشنود زاں گوشها
تو سنتا ہے، وہ ان کانوں سے نہیں سنتا

گر بنزدیک تو آرد گوش را
اگرچہ وہ کانوں کو تیرے قریب لے آئے

گیرم اے کر خود تو آں را نشنوی
اے بہرے میں مانتا ہوں تو اسکو نہیں سنتا ہے

چوں مثالش دیدهٔ چوں نکروی
جب تو نے اسکی ایک مثال دیکھ لی تو ایک کو دیکھ کر دوسرے کو کیوں نہیں دیکھتا

جواب طعنه زننده بر مثنوی از قصورِ فهمِ خود

اپنی سمجھ کی کوتاہی کی وجہ سے مثنوی پر اعتراض کرنے والوں کا جواب

اے سگ طاعن تو عوعو میکنی
اے طعنہ دینے والے کتے! تو بھوں بھوں کرتا ہے

طعنِ قرآں را بروں شو می کنی
قرآن پر طعنہ کے لئے راستہ بنا تا ہے

این نه آں شیرست کز وے جان بری
یہ وہ شیر نہیں ہے جس سے تو جان بچا سکے

یا ز پنجه قهرِ او ایمان بری
یا اس کے غضب کے پنجے سے ایمان کو بچا سکے

تا قیامت میزند قرآں ندا
قیامت تک کے لئے قرآن آواز دے رہا ہے

اے گروہِ جہل را گشته فدا
اے نادانی پر فدا، گروہ!

مر مرا افسانه می پنداشتید
تم نے مجھے ایک افسانہ سمجھا

تخمِ طعن و کافری می کاشتید
طعنے اور کفر کا بیج بو رہا ہے

خود بدید ید آنکه طعنه می زدید
تم جو طعنہ زنی کرتے تھے تم نے خود دیکھ لیا

کہ شما فانی و افسانه بدید
کہ تم خود فنا ہونے والے اور افسانہ بن گئے

من کلامِ حقم و قائم بذات
میں اللہ کا کلام اور (اللہ کی) ذات سے قائم ہوں

قوتِ جانِ جان و یاقوتِ زکات
روح کی روح کی غذا اور پاک یاقوت ہوں

نورِ خورشیدم فتاده بر شما
میں سورج کا نور ہوں جو تم پر پڑ رہا ہے

لیک از خورشید ناگشته جدا
لیکن سورج سے جدا نہیں ہوا ہے

نک منم یَنبوعِ آں آبِ حیات
یہ میں، اس آبِ حیات کا چشمہ ہوں

تا رہانم عاشقاں را زیں ممات
تاکہ عاشقوں کو اس موت سے نجات دلا دوں

۱؎ بنگرد۔ اولیاء کے رجال مکالمات جاری رہتے ہیں۔ پاس بیٹھنے والے ان سے بے خبر رہتے ہیں۔ لامکاں عالم غیب۔ زاں گوشہا۔ روحانی مکالمہ ستی کانوں سے نہیں سنا جا سکتا۔ گیرم۔ عوام بہرے ہیں جو ان کو نہیں سنتے ہیں لیکن جبکہ وہ مختلف کرامات دیکھ چکے ہیں تو ان کو ان کا معتقد ہو جانا چاہیئے۔

۲؎ عو عو کتے کے بھونکنے کی آواز۔ طعن قرآن۔ یعنی مثنوی جو کہ زبان پہلوی قرآن ہے اسپر اعتراض دراصل قرآن پر اعتراض ہے لیکن براہ راست قرآن پر اعتراض کرنے کی ہمت نہیں اسلئے بچاؤ کی یہ صورت اختیار کی گئی ہے کہ مثنوی پر اعتراضات کئے جائیں۔ برہان شرح تلخیص، گریز گاہ۔ ایں۔ لیکن قرآن پر اعتراض کرنا اتنا آسان بات نہیں ہے یہ سریع الکفر ہے۔ تا قیامت۔ قیامت تک یعنی قرآن کا اعلان ہے کہ قرآن کو افسانہ اور اساطیر کہنے والے خود تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ان کا وجود خود افسانہ بنکر رہ جائے گا۔

۳؎ من۔ کلام اللہ کی ذاتی صفت ہے جو ذات باری کے ساتھ قائم ہے۔ نور خورشید۔ ذات خداوندی بمنزلہ سورج کے اور صفات بمنزلہ نور کے ہیں جو سورج کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ ینبوع چشمہ یعنی قرآن آب حیات کا ایسا سرچشمہ ہے کہ جو اس سے سیراب ہو جائیگا

گر چُناں[1] گند آزِ تاں نیگختے — جُرعۂ بُر گورتاں حق ریختے

اگر تمہاری حرص ایسی گندگی نہ اچھالتی — اللہ (تعالیٰ) تمہاری قبر پر ایک گھونٹ بہا دیتا

نے بگیرم گفت و بندِ آں حکیم — دل نگردانم بہر طعنِ سقیم

نہیں میں اس دانا کا قول اور نصیحت اختیار کرتا — ہر کمزور طعنے کی وجہ سے دل نہیں پھیرتا ہوں

مثل زدن در رمیدن کرّۂ اسپ از خوردنِ آب بسبب شخولیدن سائیساں

سائیسوں کے سیٹی بجانے سے گھوڑے کے بچھیرے کے پانی سے بھڑکنے کی مثال دینا

آنکہ فرمود ست اُو اندر خطاب — کرّہ[2] و مادر ہمی خوردند آب

جو گفتگو میں انھوں نے فرمایا — بچھیرا اور ماں پانی پی رہے تھے

می شخولیدند ہر دم آں نفر — بہرِ اسپاں کہ بلازیں آب خور

وہ جماعت ہر وقت سیٹی بجا رہی تھی — گھوڑوں کے لئے، کہ پانی کی طرف متوجہ رہو

آں شخولیدن بکرّہ می رسید — سرہمی برداشت وز خود می رمید

(وہ) سیٹی بجانا بچھیرے کو پہنچتا تھا — (وہ) سر اٹھا لیتا تھا اور خود بخود بھاگتا تھا

مادرش پرسید کاے کرّہ چرا — می رمی ہر ساعتے زیں ماستقا

اس کی ماں نے دریافت کیا اے بچھیرے! کیوں — تو پانی پینے سے ہر وقت بھاگتا ہے؟

گفت کرّہ می شخولند ایں گروہ — زاتفاقِ بانگِ شاں دارم شکوہ

بچھیرے نے کہا، یہ لوگ سیٹی بجاتے ہیں — مجھے ان کی آواز کے اکٹھا ہونے سے ڈر لگتا ہے

پس دلم می لرزد از جامی رود — زاتفاقِ نعرہ خوفم می رسد

تو میرا دل لرزتا ہے، بے قابو ہوا جاتا ہے — اُن کے نعروں کے ملنے سے مجھے ڈر لگتا ہے

گفت مادر تا جہاں بودست ایں[3] — کارِ افزایاں بُدند اندر زمیں

ماں نے کہا، جب سے یہ دنیا (بنی) ہے — فضول کام کرنے والے زمین میں رہتے ہیں

ہیں تو کارِ خویش کن اے ارجمند — زود کایشاں ریش خود برمی کنند

اے اقبال مند! خبردار تو اپنا کام کر — عنقریب وہ خود اپنی داڑھی نوچیں گے

وقت تنگ و میرود آب فراخ — پیش ازاں کز ہجر گردی شاخ شاخ

وقت تنگ ہے اور پانی تیزی سے جا رہا ہے — اس سے پہلے کہ فراق میں تیرا جوڑ جوڑ (جدا) ہو جائے

---

[1] گر چناں۔ اگر منکرین قرآن پر اعتراض نہ کرتے تو آپکی قبروں پر بھی رحمت کا نزول ہوتا۔ کہتے۔ اسی لئے مولانا فرماتے ہیں کہ منکرین کے اعتراضات سے میں مثنوی لکھنا بند نہ کروں گا اور اپنے مقصد کی طرف توجہ نہ دوں گا۔ مثلاً۔ بچھیرے کو اسکی ماں نے سمجھایا تھا کہ سیٹیوں سے نہ ڈر کر پانی پینے میں مشغول رہ اسی طرح میں اعتراضات سے قطع نظر کر کے اپنے کام میں لگا رہوں گا۔ آگے یعنی حکیم ثنائی غزنوی۔

[2] کرّہ۔ بچھیرا جس پر سواری نہ کی جاتی ہو۔ شخولیدن سیٹی بجانا۔ بہر اسپاں سائیس گھوڑوں کو پانی پلاتے وقت سیٹی بجاتے ہیں تاکہ وہ پانی پینے میں مشغول رہیں۔ آں یعنی سیٹی بجانے سے بچھیرا چونک کر پانی سے بھاگتا تھا۔ استقاء سیرابی حاصل کرنا۔

[3] کارافزا۔ کام کو پھیلا دینے میں ڈالنے والے، بیکار کام کرنے والے۔ ریش کندن۔ اپنا نقصان کرنا، شرمندہ ہونا آپ فراخ۔ یعنی زندگی کی لہر۔ ہجر یعنی موت کی وجہ سے تیرا جوڑ جوڑ جدا ہو جائے۔

شہرہ کاریزے[1] ست پُر آبِ حیات
آبِ حیات سے بھری مشہور نہر ہے

آبِ خضرؑ از جوئے نطقِ اولیا
اولیاء کی گفتگو کی نہر سے، خضر والا پانی

گر نہ بینی آب کور انہ بفن
اگر تو (اندھے پن سے) پانی کو نہیں دیکھتا تو نہر کیساتھ

چوں شنیدی کاندریں جو آب ہست
جب تو نے سن لیا، کہ اس نہر میں پانی ہے

جو فرو بر مشک آب اندیش را
پانی میں مشک کر نیوالی مشک کو نہر میں ڈبو دے

چوں گراں دیدی شوی مستدل[2]
جب تو بھاری دیکھے گا تو صاحب دلیل بنجائیگا

گر نہ بیند کور آب جو عیاں
اگرچہ اندھا نہر کے پانی کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے

کہ ز جو اندر سبو آبے برفت
کیونکہ نہر سے، ٹھلیا میں پانی پہنچ گیا

زانکہ ہر بادے مرادر می ربود
کیونکہ ہر ہوا بجے پھسلا دیتی تھی

مر سفیہاں را رباید ہر ہوا
بیوقوفوں کو ہر ہوا پھسلا دیتی ہے

کشتیِ[3] بے لنگر آمد مر دشر
شریر آدمی بے لنگر کی کشتی ہے

لنگرِ عقل ست عاقل را اماں
عقلمند کے لئے عقل کا لنگر (باعث) امن ہے

او مدد ہائے خرد چوں در ربود
جب وہ عقل کی مدد میں حاصل کر لیتا ہے

آب کش تا بر دہد از تو نبات
پانی ڈال (تاکہ) تیرے پودے پھل دیں

می خوریم اے تشنۂ غافل بیا
ہم پیتے ہیں، اے غافل پیاسے! آجا

سوئے جو آور سبو در جوئے زن
ٹھلیا نہر کی جانب لا (اور) نہر میں ڈبو دے

کور را تقلید باید کار بست
اندے کو تقلید کو کام میں لانا چاہیئے

تا گراں بینی تو مشک خویش را
تاکہ تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے

رست از تقلید خشک آنگاہ دل
اس وقت دل خشک تقلید سے نجات پا جائیگا

لیک در اندر چوں سبو بیند گراں
لیکن جب ٹھلیا کو بھاری دیکھتا ہے

کایں سبک بود و گراں شد ز آب رفت
اس نے کہ یہ ہلکی تھی، بھاری پانی سے بھری ہوئی

بادمی نر باید م تقلم فرود
(اب) ہوا مجھے نہیں پھسلا سکتی ہے میرا بوجھ بڑھ گیا

زانکہ نبود شاں گرانی وقوی
کیونکہ ان میں بھاری پن اور قوتیں نہیں ہوتی ہیں

کہ ز بادِ کژ نیابد او حذر
کہ مخالف ہوا سے اس کا بچاؤ نہیں ہوتا ہے

لنگرے در یوزہ کن از عاقلاں
عقلمندوں سے لنگر مانگ لے

از خزینہ دُرِّ آں دریائے جود
اس سخاوت کے دریا کے موتیوں کے خزانے سے

---

[1] کاریز۔ جو زمین خاص پانی کی نالی کو کہتے ہیں جو اس طرح بنائی جاتی تھی کہ زمین میں سے پانی اس کے ذریعہ سے سطح زمین پر بہنے لگتا تھا اور باغوں اور کھیتوں کو سیراب کرتا تھا یہاں کاریز سے شیخ اور بزرگ مراد ہے۔ آبِ خضرؑ یعنی آبِ حیات۔ گر نہ بینی۔ اگر تجھے اس دل کی کوئی کرامت نظر نہیں آتی ہے تو بے دیکھے ہی تکتہ پیدا کرکے پھر تجھے انکی بزرگی کا یقین آجائیگا۔ اگر اندھے کو نہر کا پانی نظر نہ آئے تو اس کو چاہیئے کہ اس نہر میں ٹھلیا ڈبو کر دیکھے پانی سے بھر جائے گی تو پانی کے ہونے کا یقین کر لیگا۔ از تقلید پہلے تو اس کا فضل محض دیکھا دیکھی تھا اب اس کے دل کو یقین حاصل ہو جائیگا۔

[2] گر نہ بیند۔ اندھے کو ٹھلیا بھر جانے سے پانی کا یقین ہو جائے گا۔ زانکہ۔ اس کو اپنا بھاری پن اور اپنی مشک کا بھرا ہوا ہونا اس وقت معلوم ہوگا جب وہ دیکھے گا کہ فضا میں ہوا اس کو نہیں اڑا سکتی اور وہ بھاری بھرکم بنگیا۔ مر سفیہاں۔ جو لوگ بیوقوف ہیں اور بزرگوں سے فیضیاب نہیں ہیں انکی ٹھلیا ہلکی ہوتی ہے خواہش کی ہوا انکو اڑائے پھرتی ہے۔

[3] کشتی۔ علم کا تعلق بخشش کے لنگر کی طرح ہے جو کشتی کو ادھر ادھر کیساتھ بہنے سے روکتا ہے از عاقلاں۔ چونکہ تجھ میں عقل کا لنگر نہیں ہے تو بزرگوں کی عقل

زیں[1] چنیں امداد دل پُرفن شود — بجہد از دل چشم ہم روشن شود

اس طرح کی مدد سے دل صاحب تدبیر ہوجاتا ہے — دل سے آگے بڑھتا ہے آنکھیں بھی روشن ہوجاتی ہیں

زانکہ نور از دل بریں دیدہ شست — تا چو دل شد دیدہ تو عاقل ست

کیونکہ نور دل سے ہی آنکھوں میں آتا ہے — جب دل عاقل ہوگیا، تیری آنکھ بینا ہے

دل چو بر انوارِ عقلی برزند — زاں نصیبے ہم بدو دیدہ دہد

جب دل عقل نوروں پر قابو پالیتا ہے — وہ دونوں آنکھوں کو بھی اس سے حصہ دیتا ہے

پس بداں کاب مبارک از آسماں — وحیِ دلہا باشد و صدقِ بیاں

پھر جان لے کہ آسمان سے بابرکت پانی — دلوں کی وحی اور بیان کی سچائی بنتا ہے

ما چو آں کُرّہ، ہم آب جو خوریم — سوئے آں و سواسِ طاعن ننگریم

ہم بھی اس بھیڑے کی طرح نہر کا پانی پئیں گے — اس طعنہ دینے والوں کے وسوسوں کی طرف نظر نہ کریں گے

پیرو[2] پیغمبرانی رہ سپر — طعنۂ خلقاں ہمہ بادی شمر

تو پیغمبروں کا پیرو ہے، راستہ طے کر — لوگوں کے طعنہ کو بالکل ہوائی سمجھ

آں خداونداں کہ رہ طے کردہ اند — گوش با بانگِ سگاں کے کردہ اند

جن آقاؤں نے راستہ طے کیا ہے — انھوں نے کتوں کے بھونکنے پر کب کان دھرا ہے؟

باز گوکاں پاکباز و شیرِ مرد — اندراں مسجد چہ بنمودش چہ کرد

پھر بتا اس پاکباز اور شیر مرد کو — اس مسجد میں اس کو کیا نظر آیا، اس نے کیا کیا؟

بقیہ قصۂ مہمان و مسجد مہمان کُش

مہمان اور مہمان کو قتل کرنیوالی مسجد کے قصے کا بقیہ

خفتہ[3] در مسجد خود او را خواب کو — مردِ غرقہ گشتہ چوں خسپد بجو

وہ مسجد میں لیٹ گیا، اس کو نیند کہاں — ڈوبا ہوا انسان نہر میں کیسے سوئے

خوابِ مُرغ و ماہیاں باشد ہمے — عاشقاں را زیرِ غرقابِ غمے

پرندوں اور مچھلیوں کی نیند ہوتی ہے — عاشقوں کے لئے غم کے ڈوباؤ پانی میں

نیم شب آواز با ہولے رسید — کایم ایم بر سرت اے مُستفید

آدھی رات کو خوف کی آواز آئی — اے فائدہ مند! میں آتا ہوں میں آتا ہوں تیرے

پنج کرّت ایں چنیں آوازِ سخت — می رسید و دل ہمی شد لخت لخت

اس طرح کی سخت آواز پانچ مرتبہ — آئی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا

[1] زیں چنیں۔ یہ دو پہلے دل کو حاصل ہوتی ہے پھر اس سے آنکھیں منور ہوتی ہیں۔ زانکہ۔ نور حسی اور نور باطنی کا اصالۃً تعلق دل سے ہوتا ہے اس سے آنکھ میں منتقل ہوتا ہے اس لئے جب حرکت قلب بند ہوجاتی ہے تو آنکھوں کی بینائی بھی ختم ہوجاتی ہے پس بداں یعنی جان لے کہ نور دل پر ہوتا ہے۔ آب۔ جبکہ آسمانی پانی کا نزول دل پر ہوتا ہے تو ہمیں اس بھیڑے کی طرح پانی پینے میں لگا رہنا چاہیئے اور مفسرین کی سیٹیوں سے نہ بدکنا چاہیئے۔

[2] پیرو۔ سالک پیغمبروں کا پیرو ہے تو جس طرح پیغمبروں کی طعنہ زنی کی وجہ سے اپنا کام نہیں چھوڑا سالک کو بھی نہ چھوڑنا چاہیئے۔ بانگ سگاں۔ یعنی مخالفوں کے اعتراضات۔

[3] خفتہ۔ یعنی وہ عاشق مسجد میں لیٹ گیا لیکن اس کو نیند نہ آئی اس لئے کہ وہ عشق میں ڈوبا ہوا تھا اور ڈوبے ہوئے کو نیند سے کیا واسطہ۔ خواب۔ عاشق کی نیند تو اسی طرح کی ہے جیسے اڑنے پرند کی یا تیرنی مچھلی کی مستفید۔ فائدہ اٹھانے والا۔

تفسیر آیۃ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي

اس آیت کی تفسیر اور اُن پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا اور اُن کے ساتھ ساجھا کر

الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا

مالوں میں اور اولاد میں اور اُن سے وعدہ کر اور نہیں وعدہ کرتا ہے اُن سے شیطان مگر دھوکے کا

تو چو عزم دیں کنی با اجتہاد — دیو بانگت بر زند اندر نہاد

جب تو کوشش سے دین کا قصد کرتا ہے — جسم کے اندر سے شیطان تجھے آواز دیتا ہے

کہ مرو زاں سو بیندیش اے غوی — کہ اسیر رنج و درویشی شوی

کہ اے گمراہ! اس طرف نہ جا، سوچ لے — کہ تو تکلیف اور افلاس کا قیدی بن جائیگا

بینوا گردی زیاراں وا بری — خوار گردی و پشیمانی خوری

تو مفلس بن جائے گا، یاروں سے جدا ہو جائیگا — ذلیل ہو جائے گا اور پریشانی اُٹھائے گا

تو زبیم بانگِ آں دیو لعیں — وا گریزی در ضلالت از یقیں

تو اس ملعون شیطان کی آواز کے ڈر سے — یقین سے گمراہی میں لوٹ جاتا ہے

کہ ہلا فردا و پس فردا مراست — راہِ دیں پوئیم کہ مہلت پیش ماست

کہ ہاں کل، اور پرسوں میرے لئے ہے — دین کے راستہ پر دوڑ پڑوں گا کیونکہ مہلت ہمارے آگے ہے

مرگ را بینی کہ اُو از چپ و راست — می کشد ہمسایہ را تا بانگ خاست

تو موت کو دیکھتا ہے کہ وہ بائیں دائیں سے — پڑوسی کو کھینچ رہی ہے یہاں تک کہ آواز بند ہوئی

باز عزم دیں کنی از بیم جاں — مُردہ سازی خویشتن را یک زماں

جان کے ڈر سے تو پھر دین کا ارادہ کرتا ہے — تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو مُردہ بنا لیتا ہے

پس سلاح از علم سازی و حکم — کہ من از خوفے نیارم پائے کم

پھر تو علم اور حکمتوں کے ہتھیار باندھتا ہے — کہ میں ڈر کی وجہ سے سست رفتار نہ رہوں گا

باز بانگے بر زند بر تو ز مکر — کہ بترس و باز گرد از تیغِ فقر

وہ پھر مکاری سے تجھے پکارتا ہے — کہ افلاس کی تلوار سے ڈر اور باز آجا

آں سلاح علم و فن را بفگنی — در جہنیں ظلمت نمد افگندہ

علم اور فن کے ہتھیار پھینک دیتا ہے — ایسی ہی تاریکی میں تو قیم ہے

سالہا اُو را بیانگے بندہ — سالہا سال اس کو آواز کی وجہ سے اس کا غلام بنا ہوا ہے

لہ تفسیر نیشاپوری آواز نے اس مہمان کو صرف ڈرایا اور اس کا ڈرانا غیر واقعی تھا اسی طرح شیطان سالک کو ڈراتا ہے جو محض دھمکی ہوتی ہے آئندہ اشعار میں اس کی تفصیل ہوگی۔

ترجمہ: جب انسان دینداری اختیار کرنے کا عزم کرتا ہے تو شیطان اس کو فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے۔ چنانچہ دین کے کاموں میں لگے گا تو کمائی سے محروم ہو کر مفلس بن جائیگا، مفلس کا نہ کوئی دوست ہوتا ہے اور نہ کوئی مددگار، شیطان اور ذلیل بن جاتا ہے۔

۲ تا گریزی۔ دینداری کا ارادہ کرنے والا گمراہی کی طرف لوٹ پڑتا ہے اور دنیا میں گم جاتا ہے۔ کہ ہا۔ اوّل میں سوچنے لگتا ہے کہ نیکی کرنے کا بہت وقت ہے آخر موت کرے گا۔ پڑوسی کی موت سے کچھ تنبیہ ہوتی ہے اور پھر دین کی طرف دوڑتا ہے اور علم و حکمت سے کام لیکر کہتا ہے کہ میں فقر کے خوف سے دین سے منھ نہ موڑوں گا۔

۳ باز شیطان پھر اس کو دھوکے دیتا ہے۔ باز بگریزی۔ انسان پھر اس کے دھوکے میں آکر دین سے منھ موڑتا ہے۔ سالہا سالہا سال انسان اسی کشمکش میں گذار دیتا ہے اور موت کی تاریکی میں بسر کرتا ہے

ہیبت[1] بانگِ شیاطیں خلق را — بند کرد دست و گرفتہ حلق را

شیطانوں کی آواز کے ڈر نے مخلوق کو باندھ دیا ہے، اور گلا دبا دیا ہے

تا چناں نومید شد جاں شاں ز نور — کہ روانِ کافراں زاہلِ قبور

یہاں تک کہ نورِ الٰہی سے انکی جانیں اسطرح ناامید ہوگئی ہیں جس طرح کہ قبروں کے کافروں کی روحیں

ایں شکوہِ بانگِ آں ملعوں بود — ہیبتِ بانگِ خدائی چوں بود

یہ اُس ملعون کی آواز کا دبدبہ ہے تو خدائی آواز کی ہیبت کیا ہوگی؟

ہیبتِ بازست بر کبکِ نجیب — مر مگس را نیست زاں ہیبت نصیب

باز کا خوف شریف کبوتر کو ہے اس ہیبت میں مکھی کا حصہ نہیں ہے

زانکہ[2] نبود باز صیادِ مگس — عنکبوتاں می مگس گیرند و بس

کیونکہ باز مکھی کا شکاری نہیں ہوتا مکڑیاں صرف مکھی پکڑتی ہیں

عنکبوتِ دیو بر چوں تو ذباب — کرد و فر دارد نہ بر کبک و عقاب

شیطان کی مکھی تجھ جیسی مکھی پر دبدبہ رکھتی ہے نہ کہ کبک اور شاہین پر

بانگِ دیواں گلہ بانِ اشقیاست — بانگِ سلطاں پاسبانِ اولیاست

شیطانوں کی آواز بدبختوں کی نگہبان ہے شاہ کی آواز اولیاء کی محافظ ہے

تا نیامیزد بہم بینا و کور — قطرہ از بحرِ خوش با بحرِ شور

تاکہ بینا اور نابینا آپس میں نہ مل جائیں میٹھے سمندر کا قطرہ کھارے سمندر سے

رسیدن[3] بانگ طلسم نیم شب مہمان مسجد را

مسجد کے مہمان کو آدھی رات کے جادو کی آواز کا پہنچنا

بشنو اکنوں قصۂ آں بانگِ سخت — کہ نرفت از جا بداں آں نیک بخت

اب اس سخت آواز کا قصہ سُن اس سے وہ نیک بخت جگہ سے نہ ہلا

گفت چوں تر سم چو ہست ایں طبلِ عید — تا دہل ترسد کہ زخم اُو را رسید

اُس نے کہا میں کیوں ڈروں جبکہ یہ عید کا نقارہ ہے ڈھول ڈرے کیونکہ چوٹ اُس پر پڑی ہے

اے دُہلہائے تہیِ بے قلوب — قسمتاں از عید جاں شد زخم چوب

اے خالی ڈھول، بے دِلو! جان کی عید میں سے تمہارا حصہ لکڑی کی چوٹ ہے

---

[1] ہیبت۔ شیطانی آواز نہ دین کی راہ پر چلنے دیتی ہے نہ خدا اور روحانی کمالات دیتی ہے۔ تاپلتاں۔ اُن کی روحوں پر ایسی ہی مایوسی طاری ہے جیسی کہ کافروں کی روحوں پر مرنے کے بعد طاری ہوگی۔ اِس شیطانی آواز کے جب یہ اثرات ہیں تو خدائی آواز کے اثرات اس سے بہت بڑھے ہوئے ہونگے۔ ہیبت۔ خدائی آواز اگرچہ شیطانی آواز سے بڑھی ہوئی ہے لیکن تم پر اُس کے اثرات اس لئے مرتب نہیں ہوتے کہ تم اُس کے اہل نہیں ہو جس طرح کہ باز کی آواز کی ہیبت کا اثر کبوتر کی آواز کی ہیبت سے بڑھی ہوئی ہے لیکن اُس سے کبوتر متاثر نہیں ہے

[2] زانکہ اگر تم خدائی آواز کے اہل ہوتے تو اُس سے متاثر ہوتے جس طرح کہ کبک اُس کی آواز سے متاثر ہوتی ہے مگھی چونکہ باز کا شکار نہیں ہے لہٰذا وہ متاثر نہیں ہوتی ہے۔ نخشبیت۔ تم خود اسٹرل مکھی کے ہو اس لئے شیطانی (شیطان) کی آواز تم پر اثر انداز ہے۔ بانگِ شیطان۔ خدائی آواز کے اہل اولیاء اللہ ہیں لہٰذا اُن پر وہ اثر انداز ہے، شیطانی (شیطان) کی آواز کا اُن پر کوئی اثر نہیں ہے اس لئے قرآن میں شیطان کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی دبدبہ نہیں ہے

[3] رسیدن۔ خدائی اور شیطانی آواز کے اثرات کے بیان میں اس آواز کا ذکر کرتے ہیں جو مہمان نے مسجد میں سنی اس آواز نے اسکو خوفزدہ نہ کیا طبل عید۔ موت کی علامت اہل اللہ کیلئے خوشی کا سبب ہے۔ اہل ڈھول یعنی اہل دنیا جو فوراً بالغی سے خالی ہیں۔ عید جاں۔ یعنی موت۔ جو اہل اللہ کی خوشی کا باعث ہے وہ اہل دنیا کے لئے تکلیف کا سبب ہے۔

شُد قیامت عید و بیدینان دُہل
قیامت عید ہے اور بے دین ڈھول ہیں

بشنو اکنوں این دُہل چوں بانگ زد
اب سن! اس ڈھول نے جب آواز دی

چونکہ بشنود آں دُہل آں مردِ دید
جب اس ڈھول کو اس دیدہ ور نے سنا

گفت باخود ہیں ملرزاں دل کہ ہیں
اس نے اپنے آپ کہا خبردار دل کو ذرا لرزاں کیونکہ ہے

وقت آں آمد کہ حیدر سوارِ من
وہ وقت آگیا ہے کہ میں حیدر کی طرح

بر جہید و بانگ برزد کاے کیا
وہ کودا اور چیخا، اے پہلوان!

در زماں بشکست آواز آں طلسم
وہ طلسم، آواز سے فوراً ٹوٹ گیا

ریخت چنداں زر کہ ترسید آں پسر
اس قدر سونا بہا، کہ وہ لڑکا ڈرا

پُر شُد آں مسجد ز زر ہر جائگاہ
ہر جگہ سے وہ مسجد سونے سے بھر گئی

بعد ازاں برخاست آں شیرِ غنید
اس کے بعد وہ بہادر شیر اٹھا

دفن میکرد و ہمی آمد بزر
دفن کرتا اور سونا نکالتا

گنجہا بنہاد آں جانباز ازاں
اُس سے اُس بہادر نے خزانے بھرے

ایں زرِ ظاہر بخاطر آمدست
یہ ظاہری سونا دل میں آیا ہے

ما چو اہلِ عید خنداں ہمچو گل
ہم جو کہ عید والے ہیں پھول کی طرح مسکرا رہے ہیں

دیگ دولت با چگونہ می پزد
دولت کے شوربے کی دیگ کس طرح پکتی ہے

گفت چوں ترسد دلم از طبلِ عید
اُس نے کہا میرا دل عید کے نقارے سے کیوں ڈرے

مُردہ جانِ بددلانِ بے یقیں
بے یقین، بددلوں کی جان مری ہے

ملک گیرم یا بپردازم بدن
ملک فتح کروں، یا جسم کو خالی کردوں

حاضرم اینک اگر مردی بیا
میں حاضر ہوں، اگر تو بہادر ہے آجا

زر ہمی ریزید ہر سو قسم قسم
طرح طرح کا سونا ہر طرف بکھرنے لگا

تا نگیرد زر ز پستی راہِ در
کہ سونا کثرت کی وجہ سے دروازے کا راستہ بند

مرد حیراں شد ز تقدیرِ الٰہ
اللہ (تعالیٰ) کی تقدیر سے مرد حیران ہوگیا

تا سحر گہ زر بہ بیروں می کشید
(اور) صبح تک سونا باہر نکالتا رہا

با جواں و تو برہ بارِ دگر
جیسے، اور توبرے سے دوبارہ

کوریِ و ترسانی و ایں خزاں
واپس بھاگنے والوں کے اندھے پن اور خوف

در دلِ ہر کور دونِ زر پرست
ہر کمینے، زر پرست، اندھے کے دل میں

لہ اہلِ عید۔ عید کا نقارہ بجتا ہے تو عید منانے والے خوش ہوتے ہیں۔ یعنی اس علم کے ڈھول نے جب خوشخبری کا آواز دی تو اس دل کو کس قدر ولولہ پہنچا۔ دیگ دولت با۔ یعنی دیگ دولت شود با۔ پلو خوب۔ یعنی اہلِ عید کے لئے کس قسم کے کھانے تیار کرتی ہے۔ حیدر۔ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ حیدر کرار یعنی بہادرانہ کیا۔ پہلوان۔

سہ در زماں۔ اسی بہادر کی آواز سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور زر پاشی شروع ہوگئی۔ یعنی اتنا سونا باہر سامنے کو دروازے کا راستہ بند ہوجانے کا خیال پیدا ہوگیا۔ غنید۔ اگر نام سے ہے تو یعنی حاضر اور مہیا ہے اور اگر فعل سے مشتق ہے تو سرکش اور بہادر کے معنی میں ہے۔

سہ بگاں۔ بورا جس میں سامان بھر کر اونٹ پر لادا جاتا ہے۔ توبرہ۔ وہ تھیلا جس میں دانہ بھر کر گھوڑے کے منہ پر باندھ دیا جاتا ہے۔ کوری۔ یعنی بہر کوری رفتن۔ اس مصرعہ میں ہر سونا برسنے کی بات کہی ہے۔ اس سے اہلِ ظاہر اور دنیادار زر پرست دنیاوی سونا سمجھے گا۔ حالانکہ اس سے مراد انوار و برکاتِ خداوندی ہیں۔

کودکاں[1] اسفالہا را بشکنند — نام زر بنہند و در دامن کنند

بچے، ٹھیکروں کو توڑتے ہیں — سونا کہتے ہیں، اور دامن میں کر لیتے ہیں

اندراں بازی چو گوئی نام زر — آں کند در خاطر کودک گذر

اس کھیل کود میں جب تو سونے کا نام لے گا — بچے کے خیال میں وہی آئے گا

بل زرِ مضروبِ ضربِ ایزدی — گونگردد کاسد آمد سرمدی

بلکہ خدائی ٹکسال کا ڈھلا ہوا سکہ — جو کھوٹا نہیں ہوتا ہے، دائمی ہے

آں زرے کیں زرازاں زر تاب یافت — گوہر و تابندگی و آب یافت

وہ سونا کہ اس سونے نے اس سے رونق حاصل — جوہر، اور چمک اور رونق پائی ہے

آں زرے کہ دل ازو گردد غنی — غالب آید بر قمر در روشنی

وہ سونا کہ دل اس کی وجہ سے غنی ہے — روشنی میں، چاند پر غالب آجائے

شمعِ[2] بود آں مسجد و پروانہ او — خویشتن در باخت آں پروانہ خو

وہ مسجد شمع تھی، اور وہ پروانہ تھا — وہ پروانہ مزاج اپنی جان پر کھیل گیا

سوخت پرِّش را ولیکن ساختش — بس مبارک آمد آں انداختش

اس نے اس کے پر جلائے لیکن اسکو بنا دیا — اس کا جان پر کھیلنا بہت مبارک ہوا

ہمچو موسیٰؑ بود آں مسعود بخت — کاتشے دید او بسوئے آں درخت

وہ نیک بخت حضرت موسیٰؑ کی طرح تھا — کہ انھوں نے اس درخت کی جانب آگ دیکھی

چوں[3] عنایتہا برو موفور بود — نار می پنداشت آں خود نور بود

چونکہ ان پر (خداوندی) عنایتیں بھرپور تھیں — وہ آگ سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ خود نور تھا

مردِ حق را چوں ببینی اے پسر — تو گماں داری برو نارِ بشر

اے بیٹا! جب تو مردِ خدا کو دیکھتا ہے — تو اس پر انسانی آگ کا گمان کرتا ہے

تو ز خود می آئی و آں در تو است — نار و خار و ظن و باطل ایں سو ست

تو اپنے اوپر جاتا ہے، اور وہ تجھ میں ہے — آگ اور کانٹا اور گمان اور باطل اسی جانب ہے

او درختِ موسیٰؑ ست و پُر ضیا — نور خواں نارش مخواں بارے بیا

وہ (حضرت) موسیٰؑ کا درخت ہے اور پُر نور ہے — نور کہہ اس کو نار نہ کہہ، اب آجا

---

[1] کودکاں۔ جس طرح بچے ٹھیکروں کو سونا سمجھتے ہیں اسی طرح اہل دنیا اس کوڑے کو جو حقیقتاً ٹھیکرا ہے سونا سمجھتے ہیں۔ اندراں۔ بچوں کے سامنے جب سونے کا ذکر کروگے تو وہ ٹھیکرے مراد لینگے اسی طرح دنیا داروں کے سامنے سونے کا ذکر کروگے تو وہ دنیاوی سونا سمجھیں گے۔ بل زر۔ اس سونے سے مراد تجلیات رب ہیں۔ مضروبہ ٹھپہ لگا ہوا۔ ضرب۔ ٹکسال۔ دل۔ دل اس چاندی سونے سے اور حریص دنیا ہے جب اس پر رب کی تجلی پڑتی ہے تب اس کو غنا حاصل ہوتی ہے

[2] شمع بود۔ اس مہمان کے لئے مسجد بمنزلہ شمع کے ہوئی اور یہ اس کا پروانہ تھا۔ ساختش پرّش۔ ابتداءً اس طلسم کی آواز سے دہشت ہوئی تھی۔ انداختش لیکن جب اس نے جاں نثاری سے کام لیا تو اس پر تجلیات کا نزول ہوا۔ ہمچو موسیٰؑ۔ اس مہمان کے لئے یہ آواز ایسی ہی ثابت ہوئی جیسی کہ حضرت موسیٰؑ کے لئے وہ آگ تھی جو درخت کے پاس انھیں نظر آئی تھی وہ آگ نہ تھی نور تھا۔

[3] چوں۔ حضرت موسیٰؑ پر اللہ تعالیٰ کی جو پروعنایتیں تھیں ان کو آگ کی ضرورت تھی تو اللہ تعالیٰ نے نور بشکل نار ظہور فرمایا کہ یہ بیت سے دھر متوجہ ہوں۔ مرد حق۔ جب کوئی عام انسان کسی ولی کو دیکھتا ہے تو اس کو نار نہ کہہ اب آجا

تو اسکو انھیں صرف بشری اوصاف نظر آتے ہیں۔ تو ز خود۔ اس ولی میں اوصاف بشری کا نظر آنا خود اسکی بلیعت کا کمی ہے چونکہ وہ خود صرف انہی اوصاف سے متصف ہے لہٰذا اسکو صرف وہی نظر آتے ہیں ما ذکرہ وہ ولی اپنے پاک اوصاف ہوتا ہے۔ او درخت موسیٰؑ۔ ولی کو حضرت موسیٰؑ والا درخت سمجھو جس پر بظاہر آگ تھی لیکن وہ درحقیقت نور تھا۔ آ مرے بیا۔ اس ولی سے اتصال پیدا کر تب تجھ پر اسکی حقیقت کھلے گی۔

نے فطامِ این جہانِ نار نمود — سالکاں نتواند آں خود نور بود

کیا اِس دنیا کا چھوڑنا نار نظر نہیں آتا! — سالک چل پڑے وہ نور تھا

پس بدانکہ شمعِ دیں برمی شود — ایں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود

بس تو جان لے کہ دین کی شمع جلتی ہے — یہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہوتی ہے

ایں نماید نور و سوزد یار را — واں بصورت نار و گل زوّار را

یہ (دنیاوی شمع) نور نظر آتی ہے اور یار کو جلاتی — وہ بظاہر نار ہے اور زیارت کرنیوالوں کیلئے پھول ہے

ایں[۵۲] چو سازندہ ولے سوزندہ ہے — واں گہ وصلت دل افروزندہ

یہ (بظاہر) سازگار جیسی ہے لیکن جلانیوالی ہے — اور وہ مل جانے پر دل کو روشن کرنیوالی ہے

شکلِ شعلہ نورِ پاکِ سازوار — حاضراں را نور و دوراں را چو نار

شعلہ کی شکل ہے ساز کرنے والی پاک نور ہے — پاس والوں کیلئے نور ہے اور دور والوں کیلئے آگ

ایں سخن را نیست پایانے پدید — گو حدیثِ عاشق و صدرِ مجید ہست

اس بات کا خاتمہ نظر نہیں آتا ہے — عاشق اور بزرگ صدر کی بات کر

مُلاقاتِ آں عاشق بصدرِ جہاں

اُس عاشق کا صدرِ جہاں سے ملنا

آں[۵۳] بخاری نیز خود بر شمع زد — گشتہ بود از عشق آساں آں کبد

اُس بخاری نے بھی اپنے آپ کو شمع سے بھڑا دیا — وہ شدّتِ عشق کی وجہ سے آسان ہو گئی تھی

آہِ سوزانش سوئے گردوں شدہ — در دلِ صدرِ جہاں مہرآمدہ

اُس کی گرم آہ آسمان پر پہنچ گئی تھی — صدرِ جہاں کے دل میں محبت آگئی تھی

گفت با خود در سحر گہ کائے احد — حالِ آں آوارہ ما چوں بود

اُس نے صبح کے وقت اپنے آپ سے کہا اے خدا! — اُس ہمارے آوارہ کا کیا حال ہوگا!

او گناہے کرد و ما دیدیم لیک — رحمتِ ما را نمید انست نیک

اُس نے قصور کیا اور ہم نے دیکھ لیا، لیکن — وہ اچھی طرح ہماری رحمت کو نہ جانا

خاطرِ مجرم زما ترساں شود — لیک صد امید در ترسش بود

خطاوار کا دل ہم سے خوف کھاتا ہے — لیکن اُس کے خوف میں سینکڑوں امیدیں ہوتی ہیں

من بترسانم وقیح و یاوہ را — آنکہ ترسد من چہ ترسانم ورا

میں بے شرم اور لغو آدمی کو ڈراتا ہوں — جو خود ڈرے میں اُس کو کیا ڈراؤں؟

۵۲ ایں چو سازندہ۔ دنیا کی آگ بظاہر جلی ہے لیکن جلانے والی ہے وہ آگ جب حاصل ہو جاتی ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے مثلِ شعلۂ عشق کی آگ بظاہر شعلہ ہے لیکن طبیعت کے مزاج پاک نور ہے۔ جو قریب آتا ہے اُس پر حقیقت کھلتی ہے۔

۵۳ آں بخاری جس طرح سے شیخ کے مہمان نے اپنے آپکو شمعِ عشق پر قربان کر دیا تھا اسیطرح صدرِ جہاں کے اُس عاشق نے بھی اپنے آپ کو شمعِ عشق کا پروانہ بنا دیا تھا کبد محبت شدت۔ آہ۔ صدرِ جہاں کے عشق میں جو وہ جلی ہوئی آہیں بھرتا تھا وہ صدرِ جہاں کے دل میں محبت آگئی تھی۔ صدرِ جہاں نے اپنے دل میں خدا سے کہا او گناہ۔ اُسنے اپنی خطا کیطرف دھیان کیا ہماری رحمت اور محبت پر غور کیا اور ڈر کر جاگ گیا۔

بہر[1] دیگِ سرد آذر می رَوَد
ٹھنڈی دیگ کے لئے آگ جلتی ہے

نے بداں کہ جوشش از سَر میرود
نہ کہ اُس کے لئے جس کا اُبال اوپر سے نکلے

اَیمناں را من بترسانم بخلم
میں نڈر لوگوں کو غصہ سے ڈراتا ہوں

خائفاں را ترسِ بردارم زحلم
ڈرنیوالوں کا بُردباری کے ذریعہ خوف دُور کرتا ہوں

پارہ دوزم پارہ در موضعِ نہم
پیوند سیتا ہوں پیوند جگہ پر لگاتا ہوں

ہر کسے را شربت اندر خورِ دہم
ہر کسی کے لئے، مناسب شربت دیتا ہوں

ہست سِرِّ مرد چوں بیخِ درخت
انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے

زاں بروید برگہاش از چوب سخت
اُس سے اسکے پتے اُگتے ہیں (جو طرح) سخت لکڑی سے

در درخت و در نفوس و در نُہا
درختوں میں اور نفسوں میں اور عقلوں میں

در خورِ آں بیخ رُستہ برگہا
اُس جڑ کے مناسب پتے اُگتے ہیں

اَصلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُہٗ فِی السَّمَآ
اُن کی جڑ قائم ہے اور اُنکی شاخیں آسمان پر ہیں

بر[2] فلک بر ہاست زاشجارِ وفا
وفا کے درختوں کے آسمان پر پھل ہیں

چوں نروید در دلِ صدرِ جہاں
تو صدرِ جہاں کے دل میں کیوں نہ اُگے گا؟

چوں برُست از عشق بر بر آسماں
جبکہ آسمان پر عشق کا پھل اُگا ہے

زانکہ از دل تا دل آمد روزنہ
کیونکہ دل سے دل تک سوراخ ہے

موج می زد در دلش عفو کُنہ
خطا کی معافی اُس کے دل میں موجیں لیتی تھی

نے جُدا و دُور چوں دو تن بُود
نہ کہ دو جسموں کی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بُود
دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے

نورِ شاں ممزوج باشد در مساغ
اُن کی روشنی پھیلاؤ میں ملی ہوئی ہوتی ہے

مُتّصِل نبُود سِفالِ دو چراغ
دو چراغوں کے دیوے ملے ہوئے نہیں ہوتے

ہیچ[3] عاشق خود نباشد وصل جو
کوئی عاشق خود بخود وصل کا طالب نہیں ہوتا ہے

کہ نہ معشوقش بُود جویائے اُو
جب تک کہ اُس کا معشوق اُس کا طالب نہ ہو

لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کُند
لیکن عاشقوں کا عشق جسم کو لاغر بناتا ہے

عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کُند
معشوقوں کا عشق (انکو) موٹا تازہ بناتا ہے

اس دلیل کے دل کی محبت کا اثر تھا۔ یہ تو سرسری بات تھی غور کیا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ عاشق کے دل کی محبت معشوق کے دل کی محبت کا اثر اور ثمرہ ہے عاشق کے دل میں محبت جب ہی پیدا ہوتی ہے جبکہ پہلے معشوق کے دل میں محبت پیدا ہو چکی ہو۔ لیک۔ بہرحال عشق کا اثر دونوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن عشق کے اثرات جزئی طور پر بعد الگانہ ہیں عشق عاشق کو کمال بناتا ہے اور معشوق کو ترو تازہ بناتا ہے تو اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ معشوق کے دل میں عشق نہیں ہے۔

[1] بہر دیگ۔ سرد۔ ٹھنڈی ہانڈی کے نیچے آگ جلائی جاتی ہے جو ہانڈی خود جوش مار رہی ہو اسکے نیچے سے تو آگ کھینچ لی جاتی ہے۔ حلم۔ غصہ۔ حلم۔ بردباری۔ پارہ دوزم۔ جہاں جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی عمل کرتا ہوں۔ بہر مرد۔ انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے جس طرح کی جڑ ہوتی ہے ویسے ہی پتے نکلتے ہیں۔ درختوں اور نفسوں اور عقلوں کی یہی صورت ہے جیسی جڑیں ہونگی ویسے ہی پتے نکلیں گے۔ نہیٰ کی جمع ہے، عقل۔

[2] بر فلک۔ جن دلوں میں وفا کے درخت کی جڑ ہے اُن کے پھل آسمان پر ہیں اسلئے کہ وہ اُن درختوں میں سے ہے جن کی جڑ تو زمین پر قائم ہے اور شاخیں آسمان پر پہنچی ہوئی ہیں۔ چوں۔ جبکہ عشق کا پھل آسمان پر پیدا ہوتا ہے تو صدرِ جہاں کے دل میں کیوں نہ پیدا ہوگا۔ زانکہ۔ دل سے دل تک راہ ہوتی ہے۔ نے جدا۔ دو دل دو جسموں کی طرح بالکل جدا نہیں ہوتے ہیں، اُن میں باہمی اتصال ہوتا ہے۔ منفصل۔ جسموں کی جدائی اور دلوں کے اتصال کی مثال یہ ہے کہ دو چراغوں کے دیوے علیحدہ علیحدہ بجتے ہیں لیکن اُن کے نور میں باہمی اتصال ہے۔

[3] ہیچ عاشق۔ ہم نے یہ بتایا تھا کہ صدرِ جہاں کے دل کی محبت

چوں دریں دل برقِ مہرِ دوست جست
جب اُس دل میں دوست کی محبت کی بجلی کوند گئی

اندراں دل دوستی بیداں کہ ہست
سمجھ لے کہ اُس دل میں بھی محبت ہے

در دلِ تو مہرِ حق چوں شد دو تو[1]
جب تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت دوگنی

ہست حق را لے گماں مہرِ بتو
یقیناً اللہ (تعالیٰ) کو تجھ سے محبت ہے

ہیچ بانگ کف زدن آید بدر
ہتھیلی بجانے کی آواز کبھی باہر آتی ہے

از یکے دستِ تو بے دستِ دگر
تیرے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے بغیر

تشنہ می نالد کہ اے آب گوار
پیاسا روتا ہے، کہ ہائے خوشگوار پانی

آب ہم نالد کہ کو آں آبخوار
پانی بھی روتا ہے کہ پینے والا کہاں ہے!

جذبِ آبست[2] ایں عطش در جانِ ما
ہماری جان میں یہ پیاس پانی کی کشش ہے

ما ازآنِ اُو واُو ہم زانِ ما
ہم اُس کے ہیں، اور وہ بھی ہمارا ہے

حق بحکمت در قضا و در قدر
قضا و قدر میں اللہ (تعالیٰ) نے حکمت سے

کردہ ما را عاشقانِ ہمدگر
ہمیں ایک دوسرے کا عاشق بنا دیا ہے

جملہ اجزائے جہاں زاں حکمِ پیش
اُس ازلی حکم کی وجہ سے دنیا کے تمام اجزاء

جفت جفت و عاشقانِ جفت جویش
جوڑ جوڑ ہیں، اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں

ہست ہر جزوے بعالم جفت خواہ
دنیا میں ہر چیز جوڑے کی خواہشمند ہے

راست ہمچوں کہربا و برگِ کاہ
بالکل اسی طرح جیسے کہربا اور گھاس کا تنکا

آسماں گوید زمیں را مرحبا
آسمان، زمین کو کہتا ہے، خوش آمدید

باتو اُم چوں آہن و آہن رُبا
میں تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسے لوہا اور مقناطیس

آسماں مرد و زمیں زن در خرد
عقلاً، آسمان شوہر اور زمین بیوی ہے

ہر چہ اُو اُنداخت ایں می پرورد
جو وہ ڈالتا ہے، یہ پالتی ہے

چوں نماند گرمیش بفرستد اُو
جب اُس میں گرمی نہیں رہتی وہ بھیجتا ہے

چوں نماند تری و نم بدہد اُو
جب تری اور نمی نہیں رہتی وہ عطا کرتا ہے

بُرجِ خاکی خاکِ ارضی را مدد
خاکی برج، زمین کی خاک کے لئے مدد ہے

بُرجِ آبی تریش اندر دہد
آبی برج، اُس میں تری پیدا کرتا ہے

بُرجِ بادی ابر سوئے اُو برد
بادی برج، اُس کے جانب ابر لے جاتا ہے

تا بخارات و نم را برکشد
یہاں تک کہ نامواقف بخارات کو کھینچ لیتا ہے

---

[1] دو دل تو۔ اب یہ بھی سمجھ لو کہ بندے کے دل میں عشقِ الٰہی کا ظہور اُس محبت کا اثر ہے جو اُس بندے کی خدا تعالیٰ میں ہے۔ یہ محبت ثانی ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔ تشنہ۔ پیاسا اگر پانی کا طالب ہے تو پانی بھی پینے والے کا طالب ہے۔

[2] جذبِ آب۔ پیاسے کی پیاس پانی کے دل کے جذبہ کا اثر ہے۔ حق بحکمت۔ جس طرح خالق و مخلوق میں باہمی محبت و عشق کا رشتہ ہے اسی طرح کائنات میں آپس میں بھی جذب و عشق ہے۔ جفت اجزاء۔ دنیا کی اشیاء جوڑا جوڑا ہیں اور ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے۔ کہربا۔ ایک پتھر ہے جو گھاس کے تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ آسماں۔ اسی طرح آسمان اور زمین میں باہمی عشق و محبت ہے۔ آہن۔ مقناطیس اور لوہے میں باہمی کشش ہے۔

[3] آسماں۔ آسمان اور زمین میں زن و شوہر کا سا عشق و جذب ہے۔ آسمان بمنزلہ شوہر اور زمین بمنزلہ بیوی کے ہے آسمان جو کچھ زمین کے سپرد کرتا ہے زمین اُس کی جان کی طرح پرورش کرتی ہے آسمان ہی زمین کو گرمی، تری اور نمی پہنچاتا ہے۔ برجِ خاکی۔ آسمان کے مختلف حصے زمین کو مختلف قسم کے خاکے پہنچاتے ہیں آسمان کا خاکی برج زمین کو خاک عنایت کرتا ہے۔ آبی برج

[4] بادی برج سے ہوائی برج مراد ہے جو بارش کے ذریعہ زمین کو تری دیتا ہے۔

بُرجِ آتش گرمیِ خورشید ازو
آتشی برج کو سورج کی گرمی اس سے ہے

ہست[1] سرگرداں فلک اندر زمن
زمانے میں آسمان سرگرداں ہے

دیں زمین کدبانو یہا می کند
اور یہ زمین بیگم پن کرتی ہے

پس زمین و چرخ را داں ہوشمند
پس زمین اور آسمان کو ہوشمند سمجھ

گر نہ[2] از ہم ایں دو دلبر می مرند
اگر یہ دونوں دلبر ایک دوسرے سے مرا نہیں کرتے ہیں

بے زمیں کے گل بروید و ارغواں[3]
زمین کے بغیر گل اور ارغوان کب اگتا ہے؟

بہرِ آں میل ست در مادہ نر
اسی لئے مادہ میں نر کی جانب جھکاؤ ہے

میل اندر مرد و زن حق زاں نہاد
مرد اور عورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے میلان رکھا ہے

میلِ[4] ہر جزوے بجزوے ہم نہد
ہر جزو میں دوسرے جزو کی طرف میلان رکھا ہے

شب چنیں با روز اندر اعتناق
گلے لگانے میں رات، دن کیساتھ اسطرح ہے

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمن اند
بظاہر رات اور دن دو مخالف اور دشمن ہیں

ہر یکے خواہاں دگر را ہمچو خویش
ہر ایک دوسرے کو اپنی (جاتی کی) طرح چاہتا ہے

زانکہ بے شب دخل نبود طبع را
کیونکہ رات کے بغیر طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی ہے

ہمچو تا بہ سُرخ زاتش پشت و رُو
تو سے کیطرح آگ سے (اسکی) رُو اور پشت سُرخ ہو

ہمچوں مرداں گرد مکسب بہرِ زن
شوہروں کی طرح بیوی کے لئے کمائی کے گرد

بر ولادات و رضاعش می تند
جننے اور اس کو دودھ پلانے میں لگی ہے

چونکہ کارِ ہوشمنداں می کنند
کیونکہ وہ ہوشمندوں کے کام کرتے ہیں

پس چرا چوں مجفت در ہم می خزند
تو جوڑے کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھستے ہیں؟

پس چہ زاید آب و تاب آسماں
آسمان کی آب و تاب سے کیا جنم لیتا ہے؟

تا بود تکمیلِ کارِ ہمدگر
تاکہ ایک کا کام دوسرے سے مکمل ہو سکے

تا بقا یابد جہاں زیں اتحاد
تاکہ اس اتحاد سے دنیا بقا حاصل کرے

زاتحادِ ہر دو تولیدے جہد
دونوں کے اتحاد کرنے سے تولید ہوتی ہے

مختلف در صورت آیا اتفاق
بظاہر مختلف ہیں لیکن (باہمی) اتفاق ہے

لیک ہر دو یک حقیقت می تنند
لیکن دونوں ایک حقیقت پر عمل کرتے ہیں

از پئے تکمیلِ فعل و کارِ خویش
اپنے فعل اور کام کے مکمل کرنے کے لئے

پس چہ اندر خرج آرد روز ہا
تو دن میں کیا خرچ کریں گے؟

---

[1] ہست سرگرداں جس طرح شوہر بیوی کے لئے کمائی میں سرگرداں رہتا ہے اسی طرح آسمان زمین کے لئے سرگرداں ہے۔ دیں زمیں۔ یہ زمین آسمان کے لئے وہی کام کرتی ہے جو بیوی شوہر کیلئے کرتی ہے بچہ جنتی ہے اسکو دودھ پلاتی ہے۔ پس زمیں۔ زمین اور آسمان چونکہ زوجین جیسی کی طرح عمل کرتے ہیں ان کو بھی متناس سمجھ۔

[2] گر نہ۔ ایک دوسرے سے مختلف اندوز نہیں ہے تو آپس میں کیوں گھستے رہتے ہیں۔ بے زمیں۔ جیسا کہ بیوی کے بغیر شوہر لاولد ہوتا ہے اسی طرح اگر زمین نہ ہوتی تو آسمان پیداوار سے محروم ہوتا۔ بہرِ آں۔ نر و مادہ میں ایک دوسرے کی طرف میلان اور جھکاؤ اسی لئے ہے کہ ہر ایک کے کام کی تکمیل دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اتحاد بقاء عالم، عورت اور مرد کے اتحاد سے ہے۔

[3] میل ہر جزوے۔ عالم کے اجزاء میں باہمی میلان توالد کا سبب ہے۔ شب۔ رات اور دن بظاہر دو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں لیکن انمیں باہمی اتحاد ہے۔ کار خویش۔ رات اور کاموں کی تکمیل میں دن کی قسم اور دن اپنے کاموں کی تکمیل میں رات کا محتاج ہے۔ آدمی انسان رات کو سوتا ہے تو اسکے قوی مجتمع ہوتے ہیں جن کو وہ دن میں صرف کرتا ہے اگر رات کی آمدنی نہ ہو تو دن کا خرچ کیسے ہو۔

جذب[1] ہر عنصرے جنس خود را کہ در ترکیب آدمی محتبس شدہ بغیر جنس

ہر عنصر کا اپنی اس جنس کو کھینچنا جو دوسری جنس کے ساتھ آدمی کے بناوٹ میں پھنسی ہوئی ہے

خاک گوید خاکِ تن را باز گرد
جسم کی مٹی کو مٹی کہتی ہے، واپس آجا

ترکِ جاں گو سوئے ما آ ہمچو گرد
جان کو چھوڑ دے، گرد کی طرح ہماری جانب آجا

جنسِ مائی پیشِ ما اولیٰ تری
تو ہماری جنس ہے، تیرا ہمارے سامنے رہنا بہتر ہے

بہ کہ زاں تن وارہی زیں سو پری
بہتر ہے کہ اس جسم کو چھوڑ دے اس جانب اڑ آ

گوید[2] آرے لیک من پابستہ ام
وہ کہتی ہے ہاں لیکن میں پابند ہوں

گرچہ ہمچوں تو ز ہجراں خستہ ام
اگرچہ تیری طرح فراق سے غمگین ہوں

تریِ تن را بجویند آبہا
پانی، جسم کی تری کو تلاش کرتے ہیں

کالے تری باز آ ز غربت سوئے ما
کہ اے تری ہمسائیت سے ہماری جانب لوٹ آ

گرمیِ تن را ہمی خواند اثیر
کہ تو آگ سے ہے، اپنی اصل کا راستہ اختیار کر

کہ ز ناری راہِ اصلِ خویش گیر
کرۂ نار بھی جسم کی گرمی کو پکارتا ہے

ہست ہفتاد و دو علت در بدن
بدن میں بہتر[3] بیماریاں ہیں

از کششہائے عناصر بے رسن
عنصروں کی بغیر رسی کی کھینچ تان کی وجہ سے

علت آید تا بدن را بگسلد
بیماری آتی ہے تاکہ جسم کو متفرق کردے

تا عناصر ہمدگر را واہلد
تاکہ عنصر ایک دوسرے کو چھوڑ دے

چار مرغ[4] اند ایں عناصر بستہ پا
مرگ و رنجوری و علت پاکشا
یہ عناصر چار پاؤں بندھے پرند ہیں
موت اور بیماری اور تکلیف پاؤں کھولنے والی

پائے شاں از ہمدگر چوں باز کرد
مرغِ ہر عنصر یقیں پرواز کرد
جب اس نے ایک دوسرے کے پاؤں کو کھولا
ہر عنصر کا پرند یقیناً اڑ جائے گا

جذبۂ ایں اصلہا و فرعہا
ہر دمے رنجے نہد در جسمِ ما
ان اصلوں اور فرعوں کی کشش
ہر وقت ہمارے جسم میں مرض پیدا کرتی ہے

تا کہ ایں ترکیبہا را بر درد
مرغِ ہر جزوے باصلِ خود پرد
تاکہ ان بندھنوں کو توڑ دے
ہر جزو کا پرند اصل کی جانب اڑ جائے

حکمتِ حق مانع آید زیں عمل
جمعِ شاں دارد بصحت تا اجل
اللہ تعالیٰ کی حکمت اس عمل سے مانع رہتی ہے
موت تک اُن کو صحت کے ساتھ جمع رکھتی ہے

---

[1] جذب۔ جسمانی جسم چار عنصروں خاک، آب، باد، آتش سے مرکب مانا جاتا ہے ان عنصروں میں سے ہر ایک کا کرہ ہے جو ان کا مخزن اور مسکن ہے۔ انسان کے جسم کے چاروں عنصر ہر وقت اپنے اپنے کرہ کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں ان عناصر کا متفرق ہو جانا موت ہے۔
زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہی اجزا کا پریشان ہونا
(چکبست)

[2] خاک گوید۔ کرۂ خاکی انسان کے خاکی اجزاء کو اپنی طرف آجانے کی دعوت دیتا ہے۔

[3] گوید۔ انسانی بدن کا خاکی عنصر اس خاکی کرہ کو جواب دیتا ہے کہ اگرچہ مجھ پر مرکز سے جدا رہنا دوبھر ہو رہا ہے لیکن میں مجبور ہوں ابھی اسی جسم کا پابند ہوں۔

[4] اثیر۔ یعنی کرۂ نار۔ کششہا۔ یعنی ان چاروں عنصروں کی باہمی کشمکش۔ رسن۔ رسی۔ علت۔ بیماری عناصر کی جدائی کا سبب بنتی ہے جس سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

[5] چار مرغ۔ یہ چاروں عنصر زندگی میں پابستہ پرندوں کی طرح ہیں موت اور بیماری ان کے پاؤں کھولدیتی ہے اور یہ عناصر اپنے مراکز کی طرف پرواز کر جاتے ہیں یا اصلہا۔ یعنی چاروں کرے۔ فرعہا۔ بدن کے چاروں عنصر۔ حکمت۔ ان عناصر کی پرواز کیلئے حکمتِ خداوندی موت کے وقت تک مانع رہتی ہے۔

گوید[1] اے اجزا اجل مشہود نیست — پر زدن پیش از اجل تاں سود نیست

(وہ حکمت) کہتی ہے، اے اجزا موت معلوم نہیں ہے — موت سے پہلے تمہارا پھڑپھڑانا مفید نہیں ہے

چونکہ ہر جزوے بجوید ارتفاق — چوں بود جانِ غریب اندر فراق

جبکہ ہر جزو رفاقت چاہتا ہے — تو مسافر جان کا فراق میں کیا حال ہوگا!

متجذب شدن جاں نیز بعالم ارواح

جان کا بھی عالم ارواح کی جانب کھنچنا

گوید اے اجزائے پست فرشیم — غربتِ من تلخ تر من عرشیم

وہ کہتی ہے، کہ اے میرے زمینی پست اجزاء — میری مسافرت زیادہ کڑوی ہے میں عرشی ہوں

میلِ تن در سبزہ و آب رواں — زاں بود کہ اصل او آمد ازاں

جسم کا میلان سبزے اور بہتے پانی کی جانب — اسی لئے ہے کہ اس کی اصل وہاں سے آئی ہے

میلِ[2] جاں اندر حیات و درحی ست — زانکہ جانِ لامکاں اصلِ وی ست

جان کا میلان زندگی اور حی (وقیوم) کی جانب ہے — کیونکہ اس کی اصل لامکانی جان ہے

میلِ جاں در حکمت ست و در علوم — میلِ تن در باغ و راغ ست و کروم

جان کا میلان حکمت اور علوم کی جانب ہے — جسم کا میلان باغ چمن اور انگور کی بیلوں کی جانب ہے

میلِ جاں اندر ترقی و شرف — میلِ تن در کسب اسباب علف

جان کا میلان، ترقی اور شرافت کی طرف ہے — جسم کا میلان چارے کے اسباب حاصل کرنے کی طرف ہے

میلِ[3] و عشقِ آں شرف ہم سوئے جاں — زیں نجبُ راو یحبونہ رابداں

شرافت کا میلان اور عشق بھی جان کی جانب ہے — اسکو "وہ محبت کرتا ہے اور وہ محبت کرتے ہیں" سے

گر[4] بگویم شرحِ ایں بیحد شود — مثنوی ہشتاد من کاغذ شود

اگر میں اس کی شرح کروں تو بیحد ہو جائیگی — مثنوی اسّی سیر کاغذ ہو جائے گی

حاصلِ آنکہ ہر کہ او طالب بود — جانِ مطلوبش بزود راغب بود

خلاصہ یہ ہے، کہ جو طالب ہوگا — مطلوب کی جان اس کی طرف راغب ہوگی

آدمی حیواں نباتی و جماد — ہر مرادے عاشق ہر بے مراد

آدمی، حیوان، نباتات اور جماد — ہر معشوق ہر نامراد (عاشق) کا عاشق ہے

بے مراداں بر مرادے می تنند — واں مرادا جذبِ ایشاں میکنند

نامراد (عاشق)، محبوب کا چکر کاٹتے ہیں — وہ محبوب، اُن کو کھینچتے ہیں

---

[1] گوید۔ اللہ نے قیامت کے وقت کا علم اپنے لئے مخصوص فرمادیا ہے۔ ارتفاق یعنی ہر عنصر اپنے کُرہ کی رفاقت چاہتا ہے۔ چوں بود۔ جبکہ عناصر اپنی اصل سے کھنچے ہوئے ہیں تو روح جو کہ حساس بھی ہے اپنی اصل سے علیحدہ رہنے میں کس قدر بے چین ہوگی۔ گوید۔ روح جسم کے اجزاء عنصری سے کہتی ہے کہ میں عرشی ہوں اور تم فرشی ہو مجھے اپنے وکر سے جدا ہونا سخت ناگوار ہے نیل تن۔ چونکہ جسم فرشی اجزاء سے بنا ہے لہٰذا اس کا میلان فرشی چیزوں کی طرف ہوتا ہے۔

[2] نیلِ جاں۔ روح انسانی کی اصل روح اعظم ہے لہٰذا روح کا میلان ابدی زندگی اور حی وقیوم کیطرف ہے روح کا میلان ترقی اور شرف کیطرف ہے اور جسم کا میلان صرف کھانے پینے کی طرف ہے۔

[3] میل۔ جس طرح روح شرف کی طرف مائل ہے اسی طرح شرف روح کی طرف مائل ہے۔ یحبہ۔ قرآن پاک میں مومنوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے یحبہم و یحبونہ یعنی خدا اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ خدا سے محبت کرتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ جس طرح روح اعظم کیطرف مائل ہے اسیطرح روح اعظم بھی روح کی طرف مائل ہے۔

[4] گر بگویم۔ یعنی اگر میں روح اور روح اعظم کے اتحاد کی بات کروں تو مثنوی بہت ضخیم ہو جائے گی۔

لیک[1] میلِ عاشقاں لاغر کند
لیکن معشوقوں کا عشق عاشقوں کی لاغر کرتا ہے

میلِ معشوقاں خوش و بافر کند
معشوقوں کا عشق اُن کو حسین اور باشوکت بناتا ہے

عشقِ معشوقاں دُرخ افروختہ
معشوقوں کے عشق نے دونوں رخسارے روشن

عشقِ عاشق جانِ اُو را سوختہ
عاشق کے عشق نے اُس کی جان جلا ڈالی ہے

کہربا عاشق بشکلِ بے نیاز
کہربا لاپروائی کے ساتھ عاشق ہے

کاہ می کوشد دراں راہِ دراز
تنکا اُس (عشق) میں دراز راستے طے کرتا ہے

ایں[2] رہا کُن عشقِ آں تشنہ دہاں
اِس کو چھوڑ، اُس پیاسے کا عشق

تافت اندر سینۂ صدرِ جہاں
صدرِ جہاں کے سینے میں بھڑک اُٹھا

دُود آں عشق و غمِ آتشکدہ
اُس عشق کا دُھواں، اور بھٹی کا غم

رفتہ در مخدوم اُو مشفق شدہ
مخدوم کو پہنچا، وہ مہربان ہو گیا

لیک از ناموس و بُوش و آبرو
لیکن عزت اور فخر اور آبرو کی وجہ سے

شرم می آید کہ وا جوید ازو
اُس کو شرم آتی تھی کہ وہ اُس کی جستجو کرے

رحمتش مشتاقِ آں مسکیں شدہ
اُس کی رحمت اُس مسکین کی مشتاق ہو گئی

سلطنت زیں لطف مانع آمدہ
سلطنت اُس مہربانی سے مانع بنی

عقل[3] حیراں کایں عجب اُو را کشید
عقل حیران ہے، تعجب ہے کہ یہ اُسکو کھینچ رہا ہے

یا کشش آں سُو بدیں جانب رسید
یا کشش اِس جانب سے اُس جانب پہنچی ہے

ترک جلدی کُن کزیں ناواقفی
بہادری چھوڑ، کیونکہ تو اِس سے ناواقف ہے

لب بہ بند و اللہُ اَعلَم بالخفی
ہونٹ بند کر لے، اور اللہ راز کو زیادہ جانتا ہے

لب بہ بندم ہر زماں صد بار من
میں اِس طرح کی باتوں سے ہر وقت ہونٹ بند

توبہ آرم ہر زماں صد بار من
ہر وقت، سو بار توبہ کرتا ہوں

کایں سخن را بعد ازیں مدفوں کنم
کہ اِس بات کو میں اِس کے بعد دفن کر دونگا

واں کشندہ میکشد من چوں کنم
وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے، میں کیا کروں؟

کیست آں کہ میکشد اے مقتنی
اے ذخیرہ اندوز! وہ کون ہے جو تجھے کھینچتا ہے؟

آنکہ می نگذاردت کہ دم زنی
وہ وہ ہے جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو دم مارے

ایسی تقریر ہے کہ عوام اسی سے اللہ تعالیٰ کی احتیاج اور مخلوق کا نیتجہ نکال لیں گے لہٰذا اِس کا بیان مناسب نہیں ہے۔ فاں کشندہ۔ حضرت حق تعالیٰ اجازت نہیں دیتا ہے کہ اِس امر کی وضاحت کی جائے۔ کیست جملے اِس ارادے سے روکنے والی وہی ذات ہے جو السانوں کے تحمۂ عوام کو روکتی ہے۔

[1] لیک۔ دونوں عشقوں کا اثر جدا گانہ ہے عاشق کا عشق اس کو لاغر اور کمزور بناتا ہے معشوق کا عشق اُس میں حسن کا اضافہ کرتا ہے معشوق کا عشق اس کے رخساروں کو گلنار بناتا ہے عاشق کا عشق اس کو جلاتا ہے۔ کہربا۔ کہربا میں بھی عشق ہے لیکن بے نیازی کے ساتھ لہٰذا وہ اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے تنکے میں بھی عشق ہے جو اُس کو کہربا کی طرف کھینچ کر لاتا ہے۔

[2] ایں۔ یعنی کائنات کے باہمی عشق کے ذکر کو چھوڑ کر صدرِ جہاں کے عاشق کا ذکر کر و اُس کے عشق کا اثر صدرِ جہاں پر پڑا۔ دود۔ اُس عاشق کی آہوں کا اثر صدرِ جہاں پر ہوا اور وہ اُس پر مہربان ہو گیا۔ لیک۔ لیکن صدرِ جہاں کے عشق کے لئے اُسکی عزت و آبرو معشوق کی تلاش میں مانع تھی۔ رحمتش۔ صدرِ جہاں کی رحمت تو اُس کی مشتاق تھی لیکن اُس کی سلطنت عشق کے لئے مانع بن رہی تھی۔

[3] عقل حیراں۔ کشش دونوں میں تھی لیکن کس کی کشش دوسرے کی کشش کا اثر تھی اِس میں عقل حیران ہے۔ جلدی۔ بہادری۔ ناواقفی۔ یعنی ناواقف ہستی، تو ناواقف ہے۔ لب بہ بند۔ حضرتِ حق تعالیٰ اپنی محبوبیت کے اظہار کے لئے عاشقوں میں جذبۂ عشق پیدا کرتا ہے لیکن یہ

صد[1] عزیمت میکنی بہر سفر
تو سفر کے لئے سو بخت ارادے کرتا ہے

می کشاند مر ترا جائے دگر
وہ تجھے دوسری جگہ کھینچ لے جاتا ہے

زاں بگرداند بہر سو آں لگام
وہ لگام کو ہر جانب اسی لئے موڑ دیتا ہے

تا خبر یابد ز فارس اسپ خام
تاکہ ناتجربہ کار گھوڑا سوار کو جان جائے

اسپ زیرک سالہا زاں نیکو پے ست
سمجھدار گھوڑا اس لئے عمدہ رفتار رہتا ہے

کو ہمی داند کہ فارس بر وے ست
کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس پر سوار (موجود) ہے

او دلت را بر دو صد سودا بہ بست
اس نے تیرے دل کو (تو) سو خیالات سے وابستہ کر دیا

بے مرادت کرد و پس دل را شکست
تجھے نامراد کیا، اور پھر دل کو توڑ دیا

چوں[2] شکست او بال آں را نخست
جب اس نے پہلے (اسی) کا بازو توڑ دیا

چوں نشد ہستی بال اشکن درست
تو بازو توڑنے والے کی ذات کیسے ثابت ہوئی؟

چوں قضایش حبل تدبیرت شکست
جب اس کے فیصلے نے تیری تدبیر کی رسی توڑ دی

چوں نشد بر تو قضائے او درست
تو اس کا فیصلہ تیرے لئے کیسے ثابت نہ ہوا؟

فسخ عزائم و نسخہا جہت باخبر کردن آدمی را از انکہ مالک و
ارادوں کا فسخ کرنا اور ان کو منسوخ کرنا انسان کو باخبر کرنے کیلئے ہے کہ مالک اور

قاہر اوست گاہ گاہ عزم او را فسخ ناکردن و نافذ داشتن تا
قاہر موجود ہے، اور کبھی کبھی اس کے ارادے کو نہ توڑنا اور جاری رکھنا چاہتے ہے کہ

طبع او را بر عزم کردن دارد تا باز عزمش بشکند تا تنبیہ بر تنبیہ بود
اس کی طبیعت کو ارادہ کرنے کا عادی بنائے تاکہ پھر اسکے ارادے کو توڑے اور تنبیہ پر تنبیہ ہو جائے

عزم[3] مہا و قصدہا در ما جرا
معاملے میں ارادے، اور قصد

گاہ گاہے راست می آید ترا
کبھی کبھی تیرے لئے ٹھیک ہوتے ہیں

تا بطمع آں دلت نیت کند
تاکہ اس کے لالچ میں تیرا دل ارادہ کرے

بار دیگر نیتت را بشکند
دوبارہ وہ تیرے ارادے کو توڑ دیتا ہے

ور بکلی بے مرادت داشتے
اگر وہ تجھے بالکلیہ نامراد رکھتا

دل شدے نومید آں کے کاشتے
دل ناامید ہو جاتا، امید کا بیج کب ہوتا؟

ور نکاریدے[4] امل از عور[5] ریش
اگر وہ اپنے اندھے پن سے امید (کا بیج) نہ بوتا

کے شدے پیدا بر و مقہور ریش
تو اس پر اپنا ماجر ہونا کب ظاہر ہوتا؟

[1] صد عزیمت۔ انسان سینکڑوں پختہ ارادے کرتا ہے لیکن پھر اس ارادے کو پورا نہیں کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ روکنے والی کوئی خاص ذات ہے۔ (آں۔ اللہ تعالیٰ ان عزائم کو اس لئے فسخ کرتا ہے کہ لوگوں کو ہی کی معرفت حاصل ہو جائے مشہور مقولہ ہے۔ عرفت ربی بفسخ العزائم میں نے اپنے خدا کو ارادوں کے فسخ ہونے سے سمجھا ہے۔ او۔ اللہ تعالیٰ دل میں ترادے پیدا فرماتا ہے پھر انہیں نام بھی بتا دیتا ہے۔

[2] چوں شکست۔ جب بندہ کا ارادہ فسخ ہوتا ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ کوئی ذات فسخ کرنے والی ہے۔ چوں قضا۔ جب انسان کی تدابیر ناکام ہوتی ہیں تو اس کو قضاء خداوندی اور خدا کے وجود کا یقین ہو جاتا ہے۔

[3] عزائم۔ عزیمۃ کی جمع ہے پختہ ارادہ۔

[4] عزم مہا۔ یعنی کبھی ارادے کی تکمیل ہو جاتی ہے وہ اس لئے کہ انسان بالکل مایوس نہ ہو جائے اور ارادے اور نیت کو بالکل نہ چھوڑ بیٹھے ورنکاریدے۔ اگر بالکل اور کرنا چھوڑ دیگا تو ارادے کے فسخ ہونے سے جو معرفت خداوندی حاصل ہوتی ہے وہ نہ ہوگی۔

عاقلاں از بے مرادیہائے خویش — باخبر گشتند از مولائے خویش
سمجھدار لوگ اپنی نامرادی کی وجہ سے — اپنے مولا سے باخبر ہوگئے ہیں

بے مرادی شد قلاوزِ بہشت — حُفَّتِ الْجَنَّۃُ شنو اے خوش سرشت
نامرادی بہشت کا پیشرو بنتی ہے — اے خوش مزاج! جنت کو گھیرا گیا ہے سن لے

چوں مرادات ہمہ اشکستہ پاست — پس کسے باشد کہ کامِ اُو رواست
جبکہ سب (انسانوں) کے مقاصد شکستہ پا ہیں — تو کوئی تو ہوگا جس کا مقصود پورا ہوتا ہوگا

پس شدند اشکستہ پاش ایں صادقاں — لیک کو خود آں شکست عاشقاں
پس یہ سچے انسان انکی وجہ سے شکستہ پا ہوگئے ہیں — لیکن عاشقوں کی اسی شکستگی کہاں ہے؟

عاقلاں اشکستہ اش از اضطرار — عاشقاں اشکستہ با صد اختیار
اہل عقل مجبوری سے انکے شکستہ پا ہیں — عاشق سو اختیاروں کے باوجود شکستہ (پا) ہیں

عاقلانش بندگانِ بندی اند — عاشقانش شکری و قندی اند
عقلمند اُس کے قیدی غلام ہیں — اُس کے عاشق شکر اور قند کھانے والے ہیں

اِیتیا کرھًا مُہارِ عاقلاں — اِیتیا طوعًا مہارِ بیدلاں
"تم دونوں جبراً آؤ" (اہل) عقل کی مہار ہے — عاشقوں کی مہار "تم دونوں خوشی سے آؤ" ہے

نظر کردن پیغمبر علیہ السلام بأسیراں و تبسم کردن و گفتن کہ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیوں کو دیکھنا، اور مسکرانا، اور فرمانا کہ مجھے اُس قوم پر
عجبت من قوم یجرون الی الجنۃ بالسلاسل والاغلال
تعجب آتا ہے جو جنت کی جانب بیڑیوں اور طوقوں کے ذریعہ کھینچی جاتی ہے

دید پیغمبر یکے جوقِ اسیر — کہ ہمی بردند ایشاں در نفیر
پیغمبرؐ نے قیدیوں کی ایک جماعت دیکھی — کہ وہ انکو لے جا رہے ہیں اور وہ رو رہے ہیں

دید شاں در بندِ آں آگاہ شیر — می نظر کردند در وے زیر زیر
اُس بیدار شیر نے اُن کو قید میں دیکھا — وہ (قیدی) نیچی نظروں سے اُن (آنحضورؐ) کو دیکھ

تا ہمی خائید ہر یک از غضب — بر رسولِ صدق دندانہا و لب
حتی کہ ہر ایک غصے سے چبا رہا تھا — دانت اور ہونٹ سچے رسولؐ پر

اطاعت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جیسے کہ کفار جو جنگ میں قید ہو کر آئے اور پھر اسلام لا کر اطاعت خداوندی میں لگے۔ جوق۔ جماعت۔ نفیر۔ آہ و بکا۔ آگاہ شیر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ زیر زیر یعنی وہ قیدی آنحضورؐ کو ذرا ذرا نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ تاہمی۔ وہ لوگ آنحضورؐ پر غضبناک تھے۔

۱ عاقلاں۔ اہل عقل باوجود ارادے کی پیشگی کے پھر مجبوری سے ذات خداوندی کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ بے مرادی۔ مقصد سے محرومی بہشت کی راہبر بنتی ہے اسی لئے حدیث شریف میں ہے حُفَّتِ الْجَنَّۃُ بالمکارہ "جنت کو ناپسندیدگیوں سے گھیر دیا گیا ہے" یعنی جنت میں جانے کے وہ اسباب ہیں جو انسان کو ناگوار گذرتے ہیں۔ پس۔ اپنی محرومی سے انسان اُس ذات کو پہچانتا ہے جس کے ارادے سے مرادِ امال حاصل ہوتی ہے یعنی ذاتِ بلند۔ پس۔ اہل عقل کی نامرادی جبری اور اضطراری ہے۔ عاشقانِ حق کی کسر نفسی اور نامرادی اختیاری ہے۔

۲ عاقلانش۔ اہل عقل مجبوری کے بندے ہیں عاشقانِ خدا اس محرومی میں وصلِ حق کی نعمتیں حاصل کرتے ہیں۔ ایتیا۔ قرآن پاک میں ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰی إِلَی السَّمَاءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا یعنی پھر حضرت حق تعالیٰ آسمان پر مستوی ہوا اور وہ ایک دھواں تھا پھر اُس سے اور زمین سے کہا تم دونوں خوشی سے یا جبراً آؤ یعنی اہل عقل کی اطاعت کرھا کی مصداق ہے اور عاشقوں کی اطاعت طوعا کی مصداق ہے

۳ نظر کردن۔ اس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ کچھ لوگ

زہرہ نے با آں غضب کے دم زنند
باوجود اُس غصہ کے کسی کی طاقت نہ تھی کہ دم مارے

زانکہ در زنجیرِ قہر دہ من اند
کیونکہ وہ قہر کی دس میر (درزنی) زنجیر میں تھے

می کشاندشاں مؤکّل[1] سوئے شہر
سپاہی اُن کو شہر کی جانب لے جا رہا تھا

می برد از کافرستاں شانِ بقہر
اُن کو کفرستان سے جبراً لے جا رہا تھا

نے فدائے می ستاند نے زرے
نہ وہ فدیہ لیتا ہے نہ روپیہ

نے شفاعت میر سد از سروَرے
نہ کسی سردار کی سفارش آتی ہے

رحمتِ عالم ہمی گویند و اُو
اُس کو رحمتِ عالم کہتے ہیں، اور وہ

عالمے را می بُرد حلق و گلو
ایک جہان کا گلا اور حلق کاٹتا ہے

باہزار انکار می رفتند راہ
وہ ہزار انکار کے ساتھ راستہ طے کر رہے تھے

زیرِ لب طعنہ زناں بر کارِ شاہ
شاہ کے کام پر چپکے چپکے طعنہ زنی کرتے ہوئے

چارہا[2] کردیم و اینجا چارہ نیست
ہم نے بہت تدبیریں کیں اور یہاں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی

خود دلِ ایں مردکم از خارہ نیست
خود اُس شخص کا دل پتھر سے کم نہیں ہے

ما ہزاراں مردکارِ الپ ارسلاں
ہم ہزاروں بہادر مشیر

با دو سہ عریاں دُرُست و نیم جاں
دو تین ننگوں دُرُست اور کمزوروں کے ساتھ ہیں

اینچنیں درماندہ ایم از کجروَیست
ہم ایسے عاجز ہیں یہ (ہمارا) ٹیڑھا پن ہے

یا ز اختر ہاست یا خود جادوئی ست
یا ستاروں کی وجہ سے یا جادوگری ہے

بَخت ما را بر درید آں بَختِ اُو
ہمارے نصیبے کو اُس کے نصیبے نے چاک کر دیا

تخت ما شد سرنگوں از تختِ اُو
ہمارا تخت اُس کے تخت سے اوندھا ہو گیا

کارِ[3] اُو از جادوئی گر گشت زفت
اگر اُس کا معاملہ جادوگری کی وجہ سے بھاری پڑ گیا ہے

جادوئی کردیم ما ہم چوں نرفت
ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا؟

تفسیر ایں آیہ اِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ طاعناں میگفتند
اِس آیت کی تفسیر اگر تم فتح طلب کرتے تھے تو بیشک فتح ہو گئی، معترضین کہتے تھے

کہ از ما و محمدؐ آنکہ بر حق ست فتح و نصرتش بدہ و ایں سخن بداں میگفتند کہ
کہ ہم میں اور محمدؐ میں جو حق پر ہے اُسکی فتح اور مدد کر، اور وہ یہ بات اِس لئے کہتے تھے

گماں داشتند خود بر حق اند و طالبِ حق بے غرض اکنوں محمدؐ منصور شد
کہ اُن کا گمان تھا کہ وہ خود حق پر ہیں اور اب حق کا بے غرض طلبگار محمدؐ فاتح بن گیا

---

[1] مؤکل۔ سپاہی، کوتوال، یعنی انکار دلی۔ نے تو آنحضورؐ اُن قیدیوں کا نہ فدیہ قبول کر رہے تھے اور نہ روپیہ پیسہ اور نہ آنحضورؐ کے پاس کوئی سفارش پہنچ سک رہی تھی۔ رحمتِ عالم۔ وہ قیدی دل میں یہ بھی کہہ رہے تھے کہ ان کو لوگ رحمتِ عالم کہتے ہیں حالانکہ یہ لوگوں کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ باہزار انکار۔ وہ دل دل میں آنحضورؐ پر طعنہ زنی کر رہے تھے۔

[2] چارہا۔ ہم نے اپنی سی بہت تدبیریں کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی۔ خارہ۔ ایک قسم کا پتھر ہے جو بہت سخت ہوتا ہے۔ مردکار۔ بہادر۔ الپ ارسلان۔ الپ بہادر ارسلان ورزندہ شیر۔ با دو سہ۔ یعنی چند بے سر و سامان کمزور لوگوں سے فکست کھا کر قیدی بنے ہوئے جا رہے ہیں۔ اینچنیں۔ اسکی وجہ ہماری غلط روی ہے یا ہم پر ستاروں کی نحوست ہے یا جادو ہوا ہے۔

[3] کارِ اُو۔ پھر دل میں کہتے تھے کہ اگر اُن کا جادو چلا ہے تو ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوا۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُودُوا نَعُدْ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ۔ یعنی اے مکہ والو اگر تم فتح مانگتے تھے تو جو حق پر ہو اُسکو

از بُتاں[1] واز خدا درخواستیم
ہم نے بُتوں اور خدا سے درخواست کی

کہ بکن مارا اگر نارا ستیم
کہ اگر ہم غلط ہیں تو ہمیں اجڑے (اُکھاڑ دے)

وانکہ حق و راست ست از ماواُو
ہم میں اور انمیں سے جو حق اور سچائی پر ہے

نُصرتش دہ نُصرتِ اُو را بجُو
اُس کی مدد کر، اُس کا مددگار بن

ایں دعا بسیار کردیم و صلات
ہم نے یہ دعا و درود بہت کیئے

پیشِ لات و پیشِ عُزّیٰ و مَنات
لات کے آگے، عزّیٰ اور منات کے آگے

کہ اگر حق ست اُو پیدا ش کُن
کہ اگر وہ برحق ہے اُس کو نمایاں کردے

گر نباشد حق زبونِ ما ش کُن
(اور) اگر وہ حق پر نہیں ہیں ہم سے مغلوب کردے

چونکہ دادیدیم اُو منصور بُود
جبکہ ہم نے گمان کیا، کہ وہ کامیاب رہا

ما ہمہ ظلمت بُدیم اُو نور بُود
(اور) ہم سب تاریکی تھے، وہ نور تھا

ایں[2] جواب ماست کانچہ خواستید
یہ ہمارے لئے جواب ہے، کہ جو تم نے چاہا

گشت پیدا کہ شما نارا ستید
واضح ہوگیا کہ تم غلط ہو

باز ایں اندیشہ را از فکرِ خویش
وہ پھر اِس خیال کو اپنے فکر سے

کُور می کردند و دفع از ذکرِ خویش
بے فروغ بناتے تھے اور اپنی یاد سے دفع کرتے تھے

کایں تفکر ما ہم از ادبار رُست
کہ ہمارا یہ خیال بھی بدبختی سے پیدا ہوا ہے

کہ صواب اُو شود در دل درُست
تاکہ اُن کی حقانیت دل میں بیٹھ جائے

خود چہ شُد گر غالب آمد چند بار
اگر وہ چند مرتبہ غالب ہوگیا تو کیا ہوا؟

ہر کسے را غالب آرد روزگار
زمانہ کسی کو بھی غالب کردیتا ہے

ما ہم از ایّام نخبت آور شُدیم
ہم بھی زمانے سے نصیب ور ہوئے ہیں

بارہا بر روئے مظفّر آمدیم
کئی بار اُس پر فتحمند ہوئے ہیں

باز[3] می گفتند اگر چہ اُو شکست
وہ پھر کہتے کہ اگر اُس نے شکست (کھائی ہے)

چوں شکستِ ما نبُود اُو زشت و پست
وہ ہماری شکست کی طرح بُری اور ذلیل نہ تھی

زانکہ نخبت نیک اُو را در شکست
کیونکہ نیک نصیبی نے اُس کو شکست میں

داد صد شادیِ پنہاں بر درست
سَو پوشیدہ خوشیاں قبضے میں دیدیں

کونباشکستہ نمی مانست ہیچ
وہ کبھی شکست خوردہ کی طرح نہیں بنا

کہ نہ غم بُودش دراں نے پیچ پیچ
کیونکہ اُس کو اُس میں نہ کوئی غم ہوا نہ پریشانی

---

[1] از بُتاں۔ کفار کہتے تھے کہ ہم نے بتوں اور خدا سے دعائیں مانگی تھیں کہ جو حق پر ہو اس کو فتح دے دے۔ پیشِ لات۔ لات اور منات اور عزّیٰ بتوں کے نام ہیں۔ چونکہ۔ اب جبکہ مسلمانوں کو فتح ہو رہی ہے تو یقیناً یہ لوگ حق پر ہیں۔

[2] ایں۔ مسلمانوں کی فتح مندی ہماری دعاؤں کی قبولیت ہے۔ آؤ پھر اس خیال کو اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کرتے کہ اگر غلبہ حقانیت کی دلیل ہے تو ہم بھی کئی بار غالب آچکے ہیں۔

[3] باز می گفتند۔ پھر اپنے اس خیال کی تردید کرتے اور سوچتے کہ ہماری شکست اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے ہم شکست سے پست ہوتے ہیں اور مسلمان شکست کھا کر اور ابھرتے ہیں۔ آخر کار مسلمان شکست سے پست ہمت نہیں بنتے ہیں بلکہ اُن میں قوتِ ایمانی اور بڑھ جاتی ہے۔ آنحضور شکست سے کبھی شکستہ خاطر نہیں ہوئے۔

چوں[1] نشانِ مؤمناں مغلوبی ست — لیک در شکستِ مؤمن خوبی ست
چونکہ مؤمنوں کی پہچان مغلوب ہونا ہے — لیکن مؤمن کی شکست میں بھلائی ہے

گر تو مشک و عنبرے را بشکنی — عالمے از فیضِ ریحاں پُر کنی
اگر تو مشک، اور عنبر کو توڑے گا — ایک جہان کو خوشبو کی مہک سے بھر دیگا

ور شکستی ناگہاں سرگینِ خر — خانہا پُر گشتد گردد سر بسر
اگر تو اچانک گدھے کی لید کو توڑے گا — سارے مکانات بدبو سے بھر جائیں گے

کہ کند خود مشک با سرگیں قیاس — آب را با بول و اطلس با پلاس
مشک کو لید پر کوئی قیاس کرے گا؟ — پانی کو پیشاب، بھاری اطلس کو ٹاٹ پر کوئی قیاس کرے گا؟

سرِ آنکہ بے مُراد باز گشتن رسول علیہ السلام از حدیبیہ حق تعالیٰ
اس کا راز کہ بغیر مقصد پورا کئے ہوئے آنحضورؐ کے حدیبیہ سے واپس آنے کو اللہ تعالیٰ

لقب آں فتح کرد کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ[2] فَتْحًا مُّبِينًا بصورت علق بود
نے فتح کا لقب دیا کہ "بیشک ہم نے آپ کو کھلی فتح دی" بظاہر بندش تھی اور

وبمعنی فتح چنانچہ شکستنِ مشک بظاہر شکستن ست وبمعنی
حقیقتاً فتح جیسے کہ مشک کی شکستگی بظاہر شکستگی ہے اور حقیقتاً اُس کے

درست کردن ست مشکی اُو را و تکمیلِ فوائدِ اُوست
مشک پن کو ٹھیک کرنا ہے اور اُس کے فائدوں کو مکمل کرنا ہے

وقتِ برگشتِ حدیبیہ رسولؐ — در تفکر بود و غمگین و ملول
حدیبیہ سے واپسی پر رسولؐ — فکر میں تھے اور غمگین اور ملول (تھے)

ناگہاں[3] اندر حقِ شمعِ رُسُل — دولت اِنَّا فَتَحْنَا زد دُہُل
رسولوں کی شمع کے حق میں اچانک — دولت نے اِنَّا فَتَحْنَا کا ڈھول بجا دیا

آمدش پیغام از دولت کہ رَو — تو ز منعِ ایں ظفر غمگیں مشو
دولت کی جانب سے اُنکو پیغام آیا کہ چلیئے — آپ اِس فتح کے رُکنے سے غمگین نہ ہوں

کاندریں خواری بنقدت فتحہا ست — نک فلاں قلعہ فلاں بقعہ ترا ست
اِس ذلت میں آپ کی فوری فتوحات ہیں — یہ فلاں قلعہ، فلاں علاقہ آپ کا ہے

---

[1] چوں نشاں مسلمان کی بے سروسامانی اُس کے ایمان کی علامت ہے اور مؤمن کی شکست اُس کے اعمال و اخلاق کی اصلاح کر دیتی ہے۔ گرتو۔ مولانا مسلمانوں کی شکست میں مضمر خوبی کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ مشک و عنبر کی ڈلی کو اگر توڑ دیا جائے تو اُس کی خوشبو زیادہ مہکنے لگتی ہے۔ لیک۔ مہک، پلٹ۔ سرگینِ خر۔ کافروں کی شکست کی مثال یہ ہے کہ گدھے کی لید کو اگر کریدا جائے تو اُس کی بدبو اور پھیل جاتی ہے۔ کہ کند۔ مسلمانوں کی شکست اور کافروں کی شکست کو ایک سمجھنا ایسا ہے جیسے کہ کوئی لید اور مشک کو یا پانی اور پیشاب کو یا اطلس اور ٹاٹ کو ایک سمجھے۔

[2] اِنَّا فَتَحْنَا مسلمانوں کی شکست چونکہ مزید تقویت کا باعث ہے اِسی لئے قرآن نے حدیبیہ کی ناکامی کو فتح قرار دیا تھا۔ حدیبیہ۔ آنحضورؐ اور صحابہؓ کی جماعت مدینہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئی۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ مکہ کے کفار مکہ میں داخلہ سے مانع آئے تو حضورؐ صلح کر کے بغیر عمرہ کئے واپس آگئے تھے۔ یہ صلح بظاہر مسلمانوں کی شکست تھی لیکن حقیقتاً یہ فتح تھی جیسے کہ آئندہ

[3] ناگہاں۔ حدیبیہ سے ناکام واپسی کو قرآن نے فتح مبین سے تعبیر کیا ہے۔ آمدش۔ حضورؐ کو حکم ہوا کہ عمرہ کے بغیر واپس ہو جاؤ اور اِس ناکامی سے رنجیدہ نہ ہو۔ کاندریں۔ یہ ناکامی بہت سی فتوحات کا سبب بنے گی۔ بقعہ۔ یعنی زمین کا علاقہ۔

[1] بنگر آخر چونکہ واگردید تفت — بر قریظہ، بر نضیر از وے چہ رفت

دیکھو جب وہ جلدی سے واپس آگئے — اُن کی جانب سے قریظہ اور نضیر پر کیا گزری

قلعہا ہم گرد آں دو بقعہا — شد مسلّم وز غنائم نفعہا

ان دونوں کے علاقوں کے آس پاس کے قلعے بھی — فتح ہوگئے اور غنیمتوں کے سبب نفعے ہوئے

[2] ور نباشد آں تو بنگر کایں فریق — بر غم و رنج اند مفتون و عشیق

اگر یہ بھی نہ ہو تو دیکھ لے یہ لوگ — رنج و غم کے شیدا اور فریفتہ ہیں

زہر خواری را چو شکر می خورند — خار غمہا را چو اشتر می چرند

وہ دُکھ کے زہر کو شکر کی طرح کھاتے ہیں — غموں کے کانٹے کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں

بہر عین غم نہ از بہر فرح — ایں تسافل پیش ایشاں چوں درج

صرف غم کے لئے، نہ کہ خوشی کے لئے — یہ تنزل اُن کے لئے مراتب کی طرح ہے

آنچناں شاداند اندر قعر چاہ — کہ ہمی ترسند از تخت و کلاہ

وہ کنویں کی گہرائی میں ایسے خوش ہیں — کہ تخت و تاج (کے حاصل ہونے) سے ڈرتے ہیں

در فقیری ہر یکے صد شہریار — در خزانِ فاقہ صد ہمچوں بہار

ہر ایک فقیری میں سیکڑوں شاہوں کی طرح ہے — فاقے کی خزاں میں سیکڑوں بہاروں کی طرح ہے

ہر کجا دلبر بُود خود ہم نشیں — فوق گردون ست نے زیر زمیں

جہاں کہیں محبوب خود ساتھی ہو — وہ آسمان پر ہے، نہ کہ زمین کے نیچے

تفسیر حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ لا تفضلونی علی یونس بن متی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تفسیر کہ — مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو

گفت پیغمبر کہ معراجِ مرا — نیست بر معراجِ یونس اجتبا

پیغمبر نے فرمایا کہ میری معراج — یونس کی معراج سے پسندیدہ نہیں ہے

آنِ من بر چرخ و آنِ او نشیب — زانکہ قرب حق بُرونست از حسیب

(حالانکہ) میرا مقام آسمان پر اور اُن کا مقام پستی — کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب (اس) حساب سے بالاتر ہے

قرب حق نے بالا نہ پستی رفتن ست — قرب حق از جنس ہستی رستن ست

قرب نہ اوپر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے — اللہ کا قرب، وجود کی قید سے چھوٹنا ہے

---

[1] بنگر: بنی قریظہ اور بنی النضیر یہود کے دو قبیلے تھے جو مدینہ کے اطراف میں آباد تھے اُن کی معاہدہ شکنی کی وجہ سے آنحضورؐ اُن کو غزوہ احزاب کے واقعہ سے پہلے ہی جلاوطن کر چکے تھے۔ بنی النضیر ۴ھ میں اور بنی قریظہ ۵ھ میں غزوۂ خندق کے فوراً بعد جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔

خیبر کا واقعہ ۷ھ کا ہے البتہ ان میں سے کچھ لوگ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے تھے اور خیبر ۷ھ میں فتح ہوا۔ اب اگر مولانا کی مراد فتح خیبر ہے تو مولانا کا فرمانا سیرت کی کتب کے مطابق ہے ورنہ مخالف ہے۔

[2] ور نباشد: اگر فتوحات اور غنیمتیں نہ بھی ہوں تب بھی یہ جماعت وہ ہے جس کو رضا کا وہ مقام حاصل ہے کہ جس میں غم بھی اسی طرح خوشگوار ہوتا ہے جس طرح خوشی۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا کہ سالک کو رضا کا مقام اُسوقت حاصل ہوتا ہے جبکہ غم بھی اسکے لئے ایسا ہی خوشگوار ہو جیسا کہ خوشی۔ بہر غم۔ یعنی غم اُن کو اس لئے خوشگوار نہیں ہے کہ وہ کسی خوشی کا پیش خیمہ ہے۔ قعر چاہ۔ ذلت انکو اسقدر پیاری ہوتی ہے کہ اسکے زوال اور تخت شاہی حاصل ہو جانے سے ڈرتے ہیں۔ در فقیری۔ یہ لوگ فقر میں شاہی اور خزاں میں بہار کے لطف اُٹھاتے ہیں۔ ہر کجا جبکہ کنویں کی گہرائی میں انکو معیت حق حاصل ہے تو وہ آسمان کی بلندی سے بہتر ہے ——— [3] تفسیر۔ اس حدیث کی تفسیر مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اصل معیت حق ہی ہے نجائی میں خود کوئی فضیلت اور بڑائی نہیں ہے، معراج یونسؑ۔ حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ میں سمندر کی گہرائی میں معراج حاصل ہوئی۔ آنِ من۔ حضورؐ کو معراج آسمانوں کی بلندی پر حاصل ہوئی۔ قرب حق۔ قرب حق حاصل ہوتے ہیں اونچائی نیچائی کوئی چیز نہیں ہے۔ قرب۔ اللہ کا قرب بلندی اور پستی سے نہیں ہوتا ہے۔ ترک ہستی سے ہوتا ہے۔

نیست[1] را چہ جائے بالا ایست و زیر
فنائیت کے لئے کیا اوپ بھائی کیا نیچائی

کارگاہِ گنجِ حق در نیستی ست
اللہ کے خزانہ کا کارخانہ، فنائیت میں ہے

حاصلِ ایں اشکستِ ایشاں آے کیا
خلاصہ یہ ہے، اے برگ! اُن کی شکست

آنچناں شاداند در ذُل و تلف
وہ ذلت اور تباہی میں اس طرح خوش ہیں

برگِ بے برگی ہمہ اقطاعِ اُوست
پوری بے سروسامانی کا سامان اُس کی جاگیر ہے

آں[2] یکے گفت ار چنان ست آں فرید
ایک نے کہا، اگر وہ یکتا ایسا ہے

چونکہ اُو مبدل شد ست و شادیش
جبکہ اُس میں تبدیلی ہو چکی ہے، اور اُس کی خوشی

پس بقہرِ دشمناں چوں شاد شد
تو وہ دشمنوں کے مغلوب ہو جیسے کیوں خوش ہوا ہے؟

شاد[3] شد جانش کہ بر شیرانِ نر
اُس کی جان خوش ہوئی کیونکہ بہادر شیروں پر

پس بدانستیم کو آزاد نیست
تو ہم جان گئے کہ وہ آزاد نہیں ہے

ورنہ چوں خندد کہ اہلِ آں جہاں
ورنہ کیوں ہنستا، جبکہ اُس جہان والے

ایں ہمی گفتند در زیرِ زباں
وہ آہستہ سے یہ کہہ رہے تھے

تا مُوکّل نشنود در ما جہد
تاکہ سپاہی نہ سُن لے (اور) ہم پر کود پڑے

نیست را نے زود و نے دُور ست و دیر
فنائیت کے لئے نہ جلدی ہے نہ دور اور دیر ہے

غرّہ ہستی چہ دانی نیست چیست
تو ہستی کے دھوکے میں ہے تو کیا سمجھے کہ فنائیت کیا ہے

می نماند ہیچ با شکستِ ما
ہماری شکست سے کسی طرح مشابہ نہیں ہے

ہمچو ما در وقتِ اقبال و شرف
جس طرح ہم اقبالمندی اور بڑائی میں

فقر و خواری افتخارست و علوست
فقر اور ذلت، فخر اور بڑائی ہے

چوں بخندید او چو ما را بستہ دید
تو وہ کیوں ہنسا جبکہ اُس نے ہمیں بندھا ہوا دیکھا؟

نیست زیں زندان و زیں آزادیش
اس قید اور اس آزادی سے متعلق نہیں ہے

چوں ازیں فتح و ظفر پُر باد شد
اس فتح اور کامیابی سے کیوں مغرور بنا ہے،

یافت آساں نصرت و دست و ظفر
آسانی سے فتح اور قابو اور ظفر پالی

جز بدنیا دِ لخوش و دلِ شاد نیست
دنیا کے سوا کسی چیز سے خوش دل اور مسرور نہیں ہے

بر بد و نیک اند مشفق مہرباں
اچھے اور بُرے پر شفق اور مہربان ہیں

آں اسیراں باہم اندر بحثِ آں
وہ قیدی آپس میں اس کی بحث میں

ایں سخن در گوشِ آں سُلطاں نہد
یہ بات اُس بادشاہ کے کان میں رکھدے

---

[1] نیست۔ جب مقام فنا حاصل ہو جائے تو زمان و مکان کی اونچ نیچ سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ کارگاہ فنائیت کے بعد اسرار خداوندی ظاہر ہوتے ہیں جو شخص ہستی میں پھنسا ہے وہ فنائیت کو نہیں سمجھ سکتا۔ حاصل یہاں سے پھر اُن قیدیوں کا مقولہ شروع ہوتا ہے انھوں نے کہا ہماری اور مسلمانوں کی شکست میں بہت فرق ہے آنچناں۔ وہ شکست میں بھی اس قدر خوش ہوتے ہیں جس طرح کہ ہم فتح میں۔ برگ بے برگی اُن کا سامان ہے فقر اور ذلت میں فخر سمجھتے ہیں۔

[2] آں یکے۔ آنحضورؐ کی فنائیت پر اُس شخص نے اعتراض کیا کہ اگر ان کو مقام فنائیت حاصل ہے اور وہ اللہ کے مقرب ہیں تو ہماری تباہی پر کیوں خوش ہو رہے ہیں۔ اگر اُن میں بالکل تبدیلی آگئی ہے اور انکی خوشی ہماری قید اور اپنی آزادی سے متعلق نہیں ہے تو پھر ہمیں قید میں دیکھ کر کیوں ہنسے اور اپنی کامیابی پر کیوں مغرور ہوئے۔

[3] شاد شد۔ یقیناً انکی خوشی اسی بنا پر ہے کہ ہم جیسے شریروں پر انھوں نے فتح پائی ہے۔ پس۔ اس بات سے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہستی سے آزاد نہیں ہیں اور وہ ایک دنیادار ہیں۔ اہل اس جہاں۔ اللہ والے تو سب انسانوں پر مہربان ہوتے ہیں خواہ انسان بھلے ہوں یا

آگاہ[1] شدن پیغمبر علیہ السلام از طعن ایشاں بر شہامت او

خوشی پر ان کی ملمہ زنی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقف ہو جانا

گرچہ نشنید آں مؤکل این سخن — رفت در گوشے کہ بد آں من لدن

اگرچہ اس سپاہی نے یہ بات نہ سنی — اس کان میں پہنچ گئی جو کہ اللہ کی جانب تھا

بوئے پیراہانِ یوسفؑ را ندید — آنکہ حافظ بود یعقوبش شنید

حضرت یوسفؑ کے لباس کی خوشبو نہ محسوس کی — اس نے جو محافظ تھا، اس کو یعقوبؑ نے محسوس کیا

آں شیاطیں بر عنانِ آسماں — نشنوند آں بہتر لوحِ غیب داں

وہ شیاطین، آسمان کی بلندی پر — غیب کے جاننے والے کی لوح کے راز کو نہیں

آں محمدؐ خفتہ و تکیہ نزدہ — آمدہ بر گردِ او گرداں شدہ

محمدؐ سوئے ہوئے، اور تکیہ لگائے ہوئے ہیں — راز آیا (اور) اس نے ان کے گرد چکر لگائے

آں[2] خورد حلوا کہ روزیش ست باز — آں نہ کانگشتانِ او باشد دراز

حلوا وہ کھاتا ہے جس کی روزی کشادہ ہو — نہ کہ وہ جس کی انگلیاں لمبی ہوں

انجم ثاقب گشتہ حارسِ دیوراں — کہ بہل دزدی ز احمدؐ سر ستاں

ٹوٹنے والا ستارہ نگہبان اور شیطان کو بھگانے والا — کہ چوری چھوڑ دے احمدؐ سے راز چھین کر

اے دویدہ سوئے دکاں از پگاہ[3] — ہیں بمسجد رو بجو رزقِ الٰہ

اے صبح سے دکان کی جانب دوڑتے ہوئے — خبردار! مسجد میں جا، اللہ سے روزی مانگ

فہم کردن رسول علیہ السلام ضمیر آں اسیراں را

آنحضرت علیہ السلام کا اُن قیدیوں کے دل کی بات سمجھ جانا

پس رسولؐ آں گفت شاں را فہم کردؐ[4] — گفت آں خندہ نبودم از نبرد

پس رسولؐ اُن کی وہ گفتگو سمجھ گئے — فرمایا وہ میرا ہنسنا جنگ کے سبب میں نہ تھا

مُردہ اند ایشاں و بوسیدہ فنا — مُردہ کشتن نیست مردی پیش ما

وہ مُردہ ہیں، اور فنا سے گلے ہوئے ہیں — مُردے کو مارنا ہمارے نزدیک بہادری نہیں ہے

خود کیند ایشاں کہ مہ گردد شگاف — چونکہ من با لشکرم اندر مصاف

وہ کیا ہیں، بلکہ چاند پھٹ جاتا ہے — جب میں میدانِ جنگ میں قدم جماؤں

آنگہے کا زاد بودید و مکیں — من شمارا بستہ می دیدم چنیں

جس وقت کہ تم آزاد اور مقیم تھے — میں تمہیں ایسا ہی بندھا ہوا دیکھ رہا تھا

---

[1] آگاہ۔ آنحضورؐ نے ان کی یہ خفیہ باتیں سن لیں، اس لئے کہ آپ کے کان اس جہان کے کان نہ تھے بلکہ وہ خدائی کان تھے جن کے لئے آہستہ بات اور بلند آواز کی بات یکساں ہے۔ بولئے۔ جن لوگوں کو قربِ الٰہی حاصل ہو جاتا ہے وہ صفاتِ حق سے متصف ہو جاتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو اس محافظ کو نہ پہنچی جو قمیص لئے جا رہا تھا باوجود دور ہونے کے حضرت یعقوبؑ کو پہنچ گئی۔ آں شیاطین۔ لوحِ محفوظ کے اسرار شیاطین آسمانوں پر پہنچکر بھی نہیں سن پاتے ہیں آنحضورؐ اپنی جگہ رہتے ہوئے سن لیتے تھے۔

[2] آں خورد۔ یعنی حلوا ت روزی سے نہیں ملتا ہے جو محنت سے ملتا ہے یہی حال اسرارِ خداوندی کا ہے۔ انجم ثاقب۔ جب شیاطین آسمانی راز معلوم کرنے کیلئے آسمان پر چڑھتے ہیں تو ستارے اُن پر ٹوٹتے ہیں اور وہ ان کو بھگا دیتے ہیں۔ (راحمدؐ سے راز خداوندی حضورؐ سے حاصل کرو۔ اے دویدہ۔ روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے دکان نہیں ہے لہٰذا اس سے روزی مانگو۔

[3] فہم کرد۔ یعنی آنحضورؐ کو بطورِ وحی کے اُن کی گفتگو پر علم ہو گیا۔ نبرد۔ یعنی میں جنگ کے سبب نہیں مسکرا رہا تھا۔ یعنی یہ کفار درحقیقت مُردہ ہیں اور مُردے کو مارنا کونسی بہادری ہے۔

اے[1] بنازیدہ بملک و خاندان
اے وہ جو سلطنت اور خاندان پر نازاں ہیں

نزدِ عاقل اشترے بر نردباں
ایسا عقلمند کے نزدیک سیڑھی پر اونٹ ہے

نقشِ تن را تا فتاد از بامِ طشت
جب سے جسم کا طشت بام سے گرا ہے

پیشِ چشمم کُلِ آت آت گشت
ہر آنے والی بات میری آنکھ کے سامنے آگئی ہے

بنگرم در غورہ می بینم عیاں
میں بگورہ کا خوشہ دیکھتا ہوں تو شراب دیکھ لیتا ہوں

بنگرم در نیست شی بینم عیاں
میں عدم میں نظر کرتا ہوں تو وجود دیکھ لیتا ہوں

بنگرم[2] سرِ عالمے بینم نہاں
میں عالم غیب کو دیکھتا ہوں تو ایک پوشیدہ جہان دیکھ لیتا ہوں

آدمؑ و حوّا نرستہ از جہاں
جبکہ آدمؑ اور حوّا دنیا میں نہ پیدا ہوئے تھے

من شمارا وقتِ ذرّاتِ اَلَسْت
میں نے تمہیں، اَلَسْت کی چیونٹیوں کے وقت

دیدہ اُم پابستہ و منکوس و پست
پابزنجیر، اوندھا اور ذلیل دیکھا ہے

از حدوثِ آسمانِ بے عمُد
بے ستون کے آسمان کے پیدا ہونے کے بارے میں

اینچہ دانستہ بُدم افزوں نشُد
جو کچھ میں جان چکا تھا اس سے نہ بڑھا

من شمارا سرنگوں می دیدہ اُم
میں نے تمہیں اوندھا دیکھا ہے

پیش ازاں کز آب و گل پالیدہ اُم
اس سے پہلے کہ میں نے آب و گل سے پرورش پائی

نوندیدم تا کنم شادی بداں
میں نے نئی بات نہیں دیکھی کہ اس پر خوشی مناؤں

ایں ہمی دیدم دراں اقبالِ تاں
یہ تو میں تمہارے مقدر میں دیکھ رہا تھا

بستہ[3] قہرِ خفی و انگہ چہ قہر
مخفی قہر میں بندھے ہوئے پھر قہر بھی کیسا!

قندمی خوردید و در وے دُرج زہر
تم شکر کھا رہے تھے اور اس میں زہر داخل تھا

ایں مجنیں قندے پُر از زہرِ اَرعدُو
اگر دشمن زہر سے بھری ہوئی ایسی شکر

خوش بنوشد چیت حسد آید برُو
خوشی سے کھائے تو اس پر کیا حسد ہو سکتا ہے!

بانشاط آں زہر می کردید نوش
تم خوشی سے وہ زہر پی رہے تھے

مرگِ تاں خفیہ گرفتہ ہر دو گوش
تمہاری موت نے مخفی طور پر دونوں کان بند کر دیئے

من نمی کردم غزا از بہرِ آں
میں اس لئے جہاد نہیں کرتا ہوں

تا ظفر یابم فرو گیرم جہاں
کہ فتحمند ہوں دنیا پر قبضہ کروں

کایں جہاں جیفہ است و مُردارِ خبیص
یہ دنیا مُردار ہے، اور سستا مُردار

برچنیں مُردار چوں باشم حریص
ایسے مُردار پر میں کیسے لالچی بن سکتا ہوں!

---

[1] اے۔ خاندان اور سلطنت پر ناز کرنا ایسا ہی ناپائیدار ہے جس طرح کہ اونٹ کا سیڑھی پر نازکرنا۔

[2] بنگرم۔ پہلے اشعار میں آنے والی باتوں کے بارے میں علم کی دست کا بیان تھا اب شعر میں گزشتہ واقعات پر علم کی دست کا بیان ہے یعنی ازلی واقعات پر بھی میرا علم محیط ہے۔ من شمارا۔ ازل میں جبکہ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے اولاد کو چیونٹیوں کی شکل میں نکال کر ان سے عہد الست لیا گیا تھا میں نے اسی وقت تمہیں اوندھا دیکھ لیا تھا۔ از حدوث۔ کائنات کے بارے میں جو علم مجھے ازل میں حاصل ہوا تھا کائنات کے وجود کے بعد اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ من شمارا۔ میں نے اپنے عالم الغیب ہونے سے قبل ہی تمہیں اوندھا دیکھا تھا۔

[3] بستہ۔ میں نے ازل ہی میں تمہیں قہر الٰہی میں مبتلا دیکھا تھا اور قہر بھی ایسا جسکو تم قہر سمجھتے ہی نہیں اگر کسی کافر کو ایسا زہر ملا شکر کھانے جیسی زہر ہو تو پھر اسکے لئے کوئی موقع نہیں ہے مرگ تمہاری اور دونوں موت تمہارے کان بہرے کر دیئے ہیں۔ من نمی کردم۔ میرا جہاد لالچ گیری کیلئے نہیں ہے۔ میرا جہاد تو دنیا کی حرص و ہوس کو ختم کرنے کیلئے ہے۔

سَگ[1] نیَم تا پُر خَم مُردہ کُنَم
میں کتا نہیں ہوں کہ مُردار کی دم کے بال نوچوں

عیسیٰ مَریَم کہ تا زندش کُنَم
میں عیسیٰ مریم (اسلئے) آیا ہوں تاکہ انکو زندہ کروں

زاں ہمی کردم صفوفِ جنگ چاک
میں نے جنگ کی صفوں کو اس لئے چاک کیا ہے

تا رَہانم مر شُمارا از ہلاک
تاکہ تمہیں ہلاکت سے رہائی دوں

زاں نمی بُرّم گلوہائے بَشَر
میں انسانوں کے گلے اس لئے نہیں کاٹتا ہوں

تا مرا باشد کرو فر و حَشَر
کہ میرے لئے شان و شوکت اور اجتماع ہو

زاں ہمی بُرّم گلوئے چند تا
میں چند انسانوں کا گلا اس لئے کاٹتا ہوں تاکہ

زاں گلوہا عالَمے یابد رہا
ان گلوں سے دنیا نجات پا جائے

گر شما[2] پروانہ وار از جہلِ خویش
اگر تم نے اپنی نادانی سے پروانوں کی طرح

پیشِ آتش می کُنید ایں حملہ کیش
آگ پر اس حملے کو مذہب بنا لیا ہے

من ہمی رانم شمارا ہمچو مَست
میں مست کی طرح تمہیں ہٹاتا ہوں

از درافتادن در آتش باد دست
دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے

آنکہ خود را فتحہا پنداشتید
جس کو تم نے اپنی فتوحات سمجھا

تخمِ منحوسیِ خود می کاشتید
تم نے اپنی نحوست کا بیج بویا ہے

یکدگر را جدِّ جدی خواندید
تم ایک دوسرے کو بڑے اخلاص سے بلاتے تھے

سُوئے اژدرہا فرس می راندید
اژدھوں کی جانب گھوڑا دوڑاتے تھے

قہر[3] می کردید و اندر عینِ قہر
تم ظلم کرتے تھے، اور عین ظلم میں

خود شما مقہورِ قہرِ شیرِ دہر
تم خود زمانے کے شیر کے قہر سے مغلوب ہو گئے

بیان آنکہ طاغی در عینِ قاہری مقہور است و در عینِ منصوری مأسور

اس کا بیان کہ سرکش عین قہر میں مغلوب ہے، اور عین فتح میں قیدی ہے

دُزد قہرِ خواجہ کرد و زر کشید
چور نے خواجہ کو مغلوب کیا اور سزا اٹھا کیا

اُو دراں مشغول خود والی رسید
وہ اس میں مشغول تھا کہ خود حاکم آگیا

گر ز خواجہ آں زماں بگریختے
اگر وہ اس وقت خواجہ کے پاس سے بھاگ جاتا

کے بر و والی حشر انگیختے
تو حاکم، اس پر کب قیامت برپا کرتا؟

ظلم خود اپنے اوپر ظلم تھا اور تم خود اس سے مغلوب ہو۔ بیان۔ اس مثال سے یہ سمجھایا ہے کہ خود خواجہ کو مغلوب کر رہا تھا اور اس میں خود اس کی مغلوبیت تھی۔ ماخوذ۔ قیدی۔ والی۔ یعنی حاکم اس سے نہ ملتے اگر بگریختے۔ اگر وہ چور خواجہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتا تو حاکم کی نظر سے بچ جاتا اور مغلوب نہ ہوتا۔

---

[1] سگ نیم۔ کتا مردار کھاتا ہے پر جب دم کے بال نوچے جائیں تو میرا کام لوگوں کو ہدایت اور بھلائی دینا ہے۔ تو میرا جنگ کرنا بھی عالم سے فساد کو رفع کرنے کیلئے ہے تاکہ میں اپنی شان و شوکت کے لئے جہاد نہیں کرتا ہوں۔ گویا چند مفسدین کو ختم کر کے عالم میں امن پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

[2] گر شما۔ حدیث شریف ہے مَثَلِی کَمَثَلِ رَجُلٍ اِسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِی تَقَعُ فِی النَّارِ یَقَعْنَ فِیهَا وَجَعَلَ یَحْجُزُهُنَّ وَیَغْلِبْنَهُ فَیَتَقَحَّمْنَ فِیهَا فَاَنَا اٰخُذُ بِحُجَزِکُمْ عَنِ النَّارِ وَاَنْتُمْ تَقَحَّمُونَ فِیهَا یعنی میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی پس جب آگ نے اپنا ماحول روشن کر دیا تو پروانوں اور ان جانوروں نے جو آگ میں گرتے ہیں انہیں گرنا شروع کر دیا اور آگ روشن کرنیوالے نے انکو روکنا شروع کر دیا اور وہ اس پر غالب آتے ہیں پھر آگ میں جا گرتے ہیں پس میں تمہاری کمر پکڑتا ہوں کہ تم کو آگ سے بچاؤں اور تم اس میں گھسے پڑتے ہو۔ آنکھ جس کو تم اپنی فتح سمجھتے ہو۔ یہی تمہاری نحوست ہے تم ایک دوسرے کو آگ کے گڑھے میں جانے کی دعوت دیتے ہو۔

[3] قہر می کردید۔ یعنی تمہارا

قاہریِ[1] دُرد مقہوریش بُود
چور کا غلبہ اُس کی مغلوبیت تھی

زانکہ قہر اُو سرِ اُو را ربود
اِس لئے کہ اُس کے غلبہ نے اُس کا سر اُڑایا

غالبی بر خواجہ دامِ اُو شود
خواجہ پر غلبہ اُس کا جال بن جاتا ہے

تا رسد والی و بستاند قَوَد
حتیٰ کہ حاکم آپہنچے اور قصاص لے لے

اے کہ تو بر خلق چیرہ گشتۂ
اے وہ کہ تو مخلوق پر غالب آگیا ہے!

در نبرد و غالبی آغشتۂ
جنگ اور غلبے میں ڈوبا ہوا ہے

آں بقاصد مُنہزم کرد دستِ شاں
اُس نے قصداً اِن کو پسپا کیا ہے

تا ترا در حلقہ می آرد کشاں
تاکہ تجھے حلقے میں کھینچ لائے

ہیں[2] عَنانِ درکش پے ایں منہزم
اِس پسپا کا پیچھا کرنے سے باز رہ تمام

در مراں تا تو نگردی منخرم
نہ چلا تاکہ تو نکٹا نہ بن جائے

چوں کشانندت بدیں شیوہ مدام
جب تجھے اِس طریقہ پر جال میں کھینچ لائیں گے

حملہ بینی بعد ازاں اندر زحام
اِس کے بعد بھیڑ میں (تو اپنے اوپر) حملہ دیکھے گا

عقل ازیں غالب شدن کے گشت شاد
اِس غالب آنے سے عقل کب خوش ہوتی ہے؟

چوں دریں غالب شدن دید اُو فساد
جبکہ اِس غالب آنے میں اُس نے تباہی دیکھ لی ہے

تیز چشم آمد خرد بینائے پیش
پیش بین عقل تیز آنکھوں والی ہے

کہ خدایش سُرمہ کرد از کحلِ خویش
کیونکہ خدا نے اپنے سُرمے سے اُسکے سرمہ لگایا ہے

گفت پیغمبر کہ ہستند از فنوں
پیغمبرؐ نے فرمایا بختوں کی وجہ سے ہیں

اہلِ جنت در خصومتہا زبوں
جنتی جھگڑوں میں مغلوب

از کمالِ[3] حزم و سوءِ الظنِ خویش
پوری ہوشیاری اور اپنے ساتھ بدگمانی کی وجہ سے

نے ز نقص و بددلی و ضعفِ کیش
نہ (عقل) نقصان اور بزدلی اور مذہب کی کمزوری کی وجہ سے

در فرہ دادن شنیدہ در کمون
غلبہ دینے (کے بارے) میں چھپا ہوا سنا ہوگا

حکمتِ لَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ
لَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ کی حکمت

---

[1] قاہری: چور کا غلبہ اُس کی مغلوبیت کا سبب بن گیا۔ سر اُڑانے چوری خواجہ کو قتل کیا تھا اُس کے بدلے میں حاکم نے اُس کو قتل کرادیا۔ قَوَد۔ قصاص۔ جان کے بدلے میں جان لینا۔ آگے کہ۔ اللہ تعالیٰ قصداً انکار کو غلبہ عطا فرما دیتا ہے تاکہ وہ غلبہ کے غرور میں مبتلا ہو کر پھر اِس انکشیں۔ پیچھا۔ غلبہ۔ قاصد۔ یعنی قصداً۔ منخرم۔ پسپا۔

[2] ہیں۔ جبکہ غلبہ کا غرور تباہی کا سبب بنتا ہے تو اِس غرور میں مبتلا ہو کر پسپا کا پیچھا نہ کرنا چاہیئے۔ منخرم۔ سر کٹوں، نکٹا ہو چکی جب غلبہ کا دھوکہ دیکر تجھے میدان میں لے آئینگے تو پھر تجھ پر سخت حملہ ہوگا۔ عقل۔ ایسا غلبہ خوشی کا سبب نہیں ہے۔ کحل۔ سُرمہ۔ فنوں۔ بختوں۔ زبوں۔ مغلوب۔ حدیث شریف ہے۔ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ کُلُّ ضَعِیْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ یعنی کیا تمہیں جنتیوں کا پتہ نہ بتادوں ہر وہ کمزور جس نے کمزوری اختیار کی وہ اللہ کے بھروسے قسم کھائے تو اللہ اُسکی قسم ضرور پوری کردیگا۔

[3] از کمال۔ اہل جنت کی کمزوری کمال ہوشیاری اور اپنے اعمال سے بدظنی کی بناء پر ہوتی ہے۔ نے۔ کمزوری کبھی عقل کی کمی سے آتی ہے کبھی بزدلی کی وجہ سے کبھی مذہب پر یقین نہ ہونے سے اہل جنت کی کمزوری اِن وجوہ سے نہیں ہے۔ در آرد۔ عدم کے موقع پر مومنوں کی ظاہری مغلوبیت اور کفار کے غلبہ کی حکمت قرآن پاک میں بیان فرمائی گئی ہے۔ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِیْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ لِیُدْخِلَ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا (اور اگر (شہر مکہ میں) کچھ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں نہ ہوتیں تو ان کے حال سے واقف نہ تھے اور تم ان کو پامال کر ڈالتے اور نادانستہ تم کو ان کی طرف سے نقصان پہنچ جاتا تو ابھی مسلمانوں کو کفار پر غلبہ دیا جاتا مگر خدا نے صلح حدیبیہ کے وقت اِس لئے ایسا نہ ہونے دیا کہ خدا اس امر میں جس کو چاہے (یعنی رحمت اسلام) میں داخل کرے اگر مکہ کے رہنے والے مسلمان کہیں الگ الگ ہوتے تو ان کو جس طرح کے کفر کیساتھ ہی دردناک عذاب کی سزا دیتے۔ کرتی۔

دست کوتاہی ز کفارِ لعین
ملعون کفار سے ہاتھ روکنا

فرض شد بہرِ خلاصِ مومنین[1]
مومنوں کی خلاصی کے لئے فرض ہوا

قصۂ عہدِ حدیبیہ بخواں
حدیبیہ کی صلح کا قصہ پڑھو

کفِ ایدیکم تمامت زاں بداں
اس نے تمہارے ہاتھوں کو روکا، پورا اس سے جو

نیز اندر غالبی[2] ہم خویش را
غلبے میں بھی اپنے آپ کو

دید او مغلوبِ دامِ کبریا
اس نے اللہ کے جال میں مغلوب سمجھا

ما رمیت اذ رمیت آمد خطاب
تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا، خطاب آیا

گم شد او واللہ اعلم بالصواب
تو وہ فنا ہو گیا اور اللہ درستی کو زیادہ جانتا ہے

زاں نمی خندم من از زنجیرتاں
میں تمہاری زنجیر سے اس لئے نہیں ہنستا ہوں

کہ بگردم ناگہاں شبگیرتاں
کہ میں نے تمہیں اچانک رات میں گرفتار کر لیا

زاں ہمی خندم کہ باز زنجیر و غل
میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ زنجیر اور طوق کے

می کشم تاں سوئے سرستان و گل
میں تمہیں لے جا رہا ہوں، سرو اور گل کے باغیچہ میں

اے عجب کز آتشِ بے زینہا
کس قدر عجیب بات ہے کہ بے ضرر آگ سے

بستہ می آریم تاں تا سبزہ زار
تم کو سبزہ زار کی طرف باندھ کر لا رہا ہوں

از سوئے دوزخ بزنجیرِ گراں
بھاری زنجیر کے ساتھ دوزخ کے

می کشم تاں تا بہشتِ جاودا
ابدی جنت کی طرف میں تمہیں کھینچ رہا ہوں

ہر مقلد[3] را دریں رہ نیک و بد
ہر مقلد کو اس راستہ میں اچھائی سے برائی سے

ہمچناں بستہ بحضرت می کشد
اسی طرح باندھ کر دربار میں کھینچتا ہے

جملہ در زنجیرِ بیم و ابتلا
سب، خوف اور آزمائش کی زنجیر میں

می رونداں ایں رہ بغیرِ اولیا
اولیاء کے علاوہ اس راستہ پر چلتے ہیں

می کشندایں راہ را بیکار و ار
اس راستہ پر جستی طریقہ پر کھینچتے ہیں

جز کسانے واقف از اسرارِ کا
سوائے اُن کے جو کام کے بھید سے واقف ہیں

جہد کن تا نورِ تو رخشاں شود
مجاہدہ کر تاکہ تیری روشنی چمک اٹھے

تا سلوک و خدمتت آساں شود
تاکہ تیرے لئے چلنا اور خدمت کرنا آسان ہو جائے۔

---

[1] خلاص۔ یعنی ان مومنوں کے چھڑانے کے لئے جو مکہ میں مقیم تھے۔ کف۔ حدیبیہ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا۔ یعنی وہ خدا ہی تو ہے جس نے تمہیں کافروں پر فتح دی پھر اُن کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے روک دیا اور اُس وقت جو کچھ تم کرتے تھے اللہ سب دیکھتا تھا۔

[2] نیز اندر۔ غلبہ کے وقت بھی آنحضورؐ اپنے آپ کو عاجز سمجھتے تھے اور غلبہ محض تائید خداوندی سے جانتے تھے۔ مارمیت۔ جنگ بدر میں جبکہ آنحضورؐ نے ایک مٹھی خاک پھینکی اور اس سے کفار مغلوب ہوئے تو اس کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ یعنی جبکہ تم نے مٹی پھینکی تو تم نے نہیں پھینکی اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔ زاں۔ میری ہنسی اس وجہ سے تھی کہ تم پابہ زنجیر تھے بلکہ میں تو اس لئے ہنسا تھا کہ میں تمہیں قید کر کے جنت کی طرف لے جا رہا تھا۔ اے عجب۔ اس پر تعجب کر رہا تھا کہ باوجود دشمنی کے تمہیں آگ سے بچا کر جنت کے سبزہ زار میں لے جا رہا ہوں۔

[3] ہر مقلد۔ جب فرض شامل حال ہوتی ہے تو وہ انسان کو

بزور فرض یا جبراً راہ راست پر لے آتی ہے جملہ۔ عام انسان خوف اور ڈر سے راہ ہدایت پر چلتے ہیں اولیاء اللہ یعنی خوش اور بصیرت سے راہ راست پر چلتے ہیں بیکار و ار۔ یعنی جبراً۔ واقف۔ یعنی جن کو بصیرت قلبی اور نور باطن حاصل ہو گیا ہے جہد کن۔ انسان مجاہدہ کرے تو اسکو نور باطنی حاصل ہو جاتا ہے جس سے راہ ہدایت اسکے لئے آسان ہو جاتی ہے

کودکاں را می بَری مکتب بزور
تو بچوں کو مکتب میں جبراً لے جاتا ہے

چوں شود واقف بمکتب می رود
جب وہ جان جاتا ہے مکتب میں دوڑا جاتا ہے

می رود کودک بمکتب ہیچ ہیچ
بچہ مکتب میں ہیچ وتاب سے جاتا ہے

چوں کند در کیسہ دانگے دست مزد
جب ایک دانگ مزدوری تھیلی میں ڈال لیتا ہے

جہد کن تا مزدِ طاعت در رسد
کوشش کر تاکہ بندگی کی مزدوری مل جائے

اِیتِیاکَرْهًا مُقلِّدگشتہ را
مقلدوں کے لئے "تم دونوں جبراً آؤ" ہے

ایں محبِّ حق ز بہرِ علتے
یہ خدا کا دوست کسی غرض سے ہے

ایں محبت دایہ لیک از بہرِ شیر
یہ آنا کا عاشق ہے لیکن دودھ کی خاطر

طفل را از حسنِ اُو آگاہ نے
بچہ کو اس کے حسن سے واقفیت نہیں ہے

واں دگر خود عاشقِ دایہ بود
دوسرا خود آنا کا عاشق ہوتا ہے

پس محبِّ حق بامید و بترس
پس اللہ کی امید اور ڈر سے، اللہ کا دوست

واں محبِّ حق ز بہرِ حق کجاست
وہ اللہ کے لئے، اللہ کا دوست کہاں ہے؟

گر چنین و گر چناں چوں طالبست
خواہ ایسا ہے خواہ ویسا ہے جبکہ وہ طلبگار ہے

زانکہ ہستند از فوائد چشم کور
اس لئے کہ وہ فائدوں سے اندھے ہیں

جانش از رفتن شگفتہ می شود
اس کی روح جانے سے کھلتی ہے

چوں ندید از مزدکارِ خویش ہیچ
کیونکہ اس نے اپنے کام کا کوئی معاوضہ نہیں دیکھا ہے

انگہے بیخواب گردد شب چو دزد
تب چور کی طرح رات کو جاگتا ہے

بر مُطیعاں انگہت آید حسد
تب تجھے فرمانبرداروں پر حسد ہوگا

اِیتِیا طَوْعًا صفا بسرشتہ را
خلوص کی سرشت والوں کیلئے تم دونوں خوشی سے آؤ

واں دگر رابے غرض خود خلتے
اس دوسرے کی خود بے غرض دوستی ہے

واں دگر دل دادہ بہرِ ایں ستیر
وہ دوسرا اس پردہ نشین کا دلدادہ ہے

غیرِ شیر اُو را ازو دلخواہ نے
اس کے دودھ کے علاوہ اسکو کچھ مرغوب نہیں ہے

بے غرض در عشق یک رایہ بود
بلا کسی غرض کے عشق میں ایک رائے والا ہوتا ہے

دفترِ تقلید می خواند بدرس
تقلید کی کتاب کو درس کے ساتھ پڑھ رہا ہے

کز اغراض و ز علتہا جداست
جو غرضوں اور علتوں سے جدا ہے

جذبِ حق اُو را سوئے حق جاذبست
اللہ (تعالیٰ) کی کشش اسکو اللہ کی جانب کھینچنے والی ہے

---

۵۱ کودکاں۔ مقلد بچوں کی طرح ہیں جن کو اپنے عمل کی مزدوری نظر نہیں آتی ہے چوں شود۔ بچہ کو جب مکتب جانے پر انعام ملے تو مکتب جانے کی خوشی میں اس کی رات کی نیند اڑ جاتی ہے۔ تا خود۔ اگر عمل کا ثواب آنکھوں سے نظر آنے لگے تو پھر عبادتگذار کو دیکھ کر رشک کرنے لگتا ہے ایتیا۔ مقلد کی اطاعت جبری ہے اہل صفا کی اطاعت دل وجان سے ہے۔

۵۲ ز بہرِ علتے۔ مقلد کی محبت اپنی غرض پر مبنی ہوتی ہے۔ واں دگر۔ اہل اللہ کی عبادت محض عشق کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ ایں محبت۔ عالم انسان کی مثال اس بچے کی سی ہے جو آنا سے دودھ کے لالچ میں محبت کرتا ہے۔ واں دگر۔ بالغ مرد وعورت کی عشق کی بنیاد پر گرویدہ ہوتا ہے یہ اہل اللہ کی مثال ہے۔

۵۳ پس۔ جو لوگ جنت کے لالچ یا دوزخ کے ڈر سے اللہ کے عاشق ہیں وہ تقلیدی سبق پڑھ رہے ہیں۔ واں۔ ایسے عاشق جو محض ذات کی وجہ سے اللہ کے عاشق ہوں اور اُن کے عشق میں کوئی غرض نہ ہو بہت نادر ہیں۔ گر چنیں۔ عاشق خواہ مقلد ہو یا مُتبحر دل والا، اللہ ہی کی کشش اس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔

گر محبِ حق بُود لِغَیرِہٖ — کے یَنَالُ دَائِمًا مِّن خَیرِہٖ
خواہ ماسوئی اللہ کے لئے اللہ کا دوست ہے — تاکہ ہمیشہ اُس کی خیر حاصل کرے

یا مُحِبِّ حق بُود لِعَینِہٖ — لَا سِوَاہُ خَائِفًا مِّن بَینِہٖ
یا اُس کی ذات کی وجہ سے اس کا دوست ہے — وہ اُس کے سوئی سے نہیں اُسکے فراق سے ڈرتا ہے

ہر دو را ایں جستجو ہا زاں سَرَست — ایں گرفتاری دل زاں دلبرست
دونوں کی جستجوئیں اُسی کی جانب سے ہیں — یہ دل کی گرفتاری اُسی دلبر کی جانب سے ہے

جذبِ معشوق عاشق را مِن حَیثُ لَا یَعلَمُہُ العَاشِقُ وَلَا یَرجُوہُ

معشوق کا عاشق کو جذب کرنا اِس طریقہ پر کہ عاشق نہ اُس کو جانتا ہے اور نہ اُس کی امید رکھتا ہے

وَلَا یَخطُرُ بِبَالِہٖ وَلَا یَظہَرُ مِن ذٰلِکَ الجَذبِ اَثَرٌ فِی العَاشِقِ

اور نہ اُس کے دل میں آتا ہے اور اِس کشش کا اثر عاشق میں کچھ ظاہر نہیں ہوتا ہے

اِلَّا الخَوفُ المَمزُوجُ بِالیَاسِ مَعَ دَوَامِ الطَّلَبِ

سوائے خوف سے مِلی ہوئی مایوسی کے مع طلب کی ہمیشگی کے

آمدیم اینجا کہ در صدرِ جہاں — گر نبودے جذبِ آں عاشق نہاں
ہم یہاں آگئے کہ صدرِ جہاں میں — اگر اُس عاشق کی پوشیدہ کشش ہوتی

ناشکیبا کے بُدے اُو از فراق — کے دواں باز آمدے سوئے وثاق
وہ جدائی سے بے صبر کب ہوتا؟ — وہ قید کی جانب کب بھاگا آتا؟

میلِ معشوقاں نہانست و ستیر — میلِ عاشق باد و صد طبل و نفیر
معشوقوں کا میلان پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے — عاشق کا میلان دو سو نقاروں اور نفیروں کی طرح ہے

یک حکایت ہست اینجا از اعتبار — لیک عاجز شد بُخاری ز انتظار
عبرت کے لئے یہاں ایک قصہ ہے — لیکن بُخاری انتظار میں عاجز آگیا ہے

ترکِ آں کردیم کو در جستجوست — تا کہ پیش از مرگ بیند روئے دوست
ہم نے وہ چھوڑ دیا کیونکہ وہ تلاش میں ہے — تاکہ مرنے سے پہلے محبوب کا چہرہ دیکھ لے

تا رہد از مرگ و یابد او نجات — زانکہ دیدِ دوست ست آبِ حیات
تاکہ وہ موت سے چھٹکارا پائے اور نجات حاصل کرے — کیونکہ دوست کا دیدار آبِ حیات ہے

ہر کہ دیدِ او نباشد دفعِ مرگ — دوست نبود کہ نہ میوشد نہ برگ
جس کا دیدار موت کا دفعیہ نہ ہو — وہ دوست نہ ہوگا کیونکہ نہ اُس پر پھل ہیں نہ پتے

لہ گر۔ خواہ وہ عشق میں مقید ہے اور اسکی جنت کا امیدوار بلکہ اُس کا عاشق بنا ہے خواہ اُس کی ذات کا عاشق ہے اور وہ صرف ہجر سے ڈرتا ہے اور صرف وصال کا طالب ہے دونوں کی طلب منجانب اللہ ہے اور دونوں کا عشق خدا کا پیدا کردہ ہے۔

لہ جذبِ معشوق۔ معشوق کی کشش ایسی ہوتی ہے کہ عاشق کو وہ محسوس نہیں ہوتی ہے اور عاشق میں اُس کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے۔ آدمیم جبکہ معشوق عاشق کی کشش کرتا ہے تو اب سنو اُس بُخاری کے لئے اگر صدرِ جہاں معشوق کی طرف سے کشش نہ ہوتی تو وہ بُخاری عاشق کیسے سزا کی طرف کھنچتا۔

لہ میلِ معشوقاں۔ میلان دونوں طرف ہوتا ہے لیکن معشوق کا پوشیدہ میلان ہوتا ہے اور عاشق کا کھلم کھلا ہوتا ہے۔ یک حکایت۔ اس موقع پر میں ایک اور قصہ سنانا چاہتا تھا لیکن بُخاری عاشق کو کب تک منتظر رکھوں اُس کی خواہش ہے کہ موت سے پہلے معشوق کا چہرہ دیکھ لے۔ تا دہد۔ معشوق کا دیدار آبِ حیات ہے اُس کے بعد موت نہیں آسکتی۔ ہر کہ۔ جس معشوق کا دیدار موت کا دافع نہ ہو وہ دراصل معشوق ہی نہیں ہے۔

کار آں کار ست اے مشتاقِ مست — کاندراں کار ار رسد مرگت خوش ست

اے مست مشتاق! کام تو دراصل وہ ہے — کہ اُس کام میں اگر تجھے موت آجائے تو بہتر ہو

شد نشانِ صدقِ ایماں اے جواں — آنکہ آید خوش ترا مرگ اندراں

اے جوان! ایمان کی سچائی کی علامت ہے — کہ تجھے اُس میں مرجانا اچھا لگے

گر نشد ایمانِ تو اے جاں چنیں — نیست کامل رَو بجو اکمالِ دیں

اے جان! اگر تیرا ایمان ایسا نہیں ہے — تو وہ کامل نہیں ہے، جا ایمان کی تکمیل چاہئے

ہر کہ اندر کارِ تو شد مرگِ دوست — بَر دلِ تو بے کراہت دوست اُو

جس دوست کی موت تیرے کام میں ہو — کسی ناگواری کے بغیر وہ تیرا دوست ہے

چوں کراہت رفت آں خود مرگ نیست — صورتِ مرگ ست و نقلاں کردنیست

جب ناگواری ختم ہوگئی تو وہ موت ہی نہیں ہے — بظاہر موت ہے اور (حقیقتاً) منتقل ہونا ہے

چوں کراہت رفت مُردن نفع شد — پس دُرست آمد کہ مُردن دفع شد

جب ناگواری جاتی رہی، موت مفید ہوئی — تو ثابت ہوگیا، کہ موت دفع ہوگئی

دوست حق ست کیسے وکش گفت اُو — کہ تو ئی آنِ من و من آنِ تو

دوست اللہ ہے اور وہ جسکو اللہ اپنا کہدیتا ہے — کہ تو میرا ہے، اور میں تیرا ہوں

گوشِ دار اکنوں کہ عاشق میرسد — بستہ عشق اُورا بحبلِ من مسد

اب سُن، کہ عاشق پہنچتا ہے — عشق نے اُسکو مونج کی رسّی سے باندھا ہے

رسیدن بخاری عاشق در بندگی صدرِ جہاں

عاشق بخاری کا صدرِ جہاں کی خدمت میں پہنچنا

چوں بدید اُو چہرۂ صدرِ جہاں — گو بیا پرید ش از تن مرغِ جاں

جب اُس نے صدرِ جہاں کا چہرہ دیکھا — گویا اُس کے جسم سے مرغِ جاں پرواز کرگیا

ہمچو چوبِ خشک اُفتاد آں تنش — سر دشد از فرق سر تا ناخنش

اُس کا جسم خشک لکڑی کی طرح گر پڑا — سر کی مانگ سے اُسکے ناخن تک ٹھنڈے پڑگئے

ہر چہ کردند از بخور و از گلاب — نے بجنبید و نے آمد در خطاب

اُنھوں نے جو کچھ بھی دھونی اور گلاب کیا — وہ نہ حرکت میں آیا نہ بولا

کار ناید در بخارا ہر بخور — جز کہ بوئے آں شہِ با فر و نور

بخارا میں کوئی دھونی کارآمد نہ ہوگی — اِس پُرشوکت اور منوّر شاہ کی خوشبو کے

علاوہ

۵۱ کمالِ عشق کا صحیح کمال یہ تو نہیں ہے کہ اُس میں موت آجائے۔ البتہ صحیح ایمان کی علامت یہی ہے کہ اُس پر جان قربان کرنا اچھا معلوم ہو۔ گزشتہ اگر ایمان میں یہ کیفیت نہیں ہے تو وہ ناقص ایمان ہے اُس کی تکمیل کرنی چاہئے۔ ہر کہ تم اپنا صحیح دوست اُسی کو سمجھو جو تمہارے لئے جان دیدے۔

۵۲ چوں کراہت سے مراد جبکہ وصال کے شوق میں مرنا آسان ہوجائے تو پھر وہ موت موت ہی نہیں ہے محض ایک نقل مکانی ہے۔ مردن دفع شد۔ موت تو ایک ناگوار چیز ہے۔ جب ناگواری ختم ہوگئی تو موت موت نہ رہی۔ دوست۔ صحیح معنی میں تو دوست اللہ تعالیٰ ہے اور دنیا میں وہ دوست، دوست ہے جو اللہ والا ہو۔ حبلٌ من مسد۔ مونج کی رسّی۔

۵۳ چوں بدید۔ جب اُس بخاری عاشق نے صدرِ جہاں کو دیکھا تو جس دھوکہ ہوگیا اور خشک لکڑی کی طرح زمین پر گر پڑا اور سر سے پاؤں تک ٹھنڈا پڑگیا۔ ہر چہ۔ ہوش میں لانے کی سب تدبیریں بیکار ہوئیں۔ کار ناید۔ عاشق تو بڑے شوق سے ہوش میں آتا ہے۔

شاہ[1] چوں دید آں مُزعفر روئے اُو
بادشاہ نے جب اُس کا زعفرانی چہرہ دیکھا

پس فرود آمد ز مرکب سوئے اُو
تو اُس کی جانب سواری سے اُتر آیا

گفت عاشق دوست جوید تیز و تفت
بولا عاشق معشوق کو تیزی اور گرمجوشی سے

چونکہ معشوق آمد آں عاشق بر فت
جب معشوق آیا، وہ عاشق چلا گیا

عاشقِ حقی وحق آنست کُو
تو اللہ کا عاشق ہے، اور میرا یہ ہے کہ وہ

چوں بیاید از تو نبود تار مُو
جب آئے تو تیرے بدن کا بال بھی باقی نہ رہے

صد چو تو فانی ست پیش آں نظر
اُس کی نگاہ کے سامنے تجھ جیسے سیکڑوں فانی ہیں

عاشقی بر نفیِ خود خواجہ مگر
اے خواجہ! شاید تو بھی اپنی فنا کا عاشق ہے

سایہ[2] و عاشقی بر آفتاب
تو سایہ ہے اور سورج پر عاشق ہے

شمس آید سایہ لاگردد شتاب
سورج نکلتا ہے تو سایہ فوراً فنا ہو جاتا ہے

چونکہ سر بر زد ز مشرق قرصِ خور
جبکہ سورج کی ٹکیا نے مشرق سے سر نکالا

نیز ستارہ ماند و نیز شب اثر
نہ کسی ستارے کا نشان رہا نہ رات کا

از درِ دل چونکہ عشق آید دروں
دل کے دروازے سے جب عشق اندر آجاتا ہے

عقل زخت خویش اندازد بروں
عقل اپنا بوریہ بستر باہر ڈال دیتی ہے

ہمچو شیرے خورد با آہو دو چار
جیسے کہ شیر ہرن کے آمنے سامنے ہوا

گشت آہو بیخبر افتاد زار
تو ہرن بیہوش ہو کر بحالتِ زار گرا

ہمچو زور پشہ پیشِ تند باد
جیسے کہ پشہ کی طاقت تیز ہوا کے بالمقابل

فہم کن واللہ اعلم بالسداد
سمجھ لے، اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

دادخواستن پشہ از دست باد بحضرتِ سلیمان علیہ السلام[3]

پشہ کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ہوا کی فریاد کرنا

پشہ آمد از حدیقہ وز گیاہ
باغ اور گھاس سے پشہ آیا

وز سلیمانؑ گشت پشہ دادخواہ
اور پشہ نے (حضرت) سلیمانؑ سے انصاف چاہا

کاے سلیمانؑ معدلت می گستری
کہ اے سلیمان! آپ انصاف کرتے ہیں

بر شیاطیں و آدمی زاد و پری
شیطانوں، اور انسانوں، اور پریوں کا

مُرغ و ماہی در پناہِ عدلِ تست
پرند اور مچھلیاں آپ کے انصاف کی پناہ میں ہیں

کیست آں کُم گشتہ کش فضلت نجست
وہ کونسا گمراہ ہے جس کو آپ کی عنایت نے تلاش نہیں کیا

---

[1] شاہ۔ صدرِ جہاں نے جب اُس کی یہ حالت اور اُس کا زرد چہرہ دیکھا تو سواری سے اُتر کر اُس کے پاس گیا۔ گفت۔ صدرِ جہاں نے کہا عشق کا معاملہ بھی عجیب ہے عاشق معشوق کو ڈھونڈھتا ہے اور اُس کے سامنے آنے پر فنا ہو جاتا ہے۔ عاشقِ حق۔ خدا کے عاشق کا بھی یہی حال ہونا چاہیئے کہ عاشق کو فنا کا درجہ حاصل ہو۔ صد چو تو۔ تجھ جیسے اس فنا کے سامنے کچھ نہ سمجھو ہزاروں فانی ہیں۔

[2] سایہ۔ وصال کے وقت فنا لازمی سایہ ہے اور وہ سورج پر عاشق ہو تو سورج کے نمودار ہوتے ہی سایہ غائب ہو جائیگا۔ چونکہ عشق سورج ہے اور عاشق ستارہ اور شب ہے سورج کے نور کا ہونے سے شب اور ستارے غائب ہو جاتے ہیں۔ از درِ دل۔ عشق کا تقاضہ ہے جنون! جنون اور عقل میں بیر ہے۔ ہمچو شیرے۔ عشق شیر ہے اور عقل ہرن ہے۔ ہمچو زور۔ عشق تیز آندھی ہے اور عقل مچھر ہے۔

[3] داد۔ اس قصہ سے مچھر کی ہوا کے مقابلہ میں بے بسی کو ظاہر کرنا ہے۔ حدیقہ باغ۔ سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ کی جن دانش پر حکومت تھی اور ہوا بھی اُن کے حکم کے تابع تھی کیست تفصیل مشکل ہے مختصر یہ کہ ہر چیز آپ کے فضل کی طالب ہے۔

داد دہ مارا کہ بس زاریم ما
ہمارا انصاف کیجئے کیونکہ ہم عاجز ہیں
بے نصیب از باغ و گلزاریم ما
ہم باغ اور چمن سے بے نصیب ہیں

مشکلات ہر ضعیفے از تو حل
ہر کمزور کی مشکلیں آپ سے حل ہوتی ہیں
پیشہ باشد در ضعیفی خود مثل
پختہ خود کمزوری میں ضرب المثل ہے

شہرہ ما در ضعف و شکستہ پری
ہماری شہرت کمزوری اور ٹوٹے ہوئے پروں میں ہے
شہرہ تو در لطف و مسکین پروری
آپکی شہرت مہربانی اور غریب پروری میں ہے

اے تو در اطباق قدرت منتہی
اے وہ کہ آپ قدرت کے مرتبوں کی انتہا پر ہیں
منتہی ما در کمی و گمرہی
ہم کمزوری اور گمراہی میں انتہا پر ہیں

داد دہ مارا ازیں غم کن جدا
ہمارا انصاف کیجئے اس غم سے جدا کر دیجئے
دستگیر اے دست تو دست خدا
اے وہ کہ آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے، ہماری دستگیری کیجئے

پس سلیمانؑ گفت آ انصاف جو
تو حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے انصاف کے طالب!
داد و انصاف از کہ میخواہی بگو
بتا تو کس سے فریاد اور انصاف چاہتا ہے؟

کیست آں ظالم کہ از بادِ بروت
وہ ظالم کون ہے کہ جس نے غرور سے
ظلم کرد و دست و تیرا چہرہ زخمی کیا ہے؟

اے عجب در عہدِ ما ظالم کجاست
تعجب ہے! ہمارے زمانے میں ظالم کہاں ہے
کو نہ اندر حبس و در زنجیر ماست
جو ہماری قید اور زنجیر میں نہیں ہے؟

چونکہ ما زادیم ظلم آں روز مرد
جب ہم پیدا ہوئے اسی دن ظلم مر گیا
پس بعہدِ ما کہ ظلمے پیش برد
تو ہمارے زمانے میں کون ہے جس نے ظلم کیا ہے؟

چوں برآمد نور ظلمت نیست شد
جب نور آیا تاریکی معدوم ہوئی
ظلم را ظلمت بود اصل و عضد
ظلم کی اصل، اور بازو، تاریکی ہے

نیک شیاطیں کنند خدمت مکنند
یہ شیاطین کام اور خدمت کر رہے ہیں
دیگراں بستہ باصفادند و بند
دوسرے بیڑیوں اور قید میں بندھے ہوئے ہیں

اصل ظلم ظالماں از دیو بود
ظالموں کے ظلم کی جڑ شیطان سے تھی
دیو در بندست ستم چوں نمود
شیطان بند ہے، ظلم کیسے ہوا؟

ملک زاں دادست ما را کُن فکان
(خدا کی قدرت) کُن فکان نے ہمیں ملک اسی لئے دیا ہے
تا نالد خلق سوئے آسمان
تاکہ مخلوق آسمان کی جانب فریاد نہ کرے

۱؎ داد دہ۔ پہلے نے ہوا کے ظلم کی تفصیل کی کہ وہ ہمیں باغ و گلزار میں نہیں پہنچنے دیتی۔ اطباق۔ طبق کی جمع ہر چیز پر اعلیٰ سے اعلیٰ اقتدار حاصل ہے اور ہماری کمزوری اور حقارت ضرب المثل ہے۔

۲؎ اے دست تو۔ نبی کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ باد بروت۔ غرور، تکبر۔ کو نہ۔ حضرت سلیمانؑ نے سرکش شیطانوں کو قید کر دیا تھا۔

۳؎ چوں۔ عادل نور ہے اور ظلم تاریکی ہے۔ بک۔ شیاطین اور جن حضرت سلیمانؑ کی خدمتگاری کرتے تھے۔ دیگراں۔ جو سرکش ہیں وہ قیدی ہیں۔ اصفاد۔ صفد کی جمع ہے بیڑی۔ اصل۔ ظلم کا سرچشمہ شیاطین ہیں اور وہ مقید ہیں۔ کُن فکان۔ یعنی امر خداوندی۔

تا بَبَالا بَر نیاید دُودہا[1] — تا نگردد مُضطرِب چرخ و سُہا
تاکہ دُھویں اوپر نہ جائیں — تاکہ آسمان اور سُہا پریشان نہ ہوں

تا نہ لَرزد عَرش از نالہ یَتیم — تا نگردد از سِتم جانے سَقیم
تاکہ یتیم کی فریاد سے، عرش نہ لرزے — تاکہ کوئی جان ظُلم سے بیمار نہ پڑے

زاں نہادیم از ممالک مذہبے — تا نیاید بر فلکہا یارَبے
اسی لئے ہم نے ممالک میں ایک قانون بنایا ہے — تاکہ یارب کی آواز آسمان پر نہ جائے

مُنکرائے مَظلوم سُوئے آسماں — کآسمانی شاہ داری دَر زماں
اے مظلوم! تو آسمان کی طرف نہ دیکھ — کیونکہ تو دنیا میں آسمانی بادشاہ رکھتا ہے

گفت[2] پیشہ دادِ من از دستِ باف — کُو دُو دستِ مَظلم بَر ما بَرکُشاد
مجھ نے کہا میری فریاد ہو اُن کے ہاتھوں سے ہے — جس نے ظلم کے دونوں ہاتھ ہم پر کھولے ہیں

ما ز مَظلم اُو بہ تنگی اندریم — بالَب بَستہ از دَخوں می خوریم
ہم اُس کے ظُلم سے تنگی میں ہیں — خاموشی کے ساتھ اُس کی وجہ سے خون پی رہے ہیں

ظُلمِ اُو بر ما صریح[3] ست و عیاں — نیست ما را چارہ کردن جُز بیاں
اُس کا ظُلم ہم پر صاف اور کُھلا ہوا ہے — سوائے بتادینے کے ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے

دادِ ما و اِنصافِ ما بِستاں ازُو — اے کریم عادل اِکرام خُو
اُس سے ہمارا عدل اور انصاف لیجئے — اے شریف نزاد، کریم، منصف

امر کردن سلیمان علیہ السلام پیشہ ور[3] مُتَظلِم[3] را
مظلوم مجھر کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا حکم دینا کہ مدعا علیہ کو

باحضار خصم بدیوانِ حکم
کچہری میں حاضر کرے

پس سلیمانؑ گفت اے زیبا ذوی — اَمرِ حق باید کہ از جاں بِشنوی
پھر حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے اچھی صفت والے — تجھے اللہ کا حکم دل و جان سے سننا چاہیئے

حق بمن گفتست ہاں اے دادوَر — مُنشنو از خصمے تو بے خصمے دگر
اللہ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ خبردار اے منصف — کسی فریق کی دوسرے فریق کے بغیر بات نہ سننا

تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور — حق نہاید پیشِ حاکم دَر ظہور
جب تک دونوں فریق کچہری میں نہ آجائیں — حاکم کے لئے حق ظاہر نہیں ہوتا ہے

[1] دود ہا یعنی مظلوموں کی فریادیں۔ تا نگردد مظلوم کی آہ سے ساری مخلوق مضطرب ہو جاتا ہے۔ عرش مظلوم کی آہ سے عرش کو لرزا دیتی ہے۔ مُضطرب۔ یعنی قانونِ انصاف بیاربے۔ یعنی مظلوم کا فریاد میں یارب کہنا۔ آسمانی شاہ۔ شاہ برحق اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے۔

[2] گفت۔ مچھر نے کہا ہوا نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ خون۔ یعنی اپنا خون جگر پیتے ہیں۔

[3] صریح۔ اس ظلم کے ثبوت کے لئے کسی شہادت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[3] متظلم۔ ظلم سہنے والا، فریادی۔ دیوان۔ کچہری۔ مدعی۔ جھنجھناٹ۔ مشتہر۔ یعنی علی الاعلان تمام عاطیہ کی موجودگی میں ہونا چاہیئے۔ تا نیاید۔ تا مدعی اور تمام عاطیہ دونوں کی بات سننے سے حق واضح ہوتا ہے

خصم[1] تنہا گر برآرد صد نفیر — ہاں وہاں بے خصم قول او مگیر

ایک فریق اگر سو چیخ پکار کرے — خبردار خبردار! بغیر دوسرے فریق کے اگلی بات نہ مان

من نیارم زود فرماں تا ز تن — خصمِ خود را زود بیاور سوئے من

میں (اللہ کے) حکم سے سر نہیں موڑ سکتا — جا، اپنے مخالف کو میرے پاس لا

گفت قولِ تست برہانِ درست — خصمِ من بادست و او در حکم تست

اس نے کہا آپ کا فرمانا صحیح دلیل ہے — میرا مخالف ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے

بانگ زد آں شہ کہ اے بادِ صبا — پیشۂ افغاں کرد از ظلمت بیا

اُن شاہ نے آواز دی اے بادِ صبا! — پتھر نے تیرے سامنے ظلم کی شکایت کی ہے، جا

ہیں مقابل شو بخصمت رُو بروُ — یا بخش گو و بکن دفعِ عدو[2] آ جا

خبردار اپنے مدعی کے روبرو مقابل ہو جا — اس کا جواب دے اور دشمن کی مدافعت کر

بادِ چوں بشنید آمد تیز تیز — پیشہ بگرفت آں زماں راہِ گریز

ہوا نے جب سنا وہ بہت تیز آئی — اس وقت پتھر نے راہِ فرار اختیار کی

پس[3] سلیماں گفت آ پیشہ کجا — باش تا بر ہر دو رانم من قضا

(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا او پتھر کہاں (جاتا ہے)؟ — ٹھہر تاکہ میں دونوں کا فیصلہ کروں

گفت اے شہ مرگِ من از بودِ اوست — خود سیاہ ایں روزِ من از زودِ اوست

اُس نے کہا اے شاہ! اُسکے وجود سے میری موت ہے — میرا یہ دن اُس کے دھوئیں سے کالا ہے

او چو آمد من کجا یابم قرار — کو برآرد از نہادِ من دمار

جب وہ آ گئی، میں کہاں ٹھہروں؟ — کیونکہ وہ مجھے مار ڈالتی ہے

ہمچنیں جویائے درگاہِ خدا — چوں خدا آید شود جوینده لا

اسی طرح اللہ کے دربار کی جستجو کرنے والا — جب خدا آجاتا ہے وہ فنا کی جستجو کرتا ہے

گرچہ[4] آں وصلت بقا اندر بقاست — لیک نے اوّل آں بقا اندر فناست

اگرچہ تیرا وہ وصال بقا در بقا ہے — لیکن خروج میں وہ بقا فنا میں ہے

سایہائے کہ بُود جویائے نور — نیست گردد چوں کند نورش ظہور

وہ سائے جو نور کے جویاں ہوں — فنا ہو جاتے ہیں جب اس کا نور ظاہر ہوتا ہے

عقل کے ماند چو باشد سردہ او — کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

عقل کہاں ٹھہرتی ہے جب اسکو وجود میں لانیوالا موجود ہو — اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونیوالی ہے

[1] خصم: مدعا علیہ کی غیر حاضری میں مدعی کے قول پر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ من نیارم: چونکہ فریقین کی موجودگی ضروری ہے تو مدعا علیہ کو حاضر کر۔ گفت۔ مجھ نے حضرت سلیمانؑ کی بات تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا کہ مدعا علیہ آپ کے زیر فرمان ہے اس کو حاضری کا حکم دیجئے۔ بانگ زد۔ حضرت سلیمانؑ نے ہوا کو طلب کیا۔ راہ گریز۔ جب ہوا تیزی سے چلی پتھر بھاگ نکلا۔

[2] پس سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ نے پتھر سے کہا تو یہاں ٹھہر تاکہ دونوں کی موجودگی میں فیصلہ کیا جا سکے۔ بود او۔ اس کی وجود کو دو او یعنی اس کا ظلم۔ نہاد۔ بنیاد، اصل۔ دمار۔ ہلاکت۔

[3] ہمچنیں۔ جس طرح ہوا کا وجود پتھر کی فنا ہے اسی طرح وصلِ حق وا صل کی فنا ہے۔

[4] گرچہ۔ وصل سے اگرچہ بقا باللہ حاصل ہوتی ہے لیکن اس سے پہلے مقامِ فنا طے کرنا پڑتا ہے۔ سایہائے۔ ممکن کا وجود ظل اور سایہ ہے ذاتِ باری نور ہے نور کے ظہور کے وقت سایہ معدوم ہو جاتا ہے۔ سردہ۔ وجود میں لانے والا۔ کُلُّ شَیْءٍ۔ ذاتِ باری کے علاوہ ہر شے فانی ہے۔

هالک[1] آمد پیش وہم ہست و نیست — ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست

اس کی ذات کے سامنے فانی فانی اور باقی ہو — عدم میں وجود، خود عجیب بات ہے

اندریں محضر خرد ہا شد ز دست — چوں قلم اینجا رسید شد شکست

اس مقام میں عقلیں ہاتھ سے جاتی رہیں — جب قلم اس جگہ پہنچا ٹوٹ گیا

نواختن معشوق عاشق بیہوش خود را تا بہوش باز آید

معشوق کا اپنے بے ہوش عاشق کو نوازنا تاکہ وہ ہوش میں آجائے

باز گردم جانب صدر جہاں — در نوازش عاشق خود را نہاں

میں پھر صدر جہاں کی طرف پلٹتا ہوں — جو در پردہ عاشق کو نواز رہا ہے

بر گرفتش سر نہاد اندر کنار — بر رخش می کرد اشک تر نثار

اس کا سر اٹھایا، گود میں رکھا — اس کے چہرے پر تر آنسو نچھاور کر رہا تھا

می کشید او بیہشی اش را دریاں — اندک اندک از کرم صدر جہاں

اس کو بے ہوشی سے باتوں کی طرف لا رہا — صدر جہاں تھوڑا تھوڑا کرم کر کے

بانگ[2] زد در گوش اوشہ کای گدا — زر نثار آوردمت دامن کشا

شاہ نے اس کے کان میں کہا، اے فقیر! — میں تیرے اوپر نچھاور کرنے کو سونا لایا ہوں دامن پھیلا

جان تو کاندر فراقم می طپید — چونکہ زنہارش رسیدم چوں رمید

تیری جان جو میری جدائی میں تڑپ رہی تھی — جب میں اس کی پناہ کیلئے آیا کیوں بھاگ گئی؟

اے بدیدہ در فراقم گرم و سرد — باخود آ از بیخودی و باز گرد

اے وہ کہ جس نے میرے فراق میں گرم و سرد دیکھے — بے ہوشی سے ہوش میں آجا اور لوٹ آ

مرغ[3] خانہ اشتر ے را بے خرد — رسم مہمانش بخانہ می برد

گھریلو مرغا بے عقلی سے ایک اونٹ — مہمان بنانے کے لئے اپنے گھر لے جاتا ہے

چوں بخانہ مرغ اشتر پا نہاد — خانہ ویراں گشت و سقف اندر فتاد

جب مرغ کے دڑبے پر اونٹ نے پاؤں رکھا — دڑبہ ٹوٹ گیا اور چھت اندر گر گئی

خانۂ مرغ ست عقل و ہوش ما — ہوش صالح طالب ناقہ خدا

ہماری عقل اور ہوش مرغ کا دڑبہ ہے — ہوش حضرت صالحؑ ہے جو اللہ کی اونٹنی کا طالب تھا

---

[1] ہالک آمد۔ فانی فی اللہ موجود بھی ہے معدوم بھی، وہ اپنی ذات کے اعتبار سے معدوم ہے اور چونکہ اس کو بقا باللہ حاصل ہے اسلئے موجود ہے اس ہالک میں ہستی اور نیستی کا اجتماع حیران کن ہے۔ اندریں محضر۔ یعنی وجود و عدم کا اجتماع اور عظمت باری کا بیان۔ در نوازش۔ صدر جہاں در پردہ اس پر عنایت کر رہا تھا۔ بر رخش۔ اس بیہوش کے رخساروں پر صدر جہاں کے آنسو گر رہے تھے۔ می کشید اس کو بے ہوشی سے ہوش میں لا رہا تھا تاکہ وہ باتیں کرنے لگے۔

[2] بانگ زد۔ صدر جہاں نے اس کے کان میں کہا کہ میں تیرا مطلوب زر لایا ہوں دامن پھیلا۔ جان تو فراق میں تیری جان بے چین تھی اب جبکہ میں مدد کو آیا ہوں تو وہ کیوں بھاگ گئی ہے۔

[3] مرغ۔ مولانا اب اس قصہ سے نتیجہ نکالتے ہیں اور اس سے پہلے سمجھاتے ہیں کہ انسان کے عشق خداوندی میں بہکا ہونے کی یہ مثال ہے کہ ایک مرغ اونٹ کو اپنا مہمان بنا لایا جب اس اونٹ نے اس کے گھر میں قدم رکھا تو گھر برباد ہو گیا اور بیٹھ گیا۔ یہی حال انسان اور عشق الٰہی کا ہے کہ جب وہ مہمان بن کر آتا ہے تو

خانۂ مرغ جو عقل و ہوش ہیں وہ ختم اور فنا ہو جاتے ہیں۔ ہوش صالحؑ۔ ہوش کی مثال حضرت صالحؑ کی سی ہے جس نے اللہ کی ناقہ طلب کی اور عشق کی مثال ناقہ کی ہے جس نے قوم کا ..... گھاس پانی سب مہنگا کر دیا تھا۔

ناقہ چوں سر کرد در آب و گلش[1] — نے گل آنجا ماند و نے جان و دلش
جب اس کے پانی اور مٹی میں اونٹنی نے سر ڈبویا — نہ وہاں مٹی رہی، اور نہ اس کی جان اور دل

کرد فضل عشق انسان را فضول — زیں فزوں خوئی ظلوم ست و جہول
عشق کی بڑائی نے انسان کو بیہودہ بنا دیا — اسی بڑھی ہوئی جستجو کی وجہ سے وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے

جاہل ست او اندریں مشکل شکار — می کشد خر گوش شیرے در کنار
وہ اس مشکل شکار کے معاملے میں جاہل ہے — خرگوش، شیر کو بغل میں دبا لاتا ہے

کے کنار اندر کشیدے شیر را — گر بدانستے و دیدے شیر را
وہ شیر کو بغل میں کب لیتا — اگر وہ شیر کو جان لیتا، اور دیکھ لیتا

ظالم ست او بر خود و بر جانِ خود — ظلم بیں کز عدلہا گوئی برد
وہ اپنے اوپر اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے — ظلم کو دیکھ جو انصافوں سے بازی جیت رہا ہو

جہل او مر علمہا را اوستاد — ظلم او مر عدلہا را اشد رشاد
اس کی نادانی، علموں کی استاد ہے — اس کا ظلم، انصافوں کے لئے ہدایت ہے

دست[2] او بگرفت کاین رفتہ دمش — آنگہے آید کہ من دم بخشمش
اس نے اس کا ہاتھ پکڑا کہ اس کا گیا ہوا سانس — اس وقت آئیگا جب میں اسے سانس بخشوں گا

چوں بمن زندہ شود آں مردہ تن — جانِ من باشد کہ رو آرد بمن
جب وہ مردہ جسم میرے ذریعے سے زندہ ہوگا — وہ میری جان ہوگی جو میری طرف متوجہ ہوگی

من کنم او را ازیں جاں محتشم — جاں کہ من بخشم ببیند بخششم
میں اسے اس جان سے معزز بناؤں گا — جو جان میں دوں گا وہ میری بخشش دیکھے گی

جانِ نامحرم نہ بیند روئے دوست — جز ہمان جاں کاصل او از کوئے اوست
نامحرم جان دوست کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی — سوائے اس جان کے جسکی اصل اسکے کوچے کی ہو

در دمم[3] قصاب وار ایں دوست را — تا ہلد آں مغز نغز پوست را
میں قصاب کی طرح اس دوست میں پھونک بھر تا ہوں — تاکہ اس کا نفیس مغز، کھال کو چھوڑ دے

گفت اے جانِ رمیدہ از بلا — وصل را ما در گشادیم الصلا
اس نے کہا اے مصیبت سے بھاگنے والی جان — ہم نے وصل کا دروازہ کھول دیا ہے، دعوت ہے

---

[1] کرد۔ قرآن پاک میں ہے۔ انا عرضنا الامانۃ علی السموٰت والارض فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوماً جہولاً۔ ہم نے امانت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی انہوں نے اسکو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے ..... انسان نے اس امانت کو اٹھا لیا یقیناً وہ بڑا ظالم اور جاہل تھا۔ مولانا نے اس شعر میں اس آیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور امانت سے عشق الٰہی مراد لیا ہے۔ جاہل۔ انسان کی نادانی تو یہ ہے کہ وہ اس مشکل کام میں پھنس گیا اور انسان اور عشق الٰہی میں مبتلا ہونے کی مثال ایسے ہے کہ کوئی خرگوش شیر کو بغل میں دبانے کی کوشش کرے۔ ظالم است۔ عشق الٰہی کرنے میں انسان ظالم ہے اور اپنے آپ کو فنا کرتا ہے لیکن یہ ایسا ظلم ہے جو انصافوں سے بڑھا ہوا ہے۔

[2] دست او۔ صدر جہاں نے اس بیہوش کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اس کا سانس تب لوٹیگا جب میں اس کو سانس عطا کرونگا چونکہ جب وہ میرے سانس سے زندہ ہوگا تو پھر اسکی روح میری طرف متوجہ ہوگی۔ بخششم۔ میری عطا کردہ جان میں میری الٰہی بخششیں قبول کرنے کی صلاحیت ہوگی۔ جانِ نامحرم۔ اس کی پہلی جان نامحرم تھی وہ میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی ——— [3] در دمم۔ قصائی ذبح شدہ جانور میں پھونک بھرتا ہے تاکہ گوشت پوست سے جدا ہو جائے، صدر جہاں نے کہا میں بھی اس میں پھونک بھروں گا تاکہ یہ آلائش بشریت سے پاک ہو جائے۔ گفت۔ صدر جہاں نے اپنے وصل کا اعلان کر دیا۔

اے[1] خودِ ما بیخودیٔ و مستیت
اے! ہمارا وجود تیری بے خودی اور مستی ہے

اے زہستِ ما ہمارہ ہستیت
اے! تیری ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے ہے

باتو بے لب ایں زماں من نیستم
میں اس وقت تجھ سے بغیر ہونٹوں کے تازہ رازہائے کہنہ میگویم شنو
پرانے راز کہتا ہوں، سُن

زاں کہ آں لبہا ازیں دم می رمد
کیونکہ وہ ہونٹ اس بات سے گھبرا کر بھاگتے ہیں

بر لبِ جوئے نہاں بر می دمد
وہ (بات) مخفی نہر کے کنارے پر اُگتی ہے

گوش[2] بے گوشی دریں دم برگشا
بے گوشی کے کان اس بات میں کھول

بہرِ رازِ یفعل اللہ ما یشا
اس راز کے لئے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

چوں صلائے وصل بشنیدن گرفت
جب وصل کی دعوت سننی شروع کی

اندک اندک مردہ جنبیدن گرفت
مُردے نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کر دیا

نے کم از خاک ست کز عشوہ صبا
وہ مٹی سے کم نہیں ہے کہ بادِ صبا کے ناز و انداز سے
سبزہ پوشد سر برآرد از فنا
سبزہ پہن لیتی ہے، عدم سے سر اُبھارتی ہے

نے کم از آبِ نطفہ بنود کز خطاب
وہ نطفے سے کم نہیں تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے
یوسفاں زایند رخ چوں آفتاب
آفتاب جیسے چہرے والے یوسفوں کو جنتا ہے

کم[3] زبادے نے کہ شد از امرِ کن
وہ ہوا سے کم نہیں ہے کہ وہ کُن کے حکم سے بنگئی
در رحم طاؤس و مرغِ خوش سخن
رحم میں مور اور خوش الحان پرند

کم زنارے نیست کز امرِ سلام
وہ آگ سے کم نہیں ہے کہ سلامتی کے حکم سے
گلستاں شد بر خلیل خوش کلام
خوش کلام خلیل (اللہ) پر گلستان بن گئی

کم ز چوبے نیست در دفعِ عدو
وہ لکڑی سے کم نہیں ہے کہ دشمن کی مدافعت کیلئے
گشت اژدرہائے منکر زامرِ ہو
اللہ کے حکم سے وہ خوفناک اژدہا بن گئی

کم ز سنگِ کوہ نبود کز ولاد
وہ پہاڑ کے پتھر سے کم نہیں جنے ولادت کے طریقہ پر
ناقہ کاں ناقہ زاد زاد
اُس اونٹنی کو جنا جس نے اونٹنی کو جنا

زیں ہمہ بگذر نہ آں مایہ عدم
اِس سب کو چھوڑ، کیا عدم کی مادہ نے
عالمے زاد و بزاید دمبدم
عالم کو نہیں جنا، اور (ہر) دم جن رہی ہے

برجہید و برطپید و شاد شاد
وہ کودا اور اُچھل پڑا، اور خوشی خوشی
یکدو چرخے زد بجود اندر فتاد
اُس نے ایک دو بار رقص کیا اور (سجدے میں) گر پڑا

[1] اے خودِ ما۔ تیری ہستی اور بیخودی ہماری وجہ سے ہے اور تیری ہستی ہماری ہستی سے قائم ہے۔ باتو۔ اب میں تجھے اسرار کی تعلیم دیتا ہوں۔ نانکہ۔ لیکن یہ اسرار مادی ہونٹوں سے نہیں سُنائے جاتے ہیں یہ باطنی اسرار ہیں۔

[2] گوش۔ اب تو وہ کان کھول جو ان کانوں کے علاوہ ہیں۔ یفعل۔ یعنی مشیت خداوندی کے اسرار۔ مجنبیدن۔ یعنی یہ خوشخبری سُنکر مُردے میں جان پڑنے لگی۔

[3] کم۔ بہرحال یہ مدہوش عاشق مستی سے تو کیا گذرا نہ تھا جبکہ بادِ صبا کے کرشموں سے اُس میں جان پڑ جاتی ہے تو اِس میں معشوق کے غمزوں سے جان کیوں نہ پڑتی۔ کم زآب نطفہ۔ نطفہ مٹی، حکم خداوندی سے حسین ترین بچے پیدا کر دیتا ہے۔

[3] کم زبادے۔ مشہور ہے کہ پرندوں میں نر کی ہوا نوشت کے رحم میں پہنچتی ہے جس سے انڈا بنتا ہے۔ کم زنارے۔ آگ یعنی آواز سے حضرت ابراہیمؑ پر گلزار بنی۔ کم ز چوبے۔ ایک کرشمہ سے حضرت موسیٰ کا عصا اژدہا بنا۔ کم ز سنگ۔ کرشمۂ خداوندی سے پتھر سے حضرت صالحؑ کی اونٹنی پیدا ہو گئی۔ زیں ہمہ۔ ان جزئیات کو چھوڑ سارے عالم کو دیکھ ایک کرشمہ سے عدم سے وجود میں آگیا۔ برجہید۔ غرضکہ صدر جہاں کے کرشمے

بشگفید از روئے او و شاد شد — در وصال از بندِ ہجر آزاد شد
وہ اس کا چہرہ دیکھ کر کھل گیا اور خوش ہو گیا — وصل میں فراق کی قید سے آزاد ہو گیا

باخویش آمدن عاشقِ بیہوش و روئے باز آوردن

بے ہوش عاشق کا ہوش میں آنا اور معشوق کی تعریف

بہ ثنا و شکر معشوق

اور شکر کی طرف متوجہ ہونا

گفت[1] اے عنقائے حق جاں را مطاف — شکر کہ باز آمدی زاں کوہِ قاف
بولا اے خدائی عنقا جو جہان کی طواف گاہ ہے — شکر ہے کہ تو کوہ قاف سے واپس آ گیا

اے سرافیلِ قیامت گاہِ عشق — اے تو عشق و عشق و اے دلخواہِ عشق
اے عشق کے میدانِ حشر کے اسرافیل! — اے وہ کہ تو عشق کا عشق اور عشق کا محبوب ہے

اوّلیں خلعت کہ خواہی داد کم — گوش خواہم کہ نہی بر روز نم
سب سے پہلی خلعت جو آپ مجھے دیں — میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے نمنہ پر کان کر دیں

گرچہ میدانی بصفوتِ حالِ من — بندہ پرور گوش کن اقوالِ من
اگرچہ (باطن کی) صفائی کی وجہ سے آپ میرا حال جانتے ہیں — بندہ پرور! میری باتیں بھی سن لیجئے

صد ہزاراں بار اے صدرِ فرید — زآرزوئے گوشِ تو ہوشم پرید
اے یکتا صدر! لاکھوں بار — (آپکے) کان کی آرزو میں میرے ہوش اڑے جاتے ہیں

آں سمیعی[2] تو و آں اصغائے تو — واں تبسمہائے جاں افزائے تو
وہ آپ کا سننا اور آپ کا کان دھرنا — وہ آپ کی جان بڑھانے والی مسکراہٹیں

آں نیوشیدن کم و بیشِ مرا — عشوۂ جانِ بداندیشِ مرا
وہ میرے کم و بیش کو سننا — میری بد اندیش جان کے ناز کو سننا

قلبہائے[3] من کہ آں معلوم تست — پس پذیرفتی تو چوں نقدِ درست
میرے کھوٹے سکے جو آپ جانتے تھے — کھرے نقد کی طرح آپ نے بہت قبول کر لیے

بہر گستاخے و شوخِ غرّہ — حلمہا در پیشِ حلمت ذرّہ
ایک گستاخ اور شوخ بچکے ہوئے کیلئے — بہت سی بردباریاں آپکی بردباری کے سامنے ہیچ ہیں

اوّلاً بشنو کہ چوں ماندم ز راست — آوّل و آخر بہ پیشِ من بجست
اوّلاً سنئے، کہ جب میں کمند سے نکل گیا — تو آغاز و انجام میرے سامنے سے چل دیا

---

[1] گفت۔ اس مدہوش نے ہوش میں آکر صدر جہاں کو خطاب کیا اور کہا آپ کی ذات میرے لئے عنقا ہو گئی تھی خدا کا شکر ہے کہ وہ کوہ قاف سے واپس آ گئی۔ مطاف۔ طواف کی جگہ۔ اے تو۔ آپ پر عشق عاشق ہے اور آپ عشق کے محبوب ہیں۔ خلعت شاہی عطیہ کا لباس۔ انعام۔ روزن یعنی منہ کا سوراخ صفوت یعنی قلب کی صفائی۔ زآرزوے یعنی اس آرزو میں بیہوش ہم ہوں کہ آپ کے کان کو اپنا درد غم سنا سکوں۔

[2] آں سمیعی۔ کان کے شوق میں مدہوشی اس لئے طاری ہوئی تھی کہ آپ کے کان کی مہربانیاں یاد آتی تھیں یا صغا۔ کان دھرنا، توجہ کرنا عشوہ۔ میری ناقص جان جو ناز کرتی تھی وہ میں آپ سے کہتا تھا اور آپ اس کو سن لیتے تھے۔

[3] قلبہائے۔ مضمون یہ ہے کہ میرے خیالات آپ کو معلوم تھے آپ ان کو صحیح احوال کی طرح قبول کر لیتے تھے۔ جلبہا۔ میری بناوٹی حالت پر آپ ایسی بردباری برتتے تھے کہ اس پر سینکڑوں بردباریاں قربان ہیں۔ آدلاً۔ بخاری صدر جہاں سے اپنے احوال بیان کرتا ہے۔ اوّل یعنی میں اپنے انجام و آغاز سے بیخبر ہو گیا۔

ثانیاً بشنو تو اے صدرِ وُدُود[1]
دوسرے سنیئے، اے محبوب صدر!
کہ بسے جُستم ترا ثانی نبود
کہ میں نے بہت ڈھونڈا آپ کا کوئی ثانی نہ تھا

ثالثاً تا از تو بیروں رفتہ ام
تیسرے، جب سے کہ میں آپکے پاس سے باہر گیا
گویا ثالث ثلاثہ گفتہ ام
گویا کہ میں تین میں سے تیسرے کا قائل ہو گیا ہوں

رابعاً چوں سوخت مارا مزرعہ
چوتھے، جب میری کھیت جل گیا
می ندانم خامسہ از رابعہ
میں پانچویں کو چوتھے سے ممتاز نہیں کر سکتا

خامساً در ہجرت اے صدرِ جہاں
پانچویں، اے صدرِ جہاں! تیرے فراق میں
از حواسِ خمسہ بودم در زیاں
میں پانچوں حواس سے نقصان میں تھا

سادساً از شش جہت بے روئے تو
چھٹے، تیرے چہرے کے بغیر چھ جانبوں سے
گویا بارید بر من غم دو تو
گویا مجھ پر دو ہرا غم برسا

سابعاً از شاہ من ندانم قضا[2] ام
مجھے ساتویں آنکھوں میں تمیز نہ رہی میں گمشدہ ہوں
خوں ہمی گرید فلک از نالہ ام
میرے رونے سے آسمان خون (کے آنسو) روتا ہے

ہر کجا یابی تو خوں بر خاکہا
زمینوں پر جہاں بھی آپ خون پائیں گے
پے بری باشد یقیں از چشمِ ما
سمجھ لیجئے وہ یقیناً ہماری آنکھ کا ہوگا

گفت من عدست و آہیں بانگ و حنین
میری گفتگو، اور یہ آہ اور رونا، کوئی ہے
زابر خواہد تا ببارد بر زمیں
جو ابر سے چاہتا ہے، کہ زمین پر برسے

من میانِ گفت و گریہ می تنم
میں بولنے اور رونے کے درمیان کشمکش میں ہوں
یا بگریم یا بگویم چوں کنم
روؤں یا بات کروں، کیا کروں؟

گر بگویم فوت می گردد بکا
اگر بولتا ہوں، رونا چھوٹتا ہے
ور بگریم چوں کنم شکر و ثنا
اگر روؤں شکریہ اور تعریف کیسے کروں؟

می[3] فتد از دیدہ خونِ دل شہا
اے شاہ! آنکھوں سے دل کا خون بہ رہا ہے
بیں چہ افتادست از دیدہ مرا
دیکھ، آنکھوں سے مجھ پر کیا آفت پڑی ہے!

ایں بگفت و گریہ در شد آں نجیف
یہ کہا، اور وہ لاغر رونے لگا
کہ بزد بگریست ہم دوں ہم شریف
کہ اس پر روئیں بھی اور شریف بھی رونے لگا

از دلش چنداں برآمدہائے و ہُو
اس کے دل سے ایسی ہائے وہُو نکلی
حلقہ کرد اہلِ نجارا گردِ او
کہ بخارا والوں نے اس کے گرد حلقہ کر لیا

---

[1] وُدُود۔ دوست۔ بناء شمائل۔ یعنی میں عیسائیوں کے شرک میں مبتلا ہو گیا۔ مزرعہ۔ یعنی اعمال کی کھیتی۔ خامسہ۔ یعنی اپنے حواس کھو بیٹھا۔

[2] قضا۔ بھٹکا ہوا۔ گفت۔ اس نے کہا کہ میری بات تو آہ و بکا سے بڑھ کر کوئی چیز ہے جو میری آنکھوں کے ابر سے آنسو بہانا چاہتی ہے۔ من میاں۔ میں روتا ہوں تو زبانی شکوے سے محروم ہو جاتا ہوں، شکوہ کرتا ہوں تو پھر رو نہیں سکتا۔

[3] می فتد۔ دیکھئے اب میری آنکھوں سے خون کے آنسو گرنے شروع ہو گئے ہیں۔ نحیف۔ لاغر۔ دوں۔ کمینہ۔

خیرہ[1] گویاں خیرہ گریاں خیرہ خند
بہت بولتے ہوئے بہت روتے ہوئے بہت ہنستے ہوئے

مرد و زن خُرد و کلاں حیراں شدند
مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے حیران ہو گئے

شہر ہم ہمرنگِ او شد اشک ریز
شہر بھی آنسو بہاتے ہوئے اس جیسا ہو گیا

مرد و زن درہم شدہ چوں رستخیز
قیامت کی طرح مرد و عورت گڈمڈ ہو گئے

آسماں میگفت آں دم بازمیں
اس وقت آسمان زمین سے کہہ رہا تھا

گر قیامت را ندیدستی بہ بیں
اگر تو نے قیامت نہیں دیکھی ہے تو دیکھ لے

عقل حیراں کہ چہ عشقست و چہ حال
عقل حیران تھی کہ عجب عشق ہے اور عجب حال ہے

کہ فراق او عجب تر یا وصال
کہ اس میں ہجر زیادہ تعجب خیز ہے یا وصل

چرخ[2] برخواندہ قیامت نامہ را
آسمان نے قیامت نامہ پڑھ لیا ہے

تا مجرّہ بر دریدہ جامہ را
کہکشاں نے کپڑے پھاڑ لئے ہیں

بادِ عالم عشق را بیگانگی
عشق کو دونوں جہان سے اجنبیت ہے

اندرو ہفتاد و دو دیوانگی
اس میں بہتر دیوانگیاں ہیں

سخت پنہان ست و پیدا خیرگش
ایک سخت پوشیدہ چیز ہے جس کی حیران کن ہے

جانِ سلطانانِ جاں در حسرتش
جان کے شہنشاہوں کی جان اس کی حسرت میں ہے

غیرِ ہفتاد و دو ملت کیشِ او
بہتر ملتوں کے علاوہ اس کا مذہب ہے

تختِ شاہاں تختہ بندی پیشِ او
اس کے سامنے شاہوں کا تخت کاٹھ کا ہے

مطربِ[3] عشق این زند وقت سماع
عشق کا گویا، سماع کے وقت یہ بجاتا ہے

بندگی و سلطنت معلوم شد
غلامی اور حکومت (اگر) محسوس ہوئی

بندگی بند و خداوندی صداع
غلامی قید اور آقائی دردِ سر ہے

پس چہ باشد عشق دریائے عدم
تو عشق کیا ہے؟ فنا کا دریا ہے

در شکستہ عقل را آنجا قدم
وہاں عقل کے پاؤں شکستہ ہیں

زیں دو پردہ عاشقی مکتوم شد
ان دونوں پردوں میں عاشقی چھپ گئی

---

[1] خیرہ۔ اب اس کی یہ حالت تھی کبھی شکوے کرتا کبھی روتا کبھی ہنستا، ان مجنونانہ حرکات پر سب حیران تھے۔ شہر۔ اس کی یہ حالت زار دیکھ کر پورا شہر رونے لگا، رستخیز۔ قیامت کے میدان میں مرد و زن سب باہم مختلط ہو جائیں گے اسی کو آسمان زمین سے کہتا تھا کہ اگر قیامت نہ دیکھی ہو تو یہ اس کا نمونہ ہے دیکھ لے۔ کہ فراق۔ یعنی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس عاشق کا ہجر زیادہ دردناک ہے یا وصال زیادہ دردناک ہے۔

[2] چرخ۔ آسمان، قیامت کا بیان پڑھ کر اس حادثے پر اس کو منطبق کر رہا تھا۔ مجرّہ۔ کہکشاں۔ بادِ عالم یہاں سے مولانا نے عشق کے صفات بیان کرنے شروع کئے ہیں یعنی عشق کے احوال دونوں جہان کے احوال سے جدا ہیں۔ اندرو۔ دنیا کے ہر پاگل میں ایک قسم کی دیوانگی ہوتی ہے عاشق میں بہتر دیوانگیاں ہوتی ہیں۔ سخت۔ عشق خود ایک پوشیدہ چیز ہے لیکن اس کے آثار بہت کھلے ہوئے ہوتے ہیں انبیاء باوجود اپنی بلند پروازی کے اس کی تمنا کرتے رہے ہیں۔ غیر ہفتاد۔ عشق کا مسلک اور مذہب دنیا کے تمام مسلکوں اور مذہبوں سے جداگانہ ہے یہ شاہی تخت کو پاؤں کی بیڑی خیال کرتا ہے تختہ بندی۔ پہلے زمانے میں قیدی کا پاؤں کاٹھ میں پھنسا دیا جاتا تھا۔

[3] مطربِ عشق عشق کی یہ صفت ہے کہ غلامی اس کے لئے قید ہے اور آقائی اس کے لئے دردِ سر ہے۔ پس۔ ہم نے جو حال بیان کیا یہ تو عشق مجازی کی کیفیات ہیں اب اگر عشق خداوندی ہو تو اس کی صفات کو اس پر قیاس کر لو لیکن اس کے معاملے میں عقل کام نہیں کرتی ہے لہٰذا قیاس میں نہ کر سکو گے۔ بندگی۔ کوئی انسان بندگی اختیار کرتا ہے کوئی تخت سلطنت پسند کرتا ہے لیکن یہ دونوں باتیں عشق کے لئے پردہ اور حجاب ہیں عشق ان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔

کاشکے[1] مستی زبانے داشتے — تا ز مستاں پردہا برداشتے

کاش عشق زبان رکھتا — تاکہ عاشقوں کے پردے اٹھا دیتا

ہر چہ گوئی اے دم ہستی ازاں — پردۂ دیگر بر و بستی بداں

اے (انسانی) وجود کی گفتگو تو جو کچھ بتاتی ہے — ہمنے اس پر ایک دوسرا پردہ تو نے ڈال دیا

آفت ادراک آں قال ست و حال — خوں بخوں شستن محالست و محال

اس عشق کے علم کیلئے قول اور حال تباہی ہے — خون کو خون سے دھونا محال در محال ہے

من[2] چو با سودائیانش محرمم — روز و شب اندر قفص در می دمم

میں چونکہ اس (عشق) کے سودائیوں کا محرم راز ہوں — دن رات پنجرے میں پھونک بھر رہا ہوں

سخت مست و بیخود و آشفتہ — دوش ایجاں بر چہ پہلو خفتہ

تو بہت مست اور بدہوش اور پریشان ہے — اے جان! تو کل رات کس پہلو پر سوئی تھی؟

ہاں و ہاں ہشدار بر ناری دمے — اولاً برجہ طلب کن محرمے

خبردار، خبردار! سانس نہ لے — پہلے اٹھ کسی محرم (راز) کو تلاش کر

عاشق و مستی و پکشادہ زباں — اللہ اللہ اشتر ے بر نردباں

تو عاشق اور مست ہے اور زبان کھولے ہوئے — اللہ اللہ (اگر یا) سیڑھی پر اونٹ ہے

چوں[3] ز راز و ناز او گوید زباں — یا جمیل الستر خواند آسماں

جب زبان اس (عشق) کا راز اور انداز بیان کرتی ہے — آسمان پکارتا ہے اے مجھ پردہ پوشی کرنیوالے!

ستر چہ در پشم و پنبہ آذرست — تا ہمی پوشش او پیدا ترست

پردہ پوشی کیسی؟ اون اور روئی میں آگ ہے — کہ تو اس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہوتا ہے

چوں بکوشم تا سرش پنہاں کنم — سر برآرد چوں علم کاینک منم

میں جب کوشش کرتا ہوں کہ اس (عشق) کے راز کو چھپا دوں — وہ (عشق) میری رسوائی کیلئے سر اٹھاتا ہے اور جھنڈے کی طرح کہتا ہے

رغم انفم گیرد م ناگہ دو گوش — کاے مدبغ چوں کشی می پوشی ہوش

وہ (عشق) میری رسوائی کیلئے میرے دونوں کان پکڑتا ہے — اے بدبو! تو اس کو کیسے چھپاتا ہے؟ ہوش

---

[1] کاشکے۔ کوئی دوسرا عشق کی حقیقت نہیں بیان کر سکتا اگر عشق کے خود زبان ہوتی تو وہ اپنا اور عاشقوں کا حال بیان کر سکتا۔ ہر چہ گوئی۔ انسان عشق کے جو اوصاف گنتا ہے اس سے اس کی معرفت کی بجائے اور جہالت پیدا ہوتی ہے۔ آفت۔ انسان کا قول و فعل تو اس کی حقیقت سمجھنے میں مانع ہے لہٰذا اس کے ذریعہ اس کی حقیقت کو واضح کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی خون کو خون کے ذریعہ دھوئے۔

[2] من چو۔ مولانا فرماتے ہیں چونکہ میں عاشقوں کا محرم راز ہوں لہٰذا عشق کی حقیقت سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن وہ کوشش ایسی رائیگاں ہے جس طرح پنجرے میں پھونک بھرنا رائیگاں ہوتا ہے۔ سخت۔ اب مولانا اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تیرا عشق کی حقیقت کو بیان کرنے کا دعویٰ تیرے پراگندہ خیال میں جوش کی بے چینی کے اثرات ہوتے ہیں۔ آں۔ اپنے آپ کو تنبیہ کرتے ہیں کہ عشق کی حقیقت کے بیان کو چھوڑ پہلے کوئی محرم تلاش کر پھر اس سے بات کرنا۔ ناری۔ نہ آری۔ بعض نسخوں میں نادری ہے۔ عاشق۔ مولانا اپنے آپ کو فرماتے ہیں کہ تو عاشق اور مست ہے اور پھر زبان بھی کھلا ہے یہ تو اس قدر حیرت انگیز

بات ہے جیسے کہ اونٹ سیڑھی پر چڑھے ——— [3] چوں جب میرا زبان عشق کے ناز و انداز کا بیان شروع کرتی ہے تو آسمان خدا کو پکار کر ان رازوں کے مخفی رہنے کی دعا کرتا ہے۔ جمیل الستر۔ بہترین پردہ پوش۔ ستر عشق کے راز کو چھپانا ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی چنگاری کو روئی میں چھپائے۔ چوں بکوشم جب میں عشق کو چھپانے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ اور سر اٹھاتا ہے اور مجھے ذلیل کرنے کیلئے میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ مجھے چھپا کر دیکھو تو کیسے چھپا سکتا ہے۔ رغم انف۔ ناک کو خاک آلودہ ہونا ذلیل ہونا۔

گویمش[1] رو گرچہ بر جوشیدۂ — ہمچو جاں پیدائی و پوشیدۂ

میں اس سے کہتا ہوں جا، تو اگرچہ جوش میں ہے — تو جان کی طرح ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے

گوید او محبوس خُنب ست ایں تنم — چوں مے اندر بزم خنبک میزنم

وہ کہتا ہے، کہ میرا یہ جسم ٹھیکرے میں مقید ہے — شراب کی طرح میں مجلس میں اچھلتا رہتا ہوں

گویمش زاں پیش کہ گردی گرو — تا نیاید آفتِ مستی برو

میں اس سے کہتا ہوں اس سے پہلے کہ تو گرو ہو — تاکہ اس پر مستی کی مصیبت نہ آجائے

گوید از جامِ لطیف آشام من — یارِ روزم تا نمازِ شام من

وہ کہتا ہے کہ میں لطیف آشام جام کے ذریعہ — دن کا شام کی نماز تک (تیرا) ساتھی ہوں

چوں[2] بیاید شام و دُرد دجام من — گویمش دادہ کہ نامد شامِ من

جب شام ہو جائے گی اور وہ میرا جام چرا لیگی — میں اس سے کہونگا واپس دیدے کیونکہ میری شام نہیں ہوئی ہے

زاں عرب بنہاد نامِ مے مُدام — زانکہ سیری نیست مے خور را مُدام

اسی لئے عربوں نے شراب کا نام مدام رکھا ہے — کیونکہ شراب نوش کو کبھی سیری نہیں ہوتی ہے

عشق جوشد بادۂ تحقیق را — او بُود ساقی نہاں صدیق را

عشق تحقیق کی شراب کو جوش دیتا ہے — وہ دوست کے لئے مخفی ساقی ہوتا ہے

چوں بجوئی تو بتوفیقِ حسن — بادہ آبِ جاں بُود ابریقِ تن

جب تو اچھی توفیق کے ذریعہ تلاش کرے گا — تو شراب روح کیلئے آب حیات اور جسم جام بنجائیگا

چوں[3] بیفزاید مے توفیق را — قوّتِ مے بشکند ابریق را

جب وہ (عشق) توفیق کی شراب کو بڑھاتا ہے — شراب کی تیزی جام کو توڑ دیتی ہے

آب گردد ساقی و ہم مست آب — خود بگو اللہ اعلم بالصواب

پانی ساقی بنجاتا ہے اور پانی ہی مست بنجاتا ہے — خود کہدے اللہ سچ بات زیادہ جانتا ہے

نہ چرا۔ زاں رو۔ شراب کو عربی زبان میں مدام کہا جاتا ہے انکی وجہ یہ ہے کہ شرابی اس سے سیر نہیں ہوتا ہے اور اس کی رغبت کا خواہشمند رہتا ہے تو جب شراب ظاہری کی یہ صورت ہے تو شراب عشق سے کیسے سیری ہو سکتی ہے۔ مدام ہمیشہ۔ عشق جوشد۔ اب مولانا نے پھر عشق کے اوصاف بیان کرنے شروع کر دیئے ہیں فرماتے ہیں عشق ہی حقیقت تک پہنچاتا ہے اور وہ عشق عاشق کے لئے ساقی بنتا ہے۔ چوں بجوئی۔ اگر تو اللہ کی توفیق سے عشق کی تمنا کرے گا تو وہ تیری روح کے لئے آب حیات کا کام کریگا اور تیرا بدن اس کیلئے جام بنجائیگا ——— [3] چوں بیفزاید۔ جب عشق توفیق کی شراب کو جوش دیدیتا ہے تو پھر ابریق بدن پارہ پارہ ہو جاتا ہے اور وہ علائق جسمانی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ آب گردد۔ اب یہ کیفیت ہوگی کہ عشق اور عاشق و معشوق میں اتحاد ہو جائے گا پانی اور ساقی اور مست ایک ہو جائیں گے۔ خود بگو۔ اگر تیری سمجھ میں یہ اتحاد نہ آئے تو تردید نہ کر اور معاملہ اللہ کے سپرد کر دے۔

[1] گویمش۔ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ آپ کو جوش آگیا ہے آپ اس وقت چلے جائیے اور خود آپ اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیجئے آپ تو جان کی طرح پوشیدہ بھی ہیں اور ظاہر بھی۔ گوید۔ وہ عشق کہتا ہے کہ میرا اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا ممکن نہیں ہے میری مثال اس شراب کی سی ہے جو ٹھیکے میں مقید ہے اور اس کے آثار مجلس میں ہیں میں بھی روغن میں مقید ہوں لیکن آثار کھلے ہوئے ہیں۔ خنب۔ ٹھیکرا۔ گویمش۔ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ مصیبت میں پھنسنے سے پہلے چھپ جا ورنہ میری مستی کوئی ظلم ڈھائیگی اور مجھ پر مصیبت آجائیگی اور وہ میری مصیبت تیری مصیبت ہے۔ گوید۔ تو وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ تم تو میرے لطیف جام سے سیراب ہو میں تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا تمہارے ذریعہ میری رسوائی نہ ہوگی تم کم ظرف نہیں ہو کہ پی کر بہک جاؤ۔ روز۔ یعنی زندگی۔ شام یعنی موت کا وقت۔

[2] چوں بیاید۔ عشق نے شام تک ساتھ نہ چھوڑنے کی بات کہی تھی تو گویا شام کے بعد جدا ہو جائیگا اب مولانا فرماتے ہیں کہ شام کا وقت جب جام عشق کو مجھ سے جدا کرنے لگے گا تو میں اس سے کہونگا کہ ابھی شام نہیں ہوئی ہے مجھ صہبا

پرتوِ ساقی ست کاندر شیرہ رفت — شیرہ بر جوشید رقصاں گشت تفت

ساقی کا عکس ہے جو شیرے میں پہنچا — شیرہ جوش مارنے لگا، تیز ناچنے لگا

اندریں معنیٰ بپرس آں خیرہ را — کہ چُنیں کے دیدہ بُودی شیرہ را

اِس پر یہ معنی سے یہ بات دریافت کر — تو نے شیرے کو ایسا کبھی دیکھا تھا؟

بے تفکر پیش ہر دانندہ ہست — آنکہ با گردندہ گرداننده ہست

بغیر سوچے، ہر جاننے والے کے پیش الٹا ہے — کہ گھومنے والے کے لئے، (کوئی) گھمانے والا ہے

حکایتِ آں عاشقِ دراز ہجر بسیار امتحاں

قصہ ہجر طالے بہت، امتحان میں مبتلا عاشق کا قصہ

یک جوانے بر زنے مجنوں بُدست — روز و شب بیخواب و بیخور آمدست

ایک جوان، ایک عورت پر عاشق ہوا تھا — شب و روز بغیر نیند اور بغیر کھانے رہتا تھا

بیدل و شوریدہ ہم مجنوں صفت — می نداد ش روزگارِ وصل دست

بے دل اور پریشان تیز دیوانہ اور مست — وصل کا زمانہ اس کے ہاتھ نہ آتا تھا

بس شکنجہ کرد عشقش بر زمیں — خود چرا دارد ز اوّل عشق کیں

اس کو عشق نے زمین پر شکنجے میں کس دیا تھا — (سلام) عشق ابتدا ہی سے کیوں دشمنی رکھتا ہے؟

عشق از اوّل چرا خونی بُود — تا گریزد آنکہ بیرونی بُود

عشق شروع سے خونی کیوں ہوتا ہے؟ — تاکہ وہ بھاگ جائے جو اجنبی ہو

چوں فرستادے رسولے پیش آن — آں رسُول از رشک گشتے راہبر

جب وہ عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجتا — وہ قاصد رشک سے رقیب بن جاتا

ور بسوے زن نبشتے کاتبش — نامہ را تصحیف خواندے نائبش

اگر اُس کا منشی عورت کو لکھتا — اُس (عورت) کا نائب خط کو غلط پڑھ کر سناتا

ور صبا را نیک کردے در وفا — از غبارے تیرہ گشتے آں صبا

اگر وفا کے بارے میں وہ صبا کو قاصد بناتا — وہ صبا غبار سے کالی پڑ جاتی

رُقعہ گر بر پرِ مرغے دوختے — پرِ مرغ از لفِ رُقعہ سوختے

اگر وہ خط پرند کے پروں پر بھیجتا — خط کی گرمی سے پرند کے پر جل جاتے

کے ذریعہ پیغام بھیجتا تو وہ صبا گرد آلود ہو جاتی اور صحیح پیغام نہ پہنچاتی۔ رقعہ۔ اگر کبوتر کے پروں سے باندھ کر خط بھیجتا تو سوزشِ عشق سے کبوتر کے پر جل جاتے۔

۵۱ پرتوِ انگور کے شیرے کے تمام خواص ساقی کا پرتو ہیں۔ اندریں۔ اگر کوئی انکار کرے تو اُس سے دریافت کر کہ انگور کے شیرے میں یہ خواص کہاں سے آئے ہیں۔

بے تفکر۔ ہر انسان کسی نہ کسی طور پر مانتا ہے کہ کوئی کام کرنے والے کے بغیر وجود میں نہیں آتا تو لامحالہ ایک ذات ہے جو ان تمام چیزوں میں متصرف ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے۔

حکایت۔ اس قصہ سے بھی یہ بتانا ہے کہ اسباب میں بھی اللہ تعالیٰ کے تصرف سے ہے ورنہ اسباب خود کوئی چیز نہیں ہیں۔ یک جوانے۔ ایک شخص ایک عورت پر عاشق ہو گیا لیکن اُس کو کسی طرح وصل میسر نہ آتا تھا۔ بس شکنجہ۔ عشق نے اُس کو طرح طرح کی سزائیں دیں۔

۵۲ خود چرا۔ عشق عاشق کو اس لئے ستاتا ہے تاکہ ہر بوالہوس حسن پرستی کو شعار نہ بنا لے اور نااہل اِس میدان کو چھوڑ کر بھاگ جائے۔

چوں فرستادے۔ وہ عاشق کسی کو قاصد بناتا تو وہ قاصد اُس کا رقیب بن جاتا۔ ور۔ اگر وہ پیام محبت تحریر کر کے بھیجتا تو اُس معشوقہ کا منشی اُس کو غلط پڑھ کر سناتا۔

۵۳ ور صبا۔ اگر وہ صبا

راہنہائے[1] چارہ را غیرت بہ بست
تدبیر کے راستے غیرت نے بند کر دیئے

لشکرِ اندیشہ را رایت شکست
سوچ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا

بُود اوّل مونسِ غم انتظار
پہلے انتظار ہی غم کا غمگسار تھا

آخرش بشکست کہ ہم انتظار
آخر میں وہ درہم برہم ہو گیا، کون؟ انتظار بھی

گاہ گفتے کایں بلائے بے دواست
کبھی وہ کہتا کہ یہ لاعلاج مرض ہے

گاہ گفتے نے حیاتِ جانِ ماست
کبھی کہتا نہیں، ہماری جان کی زندگی ہے

گاہ ہستی[2] زُو برآوردے سرے
کبھی ہستی اس میں سر ابھارتی

گاہ اُو از نیستی خوردے برے
کبھی وہ نیستی کا پھل کھاتا

گاہ فریادش بگردوں بر شدے
کبھی اس کی فریاد آسمان پر پہنچتی

گر خیالِ دلبرش ہمدم بُدے
کبھی معشوق کا خیال اس کا ساتھی ہوتا

چونکہ بر وے سرد گشتے ایں نہاد
جب یہ مزاج اس پر ٹھنڈا پڑ جاتا

جوش کردے گرم چشمہ اتحاد
اتحاد کا گرم چشمہ جوش مارتا

چونکہ بابے برگیٔ غربت بساخت
جبکہ مسافرت کی بے سر و سامانی سے اس نے ساز کیا

برگِ بے برگی بسوئے او بتاخت
بے سر و سامانی کا سامان اس کی طرف بڑھا

خوشہائے فکرتش بیکاہ شُد
اس کی فکر کے خوشے بغیر تنکے کے ہو گئے

شبرواں را رہنما چوں ماہ شُد
وہ رات کے مسافروں کا چاند کی طرح راہنما ہو گیا

اے[3] بسا طوطی گویائے خمش
بہت سے طوطی کی طرح بولنے والے خاموش ہیں

اے بسا شیریں دہانِ روترش
بہت سے خوش دل، غمگین ہیں

رو بگورستاں دمے خامش نشیں
تھوڑی دیر کے لئے قبرستان میں جا خاموشی سے بیٹھ

آں خموشانِ سخن گو را ببیں
اُن بولنے والے، خاموشوں کو دیکھ

لیک اگر یکرنگ بینی خاکشاں
لیکن اگر تو اُن کی قبر کو یکساں دیکھتا ہے

نیست یکساں حالتِ چالاکشاں
اُن کی چالاکی حالت یکساں نہیں ہے

شحم و لحم زندگاں یکساں بُود
زندوں کی چربی اور گوشت یکساں ہوتی ہے

آں یکے غمگیں دگر شاداں بُود
لیکن ایک غمگین، دوسرا خوش ہوتا ہے

---

[1] راہنہائے۔ غرضیکہ کوئی سبب اور تدبیر کام نہ دیتی تھی اور پیغام رسانی کے جس قدر اسباب تھے وہ سب ناکارہ ہو گئے تھے۔ بُود۔ پہلے اس کیلئے معشوق کا انتظار غم کا مونس بنا ہوا تھا آخر میں وہ انتظار بھی ختم ہو گیا اور اس پر بالکل مایوسی طاری ہو گئی۔ گاہ گفتے۔ کبھی وہ عشق کو بلائے بے درماں سمجھتا کبھی کہتا کہ یہی تو مدارِ زندگی ہے۔

[2] گاہ ہستی۔ کبھی اس پر خودی کا غلبہ ہوتا اور خود نمائی پیدا ہوتیں کبھی بالکل فنا کا درجہ اختیار کرتا اور اپنے وجود کو بھلا بیٹھتا۔ گاہ۔ کبھی تنہائی کی وحشت میں گریہ وزاری کرتا کبھی محبوب کے خیال سے دل بہلاتا۔ چونکہ کبھی اپنے وجود کو فراموش کر دیتا تو محبوب سے اتحاد کا چشمہ جوش مارنے لگتا۔ چونکہ اب بے سر و سامانی اس کے لئے موجبِ راحت بن گئی تھی، غرضیکہ جبکہ اس کا عشق خواہشات کے خس و خاشاک سے پاک ہو گیا تو وہ عاشقوں کا راہنما بن گیا۔

[3] اے بسا۔ بہت سے اہلِ باطن اور روحانیت کا فرق سمجھاتے ہیں، بہت سے وہ لوگ کہ بظاہر طوطی کی طرح خوش بیان ہیں لیکن ان کا باطن بالکل خاموش ہے کچھ وہ لوگ ہیں جن کی روح خوش اور تر و تازہ ہے بظاہر گو شرو

ہیں۔ گو حقیقی دلی اور بناوٹی کا ظاہر ایسا ہی یکساں ہے جس طرح کہ قبرستان کی قبریں یکساں ہیں اور حقیقتاً اُن میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ مُردوں میں ہے ہر قبر والے کی حالت جداگانہ ہے۔ شحم۔ مُردوں میں کیا زندوں میں بھی بظاہر یکسانیت ہے لیکن اندرونی حالات مختلف ہیں۔

تو چہ دانی تا نشنوشی قالِ شاں
زانکہ پنہان ست بر تو حالِ شاں

تو کیا سمجھے جب تک اُن کی بات نہ سُنے
کیونکہ جسم پر اُن کی حالت مخفی ہے

بشنوی از قال ہائے وہو ئے را
کے بہ بینی حالتِ صد تو ئے را

تو زبان سے ہائے وہو کو سُن لیتا ہے
تو سینکڑوں تہوں کی حالت کو کب دیکھ سکتا ہے

نقشِ ما یکساں بخصدہا مختلف
خاک ہم یکساں روان شاں مختلف

ہماری صورتیں یکساں ہیں، سینکڑوں صفات کے تشخص میں
مٹی بھی یکساں ہے، اُن کی روحیں مختلف ہیں

ہمچنیں یکساں بود آوازہا
آں یکے پُر درد و آں پُر نازہا

اسی طرح آوازیں بھی یکساں ہوتی ہیں
ایک درد سے بھری ہے اور ایک ناز سے ابھری ہے

بانگ[۲] اسپاں بشنوی اندر مصاف
بانگ مُرغاں بشنوی اندر مطاف

میدانِ جنگ میں تو گھوڑوں کی آواز سُنتا ہے
پنجرہ کانے میں تو پرندوں کی آواز سُنتا ہے

آں یکے از حقد و دیگر از نشاط
آں یکے از رنج و دیگر از نشاط

ایک دشمنی سے ہے اور دوسری تعلق کی وجہ سے
ایک رنج سے ہوتی ہے، دوسری خوشی سے

ہر کہ دُور از حالتِ ایشاں بود
پیشش آں آواز ہا یکساں بود

جو اُن کے احوال سے دُور ہو
اُس کے لئے وہ آوازیں یکساں ہوتی ہیں

آں درختے جُنبد از زخمِ تبر
واں درختِ دیگر از بادِ سحر

ایک درخت کلہاڑے کی چوٹ سے ہلتا ہے
دوسرا درخت صبح کی ہوا سے

بس غلط گشتم ز دیگِ مُردہ ریگ
زانکہ سر پوشیدہ میجوشید دیگ

میں بہت سی مرتبہ بیکار دیگ سے غلطی میں پڑ گیا
کیونکہ دیگ منہ ڈھکے ہوئے جوش مار رہی تھی

جوشِ[۳] و نوشِ ہر کست گوید بیا
جوشِ صدق و جوشِ تزویر و ریا

تجھ سے ہر شخص کا جوش اور ذائقہ کہتا ہے آجا
سچائی کا جوش، اور بنا سازی اور ریا کا جوش

گر نداری دیدہائے رُوشناس
رُو دماغے دست آور بُو شناس

اگر تو پہچاننے والی آنکھیں نہیں رکھتا ہے
جا کوئی خوشبو پہچاننے والا دماغ حاصل کر

آں دماغے کہ بر اں گلشن تند
چشمِ یعقوباں ہمو روشن کند

وہ دماغ جو اُس چمن سے تعلق رکھے
یعقوبوں کی آنکھ کو بھی روشن کرے

۱؎ توچہ دانی۔ انسان اور انسان میں فرق جب ظاہر ہوتا ہے جب وہ بولتا ہے۔ بشنوی۔ بولنے سے بھی پوری حقیقت واضح نہیں ہوتی ہر اصل حالت کا پتہ لگانا مشکل ہے۔ نقش۔ انسانوں کی صورتیں یکساں ہیں۔ لیکن اوصاف میں بہت فرق ہے جسم یکساں ہیں روحیں مختلف ہیں۔ آخر میں۔ آوازیں بھی یکساں معلوم ہونگی لیکن ان آوازوں میں مخفی درد و ناز کی وجہ سے فرق ہے۔

۲؎ بانگ۔ گھوڑوں اور پرندوں کی آوازوں میں بھی یکسانیت ہوتی ہے لیکن ان آوازوں کی باطنی کیفیات میں فرق ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص اصل حالت سے واقف نہ ہوگا وہ آوازوں کو یکساں سمجھیگا۔ آں درخت۔ درختوں کا ہلنا بھی یکساں ہے لیکن ایک کے ہلنے کا سبب کلہاڑے کی چوٹ ہے اور دوسرے کے ہلنے کا سبب باد صبا ہے۔ بس غلط۔ سر پوش سے ڈھکی ہوئی دیگ کے جوش مارنے سے دھوکا ہوتا ہے۔

۳؎ جوش۔ ہر انسان کا جوش و خروش تجھے دعوت دیتا ہے۔ گر نداری۔ اگر انسان میں خود امتیاز کرنے کی طاقت نہیں ہے تو کسی صاحب بصیرت سے مشورہ کرے۔ آں دماغے۔ پہچاننے کے لئے اس آدمی

کا سہارا لے جو اس گلشن کا دماغ رکھتا ہو اور وہ عاشقوں کا نور دیدہ ہو۔ یعقوباں۔ عاشقاں۔

هیں[1] بگو احوال آں خستہ جگر — کز بخاری دور ماندیم اے پسر

خبر دار اُس خستہ جگر کے احوال بتا — کیونکہ اے لڑکے ہم بخاری سے دور جا پڑے

یافتنِ عاشق معشوق را و بیان آنکہ جوینده یابنده

عاشق کا معشوق کو پالینا، اور اس کا بیان کہ جستجو کرنے والا پالیتا ہے

بُود کہ مَن طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَ وَجَدَ، صَدَقَ رَسُوْلُ

پالے والا ہوتا ہے، جس نے کسی چیز کو طلب کیا اور کوشش کی اُس نے اُس کو

اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ

پالیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے، جو شخص ایک ذرہ کے وزن

خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ

کی نیکی کرتا ہے، وہ اُس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ برابر شر کریگا وہ اسکو دیکھے گا

کاں جواں در جستجو بُد ہفت سال — از خیالِ وصل گشتہ چوں خیال

وہ جوان سات سال تلاش میں رہا — وصل کے خیال سے خیال کیطرح ہوگیا

سایۂ حق بر سرِ بندہ بُود — عاقبت جوینده یابنده بُود

بندے پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے — انجام کار تلاش کرنے والا، پانے والا ہوتا ہے

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی دری — عاقبت زاں در بروں آید سری

پیغمبرؐ نے فرمایا جب تو دروازہ کھٹکھٹائیگا — انجام کار اُس دروازے سے سر باہر نکلے گا

چوں[2] نشینی بر سرِ کوئے کسے — عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

اگر تو کسی کے کوچے کے سرے پر بیٹھے گا — انجام کار کسی کا چہرہ دیکھے گا

چوں زچاہے مسکینی ہر روز خاک — عاقبت اندر رسی در آبِ پاک

جب تو کنوئیں سے روز مٹی نکالے گا — انجام کار پاک پانی میں پہنچ جائے گا

جملہ دانند ایں اگر تو نکروی — ہر چہ می کاریش روزے بدروی

سب جانتے ہیں خواہ تو نہ مانے — جو تو بوئے گا، ایک دن کاٹے گا

سنگ[3] بر آہن زدی آتش بجست — ایں بباشد ورنہ باشد نادرست

تو نے لوہے پر پتھر مارا آگ نکلی — یہ ہوگا، اگر نہ ہو تو نادر ہے

آنکہ روزی نیستش بخت و نجات — ننگرد عقلش مگر در نادرات

جس کا مقدر نصیبہ اور نجات نہیں ہے — اُس کی عقل نادر کے سوا نہیں دیکھتی ہے

[1] ہیں۔ اِس قصہ کی وجہ سے ہم بخاری کے قصہ سے دُور پڑے اب اُس کا ذکر کرنا چاہیئے۔ یا فتن۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حق تعالیٰ اسباب ظاہری کے بغیر بھی مقصد پورا فرما دیتا ہے اور عالم اسباب میں سببیت پیدا کرنے والا حق تعالیٰ ہی ہے لیکن انسان کی کوشش شرط ہے اور انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔ چوں خیال یعنی اُس کا وجود ایک خیال چیز بن گیا تھا۔ عاقبت۔ انسان کی کوشش رائیگاں نہیں جاتی ہے۔

[2] چوں۔ محبوب کی جستجو میں جب تم اُس کے کوچے پر دھرنا دیدوگے تو ضرور اُس کا دیدار کروگے۔ چلتے چلتے کھودتے رہوگے تو کنویں سے ضرور پانی نکل آئے گا۔ جملہ۔ تمام دنیا کا یہ عقیدہ ہے خواہ تو انکار کرے کہ کھیتی کا پھل ضرور ملتا ہے اور جو بوتا ہے وہ کاٹتا ہے۔

[3] سنگ۔ لوہے پر پتھر مارو گے تو سنت اللہ ہے کہ اُس سے آگ پیدا ہو جائیگی عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اس کے خلاف بہت کم ہوتا ہے یا نگر۔ جو بدبخت ہوتے ہیں وہ مسبب الاسباب الٰہی کو پیش نظر نہیں رکھتے نادر اور وقوع باتوں کی طرف دھیان کرتے ہیں۔

کاں فلاں کس کشت کرد و بر نداشت
کہ اُس فلاں نے کھیتی کی، اور پھل نہ پایا

واں صدف بُرد و صدف گوہر نداشت
وہ سیپ لے گیا، اور سیپ میں موتی نہ تھا

بلعم باعور و ابلیس لعین
بلعم باعور، اور ملعون شیطان

سود نامد شاں عباد تہا و دیں
اُن کو عبادتیں، اور دین مفید نہ پڑا

صد ہزاراں انبیاء و رہروان
لاکھوں نبی، اور راہبر

ناید اندر خاطر آں بدگمان
اُس بدگمان کے دل میں نہ آئے

ایں دو را گیرد کہ تاریکی دہد
ان دو کو اُس نے پکڑا جو تاریکی پیدا کرتے ہیں

در دلش ادبار جز ایں کے نہد
بدنصیبی اس کے دل میں اسکے علاوہ کیا رکھے؟

بس کسا کہ ناں خورد دل شاد او
بہت سے وہ ہیں کہ جو خوشدلی سے روٹی کھاتے ہیں

مرگ او گردد بگیرد در گلو
وہ اُن کی موت بنتی ہے اور اُن کا گلا پکڑتی ہے

پس تو اے ادبار زدہ ہم ناں مخور
تو اے منحوس صورت! تو بھی روٹی نہ کھا

تا نیفتی ہمچو او در شور و شر
تاکہ اُس کی طرح شور و شر میں مبتلا نہ ہو

صد ہزاراں خلق نانہا می خورند
لاکھوں انسان روٹی کھاتے ہیں

زور می یابند و جاں می پرورند
طاقت حاصل کرتے ہیں اور جان کی پرورش کرتے ہیں

تو بداں نادر کجا افتادہ
تو اُس نادر میں کیوں گھس گیا!

گر نہ محرومی و ابلہ زادہ
اگر تو محروم اور بے وقوف کا بچہ نہیں ہے

ایں جہاں پُر آفتاب و نور ماہ
یہ دنیا دھوپ اور چاند کی روشنی سے بھری ہے

تو بہشتہ سر فرو بردہ بچاہ
تو سر کو لٹکائے ہوئے کنوئیں میں گھسا ہے

کہ اگر حق ست پس کو روشنی
کہ اگر صحیح ہے تو روشنی کہاں ہے؟

سر زچہ بردار و بنگر اے دنی
اے کمینے! کنوئیں سے سر اٹھا اور دیکھ

جملہ عالم شرق و غرب آں نور یافت
مشرق اور مغرب میں تمام جہان نے نور محسوس کیا

تا تو در چاہی نخواہد بر تو تافت
جب تک تو کنوئیں میں ہے وہ تجھ پر نہ چمکے گا

چہ رہا کن رو بایوان و کروم
کنوئیں کو چھوڑ، محلات اور باغات میں جا

کم ستیز اینجا بداں کا للجج مشوم
یہاں کج بحثی نہ کر، سمجھ لے یہ اپنی بدبختی ہے

ہیں مگو کاینک فلانے کشت کرد
خبردار! یہ نہ کہہ کہ فلاں نے کھیتی کی

در فلاں سال و ملخ کشتش بخورد
فلاں سال میں اور ٹڈی اُس کی کھیتی کھا گئی

۱؎ وہ اور باتوں کی یہ شامیں اُن کے پیش نظر ہوتی ہیں کہ فلاں شخص نے کھیتی کی وہ جل گئی اُس کو کچھ نہ ملا اُس نے دریا میں غوطہ لگایا سیپ نکالا اُس میں موتی نہ نکلا، بلعم اور شیطان نے عبادتیں کیں اُن کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔

۲؎ صد ہزاراں۔ وہ بدبخت لاکھوں انبیاء اولیاء کو نہیں دیکھتا کہ عبادات سے اُن کو کتنے بڑے درجے ملے۔ ایں دو۔ بلعم اور شیطان کو پکڑے ہوئے ہے یہ اُس کی بدبختی کی علامت ہے۔ بس کسا۔ نادر اور اتفاقات کی مثالیں لاکر عبادتوں سے گریز کرتا ہے، اگر نادر ہی دلیل ہے تو اتفاقاً یہ بھی ہوا ہے کہ روٹی کھانے سے انسان مرا ہے تو روٹی کھانا کیوں نہیں چھوڑ دیتا۔

۳؎ تو بداں۔ نادر اور وقوع حادثوں کو پیش نظر رکھنا بڑی بدبختی ہے۔ ایں جہاں۔ نادر چیزوں سے استدلال کرنے والے کی مثال یہ ہے کہ عالم میں دھوپ اور چاندنی پھیلی ہوئی ہو اور ایک شخص کنوئیں میں منہ جھکائے اُس کا انکار کرتا ہے۔ جملہ عالم۔ اس کے لئے یہی جواب ہے کہ عالم تو نور سے بھرا ہے تو خود اُس سے محروم ہے۔ اینجا۔ کج بحثی اور جھگڑا اپنی بدبختی کی دلیل ہے۔

پس چرا کارم کہ اینجا خوف ہست
تو میں کھیتی کیوں کروں کہ یہاں خوف ہے

ہیں[1] مکن استیزہ رو رو کار کن
غمبردار، جھگڑا نہ کر جا، جا کام کر

ہر کہ استیزہ کند بر سر فتد
جو کج بحثی کرتا ہے، سر کے بل گرتا ہے

وانکہ او نگذاشت کشت و کار را
اور جس نے کھیتی، اور کام کو نہ چھوڑا

زیں بیاں بگذر زمانے باز راں
تھوڑی دیر کے لئے اس بیان سے گذر جا پھر چل

چوں درے میکوفت او از سلوتے
جب وہ لاپروائی سے دروازہ کھٹکھٹا رہا

جست از بیم عسس او شب بباغ
وہ رات کو کوتوال کے ڈر سے باغ میں گھس گیا

گفت[2] سازندہ سبب را آں نفس
اس وقت اس نے مسبب الاسباب سے کہا

ناشناسا تو سببہا کردۂ
نامعلوم کو تو نے سبب بنا دیا

بہر آں کردی سبب ایں کار را
تو نے اس لئے (اس کو) اس کام کا سبب بنایا

در شکست[3] پائے بخشد حق بر ے
اللہ تعالیٰ پاؤں ٹوٹنے کے بدلے میں پر عنایت

ہر چہ آں بر تو کراہیت بود
وہ چیز جو تجھے ناگوار ہوتی ہے

پس چرا افشانم ایں گندم ز دست
میں ہاتھ سے اس گیہوں کو کیوں بکھیروں؟

با توکل کشت کن بشنو سخن
توکل کے ساتھ کھیتی کر، بات سن لے

آنچناں کو بر نخیزد تا ابد
اس طرح کہ قیامت تک نہیں اٹھ سکتا

پر کند کوری تو انبار را
وہ تیرے اندھے پن پر انبار بھرے گا

جانب احوال آں عاشق جوں
اس جوان عاشق کے احوال کی جانب

عاقبت دریافت روزے خلوتے
انجام کار اس نے ایک روز (محبوب کی) خلوت میں

یار خود را یافت با شمع و چراغ
اس نے اپنے یار کو شمع اور چراغ کے ساتھ پالیا

اے خدا تو رحمتے کن بر عسس
اے خدا! کوتوال پر رحمت نازل فرما

از درِ دوزخ بہشتم بردۂ
تو دوزخ کے دروازے سے مجھے بہشت میں لیگیا

تا ندارم خوار من یک خار را
تاکہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ سمجھوں

ہم ز قعرِ چاہ بگشاید درے
کنویں کے اندر بھی وہ دروازہ کھول دیتا ہے

چوں حقیقت بنگری رحمت بود
جب تو حقیقت کو دیکھتا ہے وہ رحمت ہی ہو

حصول کا سبب بنا دیتا ہے، کنویں کی گہرائی نجات کا سبب بن جاتی ہے۔ ہر چہ۔ قرآن پاک میں ہے عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ یعنی بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہی تمہارے لئے بہتر ہوتی ہے۔

[1] ہیں۔ انسان کو کوشش بھی چھوڑ کر عمل میں لگ جانا چاہیئے اور اللہ کے بھروسے پر عمل کرنا چاہیئے یقیناً وہ اس کے فوائد سے مستفید ہوگا۔ ہر کہ۔ کج بحثی کرنے والا اس طرح اوندھے منہ گرتا ہے کہ قیامت تک نہیں سنبھلتا ہے۔

[2] زیں بیاں۔ یعنی انسان کو اس کے عمل کا پھل ضرور ملتا ہے۔ سلوتے۔ بے غمی، بے فکری، خلوت۔ یعنی محبوب کے ساتھ تنہائی عسس۔ کوتوال یعنی وہ عاشق کوتوال کے ڈر سے باغ میں چھپنے کے لئے گھس گیا وہاں اس کی محبوبہ مع شمع کے موجود تھی۔

[2] گفت۔ چونکہ کوتوال وصال کا سبب بنا اس لئے اس نے کوتوال کو دعائیں دیں۔ سازندہ سبب۔ سبب بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ ناشناسا۔ غیر معروف نامعلوم دوزخ۔ یعنی فراق بہشت۔ یعنی وصال۔ بہر آں۔ کوتوال کو سبب وصال بنا کر تو نے یہ تنبیہ کی ہے کہ کسی چیز کو انسان ذلیل نہ سمجھے کسی نہ کسی وقت وہ مفید ہو سکتی ہے۔

[3] در شکست۔ جب اللہ کا کرم ہوتا ہے تو پاؤں کا ٹوٹنا پر محال ہو جانیکا سبب بن جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک ضد کو دوسری ضد کے

تو مبیں[1] کہ بر درختی یا بچاہ
تو نہ دیکھ کہ تو درخت پر یا کنویں میں ہے
تو مرا بیں کہ منم مفتاحِ راہ
تو مجھے دیکھ میں راستے کی کنجی ہوں

گر تو خواہی باقیِ ایں گفتگو
اگر تو اس گفتگو کا بقیہ چاہتا ہے
اے اخی در دفترِ چارم بجو
اے بھیا! چوتھے دفتر میں تلاش کر لے

[1] نو مبیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے یعنی تم تمام وسائل کی کشادگی کا ذریعہ اور سبب اللہ تعالیٰ ہے۔
گر تو خواہی۔ اب اس عاشق کا بقیہ قصہ دفترِ چہارم میں مذکور ہوگا۔

قد تم الدفتر الثالث من الکتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنوی

هست قرآن در زبان پهلوی

مثنوی معنوی

حضرت مولانا جلال الدین رومی

ترجمه

مولینا آقای حاج میرزا محمد حسین خان

حامد ایزد بخش ○ مهر ۱۳۵۱ ○ تهران

مقدمہ

قونیہ کا سفر

۱۴ر دسمبر ۷۶ء سے مولانائے رومؒ پر ایک سہ روزہ سیمنار ترکی حکومت قونیہ میں منعقد کر رہی تھی اُس کا دعوت نامہ حکومت ہند کی معرفت مجھے موصول ہوا۔ میں نے اس دعوت نامہ کو منظور کیا اور حکومت ہند نے آمد و رفت کے مصارف کی ذمہ داری قبول کی۔

میں نے یہ بھی طے کیا کہ میرا یہ سفر صرف قونیہ تک کا نہ ہو بلکہ اس سفر میں دیگر مقدس مقامات کی زیارت بھی کروں اور اس کے مصارف میں خود برداشت کروں۔ چنانچہ دہلی، بمبئی، تہران، استنبول، قونیہ، مصر، سعودیہ عربیہ اور عراق کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ بن کر میرے پاس آگیا۔

میں ۱۰ر کی صبح کو دہلی سے بمبئی کے لئے روانہ ہوا اور ۱۰ر کا پورا دن بمبئی میں گذار کر ۹ بجے شب کے جہاز سے تہران کے لئے روانہ ہوا۔ یہ جہاز کراچی ہوائی اڈے پر ٹھہرتا ہوا تقریباً ۱۲ بجے شب تہران ہوائی اڈے پر جا اُترا۔ ۱۱ر کا سارا دن تہران اور اس کے اطراف شوس، رے، شاہ عبدالعظیم اور مشہور مقامات کے دیکھنے میں گذرا۔ شب ایک انٹرکونٹینٹل ہوٹل میں گذار کر ۱۲ر کی صبح کو ۴ بجے کے جہاز سے استنبول کے لئے روانہ ہوگیا۔ ۱۲ر کو استنبول کے مقدس مقامات کی

کی زیارت کی۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوا اور دیگر جامعات اور آثارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ۱۳ر کی صبح کو بھی بعض مقامات دیکھے اور بعد ظہر استنبول سے قونیہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پرواز کے بعد جہاز قونیہ کے ہوائی اڈے پر جا اُترا۔ قونیہ پہنچ کر میں سیمنار کے دفتر استقبال میں پہنچ گیا۔ میزبانوں نے میرا قیام درگاہ ہوٹل میں کرادیا۔ یہ ہوٹل بہت ہی آرام دہ تھا اس کے سامنے وسیع سڑکیں اور چمن زار تھے اور اُن کے دوسری جانب حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ اقدس تھا اور مزارِ اقدس کے قریب ہی نہایت شاندار شاہ سلیم کی مسجد تھی۔

میں ۱۳ر کو قونیہ پہنچ گیا جبکہ سیمنار ۱۵ر کی صبح سے شروع ہو رہا تھا۔ میں نے ۱۴ر کو آرام لیا اور ۱۵ر سے سیمنار میں شرکت شروع کردی۔ یہ سیمنار تین روز مسلسل چلا اس میں زیادہ تر مستشرقین شریک تھے اور اس کی تمام کارروائی ترکی زبان میں ہو رہی تھی۔ مقالات زیادہ تر ترکی اور انگریزی میں تھے۔

میں نے ۱۶ر کو اپنا مقالہ پڑھا یہ فارسی میں تھا اور اس کا موضوع روح اور بقائے عالم تھا اور اس کے آخر میں میں نے علامہ اقبال کے وہ اشعار ذکر کئے تھے جن میں علامہ نے مولانا رومؒ اور اُن کے بعض خیالات کا ذکر کیا ہے۔ قونیہ کے قیام۔ سیمنار کی شرکت کے علاوہ میرا معمول مولانا رومؒ کے مزار پر حاضری اور قونیہ کے مشہور مقامات کی سیر رہی۔ مولانا صدرالدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضر ہوا۔ مشہور مفسر علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی فاتحہ پڑھی اور شب کے اوقات میں مثنوی کے ترجمہ اور تحشیہ میں مصروف رہتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ دفتر پنجم کا بیشتر حصہ میں نے اسی ہوٹل میں مکمل کرلیا۔ حضرت مولاناؒ کے مزار پر حاضری کے وقت میں نے اُن تمام اشخاص کی قبروں پر بھی فاتحہ پڑھی جن کا ذکر مولاناؒ اپنی

مثنوی میں کرتے ہیں۔ سلطان ولد، مولانا حسام الدین چلپی، زرکوب رحمہم اللہ ان سب بزرگوں کی قبریں مولانا کے مزار مبارک کے قریب ہی ایک گنبد کے نیچے ہیں۔

میں نے مولاناؒ کے میوزیم میں مثنوی کا ایک قدیم نسخہ بھی دیکھا جو سلطان ولد کی طرف منسوب ہے۔ مثنوی کے مشہور نسخوں اور اس نسخہ میں اختلاف ہے۔ مثنوی کا پہلا شعر عام نسخوں میں اس طرح ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند وز جدائیہا شکایت می کند

اُس نسخہ میں یہ شعر اس طور پر ہے۔

بشنو این نے چوں شکایت میکند از جدائیہا حکایت می کند

اسی طرح مثنوی کے مروّج نسخوں اور اس نسخہ میں ابتدائی ۱۶ شعروں میں جو اختلافات ہیں میں نے اُن کو نوٹ کیا۔ اس موضوع پر انشاء اللہ عنقریب رسالہ "جامعہ" میں ایک مفصل مضمون شائع ہو جائے گا۔

یہ موقع نہیں ہے کہ میں قونیہ کے دورانِ قیام کے واقعات تفصیل سے لکھوں۔ خصوصاً مولویہ فرقہ کے رقص کی روداد تفصیل طلب ہے۔ قونیہ کے آٹھ روزہ قیام کے بعد میں استنبول کے لئے روانہ ہو گیا اور وہاں سے ۲۳ دسمبر کو سہ پہر کے وقت میں مصر پہنچ گیا۔

قاہرہ میں تقریباً ایک ہفتہ مقیم رہا۔ قدیم اور جدید قاہرہ کو دیکھا۔ جامع "الازہر" دیکھی اور اُس کے شیخ علامہ عبدالحلیم محمود سے ملا دیگر اساتذہ سے ملاقاتیں کیں۔ "حسین" دیکھا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ امام شافعیؒ، امام لیث بن سعدؒ، رابعہؒ بصریہ، حضرت زینبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت نفیسہؒ کے مزاروں اور مساجد میں حاضری دی۔ جامع محمد علی اور قلعہ دیکھا۔ اہرام اور ابوالہول دیکھا۔ قاہرہ کا مشہور میوزیم دیکھا اور ۳۰ دسمبر کو مصر سے

459

روانہ ہوکر جدہ جا اُترا۔ جناب محمد انعام الرحمان صاحب قلیوانی فرسٹ سکریٹری انڈین ایمبیسی میرے منتظر تھے۔ شب میں اُن کے یہاں قیام کرکے ۳۱ دسمبر روز جمعہ صبح سویرے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ عمرہ سے فارغ ہوا اور جمعہ کی نماز مسجد حرام ہی میں ادا کی۔ سارے دن طواف اور بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ شام کو جناب انعام الرحمان مجھے جدہ واپس لے آئے۔ شب میں قیام کرنے کے بعد میں نے یکم۔ دسمبر ۱۹۷۶ء کو مدینہ طیبہ کیلئے روانگی شروع کردی ظہر کے بعد روانہ ہوا۔ عصر اور مغرب کی نمازیں راستہ میں ادا کیں اور عشاء کی نماز کے وقت میں مقام بدر میں پہنچ گیا۔ مسجد عریش میں عشاء کی نماز باجماعت ادا کی اور شہداء بدر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ تھوڑے وقفہ کے بعد مدینہ طیبہ کا گنبد خضراء جو آقائے نامدار تاجدار مدینہ کی آخری آرامگاہ ہے، نظر آنے لگا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر محب مکرم مولانا انعام کریم صاحب مہاجر مدنی کی قیامگاہ پر پہنچا۔ موصوف میری آمد کے منتظر تھے۔ کافی رات گذر چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے لئے آرام کیا اور شب کے آخری حصہ میں روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ فجر کی نماز سے فارغ ہوکر قیام گاہ پر آگیا۔

مدینہ طیبہ کے دس روزہ قیام میں اکثر وقت مسجد اور روضۂ اطہر پر گذارتا۔ احباب اور بزرگوں سے بھی ملاقاتیں کرتا رہا۔ عصر کے بعد مخدومی حضرت مولانا زکریا صاحب قبلہ کی مجلس میں حاضر ہوجاتا تھا۔ بالآخر زندگی کے یہ دس روز انہی سعادتوں میں گذار کر جدہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ میں نے طے کیا تھا کہ میں جدہ میں قیام نہ کروں گا بلکہ سیدھا مکہ معظمہ پہونچوں گا۔

۱۰ جنوری ۱۹۷۷ء کی شام کو مدینہ ایرپورٹ سے روانہ ہوکر جدہ پہنچا اور جدہ سے سیدھا مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ بیت اللہ شریف میں حاضری دی۔ عمرہ سے فراغت ہوئی اور پھر شب کا

اکثر حصہ طواف اور نوافل میں گذار کر ۱۱ر کی شام کو جدہ واپس آگیا۔ ۱۲ر کی شام کو جدہ سے عراق کے لئے روانہ ہوگیا۔

عراق کے ہوائی اڈے پر جناب شفاعت احمد صاحب سیکنڈ سکریٹری انڈین ایمبیسی اور ایمبیسی کے ایک دوسرے کارکن ہوائی اڈے پر پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے میرا قیام بغداد میں کسی ہوٹل کی بجائے قنصل خانہ میں کرانا مناسب سمجھا۔ میں نے بھی اس کو پسند کرلیا۔ دجلہ کے کنارے اچھی جگہ تھی۔ اب میں بغداد شریف کے مشہور مقامات کی زیارتوں میں مصروف ہوگیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسفؒ کے مزارات پر حاضر ہوا۔ شیخ جنید بغدادی، شیخ معروف کرخیؒ، شیخ سہروردی، امام غزالی رحمہم اللہ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر کوفہ پہنچ کر مسجد کوفہ میں نماز پڑھی۔ حضرت عقیل ابن ابی طالب کے مزار پر حاضری دی۔ مختار ثقفی کی قبر بھی دیکھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقام شہادت بھی دیکھا۔

وہاں سے رخصت ہوکر مدائن کسریٰ پہنچا اور کسریٰ کے قلعہ کی اس محراب کو بھی دیکھا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت شگاف پڑگیا تھا۔

مدائن کسریٰ سے میں نجف اشرف پہنچا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ چند گھنٹے وہاں گذار کر کربلا معلیٰ پہنچا۔

حضرت امام حسینؓ شہید کربلا کے مزار پر حاضر ہوا۔ حضرت عباس علمدارؓ حضرت علی اصغرؓ، حضرت علی اکبرؓ اور حضرت قاسمؓ اور کربلا کے دوسرے ۷۲ شہداء پر فاتحہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۸ر کی شام کو بغداد سے روانہ ہوکر کراچی پہنچا اور ۵ روز عزیز مکرم جناب حکیم محمد سعید صاحب کے پاس

گزار کر دہلی واپس آگیا۔
اس سفر کے تفصیلی واقعات انشاء اللہ سفرنامہ کی صورت میں پیش کروں گا۔

دفترِ سوم کے بارے میں

خدا کے فضل وکرم سے دفترِ سوم میرے سفر سے پہلے ہی اس مرحلہ پر آچکا تھا کہ اگر سفر نہ ہوتا تو میں اس کا دسمبر ہی میں اجراء کرا دیتا لیکن یہی طے کیا کہ سفر سے واپسی پر ۲۸ مارچ کو ہی حسب سابق یوم رومی کے موقع پر اس کا اجراء کرایا جائے۔ میرے سفر کے دوران ہی ہندوستان میں پارلیمنٹ کے انتخابات کا اعلان ہوگیا۔ واپسی پر انتخابات کی ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی اور ان انتخابات کے نتیجہ میں ہندوستان میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوگیا۔ کانگریس جس کی کوششوں سے ہندوستان آزاد ہوا تھا اور وہی تیس سال سے ہندوستان پر حکومت کر رہی تھی اس کی ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے اس کو مکمل شکست ہوگئی۔ اور نظامِ حکومت یکسر بدل گیا۔ ایسے حالات میں یہ ممکن نہ ہوسکا کہ ۲۸ مارچ ۷۷ء کو یوم رومی منایا جاسکے اور دفترِ سوم کا اجراء عمل میں آسکے مجبوراً اس کی فروختگی شروع کردی گئی۔

اب جبکہ میں دفترِ چہارم کے مقدمہ کی یہ چند سطور لکھ رہا ہوں دفترِ چہارم کتابت کے مرحلہ سے گذر کر طباعت کے مراحل طے کر رہا ہے خدا سے توقع ہے کہ چند ماہ بعد اجراء عمل میں آجائے گا۔

میں بفضلہ تعالیٰ دفترِ پنجم کا اکثر حصہ لکھ چکا ہوں اور اب اس کی کتابت شروع کرا رہا ہوں۔

دفترِ چہارم سے متعلق

طیّ الارض۔ زمین کا لپٹ جانا، اولیاء اللہ کے لئے بسا اوقات زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ مہینوں کا سفر سیکنڈوں میں طے کرلیتے ہیں اُن کا جسم ان کے دل کی خاصیت قبول کرلیتا ہے جس طرح دل

ایک سیکنڈ میں لاکھوں میل پہنچ جاتا ہے۔ ایک مومن کا دل لاکھوں میل دور ہوتے ہوئے ایک سیکنڈ میں کعبۃ اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اولیاء کا جسم بسا اوقات بطور کرامت بڑی سے بڑی مسافت کو ایک لمحہ میں طے کر لیتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحابہ کرام بیان کرتے ہیں کہ آنحضورؐ کی رفتار کی یہ حالت ہوتی تھی گویا کہ آپ کے لئے زمین پیٹتی چلی جا رہی ہے۔ مولانا نے ایک شعر میں فرمایا ہے ؎

دل بکعبہ می رود در ہر زماں　　جسم طبع دل بگیرد زاستناں

دل ہر لمحہ کعبہ میں پہنچ جاتا ہے　　اللہ کے کرم سے جسم دل کی خاصیت حاصل کر لیتا ہے

لطائفِ عشرہ دس لطیفے، صوفیاء کے نزدیک انسان کی ترکیب دس جزوں سے ہے جن کو وہ لطائفِ عشرہ کہتے ہیں۔ ان دس لطیفوں میں سے پانچ کا تعلق عالمِ ملکوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ قلبؔ، روحؔ، سرؔ، خفیؔ، اخفیٰؔ۔ اور پانچ کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ نفسؔ، آگؔ، پانیؔ، مٹیؔ، ہوا۔ مکمل مومن وہ ہے جس کے یہ دسوں اجزاء ذکرِ الٰہی میں منہمک رہیں۔

تجدّدِ امثال ہر چیز کا اسی جیسا ہر آن نیا ہو جانا، حکماء صوفیہ ہر چیز کا منبع و مخرج اور مرجع ذاتِ واحد کو مانتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز ہر آن اسی ذاتِ واحد سے کسبِ فیض کر رہی ہے، ہر چیز کے تمام قویٰ اور وجود کا منبع ذاتِ واحد ہے۔ چونکہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے اس کے قویٰ اور وجود ہر آن فنا ہو رہا ہے اور جدید قوت اور وجود اس ذاتِ واحد سے حاصل کر رہی ہے تو گویا کائنات کی ہر چیز ہر آن اپنے موجودہ وجود اور قوت کو فنا کر دیتی ہے اور اسی جیسا ایک جدید وجود اور قوت حاصل کر لیتی ہے۔ محسوسات میں اس کی مثال اس طور پر سمجھ لی جائے کہ بجلی کے ایک منبع سے وابستہ تمام قمقمے ہر آن ایک نیا کرنٹ منبع سے حاصل کرتے ہیں اور ان میں ہر آن

پہلا کرنٹ ختم ہوکر نیا کرنٹ مرکز سے پہنچ جاتا ہے اور آیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہم سب خدا ہی کے ہیں اور اُسی کی جانب لوٹنے والے ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے ؎

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگرست

مولانائے رومؒ نے فرمایا ؎

حاصل اندر یک زماں از آسماں
می رود می آید ایدر کارواں

مسئلۂ سماع یعنی مزامیر اور آلات کے ساتھ گانا سننا۔ یہ مسئلہ بزرگوں میں ہمیشہ سے زیرِ بحث رہا ہے۔ مولانا بحرالعلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

نغمات کا سماع دل میں رقت اور نرمی پیدا کرتا ہے اور اُس جذبہ کو اُبھارتا ہے جو دل میں پیوست ہوتا ہے۔ اگر کسی کو تعلق مع اللہ ہے اور اُس کے دل میں عشقِ خداوندی جاگزیں ہے تو سماع سے اُس کا جذبہ مزید قوت حاصل کرلیتا ہے اور آتشِ عشق تیز ہوجاتی ہے لیکن اگر دل میں شہوانی جذبات ہیں تو سماع فسق و فجور کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لئے چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اہل کے لئے سماع کو جائز اور نااہل کے لئے حرام قرار دیتے ہیں۔ شیخ اکبر قدس سرہٗ نے فتوحاتِ مکیہ میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی شخص نے سماع کے بارے میں شیخ ابوالمسعود رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تو اُنھوں نے فرمایا: مبتدی سالک کے لئے حرام ہے اور منتہی کو اُس کی ضرورت نہیں ہے۔ اُس شخص نے پھر دریافت کیا کہ پھر کس کے لئے سماع جائز ہے تو فرمایا متوسط صاحبِ دل کے لئے جائز ہے۔ شیخ اکبرؒ نے ایک دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہے کہ سماع اگرچہ جائز ہے لیکن بزرگوں کے

نزدیک اُس سے بچا رہنا بہتر ہے اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سماع کے قائل نہ تھے اور اُس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ بہرحال موجودہ زمانے میں عرسوں کے موقع پر عوام کے مجمع میں مزامیر کے ساتھ قوالی سُننا کسی اعتبار سے بھی دُرست نہیں ہے۔

مسجدِ اقصیٰ یہ مسجد بیت المقدس میں واقع ہے۔ آنحضورؐ کی معراج یہاں سے ہی شروع ہوئی تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضورؐ نے ۱۶، ۱۷ مہینے اسی کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ اِس اعتبار سے اُس کو مسلمانوں کا قبلۂ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کا ہمیشہ یہی قبلہ رہا۔ حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ نے اسی جگہ ہیکل کی تعمیر کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دَور میں بیت المقدس کا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا۔

مسجدِ حرام مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے چاروں طرف کا ایک خاص علاقہ مسجدِ حرام کہلاتا ہے۔ آنحضورؐ کے زمانے میں اِس کی کوئی خاص چہار دیواری نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دَور میں اُس کے اندر کی آبادی کو منتقل کر کے اُس کی چہار دیواری بنوائی۔ پھر مختلف دَوروں میں اِس مسجد کی توسیع ہوتی رہی ہے۔

حلیمہ سعدیہ یہ بنو سعد قبیلہ کی خاتون ہیں۔ آنحضورؐ کے بچپن میں انھوں نے آنحضورؐ کو دودھ پلایا ہے۔ لہٰذا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ آنحضورؐ آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ یہ تشریف لائیں تو آنحضورؐ نے اپنی چادر اُن کے لئے بطور فرش کے بچھا دی۔

بایزید بسطامیؒ بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں اُن کا اصل نام طیفور تھا۔ اِسی لئے اُن کا تصوف کا سلسلہ طیفوریہ کہلاتا ہے۔ طریقت اور

465

تصوف کے دیگر سلسلے بھی اُن تک پہنچتے ہیں۔ ریاضتوں اور مجاہدوں اور کرامات میں یکتا اور فرد تھے۔ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ میں آپ کا وہی مقام ہے جو فرشتوں میں حضرت جبرئیل ؑ کا۔ شہر بسطام میں ۱۴ر شعبان ۲۳۴ھ کو وفات پائی۔

ابوالحسن خرقانی رح اُن کی اگرچہ بایزید بسطامی رح سے ملاقات نہیں ہوئی اُن کے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں لیکن بطور اویسیت اُن کو فیض اُنھیں سے حاصل ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ آپ کا زمانہ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ ہے۔ سلطان آپ کا بہت معتقد تھا۔ اُن کی وفات ۱۰ر محرم الحرام ۴۲۵ھ کو خرقان میں ہوئی۔

شقِ صدر یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو چاک کیا جانا۔ یہ واقعہ آنحضورؐ کی زندگی میں کئی بار پیش آیا ہے۔ مولانا نے اُس واقعہ کا ذکر کیا ہے جو حضرت حلیمہ کے یہاں پیش آیا تھا۔ حضرت حلیمہ دودھ چھڑانے کے بعد بھی آنحضورؐ کی برکات کی وجہ سے آپ کو اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں۔ اسی زمانہ میں ایک روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کو زمین پر لٹا کر آپ کا مبارک سینہ چاک کیا، قلب کو نکالا اور اُس کو چیر کر اُس میں سے منجمد خون کا ایک ٹکڑا نکالا اور پھر قلب مبارک کو ایک سنہرے طشت میں رکھ کر دھویا اور اُس کو سینۂ مبارک میں رکھ کر پھر سینہ کو سی دیا۔ ساتھ کھیلنے والے بچوں نے جب یہ سارا قصہ دیکھا تو وہ دوڑ کر حضرت حلیمہ کے پاس آئے اور سارا قصہ سُنایا۔ حضرت حلیمہ دوڑتی ہوئی آنحضورؐ کے پاس پہنچیں اور آنحضورؐ کو گود میں اُٹھا لیا۔ پھر حضرت حلیمہ آپ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے لگیں اور چاہا کہ بہت جلد آپ کو لے جا کر آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیں۔

466

اس واقعہ کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار سال کی تھی۔

دوسری بار شق صدر کا واقعہ جب پیش آیا تو آنحضورؐ کی عمر مبارک دس سال کی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں اور محدثین نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔

تیسری بار یہ واقعہ آنحضورؐ کی بعثت کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی راویہ ہیں۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی بعثت ہو چکی تھی۔ اس واقعہ کے سلسلہ میں احادیث کی کتابوں میں مشہور اور متواتر روایات موجود ہیں۔

حطیم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ایک بار مکہ معظمہ میں بہت زیادہ بارش ہوئی چاروں طرف کے پہاڑوں کے پانی کے بہاؤ نے بیت اللہ کی تعمیر کو برباد کر دیا تب قریش میں مشورہ ہوا کہ بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کی جائے۔ لیکن یہ بھی طے ہوا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں صرف پاک کمائی صرف کی جائیگی اس بنا پر چندہ ناکافی ہوا تو طے ہوا کہ بیت اللہ کی اصل ابراہیمی بنیادوں کو چھوڑ کر تعمیر کو چھوٹا کر لیا جائے۔ چنانچہ بیت اللہ کی تینوں دیواریں تو اصل بنیادوں تک اٹھائی گئیں اور ایک دیوار اصل بنیاد سے ہٹا کر اندر کی جانب تعمیر کی گئی۔ بنائے ابراہیمی کا یہ حصہ جو تعمیر سے باقی رہ گیا اس کو حطیم کہا جاتا ہے۔ آنحضورؐ کی تمنا تھی کہ اپنے زمانہ میں بیت اللہ کو از سر نو حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر تعمیر کرائیں لیکن دینی مصلحتوں کی بنا پر آپ نے اپنے اس ارادہ کی تکمیل نہ فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں آنحضورؐ کی یہ تمنا پوری کی اور حطیم کے حصہ کو بھی بیت اللہ کے اندر شامل کر لیا۔ لیکن جب وہ عبدالملک ابن مروان کے ہاتھوں شکست کھا کر شہید ہو گئے تو حجاج ابن یوسف ثقفی نے اُن کی تعمیر کردہ عمارت کو گرا دیا اور پھر بیت اللہ کو اسی حالت

میں کر دیا جس حالت میں آنحضورؐ کے زمانہ میں تھا۔ چنانچہ آج بھی حطیم کا حصہ بیت اللہ کی عمارت سے باہر ہے۔

ہابیل و قابیل یہ دونوں حضرت آدمؑ کے لڑکے ہیں۔ قابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام اقلیما تھا۔ ہابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام لبودا تھا۔ اُس زمانہ کی شریعت کے اعتبار سے قابیل کی شادی لبودا کے ساتھ ہونی چاہیئے تھی جو اتفاقاً بدصورت تھی۔ اور ہابیل کی شادی اقلیما سے ہونی چاہیئے تھی جو حسین تھی۔ اِس رشک و جلن میں قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تاکہ اُس کی منسوبہ سے اُس کی شادی ہو جائے۔ قرآنِ پاک نے اِس واقعہ کو مجملاً ذکر کیا ہے۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ہابیل نے کہا میں تیرے قتل کے ارادہ سے ہاتھ بھی نہ اُٹھاؤں گا۔ چنانچہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اب دنیا میں جو بھی ناجائز قتل ہوتا ہے اُس کا گناہ قاتل کے علاوہ قابیل کو بھی ہوتا ہے چونکہ قتل کی یہ رسم اِس دنیا میں سب سے پہلے اُس نے جاری کی ہے۔

سجاد حسین

۱۰ جمادی الاوّل ۱۳۹۶ھ —— م —— ۲۹ اپریل ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے[1] ضیاء الحق حسام الدین توئی
اے ضیاء الحق حسام الدین! تو ہی ہے

کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
کہ تیرے نور سے مثنوی چاند سے بڑھ گئی ہے

ہمتِ عالی تو اے مُرتجیٰ
اے امید گاہ! تیری بلند ہمت

می کشد ایں را خدا داند کجا
خدا جانے اِس کو کہاں لے جائے گی،

گردنِ ایں مثنوی را بستۂ
تو نے اِس مثنوی کی گردن باندھ رکھی ہے

می کشی آں سُو کہ تو دانستۂ
(اِسکو) اُس جانب کھینچ رہا ہے جس کو تو جانتا ہے

مثنوی پویاں کشندہ ناپدید
مثنوی دوڑ رہی ہے، کھینچنے والا پوشیدہ ہے

ناپدید از جاہلے کش نیست دید
پوشیدہ اُس ناواقف کے لئے ہے جسکی نظر نہیں ہے

مثنوی را چوں تو مبدا بودۂ
جبکہ مثنوی کی ابتدا تو ہے

گر فزوں گردد تو اَش افزودۂ
اگر وہ بڑھتی ہے تو تو نے اُس کو بڑھایا ہے

چوں[2] چنیں خواہی خدا خواہد چنیں
تو جیسا چاہتا ہے خدا ویسا چاہتا ہے

می دہد حق آرزوئے متقیں
اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کی تمنا پوری کرتا ہے

کان لِلّٰہ بودۂ در ما مضیٰ
تو پہلے "کان للہ" بنا

تاکہ کان اللہ لہٗ آمد جزا
یہاں تک کہ "کان اللہ لہٗ" بدلہ آیا

[1] ضیاء الحق حسام الدین چلپی مولانا کے وہی خلیفہ ہیں جو مثنوی کی تحریر کا سبب بنے ہیں، کہا گیا ہے چاند کا نور آفتاب پر پڑتا ہے مثنوی کا نور آفتاب پر پڑ رہا ہے۔ بہت مرید کی توجہ شیخ کے معارف کی کشش کا باعث ہوتی ہے، ترجمہ یہ جنس جس سے امید وابستہ ہو۔ گردن مثنوی کے معارف کو منع تو بڑھ رہا ہے اُدھر کو موڑ رہا ہے

[2] چوں چنیں، جبکہ فنا کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو بندہ کی مرضیات بعینہٖ اللہ کی مرضیات بن جاتی ہیں۔ کان للہ۔ یعنی تمام فنا۔ کان اللہ۔ بقا باللہ کے بعد انسانی فعل خدائی فعل متصور ہوتا ہے۔

469

مثنوی[1] از تو ہزاراں شکر داشت
مثنوی تیرے ہزاروں شکریے ادا کرتی تھی

در دعا و شکر کفہا بر فراشت
دعا اور شکریے میں ہاتھ اٹھاتی تھی

در لب و کفش خدا شکر تو دید
خدا نے اسکے ہاتھ اور منہ میں تیرا شکریہ دیکھا

فضل کرد و لطف فرمود و مزید
اس نے فضل فرمایا مہربانی کی اور اضافہ کر دیا

زانکہ شاکر را زیادت وعدہ است
کیونکہ شکر کرنے والے کیلئے زیادتی کے وعدے ہیں

آنچناں کہ قرب مزدِ سجدہ است
جیسا کہ سجدوں کی اجرت (اللہ سے) نزدیکی ہے

گفت وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ بیزدانِ ما
ہمارے خدا نے فرمایا ہے "اور سجدہ کر اور قریب ہو جا"

قربِ جاں شد سجدۂ ابدانِ ما
ہمارے جسموں کا سجدہ روح کے قرب کا (سبب) بنا

گر[2] زیادت می شود زیں تو بود
اگر (مثنوی میں) اضافہ ہو رہا ہے تو اسی وجہ سے ہے

نز برائے بوش و ہای و ہو بود
نہ کہ شان و شوکت کی اور واہ واہ کی وجہ سے

با تو ما چوں رز بتابستاں خوشیم
ہم تجھ سے اسطرح خوش ہیں جیسا کہ انگور کی بیل ہم گرمیوں

حکم دادی ہیں بکش ما می کشیم
تو نے حکم دیا کہ ہاں کھینچ ہم کھینچتے ہیں

خوش بکش ایں کارواں را تا تبوک
اس قافلہ کو تبوک تک عمدگی سے لے جا

اے امیرِ صبر و مفتاح الفرج
اے صبر کے امیر اور کشادگی کی کنجی!

حج زیارت کردنِ خانہ بود
حج خانہ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے

حجِ ربّ البیت مردانہ بود
بیت اللہ کے مالک کا حج مردوں کا ہوتا ہے

زاں[3] ضیا گفتم حسام الدین ترا
اے دین کی تلوار میں نے تجھے روشنی اسلئے کہا ہے

کہ تو خورشیدی و ایں دو وصفہا
کہ تو سورج ہے اور یہ دونوں (اسکی) صفتیں ہیں

کایں حسام و ایں ضیا یک ست ہیں
کیونکہ یہ تلوار اور یہ روشنی یقیناً ایک ہے

تیغ خورشید از ضیا باشد یقیں
سورج کی تلوار یقیناً روشنی کی ہوتی ہے

نور از آں ماہ باشد ویں ضیا
نور چاند کی ملکیت ہے اور یہ ضیا

آں خورشید ایں فرو خواں از نبا
سورج کی ملکیت ہے، اسکو قرآن میں پڑھ لے

---

[1] مثنوی۔ مثنوی چونکہ حسام الدین سے فیض حاصل کر رہی ہے تو گویا اس کے اوراق اس کے ہاتھ ہیں جو شکر گذاری میں اٹھے ہوئے ہیں۔ مزید شکر پر مزید احسان کا وعدہ ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اور اگر تم شکر کرو گے ہم زیادہ دینگے۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ اور سجدہ کر اور قربت حاصل کر یعنی سجدہ قرب خداوندی کا سبب ہے۔ قربِ جاں۔ جسمانی سجدہ روحانی تقرب کا سبب ہے۔

[2] گر زیادت۔ مثنوی کی طوالت کا سبب مولانا حسام الدین کا جذب ہے ورنہ عوام میں اس کی پسندیدگی۔ بوش۔ با کے زبر کے ساتھ فارسی شرکت۔ با تو ما چوں رز بتابستاں خوشیم۔ تابستاں یعنی موسم بہار میں انگور کی بیلیں خوب پھیلتی ہیں اسی طرح مثنوی کے نشو ونما کا سبب مولانا حسام الدین ہیں۔ خوش بکش جس طرح کارواں حج کے لئے جاتا ہے اور اس کے لئے ایک امیر الحج ہوتا ہے جو اس کی رہنمائی کرتا ہے اسی طرح آں عارف کا کارواں رب الکعبہ کی زیارت کے لئے رواں ہے اور مولانا حسام الدین اس کے سالار ہیں۔ حج۔ جو قافلہ حج کو جاتا ہے اس کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے لیکن اس قافلہ کا مقصد رب کعبہ کی زیارت ہے۔

[3] زاں ضیا۔ ضیا، روشنی کو کہتے ہیں اور حسام، قاطع تلوار کو کہتے ہیں تمہاری ذات سورج ہے اور یہ دونوں اس کی صفتیں ہیں۔ سورج کی تلوار، روشنی کی ہوتی ہے جس سے وہ اندھیرے کو کاٹتا ہے۔ لہٰذا تم جس طرح حسام ہو اسی طرح ضیا ہو۔ نور۔ قرآن پاک میں ہے۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا (۱۰) اللہ تعالیٰ نے چاند کی روشنی کو نور اور سورج کی روشنی کو ضیا سے تعبیر فرمایا ہے۔ نبا۔ نبے، قرآن پاک۔

شمس[1] را قرآں ضیا خواند اے پدر — واں قمر را نور خواند ایں را نگر

اے بابا! سورج کو قرآن نے ضیا فرمایا ہے — اور اس چاند کو نور فرمایا ہے، اس پر غور کر

شمس چوں عالی تر آمد خود ز ماہ — پس ضیا از نور افزوں داں بجاہ

چونکہ سورج خود چاند سے اونچا ہے — پس مرتبہ میں ضیا کو نور سے بڑھا ہوا سمجھ

بس کس اندر نورِ مہ منہج ندید — چوں برآمد آفتاب آں شد پدید

بہت سے لوگ ہیں جو چاند کے نور میں راستہ نہیں دیکھتے — جب سورج نکل آتا ہے وہ راستہ (بخوبی) دیکھ لیتا ہے

آفتاب اعراض را کامل نمود — لاجرم بازار ہا در روز بود

سورج، سامان کو مکمل دکھاتا ہے — لامحالہ بازار دن میں لگتے ہیں

تاکہ[2] قلب و نقد نیک آید پدید — تا بُود از غبن و از حیلہ بعید

تاکہ کھوٹا اور کھرا خوب ظاہر ہو جائے — تاکہ ٹوٹے اور مکر سے بچاؤ ہو

تاکہ نورش کاہل آید در زمیں — تاجراں را رحمۃ للعالمیں

یہاں تک کہ اس کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے — تاجروں کے لئے رحمۃ للعالمین بن کر

لیک[3] بر قلاب مبغوض ست سخت — زانکہ زُو شد کاسد اُو را نقد و رخت

لیکن وہ دھوکے باز کو سخت ناپسند ہے — کیونکہ اس کی وجہ سے اس کا نقد اور سامان کھوٹا

پس[4] عدُوِ جانِ صرّاف ست قلب — دشمنِ درویش کہ بُود غیرِ کلب

تو کھوٹا، صراف کی جان کا دشمن ہوتا ہے — کتے کے سوا درویش کی جان کا دشمن کون ہوتا ہے؟

انبیا با دشمناں برمی تنند — پس ملائک ربِّ سلِّم می زنند

انبیا دشمنوں کے ساتھ بھڑتے ہیں — تو فرشتے خدا سلامت رکھے کا نعرہ لگاتے ہیں

کایں چراغے را کہ ہست او نور دار — از پُف و مہہائے دُزداں دُور دار

کہ اس چراغ کو جو روشن ہے — چوروں کی پھونک اور سانس سے دور رکھ

زیں دو اے فریاد رس فریاد رس — کافتاب از چرخِ چارم کر دخیز

اے فریاد کو پہنچنے والے ان دونوں سے فریاد کو پہنچ — کیونکہ سورج چوتھے آسمان سے طلوع کرتا ہے

روشنی بر دفترِ چارم بریز — روشنی ڈال

چوتھے دفتر پر

روشنی۔ مولانا دعا فرماتے ہیں کہ اب جبکہ جوشِ بیان کا آفتاب چرخِ چہارم سے طلوع کر رہا ہے تو اے خدا اس چہارم دفتر پر اپنی معرفت کی روشنی ڈال دے۔

---

[1] شمس۔ جس طرح سورج کا ذکر قرآن میں پڑھا ہوا ہے تو چونکہ ضیا ہو لہٰذا تم بھی اخبار میں پڑھے ہوئے ہو۔ جس کس۔ چاند کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو راستہ نظر نہیں آتا سورج کی روشنی میں نظر آجاتا ہے۔ منہج۔ راستہ۔ آفتاب۔ سورج ہر ایک کے کھوٹے اور کھرے پن کو ظاہر کر دیتا ہے اسی لئے بازار دن میں لگتے ہیں۔

[2] تاکہ۔ سورج کی روشنی میں کھوٹا کھرا نظر آجاتا ہے اور خریدار دھوکے سے بچ جاتا ہے۔ رحمۃ۔ تاجروں کے لئے سورج کی روشنی رحمت کا سبب ہے اسی طرح مولانا حسام الدین چونکہ ضیا ہیں لہٰذا وہ بھی سالکوں کے لئے رحمت ہیں۔

[3] لیک۔ جس طرح دھوکے باز سورج کی روشنی سے نفرت کرتے ہیں اسی طرح بناوٹی شیوخ مولانا حسام الدین سے نفرت کرتے ہیں۔

[4] پس۔ کھوٹا مال پرکھنے والے کی جان کا دشمن ہوتا ہے۔ دشمن۔ اسی طرح جو دنیا کے کتے ہیں وہ بزرگوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ انبیا۔ انبیاء کا مقابلہ دنیا دار لوگ کرتے ہیں جو ان کے دشمن ہوتے ہیں فرشتے ان انبیاء کی سلامتی کے لئے دعا کرتے ہوتے ہیں کہ الٰہی۔ اپنی فرشتے دعا کرتے ہیں کہ جو چراغ ہدایت انبیاء لے کر آئے ہیں اس کو دشمن بجھا نہ سکیں۔

۶۶۱

ہیں ز چارم[1] نور دہ خورشید وار — تا بتابد بر بلاد و بر دیار

اس چوتھے دفتر سے سورج کی طرح روشنی عطا فرما — تاکہ وہ ملکوں اور شہروں پر چمک اٹھے

ہر کش افسانہ بخواند افسا است — وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است

جس نے اس کو قصہ سمجھا وہ (خود) قصہ ہے — اور جس نے اس کو اپنی دولت سمجھا وہ مرد ہے

آب نیل ست و قبطی خوں نمود — قوم موسیٰؑ را نہ خوں بود آب بود

(دریائے) نیل پانی ہے اور قبطی کو خون نظر آیا — (حضرت) موسیٰؑ کی قوم کے لئے پانی تھا نہ کہ خون

دشمنِ ایں[2] حرف ایں دم در نظر — شد مثل سرنگوں اندر سقر

اس وقت اس مثنوی کا دشمن (ہماری) نظر میں — دوزخ میں سرنگوں بنا ہوا ہے

اے ضیاء الحق تو دیدی حالِ او — حق نمودت پاسخ افعالِ او

اے ضیاء الحق ہم نے اس کی حالت دیکھی ہے — اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں اس کے کام کا جواب دکھایا ہے

دیدۂ غیبت چو غیب ست اوستاد — کم مبادا زیں جہاں ایں دید باد

تمہاری غیب کو دیکھنے والی آنکھ غیب کی طرح ماہر ہے — خدا کرے یہ مشاہدہ اور عطا اس دنیا سے ناپید نہ ہو

ایں حکایت[3] را کہ نقد وقتِ ماست — گر تمامش می کنی اینجا رواست

یہ حکایت جو ہمارا ماحضر ہے — اگر تم اس کو اس جگہ پورا کر دو تو مناسب ہے

ناکساں را ترک کن بہر کساں — قصہ را پایاں بر و مخلص رساں

نالائقوں سے لائقوں کی خاطر قطع نظر کرو — قصہ کو پورا کرو اور انجام کو پہنچا دو

ایں حکایت گر نہ شد آنجا تمام — چارمیں جلد ست آرش در نظام

یہ قصہ اگر اس جگہ (دفتر سوم) میں مکمل نہیں ہوا ہے — اس کو (اپنے) چوتھا دفتر ہے اس کو لڑی میں پرو دو

تمامیِ[4] حکایتِ آں عاشق کہ از عسس بگریخت در باغے مجہول و معشوق را در آں باغ یافت و عسس را از شادی دعائے خیر میکرد

اس عاشق کی حکایت کا باقی قصہ جو انجان باغ میں کوتوال سے بھاگا اور اس نے معشوق کو اس باغ میں پایا اور خوشی کی وجہ سے کوتوال کیلئے دعائے خیر کرتا تھا

وی گفت کہ عسیٰ اَن تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم

اور کہتا تھا کہ ممکن ہے تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہے

اندریں بودیم کاں شخص از عسس — راند اندر باغ از خوف او فرس

ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے کوتوال کی وجہ سے — ڈر کے مارے گھوڑا باغ میں گھسا دیا

---

[1] ز چارم۔ یعنی دفتر چہارم۔ سورج کو بھی چوتھے آسمان پر مانا جاتا ہے۔ ہر کش۔ ہر شخص۔ جو اس مثنوی کو افسانہ سمجھے وہ خود افسانہ اور ذلیل ہے۔ آب نیل۔ ایک چیز دو شخصوں کے اعتبار سے دو جداگانہ حکم رکھتی ہے۔ دریائے نیل حضرت موسیٰؑ کے لئے پانی تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔ اسی طرح یہ مثنوی بعض لوگوں کے لئے افسانہ ہے اور بعض لوگوں کے لئے گنجینۂ معرفت ہے۔

[2] ایں حرف۔ یعنی مثنوی۔ سقر۔ جہنم۔ اے ضیاء الحق۔ مولانا ضیاء الدین کاکشف تھا کہ مثنوی کے منکر ایمان سے محروم ہیں۔ پاسخ جواب۔ دیدۂ۔ مولانا حسام الدین کے کشف کی طرف اشارہ ہے۔

[3] ایں۔ یعنی اس عاشق کا قصہ جو دفتر سوم میں ادھورا چھوڑا تھا۔ ناکساں۔ یعنی مثنوی پر اعتراض کرنے والے۔ چارمیں جلد۔ یعنی مثنوی کا چوتھا دفتر۔

[4] تمامی۔ یہ عاشق رات کو معشوق کے فراق میں گھوم رہا تھا راستہ میں اس نے کوتوال کو دیکھا تو اس سے ڈر کر ایک باغ میں گھس گیا وہاں دیکھا کہ اس کی معشوقہ موجود ہے تو وہ اس کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔ حق۔ انسان کسی چیز کو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے اور قسمت میں اس کی بہتری ہوتی ہے۔

۹۶۲

بُود اندر باغ آں صاحب جمال
وہ حسین باغ میں تھی

کز غمش ایں دَرعُنا[1] بد ہشت سال
جس کے غم میں یہ آٹھ سال سے مصیبت میں تھا

سایۂ اُو را نبُود امکانِ دید
اُس کے سایہ کو بھی دیکھنے کا امکان نہ تھا

ہمچو عُنقا وصفِ اُو را می شنید
عُنقا کی طرح اُس کی خوبیاں سنتا تھا

جُز یکے لُقیہ کہ اوّل از قضا
سوائے ایک ملاقات کے جو شروع میں مقدر سے

بر وے افتاد و شُد اُو را دلرُبا
اُس سے ہوگئی تھی اور وہ اُس کی دلربا ہوگئی تھی

بعدؔ ازاں چند انکہ می کوشید اُو
اُس کے بعد اُس نے جتنی بھی کوشش کی

خود مجالش می نداد آں تُند خُو
اُس کو اُس بدمزاج نے موقع نہ دیا

نے بہ لابہ چارہ بُودش نے بمال
نہ خوشامد سے اُس کی کوئی تدبیر تھی نہ مال سے

سیر چشم و بے طمع بُود آں نہال
وہ بُوٹا، سیر چشم اور بے طمع تھا

عاشقِ ہر پیشہ و ہر مطلبے
ہر مقصد اور ہر پیشہ کے عاشق کے

حق بیالود اوّلِ کارش لبے
ابتداءِ کار میں اللہ تعالیٰ اُنکے ہونٹ آلودہ کر دیتے

چوں بداں آسیب در جست آمدند
جب اُس مسالہ میں وہ بڑھنے لگتے ہیں

پیشِ پاشاں می نہد ہر روز بند[2]
اُن کے پاؤں میں ہر روز بیڑی ڈال دیتے ہیں

چوں در افتادند اندر جُستجُو
وہ جب جستجو میں لگ جاتے ہیں

بعدازاں دربست و کابیں جُست اُو[3]
اُس کے بعد در بند کر دیتا ہے اور مہر کا مطالبہ کرتا ہے

چوں در افگندش بجُست جوئے کار
جب اُس کو مسالہ کی جستجو میں مبتلا کر دیا

بعدازاں دَربست کہ کابیں بیار
اُس کے بعد دروازہ بند کر دیا کہ مہر لا

ہم[4] براں بُو می تنند دمی رَوند
وہ اُسی خوشبو کے درپے ہوتے ہیں اور چلتے ہیں

ہر دمے راجی و آئس می شوند
ہر سانس میں امیدوار اور ناامید ہوتے ہیں

ہر کسے را ہست امّیدے بر ے
ہر شخص کے لئے امید کا پھل ہوتا ہے

کہ کشادندش دراں روزے دَرے
مثلاً کہ اُس مسالہ میں ایک روز اُنکے لئے دروازہ کھولتے ہیں

باز دَربستندش و آں دَر بَرست
پھر اُس کا دروازہ بند کر دیتے ہیں وہ در کا پجاری

بر ہماں اُمید آتش پاشدست
اُسی امید پر بے چین ہوتا ہے

چوں در آمد خوش دراں باغ انجواں
جب وہ نوجوان خوشی سے اُس باغ میں آیا

خود فرو شُد پا بگنجش ناگہاں
اچانک اُس کا پاؤں خزانے میں دھنس گیا

[1] عنا۔ مشقت۔ سایہ۔ محبوبہ کا وجود تو درکنار یہ اُس کا سایہ بھی نہ دیکھ سکا تھا۔ عنقا۔ لوگوں نے عنقا کی صرف خوبیاں سنی ہیں کسی نے اُس کو دیکھا نہیں ہے۔ لُقیہ۔ ملاقات۔

[2] بعدازاں۔ پہلی ملاقات کے بعد آٹھ سال تک ملاقات کا کوئی موقع نہ ملا۔ تُند خو۔ یعنی محبوبہ۔ لابہ۔ خوشامد۔ نہال۔ یعنی معشوقہ۔ عاشق۔ عشق کا یہی مسالہ ہوتا ہے وہ ابتداءً پھنساتا ہے پھر تڑپاتا ہے درِ بست۔ یعنی وصال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ کابیں۔ مہر یعنی عشق کے مصائب جھیلنا۔

[3] ہم براں۔ ابتداءً ہر ہونٹوں کو جو چسکا لگا ہے اُس کی وجہ سے امید و بیم میں مبتلا رہتے ہیں۔ راجی۔ امیدوار۔ آئس۔ مایوس۔ ہر کسے۔ ہر شخص مقصود حاصل کرنے کی فکر میں آتش زیر پا رہتا ہے۔ چوں۔ جب وہ عاشق اکثر وصال کے دور سے بھاگ کر باغ میں گھسا تو اُس کو محبوبہ کا دیدار ہو گیا۔ فرو شد۔ یعنی محبوبہ کا دیدار حاصل ہو گیا۔

463

مر عسس را ساخت یزداں سبب
اللہ (تعالیٰ) نے کوتوال کو سبب بنا دیا

تا زنیم اُو دود در باغ شب
تاکہ اُس کے دُوسے رات کو باغ میں دوڑ جائے

بیند[1] آں معشوقہ را او با چراغ
وہ اُس معشوق کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے

طالب انگشتری در جوئے باغ
باغ کی نہر میں انگوٹھی تلاش کر رہی ہے

پس قریں بیکرد از ذوق آں نفس
اُس وقت وہ ذوق (شوق) سے ملتا تھا

با ثنائے حق دُعائے آں عسس
اللہ (تعالیٰ) کی تعریف کے ساتھ کوتوال کیلئے دعا کر

گر زیاں کردم عسس را از گریز
اگر میں نے بھاگ کر کوتوال کا نقصان کیا ہے

بیست چنداں سیم و زر بر وے بریز
بیس گنا سونا اور چاندی اُس پر نچاور دے

از عوانی مر ورا آزاد کُن
اُس کو سپاہی پن سے آزاد کر دے

آنچناں کہ شادم اُو را شاد کُن
جیسا میں خوش ہوں اُس کو خوش کر دے

سعد دارش ایں جہان و آں جہاں
اِس جہان اور اُس جہان میں اُس کو نیک بخت بنا دے

از عوانی و سگی اش وا رہاں
سپاہی پن اور کتے پن سے اُسکو نجات دیدے

گرچہ خوئے آں عوان ہست اے خدا
اے خدا! اگرچہ اُس کوتوال کی عادت ہے

کہ ہمارہ خلق را خواہد بلا
کہ ہمیشہ مخلوق کی مصیبت کی تمنا کرتا ہے

گر خبر آید[2] کہ شہ جرمے نہاد
اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے جرم قائم کیا

بر مسلماناں شود او زفت و شاد
مسلمانوں پر وہ پھولتا اور خوش ہوتا ہے

در خبر آید کہ شہ رحمت نمود
اور اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے رحم کیا

از مسلماناں فگند او را بجود
مسلمانوں میں سے کسی پر بخشش و عطا کی

ماتمی در جانِ او افتد ازاں
اُس سے اُس کی جان غم میں مبتلا ہو جاتی ہے

گیرد ش قولنج زیں غم در زماں
فوراً اِس غم سے اُس کے (اندر) قولنج ہو جاتا ہے

صد چنیں ادبار[3] ہا دارد عوان
سپاہی اِس طرح کی سینکڑوں خرابیاں رکھتا ہے

زیں بلا فریاد رس اے مستعاں
اے مددگار! اِس مصیبت سے فریاد رسی کر

او عوان را در دُعا در می کشید
وہ کوتوال کو دعا میں شامل کر رہا تھا

کز عوان او را چناں راحت رسید
کیونکہ کوتوال سے اُس کو ایسی راحت ملی تھی

بر ہمہ زہر و بر او تریاق بود
(وہ کوتوال) سب پر زہر اُسکے لئے تریاق تھا

آں عوان پیوندِ آں مشتاق بود
وہ کوتوال اُس عاشق کا دوست تھا

[1] بیند۔ وہ اپنی معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے ہوئے نہر میں اپنی انگوٹھی تلاش کر رہی ہے۔ قریں۔ ساتھی۔ باثنائے حق۔ اللہ (تعالیٰ) کی تعریف کیساتھ کوتوال کو دعا میں دینے لگا۔ عس۔ کوتوال۔ اگر اُس کو گرفتار کر لیتا تو رشوت میں کچھ مال لیتا۔ (آجکل پولیس کے آدمیوں میں یہ عام رواج معلوم ہوتا ہے۔ تنگی سپاہیوں میں قوموں کی سی دیکھنے ہوتی ہے۔ کہ ہمارہ پولیس کی فرمائش ہوتی ہے کہ لوگ رواج میں مبتلا ہوں۔ ہمارا بھی اُن سے مناسب حاصل کرنے

[2] گر خبر آید۔ اگر پولیس کو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے کسی قوم کو مجرم قرار دیا ہے تو اُس کو خوشی ہوتی ہے اور بادشاہ کے معاف کرنے سے پولیس رنجیدہ ہوتی ہے۔ فگند۔ یعنی وہ جرم معاف کر دیا ہے۔

[3] ادبار۔ بھلائی سے دُگردانی۔ اُو عوان۔ یہ فرنگ کوتوال کی وجہ سے اُس کو محبوبہ کا دیدار میسر آیا تھا اِس لئے اُس کو دعائیں دے رہا تھا۔ ہر ہمہ۔ کوتوال دوسروں کے لئے باعث مصیبت تھا لیکن اِس کے لئے باعث راحت بنا ہوا تھا۔ عز یز۔ قریب، دوست۔

۹۶۶

پس[1] بدِ مطلق نباشد در جہاں
پس دنیا میں بالکل کوئی بُرا نہیں ہے

بد بہ نسبت باشد ایں را ہم بدال
بُرا نسبت سے ہوتا ہے اسکو بھی سمجھ لے

در زمانہ ہیچ زہر و قند نیست
زمانے میں کوئی زہر اور شکر نہیں ہے

کہ یکے را پا دگر را بند نیست
کہ ایک کے پاؤں اور دوسرے کے لئے قید نہیں ہے

مر یکے را پا دگر را پائے بند
ایک کے لئے پاؤں ہے دوسرے کیلئے پاؤں کی

مر یکے را زہر و دیگر را چو قند
ایک کے لئے زہر ہے اور دوسرے کیلئے شکر ہے

زہرِ[2] مار آں مار را باشد حیات
سانپ کا زہر سانپ کی زندگی ہے

نسبتش با آدمی باشد ممات
اس کی آدمی کے ساتھ نسبت موت ہے

خلقِ آبی را بود دریا چو باغ
دریائی مخلوق کے لئے دریا باغ جیسا ہے

خلقِ خاکی را بود آں مرگ و داغ
خشکی کی مخلوق کے لئے وہ موت اور داغ ہے

ہمچنیں بر می شمر اے مردِ کار
اے کام کے آدمی! اسی طرح شمار کرلے

نسبتِ ایں را زیک تا صد ہزار
اس کی نسبت ایک سے لاکھ تک

زید اندر حقِ آں شیطاں بود
زید اُس کے حق میں شیطان ہے

در حقِ شخصِ دگر سلطاں بود
دوسرے کے حق میں بادشاہ ہے

آں بگوید زید صدیق و سنی ست
وہ کہتا ہے زید بہت سچا اور بھلا ہے

دیں بگوید زید گبر و گشتنی ست
اور یہ کہتا ہے کہ زید کافر اور گردن زدنی ہے

زید یک ذات است بر آں یک جناں
زید ایک ذات ہے جو ایک پر بہشت ہے

اُو بریں دیگر ہمہ رنج و زیاں
اور وہ دوسرے کے لئے تمام رنج اور بربادی ہے

گر تو خواہی کو ترا باشد شکر
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے لئے شکر ہو

پس ورا از چشمِ عشاقش نگر
تو اُس کو اُس کے عاشقوں کی نظر سے دیکھ

منگر از چشمِ خودت آں خوب را
اُس محبوب کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ

بیں بچشمِ طالباں مطلوب را
معشوق کو، عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ

چشمِ خود بر بند زاں خوش چشمِ تو
اُس اچھی آنکھ والے سے اپنی آنکھ بند کرلے

عاریت کن چشم از عشاقِ اُو
اُس کے عاشقوں سے آنکھ مانگ لے

بلکہ زو کن عاریت چشم و نظر
بلکہ آنکھ اور نگاہ اُس سے مانگ لے

پس ز چشمِ اُو بروی اُو نگر
پھر اُس کی آنکھ سے اُس کے چہرے کو دیکھ

[1] پس بمولانا فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بُری چیز بھی بُری نہیں ہے کسی خاص نسبت سے اُس میں بُرائی ہوتی ہے زہر و قند یہ دونوں چیزیں بھی مفید اور مضر خاص خاص نسبت سے ہیں۔

[2] زہرِ مار۔ سانپ کا زہر سانپ کے لئے باعث زندگی ہے انسان کی موت کا سبب ہے خلق۔ پانی کا جانور کی زندگی ہے خاکی کے لئے موت ہے۔ ہمچنیں۔ کسی چیز کو نسبت کے اعتبار سے صرف مفید اور مضر ہونا ہی نہیں ہے بلکہ نسبت کے اعتبار سے اُس کے مفید اور مضر ہونے کے ہزاروں مدارج ہیں جیسے زید کسی کے اعتبار سے شیطان ہے اور کسی کے اعتبار سے سلطان ہے۔ آں۔ جس کے لئے زید سلطان ہے وہ زید کی تعریفیں کریگا جس کے لئے وہ شیطان ہے وہ اس کو کافر اور گردن زدنی کہیگا۔

[3] گر۔ اگر تو زید کو اپنے لئے شکر بنانا چاہتا ہے تو اُس کے عاشقوں کی نظر سے اُس کو دیکھ پھر تجھے اُس سے کوئی شکوہ نہ رہے گا۔ منگر۔ یعنی را بچشم مجنوں باید دید۔ چشمِ خود۔ محبوب کو اپنی نگاہ سے نہ دیکھ اگلے عاشقوں کی نگاہ سے دیکھ۔ بلکہ محبوب کو عاشقوں کی نگاہ سے بھی نہیں بلکہ خود اُس کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے۔

۶۶۵

تا شوی ایمن ز سیری و ملال — گفت کان اللہ لہ زیں ذوالجلال

تاکہ تو سیری اور انقباض سے محفوظ ہو جائے — اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ اس کا ہو گیا

چشم او من باشم و دست و دہش — تا رہد از مدبریہا مقبلش

میں اس کی آنکھ اور ہاتھ اور اس کا دل ہو جاتا ہوں — تاکہ اس کی بدقسمتی سے نجات پا جائے

ہر چہ مکروہ است چوں او شد دلیل — شد وی محبوبت حبیب و خلیل

جو ناپسندیدہ ہے جب وہ راہنما ہوتا ہے — تیرے محبوب کی جانب (وہ) محبوب اور دوست ہے

حکایت آں واعظ کہ در آغاز ہر وعظ و تذکیرے دعائے خیر بر ظالماں و سخت دلاں و خبیثاں و مفسداں و بے اعتقاداں کردے

اس واعظ کی حکایت جو ہر وعظ اور نصیحت کے شروع میں ظالموں اور سخت دلوں اور خبیثوں اور مفسدوں اور بداعتقادوں کے لئے دعائے خیر کرتا تھا

آں یکے واعظ چو بر تخت آمدے — قاطعانِ راہ را داعی شدے

ایک واعظ جب تخت پر آتا — ڈاکوؤں کا دعا گو ہوتا

دست برمی داشت یارب رحم کن — بر بدان و مفسدان و طاغیاں

ہاتھ اٹھاتا تھا اے خدا رحم فرما — بروں اور مفسدوں اور سرکشوں پر

بر ہمہ تسخر کنان و اہل ضیر — بر ہمہ کافر دلان و اہل دیر

سب مذاق اڑانے والوں اور نقصان پہنچانے والوں پر — سب کافر دل اور بت خانہ والوں پر

می نکردے او دعا بر اصفیا — می نکردے جز خبیثاں را دعا

وہ برگزیدہ لوگوں کے لئے دعا نہ کرتا — خبیثوں کے علاوہ کسی کے لئے دعا نہ کرتا

مر ورا گفتند کایں معہود نیست — دعوت اہل ضلالت جود نیست

لوگوں نے اس سے کہا یہ معمول نہیں ہے — گمراہوں کو دعا دینا سخاوت نہیں ہے

گفت نیکوئی از بنہا دیدہ ام — من دعا شاں نیں سبب بگزیدہ ام

اس نے کہا میں نے ان سے بھلائی دیکھی ہے — اس لئے میں نے ان کو دعا دینا اختیار کیا ہے

اس کو محبوب ہو گئے تھے اور وہ ان کا دعا گو ہو گیا تھا۔

۵۳ بر ہمہ۔ یعنی دنیا کے بڑے انسانوں کیلئے دعائے خیر کرتا تھا اور سبھوں کیلئے دعا کرتا تھا۔ مرد کہ لوگوں نے اعتراض کیا کہ بڑے لوگ دعا کے مستحق نہیں ہیں تم ان کے لئے دعا کیوں کرتے ہو۔ گفت۔ اس نے جواب دیا کہ ان لوگوں کا مجھ پر بہت احسان ہے میں ان کے مقابلے سے پریشان ہو کر راہ یاب ہوا ہوں اور ان کے مقابلے نے مجھے نیکی میں لگا دیا ہے۔

۵۱ تا شوی۔ جب انسان محبوب کو محبوب کی نگاہ سے دیکھے گا اور وہ متعلق باخلاق اللہ ہو جائے گا اور اپنے احساس کو فنا کر دے گا تو اس کو کان اللہ لہ کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اس میں بقا باللہ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ چشم او۔ حدیث قدسی ہے۔ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ یعنی جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے ہر چہ۔ ناپسندیدہ چیز جب کسی مرغوب چیز کا ذریعہ بن جاتی ہے تو وہ بھی مرغوب ہو جاتی ہے کوتوال معشوق کے وصال کا ذریعہ تھا لہٰذا وہ محبوب ہو گیا

۵۲ واعظ منقول ہے کہ یہ واعظ ایک تاجر تھا ڈاکوؤں نے اس کا مال لوٹا تو اس نے خدا سے دعائیں اور گریہ زاری شروع کر دی اس پر اس کو ہاتف غیبی نے کہا مال کے لٹ جانے پر تو اس قدر گریہ وزاری کرتا ہے اور تیرے برباد ہونے کا کوئی خیال نہیں۔ اس تنبیہ سے یہ تاجر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا قاطعان راہ۔ ڈاکو۔ رحمت چونکہ یہ ڈاکو اللہ تک پہنچنے کا سبب بنے تو وہ

خُبث و ظلم و جور چنداں ساختند
انھوں نے ایسا ظلم اور خباثت کی

کہ مرا از شر بخیر انداختند
کہ مجھے بُرائی سے بھلائی میں لا ڈالا

ہر[1] گہے کہ رُو بدنیا کردمے
جب کبھی میں دنیا کا رُخ کرتا

من بہ ایشاں زخم و ضربت خوردمے
میں اُن سے تکلیف اُٹھاتا اور مار کھاتا

کردمے از زخم آں جانب پناہ
تکلیف سے میں اُس جانب پناہ پکڑتا

باز آوردند مے گرگاں براہ
بھیڑیئے مجھے راہ پر لگا دیتے

چوں سبب سازِ صلاحِ من شدند
جب وہ میری نیکی کا سبب بنانے والے ہوئے

پس دعا شاں بر من ست اے ہوشمند
تو اے ہوشمند! اُن کو دعا دینا میرا فرض ہے

بندہ می نالد بحق از دردِ و نیش
بندہ خدا کے سامنے درد اور زخم سے آہ و زاری کرتا ہے

صد شکایت می کند از دردِ خویش
اپنی تکلیف کی تو شکایتیں کرتا ہے

حق ہمی گوید کہ آخر رنج و درد
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ آخر تکلیف اور درد لے

مر ترا لایہ کناں و راست کرد
تجھے خوشامد کرنے والا اور سیدھا کر دیا ہے

ایں[2] گلہ زاں نعمتے کن کت زند
یہ شکوہ اُس نعمت کا کر جو تجھے راہ سے پھسلائے

از درِ ما دور و مطرودت کند
تجھے ہمارے دروازے سے دُور اور مردود کرے

در حقیقت ہر عدُو دارو یِ تست
حقیقتاً ہر دشمن تیری دوا ہے

کیمیائے نافع و دلجوئی تست
تیرے مفید کیمیا اور پسندیدہ ہے

کہ ازو اندر گریزی در خلا
کیونکہ تو اُس کی وجہ سے تنہائی کی طرف بھاگتا ہے

استعانت جوئی از لطفِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے مدد چاہتا ہے

در حقیقت دوستانت دشمنند
حقیقتاً تیرے دوست، دشمن ہیں

کہ ز حضرت دور و مشغولت کنند
کیونکہ تجھے (خدا کے) دربار سے دور اور بے نیاز کرتے

ہست حیوانے کہ ناش اُسغر[3] ست
ایک جانور ہے جس کا نام اُسغر ہے

کو بزخمِ چوب زفت و لمتر ست
جو لکڑی کی مار سے موٹا اور قوی ہوتا ہے

تا کہ چوبش میزنی بہ می شود
تاکہ اُس کے لکڑی مارنا ہے تو وہ بہتر ہوگا

او ز زخمِ چوب فربہ می شود
وہ لکڑی کی چوٹ سے موٹا ہوگا

نفسِ مومن اُسغرے آمد یقیں
یقیناً مومن کا نفس اُسغر ہے

کو بزخمِ و رنج زفت ست و سمیں
جو چوٹ اور رنج سے قوی اور موٹا ہوتا ہے

---

[1] ہر گہے۔ جب میں اُن کے ساتھ دنیا میں لگتا تھا تو یہ اِس قدر ظلم کرتے تھے کہ میں خدا کی طرف رجوع کرتا تھا۔ آج قرآن کا علم مجھے دنیا سے ہٹا کر اللہ کی راہ کی طرف لگا دیتا تھا۔ بندہ کی نالہ پر مولانا فرماتے ہیں کہ جب انسان کسی رنج اور مصیبت کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ اِس مصیبت کا شکوہ بیجا ہے یہ مصیبت تو تجھے میری طرف متوجہ کر رہی ہے

[2] ایں شکوہ تو میری اِس نعمت سے ہونا چاہیئے جو تجھے مجھ سے بے نیاز بناتی ہے۔ درحقیقت جو کہ دشمن اللہ کی طرف رجوع کا سبب بنتا ہے تو وہ دراصل تیرے لئے نافع اور کیمیا ہے دوستانت۔ اللہ کے دوست اُس کے حقیقی دشمن ہیں کیونکہ وہ خدا سے غافل بناتے ہیں۔

[3] اُسغر بالضم و فتحین جو مغموم اندوہگیں۔ اسی کو مرزا میں سن کہا جاتا ہے اُس پر اگر لاٹھی ماری جاتی ہے تو وہ بدن کو زیادہ مضبوط اور موٹا کر لیتا ہے۔ نفسِ مومن بھی مومن کی روح مصائب جھیل کر زیادہ قوی ہوتی ہے متین ہوتا۔

زیں سبب بر انبیا رنج و شکست
اسی وجہ سے انبیا پر رنج اور تکلیف

از ہمہ خلقِ جہاں افزوں ترست
دنیا کی تمام مخلوق سے زیادہ ہوتی ہے

تا زجانہا جانِ شاں شد رُفت تر
حتیٰ کہ ان کی روح تمام روحوں سے زیادہ قوی ہوگئی

کہ ندیدند آں بلا قومے دگر
کیونکہ وہ مصیبت کسی دوسری قوم نے نہیں دیکھی ہے

پوست از دارُو بلا کش می شود
چھڑا دوا سے مصیبت جھیلنے والا بن جاتا ہے

چوں ادیم طائفی خوش می شود
طائف کی نرمی کی طرح عمدہ ہو جاتا ہے

ورنہ تلخ و تیز مالیدی درُو
اگر تو تلخ اور تیز (مسالے) اس پر نہ ملتا

گندہ گشتے ناخوش اُو ناپاک بُو
گندہ اور بُرا اور بدبودار ہو جاتا

آدمی را پوست نامد بوغ داں
آدمی کو بغیر دباغت کی کھال سمجھ

از رطوبت ہا شدہ زشت و گراں
جو رطوبتوں سے بھدا اور بھاری ہو رہا ہے

تلخ و تیز و مالش بسیار دہ
اس کو تلخ اور تیز (دوا) دے اور بہت مل

تا شود پاک و لطیف و با مزہ
تاکہ پاک اور پاکیزہ اور شاندار بن جائے

ور نمی تانی رضا دہ اے عیار
اگر تو نہیں کر سکتا ہے تو راضی ہو جا

کہ خدا رنجت دہد بے اختیار
کہ خدا تجھے بھوڑا تکلیف میں مبتلا کر دے

کہ بلائے دوست تطہیر شماست
کیونکہ دوست کی مصیبت تمہاری پاکیزگی ہے

علمِ اُو بالائے تدبیر شماست
اس کا علم تمہاری تدبیر سے بڑھا ہوا ہے

چوں صفا بیند بلا شیریں شود
جب صفائی دیکھتا ہے مصیبت شیریں ہو جاتی ہے

خوش شود دارو چو صحت بیں شود
جب صحت کو دیکھتا ہے تو دوا اچھی لگتی ہے

بُرد بیند خویش را در عینِ مات
وہ بعینہٖ ہار میں اپنی جیت سمجھتا ہے

پس بگوید اُقتلونی یا ثقات
تو کہتا ہے اے بھروسہ والو! مجھے قتل کر دو

ایں عوان در حقِ غیرے سود شد
یہ سپاہی دوسرے کے لئے مفید بنا

لیک اندر حقِ خود مردود شد
لیکن اپنے حق میں مردود ہو گیا

رحمِ ایمانی ازو ببریدہ شد
ایمانی رحم اس سے منقطع ہو گیا

کینِ شیطانی بروے پیچیدہ شد
شیطانی کینہ اس پر لپٹ گیا

کارگاہِ خشم گشت و کیں وری
وہ غصہ اور کینہ وری کا کارخانہ بن گیا

کینہ داں اصلِ ضلال و کافری
کینہ کو گمراہی اور کافری کی جڑ سمجھ

لہ زیں سبب: چونکہ انبیاء کی روح کو زیادہ مضبوط بنایا جاتا ہے لہٰذا ان کو زیادہ امتحان میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ درست کیے ہوئے چمڑے پر دوائیں لگا کر جب اس کو ایسا کیا جاتا ہے تو وہ نرمی بن کر بہت مضبوط ہو جاتا ہے اور قیمتی۔ طائف کی بنی ہوئی نرمی مشہور تھی۔ اگر کچے چمڑے پر تیز دوائیں لگا دی جائیں تو وہ سڑ جائے۔ آدمی یا انسان کو بھی کچے چمڑے کی طرح سمجھو جو فاسد رطوبتوں کی وجہ سے بدصورت اور بوجھل ہے۔

ط تلخ و تیز: انسانی جان کی اصلاح کیلئے بھی تلخ و تیز مجاہدے اور عبادات کی مالش کی ضرورت ہے تب وہ پاک اور صاف بنے گا۔ ورنہ ثانی۔ اگر انسان اپنے اختیار سے مجاہدے نہیں کر سکتا ہے تو اسے آسمانی مصائب پر صبر کرنا چاہیئے وہ مصائب اس کیلئے مجاہدوں کے قائم مقام بن جائیں گے۔ کہ بلائے۔ انسان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا کی طرف سے اس کا ابتلا اس کی تطہیر کی تدبیر ہے۔ جوں صفا جب آسمانی مصائب سے انسان اپنی جان صفائی محسوس کرتا ہے تو مصیبت اس کیلئے شیریں بنا دیتی ہے یہی کڑوی دوا کا حال ہے۔ بُرد بیند پھر اپنی تخریب میں اپنی تعمیر سمجھتا ہے اور دوستی سے قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

ک ایں عوان: یہ حکمت خداوندی ہے کہ ظالموں کو ان کے ظلم کی سزا

۶۶۸

سوال کردنِ شخصے از عیسیٰؑ کہ یا روح اللہ در وجود از ہمہ صعبہا

ایک شخص کا حضرت عیسیٰؑ سے دریافت کرنا کہ اے روح اللہ! وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟

صعب تر چیست وجواب گفتنِ عیسیٰ علیہ السلام

سخت کیا چیز ہے؟ اور حضرت عیسیٰؑ کا جواب دینا

گفت عیسیٰؑ را یکے ہُشیار سر[1] — چیست در ہستی ز جملہ صعب تر

ایک بیدار مغز نے (حضرت) عیسیٰؑ سے کہا — وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟

گفتش اے جاں صعب تر خشمِ خدا — کز اُو دوزخ ہمی لرزد چو ما

اُنھوں نے اُس سے فرمایا اے جان! خدا کا غصہ — کہ اُس سے دوزخ بھی ہماری طرح لرزتی ہے

گفت زیں خشمِ خدا چہ بُود مَاں[2] — گفت ترکِ خشمِ خویش اندر زماں

اُس نے کہا خدا کے غصہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟ — فرمایا دنیا میں اپنے غصہ کو ترک کر دینا

کظمِ غیظ[3] است اے پسر خطِ اماں — خشمِ حق یاد آورد در کش عناں

اے بیٹا! غصہ کا پی جانا اُس کا فرمان ہے — اللہ تعالیٰ کا غصہ یاد کرے اور باگ کھینچ لے

پس عَوان کہ معدنِ ایں خشم گشت — خشمِ زشتش از سَبُع ہم در گذشت

تو سپاہی جو اِس غصہ کی کان بن گیا ہے — اُس کا بُرا غصہ درندے سے بھی بڑھ گیا ہے

چہ اُمید ستش برحمت جز مگر[4] — باز گردد زاں صفت آں بے ہنر

اُسکو رحم کی کیا اُمید ہے؟ سوائے اِسکے — کہ وہ بے ہنر اُس عادت سے باز آجائے

گرچہ[5] عالم را ازیشاں چارہ نیست — ایں سخن اندر ضلال افگندنیست

اگرچہ دنیا کو اُن سے بے نیازی نہیں ہے — یہ بات گمراہی میں مبتلا کرنا ہے

چارہ نبُود ہم جہاں را از چمیں — لیک نبُود آں چمیں مارِ معیں

دنیا کو پیشاب سے بھی بے نیازی نہیں ہے — لیکن وہ پیشاب جاری پانی نہیں ہوتا ہے

باز گو احوال آں خستہ جگر — در میانِ باغ بازشکِ قمر

اُس خستہ جگر کے احوال پھر بیان کر — باغ میں رشکِ قمر (محبوبہ) کے ساتھ

قصدِ خیانت کردنِ عاشق و بانگ زدنِ معشوق

عاشق کا خیانت کرنے کا ارادہ کرنا اور معشوق کا چیخ پڑنا

چونکہ تنہا یش بدید آں سادہ مَرد — زود اُو قصدِ کنار و بوسہ کرد

چونکہ اُس سادہ روح انسان نے اُس کو اکیلا دیکھا — جلد اُس سے جلگیر ہونے اور اُس کا بوسہ لینے کا ارادہ کیا

---

[1] ہُشیار سر: عقلمند، ہوشیار۔ وجود صعب تر: زیادہ سخت۔ کز اُو: اُس سے۔ خشمِ خدا: خدا کا غصہ۔ دوزخ ہمی لرزد چو ما: دوزخ بھی ہماری طرح لرزتی ہے۔

[2] مَاں: امان، اس کا عکس۔ قرآن پاک میں موحدوں کی صفت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس۔ اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔ مترجم۔

[3] کظمِ غیظ: غصہ کا پی جانا۔ حدیث شریف ہے۔ من لا یرحم لا یُرحم۔ جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

[4] گر چہ: انتظام قائم کرنے کے لیے سپاہیوں کا وجود ضروری ہے۔ یہی بات اُنکے لیے اور گمراہی کا سبب ہے کہ اپنے وجود کو ضروری سمجھکر ظلم پر جرأت کرتے ہیں لیکن اُنکی یہ ضرورت کو لے تعریف کا سبب نہیں ہو سکتی ہے بہت سی گندی چیزوں کی بھی دنیا کو ضرورت ہے لیکن اِس ضرورت کی وجہ سے اگر پاک قرار نہیں دیا جا سکتا — جیسے پیشاب۔

[5] مارِ معیں: جاری پانی۔ قصدِ خیانت یعنی اُس عاشق کا اُس محبوب سے بوسہ و کنار کا ارادہ کرنا۔ سادہ مرد یعنی بھولا عاشق۔

۶۶۹

بانگ[1] بر وے زد بہیبت آن نگار ۔ کہ مرو گستاخ ادب را ہوش دار

وہ معشوق کڑک کر اُس پر چیخی — گستاخی سے (آگے) نہ بڑھ، ادب کا خیال کر

گفت آخر خلوت است و خلق نے ۔ آب حاضر تشنہ ہمچوں منے

اُس نے کہا آخر تنہائی ہے اور کوئی نہیں ہے — پانی موجود ہے، پیاسا مجھ جیسا ہے

کس نمی جُنبد دریں جا جز کہ باد ۔ کیست حاضر چیست مانع زیں گشاد

یہاں ہوا کے سوا کوئی نہیں چلتا ہے — کون موجود ہے؟ اس بے عقلی سے کون مانع ہے؟

گفت اے شیدا کہ ابلہ بودۂ ۔ ابلہی وز عاقلاں نشنودۂ

اُس نے کہا اے دیوانے! تو بیوقوف ہوا ہے — تو احمق ہے اور تو نے عقلمندوں سے (کچھ) نہیں سنا ہے

بادرا دیدی کہ می جُنبد بداں ۔ بادِ جُنبانیست اینجا بادراں[2]

تو نے ہوا کو دیکھا ہے کہ وہ حرکت کرتی ہے سمجھ لے — یہاں کوئی ہوا کو چلانیوالا ہوا کو حرکت دینے والا ہے

مِروحہ تصریفِ صُنع ایزدش ۔ زد بریں بادو ہمی جُنباندش

اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کے تصرف کا پنکھا — اس ہوا پر لگتا ہے اور اُس کو حرکت دیتا ہے

جزوِ بادے کہ بحکمِ مادرست ۔ بادبیزن تا نجنبانی نجست

تھوڑی سی ہوا جو ہمارے ماتحت ہے — جب تک تو پنکھا نہ ہلائے وہ حرکت نہیں کرتی ہے

جُنبشِ ایں جزوِ بادے سادہ مرد ۔ بے تو و بے بادبیزن سر نکرد

اے سادہ (مزاج) انسان! ہوا کے اس جزو کی حرکت — تیرے بغیر اور پنکھے کے بغیر نہ ہوئی

جُنبشِ بادِ نفس کاندر لب است ۔ تابعِ تصریفِ جان و قالب است

سانس کی ہوائی حرکت جو ہونٹ میں ہے — (وہ) روح اور جسم کے تصرف کے تابع ہے

گاہ[3] دم را مدح و پیغامے کُند ۔ گاہ دم را ہجو و دشنامے کُند

کبھی وہ (روح جسم) سانس کو مدح اور پیغام بناتا ہے — کبھی سانس کو ہجو اور گالی بنا دیتا ہے

پس بداں احوالِ دیگر بادہا ۔ کہ ز جزوے کُل ہمی بیند نہا

تو دوسری ہواؤں کے احوال سمجھ لے — کیونکہ عقلیں جزو سے کُل سمجھ لیتی ہیں

بادرا حق گہ بہاری می کُند ۔ در دلش زیں لطف عاری می کُند

اللہ (تعالیٰ) کبھی ہوا کو بہاری بنا دیتا ہے — دل کے سینہ میں اُس کو اس لطف سے خالی کر دیتا ہے

---

[1] بانگ۔ یعنی معشوق نے اُس عاشق کو اس بیباکی پر ڈانٹا۔ گفت۔ عاشق نے کہا تنہائی ہے اور میں وصل کا پیاسا ہوں، صبر کی طاقت کہاں ہے۔ گشاد۔ خوشی کو بیابانی۔ اے شیدا۔ معشوق نے کہا۔ باد را دیدی۔ جب تو ہوا کو چلتا دیکھ رہا ہے تو سمجھ لے کہ ہوا کو چلانیوالا موجود ہے۔

[2] باد راں۔ یعنی اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ یعنی وہی قادرِ مطلق ہے جو باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی آمد کی خوشخبری دیدیں۔ مِروحہ۔ پنکھا۔ جزو۔ انسانوں کے پاس جو جزوی ہوا ہے وہ بغیر چلانے والے اور پنکھے کے حرکت نہیں کرتی ہے تو اسی طرح کُل ہوا کو سمجھ وہ قدرت کے پنکھے کے بغیر کب حرکت کرے گی۔ بادِ نفس۔ یہ اس بات کی کی دوسری مثال ہے کہ ہوا بغیر چلانے والے کے نہیں چلتی ہے۔ سانس کی ہوا کو بھی روح اور جسم حرکت میں لاتے ہیں۔

[3] گاہ۔ یہی روح اور جسم سانس کی ہوا میں اچھائی اور برائی کا تصرف کرتے ہیں کبھی اُس کو گالی بنا دیتے ہیں کبھی تعریف کے الفاظ بنا دیتے ہیں۔ تنہا۔ عقلیں۔ باد۔ عالم کی ہوا میں بھی اللہ کے تصرفات ہیں کبھی اُس کو بادِ بہاری بنا دیتا ہے کبھی بادِ سموم۔ عاری۔ ننگا، خالی۔

۴۸۵

بر گروہِ عاد[1] صرصر می کند
قوم عاد پر آندھی بنا دیتا ہے

باز بر ہودش معطر می کند
پھر ہودؑ کے لئے اس کو خوشبودار بنا دیتا ہے

می کند یک باد را زہر و سموم
ایک ہوا کو وہ زہر اور لُو بنا دیتا ہے

مر صبا را می کند خرم قدوم
پُروا کو بابرکت آمد بنا دیتا ہے

بادِ دم را بر تو بنہاد او اساس
سانس کی ہوا کو اس نے تیری بنیاد بنا دیا

تا کُنی ہر باد را بر وے قیاس
تاکہ تو ہر ہوا کو اُس پر قیاس کرلے

دم نمی گردد سخن بے لطف و قہر
سانس مہربانی اور قہر کے بغیر کام نہیں بنتا ہے

بر گروہے شہد و بر قومے ست زہر
وہ ایک قوم پر شہد اور ایک قوم پر زہر ہے

مروحہ[2] جنباں پئے انعام کس
پنکھا کسی کی نعمت رسانی کیلئے ہلتا ہے

وز برائے قہر بر پشہ و مگس
مچھر اور مکھی پر قہر کے لئے (چلتا ہے)

مروحہ تقدیرِ ربانی چرا
خدائی تقدیر کا پنکھا کیوں

پُر نباشد ز امتحان و ز ابتلا
امتحان اور آزمائش سے پُر نہ ہوگا؟

چونکہ جزوِ باد دم یا مروحہ
چونکہ سانس یا پنکھے کی جزوی ہوا

نیست الّا مُفسِدہ یا مُصلِحہ
نہیں ہے، مگر خراب کرنے والی یا ٹھیک کرنے والی

ایں شمال و ایں صبا و ایں دبور
یہ شمال ہوا اور یہ پُروا اور یہ پچھوا

کے بُود از لُطف و از انعام دور
مہربانی اور انعام سے دور کب ہوگی؟

یک کفِ گندم ز انبارے ببیں
ڈھیر میں سے ایک مٹھی گیہوں دیکھ لے

فہم کُن کاں جملہ باشد ہمچنیں
سمجھ لے کہ سب ایسے ہی ہوں گے

کُلِ باد از برجِ بادِ آسماں
آسمان کے ہوائی برج سے، کُل ہوا

کہ جہد بے مروحہ آں بادراں
اُس ہوا چلانے والے کے پنکھے کے بغیر کب چلتی ہے؟

بر سرِ خرمن بوقتِ انتقاد[3]
گہانے کے وقت کھلیان پر

نے کہ فلّاحاں ز حق جویند باد
کیا کاشتکار خدا سے ہوا نہیں مانگتے ہیں؟

تا جدا گردد ز گندم کاہہا
تاکہ گیہوں سے بھوسا جدا ہو جائے

تا بانبارے رود یا چاہہا
تاکہ گیہوں، ڈھیر میں جائے یا گھڑوں میں

چوں بماند دیر آں بادِ وزاں
جب چلنے والی ہوا میں دیر ہوتی ہے

جملہ را بینی بحق لابہ کناں
تو سب کو خوشامد کرتے ہوئے دیکھتا ہے

---

[1] عاد۔ قوم عاد کے لئے وہ آندھی بنی اور اس نے ان کو ہلاک کیا۔ حضرت ہودؑ کے لئے وہ خوشگوار بنی۔ تحریم۔ لُو۔ تحریم۔ بمبارک باد دم۔ سانس کی ہوا سے تم دوسری ہوا کی باتیں سمجھ لو۔ دم۔ انسان کے سانس کی ہوا میں بھی وہ موثر ہے کہ کسی کے لئے اسکو شہد بنا دیتا ہے اور کسی کے لئے زہر، اسی طرح عام ہوا کو سمجھ لو کہ اس کو کسی کے لئے انعام بنا دیتا ہے کسی کے لئے اس کو قہر بنا دیتا ہے۔

[2] مروحہ۔ قدرت کا پنکھا جو اس ہوا کو حرکت دیتا ہے اس میں بھی قوموں کا ابتلا اور امتحان ہے۔ چونکہ۔ جبکہ سانس اور پنکھے کی ہوا میں راحت رسانی، یا ایذا رسانی ہے تو ہوا کا کل ہوا میں بھی یہ تاثیر ہوگی اور اس کی یہ تاثیریں اللہ کے پنکھے کی پیدا کردہ ہیں۔

[3] انتقاد۔ یعنی دانوں کو بھوسے سے جدا کرنا۔ فلاحاں۔ کاشتکاراں۔ کاہہا۔ بھوسہ۔ چاہہا۔ یعنی غلہ کی کھتیاں۔

181

همچنیں در طَلق[1] آں بادِ ولاد
اسی طرح دردِ زہ میں وہ پیدا کرنے والی ہوا

گر نمی دانند کش رانندہ اُوست
اگر لوگ نہیں جانتے (کہ کوئی اس کو) چلانے والا ہے

اہلِ کشتی همچناں جویائے باد
اسی طرح کشتی والے ہوا کے طالب ہیں

همچنیں بر دردِ دندانہا زباد
اسی طرح دانتوں کی پیس میں دم کے ذریعہ

از خدا لابہ کناں آں جُندیاں
خدا سے لشکری خوشامد کرتے ہیں

رُقعۂ تعویذ می خواہند نیز
نیز تعویذ کا کاغذ مانگتے ہیں

پس[2] همہ دانستہ اند ایں را یقیں
تو اس کو یقین کے ساتھ سب جانتے ہیں

پس یقیں در عقلِ ہر دانندہ ہست
پس ہر جاننے کی عقل کو یقین ہے

گر تو اُو را می نہ بینی در نظر
اگر تو اس کو نظر سے نہیں دیکھتا ہے

تن بجاں جُنبد نمی بینی تو جاں
جسم روح کے ذریعہ حرکت کرتا ہے تو روح کو نہیں

گفت[3] اُو گر ابلہم من در ادب
اس نے کہا اگر میں ادب کے سلسلے میں بیوقوف ہوں

گفت ادب ایں بُود کہ خود دیدہ شد
اس نے کہا ادب تو یہ تھا جو دیکھ لیا گیا

گر نیاید بانگِ درد آید کہ داد
اگر نہ آئے، درد کی آواز آئے کہ فریاد ہے

باد را پیش کردنِ زاری چہ خُوست
تو ہوا کے سامنے عاجزی کا کیا مطلب؟

جُملہ خواہانش ازاں ربّ العباد
اس رب العباد سے اُس کے خواہاں ہیں

دفع میخواہی بسوز و اعتقاد
سوز اور اعتقاد کے ساتھ تو دافعت چاہتا ہے

کہ بدہ بادِ ظفر اے کامراں
کہ اے کارساز، کامیابی کی ہوا چلا دے

در شکنجہ طَلق زن از ہر عزیز
عورت کے دردِ زہ کی تکلیف کے وقت ہر عزیز سے

کہ فرستند بادِ ربّ العالمیں
کہ دونوں جہان کا رب ہوا کو بھیجتا ہے

اینکہ با جنبندہ جُنباننده ہست
کہ چلنے والی ہوا کا کوئی چلانے والا ہے

فہم کُن آں را باظہارِ اثر
اثر کے ظاہر کرنے سے تو اس کو سمجھ لے

لیک از جُنبیدنِ تن جاں بداں
لیکن جسم کے ہلنے سے روح کو سمجھ لے

زیرکم اندر وفا و در طلب
تو جستجو اور وفاداری میں عقلمند ہوں

آں دگر را خود ہمیدانی تو لُد
دوسرے کو تو جھگڑالو خود جانتا ہے

---

[1] طَلق۔ دردِ زہ طاری کے وقت اللہ تعالیٰ رحم مادر کو ہوا سے پھلا دیتا ہے تب آسانی ولادت ہوتی ہے۔

[2] پس ہمہ۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ سب لوگ ہوا کا چلانے والا خدا کو مانتے ہیں۔ پس یہ تمام عقلمندوں کا یقین ہے کہ حرکت کرانے والے کے لئے کوئی ذات حرکت میں لانے والی ہے۔ گر تو۔ اگر تو حرکت دینے والے کو نہیں دیکھ سکتا ہے تو اس کے حرکت دینے سے اس کے موجود ہونے کو سمجھ لے۔ تن بجاں۔ انسان کے جسم کو روح حرکت دیتی ہے لیکن انسان اس روح کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔

[3] گفت اُو۔ عاشق نے کہا کہ اگر ادب کے سلسلہ میں مجھ سے حماقت ہوئی ہے تو اس سے درگذر کیجئے اور میری وفاداری اور جستجو کی قدر کر کے مجھے مقرب بنا لیجئے۔ ادب ایں بود۔ محبوب نے کہا کہ تیرے ادب کی حالت تو یہ تھی جو دیکھ لی گئی اب رہا تیرا وفادار اور جستجو کا دعویٰ تو اس کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ گذ۔ الذ کی جمع ہے، جھگڑالو۔

۴۸۷

خود ادب ایں بود و آں دیگر فنیں
خود ادب تو یہ تھا دوسری پوشیدہ (باتیں)

زیں بتر باشد کہ دید بیش یقیں
اس سے بدتر ہوتی کیونکہ ہم نے یقین کیساتھ اگر دیکھ لیا ہے

ہر چہ زیں کوزہ ترا دد بعد ازیں
اس پیالے سے جو ٹپکتا ہے اس کے بعد

یک نمط خواہد بدن جملہ چنیں
سب اسی طرح کا ہوگا

قصۂ صوفی[1] کہ بخانہ آمد و زن را با بیگانہ دید

اس صوفی کا قصہ جو گھر پر آیا اور اس نے بیوی کو ایک اجنبی کے ساتھ دیکھا

صوفیے آمد بسوئے خانہ روز
دن میں ایک صوفی گھر میں آیا

خانہ یک در بود و زن با کفش دوز
گھر کا ایک دروازہ تھا اور بیوی موچی کیساتھ تھی

جفت گشتہ با حریف خویش زن
بیوی اپنے یار کے ساتھ ہمبستر تھی

اندراں یک حجرہ از دو اہرمن
اس ایک حجرے میں بدن کی خواہش کی وجہ سے

چوں بزد صوفی بحد در[2] داشتگاں
جبکہ چاشت کے وقت صوفی نے کنڈی بجائی

ہر دو درماندند نے حیلت نہ راہ
دونوں عاجز ہوگئے نہ تدبیر تھی نہ راستہ

ہیچ معہودش نہ بد کو آں زماں
اس کا یہ کبھی معمول نہ تھا کہ وہ اس وقت

سوئے خانہ باز گردد از دکاں
دکان سے گھر کر لوٹ آئے

قاصدہ[3] آں روز بیوقت آں مروع
اس روز اس خوفزدہ نے قصداً بے وقت

از خیالے کرد با خانہ رجوع
کسی خیال سے گھر واپسی کر دی

اعتمادِ زن براں کو ہیچ بار
بیوی کو اس پر بھروسہ تھا کہ وہ کبھی بھی

ایں زماں تا خانہ نامد اوز کار
اس وقت کام سے فارغ ہو کر گھر نہیں آیا ہے

آں قیاسش راست نامد از قضا
تقدیر سے اس کا وہ قیاس درست نہ ہوا

گرچہ ستارست ہم بد را سزا
اگرچہ وہ (خدا) پردہ پوش ہے مگر اسے بھی بدی سزا ملتی ہے

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش
جبکہ تو نے بدی کی تو ڈر، مطمئن نہ ہو

چند گاہے[4] او بپوشاند کہ تا
بہت سی مرتبہ وہ پردہ پوشی کرتا ہے تاکہ

آید آخر زاں پشیمانی حیا
بالآخر اس شرمندگی سے حیا پیدا ہو جائے

حکایت بر سبیل تمثیل

مثالی حکایت

[1] قصۂ صوفی۔ اس عاشق نے جس طرح اپنے جرم کے باوجود خدا کی شان کا ثبوت دیا اسی طرح صوفی کی اس بیوی کی حالت ہے۔ خانہ یعنی گھر کا ایک دروازہ تھا یہ ممکن نہ تھا کہ صوفی کو وہ دوسرے دروازے سے نکال دیتی۔ کفش دوز۔ موچی۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ دو تن یعنی جسمانی شہوت۔ معہود۔ یعنی صوفی کا اس وقت گھر واپس آنے کا دستور نہ تھا۔

[2] قاصدہ۔ صوفی جان بوجھ کر بے وقت گھر پر آیا۔ مروع۔ خوفزدہ۔ یعنی اس کی بیوی کی بدچلنی کا اندیشہ تھا۔ افتاد۔ بیوی کو اطمینان تھا کہ صوفی دکان سے شام کو ہی لوٹتا ہے۔ گرچہ۔ حضرت حق اگرچہ کی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن کبھی سزا کے طور پر رسوا بھی کر دیتا ہے۔

[3] چند گاہ۔ خدا کی ستاری اس لئے ہوتی ہے کہ شاید بندہ شرمسار خود برائی کو چھوڑ دے۔ حکایت۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عموماً پہلی مرتبہ خطا پر پردہ پوشی کرتا ہے اور گناہ کے بار بار کرنے پر گرفت کرتا ہے۔

چوں عُمر آں شاہ دیرِ مومناں
جبکہ مومنوں کے شاہ اور امیر عمرؓ نے

داد دزدے را بجلّاد[1] و عواں
ایک چور کو جلاد اور سپاہی کے سپرد کیا

بانگ زد آں دُزد کاے میرِ دیار
وہ چور چیخا، کہ اے ملک کے حاکم!

اوّلیں بار ست جُرمم زینہار
میری خطا پہلی بار ہے، معاف کیجئے

گفت امیرش حاش للہ کز خدا
اُس سے امیر نے فرمایا، خدا بچائے کہ خدا

بارِ اوّل قہر راند در جزا
پہلی مرتبہ بدلے میں قہر فرمائے

بارہا پوشد پئے اظہارِ فضل
وہ فضل کے اظہار کے لئے بارہا پردہ پوشی کرتا ہے

باز گیرد از پئے اظہارِ عدل
پھر عدل ظاہر کرنے کیلئے گرفت کرتا ہے

تا[2] کہ ایں ہر دو صفت ظاہر شود
تاکہ یہ دونوں صفتیں ظاہر ہو جائیں

آں بمبشر گردد ایں مُنذر شود
وہ خوشخبری دینے والی اور یہ ڈرانیوالی بنجائے

بارہا زن نیز آں بد کردہ بود
عورتوں کی بیوی نے بھی بارہا وہ بُری کی تھی

سہل بگذشت آں و سہلش می نمود
جو آسانی سے گذر گئی اور اُس کو آسان نظر آئی

آں نمی دانست عقلِ پاکِ مست
وہ کمزور عقل والی یہ نہ جانتی تھی

کہ سبو دائم ز جو ناید درست
کہ ٹھیلا نہر سے ہمیشہ سالم نہیں لوٹتی ہے

آنچنانش[3] تنگ آورد آں قضا
اُس کو قضا نے ایسا تنگ کیا

کہ منافق را کند مرگ فجا
جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے

نے طریق و نے رفیق و نے اماں
نہ راستہ اور نہ ساتھی اور نہ امان

دست کردہ آں فرشتہ سوئے جاں
فرشتہ نے جان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا

آنچناں کہ زن دراں حُجرہ خفا
جیسا کہ عورت اُس خلوت کے حجرے میں

خشک شد او و حریفش زابتلا
وہ اور اُس کا یار مصیبت میں مبتلا ہونے سے خشک ہو گئے

گفت صوفی با دلِ خود کاے دو گبر
صوفی نے اپنے دل میں کہا کہ اے دو کافرو!

از شما کینہ کشم لیکن بصبر
میں تم سے بدلہ لوں گا لیکن صبر کے ساتھ

لیک نادانستہ آرم ایں نفس
لیکن اِس وقت ناواقف بن جاؤں گا

تا نگردد مطلع زیں حال کس
تاکہ اِس حالت سے کوئی واقف نہ ہو

از شما کینہ کشد پنہاں محق
حق دار تم سے خفیہ بدلہ لے گا

اندک اندک ہمچو بیماریِ دِق
آہستہ آہستہ جیسا کہ دق کی بیماری

---

[1] جلاد۔ وہ شخص جو مجرموں کو سزا دیتا ہے۔ دیار۔ یعنی ملک۔ اوّلیں۔ یہ میں نے پہلی بار چوری کی ہے معاف کر دیجئے۔ بارِ اوّل۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ فضل کے اظہار کے لئے پردہ پوشی کرتا ہے اور پھر اظہارِ عدل کے لئے گرفت کرتا ہے۔

[2] تاکہ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ اپنی دونوں صفتوں کے اظہار کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل انسان کو خوشخبری دینے والا ہے اور اُسکا عدل مجرم کو خوف دلانیوالا ہے۔ بارہا بیوی اس سے پہلے بھی یہ گناہ کر چکی تھی اور اللہ کی ستاری نے اُس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن وہ یہ نہ سمجھی کہ غلطی ہر بار معاف نہیں کی جاتی ہے۔

[3] آنچنانش۔ اُس بیوی کو قضاء خداوندی نے اِسطرح لاچار کر دیا جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے اور اُسکو توبہ کا موقع بھی نہیں دیتی ہے۔ فجا۔ فجاءۃً، اچانک۔ زطریق۔ موت کے منافق کو اظہار کرنیکا بیان ہے۔ حجرہ خفا۔ وہی حجرہ جسمیں وہ چھپے ہوئے تھے۔ کینہ کشم۔ یعنی تم دونوں سے بدلہ لونگا لیکن صبر کے ساتھ لونگا۔ نادانستہ۔ یعنی تمہارے اِس فعل کو ان دیکھا بناؤں گا تاکہ شور و شر نہ ہو اور محلہ والوں کو اُس کا پتہ نہ چلے۔ از شما۔ دق کی بیماری مریض کو گھلا دیتی ہے اور مریض کو اُس کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

مردِ دق باشد چو تیغ[1] ہر لحظہ کم
دق تو برف کی طرح ہر لحظہ گھٹتا ہے

لیک پندارد بہر دم بہترم
لیکن ہر وقت سمجھتا ہے کہ میں اچھل ہوں

ہمچو کفتارے کہ می گیرندش او
بجو کی طرح جس کو گرفتار کرتے ہیں، وہ

غرّہ آں گفت کایں کفتار کو
وہ اس بات سے دھوکے میں ہے کہ بجو کہاں ہے؟

نیست در سوراخ کفتار اے عمو
اے چچا! بھٹ میں بجو نہیں ہے

گشتہ او مغرور تر زیں گفتگو
وہ اس گفتگو سے اور زیادہ دھوکے میں پڑ گیا

ایں ہمی گویند و بندش می نہند
وہ یہ کہتے ہیں اور اس کو پکڑ لیتے ہیں

او خوش و آسودہ کز من غافل اند
وہ خوش اور مطمئن ہے کہ مجھ سے غافل ہیں

ہیچ پنہاں خانہ آں زن[2] را نبود
اس عورت کے چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی

سمج[2] و دہلیز و رہِ بالا نبود
نہ خانہ اور ڈیوڑھی اور اوپر کا راستہ نہ تھا

نے تنورے کہ در و پنہاں شود
نہ کوئی تنور کہ اس میں چھپ جائے

نے جوالے کہ حجاب آں شود
نہ کوئی بورا کہ اس کا پردہ بن جائے

ہمچو عرصہ پہن روزِ رستخیز
حشر کے دن میدان کی طرح چٹیل

نے گوونے پشتہ نے جائے گریز
نہ گڑھا اور نہ دیوار نہ بھاگنے کی جگہ

گفت یزداں صفِ آں جا حرج[3]
اس تنگی کی جگہ کے لئے خدا نے فرمایا

بہرِ محشر لا تری فیہا عوج
محشر کے لئے، تو اس میں کبھی نہ دیکھے گا۔

معشوق را زیرِ چادر پنہاں کردن جہت تلبیس و بہانہ
تلبیس اور بہانہ کے لئے معشوق کو چادر کے

وَمَکَرُوا إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ
نیچے چھپانا کیونکہ بیشک تمہارا مکر بڑا ہے۔

چادرِ خود را بر و افگند زود
اس نے جلدی سے اس پر چادر ڈال دی

مرد را زن کرد و در را بر کشود
مرد کو عورت بنایا اور دروازہ کھولدیا

زیرِ چادر مرد رسوا و عیاں
چادر میں مرد رسوا اور کھلا ہوا

سخت پیدا چوں شتر بر نردباں
پورا ظاہر، جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ

از تعجب گفت صوفی چیست ایں
صوفی نے تعجب سے کہا یہ کیا ہے؟

ہر گز ایں را من ندیدم کیست ایں
میں نے اس کو کبھی نہیں دیکھا یہ کون ہے؟

[1] تیغ برف آہستہ آہستہ پگھل کر ختم ہو جاتی ہے۔ کفتارے بجو کے شکار کی بجو کے بھٹ کے پاس آپس میں زور زور سے کہنے لگتے ہیں کہ بجو بھٹ میں نہیں ہے۔ بجو انکی باتیں سے مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ یعنی اس گھر میں بیوی کے چھپنے کھپنے کو کوئی جگہ نہ تھی۔

[2] سمج۔ پہاڑی کھوہ۔ خانہ۔ رہ بالا۔ زینہ خواہ۔ بور راگو۔ گڑھا۔ پشتہ یعنی دیوار۔ گریز۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا۔ اور اے پیغمبر تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہدو میرا پروردگار انکو اڑا دیگا اور زمین کو ہموار میدان کر دے گا کہ جس میں تو نہ تو موڑ دیکھے گا اور نہ اونچ نیچ۔

[3] حرج۔ تنگی، گناہ۔ عوج۔ ٹیڑھ۔ چادر۔ یعنی بیوی نے اس سوچی کو چادر اڑھادی تاکہ صوفی اسکو مرد کی بجائے عورت سمجھے اور دروازہ کھولکر اسکو نکالدیا۔ زیرِ چادر چادر میں وہ مرد نہ چھپ سکا اور اسطرح اسکا مرد ہونا ظاہر تھا جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ پوشیدہ نہیں بلکہ ظاہر ہوتا ہے۔ از تعجب چونکہ صوفی نے طے کر لیا تھا کہ اس واقعہ کو ان دیکھا بنا دیگا تو تعجب سے بیوی سے دریافت کیا کہ کون عورت تھی۔

485

گفت خاتونیست از اعیانِ شہر
اُس نے کہا شہر کے بڑے لوگوں میں سے ایک بی بی ہے

مرد را از مال و اقبال ست بہر
جس کو مال اور خوش نصیبی میں حصہ ہے

در بہ بستم تا کسے بیگانہ
میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ کوئی غیر

در نیاید زود نادانانہ
نادانستگی میں جلدی سے اندر نہ آجائے

گفت صوفی چیستش ہیں خدمتے
صوفی نے کہا ہاں اُس کا کام کیا ہے؟

تا برآرم بے سپاس و منتے
تاکہ میں بغیر شکر گذاری اور احسان کے کر دوں

گفت میشش خویشی و ہمسایگی ست
اُس نے کہا اُس کی خواہش اپنائیت اور رشتہ کی

نیک خاتونے ست حق داند کہ کیست
بھلی بی بی ہے، خدا جانے کون ہے؟

یک پسر دارد کہ اندر شہر نیست
اُس کے ایک لڑکا ہے، جو شہر میں نہیں ہے

خوب وزیرک چابک و مکسب گزیست
خوبصورت اور عقلمند اور محنت اور کماؤ ہے

خواست دختر را بہ بیند زیر دست
اُس نے چاہا کہ لڑکی کو چھپ کر دیکھ لے

اتفاقاً دختر اندر مکتب ست
اتفاقاً لڑکی کتب میں ہے

باز گفت ار آرد و باشد یا بروں
پھر اُس نے کہا، وہ آتا ہے یا باہر ہی

می کنم اُورا بجان و دل عروس
میں اُس کو جان و دل سے دلہن بنا لوں گی

گفت صوفی ما فقیر و زار و کم
صوفی نے کہا ہم فقیر ہیں اور مال کم ہے

قوم خاتوں مالدار و محتشم
بی بی کی قوم مالدار اور باعزت ہے

کے بُود ایں کفو ایشاں در نکاح
لڑکی، نکاح میں اُن کا جوڑ کہاں ہے؟

یک درے از چوب و در دیگر ز عاج
ایک پٹ لکڑی کا اور دوسرا پٹ ہاتھی دانت کا

کفو باید ہر دو بخت اندر نکاح
نکاح میں دونوں کا جوڑ ہونا چاہیے

ور نہ ننگ آید نماند ارتیاح
ورنہ شرم آئے گی، آسودگی نہ ہوگی

کے بُود ہمرنگ فقر و احتشام
دولتمندی اور فقر ہمرنگ کب ہوتے ہیں؟

چوں شود ہمجنس یاقوت و رخام
یاقوت اور سنگ مرمر ہم جنس کہاں ہیں؟

جامہ نیمے اطلس و نیمے پلاس
آدھا کپڑا اطلس اور آدھا ٹاٹ

عیب باشد نزد اصحاب شناس
پہچان والوں کے نزدیک عیب ہوتا ہے

با کبوتر باز کے شد ہم نفس
باز، کبوتر کا ساتھی کب ہوا ہے؟

کے شود ہمراز عنقا با مگس
عنقا، مکھی کا ہمراز کب ہوا ہے؟

۱؎ اعیان شہر شہر کے بڑے لوگ۔ مراد را۔ یعنی بہت مالدار اور باعزت عورت ہے۔ ۲؎ در۔ میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ اچانک کوئی گھر میں نہ آجائے اور اُسکی بے پردگی اور بے عزتی نہ ہو۔ گفت صوفی نے کہا ایسی معزز عورت ہے تو وہ کس کام کو آئی تھی مجھے بتا تاکہ جلد اُس کا کام کر دوں۔ ۲؎ میشش۔ بیوی نے کہا وہ رشتہ لیکر آئی تھی خواست۔ اُسکے آنیکا مقصد یہاں لڑکی کو دیکھنا تھا۔ باز گفت چونکہ لڑکی مدرسہ گئی تھی اور وہ لڑکی کو نہ دیکھ سکی تو کہنے لگی خواہ بچی کی صورت کیسی ہی ہو میں تو اُسکو اپنی دلہن بناؤں گی۔ گفت صوفی صوفی نے بیوی سے کہا لڑکی بہت غریب گھرانے کی اور لڑکا رئیس گھرانے کا یہ بے جوڑ بات ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ دروازے کا ایک کواڑ۔ لکڑی کا اور ایک کواڑ ہاتھی دانت کا ہو۔ ۳؎ ور نہ۔ اگر یکساں نہ ہوں تو اختلاف رہتا ہے۔ ارتیاح۔ راحت پانا۔ کے بُود۔ یہ بھی تو ایسا ہی ہے جیسا کہ فقر اور دولت مندی کا جوڑ یا یاقوت اور سنگ مرمر کا جوڑ۔ جامہ اطلس میں ٹاٹ کا پیوند عقلمندوں کے نزدیک برا ہے۔ باکبوتر۔ کبوتر اور باز کا بھائی اور مکھی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

486

گفتنِ زن کہ او در بندِ جہاز نیست مرادِ او ستر و صلاح ست

بیوی کا کہنا کہ وہ جہیز کے فکر میں نہیں ہے اس کا مقصد پردہ پوشی اور نیکی ہے

وجواب گفتنِ صوفی آں ستر پوشیدہ را

اور صوفی کا اس پوشیدہ راز کا جواب دینا

گفت گفتم من نہ چنیں عذرے و اُو — گفت نے من نیستم اسباب جُو

اس (بیوی) نے کہا میں نے (اصلاح کا) عذر کیا اور اس نے کہا نہیں، میں سامان کی خبر نہیں ہوں

مالمولیم از قماش و زر و سیم — فارغیم و تخمہ از مالِ عظیم

ہم تو کپڑے اور سونے اور چاندی سے اکتا گئے ہیں ہم بے نیاز ہیں اور زیادہ دولت سے پیٹ بھرے ہیں

مازمالی و زر ملول و تخمہ ایم — مابحرص و جمع نے چوں عامہ ایم

ہم مال اور سونے سے اکتائے ہوئے اور پیٹ بھرے ہیں ہم عوام کی طرح لالچ اور جوڑنے میں نہیں ہیں

قصدِ ما ستر ست و پاکی و صلاح — در دو عالم خود بداں باشد فلاح

ہمارا مقصد پردہ پوشی اور پاکی اور نیکی ہے دونوں جہان میں اسی سے نجات ہے

باز صوفی عذرِ درویشی بگفت — و آں مکرر کرد تا نہ بود نہفت

صوفی نے پھر افلاس کا عذر کیا اور اس کو دہرایا، تاکہ چھپا نہ رہے

گفت زن من ہم مکرر کردہ ام — بے جہازی را مقرر کردہ ام

بیوی نے کہا میں بھی دہرا چکی ہوں بے سروسامانی کو واضح کر چکی ہوں

اعتمادِ اُوست را سیخ تر ز کوہ — کہ ز صد فقرش نمی آید شکوہ

اس کا ارادہ پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہے سو افلاس سے بھی اس کو ڈر نہیں ہے

اُو ہمی گوید مرادم عفت است — از شما مقصود صدق و ہمت است

وہ یہی کہتی ہے کہ میرا مقصد پاکدامنی ہے تم سے (میرا) مقصود سچائی اور باطنی توجہ ہے

گفت صوفی خود جہاز و مالِ ما — دید و می بیند ہویدا بے خفا

صوفی نے کہا اس نے ہمارا سامان اور مال دیکھ لیا ہے اور صاف، بغیر کسی پوشیدگی کے دیکھتی ہے

خانہ تنگے مقام یک تنے — کہ در و بنہاں نماند سوزنے

تنگ گھر، ایک شخص کی جگہ کہ جس میں ایک سوئی بھی نہ چھپ سکے

نے ایسے طنزیہ فقرے استعمال کئے جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ بیوی کی بدچلنی سے واقف ہو گیا ہے۔ خانہ۔ یعنی اس نے یہ تو دیکھ ہی لیا ہے کہ ہمارا گھر ایسا مختصر ہے کہ اس میں سوئی بھی نہیں چھپ سکتی ہے۔

نہایت ہی حقیر کوڑا لیے ہیں وہ تو پردہ پوشی اور نیکی کے طلبگار ہیں۔ اور صوفی نے اسکو طنزاً اچھا جواب دیا۔ مالمولیم۔ بیوی نے کہا وہ عورت کہتی تھی کہ ہم تو دولت سے عاجز آگئے ہیں ہمارے یہاں جو دولت ہے وہی کھاری پرصبری ہے مازمالی۔ بیوی نے کہا وہ عورت یہ بھی کہہ رہی تھی کہ ہم عوام کی طرح مال کے لالچی اور حریص نہیں ہیں۔ قصدِ ما۔ ہم تو ایسی بیوی چاہتے ہیں جو پردہ نشین اور نیک ہو دونوں جہانوں میں انہی چیزوں سے بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ باز صوفی۔ صوفی نے پھر اپنی تنگدستی کا اظہار کیا تاکہ بات چھپی نہ رہے۔ گفت زن۔ بیوی نے صوفی سے کہا میں اپنی عورت خوب سمجھا کر چکی ہوں لیکن وہ اپنی بات پر قائم ہوتی ہے۔ اور ہماری غربت سے نہیں گھبراتی ہے۔ او ہمی گوید وہ برابر یہی کہتی ہے کہ ہم تمہارے مال کے پیش نظر زیشت نہیں کر رہے ہیں بلکہ تمہاری سچائی اور دعاؤں کی وجہ سے گزر رہے ہیں۔ گفت صوفی۔ صوفی نے اب تک تو ایسا طرز کلام اختیار کر رکھا تھا جس سے بیوی یہ سمجھے کہ وہ اس کی خباثت سے باخبر ہو گیا ہے اب آئندہ گفتگو میں اس

486

بازِ[1] ستر و پاکی و زُہد و صلاح — اُو زما بہ داند اندر انتصاح
پھر پردہ پوشی اور پاکی اور زہد اور نیکی — نصیحت پکڑنے میں وہ ہم سے بہتر جانتی ہے

بہ زما می داند اُو احوالِ ستر — وز پس و پیش و سر و دُنبالِ ستر
پردہ پوشی کے احوال وہ ہم سے بہتر جانتی ہے — اور پردہ پوشی کا آگا پیچھا اور سر اور پیر

بے جہازی خود عیاں ہمچوں خورست — وز صلاح و ستر اُو واقف ترست
بے سر و سامانی سورج کی طرح خود ظاہر ہے — نیکی اور پردہ پوشی سے وہ زیادہ واقف ہے

ظاہراً اُو بے جہاز و خادم ست — وز صلاح و ستر اُو خود عالم ست
ظاہر ہے کہ وہ (لڑکی) بغیر جہیز اور خادم کے ہے — اور اُسکی نیکی اور پردہ پوشی کو وہ (بی بی) خود جانتی ہے

شرحِ[2] مستوری زبا شرطانیست — چوں براُو پیدا چو روزِ روشنست
(اُس لڑکی کی) پردہ پوشی کی تشریح باپ کیجائے ضروری — چونکہ اُس (بی بی) پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے

ایں حکایت رابداں گفتم کہ تا — لاف کم بافی چو رُسوا شد خطا
یہ قصہ میں نے اِس لئے کہہ دیا ہے تاکہ — جب غلط تمہاری رسوا ہو گئی ہے تو شیخی نہ بگھارے

مر ترا ہم اے بدعویٰ مُستزاد — ایں بُد سنت اجتہاد و اعتقاد
اے بلند بانگ دعوے والے! تیرا بھی — یہی اجتہاد اور اعتقاد تیرے پاس ہے

چوں زنِ صوفی تو خائن بودۂ — دامِ مکر اندر دغا بگشودۂ
صوفی کی بیوی کی طرح تو بھی خائن ہے — تو نے دغابازی میں مکر کا جال پھیلایا ہے

کز زہر نا شستہ روئی گپ زنی — شرم داری وز خدا ہی خویش نی
کہ ہر بُرائی کے بارے میں تو گپیں مارتا ہے — تو شرم کرتا ہے اور اپنے خدا سے نہیں کرتا ہے

بیانِ[3] آنکہ غرض از بصیر و سمیع و علیم گفتن حق راچیست

اِس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کو بصیر اور سمیع اور علیم کہنے کا مقصد کیا ہے

از پئے آں گفت حق خود را بصیر — کہ بُود دیدِ وَیت ہر دم نذیر
اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو بصیر اسی لئے فرمایا ہے — تاکہ اُس کا تجھے دیکھنا ہر وقت نذیر رہے

از پئے آں گفت حق خود را سمیع — تا بہ بندی لب ز گفتارِ شنیع
اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو سُننے والا اسلئے فرمایا ہے — تاکہ تو بُری گفتگو سے ہونٹ بند کرلے

نہیں رہ سکتا، وہ بصیر ہے اُنکی بصارت سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کی بحث شروع کرکے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسماء صفاتی جن صفات کے بنے ہیں وہ صفت حضرت حق تعالیٰ میں بلند و اتم موجود ہے سمیع اللہ تعالیٰ سمیع ہے وہ سب کچھ سنتا ہے تو اسکا تقاضہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے کوئی بری بات نکالے اور رب کے کو

بھی وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو سنتا ہے۔

[1] باز۔ اب رہی پاکی اور نیکی کی بات تو اگر اِس کو نصیحت حاصل کرنی ہے تو وہ ہم سے بھی زیادہ جانتی ہے۔ یعنی داماد اسکو ہمارے پردے کا حال تو بہت اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ جہازی، بے سر و سامانی اور نیکی اور پردے سے اچھی طرح واقف ہو چکی ہے ظاہراً لڑکی کا بے جہیز اور بغیر خادمہ کے ہونا تو ظاہر تھا ہی اب وہ نیکی اور پردہ پوشی سے بھی واقف ہو گئی ہے۔

[2] شرحِ مستوری۔ لڑکی کی پردہ پوشی کو باپ کیا بیان کرے اُس سے وہ خود واقف ہو چکی ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح اُس پر کھل گئی ہے۔ ایں حکایت باغ والی معشوقہ نے عاشق کو یہ قصہ سنا کر کہا کہ یہ قصہ میں نے تجھے اسلئے سنایا ہے کہ جب تیری بے ادبی کھل گئی ہے تو وفاداری وغیرہ کے دعوے نہ کر۔ مر ترا۔ اُس معشوقہ نے اُس عاشق سے کہا کہ تیری حالت اُسی صوفی کی بیوی کی سی ہے اور صوفی کی بیوی کیطرح تو بھی خائن ہوتے ہوئے مکر اور دغا کا جال بچھا رہا ہے اور ہر وقت اپنے آپ کو بری ظاہر کر رہا ہے تو لوگوں سے شرماتا ہے اور خدا سے نہیں شرماتا ہے

[3] بیان۔ چونکہ عاشق نے شروع کر کہا تھا وارد باسمہ یسمع۔ یہ اللہ تعالیٰ پر جملہ موجود ہے اور وہ علیم ہے اُسکے عالم میں سے کوئی واقعہ باہر

از پئے آں گفت حق خود را علیم
اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو جاننے والا اسی لئے فرمایا

نیست اینہا بر خدا اسمِ علم[1]
یہ نام خدا کی، محض شناخت کے لئے نہیں ہیں

اسمِ مشتق ست زاوصافِ قدیم
یہ نام قدیم صفات سے بنے ہیں

ورنہ[2] تسخر باشد و طنز و دہا
ورنہ مذاق اور طنز اور مکر ہوگا

یا علم باشد چیی نامِ وقیح
یا کسی بے شرم کا نام احیادار ہو

طفلک نوزادہ را حاجی لقب
نئے پیدا ہوئے بچے کا حاجی لقب

گر بگویند ایں لقبہا در مدیح
(لیکن) اگر تعریف کے موقع پر یہ القاب بیان کیں

تسخر و طنزے بود آں یا جنوں
مذاق اور طنز یا پاگل پن ہوگا

من ہمی دانستمت پیش از وصال
میں ملنے سے پہلے ہی تجھے سمجھ گئی تھی

من[3] ہمی دانستمت پیش از لقا
میں تیرے بارے میں ملاقات سے پہلے جان گئی تھی

چونکہ چشمم سُرخ باشد در عمش
جب آنکھیں دکھنے میں میری آنکھیں سُرخ ہوں

تانیندیشی فسادے تو زبیم
تاکہ ڈر کر تو کوئی بُری بات نہ سوچے

کہ سیہ کافور دارد نام ہم
کیونکہ حبشی کا نام کافور بھی ہوتا ہے

نے مثالِ علتِ اولیٰ سقیم
(اللہ تعالیٰ) علتِ اولیٰ کی طرح ناقص نہیں ہے

کُز را سامع ضریراں را ضیا
بہرے کو سننے والا اور اندھوں کو روشنی (والا کہنا)

یا سیاہ و زشت را نامِ صبیح
یا کالے اور بدصورت کا نام حسین رکھنا

یا لقب غازی نہی بہر نسب
یا غازی لقب نسب کی وجہ سے تو رکھ دئے (مناسب ہے)

چوں ندارد آں صفت نبود صحیح
جبکہ اُس میں وہ خوبی نہیں ہے تو درست نہیں ہے

پاک حق عمّا یقولُ الظّالمون
اللہ (تعالیٰ) اُس سے پاک ہے جو ظالم کہتے ہیں

کہ نکو روئی ولیکن بدخصال
کہ تو اچھی صورت والا ہے لیکن بدعادت ہے

کز ستیزہ را سخی اندر شقا
کہ تو جھگڑالو ہونے کی وجہ سے بدبختی میں پڑے گا

دانمش زاں دردِ گر کم بنیمش
میں اسکو اُس درد سے جان جاتی ہوں اگرچہ اسکو نہیں دیکھتی ہوں

---

[1] اسمِ علم، وہ نام ہوتا ہے جو محض کسی کی شناخت کیلئے رکھ دیا جاتا ہے قطع نظر اس سے کہ اُس شئی میں وہ صفت موجود ہے یا نہیں جس سے وہ اسم بنا ہے۔ جیسے حبشی کے رہنے والے کا نام کافور رکھ دیا جاتا ہے حالانکہ اُس حبشی میں نہ کافور کی سی سفیدی ہے نہ خوشبو۔ اسمِ مشتق است۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اُس کی قدیم صفات سے بنے ہیں جن میں اُن صفات کے معانی موجود ہیں جیسے صفتِ سمع سے بنا ہے اور اُس میں قوتِ سماع موجود ہے اسی طرح علیم صفت علم سے بنا ہے اللہ تعالیٰ صفتِ علم سے متصف ہے۔ نے مثال۔ علامہ حضرت حق سبحانہٗ کو علتِ اولیٰ قرار دیتے ہیں اور اُس سے صرف مطلوبِ اوّل کا ثبوت بطریق وجوب مانتے ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت حق علتِ اولیٰ کی طرح نہیں ہے کہ اُس سے صرف مطلوبِ اوّل کا تعلق ہو اور وہ بھی بر سبیل وجوب بلکہ تمام اشیاء کا صرف وہی خالق ہے اور انہی تمام صفات سے متصف ہے اور وہ تمام کائنات کی علت ہے اور اسکی صفات کا تعلق بھی تمام کائنات سے ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے متصف نہ مانا جائے جس سے اسم وصفی بنا ہے تو یہ محض تسخر ہوگا بہرے کو سمیع کہنا، اندھے کو بصیر کہنا مذاق ہے جیسی، جبار، وقیع۔

بے دیا، بصیح، حسین، طفلک۔ باپ کے حاجی یا غازی ہونے کی وجہ سے کسی بچہ کا نام حاجی یا غازی محض پہچان کے لئے رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گر بگویند۔ اگر یہی الفاظ اُس بچہ کی تعریف میں بولے جائیں جس میں وہ صفت نہیں ہے تو یہ محض ایک مذاق ہوگا ——— [3] من ہمی۔ معشوقہ نے اُس عاشق سے کہا میں تمہاری ملاقات سے پہلے سمجھ گئی تھی کہ تو بیمار عشق ہے۔ چونکہ۔ کسی چیز کا مشاہدہ ہی اس کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اُس چیز کے آثار سے بھی علم حاصل ہو جاتا ہے۔ آنکھیں دُکھنے میں جب سُرخ ہو جاتی ہیں اگرچہ سرخی کو انسان نہیں دیکھتا ہے لیکن درد سے سمجھ جاتا ہے کہ آنکھیں سُرخ ہیں۔

۴۸۹

تو مرا چوں بُرہ دیدی بے شباں
تو مجھے بلا گڈریے والی بکری کا بچہ سمجھا

تو گماں بُردی ندارم پاسباں
تو نے خیال کیا کہ میرا کوئی نگہبان نہیں ہے

عاشقاں از دردزاں نالیدہ اند
عاشق درد میں اسی وجہ سے روتے ہیں

کہ نظر نا جانگہ مالیدہ اند
کہ بے موقع نظر بازی کرتے ہیں

بے شباں دانستہ اند آں بہی را
انھوں نے اُس ہرنی کو بے محافظ سمجھا

رائگاں دانستہ اند آں بہی را
انھوں نے اُس قیدی کو مفت جانا

تا ز غیرت تیر آمد بر جگر
یہاں تک کہ غیرت خداوندی سے جگر پر تیر لگا

کہ منم حارس گزاف کم نگر
کہ میں نگہبان ہوں، بیہودہ نگاہ نہ ڈال

کے کم از بُرہ کم از بُز غالہ ام
میں بکری اور بھیڑ کے بچے سے کم کب ہوں

کہ نباشد حارسِ اس از دُنبالہ ام
کہ میرے پیچھے نگہبان نہ ہوگا

حارسے دارم کہ مُلکش می سزد
میں وہ نگہبان رکھتی ہوں جس کو حکومت سزاوار ہے

داند آں بادے کہ بر من می وزد
وہ اُس ہوا کو بھی جانتا ہے جو مجھ پر چلتی ہے

سرد بود آں بادیا گرم آں علیم
وہ جانتا ہے، کہ وہ ہوا ٹھنڈی تھی یا گرم

نیست غافل نیست غائب از سقیم
اے بیمار! وہ نہ غافل ہے، نہ غائب ہے

نفسِ شہوانی ندارد نورِ جاں
شہوت والا نفس روح کا نور نہیں رکھتا ہے

من بدل کوریت می دیدم عیاں
میں دل کے ذریعہ تیرے اندھے پن کا مشاہدہ کر رہی

نفسِ شہوانی ز حق کرست و کور
شہوت والا نفس اللہ تعالیٰ سے بہرا اور اندھا ہے

من بدل کوریت می دیدم ز دُور
میں نے دل کے ذریعہ دور سے تیرے اندھے پن کو دیکھ لیا تھا

ہشت سالت زاں نپرسیدم ہیچ
اسی وجہ سے آٹھ سال سے میں نے تجھے نہیں پوچھا

کہ پُرت دیدم ز جہل و پیچ پیچ
کیونکہ میں نے تجھے نادانی اور الجھن سے پُر دیکھ لیا تھا

خود چہ پرسم زانکہ او باشد تبوں
جو بُتی میں ہو اُس کے بارے میں کیا پوچھوں

کہ تو چونی چوں بُود او سرنگوں
کہ تو کیسا ہے؟ جبکہ وہ اوندھا ہے

مثل آنکہ گلخن و تقوی حمام — و توانگراں سرگیں کشانند

اس کی مثال کہ دنیا بھٹی اور تقوی حمام اور مالدار اُپلے ڈالنے والے ہیں

کہ جیسے کھیل صاف کرکے بھٹے ہیں تو دنیا کا مال بھٹی کے ایندھن کی طرح ہے اور دنیا دار بھٹی روشن کرنے والوں کی طرح ہیں اور متقی حمام میں نہانے والوں کی طرح ہیں۔

۱؎ تو مرا: معشوق نے عاشق سے کہا کہ تو نے مجھے بے رکھوالا... بکری کا بچہ سمجھا اور مجھے بغیر نگہبان کے جانا کہ نظر۔ نظر بازوں کا لفظ دھوکا کہ گناہ کی سزا ہے غلطی۔ یعنی معشوق ہوں۔ قیدی عورت۔ غیرت۔ یعنی غیرت خداوندی۔ حارس۔ نگہبان۔ بُرہ۔ بکری کا بچہ۔ بزغالہ۔ پہاڑی بکری۔

۲؎ حارسے۔ یعنی میرا محافظ وہ خدا ہے جو علیم و خبیر ہے وہ اُس ہوا کو بھی جانتا ہے جو میرے اوپر سے گذرتی ہے۔ نفسِ شہوانی۔ تیرا نفس شہوت پرست ہے جس میں روح کا کوئی نور نہیں ہوتا ہے اور وہ اللہ کے معاملہ میں اندھا بہرا ہوتا ہے۔

۳؎ ہشت۔ تو آٹھ سال سے میرے فراق میں ہے چونکہ میں سمجھتی تھی کہ تو جہل اور نادانی سے پُر ہے لہٰذا میں نے تیری کوئی پروا نہیں کی۔ خود۔ جو شخص خود تباہی کی بھٹی میں گرا ہوا اُس کے احوال معلوم کرنا بے وقوفی ہے۔ تون۔ بھٹی کا اوندھا۔ مثل۔ حمام میں پانی گرم کرنے کے لئے بھٹی بنائی جاتی ہے جس میں گوبر اور کوڑا کرکٹ جلایا جاتا ہے حمام کے خدمتگار اُس بھٹی میں گوبر وغیرہ لاکر ڈالتے ہیں اور گندے رہتے ہیں حمام میں نہانے والے اچھے لوگ ہیں

۸۹۱۵

شہوتِ دنیا مثالِ گلخن ست — کاز و حمامِ تقویٰ روشن ست

دنیا کی شہوت بھٹی جیسی ہے — جس سے پرہیزگاری کا حمام روشن ہے

لیک[1] قسمِ مشتقی زیں ہر دو صفات — زانکہ در گرمابہ است و در لقاست

لیکن اس بھٹی سے مشقی کا حصہ اضافی ہے — کیونکہ وہ حمام میں ہے اور پرہیزگاری میں ہے

اغنیا را مانندۂ سرگین کشاں — بہرِ آتش کردنِ گرمابہ داں

مالداروں کو اپلے لانے والوں کی طرح — حمام کو گرمانے کے لئے سمجھو

اندر ایشاں حرص بنہادہ خدا — تا بود گرمابہ گرم و با نوا

اللہ (تعالیٰ) نے اُن میں حرص رکھدی ہے — تاکہ حمام گرم اور پُر رونق ہو

ترکِ ایں تو گیر و در گرمابہ آں[2] — ترکِ تو راعینِ آں گرمابہ داں

اس بھٹی کو چھوڑ اور حمام میں جا — بھٹی کو چھوڑنا بعینہٖ حمام سمجھ

ہر کہ[3] در تون ست او چوں خادم ست — مر ورا کہ صابر ست و حازم ست

جو بھٹی میں ہے وہ خادم جیسا ہے — اس شخص کے لئے جو صابر اور محتاط ہے

ہر کہ در حمام شد سیمائے او[4] — ہست پیدا بر رخِ زیبائے او

جو شخص حمام میں چلا گیا، اس کی علامت — اس کے حسین چہرے پر ظاہر ہے

تونیاں را نیز سیما آشکار[5] — از لباس و از دخان و از غبار

بھٹی والوں کی علامت بھی ظاہر ہے — کپڑوں اور دھوئیں اور غبار سے

ور نہ بینی روشِ بویش بگیر[6] — بوئے صا آمد برائے ہر ضریر

اگر تو اس کا چہرہ نہیں دیکھتا ہے اس کی بُو لے — بُو، ہر اندھے کی لاٹھی ہے

گر نداری[7] بوئے دار آرش در سخن — از حدیثِ نو بداں رازِ کہن

اگر تجھے سونگھنا نہیں آتا اس سے بات کر — نئی بات سے پرانا راز سمجھ لے

پس بگوید تونی صاحب فریب[8] — بست سلّہ چرک بردم تا بشب

سونے کا مالک، بھٹی والا کہتا ہے — میں رات تک گوبر کے بیس ٹوکرے اٹھاتے گیا ہوں

حرصِ تو چوں آتش ست اندر جہاں[9] — باز کردہ ہر زبانہ صد دہاں

دنیا میں تیری حرص آگ کی طرح ہے — ہر شعلہ نے سو سو منہ پھیلا رکھے ہیں

پیشِ عقل ایں زر چو سرگیں ناخوش ست — گرچہ چوں سرگیں فروغِ آتش ست

عقل کے نزدیک یہ سونا گوبر کی طرح بُرا ہے — اگرچہ وہ گوبر کی طرح آگ کی چمک والا ہے

---

[1] لیک، مشقی اس دنیا کے تمام سے پاک و صاف ہے، مگر یہ حمام، اندر الخیاں دنیاداروں میں دولت کی حرص نہ ہوتی تو یہ بھٹی گرم نہ ہوتی۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بھٹی کا رُخ نہ کرے حمام میں داخل ہو۔

[2] ہر کہ دنیاداروں نے اہل تقویٰ کو اپنے کاموں سے فارغ کر دیا ہے ورنہ ان کو فرصت ہوتا پڑتا تو گویا دنیادار متقیوں کے خود گذار اور خادم ہیں (حمام شہ: تقوے کے آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔

[3] تونیاں۔ دنیاداروں کے احوال ان کی علامتوں سے پہچان لئے جاتے ہیں۔ ورنہ، اگر تم میں یہ استعداد نہیں ہے کہ دنیاداروں کے چہرے سے ان کے احوال پڑھ لو، تو پیش یعنی انکی عادتوں سے ان کے احوال سمجھ لو۔

[4] جو اندھا چونکہ نہیں دیکھ سکتا ہے وہ خوشبو سے چیز کی حقیقت سمجھ لیتا ہے۔

[5] گر نداری بوئے دار، اگر تم ان کی عادتوں سے انکے احوال سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے ہو تو انکی گفتگو سے انکے احوال سمجھ لو۔ پس بگوید۔ مالدار، دنیادار کہے گا کہ آج میں نے بیس ٹوکرے گوبر کی جا، حرص تو حرص سے بھی ایسے ہی شعلے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ گوبر کے اپلوں سے۔ پیش عقل، عقلمند گوبر اور سونے کو برابر سمجھتا ہے کیونکہ وہ بھی آتش حرص کو اسی طرح فروغ دیتا ہے جس طرح گوبر آگ کو فروغ دیتا ہے۔

آفتابے کہ دم از آتش زند
سورج جو آگ کا دم بھرتا ہے

چرکِ تر را لائقِ آتش کند
تر گوبر کو آگ کے قابل بناتا ہے

آفتاب[1] آں سنگ را ہم کرد زر
سورج نے پتھر کو بھی سونا بنایا ہے

تا بتونِ حرص افتد صد شرر
تاکہ لالچ کی بھٹی میں سو چنگاریاں پیدا ہوں

آنکہ گوید مال گرد آوردہ ام
جو یہ کہتا ہے کہ میں نے مال جمع کیا ہے

چیست یعنی چرک چندیں کردہ ام
کیا ہے؟ یعنی اتنا گوبر حاصل کیا ہے

ایں سخن گرچہ رسوائی فزاست
یہ بات اگرچہ رسوائی میں اضافہ کرنے والی ہے

درمیانِ تو بیاں زیں فخر ہاست
بھٹی والوں میں اس پر بڑا فخر کیا جاتا ہے

کہ تو شش سلّہ کشیدی تا بشب
کہ تو نے رات تک چھ ٹوکرے حاصل کئے

من کشیدم بست سلّہ بے کرب
میں نے آسانی سے بیس ٹوکرے کمائے

آنکہ[2] در تتوں زاد و پاکی را ندید
جو بھٹی میں پیدا ہوا اور اس نے پاکی نہیں دیکھی

بوئے مشک آرد بر و رنجے پدید
مشک کی خوشبو اس میں مرض پیدا کر دے گی

گر بتوں انباز خواہی بود تو
اگر تو بھٹی کا شریک بنے گا

زیں زیاں ہرگز نہ بینی سود تو
اس نقصان کی بجائے تو کبھی نفع نہ حاصل کریگا

قصّہ[3] آں دباغ کہ در بازارِ عطّاراں از بوئے عطر بیہوش شد
اس کھال رنگنے والے کا قصہ جو عطر فروشوں کے بازار میں عطر کی خوشبو سے بیہوش ہو گیا

آں یکے دباغ در بازار شد
ایک چمڑا رنگنے والا بازار گیا

تا خرد آنچہ ورا در کار بد
تاکہ جو اسے درکار تھا وہ خریدے

ناگہاں افتاد بیہوش و خمید
اچانک بے ہوش ہو کر گر گیا اور جھک گیا

چونکہ در بازارِ عطّاراں رسید
جیسے ہی وہ عطر فروشوں کے بازار میں پہنچا

بوئے عطرش زود زعطاران بداد
یعنی عطاروں کی طرف سے اسکو عطر کی خوشبو لگی

تا بگردیدش سر و بر جا فتاد
یہاں تک کہ اس کا سر چکرایا اور وہیں گر گیا

ہمچو مُردار اوفتاد و بے خبر
مُردے کی طرح گر گیا اور بیہوش

نیم روز اندر میانِ راہگذر
دوپہر میں سڑک کے درمیان

---

[1] آفتاب۔ سورج کی گرمی ہی تر گوبر کو خشک کر کے آگ سے جلنے والا بناتی ہے۔ سورج ہی پتھر کو گرما کر اس کی رگوں میں سونا پیدا کرتا ہے تاکہ وہ سونا حرص کی بھٹی میں پہنچ کر حرص کی چنگاریوں کو فروغ دے۔ آنکہ۔ جو دنیا دار یہ کہہ رہا ہے کہ اس نے مال جمع کیا ہے تو اس نے دراصل آتش حرص کے لئے گوبر جمع کیا ہے۔ ایں سخن۔ گوبر جمع کرنا اگرچہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے لیکن بھٹی والوں میں یہ فخر ہے۔ وہ فخریہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ تو نے چھ ٹوکرے گوبر جمع کیا ہے تو میں نے بیس ٹوکرے جمع کئے ہیں۔ یہی دنیا داروں کی حالت ہے۔

[2] آنکہ۔ جس شخص کا نشو و نما بھٹی کے ماحول میں ہوا ہے اس لیئے گوبر کی بدبو اس کو مشک سونگھاؤ گے تو اس سے اسے تکلیف پہنچے گی۔ گر تو ہیں اگر تم بھی اس کے اس بھٹی کے کاروبار میں شریک ہو جاؤ گے تو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکو گے۔ دنیا داروں کی صحبت میں تمہاری بھی وہی حالت ہو جائے گی جو ان دنیا داروں کی ہے۔

[3] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جیسی صحبت ہوتی ہے اسی طرح کی عادتیں پڑ جاتی ہیں۔ دباغ۔ کچا چمڑا رنگنے والے۔ عطّار۔ عطر فروش۔ راہ۔ حکیم۔ بھٹی۔ عقلمند۔ نیم روز۔ دوپہر۔

۶۹۲

جمع آمد خلق بر وے آں زماں
اُسوقت لوگ اُس کے پاس جمع ہو گئے

جملگاں لاحول خواں در ماں[1] کناں
سب لاحول پڑھتے ہوئے اعلاج کرتے ہوئے

آں یکے کف بر دلِ اُو می براند
ایک اُس کے دل پر ہاتھ پھیرتا تھا

وز گلاب آں دیگرے بر وے فشاند
دوسرا اُس پر گلاب چھڑکتا تھا

اُو نمی دانست کاندر مرتعہ
وہ یہ نہ جانتا تھا کہ چراگاہ میں

از گلاب آمد وُرا آں واقعہ
یہ حادثہ اُس کو گلاب سے پیش آیا ہے

آں یکے دستش ہمی مالید و سر
ایک اُس کا ہاتھ اور سر ملتا تھا

واں دگر کہگل ہمی آورد تر
دوسرا مٹی تر کر کے لاتا تھا

آں بخور و عود و شکر زد بہم
ایک دھونی اور اگر اور شکر ملاتا تھا

واں دگر از بو ششش می کرد کم
دوسرا اُس کے کپڑے کم کرتا تھا

واں شدہ خم تا نفس چوں می کشد
دوسرا جھکا ہوا تھا کہ وہ سانس کیسے لے رہا ہے

واں دگر بُو از دہانش می شمد
دوسرا اُس کے منہ کی خوشبو سونگھتا تھا

واں دگر[2] بنبضش گرفتہ از خرد
دوسرا عقلمندی سے اُس کی نبض پکڑے ہوئے

منتظر تا نبضِ اُو چوں می جہد
منتظر تھا کہ اُس کی نبض کیسی چل رہی ہے

تا کہ مے خورد ست یا بنگ و حشیش
تاکہ (معلوم کرے) اُس نے شراب پی ہے یا بھنگ و حشیش

خلق در ماندند اندر بیہشیش
لوگ اُس کی بیہوشی (کے سبب) میں عاجز آ گئے

پس خبر بُردند خویشاں را شتاب
تو اُنھوں نے فوراً رشتہ داروں کو خبر دی

کہ فلاں اُفتادہ است آنجا خراب
کہ فلاں اُس جگہ بے ہوش پڑا ہے

کس نمی داند کہ چوں مصروع گشت
کوئی نہیں سمجھ رہا ہے، کہ کیوں بیہوش ہوا ہے

یا چہ شد کُو را فتاد از بام طشت
یا کیا ہوا ہے، کہ اُس کا راز فاش ہو گیا ہے

یک برادر داشت آں دبّاغ رفت
اُس چمڑا رنگنے والے کا ایک بڑا بھائی تھا

گر پزود دانا بیامد زود تفت
چالاک اور سمجھدار، وہ جلد سرگرمی سے آیا

اند کے سرگین[3] سگ در آستیں
تھوڑا سا کتّے کا پاخانہ آستین میں

خلق را بشگافت و آمد با حنیں
لوگوں کو چیرا، روتا ہوا آیا

گفت من رنجش ہمی دانم زچیست
بولا میں اُس کا مرض جانتا ہوں کس وجہ سے ہے؟

چوں سبب دانی دوا کردن جلی ست
جب تو سبب جان لے دوا کرنا آسان ہے

---

[1] درماں۔ علاج۔ مرتفہ۔ چراگاہ، یہاں عطاروں کا بازار مُراد ہے۔ فاقہ۔ یعنی بے ہوشی۔ کہگل۔ کاہ اور گل سے مرکب ہے وہ مٹی جس میں بھوسہ یا کوئی گھاس ملا کر اُس سے دیواروں کو لیپا جاتا ہے۔ تر۔ تر مٹی... سونگھانے سے بیہوش کو افاقہ ہو جاتا ہے۔ بخور۔ دھونی بوشش۔ کپڑے کم کر دینے سے فرحت کے سبب بیہوش ہوش میں آجاتا ہے۔ دہانش۔ تاکہ منہ کو سونگھ کر سمجھ لے کہ بیہوشی کسی نشہ آور چیز کی وجہ سے تو نہیں ہے۔

[2] واں دگر۔ نبض کے ذریعہ سے بیہوشی کے سبب کا علم ہو سکتا ہے۔ بنگ۔ بھنگ۔ حشیش۔ گھاس، بھنگ۔ خونشاں۔ یعنی دباغ کے رشتہ دار۔ مصروع۔ مرگی کا بیہوش، بے ہوش۔

[3] سرگین سگ۔ کتّے کا پاخانہ۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ جلی۔ واضح، یعنی مرض کا سبب معلوم ہو جانے پر دوا آسان ہو جاتی ہے اور اگر مرض کی تشخیص نہ ہو تو علاج بہت مشکل ہوتا ہے۔

چوں سبب معلوم نبود مشکل ست
جب سبب معلوم نہ ہو، مشکل ہے

داروئ رنج و درد و صد محل ست
مرض کی دوا اور اس میں سو احتمال ہیں

چوں بدانستی سبب آسہل شد
جب تو نے سبب جان لیا، آسان ہو گیا

دانش اسباب دفع جہل شد
اسباب کا جاننا، نادانستگی کا رفیع ہو گیا

گفت[1] با خود ہستش اندر مغز و رگ
اس نے دل میں کہا اس کے دماغ اور رگ میں ہے

توئے بر تو بوئ آں سرگین سگ
کتے کے پاخانے کی بو تہ بہ تہ

تا میاں اندر حدث اُو تا بشب
یہاں تک کہ وہ بدبو میں رات تک

غرق دباغی ست اورا روزی طلب
چمڑے رنگنے میں ڈوبا ہوا ہے، روزی کمانے والا

با حدث کرد ست عادت سال و ماہ
اس نے سالوں اور مہینوں بدبو کی عادت ڈالی ہے

بوئے عطرش لاجرم سازد تباہ
اس کو عطر کی خوشبو لامحالہ تباہ کر دے گی

پس مخنثیں گفت ست جالینوس مہ
تو اسی لئے جالینوس اعظم نے کہا ہے

انچہ عادت داشت بیمار آنش دہ
جس چیز کی بیمار کو عادت تھی وہ دے

کز[2] خلاف عادتست آں رنج او
کیونکہ اس کا مرض عادت کے خلاف ہونے سے ہوا ہے

پس دوائے رنجش از معتاد جو
تو اس کے مرض کی دوا اس کی عادی چیز میں تلاش کر

چوں جعل گشت ست از سرگین کشی
وہ گوبر ترک کرنے سے گبرونڈے کی طرح ہو گیا ہے

از گلاب آید جعل را بیہشی
تو گبرونڈے کو گلاب سے بے ہوشی ہو گی

ہم ازاں سرگین سگ داروئ اوست
کتے کے پاخانے سے ہی اس کی دوا ہے

کہ بداں اُو را ہمی معتاد و خوست
کہ اسی کی اس کو عادت اور خو ہے

انجیثات[3] الخبیثین را بخواں
انجیثات اور الخبیثین کو پڑھ

رمز و پشت ایں سخن را باز داں
اس بات کے ظاہر اور باطن کو خوب سمجھ لے

ناصحاں اُو را بغیر یا گلاب
نصیحت کرنے والے عنبر یا گلاب سے اس کا

می دوا سازند بہر فتح باب
علاج کرتے ہیں (ہدایت کے) دروازے کی کشادگی کے لئے

---

[1] گفت۔ اس دباغ کے بھائی نے سوچا کہ در اصل اس کا دماغ خبر بو کا عادی ہے جو کہ یہ رات دن سڑے ہوئے چمڑے رنگتا ہے۔ بالفرض جبکہ اس کو یہ بو کی عادت ہے تو خوشبو اس کو لامحالہ تباہ کر دے گی جالینوس۔ یونان کا مشہور طبیب ہے اس نے کہا ہے کہ مریض کے مزاج کے موافق دوا تجویز کرو۔

[2] کز۔ عموماً خلاف عادت حادثے سے مرض پیدا ہوتا ہے تو مزاج کے مطابق دوا دینے سے زائل ہو جائیگا۔ معتاد۔ جس چیز کی عادت ہو۔ جعل۔ گبرونڈا اگر وہ کو اگر گلاب سنگھائی گے وہ بیہوش ہو جائے گا.... داروئ اوست۔ گبرونڈے کا علاج گوبر سے ہی کیا جاسکتا ہے۔

[3] انجیثات۔ قرآن میں ہے۔ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات عام طور پر مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے۔ مولانا نے انجیثات سے بری عادتیں اور الطیبات سے اچھے اخلاق مراد لئے ہیں۔ ناصحاں۔ بدطینت لوگوں کی نصیحت میں ناصح بھی باتیں سناتے ہیں جو ان کی عادت کے مطابق نہیں ہیں لہٰذا ان کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی ہے۔

۱۹۰۷

مرخبیثاں[1] را نسازد طیبات — در خور و لائق نباشد اے ثقات
بھلی باتیں خبیثوں کے موافق نہیں پڑتی ہیں — اے معتمد! یہ باتیں انکے مناسب اور لائق نہیں ہوتیں

چوں زعطر وحی کژ گشتند و گم — بدفغاں شاں کہ تطیرنا بکم
وہ جب وحی کے عطر سے ٹیڑھے اور محروم ہوگئے — اُن کا نعرہ تھا "ہم تم سے بدفالی پکڑتے ہیں"

رنج و بیمار یست مارا ایں مقال — نیست نیکو وعظ تاں مارا فال
ہمارے لئے یہ گفتگو مرض اور بیماری ہے — تمہارا وعظ ہمارے لئے اچھی فال نہیں ہے

گر بیا غازید نصحے آشکار — ما کنیم آں دم شمارا سنگسار
اگر تم نے علی الاعلان نصیحت شروع کی — تب ہم تمہیں سنگسار کردیں گے

ما[2] بہ لہو و لعب فربہ گشتہ ایم — در نصیحت خویش را نسرشتہ ایم
ہم کھیل کود سے موٹے ہوئے ہیں — ہم نے اپنے آپ کو نصیحت سے وابستہ نہیں کیا ہے

ہست قوت مادر وغ و لاف و لاغ — شورش معدہ ست مارا زیں بلاغ
ہمارا غذا جھوٹ اور شیخی اور مذاق ہے — ہمیں اس تبلیغ سے مشغل ہوتی ہے

رنج را صد تو و افزوں می کنند — عقل را دارو بافیوں می کنند
مرض تو سو گنا اور زیادہ کرتے ہیں — عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں

گند کفر و شرک ایشاں بحد ست — ہیں کہ دباغ اُو فتادہ بیخود ست
اُن کے کفر و شرک اور کفر کی گندگی بیحد ہے — خبردار! وہ چمڑا رنگنے والا بے ہوش ہے

معالجہ کردن برادر دباغ، دباغ را بخفیہ ببوئے سرگیں

(کتے کے پاخانہ کی بو سونگھنے پر چمڑا رنگنے والے کے بھائی کو چمڑا رنگنے والے کا علاج کرنا)

خلق[3] را می راند از وے آنچواں — تا علاجش را نبیند آں کساں
اُس کو یہ اُن نے لوگوں کو اس سے بھگا دیا — تاکہ وہ لوگ اُس کا علاج نہ دیکھ سکیں

سر بگوشش بُرد ہمچوں راز گو — پس نہاد آں چیز بر بینی اُو
اُسنے راز کہنے والے کی طرح سر اُسکے کان کے قریب کیا — پھر اُس نے وہی چیز اُس کی ناک پر رکھ دی

کو بکف سرگین سگ سائیدہ بود — داروی مغز پلیداں دیدہ بود
اسلئے کہ اُس نے ہتھیلی پر کتے کا پاخانہ مَلا تھا — ناپاک دماغ کا علاج اُس کو بھا تھا

چونکہ بوی آں حدث را واکشید — مغز را تستش بوی ناخوش را سزید
جب اُس نے اس ناپاکی کی بو سونگھی — اُس کا گندا دماغ بدبو کے لائق تھا

[1] مرخبیثاں: جملہ نصیحتیں خبیثوں کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں، چونکہ وحی کا عطر اُنکے دماغ کے موافق نہیں ہے تو وہ اُس کو "سرسام" بتلاتے ہیں اور انکو وعظ و نصیحت گراں گذرتی ہے۔ گویا کہ یہ انبیاء کو دھمکیاں دینی شروع کردیتے ہیں۔

[2] ما: کفار نے انبیاء سے کہا کہ ہماری پرورش کھیل کود میں ہوئی ہے ہمارا مزاج نصیحت سے میل نہیں کھاتا ہے۔ لغ۔ ہنسی مذاق۔ شورش۔ یعنی اس نصیحت سے ہمارا جی گھبراتا ہے۔ تبلیغ۔ ان کفار پر افسوس ہے یہ اپنے مرض میں اور اضافے کرتے ہیں افیون کا علاج افیون سے کرتے ہیں جو خود عقل کو خراب کرتی ہے۔ یعنی مولانا فرماتے ہیں ان کفار کی حالت کو چھوڑو، دباغ بیہوش پڑا ہے اُسکے قصہ کی تحقیق کرو۔

[3] خلق را: دباغ کے بھائی نے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا تاکہ کوئی اُسکے معالجہ سے واقف نہ ہوسکے مگر بگوشش۔ اُسنے اپنا سر اُسکان کی طرف کیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ کان میں کوئی دوا پڑنے رہا ہے اور پھر اُسکے بعد کتے کی ناک پر کتے کا پاخانہ سونگھا دیا۔

495

ساعتے[1] شد مُردہ جُنبیدن گرفت — خلق گفتند ایں فسونے بد شگفت

تھوڑی دیر گذری کہ مُردے نے حرکت کرنی شروع کر دی — لوگوں نے کہا یہ منتر بھی عجیب تھا

کاین نخواند افسوں بگوشِ او دمید — مُردہ بود افسوں بفریادش رسید

کہ اُس نے منتر پڑھا اور اُس کے کان میں پھونکا — وہ مُردہ تھا، منتر اُس کی مدد کو آگیا

جُنبشِ اہلِ فساد آں سُو بُود — کہ زنا و غمزہ و ابرو بُود

مفسدوں کی حرکت اُس جانب کو ہوتی ہے — جہاں زنا اور ناز ادا اور ابرو (کا اشارہ) ہو

ہر کرا مُشک نصیحت سُود نیست — لاجرم با بُوئے بد خو کرد نیست

جس کو نصیحت کے مُشک سے فائدہ نہیں ہے — لامحالہ بدبو کی عادت ہے

مُشرکاں[2] را زاں نجس خواندست حق — کاندرونِ مُشک زادند از سبق

اللہ (تعالیٰ) نے مشرکوں کو اسی لئے نجس کہا ہے — کیونکہ وہ ازل سے مینگنیوں میں پیدا ہوئے ہیں

کرم کو زادست از سرگیں ابد — می نگرداند بغیر بدخوئی خود

وہ کیڑا جو گوبر سے پیدا ہوا ہے، کبھی — اپنی عادت بدبو کی نہیں ڈال سکتا

چوں نزد بر وے مُشارِ رشتِ نور — اُو ہمہ جسم ست بے دل چوں قشور

کیونکہ اس پر نور کے چھڑکاؤ کا چھینٹا نہیں لگا ہے — وہ چھلکوں کی طرح مجسم جسم ہے نہ کہ دل

در زرشتِ نورِ حق فیشش داد — ہمچو رسمِ مصر[3] سرگیں مُرغ زاد

اگر اللہ (تعالیٰ) نے اسکو نور کے چھڑکاؤ میں حصہ دیا — تو مصریوں کے رواج کے مطابق گوبر نے مرغ پیدا کیا

لیک نے مُرغِ خسیس خانگی — بلکہ مُرغِ دانش و فرزانگی

لیکن گھریلو کمینہ مُرغ نہیں — بلکہ عقل و دانش کا مُرغ

تو بداں مانی کزاں نورِ رہی — زانکہ بینی بر پلیدی می نہی

تو بھی اُس (دماغ) کی طرح ہو کہ اُس نور سے خالی ہے — کیونکہ تو نجاست پر ناک رکھتا ہے

از فراقت زرد شد رُخسار و رُو — برگِ زردی میوۂ ناپختہ تُو

فراق میں تیرا رخسار اور چہرہ زرد ہو گیا ہے — تو پیلا پتہ ہے، تو کچا پھل ہے

---

[1] ساعتے۔ جب اُس فواسنے بدبو سونگھی تو اُسکو ہوش آنا شروع ہو گیا لوگ حیران ہو گئے کہ عجب منتر تھا کہ کان میں پھونکتے ہی اُس کو ہوش آنے لگا۔ جنبش۔ بدکاروں کو بزرگوں کے قصے سناؤ تو اُن کو مزا نہیں آتا ہے ہاں زنا اور عشق و محبت کی داستان سے خوش ہوتے ہیں۔ ہر کرا۔ بھلی باتیں جس کے مزاج کے موافق نہ ہوں تو یقیناً اُس نے بُری باتوں کی عادت ڈال رکھی ہے۔

[2] مُشرکاں۔ قرآن پاک میں ہے۔ انما المشرکون نجس مشرک نجس ہیں چونکہ اُن لوگوں کی نشو و نما گندے ماحول میں ہوئی ہے اسی لئے قرآن نے اُن کو نجس کہا ہے۔

کرم۔ جو کیڑا گوبر میں پیدا ہوا ہے عنبر سونگھانے سے اُس کا مزاج نہ بدلے گا۔ چوں۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَۃٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْہِمْ مِنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِکَ النُّوْرِ فَقَدْ اِھْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاَہُ ضَلَّ غَوٰی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے خلق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا ہے پھر اُن پر اپنا نور چھڑکا تو جس پر وہ نور پڑا اُس نے ہدایت پائی اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا۔

[3] رسمِ مصر۔ مصری لوگ انڈے کو گوبر میں دبا کر اُس سے بچہ نکال لیتے تھے یہ اُن کا ایک تعجب انگیز طریقہ تھا تو گندے ماحول میں کسی بھلے کا پیدا ہونا بھی ایسا ہی تعجب خیز ہے۔ بلکہ۔ گندے ماحول میں پیدا شدہ نیک انسان بڑا راسخ العمل ہوتا ہے۔ تو بداں۔ مشورہ نے عاشق سے کہا تو بھی اُس دماغ کی طرح ہے اسی لئے گندے اخلاق کا عادی ہے۔ از فراقت۔ فراق کی گرمی سے تو زرد پتہ بن گیا لیکن پختہ پھل نہ بنا۔

دیگ ز آتش شد سیاہ و دُود فام — گوشت از سختی چنیں ماندست خام

دیگ۔ آگ سے کالی اور دھوئیں کی طرح ہوگئی — گوشت سختی کی وجہ سے اسی طرح کچا ہے

ہشت سالت جوش دادم در فراق — کم نشد یک ذرہ خامیت از نفاق

میں نے آٹھ سال فراق میں تجھے جوش دیا — نفاق کی وجہ سے تیری خامی ایک ذرہ کم نہ ہوئی

خامی و ہرگز نخواہی پختہ تو — گر ہزاراں بار جوشی اے عتو

تو کچا ہے اور ہرگز نہ پکے گا — اے سرکش! خواہ ہزاروں بار جوش کھائے

غورہ تو سنگ بستہ از سقام — غورہا اکنوں مویز ند و تو خام

بیماری سے تیرا انگوروں کا گچھا پتھر ہوگیا ہے — خوشے مشمش بن گئے اور تو کچا ہے

عذر خواستن عاشق گناہِ خود را ابتلبیس و رُوپوش و فہم کردن معشوق آں را نیز

مکاری اور تلبیس سے عاشق کا خطا کی عذر خواہی کرنا اور معشوقہ کا اس کو سمجھ جانا

گفت عاشق امتحان کردم مگیر — تا بہ بینم تو حریفی یا ستیر

عاشق نے کہا معاف کر، میں آزما رہا تھا — تاکہ سمجھ لوں کہ تو یارِ مجلس ہے یا پردہ نشین

من ہمی دانستمت بے امتحاں — لیک باشد کے خبر ہمچو عیاں

میں تجھے بغیر امتحان کے بھی جانتا تھا — لیکن خبر، مشاہدہ کی طرح کب ہوتی ہے؟

آفتابی نامِ تو مشہور و فاش — چہ زیانست ار بکردم ابتلاش

تو سورج ہے، تیرا نام مشہور اور ظاہر ہے — کیا نقصان ہوا اگر میں نے اس کو آزمایا؟

تو منی من خویشتن را امتحاں — می کنم ہر روز در سود و زیاں

تو میں ہوں، میں اپنا امتحان — نفع اور نقصان میں روز کرتا ہوں

انبیا را امتحاں کردہ عدات — تا شدہ ظاہر از ایشاں معجزات

دشمنوں نے انبیاء کا امتحان لیا ہے — حتیٰ کہ اُن سے معجزے ظاہر ہوئے

امتحانِ چشمِ خود کردم بہ نور — ایکہ چشمِ بد ز چشمانِ تو دُور

میں نے روشنی کے ذریعہ اپنی آنکھ کا امتحان کیا — اے وہ (محبوب)! کہ تیری آنکھوں سے چشمِ بد دُور ہے

بگڑنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ امتحان۔ میں نے دراصل اپنی آنکھ کو آزمایا اس میں تیری ناراضی بے موقع ہے۔

۱؎ دیگ۔ تیری مثال تو یہ ہے کہ دھوئیں سے دیگ تو کالی پڑ گئی لیکن گوشت کچا رہا۔ بیشک میں نے تجھے آٹھ سال تک فراق سے جوش دیا لیکن تیری خامی میں کوئی تبدیلی نہ پیدا ہوئی۔ خامی اگر ہزار مرتبہ بھی تجھے جوش دیا جائے گا یہ بھی تیری خامی دور نہ ہوگی۔ غورہ۔ انگور کا جو خوشہ پتھرا جائے پھر گرمی سے بھی نہیں پکتا ہے۔ تو یہ۔ انگور بگڑ ہو جانے کے بعد مشمش بنتا ہے۔

۲؎ عذر۔ اب عاشق نے مکاری سے عذر خواہی کی اور اپنے فعل کی غلط توجیہ شروع کر دی۔ گفت۔ عاشق نے کہا میں نے جو لینے کا ارادہ اس لئے کیا تھا کہ تجھے آزماؤں کہ تو برائی پر راضی ہوتی ہے یا پاک دامن ہے۔ حریف۔ یار، ستیز، ستور، پردہ نشین۔

۳؎ من۔ اگرچہ میں تجھے نیک ہی سمجھتا تھا لیکن مزید اطمینان کے لئے ایسا کر رہا تھا۔ آفتابی۔ تیری نیکی روز روشن کی طرح ظاہر ہے، آزمانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ انبیاء۔ دشمنوں نے انبیاء کو آزمایا اور ان سے معجزے طلب کئے تو ان کی نبوت اور پختہ ہو گئی۔ تو منی۔ تجھ اور مجھ میں اتحاد ہے، تیرا امتحان دراصل میرا امتحان ہے اس میں تیرے

۴۹۶

ایں[1] جہاں ہمچو خرابہ است و تو گنج
یہ دنیا کھنڈر کی طرح ہے اور تو خزانہ ہے

گر تفحص کردم از گنجت مرنج
اگر میں نے تیرے خزانہ کی تلاش کی تو تجھے نہ رنج

زاں چناں بے خردگی کردم گزاف
میں نے اس لئے ایسی لغو بے عقلی کی

تا زنم با دشمناں ہر بار لاف
تاکہ دشمنوں کے مقابلہ میں بڑھ کر بات کہہ سکوں

تا زبانم چوں ترا نامے نہد
تاکہ میری زبان جب تیرا نام لے

چشم ازیں دیدہ گواہی ہا دہد
آنکھ، اس چشم دید کی گواہیاں دے

گر شدم[2] در راہ حرمت راہزن
اگر میں تیری حرمت کا ڈاکو بنا ہوں

آمدم اے مہ بشمشیر و کفن
اے چاند! میں تلوار اور کفن لے کر آگیا ہوں

جز بشمشیر خود اے شاہم مکش
اے میرے شاہ! مجھے اپنی تلوار کے علاوہ کسی چیز سے قتل نہ کر

بیش ازیں از دوری اے ماہم مکش
اے میرے چاند! اس سے زیادہ فراق سے مجھے نہ مار

جز بدست خود مبرم پا و سر
میرے پاؤں اور سر اپنے ہاتھ ہی سے کاٹ

کہ ازیں دستم نہ از دست دگر
کیونکہ میں اس ہاتھ کا ہوں نہ کہ دوسرے کے ہاتھ کا

از جدائی باز می رانی سخن
تو پھر فراق کی بات کر رہی ہے

ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن
تو (اور) جو چاہے کر یہ نہ کر

در سخن آبادم ایندم راہ شد
بات کرنے کا اب راستہ نکل آیا

گفت امکاں نیست چوں بیگاہ شد
(لیکن) بات کا موقع نہیں ہے چونکہ بہت دیر ہو گئی ہے

پوستہا[3] گفتیم و مغز آمد دفیں
ہم نے چھلکے بیان کر دئے اور مغز چھپا رہ گیا

گر بمانیم ایں بماند ہمچنیں
اگر ہم اس طرح رہے تو یہ بھی اسی طرح رہ جائیگا

گر خطائے آمد از ما در وجود
اگر ہم سے کوئی غلطی وجود میں آئی ہے

چشم می داریم در عفوائے ودود
اے محبوب! ہم معافی کی توقع رکھتے ہیں

امتحاں کردم مرا معذور دار
میں نے امتحان لیا، مجھے معذور سمجھ

چوں ز فعل خویش گشتم شرمسار
جبکہ میں اپنے فعل پر شرمندہ ہوں

رد کردن معشوق عذرِ عاشق را و تلبیس او را

معشوق کا عاشق کے عذر اور مکر کو رد کر دینا

در جوابش بر کشاد آں ماہ لب
اس کے جواب میں اس چاند نے لب کشائی کی

کہ سوئے ما روز و سوئے تست شب
کہ ہماری جانب دن اور تیری جانب رات ہے

---

[1] ایں جہاں۔ اس عالم خراب میں تو خزانہ ہے اگر خزانہ کی جستجو کی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے زاں۔ یہ میری بیہودگی اس لئے تھی کہ امتحان کے بعد دشمنوں کے سامنے تیری نیکی کا اظہار کر سکوں تا زبانم۔ یعنی جب میں زبان سے تیری تعریف کروں تو آنکھ چشم دید گواہی دے۔

[2] گر شدم۔ اگر میں نے آپکی آبروریزی کی ہے تو تلوار حاضر ہے اور کفن پہنے ہوئے ہوں مجھے قتل کر دیجئے۔ جز۔ تلوار سے قتل کر دیجئے جدائی کے ذریعہ قتل نہ کیجئے۔ بدست خود۔ اور اپنے ہاتھ سے قتل کرنا دوسرے سے قتل نہ کرانا کیونکہ میں تمہارے ہاتھ کا مملوک ہوں دوسرے کے ہاتھ کا مملوک نہیں ہوں۔ از جدائی۔ خدا کے لئے جدائی کی بات نہ کر اور جو چاہے کر۔

[3] پوستہا۔ عاشق کہتا ہے کہ معذرت میں کچھ ظاہری باتیں میں نے کہہ دی ہیں، لیکن ابھی حقیقت کا پورا اظہار نہیں کر سکا ہوں۔ گر خطائے۔ اگر یہ میری غلطی بھی ہے تو اب اس کو معاف کر دے۔ چوں۔ اب میں اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرتا ہوں مجھے معاف کر دے۔ کر سوئے۔ یعنی بھائی میرے ساتھ

433

حیلہ[1] ہائے تیرہ اندر دادری
غلط حیلے انصاف کے موقع پر

پیشِ بیناياں چرا می آوری
عقلمندوں کے سامنے تو کیوں پیش کرتا ہے؟

ہر چہ در دل داری از مکر و رموز
تو جو کچھ مکر اور اشارے دل میں رکھتا ہے

پیشِ مار مسوا و پیدا ہمچو روز
ہمارے سامنے دن کی طرح کھلے اور ظاہر ہیں

گر بہ پوشیش ز بندہ پروری
اگر ہم اسکو بندہ پروری کی وجہ چھپا رہے ہیں

تو چرا بے روئی از حد می بری
تو کیوں حد سے زیادہ بے حیائی کر رہا ہے!

از پدر آموز کآدمؑ در گناہ
باپ سے سیکھ لے کیونکہ (حضرت) آدم گناہ کے بعد

خوش فرود آمد بسوئے پائگاہ
خوشی سے جو توں کی جگہ اتر آئے

چوں[2] بدید آں عالمِ الاسرار را
جب انھوں نے اس رازوں کے جاننے والے کو دیکھا

بر دو پا استاد استغفار را
تو معافی کے لئے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے

بر سرِ خاکسترِ اندوہ نشست
وہ غم کی راکھ پر بیٹھ گئے

وز بہانہ شاخ تا شاخے نجست
اور بہانہ کیئے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر جا بیٹھے نہ

ربنا انا ظلمنا گفت و بس
بس انھوں نے "اے خدا ہم نے ظلم کیا" کہا

چونکہ جانداراں بدید از پیش و پس[3]
جبکہ فرشتوں کو آگے پیچھے دیکھا

دیدہ جانداران پنہاں ہمچو جاں
انھوں نے روح کیطرح پوشیدہ فرشتوں کو دیکھا

دور باشِ ہر یکے تا آسماں
ہر ایک کا دو شاخہ نیزہ آسمان تک تھا

کہ[4] ہلا پیشِ سلیمانؑ مور باش
کہ خبردار! سلیمانؑ کے سامنے چیونٹی بن جا

تا نہ بشکافد ترا ایں دور باش
تاکہ تجھے یہ دو شاخہ نیزہ نہ پھاڑ دے

جز مقامِ راستی یکدم مایست
سچائی کے مقام کے علاوہ بالکل نہ ٹھہر

ہیچ لا لامرد را چوں چشم نیست
انسان کا کوئی خادم آنکھ جیسا نہیں ہے

کور اگر از پند پالودہ شود
اندھا، اگر نصیحت سے پاک صاف بنجائے

ہر دمے او باز آلودہ شود
وہ پھر ہر وقت گندہ ہو جائے گا

آدما تو نیستی کور از نظر
اے آدم! تم نظر کے اندھے نہیں ہو

لیک اذا جاء القضا عمی البصر
لیکن جب قضا آتی ہے نظر اندھی ہو جاتی ہے

عمرہا باید بنا در گاہ گاہ
عمریں چاہئیں بہت کم ہوتا ہے (اور) کبھی کبھی

تا کہ بینا از قضا افتد بچاہ
کہ آنکھوں والا قضا سے کنوئیں میں گرے

---

[1] حیلے عقلمندوں کے سامنے عقلی دلائل پیش کرنا بیوقوفی ہے۔ ہر چہ۔ تیرے ہر مکر سے ہم واقف ہیں۔ اگر اگر ہم بندہ نوازی کی وجہ سے چشم پوشی کر رہے ہیں تو تجھے بے حیائی سے کام نہ لینا چاہیئے۔ آدم۔ انسان کو اپنے باپ حضرت آدمؑ سے معافی کا طریقہ سیکھنا چاہیئے۔

[2] چوں۔ حضرت آدمؑ سے جیسے ہی غلطی کا ارتکاب ہوا تو حیلہ بہانہ کرنے کی بجائے فوراً معافی کے لئے کھڑے ہو گئے اور غم کے خاکستر پر بیٹھ گئے۔ وز بہانہ۔ بہانہ بازی میں ایک بہانے سے دوسرے بہانے کی طرف منتقل نہ ہوئے۔

جاندراں۔ یعنی ملائکہ۔ دور باش دو شاخہ نیزا جو چاوش ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے آگے آگے چلتا تھا۔

[3] کہ کہا۔ فرشتے کہتے تھے کہ سلیمان یعنی خدا کے سامنے چیونٹی یعنی حقیر بن جاؤ ورنہ یہ نیزہ ہلاک کر دے گا۔ لالا۔ خادم۔ چوں چشم۔ جو نگاہ انجام پر نظر کر کے معافی کے لئے آمادہ کر دے۔ کور۔ یعنی جسے چشم بصیرت حاصل نہیں ہے اگر وہ توبہ بھی کرتا ہے تو اس پر قائم نہیں رہتا ہے۔ آدما۔ حضرت آدمؑ کو چشم بصیرت حاصل تھی لیکن قضاء خداوندی کے سامنے مجبور ہو گئے اور گناہ کر بیٹھے۔ غرضا۔ چشم بصیرت والا گناہ میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔

499

کورؔ را خود ایں قضا ہمراہ آمد
اندھے کی یہ قضا خود اُس کے ساتھ ہے

کہ مر اُورا اُوفتادن طبع خُوست
کیونکہ گرنا اُس کا مزاج اور عادت ہے

در حدث افتد نداند بُوی چیست
وہ ناپاکی میں گرتا ہے، نہیں سمجھتا کہ بدبو کس چیز کی ہے

از من ست ایں بُوی یا از آلود گیست
یہ بدبو مجھ میں سے ہے یا سننے کی وجہ سے ہے

ور کسے بر وے کند مُشکے نثار
اگر کوئی اُس پر مُشک چھڑکے

ہم ز خود داند نہ از احسانِ یار
وہ اپنی جانب سے سمجھے گا نہ کہ دوست کے احسان سے

پس دو چشم روشن اے صاحب نظر
اے صاحب نظر! دو روشن آنکھیں

بہتر از صد مادر ست و صد پدر
سینکڑوں ماؤں اور سینکڑوں باپوں سے بہتر ہیں

خاصہ چشم دل کہ آں ہفتاد پوست
خصوصاً دل کی آنکھ جس کی ستر تہیں ہیں

دیں دو چشم حس خوشہ چیں اُوست
اور حس کی یہ دونوں آنکھیں اُسکی خوشہ چیں ہیں

اے دریغا ہز ناں بنشستہ اند
ہائے افسوس! ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں

صد گرہ زیرِ زبانم بستہ اند
جنھوں نے میری زبان کے نیچے سینکڑوں گرہیں لگادی ہیں

پائے بستہ چوں رود خوش راہوار
عمدہ گھوڑا پاؤں بندھا ہوا کیسے اچھا چل سکتا ہے؟

بس گراں بندیست ایں معذور را
معذور رکھ! یہ بہت بھاری بیڑی ہے

ایں سخن اشکستہ می آید دلا
اے دل! یہ بات ٹوٹی پھوٹی ہو رہی ہے

کایں سخن مُدرست و غیرت آسیا
کیونکہ یہ بات موتی ہے اور (اللہ کی) غیرت چکی ہے

دُر اگرچہ خُرد و اشکستہ شود
موتی خواہ ریزہ ریزہ اور ٹوٹا ہوا ہو

توتیائے دیدۂ خستہ شود
بیمار آنکھ کا توتیا ہوتا ہے

اے دُر از اشکستِ خود بر سر مزن
اے موتی! اپنے ٹوٹنے پر سر نہ پیٹ

کز شکستن روشنی خواہی شدن
اس لئے کہ تو ٹوٹنے سے روشنی بنے گا

ہمچنیں اشکستہ بستہ گفتنی ست
اسی طرح ٹوٹا ہوا، جوڑ کر کہنا ہے

حق کُند آخر دُرستش کو غنی ست
بالآخر اللہ (تعالیٰ) اسکو درست کر دیگا بے نیاز ہے

۱؎ کور۔ اگر چشم بصیرت نہیں ہے تو پھر اُس کا اندھا پن ہر وقت اُس کو معصیت میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ درحدث۔ پھر اُس کی یہ حالت ہوتی ہے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اس معصیت کا سبب اندرونی ہے یا بیرونی ذرکسے۔ اندھے پر مشک چھڑکو تو بھی یہی سمجھے گا کہ وہ میرے بدن کی خوشبو ہے کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔

۲؎ پس۔ خدا کسی کو بصیرت عطا فرمادے تو وہ اُس کی تربیت کرنے میں سینکڑوں ماں باپ سے بھی بہتر ہیں ہر ضرر اور برائی سے اُس کو بچا سکتی ہیں۔ خاصہ۔ دل کی آنکھیں جسمانی آنکھوں سے بدرجہا افضل ہیں۔ اے دریغا۔ یہاں پہنچ کر مولانا پر ایک کیفیت طاری ہوگئی ہے اور باوجود اسرار کے بیان کے اُس کو ناکافی سمجھتے ہیں فرماتے ہیں کہ افسوس اسرار کے بیان کے لئے بہت سے موانع پیش آگئے ہیں۔ پائے بستہ۔ تیز رو گھوڑے کے اگر پاؤں باندھ دیئے جائیں تو اُس کی خوش رفتاری ختم ہوجاتی ہے۔ ایں سخن۔ اسرار و حکم بمنزلہ موتی کے ہیں اور اللہ کی غیرت اُن کے لئے بمنزلہ چکی کے ہے۔ غیرتِ خداوندی اُن کو پیس ڈالتی ہے۔

۳؎ دُر۔ موتی اگر ٹوٹ بھی جائے اور پس جائے تو بھی اُس کا سُرمہ آنکھوں کو روشن کرتا ہے اسی طرح اسرار و حکم اگر پورے طور پر بیان نہ ہوسکیں تو بھی فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ اے دُر ہویدا۔ کا ٹوٹ جانا زیادہ قابلِ افسوس نہیں ہے کیونکہ بہرحال وہ مُفید رہتے ہیں۔ ہمچنیں۔ بے ٹوٹے ہوئے اسرار و حکم کو جوڑ کر کہنا ہی ہے خدا اُن کو صحیح حالت میں کردے گا۔

گندم[۵۱] ار بشکست و زہم در شکست — بردکاں آمد کہ نک نانِ دُرست

گیہوں اگر ٹوٹا اور ریزہ ریزہ ہوگیا — دکان پر آیا کہ یہ اب تم روٹی ہے

تو ہم اے عاشق چو جُرمت گشت فاش — آب و روغن ترک کُن اِشکستہ باش

اے عاشق تو بھی جبکہ تیری خطا واضح ہوگئی — چکنی چپڑی باتیں چھوڑ، شکستہ بن

آنکہ فرزندانِ خاصِ آدمند — نفخہ اِنّا ظَلَمنا می دمند

جو حضرت آدمؑ کی مخصوص اولاد ہیں — وہ "بیشک ہم نے ظلم کیا" کا دم بھرتے ہیں

حاجتِ خود عرضہ کُن حُجّت مجُو — ہمچو ابلیسِ لعینِ سخت رُو

اپنی ضرورت پیش کر، دلیل نہ تلاش کر — ملعون شیطان کی طرح

سخت روئی گر وُرا شُد عیب پوش — در ستیز و سخت رُوئی تو بکوش

اگر ڈھٹائی اُس کی عیب پوش بنی ہے — تو جھگڑے اور ڈھٹائی میں کوشش کر

آں[۵۲] ابوجہل از پیمبرؐ مُعجزے — خواست ہمچوں کینہ ور ترکِ غزے

اُس ابوجہل نے پیغمبرؐ سے معجزہ — کینہ ور ترکِ غزؔ کی طرح مانگا

از ستیزہ خواست بوجہلِ لعیں — مُعجزات از مُصطفیٰ شاہِ مہیں

ملعون ابوجہل نے جھگڑے سے چاہے — معجزے شاہِ اعظم مصطفیٰؐ سے

مُعجزہ جُست از نبیؐ بوجہلِ سنگ — دید و نفرود شد ازاں اِلّا بہ شک

ابوجہل کمبخت نے نبیؐ سے معجزہ طلب کیا — اُسنے دیکھا اور اُسنے اُسمیں بجز شک کے کچھ افزود نہ کیا

لیک آں صدّیق خود مُعجز نخواست — گفت ایں رُو خود نہ گوید جز کہ راست

لیکن صدیقؓ نے کوئی معجزہ نہ مانگا — اُسنے کہا یہ چہرہ بجز سچ کے کچھ نہیں کہتا ہے

کے[۵۳] رسد ہمچوں توئی را کز منی — امتحاں ہمچو من یارے کُنی

تجھ جیسے کو کب حق پہنچتا ہے؟ — کہ مجھ جیسے دوست کا امتحان کرے

گفتنِ جہودے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ را کہ اگر اعتماد بر حفظ اللہ داری از سرِ ایں کوشک خود را بینداز و جواب آں حضرت علی رضی اللہ عنہ ورا

ایک یہودی کا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ اگر آپ کو اللہ کی حفاظت پر بھروسہ ہے تو اِس اونچے قلعہ پر سے اپنے آپ کو گرا دیجئے اور اُس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا

یہ تو مخالفت کی دلیل ہے۔ گفتن۔ اُس یہودی کی بات کا منشا بھی یہی تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ کو آزمائیں آپ نے بھی جواب دیا کہ ہمیں اللہ کو آزمانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

۵۱ گندم۔ گیہوں پس جانے کے بعد بھی قیمتی ہے آٹا بن کر روٹی پکانے کے کام میں آجاتا ہے۔ تو ہم۔ عاشق کا فرض ہے کہ وہ اپنی خطا پر ندامت کا اظہار کرے اور چکنی چپڑی باتیں نہ بنائے۔ آنکہ۔ صحیح اولاد کا فرض ہے کہ وہ باپ کی بہترین سیرت اختیار کرے۔ حضرت آدمؑ نے اپنی خطا پر اِنّا ظَلَمنا کہنا شروع کر دیا تھا یہی بنی آدمؑ کے لئے بھی مناسب ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے اپنی غلطی پر اِصرار شروع کر دیا تھا۔ سخت روئی۔ یعنی شیطان کا یہ کہنا خَلَقتَنِی مِن نَّارٍ وَّخَلَقتَہٗ مِن طِینٍ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُس کو مٹی سے۔ اگر تیرے نزدیک اِس شیطان کا عیب چھپانے والا بنا ہے تو بھی ایسا کر پھر دیکھ لینا تیرا انجام بھی وہی ہوگا جو اُس کا ہوا ہے۔

۵۲ آں ابوجہل۔ ابوجہل نے آنحضورؐ سے معجزہ طلب کیا تھا اُس پر آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ رونما ہوا تھا۔ ترکوں کی ایک خونریز قوم ہے۔ وَیدہ۔ ابوجہل کو معجزہ دیکھنا بھی مفید نہ ہوا۔ لیک۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کبھی معجزہ طلب نہ کیا اور کہا کہ یہ منہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے اور تصدیق کر دی۔

۵۳ کے رسد۔ غرضیکہ امتحان لینا عاشقوں کا کام نہیں ہے

501

مرتضیٰؓ را گفت روزے یک عنود[1]
ایک سرکش نے ایک روز مرتضیٰؓ سے کہا

کوز تعظیم خدا آگہ نبود
جو خدا کی تعظیم سے واقف نہ تھا

بر سر بامے و قصرے بس بلند
بالاخانہ اور بہت بلند محل پر

حفظ حق را واقفی اے ہوشمند
اے ہوشمند! آپ اللہ کی نگہبانی سے واقف ہیں

گفت آرے او حفیظ است و غنی
فرمایا: ہاں وہ نگہبان ہے اور بے نیاز ہے

ہستیِ ما را ز طفل و منی
بچپن اور نطفہ (کی حالت) سے ہمارے وجود کا

گفت خود را ہیں درافگن تو ز بام
اس نے کہا ہاں اپنے آپ کو بالاخانہ سے گرا دیجئے

اعتمادے کن بحفظ حق تمام
اللہ (تعالیٰ) کی نگہبانی پر مکمل بھروسہ کیجئے

تا یقیں گردد مرا ایقانِ تو
تاکہ مجھے آپ کے یقین کا یقین ہو جائے

واعتقادِ خوب با برہانِ تو
اور دلیل کے ساتھ آپ کے اچھے اعتقاد کا

پس[2] امیرش گفت خامش کن برو
تو امیرؓ نے اس سے کہا خاموش ہو جا! چلا جا

تا نگردد جانت زیں جرأت گرو
تاکہ تیری جان اس جرأت سے بچنش جائے

کے رسد مر بندہ را کو با خدا
بندے کو کیا حق ہے کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی

آزمایش پیش آرد زا ابتلا
امتحان کے ذریعہ آزمایش کرے؟

بندہ را کے زہرہ باشد کز فضول
بندہ کی کیا مجال ہے کہ وہ بیہودگی سے

امتحانِ حق کند اے گیج گول
اے احمق بے وقوف! اللہ کا امتحان کرے

آں[3] خدا رامی رسد کو امتحاں
یہ خدا کو حق ہے کہ وہ آزمائے

پیش آرد ہر دمے با بندگاں
ہر وقت بندوں کو

تا بما ما را نماید آشکار
تاکہ ہمیں اپنے آپ کو نمایاں کر کے دکھائے

کہ چہ داریم از عقیدہ در سرار
کہ ہم اپنی کیا عقیدہ رکھتے ہیں

ہیچ آدم گفت حق را کہ ترا
حضرت آدمؑ نے کبھی اللہ (تعالیٰ) سے کہا تھا

امتحاں کردم دریں جرم و خطا
اس غلطی اور خطا میں میں نے امتحان لیا ہے

تا بہ بینم غایتِ حلمت شہا
اے شاہ! تاکہ میں تیری بردباری کی انتہا کو دیکھ

وہ کرا باشد مجالِ ایں کرا
ہاں! یہ مجال کس کو ہے؟

عقل تو از بس کہ آمد خیرہ سر
جو کہ تیری عقل گستاخ ہے

ہست عذرت از گناہِ تو بتر
تیرا عذر گناہ سے (بھی) بدتر ہے

[1] عنود سرکش، ہٹ دھرم ہے۔ یعنی حضرت علیؓ سے کہا کہ اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ اللہ تمہاری حفاظت کرتا ہے تو کسی بلند جگہ یا مکان سے اپنے آپ کو گرا کر دیکھو۔ گفت حضرت علیؓ نے فرمایا ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ میرا محافظ ہے تنبی۔ یعنی نطفہ۔ خود را۔ یہودی نے کہا کہ اپنے آپ کو بلند جگہ سے گرا دیجئے کہ مجھے بھی اس کا یقین آجائے کہ تمہیں اپنے اعتقاد پر بھروسہ ہے۔

[2] پس حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو آزمانا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے جو تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ ابتلا۔ آزمانا۔ گیج۔ کودماغ۔ گول۔ احمق۔

[3] آں خدا را۔ آزمانے کا حق خدا کو ہے تاکہ وہ بندوں کو یہ دکھا دے کہ تمہارا عقیدہ اور اصل کیا ہے حضرت آدمؑ نے جب غلطی کی تو یہ کہیں فرمایا کہ میں نے تو اے خدا تیرے علم کو آزمانے کیلئے غلطی کی ہے۔ تا بہ بینم۔ حضرت آدمؑ نے غلطی کر کے یہ نہیں کہا کہ میں نے تو غلطی اس لئے کی ہے کہ تیری بردباری کو آزماؤں۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔

آنکہ[1] اُو افراشت سقفِ آسماں
وہ ذات جس نے آسمان کی چھت بلند کی ہے

توچہ دانی کردن اُورا امتحاں
تو اُس کا امتحان لینا کیا جانے؟

اے ندانستہ تو شر و خیر را
اے وہ کہ تو شر اور خیر کو نہیں جانتا ہے

امتحانِ خود کُن آنگہ غیر را
(پہلے) اپنا امتحان کر پھر دوسرے کا (کرنا)

امتحانِ خود چو کردی اے فلاں
اے فلاں! جب تو نے اپنا امتحان کر لیا

فارغ آئی زامتحانِ دیگراں
تو دوسرے کے امتحان سے بے نیاز ہو جائیگا

چوں[2] بدانستی کہ شکّر دانہ ہے
جب تو جان لے گا کہ تو شکر کا دانہ ہے

پس بدانی کاہلِ شکّر خانہ ہے
تو تو جان لے گا کہ تو شکر خانہ (جنت) کا اہل ہے

پس بداں بے امتحانے کہ آلہ
پس جان لے کہ امتحان لئے بغیر، خدا

شکرے نفرستدت نا جائگاہ
بے موقع تیرے لئے شکر نہیں بھیجے گا

ایں بداں بے امتحاں زعلم شاہ
یہ جان لے کہ بغیر امتحان کے، جبکہ تو اللہ کے علم میں

چوں سری نفرستدت در پائگاہ
سردار ہے، تجھے جوتیوں کی جگہ نہ بھیجے گا

ہیچ[3] عاقل افگند دُرِ ثمیں
کیا کوئی عقلمند قیمتی موتی پھینکتا ہے

در میانِ مُستراحِ پُر چمیں
نجاست سے بھرے ہوئے بیت الخلاء میں

زانکہ گندم را حکیمے آگہے
کیونکہ کوئی باخبر دانا گیہوں کو

ہیچ نفرستد بانبارِ کہے
کبھی بھوسے کے انبار میں نہیں ڈالتا ہے

شیخ را کہ پیشوا و رہبرست
وہ شیخ جو پیشوا اور رہبر ہے

گر مُریدے امتحاں کرد اُو خرست
اگر مُرید اس کو آزمائے تو وہ (مُرید) گدھا ہے

امتحانش گر کُنی در راہِ دیں
اگر تو دین کے راستہ میں اُس کا امتحان کریگا

ہم تو گردی ممتحن اے بے یقیں
اے شکی! تو خود امتحان میں پڑ جائے گا

جرأت و جہلت شود عریاں و فاش
تیری بیباکی اور جہالت ننگی اور ظاہر ہو جائیگی

اُو برہنہ کے شود زیں افتتاش
وہ اِس تفتیش سے ننگا کب ہوگا!

گر بیاید ذرّہ سنجد کوہ را
اگر ذرّہ، پہاڑ کو تولے

بر دَرد زاں کہ ترازو شِ اے فتیٰ
اے نوجوان! اُس پہاڑ سے اُسکی ترازو ٹوٹ جائیگی

کز قیاسے خود ترازو می تنَد
کیونکہ وہ اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے

مردِ حق را در ترازو می کُند
اللہ (تعالیٰ) کے ولی کو ترازو میں رکھتا ہے

---

[1] آنکہ۔ ایک عاجز بندہ اللہ کا کیا امتحان لے سکتا ہے۔ اے نادانستہ۔ انسان کو خود اپنے بارے میں کچھ معلوم نہیں پہلے خود اُس کو اپنا امتحان لینا چاہیئے۔ امتحانِ خود۔ جب انسان خود اپنا امتحان لے گا تو اُس کو دوسروں کے امتحان لینے کی فرصت نہ ملے گی۔

[2] چوں بدانستی۔ جب تو جان لیگا کہ تو جنت کے قابل ہے تو سمجھ جائیگا کہ تو جنتی ہے۔ پس بداں۔ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد انعام کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ایں بداں۔ اللہ تعالیٰ بغیر امتحان کے کسی بات کو ذلیل نہیں کرتا ہے۔

[3] ہیچ عاقل۔ قیمتی موتی کو کوئی عقلمند بھی پاخانہ میں نہیں پھینکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکوں کو دوزخ میں کیسے بھیجے گا۔ مُستراح۔ بیت الخلاء۔ زانکہ۔ گیہوں کو کوئی عقلمند بھوسے میں نہیں ڈالتا ہے۔ شیخ۔ جبکہ بڑوں کا امتحان لینا بُری بات ہے تو مرید کا شیخ کا امتحان لینا گدھا پن ہے۔ امتحانش۔ شیخ کا امتحان لیگا تو مُرید خود ذلیل ہو جائیگا۔ افتتاش۔ تفتیش کرنا۔ گر بیاید۔ مُرید شیخ کے سامنے ایک ذرہ ہے کر دیتا ہے مُرید اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے شیخ اس ترازو میں کیسے سما سکتا ہے لہٰذا وہ ترازو ٹوٹ جائیگی۔

چوں نگنجد او بمیزانِ خرد
جبکہ وہ عقل کی ترازو میں نہیں سماتا ہے

پس ترازوئے خرد را بر درد
تو عقل کی ترازو کو توڑ ڈالتا ہے

امتحاں[1] ہمچوں تصرف داں درو
امتحان لینا، اُس میں تصرف کرنیکی طرح سمجھ

رو تصرف بر چناں شاہے مجو
جا، ایسے شاہ پر تصرف نہ کر

چہ تصرف کرد خواہد نقشہا
نقوش، کیا تصرف کرسکیں گے

بر چناں نقاش بہرِ ابتلا
ایسے نقاش پر آزمانے کے لئے

امتحانے گر بدانست و بدید
اگر (ان نقوش نے) امتحان لینا جانا اور سمجھا ہے

نے کہ ہم نقاش آں بر وے کشید
کیا نقاش ہی نے اُن کو اپنے نقش نہیں کیا ہے؟

چہ[2] قدر باشد خود ایں صورت کہ بست
یہ صورت جو اُس نے قائم کی ہے خود ایسی ہوگی

پیشِ صورتہا کہ در علمِ ویست
ان صورتوں کے بالمقابل جو اُسکے علم میں ہیں

وسوسہ ایں امتحاں چوں آمدت
جبکہ اس امتحان کا تجھے وسوسہ آیا

بخت بد داں کہ مدد گردن زدت
تو سمجھ کہ بدنصیبی آئی اور اُس نے تیری گردن ماردی ہے

چوں چنیں وسواس دیدی زود زود
جب تو ایسے وسوسے محسوس کرے بہت جلد

با خدا گردد در آ اندر سجود
خدا سے رجوع کر اور سجدے میں گر

سجدہ گہ را تر کُن از اشکِ دو دیدہ
سجدہ کی جگہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کردے

کہ خدایا وارہانم زیں گماں
کہ اے خدا تجھے اِس گمان سے نجات دیدے

آں[3] زماں کِت امتحاں مطلوب شد
جس وقت امتحان کرنا تیرا مقصود بنا

مسجدِ دینِ تو پُر خُروب شد
تیرے دین کی مسجد خُروب (گھاس) سے بھر گئی

ہیں چو وسواس آمدت در امتحاں
خبردار! جب آزمانے کے سلسلہ میں تجھے وسوسے آئیں

باز گردد رُو بحق آر آں زماں
پلٹ جا اور فوراً اللہ (تعالیٰ) کیطرف رُخ کرلے

تا نگہ دارد ترا آں ممتحن
تاکہ وہ امتحان لینے والا تجھے محفوظ رکھے

از گمان و امتحانِ انس و جن
انس و جن کے گمان اور امتحان سے

اے ضیاء الحق حسام الدیں بیا
اے ضیاء الحق حسام الدین آجا

قصۂ داؤد بر گو و بنا
(حضرت) داؤدؑ اور تعمیر کا قصہ سُنا

(بن مسجد اقصیٰ کی طرف منتقل ہوگیا جس میں خروب گھاس اُگ آئی تھی۔ بنا یعنی حضرت داؤدؑ کا مسجد اقصیٰ تعمیر کرنے کا قصہ۔

---

[1] امتحاں یعنی شیخ کا امتحان لینا گویا شیخ پر تصرف کرنا ہے، شیخ نے ہی اس کو کشف و تصرف سکھایا ہے اور اس میں قوت تصرف اور کشف شیخ کے نقوش میں نقوش نقاش کا کیا امتحان لے سکتے ہیں۔ امتحان لے۔ اگر کشف کے ذریعہ اُس کے مقام کو آزماتا ہے تو یہ کشف بھی شیخ ہی کا عطا کردہ ہے۔

[2] چہ قدر۔ یہ کشف شیخ کے کشف کے بالمقابل ہیچ ہے۔ وسوسہ شیخ کو آزمانے کا وسوسہ بھی دل میں آنا مُرید کی تباہی کا سبب ہے۔ چوں چنیں۔ جب مُرید کے دل میں اس قسم کے وساوس پیدا ہوں تو مُرید کو فوراً توبہ کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی اِس گستاخی کی معافی مانگنی چاہیئے۔

[3] آں زماں۔ جب مُرید میں ایسے وساوس آئیں تو وہ سمجھ لے کہ اُس کے دین پر تباہی کے آثار نمودار ہوگئے ہیں خُروب ایک گھاس ہے جس کا مکان پر اُگنا مکان کی بربادی کی علامت ہے۔ اے ضیاء الحق۔ چونکہ پہلے اشعار میں مولانا نے فرمایا تھا کہ تیرے دین کی مسجد میں خُروب گھاس اُگ آئی ہے تو اب مولانا کا

قصۂ مسجدِ اقصیٰ و خروب رستن و عزم کردنِ داؤد علیہ السلام

مسجد اقصیٰ اور خروب اگنے کا بیان اور حضرت داؤد علیہ السلام کا حضرت سلیمانؑ

پیش از سلیمانؑ بر بنائے آں مسجد و موقوف شدنِ آں

سے پہلے اُس مسجد کو تعمیر کرنے کا قصد اور اُس کا رُک جانا

چوں[1] در آمد عزمِ داؤدی بہ تنگ — کہ بسازد مسجدِ اقصیٰ بسنگ

جب داؤدی ارادہ سخت ہو گیا — کہ مسجد اقصیٰ کی پتھر سے تعمیر کریں

وحی کردش حق کہ ترکِ ایں بخواں — کہ ز دستت برنیاید ایں مکاں

اللہ نے اُن کو وحی بھیجی کہ یہ چھوڑ — کیونکہ تیرے ہاتھ سے یہ مکان تعمیر نہ ہوگا

نیست در تقدیرِ ما آنکہ تو ایں — مسجدِ اقصیٰ برآری اے گزیں

ہماری تقدیر میں یہ نہیں ہے کہ تو اس — مسجد اقصیٰ کو اے منتخب! بلند کرے

گفت[2] جرمم چیست اے دانائے راز — کہ مرا گوئی کہ مسجد را مساز

اُنھوں نے کہا اے رازوں کے جاننے والے! میری — کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مسجد نہ بنا

گفت بے جرمے تو خونہا کردۂ — خونِ مظلوماں بگردن بردۂ

فرمایا تو نے بغیر کسی جرم کے بہت خون کئے ہیں — مظلوموں کے خون گردن پر لئے ہیں

کہ ز آوازِ تو خلقے بے شمار — جاں بدادند و شدند آنرا شکار

کیونکہ بے شمار لوگوں نے تیری آواز سے — جان دیدی اور وہ اُس کے شکار بنگئے

خوں بسے رفت ست بر آوازِ تو — بر صدائے خوب جاں پردازِ تو

تیری آواز پر بہت خون ہوئے ہیں — تیری حسین جان کو مشغول کرنیوالی آواز کی وجہ سے

گفت[3] مغلوبِ تو بودم مستِ تو — دستِ من بر بستہ بود از دستِ تو

اُنھوں نے عرض کیا میں تجھ سے مغلوب اور تیرا مست تھا — میرا ہاتھ تیرے ہاتھ سے بندھا ہوا تھا

نے کہ ہر مغلوبِ شہ مرحوم بود — نے کہ المغلوبُ کالمعدومِ بود

کیا ایسا نہیں ہے کہ شاہ کا مغلوب قابلِ رحم ہوتا ہے؟ — کیا ایسا نہیں ہے کہ مغلوب معدوم کیطرح ہوتا ہے؟

گفت اے مغلوب معدومیت کو — جزوِ نسبت نیست معدوم انصتوا

اللہ نے فرمایا اے مغلوب! تیرا معدوم ہونا کہاں ہے؟ — معدوم ہونا محض نسبتی ہوتا ہے، سنو

اینچنیں معدوم کو از خویش رفت — بہترین ہستہا افتاد و زفت

ایسا معدوم جو اپنے آپ سے جدا ہو گیا ہو — وہ تو فرد اور بہترین موجودات میں سے ہے

---

[1] چوں حضرت سلیمان ؑ سے پہلے حضرت داؤدؑ نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ وحی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو مسجد اقصیٰ کی تعمیر سے روک دیا اور فرمایا کہ ہماری تقدیر میں تم اس کو تعمیر نہ کر سکو گے۔

[2] گفت حضرت داؤدؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا میری کیا خطا ہے کہ مجھے مسجد کی تعمیر سے روکا جا رہا ہے۔

[3] مغلوب۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ میں زبور پڑھتے وقت جوش اور عشقِ خداوندی میں مغلوب ہوتا ہوں اور درست قدرت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ تنے۔ جو شاہ کا مجنون ہوتا ہے وہ قابلِ رحم اور فنا ہوتا ہے اُس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مغلوب تم بالکلیہ معدوم نہیں ہے صرف اپنے اوصاف کو اللہ کے اوصاف میں گم کر دینے کے اعتبار سے معدوم ہے۔ انصتوا۔ یہ سن لے۔ اینچنیں۔ جو اس طرح کا معدوم ہو وہ تو اشرف الموجودات ہے۔

اُو بہ نسبت با صفاتِ حق فناست
اُس کو خدا کی صفات کی نسبت سے فنا حاصل ہے

در حقیقت در فنا اُو را بقاست
حقیقتاً فنا میں اُس کی بقا ہے

جملۂ اَرواح در تدبیرِ اُوست
تمام روحیں اُس کے انتظام میں ہیں

جملۂ اَشباح ہم در تیرِ اُوست
تمام اجسام بھی اُس کی قدرت میں ہیں

آنکہ اُو مغلوب اندر لُطفِ ماست
جو ہماری مہربانی میں مغلوب ہے

نیست مُضطر بلکہ مختارِ وِلاست
وہ مجبور نہیں ہے بلکہ دوستی کی وجہ سے بااختیار ہے

مُنتہائے اختیار آنست خود
خود اختیار کا اخیر یہ ہے

کاختیارش گردد اینجا مُفتقد
کہ اُس کا اختیار اُس جگہ گم ہو جائے

اختیارش گر نبودے چاشنی
اگر اُس کا اختیار لذیذ نہ ہوتا

کے بگشتے آخر اُو محوِ از مَنی
تو وہ خودی سے محو کیوں ہوتا!

در جہاں گر لُقمہ و گر شربت است
دنیا میں خواہ کوئی لقمہ یا کوئی گھونٹ ہے

لذت اُو فرعِ محوِ لذت است
اُس کی لذت محوِ کی لذت کی شاخ ہے

گرچہ از لذات بے تاثیر شُد
اگرچہ وہ لذتوں سے بیگانہ ہو گیا ہے

لذتے بُود اُو و لذت گیر شُد
وہ (بھی) ایک لذت تھی جس لذت کو اُس نے حاصل کیا

ہر کہ اُو مغلوب شُد مرحوم گشت
جو مغلوب ہوا وہ مرحوم ہو گیا

در بحارِ رحمتش معدوم گشت
وہ اُسکی رحمت کے سمندروں میں معدوم ہو گیا

نے چناں معدوم کز اہلِ وجود
ایسا معدوم نہیں کہ موجود میں سے

ہیچ بر وے چیرہ اندر گاہِ جُود
کوئی سخاوت کے وقت اُس پر غالب آ سکے

بلکہ والی گشت موجودات را
بلکہ وہ موجودات کا والی بن گیا ہے

بے گمان و بے نفاق و بے ریا
بغیر گمان اور بغیر نفاق اور بغیر ریاکاری کے

بے مثال و بے مکان و بے نشاں
بے مثال کے اور بے مکان اور بے نشان کے

بے زمان و بے چنین و بے چناں
بغیر زمانہ اور بغیر ایسے اور ویسے کے

بے شکال و بے سوال و بے جواب
بغیر اشکال اور بغیر سوال اور بغیر جواب کے

دم مزن واللہُ اَعلَمُ بالصَّواب
دم نہ مار، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

لہ اُو۔ اُس نے اپنے آپکو اللہ کی صفات میں فنا کر دیا ہے تو اُس کی فنا تو دراصل بقا ہے۔ جملہ۔ اب اِس فانی فی اللہ اور باقی باللہ کو وہ مقام حاصل ہے کہ تمام روحیں اُس کے زیرِ تصرف ہیں اور تمام اجسام اُس کے زیرِ تیر ہیں۔ اشباح۔ یعنی اجسام۔ آنکہ۔ جو ہم میں فنا ہو گیا وہ مُضطر نہیں ہے بلکہ وہ محبوب ہونے کی وجہ سے بااختیار ہے۔ وِلا۔ دوستی۔

لہ مُنتہائے۔ بندہ کا اعلیٰ درجہ کا اختیار تو یہی ہے کہ وہ ہماری مرضیات میں گم ہو جائے۔ اِختیارش۔ اُس کو اگر اِس اختیار میں لطف نہ آتا تو اپنے آپ کو کیوں فنا کرتا بھی۔ خودی۔ در جہاں۔ دنیا کی تمام تر لذتیں خواہ کھانے کی ہوں یا پینے کی وہ اِس پر ہی مبنی ہیں کہ اُس چیز کی لذت کو شمار کیا جائے۔ گرچہ۔ فانی فی اللہ اگرچہ دنیاوی لذتوں کو شاد دیتا ہے لیکن یہ ترکِ لذات اُسکے لئے لذت بن جاتی ہے

لہ ہر کہ اُو۔ جو صفاتِ باری سے مغلوب ہو گیا وہ اللہ کی رحمتوں کے سمندر میں غرق ہو کر رحمتوں کا مستحق ہو گیا ہے۔ نے چناں معدوم لیکن وہ ایسا معدوم نہیں ہے کہ کوئی بھی موجود اُس پر غالب آ سکے۔ بلکہ۔ ایسا فانی فی اللہ موجودات پر حکمراں بنا دیا جاتا ہے۔

بے مثال۔ اب نہ اُسکی کوئی مثال ہے نہ اُس کا مکان ہے اور نہ نشان وہ لامکانی ہے اور کم و کیف سے بھی جدا ہے۔ اِس معاملہ میں نہ کوئی اشکال اور نہ سوال و جواب کا موقع ہے بس خاموشی اختیار کرلے۔

شرح اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ وَالْعُلَمَاءُ کَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ

اس کی شرح کہ مومنین، بھائی بھائی ہیں اور علماء ایک جان کی طرح ہیں

اتحادِ داؤد و سلیمان و سائرِ انبیاء علیہم السلام کہ اگر یکے

خصوصاً حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ اور جمیع انبیاء کا اتحاد اس پر سلام ہو کہ اگر تو انہیں سے ایک کا منکر ہو

از ایشاں را منکر شوی ایمانِ تو ہیچ نبی درست نباشد و

تو جیسا کسی نبی پر ایمان درست نہ ہوگا اور یہ اتحاد کی علامت

ایں علامتِ اتحاد ست کہ اگر یکے خانہ ازاں ہزار خانہ ویراں کنی

ہے کہ اگر ہزار گھروں میں سے تو ایک کو ویران کرے گا تو سب ویران

ہمہ ویراں شود و یک دیوار قائم نماند کہ لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ

ہو جائیں گے اور ایک دیوار بھی قائم نہ رہے گی کیونکہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں

مِنْ رُّسُلِہٖ وَالْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ وایں خود از اشارت گذشت

تفریق نہیں کرتے ہیں " عقلمند کیلئے اشارہ کافی ہے اور یہ تو اشارہ سے بڑھ کر ہے

پس خطاب آمد بداؤدؑ از خدا

تو خدا کی جانب سے (حضرت) داؤدؑ کو خطاب ہوا

کاے گزیں پیغمبرِ نیکو لقا

کہ اے منتخب پیغمبر نیک صورت!

دل مدار اندر تفکر زیں[1] خبر

اس بات سے دل کو فکر میں مبتلا نہ کر

رَہ مدہ در خود ملال و غم مخور

رنج کو اپنے اندر راستہ نہ دے اور غم نہ کر

گرچہ برناید بجہد و زورِ تو

اگر (وہ مسجد) تیری کوشش اور طاقت سے نہ بنے گی

لیک مسجد را برآرد پورِ تو

لیکن تیرا لڑکا اس کو بنائے گا

گرچہ برناید بجہدت ایں مقام

اگرچہ تیری کوشش سے یہ جگہ نہ بنے گی

لیک پورِ تو کند آں را تمام

لیکن تیرا لڑکا اس کو مکمل کرے گا

کردۂ او کردۂ تست اے حکیم

اے دانا! اس کا کیا ہوا تیرا کیا ہوا ہے

مومناں را اتصالے داں قدیم

مومنوں کا باہمی قدیم اتحاد سمجھو

مومناں معدود لیک ایماں یکے

مومنین متعدد ہیں لیکن ایمان ایک ہے

جسمِ شاں معدود لیکن جاں یکے

انکے جسم چند ہیں لیکن جان ایک ہے

غیرِ فہم و جاں کہ در گاو و خرست[2]

نفس اور جان جو بیل اور گدھے میں ہے انکے علاوہ

آدمی را عقل و جانِ دیگرست

انسان کی عقل اور جان دوسری ہے

---

[1] اِنَّمَا۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ یعنی مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں اور مشہور مقولہ ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ کَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ یعنی علماء ایک جان ہیں ایہ اخوۃ اور اتحاد ایمان کی وحدت کی بنیاد پر ہے، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔ لَانُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں اسی بنا پر یہ حکم ہے کہ ایک نبی کا کفر تمام انبیاء کا کفر ہے۔

[2] زیں خبر۔ یعنی اس خبر سے کہ تم مسجد اقصیٰ کی تعمیر نہ کر سکو گے۔ پور حضرت سلیمان مومنان یعنی مومنین اگرچہ گنتی میں متعدد ہیں لیکن ان میں وحدت ایمانی ہے۔ جان یکے۔ روح انسانی جو ایک لطیف ربانی ہے اور وہ روح حیوانی کے علاوہ ہے۔

[3] غیرِ فہم۔ حیوانات میں صرف روح حیوانی ہے جو اطبا کے نزدیک ایک جسم لطیف بخاری ہے جو غذاؤں سے پیدا ہوتی ہے چونکہ یہ بخار ہے اسی لئے مولانا نے اس کو روح باد کہا ہے۔

باز غیرِ عقل و جانِ آدمی
پھر انسان کی عقل اور جان کے علاوہ

ہست جانے در ولی و در نبی[1]
ولی اور نبی میں اور جان ہے

جانِ حیوانی ندارد اتحاد
حیوانی جان، اتحاد نہیں رکھتی ہے

تو مجو ایں اتحاد از روحِ باد
تو یہ اتحاد ہوائی روح میں نہ تلاش کر

گر خورد ایں نان نگردد سیر آں
اگر یہ روٹی کھائے اس دوسری کا پیٹ نہیں بھرتا

ور کشد بار ایں نگردد آں گراں
اگر یہ بوجھ اٹھائے تو وہ بوجھل نہیں ہوتی

بلکہ ایں شادی کند از مرگِ او
بلکہ اس کے مرنے سے خوشی مناتی ہے

از حسد میرد چو بیند برگِ او
اگر اس کا ساز و سامان دیکھتی ہے تو حسد سے مرتی ہے

جانِ گرگان و سگاں ہر یک جداست
بھیڑیوں اور کتوں کی جان ہر ایک جداگانہ ہے

متحد جانہائے شیرانِ خداست
خدا کے شیروں کی جان متحد ہے

جمع[2] گفتم جانہا شاں من باہم
میں نے انکی جانوں کیلئے باہم جمع کا لفظ بولا

کاں یکے جاں صد بود نسبت بجسم
کیونکہ جسم کی نسبت سے وہ ایک سو بن جاتی ہے

ہمچو آں یک نورِ خورشیدِ سما
جیسا کہ آسمان کے سورج کا ایک نور

صد بود نسبت بصحنِ خانہا
گھروں کے صحن کے اعتبار سے سو بن جاتا ہے

لیک یک باشد ہمہ انوارِ شاں
لیکن ان سب کا نور ایک بن جاتا ہے

چونکہ برگیری تو دیوار از میاں
جبکہ تو درمیان سے دیوار اٹھادے

چوں نماند جانہا را قاعدہ
جبکہ جانوں کی بنیاد نہ رہے گی

مومناں باشند نفسِ واحدہ
مومن ایک جان بن جائیں گے

فرق و اشکالات آید زیں مقال
اس گفتگو سے اختلاف اور اشکال پیدا ہوتے

زانکہ نبود مثل[3] باشد ایں مثال
کیونکہ یہ مثل نہیں ہے مثال ہے

فرقہا بیحد بود از شخصِ شیر
شیر کے وجود میں بہت فرق ہیں

تا بہ شخصِ آدمی زادِ دلیر
بہادر آدمی کے وجود کے اعتبار سے

لیک در وقتِ مثال اے خوش نظر
لیکن اے خوش نظر! مثال کے وقت

اتحاد از روی جانبازی نگر
بہادری کے اعتبار سے اتحاد سمجھ

---

[1] ولی، انبیاء اور اولیا کی روح انسانی ایک قوی ترلطیفہ ربانی ہے۔ جان حیوانی، روح حیوانی ہر حیوان میں جداگانہ ہے یہی وجہ ہے کہ ایک روح حیوانی اگر غذا حاصل کرتی ہے تو دوسری روح کو وہ غذا نہیں پہنچتی ہے ان میں سے اگر ایک گراں بار ہوتی ہے تو دوسری کو اس سے گرانی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ ایک روح حیوانی کی خوشی دوسری کے رنج کا سبب ہے۔ شیرانِ خدا یعنی اولیاء اور انبیاء۔

[2] جمع گفتم۔ ہم نے انبیاءؑ اور اولیاء کی روح کے لئے جمع کا صیغہ بولا ہے حالانکہ وہ ایک ہے اس کا تعدد محض جسموں کے تعدد کی نسبت سے ہے۔ جیسے سورج کی دھوپ جبکہ مختلف صحنوں اور مکانوں پر پڑتی ہے تو اس میں تعدد ہے ورنہ وہ ایک چیز ہے۔ قاعدہ۔ بنیاد یعنی جسم۔ زیں مقال یعنی روح انسانی کو سورج کے نور سے تشبیہ دینے سے بہت سے اشکالات پیدا ہو جائینگے۔

[3] مثل شل اور مثال میں یہ فرق ہے کہ مثل شئ وہ کہلاتی ہے جو اس شئے سے ہر بات میں متحد ہو اور مثال وہ صفت میں یکساں ہونا ضروری نہیں ہے اگر ایک وصف میں بھی اتحاد ہے تو اس کو اس شئ کی مثال کہہ سکتے ہیں۔ فرقہا۔ بہادر شخص کی شیر مثال ہے۔ حالانکہ دونوں میں بہت سی باتوں میں فرق ہے صرف بہادری میں یکسانیت ہے۔

کاں دلیر آخر مثالِ شیر بُود
کہ وہ بہادر شیر کی مثال ہے

نیست[1] مثلِ شیر در جملہ حدود
تمام باتوں میں شیر کی مثل نہیں ہے

مُتحد نقشے ندارد ایں سرا
یہ دنیا، کوئی چیز (روح کیساتھ) متحد نہیں رکھتی ہے

تا کہ مثلے وانمائم مر ترا
تاکہ تجھے مثل دکھا دوں

ہم مثالِ ناقصے دست آورم
نیز ایک ناقص مثال بیان کرتا ہوں

تا زحیرانی خرد را وا خرم
تاکہ عقل کو پریشانی سے نجات دوں

شب بہر خانہ چراغے می نہند
رات کو ہر گھر میں چراغ رکھتے ہیں

تا بنور آں ز ظلمت می رہند
تاکہ انکی روشنی کی وجہ سے اندھیرے سے نجات حاصل کریں

آں چراغ ایں تن بُود نورش چو جاں
وہ چراغ یہ جسم ہے اُس کی روشنی جان کیطرح ہے

نیست محتاجِ فتیل و این و آں
جو بتی اور اس اور اُس کا محتاج نہیں ہے

واں فتیلہ پنج دارد از حواس
وہ بتی پانچ حواس رکھتی ہے

جملگی بر خواب و خورد اساس
ان سب کی کھانے اور سونے پر بنیاد ہے

بے[2] خورد و بے خواب نزدیم دم
بغیر کھائے اور سوئے آدھا پل بھی نہیں جی سکتا

با خورد و با خواب نزدیم نیز ہم
کھانے اور سونے کے ساتھ بھی نہیں جیتا ہے

بے فتیل و روغنش نبود بقا
اُس کی بغیر بتی اور تیل کے بقا نہیں ہے

با فتیل و روغن اُو ہم بیوفا
بتی اور تیل کے ہوتے ہوئے بھی بے وفا ہے

زانکہ نورِ علتی اش مرگ جوست
کیونکہ اُس کی بیمار روشنی موت کی متقضی ہے

چوں زیدکہ روز روشن مرگِ اوست
جیسے جیئے کیونکہ روشن دن اُسکی موت ہے

جملہ[3] جسہائے بشر ہم بے بقاست
انسان کے تمام حواس فانی ہیں

زانکہ پیشِ نورِ روزِ حشر لاست
کیونکہ حشر کے دن کے نور کے سامنے معدوم ہیں

نورِ حس و جانِ ناپایانِ ما
ہمارے فانی حس اور جان کا نور

نیست کلی فانی و لاچوں گیا
گھاس کی طرح بالکلیہ فانی اور معدوم نہیں ہے

لیک مانندِ ستارہ و ماہتاب
لیکن ستاروں اور چاند کی طرح

جملہ محو اند از شعاعِ آفتاب
سورج کی شعاع سے سب محو ہیں

---

[1] نیست مثل۔ بہادر شیر کی مثل نہیں ہے مثال ہے۔ مقصد۔ اس دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو روح کی مثل ہو تاکہ اُس کے ذریعہ روح کو سمجھایا جاسکے۔ ہم مثال۔ اگرچہ کوئی چیز روح کی مثل نہیں ہے جس کے ذریعہ اُس کو سمجھایا جائے لیکن ایک ناقص مثال پیش کی جاتی ہے۔ آں چراغ جسم کو بمنزلہ چراغ کے اور روح کو اُس کی روشنی جیسا سمجھو۔ روشنی جب ہوسکے گی جبکہ چراغ میں بتی ہو تیل ہو اسی طرح جسم غذا وغیرہ کا محتاج ہے۔ فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔ حواس۔ یعنی حواس ظاہر۔ اساس۔ بنیاد یعنی حواس ظاہر جب کام کرتے ہیں جبکہ ذرائع ضروری پورے ہوتے رہیں۔

[2] بے خورد۔ حواس کو بقا ذرائع ضروری کے پورے ہونے پر بھی موقوف ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ذرائع بھی پورے ہوتے رہیں تب بھی وہ فنا ہوجاتے ہیں۔ زانکہ۔ جس طرح چراغ باوجود بتی اور روغن کے سورج نکلنے پر اپنے وجود کو گویا معدوم کردیتا ہے اسی طرح جب موت کا وقت آتا ہے تو یہ روح حیوانی اور حواس معدوم ہوجاتے ہیں اُن کیلئے موت کا وقت ایسا ہی ہے جیسا کہ چراغ کے لئے دن کا نکلنا۔

[3] جملہ جسہائے۔ جس طرح روح حیوانی کو بقا نہیں ہے اسی طرح روح انسانی کو بھی بقا نہیں ہے حشر میں تجلی رب کے سامنے اس کا بھی بقا نہ رہیگا۔ لا یعنی معدوم۔ ہوں گیا۔ اس روح انسانی کی فنا گھاس پھونس کی فنا کی طرح نہیں ہے۔ لیک۔ روح انسانی کی فنا ایسی ہے جیسی کہ ستارہ کی فنا سورج کی موجودگی میں ہوتی ہے۔

509

آنچنانکہ[1] سوزو دردِ زخمِ کیک — محو گردد چوں درآید مار الیک

جیسا کہ بچھو کے زخم کی سوزش اور درد — محو ہو جاتا ہے جب سانپ تیری جانب آئے

آنچنانکہ عور اندر آب جست — تا در آب از زخمِ زنبوراں برست

جیسا کہ ننگا پانی میں کھس جائے — تاکہ پانی میں شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے بچ جائے

میکنند زنبور بر بالا طواف — چوں برآرد سر ندارندش معاف

شہد کی مکھیاں اوپر چکر کاٹتی ہیں — وہ جب سر ابھارتا ہے اس کو معاف نہیں کرتی

آبِ[2] ذکرِ حق و زنبور ایں زماں — ہست یادِ ایں فلاں و آں فلاں

اللہ کی یاد پانی ہے اور شہد کی مکھی اس وقت — اس فلاں اور اس فلاں کی یاد ہے

دم بخور در آبِ ذکر و صبر کن — تا رہی از فکر و وسواسِ کہن

ذکرِ حق کے پانی میں سانس گھونٹ لے اور صبر کر — تاکہ تو فکر اور پرانے خیالات سے نجات پائے

بعد ازاں تو طبعِ آں آبِ صفا — خود بگیری جملگی سر تا بپا

اس کے بعد اس صاف پانی کی طبیعت — سر سے پاؤں تک تو خود اختیار کر لے تمام

آنچناں کز آب آں زنبورِ شر — میگریزد از تو ہم گیرد حذر

جس طرح وہ شریر شہد کی مکھی پانی سے — بھاگتی ہے تجھ سے بھی ڈرے گی

بعد ازاں خواہی تو دور از آب باش — کہ بسر ہم طبعِ آبی خواجہ تاش

اس کے بعد اگر تو چاہے پانی سے جدا ہو جا — کیونکہ باطن کے اعتبار سے تو پانی کی طبیعت کا خواجہ تاش ہے

بس کسانے[3] کز جہاں بگذشتہ اند — لا نیند و در صفاتِ آغشتہ اند

بہت سے وہ لوگ جو دنیا سے چلے گئے ہیں — معدوم نہیں ہیں اور وہ اللہ کی صفات میں غرق ہیں

در صفاتِ حق صفاتِ جملہ شاں — ہمچو اختر پیشِ آں خورے نشاں

ان سب کی صفات اللہ (تعالیٰ) کی صفات میں — ایسی ہی بے نشان ہیں جیسا کہ ستارے سورج کے سامنے

گر ز قرآں نقل خواہی آخروں — خواں جمیعٌ لدینا محضرون

اے سرکش! اگر تو قرآن سے ثبوت چاہتا ہے — پڑھ لے وہ سب ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہیں

محضرون معدوم نبود نیک بیں — تا بقائے روحہا دانی یقیں

اچھی طرح سمجھ لے حاضر کئے ہوئے معدوم نہیں ہوتے — تاکہ تو روحوں کے باقی رہنے کو یقینی طور پر جان لے

---

[1] آنچنانکہ۔ روح انسانی کی فنا کی دوسری مثال ہے کہ بچھو کے کاٹے کا درد سانپ کے حملے کے وقت محو ہو جاتا ہے۔ الیک۔ تیری جانب۔ محو۔ تیسری مثال یہ ہے کہ روح انسانی کی محویت ایسی ہے جیسا کہ ننگا شہد کی مکھیوں کے ڈر سے پانی میں محو ہو جاتا ہے۔ کیونکہ شہد کے محال کی بڑی مکھیاں اس قدر تعاقب کرتی ہیں کہ پانی میں اگر غوطہ لگا جائے تو وہ انتظار کرتی ہیں کہ باہر نکلے تو پھر کاٹیں۔

[2] آب۔ اب مولانا ارشاد کی بات کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ وساوس کا حال شہد کی مکھیوں کا سا ہے اور ان سے بچاؤ ذکر اللہ کے پانی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں۔ جب انسان توبہ کرتا ہے تو خود اس کی طبیعت ذکر اللہ کی صفائی حاصل کر لیتی ہے اور طبیعت وساوس کو دور کرنے لگتی ہے اور اس کو بھی دم اور ذکر خفی وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ گو بہتر۔ اب خود سالک کی طبیعت میں وہ خواص پیدا ہو جاتے ہیں جو اذکار میں تھے۔

[3] بس کسانے۔ جس طرح روح انسانی بالکل فنا نہیں ہے اسی طرح بہت سے بزرگ وہ ہیں جن کی موت فنا محض نہیں ہے بلکہ ان

کیلئے موت کے معنی یہ ہیں کہ وہ صفات باری میں مستغرق ہیں۔ در صفات۔ اللہ کی صفات میں وہ اسی طرح معدوم ہیں جس طرح ستارے سورج کے سامنے معدوم ہوتا ہے۔ گر ز قرآں۔ قرآن پاک میں ہے ان کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذا ھم جمیع لدینا محضرون بس ایک زور کی آواز ہوگی تو ایکدم سے سب لوگ ہمارے حضور میں حاضر

رُوحِ محجوب[1] از بقایش در عذاب
اس کی بقا سے رُکی ہوئی روح عذاب میں ہے

رُوحِ واصل در بقا پاک از حجاب
جو روح بقا باللہ میں واصل (یعنی) ہو وہ پردے سے پاک ہے

زیں چراغِ حسِّ حیواں المراد
خلاصہ یہ ہے کہ اس حیوانی حس کے چراغ سے

گفتمت ہاں تا نجوئی اتحاد
میں نے تجھے بتا دیا خبردار اتحاد کا طالب نہ بننا

رُوحِ خود را متصل کُن اے فلاں
اے فلاں! اپنی روح کو وابستہ کر دے

زود با ارواحِ قدسِ سالکاں
بہت جلد سالکوں کی پاک روحوں کے ساتھ

صد چراغت ار مُرند ار بیستند
تیرے تو چراغ خواہ وہ مریں یا قائم رہیں

بس جدا ایند و یگانہ نیستند
(آپس میں) بہت جدا ہیں اور ایک نہیں ہیں

زاں[2] ہمہ جنگند ایں اصحاب ما
اسی لئے ہمارے یہ سب ساتھی لڑتے ہیں

جنگ کس نشنید اندر انبیا
کسی نے انبیاء میں لڑائی (کی بات) نہیں سنی ہے

زانکہ نورِ انبیا خورشید بود
کیونکہ انبیاء کا نور سورج (سے) تھا

نورِ حسِّ ما چراغ و شمع و دُود
ہمارے حواس کا نور چراغ اور شمع اور دھواں ہے

یک بمیرد یک بماند تا بروز
ایک بجھ جاتا ہے ایک دن تک رہتا ہے

یک بود پژمُردہ دیگر بافروز
ایک مُرجھاتا ہے، دوسرا روشن ہے

جانِ[3] حیوانی بود حی از غذے
حیوانی روح غذا سے زندہ رہتی ہے

ہم بمیرد او بہر نیک و بدے
وہ اچھائی اور بُرائی کے ساتھ مر بھی جاتی ہے

گر بمیرد ایں چراغ و طے شود
اگر یہ چراغ بجھ جائے اور لپٹ جائے

خانۂ ہمسایہ مُظلم کے شود
پڑوسی کا گھر تاریک کب ہوگا؟

نورِ آں خانہ چو بے اینہم بپاست
جب اس گھر کی روشنی اسکے بغیر بھی قائم ہے

پس چراغِ حسِّ ہر خانہ جداست
تو حس کا چراغ ہر گھر کا جُدا ہے

ایں مثالِ جانِ حیوانی بود
یہ رُوح حیوانی کی مثال ہے

نے مثالِ جانِ ربانی بود
نہ کہ ربانی روح کی مثال

باز از ہندوی شب چوں ماہ زاد
پھر رات کی تاریکی سے جب چاند نکلا

در سرِ ہر روزنے نورے فتاد
ہر شوراخ پر روشنی پڑی

کے چراغ کے بجھنے سے دوسرے گھر پر اندھیرا نہیں ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ دونوں جدا گانہ ہیں آپس۔ یعنی چراغ کی مثال۔ بازہ۔ روح انسانی کی مثال چاند کی روشنی کی سی ہے جب چاند طلوع کرتا ہے تو سب گھروں میں نور پھیلتا ہے تو ان سب گھروں کے نور میں وحدت ہے۔

[1] روح محجوب۔ نفس حیوانی کو بقا باللہ حاصل نہیں ہے لہٰذا وہ عذاب میں ہوگی جو روح انسانی بقا باللہ حاصل کریگی اس کو رویت باری حاصل ہوگی۔ زیں چراغ حس۔ روح حیوانی سے اتصال اور اتحاد، عذاب کا سبب ہے۔ روح خود۔ اپنی روح کو سالکوں کی روح سے وابستہ کرلو تو دیدار رب حاصل ہوگا صد چراغت۔ ارواح حیوانی سے قطع نظر کر دان روحوں میں کوئی یگانگت نہیں ہوتی ہے

[2] زاں۔ چونکہ عوام روح انسانی سے محروم ہیں اُن میں صرف روح حیوانی ہے جس میں یگانگت نہیں ہے اسی لئے باہمی مختلف اور جنگ وجدل میں رہتے ہیں انبیاء کی روح الروح انسانی ہے جس میں وحدت ہے۔ زانکہ۔ انبیاء کی روحیں خورشید وحدت کا نور ہیں جو باہمی متحد ہیں۔ نور حس ما۔ روح حیوانی وہی چراغ والی روشنی ہے۔ یک بمیرد۔ یہ جو فرمان میں اتحاد نہیں ہے اس لئے کوئی انسان دوسرے انسان کے احوال سے متاثر نہیں ہوتا ہے

[3] جانِ حیوانی۔ روح حیوانی غذاؤں سے زندہ ہے اور پھر اُس کے لئے فنا ہے۔ گر بمیرد۔ روح حیوانی کی مثال چراغ کی روشنی کی سی ہے اگر ایک چراغ بجھ جائے تو دوسرے گھر کا چراغ جلتا رہتا ہے۔ نورِ آں خانہ۔ جب ایک گھر

511

نورِ آں صدخانہ را تو یک شمر
اُن سَو گھروں کی روشنی کو تو ایک سمجھ

کہ نماند نورِ ایں بے آں دگر
کیونکہ اس کا نور اُس دوسرے کے بغیر نہیں رہتا ہے

تا بُوَد[1] خورشیدِ تاباں بر اُفق
جب تک سورج افق پر روشن ہے

ہست در ہر خانہ نورِ اُو رفیق
ہر گھر میں اس کا نور مہمان ہے

باز چوں خورشید جاں آفل شود
پھر جب روح کا سورج غروب کر جاتا ہے

نورِ جملہ جانہا زایل شود
تمام جانوں کا نور زایل ہو جاتا ہے

ایں مثالِ نور آمد مثل نے
یہ نور کی مثال ہے مثل نہیں ہے

مر ترا ہادی عدو را رہزنے
تیرے لئے ہادی ہے دشمن کیلئے رہزن ہے

بر مثالِ عنکبوت آں زشت خُو
وہ بدخو، مکڑی کی طرح

پردہ ہائے گندہ را بر بافد او
گندے پردے بنتا ہے

از لُعابِ[2] خویش پردہ نور کرد
اپنے لعاب سے اُس نے نور پر پردہ ڈالدیا

دیدۂ اِدراکِ خود را کور کرد
اپنے احساس کی آنکھ کو اندھا بنا لیا

گر دنِ اسپ ار بگیر د بر خورد
اگر گھوڑے کی گردن پکڑ لیگا فائدہ اٹھائیگا

ور بگیرد پاش بستاند لگد
اور اگر اُس کے پاؤں پکڑیگا لاتیں کھائے گا

کم نشیں بر اسپِ[3] تو سنِ بے لگام
سرکش گھوڑے پر بے لگام نہ چڑھ

عقل و دیں را پیشوا کُن والسلام
عقل اور دین کو پیشرو بنالے والسلام

اندریں آہنگ منگر سُست و پست
اِس راستہ کو سست اور پست نہ سمجھ

کاندریں رہ صبر شرقِ انفُس ست
کیونکہ اس راستہ میں صبر کرنا جانوں کیلئے شاق ہے

باز گرد د قصۂ مسجد بگو
واپس چل اور مسجد کا قصہ کہہ

با سلیمانِ نبی نیک خُو
نیک خصلت سلیمان نبیؑ کے ساتھ (جو ہوا)

بقیہ قصہ بنائے مسجد اقصیٰ از دست سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ سے مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے قصہ کا بقیہ

چوں سلیمانؑ کرد آغازِ بنا
جب حضرت سلیمانؑ نے تعمیر ابتدا کی

پاک چوں کعبہ ہمایوں چوں منیٰ
جو کعبہ کی طرح پاک اور منیٰ کی طرح بابرکت ہے

---

[1] تا بُود۔ روح انسانی میں چونکہ وحدت ہے اس لئے شیخ کامل اپنی زندگی میں چاند کی طرح ہر مُرید کو روشنی عطا کرتا رہتا ہے۔ بآز۔ جب وہ شیخ اپنی توجہ ہٹا لیتا ہے تو مُریدوں میں استفاضہ کی وہ پہلی سی کیفیت نہیں رہتی ہے۔ اِس مثال میں نے ذاتِ مقدس اور اُس کے نور کی مثال سورج اور اُسکی روشنی کو دی ہے یہ مثال ہے جو تمام حیثیتوں سے مثل کی طرح نہیں ہوتی ہے تیرے لئے یہ مثال ہدایت کا کام کریگی اور دشمن یعنی فلسفی کے لئے جو اسرارِ معرفت میں قیاس کو دخیل بناتا ہے رہزن بنے گی اور اُس کو مزید گمراہ کردے گی عنکبوت فلسفی کی مثال مکڑی کی سی ہے جو خود اپنے اوپر اپنے لعاب سے نور کو مخفی کر لیتی ہے۔

[2] از لُعاب۔ مکڑی اپنے لعاب سے اپنے اوپر جالا تن کر اپنے آپ کو روشنی سے محروم کرتی ہے اسطرح منکر اور معترض اپنے اعتراضات کے ذریعہ اپنے اِدراک کو نور سے محروم کر دیتا ہے۔

[3] گر دنِ اسپ۔ گھوڑے پر قاعدہ سے سوار ہوگا تو فائدہ اُٹھائیگا اور اگر اُسکے پاؤں پکڑنے کی کوشش کریگا تو لات کھائے گا یہی مثال کلام حق اور اسرار معرفت کی ہے کہ اگر صحیح طریقہ سے غور کروگے تو فائدہ اُٹھاؤ گے اور معترضانہ نگاہ ڈالو گے تو تباہی ہوگی۔ [3] اسپِ تو سنِ سرکش گھوڑا یعنی نفس آہنگ۔ راہ حق، راہ کو کہتے ہیں اور حقیر نہ سمجھ اس راستہ میں بہت صبر استقلال کی ضرورت ہے جو نفس پر بہت شاق و گراں ہے۔ بنا یعنی مسجد اقصیٰ کی تعمیر، منیٰ۔ وہ مقام پاک ہے جہاں حاجی رمی جمار کرتے ہیں۔

در بنایش دیدہ می شد کر و فر
اُس کی تعمیر میں شان و شوکت نظر آتی تھی

نے فسردہ چوں بناہائے دگر
دوسری عمارتوں کی طرح بجھی ہوئی نہ تھی

در بناہر سنگ کز کہ می شکست
تعمیر میں جو پتھر پہاڑ سے ٹوٹتا تھا

فاش سیزدانی ہمی گفت از نخست
وہ پہلے ہی سے "مجھے لے چلو" علی الاعلان کہتا تھا

ہمچو از آب و گلِ آدم کدہ
آدمؑ کے مجسمہ کے پانی اور مٹی کی طرح

نور زاں کہ پارہا تاباں شدہ
پہاڑ کے اُن ٹکڑوں سے نور چمکتا تھا

سنگ بے حمال آیندہ شدہ
پتھر اُٹھانے والوں کے بغیر آنے لگے

واں در و دیوارہا زندہ شدہ
وہ در اور دیواریں زندہ ہو گئیں

حق ہمی گوید کہ دیوارِ بہشت
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ بہشت کی دیواریں

نیست چوں دیوارہا بیجان و زشت
(اور دیواروں کی طرح بے جان اور بھدی نہیں ہیں

چوں در و دیوارِ تن با آگہی ست
جیسے کہ جسم کے در و دیوار حساس ہیں

زندہ باشد خانہ چوں شاہنشہی ست
چونکہ وہ شاہنشاہی گھر ہے زندہ رہے گا

ہم درخت و میوہ ہم آب زلال
درخت بھی اور پھل بھی، صاف پانی بھی

با بہشتی در حدیث و در مقال
بہشتی کے ساتھ بات چیت اور گفتگو میں ہونگے

زانکہ جنت را نہ زآلت بستہ اند
کیونکہ جنت کو اوزاروں سے تعمیر نہیں کیا ہے

بلکہ از اعمال دینت بستہ اند
بلکہ تیرے بے دین کے اعمال سے بنایا ہے

ایں بنا از آب و گل مُردہ بُدست
یہ عمارت مُردہ پانی اور مٹی سے بنی ہے

آں بنا از طاعتِ زندہ شُدست
وہ عمارت زندہ عبادت سے بنی ہے

ایں با صلِ خویش ماند پُر خلل
یہ اپنی اصل کی طرح پُر خلل ہے

وآں با صلِ خود کہ علم ست و عمل
وہ (اپنی اصل کے ساتھ (مشابہ ہے) جو علم اور عمل ہے

ہم سریر و قصر و ہم تاج و ثیاب
تخت اور قلعہ بھی اور تاج اور کپڑے بھی

با بہشتی در سوال و در جواب
بہشتی کے ساتھ سوال و جواب میں ہونگے

فرش بے فراش بیچیدہ شُدہ
فرش بغیر فراش کے لپٹا ہوا ہوگا

خانہ بے کناس روبیدہ شُدہ
گھر بغیر جھاڑو دینے والے کے جھڑا ہوا ہوگا

---

۵۱ سیزدانی مجھے لے چلو یعنی وہ پہاڑ کا پتھر خود بول پڑتا تھا کہ مجھے لے جاکر تعمیر میں لگاؤ۔ جیسے جس طرح آدمؑ کے مجسمہ کی مٹی اور پانی پُر نور تھا اسی طرح اُس مسجد اقصیٰ کے پتھر پانی اور مٹی پُر نور تھے۔

۵۲ سنگ۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے وہ پتھر خود بخود تعمیر میں لگنے کے لئے آنے لگے اور اُس مسجد کے در و دیوار میں زندگی پیدا ہو گئی۔ بہشت۔ بہشتی در و دیوار میں بھی زندگی ہوگی قرآن پاک میں ہے... اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ بے شک آخرت کا گھر زندہ ہے ویسے۔ انسان کا جسم پانی مٹی سے بنا ہے اور اُس میں زندگی ہے تو جنت کے در و دیوار میں زندگی کیوں نہ ہوگی۔

۵۳ ہم درخت۔ جنت کی ہر چیز میں حیات اور زندگی ہوگی اور وہ جنتیوں سے گفتگو کرے گی۔ زآلت۔ جنت کی تعمیر انسانوں کے نیک عملوں سے ہوگی۔ ایں بنا۔ دنیاوی مکانات مُردہ مٹی پانی سے بنتے ہیں لہٰذا وہ مُردہ ہوتے ہیں۔ جنت زندہ عبادتوں سے تعمیر ہوگی تو اُس میں زندگی ہوگی۔ ہم سریر۔ جنت کے تخت و قلعے اور لباس اور تاج سب زندہ ہوں گے فرش۔ چونکہ وہاں کے فرش میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود دیکھے گا اور لپٹ جائے گا۔ خانہ۔ چونکہ گھر میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود اپنے آپ کو صاف کرے گا۔

513

تخت[1] اُو سیار بے حمال شُد — حلقہ و در مطرب و قوال شُد

اُس کا تخت بغیر کسی اُٹھانیوالے کے چلنے والا ہو گیا — حلقہ اور در، مطرب اور قوال ہو گیا

خانۂ دل ہیں زغم ژولیدہ شُد — بے کناس از توبہ روبیدہ شُد

دل کے گھر کو دیکھو جو (گناہوں کی) فکر سے اُلجھا ہوا ہے، — بغیر جھاڑو کے توبہ سے صاف ہو جاتا ہے

ہست در دل زندگی دار الخلود — در زبانم چوں نمی آید چہ سُود

جنت دل میں جنت کی زندگی ہے — جبکہ میری زبان سے ادا نہیں ہو سکتی تو کیا فائدہ!

چونکہ گشت آں مسجدِ اقصیٰ تمام[2] — ز اہتمامات سلیمانؑ والسلام

جب مسجد اقصیٰ مکمل ہو گئی — (حضرت) سلیمانؑ کے اہتمام سے اور سلام ہو

چوں سلیمانؑ در شُدے ہر بامداد — مسجد اندر بہر ارشادِ عباد

جب (حضرت) سلیمانؑ ہر صبح کو آتے — مسجد کے اندر بندوں کی ہدایت کے لئے

پند دادے گر بگفت و لحن و ساز — گر بفعل اعنی رکوعِ پُر نیاز

کبھی گفتگو اور لہجہ اور بناؤ سے نصیحت کرتے — کبھی فعل یعنی پُر نیاز رکوع کے ذریعہ

پندِ فعلی خلق را جذاب تر — کہ رسد در جانِ ہر با گوش و کر

عملی نصیحت لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے — کیونکہ وہ ہر کان والے اور بہرے کے دل میں پہنچتی ہے

وانداں[3] وہم امیری کم بُود — در حشم تاثیر آں محکم بُود

اور اُس میں حکومت کا وہم نہیں ہوتا ہے — ماتحتوں میں اُس کی تاثیر مضبوط ہوتی ہے

قصۂ آغازِ خلافتِ عثمانؓ و خطبۂ وے در بیان آنکہ ناصح فعّال بفعل بہ از ناصح قوّال بقول

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے ابتدا کا قصہ اور اُن کا خطبہ اس بیان میں کہ عامل اپنے عمل سے نصیحت کرنے والا زبانی بات کے ذریعہ نصیحت کرنے والے سے بہتر ہے

قصۂ عثمانؓ کہ بر منبر بر فت — چوں خلافت یافت بشتابید تفت

(حضرت) عثمانؓ کا قصہ کہ منبر پر پہنچے — جب خلافت پائی تیزی سے عمل کیا

منبرِ مہتر کہ سہ پایہ بُدست — رفت بوبکرؓ و دوم پایہ نشست

سردارؐ کا منبر جو تین درجوں کا تھا — ابوبکرؓ پہلے اور دوسرے درجہ پر بیٹھ گئے

بر سوم پایہ عمرؓ در دورِ خویش — از برائے حرمتِ اسلام و کیش

(حضرت) عمرؓ اپنے دور میں تیسرے درجہ پر — اسلام اور مذہب کی حرمت کے لئے (بیٹھے)

[1] تخت۔ جنت کا تخت خود بخود چلے گا۔ حلقہ۔ جنتی کی خواہش کے مطابق دروازے کی زنجیریں اور دروازہ خود مطرب اور قوال کا کام کرنے لگیں گے۔ خانۂ دل۔ جھاڑو دینے والے کے بغیر جنتی گھر کے صاف ہو جانے پر تعجب نہ کرو خود اپنے دل کو دیکھو گناہوں سے اگر وہ ہوتا ہے اور توبہ سے خود بخود صاف ہو جاتا ہے۔ در زبانم۔ دل کی زندگی کی پوری کیفیت سمجھانے سے زبان قاصر ہے۔

[2] چوں سلیمانؑ مسجد اقصیٰ کے مکمل ہو جانے پر حضرت سلیمانؑ روزانہ صبح کو مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو راہِ حق کی ہدایت کرتے۔ پند دادے۔ حضرت سلیمانؑ لوگوں کو کبھی زبان سے نصیحت فرماتے اور کبھی عملی طور پر عبادت کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کرتے۔ پند فعلی۔ عملی نصیحت زیادہ کارگر ہوتی ہے۔

[3] وانداں۔ عملی نصیحت میں لہجہ کا تحکم بھی نہیں ہوتا ہے لہٰذا وہ ماتحتوں پر زیادہ اثر کرتی ہے۔ ناصحِ فعّال۔ وہ ناصح جس کا عمل دوسروں کی نصیحت کا سبب بنے۔ قوّال۔ جو شخص زبانی نصیحت کرے۔ منبرِ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے تین درجے تھے۔ ابوبکرؓ خطبہ کے درمیان میں آنحضورؐ سے اوپر کے درجے پر بیٹھے تھے جو حضرت ابوبکرؓ نے دوسرے درجہ پر بیٹھ کر دوسرے خلیفہ کے لئے خالی کر دیا تھا۔

516

دورِ عثمانؓ[1] آمد و بالائے تخت — برشد و بنشست آں محمود بخت

(حضرت) عثمانؓ کا زمانہ آیا وہ تخت کے اوپر — چڑھے، اور وہ خوش نصیب بیٹھ گئے

پس سوالش کرد شخصے بوالفضول — کاں دو نشستند بر جایِ رسولؐ

اُن سے ایک بیوقوف شخص نے دریافت کیا — کہ وہ دونوں رسولؐ کی جگہ پر نہ بیٹھے

پس تو چوں جستی ازیشاں برتری — چوں بدیشاں کمتری

تو آپ نے اُن سے برتری کیوں چاہی؟ — جبکہ آپ رتبے میں اُن سے کم ہیں

گفت اگر پایہ سوم را بسپرم — وہم آید کہ مثالِ عمرؓم

اُنھوں نے فرمایا اگر میں تیسرے درجہ پر بیٹھوں — شبہ ہوگا کہ میں عمرؓ جیسا ہوں

ور دوم پایہ شوم من جائے جو — گویمم مثلِ ابوبکرؓ ست او

اور اگر میں دوسرے درجہ پر جگہ تلاش کروں — لوگ مجھے کہیں گے کہ وہ ابوبکرؓ جیسا ہے

ہست[2] ایں بالا مقامِ مصطفےٰ — وہم مثلی نیست با آں شہ مرا

یہ اونچا درجہ مصطفےٰؐ کی جگہ ہے — میرے متعلق اُن شاہ جیسا ہونے کا وہم نہیں ہو سکتا

بعد ازاں بر جائے خطبہ آں ودود — تا بقربِ عصر لب خاموش بود

اُس کے بعد وہ مہربان خطبہ (پڑھنے) کی جگہ — عصر کے قریب تک خاموش تھے

زہرہ نے کس را کہ گوید ہین بخواں — یا بروں آید ز مسجد آں زماں

کسی کی ہمت نہ تھی کہ کہے پڑھئے — یا اُس وقت مسجد سے باہر نکل آئے

ہیبتے[3] بنشستہ بد بر خاص و عام — پُر شد از نورِ خدا آں صحن و بام

ہر خاص و عام پر ہیبت بیٹھی ہوئی تھی — اللہ (تعالےٰ) کے نور سے صحن اور بالاخانہ پُر تھا

ہر کہ بینا ناظرِ نورش بدے — کور زاں خورشید ہم گرم آمدے

جو بینا تھا وہ اُس کے نور کو دیکھنے والا تھا — اندھا بھی اُس نور سے گرم ہو رہا تھا

پس ز گرمی فہم کردے چشمِ کور — کہ برآمد آفتابے بے فتور

گرمی کی وجہ سے اندھا بھی سمجھ رہا تھا — کہ نمکستل سورج نکل آیا ہے

لیک ایں گرمی کشاید دیدہ را — تا بہ بیند عین ہر بشنیدہ را

لیکن یہ گرمی آنکھ کو کھول دیتی ہے — تاکہ آنکھ، ہر سنی ہوئی بات کو دیکھ لے

گرمیش را ضجرتے و حالتے — زاں تپش دل را کشادے فسحتے

اُس کی گرمی میں ایک تنگدلی اور ایک حالت ہے — اُس گرمی سے دل میں ایک کشادگی اور وسعت ہے

---

[1] دورِ عثمانؓ: حضرت عثمانؓ نے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم والے درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ دو دو۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی صحابہ کے مراتب میں حضرت عثمانؓ کا تیسرا مرتبہ ہے۔

گفت۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تیسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ سمجھیں گے کہ میں عمرؓ جیسا ہوں۔ اور دوم۔ دوسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ حضرت ابوبکرؓ جیسا سمجھیں گے۔

[2] ہست۔ اب میں نے آنحضورؐ کے درجہ پر اس لئے بیٹھنا شروع کر دیا کہ مجھے اُن جیسا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ دو دو۔ یعنی حضرت عثمانؓ۔

خاموش۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور پھر یہ کہہ کر نیچے اُتر آئے تھے کہ تمہارا امیر فعال ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قوال ہو۔

[3] ہیبتے۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اُنسے خطبہ دینے کو کہے یا اُٹھ کر چلا جائے اور اس وقت وہ منظرِ نورِ خداوندی بنے ہوئے تھے۔ ہر کہ بینا۔ وہ لوگ جنہیں اُس نور کے مشاہدہ کی صلاحیت تھی وہ اُس کا مشاہدہ کر رہے تھے یقیناً سب لوگ بھی اُسکے اثرات محسوس کر رہے تھے۔ پس۔ اندھا سورج کی گرمی سے سورج کے طلوع کو سمجھتا ہے۔ لیک۔ لیکن اُس نور کی گرمی انسان کو بینا بنا دیتی ہے۔ گرمیش۔ اُس نور کی گرمی سے دل میں ایک کشادگی اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔

کورؔ چوں شُد گرم از نورِ قدم
از فرح گوید کہ من بینا شُدم

جب قدیم نور سے اندھا گرم ہو جاتا ہے
وہ خوشی سے کہتا ہے کہ میں بینا ہو گیا ہوں

سخت خوش مستی ولے اے بُوالحسن
پارۂ راہ است تا بینا شُدن

تو بہت اچھا ہے لیکن اے بھلے انسان!
بینا ہونے تک تھوڑا سا راستہ ہے

ایں نصیبِ کور باشد ز آفتاب
صد چنیں واللہُ اَعلَمُ بِالصَّواب

سورج سے نابینا کا یہ حصہ ہے
اس سے سوگنا اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

وآنکہ اُو آں نُور را بینا بُود
شرحِ اُو کے کارِ بوسینا بُود

وہ شخص جو اُس نور کو دیکھنے والا ہے
اُس کی تشریح کرنا (شیخ) بوعلی سینا کا کام ہے؟

گر شود صد تو کہ باشد ایں زباں
کہ بجُنباند بکف پردہ عیاں

اگر زبان سو گنا ہو جائے تو یہ کون ہوتی ہے؟
کہ ہاتھ سے مشاہدے کے پردے کو ہٹا دے

وائے بر وَے گر بساید پردہ را
تیغِ اللّٰہی کُند دستش جُدا

اُس پر افسوس ہے اگر وہ پردے کو ہٹاتے
خدائی تلوار اُس کے ہاتھ کو جُدا کر دیگی

دست چہ بُود خود سَرش را بر کند
آں سَرے کز جہل شر ہا می کُند

ہاتھ کیا ہوتا ہے، خود اُسکے سر کو کاٹ دیگی
اُس سر کو جو جہالت سے شرارتیں کرتا ہے

ایں بتقدیرِ سخن گفتم تُرا
ورنہ خود دستش کجا و آں کجا

یہ میں نے تجھ سے فرضی بات کہہ دی
ورنہ اُس کا ہاتھ کہاں اور وہ (پردہ) کہاں

خالؔ را خایہ بُدے خالو بُدے
ایں بتقدیر ست یعنی گر بُدے

خال کے اگر خصیہ ہوتا، وہ خالو ہوتی
یہ فرضی بات ہے، یعنی اگر ہوتا

از زباں تا چشم کُو پاک از شک ست
صد ہزاراں سال گویم اندک ست

زبان (کے ذکر) سے آنکھ (کے مشاہدہ) تک کہ وہ شک سے
اگر میں لاکھوں سال (کی مسافت) کہوں تو کم ہے

ہیں مشو نومید نور از آسماں
حق چو خواہد می رسد بے ریگ زماں

خبردار! مایوس نہ ہو آسمان سے نور
جب خدا چاہتا ہے نور بے ریگ جاتا ہے

صد اثر در کانہا از اختراں
می رساند قدرتش در ہر زماں

ستاروں کے سینکڑوں اثرات کانوں میں
اُس کی قدرت ہر وقت پہنچاتی ہے

---

۵۱ کور جس میں مشاہدہ کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ بھی جس وقت اُس نور سے متاثر ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بینا سمجھنے لگتا ہے۔ سخت جس کو مشاہدہ حاصل نہیں ہے وہ خوش میں مست ہو کر سمجھتا ہے کہ مشاہدہ حاصل ہو گیا۔ اُس کو خطاب ہے کہ تھوڑی سی اور محنت کرلے تب اِس مقام پر پہنچے گا۔ ایں نصیب یہ تو اُس شخص کی حالت تھی جس کو مشاہدہ حاصل نہیں، جس کو حاصل ہوتا ہے اُس کی حالت اِس سے سوگنی ہوگی۔

۵۲ وآنکہ۔ اُس نور کے مشاہدے سے جو کیفیت حاصل ہوگی اُس کی تشریح شیخ بوعلی سینا بھی اپنی عقل اور فلسفہ کے زور سے نہیں کر سکتا۔ گر شود۔ مقامِ مشاہدہ، مجاہدہ سے حاصل ہوگا مشاہدہ کا پردہ دلائل سے نہ ہٹے گا۔ وائے۔ جو شخص نبوت کے واسطے کے بغیر محض عقلی دلائل سے وصول الی اللہ کی کوشش کریگا اُس بیچارے کی ہلاکت ہے۔

ایں۔ یہ بات کہ اگر کوئی محض عقل کے ہاتھ سے پردے کو ہٹانے کی کوشش کریگا تو خدائی تلوار اُسکا ہاتھ کاٹ دیگی یہ بات میں نے بطور فرض کے کہہ دی ہے ورنہ یہ ہاتھ سے پردہ ہٹانے کی کوشش ممکن ہی نہیں ہے۔

۵۳ خالؔ۔ یہ اسی طرح کی فرضی بات ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ اگر خالہ کے خصیہ ہوتا تو وہ خالو ہوجاتی۔ از زبان۔ زبانی دلائل سے مشاہدہ تک پہنچنے میں اگر میں لاکھوں سال کا فاصلہ بتاؤں تو وہ بھی کم ہے۔ یعنی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی دوری سے گھبرا کر اُسکی کوشش چھوڑ بیٹھنا جب اللہ تعالیٰ اِس فاصلہ کو کرنا چاہیں گے تو نور آکر ہو جائیگا، چاند ستاروں کا زمین سے فاصلہ کروڑوں سال کی مسافت کا ہے لیکن قدرت اُنکی روشنی نور از میں تک پہنچا دیتی ہے۔ صد اثر۔ سورج اور چاند کی شعاعیں کانوں میں ہیرے جواہر بناتی ہیں اور وہ اثرات اُن سے کانوں تک نور آ پہنچ جاتے ہیں۔

516

اخترِ گردوں ظُلَم را ناسخ ست — اخترِ حق در صفاتش راسخ ست

آسمان کا ستارہ تاریکیوں کو دُور کرتا ہے — اللہ تعالیٰ کا ستارہ اپنی صفات میں مضبوط ہے

چرخِ پانصد سالہ راہ اے مُستعیں — در اثر نزدیک آمد با زمیں

اے مدد کے طالب! آسمان پانچسو سال کی مسافت پر — اثر کرنے میں، زمین کے نزدیک ہے

سہ ہزاراں سال و پانصد تا زحل — دَمبدم خاصیتش آرد عمل

زحل (ستارے) تک ساڑھے تین ہزار سال کا راستہ ہے — اُس کی خاصیت ہر وقت عمل کر رہی ہے

درہمش آرد چو سایہ در ایاب — طول سایہ چیست پیشِ آفتاب

آنے میں اُس کو سایہ کی طرح درہم برہم کر دے — سورج کے سامنے سایہ کی درازی کیا چیز ہے؟

وز نفوسِ پاک اختر وش مَدد — سوئے اختر ہائے گردوں می رسد

پاک نفوس کی جانب سے مدد ستاروں کی طرح — آسمان کے ستاروں کی جانب پہنچتی ہے

ظاہراً آں اختراں قوامِ ما — باطناً ماگشتہ قوامِ سما

بظاہر وہ ستارے ہمارے وجود کا باعث ہیں — ہمارا باطن آسمان کی ماہیت بنا ہوا ہے

دَر بیان آنکہ حُکمائے طبیعی گویند آدمی عالَمِ صغیر ست و حُکمائے الٰہی گویند آدمی عالَمِ کبیر ست یعنی کہ عِلمِ آں حُکما بر صورتِ آدمی مقصور بُود و عِلمِ اینہا بر باطنِ آدمی موصول

اس بیان میں کہ حکماء طبیعی (فلسفہ) کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ صغیر ہے اور خدائی حکماء کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ کبیر ہے کیونکہ اُن حکماء کا علم آدمی کی صورت پر منحصر تھا اور ان کا علم آدمی کے باطن سے وابستہ ہے

پس بصورت عالَمِ صُغریٰ توئی — پس بمعنیٰ عالَمِ کُبریٰ توئی

صورت کے اعتبار سے تو چھوٹا جہان ہے — باطن کے اعتبار سے تو بڑا جہان ہے

ظاہراً آں شاخ اصلِ میوہ است — باطناً بہرِ ثمر شد شاخ ہست

بظاہر پھل کی جڑ ہے — حقیقتاً پھل کے لئے وجود میں آئی ہے

گر نبودے میل و اُمیدِ ثمر — کے نشاندے باغباں بیخِ شجر

اگر پھل کی خواہش اور امید نہ ہوتی — تو باغبان درخت کی جڑ کب بوتا

الٰہیہ اور حقانی کو یہ کا جامع ہے۔ شاخ یعنی عالم۔ ثمر یعنی انسان۔ گر نبودے۔ اگر انسان کی تخلیق، قدرت کا منشا نہ ہوتی تو عالم کو نہ پیدا کیا جاتا۔

---

۵۱ اخترِ گردوں۔ جب چاند سورج وغیرہ اپنی روشنی سے زمین کی تاریکیوں کو مٹاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں اُن سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔ چرخ۔ آسمان کا زمین سے پانچسو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن زمین پر اثر انداز ہونے میں وہ فاصلہ کچھ بھی نہیں ہے۔ سہ ہزاراں۔ زحل ستارہ جو کہ ساتویں آسمان پر ہے اسمیں اور زمین میں ساڑھے تین ہزار سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن ہر وقت زمین پر اثر انداز ہے۔ درہمش۔ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اُس زحل کے اثرات کو جبکہ وہ زمین کی طرف لوٹ رہے ہوں درہم برہم کر دے، آفتاب حق کے سامنے ان اثرات کی جو سایہ کیطرح ہیں کیا حقیقت ہے

۵۲ وز نفوس۔ پہلے یہ کہا تھا کہ آسمان کے ستارے ہم پر اثر ڈال رہے ہیں اب فرماتے ہیں کہ جس طرح ستارے اثر انداز ہیں اسیطرح انبیاء اور اولیاء کا وجود ستاروں پر اثر انداز ہے

قوام۔ وہ چیز جو کسی چیز کی ماہیت بنائے۔ دَر بیان۔ حکماء فلاسفہ انسان کو چھوٹا جہان اور دنیا کو بڑا جہان مانتے ہیں اور صوفیاء انسان کو بڑا عالم اور دنیا کو چھوٹا عالم مانتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ فلاسفہ کی نظر انسان کے ظاہر پر ہے۔

۵۳ پس بصورت۔ یعنی انسان تمام کائنات عالم کے نمونوں کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے۔ عالمِ کبریٰ۔ چونکہ حقیقت اسمار

516

پس بمعنیٔ آں شجر از میوہ زاد
پس درخت حقیقتاً پھل سے پیدا ہوا ہے

مصطفیٰ زیں گفت کادم و انبیا
مصطفیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ حضرت آدمؑ اور دیگر انبیا

بہر ایں فرمودہ است آں ذوفنون
اسی لئے اُن جامع کمالات نے فرمایا ہے

گر بصورت من ز آدم زادہ ام
اگرچہ بظاہر میں آدمؑ سے پیدا ہوا ہوں

کز برائے من بد ش سجدہ ملک
کیونکہ فرشتوں کا اُسکو سجدہ میرے لئے ہی تھا

پس ز من زائید در معنیٔ پدر
پس حقیقتاً باپ مجھ سے پیدا ہوا

اوّل فکر آخر آمد در عمل
ابتدائی فکر عمل وجود میں آخر میں آتا ہے

حاصل اندر یک زماں از آسماں
خلاصہ یہ ہے کہ آسمان سے تھوڑے وقفہ میں

نیست برایں کارواں ایں رہ دراز
اس قافلہ پر یہ راستہ دراز نہیں ہے

دل بکعبہ میرود در ہر زماں
ہر وقت میں، دل کعبہ کو جاتا ہے

ایں درازو کوتہی مر جسم راست
یہ درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے

گر بصورت از شجر بودش ولاد
اگرچہ بظاہر درخت سے اُس کی پیدائش ہے۔

خلفِ من باشند در زیر لوا
میرے پیچھے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

رمز نحن الآخرون السابقون
"ہم آخر میں ہیں اور پہلے ہیں" کا اشارہ

من بمعنیٔ جدِ جد افتادہ ام
میں حقیقتاً پردادا واقع ہوا ہوں

وز پئے من رفت بر ہفتم فلک
اور میرے لئے ہی وہ ساتویں آسمان پر گئے

پس ز میوہ زاد در معنیٔ شجر
اور اصلاً درخت پھل سے پیدا ہوا

خاصہ فکرے کو بود وصفِ ازل
خصوصاً وہ ارادہ جو ازل کی صفت ہو

میرود می آید اندر کارواں
اب قافلہ آتا جاتا ہے

کے مفازہ زفت آید بامفاز
کامیابی کے ہوتے ہوئے جنگل کب بھاری پڑتا ہے

جسم طبع دل بگیرد ز امتناں
جسم احسان (خداوندی) سے دل کی طبیعت اختیار کرتا ہے

چہ درازو کوتہ آنجا کہ خداست
جہاں خدا ہے وہاں درازو کوتاہ کیا ہوتا ہے!

---

۵۱ آں شجر: تو گویا مادر آں ہے مصطفیٰ صلعم حدیث شریف وَاَنَا حَابِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَحْتَهٗ اٰدَمُ فَمَنْ دُوْنَهٗ وَلَا فَخْرَ یعنی میں قیامت کے روز لوائے حمد اٹھانیوالا ہوں جس کے نیچے حضرت آدمؑ اور اُنکے علاوہ تمام انبیاء ہونگے اور اس پر کوئی فخر نہیں ہے۔ یہ اسی نے فرمایا ہے کہ آدمؑ اور اُنکی اولاد کی تخلیق سے مقصود آنحضورؐ کی ذات ہے۔ تو اجمنڈا۔

۵۲ بہر ایں چونکہ مقصود آنحضورؐ کی تخلیق تھی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اگرچہ آخر میں بھیجا گیا ہوں لیکن چونکہ مقصود اصلی میں ہوں لہٰذا میں پہلے ہوں کسی چیز کی علت غائی وجود خارجی میں اگرچہ موخر ہوتی ہے لیکن وجود ذہنی میں وہ اس چیز سے پہلے موجود ہوتی ہے۔ چونکہ حقیقت آدمؑ کا ظہور حقیقت محمدیہ سے ہوا ہے۔ کز برائے۔ حضرت آدمؑ مسجود ملائکہ اسی لئے بنے کہ اُن کی پشت میں نور محمدیؐ تھا۔ رفت۔ اُن کو معراج اسی لئے کرائی گئی تاکہ وہ نور محمدیؐ سے فیض حاصل کر سکیں۔ پدر۔ حضرت آدمؑ۔

۵۳ اوّل فکر۔ ہونیوالی ہر چیز کا فکر اور تصور اُس کے وجود خارجی سے پہلے ہوتا ہے تم رہنے کیلئے اور درخت پھل کیلئے وجود میں آتا ہے تو اُنکے تصورات اُن کے وجود خارجی سے پہلے [illegible] سے مولانا نے پھر اصل مضمون کی [illegible]

رجوع کیا ہے کہ فکر اور مشاہدہ کے فاصلہ سے سالک کو گھبرانا نہ چاہیئے قدرت ان فاصلوں کو کم کر دیتی ہے آیدر اب۔ کے مفازہ۔ اگر کامیابی ہوتی ہے تو راہ کا فاصلہ اور دشواری معدوم ہو جاتی ہے۔ دل انسان کا دل ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے کعبہ میں پہنچ جاتا ہے جسم۔ اللہ کا کرم ہو تو جسم بھی دل کی رفتار اختیار کر لیتا ہے اور بزرگوں سے طَیُّ الْاَرْض کی کرامت ظاہر ہو جاتی ہے۔ ایں درازو۔ راستہ کی درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے رُوح کے لئے نہیں ہے۔

S18

چوں[1] خدا امر جسم را تبدیل کرد
جب خدا نے جسم کو بدل دیا

رفتنش بے فرسخ و بے میل کرد
اُس کا چلنا بے فرسخ اور بے میل کر دیا

صد امید ست ایں زماں بر دار گام
اب تو اُمید میں ہیں، قدم بڑھا

عاشقانہ اے فتیٰ خل الکلام
عاشقوں کی طرح اے نوجوان! باتیں بنانا چھوڑ دے

گرچہ پیلہ چشم بر ہم می زنی
اگرچہ تو پلکیں جھپکا رہا ہے

در سفینہ خفتہ رہ میکنی
تو کشتی میں سوتا ہوا سفر کر رہا ہے

تفسیر ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِی کَمَثَلِ سَفِینَۃِ نُوحٍ مَنْ
اس حدیث کی تفسیر کہ میری امت کی مثال حضرت نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو

تَمَسَّکَ بِهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ
اُس سے وابستہ ہوا وہ بچا اور جو اُس سے بچھڑا وہ ڈوبا

بہر[2] ایں فرمود پیغمبر کہ من
اسی لئے پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ میں

ہمچو کشتی ام بطوفان زمن
زمانہ کے طوفان میں کشتی کی طرح ہوں

ما و اصحابیم چوں کشتی نوح
ہم اور ہمارے ساتھی حضرت نوحؑ کی کشتی کی طرح ہیں

ہر کہ دست اندر زند یابد فتوح
جو سہارا پکڑے گا، نجات پا جائے گا

چونکہ با شیخی تو دور از زشتی
جبکہ تو شیخ کے ساتھ ہے، بُرائی سے دور ہے

روز و شب سیاری و در کشتی
تو دن رات چل رہا ہے اور تو کشتی میں ہے

در پناہِ جانِ جان بخشے توئی
تو جان بخشنے والے کی جان کی پناہ میں ہے

کشتی اندر خفتہ رہ میروی
تو کشتی میں سویا ہوا ہے راستہ طے کر رہا ہے

مگسل از پیغمبرِ ایامِ خویش
اپنے زمانے کے پیغمبر سے جُدا نہ ہو

تکیہ کم کن بر فن و بر گامِ خویش
اپنی تدبیر اور اپنے قدم پر بھروسہ نہ کر

گرچہ[3] شیری چوں روی رہ بے دلیل
اگرچہ تو شیر ہے اب تو بغیر رہنما کے راستہ طے کریگا

ہمچو رو بہ در ضلالی و ذلیل
تو بڑی گمراہی میں ہے اور ذلیل ہے

ہیں مپر الا کہ با پیرہائے شیخ
خبردار! شیخ کے پروں کے بغیر پرواز نہ کر

تا بہ بینی عونِ لشکرہائے شیخ
تاکہ تو شیخ کے لشکروں کی مدد دیکھے

یک زمانے موجِ لطفش بالِ تست
ایک وقت اُس کی مہربانی کی موج تیرا بازو ہے

آتشِ قہرش دمے حمالِ تست
کسی وقت اُس کے قہر کی آگ تیری بار بردار ہے

[1] جوں خدا معراج میں انبیاء کے لئے یہی صورت پیش آتی ہے۔ فرسخ تین میل کا فاصلہ۔ صد امید ست۔ مجاہدہ کرنے والے کو قیل وقال کو ترک کر کے عمل میں لگ جانا چاہیئے خدا سے اُمید ہے کہ وہ شاہد کی منزل تک پہنچا دیگا۔ گرچہ سالک بھی آنکھیں بند کر کے عمل کرے تو منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ پیلہ چشم۔ پلکیں۔ یعنی کشتی انسان کشتی میں بیٹھا ہوا ہو تو اگر وہ سو بھی جائے تب بھی منزل تک پہنچ جائیگا۔

[2] بہر ایں۔ آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ کی سیرت پر عمل کر کے ایک انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ تفریع۔ کامیابی۔ چونکہ۔ سالک کیلئے شیخ کی صحبت حضرت نوحؑ کی کشتی کا کام کرتی ہے۔ شیار۔ چلنے والا۔ جان بخشے۔ یعنی شیخ۔ پیغمبر۔ یعنی اُس زمانہ کا شیخ۔

[3] گرچہ۔ سالک خواہ کیسا ہی ہو سلوک بغیر شیخ کے مشکل ہے۔ پرہائے شیخ۔ یعنی شیخ کی توجہ۔ جو ان شیخ کی توجہات سے منزل طے ہوگی۔ یک زمانے شیخ کبھی اپنی صفت جمال کے ساتھ تربیت کرتا ہے کبھی صفت جلال کے ساتھ۔ تو شیخ کی نرمی اور سختی دونوں مدارج کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔

قہرِ اُو را ضدِ لُطفش کم شمر
اُس کے قہر کو اس کی مہر کی ضد نہ سمجھ

اتحادِ ہر دو بیں اندر اثر
اثر میں دونوں کی یکسانیت دیکھ

یک زماں چوں خاک سبزت می کُند
ایک وقت میں وہ تجھے مٹی کیطرح سرسبز کر دیتا ہے

یک زماں پُر باد و گبرت می کُند
ایک وقت میں پُر شوکت اور مایقدر بنا دیتا ہے

جسمِ عارف را دہد وصفِ جماد
سالک کے جسم کو مٹی کی خاصیت عطا کر دیتا ہے

تا برو روید گُل و نسرین شاد
تاکہ اُس پر پھول اور عمدہ گُل سیسوتی اُگے

لیک اُو بیند نہ بیند غیرِ اُو
لیکن وہی اُس کو دیکھتا ہے اُس کا غیر نہیں دیکھتا ہے

جز بمغزِ پاک ندہد خُلد بُو
بہشت (پاک مغز والے) کے علاوہ کسی کو خوشبو نہیں دیتی ہے

مغز را خالی کُن از اِنکارِ یار
دوست کے انکار سے دماغ کو خالی کر لے

تا کہ ریحاں یابی از گُلزارِ یار
تاکہ تو دوست کے چمن سے خوشبو سونگھے

تا بیابی بُوی خُلد از یارِ من
تاکہ تو میرے دوست کے ذریعہ بہشت کی خوشبو پھیل

چوں محمدؐ بُوی رحماں از یمن
جیسا کہ آنحضورؐ نے یمن سے خدا کی خوشبو محسوس کی،

در صفِ معراجیاں گر بیستی
اگر تو معراج والوں کی صف میں کھڑا ہو گیا

چوں بُراقت پَر کُشاید نیستی
فنا تیرے لئے بُراق کی طرح پَر پھیلا دے گی

نے چو معراجِ زمینے تا قمر
نہ تو کی قمر تک کی معراج کی طرح نہیں

بلکہ چوں معراجِ کلکے تا شکر
بلکہ نے کے شکر بننے تک کی معراج کی طرح

نے چو معراجِ بُخارے تا سَما
نہ بخار کی آسمان تک کی معراج کی طرح نہیں

بل چو معراجِ جنینے تا نہا
بلکہ پیٹ کے بچہ کی مقعد تک معراج کی طرح

خوش بُراقے گشت خنگِ نیستی
فنا کا گھوڑا، بہت اچھا بُراق بنا

سُوئے ہستی آردت گر نیستی
اگر تو فانی ہے تجھے بقا کی جانب لے آتا ہے

کوہ و دریا ہا تمش مَس می کُند
اُس کے سُم پہاڑ اور دریاؤں کو چھوتے ہیں

تا جہانِ حِس را پس می کُند
یہانتک کہ وہ محسوس دنیا کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے

پا بکش در کشتی و می رَو رواں
کشتی میں قدم رکھ، اور چلا چل

چوں سُوئے معشوق جانِ جاں رَوَاں
جیسا کہ جانِ معشوق کیطرف جاتی ہو جو روح کی روح ہے

۱؎ قہر اور شیخ کی محبت اور غصہ دونوں کے اثرات مُرید کے لئے مفید ہیں لہٰذا اثر کے اعتبار سے ایک دوسری کی ضد نہیں ہے۔ چوں خاک۔ یعنی شیخ اپنے قہر سے مُرید کو متواضع بناتا ہے اور اُس میں اخلاقِ حسنہ کا بیزہ اُگاتا ہے۔ پُر باد۔ یعنی شان و شوکت والا۔ گبر۔ مٹی، فربہ۔ وصفِ جماد۔ یعنی خاکساری۔ یک۔ مُرید کی اس روحانی شادابی کو شیخ دیکھتا ہے مگر۔ شیخ کے ساتھ بے اعتقادی کے سوا کچھ نہیں ملتا ہے۔

۲؎ چوں۔ یہ حضرت اویسؓ قرنی کے قصہ کی طرف اشارہ ہے حضرت اویسؓ یمن میں رہتے تھے اور بڑے عاشقِ رسول تھے لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے تھے آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اِنِّی لَاَجِدُ رِیحَ النَّفَسِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ میں یمن کی جانب سے خدا کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ یہ آنحضورؐ کا فرمان حضرت اویسؓ کی خوشبو کے بارے میں تھا۔

۳؎ ہستی۔ یعنی مقامِ فنا۔ نے چو معراج۔ بزرگوں کی صحبت میں جو معراج ہوگی وہ ایسی معراج نہ ہوگی جیسی کہ دھریں یا بخار کی معراج آسمان تک ہے بلکہ ایسی باستی معراج ہوگی جیسی کرنے کو معراج حاصل ہو کر اُس میں شکر پیدا ہو جاتی ہے۔

۴؎ خوش۔ یعنی یہ فنا کا بُراق ایسا ہے کہ اگر تم فنا کا مقام حاصل کر چکو گے تو تمہیں بقا کی طرف لے آئے گا یعنی سیر و حی کے بعد سیر نزولی ہوگی اور تم پھر اپنی ہستی میں آجاؤ گے۔ کوہ۔ فنا کا مقام حاصل ہو جانے پر سالک دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پا بکش۔ شیخ کی صحبت میں جو سیر ہوتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح جانِ معشوق کیطرف کھنچتی ہے

دست[1] نے وپائے نے رُو تا قِدم
بغیر ہاتھ اور بغیر پاؤں کے قدیم کی طرف چل

آنچناں کہ تاخت جانہا از عدم
جس طرح کہ روحیں عدم سے دوڑ آئیں

بَر دریدے در سخن پردہ قیاس
اس تقریر، بات میں قیاس کا پردہ چاک کر دیتی

گر نبودے سَمعِ سامع را نُعاس
اگر سننے والے کی سماعت پر اونگھ نہ طاری ہوتی

اے فلک بر گفتِ اُو گوہر ببار
اے آسمان! اُس کی گفتگو پر موتی برسا

از جہانِ اُو جہانا شرم دار
اے دنیا! تو اُس کے جہان سے شرم کر

گر ببارید[2] گوہرت شش تا شود
اگر تو موتی برسائے وہ چھ گنا ہو جائینگے

جامدت گوئندۂ و بینا شود
تیرا بے جان بولنے والا اور دیکھنے والا ہو جائیگا

پس نثارے کردہ باشی بہرِ خود
تو تیرا نثار خود تیرے لئے ہوگا

چونکہ ہر سرمایۂ تو صد شود
جبکہ تیرا ہر سرمایہ سو گنا ہو جائے گا

ہمچو آں ہدیہ کہ بلقیس از سبا
اُس ہدیہ کی طرح جو بلقیس نے سبا سے

بر سلیمانؑ می فرستاد اے کیا
(حضرت) سلیمان کے پاس بھیجا اے عقلمند!

قصۂ ہدیہ فرستادنِ بلقیس[3] از شہرِ سبا بسوئے سلیمان علیٰ نبینا و علیہ السّلام

بلقیس کا شہر سبا سے سلیمانؑ کو ہدیہ بھیجنے کا قصہ

ان پر اور ہمارے نبی پر سلام ہو

ہدیۂ بلقیس چل اشتر بُدست
بلقیس کا ہدیہ چالیس اونٹ تھے

بارِ آنہا جملہ خشت زر بُدست
جن کا بوجھ سب سونے کی اینٹیں تھا

چوں بصحرائے سلیمانی رسید
جب وہ (قافلہ حضرت) سلیمانؑ کے علاقہ میں پہنچا

فرشِ آں را جملہ زر پختہ دید
اُس کا تمام فرش خالص سونے کا دیکھا

بر سرِ زر تا چہل منزل براند
چالیس منزل تک سونے پر چلتا رہا

تا کہ زر را در نظر آلے نماند
یہانتک کہ (انکی) نظر میں سونے کی وقعت نہ رہی

بارہا گفتند زر را وا بریم
انھوں نے بارہا کہا سونے کو واپس لیجائیں

سوئے مخزن ماچہ بیکار اندریم
خزانے میں، ہم کس بیکار کام میں لگے ہیں؟

عرصۂ کش خاک زر دہ دہی ست
وہ علاقہ جس کی زمین خالص سونا ہے

زر بہدیہ بردن آنجا ابلہی ست
وہاں تحفہ میں سونا لے جانا بیوقوفی ہے

[1] دست نے۔ اس سیر میں ہاتھ پاؤں کام میں نہیں آتے اور یہ سیر ایسی ہے جیسے روح کی سیر عدم سے وجود کی طرف ہوتی ہے۔ بر دریدے بولا؟ فرماتے ہیں کہ یہ عروج و نزول اور فنا و بقا کی تقریر اس درجہ کی ہے کہ اس کے بعد کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہ ہو اگر سننے والا ہوش و حواس سے اس کو سُن لے۔ نُعاس۔ اُونگھ۔ اے فلک۔ یہ اسقدر پُر حقائق تقریر ہے کہ اس پر آسمان کو موتی برسانے چاہئیں اور عالم ظاہر کو اس عالم معنی سے شرم آنی چاہیئے

[2] گر ببارید۔ گوہر نثاری میں خود آسمان کا فائدہ ہے اُس کے موتی چوگنا ہو جائینگے اور اس کی بے جان مخلوق گویا اور بینا بن جائیگی پر بس۔ مُرید جس قدر بھی اعتقاد کے موتی برسائے گا اُس میں خود اُس کا فائدہ ہے اب اسی مناسبت سے مولانا بلقیس کا قصہ نقل کرتے ہیں۔

[3] بلقیس۔ یہ یمن میں شہر سبا کی ملکہ تھیں حضرت سلیمانؑ کو انھوں نے ہدیہ بھیجا تھا۔ چل۔ چالیس۔ خشت زر۔ سونے کی اینٹیں۔ زر پختہ۔ خالص سونا۔ بر سرِ زر۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے ایسا ہوا تھا۔ آب۔ رونق۔ گفتند یعنی ہدیہ لانیوالوں نے کہا۔ مخزن یعنی حضرت بلقیس کا خزانہ زر خرد دہی۔ خالص سونا۔ ابلہی بیوقوفی۔

521

اے ببُردہ عقل[1] ہدیہ تا اِلٰہ
اے عقل کا ہدیہ اللہ کی جانب لیجانے والے

عقل آنجا کمترست از خاکِ راہ
وہاں عقل راستہ کی مٹی سے (بھی) کمتر ہے

چوں کسادِ ہدیہ آنجا شد پدید
جب تحفہ کا گھٹیاپن وہاں کھل گیا

شرمساری شاں ہمی واپس کشید
شرمندگی نے اُن کو واپس لوٹایا

بازگفتند از کساد و از رَوا
پھر انھوں نے کہا گھٹیاپن اور بزدلیاں سے

چیست بر ما بندہ فرمانیم ما
ہیں کیا ہم تو حکم کے غلام ہیں

گر زر و گر خاک ما را بُردنی ست
خواہ سونا ہے خواہ مٹی ہمیں لے جانا ہے

اَمرِ فرماندہ بجا آوردنیست
حاکم کا حکم بجا لانا ہے

گر بفرمایند کیں واپس بُرید
اگر وہ حکم دیں کہ اِس کو واپس لے جاؤ

ہم بفرماں تحفہ را باز آورید
حکم ہی سے تحفہ واپس لے آؤ

اَمر و فرماں را ہمی باید شنید
حکم اور فرمان کو سُننا چاہیئے

تا بدانجا ہدیہ را باید کشید
وہاں تک ہدیہ کو لے جانا چاہیئے

خوش رَواں گشتند با ہدیہ رَوا
ہدیہ کے ساتھ تیزی سے روانہ ہوگئے

تا بتختِ آں سلیمانِ جہاں
اُس شاہِ جہاں کے تخت کی جانب

خندہ[2] اَش آمد چوں سلیماں آں بدید
جب (حضرت) سلیمانؑ نے وہ دیکھا اُنکو ہنسی آئی

کز شما من کے طلب کردم مزید
میں نے تم سے مزید (اِس کے علاوہ) کب طلب کیا تھا!

من نمی گویم مرا ہدیہ دہید
میں نے نہیں کہا کہ مجھے ہدیہ دو

بلکہ گفتم لائقِ ہدیہ شوید
بلکہ میں نے کہا کہ ہدیہ کے لائق بنو

کہ مرا از غیب نادر ہدیہ ہاست
کیونکہ میرے لئے غیب سے انوکھے تحفے ہیں

کہ بشر آں را نیارد نیز خواست
کہ انسان اُن کی تمنا بھی نہیں کرسکتا

می[3] پرستید اَختَرے کو زَر کُند
تم ستارے کو پوجتے ہو کیونکہ وہ سونا بناتا ہے

رُو باُو آرید کو اختر کُند
تم اُس کی طرف رُخ کرو جو ستارہ بناتا ہے

می پرستید آفتابِ چرخ را
تم آسمان کے سورج کو پوجتے ہو

خوار کردہ جانِ عالی نرخ را
تم نے گرانقدر جان کو ذلیل کردیا

---

[1] عقل ہدیہ یعنی اللہ کے معاملہ میں عقل باتیں ایسی ہی بیکار ہیں جیسا کہ حضرت بلقیس کا ہدیہ واپس کشید۔ یعنی ہدیہ لانے والے شرمندہ ہوئے اور انھوں نے ہدیہ واپس لے جانا چاہا۔ باز گفتند۔ یعنی پھر انھوں نے آپس میں کہا کہ ہمیں ہدیہ کے اچھے اور بُرے ہونے سے کوئی بحث نہ ہونی چاہیئے ہم تو حکم کے تابع ہیں فرمانبردہ۔ حاکم۔ گر بفرمایند۔ یعنی اگر حضرت سلیمانؑ قبول نہ کریں گے۔ رواں۔ دوسرا لفظ پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ سلیمانِ جہاں۔ یعنی شاہِ جہاں۔

[2] خندہ حضرت سلیمانؑ اس مال کو دیکھ کر ہنسے اور فرمایا میں نے صرف ایمان طلب کیا ہے مال طلب نہیں کیا ہے۔ مزید۔ یعنی مال من نمی خواہم حضرت سلیمانؑ نے فرمایا آتونی مُسلمین میرے پاس مسلمان ہوکر آجاؤ۔ لائقِ ہدیہ۔ یعنی مسلمان ہوجاؤ گے تو ہدیہ لینے کے قابل بن جاؤ گے۔ کہ میں دنیا کی دولت کے بدیوں سے بے نیاز ہوں خدا نے مجھے ایسی دولتیں عنایت کردی ہیں کہ کوئی انسان حاصل کرنا تو درکنار اُن کی آرزو بھی نہیں کرسکتا۔

[3] می پرستید۔ چونکہ سورج کی شعاعوں سے کانوں میں سونا بنتا ہے اِسلئے تم سورج کی پرستش کرتے ہو۔ تمہیں تو اُس خدا کو پوجنا چاہیئے جس نے سورج کو بنایا ہے۔ خوار کردہ۔ تمام کائنات اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بنائی ہے تو وہ انسان کی غلام ہے نہ کہ معبود ایسی چیزوں کو پوجنا انسان کا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔

522

آفتاب از امرِ حق طبّاخِ[1] ماست — ابلہی باشد کہ گویم اُو خداست

سورج خدا کے حکم سے ہمارا باورچی ہے — میں اُس کو خدا کہوں تو حماقت ہوگی

آفتابت گر بگیرد چوں کُنی — آں سیاہی زو تو چوں بیروں کُنی

تیرا سورج گہن میں آگیا تو تو کیا کریگا؟ — تو اُس کالک کو اُس سے کیسے ہٹائے گا؟

نے بدرگاہِ خدا آری صُداع — ایں سیاہی را بر وَادِہ شُعاع

کیا خدا کے دربار میں (اس) دردِ سر کو پیش کریگا؟ — (کہ) اِس کالک کو دور کردے شعاع واپس کردے

گر کُشندت[2] نیم شب خورشید کُو — تا بنالی یا اَماں خواہی ازُو

اگر تجھے آدھی رات میں قتل کریں سورج کہاں ہے؟ — تاکہ تو اُس سے فریاد کرے یا امان چاہے

حادثات اَغلب بشب واقع شود — واں زماں مَعبودِ تو غائب بُود

حادثے عموماً رات میں رہوتے ہیں — اُس وقت تیرا خدا غائب ہوتا ہے

سُوئے حق گر راستانہ خم شوی — وارہی از اختراں مَحرم شوی

تو اگر سچائی سے اللہ (تعالےٰ) کی جانب جھکے — تو ستاروں سے نجات پاجائے، محرم راز بنجائے

تا بہ بینی آفتابے نیم شب — چوں شوی مَحرم کشایم با تو لب

تاکہ تو آدھی رات میں سورج دیکھ لے — جب تو محرم بن جائے میں تیرے سامنے لب کشائی کرونگا

جُز رَوانِ پاک اُو را شرق نے — روز آں باشد کہ اُو شارِق شود[3]

پاک روح کے سوا اُس کا مشرق نہیں ہے — دن وہ ہوتا ہے جب وہ طلوع کرآئے

چوں نماید ذرّہ پیشِ آفتاب — آفتابے را کہ رَخشاں می شود

جس طرح ذرّہ سورج کے سامنے نظر آتا ہے — وہ سورج کہ جب وہ چمکتا ہے

ہمچو ذرّہ بینیش در نورِ عرش — پیشِ نورِ بیحدِ موفورِ عرش

تو عرش کے نور میں اُس کو ذرّہ جیسا دیکھے گا — عرش کے بے حد اور گھنے نور کے مقابلہ میں

---

[1] طباخ۔ پکانیوالا، صبح کی شعاعوں سے کھیتیاں اور تمام پھل پکتے ہیں اگر نعوذ باللہ سورج گرہن میں آجائے تو ایسی ناقص اور مجبور چیز کو پوجنا کیا عقلمندی ہے۔ نے بدرگاہ۔ گرہن کے دور کرنے کیلئے تو خدا سے دعا کرتا ہے تو ایسی بے بس مخلوق کو پوجنے سے کیا فائدہ۔

[2] گر کُشندت۔ رات کو سورج غائب ہوتا ہے تو رات میں اگر مصیبت آئی تو کس کو پکارے گا، رات ہی میں عموماً حوادث پیش آتے ہیں، تو ہی حق مخلوق کو چھوڑ کر اگر تو خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوگا تو مصائب سے نجات پائیگا اور کائنات کا محرم راز بن جائیگا۔ چوں شوی۔ جب تو محرم راز بن جائیگا تو میں تجھے اسرار بتاؤں گا پھر تجھے اُس سورج کا مشاہدہ ہوگا جو آدھی رات میں بھی موجود ہے۔ جُز۔ اُس کا مظہر صرف پاک روح ہے اور وہ ہر وقت موجود ہے۔

[3] روز۔ دنیاوی دن کوئی چیز نہیں اُن کو وہ ہے جب وہ آفتاب حقیقت طلوع کرے اگر وہ رات میں بھی تجلی ڈالدے تو رات، رات نہیں رہتی۔ چوں۔ جس طرح دنیاوی سورج کے مقابلہ میں ذرّہ بے حقیقت ہے اسی طرح آفتاب حقیقت کے مقابلہ میں یہ سورج بے حقیقت ہے۔

آفتابے۔ یہ دنیاوی سورج جو تمکو یہاں کو خیرہ کرتا ہے نورِ عرش کے مقابلہ میں ذرّہ اور غبار بلکہ اور نا پائیدار ہے۔

523

خوار و مسکیں بینی اُورا بے قرار
تو اُس کو ذلیل اور مسکین اور بے قرار دیکھے گا

دیدہ[1] را قوت شُدہ از کردگار
آنکھ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے قوت حاصل ہوگئی ہو

کیمیائے کہ از و یک ماثرے
وہ کیمیا جس کا ایک اثر ہے کہ

بر دُخاں افتاد و گشت آں اخترے
دھوئیں پر پڑی اور وہ ستارہ بن گیا

نادر اکسیرے کہ از وَے نیم تاب
وہ عجیب اکسیر کہ اُس کی آدھی چمک

بر ظلامے زد بکردش آفتاب
تاریکی پر پڑی اُس کو سورج بنا دیا

بُوالعجب میناگرے کز یک عمل
وہ عجیب میناگر ہے کہ ایک عمل سے

بست چندیں خاصیت را بر زحل
زحل (ستارے) میں اس قدر خاصیتیں پیدا کردیں

باقی[2] اختر ہائے و گوہر ہائے جاں
بقیہ ستاروں اور جان کے جواہر کو

ہم بریں مقیاس اے طالب بداں
اے طالب! اسی پیمانے سے سمجھ لے

دیدۂ حسی زبونِ آفتاب
حسی آنکھ سورج سے مغلوب ہے

دیدۂ ربّانی جُوی و بیاب
خدائی آنکھ تلاش کر اور حاصل کرلے

تا زبوں گردد بہ پیشِ آں نظر
تاکہ اُس نظر کے سامنے مغلوب ہوجائیں

شعشعاتِ آفتابِ با شرر
چنگاریوں بھرے سورج کی شعاعیں

کاں نظر نوری و ایں ناری بُود
کیونکہ وہ نظر نوری اور یہ ناری ہوتی ہے

نار پیشِ نور بس تاری بُود
آگ نور کے سامنے بہت تاریک ہوجاتی ہے

کرامات[3] و نورِ شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہٗ

شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہٗ کا نور اور کرامات

گفت عبداللہ شیخِ مغربی
شیخ عبداللہ مغربی نے فرمایا

شصت سال از شب ندیدم من شبی
ساٹھ سال سے میں نے رات کی تاریکی نہیں دیکھی

من ندیدم ظلمتے در شصت سال
میں نے ساٹھ سال میں کوئی تاریکی نہیں دیکھی

نے بروز و نے بہ شب از اعتدال
اعتدال کی بدولت نہ دن میں نہ رات میں

صوفیاں گفتند صدقِ قالِ اُو
صوفیوں نے کہا ہے کہ اُن کی بات کی تصدیق کیلئے

شب ہمی رفتیم در دُنبالِ اُو
ہم رات کو اُن کے پیچھے پیچھے چلے

کی اس کرامت سے زبانی آنکھ کے حالات بیان کئے ہیں۔ شبی۔ یعنی رات پنا اور اندھیرا۔ اعتدال یعنی دو حالتوں کا اعتدال۔ صوفیاں۔ صوفیوں نے بیان کیا ہے کہ اُن کو آزمانے کے لئے ہم آدھی رات میں اُن کے پیچھے چل پڑے۔ دُنبال پیچھے

---

[1] دیدہ: اس قدر شدید نور کو دیکھنے کی خدا طاقت عطا فرما دیتا ہے اور انسان اس کا مشاہدہ کر لیتا ہے کیمیائے وہ آفتاب حقیقت ایسی کیمیا ہے کہ اس کے اثر سے دھواں سورج بن گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ایک مادہ دھوئیں کی شکل میں تھا جس سے آسمان بنایا گیا ہے تو ظاہر ہے اسی سے آسمانی کائنات بھی بنی ہے۔ نادر۔ یہ خدا کی کیمیاگری ہے کہ اس نے دھوئیں سے سورج بنا دیا۔ میناگر۔ کانچ بنانے والا جو کہ آسمان کانچ کی طرح صاف و شفاف ہے اس لئے یہاں لفظ میناگر سے اللہ تعالیٰ کا استعارہ کیا ہے۔ زحل۔ یہ ستارہ سب ستاروں سے بلند ساتویں آسمان پر ہے۔

[2] باقی۔ جس طرح آسمان اور سورج اللہ تعالیٰ کی کاریگری سے بنے ہیں اسی طرح روح کے موتیوں کو بھی سمجھ لو۔ دیدۂ حسی۔ جسمانی آنکھ تو اس کو بھی نہیں دیکھ پاتی ہے، مشاہدۂ حق کے لئے ربانی آنکھ کی ضرورت ہے۔ تا زبوں۔ جسمانی آنکھ سورج سے مغلوب ہے ربانی آنکھ سے سورج مغلوب ہوجاتا ہے۔ شعشعات۔ شعاعیں۔ کاں نظر۔ ربانی آنکھ نورانی ہے اور جسمانی آنکھ ناری ہے، نار۔ نور کے بالمقابل تاریک ہوجاتی ہے۔

[3] کرامات۔ شیخ عبداللہ مغربیؒ

S24

در بیابانہائے پُر از خار و گو[1]
گڑھوں اور کانٹوں سے بھرے جنگلوں میں

اُو چو ماہِ بدر ما را پیش رُو
وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہم سے آگے تھے

رُوی پس ناکردہ میگفتے بشب
رات میں، منھ موڑے بغیر کہتے تھے

ہیں گو آمد میل کن در سُوی چپ
خبردار! گڑھا آگیا بائیں جانب مڑ جا

باز گفتے بعد یک دم سُوی است
پھر تھوڑی دیر کے بعد کہتے دائیں جانب

میل کُن زیرا کہ خارے پیش پاست
مڑ جا، کیونکہ پاؤں کے نیچے کانٹا ہے

روز گشتہ پایِ بوسش گشتہ ما
دن نکلے ہم اُن کے پاؤں چومنے والے ہو گئے

زانکہ بُودش پاک از گِل ہر دو پا
کیونکہ اُن کے دونوں پاؤں مٹی سے صاف تھے

روز گشتہ پاش را پایے بوس
دن نکلے اُن کے پاؤں چومنے کی وجہ سے

گشتہ پا ہایش چو پا ہائے عروس
اُن کے پاؤں دُلہن کے پاؤں کی طرح تھے

نے[2] زخاک و نے زگل بر وے اثر
نہ اُن پر خاک کا نشان تھا نہ مٹی کا نشان

نہ زخراشِ خار و آسیب حجر
نہ کانٹے کی خراش کا (نشان تھا) اور نہ پتھر کی چوٹ کا

مغربی را مشرقی کردہ خدای
مغرب کو مشرق کی طرح نور پیدا کرنیوالا بنایا تھا

کردہ مغرب را چو مشرق نورِ رای
اللہ تعالیٰ نے مغربی کو مشرقی بنا دیا تھا

روزِ خاص و عام را او حارس ست
عام و خواص کے دن کا وہ نگہبان ہے

نورِ ایں شمسِ شموس فارس ست
ستاروں کے اس سورج کا نور تیز رَو ہے

کہ ہزاراں آفتاب آرد پدید
جو ہزاروں سورج پیدا کر دے

چوں نباشد حارسِ آں نورِ مجید
وہ نورِ اعظم کیوں نگہبان نہ ہو گا؟

درمیانِ اژدہا و کژدماں
اژدھوں اور بچھوؤں میں

تو بنورِ او ہمی رَو در اماں
تو اطمینان سے اُس کے نور کیساتھ چلا جا

می کُند ہر رہزنے را چاک چاک
وہ ہر رہزن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

پیش[3] پیشت می رود آں نورِ پاک
وہ پاک نور تیرے آگے آگے چلے گا

نُور یَسعٰی بَینَ اَیدِیھِم بخواں
نُورٌ یَّسعٰی بَینَ اَیدِیھِم پڑھے

یَومَ لَا یُخزِی النَّبِیَّ را راست دال
یَومَ لَا یُخزِی النَّبِیَّ کو صحیح سمجھ

کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رُسوا نہ کرے گا اُن کے ایمان کی روشنی اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں جانب چل رہی ہو گی، دعائیں کرتے جاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری اس روشنی کو ہمارے لئے آخر دم تک قائم رکھ

---

[1] گو۔ گڑھا۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ رُوی۔ یعنی وہ تاریک رات میں آگے آگے چل رہے تھے۔ اور بغیر منھ موڑے پیچھے چلنے والوں کو گڑھے اور کانٹے سے بچنے کی ہدایت کر رہے تھے یعنی اُن کو نیچے کی چیزیں بھی اوجھل میں نظر آ رہی تھیں۔ نقد گشتہ یعنی دن نکلنے پر ہم نے اُن کی مزید کرامت یہ دیکھی کہ اُن کے پاؤں پر مٹی بھی نہ لگی تھی تو ہم نے ذرا و عقیدت اُنکے پاؤں چومے۔

[2] نے زخاک۔ اُنکے پاؤں پر کانٹے اور پتھر کا کوئی نشان نہ تھا حالانکہ وہ کانٹوں اور پتھروں پر چلے تھے۔ مغربی یعنی مغرب کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی نہیں ہے مشرقی یعنی مشرق کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی پھیل ہوئی ہے۔ مغرب۔ غروب آفتاب کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہے مشرق طلوع آفتاب کے بعد روشنی پھیل جاتی ہے۔ شموس۔ یعنی ستارے۔ فارس۔ تیز رو۔ حارس۔ نگہبان۔ نورِ مجید۔ ذات حق۔ بنورِ او۔ یعنی نورِ حق۔

[3] پیش۔ خدائی نور سالک کے آگے آگے چلتا ہے اور اُس کو ظلمات سے بچاتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے نُورٌ عَلٰی نُورٍ یَھدِی اللّٰہُ لِنُورِہٖ مَن یَّشَآءُ وَالَّذِینَ اٰمَنُوا مَعَہٗ نُورُھُم یَسعٰی بَینَ اَیدِیھِم وَبِاَیمَانِھِم یَقُولُونَ رَبَّنَا اَتمِم لَنَا نُورَنَا یہ وہ دن ہو گا جبکہ اللہ پیغمبر کو اور اُن لوگوں

گرچہ[1] گردد در قیامت آں فزوں
وہ نور اگرچہ قیامت میں بڑھ جائے گا

از خدا اینجا بخواہید آزموں
آزمانے کے لئے یہاں بھی خدا سے مانگ لو

کو بہ بخشد ہم بمیغ و ہم بماغ[2]
کیونکہ وہ ابر کو بھی اور کہر کو بھی بخشتا ہے

نورِ جاں واللہ اعلم بالبلاغ
جان کا نور، اور خدا پہنچانے کو زیادہ جانتا ہے

باز گردانیدنِ سلیمان علیہ السلام رسولانِ بلقیس را با آں ہدیہا کہ آوردہ بودند سوئے بلقیس و دعوتِ سلیمان بلقیس را بایمان و ترک آفتاب پرستی

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے قاصدوں کو مع اُن ہدیوں کے جو وہ لائے تھے واپس کر دینا بلقیس کی جانب، اور حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان لانے اور سورج پرستی کے چھوڑنے کی دعوت دینا

باز گرد اے رسولانِ خجل
اے شرمندہ قاصدو! واپس ہو جاؤ

زر شما را، دل بما آرید دل
سونا تمہارا ہے، ہمارے لئے دل لاؤ دل

ایں[3] زرِ من بر سرِ آں زر نہید
میرے اس سونے کو اُس سونے پر رکھدو

کوریِ تن فرجِ استر را دہید
جسم کے اندھے پن کو مچھلی کی شرمگاہ کے چمڑے کو دے کر دور

فرجِ استر لائقِ حلقہ زر ست
مچھلی کی شرمگاہ سونے کے کڑے کے لائق ہے؟

زرِ عاشق زردیِ زرد و اصفر ست
معشوق کا سونا، زرد اور پیلا چہرہ ہے

کہ نظر گاہِ خداوند ست آں
کیونکہ وہ خدا کی نظر گاہ ہے

کہ نظر اندازِ خورشید ست کاں
کان، سورج کی نظر گاہ ہے

کو نظر گاہِ شعاعِ آفتاب
کہاں سورج کی شعاع کی نظر گاہ؟

کو نظر گاہِ خداوندِ لباب
کہاں عقلوں کے آقا کی نظر گاہ؟

از گرفتِ[4] من زجاں اسیر کنید
مری ہی گرفت سے جان کی ڈھال بنا لو

گرچہ اکنوں ہم گرفتارِ منید
اگرچہ اب بھی تم میری گرفت میں ہو

مرغِ فتنہ دانہ بر بامِ ست او
دانہ کا عاشق پرند، بالاخانہ پر ہے

پر گشادہ بستہ دامِ ست او
پر کھولے ہوئے، وہ جال میں پھنسا ہوا ہے

صنعتی کے اعتبار سے شعر کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ فتنہ دانہ۔ دانہ کا دیوانہ۔ یعنی وہ پرند جو دانہ کے لالچ میں ہے اگرچہ وہ بالاخانہ پر پر کھلا بیٹھا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے وہ جال میں پھنسا ہوا ہے۔ یہ شعر پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی تشریح ہے۔

[1] گرچہ۔ اگرچہ اُس نور میں قیامت میں اضافہ ہوگا لیکن یہاں بھی اس کے اضافہ کی دعا کر کے دیکھو۔ کیونکہ جب وہ غیر مرئی چیزوں کو نور عنایت کر دیتا ہے تو اشرف المخلوقات کو کیوں عطا نہ کریگا۔ بجمل بشر سندہ، ہدیہ لانیوالے حضرت سلیمانؑ کے یہاں سونے کی ارزانی کو دیکھکر سونے کا ہدیہ دینے پر شرمندہ ہو رہے تھے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سونے اور چاندی سے کام نہ پڑے گا دل کی سلامتی کام آئے گی۔

[2] ایں زرِ من۔ یعنی یہاں سے اور سونا لے جاؤ تاکہ تمہاری حرص کو تسکین ہو۔

[3] کوریِ تن۔ جسم کی بے بصیرتی کو اپنے آپ سے دور کر کے کسی گندی جگہ پھینک دو۔ فرجِ استر۔ مچھلی اگر حاملہ ہو جائے تو بچہ کی پیدائش میں مر جاتی ہے لہذا اس کی شرمگاہ پر سونے کا حلقہ ڈال دیا جاتا تھا تاکہ وہ حاملہ نہ ہو سکے۔ عاشق۔ معشوق کی گرد کی اور چہرے کی زردی اس کی زینت ہے۔ کو۔ معشوق کے چہرے کی زردی خدا کی نظر گاہ ہے اور سورج کی کان سونے کی نظر گاہ ہے جس کی وجہ سے کان میں سونا تیار ہوتا ہے لہذا معشوق کے چہرے کی زردی بدرجہا افضل ہے۔

[4] گرفت۔ ن۔ ایمان کی پابندی۔ جہاد کا معنی ان دونوں

چوں بدانہ داد اُو دل را بجاں
جونکہ اُس نے دل کو جان سے دانہ کو دیدیا ہے

ناگرفتہ مرغ را بگرفتہ داں
بغیر گرفتاری اُس کو گرفتار سمجھ

آں[1] نظر کہ سوئے دانہ می کُند
وہ نگاہ جو دانہ پر ڈالتا ہے

آں گرہ داں کو بپا بر میزند
اُس کو وہ گرہ سمجھ جو وہ پاؤں پر لگاتا ہے

دانہ گوید گر تو می دُزدی نظر
دانہ کہتا ہے اگرچہ تو نظریں چُراتا ہے

من ہمی دُزدم ز تو صبر و مَقر
میں تجھ سے صبر و قرار چُرا رہا ہوں

چوں کشانید آں نظر ایں سُو ترا
جب تجھے اُس نظر نے اِس جانب کھینچ لیا

پس مداں از خویشتن غافل مرا
تو مجھے تو اپنے سے غافل نہ سمجھ

چوں کشیدت آں نظر اندر بیم
جب تجھے وہ نظر میرے پیچھے لگا رہی ہے

پس بدانی کز تو من غافل نیم
تو یہ سمجھ لے کہ میں تجھ سے غافل نہیں ہوں

قصۂ[2] عطارے کہ سنگ ترازوئے اُو از گل سُرشوی بُود و
اُس عطار کا قصہ کہ جس کی ترازو کا باٹ ملتانی مٹی کا تھا اور

دُزدیدنِ مشتری گل خوار ازاں گل ہنگامِ سنجیدنِ شکر و
شکر تولنے کے وقت مٹی کھانے والے خریدار کا اُس مٹی میں سے چوری کرنا

دیدنِ عطار آں را و ناد یدہ کردن
اور عطار کا اُس کو دیکھنا اور ان دیکھا کر دینا

پیشِ عطارے یکے گلخوار رفت
ایک عطار کے پاس ایک مٹی خور گیا

تا خرد ابلوج و قندِ خاص و رفت
تاکہ سفید، خاص قند، عمدہ خریدے

پس بر عطار طرّار[3] دو دل
اُس منافق چاہا کہ عطار کے پاس

موضعِ سنگ ترازو بُود گل
باٹ کی بجائے مٹی تھی

گفت عطارا بجواں ابلوج من
عطار نے کہا اے جوانمرد! میری شکر

ہست نیکو بے تکلف بے سخن
بلاشبہ، لاکھوں عمدہ ہے

لیک گل سنگ ترازو منست
لیکن میری ترازو کے باٹ مٹی کے ہیں

گر ترا میلِ شکر بخریدن ست
اگر تجھے خریدنے کی خواہش ہے

گفت ہستم در مہمے قند جو
اس نے کہا میں ایک ضرورت میں شکر کی جستجو میں ہوں

سنگِ میزاں ہر چہ خواہی باش گو
ترازو کے باٹ جو بھی ہوں

[1] آں نظر۔ اُس کی للچائی ہوئی نظر دراصل اُس کے پاؤں کی گرہ ہے۔ تاکہ وہ دانہ کو دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہا ہے اور وہ دانہ اُس کے صبر و قرار کو چرا رہا ہے۔ چونکہ جب لالچی نظر پرند کو دانہ کی جانب کھینچ لائی ہے تو پرند کو سمجھنا چاہیے کہ شکاری اُس سے غافل نہیں ہے وہ اُس کو پھانس لے گا۔

[2] قصہ۔ پرند جس طرح یہ سمجھتا ہے کہ وہ شکاری کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر دانہ کھا جائے گا اور خود پھنس جاتا ہے اسی طرح اِس قصہ میں خریدار یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ دُکاندار کی غفلت سے فائدہ اُٹھا رہا ہے حالانکہ وہ خود اپنا نقصان کر رہا ہے۔

گل سُرشوی۔ وہ مٹی جسے نمک سرد کر دیا جاتا ہے جیسا کہ ہندوستان میں ملتانی مٹی ہے۔ گل خوار۔ مٹی کھانے والا۔

ابلوج۔ سفید شکر۔

[3] طرّار۔ زبان دراز، عیب تراش، نمک حرام۔ دو دل۔ منافق چونکہ وہ مٹی کے باٹوں کے ذریعہ کم تولتا تھا۔ گفت عطار نے کہا ترازو کے پتھر کی بجائے مٹی کے ہیں۔ در مہمے۔ خریدار نے کہا مجھے قند کی ضرورت ہے مجھے باٹوں سے کیا بحث ہے جیسے بھی ہوں۔

گفت با خود پیش آنکہ گل[1] خورست — سنگ چہ بود گل ز شکر بہترست

(پھر اس نے اپنے دل میں کہا مٹی کھانیوالے کے آگے) (پتھر کیا ہوتا ہے؟ مٹی شکر سے بھی بہتر ہے)

ہمچو آں دلالہ کو گفت اے پسر — نو عروسے یافتم بس خوب فر

(اس دلالہ کی طرح جس نے کہا اے بیٹا!) (میں نے ایک نئی دلہن بہت شاندار ڈھونڈلی ہے)

سخت زیبا لیک ہم یک چیز ہست — کاں ستیرہ دختر حلوا گرست

(بہت خوبصورت ہے لیکن ایک بات بھی ہے) (کہ وہ پردہ نشین حلوائی کی بیٹی ہے)

گفت بہتر اینچنیں خود گر بود — دختر او چرب و شیریں تر بود

(اس نے کہا اگر ایسا ہے تو بہت بہتر ہے) (اس کی لڑکی خوب چکنی اور میٹھی ہوگی)

گر نداری سنگ و سنگت از گل ست — ایں بہ و بہر گل مرا میوہ دل ست

(اگر تیرے پاس پتھر نہیں ہے اور تیرا بات مٹی ہے) (یہ بہتر اور خوب ہے مٹی تیرے دل کا میوہ ہے)

اندراں کفہ[2] ترازو زاعتداد — او بجائے سنگ آں گل را نہاد

(ترازو کے پلڑے میں اعتماد کے ساتھ) (اس نے پتھر کے بجائے وہ مٹی رکھ دی)

پس برائے کفۂ دیگر بدست — ہم بقدر آں شکر را می شکست

(پھر دوسرے پلڑے کے لئے ہاتھ سے) (اس مٹی کی بقدر شکر توڑنے لگا)

چوں نبودش تیشۂ او دیر ماند — مشتری را منتظر آنجا نشاند

(چونکہ اس کے پاس کھرپا نہ تھا وہ دیر تک ٹھہرا رہا) (اس نے خریدار کو اس جگہ انتظار میں بٹھا دیا)

روئش آں سو بود گل خورنا شگفت — گل از و پوشیدہ دزدیدن گرفت

(اس کا رخ اس طرف تھا بے صبر مٹی خورنے) (اس سے چھپ کر مٹی چرانی شروع کر دی)

ترس[3] ترساں کہ نیاید ناگہاں — چشم او بر من قند از امتحاں

(ڈرتے ڈرتے، کہ وہ اچانک نہ آجائے) (اور اس کی نظر بطور آزمائش مجھ پر پڑ جائے)

دید عطار آن و خود مشغول کرد — کہ فزوں تر دزد ہیں آ روی زرد

(عطار نے اس کو دیکھا اور اپنے آپ کو مشغول کر لیا) (کہ اے زرد رو! اور زیادہ چرائے)

گر بدزدی از گل من می بری — روکہ ہم از پہلوی خود می خوری

(اگر تو چرا کر میری مٹی میں سے لے جا رہا ہے) (جا کہ تو اپنا ہی نقصان کر رہا ہے)

تو ہمی ترسی ز من لیک از خری — من ہمی ترسم کہ تو کمتر خوری

(تو مجھ سے ڈر رہا ہے لیکن گدھے پن سے) (میں ڈر رہا ہوں کہ تو بہت کم کھا رہا ہے)

[1] گل: مٹی کھانیوالے کے لئے تو مٹی شکر سے بھی زیادہ مزیدار ہوتی ہے۔ ہمچو: عطار کا بیٹوں کی خرابی کو ظاہر کرنا ایسا ہی تھا جیسا کہ دلالہ نے لڑکی میں خرابی ظاہر کی جس سے نوجوان کے لئے اور زیادہ دلچسپی کا باعث بنی۔ حلوا گر: حلوائی۔ چرب: چونکہ حلوائی کے یہاں گھی اور شکر کی کثرت ہوتی ہے بیشتر مٹی کھانے والے کے لئے مٹی دلپسند چیز ہے۔

[2] کفہ: ترازو کا پلڑا۔ اعتداد: تیاری کرنا۔ بقدر آں: یعنی مٹی کے وزن کی۔ تیشہ: شکر جم گئی ہوگی جس کے توڑنے کے لئے تیشہ کی ضرورت ہوئی۔ آنجا: یعنی دکان کے اگلے حصہ میں۔ دکیش: یعنی دکاندار کا رشتہ۔

[3] ترس ترساں: یعنی مٹی خورد دکاندار سے ڈرتا ہوا ہی چرا رہا تھا۔ دید: دکان دار نے اس کو دیکھ لیا لیکن خود کو اور زیادہ مشغول کر دیا تاکہ وہ مٹی زیادہ چرا سکے کیونکہ وہ جس قدر مٹی چرائے گا اسی قدر شکر کم چڑھے گی۔ از پہلوئے خود: یعنی اپنا ہی نقصان کر رہا ہے اس کو شکر کم ملے گی۔

گرچہ[1] مشغولم چناں احمق نیم
اگرچہ میں مصروف ہوں، ایسا بیوقوف نہیں ہوں

کہ شکر افزوں کشی تو از بیم
کہ تو مجھ سے بڑھتی شکر لے جائے

چوں بہ بینی مر شکر را باز آزمود
جب تو آزما کر شکر کو دیکھے گا

پس بدانی احمق و غافل کہ بود
تو سمجھے گا احمق اور غافل کون تھا؟

مرغ از اں دانہ نظر خوش می کند
پرند اس دانے سے نظر کو خوش کر رہا ہے

دانہ ہم از دور راہش می زند
دانہ بھی دور سے اس پر ڈاک ڈال رہا ہے

گر زنایِ چشم حظے می بری
اگرچہ تو آنکھ کے گھے سے مزا اٹھا رہا ہے

نے کباب از پہلویِ خود میخوری
کیا اپنے پہلو کے کباب نہیں کھا رہا ہے؟

ایں[2] نظر از دور چوں تیرست و سم
یہ نظر بازی دور سے ہی تیر اور زہر ہے

عشقت افزوں می شود صبرِ تو کم
تیرا عشق بڑھتا ہے، صبر کم ہوتا ہے

مالِ دنیا دامِ مرغانِ ضعیف
دنیا کا مال، کمزور پرندوں کا جال ہے

ملکِ عقبیٰ دامِ مرغانِ شریف
آخرت کی سلطنت شریف پرندوں کا جال ہے

تا بدیں ملکے کہ او دامے ست ژرف
یہاں تک کہ اس سلطنت میں جو کہ ایک گہرا جال ہے

در شکار آیند مرغانِ شگرف
عجیب پرند شکار میں آتے ہیں

من[3] سلیمانم می نخواہم ملکِ تاں
میں سلیمانؑ تمہارا ملک نہیں چاہتا ہوں

بلکہ من بر ہانم از ہر ملک تاں
بلکہ میں تمہیں ہر ملک سے چھڑاتا ہوں

کایں زماں ہستید خود مملوکِ ملک
کیونکہ تم اس وقت خود ملک کے غلام ہو

مالک الملک آنکہ او بجہد ز ملک
ملک کا مالک وہ ہے جو تجھے ملک سے نجات پا جائے

باز گونہ اے اسیرِ ایں جہاں
اے اس دنیا کے قیدی! الٹا

نام خود کردی امیرِ ایں جہاں
تو نے اپنا نام شاہِ جہاں رکھ لیا ہے

اے تو بندہ ایں جہاں محبوسِ جاں
اے تو اس جہان کا غلام، جان کا قیدی ہے

چند گوئی خویش را خواجہ جہاں
تو اپنے آپ کو جہان کا آقا کب تک کہے گا؟

دلداری کردن و نواختنِ سلیمانؑ مر آں رسولاں را و دفعِ وحشت و آزار از دلِ ایشاں و عذر قبول ناکردنِ ہدیہ و شرح کردن بایشاں

حضرت سلیمانؑ کا اُن قاصدوں کی دلداری کرنا اور نوازنا اور اُنکے دل سے تکلیف اور وحشت کو دور کرنا ہدیہ قبول نہ کرنے کا عذر اور اُس کی اُن سے تشریح کرنا

[1] گرچہ۔ یعنی میرا دیر کرنا میری بیوقوفی نہیں ہے بلکہ فائدہ مند ہے۔ پھر اس جب تو مگر جا کر شکر تولے گا تو تجھے پتہ لگے گا کہ بیوقوف کون تھا۔ مرغ۔ پرند دانہ چگنے میں اپنا فائدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ وہی اس کی ہلاکت ہے۔ ناخی۔ گلا، چونکہ دوسرے مصرع میں کباب کا ذکر ہے اس لئے اس مصرع میں آنکھ کے لئے گلے کا استعمال کیا ہے یعنی ایک شخص کسی حسین کے ساتھ نظر بازی کرتا ہے تو بظاہر لطف اندوز ہے لیکن ہمیشہ کے لئے اپنے لئے پریشانی مول لے لیتا ہے۔

[2] ایں نظر۔ نظر بازی کا تیر خود نظر باز کے لئے تیر ستم ہے۔ اور وہ بھی زہر ملا۔ حدیث ہے۔ اَلنَّظْرُ سَہْمٌ مَسْمُوْمٌ مِّنْ سِہَامِ اِبْلِیْسَ۔ نظر بازی شیطان کے تیروں میں سے زہر ملا تیر ہے۔ مائل دنیا۔ دنیا کی زیب و زینت ضعیف الایمان لوگوں کا جال ہے۔ مومنین آخرت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ مرغانِ شگرف۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔

[3] من سلیمانم۔ یہ حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو خطاب ہے۔ از ہر ملک۔ چونکہ ستارہ پرستی میں ہلاکت ہے۔ کایں زماں۔ دنیا دار اپنی دولت کا غلام ہوتا ہے، شاہ تو وہ ہے جو اس کی ہلاکت سے بچ نکلے۔ باز گونہ۔ دنیا دار اپنے آپکے حاکم اور شاہ کہتا ہے ویسا ہے جیسا کہ برعکس نہند نام زنگی کافور۔

اے رسولاں می فرستم تا رسول
اے قاصدو! میں تمہیں قاصد بنا کر بھیجتا ہوں

ردِ من بہتر شمارا از قبول
میرا رد کرنا تمہارے لئے قبول کرنے سے اچھا ہے

پیشِ بلقیس آنچہ دیدید از عجب
بلقیس کے سامنے جو تم نے عجب بات دیکھی

باز گویید از بیابانِ ہدہب
ہدہد کے جنگل کی بابت کہو

کہ چہل منزل برُوی زر بمید
کہ چالیس منزل تک تم سونے پر تھے

وز چنیں ہدیہ خجل چوں می شدید
اور ایسے ہدیہ سے تم کس طرح شرمندہ ہوئے

تا بداند کہ بزر طامع نہ ایم
تاکہ وہ سمجھ جائے کہ ہم سونے کے لالچی نہیں ہیں

ما زر از زر آفریں آوردہ ایم
ہم سونا پیدا کرنے والے سے سونا لے آئے ہیں

آنکہ گر خواہد ہمہ خاکِ زمیں
وہ کہ اگر وہ چاہے زمین کی تمام مٹی

سر بسر زر گردد و دُرِ ثمیں
پوری سونا اور قیمتی موتی بن جائے

حق برائے آں کُند اے زرگزیں
اے سونے کو پسند کرنے والے، اللہ (تعالیٰ) اسی لئے

روزِ محشر ایں زمیں را نقرہ گیں
اس زمین کو محشر کے دن چاندی جیسی

فارغیم از زر کہ مائیں پُر فلیم
ہم سونے سے بے نیاز ہیں کیوں کہ ہم مالدار ہیں

خاکیاں را سر بسر زریں کنیم
ہم مٹی والوں کو تمام سونے کا بنا دیتے ہیں

از شما کے گدیۂ زر می کنیم
ہم تم سے سونے کی بھیک کب مانگتے ہیں؟

ما شمارا کیمیا گر می کنیم
ہم تمہیں کیمیا گر بناتے ہیں

ترک آں گیرید کہ ملکِ بساست
اس کو چھوڑ دو خواہ تم بسا کا ملک ہو

کہ برونِ آب و گِل بس ملکہاست
کیونکہ دنیا سے باہر بہت سے ملک ہیں

تختہ بندست آنکہ تختش خواندۂ
جس کو تو نے تخت کہا ہے وہ کاٹھ ہے

صدر پنداری و بر درماندۂ
تو نے صدر (مقام) سمجھا ہے اور تو دروازہ پر پڑا ہے

پادشاہی نیستت بر ریشِ خود
تیری اپنی داڑھی پر بھی حکومت نہیں ہے

پادشاہی چوں کنی بر نیک و بد
ہر اچھے اور برے پر تو بادشاہی کا دعویٰ کیوں کرتا ہے

بے مرادِ تو شود ریشت سفید
تیری مرضی کے خلاف تیری داڑھی سفید ہو جاتی ہے

شرم دار از ریشِ خود اے کژ امید
اے ٹیڑھی تمنا والے! اپنی داڑھی سے شرما

مالک الملک ست ہر کش سر نہد
جو اس خدا کے سامنے سر رکھے وہ بادشاہ ہو

بے جہانِ خاک صد ملکش دہد
خاکی دنیا کے علاوہ وہ اسکو سینکڑوں سلطنتیں عطا کرتا ہے

۵ اے رسولو یعنی اب تم میری جانب سے قاصد بنکر جاؤ۔ ردِّ من یعنی میرا ہدیہ کو واپس کرنا تمہارے لئے مفید ہے تم ایمان لے آؤ گے تب بلقیس۔ تم اپنے واقعات جاکر بلقیس کو سناؤ اور بتاؤ کہ چالیس منزل تک تم سونے کی زمین پر چل کر میرے پاس پہنچے تھے۔ وز چنیں۔ اور یہ بھی کہو کہ ہمیں سونے کا ہدیہ پیش کرنے میں شرمندگی ہوتی تھی۔ تا بداند۔ تاکہ بلقیس یہ سمجھ جائے کہ ہم اسکی دولت کے طالب نہیں ہیں۔

۵ حق محشر کے دن زمین چاندی جیسی کردی جائیگی اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرمادینگے کہ ان کے یہاں سونے چاندی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ فارغیم۔ ہم سونے سے بے نیاز ہیں ہم تو انسانوں کو ایمان عطا کرکے زریں بنادیتے ہیں کیمیا گر۔ مومن مخلص بن جاؤ گے تو کیمیا گر بن جاؤ گے شعر

کیمیا و سیمیا و ریمیا
کس نداند جز بذات اولیا

ترک۔ آخرت کے نکموں کی طرح دنیا کی سلطنت کو خیرباد کہدو۔

۵ تختہ بند۔ قید خانہ۔ الکوسی کہ وہ لوگ جنہیں پادشاہ سنسا کو قید کردیتے تھے۔ صدر جس مقام کو تو صدر مقام سمجھا ہے وہ دربان کی جگہ ہے۔ ریش۔ تیرا حکم تو کجا تیری داڑھی پر نہیں چلتا ہے ورنہ وہ تیری خشا کے خلاف سفید نہ ہوتی۔ مالک الملک اصل

لیک[1] ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا — خوشتر آید از دو صد دولت ترا

لیکن خدا کے سامنے ایک سجدہ کا ذوق — تجھے دو سو سلطنتوں سے بھلا معلوم ہوگا

پس بنالی کہ نخواہم مُلکہا — مُلکِ آں سجدہ مُسلّم کن مرا

پھر تو روئے گا کہ میں سلطنتیں نہیں چاہتا ہوں — اُس سجدہ کی سلطنت میرے لئے مقرر فرمادے

بادشاہانِ جہاں از بندگی — بُو نبُردند از شرابِ بندگی

دنیا کے بادشاہوں نے بدبختی کی وجہ سے — بندگی کی شراب کی خوشبو نہیں سونگھی

ورنہ ادہمؒ وار سر گردان و دنگ — مُلک[2] ابرہیمؑ زدندے بے درنگ

ورنہ حضرت ادہمؒ کی طرح حیران اور پریشان ہوکر — فوراً سلطنت کو چھوڑ دیتے

لیک حق بہرِ ثباتِ ایں جہاں — مُہرِ شاں بنہاد بر چشم و دہاں

لیکن اللہ (تعالیٰ) نے اِس جہان کے بقا کے لئے — اُن کی آنکھ اور منہ پر مُہر لگادی ہے

تا شود شیریں برایشاں تختِ و تاج — کرستانیم از جہاں داراں خراج

تاکہ اُن کے لئے تخت و تاج شیریں ہوجائے — کہ ہم دنیا داروں سے خراج لے رہے ہیں

از خراج ار جمع آری زر چو ریگ — آخراں از تو بماند مُردہ ریگ

اگر تو خراج سے ریت کی طرح سونا جمع کریگا — بالآخر وہ تجھ سے درانت میں رہ جائے گا

ہمرہ[3] جانت نگردد مُلک و زر — زر بدہ سُرمہ ستاں بہرِ نظر

سلطنت اور سونا تیری رُوح کا ساتھی نہ بنے گا — سونا دیدے، نگاہ کے لئے سُرمہ لے لے

تا بہ بینی کایں جہاں چاہیست تنگ — یوسفانہ آں رسن آری بچنگ

تاکہ تو دیکھ لے کہ یہ دنیا تنگ کنواں ہے — یوسف وار وہ رسّی ہاتھ میں پکڑ لے

تا بگوید[4] چوں زچاہ آئی بہ بام — جان کہ یا بُشریٰ ہٰذا غلام

تاکہ جب تو کنوئیں سے بالاخانہ پر آئے گا — روح، میرے لئے بشارت ہے یہ لڑکا ہے

ہست درجہ انعکاساتِ نظر — کمترین آنکہ نماید سنگ زر

کنوئیں میں نظر کے عکس ہیں — سب سے کم یہ ہے کہ پتھر سونا نظر آتا ہے

وقتِ بازی کودکاں راز اختلال — می نماید آں خزفہا زر و مال

کھیل (دماغی) سے کھیل کود کے وقت بچوں کو — وہ ٹھیکریاں سونا اور مال نظر آتی ہیں

---

[1] لیک۔ لیکن جب سجدہ کا ذوق پیدا ہوجائیگا تو... سلطنتوں سے بیزار ہوجائیگا اور خدا سے دعا کرے گا کہ بس ہمیں دولت کافی ہے۔ بادشاہانِ دنیا دنیاوی بادشاہ چونکہ بندگی کی لذت سے ناواقف ہیں اس لئے وہ سلطنت کے شوق میں مبتلا ہیں اگر وہ واقف ہو جائیں تو حضرت ادہمؒ کی طرح سلطنت پر لات مار دیں۔ لیک حق۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کا نظام چلانا ہے اس لئے ان کو اس لذت سے محروم کر دیا ہے اور وہ گمان ہیں کہ ہم دنیا سے خراج وصول کرتے ہیں خراج ٹیکس۔ مُردہ ریگ۔ وہ مال جو درثہ میں ملے۔

[2] ہمرہ۔ دنیا کی دولت دنیا میں رہ جاتی ہے روح پرواز کر جاتی ہے۔ ہمرہ وہ سرمہ حاصل کرلے جس سے یہ چیزیں بے حقیقت نظر آئیں۔ یوسفانہ۔ حضرت یوسفؑ رسّی کے ذریعہ کنوئیں سے باہر آئے تھے، تو بھی عجائبات کی رسّی کے ذریعہ سے دنیا کے اِس کنوئیں سے باہر نکل آ۔

[3] تا بگوید۔ جس وقت حضرت یوسفؑ کنوئیں سے برآمد ہوئے تھے تو ڈول نکالنے والا چیخ اُٹھا تھا کہ خوشخبری ہے یہ تو لڑکا ہے اسی طرح تیری روح تیرے کنوئیں میں سے نکل آنے پر خوش خبری

531

عارفانش[1] کیمیا گر گشتہ اند — تا کہ مُشد کانہا بر ایشاں تر زند

اُس (خدا) کو پہچان جانے سے کیمیا گر بن گئے ہیں — حتیٰ کہ اُن کے لئے کانیں حقیر ہو گئی ہیں

دیدن درویشے جماعت مشایخ را در خواب و درخواست کردن

ایک درویش کا بزرگوں کے گروہ کو خواب میں دیکھنا اور اُن سے بغیر کمائی کی مشغولیت

روزیِ حلال از ایشاں بے مشغول شدن بکسب کہ از عبادت

کے حلال روزی کی درخواست کرنا کہ میں عبادت کرنے سے رہ جاتا ہوں اور اُنکی

می مانم و ارشاد کردن ایشاں اُورا بیموہائے تلخ و ترش کوہی

اُس کو کڑوے اور کھٹے پہاڑی پھلوں کی جانب رہنمائی کرنا اور اُن بزرگوں

و بروے شیریں شدن آں میوہا بدلالت آں مشایخ

کی رہنمائی سے اُس کے لئے اُن پھلوں کا شیریں بن جانا

آں یکے درویش گفت اندر سَمَر — خضریاں را من بدیدم خواب در

ایک درویش نے قصہ میں بتایا — کہ میں نے خواب میں خضریوں کو دیکھا

گفتم ایشاں را کہ روزیِ حلال — از کجا نوشم کہ نبود آں وَبال

میں نے اُن سے کہا کہ حلال روزی — جو وبال نہ بنے میں کہاں سے کماؤں

مر[2]مرا سوئے کہستاں راندند — میوہا زاں بیشہ می اُفشاندند

وہ مجھے پہاڑ کی جانب لے گئے — اُس جنگل سے اُنھوں نے پھل جھاڑے

کہ خدا شیریں بکرد آں میوہ را — در دہانِ تو بہ تہائے ما

کہ خدا نے وہ پھل میٹھے کر دیئے ہیں — تیرے مُنھ میں ہماری توجہات سے

ہیں بخور پاک و حلال و بے حسیب — بے صُداع و نقلِ بالا و نشیب

ہاں، پاک اور حلال اور بے حساب کھا — بغیر دردِ سر کے اور اوپر اور نیچے منتقل ہونے کے

پس مرا زاں رزقِ نُطقے رُو نمود — ذوقِ گفت من خرد ہا می رُبود

پھر اُس رزق سے مجھ میں ایسی قوتِ گویائی رونما ہوئی — کہ میری گفتگو کا ذوق عقلوں کو حیران کر دیتا تھا

گفتم[3] ایں فتنہ است اے ربِّ جہاں — بخششے دہ از ہمہ خلقاں نہاں

میں نے کہا، اے دنیا کے پالن ہار! یہ فتنہ ہے — وہ انعام عطا فرما جو سب سے پوشیدہ ہو

شد سخن از من، دلِ خوش یافتم — چوں اَنار از ذوق می بشگافتم

میری قوتِ گویائی جاتی رہی میں نے مطمئن دل — ذوقِ لطف سے میں انار کی طرح کھلتا تھا

[1] عارفانش۔ جو عارف باللہ ہیں وہ خود کیمیا گر ہیں اُنکی نگاہ میں سونے کی کوئی وقعت نہیں ہے ؎

آنکہ خاک را بنظر کیمیا کُنند — آیا بُود کہ گرگ زِ پشمے بما کُنند

دیدن۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اہلِ اللہ کی نظر میں دنیا کا مال ہیچ ہے اور اُن کی ہمت کیمیا کا کام کرتی ہے نثر۔ قصہ یہ ہے کہ وہ اَبدال جو حضرت خضرؑ کی طرح نگاہوں سے پوشیدہ ہیں گفتگو میں لے اُس اَبدال سے کہا کہ کمانا کھانا تو وہاں ہے ایسی تدبیر بتا دیجئے کہ مجھے بلا کمائے حلال روزی حاصل ہو جائے۔

[2] مرمرا۔ وہ لوگ مجھے جنگل میں لیگئے اور اُنھوں نے جنگلی پھل جھاڑے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ میرے لئے وہ کڑوے کسیلے پھل میٹھے ہو جائیں۔ صُداع۔ دردِ سر۔ یعنی۔ اُن پھلوں کے کھانے سے میرے کلام میں وہ شیرینی پیدا ہو گئی کہ لوگ اُس پر فریفتہ ہونے لگے۔

[3] گفتم۔ اولیاء اللہ کو اپنی شہرت اور عوام میں مقبولیت ناگوار ہوتی ہے۔ شد سخن۔ یعنی وہ لطفِ کلام کی کیفیت زائل ہو گئی جو عوام کی گرویدگی کا سبب تھی اور دل میں ایک جذبۂ مسرت پیدا ہو گیا۔

گفتم ار چیزے نباشد در بہشت[1]
میں نے کہا اگر جنت میں اور کوئی چیز نہ ہوگی

غیر ایں شادی کہ دارم در سرشت
اِس مسرت کے علاوہ جو طبیعت میں آگئی ہے

ہیچ نعمت آرزو ناید دگر
مجھے کسی دوسری نعمت کی تمنا نہ ہوگی

زیں نپردازم بجوز و نیشکر
اسکو چھوڑ کر میں انگور اور گنے کیطرف توجہ نہ کرونگا

ماندہ بُود از کسب یک دو حبّہ ام
کمائی میں سے میری ایک دو رتی بچ گئی تھی

دوختہ در آستین جُبّہ ام
جس کو میں نے جُبّہ کی آستین میں سی لیا تھا

نیّت کردن اُو کہ ایں زر بدیں ہیزم کش دہم چوں من
اُس کا سوچنا کہ یہ سونا میں اِس لکڑہارے کو دیدوں جبکہ میں نے بزرگوں کی

روزیِ حلال یافتم بکراماتِ مشائخ و رنجیدن آں ولی
کرامات سے حلال روزی پالی ہے اور اُس لکڑہارے ولی کا اُس

ہیزم کش از ضمیر و نیّت او
کے دل کی بات اور نیت سے رنجیدہ ہونا

آں یکے درویش ہیزم[2] می کشید
ایک درویش لکڑیاں لارہا تھا

خستہ و ماندہ ز بیشہ در رسید
تھکا ہارا جنگل سے آیا

پس بگفتم من ز روزی فارغم
میں نے سوچا کہ میں روزی سے بے نیاز ہوں

زیں سپس از بہر رزقم نیست غم
اِس کے بعد مجھے روزی کی فکر نہیں ہے

میوۂ مکروہ بر من خوش شدست
ناگوار پھل میرے لئے عمدہ ہوگئے ہیں

رزقِ خاصہ جسم را آمد بدست
خاص رزق جسم کو حاصل ہوگیا ہے

چونکہ من فارغ شدستم از گلو
چونکہ میں حلق کے معاملہ سے فارغ ہوگیا ہوں

حبّہ چندست ایں بدہم بدُو
چند رتیاں ہیں یہ میں اُس کو دیدوں

بدہم ایں زر را بدیں تکلیف کش
اِس مصیبت بھرنے والے کو یہ سونا دیدوں

تا دو سہ[3] روزک شود از قوت خوش
تاکہ دو تین دن کیلئے وہ خوراک سے مطمئن ہوجائے

خود ضمیرم را ہمی دانست اُو
اُس نے خود میرے دل کی بات جان لی

زانکہ شمعش داشت نور از شمعِ بُو
کیونکہ اُسکی شمع میں اللہ تعالیٰ کی شمع کا نُور تھا

بُود پیشش ہر اندیشہ
اُس کے لئے ہر خیال کا راز

چوں چراغے در درون شیشہ
آئینہ کے اندر کے چراغ کی طرح تھا

[1] در بہشت۔ وہ کیفیت اِس قدر پُر مسرت تھی کہ اگر جنت میں صرف وہی حاصل ہو تو اور کسی چیز کی تمنا کی ضرورت نہیں ہے۔ در آستین جب آستین میں بنائی جاتی تھی۔

[2] ہیزم۔ سوختہ جلانے کی لکڑیاں بیشہ جنگل۔ فارغم۔ میں تو جنگل پھلوں پر گذارہ کرلیتا ہوں لہٰذا مجھے اب کھانے پینے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ رزقِ خاصہ۔ بادشاہی دسترخوان کی خوراک چونکہ اب مجھے اپنے حلق اور کھانے کی فکر نہیں ہے۔ حبّہ۔ ایک رتی کا وزن تخفیف کش یعنی لکڑہارا۔

[3] تا دو سہ روزک۔ وہ دو تین دن میرے اِس عطیہ سے اپنا کام چلالے گا۔ ضمیر۔ دل کی پوشیدہ بات۔ آنکھ اِس کے قلب کو اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی حاصل تھی۔ نور۔ وہ لکڑہارا روشن ضمیر تھا دل کی بات اُس پر اِس طرح ظاہر ہوجاتی تھی جس طرح چراغ شیشہ کے لیمپ میں سے نظر آجاتا ہے۔

ہیچ پنہاں می نشد از وے ضمیر
دل کی کوئی بات اُس سے نہ چھپتی تھی

بُود بر مضمونِ دِلہا اُو خبیر
وہ دلوں کے مضمون سے واقف تھا

پس ہمی مَنکید[1] با خود زیر لب
تو وہ خود بخود آہستہ بڑبڑایا

دَر جواب فکرتم آں بُوالعجب
وہ عجب احوال والا میرے خیال کے جواب میں

کہ چُنیں اندیشی از بہرِ مُلوک
تو شاہوں کے بارے میں ایسا سوچتا ہے

کَیْفَ تَلْقَی الرِّزْقَ اَنْ لَّمْ یُرْزَقُوْکَ
اگر وہ تجھے رزق نہ دیں تجھے رزق کیسے ملے؟

من نمی کردم سخن را فہم لیک
میں بات اچھی طرح نہ سمجھا

بر دلم میزد عتابش نیک نیک
(لیکن) اُس کے غصہ کا اثر میرے دل پر بہت گہرا

سوئے من آمد بہیبت ہمچو شیر[2]
وہ شیر کی طرح ہیبت سے میری جانب آیا

تنگ ہیزم را نہاد از پشت زیر
ایندھن کا گٹھر کمر سے نیچے رکھ دیا

پر تو حالے کہ او ہیزم نہاد
اس حالت کے اثر سے کہ اُسنے ایندھن کا گٹھر رکھا

لرزہ بر ہفت عضوِ من فتاد
میرے ساتوں اعضاء پر لرزہ طاری ہوگیا

گفت یارب گر ترا خاصاں حَیَ اَند
اُسنے کہا اے خدا! اگر تیرے مخصوص بندے زندہ ہیں

کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند
جو بابرکت دعا والے اور مبارک قدم ہیں

لُطف تو خواہم کہ ہیزم گر شود
تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جو کیمیا گر بنجائے

ایں زماں ایں تنگ ہیزم زر شود
اسی وقت یہ ایندھن کا گٹھر سونا بن جائے

دَر زماں[3] دیدم کہ زر شد ہیزمش
میں نے اُسی وقت دیکھا کہ ایندھن سونا ہوگیا

ہمچو آتش بر زمیں می تافت خوش
عمدگی سے زمین پر آگ کی طرح چمک رہا تھا

من دَراں بیخود شدم تا دیر گہ
میں اُس اثنار میں دیر تک بیہوش رہا

چونکہ با خویش آمدم من از ذُوَل
جب میں حیرانی کے بعد ہوش میں آیا

بعد ازاں گفتے خدا گر آں کبار
اُسکے بعد اُسنے کہا اے خدا! اگر وہ بڑے لوگ

بس غیورند و گریزاں زاشتہار
بہت غیرت مند اور شہرت سے بھاگنے والے ہیں

باز ایں را بندِ ہیزم ساز زود
اس کو پھر جلد ایندھن کا گٹھر بنا دے

بے توقف ہم بر اں حالے کہ بُود
بلا تاخیر اسی حالت پر جیسا کہ تھا

دَر زماں ہیزم شد آں اغصان زر
اُسی وقت وہ سونے کی شاخیں ایندھن کے گٹھر بنگئیں

مست شد در کارِ او عقل و نظر
اُس کے معاملہ میں عقل و نظر مست ہوگئی

---

[1] منکید۔ وہ بڑبڑایا۔ بُوالعجب۔ چونکہ اُس سے کرامات ظاہر ہورہی تھیں۔ حق۔ یعنی اولیاء اللہ۔ کیف۔ رزقوں کا انتظام ابدال کے سپرد ہوتا ہے۔ جن میں انکی بات تو نہ سمجھا لیکن اُن کے غصہ کا اثر میرے قلب پر ظاہر ہوا۔

[2] سوئے من۔ وہ لکڑہارا بزرگ لکڑیوں کا گٹھر زمین پر ڈال کر شیر کی طرح میری طرف آیا تو میں اُس کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ ہفت عضو۔ ہفت اعضام، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، سینہ، پشت، سر۔ گفت۔ اُس لکڑہارے نے کہا اے خدا اگر تیرے مقربان بارگاہ زندہ ہیں جن کی دعا مقبول ہوتی ہے تو میں تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جس سے یہ سب لکڑیاں سونے کی بن جائیں۔

[3] دَر زماں۔ اُس کی دعا سے وہ لکڑیاں سونے کی ہوگئیں۔ ذکہ۔ حیرانی۔ بعد ازاں لکڑیوں کا سونا بن جانے کے بعد اُس نے دعا شروع کردی کہ تیرے مقبول بندے چونکہ شہرت سے بھاگتے ہیں اور میری کرامت شہرت کا باعث بنجائیگی لہٰذا تو اُن لکڑیوں کو اصل حالت پر کردے تاکہ میری شہرت نہ ہو چنانچہ وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر ہوگئیں۔ دَر زماں۔ اگلی دعا سے وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر آگئیں۔ اغصان۔ غصن کی جمع۔

بعد ازاں[1] برداشت ہیزم را و رفت
اس کے بعد اس نے ایندھن کا گٹھڑ اٹھایا اور چلدیا

سوئے شہر از پیش من آتیز و تفت
شہر کی جانب میرے سامنے سے تیز اور گرم

خواستم تا در پئے آں شہ روم
میں نے چاہا کہ اس شاہ کے پیچھے جاؤں

پُرسم از وَے مشکلات و بشنوم
اس سے مشکل باتیں پوچھوں اور سنوں

بستہ کرد آں ہیبتِ او مر مرا
اس کی اس ہیبت نے مجھے باندھ دیا

پیشِ خاصاں رہ نباشد عامہ را
عوام کیلئے خواص کے سامنے کوئی راستہ نہیں رہتا ہے

ور کسے را رہ شود گو سر فشاں
اور اگر کسی کیلئے راستہ ہو کہدو وہ سر قربان کرے

کاں بُود از رحمت و از جذبِ شاں
کیونکہ وہ ان کی رحمت اور کشش سے ہوتا ہے

بس غنیمت دار آں توفیق را
اس توفیق کو بہت غنیمت سمجھ

چوں بیابی صحبتِ صدیق را
جب تو کسی صدیق کی صحبت حاصل کرے

نے چو آں ابلہ کہ یابد قربِ شاہ
نہ کہ اس بیوقوف کی طرح جس کو شاہ کا قرب حاصل ہو

سہل و آساں در فتد آں دم ز راہ
اسی وقت آہستگی اور آسانی سے راہ سے بھٹک جائے

چوں ز قربانی دہندش بیشتر
جب وہ اس کو قربانی کا زیادہ حصہ عطا کریں

پس[2] بگوید رانِ گاؤ ست ایں مگر
تو وہ کہنے لگے کہ شاید گائے کی ران ہے

نیست ایں از رانِ گاؤ اے مفتری
اے جھوٹے! یہ گائے کی ران نہیں ہے

رانِ گاؤت می نماید از خری
تجھے گدھے پن سے گائے کی ران دکھائی دے رہی ہے

بذلِ شاہاں ست ایں بے رشوتے
یہ بغیر رشوت کے شاہوں کا تحفہ ہے

بخششِ محض ست ایں از رحمتے
یہ شفقت سے خالص بخشش ہے

تحریض[3] کردنِ سلیمانؑ رسولاں را بر تعجیل کردن

حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو ایمان لانے کے لئے بلقیس کی ہجرت میں جلدی کرنے کی ترغیب دینا

بہجرتِ بلقیس بہر ایماں

ہجرت میں جلدی کرنے کی ترغیب دینا

ہمچناں کہ شہ سلیمانؑ در نبرد
جیسا کہ شاہ سلیمانؑ نے جنگ میں

جذبِ خیل و لشکرِ بلقیس کرد
بلقیس کی جماعت اور لشکر کو کھینچ لیا

کہ بیائید اے عزیزاں زود زود
کہ اے عزیزو! جلد جلد آجاؤ

کہ برآمد موجہا از بحرِ جود
کیونکہ سخاوت کے سمندر میں موجیں اٹھنے لگی ہیں

---

[1] بعد ازاں۔ جب لکڑیاں اصل حالت پر ہوگئیں تو وہ اُن کو لیکر چل دیا مشکلات۔ یعنی سلوک کے مشکل مسائل۔ تب میں اسقدر مرعوب ہوا کہ میرے پاؤں نہ اُٹھے جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے ہوتے ہیں عوام کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی ہے اگر ہوتی بھی ہو تو یہ اُن بزرگوں کی کشش ہوتی ہے لہٰذا اُس پر قربان ہوجانا چاہیئے۔ صدیق۔ وہ شخص جو ولایت کے آخری مراتب پر ہو۔ تے۔ یہ نہ ہونا چاہیئے کہ قرب حاصل ہوتے ہی گمراہی اختیار کرلے۔

[2] پس بگوید۔ مشہور ہے کہ کسی بادشاہ نے اعلیٰ درجہ کے دُنبوں کی قربانی کی اور فقراء میں تقسیم کی ایک فقیر کو ایک ران ملی اُس نے دُنبہ کی ران اسقدر فربہ کبھی نہ دیکھی تھی تو بولا یہ گائے کی ران ہے یعنی اُسنے انعام کو نہ پہچانا اور قدر نہ کی نیست۔ وہ فقیر جھوٹا تھا وہ ران اعلیٰ قسم کے دُنبہ کی تھی یعنی اُس صحبت کی قدر و قیمت کو پہچاننا چاہیئے اور اُس کی ناقدری نہ کرنی چاہیئے خری۔ گدھا پن۔

[3] تحریض۔ پہلے بتایا تھا کہ بزرگوں کی صحبت اُنکی کشش سے حاصل ہوتی ہے اب حضرت سلیمانؑ کے واقعہ سے سمجھاتے ہیں کہ بلقیس اور اُس کی قوم کا حضرت سلیمانؑ کے پاس آنا حضرت سلیمانؑ کی کشش سے تھا۔ جذب کشش۔ کہ برآمد اسوقت رحمت خداوندی کا سمندر جوش میں ہے

سُوئے[1] ساحل می فشاند بے خطر
بغیر کسی خطرے کے ساحل کی جانب پھینک رہا ہے

جوشِ موجش ہر زمانے صد گہر
ہر وقت اس کی موج کا جوش سینکڑوں موتی

الصلا گفتیم اے اہلِ رشاد
اے ہدایت پانے والو! ہم نے دعوت دیدی

کایں زماں رضواں درِ جنت کشاد
کیونکہ اس وقت رضوان نے جنت کا دروازہ کھول

پس سلیمانؑ گفت آ پیکاں روید
پھر سلیمانؑ نے کہا اے قاصدو! جاؤ

سُوئے بلقیس و بدیں دیں بگروید
بلقیس کی جانب اور اس دین کے گرویدہ ہو جاؤ

پس[2] بگویندش بیا اینجا تمام
پھر اس سے کہو مکمل طور پر یہاں آجائے

زود کان اللہ یدعوا بالسلام
جلد کیونکہ اللہ (تعالیٰ) سلامتی کی طرف بلاتا ہے

ہیں بیا اے طالبِ دولت شتاب
ہاں اے دولت کے طالب! جلد آجا

کہ فتوحست ایں زماں و فتح باب
کیونکہ اس وقت انعامات اور دروازے کی کشادگی ہے

اے کہ تو طالب نۂ تو ہم بیا
اے وہ کہ جو طالب نہیں ہے! تو بھی آجا

تا طلب یابی ازاں یارِ وفا
تاکہ تو اس باوفا دوست سے طلب حاصل کرلے

ملک بر ہم زن تو اد ہمؒ وار زود
تو ادہمؒ کی طرح جلد ملک کو خیرباد کہدے

تا بیابی ہمچو او ملکِ خلود
تاکہ تو اس کی طرح ہمیشگی کی سلطنت حاصل کرلے

سببِ ہجرتِ سلطان ابراہیم ادہمؒ و ترک کردنِ ملکِ خراسان

حضرت ابراہیم ادہمؒ کی ہجرت کا سبب اور سلطنتِ خراسان کو چھوڑ دینا

خفتہ بود آں شہ شبانہ بر سریر[3]
وہ شاہ، رات کو تخت پر سوئے ہوئے تھے

حارساں بر بام اندر دار و گیر
محافظ بالاخانہ پر نگرانی میں تھے

قصدِ شہ از حارساں آنہم نبود
شاہ کا مقصد محافظوں سے یہ بھی نہ تھا

کہ کنند ازاں دفعِ دزداں و رنود
کہ ان کے ذریعہ رندوں اور چوروں کو دفع کریں

او ہمی دانست کاں کو عادلست
وہ جانتا تھا کہ وہ منصف ہے

فارغ ست از واقعہ ایمن دلست
حادثہ سے بے نیاز ہے، مطمئن دل ہے

عدل باشد پاسبانِ کامہا
مقاصد کا محافظ انصاف ہوتا ہے

نے بشب چوبک زناں بر بامہا
نہ کہ رات کو بالاخانہ پر ڈنکا پیٹنے والے

لیک بُد مقصودش از بانگِ رباب
لیکن رباب کی آواز سے ان کا مقصد (وہ تھا)

ہمچو مشتاقاں خیالِ آں خطاب
جو اس خطاب کے خیال کے مشتاقوں کا ہوتا ہے

---

[1] سُوئے ساحل۔ وہ سمندر جوش میں ہے اور کنارے پر سینکڑوں موتی پھینک رہا ہے جلد اگر ان کو حاصل کرلو۔ یعنی حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اس وقت جنت کے دروازے کھل گئے ہیں اور دعوت عام ہے۔ رضوان۔ داروغہ جنت۔ دیں بگروید یعنی میرا پیش کردہ دین اختیار کرلو اور ستارہ پرستی چھوڑ دو۔

[2] پس۔ حضرت سلیمانؑ نے قاصدوں سے کہا کہ تم بلقیس سے جاکر کہو کہ سب یہاں آجائیں اور سلامتی اختیار کرلیں۔ دولت یعنی آخرت۔ فتوح یعنی انعامات۔ فتح باب۔ یعنی رحمت کے دروازے کی کشادگی۔ اے کہ۔ جو طالب بھی نہیں ہے وہ بھی آجائے یہاں آکر طلب صادق پیدا ہو جائیگی۔ ادہم ولد حضرت ابراہیم ادہمؒ نے خراسان کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کرلی تھی۔

[3] سریر۔ تخت۔ حارساں۔ حارس کی جمع ہے۔ نگہبان۔ دار و گیر یعنی فرائض۔ رند و رند کی جمع ہے۔ مفسد، مدمعاش۔ عادلست۔ عادل بادشاہ کو پہرہ داروں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ کاہما۔ یعنی مقاصد۔ چوبک زن۔ نقارچی، کوتوال۔ ہمچو۔ مسوفیاء کو رباب کی آواز اس عہد کی یاد دلاتی ہے جو ازل میں بنی آدمؑ سے لیا گیا تھا جس کو عہد الست کہا جاتا ہے۔

نالۂ[1] سرنا و تہدیدِ دُہل — چیز کے ماند بداں ناقورِ کُل
نفیری کی فریاد اور ڈھول کی دھمک — اُس بڑے صور سے کچھ مشابہت رکھتی ہے

پس حکیماں گفتہ اند ایں لحنہا — از دوارِ چرخ بگرفتیم ما
حکماء نے کہا ہے کہ یہ راگ — ہم نے آسمان کی گردش سے لئے ہیں

بانگِ گردشہائے چرخ ست اینکہ خلق — می سرایندش بطنبور و بحلق
یہ آسمان کی گردشوں کی آواز ہے جسکو لوگ — طنبورے اور گلے سے گاتے ہیں

مؤمناں گویند کانہا تارِ بہشت — نغز گردانید ہر آوازِ زشت
مومن کہتے ہیں کہ بہشت کے تاروں نے — ہر بھدی آواز کو حسین بنا دیا ہے

ما ہمہ اجزائے آدمؑ بودہ ایم — در بہشت آں لحنہا بشنودہ ایم
ہم سب (حضرت) آدمؑ کے اجزاء تھے — ہم نے وہ راگ بہشت میں سنے ہیں

گرچہ[2] بر مارِ یخت آب و گل شکے — یادِماں آید از آنہا آندکے
اگرچہ پانی اور مٹی نے ہمیں شک میں ڈال دیا ہے — اُن سے ہمیں اُن کی کچھ یاد آجاتی ہے

لیک چوں آمیخت با خاکِ کرب[3] — کے دہد ایں زیر و ایں بم آنطرب
لیکن چونکہ وہ (نغمے) مصیبتوں کی مٹی میں ملگئے ہیں — تو یہ نیچے اونچے سُر وہ مزا کہاں دیتے ہیں!

آب چوں آمیخت با بول و گمیز — گشت زامیزش مزاجش تلخ و تیز
جب پانی پیشاب اور گندگی سے مل گیا — ملاوٹ سے اُس کا مزاج تلخ و تیز ہوگیا

چیزے[4] کے از آب ہستش در جسد — بول ازاں رُو آتشے را می کُشد
اُس کے وجود میں کچھ پانی ہے — پیشاب اسی وجہ سے آگ کو بجھا دیتا ہے

گر بخش شد آب ایں طبعش بماند — کآتشِ غم را بطبعِ خود نشاند
پانی اگرچہ ناپاک ہوگیا اُس کا مزاج باقی رہگیا — کہ وہ غم کی آگ کو اپنے مزاج سے بجھا دیتا ہے

پس غذائے عاشقاں آمد سماع — کہ در و باشد خیالِ اجتماع
سماع، عاشقوں کی غذا بن گئی — کیونکہ اُس میں وصل کا خیال ہوتا ہے

---

[1] نالہ یعنی نفیری اور ڈھول کی آواز حضرت اسرافیلؑ کے نفخ صور کی آواز سے مشابہ ہے۔ سرنا۔ نفیری۔ دُہل۔ ڈھول۔ ناقورِ کُل۔ صور جو قیامت میں پھونکا جائیگا۔ حکیماں۔ حکیم فیثا غورث نے کہا ہے کہ موسیقی کے بارہ مقام آسمان کے بارہ برجوں سے، سات آوازیں سات سیاروں سے، چوبیس شعبے دن رات کے چوبیس گھنٹوں سے، اور اکتالیس درکھیں سال کے اکتالیس ہفتوں سے بنائے گئے ہیں۔ بانگ۔ ان حکماء کے نزدیک آسمانوں کے گھومنے سے پیدا ہوتی ہے اور اس سے آوازیں پیدا ہوتی ہیں اسی کی نقل طنبورے اور گلے کے ذریعہ کی گئی ہے۔ مؤمناں۔ مومن کہتے ہیں کہ یہ سارے الاپ اور نغمے حوران بہشتی کے گانے اور جنت کی نہروں کے چلنے کی آوازوں اور جنت کے درختوں کے ہلنے کی آوازوں سے بنے ہیں۔

[2] گرچہ۔ ہم اگرچہ براہ راست جنت میں نہ تھے کہ وہاں سے اُن کو سنتے لیکن چونکہ ہمارے باوا آدمؑ وہاں تھے اور ہم انہیں کے اجزاء ہیں لہٰذا ہم نے بھی وہاں سنے تھے۔

[3] کرب۔ اس آب و گل کی دنیا نے ہمیں جنت کی پوری باتیں بھلا دی ہیں پھر بھی کچھ یاد باقی ہے۔ لیک چونکہ اب وہ نغمے ہمارے جسم سے پیدا ہورہے ہیں جو آب و گل سے بنا ہے اس لئے اب اس زیر و بم سے وہ مستی پیدا نہیں ہوتی جو جنت میں طاری ہوتی تھی۔ کرب۔ کربۃ کی جمع ہے اصیبت غلبت بستی۔ آب جنت کے لئے جب انسان اداکرتا ہے تو اُن کی مثال یہ ہے کہ پاک پانی پیشاب میں مل جائے تو ظاہر ہے کہ اُس کی پاکیزگی اور لطافت ختم ہوجائیگی۔

[4] گمیز۔ پیشاب ——— چیزے کے۔ پیشاب میں ملے ہوئے پانی میں بھی پانی کے خواص کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتے ہیں اُس کو آگ پر ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھا دے گا اسی طرح ان نغموں میں کچھ نہ کچھ اثرات باقی ہیں اور یہ نغمے آتش غم کو بجھا دیتے ہیں۔ پس۔ ان نغموں کا سماع چونکہ وصل محبوب کا تصور پیدا کرتا ہے اس لئے یہ عاشقوں کی غذا ہے۔

536

قوتے[1] گیرد ز خیالاتِ ضمیر — بلکہ صورت گردد از بانگ و صفیر
دل کے خیالات قوت حاصل کرتے ہیں — بلکہ آواز اور نغمہ سے مجسم بن جاتے ہیں

آتشِ عشق از نواہا گشت تیز — آنچنانکہ آتشِ آں جوز ریز
عشق کی آگ نغموں سے تیز ہو جاتی ہے — جس طرح سے اس اخروٹ گرانیوالے کی آگ

حکایتِ[2] آں مردِ تشنہ کہ از سرِ جوز بُن جوز در آب می ریخت کہ
اُس پیاسے کی حکایت۔ جو اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گراتا تھا جہاں
در گوبُود و در آب نمی رسید تا با فتادنِ جوز بانگِ آب بشنود و
گڑھے میں تھا اور وہ پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا تا کہ اخروٹ کے گرنے سے پانی کی آواز سُن لے
اُو را چوں سماع بانگِ آب در طرب می آورد

اور اُس کو پانی کی آواز کا سُننا مستی میں لاتا تھا

در نغورے بُود آب آں تشنہ راند — در درختِ جوز جوزے می فشاند
پانی گہرے گڑھے میں تھا، وہ تشنہ چڑھ گیا — اخروٹ کے درخت پر، اخروٹ گراتا تھا

می فتاد از جوز بُن جوز اندر آب — بانگ می آمد ہمی دید او حُباب
اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گراتا تھا — آواز آتی تھی، وہ بُلبلے دیکھتا تھا

عاقلے گفتش کہ بگذار اے فتا — جوز ہا خود تشنگی آرد ترا
ایک عقلمند نے کہا اے نوجوان! رہنے دے — خود اخروٹ تجھے پیاسا کردیں گے

بیشتر در آب می افتد ثمر[3] — آب در پستی ست از تو دُور تر
اکثر پھل پانی میں گرتے ہیں — پانی گہرائی میں تجھ سے دُور ہے

بیشتر در آب می افتد ببیں — می بَرد آبش ترا چہ سُود زیں
دیکھ! اکثر پانی میں گرتے ہیں — اُن کو پانی لے جاتا ہے، تجھے اس سے کیا فائدہ؟

تا تو از بالا فرود آئی بزیر — آب جوزت بُردہ باشد اے دلیر
جب تک تو اوپر سے نیچے آئے گا — اے بہادر! پانی تیرے اخروٹ غائب کر چکا ہوگا

گفت قصدم زیں فشاندن جوز بیست — تیز تر بنگر بریں ظاہر مایست
اُس نے کہا اس جھاڑنے سے میرا مقصد اخروٹ نہیں ہے — غور سے دیکھ، اِس ظاہر پر نہ ٹھہر

اُس عقلمند سے کہا کہ میرا مقصد اخروٹ توڑنا نہیں ہے، غور کر مقصد دوسرا ہی ہے۔

---

[1] قوتے۔ اگر سامع میں عالی جذبات ہوتے ہیں تو اُن میں اُبھار پیدا ہوتا ہے اور خیال مجسم اختیار کر لیتا ہے۔ آتشِ عشق۔ عشق کی آگ اِن نغموں سے تیز ہی پکڑ لیتی ہے جس طرح اِس پیاسے شخص کی پیاس اُن اخروٹوں کے گرنے سے تیز ہو رہی تھی جو پانی میں گر کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ آئندہ حکایت میں مولانا اِس کی تفصیل کرتے ہیں۔

[2] حکایت۔ یہ شخص پیاسا تھا پانی گہرے گڑھے میں تھا یہ پانی تک پہنچ نہ سکتا تھا تو اُس نے اخروٹ کے درخت پر چڑھ کر اخروٹ توڑ کر پانی میں پھینکنے شروع کر دیئے اخروٹ کے پانی میں گرنے سے جو آواز پیدا ہو رہی تھی یہ اُس سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ نغول۔ گڑھا۔ جوز۔ اخروٹ۔ حُباب۔ بُلبلہ۔ جوزہا۔ عاقل اِس پیاسے کا نشانہ سمجھا اور اُس نے دیکھ کر اخروٹ پانی میں ضائع ہو رہے ہیں تو کہنے لگا کہ اخروٹوں کا ضائع ہونا تیری تشنگی کو بڑھا دے گا۔

[3] ثمر۔ یعنی اخروٹ۔ می بَرد۔ پانی اُن اخروٹوں کو اپنے اندر لے لیتا ہے۔ آب۔ تیرے اخروٹ پانی کے اندر ڈوب کر غائب ہو جائیں گے۔ گفت۔ اخروٹ پھینکنے والے پیاسے نے

536

قصدِ من آنست کاید بانگِ آب
میرا مقصد یہ ہے کہ پانی کی آواز آئے

ہم بہ بینم بر سرِ آب ایں حُباب
میں یہ بلبلے بھی پانی پر دیکھوں

تشنہ را خود شغل چہ بُود در جہاں
دنیا میں پیاسے کا خود کیا کام ہوتا ہے!

گرد حوضِ گشتن جاوداں
ہمیشہ حوض کے چاروں طرف چکر کاٹنا

گردِ جُوی و گردِ آب و بانگِ آب
نہر کے گرد اور پانی کے گرد اور پانی کی آواز کے گرد

ہمچو حاجی طائفِ کعبہ صواب
اس حاجی کی طرح جو صحیح کعبہ کا طواف کرنے والا ہے

ہمچناں مقصودِ من زیں مثنوی
اسی طرح اس مثنوی سے میرا مقصود

اے ضیاء الحق حسام الدین تُوئی
اے ضیاء الحق حسام الدین تو ہی ہے

مثنوی اندر اُصول و ابتدا
مثنوی بنیادوں میں اور ابتدا میں

جُملہ بہرِ تست و بر تُست انتہا
سب تیرے لئے ہے اور تجھ پر ہی (انکی) انتہا ہے

اِلتجا بر تُست و بر امدادِ تو
تجھ سے اور تیری امداد سے درخواست ہے

تکیہ بر اشفاق و بر اسعادِ تو
تیری مہربانیوں اور مدد پر بھروسہ ہے

مثنوی اندر اُصول و در فروع
مثنوی اصول اور فروع میں

میکُند زیرِ لوائے تو رُجوع
تیرے جھنڈے کی طرف رجوع کرتی ہے

مثنوی در استواؤ در اُفول
مثنوی عروج اور غروب میں

جُملہ آنِ تُست و گر دستی قبول
پوری تیری ملکیت ہے اور تو نے قبول کر لیا ہے

در قبولِ تُست عزّ و مُقبلی
تیرے قبول کر لینے میں عزت اور نصیب وری ہے

زانکہ شاہِ جان و سلطانِ دلی
کیونکہ تو جان کا حاکم اور دل کا شاہ ہے

در قبول آرند شاہاں نیک و بد
بادشاہ اچھے اور بُرے کو قبول کر لیتے ہیں

چوں قبول آرند نبوَد ہیچ رَد
جب قبول کر لیتے ہیں پھر کبھی رد نہیں ہوتا

چوں نہالے کاشتی آبش بدہ
جب تو نے پودا لگایا ہے اُس کو پانی دے

چوں کشادش دادہ بکشا گرہ
جب تو نے کشادگی دی ہے، گرہ کھول دے

قصدم از الفاظ اُو رازِ تو است
میرا مقصد اُس کے الفاظ سے تیرا راز ہے

قصدم از انشاش آوازِ تو است
میرا مقصد اُس کے لکھانے سے تیری آواز ہے

---

۵۱ تشنہ من۔ اخروٹ توڑ کر اس لئے پھینک رہا ہوں کہ اس کے گرنے سے پانی کی آواز سُن سکوں اور پانی کے بلبلوں کو دیکھ سکوں۔ عجب۔ پانی کا بلبلہ تشنہ پیاسے کا یہی شغل ہوتا ہے کہ وہ حوض کے چکر کاٹے پانی اور نہر کے چکر لگائے اور پانی کی آواز سُنے اور یہ اُس کا گھومنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حاجی کعبہ کا یا مُرید شیخ کا طواف کرتا رہتا ہے۔ ہمچناں جس طرح پیاسے کا مقصود پانی کا طواف اور حاجی کا مقصود کعبہ کا طواف ہے اسی طرح مثنوی سے میرا مقصود اے حسام الدین تم ہو۔

۵۲ مثنوی۔ میری اس مثنوی کی ابتدا اور انتہا اور سب کچھ تمہارے لئے ہے۔ التجا۔ اس میں تمہاری مدد شاملِ حال ہے اور مجھے اس کی تکمیل میں تمہاری مہربانیوں اور امداد پر بھروسہ ہے۔ اصول۔ اصل کی جمع ہے۔ جڑ۔ فروع۔ فرع کی جمع ہے، شاخ۔ لوا۔ جھنڈا۔ استواء۔ یعنی سورج کی سی بلندی۔ افول۔ غروب۔

آن۔ ملکیت۔ در قبول۔ اگر تم نے یہ مثنوی پسند کر لی تو میری نصیب وری اور عزت افزائی ہوگی کیونکہ تم میرے دل و جان کے سلطان اور شاہ ہو۔ در قبول۔ بڑے لوگ ہر اچھی بُری چیز قبول کر لیتے ہیں اور پھر کبھی اس کو رد نہیں کرتے ہیں۔

۵۳ پوں اے حسام الدین جب تم نے مثنوی کا پودا لگایا ہے تو اب اس کی آبیاری کرتے رہو۔ قصدم۔ میں مثنوی کے الفاظ میں تمہارے راز اور احوال بیان کر رہا ہوں اور اس کے بولنے میں میری آواز نہیں بلکہ تمہاری آواز کام کر رہی ہے۔

پیشِ[1] من آوازت آوازِ خداست — عاشق از معشوق حاشا کے جداست

میرے نزدیک تیری آواز، خدا کی آواز ہے — توبہ توبہ! عاشق معشوق سے کب جُدا ہے؟

اِتصالے بے تکیّف بے قیاس — ہست ربُّ الناس را با جانِ ناس

ناقابلِ بیان، عقل میں نہ آنے والا اتصال ہے — لوگوں کے رب کا لوگوں کی جان سے

لیک گفتم ناس من نُسناس نے — ناس غیرِ جانِ جاں اِنشناس نے

لیکن میں نے انسان کہا ہے، بَن مانس نہیں کہا، — انسان جان کی جان کو پہچاننے والے کے علاوہ نہیں ہے

ناس[2] مَردم باشد و کو مُردمے — تو سرِ مَردم ندیدستی دَمے

انسان، انسان ہوتا ہے لیکن انسان کہاں ہے! — تو نے تھوڑی دیر کیلئے بھی انسان کا راز نہیں دیکھا ہے

مَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ خواندہ — لیک جسمی در تحیّری ماندہ

"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" تو نے پڑھا ہے — لیکن تو ایک مجسمہ ہے، اُلجھن میں پھنسا رہ گیا ہے

مُلک جسمت را چو بلقیس اے غبی — ترک کُن بہرِ سلیمانِ نبی

اے بیوقوف اپنے جسم کے مُلک کو بلقیس کی طرح — سلیمانؑ نبی کے لئے چھوڑ دے

میکنم لاحول نے از گفتِ خویش — بلکہ از وسواسِ آں اندیشہ کیش

میں لاحول پڑھتا ہوں (لیکن) اپنی گفتگو پر نہیں — بلکہ شُبہ کرنے والے کے وسوسہ ظن پر

کو خیالے می کُند در گفتِ من — در دلِ از وسواس و اِنکارات دُژن

کیونکہ وہ میری گفتگو پر خیالات لا رہا ہے — دل میں، وسوسوں اور انکاروں اور بدگمانی کے

می کُنم لاحول یعنی چارہ[3] نیست — چوں ترا در دل بفہمم گفتنی ست

میں لاحول پڑھتا ہوں یعنی کوئی علاج نہیں ہے — جبکہ تیرے دل میں میرے خلاف باتیں ہیں

چونکہ گفتِ من گرفتت در گلو — من خموش کردم تو آں را خود بگو

چونکہ میری گفتگو تیرے گلے میں پھنس گئی ہے — میں چُپ ہو گیا تو اسکو خود کہہ

در بیانِ نائی کہ از مقعدش بادے بجست و نے را بر زمیں نہاد

اُس نے نواز کے بیان میں جس کی مقعد سے گوز نکلا اُس نے بانسری زمین

کہ اگر تو از من بہتر می زنی بگیر

پر رکھ دی کہ اگر تو مجھ سے بہتر بجانا جانتی ہے تو لے

---

[1] پیشِ من۔ یہ آواز اگرچہ تمہارے حلقوم سے نکل رہی ہے لیکن یہ دراصل خدائی آواز ہے تم عاشق خدا ہو لہٰذا خدا سے کب جُدا ہو۔ اتصالے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں سے وہ اتصال ہے جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے اور وہ اتصال کسی قیاس میں نہیں آسکتا ہے۔ لیک۔ یہ خدائی اتصال انسانوں کے ساتھ ہے بَن مانسوں کے ساتھ نہیں اور انسان وہی ہے جو اپنے خالق کو پہچان لے۔

[2] ناس۔ بہت سے انسان بشکلِ انسان ہیں لیکن اُن میں انسانیت نہیں ہے۔ مَا رَمَیتَ۔ جنگِ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مُٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ بھسم ہو گئے قرآن پاک نے اُس کے بارے میں فرمایا وہ خاک تم نے نہیں پھینکی ہم نے پھینکی یہ وہ اتصال ہے جو میں سمجھا رہا ہوں۔ لیک جسمی۔ لیکن تو صرف جسم بلا روح ہے اور مرتبۂ یقین کو نہیں پہنچ سکا ہے۔ مُلک۔ تو اپنے جسم کی سلطنت کو اسی طرح خیرباد کہہ دے جس طرح بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کی خاطر سلطنت کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ میکنم۔ یہاں اگر مولانا کو مثنوی کے مفسرین کا خیال آگیا وہ کہتے ہیں میں یہ گفتگو یہ لاحول نہیں پڑھتا ہوں بلکہ اُن لوگوں پر پڑھتا ہوں جن کے دلوں میں مثنوی کا انکار ہے

[3] چارہ نیست۔ جبکہ مخالفت کی ٹھان لی ہے تو بجز لاحول کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے چونکہ اچھا اگر میری گفتگو تم لوگوں کے گلے سے نہیں اُترتی ہو تو تم اس جیسی مثنوی کہہ دو میرا ایک قصہ سناتے ہیں کہ ایک نے نواز کاٹتے ہوئے گوز خارج ہو گیا تو اُسنے بانسری اپنی مقعد کے حوالہ کر دی اور کہا اگر

540

آں یکے نائی[1] کہ خوش مے زد دست — ناگہاں از مقعدش بادے بجست

ایک بانسری بجانے والا جو اچھی بانسری بجاتا تھا — اچانک اُس کی مقعد سے گوز خارج ہوگیا

نائے را بر کُون نہاد او کہ زمن — گر تو بہتر می زنی بستاں بزن

اُس نے بانسری مقعد پر رکھدی کہ مجھ سے — اگر تو بہتر بجا سکتا ہے تو لے (اور) بجا

در بیانِ تحمل کردن از ہر بے ادبے و طریق رفق و مدارات سپردن

ہر بے ادب کی برداشت اور نرمی اور خاطر تواضع کی راہ اختیار کرنے کا بیان

ای مسلماں خود ادب اندر طلب — نیست الا حمل از ہر بے ادب

اے مسلمان! راہِ طلب میں خود ادب — نہیں ہے، ہر بے ادب کو برداشت کرنے علاوہ

ہر کرا بینی شکایت می کند — کاں فلاں کس را ست طبع و خوئے بد

تو جسے دیکھے کہ وہ شکایت کرتا ہے — کہ فلاں شخص کی طبیعت اور عادت بُری ہے

ایں شکایت گو بداں کہ بدخو ست — کہ مر آں بدخوی را او بدگو ست

یہ شکایت وہ کرتا ہے جو خود بدعادت ہے — کیونکہ وہ اُس بدخو کی بدگوئی کرتا ہے

زانکہ خوشخو آں بود کو در حمول[2] — باشد از بدخوی و بد طبعاں حمول

کیونکہ اچھی عادت والا وہ ہے جو گوشۂ تنہائی میں — بدعادت اور بد طبیعت والوں کی برداشت کرنیوالا ہو

لیک در شیخ آں گلہ زامر خدا ست — نے پئے خشم و مُمارات و ہواست

لیکن شیخ کا یہ شکوہ، خدا کے حکم سے ہے — نہ کہ غصہ اور لڑائی اور خواہشِ نفسانی کی وجہ سے

آں شکایت نیست ہست اصلاحِ جاں — چوں شکایت کردنِ پیغمبراں

یہ شکوہ نہیں ہے، روح کی اصلاح ہے — جیسا کہ پیغمبروں کا شکوہ کرنا

ناحمولی[3] اَنبیا از امر داں — ورنہ حمال ست بدر احلم شاں

نبیوں کی عدم برداشت حکم سے ہے — ورنہ اُن کی بردباری بُرے کو برداشت کرنیوالی ہے

طبع را کشتند در حمل بدی — ناحمولی گر بود ہست ایزدی

انھوں نے بُرائی کے برداشت کرنے میں طبیعت کو مار ڈالا ہے — اگر عدم برداشت ہے تو خدائی ہے

اے سلیمانؑ درمیانِ زاغ و باز — حلمِ حق شو با ہمہ مُرغاں بساز

اے سلیمانؑ! کوّے اور باز میں — اللہ (تعالیٰ) کا حلم بنجا تمام پرندوں سے نبھا

بُلبلِ بسیار گو را پَر مکن — باز را و کبک را برہم مزن

بہت بولنے والی بُلبل کے پَر نہ نوچ — باز اور چکور کو نہ چھیڑ

---

[1] نائی۔ بانسری بجانے والا۔ بانسری یعنی گوز۔ کون۔ مقعد۔ تحمل۔ برداشت۔ مدارات۔ ملاطفت۔ تواضع۔

اے مسلمان، چونکہ مثنوی کے مصنفین نے راہِ طلب کی ابتدا کی ہر برداشت کا مضمون شروع کیا ہے۔ طلب یعنی ایک طالب اور سالک کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر ناگواری کو برداشت کرے۔ ہر کوا جسکو تو دیکھے کہ وہ دوسرے کی برائی اور شکایت کر رہا ہے تو سمجھ لے کہ وہ خود بدعادت ہے کیونکہ بدگوئی میں مبتلا ہوگیا ہے۔ خوشخو اچھی عادت والا شخص کی ہے جو بُروں کو برداشت کرلے۔

[2] حمول۔ گنجائش۔ تحمل۔ برداشت کرنیوالا۔ یعنی شیخ بھی مُرید کا شکوہ کرتا ہے لیکن اس کا شکوہ لڑائی دنگے اور نفس کے تقاضے کی بنیاد پر نہیں ہوتا ہے بلکہ خداوندی حکم سے مُرید کی اصلاح کیلئے ہوتا ہے اور شیخ کا شکوہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انبیاء نے قوموں کا شکوہ کیا ہے۔

[3] ناحمولی۔ انبیاء کا غصہ اور شکوہ خداوندی حکم سے ہوتا ہے۔ بلخ را۔ وہ تو نفس امارہ کو مار چکے ہیں لہٰذا اُن کا غصہ نفس کی وجہ سے نہیں ہے حکم ایزدی سے ہوتا ہے۔ سلیمانؑ یعنی شیخ، حضرت سلیمانؑ چونکہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے اسلئے اُنس مناسبت سے اچھے اور بُرے انسانوں کو پرندوں کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔ زاغ و باز یعنی اچھے اور بُرے انسان۔ بلبل۔ پُرگو انسان کو بھی صاف کر

561

اے دو صد[۱] بلقیس حلمت را زبوں — کَاهِدِ قَوْمِی اِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

اے وہ کہ دو سو بلقیسیں تیری بردباری کے مقابلہ میں ہیچ ہیں — کیونکہ میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ نہیں پہچانتے

تہدید فرستادن سلیمانؑ پیش بلقیس کہ اصرار مپندیش بر شرک و

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کی جانب دھمکی بھیجنا کہ شرک پر اصرار کر اور ایمان

تاخیر مکن در ہجرت بہر ایمان

لانے کے لئے دل بھروسے میں تاخیر نہ کر

ہیں بیا بلقیس ورنہ بد شود — لشکرت خصمت شود مرتد شود

خبردار! بلقیس آجا، ورنہ برا ہوگا — تیرا لشکر تیرا دشمن ہو جائیگا، باغی ہو جائے گا

پردہ دارِ تو درت را بر کند — جانِ تو با تو بجان خصمی کند

تیرا پہرے دار تیرا دروازہ اکھاڑ دے گا — تیری جان، جان (دل) سے تجھ سے دشمنی کرے گی

جملہ ذراتِ زمین و آسماں — لشکرِ حق اند گاہِ امتحاں

زمین اور آسمان کے سارے ذرّے — آزمائش کے وقت اللہ (تعالیٰ) کے لشکر ہیں

باد[۲] را دیدی کہ با عاد آں چہ کرد — آب را دیدی کہ در طوفاں چہ کرد

تو نے ہوا کو دیکھا اس نے (قوم) عاد کے ساتھ کیا کیا؟ — تو نے پانی کو دیکھا اس نے طوفان نوح میں کیا کیا؟

آنچہ بر فرعون زد آں بحرِ کیں — وانچہ با قاروں نمود ست این زمیں

جو اس غضب کے دریا نے فرعون پر جو حملہ کیا — اور وہ جو اس زمین نے قارون کو دکھایا

وانچہ آں بابیل با آں پیل کرد — وانچہ پشہ کلۂ نمرود خورد

اور وہ جو ابابیل نے اس ہاتھی کے ساتھ کیا — اور وہ جو مچھر نے نمرود کی کھوپڑی کھائی

وانکہ سنگ انداخت داؤد بدست — گشت صد پارہ و لشکر شکست

اور وہ کہ حضرت داؤدؑ نے ہاتھ سے پتھر پھینکا — تیں سو ٹکڑے ہو گیا اور لشکر کو شکست دیدی

سنگ[۳] می بارید بر اعدائے لوطؑ — تا کہ در آبِ سیاہ خوردند غوط

حضرت لوطؑ کے دشمنوں پر پتھر برستے تھے — حتیٰ کہ انھوں نے کالے پانی میں غوط کھایا

ما بگویم از جمادات جہاں — عاقلانہ یاریِ پیغمبراں

اگر ہم دنیا کی بے جان چیزوں کے بارے میں بتائیں — سمجھداری کے ساتھ پیغمبروں کی مدد

۱؎ دو صد بلقیس یعنی وہ مریدین جو ابھی راہِ سلوک پر نہیں لگے ہیں۔ ابوبکرؓ جس وقت جنگ احد میں آنحضورؐ کو مشرکین نے زخمی کر دیا تو آپ نے یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ میرے مرتبہ کو نہیں جانتے ہیں۔ تہدید۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو پیغام بھیجا کہ جلد آکر مسلمان ہو جاؤ ورنہ خرابی پیدا ہو جائیگی۔ لشکر یعنی تیرا لشکر خود تیرا دشمن ہو جائیگا۔ مرتد یعنی اطاعت سے پھر جائیگا۔ پردہ دار چوکیدار خود دروازہ توڑ ڈالیگا۔ جانِ تو۔ تیری جان خود تیری دشمن ہو جائیگی۔ جلّ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کا دشمن ہو جاتا ہے۔

۲؎ باد۔ قرآن میں ہے۔ اَنَّھَا عَادٌ فَاُھْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ قوم عاد آندھی سے ہلاک کر دی گئی آب۔ قرآن میں ہے۔ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی انکو ہم نے پانی میں ڈبو دیا۔ فرعون۔ قرآن میں ہے فَغَشِیَھُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَھُمْ پس ان کو سمندر نے ڈھانپ لیا۔ قارون۔ قرآن میں ہے فَخَسَفْنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الْاَرْضَ ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ ابابیل۔ قرآن پاک میں ہے فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ (باقی صفحہ ۵ پر)

۳؎ سنگ۔ قوم لوط پر سنگسار کیلئے قرآن پاک میں ہے اَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ حِجَارَۃً مِّنْ طِیْنٍ تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں۔ بلعم۔ اگر کسی کہنے والے نے کہا کہ ایسے ایسے انبیاء کی کیا کیا مدد ہوئی ہے تو موسیٰ کی تمنات یا عیسیٰ اور نوں کے بوجھ کی ہو جائیگی۔

5462

مثنوی چنداں شود کہ حمل شتر
مثنوی اس قدر ہو جائے گی کہ چالیس اونٹ

دست[1] بر کافر گواہی می دہد
ہاتھ، کافر کے خلاف گواہی دے دیتا ہے

اے نمودہ ضدِ حق در فعل و درس
اے قول و فعل میں اللہ کی مخالفت کرنے والے

جزو[2] و جزوت لشکرِ حق در وفاق
تیرا جوڑ جوڑ بالاتفاق اللہ کا لشکر ہے

گر بگوید چشم را کور افشار
اگر وہ آنکھ کو کہہ دے کہ اس کو بند کر

ور بدنداں گوید او بنما وبال
اگر وہ دانتوں کو کہدے کہ تکلیف پہنچاؤ

باز کُن طب را بخواں باب العلل
طب کو کھول بیماریوں کا باب پڑھ لے

چونکہ جانِ جانِ ہر چیزے و ہست
چونکہ ہر چیز کی جان کی جان ہی ہے

خود رہا کن لشکرِ دیو و پری
دیو اور پری کے لشکر کو جانے دے

ملک[3] را بگذار بلقیس از نخست
اے بلقیس! پہلے سلطنت کو چھوڑ دے

خود بدانی چوں برِ من آمدی
جب تو میرے پاس آجائے گی خود جان لیگی

نقش اگر خود نقشِ سلطاں یا غنی ست
تصویر خواہ بادشاہ کی ہے یا مالدار کی

زینتِ اُو از برائے دیگراں
اُس کی رونق دوسروں کے لئے ہے

گر کشد عاجز شود از بار پُر
اگر اُٹھائیں بوجھ سے عاجز آجائیں گے

لشکرِ حق می شود سر می نہد
اللہ کا لشکر بن جاتا ہے، اطاعت کرتا ہے

در میانِ لشکرِ اُوئی بترس
تو اُس کے لشکر کے درمیان ہے خوف کھا

مر ترا اکنوں مُطیع انداز نفاق
اب نفاق سے تیرے فرمانبردار ہیں

در دِ چشم از تو برآرد صد دمار
آنکھ کا درد تیری تو بلاکتیں پیدا کردے گا

پس بہ بینی تو ز دنداں گوشمال
تو تو دانتوں سے سزا پائے گا

تا بہ بینی لشکرِ تن را عمل
تاکہ تو جسم کے لشکر کا عمل دیکھ لے

دشمنی با جانِ جاں آساں کجا ست
جان کی جان کے ساتھ دشمنی کب آسان ہے؟

کز میانِ جاں کُنندم صفدری
کیونکہ جان کے اندر تیری جان سے صف آرائی کرتے ہیں

چوں مرا یابی ہمہ مُلک آن تست
جب تو مجھے حاصل کریگی سب ملک تیری ملکیت میں

کہ تو بے من نقشِ گرما بہ بُدی
کہ تو میرے بغیر حمام کی تصویر تھی

صورتست از جانِ جو بے جانی ست
تصویر ہے، اپنی جان سے بے لذت ہے

باز کردہ بیہدہ چشم و دہاں
خواہ مخواہ اُس نے آنکھ اور منہ کھول رکھا ہے

---

[1] دست۔ قرآن میں ہے وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ "اور انکے ہاتھ ہم سے کلام کرینگے اور انکے پاؤں گواہی دینگے اُن کاموں کی جنھوں نے کئے تھے" نمودہ۔ اللہ تعالیٰ کے مخالف کو ڈرنا چاہیئے وہ انکی کائنات کے لشکروں میں گھرا ہوا ہے۔ درس۔ یعنی قول۔

[2] جزو۔ انسان کا ہر ہر جزو اللہ کا لشکر ہے فی الحال نفاق سے منکروں کا ساتھ دے رہا ہے۔ دمار۔ ہلاکت۔ دنداں۔ دانتوں کا درد انسان کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ باب العلل۔ طب کی کتابوں کا وہ باب جس میں بیماریوں کا ذکر ہے اُس سے معلوم ہو سکتا کہ انسان کے بدن میں کسقدر امراض چھپے ہوئے ہیں۔ دشمنی۔ جان کی جان سے دشمنی آسان نہیں ہے خود۔ اللہ کے بیرونی لشکروں کے ذکر کو چھوڑ دو خود انسان کے اندر ایسے امراض ہیں جو خالقوں کے صف شکن ہیں۔

[3] ملک را۔ بلقیس کو معلوم ہے کہ ظاہری سلطنت کو چھوڑ کر آجا جب تو ایمان لے آئے گی تمام کائنات تیری محکوم ہوگی "نقش گرما"۔ حماموں میں تصویریں بنانے کا رواج تھا جو بے جان ہوتی ہیں۔ نقش۔ تصویر خواہ شاہ کی ہو یا مالدار کی، بہرحال بے جان چیز ہے۔

563

اے[1] تو در پیکار خود را باختہ
خبر اپنے آپ کو جنگ و جدل میں مشغول کر رکھا ہے

دیگراں را تو ز خود نشناختہ
تو دوسروں کو اپنے آپ سے (جدا کر کے) نہیں پہچانتا ہے

تو بہر صورت کہ آئی بیستی
تو جس صورت میں ہوتا ہے، جم جاتا ہے

کہ منم ایں واللہ آں تو نیستی
کہ میں یہ ہوں، خدا کی قسم تو وہ نہیں ہے

یک زماں تنہا بمانی تو ز خلق
اگر تو مخلوق سے تھوڑی دیر کے لئے اکیلا رہ جائے

در غم و اندیشہ مانی تا بحلق
غم اور فکر میں گلے تک ڈوب جائے

ایں تو کے باشی کہ تو آں احدی
تو یہ کب ہے، کیونکہ تو وہ (مظہر) وحدت ہے

کہ خوش و زیبا و سزا مست خودی
جو اچھا اور حسین اور اپنے آپ کا مستحق ہے

مرغ[2] خویشی صید خویشی دام خویش
تو اپنا پرندہ، تو اپنا شکار ہے، تو اپنا جال ہے

صدر خویشی فرش خویشی بام خویش
تو اپنا صدر ہے، تو اپنا فرش ہے تو اپنا بالاخانہ ہے

جوہر آں باشد کہ قائم با خود ست
جوہر تو وہی ہے جو خود قائم ہو

واں عرض باشد کہ فرع او شدست
جو اس کی فرع ہے، وہ عرض ہوتا ہے

گر تو آدم زادۂ چوں او نشیں
اگر تو آدمؑ کی اولاد ہے، اس کی طرح بیٹھ

جملہ ذرات را در خود ببیں
تمام ذروں کو اپنے اندر دیکھ

چیست[3] اندر خم کہ اندر نہر نیست
نہر کے میں کیا ہے جو نہر میں نہیں ہے؟

چیست اندر خانہ کاندر شہر نیست
گھر میں کیا ہے جو شہر میں نہیں ہے؟

اینجہاں خم ست و دل چوں مجوی آب
یہ دنیا مٹکا ہے اور دل پانی کی نہر کیطرح ہو

اینجہاں حجرہ است و دل شہر عجاب
یہ دنیا حجرہ ہے اور دل عجائب کا شہر ہے

پیدا کردن سلیمانؑ بلقیس را کہ خالصاً لامر اللہ ست جہد در
(حضرت) سلیمانؑ کا بلقیس پر واضح کرنا کہ تیرے ایمان کے بارے میں کوشش خالصۃً اللہ کے

ایمان تو یکذرہ غرضے نیست مرا نہ در نقش تو و نہ در حسن تو و نہ در
حکم سے ہے میری ایک ذرہ غرض نہیں ہے نہ تیرے نقش و نگار میں نہ تیرے حسن میں اور نہ تیری

ملک تو خود بینی چوں چشم جانت باز شود بنور اللہ تعالیٰ کہ بے غرضی ست
سلطنت میں جب تیری روح کی آنکھ اللہ کے نور سے کھلے گی تو خود جان لے گی کہ بے غرضی ہے

کچھ عالم میں ہے وہ قلب انسانی میں اس کی وسعت کی وجہ سے بدرجۂ اولیٰ ہے انسان عالم کبیر ہے اور دنیا عالم صغیر ہے۔ پیدا کردن۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس پر واضح کیا کہ اس کو طلب کرنے میں ان کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے محض لوجہ اللہ اس کو طلب کر رہے ہیں۔

[1] اے تو۔ انسان اپنے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا رہتا ہے اور دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز سمجھنے لگتا ہے حالانکہ اس کے واقعات بالکل خلاف واقعہ ہوتے ہیں۔ یک زماں۔ انسان اپنے آپ کو مقرب بارگاہ اور مخلوق کو دور سمجھتا ہے لیکن ذرا تھوڑی دیر کیلئے مخلوق سے علیحدہ ہو کر دیکھے پھر اسکو معلوم ہو جائیگا کہ مخلوق سے اس کو کیسا انس ہے۔ ایں تو یعنی تو نے یہ سمجھا ہے کہ تو جامد احدیہ معبود ہے اور دونوں جداگانہ چیزیں ہیں یہ غلط خیال ہے۔ احدی۔ تو ذات باری کا مظہر ہے اور حق تعالیٰ اپنی وحدت کے ساتھ تجھ میں ظاہر ہے اور ان مظاہر اور تعینات کی کثرت اس کی وحدت کے منافی نہیں ہے

[2] مرغ خویشی۔ ؎
خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ
خود بر سر آں کوزہ خریدار برآمد
جوہر۔ حضرت حق تعالیٰ قائم بنفسہ ہے دوسری عین موجود ہے باقی موجودات اس کی شئون ہیں جو اس کے ساتھ قائم ہیں۔ آدمؑ۔ حضرت آدمؑ تمام دقائق عالم کو اپنی ذات میں مشاہدہ کرتے تھے کیونکہ ان کی حقیقت تمام حقائق الٰہیہ اور کونیہ کی جامع تھی ان کی اولاد کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

[3] چیست۔ اس شعر میں عالم کو خم اور خانہ سے تعبیر کیا ہے اور قلب انسانی کو نہر اور شہر سے تعبیر کیا ہے یعنی جو

ہیں بیا کہ من رسولم دعوتی[1] — چوں اجل شہوت کشم نے شہوتی

خبردار آجا کیونکہ میں دعوت دینے والا رسول ہوں — موت کیطرح میں شہوت کو مار ڈالتا ہوں شہوت ڈالنے والا نہیں ہوں

ور بود شہوت امیر شہوتم — نے اسیر شہوت و روی ہمتم

اور اگر شہوت ہو تو میں شہوت پر حکمران ہوں — نہ کہ شہوت اور بت کے چہرے کا قیدی

بت شکن بود ست اصل اصل ما — چوں خلیل حق و جملہ انبیا

ہماری اصل کی اصل بت شکن تھی — مثلاً خلیل اللہ اور تمام نبی

گر در آیم از رہے در بتکدہ — بت سجود آرد کنم در معبدہ

اگر میں کسی راستے سے بتخانہ میں جاؤں — عبادت خانہ میں بت مجھے سجدہ کریں

احمد و بوجہل در بتخانہ رفت — زیں شدن تا آں شدن فرقیست رفت

محمدؐ اور ابوجہل بت خانہ میں گئے — اس جانے میں اور اُس جانے میں بھاری فرق ہے

ایں در آمد سر نہند او را بتاں — آں در آید سر نہد چوں امتاں

یہ اندر آئے، بتوں نے اُن کے سامنے سر رکھدئے — وہ آتا ہے تو امتیوں کی طرح سر رکھ دیتا ہے

ایں[2] جہان شہوتی بتخانہ ایست — انبیا و کافراں را لانہ ایست

یہ شہوت کی دنیا ایک بت خانہ ہے — نبیوں اور کافروں کا گھر نسلا ہے

لیک شہوت بندۂ پاکاں بود — زر نسوزد زانکہ نقد کاں بود

لیکن شہوت پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے — سونا نہیں جلتا کیونکہ وہ کان کا خالص ہوتا ہے

کافراں قلب اند و پاکاں ہمچو زر — اندریں بوتہ درند ایں دو نفر

کافر کھوٹے ہیں اور پاک لوگ سونے کی طرح ہیں — دونوں شخص اِس بھٹی میں ہیں

قلب[3] چوں آمد شد در زماں — زر در آمد شد زری او عیاں

کھوٹا جب داخل ہوا فوراً کالا ہو گیا — سونا داخل ہوا اُس کا سونا پن واضح ہو گیا

دست و پا انداخت اندر بوتہ زر — در رخ آتش ہمی خندد چو خور

سونے نے ہاتھ پاؤں کو ٹھالی میں ڈالے — وہ سورج کی طرح آگ کے سامنے ہنستا ہے

جسم مارو پوش باشد در جہاں — ما چو دریا زیر ایں کہ در نہاں

دنیا میں ہمارا جسم پردہ ہے — ہم اس گھاس کے نیچے دریا کی طرح پوشیدہ ہیں

شاہ دیں را منگر اے نادان بطیں — کیں نظر کردہ است ابلیس لعیں

اے بیوقوف! دین کے شاہ کو بشری کا نہ سمجھ — کیونکہ یہ نظر ملعون شیطان نے کی ہے

---

[1] دعوتی۔ یعنی میں ایسا رسول ہوں جو لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دے۔ اجل تو قاطع شہوت ہے نے شہوتی۔ میں شہوت کی بنیاد پر تجھے آنے کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ ور بود۔ رسول میں اگرچہ طبعی طور پر کی شہوت ہوتی ہے لیکن وہ شہوت سے مغلوب نہیں ہوتا ہے بلکہ شہوت پر غالب رہتا ہے۔ روی ہمتم۔ یعنی میں کسی حسین کی صورت کا قیدی نہیں ہوں۔ بت شکن۔ حضرت خلیل اللہ اور دوسرے نبیوں کا کام بت شکنی تھا۔ گر در آیم۔ رسول اگر بت کدہ میں جاتا ہے تو بت سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ احمد۔ آنحضورؐ خانہ کعبہ میں گئے تو بت سرنگوں ہو گئے ابوجہل جاتا تھا تو خود اُن کے سامنے سرنگوں ہوتا تھا۔

[2] ایں جہاں۔ دنیا شہوت کا گھر ہے انبیا اور کافر دونوں اس میں مقیم ہیں۔ لیک شہوت پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے اس کی مثال سونے کی سی ہے سونا بھٹی میں جا کر کھرا کھرا نکھر جاتا ہے۔ کافر اس کھوٹے کی مثال ملمع شدہ چیز کی سی ہے جو بھٹی میں جا کر کالی اور رسوا ہو جاتی ہے۔

[3] قلب۔ کھوٹا امتحان میں پڑ کر اور کھرا نکھر جاتا ہے کھوٹے کا کھوٹ پن نمایاں ہو جاتا ہے۔ بوتہ۔ سنار کی ٹھالی۔ خور۔ خورشید۔ جسم نبیوں کا مادی جسم اُن کا حجاب بن جاتا ہے۔ شاہ دیں۔ مومن کا کام نبیوں کی روحانی طاقت کو دیکھنا ہے ظاہری جسم کو نہیں۔

کے تواں اندود دایں خورشید را
اس سورج کو کہاں لیپا جا سکتا ہے؟

باکفے گل تو بگو آخر مرا
ایک مٹھی مٹی سے، آخر تو مجھے بتا

گر بریزی خاک و صد خاکستر ش
اگر تو اس پر مٹی اور سو راکھیں ڈالے

بر سر نور او برآید سر ش
اس کے نور پر وہ نور اس خاک کے اوپر آجائیگا

کہ کہ باشد کو بپوشد روی آب
بھلا کیا ہوتا ہے کہ پانی کا چہرہ چھپائے؟

طین کہ باشد کو بپوشد آفتاب
مٹی کیا ہوتی ہے کہ سورج کو چھپائے؟

خیز بلقیسا چو او ہم شاہ وار
اے بلقیس! شاہ ادہمؒ کی طرح اٹھ کھڑی ہو

دود ازیں ملکِ دوسہ روزہ برآر
اس دو تین روز کی سلطنت میں سے دھواں اٹھا دے

باز گو احوالِ ابراہیمؒ زود
ابراہیمؒ کے احوال پھر جلد کہہ

ترک ملکش را بگو موجب چہ بود
بتا اُن کے سلطنت چھوڑنے کا کیا سبب تھا؟

بقیہ قصہ سلطان ابراہیم ادہم رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ

حضرت شاہ ابراہیم ادہمؒ کے قصہ کا بقیہ خدا اُن کی روح کو تازہ کرے

بر سر تختے شنید آں نیک نام
اُس نیک نام نے تخت پر سے سنا

طقطقے و ہای و ہوئی شب زبام
رات کو بالاخانہ پر کھٹکا اور شور و غل

گامہائے تند بر بام سرا
محل کی چھت پر بھاری قدم

گفت با خود اینچنیں زہرہ کرا
دل میں کہا، ایسا پتہ کس کا ہے؟

بانگ زد بر روزنِ قصر او کہ کیست
انھوں نے محل کی کھڑکی پر پکارا کون ہے؟

این نباشد آدمی مانا پریست
یہ یقیناً کوئی انسان نہیں ہے بھوت ہے

سُخر فرو کردند قومے بوالعجب
کچھ عجیب لوگوں نے ہنسی کرکے (کہا)

ماہمی گردیم شب بہرِ طلب
ہم رات میں تلاش میں پھر رہے ہیں

ہیں چہ می جوئید؟ گفتند اشتراں
ہیں کیا تلاش کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا اونٹ

گفت اشتر بام بر کہ جست ہاں
اُن (ابراہیم ادہمؒ) نے کہا ہیں اونٹ کو چھت پر کس نے ڈھونڈا

پس بگفتندش کہ تو بر تخت و جاہ
پھر انھوں نے اُنسے کہا آپ تخت اور رتبہ میں

چوں ہمی جوئی ملاقاتِ الٰہ
اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات کیوں تلاش کر رہے ہیں!

خود ہماں بد دیگر او را کس ندید
یہ واقعہ ہوا پھر آپ کو کسی نے نہ دیکھا

چوں پری از آدمی شد ناپدید
پری کیطرح انسانوں سے غائب ہوگئے

---

۵ کے تواں۔ انبیاء کی روحانی طاقت اور اوصاف خاکی جسم میں نہیں چھپ سکتے ہیں۔ گر بریزی بسورج پر خاک ڈالنے سے وہ نہیں چھپ سکتا۔ کہ۔ دریا کی سطح پر اگر گھاس آجائے تو دریا کب چھپ سکتا ہے۔ خیز بلقیسا۔ مولانا کا بلقیس کو خطاب ہے کہ ابراہیم ادہمؒ کی طرح تو بھی فلک اور سلطنت کو خیرباد کہہ دے۔ دود۔ یعنی اس دنیاوی سلطنت کو پھونک ڈال۔

۵ بر سر تخت۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ رات کے وقت اپنے تخت شاہی پر سو رہے تھے کہ چھت پر سے چلنے پھرنے کی آوازیں آئیں طقطقہ۔ کھٹ کھٹ۔ بام سرا۔ قلعہ کا بالاخانہ۔ زہرہ۔ پتہ، ہمت۔ روزن قصر۔ کھڑکی۔ مانا پریست۔ انسان کی تو یہ مجال نہیں کہ شاہی بالاخانہ پر رات میں چڑھ آئے یقیناً کوئی بھوت پریت ہے۔

۵ سُخر فرو۔ اوپر سے ان لوگوں نے جھانک کر کہا ہم تلاش میں پھر رہے ہیں۔ جیں۔ حضرت ابراہیمؒ نے کہا کیا ڈھونڈتے ہو انھوں نے کہا اونٹ گمشدہ ہے ہیں۔ کہ بگفت یعنی اونٹ کو بالاخانہ پر آجنگ کسی نے نہیں تلاش کیا ہے پس۔ اُن لوگوں نے حضرت ابراہیمؒ سے کہا کہ اگر اونٹ چھت پر تلاش کرنا غلط ہے تو خدا کو تخت و تاج پر تلاش کرنا کونسی درست بات ہے۔ خود ہماں۔ بس اس واقعہ کے بعد آنکھ سے غائب ہوگئے اور دوسروں کی نظروں سے غائب ہوگئے۔

مُغنیش[1] پنہاں و اُو در پیش خلق
خلق کے بینند غیر ریش و دلق

اُن کا باطن پوشیدہ تھا اور وہ لوگوں کے سامنے تھے
لوگ داڑھی اور گدڑی کے سوا کچھ دیکھتے ہیں؟

چوں ز چشمِ خویش و خلقاں دور شُد
ہمچو عنقا در جہاں مشہور شُد

جب وہ اپنی اور لوگوں کی نگاہ سے دُور ہو گئے
عنقا کی طرح دنیا میں مشہور ہو گئے

جانِ سیمرغے کہ آمد سوئے قاف
جُملۂ عالم ازو لافند لاف

سیمرغ کی جان جو کوہ قاف کی طرف چلی آئی
تمام لوگ آپ شتاب اُسکی باتیں کرتے ہیں

چوں رسید اندر سبا ایں نورِ شرق
غُلغلے افتاد در بلقیس و خلق

یہ مشرق کی روشنی جب سبا میں پہنچی
لوگوں اور بلقیس میں شور مچ گیا

رُوحہائے مُردہ جُملہ پُر زدند
مُردگاں از گورِ تن سر بر زدند

سب مُردہ روحیں اُڑنے لگیں
مُردوں نے جسم کی قبر سے سر اُبھارا

یکدگر[2] را مژدہ می دادند ہاں
نک ندائے می رسد از آسماں

ایک دوسرے کو خوشخبری دیتا تھا کہ ہاں
یہ آواز آسمان سے آرہی ہے

زاں ندا دینہا ہمی گردند گبز
شاخ و برگِ دل ہمی گردند سبز

اِس آواز سے سب یقین قوی ہوتے ہیں
دل کی شاخ اور پتے سبز ہو جاتے ہیں

از سلیمانؑ آں نفس چوں نفخِ صُور
مُردگاں را وا رہانید از قبور

حضرت سلیمانؑ کے اُس سانس نے صور پھونکنے کی
مُردوں کو قبروں سے رہائی دے دی

مژدہ باد اسعادت بعد ازیں[3]
ایں گذشت واللہ اعلم بالیقیں

اِس کے بعد تیرے لئے نیک بختی ہو
یہ گذر گیا، یقیناً اللہ زیادہ جانتا ہے

بقیہ[4] قصۂ اہلِ سبا و نصیحت و ارشادِ سلیمان علیہ السلام مر

سبا والوں کے قصہ کا بقیہ اور حضرت سلیمانؑ کی نصیحت اور راہنمائی بلقیس کی رہایا کو

آں بلقیس را ہر یکے اندر خورِ خود و مشکلاتِ دین و دلِ او

ہر ایک کو اُس کے اور اُس کے دل اور دین کی مشکلات کے مناسب اور ہر شخص کے

وصید کردن ہر جنسِ مُرغ ضیر بصیفران آں جنس مُرغ و طعمۂ او

دل کے پرند کی جنس کو اُس کی جنس کے پرندوں کی آواز اور خوراک سے شکار کرنا

کے مطابق راہنمائی کی۔ صید کردن شکاری جس قسم کے پرندوں کا شکار کرتا ہے اُسی قسم کی سیٹی بجا کر اُن کو جمع کرتا ہے اور اُن کے مناسب دانہ ڈالتا ہے۔

---

[1] مُغنیش۔ حضرت ابراہیمؑ کا لوگوں کی نظروں سے غائب ہونا یہ ہے کہ اُن کے اوصاف باطنی اور مدارج روحانی ہم لوگ نہ سمجھ سکے اگرچہ وہ انکے سامنے تھے اس لئے کہ ظاہر بینوں کی نگاہ تو محض ظاہر پر ہوتی ہے۔
چوں ز چشم۔ اپنی آنکھوں سے استغراق کی رو سے دور ہو گئے اور دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے بھی دور ہو گئے تو عنقا کی طرح انکی شہرت ہو گئی سیمرغ۔ یہ جانور بھی لوگوں کی نگاہوں سے دور ہے لہٰذا اس کا بھی بہت چرچا ہے۔ نورِ شرق یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت خلق یعنی بلقیس کی رہایا، روحہائے۔ مُردہ روحیں زندہ ہو گئیں جسم میں دبی ہوئی رُوح نے سر اُبھارا۔

[2] یکدگر۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آسمانی دعوت ہے۔ زاں۔ اِس دعوت کا تو خاصہ یہی ہے کہ اُس سے لوگوں کے ایمان بڑھتے اور تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ نقش یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت مُردگاں۔ یعنی مردہ دل۔ نشور یعنی دنیاوی زندگی۔ ایں گذشت۔ حضرت سلیمانؑ کا واقعہ جو ہم نے بیان کیا ہے اسکی یقینی باتیں خدا کو معلوم ہیں جو کچھ مشہور تھا وہ کہہ دیا گیا ہے بہرحال اس قصہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

[3] مژدہ۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو اُسکے مناسب اور اُس کے ملک والوں کو ہر ایک کی استعداد

[4] بقیہ۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو اُسکے مناسب اور اُس کے ملک والوں کو ہر ایک کی استعداد

566

قِصّہ گویم از سبا مُشتاق وار
میں مشتاقانہ، سبا کا قصہ سناتا ہوں

چوں صبا[1] آمد بسوئے لالہ زار
جب لالہ زار کی جانب (بادِ) صبا پہنچی

لَاقَتِ الْاَشْبَاحُ یَوْمَ وَصْلِھَا
جسم اپنے وصل کے دن سے وابستہ ہوگئے

عَادَتِ الْاَوْلَادُ صَوْبَ اَصْلِھَا
اولاد اپنی اصل کی جانب لوٹ گئی

اُمَّۃُ الْعِشْقِ خَفِیٌّ فِی الْاُمَمْ
عشق کی امت امتوں میں پوشیدہ ہے

مِثْلِ جُوْدٍ حَوْلَہٗ یَوْمُ السَّقَمْ
اس سخاوت کیطرح جس کے چاروں طرف بیماری کا دن ہے

ذِلَّۃُ[2] الْاَرْوَاحِ مِنْ اَشْبَاحِھَا
روحوں کی ذلت اُن کے جسموں سے ہے

عِزَّۃُ الْاَشْبَاحِ مِنْ اَرْوَاحِھَا
جسموں کی عزت اُن کی روحوں سے ہے

اَیُّھَا الْعُشَّاقُ اَلسُّقْیَا لَکُمْ
اے عاشقو! سیرابی تمہارے لئے ہے

اَنْتُمُ الْبَاقُوْنَ وَالْبُقْیَا لَکُمْ
تم باقی رہنے والے ہو اور بقا تمہارے لئے ہے

اَیُّھَا السَّالُوْنَ قُوْمُوْا وَاعْشَقُوْا
اے بے فکرو! کھڑے ہو جاؤ اور عشق کرو

ذَاکَ رِیْحُ یُوْسُفَ فَاسْتَنْشِقُوْا
یہ (حضرت) یوسفؑ کی خوشبو ہے سونگھ لو

مَنْطِقُ الطَّیْرِ سُلَیْمَانِی بیا
اے سلیمانی منطق الطیر! آجا

بانگِ ہر مُرغے کہ می آید سرا
جو مُرغ آئے اُس کی بولی بول

چوں بمُرغانت فرستاد حق
جبکہ تجھے اللہ تعالیٰ نے پرندوں کیجانب بھیجا ہے

لحنِ ہر مُرغے بداد ستت سبق
تجھے ہر پرند کے لہجے کا سبق پڑھا دیا ہے

مُرغِ جبری را زیانِ جبر گو
جبری پرند کو جبر (کا نقصان) سمجھا

مُرغِ پر[3] شکستہ را از صبر گو
پر ٹوٹے ہوئے پرند کو صبر کی تعلیم دے

مُرغِ صابر را تو خوش دار و معاف
صابر پرند کو تو اچھا رکھو اور معاف کر

مُرغِ عنقا را بخواں اوصافِ قاف
عنقا پرند کو قاف کے اوصاف پڑھا

مُرکبوتر را حذر فرما ز باز
کبوتر کو باز سے بچنے کا حکم دے

باز را از حِلم گوی و احتراز
باز کو بردباری اور پرہیزگاری سکھا

واں خفاشے را کہ ماند او بہ نوا
اُس چمگادڑ کو جو بے ساز و سامان ہے

می کُشش با نورِ حُفت و آشنا
اُس کو نور کا ساتھی اور آشنا بنا

کبکِ جنگی را بیاموزاں تو صُلح
لڑاکا چکور کو تو صلح سکھا

مُرغِ خروساں را نما اَشراطِ صبح
مرغوں کو صبح کی علامات بتا

---

[1] صبا۔ یعنی رحمت سلیمانی۔ لالہ زار۔ لالۂ سبا۔ لالۂ یعنی جو اجسام روحوں سے محروم تھے وہ اُنسے مِلگئے۔ عَادَتْ یعنی اجسام روحانیت کے غلبے ارواح بن گئے۔ اُمّۃ۔ عاشق عوام میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ جود۔ لوگ سخی کو فضول خرچ کہتے ہیں اور اُس کی سخاوت کو طرح طرح سے اُڑاتے ہیں اس طرح اُن کی نظروں سے اُس کی سخاوت پوشیدہ ہوجاتی ہے۔ اَلسَّقَم۔ یعنی سخاوت پر ملامت اور افلاس وغیرہ کا خوف دلانا۔

[2] ذِلَّۃ۔ جب تک رُوح جسم میں دبی ہوئی ہے وہ ذلیل ہے جب رُوح کا غلبہ ہوجاتا ہے تو جسم میں بھی شرافت پیدا ہوجاتی ہے۔ اَلْعُشَّاق۔ ہر گز میرا نکو ہش زندہ شد بعشق۔ اَلسَّالُوْن۔ جو عشق سے خالی ہیں۔ ذَاکَ۔ یہ پیغام سلیمانی منطق الطیر حضرت سلیمان تمام پرندوں کی زبان جانتے تھے۔ بانگ۔ یعنی ہر ایک کو اُس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تعلیم دے۔ مُرغِ جبری۔ جو لوگ جبر کے قائل ہیں وہ ترک عمل کر بیٹھے ہیں اُن کو اُنس عقیدہ کا نقصان سمجھا دے۔

[3] پر شکستہ۔ وہ لوگ جو ناقص اختیار کے قائل ہیں اُن کو صبر جمیل کی تعلیم دے۔ مُرغِ صابر۔ جو لوگ معصیت سے رُکے ہوئے ہیں۔ مُرغِ عنقار۔ جو لوگ عالم غیب سے تعلق رکھتے ہیں اُنکو عالم غیب کی باتیں بتا کر ترقی

548

همچنیں[51] میرو زہُدہُد تا عُقاب — رہ نما وَاللّٰہُ اَعلَم بِالصَّوَاب

اسی طرح چلا پھر ہُدہُد سے عقاب تک — راہنمائی کر اور اللہ صواب کو زیادہ جانتا ہے

آزاد شدن بلقیس از مُلک و مست شدن او از شوق ایمان و التفات

بلقیس کا ملک سے آزاد ہو جانا اور ایمان کے شوق سے اس کا مست ہو جانا اور

ہمت او از ہمہ مُلک مُنقطع شدن بوقت ہجرت الّا از تخت

ہجرت کے وقت تمام ملک سے بجز تخت کے اس کی باطنی توجہ کا منقطع ہو جانا

چوں سلیمانؑ سوئے مُرغانِ سبا — یک صفیرے کرد و بُست آں جملہ را

جب سلیمانؑ نے سبا کے پرندوں کے لئے — ایک سیٹی بجائی اور سب کو باندھ لیا

جز مگر مرغے کہ بُد بے جان و پَر — یا چو ماہی گنگ بُود از اصل و کَر

سوائے اس پرند کے جو بے جان اور بے پر تھا — یا جو مچھلی کی طرح پیدائشی گونگا اور بہرا تھا

نے[52] غلط گفتم کہ کر گر سر نہد — پیشِ وحیِ کبریا ہمعش دہد

نہیں میں نے غلط کہہ دیا، اگر بہرا سر رکھ دے — خدا کی وحی کے سامنے، وہ اس کو سننے کی طاقت دیدے

چونکہ بلقیس از دل و جاں عزم کرد — بر زمانِ رفتہ ہم افسوس خورد

چونکہ بلقیس نے دل و جان سے پختہ ارادہ کیا — گذشتہ دنوں پر بھی اس نے افسوس کیا

ترکِ سال و مُلک کرد او آنچناں — کہ بترکِ نام و ننگ آں عاشقاں

اس نے مال اور ملک کو اس طرح چھوڑ دیا — جو عاشقوں کے نام و ننگ کو چھوڑنے کی طرح تھا

آں[53] غلامان و کنیزانِ نباز — پیشِ چشمش ہمچو لوسیدہ پیاز

وہ نماز پڑھ کر دہ غلام اور باندیاں — اس کی آنکھوں کے سامنے سڑی ہوئی پیاز کی طرح تھے

باغہا و قصرہا و آبِ رُود — پیشِ چشم از عشق گلخن می نمود

باغات اور قلعے اور نہر کا پانی — عشق کی وجہ سے نگاہوں کو بھٹی نظر آتے تھے

عشق در ہنگامِ استیلا و خشم — زشت گرداند لطیفاں را بچشم

عشق اور غصہ غلبہ کے وقت — عمدہ چیزوں کو آنکھ کے سامنے برا بنا دیتا ہے

مر زمُرّد را نماید گندنا — غیرتِ عشق ایں بُود معنیِ لا

زمرد کو گندنا دکھا دیتی ہے — عشق کی غیرت، یہی لا کے معنی ہیں

لا اِلٰہَ اِلّا ھُوَ اینست اے پناہ — کہ نماید مہ ترا دیگ سیاہ

اے پناہ (کے طالب) نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ — کہ تجھے چاند کالی دیگ نظر آئے

---

[51] ہمچنیں: اسی طرح۔ آدمی کی اس کے مناسب حال اصلاح کرے۔ الّا از تخت یعنی حضرت سلیمانؑ پر بلقیس ایمان کے شوق سے مست ہو گئی اور اپنے ملک سلطنت کی ہر چیز کی محبت دل سے نکال دی البتہ اسکو اپنے تخت شاہی سے جو بہت محبت تھا تعلق ظاہر رہا۔ صفیر یعنی پیغام حق بجز یعنی سب لوگ حضرت سلیمانؑ پر ایمان لائے البتہ وہ لوگ جنمیں استعداد اور قابلیت ہی نہ تھی وہ محروم رہے۔

[52] نے غلط: یعنی میرے کلام سے یہ شبہ نہ ہو کہ وحی میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ بد نظر کو متاثر کر سکے بلکہ وہ بھی اگر توجہ کرے اور طلب پیدا کرلے تو خدا اسکی مدد کر دیتا ہے اور اسمیں صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ ہر زمانِ رفتہ۔ جو وقت ستارہ پرستی میں گزرا تھا۔ ترکِ بلقیس مال و دولت سے ایسی بے نیاز ہوئی جس طرح عاشق نام و ننگ سے بے نیاز ہوتا ہے۔

[53] آں غلامان: جن غلاموں اور کنیزوں کو نماز سے یا اتحاد اس کیلئے سڑی ہوئی پیاز بن گئے۔ باغہا: یعنی تفریح کے اسباب اس کیلئے باعث تکلیف بن گئے۔ عشق اور غصہ کی خاصیت یہی ہے کہ جو چیزیں محبوب ہوتی ہیں اس حالت میں وہ مردود دکھائی دیتی ہیں۔ معنی لا یعنی جب انسان لا الٰہ کا قائل ہوتا ہے تو اس کیلئے غیر اللہ ہیچ ہو جاتا ہے۔ الّا ھُو۔ کلمہ طیبہ کا حقیقی

۵۶۹

ہیچ[1] مال و ہیچ مخزن ہیچ رخت
کسی مال اور کسی خزانہ اور کسی سامان پر

می دریغش نامد الا جز کہ تخت
بجز تخت کے اس کو افسوس نہ ہوا

پس سلیمانؑ از دلش آگاہ شد
سلیمانؑ اس کے دل کے خیال سے واقف ہو گئے

کز دلِ او تا دلِ او راہ بُد
کیونکہ ان کے دل سے اس کے دل تک راستہ تھا

آں کسے کو بانگ موراں بشنود
جو شخص چیونٹی کی آواز سن لے

ہم ز دوراں سِرِّ دوراں بشنود
دور سے دور رہنے والوں کا راز سن لے

آنکہ گوید رازِ قالت نملۃً
جو "چیونٹی نے کہا" کا راز بتا دے

ہم بداند رازِ ایں طاقِ کہن
اس پرانی محراب کا راز بھی جان لے

دید از دُورش کہ آں تسلیم کیش[2]
اس نے دور سے دیکھ لیا کہ اس تسلیم (اور رضا) والی کو

تلخش آمد فرقتِ آں تختِ خویش
اپنے تخت کی جدائی گراں ہوئی ہے

گر بگویم آں سبب گردد دراز
اگر میں اس کا سبب بتاؤں لمبا ہو جائے گا

کہ چرا بُودش بتخت آں عشق و ساز
کہ اس کو تخت سے عشق اور محبت کیوں تھی؟

گرچہ ایں کلک و قلم خود بیحسے است
اگرچہ یہ پورا اور قلم خود بے حس ہے

نیست جنسِ کاتب اُو را مونسے است
وہ کاتب کا (ہم) جنس نہیں ہے اس کیلئے مونس ہے

ہمچنیں[3] ہر آلتِ پیشہ وَرے
اسی طرح ہر پیشہ ور کا ہر اوزار

ہست بیجاں مونس ہر جانور
بے جان ہے (اور) جاندار کے لئے مونس ہے

آلتِ ہر پیشہ کارے ہمچناں
اسی طرح سے ہر پیشہ ور کا اوزار

ہست بیجاں لیک مونس شد بجاں
بے جان ہے، لیکن جاندار کے لئے مونس ہے

ایں سبب را من معیّن گفتمے
اس سبب کو میں معین کر کے بتا دیتا

گر نبودے چشمِ فہمت را نمے
اگر تیری سمجھ کی آنکھ بند نہ ہوتی

از بزرگی تخت کز حد می فزود
تخت کی بڑائی کی وجہ سے جو حد سے زیادہ تھی

نقل کردن ہیچ نوعِ امکاں نبود
(اس کا) منتقل کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا

خُردہ کاری بُود تفریقش خطر
باریک کام تھا، اس کے ٹکڑے کرنا خطرناک تھا

ہمچو اوصالِ بدن با ہمدگر
جیسا کہ آپس میں بدن کے جوڑ

لمبائی چوڑائی بہت تھی اس کو منتقل کرنا ممکن نہ تھا۔ خردہ کاری۔ اس کو توڑ کر اس وجہ سے نہ لا سکتی تھی کہ اس پر بہت نازک اور باریک کام تھا وہ خراب ہو جاتا۔ اوصال۔ وصل کی جمع، جوڑ۔

---

[1] ہیچ۔ بلقیس کو سلطنت کی کسی چیز کے چھوڑنے پر افسوس نہ تھا البتہ تخت کے چھوڑنے کا افسوس تھا پس حضرت سلیمانؑ بلقیس کی اس قلبی کیفیت سے باخبر ہو گئے چونکہ دل سے دل تک راہ پیدا ہو چکی تھی اور باہمی تعلق استوار ہو چکا تھا۔ اس کے حضرت سلیمانؑ چیونٹی کی بات سن لیتے تھے اور دور کے انسانوں کے دلی راز سمجھ لیتے تھے۔ قالت النملۃ قرآن پاک میں ہے کہ جب سلیمانؑ چیونٹیوں کے جنگل میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیوں اپنے بلوں میں گھس جاؤ تمہیں سلیمانؑ اور اس کا لشکر پامال نہ کر دے تو حضرت سلیمانؑ اس کی بات سن کر ہنس پڑے۔ ملاقی کہن کہن۔

[2] تسلیم کیش۔ وہ جس نے تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کر لیا ہے یعنی بلقیس۔ اگر تم پوچھو اگر میں اس کی تفصیل کروں کہ بلقیس کو تخت سے کیوں محبت تھی تو گفتگو دراز ہو جائے گی پھر بھی مجملاً بیان کرتا ہوں۔ چونکہ قلم کاتب کا آلہ اور وہ اس کیلئے باعث محبت ہوتا ہے۔

[3] ہمچنیں۔ عرضیکہ ہر کاریگر کا آلہ اس کے لئے مونس ہوتا ہے۔ مونس۔ محبت پیدا کرنے والا۔ تمنے یعنی آنکھیں دیکھنے کی نہ۔ از بزرگی۔ محبت کا تقاضہ تو تھا کہ بلقیس تخت کو ساتھ لے آتی لیکن چونکہ اس کی

پس[1] سلیمانؑ گفت گرچہ فی الاخیر
حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اگرچہ اخیر میں

سَرد خواہد شد بروتاج و سریر
اُس کے لئے تاج و تخت بے وقعت ہو جائیگا

چوں زوحدت جاں برُوں آرد سرے
جب وحدت سے جان برآمد ہوگی

جسم را با فرّ او نبُود فرے
اُس کی شان کے مقابلہ میں جسم کی شان نہ رہیگی

چوں برآید گوہر از قعرِ بحار
جب موتی سمندروں کی گہرائی سے باہر آئیگا

ننگری اندر خس و خاشاک و خار
تو کوڑے کرکٹ اور کانٹے کی طرف نظر نہ کریگا

سَر برآرد آفتاب باشرر
جب شعلہ بار سورج نکلتا ہے

دُمِّ عقرب را کہ سازد مستقر
دُمِ عقرب (ستارے) کو کون ٹھکانا بناتا ہے

لیک خود با ایں ہمہ در نقدِ حال
لیکن با ایں ہمہ اس وقت

جُست باید تخت او را انتقال
اُس کے تخت کو منتقل کرانا چاہیئے

تا نگردد خستہ ہنگامِ لقا
تاکہ ملاقات کے وقت خستہ (دل) نہو

کودکانہ[2] حاجتش گردد روا
اُس کی بچکانہ خواہش پوری ہو جائے

ہست بر ما سہل و او را بس عزیز
ہمارے لئے آسان اور اُس کو بہت پیارا ہے

تا بُود بر خوانِ حُوراں دیو نیز
تاکہ پریوں کے دسترخوان پر دیو بھی ہو

عبرتِ جانش شود آں تخت باز
پھر وہ تخت اُس کی جان کیلئے باعثِ عبرت بنے

ہمچو دلق و چارتے پیشِ ایاز
جیسا کہ ایاز کے لئے گدڑی اور چپّل

تا بداند درچہ بُود آں مُبتلا
تاکہ اُسے پتہ چل جائے وہ کس چیز میں پھنسی تھی؟

از کُجا ہا در رسید او تا کجا
وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے

خاک[3] را و نُطفہ را و مُضغہ را
خاک اور نُطفہ کو اور مُضغہ کو

پیشِ چشمِ ما ہمی دارد خدا
خدا ہماری نظروں کے سامنے رکھتا ہے

از کُجا آوردمت اے بدنیّت
اے بدنیّت! میں تجھے کہاں سے لایا ہوں؟

کہ ازاں آید ہمی خصر لقیت
کہ اُس سے تجھے شرم آتی ہے

تو بداں عاشق بُدی در دورِ آں
تو اُس کے زمانہ میں اُس کا عاشق تھا

مُنکرِ ایں فضل بُودی آں زماں
اُس وقت اِس فضیلت کا مُنکر تھا

---

[1] پس سلیمان:۔ جب حضرت سلیمانؑ پر بلقیس کے قلب کی حالت واضح ہوگئی تو انھوں نے سوچا کہ روحانی فروغ کے بعد اگرچہ تخت وغیرہ کی محبت مٹ جائیگی لیکن فی الحال چونکہ اس کو تخت کے رہ جانے کا رنج ہے لہٰذا اس کو منتقل کرا لینا چاہیئے۔ چوں زوحدت۔ فنا کے بعد جب بقا حاصل ہو جاتی ہے تو تمام مادیات بے وقعت ہو جاتی ہیں۔ چوں۔ جب سمندر سے موتی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر انسان اسکے خس و خاشاک کی طرف نظر نہیں کرتا ہے۔ سر برآمد۔ جب سورج طلوع کرآتا ہے تو وہ ستارے جو دُمِ عقرب میں دُمِ عقرب کی طرح جمع ہو جاتے ہیں اُدھر کوئی نگاہ نہیں کرتا ہے۔ مستقر۔ ٹھکانا۔ انتقال۔ یعنی اپنے یہاں اُس کو منتقل کرا لینا چاہیئے۔

[2] کودکانہ:۔ بلقیس کی محبت بچکانہ فعل تھا۔ سہل۔ جو حیلہ کے ذریعہ اسکو بآسانی منتقل کیا جاسکتا ہے یا وہ ہمارے نزدیک بے وقعت ہے۔ تا بُود۔ اُخروی نعمتوں کے ساتھ یہ دنیاوی نعمت بھی موجود رہے۔ عبرت۔ مشہور ہے کہ ایاز نے اپنی اصلی گدڑی اور جنگلی چپّل خزانہ میں محفوظ کر رکھے تھے اور انکو جا کر دیکھا کرتا تھا اسی طرح تختِ بلقیس کے لئے باعثِ عبرت ہوگا کہ اسکی پہلی حالت کسقدر خراب تھی کہ وہ تخت جیسی چیزوں سے محبت کرتی تھی۔ آزمایا۔ پہلے دنیا کی مزخرفات میں پھنسی ہوئی تھی اب روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔

[3] خاک را:۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی خلقت کے مراتب بیان فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ انسان کو اللہ نے اپنے فضل سے کہاں سے کہاں پہنچا دیا اسکی ابتداء ان چیزوں سے ہے جنکے ذکر سے بھی انسان کو شرم آتی ہے قرآن میں ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے بنایا پھر اسکو نطفہ کیا پھر نطفہ سے علقہ پھر علقہ سے مُضغہ بنایا پھر اسکو ایک نئی صورت عطا کر دی۔ مُضغہ۔ گوشت کا لوتھڑا۔ تو بداں۔ انسان خود اپنی حال سے اپنی ابتدائی حالت کی ترقی کو نہیں مانتا تھا۔

551

ایں[1] کرم چوں دفعِ آں انکار تست
یہ کرم گویا اِس انکار کا رَد ہے
کہ میانِ خاک می کردی نخست
جو تُو نے خاک ہوتے ہوئے پہلے کیا تھا

حجتِ انکار شد اِنشارِ تو
تیری پیدائش تیرے اِنکار کے خلاف دلیل ہوگئی
از دوا بد تر شد ایں بیمارِ تو
تیرا یہ بیمار دوا سے اور بگڑ گیا

خاک را تصویر ایں کار از کجا
مٹی سے اِس کام کا تصور کہاں؟
نطفہ را خصمی و انکار از کجا
نطفہ میں جھگڑالو پن اور انکار کہاں؟

چوں دراں دم بیدل و بے سر بُدی
چونکہ تو اُس وقت بغیر دل اور سر کے تھا
فکرت و انکار را منکر بدی
تو فکر اور انکار کا منکر تھا

از جمادی[2] چونکہ انکارت بُرست
مٹی ہونے کی حالت میں جبکہ تو نے انکار کیا
ہم ازیں انکار حشرت شد درست
تیرے اِسی انکار سے تیرا حشر ثابت ہوگیا

پس مثالِ تو چو آں حلقہ زنے ست
پس تیری مثال اُس زنجیر ہلانے والے کی سی ہے
کز درونش خواجہ گوید خواجہ نیست
کہ اُس کے اندر سے مالک کہے کہ مالک نہیں ہے

حلقہ بیروں نیست دریابد کہ ہست
زنجیر ہلانے والا اِس انکار سے سمجھ لیتا ہے کہ وہ ہے
پس ز حلقہ بر ندارد ہیچ دست
تو حلقہ سے کبھی دست بردار نہ ہوگا

پس ہم انکارت مُبیّن می کُند
تو تیرا انکار ہی واضح کرتا ہے
کز جمادی او حشرِ صد فن می کند
کہ وہ مٹی سے سَو طرح حشر کردے گا

چند[3] ضعفت رفت اے انکار تا
اے انکار! کب تک تیری کمزوریاں ہو چکیں
آب و گِل انکار زاد از ھَل اَتیٰ
مٹی اور پانی سے "ھل اتیٰ" کا انکار سرزد ہوا

آب و گِل می گفت خود انکار نیست
پانی اور مٹی کہتے ہیں کہ اِنکار نہیں ہے
بانگ می زد بے خبر کاخبار نیست
بے خبر پکارتا ہے کہ خبر دینا نہیں ہے

من بگویم شرحِ ایں از صد طریق
میں اِس کی سَو طرح سے تشریح کر دیتا
لیک خاطر لغزد از گفت دقیق
لیکن باریک بات سے طبیعت لغزش کھا جاتی ہے

---

[1] ایں کرم۔ انسان کو اِس قدر فضیلت دینا اِس انکار کا دفعیہ ہے جو اُس کی فطرت کر رہی تھی۔ حجتِ انکار یعنی انکار کے خلاف دلیل۔ اِنشار۔ نشر کرنا، پیدا کرنا۔ از دوا۔ جس بیمار کو تو اپنے قدیمی کی تائید سمجھتا تھا وہی انکار تیرے قدیمی کی تردید بنگیا یعنی جس چیز کو تو اپنے موافق سمجھے ہوئے تھا وہی مخالف پڑی۔ خاک۔ مٹی میں یہ حیات اور استعداد صرف اللہ کی قدرت سے آئی ہے۔ نطفہ۔ یہ انسان نطفہ تھا آج وہ اِس حالت میں ہے کہ حشر و نشر کا انکار کر دیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے تو دوبارہ اُس کا حشر و نشر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیسے خارج ہو سکتا ہے۔ دراں دم۔ یعنی نطفہ ہونے کی حالت میں تجھ میں اِس انکار کی صلاحیت نہ تھی۔

[2] از جمادی۔ جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ تو جمادیت سے اِس مرتبہ پر پہنچا ہے کہ تجھ میں انکار کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے تو تیری یہ انکار کی صلاحیت اِس بات کی دلیل ہوگئی کہ تیرا دوبارہ حشر ہو سکتا ہے جلد فن۔ تیرا یہ انکار خود حشر کا اقرار اِسی طور پر ہے کہ جیسا کوئی زید کو بلانے اُس کے گھر پر جائے اور خود زید اندر سے یہ کہے کہ زید یہاں نہیں ہے تو اِس کا یہ اپنے ہونے کا انکار خود ہونے کا اقرار ہے پس انکار۔ جمادیت سے ترقی کر کے اِس مرتبہ تک پہنچا

[3] چند۔ انسان بننے تک مختلف مراتب میں اللہ کی کتنی کارگریاں ہیں اُن کے ہوتے ہوئے حشر کا انکار کب تک ہو سکیگا۔ مٹی اور پانی میں یہ استعداد آگئی کہ اُسنے سورۂ ہل اتیٰ کے مضمون کا جو کہ حشر و نشر سے متعلق ہے انکار کیا تو آب و گل کا سر بجا انکار تک ترقی کرنا خود حشر کے انکار کی نفی کرتا ہو، گھر کے اندر سے خود اپنے ہونے کی خبر دینے کو خبر دینا نہیں سمجھ رہا ہے۔ بیت۔ بگویم۔ میں اِس مضمون کو کہ انکار خود اقرار ہو جاتا ہے مختلف طریقوں سے سمجھا سکتا ہوں لیکن دقائق کا سمجھانا بعض کم فہموں کیلئے لغزش کا سبب بنتا ہے لہٰذا میں خاموشی اختیار کرتا ہوں اور طبیعتوں کے تحت کے مستقل ہونے کی بات شروع کرتا ہوں۔

552

شرح آں رائب بہ بستم اے کیا
اے رومی! اس نے اپنی آشفتہ سری سے خاموشی اختیار کرلی

بہر نقل تختِ بلقیس از سبا
سبا سے بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کا قصہ کہنے

چارہ کردن سلیمانؑ در احضار تختِ بلقیس از سبا پیش از قدوم بلقیس

حضرت سلیمانؑ کا تدبیر کرنا بلقیس کے تخت کو حاضر کرنے کے لئے بلقیس کے آنے سے پہلے

پس سلیمانؑ گفت با لشکریاں
پھر حضرت سلیمانؑ نے اپنے لشکر پر لشکر سے کہا

تخت اورا حاضر آریدایں زماں
اُس کے تخت کو فوراً حاضر کرو

گفت عفریتے[1] کہ تختش را بفن
ایک جن نے کہا کہ اُس کے تخت کو ہُنر سے

حاضر آرم تا تو زیں مجلس شدن
آپکے اِس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے حاضر کردونگا

گفت آصف من بہ اسمِ اعظمش
آصف نے کہا میں اُس کو اسمِ اعظم کے ذریعہ

حاضر آرم پیش تو در یک دمش
اُس کو آپ کے سامنے ایکدم حاضر کردونگا

گرچہ عفریت اُوستادِ سحر بود
اگرچہ جن جادو کا اُستاد تھا

لیک آں از نفخِ آصف رُو نمود
لیکن وہ آصف کے دَم کرنے سے آیا

حاضر آمد تختِ بلقیس آں زماں
بلقیس کا تخت فوراً آگیا

لیک آصف نزفنِ عفریتیاں
لیکن آصف کی وجہ سے جنوں کے ہُنر سے

گفت[2] حمد اللہ برین وصد چنیں
حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اللہ کی اِس جیسی اور سینکڑوں نعمتوں پر الحمد کی

کہ بدید ستم زربُّ العالمیں
جو میں نے رب العالمین کی جانب سے دیکھی ہیں

پس نظر کرد آں سلیمانؑ سوئے تخت
پھر حضرت سلیمانؑ نے تخت کی جانب دیکھا

گفت آرے گول گیری اے درخت
فرمایا اے درخت! تو اِس کو چھپانے والا ہے

پیشِ چوب و پیشِ سنگ نقش کند
لکڑی اور تراشے ہوئے پتھر کے سامنے

اے بسا گولاں کہ سر ہا می نہند
بہت سے احمق ہیں جو سجدے کرتے ہیں

ساجد[3] و مسجود از جاں بے خبر
سجدہ کرنے والا اور مسجود جان سے بے خبر ہیں

دیدہ از جاں جنبشے واندک اثر
اِن کی جان کی تھوڑی سی حرکت اور تھوڑا سا اثر دیکھا

دیدہ در وقتیکہ شد حیران و دنگ
جس وقت وہ حیران اور دنگ ہوا تو اِس نے دیکھا

کہ سخن گفت و اشارت کرد سنگ
کہ پتھر نے بات کی اور اشارہ کیا

نرد خدمت چوں بنا موضع ببافت
چونکہ اُس نے خدمت کی نرد بے موقع کھیلی

شیرِ سنگی را شقی شیرے شناخت
پتھر کے شیر کو بدبخت اصلی شیر سمجھا

---

[1] عفریتے۔ جنوں میں سے ایک بہت سرکش جن نے کہا کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے حاضر کردونگا آصف۔ اس برخیا جو حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے انھوں نے کہا میں اسم اعظم کی برکت سے فوراً حاضر کردونگا اگرچہ۔ اگرچہ وہ جن بھی جادو کا اُستاد تھا لیکن تخت کی آمد حضرت آصف کے دَم کرنے کی برکت سے ہوئی۔

[2] گفت۔ حضرت سلیمانؑ نے اس نعمت اور دوسری نعمتوں کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اے درخت۔ چونکہ تخت لکڑی کا بنا ہوا تھا اس کو درخت کے لفظ سے خطاب کرکے فرمایا کہ تو احمقوں کو اپنی محبت میں پھنسانے والا ہے۔ پیش چوب۔ احمق لوگ تراشیدہ لکڑی اور پتھر کے بتوں کو سجدے کرتے ہیں۔

[3] ساجد۔ یہ بت کے پجاری اور بت دونوں روح سے بے خبر ہیں ان بتوں میں روح کا تھوڑا سا اثر آجاتا ہے جس کی وجہ سے کبھی اُنے حرکت یا بات کا صدور ہوجاتا ہے۔ نرد خدمت۔ یہ لوگ عبادت کی بازی بے موقع کھیلتے ہیں پتھر کے بت کو حقیقی شیر سمجھ بیٹھتے ہیں۔

از کرم شیرِ حقیقی کرد جود — استخوانے سوی سگ انداخت زود

حقیقی شیر نے کرم سے سخاوت کر دی — تو کتے کے سامنے ہڈی ڈال دی

گفت گرچہ نیست آں سگ برقوام — لیک مارا استخواں لطفے ست عام

کہا اگرچہ وہ کتا راہِ راست پر نہیں ہے — لیکن ہمارا ہڈی ڈالنا عام مہربانی ہے

قصۂ یاری خواستن حلیمہ رضی اللہ عنہا از بتاں چوں عقیب فطام

حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بتوں سے مدد چاہنے کا قصہ جبکہ دودھ چھڑانے کے بعد

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را گم کردہ بود و لرزیدن و سجدۂ بتاں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گم کر دیا تھا اور لرزنا اور بتوں کا سجدہ کرنا

و گواہی دادن ایشاں بر عظمت کارِ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی بڑائی پر گواہی دینا

قصۂ راز حلیمہ گویمت — تا زداید داستانِ اُو غمت

میں تجھ سے حلیمہ کے راز کا قصہ کہتا ہوں — تاکہ اس کی داستان تیرے غم کو دور کر دے

مصطفیٰ را چوں ز شیر اُو باز کرد — بر گفش برداشت چوں ریحان و ورد

آنحضرت مصطفیٰ کو جب انھوں نے دودھ چھڑایا — اُن کو ریحان اور گلاب کی طرح ہتھیلی پر رکھا

می گریزانیدش از زہر نیک و بد — تا بسپارد آں شہنشہ را بجد

وہ اُن کو ہر اچھے بُرے سے بچاتی تھی — تاکہ اُن شہنشاہ کو دادا کے سپرد کر دے

چوں ہمی آورد امانت را زبیم — شد بکعبہ و آمد اُو اندر حطیم

جب وہ خوف کی وجہ سے امانت کو لائی — کعبہ میں پہنچی اور وہ حطیم میں آئی

از ہوا بشنید بانگے کالے حطیم — تافت بر تو آفتابے بس عظیم

ہوا کی جانب سے آواز سُنی کہ اے حطیم! — تجھ پر بہت بڑا سورج چمکا ہے

اے حطیم امروز آید بر تو زود — صد ہزاراں نور از خورشیدِ جود

اے حطیم! آج تجھ پر بہت جلد آئیگے — لاکھوں نور سخاوت کے سورج سے

اے حطیم امروز آرد در تو رخت — محتشم شاہے کہ پیک اُو ست بخت

اے حطیم! آج تجھ میں سامان لا رہا ہے — وہ باحشمت شاہ، نصیبہ جس کا قاصد ہے

اے حطیم امروز بیشک از نوئی — منزلِ جانہائے بالامی شوی

اے حطیم! بے شک آج از سر نو — تو بالا لی روحوں کی منزل بنے گا

۱؎ از کرم۔ شیرِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے استدراج کے لئے بتوں سے اس طرح کی کرامات ظاہر کرا دیتا ہے یعنی کتے کو ہڈی ڈال دینا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے رب العالمین ہے لہٰذا کتے جیسے بدنظر کو بھی غذا مہیا فرما دیتا ہے۔ قصہ۔ چونکہ اس قصہ میں بھی بتوں کی گفتگو کا ذکر ہے اس لئے اس قصہ کو ذکر کیا ہے۔ فطام۔ دودھ چھڑانا۔

۲؎ حلیمہ سعدیہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ راز۔ یعنی بتوں کی زبانی آنحضورؐ کے فضائل سننا۔ بر گفش۔ چونکہ اس سے پہلے شقِ صدر کا واقعہ ہو چکا تھا اس سے خائف تھیں اور آنحضورؐ کی بہت زیادہ نگرانی کرتی تھیں۔

۳؎ می گریزانیدش۔ آنحضورؐ کی بہت حفاظت کرتی تھیں تاکہ آنحضورؐ کو صحیح حالت میں دادا کے سپرد کر سکیں۔ جد۔ دادا یعنی خواجہ عبدالمطلب۔ حطیم۔ بیت اللہ کی زمین کا وہ حصہ جو تعمیر سے باہر ہے۔ از ہوا۔ حضرت حلیمہؓ نے غیب سے یہ آواز سُنی۔ نور۔ یعنی آسمانی برکتیں۔ رخت۔ سامان۔ محتشم۔ ذی شان۔ از نوئی۔ فترت کے زمانہ میں سخت جو کہ کل وغیرہ کے نزول کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اب از سر نو شروع ہوگا۔

جانِ پاکاں طُلّب[1] طُلّب وجُوق جُوق
پاک لوگوں کی روحیں جماعت جماعت گروہ گروہ

آیدت از ہر نواحی مستِ شوق
شوق سے مست ہو کر ہر جانب سے تیرے اندر آئیں گی

گشتہ حیراں آں حلیمہ زاں صدا
حلیمہ اُس آواز سے حیران ہو گئی

نے کسے در پیش نے سوئے قفا
نہ کوئی سامنے تھا نہ گذری کی جانب

شش جہت خالی ز صورت وز ندا
چھوؤں جانب انسان سے خالی اور یہ آواز

شد پیاپے آں ندا را جاں فدا
پے در پے آئی، اُس آواز پر جان قربان ہے

مُصطفیٰؐ را برزمیں بنہاد اُو
اُس نے حضرت مصطفیٰؐ کو زمین پر بٹھا دیا

تا کُند آں بانگِ خوش را جستجُو
تاکہ وہ اُس اچھی آواز کی جستجو کرے

چشم می انداخت آں دم سُو بسُو
وہ اُس وقت ہر جانب نظر ڈال رہی تھی

کہ کُجا است آں شہِ اسرار گُو
کہ وہ رازوں کو بتانے والا شاہ کہاں ہے؟

کانچنیں بانگِ بُلند از چپ و راست
کہ ایسی بلند آواز دائیں اور بائیں سے

می رسد یارب رسانندہ[2] کجاست
آرہی ہے اے خدا! پہنچانے والا کہاں ہے؟

چوں ندید اُو خیرہ و نومید شد
جب انھوں نے نہ دیکھا حیران اور ناامید ہو گئیں

جسمِ لرزاں ہمچو شاخِ بید شد
بدن بید کی شاخ کی طرح لرزنے والا ہو گیا

باز آمد سُوئے آں طفلِ رشید
وہ اُس بھلے بچے کی طرف لوٹ آئیں

مُصطفیٰؐ را بر مکانِ خود ندید
مصطفیٰؐ کو اپنی جگہ نہ دیکھا

حیرت اندر حیرت آمد بر دلش
اُس کے دل پر حیرانی در حیرانی آ گئی

گشت بس تاریک از غم منزلش
غم سے اُس کی جگہ بہت تاریک ہو گئی

سُوئے منزلہا[3] دوید و بانگ داشت
مکانات کی جانب دوڑی اور چیخی

کہ کہ بر دُرِ دانہ ام غارت گماشت
کہ میرے موتی کی کس نے لوٹ مچائی ہے؟

مانند انستیم کانجا کُودکے ست
ہمیں یہ ابھی معلوم نہ تھا کہ وہاں کوئی بچہ ہے

گفتند مارا علم نیست
کہ والوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے

کہ از و گریاں شدند آں دیگراں
کہ اُس سے دوسرے رونے لگے

ریخت چنداں اشک و کرد و بس فغاں
اُس نے اس قدر آنسو بہائے اور فریاد کی

کاخر آں گریاں شدند از گریہ اش
کہ اُس کے رونے سے دوسرے رونے لگے

سینہ کوباں آنچناں بگریست جوش
چھاتی پیٹتے ہوئے اتنا زیادہ روئی

---

[1] طُلّب: جتھے، جماعت۔ جوق۔ گروہ۔ فواج۔ اطراف۔ صدا: یعنی غیبی آواز۔ المصطفیٰ۔ آواز کی جستجو میں حضرت حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گود سے اتار کر زمین پر بٹھا دیا۔ آں شہ جس کی آواز آرہی ہے جس سے آنحضورؐ کی بعثت کے اسرار کھل رہے ہیں۔

[2] رسانندہ: یعنی آواز دینے والا۔ بیخود حیران۔ شاخ بید۔ بید کے درخت کی شاخ لچک میں مشہور ہے۔ طفلِ رشید۔ یعنی آنحضورؐ۔ آدھم: یعنی آنحضورؐ کے گم کرنے سے۔

[3] منزلہا: یعنی گھر کے دالان۔ دُر دانہ: موتی۔ گفتند: ہمیں تو اس بچہ کے ہونے کا بھی علم نہیں چہ جائیکہ یہ معلوم ہو کہ اس کو کون لے گیا۔ ریخت۔ حضرت حلیمہؓ اس رونے میں اس قدر چیخ چیخ کر روئیں کہ سب کو رُلا دیا۔

555

حکایت آں پیرِ عرب کہ دلالت کرد حلیمہؓ را باستعانت از بتاں

اُس بوڑھے عرب کی حکایت جس نے حلیمہؓ کی بتوں سے مدد مانگنے کی طرف راہنمائی کی

پیرِ مردے پیشش آمد با عصا
ایک بوڑھا شخص لاٹھی تھامے سامنے آیا

کاے حلیمہؓ چہ فتاد آخر ترا
کہ اے حلیمہ! آخر تجھے کیا ہوا ہے؟

کہ چنیں آتش زدل افروختی
کہ تو نے دل سے ایسی آگ بھڑکائی ہے

ویں جگرہا را زماتم سوختی
اور ماتم سے جگروں کو جلا دیا ہے

گفت احمدؐ را رضیعم معتمد
اُس نے کہا میں احمدؐ کی مستند دایہ ہوں

پس بیاور دم کہ بسپارم بجد
میں اُن کو لائی تھی کہ دادا کے سپرد کر دوں

چوں رسیدم در حطیم آوازہا
جب میں حطیم میں پہنچی بہت سی آوازیں

می رسید و می شنیدم از ہوا
آئیں اور میں نے ہوا میں سے سنیں

من چو آں الحاں شنیدم از ہوا
جب میں نے ہوا میں سے وہ آوازیں سنیں

طفل را بنہادم آنجا زاں صدا
اُس آواز کی وجہ سے میں نے بچہ کو وہیں پر اٹھا دیا

تا بہ بینم ایں ندا آوازِ کیست
تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کس کی آواز ہے؟

کہ ندائے بس لطیف و بس شہی ست
کیونکہ بڑی لطیف اور بہت پسندیدہ آواز ہے

نز کسے دیدم بگرد خود نشاں
نہ میں نے اپنے چاروں طرف کسی کا نشان پایا

نہ ندای منقطع شد یک زماں
نہ ایک لمحہ کے لئے آواز بند ہوئی

چونکہ واگشتم ز حیرتہائے دل
جب میں دلی حیرانیوں کے ساتھ واپس لوٹی

طفل را آنجا ندیدم وائے دل
میں نے بچہ کو وہاں نہ دیکھا ہائے دل

گفتش اے فرزند تو اندوہ مدار
اُس نے اس سے کہا اے بیٹا! غم نہ کر

کہ نمایم مر ترا یک شہریار
میں تجھے ایک شاہ کا پتہ بتاتا ہوں

کہ بگوید گر بخواہد حالِ طفل
اگر وہ چاہے گا تو بچہ کا حال بتا دے گا

او بداند منزل و ترحالِ طفل
کیونکہ وہ بچہ کی منزل اور سفر کو جانتا ہے

پس حلیمہؓ گفت اے جانم فدا
تو حلیمہ نے کہا، میری جان قربان ہو

مر ترا اے شیخ خوب خوش ندا
تجھ پر اے بہتر اور اچھی آواز والے بزرگ

ہیں مرا بنمائی آں شاہِ نظر
ہاں اُس شاہ نظر کو مجھے دکھا دے

کش بود از حالِ طفلِ من خبر
جس کو میرے بچہ کے حال کی خبر ہو

لے استعانت۔ مدد۔ باعصا۔ بوڑھا لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا۔ کہ چنیں۔ تیرے اس غم سے دوسروں کے جگر کباب ہو رہے ہیں۔ ماتم۔ سوگ۔ سے ضیع یعنی مرضعہ، دودھ پلانے والی، آنا۔

۲ے معتمد۔ افسوس ہے کہ آج اس اعتماد کو نہیں لگ رہی ہے۔ الحان۔ نغمہ طفل۔ یعنی اے حضور۔ آنجا۔ یعنی حلیم۔ کہ ندا۔ کیونکہ وہ پر لطف اور دلکش آواز تھی۔

۳ے نز کسے۔ چونکہ وہ غیبی آواز تھی لہٰذا پکارنے والا نظروں سے غائب تھا۔ گفتش۔ اس بوڑھے نے حضرت حلیمہ سے کہا۔ شہریار۔ برتر حال۔ سفر۔

556

بُرد اُو را پیشِ عُزّیٰ[1] کایں صنم — ہست در اخبارِ غیبی مُغتنم

وہ اُس کو عُزّیٰ کے سامنے لے گیا کہ یہ بُت — غیبی خبریں دینے میں غنیمت ہے

ماہزاراں گم شُدہ زو یافتیم — چوں بخدمت سُوئے اُو بشتافتیم

ہم نے ہزاروں گُمشدہ اُس کی وجہ سے پائے ہیں — جب ہم عقیدت سے اُس کی طرف دوڑے ہیں

پیر کرد اُو را سجود و گفت زُود — اے خداوندِ عرب دے بحرِ جُود

بوڑھے نے اُس کو سجدہ کیا اور فوراً کہا — اے عرب کے خدا، اے سخاوت کے دریا!

گفت اے عُزّیٰ تو بس اکرامہا — کردۂ تا رستہ ایم از دامہا

اُس نے کہا اے عُزّیٰ! تو نے بہت سے کرم — کئے ہیں، حتیٰ کہ ہم نے جالوں سے رہائی پائی ہے

بر عرب حق ست از اکرامِ تو — فرض گشتہ تا عرب شُد رامِ تو

تیری مہربانی کا عرب پر حق ہے — جو فرض بن گیا ہے حتیٰ کہ عرب تیرا فرمانبردار ہو گیا ہے

ایں حلیمہ سعدی از اُمیدِ تو — آمد اندر ظلِّ شاخِ بیدِ تو

یہ حلیمہ سعدیہ تیری امید پر — تیرے بید کی شاخ کے سایہ میں آئی ہے

کاز و فرزندِ طفلے گم شدہ ست — نامِ آں کودک محمدؐ آمدہ ست

کہ اُس کا ایک چھوٹا بچہ گم ہو گیا ہے — اُس بچے کا نام محمدؐ ہے

چوں[2] محمدؐ گفت آں جملہ بُتاں — سرنگوں گشتند و ساجد آں زماں

جب اُس نے "محمدؐ" کہا وہ سب بُت — فوراً اوندھے مُنہ اور سجدہ کرنیوالے ہو گئے

آں محمدؐ را کہ عزلِ ما از وست — ماکسادو بے عیار ایم از دُو

اُس محمدؐ کی کہ اُس کی وجہ سے ہماری معزولی ہے — ہم اُس کی وجہ سے کھوٹے اور بے رونق ہیں

آں[3] خیالاتے کہ دیدندے زما — وقتِ فترت گاہ گاہ اہلِ ہوا

وہ خیالی باتیں کہ جو ہم سے دیکھی ہیں — اہلِ ہوا نے فترت کے زمانہ میں کبھی کبھی

گم شود چوں بارگاہِ اُو رسید — آب آمد مر تیمم را درید

گم ہو جائیں گی کیونکہ اُن کا دربار کا وقت آگیا ہے — پانی آگیا، اُس نے تیمم کو توڑ دیا ہے

دور شو اے پیرِ فتنہ کم فروز — ہیں ز رشکِ احمدیؐ مارا مسوز

اے بوڑھے! دُور ہو جا فتنہ نہ بھڑکا — خبردار! احمدیؐ رشک سے ہمیں نہ جلا

[1] عُزّیٰ۔ مکہ کا مشہور بُت تھا۔ اخبارِ غیبی۔ غیبی باتیں۔ ماہزاراں۔ ہم نے اُسکے بتانے سے بہت سی گُمشدہ چیزیں پائی ہیں۔ اے۔ یعنی عُزّیٰ تارتہ تیرے بتانے سے بہت سی بلاؤں سے نجات پائی ہے۔ فرض گشتہ۔ تیرا حق ادا کرنا عرب پر فرض ہو گیا ہے اسی لئے تمام عرب تیرا مُطیع ہے۔

[2] چوں۔ یعنی بڑھے کی زبان پر لفظ محمدؐ آیا۔ جملہ بُتاں۔ عُزّیٰ اور اُس کے ماحول میں جو بُت تھے کہ برزو۔ اُن بُتوں نے کہا کہ اس بچے کی تلاش کیوں کرتا ہے جس کی بعثت ہماری معزولی کا سبب ہے۔ اگر اُس کے ظہور کے بعد ہماری کوئی عزت اور وقعت رہے گی۔

[3] آں خیالاتے۔ بُت پرستوں نے جو کچھ ہمارے حیرت انگیز واقعات دیکھے ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گے فترت۔ وہ زمانہ جو حضرت عیسیٰ ؑ کے آسمان پر اُٹھانے کے بعد سے آنحضورؐ کی بعثت تک کا ہے۔ آب۔ آب آمد تیمم را درید۔ کرامات اور شو۔ اُس عزیٰ بت نے بوڑھے سے کہا۔ خوشک آنحضورؐ کی بعثت سے اُن کی شان و شوکت ختم ہو گئی تھی۔

556

دُور شو بہرِ خدا اے پیرِ تو
اُو بوڑھے! خدا کے لئے تو دفع ہو

اینچہ دُمِ اژدہا افشردن است
یہ کیا اژدہے کی دُم دبانا ہے؟

زیں خبر خوں شد دلِ دریا و کاں
اِس خبر سے دریا اور کان کا دل خون ہو گیا ہے

چوں شنید از سنگہا پیرِ ایں سخن
جب بوڑھے نے پتھروں سے یہ باتیں سُنیں

پس عصا انداخت آں پیرِ کہن
اُس پرانے بوڑھے نے لاٹھی پھینک دی

پس زلرز و خوف و بیم آں ندے
اُس آواز کے لرزے اور خوف اور ڈر سے

پیر دندانہا بہم بر می زدے
بوڑھے کے دانت بجنے لگے

آنچناں کاندر زمستاں مردِ عور
جس طرح کہ جاڑوں میں ننگا انسان

اُو ہمی لرزید و می گفت اے ثبور
وہ کانپ رہا تھا اور کہتا تھا ہائے موت!

چوں در آں حالت بدید آں پیر را
جب اُس (حلیمہ) نے بوڑھے کو اس حالت میں دیکھا

زاں عجب گم کرد زن تدبیر را
اُس عجب بات سے عورت نے تدبیر کو گم کر دیا

گفت پیرا گرچہ من در محنتم
بولی اے بوڑھے! اگرچہ میں مصیبت میں ہوں

حیرت اندر حیرت اندر حیرتم
(لیکن) حیرت در حیرت در حیرت میں ہوں

ساعتے با دم خطیبی می کند
کسی وقت ہوا مجھ سے باتیں کرتی ہے

ساعتے سنگم ادبہا می کند
کسی وقت پتھر مجھے ادب سکھاتے ہیں

سنگ و کوہم فہمِ اشیا می دہد
مجھے پتھر اور پہاڑ چیزیں سمجھاتے ہیں

ساعتے با طفلم را ربودہ غیبیاں
کبھی میرے بچے کو غیبی لے جاتے ہیں

غیبیانِ سبز پوشِ آسماں
آسمان کے سبز پوش غیبی

از کہ نالم با کہ گویم ایں گلہ
کس سے فریاد کروں، کس سے شکوہ کروں؟

من شدم سودائی اکنوں صد دلہ
میں اب دیوانی اور پریشان ہو گئی ہوں

غیرتش از شرحِ غیبم لب بہ بست
اُس کی غیرت نے غیب کی تشریح سے میرے ہونٹ بند کر دیئے ہیں

ایں قدر گویم کہ طفلم گم شدست
اِس، اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے

تا نسوزی ز آتشِ تقدیرِ تو
تاکہ تو تقدیر کی آگ سے نہ جل جائے

ہیچ دانی چہ خبر آوردن است
تو جانتا ہے کہ کیسی خبر لانا ہے؟

زیں خبر لرزاں شود ہفت آسماں
اِس خبر سے ساتوں آسمان لرز جائیں گے

چوں شنید از سنگہا پیرِ ایں سخن
جب بوڑھے نے پتھروں سے یہ باتیں سُنیں

پس عصا انداخت آں پیرِ کہن
اُس پرانے بوڑھے نے لاٹھی پھینک دی

پیر دندانہا بہم بر می زدے
بوڑھے کے دانت بجنے لگے

اُو ہمی لرزید و می گفت اے ثبور
وہ کانپ رہا تھا اور کہتا تھا ہائے موت!

زاں عجب گم کرد زن تدبیر را
اُس عجب بات سے عورت نے تدبیر کو گم کر دیا

حیرت اندر حیرت اندر حیرتم
(لیکن) حیرت در حیرت در حیرت میں ہوں

ساعتے سنگم ادبہا می کند
کسی وقت پتھر مجھے ادب سکھاتے ہیں

سنگ و کوہم فہمِ اشیا می دہد
مجھے پتھر اور پہاڑ چیزیں سمجھاتے ہیں

غیبیانِ سبز پوشِ آسماں
آسمان کے سبز پوش غیبی

من شدم سودائی اکنوں صد دلہ
میں اب دیوانی اور پریشان ہو گئی ہوں

ایں قدر گویم کہ طفلم گم شدست
اِس، اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے

---

۵۱ تا نسوزی۔ ہم تو جل گئے ہیں۔ تو بھی نہ جل جائے۔
... دمِ اژدہا۔ کوئی انسان اژدہے کی دُم کو مسلے تو یہ انتہائی خطرناک کام ہے۔
دریا و کاں۔ چونکہ اب آنحضورؐ کی آب و تاب کے سامنے اُن کی آب و تاب ماند پڑ جائیگی۔
ہفت۔ چونکہ مہر و ماہ ماند پڑ جائیں گے۔
۵۲ چوں شنید۔ بوڑھے نے بُت کی یہ باتیں سُن کر گھبرا کر اپنی لاٹھی پھینک دی۔ زدے۔ آواز۔ دندانہا۔ خوف میں دانت بجنے لگتے ہیں۔ ثبور۔ ننگا۔ زاں عجب یعنی عجیب کی باتیں۔ گفت۔ حضرت حلیمہؓ نے فرمایا اے بوڑھے اگرچہ آنحضورؐ کے معاملہ میں میں پریشان ہوں لیکن عجائب کے ظہور سے حیرت میں ہوں۔
بادم۔ حضرت حلیمہؓ نے ہوا سے باتیں سُنی تھیں۔
۵۳ گاہ۔ بچپن میں شقِ صدر کے واقعہ میں آنحضورؐ کو فرشتے اُٹھا کر لے گئے تھے۔ صد دلہ۔ پریشان۔ غیرتش۔ یعنی غیبی حالات اور اشارات کو میں راز میں رکھنا چاہتی ہوں۔

گر بگویم چیز دیگر من کنوں
اب اگر میں کوئی دوسری بات کہوں

خلق بندندم بزنجیرِ مجنوں
لوگ مجھے پاگل پن کی زنجیر میں باندھ دینگے

گفت پیرش اے حلیمہ شاد باش
بوڑھے نے اُن سے کہا اے حلیمہ خوش ہوجا

سجدۂ شکر آر و رُو را کم خراش
شکر کا سجدہ کر اور چہرے کو نہ نوچ

تو مخور غم کہ نگردد یاوہ او
تو فکر نہ کر کیونکہ وہ گم نہ ہوگا

بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو
بلکہ عالم انسس میں گم ہو جائے گا

ہر زماں از رشک و غیرت پیش و پس
ہر وقت رشک اور غیرت کی وجہ سے آگے اور پیچھے

صد ہزاراں پاسبانست و حرس
لاکھوں نگہبان اور محافظ ہیں

آں ندیدی کاں بتانِ دو فنوں
تو نے یہ نہیں دیکھا وہ بتِ صنعت

چوں شدند از نامِ طفلت سرنگوں
تیرے بچے کے نام سے کس طرح سرنگوں ہوگئے

ایں عجب قرنے ست بر روئے زمیں
یہ روئے زمین پر عجب زمانہ ہے

پیر گشتم من ندیدم زیں ایں
میں بوڑھا ہو گیا میں نے ایسا نہ دیکھا تھا

زیں رسالت سنگہا چوں ناقہ داشت
اس رسالت سے جبکہ پتھر فریاد کرنے لگے

تا چہ خواہد بر گنہگاراں گماشت
گنہگاروں پر کیا چیز مسلط کرے گی!

سنگ بے جرم ست در معبودیش
اپنے معبود ہونے میں پتھر بے قصور ہیں

تو نہ مضطر کہ بندہ بودیش
تو مجبور نہیں ہے کہ اُس کا بندہ ہے

آنکہ مضطر اینچنیں ترساں شدست
جو مجبور ہے وہ ایسا خوفزدہ ہے

تا کہ بر مجرم چہا خواہند بست
تو مجرم پر کس قدر بندشیں ہونگی!

خبر یافتنِ جدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عبدالمطلب از گم
آنحضورؐ کے دادا عبدالمطلب کو بھیڑ سعد یہ کے آنحضورؐ کو گم کر دینے کی

کردنِ حلیمہ رض مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را و طالب شدنِ او گردِ
خبر ہونا اور اُن کا شہر کے چاروں طرف ڈھنڈورا اور کعبہ کے

شہر نالیدنِ او بر در کعبہ و از حق درخواست کردن و آوازِ
دروازہ پر رونا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اور کعبہ کے اندر

درونِ کعبہ شنودن و یافتنِ او محمد صلی اللہ علیہ وسلم را
سے آواز کا سننا اور اُن کا آنحضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالینا

۵۱ گر بگویم۔ اگر وہ عجیب باتیں لوگوں سے کہوں گی وہ مجھے دیوانہ سمجھیں گے۔ رزق۔ عورتیں ماتم میں بچے کو پیٹتی ہیں۔ تو فکر نہ کر آنحضورؐ کی طرف سے فکر نہ کر گم نہ ہوگے بلکہ عالم اس کی ملکیت میں گم ہو جائیگا

۵۲ صد ہزاراں۔ فرشتے آنحضورؐ کی حفاظت کرتے تھے آں ندیدی۔ تو نے نہیں دیکھا بت سرنگوں ہو گیا تھا۔ زیں رسالت۔ رسالت کو تسلیم نہ کرنے والوں کا انجام بُرا ہوگا۔

۵۳ سنگ۔ بت غیر اختیاری طور پر معبود بنے ہیں جب ان کا یہ حال ہے تو اُن کے پجاری جو با اختیار ہیں اور پوجنے میں مضطر نہیں اُن کا انجام تو بہت ہی بُرا ہوگا۔ مضطر یعنی بت۔ بندہ مصطفیٰ جناب عبدالمطلب۔

چوں خبر یابید جدِّ مصطفیٰؐ
جب مصطفیٰؐ کے دادا نے خبر پائی

از حلیمہؓ وز فغانش بر ملا
حلیمہؓ اور اُن کے برملا رونے کی

وز چناں بانگِ بلند و نعرہا[1]
اور ایسے زور کی آواز اور نعروں سے

کہ بہ میلے می رسید از وے صدا
کہ جن کی آواز ایک میل تک پہنچ رہی تھی

زود عبد المطلب دانست چیست
فوراً عبد المطلب سمجھ گئے کیا ہوا ہے

دست بر سینہ ہمی زد می گریست
سینہ کوبی کرتے تھے اور روتے تھے

آمد از غم بر درِ کعبہ بسوز
رنج سے کعبہ کے دروازہ پر سوز کے ساتھ گئے

کای خبیر از سرِّ شب وز رازِ روز
کہ اے رات کے راز اور دن کے بھید جاننے

خویشتن را من نمی بینم فنے
میں اپنے لئے کوئی ایسا ہنر نہیں دیکھتا ہوں

تا بود ہمرازِ تو ہمچوں منے
کہ (جس میں) مجھ جیسا تیرا ہمراز بنے

خویشتن را من نمی بینم ہنر
میں اپنے آپ میں کوئی ہنر نہیں دیکھتا ہوں

تا شوم مقبولِ ایں مسعود در
کہ اس مبارک دروازہ پر میں مقبول بنوں

یا سرِ و سجدہ مرا قدرے بود
یا میرے سر اور سجدے کی کوئی قدر ہو

یا بآشکم دولتے خنداں شود
یا میرے آنسوؤں سے قسمت جاگ اٹھے

لیک[2] در سیمائے آں دُرِّ یتیم
لیکن اُس دُرِّ یکتا کی پیشانی میں

دیدہ ام آثارِ لطفت اے کریم
اے کریم! میں نے تیری مہربانی کے بڑے آثار دیکھے

کہ نمی ماند بما گرچہ زماست
کہ جو ہم جیسا نہیں ہے اگرچہ ہم میں سے ہے

ما ہمہ مسیم و احمدؐ کیمیاست
ہم سب تانبہ ہیں اور احمدؐ کیمیا ہیں

آں عجائبہا کہ من دیدم درُو[3]
وہ عجائب جو میں نے اس میں دیکھے ہیں

من ندیدم بر دلی و بر عدُو
میں نے کسی دوست اور دشمن میں نہیں دیکھے ہیں

آنچہ[4] فضلِ تو دریں طفلیش داد
تیری مہربانی نے جو اس کو بچپن میں عطا کیا ہے

کس نشاں ندہد بصد سالہ جہاد
کسی نے سو سال کے جہاد کے بعد بھی اس کی مثال پیش نہیں کی

چوں یقیں دیدم عنایتہائے تو
جب میں نے یقینی طور پر تیری عنایتیں دیکھ لی ہیں

بر وئے اُو دُرّیست از دریائے تو
اس پر تو وہ تیرے دریا کا ایک موتی ہے

من ہمورا می شفیع آرم بتو
میں اسی کو تیرے پاس سفارشی لایا ہوں

حالِ اُو اے حال داں با ما بگو
اے حال کے جاننے والے اس کا حال ہمیں بتا دے

---

[1] وز چناں۔ حضرت حلیمہؓ کے رونے کی آواز ایک میل تک جاری تھی۔ اور عبد المطلب فوراً سمجھ گئے کہ حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گم کر دیا ہے۔۔

خویشتن۔ عبد المطلب نے کہا کہ مجھ میں کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس کی وجہ سے تیرا ہمراز بنوں۔ مسعود در۔ یعنی در کعبہ۔

[2] لیک۔ میں نے آنحضورؐ کے چہرے پر تیری مہربانی کے آثار دیکھے ہیں۔ کہ کمی اند۔ اگرچہ وہ ہم میں سے ہیں لیکن یہ آثار ہم میں سے کسی کے اندر نہیں ہیں۔

[3] آنچہ۔ اُن کے بچپن میں جو فضیلت تو نے اُن کو عطا کر دی ہے تو سال کے جہاد سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہو سکی۔ من ہمورا۔ میں اُن کو سفارشی بنا کر لایا ہوں اُن کے طفیل اُن کا حال ہمیں بتا دے وہ کہاں ہیں۔

از درونِ[1] کعبہ آمد بانگ زود
نورًا کعبہ کے اندر سے آواز آئی

که هم اکنوں رُخ بتو خواهد نمود
کہ وہ ابھی اپنا چہرہ تجھے دکھادیگا

با دو صد اقبال اُو محظوظ ماست
وہ دونو اقبالمندیوں کیساتھ ہماری جانب نصیب ور ہے

با دو صد طُلب مَلَک محفوظِ ماست
دو سو فرشتوں کی جماعت کے ذریعہ وہ ہمارے پاس محفوظ ہے

ظاہرش را شہرہ گیہاں کنیم
ہم اُس کے ظاہر کو عالم میں مشہور کریں گے

باطِنش را از همہ پنہاں کنیم
اُس کے باطن کو سب سے پوشیدہ رکھیں گے

زر[2] کاں بُود آب و گِل مازر گریم
پانی اور مٹی سونے کی کان تھی ہم زر گر ہیں

گہ گہش خلخال و گہ خاتم بریم
ہم کبھی اُسکو پازیب اور کبھی انگوٹھی تراشتے ہیں

گر حمائلہائے شمشیرش کنیم
کبھی ہم اُس کو تلواروں کے پرتکے بناتے ہیں

گاہ بندِ گردنِ شیرش کنیم
کبھی اُس کو شیر کی گردن کا پٹا بناتے ہیں

گر ترنجِ تخت برسازیم ازو
ہم کبھی اُس سے تخت کے پھول بناتے ہیں

گاہ تاجِ فرقہائے مُلک جُو
کبھی کشور کشا سروں کے تاج

عشقہا داریم با ایں خاکِ ما
ہم اِس مٹی سے بہت محبت کرتے ہیں

زانکہ اُفتادست در قعدہ رضا
کیونکہ وہ تسلیم و رضا کی نشست پر واقع ہوئی ہے

گر چنیں شاہے ازو پیدا کنیم
کبھی ہم اُس سے ایسا شاہ پیدا کردیتے ہیں

گہ ہم اُو را پیشِ شہ شیدا کنیم
کبھی ہم اُس کو شاہ کے سامنے عاشق بناتے ہیں

صد[3] ہزاراں عاشق و معشوق ازو
اُس سے لاکھوں عاشق اور معشوق

در فغان و در نفیر و جستجو
نالہ و فریاد اور جستجو میں ہیں

کارِ ما اینست بر کوریِ آں
ہمارا یہ کام ہے اُس شخص کے اندھے پن کیخلاف

کو بکارِ ما نَدارد میلِ جاں
جو ہمارے کام کے ساتھ جان کا میلان نہیں رکھتا ہے

ایں فضیلت خاک را زاں رُو دہیم
یہ بزرگی ہم مٹی کو اِس لئے دیتے ہیں

زانکہ نعمت پیشِ بے برگاں نہیم
کیونکہ ہم بے سر و سامان لوگوں کے سامنے نعمت پیش نہیں کرتے

زانکہ دارد خاک شکلِ اَغبری
کیونکہ مٹی غبار آلود شکل رکھتی ہے

وز دروں دارد صفاتِ انوری
اور باطن میں نورانی صفات رکھتی ہے

ظاہرش با باطنش گشتہ بجنگ
اُسکا ظاہر اُسکے باطن کیساتھ جنگ میں مصروف ہے

باطِنش چوں گوہر و ظاہر چو سنگ
اُسکا باطن موتی کیطرح ہے اور ظاہر پتھر کیطرح ہے

[1] از درونِ کعبہ۔ خواجہ عبدالمطلب کو کعبہ کے اندر سے جواب ملا تم عنقریب اسکا چہرہ دیکھ لوگے محفوظ نصیب ور۔ مطلب۔ جماعت۔ ظاہرش۔ حضورؐ کے ظاہری احوال عالم پر کھلے۔ باطنی احوال کہ اللہ سے اُن کو کونسا قرب حاصل ہے اس تک رسائی نہیں ہوسکی۔ گیہاں۔ جہاں۔

[2] زر۔ پانی اور مٹی سے اللہ نے جو مخلوق بنائی ہے اسکے مختلف مراتب ہیں خلخال۔ پازیب۔ ترنج۔ یہوں۔ مصر میں کپڑوں کی چھپائی اور کڑھائی میں یہوں کی شکل بنائی جاتی تھی۔ در قعدہ۔ سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ہیئت۔ خجستہ شاہے۔ یعنی آنحضورؐ۔ گر ہم۔ یعنی کبھی اُس جیسے شاہ کو خدا کا عاشق بنادیتے ہیں۔

[3] صد ہزاراں۔ اِس خاک سے لاکھوں عاشق و معشوق پیدا ہوتے ہیں جو عشق کی وجہ سے نالہ و فریاد میں مصروف ہیں۔ کہا رہا۔ ہمارے یہ کارخانے منکروں کے انکار کے باوجود جاری ہیں۔ ایں فضیلت۔ مٹی کو فروتنی کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے کہ اُس سے اِس طرح لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ زانکہ۔ زمین کا ظاہر غبار آلود ہے لیکن اُس کا باطن پُرانوار ہے جس سے لاکھوں روشن رو نما ہوتے ہیں۔ باطنش۔ زمین کا باطن موتی اور ظاہر پتھر ہے۔

ظاہرش گوید کہ ما اینیم و بس
اُس کا ظاہر کہتا ہے کہ ہم صرف یہی ہیں

باطنش گوید نکو بیں پیش و پس
اُس کا باطن کہتا ہے آگے اور پیچھے اچھی طرح دیکھو

ظاہرش منکر کہ باطن ہیچ نیست
اُس کا ظاہر منکر ہے کہ باطن کچھ نہیں ہے

باطنش گوید کہ بنمایم بایست
اُس کا باطن کہتا ہے کہ میں دکھاتا ہوں، ٹھہر

ظاہرش با باطنش در جالش اند
اُس کا ظاہر اُس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے

لاجرم زیں صبر نصرت می کنند
لامحالہ اِس صبر سے وہ فتح پاتے ہیں

زیں ترشرو خاک صورتہا کنیم
اِس ترشرو خاک سے ہم صورتیں بناتے ہیں

خندۂ پنہانش را پیدا کنیم
ہم اُس کی چھپی مسکراہٹ کو ظاہر کرتے ہیں

زانکہ ظاہر خاک اندوہ و بکاست
کیونکہ مٹی کا ظاہر غم اور رونا ہے

در درونش صد ہزاراں خندہاست
اُس کے اندر لاکھوں مسکراہٹیں ہیں

کاشف الستریم و کار ما ہمیں
ہم رازوں کو کھولنے والے ہیں ہمارا یہی کام ہے

کایں نہانہا را برآریم از کمیں
کہ اِن رازوں کو پوشیدگی سے باہر لائیں

گرچہ درد از منکری تن میزند
چور اگرچہ انکاری ہونے کی وجہ سے خاموش ہو

شحنہ آں از عصر پیدا می کند
کوتوال دباکر، ظاہر کر دیتا ہے

فضلہا دزدیدہ اند ایں خاکہا
اِن مٹیوں نے بہت سی فضیلتیں چرا رکھی ہیں

ما مقر آریم شاں از ابتلا
ہم آزمائش کے ذریعہ اُنکو اقرار کرنیوالا کر دیتے ہیں

بس عجب فرزند کورا بودہ است
اُس کے بہت سے عجیب فرزند ہوئے ہیں

لیک احمد بر ہمہ افزودہ است
لیکن احمدؐ سب سے بڑھے ہوئے ہیں

شد زمین و آسماں خنداں و شاد
زمین اور آسمان شاداں و فرحاں ہوئے

کایں چنیں شاہے زما و جفت زاد
کہ ایسا شاہ ہمارے جوڑے سے پیدا ہوا

شد زمیں چوں آسماں از شادیش
اُن کی خوشی سے زمین آسمان کیطرح ہو گئی

خاک چوں سوسن شدہ ز آزادیش
اُن کی پیدائش سے مٹی سوسن کی طرح ہو گئی

ظاہرت با باطنت اے خاک خوش
اے بہترین مٹی تیرا ظاہر، باطن کے ساتھ

چونکہ در جنگ ست و اندر کشمکش
چونکہ جنگ اور کشمکش میں ہے

ہر کہ با خود بہر حق باشد بجنگ
جو اپنے ساتھ اللہ کے لئے لڑائی میں مصروف ہو

تا شود مغلوبش خصم بُود و رنگ
تاکہ اُس کا باطن بُو اور رنگ کا مخالف ہو

۱؎ ظاہرش: اُس ظاہری صورت کو الات باطنی کو چھپائے ہوئے اور منکر ہے باطن پر کمالات ہے۔ ظاہرش ظاہر اور باطن کی یہ جنگ جاری ہے کبھی ظاہر غالب ہوتا ہے کبھی باطن کو فتح حاصل ہو جاتی ہے۔ زیں ترشرو: یہ صورت مٹی، حسین و جمیل مخلوق کا پیدا کرنا اسکے باطنی حسن کا اظہار ہے۔

۲؎ زانکہ: زمین بظاہر رونی صورت ہے لیکن اُس کے باطن میں مسرتیں موجزن ہیں۔ کاشف الستریم: اللہ تعالیٰ چھپے رازوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور زمین کی چھپی ہوئی خوبیاں ظاہر کر دیتا ہے۔ گرچہ: چور چرا کر چرانے کا منکر ہو جاتا ہے اور خاموشی اختیار کرتا ہے کوتوال اُس کو دبا کر اقرار کرا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی آزمائش میں ڈال کر انسان کی باطنی خوبیاں واضح کر دیتا ہے۔

۳؎ بس عجب: زمین کے بہت سے باکمال فرزند تھے لیکن سید الانبیاء جیسا کوئی نہ تھا۔ شد زمین: زمین اور آسمان کے ملاپ سے جب سید الکونین کا ظہور ہوا تو دونوں نے مسرت کا اظہار کیا۔ شد زمیں: آنحضورؐ کی پیدائش سے زمین کو عروج حاصل ہوا۔ خاک: زمین نے آنحضورؐ کو جنا تو سوسن کی طرح نشو زبان بنکر اظہار مسرت کیا۔ آزادیش: یعنی آنحضورؐ کی پیدائش۔ ظاہرت: جس کا ظاہر اور باطن خدا کیلئے باہمی جنگ میں ہو اُسکی رسمی پرورش ہوتی ہے اور دشمن کا رنگ زوال پذیر ہوتا ہے۔

ظلمتش با نورِ اُو شد در قتال
اُس کی تاریکی اُس کے نور کے ساتھ جنگ میں لگی

آفتابِ جانش را نبود زوال
اُس کے جان کے سورج کیلئے زوال نہیں ہے

ہر کہ[51] کو شد بہرِ مادر امتحاں
جو شخص ہمارے لئے امتحان دینے میں کوشش کرے

پُشت زیرِ پاش آرد آسماں
آسمان کر اُس کے پاؤں کے نیچے لے آتا ہے

ظاہرت از تیرگی اُفغاں کناں
تیرا ظاہر تاریکی کی وجہ سے فریادی ہے

باطنِ تو گلستاں در گلستاں
تیرا باطن باغ باغ ہے

قاصداً[52] چوں صوفیانِ رُو ترش
دو صوفیوں کی طرح بالارادہ ترشرو ہے

تا نیامیزند با ہر نورکش
تاکہ وہ کسی نور بجھانے والے سے میل جول کریں

عارفانِ رُو ترش چوں خار پُشت
ترشرو عارف سہی کی طرح ہیں

عیش پنہاں کردہ در خارِ درشت
سخت خاروں میں عیش کو چھپائے ہوئے ہیں

باغ پنہاں کرد وَرداں را خاش
باغ نے پھول کو چھپایا ہے، کانٹا کھلا ہوا ہے

کاے عدوِ دُز دازیں در دُور باش
کہ اے چور دشمن! اِس دروازہ سے دُور رہ

خار پُشتا خار حارس کردۂ
اے سی! تو نے کانٹوں کو نگہبان بنایا ہے

سَر چو صُوفی در گریباں بُردۂ
صوفی کی طرح سر کو گریبان میں ڈال لیا ہے

تا کسے در چار دانگِ عیشِ تو
تاکہ کوئی تیرے وسیع عیش میں

گُم شود زیں گلرخانِ خار خُو
داخل نہ ہو ان پھول جیسے چہرے والوں کانٹے کی طبیعت والوں

طفلِ[53] تو گرچہ کہ کودک خُو بدست
تیرا بچہ اگرچہ بچپن کی عادت والا ہے

ہر دو عالم خود طفیلِ اُو بدست
دو جہان اُس کے طفیل پیدا ہوئے ہیں

ما جہانے را بدُو زندہ کنیم
ہم دنیا کو اُس کے ذریعہ حیات بخشیں گے

چرخ را در خدمتش بندہ کنیم
آسمان کو اُس کی خدمت میں غلام بنا دیں گے

نشان خواستنِ عبد المطلب از موضعِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خواجہ عبد المطلب کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کے بارے میں پتہ معلوم کرنا

کہ کجایش یابم و جواب آمدن از درونِ کعبہ و نشان یافتن

کہ اُن کو میں کہاں پاؤں گا؟ اور کعبہ کے اندر سے جواب آنا اور پتہ معلوم ہونا

گفت عبد المطلب کایندم کجاست
(خواجہ) عبد المطلب نے کہا اس وقت کہاں ہے؟

اے علیمُ السِّر نشاں دہ راہِ راست
اے راز کو جاننے والے! سیدھے راستہ کا پتہ بتا دے

---

۵۱ ہر کہ۔ جو شخص بارگاہِ خداوندی میں امتحان دینے کے سلسلے میں کوشاں ہے اس کا مرتبہ آسمان سے بلند ہے۔ ظاہرت۔ بظاہر پراگندگی ہو لیکن باطن باغ باغ ہے۔

۵۲ قاصداً۔ یہ شخص اپنے ظاہر کو اس لئے پراگندہ رکھتا ہے کہ دنیا دار اس سے میل جول نہ پیدا کریں۔ ملاحظہ۔ بزرگوں کی ترشروئی اس لئے ہوتی ہے کہ عوام سے اپنی روحانی لذت کو بچائے رکھیں

۵۳ طفلِ تو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیق عالم ہیں۔ زندہ کنیم۔ یعنی ہم روحانی زندگی عطا کریں گے۔ نہاد۔ یعنی آنحضورؐ اس وقت کہاں ہیں اُن کا پتہ عارفانہ بتا دے۔

563

از درونِ کعبہ آوازش[1] رسید
کعبہ کے اندر سے اُن کو آواز آئی

گفت اے جوینده طفلِ رشید
اُس نے کہا اے راہ یاب بچے کے تلاش کرنے والے

ہاتفش گفتا مخور غم کایں زماں
غیبی آواز نے اُن سے کہا غم نہ کر ابھی

باتو زاں شاہِ جہاں بدہم نشاں
میں تجھے اُس شاہِ جہاں کا پتہ بتاتا ہوں

در فلاں وادیست زیرِ آں درخت
فلاں میدان میں، درخت کے نیچے ہے

پس رو اں شد زود پیرِ نیکبخت
تو وہ نیک نصیب بڑے میاں فوراً روانہ ہو گئے

در رکابِ اُو امیرانِ قریش
قریش کے سردار اُن کی ہمراہی میں تھے

زانکہ جدش بود زاعیانِ قریش
کیونکہ اُن کے دادا قریش کے سرداروں میں سے تھے

تا بہ پشتِ آدمِ اسلافش ہمہ
اُن کے تمام بزرگ (حضرت) آدمؑ کی پشت تک

مہترانِ رزم و بزم و ملحمہ
رزم و بزم اور میدانِ جنگ کے سردار رہے ہیں

ایں[2] نسب خود یوست او را بودہ است
یہ نسب بھی اُن کے لئے چھلکا ہے

کز شہنشاہانِ مہ پالودہ است
کیونکہ وہ عظیم بادشاہوں سے بھی برگزیدہ ہیں

مغزِ اُو خود از نسب دور ست و پاک
اُن کا جوہر خود نسب سے دور اور پاک ہے

نیست جنسش از سمک کستا سماک
سمک سے سماک تک کوئی اُن جیسا نہیں ہے

نورِ حق را کس نجوید زاد و بود
اللہ کے نور کیلئے کوئی پیدائش اور وجود کو نہیں ڈھونڈتا

خلعتِ حق را چہ حاجت تار و پود
اللہ کی خلعت کو تانے بانے کی کیا ضرورت ہو!

کمترین[3] خلعت کہ بدہد در ثواب
وہ جو ادنیٰ درجہ کی خلعت ثواب میں دیتا ہے

برفزاید بر طراز آفتاب
وہ سورج کے نقش و نگار سے بڑھ جاتی ہے

بقیہ قصہ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را بایمان

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے قصہ کا بقیہ

خیز بلقیسا بیا و ملک بیں
اے بلقیس! اُٹھ، آجا سلطنت کو دیکھ

برلبِ دریایِ یزداں دُر بچیں
اللہ کے دریا کے کنارے سے موتی چُن لے

خواہرانت ساکنِ چرخِ سنی
تیری بہنیں، بلند آسمان پر مقیم ہیں

تو بمُردارے چہ سُلطانی کنی
تو مُردار پر کیا سلطنت کر رہی ہے؟[4]

خیز بلقیسا بیا دولت نگر
اے بلقیس! اُٹھ، آجا اس بادشاہی کو دیکھ

جاوداں از دولتِ ما برخور
ہمیشہ ہماری دولت کے پھل کھا

---

[1] آوازش۔ یعنی عبدالمطلب کو آواز آئی۔ پیرِ نیکبخت۔ مراد عبدالمطلب۔ در رکاب۔ یعنی عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے دوسرے سردار بھی آنحضورؐ کو تلاش کرنے چلے۔ اُعیان۔ عین کی جمع، سردار۔ رزم میدانِ جنگ۔ بزم محفلِ نشاط و نغمہ۔ میدانِ قتال۔

[2] ایں نسب۔ آنحضورؐ کے ذاتی فضائل کے مقابلہ میں نسبی فضیلت ہیچ ہے۔ مقصد یہ کہ آنحضورؐ کا اصلی جوہر نسب سے بے نیاز ہے۔ آنحضورؐ خیر الخلائق ہیں۔ شک۔ پھل یعنی تحت الثریٰ، عوام کا خیال ہے کہ زمین پھل کی پشت پر قائم ہے۔ سماک۔ یعنی آسمان کی انتہائی بلندی۔ سماک اعزل اور سماک رامح دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں۔ تار و پود۔ تانا، بانا۔

[3] کمترین۔ اللہ کی جانب سے جو معمولی جوڑا ثواب میں ملتا ہے وہ نقش و نگار میں سورج سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ طراز۔ نقش و نگار۔ ملک۔ یعنی روحانی سلطنت۔ خواہرانت۔ وہ عورتیں جو مقربانِ بارگاہِ خداوندی ہیں جیسے حضرت آسیہ فرعون کی بیوی وغیرہ۔ سنی۔ بلند۔ مُردار۔ حدیث میں ہے "اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ" دنیا مُردار ہے۔

خواہرانت راز بخششہائے راد
تیری بہنوں کو سخاوت کی بخششوں میں سے

ہیچ میدانی کہ آں سلطان چہ داد
تو کچھ جانتی ہے کہ اُس شاہ نے (انکو) کیا دیا ہے؟

خیز بلقیسا بیا در بحرِ جود
اے بلقیس! اُٹھ سخاوت کے سمندر میں آجا

ہر دمے بردار بے سرمایہ سود
ہر وقت بغیر سرمایہ کے نفع کما

خواہرانت جملہ در عیش و طرب
تیری بہنیں سب عیش اور مستی میں ہیں

بر تو چوں خوش گشت ایں رنج و تعب
یہ رنج اور مشقت تیرے لئے کیسے بھلی لگتی

خیز بلقیسا سعادت یار شو
اے بلقیس! اُٹھ نیک بختی کی یار بنجا

وز ہمہ ملکِ سبا بیزار شو
اور سبا کی پوری سلطنت سے بیزار ہوجا

تو ز شادی چوں گدائے طبل زن
تو خوشی میں اُس فقیر کی طرح ہے جو فقارہ پیٹ رہا ہے

کہ منم شاہ و رئیس گولخن
کہ میں بھنگی کا شاہ اور رئیس ہوں

مثلِ قانع شدنِ آدمی بدنیا و حرصِ او در طلبِ دنیا و غفلتِ او از دولتِ روحانیاں کہ ابنائے جنسِ وے اند

انسان کے دنیا میں قانع ہونے اور دنیا کی طلب میں اُسکی حرص اور روحانیوں کی دولت سے اُس کی غفلت کی مثال جو روحانی اُسی جیسے ہیں اور

و نعرہ زناں کہ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ

نعرہ لگاتے ہیں کہ کاش میری قوم جان لیتی

آں سگے در کو گدائے کور دید
ایک کتے نے گلی میں ایک اندھے فقیر کو دیکھا

حملہ می آورد و دلقش می درید
اُس پر حملہ کر دیا اور اُس کی گدڑی پھاڑ دی

گفتہ ایم ایں را و لے بارِ دگر
ہم یہ واقعہ کہہ چکے ہیں لیکن دوبارہ

شد مکرر بہرِ تاکیدِ خبر
بات کی تاکید کے لئے مکرر ہوا ہے

کور گفتش آخر آں یارانِ تو
اندھے نے اُس سے کہا آخر تیرے دوست

بر کہ اندائیدم شکار و صید جو
اس وقت صید و شکار کی جستجو میں پہاڑ پر ہیں

قومِ تو در کوہ می گیرند گور
تیری قوم پہاڑ میں گورخر پکڑ رہی ہے

در میاں گوی می گیری تو کور
تو کوچے میں اندھے کو پکڑتا ہے

ترکِ ایں تزویر کن شیخِ نفور
اے متنفر شیخ! اس مکر کو چھوڑ دے

آبِ شوری جمع کردہ چند کور
تو کھاری پانی ہے تو نے چند اندھے جمع کر لئے ہیں

---

۵۱ ایں رنج۔ یہ دنیاوی سلطنت جوں گدائی چونکہ تیری یہ سلطنت بے حقیقت ہے لہٰذا تو شاہ نہیں گدا ہے اور اس خس و خاشاک کی بھنگی کو سلطنت سمجھ کر اُس پر اپنی شاہی کا اعلان کرتی ہے۔ یَالَیْتَ قَوْمِیْ۔ بھنگی خوش ہو کر کہے گا کہ کاش میری قوم جان لیتی کہ مجھ پر کیا کرم ہو رہا ہے۔

۵۲ آں سگے۔ دنیادار کی مثال گلی کے اُس کتے کی سی ہے جو اچھے شکاریوں کو چھوڑ کر گدا اور فقیر پر لپکتا ہے۔ گفتہ ایم۔ اندھے اور کوچہ کے کتے کا قصہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔ لیکن بات کو مضبوط کرنے کیلئے مکرر کہہ رہے ہیں۔

۵۳ کور۔ اندھے نے کتے سے کہا دوسرے کتے تو پہاڑ پر گورخر کا شکار کر رہے ہیں تو اندھے کو چاٹ رہا ہے۔ ترک۔ کتے کے قصے سے مولانا نے بناوٹی پیروں کو غیرت دلائی ہے۔ آپ شوری۔ تو کھاری پانی ہے تو نے اپنے اندھے مریدوں کو اپنے چاروں طرف جمع کر لیا ہے۔

کایں مریدانِ منند و من آبِ شور
کہ یہ میرے مُرید ہیں اور میں کھاری پانی ہوں

می خورند از من ہمی گردند کور
وہ مجھ میں سے پیتے ہیں اور اندھے ہوئے جاتے ہیں

آبِ[1] خود شیریں کن از بحرِ لدن
لدن کے دریا سے اپنے پانی کو شیریں بنالے

آبِ بد را دام ایں کوراں مکن
بُرے پانی کو ان اندھوں کے لئے جال نہ بنا

خیز شیرانِ خدا بیں گور گیر
اُٹھ، خدا کے شیروں کو، گورخر پکڑنے والا دیکھ

تو چو سگ چونی بزرقی کور گیر
تو کُتّے کی طرح مکاری سے اندھے کو پکڑنے والا کیوں بنا ہے

گورچہ از صیدِ غیرِ دوست دُور
گورخر کیا ہوتا ہے وہ دوست کے علاوہ کے شکار سے دور ہیں

جملہ شیر و شیر گیر و مست نُور
مجسم شیر ہیں اور شیر پکڑنے والے ہیں اور نور سے مست ہیں

در نظارہ صید و صیادیِ شہ
شکار اور شاہ کو شکار کرنے کے نظارے میں

کردہ ترکِ صید و مُردہ دروَلہ
شکار کرنا چھوڑ دیا ہے اور عشق میں فنا ہیں

ہمچو[2] مُرغِ مُردہ شاں بگرفتہ یار
اُن کو دوست نے مُردہ پرند کی طرح پکڑ رکھا ہے

تا کُند او جنسِ ایشاں را شکار
تاکہ وہ (دوست) اُن کے ہم جنسوں کو شکار کرے

مُرغِ مُردہ مُضطر اندر وصل و بین
مُردہ پرند وصل اور جدائی میں مجبور ہے

خواندہ اَلْقَلْبُ بَیْنَ الْاِصْبَعَیْن
تو نے پڑھا ہے کہ دل دو انگلیوں کے درمیان ہے

مُرغِ مُردہ اش اہرآں کو مُشد شکار
اُس کے مُردہ پرند کو جو شکار ہوا

چوں بہ بیند مُشد شکارِ شہریار
جب وہ غور کرے گا تو شاہ کا شکار ہوا ہے

ہر کہ او زیں مُرغِ مُردہ سر بتافت
جس نے اس مُردہ پرند سے رُوگردانی کی

دستِ آں صیاد را ہرگز نیافت
اُس نے شکاری کے ہاتھ کو کبھی نہ پایا

گوید[3] او منگر بمُرداریِ من
وہ کہتا ہے میری مُرداری پر نظر نہ کر

عشقِ شہ بیں در نگہداریِ من
میری حفاظت کے بارے میں اللہ کے عشق کو دیکھ

من نہ مُردارم مرا شہ کُشتہ است
میں مردار نہیں ہوں، مجھے شاہ نے مارا ہے

صورتِ من شبہِ مُردہ گشتہ است
میری صورت مُردے کے شبیہ ہوگئی ہے

جُنبشم زیں پیش بود از بال و پر
اس سے پہلے میری حرکت بال اور پر کے ذریعہ تھی

جُنبشم اکنوں ز دستِ دادگر
اب میری حرکت منصف کے ہاتھ سے ہے

---

[1] آبِ خود۔ باطنی کمال حاصل کرا اور اُس کے ذریعہ مُریدوں کو فیض پہنچا۔ بحرِ لدن۔ یعنی خدائی فیض۔ خیز۔ مردانِ حق غیبی فیوض سے بہرہ مند ہیں تو صرف مُریدوں کو لوٹنے پر لگا ہے۔ گورچہ۔ مردانِ حق کو گورگیر کہا تھا اب کہتے ہیں کہ حقیقی مشائخ تو صرف طالب خدا ہیں وہ مجسم شیر ہیں اور صرف شیر کا شکار کرتے ہیں۔ در نظارہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں اور اُن کو عشق میں فنا کا درجہ حاصل ہے۔

[2] ہمچو مُرغ۔ شکاری جس طرح کا شکار کھیلتے ہیں اُس قسم کے مُردہ جانور کو جس وغیرہ بھر کر اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اُسکے ذریعہ اُس کے ہم جنسوں کا شکار کریں اسی طرح یہ بزرگ گویا کہ وہ مُردہ جانور ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعہ اُن کے ہم جنسوں کا شکار کرتا ہے۔ مرغِ مُردہ۔ ظاہر ہے کہ وہ مُردہ جانور بالکل شکاری کے اختیار میں ہوتا ہے شکاری سے وصل اور جدائی میں مجبور محض ہوتا ہے یہی حال ان بزرگوں کا ہوتا ہے۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس میں فرمایا گیا کہ دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اللہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو پلٹ دیتا ہے۔ مُرغِ مُردہ۔ اس مُردہ جانور کے ذریعہ جو شکار ہوا وہ دراصل

شکاری کا شکار بنا ہے۔ ہر کہ او۔ جو جانور اُس مُردہ جانور سے کنارہ کشی کریگا وہ صیاد کے ہاتھ سے دور رہیگا۔

[3] گوید او۔ فانی فی اللہ کہتا ہے بظاہر میرے مردار ہونیکو نہ دیکھ خدائی عشق مجھے جس ہونے کپڑے ہوئے ہے مردار میں فقر و فنا کیوجہ سے مُردے کی صورت میں ہوں۔ جُنبشم۔ حرکت جو کہ زندگی کا اثر ہے وہ پہلے میرے ذاتی ارادے کے ذریعہ تھی

جُنبشِ فانیم بیروں شُد ز پوست
میری فنا ہونیوالی حرکت کھال سے باہر ہو گئی ہے

جُنبشِ باقیست اکنوں چوں ازوست
اب باقی رہنے والی حرکت ہے کیونکہ وہ اللہ کی جانب سے ہے

ہر کہ کج جُنبد بہ پیشِ جُنبشم
جو کوئی میری حرکت کے سامنے ٹیڑھی حرکت کرتا ہے

گرچہ سیمرغ است زآرش می کشم
خواہ وہ سیمرغ ہو میں اس کو بری طرح مارتا ہوں

ہیں مرا مُردہ مبیں گر زندہ
خبردار! اگر تو زندہ ہے مجھے مُردہ نہ سمجھ

در کفِ شاہم نگر گر بندہ
اگر تو بندۂ (خدا) ہے تو مجھے شاہ کے ہاتھ میں سمجھ

مُردہ زندہ کرد عیسیٰ از کرم
حضرت عیسیٰ نے کرم سے مردہ کو زندہ کر دیا

من بکفِ خالقِ عیسیٰ دَرم
میں (حضرت) عیسیٰ کے خالق کے ہاتھ میں ہوں

کے[1] بمانم مُردہ در قبضہ خدا
میں خدا کے قبضہ میں رہ کر مُردہ کب رہ سکتا ہوں

بر کفِ عیسیٰ مُدار ایں ہم روا
(حضرت) عیسیٰ کے ہاتھ پر بھی یہ روا نہ رکھ

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں
میں عیسیٰ ہوں لیکن جس نے جان حاصل کر لی

از دَرم من او بماند جاوداں
میرے دم سے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا

شُد ز عیسیٰ زندہ لیکن باز مُرد
(حضرت) عیسیٰ سے زندہ ہوا لیکن پھر مر گیا

شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰ سپُرد
وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے اِس عیسیٰ کو جان سپرد کر دی

من[2] عصایم در کفِ موسیٰ خویش
میں اپنے موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہوں

موسیم پنہاں و من پیدا بہ پیش
میرا موسیٰ پوشیدہ ہے اور میں سامنے ظاہر ہوں

بر مُسلماناں پُلِ دریا شوم
میں مسلمانوں کے لئے دریا کا پُل ہو جاتا ہوں

باز بر فرعون اژدرہا شوم
پھر فرعون پر اژدھا بن جاتا ہوں

ایں عصا را اے پسر تنہا مبیں
اے بیٹا! اِس لاٹھی کو اکیلی نہ سمجھ

کہ عصایے کفِ حق بُود چنیں
کیونکہ پنجۂ خدا کے ہاتھ کی لاٹھی ایسی نہیں ہوتی ہے

موجِ طوفاں ہم عصا بُد کو ز دَرد
طوفان کی موج بھی لاٹھی تھی جس نے درد کیسا تھ

طنطنہ جادو پرستاں را بخورد
جادو پرستوں کے دبدبہ کو نگل لیا

ہم عصا بُد باد بر اعدائے ہُود
(حضرت) ہود کے دشمنوں پر ہوا بھی لاٹھی تھی

کہ برآورد از بقیہ عاد دُود
جس نے عاد کے بقیہ (لوگوں) کے وجود کو اڑا دیا

ہم عصایِ بُود پُشہ در نبرد
مچھر بھی مقابلے میں لاٹھی تھا

کو برآورد از سرِ نمرود گرد
جس نے نمرود کے سر سے دھول اڑا دی

---

[1] جنبشِ فانیم جب فنا فی اللہ اور توافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر لیتا ہے تو اس کے تمام افعال اللہ کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں جیسے کہ نفار کا انتقام بچے سے بڑے انسان کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ یہی فنا فی اللہ صرف اپنے افعال کے اعتبار سے بے جس و حرکت ہوتا ہے، دست قدرت اُس سے افعال کا صدور کرتا ہے۔ مُردہ، حضرت عیسیٰ مُردے کو زندہ کر دیتے تھے تو حضرت عیسیٰ کا خالق مُردے کو کیسے زندہ نہ کرے گا۔

[2] کے بمانم حضرت عیسیٰ کی حیات بخشی کا انکار بھی جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ خدا کی حیات بخشی عیسیم۔ میں خود ہی زندہ نہیں ہوں بلکہ دوسروں کو بھی ابدی زندگی عطا کرتا ہوں۔ شُد ز عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ کے جس معجزے کا ذکر ہے اُس سے مادی زندگی حاصل ہوتی تھی، یہاں عیسیٰ اگر اس سے مُراد اللہ تعالیٰ ہے تو کوئی اشکال نہیں اگر خود فانی فی اللہ مُراد ہے تو مُراد یہ ہے کہ اُن کے معجزے کا تعلق دنیاوی زندگی سے تھا اگرچہ وہ بھی روحانی ابدی زندگی عطا کرتے تھے اُس کا ذکر نہیں ہے۔

[3] من عصایم یعنی اب میں اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہوں پر سلام ہو یعنی میں اہل حق کیلئے باعث نجات اور کفار کیلئے باعث عذاب ہوں۔ دریا یعنی امت کا دریائے نیل۔ منہ

۵۶۶

گر عصا[1] ہائے خدا را بشمرم
اگر میں خدا کی لاٹھیوں کو شمار کروں

زرقِ ایں فرعونیاں را بر درم
ان فرعونیوں کی مکاری کا پردہ چاک کردوں

لیک زیں شیریں گیاہے ہر مند
لیکن اس زہریلی شیریں گھاس کو

ترک کُن تا چند روزے می چرند
رہنے دے، تاکہ چند روز چر لیں

گر نباشد جاہِ فرعون و رَے
اگر فرعون کا رتبہ اور سرداری نہ ہو

از کُجا یابد جہنم پروَرے
(تو) جہنم کہاں سے پرورش پائے؟

فرہش کُن آنگہش کُش اے قصاب
اے قصاب! اس کو موٹا کر پھر ذبح کر

زانکہ بے برگند در دوزخ کلاب
کیونکہ دوزخ میں کتے بے سروسامان ہیں

گر نبودے خصم و دشمن در جہاں
اگر دنیا میں مخالف اور دشمن نہ ہوتے

پس بمُردے خشم اندر مردماں
تو انسانوں میں غصہ مُردہ ہو جاتا

دوزخ[2] آں خشم ست بے خصمے افلاں
اے فلاں! دوزخ وہ غصہ ہے بغیر مخالف کے

کے زید میرد ز نورِ مومناں
کب زندہ رہے، مومنوں کے نور سے بجھ جائے

دوزخ آں خشم است و خصمے بایدش
دوزخ وہ غصہ ہے اور اس کو مخالف چاہئے

تا زید ورنہ رحیمی بکُشدش
تاکہ زندہ رہے، ورنہ رحیمی اس کو بجھا دے

گر بماندے لُطفِ بے قہر و بدے
اگر مہربانی بغیر قہر اور بدی کے رہ جاتی

پس کمالِ بادشاہی کے شُدے
تو بادشاہی کا کمال کب ہوتا!

ریشخندے کردہ اند آں منکراں
ان منکروں نے مذاق اڑایا ہے

بر مثلہا و بیانِ ذاکراں
اہل ذکر کی مثالوں اور بیان کی

تو اگر خواہی بکُن ہم ریشخند
اگر چاہے تو بھی مذاق اڑا

چند خواہی زیست اے مُردار چند
اے مُردار! تو کب تک زندہ رہے گا!

شاد[3] باشید اے محبّانِ نیاز
اے دوستو! نیازمندی میں خوش رہو

بر ہمیں در کہ شود امروز باز
اس دروازے پر جو آج کھلا ہوا ہے

ہر حویجی باشدش کردے دگر
ہر ضرورت کی ایک دوسری کیاری ہوتی ہے

در میانِ باغ از سیر و گبر
باغ میں نسرین اور گبر کی

اور اس در کی نیازمندی اختیار کئے ہوئے ہیں وہ قابلِ مبارکباد ہیں۔ توضیح۔ مولانا نے اس لفظ کو ضروریاتِ زندگی کے معنی میں برتا ہے۔ کردہ۔ کاف کے ضمہ سے کیاری۔ نسرین۔ گبر۔ ایک پھل کا نام ہے جو خربوزہ میں پیدا ہوتا ہے، اسکا چھلکا اتار ڈالا جاتا ہے مولانا مخلص اور صادق کے منسلک کو بھی انکا ذکر کرکے سمجھا رہے ہیں۔

[1] عصا۔ یعنی میں اگر خدائی عذاب کی تفصیل بیان کروں تو فرعون طبع انسانوں کے مکر کا پردہ چاک کردوں۔ لیک۔ ان فرعونوں کو دنیا کی لذتوں میں ہو کر حقیقتاً زہر ہیں مبتلا رہنے دو۔ اگر نباشد۔ نظام قدرت کی بقا کیلئے گنہگاروں کی بھی ضرورت ہے۔ آنکہ۔ یہ لوگ جہنم کی خوراک ہیں جس سے انکی پرورش ہوتی ہے۔ فرہش۔ قرآن پاک میں ہے ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ "اے نبی اُن کو چھوڑے رکھو وہ کھائے اور نفع اٹھائے دل میں اور اُن کو تمنا غفلت میں ڈالے رکھے پھر عنقریب وہ جان لینگے"۔

[2] دوزخ۔ دوزخ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا مظہر ہے اس کیلئے ان دشمنوں کی ضرورت ہے۔ رحیمی۔ اگر صفتِ لطف نہ ہے تو دوزخ ٹھنڈی ہو جائے۔ گر بماندے۔ اگر صرف صفتِ رحمت ہو اور صفتِ غضب نہ ہو تو بادشاہی کا کمال نہیں ہے لہٰذا الوہیت کیلئے دونوں صفتیں ضروری ہیں۔ ریشخندے۔ منکرو اہل ذکر کا مذاق اڑاتے ہیں تو تو بھی اگر چاہے مذاق اڑا لے پھر دیکھ انجام کیا ہوتا ہے۔

[3] شاد۔ جو لوگ آیات الٰہیہ کے ذکر سے محبت رکھتے ہیں

ہر یکے با جنس خود در کرد خود
ہر ایک چیز ہم جنس کے ساتھ اپنی کیاری میں

از برائے پختگی نم می خورد
پختگی کے لئے سیرابی حاصل کرتی ہے

تو کہ کردِ زعفرانی زعفراں
تو جو کہ زعفران کی کیاری ہے زعفران

باش و آمیزش مکن با دیگراں
رہ، اور دوسروں کے ساتھ نہ مل

آب می خور زعفرانا تا رسی
اے زعفران! سیرابی حاصل کرتا کہ تو پک جائے

زعفرانی اندریں حلوا رسی
تو زعفران ہے اس حلوے میں ملے گا

تو مکن در کردِ شلغم پوزِ خویش
تو شلجم کی کیاری میں اپنا منہ نہ ڈال

کہ نگردد با تو او ہم طبع و کیش
تاکہ وہ تیرا ہم مزاج اور ہم مذہب نہ ہو جائے

تو بکردے او بکردے مودعہ
تو ایک کیاری میں اور وہ دوسری کیاری میں کھا ہوا ہے

زانکہ ارضُ اللہ آمد واسعہ
کیونکہ اللہ کی سرزمین وسیع ہے

خاصہ آں ارضے کہ از پہناوری
خصوصاً وہ زمین جس میں وسعت کی وجہ سے

در سفر گم می شود دیو و پری
دیو اور پری سفر میں گم ہو جاتے ہیں

اندراں بحر و بیابان و جبال
ان سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں میں

منقطع می گردد اوہام و خیال
اوہام اور خیالات ختم ہو جاتے ہیں

ایں بیاباں در بیابانہائے او
یہ جنگل اس کے جنگلوں میں

ہمچو اندر بحر و بر یک تارِ مو
اس طرح ہیں جیسے سمندر اور خشکی میں ایک بال

آبِ استادہ کہ سیر ستش نہاں
پانی ٹھہرا ہوا ہے کیونکہ اس کی رفتار پوشیدہ ہے

تازہ تر خوشتر ز جوہائے رواں
جاری نہروں سے تازہ تر اور اچھا ہے

کو درونِ خویش چوں جان و روان
کیونکہ وہ اپنے اندر جان اور روح کی طرح

سیر پنہاں دارد و پائے رواں
پوشیدہ سیر اور رواں پاؤں رکھتا ہے

مستمع خفتہ است کوتہ کن خطاب
سننے والا سو گیا ہے تقریر مختصر کر

اے خطیب ایں نقش آکم زن بر آب
اے مقرر! اس نقش کو پانی پر نہ کھینچ

بقیہ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را کہ فرصت غنیمت است

حضرت سلیمانؑ کی بلقیس کو دعوت کا بقیہ کہ فرصت غنیمت ہے

خیز بلقیسا کہ بازار یست تیز
اے بلقیس! اٹھ کیونکہ بازار تیزی پر ہے

زیں خسیسان کساد افگن گریز
ان ٹوٹنے میں مبتلا کرنے والے کمینوں سے بھاگ

۵۱ ہر یکے۔ ہر زمینکاری اپنی کیاری میں پرورش پاتی ہے اور سیرابی حاصل کر کے پختہ ہوتی ہے تو کہ مخلص کو منافق کے ساتھ میل جول نہ چاہیے۔ آب حیات اپنے مسلک پر قائم رہ کر پختگی پیدا کرتا کہ اعلیٰ مقام حاصل ہو جائے۔ تو مکن۔ زعفران کو اپنی کیاری میں رہنا چاہیے شلغم کی کیاری کا اثر کرے گا تو اس میں اس کی خاصیت آجائیگی تو کڑوے۔ اللہ نے مومن کا ایک مقام اور منافق کا دوسرا مقام بنایا ہے خدا کی زمین وسیع ہے غلط دعوے کی ضرورت نہیں ہے۔ خاصہ عالم غیب کی سرزمین تو اسقدر وسیع ہے کہ اس میں دیو اور پری بھی راستہ گم کر بیٹھتے ہیں

۵۲ اندراں۔ عالم غیب کے سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں کی وسعت تک وہم اور خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ایں بیاباں۔ دنیاوی زمین کی کائنات اس غیب کی زمین کے مقابلہ سے ایسی ہے جیسا کہ بحر و بر کے مقابلہ میں ایک بال۔

۵۳ آبِ استادہ۔ سالک کے باطن کا مرکا ہوا پانی جس کا بہاؤ پوشیدہ ہے جاری پانی سے بدرجہا بہتر ہے

۵۴ کو۔ سالک کی سیر جان اور روح کی سیر کی طرح مخفی اور پوشیدہ ہوتی ہے مستمع چونکہ سامعین کی توجہ نہیں ہے لہٰذا فنا کے مقام کی باتیں بند کر دو ورنہ نقش بر آب ہوگی۔ خیز۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو حق کی دعوت دی اور دنیا پر ذکر داروں کی صحبت

569

خیز بلقیسا کنوں با[1] اختیار
اے بلقیس! اب اٹھ (جبکہ) با اختیار ہے

پیش ازاں کہ مرگ آرد گیر و دار
اس سے قبل کہ موت پکڑ دھکڑ شروع کرے

خیز بلقیسا بیا پیش از اجل
اے بلقیس! اٹھ، موت سے پہلے آجا

در نگر شاہی و ملکِ بے دغل
بادشاہی اور بغیر فساد کی سلطنت دیکھ لے

خیز بلقیسا بجاہِ خود مناز
اے بلقیس! اٹھ اپنے مرتبہ پر ناز نہ کر

اندریں درگہ نیاز آور نہ ناز
اس بارگاہ میں نیاز پیش کر نہ کہ ناز

خیز بلقیسا و مستہ باقضا
اے بلقیس! اٹھ اور قضا طاؤندی سے نہ بھاگ

ورنہ مرگ آید کشد گوشِ ترا
ورنہ موت آئے گی تیرے کان کھینچے گی

بعد ازاں گوشت کشد مرگ آنچنا
اس کے بعد موت تیرے ایسے کان کھینچے گی

کہ چو دُزد آئی بشحنہ جاں کناں
کہ تو چور کی طرح کوتوال کے پاس جانکنی کی حالت میں آئے گی

زیں خراں تا چند باشی نعل دُزد
تو ان گدھوں کے نعل کب تک چرائے گی؟

گر ہمی دُزدی بیا و نعل دُزد
اگر چوری ہی کرنی ہے تو آ اور اصل چرا

خواہرانت یافتہ مُلکِ خلود
تیری بہنوں نے ہمیشگی کی سلطنت حاصل کرلی

تو گرفتہ مُلکتِ کور و کبود
تو بے نور اور تاریک سلطنت کو پکڑے ہوئے ہے

اے[2] خنک آنجاں کزیں مُلکت بجست
وہ جان قابلِ مبارکباد ہے جس نے اس سلطنت کو چھوڑ دیا

کہ اجل ایں مُلک را ویراں گرست
کیونکہ موت اس سلطنت کو ویران کرنے والی ہے

خیز بلقیسا بیا بارے ببیں
اے بلقیس! اٹھ، آجا اب دیکھ

مُلکتِ شاہان و سلطانانِ دیں
دین کے اُمراء اور شاہوں کی سلطنت

شستہ در باطن میانِ گلستاں
وہ حقیقت باغ میں بیٹھا ہوا ہے

ظاہراً خارے میانِ دوستاں
بظاہر دوستوں کے درمیان ایک کانٹا ہے

بوستاں[3] با او رواں ہر جا رود
جہاں وہ جاتا ہے باغ اس کے ساتھ جاتا ہے

لیک آں از خلق پنہاں می شود
لیکن وہ (باغ) مخلوق سے پوشیدہ ہوتا ہے

میوہا لابہ کناں کز من بچر
پھل خوشامد کرتے ہیں کہ ہمیں کھا

آبِ حیواں آمدہ کز من بخور
آبِ حیات آیا ہوا ہے کہ مجھ پی

طوف می کن بر فلک بے پر و بال
بغیر بال و پر کے آسمان کا طواف کر

ہمچو خورشید و چو بدر و چوں ہلال
سورج اور چودھویں اور پہلی کے چاند کی طرح

---

[1] با اختیار۔ انسان جب تک زندہ ہے با اختیار ہے۔

[2] اے خنک۔ جو شخص ناپائیدار حکومت سے دستبردار ہو کر ابدی سلطنت حاصل کرلے وہ مبارکبادی کے قابل ہے۔ تشبیہ۔ نشبہ کا مخفف ہے یعنی جس نے اُخروی سلطنت حاصل کرلی وہ باطنی کمالات کے باغ میں بیٹھا ہوا ہے لیکن بظاہر وہ اپنے ملنے والوں کو ایک کانٹا نظر آرہا ہے۔

[3] بوستاں۔ اُنکے کمالات کا باغ اُس کے ساتھ رہتا ہے لیکن عوام کی نظر سے مخفی ہے۔ بیتو۔ وہ اُس باغ کے پھلوں سے نفع اندوز ہے اور اُس باغ کی نہروں سے آبِ حیات پی رہا ہے۔ طوف۔ عالمِ ملکوت کی سیر کر۔

5160

چوں رَواں باشی رَوانِ پائے نہ
تو روح کی طرح چلے گی اور پاؤں نہیں ہے
می خوری صد لوت و لُقمہ نانے نہ
تو سو غذائیں کھائیگی اور لقمہ چبانوالی نہیں ہے

نے نہنگِ غم زند بر کشتیت
نہ تیری کشتی پر غم کا مگرمچھ حملہ کرے گا
نے پدید آید ز مُردن زشتیت
نہ مرنے کی وجہ سے تیرے اوپر بدنمائی آئیگی

ہم تو شاہ و ہم تو لشکر ہم تو بخت
تو ہی شاہ ہوگی تو ہی لشکر ہوگی تو ہی بخت ہوگی
ہم تو نیکو بخت باشی ہم تو بخت
تو ہی نیک بخت ہوگی تو ہی نصیب ہوگی

گر تو نیکو بختی و سُلطان رفت
اگر تو نیک بخت ہے اور سلطان اعظم
بختِ غیرِ تُست روزے بخت رفت
نصیب تیرا غیر ہے ایک دن نصیب روانہ ہو جائیگا

تو بماندی چوں گدایاں بے نوا
تو فقیروں کی طرح بے سروسامان رہ جائیگی
دولتِ خود ہم تو باش اے مجتبیٰ
اے برگزیدہ! خود تو دولت بن جا

چوں تو باشی بختِ خود اے معنوی
اے معنوی! جب تو خود اپنا نصیب ہوگی
پس تو کہ بختی ز خود کے گم شوی
تو پھر جبکہ تو خود نصیب ہے اپنے آپ سے کب گم ہوگی!

تو ز خود کے گم شوی اے خوشخصال
اے خوشخصال! تو اپنے آپ سے کب گم ہوگی!
چونکہ عین تو تُرا شد مُلک و مال
جبکہ تیرا وجود خود تیرا ملک و مال بن گیا

بقیہ قصۂ عمارت کردنِ سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ را بہ تعلیم و وحیِ خدا جہت حکمتہا و معاونتِ ملائکہ و دیو و پری

حضرت سلیمانؑ کا مسجد اقصیٰ کو حکمتوں کی وجہ سے خدا کی تعلیم اور وحی کے ذریعہ تعمیر کرنے کا بقیہ قصہ اور فرشتوں اور جنوں اور پریوں کی مدد

بعد ازاں آمد ندا از پیشِ تخت
اُس کے بعد تخت کے سامنے سے آواز آئی
بر سلیمانؑ آں نبیِ نیک بخت
اُن نیک بخت نبی سلیمانؑ کے پاس

اے سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ بساز
اے سلیمانؑ! مسجدِ اقصیٰ بنا
لشکرِ بلقیس آمد در نماز
بلقیس کا لشکر نماز کا عادی ہو گیا ہے

چونکہ او بنیادِ آں مسجد نہاد
جب انھوں نے اس مسجد کی نیو رکھی
جن و انس آمد بدن در کار داد
جن و انس آگئے (اور) کام میں لگ گئے

آمد آمد آئی لشکر بلقیس یعنی بلقیس کا لشکر عبادت کرنے لگا ہے اب ایک وسیع مسجد کی ضرورت ہے۔
چونکہ او یعنی حضرت سلیمانؑ۔ آں مسجد یعنی مسجد اقصیٰ۔ جن و انس۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہر جن اور انس پر تھی۔

ملہ چوں۔ یہ سیر روحانی ہو گی جس میں پاؤں اور بال و پر کی ضرورت نہیں ہے می خوری۔ معارف خداوندی سے لذتیں حاصل ہوں گی اس خوراک کے لئے لقمہ چبانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نے نہنگ۔ تیری اس کشتی کو غم کا مگرمچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا

ملہ ہم تو شاہ۔ عالم ملکوت میں تو خود ملکہ ہوگی خود لشکر اور تخت شاہی ہوگی تو خود نصیب ہوگی اور خود ہی نیک بخت ہوگی۔ گر تو۔ اس عالم میں اگر تو نصیب دار بھی ہے تو بخت، اور چیز ہے اور تو اور چیز مغائرت کی وجہ سے کسی وقت تجھ سے تیرا بخت جدا ہو جائیگا اور تو فقیر بن جائیگی۔ چوں تو باشی۔ جب تجھ میں اور نصیب میں اتحاد ہو جائیگا تو پھر بخت کو تو گم نہ کرے گی کیونکہ کوئی اپنے آپ کو گم نہیں کرتا ہے۔

ملہ بقیہ قصہ۔ حضرت سلیمانؑ کا ذکر چل رہا تھا درمیان میں بلقیس کا قصہ آگیا تھا۔ بہرحال وہ حضرت سلیمانؑ کے پاس آکر ان پر ایمان لے آئی تھی اب حضرت سلیمانؑ کے قصہ کو پورا کرتے ہیں اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر اور سلیمانؑ کا ذکر شروع کرتے ہیں۔ بعد ازاں۔ یعنی جب بلقیس کی دعوت کی تکمیل ہو گئی۔ تخت۔ یعنی تخت سلیمانؑ کے سامنے سے ہاتف غیبی کی

یک[1] گروہ از عشق و قومے بے مُراد
ایک گروہ عشق کے ساتھ اور کچھ لوگ بادلِ ناخواستہ

ہمچناں کہ در رہِ طاعت عباد
جس طرح کہ لوگ راہِ عبادت میں

خلق دیوانند و شہوت سلسلہ
لوگ دیو ہیں اور خواہش نفسانی زنجیر ہے

می کشدشاں سوئے دکان و غلہ
وہ اُن کو دکان اور آمدنی کی طرف کھینچتی ہے

ہست ایں زنجیر از خوف و وَلَہ
یہ زنجیر خوف اور عشق کی ہے

تو مبیں ایں خلق را بے سلسلہ
تو اِن لوگوں کو بلا زنجیر نہ سمجھ

ہست ایں بند و کمند آں خوفِ شاں
یہ پھندہ اور کمند اُن کا وہ خوف ہے

نیستند ایں خلق بے بندِ نہاں
یہ لوگ پوشیدہ بند کے بغیر نہیں ہیں

می کشاندشاں سوئے کسب و شکار
وہ اُن کو کمائی اور شکار کی جانب کھینچتا ہے

می کشاندشاں سوئے کان و بحار
وہ اُن کو کانوں اور سمندروں کی جانب کھینچتا ہے

می[2] کشاندشاں سوئے نیک و بد
وہ اُن کو نیک و بد کی طرف کھینچتا ہے

گفت حق فی جیدِھا حبل المسد
اللہ نے فرمایا ہے اُسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے

قد جعلنا الحبل فی اعناقِھم
بیشک ہم نے اُن کی گردنوں میں رسّی ڈالدی ہے

واتخذنا الحبل من اخلاقِھم
اور ہم نے رسّی اُن کے اخلاق سے بنائی ہے

لیس من مستقذرٍ مستنقعٍ
نہیں ہے کوئی بھی گنہگار ایسا پاک

قط الا طائرہٗ فی عنقہٖ
ہرگز، مگر اُس کا اعمالنامہ اُس کی گردن میں ہے

حرصِ تو در کارِ بد چوں آتش ست
بُرے کام میں تیری حرص آگ جیسی ہے

اخگر از رنگِ خوشِ آتش خوش ست
انگارا آگ کے خوشنما رنگ کی وجہ سے حسین ہے

آں[3] سیاہی فحم در آتش نہاں
کوئلے کی کالک آگ میں پوشیدہ ہے

چونکہ آتش شد سیاہی شد عیاں
جب آگ ختم ہوئی کالک ظاہر ہوئی

اخگر از حرصِ تو شد فحمِ سیاہ
کالا کوئلہ تیری حرص کی وجہ سے انگارا تھا

حرصِ چوں شد ماند آں فحمِ تباہ
حرص جب ختم ہوئی وہ تباہ کوئلہ رہ گیا

آں زماں آں فحم اخگر می نمود
اُس وقت وہ کوئلہ انگارا نظر آیا

آں ز حسنِ کارِ نارِ حرص بود
وہ حرص کی آگ کے کارنامہ حسن کی وجہ سے تھا

حرصِ کارت را بیارایند بود
لالچ نے تیرے کام کو آراستہ کیا تھا

حرص رفت و ماند کارِ تو کبود
حرص ختم ہوگئی اور تیرا کام بدنما ہوگیا

[1] یک گروہ۔ کچھ لوگ دل و جان سے کام کر رہے تھے کچھ بددلی سے جیسا کہ عبادات میں انسانوں کا حال ہے۔ خلق۔ جس طرح مسجد کے کام میں جن لگے ہوئے تھے اسی طرح ہر انسان کو دیو سمجھو اور اُن کا قلبی رجحان اُن کے لئے بمنزلہ زنجیر کے ہے وہ اس زنجیر کے ذریعہ اپنے رغبت کے کام میں لگا ہوا ہے۔ خلقِ آدمی پیدا در خوف و وَلَہ۔ زنجیریں دو قسم کی ہیں ایک ڈر کی۔ ایک عشق اور محبت کی۔ جیسے سلسلہ۔ قرآن پاک میں ہے مَامِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا ھُوَ آخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا۔ نہیں کوئی زمین پر چلنے والا مگر اللہ تعالیٰ اُس کی پیشانی کے بال پکڑے ہوئے ہے:

[2] می کشاند۔ وہ مخفی زنجیر اُس کو مختلف کاموں کیطرف کھینچتی ہے۔ فی جیدِھا۔ قرآن میں ابولہب کی بیوی کے بارے میں فرمایا گیا ہے اُسکے گلے میں مسد کی رسّی ہے۔ مولانا نے یہاں رسّی سے وہی خواہشِ نفسانی جس کو زنجیر سے تعبیر کرتے ہیں مُراد لی ہے۔ مستقذر۔ پلید۔ گنہگار۔ مستنقع۔ جس میں تعفن تھا۔ پاک صاف۔ طائر۔ پرندہ یعنی اعمالنامہ۔ حرص۔ انسان کی حرص اُسکے بُرے عمل کو خوشنما کرکے پیش کرتی ہے جس طرح آگ کوئلے کو حسین انگارا بنا دیتی ہے۔

[3] آں سیاہی۔ کوئلہ کالا ہوتا ہے آگ اُسکو سُرخ بنا دیتی ہے جب آگ بجھ جاتی ہے کوئلہ کا کالا پن ظاہر ہوجاتا ہے۔ حرص کو بھی جب آگ سے تشبیہ دی ہے تو حرص کا بھی یہی حال ہے۔

غورہ[1] را کہ بیارایند غول
جس کچے خوشے کو بھوت نے آراستہ کیا ہے

پختہ پندارد کسے کو ہست گول
وہ شخص اُس کو پختہ سمجھے گا جو احمق ہے

آزمایش چوں نماید جانِ او
جب اُس کی جان آزمائش کرتی ہے

کُند گردد ز آزموں دندانِ او
آزمائش سے اُس کے دانت کُند ہو جاتے ہیں

از ہوس آں دام دانہ می نمود
ہوس کی وجہ سے اُس جال کو دانہ دکھا دیا

عکسِ غول حرص و آں خود دامِ بود
حرص کے بھوت کے عکس نے اور وہ خود جال تھا

حرص اندر کارِ دین و خیر جو
خیر اور دین کے کام میں حرص کو دیکھ

چوں نماند حرص ماند نغز او
جب حرص نہیں رہتی، وہ خوبصورت رہتا ہے

خیرہا نغزند نہ از عکسِ غیر
نیک کام (خود) خوبصورت ہیں نہ کہ غیر کے عکس سے

تاب حرص از کارِ دنیا چوں برفت
دنیا کے کام سے جب حرص کی چمک چلی جائے

تاب حرص از کارِ دنیا[2] چوں برفت
دنیا کے کام سے جب حرص کی چمک چلی جائے

تاب حرص اررفت ماند تاب خیر
حرص کی چمک اگر چلی جائے، نیکی کی چمک رہتی ہے

کودکاں را حرص می آرد غرار
بچوں کو حرص دھوکا دیتی ہے

فحم باشد ماندہ از آخگر بہ تفت
ہر حرارت انگارے کی بجائے کوئلہ رہ جاتی ہے

چوں نہ کودک رفت آں حرصِ بدش
جب بچہ میں سے اُس کی وہ بُری حرص جاتی رہی

تا شوند از ذوقِ دل دامن سوار
یہاں تک کہ وہ دل کے ذوق سے دامن کے سوار بنتے ہیں

کہ چہ می کردم چہ می دیدم دریں
کہ میں نے کیا کیا تھا، اِس میں کیا سمجھا تھا؟

بر دگر اطفال خندہ آیدش
دوسرے بچوں پر اُس کو ہنسی آتی ہے

آں بنائے انبیا بے حرص بود
انبیا کی تعمیر بغیر لالچ کے تھی

خلق[3] ز عکسِ حرص بنمود آں بہیں
حرص کے پرتو سے، سر کہ شہد نظر آیا تھا

اے بسا مسجد بر آوردہ کرام
شہ فاروں نے بہت سی مسجدیں بنائیں

زانچناں پیوستہ رونقہا فزود
اِسی وجہ سے ہمیشہ ایسی رونقیں بڑھیں

کعبہ را کش ہر دمے عزے فزود
کعبہ جس کی عزت ہر وقت بڑھتی ہے

لیک نبود مسجدِ اقصاش نام
لیکن اُن کا مسجد اقصیٰ نام نہ ہوا

فضلِ آں مسجد ز خاک و سنگ نیست
اُس مسجد کی فضیلت مٹی اور پتھر کی وجہ سے نہیں ہے

آں ز اخلاصاتِ ابراہیمؑ بود
یہ (حضرت) ابراہیمؑ کے خلوص کی وجہ سے ہے

لیک در بناش حرص و جنگ نیست
لیکن اُس کے بنانے والے میں حرص اور مقابلہ نہیں ہے

---

[1] غورہ۔ کچا خوشہ۔ غول چھلاوا، بھوت۔ گول۔ بیوقوف۔ آزمائش۔ جب کچے پھل کو کھائیں گے تو پتہ چلے گا اور دانت کھٹے ہو جائیں گے۔ ازہوس۔ انسان کی حرص جال کو دانہ دکھا دیتی ہے۔ حرص۔ کارِ خیر میں اگر حرص ہو اور وہ حرص جاتی رہے تب بھی وہ عمل بہتر دکھائی دیگا۔ تاب۔ چمک۔

[2] تاب حرص۔ دنیا کے کاموں میں لالچ کی چمک ہٹ جانے کے بعد اُن کاموں کی بدنمائی واضح ہو جاتی ہے۔ کودکاں۔ بچے گھوڑے کی حرص میں اپنے دامن کو گھوڑا بنا کر سوار ہوتے ہیں۔ چوں جب بڑا ہو جانے پر وہ حرص ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہی بچے دوسرے بچوں کی اِس حرکت پر ہنستا ہے۔

[3] خلق۔ غرضکہ انسان کی حرص اور لالچ بُرے کو بھلا دکھاتی ہے سرکہ شہد نظر آتا ہے۔ آں بنائے۔ جو تعمیر انبیا کرتے ہیں اُس میں چونکہ کوئی لالچ اور طمع شامل نہیں ہوتی ہے لہٰذا اُن کی تعمیروں کی رونق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اے بسا۔ دوسرے بھلے لوگوں نے بھی مسجدیں بنائیں لیکن اُنکو وہ مرتبہ حاصل نہ ہوا جو مسجد اقصیٰ کا ہے۔ کعبہ۔ کعبہ کی رونق اور عزت حضرت ابراہیمؑ کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ بخلاف آں مسجد۔ یعنی مسجد حرام۔ حرص و جنگ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اخلاص سے مسجد حرام کی تعمیر کی تھی کسی حرص اور مقابلہ کی وجہ سے نہیں تھی

[1] نے کُتب شاں چوں کتابِ دیگراں
نہ اُن کی کتابیں دوسروں کی کتاب کیطرح ہیں

نے ادب شاں نے غضب شاں نے نکاں
نہ اُن کا ادب نہ اُن کا غصہ نہ مذاب

ہر یکے را دادہ حق در مرتبت
(اُنمیں سے) ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں

ہر یکے شاں را یکے فرِ دگر
اُن میں سے ہر ایک کیلئے ایک دوسری شان ہے

دل ہمی لرزد ز ذکرِ حالِ شاں
اُن کے حال کے ذکر سے دل لرزتا ہے

مُرغِ شاں را بیضہا زریں بُدست
اُن کے مُرغ کے سونے کے انڈے ہوتے ہیں

ہر چہ گویم من بجاں نیکوتے قوم
میں (دل جان سے) اُس قوم کی جو کچھ بھلائی بیان کروں

[2] مسجدِ اقصیٰ بساز ید اے کرام
اے شریف لوگو! مسجد اقصیٰ بناؤ

ور ازیں دیوانِ پریاں سر کشند
اگر اس سے دیو اور پری سرکشی کریں گے

دیو یک دم کژ رود از مکر و زرق
اگر مکاری اور فریب دیو کچھ کج رفتاری اختیار کرتا ہے

چوں سلیمانؑ شو کہ تا دیوانِ تو
تو سلیمانؑ بن جا تاکہ تیرے دیو

چوں سلیمانؑ باش بے وسواس دیو
تو بے شک و شبہ سلیمانؑ کی طرح بنجا

[3] خاتم تو ایں دلست و ہوش دار
تیری انگوٹھی یہ دل ہے اور ہوش رکھ

نے مساجد شاں نہ کسب و خانماں
نہ اُن کی مسجدیں نہ کاروبار اور گھر

نے قیاس و نے قیاس و نے مقال
نہ اُنکو قیاس اور نہ قیاس اور نہ مقال

صد ہزاراں حشمت و ہم مکرمت
لاکھوں شوکتیں اور عزتیں

مُرغِ جاں شاں طائر از پرِ دگر
اُنکی جان کا پرند دوسرے قسم کے پر سے پرواز کرتا ہے

قبلۂ افعالِ ما افعالِ شاں
اُن کے افعال ہمارے افعال کا قبلہ ہیں

نیم شب جانِ شاں سحر گہ بیں شدست
اُن کی جان آدھی رات میں صبح کو دیکھتی ہے

نقص گفتم گشتہ ناقص گوئی قوم
گویا میں قوم کا ناقص گو بنکر اُنکی برائی بیان کرتا ہوں

کہ سلیمانؑ باز آمد والسلام
کیونکہ سلیمانؑ آگیا ہے والسلام

جملہ را املاک در چنبر کشند
فرشتے سب کو شکنجے میں کس دینگے

تا زیانہ آیدش بر سر چو برق
اُس کے سر پر بجلی کی طرح کوڑا پڑتا ہے

سنگ بر ندا زیے ایوانِ تو
تیرے محل کے پتھر اُڈھو کر لائیں

تا تُرا فرماں برد جنّ و دیو
تاکہ جن اور دیو تیری فرمانبرداری کریں

تا نگردد دیو را خاتم شکار
تاکہ انگوٹھی دیو کا شکار نہ بنے

[1] نے کتب۔ انبیاء کی ہر چیز نرالی ہوتی ہے۔ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جس میں لاکھوں حشمتیں اور عزتیں پنہاں ہیں۔ غرضیکہ ہر نبی کسی خاص صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ دل اُن کے فضائل بیان کرنے سے بھی دل اس خوف سے لرزتا ہے کہ اُس میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ بیضہا یعنی اچھے نتیجے نیم شب۔ یعنی چشم باطن سے اندھیری رات میں نور کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہر چہ گویم۔ چونکہ میں اُنکی تعریف نہیں کر سکتا ہوں لہٰذا میرا تعریف کرنا ناقص ہے۔

[2] مسجد اقصیٰ یعنی دریاؤں میں اور باتیں شروع ہوگئی تعمیر اب پھر مسجد اقصیٰ اور حضرت سلیمانؑ کا ذکر شروع کر دیا۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں دیو اور پری معروف کار ہیں اگر وہ سرکشی کرتے ہیں تو فرشتے اُنکو سزا دیتے ہیں۔ دیکھو جو دیو کجروی اختیار کرتا ہے اُس پر برق کا تازیانہ لگتا ہے۔

چوں سلیمان۔ یہ ارشادی مضمون ہے کہ مخاطب تو بھی حضرت سلیمان کی طرح بن جا اے دیو اور پریاں تیرے بھی خدمت گار بن جائیں گے۔

[3] خاتم تو حضرت سلیمانؑ جنوں پر ایک انگوٹھی کی تاثیر سے حکومت کرتے تھے صخر نامی ایک جن نے وہ انگوٹھی چرالی تھی اور اُسکے ذریعہ حکومت کرنے لگا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں تیری انگوٹھی تیرا دل ہے تو اُسکی حفاظت

5164

پس سلیمانی کند بر تو مدام
پھر تجھ پر ہمیشہ حکومت کرے

دیو با خاتم حذر کن والسلام
دیو انگوٹھی کے ذریعہ، بچ حالت سلام

آں سلیمانی دلا منسوخ نیست
اے دل! وہ سلیمانی ختم نہیں ہوئی ہے

در سر و سرت سلیمانی کئی ست[1]
تیرے باطن اور سر میں سلیمانی کرنیوالا ہے

دیو ہم وقتے سلیمانی کند
دیو بھی ایک وقت سلیمانی کرتا ہے

لیک ہر جولاہہ اطلس کے تند
لیکن ہر جولاہہ اطلس کب بن سکتا ہے؟

دست[2] جنباند چو دست اولیک
وہ اس کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن

در میانِ ہر دو شاں فرقے نیک
ان دونوں میں بہت فرق ہے

در بیانِ ایں حدیث معنوی
اس باطنی بات کے بیان میں

یک حکایت بشنو اندر مثنوی
مثنوی میں ایک حکایت سن لے

قصۂ شاعر و صلہ دادن شاہ و مضاعف کردن آں صلہ او وزیر حسن نام

شاعر کا قصہ اور شاہ کا اس کو عطیہ دینا اور وزیر حسن نامی کا اس کو دوگنا کر دینا

شاعرے آورد شعرے پیش شاہ
ایک شاعر نے شاہ کے سامنے اشعار پیش کئے

بر امیدِ خلعت و اکرام و جاہ
خلعت اور اعزاز اور مرتبہ کی امید پر

شاہ مکرم بود فرمودش ہزار
شاہ صاحب کرم تھا اس کیلئے حکم دیا ایک ہزار

از زرِ سرخ و کرامات و نثار
اشرفیوں اور عطیات اور انعام کا

پس وزیرش گفت کایں اندک بود
وزیر نے اس سے کہا کہ یہ تھوڑا ہے

دہ ہزارش ہدیہ دہ تا وا رود
دس ہزار کا ہدیہ دیجئے تاکہ واپس ہو

از[3] جوادِ شاعرِ از تو بحر دست
اس جیسے شاعر کیلئے آپ جیسے سخی سے

دہ ہزارے کہ بگفتم اندک ست
میں نے جو دس ہزار کہے تھوڑے ہیں

قصہ گفت آں شاہ را و فلسفہ
اس نے بادشاہ کو قصہ اور فلسفہ سنایا

تا برآمد عشرِ خرمن از کفہ
یہانتک کہ بچے کھچے مال میں سے خرمن کا دسواں حصہ نکالدیا

دہ ہزارش داد و خلعت در خورش
اسکو دس ہزار اور اس کے مناسب خلعت دی

خانۂ شکر و ثنا گشت آں سرش
اس کا دماغ شکر و ثناء کا گھر بن گیا

پس تفحص کرد کایں سعی کہ بود
پس اس نے جستجو کی کہ یہ کس کی کوشش تھی

شاہ را اہلیتِ من کہ نمود
بادشاہ کو میری قابلیت کس نے دکھائی

---

[1] سلیمانی کئی۔ یعنی تیری روح تیرے اندر ہے اگر تو اس کی اصلاح کرے گا وہ سلیمانی کریگی۔ دیو۔ مزدور شیخ کی مثال اس دیو کی سی ہے جس نے حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی چرا کر اس کے ذریعہ حکومت شروع کر دی تھی۔

[2] دست جنباند۔ معمولی جولاہہ اطلس بننے والے کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن دونوں کے کام میں بہت فرق ہے۔ یہی حال شیخ اور مزدور شیخ کا ہے۔ یک حکایت۔ اس حکایت میں دو وزیروں کا ذکر ہے جن دونوں کا نام حسن تھا لیکن کام میں بہت فرق تھا۔ شاعر نے جب قصیدہ سنایا تو بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا اس کے حسن نامی وزیر نے سفارش کر کے دس ہزار اشرفیاں دلوائیں۔ کریم۔ بخشش کرنے والا۔

[3] از جوادِ۔ ایسے عمدہ شاعر اور تجھ جیسے انعام دینے والے کی نسبت سے دس ہزار بھی کم ہیں۔ قصہ۔ یعنی شاعر کی ضرورت کا قصہ یا دوسرے سخنوروں کا قصہ۔ فلسفہ۔ یعنی بخشش و عطا کا فلسفہ۔ تا برآمد۔ یعنی بادشاہ کے خزانے اسقدر تھے کہ یہ دس ہزار اس کے بچے کھچے مال کا دسواں حصہ تھا خانہ۔ یعنی شاعر کا سر بادشاہ کے شکر و ثناء سے بھر گیا۔ تفحص۔ جستجو یعنی شاعر نے یہ معلوم کرنیکی کوشش کی کہ بادشاہ کو اس بڑے عطیہ

پس[۵۱] بگفتندش فلان الدین وزیر
لوگوں نے اُس سے کہا فلان الدین وزیر نے

آں حسن نام و حسن خلق و ضمیر
جس کا نام حسن ہے اور جس کا اخلاق اور دل اچھا ہے

در ثنائے اُو یکے شعرِ دراز
اُس نے اُس کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ

برنوشت و سوئے خانہ رفت باز
لکھا اور گھر کو واپس ہو گیا

بے زبان و لب ہُماں نعمائے شاہ
بادشاہ کی وہی نعمتیں بغیر زبان اور ہونٹ کے

مدح شہ می کرد و خلعتہائے شاہ
بادشاہ اور اُسکی خلعتوں کی تعریف کر رہی تھیں

بازآمدنِ شاعر بعد چند سال بامید ہُماں صلہ ہزار دینار

چند سال کے بعد شاعر کا واپس آنا اُسی عطیہ کی امید پر اور بادشاہ کا

فرمودنِ شاہ بر قاعدۂ خویش و گفتنِ وزیرِ دیگر کہ بعد از وفات

اپنی عادت کے مطابق ایک ہزار اشرفیوں کا حکم دینا اور دوسرے وزیر کا

وزیرے نصب کردہ بُودند ہم حسن نام شاہ را کہ اینقدر صلہ

بادشاہ سے کہنا جو پہلے وزیر کے مرنے کے بعد مقرر کیا گیا تھا اور اُس کا نام بھی حسن

سخت بسیار ست و ما را خزینہ خالیست

تھا کہ یہ عطیہ بہت زیادہ ہے اور ہمیں بہت خرچ درپیش ہیں اور خزانہ خالی ہے اور

ومن اُورا بدہ[۵۲] یک ایں راضی کنم

میں اُس کو دسویں حصہ پر راضی کروں گا

بعد سالے چند بہرِ رزق و گشت
چند سال کے بعد روزی اور سفر کرنے

شاعر از فقر و عوز محتاج گشت
شاعر فقر اور تنگدستی کی وجہ سے محتاج ہو گیا

گفت وقتِ فقر و تنگی دو دست
اُس نے سوچا دونوں ہاتھ کی تنگی اور فقر کے وقت

جستجوئے آزمودہ بہتر ست
آزمائے ہوئے کی تلاش مناسب ہے

در گہے را کاز مودم از کرم
جس دربار کو کرم میں میں آزما چکا ہوں

حاجتِ نو را ہُماں جانب برم
نئی ضرورت کو وہیں لے جاؤں

معنیِ[۵۳] اللہ گفت آں سیبویہ
سیبویہ نے اللہ کے معنی بتائے ہیں

یُولِهُونَ فِی الْحَوَائِجِ هُمْ لَدَیْهِ
وہ ضرورتوں میں اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں

گفت اَلٰهَنَا فِی حَوَائِجِنَا اِلَیْكَ
اُس نے کہا ہم ضروریات میں تیری طرف رجوع

وَالْتَمَسْنَاهَا وَجَدْنَاهَا لَدَیْكَ
اُن کو ہم نے تلاش کیا اُن کو تیرے پاس پایا

۵۱ پس بگفتند۔ لوگوں نے اُس شاعر کو بتایا کہ فلان الدین وزیر جس کا نام بھی حسن ہے اور جو دل کا حسن ہے اُس نے یہ صلہ دلوایا ہے۔ شعرِ دراز یعنی بڑا قصیدہ۔ بے زبان۔ شاہ کی عطا بزبانِ حال سے شاہ کی تعریفیں کر رہی تھیں بر قاعدۂ خویش۔ اِس مرتبہ بھی شاہ نے ایکہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا تھا۔

۵۲ بدہ یک یعنی دسواں حصہ۔ بعد سالے۔ اِس شعر کے مصرع اولیٰ میں گشت بمعنی گشتن اور دوسرے مصرع کے اخیر میں گشت بمعنی شد سمجھ کر ہم نے ترجمہ کیا ہے۔ عوز۔ ناداری۔ گفت۔ اہل شاعر نے سوچا کہ جس دربار سے پہلے انعام حاصل ہوئی ہو وہاں ہی چلنا چاہیئے۔

۵۳ معنیِ اللہ۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع کر دیا ہے۔ سیبویہ نے لفظ اللہ کی جو تحقیق کی ہے اُس میں کہا ہے کہ یہ ہم مشتق ہے اور آلہ سے بنا ہے جو دراصل وَلِہَ تھا جس کے معنی سرگشتہ ہونا اور گھبراہٹ ظاہر کرنا ہیں تو اللہ سیبویہ کے نزدیک اَلِہَ تھا پہلی ا اور دوسرے ہمزہ کو حذف کر کے لام کو لام میں مدغم کر دیا ہے اور یا، کو الف سے بدل دیا ہے تو اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق اپنی ضروریات میں انکے سامنے تضرع و زاری کرتی ہے دوسرا مصرع سیبویہ کا مقولہ ہے

576

صد[1] ہزاراں عاقل اندر وقتِ درد
لاکھوں عقلمند درد کے وقت

ہیچ دیوانہ فلیوے ایں کند
کوئی احمق ، دیوانہ یہ کرتا ہے

گر ندیدندے ہزاراں بار پیش
اگر ہزاروں بار پہلے نہ دیکھتے

بلکہ جملہ ماہیاں در موجہا
بلکہ موجوں میں تمام مچھلیاں

بلکہ جملہ[2] موجہا بازی کناں
بلکہ کھیلتی ہوئی تمام موجیں

پیل و گرگ و خید و اژدہائے زفت
ہاتھی اور بھیڑیا اور سفید اور شکار بھی

بلکہ خاک و باد و آب و ہم شرار
بلکہ مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریاں بھی

ہر دمش لابہ کند ایں آسماں
یہ آسمان ہر وقت اُس کی خوشامد کرتا ہے

استنِ من عصمت و حفظِ تو است
تیرا ستون میرا بچاؤ اور حفاظت ہے

وین[3] زمیں گوید کہ دارم برقرار
یہ زمین کہتی ہے کہ مجھے برقرار رکھ

جملگاں کیسہ ازو بر دوختند
سب نے تھیلی اسی سے سی ہے

ہر نبی از وے برآوردہ برات
ہر نبی نے اُسی سے حکم نامہ حاصل کیا ہے

جملہ نالاں پیشِ آں دیّانِ فرد
سب اس یکتا حاکم کے سامنے روتے ہیں

بر بخیلے عاجزے گدیہ تنند
کہ عاجز بخیل سے بھیک مانگے

عاقلاں جاں کے کشیدندیش پیش
عقلمند کب اُس کے سامنے جان کو پیش کرتے؟

جملۂ پرّندگاں بر اوجہا
بلندیوں پر تمام پرندے

ذوق و شوقش اعیاں اندر عیاں
اسکے ذوق اور شوق کو پوری طرح ظاہر کر رہی ہیں

اژدہائے زفت مور و مار نیز
موٹا اژدھا چیونٹی اور سانپ بھی

مایہ زو یابند ہم دے ہم بہار
اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں خواں بھی بہار بھی

کہ فرو مگذارم اے حق یک زماں
کہ اے خدا! مجھے ایک لمحہ کیلئے بھی نہ چھوڑ

جملہ مطوی یمینِ آں دو دست
سب چیزیں اُن دونوں دائیں ہاتھوں میں لپٹی ہوئی

اے کہ بر آبم تو کردستی سوار
اے وہ ذات! کہ تو نے مجھے پانی پر سوار کیا ہے

دادنِ حاجت ازو آموختند
ضرورت پوری کرنا اُس سے سیکھا ہے

اِستَعِینُوا مِنہُ صَبراً وَالصَّلٰوۃ
کہ اُس سے صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو

---

[1] صد ہزاراں۔ لاکھوں مخلوق مصیبت میں اُس اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ دیان۔ بدلہ دینے والا۔ غلیو۔ احمق گدیہ۔ بھیک۔ گزندیدندے۔ اگر عقلمندوں کی ضروریات وہاں سے پوری نہ ہوتیں تو کیوں اُس کی طرف رجوع کرتے۔ بلکہ صرف عقلمند انسان ہی نہیں بلکہ تمام کائنات اپنی ضروریات اسی اللہ سے پوری کرتی ہے۔

[2] جملہ موجہا۔ عقلمند انسان کے ملاں صرف جاندار ہی نہیں بلکہ بے جان کائنات بھی اسی اللہ سے سرمایہ حاصل کرتی ہے۔ خید۔ شیر۔ مایہ زو یابند۔ غرضیکہ جملہ کائنات اُسی سے بہرہ اندوز ہے۔ آسماں۔ آسمان اپنے وجود میں اسی سے مستفید ہے۔ مطوی۔ قرآن پاک میں ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اُس اللہ کے داہنے ہاتھ میں۔ دو دست۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء جلالیہ اور جمالیہ جو کہ ان آسمانوں کی ترتیب کرتے ہیں یمین۔ حدیث میں آیا ہے کِلْتَا یَدَیْ رَبِّیْ یَمِیْنٌ۔ میرے رب کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں انسان کا بایاں ہاتھ کمزور ہوتا ہے

[3] وین زمین۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر قائم کیا ہے۔ جملگاں۔ دوسرے جو بخشش کرتے ہیں وہ بھی خدا کے عطا کردہ مال میں سے بخشتے ہیں تو اُن کا دینا بھی دراصل اللہ کا دینا ہے۔ دادن۔ یہ صفت بندوں میں خدا کی صفت کا مظہر ہے۔ برات۔ شاہی حکمنامہ دستاویز۔ اِستَعِینُوا۔ ضروریات میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو یعنی صبر کے ساتھ نمازوں میں اس سے دعا کرو مدد پاؤ گے

566

ہیں از و خواہید نے از غیرِ اُو
خبردار! اُسی سے چاہو نہ کہ اُس کے غیر سے

وز بخواہی از دگر ہم اُو دہد
اگر تو دوسرے سے چاہے گا وہی دے گا

آنکہ مُعرِض راز زرقا رُس کُند
جو اعراض کرنے والے کو سونے سے نقارون بنا دیتا ہے

بار دیگر شاعر از سودائے داد
شاعر نے دوبارہ عطیہ کے خیال سے

ہدیۂ شاعر چہ باشد شعرِ نو
شاعر کا ہدیہ کیا ہوتا ہے؟ نیا شعر

مُحسناں با صد عطا و جُود و پر
محسن سیکڑوں عطاؤں اور سخاوت اور احسان سے

پیشِ شاں شعرے بہ از صد ترنگ شعر
انکے نزدیک ایک شعر ان کے سو گھڑوں سے بہتر ہوتا ہے

آدمی اوّل حریصِ ناں بُود
انسان پہلے روٹی کا حریص ہوتا ہے

سوئے کسب و سوئے غصب و صد حیل
کمائی کی جانب، چھیننے اور سیکڑوں تدبیروں کی جانب

چوں بنا در گشت مُستغنی ز ناں
جب اتفاقاً روٹی سے بے نیاز ہو گیا

تا کہ اصل و نسل اُو را بر دہند
تاکہ اس کی اصل نسل کو وہ پھلدار کریں

تا کہ کرّ و فرّ و زرّ بختی اُو
تاکہ اُس کی شان و شوکت اور سخاوت

خَلقِ ما بر صُورتِ خود کرد حق
اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق اپنی صورت پر کی ہو

آبِ دریا جُو مجو در خشک جُو
پانی سمندر میں تلاش کر خشک نہر میں تلاش نہ کر

بر کفِ میلش سخا ہم اُو نہد
اُس کے میلان کی ہتھیلی پر سخاوت وہی رکھے گا

رُو بدو آری بطاعت چوں کُند
اُسی کی طرف رُخ کر وہ فرمانبرداری کیسا تھ کیا کرے گا؟

رُو بسُوئے آں شہِ محسن نہاد
اُس محسن بادشاہ کی جانب رُخ کیا

پیشِ محسن آرد و بہر گرو
محسن کو پیش کرتا ہے اور گروی رکھ دیتا ہے

زر نہادہ شاعراں را منتظر
سونا رکھے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں

خاصہ شاعر کو گہر آرد ز قعر
خصوصاً وہ شاعر جو گہرائی سے موتی نکال کر لاتا ہے

زانکہ قوتِ ناں ستونِ جاں بُود
کیونکہ روٹی کی روزی جان کا ستون ہے

جاں نہادہ بر کفِ از حرص و اَمل
لالچ اور امید سے ہتھیلی پر جان رکھے ہوئے ہے

عاشقِ نام ست و مدحِ شاعراں
تو نام (آوری) اور شاعروں کی تعریف کا عاشق

در بیانِ فضلِ اُو منبر نہند
اُس کی فضیلتوں کے بیان میں منبر رکھیں

ہمچو عنبر بُو دہد در گفتگو
بات چیت میں عنبر کی طرح خوشبو مہکائے

وصفِ ما از وصفِ اُو گیرد سبق
ہمارے اوصاف اُس کے اوصاف سے سبق لیتے ہیں

۱؎ آب۔ اللہ تعالیٰ عطا کا سمندر ہے دوسرے خشک نہریں۔ دز بخواہی۔ دوسرے کی عطا بھی دراصل اللہ کی عطا ہے اس لئے کہ اُن میں سخاوت کا مادہ اُسی نے رکھا ہے۔ معرض۔ جب وہ منگنوں کو بھی نوازتا ہے تو عبادتگذاروں کو کیوں نہ نوازے گا۔ سقطا۔ خیال۔ بنہد گرو۔ شاعر شعر پیش کر کے انعام چاہتا ہے۔ محسناں۔ سخی داد و دہش کے لئے روپیہ لئے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں کہ کب شاعر نعمتیں پیش کریں تو انعام دیں۔

۲؎ پیشِ شاں۔ جو لوگ شاعروں کے قدردان ہیں اُن کے نزدیک ایک شعر ریشمین کپڑے کے سیکڑوں گٹھروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خاصہ۔ خصوصاً اُس شاعر کے اشعار جو نئے عمدہ مضامین شعر میں کہے۔ آدمی۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ روٹی کی فکر کرتا ہے جب اُس سے مستغنی ہوتا ہے تو مدح و ثنا کا طالب بنتا ہے۔ سوئی۔ پیٹ کے لئے جائز و ناجائز سودے کرتا ہے۔

۳؎ تاکہ۔ اب انکی خواہش ہے کہ شعراء اُس کے حسب و نسب کی مدح و ثنا کریں اور منبروں پر بیٹھ کر مدحیہ اشعار پڑھیں۔ ہمچو عنبر۔ تاکہ اُس کی شان و شوکت کی خوشبو میں پھیل جائیں خلق۔ اللہ نے انسان کو اپنی صورت اور صفات پر پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ شکر

578

چونکہ آں خلاق شکر و حمد جوست
چونکہ وہ خلاق شکر اور حمد کا طالب ہے

آدمی را مدح گوئی نیز خوست
تعریف کی تلاش انسان کی بھی عادت ہے

خاصۃً مرد حق کہ در فضل ست چست
خصوصاً مرد حق جو بزرگی میں چست ہے

پر شود زاں باد چوں خیک درست
صحیح مشکیزہ کی طرح اس ہوا سے پُر ہو جاتا ہے

ور نباشد اہل زاں باد دروغ
اور اگر اہل نہ ہو اُس جھوٹی ہوا سے

خیک بدریدست کے گیرد فروغ
پھٹا ہوا مشکیزہ ہے (وہ) کب اُبھار حاصل کریگا؟

این مثل از خود نگفتم اے رفیق
اے دوست! یہ مثال میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی ہے

سرسری مشنو جواہلی و مفیق
اگر تو ہوشمند اور اہل ہے (اسکو) سرسری نہ سن

این پیمبر گفت چوں بشنید قدح
یہ بات پیغمبر نے فرمائی جبکہ انھوں نے اعتراض سنا

کہ چرا فربہ شود احمد بمدح
کہ احمد تعریف سے موٹے کیوں ہوئے ہیں؟

رفت شاعر سوئے آں شاہ ببرد
شاعر اُس بادشاہ کی جانب چلا اور لے گیا

شعر اندر شکر احساں کاں نمرد
احسان کے شکریہ میں شعر کیونکہ وہ (احسان) نہ مرا

محسناں مردند و احسانہا بماند
احسان کرنیوالے مر جاتے ہیں اور احسان زندہ رہتے ہیں

اے خنک آنرا کہ ایں مرکب براند
قابل مبارکباد ہے وہ جس نے یہ سواری چلائی

ظالماں مردند و ماند آں ظلمہا
ظالم مر گئے اور وہ ظلم باقی رہ گئے

وائے جانے کو کند مکر و دغا
اُس جان پر افسوس ہے جو مکر اور دغا کرے

گفت پیغمبر خنک آں را کہ او
پیغمبر نے فرمایا کہ وہ شخص قابل مبارکباد ہے

شد ز دنیا ماند ازو فعل نکو
جو دنیا سے گیا (اور) اُسکا نیک کام باقی رہا

مرد محسن لیک احسانش نمرد
احسان کرنے والا مرا لیکن اُس کا احسان نہ مرا

نزد یزداں دین و احسان نیست خرد
اللہ کے نزدیک دین اور احسان معمولی چیز نہیں ہے

نام نیک او ز فعل نیک داں
اُس کی نیکنامی، نیک کام سے سمجھ

پس نمرد است او یقیں بنگر میاں
وہ یقیناً نہیں مرا ہے، اچھی طرح غور کرلے

وائے آنکو مرد و عیبانش نمرد
اُس پر افسوس ہے جو مر گیا اور اُسکا گناہ نہ مرا

تا نہ پنداری بمرگ او جاں ببرد
تو ہرگز یہ خیال نہ کر کہ مر کر وہ جان بچا لے گیا

این رہا کن زانکہ شاعر برگذر
اس کو چھوڑ کیونکہ شاعر راستہ پر

وام دارست و قوی محتاج زر
مقروض ہے اور سونے کا بہت محتاج ہے

لے خامہ بینی اہل طرب اپنی تعریف سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ لوگ ان کے مداح بنکر سیدھے راستہ پر لگ رہے ہیں تو ان کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ خیک درست۔ اگر درست مشک میں پھونک بھرو تو وہ پھول جائیگی۔ باد دروغ۔ اگر فی الواقعی تعریف ہو تو اس کی مثال یہ ہے کہ پھٹی ہوئی مشک میں پھونک بھری جائے تحقیق۔ ہو شمند۔ اس پیغمبر گفت۔ اس مضمون کی کوئی حدیث کتابوں میں دستیاب نہیں ہو سکی۔ تمرد۔ احسان اور عمل نیز مرتا نہیں ہوتا ہے۔

محسناں۔ محسن مرجاتا ہے لیکن اُس کا احسان زندہ رہتا ہے۔ ظالماں۔ اسی طرح ظلم زندہ رہتا ہے اور ظالم مرجاتا ہے۔ گفت۔ ان الفاظ کی کوئی حدیث کتب حدیث میں نہیں ہے البتہ ایک حدیث ہے اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْہُ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَۃٍ مِنْ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِہٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَہٗ۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اُس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں صدقہ جاریہ یا علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اُس کے لئے دعا کرے۔

نام نیک۔ نیک نامی بھی ایک نہ مرنے والا عمل ہے۔ نمرد۔ وہ انسان بدبخت ہے جو مر گیا اور اپنے پیچھے ایسے بد عمل چھوڑ گیا جو مرنے والے ہیں اُس شخص کے

579

بُرد شاعر شعر سوئے شہریار
شاعر، شعر بادشاہ کے پاس لے گیا

نازنیں شعرے پر از دُرِ درست
نازک اشعار عمدہ موتیوں سے پُر

شاہ ہم برخویِ خود گفتش ہزار
بادشاہ نے بھی اپنی عادت کے مطابق اُس کیلئے ہزار کا حکم دیا

لیک ایں بار آں وزیرِ پُر زُجود
لیکن اِس بار وہ سخاوت سے پُر وزیر

بر مقامِ اُو وزیرِ نو رئیس
اُس کی جگہ پر نیا وزیر حاکم

گفت اے شہ خرجہا داریم ما
کہا اے بادشاہ! ہمیں بہت اخراجات درپیش ہیں

مَن بر ربعِ عشرِ ایں اے مغتنم[۵۲]
اے مغتنم! میں اِس کے چالیسویں (حصہ) پر

خلق گفتندش کہ اُو از پیش دست
لوگوں نے اُس سے کہا کہ وہ پہلے

بعدِ شکر کلک خائی چوں کند
شکر کے بعد نمک چبانا کیسے (گوارا) کریگا

گفت بفشارم اُورا اندر فشار[۵۴]
اُس نے کہا میں اُس کو تنگی میں دباؤنگا

آنگہ ار خاکش دہم از راہِ من[۵۵]
تب اگر میں اُس کو راستہ کی خاک بھی دونگا

ایں بمن بگذار کاُستادم دریں
یہ مجھ پر چھوڑ دے کہ میں اِس معاملہ میں استاد ہوں

از ثریا گر بپرّد تا ثری
اگر وہ ثریا سے ثریٰ تک پرواز کرے

برامیدِ بخشش و احسانِ پار[۵۱]
گذشتہ سال کی بخشش اور احسان کی اُمید پر

برامیدِ بوئے اکرامِ نخست
پہلے سے اکرام کی اُمید اور آرزو پر

چوں چنیں بُد عادتِ آں شہریار
کیونکہ اُس بادشاہ کی یہی عادت تھی

بر بُراقِ عزّ ز دُنیا رفتہ بود
عزت کے بُراق پر دنیا سے روانہ ہو چکا تھا

گشتہ، لیکن سخت بے رحم و خسیس
بن گیا تھا، لیکن بہت بے رحم اور کمینہ تھا

شاعرے را نبود ایں بخشش سزا
ایک شاعر کے لئے یہ بخشش مناسب نہیں ہے

مردِ شاعر را خوش و راضی کنم
شاعر کو خوش اور راضی کروں گا

دہ ہزارے زیں دلاور بُردہ است
اِس دلاور (بادشاہ) سے دس ہزار لے گیا ہو

بعدِ سلطانی گدائی چوں کند
شاہی کے بعد فقیری کیسے کرے گا؟

تا شود زار و نزار از انتظار
تاکہ وہ انتظار سے رونے لگے اور لاغر ہو جائے

در رُباید ہمچو گلبرگ از چمن
چمن سے پھول کی پتیوں کی طرح لے جائیگا

گر تقاضا گر بود ہم آتشیں
خواہ تقاضا کرنے والا گرم مزاج بھی ہو

نرم گردد چوں بہ بیند اُو مرا
جب مجھے دیکھے گا نرم پڑ جائے گا

---

۵۱ پار گذشتہ۔ آئندہ سال یعنی جو قصیدہ شاعر نے پیش کیا وہ بہت عمدہ تھا اُسکے موتی جیسے الفاظ تھے ہزار۔ بادشاہ کی عادت تھی کہ وہ عموماً شاعروں کو ایک ہزار اشرفیاں انعام میں دیتا تھا۔ اِس بار۔ اِس بار جب شاعر آیا تو پرانا وزیر دنیا سے باعزت رخصت ہو چکا تھا۔ بر مقامِ اُو اُس کے قائم مقام جو نیا وزیر بنا تھا وہ بے رحم اور کمینہ تھا۔

گفت۔ اِس دوسرے وزیر نے بادشاہ سے کہا ہمیں بہت اخراجات درپیش ہیں ایک شاعر کو اِس قدر زیادہ دینا مناسب نہیں ہے۔

۵۲ من بر ربعِ عشر۔ اِس وزیر نے کہا کہ میں ایک ہزار کے چالیسویں حصہ پر شاعر کو راضی کرلوں گا۔ لوگوں نے اُس وزیر سے کہا۔ بعد شکر میٹھی شکر کھانے کے بعد نمک کو کیسے چبائے گا۔ گفت۔ وزیر نے لوگوں سے کہا میں اُس کو اتنا انتظار کراؤں گا کہ وہ عاجز اور پریشان ہو جائے گا۔

۵۳ آنگہ۔ جب وہ انتظار میں پریشان ہوگا تو معمولی انعام کو بھی غنیمت سمجھے گا۔

۵۵ ایں بمن۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں ایسے کاموں میں اُستاد ہوں تقاضا کرنیوالا خواہ گرم مزاج ہو میں اُس کو ٹھنڈا کر دیتا ہوں۔ ثریا ثریٰ خواہ اُسکی آواز و صوت کچھ بھی ہو مجھے دیکھ کر نرم پڑ جائیگا اور راضی ہو جائیگا۔

580

گفت[1] سلطانش برو فرماں ترا ست — لیک شادش کُن کہ نیکو گوئی ماست

بادشاہ نے اُس سے کہا جا تجھے اختیار ہے — لیکن اسکو خوش کر دینا کیونکہ وہ ہماری بھلائی کہاں کرتا ہے

گفت اُورا وہ دو صد چوں اُو گدا — تو بمن بگذار و فارغ شو شہا

اُس نے کہا اسکو اور اُس جیسے دو سو فقیروں کو — اے شاہ! میرے اوپر چھوڑ دے اور مطمئن ہو جا

پس فگندش صاحب اندر انتظار — شد زمستان وے و آمد بہار

پھر اُس کو وزیر نے انتظار میں مبتلا کر دیا — جاڑا اور موسم خزاں ختم ہوا اور موسم بہار آگیا

شاعرش چندانکہ حاجت می نمود — صاحبش در وعدہ حیلہ می فزود

شاعر جتنی بھی اُس کے سامنے ضرورت پیش کرتا — وزیر اپنے وعدہ میں حیلوں کا اضافہ کر دیتا

شاعر[2] اندر انتظارش پیر شد — بس زبونِ ایں غم و تدبیر شد

اُس کے انتظار میں شاعر بوڑھا ہو گیا — اس غم اور تدبیر سے بہت عاجز آگیا

تا رہد جانم، ترا باشم رہی — تا رہد ایں جانِ مسکیں از گرو

تاکہ میری جان چھوٹے، میں تیرا غلام بنجاؤنگا — تاکہ یہ مسکین جان قید سے نجات پائے

شاعر اندر اندیشہ گراں — ماند شاعر اندر اندیشہ گراں

شاعر بھاری فکر میں پڑ گیا

ایں کہ دیرا شگفت دستہ خار بود — کانچناں نقد و چناں بسیار بود[3]

یہ جو دیر میں کھلا کانٹوں کا گٹھا تھا — کہ وہ ایسا نقد اور اتنا زیادہ تھا

رفت از دنیا خدا مزدش دہاد — پس بگفتندش کہ آں دستور داد

دنیا سے چلا گیا خدا اُس کو اجر دے — لوگوں نے اُس سے کہا وہ عقلمند وزیر

کم ہمی افتاد در بخشش خطا — کہ مضاعف زو ہمی شد آں عطا

عطا کے معاملہ میں اُس سے غلطی نہ ہوتی تھی — کہ اُس کی وجہ سے عطا دوگنی ہو جاتی تھی

او بمرد الحق ولے احساں نمرد — ایں زماں او رفت و احساں ببرد

وہ یقیناً مر گیا لیکن احسان نہیں مرا — اب وہ چلا گیا اور احسان کو بھی لے گیا

رفت از ما صاحب راد و رشید — صاحب سلّاخ درویشاں رسید

ہم سے داتا اور نیکوکار وزیر رخصت ہو گیا — فقیروں کی کھال کھینچنے والا وزیر آگیا

[1] گفت سلطانش۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر لیکن اُس کو خوش کر دینا گفت اُورا۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا میں اُس جیسے لاکھوں سے نمٹ لوں گا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔ پس فگندش۔ وزیر نے انعام دینے میں ٹال مٹول شروع کر دی اور موسم پر موسم گذرنے لگے، شاعر جس قدر بھی اپنی ضرورت ظاہر کرتا وزیر حیلہ بازی میں اضافہ کر دیتا۔

[2] شاعر۔ شاعر وعدہ کے ایفاء کے انتظار میں بوڑھا ہو گیا اور وزیر کی مکاری سے عاجز آگیا۔ گفت۔ شاعر نے وزیر سے کہا کہ اگر تو انعام نہیں دیتا ہے تو مجھے گالی ہی دیدے تاکہ یہ انتظار تو ختم ہو میں تیرا شکر گذار ہونگا۔ انتظارم۔ شاعر نے وزیر سے کہا۔ کانچناں۔ چالیسواں یعنی پچیس اشرفیاں۔

[3] کانچناں۔ یعنی پہلے تو اور بہت تھا۔ دستہ خار۔ کانٹوں کا گٹھا۔ آں دستور۔ پہلا حسن نامی وزیر جو مضاعف دوگنا۔ ایں زماں۔ ابھی ابھی وزیر حسن اگرچہ مر گیا لیکن اُس کے احسانات زندہ ہیں۔ سلاخ۔ کھال کھینچنے والا۔

581

رَو بگیر ایں را و زیں جا شب گریز
جا یہ لے لے اور یہاں سے رات میں نکل جا

تا نگیرد باتو ایں صاحب ستیز
تاکہ یہ جھگڑا لو، تجھے گرفت میں نہ لے لے

ما بصد حیلت ازو ایں ہدیہ را
ہم نے سینکڑوں تدبیروں سے یہ بخشش

بستدیم اے بے خبر از جہدہا
حاصل کی ہے، اے کوششوں سے بے خبر!

رُو بدیشاں کرد و گفت اے مشفقاں
اُس نے اُن کی طرف رُخ کیا اور کہا اے مشفقو!

از کجا آمد بگوئید ایں عواں
بتاؤ یہ سپاہی کہاں سے آیا ہے؟

چیست نام ایں وزیر جامہ کن
اِس کپڑے اُتارنے والے وزیر کا نام کیا ہے؟

قوم گفتندش کہ نامش ہم حسن
لوگوں نے کہا اُس کا نام بھی حسن ہے

گفت یارب نام آں و نام ایں
اُس نے کہا اے خدا! اُس کا نام اور اِس کا نام

چوں یکے آمد دریغ اے رب دیں
ایک کیسے ہوا، اے دین کے رب! افسوس ہے

آں حسن نامی کہ از یک کلک او
وہ حسن نام والا کہ جسکے ایک قلم کی بخشش سے

صد وزیر و صاحب آمد جود جو
سو وزیر اور صاحب طالب بخشش تھے

ایں حسن کز ریش زشت ایں حسن
یہ حسن کہ اِس حسن کی بدنما داڑھی سے

می تواں بافید اے جاں صد رسن
اے جان! سو رسیاں بٹی جائیں

برچنیں صاحب چو شہ اصغا کند
ایسے وزیر کی بات اگر جب بادشاہ کان دھرے

شاہ و ملکش را ابد رسوا کند
وہ ہمیشہ شاہ اور اُس کی سلطنت کو رسوا کرتا ہے

ماستن جلد رای ایں وزیر دُون در افسادِ مروت شاہ بوزیر فرعون یعنی ہامان در افساد قابلیت فرعون پند موسیٰ را علیہ السلام

اِس کمینہ وزیر کی شاہ کی انسانیت کو برباد کرنے میں فرعون کے وزیر یعنی ہامان کیساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرنے کے افساد میں مشابہت

چند آں فرعون می شد نرم و رام
بہت سی مرتبہ فرعون نرم اور مطیع بنا

چوں شنیدے او ز موسیٰ آں کلام
جب وہ موسیٰ سے وہ کلام سنتا تھا

آں کلامے کہ بدادے سنگ شیر
وہ کلام کہ پتھر دودھ دے دیتا

از خوشیٔ آں کلام بے نظیر
اُس بے نظیر کلام کی خوبی سے

چوں بہاماں کہ وزیرش بود او
جب ہامان سے جو کہ اُس کا وزیر تھا

مشورت کردے کہ کینش بود خو
وہ مشورہ کرتا جس کی خصلت کینہ پن تھی

---

۱۵ تانگیرد یعنی یہ علاج کر چلا جاؤ رہ کوئی الزام رکھ کر یہ بھی پھنس لیگا۔ تا۔ وزیر سے متعلق لوگوں نے یہ بھی کہا کہ تجھے تو خبر نہیں ہم نے اتنا بھی تجھے بہت کوششوں سے دلوایا ہے۔ جو یعنی شاہ نے اُن لوگوں سے کہا کہ یہ وزیر نہیں بلکہ ظلم پیشہ سپاہی ہے یہ کہاں سے آیا ہے۔ جامہ کن۔ کپڑے اُتارنے والا۔ گفت۔ شاہ نے جب یہ سُنا کہ اِس وزیر کا نام بھی حسن ہے تو اُس نے افسوس کا اظہار کیا کہ ایسے بھلے وزیر اور ایسے بڑے وزیر کا نام یکساں حسن ہو۔

۱۶ آں حسن۔ پہلا وزیر جس کا نام حسن تھا اُس کے قلم سے تو سخاوت ہوتی تھی اور یہ حسن اِس قابل ہے کہ اُس کی داڑھی سے رسّیاں بنائی جائیں ہر چنیں۔ ایسا بدفطرت وزیر شاہ اور سلطنت کیلئے رسوائی کا باعث ہے۔ ماستن شاہ کا یہ دوسرا وزیر ایسا ہی تھا جیسا کہ فرعون کا وزیر ہامان۔

۱۷ چند۔ فرعون کئی بار حضرت موسیٰ کی گفتگو سے نرم ہو گیا تھا لیکن اُس کا وزیر ہامان اسکو حضرت موسیٰ کے مقابلہ پر کر دیتا تھا۔ سنگ شیر یعنی حضرت موسیٰ کا کلام ایسا پُر تاثیر تھا کہ اُسکو سُن کر پتھر سے بھی دودھ ٹپک جاتا کینش۔ ہامان کی طبیعت بہت کینہ جو تھی۔

چوں[1] بہامان مشورت کردے دران
جب وہ اُس میں ہامان سے مشورہ کرتا

نعش گشتے مُدام آں سخت جاں
وہ سخت جان ہمیشہ اُس کے لئے مانع بنا

پس بگفتے تا کنوں بُودی خدیو
وہ کہتا کہ آپ اب تک شاہِ مصر تھے

بندہ گردی ژندہ پوشے را بریو
کہ سے ایک گُدڑی پوش کے غلام بن گئے

ہمچو سنگِ منجنیقے آمدے
تو پتھر کی طرح آتی

آں سخن بر شیشہ خانہ اُوردے
یہ بات، اور اُس کے شیش محل پر لگتی

ہر چہ صد روزاں کلیم خوش خطاب
وہ خوش کلام کلیم اللہ، جو سو دن میں

ساختے دَر یک دم اُو کردے خراب
بناتے، وہ ایک دم میں اُس کو برباد کر دیتا

عقل[2] تو مغلوبِ دستورِ ہَواست
تیری عقل خواہشِ نفسانی کے وزیر سے مغلوب ہے

دَر وجودت رہزنِ راہِ خداست
تیرے وجود میں راہِ خدا کا ڈاکو ہے

ناصحے رَبانیے پندت دہد
کوئی اللہ والا نصیحت کرنیوالا تجھے نصیحت کرتا ہے

آں سخن را اُو بفن طرحے نہد
وہ اُس بات کو چالاکی سے ٹال دیتی ہے

کایں شہ بر جا یست ہیں از جا مشو
کہ یہ بات ہامان نہیں ہے خبردار! جگہ سے نہ ہل

نیست چنداں با خود آشید امشو
یہ بات ایسی نہیں ہے ہوش میں آ، دیوانہ نہ بن

وائے آں شہ کہ وزیرش ایں بُود
اُس بادشاہ پر افسوس ہے جس کا ایسا وزیر ہو

جائے ہر دو دوزخِ پُر کیں بُود
دونوں کا مقام غضبناک دوزخ ہے

شاد آں شاہے کہ اُورا دستگیر
وہ بادشاہ قابلِ مبارکباد ہے کہ اُس کا مددگار

باشد اندر کار چوں آصف وزیر
ہو معاملہ میں آصف جیسا وزیر

شاہِ[3] عادل چوں قرینِ اُو شود
منصف بادشاہ جب اُس کا ساتھی ہو

نام اُو نورٌ علیٰ نور ایں بُود
تو اُس کا نام نورٌ علیٰ نور ہو

چوں سلیمان شاہ و چوں آصف وزیر
سلیمانؑ جیسا بادشاہ اور آصف جیسا وزیر

نور بر نور ست عنبر بر عبیر
نورِ بالائے نور، عنبر پر عبیر ہے

شاہ فرعون و چو ہامانش وزیر
شاہ، فرعون ہو اور ہامان جیسا اُس کا وزیر

ہر دو را نہ بُود زبد بختی گزیر
تو، دونوں کے لئے بدبختی کے سوا چارہ نہیں ہے

پس بُود ظلمات بعضے فوق بعض
تاریکیاں ہوں گی تہ بہ تہ

نے خرد یارد نہ دولت وزِ عرض
قیامت کے روز نہ عقل یار ہوگی نہ دولت

---

[1] چوں۔ فرعون جب ہامان سے مشورہ کرتا تو وہ فرعون کو حضرت موسیٰؑ کی پیروی سے روک دیتا۔ پس گفتے۔ ہامان فرعون کو بھڑکانے کیلئے کہتا کہ اب تک تو آپ شاہِ مصر تھے حضرت موسیٰؑ کی پیروی کے بعد آپ غلام بن جائینگے۔ خدیو۔ مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ ژندہ پوشے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ یکلیم حضرت موسیٰؑ۔

[2] عقل تو۔ اب مولانا نے نصیحت شروع کی ہے کہ اے مخاطب تیری عقل تیری خواہش سے مغلوب ہے جس طرح فرعون ہامان سے مغلوب تھا اُو بفن۔ یعنی خواہش نفسانی مکاری سے اس نصیحت کو ٹال دیتی ہے۔ کہ ایں۔ بہانے نفسانی عقل سے کہتی ہے کہ یہ بات بامحل نہیں ہے اس پر فریفتہ نہ ہو۔ وائے۔ اُس شاہ پر افسوس ہے کہ جس کا وزیر ہامان جیسا ہو۔ اُن دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ شاد۔ وہ شاہ قابلِ مبارکباد ہے جس کا آصف جیسا وزیر مشیرِ کار ہو۔

[3] شاہِ عادل۔ جب بادشاہ بھی منصف ہو اور وزیر بھی بھلا ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے۔ جیسے سلیمانؑ۔ حضرت سلیمانؑ اور اُن کا وزیر آصف نورٌ علیٰ نور کا مصداق تھے شاہ فرعون۔ شاہ فرعون ہو اور وزیر ہامان تو بدبختی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس۔ ایسے شاہ کیلئے قیامت میں تاریکی بالائے تاریکی ہوگی

583

من ندیدم جز شقاوت در دلم
میں نے کمینوں میں سوائے بدبختی کے کچھ نہ دیکھا

گر تو دیدستی رساں از من سلام[1]
اگر تو نے دیکھا ہے تو اُن کو میرا سلام پہنچا دے

ہمچو جاں باشد شہ و صاحب چو عقل
شاہ بمنزلہ جان کے اور وزیر عقل جیسا ہوتا ہے

عقلِ فاسد روح را آرد بہ نقل
خراب عقل، روح کو نکال دیتی ہے

آں فرشتہ عقل چوں ہاروت شد
عقل کا فرشتہ جب ہاروت بن جاتا ہے

سحر آموزِ دو صد طاغوت شد
دو سو شیطانوں کو جادو سکھانے والا ہو جاتا ہے

عقلِ جزوی را وزیرِ خود مگیر
ناقص عقل کو اپنا وزیر نہ بنا

عقلِ کُل را ساز اے سلطاں وزیر
اے شاہ! عقلِ کل کو اپنا وزیر بنا

مر ہوا را تو وزیرِ خود مساز
تو ہوا (وہوس) کو اپنا وزیر نہ بنا

کہ برآید جانِ پاکت از نماز
کیونکہ تیری پاک جان عبادت سے خارج ہو جائیگی

کایں ہوا پُر حرص و حالی بیں بود
کیونکہ یہ خواہش حرص بھری اور سود کو دیکھنے والی ہوتی

عقل را اندیشہ یوم الدین بود
عقل کو قیامت کی فکر ہوتی ہے

عقل[2] را دو دیدہ در پایانِ کار ہے
عقل کی دونوں آنکھیں انجام کار پر ہوتی ہیں

بہرِ آں گل می کشد او رنجِ خار
وہ اُس پھول کے لئے کانٹے کی تکلیف برداشت کرتی ہے

کہ نہ فرساید نہ ریزد در خزاں
کیونکہ وہ خزاں میں نہ شکستہ ہوتا ہے نہ جھڑتا ہے

بادِ ہر خر طوم را خشم دوراں
خدا کرے نہ سونگھنے والے کی ناک اُس سے دور رہے

ور چہ عقلت ہست با عقلِ دگر
اگرچہ تیری (بھی) عقل ہے لیکن) دوسری عقل کا

یار باش و مشورت کن اے پدر
دوست بن جا اے باوا! مشورہ کر لے

بادِ عقل از بس بلا ہا وا رہی
تو (عقلوں کے ذریعہ بہت سی بلاؤں سے نجات پائیگا

پائے خود بر اوجِ گردوں نہ نہی
اپنا پاؤں آسمانوں کی بلندی پر رکھے گا

نشستنِ[3] دیو بر مقامِ سلیمانؑ و تشبہ کردنِ او بکارہائے سلیمان و فرق ظاہر

حضرت سلیمانؑ کی جگہ پر دیو کا بیٹھنا اور اُس کا حضرت سلیمانؑ کے کاموں کی نقل اُتارنا

شدنِ میانِ دیو و سلیمانؑ و دیو خود را سلیمان بن داؤد نام کردن

اور دیو اور حضرت سلیمانؑ میں فرق ظاہر ہو جانا اور دیو کا اپنا نام سلیمان بن داؤد مقرر کرنا

سلیمانؑ کی جگہ بیٹھ گیا تھا محققین کے نزدیک محض افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں مولانا نے محض تمثیلاً اُس کو بیان فرما دیا ہے بہرحال مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کا دل بمنزلہ سلیمانؑ کی انگوٹھی کے ہے شیطان سے اُسکی حفاظت ضروری ہے۔

[1] گر تو۔ اگر کمینوں میں تجھے کوئی سعادت نظر آئے تو اُس سے میرا سلام کہہ دے۔ ہمچو جاں۔ شاہ بمنزلہ جان اور وزیر بمنزلہ عقل کے ہے اگر عقل خراب ہو جائے تو روح باقی نہیں رہتی ہے۔ عقل۔ عقل جو بمنزلہ فرشتہ ہے اگر وہ ہاروتی فطرت اختیار کرلے تو اُسکے کارنامے خراب ہوتے ہیں۔ طاغوت۔ ہر وہ طاقت جو اللہ سے سرکشی کرے۔ عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ کُل۔ وہ عقل جو ہوا و ہوس سے آزاد ہو۔ ہوا۔ خواہش نفسانی کو وزیر نہ بنا۔ کہ برآید۔ ورنہ تیری روح بیکار چھوڑ دے گی۔ کایں ہوا۔ انسان کی خواہشِ نفسانی حریص ہوتی ہے اور حالی یعنی دنیاوی معاملات کی فکر کرتی ہے، عقل آخرت کے معاملہ کو سوچتی ہے۔

[2] عقل را۔ عقل کی دو آنکھیں انجام پر نظر رکھتی ہیں۔ گل۔ یعنی آخرت۔ خار۔ یعنی دنیاوی مصائب۔ کہ وہ پھول نہ بکھرتا ہے نہ جھڑتا ہے۔ خشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ور چہ۔ خواہ انسان میں خود بھی عقل ہو لیکن عقلِ کامل کو ضرور شریکِ مشورہ کرنے بادِ عقل۔ خود انسان کی عقل اور عقلِ کامل دونوں مل کر مصائب سے نجات دلائینگی۔

[3] نشستن۔ یہ قصہ کہ فخر نامی دیو نے حضرت سلیمانؑ کی انگشتری چرالی تھی اور خود حضرت

دیو[۵۱] گر خود را سلیمان نام کرد
دیو نے اپنا نام سلیمان رکھ لیا
ملک بُرد و مملکت را رام کرد
ملک لے اڑا اور سلطنت کو مسخر کر لیا

صورتِ کارِ سلیمان دیدہ بود
اس نے حضرت سلیمان کے کام کا ظاہر دیکھا تھا
صورت اندر سرِّ دیوی می نمود
شیطانی باطن میں صورت رونما تھی

خلق گفتند ایں سلیمان بے صفاست
لوگوں نے کہا یہ سلیمان، بے نور ہے
از سلیماں تا سلیماں فرقہاست
سلیمان سے سلیمان تک بہت فرق ہیں

او چو بیدار است ایں ہمچو وسن
وہ بیداری کی طرح، یہ نیند کی طرح ہے
ہمچناں کآں حسن تا ایں حسن
جیسا کہ اُس حسن اور اِس حسن میں

دیو[۵۲] می گفتے کہ حق بر شکلِ من
دیو کہتا تھا کہ اللہ (تعالیٰ) نے میری صورت پر
صورتے کرد است خویش برآہرمن
شیطان کی خود صورت بنادی ہے

دیو را حق صورتے من دادہ است
اللہ (تعالیٰ) نے دیو کو میری صورت دیدی ہے
تا ببیند از دشمارا اوبشست
تاکہ وہ تمہیں کمند میں پھنسالے

گر پدید آید بدعوئی زینہار
اگر وہ دعوے کے ساتھ نمودار ہو، ہرگز
صورتِ او را مدارید اعتبار
اُس کی صورت کا اعتبار نہ کرنا

دیو شاں از مکر می گفتے دلیک
دیو مکاری سے اُن سے کہتا تھا، لیکن
می نمود آں عکس بر دلہائے نیک
اُس کا نیک دلوں پر عکس ظاہر ہوتا تھا

نیست بازی با تمیز خاصہ او
دھوکا تمیز کر لینے والے کیساتھ (لیکن) ہیہات
کہ بود تمیز و عقلش غیب گو
کہ جس کی تمیز اور عقل غیب کو بتادے

ہیچ سحر و ہیچ تلبیس و دغل
کوئی جادو اور کوئی مکاری اور کوئی فریب
می نہ بندد پردہ بر اہلِ دول
پردہ نہیں ڈال سکتا دولت والوں پر

پس[۵۳] ہمی گفتند با خود در جواب
پھر وہ جواب میں اپنے دل میں کہتے
باژگونہ می روی اے کج خطاب
اے ٹیڑھی بات کرنیوالے! تو اُلٹی چال چل رہا ہے

باژگونہ رفت خواہی ہمچنیں
تو اسی طرح اُلٹا جائے گا
سوئے دوزخ اسفل اندر اسفلین
دوزخ کی جانب نیچے طبقوں میں سے نیچے میں

او اگر معزول گشتہ است و فقیر
وہ (سلیمان) اگرچہ معزول اور فقیر ہو گئے ہیں
ہست در پیشانیش بدر منیر
اُن کی پیشانی میں چودھویں کا چاند ہے

---

[۵۱] دیو مسخر، آدم، فرمانبردار دیو صورت۔ وہ دیو حضرت سلیمان کے ظاہر کار سے واقف تھا حقیقت سے واقف نہ تھا تو اس نے ظاہر کار کی نقل اتارنی شروع کر دی لیکن اُن کاموں کا باطن شیطانی تھا۔ مخلوق۔ جب مسخر نے سلیمان ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنا نام بھی سلیمان ظاہر کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ سلیمان تو بے نور ہے اور کہاں سلیمان اور اُن سلیمان میں بہت فرق ہے اور اُن دونوں میں ایسا ہی فرق بتایا جیسا کہ پہلے وزیر حسن اور دوسرے وزیر حسن میں فرق تھا۔

[۵۲] دیو می گفتے۔ مسخر جب شبہ ہوا کہ لوگ مجھ سے بدظن ہو کر اصل سلیمان کی تلاش میں نہ لگ جائیں تو اُن کو بہکانے کے لئے کہنے لگا کہ اللہ نے ایک شیطان بھی میری صورت پر پیدا کیا ہے کبھی وہ آکر کچھ کام کر دیتا ہے تو اس کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی نہ کرنا۔

[۵۳] پس۔ وہ مسخر اُنسے یہ باتیں کرتا تھا لیکن نیک لوگوں پر اسکی اصلیت کا عکس پڑ رہا تھا۔ نیست نیک لوگوں کیساتھ مکر کرنا آسان نہیں ہوتا۔ جو لوگ آخرت کی دولت کے مالک ہیں اُن کی عقلوں پر کوئی جادو، مکاری و فریب پردہ نہیں ڈال سکتا۔

[۵۴] پس۔ اُس مسخر کی تقریر پر وہ توجہ نہیں کرتے اور کہتے کہ تیری سب باتیں نقلیں ہیں اور تیری چال اُلٹی ہی یاد کرنا۔ تو

565

تو اگر انگشتری را بُردۂ
تو نے اگر انگوٹھی اڑالی ہے

دوزخی چوں زُمہریر افسُردۂ
تو دوزخ ہے، زمہریر کیطرح ٹھنڈا ہوا ہے

ما بجوش و عارض و طاق و طرب
ہم کروفر اور لشکر اور شان و شوکت کی وجہ سے

سر کجا کہ خود ہمی نہ نہیم سُنب
سر کجا ہم پاؤں بھی نہ رکھیں گے

ور بغفلت ما نہیم اُو را جبیں
اگر ہم غفلت سے اُسکے سامنے پیشانی رکھدیں

پنجۂ مانع برآید از زمیں
روکنے والا پنجہ زمین سے برآمد ہوگا

کہ مَنہ آں سر مرا ایں سر زیر را
کہ اس اوندھے کے لئے سر نہ جھکا

ہیں مکُن سجدہ مرا ایں اُدبیر را
خبردار! اس بدبخت کے لئے سجدہ نہ کر

کردمے من شرحِ ایں بس جانفزا
میں اس کی کچھ تشریح کرتا

گر نبودے غیرت و رشکِ خدا
اگر خدا کی غیرت اور رشک (مانع) نہ ہوتی

ہم قناعت کُن تو ہیں بر ایں قدر
تو بھی قناعت کر اور اس مقدار کو قبول کرلے

تا بگویم شرحِ ایں وقتِ دگر
جب تک کہ میں اسکی دوسرے وقت شرح کردوں

نامِ خود کردہ سُلیمانے نبی
اپنا نام سلیمان نبی رکھ کر

رُوئی پوشی می کُند بر ہر صبی
ہر بچہ کے لئے (اپنی) روپوشی کرلیتا ہے

در گذر از صورت و از نام خیز
صورت سے آگے بڑھ اور معنی، نام سے دستبردار ہوجا

از لقب و از نام در معنی گریز
لقب اور نام کی بجائے باطن کیطرف جا

پس بپرس از خلق و از افعالِ اُو
پس اُس کے اخلاق اور افعال دریافت کر

در میانِ خلق و فعل اُو را بجُو
اخلاق اور افعال کے درمیان اُسکو تلاش کر

کار ہر کس نیست ہیں در کش تمام
خبردار! (یہ) ہر شخص کا کام نہیں ہوتا کام کھینچ لے

مسجدِ اقصیٰ بساز و کُن تمام
مسجد اقصیٰ تعمیر کر اور مکمل کر

شد تمام القصہ مسجد بے فتور
قصہ مختصر بے عیب مسجد مکمل ہوگئی

بد سُلیمان زائر و مسجد مزور
حضرت سلیمان زیارت کرنیوالے اور مسجد زیارتگاہ بنی

در آمدن ہر روز سلیمان علیہ السلام در مسجدِ اقصیٰ بعد از تمام شدن بجہت عبادت و
عمل ہوجانیکے بعد ہر روز حضرت سلیمان کا مسجد میں آنا عبادت کیلئے اور عبادت گذاروں اور اعتکاف کرنیوالوں
ارشادِ عابداں مُعتکفاں و سُتون عقاقیر در مسجد با آنحضرت علیہ السلام سخن در آمدن
کی رہنمائی کے لئے اور بوٹیوں کا مسجد میں اگنا اور آنحضرت علیہ السلام کے ساتھ باتیں کرنا

۵۸۶

---

۵۱ تو اگر۔ اُن لوگوں نے دل میں یہ بھی کہا کہ اگرچہ تو نے انگوٹھی چُرا کر حضرت سلیمان کے تخت پر قبضہ کرلیا ہے لیکن تو دوزخ کا زمہریری حصہ ہے۔ بوش۔ کروفر۔ عارض۔ لشکر، خدم۔ طاق و طرب۔ طاق و طرم ہی کی بدلی ہوئی صورت ہے، شان و شوکت۔ سُنب۔ سُم، پاؤں۔ در بغفلت۔ اگر بھولے سے تعظیم بھی کریں تو یہی پنجہ ہمارے لئے مانع آتا ہے۔ سر زیر۔ اوندھا۔ اُدبیر۔ ادبار کا مارا ہے۔

۵۲ شرح ایں۔ یعنی اس کی تشریح کو اللہ تعالےٰ ..... شیاطین کو کیوں مواقع عنایت کرتا ہے اور انکو ڈھیل دینے میں کیا اسرار ہیں غیرت خداوندی اس تشریح کے لئے مانع ہے۔

نام خود کردہ۔ شیطان اپنا اچھا نام رکھ کر لوگوں کو دھوکے دیتا ہے۔ صبی۔ یعنی نابالغ بچہ۔ در گذر۔ انسان کو چاہئے کہ منقطع صورت اور بڑے القاب سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ باطنی اوصاف کو دیکھے۔

۵۳ پس۔ انسان کو اسکے اخلاق اور اُسکے کارناموں سے پہچان محض صورت اور نام سے دھوکہ نہ کھا۔ کار ہر کس نیست۔ اس طرح مردم شناسی ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ در کش تمام۔ یعنی اب یہ بات ختم کر اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی بات کر۔ تصویر خیالی۔ مزور جسکی زیارت کیجائے۔ عقاقیر۔ عُقار کی جمع ہے دواؤں کی جڑی بوٹیاں۔

چوں سُلیمانِ نبی شاہِ اَنام[1]
جب شاہ عالم سلیمانؑ نبی نے

ساخت مسجد را و فارغ شد تمام
مسجد بنائی اور بالکل فارغ ہو گئے

ہر صباح او را وظیفہ ایں بُدے
ہر صبح کو اُن کا یہ معمول تھا

کا مدے در مسجدِ اقصیٰ شُدے
کہ آتے، مسجد اقصیٰ میں جاتے

نو گیاہے رُستہ دیدے اندرُو
اُس میں نیا بوٹا اُگا ہوا دیکھتے

پس بگفتے نام و نفعِ خود بگو
تو فرماتے اپنا نام اور فائدہ بتا

تو چہ داروئی چہ نامت چہ است
تو کس (مرض) کی کیا دوا ہے تیرا کیا نام ہے؟

تو زباں برکہ و نفعت برکہ است
تو کس کے لئے مضر اور کس کیلئے نفع رساں ہے؟

پس بگفتے ہر گیاہے فعل و نام
تو ہر بوٹی کا کام اور نام بتاتی

کہ من آنرا جانم و ایں را حمام
کہ میں اُس کے لئے جان اور اس کیلئے موت ہوں

من مَر ایں را زہرم و آں را شکر
میں اِسکے لئے زہر اور اُس کے لئے شکر ہوں

نام من اینست بر لوحِ قدر
لوح محفوظ میں میرا یہ نام ہے

پس سُلیمان با حکیماں زاں گیا
پھر حضرت سلیمانؑ طبیبوں سے اس بوٹی کے

شرح کردے نفع و ضرش اے گیا
نفع اور نقصان کی شرح کرتے اے بڑے!

پس[2] طبیباں از سلیمان زاں گیا
تو طبیب حضرت سلیمانؑ کیوجہ سے اس بوٹی کے

عالم و دانا شُدند و مُقتدا
عالم اور دانا اور مقتدا بنے

تا کُتبہائے طبیبی ساختند
یہاں تک کہ انھوں نے طب کی کتابیں تصنیف کیں

جسم را از رنج می پرداختند
بدن کو مرض سے نجات دلائی

ایں نجوم و طب وحیِ انبیاست
یہ نجوم اور طب نبیوں کی وحی ہے

عقل وحس را سُوئے بے سُودہ کجاست
عقل وحس کیلئے لامکان کی جانب راستہ کہاں ہے؟

عقلِ[3] جُزوی عقلِ استخراج نیست
ناقص عقل ایجاد کرنیوالی عقل نہیں ہے

جُز پذیرائے فن و محتاج نیست
ضرورتمند اور فن کو قبول کرنے والی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

قابلِ تعلیم و فہم ست ایں خرد
یہ عقل تعلیم اور سمجھ کے قابل ہے

لیک صاحب وحی تعلیمش دہد
لیکن اُس کو صاحب وحی تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بُود
یقیناً تمام پیشے وحی کے ذریعہ ہوتے ہیں

اوّلِ اُو لیک عقل آں را فزود
اُن کی ابتدا، لیکن عقل نے اُن کو بڑھایا ہے

---

[1] انام۔ مخلوق۔ وظیف۔ معمول۔ نو گیا ہے یعنی حضرت سلیمانؑ کوئی نئی بوٹی اُگی ہوئی دیکھتے تو اُس سے اُس کا نام اور نفع و نقصان دریافت کرتے پس بگفتے۔ وہ جڑی بوٹی اپنا نام اور اپنے افعال و خواص حضرت سلیمانؑ کو بتاتی۔ لوح۔ تختی۔ قدر۔ قضا و قدر۔ کیا۔ بوٹی۔

[2] پس طبیب۔ حضرت سلیمانؑ سے اس بوٹی کے افعال و خواص سیکھ لیتے تھے۔ تاکتبہائے۔ اسکے بعد طبی کتابیں تصنیف ہوئیں جسم را جسمانی بیماریوں کے علاج کرنے لگے۔ اس نجوم، اسکسب علوم کی ابتدا وحی کے ذریعہ ہوئی ہے حدیث شریف ہے۔ اِنَّ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ یَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّہٗ فَذَاکَ۔ صَدَقَ وَمَنْ لَمْ یُوَافِقْ کَذَبَ یعنی ایک نبی لکیر کھینچتے تھے (جس سے آئندہ کے واقعات معلوم ہو جاتے تھے) پس جس اتفاق اور اتفاق اور تجربہ کی لکیر اُن کی لکیر کے مطابق ہوتی ہے وہ درست ہے اور جس کی مخالف ہوتی ہے وہ غلط ہے۔

[3] عقلِ جُزوی۔ عام انسانی عقل۔ استخراج یعنی علم کو ایجاد کرنا۔ قابلِ تعلیم یعنی عام عقل انسانی میں سیکھنے کی صلاحیت ہے اور صاحب وحی اُس کو سکھا دیتا ہے۔ لیک عقل حکماء اور فلاسفہ نے اُن علوم پر اضافے کئے ہیں۔

586

هیچ[1] حرفت را ببیں کایں عقلِ ما — تا نداُو آموختن بے اُوستا

دیکھ! ہماری یہ عقل کوئی پیشہ — کیا وہ بغیر اُستاد کے سیکھ سکتی ہے؟

گرچہ اندر مکر مُوی اِشگاف بُد — ہیچ پیشہ رام بے اُستا نشد

اگرچہ (وہ عقل) تدبیر میں بال کو چیرنے والی تھی — کوئی پیشہ اُستاد کے بغیر قابو میں نہ آیا

دانشِ پیشہ ازیں عقل ار بُدے — پیشہ بے اُوستا حاصل شُدے

پیشہ کا علم اگر عقل سے ہوتا — (تو) پیشہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جاتا

آموختن[2] پیشۂ گورکنی قابیل از زاغ پیش از آنکہ در عالم

قابیل کا قبر کھودنے کا پیشہ کوّے سے سیکھنا، اس سے پہلے کہ دنیا میں

علمِ گورکنی بود

قبر کھودنے کا علم ہوا

کندنِ گورے کہ کمتر پیشہ بُود — کے ز فکر و حیلہ و اندیشہ بُود

قبر کھودنا، جو معمولی پیشہ ہے — کب فکر اور تدبیر اور خیال سے ہوا؟

گر بُدے ایں فہم مر قابیل را — کے نہادے بر سرِ اُو ہابیل را

اگر یہ سمجھ قابیل میں ہوتی — (تو) وہ ہابیل (کی نعش کو) سر پر کب رکھتا؟

کہ کجا غائب کنم ایں کُشتہ را — ایں نخون و خاک در آغشتہ را

کہ میں اس مقتول کو کہاں چھپاؤں؟ — اس خون اور مٹی میں لتھڑے ہوئے کو

دید[3] زاغے زاغِ مُردہ در نہاں — برگرفتہ تیز می آمد پراں

اس نے دیکھا کہ ایک کوّا مُردہ کوّے کو منہ میں — لئے تیزی سے اُڑا آرہا ہے

از ہوا زیر آمد و شد اُو بفن — در پئے تعلیم اُو را گور کن

وہ ہوا سے نیچے اُترا اور ہنرمندی سے بنا — قبر کھودنے والا اس کو سکھانے کیلئے

پس بچنگال از زمیں انگیخت گرد — زُود زاغِ مُردہ را در گور کرد

پھر اُس نے زمین سے پنجے کے ذریعہ مٹی کھودی — جلدی سے مرے ہوئے کوّے کو قبر میں رکھ دیا

دفن کردش پس بپوشیدش بخاک — زاغ از الہامِ حق بُد علمناک

اس کو دفن کر دیا پھر اُس کو مٹی سے چھپا دیا — کوّا اللہ (تعالیٰ) کے الہام سے عالم تھا

گفت قابیل آہ شہ بر عقلِ من — کہ بُود زاغے زمن افزوں بفن

قابیل نے کہا آہ! میری عقل پر افسوس ہے — کہ کوّا ہنر میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو

[1] هیچ حرفت۔ کوئی دستکاری بغیر اُستاد کے نہیں سیکھی جا سکتی۔ گرچہ عقل اگرچہ موشگافیاں کرتی ہے لیکن بغیر اُستاد کے کوئی پیشہ نہیں سیکھ سکتی۔ دانشِ پیشہ کسی پیشہ کا جاننا اگر محض عقل کی وجہ سے ہوا کرتا تو وہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جایا کرتا۔

[2] آموختن۔ قابیل نے قبر کھودنے کا پیشہ کوّے سے سیکھا۔ گورکنی۔ قبر کھودنا۔ کے زفکر۔ خود قابیل کے غور و فکر سے اسکو حاصل نہو سکا۔ قابیل۔ حضرت آدمؑ کا لڑکا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ کے نہادے۔ قتل کے بعد اس کی نعش سر پر لئے پھر رہا تھا۔ ایں کُشتہ۔ یعنی ہابیل۔

[3] دید۔ اس قابیل نے دیکھا کہ کوّا ایک مُردہ کوّے کو لایا اور اُس نے زمین کھود کر اُس کو دفن کیا تو اُس کوّے سے قابیل کو قبر کھودنے کا ہنر آیا۔ گورکن۔ قبر کھودنے والا۔ پچنگال۔ پنجو۔ علمناک۔ علم والا، عالم۔ تشہ۔ تف۔

عقلِ کُل را گفت ما زاغ البصر — عقلِ جُزوی می کُند ہر سُو نظر

عقل کُل کیلئے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: نگاہ بھٹکی نہیں — عقلِ جزوی عقل ہر جانب نظر دوڑاتی ہے

عقلِ ما زاغ ست نُورِ خاصگاں — عقلِ زاغِ اُستادگورِ مُردگاں

"ما زاغ" والی عقل خاصانِ خدا کا نور ہے — کوّے کی عقل مُردوں کی قبر کی اُستاد ہے

جاں کہ اُو دُنبالۂ زاغاں پَرَد — زاغ اُو را سُوئے گورستاں بَرَد

وہ جان جو کوّوں کے پیچھے اُڑے — کوّا اُس کو قبرستان کی جانب لے جائیگا

ہیں مَرو اندر پئے نفسِ چو زاغ — کُو بگورستاں بَرَد نے سُوئے باغ

خبردار! کوّے جیسے نفس کے پیچھے نہ لگ — جو قبرستان کی طرف لیجاتا ہے نہ کہ باغ کیجانب

گر رَوی رَو در پئے عنقائے دل — سُوئے قاف و مسجدِ اقصائے دل

اگر لگنا ہے تو دل کے عنقا کے پیچھے لگ — دل کی مسجدِ اقصیٰ اور کوہِ قاف کیجانب جا

تو گیاہے ہر دم از سودائے تو — می دَمد در مسجدِ اقصائے تو

تیرے خیال کی نئی گھاس ہر وقت — تیری مسجدِ اقصیٰ میں اُگتی ہے

تو سُلیمانی وار دادِ اُو بدہ — پے بَرِ از وَے پائے رَد بر وے مَنہ

تو حضرت سلیمانؑ کی طرح اُس کی قدر کر — اُس سے پتہ لگا انکار کا پاؤں اُس پر نہ رکھ

زانکہ حالِ ایں زمینِ باثبات — باز گوید با تو انواعِ نبات

کیونکہ اس پائدار زمین کی سچی کہانی — بوٹیوں کی قسمیں تجھ سے بھرکہدیں گی

در زمیں گر نے شکر در خود نیست — ترجمانِ ہر زمیں نبت و لیست

زمین میں خواہ گنا ہو خواہ نرکل — ہر زمین کی پیداوار اُس کی ترجمان ہے

پس زمینِ دل کہ نبتش فکر بُود — فکرہا اسرارِ دلہا را نمُود

تو دل کی زمین جس کا بوٹا خیال تھا — خیالات نے دل کے راز ظاہر کردیئے

گر سخن کَش بینم اندر انجمن — صد ہزاراں گُل بروید در چمن

اگر میں مجلس میں سخن فہم دیکھوں — چمن میں لاکھوں پھول اُگتے دیکھوں

ور سخن کَش یابم آں دم زَن بمُرد — میگریزد نکتہا از دل چو دُر

اگر میں اُس وقت بھڑوے کو بات نہ سمجھنے والا پاؤں — تو موتی کی طرح نکتے دل سے بھاگتے ہیں

کی اچھائی برائی معلوم ہوجائیگی گر سخن کَش۔ اگر مجلس میں سخن فہم ہوتے ہیں تو کہنے والے کا دل کھلتا ہے۔ ور سخن کَش۔ اگر سامعین نافہم ہوں تو نکتے فوراً غائب کرلیتے ہیں۔

اے عقلِ کُل۔ آنحضورؐ کی عقل کامل تھی قرآن میں آپ کے بارے میں فرمایا گیا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی آنحضورؐ کی نگاہ نہ کج ہوئی نہ اُس نے سرکشی کی عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل عقلِ مازاغ۔ جو عقل صحیح کام کرتی ہے وہ خاصانِ خدا کا کام کرتی ہے جسکو عطا کردیا گیا ہے۔ عقلِ زاغ۔ کوّے کی عقل تو اتنی ہی ہے کہ وہ قابیل کو گڑھنی سکھا سکی۔ زاغاں ثیلین بناؤں شنیوخ۔

ہیں مرو۔ تیرا نفس بھی چالاکی میں کوّا ہے اُسکے پیچھے نہ لگ ورنہ تجھے گورستان میں پہنچادیگا۔ عقارول۔ دل چونکہ افکار کا مرکز ہے اُس کے پیچھے چل۔ قاف۔ پہاڑ کا نام ہے جو عنقار کا مقام مانا گیا ہے۔ تیرا دل مسجدِ اقصیٰ ہے اُس کے خیالات وہ بوٹیاں ہیں جو مسجدِ اقصیٰ میں اُگتی تھیں۔ تو سلیمان وار جس طرح حضرت سلیمانؑ اُن بوٹیوں سے علم حاصل کرتے تھے تو بھی اپنے خیالات سے اُن کا علم حاصل کرتا رہ۔ تو دیکھ۔ جس طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں اُس سے قلب کی حالت کا اندازہ لگالے۔

در زمیں۔ زمین کی اچھائی اور برائی کا معیار اُسکی پیداوار ہے جو زمین گنا اُگائے وہ بہتر ہے اور جو زمین نرکل اُگائے وہ خراب ہے۔ زمینِ دل۔ خیالات دل کی زمین کی پیداوار ہیں اُن سے دل

589

مُستمع[1] چوں نیست خاموشی بہ است
جب سننے والا نہیں ہے، چپ رہنا بہتر ہے

مکتہ از نااہل گر پوشی بہ است
اگر نکتہ کو تو نااہل سے چھپائے تو بہتر ہے

جُنبش ہر کس بسُوی جاذب ست
ہر شخص کی حرکت کھینچنے والے کی طرف ہے

جذب صادق نے چو جذب کاذب ست
سچی کشش جھوٹی کشش کی طرح نہیں ہے

می رَوی گہ گمرہ و گہ در رشد
تو کبھی گمراہ ہو کر چلتا ہے اور کبھی راہ راست پر

رشتہ پیدا نے و آں کہ می کشد
نہ ڈور ظاہر ہے اور نہ وہ جو تجھے کھینچتا ہے

اُشترے کوری مہارِ تو رہیں
تو اندھا اونٹ ہے، تیری مہار گروی ہے

تو کشش می بیں مہار را مبیں
تو کشش کو دیکھ، اپنی مہار کو نہ دیکھ

گر شُدے[2] محسوس جذابِ مُہار
اگر مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جاتا

پس نماندے ایں جہان دار الغرار
تو یہ دنیا دھوکے کا گھر نہ رہتی

گبر دیدے کوُ پئے سگ می رَوَد
کافر دیکھ لیتا کہ وہ کتے کے پیچھے جا رہا ہے

سُخرۂ دیوِ سیہ رُو می شوَد
سیاہ رُو شیطان کا فرمانبردار بن کر جا رہا ہے

دَر پئے اُو کے شُدے ہمچوں اَسیر
قیدی کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟

پائے خود را وا کشیدے طفلِ پیر
یہ بوڑھا لڑکا اپنا پاؤں کھینچ لیتا

دَر پئے اُو کے شُدے مانندِ حیز
بھیڑ کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟

پائے خود را وا کشیدے گبر نیز
کافر بھی اپنا پاؤں کھینچ لیتا

گاؤ[3] اگر واقف زِ قصّاباں بُدے
اگر گائے قصائیوں سے واقف ہوتی

کے پئے ایشاں بدآں دکاں شُدے
تو کب اُنکے پیچھے اس دکان تک جاتی

یا بخوردے از کفِ ایشاں سَبُوس
یا کب اُنکے ہاتھ سے بھوسی کھاتی؟

کے پئے ایشاں بدادے شیر شاں از چاپلوس
یا پیار سے کب اُن کو دودھ دیتی؟

دَر بخوردے کے عَلَف، مضمش شُدے
اور اگر کھاتی تو چارہ اس کو کب ہضم ہوتا؟

گر ز مقصودے عَلَف واقف بُدے
اگر چارے کے مقصد سے وہ واقف ہوتی!

پس ستونِ ایں جہاں خود غفلت ست
تو اس دنیا کا ستون خود غفلت ہے

چیست دولت کایں دواں دوبالت ست
دولت کیا ہے یہ بھاگ دوڑ ہے اور پیٹ کا گڑھا

اَوّلش دَوَدو بآخر لَت بخور
اس کی ابتدا بھاگ دوڑ آخر مار کھا ہے

جز دریں ویرانہ نبوَد مرگِ خر
اس ویرانہ میں گدھے کی موت کے سوا نہیں ہے

---

[1] مستمع۔ جب سننے والوں میں اہلیت نہ ہو تو خاموشی بہتر ہے۔ اسرار و حکم نااہلوں کو نہ سنانے چاہئیں۔ جنبش۔ سننے والے کا جذبہ۔ مضامین کی کشش کا سبب ہے، اور جذبہ بھی صادق ہونا ضروری ہے۔ می روی۔ جسطرح ظاہری کشش ہوا سیطرح ایک پوشیدہ کشش ہے جو کبھی سیدھا چلاتی ہے کبھی ٹیڑھا اور انسان بندھا ہوا ہے لیکن نہ بندش نظر آتی ہے اور نہ کھینچنے والا۔ اشتر۔ انسان کی مثال اندھے اونٹ کی سی ہے جس کی مہار دوسرے کے قبضہ میں ہوتی ہے انسان کو کھینچنے والے کی طرف دھیان نہ دینا چاہیئے۔

[2] گر شدے۔ اگر انسان کا غیر محسوس مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جائے تو دنیا دھوکے کا گھر نہ رہے۔ جذاب۔ کھینچنے والا۔ دار الغرار۔ دار الغرور دھوکے کا گھر۔ گبر۔ کافر کو گمراہی کی طرف کھینچنے والا دیو سیاہ رُو شیطان ہے۔ دنبالے۔ پیچھے۔ کافر کبھی تک کا اتباع نہ کرتا جیز۔ نر بکرا۔ گبر۔ یعنی کافر۔

[3] گاؤ۔ گائے اگر قصائی کی حقیقت سے واقف ہو جائے تو کبھی بھی اسکے پیچھے اسکی دکان تک نہ جائے نہ اسکے ہاتھ سے چارہ کھائے نہ اسکو دودھ پلائے۔ در بخوردے۔ اگر مجبوری میں قصائی کے ہاتھ کی گھاس کھاتی تو کبھی ہضم نہ ہوتی علف۔ چارہ۔ پس۔ دنیا کا بقا اور کارو بار اسی غفلت سے چل رہا ہے ورنہ دنیا کی دولت کا خلاصہ بھاگ دوڑ اور مار پیٹ کے سوا کچھ نہیں ہوتا دوڑ بھاگ

تو بجد[1] کارے کہ بگرفتی بدست
تو نے جس کام کو کوشش سے ہاتھ میں پکڑا ہے

زاں ہمی تانی بدادن تن بکار
اسی وجہ سے تو اُس میں مصروف ہو سکا ہے

ہمچنیں ہر فکر کہ گرمی دراں
اسی طرح ہر وہ خیال جس میں تو سرگرم ہے

بر تو گر پیدا شدے زاں عیب و شین
اگر اُس کا عیب اور نقصان تجھ پر عیاں ہو جاتا

حال کا خر زو پشیماں می شوی
وہ حال جس سے تو آخر میں شرمندہ ہوتا ہے

پس بپوشید اوّل آں بر جانِ ما
(اللہ نے) شروع میں اُس کو ہم پر پوشیدہ کر دیا ہے

چوں قضا آورد حکمِ خود پدید
جب قضا نے اپنا حکم ظاہر کر دیا

ایں پشیمانی قضائے دیگرست
یہ شرمندگی ایک دوسری قضا ہے

ور کنی عادت پشیماں خود شوی
اگر تو عادت ڈال لے تو شرمندگی خود ہو جائیگی

نیم[2] عمرت در پریشانی شود
تیری آدھی عمر پریشانی میں (صرف) ہو جائیگی

ترکِ ایں فکر و پشیمانی بگو
اِس فکر اور شرمندگی کو چھوڑ

ور نہ داری کارِ نیکو تر بجو
اچھا حال اور کام تلاش کر

عیبش ایں دم بر تو پوشیدہ شد ست
اِس وقت تجھ پر اُس کا عیب پوشیدہ ہے

کہ بپوشید از تو عیبش کردگار
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے اُسکا عیب پوشیدہ رکھا ہے

عیبِ آں فکرت شدست از تو نہاں
تیرے اُس فکر کا عیب تجھ سے پوشیدہ ہے

زود رسیدے جانت بعد المشرقین
تیری جان اُس سے مشرق و مغرب کی دوری پر بھاگتی

گر شود ایں حالت اوّل کہ دوی
اگر تیری یہ حالت شروع میں ہو جاتی تو کب دوڑتا؟

تا کنیم آں کار بر وفقِ قضا
تاکہ ہم قضا کے مطابق وہ کام کریں

چشم وا گشت و پشیمانی رسید
آنکھ کھلی اور شرمندگی ہوئی

ایں پشیمانی بہل حق را پرست
اِس شرمندگی کو رہنے دے اللہ کی عبادت کر

زیں پشیمانی پشیماں تر شوی
اِس شرمندگی سے (اور) زیادہ شرمندہ ہوگا

نیم دیگر در پشیمانی رود
باقی آدھی شرمندگی میں چلی جائے گی

حال دیگر کارِ نیکو تر بجو
اچھا حال اور کام تلاش کر

پس پشیمانیت بر فوتِ چہ است
تو تیری شرمندگی کس چیز کے کھو جانے پر ہے؟

---

[1] تو بجد۔ آدمی جس کام میں محنت اور کوشش سے لگتا ہے خدا اُس کام کے عیب اُس سے مخفی رکھتا ہے تب ہی وہ لگا رہتا ہے۔ یہ بات صرف کام میں ہی نہیں ہے فکر و خیال میں بھی ہے ہر تو۔ اگر اُس خیال کا عیب ظاہر ہو جائے تو آدمی اُس سے کوسوں بھاگے۔ بُعد المشرقین۔ وہ فاصلہ جو مشرق اور مغرب میں ہے۔

[2] حال۔ جس حالت اور کیفیت سے انسان آخر میں شرمندہ ہوگا اگر ابتداء اُس کی کیفیت معلوم ہو جائے تو اُس میں کبھی نہ لگے۔ قضا۔ خداوندی۔ تقاضا یہی ہے کہ کام اور خیال کی بُرائی انسان پر ظاہر نہ ہو ورنہ قضا کے مطابق کام نہ بن سکے گا۔ ایں پشیمانی۔ ایک تو وہ کام مقدر میں تھا پھر یہ پریشانی ایک دوسری قضاء خداوندی ہے۔ ایں پشیمانی۔ گناہ پر شرمندہ ہونا ایمان و عقیدہ نہیں ہے بلکہ اعمالِ صالحہ میں لگنا زیادہ مفید ہے۔ ور کنی۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی میں ہی پیش کر دیا تو انجام کار اِس شرمندگی سے اُس کو اور شرمندگی ہوگی۔

[3] نیم عمرت۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی ہی اپنا شیوہ بنا لے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آدھی عمر تو کاموں کی پریشانی میں گذری اور آدھی شرمندگی میں گذری کوئی نیک عمل اُس کے ہاتھ نہ آیا ترک۔ پشیمانی کی عادت چھوڑ کر انسان کو اچھے عمل اچھی محنت اختیار کرنی چاہیئے۔ ورنہ والی۔ اگر یہ ہے کہ تیرے پاس کوئی نیک کام موجود ہی نہیں ہے اِس لئے تو بُرے کام کی شرمندگی میں وقت گذار رہا ہے تو پھر یہ بتا کہ تو شرمندہ کس کام کے چھوٹنے پر ہو رہا ہے۔

گر[1] تُہی دانی رہِ نیکو پرست
اگر تو اچھا راستہ جانتا ہے عبادت کر

وَر ندانی چوں بدانی کایں بدست
اور اگر نہیں جانتا ہے تو کیسے جانے گا کہ یہ بُرا ہے؟

بَدندانی چوں ندانی نیک را
بیشک تو نیکی کو نہیں سمجھے گا بدی کو یہ سمجھیگا

ضد را از ضد تواں دیدن اے فتیٰ
اے نوجوان! ضد کو ضد سے پہچانا جاسکتا ہے

چوں زتَرکِ فکر ایں عاجز شدی
جبکہ تو اس فکر کے چھوڑنے سے عاجز ہوگیا ہو

از گنہ آنگاہ ہم عاجز بدی
اُس وقت گناہ (چھوڑنے) سے عاجز تھا

چوں بدی عاجز پشیمانی زچیست
جب تو عاجز تھا تو شرمندگی کاہے کی ہے؟

عاجزی را باز جُو کز جذب کیست
عاجزی کی جستجو کر کہ وہ کس کی کشش سے ہے

عاجزی بے قادری اندر جہاں
عاجزی بغیر قدرت کے دنیا میں

کس ندید ست و نباشد ایں بدان
یہ سمجھے کسی نے نہیں دیکھی اور نہ ہوگی

ہمچنیں[2] ہر آرزو کہ می بَری
اسی طرح جو آرزو تو کرتا ہے

تو ز عیب آں حجاب اندر دری
تو اُس کے عیب سے پردہ میں ہے

وَر نمودے علّتِ آں آرزو
اگر اللہ (تعالیٰ) اُس آرزو کا عیب نمودار کر دیتا

خود رمیدے جانِ تو از جستجو
تو تیری جان جستجو سے خود بھاگتی

گر نمودے عَیبِ آں کار او مُرا
اگر اُس کام کا عیب وہ (خدا) ظاہر کر دیتا

کس نبردے کش کشاں آنسو ترا
کوئی کھینچ تان سے تجھے اُدھر نہ لے جاسکتا

واں دِگر کارے کزاں ہستی نفور
وہ دوسرا کام جس سے تو متنفر ہے

زاں بُود کہ عیبش آمد در ظہور
اس وجہ سے ہے کہ اُس کا عیب ظاہر ہوگیا ہو

اے[3] خدائے رازدانِ خوش سخن
اے رازداں، شیریں کلام خدا!

عیبِ کارِ بَد ز ما پنہاں مکُن
بُرے کام کا عیب ہم سے پوشیدہ نہ رکھ

عیبِ کارِ نیک را منما بما
ہمیں اچھے کام میں عیب نہ دکھا

تا نگردیم از روش سَرد و ہبا
تاکہ ہم رفتار میں ٹھنڈے اور ناچیز نہ بنیں

ہم برآں عادت سُلیمانِ سَنی
بزرگ سلیمانؑ اسی عادت کے مطابق

رَفت در مسجد میانِ روشنی
(صبح کی) روشنی میں مسجد میں گئے

نیک کام میں کوئی عیب رونما نہ کر دینا۔ وَرنہ، یعنی ناچیز، ہم برآں، حضرت سلیمانؑ اپنی عادت کے مطابق صبح صادق کے بعد مسجد اقصیٰ جاتے تھے اور نئی برقی روشنی کرتے تھے تاکہ اُس سے اُس کے خانہ دار مخلوقات معلوم کر لیں۔

---

[1] گر تُہی دانی۔ اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہے تو اُس پر چلو اور اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہی نہیں ہے تو تو نے یہ کیسے سمجھا کہ تو غلط راستہ پر تھا۔ بدندانی۔ جو شخص بدی کو نہیں سمجھتا ہے وہ نیکی کو نہیں سمجھ سکیگا اس لئے کہ ایک چیز کو اُس کی ضد سے جانا جاسکتا ہے۔ چوں زترک۔ ہماری نصیحت ہے کہ شرمندگی ختم کر کے عمل شروع کر۔ اگر تو یہ کہے کہ شرمندگی ختم کرنے سے میں عاجز ہوں تو ایسا عجز تو گناہ چھوڑنے پر بھی تھا لہٰذا تیرا گناہ اضطراری ہوا۔ اور اضطراری فعل پر شرمندگی لغو بات ہے۔ عاجزی۔ تیری عاجزی قضائے عدا وندی سے اختیار کے سلب ہو جانے کی وجہ سے نہیں ہے۔ عاجزی۔ انسان کا عجز قدرت سلب ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔

[2] ہمچنیں۔ مولانا پھر پہلے مضمون کو بیان کرتے ہیں کہ انسان کی ہر تمنا اس بنا پر ہے کہ اُس کا عیب اُس سے پوشیدہ ہے۔ علّت۔ عیب۔ کش نبردے۔ اگر اُس آرزو کا عیب واضح ہو جائے تو پھر انسان کھینچنے سے بھی اُدھر نہ جائے۔ واں دِگر۔ جس کام سے انسان کو نفرت ہوتی ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ اُس کا عیب انسان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔

[3] اے خدا۔ مولانا نے یہاں سے مناجات شروع کر دی ہے کہ اے اللہ بُرے کاموں کے عیب کو ہم سے مخفی نہ رکھ اور

قاعدہ ہر روز رامی جست شاہ
روزانہ کا قاعدہ تھا کہ شاہ تلاش کرتے

کہ بہ بیند مسجد اندر نو گیا
تاکہ مسجد میں کوئی، نئی بوٹی دیکھیں

دل[1] بہ بیند سر بداں چشم صفی
صفی آنکھ سے دل دیکھ لیتا ہے راز

آں حشایش کہ شد از عامہ خفی
اُن بوٹیوں کا جو عوام سے پوشیدہ ہیں

قصۂ صوفی کہ در میان گلستاں سر بزانو نہادہ مراقب بود یارانش

اُس صوفی کا قصہ جو باغ میں زانو پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں تھا، اُس کے دوستوں

گفتند سر برآر و تفرج کن گلستان و ریاحین و مرغان را کہ

نے کہا کہ سر اُٹھا باغ اور پھولوں اور پرندوں کی سیر کر کیونکہ (ہمکو) اللہ کی

فانظروا الی آثار رحمۃ اللہ و جواب گفتن صوفی یاراں را

رحمت کی نشانیوں پر نظر کرو اور صوفی کا دوستوں کو جواب دینا

صوفیے در باغ از بہر گشاد
ایک صوفی نے باغ میں مشاہدہ کے لئے

صوفیانہ روی بر زانو نہاد
صوفیوں کے طریقہ پر منہ زانو پر رکھ دیا

پس فرو رفت او بخود اندر نغول
وہ گہرائی میں اُتر گیا

شد ملول از صورت خویش فضول
ایک بیوقوف انسان اُسکی نیند کی (اسی) صورت سے پریشان ہوا

کہ[2] چہ خسپی آخر اندر رز نگر
کہ کیوں سوتا ہے؟ انگوروں کو دیکھ

ایں درختاں بین و آثار خضر
ان درختوں اور سبزے کے آثار کو دیکھ

امر حق بشنو کہ گفت ست انظروا
اللہ (تعالیٰ) کا حکم سن اُسنے فرمایا ہے اس کو دیکھو

سوئے ایں آثار رحمت آر رو
رحمت کے اِن آثار کی جانب رُخ کر

گفت آثارش دلست اے بوالہوس
اُس نے کہا اے بوالہوس اُسکے آثار دل ہے

آں بروں آثار آثارست و بس
وہ باہر نقط آثار کے آثار ہیں

باغہا و سبزہا در عین جاں
باغات اور سبزے جان میں ہیں

بر بروں عکسش چو در آب رواں
باہر اُس کا عکس ہے جیسا کہ رواں پانی میں

آں[3] خیال باغ باشد اندر آب
پانی میں باغ کا عکس ہوتا ہے

کہ کند از لطف آب آں اضطراب
جو پانی کی لطافت کی وجہ سے بپتا رہتا ہے

باغہا و میوہا اندر دل ست
باغات اور پھل دل کے اندر ہیں

عکس لطف او بریں آب و گل ست
اُسکی لطافت کا عکس اِس پانی اور مٹی پر ہے

---

[1] دل بہ بیند۔ جس طرح حضرت سلیمان بوٹیوں سے اُنکے خواص معلوم کر لیتے تھے اسیطرح صوفی اپنے دل کی مخفی آنکھوں سے عوارف کا راز دیکھ لیتا ہے۔ حشایش۔ جمع ہے حشیش کی جیسے گھاس۔ گھاسیں۔ تفریح۔ تفریحیں۔ ریحان کی جمع ہے ہر خوشبودار پودا۔ کشادہ۔ کشادگی۔ تفریح طبع۔ تفول۔ گہرائی۔

[2] چہ خسپی۔ اس شخص نے مراقبہ کو سونے سے تعبیر کیا۔ قد۔ انگور۔ خضر سبزہ۔ ماخوذ حق قرآن پاک میں ہے۔ فانظروا الی آثار رحمۃ اللہ کیف یحیی الارض بعد موتہا۔ پس تم دیکھو اللہ کی رحمت (بارش) کے آثار (نباتات) کو وہ کس طرح زمین کو زندہ کر دیتا ہے اُسکے مُردہ ہو جانیکے بعد۔ گفت اُن صوفی نے کہا کہ دراصل رحمت کے آثاروں کے آثار ہیں جن کا مراقبہ میں مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ دنیا کے باغ و بہار دل کی نشانیوں کے نشانات ہیں اور جس طرح اِس باغ و بہار کا عکس اِس نہر میں نظر آتا ہے جو باغ میں رواں ہے اِسی طرح یہ باغ و بہار دل کے آثار کا عکس ہیں۔

[3] آں خیال۔ جو پانی میں نظر آتا ہے وہ اصل نہیں ہوتا بلکہ صرف عکس ہوتا ہے۔ ماخوذ۔ کائنات میں ہر چیز کسی صفت خداوندی کا مظہر ہے اور قلب انسانی تمام صفات کا مظہر ہے لہٰذا اصل وہ آثار ہیں جو دل میں نمایاں ہوتے ہیں اور یہ کائنات اِس سے درجہ دوم کی چیز ہے جو دل کا عکس ہے جیسا کہ دل عکس ہے

گر نبودے عکسِ آں سرو و سرور
اگر یہ اُس سُرور کے سرور کا عکس نہ ہوتا

پس نخواندے ایزدش دارُ الغرور
تو اُس کو اللہ (تعالیٰ) دھوکے کا گھر نہ فرماتا

ایں غرور آنست یعنی آں خیال
یہ دھوکہ وہی ہے یعنی وہ عکس

ہست از عکسِ دل و جانِ رجال
انسانوں کے دل اور جاں کا عکس ہے

جملہ مغروراں بریں عکس آمدہ
سب دھوکے میں پڑے ہوئے اِس عکس پر جمع ہیں

بر گمانے کایں بود جنت کدہ
اِس گمان سے کہ یہ جنت کدہ ہوگا

می گریزند از اصولِ باغہا
وہ باغوں کی اصلوں سے بھاگتے ہیں

بر خیالے می کنند ایں لاغہا
یہ بکواس عکس پر کر رہے ہیں

چونکہ خوابِ غفلت آید شاں ببر
جب اِن کی غفلت کی نیند ختم ہوگی

راست بینند و چہ سود ست آں نظر
ٹھیک دیکھ لیں گے لیکن، وہ دیکھنا کیا مفید ہے

پس بگورستاں غریوا فتاد وآہ
قبرستان میں بہت شور اور آہ ہے

تا قیامت زیں غلط واحسرتاہ
قیامت تک اِس غلطی سے، افسوس

اے خنک آنکس کہ پیشِ مرگِ مُرد
وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے، جو مرنے سے پہلے مرگیا

یعنی اُو از اصلِ ایں رز بوئے بُرد
یعنی اُس کو اِس انگورستان کی اصل کا پتہ چل گیا

قصۂ رُستنِ خروب در گوشۂ مسجدِ اقصیٰ و غمگین شدنِ سلیمان علیہ السلام

مسجد اقصیٰ کے کنارے پر خروب اُگنے کا قصہ اور اُس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا رنجیدہ ہونا جبکہ اُس نے بات کی اور اپنا نام اور خاصیت بتائی

ہمچنیں روزے سلیمانؑ از قضا
تقدیر سے ایک روز، حضرت سلیمانؑ

شد بعادت مسجد اندر اے فتیٰ
اے نوجوان! عادت کے مطابق مسجد کے اندر گئے

نو گیاہے دید اندر گوشۂ
ایک گوشہ میں ایک نئی بوٹی دیکھی

رُستہ بر وے دانہ ہمچوں خوشۂ
خوشہ کی طرح اُس پر دانے اُگے ہوئے تھے

دید بس نادر گیاہے سبز و تر
اُنھوں نے ایک بہت کمیاب سبز اور تر بوٹی دیکھی

می ربود آں سبزیش نور از بصر
اُس کی سبزی آنکھ کی روشنی کو اُچک رہی تھی

پس سلامش کرد در حال آں حشیش
اُس بوٹی نے فوراً اُن کو سلام کیا

او جوابش گفت و بشگفت از خوشیش
اُنھوں نے جواب دیا اور اُسکی خوشنمائی سے کھل گئے

---

۵۱ دارُ الغرور، دھوکے کا گھر۔ ایں دُنیا، اِس دنیا کو دھوکہ کا گھر اسی بنیاد پر فرمایا گیا ہے کہ یہ کائنات دل کے آثار کا عکس ہے۔ مغروراں۔ جو لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اِسی کائنات کو اصل اور جنت کدہ سمجھے ہوئے ہیں۔ می گریزند۔ جو اِن باغوں کی اصل ہے یعنی دل کی باغ و بہار اُس سے بھاگتے ہیں اور اُس عکس کے حصول پر خوشی مناتے ہیں، چونکہ جب اِس خوابِ غفلت سے بیدار ہونگے اصل حقیقت نظر آئیگی لیکن اُس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بگورستان۔ اُس وقت یہ لوگ قبرستان میں ہونگے۔ اور یہ دارُ الاصل سے جا چکے ہونگے تو سوائے آہیں بھرنے اور واحسرتا کہنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۵۲ اے خنک۔ جس شخص نے موت سے پہلے فنا حاصل کرلی اور اصل باغوں کا راستہ پالیا وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ قصہ۔ یہاں سے پھر حضرت سلیمان کا بوٹیوں کو ہمکلام ہونا بیان کیا ہے خروب۔ برباد کرنیوالا، ایک گھاس کا نام ہے جس کا اُگنا مکان کی بربادی کی نشانی ہے۔ مسجد۔ یعنی مسجد اقصیٰ۔ خوشہ۔ یعنی اُنکے اوپر خوشہ کی طرح کچھ دانے تھے۔

۵۳ دید۔ حضرت سلیمانؑ نے یہ نئی بوٹی دیکھی جو بہت ہی سرسبز و شاداب تھی تو دید۔ یعنی بوٹی نے حضرت سلیمانؑ کو سلام کیا۔ بشگفت۔ یعنی اُس بوٹی کی خوشنمائی سے حضرت سلیمانؑ کی طبیعت شگفتہ ہوئی۔

596

گفت نامت چیست بر گو سیدہاں
اُنھوں نے فرمایا ہاں بتا تیرا کیا نام ہے؟

گفت خَرّوبست اے شاہِ جہاں
اُس نے کہا اے شاہ جہاں! میرا نام خَرّوب ہے

گفت اندر تو چہ خاصیت بُوَد
فرمایا تیرے اندر کیا خاصیت ہے

گفت من[1] مر ستم مکاں ویراں شود
اُس نے کہا میں اگوں تو مکان ویران ہو جائے

من کہ خَرّوبم خرابِ منزلم
میں چونکہ خَرّوب ہوں مکان کی خرابی ہوں

ہادم بُنیادِ ایں آب و گلم
میں اس پانی اور مٹی کے ڈھانچے کا مار ہوں

پس سُلیماں آں زماں دانست زود
تو سلیمان اُس وقت جلد سمجھ گئے

کہ اَجل آمد سَفر خواہد نمود
کہ موت (قریب) آگئی، وہ سفرِ آخرت کریں گے

گفت تا من ہستم ایں مسجد یقیں
انھوں نے (دل میں) کہا جبتک میں (زندہ) ہوں یہ مسجد یقیناً

دَر خَلَل ناید ز آفاتِ زمیں
زمین کی آفتوں سے خلل میں نہ آئے گی

تا کہ من باشم وجودِ من بُوَد
جب تک میں ہوں (اور) میرا وجود ہے

مسجدِ اقصیٰ مُخلّل کے شود
مسجدِ اقصیٰ کب تباہ ہو سکتی ہے؟

پس خرابی مسجدِ ما بے گماں
تو یقیناً ہماری مسجد کی تباہی

نبود الّا بعدِ مرگ ما بداں
ہمارے مرنے کے بعد ہی ہوگی، سمجھے

مسجدست[2] آں دل کہ جنبش ساجدست
وہ دل مسجد ہے، جس کا جسم نمازی ہے

یارِ بد خَرّوب ہر جا مسجدست
جس جگہ مسجد ہے، بُرا دوست خَرّوب ہے

یارِ بد چوں رُست دَر تو مہرِ اُو
تیرے اندر جب بُرے دوست کی محبت اُگی

ہیں ازُو بگریز و کم کُن گفتگو
خبردار! اُس سے بھاگ، بات نہ کر

بُرکُن از بیخش کہ گر سَر بر زند
اُسکو جڑ سے اُکھاڑ دے اس لئے کہ اگر اُبھرے گی

مر ترا و مسجدت را بر کند
تجھے اور تیری مسجد کو اُکھاڑ دے گی

عاشقا خَرّوبِ تو آمد کژی
اے عاشق! کجی تیری خَرّوب ہے

ہمچو طفلاں سُوئے کژ چوں می غژی
تو کجی کی طرف گھنٹوں کے بل بچوں کی طرح کیوں جا رہا ہے؟

خویش[3] را نادان و مُجرم گو بترس
اپنے آپ کو نادان اور مجرم کہہ، ڈر

تا نہ دُزدد از تو اُستاد درس
تاکہ درس کا اُستاد تجھ سے (اُنکھ) نہ چُرائے

چوں بگوئی جاہلم تعلیم دہ
جب تو کہے گا میں جاہل ہوں، سکھا دے گا

انچنیں انصاف از ناموس بہ
ایسا انصاف (بڑائی سے) بہت بہتر ہے

---

[1] من ہستم۔ اُس بوڑھی نے کہا جہاں میں اگتی ہوں وہ جگہ ویران ہو جاتی ہے۔ خَرّوب۔ چونکہ میرا نام خَرّوب کنندہ ہے لہٰذا میں مکان کی بربادی کی علامت ہوں۔ آپ سمجھ گئے یعنی مکان۔ پس سلیمانی مسجد کی تباہی سے حضرت سلیمان سمجھ گئے کہ اُن کی حیات کا وقت آگیا ہے کیونکہ اُن کی زندگی میں اس مسجد کی بربادی نہ ہو سکتی تھی۔ مُخلّل۔ خلل یافتہ۔ پس خرابی مسجد کی بربادی تو میرے مرنے کے بعد ہوگی۔

[2] مسجدست۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع فرمایا ہے کہ جس دل کا جسم نمازی ہو وہ دل مسجد ہے اور بری صحبت اُس کیلئے خَرّوب بڑی ہے۔ یارِ بد جب بُرے دوست کی محبت دل میں اُگے گی تو مسجد دل برباد ہو جائیگی اور تو تباہ ہو جائیگا۔ عاشقا۔ سالک کے دل کی خَرّوب اُس کے دل کی کجی ہے جو اُسکو مرشد سے دور کرتی ہے۔ طِفلاں۔ بلوغ میں گھٹنوں کے بل چلنا۔

[3] خویش را۔ شیخ کے سامنے اپنے آپ کو نادان اور مجرم سمجھنا کہ تعلیم لینے میں دریغ نہ کرے۔ چلّا گوئی۔ جب تو اپنے جہل اور خطا کا اقرار کریگا تو شیخ تجھے تعلیم دیگا۔ انصاف۔ یہ جہالت کے اقرار کی وقت جو واقعی ہے جہالت کے فخر سے بہت بہتر ہے۔

595

از پدر[1] آموز اے روشن جبیں
اے روشن جبین! باپ سے سیکھ لے

نے بہانہ کرد و نے تزویر ساخت
نہ بہانہ کیا، نہ مکر کیا

باز آں ابلیس بحث آغاز کرد
پھر اُس شیطان نے بحث شروع کر دی

رنگ رنگِ تست صبّاغم توئی
رنگ تیرا ہی رنگ ہے، تو ہی مجھے رنگنے والا ہو

ہیں بخواں رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ
خبردار! رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ کو پڑھ لے

بر[2] درخت جبر تا کے برجہی
جبر کے درخت پر کب تک کودتا پھرے گا؟

ہمچو آں ابلیس و ذرّیاتِ او
شیطان اور اُس کی اولاد کی طرح

چوں بود اکراہ با چندیں خوشی
اتنی خوشی کے ساتھ جبر کیسے ہو سکتا ہے؟

آنچناں خوش کش دَوَد در مکرہی
جبر کی حالت میں اس طرح خوشی سے کون دوڑتا ہے؟

بیست مردہ جنگ می کردی در[3]
تو نے اس معاملہ میں بیس انسانوں کی طرح جنگ کی

کہ صواب[4] اینست و راہ اینست و بس
کہ صحیح یہی ہے اور بس راستہ یہی ہے

کے چنیں گوید کسے کو بُد رہست
جو مجبور ہے وہ کب اس طرح کہتا ہے

ہر چہ نفست خواست داری اختیار
جس چیز کو تیرا جی چاہے تو اس میں اختیار رکھتا ہے

رَبَّنَا گفت و ظَلَمْنَا پیش ازیں
اُس نے اس سے پہلے ربنا اور ظلمنا کہا ہے

نے لوائے مکر و حیلت برفراخت
نہ مکر اور حیلہ کا جھنڈا بلند کیا

کہ بُدم من سُرخرو کردیم زرد
کہ میں سُرخرو تھا تو نے مجھے شرمندہ کیا

اصلِ جُرم و آفت و داغم توئی
میرے جرم اور آفت اور داغ کی جڑ تو ہے

تا نگردی جبری و کژ کم تنی
تاکہ تو جبری نہ بنے اور ٹیڑھا نہ چلے

اختیارِ خویش را یک سُو نہی
اپنے اختیار کو ایک طرف رکھے گا

با خدا در جنگ واندر گفتگو
اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ لڑائی اور گفتگو میں ہے

کہ تو در عصیاں ہمی دامن کشی
کہ تو گناہوں میں دامن گھسیٹتا ہے

کس بچناں رقصاں رود در مکرہی
کون ہے جو اس طرح گمراہی میں ناچتا ہوا جائے؟

کِت ہمی دادند پند آں دیگراں
وہ دوسرے جبکہ تجھے نصیحت کرتے تھے

کہ زند طعنہ مرا جز ہیچ کس
مجھے نالائق کے سوا کون طعنہ دے سکتا ہے؟

چوں چنیں جنگد کسے کو بے رہست
ایسی لڑائی کب لڑ سکتا ہے وہ جو کہ (جبر) بے راہ ہے؟

ہر چہ عقلت خواست داری اختیار
جو چیز عقل چاہتی ہے اُسپر مجبوری کو پیش کرتا ہے

---

[1] از پدر۔ حضرت آدم نے فوراً اعتراف کر لیا تھا شیطان کی طرح عذر اور بہانے نہ بنائے تھے۔ چہ۔ جھنڈا۔ باز۔ شیطان نے اپنی خطا کے سلسلہ میں خدا سے بحث شروع کر دی اور طرح طرح کے عذر تراشے۔

کردیم۔ کردی ام۔ تنگ۔ یہ بدبختی کا رنگ تیرا چڑھایا ہوا ہے۔ رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ۔ اے خدا تو نے کس وجہ سے مجھے گمراہ کیا۔ یہ شیطان نے کہا تھا۔ جبری یعنی شیطان نے اپنے آپ کو مجبورِ محض بنا کر پیش کیا تھا۔

[2] بر درخت۔ گناہ پر اپنے جبر کو بہانہ بناتا ہے اور اپنے اختیار سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ ہمچو۔ شیطان نے بجائے عذر کے اللہ تعالیٰ سے بحث و مباحثہ شروع کر دیا۔ جس طرح انسان گناہ خوشی خوشی کرتا ہے تو اس خوشی کے ہوتے ہوئے جبر کا عذر غلط ہے۔ آنچناں۔ گناہوں کی طرف رقص کرتے ہوئے جانے کے ساتھ جبر اور اکراہ کہاں جمع ہو سکتا ہے۔

[3] بیست مردہ۔ نصیحت کرنے والوں کے ساتھ تو بیس انسانوں کی سی لڑائی لڑتا ہے تو گناہوں میں تو مجبور کیسے ہے؟

[4] کہ صواب۔ تو نصیحت کرنے والوں سے کہتا ہے کہ جو راستہ میں نے اختیار کیا وہی صحیح ہے اور مجھے کوئی تیری طعنہ دے سکتا ہے تو مجبور ایسی باتیں کب کرتا ہے اور ایسی لڑائی کب لڑتا ہے۔ ہر چہ نفست۔ نفس کی خواہش

دانداں کو نیک بخت و محرم ست
جو نیک بخت اور دانائے راز ہے وہ جانتا ہے

زیرکی آمد سباحت در بحار
چالاکی سمندروں میں تیرنا ہے

بل سباحت را رہا کن کبر و کیں
تیرنا چھوڑ، تکبر اور کینہ ترک کر دے

وانگہاں دریائے ژرف بے پناہ
اور پھر گہرا اور بے پناہ سمندر

عشق چوں کشتی بود بہر خواص
خاصانِ خدا کیلئے عشق بہترین کشتی کے ہے

زیرکی بفروش و حیرانی بخر
چالاکی فروخت کر دے اور حیرانی خرید لے

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ
عقل کو حضرت مصطفیٰ پر قربان کر دے

ہمچو کنعاں سر ز کشتی وا مکش
کنعان کی طرح کشتی سے سرتابی نہ کر

کہ برآیم بر سر کوہِ مشید
کہ میں مضبوط پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا

چوں رہی از منتش اے بے رشد
اے گمراہ! تو اس کے احسان سے کیسے بچ سکتا ہے؟

چوں نباشد منتش بر جانِ ما
اس کا احسان ہماری جان پر کیوں نہ ہو؟

تو چہ دانی اے غرارہ پر حسد
اے حاسدِ مغرور! تو کیا جانتا ہے؟

زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم ست
چالاکی شیطان کا اور عشق حضرت آدم کا کام ہے

کم رہد غرق ست او پایان کار
وہ نجات نہیں پاتا آخر کار ڈوب جاتا ہے

نیست چیحوں نیست جو دریاست این
بیحوں نہیں ہے، نہر نہیں ہے، یہ سمندر ہے

در رُباید ہفت دریا را چو کاہ
جو ساتوں سمندروں کو تنکے کی طرح بہا لے جائے

کم بود آفت بود اغلب خلاص
(جہاں) آفت کم ہوتی ہے عموماً نجات ہوتی ہے

زیرکی ظن ست و حیرانی نظر
چالاکی، گمان ہے اور حیرانی مشاہدہ ہے

حسبی اللہ گو کہ اللہ ام کفی
حسبی اللہ کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے

کہ غرورش داد نفسِ زیرکش
کیونکہ چالاک نفس نے اس کو دھوکا دیا

منتِ نوحم چرا باید کشید
میں (حضرت) نوحؑ کا احسان کیوں اٹھاؤں؟

کہ خدا ہم منتِ او می کشد
جبکہ خدا بھی اس کی ناز برداری کرتا ہے

چونکہ شکر و منتش گوید خدا
جبکہ اللہ (تعالیٰ) اس کا شکریہ اور احسان مانتا ہو

منتِ او را خدا ہم می کشد
اس کا احسان خدا بھی مانتا ہے

کنعان کو خطاب ہے کہ خدا جس ذات کی مدح و ثنا کرتا ہے تو اس کا احسان لینے سے کیوں گریز کرتا ہے۔ چوں، جبکہ وہ خدا کے محبوب ہیں تو احسان ہماری جانوں کو برداشت کرنا چاہیئے۔ غرارہ، دھوکہ میں مبتلا۔

۵۱ دانا۔ نیک بخت شخص سمجھتا ہے کہ گناہ کر کے چالاکی سے اس کے عذر پیش کرنا شیطانی کام ہے اور عشق و محبت جس کا تقاضا اطاعت ہے یہ حضرت آدمؑ کا کام ہے۔ زیرکی۔ اس طرح کی چالاکی سنگ کو تیر کر پار کرتا ہے جس کا انجام ہلاکت ہے۔

۵۲ بل سباحت۔ اشارے معاملہ میں چالاکی سے کام لینا ناممکن ہے۔ کبر و کیں۔ اس معاملہ میں شیطان نے کبر و کینہ اختیار کیا۔ بیحوں۔ بلخ کے قریب ایک دریا کا نام ہے۔ عشق اس ناپیدا کنار دریا کو عبور کرنے کیلئے عشق بہترین کشتی ہے۔ زیرکی۔ انسان کو چالاکی چھوڑ کر عشق کی حیرانی اختیار کرنی چاہیئے تب مشاہدہ حاصل ہوگا۔ عقل قربان کن۔ آنحضورؐ کی تعلیمات پر عقل کو قربان کر دے اور ان کے بتائے ہوئے راستہ پر خدا کے بھروسہ پر چل پڑے۔

۵۳ ہمچو۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان لڑکے کنعان نے طوفان کے وقت حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے سے انکار کر دیا تو عشق کی کشتی سے انکار کنعانی کام ہے کہ برآیم قرآن پاک میں کنعان کا متعدد منقول ہے۔ سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ میں عنقریب پہاڑ پر ٹھکانا بنالوں گا جو مجھے بچا لے گا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں حضرت نوحؑ کا احسان نہ لوں گا۔ چوں رہی۔

کاشکے اُو آشنا ناموختے — تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے

کاش کہ وہ تیرنا نہ سیکھتا — تاکہ نوحؑ اور کشتی سے تمنا وابستہ کرتا

کاش چوں طفلاں ز حیل جاہل بدے — تا چو طفلاں چنگ در مادر زدے

کاش وہ بچوں کی طرح حیلوں سے جاہل ہوتا — تاکہ بچوں کی طرح ماں کا سہارا پکڑتا

یا بعلمِ نقل کم بودے ملی — علمِ وحی دل ربودے از ولی

یا وہ رسمی علم سے پُر نہ ہوتا — کسی ولی سے دل کی وحی کا علم حاصل کرتا

با چنیں نوریے چو پیش آری کتاب — جانِ وحی آسامی تو آرد عتاب

ایسے نور کے ہوتے ہوئے جب تو کتاب سامنے لائیگا — تیری وحی سے مانوس جان ناراض ہوگی

چوں تیمم با وجودِ آب داں — علمِ نقلی با دمِ قطبِ زماں

پانی ہوتے ہوئے تیمم کی طرح سمجھ — قطبِ زماں کے قول کے سامنے رسمی علم کو

خویش اَبلہ کُن تبعِ میر و پیش — رستگی زیں اَبلہی یابی و بس

اپنے آپکو نادان بنالے تابع بنکر اُس کے پیچھے چل — اِس حماقت سے بس نجات پائے گا

اکثر اہلُ الجنۃ البلہ اے پدر — بہرِ ایں گفت ست سلطانِ بشر

اے باوا اکثر جنتی اکثر بھولے ہونگے — سرورِ عالمؐ نے اسی لئے فرمایا ہے

زیرکی چوں کبر باد انگیز تست — اَبلہی شو تا بماند دیں درست

ہوا کی ہنکڑ کی طرح تجھ میں ہوا بھر نیوالی ہے — نادان بن، تاکہ ایمان سلامت رہے

اَبلہے نے کو بمسخرگی دو توست — اَبلہے نے کز شقاوت مال جوست

ایسا نادان نہیں جو مسخرہ پن سے وابستہ ہے — ایسا نادان نہیں جو بدبختی سے مال کی جستجو کرے

اَبلہے کو والہ و حیرانِ ہوست — باشد اندر گردنِ اُو طوقِ دوست

ایسا نادان جو اُس کا عاشق اور حیران ہے — اُس کی گردن میں دوست کا طوق ہے

اَبلہانند آں زنانِ دست بُر — از کفِ اَبلہ وزد رُخِ یوسف نذر

ہاتھ کاٹ لینے والی وہ عورتیں نادان ہیں — جو ہاتھ سے بے خبر اور حضرت یوسفؑ کے رُخ کی خیرات

عقلہا بارے ازاں شویست کو — ہست دالی ناقص

بہرحال عقلیں بھی اُسی جانب کی ہیں جہاں گاہ ہے

کہ مصری عورتیں حضرت یوسفؑ کے عشق میں محو ہوگئی تھیں اور اُنھوں نے اِس محویت میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور اُن کو صرف رُخِ یوسفؑ کا ہوش تھا۔ نذر۔ نذیر کی بھی ہے، اجر دہندہ۔ ازاں شو۔ عقلیں اُنہ کا عطیہ ہیں تو اُس کی راہ میں ہی صرف ہونی چاہئیں۔

لہ کاشکے۔ کاش اُس عورت کنعان کو تیرنا نہ آتا تو وہ حضرت نوحؑ کے ذریعہ نجات کا طالب بن جاتا۔ کاش۔ بچے کو جو کہ حیلے اور تدبیریں نہیں آتیں وہ ہر مصیبت کے وقت ماں کی پناہ پکڑتا ہے۔ یا اَبلہم۔ وہ کنعان رسمی علوم سے محروم ہوتا تو عقلی تدبیریں چھوڑ کر کسی با خدا سے الہامی علوم سیکھ لیتا۔ با چنیں۔ ویسی علوم کے مقابلہ میں رسمی علوم ایسی ہیں۔

سہ چوں تیمم۔ ویسی علوم کے رسمی علوم میں وہی نسبت ہے جو تیمم اور وضو میں اور وضو پر اگر قدرت ہے تو تیمم بیکار ہے۔ خویش۔ شیخ اور ولی کے سامنے اپنے آپ کو ناداں بنالے تب رسمی علوم کی حماقت سے نجات ملے گی۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اَکثرُ اَہلُ الجنۃِ البُلہ یا جنتی بھولے بھالے ہیں۔ ۵ اَبلہے۔ اَبلہ سے مراد وہ شخص ہے جو عشقِ خداوندی میں غافل اور دنیا سے بے خبر ہو۔

۶ اَبلہے۔ نادان سے وہ نادان مراد نہیں ہے جسمیں مسخرہ پن ہو نہ وہ مراد ہے جو اپنی نادانی سے دنیا کی دولت جمع کرنے کا شوقین ہو۔ اَبلہے کو۔ وہ نادان مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں مقامِ حیرت میں ہو اور خدا کے عشق کا اُس کے گلے میں طوق ہو۔ اَبلہانند۔ اَبلہ سے وہ مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں اِس طرح مدہوش ہو جس طرح

عُقلہا[۵۱] آنسُو فرستادہ عُقُول — ماندہ ایں سُو آنکہ گولست و فضُول

بڑے عقلمندنے عقلیں اُس جانب روانہ کردیں — اِس جانب اُس نے باقی رکھیں جو احمق اور بیوقوف ہیں

زیں سَراز حیرت گرایں عقلت رَوَد — ہر سَرِ مویت سَرو عقلے شوَد

اگر تیری عقل اِس جانب سے حیرت کیوجہ سے جاتی رہے — تیرا ہر بال سر اور عقل بن جائے

نیست آں سُو رنج فکرنے دماغ — کز دماغ و عقل رُوید دشت و باغ

اُس جانب دماغ پر فکر کی تکلیف نہیں ہے — کیونکہ دماغ اور عقل سے جنگل اور باغ اُگتے ہیں

سُوی دشت از دشت نُکتہ بشنوی — سُوی باغ آئی شود نخلت رَوی

تو جنگل کی جانب (اگر) کو جنگل سے نکتہ سنے — باغ کی جانب آئے تو تیرا نخل سیراب ہوجائے

اندریں[۵۲] رہ ترک کُن طاق و طرب — تا قلاوزت نجُنبد تو مجُنب

اِس راستہ میں شان و شوکت کو چھوڑ دے — جب تک تیرا راہنما حرکت نہ کرے حرکت نہ کر

ہر کہ اُو بے سَر بجُنبد دُم بُوَد — جُنبشش چوں مجُنبش کژدم بُوَد

جو بے سر کے حرکت کرے وہ دُم ہے — اُس کی حرکت بچھو کی سی حرکت ہوتی ہے

کژ رَوَد کُور و زشت و زہرناک — پیشہ اُو خستنِ اجسامِ پاک

ٹیڑھا چلنے والا ہے اور اندھا اور بُرا اور زہریلا ہے — اُس کا پیشہ پاک جسموں کو خستہ کرنا ہے

سَر بکُوب آنرا کہ سَرش ایں بُوَد — خُلق و خُوی مُستمرّش ایں بُوَد

جس کی یہ طبیعت ہو اس کا سر کچل دے — جس کی عادت اور اخلاق ہمیشہ یہ ہوں

خود صلاحِ اُوست ایں سَر کوفتن — تا رہد جاں ریزہ اش زیں شوم تن

یہ سر کچلنا اُس کی بھلائی ہے — تاکہ اُس کی حقیر جان منحوس جسم سے چھٹکارا پالے

واستاں[۵۳] از دستِ دیوانہ سلاح — تا تو راضی شود عدل و صلاح

دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لے — تاکہ تجھ سے انصاف اور نیکی خوش ہو

چوں سلاحش ہست و عقلش نے بہ بند — دست اُورا ورنہ آرد صد گزند

جبکہ اُس کے پاس ہتھیار ہے اور عقل نہیں ہے باندھے — اُس کا ہاتھ ورنہ وہ سو نقصان پہنچائے گا

بیانِ آنکہ حصولِ علم و مال و جاہ مربّد گہر را فضیحت اُوست و

اِس کا بیان کہ علم اور مال اور مرتبہ کا بداصل کو حاصل ہوجانا اُسکی رسوائی ہے

چوں شمشیر ست فتادہ بدستِ راہزناں

اور اُس تلوار کی طرح ہے جو ڈاکوؤں کے ہاتھ آگئی ہو

---

۵۱ عقلہا۔ جو عقلمند ہیں وہ عقلوں کو اللہ کی ذات وصفات کے سمجھنے میں صرف کرتے ہیں جو بیوقوف ہیں وہ دنیا کے کاموں میں عقل کا استعمال کرتے ہیں۔ زیں سر۔ اگر حیرت کی بنا پر عقل نہ رہے تو پھر انسان کا ہر ہر رونگٹا عقل اور سر بنجاتا ہے۔ نیست۔ دنیاوی امور میں عقل سوزی ہے آخرت کے معاملہ میں غور کرنے سے عقل باغ و بہار بنتی ہے سوئے دشت۔ جب عقل کی پیداوار کے باغ و جنگل کی طرف رُخ کروگے تو نئی جنگل سے زین کے سیکھنے سنوگے اور تمہاری عقل تر و تازہ ہوگی۔

۵۲ اندریں۔ اِس راہ عشق میں اپنی شان و شوکت کو ترک کرکے شیخ کے تابع بنجاؤ۔ جُنبش۔ یعنی مشیخ۔ کژدم۔ بچھو کا ڈنک دُم میں ہوتا ہے۔ کژرَو۔ جو شیخ کا اتباع نہ کریگا اُسمیں عیب ہی عیب ہوں گے اور وہ پاک روحوں کو زخمی کریگا۔ سَر بکوب۔ ایسے شخص کی زندگی سے موت بہتر ہے تاکہ روح کو اُس ناپاک جسم سے نجات ملے۔

۵۳ واستاں۔ دیوانہ سے ہتھیار چھین لینا عدل اور نیکی ہے چوں۔ اگر دیوانہ کے ہاتھ میں تلوار رہیگی تو بہت نقصان پہنچاریگا۔ بیان۔ نادان کے ہاتھ میں علم اور مال اور مرتبہ ایسا ہی تباہ کن ہے جس طرح ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار۔

599

بدگہر را علم دفن آموختن
بداصل کو علم دفن سکھانا
دادنِ تیغے بدستِ راہزن
ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے

تیغ دادن در کفِ زنگی مست
مست حبشی کے ہاتھ میں تلوار دیدینا
بہ کہ آید علم ناکس را بدست
اس سے بہتر ہے کہ علم نااہل کے ہاتھ آئے

علم و مال و منصب و جاہ و قراں
علم اور مال اور عہدہ اور رتبہ اور (اُنسے) وابستگی
فتنہ آمد در کفِ بدگوہراں
بداصلوں کے ہاتھ میں فتنہ ثابت ہوئی ہے

پس غزا زیں فرض شد بر مومناں
مومنوں پر جہاد اسی لئے فرض ہوا ہے
تا ستانند از کفِ مجنوں رساں
تاکہ وہ پاگل کے ہاتھ سے بھالا چھین لیں

جانِ او مجنوں و نقش شمشیرِ او
اُس کی جان پاگل ہے اس کا جسم اُسکی تلوار ہے
واستاں شمشیر ازیں زشت خو
اُس بدعادت سے تلوار چھین لے

آنچہ منصب می کند با جاہلاں
جاہلوں کے ساتھ عہدہ جو کچھ کرتا ہے
از نصیحت کے کند صد ارسلاں
رسوائی میں تلوشیر نہیں کرتے ہیں

عیب او مخفی ست چوں آلت بیافت
اس کا عیب پوشیدہ ہے جب اُسنے ذریعہ حاصل کر لیا
مارش از سوراخ بر صحرا شتافت
اس کا سانپ سوراخ سے جنگل میں دوڑ پڑا

جملہ صحرا مار و کژدم پر شود
تمام جنگل سانپ اور بچھو سے بھر جاتا ہے
چونکہ جاہل شاہِ حکم مُر شود
جب جاہل، کڑوے حکم کا شاہ بن جاتا ہے

مال و منصب ناکسے را کرد مست
نااہل جو مال اور عہدہ حاصل کرتا ہے
طالبِ رسوائیِ خویش او شد درست
وہ اپنی رسوائی کا طالب بنتا ہے

یا کند بخل و عطا ہا کم دہد
یا وہ بخل کرے گا اور عطیات نہ دیگا
یا سخاوت آرد بنا موضع نہد
یا سخاوت کریگا تو بے موقع کرے گا

شاہ را در خانہ بیدق نہد
شاہ کو پیدل کے خانہ میں رکھدے گا
انچنیں باشد عطا کا حمق دہد
احمق جو عطا دیتا ہے وہ ایسی ہوتی ہے

حکم چوں در دست گمراہے فتاد
جب حکومت کسی گمراہ کے ہاتھ میں آگئی
جاہ می پنداشت و رجا ہے فتاد
اس نے اس کو رتبہ سمجھا اور وہ کنوئیں میں گرا

رہ نمیداند قلاوزی کند
راستہ نہیں جانتا، رہنمائی کرتا ہے
جانِ زشتِ او جہاں سوزی کند
اُس کی بُری جان دنیا کو پھونکتی ہے

---

۱ بدگہر: بداصل، کمینہ۔ بھٹی ہوئی کم عقل ہوتے ہیں پھر جب وہ نشہ میں ہو تو کوئی عقل کی بات نہ کریگا۔ علم دین بداصل انسان ہر چیز کو غلط استعمال کریگا۔ قرآن۔ قرآن التعصبین، خوش نصیبی پیش۔ جہاد کی مشروعیت اسی لئے ہوئی ہے کہ ظالم دنیا کے زبردستوں کی طاقت ختم کردی جائے تاکہ یہ لوگوں کو تباہ و گمراہ نہ کرسکیں۔ ستان۔ بھالا۔ جان۔ جان اور تن کو بعد کرنا اگر یا اُن کے ہاتھ سے تلوار چھین لینا ہے منصب۔ عہدہ۔ آرسلا۔ شیر

۲ عیب او: جبتک اس کے پاس ذرائع نہ تھے اُسکے عیب چھپے ہوئے تھے وسائل ہاتھ آجانا گویا کہ سانپ کا سوراخ سے نکل پڑنا ہے۔ جملہ صحرا۔ جب جاہل اور نادان شاہ بن جائے تو اُسکے کارندے سانپ اور بچھو کی طرح لوگوں کو کاٹتے ہیں۔ مال و منصب۔ خود یہ بھی تباہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تباہ و رسوا کرتا ہے۔

۳ یا کند: جاہل بادشاہ یا بخل کریگا اور کسی کو کچھ نہ دیگا اگر دیگا تو نااہلوں اور غیر مستحقوں کو دیگا شاہ را۔ ذلیلوں کو باعزت بنائیگا اور عزت والوں کو ذلیل کریگا۔ جاہ۔ وہ اُس کو رتبہ اور منصب سمجھ رہا ہے حالانکہ وہ اس کیلئے کنواں ہے۔ اگر اس مصرع میں می پنداشت کے بجائے پندارید پڑھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا تم سمجھ کر رتبہ کنویں میں گرگیا

طفلِ[1] راہِ فقر چوں پیری گرفت
راہِ فقر کے بچہ نے جب پیری اختیار کرلی

پیرداں را غولِ اَدبیری گرفت
پیر دکاروں کو نخوت کے بھوت نے پکڑ لیا

کہ بیا تا ماہ بنمایم ترا
کہ آ تاکہ تجھے چاند دکھاؤں

ماہ را ہرگز ندید آں بے ضیا
(خود) اُس بے نور نے چاند کو بھی نہیں دیکھا ہے

چوں نمائی چوں ندیدستی بعمر
تو کیسے دکھائیگا جبکہ تو نے تمام عمر نہیں دیکھا ہے!

عکسِ مہ در آب، ہم اے خامِ عمر
اے کچے ناداں! پانی میں بھی چاند کا عکس

اَحمقاں سرور شدند و زیرکیم
بیوقوف سردار ہوتے ہیں اور عقل سے

عاقلاں سر ہا کشیدہ در گلیم
عقلمندوں نے گدڑی میں منہ چھپالیا ہے

بیان تفسیر آیہ شریفہ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ

یا ایہا المزمل آیت شریف کی تفسیر کا بیان

خواند[2] مزمل نبی را ایں سبب
اسی سبب سے نبی کو مزمل اٹھنے والا کہکر بلایا

کہ بروں آ از گلیم اے بُوالہرب
کہ اے صاحبِ فرار! کملی سے نکل

سر مکن اندر گلیم و رُو مپوش
کملی کے اندر سر نہ کر اور منہ نہ چھپا

کہ جہاں جسمے ست سر گرداں تو ہوش
کیونکہ دنیا ایک پریشان جسم ہے (اور) تو ہوش ہے

ہیں مشو پنہاں ز ننگ مدعی
مدعی کی مار سے نہ چھپ

کہ تو داری شمع وحی شعشعی
کیونکہ تیرے پاس منور وحی کی شمع ہے

ہیں قم اللیل کہ شمعی اے ہمام
اے سردار! تو رات کو کھڑا رہ کیونکہ تو شمع ہے

شمع دایم شب بود اندر قیام
شمع رات میں ہمیشہ کھڑی رہتی ہے

بے[3] فروغت روز روشن ہم شب ست
تیری روشنی کے بغیر روشن دن بھی رات ہے

بے پناہت شیر اسیر اَز نیست
تیری پناہ کے بغیر شیر خرگوش کا قیدی ہے

باش کشتیباں دریں بحرِ صفا
اِس بحرِ صفا میں ملاح بن

کہ تو نوحِ ثانیی اے مصطفیٰ
اے مصطفیٰ! کیونکہ تو دوسرا نوحؑ ہے

رہ شناسے می بباید بالُباب
عقلمند، راہ شناس درکار ہے

ہر رہے را خاصہ اندر راہ آب
ہر راستہ کیلئے خصوصاً پانی کے راستہ کیلئے

---

[1] طفل جس طرح بادشاہ کے اقتصوں تک تباہ ہوتا ہے اسی طرح مزدور شیخ کے ہاتھوں دین برباد ہوتا ہے، وہ خود راہ طریقت سے ناواقف ہے تو اسکے مرید برباد ہونگے۔ کہ بیا، وہ دعوے کرتا ہے اور مریدوں سے کہتا ہے کہ آؤ، تمہیں مشاہدۂ حق کرادوں ماہ تک، اس نے خود بھی مشاہدۂ تو در کنار پرچھائیں بھی نہیں دیکھی مگر تجربہ کار نادان۔ احمقاں، سعدیؒ نے فرمایا ہے۔ نامنہائے راچو بینی بگزیر
عاقلاں کسیم کردند اختیار

[2] خواند، اکثر روایتیں یہ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضورؐ پر غار حرا میں پہلی وحی آئی تو آپ کانپ گئے اور گھر آکر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ فرشتہ کی نافرمانی سے رنجیدہ ہوکر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھے مولانا کا کلام اس دوسری روایت پر مبنی ہے کہ آنحضورؐ نے چونکہ نامانوس کی وجہ سے روپوشی اختیار کرلی تھی اسی لئے آپکو مزمل کملی اوڑھنے والا کہا گیا ہے ... بوالہرب۔ قریش سے علیحدگی کو بھاگنے سے تعبیر کیا ہے اسی لئے آنحضورؐ کو بوالہرب یعنی قریش سے فرار اختیار کرنیوالا کہا ہے۔ روپوش۔ اگر تم روپوشی اختیار کروگے تو دنیا دیوانگی میں مبتلا ہوجائیگی تم اللیل۔ اسی آیت میں یہ حکم بھی آیا ہے کہ رات کو نماز میں قیام کیا کرو یہ خطاب اس لئے ہوا کہ آپ شمع ہیں، اور شمع کا کام

[3] بے فروغت ... آپ ہی کے نور ہدایت سے عالم روشن ہوگا اور نہ روح جو شیر تو وہ نفس ہے جو اگر گرفتار ہوگیا تو مغلوب ہوگیا۔ باش۔ آپ امت کیلئے بمنزلہ کشتیبان کے ہیں۔ رہ شناسے۔ راہ شناسی وہ کرسکتا ہے جو صاحب دل ہو خصوصاً دریائی راستہ کی۔

رات کو کھڑا رہتا ہے ـــــ ۵۳

خیز[1] و بنگر کاروانِ رہ زدہ
ہر طرف غول ست کشتیباں شدہ

اٹھ! اور لٹے ہوئے قافلہ کو دیکھ
ہر طرف شیطان قزاق بنا ہوا ہے

خضرِ وقتی غوث ہر کشتی توئی
ہمچو روح اللہ امکن تنہا روی

تو خضرِ زمانہ ہے، ہر کشتی کی تو مدد ہے
(حضرت عیسیٰ کی طرح) تنہا روی کا اختیار نہ کر

پیش ایں جمعے چو شمع آسماں
انقطاع و خلوت آری را بماں

اس جمع کے آگے تو آسمانی شمع کی طرح ہے
انقطاع اور خلوت نشینی کو ترک کر

وقتِ خلوت نیست اندر جمع آئی
اے ہدیٰ چوں کوہِ قاف و تو ہمای

خلوت کا وقت نہیں ہے، جمع میں آ
اے وہ ذات! کہ ہدایت کرہ قاف ہے اور تو ہما ہے

بدر بر صدرِ فلک شد شب رواں
سیر را نگذارد از بانگِ سگاں

چودھویں کا چاند آسمان کے سینہ پر رات کو چلتا ہے
کتوں کے بھونکنے سے چلنا نہیں چھوڑتا ہے

طاعنانش[2] ہمچوں سگاں بر بدرِ تو
بانگ می دارند سوئے صدرِ تو

تیرے بدر پر طعنہ زنی کرنے والے کتوں کی طرح ہیں
جو تیرے رتبہ پر بھونکتے ہیں

ایں سگاں کرند زامرُ انصتوا[3]
از سفہ وعوع کناں بر بدرِ تو

یہ کتے "خاموش رہو" کے حکم سے بہرے ہیں
تیرے بدر پر بیوقوفی سے بھوں بھوں کرتے ہیں

ہیں بمگذار اے شفا بیمار را
توز خشم کر عصائے کور را

خبردار، اے شفا! بیمار کو نہ چھوڑ
بہرے پر غصہ سے اندھے کی لاٹھی نہ چھوڑ

گر[4] تو گفتی قائدِ اعمیٰ براہ
صد ثواب و اجر یابد از الٰہ

کیا تو نے خود نہیں کہا ہے اندھے کو راستہ پر لیجانیوالا؟
اللہ کی جانب سے سو ثواب اور اجر پاتا ہے

ہر کہ او چل گام کورے را کشد
گشت آمرزیدہ و یابد رشد

جو اندھے کو چالیس قدم لے جائے
وہ بخشا جاتا ہے اور ہدایت پاتا ہے

پس بکش توزیں جہانِ بے قرار
جوقِ کوراں را قطار اندر قطار

پس تو اس زوال پذیر دنیا سے لے جا
اندھوں کے جمع کو قطار در قطار

کارِ ہادی ایں بود تو ہادئی
ماتمِ آخر زماں را شادئی

ہدایت دینے والے کا یہی کام ہے تو ہدایت دیتے جائے
تو آخری زمانے کے سوگ کے لئے خوشی ہے

---

[1] خیز۔ آپ اٹھئے ہر طرف شیطانی دور دورہ ہے ہر شہر وقتی یعنی اس وقت علوم انبیاءؑ کا فیضان پہنچانیوالے صرف آپ ہیں۔ روح اللہ۔ حضرت عیسیٰ مقوم سے روپوش ہو کر آسمانوں پر پہنچ گئے۔ پیش ایں جمعے۔ مخلوقِ خدا کے لئے آپ آفتاب ہدایت ہیں آپ کے لئے خلوت اور لوگوں سے جدائی مناسب نہیں ہے آپ ہدایت کے کوہ قاف کے عنقا ہیں۔ بدر۔ چاند آسمان پر اپنی سیر جاری رکھتا ہے اور کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار نہیں چھوڑتا ہے۔

[2] طاعنان۔ آپکے مخالف کتے ہیں اُن کے بھونکنے سے آپ اپنا طرزِ عمل نہ بدلیں۔

[3] انصتوا۔ تم خاموش رہو جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خاموشی سے سننے کا حکم ہے لیکن یہ کتے اُس حکم سے بے بہرہ ہیں اور برابر بھونک رہے ہیں۔

[4] گر۔ عالم بیمار ہے آپ اُس کی شفا ہیں مخلوق اندھی ہے آپ اُس کے راہنما ہیں مخالفوں کی وجہ سے اُس کو نہ چھوڑیئے۔

[5] تو گفتی۔ حدیث شریف ہے۔ مَنْ قَادَ مَكْفُوفًا أَرْبَعِينَ خُطْوَةً غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ جس نے اندھے کی چالیس قدم تک راہنمائی کی اُس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے گئے۔ پس۔ آپ اس اندھی مخلوق کی قیادت کیجئے اُن کو قطار در قطار کھینچ کر لے جائیے۔ ماتم۔ آپ بنی آخر الزماں ہیں اُن کے سوگ کو خوشی میں تبدیل کر دیجئے۔

ہیں رواں کُن اے امامُ المتقیں
اِن اے متقیوں کے امام! پہنچا دے

ہر کہ در مکرِ تو دارد دل گرو
جو تیرے مکر میں دل لگائے ہوئے ہے

بر سرِ کوریش کوریہا نہم
میں اُسکے اندھے پن پر بہت سا اندھا پن رکھ دونگا

عقلہا[۱] از نورِ من افروختند
(اُنھوں نے) عقلیں میرے نور سے روشن کی ہیں

چیست خود اِلّا حق آں ترکماں
اِس ہمراہیوں کی جھونپڑی خود کیا ہے!

آں چراغِ او بہ پیشِ صرصرم
میری آندھی کے سامنے اُس کا چراغ

خیز در دم تو بصورِ سہمناک
اُٹھ! خوفناک صور میں پھونک مار دے

چوں تو اسرافیلِ وقتی راست خیز
چونکہ تو وقت کا اسرافیل ہے، اُٹھ کھڑا ہو

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم
جو یہ کہے کہ قیامت کہاں ہے، اے محبوب!

در نگر اے سائلِ محنت زدہ
اے مصیبت اُٹھانے والے سائل! دیکھ لے

ور نباشد اہلِ ایں ذکر و قبوت
اور اگر وہ اِس ذکر اور قبولیت کا اہل نہ ہو

ز آسمانِ حق سکوت آمد جواب
اللہ کے آسمان سے خاموشی جواب ہوتی ہے

ایں[۱] خیال اندیشگاں را تا یقیں
اِن شک کرنے والوں کو یقین تک

گردنش را من زنم تو شاد رو
میں اُنکی گردن مار دونگا، تو خوشی سے چل

اُو شکر پندارد و زہرش دہم
وہ شکر سمجھے گا، میں اُسکو زہر دونگا

مکرہا از مکرِ من آموختند
اُنھوں نے مکر میرے مکر سے سیکھے ہیں

پیش پائے ذرّہ پیلانِ جہاں
دُنیا کے ذرہ ہاتھیوں کے پاؤں کے آگے

خود چہ باشد اے مہیں پیغمبرم
اے میرے بزرگ پیغمبر! خود کیا ہے؟

تا ہزاراں مُردہ برروید ز خاک
تاکہ ہزاروں مُردے مٹی سے نکل پڑیں

رستخیزی ساز پیش از رستخیز[۲]
قیامت سے پہلے، قیامت برپا کردے

خویش بنما کہ قیامت نکِ منم
اپنے آپ کو دکھا دے، کہ یہ قیامت میں ہوں

زیں قیامت صد جہاں قایم شدہ
اِس قیامت سے سینکڑوں جہان برپا ہوگئے

پس جوابُ الاحمق اے سلطانِ سکوت
تو اے سُلطان! احمق کا جواب خاموشی ہے

چوں بُود جاناں دُعا نا مستجاب
اے جان! جب دعا نامنظور ہوتی ہے

ہیں ہے تو بعد اُن کے بیان سے خاموش بہتر ہے۔ جوابُ الاحمق۔ جواب جاہلاں باشد خموشی۔ ز آسمان۔ اگر کوئی نادانی سے دُعا کرتا ہے اور اُس کی دعا ناقابلِ قبول ہوتی ہے تو سکوت اختیار کر لیا جاتا ہے۔

---

[۱] ایں خیال یعنی جو لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں اُن کو اِس سے نکال کر یقین کی منزل میں پہنچا دیجئے۔ ہر کہ۔ جو لوگ تمہارے خلاف مکر اور تدبیر کر رہے ہیں اُنکو میں ہلاک کر دوں گا۔ گردنش۔ جو افعے ہیں اُن کو اژدھا بنا دوں گا اور ایسی تدبیر کروں گا کہ وہ زہر کو شکر سمجھ کر کھا جائیں۔

[۲] عقلہا۔ اِن مخالفوں کی عقلیں اور تدبیریں میری عقل اور تدبیر سے بڑھی ہوئی نہیں ہیں۔ اُلّا حق کبل کا نیچہ۔ ترکمان۔ صحرائی رہزن قوم تھی پیشِ پیش یعنی اُن کا وجود میرے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے ذرہ ہاتھیوں کے مقابلہ میں کبل کا جھونپڑا۔ صرصر۔ آندھی۔ مہیں۔ بزرگ۔ مقصد۔ قیامت میں جب اسرافیل صور پھونکیں گے مُردے اُٹھ کھڑے ہونگے تم یہاں اپنا صور پھونکو اور اعلانِ نبوت کرو مُردہ دل حیاتِ ابدی حاصل کر لیں گے۔

[۳] رستخیز۔ قیامت۔ تم۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اور قیامت ملے جلے بھیجے گئے ہیں یعنی جس طرح قیامت حق و باطل کی تفریق کرتی ہے میں بھی حق و باطل کی تفریق کرتا ہوں۔ زیں قیامت۔ جس طرح قیامت میں مُردے زندہ ہوتے ہیں اسی طرح آنحضورؐ کی بعثت سے مُردہ دلوں کو زندگی حاصل ہوئی۔ ور نباشد۔ اگر اِن معارف کے سننے کی اہلیت

605

اے[1] دریغا وقتِ خرمن گاہ شُد
ہائے افسوس! کھلیان کا وقت آگیا

لیک روزاز بختِ ما بیگاہ شُد
لیکن ہماری قسمت سے دن بے وقت ہوگیا

وقت تنگست وفضایِ ایں کلام
وقت تنگ ہے اور اس بات کی دلیل کیلئے

تنگ می آید برو عُمرِ دوام
ابدی زندگی کم ہے

نیزہ بازی اندریں گوہایِ تنگ
ان تنگ گڑھوں میں نیزہ بازی

نیزہ بازاں راہمی آرد بہ تنگ
نیزہ بازوں کو شرمندہ کرتی ہے

وقتِ تنگ وخاطرِ وفہمِ عوام
وقت تنگ ہے اور عوام کا مزاج اور سمجھ

تنگ تر صدرہ زوقتست اے غلام
اے لڑکے! وقت سے تر تن تنگ ہے

چوں[2] جوابِ احمق آمد خامشی
جبکہ احمق کا جواب خاموشی ہے

ایں درازی درسخن چوں میکشی
بات میں تو یہ طول کیوں دے رہا ہے!

ازکمالِ رحمت وموجِ کرم
رحمت کے کمال اور کرم کی موج سے

میدہد ہر شورہ را باراں دَمَم
ہر شور زمین کو بارش اور نمی پہنچاتا ہے

دَر بیانِ آنکہ ترکُ الجواب جوابٌ مقرر ایں سخن کہ جوابُ الاحمق

اس کا بیان کہ جواب نہ دینا جواب ہے، اس بات کی تائید کرتا ہے کہ احمق کا

سکوتست وشرحِ ایں ہر دو سخن دریں قصہ است کہ گفتہ می آید

جواب خاموشی ہے اور ان دونوں قولوں کی شرح اس قصہ میں ہے جو بیان کیا جارہا ہے

بادشاہے[3] بُود اُورا بندۂ
ایک بادشاہ کا ایک غلام تھا

مُردہ عقلے بُود وشہوت زندۂ
جس کی عقل مُردہ اور شہوت زندہ تھی

خُردہائے خدمتش نگذاشتے
اُس کی چھوٹی خدمت بھی نہ کرتا

بدسگالیدے نکو پنداشتے
بدخواہی کرتا (اُس کو) اچھا سمجھتا

گفت شاہنشہ جزایش کم کنید
بادشاہ نے کہا اُس کی تنخواہ کم کردو

وَر بجنگد نامش از خط بر زنید
اگر لڑے تو اُس کا نام فہرست سے کاٹ دو

عقلِ اُو کم بُود حرص اُو فزُوں
اُس کی عقل کم اور لالچ بڑھا ہوا تھا

چوں جزا کم دید شد تُند وحَرُوں
جب تنخواہ کم دیکھی بدمزاج اور سرکش بن گیا

عقل بُودے گردِ خود کردے طواف
اگر عقل ہوتی اپنے گرد چکر کاٹتا

تا بدیدے جُرمِ خود گشتے معاف
تاکہ اپنا قصور دیکھ لیتا اور وہ معاف ہوجاتا

[1] اے دریغا۔ مقام کا تقاضا تھا کہ آپ کے کارناموں کی تفصیل بیان کی جائے کہ کل سے اٹھ کر آپ نے کیا کیا لیکن وقت میں گنجائش نہیں ہے آپ کے ان کارناموں کی تفصیل کرنے کیلئے تو عمر جاوداں بھی ناکافی ہے۔ نیزہ بازی بہترین نیزہ باز سے بھی اگر کہا جائے کہ وہ گڑھے میں گھس کر نیزہ بازی کرے تو وہ بھی ذلیل ہوجائیگا اور صحیح بازی نہ کرسکے گا کیونکہ اس کام کے لئے وسیع میدان درکار ہے تو معارف کا بیان تنگ وقت میں اور وہ بھی عوام کے سامنے اس کی بھی یہی صورت ہے۔

[2] چوں جواب۔ پہلے کہا تھا کہ احمقوں کا جواب خاموشی ہے تو اعتراض ہوا کہ پھر ان معارف کے بیان میں اس قدر طویل تقریریں کیوں ہورہی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کی رحمت سے مجبور ہوں کیونکہ اُس کی رحمت عام اُس کی موج کرم اچھی زمین اور شور زمین سب کو پہنچتی ہے۔

[3] بادشاہے۔ بادشاہ کا یہ غلام بیوقوف اور شہوت پرست تھا خدمتہائے آقا کی معمولی معمولی خدمت بھی انجام نہ دیتا تھا اور آقا کا بدخواہ تھا اور اُسی کو اچھا سمجھتا تھا جزاء۔ تنخواہ۔ خط۔ یعنی ملازمین کا رجسٹر۔ حرون۔ سرکش۔ عقل۔ یعنی اگر عقلمند ہوتا تو اپنا جائزہ لیتا اور خطا کی معافی چاہتا تو خطا معاف ہوجاتی۔

چوں[1] خرے پابستہ بندد از خری
ایک پاؤں بندھا ہوا گدھا جب شرارت کرتا ہے

ہر دو پایش بستہ گردد بر سری
تو پھر اُس کے دونوں پاؤں مزید باندھ دیئے جاتے ہیں

پس بگوید خر کہ یک بندم بس ست
پھر گدھا کہتا ہے کہ میرے ایک ایک بند ہی کافی ہے

خود بداں کاں دو رفعل آں خس ست
تو سمجھ لے کہ وہ دو بند اسی گھاس کے کام کیلئے ہیں

گر بدیدے سر[2] بندآں چشم کور
اگر وہ اندھا بند کا راز دیکھ لیتا

بند بر دستش نہ بستندے بزور
تو جبراً اس کے ہاتھ نہ باندھتے

ور ز جرم بند پا آگہ بدے
اگر وہ پاؤں کے بند کے جرم سے آگاہ ہوتا

خود ز بند دست و پا ایمن شدے
تو ہاتھ اور پاؤں کے بند سے محفوظ ہو جاتا

ور نہ شد بدے ز بند آں بو الفضول
اگر وہ بیہودہ بند کی وجہ سے شرارت نہ دکھاتا

اُو نہ خر بودے شدے شیر فحول
(تو) وہ گدھا نہ ہوتا، نر شیر ہوتا

در تفسیر[3] ایں حدیث نبوی کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْمَلَائِکَۃَ
اِس حدیث نبوی کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے پیدا فرمائے

وَرَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَخَلَقَ الْبَھَائِمَ وَرَکَّبَ فِیْھَا الشَّھْوَۃَ وَخَلَقَ
اور اُن میں عقل رکھی اور چوپایوں کو پیدا فرمایا اور اُن میں شہوت رکھی اور

بَنِیْ اٰدَمَ وَرَکَّبَ فِیْھِمُ الْعَقْلَ وَالشَّھْوَۃَ فَمَنْ غَلَبَ عَقْلُہٗ
بنی آدم کو پیدا فرمایا اور اُن میں عقل اور شہوت (دونوں) رکھی تو جس کی عقل

عَلٰی شَھْوَتِہٖ فَھُوَ اَعْلٰی مِنَ الْمَلَائِکَۃِ وَمَنْ غَلَبَتْ شَھْوَتُہٗ عَلٰی
شہوت پر غالب آگئی وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس کی شہوت عقل پر

عَقْلِہٖ فَھُوَ اَدْنٰی مِنَ الْبَھَائِمِ صَدَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
غالب آگئی وہ چوپایوں سے کمتر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

در حدیث آمد کہ یزدانِ مجید
حدیث میں آیا ہے کہ اللہ بزرگ نے

خلقِ عالم را سہ گونہ آفرید
عالم کی مخلوق تین قسم کی پیدا فرمائی ہے

یک گروہ را جملہ علم و عقل و جود
ایک گروہ میں علم اور عقل اور سخاوت مکمل ہے

آں فرشتہ است و نداند جز سجود
وہ فرشتہ ہے اور سوائے سجدہ کے کچھ نہیں جانتا

نیست اندر مخزنش حرص و ہوا
اس کی ماہیت میں حرص و ہوا نہیں ہے

نورِ مطلق زندہ از عشقِ خدا
وہ نورِ مطلق ہے، خدا کے عشق سے زندہ ہے

[1] چوں۔ اس غلام کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جو ایک پاؤں بندھنے پر شرارت کرے تو دوسرا پاؤں بھی باندھ دیا جاتا ہے۔ برسری۔ مزید برآں۔ پس۔ دونوں پاؤں بندھنے پر کہتا ہے کہ میرے لئے ایک بند کافی تھا۔ نہیں سمجھتا کہ دونوں پاؤں بندھنا خود اپنی کمینہ پن کی وجہ سے ہوا ہے۔

[2] بر بند۔ یعنی اگر سمجھتا کہ ایک پاؤں میری شرارت کی وجہ سے بندھا ہے اور شرارت کو ترک کر دیتا تو وہ پاؤں بھی کھل جاتا۔

[3] حدیث۔ اللہ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی جس کا مقتضا طاعت اور بندگی ہے لہٰذا فرشتوں سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا ہے حیوانات میں صرف شہوت رکھی ہے جنسی ہوا کھانے پینے کی۔ انسان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی ہیں۔ زندہ۔ ملائکہ کی غذا صرف عشقِ خداوندی ہے۔

یک گروہے دیگر از دانش تہی
ایک دوسرا گروہ جو عقل سے خالی ہے

اُو نہ بیند جز کہ اصطبل و علف
وہ سوائے طویلہ اور گھاس کے کچھ نہیں دیکھتا ہے

آں سوم ہست آدمی زادہ و بشر
تیسرا آدم کی اولاد اور انسان ہے

نیم خر خود مائل سفلی بود
گدھے والا آدھا (عالم) سفلی کی طرف مائل ہوتا ہے

تا کدامیں غالب آید در نبرد
دیکھو معرکہ میں کونسا غالب ہوتا ہے؟

عقل گر غالب شود پس شد فزوں
اگر عقل غالب ہو جائے تو زیادہ بڑھ گیا

شہوت[2] ار غالب شود پس کمتر ست
اگر شہوت غالب ہو گئی تو کم تر ہے

آں دو قوم آسودہ از جنگ و حراب
وہ دونوں قومیں جنگ اور لڑائی سے راحت میں ہیں

دیں بشر ہم زامتحان قسمت شدند
اور یہ انسان بھی آزمانے سے تقسیم ہو گئے

یک گروہ مستغرق مطلق شدہ
ایک گروہ پورا غرق ہو گیا

نقش آدم لیک معنی جبرئیل
صورت انسان کی ہے لیکن باطن جبرئیل کا ہے

از[3] ریاضت رستہ و زہد و جہاد
وہ ریاضت اور زہد اور جہاد سے بچ گئے

قسم دیگر با خراں ملحق شدند
دوسری قسم گدھوں سے جا ملی

ہمچو حیواں از علف[1] در فربہی
مثل حیوان، چارے سے موٹاپے میں ہے

از شقاوت غافل ست و از شرف
وہ بدبختی اور شرافت سے غافل ہے

از فرشتہ نیمے و نیمش ز خر
اس کا آدھا فرشتہ سے اور آدھا گدھے سے ہے

نیم دیگر مائل علوی بود
دوسرا آدھا (عالم) علوی کی طرف مائل ہوتا ہے

زیں دو گانہ تا کدامیں بر دنرد
ان دونوں میں سے کون سا بازی جیتتا ہے؟

از ملائک ایں بشر در آزموں
امتحان میں یہ انسان فرشتوں سے

از بہائم ایں بشر زاں کابتر ست
یہ انسان چوپایوں سے کیونکہ بری حالت میں ہے

دیں بشر با دو مخالف در عذاب
اور یہ انسان دو مخالفوں کی وجہ سے عذاب میں ہے

آدمی شکل اند و سہ امت شدند
آدمی کی صورت میں ہیں اور تین گروہ ہو گئے

ہمچو عیسیٰؑ با ملک ملحق شدہ
(حضرت) عیسیٰ کی طرح فرشتوں سے جا ملا

رستہ از خشم و ہوا و قال و قیل
وہ غصہ اور خواہش اور قال و قیل سے نجات پا گیا

گویا از آدمی اُو خود نزاد
گویا کہ وہ آدمی سے پیدا نہیں ہوا

خشم محض و شہوت مطلق شدند
خالص غصہ اور مجسم شہوت بن گئے

---

[1] علف۔ چارہ۔ اور حیوانات کو صرف خواب و خوراک کی فکر ہے وہ شقاوت اور سعادت سے غافل ہیں۔ نیمے و نیمش۔ انسان روح انسانی اور جسم سے مرکب ہے روح میں ملکیت ہے اور جسم میں حیوانیت ہے۔ سفلی۔ جسم کا تعلق عالم سفلی ناسوت ہے۔ علوی۔ روح کی پرواز عالم بالا کی طرف ہے۔ تا کدامیں۔ انسان کی ان دونوں قوتوں میں تصادم رہتا ہے۔ فزوں۔ انسان روح کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے چونکہ اس نے جسمانی خواہش کو مغلوب کیا ہے۔

[2] شہوت۔ اگر انسان شہوت سے مغلوب ہو جاتا ہے تو حیوانات سے بدتر ہوتا ہے کیونکہ حیوانات میں تو عقل نہیں۔ دو قوم۔ فرشتوں اور حیوانات میں ان متضاد عناصر کی کشمکش نہیں ہے انسان اس کی کشمکش سے عذاب میں ہے۔ دیں بشر۔ اب انسانوں میں بھی تین قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ جس نے خالص ملکیت اختیار کر لی جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ ہیں کہ فرشتوں ہی میں جا شامل ہوئے۔ خشم و ہوا۔ یہ سب چیزیں بتقاضائے جسم ہوتی ہیں۔

[3] از ریاضت۔ مجاہدوں کی ریاضت اخلاق ذمیمہ کو ختم کرنے کیلئے ہے جب وہ نہ رہے تو مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ قسم دیگر۔ انسانوں کی ایک قسم وہ ہے جو بالکل حیوانات اور گدھوں کی طرح ہیں انہیں بکثرت

وَصفِ جبرئیلی دَر ایشاں بُود رفت
جبرئیل والی صفت اُن میں تھی ، چل گئی

تنگ بُود اُو را نخانہ وآں وَصف رفت
وہ گھر تنگ تھا اور وہ صفت موقی تھی

مُردہ[1] گردد شخص کو بیجاں شود
جو شخص بے جان ہو جاتا ہے مُردہ ہو جاتا ہے

خَر شود چوں جانِ اُو بے آں شود
جب اُس کی جان اُس (جبرئیل صفت) کے بغیر ہو جاتی ہے تو گدھا

زاغ گردد چوں پئے زاغاں رَوَد
انسان کوّا بنتا ہے جب کوّوں کا اتباع کرتا ہے

جسم گردد جاں چوں اُو بے جاں شود
جان جسم بن جاتی ہے جبکہ وہ بے جان ہو جاتی ہے

زانکہ جائے کاں ندارد ہست پست
چونکہ وہ جانا ہوا وہ (صفت) نہیں رکھتی پست ہے

ایں سخن حق ست و صُوفی گفتہ است
یہ بات سچی ہے اور صوفی نے کہی ہے

اُو ز حیوانہا فزوں تر جاں کند
وہ حیوانات سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہے

دَر جہاں باریک کاریہا کُند
دنیا میں بہت سے نازک کام کرتا ہے

مکر و تلبیسے کہ اُو تاند تنید
جو مکر اور فریب وہ کر سکتا ہے

آں ز حیوانے دِگر ناید پدید
وہ دوسرے حیوان سے رونما نہیں ہوتے ہیں

جامہائے زرکشی را بافتن
زر دوزی کے کپڑے بُننا

دُرّہا از قعرِ دَریا یافتن
موتیوں کو دریا کی گہرائی سے پانا

خُردہ کاریہائے علمِ ہندسہ
علم ہندسہ کی باریک صنعتیں

یا نجوم و علمِ طب و فلسفہ
یا نجوم اور علم طب اور فلسفہ

کہ تعلق با ہمیں دنیستش
کیونکہ اُن کا تعلق اسی دنیا سے ہے

رُو بہفتم آسماں بریستش
اُن کا رُخ ساتویں آسمان کی طرف نہیں ہے

ایں[2] ہمہ علمِ نبای آخرست
یہ سب اصطبل کی تعمیر کا علم ہے

کہ عمادِ بودِ گاؤ و اُشترست
جو گائے اور اونٹ کی رہائش کا ستون ہے

بہرِ استبقائے حیواں چند روز
چند دن حیوان کو زندہ رکھنے کی وجہ سے

نام آں کردند ایں گیجاں رموز
اِن احمقوں نے اُن کا نام رموز رکھ لیا

علمِ راہِ حق و علمِ منزلش
راہِ حق کا علم اور اُس کی منازل کا علم

صاحب دل داند آنرا یا دلش
اُس کو صاحب دل یا اُس کا دل جانتا ہے

حیوانات کی آخری منزل ہے۔ بہبر۔ یہ علوم چند روزہ زندگی کے لئے ہیں اُن کو یہ احمق لوگ رموز سے تعبیر کرتے ہیں۔ گیجاں۔ احمق لوگ۔ علم راہ حق۔ طریقت اور اُس کے منازل دل اور صاحب دل جانتا ہے دراصل وہ رموز کہلانے کے مستحق ہیں۔

[1] مُردہ گردد جس طرح روح نکل جانے سے جسم مُردہ ہو جاتا ہے اسی طرح جان کی جان نکل جانے سے جان مُردہ ہو جاتی ہے یعنی جب رُوح کے اوصاف باقی نہ رہیں تو رُوح مُردہ ہو جاتی ہے۔ زاغ گردد۔ مزید برآں انھوں نے زاغ صفت انسانوں کی پیروی شروع کر دی تو یہ کوّے کی طرح کرّ، حرص، مُردار خوری کے عادی ہو گئے۔ جسم گردد۔ جب رُوح اپنے خواص کھو بیٹھے تو وہ جسم ہے۔ آنا کہ جس روح میں روح کے خواص نہ رہیں وہ بہت پست اور ذلیل ہے صوفیا بھی اسی کے قائل ہیں۔ از حیوانہا۔ عالم ناسوت میں اُس کی مشغولیت حیوانوں سے بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ عالم ناسوت کے مشاغل میں حیوانوں سے زیادہ مشقت اُٹھاتا ہے۔

[2] کہ۔ اب یہ وہ مکاریاں کرتا ہے جو حیوانات سے متصور نہیں ہیں۔ جاہلانے۔ عالم ناسوت کے مشاغل کی حیوانات تکلیف نہیں اُٹھاتے ہیں۔ کہ تعلق۔ ان تمام دستکاریوں کا تعلق عالم ناسوت سے ہے اور یہ صرف دنیاداری ہے اُس کا رُخ ملاء اعلیٰ کی طرف بالکل نہیں ہوتا ہے۔

[3] ایں ہمہ۔ یہ جس قدر علوم ہیں صرف عالم ناسوت کی تعمیر اور ترقی کے لئے ہیں جو

پس دریں ترکیب[1] حیوانِ لطیف
پس اس (بہیمی اور سبعی) ترکیب سے پاکیزہ حیوان

آفرید و کرد با دانش اَلیف
پیدا کیا اور اس کو عقل سے مانوس کیا

نامِ کالانعام کرد آں قوم را
اس (روح سے محروم) قوم کا نام جانوروں جیسے کر دیا

زانکہ نسبت کو بیقظہ نوم را
کیونکہ بیداری کو نیند سے کیا نسبت ہے؟

روحِ حیوانی ندارد غیرِ نوم
حیوانی روح سونے کے علاوہ کچھ نہیں رکھتی ہے

حسّہائے منعکس دارند قوم
(یہ) لوگ اُلٹے حواس رکھتے ہیں

یقظہ آمد نومِ حیوانی نماند
بیداری آئی، تو حیوانی نیند نہ رہی

انعکاسِ حسِّ خود از لوح خواند
تو اس نے حسّ کا اُلٹا ہونا پڑھ لیا

ہمچو[2] حسِّ آنکہ خواب آں را ربود
اسی حسّ کی طرح جس کو نیند نے مغلوب کر لیا

چوں شد او بیدار عکسش رُو نمود
جب بیدار ہوا اسکو اُسکا اُلٹا پن واضح ہو گیا

لاجرم اَسفل بُود از سافلین
لامحالہ وہ نچلوں میں نچلا ہوگا

ترک اُو کن لَا اُحِبُّ الآفِلین
اسکو چھوڑ (میں غروب ہونیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں)

زانکہ اِستعدادِ تبدیل و نبرد
کیونکہ بدلنے اور مقابلہ کی طاقت

بُودش از پستی و آنرا فوت کرد
پستی سے اس کو تھی اور اس نے اسکو ختم کر دیا

باز حیواں را چو استعداد نیست
پھر حیوان میں چونکہ طاقت ہی نہیں ہے

عُذرِ اُو اندر بہیمی رُو شنیست
حیوانیت میں (رہنے کا) اس کا عذر واضح ہے

رو[3] چو استعداد شد کاں رہبرست
جبکہ اس کی وہ استعداد ختم ہو گئی جو راہنما ہے

ہر غذائے کو خورد مغزِ خرست
جو غذا وہ کھائے گا گدھے کا مغز ہے

گر بلاذر خورد اُو افیوں شود
اگر بھلاوے کھائے گا وہ افیون بنجائے گا

سکتہ و بے عقلیش افزوں شود
اس کی بے ہوشی اور بے عقلی بڑھ جائے گی

ماندیک قسمِ دگر اندر جہاد
ایک دوسری قسم (جو) کوشش کرنے میں

نیم حیواں نیم حیِّ با رشاد
جو آدھی حیوان، آدھی باہدایت زندہ ہے

---

[1] ترکیب۔ یعنی عقل و شہوت کا اجتماع۔ حیوانِ لطیف یعنی انسان۔ تمام۔ جب انسان روح حیوانی کھو بیٹھے تو وہ حیوان ہے اسی لئے قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا۔ اولٰئک کالانعام بل ہم اضل کی طرح ہیں۔ یقظہ۔ روح انسانی بیدار ہے اور اس کی روح سوئی ہوئی ہے۔ روح حیوانی۔ یہ روح عقل اور مقتضیات سے اسی طرح غافل ہے جیسے کہ کوئی سویا ہوا ہو اور اپنے حواس کو عقل کے مقتضیات کے برعکس کام میں لائے۔ یقظہ۔ جب انہیں بیداری آئے گی تو انکو حواس کے اُلٹا ہو جانے کا احساس ہوگا۔

[2] ہمچو حس۔ نیند سے بیدار ہو کر انسان سمجھتا ہے کہ نیند کی حالت میں اس کے حواس صحیح کام نہیں کر رہے تھے اسفل۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم اس کو کم تر سے کم تر مخلوق میں لوٹا لائے۔ ترکِ اُو۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیئے جیسا کہ حضرت ابراہیم نے چاند سورج کی الوہیت سے جدائی اختیار کر لی تھی کہ میں غروب ہو جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ زانکہ۔ ایسا انسان بدترین

[3] رو چو استعداد۔ جبکہ اس نے اپنی استعداد ختم کر دی جو اس کی راہنما تھی تو اب وہ بہیمیت میں مسدود ہیں ——— رو۔ جب انسان نے استعداد کو ختم کر دیا تو جو غذا استعمال کرے گا مزید خرابی کا سبب بنے گی مگر بلاذر بھلاوا سکتہ اور بیہوشی کے ازالہ میں مفید ہے لیکن وہ اُلٹا اثر کرے گا۔ ماند یک قسم۔ یہ تمام موجودات کی قسم ہے جن کا نفس نفسِ نباتی ہے ان انسانوں کی عقل و نفس روح و تن کی کشمکش میں رہتی ہے پہلا گروہ جس کا بیان ایک گروہ مستغرق مطلق شدہ میں تھا انکا نفس نفسِ مطمئنہ ہے دوسرا گروہ جسکا بیان قسم دیگر یا مؤمن تحت مشیت میں تھا انکا نفس نفسِ لوامہ ہے اس تیسرے گروہ کی کشمکش کو بھوں اور اسکی اذیتی کے قصے سے واضح کیا ہے۔

روز و شب در جنگ و اندر کشمکش — کردہ چالش او دلش با آخرش

(وہ دن، رات جنگ اور کشمکش میں ہے — اسکا ایک اُس کے دوسرے سے مقابلہ میں ہے)

چالشِ عقل با نفس ہمچوں تنازع مجنوں با ناقہ و میلِ مجنوں

(عقل کا نفس سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مجنوں کا اونٹنی کے ساتھ جھگڑا اور مجنوں کا)

سوئے حُرّہ[1] و میلِ ناقہ سوئے کُرّہ چنانچہ مجنوں گفتہ ھوٰی

(میلان شریف لیلیٰ کی طرف اور اونٹنی کا میلان بچہ کی جانب چنانچہ مجنوں نے کہا میری)

نَاقَتِی خَلْفِی وَقُدَّامِی الْھَوٰی وَاَنَا مَا بَیْنَھُمَا مُخْتَلِفَانِ

(اونٹنی کا میلان میرے پیچھے اور میرا میلان آگے ہیں اور وہ دونوں مختلف ہیں)

ہمچو مجنوں در تنازع با شتر — گہ شتر چیرہ شدہ گہ مجنونِ حُر

(جیسا کہ مجنوں اونٹنی کے ساتھ مقابلہ میں تھا — کبھی اونٹنی غالب آگئی اور کبھی آزاد مجنوں)

ہمچو مجنوں اندر و چون ناقہ اش نقیں — می کشد آں پیش و ایں واپس بکیں

(وہ لوگ یقیناً مجنوں اور اس کی اونٹنی کیطرح ہیں — وہ آگے کو کھینچتا ہے اور یہ ضد سے پیچھے کو)

میلِ[2] مجنوں پیش آں لیلیٰ رواں — میلِ ناقہ پس پئے کُرّہ اش دواں

(مجنوں کی خواہش لیلیٰ کی جانب روانہ ہے — اونٹنی کی خواہش پیچھے کو بچہ کے لئے دوڑاتی ہے)

یک دم ار مجنوں ز خود غافل بدے — ناقہ گر دیدے و واپس آمدے

(اگر مجنوں تھوڑی دیر کے لئے اپنے سے غافل ہوجاتا — اونٹنی لوٹ جاتی اور واپس آجاتی)

عشق و سودا چونکہ پُر بودش بدن — می نبودش چارہ از بیخود شدن

(چونکہ اُس کا بدن عشق اور دیوانگی سے پُر تھا — اس کے لئے بے ہوش ہوجانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا)

آنکہ او باشد مُراقب عقل بود — عقل را سودائے لیلیٰ در ربود

(جو نگراں ہوتی وہ عقل تھی — عقل کو لیلیٰ کا عشق لے اُڑا تھا)

لیک[3] ناقہ بس مُراقب بود و چُست — چوں بدیدے او مہارِ خویش سُست

(لیکن اونٹنی بہت نگراں اور چست تھی — جب وہ اپنی مہار کو ڈھیلا دیکھتی)

فہم کردے زو کہ غافل گشت و دنگ — رُو بپیش کردے بکرّہ بے درنگ

(وہ اس سے سمجھ جاتی کہ وہ غافل اور حیران ہوگیا ہے — بغیر تاخیر کے بچہ کی طرف رُخ کرلیتی)

چوں بخود باز آمدے دیدے زجا — کو بپیش رفتہ است بس فرسنگہا

(جب وہ ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ جگہ سے — وہ میلوں پیچھے لوٹ گئی ہے)

---

[1] حرّہ۔ شریف عورت یعنی لیلیٰ۔ کُرّہ۔ گھوڑے کا بچہ۔ مولانا نے یہاں اونٹ کا بچہ مُراد لیا ہے۔ بچہ مجنوں مشہور ہے کہ مجنوں کو معلوم ہوا کہ لیلیٰ آرہی ہے تو وہ اسکے استقبال کے لئے چلا جس اونٹنی پر سوار ہوا اس کے بچہ کو گھر پر چھوڑ گیا راستہ میں اس کی اور اونٹنی کی کشمکش شروع ہوئی۔ حرّ۔ آزاد۔

[2] میل۔ مجنوں چاہتا تھا کہ اونٹنی آگے بڑھے تاکہ لیلیٰ کا دیدار حاصل ہو میل ناقہ۔ اونٹنی گھر کی طرف لوٹنا چاہتی تھی تاکہ بچہ کے پاس پہنچے۔

[3] لیک۔ مجنوں کی ذرا سی غفلت ہوتی تو وہ اونٹنی پیچھے کو پلٹ جاتی عشق پر کہ مجنوں کا جسم عشق سے پُر تھا اس لئے وہ اونٹنی کی اس حرکت سے بیہوش ہوجاتا تھا مراقب۔ انسان کی عقل اسکے کام کی نگہبانی کرتی ہے مجنوں عشق میں بے عقل ہو چکا تھا۔

[4] لیک۔ ناقہ کو ہوش تھا وہ جب دیکھتی کہ اس کی مہار ڈھیلی ہے فوراً سمجھ جاتی کہ مجنوں غافل ہے اور پیچھے کی طرف چل پڑتی۔ چوں خود۔ جب مجنوں کو ہوش آتا تو دیکھتا کہ اونٹنی میلوں پیچھے واپس ہوگئی ہے۔

در سہ روزہ رہ بدیں احوالہا
تین روز کے راستہ پر ان احوال میں

ماند مجنوں در تردد سالہا
مجنوں سالوں آتے جاتے میں پھنسا رہا

گفت اے ناقہ جوہر دو عاشقیم
بولا اے اونٹنی! جبکہ ہم دونوں عاشق ہیں

ما دو ضد بس ہمرہِ نالائقیم
ہم دو مخالف بہت نامناسب ساتھی ہیں

نیستت بر وفقِ من مہر و مہار
تیری محبت اور مہار میرے موافق نہیں ہے

کرد باید از تو دوری اختیار
تجھ سے دوری اختیار کرنی چاہیئے

ایں دو ہمرہ یکدگر را راہزن
یہ دو راستہ کے ساتھی ایک دوسرے کے رہزن ہیں

گمرہ آں جاں کو فرو ناید ز تن
وہ جان گمراہ ہے جو جسم سے باہر نہ آئے

جاں ز ہجرِ عرش اندر فاقہ
جان، عرش کی جدائی میں فاقہ میں ہے

تن ز عشقِ خار بن چوں ناقہ
جسم جھاڑ کے عشق میں اونٹنی کی طرح ہے

جاں کشاید سوی بالا بالہا
جان، اوپر کی جانب بازو کھولتی ہے

در زدہ تن در زمیں چنگالہا
جسم نے زمین میں پنجے گاڑھ دیئے ہیں

تا تو باشی با من اے مردہ وطن
اے وطن کی عاشق! جب تک تو میرے ساتھ رہیگی

پس ز لیلیٰ دور ماند جانِ من
تو میری جان لیلیٰ سے دور رہیگی

روزگارم رفت زیں گوں حالہا
اس قسم کے احوال میں میری عمر گذر گئی

ہمچو تیہ و قومِ موسیٰ سالہا
جیسا کہ بنی اسرائیل کی قوم صحرائے تیہ میں

خطوتینے بود ایں رہ تا وصال
وصال تک یہ راستہ دو قدم کا تھا

ماندہ ام در رہ شصت سال
میں ساٹھ سال تک تیرے کوچے کی وجہ سے راستہ ہی میں رہا

راہ نزدیک و بماندم سخت دیر
راستہ نزدیک تھا اور مجھے بہت دیر ہو گئی

سیر گشتم زیں سواری سیر سیر
اس سواری سے میں بھر پایا بھر پایا

سرنگوں خود را ز اشتر در فگند
اس نے اپنے آپ کو اوندھا اونٹنی سے گرا دیا

گفت سوزیدم ز غم تا چند چند
کہا میں غم سے کتنا کتنا جل رہا ہوں

تنگ شد بر وے بیابانِ فراخ
اس پر وسیع جنگل تنگ ہو گیا

خویشتن افگند اندر سنگلاخ
اس نے اپنے آپ کو پتھریلی زمین میں گرا دیا

آنچناں افگند خود را سوی پست
نیچے کی جانب اس نے اپنے آپ کو ایسا گرایا

از قضا آں لحظہ پایش ہم شکست
تقدیر سے اس وقت اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا

۱؎ سالہا۔ مجنوں اس تین روزہ مسافت میں اسی حالت میں کئی سال رہا۔ گفتہ پھر اس نے سوچا کہ دو متضاد سمتوں کے عاشقوں کا باہمی سفر طے نہ ہو سکے گا۔ اس دو ہمراہ۔ اونٹنی مجنوں کا راستہ کھوٹا کر رہی ہے اور مجنوں اونٹنی کا راستہ خراب کر رہا ہے بالآخر مجنوں نے اونٹنی کو چھوڑا اور چل پڑا۔ گمراہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص جسم کا ساتھ نہ چھوڑے وہ بھی گمراہ ہوتا ہے۔

۲؎ جاں۔ جان اور جسم کی بھی خواہشات جدا جدا ہیں ان دونوں کا ساتھ نہیں نبھ سکتا۔ خار بن۔ کانٹوں کا جھاڑ۔ جاں۔ جان کی پرواز عالم بالا کی جانب ہے جسم کی خواہش زمین پر رہنے کی ہے۔ تا تو۔ جب تک انسان کی روح جسم کے ساتھ رہیگی مقصد حاصل نہ ہوگا۔ مردہ وطن۔ عاشق وطن۔

۳؎ روزگارم۔ مجنوں نے کہا اس کشمکش میں میرا وقت ضائع ہوا تیہ۔ وہ میدان جس میں چالیس سال تک بنی اسرائیل چکر کاٹتے رہے تھے اور شام کو اسی جگہ پر ہوتے تھے جہاں سے صبح کو چلے تھے خطوتین۔ دو قدم نشست۔ بمعنی بیٹھنا مجنوں نے پھر اپنے آپ کو اونٹنی پر سے ضرب کے بل گرا دیا سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔

پائے را بربست و گفتا گو بشوم
اُس نے پاؤں کو باندھا اور بولا گیند بنجاؤں گا

در خمِ چوگانش غلطاں میروم
اُس کے چوگان کے موڑ میں لڑھکتا ہوا جاؤں گا

زیں کند نفریں حکیم خوش دہن
خوش کلام حکیم اس لئے نفرت بھیجتا ہے

بر سوارے کو فرو ناید ز تن
اُس سوار پر جو جسم سے نیچے نہ آئے

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود
اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے!

گوئی شو می گرد بر پہلوئے صدق
گیند بن جا، سچائی کے پہلو پر لڑھک

گوئی گشتن بہر اُو اولیٰ بود
اُس کے لئے گیند بن جانا زیادہ بہتر ہے

غلط غلطاں در خمِ چوگانِ عشق
لڑھکتا لڑھکتا عشق کے چوگان کے موڑ میں

کایں سفر زیں پس بود جذبِ خدا
کیونکہ یہ سفر بعد میں خدا کی کشش سے ہوگا

واں سفر بر ناقہ باشد سیر ما
اور اونٹنی پر سفر ہماری رفتار ہوگی

اینچنیں سیر است مستثنیٰ ز جنس
اس طرح کا سفر اپنی جنس سے جدا گانہ ہے

کاں فزود از اجتہادِ جہد و انس
کیونکہ وہ جہد و انس کی کوشش سے بڑھا ہوا ہے

اینچنیں جذبے ست بر جذبِ عام
عام کشش اس طرح کی کوشش نہیں ہے

کہ نہادش فضلِ احمد والسلام
جس کو احمدؐ کے فضل نے قائم کیا ہے والسلام

قصہ کوتہ کن برائے آں غلام
اُس غلام کی وجہ سے قصہ مختصر کرو

کر سوئے شہ بر نبشتہ است و پیام
جس نے بادشاہ کو پیغام لکھا

نبشتن آں غلام قصۂ شکایت نقصانِ اجرے سوئے بادشاہ
تنخواہ گھٹنے پر بادشاہ کو اُس غلام کی شکایت لکھنے کا قصہ

رقعۂ پُر جنگ و پُر ہستی و کیں
ایک رقعہ جنگ اور خود بینی اور کینہ سے بھرا ہوا

می فرستد پیشِ شاہِ نازنیں
نازک مزاج شاہ کی پیشی میں روانہ کرتا ہے

کالبد نامہ است اندر روئے نگر
جسم رقعہ ہے اُس کو دیکھ لے

ہست لایق شاہ را آنگہ ببر
کہ بادشاہ کے مناسب ہے یا نہیں

گوشۂ رو نامہ را بکشا، بخواں
گوشہ میں جا خط کو کھول، پڑھ

بیں کہ حرفش ہست در خورِ شہاں
دیکھ لے کہ اُس کی عبارت شاہوں کے لئے ہے

گر نباشد در خور آں را پارہ کن
اگر مناسب نہ ہو اُس کو پھاڑ دے

نامۂ دیگر نویس و چارہ کن
دوسرا خط لکھ اور تدبیر کر

۱؎ گو۔ گیند یعنی سنائی رحمۃ اللہ علیہ عشقِ مولیٰ اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کم نہیں ہے جب مجنوں لیلیٰ کے عشق میں اونٹنی کو خیرباد کہہ سکتا ہے تو خدا کے عشق میں جسم کی سواری کو یقیناً خیرباد کہہ دینا چاہئے۔ گوئی شو اللہ کے راستہ میں گیند بن جا اور لڑھکتا ہوا اُس کے دربار تک پہنچ جا۔

۲؎ کایں سفر۔ اس سفر میں ابتداءً تو کوشش کرنا پھر اللہ کی جانب سے کشش شروع ہو جائے گی۔ اینچنیں۔ جذبِ خداوندی سے جو رفتار ہوگی وہ محض عطاءِ خداوندی ہے۔ اینچنیں۔ یہ خدائی جذب عام جذب نہیں ہے جو ہر راستہ میں حاصل ہو جائے۔ یہ وہ جذب ہے جس کو آنحضرتؐ کی مہربانی نے قائم کیا ہے اور اُس کے جانثینوں کو حاصل ہے۔

۳؎ نبشتن۔ غلام کی نادانی تھی کہ اُس نے شکایت بھرا ہوا خط لکھا اور وہ بھی نازک مزاج بادشاہ کو۔ یہ سستی، جس میں اپنی بڑائی جتلائی۔ لہٰذا مولانا نے یہاں سے ارشادی مضمون شروع کر دیا کہ تیرا جسم بمنزلہ اُس غلام کے خط کے ہے اُس میں دیکھ لے کہ شاہ کے لائق اوصاف ہیں یا نہیں۔

لیک فتحِ نامۂ تن زیب نداں
لیکن جسم کے خط کو کھولنا آسان نہ سمجھ

نامہ بکشادن چہ دشوار ست صعب
خط کو کھولنا بہت دشوار اور سخت ہے

جملہ بر فہرست قانع گشتہ ایم
ہم سب فہرست پر قانع ہو گئے ہیں

باشد آں فہرست دامے عامہ را
وہ فہرست عوام کے لئے جال ہے

بازکن[2] سر نامہ را گردن متاب
خط کے عنوان کو کھول، منہ کو نہ موڑ

ہست آں عنواں چو اقرارِ زباں
وہ عنوان مثلاً زبانی اقرار ہے

کہ موافق ہست با اقرارِ تو
کہ وہ تیرے اقرار کے مطابق ہے

چوں جوالے بس گرانے می بری
جب کہ تو بہت بھاری بورا لے جا رہا ہے

کہ چہ داری در جوال از تلخ و خوش
کہ تو اپنے بورے میں کیا چیز کڑوی اور کیا میٹھی رکھتا ہے

ورنہ[3] خالی کن جوالت را ز سنگ
ورنہ پتھر سے اپنے بورے کو خالی کر لے

در جواں آں کن کہ می باید کشید
بورے میں وہ بھر لے جو لے جانا چاہیئے

زشت[4] نبود کایں جوال پر از ریگ
کیا یہ برا نہیں ہے کہ یہ ریت سے بھرا بورا

چوں نمی تانی کہ پر لعلش کنی
اگر تو اس کو لعل سے نہیں بھر سکتا ہے

ورنہ ہر کس ہست دل دیدے عیاں
ورنہ ہر آدمی دل کا راز کھلم کھلا دیکھ لیتا

کارِ مردان ست نے طفلانِ لعب
بہادروں کا کام ہے، نہ کہ کھلنڈرے بچوں کا

زانکہ در حرص و ہوا آغشتہ ایم
کیونکہ حرص و خواہش سے آلودہ ہیں

تا چناں دانند متنِ نامہ را
حتیٰ کہ خط کے مضمون کو ایسا ہی سمجھتے ہیں

زیں سخن واللہ اعلم بالصواب
اس بات سے اور خدا صواب کو زیادہ جانتا ہے

متنِ نامہ سینہ را کن امتحاں
سینہ کے خط کے مضمون کو آزمالے

تا مخالف وار نبود کارِ تو
تاکہ تیرا کام مخالفانہ نہ ہو

زاں نیاید کم کہ در وے بنگری
کم از کم یہ ہو کہ اس کو دیکھ لے

گر ہمی آرزد کشیدن را بکش
اگر لے جانے کے قابل ہے، لے جا

باز خر خود را ازیں پیکار و ننگ
اس جھگڑے اور ذلت سے اپنے آپ کو بچالے

سوئے سلطاناں و شاہانِ رشید
بھلے ملوک اور شاہوں کی جانب

می کشی و باشد آں ہم مردہ ریگ
تو لے جائے اور وہ بھی حقیر و ناچیز ہو

ہم تہی بہتر کہ ہم جنسِ تنی
خالی ہونا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تیرے جسم کی ہم جنس ہو

---

[1] نامۂ تن: جسم کے اس خط کو کھولنا اور پڑھنا آسان نہیں ہے۔ بڑے بڑے آسان بکاؤ دانا اپنے جسم کے خط کو مخصوص لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں عوام کو اپنے دلوں کے رازوں کا احساس نہیں ہوتا ہے۔
جملہ: یعنی ہم نیک کاموں کی فہرست پر اکتفا کر بیٹھے ہیں جس میں صرف عنوانات ہوتے ہیں یعنی صرف ظاہر کا اعتبار کرتے ہیں۔ باشد: یہ عنوان عوام کو پھنسانے کا جال ہے وہ خط کے مضمون کو بھی عنوان جیسا سمجھ بیٹھتے ہیں یعنی باطن کو ظاہر جیسا جان لیتے ہیں۔

[2] بازکن: خط کے مضمون کو پڑھنا چاہیئے۔ ہست: ایمان کا زبانی اقرار عنوان ہے اصل ایمان دل میں ہے کہ موافق۔ اگر مرد زبانی اقرار ہے اور قلبی تصدیق نہیں ہے تو یہ نفاق ہے۔ چوں: جب تو بادشاہ کے سامنے تحفہ میں کوئی بورا بھر ابھرا لے جا رہا ہو تو کم از کم یہ دیکھ لے کہ اس میں کیا چیز ہے۔

[3] ورنہ: اگر بادشاہ کے مناسب نہیں ہے تو بورا خالی کرلے اور اس میں وہ بھرلے جو بادشاہ کے مناسب ہو۔

[4] زشت: یہ بری بات ہوگی کہ تو معمولی ریت کا بورا بھر کر لے جائے۔ چوں نمی تانی: اگر انسان اپنے جسم کو اخلاق حسنہ سے نہیں بھر سکتا تو کم از کم اتنا ہو کہ اخلاق رذیلہ سے وہ خالی ہو۔

حکایت آں فقیہ با دستار بزرگ و آنکہ دستارش ببود و بانگ و نعرہ

اس فقیہ کی حکایت جو بڑی پگڑی والا تھا اور اس کی جو پگڑی اچک لے گیا اور

فقیہ کہ بازش کن و ببیں کہ چہ می بری آنگاہ ببر

فقیہ کا پکارنا اور للکارنا کہ اس کو کھول اور دیکھ کہ کیا لے جا رہا ہے، تب لے جا

یک فقیہے ژندہ[1] ہا بر چیدہ بود
ایک فقیہ نے چیتھڑے چنے تھے

در عمامہ خویش در پیچیدہ بود
(اور) اپنی پگڑی میں لپیٹ لئے تھے

تا شود زفت و نماید آں عظیم
تاکہ وہ موٹی ہو جائے اور بڑی نظر آئے

چوں درآید سوئے محفل در حلیم
جب وہ حلیم میں مجلس میں آئے

ژندہا از جامہا پیراستہ
مختلف کپڑوں کے چیتھڑے جوڑے تھے

ظاہر دستار ازاں آراستہ
ان سے بظاہر پگڑی کو سجا رہا تھا

ظاہر دستار چوں خلہ بہشت
پگڑی کا ظاہر بہشت کے جوڑے کی طرح تھا

چوں منافق اندرش رسوا و زشت
باطن منافق کی طرح رسوا اور بھدا

پارہ پارہ دلق[2] و پنبہ و پوستیں
ٹکڑے ٹکڑے گدڑی اور روئی اور پوستین

در درونِ آں عمامہ بُد دفیں[3]
اس پگڑی کے اندر دفن تھے

روئے سوئے مدرسہ کردہ صبوح
اس نے صبح صبح مدرسہ کا رُخ کیا

تا بدیں ناموس یابد او فتوح
تاکہ اس شان و شوکت کی وجہ سے نذرانے حاصل کرے

در رہِ تاریک مردے جامہ کن
اندھیرے راستہ میں ایک کپڑے اُتارنے والا شخص

منتظر استادہ بُد از بہرِ فن
فن دکھانے کے لئے منتظر کھڑا تھا

در ربود او از سرش دستار را
وہ اس کے سر سے پگڑی لے اُڑا

پس دواں شد تا بسازد کار را
پھر بھاگا تاکہ اپنا کام بنا لے

پس فقیہش بانگ بر زد کای پسر
فقیہ نے اس کو آواز دی اے لڑکے!

بازکن دستار را آنگہ ببر
پگڑی کو کھول پھر لے جا

ایں چنیں کہ چار پرہ می پری
تو جو اس طرح چار پروں سے اُڑ رہا ہے

بازکن آں ہدیہ را کہ می بری
اس تحفہ کو کھول جو تو لے جا رہا ہے

بازکن آں را بدستِ خود بمال
اس کو کھول اپنے ہاتھ سے مَل

آنگہاں خواہی ببر کردم حلال
پھر چاہے لے جانا میں نے معاف کر دیا

---

[1] حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اس فقیہ کو دنیا کی فضول چیزوں سے بھرا کس قدر بُرا تھا۔ بازش کن۔ یعنی اس پگڑی کو کھول کر دیکھ اس میں کیا ہے۔

[2] ژندہا۔ پرانے چیتھڑے۔ حلیم۔ خانہ کعبہ کا وہ حصہ جس پر عمارت نہیں ہے۔ دلق۔ کپڑا کا جوڑا۔

[3] دلق۔ گدڑی۔ دفیں۔ مدفون۔ صبوح۔ صبح۔ فتوح۔ نذرانہ۔ جامہ کن۔ کپڑے چھیننے والا۔ تہر فن۔ یعنی اپنا ہنر دکھانے کے لئے۔ کار را۔ یعنی اپنی ضرورت پوری کرے۔ چار پرہ۔ چار پروں سے اُڑنا یعنی بہت تیز بھاگنا۔ آں ہدیہ۔ یعنی دستار۔ کردم حلال یعنی میں نے تجھے وہ دستار بخشدی۔

چونکہ بازش کرد آں کوہی گریخت
جونہی اس نے اس کو کھولا

صد ہزاراں زندہ اندر رہ بریخت
لاکھوں چیتھڑے راستہ میں بکھر گئے

زاں عمامہ زفتِ نابایستِ او
اُس کی اس موٹی ناہنجار پگڑی سے

ماند یک گز کہنہ در دستِ او
ایک گز پرانا (کپڑا) اُس کے ہاتھ میں رہ گیا

بر زمیں زد خرقہ را کآلے بے عیار
چیتھڑے کو زمین پر پٹخا کہ اے نالائق!

زیں دغل مارا برآوردی زکار
اس فریب سے تو نے ہمیں کام سے روک دیا

ایں چہ مکر ست و چہ تزویر ست و شید
یہ کیا مکر ہے اور کیا فریب ہے اور دغا ہے

کہ فگندی مر مرا در قیدِ صید
کہ تو نے مجھے شکار کے پھندے میں پھنسایا

شرم ناید مر ترا زیں خرقہ ہا
ان چیتھڑوں سے تجھے شرم نہ آئی

از دغل بفگندیم اے پُر دغا
فریب سے تو نے مجھے پھنسایا اے دغاباز!

گفت بنمودم دغل لیکن ترا
اُس نے کہا میں نے فریب کیا لیکن تجھے

از نصیحت باز گفتم ما جرا
خلوص سے میں نے قصہ بتا دیا

نصیحتِ دنیا مر اہلِ دنیا را بزبانِ حال و بیوفائیِ خود را

زبانِ حال سے دنیا داروں کو دنیا کی نصیحت اور اپنی بے وفائی کی خبر کرنے

و انمودن بو فا جویندگاں

والوں کو اپنی بے وفائی دکھانا

ہمچنیں دنیا اگرچہ خوش شگفت
اسی طرح اگرچہ دنیا بہترین شگفتہ ہے

عیبِ خود را بانگ زد با جملگی گفت
بلند آواز سے اُس نے سب کو اپنا عیب بتا دیا

اندریں کون و فسادے اُوستاد
اے اُستاد! اس بناؤ اور بگاڑ میں

آں دغل کون و نصیحت داں فساد
بناؤ فریب ہے اور بگاڑ نصیحت سمجھ

کون می گوید بیا من خوش پیم
بناؤ کہتا ہے آجا میں مبارک قدم ہوں

واں فسادش گفت رو من لاشیم
اور بگاڑ نے اس سے کہا چلا جا میں کچھ نہیں ہوں

اے ز خوبیِ بہاراں لب گزاں
اے بہاروں کی رونق سے ہونٹ کاٹنے والے!

بنگر آں سردی و زردیِ خزاں
خزاں کی سردی اور زردی کو دیکھ لے

روز دیدی طلعتِ خورشیدِ خوب
تو نے دن میں سورج کا حسین چہرہ دیکھ لیا

مرگِ او را یاد کن وقتِ غروب
غروب کے وقت اُس کی موت کو یاد کر لے

---

۵۱ آبایست یعنی بیکار۔ ماند یعنی اندر کے چیتھڑے بکھر گئے اور ایک گز پرانا کپڑا ہاتھ میں رہ گیا برزمیں۔ اس چور نے اس کپڑے کو زمین پر پھینک دیا اور لقمہ پرار ہی ہوا۔ زکار یعنی اگر میں اس پگڑی کی مکر میں نہ پڑتا تو وہ کوئی مفید چوری کر لیتا قید صید شکار کا پھندا۔ بفگندیم گرا دیا۔

۵۲ از نصیحت یعنی تجھے ابتدا دھوکا دیا لیکن آخر میں تو میں نے تجھے سب سمجھا دیا۔ نصیحت۔ دنیا بھی ابتدا نمکر کرتی ہے، لیکن آخر میں اپنے عیوب ظاہر کر دیتی ہے۔ اندریں۔ دنیا عالم کون و فساد ہے یعنی اس کے کاموں میں بناؤ بھی ہے اور بگاڑ بھی بناؤ فریب دیتا ہے تو بگاڑ دنیا کا عیب ظاہر کر دیتا ہے۔

۵۳ کون۔ دنیا کا بناؤ اپنی طرف کھینچتا ہے اور بگاڑ دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتا ہے۔ لاشیم۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ لب گزاں۔ انسان موسم بہار کی رنگینیوں پر تعجب کرتا ہے اُس کی خزاں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے۔ روز۔ دن میں سورج کا چہرہ حسین ہوتا ہے غروب کے وقت اس کے چہرے پر مُردنی چھا جاتی ہے۔

616

بدر را دیدی بریں خوش چار طاق
تو نے حسین خبر پر چوتھویں کے چاند کو دیکھ لیا

حسرتش را ہم ببیں اندر محاق
گھٹا دیں اس کی حسرت کو بھی دیکھ لے

کودکے از حسن شد مولائے خلق
ایک لڑکا حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنا

بعد پیری شد خرف مرسوائے خلق
بڑھاپے کے بعد بڑھاپے فضل لوگوں میں ذلیل ہو گیا

گر تنِ سیمیں بتاں کردت شکار
اگر چاندی جیسے بتوں کے جسم نے تیرا شکار کر لیا

بعد پیری بین تنے چوں پنبہ زار
بڑھاپے کے بعد جسم کو دیکھ لے جو روئی کا کھیت ہے

اے بدیدہ لوتہائے چرب خیز
اے روغنی غذاؤں کے دیکھنے والے، اُٹھ

فضلہ آں را ببیں در آبریز
پاخانہ میں اُن کا فضلہ دیکھ لے

مر خبث را گو کہ آں خوبیت کو
نجاست سے دریافت کر کہ وہ تیری خوبی کہاں ہے؟

آں فریب و حسن و مرغوبیت کو
وہ تیرا فریب اور حسن اور پسندیدگی کہاں ہے؟

بر طبق کو عشوہ و نرمی و خوت
طشت پر تیرا ناز و انداز اور نرمی اور عادت کہاں ہے؟

بر سبد کو جلوہ و لغزی و لوت
چنگیری پر تیرا جلوہ اور لڑکھڑاہٹ اور خوشبو کہاں ہے؟

گوید او آں دانہ بد من دام آں
وہ کہتی ہے وہ دانہ تھا میں اس کا جال ہوں

چوں شدی تو صید شد دانہ نہاں
جب تو شکار بن گیا، دانہ چھپ گیا

بس انامل رشکِ استاداں شدہ
بہت سی انگلیاں استادوں کیلئے باعث رشک

در صناعت عاقبت لرزاں شدہ
دستکاری میں لیکن، انجام کار وہ کانپتی ہیں

نرگسِ چشمِ خمارِ ہمچو جاں
جان جیسی مست آنکھ کی نرگس

آخر اعمش بین و آبے وے چکاں
بالآخر چندھی دیکھ لے اور ان میں سے پانی بہتا ہوا

چندلے کاندر صفِ شیراں رود
وہ بہادر جو شیروں کی صفوں میں جاتا ہے

آخر او مغلوبِ موشے می شود
آخر میں وہ چوہے سے عاجز ہو جاتا ہے

طبعِ تیز دور بینِ محترف
پیشہ ور کی دور بین تیز طبیعت کو

چوں خرِ پیرش ببیں آخر خرف
بوڑھے گدھے کی طرح، بے عقل دیکھ لے

زلف و جعدِ مشکبارِ عقل بر
مشکبار زلف اور ہوش ربا گھونگر والے بال

آخرِ او دُم زشتِ پیرِ خر
انجام میں بوڑھے گدھے کی بھدی دُم ہیں

خوش ببیں کونش زاول باکشاد
اس کے بناؤ کو شروع میں پر لطف حسین دیکھ لے

وآخر آں رسوائیش بین و فساد
اور اس کے آخر میں اس کی رسوائی اور فساد کو دیکھ لے

---

۵۱ چار طاق۔ پرگوشہ خیمہ، راوی یہاں آسمان مراد ہے۔
محاق۔ چاند کا گھٹاؤ، کمی کے دن کا جو اپنے حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنتا ہے، بڑھاپے میں بڑھاپے عقل ہو کر رسوا ہوتا ہے۔ پنبہ زار۔ روئی کا کھیت یعنی بڑھاپے میں تمام بدن پر سفید بال آجاتے ہیں۔

۵۲ بدیدہ۔ وہی روغنی غذائیں جو انتہائی مرغوب ہوتی ہیں جب فضلہ بنکر بیت الخلا پہنچتی ہیں، تو ناقابل دید ہوتی ہیں۔ خبث یعنی فضلہ نجاست۔ توکری۔ لغزش۔ لوت۔ وہ فضلہ زبان حال سے کہتا ہے وہ تیری پہلی حالت جال کا دانہ تھی جب تو پھنس گیا تو اب دانہ غائب ہو گیا ہے۔ بس انامل۔ دستکار کی وہی انگلیاں جو کبھی فن کے استادوں کے لئے باعث رشک تھیں بڑھاپے میں کانپنے لگتی ہیں۔

۵۳ نرگس۔ جوانی کی مست نرگسی آنکھیں بڑھاپے میں چندھی ہو جاتی ہیں جن سے ہر وقت پانی بہتا ہے۔ چندلہ۔ بڑے سے بڑا بہادر بڑھاپے میں بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے۔ محترف پیشہ ور۔ خرف۔ بڑھاپے بے عقل بجد۔ گھونگر والے بال۔ خوش۔ خوشنما۔ دنیا کے بناؤ کے بعد بگاڑ ہے انسان کو اسے پیش نظر رکھنا چاہئے۔

زانکہ اُو بنمود پیدا دامؔ را
کیونکہ اُس نے جال کو ظاہر کرکے دکھا دیا

پیشِ تو بر کند سبلت خام را
تیرے سامنے کچوں کی مونچھ نوچ دی

پس مگو دنیا بتزویرم فریفت
پس تو نہ کہہ کہ دنیا نے مکر سے مجھے لبھایا

ورنہ عقلِ من زدامش می شگیفت
ورنہ میری عقل اُس کے جال سے آرام پاتی!

طوقِ زرّین و حمائل بین ہلہ
طوق اور زنجیر اور ہیڑی بن گیا

غُلّ و زنجیرے شد ست و سلسلہ
طوق اور زنجیر اور ہیڑی بن گیا

ہمچنیں ہر جزوِ عالم می شمر
اسی طرح دنیا کے ہر جزو کو گن لے

اوّل و آخر در آرش در نظر
اُس کے اوّل اور آخر کو نظر میں لے آ

ہر کہ آخر بیں تر اُو مسعود تر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے وہ زیادہ نیک بخت ہے

ہر کہ آخر بیں تر اُو مطرود تر
جو چیز کو زیادہ دیکھنے والا ہے، زیادہ مردود ہے

رُوئے ہر یک چوں مہِ فاخر بیں
فخر بھرے چاند کی طرح ہر ایک کا چہرہ دیکھ لے

چونکہ اوّل دیدہ شد آخر بیں
جبکہ آغاز دیکھ لیا ہے تو انجام بھی دیکھ لے

تا نباشی[2] ہمچو ابلیسِ اعوری
تاکہ تو شیطان کی طرح کانا نہ بنے

نیم بیند نیم نے چوں ابتری
وہ آدھا دیکھتا ہے آدھا نہیں، ناقص کی طرح

دید طینِ آدمؑ و دینش ندید
اُس نے آدمؑ کی مٹی کو دیکھا اُن کے دین کو نہ دیکھا

اینجہاں دید آنجہاں بینش ندید
اِس جہان کو دیکھا مگر اُس جہان کا دیکھنے والا نہ سمجھا

فضلِ[3] مَرداں بر زناں اے بو شجاع
اے بڑے بہادر! مردوں کی عورتوں پر فضیلت

نیست بہرِ قوت و کسبِ ضیاع
طاقت اور کمائی اور جائداد کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ شیر و پیل را بر آدمی
ورنہ شیر اور ہاتھی کو آدمی پر

فضل بودے بہرِ قوت اے عمی
فضیلت ہوتی اے میرے چچا! طاقت کی وجہ سے

فضلِ مَرداں بر زناں حالی پرست
اے موقع پرست! مردوں کی عورتوں پر فضیلت

زاں بود کہ مرد پایاں بیں تر است
اِسلئے ہے کہ مرد انجام بیں زیادہ ہے

مَرد کاندر عاقبت بینی خَم ست
جو مرد انجام پر نظر رکھنے میں نیچا ہے

اُو ز اہلِ عاقبت چوں کم ست
وہ انجام پر نظر رکھنے والوں سے عورت کیسے کم ہے

از جہاں دو بانگ می آید بضد
دنیا سے دو مختلف آوازیں آتی ہیں

تا کُدامیں را تو باشی مستعد
دیکھنا ہے کہ تو کونسی کے لئے مستعد ہوتا ہے!

---

[1] دام۔ دنیا کا جال جو ظاہر کردیتا ہے کہ شکار بنا کر انسان کیلئے جال ہے۔
... خانم یعنی ناقص پر کامل نہیں مگر انسان کا یہ عذر بیکار ہے کہ دنیا نے فریب دیا۔ حقیقی وہی چیزیں جو رونق کا باعث ہیں اُن کا انجام تباہی ہے۔
ہمچنیں۔ تمام اجزاء عالم کا یہی حال ہے اُن کی ابتداء بناؤ سے اور انجام بگاڑ پر ہے۔
ہر کہ۔ دنیا کی چیزوں کے انجام پر جو نظر رکھے گا وہ نیک بخت ہے۔ آخر۔ چوہوں میں جانور کو گھاس دانہ کھلایا جاتا ہے مسعود۔ مردود۔ روئی۔ ابتدا پُر رونق ہوتی ہے۔

[2] تا نباشی۔ یعنی ہر چیز کے آغاز و انجام کو دیکھ لے شیطان کی طرح یہ نہ کر کہ کچھ دیکھے کچھ نہ دیکھے شیطان نے حضرت آدمؑ کا ایک جزو دیکھا دوسرے جزو پر نظر نہ کی جسم کو دیکھا روح کو نہ دیکھا۔

[3] فضلِ مَرداں۔ مَردوں کو عورتوں پر فضیلت مَردوں کی عاقبت بینی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ۔ طاقت کی بنیاد پر فضیلت ہو تو پھر انسان سے شیر اور ہاتھی کو افضل ہونا چاہیے۔ عمی۔ میرے چچا۔ عالی پرست۔ یعنی موجودہ حال کو دیکھنے والا مآل پر نظر نہ کرنے والا۔ خم۔ نیچا۔
از جہاں۔ دنیا کے عروج اور زوال سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت شروع کی ہے۔ بضد۔ یعنی دونوں متضاد آوازیں ہیں۔

آں یکے بانگش نشورِ اتقیا
اُس کی ایک آواز متقیوں کو جگانے والی ہے
واں دگر بانگش فریبِ اشقیا
اُس کی دوسری آواز بدبختوں کے لئے فریب ہے

بانگِ خار و بانگِ اشگوفہ شنو
کانٹے کی آواز اور غنچہ کی آواز سن
بعدازاں شو بانگِ خارش را گرو
اسکے بعد اسکے کانٹے کی آواز کا گرویدہ ہو جا

من شگوفہ خارم اے فخرِ کبار
میں بڑوں کے فخر! میں غنچہ کا کانٹا ہوں
گُل بریزد من بمانم شاخِ خار
پھول جھڑ جاتا ہے میں کانٹوں کی شاخ رہ جاتی ہوں

بانگِ اشگوفش کہ اینک گلفروش
اُس کے غنچہ کی آواز ہے کہ یہ گلفروش ہے
بانگِ خارِ او کہ سوئی ما مکوش
اسکے کانٹے کی آواز ہے کہ ہماری تجارت (آنکھ) کی طرف نہ دیکھ

ایں پذیرفتی بماندی زاں دگر
تو نے اُس کو قبول کر لیا دوسری سے رہ گیا
کہ محبت از ضدِ محبوب ست کر
کیونکہ عاشق معشوق کے مخالف سے بہرہ ہے

آں یکے بانگ اینکہ اینک حاضرم
ایک آواز یہ ہے کہ یہ میرا فی الحال ہے
بانگِ دیگر بنگر اندر آخرم
دوسری آواز ہے میرے انجام کو دیکھ

حاضری ام ہست ہمچوں مکر و کیں
میری موجودہ حالت مکر اور کینہ جیسی ہے
نقشِ آخر زآئینہ اول ببیں
آغاز کے آئینہ میں انجام کا نقش دیکھ لے

چوں یکے زیں دو جواں اندر شدی
جب تو نے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لیا
آں دگر را ضد و نادر خور شدی
دوسری کا مخالف اور ناقابل بن گیا

اے خنک آں کو ز اول آں شنید
مبارک ہے وہ کہ جس نے پہلے وہ سن لی
کشِ عقول و مسمعِ مرداں شنید
جس کو مردوں کی عقلیں اور کان سن چکے ہیں

خانہ خالی یافت جارا او گرفت
اُس نے خالی گھر پایا جگہ پر قبضہ کر لیا
غیرِ آنش کژ نماید یا شگفت
اُس کے علاوہ اُس کو نیز ہی نظر آئیگی یا عجیب

کوزۂ نو کو بہ خود بولے کشید
وہ کورا پیالہ جس نے پیشاب جذب کر لیا
آں خبث را آب نتواند برید
اُس نجاست کو پانی منقطع نہیں کر سکتا

در جہاں ہر چیز چیزے می کشد
دنیا میں ہر چیز ایک چیز کو کھینچتی ہے
کفر کافر را و مرشد را رشد
کفر، کافر کو، ہدایت، ہدایت یافتہ کو

۱؎ آں یکے۔ دنیا کی ناپائیداری کی آواز سے متقی خوب غفلت سے بیدار ہوتے ہیں، وقس دگر۔ دنیا کے جاہ و اقبال کی آواز پر بدبخت فریفتہ ہوتے ہیں۔ بانگِ خار۔ دنیا کے زوال اور خروج کی آواز سن اور پھر زوال کی آواز پر عمل کر۔ من شگوفہ۔ زوال کی آواز کہتی ہے کہ دنیا کی رونق ختم ہونے والی ہے۔

۲؎ بانگِ اشگوفہ۔ دنیا کی رونق اپنی طرف بلاتی ہے دنیا کا زوال کہتا ہے کہ میرے قریب نہ آ۔ الخ۔ اگر انسان دنیا کی ایک آواز قبول کر لیتا ہے تو پھر دوسری آواز سے وہ بے تعلق ہو جاتا ہے۔ حاضرم۔ یعنی دنیا کہتی ہے میں اپنی رونق کے ساتھ موجود ہوں۔ آخر بیں دوسری آواز کہتی ہے کہ دنیا کے انجام کو دیکھ لے

۳؎ حاضری۔ میری موجودہ صورت مکر اور فریب ہے آغاز کے آئینہ میں انجام دیکھ لے جو اول اندر شدن کسی کام کو اختیار کر لینا۔ نادر خور۔ ناقابل، ناقابل اسے خنک۔ وہ شخص قابل مبارکباد ہے جو آغاز میں انجام کو دیکھ لے۔ خانہ خالی۔ اگر انسان نے صرف آغاز کی پکار سنی تو وہ اس کے دل میں گھر کر لے گی پھر وہ انجام کی آواز سننا پسند نہ کرے گا۔ کوزۂ نو۔ انسان جب آغاز پر فریفتہ ہو جاتا ہے تو انجام سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اُس کی مثال یہ ہے کہ کورا برتن اگر پیشاب کو جذب کر لے تو پھر پانی اس کو پاک نہیں کر سکتا۔ در جہاں۔ نظامِ عالم جذب اور انجذاب پر قائم ہے ہر چیز کسی دوسری چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے ہر کفر، کفر کافر کو اپنی طرف کھینچتا ہے لیکن لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے والی قوت معنوی کشش ہے۔

616

کہربا[1] ہم ہست و مقناطیس ہست — تا تو آہن یا کہی آئی بدست

کہربا بھی ہے اور مقناطیس بھی — تاکہ تو لوہا ہو یا گھاس جال میں آجائے

بُرد مقناطیسِ اَر تو آہنی — ور کہی بر کہربا بر می تنی

اگر تو لوہا ہے تو مقناطیس لے گیا — اگر تو گھاس ہے تو کہربا پر چپک جاتا ہے

آں یکے چوں نیست با اخیار یار — لاجرم شُد پہلوئِ فجّار جار

جو شخص نیکوں کا دوست نہیں ہے — لامحالہ بدکاروں کے پہلو کا پڑوسی بنتا

آں یکے را صحبتِ خار اختیار — لاجرم شُد پہلوئِ ہر خار خوار

ایک کو کانٹے کی صحبت پسند ہے — وہ لامحالہ ہر کانٹے کے پہلو میں ذلیل ہوا

ہست[2] موسیٰ پیشِ قبطی بس رحیم — ہست ہاماں پیشِ سبطی بس لئیم

حضرت موسیٰؑ قبطی کے نزدیک بڑے ہیں — ہامان سبطی کے نزدیک سخت ملعون ہے

جانِ ہاماں جاذبِ قبطی شُدہ — جانِ موسیٰؑ جاذبِ سبطی شُدہ

ہامان کی جان قبطی کو کھینچنے والی بنی — (حضرت) موسیٰؑ کی جان سبطی کو کھینچنے والی بنی

معدۂ خر کہ کشد در اجتذاب — معدۂ آدم جذوبِ گندم آب

گدھے کا معدہ ہضم کرنے میں گھاس کو کھینچتا ہے — آدم کا معدہ گیہوں، پانی کو کھینچنے والا ہے

گر تو نشناسی کسے را از ظلام — بنگر اُو را کوش سازید ست امام

اگر اندھیرے کی وجہ سے تو کسی کو نہ پہچانے — اس کو دیکھ لے جس کو اس نے پیشوا بنایا ہے

زاں[3] کہ ہر کُرّہ پئے مادر رود — تا بداں جنسیتش پیدا شود

کیونکہ جانور کا ہر بچہ ماں کے پیچھے چلتا ہے — حتیٰ کہ اس سے اس کی جنسیت ظاہر ہو جاتی ہے

آدمی را شیر از سینہ رسد — شیرِ خر از نیم زیرینہ رسد

آدمی کو سینہ سے دودھ ملتا ہے — گدھے کا دودھ نچلے آدھے حصہ سے پہنچتا ہے

بیان آنکہ عارف را غذائیست از نورِ حق کہ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ

اس کا بیان کہ خدا کو پہچاننے والے کی غذا اللہ کا نور ہے کیونکہ (حدیث ہے) میں اپنے

یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ فَقَوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُحْیِیْ بِہٖ

خدا کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے

اَبْدَانَ الصِّدِّیْقِیْنَ اَیْ فِی الْجُوْعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ

بھوک خدائی غذا ہے اس سے زندگی پاتے ہیں صدیقین کے بدن یعنی اللہ کا کھانا بھوک میں پہنچتا ہے

---

[1] کہربا ظاہری کشش ہی دیکھ لے کہربا تنکے کو کھینچتی ہے اور مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ بزرگ۔ تم میں جیسی صلاحیت ہوگی اُس طرف تمہاری کشش ہوگی۔ آں کہ نیکوں کی طرف کشش نہیں ہے تو بدوں کی طرف کشش ہوگی۔ خادم یعنی بنائی۔

[2] ہست موسیٰ قبطی یعنی فرعون کی قوم کے شخص کو حضرت موسیٰ کی طرف کشش نہیں ہے وہ اس کو بُرے معلوم ہوتے ہیں سبطی یعنی (اسرائیلی) حضرت یعقوب کی نسل کی کشش ہامان یعنی فرعون کے وزیر کی طرف نہیں ہے وہ اسکو برا معلوم ہوتا ہے۔ معدۂ خر۔ گدھے کے معدہ میں گھاس کی کشش ہے۔ گر تو۔ اچھوں کی صحبت اختیار کرنے کیلئے اُن کی کشش کو دیکھ لو کس طرف ہے اگر اُن کی کشش کا تمہیں پتہ نہ چلے تو اُن کے شیخ کی کشش کو دیکھ کر اچھائی برائی کا فیصلہ کرلو۔

[3] زاں۔ ے کہ ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز آدمی۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اس کی غذا بھی کے اشرف حصہ سے حاصل ہوتی ہے گدھے کو اسفل حصہ سے غذا ملتی ہے۔ عارف۔ چونکہ عارف باللہ اشرف المخلوقات میں فرد اکمل ہے اسکو غذا اللہ کیجانب سے ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقین کو اللہ سے

عدل[1] قسام است و قسمت کردنیست
تقسیم کرنے والے کا انصاف ہے اور اسی کی تقسیم ہے

ایں عجب کہ جبر نے و ظلم نیست
یہ عجیب بات ہے کہ نہ کوئی جبر ہے نہ کوئی ظلم ہے

جبر بودے کے پشیمانی بدے
جبر ہوتا تو شرمندگی کب ہوتی؟

ظلم بودے کے نگہبانی بدے
ظلم ہوتا تو حفاظت کہاں ہوتی!

روز آخر شد سبق فردا بود
شام ہوگئی، سبق کل ہوگا

رازِ ما را روز کے گنجا بود
ہمارے راز کی دن میں گنجائش کہاں ہے؟

حاصل آنکہ در دخول و در ایاب
خلاصہ یہ ہے کہ جانے اور آنے میں

در نگر واللہ اعلم بالصواب
غور کرلے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

خطاب[2] با مغروران دنیا و گرفتاران نفس

دنیا سے دھوکہ کھانے والوں اور نفس کے قیدیوں سے خطاب

اے بکردہ اعتمادِ واثقے
اے مضبوط بھروسہ کئے ہوئے

بر دُم و بر چاپلوسِ فاسقے
ایک فاسق کے فریب اور چاپلوسی پر

قبّہ بر ساختستی از حباب
تو نے حبابے کا قبہ بنایا ہے

آخر آں خیمہ است بس وا ہی طناب
یقیناً وہ خیمہ کمزور رسیوں والا ہے

زرق چوں برقی ست اندر نورِ آں
مکر، برق کی طرح ہے اس کی روشنی میں

راہ نتوانند دیدن رہروان
راستہ چلنے والے راستہ نہیں دیکھ سکتے ہیں

ایں جہان و اہلِ او بیحاصل اند
یہ دنیا اور دنیا دار بے نتیجہ ہیں

ہر دو اندر بے وفائی یک دل اند
بے وفائی میں دونوں ہم رائے ہیں

زادۂ[3] دنیا چو دنیا بے وفاست
دنیا کی پیداوار دنیا کی طرح بے وفا ہے

گرچہ رُو آرد تو آں رُو قفاست
اگرچہ وہ تیری طرف رُخ کرے وہ چہرہ پیٹھ کی ہے

اہلِ آں عالم چو آں عالم زبر
اس جہان والے، اس جہان کی طرح نیکی کے وجہ سے

تا ابد در عہد و پیماں مستمر
ہمیشہ کے لئے عہد اور پیمان پر قائم ہیں

خود دو[4] پیغمبر بہم کے ضد شدند
دو پیغمبر آپس میں کب مخالف ہوتے ہیں؟

معجزات از ہمدگر کے بستدند
آپس میں ایک دوسرے کے معجزے کب چھینتے ہیں؟

کے شود پژمردہ میوہ آنجہاں
اس عالم کا پھل کب خراب ہوتا ہے؟

شادیِ عقبیٰ نگردد اندہاں
آخرت کی خوشی غم نہیں بنتی ہے

---

[1] عدل۔ شعر:
قسمت کیا ہر چیز کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
اسی عجب۔ اس تقسیم میں کسی پر
جبر بھی نہ ہوا اور نہ کسی پر ظلم
ہوا۔ پشیمانی۔ اپنی صلاحیت
کے اعتبار سے جب انسان
برا کام کرتا ہے تو اسکو شرمندگی
ہوتی ہے اگر جبر ہو تو پھر
ہم پر شرمندگی نہ ہونی چاہیئے۔
نگہبانی۔ ظالم، مظلوم کا لحاظ
نہیں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر
بندے کا نگہبان ہے رزق
دیتا ہے صحت دیتا ہے۔ الغرض
اب اس مضمون کو ختم کردینا
چاہیئے بہت وقت گذر گیا
اور مضمون ناتمام رہا۔ حاصل
خلاصہ یہ ہے کہ جب دنیا پر
خداوندی میں آنا جانا ہو تو اپنی
حالت کو پیش نظر رکھو۔

[2] خطاب۔ جن لوگوں کو
من جانب اللہ خذلان حاصل ہوتا
ہے ان کے بالمقابل گروہ کا
تذکرہ شروع کیا ہے۔ اعتماد
واثقے۔ مضبوط بھروسہ۔ فاسقے۔
یعنی بناوٹی شیخ۔ حباب۔ پانی
کا بلبلہ۔ طناب۔ خیمہ کا رسہ۔
زرق۔ مکاری، یعنی مکاری شیطان کی
مکاری جیسی کی کوئی حد جس کے ذریعہ
راستے نہیں کیا جاسکتا۔
بے حاصل۔ بے نتیجہ، بیکار۔

[3] زادۂ دنیا۔ یعنی دنیادار۔
رُو۔ اسکا رخ بھی گندی کیطرح
ہے۔ پشت۔ نیک مستمر۔ دائم۔ دو
پیغمبر۔ اہل اللہ میں کبھی باہمی
مخالفت نہیں ہوتی ہو وہ ایک
دوسرے کا کمال یعنی معجزے نہیں
چھینتے ہیں۔ کے شود۔ عالم آخرت

نفس[1] بے عہدست زاں رشتنی ست — اودنی و قبلہ گاہ اودنی ست

نفس بے وفا ہے، اس لئے گردن زدنی ہے — وہ کمینہ ہے اور اس کا قبلہ گاہ بھی کمینہ ہے

نفسہا را لائق ست ایں انجمن — مردہ را در خور بود گور و کفن

نفسوں کے لئے یہ انجمن مناسب ہے — گور و کفن مردے کے لئے مناسب ہوتا ہے

نفس اگرچہ زیرک ست و خردہ داں — قبلہ اش دنیاست او را مردہ داں

نفس اگرچہ ذہین اور نکتہ داں ہے — اس کا قبلہ دنیا ہے اس کو مردہ سمجھو

آب وحی حق بدیں مردہ رسید — شد ز خاک مردہ زندہ پدید

اللہ کے الہام کا پانی اس مردے کو پہنچا — مردہ خاک سے زندہ پیدا ہو گیا

تا نیابد[2] وحی زو غرہ مباش — تو بداں گلگونہ طال بقاش

جب تک اللہ (تعالیٰ) کا الہام نہ آئے اس سے دھوکہ نہ کھا — اس کی عمر دراز ہو کے غازے سے

بانگ و صیتے مجو کآں خامل نشد — تاب خورشیدے کہ آں آفل نشد

وہ آواز اور شہرہ چاہ جو کبھی گمنام نہ ہو — اس سورج کی چمک (چاہ) جو کبھی غروب نہیں ہوتا ہے

آں ہنرہائے دقیق و قال و قیل — قوم فرعون اند اجل چوں آب نیل

نازک ہنر اور قیل و قال — فرعون کی قوم ہیں موت دریائے نیل کی طرح ہے

رونق و طاق و طرب و سحر شاں — گرچہ خلقاں را کشد گردن کشاں

ان کی رونق اور شان و شوکت اور جادو — اگرچہ لوگوں کو زبردستی کھینچتے ہیں

سحرہائے ساحراں داں جملہ را — مرگ چوبے داں کہ آں شد اژدہا

سب کو جادوگروں کے جادو سمجھو — موت کو وہ عصا سمجھو جو اژدھا بنا

جادو[3] یہارا ہمہ یک لقمہ کرد — یک جہاں پر شب بدآں اصبح خورد

(اس نے) ان، سب جادوؤں کو ایک لقمہ بنا لیا — ایک دنیا رات سے بھری تھی جسکو صبح نے نگل لیا

نور ازاں خوردن نشد افزوں و بیش — بل ہماں سان ست کو بود آپیش

اس کھانے سے نور افزوں اور زیادہ نہ ہوا — بلکہ اسی طرح ہے جیسا کہ پہلے تھا

در اثر افزوں شدہ در ذات نے — ذات را افزونی و آفات نے

اثر میں اضافہ ہوا، ذات میں نہیں — ذات کے لئے بڑھاؤ اور گھٹاؤ نہیں ہے

---

[1] نفس۔ دنیادار نفس کے تابع ہیں اور دو بے وفا ہے لہٰذا دنیادار بھی بے وفا ہیں۔ قبلہ گاہ۔ نفس کا قبلہ گاہ نفس و فجور ہے۔ اودنی۔ کمینہ۔ گور و کفن۔ دنیا کا وہ حلقہ جس میں ذکر و فکر نہ ہو قبر ہے۔ نفس۔ دنیادار خواہ کتنا ہی ذہین ہو جب وہ آخرت سے غافل ہے مردہ ہے۔ آب وحی۔ دنیادار کو جب کبھی ہدایت میسر آتی ہے تو یہ سمجھو کہ مردہ زندہ ہو گیا ہے۔

[2] تا نیاید۔ نفس انسان کو دھوکہ میں مبتلا کرتا ہے اور یقین دلاتا رہتا ہے کہ عمر دراز ہے آئندہ نیکی کرنے کا موقع ہے فی الحال دنیا کے مزے اڑاؤ۔ گلگونہ۔ غازہ۔ بانگ۔ وہ آواز و شہرت جو کبھی گمنام نہ ہو اور وہ نور حاصل کر جس کے لئے مغرب ہونا نہیں ہے اور وہ اہل حق کے پاس ہے۔ آں ہنرہائے۔ دنیا کے تمام ہنر اور بحث و مباحثہ بمنزلہ فرعونی قوم کے ہیں اور ان کیلئے موت بمنزلہ دریائے نیل کے ہے جو غرق۔ اس دنیا کی رونق اور شان و شوکت اگرچہ انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن موت ان کے لئے حضرت موسیٰ کی لاٹھی سمجھو جس نے جادوگروں کی جادوگری کو نگل لیا تھا۔

[3] جادو یہا۔ اسی طرح موت ان تمام ہنرمندیوں کو نگل جائیگی۔ یک جہاں۔ حضرت موسیٰ کے اس معجزے سے دنیا کی تاریکی چھٹ گئی تھی اور نور خداوندی اس تاریکی کو نگل گیا تھا۔ نور خدا کے اس نور مطلق میں اس تاریکی کو نگل جانے سے کوئی اضافہ نہ ہوا وہ پہلے ہی کامل و مکمل تھا، تمام دنیا کا ایمان لانا خدا کی خدائی میں اضافہ نہیں کر سکتا۔

حق زایجادِ جہاں افزوں نشد
دنیا کے پیدا کرنے سے اللہ (تعالیٰ) میں اضافہ نہیں ہوا

انچہ اوّل آں نبود اکنوں نشد
جو کچھ پہلے نہ تھا اب (بھی) نہیں ہوا

لیک[1] افزوں شد اثر زایجادِ خلق
دنیا کو پیدا کرنے سے نشان میں اضافہ ہوا

درمیانِ ایں دو افزونیست فرق
ان دونوں اضافوں میں فرق ہے

شد فزونیِ اثر اظہارِ او
نشان کی زیادتی اس (ذات) کا اظہار ہوئی

تا پدید آید صفات و کارِ او
تاکہ اُس کی صفت اور صنعت کا ظہور ہو

ہست افزونیِ ہر ذاتے دلیل
ہر ذات میں زیادتی دلیل ہے

کو بود حادث بعلّتہا علیل
کہ وہ حادث ہے (اور) علتوں کی وجہ سے ناقص ہے

نکتہ شد باریک اینجا اے رفیق
اے دوست! اس مقام پر نکتہ باریک ہو گیا

لیک بشنو تو مقالاتِ دقیق
لیکن تو باریک باتیں سُنتا رہ

تفسیر[2] آیہ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی قُلْنَا لَا تَخَفْ
"پس موسیٰؑ اپنے دل میں ڈرے، ہم نے کہا تو نہ ڈر
اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی
یقیناً تو اعلیٰ ہے" آیت کی تفسیر

گفت موسیٰ سحر ہم حیراں کنست
(حضرت) موسیٰؑ نے کہا جادو بھی حیران کن ہے

چہ کنم کایں خلق را تمییز نیست
میں کیا کروں اُن میں تمیز نہیں ہے؟

گفت حق تمییز را پیدا کنم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں تمیز پیدا کر دونگا

عقلِ بے تمییز را بینا کنم
بے تمیز عقل کو بصارت دے دونگا

چونکہ معجزہات را ظاہر کنم
جب تمہارے معجزوں کو ظاہر کر دونگا

عقل را در دیدنش فاخر کنم
عقل کو اُن کے دیکھنے میں قابلِ فخر بنا دونگا

دیدہ[3] بخشم عقلِ بے تمییز را
بے تمیز عقل کو بینائی بخش دونگا

کور سازم جاہلِ ناچیز را
ناچیز جاہل کو اندھا بنا دونگا

گرچہ چوں دریا برآورد ند کف
اگرچہ وہ دریا کی طرح جھاگ نکال رہے ہیں

موسیا تو غالب آئی لا تخف
اے موسیٰ! تم غالب آؤ گے خوف نہ کرو

بود اندر عہدِ خود سحر افتخار
جادو اپنے زمانہ میں باعثِ فخر تھا

چوں عصا شد مار آنہا گشت عار
جب لاٹھی سانپ بنی وہ ذلت بن گیا

[1] لیک۔ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے اسلئے پیدا فرمایا ہے تاکہ اس کے پہچاننے کی نشانیوں میں اضافہ ہو جائے۔ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ میں ایک چھپا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تب میں نے مخلوق پیدا کی۔ ان ذات اور نشانیوں کے اضافہ میں فرق ہے ہست۔ کسی ذات میں اضافہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے وہ ناقص تھی ذاتِ قدیم حدوث اور نقصان سے بالا ہے۔ نکتہ۔ اگرچہ مضمون دقیق ہے لیکن تو ستارہ اللہ بخشے کی توفیق دیدیگا۔

[2] تفسیر۔ اس سے یہ بتایا ہے کہ معارف اور حقائق کے سمجھنے اللہ کی توفیق سے ہی سمجھ میں آتے ہیں۔ گفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کے ڈرنے کی وجہ جادوگروں یا سانپوں کا خوف نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ لوگ معجزے اور جادو میں فرق نہ کر سکیں گے۔ گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مشکل حل فرمادی اسی طرح اللہ تعالیٰ معارف سمجھنے کی مشکلات کو حل فرما دیتا ہے۔ معجزات۔ عصا اور ید بیضا کے معجزے اور جادو میں فرق سمجھا دوں گا۔

[3] دیدہ بخشم۔ مومنین کے ایمان میں اضافہ کر دوں گا۔ اخفیا ایمان سے محروم رہینگے۔ گرچہ۔ ان ساحروں کا جوش و خروش سب کا فور ہو جائیگا اور غلبہ ہوگا۔ بود۔ مولانا فرماتے ہیں اس دور میں جادوگری بہت زیادہ

ہر کسے را دعویِ حُسن و نمک
ہر شخص کو حسن اور ملاحت کا دعویٰ ہے

سنگِ مرگ آمد نمکہا را محک
موت کا پتھر ملاحتوں کی کسوٹی ہے

سحر رفت و مُعجزِ موسیٰ گذشت
جادو چلا گیا اور حضرت موسیٰ کا معجزہ بھی گذر گیا

ہر دو را از بامِ بُود افتاد طشت
دونوں وجود میں مشہور ہو گئے

بانگِ طشتِ سحر جُز لعنت نماند
جادو کے طشت کی آواز لعنت کے سوا نہ رہی

بانگِ طشتِ دیں بجُز رفعت نماند
دین کے طشت کی آواز بلندی کے سوا نہ رہی

چوں محک پنہاں شد از مردِ دُرُشت
جب مرد دُرُشت سے کسوٹی چھپ گئی ہے

در صف آ اے قلبِ اکنوں لاف زن
اے کھوٹے! میدان میں آجا اب شیخی بگھار

وقتِ لافستت محک چوں غائب است
تیرے لئے شیخی بگھارنے کا وقت ہے جبکہ کسوٹی غائب ہے

می بَرندت از عزیزی دست دست
تجھے لوگ عزت سے ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں

ہر دمت عزّے و نازے در فزود
ہر وقت تیری عزت اور ناز میں اضافہ ہوا

چوں محک آمد چرا گشتی کبُود
جب کسوٹی آگئی تو کالا کیوں ہو گیا؟

قلب می گوید ز نخوت ہر دمم
کھوٹا تکبر سے ہر وقت مجھ سے کہتا ہے

اے زرِ خالص من از تو کے کمم
اے خالص سونے! میں تجھ سے کتنا کب ہوں!

زر ہمی گوید بلے اے خواجہ تاش
سونا کہتا ہے ہاں، اے دوست!

لیک می آید محک آمادہ باش
لیکن کسوٹی آرہی ہے تیار ہو جا

مرگِ تن ہدیہ است بر اصحابِ راز
جسم کی موت رازدانوں کا تحفہ ہے

زر خالص را چہ نقصان ست گاز
خالص سونے کو جانچ سے کیا نقصان!

قلب اگر در خویش آخر بیں بُدے
کھوٹا اگر اپنا انجام بیں ہوتا

آں سیہ کار خر شُد او اوّل شُدے
جو سیاہ (روئی) آخر میں ہوئی شروع میں ہو جاتی

چوں شُدے اوّل سیہ اندر لقا
اگر شروع میں سیاہ رُو ہو جاتا، ملاقات کے وقت

دُور بُودے از نفاق و از شقا
نفاق اور بدبختی سے دُور ہو جاتا

کیمیائے فضل را طالب بُدے
بزرگی کی کیمیا کا طالب ہوتا

عقل اُو بر زرقِ اُو غالب بُدے
اُس کی عقل اُس کے مکر پر غالب ہوتی

۱؎ ہر کسے: ہر زمانہ میں ایک ہنر باعث فخر رہا ہے لیکن یہ ہنر موسیٰ کے سامنے ماند پڑ گیا ہے۔ حضرت مسیحؑ کے دور میں طب جو انکے دم کرنے کے معجزے سے ماند پڑی حضورؐ کے دور میں فصاحت و بلاغت جو قرآن سے ماند پڑ گئی۔ بُود۔ وجود۔ طشت۔ طشت از بام افتادن مشہور ہو جانا۔ بانگ۔ جادو گری کی شہرت بصورت لعنت اور معجزے کی شہرت بصورت رفعت و بلندی باقی ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ قلب۔ کھوٹا۔

۲؎ ہر دمت: کھوٹے کی رونق اسی وقت تک رہتی ہے جب تک کسوٹی نہ ہو، کسوٹی کے بعد وہ بے رونق ہو جاتا ہے۔ یہی حال معجزوں کے مقابلہ میں اُن ہنرمندوں کا ہوا۔ قلب۔ جب کسوٹی نہ ہو تو کھوٹا کھرے کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام باہم خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔

۳؎ مرگِ تن: انبیاء اور اولیاء کی موت اُن کے لئے اللہ کے قرب کا سبب ہے گانی۔ گانتی، شمار کی سونا کھرا کرنے کی تیزابی کسوٹی۔ قلب۔ بدکار جو آخرت میں ندامت اُٹھائے گا اگر دنیا حاقت میں ہوتا تو زندگی میں گناہوں پر ندامت کا اظہار کر دیتا۔ چوں شُد شُدے۔ اگر گناہگار اپنے گناہوں پر زندگی میں نادم ہو جاتا تو آخرت میں نفاق اور بدبختی سے نجات پا جاتا۔ قفل۔ یعنی توبہ کر کے اللہ کی رحمت کا امیدوار بن جاتا۔

6212

چوں[1] شکستہ دل شنُد از حالِ خویش — جابرِ شکستگاں دیدے بہ پیش

جب ... اپنی حالت پر رنجیدہ ہوتا — (دل) ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والا سامنے دیکھ لیتا

عاقبت را دید او را شکستہ شُد — از شکستہ بند در دم بستہ شُد

اُس نے انجام کو دیکھا اور شکستہ (دل) ہوا — ٹوٹے کو جوڑنے والے کی طرف فوراً جُڑ گیا

فضلِ مہ را سوئے اکسیر راند — آں زر اندود از کرم محروم ماند

اللہ کے فضل نے اپنے کو کیمیا کی جانب سوار کر دیا — وہ ملمع شدہ، کرم سے محروم ہو گیا

اے[2] زر اندود مکن دعوی ببیں — کہ نماند مشتریت اعمی مچنیں

اے ملمع شدہ! دعوٰی نہ کر، دیکھ — کہ تیرا خریدار ہمیشہ ایسا اندھا نہ رہے گا

نورِ محشر چشمِ شاں بینا کُند — چشم بندیِ ترا رسوا کُند

قیامت کا نور اُن کی آنکھوں کو بینا کر دیگا — تیری نظر بندی کو رسوا کر دے گا

بنگر آنہا را کہ آخر دیدہ اند — حسرتِ جانہا و رشکِ دیدہ اند

اُن کو دیکھ لے جنھوں نے آخرت کو مدِ نظر رکھا — وہ جانوں کیلئے (باعثِ) حسرت اور آنکھوں کیلئے (باعث) رشک ہیں

منگر آنہا را کہ حالی دیدہ اند — سترِ فاسد زاصلِ ستر بریدہ اند

آنکھ نہ دیکھ کہ جنھوں نے موجود کو دیکھا ہے — فاسد راز، اصل راز سے کٹ لیا ہے

پیشِ[3] حالی بیں کہ در جہل ست و شک — صبحِ صادق صبحِ کاذب ہر دو نیک

موجود کو دیکھنے والے کیلئے جو نادانی اور شک میں ہے — صبح صادق اور صبح کاذب دونوں ایک ہیں

صبحِ کاذب صد ہزاراں کارواں — داد بر بادِ ہلاکت اے جواں

صبح کاذب نے لاکھوں قافلوں کو — اے جوان! ہلاکت سے برباد کیا ہے

صبحِ صادق را طلب کُن اے عزیز — تا ز صدقِ او شوی صاحب تمیز

اے پیارے! صبح صادق کو طلب کر — تاکہ تو اس کی سچائی کے ذریعہ تمیز دار بن جائے

نیست نقدے کش غلط انداز نیست — وائے آں جاں کش محک و گاز نیست

کوئی کھرا سکہ نہیں ہے جس کیلئے غلطی میں مبتلا کرنیوالا سکہ نہ ہو — اُس جان پر مصیبت ہے جسکے پاس کسوٹی اور گھاٹی نہیں ہے

باز رو سوئے غلام و کبتبش — کو سوئے شہ می نویسد نامہ خوش

غلام (وائسرائے) لکھنے کی طرف واپس چل — کہ وہ حبیب (رتبہ) شاہ کو لکھتا ہے

زجر کردن مدعی را از دعوی و امر کردن او را بمتابعتِ انبیاء و اولیاء

جھوٹے مدعی کو دعوے سے باز رکھنا اور انبیاء اور اولیاء کی پیروی کا حکم دینا

[1] چوں شکستہ۔ جب انسان اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے تو رحمت خداوندی اس کی دل شکستگی کو رفع کر دیتی ہے۔ عاقبت جس نے آخرت کو پیش نظر کر لیا رحمت خداوندی اس کی دستگیری کرتی ہے مرہم۔ وہ لوگ جو گنہگار ہیں۔ اکسیر یعنی معرفت۔ زر اندود۔ منافق۔ بناوٹی شیخ۔

[2] اے زر اندود۔ بناوٹی شیخ کو خطاب ہے کہ تیرے مرید ہمیشہ ایسے ہی اندھے نہ رہینگے کہ تیری حقیقت کو نہ سمجھ سکیں۔ چشم بندی۔ نظر بندی۔ بنگر۔ تو ان لوگوں کے رتبے جنھوں نے آخرت کا دھیان رکھا عوام کی جان اور آنکھ کے لئے باعث رشک ہیں۔ منگر۔ ان بناوٹی پیروں کی طرف نہ دیکھ انھوں نے اصل معارف میں سے کچھ چیزیں کترلی ہیں جن سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔

[3] پیش حالی ہیں۔ دنیادار کو جھوٹے شیخ اور سچے شیخ میں فرق نظر نہیں آتا ہے صبح کاذب۔ فائدہ اگر صبح کاذب کو صبح صادق سمجھ کر چل پڑتا ہے تو لوٹ جاتا ہے اسی طرح جھوٹے شیخ کی پیروی سے انسان تباہ ہوتا ہے۔ صبح صادق سچے شیخ کے اتباع سے صحیح نظر حاصل ہوتی ہے۔ نیست۔ دنیا میں ہر کھری چیز کی صورت میں ایک کھوٹی چیز ہوتی ہے جسمیں امتیاز کی صلاحیت نہ ہو انکی تباہی ہے۔

زجر کردن۔ جھوٹے شیوخ کیلئے تنبیہ کردہ انبیاء اور اولیاء کی پیروی کریں۔

بُو مُسَیلمہ[1] گفت من خود احمدم
مُسیلمہ (کذاب) بولا میں خود پیغمبر ہوں

دینِ احمدؐ را بفن برہم زدم
میں نے احمدؐ کے دین کو تدبیر کے ذریعہ تباہ کر دیا

بُو مُسَیلمہ را بگو کم کُن بطر
مُسیلمہ (کذاب) سے کہدے کہ اکڑ نہیں!

غرّۂ اوّل مشو آخر نگر
ابتدا سے دھوکہ نہ کھا انجام کو دیکھ

ایں قلاوزی مکُن از حرصِ جمع
(دولت) جمع کرنے کے لالچ سے رہنمائی اختیار نہ کر

پس روی کُن تا روی در پیشِ شمع
اتباع کر تاکہ تو شمع کے آگے چلے

شمعِ[2] مقصد را نماید ہمچو ماہ
شمع مقصد کو چاند کی طرح روشن کر دیتی ہے

کایں طرف دانہ است یا خود دامگاہ
کہ اس جانب نہ ہے یا جال کی جگہ

گر بخواہی یا نخواہی با چراغ
خواہ تو چاہے یا نہ چاہے چراغ کے ہوتے ہوئے

دیدہ گردد نقشِ باز و نقشِ زاغ
باز کی صورت اور کوّے کی صورت نظر آجاتی ہے

گرچہ ایں زاغاں دغل افروختند
اگرچہ ان کوّوں نے مکر کا چراغ روشن کیا ہو

بانگِ باز انِ سفید آموختند
سفید بازوں کی بولی سیکھی ہے

بانگِ ہُدہُد گر بیاموزد قطا
کونج اگر ہدہد کی بولی سیکھ لے

رازِ ہُدہُد کُو و پیغامِ سبا
ہدہد کا راز اور سبا کا پیغام کہاں ہے!

بانگِ[3] پر بستہ زپر بستہ بداں
کھلے ہوئے پروں کی آواز کو بندھے ہوئے پروں کی آواز سے

تاجِ شاہاں را زتاجِ ہُدہُداں
شاہوں کے تاج کو ہدہد کے تاج سے (ممتاز کر لے)

حرفِ درویشاں و نکتہ عارفاں
فقیروں کے لفظ اور عارفوں کے نکتے

بستہ اند ایں بے حیایاں بر زباں
ان بے حیاؤں نے زبان پر باندھ لئے ہیں

ہر ہلاکِ اُمتِ پیشیں کہ بود
پہلی اُمتوں کی جو تباہی ہوئی

زانکہ جندل را گماں بردند عود
اسلئے ہوئی کہ جندل پتھر کو انھوں نے اگر سمجھا

بودشاں تمییز کاں مظہر کُند
ان میں (فرق) تمیز تھی جو ظاہر کر دیتی ہے

لیک حرص و آز کور و کر کُند
لیکن حرص اور لالچ اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

کوریِ کوراں ز رحمت دور نیست
اندھوں کا اندھا پن (حسب اعتقاد دنیا) اسے دور نہیں ہے

کوریِ حرص ست کاں معذور نیست
لالچ کا اندھا پن ہے جو باعث عذر نہیں ہے

---

[1] بُو مُسَیلمہ یعنی مسیلہ کذاب جس نے یمامہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کچھ لوگ اُس کے پیرو بن گئے جو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں حضرت وحشیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اوّل یعنی ابتدائی زمانہ میں چند آدمیوں کا گرویدہ ہو جانا۔ آخر۔ ذلت کے ساتھ مارا گیا۔

ایں قلاوزی۔ نبوت اور رہنمائی کا دعویٰ چھوڑ کر کسی بھلے کی پیروی کر اور اُس شمع کو پیشرو بنالے۔ حرص جمع یعنی دنیا کا مال جمع کرنے کا لالچ۔

[2] شمع۔ وہ سچا آدمی رہنمائی کرے گا اور تجھے بتائیگا کہ اس طرف تباہی ہے اور اُس طرف نجات ہے۔ گر بخواہی یا بخواہی بھلوں کی صحبت لامحالہ مفید ہے اور بھلے بُرے میں امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔ گرچہ ان جھوٹے شیوخ نے سچے شیوخ کی باتیں نقل کی ہیں لیکن حقیقت سے محروم ہیں اگر کونج ہدہد کی بولی سیکھ بھی لے تو اُسکے پاس وہ رازِ سلیمانی کہاں ہے اور وہ پیغام کہاں ہے جو ہدہد نے بلقیس کو سبا میں جاکر دیا تھا۔ قطا ایک خوش آواز پرندہ جو قطا قطا بولا کرتا ہے اور کاذب تا نہیں۔ یہ جانور کنکر کھاتا ہے اسلئے اسکو سنگ خوار کہتے ہیں۔

[3] بانگ۔ حقیقی پروں سے اڑنے والے اور فرضی پر لگانے والے میں امتیاز کرنا چاہئے شاہی تاج اور ہدہد کے تاج میں فرق ضروری ہے۔ بے حیایاں۔ ان جھوٹے شیوخ نے بزرگوں کی کچھ باتیں سیکھلی ہیں جنکے ذریعہ عوام کو پھنساتے ہیں۔ ہر ہلاکت پہلی اُمتوں پر جو ہلاکت ہی اسی وجہ سے آئی کہ انھوں نے صحیح رہنما اور غلط رہنما میں امتیاز نہ کیا۔ زانکہ۔ اللہ نے اُن کو امتیاز کرنے کی قوت دی تھی لیکن انکی حرص اور لالچ نے انکو اندھا اور بہرا بنا دیا تھا۔ کوریِ۔ اگر حقیقی اندھا ہو تو اللہ کی رحمت اسکی دستگیری کرتی ہے اور اگر لالچ کا اندھا ہو تو اسکی

624

چار میخ[1] شہ ز رحمت دور نے
بادشاہ کی سزا شفقت سے دُور نہیں ہے

چار میخِ حاسدی مغفور نے
حسد کی سزا معافی کے قابل نہیں ہے

ماہیا آخر نکو بنگر بہ شست
اے بچہ مچھلی! کانٹے کو اچھی طرح دیکھ لے

بَد گلوئی چشم آخر بینیت بست
خلق کی بُرائی نے تیری انجام کو دیکھنے والی آنکھ بند کر دی ہے

با دو دیدہ اوّل و آخر بَبیں
دونوں آنکھوں سے اوّل اور آخر کو دیکھ لے

ہیں مباش اَعور چو ابلیسِ لَعیں
خبردار! ملعون شیطان کی طرح کانا نہ بن

اَعور آں باشد کہ حالی دید و بس
کانا وہ ہے جو صرف موجود کو دیکھے

چوں بہائم بیخبر از پیش و پس
جانوروں کی طرح آگے اور پیچھے سے بے خبر ہو

چوں[2] دو چشم گاو در جُرمِ تلف
بیل کی دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی سزا میں

ہمچو یک چشم ست کش نبود شرف
(انسان کی) ایک آنکھ کیلئے ہیں کیونکہ انہیں شرافت

نصف قیمت ارزد آں دو چشم اُو
اُس کی دونوں آنکھیں آدھی قیمت کے لائق ہیں

کہ دو چشمش راست مَسند چشم تو
کیونکہ اسکی دونوں آنکھوں کا سہارا تیری آنکھ ہے

ور کُنی[3] یک چشمِ آدم زادہ
اگر تو انسان کی ایک آنکھ نکال دے

نصف قیمت لازم ست از جادہ
مذہب کی رُو سے آدھی قیمت لازم ہے

زانکہ چشمِ آدمی تنہا بخود
کیونکہ انسان کی آنکھ اکیلی خود

بے دو چشمِ یار کارے می کند
یار کی دو آنکھوں کے بغیر کام کرتی ہے

چشمِ خر چوں اوّلش بے آخرست
گدھے کی آنکھ کا آغاز چونکہ بغیر انجام (کے) کیا گیا ہے،

گر دو چشمش ہست حکمش اَعور ست
اگرچہ اسکی دونوں آنکھیں ہیں لیکن کانے کے حکم میں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں خفیف
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ بے عقل

می نویسد رقعہ در طمعِ رَغیف
روٹی کے لالچ میں رقعہ لکھ رہا ہے

بقیہ قصہ آں نوشتن غلام رُقعہ را بطلب اُجرے

روزی کی طلب میں غلام کے رقعہ لکھنے کے قصہ کا بقیہ

رَفت پیش از نامہ پیشِ مطبخی
وہ رقعہ لکھنے سے پہلے داروغہ مطبخ کے پاس گیا

کاے بخیل از مطبخِ شاہِ سخی
کہ اے سخی بادشاہ کے مطبخ سے بخل کرنے والے!

پورا نفع حاصل کرتا ہے اور اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی گویا آنکھ کا نصف نفع ضائع کرنا ہے لہٰذا اسکو نصف دیت دینی ہوگی۔ جادہ۔ یعنی راہِ شریعت۔ چشمِ خر۔ گدھا چونکہ انجام بیں نہیں ہے لہٰذا اسکی دونوں آنکھیں بمنزلہ ایک آنکھ کے ہیں اور وہ گویا کانا ہے۔ خفیف۔ یعنی خفیف العقل۔ رَغیف۔ روٹی۔ مَطبخی۔ داروغہ مطبخ۔

[1] چار میخ۔ جس کو سزا دی جاتی تھی اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے جکڑ دیئے جاتے تھے۔ حاسدی۔ انسان خود اپنے حسد کی وجہ سے سراسر تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے اس کی معافی نہیں ہوتی ہے۔ بَدگلوئی۔ یعنی خلق کی بُری عادتیں۔

[2] دو چشم۔ اللہ نے دو آنکھیں اس لئے دی ہیں کہ انسان آغاز اور انجام دونوں کو دیکھے جو صرف دنیا پر نظر رکھے وہ گویا ایک آنکھ والا ہے جیسے بہائم۔ جانور اپنے انجام سے بے خبر ہے تو گویا وہ ایک آنکھ والا ہے۔

[3] چوں دو چشم۔ ان اشعار میں یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کی آنکھ کو حیوانات کی آنکھ پر فضیلت ہے اور اس کی وجہ انسان کی انجام بینی ہے۔ آنکھوں کو چاک کرنے کی صورت میں حیوان کی دونوں آنکھوں کا تاوان وہ ہے جو انسان کی ایک آنکھ کا تاوان ہے یعنی نصف قیمت۔ اگر جانور کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اس جانور کی نصف قیمت کا تاوان دینا ہوگا کیونکہ حیوان کی دو آنکھیں اپنا کام کرنے میں انسان کی آنکھ کی محتاج ہیں لہٰذا آنکھ کو پورا نفع اسکے چار آنکھوں سے بہتر ہے یعنی خود اسکی دو آنکھوں اور انسان کی دو آنکھوں سے تو اسکی دو آنکھیں پھوڑنے میں گویا آنکھوں کی منفعت کا نصف حصہ ضائع کیا ہے۔

[4] ور کُنی۔ انسان کی آنکھوں کے

625

دُور از دَوز ہمتِ اُو کایں[1] قدر
اسکی اور اسکی شان سے دور ہے کہ اس قدر

از جَری اُم آید ش اندر نظر
میری روزی پر اُس کو دھیان ہو

گفت بہر مصلحت فرمودہ است
اُس نے کہا مصلحت کی بنا پر حکم فرمایا ہو

نے برائے بُخل و نے تنگیِ دست
نہ کہ بخل اور تنگدستی کی وجہ سے

گفت دلیر نیست و اللہ ایں سخن
اس نے کہا خدا کی قسم یہ بات باہری ہے

پیشِ شہ خاک ست ہم زرِ کہن
بادشاہ کے سامنے تو پرانا سونا بھی مٹی ہے

مُطبخی دہ گونہ حجت بر فراشت
مطبخ کے داروغہ نے دس دلیلیں اُٹھائیں

اُو ہمہ رُد کرد از حرصے کہ داشت
اُسنے اس حرص کی وجہ سے جو اُسے تھی سب کو رد کر دیا

چوں جَری کم آمدش در وقتِ چاشت
ناشتہ کے وقت جب اُس کو کم خوراک ملی

زَد بسے تشنیع و اُو سُودے نداشت
اس نے بہت لعن طعن کی، کوئی فائدہ نہ ہوا

گفت قاصد[2] می کنید اینہا شما
اس نے کہا یہ سب کچھ تم قصداً کرتے ہو

گفت نے کہ بندہ فرمانیم ما
اس نے کہا نہیں ہم حکم کے غلام ہیں

ایں مگیر از فرع ایں از اصل گیر
یہ شاخ کیجانب سے نہ کچھ جڑ کی جانب سے سمجھ

بَرکماں کم زَن کہ از بازو ست تیر
کمان پر طعنہ زنی نہ کر، تیر بازو سے چلتا ہے

مَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ ابتلاست
جبکہ تو نے پھینکا تو نے نہیں پھینکا آزمائش ہے

بر نبی کم نہ گنہ کاں از خداست
نبی پر الزام نہ دھر وہ خدا کی جانب سے ہے

آب از سر تیرہ است اے خیرہ چشم
اے اندھے! پانی اصل سے گدلا ہے

پیشتر بنگر یکے بکشائے چشم
آگے کو دیکھ، ذرا آنکھ کھول

شُد[3] دُرشتم و غم درونِ بُقعہ
غصہ و غصہ سے وہ گھر میں گیا

سُوئے شہ بنوشت خشمیں رُقعہ
غصہ سے بھرا خط بادشاہ کو لکھا

اندراں رُقعہ ثنائے شاہ گفت
اس نے اس رقعہ میں بادشاہ کی تعریف کی

گوہرِ جود و سخائے شاہ سُفت
بادشاہ کی بخشش اور سخاوت کے موتی پروئے

کاے ز بحر و ابر افزوں کفِ تو
اے وہ کہ تیری ہتھیلی سمندر اور ابر سے بڑھی ہوئی ہے

در قضائے حاجتِ حاجات جُو
ضرورت پورا کرنے میں ضرورتوں کی جستجو کرنیوالا ہے

زانکہ ابر انچہ دہد گریاں دہد
اس لئے کہ ابر جو کچھ دیتا ہے روتے ہوئے دیتا ہے

کفِ تو خنداں بپاپے خواں نہد
تیری ہتھیلی مسکراتی ہوئی پے در پے خوان دیتی ہے

---

[1] کایں قدر۔ یہ کہ میری معمولی روزی کی طرف اسکو دھیان ہو اور وہ اس کے بارے میں کمی کرنے کا حکم دے۔ دژگیزی۔ یعنی یہ باہر کے لوگوں کی جانب سے ہے جو تنگدستی پر اسنا سونا بہت خاص ہوجاتا ہے۔ دژگونہ۔ یعنی داروغہ مطبخ نے ہر چند سمجھایا کہ تیری روزی شاہی حکم سے کم کی گئی ہے لیکن اس نے ایک دلیل نہ مانی۔ تشنیع۔ لعنت ملامت۔

[2] قاصد۔ یعنی یہ تو نے اپنے ارادہ سے کیا ہے۔ فرع۔ یعنی بادشاہ کا عمل۔ اصل۔ یعنی بادشاہ۔ تیر کماں۔ تیر اور کمان خود کام نہیں کرتے ہیں چلانے والے کا بازو کام کرتا ہے۔۔ مارمیت۔ جنگ بدر میں آنحضرتؐ نے ایک مٹھی ریت پھینکی جس سے مخالف سراسیمہ ہو گئے قرآن پاک نے اس کے پھینکنے کی نسبت آپ کی طرف کی اور پھر اس کی نفی بھی کر دی اسلئے کہ اس وقت آنحضرتؐ کو انتہائی قرب حاصل تھا۔ ابتلاست۔ جو لوگ قرب فرائض سے ناواقف ہیں وہ حقیقت و مجاز کی بحث شروع کر دیتے ہیں۔ تیرہ۔ یعنی چشمہ۔

[3] شد۔ مطبخ کے داروغہ سے جھگڑنے کے بعد وہ غلام گھر میں گیا اور بادشاہ کو پُرتاب خط لکھا۔ بقعہ۔ یعنی مکان۔ کاے۔ اے۔ در قضائے حاجت۔ یعنی لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے انکی ضروریات کی جستجو کرتا ہے۔ زانکہ۔ ابر اسلئے کہ ابر روتا ہوا فیض پہنچاتا ہے۔

626

ظاہرِ رقعہ اگرچہ مدح بُود
اگرچہ رقعہ بظاہر تعریف تھا

بُوئے[1] خشم از مدح اظہاری نمود
غصہ کی بُو تعریف میں سے آثار ظاہر کر رہی تھی

زاں ہمہ کارِ تو بے نورست و زشت
اس لئے تیرے تمام کام بے رونق اور بھدے ہیں

کہ تو دُوری دُور از نورِ سرشت
کیونکہ تو فطری نور سے بہت دُور ہے

رونقِ کارِ خساں کاسد شود
کمینوں کے کام کی رونق کھوٹی ہوتی ہے

ہمچو میوہ تازہ زُو فاسد شود
جس طرح تازہ پھل جلد بگڑ جاتا ہے

رونقِ دنیا برآرد زُو کساد
دنیا کی رونق جلد کھوٹ ظاہر کر دیتی ہے

زانکہ ہست از عالمِ کون و فساد
کیونکہ وہ بننے اور بگڑنے والے جہان کی ہے

خوش[2] نگردد از مدیحی سینہا
جس کہ تعریف کرنے والے میں کینے ہوں

چونکہ در مدّاح باشد کینہا
سینے تعریف سے خوش نہیں ہوتے ہیں

اے دل از کین و کراہت پاک شو
اے دل! کینہ اور نفرت سے پاک ہو جا

وانگہاں اَلحمد خواں چالاک شو
پھر تعریف کر اور تیز ہو جا

بر زباں اَلحمد و اکراہ در دروں
زبان پر تعریف اور اندر نفرت

از زباں تلبیس باشد یا فسوں
زبان کا فریب ہوگا، یا مکر

وانگہاں گفتہ خدا کہ ننگرم
تب ہی خدا نے فرمایا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں

من بظاہر من بباطن ناظرم
ظاہر کو، میں باطن کو دیکھنے والا ہوں

حکایتِ[3] آں مدّاح کہ از جہتِ ناموس شکرِ ممدوح می کرد

اس تعریف کرنیوالے کی حکایت جو آبرو کی خاطر ممدوح کا شکریہ ادا کرتا تھا اور اس

بُوئے اندوہ و غم اندرون اُو از خلاقتِ دلقِ اُو ظاہر می

کے باطنی رنج و غم کی بُو اس کی گدڑی کے پُرانے ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی تھی

نمود کہ آں شکرہا ہمہ لافست و دروغ

کہ وہ تمام شکریے شیخی اور جھوٹ ہیں

آں یکے با دلق آمد از عراق
ایک شخص عراق سے گدڑی پہنے ہوئے آیا

باز پرسید ندیماں از فراق
دوستوں نے جدائی کے دور کا حال دریافت کیا

گفت آرے بد فراق الا سفر
اس نے کہا ہاں جدائی تو تھی، لیکن سفر

بود بر من بس مبارک مژدہ ور
میرے لئے بہت مبارک اور خوشخبری دینے والا تھا

---

[1] بُوئی خشم ۔ یعنی اس خط میں الفاظ تو تعریف کے تھے لیکن اُن میں سے غصہ کی بُو آتی تھی۔ زاں۔ انسان کے اعمال اگر حسنِ نیت سے خالی ہوں تو بے رونق ہیں جیسے کہ اس غلام کی تعریف تھی۔ سرشت۔ خلقت، طینت۔ میوۂ تازہ۔ تازہ پھل کو رطوبتیں جلد خراب کر دیتی ہیں۔ زُو۔ زود کا مخفف ہے۔

[2] خوش۔ اگر دل میں عداوت ہو اور زبان پر تعریف ہو تو ایسی تعریف سے ممدوح خوش نہیں ہوتا ہے۔ اے دل۔ انسان دل کی صفائی کے ساتھ اَلحمد پڑھے اور تعریف کرے تو تیزی سے عالی مراتب حاصل کر سکتا ہے۔ تلبیس۔ جہل، فریب، دھوکا دینا۔

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
اس جنس تسبیح کے دارد اثر

گفتہ خدا۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

[3] حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ بس تعریف کرنیوالے کی زبان پر تعریفی کلمات تھے دل شکرگذاری سے خالی تھا۔ خلاقت۔ کہنگی۔ عراق۔ اس زمانہ میں دارالخلافہ تھا۔ فراق۔ یعنی وطن سے جدائی۔ مژدہ ور۔ خوشخبری دینے والا۔

کہ خلیفہ دادہ دہ خلعت مرا
کیونکہ خلیفہ نے دس شاہی جوڑے مجھے عطا کئے

شکرہا و حمدہا بر می شمرد
شکریے اور تعریفیں شمار کرتا تھا

پس بگفتندش کہ احوالِ ترند
تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تیرے خراب احوال

تن برہنہ سر برہنہ سوختہ
بدن ننگا، سر ننگا، جلا بھنا

گو نشانِ شکر و حمدِ میرِ تو
تیرے امیر کے شکر اور تعریف کا نشان کہاں ہے؟

گر زبانت مدحِ آں شہ می تند
اگر تیری زبان اس بادشاہ کی تعریف کرتی ہے

در سخایِ آں شہ و سلطانِ جود
اس سخاوت کے بادشاہ اور سلطان کی بخشش میں

گفت من ایثار کردم انچہ داد
اس نے کہا جو کچھ اس نے دیا میں نے خیرات کر دیا

بستدم جملہ عطاہا از امیر
میں نے بادشاہ سے سب عنایات لے لیں

مال دادم بستدم عمرِ دراز
میں نے مال دے کر درازِ عمر خرید لی

پس بگفتندش مبارک مال رفت
تو انھوں نے کہا مبارک ہو مال چلا گیا

صد کراہت در درونِ تو چو خار
تیرے اندر سیکڑوں ناگواریاں کانٹے کی طرح ہیں

گو نشانِ عشق و ایثار و رضا
عشق اور ایثار اور رضا کا نشان کہاں ہے؟

کہ قرینش باد صد مدح و ثنا
خدا کرے سیکڑوں مدح و ثنا الٰہی ساتھی بنیں

تا کہ شکر از حد و اندازہ ببرد
حتی کہ شکر حد اور اندازے سے بڑھا دیا

بر دروغ تو گواہی می دہند
تیرے جھوٹ پر گواہی دے رہے ہیں

شکر را دزدیدہ یا آموختہ
تو نے شکر کو چرایا ہے، یا سیکھا ہے

بر سر و بر پایِ بے توقیرِ تو
تیرے بے توقیر سر اور پاؤں پر

ہفت اندامت شکایت میکنند
تیرے ساتوں اعضاء شکایت کر رہے ہیں

مر ترا کفشے و شلوارے نبود
تیرے لئے جوتا اور شلوار نہ تھی

میر تقصیرے نکرد از افتقاد
بادشاہ نے دلجوئی میں کوئی کمی نہیں کی

بخش کردم بر یتیم و بر فقیر
میں نے یتیم اور فقیر کو بخشش دیئے

در جزا زیرا کہ بودم پاکباز
بدلے میں کیونکہ میں پاکباز تھا ہوں

چیست اندر باطنت ایں دود و تفت
یہ دھواں اور شورش تیرے اندر کیسی ہے؟

کے بود اندوہ نشانِ ابتشار
غم ابشارت حاصل کرنے کی نشانی کب ہوتا ہے؟

گر درست است آنچہ گفتی ماضیٰ
اگر وہ قصہ سچا ہے جو تو نے سنایا ہے

۱؎ کہ قرینش: خلیفہ کیلئے دعا ہے۔ شکر کیا۔ اس نے خلیفہ کا بے حد شکریہ اور تعریف کی۔ گفتندش۔ لوگوں نے اس سے کہا۔ تیری خراب حالت اس بات کی گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تن برہنہ۔ تیرا ننگا بدن گواہی دے رہا ہے کہ بادشاہ نے تجھے کوئی خلعت نہیں دی ہے۔ سوختہ یعنی دھوپ سے۔ سر برہنہ یعنی خلیفہ کے توقیر سے بے عزت۔

۲؎ گر زبانت۔ یعنی اگرچہ تیری زبان خلیفہ کی تعریف کر رہی ہے لیکن تیرے ساتوں اعضا اس خلیفہ کی شکایت کر رہے ہیں۔ مر ترا۔ تو نے یا دراصل تیرے بدن نے اس عطا میں جوتا اور شلوار نہ تھی یا ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا۔ افتقاد۔ دلجوئی۔ مر درازِ فقراء عمر کی درازی کی دعا دیتے ہیں۔

۳؎ چیں۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ مبارک ہو کہ دنیا کا فانی مال دے کر عمر دراز حاصل کر لی لیکن تیرے دل میں دھواں کیوں اٹھ رہا ہے اور شورش کیوں ہے۔ حسد کراہت جبکہ دل میں ناگواریوں کی خلش ہو اور غم تو کسی خوشی کی نشانی کیا ہوتی ہے۔ گو نشانِ عشق۔ اگر تو نے اللہ کی رضا مندی اور عشق میں تمام مال خیرات کیا ہے تو اس کی کوئی علامت تجھ میں اور ظاہر ہونی چاہئے۔

628

خود گر فتم مال گم شد میل[1] کو
میں نے تو مال چلا گیا خیرات کرنیکا میلان کہاں ہو؟

سیل اگر بگذشت جای سیل کو
سیلاب اگر گذر گیا ہے، سیلاب کی جگہ کہاں ہے؟

چشم تو گر بد سیاہ و جاں فزا
اگر تیری آنکھ کالی اور جانفزا تھی

گر نماند او جانفزا ارزق چرا
اگر وہ جانفزا نہیں رہی تو نیلی کیوں ہے؟

کو نشانِ پاکبازی اے ترش
اے ترشرو! پاکبازی کا نشان کہاں ہے؟

بوی لافِ کژ همی آید خمش
بیہودہ بینی کی بو آرہی ہے، چپ رہ

عهد نشاں باشد دروں ایثار را
باطن میں ایثار کے سیکڑوں نشان ہوتے ہیں

صد علامت هست نیکوکار را
نیکوکار کی سیکڑوں علامتیں ہیں

مال در ایثار اگر گردد تلف
ایثار کرنے میں اگر مال ختم ہو جائے

در دروں صد زندگی آید خلف
(دل میں) باطن میں سیکڑوں زندگیاں آجاتی ہیں

در زمینِ حق زراعت کردنی
اللہ (تعالیٰ) کی زمین میں کھیتی کرنا

تخمهائے پاک دانگه دخل نی
تخم پاک، اور پھر پیداوار نہ ہو!

گر نگردد و زرعِ جاں یک دانه صد[2]
اگر جان کی کھیتی میں ایک دانہ سو نہ بنیں

صحنِ ارض الله واسع کے بود
(تو) اللہ (تعالیٰ) کی زمین کی فضا وسیع کب؟

اصلِ ارض الله قلبِ عارفست
اللہ (تعالیٰ) کی زمین کی اصل عارف کا دل ہے

لامکان ست و ندارد فوق و پست
جو لامکان ہے اور بلندی و پستی نہیں رکھتا ہے

گر نه رُوید خوشه از روضاتِ هُو
اگر اللہ (تعالیٰ) کے باغوں سے کوئی خوشہ نہ پیدا ہو

پس چه واسع باشد ارض الله بگو
تو بتا اللہ (تعالیٰ) کی زمین کیا وسیع ہوئی؟

چونکه این ارضِ فنا بے ریع[3] نیست
جبکہ یہ فانی زمین بغیر پیداوار کے نہیں ہے

چون بود ارض الله آن مستوسعست
تو اللہ (تعالیٰ) کی زمین کا کیا حال ہوگا وہ تو بے حد وسیع ہے

ریعِ آن را نے حدونے عد بود
اُس کی پیداوار کی حد و شمار نہیں ہے

کمتریں دانه دهد هفصد بود
معمولی دانہ ڈالے تو سات سو ہو جائیں

حمد گفتی کو نشانِ حامدوں
تو نے تعریف کی تعریف کرنیوالوں کی علامت کہاں ہے؟

نے برونت هست اثر نے اندروں
تیرے اندر اثر ہے نہ باہر

حمدِ عارف مر خدا را راست است
عارف کی حمد اللہ (تعالیٰ) کیلئے درست ہے

که گواهِ حمد اُو شد پا و دست
کیونکہ ہاتھ پاؤں اسکی تعریف کے گواہ بنگئے ہیں

---

[1] میل۔ یعنی نیکی اور خیرات کرنیکا رجحان اور خواہش میل۔ پانی بہہ کر جاتا ہے تو کچھ نشانات چھوڑ جاتا ہے جیسے اگر کوئی کہے کہ میری آنکھیں سرخ تھیں اور بہت حسین تھیں تو اسکی آنکھوں میں نیلاہٹ تو نہ ہونی چاہیئے۔ کونسا نشان چہرے کی ترشی بتا رہی ہے کہ پاکبازی کا دعویٰ گپ ہے۔ صد نشان۔ اگر نیت میں ایثار کا مادہ ہوتا ہے اور انسان کا کردار صحیح ہوتا ہے تو اس کے سیکڑوں آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ تلف۔ ایثار اگر ہوتا ہے تو دل میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ در زمین۔ اللہ کے راستہ میں انسان ایثار کرے اور نیک نیت ہو تو نتائج اور آثار یقیناً نمایاں ہونگے۔ دخل۔ آمدنی، پیداوار۔

[2] گر نگردد۔ اگر اللہ کی زمین میں ایک دانہ کے سو نہ اگیں تو پھر اللہ کی زمین کو وسیع کس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے۔ قلب مومن کامل اللہ کی سرزمین ہے۔ حکم اللہ تعالیٰ جو کہ دنیا کی فانی زمین جب پیداوار دیتی ہے تو اللہ کی زمین کیسے پیداوار نہ دے گی اور دل میں نیکی کا بیج بونے سے اس کے ثمرات کیسے ظاہر نہ ہونگے۔

[3] ریع۔ پیداوار۔ قرآن پاک میں ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ۔ جو لوگ خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں انکی خیرات کی مثال دانے کی طرح ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوں اور ہر بال میں سو سو دانے ہوں۔

629

أَزْ[1] چہ تاریک جسمش بر کشید
اندھیرے کنویں سے اس کے جسم کو نکال لیا

وز تنگِ زندانِ دنیا اش خرید
اور دنیا کے قید خانہ کی گہرائی سے اسکو نجات دیدی

اَطلسِ تقویٰ و نورِ مؤتلف
تقوے کا اطلس اور مانوس نور

آیتِ حمد است اُو را بر کتف
اس کے کندھے پر تعریف کرنے کی نشانی ہے

وارہیدہ از جہانِ عاریہ
چند روزہ دنیا سے وہ نجات پا گیا

ساکنِ گلزار و عینِ جاریہ
وہ باغیچہ اور جاری چشمہ کا ساکن ہے

بر سریرِ[2] سترِ عالی ہمتش
اس کی ہمت بلند راز کے تخت پر ہے

مجلس و جاہ و مقام و رتبتش
وہ اس کی مجلس اور رتبہ اور مقام اور مرتبہ ہے

مقعدِ صدقیکہ صدیقاں درُو
وہ سچائی کی ایسی نشستگاہ ہے کہ صدیق اس میں

جملہ سرسبز و شاد و تازہ رُو
سب خوشحال اور خوش اور تازہ رو ہیں

حمدِ شاں چوں حمدِ گلشن از بہار
رونق کی وجہ سے انکی حمد گلشن کی حمد جیسی ہے

صد نشانے دارد و صد گیر و دار
سیکڑوں نشان اور سیکڑوں شان شوکت رکھتی ہے

بر بہارش چشمہ و نخل و گیاہ
اس کی رونق پر چشمہ اور کھجور اور گھاس

واں گلستان و نگارستاں گواہ
اور وہ باغ اور نگار خانہ گواہ ہے

شاہدِ[3] شاہد ہزاراں ہر طرف
ہر جانب ہزاروں گواہ موجود ہیں

در گواہی ہمچو گوہر در صدف
گواہی میں ایسے ہیں جیسے کہ صدف میں موتی

بُوئی سیر[4] بد ہیاید از دمت
تیرے سانس میں سے لہسن کی بدبو آتی ہے

وز سر و رُو تا بدالے لائی غمت
اے مشکین خو رے! سر اور چہرے سے تیرا غم چمک رہا ہے

بُوشناسانند حاذق در مصاف
میدان جنگ میں ماہر بُو سونگھنے والے ہیں

تو بجلدی ہائے و ہو کم کن گزاف
تو بہادری کے نعروں سے شیخی نہ مار

تو ملاف از مشک کاں بُوئی پیاز
تو مشک کی گپ نہ مار کیونکہ پیاز کی بدبو

از دمِ تو می کند مکشوف راز
تیرے سانس سے راز ظاہر کر رہی ہے

گُلشکر خوردم ہمی گوئی و بُوئی
تو کہتا ہے میں نے گلقند کھایا ہے اور بُو

می زند از سیر کہ یا وہ مگوئی
لہسن کی پھیلی ہے، بکواس نہ کر

ہست دل مانندہ خانہ کلاں
دل، بڑے گھر کے مشابہ ہے

خانۂ دل را نہاں ہمسایگاں
دل کے گھر کے چھپے ہوئے پڑوسی ہیں

---

[1] أَزْ چہ۔ اس عارف کو اللہ کی تعریف اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتی ہے۔ اَطلس۔ اس کے اعضاء پر انوار و برکات روشن ہو جاتے ہیں۔ وارہیدہ۔ یہ حمد اس عارف کو دنیا سے نجات دے کر جنتی بنا دیتی ہے۔ عینِ جاریہ۔ جنت میں جاری چشمے ہیں۔

[2] بر سریر۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَہَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ (جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سچی (عزت) کی جگہ بادشاہ قادر کے مقرب ہوں گے۔ حمدِ گلشن۔ باغ کی حمد اسکی بہار ہے اور اس بہار کے گواہ اس کی پیداوار اور پھل وغیرہ ہیں۔

[3] شاہد۔ یہاں شاہد بمعنی گواہ اور دوسرا شاہد بمعنی حاضر ہے۔

[4] بُوئی سیر۔ ان لوگوں نے عراق سے واپس آنے والے سے کہا۔ حاذق۔ ماہر۔ مصاف۔ میدانِ جنگ۔ تجلدی۔ بہادری۔ ہائے و ہو۔ شور و غل۔ تو ملاف جب منہ سے پیاز کی بو آ رہی ہو تو مشک کھانے کی شیخی نہ بگھارنی چاہیئے۔ گلشکر۔ گلا ہوا گلشکر۔ گلقند۔ تیز لہسن۔

630

از شگافِ روزن و دیوارہا — مُطّلع گردند بر اسرارہا

روشن دان اور دیوارون کے شگاف سے — رازوں سے واقف ہو جاتے ہیں

از شگافے کہ نداند ہیچ دَہم — صاحب خانہ ندارد ہیچ سہم

اُس شگاف سے جسکو کوئی دہم بھی نہیں جانتا ہے — (جس سے) گھر والے کو کوئی خطرہ نہیں ہے

از نبے برخواں کہ دیو و قومِ اُو — می برند از حالِ انسے خفیہ بُو

قرآن میں پڑھ لے کہ شیطان اور اُس کی ذریت — انسان کی حالت کو پوشیدہ طور پر سونگھ لیتی ہے

از رَہے کہ انس ازاں آگاہ نیست — زانکہ زیں محسوس و زیں اشباہ نیست

اُس راستہ سے جس سے انسان واقف نہیں ہے — کیونکہ اُن محسوسات اور اُن صورتوں میں سے نہیں ہے

درمیانِ ناقداں زَرقے متن — بامحک اے قلب دُوں لافے مزن

پرکھنے والوں میں سکاری نہ کر — اے کھوٹے کھرے! کسوٹی سے گپ نہ مار

مر محک را رہ بُود در نقد و قلب — کہ خدا ایش کرد امیرِ جسم و قلب

کسوٹی کے لئے کھرے اور کھوٹے میں راہ ہوتی ہے — کیونکہ خدا نے انکو جسم اور دل کا حاکم بنایا ہے

چوں شیاطیں با غلیظیہائے خویش — واقف اند از سِرّ ما و فکر و کیش

جبکہ شیاطین اپنی گندگیوں کے باوجود — ہمارے راز اور فکر اور مذہب سے واقف ہیں

مسلکے دارند دُزدیدہ دروں — ماز دُزدیہائے ایشاں سَرنگوں

وہ باطن میں پوشیدہ راستہ رکھتے ہیں — ہم اُن کی چوریوں کی وجہ سے اوندھے ہیں

دَمبدم خبط و زیاں شاں میرسد — رَنج می بیند ازاں جان و جسد

ہر گھڑی خبط اور نقصان پہنچتا ہے — اس سے روح اور جسم تکلیف پاتا ہے

دَمبدم خبط و زیانے می کُنند — صاحبِ نقبے شگافِ روزنند

ہر گھڑی خبط اور نقصان کرتے ہیں — وہ کھڑکی کے سوراخ اور شگاف کے مالک ہیں

پس چرا جانہائے روشنِ رَہاں — بے خبر باشند از حالِ نہاں

تو پھر روشن جانیں دنیا میں کیوں — پوشیدہ حال سے بے خبر ہوں گی؟

دَر سرایت کم تر از دیواں شدند — رُوحہا کہ خیمہ بر گردوں زدند

کہ سرایت کرنے میں شیطانوں سے کم ہو گئیں — وہ روحیں جنھوں نے آسمان پر خیمہ لگایا ہے؟

دیو دُزدانہ سُوئے گردوں رَود — از شہابِ مُحرِق اُو مَطعوں شود

شیطان چوروں کی طرح آسمان کی جانب جاتا ہے — جلانے والے شہاب سے اُس پر نیزہ لگتا ہے

لہ از شگاف۔ دل کی کھڑکی کے شگاف سے وہ دل کے راز دیکھ لیتے ہیں۔ از بہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّہٗ یَرٰکُمْ ھُوَ وَقَبِیْلُہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَھُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بیشک وہ شیطان اور اُس کی ذریات تم کو دیکھتے رہتے ہیں جدھر سے تم اُن کو نہیں دیکھتے ہم نے شیطانوں کو اُن کا یار بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔ رَہے۔ وہ راستہ انسان کو غیر محسوس ہے اشباہ۔ اَشکال۔ دُزدی۔ کینہ۔

سہ مر محک۔ یعنی اولیاء اللہ اپنے کشف کے ذریعہ دل کے احوال معلوم کر لیتے ہیں جیسے شیاطین۔ اولیاء کے کشف کی دلیل ہے یہ شعر شرط ہے پانچویں شعر میں پس چرا اس کی جزا ہے کہتی۔ مذہب۔ مسلک۔ راستہ۔

سہ پس چرا۔ جب شیاطین دل کی بات جان لیتے ہیں تو اولیاء کیوں نہ جان لیں گے۔ رُوحہا۔ یعنی اولیاء کی روحیں۔ شہاب۔ ٹوٹنے والا ستارہ۔ مُحرِق۔ جلانے والا۔ مَطعون۔ نیزہ زدہ۔

631

سرنگوں از چرخ زیر افتد چناں
آسمان سے ایسا اوندھا ہو کر نیچے گرتا ہے

کہ شقی در جنگ از زخم سناں
جس طرح بدبخت جنگ میں نیزے کے زخم سے

آں ز رشک روہای دل پسند
محبوب روحوں کے رشک کی وجہ سے

از فلک شاں سرنگوں می افگنند
ان کو آسمان سے اوندھا پھینک دیتے ہیں

تو اگر[1] شستی و لنگی کور و کر
اگر تو لنجا اور لنگڑا اور اندھا اور بہرا ہے

ایں گماں بر روحہای بد مبر
تو بزرگ روحوں پر ایسا گمان نہ کر

شرم دار و لاف کم زن جاں مکن
شرم کر اور شیخی نہ مار، ہلاک نہ ہو

کہ بسے جاسوس ہست آں سوئے تن
کیونکہ جسم کے اُدھر بہت سے جاسوس ہیں

دریافتنِ طبیبان الٰہی امراض دل و دین را در سیمائے مُرید و بیگانہ

خدائی طبیبوں کا معلوم کرنا دل اور دین کی بیماریوں کو مرید اور اجنبی کے چہرے سے

از لحن گفتار او و رنگ چشم او و بے اینہمہ نیز از راہ دل کہ اِنَّہُمْ

اس کی بات کے لہجے اور آنکھوں کی رنگت سے اور ان کے بغیر بھی دل کے راستہ سے کیونکہ وہ دل

جَوَاسِیْسُ الْقُلُوْبِ فَحَالِسُوْهُمْ بِالصِّدْقِ

کے جاسوس ہیں اُن کی ہم نشینی سچائی سے کرو

ایں طبیبانِ بدن دانشوراند
یہ بدن کے طبیب دانش مند ہیں

بر سقامِ[2] تو ز تو واقف تراند
تیری بیماری پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں

تا ز قارورہ ہمی بینند حال
حتیٰ کہ وہ قارورہ سے حال معلوم کر لیتے ہیں

کہ ندانی تو ازاں رُو اعتلال
کہ تو اس طریقہ سے بیماری کو نہیں سمجھ سکتا

ہم ز نبض و ہم ز رنگ و ہم ز دم
نبض سے بھی اور رنگ سے بھی اور سانس سے بھی

بُو برند از تو بہر گونہ سقم
تیری ہر قسم کی بیماری کا پتہ لگا لیتے ہیں

پس طبیبانِ الٰہی در جہاں
تو دنیا میں خدائی طبیب

چوں ندانند از تو بے گفتِ دہاں
منہ کی گفتگو کے بغیر تیری بیماری کو کیسے نہ جانیں

ہم ز نبضت[3] ہم ز چشمت ہم ز رنگ
وہ تیری نبض سے بھی تیری آنکھ سے بھی رنگ سے بھی

صد سقم بینند در تو بید رنگ
بلا توقف سیکڑوں بیماریاں دیکھ لیتے ہیں

ایں طبیبانِ نو آموزند خود
یہ طبیب خود نو آموز ہیں

کہ بدیں آیات شاں حاجت بود
کیونکہ اُن کو ان علامتوں کی ضرورت ہوتی ہے

[1] تو اگر۔ اگر انسان خود اپنے کمالات سے محروم ہے تو اولیاء کو محروم نہ سمجھے۔ دنیا فقط جبکہ بدنی اطباء علامتوں کے ذریعہ امراض کو پہچان جاتے ہیں تو روحانی اطبا علامات کے ذریعہ روحانی امراض کو کیوں نہ جان سکیں گے بلکہ اُن کو تو ظاہری علامات کی بھی ضرورت نہیں ہے

[2] بر سقام۔ بیماری۔ اطباء پیشاب کو دیکھ کر امراض کو پہچان لیتے ہیں۔ اعتلال۔ بیمار ہو جانا۔ ہم ز نبض۔ اطباء نبض، رنگت اور سانس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کر لیتے ہیں۔ پس طبیبان۔ لہٰذا روحانی طبیب بھی بغیر بتائے امراض کو پہچان جاتے ہیں۔

[3] ہم ز نبضت۔ یہ بدنی اطباء تو آموز ہیں اس لئے انکو ان علامات کی ضرورت پیش آتی ہے روحانی اطباء دور سے ہی نام سنکر تمام اندرونی حالات معلوم کر لیتے ہیں۔

کاملاں از دُور نامت بشنوند — تا بقعرِ تار و پُودت دَر رَوَند
کامل لوگ دُور سے تیرا نام سُنتے ہیں — تیرے تانے بانے کی گہرائی میں اُتر جاتے ہیں

بلکہ[1] پیش از زادنِ تو سالہا — دیدہ باشندت تُرا با حالہا
بلکہ تیری پیدائش سے سالوں پہلے — تجھے حالات میں دیکھتے رہے ہیں

حالِ تو دانند یک یک مُو بمُو — زانکہ پُر بُودند از اسرارِ ہُو
وہ تیرا حال ایک ایک بال بال جانتے ہیں — کیونکہ ذاتِ حق کے رازوں سے پُر ہیں

مژدہ دادنِ بایزید قُدِّسَ سِرُّہٗ از زادنِ ابُوالحسنِ خرقانیؒ

(حضرت) بایزید قدس سرہٗ کا (حضرت) ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے

پیش از سالہا و نشان دادنِ صورت و سیرتِ او یک بیک

کئی سالوں قبل خوشخبری دے دینا اور اُن کی صورت اور سیرت کا پوری طرح نشان دیدینا

و نوشتنِ تاریخ نویساں آں را جہتِ صدقِ او

اور ان کی تصدیق کے لئے تاریخ نویسوں کا اس کو لکھ لینا

آں شنیدی داستانِ بایزید[2] — کُو ز حالِ بُوالحسن پیشیں چہ دید
تو نے (حضرت) بایزیدؒ کا وہ قصہ سُنا ہے — کہ انھوں نے (حضرت) ابوالحسن کا حال پہلے ہی کیا دیکھ لیا تھا؟

روزے آں سلطانِ تقویٰ می گذشت — با مُریداں جانبِ صحرا و دشت
ایک دن وہ شاہِ تقویٰ جا رہے تھے — جنگل اور بیابان کی طرف مُریدوں کے ساتھ

بُوئے خوش آمد مر اُورا ناگہاں — دَر سوادِ[3] رَے ز سُوئے خارقاں
اچانک اُن کو ایک خوشبو آئی — رے کے اطراف میں خارقان کی جانب سے

ہم بدانجا نالۂ مُشتاق کرد — بُوی را از باد استِنشاق کرد
اسی جگہ انھوں نے مشتاقانہ نالہ کیا — ہوا سے خوشبو کو سُونگھا

بُوی خوش را عاشقانہ می کشید — جانِ اُو از باد بادہ می چشید
خوشبو کو عاشقوں کی طرح سُونگھتے تھے — اُن کی جان ہوا میں سے شراب پی رہی تھی

کوزۂ کُو از یخ آبہ پُر بُود — چوں عَرق بر ظاہرش پیدا شود
وہ پیالہ جو برف کے پانی سے بھرا ہو — جب بُوندیں اُس کے باہر نظر آتی ہیں

آں ز سَردی باد آبے گشتہ است — از درونِ کُوزہ نَم بیروں نجست
تو ہوا ٹھنڈک سے پانی بن گئی ہے — پیالے کے اندر سے نمی باہر نہیں آتی ہے

---

[1] بلکہ۔ یہ روحانی طبیب تو انسان کی پیدائش سے قبل ہی اُس کی اندرونی کیفیت معلوم کر لیتے ہیں جیسے۔ ذاتِ حق۔ مژدہ۔ اِس قصہ سے یہ سمجھا یا ہے کہ حضرت بایزیدؒ نے حضرت ابوالحسن خرقانی کی پیدائش سے قبل ہی ان کے احوال معلوم کر لئے تھے اور لوگوں کو بتا دیئے تھے۔

[2] بایزید۔ نام طیفور ہے اسی لئے اُنکے سلسلے کے لوگ طیفوری کہلاتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ بایزیدؒ کو ہم میں وہی نسبت ہے جو حضرت جبرئیل کو فرشتوں میں۔ بہتر سال کی عمر میں بسطام میں ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ ابوالحسن خرقانیؒ سلطان محمود غزنوی کے زمانے کے بزرگ ہیں۔ روحانیت اور اُویسیت کے طور پر آپکو بایزیدؒ سے نسبت ہے آپنے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے ۴۲۵ھ میں خرقان میں وفات پائی۔

[3] سواد۔ اطراف شہر کو کہتے۔ ایک علاقہ کا نام ہے علامہ رازی اسی رَے کی طرف منسوب ہیں۔ خارقان۔ خرقان، رے کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے۔ استنشاق۔ سونگھنا۔ کوزہ پہلے شعر میں کہا تھا کہ ہوا سے شراب پی رہی تھی۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ ہوا سے پانی بنا ہے لہٰذا اس کا ہوا سے شراب پینا ایسا ہے جیسے آں۔ برف کے پانی سے بھرے ہوئے پیالے پر جو بوندیں باہر نکل آتی ہیں

633

بادِ بُوی آور مرا اُورا آب گشت
خوشبو لانے والی ہوا اُن کے لئے پانی بن گئی

آب ہم اُورا شراب ناب گشت
پانی اُن کے لئے خالص شراب بن گیا

چوں در و آثارِ مستی شد پدید
جب اُن میں مستی کے آثار ظاہر ہوئے

یک مُریداُورا ازاں دم بر رسید
اُن کا ایک مُرید اُسی وقت پہنچا

پس بپرسیدش کہ ایں احوالِ خوش
تو اُس نے دریافت کیا کہ یہ بہترین احوال

کہ بُرونست از حسابِ پنج و شش
جو پانچ (حواس) اور چھ (جہات) کے حساب سے باہر ہیں

گاہ سُرخ و گاہ زرد و گہ سپید
کبھی سُرخ اور کبھی زرد اور کبھی سفید

می شود رُویت چہ حالست و نوید
آپ کا چہرہ ہو رہا ہے کیا حال اور کیا خوشخبری ہے؟

می کشی بُوی و بظاہر نیست گُل
آپ خوشبو سونگھ رہے ہیں اور بظاہر پھول نہیں ہے

بیشک از غیب ست واز گلزارِ گُل
بیشک وہ غیب سے اور (ذات) گل کے گلزار سے ہے

اے تو کامِ جانِ ہر خود کامۂ
اے وہ کہ آپ ہر ما جمند کی جان کا مقصود ہیں

ہر دم از غیبت پیام و نامۂ
آپ کے لئے ہر وقت غیب سے نامہ اور پیام ہے

ہر دمے[52] یعقوبؑ دارد از یوسفے
(حضرت) یعقوبؑ کی طرح ہر وقت ایک یوسف ہے

می رسد اندر مشامِ تو شفے
آپ کے دماغ میں راحت پہنچتی ہے

قطرۂ بر ریز بر مازاں سبُو
اُس ٹھلیا سے ایک قطرہ ہم پر گرا دیجئے

شمۂ زاں گلستاں با ما بگو
اس گلستان کا تھوڑا سا حال ہم سے کہہ دیجئے

خُوندا ریم اے جمالِ مہتری
اے بزرگی کے حُسن! ہماری عادت نہیں ہے

کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری
کہ ہمارے لب خشک ہوں اور آپ تنہا پئیں

اے فلک پیمایِ چُست چُست خیز
اے آسمان کرنا پنے والے چالاک اور چُست پرواز!

زاں چہ خوردی جُرعۂ بر ما بریز
جو آپنے پیا ہے (اُس کا) ایک گھونٹ ہمیں دیدیجئے

میرِ[53] مجلس نیست در دَورانِ دگر
زمانہ میں کوئی دوسرا صدرِ محفل نہیں ہے

جز تو اے شہ در حریفاں در نگر
اے شاہ! آپ کے سوا دوستوں میں نظر دیجئے

کے تواں نوشید ایں مے زیرِ دست
یہ شراب چھپا کر کب پی جا سکتی ہے؟

مے یقیں مُر مردرا رسوا گرست
شراب یقیناً انسان کو رسوا کرنے والی ہے

بُوی را پوشیدہ و مکنوں کُند
اپنی بُو کو پوشیدہ اور مخفی کر لیتا ہے

چشمِ مست خویشتن را چوں کُند
اپنی مست آنکھ کو کیا کرے؟

---

۵۱ آب۔ حضرت بایزیدؒ کے لئے وہ ہوا جو خوشبو لاتی تھی پانی بن گئی اور پانی میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی جو شراب میں ہوتی ہے۔ پس۔ اُس پر نے حضرت بایزیدؒ سے دریافت کیا کہ آپ کیا سونگھ رہے ہیں بظاہر کوئی پھول بھی نہیں ہے اور آپ پر یہ عجیب و غریب کیفیات کیوں طاری ہو رہی ہیں۔ پنج حواس خمسہ۔ شش جہت۔ نوید۔ خوشخبری۔ گل۔ ذاتِ حق۔ کام۔ مقصود۔ خود کامہ۔ ضرورتمند۔

۵۲ ہر دمے۔ حضرت یعقوبؑ نے دور سے ہی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ قطرہ۔ جو احوال آپ پر طاری ہیں اُن کے بارے میں ہمیں کچھ بتا دیجئے تو۔ آپ نے ہمیں اس کا عادی نہیں بنایا ہے کہ آپ تنہا مستفید ہوں اور ہم محروم رہیں۔

۵۳ میرِ مجلس۔ صدرِ مجلس ہی دوسروں کو شراب پلاتا ہے۔ حریفاں۔ یعنی مجلس کے شریک۔ کے گواں۔ حضرت بایزیدؒ سے اُن کے مُرید نے کہا شراب چھپا کر کہیں پی جا سکتی اُس کا یقیناً اظہار ہو جاتا ہے انسان اگر منہ کی بو بھی چھپا لے تو آنکھوں کی مستی کیسے چھپائے گا۔

636

خود نہ آں بُوئیست این کاندر جہاں
یہ وہ خوشبو بھی نہیں ہے کہ دنیا میں

صد ہزاراں پردہ اش دارد نہاں
لاکھوں پردے اُس کو چھپا سکیں

پُر شد از تیزیِ او صحرا و دشت
اُسکی تیزی سے صحرا اور جنگل بھر گئے ہیں

دشت چہ کز نہ فلک ہم در گذشت
جنگل کیا، وہ تو آسمانوں سے گذر گئی ہے

ایں سرِ خُم را بہ کہگل در مگیر
اِس ٹھلے کے سر کو کہگل سے بند نہ کیجئے

کایں بر ہنہ نیست جز پوشش پذیر
یہ ننگا، ڈھکے جانے کے قابل نہیں ہے

لُطف کُن اے رازدارِ راز گُو
اے راز کو جاننے والے راز کو بتانیوالے مہربانی کیجئے

آنچہ بازت صید کرد شش باز گُو
جو آپ کے باز نے شکار کیا ہے بتا دیجئے

گفت بُوئی بُوالعجب آمد بمن
(اُنھوں نے) فرمایا مجھے ایک عجیب خوشبو محسوس ہوئی ہے

ہمچناں کہ مر نبیؐ را از یمن
جیسے کہ نبیؐ کو یمن سے (محسوس ہوئی تھی)

کہ محمدؐ گفت بر دستِ صبا
کہ محمدؐ نے فرمایا صبا کے ذریعہ

از یمن می آید م بُوئی خدا
مجھے یمن سے خدا کی خوشبو آرہی ہے

بُوئی رامیں می رسد از جانِ ویس
ویس کی جان سے رامین کی خوشبو آرہی ہے

بُوئے رحمٰں می رسد ہم از اویسؓ
اویسؓ میں بھی خدا کی خوشبو آرہی ہے

از اویسؓ و از قرن بُوئی عجب
اویسؓ اور قرن کی عجیب خوشبو نے

آں نبیؐ را مست کرد و پُر طرب
نبیؐ کو مست اور مسرور کر دیا

چوں اویسؓ از خویش فانی گشتہ بُود
چونکہ اویسؓ اپنے آپ سے فانی ہو گئے تھے

آں زمینے آسمانے گشتہ بُود
وہ زمین آسمان بن گئی تھی

آں ہلیلہ پروریدہ در شکر
ہڑ شکر میں مربّی بنائی ہوئی

چاشنیِ تلخیش نبود دگر
اُس میں پھر تلخی کا مزا نہیں ہوتا ہے

آں ہلیلہ رستہ از ما و منی
کیونکہ وہ ہڑ خودی اور انانیت سے نجات پا گئی ہے

نقش دارد از ہلیلہ طعم نے
صورت ہڑ کی، مزا (ہڑ کا) نہیں ہے

آں کسے کز خود بکلّی در گذشت
وہ شخص جو خودی سے پوری طرح گذر گیا

ایں مَنی و مائی خود در نوشت
اُس نے خودی اور انانیت کو لپیٹ دیا ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ

تا چہ گفت از وحیِ غیب آں شیر مرد
(بتا) اُس شیر مرد نے غیبی وحی کے بارے میں کیا کہا!

۱؎ خود، شراب معرفت کی خوشبو تو لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپ سکتی چہ جائیکہ اُس شراب کی خوشبو سے جنگل اور صحرا تو بھرا ہوا ہے ہی اُسکی خوشبو تو آسمانوں سے بھی گذر گئی ہے۔ اِس سرِ خُم، شراب معرفت کے ٹھلے کے منہ کو بستی سے بند نہیں کیا جا سکتا یہ پردہ پوشی کے قابل نہیں ہے لُطف آپ کی باطنی توجہ نے معرفت کا جو راز حاصل کیا ہے وہ ہمیں بھی بتا دیجئے۔

۲؎ گفت، حضرت بایزیدؒ نے فرمایا، مجھ گفت، حدیث شریف ہے۔ اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ۔ میں خدا کے سانس کو یمن کی جانب سے محسوس کر رہا ہوں۔ رامین رامین مشہور عاشق اور ویسہ اُسکی معشوقہ تھی اُسکے بعد ویسہ پر عشق کا غلبہ اسقدر ہوا کہ وہ رامین کی عاشق بنگئی تھی یعنی عاشق جب اپنے آپکو فنا کر دیتا ہے تو اُس میں اُس معشوق کی خوشبو آنے لگتی ہے اسی طرح حضرت اویسؓ قرنی میں سے اللہ کی خوشبو آتی تھی۔ قرن حضرت اویسؓ کا وطن ہے۔

۳؎ فانی گشتہ بود۔ فنا کے بعد انسان اللہ کے اخلاق والا ہو جاتا ہے اور زمین سے آسمان بن جاتا ہے۔ ہلیلہ۔ ہڑ جو مربّی بن جاتا ہے تو وہ اپنی خوشبو اور ذائقہ سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ مادّیت۔ خودی اور انانیت۔ اُن کے ہو شخص فنا کا درجہ حاصل کر لیتا ہے

635

جواب سلطان بایزید قدس سرہٗ در معنیٰ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن

شاہ بایزید قدس سرہٗ کا جواب آنحضورؐ کے قول کے ہم معنی کہ میں یمن کی جانب سے خدائی سانس محسوس کر رہا ہوں

گفت زیں سُوی بُوی یارے می رسد
فرمایا اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے

کاندریں دہ شہریارے می رسد
کیونکہ اس گاؤں میں ایک شاہ آئے گا

بعد چندیں سال می زاید شہے
کچھ سال کے بعد ایک شاہ پیدا ہوگا

می زند بر آسمانہا خرگہے
جو آسمانوں پر خیمہ زن ہوگا

رُویش از گلزارِ حق گلگوں بُود
اس کا چہرہ اللہ کے چمن کے پھول کی طرح ہوگا

از من اُو اندر مقام افزوں بُود
وہ مرتبہ میں مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا

چیست نامش گفت نامش بُوالحسن
اس کا نام کیا ہے؟ فرمایا اس کا نام ابوالحسن ہے

حُلیۂ اَش وا گفت زا بر دو تا ذقن
ان کا حلیہ ابرو سے ٹھوڑی تک صاف بتایا

خدِّ اُو و رنگِ اُو و شکلِ اُو
اُن کا رخسار اور رنگ اور شکل

یک بیک وا گفت از گیسو رُو بُو
ایک ایک کر کے گیسو اور چہرے کے بارے میں بتایا

حلیہ[۵۱]ہائے رُوحِ اُو را ہم نمود
اُنھوں نے روح کے حالات بھی بتا دیئے۔

از صفات و از طریق و جا و بُود
صفتوں اور راستہ اور جگہ اور رہائش کے اعتبار سے

حُلیۂ تن ہمچو تن عاریت است
جسم کا حلیہ جسم کی طرح عارضی ہے

دل بر آں کم نہ کہ آں یک ساعت است
اس سے دل نہ لگا کیونکہ وہ تھوڑی دیر کا ہے

حُلیۂ رُوحِ طبیعی ہم فناست
طبیعی روح کا حلیہ بھی فانی ہے

حُلیۂ آں جاں طلب کاں بر سماست
اس جان کا حلیہ طلب کر جو آسمان پر ہے

جسم[۵۲] اُو ہمچوں چراغے بر زمیں
اُس کا وجود چراغ کی طرح زمین پر ہے

نورِ اُو بالائے سقفِ ہفتمیں
اس کی روشنی ساتویں چھت سے اوپر ہے

آں شعاعِ آفتاب اندر وثاق
سورج کی شعاع گھر میں ہے

قرصِ اُو اندر جہانِ چار طاق
اس کی ٹکیہ آسمان کے جہان میں ہے

نقشِ گل در زیر بینی بہرِ لاغ
پھول کا جسم قطع کے لئے ناک کے نیچے ہے

بُوی گل بر سقف و ایوانِ دماغ
پھول کی خوشبو دماغ کے محل اور چھت پر ہے

---

۵۱ وہ۔ یعنی خرقان گاؤں۔ بعد چندیں۔ یعنی اتنے سال کے بعد جہاں ایک بزرگ پیدا ہوگا جس کا مرتبہ بہت بلند ہوگا۔ (از من۔ حضرت بایزیدؒ نے بطور انکساری کے فرمایا کہ اس کا مرتبہ مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا۔ گفت۔ بایزیدؒ نے) پیدا ہونے والے بزرگ کا نام اور پورا حلیہ بتا دیا۔ خدّ۔ رخسار۔ بعض نسخوں میں لفظ قد ہے۔

۵۲ حلیہ ہائے۔ یعنی روح کی صفات اور اس کا مسلک سب بتا دیا۔ حلیۂ تن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان تین چیزوں سے مرکب ہے جسم، روح حیوانی، روح انسانی۔ پہلی دونوں چیزیں فانی ہیں اور ان کا حلیہ بھی فانی ہے لہٰذا ان سے دل نہ لگانا چاہیئے، روح انسانی جس کا تعلق عالم اعلیٰ سے ہے اس سے وابستگی ہونی چاہیئے۔

۵۳ جسم اُو۔ بایزیدؒ نے فرمایا اس بزرگ کا جسم چراغ کی طرح زمین پر ہوگا لیکن اس کا نور آسمانوں تک ہوگا۔ آں شعاع۔ اس بات کو کہ اس شاہ کا جسم زمین پر ہوگا اور نور آسمان تک ہوگا مثالوں سے سمجھاتے ہیں سورج آسمان پر ہے، اور اس کا نور ہر گھر میں ہے۔ نقشِ گل۔ پھول ناک کے نیچے ہوتا ہے اور اس کی خوشبو دماغ کے لئے نفع بخش ہوتی ہے۔

636

مردِ خفتہ[1] در عدن دیدہ فرق — عکسِ آں بر جسم اُفتادہ عرق

(گھر میں) سویا ہوا عدن میں خوف دیکھتا ہے — اُس (خوف) کے پرتو سے جسم کو پسینہ آتا ہے

پیرہن در مصر راہن یک حریص — پُر شُدہ کنعاں ز بُوئے آں قمیص

لباس مصر میں ایک لالچی کے قبضہ میں ہے — اُس قمیص کی خوشبو سے کنعان بھر گیا ہے

برنبشتند آں زماں تاریخ را — از کباب آراستند آں بیخ را

اُس وقت انھوں نے تاریخ لکھ لی — اُس بیخ کو کباب سے آراستہ کر لیا

چوں رسید آں وقت و آں تاریخ راست — زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت و خاست

جب ٹھیک وہ وقت اور تاریخ آئی — اُس زمین سے وہ شاہ پیدا ہو گئے اور اُٹھے

زادنِ شیخ ابوالحسن قُدِّسَ سِرُّہٗ خرقانی بعد از وفاتِ شیخ

حضرت ابوالحسن خرقانی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا شیخ بایزیدؒ کی وفات کے بعد اسی تاریخ کو

بایزید رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ ہماں تاریخ

پیدا ہونا اللہ تعالیٰ اُن کی روح کو راحت پہنچائے

زادہ شُد آں شاہ و زد[2] مُلک باخت — از عدم پیدا شُد و مرکب بتاخت

وہ شاہ پیدا ہو گئے اور سلطنت کی بازی کھیلی — عدم سے پیدا ہوئے اور سواری دوڑا دی

از پسِ آں سالہا آمد پدید — بُوالحسنؒ بعد از وفاتِ بایزید

اُس کے سالوں بعد پیدا ہوئے — ابوالحسنؒ، بایزیدؒ کی وفات کے بعد

جُملہ خُوہائے اُو زاں مساک و جُود — آنچناں آمد کہ آں شہ گفتہ بُود

اُن کی تمام عادتیں نہ دینے اور دینے میں — اُسی طرح ثابت ہوئیں جیسا کہ اُن شاہ نے فرمایا تھا

لوحِ[3] محفوظ است اُو را پیشوا — از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

لوحِ محفوظ اُن کی پیشوا ہے — کس چیز سے محفوظ ہے؟ غلطی سے محفوظ ہے

نے نجوم ست و نے رمل ست و نہ خواب — وحیِ حق واللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّواب

نہ نجوم ہے، نہ رمل ہے اور نہ خواب ہے — اللہ کا الہام ہے اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

از پئے رُوپوشِ عامہ در بیاں — وحیِ دل گویند آں را صوفیاں

عوام سے روپوشی کے لئے بیان میں — اُس کو صوفی دل کی وحی کہہ دیتے ہیں

وحیِ دل گیرش کہ منظر گاہِ اُوست — چوں خطا باشد کہ دل آں گاہِ اُوست

اُس کو دل کی وحی تسلیم کرلے کیونکہ وہ اُس خدا کی نظر گاہ ہے — غلطی کیسے ہوگی کیونکہ دل اُس سے باخبر ہے

[1] مردِ خفتہ۔ ایک شخص اپنے گھر میں سویا ہوا ہوتا ہے اور اُس کی روح عدن میں کسی خوفناک منظر کو دیکھتی ہے اس کے جسم پر پسینہ آجاتا ہے یہ حضرت یوسفؑ کی قمیص مصر میں تھی اور اُس کی خوشبو کنعان میں پہنچ رہی تھی۔ برنبشتند۔ لوگوں نے حضرت بایزیدؒ کے کہنے کے مطابق حضرت ابوالحسنؒ کی پیدائش کی تاریخ لکھ لی۔ از کباب۔ یعنی کام کر مکمل کر لیا۔ اُن تاریخ پتا پر لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق اُن کی پیدائش ہوئی۔

[2] زد جملک۔ یعنی شاہی شروع کر دی۔ مرکب۔ سواری۔ ازپس۔ حضرت بایزیدؒ کی وفات کے تقریباً دو سو سال بعد حضرت ابوالحسنؒ پیدا ہوئے جنکو کہا ہے حضرت ابوالحسنؒ میں وہ صفات و اوصاف تھے جو حضرت بایزیدؒ نے بتائے تھے۔

[3] لوحِ محفوظ۔ حضرت بایزیدؒ کے بتائے ہوئے اوصاف صحیح کیوں نہ ہوتے انھوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھ کر بتائے تھے اور اُس لوح کو لوحِ محفوظ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں لکھا ہوا غلطی سے محفوظ ہے۔

نے نجوم۔ نجوم اور رمل وغیرہ کی باتیں غلط ہوجاتی ہیں۔ وحیِ حق۔ حضرت بایزیدؒ کو جو ان احوال کی خبر وحیِ الٰہی کے ذریعہ ہوئی تھی صوفیاء اسکو وحیِ دل کہتے ہیں۔ وحیِ دلگیر۔ ہم اسکو وحیِ دل ہی تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ دل جو خدا کا

مُومِنا[1] یَنظُرُ بِنُورِ اللّٰہ شُدی — از خطا و سہو ایمن آمدی
اے مومن! تو وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے بنگیا ہے — تو غلطی اور بھول سے محفوظ ہوگیا ہے

رجوع بحکایتِ کمیِ اجرائے آں غلام و در بیانِ اجرائے دل و جانِ صوفی از طعامِ اللہ تعالیٰ

اس غلام کی روزی کی کمی کی حکایت کی طرف رجوع اور اس کا بیان کہ صوفی کے دل و جان کی روزی خدائی کمانے سے ہوتی ہے

صوفیے از فقر چوں دَرغم شود — عینِ فقرش دایہ و مُطعِم بُود
کوئی صوفی جب فقر سے رنجیدہ ہوتا ہے — اس کیلئے خود فقر دایہ اور کھانا کھلانیوالا بنجاتا ہے

زانکہ جنّت از مکارہ رُستہ است — رحمِ قسمِ عاجز و شکستہ است
کیونکہ بہشت تکالیف سے بنی ہے — رحم عاجز اور شکستہ (دل) کا حصہ ہے

آنکہ سَر ہا بشکند اُو از عُلُو — رحمِ حق و خلق ناید سُوی اُو
وہ شخص جو تکبر سے سروں کو کچلتا ہے — اللہ اور مخلوق کا رحم اس کی جانب نہیں آتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد و آں جواں — از کمِ اجرائے ناں شُد ناتواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اور وہ جوان — روزی کے کم ہوجانے سے کمزور ہوگیا ہے

شاد[2] آں صوفی کہ رِزقش کم شود — آں شبہ دُر گردد و اُو یَم شود
وہ صوفی خوش نصیب ہے جس کا رزق کم ہوجائے — وہ پوتھ موتی بن جائے اور وہ دریا ہوجائے

زاں جرایِ خاص ہر کہ آگاہ شُد — اوسزایِ قُرب و اَجرے گاہ شُد
جو شخص اس خاص روزی سے واقف ہوگیا — وہ قرب کا مستحق اور روزی کا مقام بن گیا

زاں جرایِ روح چوں نقصاں شود — جانش از نقصانِ اُو لرزاں شود
جب روح کی روزی میں کمی آئے — اس کی کمی سے اس کی جان لرزنے لگے

پس[3] بداند کہ خطائے رفتہ است — کہ سمن زارِ رضا شگفتہ است
وہ جانتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے — جس کی وجہ سے رضا کا باغیچہ نہیں کھلا ہے

ہمچناں کاں شخص از نقصانِ کشت — رُقعہ سُوی صاحبِ خرمن نوشت
جیسے کہ اس شخص نے کھیتی کی کمی کی وجہ سے — کھلیان کے مالک کو رقعہ لکھا

رُقعہ اَش بُردند پیشِ میر راد — خواند اُو رُقعہ جوابے وَا نداد
(وہ) حاکم کے پاس رقعہ لے گئے — اس نے رقعہ پڑھا کوئی جواب نہ دیا

---

[1] مومنا۔ مومن کو جب وہ مرتبہ حاصل ہوجائے کہ وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھنے لگے تو اس کی صوابدید غلطی سے محفوظ ہوتی ہے یعنی۔ جب صوفی فقر کے قلم میں ہتھکا ہوتا ہے تو خود رزق اس کو حاصل ہونے لگتا ہے۔ زانکہ۔ جنت انہی چیزوں سے حاصل ہوتی ہے جو نفس کو ناگوار گذرتی ہیں خدا کی رحمت عاجز اور شکستہ دل پر نازل ہوتی ہے۔ مکارہ۔ مکروہات یعنی نفس کی ناگوار چیزیں۔ آنکہ۔ متکبر اور مغرور پر خدا اور خلق خدا رحم نہیں کرتی ہے۔

[2] شاد۔ جس صوفی پر رزق کی کمی ہو وہ قابل مبارکباد ہے۔ آں شبہ۔ وہ صوفی اگر پوتھ تھا تراب وہ موتی اور سمندر بن جائیگا جس میں سے موتی نکلینگے۔ ناں جرای۔ فقر کے بعد جو خدائی رزق حاصل ہوتا ہے جب صوفی اسکی حقیقت سمجھ جاتا ہے تو اسکو قرب خداوندی حاصل ہو جاتا ہے لنقصاں شود۔ اب جسمانی رزق کی فراخی سے وہ خدائی رزق گھٹتا ہے تو وہ خوفزدہ ہوکر لرزنے لگتا ہے۔

[3] پس بداند۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس رزق خداوندی کی کمی کسی خطا اور قصور کی بناء پر ہوئی ہے۔ سمن زار۔ گلستاں۔ یعنی۔ وہ اس غلام کی طرح پریشان ہوتا ہے جس نے جسمانی روزی گھٹنے پر رقعہ لکھا۔ رقعہ اش۔ اس غلام نے شاہ کو رقعہ لکھا شاہ نے اس کو کوئی جواب دیا اور کہا کہ اس بیوقوف کو معزز نہیں سمجھتا ہے۔

گفت اُو را نیست اِلّا دَردِ قوت
کہا اُس کو محض روزی کا رنج ہے

پس جوابِ احمق اولیٰ تر سکوت
تو خاموشی بیوقوف کے جواب میں زیادہ اچھی ہے

نیستش دردِ فراق و وصل ہیچ
اُس کو فراق اور وصل کا درد بالکل نہیں ہے

بندِ[1] فرع ست اُو نجوید اصل ہیچ
وہ شاخ کا پابند ہے جڑ کی تلاش بالکل نہیں کرتا ہے

اَحمق ست و مُردہ مَا دُمنی
بیوقوف ہے اور خودی اور انانیت کا مُردہ ہے

کز غمِ فرعش فراغِ اصل نے
کہ اُس کو شاخ کے غم کی وجہ سے جڑ کی فرصت نہیں ہے

آسمانہا و زمیں یک سیب داں
آسمانوں اور زمین کو ایک سیب سمجھ

کز درخت قدرتِ حق شد عیاں
جو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت کے درخت سے پیدا ہوا ہے

تو چو کرمے در میانِ سیب در
تو کیڑے کی طرح سیب کے اندر ہے

وز درخت و باغبانے بے خبر
درخت اور باغبان سے لاعلم ہے

آں یکے کرمے دگر در سیب ہم
دوسرا کیڑا بھی سیب ہی میں ہے

لیک جانش از بروں صاحب علَم
لیکن اُس کی جان باہر کی علم بردار ہے

جُنبشش[2] اُو را شگافد سیب را
اُس کی حرکت سیب کو پھاڑ دیتی ہے

بر نتابد سیب آں آسیب را
سیب اُس صدمہ کو برداشت نہیں کر سکتا

بر دریدہ جُنبشِ اُو پردہا
اُس کی حرکت نے پردوں کو پھاڑ دیا

صورتش کرمست و معنی اژدہا
اُس کی صورت کیڑے کی ہے اور باطن اژدہا کا

آتشے[3] کاوّل ز آہن می جہد
وہ چنگاری جو شروع میں لوہے سے نکلتی ہے

اُو قدم بس سُست بیروں می نہد
وہ باہر کو بہت سست قدم رکھتی ہے

دایہ آش پنبہ ست اوّل لیک اخیر
اُس کی دایہ شروع میں روئی ہے لیکن آخر میں

می رساند شعلہا را تا اثیر
وہ اپنے شعلے آسمان تک پہنچا دیتی ہے

مَرد اوّل بستۂ خواب و خورست
انسان شروع میں سونے اور کھانے کا پابند ہے

آخر الأمر از ملائک برتر ست
آخر میں وہ ملائکہ سے برتر ہے

در پناہِ پنبہ و کبریتہا
روئی اور گندھک کی پناہ میں

شعلہ و نورش برآید تا سُہا
اُس کا شعلہ اور نور ثریا تک پہنچتا ہے

عالمِ تاریک روشن می کند
تاریک جہان کو روشن کر دیتا ہے

کُندۂ آہن بسوزن می کند
لوہے کے گاڑ کو سوئی سے اکھاڑ دیتا ہے

---

[1] بندِ فرع یعنی روزی کے بارے میں لکھا اور روزی دینے والے سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ ماد منی۔ یعنی یہ خودی اور انانیت میں مبتلا ہو روزی کی فکر میں لگا ہے روزی دینے والے سے غافل ہے۔ آسمانہا پہلے شعر کا مضمون تھا کہ اُس غلام کو فرع کی فکر تھی اصل سے غافل تھا اِس مناسبت سے اب فرماتے ہیں کہ عالم کو ایک سیب سمجھو اور انسان کو اُسکے اندر کا کیڑا اور کیڑوں کی دو قسمیں ہیں ایک کیڑا تو وہ ہے جو فرع اور سیب میں مشغول ہے اور اصل درخت اور باغبان سے غافل ہے دوسرا وہ ہے جو اگرچہ سیب کے اندر ہے لیکن وہ درخت اور باغبان سے اچھی طرح واقف ہے۔

[2] جُنبش اُو۔ اِس کیڑے میں اسقدر طاقت ہوتی ہے کہ وہ سیب کو پھاڑ کر باہر نکل جاتا ہے اور عجائبات اُسکی نظر میں ہیچ ہوتے ہیں یہ بظاہر کیڑا ہے لیکن حقیقتاً اژدہا ہے یہ دوسری قسم ابدال لوگوں کی ہے جو دنیا سے گذر کر آخرت تک پہنچتے ہیں۔

[3] آتشے۔ مولانا سمجھاتے ہیں کہ اس انسان میں ابتداءً یہ طاقت نہیں ہوتی بلکہ شائخ کی مدد اور محبت سے یہ طاقت پیدا ہوتی ہے جیسے کہ وہ چنگاری جو لوہے سے نکلتی ہے ابتداءً کمزور ہوتی ہے لیکن جب کوئی اور گندھک کی مدد اُسکو حاصل ہو جاتی ہے تو اُسکے شعلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ مرد انسان بھی ابتداءً دنیاوی مشاغل میں لگتا ہے لیکن اولیاء کی مدد سے

گرچہ[1] آتش نیز ہم جسمانی ست — نے ز روح ست و نہ از روحانی ست
اگرچہ آگ بھی جسمانی ہے — وہ نہ روح ہے اور نہ روحانی ہے

جسم را نبود ازاں عز بہرہ — جسم، روح کے سمندر کے آگے قطرہ جیسا ہے
جسم کے لئے اُس عزت میں کوئی حصہ نہیں ہے

جسم از جاں روز افزوں می شود — چوں رود جاں جسم بیں چوں می شود
جسم، جان سے روز افزوں بڑھوتری پاتا ہے — جب جان نکل جاتی ہے، دیکھ جسم کیسا ہو جاتا ہے!

حدِّ[2] جسمت یک دو گز خود بیش نیست — جانِ تو تا آسماں جولاں گنیست
تیرے جسم کی حد ایک دو گز سے زیادہ نہیں ہے — تیری جان آسمان تک چکر لگاتی ہے

تا بہ بغداد و سمرقند اے ہمام — روح را اندر تصور نیم گام
اے بزرگ! بغداد اور سمرقند تک — روح کے لئے تصور میں آدھا قدم ہے

دو درم سنگ ست پیہ چشمِ تاں — نورِ روحش تا عنانِ آسماں
تمہاری آنکھ کی چربی سات ماشے وزن کی ہے — اس کی روح کا نور آسمان کی فضا تک ہے

نورِ بے ایں چشم می بیند بخواب — چشم بے ایں نور چہ بود جز خراب
نور، اُس آنکھ کے بغیر خواب دیکھتا ہے — آنکھ، اہل نور کے بغیر سوائے خراب کے کچھ نہیں ہے

جاں ز ریش و سبلت تن فارغ ست — لیک تن بے جاں بود مُردار و پست
جان، جسم کی داڑھی اور مونچھ سے بے نیاز ہے — لیکن جسم، جان کے بغیر مُردار اور ذلیل ہوتا ہے

بازنامہ[3] روحِ حیوانی ست ایں — پیشتر رو روحِ انسانی ببیں
یہ روحِ حیوانی کی شان و شوکت ہے — آگے بڑھ، روحِ انسانی کو دیکھ

بگذر از انساں و ہم از قال و قیل — تا لبِ دریائے جانِ جبرئیل
انسان سے اور قال و قیل سے بھی آگے بڑھ — جبرئیلؑ کی جان کے دریا کے کنارے تک

بعد ازانت جانِ احمدؐ لب گزد — جبرئیل از بیم تو واپس خزد
اس کے بعد احمدؐ کی روح تجھ پر تعجب کرے گی — جبرئیلؑ تیری ہیبت سے پیچھے ہٹیں گے

گوید ار آیم بقدرِ یک کماں — من بسوزم تو بسوزم در زماں
(جبرئیلؑ) کہیں گے اگر میں ایک کمان کی بقدر آگے — تیری جانب تو فوراً جل جاؤں

تو حضورؐ اپنے امتی کی ترقی پر خوشی سے تعجب کریں گے اور جبرئیلؑ تمہارے مقام سے زود تر ہوں گے۔
گوید۔ حضرت جبرئیلؑ یہ کہیں گے۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم — فروغِ تجلی بسوزد پرم

[1] گرچہ۔ یہ آگ جس کے شعلے آسمان تک پہنچے نہ روح ہے نہ روحانی پھر بھی اُس کی پہنچ آسمان تک ہو گئی تو پھر روح اور روحانی کی طاقت کا اندازہ لگا لو۔ جسم۔ جسم پر روح کی شرافت کو اس سے سمجھ لو کہ جسم کی پرورش روح کرتی ہے بغیر روح کے جسم کس قدر ذلیل شئی ہے کہ اُس کو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

[2] حدِّ جسمت۔ جسم کی وسعت دو گز سے زیادہ نہیں ہے لیکن روح کی پہنچ آسمانوں تک ہے تم اپنی جگہ پر ہو روح کے لئے بغداد اور سمرقند تک پہنچ جانے کیلئے نصف قدم کی ضرورت ہے۔ دو درم۔ آنکھ کی چربی کو دیکھو کہ خود تو وہ سات ماشہ سے زیادہ نہیں لیکن اُس کا نور آسمان تک جاتا ہے۔ نور بے ایں چشم۔ نور بچشم کا محتاج نہیں ہے آنکھ نور کی محتاج ہے۔ جاں۔ روح کو جسمانی خواص کی ضرورت نہیں جسم روح کا محتاج ہے۔

[3] بازنامہ۔ یہ شانِ شوکت تو ہم نے روحِ حیوانی کی دکھائی، روحِ انسانی جو اس سے زیادہ قوی ہے اُس کو اس پر قیاس کر لو۔ بگذر۔ اس روحِ حیوانی اور بحث و مباحثہ سے گذر کر روحِ کے طالب بنو اور اُس روح تک پہنچو جو جبرئیلؑ کی جان ہے، جب یہ مرتبہ حاصل ہو جائیگا

ایں[1] بیاباں خود ندارد یا دسر — بے جواب نامہ خستہ است آں پسر
اِس جنگل کا سر اور پاؤں نہیں ہے — وہ لڑکا بغیر جواب کے رنجیدہ ہے

آشفتن آں غلام از نارسیدن جواب نامہ از قبل شاہ

بادشاہ کی جانب سے رقعہ کا جواب نہ آنے سے اُس غلام کا پریشان ہونا

چوں جواب نامہ نامد خیرہ گشت — وز غم او آب صافی تیرہ گشت
چونکہ رُقعہ کا جواب نہ آیا وہ حیران ہو گیا — غم سے اُس کا صاف پانی گدلا ہو گیا

نے قرارش ماند و نے خواب از جنوں — روز و شب بُد در تفکر سرنگوں
پاگل پن سے نہ اُس کیلئے سکون رہا اور نہ نیند — دن و رات فکر میں اوندھا تھا

کاے عجب چونم نداد آں شہ جواب — یا خیانت کرد رُقعہ بر رتاب
کہ تعجب ہے، شاہ نے مجھے جواب کیوں نہیں دیا — یا غصہ کی وجہ سے رقعہ لیجانے والے نے خیانت کی ہے

رُقعہ[2] پنہاں کرد و نمود او بشاہ — کو منافق بود و آبے زیرِ کاہ
اُس نے رقعہ چھپا لیا اور شاہ کو نہ دکھایا — کیونکہ وہ منافق تھا اور گھاس کے تلے کا پانی

رُقعۂ دیگر نویسم ز آزموں — دیگرے جویم رسولِ ذو فنوں
آزمائش کے لئے دوسرا رقعہ لکھتا ہوں — دوسرا ہنرمند قاصد تلاش کرتا ہوں

بر امیر و مطبخی دنامہ بر — عیب بنہادہ ز جہل آں بے خبر
بادشاہ پر اور داروغہ مطبخ پر اور رقعہ لیجانے والے پر — اُس جاہل نے، نادانی سے عیب دھرے

ہیچ گردِ خود نمی گردد کہ من — کژ روی کردم چو اندر دینِ من
اپنی کچھ خبر نہیں لیتا کہ میں نے — ٹیڑھی چال چلی ہے جیسے کہ بُت پرست اپنے دین میں

کژ[3] روزیدن باد بر تختِ سلیمان علیہ السلام بسبب زلت او

حضرت سلیمانؑ کے تخت پر اُن کی لغزش کی وجہ سے ہوا کا ٹیڑھا چلنا

باد بر تختِ سلیمانؑ رفت کژ — پس سلیمانؑ گفت باد اکژ مرو
حضرت سلیمانؑ کے تخت پر ہوا ٹیڑھی چلی — حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے ہوا ٹیڑھی نہ چل

باد ہم گفت اے سلیمانؑ کژ مرو — ور روی کژ از کژم خشمیں مشو
ہوا نے بھی کہا اے سلیمانؑ! آپ ٹیڑھا نہ چلیں — اگر ٹیڑھا چلتے ہیں تو میرے ٹیڑھے پن پر غصہ نہ کریں

ایں ترازو بہرِ ایں بنہاد حق — تا رود انصاف ما را در سبق
اللہ (تعالیٰ) نے یہ ترازو اسی لئے پیدا کی ہے — تاکہ ہمارا انصاف جاری رہے

[1] ایں بیاباں: معرفت اور اسرارِ معرفت کا بیان غیر محدود ہے۔ قبلی۔ جانب۔ خیرہ۔ حیراں۔ تیرہ۔ میاہ۔ مکدر۔ رُقعہ۔ نامہ۔ بر۔ تاب۔ غصہ۔

[2] رُقعہ۔ یعنی اس نادر نے وہ رُقعہ بادشاہ کو نہیں دیا وہ منافق تھا۔ آبِ زیرِ کاہ۔ جس پانی پر گھاس ہو اُس سے دھوکہ لگتا ہے۔ رود خویش۔ ماہر۔ ہیچ گرد خود۔ یعنی اپنی خبر نہیں لیتا ہے دوسروں پر الزام دھر رہا ہے۔ بُت۔ بُت کا پجاری دین میں کجرو ہے۔

[3] کژ روزیدن حضرت سلیمانؑ کے اس قصہ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ غلام اپنی غلطی محسوس کر کے اُس کی تلافی کر لیتا تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا جیسا کہ حضرت سلیمانؑ نے کیا۔ زلت۔ اُن کے دل میں کوئی نامناسب خیال آیا تھا۔ تخت۔ وہی تخت جسکو ہوا دوش پر لئے پھرتی تھی۔ کژ روزیدن۔ غرور میں ترچھے چل چلنا۔ اِس ترازو میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو برابری کے لئے پیدا فرمائی ہے۔

از[1] ترازو کم کنی من کم کنم
تو ترازو سے کم کرے گا میں بھی کم کردوں گا

تا تو با من روشنی من روشنم
جب تک تو میرے ساتھ روشن ہے میں بھی روشن ہوں

ہمچنیں تاج سلیمان میل کرد
اسی طرح حضرت سلیمان کا تاج ٹیڑھا ہو گیا

روز روشن را بر و چوں لیل کرد
اس نے روشن دن کو اُن پر رات بنا دیا

گفت تا جا کژ مشو بر فرق من
انھوں نے کہا اے تاج! میرے سر پر ٹیڑھا نہ ہو

آفتا با گم مشو از شرق من
اے آفتاب! میرے مشرق سے گم نہ ہو

راست می کرد او بدست آں تاج را
وہ ہاتھ سے اُس تاج کو سیدھا کرتے تھے

باز کج می شد بر و تاج اے فتیٰ
اے نوجوان! تاج اُن پر پھر ٹیڑھا ہو جاتا تھا

ہشت بارش راست کرد و گشت کژ
انھوں نے آٹھ مرتبہ سیدھا کیا وہ ٹیڑھا ہو گیا

گفت تا جا چیست آخر کژ مغژ
انھوں نے کہا اے تاج! آخر کیا ہوا ہے کجروی نہ کر

گفت[2] اگر صد رہ کنی تو راست من
اس نے کہا کہ آپ مجھے سو بار سیدھا کریں گے

کژ شوم چوں کژ روی اے مؤتمن
میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا اے امانتدار! جب آپ کجروی کریں گے

پس سلیمانؑ اندرونہ راست کرد
تو حضرت سلیمانؑ نے باطن کو ٹھیک کر لیا

دل براں شہوت کہ بودش گشت سرد
دل میں جو خواہش تھی دل اس سے سست پڑ گیا

بعد ازاں تا جش ہماں دم راست شد
اس کے بعد اُن کا تاج فوراً سیدھا ہو گیا

آنچناں کہ تاج را می خواست شاہ
وہ جس طرح تاج چاہتے تھے ویسا ہو گیا

بعد[3] از انش کژ ہمی کرد او بقصد
اس کے بعد انھوں نے اسکو قصداً ٹیڑھا کیا

تاجِ او می گشت تارک جو بقصد
اُن کا تاج قصداً سر کو تلاش کر لینے والا بن گیا

ہشت کرت کژ نہاد آں مہترش
اُن سردار نے اس کو آٹھ مرتبہ ٹیڑھا کیا

راست می شد تاج بر فرقِ سرش
اُن کے سر کی مانگ پر تاج سیدھا ہو جاتا تھا

شاہ گفت اے تاج چونست ایں زماں
شاہ نے فرمایا اے تاج! اس وقت کیا بات ہے؟

کژ کنم تو راست گردی ز امتحاں
میں آزمائش کیلئے تجھے ٹیڑھا کرتا ہوں تو سیدھا ہو جاتا ہے

تاج ناطق گشت اے شہ ناز کن
تاج نے کہا اے شاہ! ناز کیجئے

چوں فشاندی پر زرگل پرواز کن
جبکہ آپنے پروں کو مٹی سے صاف کر لیا ہے پرواز کیجئے

نیست دستوری کزیں من بگذرم
اجازت نہیں ہے میں اس سے آگے بڑھوں

پردہائے غیب ایں برہم درم
اس کے غیب کے پردوں کو چاک کروں

---

[1] از ترازو: قرآن پاک میں ہے۔ جزاؤ سیئۃ سیئۃ مثلہا "برائی کا بدلہ اُس جیسی برائی ہے"۔ ترازو پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ہمچنیں۔ یعنی جس طرح ہوا نے کجروی اختیار کی تھی تاج بھی ٹیڑھا ہو گیا جس پر حضرت سلیمانؑ رنجیدہ ہوئے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔ آفتابا یعنی اے تاج تو سچائی کا آفتاب ہے۔

[2] گفت: تاج نے حضرت سلیمانؑ سے کہا اے امانتدار جب آپ کے دل میں خراب خیال نہیں ہے تو میری راست روی کی اُمید نہ کیجئے۔ اندرونہ۔ یعنی دل میں جو خیال تھا اس کی اصلاح کر لی۔ شہوت یعنی جو نامناسب خیال اُن کے دل میں آیا تھا۔

[3] بعد ازانش یعنی اپنے دل کی اصلاح کرنے کے بعد تاج کو قصداً ٹیڑھا کرتے تھے وہ خود بخود سیدھا ہو جاتا تھا۔ ز آنحاں یعنی میں آزمائش کیلئے تجھے قصداً ٹیڑھا کرتا تھا۔ چوں فشاندی یعنی جب آپ نے اپنے دل کو اس نامناسب خیال سے صاف کر لیا ہے۔ نیست بولا: فرماتے ہیں کسی عمل اور حرام کے راز کو زیادہ واضح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

بر دہانم نہ تو دست خود بہ بند
میرے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیجئے، بند کر دیجئے

مرد ہانم را ز گفت ناپسند
میرے منہ کو ناپسندیدہ بات سے

پس تُرا ہر غم کہ پیش آید ز درد
لہٰذا تجھے تکلیف سے جو بھی غم پیش آئے

بر کسے تہمت منہ بر خویش گرد
کسی پر تہمت نہ رکھ، اپنی پر تاں کر

ظن مبر بر دیگرے اے دوست کام
اے دوستوں کے چہیتے! دوسرے پر بدگمانی نہ کر

آں مکن کہ می سگالید آں غلام
وہ بدگمانی نہ کر جو اُس غلام نے کی

گاہ جنگش با رسول و مطبخی
کبھی اُس کی قاصد اور داروغہ مطبخ سے لڑائی ہوتی،

گاہ خشمش با شہنشاہِ سنخی
کبھی سنی بادشاہ پر اُس کا غصہ ہوتا،

ہمچو فرعونے کہ موسیٰ ہشتہ بود
فرعون کی طرح کہ حضرت موسیٰ کو چھوڑ رکھا تھا

طفلگانِ خلق را سر می ربود
(اور) لوگوں کے بچوں کے سر کاٹتا تھا

آں عدو در خانۂ آں کور دل
دشمن، اُس دل کے اندھے کے گھر میں ہے

اوشدہ اطفال را گردن گسل
وہ بچوں کی گردن کاٹنے والا بنا

تو ہم از بیروں بدی با دیگراں
تو بھی باہر سے دوسروں کے ساتھ برا بنا ہوا ہے

واندروں خوش گشتہ با نفس گراں
اور اندر مکروہ نفس سے خوش ہے

خود عدوّت اوست قیدش می دہی
تیرا دشمن وہی ہے تو اُس کو شکر کھلا رہا ہے

وز بروں تہمت بہر کس می نہی
اور باہر ہر شخص پر تہمت رکھتا ہے

ہمچو فرعونے تو گور و کور دل
تو فرعون کی طرح اندھا اور اندھے دل والا ہے

با عدو خوش بیگناہاں را مذل
دشمن سے خوش بے قصوروں کو ذلیل کرنیوالا ہے

چند فرعونا کشی بے جرم را
اے فرعون! بے قصوروں کو کب تک قتل کریگا؟

می نوازی مرتن پُر غرم را
تو اپنے جسم کو نوازتا رہے گا

عقل او بر عقل شاہاں می فزود
اُسکی عقل بادشاہوں کی عقل سے بڑھی ہوئی تھی

حکم حق بے عقل و کورش کردہ بود
خدا کے حکم نے اُسکو بے عقل اور اندھا کر دیا تھا

مہر حق بر چشم و بر گوش و خرد
اللہ (تعالیٰ) کی مُہر آنکھ پر اور کان پر اور عقل پر

گر فلاطون ست حیوانش کند
خواہ افلاطون ہو اُس کو جانور بنا دیتی ہے

۱؎ بر دہانم۔ مولانا دعا کرتے ہیں کہ اے خدا اگر میرے منہ سے تیری مرضی کے خلاف باتیں نکلیں اور غیب کے راز ظاہر کرنے لگوں تو میرا منہ بند کر دے۔ پس ترا۔ انسان کو جو تکلیف پہنچتی ہے دراصل وہ اُس کے کسی عمل کی سزا ہوتی ہے لہٰذا دوسروں پر الزام نہ رکھنا چاہیئے اور اُس غلام کی طرح نہ کرنا چاہیئے بلکہ اپنے آپ کو ہی قصوروار سمجھنا چاہیئے۔ گاہ جنگش۔ اُس غلام کی بیوقوفی تھی خود اُس کی خطا پر روزی کم ہوئی اور وہ دوسروں سے لڑا۔

۲؎ ہمچو فرعونے۔ فرعون نے بھی یہی غلطی کی اُس کی سلطنت کی بربادی کا اصل سبب حضرت موسیٰ تھے جو اُس کے گھر میں پرورش پا رہے تھے اور وہ دوسرے بچوں کو قتل کرا رہا تھا نفس گراں۔ خطا یہ ہے نفس کی ہوتی ہے تو اُس سے خوش رہتا ہے دوسروں پر ناخوشی کا اظہار کرتا ہے تو بھی فرعون کی طرح ہے جو دشمن سے خوش تھا اور دوسروں کو ذلیل و خوار کر رہا تھا۔

۳؎ چند فرعونا۔ انسان کی یہ فرعونیت ہے کہ اصل دشمن یعنی اپنے آپ کو بے قصور سمجھتا ہے اور دوسروں سے دشمنی کرتا ہے۔ غُرم۔ تاوان قرآن پاک میں ہے مَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ یعنی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ عقل او۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون عقل میں دوسرے بادشاہوں سے بڑھا ہوا تھا لیکن قضاء خداوندی نے اُس کو بے عقل اور اندھا بنا دیا تھا اللہ کی مُہر بڑے سے بڑے عقلمند کو بے عقل جانور بنا دیتی ہے۔

حُکمِ حق بر لوحِ می آید پدید — آنچناں کہ حُکمِ غیب از بایزیدؒ

اللہ تعالیٰ کا حکم لوح پر ظاہر ہو جاتا ہے — جس طرح کہ غیب کا حکم بایزیدؒ پر ظاہر ہوا

شُنیدنِ شیخ ابوالحسنؒ خرقانی خبر دادنِ بایزیدؒ را از بُودنِ اُو و احوالِ اُو پیش از زادنِ اُو

حضرت شیخ ابوالحسنؒ خرقانی کا حضرت بایزیدؒ کے اُن کے پیدا ہونے کی اور احوال کا پیدا ہونے سے قبل خبر دینے کو سُننا

ہمچُناں آمد کہ اُو فرمودہ بُود — بُوالحسنؒ از مردماں آں را شنُود

ایسا ہی ہوا جیسا کہ اُنھوں نے فرمایا تھا — ابوالحسنؒ نے لوگوں سے یہ سُنا

کہ حَسَن باشد مُرید و اِمتم — درس گیرد ہر صباح از تُربتم

کہ ابوالحسنؒ میرا مُرید و میرا اُمتی ہوگا — ہر صبح کو میری قبر سے تعلیم حاصل کریگا

ہر صَباحے آید و خواند سَبَق — بر سرِ خاکم شود پیرے بحق

وہ ہر صبح کو آئے گا اور سبق حاصل کریگا — میری قبر پر، باخدا شیخ بن جائے گا

گفتؔ من ہم نیز خوابے دیدہ ام — وز زبانِ شیخ ایں بشنیدہ ام

اُنھوں نے فرمایا میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے — اور شیخ کی زبان سے یہ سُنا ہے

ہر صَباحے تیز رفتے بے فتور — بر سرِ گورش نشستے با حضور

بلا ناغہ ہر صبح کو تیزی سے چلتے — دل جمعی کے ساتھ اُن کی قبر کے سرہانے بیٹھتے

ہر صَباحے رُو نہادے سُوئے گور — ایستادے تا ضُحیٰ اندر حُضور

ہر صبح قبر کی جانب روانہ ہوتے — حاضری میں چاشت تک کھڑے رہتے

تا مثالِ شیخ پیشش آمدے — یا کہ بے گفتے شکالش حل شُدے

حتیٰ کہ شیخ کی مثالی (صورت) اُنکے سامنے آجاتی — یا بغیر بات کئے اُن کا اشکال حل ہو جاتا

تا یکے روزے بیامد با سُعُود — گورہا را برف نو پوشیدہ بود

یہانتک کہ ایک روز وہ سعادتمندی سے آئے — قبروں کو نئے برف نے چھپا رکھا تھا

توئے بر توبر فہا ہمچوں عَلَم — قُبّہ قُبّہ دید و شُد جانش بہ غم

تودے بہ تودے پہاڑ جیسے برف کے — تودے دیکھے اور غم سے اُنکی جان نڈھال ہو گئی

بانگش آمد از حظیرہ شیخ حَیّ — ھَا اَنَا اَدعُوکَ کَی تَسعیٰ اِلَیّ

اُن کو زندہ شیخ کے حظیرے سے آواز آئی — ہاں میں تجھے پکار رہا ہوں تاکہ دوڑ کر میرے پاس آئے

لہ حُکمِ حق — اللہ کا فیصلہ لامحالہ ظاہر ہو کر رہتا ہے جیسا کہ بایزیدؒ کا نبی حکم ظاہر ہو کر رہا شیخ ابوالحسن حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے بایزیدؒ کی پیدائش کے بعد حضرت بایزیدؒ کی پیش گوئی تھی۔ کہ حسن حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے یہ بھی سُنا کہ بایزیدؒ نے فرمایا کہ ابوالحسن میری قبر سے فیض حاصل کریگا اور میرا مُرید ہوگا میرے حلقہ میں داخل ہوگا۔ ہر صباح۔ اُنھوں نے یہ بھی سُنا کہ یہ فرمایا تھا کہ وہ ہر صبح کو آکر میری قبر سے فیض حاصل کرے گا اور باخدا شیخ بنے گا۔

لہ گفت جب یہ باتیں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے سُنیں تو فرمایا کہ شیخ بایزیدؒ کی رُوح نے مجھ سے بھی خواب میں یہ باتیں فرمائی ہیں ہر صباح چنانچہ شیخ ابوالحسنؒ خرقانی روز صبح کو حضرت بایزیدؒ کی قبر پر جاتے تھے حضور یعنی حضور قلب اور یہ تمثال کبھی ہمعصر بایزیدؒ صورت مثالی میں سامنے آکر اُن کے اشکالات حل کرتے اور کبھی صورت مثالی کے واسطے کے بغیر فیض حاصل ہو جاتا۔

لہ تا یکے روزے۔ ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ قبر پر پہنچے تو قبر نظر آئی اُس پر تہ بہ تہ برف کے ٹیلے جیسے نئے لگے تو بہت رنجیدہ ہوئے۔ بانگش شیخ بایزیدؒ جو روحانی حیات سے زندہ تھے اُنکی آواز آئی کہ بروے۔ گھبرا میری طرف

646

هیں بیا ایں سُو برآ وازم شتاب
ہاں! میری آواز پر جلد ادھر آجا

عالَم اربرفت رُوی از من متاب
دنیا اگرچہ ہٹ رہے مجھ سے منھ نہ موڑ

حالِ اُوزاں روز شد خوب و پدید
اُس روز سے اُن کی حالت خوب ہوگئی اور اُنھوں

آں عجائب را کہ اوّل می شنید
وہ عجائب، جو پہلے سُنتے تھے

باز باید گشت سُوئے آں غلام
اُس غلام کی طرف لوٹنا چاہیے

کرد باید آں حکایت را تمام
اُس حکایت کو پورا کرنا چاہیے

رُقعۂ دیگر نوشتنِ آں غلام پیشِ شاہ چوں جواب رُقعۂ اوّل نیامد

جبکہ پہلے رُقعہ کا جواب نہ آیا اُس غلام کا بادشاہ کو پیش کرنے کے لئے دوسرا رقعہ لکھنا

نامۂ دیگر نوشت آں بدگمانؔ
اُس بدگمان نے دوسرا رقعہ لکھا

پُر ز تشنیع و نفیر و پُر فغاں
ملامت اور فریاد اور شور سے بھرا ہوا

کہ یکے رُقعہ نوشتم پیشِ شاہ
کہ میں نے بادشاہ کے حضور میں ایک رُقعہ لکھا

اے عجب آنجا رسید و یافت راہ
تعجب ہے، وہ وہاں پہنچا اور باریاب ہوا

آں دگر را خواند ہم آں خوب خد
اُس حسین چہرے والے نے دوسرا بھی پڑھا

ہم نداد اُو را جواب و تن بزد
اُس کا بھی جواب نہ دیا اور چُپ رہا

خشک می آورد اُو را شہریار
اُس کے ساتھ شاہ نے خشکی برتی

اُو مکرّر کرد رُقعہ پنج بار
اُس نے پانچ مرتبہ رقعے مکرر کئے

گفت[۵۴] حاجب آخر اُو بندہ شماست
حاجب نے کہا آخر وہ آپ کا غلام ہے

گر جوابش بر نویسی ہم رواست
اگر اُس کو جواب لکھ دیں تو بھی مناسب ہے

از شہی توجہ کم گردد اگر
آپ کی بادشاہی میں کیا کمی آجائیگی اگر

بر غلام و بندہ اندازی نظر
غلام اور بندہ پر آپ نظر (کرم) کریں

گفت ایں سہل ست[۵۵] لیکن احمق ست
اُس نے کہا یہ آسان ہے، لیکن وہ احمق ہے

مردِ احمق زشت مردودِ حق ست
احمق انسان بُرا اور خدا کا مردود ہے

گرچہ آمرزم گناہ و زلّتش
اگر میں اُس کی خطا اور لغزش معاف کردوں گا

ہم کُند در من سرایت علّتش
مجھ میں بھی اُس کی بیماری سرایت کرجائیگی

---

۵۱ حال۔ اب حضرت ابوالحسن خرقانی کی تکمیل ہو چکی تھی اور اُن پر مشاہدہ کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ باز باید۔ اب مولانا پھر غلام کا قصہ شروع کرتے ہیں۔

۵۲ بدگماں۔ یعنی وہی غلام۔ تشنیع۔ بُرا بھلا کہنا۔ اے عجب۔ یعنی اس پر تعجب ہے کہ وہ رُقعہ بادشاہ تک پہنچ گیا اور پھر بھی مجھے جواب نہ دیا۔ خوب خد۔ حسین رُخ یعنی شاہ۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ خشک۔ یعنی شاہ نے اُس سے خشکی برتی۔

۵۳ گفت حاجب۔ پیشکار نے کہا کہ وہ غلام بہرحال آپ کا ہے اگر اُس کو جواب لکھ دیں تو مناسب ہوگا۔ حاجب۔ دربان، پیشکار۔ اندازی نظر۔ یعنی نظر کرم کرکے جواب لکھ دیں۔

۵۴ ایں۔ جواب لکھنا۔ احمق ہو حرف انسان مردود بارگاہ خداوندی ہے۔ آمرزم۔ یعنی معاف کرکے پھر قریب کرونگا۔ علّتش۔ یعنی اُس کی حماقت کی بیماری۔

۶۴۲

صد کس از گرگیں[1] ہمہ گرگیں شوند
خارشتی سے سو شخص سب خارشی ہو جاتے ہیں

خاصہ ایں گرگِ خبیثِ عقل بند
خصوصاً بے عقل خبیث کی خارش

گر کم عقلی مبادا گبر را
بے عقل کی خارش خدا کرے کافر کو بھی نہ لگے

شومیش بے آب دارد ابر را
اُس کی نحوست ابر کو بے پانی کا بنا دیتی ہے

نم نبارد ابر از شومیِ او
اُس کی بدبختی سے ابر بارش نہیں برساتا ہے

شہر شد ویرانہ از بومیِ او
اس کے آوپن سے شہر ویرانہ ہو جاتا ہے

از گرآں احمقاں طوفانِ نوح
اُن احمقوں کی خارش کی وجہ سے (حضرت) نوح کے طوفان نے

کرد ویراں عالمے را در فضوح
رُسوائی میں ایک جہان کو ویران کر دیا

ستودنِ پیغمبر علیہ السلام عاقل را و نکوہیدن احمق را
پیغمبر علیہ السلام کا عقلمند کی تعریف کرنا اور احمق کی مذمت کرنا

گفت پیغمبر کہ احمق ہر کہ ہست
پیغمبر نے فرمایا احمق جو بھی ہے

او عدوِ ما و غولِ رہزن ست
وہ ہمارا دشمن اور بھٹکانیوالا بھلاوا ہے

ہر کہ او عاقل بود او جانِ ماست
جو بھی عقلمند ہے وہ ہماری جان ہے

روحِ او و ریحِ او ریحانِ ماست
اُس کی روح اور اُس کی ہوا ہماری خوشبو ہے

عقل[2] دشنامم دہد من راضیم
عقل مجھے گالی دے میں خوش ہوں

زانکہ فیضے دارد از فیاضیم
کیونکہ میری فیاضی سے فیض پاچکی ہے

نبود آں دشنامِ او بے فائدہ
اس کی وہ گالی بے فائدہ نہ ہوگی

نبود آں مہمانیش بے مائدہ
اس کی وہ مہمانی بغیر دسترخوان کے نہ ہوگی

احمق ار حلوا نہد اندر لبم
احمق اگر میرے ہونٹوں پر حلوا رکھے

من ازاں حلوائے او اندر تبم
میں اُس کے حلوے سے بخار میں ہوں

ایں یقیں داں گر بطیفِ روشنی
اگر تو باکیزہ اور روشن ہے تو یقین کر

نیست[3] بوسِ کونِ خر را چاشنی
گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے میں کوئی لطف نہیں ہے

سلّت گندہ کند بے فائدہ
بے فائدہ تیری توجہ کو گندہ کر دیگا

جامہ از دیگش سیہ بے مائدہ
بغیر دسترخوان کے اُسکی دیگ سے تیرے کپڑے سیاہ ہو جائینگے

مائدہ غفلت نے نان و کباب
دسترخوان عقل ہے نہ روٹی اور کباب

نورِ عقل ست اے پسر جاں را شراب
اے بیٹا! جان کی شراب عقل کا نور ہے

[1] گرگیں۔ گیں خاص کی علامت ہے۔ گرگاب فارسی کے فتح سا تھ خارش کی بیماری۔ گبر۔ بے عقل کی خارش خدا کرے کافر کو بھی نہ لگے شومیش۔ بدعقل کی بدبختی سے ابر بھی بے باراں ہو جاتا ہے۔ بومی اُلو۔ مشہور ہے کہ جہاں اُلو بیٹھنے لگے وہ مقام ویران ہو جاتا ہے۔ آگر۔ قوم نوح کی حماقت سے طوفان آیا اور دنیا برباد ہو گئی تھی۔ گفت پیغمبر۔ بعض احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور نے فرمایا کہ بیوقوف ہمارا دشمن ہے اور عقلمند ہمارا دوست ہے۔

[2] عقل دشنامم۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مولانا کا مقولہ ہو اور مولانا اپنے بارے میں فرما رہے ہوں یا حدیث کا جزو ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عقلمند اگر برا بھی کہتا ہو تو اس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ احمق۔ بیوقوف کی بھلائی میں بھی برائی ہے۔

[3] نیست۔ بیوقوف سے محبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی گدھے کی مقعد کو بوسہ دے بیکار۔ اس بوسہ سے نہیں نقصان پہنچے گا اور بیکار کپڑے کالے ہوں گے۔ مائدہ غفلت۔ اصل دسترخوان عقل ہے جس سے انسان غذا حاصل کرتا ہے نان و کباب اگر احمق پیش بھی کرے تو دسترخوان نہیں ہے بلکہ مدعیت رسمان ہے اس لا آں دنگ بے عقل بنا بے گا۔

نیست[1] غیرِ نورِ آدم را خورش
انسان کی خوراک نور کے سوا نہیں ہے

از جُزِ آں جاں نیابد پرورش
اُس کے سوائے جان پرورش نہیں پاتی ہے

زیں خورشہا اندک اندک باز بُر
اِن کھانوں سے آہستہ آہستہ جُدا ہو جا

کایں غذائے خر بود نے آنِ حُر
کیونکہ یہ گدھے کی خوراک ہیں نہ کہ شریف کی مکیت

تا غذائے اصل را قابل شوی
تاکہ تو اصلی غذا کے قابل ہو جائے

لُقمہائے نور را آکل شوی
نُور کے لُقمے کھانے والا بن جائے

عکسِ آں نور ست کایں نانِ ناں
اِسی نور کا پرتو ہے، کہ یہ روٹی روٹی بنی ہے

فیضِ آں جانست کایں جانِ جاں
اِسی جان کا فیض ہے کہ یہ جان، جان بنی ہے

چوں[2] خوری یک بار از ماکُولِ نور
اگر تو ایک بار نور کی غذا کھائے گا

خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور
تنور کی روٹی پر خاک ڈالدے گا

عقلِ شیدا شد چہ خوانی ترّہات
تو کہے گا، عقل عاشق ہو گئی ہے، تو کیا بکواس کرتا ہے؟

راہ پیدا شد چہ پائے بے ثبات
راستہ پیدا ہو گیا تو کمزور پاؤں کیا ہے؟

عقل دو عقل است اوّل کسبی
عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی

کہ ذرا آموزی چو در مکتب صبی
جو کہ مکتب میں بچوں کی طرح تو سیکھتا ہے

از کتاب و اُستا و فکر و ذکر
کتاب اور اُستاد اور غور اور یاد سے

از معانی وز علومِ خوب و بکر
معانی سے اور عمدہ اور تازہ علوم سے

عقلِ تو افزوں شود بر دیگراں
تیسری عقل دوسروں سے بڑھ جاتی ہے

لیک تو باشی ز حفظِ آں گراں
لیکن تو اُن کو یاد کرنے سے بوجھل ہو جاتا ہے

لوحِ حافظ باشی اندر دور و گشت
دور اور گشت میں تو حفاظت کرنیوالی تختی ہو گا

لوحِ محفوظ اُوست کو زیں در گذشت
لوحِ محفوظ وہ ہے جو اِس سے گذر گیا

عقلِ دیگر بخششِ یزداں بُود
دوسری عقل اللہ (تعالیٰ) کی بخشش ہوتی ہے

چشمۂ آں در میانِ جاں بُود
اُس کا سرچشمہ جان کے اندر ہوتا ہے

چوں ز سینہ آبِ دانش جوش کرد
جب سینہ سے عقل کا پانی جوش مارتا ہے

نے شود گندہ نہ دیرینہ نہ زرد
نہ گندہ ہوتا ہے، نہ پُرانا نہ زرد

ورّہ بَعثش بُود بستہ چہ غم
اگر اُس کے اُبلنے کا راستہ بند ہو جائے تو کیا فکر ہے؟

کُو ہمی جوشد ز خانہ دمبدم
کیونکہ وہ گھر (دل) میں سے ہر وقت جوش مار رہا ہے

[1] نیست۔ اگر احمق کے بہتر کھانے پینے کی چیزیں ملیں تو وہ اُن کی شراب نہیں ہے شراب تو روحِ عقل ہے روح کی پرورش اُسی سے ہوتی ہے خورشہا جسمی غذائیں۔ خُرِ یعنی خریف انسان۔ تا اقتضائے اصل شعر۔ اندرُوں از طعام خالی دار
تا دراں نورِ معرفت بینی
عکسِ جسمانی غذاؤں میں اسی نورانی غذا کا پرتو کیا نہیں لذتِ جسمانی ہے جسمانی جان اسی نورانی جان سے جان بنی ہے۔

[2] چوں خوری۔ نور کی روحانی غذا کا ایک لُقمہ کھالو گے تو یہ لذاتِ جسمانی ہیچ ہو جائیگی۔ عقل شیدا شد۔ جب تم وہ غذا کھالو گے تو جسمانی غذا کو کہو گے کہ مجھ پر عاشق ہو گئی ہے اب تو یہ چیز کیا کیوں کرتی ہے مجھے راستہ مل گیا ہے مجھے تجھ جیسے کمزور پاؤں کی ضرورت نہیں ہے۔ عقل بقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی عقل جو درسگاہوں سے حاصل ہوتی ہے، یہ عقل اگر حاصل ہو جائے تو دوسروں کی عقل سے بڑھ جاتی ہے یہ کتاب اور استاد اور علوم سے حاصل ہوتی ہے اِس عقل کے حاصل ہونے پر انسان حفاظت کرنے والی تختی بن جاتا ہے لیکن لوحِ محفوظ جسکی حق تعالیٰ ہر قسم کی غلطی سے حفاظت کرتا ہے وہ اِسکے علاوہ چیز ہے۔

[3] عقلِ دیگر۔ عقل کی دوسری قسم وہ ہے جو خدا کی عطا ہے اور اِسکا سرچشمہ درسگاہ اور اُستاد نہیں ہے بلکہ خود روح کے اندر اُسکا چشمہ ہے اِس چشمہ سے جو پانی آتا ہے وہ نہ گندہ ہوتا ہے نہ اُسکا رنگ بدلتا ہے نہ پرانا ہوتا ہے۔

6866

عقلِ[1] تحصیلی مثالِ جوئیہا — کاں رود در خانہ از گوئیہا
تحصیلی عقل نہروں کی طرح ہے — جو گھر (دل) میں تالابوں میں سے پہنچتی ہے

راہِ آبش بستہ شد شد بینوا — از درونِ چشمہ کے بندد ورا
اگر اسکے پانی کا راستہ بند ہو جائے تو وہ مفلس بنجاتا ہے — چشمہ کے اندر سے اُس کو کون بند کر سکتا ہے؟

از درون خود بشستن جو چشمہ را — تا رہی از منت ہر ناسزا
اپنے اندر چشمہ کی تلاش کر — تاکہ تو ہر نالائق کے احسان سے نجات پائے

قصہ شخصیکہ با شخصے مشورت می کرد او گفت مشورت

اس شخص کا قصہ جو ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا اس نے کہا کہ کسی دوسرے سے

با دیگرے کن کہ من عدوِّ توام

مشورہ کر کیونکہ میں تیرا دشمن ہوں

مشورت می کرد شخصے با کسے — کز تردّد[2] وارہد وز محبسے
ایک شخص ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا — تاکہ تردد اور بندش سے چھوٹ جائے

گفت اے خوش نام غیرِ من بجو — ماجرائے مشورت با او بگو
اس نے کہا اے نیک نام میرے غیر کو تلاش کر — مشورے کا معاملہ اس سے کہہ

من عدوّم مر ترا با من مپیچ — نبود از رائے عدو پیروز ہیچ
میں تیرا دشمن ہوں مجھ سے نہ اُلجھ — دشمن کی رائے سے کوئی کامیاب نہیں ہوتا ہے

رو[3] کسے جو کہ ترا او ہست دوست — دوست بہرِ دوست لاشک خیر جوست
جا کسی ایسے کو تلاش کر جو تیرا دوست ہو — بے شبہ دوست، دوست کا خیر خواہ ہے

من عدوّم چارہ نبود کز منی — کژ روم با تو نمایم دشمنی
میں دشمن ہوں لاچار میں خودی کی وجہ سے — ٹیڑھا چلوں گا، تجھ سے دشمنی کروں گا

جستن از غیر محل ناجستنی ست — حارسی از گرگ جستن شرطِ نیست
بے موقع تلاش کرنا، تلاش نہ کرنا ہے — بھیڑیئے سے رکھوالی چاہنا مناسب نہیں ہے

من ترا بے ہیچ شکے دشمنم — من ترا کے رہ نمایم رہزنم
میں بلاشبہ تیرا دشمن ہوں — میں کب تیری راہنمائی کروں گا، میں رہزن ہوں

ہر کہ باشد ہمنشینِ دوستاں — ہست در گلخن میانِ بوستاں
جو دوستوں کا ہم نشین ہو — جھنگی میں (بھی) باغ میں ہے

[1] عقلِ تحصیلی یعنی کسبی عقل جو دوسروں سے حاصل کیجاتی ہے۔ گوئیہا۔ گڑھے۔ راہ آبش۔ اگر کسبی عقل کے حصول کے ذریعہ مفقود ہو جاتے ہیں تو انسان بے سروسامان رہجاتا ہے لیکن اندرونی چشمہ اس آفت سے محفوظ ہے۔ لہٰذا ہر طالب عقل کے روحانی چشمہ کی جستجو کرنی چاہیئے تاکہ دوسروں کا احسان نہ اٹھانا پڑے۔ قصہ۔ اس قصہ سے عقل کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔

[2] کز تردد۔ انسان تردد میں کسی طرف پیشقدمی نہیں کرتا ہے۔ گفت۔ اس شخص نے کہا کسی اور سے مشورہ کرلے۔ من عدوم۔ میں تیرا دشمن ہوں دشمن کے مشورے سے کوئی کامیابی نہیں ہوتی ہے۔

[3] رو کسے۔ تجھے کوئی دوست تلاش کر کے اس سے مشورہ کرنا چاہیئے، دوست دوست کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ جستن جوئی۔ حارسی۔ بھیڑیا، بھیڑوں کی رکھوالی نہیں بن سکتا۔ جستن۔ بے محل تلاش اور جستجو سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہر کہ۔۔۔ دوستوں کی صحبت میں جھنگی بھی باغ بن جاتی ہے اور دشمنوں کی صحبت باغ کو بھی جھنگی بنا دیتی ہے۔

۶۶۸

ہر کہ با دشمن نشیند در زمن
جو زمانہ میں دشمن کا ہم نشین ہو

ہست او در بوستاں در گولخن
وہ باغ میں بھی بھنگی میں ہے

دوست[1] را ما زار آزما و منت
دوست کو تو تو ہیں سے نہ ستا

تا نگردد دوست تیرا مخالف اور دشمن نہ بنے

خیر کن با خلق از بہر ایزدت
اپنے خدا کے لئے لوگوں سے بھلائی کر

یا برائے راحت جانِ خودت
یا خود اپنی جان کے آرام کے لئے

تا ہمہ را دوست بینی در نظر
تاکہ تو نگاہ سے سب کو دوست دیکھے

در دلت ناید ز کین ناخوش صُوَر
تاکہ تیرے دل میں کینہ سے بُرے خیالات آئیں

چونکہ کردی دشمنی پرہیز کن
جب تو نے دشمنی کی تو احتیاط برت

مشورت با یارِ مہر انگیز کن
مشورہ محبت بھرے دوست سے کر

گفت من دانم ترا اے بوالحسن
اس نے کہا اے ابوالحسن میں تجھے جانتا ہوں

کہ توئی دیرینہ دشمن دارِ من
کہ تو میرا پرانا دشمن ہے

لیک مردِ عاقلی و معنوی
لیکن تو عقلمند آدمی ہے اور باعقل ہے

عقلِ تو نگذاردت کہ کجروی
تیری عقل تجھے اجازت نہ دیگی کہ تو ٹیڑھا چلے

طبع[2] خواہد تا کشد از خصم کیں
طبیعت کا تقاضہ ہے کہ دشمن سے بدلے

عقل بر نفس ست بندِ آہنیں
لیکن عقل نفس پر لوہے کی زنجیر ہے

آید و منعش کند وا دارد ش
وہ عقل آتی ہے اور اس کو منع کرتی ہے انکو روکتی ہے

عقلِ چوں شحنہ است در نیک و بدش
عقل اس کیلئے اچھے اور بُرے میں کوتوال کیطرح ہے

عقلِ[3] ایمانی چو شحنہ عادل ست
ایمانی عقل منصف کوتوال کی طرح ہے

پاسبان و حاکمِ شہر دل ست
دل کے شہر کی محافظ اور حاکم ہے

ہمچو گربہ باشد او بیدار ہوش
وہ بلی کی طرح ہوشیار رہتی ہے

دزد در سوراخ ماند ہمچو موش
چور سوراخ میں چوہے کی طرح گھسا رہتا ہے

در ہر آنجا کہ برآرد موش دست
جس جگہ چوہا پنجہ نکالے

نیست گربہ در ربود او مُردہ ست
(وہاں) بلی نہیں ہے، اگر ہو تو وہ مُردہ ہے

گربہ چہ شیر و شیر افگن بود
بلی کیسی، شیر اور شیر کو پچھاڑنے والی ہوتی ہے

عقلِ ایمانی کہ اندر تن بود
وہ ایمانی عقل جو جسم میں ہوتی ہے

[1] دوست۔ خود غرض کرکے دوستوں کو دشمن نہ بنانا چاہیئے خیر کرن لوگوں کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر بھلائی کر و اگر یہ مقصد بھی نہ ہو تو اپنی راحت کی خاطر دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو تاکہ جب لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو گے تو وہ تمہارے دوست بنجائیں گے اور تمہارے دل میں تکلیف دہ خیالات نہ آسکیں گے چونکہ اگر تم کو دوست نہیں بنا سکتا ہے تو پھر مشورہ کسی ناصح دوست سے کر۔ گفتہ شد مشورہ لینے والے نے کہا میں جانتا ہوں تو میرا دشمن ہے لیکن تو انسان ہے اور عقلمند ہے اور جاہل نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ تیری عقل تجھے میرے ساتھ کجروی نہ کرنے دیگی۔

[2] طبع خواہد۔ عقلمند کا بھی تقاضا اگرچہ دشمن سے بدلہ لینے کا ہوتا ہے لیکن اس کی عقل اس کی طبیعت اور نفس پر غالب آجاتی ہے عقل عقل عقلمند کی ہر اچھے بُرے معاملہ پر مخالفت کرتی ہے

[3] عقلِ عقل منصف۔ کوتوال ہے اور دل کے خیالات پر حاکم ہے۔ ہمچو گربہ عقل کی مثال بلی کی سی ہے اور نفس ایک چوہا ہے، اور ہر آنجا۔ اگر نفس کا طلب ہے تو سمجھ کہ وہاں عقل نہیں ہے اور اگر ہے تو مُردہ ہے۔ گربہ ہم نے عقل کو بلی قرار دیا یہ غلطی تھی عقل تو شیر اور شیر افگن ہے۔

غُرّہ اُو حاکمِ درّندگاں[1] — نُعرہ اُو مانعِ چرّندگاں

اُس کی غرّاہٹ درندوں کی حاکم ہے — اُس کا نعرہ چرندوں کے لئے مانع ہے

شہر پُر دُزد است و پُر جامہ کنے — خواہ شحنہ باش گو و خواہ نے

شہر چوروں اور کپڑے اُتارنے والوں سے بھرا ہے — کہہ دو خواہ کوتوال ہو یا نہ ہو

عقل در تن حاکمِ ایماں بُود — کہ زبیمش نفس در زنداں بُود

عقل بدن میں ایمان کا حکم دینے والی ہے — جس کے ڈر سے نفس قید خانہ میں ہوتا ہے

عقلِ عقل[2] و جانِ جانِ جانِ تُوئی — عقلِ کُل و جانِ خلق را سُلطان توئی

اے جانِ عقل کی عقل اور جان کی جان تو ہے — تو ہی مخلوق کی عقل اور جان کا بادشاہ ہے

عقلِ کُل سرگشتہ و حیران تُست — کُلِّ موجودات در فرمانِ تُست

عقلِ کُل تیرے بارے میں حیران اور پریشان ہے — تمام موجودات تیرے حکم میں ہیں

امیر گردانیدن رسول علیہ السلام جوانِ ہذیلی را بر سریّہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی ہذیل کے ایک نوجوان کو اُس لشکر کا سردار بنانا

کہ دراں پیراں و جنگ آموزدگان بُودند

جس میں بوڑھے اور جنگ آزمودہ تھے

یک سریّہ می فرستادے رسُولؐ — بہرِ جنگ کافرود دفعِ فضُول

آنحضورؐ ایک لشکر بھیج رہے تھے — کافر (لوگوں) کو جنگ (و فضول (لوگوں) کو دفع کرنے

یک جوانے را گزید اُو از ہذیل[3] — میر لشکر کرد شش و سالارِ خیل

آپ نے (بنی) ہذیل کے ایک جوان کو منتخب فرمایا — اُس کو لشکر کا امیر اور لشکر کا سپہ سالار بنا دیا

اصلِ لشکر بیگماں سر ور بُود — قوم بے سر ور تنِ بے سر بُود

یقیناً سردار لشکر کی بنیاد ہوتا ہے — بغیر سردار کی قوم بے سر کا جسم ہوتی ہے

ایں ہمہ کہ مُردہ و پژمُردہ[4] — زاں بُود کہ ترک سر ور کردہ

یہ جو تو بالکل مُردہ اور پژمُردہ ہے — اس لئے ہے کہ تو نے سردار کو چھوڑ دیا ہے

از کسل و زجُبل و زما و منی — می کشی سر خویش را سر میکنی

سستی اور جہل اور خودی و انانیت کی وجہ سے — تو سرکشی کرتا ہے اپنے آپ کو سردار بناتا ہے

ہمچو اُستورے کہ بگریزد ز بار — اُو سر خود گیرد اندر کوہسار

اُس گدھے کی طرح جو بوجھ سے بھاگے — اور پہاڑ کا راستہ لے لے

[1] درندگاں۔ یعنی انسان کی قوتِ غضبیہ۔ چرندگاں۔ یعنی انسان کی قوتِ شہویہ۔ شرِ پُر دُزد است۔ انسان میں لامحالہ نفسانی قوتیں ہوتی ہیں عقل کے بھروسہ پر اُن سے غفلت نہ برتنی چاہئے بس اِس قدر ہے کہ اگر عقل ہوتی ہے تو وہ قوتیں مضمحل ہوجاتی ہیں لیکن بالکل فنا نہیں ہوتی ہیں۔

[2] عقلِ عقل۔ یہ اس انسان کو خطاب ہے کہ تو ہی عقل کی عقل اور جان کی جان ہے اور تمام کائنات پر تیری سلطنت ہے۔ عقلِ کُل۔ جبرئیلؑ۔ معراج میں آنحضورؐ کے عروج پر حیران تھے۔ امیر گردانیدن۔ اِس قصہ کو نقل کرنے سے یہ مقصود ہے کہ "بزرگی بعقلست نہ بسال"۔

[3] سریّہ۔ جہاد کا وہ لشکر جس میں آنحضورؐ خود شریک نہ ہوں۔

[4] یک جوانے۔ آنحضورؐ نے اِس لشکر کا ایک بنی ہذیل نوجوان کو سردار بنا دیا۔ ہذیل۔ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ خیل۔ گروہ۔ اصلِ لشکر۔ فوج کا سردار جنرل ہوتا ہے کہ بغیر سردار کی فوج بغیر سر کا دھڑ ہے۔ ایں ہمہ۔ ہوا نے لشکر کے سردار سے گریز فرما کر شیخ کی ضرورت کا مضمون شروع فرما دیا ہے یعنی انسان کی اکثر خرابیوں کی سرچشمہ اسی سے ہوتی ہے کہ اُس نے کسی شیخ کو اپنا سردار نہیں بنایا یا چھوڑ دیا۔ کسی کو شیخ اور پیر بنانے میں انسان کی عقل سے سستی اور جہالت

صاجش[1] در پے دواں کاے خیرہ سر
اُس کا مالک پیچھے دوڑے گا اے سرکش!

ہر طرف گرگے ست اندر قصدِ خر
ہر طرف گدھے کی تاک میں بھیڑیے ہیں

گر زچشمم ایں زماں غائب شوی
اگر تو اس وقت میری نظر سے غائب ہوگا

پیشت آید ہر طرف گرگِ قوی
ہر جانب قوی بھیڑیا تیرے سامنے آئیگا

استخوانت را بخاید چوں شکر
شکر کی طرح تیری ہڈیاں چبالے گا

کہ نہ بینی زندگانی را دگر
جسکی کہ تو دوبارہ زندگی نہ دیکھے گا

آں مکن آخر بمانی از علف
وہ نہ کر بالآخر تو گھاس سے محروم رہ جائیگا

آتش از بے ہیزمی گردد تلف
بغیر ایندھن کے آگ تباہ ہوجاتی ہے

ہیں بمگریز از تصرف کردنم
خبردار! میرے کام میں لگانے سے بھاگ

وز گراں باری کہ جانِ تو منم
اور بوجھ لادنے سے، کیونکہ میں تیری جان ہوں

توستوری[2] ہم کہ نفست غالب ست
تو بھی گدھا ہے کیونکہ تیرا نفس غالب ہے

حکم غالب را بود اے خود پرست
اے نفس پرست! حکم غالب پر ہوتا ہے

خر نخواندت اسپ خواندست ذوالجلال
اللہ تعالیٰ نے تجھے گھوڑا کہا ہے گدھا نہیں کہا

اسپ تازی را عرب گوید تعال
عربی گھوڑے کو بطور "تعال" کہتے ہیں

میر[3] آخر بود حق را مصطفیٰ
آنحضورؐ (اللہ تعالیٰ) کے میر اصطبل ہیں

بہر استوران نفسِ پر جفا
ظالم نفس کے گھوڑوں کے لئے

قل تعالوا گفت از جذبِ کرم
کرم کے جذبہ سے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہدے کہ آؤ"

تا ریاضت تان دہم من را بضم
تاکہ میں تمہیں ریاضت کراؤں میں ریاضت کرانیوالا ہوں

نفسہا را تا مروض کردہ ام
میں نے جب سے نفسوں کو مراض بنایا ہے

زیں ستوراں بس لکدہا خوردہ ام
ان گھوڑوں کی بہت سی دولتیاں کھائی ہیں

ہر کجا باشد ریاضت بارہ
جہاں کہیں ریاضت کرانے والا ہوا ہے

از لگد ہایش نباشد چارہ
اُس کے لئے دولتیوں سے مفر نہیں ہے

لاجرم اغلب بلا بر انبیاست
لامحالہ کڑی آزمائش نبیوں کی ہے

کہ ریاضت دادنِ خاماں بلاست
کیونکہ اناڑیوں کو ریاضت کرانا ہی مصیبت ہے

سکسکانید از دمم بر غار وید
تم سست رفتار گھوڑے ہو میری تعلیم سے تیز چلو

تا بوائش مرکبِ سلطاں شوید
تاکہ نرم رفتار اور شاہ کی سواری بن جاؤ

[1] صاجش۔ اُس گدھے کا مالک کہہ رہا ہے کہ پہاڑ میں بیشمار بھیڑیے ہیں جو تجھے ہلاک کردیں گے اور تیری ہڈیاں شکر کی طرح چبا ڈالیں گے آگ بھی بغیر ایندھن کے بجھ جاتی ہے گدھوں کو سمجھاتا ہے کہ بھاگنے میں ہلاکت ہے اور اگر ہلاکت بھی نہ ہو تو کم از کم نعمتوں سے محرومی ہے۔ تصرف کردنم شیخ کی تعلیمات سے نہ گھبرانا چاہیئے بلکہ کالمیت بین یدی الغسال" سمجھنے والے کے ہاتھ میں مُردہ" بننا چاہیئے۔

[2] توستوری۔ انسان کا نفس گدھا ہے جب وہ انسان پر غالب ہوتو چونکہ حکم غالب پر چلتا ہے لہٰذا انسان کو گدھا کہا جائیگا جو خوانت جن لوگوں پر نفس کا غلبہ ہے اُن کو اللہ تعالیٰ نے ازراہ کرم گدھا نہیں کہا ہے بلکہ گھوڑا قرار دیا ہے اور جب عربی نسل کے گھوڑے کو پکارتے ہیں تو لفظ "تعال" آجا بولتے ہیں اسی طرح قرآن نے آنحضورؐ کو کہا ہے کہ اُن لوگوں کو تعالوا کہو۔

[3] میر آخر۔ واللہ اصطبل۔ پر جفا۔ ظالم۔ لاتعض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ مروض۔ سدھا ہوا گھوڑا۔ لگد ہا۔ دولتیاں۔ ریاضت بارہ۔ ریاضت کرانے والا۔ لاجرم۔ نبی چونکہ قوم کی تربیت کرتا ہے لہٰذا اس کو زیادہ مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ سکسکانید۔ سکسکنا۔ سست رفتار گھوڑا۔ دم۔ کلام۔ بر غار۔ تیز رفتار گھوڑا۔ بوائش۔ نرمی۔

651

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت حق
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ بے آجاؤ، کہ بے آجاؤ

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت رب
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ بے آجاؤ، کہ بے آجاؤ

قُلْ تَعَالَوْا قُلْ تَعَالَوْا گفت حے
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ بے آجاؤ، کہ بے آجاؤ

گر نیایند اے نبی غمگیں مشو
اے نبیؐ! اگر وہ نہ آئیں تو غم زدہ نہ ہو

گوش بعضے زیں تَعَالَوْا کر ست
بعض لوگ اِن آجاؤ (کی آوازوں) سے بہرے ہیں

مُنہزِم[1] گردند بعضے زیں ندا
بعض لوگ اِس آواز سے پیچھے ہٹ گئے

مُنقبض گردند بعضے زیں قفص
بعض لوگ اِن قفسوں سے تنگدل ہوئے

خود ملائک نیز ناہمتا بدند
ملائک بھی (درجہ میں) یکساں نہیں تھے

کودکاں گرچہ بیک مکتب در اند
بچے اگرچہ ایک ہی مکتب میں ہیں

مشرقی و مغربی را حسہاست
مشرق اور مغرب والوں کی مختلف حسیں ہیں

صد ہزاراں گوشہا گر صف زنند
اگر لاکھوں کان صف باندھیں

باز صف گوشہا را منبصے
پھر کانوں کی صف کا ایک مقام ہے

صد ہزاراں چشم را آں راہ نیست
لاکھوں آنکھوں کو وہ راستہ (حاصل) نہیں ہے

اے ستوراں مَلول اندر سبق[2]
اے گھوڑو! تم ماجرائے گھوڑو!

اے ستوراں رمیدہ از ادب
اے ادب سے بھاگے ہوئے گھوڑو!

اے ستوراں فسردہ رگ و پے
اے سست رگ اور پٹھوں والے گھوڑو!

زاں دو بے تمکیں تو پُر از کیں مشو
اُن دو (چار) بے وقت کیوجہ سے غصہ میں بھر

ہر ستورے را صَہیلے دیگر ست[3]
ہر گھوڑے کا دوسرا اصہیل ہے

ہست ہر اَسپے طویلہ او جُدا[4]
ہر گھوڑے کا اصطبل جُدا ہے

زانکہ ہر مُرغے جُدا دارد قفص[5]
کیونکہ ہر پرند کا پنجرہ علیحدہ ہے

زیں سبب بر آسماں صف صف شدند
اِسی وجہ سے آسمان پر صف صف ہوگئے

در سبق ہر یک ز یک بالاتر اند
مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں

منصب دیدار حسِ چشم راست
دیکھنے کی جس کا مقام آنکھ کا ہے

جملہ محتاجانِ چشم روشن اند
سب روشن آنکھ کے محتاج ہیں

در سماعِ جاں و اخبار نبے
قرآن کی روح اور قصوں کے سُننے کیلئے

ہیچ چشمے از سماع آگاہ نیست
کوئی آنکھ، سُننے سے واقف نہیں ہے

---

[1] سبق گھوڑ دوڑ۔ قال تعالوا۔ یعنی اے نبی لوگوں سے کہدے کہ آجاؤ۔ حق۔ اللہ تعالیٰ۔ رب۔ نیا ہند۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَنْ کَفَرَ فَلَا یَحْزُنْکَ کُفْرُہٗ اور جو شخص کفر کرے تو اُس کا کفر کرنا تجھے غمگین نہ کرے۔

[2] ستور۔ ہر گھوڑا اپنے اصطبل کی طرف جاتا ہے تو جاہل مقلد ہیں اُن کا اصطبل وہ نہیں ہے جس کی طرف نبی دعوت دیتا ہے۔

[3] منہزم۔ پسپا۔ طویلہ۔ اصطبل۔ قفص۔ پنجرہ۔ عرف میں جس طرح انسانوں میں استعداد کا اختلاف ہے اسی طرح ادراک میں بھی ہے اسی لئے اُن کو مختلف صفوف میں رکھا گیا۔ کودکاں۔ ملائکہ اور انسانوں کی صلاحیت کے اختلاف کو اس مثال سے سمجھو کہ سب بچے ایک ہی مکتب میں پڑھتے ہیں لیکن صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے۔

[4] مشرقی و مغربی۔ یہ صلاحیت کا اختلاف حواس میں بھی ہے، کان میں سُننے کی صلاحیت ہے جو آنکھ میں نہیں ہے آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے جو کان میں نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ اگر لاکھوں کان بھی مل جائیں تو ایک آنکھ کی برابر نہیں سُن سکتیں۔

ہمچنیں[1] ہر حس یک یک می شمر
اسی طرح ایک ایک حس کو گن لے

ہر یکے معزول ازاں کارِ دگر
ہر ایک دوسرے کے کام سے جدا ہے

پنج حسِ ظاہر و پنج اندرون
پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی

در صف اند اندر مقام الصافون
صف باندھنے والوں (فرشتوں) کے قیام میں صف بستہ ہیں

ہر کسے کو از صفِ دیں سر کشست
جو شخص دین کی صف سے سرکشی کرتا ہے

میرود سوئے صفے کاں ناخوشست
وہ بری صف کی جانب چلا جاتا ہے

تو[2] ز گفتارِ تعالوا کم مکن
آپ "آجاؤ" کہنے میں کمی نہ کریں

کیمیائی بس شگرفست ایں سخن
یہ کلمہ بہت عجیب کیمیا ہے

گر مسے گردد ز گفتارت نفیر
اگر کوئی تانبا آپ کے قول سے متنفر ہو

کیمیا را ہیچ ازوے وا مگیر
کیمیا گر کو اس سے نہ ہٹایئے

ایں زباں کرست نفسِ ساحرش
اس وقت اس کا جادوگر نفس بہرا ہے

گفتِ تو سودش کند در آخرش
اسکے آخر میں آپ کی گفتگو اس کو فائدہ دیگی

قُل تعالوا قُل تعالوا اے غلام
آپ آجاؤ، آجاؤ کہیئے، اے لڑکے!

ہیں کہ اِنَّ اللّٰہَ یَدعُوا بِالسَّلَامِ
آگاہ کہ بیشک اللہ (تعالیٰ) سلامتی کیطرف بلاتا ہے

خواجہ[3] باز آ از منی و از سری
اے صاحب! خودی اور سرداری سے باز آجا

سروے جو کم طلب کن سروری
کوئی سردار تلاش کرلے، سرداری کا طالب نہ بن

اعتراض کردنِ معترضے بر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بر امیر

ایک معترض کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُن ہدایتوں کو لشکر کا سردار
گردانیدنِ آں ہدایتی را بر سریہ
بنانے پر اعتراض کرنا

چوں پیمبر سروے کرد از ہدیٰ
جب پیغمبرؐ نے ہدیٰ میں کا سردار بنایا

از برائے لشکرِ منصور خیل
منتخب گروہ کے لشکر کے لئے

بوالفضولے از حسد طاقت نداشت
ایک بیہودہ حسد کی وجہ سے برداشت کرسکا

اعتراض ولا نسلم بر فراشت
اعتراض اور ہم نہیں مانتے ملکا اعلان کیا

خلق را بنگر کہ چوں ظلمانی اند
لوگوں کو دیکھو، کس قدر اندھیرے میں ہیں

در متاعِ فانیے چوں فانی اند
فانی اسباب پر کس قدر مرنے والے ہیں

---

[1] ہمچنیں۔ تمام حواس کا یہی حال ہے جو جس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے وہ دوسرے میں نہیں ہے۔ پنج حسی۔ حواس ظاہری اور حواس باطنی سب اپنی اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اپنے اپنے کام میں لگے ہیں جیسا کہ ملائکہ کی مختلف صفیں اپنے اپنے کام میں لگی ہیں۔ اعتصافون۔ یعنی صف بہ صف ملائکہ ہر کسے اگر کسی میں دین کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو وہ بددینوں کی صف میں شامل ہوگا۔

[2] تو ز گفتار۔ نبی کا کام دعوت دینا ہے وہ منکرین سے تنگ دل ہوکر دعوت کو نہیں چھوڑتا ہے۔ مگر جیسے اگر کوئی شکر ایک وقت میں انکار کرے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے آخر میں دعوت کو قبول کرلے۔ آیۃ مبشرہ قرآن پاک میں ہے (اللہ یدعوا الی دار السلام ویھدی من یشاء الی صراط مستقیم) اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی دعوت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی رہنمائی کردیتا ہے۔

[3] خواجہ۔ بعض لوگ نصیحت کرتے ہیں کہ کسی شیخ کے دامن سے وابستہ ہونا چاہیئے مقتدا، سردار، رئیس، جماعت، گروہ۔

[4] لا نسلم۔ معترض اعتراض میں یہ کہا کرتا ہے کہ جسے آپ دعویٰ تسلیم نہیں ہے۔ کلتانی۔ تاریک باطن چونکہ دنیاداری کا غلبہ تھا اسلئے اعتراض کی نوبت آئی۔

653

از تکبر جملہ اندر تفرقہ — مُردہ از جاں زندہ اندر محرقہ

تکبر کی وجہ سے سب تفرقہ میں ہیں — روح کے اعتبار سے مُردہ ہیں جلانے والی (چیز) کے باعث زندہ ہیں

ایں عجب کہ جاں بزنداں اندرست — وانگہے مفتاح زندانش بدست

یہ تعجب ہے کہ جان قید خانہ میں ہے — جبکہ قید خانہ کی کنجی اُس کے ہاتھ میں ہے

پایِ تا سر غرقِ سرگیں آنجواں — می زند بر دامنش جوئے رواں

وہ جوان سر سے پاؤں تک گوبر میں غرق ہے — (حالانکہ) جاری نہر اُس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے

دائماً پہلو بہ پہلو بے قرار — پہلوئے آرامگاہ و پشت دار

ہمیشہ ہر کروٹ پر بیقرار ہے — (حالانکہ) آرام کی جگہ اور سہارے کے پہلو میں ہے

نورِ پنہان ست و جُست و جوگواہ — کز گزافہ دل نمی جوید پناہ

نور پوشیدہ ہے اور جستجو گواہ ہے — کیونکہ دل خواہ مخواہ پناہ کا جویاں نہیں ہے

گر نبودے حبسِ دنیا را مناص — نے بدے وحشت دل جستے خلاص

اگر دنیا کی قید سے بچاؤ کا راستہ نہ ہوتا — (دنیا سے) وحشت ہوتی نہ دل نجات چاہتا

وحشتت ہمچوں مُوکّل می کشد — کہ بجُو اے ضال منہاجِ رشد

وحشت تجھے سپاہی کی طرح کھینچتی ہے — کہ اے گمراہ! ہدایت کا راستہ تلاش کر

ہست منہاج و نہاں در مکمن ست — یافتش رہن گزافہ جستن ست

راستہ موجود ہے اور چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہے — اُس کا حصول اُس کچھ تلاش پر موقوف ہے

تفرقہ جُو یایِ جمع اندر کمیں — تو دریں طالب رُخِ مطلوب بیں

پوشیدہ مخفی طور پر اتحاد کی جویاں ہے — تو اس طالب میں مطلوب کا چہرہ دیکھ لے

مُردگانِ باغ برجستہ زبن — کاں دہندہ زندگی را فہم کن

باغ کے مُردہ (بیج) جڑ سے اُگ پڑتے ہیں — کہ اُس زندگی بخشنے والے کو سمجھ لے

چشمِ ایں زندانیاں ہر دم بدر — کے بدے گر نیستے کس مُژدہ وَر

اِن قیدیوں کی نگاہ ہر وقت دروازے پر — کیوں ہوتی، اگر کوئی خوشخبری دینے والا نہ ہوتا؟

تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ مُحرّر کان۔ فانظُر اِلیٰ آثارِ رحمۃ اللہ کیف یُحیِی الأرض بعد موتہا۔ زمین کی مُردنی کے بعد اُس کی تر و تازگی وجود باری کی دلیل ہے۔ چشم آبی۔ رہائی کی توقع، رہائی کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر رہائی کا وجود ہی نہ ہوتا اور رہائی کی خوشخبری دینے والے کی آمد کی اُمید نہ ہوتی تو رہائی کے لئے دروازہ پر نگاہ کیوں لگی رہتی تو ہدایت کی توقع اُس کے وجود کی دلیل ہے۔

لہ از تکبر۔ باہمی اختلاف کا سبب تکبر اور غرور ہوتا ہے۔ محرقہ۔ جلانے والی یعنی دنیا طلبی۔ ایں عجب۔ دنیا سے نجات کی کنجی خود اُس کے ہاتھ میں ہے، مجاہدہ کر کے نکل سکتا ہے لیکن تعجب ہے کہ اُس کو قید خانہ میں پڑا رہنا منظور ہے۔ پایِ تا سر۔ انسان معصیتوں میں آلودہ ہے حالانکہ روحانیت کی نہر اُس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے اُس سے آلودگی کو دُور کر سکتا ہے۔ دائماً۔ روحانیت کی آرام گاہ اُس کے پہلو میں ہے اُس کے ہوتے ہوئے بیقراری سے پہلو بدل رہا ہے لیکن اُس آرام گاہ میں داخل نہیں ہوتا۔

سہ نور۔ خدا کا نور مخفی ہے اور عابدوں کی جستجو اُس کے وجود کی گواہ ہے۔ (شعر)

دل گواہ است کہ در پردہ دل آرائے ست — ہستی قطرہ دلیل است کہ دریائے ست

مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ نے جستے۔ دنیا سے دل کی وحشت اور عالم آخرت کی جستجو راہ نجات کا پتہ دیتی ہے۔ وحشتت۔ دنیا سے وحشت انسان کو راہ ہدایت کی جستجو کے لئے مجبور کرتی ہے۔ مُوکّل۔ سپاہی۔ منہاج۔ راستہ۔ ہست منہاج۔ (شعر)

گرچہ رخ نیست عالم را پدید — خیرہ یوسف واری باید دید

سہ تفرقہ۔ یعنی کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرو۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ وحدہ

624

صد[1] ہزار آلودگانِ آب جُو
سو ہزار آلودہ، پانی تلاش کرنے والے

کے بُدندے گر نبُودے آب جُو
کب ہوتے، اگر نہر کا پانی نہ ہوتا

بر زمیں پہلوت را آرام نیست
زمین پر تیرے پہلو کو آرام نہیں ہے

زانکہ در خانہ لحاف و بستر لیست
کیونکہ گھر میں لحاف اور بستر ہے

بیمقر گاہے نباشد بے قرار
سکون کی جگہ کے بغیر کوئی بے قرار نہیں ہوتا ہے

بے خمار آشکن نباشد ایں خمار
یہ خمار بغیر خمار اتارنے والی چیزوں کے نہیں ہوتا ہے

گفت نے نے یارسول اللہ مکُن
اُس نے کہا نہیں نہیں اے اللہ کے رسول نہ بنائیے

سَرورِ لشکر مگر شیخِ کہن
لشکر کا سردار سوائے پُرانے بوڑھے کے

یارسولَ اللہ جواں ار شیر زاد
اے رسول اللہ! جوان خواہ شیر کا بچہ ہو

غیر مردِ پیر سَر لشکر مباد
بوڑھے شخص کے سوا لشکر کا سردار نہ بنانا چاہیئے

ہم[2] تو گفتستی و گفتِ تو گوا
آپ ہی نے یہ کہا ہے اور آپ کا فرمانا گواہ ہے

پیر باید پیر باید پیشوا
(کہ) پیشوا، بوڑھا چاہیئے، بوڑھا

یارسولَ اللہ دریں لشکر نگر
اے رسول اللہ! اس لشکر کو دیکھئے

ہست چندیں پیر واز وے پیشتر
بہت سے بوڑھے ہیں اور اس سے بڑھ کر (ہیں)

زیں درخت آں برگِ زرد دشنام مبیں
اس درخت کو اس کے زرد پتوں سے نہ دیکھئے

سیبہائے پختہ اُو را بچیں
اس کے پکے سیب چن لیجئے

برگہائی[3] زرد او خود کے تہی ست
اُس کے زرد پتے بھی کب بیکار ہیں؟

ایں نشانِ پختگی و کاملی ست
یہ پختگی اور کمال کی علامت ہیں

برگِ زردِ ریش و آں موئے سپید
ڈاڑھی کے پیلے پتے اور وہ سفید بال

بہرِ عقلِ پختہ می آرد نوید
عقل کے پختہ ہونے کی بشارت دیتے ہیں

برگہائے نو رسیدہ سبز فام
نئے آگے ہوئے سبز پتے

شُد نشانِ آنکہ آں میوا ست خام
اس کی نشانی ہیں کہ پھل کچا ہے

برگِ بے برگی نشانِ عارفی ست
بے سروسامانی کا سامان شناسائی کی نشانی ہے

زردیِ زر سُرخروئی صیرفی ست
سونے کی زردی صراف کی سرخروئی ہے

---

[1] صد ہزار = لاکھوں گنہگار آبِ رحمت کی جستجو میں ہیں جو آبِ رحمت کے وجود کی دلیل ہے۔ برزخ میں راحت کی توقع پر بے راحتی میں بے چینی ہوتی ہے اگر توقع نہ ہو تو قرار آجائے۔ نوع کی بے چینی آخرت کے آرام کی توقع کی وجہ سے ہے۔ جہنم کا بے قراری جب ہی ہوتی ہے جب کوئی توقع آرام کا ہو خمار جب ہی ہوتا ہے جب کوئی شکن چیز کی توقع ہو۔ شراب کا وجود ہی نہ ہو تو اس کی طلب میں اعضاء شکن نہیں ہو سکتی۔ گفت۔ اس ارشادی مضمون کے بعد پھر کسی معترض کا قصہ شروع کیا ہے۔

[2] ہم تو گفتستی۔ معترض نے کہا آپ نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ پیشوا بوڑھا ہونا چاہیئے۔ اَلشَّیْخُ فِی اَھْلِہٖ کَالنَّبِیِّ فِی اُمَّتِہٖ بوڑھا اپنے اہل میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں۔ یہ آنحضورؐ کا فرمان ہے۔ یارسول اللہ ہمیں مشورہ دینے والے نے آنحضورؐ سے کہا دیکھئے لشکر میں بہت سے بوڑھے ہیں جو اس نوجوان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ نوجوان نے ان بوڑھوں کے بڑھاپے کو نہ دیکھئے اُن کی عقل کی پختگی کو دیکھئے۔

[3] برگہائی۔ بڑھاپے کے آثار عقل کی پختگی کی دلیل ہیں۔ برگہا جوانی کے آثار عقل کی خامی کی دلیل ہیں۔

برگ۔ نوجوانی کے سازوسامان سے بے سامانی اُن کی جانکاری کی دلیل ہے۔ زردی سونے کی زردی صراف کی سُرخروئی کا سبب بنتی ہے۔

آنکہ اُو گُل عارِض ست و نَو خط ست — اُو بمکتب گاہ مُخبِر نَو خط ست

وہ شخص جو پھول کے سے رخسار والا اور سبزہ آغاز ہے — وہ درسگاہ میں نوآموز ہونے کی خبر دینے والا ہے

حرفہائے خطِّ اُو کژ مژ بُوَد — مُزمنِ عقل ست اگر تن می دَوَد

اُس کی تحریر کے حروف ٹیڑھے میڑھے ہونگے — عقل کا اپاہج ہے، اگرچہ جسم دوڑ رہا ہے

پایِ پیر از سُرعت اَرچہ باز ماند — یافت عقل اُو دو پر بر اوج راند

بڑھاپے کے پاؤں اگرچہ تیزروی سے عاجز ہیں — اُسکو عقل کے دو پر حاصل ہوتے ہیں بلندی پر اڑتا ہے

گر مثل خواہی بجعفرہ در نگر — داد حق بر جایِ دست و پاش پَر

اگر تو مثال چاہتا ہے، جعفرہ کو دیکھ لے — اللہ تعالیٰ نے انکو ہاتھ پاؤں کی بجائے پر دیدیے ہیں

گر ز اسرارِ سخن بُوئے بَری — من سخن گویم چو زرِّ جعفری

اگر تو کلام کے راز سمجھ سکے — (تو) میں جعفری سونے کی سی بات کروں

بگذر از زرکایں سخن شد مُحتجب — ہمچو سیماب ایں دلم شد مُضطرب

سونے کی بات چھوڑ کیونکہ یہ بات چھپ گئی — میرا یہ دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا

زاندرونم صد خموشی خوش نفس — دست بر لب می زند یعنی کہ بس

میرے اندر سو خاموشیاں، خوشگوار — ہونٹ پر ہاتھ رکھتی ہیں یعنی کہ بس

خامشی بحرست و گفتن ہمچو جُو — بحر می جوید ترا جُو را مجُو

خاموشی سمندر ہے اور گفتگو نہر کی طرح ہے — تجھے سمندر تلاش کر رہا ہے، تو نہر کی تلاش نہ کر

از اشارتہای دریا سر متاب — ختم کُن وَاللّٰہُ اَعلَم بِالصَّواب

دریا کے اشاروں سے منہ نہ موڑ — ختم کردے اور خدا بہتر جانتا ہے

ہمچنیں پیوستہ کرد آں بے ادب — پیشِ پیغمبر سخن زاں سَرد لب

اسی طرح مسلسل وہ بے ادب کرتا رہا — بات پیغمبر کے سامنے ٹھنڈے ہونٹوں سے

دست می دادش سخن اُو بے خبر — کہ خبر ہر زہ بُود پیشِ نظر

باتیں اُس کے ہاتھ آتی رہیں وہ بے خبر تھا — کہ مشاہدہ کے سامنے خبر بیکار ہوتی ہے

ایں خبرہا از نظر ہا نائب ست — بہرِ حاضر نیست بہرِ غائب ست

یہ خبریں مشاہدوں کے بعد ہیں — یہ مشاہد کے لئے نہیں ہیں غائب کیلئے ہیں

لہ آنکہ۔ جو نوجوان ہو اُس کے رخسار گلاب کی طرح ہیں اور سبزۂ خط نورستہ ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خطاطی میں نوآموز ہے اور اُس کے حروف قاعدہ کے مطابق نہ ہونگے۔ ایسا فرد جوان بدن کا اگرچہ چست ہوتا ہے لیکن عقل کا اپاہج ہوتا ہے۔ باقی پیرانہ سالی کے ہاتھ پاؤں اگرچہ سست پڑ جاتے ہیں لیکن اُس کی عقل کو پر پرواز حاصل ہو جاتے ہیں۔

لہ گر مثل۔ اگر ہاتھ پاؤں بیکار ہو جانے پر پَر حاصل ہو جانے کی کوئی مثال چاہئے تو وہ حضرت جعفر طیارؓ ہیں غزوۂ موتہ میں جب اُن کے ہاتھ کٹ گئے تھے تو اللہ نے اُن کو جنت میں پر عنایت فرمادیے ہیں۔ زرِ جعفری۔ جعفر برمکی کے دور کا سونا خالص ہونے میں مشہور ہے ذکر دنیاوی سونے کی بات سے اسرار پوشیدہ ہونے لگے جس کی وجہ سے میرا دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا۔ دست ہونٹوں پر ہاتھ رکھنا خاموش رہنے کا اشارہ ہوتا ہے۔

لہ خامشی۔ انسان خاموشی میں خیالات کو جمع کرتا ہے تب گفتگو شروع کرتا ہے تو خاموشی سمندر ہے جس سے گفتگو کی نہر جاری ہوتی ہے جب سمندر خود انسان کا طالب ہو تو اس کو نہر کی تلاش نہ کرنی چاہیئے از اشارتہا۔ خاموشی اشارے کر رہی ہو کہ اب ان اسرار کی گفتگو ختم کر دو آگے نہیں۔ پھر مولانا نے مقترض کا ذکر شروع کیا ہے۔ دست۔ جب کسی چیز کا مشاہدہ حاصل ہو تو مشاہدہ کرنیوالوں کو اس چیز کی خبر دینا بیکار بات ہے۔ ایں خبرہا۔ کسی چیز کے بارے میں خبریں دیکھنے کے قائم مقام ہیں اور خبروں کا تعلق اُس شخص سے ہے جو اُس چیز سے غائب ہو۔

ہر کہ[1] او اندر نظر موصول شد
جو شخص مشاہدہ میں پہنچ گیا

ایں خبر با پیش او معزول شد
یہ خبریں اس کے لئے بیکار ہو گئیں

چونکہ با معشوق گشتی ہم نشیں
جب تو معشوق کا ہم نشین بن گیا

دفع کن دلّالگاں را بعد ازیں
اس کے بعد دلّالہ (عورتوں) کو دفع کر

ہر کہ از طفلی گذشت و مرد شد
جو شخص بچپنے سے نکل گیا اور جوان ہو گیا

نامہ و دلّالہ بر وے سرد شد
خط اور دلّالہ اس کیلئے بے ضرورت بنگئے

نامہ[2] خواند از پئے تعلیم را
خط پڑھتا ہے، سکھانے کے لئے

حرف گوید از پئے تفہیم را
بات کرتا ہے، سمجھانے کے لئے

پیش بینایاں خبر گفتن خطاست
دیکھنے والوں کو خبر سنانا غلطی ہے

کاں دلیل غفلت و نقصانِ ماست
کیونکہ وہ ہماری جہالت اور کمی کی دلیل ہے

پیش بینا شد خموشی نفعِ تو
صاحب بصیرت کے سامنے چپ بنا رہنے میں تیرا فائدہ ہے

بہر ایں آمد خطاب انصتوا
اسی لئے حکم ہوا ہے، خاموش رہو

گر بفرماید بگو بر گوئی خوش
اگر وہ حکم دے کہ بول (تو) اچھی بات کر

لیک اندک گو دراز اندر مکش
لیکن بات کو طول نہ دے

ور بفرماید کہ اندر کش دراز
اگر وہ حکم دے کہ تفصیل کر

ہمچناں شیریں بگو با امر ساز
اسی طرح عمدہ بات کر، حکم مان

ہمچناں[3] کہ من دریں نیبا فتوں
جیسا کہ میں اس حسین کلام کے معاملہ میں

با ضیاء الحق حسام الدیں کنوں
اب ضیاء الحق حسام الدین کے ساتھ ہوں

چونکہ کوتہ می کنم من از رشد
جب میں بھلائی کے ساتھ مختصر کرتا ہوں

او بصد نوعم بگفتن می کشد
وہ سینکڑوں طرح سے بولنے پر مجبور کرتے ہیں

اے حسام الدیں ضیاء ذو الجلال
اے حسام الدین آپ اللہ (تعالیٰ) کا نور ہیں

چونکہ می بینی چہ می جوئی مقال
جبکہ آپ مشاہدہ کرتے ہیں بات کی جستجو کیوں کرتے ہیں

ایں مگر باشد ز حبِ مشتہی
یہ شاید محبوب کی محبت کی وجہ سے ہے

اَسقِنی خمراً و قُل لی اِنّہا
مجھے شراب پلا اور مجھ سے کہہ کہ یہ ہے

چونکہ حسام الدین کا شوق سماع مجھے مثنوی کہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اے حسام الدین آپکو جب مشاہدہ حاصل ہو تو محبوب کی باتیں سننے کا اتنا شوق کیوں ہے۔ میں اگر یہ جواب دے دوں کہ عاشق کا تقاضہ ہے کہ عاشق کے تمام حواس معشوق سے بہرہ ور ہوں آنکھ اگر دیکھتی ہو تو کان باتیں سننے کا مشتاق ہوتا ہے یعنی وصل چاہتا ہو کہ ساقی کی شراب سے صرف بو کی لذت حاصل

---

[1] ہر کہ: جو شخص مشاہدہ کر رہا ہو اس کو خبریں سنانا لغو کام ہے۔ چونکہ مقصود حاصل ہو جانے کے بعد وسائل اور ذرائع بیکار ہو جاتے ہیں۔ دلّالگاں۔ وہ عورتیں جو عاشق و معشوق میں نامہ و پیام کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ہر کہ۔ عاشق کی جوانی خود معشوق کو عورت دیتی ہے پھر نامہ و پیام کی حاجت نہیں رہتی ہے یعنی جب تک کہ سالک کا بچپن ہے اس کو ذرائع کی ضرورت ہے جب وہ بلوغ پر پہنچ کر مشاہدہ کرنے لگتا ہے تو وسائل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

[2] نامہ خواند: سالکین جو ابتدائی ذرائع اختیار کرتے ہیں وہ دوسروں کی تعلیم اور تفہیم کے لئے ہوتے ہیں۔

[3] ہمچناں: پیش بیناں جن کو مشاہدہ حاصل ہے ان کو خبریں دینا ان کے مقام سے اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ انصتوا۔ قرآن پاک میں ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی طرف کان لگاؤ، خاموش رہو۔ اگر بفرماید۔ اگر صاحب مشاہدہ تم سے اس چیز کے بارے میں دریافت کرے تو اچھے پیرایہ میں مختصر بات کہہ دو۔ اگر وہ تفصیل کا مطالبہ کرے تو عمدہ طریقہ پر تفصیل کرو۔

[4] ہمچناں۔ میرا اور ضیاء الحق کا بھی یہی معاملہ ہے میں اس صاحب مشاہدہ کے سامنے کو مختصر کہتا ہوں لیکن انکی جانب سے تفصیل کا مطالبہ ہوتا ہے۔

بر دہانِ تست ایں دم جامِ او
اس وقت آپ کے منہ سے اس کا جام لگا ہے

گوش می گوید کہ قسمِ گوش کو
کان کہتا ہے کہ کان کا حصہ کہاں ہے؟

قسمِ تو گرمی ست نک گرمیت ست
تیرا حصہ گرمی ہے، تجھ میں گرمی ہے

گفت حرص من ازیں افزوں تر ست
اُس نے کہا میری حرص اس سے بڑھی ہوئی ہے

جوابِ گفتنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں اعتراض کنندہ را

اُس اعتراض کرنے والے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا

در حضورِ مصطفایِ قند خو
شیریں مزاج مصطفیٰؐ کے دربار میں

چوں زحد بردآں عرب آں گفتگو
جب اُس عرب نے وہ گفتگو حد سے بڑھادی

آں شہِ والنجم و سلطانِ عبس
والنجم کے شاہ اور عبس کے سلطان نے

لب گزید آں سرد دم را گفت بس
ہونٹ دبایا، اُس سرد لب سے کہا کہ بس

دست می زد بہرِ منعش بر دہاں
اُس کو روکنے کے لئے منہ پر ہاتھ رکھا

چند گوئی پیشِ دانایِ نہاں
واقفِ اسرار کے سامنے کتنا بولے گا؟

پیشِ بینا بردہ سرگین خشک
تو خشک گوبر صاحبِ بصیرت کے سامنے لیجاتا ہے

کہ بخر ایں را بجایِ نافِ مشک
کہ اس کو مشک کی ناف کے بدلے خرید لے

بعر را اے گندہ مغز گندہ مخ
اے بدد ماغ گندہ مغز، مینگنی کو

زیر بینی بنہی و گوئی کہ اُخ
ناک کے نیچے رکھتا ہے اور کہتا ہے آخا خا

اَخ اَخے بر داشتی اے گیج و کاج
اے احمق بھینگے! تو آخا خا کرتا ہے

تا کرا کالایِ بدرت یا بدرواج
تاکہ تیرا خراب مال چالو ہو جائے

اَخ اَخے بر داشتی اے خشک مغز
اے خشک دماغ تو آخا خا کرتا ہے

تا نمایی پشکِ دوں را مشکِ نغز
تاکہ تو کمتر مینگنی کو عمدہ مشک ظاہر کرے

تا فریبی آں مشامِ پاک را
تو پاک دماغ کو کب تک دھوکا دیگا؟

آں چرندہ گلشنِ افلاک را
آسمانوں کے گلشن کے چرنے والے کو

حلمِ او خود را اگرچہ گول ساخت
اُس کی بردباری نے اگرچہ اپنے آپکو بھولا بنایا ہے

خویشتن را اند کے باید شناخت
مگر تھوڑا اپنے آپ کو پہچاننا چاہیے

زنگ اگر باز ماند امشب ز ہمن
اگر آج کی رات دیگ کا منہ کھلا رہ گیا ہے

گربہ را ہم شرم باید داشتن
بلی کو بھی شرم کرنی چاہیے

لہ بر دہان تست... منہ سے اگر جام لگا ہے تو کان اپنا حصہ مانگتا ہے قسم تو۔ کان کو جواب ملتا ہے کہ تیرا حصہ وہ حرارتِ عشق ہے جو تجھ میں دیکھنے سے سرایت کر رہی ہے وہ کہتا ہے نہیں میں اس سے زیادہ لذت چاہتا ہوں اور وہ محبوب کا کلام سننے سے حاصل ہوگی۔ (حضورؐ) اس معترض نے بدیلی نوجوان کے سردار بنائے جانے پر جب بہت زیادہ اعتراض کیا تو آنحضورؐ نے اس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ والنجم میں سورہ میں آپ کے برحق ہونے کا ذکر ہے۔ سورہ عبس میں آپ کی ناگواری کا ذکر ہے۔ یہ دونوں باتیں صورتِ حال کے مناسب تھیں اسلئے اُن کا ذکر کیا گیا ہے۔ (ناشر) آنحضورؐ کی ذات گرامی۔

لہ پیشِ بینا... معترض نے بات اچھے انداز سے کہی تھی لیکن اس کا منشا حسد اور بدباطنی تھی اسلئے مولانا نے اُس کی یہ تشبیہات ذکر کی ہیں۔ بعر را۔ مینگنی کو سونگھ کر آخا کرتا ہے تاکہ دوسرے خوشبودار مشک سمجھ لیں۔ گیج۔ احمق۔ کاج۔ بھینگا۔ کالا۔ سامان۔ پشک۔ مینگنی۔

لہ تا فریبی... تو خوشبوؤں کے ہر زہ دھوکا دینا چاہتا ہے۔ حلم۔ بڑوں کی بردباری انکو سادہ بنائے رکھتی ہے لیکن دھوکا دینے والے کو اپنی طرف دیکھنا چاہیے کہ وہ کس کو دھوکا دے رہا ہے۔ دیگ۔ اگر بند باندھا جائے تو دیگ کا منہ کھلا رہ جاتا ہے اور اس میں منہ ڈالنا چاہتی ہے۔

628

خویشتن[1] گر خفتہ کرد آں خوب فر — سخت بیدار است دستارش مبر

اگر اس عالیشان نے اپنے آپ کو سویا ہوا بنایا ہے — وہ خوب بیدار ہے اس کی پگڑی نہ اتار

چند گوئی اے لجوجِ بے صفا — ایں فسونِ دیو پیشِ مصطفیٰ

اے بد باطن جھگڑالو! تو کب تک پڑھے گا؟ — یہ شیطانی منتر مصطفیٰ کے روبرو

صد ہزاراں حلم دارند ایں گروہ — ہر یکے حلمے ازانہا صد چو کوہ

یہ لوگ لاکھوں بردباریاں رکھتے ہیں — ان میں سے ہر بردباری سو پہاڑوں جیسی ہے

حلمِ شاں بیدار را ابلہ کند — زیرکِ صد چشم را اکمہ کند

ان کی بردباری بیدار (عقل) کو بیوقوف بنا دیتی ہے — سو آنکھوں والے ہوشیار کو اندھا کر دیتی ہے

حلمِ شاں ہمچوں شرابِ خوب و نغز — نغز نغزک بر رود بالایِ مغز

ان کی بردباری عمدہ اور بہتر شراب کی طرح ہے — جو عمدگی عمدگی میں دماغ پر چڑھ جاتی ہے

مست[2] را بیں زاں شراب پرشگفت — ہمچو فرزیں مست و کژ رفتن گرفت

اس عجیب شراب سے مست کو دیکھ — فرزین کی طرح مست اور ٹیڑھا چلنا شروع کر دیا

مردِ برنا زاں شرابِ زود گیر — درمیانِ راہ می افتد چو پیر

اس زود اثر شراب سے جوان انسان — بڑھے کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے

خاصہ ایں بادہ کہ از خمِ نبیؐ ست — نے مئی کہ مستیِ او یک شبی ست

خصوصاً یہ شراب جو کہ نبیؐ کے خمیر کی ہے — نہ کہ وہ شراب جس کا نشہ ایک رات کا ہے

آنکہ اصحاب کہف از نقل و نقل — سہ[3] صد و نہ سال گم کردند عقل

وہ (شراب) کہ اصحاب کہف نقل اور سفر سے — تین سو نو سال تک اپنی عقل کھو بیٹھے

زاں[4] زنانِ مصر جامے خوردہ اند — دستہا را شرحہ شرحہ کردہ اند

اسی (شراب) سے مصری عورتوں نے ایک جام پیا ہے — انھوں نے ہاتھوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے

ساحراں ہم شکرِ موسیٰؑ داشتند — دار را دلدار می پنداشتند

جادوگر بھی (حضرت) موسیٰؑ کا نشہ رکھتے تھے — انھوں نے سولی کو پیارا سمجھا

جعفرِ طیار[5] زاں مے بود مست — زاں گرومی کرد بیخود یا دوست

(حضرت) جعفر طیارؓ اسی شراب سے مست تھے — اسی لئے بیخودی سے ہاتھ ہلا کر قربان کرتے تھے

---

[1] خویشتن: بڑے لوگ کم سے اپنے آپ کو غافل بنا لیتے ہیں لیکن وہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ لجوج: جھگڑالو۔ بے صفا: بد باطن۔ فسونِ دیو: مشہور ہے کہ منتر پڑھ کر جن کو بوتل میں بند کر لیا جاتا ہے۔ صد ہزاراں: انبیاء کی بردباری کا معمولی حصہ سو پہاڑوں سے زیادہ متحمل ہوتا ہے۔ حلمِ شاں: ان میں اس قدر بردباری پائی جاتی ہے کہ بڑے سے بڑا ہوشیار اور بینا دھوکا کھا جاتا ہے۔ حلمِ شاں: ان کی بردباری میں شراب کی تاثیر ہے جو انسان کو مدہوش کر دیتی ہے۔

[2] مست: شرابی مستانہ کج رفتار ہو جاتا ہے۔ فرزین: یہ شطرنج کا مہرہ ہے جس کی چال ٹیڑھی ہوتی ہے۔ مرد برنا: جوان آدمی شراب کے نشے بوڑھوں کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے۔ خاصہ: جب اس معمولی شراب کے یہ اثرات ہیں تو عشقِ الٰہی کی شراب کے کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔

[3] اصحابِ کہف عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسے مست ہوئے کہ کتا کو چھینا یاد رہا نہ سفر کرنا اور ایک غار میں تین سو نو سال سوتے رہے۔

[4] زاں: حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر مصری عورتیں عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسی مست ہوئیں کہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے ساحر: جن جادوگروں کو فرعون حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ پر لایا تھا وہ

[5] اس شراب سے ایسے مست ہو گئے کہ سولی پر چڑھنا ان کو پیارا لگا۔ جعفر: حضرت جعفرؓ غزوۂ موتہ میں اسی شراب سے ایسے مست تھے کہ ہاتھوں کے کٹنے کی ان کو کوئی پروا نہ ہوئی

859

قصۂ[1] سبحانی ما اعظم شانی گفتنِ بایزید قدس سرہٗ و اعتراضِ مریدان و جوابِ او مر ایشاں را نہ بطریق گفت زباں بلکہ از راہِ عیاں

حضرت بایزید قدس سرہٗ کے سبحانی ما اعظم شانی کہنے کا قصہ اور مریدوں کا اعتراض اور اُن کو اُن کا جواب زبانی گفتگو سے نہیں بلکہ مشاہدہ کے راستہ سے

با مریداں آں فقیرِ محتشم
بایزید آمد کہ نیک یزداں منم

وہ معزز درویش مریدوں کے سامنے
بایزید آئے کہ یہ میں خدا ہوں

گفت مستانہ عیاں آں زد فنوں
لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

اُس صاحب کمالات نے مستی کی حالت میں کھلم کھلا کہا
کوئی معبود نہیں مگر میں خبردار! پس میری عبادت کرو

چوں[2] گذشت آنحال گفتندش صباح
تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح

جب وہ حالت گذر گئی، صبح کو انھوں نے اُن سے کہا
آپ نے ایسا کہا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے

گفت ایں بار اگر کنم ایں مشغلہ
کاردہا در من زنند آں دم ہلہ

فرمایا اب کی بار اگر میں یہ کام کروں
خبردار! فوراً میرے چھرا مار کر گھونپ دینا

حق منزہ از تنم و من با تنم
چوں چنیں گویم بباید کشتنم

اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں جسم ہوں
جب میں ایسا کہوں مجھے قتل کر دینا چاہیے

چوں وصیت کرد آں آزاد مرد
ہر مریدے کاردے آمادہ کرد

جب اُس آزاد مرد نے (یہ) وصیت کی
ہر مرید نے ایک چھری تیار کر لی

مست گشت او باز از استغراقِ رفت
آں وصیتہاش از خاطر برفت

وہ پھر بھاری استغراق سے مست ہو گئے
وہ وصیتیں دل سے بھول گئیں

عشق آمد عقلِ او آوارہ شد
صبح آمد شمعِ او بیچارہ شد

عشق آیا تو اُن کی عقل بھاگ گئی
صبح ہو گئی تو اُن کی شمع بے کار ہو گئی

عقل چوں شحنہ است چوں سلطاں رسید
شحنۂ بے چارہ در کنجے خزید

عقل کوتوال ہے، جب شاہ آیا
بے چارہ کوتوال کونے میں جا گھسا

عقل[3] سایہ حق بود حق آفتاب
سایہ را با آفتاب او چہ تاب

عقل اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے، اللہ سورج ہے
سایہ کی اُس کے سورج کے سامنے کیا مجال ہو

ہے اگر وہ نور کا پردہ ہٹ جائے تو مخلوق اور عقل تاب نہ لائے اور فنا ہو جائے اسی طرح سایہ کا وجود سورج کے پردہ پوش ہونے کی وجہ سے ہے اگر پردہ ہٹ جائے تو سایہ باقی نہ رہے ——

[1] قصہ: حضرت بایزیدؒ کے اس قصے سے بھی خراب معرفت کے نشہ اور سکر کی کیفیت کو ظاہر کرنا ہے۔ سبحانی ما اعظم شانی میں ذات پاک ہوں میری شان کس قدر بڑی ہے۔ باطل یہ استغراق و وجد اور کمالِ مستی میں بایزیدؒ نے اپنے آپکو خدا کہدیا۔ تو دونوں۔ بایزیدؒ گفتندش۔ جب سکر ختم ہوا اور ان کی صحو کی حالت ہوئی تو مریدوں نے ان سے کہا آپ کے وہ کلمات بہت غیر مناسب تھے۔ گفت بایزیدؒ نے مریدوں سے کہا اگر اس طرح کے کلمات میری زبان سے پھر نکلیں تو مجھے قتل کر دینا میں خدا کیسے ہو سکتا ہوں میں مجسم ہوں اور خدا جسم سے پاک ہے۔

[2] چوں: مریدوں نے ان کی وصیت پر چھریاں تیار کر لیں مست گشت۔ پھر ایک بار ان پر سکر کی کیفیت طاری ہو گئی تو وہ اپنی پہلی ساری گفتگو بھول گئے۔ عشق۔ بایزیدؒ کے کلماتِ عشق کی مستی کی وجہ سے مولانا عشق کی تاثیر بیان کرتے ہیں عقل بمنزلہ شمع کے ہے اور عشق سورج ہے سورج نکلنے پر شمع بیکار ہو جاتی ہے اسی طرح مقتل عشق کے سامنے لاچار ہے۔ سلطان۔ عشق بادشاہ ہے اور عقل کوتوال

[3] عقل سایہ۔ عقل کا بقا اللہ کے جمالِ نور کی وجہ سے

660

چوں پری غالب شود بر آدمی
جب جن کسی آدمی پر چڑھ جاتا ہے

گم شود از مرد وصفِ مردمی
آدمی سے آدمیت کی صفت گم ہو جاتی ہے

ہر چہ گوید آں پری گفتہ بود
وہ جو کچھ کہتا ہے، جن کی گفتگو ہوتی ہے

زیں سری در زاں سری گفتہ بود
اس جانب کی، اگرچہ اس جانب سے کہا گیا ہو

چوں پری را ایں دم و فانوں بود
جب پری کو یہ طاقت اور خاصہ حاصل ہے

کردگارِ آں پری خود چوں بود
(تو) انس جن کا خدا خود کیسا ہو گا؟

اُدّی[1] اُو رفتہ پری خود اُو شدہ
اُس کی ماہیت بدل گئی وہ خود جن بن گیا

ترک بے الہام تازی گو شدہ
ترک بغیر الہام کے عربی بولنے والا بن گیا

چوں نخود آید ندا اندیک لغت
جب وہ ہوش میں آتا ہے ایک لغت نہیں بتاتا

چوں پری را ہست ایں ذات و صفت
جبکہ یہ ذات اور صفت جن کی تھی

پس خداوندِ پری و آدمی
تو جن و انس کا خدا

ق

از پری کے باشد ش آخر کمی
آخر وہ جن سے کب کم ہو گا؟

شیر گیر از شیر کے ترسد بگو
بتا، نیم مست شیر سے کب ڈرتا ہے؟

شرح راہ از کور کے پرسد بگو
بتا راستہ کی تفصیل اندھے سے کون پوچھتا ہے؟

شیر گیر[2] ار خونِ تر شیر خورد
نیم مست اگر شیر کا خون پی جائے

تو بگوئی اُو نکرد آں بادہ کرد
تو کہیگا (یہ کام اُس نے نہیں کیا شراب نے کیا ہے)

ور سخن پردازد از رازِ کہن
اگر وہ پرانے راز کی بات کہے

تو بگوئی بادہ گفتہ است ایں سخن
تو کہے گا یہ بات شراب نے کہی ہے

بادہ را می بود گر ایں شر و شور
اگر شراب میں یہ شور و شر ہوتا ہے

نورِ حق را نیست آں فرسنگ و دور
تو کیا اللہ (تعالیٰ) کے نور میں یہ (ذات اور صفات)

ق

کہ ترا از تو بگل خالی کند
کہ وہ تجھے، تجھ سے بالکل خالی کر دے

تو شوی پست اُو سخن عالی کند
تو مغلوب ہو جائے (اور) وہ بلند بات کہے

---

[1] چوں پری۔ پہلے تو مولانا نے بایزید کے اس کلام پر عرض پیش کئے اب کہتے ہیں کہ وہ کہنا دراصل اُن کا کہنا ہی نہ تھا بلکہ وہ خود ذاتِ حق کا کہنا تھا جو اپنی جگہ بالکل صحیح تھا انسان پر اگر جن چڑھ جاتا ہے تو اُس میں سے انسانیت کے اوصاف ختم ہو جاتے ہیں اور وہ جو کچھ بولتا ہے وہ نہیں بولتا بلکہ جن بولتا ہے۔ چوں جب جن کے یہ اثرات ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے وقت ایک انسان اپنی صفات پر کب رہ سکتا ہے تو لامحالہ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

[2] اُدّی اُو یعنی اُسکی ہستی۔ ترک۔ جن کے غالب آجانے پر جاہل ترک عربی بولنے لگتا ہے حالانکہ اُس ترک نے کبھی عربی نہ سیکھی تھی۔ چوں۔ جب اُس ترک پر سے جن اُتر جاتا ہے وہ عربی کا ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا چوں پری یہ مصرع شرط ہے اُس کی جزاء اگلا شعر ہے یعنی جب جن کے یہ اثرات ہیں تو خدا کی تجلیات میں کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔ شیر گیر۔ شراب سے نیم مست شیر سے نہیں ڈرتا تو یہ اس کی فطرت نہیں ہے بلکہ شراب کا اثر ہے۔ شرح راہ۔ اندھے سے کوئی راستہ معلوم نہیں کرتا تو معلوم ہوا کہ افعال کا تعلق ذات سے نہیں ہے بلکہ صفات سے ہے تو جب صفتِ افعال ختم ہو جائے تو کلام اور بات محض ذات کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی۔

[3] شیر گیر۔ نیم مست جب شیر کو بے دھڑک مار ڈالتا ہے تو یہ عمل اُس کی ذات کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اُس اثر کی طرف منسوب ہوتا ہے جو شراب نے پیدا کیا ہے۔ ور سخن۔ اگر نیم مست پرانے راز ظاہر کرنے لگتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ نہیں بول رہا ہے شراب بول رہی ہے، جب شراب کے یہ کرشمے ہیں تو نورِ حق اور تجلی رب جب انسان پر نازل ہو تو پھر اُس کی بات اُس تجلی کی طرف کیوں نہ منسوب کی جائے گی۔

661

گرچہ[1] قرآں از لبِ پیغمبر است
قرآن اگرچہ پیغمبر کے لبوں سے ہے

ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است
(لیکن) جو یہ کہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے نہیں فرمایا وہ کافر ہے

چوں ہُمایِ بے خودی پرواز کرد
جب بیخودی کے ہُما نے پرواز کی

آں سخن را بایزیدؒ آغاز کرد
وہ بات بایزیدؒ نے شروع کردی

عقل را سیلِ تحیّر در ربود
عقل کو تحیّر کا سیلاب بہالے گیا

زاں قوی تر گفت کاوّل گفتہ بود
اُس سے زیادہ سخت بات کہی جو پہلے کہی تھی

نیست اندر جُبّہ ام اِلّا خدا
(کہا) میرے جبّہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے

چند جوئی بر زمین و بر سما
تو آسمان اور زمین میں کب تک تلاش کریگا؟

آں[2] مُریداں جملہ دیوانہ شدند
وہ سب مُرید پاگل بن گئے

کاردہا بر جسمِ پاکش می زدند
اُن کے پاک جسم میں چھریاں گھونپ رہے تھے

ہر یکے چوں مُلحدانِ گردکوہ
گردکوہ کے بے دینوں کی طرح ہر ایک

کاردمی زد بیرِ خود را بے شکوہ
اپنے پیر کے بے دھڑک چھری گھونپتا تھا

ہر کہ اندر شیخ تیغے می خلید
جو شخص شیخ کے اندر تلوار گھساتا تھا

باز گونہ از تنِ خود می درید
وہ اُنہی اپنے جسم کو پھاڑتا تھا

یک اثر نے بر تنِ آں دو فنوں
اُس ہُنرمند کے جسم پر ایک نشان نہ تھا

واں مُریداں خستہ و غرقاب خوں
اور وہ مُرید زخمی اور خون میں غرق تھے

ہر[3] کہ اُو سوئے گلویش زخم بُرد
جس نے اُن کے گلے پر زخم لگایا

خلقِ خود ببریدہ دید و زار مُرد
اُس نے اپنا گلا کٹا ہوا پایا اور بُری طرح مرا

وانکہ اُو را زخم اندر سینہ زد
اور جس نے اُن کے سینہ پر زخم لگایا

سینہ اش بشگافت و شد مُردہ اَبد
اُس کا سینہ چرا اور ہمیشہ کے لئے مُردہ ہوگیا

وانکہ آگہ بُود زاں صاحبقراں
اور جو شخص اُس اِقبال مند سے واقف تھا

دِل نداد اش کہ زند زخم گراں
اُسکے دل نے اُسکو اجازت نہ دی کہ کاری زخم لگائے

نیم دانش دست اُو را بستہ کرد
تھوڑی سی عقل نے اُس کے ہاتھ باندھ دیئے

جاں ببرد الّا کہ خود را خستہ کرد
اُس نے جان بچالی مگر اپنے آپ کو زخمی کرلیا

---

[1] گرچہ۔ قرآن کے الفاظ اگرچہ آنحضورؐ کے دہن مبارک سے ادا ہوتے تھے لیکن اُس کو آنحضورؐ کا کلام کہنے والا کافر ہے اور اُس کو خدا کا کلام قرار دیا جاتا ہے اسی طرح وہ الفاظ اگرچہ بایزیدؒ کے مُنھ سے ادا ہوئے لیکن وہ خدا کا کلام تھا۔
چوں ہمای۔ حضرت بایزیدؒ پر جب تجلیات سے پھر بیخودی طاری ہوئی تو اس بار انھوں نے پہلے سے بھی زیادہ سخت جملہ کہا اور کہنے لگے کہ میرے جبّہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے اُس کو میرے جبّہ میں تلاش کر تو آسمان اور زمین پر کیوں تلاش کرتے پھرتے ہو۔

[2] آں مُریداں۔ اس جملہ پر تمام مُرید دیوانہ وار ان پر چھریوں لے کر ٹوٹ پڑے اور اُن کے پاک جسم پر چھریاں چلادیں۔
ہر یکے۔ گردکوہ، رے کے طرح مشہور پہاڑ ہے۔ امام رازی کے زمانہ میں وہاں کافروں کی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرتی تھی مُستوفی۔ بفتحتین، تنگدل ہونا ہر کہ۔ جو مُرید شیخ کے چھری مارتا تھا اُس کا زخم خود اُس کے لگتا تھا۔
یک اثر نے۔ بایزیدؒ کے بدن پر کسی کی چھری کا زخم نہ لگا کوئی مرید خون میں نہا گئے۔

[3] ہر کہ۔ جس مُرید نے اُن کا گلا کاٹنے کے لئے حملہ کیا اُس کا خود گلا کٹ گیا اور مرگیا۔
وانکہ۔ جس شخص نے بایزیدؒ کے سینہ کو چاک کرنا چاہا اُس کا خود سینہ چاک ہوگیا اور ابدی نیند سوگیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے حضرت بایزیدؒ کی شخصیت کو سمجھا اور اُس نے تھوڑی سی عقل سے کام لیا تو معمولی زخم لگایا پھر بھی وہ زخم خود اُس کے لگا۔

رُوز[1] گشت و آں مُریداں کاستہ
دن ڈھل آیا اور وہ نیم مُردہ مُرید

نوحہا از جانِ شاں برخاستہ
اُن کی جان سے نوحے بلند ہوئے

پیشِ اُو آمد ہزاراں مرد و زن
ہزاروں مرد و زن اُن (شیخ) کے پاس آئے

کاے دو عالم دُرج در یک پیرہن
کہ اے (وہ شیخ) کہ دونوں جہان ایک لباس میں ہیں

ایں تنِ تو گر تنِ مردم بُدے
اگر یہ آپ کا جسم انسان کا جسم ہوتا

چوں تنِ مردم ز خنجر گم شُدے
انسانوں کے جسم کی طرح خنجر سے فنا ہو جاتا

باخودے[2] بابے خودے دو چار زد
خودی والے نے جب فانی کا مقابلہ کیا

با خود اندر دیدۂ خود خار زد
تو اس نے خود اپنی آنکھ میں کانٹا چبھویا

اے زدہ بر بے خوداں تو دُوالفقار
اے وہ کہ تو نے فانیوں پر تلوار چلائی

بر تنِ خودمی زنی آں ہوشدار
سمجھ لے تو اپنے جسم پر مار رہا ہے

زانکہ بے خود فانی ست و ایمن ست
کیونکہ بے خود فانی ہے اور محفوظ ہے

تا ابد در ایمنی اُو ساکن ست
وہ ہمیشہ کے لئے امن میں مقیم ہے

نقشِ اُو فانی و اُو شد آئینہ
اس کی صورت فنا ہو گئی ہے اور وہ آئینہ بن گیا ہے

غیر نقشِ رُوئے غیر آنجا نہ
سوائے غیر کی صورت کے اس میں کچھ نہیں ہو

گر کُنی تُف سُوئے رُوئے خود کُنی
اگر تو تھوکے گا تو اپنے منہ پر تھوکے گا

وَر زنی بر آئینہ بر خود زنی
اگر آئینہ پر حملہ کرے گا اپنے اوپر کریگا

وَر[3] بہ بینی رُوئے زشت آنہم توئی
اگر تو نے بھدا چہرہ دیکھے گا وہ بھی تو ہی ہے

وَر بہ بینی عیسیٰ مریم توئی
اگر تو عیسیٰ ابن مریم کو دیکھے گا، تو ہی ہے

اُو نما نیست و نہ آں اُو سادہ است
وہ نہ یہ ہے نہ وہ صاف ہے

نقشِ تو در پیشِ تو بنہادہ است
اس نے تیری صورت تیرے سامنے کر دی ہے

چوں رسید اینجا سخن لَب در بست
جب بات یہاں پہنچی ہونٹوں نے دروازہ بند کر دیا

چوں رسید اینجا قلم در ہم شکست
جب قلم یہاں پہنچا، ٹوٹ گیا

لَب بہ بند ار چہ فصاحت دست داد
ہونٹ بند کرے، اگرچہ فصاحت حاصل ہو

دَم مزن واللہ اعلم بالرشاد
دم نہ مار اور اللہ بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

پہنچیں تو ہونٹوں نے بولنے کا راستہ بند کر دیا اور لکھنے سے قلم عاجز آ گیا۔ لب بہ بند، مولانا اپنے آپ کو مخاطب کرتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی فصاحت حاصل ہو ان رازوں کو سربستہ رکھنا چاہیے۔

[1] روز گشت۔ رات میں یہ سب کچھ ہوا صبح کو جب نیم مُردہ مُریدوں پر حقیقت کھل گئی تو وہ اور سینکڑوں لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کے لباس میں کسی ایک شخص کا جسم نہیں ہے دونوں جہان ہیں اگر اس لباس میں انسانی جسم ہوتا تو وہ خنجروں سے زخمی ہو جاتا۔

[2] باخودے۔ جب کوئی دنیادار کسی بزرگ سے بھڑتا ہے تو وہ خود اپنا نقصان کرتا ہے۔ ذوالفقار آنحضورؐ کی تلوار کا نام ہے جو آنحضورؐ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس رہی تھی اس کے بعد ہر اچھی تلوار کو ذوالفقار کہہ دیا جاتا ہے۔ آنکہ مقامِ فنا پر پہنچنے کے بعد اس کا اپنا کچھ نہیں رہتا لہٰذا اس کے اپنے نقصان کا کوئی امکان نہیں ہے۔ نقشِ اُو۔ فانی کی خود اپنی صورت فنا ہو جاتی ہے اور وہ دوسروں کی صورتوں کا آئینہ بنجاتا ہے اب اس میں خود اس کی اپنی صورت نظر نہیں آتی بر فرضِ المقابل ہوتا ہے اس کی صورت نظر آتی ہے۔ گر تھوکے آئینہ پر تھوکتا اپنے منہ پر تھوکتا ہے۔

[3] وَر بہ بینی۔ اگر جو کچھ اچھائی یا برائی تجھے نظر آ رہی ہے وہ خود تیری اچھائی برائی ہے چوں رسید۔ مولانا فرماتے ہیں جب برائیاں اس مقام تک

663

۵۱ بر کنارِ بامی اے مستِ مدام
اے شراب سے مست! تو بالاخانہ کے کنارے پر ہے

پست بنشیں یا فرود آ والسلام
نیچے ہو کر بیٹھ یا نیچے اُتر آ والسلام۔

ہر زمانیکہ شدی تو کامراں
جس وقت تو کامیاب ہو

آں دم خوش را کنارِ بام داں
اُس اچھے وقت کو بالاخانہ کا کنارہ سمجھ

بر زمانِ خوش ہراساں باش تو
تو اچھے وقت پر خوفزدہ رہ

ہمچو گنجِ خفیہ کُن نے فاش تو
اُس کو خزانہ کی طرح چھپا، ظاہر نہ کر

تا نیاید بر دلا ناگہ بلا
تاکہ دوستی پر اچانک کوئی بلا نازل نہ ہو جائے

ترس ترساں رو دراں مکمن ہلا
خبردار! اُس مخفی مقام پر نہ ڈرتا ڈرتا چل

ترسِ جاں در وقتِ شادی از زوال
خوشی کے وقت زوال کی وجہ سے جان کا خوف

زاں کنارِ بامِ غیب مست ارتحال
اُس غیب کے بالاخانہ کے کنارے سے ہٹ جاتا ہے

گر نمی بینی کنارِ بامِ راز
اگر تو اسرار کے بالاخانہ کا کنارہ نہیں دیکھ رہا ہے

روح می بیند کہ ہستش اہتزاز
روح دیکھتی ہے، کیونکہ اُسی کو خوشی ہے

ہر نکالے ناگہاں کاں آمدست
جو عذاب اچانک آیا ہے

بر کنارِ گنگرہ شادی بدست
وہ خوشی کے گنگرے کے کنارے سے آیا ہے

اعتبار از قومِ نوحؑ و قومِ لوطؑ
قومِ نوحؑ اور قومِ لوطؑ سے عبرت حاصل کرے

جز کنارِ بامِ خود نبود سقوط
گرنا، بالاخانہ کے کنارے سے ہی ہوتا ہے

اعتبارے گیر تا یابی صفا
تاکہ تجھے (باطن) کی صفائی حاصل ہو عبرت حاصل کرے

از درونِ انبیا و اولیا
انبیاء اور اولیاء کے باطن سے

سبب فصاحت و بسیار گفتنِ آں فضول نزدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس بیہودہ کے بہت بولنے اور زبان درازی کا سبب

۵۲ پرتوِ مستیِ بیحدِ نبیؐ
نبی کی لامحدود مستی کا عکس

چون بزد بر ہم مست و خوش گشت آں غبی
جب پڑا، وہ غبی بھی مست اور خوش رفتار بن گیا

لاجرم بسیار گوئد از نشاط
لامحالہ وہ سرور کی وجہ سے بہت بولنے والا بن گیا

مست ادب بگذاشت و آمد در خباط
مست نے ادب (کا دامن) چھوڑا، بیوقوفی میں مبتلا ہو گیا

نے ہمہ جا بے خودی شر می کند
مستی ہر جگہ شر (پیدا) نہیں کرتی ہے

بے ادب را بے ادب تر می کند
بے ادب کو زیادہ بے ادب بناتی ہے

۵۱ بر کنار۔ بس اس قدر لوجہ دیتا ہوں کہ مشیتِ الٰہی کا مست بالاخانہ کی منڈیر پر بیٹھا ہوا ہے جہاں سے ہر وقت گرنے کا خطرہ ہے یا تو وہ منڈیر سے نیچے اُتر کر بیٹھے یا بالاخانہ ہی اُترآئے درمیان ہر وقت خطرے میں ہے۔ برزخِ خوش۔ قربِ الٰہی سے جو خوشی و وقتی حاصل ہو اُس کے بارے میں ہر وقت خوفزدہ رہنا چاہیئے کہ کہیں وہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور اُس خزانۂ غیب کے راز کو لوگوں سے مخفی رکھنا ضروری ہے۔ تولا۔ یعنی خدا کی دوستی۔ مکمن۔ پوشیدہ مقام۔

۵۲ ترس۔ مقامِ قرب حاصل ہونے پر جو خوشی ہے اُس کے بارے میں خوف یہ ہے کہ یہ مقام زائل نہ ہو جائے۔ گر نمی بینی۔ بسا اوقات سالک کو اس مقام کا احساس نہیں ہوتا لیکن اُس کی روح اُس کو محسوس کرتی ہے۔ ہر نکالے۔ اقوام سابقہ قومِ نوحؑ اور قومِ لوطؑ پر جو عذاب آیا وہ اُن کے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد آیا، سقوط۔ نزول و سقوط عروج کے بعد ہی متصور ہوتا ہے۔ اعتبار۔ انبیاء کے نقشِ قدم پر چلے گا تو اُن کی طرح آئینہ بنجائے گا۔

۵۲ پرتوِ مستیِ بیحدِ نبیؐ۔ آنحضورؐ کو جو قربِ الٰہی [illegible] مستی حاصل تھی اُس کا عکس جس پر پڑا تو وہ بھی اُسی کیف و خوشی میں [illegible] اور اُس سے حرکات شروع کر دیئے جو بیا، اُس

666

گر بُوَد عاقل نکو فرمی شود — وَر بُوَد بَدخوی بدتر می شود

اگر وہ سمجھدار ہو تو اچھی شان شوکت والا بنجاتا ہے — اگر وہ بدعادت ہوتا ہے تو اور زیادہ بُرا بنجاتا ہے

بر لبیب آید لُباب کاس اُو — وَز غبی کم گردد استیناس اُو

اُس کا جام سمجھدار کے لئے مغز ہے — اگر غبی ہے تو اُس کی محبت کم ہو جاتی ہے

بے خود از مے با ادب گردد تمام — با خود از مے بے ادب گردد مدام

فانی بشراب سے مکمل با ادب بن جاتا ہے — خودی والا شراب سے ہمیشہ بے ادب بنتا ہے

لیک[1] اَغلب چوں بدند و ناپسند — بر همه مے را محرّم کرده اند

لیکن اکثر لوگ بُرے اور ناپسند ہیں — (اسلئے) سب پر ہی شراب کو حرام کر دیا ہے

حُکم غالب راست چوں اَغلب بدند — تیغ را از دست رہزن بستدند

حکم اکثریت پر لگتا ہے چونکہ اکثر بد ہیں — اُنھوں نے تلوار ڈاکو کے ہاتھ سے لی ہے

بیان کردن رسول علیہ السلام سبب تفضیل و اختیار کردن او آں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس ہندلی کو امیری اور سرداری کے لئے ماہر اور تجربہ کار بوڑھوں

ہندلی را بامیری و سر لشکری بر پیران کار دیده و کار آزموده

پر فضیلت دینے اور چن لینے کے سبب کا بیان کرنا

گفت[2] پیغمبر کہ اے ظاہر نگر — تو مبیں اُورا جوان و بے ہنر

پیغمبرؐ نے فرمایا اے ظاہر بیں! — تو اُس کو جوان اور بے ہنر نہ سمجھ

اے بسا ریشِ سیاہ و مرد پیر — وَے بسا ریشِ سفید و دل چو قیر

بہت سے کالی داڑھی والے ہیں اور بوڑھے ہیں — بہت سے سفید داڑھی والے ہیں اور سیاہ دل ہیں

عقلِ اُورا آموزدم بارہا — کرد پیری آں جواں در کارہا

میں نے بارہا اُس کی عقل آزمائی ہے — کاموں میں اُس جوان نے بوڑھاپن دکھایا ہے

پیر پیرِ عقل باشد اے پسر — نے سفیدی موی اندر ریش و سر

اے بیٹا! بوڑھا عقل کا بوڑھا ہوتا ہے — نہ کہ سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی

از بلیس اُو پیر تر خود کے بُوَد — چونکہ عقلش نیست او لاشئی بُوَد

وہ (نوجوان) شیطان سے زیادہ بوڑھا کب ہو سکتا تھا! — چونکہ اُس میں عقل نہیں ہے وہ لاشئی ہے

طفلِ گیرش چوں بُوَد وصفِ کمال — پیر باشد در ہنر آں خوشخصال

اُس کو بچہ سمجھ، جب وہ صاحبِ کمال ہو — وہ خوش خصلت ہنر میں بوڑھا ہوگا

---

[1] لیک: چونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے اور اکثر لوگ اچھے جذبات کے حامل نہیں ہوتے لہٰذا شراب سب ہی کے لئے حرام کر دی گئی۔ شیخ عوام کے لئے شراب کی اجازت ایسی ہوئی جیسا کہ ڈاکوؤں کے ہاتھ میں تلوار دے دینا۔

[2] گفت پیغمبر: ہندلی کے سردار بنانے پر جو اعتراض تھا اُس کا جواب دیا۔ اے کہ یعنی بزرگی بہ عقلست نہ بسال۔ قیر۔ ایک کالا مادہ ہے۔ آدمیوں میں محض عمر کے اعتبار سے اگر عقلمندی کا حکم لگتا تو شیطان سے زیادہ عمر والا کون ہوگا۔ وہ عقلمند کہلاتا ــــ عقل۔ بچہ اگر صاحبِ کمال ہے تو وہ عقلمند ہے۔

665

طفل گیرش چوں بُود عیسیٰ نفس
اسکو بچہ سمجھ جب وہ حضرت عیسیٰ والی باتوں والا ہو

آں[1] سفیدی مُو دلیل پختگی ست
بالوں کی سفیدی پختگی کی دلیل ہے

آں مُقلِّد چوں نداند جُز دلیل
وہ مقلد چونکہ دلیل کے علاوہ کچھ نہیں جانتا

بہرِ اُو گفتیم کایں تدبیر را
اس کے لئے ہم نے کہا ہے کہ اس تدبیر کو

لیک پیرِ عقل نے پیرِ سِن
لیکن عقل کا بڑھاپا، نہ کہ عمر کا بوڑھا

آنکہ[2] اُو از پردۂ تقلید جَست
وہ شخص جو تقلید کے پردے سے نکل گیا

نُورِ پاکش بے دلیل و بے بیاں
اس کا پاک نور بغیر دلیل اور بغیر بیان کے

پیشِ ظاہر بیں چہ قلب و چہ سَرَو
ظاہر بیں کے سامنے کیا کھڑا اور کیا کھڑا

اے بسا زرِّ سیہ کردہ بدُود
بعض اوقات سونا دھوئیں سے سیاہ کیا ہوا ہوتا ہے

اے بسا مسہائے[3] اندودہ بزر
بہت سے سونے کا ملمع کئے ہوئے تانبے ہیں

ما کہ باطن بینِ جملہ کشوریم
ہم جو کہ تمام عالم کے باطن کے دیکھنے والے ہیں

قاضیانے کہ بظاہر می تنند
وہ قاضی جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں

چوں شہادت گفت و ایمانش نبُود
جب (کلمۂ) شہادت پڑھ لیا اور اس میں ایمان نہ تھا

پاک باشد از غرُور و از ہوس
تو وہ غرور اور ہوس سے پاک ہوگا

پیشِ چشمِ بستہ کش کوتہ تنگ ست
بند آنکھ کے لئے ہر کوتاہ رفتار ہے

در علامت جوید اُو دائم سبیل
تو وہ ہمیشہ علامتوں میں راستہ تلاش کرتا ہے

چونکہ خواہی کرد بگزیں پیر را
جب تو اختیار کرے، بوڑھے کو منتخب کر

می نداند مُمتحَن از مُمتحِن
جو امتحان دینے والے اور امتحان لینے والے میں امتیاز

اُو بنُورِ حق بہ بیند ہر چہ ہست[4]
وہ ہر موجود کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

پُوست بشگافد در آید در میاں
کھال پھاڑتا ہے اندر گھس جاتا ہے

اُو چہ داند چیست اندر قوصرہ
وہ کیا جانے ٹوکری میں کیا ہے؟

تا رہد از دستِ ہر دُزدِ حسود
تاکہ ہر حاسد چور کے ہاتھ سے محفوظ رہے

تا فروشد آں بعقلِ مختصر
تاکہ اُن کو کوتاہ عقل کے ہاتھ فروخت کرے

دِل بہ بینیم و بظاہر ننگریم
ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر کو نہیں دیکھتے ہیں

حُکم بر اشکالِ ظاہر می کُنند
وہ ظاہری شکلوں پر حکم لگاتے ہیں

حکمِ اُو مُومن کُنند ایں قوم زُود
یہ لوگ بہت جلد اس پر مومن (ہونے کا) حکم لگا دیتے ہیں

---

[1] آں سفیدی۔ بالوں کی سفیدی بھی عقل کی پختگی کی دلیل ہے لیکن یہ ظاہر میں۔ لوگوں کے لئے ہے۔ آں مقلد جس کو نور بصیرت حاصل نہیں ہے وہ ہمیشہ دلیل کا طالب ہوتا ہے اور علامتوں کا راستہ تلاش کرتا ہے۔ بہر او مقلد کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ کسی بوڑھے سے مشورہ کرے ایک۔ لیکن اس بوڑھے سے عمر کا بوڑھا مراد نہیں ہے بلکہ سمجھ بصیرت مراد ہے۔

[2] آنکہ۔ وہ شخص مراد ہے جو تقلید سے نجات پا گیا ہو اللہ کے نور سے چیزوں کو دیکھتا ہو اس کی نگاہ کمال سے گذر کر باطن کو دیکھ لیتی ہے۔ پیش۔ ظاہر بیں، کھوٹے کھرے میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ قوصرہ۔ ٹوکری۔ اے بسا۔ بہت سے سیم سکے کالے کر دیئے جاتے ہیں تاکہ چور دست درازی نہ کرے۔

[3] مسہا۔ اندودہ۔ بہت سے سکے تانبے کے ہوتے ہیں جن پر سونے کی ملمع کاری ہوتی ہے۔ تاکہ حضورؐ نے فرمایا ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر پر نظر نہیں رکھتے ہیں۔ قاضیانے۔ قاضی ظاہر پر حکم لگاتا ہے جب کوئی شخص اس کے سامنے کلمۂ شہادت پڑھے خواہ اس کے دل میں تصدیق نہ ہو تو وہ اس کو مومن قرار دے گا۔

بس[1] منافق کاندریں ظاہر گریخت — خونِ صد مومن بہ پنہانی بریخت

بہت سے منافق ہیں جنھوں نے اس ظاہر میں پناہ پکڑلی — درپردہ انھوں نے سینکڑوں مسلمانوں کی خونریزی کی

جہد کن تا پیرِ عقل و دیں شوی — تا چو عقلِ کل تو باطن بیں شوی

کوشش کر تاکہ عقل اور دین کا بوڑھا بنے — تاکہ تو عقلِ کل کی طرح باطن بیں بن جائے

از عدم چوں عقلِ زیبا رُو کشاد — خلعتش داد و ہزاراں نام داد

جب خدا نے عقل کو عدم سے رُونما کیا — اس کو خلعت بخشی اور ہزاروں نام دیئے

کمترین زاں نامہائے خوش نفس — اینکہ نبود ہیچ او محتاجِ کس

ان بہترین ناموں میں سے کمترین نام — یہ ہے کہ وہ کسی کی محتاج نہ ہوگی

گر[2] بصورت وانماید عقل رُو — تیرہ باشد روز پیشِ نورِ او

اگر عقل مجسم ہوکر رُونما ہوجائے — دن اُس کے سامنے کالا پڑجائے

ور مثالِ احمقی پیدا شود — ظلمتِ شب پیشِ او روشن بود

اگر حماقت کی تصویر پیدا ہوجائے — رات کی تاریکی اُس کے مقابلہ میں روشن ہوگی

کو ز شب مظلم تر و تاری تر ست — لیک خفاشِ شقی ظلمت خور ست

کیونکہ وہ رات سے زیادہ تاریک اور کالی ہے — لیکن بدبخت چمگادڑ تاریکی خور ہے

اندک[3] اندک خوی کن با نورِ روز — ورنہ خفاشے بمانی بے فروز

دن کے نور کی آہستہ آہستہ عادت ڈال — ورنہ تو نور سے محروم چمگادڑ بنا رہے گا

عاشقِ ہر جا شکال و مشکلے ست — دشمنِ ہر جا چراغِ مقبلے ست

وہ ہر ایسی جگہ کی عاشق ہے جہاں اشکال اور مشکل ہے — اُس جگہ کی دشمن ہے جہاں کسی مختار کا چراغ ہے

ظلمتِ اشکال ازاں جوید دلش — تا کہ افزوں تر نماید حاصلش

اشکال اندھیرے کے اشکال کی جستجو میں اسلئے ہے — تاکہ اُس کی آمدنی زیادہ رونما ہو

تا ترا مشغول آں مشکل کند — وز نہادِ زشت خود غافل کند

تاکہ تجھے اُس مشکل میں مشغول کردے — اور اپنی بُری فطرت سے غافل کردے

علامتِ عاقل تمام و نیم عاقل و مردِ تمام و نیم مرد و علامت

عقل عاقل — اور آدھے عقلمند اور عقل انسان — اور آدھے انسان کی علامت

شقیِ مغرور لاشیٔ

اور بے وجود — مغرور بدبخت کی علامت

[1] بس منافق: بہت سے منافقوں نے اسی طرح اپنا ایمان ظاہر کرکے سازشیں کی ہیں اور مسلمانوں کی خونریزی کی ہے عقلِ کل عقل کامل جبرئیلؑ۔ از عدم: جب عقل پیدا ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسکی بہت عزت افزائی فرمائی کہ تین۔ اس کو ایک بے مثل خلعت عنایت کی کہ وہ کسی کی محتاج نہیں ہے

[2] گر بصورت۔ اگر عقل مجسم ہوکر دنیا میں رونما ہو تو سورج کی روشنی اُس کے سامنے ماند پڑجائے۔ ور۔ اگر حماقت مجسم ہوکر رونما ہو تو رات کی تاریکی اُس سے شرما جائے۔ لیک۔ احمق کی مثال تاریکی خور چمگادڑ کی سی ہے لہٰذا اُس کو حماقت ہی پسند آتی ہے۔

[3] اندک۔ انسان کو نورِ ہدایت سے تعلق پیدا کرنا چاہئے ورنہ بُری حالت میں موت آجائے گی۔ عاشق۔ کور باطن تاریکی کو پسند کرتا ہے، اور ہدایت سے بھاگتا ہے چمگادڑ صفت انسان دنیاوی ظلمت کا طالب ہے اور چراغِ ہدایت سے گریزاں ہے اور دنیاوی ظلمت کا طالب اسلئے ہے کہ دنیا کی دولتیں کمائے۔ تاترا۔ ایسے دولتمند انسان کو دیکھ کر دوسرے بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ علامت۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ یہ مقصد ہے کہ کامل عقلمند وہ ہے جو نورِ باطن حاصل کرلے۔ لاشیٔ۔

666

عاقل آں باشد کہ با اُو مشعلہ[1] است
عقلمند وہ ہے جس کے پاس مشعل ہے

اُو دلیل و پیشوائے قافلہ است
وہ قافلہ کا راہنما اور پیشوا ہے

پیرو نورِ خودست آں پیش رُو
وہ پیشرو، اپنے نور کا پیرو ہے

تابعِ خویش ست آں بیخویش رُو
وہ بے اختیار چلنے والا اپنے نور کا تابع ہے

مُومنِ خویش ست و ایماں آورید
وہ اپنے اوپر ایمان رکھتا ہے اور ایمان لایا ہے

ہم بداں نورے کہ جانش زاں چرید
اُس نور پر جس سے اُسکی روح نے غذا حاصل کی

دیگرے[2] کہ نیم عاقل آمد اُو
دوسرا وہ جو آدھا عقلمند ہے

عاقلے را دیدہ خود داند اُو
(اور) کسی عقلمند کو اپنی آنکھ سمجھتا ہے

دست در وے زد چو کور اندر دلیل
اُسنے اُسپر اس طرح ہاتھ رکھ دیا ہے جیسا کہ اندھا راہبر پر

تا بدو بیناشد و جُست و جلیل
حتی کہ وہ اُس کے ذریعہ بینا اور جست اور تیز ہو گیا

واں خرے کز عقل جو سنگے نداشت
وہ گدھا جو ایک جَو برابر عقل نہیں رکھتا

خود نبودش عقل و عاقل را گذاشت
اُسمیں خود عقل نہ تھی اور عقلمند کو بھی چھوڑ دیا

رہ نداند نے قلیل و نے کثیر
وہ راستہ نہیں جانتا ہے نہ تھوڑا نہ بہت

می نجوید ہم نذیر و ہم بشیر
نذیر اور بشیر کو بھی نہیں تلاش کرتا ہے

غرقہ اند در غفلت و در قال و قیل
غفلت اور بحث و مباحثہ میں غرق ہے

ننگش آید آمدن خلفِ دلیل
اُس کو راہنما کے پیچھے چلنے میں شرم آتی ہے

می[3] رود اندر بیابانِ دراز
وہ لمبے جنگل میں چلا جا رہا ہے

گاہ لنگاں آں سُو گاہے بتاز
کبھی مایوس لنگڑاتا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا

شمع نے تا پیشوائے خود کُند
شمع نہیں ہے کہ اُس کو اپنا پیشوا بنالے

نیم شمعے نے کہ نورے گد کُند
آدھی شمع (بھی) نہیں ہے کہ نور مانگ لے

نیست عقلش تا دمِ زندہ زند
اُس میں عقل نہیں ہے کہ زندہ ہونیکا دم بھرے

نیم عقلے نے کہ خود مُردہ کُند
آدھی عقل (بھی) نہیں ہو کہ اپنے آپکو مُردہ بنالے

مُردہ آں عاقل آید اُو تمام
وہ بالکلیہ اُس عقلمند کا مُردہ بن جائے

تا بر آید از نشیب خود بام
تاکہ اپنی پستی سے بالاخانہ پر پہنچ جائے

عقلِ کامل نیست خود در امرہ کُن
پوری عقل نہیں ہے (تو) اپنے آپکو مُردہ بنا

در پناہِ عاقلِ زندہ سُخن
زندہ دم عقلمند کی پناہ میں

---

[1] مشعلہ یعنی نور کی مشعل۔ اُو۔ وہ دوسروں کا بھی رہنما ہے پیشرو۔ وہ خود اپنے نور کا تابع اور پیرو ہوتا ہے مُومنِ خویش۔ یہ مرتبہ انبیاء کا ہے انبیاء کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر ایمان لائیں اور اپنی نبوت کی تصدیق کریں۔

[2] دیگرے نیم عقل وہ ہے جو کسی صاحب نور کو اپنی آنکھ بنالے اور ہر چیز کو اُس کی آنکھ سے دیکھے۔ دست در۔ ہر معاملہ میں اُسپر ایسا اعتماد کرے جس طرح اندھا اپنے رہنما پر کرتا ہے۔ واں خرے۔ تیسرا جو نرا اگدھا ہے وہ ہے جس کو نہ خود نور حاصل ہو نہ کسی کو رہنما بنائے۔ نذیر و بشیر یعنی رہنما۔ غرقہ۔ خود غفلت میں غرق ہے اور دوسرے کو رہنما بنانے سے ذات محروس کرتا ہے۔

[3] می رود۔ یہ تیسرا شخص اوہام اور خیالات کی وادیوں میں سرگرداں رہتا ہے شمع۔ اُس کو خود تو نور باطن حاصل نہیں ہے اور اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ کسی دوسرے سے نور حاصل کرلے۔ نیست عقلش۔ اسکو خود نور حاصل نہیں ہے اور اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اپنے آپکو کالمیت فی ید الغسال کردے۔ مردہ۔ اگر مُردہ بنکر اپنے آپکو کسی عقلمند کے سپرد کردوگے تو بام و مراد پر پہنچ جاؤگے عقل کامل۔ اگر اپنے اندر کامل عقل نہیں ہو تو اپنے آپکو

زندہ[1] نے تا ہمدمِ عیسیٰ بود — مُردہ نے تا دمگہِ عیسیٰ شود

زندہ وہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا ہم مشرب ہو — مُردہ وہ نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ کی پھونک کا اہل ہو

زندہ نے و مُردہ نے لاشی بود — غورہ باشد نے عنب نے مے بود

نہ زندہ ہے نہ مُردہ، وہ کچھ نہیں ہے — کچا انگور ہے، نہ انگور ہے نہ شراب

غورہ کز غورگی در نگذرد — سنگ بست و خام و ترش و رد بود

کچا انگور جو کچے پن سے آگے نہ بڑھے — وہ پتھر اگیا ہے اور کچا اور کھٹا اور مردود ہوتا ہے

جانِ[2] کورش گام ہر سو می نہد — عاقبت نجہد و لے برمی جہد

اُس کی اندھی روح ہر جانب قدم بڑھاتی ہے — عاقبت کی کوشش نہیں کرتی ہے لیکن تڑپتی رہتی ہے

سود ندہد بر جہیدن آں زماں — زانکہ نازل شد بلا از آسماں

اُس وقت اُچھلنا کودنا فائدہ نہیں دیتا ہے — کیونکہ آسمان سے بلا اُتر چکی ہے

قصۂ آبگیر و صیادان و آں ماہی یکے عاقل و یکے نیم عاقل و آں دیگر مغرور ابلہ مغفل، لاشی و عاقبت ایشان

تالاب اور شکاریوں اور تین مچھلیوں کا قصہ جو ایک عقلمند اور ایک ناقص العقل اور ایک دوسری مغرور، بے وقوف غافل لاشئی تھی اور اُن کا انجام

قصۂ[3] آں آبگیرست اے عنود — کہ در و سہ ماہیِ اشگرف بود

اے سرکش! اس تالاب کا قصہ ہے — جس میں تین بڑی مچھلیاں تھیں

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں — قشرِ افسانہ بود و دیں مغزِ جاں

تو نے کلیلہ میں پڑھا ہوگا لیکن وہ — قصہ کا چھلکا تھا اور یہ روح کا مغز ہے

چند صیادے سوئے آں آبگیر — برگذشتند و بدیدند آں ضمیر

اُس تالاب کی جانب چند شکاری — گذرے اور اُس راز کو سمجھ گئے

پس شتابیدند تا دام آورند — ماہیاں واقف شدند و ہوشمند

وہ دوڑے تاکہ جال لائیں — مچھلیاں باخبر اور آگاہ ہو گئیں

آنکہ عاقل بود عزمِ راہ کرد — عزمِ راہِ مشکلِ ناخواہ کرد

جو سمجھدار تھی اس نے سفر کی ٹھانی — ناپسند مشکل راستہ کا ارادہ کر لیا

گفت با اینہا ندارم مشورت — کہ یقیں ستم کنند از مقدرت

کہنے لگی میں ان سے مشورہ نہ کروں گی — کیونکہ وہ یقیناً طاقت میں مجھ سے زیادہ ہیں

---

[1] زندہ۔ اصل انسان زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی طرح اُس کے دم میں اثر ہو اور نہ مُردہ ہے کہ کسی عیسیٰ نفس کے دم سے زندہ ہو جائے۔ غورہ۔ کچا انگور نہ کھانے کے قابل ہے نہ اس سے شراب بنتی ہے۔ کز غورگی۔ جو انگور پک جائے شیرہ کم کھٹا رہ جاتا ہے اور ناقابلِ قبول ہوتا ہے۔

[2] جان۔ اصل انسان اوہام میں پھنسا رہتا ہے۔ عاقبت کی فکر نہیں کرتا ہے پھر ایسے وقت فکر کرتا ہے جبکہ کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ نشور۔ بے وقت ندامت مفید نہیں ہے۔

[3] آبگیر۔ تالاب۔ جمیل۔ قصہ اس قصہ سے انہی تین قسم کے آدمیوں کے انجام کو سمجھانا مقصود ہے۔

[4] قصہ۔ ایک جمیل میں تین نادر اور موٹی مچھلیاں بستی تھیں۔ کلیلہ۔ اور دمنہ مشہور کتاب ہے۔ ضمیر۔ پوشیدہ چیز یعنی مچھلیوں کی اس تالاب میں حکومت۔ جانکہ۔ ان تینوں مچھلیوں میں سے جو عقلمند تھی اس نے شکاریوں کے ارادے کو بھانپ کر سفر کر جانے کا ارادہ کر لیا اور وہاں سے چل دی۔

669

مہر[1] زاد و بود شاں بر جاں زند — کاہلی و جہل شاں بر من زند

پیدائش اور قیام کی محبت اُن کی جان پر اثر کرے گی — اُن کی سستی اور نادانی مجھ پر اثر کرے گی

مشورت با زندہ باید نکو — کہ ترا زندہ کند آں زندہ کو

مشورے کے لئے نیک اور زندہ دل چاہیے — کہ تجھے زندہ کر دے، وہ زندہ کہاں ہے؟

اے مسافر با مسافر رائے زن — زانکہ پایت لنگ دارد رائے زن

اے مسافر! مسافر سے مشورہ کر — عورت کی رائے تیرا پاؤں لنگڑا کر دے گی

از[2] دم حُبُّ الوطن بگذر مایست — کہ وطن آنسوست جاں ایں سوئے نیست

وطن کی محبت کے دھوکے سے نکل جا، ٹھہر — اے جان! وطن اُدھر ہے، اِدھر نہیں ہے

گر وطن خواہی گذر آں سوئے شط — ایں حدیث است را کم خواں غلط

اگر تو وطن چاہتا ہے (ٹھہر کے) اُس کنارے پر جا جا — ایسی صحیح حدیث کو غلط نہ پڑھ

سِرِّ حدیث حُبُّ الوَطَنِ مِنَ الْاِیمَانِ و کژ خواندن شخصے

اس حدیث کا راز کہ وطن کی محبت ایمان سے ہے اور ایک شخص کا ناک میں

دُعائے اِستنشاق را کہ اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِی رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ بجائے

پانی لینے کے وقت کی دعا کو بے موقع پڑھنا جو کہ اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سنگھا دے

وردِ استنجا کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِی

استنجے کی دعا کی جگہ جو کہ اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کر دے اور مجھے پاکی حاصل کرنے

مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ و شنیدنِ عزیزے و طاقت نیاوردن و باز نمودن

والوں میں سے کر دے ہے۔ اور ایک دوست کا سننا اور صبر نہ کر سکنا اور بتانا

در[3] وضو ہر عضو را وردے جُدا — آمدہ است اندر خبر بہرِ دُعا

وضو کرنے میں ہر عضو کا جدا وظیفہ — حدیث میں دعا کے لئے آیا ہے

چونکہ اِستنشاق بینی می کنی — بُوئے جنت خواہ از ربِّ غنی

جب تو ناک میں پانی دے — بے نیاز رب سے جنت کی خوشبو چاہ

تا ثرا آں بُو کشد سوئے جناں — بُوئے گل باشد دلیل گلستاں

تاکہ وہ خوشبو تجھے بستانوں کی طرف کھینچے — پھول کی خوشبو چمن کی رہنما ہوتی ہے

چونکہ اِستنجا کنی در ورد و سخن — ایں بُود یا رب تو زنیم پاک کن

جب تو استنجا کرے، وظیفہ اور کلام — یہ ہوگا کہ اے خدا تو مجھے اس سے پاک کر

[1] مہر۔ ان دونوں مچھلیوں پر وطن کی محبت غالب آجائے گی۔ اور وہ میرے ارادے میں مجھے سست کر دیں گی۔ اے مسافر! مسافر کو مسافر سے مشورہ کرنا چاہیئے خانہ نشین عورت سفر سے روک دے گی۔

[2] از دم۔ اس حدیث میں وطن سے آخرت مراد ہے دنیا کا وطن مراد نہیں ہے اس حدیث کا غلط مطلب سمجھ کر دھوکا نہ کھا۔ پیر مولانا کا مطلب یہ ہے کہ ہر دعا کا ایک محل ہے اس کو غلط مقام پر استعمال نہ کرنا چاہیئے اسی طرح حُبُّ الوطن کو غلط مقام پر استعمال کرنا غلطی ہے۔

[3] در وضو۔ بزرگان دین وضو میں ہر عضو کو دھوتے وقت ایک خاص دعا پڑھتے ہیں چونکہ جب ناک میں پانی ڈالتے ہیں تو دعا کرتے ہیں۔ خدا مجھے جنت کی خوشبو سنگھا دے۔ تا ترا۔ پھول کی خوشبو چمن کے لئے رہنما ہے اسی طرح سے جنت کی خوشبو جنت کی رہنما ہے چونکہ استنجا یہ دعا استنجے کے بعد پاخانہ سے نکل کر پڑھنی چاہیئے۔

دستِ من اینجا رسید ایں را بشُست
میرا ہاتھ یہاں پہنچا، اِس کو دھو دیا

دستم اندر شستنِ جانست سُست
روح کے دھونے میں میرا ہاتھ کوتاہ ہے

اے زتو کس گشتہ جانِ ناکساں
اے (خدا) تجھ سے نالائقوں کی جان لائق بنگئی ہے

دستِ فضلِ تُست در جانہا رساں
تیرے کرم کا ہاتھ روحوں تک پہنچنے والا ہے

حدِّ من ایں بود کردم من نسیم
مجھ کمینے کی تو یہی حد تھی جو کر لی

زاں سوئے حدِّ ما لقی کن اے کریم
حد کی اُس جانب کو اے کریم تو پاک کر دے

از حدث شستم خدایا پوست را
اے خدا! میں نے ناپاکی سے کہاں کو دھو لیا

از حوادث توبشو ایں دوست را
تو ہی دوست کو حوادث (ناپاکی) سے دھو دے

آں یکے در وقتِ استنجا بگفت
ایک شخص نے استنجے کے وقت کہا

کہ مرا بابوئے جنت دار جفت
مجھے جنت کی خوشبو کا جوڑی دار بنا دے

گفت شخصے خوب وِرد آوردہ
ایک شخص نے کہا تو نے بہت اچھا وظیفہ پڑھا

لیک سوراخِ دعا گم کردہ
لیکن تو نے دعا کے سوراخ کو گم کر دیا ہے

ایں دعا چوں وِردِ بینی بود چوں
یہ دعا جبکہ ناک کا وظیفہ تھا، کیوں

وِردِ بینی را تو آوردی بکوں
نتھنوں کے وظیفہ کو مقعد میں لے آیا؟

رائحہ جنت ز بینی یافت حُر
آزاد آدمی جنت کی خوشبو ناک کے ذریعہ پاتا ہے

رائحہ جنت کے آید از دُبُر
مقعد سے جنت کی خوشبو کب آتی ہے؟

اے تواضع بردہ پیشِ ابلہاں
اے بے وقوفوں کے سامنے تواضع کرنے والے!

وے تکبر کردہ تو پیشِ شہاں
اے شاہوں کے سامنے تکبر کرنے والے!

آں تکبر بر خساں خوب و چُست
تکبر کمینوں کے ساتھ اچھا اور بھلا ہے

ہیں مرو معکوس عکسش بندِ تُست
خبردار! اُلٹا نہ ہیں، اُلٹا تیری بیڑی ہو

از پئے سوراخِ بینی رست گُل
پھول، ناک کے سوراخ کے لئے اُگا ہے

بُود وظیفہ بینی آمد اے عتل
اے بدخو! سونگھنا ناک کا کام ہے

بوئے گُل بہرِ مشام ست اے دلیر
اے دلیر! پھول کی خوشبو دماغ کے لئے ہے

جایِ آں بُو نیست ایں سوراخِ زیر
یہ نچلا سوراخ اُس خوشبو کی جگہ نہیں ہے

کے از ینجا بُوئے خُلد آید ترا
تجھے جنت کی خوشبو اِس جگہ سے کب آئے گی؟

بُو ز موضع جو اگر باید ترا
اگر تجھے خوشبو چاہیئے تو اُس کو جگہ سے تلاش کر

۱؎ دستِ من۔ اِس دعا کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والا کہتا ہے کہ نجاست ظاہری کا ازالہ تو مجھ سے ممکن تھا وہ میں نے کر لیا باطنی نجاست سے خدا ہی پاک کر سکتا ہے۔ اے رزاق۔ یہ خدا کی قدرت ہی کر سکتی ہے کہ وہ روح کو پاک کر دے۔ حدِّ من۔ انسان کا مقدور یہی ہے کہ وہ نجاست ظاہری سے پاکی حاصل کر لے، نجاست ظاہری کی حد سے آگے کی پاکی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ حدث۔ وہ چیزیں جن سے وضو یا غسل ٹوٹ جاتا ہے۔ حوادث یعنی دنیوی معاملات۔

۲؎ آں یکے۔ ایک آدمی نے استنجے کے وقت وردِ دعا میں جو ناک میں پانی دینے کے وقت کی ہے سوراخ یعنی ناک کا سوراخ اور پاخانہ کے مقام کو سوراخ۔ کون پاخانہ کیا سوراخ جو تبرّ پاخانہ کا سوراخ ہے۔

۳؎ اے تواضع۔ جس طرح یہ بے محل دعا ہے اسی طرح یہ بھی بے محل بات ہے کہ انسان احمقوں کے سامنے تواضع برتے اور شاہوں سے اکڑے۔ ابلہاں۔ دنیادار، شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ جفت۔ انسان کی اُلٹی چالیں اگلی رفعت اور بلندی کیلئے مانع ہیں۔ رستِ گُل۔ پھول سونگھنے کیلئے ہے اور سونگھنا ناک کا کام ہے۔ عتل۔ بدمزاج، بدنام۔ دلیر۔ سوراخِ زیر۔ پاخانہ کا سوراخ۔ کے از ینجا۔ یعنی پاخانہ کے سوراخ سے جنت کی خوشبو کہیں نہیں ہوتی۔

همچنیں حُبُّ الوطن باشد درست[1] — تو وطن بشناس اے خواجہ نخست

اسی طرح سے وطن کی محبت درست ہے — اے خواجہ! تو پہلے وطن کو پہچان

واقف شدن آں ماہیِ عاقل و سفر پیش گرفتن بے مشورت با دیگراں از حکمت

عقلمند مچھلی کا واقف ہوجانا اور دانائی سے دوسروں کے مشورے بغیر روانہ ہوجانا

گفت آں ماہیِ زیرک رہ کنم — دل زرای و مشورت شاں برکنم

اُس عقلمند مچھلی نے کہا میں سفر کرجاؤں — اُن کے مشورے اور رائے پر دل نہ جماؤں

نیست وقتِ مشورت ہیں اے کُن — چوں علیؓ تو آہ اندر چاہ کُن

خبردار! مشورے کا وقت نہیں ہے سفر کرجا — (حضرت) علیؓ کی طرح تو کنوئیں میں آہ کر

محرمِ[2] آں راہ کیاب ست و بس — شب روی پنہاں روی کُن چوں عسس

اس راستہ کا محرم باصل نایاب ہے — رات کو چلنا اور پوشیدہ چلنا کوتوال کی طرح اختیار کر

سوئے دریا عزم کُن زیں آبگیر — بحر جو و ترک ایں گرداب گیر

اِس تالاب سے دریا کی جانب ارادہ کر — سمندر کی تلاش کر اِس بھنور کو چھوڑ دے

سینہ را پا ساخت و می رفت آں خزور — از مقامِ باخطر تا بحرِ نور

وہ محتاط سینہ کو پاؤں بنا کر جارہی تھی — پُرخطر مقام سے، نور کے سمندر کی جانب

ہمچو آہو کز پئے اُو سگ بود — می دود تا در تنش یک رگ بود

اُس ہرن کی طرح کتا جس کے درپے ہو — وہ دوڑتا ہے جب تک اُسکے بدن میں ایک رگ ہو

خواب خوش خرگوش و سگ اندر پئے خطاست — خواب خوش دزدِ حریص بیدار کجاست

خرگوش کی نیند اور کتا درپے، غلط ہے — ڈر نیوالے کی آنکھ میں نیند کہاں ہوتی ہے؟

رفت[3] آں ماہی رہِ دریا گرفت — راہِ دور و پہنہ پہنا گرفت

وہ مچھلی چل گئی، دریا کی راہ لی — دور از اور چوڑے سے چوڑا راستہ اختیار کیا

رنجہا بسیار دید و عاقبت — رفت آخر سوئے امن و عافیت

وہ بہت سی تکلیفوں سے دوچار ہوئی انجام کار — امن اور عافیت کی جانب چل گئی

خویشتن افگند در دریائے ژرف — کہ نیابد حدِّ آں را ہیچ طرف

اس نے اپنے آپ کو گہرے دریا میں ڈال دیا — جس کے کنارے کو کوئی آنکھ نہیں پاتی ہے

---

[1] درست۔ یعنی وطن کی محبت کا جزوِ ایمان ہونا تو درست ہے لیکن اسکو سمجھ لے وہ کونسا وطن ہے، ظاہر ہے مومن کا اصلی وطن عقبیٰ ہے۔ دل یعنی میں دوسری مچھلیوں سے مشورہ نہ کرونگی۔ چوں علیؓ ایک غلط روایت مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے جذبات سے مجبور ہوکر آہ کرنا چاہی تو کوئی اُس آہ کا محرم نہ پایا اور کنوئیں میں منھ ڈالکر آہ کی تھی۔

[2] محرم۔ مچھلی نے یہ بھی کہا اِس راستہ کے محرم نایاب ہیں لہٰذا خاموشی سے رات کو نکل جانا چاہیئے سالک کو بھی یہی سوچنا پڑتا ہے اور سلوک کی مشکلات کو خود ہی برداشت کرنا پڑتا ہے بسوئے دریا۔ تالاب کو چھوڑکر دریا کا رُخ کرنا چاہیئے یعنی محدود دنیا کو چھوڑکر لامحدود عقبیٰ اختیار کرنی چاہیئے سینہ سینہ کے بل وہ محفوظ مقام پر پہنچ گئی۔ ہمچو۔ وہ اس طرح دوڑ کر پُرخطر مقام سے بھاگی جس طرح وہ ہرن بھاگتا ہے جس کا پیچھا شکاری کتا کررہا ہو خواب۔ کتا درپے ہو اور پھر غفلت کی نیند سو، بڑی غلطی ہے۔

[3] رفت۔ وہ عقلمند مچھلی روانہ ہوگئی اور اُس نے لمبا چوڑا راستہ اختیار کرلیا، رنجہا۔ راستہ کی تکالیف برداشت کیں اور امن کی جگہ پہنچ گئی خویشتن۔ اپنے آپکو دریائے ناپیدا

پس[1] چو صیاداں بیاوردند دام
پھر جب شکاری جال لے آئے

نیم عاقل را ازاں شد تلخ کام
اس سے نیم عاقل کو ناگواری ہوئی

گفت آہ من فوت کردم وقت را
بولی ہائے میں نے وقت گنوا دیا

چوں نگشتم ہمرہِ آں رہنما
میں اس رہنما کی ساتھی کیوں نہ بنی؟

ناگہاں رفت او ولیکن چوں برفت
وہ اچانک چلی گئی، لیکن چونکہ وہ چلی گئی ہو

می ببایستم شدن در پے بہ تفت
مجھے (بھی) جلد اس کے پیچھے جانا چاہیئے تھا

ایں زماں سودے ندارد حسرتم
اب میری حسرت مفید نہیں ہے

چوں کنم چوں فوت شد آں فرصتم
کیا کروں، جب کہ وہ موقع جاتا رہا!

بر گذشتہ حسرت آوردن خطاست
گذشتہ پر حسرت کرنا غلطی ہے

باز ناید رفتہ یاد آں ہباست
گیا وقت، نہیں لوٹتا ہے اس کی یاد بیکار ہے

قصہ[1] آں مرغ گرفتہ کہ وصیت کرد کہ بر گذشتہ پشیمانی مخور

اس پھنسے ہوئے پرند کا قصہ جس نے وصیت کی کہ گذشتہ پر پشیمان نہ ہو

و سخن محال باور ممکن و در تدارک وقت اندیش و

اور ناممکن بات کا یقین نہ کر اور موجود وقت کی اصلاح کر اور پشیمانی میں

روزگار مبر در پشیمانی

وقت ضائع نہ کر

آں یکے مرغے گرفت از مکر و دام
ایک شخص نے ایک پرند مکر اور حال سے پکڑ لیا

مرغ او را گفت کاے خواجہ تمام
اس سے پرند نے کہا کہ اے خواجہ بزرگ!

تو یکے مرغ ضعیفے ہمچو من
تو نے مجھ جیسے ایک کمزور پرند کو

صید کردہ خوردہ گیرا اے نیک ظن
شکار کر لیا، فرض کر کھا لیا اے نیک گمان!

تو یکے[2] گاواں و میشاں خوردہ
تو نے بہت سی گائیں اور بھیڑیں کھائی ہیں

تو بسے اشتر بقرباں کردہ
تو نے بہت سے اونٹ قربان کئے ہیں

تو نگشتی سیر ز انہا در زمن
تو زمانہ میں ان سے پیٹ بھرا نہ بنا

ہم نگردی سیر از اجزائے من
میرے اجزاء سے بھی تیرا پیٹ نہ بھریگا

مر مرا آزاد گرداں از کرم
کرم کر کے مجھے آزاد کر دے

اے جواں مردِ کریم محتشم
اے شریف! معزز جوان شخص!

[1] پس۔ شکاری جب جال لے آئے تو نیم عاقل پھل کر نکر ہوئی۔ گفت۔ اس نیم عاقل پھل نے کہا افسوس میں نے وقت ضائع کیا میں اس عقلمند پھل کے پیچھے پیچھے کیوں نہ چلدی۔ ناگہاں۔ وہ اچانک چلدی تھی لیکن اب بھی مجھے جلد اس کے پیچھے چل دینا چاہیئے۔ ایں زماں۔ گذشتہ بات پر افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں گذرا وقت دوبارہ واپس نہیں آسکتا اس پر افسوس کرنیکی بجائے فوراً کام شروع کر دینا چاہیئے تاکہ پہلی غلطی کی تلافی ہو سکے۔

[1] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گذشتہ بات پر افسوس میں وقت ضائع کرنا نافرمانی ہے۔

[2] تو یکے۔ پرند نے شکاری سے کہا کہ تو بہت سے بڑے بڑے جانور کھا چکا ہے اور ان سے تیرا پیٹ نہ بھرا تو مجھے کھا کر تیرا کیا بھلا ہوگا۔ مر مرا۔ مجھے مہربانی کر کے آزاد کر دے تو میں تجھے تین نصیحتیں کروں۔

673

ہل مرا تا کہ سہ پندت بر دہم
مجھے چھوڑ دے تاکہ تجھے تین نصیحتیں کروں

تا بدانی زیرکم یا ابلہم
حتیٰ کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں عقلمند ہوں یا بیوقوف ہوں

اوّل آں پندے دہم بر دستِ تو
اُن میں کی پہلی نصیحت میں تیرے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے)

بدہمت اے جان و دل سرمستِ تو
تجھے کروں گا، اے وہ کہ دل و جان تیرے شیدائی ہیں

بر سرِ دیوار بدہم ثانیش
اُن میں سے دوسری دیوار پر (بیٹھ کر) کروں گا

تا شوی زاں پند شاد و خوب و کش
تاکہ تو اُس نصیحت سے خوش اور بھلا اور نازاں ہو

واں سوم پندت دہم من بر درخت
میں تیسری نصیحت تجھے درخت پر (جا بیٹھ کر) کروں گا

کہ ازیں سہ پند گردی نیک بخت
تاکہ تو اُن تینوں نصیحتوں سے نیک بخت بنجائے

انچہ بر دست است اینست آں سخن
جو ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) کرنی ہے (وہ یہ بات ہے)

کہ محالے را ز کس باور مکن
کہ ناممکن (بات) پر کسی کا یقین نہ کر

بر کفش چوں گفت اوّل پند رفت
اُسکے ہاتھ پر (جا بیٹھے ہوئے جب پہلی نصیحت) کہدی (تو) گیا

گشت آزاد و بر آں دیوار رفت
آزاد ہو گیا اور دیوار پر جا بیٹھا

گفت دیگر بر گذشتہ غم مخور
دوسری نصیحت (یہ) کی کہ گذری ہوئی (بات) پر غم نہ کر

چوں ز تو بگذشت زاں حسرت مبر
جب تجھ سے گذر گئی (اُس) پر حسرت نہ کر

بعد ازاں گفتش کہ در جسمم کتیم
اُسکے بعد اُس نے اس سے کہا کہ میرے جسم میں چھپا ہوا

دہ درم سنگ ست یک دُرِّ یتیم
دس درم کے وزن کا ایک نادر موتی ہے

دولتِ تو بختِ فرزندانِ تو
تیری دولت تیری اولاد کا نصیب

بُود آں گوہر بحقِّ جانِ تو
تھا وہ موتی تیری جان کی قسم!

فوت کردی دُر کہ روزیت نبود
تو نے وہ موتی کھو دیا چونکہ تیرے مقدر میں نہ تھا

کہ نباشد مثلِ آں دُر در وجود
کہ جس موتی کی مثال وجود میں نہ ہوگی

آنچناں کہ وقتِ زادن حاملہ
جس طرح حاملہ (عورت) جننے کے وقت

نالہ دارد خواجہ شد در غلغلہ
فریاد کرتی ہے، (وہ شکاری) خواجہ خور کرنے لگا

گشت غمناک و ہمیگفت آہ آہ
غمگین ہو گیا اور کہتا تھا ہائے ہائے

ایں چرا کردم کہ شد کارم تباہ
یہ میں نے کیوں کیا کہ میرا کام برباد ہو گیا

من چرا آزاد کردم مر ترا
میں نے تجھے کیوں آزاد کیا؟

زیں حیل از راہ بردی مر مرا
تو نے ان حیلوں سے مجھے گمراہ کر دیا

۱؎ اوّل۔ میں پہلی نصیحت تو اُس وقت کروں گا جب تو مجھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہو گا دوسری جب کرونگا کہ تو مجھے چھوڑ دیگا اور میں دیوار پر جا بیٹھوں گا اور تیسری جب کرونگا کہ میں درخت پر جا بیٹھوں گا۔ آنچہ بر دست۔ تیرے ہاتھ میں رہتے ہوئے جو نصیحت کرنی ہے وہ یہ ہو کہ اگر کوئی تجھ سے ناممکن اور محال بات کہے اُس پر یقین نہ کرنا۔ بر کفش۔ جب پرند نے یہ نصیحت کر دی تو شکاری نے اُس کو چھوڑ دیا اور پرند دیوار پر جا بیٹھا۔

۲؎ گفت۔ دیوار پر بیٹھ کر پرند نے دوسری نصیحت یہ کی کہ گذشتہ واقعہ پر کبھی حسرت اور افسوس نہ کرنا اور اُس کے بعد پرند نے کہا کہ میرے پوٹے میں ایک نادر موتی ہے جس کا وزن دس درم ہو یعنی تین تولے ہے۔ کتیم۔ چھپا ہوا۔ دُرِّ یتیم۔ دُرِّ یکتا۔ دولت۔ اگر تو مجھے ذبح کرتا تو وہ موتی تیری دولت ہوتا۔ بحق۔ یعنی تیری جان کی قسم۔ فوت کردی۔ چونکہ تیرا مقدر نہ تھا اسی لئے وہ موتی تیرے ہاتھ نہ آیا۔

۳؎ آنچناں۔ پرند کی اس بات کو سُن کر وہ شکاری اس طرح نالہ و فریاد کرنے لگا جس طرح حاملہ عورت جو جننے کے وقت کرتی ہے۔ گشت۔ وہ شکاری پرند کی اس گفتگو پر غمگین ہو کر آہ آہ کرنے لگا اور اُس سے بولا کہ تو نے حیلہ بازی کر کے مجھے

مرغ[1] گفتش نے نصیحت کردمت — کہ مبادا برگذشتہ دی غمت

پرندے نے اس سے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت نہیں کی تھی؟ — کہ کل کی گذشتہ (بات) پر تو غمگین نہ ہو

چوں گذشت و رفت غم چوں میخوری — یا نکردی فہم پند م یا کری

جبکہ رفت و گذشت ہو گئی تو کیوں غم کرتا ہے؟ — یا تو میری نصیحت نہیں سمجھا ہے یا تو بہرا ہے

واں دوم پندت بگفتم کز ضلال — ہیچ تو باور مکن قول محال

میں نے دوسری نصیحت تجھے کی کہ گمراہی سے — تو کبھی ناممکن (بات) کا یقین نہ کرنا

من نیم خود سہ درم سنگ اے اسد — دہ درم سنگ اندرونم چوں بود

میں خود تین درہم بھر نہیں ہوں، اے شیر! — دس درہم کا وزن میرے اندر کیسے ہوگا؟

خواجہ[2] باز آمد بخود گفتا کہ ہیں — باز گو پند سوم اے نازنیں

خواجہ ہوش میں آیا، بولا کہ ہاں — اے نازنین! تیسری نصیحت کر

گفت آرے خوش عمل کردی بداں — تا بگویم پند ثالث را نگاں

اس نے کہا ہاں تو نے ان دو پر اچھا عمل کیا — تاکہ میں فضول تیسری نصیحت کروں

ایں بگفت و بر پرید و شاد رفت — سوئے صحرا سر خوش و آزاد رفت

اس نے یہ کہا، اور اڑ گیا اور خوش اور کر چل دیا — دشت اور آزاد جنگل کی جانب چلا گیا

پند[3] گفتن با جہول خوابناک — تخم افگندن بود در شورہ خاک

نادان، جاہل کو نصیحت کرنا — شور زمین میں بیج بونا ہوتا ہے

چاک حمق و جہل نہ پذیرد رفو — تخم حکمت کم دہش اے پندگو

حماقت اور نادانی کا چاک رفو کے قابل نہیں ہے — اے نصیحت کرنے والے! اس میں دانائی کا بیج نہ بو

زانکہ جاہل جہل را بندہ بود — چونکہ تو پندش دہی او نشنود

کیونکہ جاہل جہل کا غلام ہوتا ہے — جب تو اسے نصیحت کریگا وہ نہ سنے گا

چارہ اندیشیدن آں ماہی نیم عاقل خود را مردہ کردن

اس ناقص عقل والی مچھلی کا تدبیر سوچنا اور خود کو مردہ بنالینا

نیم عاقل گفت در وقت بلا — چونکہ ماند از سایۂ عاقل جدا

مصیبت کے وقت نیم عاقل نے کہا — چونکہ وہ عقلمند کے سایہ سے جدا ہو گئی تھی

کو سوئے دریا شد و از غم عتیق — فوت شد از من چناں نیکو رفیق

کہ وہ دریا کی جانب چلی گئی اور غم سے آزاد ہو گئی — مجھ سے ایسا اچھا ساتھی چھوٹ گیا

[1] مرغ: پرندے نے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت کی تھی کہ گذری ہوئی بات پر افسوس نہ کرنا۔ اب تو اس گذری ہوئی بات پر کیوں افسوس کر رہا ہے یا تو تو میری نصیحت نہ سمجھا تھا یا بہرا ہے۔ دوسری دوم میں نے تجھے دوسری نصیحت یہ کی تھی کہ کسی کی ناممکن بات پر یقین نہ کرنا اور تو نے میری ناممکن بات پر یقین کر لیا اور یہ نہ سوچا کہ وہ پرند جس کا کل وزن سات دس کلے بھی نہ ہو اسکے پوٹے میں تین تولے کا سونا کیسے ہو سکتا ہے۔

[2] خواجہ: جب شکاری کو ذرا سکون ہوا تو اس نے کہا تیسری نصیحت بھی سنا دے۔

[3] گفت: پرندے نے طنزاً کہا تو نے دو نصیحتوں پر خوب عمل کیا ہے جو تجھے میری نصیحت سنا کر ضائع کروں اس طنز میں تیسری نصیحت بھی مضمر ہے کہ جو نصیحت قبول نہ کرے اسکو نصیحت نہ کرنا۔ اس پر اس پرندے نے طنزاً وہ جملہ کہہ دیا جس میں تیسری نصیحت بھی تھی اور اڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔

[4] پند گفتن: مولانا فرماتے ہیں کہ جاہل کو نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے شور زمین میں تخم ریزی کرنا۔ حماقت اور جہل ناقابل اصلاح ہے نشنود: قبول کرنے کے ارادہ سے سنیگا۔ چارہ اندیشیدن: عقل مند کی تدبیر ہی ہے کہ قبل از مصیبت وغیرہ کی تدبیر کرے نیم عقلمندی ہے

یک[1] زاں نندیشم و بر خود زنم — خویشتن را ایں زماں مُردہ کنم

لیکن میں اس سوچ میں نہیں پڑتی ہوں اور خود کو تکلیف — اس وقت اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں

پس برآرم اشکمِ خود بر زبر — پُشت زیر و می رَوم بر آب بر

پس میں اپنا پیٹ اوپر کو کرتی ہوں — پُشت نیچے کو اور پانی کے اوپر آجاتی ہوں

می رَوم بر رَوئے چنانکہ خس رَوَد — نے بشناحی چنانکہ کس رَوَد

اس پر اس طرح چلوں جیسے کہ تنکا چلتا ہے — نہ کہ تیراکی سے، جیسے کہ انسان چلتا ہے

مُردہ گردم خویش بسپارم بآب — مرگ پیش از مرگ ایمن ست از عذاب

میں اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں اور پانی کے سپرد کرتی ہوں — مرنے سے پہلے مرجانا، عذاب سے امن ہے

مرگ پیش از مرگ ایمن ست اے فتی — اینچنیں فرمودہ ما را مُصطفیٰ[2]

اے نوجوان! مرنے سے پہلے مرجانا امن ہے — مُصطفیٰ نے ہم سے ایسا ہی فرمایا ہے

گفت مُوتُوا کُلُّکُم قَبلَ اَن — یَاتِیَ المَوتُ تَمُوتُوا بِالفِتَن

فرمایا تم سب مرجاؤ اس سے پہلے کہ — موت آئے (اور) فتنوں سے مرو

ہمچناں مُردہ شکم بالا فگند — آب گہ بُردش نشیب و گہ بلند

اسی طرح مُردہ ہوگئی اور پیٹ اوپر کرلیا — پانی کبھی اس کو نیچے لے جاتا، کبھی اوپر

ہر یکے زاں قاصداں بس غصہ خورد — کہ دریغا ماہیِ مہتر بمُرد

ان ارادہ کرنے والوں میں سے ہر ایک بہت رنج کرتا تھا — کہ افسوس بڑی مچھلی مر گئی

شاد می شد اُو ازاں گفتِ دریغ — پیش رفت ایں بازیم رستم ز تیغ

اس افسوس کی گفتگو سے وہ خوش ہوتی تھی — میری یہ چال چل گئی، میں تلوار سے بچ گئی

پس بروتف کرد و بر خاکش فگند — غلط[3] غلطاں رفت پنہاں اندر آب

پھر اس پر تھوکا اور زمین پر پھینک دیا — وہ اچھل پڑتی چپکے سے پانی میں چلی گئی

ماند آں احمق ہمی کرد اضطراب — از چپ و از راست می جست آں سلیم

احمق رہ گئی جو تڑپتی تھی — وہ بیوقوف دائیں اور بائیں سے کودتی تھی

تا کہ بجہد خویش برہاند گلیم — دام افگندند و اندر دام ماند

تاکہ اور یا میں (کود پڑے اپنی گدڑی چھڑانے — انھوں نے جال پھینکا اور وہ جال میں رہ گئی

احمقی اُورا دراں آتش نشاند

بیوقوفی نے اس کو اس آگ میں بٹھا دیا

---

[1] یک۔ اب گذشتہ پر افسوس کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے میں یہ تدبیر کرتی ہوں کہ اپنے آپ کو مُردہ بنالوں گی۔ تب آرام۔ مچھلی مُردہ آلتی ہوکر سطح آب پر آجاتی ہے۔ می رَوَم۔ پانی کے ساتھ اس طرح چلوں کہ جس طرح تنکا خود بخود بہہ کر چلا جاتا ہے۔ شناحی۔ تیراکی۔

[2] مرگ۔ حدیث شریف ہے۔ مُوتُوا قَبلَ اَن تَمُوتُوا یعنی نجات اسی میں ہے کہ مرنے سے قبل ہی فنا کا درجہ اختیار کرلو۔

[3] تَمُوتُوا بِالفِتَن۔ مقام فنا نہ اختیار کروگے تو فتنوں میں مبتلا ہوکر مروگے۔ ہمچناں۔ جیسا اس مچھلی نے سوچا تھا ویسا ہی کیا۔ قاصداں۔ یعنی مچھلی کے شکاری۔ بتیغ۔ یعنی ہلاکت۔

[4] غلط غلطاں۔ یعنی جب شکاری نے اس کو زمین پر پھینک دیا تو وہ کسی طرح لوٹتی پوٹتی دریا میں گھس گئی۔ ماند۔ تیسری بے عقل مچھلی کو دیکھ کر رہی تاکہ اپنی بے وقت کوشش کے ذریعہ نجات حاصل کرلے۔ سلیم۔ سادہ مزاج بیوقوف۔ دام۔ شکاری نے اس کو جال سے پکڑ لیا اور اس کے کباب بنا کر توے پر سینکے۔

676

بر سرِ آتش بہ پُشتِ تابہ — باحماقت گشت اُو ہمخوابہ

آگ پر، توے کی پُشت پر — وہ حماقت سے ہمخواب ہو گئی

اُو ہمی جوشید از تُفِ سعیر — عقل[1] می گفتش اَلَم یَاتِکَ نَذِیر

وہ آگ کی گرمی سے اُبل رہی تھی — عقل اس سے کہتی تھی کیا تیرے پاس کوئی ڈرانیوالا نہیں آیا

اُو ہمی گفت از شکنجہ و زبلا — ہمچو جانِ کافراں قالُوا بَلیٰ

وہ شکنجہ اور بلا میں سے کہتی تھی — کافروں کی روح کی طرح کیوں نہیں

باز می گفت اُو کہ گر ایں بار من — وارہم از محنتِ گردن شکن

پھر وہ کہتی تھی کہ اگر اب کی بار میں — گردن توڑ مصیبت سے چھوٹ جاؤں

من نسازم جُز بدریائی وطن — آبگیرے را نسازم من سکن

میں دریا کے سوا وطن نہ بناؤں گی — میں کسی تالاب کو آرام گاہ نہ بناؤں گی

آبِ بیحد جویم و ایمن شوم — تا ابد در امن و در صحت روم

وہ محدود پانی تلاش کروں گی امن میں ہو جاؤں گی — ہمیشہ کے لئے امن اور صحت میں چلی جاؤں گی

ہمچنیں[2] می کرد با خود عہدہا — کز چنیں ورطہ اگر گردم رہا

وہ اپنے آپ سے ایسے عہد کرتی تھی — کہ اگر اِس ہلاکت سے میں رہا ہو جاؤں

دامنِ عاقل بگیرم روز و شب — تا نیفتم در چنیں رنج و تعب

دن رات عقلمند کا دامن پکڑے رہوں گی — تاکہ ایسی تکلیف اور مصیبت میں نہ پھنسوں

بیان[3] آنکہ عہد کردنِ احمق وقتِ گرفتاری و ندم ہیچ سود

اس کا بیان کہ احمق کا گرفتاری کے وقت عہد کرنا اور نادم ہونا کچھ مفید نہیں ہوتا کیونکہ وہ اگر واپس بھیج دیئے جائیں تو وہ ممنوعات کو دوبارہ عمل میں لائیں گے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں

نَدارد کہ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔

ہیچ کاذب وفا ندارد

کوئی جھوٹا وفا نہیں کرتا ہے۔

عقل می گفتش حماقت با تو است — باحماقت عہد را آید شکست

عقل اس سے کہتی تھی حماقت تیرے ساتھ ہے — حماقت کے ہوتے ہوئے عہد ٹوٹ جاتا ہے

عقل را باشد وفایِ عہدہا — تو نداری عقل رو اے خر بہا

عہدوں کی وفا عقل کے لئے ہے — تجھ میں عقل نہیں ہے اے گدھے کی قیمت بھرنے والا

[1] عقل۔ عقل اس پر طنز کر رہی تھی کہ کیا تیرے پاس تجھے عذاب سے ڈرانیوالے نہ آئے تھے۔ آدمی۔ وہ پچھلی کہہ رہی تھی کہ بیشک ڈرانے والے تو آئے تھے لیکن میں نے ان کا کہنا نہ مانا تھا۔ باقی گفت۔ پھر یہ بھی کہتی تھی کہ اگر اس بار بچ جاؤں تو پھر میں تالاب سے محبت نہ کروں گی اور دریا کا رُخ کروں گی یہی حال اُن لوگوں کا ہوگا جو دنیا میں بے عقلی کریں گے اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت نہ سنیں گے

[2] ہمچنیں۔ اپنے دل میں اس طرح عہد کر رہی تھی کہ اب اگر زندگی حاصل ہو جائے تو میں کسی عقلمند کا دامن پکڑ لوں گی۔

[3] بیان۔ اب مولانا بتاتے ہیں کہ ایسے احمقوں کے اُن عہدوں اور وعدوں کا بھی اعتبار نہیں ہے قرآن پاک نے انہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر ان کو دوبارہ زندگی دے بھی دی جائے تو یہ بدعہدی کریں گے یہ جھوٹے ہیں۔ عقل می گفتش۔ دوبارہ زندگی کی تمنا کرنے والے سے عقل کہتی ہے۔ خر بہا۔ گدھے کی قیمت والا۔

چونکہ عقلت نیست نسیاں[1] میر تست
چونکہ تجھے عقل نہیں ہے، پھر اس تیرے اوپر حکمران ہو

دشمن و باطل کن تدبیر تست
وہ تیری تدبیر کو باطل کرنیوالا اور دشمن ہے

از کمیِ عقل پروانہ حبیس
کیفیہ پروانہ، عقل کی کمی کی وجہ سے

یاد نارد ز آتش و سوز و حنیس
آگ اور سوزش اور آگ بھڑکنے کی آواز کو یاد نہیں کرتا ہے

چونکہ پرش سوخت توبہ می کند
جب اس کے پر جلے توبہ کرتا ہے

آرزو یانش بر آتش می زند
حرص اور اس کی بھوک آگ میں جھونک دیتی ہے

ضبط[2] و درک حافظی و یادداشت
ضبط اور سمجھ اور نگہداشت اور یادداشت

عقل را باشد کہ عقل آنرا فراشت
عقل میں ہوتی ہے کیونکہ عقل نے انکو بلند کیا ہے

چونکہ گوہر نیست تابش چوں بود
جب جوہر نہیں ہے تو چمک کیسے ہو؟

چوں مذکر[3] نے ایابش[4] چوں بود
جبکہ یاد دہانی نہیں ہے تو واپسی کیسے ہو؟

این تمنا ہم ز بے عقلی اوست
یہ تمنا بھی اس کی بے عقلی سے ہے

کہ نہ بیند کاں حماقت را چہ خوست
کیونکہ وہ نہیں دیکھتا کہ حماقت کی خصلت کیا ہے؟

آں ندامت از نتیجہ رنج بود
وہ ندامت تکلیف کا نتیجہ تھی

نے ز عقل روشن چوں گنج بود
نہ کہ روشن عقل کی وجہ سے جو خزانہ ہوتی ہے

چونکہ[5] شد رنج آں ندامت شد عدم
جب تکلیف ختم ہوئی تو وہ ندامت بھی ختم ہو گئی

می نیرزد خاک آں توبہ و ندم
وہ توبہ اور ندامت خاک کے برابر بھی نہیں ہے

آں ندم از ظلمت غم لبست بار
اس ندامت نے غم کی تاریکی کی وجہ سے بوجھ اٹھایا ہے

پس کلام اللیل یمحوہ النہار
تو رات کی بات کو دن مٹا دیتا ہے

چوں برفت آں ظلمت و غم گشت خویش
جب وہ تاریکی ختم ہوئی اور غم ختم ہو گیا

ہم رود از دل نتیجہ زادہ اش
دل سے اس کا نتیجہ اور پیدا ہونیوالا بھی چلا جاتا ہے

می کند او توبہ و پیر خرد
وہ توبہ کرتا ہے اور پیر عقل

بانگ لو نُردُّوا لعادُوا می زند
پکارتی ہے اگر وہ لوٹائے گئے تو پھر وہی کرینگے

در بیانِ آنکہ وہم قلب عقل ست و ستیزۂ اوست

اس کا بیان کہ وہم عقل کا کھوٹا سکہ ہے اور اس کا مخالف ہے

وہ با او ماند و او نیست

اور اسکے مشابہ ہے اور وہ نہیں ہے

---

[1] نسیان۔ یعنی عہد کے بارے میں بھول۔ آدمی کی پرواز میں عقل کی کمی ہے جس کی وجہ سے شمع کی آگ کی سوزش اس کو یاد نہیں آتی۔ حنیس۔ بلی کی آواز۔ آگ۔ پروانہ کی حرص اور بھول اس کو جلا دیتی ہے۔

[2] ضبط۔ یعنی عہد کی حفاظت اور اس کو سمجھنا اور یاد رکھنا یہ عقل کے کام ہیں عقل ہی نے یہ صفتیں پیدا کی ہیں۔ گوہر۔ یعنی عقل۔ تابش۔ یعنی عقل کے آثار۔

[3] مذکر۔ انسان کی عقل اس کو اس کا عہد یاد دلاتی ہے۔

[4] ایاب۔ رجوع یعنی عہد کی طرف رجوع۔ ایں تمنا یعنی دوبارہ زندہ ہو کر نیکی کرنے کی تمنا۔ کہ نہ بیند۔ اس کی بے عقلی یہ ہے کہ وہ اپنی حماقت کے آثار کو نہیں سمجھ رہا ہے تاں ندامت۔ عذاب کے وقت ندامت عذاب کا نتیجہ ہے۔

[5] چونکہ۔ جبکہ وہ ندامت، عذاب کا نتیجہ ہے تو جب عذاب ختم ہو جائیگا ندامت بھی ختم ہو جائیگی اسی لئے اس توبہ اور ندامت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ آں ندم۔ وہ ندامت غم کی تاریکی میں پیدا ہوتی ہے رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے تو جب تاریکی ختم ہو جائیگی ندامت بھی باقی نہ رہیگی نتیجہ۔ یعنی ندامت۔ پیر خرد۔ کار عقل۔ درمیان وہم اور عقل میں بہت فرق ہے۔

عقل[1] ضدِ شہوت ست اے پہلواں — آنکہ شہوت می نہد عقلش مخواں
اے بہادر! عقل، شہوت کی ضد ہے — جو شہوت کا چکر کھائے، اُس کو عقل نہ کہہ

وہم خوانش آنکہ شہوت را گداست — وہم قلب و نقدِ زر عقلہاست
اس کو وہم کہہ جو شہوت کا بھکاری ہے — وہم کھوٹا ہے اور عقلیں خالص سونا ہیں

بے محک پیدا نگردد وہم و عقل — ہر دو را سوئے محک کن زود نقل
وہم اور عقل میں بغیر کسوٹی کے امتیاز نہیں ہوتا ہے — دونوں کو بہت جلد کسوٹی کی طرف منتقل کر

ایں محک قرآن و حالِ انبیا — چوں محک مر قلب را گوید بیا
یہ کسوٹی قرآن اور انبیا کی سیرت ہے — کیونکہ کسوٹی کھوٹے کو کہتی ہے، آجا

تا[2] بہ بینی خویش را ز آسیبِ من — کہ نہ اہلِ فراز و شیبِ من
تاکہ میری ضرب سے تو اپنے آپ کو دیکھ لے — کہ تو میرے نشیب و فراز کا اہل نہیں ہے

عقل را گر آرہ سازد دو نیم — ہمچو زر باشد در آتش او نسیم
اگر آرہ عقل کے دو ٹکڑے کر دے — وہ سونے کی طرح آگ میں مسکرانے والی ہوگی

مجادباتِ موسیٰؑ کہ صاحب عقل بود با فرعون کہ صاحب وہم بود

(حضرت) موسیٰؑ کے جو معقلند تھے فرعون کے ساتھ سوال و جواب جو بھی تھا

وہم مر فرعونِ عالم سوز را — عقل مر موسیٰ جاں افروز را
عالم سوز، فرعون کے لئے، وہم ہے — جان کو منور کرنیوالے موسیٰ کے لئے عقل ہے

رفت[3] موسیٰ بر طریقِ نیستی — گفت فرعونش بگو تو کیستی
(حضرت) موسیٰ فنا کے مقام کے طریقہ پر روانہ ہوئے — فرعون نے ان سے کہا، بتا تو کون ہے؟

گفت من عقلم رسولِ ذوالجلال — حجۃ اللہ ام انا نم از ضلال
انھوں نے کہا میں عقل ہوں، ذوالجلال کا رسول ہوں — میں اللہ کی حجت ہوں گمراہی سے سلانے والا ہوں

گفت نے خامش کن و بیہودہ گوی — نسبت و نامِ قدیمت را بگوی
اُس نے کہا چپ، ہائے و ہُو ختم کر — اپنا پہلا نام اور نسب بتا

گفت کہ نسبت مرا از خاکدانش — نامِ اصلم کمترین بندگانش
فرمایا میری نسبت اُس کے خاکدان سے ہے — میرا اصلی نام "اُس کا کمترین بندہ" ہے

بندہ زادہ آں خداوندِ وحید — زادہ از پشتِ جواری و عبید
اُس خدائے واحد کا غلام زادہ ہوں — لونڈیوں اور غلاموں کی پشت سے پیدا ہوا ہوں

---

[1] عقل، شہوت نفسانی عقل کی ضد ہے عقل اُس کی طرف مائل نہیں ہو سکتی وہم، جو نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو وہ وہم ہے، وہم بھی سکہ ہے لیکن کھوٹا اور عقل بھی سکہ ہے لیکن کھرا ہے۔ بے محک عقل اور وہم کے مقتضیات کو قرآن اور سیرت کی کسوٹی پر پرکھنے سے دونوں میں امتیاز ہو جائے گا۔

[2] تا بہ بینی۔ قرآن اور سیرت واضح کر دیتے ہیں کہ وہم کے مقتضیات اُن کے مطابق نہیں ہیں عقل عقل کو جس قدر بھی تجربہ کیا جائیگا اُس کا خالص ہونا واضح ہوگا۔ بسیم مسکرانے والا۔ فرعون۔ فرعون وہمی تھا اور حضرت موسیٰ م صاحب عقل تھے۔

[3] رفت۔ حضرت موسیٰؑ فرعون کے پاس پہنچے اور اُس وقت وہ مقام فنا میں تھے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میں عقل مجسم ہوں۔ خدا رسول اور اللہ کی دلیل، لوگوں کو گمراہی سے بچانے والا ہوں۔ گفت نے۔ فرعون نے کہا یہ باتیں میں سننا نہیں چاہتا تو اپنا قدیم نام اور نسب بتا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا میرا نسب تو یہ ہے کہ میں خاکزاد ہوں اور میرا نام اللہ کا کمترین غلام ہے اور میں اللہ کے غلاموں اور لونڈیوں کی پشت و بطن سے پیدا ہوا ہوں۔

۶۶۹

نسبتِ[1] اصلم ز خاک و آب و گل
میری اصل کی نسبت خاک اور پانی اور مٹی سے ہے

آب و گل را داد یزداں جان و دل
پانی اور مٹی کو خدا نے جان و دل عطا فرما دیا ہے

مرجعِ این جسمِ خاکم ہم بخاک
میرے اس خاکی جسم کا مرجع خاک ہے

مرجعِ تو ہم بخاک اے سہمناک
اے ظالم! تیرا مرجع بھی خاک ہے

اصلِ ما و اصلِ جملہ سرکشاں
ہماری اصل اور سب سرکشوں کی اصل

ہست از خاکے و آنرا صد نشاں
خاک سے ہے اور اس کی سو نشانیاں ہیں

نے مدد از خاک می گیرد تنت
کیا تیرا جسم خاک سے مدد حاصل نہیں کرتا ہے؟

از غذائے خاک فربہ گردنت
خاکی غذا سے تیری گردن موٹی ہے

چوں[2] رود جاں می شود او باز خاک
جب روح نکل جائے گی وہ پھر خاک ہو جائیگا

اندراں گورِ مخوف سہمناک
خوفناک، ڈراؤنی قبر میں

ہم تو و ہم ما و ہم اشباہِ تو
تو بھی اور ہم بھی اور تجھ جیسے بھی

خاک گردند و نماند جاہِ تو
خاک ہو جائیں گے اور تیرا رتبہ نہ رہے گا

گفت غیر ایں نسبتا میت ہست
اس نے کہا اس نسب کے علاوہ تیرا ایک اور نام ہے

مر ترا آں نام خود اولیٰ ترست
وہ نام تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

بندۂ فرعون و بندۂ بندگانش
فرعون کا غلام اور اس کے غلاموں کا غلام

کز وے پرورد اوّل جسم و جانش
جس سے شروع میں اس کے جسم و جان نے پرورش پائی

بندۂ[3] باغی و طاغی و ظلوم
تو ظالم اور سرکش، باغی غلام ہے

زیں وطن بگریختہ از فعلِ شوم
برے کام کی وجہ سے تو اس وطن سے بھاگا ہے

خوئی و غدّاری و حق ناشناس
تو خوئی ہے اور غدار ہے اور حق کو نہ پہچاننے والا ہے

ہمبریں اوصاف خود می کن قیاس
اسی پر اپنے اوصاف کو قیاس کر لے

در غریبی خوار و درویش و خلق
تو پردیس میں ذلیل اور محتاج اور خستہ حال ہے!

کند انستی سپاسِ ما و حق
کیونکہ تو حق اور ہماری شکر گذاری کو نہ سمجھا

گفت حاشا کہ بود با آں ملیک
انھوں نے فرمایا خدا بچائے کہ اس مالک کے ساتھ ہو

در خداوندی کسِ دیگر شریک
کوئی دوسرا شریک خدائی میں

واحد اندر ملک و اورا یار نے
وہ سلطنت میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی مددگار نہیں ہے

بندگانش را جزا و سالار نے
اس کے بندوں کا اس کے علاوہ کوئی سردار نہیں ہے

---

[1] نسبت۔ میں آدم کا اولاد ہوں، آدم کو خدا نے آب و گل سے پیدا فرمایا پھر اس کو جان و دل عطا فرما دیا، تو مرجع میرا خاکی جسم پھر خاک ہی جائیگا اور تجھ ظالم کے جسم کو بھی خاک میں ملنا ہوگا۔ الحق یہ تمام انسانوں کی اصل آب و گل ہے اور اس کی نشو و نما میں مٹی نے مدد۔ پہلی نشانی یہ ہے کہ انسان زمین کی پیداوار سے خوراک حاصل کرتا ہے اور اسی سے پرورش پاتا ہے۔

[2] چوں۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ سب کو مر کر خاک میں مل جانا ہے اور تجھے بھی خاک میں جانا ہے اور یہ تیرا اقبال فانی ہے۔ گفت۔ فرعون نے غصہ سے کہا کہ تیرا ایک اور نام ہے اور وہ زیادہ مناسب ہے اور وہ یہ ہے: فرعون کا غلام، فرعون کے غلاموں کا غلام، کا آزو۔ یعنی اس غلام کی جان اور جسم کو فرعون نے ہی پرورش کیا ہے۔

[3] بندہ۔ تو غلام تو ہے لیکن باغی اور سرکش غلام ہے اور تو وہی ہے جو ایک جرم کر کے مصر سے بھاگا تھا۔ فعلِ شوم۔ یعنی ایک قبطی کا قتل۔ ہمبریں۔ یعنی اسی طرح کے اپنے اوصاف کو قیاس کر لے۔ در غریبی۔ فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا تو کو تو نے میرے حقوق ادا نہ کئے اس لئے پردیس میں مارا مارا پھرا۔ گفت۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ واحد۔ وہ خدا

نیست خلقش را دگر کس مالکے
اس کی مخلوق کا کوئی دوسرا شخص مالک نہیں ہے

نقش او کردہ است و نقاشِ من اوست
اس نے صورت بنائی ہے اور میرا صورتگر وہی ہے

تو نتانی ابروئے من ساختن
تو میری ابرو (بھی) نہیں بنا سکتا

بلکہ آں غدار و آں طاغی توئی
بلکہ تو وہ غدار اور سرکش ہے

گر بکشتم من عوانے را بسہو
اگر میں نے ایک ظالم کو بھولے سے مار ڈالا

من زدم مشتے دناگہ اوفتاد
میں نے ایک مکا مارا اچانک گر پڑا

من سگے گشتم تو مرسل زادگاں
میں نے ایک کتے کو مارا، تو نے رسول کی اولاد کے

کشتۂ[3] و خونِ شاں در گردنت
قتل کئے ہیں اور ان کا خون تیری گردن پر ہے

کشتۂ ذریتِ یعقوبؑ را
تو نے، حضرت یعقوبؑ کی اولاد کو قتل کیا ہے

کوریِ تو حق مرا خود برگزید
تیرے اندھے پن کے لئے خدا نے مجھے چن لیا

گفت اینہا را بہل بے ہیچ شک
اس (فرعون) نے کہا ان (باتوں) کو چھوڑ، بلاشک

کہ مرا پیشِ حشر خواری کنی
کہ تو مجمع کے سامنے میری توہین کرے

گفت خواریِ قیامت صعب تر
(موسیٰؑ نے) فرمایا کہ قیامت کی ذلت بہت سخت ہے،

شرکتش[1] دعویٰ کند جز ہالکے
اس کی شرکت کا (کون) دعویٰ کرے سوائے برباد ہونے والے کے

غیر اگر دعویٰ کند او ظلم جوست
غیر اگر دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے

چوں توانی جانِ من بشناختن
تو میری جان کو کیسے پہچان سکتا ہے،

کہ کنی با حق تو دعویِ دوئی
جو خدا کے ساتھ دوئی کا دعویٰ کرتا ہے

نے برائے نفس کشتم نے بلہو
تو نفس کے لئے نہیں مارا، کھیل سے

آنکہ جانش خود نہ بُد جانے بداد
جس میں خود جان نہ تھی اس نے جان دیدی

صد ہزاراں طفلِ بے جرم و زیاں
لاکھوں، بے خطا اور بے قصور بچے

تا چہ آید بر تو زیں خوں خوردنت
دیکھ تیری خون آشامی کا کیا وبال تجھ پر آئے گا؟

بر امیدِ قتلِ من مطلوب را
میرے قتل کی امید پر جو (تیرا) مقصود تھا

سرنگوں شد آنچہ نفست می پزید
تیرا نفس جو خیال پکا رہا تھا وہ اوندھا ہو گیا

ایں بود حق من و نان و نمک
میرا اور نان و نمک کا یہی حق تھا

روزِ روشن بر دلم تاری کنی
اور روشن دن کو میرے دل پر تاریک کرے

گر نداری پاسِ من در خیر و شر
اگر تو اچھائی اور برائی میں میرا لحاظ نہ کرے گا

---

[1] شرکتش: جو اس کی شرکت کا دعویٰ کرے گا وہ تباہ ہوگا۔
نقشش: حضرت موسیٰ نے فرمایا وہی میرا صورتگر ہے اگر کوئی دوسرا دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے۔
تو نتانی: تو میرا خدا کیسے ہو سکتا ہے تو میری ایک ابرو بھی نہیں بنا سکتا ہے چہ جائیکہ پورا وجود۔
بلکہ: حضرت موسیٰؑ نے فرمایا خدا میں نہیں ہوں تو خدا کا غدار ہے۔

[2] گر بکشتم: مجھ سے قبطی کا قتل بلا ارادہ ہوا تھا، خود رہ وہ کافر تھا اس کی جان جان ہی نہ تھی، مرسل یعنی حضرت یعقوبؑ۔
کشتہ: یعنی تو نے ہزاروں بے قصور اولاد یعقوبؑ کو قتل کیا اس کی سزا میں تو طرح طرح کے عذاب بھگتے گا۔

[3] کشتہ: فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر رہا تھا اور اس کا مقصد حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنا تھا، کہتا تو خدا نے تیری مرضی کے برخلاف مجھے اپنی رسالت کے لئے منتخب کر لیا، تیرنگوں یعنی تو میرے قتل پر قادر نہ ہوا۔ گفت: فرعون کہنے لگا کہ ان باتوں کو چھوڑ کیا میرے حقوق کا یہی تقاضہ ہے کہ تو مجھے برسر مجمع ذلیل کرتا ہے۔
گفت: حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اگر تو خیر و شر میں میرا اتباع نہ کرے گا تو قیامت میں ذلیل ہوگا اور وہ ذلت اس دنیا کی ذلت سے بہت سخت ہے۔

681

زخمِ[1] کیکے رانمی تانی کشید — زہرِ مارے را تو چوں خواہی چشید

جب تو ایک پتھر کا زخم برداشت نہیں کر سکتا — سانپ کے زہر کو کیسے چکھے گا!

ظاہراً کارِ تو ویراں می کنم — لیک خارے را گلستاں می کنم

میں بظاہر تیرا کام تباہ کر رہا ہوں — لیکن میں کانٹے کو گلستان بنا رہا ہوں

بیان آنکہ عمارت در ویرانی است و جمعیت در پریشانی و درستی در شکستگی و مراد در بے مرادی و وجود در عدم و علیٰ ھٰذا بقیۃ الاضداد والازواج

اس کا بیان کہ تعمیر تخریب میں اور دل جمعی پریشانی میں اور درستی شکستگی میں اور مراد بے مرادی میں اور وجود عدم میں ہے اسی پر بقیہ ضدوں اور جوڑوں کو قیاس کر

آں[2] یکے آمد زمیں را می شگافت — اَبلہے فریاد کرد و برنتافت

ایک شخص آیا زمین کھودنے لگا — ایک احمق نے شور کیا اور برداشت نہ کر سکا

کایں زمیں را از چہ ویراں می کنی — می شگافی و پریشاں می کنی

کہ تو اس زمین کو کیوں ویران کرتا ہے؟ — کھود رہا ہے اور بکھیر رہا ہے

گفت اے اَبلہ برو بر من مَراں — تو عمارت از خرابی باز داں

اس نے کہا، اے احمق! جا مجھ پر (حکم) نہ چلا — (پہلے) تعمیر اور تخریب کے فرق کو سمجھ لے

کے[3] شود گلزار و گندم زار ایں — تا نگردد زشت و ویراں ایں زمیں

یہ چمن اور گیہوں کا کھیت کب بن سکتی ہے! — جب تک یہ زمین بدنما اور ویران نہ ہو

کے شود بستان و کشت و برگ و بر — تا نگردد نظم او زیر و زبر

باغ اور کھیتی اور پتے اور پھل کیونکر ہوں — جب تک اس کی ترتیب زیر و زبر نہ ہو

تا نہ بشگافی بہ نشتر ریش جغز — کے شود نیکو و کے گردید نغز

جب تک تو نشتر سے بندر زخم کر نہ چیرے — وہ اچھا اور شفایاب کب ہو سکتا ہے،

تا نسوزد خلطہایت از دوا — کے رود سودش کجا یابد شفا

جب تک دوا سے تیری رطوبتیں نہ جلیں — اس کو فائدہ کب ہو سکتا ہے اور شفایاب کب ہو سکتا ہے؟

پارہ پارہ کردہ درزی جامہ را — کس زند آں درزیِ علامہ را

درزی نے کپڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا — اس ماہر درزی کو کون مارتا ہے؟

---

[1] زخم کیکے۔ یہاں تو ایک پتھر کے کانٹے کو برداشت نہیں کر سکتا تو قیامت میں سانپوں کا زہر کیسے پیے گا۔ ظاہراً جس کو تو بربادی سمجھتا ہے اس میں بھی میری تباہانی ہے۔ بیان ساب مولانا چند ایسی مثالیں دیتے ہیں جن میں بظاہر ویرانی ہے لیکن دراصل وہی تعمیر ہے۔

[2] آں یکے۔ ایک شخص نے زمین کو کھودنا شروع کیا تو کسی اس بیوقوف نے زمین میں ہل چلانے والے سے کہا تو زمین کو کیوں ویران کر رہا ہے اور اس کی پستی کو متفرق کر رہا ہے۔ تو عمارت تعمیر اور تخریب میں فرق نہیں کر سکتا ہے۔ کہ شورہ چمن اور کھیت جب ہی تیار ہوتا ہے جب پہلے زمین کو ویران کر دیا جائے۔

[3] کے شود۔ زمین کو جب تک الٹا پلٹا نہ جائے نہ اس میں کھیتی پیدا ہوتی ہے نہ اس میں پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ پھوڑا جس کا منھ نہ بنا ہو پاتا۔ درزی قیمتی کپڑے کو تراش کر ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے تو کوئی درزی کو برا نہیں کہتا ہے۔

کہ چرا ایں اطلس برگزیدہ را
کہ اِس منتخب اطلس کو کیوں

بر دریدی چہ کُنم بد ریدہ را
تو نے پھاڑا، میں پھٹے ہوئے کا کیا کروں؟

ہر بِنائے کہنہ کاباداں کُنند[1]
جس پرانی بنیاد کو آباد کرتے ہیں

نے کہ اوّل کہنہ را ویراں کُنند
کیا پہلے پرانے کو ویران نہیں کرتے ہیں؟

ہمچنیں نجار و حدّاد و قصاب
اسی طرح بڑھئی اور لوہار اور قصائی

ہست شاں پیش از عمارتہا خراب
تعمیرات سے پہلے اُن کی تخریب ہے

آں ہلیلہ واں بلیلہ کوفتن
ہیڑ اور بہیڑے کا کوٹنا

زاں تلف کردند معمورِی تن
اُس بربادی سے لوگوں نے جسم کی تعمیر کی ہے

تا نکوبی گندم اندر آسیا
جب تک تو گیہوں کو چکی میں نہ پیسے گا

کے شود آراستہ زاں خوانِ ما
اُس سے ہمارا دسترخوان کب آراستہ ہوگا

جواب دادن موسیٰ علیہ السلام فرعون را در تہدید او

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو جواب دینا اُس کی دھمکی کے بارے میں

ایں[2] تقاضا کرد آں نان و نمک
اُس نان و نمک نے یہ چاہا

کز شستت وا رہانم اے سمک
کہ اے مچھلی! تجھے میں کانٹے سے بچادوں

گر پذیری پندِ موسیٰ وَاری
اگر تو موسیٰ کی نصیحت کو قبول کریگا تو نجات پاجائیگا

از چنیں شستِ بدِ نا منتہی
ایسے بُرے ختم نہ ہونے والے کانٹے سے

بسکہ خود را کردۂ بندہ ہوا
تو نے اپنے آپ کو خواہش کا ایسا غلام بنالیا ہے

کرمکے را کردۂ تو اژدہا
کہ تو نے کیڑے کو اژدہا بنالیا ہے

اژدہا[3] را اژدہا آوردہ ام
میں اژدہے کے لئے اژدہا لایا ہوں

تا باصلاح آورم من دمبدم
تاکہ میں اصلاح کے لئے ہر وقت کام میں لاؤں

تا دمِ آں اژدہم ایں بشکند
تاکہ اُس کی پھنکار کو اِس کی پھنکار دبالے

مارِ من آں اژدہا را بر کند
میرا سانپ اُس اژدہے کو برباد کردے

گر رضا دادی رہیدی از دو مار[4]
اگر تو راضی ہوگیا، تو دونوں سانپوں سے بچ گیا

ورنہ از جانت برآرد آں دمار
ورنہ وہ تیری جان کو ہلاک کردے گا

جواب فرعون موسیٰ علیہ السلام را و تہدید او

فرعون کا حضرت موسیٰؑ کو جواب دینا اور اُس کی دھمکی

[1] ہر بنائے۔ جب پرانی بنیادوں پر نئی تعمیر کی جاتی ہے تو اُن بنیادوں کو اُکھاڑ دیا جاتا ہے۔ ہمچنیں۔ جیسے کاریگر ہیں اُن کا یہی عمل ہے کہ تعمیر سے قبل وہ تخریب کرتے ہیں۔ ہلیلہ۔ ہڑ۔ بلیلہ۔ بہیڑہ۔ تلف۔ یعنی اُن کو کوٹ کر دوا بناتے ہیں جس سے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ تا نکوبی۔ گیہوں کو چکی میں پیس کر غذا میں بنائی جاتی ہیں۔

[2] ایں تقاضا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تیرے حقوق کا یہی تقاضا ہے کہ میں تجھے ہلاکت سے نجات دلادوں۔ گر پذیری۔ اگر تو میری نصیحت قبول کرے گا تو ابدی ہلاکت سے نجات پاجائیگا۔ کہ کے یعنی تیرا نفس جو ایک معمولی کیڑا تھا تو نے اُس کو اژدہا بنا کر اپنے اوپر مسلط کرلیا ہے۔

[3] اژدہا۔ تیرا نفس اژدہا ہے اُسکے مقابلہ کے لئے میں عصا کا اژدہا لایا ہوں۔ تا دم۔ اُس کی پھنکاروں کو میرے اژدہا کی پھنکاریں دبادیں گی۔ دمار۔ یعنی نفس کا سانپ اور عصا کا سانپ۔ دمار۔ ہلاکت۔

گفت[1] الحق سخت اُستا جادوئی — کہ ذرا فگندی بمکر اینجا دوئی

اُس نے کہا یقیناً تو جادو کا بڑا استاد ہے — کہ تو نے مکر سے یہاں اختلاف پیدا کر دیا

خلقِ یک دل را تو کردی دو گروہ — جادوئی زخنہ کُند در سنگ و کوہ

تو نے ایک دل مخلوق کو دو گروہ کر دیا — تیری جادو گری پتھر اور پہاڑ میں شگاف ڈالتی ہے

نفی کردنِ موسیٰ علیہ السّلام جادوئی و سحر را از خود

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بارے میں ہنر اور جادو گری کا انکار کرنا

گفت ہستم غرقِ پیغامِ خدا — جادوئی کہ دید با نامِ خدا

اُنھوں نے فرمایا میں خدا کے پیغام میں مستغرق ہوں — خدا کے نام کے ساتھ جادو گری کس نے دیکھی ہے؟

غفلت و کفرست مایہ جادوئی — مشعلہ دینست جانِ موسوی

جادو گری کا مدار (اللہ سے) غفلت اور کفر پر ہے — موسیٰ کی جان دین کی مشعل ہے

من بجادویاں چہ مانم اے قبیح — کز دمم پُر رشک می گردد مسیح

اے بے شرم! میں جادو گروں سے کیسے مشابہ ہوں؟ — کہ میرے دم سے مسیح پُر رشک بنتے ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے جُنُب — کز جانم نور می گیرد کُتُب[2]

اے ناپاک! مجھے جادو گروں سے کیا مشابہت ہے؟ — میری جان سے کتابیں نور حاصل کرتی ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے خبیث — کز خدا نازل شود بر من حدیث

اے خبیث! مجھے جادو گروں سے کیا مشابہت ہے؟ — کیونکہ خدا کی جانب سے مجھ پر کلام نازل ہوتا ہے

چوں تو با پرِ ہوا بر می پری — لاجرم بر من گماں آں می بری

چونکہ تو ہوس کے پروں سے اُڑتا ہے — لامحالہ مجھ پر بھی وہی گمان کرتا ہے

ہر کرا افعالِ دام و دد بود[3] — بر کریمانش گمانِ بد بود

جس کے جانوروں اور درندوں کے کام ہوں — اُس کا بھلوں کے بارے میں بُرا گمان ہوتا ہے

چوں تو جزوِ عالمی پس اے مہیں — کُل را بر وصفِ خود بینی غوی

چونکہ تو دنیا کا جزو ہے، اسلئے اے ذلیل! — تو مجموعہ کو اپنی صفت کے مطابق گمراہ سمجھتا ہے

گر تو بر گردی و بر گردد سرت — خانہ را گردندہ بینی منظرت

اگر تو چکر کھائے اور تیرا سر چکرائے — تیری آنکھ گھر کو گھومنے والا دیکھے گی

ور تو در کشتی روی بر یمِ رواں — ساحلِ یم را ہمی بینی دواں

اگر چلتے دریا پر تو کشتی میں چلے — دریا کے کنارے کو دوڑتا ہوا دیکھے گا

[1] گفت۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تو مکمل جادوگر ہے تو نے اپنے مکر اور جادو سے میری قوم میں اختلاف پیدا کر دیا جادو کا اثر پہاڑ اور شہر کے بھی شگاف کر دیتا ہے۔ تبھی حضرت موسیٰؑ نے جادوگر ہونے کے دعویٰ بیان فرمائے۔ گفت۔ جادوگر اپنے عمل میں خدا کے نام کو سہارا نہیں لیتا ہے وہ جادو میں شیطان کا نام استعمال کرتا ہے۔ ہیچ۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ نہیں ہیں بلکہ اپنے فن کا کامل شخص مراد ہے۔

[2] کُتُب۔ یعنی آسمانی کتابوں میں میرا ذکر ہے کہ خدا۔ میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے جادوگر کو وحی سے کیا واسطہ۔ چوں تو۔ تو خود جیسا ہے ویسا ہی مجھے سمجھتا ہے۔

[3] ہر کرا۔ انسان جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے۔ چوں تو۔ تو دنیادار ہے اسلئے اوروں کو بھی ایسا سمجھتا ہے۔ مگر تو۔ مولانا چند مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ انسان اپنی حالت پر دوسروں کو قیاس کرتا ہے جس کا سر چکرا رہا ہو وہ گھر کو گھومتا ہوا سمجھتا ہے۔ اور تو۔ کشتی میں بیٹھا ہوا انسان سمجھتا ہے کہ ساحل بھی چل رہا ہے۔

584

گر تو باشی تنگدل از ملحمہ
اگر تو جنگ سے تنگدل ہے

تنگ بینی جملہ دنیا را ہمہ
تو پوری دنیا کو تنگ سمجھے گا

ور تو خوش باشی بکام دوستاں
اگر تو دوستوں کے مقصد کے مطابق خوش ہے

اینچناں بنمایدت چوں گلستاں
یہ دنیا تجھے چمن جیسی نظر آئے گی

اے بسا کس رفتہ تا شام و عراق
بہت سے انسان شام اور عراق گئے

اوندیدہ ہیچ جز کفر و نفاق
انھوں نے کفر اور نفاق کے سوا کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ تا ہند و سپہ
بہت سے لوگ ہندوستان اور سپاہ تک گئے

اوندیدہ جز مگر بیع و شرے
انھوں نے سوائے خرید و فروخت کے کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ ترکستان و چیں
بہت سے لوگ چین اور ترکستان گئے

اوندیدہ ہیچ جز مکر و کمیں
انھوں نے مکر اور گھات کی جگہ کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

طالبِ ہر چیز اے یار رشید
اے بھلے دوست ہر چیز کے طلبگار نے

جز ہماں چیزے کہ میجوید ندید
اسی چیز کو دیکھا جس کو وہ تلاش کرتا تھا

چوں ندارد مدرکے جز رنگ و بو
جبکہ اُس کا محسوس سوائے رنگ و بو کے کچھ نہیں ہے

جملہ اقلیما را گو بجو
کہہ دے کہ سارے ممالک ڈھونڈ لے

گاو در بغداد آمد ناگہاں
بیل اچانک بغداد میں آگیا

بگذرد اوزیں سراں تا آں سراں
اس جانب سے اُس جانب گذر گیا

از ہمہ عیش و خوشیہا و مزہ
تمام عیش اور خوشیوں اور مزے میں

اُو نہ بیند جز کہ قشر خربزہ
وہ سوائے خربوزے کے چھلکے کے نہیں دیکھتا ہے

کہ بود اُفتادہ در راہ یا حشیش
جو راستہ میں پڑا ہو یا گھاس

لائق سیرانِ گاوی یا خریش
جو گائے کی رفتار اور اُس کی حالت کے لائق ہے

خشک بر میخ طبیعت چوں قدید
وہ طبیعت کی میخ پر گوشت کے ٹکڑے کیطرح خشک

بستۂ اسباب و جانش لا یزید
وہ اسباب سے وابستہ ہے اسکی جان میں اضافہ نہیں ہوتا ہے

واں فضای خرقِ اسباب و علل
اسباب اور علتوں کی شکست کی فضا

ہست ارض اللہ اے صدرِ اجل
اے صدر اعظم! اللہ کی زمین ہے

ہر زماں مبدل شود چوں نقشِ جاں
جبکہ روح کا نقش ہر وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے

نو بنو بیند جہانے در عیاں
تو وہ مشاہدہ میں ایک تازہ بتازہ جہان دیکھتا ہے

لہ گر تو۔ اگر انسان تنگدل ہوتا ہے تو دنیا کو تنگ سمجھتا ہے۔ ملحمہ۔ جنگ۔ در تو خوش۔ اگر انسان خوش ہے تو اُس کو تمام دنیا پر مسرت معلوم ہوگی۔ شام و عراق۔ جو اسلام کے مرکز ہیں منافق کو وہاں بھی کفر و نفاق ہی نظر آئیگا۔ ہرے۔ ممالک ہرات۔

لہ طالب۔ انسان جس چیز کی جستجو کرتا ہے وہی اسکو نظر آتی ہے۔ مدرک۔ معلوم، جو چیز محسوس ہو۔ بجو۔ یعنی جو شخص باطنی بصیرت سے خالی اور ظاہر بین ہے اسکو تمام عالم میں صرف ظاہر نظر آئیگا۔ گاؤ۔ بیل اگر بغداد میں پہنچے تو اُس کو خربوزے کے چھلکوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے گا۔

لہ کہ بود۔ بیل کو وہ چھلکا یا گھاس نظر آئے گی جو راستہ میں پڑی ہوگی۔ قالب ظاہر میں انسان کی سیر بھی اسی گائے کی سی سیر ہے جو صرف ظاہر کو دیکھتا ہے۔ خشک۔ اسباب ظاہری کا پابند انسان صرف اپنی طبیعت پر اعتماد کرتا ہے اور اُس کے مزاج کی مثال اُس گوشت کے پارچہ کی سی ہے جس کو کھونٹی پر لٹکا دیا ہو جس میں اب اضافہ ممکن نہیں بلکہ روز مرہ گھٹتا ہی ہے۔ واں فضای اسباب و علل سے گذر کر جب انسان اُس مقام تک پہنچتا ہے جہاں سبب الاسباب کی قدرت کاملہ جاری ہے

685

گر بُود فردوس و انہارِ بہشت
خواہ فردوس اور جنت کی نہریں ہوں

چوں فسُردہ یک صفت شد گشت زشت
جب ٹھہر کر ایک صفت بن جائیں تو بُری ہیں

اے ز غفلت از مُسبّب بے خبر
اے وہ کہ غفلت کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے بےخبر ہے

بندۂ اسباب گشتی ہمچو خر
تو گدھے کی طرح اسباب کا بندہ بن گیا ہے

لاجرم اعمیٰ دل و سرگشتہ
لامحالہ تو دل کا اندھا اور دیوانہ ہو گیا ہے

مُضطرب احوال و مُضطر گشتہ
پریشان حال اور مجبور ہو گیا ہے

چشم بکشا و مُسبّب را نگر
آنکھ کھول اور سبب پیدا کرنے والے کو دیکھ

تا شوی فارغ ز اسباب ضرر
تاکہ تو نقصان کے اسباب سے نجات پا جائے

بیان آنکہ ہر حسِ مُدرِک را از آدمی نیز مُدرکاتے دیگر ست

اس کا بیان کہ انسان کی ہر ادراک کرنے والی حس کے معلومات دوسرے ہیں جن

کز مُدرکاتِ آں حسِ دیگر بیخبر ست چُنانکہ ہر پیشہ ور اُستاد
کی دوسری حس کو خبر نہیں ہے جیسا کہ ہر بھی پیشہ ور اُستاد دوسرے اُستاد کے کام

اعجمی از کارِ اُوستادِ دیگرے بے خبر ست و بے خبری اُو از آنکہ
سے بے خبر ہے اور اُس کی بے خبری اس لئے ہے کہ یہ اس کا کام نہیں ہے

وظیفۂ اُو نیست دلیل نبُود کہ آں مُدرکات نیست
اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ مُدرکات نہیں ہیں

چُنبرہ دید جہاں ادراکِ تُست
دنیا کو دیکھنے کا دائرہ تیرا ادراک ہے

پردۂ پاکاں حسِ ناپاکِ تُست
تیری ناپاک حس، پاک لوگوں کا پردہ ہے

مُدّتے حس را بشوز آب عیاں
مشاہدہ کے پانی سے حس کو ایک مدت تک دھوتا رہ

اِیچنیں داں جامہ شوئی صُوفیاں
صوفیوں کی جامہ شوئی اسی طرح کی سمجھ

چوں شدی تو پاک پردہ بر کند
جب تو پاک ہو جائے گا پردہ اٹھ جائے گا

جان پاکاں خویش را بر تو زند
پاک لوگوں کی جان اپنے آپ کو تجھ پر نمایاں کر دے گی

جملہ عالم گر بُود نور و صُوَر
تمام عالم اگر نور اور صورتیں ہو گا

چشم را باشد ازاں خوبی خبر
آنکھ کو اُس خوبی کی خبر ہو جائے گی

چشم بستی گوش می آری بپیش
اگر تو آنکھ بند کرلے، کان کو سامنے لائے

تا نمائی زلف و رُخسارہ بتیش
تاکہ تو اُس کو کسی بت کی زلف اور رُخسار دکھا

۱؎ گر بُود۔ مشہور ہے۔
"افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را"
اے ز غفلت۔ انسان کی غفلت ہے کہ وہ اسباب کی طرف نظر رکھتا ہے، مُسبّب الاسباب سے غافل ہے۔

۲؎ بیان۔ انسان کے ہر حس کے مدرکات جدا گانہ ہیں ایک حس دوسرے حس کے مدرکات سے بے خبر ہے۔

۳؎ بیخبر۔ انسان اپنی بینائی سے بزرگوں کو دیکھتا ہے اس کی بینائی پردہ اور حجاب ہے۔

۴؎ مدّتے۔ صوفیا کی طرح حواس کو مشاہدہ کے ذریعہ پاک وصاف کرنا چاہیئے۔
چوں شدی۔ جب تیرے حواس پاک ہو جائیں گے بزرگوں کی حقیقت کو سمجھے گا چشم بستی دیکھنا آنکھ کا کام ہے کان کا کام نہیں ہے۔

گوش گوید من بصورت نگروم
کان کہے گا میں صورت پر مائل نہیں ہوتا ہوں

صورت آرِ بانگے زند من بشنوم
صورت اگر پکارے میں سنوں گا

گوش گوید من بصورت ننگرم
کان کہے گا میں صورت کو نہیں دیکھتا ہوں

حسِ چشم ست آں زدیدن قاصرم
وہ آنکھ کی حس ہے، میں دیکھنے سے قاصر ہوں

عالمم من لیک اندر فنِ خویش
میں عالم ہوں، لیکن اپنے فن میں

فنِ من جز حرف و صوتے نیست بیش
میرا فن حرف اور آواز سے زیادہ نہیں ہے

ہیں بیا بینی ببیں ایں خوب را
خبردار! ناک تو آ اِس حسین کو دیکھ

نیست بینی در خور ایں مطلوب را
ناک (ابھی) اِس مقصد کے لائق نہیں ہے

گر بُود مُشک و گلاب بُوبرم
اگر مشک اور گلاب ہو میں سونگھ لونگی

فنِ من اینست و علم و مخبرم
میرا فن اور علم اور تجربہ یہ ہے

کے بہ بینم من رُخِ آں سیم ساق
میں اُس چاندی کی سی پنڈلی والے کا چہرہ کب دیکھ سکتی ہوں!

ہیں مکُن تکلیف مالیس یُطاق
خبردار! جس چیز کی طاقت نہ ہو اُسکی تکلیف نہ دے

باز حسِ کژ نہ بیند غیرِ کژ
کج ٹیڑھی حس سوائے ٹیڑھے کے نہ دیکھے گی

خواہ کژ غژ پیشِ اُو یاراست غژ
خواہ تو اُس کے سامنے ٹیڑھا چلے یا سیدھا چلے

چشمِ[2] احول از یکے دیدن یقیں
بھینگے کی آنکھ ایک دیکھنے سے یقیناً قاصر ہے؛

ناظرِ شرک است نہ توحید بیں
وہ شرک کو دیکھنے والی ہے نہ کہ توحید کو

تو کہ فرعونی ہمہ مکری و زرق
تو جو فرعون ہے، مجسم مکر اور فریب ہے

مر مرا از خود نمیدانی تو فرق
تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں سمجھتا ہے

منگر[3] از خود در من اے کژ باز تو
اے ٹیڑھے کام والے! مجھے اپنی ذات سے نہ دیکھ

تا یکے نور را نہ بینی تو دو تو
تاکہ تو ایک کو دو نہ دیکھے

بنگر اندر من زمن یک ساعتے
تھوڑی دیر کے لئے مجھے میری ذات سے دیکھ

تا ورا ہی کون بینی ساعتے
تاکہ تو دنیا سے آگے ایک میدان دیکھے

وارہی از تنگی و از ننگ و نام
تو تنگی اور ننگ و نام سے نجات پا جائیگا

عشق اندر عشق بینی والسلام
عشق میں عشق دیکھے گا والسلام

پس بدانی چونکہ رستی از بدن
جب تو جسم سے نجات پا جائے گا تو جان لیگا

گوش و بینی چشم می ماند شدن
کہ کان اور ناک، آنکھ بن سکتے ہیں

---

[1] بانگے: سننا کان کا کام ہے، عالم: کان سننے کا ماہر ہے۔ بینی: ناک کا کام دیکھنا نہیں ہے سونگھنا ہے کہتے ہیں۔ ناک محبوب کا مشمہ نہیں دیکھ سکتی ہے۔ بازحس: اگر حس ٹیڑھی ہے تو صحیح کام نہیں کرے گی۔

[2] چشمِ احول: بھینگے کی آنکھ ایک چیز کو دو کر کے دکھاتی ہے۔ ترکہ: حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا ہو تو مجسم مکر اور فریب ہے لہٰذا تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں کر سکتا۔

[3] منگر: حضرت موسیٰ نے فرعون سے کہا کہ تو بھینگا ہے مجھے اپنی آنکھ سے نہ دیکھ، بنگر، مجھے میری آنکھ سے دیکھ پھر تجھے عالم غیب کا مشاہدہ ہوگا۔ عشق: میرے عشق میں تجھے خدا کا عشق نظر آئے گا۔ پس: جب تو جسم کی مادیت سے پاک ہو جائے گا تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ کان اور ناک بھی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔

686

راست گفتست آں شہِ شیریں زباں[1]
اُس شیریں زبان شاہ نے سچ فرمایا ہے

چشم گردد مُو بمُوی عارفاں
عارفوں کا بال بال، آنکھ بن جاتا ہے

جسم را چشمے نبُود اوّل یقیں
یقیناً شروع میں جسم میں آنکھ نہ تھی

در رحم بُود اُو جنینِ گوشتیں
وہ رحم (مادر) میں گوشت کا لوتھڑا تھا

علّتِ دیدن مداں پیہ اے پسر
اے بیٹا! آنکھ کی چربی کو دیکھنے کا سبب نہ جانو

ورنہ خواب اندر ندیدے کس صُوَر
ورنہ خواب میں کوئی شخص صورتیں نہ دیکھتا

آں پری و دیو می بینند شبیہ
پری اور دیو صورت دیکھتے ہیں

نیست اندر دیدگانِ ہر دو پیہ
دونوں کی آنکھوں میں چربی نہیں ہے

نور را با پیہ خود نسبت نبُود
روشنی کو چربی سے کوئی نسبت نہ تھی

نسبتش بخشید خلّاقِ وَدُود
خلّاقِ ودود نے اُس کو نسبت عطا کی ہے

آدم[2] ست از خاک کے ماند بخاک
آدمؑ خاک سے بنے (ہیں) خاک سے مشابہ کہاں ہیں؟

جنّی است از نار بے ہیچ اشتراک
بغیر مناسبت کے جن آگ سے (پیدا ہوئے) ہیں

نیست خود مانندِ آتش آں پری
پری آگ کے مشابہ نہیں ہے

گرچہ اصلش اُوست چوں می بنگری
اگرچہ اُس کی اصل وہ ہے جب تو غور کریگا

مُرغ از باد ست کے ماند بباد
پرند ہوا سے (پیدا ہوا) ہے وہ کب ہوا سے مشابہ ہے؟

نامناسب را خدا نسبت بداد
غیر مناسب کو خدا نے نسبت عطا کر دی ہے

نسبتِ ایں فرعہا با اصلہا
ان فروع کی اصول سے نسبت

ہست بیچوں ارچہ دادش وصلہا
بے نظیر ہے اگرچہ (خدا نے) جوڑ لادیئے ہیں

آدمی چوں زادۂ خاک و ہباست
آدمی خاک اور ذرّوں سے پیدا ہوا ہے

ایں پسر را باپدر نسبت کجاست
اس بیٹے کو باپ سے کہاں مناسبت ہے؟

نسبتے گر ہست مخفی از خرد
اگر کوئی مناسبت ہے تو عقل سے مخفی ہے

ہست بیچوں و خرد کے پے برد
وہ بے کیفیت ہے اور عقل اسکو کب پاسکتی ہے؟

بادرا[3] بے چشم اگر بینش نداد
اگر اُس نے ہوا کو بغیر آنکھ کے بینائی عطا نہیں کی ہو

فرق چوں میکرد اندر قومِ عاد
تو اُس نے قوم عاد میں فرق کیسے کیا؟

چوں ہمی دانست مومن از عدُو
اُس نے مومن کو دشمن سے کیسے ممتاز کر دیا؟

چوں ہمی دانست مے را از کدُو
اُس نے شراب اور کدو میں فرق کیسے کر دیا؟

---

[1] شیریں زبان، یعنی حضرت بایزید بسطامیؒ جسم، جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے دوسرے حواس آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ علت۔ محض آنکھ کی چربی کو دیکھنے کی علت نہ سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ خواب میں انسان دیکھتا ہے اور اُس کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ پری۔ پری اور جن دیکھتے ہیں اُن کی آنکھوں میں یہ چربی نہیں ہے۔ نور۔ آنکھ کی روشنی اور چربی میں کوئی مناسبت نہیں ہے خدا نے اُس میں یہ طاقت رکھی ہے تو اُس کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ کسی اور چیز میں دیکھنے کی طاقت رکھدے۔

[2] آدمؑ۔ انسان خاکی اور جن ناری ہے لیکن اب اُن میں اور اُن کی اصل میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ مرغ پہلے مولانا نے فرمایا تھا کہ پرندوں کی پیدائش مذکر کی ہوا سے ہوتی ہے۔ ہست۔ اِن اصول اور فروع میں وہ نسبت ہو جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔

[3] ہوا۔ جس طرح اللہ کی قدرت نے آنکھ کی چربی میں دیکھنے کی قوت عنایت فرمائی دوسری چیزوں کو بھی یہ قوت عنایت کر دیتا ہے۔ قوم عاد پر جو ہوا مسلط ہوئی تھی وہ دیکھ دیکھ کر دشمنوں کو ہلاک کر رہی تھی۔

آتش[1] نمرود را گر چشم نیست — با خلیلش چوں تحشم کردنی ست

نمرود کی آگ میں اگر آنکھ نہیں ہے — اُس کے خلیل کے ساتھ اُس کو کیوں تحفظ ہوا؟

گر نبودے نیل را آں نورِ دید — از چہ قبطی را ز سبطی می گزید

اگر دریائے نیل میں دیکھنے کی روشنی نہ ہوتی — تو قبطی کو سبطی سے کیسے منتخب کرتی؟

گر نہ کوہ و سنگ بادیدار شُد — پس چرا داؤد را اُو یار شُد

اگر پہاڑ اور پتھر دیکھنے والے نہ تھے — تو وہ (حضرت) داؤدؑ کے دوست کیوں بنے؟

ایں زمیں[2] را گر نبودے چشمِ جاں — از چہ قاروں را فرو خورد آنچناں

اگر اس زمین کے جان کی آنکھ نہ ہوتی — تو قارون کو اس طرح کس وجہ سے نگل گئی؟

گر نبودے چشمِ دل حنّانہ را — چوں بدیدے ہجرِ آں فرزانہ را

اگر اسطوان، حنّانہ کے دل کی آنکھ نہ ہوتی — تو اُن عقلمندؐ کے ہجر کو کیسے دیکھ پاتی؟

سنگریزہ گر نبودے دیدہ ور — چوں گواہی دادے اندر مشتِ در

اگر پتھر کے ٹکڑے بینا نہ ہوتے — تو مٹھی میں گواہی کیسے دیتے؟

اے خرد برکش تو پَر و بالہا — سورہ برخواں زُلزِلَت زِلزالہا

اے عقل تو بال و پر کھول لے — سورۂ زُلزلت زلزالہا پڑھ

در قیامت ایں زمیں بر نیک و بد — کے زنادیدہ گواہیہا دہد

بلاشبہ دیکھے گواہی کب دے گی؟

کہ تُحَدِّثُ حالہا و اَخبارہا — تُظہِرُ الاَرضُ لَنا اَسرارَہا

کیونکہ وہ اپنی حالت اور خبریں بتائیگی — زمین ہمارے لئے اپنے راز ظاہر کرے گی

ایں[3] فرستادن مرا پیشِ تو میر — ہست برہانے کہ بُد مرسل خبیر

تجھ حاکم کے سامنے مجھے بھیجنا — اِس کی دلیل ہے کہ بھیجنے والا باخبر ہے

کہ چنیں دارو چنان ناسور را — ہست در خور از پئے تیسور را

کیونکہ ایسے زخم کے لئے ایسی ہی دوا — سہولت کے لئے مناسب ہے

واقعاتے دیدہ بودی پیش ازیں — کہ خدا خواہد مرا کردن گزیں

تو نے اِس سے پہلے واقعات دیکھے تھے — کہ خدا مجھے ہرگز بدا بنائے گا

من عصا و نور بگرفتہ بدست — شاخِ گستاخِ ترا خواہم شکست

میں لاٹھی اور نور کو ہاتھ میں لے کر — تیرے گستاخ سینگ کو توڑ ڈالوں گا

---

[1] آتش۔ نمرود کی آگ کو بصارت حاصل تھی اسی لئے وہ حضرت ابراہیمؑ کو نہیں جلا رہی تھی جو شحم۔ تکلیف اٹھانا یعنی حضرت ابراہیمؑ کی مخالفت کی تکلیف اٹھا رہی تھی۔ نیل۔ دریائے نیل کو بھی بصارت حاصل تھی اسی لئے اُس نے قبطیوں کو ڈبویا اور اسرائیلیوں کو نہ ڈبویا۔ داؤدؑ پہاڑ میں بصارت تھی تب ہی تو پتھر حضرت داؤدؑ کو پہچان گئے تھے اور اُن سے خواہش کی تھی کہ طالوت کو ہلاک کرنے کیلئے ہمیں ساتھ لے چلو۔

[2] زمین۔ زمین کو بصارت حاصل تھی اسی لئے اُس نے قارون کو نگل لیا۔ حنّانہ۔ اصطوانۂ حنانہ حضورؐ کے فراق پر رویا اس کی وجہ اُس کی بینائی تھی۔ سنگریزہ۔ اُس مٹھی کی طرف اشارہ ہے جس میں کنکریوں نے حضورؐ کی مٹھی میں حضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی۔ زُلزلت۔ سورۂ زلزال میں اِس کا بیان ہے کہ قیامت میں زمین سب راز ظاہر کردے گی۔

[3] ایں فرستادن۔ تجھ جیسے ظالم حاکم کے مقابلہ کے لئے خدا کا مجھے بھیجنا اِس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے علم میں یہ بات ہے کہ تیرے مرض کو علاج میں ہی ہوں۔

واقعاتے[1] سہمگیں از بہرِ ایں — گونہ گونہ می نمودت رَبِّ دیں
اسی لئے خوفناک واقعات — دین کے رب نے طرح طرح کے تجھے دکھائے

در خورِ سِرِّ بَد و طُغیانِ تو — تا بدانی کوست درخوردانِ تو
تیرے بُرے عقیدے اور سرکشی کے مناسب — تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ تیرے مناسب ہیں

تا بدانی کو حکیم ست و خبیر — مُصلحِ اَمراضِ دَرماں ناپذیر
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ دانا اور باخبر ہے۔ — ناقابلِ علاج مرضوں کا مُصلح ہے

تو بتاویلات می گشتی اَزاں — کوُر و کرکایں ہست از خوابِ گراں
تو تاویلوں کے ذریعہ اُن سے بچتا تھا — اندھا اور بہرا کہ یہ گہری نیند کی وجہ سے ہیں

واں[2] طبیب و آں منجّم در لمَع — دید تعبیرش بپوشید از طمع
اور اُس طبیب اور نجومی نے روشنی میں — اُس کی تعبیر دیکھ لی اور لالچ کی وجہ سے چھپائی

گفت دور از دولت و از شاہیت — کہ در آید غصّہ در آگاہیت
اُس نے کہا کہ تیری حکومت اور شاہی سے دُور — کہ کوئی ناگواری تیرے علم میں آئے

از غذایِ مختلف یا از طعام — طبعِ شوریدہ ہمی بیند مَنام
مختلف غذا یا کھانے کی وجہ سے — پریشان طبیعت خواب دیکھتی ہے

زانکہ دیدأو کہ نصیحت جُونَہ — تندوخو نخواری و مسکیں خُونَہ
کیونکہ اُس نے دیکھا کہ تو نصیحت کا جویاں نہیں ہے — تو بدمزاج اور خونخوار ہے مسکین طبیعت نہیں ہے

پادشاہاں خوں کُنند از مصلحت — لیک رحمت شاں فزونست از مَغَت
بادشاہ کسی مصلحت سے خون کر دیتے ہیں — لیکن اُن کی رحمت غصّہ سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے

شاہ[3] را باید کہ باشد خُوئے رَب — رحمتِ اُو سبق گیرد بر غضب
بادشاہ کو چاہیئے کہ خدائی مزاج کا ہو — اُس کی رحمت غصّہ پر سبقت کرے

نے غضب غالب بُود مانندِ دیو — بے ضرورت خوں کُنند از بہرِ ریو
نہ دیو کی طرح اُس پر غصّہ غالب ہو — اور اکر کے لئے بے ضرورت خون بہائے

نے حلیمیِ مُخنّث وار نیز — کہ شود زن رُوپسی زان و کنیز
بیجوڑے کی سی بُردباری بھی نہ ہو — کہ اُس سے بیوی اور باندی مذکر ہو جاتی ہے

دیوخانہ کردہ بُودی سینہ را — قبلہ سازیدہ بُودی کینہ را
تو نے سینہ کو شیطان کا گھر بنا لیا تھا — تو نے کینہ کو قبلہ بنا لیا تھا

[1] واقعاتے۔ تو نے کئی بار خواب میں دیکھ لیا تھا کہ خدا نے تیرے عقائد کے لئے مجھے منتخب کر لیا ہے۔ ذرا غور کر وہ خواب تیرے مناسب حال تھے اور تجھے یہ بتانے کے لئے تھے کہ اللہ تعالیٰ ناقابلِ علاج مرض کا علاج بھی فرما دیتا ہے۔ تو بتاویلات۔ لیکن تو اُن خوابوں کی غلط تاویلیں کر کے اندھا اور بہرا بنا اور کہنے لگا کہ غفلت کی نیند میں ایسے خواب آیا کرتے ہیں۔

[2] واں طبیب۔ اطبّاء اور نجومی اُن خوابوں کا صحیح مطلب سمجھ رہے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ تو اُنکی بات نہ مانے گا اور اُن پر عتاب نازل کرے گا اسلئے وہ یہ کہہ دیتے تھے کہ مختلف غذائیں اور معدہ کی خرابی ان خوابوں کا سبب ہیں۔ بادشاہاں۔ بادشاہ کسی مصلحت کی بنا پر قتل بھی کراتے ہیں لیکن رحمایا پر اُن کی شفقت اُن کے غصّہ پر غالب رہتی ہے۔

[3] شاہ۔ بادشاہ کو اخلاقِ الٰہی اختیار کرنے چاہئیں۔ رحمت۔ خدا کا خُلق یہ ہے کہ اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب ہے۔ دیو۔ شیطان کا غصّہ اُس کی شفقت پر غالب ہے۔ بے حلیمی۔ بادشاہ میں بے موقع حلم بھی نہ ہونا چاہیئے جس کی وجہ سے بیوی اور خلقین بگڑ جائیں۔ زُوپسی۔ زنخی۔ زنانہ۔

شاخِ[1] تیزت بس جگرہا را کہ خست — نک عصا یم شاخِ شوخت را شکست

تیرے تیز سینگ نے بہت جگروں کو خستہ کیا ہے — اب میری لاٹھی کے تیرے شوخ سینگ کو توڑا ہے

حملہ آوردن ایں جہانیاں و تاخت بردن بر اں جہانیاں

اس دنیا والوں کا حملہ کرنا اور غارتگری کرنا اُس جہان والوں پر قلعری سرحد تک

تا سنورِ دژ کہ سرحدِ غیب ست و غفلتِ ایشاں از کمین کہ چوں

جو کہ غیب کی سرحد ہے اُدھر کا کمین گاہ سے غافل ہونا کیونکہ غازی جب

غازی بغزا نرود کافر تاخت آرد

جہاد نہیں کرتا ہے، کافر حملہ کر دیتا ہے

حملہ بردند اسپہ جسمانیاں — جانبِ قلعہ و دژِ روحانیاں

جسم والوں کی فوج نے حملہ کیا — روحانیوں کے قلعہ کی جانب

تا فروگیرند دربندانِ غیب — تا کسے ناید ازاں سو پاک جیب

تاکہ غیب کے دروازوں پر قبضہ کر لیں — تاکہ کوئی پاک دل اُس جانب سے نہ آئے

غازیاں[2] حملہ غزا چوں کم برند — کافراں برعکس حملہ آور ند

غازی جب جہاد کا حملہ نہیں کرتے ہیں — تو کافر پلٹ کر حملہ کرتے ہیں

غازیانِ غیب چوں از حلم خویش — حملہ ناوردند بر توزشت کیش

غیب کے غازیوں نے جب اپنی بردباری کی وجہ سے — تجھ بد مذہب پر حملہ نہیں کیا

حملہ بردی سوئے دربندانِ غیب — تا نیایند ایں طرف مردانِ غیب

تو نے غیب کے دروازوں پر حملہ کیا — تاکہ غیب کے جوانمرد اِدھر نہ آئیں

چنگ در صلب و رحمہا در زدی — تا کہ شارع را بگیری از بدی

تو نے پشتوں اور رحموں پر دست درازی کی — تاکہ شرارت سے راستہ روک دے

چوں بگیری شہرہ کہ ذوالجلال — بر کشادست از برائے انتسال

تو اُس شاہراہ کو کیسے بند کر سکتا ہے جسکو خدا نے — نسل بڑھانے کے لئے کھولا ہے؟

ساز[3] شدی در بند ہا را اے بجوج — کوریِ تو کرد سرہنگے خروج

اے جگر خالو! تو دروازے کی بند میں بنا — تیرے اندھے پن سے ایک سپاہی نکل آیا

نک منم سرہنگ و ہنگت بشکنم — نک بنامش نام و ننگت بشکنم

اب میں سپاہی ہوں اور تیرے ارادہ کو شکست دونگا — اب اُس کے نام پر تیرے نام و ننگ کو شکست دونگا

---

[1] شاخ۔ لیکن تو ایسا ظالم بادشاہ ہے کہ بے قصور لوگوں کا خون کرتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے میری لاٹھی کے ذریعہ تیرے سینگ کو توڑا ہے۔ تو آلِ [illegible] قدرِ خداوندی کے خلاف فرعون کی تدابیر لا یعنی دنیا کا عالمِ غیب پر حملہ کرنا ہے۔ [illegible] بضم اول و ثانی ترکی رومی الاصل وہ سرحد جو دو سلطنتوں اور دو بادشاہوں کے درمیان فاصل ہو۔ تجسیم سپاہ۔ تیر۔ قلعہ۔ دژ بمعنی۔ دروازے۔ پاک جیب۔ پاکباز

[2] غازیاں۔ قدرت کیلئے سے فاصل ہوتی ہے کافروں کو جرأت ہو جاتی ہے کیونکہ۔ مذہب۔ چنگ۔ فرعون نے نسل کشی شروع کی تاکہ موسیٰ کا ظہور نہ ہو سکے۔ شارع۔ راستہ۔ شہرہ۔ شاہراہ۔ انتسال۔ نسل بڑھانا۔

[3] سد۔ بند۔ بجوج۔ جگر خالو۔ سرہنگ۔ یعنی حضرت موسیٰؑ ہنگ۔ تو۔ تو۔

تو بلا در بند ہا را سخت بند
خبردار! تو دروازوں کو سخت بند کر دے

چند گاہے بر سبالِ[1] خود بخند
تھوڑی دیر اپنی مونچھوں پر ہنس لے

سبلت را بر گند یک یک قدر
تقدیر تیری مونچھ کو ایک ایک کر کے اکھاڑ دیگی

تا بداني[2] كالقدر يعمي البصر
تاکہ تو جان لے کہ تقدیر آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے

سبلتِ تو تیز تر یا آنِ عاد
تیری مونچھ زیادہ نوکیلی ہے یا قومِ عاد کی

کہ ہمی لرزید از دمِ شاں بلاد
جن کے دم سے شہر لرزاں تھے

تو ستیزہ رو تری یا آں ثمود
تو زیادہ لڑاکو ہے یا ثمود

کہ نیامد مثلِ ایشاں در وجود
کہ اُن جیسا پیدا نہ ہوا

صد از ینہا گر بگویم تو کری
اگر اس قسم کی سینکڑوں باتیں کہوں گا تو ہری ہے

بشنوی و ناشنودہ آری
تو سنی ہوئی بات کو اَن سنی کر دے گا

توبہ کردم از سخن کا نگیختم
جو باتیں میں نے اُٹھائیں اُن سے توبہ کرتا ہوں

بے سخن من دارویت آمیختم
بغیر کہے میں تیری دوا گھولتا ہوں

کہ نہم بر ریشِ خامت تا یزد
تیرے کچے زخم پر رکھوں تاکہ وہ پک جائے

تا بسوزد ریش و ریشت تا ابد
تاکہ ہمیشہ کے لئے زخم اور تیری داڑھی جل جائے

تا بدانی[2] کو خبیرست اے عدو
اے دشمن! تاکہ تو جان لے کہ وہ جاننے والا ہے

می دہد ہر چیز را در خورِ اُو
ہر چیز کو اُس کے مناسب حال عطا کرتا ہے

کے کشی کردی و کے کردی تو شر
تو نے کب کبھی برائی کی ہے اور تو نے کب شر پھیلایا ہے؟

کہ ندیدی لا نقش در پے اثر
کہ اس کے مناسب اُس کے بعد تو نے اثر نہ دیکھا ہو

کے فرستادی دمے بر آسماں
تھوڑی دیر کے لئے تو نے آسمان پر کب بھیجی ہے؟

نیکیے کز پے نیامد مثلِ آں
نیکی، کہ اُس کے بعد اُس جیسی نہ آئی ہو

گر مراقب[3] باشی و بیدار تو
اگر تو نگراں اور بیدار ہو جائے

ہر دمے بینی جزائے کار تو
ہر وقت اپنے کام کا بدلہ دیکھے

چوں مراقب باشی و گیری رسن
جب تو نگراں ہوگا اور رسی کو پکڑے گا

حاجتت ناید قیامت آمدن
تجھے قیامت کے آنے کی ضرورت نہ رہیگی

آنکہ رمزے را بداند اُو صحیح
جو اشارے کو صحیح سمجھ لے

حاجتش ناید کہ گویندش صریح
اُس سے صاف کہنے کی ضرورت نہیں ہے

---

[1] سبال۔ سبلت کی جمع ہے، مونچھ۔ عاد۔ قوم عاد کی طاقت سے سب قومیں ڈرتی تھیں۔ ثمود۔ بہت طاقتور قوم تھی۔ توبہ۔ اب میں نصیحت کو ختم کرتا ہوں وہ تیرے لئے مفید نہیں ہے۔ ریش۔ زخم۔ داڑھی۔

[2] تا بدانی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ اب میں تیرا علاج شروع کرتا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ قدرت ہر فرعون کیلئے موسیٰ کو پیدا کر دیتی ہے۔ کے کژی۔ انسان کو نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔

[3] مراقب۔ اگر انسان اپنا محاسبہ کرتا رہے تو اُس کو پتہ چل جائے کہ ہر کام کا بدلہ کیا ملتا ہے۔ چوں مراقب۔ اگر انسان محاسبہ کرتا رہے تو پھر محاسبہ کے دن یعنی قیامت کی اُس کیلئے ضرورت نہیں ہے۔ آنکہ۔ جو شخص دنیا میں اشاراتِ خداوندی کو سمجھ لیگا اُس کے لئے قیامت کے صریح اقوال کی ضرورت نہ رہے گی۔

ایں[1] بلا از کودنی آید ترا — کنکردی فہم نکتہ و رمزرا

یہ مصیبت بیوقوفی سے تجھ پر آتی ہے — کیونکہ تو اشارے اور نکتہ کو نہ سمجھا

از بدی چوں دل سیاہ و تیرہ شد — فہم کن اینجا نشاید خیرہ شد

جب گناہ کی وجہ سے دل سیاہ اور کالا ہو گیا — سمجھ لے، اس جگہ بے باکی مناسب نہیں ہے

ورنہ خود تیرے شود آں تیرگی — در رسد در تو جزائے خیرگی

ورنہ وہ سیاہی خود تیرہ بن جائیگی — تجھے بے باکی کی سزا ملے گی

ور[2] نیاید تیرت از بخشائش ست — نے پئے نادیدن آلایش ست

اگر تجھے تیرہ نہ کرے، تو یہ بخشش ہے — نہ کہ گناہ کو نہ دیکھنے کی وجہ سے ہے

پس مراقب باش گر دل بایدت — کز پئے ہر فعل چیزے زایدت

اگر تجھے دل (کی سلامتی) چاہیے تو نگراں بن — اس لئے کہ ہر کام کے بعد تجھ میں کچھ پیدا ہوتا ہے

ور ازیں افزوں ترا ہمت بود — از مراقب کار بالاتر رود

اگر تجھ میں اس سے زیادہ ہمت ہو — نگرانی کرنے والے سے کام بالاتر ہو جائیگا

بیان آنکہ تن خاکی آدمی زاد ہمچو آہن نیکو جوہر قابل آئینہ شدن ست تا در دنیا بہشت و دوزخ و قیامت وغیرہا معائنہ بنماید نہ بطریق خیال بل بعیاں

اس کا بیان کہ آدمی کا خاکی جسم اس لوہے کی طرح ہے جو عمدہ جوہر والا آئینہ بننے کے قابل ہے تاکہ دنیا میں بہشت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ کا معائنہ کرلے — محض خیال طریقہ پر نہیں بلکہ مشاہدہ کے طریقہ پر

پس[3] چو آہن گرچہ تیرہ ہیکلی — صیقلی کن صیقلی کن صیقلی

پس اگرچہ تو لوہے کی طرح کالی شکل والا ہے — صیقل کر، صیقل کر، صیقل

تا دلت آئینہ گردد پر صور — اندرو ہر سو مثیلے سیم بر

تاکہ تیرا دل صورتوں بھرا آئینہ بن جائے — جس میں ہر جانب چاندی کے جسم کا مثیل ہو

آہن ار چہ تیرہ و بے نور بود — صیقلی آں تیرگی از وے زدود

لوہا اگرچہ کالا اور بے نور تھا — صیقل کرنے نے اس کی کالک صاف کردی

صیقلی دید آہن و خوش کرد رو — تا کہ صورتہا تواں دید اندرو

لوہے نے صیقل حاصل کی اور چہرہ حسین کرلیا — یہاں تک کہ اس میں صورتیں دیکھی جاسکتی ہیں

[1] ایں بلا: چونکہ انسان اشارات کو نہیں سمجھتا لہٰذا مصائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ از بدی: بدی پر سرکشی ہلاکت کا سبب ہے۔

[2] ور: اگر انسان کی برائی پر اس کی گرفت نہیں ہوتی ہو تو یہ اللہ کا کرم ہے یہ نہیں ہے کہ خدا کو اس کی برائی کا علم نہیں ہے کز پئے: انسان کے ہر فعل کا اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ ہمت: اگر انسان اس مرتبہ سے بڑھنے کی کوشش کرے تو مراقب کے مرتبہ سے بڑھ سکتا ہے۔ بیان: یہ اونچا مرتبہ حاصل کرنے کی ترکیب بیان کی ہے۔ تا در: انسان دل کو مصفی کرلے تو اس پر آخرت منکشف ہو جاتی ہے۔

[3] پس: جس طرح کالا لوہا صیقل کے ذریعہ صورتوں کو قبول کرنے کے قابل ہو جاتا ہے انسان کا دل مجاہدات کے ذریعہ غیبی صداقتوں کو قبول کرنے لگتا ہے۔ ہیکل: جسم۔ سیم بر: سیمیں بدن، مثیل: لوہے نے صیقل سے حسن اختیار کرلیا۔

GA3

گر تنِ خاکی غلیظ و تیرہ است
اگر خاکی جسم غلیظ اور کالا ہے

صیقلش کُن زانکہ صیقل گیرہ است
اس کو صیقل کر وہ صیقل کو قبول کرنے والا ہے

تا در و اشکال غیبی رُو دہد
تاکہ اُس میں غیبی صورتیں نظر آئیں

عکسِ[1] حُورے و ملک در وے جہد
حور اور فرشتے کا عکس اس میں جھلکے

صیقلِ عقلت بداں داد است حق
تجھے اللہ (تعالیٰ) نے عقل کا صیقل اسی لئے دیا ہے

کہ بدُو روشن شود دل را ورق
تاکہ اُس کے ذریعہ دل کا ورق روشن ہو

صیقلی را بستۂ اے بے نیاز
اے لاپروا! تو نے صیقل کو بند کر دیا ہے

واں ہوا را کردۂ دو دست باز
اور خواہش کے دونوں ہاتھ کھول دیئے ہیں

گر ہوا را بند بنہادہ شود
اگر خواہش پر بند باندھ دیا جائے

صیقلے را دست بکشادہ شود
صیقل کے ہاتھ کھل جائیں گے

آہنے کاَیینۂ غیبی بُدے
جو لوہا غیب کا آئینہ بن جاتے

جُملہ صُورتہا در و مُرسَل شُدے
تمام صورتیں اُس میں بھیجی جاتی ہیں

تیرہ کردی رنگ را دی در نہاد
تو نے کالا کر کے طبیعت پر رنگ چڑھا دیا

ایں بُود یَسعَونَ فِی الاَرضِ الفَسَاد[2]
وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں کے یہی معنی ہیں

تا کُنوں کردی چُنیں اکنوں مکُن[3]
تو نے اب تک ایسا کیا، اب نہ کر

تیرہ کردی آب را افزوں مکُن
تو نے پانی کو گدلا کر دیا، زیادہ نہ کر

بر مشوراں تا شود ایں آب صاف
اس کو نہ ہلا تاکہ پانی صاف ہو جائے

واندرو بیں ماہ و اختر در طواف
اور اُس میں تو چاند اور ستارے گھومتے دیکھے

زانکہ مردم ہست ہمچُوں آبجُو
کیونکہ انسان نہر کے پانی کی طرح ہے

چوں شود تیرہ نہ بینی قعرِ او
جب وہ گدلا ہو جاتا ہے تو نہیں دیکھتا ہے

قعرِ[4] جُو پُر گوہر ست و پُر ز دُر
نہر کی تہہ موتیوں اور گوہر بھری ہے

ہیں مکُن تیرہ کہ ہست آں صاف و حُر
خبردار اُس کو گدلا نہ کر وہ صاف اور پاک ہے

جانِ مردم ہست مانندِ ہوا
انسانوں کی جان ہوا کی طرح ہے

چوں بگرد آمیخت شد پردہ سما
جب وہ گرد آلود ہو گئی تو آسمان کا پردہ بن گئی

مانع آید اُو ز دیدِ آفتاب
وہ سورج کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے

چونکہ گردش رفت شد صافی و ناب
جب اُس کی گردش رکی وہ صاف اور خالص بنی

[1] عکس۔ یعنی عالمِ غیب کی صورتیں۔ ہوا۔ انسان بجائے مجاہدوں کے خواہشاتِ نفسانی کے درپے ہے۔ گویا۔ اگر انسان خواہشات کو ترک کر دے تو اُس کے دل کی صیقل ہو جائے۔ تیرہ کر دی۔ قرآن پاک میں ہے۔ یَسعَونَ فِی الاَرضِ الفَسَادَ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ المُفسِدِینَ وہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اور خدا فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ مولانا نے اس آیت میں فساد کے معنی قلب کی تیرگی کے کئے ہیں۔

[2] تا کنوں۔ حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو خطاب ہے کہ اب تک تو نے فساد پھیلایا اب ایسا نہ کر۔ برمشوراں۔ خراج میں جو گندگی پیدا ہو گئی ہے اُسکو زائل کر اور اُس میں آخرت کا مشاہدہ کر۔ چوں شود۔ پانی جب گدلا ہو جاتا ہے تو پانی کی تہ نظر نہیں آتی ہے۔

[3] قعرِ جُو۔ انسان کی طبیعت میں زر و جواہر بھرے ہوئے ہیں انسان طبیعت کو صیقل کرے تو وہ نظر آئیں گے۔ مانند ہوا۔ ہوا میں جب گرد و غبار موجود ہے وہ تاریک ہو جاتی ہے۔ مانع آید۔ جب ہوا کثیف ہو جاتی ہے تو وہ سورج کے لئے پردہ بن جاتی ہے۔

حاصل آنکہ کم مکن اے بے سرو — صیقلی واللہ اعلم بالصدور

اے ناخوش! خلاصہ یہ ہے کہ کم نہ کر — صیقل کو اور خدا سینوں کو زیادہ جانتا ہے

باز گفتن موسیٰؑ اسرارِ فرعون را واقعاتِ او بظہر الغیب تا

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے راز اور واقعات کو غائبانہ بتادینا تاکہ اللہ کے باخبر

بجبیری حق ایماں آورد و قصہ آں زنگی کہ بر آئینہ رید

ہونے پر ایمان لے آئے اور اس حبشی کا قصہ جس نے آئینہ پر پاخانہ پھر دیا

باکمال تیرگی حق واقعات — می نمودت تا روی راہِ نجات

باوجود تکمل کالے پن کے اللہ (تعالیٰ) واقعات — تیرے لئے رونما کرتا ہے تاکہ تو نجات کا راستہ پکڑے

زآہنِ تیرہ بقدرت می نمود — واقعاتے کہ در آخر خواست بود

قدرت کے دریہ کالے لوہے سے رونما کئے — وہ واقعات جو آخیر میں ہونے والے تھے

تا کنی کم تر تو آں ظلم و بدی — آں ہمی دیدی و بدتر می شدی

تاکہ تو ظلم اور برائی نہ کرے — تو نے وہ دیکھے اور بدتر ہو گیا

نقشہائے زشت خوابت می نمود — می کشیدی زاں و آں نقشِ تو بود

خواب تجھے بری صورتیں دکھلاتے تھے — تو اُن سے نفرت کرتا تھا اور وہ تیری حال تھے

ہمچو آں زنگی کہ در آئینہ دید — روئ خود را زشت و بر آئینہ رید

اس حبشی کی طرح جس نے آئینہ میں دیکھا — اپنا بدنما چہرہ اور آئینہ پر پاخانہ پھر دیا

کہ چہ زشتی لائق اینی و بس — زشتیم آنِ تو است اے کور خس

کہ تو کیسا بدنما ہے؟ تو بس اسی کے لائق ہے — اے اندھے کمینے! میری بدنمائی تیری بلکہ ہے

ایں[۵۲] جفا بر روئ زشتت می کنی — نیست بر من زانکہ ہستم روشنی

یہ ظلم تو اپنے بدنما چہرے پر کر رہا ہے — مجھ پر نہیں ہے، کیونکہ میں تو روشن ہوں

گاہ می دیدی لباست سوختہ — گہ دہان و چشم تو بر دوختہ

کبھی تو نے اپنا لباس جلا ہوا دیکھا — کبھی اپنا منھ اور آنکھیں سلی ہوئی

گاہ حیواں قاصدِ خونت شدہ — گہ سرِ خود را بدندانِ دَدہ

کبھی جانور تیرے خون کے درپے ہوا — کبھی اپنے سر کو درندہ کے دانتوں میں (دیکھا)

گہ نگوں اندر میانِ آب ریز — گہ غریقِ سیلِ خوں آمیز تیز

کبھی بیٹ الخلا میں اوندھا — کبھی خون ملے ہوئے تیز بہاؤ میں

---

۵۱ باز گفتن حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے ڈھکے چھپے واقعات ..... بیان فرمائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے پر ایمان لے آئے۔ بالکل فرمایا کہ اگرچہ تیرا دل تاریک ہے لیکن خدا نے عبرت کے لئے بہت سے واقعات جو پردہ غیب کے پوشیدہ تھے ظہور پذیر ہونے والے تھے۔

۵۲ تا کنی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ یہ واقعات تجھے اس لئے دکھائے جا رہے تھے کہ تو ظلم و ستم کرنا چھوڑ دے لیکن تو نے بجائے توبہ و استغفار کے مزید ظلم کرنے شروع کر دیئے۔

نقشہائی۔ یہ تیری صورتیں خود تیری تھیں لیکن تو ان کو اپنی نہ سمجھتا تھا۔ ہمچو۔ تیری مثال اس حبشی کی سی ہے جس نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی لیکن بجائے اس کے کہ اس کو اپنی صورت سمجھتا آئینہ کی خرابی سمجھا اور اس پر پاخانہ پھر دیا۔ کہ چہ۔ اور آئینہ کو کہنے لگا کہ تو اس قدر بدصورت ہے کہ اسی حرکت کے قابل ہے جو میں نے تیرے ساتھ کی ہے۔

۵۳ ایں جفا۔ اس حبشی کا یہ ظلم خود اپنی صورت پر تھا آئینہ تو روشن ہے اس پر ظلم کیا۔ گاہ۔ کبھی کبھی خواب میں اپنا لباس جلا ہوا نظر آتا تھا کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ کوئی درندہ تیرے خون کے درپے ہے۔ گہ سر۔ کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ پاخانہ میں اوندھا گرا ہے کبھی یہ دیکھتا تھا کہ خون سے ہوئے پانی میں غوطہ زن ہے۔

695

گہ زبامے اُوفتادہ گشتہ پست — گاہ در اشکنجہ و بستہ دو دست

کبھی بالاخانہ سے گرا ہوا دیکھا — کبھی شکنجے میں دونوں ہاتھ بندھے ہوئے

گاہ دیدہ خویش در زنجیر و غُل — گاہ مغزت را زدندے چوں دہل

کبھی اپنے آپ کو زنجیر اور طوق میں دیکھا — کبھی تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹتے تھے

گہ ندات آمد ازیں چرخِ نقی — کہ شقی و کہ شقی و کہ شقی

کبھی اس صاف آسمان سے آواز آئی — کہ تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے

گہ ندات آمد صریحاً از جبال — کہ بروہستی ز اصحابِ شمال

کبھی تجھے پہاڑوں سے صاف آواز آئی — کہ جا تو بائیں جانب والوں میں سے ہے

گہ ندا می آمدت از ہر جماد — تا ابد فرعون در دوزخ فتاد

کبھی تجھے ہر بے جان کی جانب سے آواز آئی — کہ فرعون ہمیشہ کے لئے دوزخ میں گر گیا

گہ خطاب آمد ترا از ہر نبات — گشت مطرود ابد فرعون و مات

کبھی تجھے ہر پودے سے آواز آتی تھی — کہ فرعون ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا اور مر گیا

زیں بتر ہا کہ نمیگویم ز شرم — تا نگردد طبعِ معکوسِ تو گرم

اس سے بھی بدتر جو کچھ میں شرم سے نہیں کہتا ہوں — تاکہ تیری اوندھی طبیعت غضبناک نہ ہو

اندکے گفتم بنوائے ناپذیر — زاندکے دانی کہ ہستم من خبیر

اے نہ قبول کرنے والے! میں نے تھوڑی باتیں کہی ہیں — تھوڑی باتوں سے تو جان لے کہ میں باخبر ہوں

خویشتن را کور کردستی و مات — تا نبینی زخواب و واقعات

تو نے اپنے آپ کو اندھا اور مُردہ بنا لیا — تاکہ خواب اور واقعات کو نہ سوچے

چند بگریزی نک آمد پیش تو — کوری ادراک مکر اندیش تو

تو کتنا گریز کرے گا اب تیرے آگے آگئی — تیرے مکر کے منصوبے باندھنے والے ذہن کی بے بصری

در بیانِ آنکہ در توبہ و استغفار باز ست از کرمِ حق

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے توبہ اور معافی کا دروازہ کھلا ہوا ہے

ہیں مکن زیں پس فراگیر احتراز — کہ ز بخشایش در توبہ است باز

خبردار! اس کے بعد نہ کر، بچاؤ اختیار کر — کیونکہ بخشش سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

توبہ را از جانبِ مغرب دَرے — باز باشد تا قیامت بر وَرے

مغرب کی جانب سے توبہ کا دروازہ — کھلا ہوا ہے، مخلوق پر قیامت تک

لہ گہ زبامے: کبھی تو خواب میں دیکھتا تھا کہ بالاخانہ سے گرا ہے، کبھی یہ دیکھتا تھا کہ شکنجہ میں کسا ہوا ہے اور تیرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، کبھی دیکھتا تھا کہ تو زنجیر اور طوق میں بندھا ہوا ہے کبھی تو دیکھتا تھا کہ تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹ رہے ہیں۔ گہ ندات: کبھی غیب سے آواز آتی تھی کہ تو بدبخت ہے۔

لہ گہ ندات: کبھی پہاڑوں سے آواز آتی تھی کہ تو جہنمی ہے۔ جماد: کبھی تو پتھروں سے اپنے دوزخی ہونے کی آواز سنتا تھا۔ ہر نبات: کبھی زمین کے پودے تیرے مردود ہونے کی خبر دیتے تھے۔ زیں بتر ہا: اس سے بھی زیادہ خراب باتیں تو نے سُنی ہیں جو میں شرم سے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ کہیں تو اور غضبناک نہ ہو جائے۔

لہ اندکے: یہ میں نے تھوڑے سے تیرے واقعات تجھے بتائے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ مجھے ساری باتیں معلوم ہیں۔ چند بگریزی: ان واقعات سے تو کہاں تک آنکھیں بند کرے گا۔ در بیان: ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو اپنی بدکرداری سے توبہ کر سکتا ہے۔ توبہ جب تک سورج مغرب کی جانب سے طلوع نہ کرے گا توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ورے: مخلوق۔

تا ز مغرب بر زند سر آفتاب
جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے

باز باشد آں دراز و بے رُو متاب
وہ دروازہ کھلا ہوا ہے اس سے رُو گردانی نہ کر

ہست[1] جنت را ز رحمت ہشت در
خدا کی رحمت سے جنت کے آٹھ دروازے ہیں

یک درِ توبہ است آں ہشتم پسر
ان آٹھ میں سے اے بیٹا! ایک توبہ کا دروازہ ہے

آں ہمہ گہ باز باشد گہ فراز
وہ سب کبھی کھلتے ہیں، کبھی بند ہوتے ہیں

واں درِ توبہ نباشد جز کہ باز
اور توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے

ہیں غنیمت دار دَر باز ست زود
خبردار! غنیمت سمجھ دروازہ کھلا ہوا ہے، جلد

رخت آنجا کش بکوریِ حسود
سامان وہاں لے جا، حاسد کی آنکھ میں دھول جھونک کر

پیش ازاں کز قہر در بستہ شود
اس سے پہلے کہ قہر کی وجہ سے دروازہ بند ہو جائے

بعد ازاں زاریِ تو کس نشنود
اسکے بعد تیری آہ و زاری کوئی نہ سنے گا

باز گرد[2] از کفر و ایں در باز یاب
کفر سے پلٹ جا اور اس دروازہ کو حاصل کر لے

تا نگردی از شقاوت رَد باب
تاکہ تو بدبختی سے مردود بارگاہ نہ بنے

گفتنِ موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را کہ از من یک پند قبول کن تو
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کہنا کہ میری ایک نصیحت مان لے اور

چہار فضیلت عوض بستان و پرسیدنِ فرعون کہ آں چہار کدام ست
بدلے میں چار فضیلتیں حاصل کر لے اور فرعون کا دریافت کرنا کہ وہ چار کیا ہیں؟

ہیں زمن بپذیر یک چیز و بیار
آگاہ! میری ایک بات مان لے اور بجا لا

پس زمن بستاں عوض آں را چہار
پھر مجھ سے اس کے بدلے میں چار لے لے

گفت[3] اے موسیٰ کدام ست آں یکے
اس نے کہا اے موسیٰ! وہ ایک کیا ہے؟

شرح کن با من ازاں یک اندکے
اس ایک کی میرے لئے تھوڑی سی تشریح کر دے

گفت آں یک کہ بگویَم آشکار
فرمایا وہ ایک یہ ہے کہ تو علی الاعلان کہہ دے

کہ خدایِ نیست جز از کردگار
کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے

خالقِ افلاک و انجم بر ملا
جو آسمانوں کو اور بلندی پر ستاروں کو پیدا کرنیوالا ہے

مردم و دیو و پری و مرغ را
انسانوں اور دیو اور پری اور پرندوں کو

خالقِ دریا و کوہ و دشت و تیہ
دریا اور پہاڑ اور جنگل اور میدان کو پیدا کرنیوالا ہے

ملکتِ اُو بے حد و اُو بے شبیہ
اس کی سلطنت لامحدود ہے اور وہ بے مثال ہے

[1] ہست جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک توبہ کا دروازہ ہے اس دروازہ کے علاوہ دوسرے دروازے کسی وقت کھلے رہتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ یعنی ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، بہت جلد اس کی طرف رجوع کر لینا چاہیئے اسکے بند ہو جانے کے بعد آہ و زاری کام نہ آئیگی۔

[2] باز گرد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اے فرعون اس دروازے کی طرف جلد رجوع کر لے گفتن۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ایک بات مان لے اور اس کے عوض میں چار فضیلتیں حاصل کر لے۔

[3] گفت۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ اس ایک بات کی تشریح کر دیجئے آگہی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہ ایک بات یہ ہے کہ تو توحید کا قائل ہو جا۔ خلاق۔ ابھی کو آسمانوں، ستاروں، انسانوں اور تمام کائنات کا خالق مان لے۔ تیہ۔ میدان جنگل بلکت۔ ملکت۔ بے نظیر۔ بے مثال۔

696

حافظِ ہر چیز و ہر کس ہر مکاں — رازقِ ہر جانور اندر جہاں

وہ ہر چیز اور ہر شخص اور ہر جگہ کا نگہبان ہے — دنیا میں ہر جاندار کو رزق دینے والا ہے

ہم نگہدارندۂ ارض و سما — ہم پدید آرندۂ گل از گیا[1]

زمین اور آسمان کا محافظ بھی ہے — گھاس سے پھول پیدا کرنے والا بھی ہے

مُطلِع اُو بر ضمیرِ بندگاں — حاکم و جبّار بر گردن کشاں

وہ بندوں کے دل کی بات سے باخبر ہے — وہ سرکشوں پر حاکم اور زبردست ہے

اُوست بر ہر بادشاہے بادشاہ — حکم اُو را یَفعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاء

وہی ہر بادشاہ کا بادشاہ ہے — اس کا حکم ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

گفت اے موسیٰ کدام ست آنچہار — کہ عوض بدہی مرا بر گو بیار

اس نے کہا اے موسیٰ! وہ چار کیا ہیں — کہ تو بدلے میں دے گا مجھے بتا، لا

تا بُود کز لطفِ آں وعدہ حسَن — سُست گردد چارمیخِ کُفرِ من

ہو سکتا ہے کہ اس اچھے وعدے کی خوبی سے — میرے کفر کی سزا سست پڑ جائے

بُوکہ زاں خوش وعدہ‌ہائے مغتنم — برکُشاید قفلِ کُفرِ صد منم

ہو سکتا ہے کہ اچھے غنیمت وعدوں کی وجہ سے — میرے کفر کا سینکڑوں من کا قفل کھل جائے

بُوکہ از تاثیرِ جُوئِ انگبیں — شہد گردد در دہنم ایں زہرِ کیں

ہو سکتا ہے کہ شہد کی نہر کی تاثیر سے — یہ کینہ کا زہر میرے جسم میں شہد بن جائے

یا ز عکسِ جُوئِ آں پاکیزہ شیر — پرورش یابد دمے عقلِ سیر

یا اس دودھ کی پاکیزہ نہر کے عکس سے — تھوڑی دیر کے لئے قیدی عقل پرورش پائے

یا بُود کز عکسِ آں جُوہائے خمر — مست گردم بُو برم از ذوقِ امر

یا شاید شراب کی اُن نہروں کے پرتو سے — میں مست ہو جاؤں حکم خداوندی کا ذوق حاصل

یا بُود کز لُطفِ آں جُوہائے آب[2] — تازگی یابد تنِ شورہ خراب

یا شاید اُن پانی کی نہروں کی لطافت سے — برباد، بنجر جسم تازگی حاصل کرلے

شورہ‌ام را سبزہ پیدا شود — خارزارم جنّۃُ المأوٰی شود

میری شور زمین میں سبزہ پیدا ہو جائے — میرا کانٹوں کا کھیت جنت الماوٰی بن جائے

بُوکہ از عکسِ بہشت و چار جُو — جاں شود از یاریِ حق یار جُو

ہو سکتا ہے کہ بہشت اور چاروں نہروں کے — جان اللہ کی مدد کی خواستگار بن جائے

پرتو سے

[1] گیا: گھاس۔ منطق: اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل کے راز جانتا ہے۔ گردن کشاں: سرکش لوگ۔ گفت: فرعون نے کہا۔ بزگو: بتا۔ بیار: لا۔ چہار میخ: سزا کا ایک طریقہ تھا جس میں مجرم کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے باندھ دیئے جاتے تھے۔ کفرِ صد من: بھاری کفر۔

[2] جوئی انگبیں: جنت کی شہد کی نہر۔ شیر: جنت کی دودھ کی نہر۔ یا بُود: جنت کی تیسری نہر جو شراب کی ہے۔ خمر: یعنی امرِ خداوندی۔

[3] آب: جنت کی چوتھی نہر جو پانی کی ہے۔ شورہ: یعنی شوریلی زمین جنۃ المأوٰی ایک جنت کا نام ہے۔ بُوکہ: انسان کے اخلاقِ حمیدہ جنت کا عکس اور اخلاقِ ذمیمہ دوزخ کا عکس ہیں۔ چار جُو: جنت کی چار نہریں۔

آنچناں کز عکسِ دوزخ گشتہ ام — آتش و در قہرِ حق آغشتہ ام
جیسا کہ میں دوزخ کے عکس سے بنگیا ہوں — آگ، اور اللہ (تعالیٰ) کے قہر میں ڈوبا ہوا ہوں

کہ[1] ز عکسِ نارِ دوزخ ہمچو مار — گشتہ ام بر اہلِ جنت زہر بار
کہ دوزخ کی آگ کے عکس سے سانپ کی طرح — جنتیوں پر زہر برسانے والا بن گیا ہوں

کہ ز عکسِ جوششِ آبِ حمیم — آب ظلمم کرد خلقاں را رمیم
کہ گرم پانی کے جوش کے عکس سے — میرے ظلم کے پانی نے مخلوق کو بوسیدہ بنا دیا ہے

من ز عکسِ زمہریرم زمہریر — یاز عکسِ آں سعیرم چوں سعیر
میں زمہریر کے عکس سے زمہریر ہوں — یا دوزخ کے عکس سے دوزخ جیسا ہوں

دوزخِ درویشِ مظلوم کنوں — وایِ آنکہ یابمش ناگہ زبوں
میں اب مظلوم فقیر کی دوزخ ہوں — اُس پر افسوس ہے جس کو میں کمزور پاؤں

موسیٰ[2] باشد کہ بکشایم در — وز فضیلتہات گردم باخبر
اے موسیٰ! ہو سکتا ہے کہ تو مجھ پر دروازہ کھولدے — اور تیری فضیلتوں سے میں باخبر ہو جاؤں

موسیٰ باشد کہ یابم مامنے — وارہم از کثرتِ ماو منے
اے موسیٰ! ہو سکتا ہے کہ میں امن کی جگہ پالوں — میں تکبر اور خودی کی کثرت سے چھوٹ جاؤں

ہیں بگو با من کدامست آن چہار — کہ عوض خواہیم دادن بر شمار
اُن بتا مجھے وہ چار کیا ہیں؟ — جو مجھے تو بدلے میں دے گا، شمار کر

شرح کردنِ موسیٰؑ آں چار فضیلت را جہت یافتنِ ایمانِ فرعون

حضرت موسیٰؑ کا اُن چار فضیلتوں کی تشریح کرنا جو فرعون کے ایمان کا بدل ہوں گی

گفت موسیٰؑ کاوّلینِ آں چہار — صحتے[3] باشد تنت را پائیدار
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اُن چار باتوں میں سے پہلی یہ ہے — کہ تیرے جسم کو پائیدار صحت حاصل ہوگی

ایں عِلَلہایِ کہ در طب گفتہ اند — دور باشد از تنت اے ارجمند
وہ بیماریاں جو طب میں مذکور ہیں — اے بااقبال! تیرے جسم سے دور ہوں گی

ثانیاً باشد ترا عمرِ دراز — کہ اجل دارد ز عمرت احتراز
دوسرے تیری عمر دراز ہوگی — کیونکہ موت تیری عمر سے احتراز کرے گی

دیں نباشد بعد عمرِ مشتوی — کہ بناکام از جہاں بیروں روی
ایک ہموار عمر کے بعد یہ نہ ہوگا — کہ تو دنیا سے ناکام جائے

[1] کز عکس۔ انسان پر ظلم وجود دوزخ کی آگ کا عکس ہے۔ آبِ حمیم۔ گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گا۔ رمیم۔ پرانا، بوسیدہ۔ من ز عکس۔ زمہریر دوزخ کا ایک طبقہ ہے جو انتہائی سرد ہے۔ وائی۔ میں ہر کمزور پر ظلم کرتا ہوں۔

[2] موسیٰ۔ فرعون نے کہا اے موسیٰؑ شاید میں تمہاری فضیلتوں پر ایمان لے آؤں۔ مامن۔ امن کی جگہ۔ مادمنے۔ یعنی تکبر اور خودی۔ بیں۔ وہ چار چیزیں بتا دے جو تیرے کا قائل ہونے پر مجھے حاصل ہونگی۔ شرح کردن۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن چار باتوں کی تفصیل کی جو ایمان کے عوض میں فرعون کو حاصل ہونگی۔

[3] صحتے۔ یعنی اگرچہ تو اس وقت بھی صحتمند ہے لیکن ایمان لانے پر آئندہ صحتمند رہنے کا وعدہ ہے۔ ثانیاً۔ دوسری بات جو تجھے حاصل ہوگی وہ عمر کی درازی ہے۔ دیں نباشد۔ بالآخر موت آئیگی لیکن ایسی حالت میں آئیگی کہ تو دنیا سے بامقصد جائیگا۔

بلکہ[1] خواہانِ اَجل چوں طفلِ شیر — نے زرنجے کہ ترا دارد اسیر

بلکہ موت کا خواہاں ہو کر جس طرح دودھ پیتا بچہ — نہ کہ کسی بیماری کی وجہ سے جس نے تجھے قیدی بنا لیا ہو

مرگ جُو باشی ولے نز عجز و رنج — بلکہ بینی در خرابِ خانہ گنج

تو موت کا جویاں ہوگا لیکن عجز اور تکلیف کی وجہ سے نہیں — بلکہ تو گھر کی ویرانی میں خزانہ دیکھے گا

پس بدستِ خویش گیری تیشہ — می زنی بر خانہ بے اندیشہ

تو اپنے ہاتھ میں کدال لے گا — بے تامل گھر پر مارے گا

کہ حجابِ گنج بینی خانہ را — مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ را

کیونکہ تو گھر کو خزانے کا پردہ سمجھے گا — اس ایک دانہ کو سو کھلیانوں کا مانع (سمجھے گا)

پس در آتش افگنی ایں دانہ را — پیش گیری تیشۂ مردانہ را

تو اس دانہ کو آگ میں پھینک دے گا — مردانہ کدال کو سامنے رکھے گا

برکنی ایں خانۂ تن بے دریغ — تا بروں آید مہت از زیرِ میغ

بے تامل اس جسم کے گھر کو اکھاڑ دے گا — تاکہ تیرا چاند ابر کے نیچے سے نکل آئے

اے[2] بیک برگے زباغے ماندۂ — ہمچو کرمے برگش از رز راندۂ

اے وہ! جو ایک پتے کی وجہ سے ایک باغ سے محروم رہ گیا — اس کیڑے کی طرح جس کو ایک پتے نے انگور سے ہٹا دیا ہے

چوں کرم ایں کرم را بیدار کرد — اژدہائے جہل را ایں کرم خورد

جب اللہ کے کرم نے اس کیڑے کو بیدار کر دیا — اس کیڑے نے جہل کے اژدہے کو نگل لیا

کرمِ کرمے شد پُر از میوہ درخت — ایں چنیں تبدیل کرد او نیکبخت

کیڑا انگور کی بیل، میوہ بھرا درخت بن گیا — اس نیک بخت نے اس طرح تبدیل کر لی

تفسیر[3] کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ لِاُعرَفَ

میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ میں پہچانا جاؤں کی تفسیر

خانہ بر کن کز عقیقِ ایں یمن — صد ہزاراں خانہ شاید ساختن

گھر کھود ڈال یمن کے اس عقیق سے — لاکھوں گھر بنائے جا سکتے ہیں

گنج زیرِ خانہ است و چارہ نیست — از خرابی ہیں مبندیش و مایست

خزانہ گھر کے نیچے ہے اور کوئی تدبیر نہیں ہے — ویرانی کی فکر نہ کر اور نہ ٹھہر

کہ ہزاراں خانہ از یک نقد گنج — می تواں کردن عمارت بے رنج

ایک نقد خزانے سے ہزاروں گھر — تکلیف کے بغیر تعمیر کئے جا سکتے ہیں

---

[1] بلکہ۔ تجھے پھر مرنے کی ایسی تمنا ہوگی جیسی کہ بچہ کو دودھ کی ہوتی ہے۔ مرگ۔ دنیا سے تنگ آکر مرنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ اسلئے ہوگی کہ تو یہ سمجھے گا کہ جب تک جسم ویران نہ ہوگا اس کے اندر مدفون خزانہ ہاتھ نہ آئے گا۔ خانہ۔ یعنی جسم۔ کہ حجاب۔ جسمانی زندگی کہ خزانہ معرفت کیلئے تو پردہ سمجھے گا۔ تابروں۔ تو سمجھے گا کہ معرفت کا چاند اس جسم کے ابر میں پوشیدہ ہے۔

[2] اے بیک۔ جو لوگ جسم پرستی میں لگے ہیں ان کی مثال اس کیڑے کی سی ہے جو ایک پتے کو چبا رہا ہے اور اس کی وجہ سے وہ انگور کی لتوں سے محروم ہے۔ چوں کرم۔ جب خدا کے کرم سے یہ کیڑا پیدا ہو جائیگا تو جہل اور نادانی کے اژدہے کو نگل جائیگا۔

[3] تفسیر۔ مخلوق سے خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدائی صفات حاصل کر لیتا ہے تو اس کے ذریعہ خدا کی صفات کی معرفت ہوتی ہے۔ عقیق ایں یمن۔ یمن سے مراد خلب اور روح ہے اور عقیق سے مراد حکمت ہے۔ مایست۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ جسم کو فنا کرنے سے نہ رک۔ کہ خزانہ ہاتھ آجائے ویران شدہ گھر جیسے ہزاروں اس کے ذریعہ تعمیر کر لئے جائینگے۔

عاقبت[1] این خانہ خود ویراں شود
انجام کار یہ گھر خود ویران ہو گا

لیک آن تو نباشد زانکہ روح
لیکن وہ تیری ملکیت نہ ہوگا کیونکہ روح (کیلئے)

چوں نکرد آنکار مزدش ہست لا
جب وہ کام نہ کیا اس کی مزدوری مسدود ہے

دست خائی بعد ازاں تو کاے دریغ
اس کے بعد تو ہاتھ ملے گا کہ ہائے افسوس

من[2] نکردم آنچہ گفتند از بہی
جو بھلائی کی بات انھوں نے کہی میں نے نہ کی

مانع صد خرمن این یک دانہ بود
سینکڑوں کھلیانوں کیلئے ایک دانہ مانع تھا

خانہ را اُجرت گرفتی و کرے
تو نے گھر اُجرت اور کرایہ پر لیا ہے

این کرے را مدتے اُو تا اجل
اس کرایہ کی مدت موت تک ہے

پارہ[3] دوزی میکنی اندر دُکاں
تو دُکان میں پیوند سی رہا ہے

ہست این دُکاں کرائی زُود باش
یہ دکان کرایہ کی ہے جلدی کر

تا کہ تیشہ ناگہاں برکاں نہی
تاکہ تو کدال اچانک کان پر رکھدے

پارہ دوزی چیست خود آب و نان
پیوند لگانا کیا ہے، روٹی پانی کی خوراک

ہر زماں می درد این دلق تنت
یہ تیرے جسم کی گدڑی ہر وقت پھٹتی رہتی ہے

گنج از زیرش یقیں عُریاں شود
خزانہ یقیناً اس کے نیچے سے ظاہر ہوگا

مُزد ویراں کردنش آں فتوح
وہ نذرانہ اس (جسم) کو ویران کرنے کی مزدوری ہے

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کوشش کی

این چنیں ماہے بُداند زیر میغ
ابر کے نیچے ایسا عمدہ چاند تھا

گنج رفت و خانہ و دستم تہی
خزانہ گیا اور گھر بھی اور میرا ہاتھ خالی ہے

حائلِ گنج و حجاب این خانہ بُود
خزانہ میں حائل اور پردہ یہ گھر تھا

نیست مِلکِ تو بہ بیعے یا ہشرے
خرید و فروخت کے ذریعہ تیری ملکیت نہیں ہے

تا دریں مُدت کنی در وے عمل
تاکہ تو اس مدت میں اس میں کام کرے

زیرِ این دُکانِ تو مدفوں دو گاں
اس دکان کے نیچے دو گائیں مدفون ہیں

تیشہ بستاں و نگش رامی تراش
کدال لے اور اس کی تہ کو کھود

از دُکان و پارہ دوزی وارہی
دُکان اور پیوند سینے سے نجات پا جائے

میزنی این پارہ بر دلقِ گراں
بھاری گدڑی پر تو یہ پیوند لگا رہا ہے

پارہ بر وے می زنی زیں خورد و بُرد
تو اس خوراک سے اس پر پیوند لگاتا ہے

---

[1] عاقبت۔ بالآخر جسم کو فنا ہونا ہے لیکن مزدوری محنت سے ملتی ہے اگر اس کے فنا کرنے میں تیری محنت شامل نہیں ہے تو غیبی خزانے تیری مزدوری میں تجھے نہ ملیں گے۔ چوں نکرد۔ جب محنت نہ کی تو مزدوری مسدود ہے اس لئے کہ انسان کو اس کی محنت اور سعی کا ہی ثمرہ ملتا ہے۔ دست خائی جب خزانہ نمودار ہوگا اور وہ تیرا نہ ہوگا تو افسوس کریگا۔

[2] من نکردم۔ اس وقت نصیحت پر عمل نہ کرنے سے تو افسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ جسم کا ایک دانہ اس کھلیان کے حاصل کرنے سے مانع بنا۔ خانہ۔ یہ جسم کا گھر تیری ملکیت نہیں ہے یہ ایک کرایہ کا اور عارضی گھر ہے۔ این کرے۔ یہ کرایہ داری موت کے وقت تک کی ہے اور اسی لئے ہے کہ اس میں عمل کرلے۔

[3] پارہ دوزی۔ کھانے پینے کے ذریعہ تو جسم کو درست کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس میں دو گائیں مدفون ہیں۔ نگش یعنی اس کی گہرائی۔ دلقِ گراں یعنی جسم انسانی۔ ہر زماں۔ انسان کی بھوک پیاس جسم کی شکست و ریخت ہے اور کھانا پینا اسکی رفوگری ہے۔

اے ز نسلِ بادشاہِ[1] کام یار
اے بامقصد بادشاہ کی نسل سے

باخود آزیں پارہ دوزی ننگ دار
ہوش میں آ اِس چیتھڑے سینے سے شرم کر

پارۂ بر کن ازیں قعرِ دوکاں
اِس دکان کی تہ سے ٹکڑا ہٹا

تا برآرد سر بہ پیشِ تو دوکاں
تاکہ تیرے سامنے دو کانیں روشنا ہوں

پیش ازاں کایں مہلتِ خانہ کرے
اس سے قبل کہ گھر کی کرایہ داری کا وقت

آخر آید تو نخوردہ زو برے
ختم ہو، اور تو نے اس سے کوئی پھل نہ کھایا ہو

پس[2] ترا بیروں کند صاحب دکاں
پس تجھے دکان کا مالک نکالدے

ایں دکاں را بر کند از روئے کاں
اِس دوکان کو، کان کے مقعر سے اکھاڑ دے

تو ز حسرت گاہ بر سر می زنی
تو کبھی حسرت سے سر پیٹے گا

گاہ ریشِ خامِ خود بر می کنی
کبھی اپنی بیوقوفی کی داڑھی نوچے گا

کاے دریغا آنِ من بود ایں دکاں
کہ ہائے افسوس! یہ دکان میرے قبضہ میں تھی

کور بودم بر نخوردم زیں مکاں
میں اندھا تھا میں نے اِس جگہ سے نفع حاصل نہ کیا

اے دریغا گنج را بگذاشتم
ہائے افسوس! میں نے خزانہ ضائع کر دیا

آبِ حیواں را بخاک انباشتم
آبِ حیات کو مٹی سے ڈھک دیا

اے دریغا بودِ ما را بر دباد
ہائے افسوس! ہمارا وجود برباد ہوگیا

تا ابد یا حسرتا شد للعباد
قیامت تک بندوں کے لئے حسرت ہے حسرت

غرہ[3] شدنِ آدمی بہ ذکاوت و تصوراتِ طبعِ خویش و طلب

انسان کا اپنی ذہانت اور اپنے طبعی تصورات سے دھوکے میں پڑنا اور

ناکردنِ علمِ غیب کہ علمِ انبیاست علیہم السلام

علم غیب طلب نہ کرنا جو انبیاء علیہم السلام کا علم ہے

دیدم اندر خانہ من نقش و نگار
میں نے گھر میں نقش و نگار دیکھے

بودم اندر عشقِ خانہ بے قرار
میں گھر کے عشق میں بے قرار تھا

ماندہ ام در خانہ حیران و نزار
میں گھر (کے معاملہ) میں حیران اور کمزور بن گیا

لابد از معنی شدم من عور و زار
لامحالہ میں حقیقت سے خالی اور بدحال رہ گیا

عشقِ خانہ در دلِ من کار کرد
گھر کی محبت میرے دل میں کام کر گئی

لاجرم از گنج ماندم دور و فرد
میں لامحالہ خزانہ سے دور اور تنہا رہ گیا

[1] بادشاہ۔ یعنی حضرت آدمؑ جو پہلے خلیفۃ اللہ ہیں۔ پارہ کن۔ اِس عارضی دکان یعنی جسم کو توڑ ڈال اِس میں سے زر و جواہر کی دو دکانیں برآمد ہوں گی۔ پیش ازاں یہ عارضی جسم ہے اِس سے فائدہ اٹھالے اور اِسکی صورت یہی ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اِسکو فنا کر دے

[2] پس۔ ایک وقت آجائیگا کہ یہ عارضی جسم تجھ سے لیا جائیگا اور تو اِس مکان سے محروم ہو جائے گا جس میں مدفون ہے اور تو افسوس کرے گا اور کہے گا کہ میں خزانہ سے محروم ہو گیا اور میں نے آبِ حیات کو مٹی سے چھپا لیا۔ تا ابد۔ پھر تو اِس آیت کا مصداق بن جائیگا۔

[3] غرہ شدن انسان اپنی ذہانت اور عقلمندی کے بھروسہ پر علم نبوت سے محروم رہ جاتا ہے۔ وَیدم۔ بالآخر اُس کو افسوس کرنا پڑتا ہے کہ مکان کے نقش و نگار میں مصروف ہو کر اُس کے خزانہ سے محروم ہو گیا۔ عشقِ۔ پھر افسوس کے ساتھ اُس کو کہنا پڑے گا میں گھر کے نقش و نگار میں کھو گیا اور خزانہ سے محروم ہو گیا۔

702

بُودم از گنجِ نہانی بے خبر — وَرنہ دستنبوئے من بُودے تبر

میں پوشیدہ خزانے سے بے خبر تھا — ورنہ تبر میرے ہاتھ کا گلدستہ ہوتا

آہ اگر دادِ تبر را دادمے — ایں زماں غم را تبرا دادمے

افسوس! اگر میں تبر کی قدر کر لیتا — اس وقت میں غم پر تبرا پڑھ دیتا

چشم را بر نقش می انداختم — ہمچو طِفلاں عشقہا می باختم

میں نے (نقش و نگار) پر آنکھ جمادی — بچوں کی طرح محبت کرنے لگا

بس[1] نکو گفت آں حکیم کاربار — کہ تو طِفلی خانہ پُر نقش و نگار

اس ماہر اور دانا نے بہت اچھا کہا ہے — کہ تو بچہ ہے (اور) گھر نقش و نگار سے بھرا ہوا ہے

در الٰہی نامہ بس اندرز کرد — کہ برآر از دود مانِ خویش گرد

الٰہی نامہ میں اس نے نصیحت کی ہے — کہ اپنے خاندان کو برباد کر

تمامیِ شرح کردن موسیٰ علیہ السلام با فرعون فضیلت چہارگانہ

حضرت موسیٰ کا فرعون سے چاروں فضیلتوں کی تشریح کرنا جن کی وہ تمنا کرتا تھا

بس کُن اے موسیٰ بگو وعدِ سوم — کہ دلِ من زاضطرابش گشت گم

اے موسیٰ بس کر، تیسرا وعدہ بتا — کیونکہ میرا دل اس کی پریشانی سے گم ہو گیا ہے

گفت موسیٰ آں سوم مُلکِ دو تو — دو جہانے خالص از خصم و عدُو

حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ تیسری (دوہری) بادشاہت ہے — دو جہان کی، جو دشمن اور مخالف سے خالی ہے

بیشتر زاں مُلک کاکنوں داشتی — کاں بُد اندر جنگ و ایں در آشتی

اس سلطنت سے بڑھ کر جو تو اس وقت رکھتا ہے — کیونکہ وہ جنگ میں ہے اور یہ صلح میں ہے

آنکہ در جنگت[2] چناں مُلکے دہد — بنگر اندر صُلح خوانت چوں نہد

وہ خدا جو جنگ میں تجھے ایسا ملک عطا کر دیتا ہے — غور کر کے صلح میں تیرے سامنے کیا دسترخوان بچھائیگا؟

آں کرم کاندر جفا آنہات داد — در وفا بنگر چہ باشد اعتقاد

جس کرم نے ظلم میں تجھے وہ کچھ دیا — غور کر وفاداری میں اس کی (بھلائی) کیسی ہوگی؟

گفت اے موسیٰ جہاں چیست زود — باز گو صبرم شد و حرصم فزود

اس نے کہا اے موسیٰ وہ جو تمنا کیا ہے، جلد — کہدے میرا صبر جاتا رہا اور حرص بڑھ گئی ہے

گفت چارم آنکہ مانی تو جواں — موئے ہمچوں قیر و رُخ چوں ارغواں

فرمایا چوتھی یہ ہے کہ تو جوان رہے گا — بال تارکول کی طرح اور چہرہ پھول ارغوان کی طرح (رہیگا)

---

[1] بس نکو: حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حدیقہ میں فرمایا ہے۔ الٰہی نامہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الٰہی نامہ میں فرمایا ہے۔

ہمہ اندوز من جوانیست — کہ تو طفلی و خانہ زندگیست

دودماں۔ خاندان یعنی اصغار جسمانی جس کن۔ یہاں تک سنانی کی تقریر حضرت موسیٰ کی زبانی تھی اب فرعون نے کہا کہ تقریر ختم کر اور تیسری بات بتا۔ گفت حضرت موسیٰ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ ایمان لے آئے گا تو تجھے دونوں جہانوں کی دوہری بادشاہت حاصل ہو جائے گی جس میں تجھے کسی دشمن کا بھی ڈر نہ ہوگا۔

[2] در جنگت۔ کفر کی حالت میں تجھے اتنا بڑا ملک دے رکھا ہے تو اگر تو صلح کرے گا اور ایمان لے آئے گا تو دیکھنا کتنی بڑی سلطنت حاصل ہوتی ہے۔ جفا یعنی کفر و جفا۔ یعنی ایمان۔ اعتقاد۔ بھلائی۔ گفت حضرت موسیٰ نے فرمایا ایمان لانے پر جو شخص چیز جو تجھے ملیگی وہ یہ ہے کہ بقیہ عمر میں بھی تو جوان رہیگا۔ قیر۔ ایک کالا رومن ہے۔ آرغواں۔ گل بابونہ۔

703

رنگ و بُو در پیشِ مابس کاسد[1] ست — لیک تو لیتی سخن کردیم پست

رنگ و بُو ہمارے سامنے بہت بے قیمت ہیں — لیکن تو گھٹیا ہے (اسلئے) ہم نے گھٹیا بات کہی

اِفتخار از رنگ و بُو و از مکاں — ہست شادی و فریب کودکاں

رنگ و بُو اور مکان پر فخر کرنا — بچوں کی خوشی اور دھوکا ہے

بیانِ ایں خبر کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ

اِس حدیث کی تفصیل کہ لوگوں سے اُن کی عقلوں کے انداز سے بات کیا کرو یعنی

لَا عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِکُمْ حَتّٰی لَا یُکَذَّبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اپنی عقلوں کے انداز سے تاکہ اللہ اور اُس کا رسول جھٹلا نہ دیا جائے

چونکہ با کودک سر و کارم فتاد — ہم زبانِ کودکاں باید کشاد

چونکہ میرا واسطہ بچے سے پڑ گیا — مجھے بھی بچوں کی زبان کھولنی چاہیے

کہ بروم[2] کتاب تا مُرغت خرم — یا مویزو جوز و فستق آورم

کہ مدرسہ جا تیرے لئے پرند خرید دوں گا — یا منقی یا اخروٹ یا پستہ لادوں گا

جز شبابِ تن نمیدانی بگیر — ایں جوانی را بگیر اے خر شعیر

اس جوانی کو اے گدھے! جو لے لے

ہیچ آژنگے نیفتد بر رُخت — تازہ ماند ایں شبابِ فرُخت

تیرے چہرے پر کوئی جھری نہ پڑے گی — یہ تیری مبارک جوانی تازہ رہے گی

نے نژندِ پیریت آید بر بُرو — نے قدِ چوں سرو تو گردد دوتو

نہ اس پر تیرے بڑھاپے کی زد آئے گی — نہ تیرا سرو جیسا قد ٹیڑھا ہوگا

نے شود زورِ جوانی از تو کم — نے بدندانہا خلَلہا یا اَلَم

تجھ میں سے جوانی کا زور نہ گھٹے گا — نہ دانتوں میں کوئی خرابی اور تکلیف آئیگی

نہ کمی در شہوت و طمث[3] و لعال — کہ زناں را آید از ضعفت مَلال

نہ شہوت اور جماع اور لعابت میں کمی آئے گی — کہ عورتوں کو تیری کمزوری سے تکلیف ہو

نے شود مُویت سفید و پشت خم — لیک خوشتر لحظہ لحظہ دم بدم

نہ تیرے بال سفید ہوں گے اور نہ کمر جھکے گی — بلکہ لحظہ بہ لحظہ اور دم بدم بہتر ہوگا

آنچناں بکشایدت فرِ شباب — کہ کشود آں مژدہ بر عکاشہ باب

تجھ پر جوانی کی شان و شوکت اسطرح کشادہ ہوگی — جسطرح (حضرت) عکاشہؓ پر اس خوشخبری نے دروازہ کھولا تھا

---

[1] کاسد۔ کھوٹا۔ کودکاں۔ یہ چیزیں بچوں کی خوشی کی ہیں۔

[2] آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے دین کی ایسی باتیں کہو جو اُن کی سمجھ کے مطابق ہوں ورنہ وہ اُن کی تکذیب کر دینگے۔

[3] آبرو۔ بچوں سے ایسی بیہودہ باتیں کی جاتی ہیں۔ نشتن۔ پستہ۔ خرس۔ ریچھ۔ آژنگ۔ جھری۔ نژند۔ زلت و خواری۔ اَلَم۔ تکلیف۔

[4] طمث۔ حیض۔ جماع۔ لعال۔ بیوی سے کھیل کود کرنا۔ خوشتر یعنی دم بدم جوانی میں اضافہ ہو۔ عکاشہؓ۔ حضرت عکاشہؓ مشہور صحابی ہیں ایک دفعہ حضورؐ نے فرمایا میری اُمت میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہونگے حضرت عکاشہؓ نے عرض کیا حضورؐ دعا فرمادیجئے کہ میں بھی اُن لوگوں میں سے ہوں تو حضورؐ نے اُن کو بشارت دی اور فرمایا کہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو۔

٦٥٦

معنیِ حدیث من بشرنی بخروج الصفر بشرتہ بدخول الجنۃ وسبق عکاشۃ

اس حدیث کا مطلب کہ جو مجھے صفر کے نکل جانے کی خوشخبری دیگا میں اسکو جنت کی خوشخبری دونگا اور حضرت عکاشہ کی پیش

احمدؐ آخر زماں را انتقال — در ربیع الاوّل آمد بے جدال

احمدؐ، آخرالزماں کا انتقال — بلا اختلاف، ربیع الاول میں ہوا ہے

چوں خبر یابد دلش زیں وقتِ نقل — عاشقِ آں وقت گردد او بعقل

جب آپ کا دل انتقال کے وقت سے باخبر ہوگیا — آپ دل و جان سے اس وقت کے مشتاق ہوگئے

چوں صفر آمد شود شاد از صفر — کز پسِ ایں ماہ می سازم سفر

جب ماہ صفر آیا آپ صفر سے خوش ہوئے — کہ اس مہینہ کے بعد میں سفر کروں گا

ہر شبے تا روز از شوقِ ہدے — او رفیقِ راہِ اعلیٰ می زدے

راہِ یار کے شوق سے ہر شب کروٹ بدلنے تک — آپ راہِ اعلیٰ کے رفیق کا نعرہ لگاتے تھے

گفتؐ ہر کس کہ مرا مژدہ دہد — چوں صفر یای از جہاں بیروں نہد

فرمایا جو شخص مجھے خوشخبری دے گا — جب صفر کا مہینہ دنیا سے باہر جائیں نکلیگا

کہ صفر بگذشت و شد ماہِ ربیع — مژدہ ور باشم مرا و را شفیع

کہ صفر گذر گیا اور ربیع کا مہینہ ہوگیا — میں اسکو خوشخبری دینے والا اور سفارش کرنیوالا ہونگا

چوں صفر بربست رخت و ماہِ نو — گشت پیدا بر فلک با تاب و ضو

جب صفر نے سامان باندھ لیا اور نیا چاند — رونق اور نور کے ساتھ آسمان پر نمودار ہوگیا

گفت عکاشہ صفر بگذشت و رفت — گفت جنت مر ترا اے شیر زفت

حضرت عکاشہ نے عرض کیا صفر گذر گیا اور چلا گیا — آنحضرتؐ نے فرمایا اے بہادر شیر تیرے لئے جنت ہے

دیگرے آمد کہ بگذشت آں صفر — گفت عکاشہ ببر دا ز مژدہ بر

دوسرے آئے کہ صفر گذر گیا — فرمایا عکاشہ خوشخبری کا پھل لے گئے

بس رجال از نقلِ عالم شادماں — وز بقایش شادماں ایں کودکاں

بہت سے انسان دنیا سے انتقال کرنے پر خوش ہیں — اور اس میں باقی رہنے سے یہ بچے خوش ہیں

چونکہ آب خوش ندید آں مرغِ کور — پیشِ او کوثر نماید آبِ شور

چونکہ اس اندھے پرند نے عمدہ پانی نہیں دیکھا ہے — اس کو کوثر کھاری پانی نظر آتا ہے

ہمچنیں موسیٰ کرامت می شمرد — ہم بدیساں بے قدم رہ می سپرد

حضرت موسیٰ اس طرح سے انعام شمار کر رہے تھے — اسی طرح بغیر قدم کے راستے کو طے کر رہے تھے

لہ احمدؐ۔ اس سنت کے نزدیک بالاتفاق حضورؐ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی ہے۔ وقتِ نقل۔ انتقال کا وقت۔ رفیق۔ وفات کے قریب حضورؐ یہ جملہ فرمارہے تھے۔ اللّٰھُمَّ بالرَّفیقِ الْاَعلیٰ الرفیق الاعلیٰ اب میں رفیق اعلیٰ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

لہ گفت۔ حضورؐ نے فرمایا جو صفر کے ختم ہونے اور ربیع الاول کی آمد کی خوشخبری دیگا میں قیامت میں اس کا سفارشی بنوں گا۔ ماہ نو۔ یعنی ربیع الاول کا چاند نظر آیا۔

لہ دیگرے۔ کسی دوسرے صحابی نے بھی صفر کے ختم ہونے کی خوشخبری دی۔ آپ نے فرمایا کہ عکاشہ بازی لے گئے۔ بیشمار رجال۔ جن لوگوں کو آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہوجاتا ہے وہ دنیا سے منتقل ہونے پر خوشی محسوس کرتے ہیں اور جو لوگ دنیا میں اپنے پر خوش ہوتے ہیں وہ جاہل طبع ہیں۔ ہمچنیں۔ ایمان لانے پر جو اس کو انعام ملیں گے حضرت موسیٰؑ وہ شمار کراتے رہے۔

705

کہ نہ گردد صافِ اقبالِ تو دُرد
کہ تیرا صاف اقبال، گدلا نہ بنے گا

ہم نگردد اطلسِ بختِ تو بُرد
تیرے نصیب کا اطلس، بُرد نہ بنے گا

ہر چہ خواہی یابی از بختِ جواں
قوی نصیبہ سے تو جو چاہے گا، پائے گا

شاد ماں مانی نگردی ناتواں
تو خوش رہے گا، کمزور نہ بنے گا

گفت اَحسَنتَ نکو گفتی لیک
فرعون نے کہا بہت اچھا تو نے عمدہ بات کہی لیکن

تا کنم من مشورت با یارِ نیک
میں اچھے دوست سے مشورہ کروں

مشورت کردنِ فرعون با آسیہ خاتون و ایمان آوردن

حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے میں حضرت آسیہ خاتون سے، فرعون کا مشورہ

بموسیٰ علیہ السلام و فرمودنِ آسیہ او را بایمان آوردن

کرنا اور حضرت آسیہ کا اس کو ایمان لانے کو کہنا

باز گفت او را ایں سخن با آسیہ
پھر اس نے یہ باتیں (حضرت) آسیہ سے کہیں

گفت جاں افشاں بریں آں دل سیہ
انھوں نے فرمایا اے سیاہ دل! اس پر جان چھڑکیے

بس عنایتہاست متنِ ایں مقال
اس گفتگو کا متن بہت سی عنایتیں ہیں

زود دریاب اے شہِ نیکو خصال
اے نیک خصلت شاہ! جلد حاصل کرلے

وقتِ کشت آمد زہے پر سود کشت
کھیتی کا وقت آگیا واہ واہ کس قدر نفع بھری کھیتی

ایں بگفت و گریہ کرد و گرم گشت
یہ کہا اور رونے لگیں اور گرم ہو گئیں

بر جہید از جا و گفتا نیک لک
جگہ سے کود پیں اور کہا تجھے مبارک

آفتابے تاج گشتت اے گلک
اے گنجے! سورج تیرا تاج بن گیا ہے

عیبِ کل را خود بپوشاند کلاہ
عیب خود گنجے کو ٹوپی پہناتا ہے

خاصہ چوں باشد کہ خورشید و ماہ
خصوصاً جبکہ سورج اور چاند ٹوپی ہو

ہمدراں مجلس کہ بشنیدی تو ایں
اسی مجلس میں جس میں تو نے یہ سنا تھا

چوں نگفتی آرے و صد آفریں
تو نے ہاں اور صد آفریں کیوں نہ کہا؟

ایں سخن در گوشِ خورشید ار شدے
یہ بات اگر سورج کے کان میں پڑتی

سرنگوں بر بوئے آں زیر آمدے
اس کی تہ میں اوندھا نیچے آجاتا

ہیچ میدانی چہ وعدہ است او چہ داد
تو کچھ جانتا ہے کہ کیسا وعدہ اور کسقدر سخاوت ہے

می کند ابلیس را حق اعتقاد
اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کر رہا ہے

---

۵۱ کہ نہ گردد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا تو ایمان لے آئیگا تو تیرا اقبال بنا رہیگا۔ بُرد۔ دھاری دار عمدہ کپڑے کی چادر ہوتی تھی۔ گفت۔ فرعون نے نصیحتیں سُن کر کہا میں جب تک اپنی بیوی سے مشورہ نہ کرلوں اس وقت تک کوئی جواب نہیں دے سکتا

۵۲ گفت۔ حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں انھوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کی نصیحتوں پر عمل کرلے۔ متن۔ وہ عبارت جس کی تشریح کی جائے۔ گرم گشت۔ یعنی عشقِ خداوندی میں گرم ہوگئیں۔ بیج تک۔ خوشی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ تک۔ تھل، گنجا اس میں کاف تصغیر کا ہے۔

۵۳ عیب۔ تھل گنجے کا گنج اگر اس کو ٹوپی اُڑھا کر اس کا عیب چھپائے تو تعجب کی بات ہے مزید تعجب جب ہے کہ ٹوپی بھی چاند اور سورج کی ہو۔ ہمدراں۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا تجھے تو اسی مجلس میں ایمان لے آنا تھا۔ بیچ ایمان پر فرعون کی بخشش کا وعدہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کی دل جوئی کرے۔

606

چوں بدیں لطف آں کریمت باز خواند
جب اس کریم نے اس مہربانی سے تجھے بلایا ہے

اے عجب چوں زہرہ ات بر جائے ماند
تعجب ہے تیرا پتہ کس طرح جگہ پر رہا؟

زہرہ ات ندرید تا زاں زہرہ آت
تیرا پتہ نہ پھٹا تاکہ تیرے اس پتے سے

بوَد اندر ہر دو عالم بہرہ ات
دونوں جہان میں تیرا حصہ ہوتا

زہرہ کز بہر حق اُو بر درد
وہ پتہ جو خدا کے لئے پھٹ جائے

چوں شہیداں از دو عالم برخورد
وہ شہیدوں کی طرح دونوں جہان سے فائدہ اٹھاتا

غافلی ہم حکمت ست و ایں عَمی
غفلت اور یہ اندھاپن بھی حکمت ہے

تا بماند لیک تا ایں حد چرا
تاکہ اس کا وجود رہے، لیکن اس حد تک کیوں ہے؟

غافلی ہم حکمت ست و نعمت ست
غفلت بھی حکمت اور نعمت ہے

تا نپرد زود سرمایہ ز دست
تاکہ ہاتھ سے سرمایہ جلد نہ نکل جائے

لیک نے چنداں کہ ناسور شود
لیکن نہ اس قدر کہ ناسور بن جائے

زہر جان و عقل رنجورے شود
ایک بیمار کی جان اور عقل کا زہر بن جائے

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را
ایسے بازار کو خود کون حاصل کر سکتا ہے؟

کہ بیک گل می خری گلزار را
کہ تو ایک پھول کے بدلے میں چمن کو خریدلے

دانۂ را صد در ختانت عوض
ایک دانہ کا سو باغ تیرے لئے بدلہ ہوں

حبّۂ را آیدت صد کاں عوض
ایک رتی کا تیرے لئے سو کانیں بدلہ ہوں

کان لِلّٰہ دادنِ آں حبّہ است
اس رتی کا دینا "اللہ کا ہو جانا" ہے

تا کہ کان اللہ لہٗ آید بدست
تاکہ "اللہ اس کا ہو گیا" ہاتھ آجائے

زانکہ ایں ہوی ضعیف بیقرار
کیونکہ یہ کمزور بے قرار شخصیت

ہست شد زاں ہوی رب پائدار
اللہ کی پائیدار شخصیت سے وجود میں آئی ہے

ہوی فانی چونکہ خود با او سپرد
جب فانی شخصیت نے اپنے آپ کو اسکے سپرد کر دیا

گشت باقی دائم و ہرگز نمرد
وہ ہمیشہ کے لئے باقی ہو گئی اور ہرگز نہ مریگی

ہمچو قطرہ خائف از باد و ز خاک
اس قطرے کیطرح جو ہوا اور مٹی سے خائف ہے

کہ فنا گردد بدیں ہر دو ہلاک
کہ ان دونوں سے فنا (اور) ہلاک ہو جائے گا

چوں باصل خود کہ دریا بود جست
جب وہ اپنی اصل میں جو کہ دریا تھی کود گیا

از تف خورشید باد و خاک رست
تو اس نے سورج کی گرمی اور ہوا اور خاک سے نجات پائی

۱؎ چوں۔ اپنے جیسے صحابہ کبار پر اللہ کی رحمت دیکھ کر تیرا پتہ کیوں نہ پھٹا، اگر پھٹ جاتا تو دونوں جہان کی کامیابی تھی۔ زہرہ۔ جو پتہ اللہ کیلئے پھٹ جائے اس کو شہیدوں کی طرح خدا کی جانب سے غذا ملتی ہے۔ غافل۔ نظام عالم کی بقا کے لئے خدا سے غفلت اور اندھے پن کی بھی ضرورت ہے لیکن تیری غفلت حد سے بڑھی ہوئی ہے۔

۲؎ غافل۔ اگر انسان ہر وقت استغراق میں رہے اور اس کے حواس معطل ہوں تو اس کے جسم کا سرمایہ گھٹ جائے۔ لیک۔ لیکن ایسی غفلت جو ناسور کے درجہ کی ہو بری چیز ہے۔ خود کہ یابد۔ حضرت مرشد کی دعوت کو قبول کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک پھول کے عوض چمن خرید لیا جائے۔ در ختاں۔ باغ۔

۳؎ کان للہ۔ حدیث میں ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو شخص اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہو گیا۔ ہوی۔ ذات شخصیت گشت باقی۔ حدیث قدسی ہے مَنْ اَحَبَّنِیْ قَتَلْتُہٗ وَمَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اسکو قتل کر دیتا ہوں اور میں جسکو قتل کرتا ہوں میں اس کا بدلہ میں خود ہوں۔ ہمچو پانی کی بوند کو سورج کی گرمی ہوا، خاک ختم کر دیتی ہے۔

٦٥٦

ظاہرش گم گشت در دریا ولیک
اس کا ظاہر دریا میں گم ہو گیا لیکن

ہیں بدہ اے قطرہ خود را بے ندا
اے قطرے! خود کو بغیر خریدار کے دیدے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را ایں شرف
ہاں اے قطرے! اپنے آپ کو یہ شرف بخش

خود کرا آید چنیں دولت بدست
یہ دولت خود کس کو ہاتھ آتی ہے؟

چوں تقاضا می کند دریا ترا
جب دریا تجھ پر تقاضا کر رہا ہے

اللہ اللہ زود بفروش و بجز
خدا کے لئے جلد بیچ اور خرید

اللہ اللہ ہیچ تاخیرے مکن
خدا کے لئے، بالکل تاخیر نہ کر

اللہ اللہ زود بشتاب و بجو
خدا کے لئے جلد دوڑ اور تلاش کر

اللہ اللہ گوئی شو بید دست و پا
خدا کے لئے بغیر ہاتھ پاؤں کی گیند بن جا

اللہ اللہ تو گمانِ بد مبر
خدا کے لئے تو بدگمانی نہ کر

اللہ اللہ زود دریاب اے فتا
خدا کے لئے، اے نوجوان! جلد حاصل کر لے

اللہ اللہ ترک کن ہستیِ خود
خدا کے لئے، اپنی ہستی کو چھوڑ دے

اللہ اللہ زود تر تعجیل کن
خدا کے لئے بہت جلد عجلت کر

ذاتِ او معصوم و پایندہ نیک
اس کی ذات محفوظ اور قائم اور خوب ہے

تا بیابی در بہائے قطرہ یم
تاکہ تو قطرے کے عوض سمندر حاصل کر لے

در کفِ دریا شو ایمن از تلف
دریا کے ہاتھ میں پہنچ کر ہلاکت سے محفوظ ہو جا

قطرہ را بحرے تقاضا گر شدست
کہ قطرے کے لئے سمندر تقاضا کرنے والا ہوا ہے

پس چہ استادی و درماندی بلا
تو پھر خبردار! تو کیوں کھڑا ہے اور عاجز ہے؟

قطرۂ دہ بحر پُر گوہر ببر
قطرہ دیدے، جواہر بھرا سمندر لے جا

کز بحر لطف آمد ایں سخن
کیونکہ مہربانی کے سمندر سے یہ پیغام آیا ہے

چونکہ بحرِ رحمت است ایں نیست جو
کیونکہ یہ رحمت کا سمندر ہے، نہر نہیں ہے

تا شود چوگانِ موسیٰ پا ترا
تاکہ موسیٰ کا بلا تیرا پاؤں بن جائے

بر چنیں انعامِ عام اے بے خبر
اے بے خبر! ایسے عام انعام پر

تا نگردی در غلط بینی فنا
تاکہ تو غلط بینی سے فنا نہ ہو جائے

چونکہ خواندستت بروائے معتمد
جب اس نے بلایا ہے اے معتمد! چلا جا

بر فروز از ایں اشارت بے سخن
اس بغیر کلام کے اشارے سے منور ہو جا

۱؎ ظاہرش۔ جو قطرہ دریا میں مل گیا بظاہر وہ فنا ہوا ہے حقیقتاً وہ زیادہ محفوظ ہو گیا ہے۔ یعنی بدہ۔ اپنی ذات کو فنا کر کے ذاتِ باری حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قطرے کے عوض میں سمندر حاصل کرنا۔ ایں شرف۔ قطرے کا دریا میں مل جانا قطرے کی قوت ہے خود گرا یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔

۲؎ چوں۔ جب دریا دعوت دے رہا ہے تو اب توقف کیا ہے۔ اللہ۔ جلد قطرہ دے کر پُر جواہر دریا خرید لے۔

۳؎ گوئی شو۔ جس طرح موسیٰ کہیں وہ کرنا چاہیئے اور اپنے آپ کو موسیٰ کے لئے کی گیند بنا دینا چاہیئے۔ ترک کن۔ اپنی ہستی کو ترک کر کے قرب حاصل کر لینا چاہیئے۔ اشارت۔ موسیٰ کی دعوت قدرتی اشارہ ہے اس سے منور ہو جانا چاہیئے۔

اللہ اللہ تا کنوں کُو باختی
خدا کے واسطے تو نے اب تک تو بڑی ہی بازی چلی

گردن اندر معصیت افراختی
تو نے گردن کو گناہ میں اُبھارا

اللہ اللہ چوں عنایت در رسید
شکر اللہ کہ جب اللہ کی مہربانی ہو گئی

بے توقف در وے آمیزائے عنید
اے سرکش! بغیر تاخیر کے اُس سے وابستہ ہو جا

اللہ اللہ چونکہ عصیانات تو
خدا کے لئے، جب تک تیرے گناہ

در نمی نالد برویت شکر گو
تیری رسوائی کا باعث نہیں بنتے ہیں شکر ادا کر

اللہ اللہ چوں ز فضلت راہ داد
خدا کیلئے، جبکہ اُس نے فضل کر کے تجھے راستہ دیا ہے

سر بخاکِ پایِ او باید نہاد
اُس کی خاکِ پا پر سر رکھ دینا چاہیے

اللہ اللہ با چُنیں کفرِ دو تو
تعجب ہے، ایسے دوہرے کفر کے ہوتے ہوئے

چوں قبولت می کُند اکرامِ او
اُس کا کرم تجھے کیوں قبول کر رہا ہے؟

لُطف اندر لُطف اُو کم می شود
مہربانی اُس کی مہربانی میں کم ہو رہی ہے

کاسفلے بر چرخِ ہفتم می شود
کہ ایک فرومایہ ساتویں آسمان پر جا رہا ہے

ہیں کہ یک باز ے فتادت بو عجب
آگاہ! ایک عجیب باز تیرے ہاتھ آگیا ہے

ہیچ طالب ایں نیابد در طلب
اس کو کوئی طلب کرنے والا طلب سے نہیں پا سکتا

در پذیر ایں چار خلعت زود زود
ان چاروں خلعتوں کو جلد از جلد قبول کر لے

تا بہ بینی در عوض صد عز و سُود
تاکہ تو بدلہ میں سینکڑوں عزتیں اور فائدے دیکھے

گفت[۴] با ماماں بگویم اے ستیر
اُس نے کہا اے پردہ نشین! میں ماماں سے گفتگو کروں گا

شاہ را لازم بُود رایِ وزیر
کیونکہ بادشاہ کے لئے وزیر کی رائے ضروری ہے

گفت با ماماں مگو ایں راز را
اُس نے کہا ماماں سے یہ راز نہ کہنا

کوزکم پیرے چہ داند باز را
کُبڑی بڑھیا، باز کو کیا جانے؟

قصۂ بازِ بادشاہ و کم پیرزن کہ در خانہ اُو بُود

بادشاہ کے باز اور اُس بڑھیا کا قصہ جس کے گھر میں وہ باز تھا

بازِ اسپیدے بکم پیرے دہی
ایک سفید باز تو ایک بڑھیا کو دے رہا ہے

اُو ببُرد ناخنش بہرِ بہی
وہ بھلائی کے لئے اُس کے ناخن تراش دیگی

ناخنے کہ اصل کار ست و شکار
وہ ناخن جو اصل کام اور (ذریعہ) شکار ہیں

کوز کم پیرے ببُرد کو روار
کُبڑی بڑھیا، اندھے پن سے کاٹ دے

---

[۱] اکہ الف۔ حضرت آسیہ نے فرمایا تو اب تک ٹیڑھی چال چلتا رہا ہے اور گناہوں میں سرمایہ ہی حاصل کرتا رہا ہے۔ عنایت۔ خدائی توجہ۔ عنید۔ سرکش، سرکش۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کر کہ اب تک تیرے گناہ تیری رسوائی کا باعث نہیں ہوئے ہیں۔

[۲] کفر دو تو۔ خود فرعون کا کفر اور اُس کی قوم کا کفر۔ اسفلے۔ نیچے درجہ کے انسان کو بلندی حاصل ہو رہی ہے۔ باز ے۔ یعنی توفیقِ خداوندی۔ نیاید۔ یہ سعادت توبت بازو سے حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ چار نکات۔ وہ چار باتیں جو ایمان لانے پر تجھے حاصل ہو جائینگی۔

[۳] گفت۔ حضرت آسیہ کی باتیں سُن کر فرعون نے کہا میں اس معاملہ میں ہامان وزیر سے مشورہ کروں گا۔ کوزکم پیرے۔ کُبڑی بڑھیا اور باز کا قصہ آگے نقل فرماتے ہیں۔ اچھیدے۔ سفید باز بہت قیمتی ہوتا ہے۔ باز کے تمام ہنروں کا مدار اُس کے پنجوں پر ہے۔ کوردار۔ اندھا پن

کہ کجا بُود ست مادر تا ترا
کہ تیری، ماں کہاں تھی کہ تیرے

ناخن اتنے لمبے ہیں، اے بھلے انسں!
ناخن و منقار و پَرّش را بُرید
ناخن اور اس کی چونچ اور اُسکے پَر کاٹ ڈالے

چونکہ تُتماجش دہد او کم خورد
جب وہ اُس کو دلیا دیتی وہ نہ کھاتا

کہ چنیں تُتماج مختم بہرِ تو
کہ میں نے تیرے لئے ایسا دلیا پکایا

تو سزائی مرہماں ادبار را
تو اسی بدبختی کے لائق ہے

آبِ تُتماجش دہد کایں را بگیر
اُس کو دلیے کا پانی دیتی ہے کہ یہ لے لے

آب تُتماجش نگیرد طبع باز
باز کی طبیعت اُس دلیے کے پانی کو قبول نہیں کرتی ہے

از غضب آں آشِ سوداں بر سرش
غصہ سے وہ جلتا ہوا کوئلہ اُس کے سر پر

اشک ازاں چشمش فرو ریزد ز سوز
سوزش سے اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں

زاں دو چشمِ نازنینِ دلال
اُن نازنین پُرغمزہ آنکھوں سے

چشمِ ما زاغش شدہ پر زخمِ زاغ
اُسکی کج خو نیوالی آنکھ کوّے کے زخم سے بھر گئی

چشمِ دریا بسطتے کز بسطِ او
سمندر کی وسعت والی آنکھ جس کی کشادگی سے

گر ہزاراں چرخ در چشمش رود
اگر ہزاروں آسمان اس کی آنکھ میں آئیں

ناخناں زینساں دراز ست اے کیا
ناخن اتنے لمبے ہیں، اے بھلے انسں!

وقتِ مہر ایں می کند زالِ پلید
ناپاک بڑھیا محبت کے وقت ایسا ہی کرتی ہے

خشم گیرد مہر ہا را بر درد
غصہ میں بھر جاتی ہے محبتوں کو چاک کر دیتی ہے

تو تکبر می نمائی و غنو
تو تکبر اور سرکشی کرتا ہے

نعمت و اقبال کے سازد ترا
نعمت اور خوش نصیبی تجھے کب موافق آسکتی ہے؟

گر نمی خواہی کہ نوشی زاں فطیر
اگر بے خمیر کی روٹی کھانا نہیں چاہتا ہے

زاں بتر رنجد شود خشمش دراز
اس سے وہ اور زیادہ رنجیدہ ہوتی ہے اور اُسکا غصہ بڑھ جاتا ہے

زن فرو ریزد شود گل مغفرش
عورت ڈال دیتی ہے، اسکی کھوپڑی گیلی ہو جاتی ہے

یاد آرد لطفِ شاہِ دل فروز
دل کو مسرور کرنیوالے بادشاہ کی مہربانی اسکو یاد آتی ہے

کہ ز چہرہ شاہ دارد صد کمال
جو شاہ کے چہرے پر سینکڑوں کمالات کی شان تھی

چشمِ نیک از چشمِ بد بادرد و داغ
اچھی آنکھ بد نظر سے درد اور داغ والی (ہو گئی)

ہر دو عالم می نماید تارِ مُو
دونوں جہان ایک بال نظر آتے تھے

ہمچو چشمہ پیشِ قلزم گم شود
چشمہ کی طرح سمندر میں گم ہو جائیں

۱؎ کہ کجا۔ بڑھی عورت نے یہ بھی کہا کہ باز کی ماں کہاں چلی گئی تھی کہ اس کے ناخن اس قدر بڑھ گئے ہیں چنانچہ اُس بوڑھی نے اس باز کے پَر اور چونچ اور پنجے کاٹ ڈالے۔ تتماج۔ یہ ایک ترکی کھانا ہے جو دلیے اور شوربے کی طرح کا ہوتا ہے خشم گیرد۔ باز تتماج کو نہیں پیتا ہے تو بوڑھی اور غضبناک ہوتی ہے اور اُسکی محبت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں۔ غنو۔ سرکشی۔ ادبار۔ نحوست۔

۲؎ آبِ تتماجش۔ اسکو تتماج دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر بے خمیر کی روٹی پسند نہیں ہے تو یہ کھالے۔ فطیر۔ وہ روٹی جس میں خمیر نہ ہو۔ گل۔ گیلا۔ مغفر۔ سر پر اوڑھنے کی زرہ کی خود یہاں مراد سر ہے۔ یاد۔ اب اس باز کو بادشاہ کی محبت یاد آتی ہے۔

۳؎ زاں دو چشم۔ یعنی باز کی وہ آنکھیں جو نازنین تھیں جن سے وہ شاہ کا دیدار کرتا تھا۔ مازاغ۔ وہ ٹیڑھی نہیں ہے معراج کے واقعہ میں قرآن نے کہا ہے کہ آنحضورؐ کی نگاہیں صحیح پڑیں اور اُن کو دیدارِ رب حاصل ہوا۔ بسط۔ کشادگی۔ قلزم۔ سمندر۔

چشم[1] بگذشتہ ازیں محسوسہا — یافتہ از غیب بینی بوسہا

وہ آنکھ جو ان محسوسات سے آگے بڑھی ہوئی ہے — غیب بینی سے لذتیں محسوس کئے ہوئے ہے

خود نمی یابم یکے گوشے کہ من — نکتہ گویم ازاں چشم حسن

میں خود ایسا کان نہیں پاتا ہوں — کہ اس حسین آنکھ کا ایک نکتہ کہہ سکوں

می چکید آں آب محمود جلیل — می ربودے قطرہ اش را جبرئیل

اس سے وہ قابل تعریف عظیم آنسو ٹپکتے — کہ جبرئیل اس کے قطرے کو لے اڑتے

تا بمالد در بر و منقار خویش — گر دہد دستوریش آں خوب کیش

تاکہ اپنی چونچ اور پروں پر ملیں — اگر وہ پاک خصلت ان کو اجازت دے

بازگوید[2] چشم کم پیرار فروخت — فر و نور و صبر و حلم را نسوخت

باز کہتا اگرچہ بڑھاپے کا غصہ بھڑک اٹھا ہے

باز جانم باز صد صورت تند — زخم بر ناقہ نہ بر صالح زند

میری جان کا باز پھر سینکڑوں صورتیں حاصل کرلے — وہ اونٹنی پر نہ (حضرت) صالح پر زخم لگاتی ہے

صالح[3] ار یکدم کہ آرد با شکوہ — صد چناں ناقہ بزاید متن کوہ

(حضرت) صالح اگر ایک پر شوکت چیخ مار دیں — پہاڑ کی پشت ایسی سینکڑوں اونٹنیاں جن دے

دل ہمی گوید خموش و ہوشدار — ورنہ درآنید غیرت پود وتار

دل کہتا ہے کہ چپ اور ہوش میں آ — ورنہ غیرت اڑا دے گی تانا بانا اور ڈھیر کر دے گی

غیرتش[3] راہست صد حلم نہاں — ورنہ سوزیدے بیک دم صد جہاں

اس کی غیرت میں سینکڑوں حلم پوشیدہ ہیں — ورنہ ایک دم سے سینکڑوں جہان پھونک دے

نخوت شاہی گر فتش جای پند — تا دل خود را زپند او کرد بند

شاہی تکبر نے اس کی نصیحت کے مقابلہ پر ضد کر لیا — حتیٰ کہ اس نے نصیحت کہنے والے کو روک دیا

کو ست پشت ملک و قطب مقتدرت — کہ کنم با رائے ہاماں مشورت

کیونکہ وہ سلطنت کی پشت اور اقتدار کا مدار ہے — کہ میں ہامان کی رائے سے مشورہ کروں گا

مصطفیٰ را رای زن صدیق بود — رای زن بوجہل راشد بولہب

حضرت مصطفیٰ کے مشیر اللہ کے صدیق تھے — ابوجہل کا مشیر ابولہب ہوا

عرق جنسیت چنانش جذب کرد — کاں نصیحتہا بہ پیشش گشت سرد

ہم جنس ہونے کی رگ نے اس کو ایسا کھینچا — کہ وہ نصیحتیں اس کے لئے ٹھنڈی پڑ گئیں

---

[1] چشم۔ باز سے مراد وہ کاروں ولی ہے جو مخالفتوں میں پھنس جاتا ہے ایسے ولی کی آنکھیں محسوسات سے گذر کر غیبیات سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ می چکید۔ وہ آنسو اس قدر قیمتی ہوتا ہے کہ جس کو حضرت جبرئیل اٹھا لیتے ہیں اور برکت اپنے جسم پر ملتے ہیں۔

[2] باز گوید۔ وہ ولی جو دشمن کے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہا ہے کہتا ہے کہ مخالفوں کے غصہ سے میرے استقلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہے۔ باز جائے۔ اگر یا دوسری جسم ہلاک بھی ہو جائے تو کیا پروا ہے اس کی مثال تو حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی سی ہے نصیحت حضرت صالحؑ میں تھی نہ کہ اونٹنی میں۔

[3] غیرتش۔ غیرت خداوندی بڑی بردبار ہے ورنہ جس طرح کے نفسی راز افشا کرنے سے وہ اس قدر غضبناک ہو جاتی کہ عالم کو تباہ کر دیتی۔ نخوت۔ یعنی فرعون کا شاہی تکبر نصیحت قبول کرنے سے اس لئے کہ کتم تکبر کی وجہ سے اس نے کہا میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کروں گا۔ مصطفیٰ ہم جنس اپنی جنس سے مشورہ کرتا ہے آنحضورؐ کے مشیر حضرت ابوبکرؓ تھے اور ابوجہل کا مشیر ابولہب تھا۔ نصیحتہا۔ یعنی حضرت آسیہ کی نصیحتیں۔

جنس[1] سوی جنس صد تیرہ پرد — بر خیالش پردہ ہا را بر درد
جنس جنس کی جانب سینکڑوں پردوں سے ہوتی ہے — اس کے خیال پر سے پردے پھٹ جاتے ہیں

قصۂ آن زن کہ طفلِ او بر سرِ ناوداں غرشیدہ بود و خطرِ افتادن داشت
واز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سوال کردن و چارہ جستن مادرِ او

اس عورت کا قصہ جس کا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا تھا اور گرنے کا خطرہ رکھتا تھا
اور اس کی ماں کا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کرنا اور تدبیر چاہنا

یک زنے آمد بہ پیشِ مرتضیٰ — گفت شد بر ناوداں طفلے مرا
ایک عورت (حضرت) مرتضیٰؓ کے پاس آئی — بولی میرا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا ہے

گرش میخوانم نمی آید بدست — ور ہلم ترسم کہ افتد او بہ پست
اگر میں اس کو بلاتی ہوں ہاتھ نہیں آتا ہے — اگر چھوڑتی ہوں کہ نیچے نہ گر پڑے

نیست[2] عاقل تا کہ دریابد چو ما — گر بگویم کز خطر سوئے من آ
وہ سمجھدار نہیں ہے کہ ہماری طرح سمجھ جائے — اگر میں کہوں کہ خطرے سے میرے پاس آجا

ہم اشارت را نمی داند بدست — ور بداند نشنود ایہم بدست
وہ ہاتھ کے اشارے کو بھی نہیں سمجھتا ہے — اگر جانتا بھی ہے نہیں سنتا ہے یہ بھی بُرا ہے

بس نمودم شیر و پستاں را بدو — او ہمی گرداند از من چشم و رُو
میں نے اس کو دودھ اور چھاتی بہت دکھائی — وہ مجھ سے آنکھ اور منہ پھیر لیتا ہے

از برائے حق شمائید اے مہاں — دستگیرِ ایں جہان و آن جہاں
اے بزرگ! خدا کے لئے آپ ہیں — اس جہان اور اس جہان کے دستگیر

زود درماں کن کہ می لرزد دلم — کہ بدرد از میوۂ دل بگسلم
جلد تدبیر کیجئے کیونکہ میرا دل لرز رہا ہے — کہ بچہ کے صدمے سے میرا دل جدا ہو جائے

گفت[3] طفلے را بر آور ہم زبام — تا بہ بیند جنسِ خود را آں غلام
فرمایا ایک بچہ کو کوٹھے پر لے جا — تاکہ وہ بچہ اپنے ہم جنس کو دیکھے

سوئے جنس آید بسُک زاں ناوداں — جنس بر جنس ست عاشق جاوداں
وہ فوراً پرنالہ سے اپنے ہم جنس کیطرف آجائیگا — ہم جنس ہمیشہ ہم جنس پر عاشق ہوتا ہے

زن چناں کرد و چو دید آں طفلِ او — جنسِ خود خوش خوش بدو آورد رُو
عورت نے ایسا ہی کیا اور جب اس بچہ نے اسکو دیکھا — اس نے خوشی خوشی اپنے ہم جنس کی طرف رُخ کر دیا

[1] جنس۔ ہر چیز اپنی ہم جنس کی طرف تیزی سے جاتی ہے۔
قصہ۔ حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ ایک بچہ چھت پر چھوڑ دیا جائے وہ بچہ پرنالہ سے اسکے پاس آجائے گا۔ مرتضیٰ۔ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ ناوداں۔ پرنالہ۔ پست۔ یعنی پرنالے زمین پر۔

[2] نیست۔ اس میں آتی عقل نہیں کہ اس طرح کو محسوس کر سکے۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں یعنی از دست ہے دوسرے مصرع کے آخر میں یعنی بد ہوا ہے۔ کہ بد دست۔ یعنی میرا بچہ ہلاک ہو جائے۔

[3] گفت۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک بچہ چھت پر بٹھا دے وہ بچہ پرنالے سے اس کے پاس آجائے گا۔ زن۔ اس عورت نے حضرت علیؓ کے مشورہ پر عمل کیا وہ بچہ اس بچہ کے پاس آگیا۔

سوئے بام آمد ز متنِ ناوداں
پرنالہ پرے کوٹھے پر آگیا

جاذبِ ہر جنس را ہم جنس داں
ہر جنس کو ہم جنس کا کھینچنے والا سمجھ

غرغراں آمد بسوئے طفلِ طفل
کھسکتا کھسکتا بچے بچے کی طرف آگیا

وارہید از اوفتادن سوئے سفل
نیچے گرنے سے نجات پا گیا

زاں بود جنسِ بشر پیغمبراں
اسی لئے پیغمبر انسان کی جنس کے ہوتے ہیں

تا بجنسیت رہند از ناوداں
تاکہ جنسیت کی وجہ سے پرنالے سے نجات پا جائیں

پس بشر فرمود خود را مثلکم
پس انھوں نے اپنے کو تم جیسا انسان کہا

تا بجنس آیند و کم گردند گم
تاکہ ہم جنس کی طرف آجائیں اور گم نہ ہوں

زانکہ جنسیت عجائب جاذبے ست
کیونکہ جنسیت عجیب جاذب ہے

جاذبش جنس ست ہر جا طالبے ست
جس جگہ کوئی طلبگار ہے جنس اس کی جاذب ہے

عیسیٰ و ادریس بر گردوں شدند
حضرت عیسیٰ اور ادریس آسمان پر چلے گئے

باملائک چونکہ ہم جنس آمدند
چونکہ وہ فرشتوں کے ہم جنس تھے

باز آں ہاروت و ماروت از بلند
پھر وہ ہاروت و ماروت بلندی سے

جنسِ تن بودند ازاں زیر آمدند
چونکہ جسم کے ہم جنس تھے نیچے آگئے

کافراں ہم جنسِ شیطاں آمدہ
کافر شیطان کے ہم جنس ہیں

جانِ شاں شاگردِ شیطانان شدہ
ان کی جان شیطانوں کی شاگرد بن گئی

صد ہزاراں خوئے بد آموختہ
انھوں نے لاکھوں بری عادتیں سیکھ لیں

دیدہائے عقل و دل بر دوختہ
عقل اور دل کی آنکھیں بند کر لیں

کمترینِ خوشاں بدتے ایں حسد
حسد ان کی کم از کم عادت ہے

آں حسد کہ گردنِ ابلیس زد
وہ حسد جس نے شیطان کی گردن ماردی

زاں سگاں آموختہ حقد و حسد
انھوں نے ان کتوں سے کینہ اور حسد سیکھا

کہ نخواہد خلق را ملکِ ابد
جو مخلوق کے لئے ابدی سلطنت نہیں چاہتے

ہر کرا دید او کمال از چپ و راست
وہ دائیں بائیں سے کسی کو صاحبِ کمال دیکھتا ہے

از حسد تو بخش آمد در نخاست
تو حسد کی وجہ سے اس کو توبیخ کا درد ہوتا ہے

زانکہ ہر بدبخت خرمن سوختہ
کیونکہ جس بدبخت کا کھلیان جل گیا ہو

می نخواہد شمع کس افروختہ
وہ نہیں چاہتا ہے کہ کسی کی شمع روشن ہو

---

۵۱ سوئے بام۔ وہ پیچ پرنالہ سے چھت پر آگیا۔ جاذب۔ کھینچنے والا۔ سفل۔ یعنی زمین۔ زاں۔ چونکہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اسی لئے انسان پیغمبر بنائے گئے ہیں۔ بشکل۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ طالب۔ جو طلبگار ہوتا ہے اس کو اس کی جنس اپنی طرف کھینچتی ہے۔

۵۲ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس آسمان پر بلا لئے گئے۔ چونکہ وہ ملائک کے ہم جنس تھے۔ ہاروت۔ ماروت اور ماروت فرشتے تھے لیکن انسانوں کے ہم جنس تھے۔ آسمان سے زمین پر بھیج دیئے گئے۔ کافراں۔ کافر شیطان کے ہم جنس ہیں اسی لئے ان سے ان کی عادتیں سیکھ لیتے ہیں۔

۵۳ کمترین۔ حسد شیطان کی خصلت ہے جو کافروں نے اس سے سیکھ لی ہے۔ نخواہد ابد۔ یعنی آخرت کی زندگی۔ بہتر کرا۔ شیطان چونکہ اپنا سب کچھ تباہ کر چکا ہے اسلئے وہ کسی کی نیکی کو برداشت نہیں کرتا ہے اور کسی کی نیکی کی شمع کو روشن نہیں دیکھ سکتا

613

ہیں[1] کمالے دست آور تا تو ہم
خبردار! کمال حاصل کر تاکہ تو بھی

از کمالِ دیگراں نفتی بغم
دوسروں کے کمال سے غم میں مبتلا نہ ہو

از خدا می خواہ دفعِ ایں حسد
اس حسد کا دفعیہ خدا سے چاہ

تا خدایت وا رہاند زیں حسد
تاکہ خدا تجھے اس حسد سے نجات دیدے

مر ترا مشغولیے بخشد دروں
تجھے (اپنے) باطن کی مصروفیت عطا کردے

کہ نہ پردازی ازاں سوئے بروں
تاکہ تو اس جانب سے باہر مشغول نہ ہو

جرعۂ مے را خدا آں می دہد
خدا اس گھونٹ بھر شراب کو وہ عطا کردیتا ہے

کہ بدو مست از دو عالم می شود
کہ اس کا مست دونوں عالم سے نجات پاجاتا ہے

خاصیت[2] بنہادہ در کفِ حشیش
ایک مٹھی بھنگ میں اس نے خاصیت رکھی ہے

کو زمانے می رہاند از خویش
کہ وہ اس کو تھوڑی دیر کیلئے خود بھی بھلا دیتی ہے

خواب را یزداں بدانساں میکند
یزداں نیند کو خدا ایسا کردیتا ہے

کز دو عالم فکر را بر می کند
کہ دونوں جہان کے فکر سے برطرف کردیتا ہے

کرد مجنوں را ز عشقِ پوستے
مجنوں کو کھال کے عشق سے ایسا کردیا

کو نہ بشناسد عدو از دوستے
کہ وہ دوست اور دشمن میں امتیاز نہیں کرسکتا

صد ہزاراں ایں چنیں می آرد او
وہ اس طرح کی لاکھوں (بیخودیاں) پیدا کرتا ہے

کہ برادر اکاتِ تو بگمارد او
جو وہ تیرے محسوسات پر مسلط کردیتا ہے

ہست[3] مے ہائے شقاوت نفس را
بدبختی کی شرابیں نفس کے لئے ہیں

کہ زرہ بیروں برد آں نحس را
جو اس منحوس کو گمراہ کردیتی ہیں

ہست[4] مے ہائے سعادت عقل را
نیک بختی کی شرابیں عقل کے لئے ہیں

کہ بیابد منزلِ بے نقل را
کہ وہ منتقل نہ ہونیوالی منزل کو حاصل کرلیتی ہے

خیمۂ گردوں ز سرمستی خویش
وہ اپنی سرمستی سے آسمان کے خیمہ کو

برکندزاں سو بگیرد راہ پیش
اکھاڑ دیتی ہے اور اس جانب آگے راستہ اختیار کرلیتی ہے

ہیں بہر مستی دلا غرہ مشو
خبردار! اے دل ہر مستی سے دھوکا نہ کھا

ہست عیسیٰ مست حق خرمست جو
حضرت عیسیٰ اللہ کے مست اور گدھا جَو کا مست ہے

ایں چنیں مے را بخور زیں خُنبہا
ان مٹکوں سے ایسی شراب پی

مستیش نبود زکوتہ دُنبہا
جس کی مستی کوتاہ دم والوں کیلئے نہیں ہے

[1] ہیں۔ اگر انسان کے پاس کمال نہیں ہوتا ہے تو وہ اکثر پر حسد کرتا ہے اور دوسرے کے کمال کو دیکھ کر غم میں مبتلا ہوتا ہے نفتی۔ نا فتی کا مخفف ہے۔ از خدا۔ حسد کا دفیہ خدا کرسکتا ہے بشغولیے۔ اگر انسان اپنے احوال میں مشغول ہوتا ہے تو اس کو دوسرے کے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ حسد سے محفوظ رہتا ہے۔ جرعہ۔ خدا نے بہت سی چیزوں میں وہ خاصیت رکھی ہے جو دوسروں میں مشغول ہونے سے محفوظ کردیتی ہے۔

[2] خاصیت۔ بھنگ بھی دوسروں کے احوال سے بے خبر کردیتی ہے۔ کرد۔ مجنوں لیلیٰ کے ظاہر پر عاشق ہوکر دوسروں سے غافل ہوگیا تھا۔ صد ہزاراں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جو دوسروں کے احوال سے غافل بنادیتی ہیں۔

[3] ہست۔ نفس ایسی مستیوں میں رہتی ہے جس سے وہ ادبی مقام حاصل کرلیتی ہے جس کے نتیجہ میں اس کی پرواز آسمانوں سے بالا ہوجاتی ہے۔

[4] ہیں۔ انسان کو مستیوں میں فرق کرنا چاہیے۔ ہر مستی کو دیکھیں کہ حضرت عیسیٰ کی مستی اور خر عیسیٰ کی مستی جدا گانہ ہے۔ جَو۔ غرہ

٦١٤

زانکہ[1] ہر معشوق چوں خُنبست پُر
کیونکہ ہر معشوق مٹکے کی طرح پُر ہے

آں یکے دُرد و دگر صافی چو دُر
ایک تلچھٹ دوسرا موتی کی طرح صاف ہے

مے شناسا ہیں بجُش با احتیاط
اے شراب کے پہچاننے والے! احتیاط سے کچھ

تا مئے یابی مُنزّہ زاختلاط
تاکہ تو میل سے پاک شراب حاصل کرلے

مے شناسا ہیں بجُش از زَوی کش
اے شراب کو پہچاننے والے! ترشروئی سے کچھ

آں مئے صافی کزو گردی خمُش
اُس صاف شراب کو جس سے تو خاموش ہو جائے

ہر دو مستی می دہندت لیک ایں
تجھے دونوں مست کرتی ہیں لیکن یہ

مستیت آرد کشاں تا رب دیں
مستی تجھے دین کے رب کیطرف کھینچ کر لاتی ہے

تا رہی از مکر و وسواس و حیل
تاکہ تو مکر اور وسوسوں اور حیلوں سے نجات پاجائے

بے عقالِ عقل در رقصِ[2] اجل
وہ عقل کی رسّی کے بغیر اُچھل کود میں ہے

انبیاء[2] چوں جنسِ روح اند و ملک
انبیاء چونکہ روح اور فرشتہ کے ہم جنس ہیں

مر ملک را جذب کردند از فلک
فرشتہ کو آسمان سے کھینچ لیا

باد جنسِ آتش ست و یارِ او
ہوا، آگ کی جنس اور اُس کی یار ہے

کہ بُود آہنگ[3] ہر دو بر علو
کیونکہ دونوں کا قصد اوپر کی جانب ہے

چوں بہ بندی تو سرِ کوزہ تہی
اگر تو خالی پیالہ کے سر کو باندھ دے

در میانِ حوض یا جُوئے نہی
حوض یا نہر میں اُس کو رکھے

تا قیامت اُو فرو ناید بہ پست
وہ قیامت تک نیچے کی جانب رُخ نہ کریگا

کہ دلش خالی ست و رَوئے باد ہست
کیونکہ اُس کا پیٹ خالی ہے اور میں ہوا ہے

میلِ بادش چوں سوئے بالا بُود
چونکہ اُس کی ہوا کا میلان اوپر ہے

ظرفِ خود را ہم سوئے بالا کشد
وہ اپنے ہر برتن کو بھی اوپر کی جانب کھینچے گی

بازآں[3] جانہا کہ جنسِ انبیاست
پھر وہ جانیں جو انبیاء کی ہم جنس ہیں

سوئے ایشاں کش کشاں چوں سایہا ست
وہ سایوں کی طرح اُن کی جانب کشش میں ہیں

زانکہ عقلش غالب ست و بے نشک
کیونکہ اُس پر عقل غالب ہے اور بغیر شک کے

عقل جنسِ آمد بخلقت با ملک
عقل، خلقت میں فرشتے کی ہم جنس ہے

واں ہوائے نفس غالب بر عدو
خواہشِ نفسانی دشمن پر غالب ہے

نفس جنسِ اسفل آمد شہ بدو
نفس، اسفل کا ہم جنس ہے اُس پر تف ہے

---

[1] زانکہ۔ ہر شیخ کی بیعت میں کشش ہوتی ہے لیکن ہر کشش کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ تو شناسا سالک کو اختیار کرنا چاہیئے اور وہ کشش اختیار کرنی چاہیئے جو خالص ہو۔ گردی خمش۔ اُس کشش کو اختیار کرنا چاہیئے جو آں را کہ خبر شد خبر ش باز نیامد کا مصداق ہو۔ تا رب دیں۔ جو کشش خدا کی طرف لے جائے وہ کشش اختیار کرنی چاہیئے۔ رقصِ اجل۔ اونٹ کا رقص یعنی بے قاعدہ اچھل کود۔

[2] انبیاء۔ انبیاء کا تعلق ملاء اعلیٰ سے ہوتا ہے اسلئے فرشتے اُن تک پیغام لاتے ہیں۔ آب، ہوا اور آگ کا عروج اوپر کی جانب ہے۔ چوں۔ خالی پیالے کو اگر سر بند کر کے پانی میں ڈالو تو چونکہ اُس میں ہوا بھری ہوئی ہے وہ نیچے نہ جائیگا۔ میلِ بادش۔ وہ ہوا اُس پیالے کو بھی نیچے نہ جانے دیگی۔

[3] باز۔ جو روحِ انبیاء کی ہم جنس ہیں وہ انبیاء کے ساتھ سایہ کی طرح لگی رہتی ہیں۔ زانکہ۔ اُن لوگوں میں عقل کا غلبہ ہوتا ہے اور عقل فرشتہ کی ہم جنس ہے۔ جو آبی نفس۔ خواہشاتِ نفس کا میلان اسفل کی طرف ہے۔ گو بدو۔ اُس پر تف ہے۔

بُود قبطی[1] جنسِ فرعونِ ذمیم
قبطی برے فرعون کا ہم جنس تھا

بُود سبطی جنسِ موسیٰ کلیم
سبطی موسیٰ کلیم اللہ کا ہم جنس تھا

بُود ہامان جنسِ مر فرعون را
ہامان فرعون کا ہم جنس تھا

برگزید ش بُرد تا صدرِ سرا
اس نے اس کو منتخب کیا گھر کے بالا نشین بنانے کے لیے

لاجرم از صدر در قعرش کشید
لاجرم اس نے اس کو بلندی سے گہرائی کی طرف کھینچا

کہ ز جنسِ دوزخ اند آں دو پلید
کیونکہ وہ دونوں پلید دوزخ کے ہم جنس تھے

ہر دو سوزندہ چوں دوزخ ضدِ نور
دونوں جلتے ہوئے دوزخ کی طرح نور کی ضد ہیں

ہر دو چوں دوزخ ز نورِ دل نفور
دونوں دوزخ کی طرح دل کے نور سے متنفر ہیں

زانکہ دوزخ گوید اے مومن بزود
کیونکہ دوزخ کہتی ہے اے مومن! جلد

برگذر کہ نورِ تُ آتش را بنود
گذر جا کیونکہ تیرے نور نے آگ کو ختم کر دیا

در بیانِ[2] حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُز یا مُومن فان نورک اطفاء نارِی
آنحضورؐ کی حدیث کے بیان میں کہ اے مومن گذر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

بگذر اے مومن کہ نورِت می کشد
اے مومن! گذر جا کیونکہ تیرا نور بجھاتا ہے

آتشم را چوں کہ دامن می کشد
میری آگ کو، جب وہ تازے چلتا ہے

می رمد آں دوزخی از نورِ ہم
وہ دوزخی بھی نور سے بھاگتا ہے

زانکہ طبعِ دوزخ ست اے صنم
اے پیارے! کیونکہ اس کا مزاج دوزخی ہے

دوزخ از مومن گریزد آنچناں
دوزخ، مومن سے اسی طرح بھاگتی ہے جس طرح

کہ گریزد مومن از دوزخ بجاں
مومن دوزخ سے جان بچا کر بھاگتا ہے

زانکہ جنسِ نار نبود نورِ او
اس کا نور نار کا ہم جنس نہیں ہے

ضدِ نار آمد حقیقت نورِ جو
نور کے طالب کی حقیقت آگ کی ضد ہے

در حدیث[3] آمد کہ مومن در دعا
حدیث (شریف) میں آیا ہے جبکہ مومن دعا میں

چوں اماں خواہد ز دوزخ از خدا
خدا سے دوزخ سے پناہ چاہتا ہے

دوزخ از وے ہم اماں خواہد بجاں
دوزخ اس سے (اور) جان سے پناہ چاہتی ہے

کہ خدایا دُور دارم از فلاں
کہ اے خدا! مجھے فلانے سے دور رکھ

جاذبہ جنسیت ست اکنوں بہ بیں
جنسیت کی کشش ہے، اب تو دیکھ لے

کہ تو جنسِ کیستی از کفر و دیں
کہ تو کفر اور دین میں سے کس کا ہم جنس ہے؟

[1] قبطی: فرعون کی قوم کا۔ سبطی: بنی اسرائیل۔ ہامان: فرعون کا وزیر باوجود اسرائیلی ہونے کے فرعون کا ہم جنس تھا اسی لئے فرعون نے اس کو مشورہ کے لئے منتخب کیا۔ لاجرم: ہامان کے مشورے سے وہ تباہی کے گڑھے میں گر گیا۔ زانکہ: دوزخ اور نور میں تضاد ہے، دوزخ نورِ ایمان سے متنفر اور نور دوزخ سے متنفر ہے۔

[2] در بیان: اس حدیث سے نور اور نار کے تضاد کو سمجھا مقصود ہے۔ بگذر: جس وقت مومن پل صراط سے گذرے گا جہنم یہ کہے گی۔ نورِ جو: یعنی جنتی۔

[3] در حدیث: یہ مضمون حدیث میں مذکور ہے۔ جاذبہ: ہر انسان میں جنسیت کا جذبہ ہوتا ہے غور کر لینا چاہیئے کہ جنس میں کفر کی کشش ہے یا دین کی کشش ہے۔

گر بہ ہاماں مائلی ہامانیی — ور بہ موسیٰ مائلی سبحانیی
اگر تو ہامان کی طرف مائل ہے ہامانی ہے — اگر تو موسیٰ کی طرف مائل ہے تو ربانی ہے

ور بہر دو مائلی انگیختہ — نفس و عقلی ہر دو آں آمیختہ
اگر تو دونوں کی طرف مائل ہے آمیزا ہوا ہے — تجھ میں نفس اور عقل دونوں ملے ہوئے ہیں

ہر دو در جنگند ہاں وہاں بکوش — تا شود بر نفس غالب عقل و ہوش
دونوں برسرپیکار ہیں ہاں ہاں کوشش کر — تاکہ عقل اور ہوش نفس پر غالب آجائے

ساغرِ صدق از کفِ موسیٰ بنوش — تا شود غالب معانی بر نقوش
حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے سچائی کا پیالہ پی — تاکہ معانی نقوش پر غالب آجائیں

در جہانِ جنگ شادی ایں بس است — کہ ببینی بر عدو ہر دم شکست
دنیا کی دنیا میں یہ خوشی کافی ہے — کہ تو ہر وقت دشمن پر شکست دیکھے

جہد کن تا خصمت اشکستہ شود — گرچہ فرعون دنی ایں نشنود
کوشش کر تاکہ تیرا دشمن شکست کھا جائے — خواہ کمینہ فرعون یہ نہ سنے

ایں حدیث آمد دراز اے ناگزیر — باز گو اضلالِ فرعون مشیر
یہ بات لمبی ہوگئی مجبوری تھی — فرعون کے مشیر کو گمراہ کرنے کی بات کر

مشورت کردن فرعون با وزیرش ہامان در ایمان آوردن بموسیٰ علیہ السلام

فرعون کا حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کے بارے میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کرنا

آں شتیزہ رُو بسختی عاقبت — گفت با ہاماں برای مشورت
بالآخر اُس سختی سے جھگڑا کرنے والے نے — مشورے کی غرض سے ہامان سے کہا

وعدہای آں کلیم اللہ را — گفت و محرم ساخت آں گمراہ را
کلیم اللہ کے وعدوں کو — اُس گمراہ سے کہا اور اُس کو راز دار بنالیا

گفت با ہاماں چو تنہایش بدید — جست ہامان و گریباں را درید
جب ہامان کو تنہا دیکھا اُس سے کہا — ہامان اُچھل پڑا اور گریبان پھاڑ لیا

بانگہا زد گریہ ہا کرد آں لعیں — کوفت دستار و کلہ را بر زمیں
اُس ملعین نے نعرے لگائے اور رونے لگا — ٹوپی اور عمامہ کو زمین پر پٹخ دیا

کر چگونہ گفت اندر روی شاہ — ایں چنیں گستاخ آں حرفِ تباہ
کہ بادشاہ کے سامنے کیسے کہی؟ — وہ بُری بات ایسے گستاخ نے

۵۱ گر بہ ہاماں۔ اگر انسان ہامان کی طرف مائل ہے تو وہ ہامان کی جنس سے ہے اور اگر موسیٰ کی طرف میلان ہے تو وہ انسان اللہ والا ہے۔ ور بہر دو۔ اگر انسان کا خیر اور شر دونوں کی طرف میلان ہے تو معلوم ہوا کہ اُس میں نفس اور عقل کی کشمکش جاری ہے۔ سو اے غافل ایسے انسان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اُس پر عقل کا غلبہ ہو۔

۵۲ در جہاں۔ اِس کشمکش میں کامیابی یہ ہے کہ انسان ہر وقت نفس کو مغلوب رکھے گرچہ جس کی طبیعت فرعونی ہوگی وہ اِس نصیحت کو قبول نہ کریگا۔ اضلال۔ یعنی ہامان نے فرعون کو کس طرح گمراہ کیا۔

۵۳ آں شتیزہ رُو۔ یعنی فرعون۔ کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰؑ نے ایمان لانے پر جو وعدے کئے تھے وہ سب ہامان سے کہدیئے۔ ہامان اچھلا اور اُس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ کہ دیکھو اور کہنے لگا کہ موسیٰ کو کیسے جرأت ہوئی کہ تجھ جیسے شاہ سے ایسی باتیں کرے۔

جملہ[1] عالم را مسخر کردہ تو
تو نے تمام دنیا کو تابع فرمان بنا لیا ہے

کار را بابخت چوں زر کردہ تو
تو نے اقبال مندی سے تمام کو سونے کیطرح کر دیا ہے

از مشارق و ز مغارب بے لجاج
مشرقوں اور مغربوں سے بلا جھگڑے کے

سوئے تو آرند سلطاناں خراج
بادشاہ تیرے پاس خراج لاتے ہیں

بادشاہاں لب ہمی مالند شاد
سب بادشاہ خوشی سے ہونٹ ملتے ہیں

بر ستانہ خاکِ تو اے کیقباد
اے عالیمقام قیصر تیرے آستانہ کی خاک پر

اسپ باغی چوں بہ بیند اسپ ما
باغی گھوڑا جب ہمارے گھوڑے کو دیکھتا ہے

رو بگرداند گریزد بے عصا
بغیر ڈنڈے کے رُخ پھیر لیتا ہے، بھاگ جاتا ہے

تا کنوں[2] معبود و مسجودِ جہاں
اب تک تو عالم کا معبود اور مسجود

بودہ، گردی کمینہ بندگاں
رہا ہے، (اب) حقیر ترین بندہ بنے گا

در ہزار آتش شدن زیں خوشتر ست
ہزار آگوں میں ہونا اس سے بہتر ہے

کہ خداوندے شود بندہ پرست
کہ ایک آقا غلام پرست بنے

نے بکش اوّل مرا اے شاہ ہیں
نہیں اے بادشاہ! خبردار پہلے مجھے قتل کردے

تا نہ بیند چشمِ من بر شاہ ایں
تاکہ میری آنکھ بادشاہ کی یہ حالت نہ دیکھے

خسروا اوّل مرا گردن بزن
اے شاہ! پہلے مجھے قتل کردے

تا نہ بیند ایں مذلت چشمِ من
تاکہ میری آنکھ یہ ذلت نہ دیکھے

خود نبود[3] و دست مبادا ایں چنیں
ہرگز ایسا نہیں ہوا ہے اور نہ ہو

کہ زمیں گردوں شود گردوں زمیں
کہ زمین آسمان بنے اور آسمان زمین

بندگانماں خواجہ تاشِ ماشوند
ہمارے غلام، ہمارے ہمسر بنیں

بیدلاماں دلخراشِ ماشوند
ہم سے ڈرنے والے ہمارے دل کو چھیلنے والے بنیں

چشمِ روشن دشمناں و دوست کور
دشمنوں کی آنکھ روشن ہو اور دوست نابینا

گشت مارا پس گلستاں قعرِ گور
تو ہمارے لئے چمن قبر کا گڑھا بن جائے

تزییف سخن ہامان با فرعون علیہ اللعنۃ

فرعون علیہ اللعنۃ کے ساتھ ہامان کی باتوں کی کمزوری

دوست از دشمن ہمی نشناخت او
وہ دوست کو دشمن سے نہ پہچانتا تھا

نرد را کورانہ کژ می باخت او
اس نے اندھے پن سے بازی اُلٹی چلی

718

[1] جملہ عالم۔ ہامان نے فرعون سے کہا کہ تو نے تمام عالم کو تابع فرمان بنا لیا ہے۔ اور سلطنت کے معاملات کو سونے کی طرح چمکدار کر دیا ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ خراج۔ وہ محصول جو بادشاہ کو ادا کیا جائے۔ بادشاہاں۔ دنیا کے بادشاہ۔ تیرے زمین کی خاک چاٹنا فخر سمجھتے ہیں۔ اسپ باغی۔ مخالف لشکر ہمارے لشکر کو دیکھ کر بھاگ پڑتا ہے۔

[2] تا کنوں۔ تو اب تک معبود بنا ہوا ہے لوگ تجھے سجدے کرتے ہیں اب تو غلاموں کا غلام بنے گا ایسی زندگی سے ہزار آگیں بہتر ہیں۔ نے بکش۔ موسیٰ پر ایمان لانے سے پہلے مجھے قتل کر دے تاکہ تیری یہ رسوائی اور ذلت میری آنکھیں نہ دیکھیں۔

[3] خود۔ یہ ابتک نہیں ہوا کہ بادشاہ غلام اور غلام بادشاہ بنے یا ایسا ہوگا۔ بندگانماں۔ یہ اسرائیلی جواب تک ہمارے غلام ہیں وہ شریک سلطنت بنیں۔ چشم روشن دشمناں۔ اس حالت سے دوست ناامید ہونگے اور دشمن خوش ہونگے۔ اور ہمارا عیش و عشرت خاک میں مل جائیگا۔ تزییف۔ کھوٹا۔ دوست۔ ہامان کو دوست اور دشمن میں تمیز نہ تھی لہٰذا وہ اُلٹی بازی کھیل رہا تھا۔

دشمنِ[1] تو جز تو نبود اے لعیں — بیگناہاں را مگو دشمن بکیں

اے ملعون! تیرا دشمن تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے — کینہ سے بے قصوروں کو دشمن نہ کہہ

پیشِ تو ایں حالتِ بد دولت است — کہ دوا و اوّل و آخر لعنت است

تیرے لئے یہ بُری حالت دولت ہے — کہ جس کی ابتدا بھاگ دوڑ اور آخر لعنت ہے

گر ازیں دولت نتازی خز خرب — ایں بہارت را ہمی آید خزاں

اگر تو اس دولت سے آہستہ آہستہ نہ بھاگے گا — تیری اس بہار پر خزاں آجائے گی

مشرق و مغرب چو تو بس دیدہ اند — کہ سرِ ایشاں ز تن ببریدہ اند

مشرق و مغرب نے تجھ جیسے بہت دیکھے ہیں — جن کے سر دھڑ سے جدا کر دیئے ہیں

مشرق و مغرب کہ نبود برقرار — چوں کنند آخر کسے را پائیدار

مشرق و مغرب جو پائیدار نہیں ہیں — وہ کسی کو کیسے پائیدار بنا سکتے ہیں؟

تو بداں[2] فخر آوری کز ترس و بند — چاپلوست گشت مردم روز چند

تو اس پر فخر کرتا ہے کہ خوف اور بندش سے — چند روز کیلئے انسان تیرے خوشامدی بنگئے ہیں

ہر کرا مردم سجودے می کنند — زہر اندر جانِ اُو می آگنند

جس شخص کو لوگ سجدے کرتے ہیں — اُس کی جان میں زہر بھرتے ہیں

چونکہ برگردد ازو آں ساجدش — داند اُو کاں زہر بود و موبدش

جب وہ سجدہ کرنے والا اُس سے روگردانی کرتا ہے — وہ جان جاتا ہے کہ وہ اور اُس کا سردار زہر تھا

اے[3] خنک آں را کہ ذلت نفسہ — وای آں کز سرکشی شد چوں اُو

مبارک باد ہے اسکے لئے جس کا نفس خاکسار بنا — اُس پر افسوس جو سرکشی سے پہاڑ کی طرح ہنگیا

ایں تکبر زہرِ قاتل داں کہ ہست — از نئے پُر زہر گشت آں گیج و مست

اِس تکبر کو زہرِ قاتل سمجھ کہ جو ہے — زہر بھری شراب کی قسم ہے (جس سے وہ) احمق اور مست بنا ہے

چوں مئے پُر زہر نوشد مُدبرے — از طرب یک دم بجنباند سرے

جب کوئی بدنصیب زہر ملی ہوئی شراب پیتا ہے — تھوڑی دیر مستی سے جھومتا ہے

بعد یک دم زہر در جانش فتد — زہر در جانش کند داد و دہد

تھوڑی دیر کے بعد زہر اسکی جان میں اثر کرتا ہے — زہر اسکی جان میں لین دین شروع کر دیتا ہے

گر نداری زہر ایں را اعتقاد — گرچہ زہر آمد نگر در قومِ عاد

اگر تو اسکے زہر ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا ہے — اگرچہ وہ زہر ہے، قومِ عاد کو دیکھ لے

---

[1] دشمن تو مولاؒ کی طرف سے ان کا جواب ہے کہ تو خود اپنا دشمن ہے بے قصور لوگوں کو دشمن نہ سمجھ۔ دولت۔ تو اس دنیا کو دولت سمجھتا ہے جس کی ابتدا بھاگ دوڑ اور آخر لعنت ہے اور آخر میں وہ لعنت ہلاکت کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ مگر اگر انسان خود دنیا کو نہیں چھوڑتا ہے تو دنیا خود اسے چھوڑ دیتی ہے۔ مشرق۔ دنیا نے بہت سے شاہوں کو قتل کیا ہے برقرار۔ دنیا ناپائیدار ہے وہ کسی کو پائیدار کیا دے سکتی ہے۔

[2] تو بداں۔ مجبوری سے چند انسان تعظیم کرلے لگتے ہیں تو انسان دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔ ہر کرا۔ لوگوں کی تعظیم ایک زہر ہے جو انسان کی روح کو ہلاک کرتا ہے چونکہ خود سجدہ کرنے والے بھی اس زہر سے متاثر ہوتے ہیں اور ان کو اس زہر کا پتہ جب چلتا ہے جب ان کو ہوش آتا ہے۔ موبد۔ آتش پرستوں کا سردار۔

[3] اے خنک۔ جو لوگ دنیا میں فروتنی اختیار کرتے ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں تکبر۔ تکبر ایک زہر ملی ہوئی شراب ہے جس تکبر کی شراب پی کر کچھ دیر انسان مستی کا اظہار کرتا ہے۔ بعد یک دم۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ زہر اثر دکھاتا ہے۔ قوم عاد۔ یہ قوم تکبر کے زہر سے ہلاک ہوئی ہے۔

719

چونکہ[1] شاہے دست یابد بر شہے
جب کوئی بادشاہ کسی بادشاہ پر قابو پالیتا ہے

در بیابد خستۂ افتادہ راہ
اور اگر کسی زخمی کو راستہ میں پڑا ہوا دیکھتا ہے

گر نہ زہرست آں تکبر پس چرا
اگر وہ تکبر زہر نہیں ہے تو کیوں؟

دیں دگر را بے زخدمت چوں نواخت
اس دوسرے کو بغیر کسی خدمت کے کیوں نوازا؟

راہزن[2] ہرگز گدائے را نزد
کسی ڈاکو نے کبھی کسی فقیر کو نہیں مارا

خضر کشتی را برائے آں شکست
حضرت خضرؑ نے کشتی اسی لئے توڑی

چوں شکستہ می رہد شکستہ شو
جبکہ شکستہ کو نجات ملتی ہے شکستہ ہو جا

آں کہے کو داشت از کاں نقد چند
وہ پہاڑ جو نقدی کی چند کانیں رکھتا تھا

تیغ بہر اوست کو را گردنیست
تلوار اس کے لئے ہے جس کی (اونچی) گردن ہے

مہتری نفط است و آتش اے غوی
اے گمراہ! سرداری مٹی کا تیل اور آگ ہے

ہر چہ او ہموار باشد باز میں
جو چیز زمین سے ہموار ہو

سر برآرد از زمیں آنگاہ او
وہ زمین سے سر ابھارتی ہے تب وہ

نردبانِ خلق ایں مامنی ست
یہ خودی اور تکبر مخلوق کے لئے سیڑھی ہے

بکشدش یا باز دارد در چہے
اسکو قتل کر دیتا ہے یا اس کو کوئیں میں قید کر دیتا ہے

مرہمش سازد شہ و بدہد عطا
بادشاہ اسکی مرہم (بھی) کرتا ہے اور عطا کرتا ہے

کشت شہ را بیگناہ و بے خطا
اس نے بادشاہ کو بے گناہ اور بے قصور مارا

زیں دو جنس زہر را باید شناخت
زہر کی ان دونوں قسموں کو پہچان لینا چاہیے

گرگ، گرگِ مردہ را ہرگز گزد
بھیڑیے نے کسی مردہ بھیڑیے کو کبھی نہیں پھاڑا

تا تواند کشتی از فجار رست
تاکہ کشتی نظالموں سے بچ جائے

امن در فقرست اندر فقر رو
امن فقر میں ہے فقر اختیار کر

گشت پارہ پارہ از زخم گلند
وہ کدال کی مار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

سایہ[3] کافگند ست بر وے زخم نیست
وہ سایہ جو پڑا ہوا ہے اس پر وار نہیں ہے

اے برادر چوں بر آذر می روی
اے بھائی! تو آگ پر کیوں چلتا ہے؟

تیر ہا را کے ہدف گردد یبیں
وہ تیروں کا نشانہ کب بنتی ہے دیکھ لے

چوں ہدف ہا زخم یابد بے رفو
نشانوں کی طرح نہ سلنے والے زخم پاتی ہے

عاقبت زیں نردباں افتادنی ست
انجام کار اس سیڑھی سے گر پڑنا ہے

[1] چونکہ۔ تکبر کے زہر ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ شاہ اپنے تکبر کی وجہ سے مارا جاتا ہے اور زخمی سپاہی بچ جاتا ہے۔ مگر وہ زہر ہے۔ اس بادشاہ کے مارے جانے کا سبب اس کا زہر تکبر ہے۔ دیں دگر۔ اس کی خستہ حالی اس پر رحم کا سبب بنی۔

[2] راہزن۔ ڈاکو بھی تکبر مالدار کو لوٹتا ہے۔ گرگ بھیڑیا بھی تکبر زدہ بھیڑیے کو پھاڑتا ہے۔ خضرؑ کشتی کی شکستگی اس کی نجات کا سبب ہے چوں شکستہ بشکستہ حال جاتے کا سبب ہے تو انسان کو شکستہ حال ہونا مناسب ہے۔ کہتے جس پہاڑ میں کانیں ہوتی ہیں اس کی گہرائی ہوتی ہے۔ تیغ۔ گردن تکبر، سر بلندی کی کنجی ہے۔

[3] سایہ۔ سایہ پست چیز ہے اس پر تلوار نہیں چلائی جاتی۔ نفط۔ ایک مادہ ہے جو آگ کو جلد پکڑ لیتا ہے۔ ہموار۔ ہموار زمین کو تیروں کا نشانہ نہیں بنایا جاتا۔ سر برآرد۔ جو چیز زمین سے سر ابھارتی ہے وہی نشانہ بنتی ہے۔ نردبان۔ تکبر اور خودی انسانوں کے لئے ایک ایسی سیڑھی ہے جس سے پھسل کر زمین پر گرتا ہے۔

620

ایں فروعست و اُصولش آں بُود — کہ ترفّع شرکت یزداں بُود

یہ فروعی باتیں ہیں اور اُس کی اصل یہ ہے — کہ تکبّر اللہ کے ساتھ شرکت ہے

چوں نہ مُردی و نہ گشتی زندہ زُو — باغیِ باشی بشرکت مُلک جُو

جبکہ تو فنا نہ ہوا اور اُس کے ذریعہ زندہ نہ ہوا — تو باغی ہوگا، شرکت کے ذریعہ مُلک کا جویاں ہوگا

چوں بدُو زندہ شدی آں خود دُوست — وحدتِ محض ست آں شرکت کُجاست

جب تو اُس کے ذریعہ زندہ ہو گیا وہ خود ہے — خالص وحدت ہے، یہ شرکت کب ہے؟

شرحِ ایں در آئینہ اعمال جُو — کز نیابی فہم ایں از گفتگو

اِس کی تشریح اعمال کے آئینہ میں تلاش کر — کیونکہ گفتگو سے یہ سمجھ میں نہ آئے گا

گر بگویم آنچہ دارم در دروں — بس جگرہا گردد اندر حال خوں

اگر میں وہ کہہ دوں جو دل میں رکھتا ہوں — تو بہت سے جگر فوراً خون ہو جائیں گے

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس ست — بانگ دوکردم اگر دردہ کس ست

بس کرتا ہوں، عقلمندوں کیلئے یہ کافی ہے — میں نے دو صدائیں دیدیں اگر گاؤں میں کوئی ہے

حاصلِ آں ہامان بداں گفتار بُد — ایں چنیں راہے بر اں فرعون زد

خلاصہ یہ ہے کہ اُس ہامان نے بُری گفتگو کے ذریعہ — ایسا راستہ فرعون پر بند کر دیا

لُقمۂ دولت رسیدہ تا دہاں — از گلوئ او بُریدہ ناگہاں

دولت کا لقمہ منہ تک پہنچ چکا تھا — اچانک اُس کے گلے سے جُدا کر دیا

خرمنِ فرعون را داد او بباد — ہیچ شہ را ایں چنیں صاحب مباد

اُس نے فرعون کا کھلیان برباد کر دیا — (خدا کرے) ایسا وزیر کسی بادشاہ کا نہ ہو

از چُنیں ہمراہِ بد دوری گزیں — زینہار اللہ اعلم بالیقیں

ایسے بُرے ساتھی سے دُوری اختیار کر — خبردار! اللہ یقینی باتوں کو زیادہ جانتا ہے

نومید شدن موسیٰؑ از ایمان آوردنِ فرعون و جایافتن

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے ایمان لانے سے مایوس ہو جانا اور ملعون ہامان

سخن ہامانِ لعین در دلِ فرعون

کی باتوں کا فرعون کے دل میں گھر کر لینا

گفت موسیٰ لُطف بنمود یم وجُود — خود خداوندیت را روزی نبود

حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ہم نے مہربانی اور سخاوت کی — آقائی خود تیرے مقدر میں نہ تھی

۱؎ اس تکبّر کی یہ مذمت تو فروعی میں بنیادی بات یہ ہے کہ تکبّر دراصل خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔ چوں۔ وحدت الوجود کے نظریہ کے مطابق اگر تو نے خود کو فانی نہیں بنایا اور بقا باللہ نہ حاصل کیا تو خدا کا باغی ہے چوں بدُو جب تجھے بقا باللہ کا مقام حاصل ہو جائے تو اب تیرا وجود خود خدا کا وجود ہے اور یہ خالص توحید ہے۔

۲؎ شرح۔ وحدت الوجود کے مسئلہ کی تشریح گفتگو کے ذریعہ ممکن نہیں یہ مقام حاصل ہو جانے سے اُس کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔

گر بگویم۔ اِس مسئلہ کے متعلق اگر میں اپنے پورے خیالات ظاہر کروں تو لوگوں کے جگر خون بن جائیں گے لہٰذا انہی اشارات پر اکتفا کرتا ہوں جو عقلمندوں کے لئے کافی ہیں۔

۳؎ حاصل۔ غرضیکہ فرعون نے ہامان سے مشورہ کیا اور اُس نے اُس کی راہ ہدایت مسدود کر دی۔ لقمہ۔ تو یہ تھا کہ وہ ہدایت حاصل کر لیتا لیکن ہامان اُس کی بربادی کا سبب بن گیا خدا ایسا وزیر کسی بادشاہ کو نہ دے جو بربادی کا سبب بنے۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہم تو ابدی سلطنت دینا چاہتے تھے لیکن فرعون کے مقدر میں یہ نہ تھی

621

آں[1] خداوندی کہ نبود راستیں
وہ آقائی جو سچی نہ ہو
مر ورا نے دست داں نے آستیں
سمجھ لے اس کے نہ ہاتھ ہوتا ہے نہ آستیں

آں خداوندی کہ دزدیدہ بود
وہ آقائی جو چرائی ہوئی ہو
بے دل و بے جان و بے دیدہ بود
وہ بے دل اور بے جان اور بے آنکھ کی ہوتی ہے

آں خداوندی کہ دادندت عوام
وہ آقائی جو تجھے عوام نے دی ہے
باز بستانند از تو ہمچو وام
قرض کی طرح وہ تجھ سے واپس لے لینگے

آں خداوندیِ تو از بندگی
تیری وہ آقائی غلامی سے
کمتر ست ار باز دانی اندکی
کمتر ہے اگر تھوڑا سا سمجھ لے

وہ خداوندیِ عاریت بحق
عارضی آقائی خدا کے سپرد کردے
تا خداوندیت بخشد مُتّفق
تاکہ وہ تجھے متفق آقائی عنایت کردے

منازعت[2] کردن امیرانِ عرب با رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
عرب کے سرداروں کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنا کہ ملک انٹ
کہ مُلک را مُقاسمہ کُن تا نزاعے نباشد و جوابِ رسول ایشاں
لیجئے تاکہ جھگڑا نہ ہو اور آنحضورؐ کا اُن کو جواب دینا کہ میں اس
را کہ من مامورم دریں امارت و بحثِ ایشاں از طرفین
حکومت میں اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہوں اور جانبین سے اُن کی بحث

آں امیرانِ عرب گرد آیند
عرب کے سردار جمع ہو گئے
نزدِ پیغمبر منازع می شدند
پیغمبرؐ کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے آئے
کہ تو میری ہر یکے از ما ہم امیر
کہ آپ بھی سردار ہیں اور ہم میں سے بھی ہر ایک سردار ہے
بخش کُن ایں مُلک و بخشِ خود بگیر
اس ملک کو تقسیم کر لیجئے اور اپنا حصہ لے لیجئے
ہر[3] یکے در بخشِ خود انصاف جو
ہر ایک اپنے حصہ میں انصاف چاہتا ہے
تو ز بخشِ ما دو دستِ خود بشو
آپ ہمارے حصہ سے اپنے دونوں ہاتھ دھو لیجئے
گفت میری مر مرا حق دادہ است
آپ نے فرمایا مجھے سرداری خدا نے عطا کی ہے
سروری و امرِ مطلق دادہ است
(اس نے) عام سرداری اور حکم عطا فرمایا ہے
کایں قرانِ احمدست و دورِ اُو
کیونکہ (فرمایا ہے) یہ احمدؐ کا زمانہ اور دور ہے
ہیں بگیرید امرِ اُورا اتقوا
خبردار! اس کا حکم مانو اور تقویٰ اختیار کرو

[1] آں خداوندی۔ غلط قسم کی آقائی بے دست و پا بری ہے۔ آں خداوندی۔ جو آقائی انسانوں کی عطا کردہ ہے وہ تو انسان واپس لے لیتے ہیں۔ آں خداوندؐ انسانوں کی عطا کردہ آقائی غلامی سے بدتر ہے ہاں جو آقائی خدا کی جانب سے ملے وہ پائیدار اور مشفق علیہ ہوتی ہے۔

[2] منازعت۔ اس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی آقائی خدائی عطیہ تھی۔ بر کو میری۔ ان سرداروں نے آنحضورؐ سے کہا ملک تقسیم کر لیا جائے تم اپنے حصہ پر حکومت کرو ہم اپنے حصہ پر حکومت کریں۔

[3] ہر یکے۔ ہر شخص اپنے حصہ پر حکومت کرے آپ ہمارے حصہ سے دست بردار ہو جائیں۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پورے ملک کی سرداری عنایت کی ہے عام۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ احمدؐ کا دور ہے اس کا حکم مانو اور پرہیزگار بنو۔

قوم گفتندش[1] کہ ما ہم زاں قضا — حاکمیم و داد امیری ماخدا
قوم نے ان سے کہا کہ ہم بھی تقدیر سے — حاکم ہیں اور خدا نے ہمیں حکومت دی ہے

گفت لیکن مر مرا حق مُلک داد — مر شما را عاریۃ از بہر زاد
آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ (تعالیٰ) نے حکومت دی ہے — تمہارے پاس کھانے پینے کے لئے عارضی ہے

میریِ من تا قیامت باقی ست — میریِ عاریتی خواہد شکست
میری حکومت قیامت تک باقی رہنے والی ہے — عارضی حکومت ٹوٹ جائے گی

قوم گفتند اے امیر افزوں مگو — چیست حجت بر فزوں جوئی تو
لوگوں نے کہا اے امیر! زیادہ نہ کہہ — آپ کی بڑائی پر دلیل کیا ہے؟

سیل[2] آمدن و قضیب انداختن امرا جہت دفع شدن سیل

سیلاب کا آنا اور سیلاب روکنے کے لئے سرداروں کا لکڑی ڈالنا

و غالب شدن مصطفیٰ علیہ السلام بر امیراں

اور مصطفیٰ علیہ السلام کا سرداروں پر غالب آجانا

در زماں ابرے بر آمد ز امر مُر — سیل آمد گشت آں اطراف پُر
فوراً، سخت حکم سے ایک ابر آیا — سیلاب آیا اور اطراف پانی سے پُر ہو گئے

رُد بشہر آورد سیلے بس مُہیب — اہلِ شہر افغاں کُناں جملہ رعیب
ایک بہت خوفناک سیلاب نے شہر کا رُخ کیا — شہر والے خوفزدہ ہو کر فریاد کرنے لگے

گفت پیغمبر کہ وقتِ امتحاں — آمد اکنوں تا نہاں گردد عیاں
پیغمبر نے فرمایا کہ امتحان کا وقت — اب آگیا تاکہ پوشیدہ امر ظاہر ہو جائے

ہر امیرے نیزۂ خود در فگند[3] — تا شود در امتحاں آں سیل بند
ہر سردار نے اپنا نیزہ ڈال دیا — تاکہ آزمائش کے وقت میں سیلاب رک جائے

نیزہ ہا را ہمچو خاشاکے ربود — آب تیز سیل پُر جوش و عنود
نیزوں کو تنکوں کی طرح بہا لے گیا — جوشیلے اور سرکش سیلاب کا تیز پانی

پس قضیب انداخت در روئے مصطفیٰ — آں قضیب معجز فرماں روا
پھر مصطفیٰ نے ایک شاخ اس میں ڈالدی — وہ شاخ حوالۂ سیلاب کو عاجز کرنیوالی اور حاکم تھی

نیزہ ہا گم گشت جملہ آں قضیب — بر سرِ آب ایستادہ چوں رقیب
سب نیزے گم ہو گئے اور وہ شاخ — نگہبان کی طرح پانی پر کھڑی رہی

[1] قوم گفتندش: ان سرداروں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ ہم بھی سردار ہیں اور ہماری سرداری بھی خدا کا عطیہ ہے۔ گفت: آنحضورؐ نے فرمایا میری سرداری ابدی ہے تمہاری سرداری دنیاوی عارضی ہے۔ قوم گفتند: سرداروں نے کہا اپنی ابدی سرداری پر کوئی دلیل پیش کیجئے۔

[2] سیل آمدن: اس قصہ کا حدیث اور تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی ایک معمولی شاخ سے پانی کا سیلاب رک گیا اور یہ معجزہ آنحضورؐ کی ابدی سرداری پر دلیل بنا۔ مہیب: بہت ناک۔ رعیب: مرعوب، خوفزدہ۔ نہاں: یعنی اب تک میری ابدی سرداری جو مخفی اور پوشیدہ ہے واضح ہو جائے۔

[3] ہر امیرے: اس سیلاب کو روکنے کیلئے ہر سردار نے اپنے ہاتھ کا نیزہ پانی میں ڈالا۔ قضیب: شاخ۔ رقیب: نگہبان۔

723

زاہتمامِ آں قضیب آں سیل رفت
اُس شاخ کے بندوبست سے وہ سیلاب روانہ ہوگیا

رو بگردانید و سوئے بحر رفت
اُس نے رُخ موڑا اور سمندر کی طرف چلا گیا

چوں بدید انداز وَے آں امرِ عظیم[1]
جب اُنھوں نے اُن سے وہ بڑا کارنامہ دیکھا

پس مُقر گشتند آں میراں زبیم
وہ سردار ڈر سے اِقرار کرنیوالے بن گئے

جُز سہ کس کہ حقدِ ایشاں چیرہ بُود
سوائے تین شخصوں کے جن کا کینہ غالب تھا

ساحرش گفتند و کاہن از جُحُود
انھوں نے انکار سے اُنکو جادوگر اور کاہن کہا

بُود بُوجہلِ لعین و بولہب
ملعون ابوجہل تھا اور ابولہب

واں سوم ہم بُود بُوسفیانِ حرب
اور وہ تیسرا ابوسفیان بن حرب تھا

مُلکِ بر بستہ چناں باشد ضعیف
مارے باندھے کی سلطنت ایسی کمزور ہوتی ہے

مُلک بر رستہ چناں باشد شریف
آزاد سلطنت ایسی شریف ہوتی ہے

نیز[2] ہا اگر ندیدی یا قضیب
اگر تو نے نیزے یا شاخ نہیں دیکھی ہے

نامِ شاں بیں نامِ اُو بیں اے نجیب
اے شریف! اُن کا نام اور اِن کا نام دیکھ لے

نامِ شاں را سیلِ تیزِ مرگ بُرد
اُن کے نام کو موت کا تیز سیلاب بہالے گیا

نامِ اُو و دولتِ تیزش نمُرد
اُن کا نام اور اُن کی تیز حکومت نہیں مری ہے

پنج نوبت می زنندش بر دوام
ہمیشہ پانچ وقت اُن کے نام پر نوبت بجتی ہے

ہم چنیں ہر روز تا روزِ قیام
اِسی طرح قیامت تک ہر روز

در تمامیِ حدیثِ موسیٰ علیہ السلام و تقریع و توبیخ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی تکمیل اور فرعون کو ڈرانا اور دھمکانا

گر[3] ترا عقل ست کردم لُطفہا
اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے تجھ پر مہربانیاں کی ہیں

ور خری آوردہ ام خر را عصا
اور اگر تو گدھا ہے تو میں لاٹھی لایا ہوں

آنچناں زیں آخُرت بیروں کنم
تجھے اصطبل سے اِس طرح نکالوں گا

کز عصا گوش و سرت پُر خوں کنم
کہ لاٹھی سے تیرے کان اور سر لہولہان کردوں گا

اندریں آخُر خراں و مردماں
اِس اصطبل میں گدھے اور انسان

می نیابند از جفایِ تو اماں
تیرے ظلم سے امان نہیں پاتے ہیں

یک عصا آوردہ ام بہرِ ادب
سزا دینے کیلئے میں ایک لاٹھی لایا ہوں

ہر خرے را کو نباشد مستجب
ہر اُس گدھے کے لئے جو کہنا نہ مانے

[1] امرِ عظیم یعنی آنحضورؐ کی شاخ سے سیلاب کا رُک جانا۔ جُز سہ کس۔ یعنی دوسرے سردار تو ایمان لے آئے ابوجہل، ابولہب اور ابوسفیان ایمان نہ لائے اور حضورؐ کو جادوگر اور کاہن کہنے لگے۔

[2] نیز ہا اے مخاطب اگر تو نے وہ نیزوں اور شاخ کا معاملہ غور نہیں دیکھا ہے تو اب ناموں سے اُس معاملہ کو سمجھ لے۔ نامِ شاں۔ اُن کے ناموں کو موت کا سیلاب بہا لے گیا اور آنحضورؐ کے نام نامی کا پانچ وقت قیامت تک اذان میں ڈنکا بجتا ہے۔

[3] گر ترا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے تجھ پر مہربانیاں کی ہیں اور اگر گدھا ہے تو تیرے لئے یہ میری لاٹھی ہے۔ آخُر اصطبل۔ اندریں۔ اِس دنیا میں انسان اور حیوان تجھ سے مصیبت میں ہیں ایک لاٹھی یہ میری لاٹھی ہے اور دونوں کو ادب سکھانے کے لئے ہے۔

624

اژدہائے[1] می شود در قہرِ تُو
تجھے مغلوب کرنے میں ایسا اژدہا بنے گی

کاژدہائے گشتۂ در فعل و خُو
جیسا کہ تو کام اور عادت میں اژدہا بن گیا ہے

اژدہائے کوہیی تو بے اَماں
تو بے امان، پہاڑی سانپ ہے

لیک بنگر اژدہائے آسماں
لیکن آسمانی اژدہے کو دیکھ

ایں عصا از دوزخ آمد چاشنی
یہ لاٹھی دوزخ کا مزا بنی ہے

برتو و بر مُومن آمد رُوشنی
تیرے لئے، اور مومن کے لئے روشنی ہے

مر ترا گوید کہ اے گبرِ دنی
تجھ سے کہتی ہے کہ اے کمینے کافر

کہ ہلا بگریز اندر روشنی
خبردار! روشنی میں بھاگ آ

ورنہ درمانی تو در زندانِ من
ورنہ تو میری قید میں رہے گا

مُخلصت نبُود ز در بندانِ من
تیرے لئے میری قید سے چھٹکارا نہیں ہے

باز[2] گرد از کفر سُوی دینِ حق
کفر سے دین حق کی طرف آجا

ورنہ در نارِ اَبد مانی خلق
ورنہ ابدی آگ میں بدحال ہوگا

باز گرد اے گمرہِ بدبختِ دُوں
اے کمینہ، بدبخت گمراہ! باز آ

ورنہ در دوزخ در اُفتی سرنگوں
ورنہ تو اوندھا دوزخ میں گرے گا

ایں عصائے بُود ایندم اژدہاست
یہ لاٹھی تھی، اب اژدہا ہے

تا نگوئی دوزخ یزداں کُجاست
تاکہ تو نہ کہہ سکے کہ اللہ (تعالیٰ) کی دوزخ کہاں ہے؟

دربیان آنکہ شناسائے قدرت حق تعالیٰ نپرسد کہ بہشت کجاست و دوزخ چہ جاست؟

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچاننے والا یہ نہیں دریافت کرتا ہے کہ بہشت کہاں ہے اور دوزخ کس جگہ ہے؟

ظاہرست[3] ایں دوزخ اما بر دلت
یہ دوزخ ظاہر ہے لیکن تیرے دل پر

ہست پوشیدہ یقیں از آب و گِلت
یقیناً تیرے آب و گل کی وجہ سے پوشیدہ ہے

ہر کجا خواہد خدا دوزخ کُند
خدا جس جگہ چاہے دوزخ (پیدا) کردے

اَوج را بر مُرغ دام و فخ کُند
بلندی کو، پرند کے لئے جال اور پھندا بنادے

ہم زدندانت برآرد دَرد ہا
تیرے دانتوں میں درد پیدا کردے

تا بگوئی دوزخ ست و اژدہا
حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ دوزخ اور اژدہا ہے

یا کُند آب دہانت را عسل
یا تیرے لعاب دہن کو شہد بنادے

تا بگوئی کہ بہشت است و عسل
حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ بہشت اور جوڑے ہیں

---

[1] اژدہا۔ یہ لاٹھی تیرے لئے اژدہا بنے گی چونکہ تو خود اژدہا بنا ہوا ہے۔ کوہیی تو پہاڑی سانپ ہے اور یہ لاٹھی آسمانی اژدہا ہے۔ ایں عصا منکر کے لئے یہ لاٹھی دوزخ کا اثر رکھتی ہے اور مومن کے لئے نورِ ہدایت ہے۔ ورنہ۔ اگر تو کہنا مانے گا تو ہمیشہ کے لئے میری قید میں رہے گا۔

[2] باز گرد۔ حضرت موسیٰ نے فرعون سے فرمایا کفر چھوڑ کر دین حق اختیار کرلے ورنہ دوزخ میں بُری حالت میں رہے گا۔ ایں عصا۔ یہ لاٹھی دوزخ کے عذاب کا نمونہ ہے تاکہ دوزخ کا ثبوت ہوجائے۔ دربیان۔ جو شخص قدرت الٰہی کا قائل ہوتا ہے وہ دوزخ اور بہشت کے بارے میں مشکوک نہیں ہوتا ہے۔

[3] ظاہرست۔ عالم غیب کی خبروں کے آثار اس عالم شہود میں موجود ہیں لیکن انسانوں کا عالم ناسوت میں انہماک اُن کے ادراک سے الگ ہے۔ اَوج۔ بلندی۔ فخ۔ جال۔ ہم زدندانت۔ انسان دانتوں کے درد میں ایسا مبتلا ہوتا ہے کہ اُس کو دوزخ اور اژدھوں کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یا کند۔ لعاب دہن کو ایسا لذیذ کردیتا ہے کہ بہشت کا مزہ آجاتا ہے۔

725

از بُنِ دنداں بر دیاند شکر
دانتوں کی جڑ سے شکر پیدا فرمادے

تا بدانی قوّت حکم و قدر
تاکہ تو تقدیر اور حکم کی طاقت کو سمجھے

پس[1] بدنداں بیگناہاں را مگز
پس بے گناہوں کو دانتوں سے نہ کاٹ

فکر کُن از ضربتِ نا محترز
ناقابلِ بچاؤ ضرب کی فکر کر

نیل را بر قبطیاں حق خوں کُند
(دریا) نیل کو اللہ تعالیٰ قبطیوں کیلئے خون کر دیتا ہے

سبطیاں را از بلا مخصوں کُند
سبطیوں کو مصیبت سے بچا دیتا ہے

آب بر فرعون در دم خوں شود
پانی فوراً فرعون پر خون ہو جاتا ہے

بر کلیمے قند نا ممنوں شود
کلیم (اللہ) پر بغیر منت شکر بجاتا ہے

تا بدانی پیشِ حق تمییز ہست
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمیز ہے

درمیانِ ہوشیار راہ دست
راستے کے ہوشیار اور مست کے درمیان

نیل[2] تمییز از خدا آموختہ است
(دریا) نیل نے تمیز خدا سے سیکھی ہے

کہ کُشاد آں را و ایں را سخت بست
کہ اس نے اسکو کھولدیا اور اس کو مضبوط باندھ دیا

لُطفِ او عاقل کُند مر نیل را
اس کی مہربانی نیل کو سمجھدار بنا دیتی ہے

قہرِ او ابلہ کُند قابیل را
اس کا غصہ قابیل کو احمق بنا دیتا ہے

در جمادات از کرم عقل آفرید
کرم سے جمادات میں عقل پیدا فرمادی

عقل از عاقل بقہر خود برید
قہر سے عقلمند سے عقل منقطع کر دی

در جماد از لُطف عقلے شد پدید
جماد میں مہربانی سے عقل پیدا ہو گئی

وز نکال از عاقلاں دانش رمید
عذاب سے عقلمندوں سے عقل بھاگ گئی

عقل چوں باراں بامر آنجا بریخت
عقل حکم سے اس جگہ بارش کی طرح برسی

عقل ایں سو خشم حق دید و گریخت
عقل نے اس جانب اللہ کی ناراضگی دیکھی اور بھاگ گئی

ابر[3] و خورشید و مہ و انجم بلند
ابر اور سورج اور چاند اور تارے بلندی پر

جملہ بر ترتیب آیند و روند
سب ترتیب سے آتے جاتے ہیں

ہر یکے ناید مگر در وقتِ خویش
کوئی طلوع نہیں کرتا مگر اپنے وقت میں

کہ نہ پس ماند ز ہنگام و نہ پیش
کہ وقت سے نہ پیچھے رہتا ہے، نہ آگے

چوں نکردی فہم ایں را ز انبیا
جب تو انبیا کے ذریعہ اس کو نہ سمجھا

داش آورد ند در سنگ و عصا
انھوں نے پتھر اور لاٹھی میں عقل پیدا کر دی

---

[1] پس بدنداں۔ انسان میں اگر طاقت ہے تو انسں کو کمزوروں کی ایذا رسانی کے لئے نہ استعمال کرنا چاہیئے۔

[2] نیل۔ دریائے نیل میں یہ قوت تمیز جناب اللہ آئی تھی۔ آں یعنی حضرت موسیٰ۔ و آیں یعنی فرعون۔ وہ جمادات اللہ تعالیٰ کبھی جمادات کو عقلمند بنا دیتا ہے اور کبھی عقلمندوں کو بے عقل بنا دیتا ہے۔

[3] ابر۔ تمام کل جزو ہم ترتیب سے معروف عمل ہیں ہر یک۔ ہر چیز اس ترتیب سے کام کرتی ہے کہ اپنے مقررہ وقت سے۔ وہ تقدیم کرتی ہے نہ تاخیر کرتی ہے۔ چوں نکردی۔ اس بات کو جب انسان انبیاء کے ذریعہ نہیں پہچانتا ہے تو ذات تعالیٰ جمادات میں یہ سمجھ پیدا کر دیتا ہے۔

726

تا جمادات[1] دگر را بے لباس
تاکہ دوسرے جمادات کو بلاشبہ

چوں عصا و سنگ دانی از قیاس
قیاس سے لاٹھی اور پتھر کی طرح سمجھ لے

طاعتِ سنگ و عصا ظاہر شود
پتھر اور لاٹھی سے فرمانبرداری ظاہر ہو

وز جمادات دگر مخبر شود
تو وہ دوسرے جمادات کے بارے میں خبر ہوتا ہے

کز یزداں آگہیم و طائعیم
کہ ہم خدا سے واقف اور فرمانبردار ہیں

ما ہمہ بے اتفاقی ضائعیم
موافقت کے بغیر ہم سب تباہ ہیں

ہمچو آب نیل دانی وقتِ غرق
نیل کے پانی کی طرح سمجھ لے غرق کرتے وقت

کو میانِ ہر دو امت کرد فرق
کہ اس نے دونوں گروہوں میں فرق کیا

چوں زمیں کش دانش آمد وقت خسف
زمین کی طرح جس کو دھنسانے کے وقت علم آگیا

در حقِ قاروں کہ قہرش کرد نسف
قارون کے بارے میں کہ اسکے قہر نے اسکو پست کر دیا

چوں[2] قمر کہ امر بشنید و شتافت
چاند کی طرح کہ اس نے حکم سنا اور دوڑا

پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شگافت
پھر آسمان پر دو ٹکڑے ہو گیا اور شق ہو گیا

چوں ستوں نالید از ہجرِ نبیؐ
جس طرح ستون نبیؐ کے فراق میں رویا

باخبر گشتہ ازاں شیخ و صبی
جس سے بوڑھے اور بچے باخبر ہو گئے

چوں درخت و سنگ کاندر ہر مقام
جس طرح درخت اور پتھر نے ہر جگہ پر

مصطفیٰؐ را گفت ظاہر السلام
مصطفیٰؐ کو واضح طور پر سلام کیا

بحث کردنِ سنّی و فلسفی و جوابِ دہری کہ منکر الوہیت است

سنّی اور فلسفی کا بحث کرنا اور اس دہریہ کا جواب دینا جو خدا کا منکر ہے

وعالم را قدیم داند
اور عالم کو قدیم جانتا ہے

دہری یکے می گفت عالم حادث است
کہ ایک شخص کہتا تھا عالم نو پیدا ہے

فانی ست ایں چرخ و نقش ارث است
یہ آسمان فانی ہے اور اللہ (تعالیٰ) اس کا وارث ہے

فلسفی گفتہ کہ چوں دانی محدث؟
فلسفی نے کہا تو نے اسکے نو پیدا ہونیکو کیسے جانا؟

حادثی ابر چوں داند غیوث
بارشوں کو ابر کے حادث ہونے کا کیا علم؟

ذرۂ خود ہستی از انقلاب
تو اس (آفتاب) انقلاب کا ایک ذرہ (بھی) نہیں ہے

تو چہ میدانی حدوثِ آفتاب
تو سورج کے پیدا ہونے کو کیا جانے؟

---

[1] تا جمادات۔ لاٹھی اور پتھر پر قیاس کر کے سمجھ لو کہ دوسرے جمادات کو بھی اللہ تعالیٰ عقل عنایت فرما دیتا ہے۔
رباس۔ التباس۔ طاعت انکی نے حضرت موسیٰؑ کی اور پتھر نے آنحضورؐ کی اطاعت کی۔
ہر دو امت۔ یعنی حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی قوم۔ چوں زمیں۔ قارون کے بارے میں زمین میں دھسنا پیدا ہوا۔

[2] چوں قمر۔ آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔
ستون۔ اسطوانہ حنانہ آنحضورؐ کے فراق میں رویا والسلام۔
پتھروں اور درختوں سے آنحضورؐ کو سلام کرنے کا معجزہ ظاہر ہوا۔

[3] دہری۔ سنّی نے کہا کہ تمام عالم اللہ کی قدرت سے پیدا ہے۔
فلسفی نے کہا تو خود عالم کی پیداوار ہے، پیداوار کو اس کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے جس سے وہ پیدا ہوئی ہے۔
بارش ابر سے پیدا ہوتی ہے تو بارش ابر کے بارے میں کیا جان سکتی ہے۔ ذرہ ذرہ کو آفتاب کے حادث ہونے کا کیا علم ہو سکتا ہے۔

۶۲۶

کرمکے کاندر حدث باشد دفیں
وہ کیڑا جو غلاظت میں دفن ہے

کے بداند آخر و بدو زریں
وہ زمین کے انجام اور آغاز کو کیا جان سکتا ہے؟

این بتقلید از پدر بشنیدہ
تو نے یہ باپ سے تقلیداً سنا ہے

از حماقت اندریں پیچیدہ
بیوقوفی سے اس میں پھنسا ہوا ہے

چیست برہاں بر حدوثِ این بگو
یہ بتا! اس کے نو پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ورنہ خامش کن فزوں گوئی مجو
ورنہ چپ ہو جا، زیادہ باتیں نہ بنا

گفت دیدم اندریں بحرِ عمیق
اس نے کہا میں نے دیکھا اس گہرے سمندر میں

بحث می کردند روزے دو فریق
ایک روز دو فریق بحث کر رہے تھے

در جدال و در خصام و در شکوہ
لڑائی اور جھگڑے اور شور میں

گشتہ ہنگامہ بر آں دو کس گروہ
(اور) اس ہنگامے میں ان دونوں پر مجمع ہو گیا تھا

سوئے آں ہنگامہ گشتم من رواں
اس ہنگامے کی طرف میں بھی روانہ ہو گیا

تا بیابم اطلاع از حالِ شاں
تاکہ ان کی حالت سے باخبر ہو سکوں

من بسوئے جمع ہنگامہ شدم
میں ہنگامے کے مجمع کی جانب چلا گیا

اطلاع از حالِ ایشاں بستدم
(اور) ان کے حال کی معلومات حاصل کیں

آں یکے می گفت گردوں فانی ست
ایک کہتا تھا کہ آسمان فنا ہونے والا ہے

بے گمانے ایں بنا را بانی ست
بلاشبہ اس بنا کا کوئی بنانے والا ہے

وآں دگر گفت ایں قدیم و بے کیست
دوسرے نے کہا یہ قدیم اور بے کب سے ہے۔ کے بغیر ہے

نیستش بانی و بانی ویست
اس کو کوئی بنانیوالا نہیں ہے اور یا خود بنانیوالا ہے

گفت منکر کشتہ خلاق را
اس نے کہا تو پیدا کرنے والے کا منکر بن گیا

روز و شب آرندہ و رزاق را
دن اور رات کو لانے والے اور رزق دینے والے کا

گفت بے برہاں نخواہم من شنید
اس نے کہا میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

آنچہ گوئی آں بہ تقلیدے گزید
تو جو کچھ کہتا ہے تو نے تقلید میں اختیار کیا ہے

ہیں بیار حجت و برہاں کہ من
خبردار حجت اور دلیل لا کیونکہ میں

نشنوم بے حجت ایں را در زمن
اس کو زمانہ میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا

گفت حجت در درونِ جانم ست
اس نے کہا دلیل میری جان کے اندر ہے

در درونِ جاں نہاں برہانم ست
جان کے اندر میری دلیل چھپی ہوئی ہے

۱؎ کرمکے۔ گوبر میں جو کیڑا ہو اس کو زمانہ کی ابتدا اور انتہا کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ ایسے انسان کے باوا دادا سے عالم کے پیدا ہونے کی بات سن لی ہے اسی طرح بلا تحقیق اسکو اتنا چلا آتا ہے بیت۔ فلسفی نے کہا اگر اس مسئلہ میں کوئی دلیل ہے تو وہ بیان کر خواہ مخواہ زیادہ باتیں نہ کر۔ گفت بحثی نے کہا میں نے ایک روز دو فریق کو اس مسئلہ میں گفتگو کرتے سنا تھا۔ دونوں میں زور دار بحث ہو رہی تھی اور ایک مجمع ہو گیا تھا۔ سو میں بھی اس ہنگامے کو دیکھنے پہنچ گیا تھا۔

۲؎ من بسوئے میں بھی اس مجمع میں پہنچا تاکہ ان کی باتیں سنوں۔ اس کے ایک یہ کہتا تھا کہ اس عالم کا کوئی بنانے والا ہے لہٰذا یہ نو پیدا چیز ہے۔ دوسرا یہ کہتا تھا کہ عالم قدیم ہے اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے اگر ہے تو وہ خود اپنے آپ کو بنانے والا ہے۔ بے کیست یعنی عالم کے بارے میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کب سے ہے۔ گفت دوسرے نے کہا کہ تو پیدا کرنے والے اور رزق دینے والے کا منکر ہو گیا۔

۳؎ گفت بے برہان فلسفی نے کہا میں بغیر برہان کے کوئی بات نہ سنوں گا تو محض تقلیدی باتیں کر رہا ہے۔ گفت بحثی نے کہا حجت وہ ہے" یہ کہ خود انسان اپنے حالات پر غور کرے تو اس سے وجود باری

تو نمی بینی ہلال از ضعفِ چشم
آنکھ کی کمزوری سے تو چاند کو نہیں دیکھتا ہے

من ہمی بینم مکن بر من تو خشم
میں دیکھ رہا ہوں تو مجھ پر غصہ نہ کر

گفتگو بسیار گشت و خلق گیج
بات لمبی ہو گئی اور لوگ حیران ہو گئے

در سر و پایانِ ایں چرخِ بسیج
اس بالارادہ آسمان کی ابتدا اور انتہا میں

گفت یارا در دلم حجتے ست
اس نے کہا اے دوست میرے دل میں ایک دلیل ہے

بر حدوثِ آسمانم آیتے ست
جو آسمان کے نو پیدا ہونے کی نشانی ہے

من یقیں دانم نشانش آں بود
مجھے یقین ہے، اس کی علامت یہ ہے

مر یقیں داں را کہ در آتش رود
کہ یقین رکھنے والا آگ میں گئے

در زباں می ناید ایں حجت بداں
سمجھ لے یہ دلیل زبان پر نہیں آتی ہے

ہمچو حال و سرِ عشقِ عاشقاں
جیسے کہ عاشقوں کا حال اور راز

نیست پیدا سرِ گفت و گوئے من
میری گفتگو کا راز ظاہر نہیں ہے

جز کہ زردی و نزاری روئے من
سوائے میرے چہرے کی زردی اور لاغری کے

اشک چوں بر رُخ روانہ می رود
جب آنسو رخ پر بہتے ہیں

حجتِ حسن و جمالش می شود
اس کے حسن اور خوبصورتی کی دلیل ہوتے ہیں

گفت من اینہا ندانم حجتے
اس نے کہا میں اسکو ایسی دلیل نہیں سمجھتا ہوں

کہ بود در پیشِ عامہ آیتے
جو عوام کے سامنے علامت ہے

گر بیاری من کنم آنرا قبول
اگر وہ تو بیان کرے تو میں مان جاؤں گا

ورنہ کوتاہ کن حدیثِ عرض و طول
ورنہ لمبی چوڑی بات کو مختصر کر

گفت چوں قلبے و نقدے دم زنند
اس نے کہا جب کھوٹا اور کھرا دعویٰ کریں

کہ تو قلبی من نکویم وار جمند
کہ تو کھوٹا اور میں اچھا اور مبارک ہوں

ہست آتش امتحانِ آخریں
تو آخری آزمائش آگ ہے

کاندر آتش در فتند آں دو قریں
کہ دونوں ساتھی آگ میں گریں

عام و خاص از حالِ شاں عالم شوند
عام اور خواص اُن کے حال سے باخبر ہو جائینگے

از گمان و شک سوئے ایقاں روند
گمان اور شک سے یقین کیجانب چلے جائینگے

آب و آتش آمد اے جانِ امتحاں
اے دوست! پانی اور آگ آزمائش ہیں

نقدِ قلبے را کہ آں باشد نہاں
اس کھرے اور کھوٹے کیلئے جو پوشیدہ ہو

---

۱ تو نمی بینی: اس دلیل کی مثال پہلی رات کے چاند کی سی ہے جو اس کو نہ دیکھ سکے وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرے۔ گفتگو۔ ان دونوں میں بات اتنی بڑھی کہ لوگ عالم کے حادث ہونے نہ ہونے میں حیران ہو گئے۔

۲ گفت یارا: شیخ نے کہا اے دوست وہ ذوقی اور باطنی دلیل دنیا کے حادث ہونے پر مضبوط دلیل ہے۔ اور اس سے مجھے یقین حاصل ہے اور میرے سچے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں اور تو آگ میں کودیں جو سچا ہے وہ سالم رہے گا۔ در زباں۔ یہ دلیل قولی نہیں ہے عاشق کے عشق کو دلائل سے نہیں بلکہ اس کے آثار اور علامات سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ عاشق کے چہرے کی زردی اور آنسو دلیل ہوتے ہیں۔

۳ اشک۔ عاشق کے آنسو عشق اور معشوق کے حسن کی دلیل ہوتے ہیں۔ کہ جو۔ فلسفی نے کہا میں ایسی دلیل چاہتا ہوں جو عوام بھی سمجھ سکیں۔ شیخ نے کہا اگر کھرے کھوٹے میں بحث ہو تو آزمائش کی یہی صورت ہے کہ دونوں کو آگ میں تپایا جائے اس سے شکوک و شبہات رفع ہو جائینگے لہٰذا مجھے اور مجھے آگ میں داخل ہونا چاہئے جو سچا ہے وہ بچے گا۔

729

تا من[1] و تو ہر دو در آتش رویم
میں اور تو دونوں آگ میں کودیں

یا من و تو ہر دو در بحر اُفتیم
یا میں اور تو دونوں دریا میں کودیں

ہمچناں کردند و در آتش شدند
انھوں نے ایسا ہی کیا اور آگ میں چلے گئے

فلسفی را سوخت خاکستر بکرد
اس نے فلسفی کو جلا دیا راکھ بنا دیا

آں خدا گوینده مردِ مُدعی
وہ مرد مدعی خدا کا ماننے والا

آزموده بشنو ایں اعلام را
اس آزمائے ہوئے اعلان کو سن

کہ[2] نسوزید ست ایں نام از اجل
کہ موت سے یہ نام نہ جلا

صد ہزاراں رُوح شد دلدادۂ
لاکھوں روحیں دل دادہ ہیں

صد ہزاراں خلق را در بادیہ
جنگل میں لاکھوں انسانوں کا

صد ہزاراں زیں رہاں اندر قرآں
قرآن میں اس طرح کی لاکھوں باتیں (مذکور) ہیں

چوں[3] گرو بستند غالب شد صواب
جب انھوں نے بازی لگائی صحیح بات غالب آئی

فہم کردم کانکہ دم زد از سبق
میں سمجھ گیا کہ جس نے پہلے دعویٰ کیا

حجت منکر ہمارہ زرد رُو
منکر کی دلیل ہمیشہ شرمندہ ہے

حُجّتِ باقی حیراناں شویم
باقی حیران لوگوں کے لئے دلیل بن جائیں

کیں درِ دعویٰ من و تو کو مغیثم
کیونکہ میں نے اور تو نے دعوے کا دروازہ کھٹکھٹایا

ہر دو خود را بر تفِ آتش زدند
دونوں نے اپنے آپ کو آگ کے شعلوں میں ڈالدیا

مُتقی را ساخت تازہ تر بکرد
متقی کو سنبھالا، تر و تازہ کر دیا

رست و سوزید اندر آتش آں دعی
بچ گیا اور وہ جھوٹا آگ میں جل گیا

کوریِ افزوں روانِ خام را
جو کچی روحوں کے اندھے پن کو بڑھانے والا ہے

کیش مسمّیٰ صمد بودہ است و اجل
کیونکہ وہ نام والا صمد تھا اور جنگ تھا

در رہِ اُو سر بسر اُفتادہ
اس کے راستہ میں سر کے بل پڑی ہیں

سر گروہ و بے عصا را راویہ
سر گروہ (بننا) اور بے سہارے کیلئے سیراب کرنیوالا (بننا)

بر دریدہ پردہای منکراں
جنھوں نے منکروں کے پردے چاک کئے ہیں

در دوام معجزات و در جواب
معجزوں کے دوام اور جواب (کے بارے) میں

در حدوثِ چرخ پیر و زشت و خوب
آسمان کے نو پیدا ہونے میں، وہ کیا بات صحیح ہے

یک نشاں بر صدقِ ایں انکار کو
اسکے انکار کی سچائی پر ایک علامت بھی کہاں ہے؟

[1] تا من و تو۔ پانی سے بھی آزمائش ہو جائے گی تو اور میں سمندر میں کودیں جو سچا ہے وہ بچ جائے گا۔ چنانچہ دونوں آگ میں کودے، سچی بچ گیا فلسفی جل گیا۔ (ز)۔ وہ شخص جو جھوٹے نسب کا دعویٰ کرے۔

[2] کہ نسوزید۔ نیکوں کا نام موت بھی نہیں مٹا سکتی۔ کیونکہ نام والا صمد اور بزرگ ہوتا ہے۔ صد ہزاراں۔ ایسے بزرگوں کی لاکھوں روحیں دلدادہ ہوتی ہیں۔ صد ہزاراں۔ غالباً آنحضورؐ کے اس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ پانی بڑھا کر بہت سے پیاسوں کی جان بچائی تھی۔ (ز)۔ باہمی شرط لگانا۔

[3] چوں گرو۔ جب بھی مخالفین نے بازی لگائی تو انبیاء معجزوں کے ذریعہ جیتے ہیں۔ فہم۔ ان دلائل سے میں یہ سمجھا کہ عالم کو خدا پیدا کرنے والا سچا ہے۔

یک منارہ[1] در ثنائے منکراں
منکروں کی تعریف میں ایک منارہ (بھی)

کو دریں عالم کہ تا باشد عیاں
دنیا میں کہاں ہے؟ تاکہ بات واضح ہو

منبرے کو کہ در آنجا مخبرے
کوئی منبر کہاں ہے کہ اس پر کوئی خبر دینے والا

یاد آرد روزگارِ منکرے
منکر کے زمانے کو یاد کرے؟

روئے دینار و درم از نامِ شاں
دینار اور درہم کا رخ اُن کے نام سے

تا قیامت می دہد از حق نشاں
قیامت تک حق کا نشان دے گا

سکۂ شاہاں ہمی گردد دگر
بادشاہوں کا سکہ بدل جاتا ہے

سکۂ احمد بہ بیں تا مستقر[2]
احمدؐ کے سکے کو قیامت تک دیکھ

بر رُخِ نقرہ دیار روئے زرے
چاندی پر یا سونے پر

وانما بر سکہ نامِ منکرے
سکے پر کسی منکر کا نام دکھا

بر رُخِ سیم و زرے اندر جہاں
دنیا میں چاندی اور سونے پر

سکہ بنما بنامِ منکراں
منکروں کے نام کا سکہ دکھا

خود بگیر ایں معجزہ چوں آفتاب[3]
اس سورج جیسے معجزے کو لے

صد زبان و نامِ اُو اُم الکتاب
جو سو زبانوں والا ہے اور اُس کا نام قرآن ہے

زہرہ نے کس را کہ یک حرفے ازاں
کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس سے ایک حرف

یا بدُزد دیا فزاید در میاں
چُرائے یا درمیان میں بڑھائے

یارِ غالب شو کہ تا غالب شوی
غالب کا دوست بن تاکہ تو (بھی) غالب بنجائے

یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی
خبردار! اے گمراہ مغلوبوں کا یار نہ بن

حجتِ منکر ہمی آمد کہ من
منکر کی دلیل یہ ہوئی کہ میں

غیر ایں ظاہر نمی بینم وطن
اس ظاہر کے سوا میں اپنا وطن نہیں دیکھتا ہوں

ہیچ[4] نندیشد کہ ہر جا ظاہر ست
اس نے نہ سوچا کہ جہاں کہیں ظاہر ہے

آں ز حکمتہائے پنہاں مخبر ست
وہ پوشیدہ حکمتوں سے آگاہ کرنیوالا ہے

فائدہ ہر ظاہرے خود باطن ست
ہر ظاہر کا فائدہ خود پوشیدہ ہے

ہمچو نفع اندر دواہا کامن ست
جس طرح دواؤں کا فائدہ پوشیدہ ہے

ایں تفاوت حق نہاد اندر زماں
زمانہ میں یہ فرق اللہ (تعالیٰ) نے رکھا ہے

تا بدانند اہلِ عرفاں در جہاں
تاکہ اہلِ عرفان دنیا میں سمجھ لیں

---

[1] منارہ۔ وہ بلند جگہ جہاں علامت کے لئے آگ روشن کردیتے تھے۔ منبر۔ خبر دینے والا۔ نبوتی۔ سکوں پر انبیاء کا نام اُن کی سچائی کا نشان ہے۔ مستقر۔ دائم، ہمیشہ۔ منکر۔ یعنی منکر خدا۔

[2] خود۔ یعنی اگر سکوں پر نام قائم رہنے کے معاملہ میں منکر کی دلیلیں ہیں تو حضورؐ کا معجزہ قرآن ہے اس کو دیکھ لے۔ پھر تو قرآن میں ایک حرف کی بھی کمی زیادتی ممکن نہ ہوسکی۔ غالب۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ مغلوب۔ یعنی مخلوق۔

[3] حجت منکر۔ منکر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوئی کہ ظاہر عالم بتا رہا ہے کہ وہ خود بخود پیدا ہوگیا ہے۔ پیدا کرنے والا کہیں ظاہر نہیں ہے۔

[4] ہیچ۔ دلیل کی کمزوری یہ ہے کہ ظاہر کو سب کچھ سمجھ لیا گیا حالانکہ ظاہر باطن کی خاطر پیدا کیا جاتا ہے۔ فائدہ ظاہر مقصد نہیں ہے بلکہ ظاہر سے مقصود بھی باطن ہے دوا کا فائدہ دوا میں چھپا ہوا ہے اور وہ مقصود ہے۔

731

عُمرِ کرگس[1] سہ ہزار و پانصد ست — مرکبوتر را چہ باشد زاں بدست

گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار (سال) ہے — کبوتر کو اُس سے کیا ہاتھ آیا

می بمیرند از کبوتر صد ہزار — مرگِ کرگس می نہ بینند آشکار

لاکھوں کبوتر مرتے ہیں — گدھ کی موت کو نہیں دیکھ سکتے ہیں

جملہ پندارند کرگس باقیست — نے غلط کردند یک کس باقیست

سب یقین کرتے ہیں کہ گدھ باقی ہے — نہیں اُنھوں نے غلط کی ایک ذات باقی ہے

چونکہ ظاہر بیں شدند از جہلِ خویش — می نہ بینند از عمی نے پس نہ پیش

وہ چونکہ اپنی نادانی سے ظاہر بیں بنے — اندھے پن سے نہ آگا دیکھتے ہیں نہ پیچھا

می[2] نماند در جہاں یک تارِ مو — کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

دنیا میں ایک بال بھی (باقی) نہ رہے گا — سوائے اُس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونیوالی ہے

ہر چہ پیدا کرد بہر معنی ست — باطنش بنگر بریں ظاہر مایست

اُس نے جو کچھ پیدا کیا کسی حکمت کے لئے ہے — اُس کے باطن کو دیکھ ظاہر پر نہ ٹھہر

تفسیر آیۂ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا

تفسیر آیۂ کریمہ — آسمانوں اور زمین اور اُن دونوں میں جو کچھ ہے ہم نے نہیں پیدا

بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ۔ نیافرید شاں از بہر ہمیں کہ شما می بینید

کیا مگر حق کے ساتھ۔ اُن کو صرف اِسی لئے نہیں پیدا کیا جو کہ تم دیکھتے ہو

بلکہ بر معنیٰ و حکمتے باقیہ کہ شما نمی بینید آں را

بلکہ ایک معنی اور باقی رہنے والی حکمت کی بنا پر جسکو تم نہیں دیکھتے ہو

ہیچ نقاشے نگارد زیں نقش — بے امیدِ نفع بہر عین نقش

کوئی مصور نمونہ تصویر بناتا ہے — نفع کی اُمید کے بغیر محض تصویر کیلئے

بلکہ بہر میہمانان و کیاں[3] — کہ بفرجہ وا رہند از اندہاں

بلکہ مہمانوں اور بڑوں کے لئے — تاکہ مسرت کی وجہ سے غموں سے نجات پائیں

شادیِ بچگان و یادِ دوستاں — دوستانِ رفتہ را از نقش آں

بچوں کی خوشی یا دوستوں کی یاد کے لئے — گزرے ہوئے دوستوں کو اُن کی تصویر سے

ہیچ کوزہ گر کند کوزہ شتاب — بہر عینِ کوزہ نے از بہرِ آب

کوئی کمہار جلد سکورا بناتا ہے — محض سکورے کے لئے نہ کہ پانی کے لئے

[1] گرگس۔ مشہور ہے کہ گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار سال کی ہوتی ہے۔ یعنی اپنی عمر کی کوتاہی اور گدھ کی طویل عمر ہونے کی وجہ سے اُس کو قدیم مان لیتا ہے۔ چنانچہ سب کبوتر گدھ کو ہمیشہ رہنے والا سمجھتے ہیں حالانکہ باقی صرف خدا کی ذات ہے۔

[2] می نماند۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے، بس باقی ذاتِ خداوندی ہے۔ ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے کسی پوشیدہ حکمت کی وجہ سے کی ہے۔ بیچ۔ کوئی مصور تصویر برائے تصویر نہیں بناتا ہے بلکہ اُس کا اُس میں کوئی پوشیدہ مقصد ہوتا ہے۔

[3] بلکہ۔ مصور کا مقصد دوستوں اور بڑوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ شادی۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ بچہ دیکھ کر خوش ہو یا غائب دوستوں کی تصویر کو دیکھ کر دوست خوش ہوں۔ کوزہ۔ کمہار سکورا اِس لئے بناتا ہے کہ اُس میں بھر کر پانی پیا جائے۔

هیچ کاسہ[1] گر کند کاسہ تمام
کوئی پیالہ بنانے والا پیالہ مکمل کرتا ہے

بہرِ عینِ کاسنے بہرِ طعام
محض پیالہ کی خاطر، نہ کہ کھانے کے لئے!

هیچ خطاطے نوید خط بفن
کوئی خوشنویس ہنرمندی سے خط لکھتا ہے

بہرِ عینِ خط نہ بہرِ خواندن
محض خط کی خاطر، نہ کہ پڑھنے کے لئے!

نقشِ ظاہر بہرِ نقشِ غائب است
ظاہری نقش پوشیدہ نقش کے لئے ہے

واں برائے غائبِ دیگر بہ است
وہ کسی دوسرے غائب کے لئے بنا ہے

تا سوم چارم دہم بر می شمر
تیسرے چوتھے دسویں تک شمار کرے

ایں فوائد را بمقدارِ نظر
ان فوائد کو نظر کے اندازے کے مطابق

ہمچو[2] بازیہای شطرنج اے پسر
اے بیٹا! شطرنج کی بازیوں کی طرح

فائدہ ہر لعب در ثانی نگر
ہر چال کا فائدہ دوسری (چال) میں دیکھ

ایں نہادہ بہرِ آں لعبِ نہاں
اس نے اس کے لئے پوشیدہ چال چلی

واں برائے آن و آں بہرِ فلاں
وہ اس کے لئے اور وہ فلاں کے لئے

ہمچنیں دیدہ جہات اندر جہات
اسی طرح غرضوں میں غرضیں

در پے ہم تا رسی در بُرد و مات
پے در پے یہاں تک کہ تو بازی جیت لے

اوّل[3] از بہرِ دوم باشد چناں
پہلی (چال) دوسری کے لئے ایسی ہے جیسا کہ

کہ شدن بر پایہای نردباں
سیڑھی کے درجوں پر چڑھنا

واں دوم بہرِ سوم می داں تمام
دوسری کو تیسری کے لئے یقیناً سمجھ لے

تا رسی تو پایہ پایہ تا ببام
تاکہ تو سیڑھی بہ سیڑھی بالاخانہ تک پہنچ جائے

شہوتِ خوردن ز بہرِ آں منی
کھانے کی خواہش منی کے لئے ہے

واں منی از بہرِ نسل و روشنی
اور منی نسل اور روشنی کے لئے ہے

کُند بینش می نہ بیند غیرِ ایں
ناقص نظر اس کے سوا نہیں دیکھتی ہے

عقلِ او بے سیر چوں نبتِ زمیں
اس کی عقل زمین کی گھاس کی طرح سیر نہ ہو

نبت را چہ خواندہ چہ ناخواندہ
گھاس کا کیا بلایا ہوا کیا نہ بلایا ہوا

ہست پایِ او بگِل در ماندہ
اس کا پاؤں مٹی میں پھنسا ہے

---

[1] کاسہ۔ پیالہ اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس میں رکھ کر کھانا کھایا جائے۔ خطاطی۔ خطاط خطاطی کا کمال اس لئے دکھاتا ہے کہ اس کو لوگ خوشی سے پڑھیں نقش۔ نقشِ ظاہر معنی پر دلالت کرتا ہے وہ معنی کسی اور مقصود پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح دنیا میں سلسلۂ کام ہے اور عقل کے مطابق لوگ ادراک کرتے ہیں۔

[2] ہمچو۔ شطرنج میں جو چال چلی جاتی ہے اس سے مقصود یہی چال نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کی بنیاد پر جو اگلی چال چلنی ہے وہ مقصود ہوتی ہے۔ ہمچنیں۔ آخر تک کی چالیں پیش نظر رکھ کر چال چلی جاتی ہے اسی سے انسان بازی جیت لیتا ہے۔

[3] اوّل۔ پہلی چال دوسری چال کے لئے اسی طریقہ سے ذریعہ جیسے سیڑھی کے ڈنڈے پہلا ڈنڈا دوسرے ڈنڈے کا ذریعہ اور دوسرا تیسرے اور تیسرا چوتھے ڈنڈے کیلئے واسطہ ہے۔ شہوتِ خوردن۔ کھانے کی خواہش ہوتی ہے وہ ذریعہ بنتی ہے منی کی تولید کا اور منی کی تولید سبب بنتی ہے نسل کی بقا کا۔ کُند بینش۔ جو شخص کوتاہ نظر ہے وہ سمجھتا ہے کہ کھانے کا مقصد صرف کھانا ہے اور کچھ نہیں ہے ایسا کوتاہ نظر انسان گھاس کی طرح اپنی جگہ جما ہوا ہے، اس کے نزدیک مقصود اور غیر مقصود میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ نبت زمیں۔ زمین کی گھاس کو بلانا اور نہ بلانا یکساں ہے وہ کبھی نہیں چل سکتی ہے اس کے پاؤں مٹی میں پھنسے ہیں۔

گر سَرَش جُنبد بباد تیز رَو
اگر تیز چلنے والی ہوا سے اُس کا سر ہلے

تو بسر جُنبانیش غرّہ مشو
تو اُس کے سر ہلانے سے دھوکا نہ کھا

آں سَرش گوید سَمِعنَا یَا صَبَا
اُس کا سر کہتا ہے ہم نے بادِ صبا کی اطاعت کی

پایِ اُو گوید عَصَینَا خَلنَا
اُس کا پاؤں کہتا ہے ہم نے نافرمانی کی ہے ہمیں چھوڑ

چوں ندارد سَیر میراند چو عام
چونکہ چلنا نہیں جانتا ہے، عوام کی طرح چلتا ہے

بَر تَوَکّل می نہد چوں کور گام
اندھے کی طرح توکل پر قدم رکھتا ہے

بَر تَوَکّل تا چہ آید در نبرد
جنگ میں توکل سے کیا حاصل ہوتا ہے؟

چوں تَوَکّل کردنِ اصحابِ نرد
جیسا کہ چوسر باز کا توکل کرنا

واں نظرہائی کہ آں افسردہ نیست
وہ نگاہیں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں

جُز رَوِندہ جُز دَرِندہ پَردہ نیست
وہی چلنے والی، پردہ چاک کرنے والی ہیں

انچہ در دہ سال خواہد آمدن
جو کچھ دس سال میں آنے کا ہے

ایں زماں بیند بچشمِ خویشتن
وہ اِس وقت اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے

ہمچُنیں ہر کس باندازِ نظر
اسی طرح ہر شخص نظر کے اندازے کے مطابق

غیب و مستقبل بہ بیند خیر و شر
غائب اور آنے والے خیر و شر کو دیکھ لیتا ہے

چونکہ سَدِّ پیش و سَدِّ پس نماند
چونکہ آگے کی آڑ اور پیچھے کی آڑ نہیں رہی

شُد گزارہ چشم و لوحِ غیب خواند
وہ گذر جانے والی آنکھ بنگیا اور اُسنے غیب کی تختی

چوں نظر پس کرد تا بدِ وجود
جب اُس نے پیچھے نظر کی وجود کی ابتدا تک

آخر و آغازِ ہستی رُو نمود
وجود کا آخر اور آغاز رُونما ہو گیا

بحثِ اَملاک و زمیں با کبریا
خدا کے ساتھ ملکیتوں اور زمین کی بحث

دَر خلیفہ کردنِ بابایِ ما
ہمارے ابا جان کو خلیفہ بنانے میں

چوں نظر در پیش افگند او بدید
اُس نے جب نگاہ آگے ڈالی تو دیکھ لیا

انچہ خواہد بود تا محشر پدید
ہر اُس چیز کو جو حشر تک پیدا ہونے گی

پس ز پس می بیند او تا اصلِ اصل
پس، وہ پیچھے کی جانب اصل کی اصل تک دیکھتا ہے

پیش می بیند عیاں تا رو فصل
سامنے کی بھانت قیامت تک واضح طور پر دیکھ لیتا ہے

ہر کسے اندازۂ روشندلی
ہر شخص دل کے روشن ہونے کے اندازہ سے

غیب را بیند بقدرِ صیقلی
صیقل کے بقدر غیب کو دیکھتا ہے

۱؎ گر سَرَش۔ گھاس کھانے سے دھوکا نہ کھانا چاہیئے، وہ کھڑی کھڑی سر ہلا رہی ہے۔
آں سَرَش۔ بادِ صبا کی دعوت پر اُس کا سر ہلنا کہتا ہوں اُس کا پاؤں نافرمانی کرتا ہے۔
۲؎ بر توکل۔ اسباب کو ترک کر کے توکل اختیار کرنا غلط ہے، میدانِ جنگ اور شطرنج کی بازی میں جب تک اچھی چالیں نہ چلے گا کام نہ بنے گا۔ نظر ہی اولیاء کی نظریں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں وہ آفاق اور انفس کی سیر کرتی ہیں اور پردوں کو چاک کر دیتی ہیں دس سال میں ہونیوالے واقعات کو عالمِ مثال میں دیکھ لیتی ہیں اُن کے آگے پیچھے کی رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں اور اُن کی نظریں لوحِ غیب سے ہر خیر والے واقعات پڑھ لیتی ہیں۔
۳؎ چوں نظر۔ اُن بزرگوں کی نظریں ابتداءِ آفرینش کو بھی دیکھ لیتی ہیں اول میں حضرت آدمؑ کو خلیفہ بنانے کے بارے میں جو گفتگو کی اُسکو سُن لیتے ہیں۔ در پیش۔ آج تک جو واقعات ہونے والے ہیں آنکھ بھی یہ دیکھ لیتے ہیں غرضکہ ازل اور ابد کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے اور اُن کا علم اگرچہ علمِ خداوندی کیطرح محیط نہیں ہوتا لیکن حضرت حق آنکھ بہت سی

ہر کہ صیقل بیش کرد اُو بیش دید
جس نے زیادہ صیقل کی اُس نے زیادہ دیکھا

بیشتر آمد بر و صورت پدید
اُس پر صورتیں زیادہ ظاہر ہوئیں

گر تو گوئی کاں صفا فضلِ خداست
اگر تو کہے کہ وہ (دل کی) صفائی خدا کی دین ہے

نیز ایں توفیقِ صیقل زاں عطاست
نیز اِس صیقل کی توفیق اُس کی عطا ہے

قدرِ ہمت باشد آں جہد و دُعا
وہ کوشش اور دُعا ہمت کے اندازے سے ہے

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہ جس کی وہ کوشش کرے

واہبِ ہمت خداوندست و بس
ہمت کا عطا کرنے والا صرف خدا ہے

ہمتِ شاہی ندارد ہیچ خس
کوئی ناچیز (انسان) شاہی کی ہمت نہیں رکھتا ہے

نیست تخصیصِ خدا کس را بکار
اللہ (تعالیٰ) کا کسی کو کسی کام کے لئے مخصوص کرنا

مانعِ طوع و مُرادِ و اختیار
اطاعت اور مقصد اور اختیار کیلئے مانع نہیں ہے

لیک چوں رنجے دہد بد بخت را
لیکن جب وہ (اللہ تعالیٰ) کسی بدنصیب کو تکلیف

اُو بگزراند بکفراں رُخت را
تو وہ ناشکری کا راستہ اختیار کر لیتا ہے

نیک بختے را چو حق رنجے دہد
نیک بخت کو جب اللہ کسی تکلیف دیتا ہے

رُخت را نزدیک تر راہے نہد
وہ زیادہ نزدیک پڑاؤ کرتا ہے

بد دلاں از بیم جاں در کارزار
بزدلوں نے جنگ میں جان کے خوف سے

کردہ اَسباب ہزیمت ساختیا
پسپائی کے اَسباب اختیار کرلئے

پُردلاں در جنگ ہم از بیم جاں
بہادروں نے جنگ میں بھی جان کے خوف سے

حملہ کردہ سُوی صَفِّ دشمناں
دشمنوں کی صف پر حملہ کردیا

رستمانہ لا ترس و غم را پیش بُرد
بہادروں کو خوف اور غم نے آگے بڑھایا

ہم ز ترس آں بد دل اندر خویش مُرد
بزدل خوف سے خود بہ خود مرگیا

چوں محک آمد بلا و بیمِ جاں
جبکہ مصیبت اور جان کا خوف کسوٹی بنا

زاں پدید آمد شجاع از ہر جباں
اُس کی وجہ سے بہادر ہر بزدل سے عیاں ہوگیا

حاصل آں کز وسوسہ ہر سو گسیخت
خلاصہ یہ ہے کہ جو (شیطانی) وسوسے ہر جانب سے بھاگا ہوگیا

از قضا ہم در قضا باید گریخت
اسکو قضاء (خداوندی) سے قضاء کیجانب بھاگنا چاہئے

قضاءِ الٰہی سے بھاگتے ہیں تو انھوں نے فرمایا نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ اِلٰی قَدَرِ اللّٰہِ ہاں ہم قضاء الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں یعنی مصالح کی بنیاد پر جو راہ بھی اختیار کی جائیگی وہ بھی قضاءِ الٰہی ہے۔

ل۱ گر تو۔ اگر تو یہ خیال کرے کہ دل کی صفائی محض عطیہ خداوندی ہے انسان کی کوشش کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو یہ غلطی ہے انسان کوشش کرتا ہے تو دریائے رحمت جوش میں آکر عطیہ کردیتا ہے۔

ل۲ واہب۔ انسان کی کوشش اور مجاہدہ رحمت ہے اور ہمت دینے والا بھی خدا ہے ورنہ ناچیز انسان عرفانِ ذات کا ارادہ نہیں کرسکتا۔ ہمت تقدیر یا اختیار کے منافی نہیں ہے تقدیر کے ساتھ اختیار باقی ہے بدبخت اس اختیار کو غلط استعمال کرتا ہے اور مصیبت آنے پر کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے نیک بخت اس مصیبت پر آہ و زاری کے ذریعہ اور قرب حاصل کرلیتا ہے۔

ل۳ رستمان۔ بہادروں کے لئے خوف پیش قدمی کا سبب بنتا ہے اور بزدل خوف سے خود بخود مرجاتا ہے۔ چوں۔ بمعنی کہ خوف بہادر اور بزدل کی کسوٹی ہے۔ حاصل خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے تمام مقاصد میں شیطانی وسوسوں سے بچکر قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگنا چاہئے۔ ایک موقع پر جب حضرت عمرؓ نے طاعون کے خطرے سے سفر چھوڑ کر مدینہ کی طرف واپسی کی تو بعض صحابہؓ نے اعتراض کیا اور کہا کہ تَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ آپ

وحی کردن حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ اے موسیٰ من

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کرنا کہ اے موسیٰ میں جو کہ پیدا کرنے

کہ خالق اَم تُرا دوست دارم

والا ہوں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت موسیٰ را بوحیِ دل خدا — کاے گزیدہ دوست می دارم ترا

اللہ (تعالیٰ) نے دل کی وحی کے ذریعہ موسیٰ سے کہا — کہ اے برگزیدہ! میں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت چہ خصلت بود اے ذوالکرم — موجبِ آں تا من آں افزوں کنم

(حضرت موسیٰ نے) عرض کیا اے صاحب کرم! کونسی خاصیت ہو — اُس کا سبب، تاکہ میں اُس کو بڑھاؤں

گفت چوں طفلے بہ پیشِ والدہ — وقتِ قہرش دست ہم بر وے زدہ

فرمایا (تو)، ماں کے سامنے کے بچہ کی طرح ہے — جو اُس کے غصہ کے وقت (بھی) اُس سے چپٹا ہوا ہے

خود نہ داند کہ جز او دیّار ہست — ہم از و مخمور و ہم از اوست مست

وہ (بچہ) نہیں جانتا کہ گھر میں اُس (ماں) کے سوا کوئی — اُسی سے وہ مخمور ہے اور اُسی سے وہ مست ہے

مادرش گر سیلیے بر وے زند — ہم بمادر آید و بر وے تند

اگر اُس کی ماں اُس کے طمانچہ مارے — ماں کے پاس آتا ہے اُس کا پلّہ کاٹتا ہے

از کسے یاری نخواہد غیرِ او — اوست جملہ شرِّ او و خیرِ او

اُس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا — اُس کا اچھا بُرا سب کچھ وہی ہے

خاطرِ تو ہم زمادر خیر و شر — التفاتش نیست جاہائے دگر

بھلائی اور بُرائی میں تیری طبیعت بھی ہم ہے — اُس کی توجہ دوسری جگہوں پر نہیں ہے

غیرِ من پیشت چو سنگ است و کلوخ — گر صبی و گر جوان و گر شیوخ

میرے سوا تیرے لئے پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے — خواہ بچہ ہو اور خواہ جوان اور خواہ بوڑھے

ہمچناں کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ در حنیں — در بلا از غیرِ تو لَا نَسْتَعِیْن

جس طرح کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، رونے میں — مصیبت میں تیرے غیر سے ہم مدد نہیں چاہتے ہیں

ہست ایں اِیَّاکَ نَعْبُدُ حصرِ را — در لغت داں از پئے نفیِ ریا

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یہ حصر کیلئے ہے — عربی میں سمجھ لے، ریا کی نفی کے لئے ہے

ہست اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن ہم بہر حصر — حصر کردہ استعانت را و قصر

تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں، بھی حصر کے لئے ہے — جس سے مدد مانگنے کو (اللہ کی ذات کیساتھ) مخصوص کر دیا ہے

---

۵۱ وحی۔ اس قصہ کا مقصود یہ ہے کہ مومن کو خدا کے معاملہ میں ایسا ہی ہونا چاہیئے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ تھے۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔ گفت۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا میری کونسی خصلت و دستی کا سبب ہے وہ بتا دیجئے تاکہ میں اُس میں اور اضافہ کروں۔ طفلے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا تیرا میرے ساتھ وہی معاملہ ہے جو بچہ کا ماں کے ساتھ ہوتا ہے اگر ماں اُس کو مارتی ہے تو بھی وہ ماں ہی کو چپٹتا ہے کسی دوسرے کی طرف مدد کے لئے نہیں جاتا ہے۔ دیّار۔ گھر میں رہنے والا۔

۵۲ خاطر تو حضرت حق نے حضرت موسیٰ سے فرمایا تیرا مزاج بھی یہی ہے کہ ہماری جانب سے خیر ہو یا بظاہر شر تو میری ہی طرف متوجہ ہوتا ہے کسی دوسری جانب توجہ نہیں کرتا ہے۔ غیرِ من۔ میرے سوا تیرے لئے۔ ناقابل التفات ہے خواہ بچہ ہو یا جوان یا بوڑھا۔ صبی۔ بچہ۔ شیوخ۔ شیخ کی جمع ہے، بوڑھا۔

۵۳ اِیَّاکَ نَعْبُدُ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں عربی زبان میں عبادت کو اللہ تعالیٰ کیلئے منحصر کرنے کیلئے ہے یعنی دوسرے کی عبادت کرنا تو درکنار ہم عبادت میں ریاکاری کو بھی گوارا نہیں کرتے ہیں۔ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن۔ ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ بھی حصر کیلئے ہے اور مدد مانگنے کو اللہ تعالیٰ کیساتھ مخصوص کرنے کیلئے ہے۔

کہ[1] عبادت مر ترا آریم و بس — طمع یاری ہم ز تو داریم و بس
کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس — مدد کی امید بھی تجھی سے رکھتے ہیں اور بس

خشم کردن پادشاہ بر ندیم خود و شفاعت کردن شفیع مغضوب
بادشاہ کا اپنے مصاحب پر غصہ کرنا اور مجرم کی بادشاہ سے ایک سفارش کا سفارش کرنا

علیہ را واز پادشاہ درخواستن و قبول کردن پادشاہ درخواست و
اور بادشاہ کا سفارش اور درخواست کو قبول کرلینا اور مصاحب کا سفارش سے

شفاعت کردن شفیع را و رنجیدن ندیم از شفیع کہ چرا شفاعت کردی
رنجیدہ ہوجانا کہ تو نے سفارش کیوں کی؟

پادشاہے بر ندیمے خشم کرد — خواست تا از وے بر آرد دود و گرد
ایک بادشاہ نے ایک مصاحب پر عتاب کیا — چاہا کہ اس میں سے دھواں اور گرد نکالے

کرد شہ شمشیر بیروں از غلاف — تا زند بر وے جزای آں خلاف
بادشاہ نے نیام سے تلوار نکال لی — تاکہ اس خلاف کی سزا میں اس کو مارے

ہیچکس[2] را زہرہ نے تا دم زند — یا شفیعے بر شفاعت بر تند
کسی کی جرات نہ تھی کہ دم مارے — یا کوئی سفارشی سفارش پر آمادہ ہو

جز عماد الملک نامی از خواص — در شفاعت مصطفیٰ وارانہ خاص
سوائے عماد الملک نام والے کے جو خواص میں تھا — اور حضرت مصطفیٰؐ کی طرح سفارش میں مخصوص تھا

برجہید و زود در سجدہ فتاد — در زماں شہ تیغ قہر از کف نہاد
وہ اٹھا اور فوراً سجدہ میں گر گیا — بادشاہ نے فوراً غصہ کی تلوار ہاتھ سے رکھدی

گفت اگر دیوست من بخشیدمش — ور بلیسی کرد من پوشیدمش
اس بادشاہ نے کہا اگر وہ شیطان بھی ہو تو میں نے اسکو — اگرچہ اسنے شیطنت کی ہے میں نے اس کی پردہ پوشی کردی

چونکہ[3] آمد پای تو اندر میاں — راضیم گر کرد مجرم صد زیاں
چونکہ تیرا قدم بیچ میں آگیا ہے — میں راضی ہوں اگر مجرم نے سیکڑوں نقصان کئے ہیں

صد ہزاراں خشم را نم شکست — کہ ترا آں فضل و آں مقدار ہست
میں لاکھوں غصوں کو پی سکتا ہوں — کیونکہ تیری بزرگی اور رتبہ ایسا ہے

لابہ ات را ہیچ نتوانم شکست — زانکہ لابہ تو یقیں لابہ من ست
تیری خوشامد کو میں رد نہیں کرسکتا ہوں — کیونکہ تیری خوشامد خود میری خوشامد ہے

[1] کہ۔ دونوں جملوں کا مطلب یہ ہوا کہ ہم صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ نتیجہ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مصاحب کی عماد الملک نے شاہ کے معاملہ میں جو مدد کی وہ اس مصاحب کو ناگوار گذری یہی حالت ایک مومن کی خدا کے معاملہ میں ہونی چاہیئے ہر حکم مصاحب۔ لابہ۔ یعنی خوشامد کرے خلاف۔ یعنی اس کام کی سزا جو مصاحب نے شاہ کی مرضی کے خلاف کیا تھا۔

[2] ہیچکس۔ بادشاہ کے سامنے کسی کی ہمت نہ تھی کہ کسی مصاحب کی سفارش کرے۔

[3] چونکہ۔ عماد الملک جو بادشاہ کے خاص میں سے تھا وہ سفارش کے ساتھ اسی طرح مخصوص تھا جس طرح آنحضرتؐ حشر میں عام شفاعت کیلئے مخصوص ہونگے دزد زماں۔ بادشاہ نے عماد الملک کی سفارش پر فوراً تلوار ہاتھ سے رکھ دی گفت۔ بادشاہ نے کہا خواہ یہ مصاحب شیطان تھا اور اس نے شیطنت کی تھی میں نے اسکو معاف کردیا۔

736

گر[1] زمین و آسماں را برہم زدے
خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے

زانتقام ایں مُردِ بیروں نامدے
یہ شخص سزا سے نہ بچ سکتا

وَر شدے ذرّہ بذرّہ لابہ گر
اگر ذرہ ذرہ خوشامدی بنتا

اُو نبودے ایں زماں از تیغ سَر
وہ تلوار سے اسوقت سر نہ بچا سکتا

بر تو می نہیم منت اے کریم
اے شریف! میں تجھ پر احسان نہیں جتاتا ہوں

لیک شرحِ عزتِ تست آں ندیم
ہاں اے مصاحب! (یہ) تیری عزت کی تشریح ہے

ایں نکردی تو کہ من کردم یقیں
یہ (سفارش) تو نے نہیں کی یقیناً میں نے کی ہے

اے صفاتت در صفاتِ ما فنیں
اے وہ کہ تیری صفات ہماری صفات میں گم ہو گئی ہیں

تو درینِ مُستعملی نے عاملی
تو اس (سفارش) میں مستقل ہوا ہو تو کرنیوالا نہیں ہو

زانکہ محمولِ منی نے حاملی
کیونکہ تو میرا محمول ہے نہ کہ حامل

مَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ گشتہ[2]
تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا بنگیا ہے

خویشتن در موج چوں کف ہشتہ
تو نے اپنے آپ کو جھاگ کیطرح موج کے سپرد کر دیا ہے

لاشدی پہلوئے اِلّا خانہ گیر
تو لا بن گیا ' الا ' کے پہلو میں مقیم ہو گیا

اے عجب کہ ہم اَسیری ہم اَمیر
تعجب ہے کہ تو قیدی بھی ہے اور حاکم بھی

انچہ دادی تو ندادی شاہ داد
جو تو نے دیا تو نے نہیں دیا ' شاہ نے دیا ہے

اُوست بس وَاللہُ اَعلَم بالرشاد
بس وہی ہے اور خدا بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

وآں[3] نَدیمِ رستہ از زخم و بلا
وہ مصاحب ہلاکت اور مصیبت سے چھوٹ کر

زیں شفیع آزُردہ و برگشت از ولا
اس سفارش سے ناراض ہو گیا اور دوستی سے منہ موڑ

دوستی ببرید زاں مُخلص تمام
اس مخلص سے بالکل دوستی توڑ دی

رُو بحایط کرد تا نارد سلام
دیوار کی طرف کو منہ کر لیا تاکہ وہ سلام نہ کرے

زیں شفیعِ خویشتن بیگانہ شد
اپنے اس سفارشی سے بیگانہ بن گیا

زیں تعجب خلق در افسانہ شد
اس عجیب بات سے لوگ چہ میگوئیوں میں لگ گئے

---

[1] گر زمین۔ اگر تو سفارش نہ کرتا تو خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے میں کبھی معاف نہ کرتا۔ ترجمہ۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ میرا بیان تجھ پر احسان رکھنے کے لئے نہیں بلکہ تیرے مرتبہ اور عزت کی تشریح ہے۔ یہ سفارش تو نے نہیں کی بلکہ میں نے کی ہے کیونکہ تو اپنی صفات اور خواہشات کو میری صفات اور خواہشات میں فنا کر چکا ہے اس صورت میں تجھ پر احسان جتانے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ تو درین۔ جبکہ اصل سفارش میری جانب سے ہے تو تو محض ایک آلہ ہے استعمال کرنے والا تو میں ہوں میں نے تجھ پر سفارش لادی ہے تو نے خود اس بوجھ کو نہیں اٹھایا ہے۔

[2] مَا رَمَیتَ۔ آنحضورؐ نے جبکہ اپنی شخصیت کو ذاتِ باری میں فنا کر دیا تو جنگ بدر میں آنحضورؐ کا مٹھی بھر کنکریوں کو پھینکنا آنحضورؐ کیطرف منسوب نہ ہوا بلکہ خدا کی طرف منسوب ہوا اسی طرح جب تو اپنی صفات کو میری صفات میں گم کر چکا ہے تو سفارش کرنا تیری طرف منسوب نہ ہوگا۔ لاشدی۔ کلمہ طیبہ میں لا الٰہ میں غیر اللہ کی نفی ہے اور الا اللہ میں ذاتِ باری کا اثبات ہے تو اسی طرح تیرا میرے ساتھ معاملہ ہے۔ تو غیر کا انکار کر چکا ہے اور مجھ میں فنا ہو چکا ہے لہٰذا تو فانی بھی ہے اور باقی بھی۔

اور تو محکوم بھی ہے اور حاکم بھی۔ اُوست بس۔ وجودِ حقیقی صرف شاہ کا ہے تو تیرا وجود تیری طرف منسوب نہ ہوگا شاہ کیطرف منسوب ہوگا۔ ——— [3] وآں ندیم۔ عمادالملک کی سفارش سے نجات پا جانے کے بعد وہ مصاحب عمادالملک سے ناراض ہو گیا۔ زیں شفیع۔ جب وہ مصاحب عمادالملک سے ناراض ہو گیا تو لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کہنی شروع کر دیں کوئی اس کو پاگل کہتا کوئی اس کی تحسین کرتا اور لوگ کہتے کہ ایسے محسن کی تو خاک پا بننا چاہیے تھا نہ کہ ناراض ہونا۔

736

گر نہ مجنون ست یاری چون بُرید
اگر وہ پاگل نہیں ہے تو اُس نے دوستی کیوں توڑی؟

از کسے کہ جانِ اُورا وَا خرید
ایسے شخص سے جس نے اُس کی جان دوبارہ خریدی

وَاخرید ش آں دَم از گردن زدن
اُس وقت اُس نے اُس کو گردن کٹنے سے بچایا

خاک نعلِ پاش بایستے شدن
اُسکو تو اُس کے پاؤں کے جوتے کی خاک ہو جانا چاہیے

باز گونہ رفت و بیزاری گرفت
اُس نے اُلٹی چال چلی اور بیزاری اختیار کر لی

با چُنیں دلدار کیں داری گرفت
ایسے دوست سے کینہ وری شروع کر دی

بس[1] ملامت کرد اُورا ناصحے
اُس کو ایک نصیحت کرنیوالے نے بہت ملامت کی

کیں جفا چوں میکنی با مُصلحے
کہ ایسی نیکی کرنیوالے پر تو ظلم کیوں کرتا ہے!

جانِ تو بخرید آں دلدارِ خاص
اُس خاص دوست نے تیری جان خریدی

آں دَم از گردن زدن کرد ت خلاص
اُس وقت تجھے گردن کٹنے سے بچایا

گر جفا کردے نبایستے رَمید
اگر وہ ظلم (بھی) کرتا تجھے بھاگنا نہیں چاہیئے تھا

خاصہ نیکی کرد آں یارِ حمید
خصوصاً جبکہ اُس قابلِ تعریف دوست نے بھلائی کی ہے

گفت بہرِ شاہ مبذول ست جاں
اُس نے کہا جان بادشاہ کے لئے ہے

اُو چرا آید شفیع اندر میاں
وہ سفارشی بن کر بیچ میں کیوں آئے؟

بی[2] مَعَ اللہِ وقت بُود آندم مرا
اُسوقت مجھے بی مع اللہ وقت (کا مقام حاصل) تھا

لَا یَسَعُ فِیہِ نَبِیٌّ مُجتَبیٰ
جس میں کسی منتخب نبی کی (بھی) گنجائش نہیں ہے

من نخواہم رحمتے جُز رحمِ شاہ
میں بادشاہ کے رحم کے علاوہ کسی کے رحم کا خواہاں نہیں ہوں

من نخواہم غیرِ آں شہ را پناہ
میں اُس بادشاہ کے علاوہ کسی کی پناہ کا خواہاں نہیں ہوں

غیرِ[3] شہ را بہرِ آں لا کردہ ام
بادشاہ کے غیر کی میں نے اِسی لئے نفی کی ہے

کہ بسُوئے شہ تولا کردہ ام
کیونکہ میں نے بادشاہ سے دوستی کر لی ہے

گر ببُرد اُو بقہرِ خود سَرم
اگر وہ (شاہ) اپنے غصے سے میرا سر قلم کرے گا

شاہ بخشد شصت جانِ دیگرم
شاہ مجھے دوسری ساٹھ جانیں عطا کر دے گا

کارِ من سَر بازی و بیخویشی ست
میرا کام سر دینا اور اپنائیت چھوڑنا ہے

کارِ شاہنشاہِ ما سَر بخشی است
ہمارے شہنشاہ کا کام سر عطا کرنا ہے

فخر[4] آں سَر کہ کفِ شاہش بُرد
وہ سر قابلِ فخر ہے جس کو شاہ کا ہاتھ کاٹے

ننگ آں سَر کہ بغیرے سَر بُرد
وہ سر باعثِ ذلت ہے جو کسی غیر کے آگے جھکے

---

[1] بس ملامت کرد ایک ناصح نے کہا ایسی بھلائی کرنے والے سے تو کیوں خفا ہو گیا اُس نے تو تجھے قتل سے بچایا ہے۔ گر نہ تھا ایسا محسن اگر ظلم بھی کرے تو اسکو برداشت کرنا چاہیئے نہ کہ اُس کی بھلائی سے ناراض ہونا چاہیئے گفت۔ اُس مصاحب نے کہا کہ میری جان تو شاہ کے لئے ہے یہ بیچ میں آگے بھانجا لانا کون تھا۔

[2] بی مع اللہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ میرے لئے خدا کے ساتھ وہ وقت بھی ہوتا ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوتی نہ کسی مرسل نبی کی اُس مصاحب نے کہا کہ مجھے شاہِ وقت سے ایسا قرب حاصل تھا جیسا کہ آنحضورؐ کو جناب باری کا حاصل ہوتا تھا، لہٰذا عام الملک کی اُمیں گنجائش کہاں تھی۔

[3] غیرِ شہ۔ میں نے شاہ کے علاوہ سب کی نفی کر دی ہے اور صرف کی دوستی پر بھروسہ کیا ہے اب اُس کو اختیار ہے میرے ساتھ جو چاہے معاملہ کرے میں اُس کی رضا پر راضی ہوں۔

[4] فخر۔ جو سر شاہ کے ہاتھ سے کٹ جائے وہ باعثِ فخر ہے اور جو سر دوسرے کے سامنے جھکے وہ باعثِ ذلت ہے۔

739

شب[1] کہ شاہ از قہر در قیرش کشید — ننگ دارد از ہزاراں روز عید

وہ رات جس کو شاہ نے قہر سے تارکول میں ڈالا — عید کے ہزاروں دنوں سے وقت محسوس کرتی ہے

خود طوافِ آنکہ اُو شہ بیں بُود — فوقِ قہر و لطف و کفر و دیں بُود

جو شخص شاہ کا دیکھنے والا ہوتا ہے اس کا چکر کاٹنا — غصہ اور مہربانی اور کفر و دین سے بالاتر ہوتا ہے

زاں نیامد یک عبارت در بیاں — کہ نہانست و نہانست و نہاں

اس کو دنیا میں کوئی عبارت بیان نہیں کر سکتی ہے — کیونکہ وہ پوشیدہ ہے پوشیدہ ہے پوشیدہ

زانکہ ایں اسما و الفاظ حمید — از گلابہ[2] آدمی آمد پدید

اس لئے کہ یہ اسماء اور اچھے الفاظ — انسان کے جسم سے نکلے ہیں

علّم الاسماء بُد آدم را امام — لیک نے بُد در لباس عین و لام

علم الاسماء آدم کا امام تھا — لیکن عین اور لام کے لباس میں نہ تھا

چوں نہاد از آب و گل بر سر کلاہ — گشت آں اسمای جانی رُوسیاہ

جب اس نے پانی اور مٹی کی سر پر ٹوپی رکھی — وہ روحانی اسماء کالے پڑ گئے

کہ نقابِ حرف و دم در خود کشید — تا شود بر آب و گل معنی پدید

کیونکہ ان (اسماء) نے حروف اور آواز کا نقاب اوڑھا — تاکہ پانی اور مٹی پر معنی واضح ہو جائیں

گرچہ[3] از خشمِ شہم کردُ و خلاص — لیک ہم شہ شد مر احقا را مناص

اس نے اگرچہ مجھے بادشاہ کے غصہ سے چھڑایا — لیکن واقعۃً شاہ بچھو کے کاٹے کی جگہ بنا

گرچہ از یک وجہ منطق کاشف ست — لیک از دہ وجہ دیگر مکنف ست

گفتگو اگرچہ ایک جہت سے (حقیقت کی) ظاہر کرنے والی ہے — لیکن دس دوسری جہتوں سے چھپانے والی ہے

گفتنِ جبرئیل علیہ السلام خلیل علیہ السلام را کہ

(حضرت) جبرئیل علیہ السلام کا (حضرت ابراہیم) خلیل علیہ السلام سے کہنا کہ

هَلْ لَكَ حَاجَةٌ قَالَ بَلٰى اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا

تیری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن تجھ سے نہیں ہے

من خلیلِ وقتم و اُو جبرئیل — من نخواہم در بلا اُو را دلیل

میں اپنے زمانہ کا خلیل اللہ ہوں وہ (اس وقت) جبرئیل ہے — میں مصیبت میں اس کو راہنما بنانا نہیں چاہتا ہوں

اصل مقصود الفاظ سے نہیں سمجھا سکتا الفاظ اگرچہ ایک جہت سے مقصد کو واضح کرتے ہیں لیکن دس جہتوں سے اس میں اور ابہام پیدا کر دیتے ہیں۔ من خلیل۔ مصاحب نے کہا میرا اور بادشاہ کا وہی معاملہ تھا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اللہ تعالیٰ سے جس طرح خلیل اللہ نے حضرت جبرئیل کی مدد کو پسند نہ کیا مجھے بھی عماد الملک کی

[1] شب۔ جس رات کو شاہ کے غصہ نے کالا کیا ہو وہ عید کے ہزاروں دنوں سے افضل ہے۔ خود جس کو مشاہدۂ حق حاصل ہے اور وہ طوافِ حق کا طواف کرتا ہے اس کے لئے قہر و لطف میں یکساں لذت ہوتی ہے اور وہ کفر اور اس کی سزا سے بالاتر ہوتا ہے۔ دیں۔ یعنی کفر کی سزا یا یوم الدین یعنی یوم حشر کا غم۔ زاں۔ اس مقامِ مشاہدہ کو کسی عبارت کے ذریعہ تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ نہایت مخفی ہے، عبارتیں اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

[2] گلابہ۔ گل و آب یعنی جسم انسانی، مادی الفاظ اسی مقام کی تعبیرات سے قاصر ہیں۔ علّم الاسماء۔ اگرچہ اسماء اور الفاظ کی تعلیم من جانب اللہ اور حضرت آدمؑ کو کرائی گئی تھی لیکن وہ اسماء اس مادی حروف تہجی سے نہ بنے تھے۔ چوں۔ جب ان غیر مادی اسماء نے مادہ کا لباس پہنا تو انکی روحانیت ختم ہو گئی اور ان میں سیاہی پیدا ہو گئی۔ کہ نقاب۔ ان اسماء کو مادی لباس اس لئے پہنایا گیا تاکہ مادی انسان انکے معانی سمجھ سکیں۔

[3] گرچہ۔ اس مصاحب نے کہا اگرچہ عماد الملک نے بظاہر مجھے بادشاہ کے غصہ سے نجات دلائی لیکن میری اصل گزرگاہ خود شاہ ہے لہٰذا میں اس کا ممنونِ احسان نہیں ہوں۔ گرچہ۔ مصاحب نے کہا کہ میں اپنا

اُو ادب[1] ناموخت از جبریلؑ راد
اُس نے فرشتہ جبریلؑ سے ادب نہ سیکھا

کہ بپرسید از خلیلِ حق مُراد
کہ اُس نے خلیل اللہ سے حاجت پوچھی

کہ مُرادت ہست تا یاری کُنم
کہ تیری کوئی مراد ہے، تاکہ میں مدد کروں

وَرنہ بگریزم سُبکباری کُنم
ورنہ میں جاؤں بوجھ نہ بنوں

گفت ابراہیمؑ نے رَو از میاں
ابراہیمؑ نے کہا نہیں درمیان سے ہٹ جا

واسطہ زحمت بُود بعدُ العیاں
کیونکہ مشاہدہ کے بعد واسطہ تکلیف بنتا ہے

بہرِ ایں دنیاست مُرسَل رابطہ
اِس جہان کے لئے رسول رابطہ ہے

مُومناں را زانکہ ہست اُو واسطہ
مومنوں کے لئے، کیونکہ وہ واسطہ ہے

ہر دل ار سامع بُدے وحیِ نہاں
اگر ہر دل مخفی وحی کا سننے والا ہوتا

حَرف و صوتے کے بُدے اندر جہاں
تو دنیا میں حرف اور آواز کب ہوتے!

گرچہ[2] اُو محوِ حق ست و بے سَراست
اگرچہ وہ (جبریلؑ) اللہ تعالیٰ میں فنا اور بیخود ہو

لیک کارِ مَن ازاں نازُکتر است
لیکن میرا کام اُس سے زیادہ نازک ہے

کردۂ اُو کردۂ شاہ است لیک
اگرچہ اُس کا کام شاہ کا کام ہے لیکن

پیشِ چشمِ بدنمایندہ است نیک
لیکن میری نظروں میں بہت بدنما ہے

آنچہ[3] عینِ لُطف باشد بر عوام
جو عوام کے لئے عین مہربانی ہوتی ہے

قہر شد بر عشق کیشانِ کرام
شریف عاشقوں پر ظلم ہوتا ہے

بس بلا و رنج می باید کشید
بہت سی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتیں

عامہ را تا فرق را نتواند دید
عوام کو، تاکہ فرق کو دیکھ سکیں۔

کایں حروفِ واسطہ اے یارِ غار
اے یارِ غار! یہ واسطہ کے حروف

پیشِ واصل خار باشد خارِ خار
واصل (بحق) کیلئے کانٹا ہیں کانٹا ہی کانٹا

بس بلا و رنج بایست و وقوف
بہت سی بلائیں اور رنج (اور انہیں) ٹھکانا چاہئے

تا دَمد آں روحِ صافی از حروف
تاکہ وہ صاف روح حروف سے چمک اُٹھے

لیک بعضے زیں بلا کمتر شدند
لیکن بعض اِس بلا سے اور زیادہ بڑھے ہوگئے

باز بعضے صافی و برتر شدند
بعض صاف اور زیادہ بلند ہوگئے

---

[1] اُو ادب۔ عام لوگ کو جبریلؑ کے اِس فقرہ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے تھی کہ مراد حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں تھے تو حضرت جبریلؑ نے اگر مدد کرنی چاہی، حضرت ابراہیمؑ نے انکار کردیا اور فرمادیا مشاہدہ کے بعد وسائط کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ بہرایں دنیا۔ عام مومنین جو مشاہدہ سے محجوب ہیں اُن کے لئے رسول واسطہ ہوتے ہیں حضرت ابراہیمؑ خود مشاہدہ میں مستغرق تھے انکو جبریلؑ کا واسطہ ناگوار گذرا۔ ہر دل۔ ہر انسان میں۔ یا استعداد خیر کہ وہ وحی کو سن سکے اِسلئے کہ وحی کو بذریعہ حروف اور آواز سنایا گیا ہے اگر ہر سننے والے میں وحی کو سننے کی استعداد ہوتی تو پھر حرف اور آواز کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔

[2] گرچہ۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جبریلؑ کو فنائیت کا مقام حاصل ہے لیکن میرا مسئلہ اس سے بھی نازک ہے اِس میں کسی واسطہ کی گنجائش نہیں خواہ فنا فی اللہ ہی کیوں نہ ہو۔ کردہ۔ جبریلؑ کا کام مقام فنائیت کی وجہ سے خدا ہی کا کام ہے لیکن وہ اُس کام میں ماذون ہیں اللہ کیجانب سے مامور نہیں ہیں ورنہ وہ کہتے کہ میں خدا کے حکم سے مدد کیلئے آیا ہوں۔

[3] آنچہ۔ اسلوب کی مدد عوام کے لئے عین لطف خداوندی ہے لیکن عاشقانِ خدا کے لئے مناسب نہیں ہے مشہور

مقرر ہو حسنات الأبرار سیئات المقربین جو کام نیک لوگوں کے حسنات ہیں وہ کام بسا اوقات مقربین بارگاہ کے لئے گناہ شمار ہوتے ہیں۔ بس۔ اِس بات کو سمجھنے کیلئے ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے تب عوام سمجھ سکتے ہیں کہ مشاہدہ کے بعد رسمیاتی حروف اور واسطہ مناسب نہیں ہوتے بس بلا بہت سے مصائب جھیلنے کے بعد حروف کے زیر و بم اِس حقیقت کو سمجھا جاسکتا ہے۔ لیک۔ مصائب پر شکوہ ہو تو درجات بلند ہوتے ہیں۔

741

ہمچو آبِ نیل[1] آمد ایں بلا — سعد را آبست و خوں بر اشقیا

یہ بلا (دریائے) نیل کے پانی کی طرح ہے — جو نیک کے لئے پانی ہے اور بدبختوں کیلئے خون ہو

ہر کہ پایاں بیں تر اُو مسعود تر — چند تر اُو کار دکہ افزوں دید بر

جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہو زیادہ نیک بخت ہے — زیادہ محنت سے وہ بریگا جس نے پھل زیادہ دیکھا ہو

زانکہ داند کایں جہان کاشتن — ہست بہر محشر و برداشتن

کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ کھیتی کرلے کی دنیا — محشر کے لئے اور (پیداوار) حاصل کرنے کیلئے ہے

ہیچ[2] عقدے بہرِ عینِ خود نبود — بلکہ از بہرِ مقامِ رنج و سود

کوئی معاملہ بعینہ معاملہ کے لئے نہیں ہوتا ہے — بلکہ نفع اور فائدہ کے مقام کے لئے ہوتا ہے

ہیچ نبود منکرے گر بنگری — منکر یش بہرِ عینِ منکری

اگر تو دیکھے تو کوئی منکر نہیں ہوتا ہے — (کہ) اس کا انکار محض انکار کے لئے ہو

بل برائے قہرِ خصم اندر حسد — یا فزونی جستن و اظہارِ خود

بلکہ حسد میں دشمن کو مغلوب کرنے کیلئے ہوتا ہے — یا اپنے اظہار اور برتری کی جستجو کیلئے ہوتا ہے

واں[3] فزونی ہم پے طمعِ دگر — بے معانی چاشنی ندہد صُوَر

وہ برتری بھی کسی دوسرے لالچ میں ہوتی ہے — (محض) صورتیں بامعانی کے لطف نہیں پاتی ہیں

زاں ہمی پرسی چرا ایں میکنی — کہ صُوَر زیت است و معنی روشنی

اسی لئے تو دریافت کرتا ہے کہ، تو یہ کیوں کرتا ہے؟ — کیونکہ صورتیں تیل ہیں اور معنی روشنی ہیں

ورنہ ایں گفتن چرا از بہرِ چیست — چونکہ صورت بہرِ عینِ صورتیست

ورنہ یہ "کیوں" کہنا کاہے کے لئے ہے — جبکہ صورت محض صورت کے لئے ہے

ایں چرا گفتن سوال از فائدہ ست — جز برائے ایں چرا گفتن بد ست

یہ "کیوں" کہنا فائدہ کے بارے میں سوال ہو — اس کے سوا کیلئے "کیوں" کہنا برا ہے

چوں بُود فائدہ ایں خود ہمیں — ازچہ رُو فائدہ جوئی اے امیں

جبکہ یہ (فعل) خود فائدہ ہو — اے امین! تو فائدہ کیوں تلاش کرتا ہے؟

نیست حکمت کاں بُود بہرِ ہمیں — پس نقوشِ آسماں و اہلِ زمیں

(اس میں کوئی) حکمت نہیں ہوتی کہ وہ صورتیں محض صورتوں کیلئے ہوں — تو آسمان اور زمین والوں کی صورتیں

---

[1] آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی قبطیوں کی تباہی اور سبطیوں کی نجات کا سبب بنا تھا۔ جو اس مصائب کے عواقب و نتائج پر نظر رکھے گا وہ ساتھ حاصل کرے گا جو کھیتی کی غرض پیداوار کو دیکھے گا وہ کھیتی میں محنت کرے گا۔ تو اگر انجام میں سمجھتا ہے کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے جو یہاں بوئیگا وہاں کاٹے گا۔

[2] ہیچ مقصدے جس طرح دنیا خود مقصود نہیں بلکہ آخرت کا ذریعہ ہے اسی طرح کوئی بھی معاملہ صرف معاملہ کیلئے نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا مقصد نفع اور فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ منکر۔ کوئی شخص کسی حقیقت کا انکار محض انکار کے لئے نہیں کرتا بلکہ اسکے پیش نظر بالمقابل کی مغلوبیت اور اپنی فوقیت ہوتی ہے۔

[3] واں فزونی۔ برتری بھی انسان کا خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ اور نتائج مقصود ہوتے ہیں۔ صُوَر۔ یعنی کام کی محض صورت اس وقت لذت بخش ہوتی ہے جبکہ اس میں کوئی مقصد مضمر ہو۔ چرا ہیں کیوں۔ کام کرنے والے سے لوگ پوچھتے ہیں تو کیوں کام کرتا ہے تو ان کا مقصد اس کے اصلی مقصود کو دریافت کرنا ہوتا ہے۔ کہ صُوَر معاملوں کی ظاہری صورت کی مثال تیل کی سی ہے اور اصل مقصود کی مثال تیل سے پیدا ہونے والی روشنی ہے۔

ورنہ۔ اگر ہر معاملہ کی ظاہری صورت مقصود ہوتی تو کیوں کا سوال نہ کیا جاتا۔ پس۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ معاملہ کی محض صورت مقصود نہیں ہے تو اب سمجھ کہ آسمان اور دنیا کے پیدا کرنے سے ان کی صورت مقصود نہیں ہے بلکہ ان کی پیدائش میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

762

گر حکیمے نیست ایں ترتیب چیست
اگر وہ (خالق) صاحب حکمت نہیں ہے تو یہ کائنات کی ترتیب

ور حکیمے ہست چوں فعلش تہی ست
اور اگر وہ حکمت والا ہے تو اس کا فعل حکمت سے کب خالی ہے

کس نسازد نقش گرما بہ خضاب
کون شخص حمام کی تصویر کو رنگین نہیں بناتا ہے

جز پئے قصدِ صواب و ناصواب
کسی مقصد کے لیے خواہ وہ مقصد درست ہو یا درست نہ ہو

ہر چہ بینی در جہاں از آیتے
دنیا میں تو جو بھی کوئی نشانی دیکھے گا

ہست بہرِ معنیی و حکمتے
وہ کسی معنی اور حکمت کے لئے ہے

مطالبت کردنِ موسیٰؑ از حضرتِ عزت کہ لِمَ خلقت خلقا

حضرت موسیٰ کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا کہ تو کیوں ایک مخلوق کو پیدا کرتا ہے

فاھلکتہ و احترقتہ و جواب آمدن از حضرتِ عزت

پھر تو اس کو اللہ تباہ کر دیتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب آنا

گفت موسیٰ اے خداوندِ حساب
(حضرت) موسیٰؑ نے عرض کیا اے حساب کے مالک،

نقش کردی باز چوں کردی خراب
تو نے صورت بنائی پھر اس کو کیوں تباہ کیا؟

نر و مادہ نقش کردی جانفزا
تو نے حسین نر اور مادہ بنائے

وانگہے ویراں کنی ایں را چرا
پھر تو ویران کر دیتا ہے یہ کیوں ہے؟

گفت حق دانم کہ ایں پرسش ترا
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تیرا یہ سوال

نیست از انکار و غفلت وز ہوا
انکار اور غفلت اور نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ تادیب و عقابت کردمے
ورنہ تجھے سزا دیتا اور غصہ کرتا

بہرِ ایں پرسش ترا آزردمے
اس سوال پر تجھے تکلیف پہنچاتا

لیک می خواہی کہ در افعالِ ما
لیکن تو چاہتا ہے کہ ہمارے کاموں میں

باز جوئی حکمت و سرِ قضا
حکمت اور فیصلہ کا راز معلوم کرے

تا ازاں واقف کنی مرعام را
تاکہ تو اس سے عوام کو باخبر کرے

پختہ گردانی بدیں ہر خام را
اس سے ہر کچے کو پکا بنائے

قاصداً سائل شدی در کاشفی
وضاحت کے لئے تو قصداً سائل بنا ہے

بہرِ عامہ ارچہ تو زاں واقفی
عوام کے لئے، اگرچہ تو اس سے واقف ہو

زانکہ نیم علم آمد ایں سوال
یہ سوال نصف علم ہے

ہر برونے را نباشد ایں مجال
ہر باہری شخص کی یہ مجال نہیں ہے

لہ گر حکیمے: حکمت مآل کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا آسمان اور دنیا کا پیدا کرنے والا حکیم ہے کائنات کا نظام اور ترتیب یہ بتاتی ہے۔ کہ حمام میں جو تصویریں بنائی جاتی ہیں ان کا بھی کوئی مقصد ہے خواہ صحیح ہو یا غلط ہر چیز دنیا میں ہر چیز کے پیدا کرنے میں حکمت مضمر ہے۔

لہ مطالبت۔ اس قصہ کا مقصد مخلوقات میں حکمت الٰہی کا بیان کرنا ہے۔ گفت حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے خدا تو انسانوں کو پیدا کرتا ہے پھر اور دیتا ہے اس میں کیا حکمت ہے۔ خداوند حساب۔ یعنی یوم حساب کے مالک۔

لہ گفت حق۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا چونکہ تیرا یہ سوال انکار اور غفلت پر مبنی نہیں ہے اس لئے میں درگذر کرتا ہوں ورنہ سزا دیتا تو اسلئے معلوم کرنا چاہتا ہے تاکہ عام کو ہماری حکمتوں سے آگاہ کر دے ورنہ تجھے مخلوق کے پیدا کرنے میں ہماری حکمتیں معلوم ہیں۔ تو لاعلمی سوال علم کے منافی نہیں ہے بلکہ مشہور ہے السؤال نصف العلم یعنی کسی چیز کے بارے میں دریافت کرنا اس چیز کا آدھا علم ہے حضرت موسیٰ حکمتوں سے واقف تھے۔

763

ہم[1] سوال از علم خیزد ہم جواب
سوال بھی اور جواب بھی علم سے پیدا ہوتا ہے

ہم ضلال از علم خیزد ہم ہدے
گمراہی بھی علم سے پیدا ہوتی ہے اور ہدایت بھی

ز آشنائی خیزد ایں بغض و ولا
یہ بغض اور دوستی تعارف سے پیدا ہوتی ہے

مستفید[2] اعجمی شد آں کلیم
وہ کلیم (اللہ) ناواقف کو فائدہ حاصل کرنیوالا جانیوالے بنے

ما ہم از وے اعجمی سازیم خویش
ہم بھی اپنے آپ کو اس سے ناواقف بناتے ہیں

خر فروشاں خصم یکدیگر شدند
گدھا بیچنے والے ایک دوسرے کے مقابل بنے

پس بفرمودش خدائے ذوالجلال
پھر اُن سے خدا نے فرمایا اے عقلمندا

موسیا[3] تخمے بکار اندر زمیں
اے موسیٰ! زمین میں بیج بودے

چونکہ موسیٰ کشت شد کشتش تمام
جب حضرت موسیٰ نے کھیتی بوئی اُنکی کھیتی پوری ہوگئی

داس بگرفت و مر آں را می برید
انھوں نے درانتی لی اور اُس کو کاٹ لیا

کہ چرا کشتے کنی ویروری
کہ تو کیوں بوتا ہے اور برورش کرتا ہے؟

گفت یارب زاں کنم ویران و پست
(موسیٰ نے) عرض کیا اے خدا! میں کھیت کو ویران

ہمچنانکہ خار و گل از خاک و آب
جس طرح مٹی اور پانی سے کانٹا اور پھول

ہمچنانکہ تلخ و شیریں از نَدے
جیسا کہ ثری سے تلخ اور شیریں

وز غذائے خوش بود سقم و شفا
بیماری اور شفا اچھی غذا سے (پیدا) ہوتی ہے

تا عجمیاں را کند زیں سر علیم
تاکہ ناواقفوں کو اس راز سے باخبر کریں

پاسخش آریم چوں بیگانہ پیش
بیگانوں کی طرح اُس کا جواب پیش کرتے ہیں

تا کلیدِ قفلِ آں عقدہ آمدند
یہاں تک کہ اُس مسئلہ کے قفل کیلئے کنجی بنگئے

چوں بپرسیدی بیا بشنو جواب
جبکہ تو نے سوال کیا ہے، آ جواب سُن

تا کہ تو خود وا دہی انصافِ ایں
تاکہ تو خود اس کا انصاف کرلے

خوشہایش یافت خوبی و نظام
اُسکے خوشوں نے اچھائی اور عمدگی حاصل کرلی

پس ندا از غیب در گوشش رسید
تو اُن کے کان میں غیب سے آواز آئی

چوں کمالے یافت آں را می بُری
جب وہ مکمل ہوجاتی ہے تو اسکو کاٹتا ہے

کہ درینجا دانہ ہست و کاہ ہست
کہ اس میں دانہ بھی ہے اور بھوسا بھی ہے

---

[1] ہم سوال۔ کسی چیز کا علم ہوجانے کے بعد ہی اُس کے بارے میں سوال و جواب ہوسکتا ہے یہ دونوں متضاد باتیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ مٹی سے پھول بھی اُگتا ہے اور کانٹا بھی۔ ہم ضلال۔ علم ہی گمراہی اور ہدایت کا سبب بنتا ہے جیسا کہ نمی اور تری ہی پھل میں تلخی بھی پیدا کرتی ہے اور شیرینی بھی، ملاقات اور تعارف سے دشمنی اور دوستی پیدا ہوتی ہے اور غذا سے بیماری اور صحت پیدا ہوتی ہے۔

[2] مستفید۔ حضرت حق نے فرمایا کہ موسیٰ ناواقفوں کو حکمتوں سے واقف کرنا چاہتا ہے اس لئے تجاہل عارفانہ برت رہا ہے ہم بھی اس کے علم سے انجان بن کر اُس کو جواب دیتے ہیں۔ خر فروشاں۔ دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ تجاہل برت کر مسائل کو حل کر لیتے ہیں گدھا بیچنے والے آپس میں فرضی طور پر ایسی باتیں شروع کردیتے ہیں کہ گاہک گدھا خرید لیتا ہے۔

[3] موسیا۔ حضرت موسیٰ کو جواب دینے سے قبل حضرت حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے وہ عمل کرایا جس میں خود جواب پوشیدہ تھا تاکہ جواب اچھی طرح اُن کی سمجھ میں آجائے حضرت موسیٰ سے کہا کہ تم کھیتی بودو اور جب کھیتی تیار ہوگئی تو انھوں نے اس کھیتی کو کاٹ ڈالا۔ کہ چرا۔ اللہ تعالیٰ نے

حضرت موسیٰ سے دریافت کیا کہ تم نے خود کھیتی بوئی اور پھر اب اُس کو کیوں کاٹ ڈالا۔ گفت۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ کھیتی کے پکنے پر اس میں دانہ اور بھوسا تھا اور دونوں کو ملا جُلا رہنا مناسب نہ تھا حکمت کا تقاضہ یہی تھا کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ کردیا جائے۔

دانہ لایق نیست در انبارِ کاہ — کاہ در انبارِ گندم ہم تباہ

دانہ کا بھوسے کے انبار میں رہنا مناسب نہیں ہے — بھوسا بھی گیہوں کے ڈھیر میں برباد ہوتا ہے

نیست حکمت ایں دو را آمیختن — فرق واجب می کند در بیختن

ان دونوں کو ملائے رکھنا دانائی نہیں ہے — وہ (دانائی) چھاننے میں جدا کر دینا ضروری بناتی ہے

گفت[1] ایں دانش تو از کہ یافتی — کہ بدانش بیدرے برساختی

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ یہ سمجھ تو نے کس سے حاصل کی؟ — کہ عقل کی وجہ سے تو نے کھلیان بنایا

گفت تمییز م تو دادی اے خدا — گفت پس تمییز چوں نبود مرا

(حضرت موسیٰؑ نے) عرض کیا اے خدا تو نے مجھے سمجھ عطا کی — (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو پھر مجھ میں سمجھ کیوں نہ ہوگی؟

در خلائق روحہائے پاک ہست — روحہائے تیرہ و گلناک ہست

مخلوق میں پاک روحیں ہیں — کالی اور مٹی میں سنی ہوئی روحیں ہیں

ایں[2] صد فہا نیست در یک مرتبہ — در یکے دُرست و در دیگر شبہ

یہ سیپیاں ایک طرح کی نہیں ہیں — ایک میں موتی ہے دوسری میں پوتھ ہے

واجب[3] ست اظہارِ ایں نیک و تباہ — ہمچناں کاظہارِ گندم از کاہ

نیک اور برباد کا واضح کرنا ضروری ہے — جس طرح گیہوں کا بھوسے سے الگ کرنا

بہر اظہار ست ایں خلقِ جہاں — تا نماند گنجِ حکمتہا نہاں

دنیا کا پیدا کرنا ظاہر کرنے کے لئے ہے — تاکہ حکمتوں کا خزانہ پوشیدہ نہ رہے

کُنتُ[4] کنزاً گفت خفیاً شنو — جوہرِ خود گم مکن اظہار شو

سن (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں چھپا ہوا خزانہ تھا — تو اپنے جوہر کو برباد نہ کر اس کو ظاہر کر

بیانِ آنکہ روحِ حیوانی و عقلِ جزوی و وہم و خیال بر مثالِ دو غند

اس کا بیان کہ حیوانی روح اور جزوی عقل اور وہم اور خیال چھاچھ جیسے ہیں

در روحِ وحی کہ باقی ست دریں دوغ ہمچوں روغنِ پنہاں

اور وحی کی روح جو باقی رہنے والی ہے اس چھاچھ میں پوشیدہ گھی کی طرح ہے

جوہرِ صدقت خفی شد در دروغ — ہمچو طعمِ روغن اندر طعمِ دوغ

تیری سچائی کا جوہر جھوٹ میں چھپ گیا — جس طرح گھی کا مزا چھاچھ کے مزے میں

---

[1] گفت۔ حضرت حق نے فرمایا کہ یہ عقل تم نے کہاں سے حاصل کی حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ دانش اور عقل آپ کی عطا کردہ ہے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دانش پھر مجھ میں کیوں نہ ہوگی۔ در خلائق۔ اب اللہ تعالیٰ نے اصل جواب دیا کہ انسانوں کی روحیں دو قسم کی ہیں، ایک پاک ایک ناپاک۔

[2] ایں صد فہا۔ سب انسانی جسم ایک رتبہ کے نہیں ہیں، کسی جسم میں موتی جیسی روح ہے کسی جسم میں کنج کے پوتھ کی طرح ہے۔

[3] واجب۔ ان روحوں کو بھی اسی طرح ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینا مناسب ہے جس طرح گیہوں کو بھوسے سے تاکہ نیک روحیں جنت میں چلی جائیں اور بری روحیں دوزخ میں۔ بہر اظہار۔ یہ سب حکمت بنانے کی تھی، پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ہماری صفات کا اظہار ہو جائے۔

[4] کُنتُ۔ حدیث قدسی ہے کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا، مخلوقات مظہر صفات خداوندی ہے۔ جوہرِ خود۔ انسان کے جسم میں جو موتی ہے اس کو ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ بیان۔ مولانا ارشاد مضمون میں اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ روح جسم میں اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح مکھن چھاچھ میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ دروغ۔ جھوٹ یعنی جسم خاکی۔ دوغ۔ چھاچھ۔

۶۹۵

آں دروغت ایں تنِ فانی بُود
وہ تیرا جھوٹ، یہ فنا ہونے والا جسم ہے

راستست[1] آں جانِ ربانی بُود
تیری سچائی، خدائی روح ہے

سالہا ایں دوغِ تن پیدا و فاش
برسوں یہ جسم کی چھاچھ ظاہر اور کھل رہتی ہے

روغنِ جاں اندر و فانی دلاش
روح کا روغن اس میں فنا اور معدوم ہوتا ہے

تا فرستد حق رسولِ بندہ
یہانتک کہ اللہ (تعالیٰ) کسی رسول بندہ کو بھیجتا ہے

دُوغ را در خمرہ جُنبانندہ
چھاچھ کو مشکی میں ہلونے والے کو

تا بجُنباند بہنجار و بفن
یہانتک کہ وہ طریقے اور تدبیر سے ہلوئے

تا بدانم من کہ پنہاں بُود من
تاکہ میں جان لوں کہ شہد پوشیدہ تھا

یا کلامِ بندۂ کاں جُزوِ اوست
یا اس بندہ کا کلام جو اس (نبی) کا جزو ہے

در رود در گوش آنکو وحی جوست
اس کان میں پہنچے جو وحی کا طالب ہے

اُذُن[2] مُومن وحیِ ما را واعی است
مومن کا کان ہماری وحی کی حفاظت کرنیوالا ہے

آنچناں است آنچناں گوشے قرینِ داعی است
ایسا کان نبی کا ساتھی ہوتا ہے

آنچناں کہ گوشِ طفل از گفتِ مام
جیسے کہ بچہ کا کان ماں کی باتوں سے

پُر شود ناطق شود او در کلام
بھرتا ہے تو وہ بات چیت میں بول پڑتا ہے

ور نباشد طفل را گوشِ رشد
اگر بچہ کے صحیح کان نہ ہو

گفتِ مادر نشنود گنگے شود
وہ ماں کی بات نہیں سنتا گونگا ہو جاتا ہے

دائما ہر کرا اصلے گنگ بُود
اصل بہرا ہمیشہ گونگا ہوتا ہے

ناطق آں کس شد کہ از مادر شنود
بولنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو ماں (بات) سنتا ہے

وانکہ[3] گوشِ کر و گنگ از آفتست
وہ شخص جو بہرا اور گونگا ہے کسی آفت کیوجہ سے

زانکہ در گوشش رسیدہ علتست
کیونکہ اسکے کان میں کوئی بیماری پیدا ہوگئی ہے

کہ پذیرائی دم و تعلیم نیست
جو آواز اور تعلیم کو قبول کرنیوالی نہیں ہے

لاجرم مر نطق را تسلیم نیست
(تو) لامحالہ وہ بولنے کے قابل نہیں ہے

آنکہ بے تعلیم بُد ناطق خداست
جو بغیر تعلیم کے بولنے والا ہے وہ خدا ہے

کہ صفاتِ اُو ز علتہا جُداست
کیونکہ اسکی صفات علتوں سے پاک ہیں

یا چو آدم کردہ تلقینش خُدا
یا آدم[4] جیسا جس کو خدا نے پڑھایا

بے حجاب مادر و دایہ وُرا
اس کی ماں اور دایہ کے واسطہ کے بغیر

---

[1] راستست۔ سچ یعنی روح۔ سالہا۔ کافی وقت ایسا گذرتا ہے جس میں روغ جسم میں گم رہتی ہے۔ آش۔ لاشی معدوم۔ تا فرستد۔ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتے ہیں تاکہ وہ جسم کی چھاچھ کو بلو کر روح کا مکھن اس سے نکالیں۔ خمرہ۔ چھوٹی مشکی۔ سنی۔ اس کا مرجع مختلف شارحوں نے مختلف کیا ہے ہم نے شہد سے کیا ہے اس سے مراد روح ہے۔ یا کلام۔ روح کی تربیت رسول کرتے ہیں یا وہ لوگ کرتے ہیں جو رسولوں کیلئے بمنزلہ جزو کے ہوتے ہیں۔

[2] اذن۔ قرآن پاک میں ہے وتعیہا اذن واعیۃ اور کان وحی کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ کرلیتے ہیں۔ واعی یعنی رسول یا وہ شخص جو ان کا جزو ہے ام۔ ماں یعنی بچہ ماں کی بات کو سنتا ہے اور پھر خود بولنے لگتا ہے۔ ور نباشد۔ جس بچہ کے کان میں سننے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ گونگا ہو جاتا ہے۔ دائما۔ عموماً بہرا گونگا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ماں کی بات نہیں سن پاتا۔

[3] وانکہ۔ جو بچہ بہرا اور گونگا ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اسکے کان میں کوئی بیماری ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ ماں کی بات نہیں سنتا ہے۔ تسلیم۔ قابل۔ آنکہ۔ مخلوقات سن کر بولنے پر ماں کی تعلیم سے قادر ہوتی ہے بغیر تعلیم کے بولنے والی صرف ذات خداوندی ہے۔

[4] یا آدم۔ جیسے حضرت آدم کے ماں باپ نہ تھے انکو خدا نے علم دیا۔

یا مسیحے[1] کو بہ تعلیمِ وَدود
یا مسیح کہ وہ خدا کی تعلیم سے

در ولادت ناطق آمد در وجود
پیدائش کے وقت بولنے لگے

از برائے دفعِ تہمت در ولاد
پیدائش کی تہمت کو دفع کرنے کے لئے

کہ نہ زادست از زنا و از فساد
کہ وہ زنا اور خرابی سے پیدا نہیں ہوئے ہیں

جنبشے بایست اندر اجتہاد
کوشش میں حرکت چاہیئے

تا کہ دوغ آں روغن از دل باز داد
تاکہ چھاچھ مکھن کو اندر سے واپس دیدے

روغن اندر دوغ باشد چوں عدم
مکھن، چھاچھ میں معدوم جیسا ہوتا ہے

دوغ در ہستی برآوردہ علم
چھاچھ وجود میں جھنڈا بلند کئے ہوئے ہے

آنکہ ہستت می نماید ہست پوست
جو تجھے موجود نظر آتا ہے وہ چھلکا ہے

وانکہ فانی می نماید اصل اوست
جو معدوم نظر آتا ہے وہ اصل ہے

دوغ روغن ناگرفتست و کہن
مکھن نہ نکالی ہوئی اور پرانی چھاچھ

تا نہ بگزینی نہ خر جش مکن
جب تک تو نکال نہ لے اسکو رکھ چھوڑ خرچ نہ کر

ہیں[2] بگردانش بدانش دست دست
خبردار سمجھداری سے اسکو ہاتھ سے خوب چلا

تا نماید آنچہ پنہاں کردہ است
تاکہ وہ اس کو نمایاں کردے جو اسنے چھپایا ہے

زانکہ ایں فانی دلیلِ باقی است
کیونکہ یہ فانی، باقی کی دلیل ہے

لابہ مستاں دلیلِ ساقی ست
مستوں کی خوشامد ساقی کی دلیل ہے

روغن[3] اندر دوغ پنہاں میشود
مکھن چھاچھ میں چھپ جاتا ہے

ہر چہ می سازی تو اش آں میشود
تو جو اس کا بنائے گا وہ بن جائے گا

مثالِ دیگر ہمدریں معنیٰ
دوسری مثال اسی معنی میں

ہست بازیہائے آں شیرِ علم
جھنڈے کے شیر کے کھیل کود

مخبرے از بادہائے مکتتم
چھپی ہوئی ہواؤں کی خبر دینے والے ہیں

گر نبودے جنبشِ آں بادہا
اگر ان ہواؤں کی حرکت نہ ہوتی

شیرِ مُردہ کے بجُستے در ہوا
بے جان شیر ہوا میں کب کودتا؟

موجود مخفی چیز کے وجود کی دلیل بنتا ہے۔ ہست۔ جھنڈے کے پھریرے پرشیہ کی تصویر بناتے ہیں پھریرے کا ہلنا اور شیر کی تصویر کا مختلف طریقوں پر متحرک ہونا ہوا کے وجود کی دلیل ہے۔

[1] یا مسیحے۔ حضرت مسیح بن بغیر تعلیم کے اپنے اوپر سے تہمت دفع کرنے کیلئے تعلیم خداوندی سے بول پڑے۔

[2] جنبشے۔ جس طرح چھاچھ سے مکھن نکالنے کیلئے چھاچھ کا ہونا ضروری ہے اسی طرح روح کے اظہار کے لئے جسم کو مجاہدات کے ذریعہ ہلانا ضروری ہے۔ روغن۔ مکھن چھپا ہوا ہے چھاچھ ظاہر ہے۔ آنکہ۔ جو ظاہر ہے یعنی جسم وہ بتدریج چھلکے کے ہے۔ فانی۔ روح جو نظر نہیں آتی ہے وہ بتدریج نکلے کے ہے۔ دوغ۔ جس چھاچھ میں سے مکھن نکالا گیا ہو اس کو محفوظ رکھنا چاہیئے تاکہ مکھن نکالا جاسکے اس کو خرچ نہ کرنا چاہیئے۔

[3] ہیں۔ جسم کو خوب اچھی طرح ہلانا چاہیئے تاکہ وہ روح کو ظاہر کردے۔ زانکہ۔ روح کے مخفی ہونے کی وجہ سے اس کو معدوم نہ سمجھ لینا یہ جسم فانی اس روح باقی کی دلیل ہے۔ روح جب تک جسم میں ہے جسم سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو روح کے نکلنے کے بعد ختم ہوجاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ روح کوئی چیز ہے لابہ مستاں۔ مست ساقی کی خوشامد کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ساقی موجود ہے

[4] روغن۔ روح، جسم میں چھپی ہوئی ہے تو اس کو جیسا بنائے گا وہ ویسی بن جائیگی۔ مثالِ دیگر۔ اس مثال سے بھی یہی سمجھانا ہے کہ ظاہر کو

۶۶۶

زاں[1] شناسی بادرا کہ آں صباست
اس سے تو ہوا کو پہچان لیتا ہے کہ وہ پُروا ہے

یاد بورست ایں بیانِ آں خفاست
یا پچھوا ہے، یہ اس پوشیدہ کا اظہار ہے

ایں بدن مانندِ آں شیرِ علَم
یہ بدن جھنڈے کے شیر کی طرح ہے

فکرِ می جُنباند اُو را دمبدم
فکر اس کو لمحہ بہ لمحہ حرکت دیتا ہے

فکرکاں از مشرق آمد آں صباست
جو فکر مشرق کی جانب سے آئے وہ پُروا ہے

وانکہ از مغرب دبورِ باد وباست
اور جو مغرب کی جانب سے وہ بیماری بھری پچھوا ہے

مشرقِ ایں بادِ فکرت دیگرست
تیرے فکر کی اس ہوا کی مشرق دوسری ہے

مُغربِ ایں بادِ فکرت زاں سرست
تیرے اس فکر کی ہوا کی مغرب اس جانب ہے

خور[2] جماد ست و بُود شرقش جماد
سورج جماد ہے، اس کی مشرق جماد ہے

جانِ جانِ جاں بُود شرقش فؤاد
جان کی جان کی مشرق دل ہے

شرقِ خورشیدے کہ شد باطن فروز
اس سورج کی مشرق جو دل کو روشن کرنیوالا ہے

قشر و عکسِ آں بُود خورشیدِ روز
دن کا سورج اس کا چھلکا اور عکس ہے

زانکہ چوں مُردہ بُود تن بے لہب
اس لئے کہ جب بے نور جسم مردہ ہو جاتا ہے

پیشِ اُو نے روز بنماید نہ شب
اس کے سامنے نہ دن روشن ہوتا ہے نہ رات

ورنہ باشد آں چو باشد ایں تمام
اگر وہ نہ رہے، اور یہ مکمل ہو

بے شب و بے روز دارد انتظام
تو بغیر شب و روز کے وہ منظم رہے گا

ہمچنانکہ[3] چشم می بیند بخواب
جیسا کہ نیند میں آنکھ دیکھتی ہے

بے مہ و خورشید و ماہ و آفتاب
چاند اور سورج کے بغیر چاند اور سورج کو

نوم ما چوں شد اخ الموت اے فلاں
اے فلاں! جبکہ ہماری نیند موت کی بہن ہے

زیں برادر آں برادر را بداں
اس بھائی سے اس بھائی کو سمجھ لے

ور[4] بگویند کہ ہست آں فرعِ ایں
اگر وہ تجھ سے کہیں کہ وہ اس کی فرع ہے

مثنوی آں را اے مقلدِ بے یقیں
اے بے یقین مقلد! اس کو نہ سن

می بہ بیند خواب جانت وصفِ حال
تیری روح نیند میں اس حال کے اوصاف دیکھتی ہے

کہ بہ بیداری نہ بینی بیست سال
کہ تو بیداری میں بیس سال بھی نہیں دیکھ سکتا

---

[1] زاں۔ ہوا کی حرکتوں سے انسان سمجھ لیتا ہے کہ پُروا چل رہی ہے یا پچھوا۔ ایں بدن۔ انسانی جسم کو جھنڈے کا شیر سمجھو اور فکر کو ارادہ جو روح سے پیدا ہوتا ہے اس کو ہوا جیسا سمجھو۔ فکر۔ انسان کے جو خیالات مشرق سے آئیں ان کو صبا اور جو مغرب سے آئیں انکو دبور کہنا چاہیئے۔ مشرق۔ لیکن فکر کی ہوا کا مشرق اور مغرب یہ مشرق اور مغرب نہیں ہے۔

[2] خور۔ ہوا ایک بے روح چیز ہے اس کا مشرق بھی بے روح ہے۔ روح جس سے فکر پیدا ہوا ہے اس کا مشرق قلب ہے۔ شرقِ خورشیدے۔ روح جس نے قلب کو روشن کیا ہے یعنی کا خورشید اس کا چھلکا اور عکس ہے۔ زانکہ۔ اگر دل کو روشن کرنے والا خورشید یعنی روح نہ ہو تو پھر دن رات نظر نہیں آتے ہیں اور دنیا کا سورج بیکار ہو جاتا ہے۔ ورنہ۔ سورج نہ ہو اور روح پاکیزہ ہو تو انسان سب کچھ دیکھ لیتا ہے اور اس کا کام منظم ہوتا ہے۔

[3] ہمچنانکہ۔ روح خواب میں بغیر چاند سورج کے سب کچھ دیکھتی ہے۔ نوم۔ مشہور مقولہ "النوم اخ الموت" نیند موت کی بہن ہے لہٰذا جب نیند کی حالت میں انسان سب کچھ دیکھتا ہے تو مرنے کے بعد بھی سب کچھ دیکھ سکتا ہو ور بگویند۔ اگر کوئی یہ کہے کہ خواب میں وہی چیزیں نظر آتی ہیں جو انسان نے سورج اور چاند کی روشنی میں دیکھی تھیں لہٰذا یہ کہنا کہ روح اپنے دیکھنے میں چاند سورج سے بے نیاز ہے غلط ہے تو اس کی بات نہ مانو۔ می بہ بیند۔ انسان خواب میں وہ مناظر اور صورتیں دیکھتا ہے جو وہ کبھی سے بھی چاند سورج کی روشنی میں نہیں دیکھ پاتا۔

۶۶۵

دَر[1] پئے تعبیر آں تو عمرہا
تو اُس کی تعبیر کے لئے سالوں

میدوی سوئے شہانِ بادہا
عقلمند شاہوں کے پاس دوڑتا پھرتا ہے

کہ بگو آں خواب را تعبیر چیست
کہ بتایئے اُس خواب کی کیا تعبیر ہے؟

فرع گفتن اینچنیں سِرّ راسگی ست
اس طرح کے راز کو فرع کہنا گستاخی ہے

خواب عام ست این و خود خواب خواص
یہ عوام کا خواب ہے اور خود خواص کا خواب

باشد اصل اجتبا و اختصاص
برگزیدگی اور خصوصیت کی اصل ہے

پیل باید تا چو خُسپد اُو ستاں
ہاتھی ہونا چاہیئے تاکہ جب وہ چست سوئے

خواب بیند ہند وستاں را نخواب
خواب میں کبھی ہندوستان کو نہیں دیکھتا

جان ہمچو پیل باید نیک و زفت
روح ہاتھی جیسی اچھی اور بھاری چاہیئے

ذکرِ ہندستاں کند پیل از طلب
ہاتھی طلب میں ہندوستان کی یاد کرتا ہے

اُذکُرُوا اللہ کارِ ہر اوباش نیست
"اللہ کی یاد کرو" ہر آوارہ کا کام نہیں ہے

لیک[3] تو ایں مشو ہم پیل باش
لیکن تو ایسا مت ہو، ہاتھی بن

کیمیا سازانِ گردوں را بہ بیں
آسمان کے کیمیا گروں کو دیکھ

نقشہا دانند در جوِّ فلک
آسمان کی فضا میں نقاش موجود ہیں

گر نہ بینی خلق مُشکیں جیب را
اگر تو مُشکیں گریبان والوں کو نہیں رکھتا ہے

ورنہ پیلی در پئے تبدیل باش
اگر تو ہاتھی نہیں ہے، تبدیل کے درپے ہو

بشنو از مینا گراں ہر دم طنیں
ہر وقت مٹکوں کی آواز سن

کارساز انند بہر ہا ملک
وہ میرے اور تیرے لئے کارگری کر رہے ہیں

بنگر اے شب کور ایں آسیب را
تو اے رات کے اندھے، اِس آسیب کو دیکھ لے

---

[1] دَر پئے۔ اگر انسان نے وہ واقعات آنکھ سے دیکھے ہوں جو خواب میں اس نے دیکھے ہیں تو پھر کبھی تعبیر کے لئے دوڑا نہ پھرے لہٰذا یہ کہنا کہ خواب بیداری کی دید کا اثر ہے غلط ہے۔ خواب عام ہے یہ تو ہم عوام کے خواب کی بات کر رہے تھے خواص کا خواب تو اُن کو اس سے بھی زیادہ اسرار غیب دکھا دیتا ہے۔ پیل باید ہاتھی ہندستان کا جانور ہے اجب دوسرے ملک میں وہ آرام کی نیند سوتا ہے تو وہ خواب میں ہندستان کے حسین مناظر دیکھتا ہے اور مست ہو جاتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اسرار غیبی بھی اس روح کو خواب میں نظر آئیں گے جس کا تعلق عالم غیب سے ایسا ہی ہو جیسا کہ ہاتھی کا ہندستان سے۔

[2] خُرنہ بیند۔ گدھے میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ ہندستان کو خواب میں دیکھے اور مست ہو جائے اس کو یہ رتبہ ہی حاصل نہیں ہے کہ اُس کو ہندستان سے لے جایا جائے۔ جان۔ جو روح ہاتھی کی طرح ہوگی وہ اپنے اصل وطن عالم غیب کو خواب میں دیکھے گی مذکر۔ ہاتھی ہندستان کو یاد کرتا ہے تو اس کی یاد اور مناظر خواب میں اس کے لئے مصور ہو جاتے ہیں۔ اُذکُرُوا۔ اللہ کا ذکر اور یاد روح کو ہاتھی صفت بنا دیتی ہے لیکن یہ کام ہر کینہ کا نہیں ہوتا۔ ذکر جہنی۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ بکثرت روح اور نفس بکثرت کو فرماتے ہیں اے جہنی

[3] لیک۔ اگرچہ ہاتھی کی طرح آسان نہیں ہے لیکن مایوس نہ ہونا چاہیئے اپنے اندر تبدیلی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیمیا۔ اولیاء اللہ کی صحبت جیسا کہ ترے اندر تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ نقشبندان۔ اولیاء۔ گریبی۔ اگر تجھے اولیاء اللہ نہیں ملتے ہیں تو تُو

۶۶۹

ہر دمِ[1] آسیب ست بر ادراکِ تو — نبتِ نو نو رستہ بیں از خاکِ تو

تیرے احساس پر ہر وقت اثر ہے — مٹی میں سے نئی گھاس کو اُگا ہوا دیکھ لے

زیں بُدا ابراہیم ادھمؒ دید خواب — بسطِ ہندوستانِ دل را بے حجاب

یہی ہوا حضرت ابراہیم ادھمؒ نے خواب دیکھا — دل کے ہندوستان کی دست کا بغیر حجاب کے

لاجرم زنجیرہا را بر درید — مملکت برہم زد و شد نا پدید

لامحالہ انھوں نے زنجیریں توڑ دیں — سلطنت کو چھوڑا اور گم ہو گئے

آں نشانِ دیدِ ہندوستاں بُود — کہ جہد از خواب و دیوانہ شود

یہ ہندوستان کے دیکھنے کی علامت ہوتی ہے — کہ وہ نیند سے اُٹھے اور دیوانہ بن جائے

می[2] فشاند خاک بر تدبیرہا — می دراند حلقہ و زنجیرہا

تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے — حلقہ اور زنجیریں توڑ ڈالتا ہے

ترک گیرد مُلکِ دنیا سر بسر — جملگی برہم زند بے درد سر

دنیا کی سلطنت بالکل چھوڑ دیتا ہے — بغیر دردِ سر کے سب کو برباد کر دیتا ہے

آنچناں کہ گفت پیغمبرِ زنور — کہ نشانش آں بُود اندر صدور

جیسا کہ پیغمبرؐ نے نور کے بارے میں فرمایا ہے — کہ سینوں میں اُس کی علامت یہ ہوتی ہے

کہ تجافی جوید از دار الغرور — ہم انابت آرد از دار السرور

کہ وہ دنیا سے دوری چاہتا ہے — آخرت کی طرف رجوع بھی کرتا ہے

بہرِ شرحِ ایں حدیثِ مصطفیٰؐ — داستانے بشنو اے یارِ صفا

آنحضورؐ کی اِس حدیث کی تشریح میں — اے مخلص یار! ایک قصہ سُن لے

[1] ہر دم۔ اولیاء اللہ کے تصرفات جاری ہیں۔ زمین حضرت ابراہیمؑ کی روح اقدس بنی انھوں نے روحانی دست کو بغیر حجاب کے دیکھا۔ ... ہندوستان یعنی روحِ اصلی وطن عالمِ غیب۔ اس نشاں۔ عالمِ غیب کے مشاہدہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان خواب سے دیوانہ بن کر اُٹھتا ہے۔

[2] می فشاند۔ جو عالمِ غیب کا خواب میں مشاہدہ کر لیتا ہے وہ تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے۔ آنچناں حضورؐ نے فرمایا اول میں نور پیدا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ انسان دنیا سے متنفر اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ دار الغرور۔ دھوکے کا گھر دنیا۔ دار السرور۔ خوشی کا گھر عالمِ آخرت۔ بہر ایں۔ اب اس مضمون کی تشریح کے لئے حسب ذیل قصہ سُن لو۔

[3] حکایت۔ ایک بادشاہ تھا جس نے حقیقی بادشاہت دیکھ لی اور قیامت کا منظر اُس کے سامنے آگیا تھا۔ وہ دنیاوی بادشاہت کو بچوں کی مٹی کے ڈھیر کی بادشاہت سمجھنے لگا تھا۔ بچے کھیلنے میں مٹی کا ڈھیر لگا لیتے ہیں۔ جو بچہ کھیل میں جیت جاتا ہے وہ کود کر اُس ڈھیر پر چڑھ بیٹھتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ یہ میرا قلعہ ہے جو میں نے فتح کر لیا ہے اور دوسرے بچے اُس پر رشک کرنے لگتے ہیں۔

حکایت[3] آں بادشاہ زادہ کہ بادشاہیِ حقیقی بدید و نمود و یوم

اُس شہزادے کی حکایت جس کو حقیقی بادشاہی نظر آگئی " اور جس دن

یفرُّ المرءُ من اخیہِ و امّہِ و ابیہِ نقدِ وقت او

انسان بھاگے گا اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے " اس کے سامنے آگیا

شد بادشاہیِ ایں خاک تودہ کہ کودک طبعاں قلعہ گیری نام

اِس خاک کے ڈھیر کی بادشاہی جس کو بچوں کی سی طبیعت والے قلعہ فتح کرنا کہتے

کنند آں کودکے کہ خیرہ آید بر سرِ خاکِ تودہ برآید و لاف زند کہ

ہیں وہ بچہ جو غالب آجائے مٹی کے ڈھیر پر چڑھتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے کہ

650

قلعہ مراست کو دکان دیگر بروے رشک برند کہ التراب ربیعُ

قلعہ میرا ہے دوسرے بچے اس پر رشک کرتے ہیں کیونکہ مٹی بچوں کا موسم بہار ہے

الصبیان آں بادشاہزادہ چوں از قید رنگہا برست گفت

وہ شہزادہ جب رنگوں کی قید سے چھوٹ گیا تو اس نے کہا کہ میں

من ایں خاکہای رنگیں راہمان تودۂ خاکِ دوں میگویم وزرو

اس رنگ برنگ خاک کو وہی بے قیمت مٹی کا ڈھیر کہتا ہوں اور سونا اور

اطلس[1] و اکسون نمیگویم من ازیں اکسون رہزن رستم وبیک سو

اطلس اور اکسون نہیں کہتا ہوں میں اس راہزن اکسون سے نجات پاگیا اور ایک دم

جستم و اتیناہ الحکم صبیا ارشادِ حق را مرور سالہا حاجت نیست

کود گیا اور ہم نے اس کو بچپن میں حکم عنایت کر دیا اللہ کی رہنمائی کے لئے سالوں

در قدرتِ کن فیکون کس سخنِ قابلیت نگوید

کی ضرورت نہیں ہے "ہو جا پس ہو گیا" والی قدرت میں کوئی شخص قابلیت کی بات نہیں کرتا ہے

بادشاہے داشت یک نسیا پسر

ایک بادشاہ کے ایک حسین لڑکا تھا

ظاہر و باطن مُزیّن از ہنر

جس کا ظاہر اور باطن ہنر سے آراستہ تھا

خواب[2] دید او کاں پسر ناگاہ بمرد

اس نے خواب دیکھا کہ اس کا لڑکا اچانک مر گیا ہے

صافی عالم برآں شہ گشت دُرد

اس بادشاہ پر صاف دنیا مکدر ہو گئی

خشک شد از تاب آتش مشکِ او

آگ کی گرمی سے اس کی مشک (آنکھ) خشک ہو گئی

کہ نماند از تف آتش اشکِ او

آگ کی سوزش سے اس کے آنسو نہ رہے

آنچناں پُر شد ز دود درد شاہ

بادشاہ درد کے دھوئیں سے ایسا پُر ہو گیا

کہ تہی یا بید در وے راہ آہ

کہ اس میں آہ کو راستہ نہ ملتا تھا

خواست[3] مُردن قالبش بیکار شد

وہ مرنے لگا اس کا جسم بیکار ہو گیا

عمر ماندہ بود شہ بیدار شد

کچھ عمر باقی رہ گئی تھی، شاہ بیدار ہو گیا

شادیے آمد ز بیدار یش پیش

بیداری سے اس میں ایسی خوشی پیدا ہوئی

کو ندیدہ بود اندر عمر خویش

کہ اس نے عمر بھر نہ دیکھی تھی

کہ ز شادی خواست ہم فانی شدن

وہ خوشی سے مرنے کو تھا

پس مطوّق آمد ایں جاں بابدن

(لیکن) یہ جان بدن سے لپٹی رہی

---

[1] اطلس۔ ریشمین کپڑا جس پر نقش و نگار نہیں ہوتے ہیں۔ اکسون۔ کالا دیبا۔ ریشمی سوٹ۔ انسان کے مراتب بلند ہونے میں سالہا سال کی ریاضتیں ہی ضروری نہیں ہیں بلکہ ریشمی وقت عروج حاصل ہو جاتا ہے۔

[2] خواب۔ اس بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اس کا وہ حسین لڑکا مر گیا۔ آتش یعنی غم کی آگ۔ مشکِ او یعنی اس کی آنکھیں۔ آہ۔ یعنی آہ کرنے کی بھی اس میں طاقت نہ رہی۔

[3] خواست۔ اس خواب سے بادشاہ مرنے کے قریب ہو گیا اور جسم بیکار ہو گیا لیکن ابھی عمر باقی تھی لہٰذا بیدار ہو گیا۔ شادیے۔ بیدار ہو کر اس کو ایسی خوشی ہوئی کہ عمر بھر کبھی نہ ہوئی تھی۔ کہ از شادی۔ اب وہ خوشی سے مرا جاتا تھا انتہائی خوشی بھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ جی۔ لیکن جسم رہنے کے لئے طوق بن گیا اور اس کو پرواز نہ کرنے دیا۔ مطوّق۔ وہ جس کے گلے میں طوق پہنا دیا جائے۔

651

از دمِ غم می بمیرد ایں[1] چراغ
یہ چراغ، غم کی پھونک سے بجھ جاتا ہے

وز دمِ شادی بمیرد اینت لاغ
اور خوشی کی پھونک سے بھی، بجھتا ہی یہ کمبخت ہے

درمیانِ ایں دو دم مرگ اوزندہ است
دو ان دو موتوں کے درمیان زندہ ہے

ایں مطوّق شکل جایِ خندہ است
یہ طوق بنی ہوئی شکل ہنسنے کا مقام ہے

شاہ با خود گفت شادی را سبب
بادشاہ نے سوچا خوشی کا سبب

آنچناں غم بود از تسبیبِ رب
ایسا غم، اللہ تعالیٰ کے سبب بنانے سے تھا

ایں عجب یک جزو از یک روی مرگ
یہ تعجب ہے، ایک جز ایک حیثیت سے موت ہے

واں یکے روی دگر احیا و برگ
وہی دوسری حیثیت سے زندہ کرنا اور سرسبزی ہے

آں[2] یکے نسبت بہ اں حالت ہلاک
ایک کی نسبت سے وہ ہلاکت ہے

باز ہم از سوئے دیگر امتساک
پھر دوسرے کی نسبت سے زندگی ہے

شادیِ تن سوئے دنیاوی کمال
جسم کی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے

سوئے روزِ عاقبت نقص و زوال
آخرت کے دن کے اعتبار سے نقص اور زوال ہے

خندہ را در خواب ہم تعبیر داں
خواب میں ہنسی کی تعبیر سمجھ لے

گریہ گوید با دریغ و اندہاں
افسوس اور غم کے ساتھ رونا کہتا ہے

گریہ را در خواب شادی و فرح
خواب میں رونے کی خوشی اور مسرت

ہست در تعبیر اے صاحب مَرح
تعبیر ہے اے خوشی والے!

شاہ[3] اندیشید کایں غم خود گذشت
شاہ نے سوچا کہ یہ غم گذر گیا

لیک جاں از جنسِ ایں بدظن بگشت
لیکن اس جیسی چیز سے جان بدگمان ہو گئی ہے

وَر رسد خارے چنیں اندر قدم
اور اگر ایسا کانٹا پاؤں میں چبھے

گر رود گل یادگارے بایدم
اگر پھول جاتا ہے، میرے لئے کوئی یادگار چاہیئے

چشمِ زخمے زیں مبادا کر شود
خدا کرے اس قسم کا کوئی صدمہ نہ پہنچے

یادگارے بایدم گر او رود
اگر وہ مر جائے تو میرے لئے کوئی یادگار چاہیئے

چوں فنا را شد سبب بے منتہا
جبکہ موت کے بے انتہا سبب ہیں

پس کدامیں راہ را بندیم ما
تو ہم کونسے راستہ کو بند کریں گے!

---

[1] ایں چراغ۔ یہ عجب تماشہ ہے کہ چراغ زندگی غم سے بھی بجھتا ہے اور خوشی سے بھی۔ درمیان موت کے ان دونوں سببوں کے درمیان انسان زندہ رہتا ہے اور اس پر ہنسی آتی ہے کہ انسان کا جسم روح کے گھلنے کا ہار بنا ہوا ہے۔
شاہ۔ بادشاہ نے سوچا کہ ایسا غمناک خواب اس قدر خوشی کا سبب بنے۔ یہ سبب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے۔ ایں عجب۔ وہی خواب موت کا سبب بھی تھا اور وہی خواب زندگی اور خوشی کا سبب بھی ہوا۔

[2] آں یکے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہی ہیں کہ وہ ایک جانب موت کا سبب بنتی ہیں تو دوسری جانب زندگی کا سبب بھی بنتی ہیں۔ شادیِ تن بمعنی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے آخرت کے اعتبار سے زوال ہے۔ خندہ۔ تعبیر دینے والے خواب میں ہنسی کی تعبیر رنج اور غم سے کرتے ہیں اور خواب میں رونے کی تعبیر مسرت اور خوشی سے کرتے ہیں۔

[3] شاہ۔ شاہ نے سوچا کہ اگرچہ خواب کی بات ختم ہو گئی ہے لیکن ایک بدظنی باقی ہے اب اگر خدانخواستہ لڑکا مرے تو اس کی کوئی یادگار تو باقی رہنی چاہیئے۔ گل۔ یعنی لڑکا۔ یادگار یعنی اس کی یاد دلانے والا اس کا ایسا کانٹا چبھنے سے زخم۔ خدا کرے لڑکے کے مرنے کا صدمہ مجھے نہ پہنچے بہرحال احتیاط کا تقاضا ہے کہ اس کی یادگار کا بندوبست کر لینا چاہیئے۔ چوں۔ موت کے سینکڑوں اسباب ہیں ان پر قابو پانا مشکل ہے۔

صد[1] در یچہ دوزسوی مرگ لدیغ — می کند اندر کشادن ثریغ ثریغ
سینکڑوں دروازے موت کیلئے — جو کھلتے ہیں چوں چوں کرتے ہیں

ثریغ ثریغ تلخ آں درہای مرگ — نشنود گوش حریص از حرص برگ
موت کے دروازوں کی کڑوی چوں چوں — ساز و سامان کے لالچ کی وجہ سے لالچی کا کان نہیں سنتا ہے

از سوی[2] حصماں جفا بانگ درست — در سوی تن درد ہا بانگ درست
مخالفوں کی جانب سے ظلم دروازے کی آواز ہے — جسم کی جانب سے درد دروازے کی آواز ہیں

ہیں برو بر خواں کتاب طب را — تا شمار ریگ بینی رنجہا
خبردار! جا طب کی کتاب پڑھ — تاکہ تو ریت کی شمار کے امراض دیکھے

اے پسر بر خواں دمے فہرست طب — نار علتہا نظر کن ملتہب
اے بیٹا تھوڑی دیر کے لئے طب کی فہرست پڑھ لے — بیماریوں کی آگ کو شعلہ زن دیکھ

زاں ہمہ بر من دریں خانہ رہ است — ہر دو گامے پر ز کژدم مہ چہ است
اس گھر میں ان سب کا میری جانب راستہ ہے — ہر دو قدم پر بچھوؤں سے بھرا ہوا کنواں ہے

باد تندست و چراغم ابتری — زو بگیرانم چراغ دیگری
ہوا تیز ہے اور میرا چراغ ناقص ہے — میں اس سے ایک دوسرا چراغ حاصل کرلوں

تا بود کز ہر دو یک باقی شود — گر بباد آں یک چراغ از جا رود
تاکہ دونوں میں سے ایک باقی رہے — اگر ہوا سے ایک چراغ بجھ جائے

ہمچو عارف کز تن ناقص چراغ — شمع دل افروخت از بہر فراغ
جیسا کہ عارف (اللہ) نے جسم کے ناقص چراغ سے — فراغت کے لئے دل کی شمع روشن کرلی ہے

تا کہ روزے کایں بمیرد ناگہاں — پیش چشم خود نہد او شمع جاں
تاکہ اگر یہ کسی دن اچانک مرجائے — وہ اپنے سامنے روح کی شمع رکھ لے

او نکرد ایں فہم پس داد از غرر — شمع فانی را بفانی دگر
وہ یہ نہ سمجھا اس نے دھوکے سے دیدیا — فنا ہونیوالی شمع کو دوسری فنا ہونیوالی کے بدلے میں

چارہ اندیشید لیکن چارہ نے — گفت با خود نیست بیروں رفتنے
اس نے تدبیر سوچی لیکن تدبیر نہیں ہے — خودی والے کی گفتگو باہر نکلنے کی نہیں ہے

عروس خواستن بادشاہ از بہر پسر از خوف انقطاع نسل
نسل کے منقطع ہونے کے ڈر سے بادشاہ کا اپنے لڑکے کیلئے دلہن کا چاہنا

[1] صد در یچہ۔ موت کے آنے کے سینکڑوں راستے اور دروازے ہیں جب وہ دروازے کھلتے ہیں تو اُن کے کواڑ چوں چوں کرتے ہیں۔ ثریغ۔ اُن کی چوں چوں کی آواز دنیا کی حرص کی وجہ سے کان نہیں سنتے ہیں۔

[2] از سوی تن۔ جسم کے اور اور دشمنوں کے ظلم موت کے دروازوں کے کواڑوں کی چوں چوں ہے۔ تا شمار ریگ۔ یعنی لاتعداد۔ ملتہب شعلہ زن۔ راہ ہمہ۔ ہر مرض کا بدن میں راستہ ہے۔ جراثم۔ یعنی میرے لڑکے کے اولاد نہیں ہے۔ دیگرے۔ یعنی لڑکے کے اولاد ہو جائے۔

[3] تا بود۔ خدانخواستہ بیٹا مرے تو پوتا رہ جائے۔ بچہ۔ بادشاہ کی تدبیر ایسی ہی تھی جیسے باخدا انسان کرتا ہے کہ جسم کا چراغ بجھ جائے تو روح کا چراغ روشن رہے۔ آنکرد۔ بادشاہ اور عارف کے کام میں فرق یہ ہے کہ اس نے فانی کا بدل فانی سوچا یعنی لڑکے کا بدل پوتا۔ چارہ۔ بادشاہ نے جو تدبیر کی وہ درست نہ تھی چونکہ وہ خودی میں مبتلا تھا اس لئے اس کی گفتگو نصیحت سے باہر نکلنے کی نہ تھی۔ عروس۔ دلہن۔

753

پس عروسے خواست باید بہرِ او
اُس کے لئے ایک دلہن تلاش کرنی چاہئے

تا بماند زیں تزوّج[1] نسلِ او
تاکہ اِس نکاح سے اُس کی نسل باقی رہے

گر رود سوئے فنا ایں باز باز
اگر یہ باز فنا کی جانب چلا جائے، پھر

فرخِ او گردد ز بعدِ باز باز
اُس کا بچہ باز کے بعد باز بن جائے

صورتِ ایں باز گر زیں جا رود
اِس باز کی صورت اگر اِس جگہ سے چلی جائے

معنیِ او در ولد باقی بود
اُس کی معنویت بچہ میں باقی رہے

بہرِ ایں فرمود آں شاہِ نبیہ
اِسی لئے فرمایا ہے اُس شریف شاہ

مصطفیٰؐ کہ الولد سرّ ابیہ
مصطفیٰؐ نے، کہ بچہ باپ کا راز ہے

بہرِ ایں معنیٰ ہمہ خلق از شغف
اِسی لئے تمام لوگ شوق سے

می بیاموزند طفلاں را حرف
بچوں کو حرف سکھاتے ہیں

تا بماند آں معانی در جہاں
تاکہ دنیا میں وہ خوبیاں باقی رہیں

چوں شود آں قالبِ ایشاں نہاں
جب اُن کا جسم چھپ جائے

حق بحکمت حرص شاں داد ست و جد[2]
اللہ (تعالیٰ) نے دانائی سے اُنکو حرص اور کوشش عطا

بہرِ رُشدِ ہر صغیرِ مستعد
ہر صاحبِ استعداد بچے کی رہنمائی کے لئے

من[3] ہم از بہرِ دوامِ نسلِ خویش
میں بھی اپنی نسل کی ہمیشگی کے لئے

جُفت خواہم پورِ خود را خوب کیش
اپنے لڑکے کے لئے خوبصورت بیوی لاؤنگا

دُخترے خواہم ز نسلِ صالحے
کسی نیک کی نسل کی لڑکی چاہوں گا

نے ز نسلِ بادشاہے طالحے
نہ کسی بدمعاش بادشاہ کی نسل کی

شاہ خود آں صالح ست آزادہ او
بادشاہ وہ ہے، جو نیک اور آزاد ہے

نے اسیرِ حرصِ فرج ست و گلوست
نہ وہ جو شرمگاہ اور حلق کی حرص کا قیدی ہو

مر اسیراں[4] را لقب کردند شاہ
لوگوں نے قیدی کو شاہ کا لقب دیدیا ہے

عکس چوں کافور نامِ آں سیاہ
بالعکس جیسا کہ حبشی کا نام کافور

شد مفازہ بادیہ خونخوارہ نام
خونخوار جنگل کا نام مفازہ بنا

نیک بخت آں پیس را گویند عام
کوڑھی کو عوام نیک بخت کہتے ہیں

---

[1] تزوّج۔ نکاح کرنا۔ باز۔ یعنی لڑکا۔ فرخ۔ پرند کا بچہ یعنی لڑکے کا لڑکا یعنی آلہ لڑکے کی خوبیاں۔ بہرِ ایں۔ چونکہ بیٹے میں باپ کی خو ہوتی ہے اِسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے الولد سرّ ابیہ۔ بچہ باپ کا راز ہے۔ ... جو ہنرمند کاریگر اولاد کو اپنا ہنر سکھاتا ہے تاکہ وہ ہنر اُس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہے حق۔ اللہ تعالیٰ نے والدین میں یہ جذبہ اِسی لئے رکھا ہے کہ لڑکے ہنر اُن کے بعد بھی باقی رہیں۔

[2] حق بحکمت۔ بادشاہ نے کہا میں بھی اپنی نسل باقی رکھنے کیلئے اپنے لڑکے کی شادی کردوں گا۔ صالحے۔ لڑکے کی دُلہن کسی نیک شخص کی لڑکی کو بناؤں گا۔ طالح۔ بدکار و بدمعاش۔ صالح۔ با خدا انسان کو شاہ کہنا چاہیئے دنیادار تو شرمگاہ اور خلق کا قیدی ہوتا ہے۔

[3] اسیران۔ عام بادشاہوں کو بادشاہ کہنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ حبشی کا نام کافور رکھ دیا جائے یہ بالعکس بات ہے عموماً بادشاہ کھانے پینے اور قباحتی کے قیدی ہوتے ہیں، حبشی کافور سفید ہوتا ہے۔ شد مفازہ۔ مفازہ کے معنی ہیں کامیابی کی جگہ لیکن جنگل کو مفازہ کہا جاتا ہے حالانکہ وہ ہلاکت کی جگہ ہے۔ پیس۔ کوڑھی کو نیک بخت کہا جاتا ہے حالانکہ اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا۔

ہر اسیرِ شہوت و حرص و اَمَل — بر نوشتہ میر یا صدرِ اَجَل[1]

ہر شہوت اور لالچ اور آرزو کے قیدی کو — میر یا بڑا صدر لکھا ہے

آں اسیرانِ اَجَل را عام داد — نامِ میرانِ اَجَل اندر بلاد

اُن موت کے قیدیوں کو عوام نے دیدیا ہے — شہروں میں بڑے حاکموں کا نام

صدر خوانندش کہ در صَفِّ نعال — جانِ اُو بستہ است یعنی جاہ و مال

اس کو صدر کہتے ہیں جس کے جوتوں کی صف میں — جان بندھی ہے یعنی جاہ و مال میں

اختیار کردنِ پادشاہ دختر زاہد را از جہتِ پسر و اعتراض کردنِ اہلِ بیت و ننگ داشتنِ ایشاں از پیوندِ درویشاں

بادشاہ کا لڑکے کے لئے ایک زاہد کی لڑکی کو منتخب کرنا اور گھر والوں کا اعتراض کرنا اور درویشوں کے ساتھ رشتے سے ننگ محسوس کرنا

این سخن را نیست پایاں خواست جہت — بہرِ پورِ خویشتن شاہ از نہفت

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے بیوی مانگ لی — بادشاہ نے چھپکے چھپکے اپنے لڑکے کیلئے

شاہ چوں بازاہدے خویشی گزید — ایں خبر در گوشِ خاتوناں رسید

بادشاہ نے جب ایک زاہد کے یہاں رشتہ پسند کیا — یہ خبر عورتوں کے کان میں پہنچی

مادرِ شہزادہ گفت از نقصِ عقل — شرطِ کُفویت بُود در عقل و نقل

ماں شہزادے کی نے کہا کمی عقل کی کیوجہ سے — عقل اور نقل میں جوڑ شرط ہے

تو ز شیخ[2] و بخل خواہی وز دہا — تا بہ بندی پورِ ما را بر گدا

تو کنجوسی اور بخل اور مکاری سے چاہتا ہے — کہ میرے بچے کو فقیر کے ساتھ باندھ دے

گفت صالح را گدا گفتن خطاست — کو غنیُّ القلب از دادِ خداست

اس نے کہا نیک شخص کو فقیر کہنا غلطی ہے — کیونکہ وہ خدا کی دین سے دل کا مالدار ہے

در قناعت[3] میگریزد از تقی — نز لئیمی و کسل ہمچوں گدا

پرہیزگاری کی وجہ سے وہ قناعت اختیار کرتا ہے — نہ کہ فقیر کی طرح کاہلی اور کمینہ پن سے

قلتے کاں از قناعت وز تقاست — آں ز فقر و قلتِ دُوناں جداست

وہ کمی جو قناعت اور پرہیزگاری کیوجہ سے ہے — وہ کمینوں کی کمی اور فقر سے جُدا گانہ ہے

حبہ[4] آں گر بیابد سر نہد — دیں ز گنجِ زر بہمت مے جہد

وہ اگر ایک حبہ بھی پاتا ہے سر جھکا دیتا ہے — یہ سونے کے خزانے سے ہمت کیوجہ سے بھاگتا ہے

[1] اَجَل۔ پہلے مصرع میں موت کے معنی میں ہے اور دوسرے مصرع میں بزرگ کے معنی میں ہے۔ نعال۔ جوتے یعنی رتبہ اور مال۔ اختیار کردن۔ بادشاہ نے لڑکے کی دلہن بنانا ایک نیک شخص کی لڑکی کو پسند کیا بیوی نے اس پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ پسر۔ لڑکا۔ کفویت۔ شریعت اور عقل کہتی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا جوڑ ہونا چاہیئے۔

[2] شیخ۔ سخت قسم کا بخل۔ دہا۔ مکر یعنی تو طرح سے ڈھونڈ کر فقیر گھرانے میں لڑکے کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ نیک اور صالح انسان کو گدا اور فقیر کہنا درست نہیں ہے

[3] قناعت۔ تھوڑے پر صبر، اگر انسان تقوے کی وجہ سے قناعت اختیار کرتا ہے تو اس کو گدا نہیں کہہ سکتے۔ حبہ۔ گدا اور قانع میں بہت فرق ہے گدا ایک پیسہ کے لئے سر جھکا دیتا ہے اور قانع خزانوں پر لات مار دیتا ہے۔

شہ[1] کہ اُو از حرص قصدِ بر حرام — میکند اُو را گدا گوید ہمام

وہ بادشاہ جو حرص کی وجہ سے حرام کا ارادہ کرتا ہے، اُس کو بڑا انسان فقیر کہتا ہے

گفت کو شہر و قلاع اُو را جہیز — یا نثارِ گوہر و دینار ریز

اُسنے کہا شہر اور قلعے اُسکے پاس جہیز میں دینے کو تھا، یا نثار کرنے اور بکھیرنے کیلئے موتی اور دینار اُسکے پاس تھے

گفت رُو ہر کو غمِ دیں بر گزید — باقیِ غمہا خدا از وے برید

اُسنے کہا جاجس نے دین کا غم اختیار کر لیا باقی غموں کو خدا نے اُس سے جُدا کر دیا ہے

غالب[2] آمد شاہ و پسندید دختری — از نژادِ صالحے خوش جوہری

بادشاہ غالب آگیا اور اُس نے ایک لڑکی پسند عمدہ مزاج والے ایک نیک شخص کی نسل سے

در ملاحت خود نظیرِ خود نداشت — چہرہ اش تاباں تر از خورشید چاشت

حُسن میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتی تھی چار گھڑی دن کے سورج سے زیادہ روشن چہرے

حُسنِ دختر ایں خصالش آنچناں — کز نکوئی می نگنجد در بیاں[3]

لڑکی کا حُسن (اور) اُس کی یہ خصلتیں ایسی تھیں کہ خوبی کی وجہ سے بیان نہیں ہو سکتی ہیں

صیدِ دیں کُن تا رسد اندر تبع — حُسن و مال و جاہ و بختِ منتفع

دین کا شکار کر تاکہ تابع بن کر آئے حُسن اور مال اور رُتبہ اور نفع کے قابل تعریف

آخرت[3] قطار اُشتر داں عمو — در تبع دنیا ش ہمچوں پشک و مو

اے چچا! آخرت کو اونٹ کی قطار سمجھ اُس کے پیچھے دنیا کو مینگنی اور بال سمجھ

پشم بگزینی شتر نبود ترا — ور بود اُشتر چہ قیمت پشم را

اگر تو اُون پسند کر لیگا اونٹ تیرے نہ ہونگے اور اگر اونٹ ہیں تو اُون کی کیا قیمت؟

جادوئی کردن کپیر کابلی شاہزادہ را و فریفتہ شدن شاہزادہ

ایک کابلی بڑھیا کا شہزادے پر جادو کر دینا اور شہزادے کا عاشق ہو جانا

چوں برآمد ایں نکاح آں شاہ را — با نژادِ صالحان و اولیا

جب اُس شہزادے کا نکاح ہو گیا نیکوں اور ولیوں کی نسل سے

از قضا کپیرکِ جادو کہ بود — عاشقِ شہزادہ با حُسنِ وجود

قضائے (خداوندی) سے جادوگرنی بڑھیا جو کہ تھی حسین شہزادے پر عاشق

جادوئی کردش عجوزِ کابلی — کہ بر و زاں رشک سحرِ بابلی

اُس پر کابلی بڑھیا نے ایسا جادو کر دیا کہ (جادو) بابل کا جادو (بھی) اُس پر رشک کرے

[1] شہ۔ جو بادشاہ کمانے میں حلال حرام کا فرق نہ کرے بزرگ لوگ اُس کو گدا کہتے ہیں۔ گفت۔ ملکے نے کہا اُن لوگوں کے پاس نہ علاقہ ہے نہ قلعے جو وہ لڑکی کو جہیز میں دینگے نہ لڑکی کی رخصتی کے وقت ڈولے پر نثار کرنے کے لئے زر و جواہر ہیں۔۔۔ گفت رُو۔ شاہ نے ملک سے کہا کہ مجھے اب دین کی فکر ہے اور جو شخص دین کی فکر میں لگ جاتا ہے دوسرے غموں سے آزاد ہو جاتا ہے لہٰذا مجھے جہیز وغیرہ نہ ہونے کا کوئی غم و فکر نہیں ہے۔

[2] غالب آمد۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے ملک کی باتیں نہ سُنیں اور ایک نیک شخص کی لڑکی کو بیاہ لایا جو انتہائی حسین تھی جس کا حسن بیان سے باہر ہے۔ حضرت رومی مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کو دین حاصل کرنا چاہیئے (دوسری) چیزیں اُس کے تابع ہیں وہ اصل مقصود نہ ہونی چاہئیں۔

[3] آخرت۔ آخرت کی مثال اونٹوں کی قطار کی ہے اور دنیا کی مثال اُن کی مینگنیوں اور بالوں کی سی ہے۔ پشم بگزینی۔ اگر تو محض اُنکے اون کی فکر میں لگا تو قطار ہاتھ نہ آئیگی۔ جادوئی۔ شادی کے بعد شہزادے پر ایک بڑھیا جادوگرنی نے جو کابلی تھی جادو کر دیا وہ بڑھیا اُسپر عاشق ہو گئی تھی اور اُسکو اپنے جال میں پھنسا لیا۔ باقی۔

شہ بچہ شد عاشقِ کمپیر زشت[1]
شہزادہ بدصورت بڑھیا پر عاشق ہو گیا

یک سیہ دیوے وکابولی زنے
ایک کالا بھوت اور کابلی عورت

زاں سیہ روئے خبیثِ نابکار
اُس کلموئی ، خبیث ، نابکار کی وجہ سے

آں نوُد سالہ عجوزِ گندہ پیر
اُس نوّے سالہ بڑھیا کھوسٹ نے

تا بسالے[2] بُود شہزادہ اسیر
یہاں تک کہ شہزادہ ایک سال قیدی رہا

صحبتِ کمپیر اُو را می رَبُود
بڑھیا کی صحبت اُس کو تباہ کر رہی تھی

دیگراں از ضعفِ وے با دردِ سر
دوسرے اُس کی کمزوری کے درد سر میں تھے

ایں جہاں بر شاہ چوں زنداں شدہ
بادشاہ پر یہ دنیا قید خانہ کی طرح ہو گئی تھی

شاہ[3] بس بیچارہ شد در بُردِ مات
اُس بازی میں بادشاہ لاچار ہو گیا

زانکہ ہر چارہ کہ می کرد آں پدر
باپ جس قدر بھی تدبیر کرتا تھا

پس یقیں گشتش کہ مُطلق آں سِرَست
تو اُسکو یقین ہو گیا کہ یہ مطلقاً اُس اللہ کی جانب سے ہے

سجدہ می کرد اُو کہ ہم فرماں تُرا ست
وہ سجدے کرتا کہ تیرا ہی حکم ہے

لیکن ایں مسکیں ہمی سوزد چو عُود
لیکن یہ مسکین اگر کی طرح جل رہا ہے

تا عروس و آں عروسی را بہشت
یہاں تک کہ اُس نے دُلہن اور شادی سے کنارہ کر لیا

گشت بر شہزادہ ناگہ رہزنے
اچانک شہزادے کی ڈاکو بن گئی

گشت آں شہزادہ مدہوش و نزار
شہزادہ مدہوش اور لاغر ہو گیا

نے خرد ہشت آں ملک را نے ضمیر
اُس شہزادے کی نہ عقل چھوڑی نہ دل

بوسہ جایش نعلِ کفشِ گندہ پیر
بڑھیا کی جوتی کا تلا اُس کی بوسہ گاہ تھی

تا زکاہش نیم جانے ماندہ بُود
یہاں تک کہ گداز کی وجہ سے آدھی جان رہ گئی تھی

اُو ز سُکرِ سحر از خود بے خبر
وہ جادو کے نشہ سے اپنے آپ سے غافل تھا

ویں پسر بر گریہ شاں خنداں شدہ
یہ لڑکا اُن کے رونے پر ہنستا تھا

روز و شب می کرد قربان و زکات
دن رات قربانی اور خیرات کرتا تھا

عشقِ کمپیر ک ہمی شد بیشتر
بڑھیا کا عشق بڑھتا تھا

چارہ اُو را بعد ازیں لا بہ گریست
اسکے بعد اُس کی تدبیر اللہ سے فریاد ہے

غیرِ حق بر مُلکِ حق فرماں کراست
اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کس کا حکم ہے

دست گیرش اے رحیم و اے وَدود
اے رحم کرنیوالے اے محبوب دستگیری کر

[1] کمپیر: بڑھیا، بڑھا، بوڑھا، بوڑھی۔ آں شہزادہ اُس بہت بڑھیا یا بڑھا۔ لفظ کمپیر بہت بوڑھا یا بڑھیا۔ لفظی معنی شہزادہ بغیر دل۔

[2] تا بسالے۔ ایک سال تک شہزادہ اُسکی قید میں رہا اور اُس کی جوتیاں چومتا تھا محبت۔ یعنی اُس بڑھیا کی ہمبستری سے وہ گھل کر آدھا رہ گیا تھا، دیگراں۔ دوسرے اُس کی لاغری کو دیکھ کر درد سر میں مبتلا ہوئے اور وہ اپنی حالت سے بے خبر تھا۔ ویں پسر۔ بادشاہ شہزادے کے غم میں روتا تھا تو شہزادہ اُس کے رونے پر ہنستا تھا۔

[3] شاہ۔ بادشاہ اُس جادو کے سامنے لاچار تھا اور صدقہ خیرات کرتا رہتا تھا کہ اُس کے ذریعہ یہ مصیبت ٹل جائے۔ زانکہ۔ اگر وہ اُس جادو کا کوئی توڑ کراتا تھا تو جادو اور مضبوط ہو جاتا تھا۔ پس۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اُس کو یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے اسی کے سامنے رونا اور دعا کرنا چاہیئے لہٰذا اُسنے اللہ کی عبادت اور دعائیں شروع کر دیں۔ لیکن۔ بیشک تیرا ہی حکم ہے لیکن میں اگر کی طرح جل رہا ہوں میری دستگیری کر۔

مُستجاب[1] شُدن دعای بادشاہ دَر خلاصِ پسر از جادوئی کابلی

کابلی کی جادوگری سے چھٹکارے کے بارے میں بادشاہ کی دُعا قبول ہونا

تازیارب یارب وافغانِ شاہ
یہانتک کہ بادشاہ کی یارب یارب فریاد کیوجہ سے

ساحرے اُستاد پیش آمد زراہ
ایک اُستاد جادوگر سفر سے سامنے آگیا

اُو شنیدہ بُود از دور ایں خبر
اُس نے دُور سے یہ بات سُنی تھی

کہ اَسیرِ پیرہ زن شُد آں پسر
کہ وہ لڑکا بڑھیا کا قیدی بن گیا ہے

کاں عجُوزہ بُود اندر جادوئی
کیونکہ وہ بڑھیا جادوگری میں

بے نظیر و ایمن از مثل و دوئی
بے نظیر اور مثل اور دوئی سے مطمئن تھی

دست[2] بر بالایِ دستت اے فتیٰ
اے نوجوان! ہاتھ سے بڑھ کر ہاتھ ہے

در فن و در زور تا ذاتِ خدا
ہُنر اور طاقت میں اللہ تعالےٰ کی ذات تک

منتہایِ دستہا دستِ خداست
تمام ہاتھوں کا آخر خدا کا ہاتھ ہے

بحر بیشک منتہایِ جویہاست
یقیناً دریاؤں کا آخر سمندر ہے

ہم بدُو باشد نہایت سَیل را
اسی پر سیلاب کی انتہا ہوتی ہے

ہم ازو گیرند مایہ ابرہا
ابر اُسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں

گفت شاہش کایں پسر از دست رفت
بادشاہ نے اُس سے کہا یہ لڑکا ہاتھ سے گیا

گفت اینک آمدم درمانِ تُفت
اُسنے کہا اب میں زبردست علاج کرکے آگیا ہوں

نیست[3] ہمتازاں رایں ساحراں
اِن جادوگروں میں کوئی بڑھیا جیسا نہیں ہے

جُز مَنِ داہی رسیدہ زاں کراں
سوائے مجھ ہوشیار کے، جو اُس جانب سے آگیا ہو

چوں کفِ موسیٰؑ بہ امرِ کردگار
اللہ (تعالےٰ) کے حکم سے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کی طرح

نِک برآرم من ز سِحرِ اُو دمار
اب میں اُس کے جادو کی تباہی پکاروں گا

کہ مرا ایں علم آمد زاں طرف
کیونکہ میرا یہ علم اُس (اللہ تعالیٰ) کیطرف سے آیا ہے

نے ز شاگردیِ سحرِ مُستخف
ذلیل جادو کی شاگردی سے نہیں ہے

آمدم تا برکُشایم سِحرِ اُو
میں آیا ہوں تاکہ اُس کا جادو کھولدوں

تا نماند شاہزادہ زرد رُو
تاکہ شہزادہ پیلے چہرے کا نہ رہے

سوئے گورستاں برو وقتِ سحُور
صبح کے وقت قبرستان کی جانب جا

پہلویِ دیوار ہست اسپید گور
ایک دیوار کے پہلو میں سفید قبر ہے

---

[1] مُستجاب — قبول شدہ۔ تازیارب — بادشاہ کے یارب یارب سے ایک جادوگر سفر کرکے آگیا۔ آں شنیدہ — اُس جادوگر نے سُن لیا تھا کہ شہزادہ جادوگرنی کے پھندے میں ہے۔ کاں عجُوزہ — کیونکہ وہ بڑھیا جادوگری میں

[2] دست — مولانا فرماتے ہیں دنیا میں ہنرمند سے بڑھ کر ہُنرمند ہے تمام ہُنرمندیاں خدا پر جاکر ختم ہوتی ہیں۔ بحر — تمام دریا سمندر میں جاکر گرتے ہیں۔ ہم آں — سمندر کے ابخرات بادل بنکر برستے ہیں۔ گفت — بادشاہ نے اُس آنے والے جادوگر سے کہا کہ شہزادہ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ آمدم — اِس جادوگر نے کہا میں اُس کا علاج بن کر آیا ہوں۔

[3] نیست — اُس جادوگر نے کہا اُس بڑھیا کے توڑ جوڑ کا سوائے میرے کوئی جادوگر نہیں ہے۔ کفِ موسیٰ — جس طرح حضرت موسیٰؑ کے پھینکا کے معجزے نے تمام جادوگروں کو شکست دی تھی میں اُس کا مقابلہ کرکے اُس کے جادو کو تباہ کردوں گا۔ کہ مرا — میرا علم خداوندی الہام سے ہے میں نے کسی جادوگر سے نہیں سیکھا ہے۔ مُستخف — ذلیل۔ سوئے — جادوگر نے کہا صبح کے وقت قبرستان جائیے وہاں آپ کو دیوار کے پہلو میں ایک سفید قبر ملے گی۔

سوئے[1] قبلہ باز کاوآں جائی را — تا بہ بینی قدرت و صنعِ خدا
اُس جگہ کر قبلہ کی جانب کھود — تاکہ تو خدا کی قدرت اور کاریگری دیکھے

پس دراز ست ایں حکایت تو طول — زُبدہ را گویم رہا کردم فضول
یہ قصہ لمبا ہے (اور) تو دراز ہے — خلاصہ بتاتا ہوں، زاید کو چھوڑتا ہوں

سوئے گورستان رفت آں شاہ زود — گور را آں شاہ آں دم بر کشود
وہ بادشاہ فوراً قبرستان کی جانب گیا — بادشاہ نے فوراً قبر کو کھولا

جادو یہا دید پنہاں اندرو — صد گرہ بر بستہ بر یک تارِ مُو
بڑا جادو اُس میں دبا ہوا دیکھا — ایک بال پر سینکڑوں گرہیں لگی ہوئی تھیں

واں[2] گرہ ہائے گراں را بر گشاد — پس ز محنت پورِ شہ را رہ داد
اُس (جادوگر) نے اُن مضبوط گرہوں کو کھولا — شہزادہ کو مصیبت سے نجات دی

آں پسر با خویش آمد شد دواں — سوئے تختِ شاہ با صد امتحاں
وہ شہزادہ ہوش میں آگیا (اور) دوڑا — بہت محنت سے بادشاہ کے تخت کی جانب

سجدہ کرد و بر زمیں می زد ذقن — در بغل کردہ پسر تیغ و کفن
سجدہ کیا اور زمین پر ٹھوڑی رگڑی — لڑکے نے بغل میں تلوار اور کفن لئے ہوئے

شاہ آئیں بست و اہلِ شہر شاد — واں عروسِ نا امید و بے مُراد
شاہ نے جشن منایا اور شہر والے خوش ہوگئے — اور وہ مایوس اور نامراد دلہن

عالَم از سر زندہ گشت و با فروز — اے[3] عجب آں روز روز امروز
دنیا از سر نو زندہ اور پُر رونق ہوگئی — تعجب ہے وہ بھی ایک دن تھا اور آج بھی ایک دن ہے

یک عروسی کرد شاہ اُو را چنیں — کہ حجاب و قند بد پیشِ سگاں
بادشاہ نے اُس کی شادی کی دعوت ایسی کی — کہ مُحتاب اور شکر کتوں کے سامنے تھا

جادوی کپیر از غصہ بمرد — روی و خوی زشت با مالک سپرد
جادوگر بڑھیا رنج سے مرگئی — چہرہ اور بُری عادت مالک کے سپرد کردی

شاہ آئیں بست و آمد در نیاز — راز گفتے با خدائے کارساز
شاہ نے جشن منایا اور نیاز مندی اختیار کی — خدائے کارساز سے دل کی بات کہتا تھا

شاہزادہ در تعجب ماندہ بود — کز من و عقل و نظر چوں در ربود
شہزادہ تعجب میں پھنسا تھا — کہ وہ بڑھیا میری عقل و نظر کس طرح اُچک لے گئی

[1] سوئے قبلہ۔ اُس آنے والے جادوگر نے بادشاہ سے کہا کہ اُس سفید قبر کو قبلہ کی جانب سے کھودنا پھر تجھے خدا کی قدرت نظر آجائیگی۔ زُبدہ۔ خلاصہ۔ فضول۔ زاید چیز۔

[2] واں۔ بادشاہ اُس بال کو اُس جادوگر کے پاس لے آیا تو اُس نے اُس کی گرہیں کھولدیں اور شہزادے کو جادو سے نجات دیدی۔ آں پسر۔ جادو ختم ہونے کے بعد شہزادہ فوراً باپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ مگر کمبخت اپنے فعل پر شرمندہ تھا اور اپنے آپ کو مجرم قرار دے کر اپنے ساتھ تلوار اور کفن بھی لایا۔ آئین بست۔ جشن منایا۔

[3] اے عجب۔ مولانا فرماتے ہیں جس دن جادو ہوا تھا وہ بھی ایک دن تھا اور آج جبکہ جادو ختم ہوا اور خوشیاں منائی جارہی ہیں یہ بھی ایک دن ہے۔ قوسی یعنی دھنیہ۔ حجاب۔ مُحتاب پیش سگاں یعنی اُس دعوت کی نعمتوں سے کتے بھی محروم نہ رہے۔ [illegible] اُس فرشتہ کا نام ہے جو جہنم کا داروغہ ہے۔ شاہ۔ بادشاہ انتہائی خوش تھا اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں کرتا تھا۔ شاہزادہ۔ جب جادو ختم ہوگیا تو اپنے ساتھ پر شہزادہ حیران تھا۔

۶۵۹

نوعروسے[1] دید ہمچوں ماہِ حسن — کہ ہمی زد بر ملیحاں راہِ حسن
اُس نے حسن کا چاند جیسی دلہن دیکھی — جو حسینوں پر حسن کی راہ مسدود کرتی تھی

گشت بیہوش و بُرو اُندر فتاد — تا سہ روز از صدر اُو گم شد قواد
وہ بیہوش ہو گیا اور منہ کے بل گر پڑا — تین دن تک اُس کا دل بیٹھنے سے غائب رہا

سہ شبانہ روز اُو بیہوش گشت — تا کہ خلق از غشی اُو پُر جوش گشت
تین دن رات وہ بے ہوش رہا — یہاں تک کہ مخلوق اُس کی بیہوشی سے مضطرب ہو گئی

از گلاب و از علاج آمد بخود — اندک اندک فہم گشتش نیک و بد
وہ گلاب اور علاج سے ہوش میں آیا — رفتہ رفتہ وہ اچھے برے کو سمجھنے لگا

بعد سالے[2] شاہ گفتش در سخن — کاے پسر یاد آر ازاں یارِ کہن
ایک سال کے بعد گفتگو کے درمیان میں بادشاہ نے اس سے کہا — کہ اے بیٹا! پرانے دوست کو (بھی) یاد کیا کر

یاد آور زاں ضجیع و زاں فراش — تا بدیں حد بیوفا و مُر مباش
اُس ہمبستر اور بیوی کو یاد کر — اس حد تک بے وفا اور کڑوا نہ بن

گفت رَو من یافتم دارُ السُّرور — دار ہیدم از چہ دارُ الغُرور
اُس نے کہا جائیے میں نے خوشی کا گھر پا لیا — میں دھوکے کے گھر کے کنویں سے نجات پا گیا

ہمچناں[3] باشد چو مومن راہ یافت — سوئے نورِ حق ز ظلمت رُوی تافت
ایسا ہی ہوتا ہے جب مومن نے راہ پا لیا — اللہ (تعالیٰ) کے نور کی جانب اندھیرے سے منہ موڑا

مخلصِ ایں قصہ بر گفتم تمام — تا بدانی مقصدِ خود والسلام
میں نے اس قصہ کا پورا خلاصہ بتا دیا — تاکہ تو اپنا مقصود سمجھ لے والسلام

در بیانِ آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است پدرش آدم صفی خلیفہ

اس کا بیان کہ شہزادے (سے) انسان (مراد) ہے اور اُس (شہزادے) کا باپ حضرت

حق مسجودِ ملائکہ وآں کمپیر کابلی دنیا است کہ آدمی بچہ را از پدر
آدم برگزیدہ اللہ (تعالیٰ) کے خلیفہ، فرشتوں کے مسجود ہیں اور کابلی بڑھیا دنیا ہے جس نے

ببرید بسحر وانبیا و اولیا آں طبیب تدارک کنندہ اند
آدم کی اولاد کو جادو کے ذریعہ باپ سے جدا کر دیا ہے اور نبی اور ولی وہ علاج کرنے والے طبیب ہیں

اے برادر داں کہ شہزادہ توئی — در جہانِ کہنہ زادہ از نوی
اے بھائی! جان لے کہ شہزادہ تو ہے — پرانی دنیا میں تو نیا پیدا ہوا ہے

[1] نوعروسے۔ اب اپنی دلہن کے پاس گیا تو اُس کو انتہائی حسین پایا۔ گشت۔ اُس کا حسن دیکھ کر بیہوش ہو گیا اور تین دن تک بیہوش رہا جس سے لوگ پریشان ہو گئے۔ از گلاب۔ بیہوشی کا علاج ہوا تب اُس کو رفتہ رفتہ ہوش آیا۔

[2] بعد سالے۔ ایک سال کے بعد دورانِ گفتگو میں باوشاہ نے اس سے کہا کہ اپنی بڑھیا جادوگرنی کو بھی کبھی یاد کر لیا کرو۔ مُر۔ کڑوا۔ دارُ الغرور۔ دنیا یعنی بڑھیا جادوگرنی۔

[3] ہمچناں۔ جو حالت شہزادے کی تھی کہ اس بڑھیا کو یاد کرنا بالکل پسند نہ کرتا تھا یہی حالت ایک مومن کی ہوتی ہے جبکہ اس کو نورِ خداوندی حاصل ہو جائے وہ دنیا کے ظلمتکدہ کو یاد کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔

اے برادر ہم نے اس قصہ میں جو شہزادہ کہا ہے اس سے ہر آدم زاد (انسان) مُراد ہے اور کابلی جادوگرنی سے مُراد دنیا ہے جس نے بنی آدم پر جادو کر رکھا ہے۔

765

کابلی جادو ایں دنیاست کُو
کابلی جادوگرنی = دنیا ہے، جس نے

کردہ مُرداں را اسیرِ رنگ و بُو
انسانوں کو (اپنے) رنگ و بو کا قیدی بنا لیا ہے

چوں در افگندت درین آلودہ وذ[1]
جبکہ اُسنے تجھے اِس گندگی میں ڈالدیا ہے

دَمبدم میخواں و میدم قُلْ اَعُوْذ
ہر وقت قُلْ اَعُوْذُ پڑھ اور ذم کرتا رہ

تا رہی زیں جادوئی وزیں قلق
تاکہ اِس جادو اور پریشانی سے نجات پائے

استعانت خواہ از ربُّ الفلق
صبح کے سفیدے کے رب سے مدد چاہ

زاں نبیؐ دنیات را استحارہ خواند
اسی لئے نبیؐ نے تیری دنیا کو جادوگرنی کہا ہے

کُو بافسوں خلق را در چہ نشاند
کیونکہ اُسنے جادو کے ذریعہ مخلوق کو کنوئیں میں ڈالدیا ہے

ہیں فسونِ گرم دار گندہ پیر
خبردار! بڑھیا تیز جادو رکھتی ہے

کردہ شاہاں را دمِ گرمش اسیر
بادشاہوں کو اُسکے گرم دم نے قیدی بنا لیا ہے

در درونِ سینہ نفّاثات[2] اُوست
وہ سینہ میں اُنکر پڑھ کر پھونکیں مارنیوالی ہے

عُقدہ ہائے سحر را اثبات اُوست
وہ جادو کی گرہوں کو باندھنے والی ہے

ساحرہ دنیا قوی دانا زنے ست
جادوگرنی دنیا بہت عقلمند عورت ہے

حلِّ سحر اُو بپائے عامہ نیست
اُس کے جادو کا توڑ عوام کے بس کا نہیں ہے

وَر کُشادے عُقدہ اُو را عقلہا
اگر عقلیں اُس کی گرہیں کھول سکتیں

انبیا را کے فرستادے خدا
اللہ تعالےٰ نبیوں کو کب بھیجتا؟

ہیں طلب کُن خوش دَمے عُقدہ کشا
تو تلاش کر کوئی خوش دم گرہ کھولنے والا (جھاڑ پھونک کرنیوالا) تلاش کرلے

راز دانِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَا
جو یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ کا رازداں ہو

ہمچو ماہی بستہ اَستت اُو بہ شست[3]
اُس نے تجھے مچھلی کی طرح کانٹے میں پھنسا لیا ہے

شاہزادہ ماندہ سالے وتو شصت
شہزادہ ایک سال پھنسا رہا تو ساٹھ سال

شصت سال از شستِ او در محنتی
تو ساٹھ سال سے اُسکے کانٹے میں مصیبت میں ہے

نے خوشی نے بر طریقِ سُنّتی
نہ تو خوش ہے نہ سنت کے راستہ پر ہے

فاسقی بدبخت نے دنیات خوب
تو بدبخت فاسق ہے نہ تیری دنیا ہی اچھی ہے

نے رہیدہ از وبال و از ذنوب
نہ وبال اور گناہوں سے بچا ہوا ہے

نفخ اُو ایں عُقدہ ہا را سخت کرد
اُس کے پھونکنے نے ان گرہوں کو مضبوط کر دیا ہے

پس طلب کُن نفخۂ خلّاقِ فرد
خالقِ احد کی پھونک کا طلبگار بن

---

[1] وذ:- اگر واؤ سے پہلے حرف علت ہو تو بعض جگہ اس کو ذال سے بدل لیتے ہیں، قُلْ اَعُوْذ:- آنحضرتؐ پر یہ سورت جادو کے توڑ کے لئے نازل ہوئی۔ اسی سورت میں خدا کو ربّ الفلق یعنی صبح کی سفیدی کا رب فرمایا گیا ہے۔ نیز آنحضرتؐ نے دنیا کو جادوگرنی فرمایا ہے جو انسانوں کو جادو کے کنوئیں میں بند کر دیتی ہے۔ منہ۔ جادوگرنی۔ فسونِ گرم تیز جادو۔

[2] نفّاثات:- منتر پڑھ کر پھونکنے والیاں۔ نفثِ سحر:- دنیا کے جادو کا توڑ ہر شخص کے بس کا نہیں ہے۔ درگشادے:- دنیا کے جادو کی گرہیں اگر عقل کھول سکتی تو نبیوں اور رسولوں کے آنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی۔ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ:- خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے یعنی مقدرات خداوندی۔

[3] ہمچو ماہی:- شہزادہ تو جادوگرنی کے جال میں ایک سال ہی رہا تو ساٹھ سال یعنی اپنی ساری عمر دنیا کے جال میں پھنسا رہا۔ شصت:- مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ فاسقی:- تیری دنیا اور دین دونوں برباد ہیں۔ نفخ آو:- دنیا نے منتر پڑھ کر جو گرہ لگائی ہے وہ بہت سخت ہے وہ اللہ کے پھونکنے ہی سے کھل سکے گی۔

تا نفخت[1] فیہ من روحی ترا
تاکہ نفخت فیہ من روحی تجھے

جز بنفخِ حق نسوزد نفخِ سحر
جادو کی پھونک اللہ کی پھونک ہی سے جلتی ہے

رحمتِ او سابق ست از قہرِ او
اُس کی رحمت اُس کے قہر سے پہلے ہے

تا رسی اندر نفوسِ زوجت[2]
تاکہ تو زوجت والے نفسوں میں داخل ہو جائے

باوجودِ زال ناید انحلال
بڑھیا کے ہوتے ہوئے (بردی گرم ہونے) کھلنا جاتا رہے

نے کہ فرمود آں سراجِ اُمتاں[3]
کیا اُمتوں کے چراغ نے نہیں فرمایا

پس وصالِ ایں فراقِ آں بود
تو اس کا وصال اُس کا فراق ہے

سخت می آید فراقِ ایں ممر[4]
اس گذرگاہ کی جدائی سخت لگتی ہے

چوں[5] فراقِ نقش سخت آید ترا
جب تجھے نقش کی جدائی سخت لگتی ہے

اے کہ صبرت نیست از دنیائے دوں
اے وہ کہ تجھے اس کمینی دنیا سے صبر نہیں

چونکہ صبرت نیست ز آبِ سیاہ
جبکہ اس کالے پانی سے تجھ میں صبر نہیں ہے

چونکہ بے ایں شربِ کم داری سکون
جبکہ اس کوثر کے بغیر تجھے سکون نہیں ہے

وا رہاند زیں و گوید برتر آ
اس سے چھڑا دے اور کہہ دے آگے آ جا

نفخِ قہر ست ایں و آں دمِ نفخِ مہر
یہ غضب کی پھونک ہے اور وہ محبت کی پھونک ہے

سابقی خواہی برو سابق بجو
تو آگے بڑھنا چاہتا ہے تو جا سابق کی تلاش کر

کاے شہ مسحور اینک مخرجت
کیونکہ اے جادو میں مبتلا شہزادے یہ تیرے بچنے

در شبیکہ در برآں پیرِ دلال
(اور) وہ نازنیں بھری جال اور (بغل میں (نہ آنیگی)

اینجہان و آنجہاں راضر تناں
اس دنیا اور اُس جہان کو دو سوتیں

صحتِ ایں تن بسقامِ جاں بود
اس جسم کی تندرستی جان کی بیماری ہے

پس فراقِ آں مقرداں سخت تر
تو اُس قیامگاہ کی جدائی زیادہ سخت ہے

تا چہ سخت آید ز نقاشش جدا
تو اُس کے نقاش کی جدائی کسقدر سخت ہوگی

چونت صبر ست از خدا اے دوست چو
اے دوست! تجھے خدا کی جدائی پر کس طرح صبر ہے؟

چوں صبوری داری از چشمہ آلہ
خدائی چشمہ سے تجھ میں کیسے صبر ہے؟

چوں ز ابراری جدا و ز یشربون
تو یشربون اور نیکیوں سے کیسے جدا ہے

---

[1] نفخت فیہ من روحی۔ میں نے اُس میں اپنی روح پھونک دی یعنی تیرے اندر بھی وہ روح آجائے جو۔ دنیا کے جادو کی پھونک اللہ کی پھونک سے چلے گی۔

[2] رحمتی اوّ۔ حدیث قدسی ہے سبقت رحمتی علی غضبی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ زوجت۔ قرآن پاک میں ہے اذا النفوس زوجت جبکہ نفسوں کے جوڑ لگائے جائیں گے یعنی جنت کے ساتھ یا حوروں کے ساتھ۔

[3] باوجود۔ جب تک انسان بوڑھی دنیا کے ساتھ رہے گا نہ اُس کا جادو ٹوٹیگا نہ شہزادے کی طرح دلہن یعنی آخرت اُس کے پہلو میں آئے گی فتبارک۔ حدیث شریف ہے۔ الدنیا والآخرۃ ضرتان ان ارضیت احداھما سخطت الاخری دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔ پس اگر دنیا کا وصال ہے تو آخرت کا فراق ہے۔ ممر۔ گذرگاہ یعنی دنیا مقر۔ قرارگاہ یعنی آخرت

[4] چوں فراق۔ دنیا کا نقاش خدا ہے جب اس نقش دنیا کی جدائی اس قدر شاق ہے تو خدا نقاش کی جدائی کس قدر شاق ہوگی۔ آب سیاہ یعنی دنیا چشمۂ آلہ

یعنی آخرت۔ و ابراری قرآن پاک میں ہے ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا کافورا۔ نیک لوگ ایسے پیالے سے پئیں گے جس کی ملونی کافور ہوگی۔

762

گر بہ بینی[1] یک نفس حُسنِ وَدُود — اندر آتش افگنی جان و وجود

اگر تو ایک لمحہ کے لئے خدا کا حسن دیکھ لے — جان اور جسم کو آگ میں ڈال دے

حیف بینی بعد ازاں ایں شرب را — چوں بہ بینی کرّ و فرّ و قرب را

اس کے بعد تو اس پینے کو مزدار سمجھے گا — جب تو خدا کی شان و شوکت اور قرب کو دیکھ لیگا

ہمچو شہزادہ رَسی دَر یارِ خویش — پس بروں آری ز پا تو خارِ خویش

تو شہزادے کی طرح اپنے دوست تک پہنچ جائے — تو اپنے کانٹے کو پاؤں سے نکالدے

جہد کُن دَر بیخودی خود را بیاب — زُود تر وَاللہُ اَعلَم بِالصَّوَاب

اپنی نیابت کی کوشش کر، خود کو پالے — بہت جلد اور اللہ بہتر کو زیادہ جانتا ہے

ہر زمانے[2] ہیں مشو با خویش مجفت — ہر زماں چوں خر در آب و گِل منیفت

ہر وقت خودی میں مبتلا نہ ہو — ہر وقت گدھے کی طرح پانی اور مٹی میں نہ گر

از قصورِ چشم باشد آں عُثُور — کہ نہ بیند شیب و بالا از دُور

وہ لغزش آنکھ کے قصور سے ہوتی ہے — کیونکہ وہ دور سے نشیب و فراز کو نہیں دیکھتی ہے

بُوئے پیراہانِ یوسف کُن سَنَد — زانکہ بُویش چشم روشن می کُند

حضرت یوسفؑ کے لباس کی خوشبو کا سہارا پکڑو — کیونکہ اُس کی خوشبو آنکھ کو روشن کرتی ہے

صورتِ پنہان و آں نُورِ جبیں — کردہ چشمِ انبیا را دُور بیں

پوشیدہ صورت اور پیشانی کے نور نے — نبیوں کی آنکھ کو دُور بین بنا دیا ہے

نُورِ آں رُخسار بِرہاند ز نار[3] — ہیں مشو قانع بنورِ مُستعار

اُس رخسار کا نور آگ سے نجات دلاتا ہے — خبردار! عارضی نور پر قانع نہ بن

چشمِ عقل و رُوح را گر گیں کُند[4] — چشمِ را ایں نورِ حالی بیں کُند

روح اور عقل کے چشم کو خارشی بنا دیتا ہے — یہ نور آنکھ کو حال کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے

صورتش نور ست و در تحقیق نار — گر ضیا خواہی دو دست از بے بدار

اُس کا ظاہر نور ہے، حقیقتاً نار ہے — اگر حقیقی روشنی چاہتا ہے اُس سے دستبردار ہو جا

دَمبدم در رُو فتد ہر جا رَوَد — دیدہ و جانے کہ حالی بیں بُود

جس جگہ جاتی ہے، لمحہ بہ لمحہ اوندھی گرتی ہے — وہ آنکھ اور جان جو حال کو دیکھنے والی ہوتی ہے

دُور بیند دُوربینِ بے ہُنر — ہمچناں کہ دور دیدن خواب دَر

بے ہنر دُوربین ایسا ہی دُور بین ہے — جیسا کہ خواب میں دور دیکھنا

---

[1] گر بہ بینی۔ اگر اللہ کا جلوہ تجھے ذرا بھی نظر آجائے تو اپنے جسم اور روح کو قربان کر دے۔ حیف۔ مزدار۔ قُرب۔ یعنی خدا وندی قرب۔ ہمچو۔ جس طرح شہزادہ اپنی حقیقی دلہن سے مل گیا تھا تو بھی اپنے حقیقی محبوب کو پالے اور دنیا کا کانٹا پاؤں سے نکال پھینک۔ جہد کُن۔ اس کی ترکیب یہی ہے کہ فنا کا درجہ حاصل کر لے۔

[2] ہر زمانے۔ فنا کا درجہ جب حاصل ہو جائے گا کسی وقت بھی خودی نہ اختیار کریگا اور دنیا سے کنارہ کش ہو جائیگا۔ از قصور۔ جب نگاہ بصیرت نہیں ہوتی ہے تو انسان نشیب و فراز کو نہیں دیکھ پاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے۔ بُوئی۔ حضرت یعقوبؑ کی بینائی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے روشن ہو گئی تھی تو قدرت کے مناظر دیکھ کر منور روشن ہو جائیگی اور مشاہدے تک پہنچ سکے گا۔ صورت۔ انبیاء کو چشم بصیرت اسی سے حاصل ہوتی ہے۔

[3] نور۔ اس نور کا مشاہدہ نار شہوت سے نجات دیتا ہے۔ ایں نور۔ یعنی عارضی دنیاوی نور صرف دنیا چیزوں کو دکھاتا ہے اور بصیرت عقل کو بیمار بناتا ہے۔ گر گیں۔ خارش کے مرض میں مبتلا۔ قصور۔ نقص۔ عارضی نور بظاہر نور ہے لیکن حقیقتاً نار اور تباہی کا باعث ہے۔ دمبدم۔ عارضی نور دلا ویختہ ٹھوکریں کھاتا ہے اور دور دیدہ ہیں

763

خفتہ باشی بر لبِ جوئے خشک لب
تو دریا کے کنارے خشک ہونٹ سویا ہوا ہے

دُور می بینی سَراب و می دَوی
تو سراب کو دُور دیکھتا ہے اور دوڑتا ہے

میروی در خواب با یاراں تو لاف
تو خواب میں دوستوں سے شیخی بگھارتا ہے

نک بداں سُو آب دیدم ہیں شتاب
یہ میں نے اُس جانب پانی دیکھا ہے خبردار! جلدی کرو

ہر قدم زیں آب تازی دُور تر
تو ہر قدم پر اُس پانی سے زیادہ دُور بھاگتا ہے

عینِ آں عزمت حجابِ آں شُدہ
تیرا پختہ ارادہ خود اُس کا حجاب بن گیا

بس کسا عزمے بجائے می کُند
بہت سے لوگ ہیں جن کو ارادہ (دوسری) جگہ لیجاتا ہے

دید و لاف خفتہ می ناید بکار
سوئے ہوئے کا دیکھنا اور شیخی بگھارنا کام آنا نہیں ہے

خوابتا کی لیک ہم بر راہ خسپ
تو نیند کا متوالا ہے، پھر بھی راستہ پر سو

تا بُود کہ سالکے بر تو زند
ہو سکتا ہے کوئی راہرو تجھ سے بھڑ جائے

خفتہ را گر فکر گردد ہمچو موئے
سوئے ہوئے کا فکر اگرچہ بال جیسا ہو

فکرِ خفتہ گرد دَد تا و گرستہ تاست
سوئے ہوئے کا فکر خواہ تُو ہرا ہو یا تہرا

گرچہ چشمش تیز بیں و با ضیاست
اگرچہ اُس کی آنکھ تیز بین اور روشن ہو

می دَوی سُوئے سَراب اندر طلب
جستجو میں سراب کی جانب دوڑتا ہے

عاشقِ آں بینشِ خود می شوی
اپنے اس دیکھنے کا تو عاشق ہوتا ہے

کہ منم بینا دل و پردہ شگاف
کہ میں روشن ضمیر اور پردہ چاک کرنے والا ہوں

تا رویم آنجا و آں باشد سَراب
تاکہ ہم وہاں چلیں اور وہ سراب ہوتا ہے

دَو دَواں سُوئے سَراب با غرر
دھوکے والے سراب کی جانب دوڑتے ہوئے

کہ بتو پیوستہ است و آمدہ
جو تجھ سے ملا ہوا ہے اور آیا ہوا ہے

از مقامے کاں غرض در وے بُود
اُس مقام سے جس میں مقصد ہوتا ہے

جُز خیالے نیست دست از وے بدار
وہ صرف خیال ہے اُس سے دستبردار ہو جا

اللہ اللہ بر رہِ اللہ خسپ
خدا کے لئے اللہ کے راستہ پر سو

از خیالاتِ نُعاست برکند
نیند کے خیالات سے تجھے خدا کرے

اُو ازاں دِقت نیابد راہِ کوی
وہ اُس باریکی سے (بھی) کوچہ کا راستہ نہیں پا سکتا

ہم خطا اندر خطا اندر خطاست
غلط در غلط در غلط ہی ہے

ہم ہبا اندر ہبا اندر ہباست
خاک اور خاک، در خاک ہی ہے

۱؎ خفتہ سوئے ہوئے کی دُور بینی یہ ہے کہ دریا کے کنارے پیاسا سویا ہے اور بہت دور کے ریت کو دیکھ رہا ہے جو پانی نظر آرہا ہے۔ عاشق اور سمجھ رہا ہے کہ میں بہت دُور بین ہوں دُور سے پانی دیکھ لیا ہے۔ میتروی۔ خواب میں دوستوں سے اپنی دُور بینی کی شیخی بھی بگھارتا ہے۔ نک۔ دوستوں سے کہتا ہے کہ میں نے دُور سے پانی دیکھ لیا وہاں چلو۔

۲؎ ہر قدم۔ ہر کو جو دیکھ کر خواب میں جس قدر سراب کی طرف بھاگ رہا ہے وہ پانی سے اُسی قدر دُور ہو رہا ہے یعنی سراب تک پہنچنے کا عزم ہر کے اُس پانی کو حجاب بن رہا ہے جو اُسکے قریب تھا۔ بُس۔ بہت سے ایسے شخص ہوتے ہیں جن کا عزم اُن کو مقصود کی اصل جگہ سے دُور کر دیتا ہے۔ خفتہ۔ سوئے ہوئے کا کسی چیز کو دیکھنا محض خیال ہوتا ہے جو بیکار ہوتا ہے۔

۳؎ خوابتا کی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ تو نیند میں ہے اگر تجھے سونا ہی ہے تو سر راہ سو اور اللہ کے راستہ پر سو شاید کوئی اللہ کا نیک بندہ وہاں سے گزرے تو تیرے خواب طلب خیالات دُور کر دے۔ خفتہ جبکہ تو سویا ہوا ہے تو اپنی تدبیر سے راہ یاب نہ ہوگا کسی باخدا کا ہاتھ پکڑ لے۔

764

موج[1] بر وے می زند بے احتراز
بغیر بچاؤ کے موج اس پر پڑ رہی ہے

خفتہ پویاں در بیابانِ دراز
سویا ہوا، دراز بیابان میں دوڑ رہا ہے

خفتہ می بیند عطشہائی شدید
سویا ہوا سخت پیاس محسوس کرتا ہے

آب اقرب منہ من حبل الورید
پانی اس کی شہ رگ سے زیادہ اس سے قریب ہے

حکایتِ آں زاہد کہ در سالِ قحط خنداں و شاد بود با مفلسی و

اس زاہد کی حکایت جو قحط کے سال میں باوجود مفلسی اور بہت عیالداری کے

بسیاریِ عیال و خلق می مُرد نداز گرسنگی، باو گفتند کہ ہنگام

مسکراتے رہا اور خوش تھا اور لوگ بھوک سے مر رہے تھے لوگوں نے اس سے کہا کہ تعزیت

تعزیت ست نہ شادی گفت مرا با کے نیست

کا وقت ہے نہ کہ خوشی کا اس نے کہا مجھے کوئی پروا نہیں ہے

ہمچناں[2] کاں زاہد اندر سالِ قحط
اسی طرح وہ زاہد جو کہ قحط کے سال

بود او خنداں و گریاں جملہ رہط
مسکراتا تھا اور تمام قبیلہ روتا تھا

پس بگفتندش چہ جای خندہ است
تو لوگوں نے اس سے کہا ہنسنے کا کیا موقع ہے!

قحط بیخِ مومناں برکندہ است
قحط نے مسلمانوں کی بیخ کنی کر دی ہے

رحمت از ما چشمِ خود بر دوختہ است
رحمت نے ہم سے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں

از آفتاب تیز صحرا سوختہ است
تیز سورج سے جنگل جل گیا ہے

کشت و باغ و رز زیہ افتادہ است
کھیتی اور باغ اور انگور کے بیل پڑ گئے ہیں

در زمیں نم نیست بے بالا نہ پست
زمین میں نمی نہیں ہے نہ اوپر نہ نیچے

خلق می میرند زیں قحط و عذاب
اس قحط اور عذاب سے لوگ مر رہے ہیں

دہ[3] دہ و صد صد چو ماہی دور از آب
دس دس اور سو سو جس طرح مچھلی پانی سے دور

بر مسلماناں نمی آری تو رحم
تجھے مسلمانوں پر رحم نہیں آتا

مومناں خویشند یک تن شحم و لحم
(حالانکہ) مومن باہم چربی اور گوشت کا ایک جسم ہیں

رنجِ یک جزوے ز تن رنج ہمہ است
جسم کے ایک جزو کی تکلیف سب کی تکلیف ہے

گردم صلح ست یا خود ملحمہ است
خواہ صلح کا وقت ہے یا جنگ ہے

گفت در چشمِ شما قحط ست ایں
اس نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے

پیشِ چشمم چوں بہشت ست ایں زمیں
میری نگاہ میں یہ زمین بہشت جیسی ہے

---

[1] موج۔ سوئے ہوئے شخص پر مچھروں کی تھپیڑیں بھی لگ رہی ہوں تب بھی سراب کیلئے دوڑتا ہے۔ خفتہ۔ نہر کے کنارے سویا ہوا پیاس محسوس کرتا رہتا ہے اور پانی بالکل اس کے قریب ہوتا ہے یہی حال اہل دنیا کا ہے کہ ذات حق ان کے قریب تر ہے لیکن وہ اس تک نہیں پہنچ پاتے۔

[2] ہمچناں۔ جس طرح سوئے ہوئے کی حالت ہوتی ہے ایسی ہی ان لوگوں کی حالت ہے جو اس اور ایسی پر خطر حرص ہوئے۔ رہط قبیلہ۔ زاغ۔ کوے کی جمع۔

[3] دہ۔ یعنی کہیں دس دس مر رہے ہیں کہیں سو سو۔ شحم۔ چربی۔ ملحمہ۔ جنگ۔ گفت۔ اس نیک شخص نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے میری نظر میں بہشت ہے۔

من ہمی بینم بہر دشت و مکاں
میں ہر جنگل اور جگہ میں دیکھ رہا ہوں

خوشہا[1] انبہ رسیدہ تا میاں
بکثرت (کھیتی کی) بالیں کمر تک

خوشہا در موج از بادِ صبا
بالیں پڑوا ہوا سے لہلہا رہی ہیں

پُر بیاباں سبز تر از گندنا
جنگل بھرا ہوا ہے، گندنے سے زیادہ سرسبز ہے

ز آزموں من دست بر وے میزنم
آزمانے کے لئے میں اُن کو چھوتا ہوں

دست و چشمِ خویش را چوں برکنم
اپنے ہاتھ اور نگاہ کو کیسے ہٹا لوں؟

یارِ فرعونِ تنید اے قومِ دُوں
اے کمینہ قوم تم فرعونی جسم کے یار ہو

زاں نماید مر شما را نیل خوں
اس لئے تمہیں (دریائے) نیل خون نظر آتا ہے

یارِ موسیٰ خرد گردید زود
جلد عقلِ موسوی کے یار بن جاؤ

تا نماند خون و بینید آب رُود
تاکہ خون نہ رہے اور تم دریا کا پانی دیکھو

از پدر[2] بر تو جفائے چوں رَوَد
جب باپ کی جانب سے تجھ پر ظلم ہو

آں پدر در چشمِ تو سگ می شود
وہ باپ تیری نگاہ میں کتا ہو جاتا ہے

آں پدر سگ نیست تاثیرِ جفاست
باپ کتا نہیں ہے، ظلم کی تاثیر ہے

کہ چناں رحمت نظر را سگ نماست
کہ ایسی رحمت نگاہ میں کتا جیسی ہے

گرگ می دید ندیدے یوسف را بچشم
(حضرت) یوسفؑ کو آنکھ سے بھیڑیا دیکھا

چوں کہ اخواں را حسودی بود و خشم
چونکہ بھائیوں میں حسد اور غصہ تھا

با پدر چوں صُلح کردی خشم رفت
جب تو نے باپ سے صلح کرلی غصہ ختم ہوا

آں سگی شد گشت با بابا یار رفت
وہ کتا پن بھی ختم ہوا باپ گہرا دوست بن گیا

در بیانِ آنکہ مجموعۂ عالم صورتِ عقلِ کُل است چوں با عقلِ کُل بکژد

اس کا بیان کہ عالم کا مجموعہ عقلِ کُل کی صورت ہے جب تو عقلِ کُل کیساتھ ٹیڑھا

رَوی جفا[3] کردی صورتِ عالم تُرا غم فزاید اغلب احوال چنانکہ با

چلے گا، تو نے ظلم کیا، عالم کی صورت تمہارا غم بڑھائیگی جیسے کہ باپ کے ساتھ تو نے

پدر بد کردی صورتِ پدر تُرا غم فزاید و نتوانی اُو را دیدن اگرچہ

بُرائی کی باپ کی صورت تیرا غم بڑھائے گی اور اسکو دیکھ نہ سکیگا، اگرچہ

پیشِ ازاں نورِ دیدہ بُودہ باشد و راحتِ جاں

اُس سے پہلے آنکھوں کا نور اور جان کی راحت رہا ہو

[1] خوشہا۔ میں ہر جگہ اپنی آنکھ کھیتی دیکھ رہا ہوں جو کمر کمر ہے۔ خوشہا۔ کھیتی کی بالیں ہوا سے لہلہا رہی ہیں۔ گندنا۔ بہسن کی قسم کی ایک ترکاری ہے۔ زآزمودن سے آزمانے کے لئے میں اُس کھیتی پر ہاتھ بھی پھیرتا ہوں تو اب میں اپنے ہاتھ اور آنکھ کو کیسے ہٹا لوں۔

یارِ تم اپنے فرعونی جسم کے دوست ہو لہٰذا فرعون کی طرح تمہیں بھی دریائے نیل کا پانی خون نظر آرہا ہے۔ بجز عقل جو بمنزلہ موسیٰؑ کے ہے اُس کے یار بنو تو حقیقت حال واضح ہوگی۔

[2] از پدر۔ انسان کی اپنی اندرونی کیفیت حقائق کو تبدیل کر دیتی ہے۔ اگر انسان باپ سے ناراض ہو جائے تو وہ اُس کو کتا نظر آنے لگتا ہے۔ گرگ۔ اپنی باطنی کیفیت کی بنا پر حضرت یوسفؑ اپنے بھائیوں کو بھیڑیا نظر آتے تھے۔ باپدر۔ اگر باپ سے محبت ہو تو وہ سراسر رحمت نظر آتا ہے۔

[3] جفا۔ تمہارا عالم حضرت حق کا مظہر اور اُس کا پیدا کیا ہوا ہے اس اعتبار سے وہ تمام عالم کا باپ ہے اگر تمہارے دل میں اُس سے بیزاری ہے تو یہ تمام عالم غیر واقعی صورت میں تمہیں نظر آئے گا۔

کُلِ عالَم صورتِ عقلِ کُل[1] ست — کوست بابامی ہر آں کاہل گُل ست

پورا عالم عقلِ کُل کی صورت ہے — وہ ہر اُس شخص کا باپ ہے جو قول واہ ہے

چوں کسے با عقلِ کُل کفراں فزود — صورتِ کُل پیشِ اُو ہم سگ نمود

جب کوئی عقلِ کُل کی نافرمانی کرے — کُل کی صورت اُس کو کتا نظر آتی ہے

صُلح کُن با ایں پدر عاقی بہل — تاکہ فرشِ رز نماید آب و گِل

اس باپ سے صلح کر نافرمانی کو چھوڑ دے — تاکہ تجھے زمین انگور کا فرش نظر آئے

پس قیامت نقدِ حالِ تو بُوَد — پیشِ تو چرخ و زمیں مُبدَل شوَد

پھر قیامت تیری نظر کے سامنے ہو — تیرے آسمان اور زمین بدل جائیں

مَنکہ صلحم دائماً با ایں پدر — ایں جہاں چوں جنتستم در نظر

میری ہمیشہ اس باپ سے صلح ہے — یہ دنیا میری نگاہ میں جنت کی طرح ہے

ہر زماں[2] نو صورتے و نو جمال — تازہ نو دیدن فرومیرد ملال

ہر وقت نئی صورت ہے اور نیا حسن ہے — نئی کرنے شاہد سے غم زائل ہو جاتا ہے

من ہمی بینم جہاں را پُر نعیم — آبہا از چشمہا جوشاں مقیم

میں دنیا کو نعمتوں سے بھرا دیکھتا ہوں — چشموں سے ہمیشہ پانی جوش مار رہا ہے

بانگِ آبش می رسد در گوشِ من — مست می گردد ضمیر و ہوشِ من

پانی کی آواز میرے کان میں پہنچتی ہے — میرا دل اور حواس مست ہو جاتے ہیں

شاخہا رقصاں شدہ چوں تابہا — برگہا کف زن مثالِ مُطرباں

شاخیں صوفیوں کی طرح رقص کر رہی ہیں — پتے گویوں کی طرح تالیاں بجا رہے ہیں

برق آئینہ است لامع از نمد — گر نماید آئینہ تا چوں بُوَد

آئینہ کی چمک نمدے میں سے چمکتی ہے — اگر آئینہ نظر آجائے تو کیا ہوگا؟

از ہزاراں[3] من نمی گویم یکے — زانکہ آگندہ است ہر گوشِ زشکے

میں ہزار (باتوں) میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہوں — کیونکہ ہر کان شک سے پُر ہے

پیشِ وہم ایں گفت مُژدہ دادست — عقل گوید مُژدہ چہ نقدِ من ست

وہم کے لئے یہ بات خوشخبری ہے — عقل کہتی ہے کہ خوشخبری کیا ہوتی ہے یہ میری جاگیر ہے

ہیں۔ پیشِ وہم۔ جن کی عقلیں ناقص ہیں وہ ان باتوں کو بڑا خوشخبری کے سنتے ہیں۔ کامل عقل والے اُن کو تماشا دیکھا کرتے ہیں۔

---

[1] عقلِ کُل۔ مولانا عقلِ کُل کو بہت سی چیزوں پر اطلاق کرتے ہیں یہاں خدائے تعالیٰ مراد ہے۔ ایں کُل۔ یعنی وہ روحیں جنھوں نے ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بلیٰ کا قول کیا تھا چونکہ۔ جب انسان کے دل میں خدا کا کفر ہوتا ہے تو اُس کو سارا جہاں بھیانک نظر آتا ہے۔ صورتِ کُل۔ یعنی جہان۔ عاقی۔ ماں باپ کی نافرمانی۔ تاکہ۔ تمام زمین انگوروں کو بھری ہوئی نظر آئے گی۔ قیامت۔ قیامت میں زمین و آسمان بدل دیئے جائینگے۔ منکہ۔ اس بزرگ نے کہا جونکہ میری خدا سے صلح ہے لہٰذا مجھے تمام عالم جنت نظر آتا ہے۔

[2] ہر زماں۔ لمحہ بہ لمحہ مجھ پر نئی تجلیات کا انکشاف ہوتا رہتا ہے اور طبیعت ملول نہیں ہوتی ہے۔ ضمیر۔ دل۔ شاخہا۔ شاخوں کا ہواؤں سے ہلنا صوفیوں کا رقص معلوم ہوتا ہے اور پتوں کا بجنا گویوں کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ برق آئینہ۔ یہ تجلیات میرے اوپر نمد کے پردوں سے پڑ رہی ہیں جبکہ براہ راست پڑیں تو کیا حال ہوگا۔

[3] از ہزاراں۔ میں ہزار حقائق میں سے ایک بات بھی پوری نہیں بتا رہا ہوں کیونکہ سننے والے اہل نہیں

قصۂ[1] فرزندانِ عُزیر علیہ السلام کہ از پدر احوالِ پدر می پُرسیدند

(حضرت) عزیر علیہ السلام کی اولاد کا قصہ کہ (اپنے) باپ (ہی) سے باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

پدر گفت آرے دیدمش از عقب می آید بعضے کہ شناختندش

باپ نے کہا ہاں میں نے اس کو دیکھا ہے، پیچھے آرہا ہے جن بعض نے پہچان لیا وہ بیہوش

بیہوش شدند و آنانکہ نشناختندش می گفتند ایں شخص خوش

ہوگئے اور جنھوں نے نہ پہچانا وہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے اچھی خوشخبری

مژدہ دادہ ایں بیہوشی از چیست و ایں حالت

دی ہے یہ حالت اور یہ بے ہوشی کس وجہ سے ہے؟

ہمچو پُورانِ[2] عُزیرؑ اندر گذر — آمدہ پُرساں ز احوالِ پدر

(حضرت) عزیرؑ کی اولاد کی طرح راستہ میں — آکر باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

گشتہ ایشاں پیر و باباشاں جواں — پس پدر شاں پیش آمد ناگہاں

وہ بوڑھے ہوگئے تھے اور اُن کے والد جوان تھے — تو انکے والد اچانک سامنے آگئے

پس بپرسیدند ازو کاے رہگذر — از عُزیرِ ما عجب داری خبر

تو انھوں نے اُن سے دریافت کیا اے مسافر! — ہمارے محبوب عزیر کا تجھے علم ہے

کہ کسے ماں گفت کامروز آں سَنَد — بعدِ نومیدی ز بیروں می رسد

کیونکہ کسی نے ہم سے کہا ہے کہ آج وہ سہارا — مایوسی کے بعد باہر سے آجائے گا

آں یکے خوش شد چو ایں مژدہ شنید — گفت[3] آرے بعدِ من خواہد رسید

اُن میں سے ایک نے جب یہ خوشخبری سنی خوش ہوا — اُن عزیرؑ نے کہا میرے بعد وہ آئے گا

واں دگر بشناخت بیہوش اُوفتاد — بانگ می زد کاے مُبشر باش شاد

دوسرے نے پہچان لیا بیہوش ہوکر گر گیا — شور مچاتا تھا کہ اے خوشخبری دینے والے خوش رہ

کہ دراُفتادیم دُرکانِ شکر — کہ چہ جاے مژدہ است اے خیرہ سَر

ہم تو شکر کی کان میں پہنچ گئے ہیں — کہ اے احمق! خوشخبری کا کیا موقع ہے؟

زانکہ چشمِ وہم شد محجوبِ فقد — وہم را مژدہ است پیشِ عقل نقد

کیونکہ وہم کی آنکھ گمشدگی سے ڈھکی ہوئی ہے — وہم کے لئے خوشخبری ہے عقل کے لئے مشاہدہ

---

[1] قصہ۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض باتیں محجوبین کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہیں اور کاملین کے لئے وہ مشاہدہ کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ حضرت عزیرؑ ایک سو سال کے بعد جب زندہ ہوئے تو انکی اولاد نے سنا کہ ہمارے باپ زندہ ہوکر آرہے ہیں وہ انکی جستجو کے لئے شہر سے باہر نکلے حضرت عزیرؑ شہر میں آچکے تھے وہ راستہ میں ملے کچھ اولاد انکو نہ پہچانی اور اُس نے انہی سے اُن کی خبر یں معلوم کرنی چاہیں انھوں نے فرمادیا کہ وہ ابھی آئیں گے یہ خبر اس اولاد کے لئے خوشخبری بنی بعض لڑکوں نے اُن کو پہچان لیا تو اُن کیلئے یہ خبر مشاہدہ بنی اور وہ خوشی سے بیہوش ہوگئے۔

[2] پوراں۔ اولاد۔ پدر یعنی حضرت عزیرؑ۔ ایشاں۔ اولاد بوڑھی ہوگئی تھی حضرت عزیرؑ تغیرات زمانہ سے محفوظ تھے وہ جوان تھے۔ شدہ یعنی حضرت عزیرؑ۔

[3] گفت۔ چونکہ یہ اولاد نہ پہچانی تو انھوں نے اُن پر ظاہر کیا اور فرمادیا کہ ہاں وہ میرے بعد آئیں گے۔ بانگ۔ اُس نے انہیں کو اس خوشخبری دینے کی دعا دی دوسری اولاد نے اُن کو پہچان لیا تو فرطِ مسرت سے بے ہوش ہوگئی۔ کہ چہ جاے۔ پہچاننے والوں نے کہا کہ خوشخبری کیا چیز ہوتی ہے وہ شکر تو ہمارے سامنے ہے۔ وہم۔ ایک ہی بات ناقص عقل کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہے چونکہ وہ مشاہدہ نہیں کرسکتی ہے وعقلِ کامل کے لئے وہ مشاہدہ ہے۔

کافراں را درد و مومن را بشیر
کافروں کے لئے درد اور مومن کیلئے خوشخبری دینے والا

زانکہ عاشق در دمِ نقد ست مست
کیونکہ عاشق مشاہدہ میں مست ہے

کفر و ایماں ہر دو خود دربانِ اوست
کفر اور ایمان دونوں اس کے دربان ہیں

کفر قشرِ خشک رُو برتافتہ
کفر خشک چھلکا منہ پھیرے ہوئے ہے

قشرہا[1] ہی خشک را جا آتش ست
خشک چھلکوں کی جگہ آگ ہے

مغز خود از مرتبہ خوش برترست
مغز اپنے مرتبہ کی وجہ سے بالا ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ

در خورِ عقلِ عوام ایں گفتہ شد
عوام کی عقل کے بقدر یہ کہہ دیا گیا

زر[2] عقلت سیزہ است اے مُتّہم
اے تہمت زدہ! تیری عقل کا سونا ریزہ ریزہ ہے

عقلِ تو قسمت شدہ بر صد مہم
تیری عقل سینکڑوں معاملوں میں بٹی ہوئی ہے

جمع باید کرد اجزا را بعشق
عشق کے ذریعہ اجزاء کو جمع کرنا چاہیے

جو جوے چوں جمع کردی اشتباہ
جو جو کر اگر جو کر کے تو جمع کرلے

لیک نقدِ حال در چشمِ بصیر
لیکن بینا کی آنکھ میں نقدِ حال ہے

لاجرم از کفر و ایماں برترست
لامحالہ وہ کفر اور ایمان سے بالا ہے

کوست مغز و کفر و دیں اُو را دو پوست
کیونکہ وہ مغز ہے اور کفر اور دین اسکے دو چھلکے ہیں

باز ایماں قشرِ لذت یافتہ
پھر ایمان لذت پایا ہوا چھلکا ہے

قشر پیوستہ بمغزِ جاں خوش ست
چھلکا جو جاں کے مغز سے وابستہ ہے وہ اچھا ہے

برترست از خوش کہ لذت گشترست
(بلکہ) اچھے سے بڑھ کر ہے کیونکہ لذت بخش ہے

تا برآرد موسیم از بحر گرد
تاکہ میرا موسیٰ سمندر سے گرد اڑائے

از سخن باقی آں بنہفتہ شد
اس کی بقیہ بات پوشیدہ کردی گئی ہے

بر قراضہ مُہر کے چوں نہم
برادے پر سکہ کی مُہر کیسے لگاؤں؟

بر ہزاراں آرزوی و رطم و رم
ہزاروں آرزوؤں اور بہت مال پر

تا شوی خوش چوں سمرقند و دمشق
تاکہ تو سمرقند اور دمشق کی طرح حسین بن جائے

پس تواں زد سکہ بر تو بادشاہ
تو بادشاہ تجھ پر ٹھپہ لگا سکے گا

---

[1] قالرطم یعنی وہ خشکی اور سمندر کی چیزیں لے آیا یا بہت مال لے آیا بعشق عشقِ خداوندی عقل انسانی کو ایک نقطہ پر جمع کردیتا ہے جیسے قند سمرقند اور دمشق کی روئی مشہور ہیں غوطہ دمشق اور سمندر سمرقند دنیا کی جنتوں میں شمار ہوتے تھے جو جو عقل کو تھوڑا تھوڑا جمع کریگا تو کچھ نہ کچھ معارف حاصل ہو جائینگے۔

[1] کافراں۔ ایک ہی بات منکروں کیلئے درد ہے مومن کیلئے خوشخبری اور عاشق کے لئے مشاہدہ۔ عاشق مشاہدہ اور دیدار سے مست رہتا ہے لہٰذا وہ کفر اور رسمی ایمان سے بالاتر ہے۔ کفر و ایمان۔ کفر اور رسمی ایمان اس عاشق کے در کے دربان ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ مغز کے ہے اور کفر و ایمان دونوں چھلکے ہیں۔ کفر۔ ان دونوں چھلکوں میں یہ فرق ہے کہ کفر تو مشاہدہ سے بالکل منہ موڑے ہوئے ہے اور ایمان کچھ نہ کچھ لذت چکھے ہوئے ہے۔

[2] قشرہا ہی خشک۔ کفر سوکھا چھلکا ہے جو آگ میں جلانے کے قابل ہے عام مومنین کا ایمان وہ چھلکا ہے جو مغز سے جڑا ہوا ہے بمنزلہ عشق الٰہی عام ایمان سے بالاتر ہے۔ ایں سخن یعنی اس نیک شخص کی باتیں موسیم۔ میرا موسیٰ، موسیٰ سے مراد یہاں ذات حق ہے۔ از بحر یعنی بحر معارف معارف کا دریا ایمان۔ در خورِ عوام کی سمجھ کے بقدر کچھ باتیں کہہ دی ہیں بقیہ باتیں چھپالی ہیں۔

[3] زر عقلت۔ انسانوں نے اپنی عقل کے سونے کو پراگندہ کر رکھا ہے سونے کے برادے پر ٹھپہ نہیں لگایا جاسکتا معارف کا خزینہ جب تک سکے کہ عقل مجتمع ہو جائے گی۔ عقل انسان اپنی عقل کو سینکڑوں دھندوں میں بانٹے ہوئے ہے۔ طرم و رم عرب کا محاورہ ہے جانا یا بالقلیم

ور[1] زر مثقالے شوی افزوں تو خام
اے کچے! اگر تو ایک مثقال سے بڑھ جائے گا

از تو سازد شہ یکے زرّینہ جام
تو بادشاہ تیرا زرّیں جام بنالے گا

پس بر و ہم نام و ہم القاب شاہ
تو اُس پر بادشاہ کا نام بھی اور القاب بھی

باشد و ہم صورتش اے وصل خواہ
ہوگا، اور اُس کی تصویر بھی اے وصل کے خواہشمند!

تا کہ معشوقت بود ہم ناں ہم آب
تاکہ روٹی اور پانی بھی تیرا معشوق ہو

ہم چراغ و شاہد و نقل و شراب
چراغ بھی اور شاہد بھی نقل اور شراب بھی

جمع کن خود را جماعت رحمت است
اپنے آپ کو جمع کرلے، جماعت رحمت ہے

تا توانم با تو گفتن آنچہ ہست
تاکہ میں تجھ سے جو حقیقت ہے کہہ سکوں

زانکہ گفتن از برائے باوریست
اِس لئے کہ کہنا یقین کے لئے ہے

جان شرک از بادریٔ حق بریست
شرک کی جان حق کو پہچاننے سے خالی ہے

جانِ[2] قسمت گشتہ در جو فلک
شرک کی، جان آسمان کی فضا میں تقسیم ہوگئی ہے

در میانِ شصت سودا مشترک
بہت سے معاملوں میں مشترک ہے

پس خموشی بہ دہد اورا ثبوت
خاموشی اُس کے لئے اچھا ثبوت مہیا کرتی ہے

پس جواب احمقاں آمد سکوت
احمقوں کے لئے جواب خاموشی ہے

ایں ہمی دانم ولے مستیٔ تن
یہ میں جانتا ہوں لیکن جسم کی مستی

می کشاید بے مرادِ من دہن
بغیر ارادے کے میرا منھ کھول دیتی ہے

آنچناں کز عطسہ و از خامیاز
جیسا کہ چھینک اور انگڑائی سے

ایں دہاں گردد بنا خواہِ تو باز
تیرے ارادے کے بغیر منھ کھل جاتا ہے

در تفسیر حدیث[3] اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی فِی کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً
حدیث کی تفسیر کریں، اللہ اپنے رب سے ہر روز ستر مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں

ہمچو پیغمبر زگفت و از نثار
پیغمبرؐ کی طرح گفتگو اور (اسرار) نچھاور کرنے سے

توبہ آرم روز من ہفتاد بار
میں دن میں ستر بار توبہ کرتا ہوں

لیک آں مستی بود توبہ شکن
لیکن وہ مستی توبہ شکن بنتی ہے

منسی ست ایں مستی تن جامہ کن
یہ کپڑے چاک کرنیوالی جسم کی مستی بھلا دینے والی ہے

حکمتِ اظہارِ تاریخ در اَ
دراز تاریخ کے اظہار کی حکمت

مستیٔ انداخت بر دانایٔ راز
ایک رازداں پر مستی طاری کردیتی ہے

---

[1] ور زر مثقالے۔ اور اگر اسکو ایک مثقال کے وزن سے زیادہ جمع کرلے گا تو پھر اُس کی زرّیں جام بن جائے گا جو شاہ کی مجلس میں ہوگا اور اُس کو شاہ کا مشاہدہ حاصل ہوگا۔ پس شاہی جام پر شاہ کا نام اور القاب اور تصویر کندہ کردی جاتی تھی تاکہ۔ اب تجھے دنیا کی ہر چیز میں حضرتِ حق کا جلوہ نظر آئے گا۔ تو ہست یعنی حقائق۔ زانکہ۔ بات اِس لئے کہی جاتی ہے کہ سننے والے کو اُس کا یقین آجائے جب تک تجھ میں شرک کی کیفیت ہے تو یقین سے خالی ہے۔

[2] جان۔ شرک کی جان اور روح کا تعلق ایک ایسی ذات خداوندی پر مجتمع نہیں ہے وہ کائنات میں بٹی ہوئی اور سینکڑوں معاملوں میں منقسم ہے پس خموشی۔ جاہلوں کے سامنے کسی قرعا کے ثبوت کے لئے خاموشی بہتر ثبوت ہے۔ مستیٔ تن۔ یعنی روحانی مستی بعض نسخوں میں مستیٔ من بھی ہے۔ آنچناں۔ چھینک اور انگڑائی میں بے اختیار منھ کھل جاتا ہے اِسی طرح اسرار کے بیان کرنے میں میرا منھ بے تحاشا کھل جاتا ہے۔

[3] اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ۔ آنحضورؐ کا یہ استغفار بھی اِسی بنا پر تھا کہ بے اختیار معارف ظاہر ہوجاتے تھے۔ نثار۔ یعنی اسرار۔ صرف کرنا۔ آں مستی۔ یعنی روحانی مستی۔ منسی۔ بھلا دینے والی حکمت۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ عالم

رازِ پنہاں[1] باچنیں طبل و عَلَم — آب جوشاں گشتہ از جَفَّ القَلَم

پوشیدہ راز ایسے نقارے اور جھنڈے کیساتھ — جفّ القلم سے پانی جوش مارتا ہے

رحمتِ بیحد روانہ ہر زماں — خُفتہ اَید از درکِ آں اے مردماں

لامحدود رحمت ہر زمانہ میں جاری ہے — اے انسانو! تم اُس کے علم سے سوئے ہوئے ہو

جامۂ خُفتہ خورد از جُوئِ آب — خُفتہ اندر آب جویاے سَراب

سوئے ہوئے کا کپڑا نہر کا پانی پی رہا ہے — پانی میں سویا ہوا سراب کا جویاں ہے

میرود آنجاے بُوئِ آب ہست — زیں تفکر راہ را بر خویش بست

وہاں جاتا ہے، جہاں پانی کی اُمید ہے — اِس خیال سے اُس نے اپنا راستہ مسدود کر دیا

چونکہ[2] آنجا گفت زینجا دُور شُد — بر خیالے اُو ز حق مہجور شُد

جبکہ اُس نے اُس جگہ کی سوچی اِس جگہ سے دُور ہو گیا — ایک خیال (کی بنیاد) پر وہ صحیح واقعہ سے دُور ہو گیا

دور بینانند و بس خفتہ رواں — رحمتے آرید شاں اے رہروواں

سوئی ہوئی روح والے فقط دُور بیں ہیں — اے سالکو! اُن پر رحم کرو

من ندیدم تشنگی خواب آورد — خواب آرد تشنگیِ بے خرد

میں نے نہیں دیکھا کہ پیاس سُلائے — بے عقل کی پیاس سُلاتی ہے

خود خرد آنست کو از حق چرید — نے خردکاں را عُطارد آورید

عقل وہی ہے جو اللہ (تعالیٰ) سے لیتا ہے — نہ وہ عقل جو عطارد (ستارے) سے تم لائے ہو

بیان آنکہ عقلِ[3] جزوی تا بگو پیش نہ بیند و در باقی مُقلّدِ انبیا و اولیاست

اس کا بیان کہ ناقص عقل قبر سے آگے نہیں دیکھتی ہے اور باقی معاملات میں انبیاء اور اولیاء کی مقلد ہے

پیش بینیِ ایں خرد تا گور بُود — وانِ صاحبدل بنفخِ صُور بُود

اِس عقل کی دور بینی قبر تک ہے — صاحبدل کی بلکہ صور پھونکنے تک ہے

ایں خرد از گور فرسخا کے نگذرد — ویں قدم عرصہ عجائب نسپرد

یہ عقل قبر اور برزخ سے آگے نہیں جاتی ہے — یہ قدم عجائب کے میدان کو طے نہیں کرتا ہے

زیں قدم زیں عقل رو بیزار شو — چشمِ غیبی جُوی و بر خوردار شو

اس قدم اور اس عقل سے ہٹ، جا بیزار ہو جا — غیبی آنکھ تلاش کر اور نفع اُٹھا

جو عطارد کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے اسکی دوڑ صرف قبر کے گڑھے تک ہے اسکے بعد کے احوال اسکے ادراک میں نہیں آسکتے ہیں وہ صرف انبیاء اور اولیاء بتا سکتے ہیں جن کو عقلِ خداوندی حاصل ہے وہ لوگ قیامت تک کے احوال سمجھ لیتے ہیں۔ عرصہ عجائب یعنی حشر کا میدان۔ زیں قدم۔ یہ حسی قدم۔ عقل بیزار ہے غیب میں

---

[1] رازِ پنہاں۔ پوشیدہ اسرار اسقدر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدائی تقدیر سے معارف کا چشمہ اُبلنے لگا ہے جفّ القلم یعنی ہونے والی باتیں لکھ کر قلم تقدیر خشک ہو چکا ہے۔

[2] چونکہ۔ جب دوسری جگہ کے پانی کے تصور سے اِدھر بھاگتا ہے تو واقعی پانی سے اپنے آپ کو مزید محروم کرتا ہے۔ دور بینانند۔ جن کی روحیں سوئی ہوئی ہیں وہ سوئے ہوئے کی طرح کے دُور بین ہیں۔ رہروواں یعنی سالکین راہ معرفت۔ من ندیدم پیاس کی حالت میں نیند نہیں آتی لیکن بے عقل کی پیاس اُسکو مزید سُلا دیتی ہے۔ خرد و عقل وہ ہے جو خدا کی جانب سے عطا ہو عطارد ستارے کی تاثیر سے انسان میں جس عقل کا نشو و نما ہوتا ہے وہ دراصل عقل نہیں ہے لہٰذا اِس دنیاوی عقل سے انسان خردمند نہیں بنتا ہے۔

[3] عقلِ جزوی۔ دنیاوی عقل

ہمچو موسیٰؑ نور کے یابد ز جیب
(حضرت) موسیٰ کی طرح گریبان سے نور کب حاصل کرتا ہے؟

شجرۂ استاد و شاگرد و کتیب
اُستاد کا تابع اور کتاب کا شاگرد

زیں[1] نظر ویں عقل ناید جز دوار
اس غور و فکر اور اس عقل سے سوائے دوڑ دھوپ کے کچھ حاصل

پس نظر بگذار و بگزیں انتظار
تو غور و فکر چھوڑ اور انتظار اختیار کر

از سخن گوئی مجو ئید ار تفاع[2]
باتیں بنانے سے بلندی نہ چاہو

منتظر را بہ ز گفتن استماع
منتظر کے لئے کہنے سے سُننا بہتر ہے

منصب تعلیم نوعے شہوتست
تعلیم کا مقام ایک قسم کی خواہش نفسانی ہے

ہر خیالے شہوتی در رہ بُتست
نفسانی ہر خیال راستہ کا بُت ہے

گر بفضلش پے ببرد ہر فضول
اگر ہر بیہودہ اپنی بڑائی کی وجہ سے پتہ پالیتا

کے فرستادے خدا چندیں رسول
تو خدا اتنے رسول کب بھیجتا

عقلِ[2] جزوی ہمچو برق ست و دخش
ناقص عقل بجلی اور چمک کی طرح ہے

در درخشی کے تواں شد سوئے دوش
چمک میں دوش تک کہاں جایا جاسکتا ہے

نیست نورِ برق بہر رہبری
بجلی کی چمک راستہ طے کرنے کیلئے نہیں ہے

بلکہ امرست ابر را کہ می گری
بلکہ وہ ابر کو حکم ہے کہ تو رو

برقِ عقلِ ما برائے گریہ است
ہماری عقل کی چمک رونے کیلئے ہے

تا بگرید نیستی در شوق ہست
تاکہ روئے، فنا عشق میں ہے

عقلِ[3] کودک گفت بر کُتّاب تن
بچہ کی عقل نے کہا مکتب میں جا

لیک نتواند بخود آموختن
لیکن اس کو وہ خود سیکھا نہیں سکتی

عقلِ رنجور آردش سوئے طبیب
بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس لاتی ہے

لیک نبود درد و اعقلش مُصیب
لیکن دوا تجویز کرنے میں اچھی عقل صحیح پہنچنے والی نہیں ہے

نک شیاطیں سوئے گردوں می شدند
یہ شیطان آسمان کی جانب گئے

گوش بر اسرارِ بالا می زدند
(عالمِ) بالا کے رازوں پر کان لگایا

می ربودند آنکے زاں رازہا
اُن رازوں میں سے کچھ اُچک لے گئے

تا شہُب می راندشاں زود از سما
تو شہابوں نے فوراً انھیں آسمان سے بھگادیا

---

[1] زیں نظر۔ اس غور و فکر سے قطع نظر کر اور مجاہدات میں مصروف رہ کر انتظار کر تاکہ تجھے نورِ موسوی میسر آجائے۔ منتظر جو مجاہدات کی حالت میں انتظار میں ہے اُس کے لئے بولنا مفید نہیں سننا مفید ہے۔ منصب تعلیم علوم ظاہری کی خواہش کی بنیاد جاہ اور رُتبہ ہے جو خواہش نفس ہے اور خواہش نفس کو پورا کرنا راہ طریقت میں بُت پرستی ہے۔ گر بفضلش۔ اگر انسان کی بڑائی کی بنیاد اسرارِ معرفت حاصل ہوا کرتے تو رسولوں کی بعثت بیکار تھی۔

[2] عقلِ جزوی۔ انسان کی ناقص عقل آسمان کی بجلی کی کوند کی طرح ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں ہو سکتا۔ دخش۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ نیست۔ بجلی کی کوند راستہ طے کرنے کے لئے نہیں ہے وہ تو ابر کو یہ حکم دینے کے لئے ہے کہ رو! یعنی آنسو برسا۔ برقِ عقل۔ عقلِ انسانی کی کوند بھی اسی لئے ہے کہ انسان عشقِ الٰہی میں روئے۔ اسی سے فنا کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

[3] عقلِ کودک۔ عقلِ ناقص کی مثال بچہ کی عقل کی سی ہے وہ عقل بچہ کو یہ بتاتی ہے کہ مکتب میں جا لیکن وہ عقل اس کو تعلیم نہیں دے سکتی۔ عقلِ رنجور۔ بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس جانے پر مجبور کرتی ہے لیکن اُس کے لئے وہ تجویز نہیں کر سکتی اسی طرح عوام کی عقل انکو نبی اور ولی تک پہنچا سکتی ہے اسرار کا سکھانا اسی نبی اور ولی کا کام ہے۔ نیک۔ شیاطین براہ راست اسرار معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقب مار گراتے ہیں اور انکو حکم ملتا ہے کہ اسرار کی تعلیم نبی سے حاصل کرو۔

که رُوید آنجا رسولے آمده است
کہ جاؤ وہاں ایک رسول آگیا ہے

هر چه می خواهید از و آید بدست
تم جو چاہتے ہو اسی سے ہاتھ آئے گا

گر همی جوئید دُرِّ بے بہا[1]
اگر تم گراں قدر موتی تلاش کرتے ہو

اُدْخُلُوا الْأَبْيَاتَ مِنْ أَبْوَابِهَا
گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

می زن آں حلقه در و بر بابِ اوست
دروازے کی کنڈی بجا اور دروازے پر ٹھہر

کز سُوی بامِ فلک تاں راه نیست
اسلئے کہ آسمان کے بالاخانہ کی جانب تمہارے لئے راستہ نہیں ہے

نیست حاجت تا بدیں راهِ دراز
اس دراز راستہ کی ضرورت نہیں ہے

خاکیئے را داده ایم اسرارِ راز
ہم نے ایک خاکی کو راز کے بھید دے دیئے ہیں

پیشِ او آئید اگر خائن نه اید
اگر تم خائن نہیں ہو تو اُس کے سامنے آؤ

نیشکر گردید از و گرچه نے اید
اُس سے گنا بن جاؤ گے اگرچہ تم نرسل ہو

سبزه[2] رویانند ز خاکت آں دلیل
وہ رہنما تیری خاک سے سبزہ اُگا دے گا

نیست کم از سُمِّ اسپِ جبرئیلؑ
وہ جبرئیل کے گھوڑے کے سُم سے کم نہیں ہے

سبزه گردی تازه گردی از نوی
تو از سر نو سبزہ بن جائے گا تازہ بن جائیگا

گر تو خاکِ اسپِ جبرئیلے شوی
اگر تو کسی جبرئیل کے گھوڑے کی خاک بنجائیگا

سبزهٔ جان بخش کاں را سامری
جان عطا کرنے والا سبزہ جس کو سامری نے

کرد در گوساله تا شد گوهری
بچھڑے میں رکھ دیا یہانتک کہ وہ جوہر والا ہو گیا

جاں گرفت و بانگ زد زاں سبزهٔ او
اُس سبزہ سے وہ جاندار ہو گیا اور بولنے لگا

آنچناں بانگے که شد فتنه عدو
اس طرح بولا، کہ وہ دشمن کے لئے فتنہ بن گیا

گر[3] اَیمن آئید سُوی اہلِ راز
اگر تم رازدار کی جانب امانتدار بن کر آؤ گے

وارهید از سرِ کله مانندِ باز
تو باز کی طرح سر کی ٹوپی سے نجات پا جاؤ گے

سر کلاه چشم بندد و گوش بند
وہ سر کی ٹوپی جو آنکھ کی بندش اور کان کی بندش ہو

کاز و باز ست مسکین و نژند
جس کی وجہ سے باز مسکین اور خستہ ہے

زاں کله بر چشمِ باز اوّل شدست
وہ ٹوپی باز کی آنکھوں پر ابتداء اسلئے آئی ہے

که همه میلش سُوی جنسِ خودست
کہ اُس کا تمام میلان اپنی جنس کی طرف ہے

چوں بُرید از جنس باشه گشت یار
جب وہ اپنی ہم جنس سے شاہ کا دوست ہو گیا

بر کُشاید چشم اُورا باز وار
تو باز کی طرح اُس کی آنکھیں کھولدے گا

---

[1] دُرِّ بے بہا: یعنی اسرار معرفت۔ بے بہا: اسرار حاصل کرنیکا واسطہ نبی اور ولی کی ذات ہے کی آن در دازہ سے داخل ہو نیکا مطلب یہ ہے کہ در دازہ پر جاکر کنڈی بجا اور کھڑا رہ جب اجازت ہو تو اندر جا۔ جیسے کہتے ہیں کہ آسمانوں کا طویں سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم نے ایک خاکی بیٹی ہیں کہ اسرار بتادیتے ہیں اُس سے جاکر سیکھو تم نرسل ہو اُس کی محبت سے گنا بن جاؤ گے۔

[2] سبزہ۔ وہ نبی اور ولی تمہارے خاک سے سبزہ اُگا دیگا کیونکہ وہ مرتبہ میں حضرت جبرئیلؑ کے گھوڑے کے سُم سے کم نہیں ہے۔ حضرت جبرئیلؑ جب اسرائیلیوں کی مدد کیلئے آئے تو انکے گھوڑے کا قدم جس جگہ پڑتا تھا وہ سرسبز ہو جاتی تھی سامری نے یہ دیکھ کر اُس کے قدم کی مٹی اُٹھا کر گئو سالے میں ڈالی جس سے اُس میں زندگی کے اثرات پیدا ہو گئے۔ حالانکہ وہ اس وقت تو مومن تھے لیکن سامری کے بہکانے کے بعد وہ مشرک ہو گئے تھے۔

[3] گر اَیمن۔ اگر تم اولیاء کی صحبت دیانتداری سے اختیار کروگے تو وہ پردہ ہٹ جائیگا جو غیبی چیزیں دیکھنے سے مانع ہے۔ تنبیہ۔ باز جب تک اندھا ہے مانوس نہیں ہوتا اسکے سر پر ایک ٹوپی اس طرح اڑھائی جاتی ہے جس سے اُسکی آنکھیں اور کان چھپے رہتے ہیں۔ زاں۔ یہ ٹوپی اسلئے اڑھائی جاتی ہے کہ اسکا میلان مالک کیطرف نہیں ہوتا اور دوسرے

رانَدہ[1] دیواں راحق از مرصادِ خویش — عقلِ جزوی را ز استبدادِ خویش

اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو اپنی گھات سے بھگا دیا — ناقص عقل کو اپنے مستقل ہونے سے بھگا دیا

کہ سری کم کن نہ تو مستبد — بلکہ شاگردِ ولی و مستعد

کہ خود سری نہ کر تو مستقل نہیں ہے — بلکہ قولی کا شاگرد اور صاحب استعداد ہے

زُو بر دل رَو کہ تو جزوِ ولی — ہیں کہ بندہ بادشاہِ عادلی

جلد دل کے پاس جا کیونکہ تو دل کا جز ہے — خبردار! تو منصف بادشاہ کا غلام ہے

بندگیِ[2] اُو بہ از سلطانی است — کہ اَنَا خَیرٌ دم شیطانی است

اُس کی غلامی بادشاہت سے بہت بہتر ہے — میں بہتر ہوں" کا دعویٰ شیطانی ہے

فرق بیں بر گزیں تو اے حسیس — بندگیِ آدمؑ از کبرِ بلیس

اے گہنے! تو فرق سمجھ لے اور اختیار کر — آدمؑ کی بندگی، شیطان کے تکبر کے بجائے

گفت آنکہ ہست خورشید رہ اُو — حرفِ طُوبیٰ ہر کہ ذَلَّتْ نَفْسُہٗ

جو راہ کا سورج ہے اُس نے کہا ہے — طوبیٰ کا لفظ ہر اُس شخص کیلئے ہے جس کو نفس

سایۂ طُوبیٰ ببین و خوش بخسپ — سر بنہ در سایۂ سرکش نخسپ

طوبیٰ کا سایہ دیکھ لے اور آرام سے سو — سر رکھ دے، سرکش کے سایہ میں نہ سو

ظِلِّ[3] ذَلَّتْ نَفْسُہٗ خوش مضجعے ست — مستعدانِ صفا را منجعے ست

ذَلَّتْ نَفْسُہٗ کا سایہ بہترین خواب گاہ ہے — صفائی کی استعداد رکھنے والوں کیلئے خواب گاہ ہے

گر ازیں سایہ روی سوئے منی — زود طاغی گردی و رہ گم کنی

اگر تو اِس سایہ سے خودی کیطرف جائے گا — فوراً سرکش بن جائیگا اور راستہ گم کر دے گا

بیانِ آیۂ کریمہ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ

آیت کریمہ کا بیان — اے مومنو! — پیش قدمی نہ کرو

یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ

اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے — اور اللہ سے ڈرو

از حکیم سنائی ست

حکیم سنائی نے کہا ہے

چوں نبی نیستی ز اُمت باش — چونکہ سلطاں نہ رعیت باش

جب تو نبی نہیں ہے، اُمتی بن — جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے رعیت بن

پس رو خامشاں و خامش باش — وز خودی رای زحمتی مَتراش

تو خاموشوں کا پیرو اور خاموش بن — اور خودی سے تکلیف کی رائے نہ اختیار

[1] رانَدہ۔ اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو گھات سے بھگا دیا ہے کہ ناقص عقل والے کو مستقل نہ بننا چاہیئے اور خود سری چھوڑ کر کسی ولی کی شاگردی کر لی چاہیئے اور اپنی استعداد کو بروئے کار لانا چاہیئے۔ زُو۔ زود کا مخفف ہے۔ دِل۔ یعنی صاحبِ دل۔ ہیں۔ ناقص عقل والے کو شیخ کامل کا غلام بننا چاہیئے۔

[2] بندگی۔ اُس کے لئے غلامی سلطانی سے بہتر ہے۔ اَنَا خَیرٌ۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو آگ سے افضل قرار دیا تھا۔ فرق بین۔ آدمؑ نے بندگی اختیار کی اور شیطان نے کبر کیا دونوں کا فرق سمجھ لے کیا نتیجہ نکلا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے طوبیٰ۔ جنت میں ایک درخت ہے جس کا سایہ عظیم الشان اور خوشگوار ہے، تو شجری۔

[3] ظِل۔ سایہ۔ مضجع۔ خوابگاہ۔ منجع۔ خوابگاہ۔ منی۔ خودی۔ از حکیم۔ یہ نیچے کے دونوں شعر حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

پس[1] رَوی خاموش باش از انتقاد
تو پیرو ہے، فرمانبرداری سے چپ رہ

زیرِ ظلِّ امرِ شیخ و اُوستاد
اُستاد اور شیخ کے حکم کے سایہ تلے

پس رَوِ صامت شو و خاموش باش
تو پیرو ہے، چپ ہو جا اور خاموش رہ

از وجودِ خویش والی کمتراش
اپنے وجود کو والی (حاکم) نہ بنا

ورنہ گرچہ مُستعدی و قابلی
ورنہ، اگرچہ تو صاحبِ استعداد و قابلیت ہے

مَسخ گردی تو زلافِ کاملی
تو کہاں کی شیخی بگھارنے سے مسخ ہو جائیگا

ہم ز استعداد و آمانی اگر
استعداد اور تمناؤں سے بھی اگر

سرکشی ز اُستاد رَادِ باخبر
تو عقلمند و باخبر اُستاد سے سرکشی کرے گا

صبر کُن[2] در موزہ دوزی و بسُوز
موزہ سینے اور مشقت پر صبر کر

وَرشوی بے صبر مانی پارہ دُوز
اگر تو بے صبر بنے گا پیوند لگا ہوا رہ جائیگا

کُہنہ دوزاں گر بدے شاں صبر و حلم
پرانے موزے گانٹھنے والوں کو اگر صبر اور بردباری ہاتھ آتی،

جُملہ نو دوزاں شدندے ہم بعلم
ہنر کے ذریعہ سب نیا (موزہ) سینے والے بن جاتے

پس بکوشی و بآخر از کلال
پھر تو کوشش کرے گا اور بالآخر تھک کر

خود بخود گوئی کہ اَلعَقلُ عِقال
خود کہے گا کہ عقل بندھن ہے

ہمچو آں مردِ مُفلسِف[3] روزِ مرگ
اُس فلسفی کی طرح جس نے موت کے دن

عَقل را می دید بس بے بال و برگ
عقل کو بہت بے ساز و سامان دیکھا

بے غرض[4] می کرد آندم اعتراف
اُس وقت اُس نے اخلاص سے اقرار کیا

کز ذکاوت راندیم اَسپ از گزاف
کہ ہم نے ذہانت کے گھوڑے بیکار دوڑائے

از غروری سر کشیدم از رِجال
میں نے تکبر کی وجہ سے (بلا خدا) لوگوں سے سرکشی کی

آشنا کردیم در بحرِ خیال
خیال کے سمندر میں تیراکی کی

آشنا ہیچ ست اندر بحرِ رُوح
روح کے سمندر میں تیراکی بیکار ہے

نیست آنجا چارہ جز کشتیِ نوح
وہاں نوحؑ کی کشتی کے سوا چارہ نہیں ہے

کاشکے کو آشنا ناموختے
کاش وہ تیراکی نہ سیکھتا

تا طمع در نوح و کشتی دوختے
تاکہ تمنا کرتا نوحؑ اور کشتی سے وابستہ کر لیتا

اینچنیں فرمود آں شاہِ رُسل
رسولوں کے شاہ نے اسی لئے فرمایا ہے

کہ منم کشتی دریں دریایِ کُل
کہ اس عظیم دریا میں کشتی کی مانند ہوں

---

[1] پس رَوی۔ مرید کو خاموشی سے شیخ کی تابعداری کرنی ضروری ہے، مرید کا کام چپ رہنا اور شیخ کی ہدایت پر عمل کرنا ہے اپنی طرف سے باتیں بنانا اور اپنی بڑائی جتانا تباہی ہے۔ ورنہ۔ اگر تو شیخ کے سامنے بڑائی بگھاریگا تو اگرچہ صاحب استعداد ہو تیری وہ استعداد برباد ہو جائیگی۔

[2] صبر کُن۔ پورا موچی اُس وقت بنتا ہے جب صبر اور محنت سے سیکھتا ہے ورنہ صرف موزہ اور جوتہ گانٹھنے والا بنکر رہ جاتا ہے۔ کُہنہ دوز۔ جوتے گانٹھنے والے اگر صبر سے کام لے کر اُستاد سے سیکھتے تو ہُنرمند بن کر موچی بن جاتے۔ اَلعَقلُ عِقال۔ عقل رسّی ہے یعنی ہماری عقل ہمارے ہنر سیکھنے کے لئے مانع بن گئی۔

[3] مُفلسِف۔ اِس سے شیخ بوعلی سینا فلسفی مراد ہے

[4] بے غرض۔ شیخ بوعلی سینا نے موت کے وقت جب عالمِ آخرت منکشف ہونے لگا تو اقرار کیا کہ ان معاملات میں عقل گھوڑے دوڑانا بیکار تھا۔ از غروری۔ علم کے غرور نے اہلِ اللہ تک نہ پہنچنے دیا اور میں خیالی سمندر میں غوطے لگاتا رہا۔ آشنا۔ مولانا فرماتے ہیں روح کے سمندر میں خود تیرنا بیکار ہے وہاں نوحؑ والی کشتی ضروری ہے۔ کاشکے۔ اگر شیخ بوعلی سینا عقل گھوڑے دوڑانا نہ جانتا تو کسی بزرگ کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ اینچنیں۔ اسی طرح

[1] یا کسے کو در بصیرت تہائی من
یا وہ ہے جو میری بصیرتوں میں

کشتیِ نوحیم در دریا کہ تا
میں دریا میں نوحؑ والی کشتی ہوں، ہرگز

ہمچو کنعاں سوئے ہر کوہے مرو
کنعان کی طرح ہر پہاڑ کی جانب نہ جا

[2] می نماید پست ایں کشتی زبند
پرزے کی وجہ سے یہ کشتی پست نظر آتی ہے

پست منگر ہاں و ہاں ایں پست را
خبردار خبردار! اس نیچی کشتی کو نیچا نہ سمجھ

در بلندی کوہِ فکرت کم نگر
اپنی عقل کے پہاڑ کو بلند نہ سمجھ

گر تو کنعانی نداری باورم
اگر تو کنعان (صفت) ہے میرا یقین نہ کریگا

گوشِ کنعاں کے پذیرد ایں کلام
اس بات کو کنعان کا کان کب قبول کرتا ہے؟

کے گذارد موعظت بر مہرِ حق
نصیحت اللہ تعالیٰ کی مہر سے آگے کب بڑھ سکتی ہے؟

[3] لیک می گویم حدیثِ خوش پئی
لیکن میں خوشگوار بات سناتا ہوں

آخر ایں اقرار خواہی کرد ہیں
خبردار! بالآخر تو یہ اقرار کرے گا

می توانی دید آخر را مکن
تو انجام کو دیکھ سکتا ہے، نہ بنا

ہر کہ آخر بیں بود مسعود وار
جو نیک بخت کی طرح انجام بیں ہوتا ہے

شد خلیفہ راستیں بر جایِ من
میری جگہ سچا قائم مقام بنا ہے

رو نگردانی ز کشتی اے فتیٰ
اے نوجوان! تو کشتی سے روگردانی نہ کر

از نبے لا عاصم الیوم شنو
قرآن سے "آج کوئی بچانے والا نہیں" سن لے

[4] می نماید کوہِ فکرت پس بلند
تجھے عقل کا پہاڑ بلند نظر آتا ہے

بنگر آں فضلِ خدا بیوست را
خدا سے جڑے ہوئے اس فضل کو دیکھ

کہ یکے موجش کند زیر و زبر
کیونکہ اس کو ایک موج تہ و بالا کر دے گی

گر دو صد چندیں نصیحت آورم
خواہ میں اس جیسی دو سو نصیحتیں کروں

کہ بر و مہرِ خدا یست و ختام
کیونکہ اس پر خدا کی مہر لگی ہوئی ہے

کے بگرداند حدث محکمِ سبق
نئی بات ازلی حکم کب بدل سکتی ہے؟

بر امیدِ آنکہ تو کنعاں نہ
اس امید پر کہ تو کنعان نہیں ہے

ہم ز اوّل روزِ آخر را ببیں
پہلے ہی دن سے انجام بیں بن جا

چشمِ آخر بینت را کور و کہن
اپنی انجام بیں آنکھ کو اندھا اور پرانا

نبود ش ہر دم برہ رفتن عثار
اسکو راستہ چلتے میں ہر وقت ٹھوکر نہیں لگتی ہے

[1] یا کسے یعنی صحابہ کرام جو آنحضورؐ کی بصیرتوں سے فیضیاب تھے کشتی نوحیم آنحضورؐ نے فرمایا میں اور میرے فیض یافتہ صحابہؓ اس دریائے معرفت کیلئے بمنزلہ نوحؑ کی کشتی کے ہیں۔ کنعان۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان بیٹے نے بجائے کشتی میں بیٹھنے کے یہ کہا تھا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر پناہ حاصل کروں گا۔ آج تبے۔ قرآن پاک میں اس کو جواب دیا گیا۔ لا عاصم الیوم آج کوئی بچانے والا نہیں ہے۔

[2] می نماید۔ چونکہ آنکھوں پر بندش ہے اسلئے اولیاء کی صحبت حقیر نظر آتی ہے اور اپنی عقل بلند نظر آتی ہے۔ فضل خدا۔ جبکہ فضل خداوندی اس کے شامل حال ہے تو اس کو حقیر نہ سمجھ کنعانی۔ اگر تیرا مزاج بھی کنعان کی طرح ہے کوئی نصیحت کو نہ سنے گا ایسے لوگوں کے کانوں پر مہر خداوندی لگی ہوتی ہے بیت۔ مہر۔ کے گذارد۔ کسی کی نصیحت اللہ تعالیٰ کی مہر سے گذر کر کان تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ حدث۔ اس نو پیدا میری نصیحت۔ حکم سبق۔ ازلی حکم میری کانوں پر مہر لگ جانیکا حکم۔

[3] لیک۔ میں جو کچھ نصیحت کر رہا ہوں وہ اس بنا پر کر رہا ہوں کہ تو کنعان صفت نہ ہوگا آخر۔ مولانا پھر پہلے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں کہ آخر میں عقل کے نابکار ہونیکا اقرار کرنا پڑیگا اور آخر کے معاملہ کو اب ہی سمجھ لے۔

گر نخواہی ہر دمے ایں خفت و خیز — کُن زخاکِ پایِ مردے چشم تیز

اگر تو ہر وقت گرنا اور منہ بھلنا نہیں چاہتا — کسی مرد خدا کے پاؤں کی خاک سے آنکھ کو تیز کرلے

کُحلِ دیدہ ساز خاکِ پاش را — تا نیندازی سرِ او باش را

اس کے پاؤں کی خاک کو آنکھ کا سرمہ بنالے — تاکہ بیہودہ سر کو نہ مکرائے

کہ ازیں[1] شاگردی و زیں افتقار — سوزنے باشی شوی تو ذوالفقار

کیونکہ اس شاگردی اور اس احتیاج سے — اگر تو سوئی بھی ہے تو ذوالفقار (تلوار) بن جائیگا

سرمہ کُن تو خاکِ ہر بگزیدہ را — ہم بسوزد ہم بسازد دیدہ را

ہر برگزیدہ کی خاک کو سرمہ بنالے — وہ گھستی بھی ہے آنکھ کو بناتی بھی ہے

چشم روشن کُن زخاکِ اولیا — تا بہ بینی زابتدا تا انتہا

اولیاء کی خاک سے آنکھ روشن کرلے — تاکہ تو آغاز سے انجام تک دیکھ لے

کُو خورد از بہرِ نورِ چشم خار — چشمِ اُشتر زاں بود بس نور بار

کہ وہ آنکھ کی روشنی کے لئے کانٹا کھاتا ہے — اونٹ کی آنکھ اسی لئے زیادہ روشن ہوتی ہے

خار[2] خور تا گل بروید ند ترا — چشمِ تو روشن شود جاں باصفا

کانٹا چبا تاکہ وہ تجھ میں پھول اُگائے — تیری آنکھ روشن اور روح صاف ہوجائیگی

خار را از چشمِ دل گر بر کنی — چشمِ جاں را حق بخشد روشنی

اگر تو دل کی آنکھ سے کانٹا نکالدے گا — اللہ (تعالیٰ) جان کی آنکھ کو روشنی عطا فرمادیگا

قصہ[3] شکایت اُشتر بہ اُشتر کہ من بسیار در رُومی اُفتم در راہ رفتن

خچر کی اونٹ سے شکایت کا قصہ کہ میں راستہ چلنے میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں

وتو کم می اُفتی چون است وجواب گفتنِ شتر مر اُشتر را

اور تو نہیں گرتا (یہ) کیوں ہے؟ اور اونٹ کا خچر کو جواب دینا

اُشتُرے را دید روزے اُشتُرے — چونکہ با اُو جمع شُد در آخُرے

ایک خچر نے ایک روز ایک اونٹ کو دیکھا — جبکہ وہ ایک اصطبل میں اسکے ساتھ جمع ہوا

گفت من بسیار می اُفتم برُو — در گریوہ در راہ و در بازار و کُو

اُس نے کہا میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں — ٹیلے اور راستہ میں اور بازار و کوچہ میں

کز چہ در رُومی فتم بسیار من — در رہِ ہموار و ناہموارِ من

میں منہ کے بل اکثر کیوں گرتا ہوں! — ہموار اور ناہموار راستہ میں

---

[1] کہ آزیں۔ اہل اللہ کے اتباع سے تھوڑی سی استعداد والا بھی کامل بن جاتا ہے۔ ذوالفقار حضرت علیؓ کی تلوار کا نام ہے۔ ہم بسوزد۔ یہ ذرا لگتا تو ہے لیکن آنکھ کو درست کرتا ہے یعنی اہل اللہ کی اطاعت ناگوار تو ہوتی ہے لیکن انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ کو خورد۔ اونٹ نے کانٹے چبائے تو آنکھیں روشن ہوگئیں۔

[2] خار خور۔ شیخ کی تعلیم و صحبت میں ناگواریاں برداشت کر تیرے اندر معرفت کے گل اور بوٹے اگیں گے آنکھوں میں روشنی دل میں صفائی پیدا ہوجائے گی خار را۔ اگر نفس کے رذائل کا کانٹا آنکھ سے نکالدو گے تو نور بصیرت خالص ہوجائیگا۔

[3] قصہ۔ اس قصہ سے مولانا نے دور بینی کے فوائد اور دور بین میں کی اطاعت کے فائدے سمجھائے ہیں۔ اشتر۔ خچر۔ آخر۔ چوپائے باندھنے کی جگہ۔ گریوہ۔ ٹیلہ۔

خاصہ[1] از بالائے کُہ تا زیرِ کوہ
خصوصاً پہاڑ کے اوپر سے پہاڑ کے نیچے تک

کم ہمی اُفتی تو در رُو بہرِ چیست
کیا سبب ہے؟ تو مُنہ کے بل نہیں گرتا ہے

در سرآیم ہر دم و زانو زنم
میں ہر وقت سر کے بل گرتا ہوں اور گھٹنے رگڑتا ہوں

گر شود پالاں و رختم بر سرم
میرا پالان اور میرا بوجھ میرے سر پر اُلٹا ہو جاتا ہے

ہمچو کم عقلے کہ از عقلِ تباہ
اُس بیوقوف کی طرح جو برباد شدہ عقل کی وجہ سے

شخرۂ[2] ابلیس گردد در زمن
زمانے میں شیطان کے تابع بنتا ہے

در سرآید ہر زماں چوں اَسپ لنگ
وہ لنگڑے گھوڑے کی طرح ہر وقت مُنہ کے بل گرتا ہے

می خورد از غیب بر سر زخم او
غیب سے وہ سر پر چوٹ کھاتا ہے

باز توبہ می کند بارائے سُست
پھر کمزور ارادے سے توبہ کرتا ہے

ضُعف اندر ضُعف و کبرش آنچناں
کمزوری در کمزوری اور اُس کا تکبر اُس قدر

اے شُتر[3] کہ تو مثالِ مُومنی
اے اونٹ! تو مومن کی طرح ہے

توچہ داری کہ چنیں بے آفتی
تیرے پاس کیا ہے کہ تو ایسا بے مصیبت ہے

گفت گرچہ ہر سعادت از خداست
اس نے کہا اگرچہ ہر نیک بختی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے

در سرآیم ہر زمانے از شکوہ
ہر وقت خوف سے میں مُنہ کے بل گرتا ہوں

یا مگر خود جانِ پاکت دولتیست
شاید تیری پاک جان (فطرت) دولتی ہے

پوز و زانو زاں خطا پُر خوں کنم
اُس غلطی سے تھوتھنی اور گھٹنے زخمی کر لیتا ہوں

وز مُکاری ہر زماں زخمے خورم
اور دھوکے دینے سے میں ہر وقت پٹتا ہوں

بشکند توبہ بہر دم از گناہ
گناہ کرکے ہر وقت توبہ توڑ دیتا ہے

از ضعیفی رائے آں توبہ شکن
کمزوری کی وجہ سے اُس توبہ شکن کی رائے

کہ بُود بارش گران و راہ سنگ
جس پر بھاری بوجھ ہو اور سنگلاخ راستہ ہو

از شکستِ توبہ آں اِدبار خُو
وہ منحوس توبہ کے ٹوٹنے سے

دیو یک پُف کرد توبہ را شکست
شیطان نے ایک پھونک ماری توبہ کو توڑ دیا

کہ بخواری بنگرد در واصلاں
کہ اولیاء کو ذلت سے دیکھتا ہے

کم فتی در رُو و کم بینی زنی
مُنہ کے بل نہیں گرتا ہے اور مار نہیں کھاتا ہے

بے عثاری و کم اندر رُو فتی
بغیر لغزش کے ہے اور مُنہ کے بل نہیں گرتا ہے

درمیانِ ما و تو بس فرقہاست
ہم میں اور تجھ میں بہت فرق ہیں

---

[1] خاصہ۔ عام طور پر بھی گرتا ہوں لیکن پہاڑی راستہ میں تو ضرور گرتا ہوں۔ یوز۔ تھوتھنی۔ کرمشود۔ مُنہ کے بل گرتا ہوں تو بوجھ اور پالان کھسک کر سر پر آجاتا ہے پھر گدھے راہ میرے ڈنڈے مارتا ہے۔ ہمچو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ توبہ شکن بے عقل کی مثال اسی گدھے کی سی ہے۔

[2] شخرہ۔ یہ توبہ شکن اپنی کمزور رائے کی وجہ سے شیطان کے تابع ہوتا ہے اور گھوڑے گھوڑے کی طرح ٹھوکر کھا کر مُنہ کے بل گرتا رہتا ہے جس پر وزن زیادہ ہو اور راستہ بھی پتھریلا ہو۔ آز۔ توبہ شکن پھر توبہ کرتا ہے اور شیطان ایک پھونک سے پھر اس کی توبہ توڑ دیتا ہے۔ بالکل۔ خود تو اس قدر کمزور ہے لیکن بزرگوں کو ذلیل سمجھتا ہے۔

[3] اے شتر۔ پھر پیغمبر کی بات شروع کی ہے۔ پیغمبر نے اونٹ سے کہا کہ تیری مثال مومن کی سی ہے جو مُنہ کے بل گرے اور نہ پٹے۔ گفت۔ اگرچہ ہر سعادت اللہ کی جانب سے ہے لیکن ظاہری وجہ یہ بھی ہے کہ میرا قد بلند اور میری تھیں ذور میں ہیں۔

سَر بُلندم من دو چشمِ من بُلند
میرا سر بلند ہے، میری دونوں آنکھیں بلند ہیں

از سَرِ کُہ من بہ بینم پایِ کوہ
میں پہاڑ کی چوٹی سے پہاڑ کی جڑ تک کو دیکھ لیتا ہوں

ہمچناں کہ دید آں صدرِ اجل
جس طرح اُس بزرگ نے دیکھ لیا

آنچہ خواہد بُود بعدِ بست سال
جو بات بیس سال بعد ہوگی

حالِ خود تنہا ندید آں مُتّقی
اُس متقی نے صرف اپنا حال ہی نہیں دیکھا

نُور[1] در چشم و دلش سازد سکن
نور اُس کی آنکھ اور دل کو سکون بناتا ہے

ہمچو یوسفؑ کو بدید اوّل بخواب
جس طرح حضرت یوسفؑ کی اُنھوں نے شروع ہی میں خواب

ازپسِ دہ سال بلکہ بیشتر
دس سال کے بعد بلکہ اُس سے بھی زیادہ میں

نیست[2] آں بنظُر بنُورِ اللہ گزاف
وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، لغو نہیں ہے

نیست اندر چشمِ تو آں نُور رَو
جا، تیری آنکھ میں وہ نور نہیں ہے

تو ز ضعفِ چشم بینی پیشِ پا
تو آنکھ کی کمزوری کی وجہ سے صرف پاؤں کے آگے

پیشوا چشم ست دست و پایِ را
ہاتھ اور پاؤں کا پیشوا آنکھ ہے

دیگر آنکہ چشمِ من رَوشن ترست
علاوہ ازیں میری آنکھ زیادہ روشن ہے

بینشِ عالی اَمان ست از گزند
بلندی سے دیکھنا تکلیف سے امن کا سبب ہے

ہر گوہ[3] ہموارہ رامن توہ توہ
تہ بہ تہ ہر گڑھے اور ہموار کو

پیش کارِ خویش تا روزِ اجل
پہلے سے اپنے معاملہ کو موت کے دن تک

داند اندر حال آں نیکو خصال
وہ نیک خصلت اُس کو اسی وقت جانتے تھے

بلکہ حالِ مغربی و مشرقی
بلکہ مغربی اور مشرقی کا (بھی دیکھا)

بہرِ چہ سازد پئے حُبُّ الوطن
کیوں بناتا ہے؟ وطن کی محبت کی خاطر

کہ سجودش کرد ماہ و آفتاب
کہ اُن کو چاند اور سورج نے سجدہ کیا

آنچہ یوسفؑ دیدہ بُد بر کرد سَر
جو کچھ یوسفؑ نے دیکھا تھا وہ ظاہر ہوا

نورِ رَبّانی بُوَد گردوں شگاف
خدائی نور آسمان کو پھاڑنے والا ہوتا ہے

ہستی اندر حسِّ حیوانی گرو
تو حیوانی حس میں پھنسا ہے

تو ضعیف و ہم ضعیفت پیشوا
تو کمزور ہے اور تیرا پیشوا بھی کمزور ہے

گو بہ بیند جایِ رانا جایِ را
کیونکہ وہ صحیح اور غلط جگہ کو دیکھتی ہے

دیگر آنکہ خلقتِ من اَطہر ست
علاوہ ازیں میری پیدائش پاک ہے

---

[1] نور۔ گڑھا۔ نرہ نرہ۔ تہ بہ تہ۔ ہمچناں۔ صدرِ اجل، بڑے صدر سے مراد بایزید بسطامیؒ ہو سکتے ہیں جن کو شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے احوال پیدائش سے قبل معلوم ہو گئے تھے یا مطلق ولی مُراد ہے۔ آنچہ خواہد بود۔ کسی ولی کا کشف نہ اختیاری ہے اور نہ تمام اشیاء سے اُس کا تعلق ہوتا ہے۔ یعنی۔ بعض مستقبل میں ہونے والے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں

[2] نیست۔ ولی کے کشف کی وجہ یہ ہے کہ نور اُس کی آنکھ اور دل کو اپنا مسکن بنا لیتا ہے کیونکہ ولی عالمِ غیب کا عاشق ہوتا ہے اور اُس عشق سے نور پیدا ہوتا ہے۔ ہمچو یوسفؑ۔ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھ لیا تھا کہ چاند اور سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں اور اس واقعہ کا ظہور بیس سال بعد ہوا جبکہ اُن کے بھائی اُن کے سامنے سر بسجود ہو گئے۔

[3] نیست۔ ولی آنے والی بات کو اس لئے دیکھتا ہے کہ وہ نورِ خداوندی کے ذریعہ دیکھتا ہے اور نورِ خداوندی کے لئے کوئی آڑ نہیں ہو سکتی۔ تو ضعیف۔ عام انسان جسمی آنکھ سے دیکھتا ہے جو ایک کمزور چیز ہے انسان خود بھی کمزور ہے اور اُسکا پیشوا یعنی جسمی آنکھ بھی کمزور ہے لہٰذا اگر صرف سامنے کا اور تھوڑی دُور کا نظر آتا ہے۔ دیگر۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری آنکھ زیادہ روشن ہے تیسری بات یہ ہے کہ میں عالم اور کائنات کی چیزوں کو جس طرح پیدا فرمایا ہے اُس کے مطابق دیکھتا ہوں اور کائنات کی چیزوں کے بنانے میں جو حکمتیں اور مصلحتیں ہیں اُن کو بھی جانتا ہوں

779

زانکہ ہستم من زاولادِ حلال — نے زاولادِ زنا و اہلِ ضلال

کیونکہ میں حلال اولاد میں سے ہوں — نہ کہ زنا اور گمراہوں کی اولاد

تو[1] زاولادِ زنائی بے گماں — تیر کژ پرّد چو کژ باشد کماں

تو یقیناً زنا کی اولاد ہے — تیر ٹیڑھا اڑتا ہے جبکہ کمان ٹیڑھی ہو

تصدیق کردنِ اُشتر جوابہای اُشتررا و اقرار آوردن بلفضلِ او

خچر کا اونٹ کے جوابوں کی تصدیق کرنا اور اپنے اوپر اُس کی بڑائی کا اقرار کرنا

برخود واژُو استعانت خواستن و بدُو پناہ گرفتن بصدق و نواختن

اور اُس سے مدد مانگنا اور سچائی سے اُس کی پناہ پکڑنا اور اونٹ کا

شتر اُورا و راہ نمودن و یاری دادن پدرانہ و شاہانہ

اُس کو نوازنا اور پدرانہ اور شاہانہ طریقہ پر اُس کی رہنمائی اور مدد کرنا

گفت[2] اُشتر راست گفتی اے مُشتر — ایں بگفت و کرد چشم از اشک پُر

خچر نے کہا اے اونٹ! تو نے سچ کہا — یہ کہا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا

ساعتے بگریست در پایش فتاد — گفت اے بگزیدۂ ربُّ العباد

تھوڑی دیر رویا اُس کے پاؤں پڑا — کہا اے بندوں کے رب کے برگزیدہ!

چہ زیاں دارد کہ از فرخندگی — در پذیری تو مرا در بندگی

کیا نقصان ہوگا کہ (اگر) برکت کی وجہ سے — تو مجھے غلامی میں قبول کرے؟

فضلِ تو بر من فزونست از شمار — ہم ز فضلِ خود مرا معذور دار

تیری بزرگی بے شمار مجھ سے بڑھی ہوئی ہے — اپنی بڑائی کی وجہ سے میرا عذر قبول کرلے

گفت[3] چوں اقرار کردی پیشِ من — رَو کہ رستی تو ز آفاتِ زمن

اُس نے کہا جب تو نے میرے سامنے اقرار کرلیا — جا تو زمانے کے مصائب سے نجات پاگیا

دادی انصاف و رہیدی از بلا — تو عدُو بودی شدی زاہلِ ولا

تو نے انصاف کیا اور مصیبت سے چھوٹ گیا — تو دشمن تھا دوستوں میں سے ہو گیا

خوئے بد در ذاتِ تو اصلی نبود — کز بدِ اصلی نیاید جز جحود

تیری ذات میں بدعادت اصلی نہ تھی — کیونکہ اصلی بد سے صرف انکار (سرزد) ہوتا ہے

آں بدِ عاریتی باشد کہ او — آرد اقرار و شود او توبہ جو

وہ عارضی بد ہوتا ہے کہ جو — (خطا کا) اقرار کرلے اور توبہ کی جستجو کرے

[1] تو زاولاد۔ جب تیری ولادت ہی غلط ہے تو سارے کام غلط ہوں اگر کمان ٹیڑھی ہو تو تیر ٹیڑھا اڑتا ہے۔

[2] گفت اشتر۔ خچر نے اونٹ کی باتوں کی تصدیق کی اور رو لے گا پھر اونٹ کے پاؤں پر گر پڑا اور بولا کہ میری غلطی معاف کر دیجئے اور اب تک اطاعت نہ کرنے میں میرا عذر قبول کر لیجئے۔

[3] گفت چوں۔ اونٹ نے خچر سے کہا اب جبکہ تو نے اپنے عیبوں کا اقرار کر لیا ہے اور مجھ سے دستگیری چاہی ہے، مصائب سے نجات پا گیا ہے خوئے بد تیرے اقرار کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ عیب تیرے اندر عارضی تھے اگر اصلی ہوتے تو کبھی اقرار نہ کرتا، عارضی بد توبہ کر لیتا ہے۔

ہمچو آدمؑ زلّتش عاریہ بود — لاجرم اندر زماں توبہ نمود

جیسے کہ (حضرت) آدمؑ اُن کی لغزش عارضی تھی — لاجرم (اُنھوں نے) فوراً توبہ کرلی

چونکہ اصلی بود جرمِ آں بلیس — رہ نبودش جانبِ توبہ نفیس

چونکہ شیطان کی خطا اصلی تھی — (اسلئے) عمدہ توبہ کی طرف اُس کا راستہ نہ تھا

رَو کہ رستی از خودی و از خوئے بد — وز زبانہ نار و ز دندانِ دَد

جا کر تو خودی اور بد عادت سے نجات پاگیا — آگ کے شعلے اور درندوں کے دانت سے

رَو کہ اکنوں دست در دولت زدی — در فگندی خود بہ بختِ سرمدی

جا کہ اب دولت تیرے ہاتھ آگئی ہے — تو نے اپنے آپ کو دائمی خوش نصیبی سے وابستہ کر دیا ہے

اُدخُلی چوں فی عِبادی یافتی — اُدخُلی فی جنّتی دریافتی

جب تو نے "میرے بندوں میں داخل ہو جا" کو پالیا — تو نے "داخل ہو جا میری جنت میں" کو حاصل کر لیا ہے

در عبادش راہ کردی خویش را — رفتی اندر خُلد از راہِ خفا

(جب) تو نے اپنا رسائی اُس کے بندوں میں بنا لیا ہے — تو غیر محسوس طریقہ پر جنت میں چلا گیا ہے

اِھدِنا گفتی صراطَ المُستقیم — دست تو بگرفت بُردت تا نعیم

تو نے ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے کہا — اُس نے تیرا ہاتھ پکڑا اور جنت میں لے گیا

نار بُودی نور گشتی اے عزیز — غورہ بُودی گشتی انگور و مویز

اے پیارے! تو آگ تھا نور بن گیا — تو کچا خوشہ تھا، انگور اور منقیٰ بن گیا

اَختَرے بُودی شدی تو آفتاب — شاد باش و اللہُ اَعلَمُ بالصّواب

تو تارا تھا سورج بن گیا — خوش رہو اور بہتر تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

اے ضیاء الحق حُسام الدّین بگیر — شہدِ خویش اندر فگن در جُوئے شیر

اے ضیاء الحق حسام الدین! تو لے — اپنا شہد دودھ کی نہر میں ملا دے

تا رہد آں شیر از تغییرِ طعم — یا بداز بحرِ مزہ بیشیر طعم

تاکہ وہ دودھ مزہ بدلنے سے محفوظ ہو جائے — اور مزے کے سمندر سے مزید ذائقہ حاصل کرے

مُتّصل گردد بداں بحرِ اَلَست — چونکہ شُد دریا ز ہر تغییر رَست

وہ "اَلَست" کے سمندر سے مل جائے گا — جب وہ دریا بن جائیگا ہر تغیر سے بچ جائیگا

یا اور تاکہ اُس میں تغیر نہ آسکے اور وہ اور مزیدار ہو جائیں، متصل گردد۔ آپ کی تعلیم سے وہ ناقص وجود کامل سے مل جائے گا جب وجودِ کل میں داخل ہو جائے گا تو اُس کو بقا اور دوام حاصل ہو جائے گا۔

۱ہ ہمچو۔ حضرت آدمؑ کی لغزش عارضی تھی اُنھوں نے توبہ کرلی شیطان کی خطا فطری تھی اسلئے توبہ کی توفیق نہ ہوئی، تردد ہوئے نے کہا اب جبکہ تو نے توبہ کرلی تو خودی اور بد عادت سے نجات پاگیا اور جہنم کے عذاب سے چھوٹ گیا۔ دولت۔ اب تجھے خوش نصیبی کی دولت مل گئی ہے اور تو نے جنت حاصل کرلی ہے۔ اُدخُلی۔ قرآن پاک میں ہے فَادخُلی فی عِبادی وَادخُلی جنّتی یعنی اے مطمئن نفس تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ یعنی اللہ کے عباد اور بندوں میں داخل ہو جانا جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

۲ہ در عبادش۔ انسان اللہ تعالیٰ کا عبد اُس وقت بنتا ہے جبکہ اُس کی عبادت کرے اور عبادت کے ذریعہ ——— وہ جنت میں داخل ہوتا ہے۔ اِھدِنا۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور کہتا ہے اِھدِنا الصِّراطَ المُستقیم ہمیں سیدھے راستہ کی رہنمائی کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دستگیری فرماتا ہے اور جنت میں داخل کر دیتا ہے نار بودی۔ پہلے تو آگ تھا اب نور بن گیا یعنی پہلے تو ناقص تھا اب کامل بن گیا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔

۳ہ اے ضیاء الحق۔ مولانا فرماتے ہیں اے ضیاء الحق تم علوم و معارف میں اپنا شہد

781

مُنقذے یابد دراں بحرِ عسلؔ
اس شہد کے دریا میں راستہ پائے گا

آفتے را نبود اندر وے عمل
اس میں کسی آفت کا عمل نہ ہو سکے گا

غرّہ کُن شیروار اے شیرِ حق
اے اللہ کے شیر! شیر کی طرح غرّا

تا رود آں غرّہ بر ہفتم طبق
تاکہ وہ غرّا ساتویں آسمان پر پہنچے

چہ خبر جانِ مَلولِ سیر را
کاہل سست کی جان کو کیا خبر؟

کے شناسد مُوش غرّہ شیر را
چوہا شیر کی دڑک کو کہاں پہچانتا ہے؟

بَر نویس اَحوالِ خود با آبِ زر
اپنے احوال سونے کے پانی سے لکھ دے

بہرِ ہر دریا دلے نیکو گہر
ہر دریا دل نیک فطرت کے لئے

آبِ نیل ست ایں حدیثِ جانفزا
یہ روح کو بڑھانے والی بات دریائے نیل کا پانی ہے

یا رَبش در چشمِ قبطی خوں نما
اے مولا اسے قبطی کی نظر میں خون بنا دے

لا بہ کردن قبطی مر سبطی را کہ یک ظرف بہ نیّتِ خویش از نیل پُر
ایک قبطی کی سبطی کی خوشامد کرنا کہ ایک برتن اپنی نیت سے دریائے نیل سے بھرے

کُن و بَر لَبِ من نہ تا بخورم بحقِ دوستی و برادری بُسبُو کہ شماں
اور دوستی اور بھائی چارے کی بنا پر میرے منہ سے لگا دے تاکہ میں پی لوں وہ

سبطیاں بہرِ خود پُر می کُنید از نیل آبِ صاف ست و بُسبُو
جملہ کہ تم سبطی دریائے نیل سے اپنے لئے بھرتے ہو صاف پانی ہے اور وہ جملہ

کہ ما قبطیاں پُر می کنیم خونِ صاف ست
کہ ہم قبطی بھرتے ہیں بالکل خون ہے۔

من شُنیدم کہ در آمد قبطیے
میں نے سنا ہے کہ ایک قبطی آیا

از عطش اندر دُوِید اشتاقِ سبطیے
پیاس کی وجہ سے ایک سبطی کے گھر

گفت ہستم یارِ خویش و خویشاوندِ تو
کہنے لگا کہ میں تیرا دوست اور رشتہ دار ہوں

گشتہ ام امروز حاجتمندِ تو
میں آج تیرا محتاج ہوں

زانکہ موسیٰؑ جادوئی کرد و فسُوں
کیونکہ موسیٰ نے جادو ٹونا کر دیا ہے

تا کہ آبِ نیل ما را کرد خوں
یہاں تک کہ اس نے ہمارے لئے دریائے نیل کو خون

سبطیاں زاں آبِ صافی می خورند
سبطی اسی سے صاف پانی پیتے ہیں

پیشِ قبطی خوں شد آب از چشم بند
نظر بندی کی وجہ سے قبطی کیلئے خون بن گیا ہے

۱؎ عسل۔ شہد کا خاصہ ہے کہ اس کے اندر کی چیز تغیر پذیر نہیں ہوتی ہے۔ غرّہ کُن اے مددگار الحق آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں شیروں کی طرح غرّائیے اور حقائق کو بیان کیجئے۔ چو خبر۔ جو حقائق کے پیاسے نہیں ہیں وہ آپ کے معارف سے واقف نہیں ہیں۔ کے شناسد چوہا شیر کی دڑک کو نہیں سمجھتا ہے چوہا جانور اس کو سمجھتے ہیں جو بر نویس اپنے احوال مثل مثنوی لکھ ڈالئے۔ ایں حدیث یعنی مددگار الحق کے احوال دریائے نیل کی طرح ہیں جو سبطیوں کے سیرابی کا ذریعہ تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔

۲؎ لا بہ کردن۔ مراد دریائے نیل کے خون بن جانے کا قصہ ذکر کرتے ہیں۔ قبطی یعنی فرعون کے ماننے والے۔ سبطی یعنی حضرت موسیٰ کے پیرو۔ عطش پیاس۔ دُوِید۔ خویشاوند۔ رشتہ دار۔

۳؎ زانکہ۔ ضرورت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے جادو کے ذریعہ ہمارے لئے نیل کے پانی کو خون بنا دیا ہے اسی دریا سے سبطی پانی پی رہے ہیں اور ہمارے لئے خون بن گیا ہے۔

قبطیاں نِک می مُرند از تشنگی
اب قبطی پیاس سے مر رہے ہیں

بہرِ خود یک طاس را پُر آب کُن
ایک کٹورا اپنے لئے پانی سے بھر لے

چوں برائے خود کنی ایں طاس پُر
جب تو یہ کٹورا اپنے لئے بھرے گا

من طُفیلِ تو بنوشم آب ہم
میں بھی تیرے طفیل میں پانی پی لوں گا

گفت اے جانِ جہاں خدمت کُنم
اُس نے کہا اے جانِ جہاں! میں خدمت کروں گا

بَر مُرادِ تو رَوَم شادی کُنم
تیری مُراد پوری کروں گا، خوش ہوں گا

طاس را از نیل اُو پُر آب کرد
اُس نے کٹورے کو نیل میں سے پانی سے بھرا

طاس را اکثر کرد سُوئے آب خواہ
کٹورے کو پانی چاہنے والے کی طرف جھکایا

باز ازیں سُو کرد کژ خوں آب شُد
پھر اُس طرف جھکایا، خون پانی بن گیا

ساعتے بنشست تا خشمش برفت
تھوڑی دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ اُس کا غصہ جاتا رہا

اے برادر ایں گرہ را چارہ چیست
اے بھائی! اِس عقدہ کا کیا حل ہے؟

مُتقی آنست کو بیزار شُد
پرہیزگار وہ ہے جو بیزار ہوا

قومِ موسیٰ شو بخور ایں آب را
موسیٰ کی قوم بن جا، یہ پانی پی لے

از پئے اِدبارِ خود یا بدرگی
اپنی نحوست یا بدقسمتی کی وجہ سے

تا خورد از آبت ایں یارِ کہن
تاکہ تیرے پانی میں سے یہ پرانا دوست پی لے

خوں نباشد آب باشد پاک و حُر
وہ خون نہ ہوگا، پاک و صاف پانی ہوگا

کہ طفیلی در تبع بجہد زغم
کیونکہ طفیلی تابع بن کر غم سے چھوٹ جاتا ہے

پاس دارم اے دو چشمِ روشنم
اے میری دونوں آنکھوں کی روشنی میں لحاظ برتوں گا

بندۂ تو باشم و آزادی کُنم
تیرا غلام بنوں گا اور آزادی سمجھوں گا

بَر دہاں بنہاد و نیمے را بخورد
منہ پر رکھا اور آدھا پیا

کہ بخور تو ہم شد آں خونِ سیاہ
کہ تو بھی پی لے، وہ کالا خون بن گیا

قبطی اندر خشم و اندر تاب شُد
قبطی غصہ اور پیچ و تاب میں پڑ گیا

بعد ازاں گفتش کہ اے صمصام زفت
اُس کے بعد اُس سے کہا اے بھاری تلوار!

گفت ایں را آں خورد کو مُتقی ست
اُس نے کہا اُس کو وہ پیتا ہے جو پرہیزگار ہے

از رہِ فرعون و موسیٰ وار شُد
فرعون کے راستہ سے الگ ہو کر موسیٰ جیسا بن گیا

صُلح کُن با مہ ببیں مہتاب را
چاند سے صلح کر لے، چاندنی دیکھ لے

۱؎ از پئے۔ یہ خون تمہارا ہی بدنصیبی یا بقول حضرت موسیٰؑ بدقسمتی ہے جو تم خود تو یہ کر کہ اپنے لئے پانی بھرے میں بھی اُس میں سے پی لوں گا تو اپنے لئے بھریگا تو وہ پانی پاک و صاف رہے گا خون نہ بنے گا۔ بن طفیلی تو۔ میں تیرا طفیلی بن کر پانی پی لوں گا طفیلی ہر قسم کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے۔

۲؎ گفت۔ اُس سبطی نے کہا میں تیری فرمائش پوری کر کے خوشی محسوس کروں گا۔ طاس۔ اُس سبطی نے کٹورا میں کے پانی سے بھرا اور آدھا خود پی گیا۔ طاس خود پانی پی کر سبطی نے کٹورا قبطی کی طرف جھکایا تو اُس کٹورے میں پانی کی بجائے کالا خون تھا پھر اُس سبطی نے اپنی طرف کو جھکایا تو وہ خون پانی بن گیا اُس واقعہ سے قبطی کو بہت غصہ آیا۔

۳؎ ساعتے۔ وہ قبطی تھوڑی دیر غصہ میں بیٹھا رہا پھر اُس نے سبطی سے کہا کہ یہ گرہ کیسے کھلے۔ گفت۔ سبطی نے کہا یہ پانی متقی پی سکتا ہے۔ متقی متقی وہ ہے جو فرعون سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰؑ کی بات مان لے۔ قوم۔ تو موسیٰؑ کی اُمت میں داخل ہو کر متقی بن کر پانی پی لے گا۔

صد[1] ہزاراں ظلمت است از خشم تو
برعباد اللہ اندر چشم تو

لاکھوں اندھیریاں ہیں تیرے غصہ کی وجہ سے
اللہ (تعالیٰ) کے بندوں پر تیری آنکھ میں

خشم بنشاں چشم بکشا شاد شو
عبرت از یاراں بگیر اُستاد شو

غصہ فرو کر، آنکھ کھول، خوش ہو جا
دوستوں سے عبرت پکڑ، اُستاد بن جا

کے طفیل من شوی در اعتراف
چوں ترا کفریست ہمچوں کوہِ قاف

پانی پینے میں تو میرا طفیلی کب ہو سکتا ہے؟
جبکہ تیرا کفر کوہ قاف کی طرح ہے

کوہ[2] در سوراخِ سوزن کے رود
جز مگر آں کوہ برگِ کہ شود

پہاڑ، سوئی کے ناکے میں کہاں گھس سکتا ہے؟
سوائے اس کے کہ پہاڑ گھاس کا تنکا بن جائے

کوہ را کُن باستغفارِ خوش
جامِ مغفوراں بگیر و خوش بکش

عمدہ توبہ سے پہاڑ کو تنکا بنا لے
بخشے ہوؤں کا جام لے اور اچھی طرح پی لے

تو بدیں تزویر چوں نوشی ازاں
چوں حرامش کرد حق بر کافراں

تو اس دھوکے بازی سے اسکو کیسے پی سکتا ہے؟
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے اسکو کافروں پر حرام کر دیا ہے

خالقِ تزویر تزویرِ ترا
کے خرد اے مُفتریِ مُفتریٰ

چالبازی کا خالق تیری چالبازی
میں کب آسکتا ہے اے جھوٹوں کے جھوٹے!

آلِ موسیٰ شو کہ حیلت سُود نیست
حیلہ آت بادِ تہی پیمود نیست

موسیٰؑ کی اُمت بن کیونکہ چالبازی میں فائدہ نہیں ہے
تیری چالبازی خالی ہوا کو ناپتا ہے

زہرہ[3] دارد آب کز امرِ صمد
گردد و با کافراں آبی کُند

پانی کا پتہ ہے، کہ خدا کے حکم سے
دُور گردانی کرے اور کافروں کیلئے پانی کو کام کرے

یا تو پنداری کہ تو ناں می خوری
زہر مارو کاہشِ جاں می خوری

یا تو سمجھتا ہے کہ تو روٹی کھاتا ہے؟
سانپ کا زہر اور جان کا گھلانا کھا رہا ہے

ناں کُجا اِصلاح آں جانے کُند
کو دل از فرمانِ ناں دِہ برکند

روٹی اُس جان کی اصلاح کہاں کرتی ہے؟
جو روٹی دینے والے کے حکم سے دل اکھاڑ دے

یا تو پنداری کہ حرفِ مثنوی
چوں بخوانی رائگانش بشنوی

یا تو سمجھتا ہے کہ مثنوی کے حروف
جب تو بیکار کر کے پڑھے گا، سمجھ سکیگا؟

یا کلامِ حکمت و سرِّ نہاں
اندر آید سہل در گوشِ کہاں

یا دانائی کا کلام اور پوشیدہ راز
آسانی سے ناقصوں کے کان میں آجائیگا

[1] صد ہزاراں۔ چونکہ خدا کے مقبول بندوں پر تجھے غصہ آتا ہے لہٰذا تیری آنکھوں پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ یاراں۔ یعنی سبطی قوم۔ اعتراف۔ چلو سے پانی پینا۔ کوہ قاف یعنی عظیم۔

[2] کوہ۔ یعنی پہاڑ جیسے کفر کے ہوتے ہوئے نیل کا پانی پینا ایسا ہی ہے جیسا کہ سوئی کے ناکے میں پہاڑ کو داخل کیا جائے۔ کُن۔ اپنے کفر کے پہاڑ کو توبہ کے ذریعہ گھاس کا تنکا بنا دے۔ پھر سبطیوں کا جام لے کر خوب پانی پی لے۔ تزویر۔ مکر سازی، چالبازی۔ مُفتری۔ اسم فاعل ہے جھوٹ بولنے والا۔ مُفتریٰ۔ اسم مفعول ہے جھوٹ۔ آلِ موسیٰ یعنی موسیٰؑ کی اُمت۔ حیلت۔ یعنی یہ تدبیر کہ میں اپنے لئے پانی بھوں اور قوم میں سے پی لے۔

[3] زہرہ۔ اللہ تعالیٰ نے جب پانی کو یہ حکم دیدیا ہے کہ وہ قبطی کے لئے خون بنے تو وہ نافرمانی نہیں کر سکتا۔ یا تو پنداری۔ کافر کے لئے روٹی بھی جس کا کام رمق کی تقویت ہے اپنا کام نہیں کرتی ہے بلکہ اُلٹا اثر دکھاتی ہے یا تو۔ اگر مثنوی جیسی کتاب کو بھی بیکار سمجھ کر پڑھے گا تو اس سے نصیحت اندوز نہ ہو سکیگا۔ کلامِ حکمت۔ کیسی ہی دانائی کی بات ہو وہ ناقص انسان کے کان میں نہیں پہنچ سکتی ہے۔ کان کو کہتے ہیں، گوش نہیں۔

اندر[1] آید لیک چوں اُو انسانہا
اندر آتا ہے لیکن انسانوں کی طرح

پوست بنماید نہ مغز و دانہا
چھلکا نظر آتا ہے، نہ مغز اور دانے

در سر و رُو در کشیدہ چادرے
سر اور منہ پر چادر تانے ہوئے

رُو نہاں کردہ ز چشمت دلبرے
دلبر نے تیری آنکھ سے منہ چھپا رکھا ہے

شاہنامہ یا کلیلہ پیشِ تو
شاہنامہ یا کلیلہ تیرے لئے

ہمچناں باشد کہ قرآں از غلو
ایسا ہی ہے جیسے کہ قرآن، سرکشی کی وجہ سے

فرق[2] آنگہ باشد از حق و مجاز
حقیقت اور مجاز میں فرق تب ہوتا ہے

کِت کُند کُحلِ عنایت چشم باز
کہ مہربانی کا سرمہ تیری آنکھ کھول دے

ورنہ پشک و مُشک پیشِ اُو خشے
ورنہ بیکار ناک والے کے لئے مینگنی اور مشک

ہر دو یکسانست چوں نبود شمے
جبکہ سونگھنے کی طاقت نہیں ہو دونوں یکساں ہیں

خویشتن مشغول کردن از مَلال
تھکن سے اپنے آپ کو بے نیاز کرنا

باشدش قصد از کلامِ ذوالجلال
اللہ (تعالیٰ) کے کلام سے اس کا مقصد ہوتا ہے

کاتشِ وسواس را و غصہ را
کہ وسوسوں اور رنج کی آگ کو

زاں سخن بنشاند و سازد دوا
اُس کلام سے بجھائے اور علاج کرے

بہر[3] ایں مقدارِ آتش شاندن
آگ کی اِس مقدار کو بجھانے کے لئے

آب پاک و بول یکساں شد بفن
پاک پانی اور پیشاب تدبیر سے یکساں ہوگئے

آتشِ وسواس را ایں بول و آب
وسوسوں کی آگ کو یہ پیشاب اور یہ پانی

ہر دو بنشانند ہمچوں خمر و خواب
دونوں بجھاتے ہیں شراب اور نیند کی طرح

لیک اگر واقف شوی زیں آبِ پاک
لیکن اگر تو اِس پاک پانی سے واقف ہو جائے

کہ کلامِ ایزد ست و رُوحناک
کہ وہ خدا کا کلام ہے اور روح پرور ہے

نیست گردد وسوسہ کلّی ز جاں
وسوسہ بالکلیہ جان سے معدوم ہو جائے

دل بیابد رہ بسوی گلستاں
اور دل گلستاں کا راستہ پالے

زانکہ در باغے و در جوئے پرد
کیونکہ باغ اور نہر میں اڑنے لگتا ہے

ہر کہ از سرِ صُحُفِ بوئے برد
جو صحیفوں کے راز کا پتہ لگا لیتا ہے

---

[1] اندر۔ وہ محض اُس کو انسان سمجھے گا اُس کے مغز اور گودے تک نہ پہنچ سکے گا۔ (زرنظر) اُس شخص کے لئے مغز کی یہ حالت ہوگی جیسے کہ اُس معشوق سر اور منہ پر چادر تانے لیٹا ہو تو ظاہر میں اُس کے حسن کو نہ دیکھ سکے گا شاہنامہ۔ یعنی فردوسی کا شاہنامہ۔ کلیلہ۔ یعنی قصے کہانیوں کی مشہور کتاب کلیلہ دمنہ۔ غلو۔ بڑائی، تکبر کی وجہ سے ان سب چیزوں کو کیا سمجھتا ہے۔

[2] فرق۔ حقیقت اور مجاز کو انسان جب سمجھتا ہے جب اُس کو بصیرت حاصل ہو۔ چشم۔ وہ انسان جس کی ناک میں سونگھنے کی حس نہ ہو۔ شم۔ سونگھنا۔ خویشتن۔ محض جی بہلانے کے لئے قرآن کی تلاوت کرنا قرآنی حقائق سے محروم رکھتا ہے۔ توشش۔ انسان اگر محض دل کی پریشانی اور رنج کو دور کرنے کے لئے قرآن پڑھے تو اُس کے حقائق سے غافل رہتا ہے۔

[3] بہر۔ ایں۔ محض وقت کاٹنے کے لئے تو قرآن اور انسانہ یکساں کام کرتا ہے۔ آب پاک۔ یعنی قرآن۔ بول۔ یعنی افسانہ۔ خمر و خواب۔ نیند اور شراب دونوں وسوسوں اور دل کے خیالات کو رفع کرتے ہیں لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیک۔ اگر کوئی شخص قرآن پاک کو کلام اللہ اور روحانی کلام سمجھ کر پڑھے تو دل کے وسوسے بالکلیہ زائل ہو جائیں اور دل کو باغِ جنت کا راستہ مل جائے۔ زانکہ۔ جو شخص قرآن کے حقائق سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ جنت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتا ہے۔ صحف۔ صحیفہ کی جمع ہے، آسمانی کتاب۔

795

یا تو پنداری کہ رُوئے اولیا
یا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اولیاء کا چہرہ

آنچنانکہ ہست می بینیم ما
جیسا کہ (واقعی) ہے ہم دیکھتے ہیں

در تعجب ماندہ پیغمبر ازاں
پیغمبر اس سے تعجب میں تھے

چوں نمی بینند رُویم مؤمناں
کہ (ہمارے) ماننے والے میرا چہرہ کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟

چوں نمی بینند نورِ رُوئے خلق
لوگ میرے چہرے کا نور کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟

کہ سبق بُرد ست بر خورشیدِ شرق
جبکہ وہ مشرق کے سورج سے بازی لے گیا ہو

ور ہمی بینند ایں حیرت چراست
اگر دیکھتے ہیں تو یہ حیرت کیوں ہے؟

تا کہ وحی آمد کہ آں رُو در خفاست
یہاں تک کہ وحی آئی کہ وہ چہرہ پوشیدہ ہو

سُوئے تو ماہ است و سُوئے خلق ابر
آپ کی جانب چاند ہے اور مخلوق کیجانب ابر ہے

تا نہ بیند رائگاں رُوئے تو کبر
تاکہ آپ کے چہرے کو کافر بے فائدہ نہ دیکھے

سُوئے تو دانہ است و سُوئے خلق دام
آپ کی جانب دانہ ہے اور مخلوق کیجانب جال

تا نوشد زیں شراب خاص عام
تاکہ اس خاص شراب کو ہر عام نہ پیئے

گفت یزداں کہ تَرَاھُمْ یَنْظُرُوْنَ
خدا نے فرمایا کہ تو انکے بارے میں خیال کرتا ہے کہ وہ دیکھتے ہیں

نقشِ حمّام اند ھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ
وہ تو حمام کی تصویر ہیں جو نہیں دیکھتے ہیں

می نماید صورت اے صورت پرست
اے صورت پرست! صورت ظاہر کرتی ہے

کاں دو چشم مُردہ اُو ناظر ست
کہ اُس کی دو مُردہ آنکھیں دیکھنے والی ہیں

پیش چشم نقش می آری ادب
تصویر کی آنکھ کے سامنے تو ادب بجالاتا ہے

کہ چرا با اسم نمی دارد عجب
تعجب ہے وہ میرا لحاظ کیوں نہیں کرتی ہے؟

از چہ بس بے پا شُدست ایں نقش نیک
یہ بھلی تصویر کیوں خاموش ہے

کہ نمی گوید سلامم را علیک
کہ میرے سلام پر علیک نہیں کہتی ہے

می نجُنباند سر و سبلت زجُود
مہربانی سے وہ سر اور مونچھ کیوں نہیں ہلاتی ہے

پاس آنکہ کردمش من صد سجُود
اس لحاظ سے کہ میں نے اسکو سو سجدے کئے ہیں

حق اگرچہ سر نجُنباند بروں
اللہ تعالیٰ اگرچہ ظاہر میں سر نہیں ہلاتا ہے

پاسِ آں ذوقے دہد در اندروں
اسکے لحاظ سے باطن میں چاشنی عطا فرما دیتا ہے

---

۵۱ یا تو۔ جس طرح عوام قرآن کی حقیقت تک نہیں پہنچتے اسی طرح وہ نبیؐ کے چہرے کی حقیقت سے باخبر نہیں ہوتے ہیں۔ در تعجب۔ آنحضورؐ کو تعجب ہوتا تھا کہ یہ منکر لوگ میرے چہرے کے نور کو جو کہ مشرق کے سورج سے زیادہ منور ہے کیوں نہیں دیکھتے ہیں اور میری تعلیمات پر کیوں حیران ہوتے ہیں اس پر آنحضورؐ کو بتایا گیا کہ آپ کے چہرے کا چاند منہ سے پوشیدہ ہے۔

۵۲ سُوئے تو۔ آپ کے چہرۂ انور کی مثال بدلی کے چاند کی طرح ہے آپکی جانب وہ چاند ہے اور منکرین کی جانب اُس پر بدلی چھائی ہوئی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب وہ اُس سے فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتے تو اُن کو دیدار سے محروم کر دیا گیا ہے۔ گفت۔ قرآن میں بُتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ بظاہر دیکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ دیکھ نہیں رہے ہیں یہی حال منکرین کا ہے۔ می نماید۔ بُت پرست! بُت کی آنکھوں میں روشنی سمجھتا ہے جو واقعہ کے خلاف ہے۔

۵۳ پیش چشم۔ بُت پرست اپنی آنکھ کے سامنے اس کی تعظیم بجا لاتا ہے پھر تعجب کرتا ہے کہ اس قدر تعظیم کرنے کے باوجود یہ بُت میرا کچھ خیال نہیں کرتا۔ از چہ۔ یہ بت دیکھ رہا ہے لیکن مجھ کو جواب نہیں دیتا میرے سلام کا بھی جواب نہیں دیتا۔ علیک۔ یعنی وعلیکم السلام نہیں کہتا ہے۔ می نجُنباند۔ میرے سجدوں کے جواب میں اگر زبان سے نہیں ہوتا تو کم از کم سر کی جنبش سے ہی جواب دیدے۔ حق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ بھی کسی کے سجدوں کا نہ جواب دیتا ہے نہ سر ہلاتا ہے

که دو صد جنبیدن سر ارزد آں
کہ دو سو تو سر ہلانا اس کی قیمت ہے

سر چنیں جنباند آخر عقل و جاں
عقل اور جان اس طرح سر ہلاتی ہے

عقل را خدمت کنی در اجتہاد
تو کوشش سے عقل کی خدمت کرتا ہے

پاسِ عقل آنست کافزاید رشاد
عقل کا لحاظ یہ ہے کہ وہ ہدایت بڑھا دیتی ہو

حق نجنباند بظاہر سر ترا
اللہ (تعالیٰ) بظاہر تیرے لئے سر نہیں ہلاتا ہے

لیک سازد بر سراں سرور ترا
لیکن تجھے سرداروں کا سردار بنا دیتا ہے

مر[۱] ترا چیزے دہد یزداں نہاں
خدا تجھے خفی طور پر ایسی چیز عطا کر دیتا ہے

کہ سجودِ تو کنند اہلِ جہاں
کہ دنیا والے تجھے سجدے کرتے ہیں

آنچناں کہ داد سنگے را ہنر
جیسا کہ اس نے پتھر کو وہ ہنر عطا کر دیا

تا عزیزِ خلق شد یعنی کہ زر
کہ وہ لوگوں کا پیارا ہو گیا یعنی سونا

قطرۂ[۲] آبے بیابد لطفِ حق
پانی کا قطرہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایت پا جاتا ہے

گوہرے گردد برد از زر سبق
موتی ہو جاتا ہے، سونے سے بازی لے جاتا ہے

جسم خاکست و چو حق تابش دہد
وہ خاکی جسم ہے اور جب خدا نے اس میں چمک دیدی

در جہانگیری چو مہ شد اوستاد
دنیا کو فتح کرنے میں چاند کی طرح استاد ہو گیا

ہیں طلسم ست این و نقشِ مردہ ایست
خبردار! یہ طلسم ہے اور مُردہ تصویر ہے

احمقاں را چشمش از رہ بردہ ایست
اسکی آنکھوں نے بیوقوفوں کو راستہ سے ہٹا دیا ہے

می نماید او کہ چشمے می زند
وہ نظر آتا ہے، کہ پلک جھپکا رہا ہے

ابلہاں سازیدہ اند آں را سند
بیوقوفوں نے اس کو دلیل بنایا ہے

[۳] درخواستنِ قبطی دعائے خیر و ہدایت از سبطی و دعا کردنِ سبطی قبطی را بخیر و مستجاب شدنِ آں دعا از اکرم الاکرمین حق تعالیٰ

قبطی کا سبطی سے دعائے خیر اور راہنمائی کی درخواست کرنا اور سبطی کا قبطی کے لئے دعائے خیر کرنا اور اکرم الاکرمین حق تعالیٰ کی جانب سے اس دعا کا مقبول ہونا

گفت قبطی تو دعائے کن کہ من
قبطی نے کہا تو دعا کر دے کیوں کہ میں

از سیاہی دل ندارم آں دہن
دل کی سیاہی کی وجہ سے وہ منہ نہیں رکھتا ہوں

تا بود کہ قفلِ ایں دل وا شود
ہو سکتا ہے کہ اس دل کا قفل کھل جائے

زشت را در بزمِ خوباں جا شود
بدصورت کی خوبیوں کی محفل میں جگہ ہو جائے

[۱] مر ترا۔ اپنے پوجنے والے کو خدا وہ مرتبہ عنایت فرما دیتا ہے کہ دنیا والے اس کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں۔ آنچناں جماد و سنگدار کو خدا ایسا ہی کندن بنا دیتا ہے جس طرح پتھر کو سونا بنا دیتا ہے، سونا پتھر کی رگوں میں پیدا ہوتا ہے۔

[۲] قطرہ۔ اللہ تعالیٰ ابر نیساں کے ایک قطرہ کو موتی بنا دیتا ہے جو سونے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ جسم خاک۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شعر بھی موتی سے متعلق ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اس شعر میں مومن کی کیفیت بیان کی ہو۔ ہیں۔ یہ بت اور بت پرستوں کا بیان ہے۔ می نماید۔ بت تراشی کے یہ کمالات تھے کہ بت کی چشم دابرو پر مختلف تاثرات نظر آتے تھے جیسا کہ ایلورا و اجنٹا کے بتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

[۳] درخواستن۔ قبطی نے سبطی سے کہا کہ میرے لئے ہدایت کی دعا کر دے اس نے دعا کی اور وہ قبول ہو گئی۔ از سیاہی چونکہ میرا دل سیاہ ہے تو میرا منہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تا بود۔ ہو سکتا ہے کہ تیری دعا سے میرے دل کی گرہ کھل جائے۔

از تو مسخے صاحب خوبی شود
تیری (دعا کی وجہ) سے مسخ شدہ خوبی والا بن جائے

یا بفرِ دستِ مریم بوی مشک
یا (حضرت) مریم کے (جیسے) ہاتھ سے مشک کی خوشبو

سبطی آں دم در سجود افتاد و گفت
سبطی اُس وقت سجدے میں گر گیا اور کہا

سبطی و قبطی ہمہ بندہ تواند
سبطی اور قبطی سب تیرے بندے ہیں

جز تو پیش کہ برآرد بندہ دست
تیرے سوا بندہ کس کے سامنے ہاتھ اٹھائے؟

ہم زاول تو دہی میلِ دعا
ابتداء تو ہی دعا کی طرف متوجہ کرتا ہے

اول و آخر توئی مادر میاں
اول و آخر تو ہی ہے، ہم درمیان میں

اینچنیں می گفت تا افتاد طشت
وہ یہ کہہ رہا تھا یہاں تک کہ سورج گر پڑا

باز آمد او بہوش اندر دعا
پھر وہ ہوش میں آکر دعا میں مصروف ہو گیا

در دعا بود او و ناگہ نعرہ
وہ دعا میں مصروف تھا یہاں تک کہ ایک نعرہ

کہ بلا بشتاب ایماں عرضہ کن
کہ آگاہ: جلدی کر اور ایمان پیش کر

آتشے در جانِ من انداختند
انھوں نے میری جان میں آگ لگا دی ہے

دوستی تو زحبِ ناشگفت
تیری دوستی نے محبت کے ناشگفتہ

یا بلیسے باز کروبی شود
یا شیطان پھر فرشتہ بن جائے

یا بدو تری و میوہ شاخِ خشک
اور تری اور میوہ خشک شاخ حاصل کر سکتی ہے

کاے خدایِ عالم جہر و نہفت
کہ اے غیب اور شہادت کے جاننے والے خدا!

عاجز امرِ تو اند و مستمند
تیرے حکم کے سامنے عاجز اور محتاج ہیں

ہم دعا و ہم اجابت از تو است
دعا بھی تیری جانب سے ہے اور قبول کرنا بھی (تیری جانب سے ہی)

تو دہی آخر دعا ہا را جزا
بالآخر تو ہی دعاؤں کا بدلہ عطا کرتا ہے

ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں
ایسے ناچیز (شے) کہ بیان نہیں ہو سکتا

از سرِ بام و دلش بیہوش گشت
بالاخانہ پر سے اور اس کا دل بے ہوش ہو گیا

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہی جس کی اُس نے کوشش کی

از دلِ قبطی بجست و غرہ
اور شور قبطی کے دل سے نکلا

تا ببرم زود زنارِ کہن
تاکہ پرانا زنار (جسے) کاٹ دوں

مر بلیسے را بجاں بنواختند
(مجھ) شیطان کو جان سے نوازا

حمد للہ عاقبت دستم گرفت
الحمد للہ انجام کار میری دستگیری کی

لہ از تو۔ قبطی نے اپنے آپکو مسخ شدہ انسان اور شیطان سے تعبیر کیا ہے۔ یا بفرِ قبطی کے ہاتھ کو حضرت مریمؑ کا ہاتھ قرار دیا جس کی برکت سے خشک کھجور پھلدار ہو گئی تھی اور قبطی نے اپنے آپ کو کھجور کا خشک درخت قرار دیا۔ سبطی قبطی کی درخواست پر سربسجود ہو گیا اور دعائیں کرنے لگا۔ مستمند۔ محتاج، ضرورتمند۔

لہ جز تو۔ خدا کا بندہ خدا کے سامنے دستِ دعا دراز کر سکتا ہے دعا کی توفیق اور دعا کی قبولیت اللہ ہی دیتا ہے

دکس می دہاند بکس می نہد
خدا می دہاند خدا می نہد

لہ افتاد طشت۔ یہ محاورہ راز فاش ہونے کے معنی میں ہے مولانا نے یہاں سورج غروب ہو جانے کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ لیس یعنی انسان کی کوشش کامیاب ہوتی ہے، سبطی کی دعا قبول ہو گئی۔

لہ در دعا۔ سبطی تو دعا میں مصروف تھا اُس کی... قبولیت کا اثر یہ ہوا کہ قبطی نعرے مارنے لگا اور سبطی سے بولا کہ جلد ایمان پیش کر تاکہ میں مومن بنوں اور کفر کا زنار کاٹ پھینکوں۔ بلیسے۔ یعنی مجوہ شیطان صفت کو کارکنان قضا و قدر نے ایمان سے نواز دیا ہے۔ دوستی۔ تیری ابتدائی دوستی نے میری دستگیری کی۔

کیمیائے بود صحبتہائے تو
تیری صحبتیں کیمیا تھیں

کم مباد از خانۂ دل پائے تو
خدا کرے دل کے گھر سے تیرا قدم نہ نکلے

تو یکے شاخے بدی از نخلِ خلد
تو جنت کی کھجور کی ایک شاخ تھا

چوں گرفتم اُو مرا تا خلد بُرد
جب میں نے اسکو پکڑ لیا وہ مجھے جنت میں لیگئی

سَیل بود آنکہ تنم را در ربود
بہاؤ تھا جو میرے جسم کو بہا لے گیا

بُرد سلیم تا لبِ دریائے جود
مجھے بہاؤ سعادت کے دریا کے کنارے لے گیا

من ببوئے آب رفتم سوئے سَیل
میں پانی کی تلاش میں بہاؤ کی جانب گیا

بحر دیدم در گرفتم کیل کیل
میں نے سمندر دیکھ لیا، میں نے پیمانے بھر لئے

طاس[2] آوردش کہ اکنوں آبگیر
وہ (سبلی) اُس کے پاس طشتلا لایا کہ اب پانی لے

گفت رو شد آبہا پیشم حقیر
اُس نے کہا جا پیئے پانی میرے لئے حقیر ہوگئے ہیں

شربتے خوردم ز اللہ اشتری
میں نے "اللہ نے خرید لیا" کا شربت پی لیا ہے

تا بہ محشر تشنگی ناید مرا
قیامت تک مجھے پیاس نہ لگے گی

آنکہ جُوی و چشمہا را آب داد
وہ ذات جس نے نہروں اور چشموں کو پانی عنایت کیا ہے

چشمۂ اندر درونِ من گشاد
اُس نے میرے دل کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ایں جگر کہ بود گرم و آب خوار
یہ جگر جو گرم اور پیاسا تھا

گشت پیشِ ہمتِ اُو آب خوار
اُس کی ہمت کے آگے پانی حقیر ہوگیا

کافِ[3] کافی آمدہ بہرِ عباد
بندوں کے لئے کافی کا کاف آیا ہے

صدقِ وعدہ کھٰیٰعٓصٓ
کھٰیٰعٓصٓ کا سچا وعدہ آیا ہے

کافیم بدہم ترا من جملہ خیر
میں کافی ہوں میں تجھے تمام عمدہ چیزیں دے سکتا ہوں

بے سبب بے واسطہ یاریِ غیر
بغیر کسی سبب کے اور غیر کی مدد کے واسطہ کے بغیر

کافیم بے ناں ترا سیری دہم
میں کافی ہوں روٹی کے بغیر تیرا پیٹ بھر سکتا ہوں

بے سپاہ و لشکرت میری دہم
بغیر سپاہیوں اور لشکر کے تجھے سرداری دے سکتا ہوں

کافیم بے دارُو بیت درماں کنم
میں کافی ہوں بغیر دوا کے تیرا علاج کر دیتا ہوں

کوہ را و چاہ را میداں کنم
پہاڑ کو اور کنوئیں کو میدان بنا دیتا ہوں

لہ وہ بلا سبب بھی ہر بہتری پہنچا سکتا ہے جسمیں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کافیم۔ وہ اللہ بغیر روٹی کے پیٹ بھر سکتا ہے بلا لشکر کے فتح دے سکتا ہے بغیر دوا کے صحت عطا کر سکتا ہے۔ کوہ۔ یعنی سخت مصائب کو آسان کر سکتا ہے بغیر موسم کے نرگس و نسرین عطا کر سکتا ہے بغیر اُستاد اور کتاب کے علوم عطا کر سکتا ہے۔

لہ کیمیائی تبلی نے سبلی سے کہا تیری صحبتیں میرے لئے کیمیا ثابت ہوئیں خدا کرے تو میرے دل میں رہا سہا ہے۔ تو یکے۔ تو جنت کے درخت کی شاخ تھا جس کو میں نے پکڑا اور جنت میں داخل ہوگیا۔ دریائی جود۔ دریائے حقیقت اللہ تعالیٰ بحر کیل۔ یعنی بہت زیادہ۔

2 طاس۔ سبلی اُس تبلی کے پاس پانی کا طشتلا لایا اور کہا اب پانی پی لے، اُس نے کہا اب مجھے اس پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ اشتری۔ قرآن پاک کی آیت ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یعنی خدا نے مومنین کی جانوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ آنکہ اب خدا نے میرے باطن میں چشمے جاری کر دیئے ہیں۔ ایں جگر۔ یہ جگر خشک اور پیاسا تھا اب یہ پانی اس کے لئے ناچیز ہے۔

3 کاف۔ مولانا فرماتے ہیں یہ باتیں کچھ مستبعد نہیں ہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کھٰیٰعٓصٓ فرمایا ہے جسکے معنی ہیں کافِ ھَوْلَکُمْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ صِدْقًا یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہے اے اللہ کے بندو! یقیناً وعدہ اللہ کا وعدہ ہے اور وہ سچا ہے

789

بے بہارت نرگس و نسریں دہم
بغیر موسم بہار کے تجھے نرگس اور نسرین دیتا ہوں

بے کتاب و اُستا تلقیں دہم
بغیر کتاب اور استاد کے تعلیم دیتا ہوں

موسیٰؑ[1] را دل دہم با یک عصا
میں موسیٰؑ کو دل مع ایک لاٹھی کے دیتا ہوں

تا زند بر عالمے شمشیرہا
تاکہ وہ دنیا میں تلواریں چلادیں

دستِ موسیٰؑ را دہم یک نور و تاب
میں موسیٰؑ کے ہاتھ کو ایک نور اور چمک دیتا ہوں

کہ طپانچہ میزند بر آفتاب
جو سورج کے طمانچہ دکھا دیتا ہے

چوب را مارے کنم من ہفت سر
میں لکڑی کو سات سروں کا سانپ بنا دیتا ہوں

کہ نہ زاید مادہ مار اُورا نہ نر
جس کو نہ مادہ سانپ جن سکے نہ نر

خوں[2] نیامیزم در آب نیل من
میں دریائے نیل کے پانی میں خون نہیں ملاتا ہوں

خود کنم خوں عینِ آبش را بفن
میں تجھ سے بعینہٖ اُسکے پانی کو خون بنا دیتا ہوں

شادیت را غم کنم چوں آب نیل
نیل کے پانی کیطرح تیری خوشی کو ایسا غم بنا دیتا ہوں

کہ نیابی سوئے شادیہا سبیل
کہ تو خوشیوں کی جانب راستہ نہیں پاتا ہے

باز چوں تجدید ایماں بر تنی
پھر جب تو ایمان از سر نو لے آتا ہے

بازاز فرعون بیزاری کنی
پھر فرعون سے بیزار ہو جاتا ہے

موسیٰؑ رحمت بہ بینی آمدہ
تو دیکھتا ہے کہ رحمت والا موسیٰؑ آگیا ہے

نیلِ خوں بینی از و آبے شدہ
خون کا دریائے نیل اُس کی وجہ سے پانی بن گیا ہے

چوں سرِ رشتہ نگہداری درُوں
تو جب ہمارے تعلق کا سر رشتہ باطن میں محفوظ کر لیتا ہے

نیلِ ذوقِ تو نگردد ہیچ خوں
تیرا ذوق کا دریائے نیل کبھی خون نہیں بنتا ہے

من[3] گماں بُردم کہ ایماں آورم
میں نے سمجھا کہ ایمان لے آؤں

تا ازیں طوفانِ خوں آبے خورم
تاکہ خون کے اس طوفان میں سے پانی پی لوں

من چہ دانستم کہ تبدیلی کُند
مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ تبدیلی کرے گا

در نہادِ من مرا نیلے کُند
میرے اندر مجھے (ہی) نیل بنا دے گا

سُوئے چشمِ خود یکے نیلم رواں
اب میں اپنی نظر میں ایک رواں نیل ہوں

برقرارم پیشِ چشمِ دیگراں
دوسرے کی نگاہ میں اپنی حالت پر برقرار ہوں

ہمچنانکہ ایں جہاں پیشِ نبیؐ
جس طرح کہ یہ دنیا نبیؐ کے سامنے

غرقِ تسبیح ست و پیشِ ما اَبی
تسبیح میں غرق ہے اور ہمارے سامنے سرکش ہے

---

[1] موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے ایک دل اور ایک لاٹھی دی اور اُس کے ذریعہ عالم کو فتح کرا دیا۔ وقت حضرت موسیٰؑ کو ید بیضا عنایت کر دیا جس کا نور سورج پر بھی غالب تھا حضرت موسیٰؑ کے عصا کو سات سروں کا سانپ بنا دیا جس کو کسی نر و مادہ نے نہیں بنایا تھا۔

[2] خوں۔ دریائے نیل میں خون نہیں بلایا بلکہ پانی ہی کو خون کر دیا۔ شادیت۔ اللہ تعالیٰ خوشی کو ایسا تلخ بنا دیتا ہے کہ اُس میں خوشی کا نام بھی نہیں رہتا۔

[3] من گماں۔ میرا خیال تو یہ تھا کہ ایمان لانے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ میں نیل کا پانی پی سکوں گا یہ معلوم نہ تھا کہ وہ میرے اندر انقلاب برپا کر دے گا اور خود مجھے دریائے نیل بنا دے گا اب میں اپنی نظر میں رواں نیل ہوں خواہ مجھے دوسرے ویسا ہی سمجھیں جیسا کہ میں پہلے تھا۔ ہمچنانکہ۔ ایک چیز کی دو نظروں میں دو حقیقتیں ہونا تعجب انگیز نہیں کائنات کی چیزوں کو ہم خاموش اور سرکش دیکھتے ہیں لیکن آنحضورؐ اُن کو تسبیح پڑھنے والا دیکھتے تھے۔

پیشِ[1] چشمش ایں جہاں پر عشق و داد
اسکی نظر میں یہ دنیا عشق و سخاوت سے بھری ہے

پست و بالا پیشِ چشمش تیز رو
نشیب و فراز اُس کی نگاہ کے سامنے تیز رو ہے

با عوام ایں جملہ پست و مُردہ
عوام کے لئے یہ سب پست اور مردہ ہیں

گور ہا یکساں بہ پیشِ چشمِ ما
ہماری نگاہ کے سامنے ساری قبریں یکساں ہیں

عامہ گفتند ے کہ پیغمبر ترش
عوام نے کہا کہ پیغمبر رنجیدہ

خاصہ[2] گفتند ے کہ پیشِ چشمِ تاں
خواص نے کہا کہ تمہاری نظر میں

یک زماں در چشمِ ما آئید تا
تھوڑی دیر کے لئے ہماری آنکھوں میں آجاؤ تاکہ

از سرِ امرود بُن بنماید آں
امرود کے درخت سے وہ نظر آتا ہے

آں درختِ ہستیت امرود بُن
تیرے وجود کا درخت امرود کا درخت ہے

تا برآنجائی[3] بہ بینی خارزار
جبتک تو اُس جگہ ہے کانٹوں کا جنگل دیکھے گا

چوں فرود آئی بہ بینی رائگاں
جب تو نیچے اُتر آئے گا تو دیکھے گا کہ بیکار میں

چوں فرود آئی فرود آید ترا
جب تو نیچے اُتر آئے گا، اُتر آئیں گے تیرے

پیشِ چشمِ دیگراں مُردہ، جماد
دوسرے کی نگاہ کے سامنے مُردہ اور جماد ہے

از کلوخ و سنگ او نکتہ شنو
وہ ڈھیلے اور پتھر سے نکتہ سننے والا ہے

زیں عجب تر من ندیدم پردۂ
میں نے اس سے زیادہ عجیب پردہ نہیں دیکھا

روضہ و حُفرہ بہ پیشِ اولیا
اولیاء کے سامنے باغ اور گڑھے ہیں

از چہ گشتہ است و شُد ست او ذوق کُش
کیوں ہیں اور وہ ذوق کو ختم کر دینے والے بنگئے

می نماید او ترش اے اُمتاں
اے اُمت والو! وہ رنجیدہ نظر آتے ہیں

خند ہا بینید اندر ھل اتیٰ
ھل اتیٰ کے اندر مسکراہٹیں دیکھو

مُنعکس صورت بزیر آئے جواں
اُلٹی صورت اے جوان! نیچے اُتر آ

تا برآنجائی نماید نو کہن
جب تک تو وہاں ہے نیا پُرانا نظر آتا ہے

پُر ز کژدمہائے خشم و پُر ز مار
غصہ کے بچھوؤں اور سانپ سے بھرا ہوا

یک جہاں پُر گلرخان و دایگاں
ایک دنیا حسینوں اور پالنے والوں سے بھری ہوئی

در دروں اسرارِ فیضِ کبریا
اندر (اللہ تعالیٰ) کے فیض کے اسرار

---

[1] پیش۔ آنحضورؐ کی نظر میں تمام کائنات عشق الٰہی سے پُر تھی دوسرے اس کو مُردہ سمجھتے تھے۔ پست۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک روز حضورؐ کے ساتھ تھا جو ٹیلا پتھر حضورؐ کے سامنے آرہا تھا وہ آنحضورؐ کو سلام کرتا تھا۔ زیں عجب۔ یہ عجیب پردہ ہے عوام کچھ نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں خواص پتھروں کی تسبیح اور ذکر کو سنتے ہیں۔ روضہ۔ یعنی جنت کا باغیچہ جو نیکوں کی جگہ ہے۔ حفرہ۔ یعنی جہنم کا گڑھا۔ عامہ۔ آنحضورؐ کے احوال دیکھ کر عوام کہنے لگتے تھے کہ حضورؐ تو ترش رو ہو گئے ہیں۔ ذوق کش۔ یعنی پہلے خوش طبع تھے اب ذوق خوش طبعی سے بیگانہ ہیں۔

[2] خاصہ۔ خواص کہتے تھے کہ وہ تمہاری نظر میں ایسے ہیں لیکن ہماری نگاہ سے انکو دیکھو تو ان میں مسکراہٹیں دیکھو گے۔ ھل اتیٰ۔ یعنی وہ ذات جس پر ھل اتیٰ نازل ہوئی یا ھل اتیٰ میں جن نعمتوں کا تذکرہ ہے اُنپر آنحضورؐ کی مسکراہٹیں۔ اور سر امرود۔ امرود کے درخت پر سے چیزیں اُلٹی نظر آتی ہیں، جیسا کہ آئندہ حکایت سے معلوم ہوگا وہ امرود کا درخت تیری ہستی ہے جب تک تو اسکو فنا نہیں کریگا تجھے نئی چیز پرانی نظر آئیگی۔

[3] تا برآنجا۔ جب تک تجھ میں خودی ہے تجھے حسین اور پرورش کرنیوالے کانٹوں کا جنگل نظر آئیں گے۔ چوں۔ جب تو خودی کو چھوڑ دے گا پھر خدا کے فیض کے اسرار دیکھ سکے گا۔ خارزار سے مُراد دنیاوی اشیاء ہیں اور خرخاں اور دایگاں سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہیں جو حسینوں اور مالک کے برتی ہیں

حکایت آں زنِ پلید کار کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سرِ

اس بدکار عورت کی حکایت جس نے شوہر سے کہا کہ یہ خیالات امرود کے درخت

امرود بُن می نماید چشمِ آدمی را، از سرِ امرود بُن فرود آ تا آں خیالات

پر سے انسان کی آنکھ کو نظر آتے ہیں امرود کے درخت پر سے اتر آ تاکہ وہ خیالات

بر رود و اگر کسے گوید کہ آنچہ مرد می دید خیال بود جواب آنست کہ ایں

دُور ہو جائیں اور اگر کوئی کہے کہ جو کچھ مرد نے دیکھا تھا وہ خیال تھا تو جواب یہ ہے

مثال است نہ مثل در رمثال ہمیں قدر بس بود کہ اگر او بر سرِ امرود بُن

کہ یہ مثال ہے مثل نہیں ہے اور مثال میں یہی کافی ہے کہ اگر وہ امرود کے درخت

نمی رفت آں را نمی دید خواہ حقیقت بود خواہ خیال

پر نہ چڑھتا تو اس کو نہ دیکھتا خواہ وہ حقیقت تھی خواہ خیال تھا

آں زنے میخواست تا با مَوَّلِ[2] خود — بر زند در پیشِ شوی گولِ خود

ایک عورت نے چاہا کہ اپنے یار سے — لے، اپنے احمق شوہر کے سامنے

پس بشوہر گفت زن کاے نیکبخت — من برآیم میوہ چیدن بر درخت

تو بیوی نے خوہر سے کہا کہ اے نیک بخت! — میں پھل توڑنے درخت پر چڑھتی ہوں

چوں برآمد بر درخت آں زن گریست — چوں زبالا سوئے شوہر بنگریست

جب درخت پر چڑھ گئی وہ عورت رونے لگی — جب اس نے اوپر سے شوہر کی جانب دیکھا

گفت شوہر را کہ اے مابونِ رَد — کیست آں لوطی[3] کہ بر تو می فتد

شوہر سے بولی کہ اے مفعولِ مردود! — یہ لوطی کون ہے جو تیرے اوپر پڑا ہے؟

تو بزیرِ او چو زن بغنودہ[4] — اے بغا[5] تو خود مخنث بودہ

تو اس کے نیچے عورت کی طرح اونگھ رہا ہے — اے نامرد! تو ہیجڑا ہے

گفت شوہر نے سرت گوی بگشت — ورنہ اینجا نیست غیرِ من بدشت

شوہر نے کہا نہیں، گویا تیرا سر پھر گیا ہے — ورنہ یہاں جنگل میں میرے سوا کوئی نہیں ہے

زن مکرر کرد کاے بابر طلہ — کیست بر پشتت فرو خفتہ ہلہ

عورت نے مکرر کہا اے اُلٹی ٹوپی والے! — خبردار! تیری پشت پر کون سویا ہوا ہے؟

گفت اے زن ہیں فرو آ از درخت — کہ سرت گشت و خرف گشتی تو سخت

اس نے کہا اے بیوی! درخت سے نیچے آجا — کیونکہ تیرا سر پھر گیا ہے اور تو بہت بے عقل ہو گئی ہے

---

[1] کسے گوید۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حکایت میں جو قصہ سنایا گیا ہے اس میں اور خودی کی حالت میں جو کیفیت بتائی ہے اس میں بہت فرق ہے ہستی کے کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ واقعۃً اُلٹی ہیں اور امرود پر سے مرد نے جو واقعہ دیکھا وہ صحیح تھا اس کا مولانا جواب دیتے ہیں کہ یہ مثل نہیں ہے جس میں پوری مطابقت ضروری ہے بلکہ مثال ہے اور دونوں باتوں میں اتنی بات مشترک ہے کہ خودی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ نیچے اُترنے کے بعد نظر نہیں آتی ہیں اسی طرح سے مرد نے جو درخت پر سے دیکھا وہ نیچے اتر کر نہ دیکھا۔

[2] مَوَّل۔ عورت کا یار۔

[3] گول۔ احمق۔ میوہ چیدن یعنی امرود توڑنے کے لئے۔ بابون۔ وہ شخص جس کو اپنی کی بیماری ہو یعنی مفعول بنتا ہو۔

[4] لوطی۔ وہ شخص جو قوم لوط والا کام کرے۔ بغا۔ جیرو مخنث۔ مخنث۔ ہیجڑا۔ ابر طلہ ٹوپی، اُلٹی ٹوپی۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ خرف۔ بے عقل بوڑھا۔

چوں فرود آمد برآمد شوہرش
جب وہ نیچے آگئی اُس کا شوہر چڑھ گیا

زن کشید آں مُول را اندر برش
عورت نے اُس یار کو بغل میں دبا لیا

گفت شوہر کیست ایں اے ژوپسی[1]
شوہر نے کہا اے رنڈی! یہ کون ہے؟

کہ ببالائے تو آمد چوں کپی
جو بندر کی طرح تیرے اوپر چڑھ گیا ہے

گفت زن نے نیست اینجا غیر من
عورت نے کہا نہیں یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے

ہیں سرت برگشتہ شد ہزہ متن
خبردار! تیرا سر پھرا ہوا ہے، بکواس نہ کر

او مکرر کرد بر زن آں سخن
اُس نے عورت سے وہ بات مکرر کہی

گفت زن ایں ست از امرود بُن
عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کے اثر سے ہے

از سر امرود بُن من ہمچناں
میں نے بھی امرود کے درخت سے ایسا ہی

کژ ہمی دیدم کہ تو اے قلتباں
اُلٹا دیکھا جیسا کہ تو نے، اے وقوف!

پس فرود آ تا ببینی ہیچ نیست
نیچے اُتر آ تاکہ تو دیکھ لے کہ کوئی نہیں ہے

ایں ہمہ تخییل از امرود بُنے ست
یہ سب خیال امرود کے درخت کی وجہ سے ہے

ہزل تعلیم ست آں را جد شنو
ہزل سکھانے کیلئے مذاق ہے تو اسکو حقیقت سمجھ

تو مشو بر ظاہر ہزلش گرو
تو اُس کے ظاہری مذاق کا پابند نہ بن

ہزلہا جدست پیش عاقلاں[2]
عقلمندوں کے لئے ہر مذاق حقیقت ہے

ہزل جدے ہزلست پیش ہازلاں
مسخروں کے سامنے ہر واقعہ مذاق ہے

تا بداں امرود بُن راہیست نیک
اُس امرود کے درخت کا فاصلہ بہت ہے

کاہلاں امرود بُن جویند لیک
سُست لوگ امرود کا درخت تلاش کرتے ہیں لیکن

گشتہ تو خیرہ چشم و خیرہ رُو
تو پریشان نظر اور پریشان ہو گیا ہے

نقل کُن از امرود بُن اکنوں برو
امرود کے درخت سے منتقل ہو جا اب چلا جا

کہ از و دیدہ کژ و احول بُود
جس سے آنکھ ٹیڑھی اور بھینگی بن جاتی ہے

ایں[3] منی و ہستیِ اوّل بُود
یہ خودی اور ابتدائی وجود ہوتا ہے

کژ نماند فکرت و چشم و سخن
تیری فکر اور آنکھ اور گفتگو ٹیڑھی نہ رہے گی

چوں فرود آئی ازیں امرود بُن
جب تو اس امرود کے درخت سے نیچے اتر آئیگا

شاخ او بر آسمانِ ہفتمیں
جس کی شاخ ساتویں آسمان پر ہے

یک درخت سخت بینی گشتہ ایں
تو دیکھے گا کہ یہ ایک سخت درخت بنگیا ہے

---

[1] ژوپسی۔ زانیہ عورت، رنڈی، کسبی۔ بندر، ہزہ متن بکواس نہ کر۔ گفت۔ عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کا اثر ہے کہ اس پر سے غلط نظر آتا ہے۔ قلتباں۔ وقوف۔ ہزل۔ یہ میں نے فحش اور مذاق کا قصہ تعلیم کے لئے سنا دیا ہے تم اس کے ظاہر کو نہ دیکھو اس سے جو نصیحت مقصود ہے اس پر نظر کرو۔

[2] ہزلہا جدست۔ جو لوگ ہزل کے عادی ہیں اُن کو تو جدی ہزل نظر آتی ہے اور جو عقلمند ہیں وہ مذاق کی بات سے بھی نصیحت حاصل کر لیتے ہیں کاہلاں۔ کاہل لوگ اس امرود کے درخت کو تلاش کرتے ہیں جو ان کو ہیچ دکھائے یعنی وہ ہستی جو فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن وہ امرود کا درخت دور ہے۔ نقل کُن۔ پہلے اس امرود کے درخت کو یعنی اپنی خودی اور ہستی کو چھوڑ دے پھر چل تب تجھے حاصل ہوگا اس ہستی کے ہوتے ہوئے تیری نظر خیرہ ہے وہ نظر نہ آئے گا۔

[3] ایں۔ یہ امرود کا درخت جس سے غلط نظر آتا ہے یہ اس کی خودی اور ابتدائی وجود ہے۔ چوں فرود۔ جب تو خودی کے درخت سے اُتر آئے گا تو پھر تیرا خیال آنکھ اور گفتگو سیدھی ہو جائیگی اور تو دیکھے گا کہ وہ تیرا سخت درخت تھا اور اسکا پھیلاؤ بہت تھا۔

793

چوں فرود آئی ازو گردی جدا
جب تو نیچے اُتر آئے گا اُس سے علیحدہ ہو جائیگا

مُبدلش گرداند از رحمت خدا
خدا رحمت سے اُس کو بدل دیگا

زیں تواضع گر فرود آئی خدا
اِس تواضع کے ذریعہ اگر تو نیچے اُتر آئیگا، خدا

راست بینی بخشد آں چشمِ ترا
تیری اُس نظر کو صحیح دیکھنا عطا فرمادیگا

راست بینی گر بُدے آساں چنیں
صحیح دیکھنا اگر ایسا آسان ہوتا

مُصطفیٰ کے خواستے از ربِّ دیں
تو دین کے رب سے آنحضورؐ کب دعا مانگتے؟

گفت بنما جزو جزو از فوق و پست
کہا، اوپر اور نیچے سے جزو جزو کر دکھا

آنچنانکہ پیشِ تو آں جزو ہست
جیسا کہ وہ جز تیرے سامنے ہے

بعد ازاں بر رو براں امرود بُن
اُس کے بعد اُس امرود کے درخت پر چڑھ جا

کہ مُبدّل گشت و سبز از امرِ کُن
کیونکہ کُن کے حکم سے تبدیل اور سبز ہو گیا ہے

چوں درختِ موسوی شد آں درخت
جب وہ درخت (حضرت) موسیٰ والا درخت بنگیا

چوں سُوئے موسیٰ کشانیدی تو رخت
جب تو نے موسیٰ کی جانب سفر اختیار کر لیا

آتش اُو را سبز و خرم می کُند
آگ اُس کو سبز اور بھلا بنائے گی

شاخِ اُو انی اَنَا اللہ می زند
اُس کی شاخ "انی انا اللہ" کا نعرہ لگائے گی

زیرِ ظلش جملہ حاجاتت رَوا
تیری ساری حاجتیں اُسکے سایہ کے نیچے پوری ہونگی

ایں چنیں باشد الٰہی کیمیا
خدائی کیمیا ایسی ہی ہوتی ہے

آں منی و ہستیت باشد حلال
تیری وہ خودی اور وجود جائز ہے

کہ درو بینی صفاتِ ذوالجلال
جس میں تو اللہ (تعالیٰ) کی صفات دیکھ لے

شد درختِ کج مقوم حق نما
ٹیڑھا درخت، سیدھا حق نما بن گیا

اَصلُہٗ ثابت وَفَرعُہٗ فی السَّما
اُسکی جڑ زمین میں ثابت ہے اور اُسکی شاخ آسمان میں ہے

باقی قصۂ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باقی قصہ

کامدش پیغام از وحیِ مُہیم
آں (موسیٰؑ) کو مہیم (شان والے) کے ذریعہ پیغام آیا

کہ کژی بگذار اکنوں فاستقیم
کہ اب کجی کو چھوڑ دے اور سیدھا ہو جا

موسیٰؑ کو جو فاستقیم کا حکم ہوا یعنی کج روی ترک کر دے اِس کا ذکر شروع کیا ہے حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا تھا کہ اب دعاؤں کا سہارا نہ لو اور فرعون کا مقابلہ شروع کر دو حضرت موسیٰؑ نے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈال دیا اب اُسکے جو بُرے نتائج آئے اِس طرح تیرا یہ خدائی جسم عصا موسیٰؑ ہے اِسکو ترک کر دے پھر جو جسم حاصل ہوگا اُس

۵۱ تبدیلش۔ خودی چھوڑ دیگا تو پھر اللہ تعالیٰ اُس درخت کو تبدیل کر دیگا۔ زیں تواضع۔ جو عاجزی اور دعا قبل کی تھی۔ راست بینی۔ حقائق کو صحیح دیکھنا اگر آسان ہوتا تو آنحضورؐ اَنَّکَ مُقَطِّعُ آثَارَ الْاَشْیَاءِ وَ کَمَا ھِیَ لے خدایا چیزیں ویسی ہی دکھا جیسی وہ ہیں، دعا نہ مانگتے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے دعا کی کہ خدا ہمیں آسمان اور زمین کا ہر ہر جز اُسی طرح دکھا جیسا کہ وہ تیرے نزدیک ہے۔

۵۲ بعد ازاں۔ جب خودی اور ہستی فنا ہو جائے تو پھر بقا باللہ کی ہستی میسر آجائیگی اُس کو اختیار کر لے۔ چوں آں یہ درخت وہ درخت ہوگا جس پر حضرت موسیٰؑ کو تجلی رب نظر آئی تھی۔ آتش۔ اب آگ اُس پر اُسا اثر دکھائیگی اور اُس کی شاخ انی انا اللہ کا نعرہ لگاتی ہے حضرت موسیٰؑ کو درخت سے یہ آواز آئی تھی کہ میں بے شک خدا ہوں۔ زیر ظلش۔ اب اُس ہستی کے سایہ میں تیری ساری ضرورتیں پوری ہونگی یہ خدائی کیمیا تھی کہ تیری فانی ہستی کو باقی ہستی بنا دیا۔

۵۳ آں منی۔ اب یہ خودی اور ہستی دولت ہے اُس میں خدائی صفات نظر آئینگی۔ الیٰ قصہ۔ مولانا کبھی ترک کرنے کا بیان کر رہے تھے اسی مناسبت سے حضرت

ایں درخت تن عصائے موسیٰ است
یہ جسم کا درخت (حضرت) موسیٰ کی لاٹھی ہے

تا بہ بینی خیر او و شر او
تاکہ تو اُس کی بھلائی اور اُسکی بُرائی دیکھ لے

پیش ز افگندن نبود او غیر چوب
ڈالنے سے پہلے وہ لکڑی کے سوا کچھ نہ تھی

اول او بند برگ افشاں برہ را
پہلے وہ بکری کے بچوں کے لئے پتے جھاڑنے والی تھی

گشت[52] حاکم بر سر فرعونیاں
وہ فرعونیوں پر حاکم بن گئی

از مزارع شاں برآمد قحط و مرگ
اُن کے کھیتوں سے قحط اور موت برآمد ہو گئی

تا برآمد بیخود از موسیٰ دعا
یہاں تک کہ بیخودی میں (حضرت) موسیٰ سے دعا نکلی

ایں ہمہ اعجاز و کوشیدن چرا ست
یہ معجزے اور کوششیں کیوں ہیں؟

امر[53] آمد کاتباعِ نوح کن
حکم ہوا کہ حضرت نوح کی پیروی کر

منگر آخر کہ تو داعی رہی
تم انجام کو نہ دیکھو اسلئے کہ تم راہ (حق) کی طرف بلانے والے ہو

کمترین حکمت کزیں الحاح تو
معمولی حکمت یہ ہے کہ تیرے اس اصرار سے

تا کرہ بنمودن و اضلالِ حق
یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) کی رہنمائی اور اللہ کا گمراہ کرنا

چونکہ مقصود از وجود اظہار بود
چونکہ موجودات سے مقصود اظہار تھا

کارش آمد کہ بیندازش ز دست
اس کا موقع آگیا کہ تو اُس کو ہاتھ سے زمین پر ڈال دے

بعد ازاں برگیر او را از امر[54] ہو
پھر اُس کو اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے ہاتھ میں پکڑ لے

چوں بامرش برگرفتی شد جذوب
جب تو نے اُس کے حکم سے پکڑا وہ نگلنے والی بن گئی

گشت معجز آں گروہِ غرہ را
وہ غافل جماعت کے لئے معجزہ بن گئی

آب شاں خوں کرد کف بر سر زناں
سر پیٹنے والوں پر اُس کا پانی خون بنا دیا

از ملخہائی کہ آں خوردند برگ
اُن ٹڈیوں کی وجہ سے جنھوں نے پتے کھائے

چوں نظر افتادش اندر منتہا
جبکہ اُن کی نظر انجام پر پڑی

چوں نخواہند ایں جماعت راست
جبکہ یہ لوگ سیدھے نہ ہوں گے

ترک پایاں بینی و مشروح کن
انجام بینی اور تشریح کو چھوڑ

امر بلغ ہست نبود آں تہی
بلغ کا حکم ہے اور وہ خالی نہیں ہے

جلوہ گردد آں لجاج و آں عتو
وہ جھگڑالو پن اور سرکشی ظاہر ہو جائیگی

فاش گردد بر ہمہ اہلِ فرق
تمام فرقوں پر واضح ہو جائے گا

باید ش از پند و اغوا آزمود
تاکہ نصیحت اور بہکانے سے آزمانا چاہئے

---

۵۱ امر ہو۔ امر خداوندی پیش حضرت موسیٰ کا عصا جب تک ہاتھ میں تھا وہ صرف ایک لکڑی تھا جب خدائی حکم سے اُسکو پھر اُٹھایا تو وہ نگلنے والا اژدھا تھا۔ (ق)۔ شروع میں وہ صرف بکریوں کے پتے جھاڑنے کیلئے تھی اب وہ کافروں کے لئے معجزہ بن گئی۔

۵۲ گشت۔ اب جبکہ امر خداوندی سے اُس عصا کو ہاتھ میں لیا تو فرعونیوں پر حکمرانی کرتا تھا اُن سرپیٹنے والوں کے لئے اُس نے دریائے نیل کو خون بنا دیا۔ از مزارع۔ فرعونیوں پر ٹڈیوں کا عذاب بھی آیا۔ (مدثر شبیر)۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ خیال کیا کہ اُن کا انجام لامحالہ بُرا ہے لہٰذا اُن کو معجزے دکھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کیوں کی جائے۔

۵۳ امر آمد۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ نوحؑ کی طرح اُن کے انجام سے قطع نظر کر کے تم بھی تبلیغ کئے جاؤ تم فرائض دار داعی ہو تمہارا کام تبلیغ کرنا ہے تمہیں اسی کا حکم ہے اور تمہاری تبلیغ میں فائدہ مضمر ہو خواہ وہ ایمان نہ لائیں (کثیر)۔ ایک فائدہ تو یہی ہے کہ تمہارے اصرار سے اُن کا جھگڑالو پن اور سرکشی واضح ہو جائے گی۔ چونکہ مخلوق کی پیدائش سے اللہ کا مقصد چھپے ہوئے حالات کو واضح کرنا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ انسان کو نصیحت سے اور بہکانے سے آزمایا جائے۔

695

دیو الحاحِ غوایت می کُند
شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے

شیخ اِلحاحِ ہدایت می کُند
شیخ ہدایت پر اِصرار کرتا ہے

باز گرد و قصّۂ قبطی بگو
واپس لوٹ، اور قبطی کا قصّہ کہہ

گردِ کُفر از باطنِ خود زُود شو
اپنے باطن سے کفر کے غبار کو جلد دھو دے

چوں پیاپے گشت آں امرِ شحوں
جب قوی حکم پے در پے ہوا

نیل می آمد سراسر جملہ خوں
(دریائے) نیل سراسر سب خون ہو کر بہتا تھا

سخت شدن کار بر قبطیاں و شفاعت طلب کردن فرعون از موسیٰ

قبطیوں پر معاملہ کا سخت ہو جانا اور فرعون کا موسیٰ سے سفارش چاہنا

تا بنفسِ خویش فرعوں آمدش
یہاں تک کہ فرعون بذاتِ خود اُن کے پاس آیا

لابہ می کرد و دُو تا گشتہ قدش
خوشامد کرتا تھا اور اُس کا قد دُہرا ہو گیا تھا

انچہ ما کردیم اے سلطاں مکُن
اے شاہ! جو ہم نے کیا وہ آپ نہ کیجئے

نیست ما را رُوئے ایراد سخن
ہمارا مُنہ بات کرنے کے قابل نہیں ہے

پارہ پارہ کرد مت فرماں پذیر
میں نے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر تیرا کہنا ماننے والا بنایا ہے

من بعزت خوگرم سختم مگیر
میں عزت کا عادی ہوں میری سخت پکڑ نہ کیجئے

ہیں بجُنباں لب برحمت اے امیں
آگاہ، اے امین! رحمت (کی دعا) کیلئے ہونٹ ہلائیے

تا بہ بندد ایں دہانِ آتشیں
تاکہ یہ آتشیں دہانہ بند ہو جائے

گفت یارب می فریبد او مرا
(حضرت موسیٰ نے) کہا اے خدا! وہ مجھے فریب دے رہا ہے

می فریبد او فریبیدہ ترا
(آپ کے) فریفتہ کو فریب دے رہا ہے

بشنوم یا من دہم ہم عدہ اش
میں مان جاؤں یا میں بھی اُس کو دھوکا دیدوں

تا بداند اصل را آں فرع کش
تاکہ وہ شاخ کو پکڑنے والا، جڑ کو جان جائے

کاصلِ ہر مکر و حیلت پیشِ ماست
ہر مکر اور حیلہ کی اصل ہمارے سامنے ہے

ہر چہ بر خاکست اصلش بر سماست
جو کچھ زمین پر ہے اُس کی اصل آسمان پر ہے

گفت حق آں سگ نیرزد ہم بآں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ کُتّا اِسکے بھی لائق نہیں ہے

پیش سگ انداز از دُور استخواں
کُتّے کے سامنے دُور سے ہڈی ڈال دے

اُن کی اصل وہی خدا ہے۔ گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ فرعون اِس قابل بھی نہیں ہے کہ اُس کے فریب کا جواب فریب سے دیا جائے۔ آپ اُس کُتّے کو ہڈی ڈال دیجئے اور آپ اپنا عصا ڈال دیجئے زمین وہ تمام پیداوار اُگل دیگی جو جادوگروں نے کھائی ہے۔

لہ دیو۔ شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے اور شیخ طریقت ہدایت پر اِصرار کرتا ہے۔ اِلحاح۔ اِصرار، سخوں۔ قوی، یعنی جب حضرت موسیٰ کو پے در پے تبلیغ کا حکم ہوا اور فرعونیوں نے نافرمانی کی تو دریائے نیل خون بن کر بہنے لگا۔

لہ تا بنفس۔ یعنی جب قبطیوں کی حالت تباہ ہونے لگی تو فرعون بذاتِ خود حضرت موسیٰ کے پاس خوشامد کرنے اور تعظیم میں دُہرا ہو رہا تھا۔ انچہ۔ ہم نے جو کیا وہ بُرا تھا آپ بُرائی کا بدلہ برائی سے نہ دیجئے۔ بنفست۔ ہمارا مُنہ تو اِس قابل نہیں ہے کہ آپ سے دعا کی التجا کریں، پارہ۔ میں نے اپنے جسم کے ہر حصّہ کو فرمانبردار بنا دیا ہے۔ ایں دہاں۔ یعنی عذاب الٰہی کا دہانہ۔

لہ گفت یارب۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے خدا مجھ آپ کی ذات پر فریفتہ کو یہ فرعون دھوکا دے رہا ہے۔ بشنوم۔ اب بتائیں اِس کا کہنا مان لوں یا میں بھی اِس کو کوئی دھوکا دیدوں تاکہ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اصل میں ہر سبب کی جڑ خدا ہے یہ شاخ یعنی سبب سے وابستہ رہتا ہے... کاصل۔ حضرت موسیٰ نے کہا ہر مکر و تدبیر کی اصل خدا ہے جو اسباب دنیاوی میں

ہیں بجنباں آں عصا تا خاکہا
ہاں وہ عصا ہلا دے، تاکہ زمینیں

وآں ملخہا در زماں گردد تباہ
وہ ٹڈیاں فوراً تباہ ہو جائیں گی

کہ سببہا نیست حاجت مر مرا
کہ ہمیں اسباب کی ضرورت نہیں ہے

تا طبیبے خویش بر دارو زند
تاکہ طبیب اپنے آپ کو دوا میں مصروف کر دے

تا منافق از حریفی بامداد
تاکہ منافق چالاکی سے، صبح صبح

بندگی ناکردہ ناشستہ رو
عبادت کئے بغیر اور منہ دھوئے بغیر

آکل و ماکول آمد جانِ عام
عوام کی جان کھانے والی ہے اور خدا انہی کا ہے

می چرد آں برّہ و قصاب شاد
وہ بکری کا بچہ چرتا ہے اور قصائی خوش ہے

کارِ دوزخ میکنی در خوردنی
یہ کھانے میں دوزخ کا کام کر رہا ہے

کارِ خود کن روزیِ حکمت بخر
اپنا کام کر دانائی کی خوراک کھا

خوردنِ تن مانعِ ایں خوردنست
جسم کا کھانا اس کھانے سے مانع ہے

شمعِ تاجر آنگہ ہست افروختہ
تاجر کی شمع اس وقت روشن ہے

وآں ملخہا در زماں گردد تباہ
وہ ٹڈیاں فوراً تباہ ہو جائیں گی

تا بہ بیند خلق تبدیلِ الٰہ
تاکہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے بدلے دیئے گئے کو دیکھیں

آں سبب بہرِ حجابست و عطا
یہ سبب تو حجاب اور پردے کے لئے ہے

تا منجم رُو بستارہ کند
تاکہ نجومی ستاروں کی جانب منہ کرے

سوئے بازار آید از بیم کساد
بازار کی جانب آئے کساد (بازاری) کے ڈر سے

لقمۂ دوزخ بگشتہ لقمہ جو
لقمہ کا جویاں، دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے

ہمچو آں برّہ چرندہ از حُطام
اس بکری کے بچہ کی طرح جو چارہ چرنے والا ہے

کہ برائے ما چرد برگِ مُراد
کہ مقصد کے پتے ہمارے لئے چر رہا ہے

بہرِ او خود را تو فربہ میکنی
تو اپنے آپ کو اس کے لئے موٹا کر رہا ہے

تا شود فربہ دلِ باکر و فر
تاکہ شان و شوکت سے دل فربہ ہو جائے

جاں چو بازرگان و تن چوں ہر زنست
جان تاجر کی طرح ہے اور جسم ڈاکو کی طرح ہے

کہ بُود رہزن چو ہیزم سوختہ
جبکہ ڈاکو جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہو

تاجر جسم اور جسم کو ڈاکو، تاجر کا مال ڈاکو کھا لیتا ہے۔ شمعِ تاجر۔ تاجر اس وقت پُر رونق بنتا ہے جب ڈاکو تباہ ہو جائے۔

۵۱ وآں ملخہا۔ آپ کے عصا کے اثر سے ٹڈیاں بھی برباد ہو جائیں گی اور سب لوگ دیکھ لیں گے کہ خدا کو ہر چیز کے بدلنے کی کس قدر قدرت ہے۔ کہ بغیر اسباب اللہ تعالیٰ کو اسباب کی ضرورت نہیں ہے اسباب تو ایک پردہ ہیں طبیب دوا کو پیش ہوتے ہیں مگر شفا دینے والا خدا ہی ہے مگر منافق یعنی دنیادار اپنی کوشش اور محنت سے فائدہ سمجھ رہا ہے۔

۵۲ بندگی۔ یہ دنیادار صبح کو نہ عبادت میں لگتا ہے نہ اس کو منہ دھونے کی فرصت ہے نفع کے لئے بازار میں دوڑ جاتا ہے اپنے لقمہ کی تلاش میں دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے۔ ۵۳ آکل۔ یہ دنیادار کھانے والا بھی ہے اور خود دوزخ کی خوراک بھی ہے، اس کی مثال اس بکری کے بچہ کی سی ہے جو چرتا ہے اور قصائی خوش ہوتا ہے کہ یہ میرے لئے چر رہا ہے یہی حال دنیادار کا ہے کہ وہ سمجھ رہا ہے میں خود کھا رہا ہوں حالانکہ وہ اپنے وجود کو دوزخ کے لئے پال رہا ہے۔ ۵۴ کارِ خود۔ انسان کی اپنی غذا تو معارفِ الٰہی ہیں جس سے دل قوی ہوتا ہے اور اس کی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خوردنِ تن۔ جسمانی غذا روحانی غذا کے لئے مانع ہے، روح کو

خویشتن[۵۱] را گم مکن یاوہ مکوش
اپنے آپ کو گم نہ کر، بیہودہ کوشش نہ کر

کہ تو آں ہوشی و باقی ہوش پوش
کیونکہ تو ہوش اور باقی ہوش چھپانے والے ہیں

دانکہ ہر شہوت چو خمر ست و چو بنگ
سمجھ لے کہ ہر شہوت شراب اور بھنگ کی طرح ہے

پردۂ ہوش ست و عاقل زو ست دنگ
ہوش کے لئے پردہ ہے اور عقلمند اس سے حیران ہے

خمر تنہا نیست سرمستیِ ہوش
شراب تنہا ہوش کی سرمستی نہیں ہے

ہر چہ شہوانی ست بندد چشم و گوش
جو چیز بھی نفسانی ہو وہ آنکھ اور کان کو بند کر دیتی ہے

ترکِ شہوت کن اگر خواہی تو ہوش
اگر تو ہوش چاہتا ہے شہوت کو ترک کر دے

دانکہ شہوت بندد ہم چشم و گوش
سمجھ لے کہ شہوت تیری آنکھ اور کان بھی بند کر دیتی ہے

آں بلیس از خمر خوردن دور بود
وہ شیطان شراب پینے سے دور تھا

مست بود او از تکبر و ز جحود
وہ تکبر اور انکار سے مست تھا

مست[۵۲] آں باشد کہ آں بیند کہ ہست
مست وہ ہے جو وہ دیکھے جو نہیں ہے

زر نماید آنچہ مس و آہنیست
سونا نظر آئے، جو کہ تانبا اور لوہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا
اے موسیٰ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

لب بجنباں تا بروں آید گیا
ہونٹ ہلا، تاکہ گھاس اگ آئے

دعا کردن موسیٰ علیہ السلام و سبز شدن کشت و ہا و باراں آمدن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعا کرنا اور کھیتوں کا سرسبز ہو جانا اور بارش کا آجانا

ہمچناں[۵۳] کردند ہم اندر دمِ زمیں
انھوں نے ایسا ہی کیا اور زمین فوراً

سبز گشت از سنبل و حب قمیں
سنبل اور قیمتی غلّے سے سرسبز ہو گئی

اندر افتادند در لوت آں نفر
لذیذ غذاؤں میں لگ گئے، وہ لوگ

قحط دیدہ مردہ از جوع البقر
جو قحط زدہ، جوع البقر سے مرے ہوئے

چند روزے سیر خوردند از عطا
عطاءِ (خداوندی) کو چند روز پیٹ بھر کر کھایا

آں دمی و آدمی و چار پا
پرندوں نے اور آدمیوں نے اور چوپایوں نے

چوں شکم پر گشت و بر نعمت زدند
جب پیٹ بھر گیا اور نعمت مل گئی

واں ضرورت رفت پس طاغی شدند
وہ ضرورت ختم ہو گئی پھر سرکش ہو گئے

نفسِ فرعونیست ہاں سیرش مکن
نفس فرعون ہے، خبردار! اس کا پیٹ نہ بھر

تا نیارد یاد زاں کفرِ کہن
تاکہ وہ پرانے کفر کو یاد نہ کرے

---

۵۱ خویشتن۔ انسان کی ذات، اس کا ہوش اور جسمانی لذتیں، انکے ہوش گم کر دینے والی ہیں۔

۵۲ مست۔ مست وہ ہے جو سمجھے کہ سونا ہے اور تانبے اور لوہے کو سونا سمجھ بیٹھے، شیطان نے غیر واقعی بات کو واقعہ خیال کیا تو یقیناً وہ بدمست تھا۔ اس سخن سے مستی کی حقیقت کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے اے موسیٰ ختم دعا کرو تاکہ گھاس وغیرہ اگ آئے اور قحط کی صورت ختم ہو جائے۔

۵۳ ہمچناں۔ حضرت موسیٰ نے وحی کیا جس کا اُن کو خدا نے حکم دیا تھا یعنی دعا کر دی۔ حب قمیں۔ قیمتی غلّہ۔ لوت۔ یعنی فرعونی جو قحط میں مبتلا تھے لذیذ غذائیں کھانے لگ گئے۔ جوع البقر۔ ایک قسم کی بیماری جس میں انسان کھاتا رہتا ہے اور اُس کا دل نہیں بھرتا۔ دمی۔ ہوائی یعنی پرند چرند۔ اُن فرعونیوں کا پیٹ بھرا تو پھر سرکش بن گئے۔ طاغی سرکش۔ نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا نفس بھی فرعون ہے اسکا پیٹ بھرا اور وہ سرکش بنا۔

بے تفِ آتش[1] نگردد نفس خوب — تا نشد آہن چو اخگر ہیں مکوب

آگ کی گرمی کے بغیر نفس بھلا نہیں بنتا ہے — خبردار! بیشک لوہا انگارے کی طرح نہ ہو جائے اسکو نہ کوٹ

بے مجاعت نیست تن مخبش کناں — آہنِ سرد ست میکوبی بداں

بغیر بھوک کے جسم حرکت کرنے والا نہیں ہے — ٹھنڈا لوہا ہے، سمجھ لے تو کوٹ رہا ہے

گر بگرید ور بنالد زار زار — اُو نخواہد شد مسلماں ہوشدار

اگر وہ روئے اور زار زار نالہ کرے — وہ مسلمان نہ ہوگا، سمجھ لے

اُو چو فرعون ست در قحط آبخناں — پیشِ موسیٰ سر نہد لابہ کناں

وہ قحط میں فرعون کی طرح ہے — جب موسیٰ کے سامنے خوشامد میں سر جھکاتا ہے

چونکہ مستغنی شد اُو طاغی شود — خر چو بار انداخت اسکیزہ زند

جب وہ بے نیاز ہوا سرکشی کرتا ہے — گدھے نے جب بوجھ اتار دیا دولتی پھینکتا ہے

پس فراموشش شود چوں پیش رفت — کارِ اُو از آہ و زاریہائے خویش

پھر وہ بھول جاتا ہے جب آگے بڑھ جاتا ہے — اس کا کام اپنی آہ و زاریوں کو

سالہا مردے کہ در شہرے بود[2] — یک زماں کش چشم در خوابے شود

سالوں تک ایک انسان ایک شہر میں رہتا ہے — تھوڑی دیر جب اس کی آنکھ سو جاتی ہے

شہرِ دیگر بیند اُو پُر نیک و بد — ہیچ در یادش نہ آید شہرِ خود

وہ دوسرا شہر بھلے اور برے سے بھرا دیکھے گا — اس کو اپنا شہر کبھی یاد نہ آئے گا

کہ من آنجا بودہ ام ایں شہر نو — نیست آنِ من در نیجا ام گرد

میں وہاں رہا ہوں یہ نیا شہر — میرا نہیں ہے میں یہاں پھنس گیا ہوں

بل چناں داند کہ خود پیوستہ اُو — ہمدریں شہرش بود ابداع و خو

بلکہ ایسا سمجھے گا کہ وہ اس سے وابستہ ہے — اسی شہر میں اسکی پیدائش اور (عادتوں) کی بنا تھی

چہ عجب[3] گر روح موطنہائے خویش — کہ بدنش مسکن و میلاد پیش

کیا تعجب ہے، اگر روح اپنے وطنوں کو — جو پہلے اس کا مسکن اور جائے پیدائش تھی

می نیارد یاد کایں دنیا چو خواب — می فرو پوشد چو اختر را سحاب

یاد نہ کرے، کیونکہ یہ دنیا نیند کی طرح ہے — اسکی ڈھانپ لیتی ہے جس طرح کہ ستارے کو ابر

چند نوبت آزمودی خواب را — خوابِ دنیا را ہماں بیں زانتبلا

تو نے نیند کو کئی بار آزمایا ہے — آزمائش سے دنیا کی نیند کو ایسا ہی سمجھ

---

[1] آتش یعنی مجاہدات کی گرمی۔ تجاعت۔ بھوک۔ آہن سرد۔ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا بیکار ہے۔ اگر گریہ نفس کی آہ وزاری سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے۔ تابہ تواں بھوک میں وہ فرعون کی طرح خوشامد کرنے لگتا ہے۔ خر نفس کی مثال گدھے کی سی ہے اگر اس پر بوجھ نہیں ہوتا ہے تو وہ دولتیاں مارتا ہے۔ پس۔ پیٹ بھرنے پر اپنی سب خوشامد بھول جاتا ہے۔

[2] سالہا نفس کے بھولنے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ انسان سوتے ہی اپنی قیامگاہ کو بھلا دیتا ہے۔ شہرِ دیگر۔ خواب میں اور سرے شہروں کو یاد کرتا ہے اور اپنے شہر کو بھول جاتا ہے۔ ل۔ وہ خواب میں یہ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ سے اسی شہر میں تھا۔

[3] چہ عجب۔ اگر روح اپنے اصلی وطن کو بھول جائے تو اس پر تعجب نہ کرو۔ ایں دنیا۔ دنیا کی زندگی ایک خواب ہے۔ اور خواب اصلی وطن کو بھلا دیتی ہے۔ چند نوبت۔ خواب میں یہ تجربہ بارہا ہوا ہے اسی پر دنیا کو قیاس کرلو۔

خاصہ[1] چندیں شہرہا را کوفتہ — گردہا از درگہ اُو نا رُوفتہ

خصوصاً (جبکہ اُس نے) بہت سے شہروں کو روندا ہو — اُسکے مقام (دل) سے گرد صاف نہیں ہوئی ہے

اجتہادِ گرم ناکردہ کہ تا — دل شود صافی و بیند ماجرا

سخت کوشش نہ کیئے ہوئے ہے کہ — دل صاف ہو جائے اور گذشتہ واقعات دیکھ لے

سر بروں آرد دلش از بحرِ راز — اوّل و آخر بہ بیند چشم باز

رازکے سمندر سے اُس کا دل سر اُٹھائے — کُھلی آنکھ اوّل اور آخر کو دیکھ لے

بیانِ اطوار و منازلِ خلقتِ آدمی از ابتدائے خلقت

ابتدائے پیدائش سے آدمی کی پیدائش کے مراتب اور حالات کا بیان

آمدہ اوّل باقلیمِ جماد — وز جمادی در نباتی اُوفتاد

پہلے وہ (روح) جماد کی اقلیم میں آئی — اور جمادی (اقلیم) سے نباتی (اقلیم) میں آگئی

سالہا اندر نباتی عمر کرد — وز جمادی یاد ناورد از نبرد

سالوں نباتی (اقلیم) میں عمر بسر کی — اور سرکشی کیوجہ سے اپنی جمادی (زندگی) کو بھولدیا

وز[2] نباتی چوں بحیوانی فتاد — نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد

(اور نباتی (اقلیم) جب حیوانی (اقلیم) میں آئی — اُس کو نباتی (اقلیم) کا حال کبھی یاد نہ آیا

جز ہمیں میلے کہ دارد سوئے آں — خاصہ در وقتِ بہار و وقتِ ماں

سوائے اُس میلان کے جو اُس کی جانب ہے — خصوصاً بہار اور زمستان کے موسم میں

ہمچو میلِ کودکاں با مادراں — سرِ میلِ خود نداند در لباں

جیسا کہ بچوں کا ماؤں کی طرف میلان — کہ وہ دودھ پینے میں اپنے میلان کا خود راز نہیں جانتے ہیں

ہمچو میلِ مُفرطِ ہر نو مُرید — سوئے آں پیرِ جواں بخت مجید

جیسا کہ ہر نئے مُرید کا بڑھا ہوا میلان — بزرگ جواں نصیب و بابرکت پیر کی جانب

جزوِ[3] عقلِ ایں ازاں عقلِ کل ست — جنبشِ ایں سایہ زاں شاخِ گل ست

اِسکی جزوی عقل اُسی کُلی عقل سے ہے — اِس سایہ کی حرکت اُسی پھول کی شاخ سے ہے

سایہ اش فانی شود آخر درو — پس بداند سرِ میل و جستجو

اُس کا سایہ بالآخر اُسمیں فنا ہو جاتا ہے — تب میلان اور جستجو کا راز جان لیتا ہے

---

[1] خاصہ۔ رُوح نے بہت سے مدارج اور مراتب طے کئے ہیں اور وہ اِس کے شہر میں رہے ہیں۔ گرد باد۔ پھر تم نے اپنے قلب کو صفا نہیں رکھا اگر کشف مجاہدات کے ذریعہ صفائی کر لیتے تو وہ روح کے پرانے واقعات تمہیں دکھا دیتا۔ سر بروں۔ اگر دل صاف ہوتا ہے تو وہ پوشیدہ راز کے سمندر میں غوطہ لگا لیتا ہے اور آغاز و انجام کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ آمدہ۔ روح نے جو مختلف شہروں میں سکونت کی ہے اب مولانا اُس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ ... وز جمادی۔ یہی روح پہلے جمادات کے خطہ میں رہی پھر ترقی کر کے نباتات کے خطہ میں آئی۔ سالہا۔ عرصہ دراز تک یہ روح نباتی خطہ میں رہی لیکن اُسکو اپنی جمادی حالت کبھی یاد نہ آئی۔

[2] وز نباتی۔ پھر روح نباتات کے خطہ سے حیوانی خطہ میں آئی تو اُسکو اپنی نباتی زندگی یاد نہ رہی۔ جز ہمیں۔ ہاں صرف اِس قدر تو ہے کہ روح موسم بہار میں اور نازہ بور کے پھلنے کے وقت اُسکی طرف میلان کرتی ہے یہ اُس کی نباتی زندگی کی یاد ہے۔ ہمچو۔ بچہ اپنی ماں کے دودھ کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھ سکتا کہ میں اُس کے پیٹ میں رہ چکا ہوں۔ ہمچو میلِ مُفرطِ ... مُرید کو شیخ کی طرف میلان ہوتا ہے

[3] جزوِ عقل۔ اب مُرید کے شیخ کی طرف میلان کی وجہ بتاتے ہیں کہ اُس کی عقل شیخ کی عقل کا جزو ہے یہ سایہ ہوا اور شیخ شاخِ گل ہے۔ سایہ فنا ہو جائیگا کہ یہ مرید فنا فی الشیخ کا مقام حاصل کریگا تو اپنے میلان کی وجہ سمجھے گا کہ فرع اصل کی طرف مائل ہوا کرتی ہے۔

سایۂ[1] شاخِ درخت اے نیک بخت — کے بجُنبد گر نجُنبد ایں درخت

اے نیک بخت! درخت کی شاخ کا سایہ — کب حرکت کر سکتا ہے اگر یہ درخت نہ ہلے؟

باز از حیواں سُوئے انسانیش — می کشد آں خالقے کہ دانیش

پھر اسکو حیوان (کی تعلیم) سے انسان کی جانب — وہ اللہ (تعالےٰ) اُس کو کھینچتا ہے جس کو تو دانتا ہے

ہمچنیں اِقلیم تا اِقلیم رفت — تا شد اکنوں عاقل و دانا و زفت

وہ اسی طرح (ایک) اقلیم سے (دوسری) اقلیم تک یعنی — یہاں تک کہ وہ اب عقلمند اور دانا اور قوی ہوگئی

عقلہائے اولینش یاد نیست — ہم ازیں عقلش تحوّل کرد نیست

اُس کو پہلی عقلیں یاد نہیں ہیں — اِس عقل سے بھی اُس کو منتقل ہونا ہے

تا رہد[2] زیں عقلِ پُر حرص و طلب — صد ہزاراں عقل بیند بو العجب

تاکہ اِس حرص اور طلب بھری نفس سے نجات پا جائے — وہ عجب قسم کی لاکھوں عقلیں دیکھے

گرچہ خُفتہ گشت و شُد ناسی زِ پیش — کے گذارندش دراں نسیانِ خویش

اگرچہ وہ سو گئی ہے اور پہلے کو بھلا دیا گیا ہے — وہ اُس کو اُس کی بھول میں کب رہنے دیں گے؟

باز ازاں خوابش بہ بیداری کشند — تا کُند بر حالتِ خود ریشخند

اُس کو پھر اُس کی نیند سے بیدار کرینگے — تاکہ وہ اپنی حالت پر مذاق اُڑائے

گرچہ غم بُود آنکہ می خوردم بخواب — چوں فراموشم شُد احوالِ صواب

اگرچہ وہ غم تھا جو میں نے خواب میں کھایا — مجھ سے صحیح احوال کیوں فراموش ہوئے؟

چوں ندانستم کہ آں غم و اعتلال — فعلِ خوابست و فریب و خیال

میں کیوں نہ سمجھا کہ وہ غم اور بیمار ہونا؟ — خواب کا کام ہے اور فریب اور خیال ہے

ہمچنیں[3] دنیا کہ حُلمِ نائمست — خُفتہ پندارد کہ ایں خود دائمست

اسی طرح دنیا جو کہ ایک سونیوالے کا خواب ہے — سویا ہوا سمجھتا ہے کہ یہ خود ہمیشہ رہنے والی ہے

تا برآید ناگہاں صُبحِ اَجَل — وارہد از ظلمت ظن و دَغَل

یہاں تک کہ اچانک موت کی صبح آجاتی ہے — اور وہ گمان اور فریب کی تاریکی سے نکل جاتا ہے

خندہ اَش گیرد ازیں غمہائے خویش — چوں بہ بیند مُستقر جائے خویش

اُس کو اپنے غموں پر ہنسی آتی ہے — جب وہ اپنے ٹھہرنے کا مقام اور گھر دیکھتا ہے

ہر چہ اندر خواب بینی نیک و بد — روزِ محشر نیک بیند شود

تو جو کچھ بھی خواب میں اچھا اور بُرا دیکھتا ہے — قیامت کے دن ایک ایک ظاہر ہو جائیگا

---

[1] سایہ۔ اگر درخت کی شاخ حرکت نہ کرے تو سایہ حرکت نہیں کر سکتا۔ بازآ زحیواں۔ اللہ تعالےٰ روح کو پھر حیوانیت سے انسانیت کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے جہنچیں۔ غرضکہ روح اقلیم تا اقلیم سفر کرتی ہوئی اِس حالت میں پہنچی کہ وہ صاحب عقل ہوگئی ہے۔ عقلہائی۔ روح اپنی گذشتہ عقلوں سے غافل ہے پھر اُس کی اِس موجودہ عقل سے بھی تبدیلی ہوگی۔

[2] تا رہد۔ روح کو اِس دنیاوی حرص عقل کو بھی خیر باد کہنا ہے تب اُس کو لاکھوں عجیب عقلیں حاصل ہوجائیں گی۔ گرچہ۔ اگرچہ انسان خواب کی حالت میں اپنے واقعات بھول جاتا ہے لیکن وہ لامحالہ بیدار ہوتا ہے اور پھر خواب کے واقعات کی ہنسی اُڑاتا ہے۔ گرچہ۔ بیدار ہو کر اُس کو تعجب ہوتا ہے کہ میں یہ سب واقعات کیسے بھول گیا تھا۔ چوں۔ خواب کے واقعات کے غم پر کہتا ہے کہ میں یہ کیوں نہ سمجھا کہ یہ خیالی باتیں ہیں۔

[3] ہمچنیں۔ دنیادار جو دنیا کی زندگی کے خواب میں ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہی واصلی زندگی ہے تا برآید۔ جب موت آتی ہے تو اُس کی آنکھ کھلتی ہے خندہ اَش۔ موت کے وقت جب وہ بیدار ہوتا ہے تو دنیا کے غموں پر ہنستا ہے۔ ہر چہ۔ دنیا کی زندگی میں جو بُرائی یا اچھائی کی ہو وہ قیامت میں سامنے

آنچہ کردی اندریں خوابِ جہاں
تو نے دنیا کی نیند میں جو کچھ کیا ہے

گر ددت ہنگامِ بیداری عیاں[1]
تیرے لئے بیداری کے وقت ظاہر ہو جائیگا

تا نہ پنداری کہ ایں بد کردنیست
تو ہرگز نہ سمجھ کہ یہ بد کردار ہی

اندریں خواب و ترا تعبیر نیست
خواب میں ہے اور تیرے لئے تعبیر نہیں ہے

بلکہ ایں خندہ بود گریہ و نفیر
بلکہ یہ ہنسی رونا اور فریاد ہو گی

روزِ تعبیر اے ستمگر بر اسیر
تعبیر کے دن، اے قیدی پر ظلم کرنیوالے!

گریہ و درد و غم و زاریِ خود
اپنے رونے اور درد اور غم اور ماجوری کرنے کو

شادمانی داں بہ بیداریِ خود
اپنی بیداری (کے وقت) میں خوشی سمجھ

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں
اے یوسفوں کے پوستین کو پھاڑنے والے!

گرگ برخیزی ازیں خوابِ گراں
اس بھاری نیند سے تو بھیڑیا بن کر اٹھے گا

گشتہ[2] گرگاں یک بیک خوہائے تو
تیری ایک ایک عادت بھیڑیا بن کر

می درانند از غضب اعضائے تو
غصہ سے تیرے اعضاء کو پھاڑے گی

خوں بخسپد بعدِ مرگت در قصاص
قصاص (کے سلسلہ) میں تیرے مرنے کے بعد خون ہو

تو مگو کہ میرم و یابم خلاص
تو نہ کہہ کہ مر جاؤں گا اور بچ جاؤں گا

ایں قصاصِ نقد حیلت سا زیست[3]
یہ فوری قصاص، ایک تدبیر ہے

پیشِ زخمِ آں قصاصِ ایں بازیست
اس قصاص کے عذاب کے آگے یہ کھیل ہے

زیں لعب خواندست دنیا را خدا
خدا نے دنیا کو کھیل کہا ہے

کایں جزا لعب است پیشِ آں جزا
کیونکہ یہ بدلہ اس بدلہ کے مقابلہ میں کھیل ہے

ایں[4] جزا تسکینِ جنگ و فتنہ است
یہ بدلہ، لڑائی اور فتنہ کو دباتا ہے

آں چو اخصاء ست و ایں چوں خلسہ است
وہ خصی کرنے کی طرح اور یہ غنودگی کی طرح ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا
اے موسیٰ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

ہیں رہا کن آں خراں را در گیا
ہاں ان گدھوں کو گھاس میں چھوڑ دے

تا ہمہ زاں خوش علف فربہ شوند
تاکہ سب اس عمدہ گھاس سے موٹے ہو جائیں

ہیں کہ گرگانند مارا خشم مند
خبردار! ہمارے بھیڑیے غصہ میں ہیں

---

[1] ہنگامِ بیداری یعنی قیامت کے وقت تا نہ پنداری انسان کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس دنیاوی خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ اسکی تعبیر قیامت میں سامنے آجائیگی۔ بلکہ۔ دنیا میں ظالموں کے ہنسنے کی آخرت میں تعبیر رونا اور چیخنا ہوگا۔ گریہ۔ اگر دنیا میں گریہ وزاری ہوگی تو آخرت میں اس کی تعبیر خوشی ہوگی، خواب کی تعبیر عموماً الٹی ہوتی ہے۔ اے دریدہ۔ جو یوسف جیسے نیکوں کو دنیا میں ستائیگا وہ آخرت میں بھیڑیا بنکر اٹھے گا۔

[2] گشتہ۔ انسان کی بری عادتیں آخرت میں بھیڑیئے بنیں گی اور خود اس کے اعضاء کو پھاڑیں گی۔ خون۔ اگر انسان نے کسی کو ناحق خون بہایا ہے تو وہ خون رسوئیگا اور قیامت میں بدلے کا خواہاں ہوگا۔

[3] ایں قصاص۔ اگر دنیا میں بدلہ لے بھی لیا گیا ہوگا تو آخرت کے عذاب سے پھر بھی نجات نہ ملیگی بلکہ دنیا والا بدلہ اس کے مقابلہ میں کھیل سمجھا جائے گا۔

[4] زیں لعب۔ قرآن نے دنیا کی زندگی کو کھیل کود سے تعبیر کیا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں کا انتقام آخرت کے انتقام کے مقابلہ میں کھیل کود ہے۔

[5] ایں جزا۔ دنیا میں جو بدلہ لیا گیا وہ تو محض وقتی فتنہ و فساد فرو کرنے کے لئے لیا گیا ہے۔ اس دنیا کے بدلے کی مثال خصی کرنا سمجھو۔ آں خراں۔ یعنی فرعونیوں کو دنیا کے مزے اڑا لینے دو تاہم یہ فرعون جہنم کے بھیڑیوں کی خوراک ہیں وہ بھیڑیئے بھوک سے غصہ میں ہیں تو ان کو خوب موٹا ہونے دو تاکہ ان کو اچھی خوراک ملے۔

802

بیانِ آنکہ خلقِ دوزخ گرسنگاں اند و نالاں اند و از حق خواہاں

اس کا بیان کہ دوزخ کی مخلوق بھوکی اور نالاں ہے اور اللہ تعالیٰ سے چاہتی ہے

کہ روزِ بہاری مارا فربہ گردان و زود بمارساں کہ مارا صبر نماند

کہ بہاری خوراک کو موٹا بنا دے اور جلد ہمارے پاس پہنچا دے کیونکہ ہمارا صبر ختم ہو گیا ہے

نالۂ گرگانِ خود را مُوقِنیم — ایں خراں را طُعمۂ ایشاں کنیم

ہمیں اپنے بھیڑیوں کے رونے کا یقین ہے — ہم ان گدھوں کو ان کی خوراک بنائیں گے

ایں خراں را کیمیایِ خوش دمی — ازلب تو خواست کرد ن آدمی

ان گدھوں کو خوش کلامی کی کیمیا نے — تیرے ہونٹ سے اُن کو آدمی بنانا چاہا

تو بسے کردی بدعوت لُطف و جُود — آں خراں را طالع و روزی نبود

تو نے دعوت دینے میں بہت مہربانی اور سخاوت کی — اُن گدھوں کا نصیب اور مقدر نہ تھا

پس فرو پوشاں لحافِ نعمتی — تا بر دشاں زود خوابِ غفلتی

تو اُن کو اپنے انعام کا لحاف اوڑھا دے — تاکہ غفلت کی نیند اُن کو جلد سُلا دے

تا چو بجہند از جُنبیں خوابِ ایں رُدہ — شمع مُردہ باشد و ساقی شُدہ

تاکہ یہ گروہ جب ایسی نیند سے بیدار ہو — شمع گُل ہو چکی ہو اور ساقی روانہ ہو چکا ہو

داشت طُغیاں شاں ترا در حیرتے — پس بنوشند از جزا ہم حسرتے

اُنکی سرکشی نے تجھے حیرانی میں مبتلا کر دیا ہے — تو بدلے میں وہ حسرت پائیں گے

تا کہ عدلِ ما قدم بیروں نہد — در جزا ہر زشت را در خور دہد

تاکہ ہمارا انصاف ظاہر ہو جائے — ہر بُرے کو مناسب بدلہ دے

کاں شہے کہ می ندید ند یش فاش — بُود با ایشاں نہاں اندر مَعاش

کیونکہ وہ ہستی جس کو وہ ظاہر میں نہیں دیکھتے — وہ زندگی میں اُن کے ساتھ پوشیدہ تھا

چوں خرد با تُست مُشرف بر تنت — گرچہ زُو قاصر بُود ایں دیدنت

جیسا کہ عقل تیرے ساتھ تیرے جسم کی نگران ہے — اگرچہ تیرا یہ دیکھنا اُس سے عاجز ہے

نیست قاصر دیدنِ او آں فلاں — از سکون و جُنبشت در امتحاں

اے نادان! اُس (عقل) کا دیکھنا قاصر نہیں ہے — تیرے سکون اور حرکت سے آزمائش میں

چہ عجب گر خالقِ آں عقلِ نیز — با تو باشد در سکون و نقل نیز

تو تعجب کیا ہے! اگر اُس عقل کا پیدا کرنیوالا بھی — تیرے ساتھ ہو، سکون اور منتقل ہونے میں بھی

۱؎ نالۂ گرگاں۔ میرے علم میں ہے کہ وہ بھیڑیئے بھوک سے فریاد کر رہے ہیں مجھے ان کو اپنی خوراک بنانا ہے۔ ایں خراں۔ آپ نے اپنی خوش کلامی کی کیمیا سے انکو آدمی بنانا چاہا لیکن اُن کے مقدر میں آدمی بننا نہ تھا پس فرمایا۔ اُن پر غفلت کا لحاف اُڑھا دو تاکہ یہ غفلت کی نیند سو جائیں۔

۲؎ تا چو۔ جب اس غفلت سے بیدار ہونگے تو مجلس ختم ہو چکی ہوگی نہ شمع ہوگی نہ ساقی یعنی تم سے اور تمہاری ہدایت سے فائدہ اُٹھانے کا وقت نہ رہیگا۔ داشت۔ اُن کی سرکشی تمہارے لئے حیران کُن تھی اب حسرت کا مزہ چکھیں گے۔ تاکہ۔ ہمارے انصاف کا تقاضہ ہوگا کہ ہم اُن کو اُنکے بُرے اعمال کی بُری سزا دیں۔ کہاں شہے۔ جس خدا کو وہ نہیں دیکھ رہے تھے وہ خدا اُن کے ساتھ تھا۔

۳؎ چوں خرد۔ مولانا مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خدا کی طرح اور بھی چیزیں ہیں جن کو انسان نہیں دیکھ پاتا ہے اور وہ اُس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ انسان اپنی عقل کو نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ انسان کے ساتھ ہے۔ نیست قاصر۔ تو اپنی عقل کو دیکھنے سے قاصر ہے لیکن تیری عقل تجھے دیکھنے سے قاصر نہیں ہے۔ چہ عجب۔ جب نظر آنیوالی عقل تیرے ساتھ ہو تو اگر اسکا خالق

از خرد[1] غافل شود بر بد تند
بعد ازاں عقلش ملامت میکند

عقل سے غافل ہوتا ہے اور برائی کرتا ہے — اُس کے بعد اُس کو عقل ملامت کرتی ہے

تو شدی غافل ز عقلت عقل نے
کز حضور ستش ملامت کردنے

تو اپنی عقل سے غافل بنا، عقل نہ بنی — کیونکہ اُس کا ملامت کرنا اُنکی موجودگی کی دلیل ہے

گر نبودے حاضر و غافل بدے
در ملامت کے ترا سیلی زدے

اگر وہ حاضر نہ ہوتی اور غافل ہوتی — ملامت میں کب تیرے طمانچہ مارتی؟

ور ازو غافل نبودے نفس تو
کے چناں کردے جنون و نفس تو

اگر تیرا نفس اُس سے غافل نہ ہوتا — تو تیرا پاگل پن اور گمراہی کب ایسا کرتی؟

پس[2] ترا عقلت چو اسطرلاب بود
زاں بدانی قرب خورشید وجود

تو تیری عقل اسطرلاب کی طرح ہے — تو اُس سے وجود کے سورج کی نزدیکی جان لے

قرب بیچون ست عقلت را بتو
نیست از پیش و پس و سفل و علو

تیری عقل کا تجھ سے قرب بے کیف ہے — جو آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سے نہیں ہے

قرب بیچون چوں نباشد شاہ را
کہ نیابد بحث عقل آں راہ را

تو شاہ کا قرب بے کیف کیوں نہ ہوگا؟ — کیونکہ عقل کی بحث اُس کا راستہ نہیں پاتی ہے

نیست آں جنبش کہ در اصبع ترا ست
پیش اصبع یا پس یا چپ و راست

وہ حرکت نہیں ہے جو تیری انگلی میں ہے — انگلی کے آگے یا اُسکے پیچھے یا بائیں اور دائیں ہے

وقت[3] خواب و مرگ از وے میرود
وقت بیداری قرینش می شود

موت اور نیند کے وقت وہ اُس سے چلی جاتی ہے — بیداری کے وقت اُس کے ساتھ ہوتی ہے

از چہ رہ می آید اندر اصبعت
کا صبعت بے اُو ندارد منفعت

وہ تیری انگلی میں کس راہ سے آتی ہے؟ — کیونکہ تیری انگلی اُس کے بغیر کوئی نفع نہیں رکھتی ہے

نور چشم مُردمک در دیدہ ات
از چہ رہ آمد بغیر شش جہت

آنکھ کی پُتلی کا نور تیری آنکھ میں — بغیر چھ جہت کے کس راستہ سے آیا ہے!

عالم خلق ست با سوی و جہات
بے جہت داں عالم امر و صفات

عالم خلق جانب اور جہتوں والا ہے — عالم امر و صفات کو بے جہت کا سمجھ

---

[1] از خرد۔ انسان غلطی کرتے وقت عقل سے غافل ہو جاتا ہے پھر عقل اُس کو ملامت کرتی ہے۔ کہ حضور عقل کا ملامت کرنا اُس کی دلیل ہے کہ وہ تجھ سے اور تیرے کام سے غافل نہ تھی۔ سیلی۔ طمانچہ۔ ور۔ اِس غلط کا کرنا اِس کی دلیل ہے کہ تو اُس وقت عقل سے بیگانہ تھا۔

[2] پس ترا۔ تیری عقل حضرت حق تعالیٰ کے قرب کو سمجھنے کا ذریعہ ہے اُس کی مثال سے تو سمجھ لے۔ اسطرلاب۔ وہ آلہ جس سے نجومی چاند، سورج ستاروں کے فاصلے معلوم کرتے ہیں۔ خورشید وجود۔ حق تعالیٰ۔ بیچون۔ یعنی بے کم و کیف۔ عقل کا انسان سے قرب جہتوں سے متصف نہیں ہے۔ قرب بیچوں۔ اللہ تعالیٰ جس کی ذات خود کم اور کیف سے بالاتر ہے اُس کا قرب بھی اِن کیفیتوں سے بالاتر ہے۔ نیست آں۔ یعنی بے کیف و کم کے قرب کی دوسری مثال پیش کر رہے ہیں انگلی کی حرکت کو انگلی سے جو قرب ہے وہ بے کم و کیف ہے۔

[3] وقت خواب۔ انسان کے سونے میں اُس کی انگلی کو حرکت نہیں ہوتی بیداری کے بعد فوراً حرکت آجاتی ہے۔ از چہ رہ۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ حرکت انگلی میں کونسی طرف سے آتی ہے۔ نور چشم۔ آنکھوں میں روشنی کی آمد بھی جہات سے منزہ ہے۔ عالم خلق۔ وہ عالم ہے جو مادی اور زمانی ہو وہ جانب اور جہت سے متصف ہے۔ عالم امر وہ عالم ہے جسکی پیدائش لفظ کُن سے ہوئی ہے اور وہ مادی اور زمانی نہیں ہے وہ مجردات کا عالم ہے جبکہ عالم امر ارادہ اور جہت سے منزہ ہے تو امر یعنی حضرت حق تعالیٰ جسنے وہ کلمہ کُن فرمایا ہو جانے والی

جہت اور جانب سے پاک ہوگا۔

بے جہت دان عالمِ امرا ے صنم
اے صنم! عالمِ امر کو بے جہت سمجھ

بے جہت بد عقل[1] و علام البیاں
عقل بے جہت تھی اور بیان کا جان کار

بے تعلق نیست مخلوقے بدو
کوئی مخلوق اُس سے بے تعلق نہیں ہے

زانکہ فصل و وصل نبود در روان
کیونکہ روح میں فصل اور وصل نہیں ہے

غیرِ فصل و وصل بے برازِ دلیل
دلیل سے فصل اور وصل کے علاوہ کا پتہ لگا

پے[2] پیا پے می برازِ دوری اصل
پے در پے اصل سے دوری کا پتہ لگا

ایں تعلق را خرد چوں پے برد
عقل اِس تعلق کا کیسے پتہ لگائے؟

زیں وصیت کرد ما را المصطفیٰ
اسی وجہ سے مصطفیٰؐ نے ہمیں وصیت کی ہے

آنکہ در ذاتش تفکر کرد نیست
جو غور و فکر اُس کی ذات میں کرتا ہے

ہست[3] آں پندارِ او زیرا براہ
یہ محض اُس کا خیال ہے۔ کیونکہ راستہ میں

ہر یکے در پردۂ موصول جوست
ہر ایک، ایک پردے کا وصل چاہنے والا ہے

پس پیمبر دفع کرد ایں وہم از و
تو پیغمبرؐ نے اُس سے اِس وہم کو دفع کر دیا

بے جہت ہم باشد آمر لاجرم
لامحالہ اَمر کرنے والا بھی بے جہت ہوگا

عقل تراز عقل و جان تر ہم زجاں
عقل سے بھی زیادہ عقل اور جان سے بھی زیادہ جان ہے

آں تعلق ہست ہیچوں اے عمو
اے چچا! وہ تعلق بلا کیف ہے

غیرِ فصل و وصل نندیشد گماں
گمانِ فصل اور وصل کے علاوہ نہیں سوچتا ہے

لیک پے بردن نہ بشناسد علیل
لیکن پتہ لگانا، بیمار نہیں جانتا

تا رگِ مردیت آرد سوئے وصل
تاکہ مردانگی کی رگ تجھے وصل کی جانب لے آئے

بستۂ فصل و وصل[4] ایں خرد
یہ عقل تو فصل اور وصل سے وابستہ ہے

بحث کم جوئید در ذاتِ خدا
کہ ذاتِ خدا میں بحث نہ کرو

در حقیقت آں نظر در ذات نیست
حقیقتاً وہ غور و فکر ذات میں نہیں ہے

صد ہزاراں پردہ آمد از الٰہ
خدا کی جانب سے لاکھوں پردے ہیں

وہم او آں ست کاں عینِ خود است او
اُس کا خیال یہ ہے کہ وہ اُس کا عین ہے

تا نباشد در غلط سودا پزاو
تاکہ وہ غلطی میں خیالی (دیگ) پکانیوالا نہ بنے

---

[1] عقل۔ عقل بھی بے جہت چیز ہے تو اللہ تعالیٰ جو عقل کی بھی عقل اور جان کی بھی جان ہے کیسی جہت سے پاک نہ ہوگا۔ تیرے تعلق بمخلوق کا خالق سے جو تعلق ہے وہ بھی کیفیت سے بالاتر ہے۔ زنگ، روح اور مادہ سے پاک ہے لہٰذا اُس میں نہ فصل کی صفت ہے نہ وصل کی لیکن انسان کا خیال و گمان وصل اور فصل کے علاوہ کوئی تعلق نہیں سمجھتا ہے۔ غیرِ فصل۔ ہماری بیان کردہ دلیل سے پتہ چلتے کہ اتصال اور انفصال کے علاوہ بھی کوئی تعلق ہے لیکن وہ شخص جو نفسانی بیماریوں میں مبتلا ہے وہ پتہ نہیں لگا سکتا بعض نسخوں میں "نہ بنشاند علیل" ہے اسکے معنی یہ ہونگے محض پتہ لگانا پیاس نہیں بجھاتا ہے پیاس جب بجھے گی جب کہ مشاہدہ حاصل ہوجائے گا۔

[2] پے پیا پے۔ اگر انسان مسلسل یہ سوچے گا کہ مجھے ذاتِ خداوندی سے دوری ہے تو مردانگی کی رگ اسکو وصل کی طرف لے جائیگی۔ ایں تعلق۔ جو عقل محض اتصال اور انفصال کے تعلق کو ہی سمجھ سکتی ہے وہ اللہ سے مخلوق کے تعلق کا پتہ نہیں بتا سکتی۔ ذیں۔ چونکہ فصل اسکو نہیں سمجھ سکتی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہو تفکروا فی خلق اللہ ولا تفکروا فی اللہ اللہ کی مخلوق میں غور کرو اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور کرو۔

[3] ہست۔ ذات میں غور کرنا ذات میں غور کرنا نہیں ہے بلکہ محض اپنے ایک مفروضہ میں غور کرنا ہے کیونکہ ذات اور مخلوق میں کروڑوں پردے ہیں جب تک ذات میں غور کرنیوالا کسی پردے سے وابستہ ہوگیا تو اسکی اللہ کی ذات کا عین سمجھ لینا ہے۔

[1] دانکہ اندر وہم اُو ترکِ ادب — بے ادب را سرنگونی داد رب

کیونکہ اُس کے وہم میں [illegible] ادب کو چھوڑ دیا ہے — اور اللہ تعالیٰ نے بے ادب کو اندھا بین دیا ہے

سرنگونی آں بُود کو سوئے زیر — می رود پندارد او کو ہست چیر

اندھا بین یہ ہے کہ نیچے کو — جا رہا ہے (اور) وہ سمجھ رہا ہے کہ وہ کامیاب ہے

زانکہ حدِ مست باشد ایں چنیں — کو نداند آسماں را از زمیں

کیونکہ مدہوشی کی یہ تعریف ہے — کہ وہ آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا

در عجائبہایش بفکر اندر روید — از عظیمی و زمہابت گم شوید

اُس کے عجائب میں غور کرو — عظمت اور ہیبت سے گم ہو جاؤ

چوں ز صنعش رایش و سُبلت گم کنید — حدِ خود دانید آنگہ تن زنید

جب تم اُس کی صنعت میں حیران ہو جاؤ گے — اپنا رُتبہ جان لوگے (اور) اُسوقت خاموش ہو جاؤ گے

[2] جز کہ لا اُحصی نگوید او ز جاں — کز شمار و حد بیرون ست آں

وہ دل سے سوائے اسکے کچھ نہ کہے گا کہ میں شمار نہیں کر سکتا — کیونکہ وہ شمار اور حد سے باہر ہے

چوں بیانش ہیچ دست اے بوالہوس — بحث کم کن پیش ازیں کم زن نفس

اے بوالہوس! چونکہ اُس کا بیان محدود نہیں ہے — بحث نہ کر اُس سے آگے سانس نہ لے

رفتنِ[3] ذوالقرنین بکوہِ قاف و درخواست کردن کہ اے قاف

حضرت ذوالقرنین کا کوہ قاف کے پاس جانا اور درخواست کرنا کہ اے قاف

قاف از عظمتِ صفاتِ حق تعالیٰ شمّہ با ما بگو و جواب او

ہمیں کچھ تھوڑی سی اللہ تعالیٰ کی صفات کی عظمت بتادے اور اُس کا جواب

کہ صفتِ عظمتِ حق تعالیٰ بہ تقریر نیاید و لابہ کردنِ ذوالقرنین

دینا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی تعریف تقریر میں نہیں آسکتی اور ذوالقرنین کی

کہ از آنچہ تواں گفت و بخاطر داری شمّہ بگو

خوشامد کرنا کہ جس قدر بتایا جا سکتا ہے اور جو جانتا ہے کچھ بتادے

رفت ذوالقرنین سوئے کوہِ قاف — دید کہ را کز زمرد بود صاف

ذوالقرنین کوہ قاف کی جانب گئے — انھوں نے پہاڑ کو دیکھا کہ وہ زمرد سے زیادہ صاف تھا

سکندر (اسکا یہ سکندر رومی سے بہت پہلے گذرا ہے۔ کوہ قاف۔ ایک پہاڑ ہے لیکن فارسی لٹریچر میں اس کے بارے میں بہت سے دلچسپ افسانے مذکور ہیں۔

[1] دانکہ۔ ذات خدا میں مشغولیت نہ ہو اور وہم میں مبتلا ہو۔ خدا کے ساتھ بے ادبی ہے جس کی سزا سرنگونی ہے۔ سرنگونی یا اندھے بین کا یہی مطلب ہے کہ انسان سمجھے کہ وہ بلندی پر پہنچ رہا ہوں حالانکہ وہ نیچے گر رہا ہوتا ہے۔ مست کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ زمین اور آسمان یعنی نیچے اور اوپر میں فرق نہیں کر سکتا۔

[2] در عجائبہا۔ خدا کی عجیب صناعی میں غور کرنا چاہیئے اور اُس کی عظمت اور ہیبت سے گم ہو جانا چاہیئے۔ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرو گے تو تم پر اپنی حقیقت کھل جائیگی اور خاموشی اختیار کرو گے۔

[2] جز کہ۔ اب تم یہ کہو گے لا اُحصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک یعنی میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ چوں بیانش۔ اب بڑھتا فرماتے ہیں کہ چونکہ اللہ کی تعریف کا بیان ختم نہ ہونیوالا ہے لہٰذا اس میں بحث ختم کر دینی چاہیئے اور خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔

[3] رفتن۔ حضرت ذوالقرنین اور کوہ قاف کے سلسلہ سے یہی سمجھایا ہے کہ اوصاف باری تعالیٰ کا بیان ناممکن ہے۔ ذوالقرنین۔ ایک نیک دل بادشاہ تھا جس کا نام

گرد عالم حلقہ گشتہ آں محیط[1]
وہ گیرنے والا پہاڑ دنیا کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے ہے

ماند حیراں اندراں خلقِ بسیط
اُس وسیع مخلوق میں حیران رہ گئے

گفت تو کوہی دگر ہا چیستند
اُنھوں نے کہا تو پہاڑ ہے دوسرے کیا ہیں؟

کہ بہ پیشِ عظمِ تو باز ایستند
کہ تیری بڑائی کے سامنے جھکیں

گفت رگہای من اند آں کوہہا
اُس نے کہا، وہ پہاڑ میری رگیں ہیں

مثلِ من نبوند در حسن و بہا
وہ خوبصورتی اور قیمت میں میری طرح نہیں ہیں

من بہر شہرے رگے دارم نہاں
ہر شہر میں میری رگ چھپی ہوئی ہے

برعرو قہم بستہ اطرافِ جہاں
دنیا کے اطراف میری رگوں سے بندھے ہوئے ہیں

حق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا
جب اللہ تعالیٰ کسی شہر میں زلزلہ (لانا) چاہتا ہے تو مجھے

امر فرماید کہ جُنباں عرق را
حکم دے دیتا ہے کہ رگ کو ہلا دے

پس بجُنبانم من آں رگ را القہر
میں فوراً اُس رگ کو ہلا دیتا ہوں

کہ بداں رگ متصل گشت ست شہر
جس رگ سے وہ شہر ملا ہوا ہے

چوں بگوید بس شود ساکن رگم
جب وہ بس کہہ دیتا ہے میری رگ ساکن ہو جاتی ہے

ساکنم وز روی فعل اندر نگم[2]
میں بظاہر ساکن ہوں لیکن عمل کے اعتبار سے نہیں ہوں

ہمچو مرہم ساکن و بس کار کن
جیسا کہ مرہم ساکن اور بہت کارگر ہے

چوں خرد ساکن وز و جُنباں سخن
جیسے کہ عقل ساکن ہو اور بات اُسی وجہ سے حرکت

نزد آں کس کہ نداند عقلش ایں[3]
جس کی عقل اس کو نہیں سمجھتی ہے اُسکے نزدیک

زلزلہ ہست از بخاراتِ زمیں
زلزلہ زمین کے بخارات کی وجہ سے ہے

ایں بخارات زمیں نبود بداں
سمجھتے یہ زمین کے بخارات نہیں ہیں

زامرِ حق ست و از زاں کوہِ گراں
اللہ تعالیٰ کے حکم اور اُس بھاری پہاڑ کی وجہ سے ہے

بیانِ آنکہ مورے بر کاغذی رفت نوشتنِ قلم دید قلم را ستودن

اس کا بیان کہ ایک چھوٹی سی چیونٹی کاغذ پر چل رہی تھی اُس نے قلم کا تماشا دیکھا قلم کی تعریف

گرفت مورے دیگر کہ چشمش تیز بین بود گفت ستایش انگشتاں

کرنی شروع کر دی اور سی چیونٹی جس کی آنکھ تیز دیکھنے والی تھی اُس نے کہا انگلیوں کی

را کن کہ ایں ہنر از ایشاں می بینم مورے دیگر کہ از ہر دو چشمش او

تعریف کر کیونکہ میں یہ ہنر اُن کا سمجھتی ہوں تیسری چیونٹی جس کی آنکھیں دونوں سے زیادہ

---

[1] محیط۔ گھیرنے والا یعنی وہ پہاڑ تمام دنیا کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھا۔ گفت۔ ڈوالقرنین نے کہا تیری بڑائی کے مقابلہ میں اُن پہاڑوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے رگہا۔ کوہ قاف نے کہا وہ پہاڑ میری جڑیں ہیں جڑ اور اصل یکساں نہیں ہوتی اسلئے تم اُن کو دیگر پہاڑ سمجھ رہے ہو۔ من۔ ہر شہر۔ دنیا کے ہر شہر کے نیچے میری رگ ہے اس طرح تمام دنیا میری رگوں پر آباد ہے۔

[2] حق۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شہر پر زلزلہ نازل فرمانا چاہتا ہے تو مجھے حکم دیدیتا ہے میں اپنی وہ رگ ہلا دیتا ہوں اور اُس شہر میں زلزلہ آجاتا ہے۔ چوں بگوید۔ جب مجھے رکنے کا حکم دیتا ہے تو وہ میری رگ ساکن ہو جاتی ہے بظاہر میں ساکن ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام میں میری تگ و دو جاری ہے۔ ہمچو۔ ساکن رہ کر کام کرنے کی مثال مرہم اور عقل ہے۔

[3] نزد آں کس۔ جس کی عقل میں یہ بات نہیں آتی وہ زلزلہ کا اصلی سبب زمین کے بخارات کو سمجھتا ہے لیکن دراصل زلزلہ کا سبب خدائی حکم اور کوہ قاف ہے۔ بیان۔ اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو عقلمند ہیں وہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں وہ عقل سبب کو ہی جانتے ہیں۔

تیز تر بُود گفت من ستایش بازو کنم کہ انگشتاں فرع وے اند
تیز تھیں بولی میں بازو کی تعریف کرتی ہوں کیونکہ انگلیاں اُس کی فرع ہیں

مور[1] کے بر کاغذے دید اُو قلم — گفت با مور دگر ایں راز ہم
ایک چھوٹی سی چیونٹی نے کاغذ پر قلم کو دیکھا — اُس نے دوسری چیونٹی سے بھی یہ راز کہا

کہ عجائب نقشہا آں کِلک کرد — ہمچو ریحان و چو سوسن زار و ورد
کہ قلم نے عجیب نقش کیسے ہیں — جیسے نازبو اور جیسے سوسن کا کیت اور گلاب

گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور — ویں قلم در فعل فرعست و اثر
اُس چیونٹی نے کہا، اُنگلی کارگذار ہے — یہ قلم کام کرنے میں فرع اور اثر ہے

گفت آں مور سوم[2] کز بازو است — کا صبع لاغر نہ زورش نقش بست
تیسری چیونٹی نے کہا کہ وہ بازو کی وجہ سے ہے — کیونکہ کمزور اُنگلی کی طاقت نے یہ نقش نہیں بنائے

ہمچنیں می رفت بالا تا یکے — مہتر موراں قطن بُود اند کے
بات اسی طرح اوپر کو چلتی رہی یہاں تک کہ — چیونٹیوں کی سردار تھوڑی سمجھدار تھی

گفت کز صورت مبینید ایں ہنر — کہ بخواب و مرگ گردد بے خبر
اُس نے کہا اس ہنر کو جسم کا نہ سمجھو — کیونکہ وہ تو نیند اور موت میں بے خبر ہو جاتا ہے

صورت آمد چوں لباس و چوں عصا — جزو بعقل و جاں بخنبد نقشہا
جسم بمنزلہ لباس اور لاٹھی کے ہے — عقل اور جان سے ہی نقوش بنتے ہیں

بیخبر بُود اُو کہ آں عقل و فواد — بے ز تقلیب خدا باشد جماد
وہ اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور دل — خدا کے حرکت دیئے بغیر بے جان ہیں

یک زماں از وے عنایت برکند[3] — عقل زیرک ابلہیہا می کند
تھوڑی دیر کیلئے وہ اگر مہربانی کرنا بند کر دیتا ہے — (تو) عقل، بے وقوفیاں کرتی ہے

بازالتماس کردن ذوالقرنین از کوہ قاف و بیان عجائب اثنای حق

ذوالقرنین کا دوبارہ کوہ قاف سے درخواست کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف میں عجائب کا بیان

چونکہ کوہ قاف دُرِّ لطیق سُفت — چونش گو بایافت ذوالقرنین گفت
جب کوہ قاف نے گویائی کا موتی پرویا — چونکہ ذوالقرنین نے اُس کو برتا پایا تو کہا

کائے سخنگوی خبیر راز داں — از صفاتِ حق بگو بامن بیاں
اے بولنے والے! باخبر، رازداں! — اللہ (تعالیٰ) کی صفات مجھ سے بیان کر دے

[1] مور کے۔ مور، چیونٹی، کاف تصغیر کا اور یا وحدت کی ہے۔ زار۔ یعنی قلمکاری دیکھنا۔ کِلک۔ قلم۔ ریحان۔ نازبو، ہر خوشبودار پودا۔ سوسن۔ ایک نیلگوں پھول ہے۔ ورد۔ گلاب۔ اصبع۔ اس چیونٹی نے کہا کہ یہ قلم کا ہنر نہیں بلکہ اصل کارگری کاتب کی انگلیوں کی ہے۔

[2] مور سوم۔ تیسری چیونٹی نے کہا کہ دراصل یہ کام بازو کا ہے۔ قطن۔ سمجھدار۔ کوشش۔ اس کارگری کا اصل سبب جسم نہیں روح ہے۔ صورت۔ جسم روح کا ایک لباس اور آلہ ہے نقش عقل اور جان بناتی ہے۔ بے خبر۔ وہ چیونٹی بھی اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور جان خدا کی تحریک پر عمل کرتی ہے۔

[3] یک زماں۔ اگر اللہ تعالیٰ عقل سے تھوڑی دیر کے لئے اپنی مہربانی ہٹا لیتا ہے تو عقل بے عقلی کے کام کرنے لگتی ہے۔ چونکہ جب ذوالقرنین نے کوہ قاف کو روشناد دیکھا تو اُس سے درخواست کی۔ کہا کہ۔ اے کوہ قاف تو اللہ کی صفات سے واقف ہے ہمیں اُس کی صفات سے آگاہ کر دے۔

گفت[1] رَو وکاں وصف زانہا برتر ست
اُس نے کہا، جا، کیونکہ وہ صفت اِس سے بالاتر ہے

کہ بیاں بَر وَے تواند بُرد دست
کہ بیان اُس پر قابو پا سکے

یا قلم راز ہرہ باشد کہ بسر
یا قلم کی یہ مجال ہو کہ نوک سے

بر نویسد بَر صحائف زاں خبر
وہ صفحوں میں اُس کی بابت لکھ دے

گفت کمتر داستانے باز گو
انھوں نے کہا تھوڑی سی داستان سنا دے

از عجبہائے حق اے جبر نکو
اللہ کے عجائب کی اے اچھے عالم!

گفت اینک دشت سی صد سالہ راہ
اُس نے کہا یہ تین سو سال مسافت کا جنگل

کوہہائے برف پُر کردہ اشاہ
شاہ نے اُس کو برف کے پہاڑوں سے بھر دیا ہے

کوہ[2] بَر کہ بے شمار و بے عدد
پہاڑ بالائے پہاڑ بے شمار اور اَن گنت

میرسد در ہر زماں بر فش مدد
ہر وقت اُن کو برف کی مدد پہنچتی ہے

کوہ بَر فے می زند بر دیگرے
برف کا پہاڑ دوسرے پہاڑ پر پڑتا ہے

می رساند برف سردی تا تَرے
برف ٹھنڈک کو زمین کی تہ تک پہنچاتا ہے

کوہ بَر فے می زند بر کوہِ برف
برف کا پہاڑ برف کے دوسرے پہاڑ پر گرتا ہے

دَمبدم زانبارِ بیحد و شگرف
ہر وقت بے حد اور عجب برجھ سے

گر نبودے اینچنیں وادی شہا
اے بادشاہ! اگر اِس طرح کا جنگل نہ ہوتا

تَفِ دوزخ محو کردے مر مرا
دوزخ کی سوزش، مجھے مٹا دیتی

غافلاں را کوہہائے بَرف داں
غافلوں کو برف کے پہاڑ سمجھ

تا نسوزد پردہائے عاقلاں
تاکہ عقلمندوں کے پردے نہ پھٹک جائیں

گر نبودے عکسِ[3] جہلِ بَرف باف
اگر برف کی سی سانت کے جہل کا عکس نہ ہوتا

سوختے از نارِ شوق آں کوہِ قاف
تو دوزخ کی آگ سے وہ کوہ قاف جل جاتا

آتش از قہرِ خدا خود ذرہ ایست
جہنم کی آگ اللہ کے قہر کا ایک ذرہ ہے

بہر تہدیدِ لئیماں ذرہ ایست
وہ لئیموں کو ڈرانے کے لئے ذرہ ہے

باچنیں قہرے کہ رفت و فائق ست
ایسے قوی اور بڑھے ہوئے قہر کے باوجود

بَر دِ لطفش بیں کہ بر وَے سابق ست
اُسکے کرم کی ٹھنڈک کو دیکھ جو اُس سے آگے ہے

سبق بیچون و چگونہ معنوی
یہ آگے ہونا بغیر کیف اور کیفیت کے معنوی ہے

سابق و مسبوق دیدی بے دوئی
تو نے بغیر دوئی کے آگے ہونے والا اور پیچھے رہ جانے والا دیکھا

---

[1] گفت۔ کوہ قاف نے کہا اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان سے بالاتر ہیں۔ یا قلم۔ یعنی میں یہ طاقت ہے کہ اُن کو تحریر کر سکے۔ خبر۔ بڑا عالم۔ گفت کوہ قاف نے قدرت کے عجائب کا بیان شروع کیا اور کہا کہ یہ جنگل اتنا وسیع ہے کہ تین سو سال کی مسافت کا ہے اس کو خدا نے برف سے پُر کیا ہے اور اب اس پر برف کی تہیں جمتی رہتی ہیں۔

[2] کوہ۔ اِس جنگل میں اللہ تعالیٰ نے برف کے پہاڑ جمع کر دیئے ہیں۔ گرنبودے۔ اِس میں یہ حکمت ہے کہ اگر اِس جنگل کے برف کے پہاڑوں کی ٹھنڈک نہ ہوتی تو دوزخ کی آگ کی گرمی سے پھونک ڈالتی۔ غافلاں۔ اگر غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر نہ پڑتا تو عارفوں کا شوق اُن کو جلا ڈالتا۔

[3] عکس۔ غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر بھی اثر کرتا ہے جو برف کے پہاڑ کوہ قاف کے لئے گرے ہیں۔ آتش۔ دوزخ کی آتش جس کی تاثیر کا اسقدر بیان ہوا یہ اللہ کے قہر و غضب کا ایک ذرہ ہے۔ یہ آگیں لیکن قہر و غضب کی اِس حالت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے کرم کی ٹھنڈک اس سے بڑھی ہوئی ہے۔ یعنی رحمت کی مغلوب پر جتنی سبقت ہے غضب کی نہیں ہے بلکہ معنوی ہے رحمت اور غضب دونوں اللہ کی صفت ارادہ کی صورتیں ہیں اور ارادہ

گر ندیدی[1] آں بُود از فہم پست — کہ عُقولِ خلق زاں کان یک بجست

اگر تو نے نہیں دیکھا تو یہ ناقص عقل کی وجہ سے ہے — کیونکہ مخلوق کی عقلیں اُس کان (میں) ایک شے کی برابر ہیں

عَیب بر خود نہ بر آیاتِ دیں — کے رسد بر چرخِ دیں مرغِ گلیں

اپنا عیب سمجھ، نہ دین کی آیتوں کا — دین کے آسمان پر بہ مرغِ تیں کہاں پرند کب پہنچ سکتا ہے؟

مُرغِ را جولاں گہِ عالی ہواست — زانکہ نشو و اُو ز شہوت و ز ہواست

(تیرے) پرند کی بلند پرواز گاہ، فضا ہے — کیونکہ اُس کا نشو و نما، شہوت اور نفسانی خواہش سے ہے

پس تو حیراں باش بے لا و بلے — تا ز رحمت پیشت آید مُحملے

بس تو حیران رہ، بغیر نہیں اور ہاں کے — تاکہ رحمت کا کجاوہ تیرے سامنے آجائے

چوں ز فہم ایں عجائب کودنی — گر بلے گوئی تکلف می کُنی

جبکہ تو ان عجائب کے سمجھنے میں نااہل ہے — اگر تو ہاں کہے، تکلف برتے گا

ور بگوئی[2] نے ز ندنے گردنت — قہر بر بندد بداں نے روزنت

اگر تو نہیں کہیگا، نہیں، تیری گردن کاٹ دیگی — اس نہیں سے قہر تیرا روزن بند کر دے گا

پس ہمیں حیران و والہ باش و بس — تا در آید نصرِ حق از پیش و پس

تو اسی طرح بے حیران اور سرگشتہ رہ اور بس — تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی مدد آگے اور پیچھے سے آجائے

چونکہ حیراں گشتی و گیج و فنا — با زبانِ حال گفتی اِھدِنا

جبکہ تو حیران ہوگا اور ناچیز اور فنا — زبانِ حال سے تو ہمیں ہدایت دے، کہے گا

زَفت زَفت[3] ست و چو لرزاں میشوی — می شود آں زَفت نرم و مُستوی

بڑا بڑا ہی ہے اور جب تو لرز گیا — وہ بڑا نرم اور ہموار ہو جائے گا

زانکہ[4] شکلِ زَفت بہرِ مُنکرست — چونکہ عاجز آمدی لُطف و برست

کیونکہ بڑی شکل مُنکر کے لئے ہے — جبکہ تو عاجز ہو گیا (تو) مہربانی اور بھلائی ہے

نمودنِ جبرئیل خود را بمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بصورتِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جبرئیل کا اپنے آپ کو اپنی اصلی صورت پر

واز ہفتصد پرِ او چوں یک پر ظاہر شد اُفق را بگرفت و

ظاہر کرنا اور اُن کے سات سو پروں میں سے جب ایک پر ظاہر ہوا اُس نے

آفتاب محجوب شد

آسمان کے اطراف کو گھیر لیا اور سورج چھپ گیا

---

[1] گر ندیدی۔ ایک ہی چیز سابق بھی ہو اور مسبوق بھی اگر یہ تیری سمجھ میں نہیں آیا تو یہ تیری عقل کا نقصان ہے اور انسانوں کو عقل کا تھوڑا سا حصہ ملا ہے جو دنیا کی آلائشوں میں ہے اُنکی پرواز اعلیٰ علوم کی طرف نہیں ہوتی۔ ترجمہ۔ پرند کی پرواز صرف آسمان کی فضا میں ہے اسی طرح ناقص عقل کی پرواز کا حال ہے۔ پس۔ رحمت اور غضب کے سابق اور مسبوق ہونے کو اگر تو نہیں سمجھ سکا ہے تو اُس کا اقرار اور انکار نہ کر بلکہ اپنے عجز کا اظہار کر رحمتِ خداوندی دستگیری کریگی۔ گر بلے۔ اگر بلے کہہ کے سمجھنے کا اقرار کرے گا تو یہ تکلف ہے جو جائز نہیں۔

[2] ور بگوئی۔ اگر انکار کریگا تو تجھ پر قہرِ خداوندی نازل ہوگا۔ پس حیرانی اور عجز اختیار کر اللہ کی مدد آجائیگی۔ چونکہ حیرانی اور عاجزی کی حالت میں تو ضرور کہے گا اے اللہ مجھے ہدایت فرما دے۔

[3] زفت۔ حقائق کا سمجھنا مشکل ہے لیکن انسان جب عاجزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحمت فرما دیتا ہے اور حقائق سمجھ میں آجاتے ہیں۔

[4] زانکہ۔ کسی حقیقت کی بُری صورت منکر کیلئے ہوتی ہے چونکہ جب انسان عجز اختیار کرتا ہے تو وہی بُری صورت بھلی بھلائی ہو جاتی ہے۔ نمودن۔ اس قصہ سے یہ بتانا ہے کہ بندوں کی عاجزی سے رحمت نازل ہوتی ہے۔

مُصطفیٰؐ می گفت پیشِ جبرئیلؑ — کہ چُنانکہ صورتِ تُست اے خلیل

مصطفیٰؐ نے جبرئیلؑ سے کہا — اے دوست! جیسی تیری اصلی صورت ہے

مر[1] مرا اِنمائی محسوس آشکار — تا بہ بینم مر ترا نظارہ وار

مجھے واضح اور محسوس (کرکے) دکھائیے — تاکہ میں تمہیں نظارہ کرنیوالے کی طرح دیکھ لوں

گفت نتوانی و طاقت نبودت — حسِ ضعیف و تُنگ سخت آید

آنحضورؐ نے کہا آپ (دیکھ) نہ سکیں گے اور آپ کو تاب نہ ہوگی — حس (جسمانی) ضعیف اور کمزور ہے آپکو پریشانی ہوگی

گفت بنما تا بہ بیند ایں جسد — تا چہ حد حس نازک ست و بے مدد

آپ نے فرمایا دکھا دیجئے تاکہ یہ جسم دیکھ لے — کہ حس کس قدر نازک اور بے طاقت ہے

آدمی را ہست حسِ تن سقیم — لیک در باطن یکے خلقِ عظیم

آدمی کی جسمانی حس ناقص ہے — لیکن باطن میں ایک عظیم مخلوق ہے

بر[2] مثالِ سنگ و آہن ایں تنہ — لیک ہست او در صفت آتش زنہ

یہ جسم پتھر اور لوہے کی طرح ہے — لیکن وہ صفت میں چقماق ہے

سنگ و آہن مولدِ ایجادِ نار — زاد آتش زیں دو[2] والد قہرِ بار

پتھر اور لوہا آگ بھڑکنے کی پیدائش گاہ ہے — قہر ڈھانے والی آگ ان دو والدین سے پیدا ہوئی

باز آتش دستکارِ وصفِ تن — ہست قاہر بر تنِ او شعلہ زن

پھر آگ جسم کے اوصاف کی دستکاری ہے — وہ شعلہ زنی سے اس کے جسم پر غالب ہے

باز در تن شعلۂ ابراہیم وار — کز او مقہور گردد برجِ نار

پھر بدن میں (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح شعلہ ہے — کہ اس سے آگ کا کرہ مغلوب ہو جاتا ہے

گر برآری از درونت آتشے — آتشت گردد مطیع و دلخوشے

اگر تو اپنے اندر سے آگ ظاہر کرے — آگ تیری فرمانبردار اور راضی ہو جائے

لاجرم[3] گفت آں رسولِ ذوفنون — رمز نحن الآخرون السابقون

لامحالہ اس صاحبِ کمالات رسولؐ نے فرمایا — اشارہ، ہم پیچھے ہیں، پہلے ہیں، کا

ظاہر آیں دو بسندانے زبوں — در صفت از کانِ آہنہا فزوں

بظاہر یہ دونوں ہتھوڑے سے عاجز ہیں — صفت میں لوہوں کی کان سے بڑھکر ہیں

---

[1] مر مرا۔ آنحضورؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا کہ اپنی اصلی صورت دکھا دیجئے تاکہ میں اس کا نظارہ کروں۔ گفت۔ انھوں نے کہا کہ جسمانی حواس کمزور ہوتے ہیں وہ اس نظارہ کی تاب نہ لاسکیں گے اور آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ اصلی صورت دکھا دیجئے تاکہ جسم کو اپنے حواس کی کمزوری معلوم ہو جائے۔ آدمی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کے جسمانی حواس یقیناً کمزور ہیں لیکن درجِ انسانی نہایت طاقتور اور بڑی مخلوق ہے۔

[2] بر مثال۔ انسان کے جسم کی مثال لوہے اور پتھر کی سی ہے لیکن اس کی صفت چقماق کی سی ہے جس میں آگ جیسی قوی مخلوق پرورش ہوتی ہے۔ سنگ۔ پتھر اور لوہے سے آگ پیدا ہوتی ہے جو قہر ڈھا دیتی ہے۔ باز آتش۔ قوی کا ضعیف سے پیدا ہونا مستبعد نہیں ہے۔ انسان کا بدن چقماق کے ذریعہ آگ پیدا کرتا ہے اور وہ انسان کے بدن کو پھونک ڈالتی ہے۔ باز در تن۔ جسمِ انسانی میں ایک وہ ابراہیمی آگ پرورش ہے جو اس آگ کے کرّے پر غالب آجاتی ہے۔

[3] لاجرم۔ آنحضورؐ نے فرمایا اُمت کو اگرچہ پہلے لوگوں کی پیداوار بتایا لیکن چونکہ یہ پیداوار اصل سے بڑھی ہوئی ہے اس لئے اس کو اس سے سابق بتایا۔ ظاہر۔ پتھر اور لوہا ہتھوڑے سے عاجز ہیں لیکن اس سے جو آگ پیدا ہوتی ہے وہ لوہے کی کانوں کو بھی گھا دیتی ہے۔

811

پس[1] بصورت آدمی فرعِ جہاں — در صفت اصلِ جہاں ایں را بداں

پس آدمی صورتاً دنیا کی فرع ہے — صفت میں دنیا کی اصل اس کو سمجھ

ظاہرش را پیشہ آرد بچرخ — باطنش باشد محیطِ ہفت چرخ

اس کے ظاہر کو ایک پیشہ نچا دیتا ہے — اس کا باطن ساتوں آسمانی کو محیط ہوتا ہے

چونکہ کرد الحاح بنمود اندکے — ہیئتے کہ کہ شود زاں مند کے

جب انھوں نے اصرار کیا انھوں نے دکھادی تھوڑی سی — وہ ہیئت کہ پہاڑ اس سے ریزہ ریزہ ہو جائے

شہپرے بگرفتہ شرق و غرب را — از مہابت گشتہ بیہش مصطفیٰ[2]

ایک شہپر جس نے شرق و مغرب کو ڈھانپ لیا — مصطفیٰ خوف سے بے ہوش ہو گئے

چوں زبیم و ترس بیہوشش بدید — جبرئیل آمد در آغوشش کشید

جب انھوں نے ان کو خوف اور ڈر سے بیہوش دیکھا — جبرئیل آئے ان کو بغل میں لیا

آں[3] مہابت قسمتِ بیگانگاں — واں تحبب دوستاں را رائگاں

وہ خوف بیگانوں کا حصہ ہے — اور وہ محبت شفقت دوستوں کیلئے ہے

ہست شاہاں را زمانے بر نشست — ہول سرہنگاں و صارم ہا بدست

بادشاہوں کے وقت جلوس کے لئے ہے — سپاہیوں کی ہیبت اور تلواریں ہاتھ میں

دور باش و نیزہ و شمشیر ہا — کہ بلرزند از مہابت شیر ہا

دور شاخہ اور نیزہ اور تلواریں — کہ خوف سے شیر لرزتے ہیں

بانگِ چاووشاں و آں چوگان ہا — کہ شود مست از نہیبش جانہا

نقیبوں کی آواز اور عصے — کہ ان کے ڈر سے جانیں سہمتی ہیں

ایں برائے خاص و عام رہگذر — کہ کند شاں از شہنشاہی خبر

یہ راستہ کے خاص و عام کے لئے ہے — تاکہ ان کو شہنشاہی سے آگاہ کر دے

از برائے عام باشد ایں شکوہ — تا کلاہِ کبر بنہند آں گروہ

یہ دبدبہ عوام کے لئے ہوتا ہے — تاکہ وہ لوگ تکبر کی ٹوپی اتار دیں

تا منِ[4] و ماہایِ ایشاں بشکند — نفسِ خود بیں فتنہ و شر کم کند

تاکہ ان کی خودی اور انانیت کو توڑ دے — تکبر نفس فتنہ اور شر کم پھیلائے

شہر ازاں ایمن شود کاں شہریار — دارد اندر قہر خم و گیر و دار

شہر اس سے پر امن ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ — غصہ میں اذیت اور پکڑ دھکڑ رکھتا ہے

---

[1] پس۔ انسان گرچہ دنیا اور جہان کی پیداوار ہے لیکن اصل سے بڑھا ہوا ہے ظاہر میں۔ انسان کا ظاہری جسم پتھر سے عاجز آجاتا ہے لیکن اس کی روح ساتوں آسمانوں کو گھیرے ہوئے ہے چونکہ آنحضورؐ کے اصرار پر حضرت جبرئیلؑ اپنی اصل صورت پر نمایاں ہو گئے۔ الحاح۔ اصرار منت۔ پارہ پارہ شد۔ شہپر سے مراد جبرئیلؑ کے بازو کے ایک پر نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔

[2] آں مہابت۔ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ خوف اور ہیبت منکروں کے لئے ہوتی ہے تحبب۔ اظہار محبت رائگاں۔ یعنی بغیر محنت کے۔ بخشش۔ بادشاہ عوام پر ہیبت طاری کرتے ہیں، خواص پر مہربانی کرتے ہیں۔ برنشست۔ یعنی جلوس۔ صارم۔ تیز تلوار۔ دور باش۔ دنبالہ دار نقیب کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور نقیب اعلان کرتا جاتا ہے کہ بادشاہ کی سواری آرہی ہے عوام راستہ سے دور ہو جائیں۔ نہیب خوف۔ ایں۔ یہ بادشاہ کا سارا رعب و دبدبہ راستہ کے عوام و خواص کے لئے ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی بڑائی کا خیال دل سے نکال دیں۔

[3] تا منِ۔ یعنی انانیت اور تکبر۔ خود بیں۔ تکبر۔ خود۔ یعنی بادشاہ فتنہ کے وقت پکڑ دھکڑ پر بھی قادر ہے۔

پس بمیرد آں ہوسہا در نفوس
تو نفسوں میں ہوسیں مرجاتی ہیں

ہیبتِ شہ مانع آید زاں نخوس[1]
اس نحوست سے بادشاہ کا خوف مانع آتا ہے

باز چوں آید بسوئے بزمِ خاص
پھر جب وہ خاص مجلس میں آتا ہے

کے بود آنجا مہابت یا قصاص
وہاں خوف اور سزا کہاں ہوتی ہے؟

حلم بر حلم ست و رحمتہا بجوش
بردباری پر بردباری ہے اور شفقتیں جوش میں ہیں

نشنوی از غیرِ چنگ و نے خروش
تو سارنگی اور بانسری کی آواز کے سوا نہ سنیگا

طبل و کوس و ہول باشد وقتِ جنگ
طبل اور نقارہ اور خوف جنگ کے وقت ہوتا ہے

وقتِ عشرت با خواص آوازِ چنگ
خواص کیساتھ عیش کے وقت سارنگی کی آواز ہوتی ہے

ہست دیوانِ محاسب عام را
یہ بہی کھاتہ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے

واں پریرویاں گرفتہ جام را
اور حسین جام تھامے ہوئے ہیں

آں زرہ واں خود در جنگ و وغا
زرہ اور خود جنگ اور لڑائی میں ہوتی ہے،

دیں شراب و نقل در بزمِ صفا
شراب اور چینا خلوص کی محفل میں ہوتا ہے،

جوشن[2] واں خود مر چالیش راست
زرہ اور خود، خاص جنگ کے لئے ہے

دیں حریر و وردمر تعریش راست
اور ریشمین کپڑا اور گلاب خاص تخت نشینی کیلئے ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے جواد
اے سخی! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

ختم کن واللہ اعلم بالرشاد
ختم کر، اور اللہ تعالیٰ راست روی کو زیادہ جانتا ہے

اندر احمد آں حسے کاں غارِبست
احمدؐ کے اندر کی وہ حس جو چھپ جانیوالی ہے

خفتہ ایں دم زیرِ خاکِ یثربست
اس وقت مدینہ کی مٹی کے نیچے سوئی ہوئی ہے

واں عظیم الخلق آں کو صفدرست
وہ بڑی خلق جو صف شکن ہے

بے تغیر مقعدِ صدق اندرست
بغیر تغیر کے "سچائی کی جگہ" کے اندر ہے

قابلِ[3] تغییر اوصافِ تن ست
تغیر کے قابل جسم کے اوصاف ہیں

روحِ باقی آفتابِ روشن ست
باقی رہنے والی روح اور روشن سورج کی طرح ہے

بے زتغییرے کہ لا شرقیۃ
(روح) بغیر تغیر کے ہے کیونکہ وہ نہ شرقی ہے

بے زتبدیلی کہ لا غربیۃ
(وہ) بغیر تبدیلی کے ہے کیونکہ وہ نہ غربی ہے

آفتاب از ذرہ کے بیہوش شد
سورج ذرہ سے کب بے ہوش ہوا ہے؟

شمع از پروانہ کے بیہوش شد
شمع پروانہ سے کب بے ہوش ہوتی ہے!

[1] نخوس یعنی نکبت کی نحوست۔ بادشاہ، جب بادشاہ اپنی خاص محفل میں ہوتا ہے تو وہاں نہ خوف ہوتا ہے نہ بدلہ میں قتل کا ڈر ہوتا ہے۔ حلم یعنی خاص مجلس میں بردباری ہی بردباری ہوتی ہے۔ طبل یعنی یہ صرف جنگ کے وقت کے لئے ہے عیش و عشرت کی مجلس میں چنگ و رباب ہوتا ہے۔ بہت۔ محاسب کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے خاص محفل میں حسینوں کے ہاتھ میں جام ہوتا ہے۔ آں۔ سامانِ جنگ جنگ کے لئے ہوتا ہے عیش و عشرت کی مجلس میں نقل و شراب چلتی ہے

[2] جوشن۔ زرہ۔ خود جنگ میں اوڑھنے کی لوہے کی ٹوپی۔ چالیش۔ جنگ۔ ایں سخن یعنی تہہ در تہہ حمد کی شان کا ذکر اندر۔ اب پھر آنحضورؐ کی بیہوشی کا ذکر شروع کیا ہے۔ غار۔ قرب کرنے والا۔ یثرب۔ مدینہ جبکہ عظیم الخلق یعنی آنحضورؐ کی روح مبارک۔ صفدر۔ صف شکن۔ مقعد صدق۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص مجلس۔

[3] قابلِ تغییر۔ جسم کے اوصاف اور اوصاف تغیر کو قبول کرتے ہیں۔ روشن۔ یعنی ناسوتی اوصاف سے پاک ہے۔ لا شرقیۃ۔ شرق و غرب عالم خلق میں ہے اور روح کو خلق عالم امر سے ہے۔ آفتاب۔ آنحضورؐ مثل آفتاب اور شمع کے ہیں حضرت جبرئیلؑ مثل ذرہ اور پروانہ کے ہیں۔

813

جسمِ[1] احمدؐ را تعلق بُد بداں — ایں تغیر آں تن باشد بداں

اس بے ہوشی سے احمدؐ کے جسم کا تعلق تھا — سمجھ لے! تغیر جسم میں ہوتا ہے

ہمچو رنجوری و ہمچوں خواب و درد — جاں زیں اوصاف باشد پاک و فرد

جیسے بیماری اور جیسے سونا اور درد — روح ان باتوں سے پاک اور جدا ہے

خود نتانم در بگویم وصفِ جاں — زلزلہ افتد دریں کون و مکاں

میں خود (یہاں) نہیں کر سکتا ہوں اور اگر روح کا وصف — تو کون و مکان میں زلزلہ آجائے

روبہش گر یک دمے آشفتہ بود — شیرِ جاں مانا کہ آں دم خفتہ بود

اگر لومڑی تھوڑی دیر کے لئے پریشان ہوتی تھی — یقیناً روح کا شیر اس وقت سویا ہوا تھا

خفتہ بود آں شیر کز خوابست پاک — اینت شیر نرم ساز و سہمناک

وہ شیر سویا ہوا تھا جو سونے سے پاک ہے — عجب نرم کر دینے والا اور خوفناک شیر ہے

خفتہ ساز دشیر خود را آنچناں — کہ تماشش مُردہ دانند ایں سگاں

شیر اپنے آپ کو ایسا سویا ہوا بنا لیتا ہے — کہ سب کتے اس کو مُردہ سمجھ لیتے ہیں

ورنہ در عالم کرا زہرہ بُدے — کو رَبودے از ضعیفے تربُدے

ورنہ دنیا میں کس کی مجال ہوتی — کہ وہ کمزور سے تر بدی بھی چھین سکتا

نقشِ[2] احمدؐ زاں نظر بیہوش گشت — بحرِ او از مہرِ کف پُرجوش گشت

احمدؐ کا جسم اس دیکھنے سے بے ہوش ہو گیا — اُنکا سمندر (روح) یداللہ کی محبت میں پُرجوش ہو گیا

مہ ہمہ کف بست معطی نور باش — ماہ را گر کف نباشد گو مباش

چاند عطا کرنیوالا نور چھڑکنے والا مجسم ہاتھ ہے — اگر چاند کے ہاتھ نہ ہو کہہ دے نہ ہوا کرے

احمدؐ ار بگشاید آں پرِّ جلیل — تا ابد بیہوش ماند جبرئیلؑ

احمدؐ اگر وہ عظیم پر کھولدیں — تو جبرئیلؑ ہمیشہ کے لئے بیہوش ہو جائیں

چوں[3] گذشت احمدؐ ز سدرہ و مرصدش — از مقامِ جبرئیل و از حدش

جب احمدؐ سدرۃ المنتہیٰ اور اسکی جگہ سے گذرے — جبرئیلؑ کے مقام اور اسکی حد سے گزرے،

گفت اُو را گر بپیچم آو نایست — گفت رو زیں پس مرا دستور نیست

اُن (احمدؐ) نے اُن (جبرئیل) کو کہا میرے پیچھے آجاؤ اور وہ ٹھہرے — انھوں نے کہا جائیے اسکے بعد مجھے اختیار نہیں ہے

---

[1] جسم۔ آنحضورؐ کی یہ جسمانی بیہوشی تھی، بیچونی، بیماری اور درد و رنج کا تعلق بھی جسم سے ہے خود۔ روح کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اگر بیان کئے جائیں تو کوئی سننے کی تاب نہیں لاسکتا۔ روبہش یعنی آنحضورؐ کا جسم مبارک۔ یزجاں۔ یعنی آنحضورؐ کی روح مبارک۔ خفتہ بود۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے تنام وعینای وقلبی یقظان میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا ہے۔ تو روح مبارک سوئی نہ تھی بلکہ اس پر جسم کی حفاظت سے ایک غیر اختیاری تغافل طاری ہوا تھا۔ نرم ساز یعنی سخت چیز کو نرم بنا دینے والا۔ خفتہ ساز۔ آنحضورؐ کی روح کی یہ صفت مقدر حق تعالیٰ میں بھی ہو کہ وہ مجبوروں سے تغافل برتتے ہیں اور نہ کوئی ظالم ظلم نہ کر سکے۔ خرتبہ۔ ایک لکڑی ہے جو دوا میں کام آتی ہے حقیر چیز مراد ہے

[2] نقش۔ غرضیکہ بیہوشی کا تعلق آنحضورؐ کے جسم سے تھا اور روح کا تغافل اس وجہ سے تھا کہ وہ یداللہ کی محبت میں پُرجوش تھی۔ ید۔ اللہ کا ہاتھ ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ چاند مجسم ہاتھ ہو کیونکہ جو کام ہاتھ کرتا ہے وہ کام اسکی ذات کرتی ہے۔ احمدؐ حضرت جبرئیلؑ کے پر سے بیہوش ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبرئیلؑ آنحضورؐ سے افضل ہیں اسلئے کہ آنحضورؐ تو تھوڑی دیر کیلئے بیہوش ہوئے۔ اگر وہ اپنے روحانی پروں کو پھیلا دیں تو جبرئیلؑ ہمیشہ کیلئے بیہوش ہو جائیں ——— [3] چوں گذشت۔ اب آنحضورؐ کی معراج میں جبرئیلؑ سے افضلیت کا بیان فرماتے ہیں کہ معراج میں وہ آنحضورؐ کا ساتھ نہ دے سکے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ کر کہنے لگے کہ اگر آگے بڑھوں گا تو میرے پر جل جائیں گے اور آنحضورؐ کی سیر اس سے آگے تک ہوئی۔

گفت اُو را ہیں بپر اندر پیم
اُنھوں نے اُن سے کہا ہاں میرے پیچھے اُڑ آئیے

گفت رَو رَو من حریفِ تو نیم
اُنھوں نے کہا جایئے جایئے میں آپ کا ساتھی نہیں ہو سکتا

باز گفت اُو را بیا اے پردہ سوز
اُنھوں نے اُن سے پھر کہا، اے پردہ سوز! آ جا

من باوجِ خود نر فتستم ہنوز
میں تو ابھی اپنی بلندی پر نہیں پہنچا ہوں

گفت بیروں زیں حدا اے خوش فرِ من
اُنھوں نے کہا اے میرے اقبالمند! اس حد سے باہر

گر زنم پَرّے بسوزد پَرِّ من
اگر میں پَر ہلاؤں میرے پر جل جائیں گے

حیرت[1] اندر حیرت آمد زیں قصص
اِن قصوں سے حیرت ہی حیرت ہے

بیہشتیِ خاصگاں اندر خصص
خواص کی غفلت اخص کے معاملہ میں

بیہشیہا جملہ اینجا بازی است
یہ ساری بیہوشیاں یہاں کھیل ہیں

چند جانداری کہ جاں پَروازی است
آپ کتنی جان رکھتے ہیں؟ کہ جان کی مشغولیت ہو

جبرئیلا گر شریفی گر عزیز
اے جبرئیل! خواہ تم شریف ہو خواہ عزت والے

تو نہ پروانہ و نے شمع نیز
تم نہ پروانہ ہو اور نہ شمع

شمع چوں دعوت کند وقتِ فروز
شمع جب روشن ہونے کے وقت بُلائے

جانِ پروانہ نہ پرہیزد ز سوز
پروانہ کی جان جلنے سے پرہیز نہیں کرتی ہے

این[2] حدیثِ منقلب اگو رکن
اِس اُلٹی بات کو دفن کر دیجئے

شیر را بر عکسِ صیدِ گور کن
شیر کو بالعکس گورخر کا شکار بنا دیجئے

بند کن مُشکِ سخن پاشیت را
اپنی گفتگو کی مُشک پاشی کو بند کر دیجئے

وا مکن اَنبانِ قُلماشیت را
تو جو چاہے کہو، کے تھیلے کو نہ کھولیے

آنکہ[3] بر نگذشت اجزاش از زمیں
جس شخص کے اجزاء زمین سے نہیں گزرے ہیں

پیشِ اُو معکوس قُلماشیت ایں
تو جو چاہے کہو، اس کے لئے اُلٹا ہے

لَا تُخَالِفْهُمْ حَبِیبِی دَارِهِمْ
اے میرے پیارے! مخالفت کر کے اُن کے گھر مہمان ہے

یَا غَرِیبًا نَازِلًا فِی دَارِهِمْ
اے مسافر! جو اُن کے گھر مہمان ہے

اَعْطِ مَا شَاؤُا وَ رَامُوا وَارْضِهِمْ
دے جو وہ چاہیں اور ارادہ کریں اُنکو راضی رکھ

یَا ظَعِینًا سَاکِنًا فِی اَرْضِهِمْ
اے مسافر! اُن کے وطن میں ٹھہرے ہوئے

تا رسی اندر شہ و در نازِ خوش
جبتک کہ تو شاہ اور عمدہ ناز پر پہنچے

رَازیا با مرغزی می سازِ خوش
اے رے کے رہنے والے طرغز کے رہنے والے سے

اجمی نباشد

---

[1] حیرت۔ یعنی حضرت جبرئیلؑ نے آنحضورؐ کی فرمائش پر غفلت کیوں برتی اِس پر حیرت ہے۔ خاصگاں یعنی حضرت جبرئیلؑ وغیرہ۔ اخص۔ یعنی آنحضورؐ۔ جبرئیلا۔ حضرت جبرئیلؑ کو خطاب ہے کہ تم شمعِ محمدیؐ کے پروانہ نہ تھے ورنہ اُن کے بُلانے پر جل جانے کا عذر نہ کرتے مولانا کی رائے میں سدرۃ المنتہیٰ حضرت جبرئیلؑ کی حدِ پرواز خود اُن کی متعین کردہ ہے، اللہ تعالےٰ کی طرف سے متعین نہیں ہے لہٰذا آنحضورؐ کے بُلانے پر اُنکو آگے جانا چاہیئے تھا خواہ اُنکے پَر جل جاتے اور جان جل جاتی یہ نامسوتی سنت تو ایک کھیل ہے۔

[2] این حدیث۔ اب مولانا حسام الدینؓ کو خطاب کرتے ہیں کہ عوام کی عقلیں اُلٹی ہیں لہٰذا ہماری یہ باتیں اُنکو اُلٹی معلوم ہونگی اب یہ ختم کر دیجئے اور اپنے آپکو کہ آپ بمنزلہ شیر ہیں گورخر جو عوام ہیں اُن کا شکار بنا دیجئے اور بات کرنے میں اُنکے تابع بنجایئے۔ پاشیت۔ یعنی مُشکِ سخن پاشی تو۔ قُلماشیت۔ کہ تو جو چاہے۔

[3] آنکہ۔ آپکے نشانی ہیں عوام کو اُلٹی نظر آتی ہیں وہ لوگ نامسوتی ہیں۔ لَا تُخَالِفْهُمْ آپ اُنمیں عارضی طور پر ہیں اُنکی عقل کے مطابق باتیں کرتے رہیئے۔ تا رسی۔ آپ کا وطن عالم آخرت ہے۔ رازیا۔ اے رے کے رہنے والے طرغز۔ کہار بنے والا ایسی سوا نسل۔

موسیٰ[۵۱] در پیشِ فرعونِ زمن — نرم باید گفت قولاً لیّناً
اے موسیٰ! زمانے کے فرعون کے سامنے — نرم بات، نرمی سے کہنی چاہیئے

آب اگر در روغنِ جوشاں کنی — دیگدان و دیگ را ویراں کنی
اگر کھولتے ہوئے تیل میں تو پانی ڈالے گا — چولھے اور دیگ کو تباہ کر دے گا

نرم گو لیکن مگو غیرِ صواب — وسوسہ منفروش در لینُ الخطاب
نرم بات کہیئے لیکن صحیح بات کے سوا نہ کہیئے — خطاب کی نرمی میں وسوسے نہ پھیلایئے

وقتِ عصر آمد سخن کوتاہ کن — آنکہ عصرت عصر را آگاہ کُن
عصر کا وقت ہو گیا بات مختصر کر دیجئے — اے وہ کہ تیرا کلام ہر زمانہ کو آگاہی بخشنے والا ہے

گو تو مرغِ خوارہ را کہ قند بہ — نرمیٔ فاسد مکن طینش مدہ
آپ بھی کھانے والے سے کہیئے کہ شکر بہتر ہے — غلط نرمی نہ برتیئے، اس کو مٹی نہ دیجئے

نطقِ[۵۲] جاں را روضۂ جانیستی — کز حروف و صوت مستغنیستی
آپ روحانی گفتگو کے لئے روحانی باغیچہ ہیں — کیونکہ آپ حروف اور آواز سے بے نیاز ہیں

ایں سرِ خر در میانِ قند زار — اے بسا کس را کہ بنہاد ست خار
اس گدھے کے سر نے شکر کے کھیت میں — بہت سے لوگوں کے لئے کانٹے رکھ دیئے ہیں

ظن ببرد از دور کایں آنست و بس — چوں فتح مغلوب و امی رفت پس
دور سے انھوں نے خیال کیا کہ بس یہی تھا — مغلوب مینڈھے کی طرح وہ لوٹ گئے

صورتِ حرف آں سرِ خر دان یقیں — در رزِ معنیٰ و فردوسِ بریں
حرف کی صورت کو یقیناً گدھے کا سر سمجھئے — معانی کے انگورستان اور جنت میں

اے[۵۳] ضیاء الحق حسام الدیں برآر — ایں سرِ خر را ازیں بطیخ زار
اے ضیاء الحق حسام الدین اٹھا لیجئے — اس فالیز سے گدھے کے سر کو

تا سرِ خر چوں بمرد از مسلخہ — نشود دیگر بخشدش آں مبطخہ
تاکہ جب گدھے کا سر مذبح کی وجہ سے مر جائیگا — وہ فالیز اس کو دوسرا نشو و نما بخشے گا

ہیں ز ما صورِ تگری و جاں ز تو — نے غلط ہم ایں ز تو ہم آں ز تو
خبردار! ہماری جان سے صورت بنا ہے اور روح تیری ہے — نہیں غلط ہے یہ بھی آپ کی جانب سے ہے اور وہ بھی آپ کی جانب سے ہے

---

۵۱ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ کو حکم تھا کہ وہ فرعونیوں سے نرم بات کریں آپ بھی ایسا ہی کریں۔ آب۔ گرم تیل میں پانی ڈالو وہ ابل پڑے گا دیگ اور چولھا خراب ہوگا۔ مخالفوں سے سخت بات کرنے میں بات بگڑتی ہے۔ نرم بات نرمی سے کہیئے لیکن صحیح کہیئے اُن کی خاطر غلط بیانی نہ ہونی چاہیئے۔ وقتِ عصر عصر کے بعد کا وقت عموماً تفریح کے لئے ہوتا ہے۔ گو۔ نرم اور صحیح بات کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بھنی کھانے والے کو قند کے فائدے بتائے جائیں نرمی میں غلط بات یہ ہے کہ اس کو بھنی کھانے کی ترغیب دی جائے۔

۵۲ نطقِ جاں۔ آپ روحانی طور پر نصیحت کریں جس میں لفظوں کی ضرورت نہیں ہے۔ سرِ خر۔ فالیز اور انگورستان میں جانوروں کو ڈرانے کیلئے مردہ گدھے یا اور کسی وحشتناک چیز کو کھڑا کر دیا جاتا ہے تو جانور دور کر بھاگ جاتے ہیں اور خربوزوں اور انگوروں سے محروم ہو جاتے ہیں عوام کی سمجھ میں نہ آنے والی بات بھی اُن کیلئے سرِ خر بن جاتی ہے وہ حقائق پر غور کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ فتح۔ مینڈھا۔

۵۳ اے ضیاء الحق۔ مثنوی کے علوم جو بمنزلہ انگورستان اور فالیز کے ہیں اُنہیں وہ باتیں کرو جو عوام کیلئے سرِ خر نہیں

۵۴ تا سرِ خر۔ یہاں سرِ خر سے مراد عوام ہیں یعنی جب یہ دنیا کی آلائش سے صاف ہو جائینگے تب یہ فالیز یعنی مثنوی انکو مفید ہو گی بمنزلہ۔ یعنی فالیز۔ جس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ صام الدین میں نہیں اسلئے یہ نصیحتیں کرتا ہوں کہ مثنوی میں اگرچہ الفاظ میرے ہیں لیکن معانی تمہارے عطا کردہ ہیں۔ تے۔ یہ بھی میری غلطی ہے بلکہ الفاظ و معانی دونوں تمہارے

816

مثنوی صورت بُود جانش توئی — ہم جہت ہم نور و ارکانش توئی

مثنوی صورت ہے اُس کی جان آپ ہیں — اُسکی جہت بھی آپ اُس کا نور اور اُسکے ارکان بھی آپ ہیں

بر فلک[1] محمودی اے خورشید فاش — بر زمیں ہم تا ابد محمود باش

اے روشن سورج! آپ آسمان پر محمود ہیں — (خدا کرے) زمین پر بھی ہمیشہ محمود رہیں

تا زمینی با سمائیِ بلند — یک دل و یک قبلہ و یک خو شوند

تاکہ زمین والے آپ بلند آسمان والے کے ساتھ — ایک دل اور ایک قبلہ اور ایک عادت ہو جائیں

تفرقہ برخیزد و شرک و دوئی — وحدت است اندر وجودِ معنوی

تفرقہ اور شرک اور دوئی ختم ہو جائے — روحانی وجود میں یکتائی ہے

چوں[2] شناسد جانِ من جانِ ترا — یاد دارند اتحاد و ماجرا

جب میری جان آپ کی جان کو پہچان لیتی ہے — تو وہ اتحاد اور گذشتہ واقعات کو یاد رکھتی ہیں

موسیٰ و ہارون شوند اندر زمیں — مختلط خوش ہمچو شیر و انگبیں

اب، وہ زمین میں موسیٰ اور ہارون بن جاتی ہیں — عمدہ طریقہ پر گھل مل جاتی ہیں جس طرح دودھ اور شہد

چوں شناسد اندک و منکر شود — منکری اش پردۂ ساتر شود

جب تھوڑا سا پہچانتی ہے اور منکر بن جاتی ہے — اُس کا منکر ہونا چھپانے والا پردہ بن جاتا ہے

پس شناسائے بگرداند رُو — خشم کرد آں مہ ز ناشکریِ اُو

تو پہچاننے والا منہ پھیر لیتا ہے — وہ چاند اسکی ناشکری کی وجہ سے غصہ میں بھر جاتا ہے

زیں[3] سبب جانِ نبیؐ را جانِ بد — ناشناسا گشت و پشتِ پا بِ زد

اسی وجہ سے بُری رُوح، نبیؐ کی رُوح کو — نہ پہچاننے والی بنی اور ٹھوکرا دی

ایں ہمہ خواندی فرو خواں لم یکن — تا بدانی لج آں گبرِ کہن

یہ تو نے سب پڑھا اب الم یکن پڑھ لے — تاکہ پرانے کافر کا جھگڑنا سمجھ جائے

دربیانِ اعتقادِ یہود و نصاریٰ پیش از بعثت و شانِ جنابِ حضرتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام و نام اُو را حرزِ جاں کردن و ظہورش را خواہاں بودن

بعثت سے قبل یہود اور نصاریٰ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتقاد کا بیان اور اُن کے نام کو جان کی حفاظت کا سبب سمجھنا اور اُن کے ظہور کا خواہاں ہونا

پیش[4] ازانکہ نقشِ احمد فرنمود — نعتِ اُو ہر گبر را تعویذ بُود

اِس سے پہلے کہ احمدؐ کی صورت شان دکھائے — اُن کی تعریف ہر کافر کو تعویذ تھی

---

[1] بر فلک۔ آپ فرماتے محمود ہیں خدا کرے کہ دنیا میں بھی آپ محمود رہیں اور لوگ آپ کی تعریفوں کے ثنا خواں ہو کر آپ سے مستفید ہوں۔ تا زمینی۔ اسوقت لوگ آپ سے ٹکر کی سے متحد ہو جائیں تفرقہ۔ جب تک اُن میں ناسوتیت ہے دوئی ہے جب روحانی بن جائیں گے دوئی ختم ہو جائیگی۔

[2] چوں۔ دنیا میں اتحاد اور تفرقہ کا سبب روحوں کا اتحاد اور تنافر ہے۔ موسیٰؑ جب روحوں میں اتحاد ہوتا ہے تو دنیا میں حضرت وصی کو حضرت ہارونؑ کی طرح شیر و شکر بن جاتے ہیں۔ چوں شناسد۔ اگر تھوڑی سی پہچان کے بعد اُس میں اجنبیت آجاتی ہے تو وہ اُس کی اجنبیت بالکل پردہ اور حجاب بن جاتی ہے۔ بلکہ شناسا یعنی مُرتی کی روح، اس کی ناشکری کی وجہ سے اُس سے منہ موڑ لیتی ہے

[3] زیں سبب۔ اسی وجہ سے منکروں کی رُوح نے آنحضورؐ کو نہ پہچانا۔ لم یکن۔ سورۃ لم یکن پڑھو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ اسلئے پہچاننے تھے پھر منکر ہو گئے۔ لج۔ جھگڑا۔

[4] پیش۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے قبل آنحضورؐ کی تعریف ہر یہودی و نصرانی کا تعویذ بنی ہوئی تھی اور یہ کہتے ہے کہ ایک نبی آخر الزماں ضرور آئے گا اور آنحضورؐ کے تصور سے اُن کے دل تڑپتے تھے۔

816

کایں چنیں کس ہست تا آید پدید
کہ ایسا ایک شخص ہے حتیٰ کہ وہ دنیا میں آئیگا

شجدہ می کردند کاے ربِّ بشر
وہ سجدے کرتے تھے کہ اے انسانوں کے رب!

تا بنامِ احمدؐ از یستفتحون
حضورؐ کے نام کے ذریعہ فتح طلب کرتے ہیں

ہر کجا حربِ مہولے آمدے
جہاں کہیں خوفناک جنگ ہوتی

ہر کجا بیماریِ مزمن بدے
جہاں کہیں پرانی بیماری ہوتی

نقشِ اُو می گشت اندر راہ شاں
اُنکی تصویر انکے راستوں میں گشت کرتی تھی

نقشِ اُو را کے بیابد ہر شغال
ہر گیدڑ اُن کی صورت کہاں پا سکتا ہے!

نقشِ اُو بر رُوئے دیوار اَر فتد
اُن کا نقش اگر دیوار پر پڑے

آنچناں فرخ بُود نقشش برو
اُس پر اُن کا نقش ایسا مبارک ہوگا

گشتہ بایک روئی اہلِ صفا
اہلِ باطن کی یک رُخی والی بن جائے گی

ایں ہمہ انکار و کفراں زاد شاں
اُن کا یہ سب انکار اور کفر پیدا ہوگیا

ایں ہمہ تعظیم و تفخیم و وداد
یہ سب تعظیم اور اعزاز اور محبت

قلبِ آتش دید در دم شد سیاہ
کھوٹے نے آگ دیکھی فوراً کالا ہوگیا

ازخیالِ لوش دل شاں می طپید
اُن کے چہرے کے خیال سے اُن کا دل تڑپتا

در عیاں آریش ہر چہ زود تر
جس قدر جلد ہوسکے اُن کو ظاہر کردے

باغیاں شاں می شدندے سرنگوں
اُن سے باغی سرنگوں ہوجاتے تھے

عون شاں کراریِ احمدؐ بُدے
آنحضورؐ کی مددآوری اُن کی مددگار ہوتی

یادِ اُوشاں داروئے شافی بُدے
اُن کا اُن کو یاد کرنا شفا دینے والی دوا ہوتی

در دل و در گوش و در افواہِ شاں
دل اور کان اور اُن کے مونہوں میں

بلکہ فرعِ نقشِ اُو یعنی خیال
بلکہ اُن کی صورت کی فرع یعنی خیال تھا

از دلِ دیوار خونِ دل چکد
تو دیوار کے دل سے دل کا خون ٹپکنے لگے

کہ رہد در حال دیوار از دو رُو
کہ دیوار فوراً دورُخی سے نجات پائے گی

آں دو روئی عیبِ مرد یوار را
دورُخی دیوار کے لئے (بھی) عیب ہے

چوں در آمد سیدِ آخر زماں
جب سیدِ آخرالزماں تشریف لے آئے

چوں بدیدندش بصورت بر دباد
جب انھوں نے انکی صورت دیکھی برباد ہوگئی

قلبِ اَدر قلبے کجا بُود ست راہ
کھوٹے کے لئے، دل میں کب راستہ ہے!

لہ سیدہ ساقہ لمانے سے آنحضورؐ کی جلد بعثت کی دعائیں مانگتے تھے یستفتحون۔ قرآن پاک میں ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا یعنی یہود بعثت سے پہلے آپکی بعثت کی توقع پر کافروں کے مقابلہ میں اپنی فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ جھگڑنا۔ جرنا۔ مدد۔ کراری احمدؐ۔ احمدؐ کا مددگار یعنی آپ کے نام کی برکت۔

لہ مزمن۔ دیرینہ۔ کہنہ۔

لہ نقش۔ آنحضورؐ کا نقشہ ہر وقت اُن کے ساتھ رہتا تھا۔ خیال۔ آنحضورؐ صحیح نقش اور تصویر اُن جیسے گیدڑ صفت لوگوں کے دل و دماغ میں نہیں آسکتی تھی وہ اُن کی۔ (آنحضورؐ کی) ایک خیالی تصویر تھی۔ دیوار۔ دیوار کی لکڑی اُس کا عیب ہے اگر آنحضورؐ کی صحیح تصویر دیوار پر پڑجائے تو وہ بھی اپنی دورُخی چھوڑدے

لہ ایں ہمہ۔ قرآن پاک میں ہے فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ جب وہ چیز اُن کے پاس آئی جس کو وہ جان چکے تھے تو اُس کا کفر کرنے لگے۔ بصورت۔ یعنی آنحضورؐ کی بعثت ہوگئی اور اس صورت کے ساتھ انکے سامنے آگئے

لہ قلب۔ وہ کھوٹا سکہ تھے جب اُس پر ایمان کی گرمی پڑی وہ اور کالا ہوگیا۔ دراصل کھوٹوں اور منافقوں کی اہل حق کے دل میں محبت نہیں ہوتی ہے۔

قُلبِ[1] می زد لافِ اَشواقِ مَحَک — تا مُریداں را دراندازد بشک

کھرا اسکا، کسوٹی کے شوقوں کی شیخی مارتا تھا — تاکہ مریدوں کو شک میں ڈال دے

اُفتد اندر دامِ فکرش ناکسے — ایں گماں سر بر زند از ہر خسے

نالائق ہی اُس کے مکر کے جال میں پھنستا ہے — یہ خیال ہر کمینہ سے اُبھرتا ہے

کایں اگر نہ نقد پاکیزہ بُدے — کے بسنگِ امتحاں راغب شُدے

کہ اگر یہ کھرے اور پاکیزہ نہ ہوتے — تو کسوٹی کی جانب کب رغبت کرتے

ہیچ از لافِ مَحَک دیدن زدے — یا بسنگِ امتحاں شوقش بُدے

بھی کسوٹی کے دیکھنے کی شیخی بگھارتا — یا اُس کو کسوٹی کا شوق ہوتا

اَو[2] مَحَک می خواہد آما آنچناں — کہ نگردد قلبیِ اُوزاں عیاں

وہ کسوٹی چاہتا ہے، لیکن ایسی — کہ اُس کا کھوٹ اُس سے ظاہر نہ ہو

گر بگویم تا قیامت نیں کلام — صد قیامت بگذرد ایں ناتمام

اگر میں قیامت تک بھی، یہ بات کروں تو — سو قیامتیں گذر جائیں گی یہ نامکمل رہے گی

آں مَحَک کہ اُو نہاں دارد صفت — نے مَحَک باشد نہ نورِ معرفت

وہ کسوٹی جو چھپانے کی صفت رکھے — نہ وہ کسوٹی ہوگی، نہ پہچاننے کی روشنی

آئینہ[3] کو عیبِ رُو دارد نہاں — از برائے خاطرِ ہر قلتباں

وہ آئینہ جو چہرے کا عیب چھپائے — ہر دیوث کی خاطر سے

آئینہ نبود منافق باشد اُو — ایں مجنیں آئینہ را ہرگز مجُو

وہ آئینہ نہ ہوگا، منافق ہوگا — ایسے آئینہ کی کبھی جستجو نہ کر

آئینہ جُو راست گوئے بے نفاق — ختم کُن وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالوِفَاق

سچ کہنے والا، بے نفاق آئینہ تلاش کر — ختم کردے (والله احسن) اتفاق کر زیادہ جاننا ہے

تا کہ عَینِ آئینہ اَت سازد خدا — کہ نماید عرش را ہمچوں سما

تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ بعینہٖ آئینہ بنادے — کہ تجھے عرش کو آسمان کی طرح دکھائے

عرش چہ و چرخ چہ اے ذُو لُبّاب — فہم کُن وَاللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّوَاب

اے عقلمند! عرش کیا، اور آسمان کیا! — سمجھ لے، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

قد تم الربع الرابع من کتاب المثنوی المعنوی المولوی الرومی

[1] قلب ہی زد۔ کھرا کسوٹی کا شوق اس لئے ظاہر کرتا ہے تاکہ دوسروں کو شک میں مبتلا کردے اور وہ سمجھیں کہ اگر یہ کھرا نہ ہوتا تو کسوٹی کا شوق کیوں ظاہر کرتا لیکن ایسے شکوک میں نااہل مبتلا ہوتے ہیں۔

[2] او محک۔ ان نااہلوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کھرا کسوٹی چاہتا ہے لیکن جھوٹی کسوٹی چاہتا ہے جس سے اُس کا عیب ظاہر ہو سکے۔ گر بگویم۔ یہ کلام تو اس قدر دراز ہے کہ قیامت تک بھی ختم نہ ہوگا لہٰذا اس کو ختم کر دینا چاہیے۔ آں محک۔ بہرحال اتنی بات اور سن لو کہ جو کسوٹی عیب کو چھپائے وہ نہ کسوٹی ہے اور نہ اُس میں پہچاننے کا نور ہے۔

[3] آئینہ۔ جو آئینہ چہرے کا عیب چھپائے وہ آئینہ نہیں ہے وہ منافق ہے ایسے آئینہ کی ہرگز جستجو نہ کرو۔ راست گو۔ وہ آئینہ تلاش کر جو چہرہ صحیح دکھادے تاکہ ایسے آئینہ یعنی شیخ کے ذریعہ تجھے خدا خود ایسا آئینہ بنادے کہ اُس میں عرش آسمان کی طرح نظر آنے لگے گا۔ عرش۔ عرش اور آسمان تو کیا اس آئینہ میں تجھے خدا کی تجلیات نظر آنے لگیں گی سمجھے!

فہرستِ مثنویِ مولانا رومؒ دفترِ چہارم

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	مقدمہ	۱
۲	آغازِ مثنوی	۱۳
۳	تمامیِ حکایتِ آں عاشق کہ از عسس بگریخت	۱۶
۴	حکایتِ آں واعظ	۲۰
۵	سوال کردنِ شخص از عیسیٰ ع	۲۳
۶	قصدِ خیانت کردنِ عاشق	۲۳
۷	قصۂ صوفیے کہ بخانہ آمد	۲۷
۸	حکایت بر سبیلِ تمثیل	۲۷
۹	معشوق را زیرِ چادر نہاں کردن	۲۹
۱۰	گفتنِ زن کہ او در بندِ جہاز نیست	۳۱
۱۱	بیان آنکہ غرض از بصیر و سمیع و علیم گفتن	۳۲
۱۲	مثل آنکہ دنیا گلخن و تقوے حمام	۳۴
۱۳	قصۂ آں دباغ کہ در بازارِ عطاران	۳۶
۱۴	معالجہ کردن برادرِ دباغ، دباغ را	۳۹
۱۵	عذر خواستنِ عاشق گناہِ خود را	۴۱
۱۶	رد کردنِ معشوق عذرِ عاشق را	۴۲
۱۷	گفتنِ جہودے امیر المومنین علی رض را	۴۵
۱۸	قصۂ مسجدِ اقصیٰ و خروب رستن	۴۹
۱۹	شرحِ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ	۵۱
۲۰	بقیۂ قصۂ بنایِ مسجدِ اقصیٰ	۵۶
۲۱	قصۂ آغازِ خلافتِ عثمان رض	۵۸
۲۲	در بیان آنکہ حکمایِ طبیعی گویند	۶۱
۲۳	تفسیرِ ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِیْ	۶۳
۲۴	قصۂ ہدیہ فرستادنِ بلقیس	۶۵
۲۵	کرامات و نورِ شیخ عبداللہ رح	۶۸
۲۶	باز گردانیدنِ سلیمانؑ رسولانِ بلقیس را	۷۰
۲۷	قصۂ عطارے کہ سنگِ ترازوئے او	۷۱
۲۸	دلداری کردن و نواختنِ سلیمان ع مر آں رسولان را	۷۳
۲۹	دیدنِ درویشی جماعتِ مشائخ را	۷۶
۳۰	نیت کردنِ او کہ ایں زر بدرین ہیزم	۷۷
۳۱	تحریض کردنِ سلیمانؑ رسولاں را	۷۹
۳۲	سببِ ہجرتِ سلطان ابراہیم رح	۸۰
۳۳	حکایتِ آں مردِ تشنہ	۸۲
۳۴	در بیانِ نائے کہ از مقعدش	۸۴
۳۵	در بیانِ تحمل کردن از ہر بے ادبی	۸۵
۳۶	تہدید فرستادنِ سلیمانؑ پیشِ بلقیس	۸۶
۳۷	پیدا کردنِ سلیمانؑ بلقیس را	۸۸
۳۸	بقیۂ قصۂ سلطانِ ابراہیم رح	۹۰
۳۹	بقیۂ قصۂ اہلِ سبا و نصیحت و ارشادِ سلیمانؑ مر آں بلقیس را	۹۱
۴۰	آزاد شدنِ بلقیس از ملک و مست شدن	۹۳

820

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۴۱	چارہ کردنِ سلیمانؑ در احضارِ تخت	۹۷
۴۲	قصۂ یاری خواستن حلیمہؓ از نسواں	۹۸
۴۳	حکایتِ آں پیرِ عرب کہ دلالت کرد	۱۰۰
۴۴	خبر یافتنِ جدِ مصطفیٰؐ عبدالمطلب از گم کردنِ حلیمہ مصطفیٰؐ را	۱۰۳
۴۵	نشان خواستنِ عبدالمطلب	۱۰۷
۴۶	بقیۂ قصۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را بایمان	۱۰۸
۴۷	مثل قانع شدنِ آدمی بدنیا	۱۰۹
۴۸	بقیۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را	۱۱۳
۴۹	بقیۂ قصۂ عمارت کردن سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ را	۱۱۵
۵۰	قصۂ شاعر و صلہ دادن	۱۱۹
۵۱	بازآمدنِ شاعر بعد چند سال	۱۲۰
۵۲	بالستنِ بدرائی ایں وزیرِ دون	۱۲۶
۵۳	نشستنِ دیو بر مقامِ سلیمانؑ	۱۲۸
۵۴	درآمدنِ ہدہد سلیمانؑ در مسجدِ اقصیٰ	۱۳۰
۵۵	آموختنِ پیشہ گور کنی قابیل از زاغ	۱۳۲
۵۶	قصۂ صوفی کہ در میانِ گلستاں سر برآنو نہادہ	۱۳۷
۵۷	قصۂ رستنِ محروب در گوشۂ مسجدِ اقصیٰ	۱۳۸
۵۸	بیان آنکہ حصولِ علم و مال و جاہ	۱۴۳
۵۹	بیانِ تفسیرِ آیۂ شریفہ	۱۴۵
۶۰	در بیان آنکہ ترکِ ابجوابِ جواب	۱۴۸
۶۱	در تفسیرِ ایں حدیثِ نبویؐ	۱۴۹
۶۲	چالشِ عقل با نفس	۱۵۳
۶۳	بنشستنِ آں غلام قصۂ شکایت	۱۵۵
۶۴	حکایتِ آں فقیہ با دستارِ بزرگ	۱۵۷
۶۵	نصیحتِ دنیا مر اہلِ دنیا را	۱۵۸
۶۶	بیان آنکہ عارف را غذائیست	۱۶۲
۶۷	خطاب با مغرورانِ دنیا و گرفتارانِ نفس	۱۶۳
۶۸	تفسیرِ آیۂ فَاُوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ	۱۶۵
۶۹	زجر کردنِ مدعی را از دعویٰ و امر کردن	۱۶۷
۷۰	بقیۂ قصۂ آں نوشتنِ غلام رقعہ را	۱۶۹
۷۱	حکایتِ آں مداح کہ از جہتِ ناموس	۱۷۱
۷۲	دریافتنِ طبیبانِ الٰہی امراضِ دل	۱۷۶
۷۳	مژدہ دادنِ بایزید قدس سرہٗ	۱۷۷
۷۴	جوابِ سلطانِ بایزید قدس سرہٗ	۱۸۰
۷۵	زادنِ شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ	۱۸۱
۷۶	رجوع بحکایتِ کمی اجرائے آں غلام	۱۸۲
۷۷	آشفتنِ آں غلام از نارسیدنِ جوابِ نامہ	۱۸۵
۷۸	گژدر زیدن باد بر تختِ سلیمانؑ	۱۸۶
۷۹	شنیدنِ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ خبر دادنِ بایزیدؒ را	۱۸۸
۸۰	رقعہ دیگر نوشتنِ آں غلام	۱۸۹
۸۱	ستودنِ پیغمبرؐ عاقل را	۱۹۰

821

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۸۲	قصۂ شخصیکہ با شخصے مشورت می کرد	۱۹۲
۸۳	امیر گردانیدنِ رسولؐ جوان ہذیلی را	۱۹۴
۸۴	اعتراض کردن معترضے بر رسولؐ	۱۹۷
۸۵	جواب گفتن پیغمبرؐ آں اعتراض کنندہ را	۲۰۲
۸۶	قصۂ سُبحانی ما اعظم شانی گفتن	۲۰۴
۸۷	سبب فصاحت و بسیار گفتن	۲۰۸
۸۸	بیان کردنِ رسول سبب تفضیل و اختیار کردن	۲۰۹
۸۹	علامت عاقلِ تمام و نیم عاقل	۲۱۱
۹۰	قصۂ آبگیر و صیادان و آں سہ ماہی	۲۱۳
۹۱	سِرِّ حدیثِ حُبُّ الوَطَنِ مِنَ الاِیمَان	۲۱۴
۹۲	واقف شدنِ آں ماہی عاقل و سفرِ پیش گرفتن	۲۱۶
۹۳	قصۂ آں مرغِ گرفتہ کہ وصیت کرد	۲۱۷
۹۴	چارہ اندیشیدنِ آں ماہی	۲۱۹
۹۵	بیان آنکہ عہد کردنِ احمق	۲۲۱
۹۶	در بیان آنکہ دہم قلبِ عقل ست	۲۲۲
۹۷	مجاوباتِ موسیٰؑ کہ صاحبِ عقل بود	۲۲۳
۹۸	بیان آنکہ عمارت در ویرانی است	۲۲۶
۹۹	جوابِ دادنِ موسیٰؑ فرعون را	۲۲۷
۱۰۰	جوابِ فرعون موسیٰؑ را	۲۲۷
۱۰۱	نفی کردن موسیٰؑ جادوئی و سحر را از خود	۲۲۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۰۲	بیان آنکہ ہر حسِ مُدرِک را از آدمی	۲۳۰
۱۰۳	حملہ آوردنِ ایں جہانیاں تاخت بردن	۲۳۵
۱۰۴	بیان آنکہ تنِ خاکیِ آدمی زاد	۲۳۷
۱۰۵	باز گفتنِ موسیٰؑ اسرارِ فرعون را	۲۳۹
۱۰۶	در بیان آنکہ درِ توبہ و استغفار باز است	۲۴۰
۱۰۷	گفتنِ موسیٰؑ مر فرعون را	۲۴۱
۱۰۸	شرح کردن مرسیٰؑ آں چار فضیلت را	۲۴۳
۱۰۹	تفسیر کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ	۲۴۴
۱۱۰	غرّہ شدنِ آدمی بہ ذکاوت و تصوراتِ طبعِ خویش	۲۴۶
۱۱۱	تمامی شرح کردنِ موسیٰؑ با فرعون فضیلتِ چہارگانہ	۲۴۷
۱۱۲	بیان ایں خبر کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلیٰ قَدرِ عُقُولِهِم	۲۴۸
۱۱۳	معنیِ حدیثِ مَن بَشَّرَنِی بِخُرُوجِ الصَّفَر	۲۴۹
۱۱۴	مشورت کردنِ فرعون با آسیہ خاتون	۲۵۰
۱۱۵	قصۂ باز پادشاہ و کم پیر زن	۲۵۳
۱۱۶	قصۂ آں زن کہ طفلِ او برنا و دان غرّہ دیدہ بود	۲۵۶
۱۱۷	در بیانِ حدیثِ رسولؐ جُزئِیاً مُؤمِنِ فَاِنَّ نُورَکَ اَطفَاءُ نَارِی	۲۶۰
۱۱۸	مشورت کردنِ فرعون با وزیرش	۲۶۱
۱۱۹	تزییفِ سخن با مان با فرعون	۲۶۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۲۰	نومید شدنِ موسیٰؑ از ایمان آوردن فرعون	۲۶۵
۱۲۱	منازعت کردنِ امیرانِ عرب	۲۶۶
۱۲۲	سیل آمدن و قضیب انداختنِ امرا	۲۶۷
۱۲۳	غالب شدنِ مصطفیٰؐ بر امیران	۲۶۷
۱۲۴	در تمامی حدیثِ موسیٰؑ و تقریع و توبیخِ فرعون	۲۶۸
۱۲۵	در بیان آنکہ شناسائے قدرت حق تعالیٰ چہ رسد	۲۶۹
۱۲۶	بحث کردنِ سنی و فلسفی و جوابِ دہری	۲۷۱
۱۲۷	تفسیر آیۃ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ	۲۷۶
۱۲۸	وحی کردنِ حق تعالیٰ بموسیٰؑ	۲۸۰
۱۲۹	خشم کردنِ پادشاہ بر ندیم خود	۲۸۱
۱۳۰	گفتنِ جبرئیلؑ خلیلؑ را	۲۸۳
۱۳۱	مطالبت کردن موسیٰؑ از حضرتِ عزت	۲۸۷
۱۳۲	بیان آنکہ روحِ حیوانی و عقلِ جزوی	۲۸۹
۱۳۳	مثال دیگر ہمدریں معنیٰ	۲۹۱
۱۳۴	حکایت آں پادشاہزادہ کہ بادشاہی حقیقی بوے روئی نمود	۲۹۳
۱۳۵	عروس خواستنِ بادشاہ از مہر پسر	۲۹۷
۱۳۶	اختیار کردنِ پادشاہ دخترِ زاہد را	۲۹۹
۱۳۷	جادوئی کردنِ کپیر کابلی شاہزادہ را	۳۰۰
۱۳۸	مستجاب شدن دعاءِ پادشاہ در خلاصِ پسر	۳۰۲
۱۳۹	در بیان آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است	۳۰۴
۱۴۰	حکایت آں زاہدے کہ در سالِ قحط خندان و شاد	۳۰۹
۱۴۱	در بیان آنکہ مجموعِ عالم صورتِ عقلِ کل است	۳۱۰
۱۴۲	قصۂ فرزندانِ عزیرؑ	۳۱۲
۱۴۳	در تفسیر حدیث اِنِّی لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ	۳۱۴
۱۴۴	بیان آنکہ عقلِ جزوی تا بنور پیش نرسد	۳۱۵
۱۴۵	بیان آیۃ کریمہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ لَا تُقَدِّمُوْا	۳۱۹
۱۴۶	قصۂ شکایت استر با شتر	۳۲۱
۱۴۷	تصدیق کردنِ استر جوابہائے اشترا	۳۲۴
۱۴۸	لابہ کردن قبطی مر مسبطی را	۳۲۶
۱۴۹	درخواستنِ قبطی دعائے خیر و ہدایت از مسبطی	۳۳۱
۱۵۰	حکایتِ آں زنِ پلید کار	۳۳۶
۱۵۱	باقی قصۂ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام	۳۳۸
۱۵۲	سخت شدنِ کار بر قبطیاں	۳۴۰
۱۵۳	دعا کردن موسیٰ علیہ السلام و سبز شدن	۳۴۲
۱۵۴	بیان اطوار و منازلِ خلقتِ آدمی	۳۴۴
۱۵۵	بیان آنکہ خلقِ دوزخ گرسنگان اند	۳۴۷
۱۵۶	رفتنِ ذوالقرنین بکوہِ قاف	۳۵۰
۱۵۷	بیان آنکہ مور کے بر کاغذ میرفت	۳۵۱
۱۵۸	باز التماس کردنِ ذوالقرنین از کوہِ قاف	۳۵۲
۱۵۹	نمودن جبرئیلِ خود را بمصطفیٰؐ	۳۵۴
۱۶۰	در بیانِ اعتقادِ یہود و نصاریٰ	۳۶۱

823



۳۶۸
826





هست قرآن در زبان پهلوی

مثنوی معنوی

مشتمل بر مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی

ترجمه

مولانا آقا میرزا صادق حسینی خطا

طبع دوم



بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

حامد اینڈ کمپنی لاہور







۱۹۷۶ء

دورۂ تہران و ترکی، مصر و بغداد و عرب

ہو مبارک صاحبِ عز و شرف یہ فضلِ رب

مثنوی کے شارح و فاضل مترجم مرحبا

مولوی سجاد بحرِ علم صدر شکِ عرب

۱۳ھ ۹۶

پیش کنندہ احقر خلیق ٹونکی

۱۹۷۶ء

مُقدّمہ

عرضِ حال

آج جبکہ میں دفترِ پنجم کا یہ پیش لفظ لکھ رہا ہوں، بفضلہ تعالیٰ دفترِ چہارم کی کتابت و طباعت کے جملہ مراحل سے فارغ ہو چکا ہوں اور وہ دفتر ابھی نے یہاں جلد بندی میں ہے، انشاء اللہ ہفتہ عشرے میں بازار میں آجائے گا۔ نیز دفترِ پنجم کی کتابت بفضلہ تعالیٰ مکمل ہو چکی ہے اور وہ بھی عنقریب طباعت کے لئے پریس کے سپرد کر دیا جائے گا، دفترِ سوم مارچ ۷۶ء میں شائع ہوا تھا۔ انشاء اللہ مارچ ۷۸ء تک دفترِ پنجم بھی بازار میں آجائے گا اور اس طرح میں ایک سال کی مدت میں دفترِ چہارم و پنجم ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کا فخر حاصل کر لوں گا۔ دفترِ پنجم کے مسودے سے فارغ ہو کر میں نے دفترِ ششم پر کام شروع کر دیا تھا اور اس کی رحمتِ بے پایاں کے سہارے میں اس کا بھی تقریباً نصف حصہ لکھ چکا ہوں اور انشاء اللہ ۷۸ء کے اواخر میں وہ بھی شائقین کی خدمت میں پیش کر سکوں گا

دفترِ پنجم سے متعلق بعض مباحث

نفس: اس کی چار قسمیں ہیں۔ نفسِ امارہ، نفسِ لوامہ، نفسِ مطمئنہ، نفسِ ملہمہ ـــــ نفسِ امارہ وہ ہے جو شہوتوں اور لذتوں کا طالب ہو۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ میں اسی کا بیان ہے۔

نفسِ لوامہ وہ ہے جس میں کسی قدر صفائی پیدا ہو چکی ہو اور شہوتوں اور لذتوں سے پرہیز کرنے لگے اور اگر

کبھی کسی لذت و شہوت میں مبتلا ہو جائے تو پچھتائے۔ لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَامَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ میں اس کا ذکر ہے۔

نفسِ مطمئنہ وہ ہے جو کسی حالت میں بھی لذت و شہوت میں مبتلا نہ ہو اور شیطانی اثرات سے بالکل محفوظ ہو چکا ہو۔ یَآ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً میں یہی نفس مراد ہے۔

نفسِ ملہمہ وہ ہے جو صفائی کے اعلیٰ مراتب حاصل کر چکا ہو اور انسانوں کو امورِ خیر کی جانب توجہ دلائے۔ ہر شخص میں ان قسموں میں سے کسی ایک قسم کا نفس ہوتا ہے۔

انسان کی تین طاقتیں: قدرت نے انسان میں تین طاقتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ ملکی[1]، سبعی[2]، بہیمی[3]۔

ملکی طاقت۔ خداوندی اطاعت اور اعمالِ خیر کی متقاضی ہے۔ یہ طاقت روح کے ساتھ خاص ہے۔

سبعی طاقت۔ انسان کے غصہ و غضب کا سبب ہے اور مخالف چیز کا دفعیہ کرتی ہے۔

بہیمی طاقت۔ انسان میں شہوت اور ہوس کا سبب ہے اور یہ طاقت مرغوب اور مناسب چیز کے حصول کے درپے رہتی ہے۔ یہ دونوں طاقتیں جسمِ انسانی کے ساتھ خاص ہیں۔

وقوفِ قلبی: نقشبندی سلوک میں ایک ریاضت کا نام ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ سالک قلب کی طرف توجہ کر کے بیٹھے اور قلب کی نگرانی کرے۔ قلب پر ماسوی اللہ کسی خطرے اور خیال کو وارد نہ ہونے دے۔ یہ ریاضت انتہائی مشکل ہے۔ بہت سی ریاضت کے بعد سالک اس پر قابو پاتا ہے۔

کرامت کی قسمیں: بزرگوں سے جو کرامتیں صادر ہوتی ہیں اُن کی دو قسمیں ہیں۔ کرامتِ حسی، کرامتِ معنوی۔

حسی کرامت۔ یہ ہے کہ کسی حسی اور ظاہری امر میں بزرگ سے کوئی بات دستور کے خلاف ظاہر ہو، مثلاً بزرگ کو کسی کے دل کی بات کا معلوم ہو جانا۔ آنے والی بات کا معلوم ہو جانا، توجہ ڈال کر بیتاب بنا دینا۔ پانی کی سطح پر چلنا۔ ان کرامات سے عوام زیادہ متاثر

ہوتے ہیں لیکن یہ کرامتیں حیضُ الاولیاء کہلاتی ہیں اور یہ ہمیشہ قائم نہیں رہتی ہیں

معنوی کرامت۔ دین پر استقامت، بُری عادتوں سے پاکی، خیر کی طرف سبقت، فرائض و واجبات کی بروقت ادائیگی یہ معنوی کرامتیں ہیں اور اصل فضیلت یہی ہیں۔ یہی اہل اللہ اور فرشتوں کی صفات ہیں۔

فیضِ اقدس، فیضِ مقدس : حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کو جو فیض پہنچتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔

فیضِ اقدس۔ وہ فیض ہے جو حق تعالیٰ کی جانب سے اعیانِ ثابتہ کو پہنچتا ہے، یہ فیض تعدد اور کثرت سے پاک ہے۔

فیضِ مقدس۔ وہ فیض ہے جو اعیانِ ثابتہ سے ارواح کو روح کی قابلیت اور استعداد کے مطابق پہنچتا ہے، اس میں تنوع اور تکثر ہے۔ ان دونوں کی مثال اس طرح سمجھ لی جائے کہ سورج کا نور مختلف رنگ کے آئینوں پر پڑتا ہے اور پھر اُن آئینوں کے ذریعہ مختلف قسم کا نور انسانوں پر پڑے، سورج کا جو نور آئینوں پر پڑا وہ فیضِ اقدس کی مثال ہے اور جو آئینوں کے ذریعہ انسانوں پر پڑا وہ فیضِ مقدس کی مثال ہے۔

معیتِ حق : مولانا بحر العلوم رح نے فرمایا ہے کہ مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت دو طرح کی ہے۔

معیتِ عامہ۔ حق تعالیٰ کی یہ معیت تمام مخلوق کے ساتھ ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ" "وہ خدا تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو" اس معیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق محض وجودِ باری تعالیٰ کی شئون ہیں اور یہ موجودات حق تعالیٰ کے وجود کے ذریعہ موجود ہیں۔

معیتِ خاصہ۔ یہ معیت صالحین اور عارفین کو حاصل ہوتی ہے اور یہ معیت ایسی ہے جیسے محبوب کی معیت محب کے ساتھ ہوتی ہے اور حدیث "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" "انسان اُس کے ساتھ ہے جس سے اُس کو محبت ہو" میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

علمِ باری تعالےٰ : مولانا بحر العلومؒ نے فرمایا ہے۔ حضرت حق تعالےٰ کے علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم تو وہ ہے جو کائنات کے وجود سے قبل حضرتِ حق تعالےٰ کو حاصل ہے۔ یہ علم جزا اور سزا کا مدار نہیں ہے۔ دوسرا علم وہ ہے جو موجودات کے وجود کے بعد اُن سے متعلق ہوتا ہے۔ یہ جزا اور سزا کا مدار ہے۔ اِس علم کے اعتبار سے نیک لوگ جزا کے اور بُرے لوگ سزا کے مستحق قرار دیئے جاتے ہیں۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا "خدا وہ ہے جس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تمہیں آزمائے کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے" انسانی موت و حیات کی پیدائش اُس کی آزمائش کیلئے ہے اب جیسے اُس کے افعال ہوں گے اُن سے جو علمِ خداوندی متعلق ہوگا وہ جزا اور سزا کا مدار ہوگا۔

مُعجزہ رَدُّ الشمس : روایت ہے کہ آنحضورؐ کا سرِ مبارک حضرت علی رضؓ کی گود میں تھا اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ حضرت علی رضؓ نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی اور سورج غروب ہونے لگا۔ وحی کے ختم ہو جانے کے بعد حضرت علی رضؓ نے آنحضورؐ سے صورتِ حال عرض کی تو آنحضورؐ نے دعا فرمائی کہ "اے خدا اگر علی رضؓ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں تھا تو سورج کو واپس لوٹا دے" اِس پر سورج واپس لوٹ آیا اور پہاڑ اور زمین پر دھوپ چمکنے لگی۔ اِس حدیث کو محدثین نے سند کی کمزوری اور عقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ قبول قرار دیا ہے۔

عشرۂ مبشرہ : وہ دس صحابہ جن کو آنحضورؐ نے اُن کی زندگی میں ہی جنت کی بشارت دیدی تھی یہ ہیں۔

ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ عبدالرحمٰنؓ۔ ابو عبیدہؓ۔ سعدؓ بن ابی وقاص۔ سعیدؓ بن زید رضی اللہ عنہم

اِن کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ بھی ہیں جن کو اُن کی زندگی میں جنت کی بشارت ملی ہے لیکن عشرۂ مبشرہ یہی دس کہلاتے ہیں۔

حدیثِ لَولاک : حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور کہا

کہ آپ کے لئے فرمایا گیا ہے۔ یَا مُحَمَّدُ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ النَّارَ۔ اے محمدؐ اگر تم نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔ ایک دوسری روایت میں ہے لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا۔ ان روایتوں کا مضمون اگرچہ صحیح ہے لیکن مُلّا علی قاریؒ نے ان کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔

عباسِ دبس : یہ ایک بھکاری تھا جو بھیک مانگنے کے ستر طریقے جانتا تھا۔ فرضی طور پر ایسے دردناک انداز سے روتا تھا کہ لوگوں کو رُلا دیتا تھا، پھر بھیک مانگتا تھا تو جھولی بھر لیتا تھا اسی عباس کو بعض اہلِ لغت نے عباس دوس لکھا ہے اور بتایا ہے کہ چونکہ یہ دوس قبیلہ کا تھا اس لئے اُس کو عباسِ دوس کہا جاتا ہے۔

اصحابِ فیل : ابرہۃ الاشرم یمن کے علاقے کا ایک عیسائی گورنر تھا۔ خانہ کعبہ ڈھانے کے لئے اُس نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکہ معظمہ پر چڑھائی کی لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ قدرت نے اس پر پرندوں کے ایک جھنڈ کو مسلط کر دیا۔ ان پرندوں کی چونچوں اور پنجوں میں کنکریاں تھیں جو اُن پرندوں نے ہاتھیوں کے لشکر پر برسا دیں اور پورا لشکر تباہ ہو گیا۔ سورۃ "الفیل" میں اُس کا ذکر کیا گیا ہے۔

قومِ لوطؑ : اِس قوم میں لڑکوں سے بدفعلی کی عادت تھی اِسی لئے اِس بدفعلی کرنے والے کو لوطی کہا جاتا ہے۔ حضرت لوطؑ کی فہمائش پر جب یہ نہ مانے تو اُن کی بستیاں اُلٹ دی گئیں اور اُن پر پتھر برسے جس سے وہ سب تباہ ہو گئے۔

اہلِ انطاکیہ : حضرت مسیحؑ نے اپنے دو حواری انطاکیہ کے باشندوں کے پاس بھیجے یہ لوگ بُت پرست تھے۔ اِن دونوں حواریوں نے بُت پرستی کے خلاف لوگوں کو دعوت دی تو حبیب نجار اُن کے ہاتھ پر ایمان لے آئے۔ انطاکیہ کے بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ دونوں حواری بُت پرستی کے خلاف لوگوں کو اُبھارتے ہیں تو اُس نے اِن دونوں کو قید کر دیا۔

حضرت مسیحؑ کو جب اُن کی حالت کا علم ہوا تو اُنھوں نے اپنے بڑے حواری شمعون کو روانہ کیا۔ شمعون نے مختلف تدبیروں سے بادشاہ کا تقرب حاصل کیا اور اُس کو آمادہ کیا کہ وہ دربار میں اِس

مسئلہ پر گفتگو کرائے۔ چنانچہ دربار میں اُن حواریوں اور انطاکیہ والوں کی گفتگو شروع ہوئی۔ حبیب نجار کو جب پتہ چلا تو وہ دوڑ کر گئے اور اپنے ہم وطنوں سے کہنے لگے کہ تم لوگ اِن بزرگوں کے ہاتھ پر ایمان لاؤ۔ اس پر مجمع بھڑک اُٹھا اور اُس نے حبیب نجار کو قتل کر دیا۔ سورۂ یٰسین میں اس واقعہ کو ذکر کیا گیا ہے۔

اصحاب سبت : یہود کو حکم دیا گیا کہ شنبہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کیا کریں۔ اس حکم میں اُن کی آزمائش شروع ہوئی اور شنبہ کے روز دریا میں مچھلیاں زیادہ نظر آنے لگیں تو اُن میں لالچ پیدا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی شروع کر دی تب اُن پر مسخ کا عذاب نازل ہوا اور اُن کو بندر بنا دیا گیا۔ سورۂ الاعراف میں اس کا ذکر ہے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ : ۶۱ھ میں اموی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ۹۹ھ میں آپ کو خلیفہ مقرر کیا گیا۔ اس قدر نیک اور دیندار، پابند شرع تھے کہ اُن کو علماء نے خلفاء راشدین میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ سفیان ثوریؒ، خلفاء راشدین کی تعداد پانچ مانتے ہیں۔ آغاز خلافت سے پہلے اُن کی ذاتی آمدنی چالیس ہزار دینار سالانہ تھی۔ لیکن خلافت کے دور میں آپ نے اُس کو بہت کم کر دیا تھا اور انتقال کے وقت کل آمدنی چار سو دینار رہ گئی تھی۔ مرض الموت کی حالت میں کسی شخص نے آپ کو میلی قمیص پہنے ہوئے دیکھا تو آپ کے گھر والوں سے کہا کہ آپ کو نئی قمیص پہنا دیں۔ جواب ملا کہ آپ کے پاس صرف یہی ایک قمیص ہے جو پہنے ہوئے ہیں۔ ایک شب کا واقعہ ہے کہ آپ چراغ جلائے ہوئے بیت المال کا حساب کتاب کر رہے تھے اسی اثنار میں آپ کا غلام آیا اور کچھ گھریلو باتیں کرنے لگا۔ آپ نے فوراً بیت المال کا چراغ بجھا دیا اور یہ گوارہ نہ کیا کہ بیت المال کا چراغ ذاتی معاملہ میں کام آئے۔ ۱۰۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔

حجاج بن یوسف : یہ ثقفی خاندان کا تھا۔ اور عبدالملک بن مروان کی جانب سے عراق کا گورنر تھا اس نے ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ حاکم مکہ پر چڑھائی کی تھی اور مکہ پر منجنیقوں سے اس قدر پتھر برسائے تھے کہ خانہ کعبہ کی دیواروں کو بھی

نقصان پہنچا تھا اُس نے سینکڑوں صحابہ کو قتل کرایا ہے۔ تابعین اور تبع تابعین جو اُس کے ہاتھوں قتل ہوئے اُن کی تعداد تو لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ اِسی لئے اُس کو اُمتِ محمدیہ کا سب سے بڑا ظالم قرار دیا جاتا ہے اور ظلم و ستم میں ضرب المثل بن گیا ہے۔

ابو ہریرہؓ: آنحضورؐ کے مخصوص صحابی ہیں۔ یہ اُن کی کنیت ہے۔ نام غیر مشہور ہے جس میں کافی اختلاف ہے۔ غزوۂ خیبر کے موقع پر آکر مسلمان ہوئے اور پھر شب و روز آنحضرتؐ کی صحبت میں رہے۔ صُفّہ میں مقیم ہو گئے تھے اور قوتِ لایموت پر اکتفا کرتے تھے اور آنحضورؐ کے افعال و اقوال کو یاد کرنا اپنا مقصد بنا لیا تھا اسی لئے صحابہ میں سب سے زیادہ روایتیں اِنہی سے منقول ہیں۔

محمد خوارزم شاہ: جلال الدین کے لقب سے مشہور ہے۔ خُراسان سے عراق تک اُس کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ یہ مولانا رومؒ کے والد خواجہ بہاؤالدینؒ کا ماموں تھا۔ اُس نے چنگیز خانی فتنے کا مقابلہ کیا۔ ابتدائی جنگ میں اُس نے ایک ہزار تاتاری سپاہیوں کو تہ تیغ کر ڈالا، تاتاری فوج شکست کھا گئی پھر چنگیز خاں نے تیس ہزار فوج اُس کے مقابلہ کے لئے بھیجی اُس کو بھی اُس نے شکست دی، تب چنگیز خاں خود ایک بھاری فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ اُس وقت اُس کی فوج کا ایک بڑا حصہ ہرات کی مہم پر تھا، مجبوراً اُس کو غزنین کی طرف پسپا ہونا پڑا وہاں سے وہ ہندوستان آنا چاہتا تھا کہ ۶۱۸ھ میں دریائے سندھ کے کنارے پر پھر تاتاری فوج سے مقابلہ کرنا پڑا اور اِس قدر بہادری اور بے جگری سے اُس سے لڑا کہ تاریخ میں اُس کی مثال نہیں ہے۔ اِس جنگ میں اُسکے بہت سے ساتھی شہید ہو گئے اور اُس نے تنہائی محسوس کی تو ہندوستان پہنچنے کے ارادے سے اُس نے اپنا گھوڑا دریائے سندھ میں ڈال دیا اور اِس قدر صفائی سے اُس کو پار کیا کہ چنگیز خاں انگشت بدنداں ہو گیا اور اُس کی بہادری کے اعتراف میں کہا کہ ہمچو اُو جوانمرد در دنیا پیدا نشد و نخواہد شد۔ "اُس جیسا بہادر دنیا میں نہ پیدا ہوا نہ پیدا ہوگا" ہندوستان پہنچ کر اُس نے پھر اپنی حالت کو سنبھالا اور آذربائیجان کی طرف چلا گیا وہاں رات کو سوتے ہوئے کسی مُغل کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔

رُوح : رُوح کی حقیقت شریعت نے واضح نہیں کی ہے اور اُسکی صحیح حقیقت کا علم صرف خدا ہی کو ہے۔ پھر بھی جمہور علماء نے اُسکی جو حقیقت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ روح ایک نورانی لطیف جسم ہے جو انسان کے جسم میں اسی طرح جاری اور ساری ہے جیسا کہ پانی گلاب میں اور تیل تلوں میں اور آگ کوئلہ میں۔ جب تک وہ لطیف جسم انسان کے جسم میں ساری اور جاری ہے انسان کا جسم زندہ ہے اور جس وقت یہ لطیف جسم اُس کثیف جسم سے جُدا ہو جاتا ہے تو یہ کثیف جسم مُردہ ہو جاتا ہے۔ روح کی شکل بالکل وہی ہے جو اُس جسم کثیف کی شکل ہے جس طرح اُس کثیف جسم کے آنکھ، ناک، ہاتھ، پاؤں ہیں اسی طرح رُوح کے بھی یہ اعضاء ہیں۔ اصل انسان روح ہے اور یہ کثیف جسم اُس کیلئے بمنزلہ لباس کے ہے جسمانی ہاتھ روح کے ہاتھ کے لئے بمنزلہ آستین کے ہے اور کثیف جسم کی ٹانگیں روح کی ٹانگوں کے لئے بمنزلہ پاجامہ کے ہیں اور چہرہ اُس کے چہرے کے لئے بمنزلہ نقاب کے ہے۔

اِستدراج : سنت اللہ اور عام طریقہ کے خلاف کسی واقعہ کا ظاہر ہونا مثلاً ہوا میں اُڑنا، پانی پر چلنا۔ یہ نبی سے بھی صادر ہوتا ہے اور ولی سے بھی اور کافر سے بھی۔ اس طرح کا واقعہ اگر نبی سے صادر ہو تو اُس کو معجزہ کہا جاتا ہے جیسا کہ آنحضورؐ کا جسمانی طریقہ پر آسمانوں کی سیر کرنا، وغیرہ اور اگر ولی سے صادر ہو تو اُس کو کرامت کہا جاتا ہے اور اگر کسی کافر سے ایسی چیز کا صدور ہو تو اُس کو استدراج کہتے ہیں۔

نحسِ اکبر و سعدِ اکبر : نحسِ اکبر زحل ستارے کو اور سعدِ اکبر مشتری ستارے کو کہا جاتا ہے منجمین کے خیال میں یہ دونوں ستارے نحوست اور سعادت میں بہت بڑھے ہوئے ہیں اور زمین کی خیر و شر میں اُن کے اثرات سب سے زیادہ پڑتے ہیں۔ مولانا رومؒ اپنے کلام میں ستاروں کے مؤثر ہونے کا ذکر کرتے ہیں لیکن اسلامی عقیدے کے اعتبار سے اِن ستاروں میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں ہے۔ ہر چیز میں حقیقتاً خدا ہی مؤثر ہے۔

سجاد حسین۔ دہلی

۲۴ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ ـــ م ـــ ۳ جنوری ۱۹۷۸ء

فہرستِ مضامینِ دفترِ پنجمِ مثنویِ معنوی

عنوان	نمبر	نمبر	عنوان	نمبر
مقدمہ	۳	۲۲	صفتِ طاؤس و طبعِ اُورا	۵۰
شروعِ دفترِ پنجم	۱۵	۲۳	دربیانِ آنکہ لطفِ حق را ہمہ کس دانند	۵۲
تفسیرِ آیت فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ	۱۸	۲۴	تفاوتِ عقول در اصل فطرت	۵۶
در سببِ وردِ حدیث اَلْكَافِرُ يَاْكُلُ فِي سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ	۲۰	۲۵	حکایتِ آں اعرابی کہ سگِ اُو از گرسنگی میمرد	۵۸
زجرہ کشادن صلی اللہ علیہ وسلم بر مہمانِ خود	۲۳	۲۶	دربیانِ آنکہ آبِ چشم بر آدمی را چناں مہلک نیست	۶۰
سببِ رجوع کردنِ آں مہمان بخانۂ مصطفیٰ	۲۵	۲۷	تفسیرِ آیت وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	۶۱
نواختنِ مصطفیٰ آں عرب مہمان را	۲۹	۲۸	قصۂ آں حکیمے کہ طاؤس را دید کہ پرِ زیبائے خود را بر میکند	۶۴
بیانِ آنکہ نماز و روزہ و حج بیرونی گواہِ مہمات	۳۱	۲۹	دربیانِ آنکہ صفا و سادگیِ نفسِ مطمئنہ از فکرتہا مشوش شود	۶۶
پاک کردنِ آب ہمہ پلیدیہا را	۳۲	۳۰	دربیانِ قولِ علیہ السلام لَا رُهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ	۶۸
استعانت خواستنِ آب از حق تعالیٰ	۳۴	۳۱	دربیانِ آنکہ ثوابِ عملِ عاشق از حق ہم حسنست	۶۹
گواہی دادنِ فعل و قولِ بیرونی بر نورِ اندرونی	۳۵	۳۲	دربیانِ حدیثِ مَامَاتَ مَنْ يَّمُوْتُ	۷۰
دربیانِ آنکہ آں نورِ خدا از اندرون سر بر آرد ظاہر کند	۳۶	۳۳	دربیانِ آنکہ عقل و روح در آب و گل جسد محبوس اند	۷۲
عرضہ کردنِ مصطفیٰ مشہیات را بر مہمان	۳۸	۳۴	جوابِ دادنِ طاؤس آں حکیم سائل را	۷۴
دربیانِ آنکہ نورے کہ غذائے جان ست	۴۰	۳۵	دربیانِ آنکہ ہنرہا ہمچوں پرِ طاؤس عدوِ جان اند	۷۵
انکار کردنِ اہلِ تن غذائے روح را	۴۲	۳۶	در صفتِ آں بیخودان کہ از شہودِ خود ایمن شدہ اند	۷۷
مناجات	۴۳	۳۷	دربیانِ آنکہ ماسوی اللہ ہر چیزے آکل و ماکول ست	۸۱
تشبیہ عقل بجبرئیل علیہ السلام	۴۳	۳۸	سببِ کشتنِ ابراہیم علیہ السلام زاغ را	۸۵
تمثیلِ رد شہائے مختلف	۴۴	۳۹	مناجات	۸۷
تفسیرِ آیت يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ	۴۶	۴۰	قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا مَرَرْتُمْ بِاَثَلَاثَا	۹۱
بیانِ فرجی	۴۷	۴۱	قصۂ محبوس شدنِ آہو بچہ در آخرِ خراں	۹۲
مناجات	۴۸	۴۲	حکایتِ سلطان محمد خوارزم شاہ	۹۳

	عنوان		عنوان		عنوان
۴۴	بقیهٔ قصهٔ آهو	۹۸	۶۸	فرستادن میکائیل علیه السلام را	۱۶۵
۴۴	تفسیر آیت اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرَاتٍ	۱۰۰	۶۹	قصهٔ یونس علیه الصلوٰة والسلام	۱۶۷
۴۵	در بیان آنکه کشتن خلیل علیه السلام خروس را	۱۰۱	۷۰	فرستادن اسرافیل علیه السلام	۱۶۸
۴۶	تفسیر لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ	۱۰۴	۷۱	فرستادن عزرائیل علیه السلام	۱۷۱
۴۷	تفسیر اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا الخ	۱۰۵	۷۲	در بیان آنکه مخلوق چیزی ترا از و ظلمی رسد	۱۷۴
۴۸	مثال عالم هست نیست نما	۱۰۹	۷۳	جواب آمدن از حضرت عزت آب عزرائیل را	۱۷۷
۴۹	تفسیر قول علیه السلام لَا بُدَّ مِنْ قَرِیْنٍ یُدْفَنُ مَعَکَ	۱۱۱	۷۴	بیان وخامت چرب وشیرین دنیا	۱۸۰
۵۰	تفسیر قول عزوجل وَهُوَ مَعَکُمْ الخ	۱۱۳	۷۵	در جواب آن مُغفّل که گفته است	۱۸۲
۵۱	تفسیر قول نبی مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَاحِدًا	۱۱۵	۷۶	فَیَمَا یُرْجٰی مِنْ رَحْمَةِ اللّٰه	۱۸۳
۵۲	در معنی ریا می گر راهروی	۱۱۷	۷۷	قصهٔ ایاز و حجره داشتن از جهت چارق و پوستین	۱۹۰
۵۳	قصهٔ آن شخصی که دعوی پیغمبری میکرد	۱۱۸	۷۸	در بیان آنکه آنچه بیان کرده میشود صورت قصه است	۱۹۳
۵۴	سبب عداوت عام با دلیای خدا	۱۲۱	۷۹	حکمت نظر کردن در چارق و پوستین	۱۹۶
۵۵	در بیان آنکه مرد بدکار چون متمکن شود	۱۲۳	۸۰	در بیان آیهٔ کریمهٔ خَلَقَ الْجَانَّ	۱۹۷
۵۶	در مناجات	۱۲۵	۸۱	در معنی آنکه اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا هِیَ	۲۰۱
۵۷	پرسیدن شاه ازاں مدعی نبوت	۱۲۸	۸۲	در بیان اتحاد عاشق و معشوق از روئے حقیقت	۲۰۳
۵۸	داستان آن عاشق که با معشوق خود برمی شمرد	۱۲۹	۸۳	معشوقے از عاشق پرسید	۲۰۶
۵۹	یکے پرسید از عالمے عارفے که اگر در نماز کسے بگرید	۱۳۳	۸۴	آمدن آں امیر تمام با سر هنگان	۲۰۹
۶۰	قصهٔ آمدن مرید بخدمت شیخ و شیخ را گریاں دیدن	۱۳۵	۸۵	بازگشتن نماماں از حجرهٔ ایاز تهی و خجل	۲۱۲
۶۱	بقیهٔ حال مرید مُقلد	۱۳۸	۸۶	حواله کردن بادشاه قبول توبهٔ نماماں با ایاز	۲۱۴
۶۲	داستان آں کنیزک که با خر خاتون خود شهوت میراند	۱۴۱	۸۷	فرمودن شاه ایاز را	۲۱۵
۶۳	تمثیل تلقین شیخ مریداں را که ایشاں طاقت تلقین حق ندارند	۱۴۹	۸۸	تعجیل فرمودن بادشاه ایاز را	۲۱۸
۶۴	صاحبدلے در چلّه بخواب دید	۱۵۱	۸۹	حکایت در تقریر ایں سخن که	۲۲۰
۶۵	قصهٔ اهل هرواں و حسد ایشان	۱۵۴	۹۰	قصهٔ زاهد و زن غیور و رفت شدن زاهد با کنیزک	۲۲۱
۶۶	در بیان آنکه عطائے حق موقوف بر قابلیت نیست	۱۶۰	۹۱	رسیدن زن بخانه و خفته شدن زاهد با کنیزک	۲۲۳
۶۷	در ابتدائے خلقت جسم آدم علیه السلام	۱۶۲	۹۲	حکایت در بیان توبهٔ نصوح که دلالی میکرد	۲۲۷

عنوان	صفحہ
در بیانِ دعائے عارف	۲۶۷
نوبت جستن رسیدن بنصوح	۲۶۹
یافت شدنِ گوہر	۲۷۲
باز خواندن شہزادی نصوح را	۲۷۳
حکایت در بیان آنکہ توبہ کند و پشیمان شود	۲۷۷
تشبیہ کردن قطب کہ عارف و اہل است	۲۷۹
جواب گفتنِ روباہ شیر را	۲۸۱
حکایتِ دیدنِ خر سقائے	۲۸۲
جواب گفتنِ روباہ خر را	۲۸۴
جواب گفتنِ آں خر روباہ را	۲۸۶
جواب گفتنِ روباہ خر را کہ من را ضیم	۲۸۶
باز جواب گفتنِ خر روباہ را	۲۸۷
در تقریرِ معنیِ توکل	۲۸۸
باز جواب گفتنِ روباہ خر را	۲۹۰
جواب گفتنِ خر روباہ را کہ توکل بہترین کسبہاست	۲۹۱
جواب گفتنِ روباہ خر را	۲۹۳
مثل آوردنِ اشتر	۲۹۶
فرق میانِ دعوتِ شیخ کامل و میانِ سخنِ ناقصاں	۲۹۸
زبوں شدنِ خر در دستِ روباہ	۳۰۰
حکایتِ مخنث و لوطی	۳۰۶
غالب شدنِ حیلۂ روباہ بر خر	۳۱۰
حکایتِ آں شخص کہ از ترسِ عیالش را در خانہ انداخت	۳۱۲
بردن روباہ خر را پیشِ شیر	۳۱۵
در بیانِ آنکہ نقضِ عہد و توبہ موجبِ بلا بود	۳۱۷
دوم بار آمدن روباہ بر آں خر	۳۱۸

عنوان	صفحہ
جواب گفتنِ خر روباہ را	۲۶۷
جواب گفتنِ روباہ خر را	۲۶۹
حکایتِ شیخ محمد سرزری قدس سرہٗ	۲۷۲
آمدنِ شیخ بعد از چندیں سال از بیابان شہر غزنین	۲۷۳
در معنیِ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ	۲۷۷
رفتنِ شیخ در خانہ امیرے بہر گدیہ	۲۷۹
گریاں شدنِ امیر از نصیحتِ شیخ	۲۸۱
اشارت آمدن از غیب	۲۸۲
دانستنِ شیخ ضمیرِ سائل را بے گفتن	۲۸۴
سبب دانستنِ ضمیر ہائے خلق	۲۸۶
غالب شدنِ مکرِ روباہ بر خر	۲۸۶
در بیانِ فضیلتِ جوع	۲۸۷
حکایتِ مریدے کہ شیخ از ضمیرِ او واقف شد	۲۸۸
حکایتِ آں گاؤ	۲۹۰
صید کردنِ شیرِ آں خر را	۲۹۱
حکایتِ راہب	۲۹۳
دعوت کردنِ مسلمان مُرتَدے را باسلام	۲۹۶
مثلِ شیطان بر درِ رحمٰن	۲۹۸
جواب گفتنِ مومن مر کافر جبری را	۳۰۰
درکِ وجدانی بجائے حس است	۳۰۶
حکایتِ دُزد کہ با شحنہ گفت کہ آنچہ کردم تقدیرِ خدا بود	۳۱۰
حکایتِ ہم در جوابِ جبری	۳۱۲
معنیِ مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ	۳۱۵
ہمچنیں قَدْ جَفَّ الْقَلَمُ	۳۱۷
حکایتِ آں درویش کہ در بہرات	۳۱۸

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۴۲	بازجواب گفتنِ آں کافرِ جبری	۳۲۴
۱۴۴	پرسیدنِ بادشاہ قاصداً ایاز را	۳۲۸
۱۴۵	گفتنِ خویشاوندانِ مجنوں را	۳۳۱
۱۴۶	حکایتِ جوحی کہ چادر پوشیدہ در وعظ میانِ زنان نشست	۳۳۳
۱۴۷	فرمودنِ شاہ با ایاز بار دیگر	۳۳۷
۱۴۸	حکایتِ گبرے در عہدِ شیخ بایزید قدس سرہٗ	۳۳۷
۱۴۹	حکایتِ مؤذنِ زشت آواز	۳۳۸
۱۵۰	رجوع بحکایتِ گبر با مسلمان در ایمان	۳۴۱
۱۵۱	حکایتِ آں زن کہ گفت	۳۴۳
۱۵۲	حکایتِ آں امیر کہ غلام را گفت	۳۴۶
۱۵۳	حکایتِ ضیائے بلخ کہ دراز بالا بود	۳۴۹
۱۵۴	رجوع بحکایتِ زاہد با غلامِ امیر	۳۵۰
۱۵۵	رفتنِ امیر خشم آلودہ برائے گوشمالِ زاہد	۳۵۱
۱۵۶	حکایتِ مات کردنِ دلقک سید شاہِ ترمذ را	۳۵۲
۱۵۷	آمدنِ امیر بدرِ خانۂ زاہد و گفتنِ در	۳۵۳
۱۵۸	انداختنِ مصطفیٰؐ خود را از کوہِ حرا	۳۵۵
۱۵۹	جوابِ گفتنِ امیر مر آں شفیعانِ زاہد را	۳۵۷
۱۶۰	دوم بار دست ہائے امیر بوسیدن	۳۵۸
۱۶۱	بازجواب گفتنِ امیر شفیعاں را	۳۶۰
۱۶۲	تفسیرِ آیۃ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَان	۳۶۱
۱۶۳	دیگر بار استدعائے شاہ از ایاز	۳۶۵
۱۶۴	تمثیلِ تنِ آدمی بمہمان خانہ	۳۶۶
۱۶۵	حکایتِ آں مہمان و زن خداوندِ خانہ	۳۶۷
۱۶۶	تمثیلِ فکرِ ہر روزینہ	۳۶۹
۱۶۷	زاختنِ سلطان محمود ایاز را	۳۷۲

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۶۸	وصیتِ پدر دختر را کہ خود را نگاہ دارد	۳۷۳
۱۶۹	وصفِ تصفِ دل و مستیِ صوفی سایہ پروردہ	۳۷۴
۱۷۰	نصیحت کردنِ مبارزاں آں صوفی را	۳۷۸
۱۷۱	حکایتِ عیاض رحمۃ اللہ	۳۷۹
۱۷۲	حکایتِ مجاہدِ دیگر	۳۸۳
۱۷۳	حکایتِ آں مجاہد کہ از ہمیانِ سیم	۳۸۲
۱۷۴	صفت کردنِ مردِ غماز و نمودن صورتِ کنیزک مصوّر	۳۸۴
۱۷۵	ایثار کردنِ صاحبِ موصل آں کنیزک خود را	۳۸۶
۱۷۶	مراجعت کردنِ پہلوان	۳۸۹
۱۷۷	پشیمان شدنِ آں سرِ شکر از خیانتے	۳۹۱
۱۷۸	حکایت	۳۹۲
۱۷۹	حجتِ منکرانِ آخرت	۳۹۴
۱۸۰	آمدنِ آں خلیفہ نزدِ آں خوبرو	۳۹۵
۱۸۱	خندہ گرفتنِ کنیزک را	۳۹۵
۱۸۲	فاش کردنِ آں کنیزک آں راز را با خلیفہ	۳۹۷
۱۸۳	عزم کردنِ شاہ چوں واقف شد	۴۰۰
۱۸۴	کنیزک بخشیدنِ شاہ	۴۰۲
۱۸۵	بیانِ آنکہ نحنُ قسمنا	۴۰۳
۱۸۶	دیگر بار خطابِ پادشاہ با ایاز	۴۰۴
۱۸۷	دادنِ شاہ گوہر را درمیانِ دیوان	۴۰۴
۱۸۸	رسیدنِ گوہر از دست بدست	۴۰۶
۱۸۹	تشنیع زدنِ امراء بر ایاز	۴۰۹
۱۹۰	قصد کردنِ شاہ بقتلِ امرا	۴۱۰
۱۹۱	تفسیرِ گفتنِ ساحراں لاضیرَ	۴۱۳
۱۹۲	مجرم داشتنِ ایاز خود را	۴۱۶

تحت سلسلہ

مدح[1] تعریف است و تخریق حجاب
تعریف کرنا، پہچنوانا اور درمیان کے پردے کو چاک کرنا ہے

فارغ است از مدح و تعریف آفتاب
سورج، تعریف اور پہچنوانے سے بے نیاز ہے

مادحِ خورشید مدّاحِ خود است
سورج کی تعریف کرنے والا، اپنی تعریف کرنے والا ہے

کہ دو چشمم روشن و نامرمدست
کہ میری دونوں آنکھیں روشن اور تندرست ہیں

ذمِّ خورشیدِ جہان ذمِّ خودست
دنیا کے سورج کی مذمت کرنا، اپنی مذمت ہے

کہ دو چشمم کور و تاریک و بدست
کہ میری دونوں آنکھیں اندھی اور بے نور اور بری ہیں

تو ببخشا بر کسے کاندر جہاں
آپ اُس کو معاف کر دیجئے جو دنیا میں

شد حسودِ آفتابِ کامراں
کامیاب سورج کا حاسد ہے

تا ندزش پوشید ہیچ از دیدہا
اس کو کوئی آنکھوں سے چھپا سکتا ہے؟

وز طراوت دادنِ بوسیدہا
اور بوسیدہ چیزوں کے تازگی بخشنے کو

یا[2] ز نورِ بیحدش تا ند کاست
یا اُس کے لامحدود نور کو وہ گھٹا سکتے ہیں

یا بدفعِ جاہِ او تا ند خاست
یا اُس کے رُتبہ کو گھٹانے کے لئے وہ کھڑے ہو سکتے

ہر کسے کو حاسدِ گیہاں بود
جو شخص عالم کا حاسد ہو

آں حسد خود مرگِ جاویداں بود
وہ حسد خود ہمیشہ کی موت ہے

قدرِ تو بگذشت از درکِ عقول
آپ کا مرتبہ عقلوں کے ادراک سے بالا ہے

عقل اندر شرحِ تو شد لوالفضول
آپ کی شرح کرنے میں عقل، بکواسی ہے

گرچہ عاجز آمد ایں عقل از بیاں
اگرچہ عقل بیان سے عاجز ہے

عاجزانہ جنبشے باید دراں
اس میں عاجزانہ ہی، حرکت کرنی چاہیے

اِنَّ مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ
جان لو! وہ سب نہیں چھوڑی جاتی

گرچہ[3] نتواں خورد طوفانِ سحاب
اگرچہ ابر کا طوفان پیا نہیں جا سکتا

کے تواں کردن بترکِ خورد و آب
(لیکن) پانی پینا کب چھوڑا جا سکتا ہے؟

آب دریارا اگر نتواں کشید
دریا کا (پورا) پانی اگرچہ نہیں کھینچا جا سکتا

ہم بقدرِ تشنگی باید چشید
پیاس کی بقدر ہی چکھ لینا چاہیے

---

[1] مدح۔ جس طرح سورج مدح اور تعریف سے بے نیاز ہے اسی طرح حسام الدین سبیں۔ مُرمدہ۔ دکھتی ہوئی آنکھ۔
ذمّ۔ اگر کوئی شخص سورج کو تاریک کہے تو لوگ خود اس کو اندھا کہیں گے۔۔۔
تو ببخشا۔ یعنی اے حسام الدینؓ آپ اس کو معاف کریں جو آپ پر حسد کرتا ہے اس لئے کہ اس کے حسد سے آپ کا نقصان نہیں ہے خود اس کا نقصان ہے آپ آفتاب اور آپ کے فیوض آفتاب کے فیوض کی طرح ہیں اگر کوئی چاہے کہ آفتاب کو اور اس کی فیض رسانی کو لوگوں کی آنکھوں سے چھپا دے تو وہ خود حماقت میں مبتلا ہے۔ وز طراوت۔ سورج کی شعاعیں پھلوں کو تازگی عطا کرتی ہیں۔

[2] یا۔ سورج کے حاسد نہ اس کا نور گھٹا سکتے ہیں نہ اس کا رتبہ کم کر سکتے ہیں۔
گیہاں۔ جہان، یعنی حسام الدینؓ جو کہ عالم اکبر ہیں۔
قدر۔ آپ کا رتبہ عام عقول سے بالاتر ہے اب جو بھی اس کی تعریف کی جائے کم ہے۔
گرچہ۔ حسام الدین کی پوری تعریف اگرچہ ناممکن ہے، لیکن پھر بھی عاجزانہ اس کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ جو چیز پوری حاصل نہ ہو سکے اس کو پورے طور پر ترک نہ کرنا چاہیے کچھ نہ کچھ اس میں سے حاصل کر لینا چاہیے

[3] گرچہ۔ انسان بارش کا تمام پانی نہیں پی سکتا لیکن تھوڑا سا تو ضرور پی لیتا ہے آپ دریا۔ سارا دریا نہیں پیا جا سکتا تو بقدر امکان سیرابی حاصل کر لی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہ[1] حسام الدین کہ نورِ انجم ست
شاہ حسام الدین، جو ستاروں کا نور ہیں

طالبِ آغازِ سفرِ پنجم است
پانچویں کتاب کے شروع کرنے کے طالب ہیں

اے ضیاء الحق حسام الدین راد
اے سخی ضیاء الحق حسام الدین!

اوستادانِ صفا را اوستاد
(آپ) اہلِ باطن کے اُستادوں کے اُستاد ہیں

گر نبودے خلق محجوب و کثیف
اگر مخلوق محجوب اور کثیف نہ ہوتی

ور نبودے حلقہا تنگ و ضعیف
اگر حلقے تنگ اور کمزور نہ ہوتے

ار مدیحت دادِ معنی دادمے
تو میں آپ کی تعریف کا حق ادا کر دیتا

غیر ایں[2] منطق بے نکشادمے
اس گفتگو کے علاوہ لب کشائی نہ کرتا

لیک لقمہ باز آنِ صعوہ نیست
لیکن باز کا لقمہ مرغے کی لیاقت نہیں ہے

چارہ اکنوں آب[3] و روغن کردنیست
اب تدبیر، پانی اور تیل کرنا ہے

مدحِ توحیف است باز ندانیاں
قیدیوں سے تیری تعریف کرنا ظلم ہے

گویم اندر مجمعِ روحانیاں
روحانیوں کے مجمع میں کہوں گا

شرحِ تو ظن است با اہلِ جہاں
دنیاداروں سے آپکی تشریح کرنا، ٹوٹا ہے

ہمچو رازِ عشق دارم در نہاں
عشق کے راز کی طرح دل میں رکھتا ہوں

---

[1] شہ یعنی ضیاء الحق حسام الدین کا مطالبہ ہے کہ مثنوی کا پانچواں دفتر شروع کیا جائے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ کتاب یعنی مثنوی کا دفتر مکمل ہو جائے۔ یہ شرط ہے دوسرا شعر جزا ہے۔ محجوب یعنی عوام میں تمہاری تعریف سننے کی اہلیت نہیں ہے اور میں تمہاری بہت تعریف کرتا اور اسکے علاوہ کوئی بات کہتا۔

[2] ایں منطق یعنی حسام الدینؓ کی تعریف۔ لیکن عوام کے سامنے حسام الدینؓ کی تعریف کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ باز کی خوراک مرغے کو کھلائی جائے۔

[3] آب و روغن۔ اگر واؤ عطف نہ ہو تو معنی یہ ہیں کہ پانی کو تیل کہنا پڑ رہا ہے یعنی عوام کے سامنے غیر حقیقی تعریف کرنی پڑ رہی ہے اگر کہو آب و روغن ہے تو اب معنی یہ ہونگے کہ تعریف میں تکلف کرنا پڑ رہا ہے۔

زنخدانیاں یعنی دنیا کے قیدی۔ ظن۔ ٹوٹا۔ عشق۔ مشق بھی رکھا جاتا ہے۔

(۲)

راز را گرمی نیاری درمیاں
اگر تو راز کو درمیان میں نہیں لاسکتا ہے

نطقہا نسبت بتو قشرست لیک
آپکے اعتبار سے (ہماری) باتیں اگرچہ چھلکا ہیں لیکن

آسماں نسبت بعرش آمد فرود
آسمان، عرش کے اعتبار سے نیچا ہے

من بگویم وصفِ تو تا رہ برند
میں آپ کی تعریف کرتا ہوں تاکہ وہ رہنمائی حاصل کریں

نورِ حقی و نحق جذابِ جاں
آپ اللہ کا نور ہیں اور جان کو خدا کیطرف کھینچنے والے ہیں

شرطِ تعظیم است تا آں نورِ خوش
تعظیم شرط ہے، تاکہ وہ عمدہ نور

نور یابد مستعد تیز کوش
سخت کوشش کرنیوالا، مستعد نور حاصل کرتا ہے

نور میکش اے حریفِ تیز کوش
اے سخت کوشش کرنیوالے دوست! نور حاصل کر

سُست چشمانے کہ شب جولاں کنند
کمزور آنکھوں والے جو رات کو گھومتے ہیں

نکتہائے[۵۴] مشکل باریک شد
مشکل باریک نکتے بن گئے

تا برآرایدِ ہنر را تار و پود
جب تک کہ وہ ہنر کا تانا بانا نہ سنوارنے

ہمچو نخلے بر نیارد شاخہا
وہ کھجور کے درخت کی طرح شاخیں نہیں نکال سکتا

در کہارا تازہ کُن از قشرِ آں
اُس کے چھلکے سے یاددں کو تازہ کرلے

پیشِ دیگر فہمہا مغزست نیک
دوسروں کی سمجھ کے لئے اچھا گودا ہے

ورنہ بس عالیست پیشِ خاکِ تو د
ورنہ خاک کے تودے کے اعتبار سے بہت بلند ہے

پیش ازاں کز فوتِ آں حسرت خورند
اُس سے پہلے کہ وہ اُس کے فوت ہونے سے حسرت کریں

خلق در ظلماتِ وہم اندو گماں
لوگ وہم اور گمان کی اندھیریوں میں ہیں

گرد دایں بیدیدگاں لا سُر مکش
ان اندھوں کے لئے سُرمہ لگانے والا بنجے

گو نباشد عاشقِ ظلمت چو موش
جو چوہے کی طرح اندھیرے کا عاشق نہ ہو

گر نہ چوں موش در ظلمت مکوش
اگر تو چوہے کی طرح نہیں ہے اندھیرے کی کوشش کر

کے طوافِ مشعلِ ایماں کنند
وہ ایمان کی مشعل کا طواف کب کرتے ہیں؟

بندِ طبعے کو زدیں تاریک شد
طبیعت کا بند، کیونکہ وہ دین سے تاریک ہے

چشم در خورشید نتواند کشود
سورج میں آنکھ نہیں کھول سکتا

کردہ موشانہ زمیں سوراخہا
جس نے چوہے کی طرح زمین کو سوراخ سوراخ کر رکھا ہے

بینی کے ہنر سے آراستہ نہ ہونگے وہ شیخ حسام الدینؒ کی تعریف نہ سمجھیں گے۔ ہمچو۔ جو لوگ چوہے کی طرح زمین دوز سوراخوں میں رہنے کے عادی ہیں وہ کھجور کی طرح بارآور نہ ہوں گے۔

---

۵۱ راز۔ یعنی حسام الدینؒ کی پوری تعریف عوام کے سامنے ناممکن ہے اب بھی اس کا کچھ حصہ بیان کرنا چاہیئے۔ نطقہا۔ اگرچہ حسام الدینؒ کی تعریف اُن کی تعریف کا مغز نہیں ہے بلکہ چھلکا ہے لیکن عوام کے لئے اُس میں بھی فوائد ہیں۔ آسمان۔ بلندی اور پستی فائدہ اور نقصان سب اضافی باتیں ہیں ایک چیز ایک کے لئے مفید دوسرے کیلئے غیر مفید ہے آپ کی تعریف عوام کے لئے مفید ہے اگرچہ وہ حقیقی نہیں ہے۔ من بگویم ہمہ اس تعریف اسلئے کررہا ہوں تاکہ وہ حقیقی تعریف تک رہنمائی حاصل کرلیں۔ نورِ حقی۔ تیری ذات کے ذریعہ مخلوق وہم وگمان سے گذر کر مرتبہ یقین حاصل کرسکتی ہے۔

۵۲ شرط۔ مرید اُس وقت فیض حاصل کرسکتا ہے جبکہ اُس کے دل میں شیخ کی عظمت ہو۔ نور یابد۔ فیض حاصل کرنے کے لئے استعداد اور کوشش ضروری ہے۔ گر نہ چوں۔ چوہا اندھیرے کو پسند کرتا ہے سُست چشمانے جو با اور چمگادڑ کبھی روشنی کا طواف نہیں کرتے ہیں۔

۵۳ نکتہائے۔ جن کے دلوں میں دین کی جانب سے تاریکی ہے اُن کے لئے علمی موشگافیاں حقیقت تک پہنچنے سے مانع بنگئی ہیں۔ تا برآرایدِ۔ یہ لوگ جب تک حقیقت

تفسیر[1] فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ (الآیہ)

پس "پکڑ لے چار پرندے پھر اُن کو اپنی طرف بُلا" کی آخر آیت تک تفسیر

چار وصفست ایں بشر را دل فگار
یہ چار وصف انسان کے دل کو چوٹ لگانے والے ہیں

چار میخِ عقل گشتہ ایں چہار
یہ چاروں، عقل کی چار میخ ہیں

تو خلیلِ وقتی اے خورشیدِ ہُش
اے ہوش کے سورج! تو خلیلِ دوراں ہے

ایں چہار اَطیار رہزن را بکُش
اِن چار ٹھگ پرندوں کو مار ڈال

زانکہ ہر مُرغے ازیں نہاز اغ وش
اس لئے کہ اُن میں سے ہر زاغ صفت پرند

ہست عقلِ عاقلانرا دیدہ کش
عقلمندوں کی عقل کی آنکھ نکال لینے والا ہے

چار وصفِ تن چو مُرغانِ خلیل[2]
جسم کے چار اوصاف حضرت خلیل کے پرندوں کی طرح ہیں

بسملِ ایشاں دہد جانرا سبیل
اِن کا قربان کرنا جان کو راستہ عطا کرتا ہے

اے خلیل اندر خلاصِ نیک و بد
اے خلیل! اچھے اور بُرے کو نجات دلانے کیلئے

سَر بُبُر شاں تا رہد پا ہا ز سد
اُن کا سر قلم کر دے تاکہ پاؤں بندش سے نجات پا جائیں

کُل تو ئی و جملہ گاں اجزائے تو
تو مجموعہ ہے اور سب تیرے اجزاء ہیں

بر کشا کہ ہست پاشاں پائے تو
کھولدے کہ اِن کا پاؤں تیرا پاؤں ہے

از تو عالم روح زارے میشود
آپ کی وجہ سے دنیا روح زار بنتی ہے

پشتِ صد لشکر سوارے میشود
ایک سوار سو لشکروں کی مدد بن جاتا ہے

زانکہ[3] ایں تن شُد مقام چار خُو
کیونکہ یہ جسم چار عادتوں کا مقام ہے

نامِ شاں شُد چار مرغِ فتنہ جُو
اُن کا نام فتنہ کے جویاں چار پرند پڑ گیا ہے

خلق را گر زندگی خواہی اَبد
اگر آپ لوگوں کی ابدی زندگی چاہتے ہیں

سَر بُبُر ایں چار مُرغِ شوم و بد
اِن بدبخت اور بد چار پرندوں کا سر قلم کر دیجئے

باز شاں زندہ کُن از نوعِ دگر
پھر اُن کو دوسری طرح سے زندہ کر دیجئے

کہ نباشد بعد ازاں ایشاں ضرر
کیونکہ اس کے بعد اُنسے نقصان نہ پہنچے گا

چار مُرغِ معنویِ راہزن
یعنی چار ٹھگ پرندوں نے

کردہ اند اندر دلِ خلقاں وطن
لوگوں کے دل کے اندر وطن بنا لیا ہے

---

[1] تفسیر حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا گیا کہ اگر تجھے ہماری صفت زندہ کرنے اور مارنے میں شک ہے تو چار پرندوں کو ذبح کر ڈال یہ چار پرندے یعنی مور گز مرغ تھے مولانا نے فرمایا ہے کہ ان چار پرندوں سے انسان کی چار بُری صفات مُراد ہیں جو انسان کے لئے حقیقت بین سے مانع ہیں انسان ان صفات کو ذبح کر دے تو حقیقت بین بنجاتا ہے یعنی سے مراد حرص، مور سے مراد حُبِّ جاہ، کرکے سے مراد تمنا اور مُرغ سے مُراد شہوت ہے۔ چار میخ سزا کا ایک طریقہ تھا۔ تو خلیل۔ اگر انسان ابراہیم خلیل اللہؑ کی طرح حقیقت بین بننا چاہتا ہے تو اُس کو اپنی ان چار صفتوں کو مٹا دینا چاہیئے زانکہ۔ یہ چاروں صفتیں کوّے کی خاصیت رکھتی ہیں کوّا اب سے پہلے مُردے کی آنکھ نکالتا ہے یہ بھی انسان کو اندھا کر دیتی ہیں بسمل۔ جو شخص ان چاروں صفتوں کو مٹا دیگا اُسکی جان حقیقت تک رسائی پا ہو جائے گی۔

[2] تے خلیل یعنی اے حسام الدین تم لوگوں میں سے صفات ذمیمہ کو دور کر دیجئے تاکہ آپکو سلوک میں سیر حاصل ہو جائے۔ ثم تولی۔ مرغ یہ شیخ کے اعضاء کی طرح ہوتے ہیں۔ از تو۔ تیرے وجود سے یہ عالم عالم ارواح بنا ہوا ہے۔ پشت

[3] ایک سوار کی ہمت اور بہادری بہت سے لشکروں کی پناہ ہوتی ہے ——— زانکہ۔ انسان کے جسم میں یہ چار خصلتیں ہیں جنکو چار پرندوں سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی۔ ان خصائل کے انسان سے بدی نہ ہو گی نصیب ہوگی۔ باز شاں۔ ان چاروں خصلتوں کو اس طرح قابو میں رکھو کہ انکی مضرت سے بچ سکو۔

چوں[1] امیرِ جملہ دلہا شوی — اندریں دوراں خلیفہ حق توئی
جب آپ تمام دلوں کے حاکم بن جائیں گے — پھر اِس زمانہ میں اللہ کے خلیفہ آپ ہی ہیں

سر ببر ایں چار مرغِ زندہ را — سرمدی کن خلقِ ناپائندہ را
اِن چار زندہ پرندوں کا سر قلم کر دیجئے — فانی لوگوں کو دائمی بنا دیجئے

بط و طاؤس[2] زاغ و خروس — ایں مثالِ چار مرغ اندر نفوس
بطخ اور مور ہے، کوّا ہے اور مُرغا ہے — نفسوں میں یہ چار پرندوں کی طرح ہیں

بط حرص است و خروس آں شہوت — جاہ چوں طاؤس و زاغ آں مُنیت
حرص بطخ ہے اور شہوت مُرغا ہے — رُتبہ مور کی طرح ہے آرزو نفس کا کوّا ہے

مُنیتش آنکہ بُود اُمید ساز — طامع تابید یا عُمرِ دراز
اُس کی آرزو یہ اُمید بندھاتی ہے — ہمیشگی کا لالچی یا درازِ عمر (کا لالچی)

بطِ حرص آمد کہ تُوتش در زمیں — در تر و در خشک میجوید دفیں
حرص بطخ ہے کہ اُس کی پونجی زمین میں ہے — تر اور خشک میں دفینہ ڈھونڈتی ہے

یک زماں نبُود مُعطّل آں گلو — نشنود از حکم جُز اَمر کلُوا
اُس کا حلق تھوڑی دیر کیلئے بھی معطل نہیں ہوتا — وہ کھاؤ کے سوا کوئی اَور حکم نہیں سُنتی ہے

ہمچو لیغا چی کہ خانہ میکند — زود زود انبانِ خود پُر میکند
اُس لٹیرے کی طرح جو گھر کھودتا ہے — جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے

اندر انبانِ می فشارد نیک و بد — دانہائے دُرّ و حبّاتِ خود
اچھا، بُرا تھیلے میں ٹھونستا ہے — موتی کے دانے اور چنے کے دانے

تا مبادا باغیٔ[3] آید دگر — میفشارد در مجوال اُو خشک و تر
ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا لٹیرا آجائے — وہ بورے میں خشک و تر ٹھونستا ہے

وقت تنگ، فرصت اندک، او مخوف — در بغل زد ہر چہ زد تر بیوقوف
وقت تنگ ہے فرصت تھوڑی ہے وہ ڈرا ہوا ہے — بے تامل جو کچھ ہے اُسے بغیر سمجھے بوجھے بغل میں مار لیا

اعتمادش نیست بر سلطانِ خویش — کہ مبادا باغیٔ آید بہ پیش
اُس کو اپنے شاہ پر بھروسہ نہیں ہے — (اِس بارے میں) ایسا نہ ہو کہ کوئی لٹیرا آجائے

لیک مومن زاعتمادِ آں حیات — میکند غارت بمہل و با اناۃ
لیکن مومن اُس (اُخروی) زندگی کے بھروسہ پر — توڑتا ہے، تامل اور توقف سے

---

[1] چوں۔ جب آپ دلوں پر حکومت کرنے لگیں گے تو خلافتِ الٰہی کے مستحق ہوں گے۔ سر ببر۔ ان پرندوں کے اتلاف سے جانِ سرمدی حاصل ہو جائیگی۔ بط۔ اِن چار پرندوں جیسی انسان میں چار خصلتیں ہیں۔

[2] بط۔ بطخ سے مراد انسانی حرص ہے اور مرغے سے مراد انسانی شہوت ہے مور سے مراد انسان کی جاہ طلبی ہے اور کوّے سے مراد انسان کی تمنا ہے۔ مُنیتش۔ ایک آرزومند کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ اس کو دنیوی زندگی ہمیشہ کے لئے حاصل ہو جائے یا کم از کم عمر دراز ہو جائے۔ بط۔ انسان کی حرص بطخ کی طرح ہے جو ہر جگہ اپنی چونچ خوراک کی جستجو میں مارتی پھرتی ہے۔ کلوا اللہ کے احکام میں سے اُس نے صرف "تم کھاؤ" کا حکم سُنا ہے۔ لیغاچی۔ لٹیرا جلد جلد ہر چیز کو تھیلے میں بھرتا ہے

[3] تا مبادا باغی۔ اس کی جلد بازی اس لئے ہوتی ہے کہ کوئی دوسرا لٹیرا آکر شریک نہ بن جائے۔ اِعتمادش۔ اس کو اپنے خدا پر بھروسہ نہیں ہوتا ہے۔ لیک مومن۔ مرد مومن چونکہ اُخروی زندگی کا بھی عقیدہ رکھتا ہے اس لئے اُس میں یہ جلد بازی نہیں ہوتی۔

ایمن[1] است از فوت و از باغی کاُو — می شناسد قہر شہ را بر عدُو

وہ محروم اور بیڑے سے مطمئن ہے کیونکہ وہ — دشمن پر شاہ کے قہر کو جانتا ہے

وایمن ست از خواجہ تا شانِ دگر — کہ نیایندش مزاحم صرف بر

اور دوسرے ساتھیوں سے مطمئن ہے — کہ اُس سے مزاحمت کرنیوالے فائدہ مند نہ ہونگے

عدلِ شہ را دید در ضبطِ حشم — کہ نیارد کرد کس بر کس ستم

خادموں کے معاملہ میں اس نے بادشاہ کے انصاف — کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا ہے

لاجرم نشتابد و ساکن بُود — از فواتِ حظِّ خود ایمن بُود

لامحالہ وہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے ہوتا ہے — اپنے حصہ کے فوت ہونے سے مطمئن ہوتا ہے

پس تأنّی[2] دارد و صبر شکیب — چشم سیر و مُوثر ست و پاک جیب

پس وہ آہستہ روی اور صبر شکیب اختیار کرتا ہے — سیر چشم ہے اور دوسروں کو ترجیح دینے والا ہے پاک دل ہے

کیں تأنّی پرتوِ رحمان بُود — واں شتاب از ہزۂ شیطان بُود

کیونکہ یہ آہستہ روی اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے — اور وہ جلد بازی شیطانی حرکت ہے

زانکہ شیطانش بترساند ز فقر — بارگیرِ صبر را بکشد بعقر

کیونکہ شیطان اس کو افلاس سے ڈراتا ہے — صبر کا بوجھ اٹھانیوالے کے پاؤں کاٹ ڈالتا ہے

از نبے بشنو کہ شیطاں وعید — میکند تہدیدت از فقرِ شدید

قرآن سے سُن کہ شیطان دھمکانے میں — تجھے سخت افلاس سے ڈراتا ہے

تا خوری زشت و بری زشت[3] از شتاب — نے مروت نے تأنّی نے ثواب

تاکہ تو جلدی میں بُرا کھانے، بُرا کمائے — نہ انسانیت نہ آہستہ روی نہ ثواب

لاجرم کافر خورد در ہفت بطن — دین و دل باریک و لاغر زفت بطن

لامحالہ کافر سات پیٹ کا کھاتا ہے — دین اور دل کمزور اور لاغر ہے پیٹ بھاری ہے

در سبب ورود ایں حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب کہ

اَلْکَافِرُ یَاْکُلُ فِیْ سَبْعَۃِ اَمْعَاءٍ وَالْمُؤْمِنُ یَاْکُلُ فِیْ مِعًی وَاحِدٍ

کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے — اور مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے

کافراں مہمانِ پیغمبر شدند — وقتِ شام ایشاں بہ مسجد آمدند

کافر، پیغمبر کے مہمان ہوئے — شام کے وقت وہ مسجد (نبوی) میں آگئے

[1] ایمن اس کو اطمینان ہوتا ہے کہ اس کا خدا اس کے دشمن پر غالب ہے۔ خواجہ۔ اس کو دوسرے مومنوں کی طرف سے بھی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ عدل شہ۔ وہ خدائی انصاف پر یقین رکھتا ہے۔ لاجرم۔ مومن ان عقائد کی وجہ سے مطمئن رہتا ہے کہ اس کا مقدر کوئی نہیں چھین سکتا۔

[2] تانی۔ بردباری۔ متحمل اپنی ضرورت پر دوسروں کو ترجیح دینے والا۔ کیس۔ حدیث شریف ہے اَلتَّأَنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ وَالتَّعْجِیْلُ مِنَ الشَّیْطٰنِ۔ علم اور بردباری اللہ کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے ہے۔ بارگیر۔ بوجھ اٹھانے والا۔ بعقر۔ ہاتھ پاؤں کاٹ دینا۔ فقر۔ قرآن پاک میں ہے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وشیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے۔

[3] تا خوری زشت۔ شیطان فقر سے اس لئے ڈراتا ہے کہ انسان کھانے کمانے میں حرام سے پرہیز نہ کرے۔ کافر میں نہ مروت ہوتی ہے نہ بردباری اور نہ وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ ہفت بطن۔ سات انتڑیاں۔ کافر۔ اس نقطہ سے کافروں کی بسیار خوری کو سمجھاتا ہے۔

کامدیم اے شاہِ مالا بنجا اُفُق[1]
کہ اے شاہ! ہم اِس جگہ مہمان ہونے آئے ہیں

اے تو مہماں دارِ سُکّانِ اُفُق
اے وہ کہ آپ جہان کے بسنے والوں کے مہمان ہیں

بینوا ایم در سیدہ ما ز دُور
ہم بے سروسامان ہیں اور دور سے آئے ہیں

ہیں بیفشاں بر سرِ ما فضل و نُور
ہاں ہمارے سروں پر مہربانی اور نور چھڑک دیجئے

رُو بیاراں کرد آں سُلطانِ راد
اُس سخی شاہ نے دوستوں کی طرف رُخ کیا

دستگیرِ جُملہ شاہان و عباد
جو تمام بادشاہوں، اور غلاموں کا دستگیر ہے

گفت اے یارانِ من قسمت کُنید
فرمایا، اے میرے دوستو! تقسیم کر لو

کہ شما پُر از من و خوئے مُنید
کیونکہ تم میری محبت، اور عادت سے بھرے ہوئے ہو

پُر بُود اجسامِ ہر لشکر ز شاہ
ہر لشکر کے جسم بادشاہ سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں

زاں زنند اے تیغ بر اعدا کجاہ
اسی لئے مرتبہ کے دشمنوں پر تلوار چلاتے ہیں

تو بخشم[2] شہ زنی آں تیغ را
تو بادشاہ کے غصہ کی وجہ سے تلوار چلاتا ہے

ورنہ برادراں چہ خشم آید ترا
ورنہ بھائیوں پر تجھے کیا غصہ آئے؟

بر برادر بے گناہے میزنی
بلا قصور بھائی پر تو مارتا ہے

عکسِ خشمِ شاہ گر زِ دہ منی
بادشاہ کے غصہ کے زیرِ اثر دس سیر کا گُرز

شہ یکے جانست لشکر پُر ازو
بادشاہ ایک جان ہے لشکر اُس سے بھرا ہوا ہے

روح چوں آبست دریں اجسام جُو
روح پانی کی طرح ہے اور یہ جسم نہریں (کیلئے) ہیں

آب رُوحِ شاہ گر شیریں بُود
اگر بادشاہ کی رُوح کا پانی میٹھا ہوتا ہے

جملہ جُویاں پُر ز آبِ خوش شُود
ساری نہریں میٹھے پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں

کہ رعیت دینِ شہ دارند و بس
کیونکہ رعایا فقط بادشاہ کا دین رکھتی ہے

اینچنیں فرمُود سُلطانِ عبس[3]
(سورۂ) عبس کے شاہ نے ایسا ہی فرمایا ہے

ہر یکے یارے یکے مہماں گزید
ہر دوست نے ایک مہمان منتخب کر لیا

درمیاں بُد یک شکم زفت و عنید
اُن میں ایک پیٹو اور سرکش تھا

جسمِ ضخمے داشت کس او را نبُرد
بھاری جسم رکھتا تھا اُس کو کوئی نہ لے گیا

ماند در مسجد چو اندر جامِ دُرد
وہ مسجد میں رہ گیا جس طرح جام میں تلچھٹ

مُصطفےٰ بُردش چو وا ماند از ہمہ
جب وہ سب سے رہ گیا، مصطفےٰؐ اسکو لے گئے

ہفت بُز بُد شیر دہ اندر رمہ
گلے میں سات بکریاں دودھ والی تھیں

---

[1] اُفُق۔ مہمان۔ آفاق۔ اطراف عالم۔ یاراں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔ آنحضورؐ۔ جہاد۔ عبد کی جمع ہے بندہ۔ قسمت۔ یعنی مہمانوں کو آپس میں بانٹ لو۔ پُر بُود۔ شاہ کی سیرت لشکریوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔

[2] بخشم۔ دشمنوں پر بادشاہ کو غصہ ہوتا ہے اسی بنیاد پر لشکری تلوار چلاتے ہیں۔ شہ۔ بادشاہ لشکر کے لئے بمنزلہ رُوح کے ہے۔ آب۔ اگر بادشاہ خوب سیرت ہے تو لشکر بھی خوب سیرت ہوتا ہے۔

[3] سلطانِ عبس۔ سورۂ عبس آنحضورؐ پر نازل ہوئی ہے آنحضورؐ نے فرمایا ہے۔ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں یعنی جیسا راجہ ویسی پرجا۔ دو جہاں۔ اُن مہمانوں میں ایک بہت پیٹو تھا۔ جسم ضخم۔ چونکہ وہ بہت موٹا تھا اُس کو کوئی اپنے گھر نہ لے گیا۔ بُز۔ یعنی آنحضورؐ کے گلے میں سات بکریاں دودھ دینے والی تھیں۔

کہ مقیم[1] خانہ بودندے بزاں
جو بکریاں گھر پر رکی ہوئی تھیں

بہرِ دوشیدن برائے وقتِ خواں
دسترخوان کے وقت دُہنے کے لئے

نانِ آش و شیرِ آں ہر ہفت بز
روٹی اور سالن اور اُن سات بکریوں کا دودھ

خوردآں بوقحط عوج ابنِ عُز
وہ قحط زدہ عوج، عُز کا بیٹا کھا گیا

جملہ اہلِ بیت خشم آلود شدند
تمام گھر والے غصہ میں بھر گئے

کہ ہمہ در شیرِ بز طامع بدند
کہ سب بکریوں کے دودھ کے اُمیدوار تھے

معدہ طبلے خوار[2] ہمچو طبل کرد
پیٹ نے معدہ ڈھول کی طرح کر لیا

قسمِ ہژدہ آدمی تنہا بخورد
اٹھارہ آدمیوں کا حصہ تنہا کھا گیا

وقتِ خفتن رفت و در حجرہ نشست
سوتے وقت گیا اور حجرے میں بیٹھ گیا

پس کنیزک از غضب در را ببست
لونڈی نے غصہ سے دروازہ بند کر دیا

از بروں زنجیر در را در فگند
باہر سے دروازے کی زنجیر لگا دی

کاز دو بد خشمگین و دردمند
کیونکہ وہ اُس سے غصہ میں اور رنجیدہ تھی

گبر را از نیم شب تا صبحدم
کافر کو آدھی رات سے صبح تک

بس تقاضا آمد و دردِ شکم
بہت تقاضا اور پیٹ میں درد ہوا

از فراشِ خویش سوئے در شتافت
اپنے بستر سے دروازے کی جانب دوڑا

دست بر در چوں نہاد او بستہ یافت
جب دروازہ پر ہاتھ رکھا اُس کو بند پایا

در کشادن[3] جملہ کرد آں حیلہ ساز
اُس مکار نے دروازہ کھولنے کی تدبیر کی

نوع نوع و خود نشد آں بند باز
طرح طرح لیکن، وہ دروازہ نہ کھلا

شد تقاضا بر تقاضا خانہ تنگ
تقاضے پر تقاضے کی وجہ سے گھر تنگ ہو گیا

ماند او حیران و بیدرمان و دنگ
وہ حیران اور پریشان اور لاچار ہو گیا

حیلہ کرد و بخواب اندر خزید
اُس نے تدبیر کی اور نیند میں مبتلا ہو گیا

خویشتن در خواب در ویرانہ دید
اُس نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ویرانہ میں دیکھا

زانکہ ویرانہ بُد اندر خاطرش
کیونکہ اُس کے باطن میں ویرانہ تھا

شد بخواب اندر ہمانجا منظرش
خواب میں بھی اُس کی اُسی جگہ نظر پڑی

خویش در ویرانہ خالی چو دید
جب اُس نے اپنے آپ کو خالی ویرانہ میں دیکھا

او چناں محتاج اندر دم پرید
اُس ایسے ضرورتمند نے فوراً گھبرا دیا

---

[1] مقیم۔ یہ دودھ والی بکریاں جنگل نہ جاتی تھیں تاکہ کھانے کے وقت اُن کا دودھ دھویا جائے جو قحط۔ قحط میں مبتلا انسان بسیار خور ہو جاتا ہے عُز۔ ترکوں میں سے ایک قوم تھی جو ڈاکو تھی عوج کے باپ کا نام مشکل تھا مولانا نے اُس کی بری عادتوں کی وجہ سے اُس کو عُز کا بیٹا کہا ہے۔ خشم آلود۔ خشم آلودہ۔ طامع۔ اُمیدوار۔

[2] طبلے خوار۔ بسیار خور۔ ہژدہ۔ اٹھارہ۔ پس۔ چونکہ لونڈی کو اُس پر غصہ آرہا تھا۔

[3] در فگند۔ یعنی زنجیر کو کُنڈے میں ڈال دیا۔ تقاضا۔ یعنی اُس کو بدہضمی کی وجہ سے تقاضائے حاجت کا تقاضہ ہوا اور پیٹ میں درد ہوا۔

[4] در کشادن۔ اُس نے دروازہ کھولنے کی بہت تدبیریں کیں لیکن دروازہ نہ کھلا۔ خبیث کردہ۔ اُس نے تقاضائے حاجت کو دبانے کی یہ تدبیر کی کہ سو گیا۔ برید۔ اُس نے پاخانہ پھر دیا۔

گشت بیدار و بدید آن جامۂ خواب — پر حدث[1] دیوانہ شد از اضطراب
بیدار ہوا اور اس نے سونے کا بستر دیکھا — نجاست سے بھرا ہوا پریشانی سے دیوانہ ہو گیا

زاندرون او برآمد صد خروش — زیں چنیں رسوائیِ بے خاک پوش
اس کے دل سے سینکڑوں آہیں نکلیں — مٹی میں نہ چھپنے والی ایسی رسوائی سے

گفت خوابم بد تر از بیداریم — کارِ نیکم بد تر از بد کاریم
بولا میرا سونا میری بیداری سے بدتر ہے — میری نیکی میری بدکاری سے (بھی) بری ہے

بانگ[2] می زد وا ثبورا وا ثبور — آنچناں کہ کافراں روزِ نشور
ہائے ہلاکت! ہائے ہلاکت کا شور کرتا تھا — جس طرح کافر حشر کے دن (کریں گے)

منتظر کہ کے شود ایں شب بسر — تا بر آید از گشادن بانگِ در
اس کا منتظر کہ یہ رات کب ختم ہو گی — تاکہ دروازہ کھلنے کی آواز آئے

تا گریزد او چو تیرے از کماں — تا نہ بیند ہیچکس اورا چناں
تاکہ وہ کمان سے تیر کی طرح بھاگ جائے — تاکہ اس کو کوئی اس حالت میں نہ دیکھے

قصہ بسیار است کوتہ میکنم — باز شد آں در رہید از درد و غم
قصہ بہت ہے، میں مختصر کرتا ہوں — دروازہ کھلا اس کو درد و غم سے نجات ملی

در حجرہ کشادن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر مہمانِ خود و خود

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان کے لئے حجرے کا دروازہ کھولنا اور اپنے آپ کو

راپنہاں کردن تا او خیالِ در کشانیدہ را نہ بیند و خجل

چھپا لینا تاکہ دروازہ کھولنے والے کی پرچھائیں کو نہ دیکھے اور شرمندہ نہ

نشود و گستاخ بیروں رود

ہو اور بے دھڑک باہر چلا جائے

مصطفیٰ[3] صبح آمد و در را کشاد — صبح آں گمراہ را او راہ داد
صبح کر مصطفیٰ آئے اور دروازہ کھولا — صبح کو اس گمراہ کو انہوں نے راستہ دیدیا

در کشاد و گشت پنہاں مصطفیٰ — تا نگردد شرمسار آں مبتلا
دروازہ کھولا اور مصطفیٰ چھپ گئے — تاکہ وہ مصیبت کا مارا شرمندہ نہ ہو

تا بروں آید رود گستاخ او — تا نہ بیند در گشا را پشت و رو
تاکہ وہ باہر آجائے اور بے دھڑک چلا جائے — تاکہ دروازہ کھولنے والے کی پشت اور چہرے کو نہ دیکھے

[1] پر حدث یعنی پاخانہ میں سنا ہوا ——— ز اندرون۔ اس کے دل میں اس نازیبا حرکت سے بہت سی پریشانیاں پیدا ہو گئیں۔ گفت۔ جاگنے میں زیادہ کھایا سوتے میں بستر پر پاخانہ پھیر دیا۔

[2] بانگ۔ کفار حشر کے دن کہا دیلا وا ثبورا ہائے تباہی ہائے ہلاکت کہیں گے نشور۔ حشر۔ بسر۔ یعنی رات کب ختم ہو گی۔ چناں۔ یعنی پاخانہ میں سنا ہوا۔

[3] مصطفیٰ۔ آنحضورؐ کو مہمان کی یہ حرکت کسی طرح معلوم ہو گئی تھی ——— دروازہ اس لئے نہ کھولا کہ اس کو خوب شرمندگی ہو جو اس کے ایمان لانے کا سبب بن جائے۔ تا نگردد۔ آنحضورؐ دروازہ کھول کر خود چھپ گئے تاکہ اس کو مزید شرمندگی نہ ہو۔

یا[1] نہاں شد در پسِ دیوار یا
یا تو دیوار کے پیچھے چھپ گئے یا

از وَبش پوشید دامانِ خدا
ان کو اس سے خدا کے دامن نے چھپا لیا

صبغۃ اللہ گاہ پوشیدہ کند
اللہ (تعالیٰ) کا رنگ کبھی چھپا تا ہے

پردۂ بیچوں بَراں ناظر تند
بے کیفیت کا پردہ دیکھنے والے پر پڑ جاتا ہے

تا نہ بیند خصم را پہلوئے خویش
تاکہ وہ دشمن کو اپنے پہلو میں نہ دیکھے

قدرتِ یزداں ازیں بیش ست بیش
اللہ (تعالیٰ) کی قدرت بیش از بیش ہے

مُصطفےٰ می دید احوالِ شبش
مصطفےٰ اس کے رات کے احوال دیکھ رہے تھے

لیک مانع بود فرمانِ رَبش
لیکن اُن کو اللہ (تعالیٰ) کا حکم مانع تھا

تا[2] کہ پیش از خیط[3] بکشاید رَہے
تاکہ وہ اُس رسوائی سے کنویں میں نہ گرے

تا نیفتد زاں فضیحت در چہے
تاکہ وہ اُس رسوائی سے کنویں میں نہ گرے

لیک حکمت بود و امرِ آسماں
لیکن مصلحت تھی اور آسمان کا حکم

تا نہ بیند خویشتن را او چناں
کہ وہ اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھ لے

بس عداوتہا کہ آں یاری بُود
بہت سی عداوتیں ہوتی ہیں کہ وہ دوستی ہوتی ہیں

بس خرابیہا کہ معماری بُود
بہت سی بربادیاں ہوتی ہیں کہ وہ آبادی ہوتی ہیں

چونکہ کافر باب را بکشادہ دید
جب کافر نے دروازہ کھلا دیکھا

نرم نرمک از کمیں بیروں دوید
گھات سے آہستہ آہستہ باہر بھاگ گیا

جامۂ خواب پُر حدث[4] یا یک فضول
سونے ہوئے کپڑے کو ایک سادہ لوح

قاصداً آورد در پیشِ رسولؐ
جان بوجھ کر آنحضورؐ کے سامنے لے آیا

کہ[5] چنیں کرد ست مہمانت ہمیں
کہ دیکھئے آپ کے مہمان نے ایسا کیا ہے

خندۂ زد رحمتہ للعالمیں
جہانوں کی رحمت مسکرا دیئے

کہ بیار آں مطہرہ اینجا بہ پیش
کہ وہ لوٹا سامنے لے آ

تا بشویم جملہ را بادستِ خویش
تاکہ سب کو اپنے ہاتھ سے دھوئیں

ہر کسے می جست کز بہرِ خدا
ہر شخص دوڑا کہ خدا کے لئے

جانِ ما و جسمِ ما قربانِ تُرا
ہماری جان اور ہمارا جسم آپ پر قربان ہو

ما بشوئیم ایں حدث را تو بہل
اس گندگی کو ہم دھو دینگے آپ رہنے دیں

کارِ دست ست ایں نمط نہ کارِ دل
یہ ہاتھ کا کام ہے، نہ کہ دل کا

[1] یا نہاں۔ حضورؐ یا خود چھپے تھے یا خدا نے آپ کو اُس کی نگاہوں سے چھپا دیا تھا۔ صبغۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کبھی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیتا ہے کہ انسان اپنے پہلو کے دشمن کو نہیں دیکھ سکتا۔ مصطفےٰ۔ آنحضورؐ کو اُس کے احوال کا علم ہو گیا تھا لیکن خدا کا حکم تھا کہ رات کو دروازہ نہ کھولیں

[2] تا کہ۔ یعنی صبح صادق۔ لیکن رات میں دروازہ نہ کھولنا بظاہر اُس کے ساتھ دشمنی تھی لیکن اُس میں بھی اُس کی بھلائی مضمر تھی۔ چونکہ جب اُس کافر نے صبح کو دروازہ کھلا دیکھا چپکے سے نکل بھاگا۔ فضول۔ اُن صاحب کے لئے مناسب تھا کہ وہ اُس پاخانہ کو خود دھو دیتے۔

[3] خیط۔ رسوائی

[4] حدث۔ اُن صاحب نے آنحضورؐ کو بستر دکھا کر کہا۔ جملہ۔ لوٹا۔ ہر کسے۔ ہر صحابی نے کوشش کی کہ پاخانہ خود دھو دے۔ یہ کاروبار آنحضورؐ صحابہ کے لئے دل و جگر تھے۔

[5] کہ چنیں۔ اُن صاحب نے آنحضورؐ کو بستر دکھا کر کہا۔ جملہ۔ لوٹا۔ ہر کسے۔ ہر صحابی نے کوشش کی کہ پاخانہ خود دھو دے۔ یہ کاروبار آنحضورؐ صحابہ کے لئے دل و جگر تھے۔

اے[1] لعمرک مر تُرا حق عُمر خواند — پس خلیفہ کرد و بر کُرسی نشاند
اے تیری جان کی قسم (اے محمد) تجھے اللہ نے قسم کھا کر کہا — پھر قائم مقام بنایا اور کرسی پر بٹھایا

ما برائے خدمتِ تو میزیم — چوں تو خدمت می کُنی پس ما کیئیم
ہم آپ کی خدمت کے لئے زندہ ہیں — جب آپ خدمت کریں تو پھر ہم کیا ہیں؟

گفت آں دانم ولیک ایں ساعت[2] — کہ دریں شستن بخویشم حکمت ست
فرمایا میں یہ جانتا ہوں لیکن یہ وقت ہے — کہ اس میں میرے خود دھونے میں حکمت ہے

منتظر بودند کیں قولِ نبی ست — تا پدید آید کہ ایں اسرار چیست
وہ منتظر ہو گئے کہ یہ نبی کا فرمان ہے — یہاں تک کہ معلوم ہو کہ یہ کیا راز ہے؟

اُو بجد می شُست آں احداث را — خاص زامرِ حق نہ تقلید و ریا
وہ اُن نجاستوں کو کوشش سے دھوتے تھے — خاص اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے نہ کہ تقلید اور ریا سے

کہ دش میگفت کیں را تو بشو — کاندریں جا ہست حکمت تو بتو
کہ اُن کا دل کہہ رہا تھا کہ اس کو آپ خود دھوئیں — کہ اس جگہ میں تمہارے لئے حکمتیں ہیں

سببِ رجوع کردنِ آں مہمان بخانۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دراں ساعت کہ نہالینِ مُلوثِ اُو را بدست مبارک
اُس مہمان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اُس وقت واپس آنے کا سبب جس وقت کہ وہ سنے ہوئے نہالچوں کو اپنے دستِ مبارک سے دھو رہے تھے

خود می شُست و عجل تندنِ اُو و جامہ چاک کردن و نوحہ کردنِ اُو بر خود و بر حالِ خود و مُسلمان شدن
اور اُس کا اپنے اوپر اور اپنی حالت پر شرمندہ ہونا اور کپڑے پھاڑنا اور رونا اور مسلمان ہو جانا

کافرک[3] را ہیکلے بُد یادگار — یا وہ دید آنرا و گشت او بیقرار
اُس کافر کے پاس ایک یادگار مورتی تھی — اُس نے اسکو گم شدہ پایا وہ بے قرار ہو گیا

گفت آں حُجرہ کہ شب داشتم — ہیکل آنجا بے خبر بگذاشتم
کہا کہ وہ حجرہ جہاں میں نے رات قیام کیا تھا — لاعلمی میں مورتی اُس جگہ چھوڑ آیا ہوں

گرچہ شرمیں بُود شرمش حرص بُرد — حرص اژدرہاست کیں چیزیست خرد
اگرچہ وہ شرمندہ تھا لیکن لالچ نے اُسکی شرمندگی ختم کر دی — حرص اژدہا ہے، چھوٹی چیز نہیں ہے

[1] اے۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ۔ تیری عمر کی قسم وہ اپنی مستی میں اندھے ہو رہے ہیں۔ خدا نے آنحضور کی عمر کی قسم کھائی اور قسم ذات و صفاتِ خداوندی کی کھائی جاتی ہے تو گویا آنحضور کی عمر کو اپنی صفت قرار دیا ہے۔ آپ ہماری زندگی کا مقصد آپ کی خدمت ہے۔ اگر ہم خدمت نہ کریں تو زندگی بیکار ہے۔

[2] کہ دریں۔ آنحضور نے فرمایا ان سب باتوں کا مجھے یقین ہے لیکن پاخانہ خود میں اپنے ہاتھوں سے دھوؤں گا اسی میں حکمت پوشیدہ ہے۔ ایں اسرار۔ یعنی خود دھونے کی حکمت کو دیکھ سکیں۔ آنحضور اپنے ہاتھوں نجاست کو خدائی حکم سے دھو رہے تھے اس میں کسی ریا اور تقلید کو دخل نہ تھا۔ مُلوث سنا ہوا۔

[3] کافرک۔ وہ مہمان بتی مورتی بھول کر چلا گیا تھا اگرچہ اگرچہ وہ شرمندہ تھا لیکن مورتی کی حرص نے اس کو دوبارہ لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

[1] از پے ہیکل شتاب اندر دوید
مورتی کی خاطر جلدی سے اندر گھس گیا

کاں یدُ اللہ آں حدث را ہم بخود
کہ وہ اللہ کے ہاتھ اس نجاست کو خود

ہیکلش از یاد رفت و شد پدید
مورتی اُس کے حافظہ سے نکل گئی اور پیدا ہو گیا

میزد اُو دو دست را بر رُو و سَر
وہ دونوں ہاتھ اور سر پر مارتا تھا

آنچناں کہ خوں ز بینی و سَرش
اس طرح کہ اُس کی ناک اور سر سے خون

[2] نعرہا زد خلق جمع آمد برُو
اُس نے نعرے مارے لوگ اُسکے پاس جمع ہو گئے

میزد اُو بر سَر کہ اے بے عقل سَر
وہ سر پیٹتا تھا کہ اے بے عقل سر!

سجدہ میکرد اُو کہ اے کُلِّ زمیں
وہ سجدہ کرتا تھا کہ اے عالم کے مجموعے!

تو کہ کُلّی خاضع اَمرِ وئی
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اُسکے حکم پر جھکے ہوئے ہیں

تو کہ کُلّی خوار و لرزانی ز حق
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اللہ تعالیٰ سے خوار اور اللہ سے لرزاں ہیں

[3] ہر زماں میکرد رُو بر آسماں
ہر آن آسمان کی طرف منہ کرتا

چوں زحد بیروں بلرزید و طپید
جب وہ حد سے زیادہ لرزا اور تڑپا

ساکنش کرد و بے بنواختش
اُس کو سکون دلایا اور اُسکو بہت نوازا

در مُشاق مُصطفٰے آں را بدید
مصطفٰےؐ کے حجرے میں اُس کو دیکھا

خوش ہمی شوید کہ دورش چشم بد
بہت اچھی طرح دھو رہے ہیں خدا انکو نظر بد سے

اندر و شورے گریباں را درید
اُسکے اندر ایک شور تھا جس نے اُسکے گریبان کو پھاڑ ڈالا

کلّہ را میکوفت بر دیوار و در
سر کو در و دیوار سے ٹکراتا تھا

شُد رَوان و رحم کرد آں مہترش
بہہ پڑا اور اُن بزرگوار نے اُس پر رحم کیا

گبر گویاں اَیُّھَ النَّاسُ اِحذَرُو
کافر کہتا تھا اے لوگو! ڈرو

میزد اُو بر سینہ کاے بے نور بر
وہ سینہ کوٹتا تھا کہ اے بے نور جسم!

شر مسار ست از تو ایں جزوِ مہیں
یہ ذلیل جزو آپ سے شرمندہ ہے

من کہ جزوم ظالم و لدّ و غوی
میں جو کہ جزو ہوں ظالم اور سرکش اور گمراہ ہوں

من کہ جزوم در خلاف و در سبق
میں جو کہ جزو ہوں خلاف اور سرکشی میں ہوں

کہ ندارم رُوی ایں قبلہ جہاں
کہ اس قبلۂ عالم کے سامنے میرا منہ نہیں ہے

مُصطفٰے اَش در کنارِ خود کشید
مصطفٰےؐ نے اُس کو اپنی بغل میں لے لیا

دیدہ اَش بکشاد و داد اَش شناختش
اُسکی آنکھیں کھولیں اور اُنھوں نے اُسکو پہچان لیا

---

[1] از پے۔ دوسری مورتی کیلئے واپس آیا تو اُس نے دیکھا کہ آنحضورؐ اپنے دست مبارک سے اُسکی نجاست دھو رہے ہیں۔ یہ آنحضرتؐ بیعت رضوان کے سلسلہ میں قرآن میں فرمایا گیا ہے یدُ اللہ فوق اَیدیھم۔ خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے۔ ہیکلش۔ وہ آنحضورؐ کے اس کریمانہ اخلاق کو دیکھکر اسقدر متاثر ہوا کہ مورتی کو بھول گیا اور دیوانہ وار اپنا سر دیواروں سے ٹکرانے لگا۔ خون بہا تو آنحضورؐ کو اُس پر ترس آنے لگا۔

[2] نعرہا۔ وہ نعرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ آنحضورؐ کی مخالفت سے ڈرو۔ بے عقل سر سر بے عقل۔ بے نور بر۔ بر بے نور کُلِّ زمیں۔ آنحضورؐ کی ذات گرامی انسان اور عالم کا مجموعہ ہیں۔ ذلیل۔ تو کہ حق۔ اُس کا رب نے کہا کہ آنحضورؐ جو مجموعۂ عالم ہیں وہ خدائی حکم کے تابع ہیں اور میں جزو ہو کر نافرمان اور سرکش بنا ہوا ہوں۔

[3] ہر زماں۔ وہ کافر ہر لمحہ آسمان کی طرف منہ کر کے کہتا تھا کہ میرا منہ اس قابل نہیں کہ آنحضورؐ کے روبرو ہوں۔ جس آنحضورؐ نے اُسکی بیقراری کو دیکھ کر اُسکو سینے سے لگا لیا۔ تسکین۔ آنحضورؐ نے اُس کو اطمینان دلایا اور اُس کو نور ایمان عطا فرما دیا۔

تا نگرید ابر کے خندد چمن
جب تک ابر نہیں روتا ہے چمن کب مسکراتا ہے!

طفل یک روزہ ہمیداند طریق
ایک روز کا بچہ بھی یہ راستہ جانتا ہے

تو نمی دانی کہ دایہ دایگاں
تو نہیں جانتا کہ دایوں کی دایہ

گفت ولیبکوا کثیرا گوش دار
اور چاہیئے وہ بہت روئیں کے قول کو یاد رکھ

گریۂ ابر ست و سوزِ آفتاب
ابر کا رونا ہو اور سورج کی جلن

گر نبودے سوزِ مہر و اشکِ ابر
اگر سورج کی جلن اور ابر کے آنسو نہ ہوتے

کے بُدے معمور ایں ہر چار فصل
یہ چاروں فصلیں کب آباد ہوتیں؟

سوزِ مہر و گریۂ ابرِ جہاں
دنیا کے ابر کا گریہ اور سورج کا سوز

آفتابِ عقل را در سوز دار
عقل کے سورج کو شورش میں رکھ

چشمِ گریاں باید چوں طفلِ خرد
تجھے چھوٹے بچہ کی طرح رونے والی آنکھیں رکھنا ہیں

تن چو ابر گست روز و شب ازاں
جسم چونکہ سرسبز ہے اس کی وجہ سے ہمیشہ

برگِ تن بے برگی جانست زود
جسم کی سبزی، جان کا پت جھڑ ہے، جلد

اقرضوا اللہ قرض دہ زیں برگِ تن
اللہ (تعالیٰ) کو قرض دو اس جسم کی تو نائی میں سے قرض دے

تا نگرید طفل کے جوشد لبن
جب تک بچہ روتا نہیں ہے دودھ کب جوش مارتا ہے!

کہ بگریم تا رسد دایہ شفیق
کہ میں رو پڑوں، تاکہ مہربان دایہ آجائے

کم دہد بے گریہ شیر اورا یگاں
خواہ مخواہ بے روئے دودھ نہیں دیتی ہے

تا بریزد شیر فضلِ کردگار
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی رحمت دودھ بہادے

اُستنِ دنیا ہمیں دو رشتہ تاب
دنیا کے ستون یہی دو رشتے چلانے والے ہیں

کے شُدے اجسامِ ما زفت و سطبر
ہمارے جسم موٹے اور بھاری کب ہوتے

گر نبودے ایں تفو و ایں گریہ اصل
اگر یہ جلن اور رونا بنیاد نہ بنتا

چوں ہمیدارد جہاں را خوش دہاں
جبکہ دنیا کو خوش بخش بناتا ہے

چشم را چوں ابر اشک افروز دار
آنکھوں کو ابر کی طرح آنسو بہانے والی رکھ

کم خور آں نانرا کہ نان آبِ تو بُرد
وہ روٹی نہ کھا جو تیری عزت کو برباد کردے

شاخِ جاں در برگ ریزست و خزاں
جان کی شاخ پت جھڑ اور خزاں میں ہے

ایں بباید کاستن آں را فزود
اس کو گھٹانا، اُس کو بڑھانا چاہیئے

تا بروید در عوض در دل چمن
تاکہ بدلے میں دل میں چمن اُگے

---

۵۱ تا نگرید مقصد یہ ہے کہ آہ و زاری سے ہی مقصد حاصل ہوتا ہے طفل۔ بچہ بھی جانتا ہے کہ جب تک نہ روؤں گا دایہ دودھ نہ دے گی۔ تو نمی دانی لیکن عاقل بالغ انسان یہ نہیں سمجھ رہا ہے کہ رحمت خداوندی بغیر آہ و زاری کے متوجہ نہیں ہوتی ہے۔ گفت قرآن میں ہے۔ فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا۔ تھوڑا ہنسو زیادہ روؤ۔ گریہ۔ ابر کے رونے اور سورج کی سوزش ہی سے دنیا کی تر و تازگی ہے۔

۵۲ گر نبودے۔ اگر عالم میں سورج کی گرمی اور ابر کا پانی نہ ہوتا جسام میں نشو و نما نہ ہو۔ چار فصل۔ سال کی چاروں فصلوں کا دار و مدار سورج کی گرمی اور ابر کی بارش پر ہے۔ آفتاب۔ انسان کو بھی اپنے کمال کے لئے عقل میں سوزش اور آنکھ میں آنسو درکار ہیں۔ تن جسم کی بہار روح کی خزاں ہے۔

۵۳ برگ تن۔ جسم کی شادابی روح کی پژمردگی ہے جسم کو گھٹانا اور روح کو بڑھانا چاہیئے۔ اقرضوا۔ قرآن پاک میں ہے ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا۔ اور اللہ کو قرض حسنہ دو۔ مولانا نے قرض کے معنی اللہ کے راستہ میں بدن کو گھٹانے کے لئے ہیں۔

قرض[1] دہ کم کن ازیں لقمہ تنت
قرض دے اپنے جسم کے لقمے کو کم کر

تا نماید وجہ لا عین ثرات
تاکہ جس کو آنکھ نے نہیں دیکھا وہ منہ دکھائے

تن ز سر گیں خویش چوں خالی کند
جب تو جسم کو اپنے پاخانے سے خالی کریگا

پر ز مشک و دُرِّ اجلالی کند
اجلال کے موتی اور مشک سے بھرے گا

زیں پلیدی بر ہد و پاکی برد
اس ناپاکی سے نجات پاجائیگا اور پاکی حاصل

از لِیُطَهِّرَکُم تنِ او بر خورد
وہ تمہیں پاک کرنے کے لئے تمہارے جسم پھل کھائیگا

دیو میترساندت کیں ہین وہین[2]
شیطان تجھے ڈراتا ہے کہ ہائیں ہائیں

زیں پشیماں گردی و گردی حزیں
اس سے تو شرمندہ ہوگا اور غمگین بنے گا

گر گدازی زیں ہوسہا تو بدن
اگر تو ان ہوسوں سے بدن کو گھلائے گا

پس پشیمان و غمیں خواہی شدن
تو شرمندہ اور غمگین ہوگا

ایں[3] بخور گرم ست و داروئے مزاج
یہ کھالے، گرم ہے اور مزاج کی دوا ہے

واں بیا شام از پئے نفع و علاج
اور نفع و علاج کے لئے وہ پی لے

ہم بدیں نیت کہ ایں تن مرکبست
نیز اس نیت سے کہ یہ جسم سواری ہے

آنچہ خوگر دست آنش اصولبست
جس کی اسکو عادت ہے وہ اس کیلئے بہتر ہے

ہیں مگرداں خو کہ پیش آید خلل
خبردار! عادت نہ بدل نقصان ہوگا

در دماغ و دل بزاید صد علل
دل اور دماغ میں سینکڑوں بیماریاں پیدا ہونگی

ایں چنیں تہدید ہا آں دیو دوں
اس طرح کی دھمکیاں وہ کمبخت شیطان

آرد و بر خلق خواند صد فسوں
دیتا ہے اور لوگوں پر سینکڑوں منتر پڑھتا ہے

خویش جالینوس سازد در دوا
اپنے آپ کو دوا میں جالینوس بناتا ہے

تا فریبد نفسِ بیمار ترا
تاکہ تیرے بیمار نفس کو فریب دے

کیں[4] ترا سود ست از درد و غمی
کہ یہ درد اور غم تیرے لئے مفید ہے

گفت آدمؑ را ہمی در گندمی
گیہوں کے بارے میں آدمؑ سے یہی کہا

پیش آری ہے وسیہات را
ائے ہائے اور افسوس کو پیش کرتا ہے

در لوشہ پیچد اُو لبہات را
تیرے ہونٹوں کو ڈوری سے باندھ دیتا ہے

---

[1] قرض دہ۔ جسمانی خوراک کو کم کر پھر جنت کی سیر خاص رہوگی۔ تن۔ جسم جب جسمانی فضلوں سے خالی ہوگا تو اسرار و انوار سے پُر ہو جائیگا زیں پلیدی جسمانی ناپاکی دُور ہوگی تو پاکیزگی حاصل ہوگی۔ یُطَهِّرَکُم قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا بیشک خدا چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے پلیدی زائل ہو جائے اور وہ تمہیں بالکل پاک کر دے۔ زیر۔ جسمانی لذتیں ترک کرنے سے شیطان ڈراتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے پیدا کرتا ہے۔

[2] ایں بخور۔ شیطان مختلف چیزوں کے فوائد سمجھا کر اُن کے کھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ ہم۔ شیطان کہتا ہے کہ جسم روح کی سواری ہے اس کو کمزور نہ کرنا چاہیئے۔ ہیں۔ جس چیز کی عادت ہو وہ نہ چھوڑ ورنہ بیماریاں اُٹھ کھڑی ہونگی۔ خویش۔ شیطان اپنے آپ کو حکیم جالینوس بنا کر مختلف مشورے دیتا ہے۔

[3] کیں۔ شیطان کہتا ہے کہ اگر فلاں چیز کھائے گا تو درد و غم سے نجات ہو جائیگی۔ حضرت آدمؑ سے شیطان نے اسی طرح کی باتیں کی تھیں۔ لوشہ۔ وہ رسّی جو فصل بندی کے وقت گھوڑے کے اوپر کے ہونٹ میں باندھ دی جاتی ہے تاکہ وہ مجبور ہو جائے۔

همچو لبهائے فرس در وقتِ نعل
جیسا کہ نعل (بندی) کے وقت گھوڑے کے ہونٹ

گوشهایت گیرد و چوں گوشِ اسپ
تیرے کان پکڑتا ہے اور گھوڑے کے کان کی طرح

برزند بر پات نعلے زاشتباہ
تیرے پاؤں میں شبہ کا نال جڑ دیتا ہے

نعلِ اُو هست آں تردد در دو کار
اُس کا نعل دو کاموں میں تردد ہے

آں یکے کہ هست مختارِ نبیؐ
وہ کہ جو نبیؐ کا پسندیدہ ہے

حُفَّتِ الْجَنَّةُ بچہ محفوف گشت
جنت کو ڈھانپ دیا ہے۔ کہیے سے ڈھانپا گیا ہے؟

صد فسوں دارد ز حیلت در زدہا
مکار رچیلے کے سینکڑوں منتر رکھتا ہے

گر بُوَد آبِ رواں بر بندد ش
اگر بہتا پانی ہو اُس کو روک دیتا ہے

گر بُوَد کوہے چو کہ بر باید ش
اگر پہاڑ ہو اُس کو تنکے کی طرح اڑا دیتا ہے

عقل را با عقلِ یارے یار کُن
عقل کو کسی دوست کی عقل کا دوست بنا

تا نماید سنگِ کمتر را چو لعل
تاکہ کمتر پتھر کو لعل (بنا کر) دکھادے

میکشاند سوئے حرص و سوئے کسب
حرص اور کمائی کی جانب کھینچتا ہے

کہ بمانی تو ز دردِ آں زراہ
کہ تو اُس کی تکلیف سے راستے رُک جاتا ہے

ایں کُنم یا آں کُنم ہیں ہوشدار
یہ کروں یا وہ کروں خبردار! ہوشیار رہ

آں مکُن کہ کرد مجنون و صبی
وہ نہ کر جو پاگل اور بچہ نے کیا

بالمکارہ کہ از و افزوں گشت
ناپسندیدہ چیزوں سے جن کو اُس نے بڑھا رکھا ہے

کاں کُند در سلّہ گر ہست اژدہا
کہ نوکری میں ڈال دیتا ہے خواہ اژدہا ہو

در بُوَد جبرِ زماں بر خند دش
اگر عالمِ زمانہ ہو اُس کا مذاق اُڑاتا ہے

دست بُرد خویشتن بنمایدش
اپنے غلبہ کی اُس پہ نمائش کرتا ہے

اَمرُهُم شُورٰی بخوان و کار کُن
"اُن کا معاملہ باہمی مشورہ ہے" کو پڑھ اور کام کر

نواختن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آں عرب مہمان را و
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس عرب مہمان کو نوازنا اور اُس کو اصطبل میں اور

تسکین دادن اُورا از اضطراب و گریہ و نوحہ کہ بر خود میکرد
رونے اور اُس نوحہ سے تسکین دینا جو وہ شرمندگی اور ندامت اللہ

از خجالت و ندامت و آتشِ نومیدی
ناامیدی کی آگ کی وجہ سے اپنے اوپر کر رہا تھا

---

۵۱ تا نماید شیطان کی یہ تمام باتیں اس لئے ہیں کہ وہ حقیر چیز کو بڑھا بنا کر دکھادے۔ گوشہایت۔ شیطان انسان کے کان پکڑ کر حرص اور مکر کمائی کی جانب لے جاتا ہے۔ برزند۔ شیطان شبہات اور وساوس کے ذریعہ صحیح راستے سے روک دیتا ہے۔ نعل۔ وہ شیطان ہر فعل بندی کرتا ہے وہ تردد میں مبتلا کر دیتا ہے۔ آں یکے۔ جب تردد ہو تو وہ کام کر جو نبی نے کیا ہے طفلانہ اور مجنونانہ کام نہ کر۔ حفت۔ حدیث شریف ہے حُفَّتِ الْجَنَّةُ جالنگارہ جنت دل کی ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دی گئی ہے

۵۲ صد فسوں۔ شیطان کو ایسے منتر آتے ہیں کہ اژدہے کو بھی نوکری میں بند کر لیتا ہے۔ گر بود۔ شیطان اپنے منتر کے ذریعہ چلتا دریا روک دیتا ہے اور بڑے بڑے عالموں کا مذاق اُڑا دیتا ہے پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے اور اپنی بڑائی کی نمائش کرتا ہے۔

۵۳ عقل۔ شیطان سے بچنے کیلئے اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے وابستہ کر دے اور اُس سے مشورہ کرے۔ نواختن۔ وہ مہمان عرب جس نے خواب کر دیا تھا اُس کی گریہ وزاری پر آنحضورؐ نے اُس کو بہت نوازا۔

ایں سخن پایاں ندارد آں عرب
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے۔ وہ عرب

خواست[1] دیوانہ شدن عقلش رمید
اس نے دیوانہ بننا چاہا، اسکی عقل بھاگ گئی

گفت ایں سو آ بیامد آں چناں
فرمایا ادھر آ، وہ اِس طرح آیا

گفتش ایں سو دامکن ہیں با خود آ
اُس سے فرمایا یہ دیوانگی نہ کر خبردار! ہوش میں آجا

آب بر رُو زد دَر آمد در سخن
اُس کے مُنہ پر پانی چھڑکا، وہ بولا

تا گواہی بدہم و بیروں شوم
تاکہ میں کلمہ شہادت پڑھ لوں اور باہر نکل جاؤں

مادریں[2] دہلیز قاضی قضا
ہم قضا کے قاضی کی چوکھٹ پر

کہ بلیٰ گفتیم واں را زامتحاں
کہ ہم نے بلیٰ کہا ہے اور اسکی آزمائش کیئے

از چہ دَر دہلیز قاضی تن زدیم
ہم قاضی کی چوکھٹ پر خاموش کیوں ہوں؟

چند[3] دَر دہلیز قاضی اے گواہ
اے گواہ! قاضی کی چوکھٹ پر کب تک

زاں نخواندندت بدیں جا تا کہ تو
اُنھوں نے تجھے یہاں اس لئے بُلوایا ہے کہ تو

از لجاج خویشتن بنشستۂ
تو اپنے جھگڑالوپن سے بیٹھا ہوا ہے

تا نہ بدہی آں گواہی اے شہید
اے گواہ! جب تک تو وہ گواہی نہ ادا کرے گا

ماند از الطافِ آں شہ در عجب
اُس شاہ کی مہربانیوں سے تعجب میں رہ گیا

دستِ عقلِ مُصطفےٰ بازش کشید
حضرت مصطفیٰ کی عقل کے ہاتھ نے اسکو پھر کھینچا

کہ کسے بر خیزد از خوابِ گراں
کہ جیسے کوئی بھاری نیند سے اُٹھے

کاریں سُوہست با تو کارہا
کیونکہ اِس طرف تجھ سے بہت کام ہیں

کالے شہیدِ حق شہادت عرضہ کُن
کہ اے اللہ تعالیٰ کے گواہ! کلمۂ شہادت پیش کیجئے

سیرم از ہستی دراں ہا موں شوم
میں ہستی سے سیر ہو گیا ہوں، اِس جنگل میں چلا جاؤں

بہرِ دعویِ اَلَستیم و بلےٰ
اَلَست اور بلیٰ کے دعوے کی وجہ سے ہیں

فعل و قولِ ما شہودست و بیاں
ہمارا قول و فعل گواہ اور بیان ہیں

نے کہ ما بہرِ گواہی آمدیم
کیا ہم گواہی کے لئے نہیں آئے ہیں

حبس باشی دہ شہادت از بگاہ
قید رہے گا، صبح سے گواہی دے دے

آں گواہی بدہی و ناری عتو
وہ گواہی دیدے اور سرکشی نہ کرے

اندریں تنگی لب و کف بستۂ
اِس تنگی میں تو نے ہونٹ اور ہاتھ باندھ لئے ہیں

تو ازیں دہلیز کے خواہی رہید
تو اِس چوکھٹ سے کب چھٹے گا؟

---

[1] خواست: وہ دیوانہ ہو جانے کے قریب تھا آنحضورؐ نے اس کی عقل کو خطاب فرمایا۔ آنحضورؐ نے اس سے فرمایا دیوانگی ختم کردے کیونکہ تجھ سے بہت کام لینا ہے۔ آپ پر وحی۔ آنحضورؐ نے اس کے مُنہ پر پانی چھڑکا تو وہ ہوش میں آیا اور کہنے لگا کہ مجھے شہادت کا کلمہ پڑھا دیجئے تاکہ گواہی بحقیقی معنی میں کلمۂ شہادت پڑھ لینے پر انسان دنیا سے نجات پاکر آخرت کا آدمی بن جاتا ہے۔ (اشرفی۔ جنگل۔

[2] آدریں۔ ازل میں خدا نے دریافت کیا تھا کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں؟ تو ہم نے جواب دیا کہ "ہاں" اب ہم دنیا میں اِس جواب کے ثبوت کے لئے بھیجے گئے ہیں تاکہ قول و فعل کی گواہوں کے ذریعہ اپنے "ہاں" کے دعوے کو ثابت کریں۔ کہ بلیٰ۔ ازل میں ہم نے "بلیٰ" کہا ہے ہمارا قول و فعل اِس پر گواہ ہے

[3] چند۔ گواہوں کو قاضی کی عدالت میں خاموش نہ رہنا چاہیے۔ زاں۔ دنیا کی زندگی قول اور فعل گواہی کے لئے ہے۔ از لجاج۔ اگر گواہ حالت میں پہنچ کر خاموشی اختیار کرے تو یہ اُس کا جھگڑالوپن ہے ..... تا نہ بدہی۔ جب تک گواہی نہ دے گا قاضی کی عدالت میں معتقید رہے گا۔

یک زماں کاریست بگذار و بتاز
تھوڑی دیر کا کام ہے، کر دے اور بھاگ جا

کارِ کوتہ را مکن بر خود دراز
مختصر کام کو اپنے لئے لمبا نہ کر

خواہ در صد سال و خواہی یک زماں
خواہ سو سال میں اور خواہ تھوڑی دیر میں

ایں امانت را گذار و وارہاں
یہ امانت ادا کر دے اور چھوٹ جا

بیان آنکہ نماز و روزہ و حج و ہمچنیں ہای بیرونی گواہیہاست

اِس کا بیان کہ نماز اور روزہ اور حج اور ظاہری تمام چیزیں باطنی

بر نورِ اندرونی

نور کی گواہ ہیں

ایں نماز و روزہ و حج و جہاد
یہ نماز اور روزہ اور حج اور جہاد

ہم گواہی دادنست از اعتقاد
بھی عقیدہ پر گواہی دینا ہے

ایں زکوٰۃ و ہدیہ و ترکِ حسد
یہ زکوٰۃ اور ہدیہ اور حسد نہ کرنا

ہم گواہی دادنست از سرِّ خود
بھی اپنے باطن پر گواہی دینا ہے

خوان و مہمانی پے اظہار راست
دسترخوان اور مہمانی اسکے اظہار کیلئے ہے

کاے مہاں ہا شما ہستیم راست
کہ اے بزرگو! ہم تمہارے مخلص ہیں

ہدیہ ہا و ایثار مغان و پیشکش
ہدیے اور تحفہ اور نذرانہ

شد گواہِ آنکہ ہستم با تو خوش
اِس کے گواہ ہیں کہ ہم آپ سے خوش ہیں

ہر کسے کو شد بمالے یا فسوں
جو شخص مال (لینے) یا دعا کی کوشش کرتا ہو

چیست؟ دارم گوہرے در اندروں
کیا ہے؟ میں باطن میں جوہر رکھتا ہوں

گوہرے دارم ز تقوے یا سخا
میں جوہر رکھتا ہوں تقوے کا یا سخاوت کا

ایں زکوٰۃ و روزہ بر ہر دو گوا
یہ زکوٰۃ اور روزہ دونوں کے گواہ ہیں

روزہ گوید کرد تقویٰ از حلال
روزہ کہتا ہے کہ اس نے حلال سے پرہیز کیا

باحراماش داں کہ نبود اتصال
سمجھ لے کہ حرام سے اس کا اتصال نہ ہوگا

وانز کوتش گفت کو از مالِ خویش
اس کی زکوٰۃ نے کہا کہ وہ اپنے مال میں سے

میدہد پس چون بلے زد دزاہلِ کیش
دیتا ہے پس تو دینداروں کا کیسے چرائے گا؟

گر بنظراری کند پس دو گواہ
اگر (کوئی) گواہ، زبان درازی کرے گا تو دو گواہ

جرح شد در محکمہ عدلِ الٰہ
خدا کے انصاف کے محکمہ میں مجروح ہو گئے

۱؎ یکزماں۔ گواہی دینا تھوڑی دیر کا کام ہے۔ اِس معاملہ کو دراز کرنا بے کار ہے۔ ایں نماز۔ ارکانِ اسلام پر عمل اعتقاد پر عمل گواہی ہے۔ ہستر خود۔ یعنی اعتقاد۔ خوان۔ اگر میزبان مہمان کی خاطر تواضع کرتا ہے تو یہ اِس بات کی گواہی ہے کہ وہ مہمان سے خوش ہے۔

۲؎ ہدیہ۔ کسی کو تحفہ دینا یہ بھی اِس کی گواہی ہے کہ تو اُس سے خوش ہے۔ ہر کسے۔ اگر کوئی شخص مال صرف کرتا ہے یا دعا دیتا ہے تو یہ اِس بات پر گواہ ہے کہ اُس شخص میں تقوے کا جوہر موجود ہے یا وہ سخی ہے۔

۳؎ روزہ۔ روزہ اِس بات کا گواہ ہے کہ اُس نے خدا کے حکم کے مطابق حلال کھانے کو بھی ترک کر دیا ہے تو پھر وہ حرام کب کھا سکتا ہے۔ زکوٰۃ۔ زکوٰۃ اِس بات کی گواہ ہے کہ جب وہ اپنا مال صرف کر رہا ہے تو کسی دیندار کا مال کیسے چُرا سکتا ہے.... .... تو بظراری۔ اگر زکوٰۃ اور روزے میں ریا و فریب کا دخل کریگا تو یہ دونوں گواہ اللہ کے دربار میں عدالت سے گر کر مجروح ہو جائیں گے۔

هست صیّاد[1] ار کند دانه نثار — نے ز رحم و جود بل بهر شکار

شکاری ہے، اگر دانہ بکھیرتا ہے — رحم اور سخاوت کی وجہ سے نہیں بلکہ شکار کرنے

هست گر بر روزه دار اندر صیام — خفته کرده خویش بهر صید خام

نی روزہ دار ہے، روزوں میں — ناتجربہ کار شکار کیلئے اپنے آپ کو سلائے ہوئے ہے

کرده بدظن زین کژی صد قوم را — کرده بدنام اهل جود و صوم را

اس کجی سے اس نے سینکڑوں قوموں کو بدظن کردیا — اس نے سخیوں اور روزہ داروں کو بدنام کیا

فضل حق با این که او کژ می تند — عاقبت زین جمله پاکش می کند

باوجودیکہ وہ کجی کررہا ہے اللہ کا کرم — انجام کار اُن سب سے اُس کو پاک کردیتا ہے

سبق[2] برده رحمتش داں غدر را — داده نورے که نباشد بدر را

اُس کی رحمت سبقت لے گئی اور اُس غدار کو — وہ نور عطا کیا جو چودھویں کے چاند میں نہیں ہوتا ہے

کوشش[3] اشته حق زین اختلاط — غسل داده رحمت او را زین خباط

اس خلط ملط سے اللہ (تعالیٰ) نے اُس کوشش کو — رحمت نے اُس کو اس خبطی پن سے غسل دیدیا

تا که غفاری او ظاهر شود[4] — سیئات جمله را غافر شود

تاکہ اُس کی غفاری ظاہر ہو جائے — تمام گناہوں کو بخشنے والی بن جائے

پاک کردن آب همه پلیدی ها را و باز پاک کردن خدای

اپنی کائنات کی ناپاکیوں کو پاک کرنا اور پھر اللہ تعالیٰ کا پانی کو ناپاکی سے

تعالیٰ آب را از پلیدی لاجرم حق تعالی قدّوس آمد

پاک کرنا لامحالہ اللہ تعالیٰ بہت پاک ثابت ہوا

آب بهر این ببارید از سماک[5] — تا پلیداں را کند از خبث پاک

پانی ابر سے اس لئے برسایا — تاکہ ناپاکوں کو نجاست سے پاک کردے

آب چون بیکار گردد شد نجس — تا چناں شد کاب را رد کرد حس

پانی جب بیکار ہوگیا ناپاک ہوگیا — ایسا ہوگیا کہ پانی کو حس نے رد کردیا

حق ببردش باز در بحر صواب — تا بشستش از کرم آن آب آب

اللہ (تعالیٰ) نے اُس کو دوبارہ دریا کے سمندر میں لے گیا — یہاں تک کہ اس کے کرم نے پانی کو پانی سے دھو دیا

پاک صاف کرکے پھر دنیا میں بھیج دیتا ہے۔

---

[1] صیاد۔ شکاری پرندوں کو دانہ ڈالتا ہے لیکن یہ سخاوت نہیں ہے۔ گرتبہ۔ نفلی بھی روزہ دار مسلم ہوتی ہے لیکن اس نے یہ صورت محض شکار کو پھانسنے کے لئے بنا رکھی ہے۔ کردہ بدظنی۔ ریاکاری کے ساتھ روزہ رکھنے والا اور مال خرچ کرنے والا روزہ دار اور سخی کا بدنام کنندہ ہے۔ فضل حق عبادت شروع میں ریا پھر عادت بنتی ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو عبادت بنا دیتا ہے۔

[2] سبق برده۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سابق ہے اسلئے اللہ تعالیٰ ریاکار فقار کو بھی انجام میں نور بخش دیتا ہے۔ کوشش۔ اللہ تعالیٰ اس عبادت کو جس میں ریا ہوتا ہے پاک صاف کردیتا ہے تاکہ اس کی غفاری کا مظاہرہ ہوسکے۔ پاک اللہ تعالیٰ پانی کے ذریعہ نجس کو پاک کردیتا ہے پھر اس ناپاک پانی کو از سر نو برسا کر پاک کردیتا ہے تاکہ اس کی صفت قدوسیت ظاہر ہوسکے

[3] سماک۔ ابر یا آسمان۔ خبث۔ نجاست۔ آب جب پانی ناپاک ہوجاتا ہے تو انسان اس کو استعمال نہیں کرتا ہے حضرت حق تعالیٰ اس کو پھر واپس بلا لیتا ہے اور اس کو

سالِ دیگر آمد او دامن کشاں
وہ دوسرے سال ناز و انداز سے آیا

ہی کجا بودی اے دریای خوشاں
ہائیں ؟ تو کہاں تھا ؟ اچھوں کے دریا میں

من نجس زیں جا شدم پاک آمدم
میں اس جگہ سے ناپاک گیا ، پاک آیا ہوں

بستدم خلعت سوئے خاک آمدم
میں نے خاکی لباس حاصل کیا ، زمین کی جانب آگیا ہوں

ہیں بیائید اے پلیداں سوئے من
خبردار ! اے ناپاکو ! میرے پاس آؤ

کہ گرفت از خوئے یزداں خوئے من
کیونکہ میری عادت نے اللہ تعالیٰ کی عادت حاصل کرلی ہے

دَر پذیرم جملہ زشتیت را
میں تیری جملہ برائیوں کو قبول کرلیتا ہوں

چوں ملک پاکی دہم عفریتے را
میں بھوت کو فرشتہ کی سی پاکی عطا کر دیتا ہوں

چوں شوم آلودہ باز آنجا روم
جب گندہ ہو جاتا ہوں پھر اُس جگہ چلا جاتا ہوں

سوئے اصلِ اصل پاکیہا روم
اصل پاکوں کی اصل کی طرف چلا جاتا ہوں

دَلقِ چرکیں بر کنم آنجا ز سر
وہاں میلی گدڑی سر سے اُتار دیتا ہوں

خلعتِ پاکم دہد بارِ دگر
وہ مجھے دوبارہ پاک لباس عنایت کر دیتا ہے

کارِ او این ست و کارِ من ہمیں
اُس کا یہ کام ہے اور میرا یہ کام ہے

عالم آرایست رب العالمیں
جہانوں کا پالنے والا ، عالم کو سنوارنے والا ہے

گر نبودے ایں پلیدیہائے ما
اگر یہ ہماری ناپاکیاں نہ ہوتیں

کے بدے ایں بارنامہ آب را
پانی کا یہ کارنامہ کب ہوتا ؟

کیسہائے زر بدزدیدا ز کسے
کسی سے سونے کی تھیلیاں چُرائے ہوئے

میرود ہر سُو کہ ہیں کو مُفلسے
ہر جانب جاتا ہے کہ ہاں مفلس کہاں ہے ؟

تا بریزد بر گیاہِ رُستہ
تاکہ اُگی ہوئی گھاس پر بہادے

تا بشوید رُوی ہر ناشستہ
تاکہ ہر نہ دُھلے ہوئے کا منہ دھو دے

تا بگیرد بر سر او حمال وار
تاکہ بوجھ اُٹھانے والے کی طرح سر پر لے لے

کشتیِ بے دست و پا را در بحار
سمندروں میں بے دست و پا کشتی کو

صد ہزاراں دارو اندر وے نہاں
اُس میں لاکھوں دوائیں پوشیدہ ہیں

زانکہ دارو زو بروید در جہاں
کیونکہ دوا دنیا میں اُسی سے اُگتی ہے

جانِ ہر دردے دلِ ہر دانہ
وہ پانی ہر درد کی جان اور ہر دانہ کا دل ہے

میرود در جُو چو دارو در دہانہ
وہ اُس نہر میں چلا جاتا ہے جو دوا نما کیفیت ہے

---

۵۱ سالِ دیگر ، برسات کے موسم میں پھر وہ پانی پاک صاف ہو کر برس پڑتا ہے ۔ جی اس پانی سے کوئی دریافت کرتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں جنتیوں کے دریا میں تھا ۔ تن نجس میں اس دنیا میں ناپاک ہو گیا تھا اسلئے چلا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے مجھے پھر پاکی کی خلعت عطا فرمادی ہے میں دوبارہ دنیا میں آگیا ہوں ۔ یعنی وہ پانی کہتا ہے کہ اے ناپاکو میری جانب آجاؤ میں تمہیں پاک کر دونگا کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کی صفت قدوسیت حاصل کرلی ہے ۔ دَر پذیرم میں سب برائیوں کو دور کر دیتا ہوں اگر انسان شیطان بھی ہے تو میں اُس کو فرشتہ کی طرح پاک صاف بنا دیتا ہوں ۔

۵۲ چوں شوم ۔ جب آلودہ ہو جاؤں گا پھر اُس دوبارہ جا پہنچ جاؤں گا ، اور از سرِ نو پاکی حاصل کروں گا ۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کام پاک کرنا ہے اور میرا کام دوسروں کو پاک کر کے آلودہ ہو جانا ہے ۔ مگر تبھی دے ۔ اگر دنیا میں پانی کی صفت نہ ہوتی تو پانی کی صفت ظاہر نہ ہوتی کہ پیاسے ۔ پانی ہر ضرورتمند کو سیراب کرتے

۵۳ تا بریزد ۔ پانی گھاس کو سیراب کرتا ہے ہر ناپاک کو پاک بناتا ہے دریا میں اپنے سر پر کشتی کو لے چلتا ہے ۔ دوسرے ہزاروں بوٹیوں میں شفا کی خاصیت پانی سے پیدا ہوتی ہے ۔ جان ۔ پانی

زو یتیمانِ زمیں را پرورش — تشنگانِ خشک را از وے روش

زمین کے یتیموں کی اُس سے پرورش ہے — خشک پیاسوں کی اُس سے رفتار ہے

استعانت خواستن آب از حق تعالیٰ بعد از تیرہ شدن

پانی کا گدلا ہونے کے بعد حضرت حق تعالیٰ سے مدد چاہنا اور

وقبول کردن حق تعالیٰ دُعائے آبرا

اللہ تعالیٰ کا پانی کی دعا کو قبول کرنا

چوں نماند مایہ اش تیرہ شود — ہمچو ما اندر زمیں خیرہ شود

جب اُس کا سرمایہ نہیں رہتا وہ مکدر ہوجاتا ہے — ہماری طرح زمین میں حیران ہوجاتا ہے

نالہ از باطن برآرد کای خدا — آنچہ دادی دادم و ماندم گدا

اندر سے فریاد کرتا ہے کہ اے خدا! — جو کچھ تو نے دیا تھا میں نے دیدیا اور میں فقیر ہوگیا

اے شہِ سرمایہ دِہ هَلْ مِنْ مَّزِيْد — اے سرمایہ عطا کرنیوالے شاہ! اور زیادہ عطا کر

ابر را گوید ببر جائے خوش — ہم تو خورشید آ بالا ابر کش

ابر کو حکم فرماتا ہے کہ اُس کو اچھی جگہ لے جا — سورج تو بھی آ، اُس کو اوپر کھینچ لے

راہہائے مختلف میراندش — تا رساند سوئے بحرِ بیحدش

وہ اُسکو مختلف راستوں پر چلاتا ہے — یہانتک کہ اُس کو لامحدود دریا تک پہنچا دیتا ہے

خود غرض زیں آب جانِ اولیاست — کو غسولِ تیرگی ہائے شماست

اِس پانی سے مقصود اولیاء کی جان ہے — کیونکہ وہ تمہاری تاریکیوں کو دھونیوالا ہے

چوں شود تیرہ ز غسلِ اہلِ فرش — باز گردد سوئے پاکی بخشِ عرش

جب وہ زمین والوں کو دھونے سے میلی ہوجاتی ہے — عرش کو پاکی بخشنے والے کی طرف واپس ہوجاتی ہے

باز آرد زاں طرف دامن کشاں — از طہاراتِ محیط اُو در فشاں

اس جانب سے پھر لاتی ہے دامن پھیلائے ہوئے — وہ موتی برسانے والی محیط کی پاکیزگیوں کو

وز یتیمم وارہاند جملہ را — وز تحیری طالبانِ قبلہ را

سب کو تیمم سے نجات دلاتی ہے — اور قبلہ کے طلبگاروں کو اُلجھن کرنے سے

ز اختلاطِ خلق یابد اعتلال — آں سفر جوید کہ ارحِنا یا بلال

لوگوں میں گھلنے ملنے سے وہ بیماری محسوس کرتی ہے — وہ سفر تلاش کرتی ہے جیسا کہ اے بلال ہمیں آرام پہنچا

لہ زو: زمین کے بے سہارا اس سے سہارا پکڑتے ہیں اور خشک اُس سے تری حاصل کرتے ہیں۔ استعانت پانی نے اللہ تعالیٰ سے رجوع کی کہ کدلہ ہوجانے کے بعد وہ پھر صاف ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کی دعا قبول فرمالی غیرہ۔ حیران۔ تاز۔ پانی فریاد کرتا ہے کہ جو پاکی تو نے مجھے عنایت کی تھی وہ میں نے دوسروں کو دیدی۔ هَلْ مِنْ مَّزِيْد کیا کچھ اور ہے!

لہ آبر۔ اس فریاد پر اللہ تعالیٰ ابر کو حکم دیتا ہے کہ اس پانی کو دوسری جگہ لے جا اور سورج کو حکم دیتا ہے کہ تو پانی کو اوپر کھینچ لے چنانچہ سورج اپنی گرمی سے اسکو بھاپ بنا کر اوپر کھینچ لیتا ہے۔

لہ خود غرض۔ اس پانی کے اموال کے ذریعہ سے مقصد اولیاء کرام کے حالات کو سمجھانا تھا اولیاء بھی تمہاری نجاستوں کو پاک کرتے ہیں۔ چوں عوام کے اختلاط سے انمیں کدورت پیدا ہوجاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا "اس اللہ کی طرف رجوع کر پورے طور پر" کرتے ہیں۔ باز آرد۔ جب پھر تبتل اختیار کرتا ہے تو پھر اُس میں منجانب اللہ تطہیر کی طاقت آجاتی ہے۔ وز تیمم۔ اب وہ مریدوں کو طہارت کا مدعا کرتا ہے اور یقین کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ اعتلال بیمار ہونا۔

اے بلالِ خوش نوائے خوش صہیل — میند نہ بر روبزن طبلِ رحیل[1]

اے خوش نوا، خوش آواز بلال! مسجد نہ بنا، کوچ کا نقارہ بجا دے

جاں سفر رفت و بدن اندر قیام — وقتِ رجعت زیں سبب گوید سلام

جان سفر میں چلی گئی اور بدن قیام میں ہے واپسی کے وقت اسی لئے سلام کرتی ہے

ایں مثل چوں واسطست اندر کلام — واسطہ شرطست بہرِ فہمِ عام

یہ مثال گفتگو میں واسطہ کی طرح ہے عوام کے سمجھنے کے لئے واسطہ ضروری ہے

اندر آتش کے رود بے واسطہ — جز سمندر کو رہید از رابطہ

بغیر واسطہ کے آگ میں کب جاتا ہے؟ سوائے سمندر (گیڑے) کے جو واسطہ آزاد ہو گیا ہے

واسطہ حمّام[2] باید مر ترا — تا ز آتش خوش کنی تو طبع را

تیرے لئے حمام کا واسطہ چاہیئے تاکہ تو گرمی سے طبیعت کو خوش کرے

چوں ثنانی شد درآتش چوں خلیل — گشت حمامت رسول آبت دلیل

جبکہ تو خلیل (اللہ) کی طرح آگ میں نہیں جا سکتا ہے رسول تیرا حمام اور پانی تیرا رہنما بنا

سیری از حق ست لیک اہلِ مبا — کے رسد بے واسطہ ناں در شبع

پیٹ بھرنا اللہ کی جانب سے ہے لیکن طبیعت والا بغیر روٹی کے واسطے کے لیمپ تک پہنچتا ہے؟

لُطف از حق ست لیکن اہلِ تن — در نیابد لُطف بے پردہ چمن

لطف اللہ کی جانب سے ہے لیکن جسم والا چمن کے پردے کے بغیر لطف حاصل نہیں کر سکتا ہے

چوں[3] نماند واسطہ تن بے حجیب — ہمچو موسیٰؑ نورِ مہ تابد ز جیب

جب واسطہ نہیں رہتا، جسم بغیر پردے کے حضرت موسیٰ کی طرح چاند کا نور گریبان میں سے پاتا ہے

گواہی دادن فعل و قولِ بیرونی بر ضمیر و نورِ اندرونی

بیرونی قول و فعل کا دل اور اندرونی نور پر گواہی دینا

ایں ہنرہا آب را ہم شاہدست — کاندروشش پُر ز نورِ ایزدست

یہ ہنر پانی کے بھی گواہ ہیں کہ اس کا باطن خدائی نور سے پُر ہے

فعل و قول آمد گواہانِ ضمیر — زیں دو بر باطن تو استدلال گیر

فعل اور قول دل کے گواہ ہیں ان دونوں سے تو باطن پر دلیل حاصل کر لے

کرنا اور پھر خود پاک ہو جانا۔ فعل و قول۔ انسان کے افعال اور اقوال سے اس کے باطن کا حال معلوم ہوتا ہے۔

[1] طبل رحیل۔ سفر کا نقارہ یعنی رجوع الی اللہ کا اعلان۔ جان سفر نماز کی حالت میں روح قرب الٰہی کا سفر اختیار کر لیتی ہے اور جسم رکوع و سجود ادا کرتا ہے نماز کے ختم پر جو سلام ہے وہ گویا روح واپسی آکر سلام کرتی ہے۔ ایں مثل۔ رجوع الی اللہ کے سلسلہ میں آنحضورؐ کی یہ مثال مطلب سمجھانے کے لئے ایک واسطہ اور ذریعہ ہے۔ عوام بغیر مثال اور واسطہ کے مقصد تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔

[2] آتش۔ سمندر (گیڑا) بغیر کسی واسطہ کے آگ سے مستفید ہوتا ہے دوسرے کسی واسطہ کے ذریعہ آگ سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

[2] حمام۔ حمام آگ سے گرم کیا جاتا ہے عوام اس کے واسطہ سے آگ کی گرمی سے مستفید ہوتے ہیں چوں ثنانی۔ حضرت ابراہیمؑ کو واسطہ کی ضرورت نہ تھی عوام کے لئے رسول بنا، حمام اور ان کی حشریت بمنزلہ پانی کے ہے ——— تیری پیٹ کا بھرنا منجانب اللہ ہے لیکن اس کے لئے روٹی واسطہ ہے لطف اللہ کی جانب سے ہے لیکن اس کا واسطہ ہے۔

[3] چوں نماند۔ جب واسطے ختم ہو جاتے ہیں تو پھر براہ راست استفادہ ہونے لگتا ہے۔ ایں ہنر۔ یعنی پانی کا دوسری چیزوں کو پاک

چوں[1] ندارد سیر سیرت در دروں — بنگر اندر بولِ رنجور از برُوں

جب تیرا باطن اندر کی سیر نہیں کر سکتا ہے — تو بیمار کے پیشاب پر باہر سے غور کرے

فعل و قول آں بولِ رنجوراں بُوَد — کہ طبیب جسم را بُرہاں بُوَد

بیماروں کا قول و فعل وہ پیشاب ہے — جو جسمانی طبیب کے لئے دلیل ہے

واں طبیبِ روح در جانش رَوَد — وز رہِ جاں اندر ایمانش رَوَد

روحانی طبیب اُس کی روح میں گھستا ہے — اور روح کے راستہ سے اُسکے ایمان میں چلا جاتا ہے

حاجتش نبوَد بقول و فعلِ خوب — اُحذُرُوھُم ھُم جَواسِیسُ القُلُوب

اُس کو اچھے فعل و قول کی ضرورت نہیں ہے — اُن سے ڈرو وہ دلوں کے جاسوس ہیں

ایں[2] گواہِ فعل و قول آرَد بجوی — کو بدریائیست واصل ہمچو جُوی

یہ فعل و قول کی گواہی اس میں تلاش کر — جو دریا سے نہر کی طرح ملا ہوا ہے

قول و فعلِ اُو گواہِ اُو بُوَد — کو بدریا مُتّصل چوں جُو بُوَد

اُس کا قول و فعل اُس کا گواہ ہوتا ہے — جو نہر کی طرح دریا سے ملا ہوا ہوتا ہے

بنگر اندر فعلِ اُو و قولِ اُو — تا چہ دارد در ضمیر آں رازجُو

اُس کے فعل اور اُس کے قول کو دیکھ — کہ وہ راز کو تلاش کرنے والا دل میں کیا رکھتا ہے

نورِ شاں اندر مرتبت چند ست و چیست — بہرِ صید اُو دانہ پاشد یا نخیست

اُس کے مرتبہ میں نور کتنا اور کیسا ہے — وہ شکار کے لئے دانہ ڈال رہا ہے یا نہیں ہے

گر[3] بُوَد صیاد از وے دُور شو — واں فسون و فعل و قولش کم شنو

اگر وہ شکاری ہے اُس سے دُور ہو جا — اُس کا منتر اور فعل و قول نہ سُن

وَر بُوَد صدیق دست آرَد بدار — تا رساند مر ترا سوئے بحار

اگر وہ صدیق ہے تو اُس سے وابستہ ہو جا — تاکہ وہ تجھے سمندروں تک پہنچا دے

در بیانِ آنکہ آں نورِ خدا خود را از اندرونِ سِرِّ عارف ظاہر کند بے فعلِ عارف و بے قولِ عارف افزون شدا

اُس کا بیان کہ وہ الٰہی نور جو خود کو عارف کے باطن سے بغیر عارف کے فعل کے اور بغیر عارف کے قول کے لوگوں پر ظاہر کرے وہ اُس نور سے زیادہ ہے

ازاں کہ بفعل و قول اُو ظاہر گردد چنانکہ چوں آفتاب بلند

زیادہ ہے جو اُس کے فعل و قول سے ظاہر ہو جیسا کہ جب سورج نکلتا ہے تو

[1] چوں ندارد۔ طبیب مریض کے اندر کی حالت نہیں دیکھ سکتا تو وہ قارورہ کے ذریعہ حالت معلوم کرتا ہے۔ واں طبیب۔ شیخ جو روحانی طبیب ہے وہ مرید کے باطن کی سیر کر لیتا ہے لہٰذا اُس کو مرید کے قول و فعل سے استدلال کی ضرورت نہیں ہے شیوخ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

[2] ایں گواہ۔ عوام کو شیخ کے انتخاب میں شیخ کے قول و فعل سے اس کے باطن پر استدلال کرنا چاہیئے اور پتہ لگانا چاہیئے کہ اُس کا تصال بحر حقیقت سے ہے یا نہیں تا چہ دارد۔ اُس کا قول و فعل اُس کے ضمیر کو بتائے گا۔ بہر صید۔ یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ اُس کا ظاہر محض لوگوں کو پھنسانے کے لئے ہے یا اُس میں کوئی.... حقیقت پوشیدہ ہے

[3] گر بُوَد۔ اگر وہ محض جاہل شیخ ہے تو اُس کے قول و فعل کی طرف دھیان نہ کر۔ وَر بُوَد۔ اور اگر وہ شیخ صادق ہے تو اُس سے وابستہ ہو جا تاکہ وہ حقیقت کے سمندروں تک پہنچا دے۔ در بیان۔ اگر شیخ میں خدائی نور ہوتا ہے تو وہ لامحالہ ظاہر ہو کر رہتا ہے اور اُس کے اظہار کیلئے شیخ کے کسی قول و فعل کی ضرورت نہیں ہے۔

شود بیانگ خروس و اعلام مؤذن و علامات دیگر حاجت نباید

انکو مرغے کی اذان اور مؤذن کے بتانے اور دوسری علامتوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے

لیک[1] نور سالکے کز حد گذشت — لیکن سالک کا وہ نور جو حد سے بڑھ گیا ہے
نورِ او پُر شد بیابانہا و دشت — اُس کے نور سے جنگل اور بیابان پر ہو جاتے ہیں

شاہدش فارغ آمد از شہود — اسکی گواہی گواہیوں سے بے نیاز ہے
وز تکلفہای و جانبازی وجود — اور جسم کے تکلفات اور جانبازی سے

نورِ آں گوہر چو بیروں تافتہ است — جبکہ اُس کے نور کا جوہر باہر چمک گیا ہے
زیں تسلسہا فراغت یافتہ است — اُس کو ان مکاریوں سے نجات مل گئی ہے

پس[2] مجوز ورے گواہِ فعل و گفت — تو اُس سے فعل و قول کا گواہ نہ چاہ
کاز و ہر دو جہاں چوں گل شگفت — کیونکہ دونوں جہاں اسکی وجہ سے پھول کی طرح کھلے ہیں

ایں گواہی چیست؟ اظہارِ نہاں — یہ گواہی کیا ہے؟ پوشیدہ کو ظاہر کرنا ہے
خواہ قول و خواہ فعل و غیر آں — خواہ وہ (گواہی) قول ہو اور خواہ فعل اور اسکے علاوہ ہو

کہ عرض اظہارِ سرِّ جوہرست — کیونکہ جوہر کے راز کا ظاہر کرنا عرض ہے
وصف باقی دیں عرض بر معبرست — صفت باقی ہے اور یہ عرض گذرگاہ پر ہے

ایں نشانِ زر نماند بر محک — کسوٹی پر سونے کا یہ نشان باقی نہیں رہتا
زر بماند نیک نام و بے زشک — سونا نیک نام اور بے خک باقی رہتا ہے

ایں[3] صلوٰۃ و ایں جہاد و ایں صیام — یہ نماز اور یہ جہاد اور یہ روزے
ہم نماند جاں بماند نیک نام — بھی نہ رہیں گے جان نیک نام رہیگی

جاں چنیں افعال و اقوالے نمود — جان نے ایسے افعال اور اقوال ظاہر کئے
بر محک امر جوہر را بسود — جوہر کو اُس کی کسوٹی پر پرکھا

کاعتقادم راست اینک گواہ — کہ میرا عقیدہ درست ہے، یہ گواہ ہے
لیک ہست اندر گواہاں اشتباہ — لیکن گواہوں میں شبہ ہوتا ہے

تزکیہ باید گواہاں را بداں — سمجھ لے، گواہوں میں عدالت ہونی چاہیئے
تزکیہ اش اخلاص و موقوفی بداں — اُس کی عدالت اخلاص اور تیرا اُس پر مطلع ہونا ہے

حفظِ لفظ اندر گواہِ قولی ست — قولی گواہ میں لفظوں کی نگہداشت ہے
حفظِ عہد اندر گواہِ فعلی ست — فعلی گواہ میں عہد کی حفاظت ہے

---

[1] لیک عارف باللہ میں وہ نور ہوتا ہے کہ اس سے عالم پُر ہو جاتا ہے۔ شاہد ایسے اُس کے لئے گواہوں کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ نورِ آں۔ اُس کے جوہر کا نور ایسا روشن ہوتا ہے کہ اُس کے اظہار کے لئے کسی تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے

[2] پس مجو۔ ایسے شیخ کی صداقت پر اس کے قول و فعل سے گواہی چاہنا مناسب نہیں ہے۔ کہ عرض عرض فنا ہو جاتا ہے جوہر باقی رہتا ہے قول و فعل عرض ہے اور نور باطن جوہر ہے۔ جوہر جوہر۔ یعنی فانی ہے۔ وصف یعنی نور باطن۔ ایں خاں۔ سونے کو پہچاننے کے لئے کسوٹی پر کسا جاتا ہے وہ کس فنا ہو جاتا ہے اور سونا باقی رہتا ہے۔

[3] ایں صلوٰۃ۔ عبادات کے ذریعہ روح کو نیکنامی حاصل ہوتی ہے یہ عبادات فانی ہیں نیکنامی باقی رہتی ہے جاں۔ شیخ اپنی نیکنامی کیلئے خدائی حکم کے مطابق افعال و اقوال ظاہر کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ میرا اعتقاد درست ہے اور یہ افعال و اقوال اسکے گواہ ہیں لیکن ہر گواہ قابل قبول نہیں ہوتا بلکہ عادل گواہ قابل اعتبار ہوتا ہے اسلئے گواہ کا تزکیہ یعنی اسکی عدالت ثابت کرنا ضروری ہے افعال و اقوال کا تزکیہ یہ ہے کہ انمیں اخلاص ہو یا ظاہر نہ ہو۔ حفظ لفظ۔ تیرا ایمان ہو

گر گواہِ قول کژ گوید ردست — ور گواہِ فعل کژ پوید بدست

اگر قول گواہ ٹیڑھی بات کہے تو رد ہے — اگر فعل گواہ ٹیڑھا چلے تو رد ہے

قول و فعلِ بے تناقض بایدت — تا قبول اندر زماں پیش آیدت

بغیر اختلاف کا قول و فعل تیرے لئے ضروری ہے — تاکہ زمانہ میں قبولیت تیرے سامنے آئے

سَعْیُکُمْ شَتّٰی تناقض اندرید — روز مید و زید و شب برمہدرید

تمہاری کوششیں مختلف ہیں تو تناقض میں ہو — دن کو سوتے ہو اور رات کو پھاڑتے ہو

پس گواہی با تناقض کہ شنود — یا مگر حکمے کند از لطفِ خود

تو تناقض کے ساتھ گواہی کون سنتا ہے؟ — ہاں اگر اپنی مہربانی سے فیصلہ کر دے

فعل و قول اظہارِ سرست و ضمیر — ہر دو پیدا میکند ہر پنہ تیر

فعل اور قول راز اور دل کا اظہار ہے — دونوں چھپے ہوئے راز کو ظاہر کر دیتے ہیں

چوں گواہت تزکیہ شد شد قبول — ورنہ مجبوس ست اندر مول مول

جب تیرے گواہ کی حالت ثابت ہو گئی تو مقبول ہو گیا — ورنہ وہ ٹھہرا رہ میں پھنسا ہوا ہے

تا تو بستیزی ستیز ندائے حرون — فانتظرھم انھم منتظرون

اے سرکش جب تک تو جھگڑا کرے گا وہ جھگڑے لے — پس تو اُن کا انتظار کر وہ بھی منتظر ہیں

عرضہ کردن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت را بر مہمانِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مہمان پر کلمۂ شہادت پیش کرنا

ایں سخن پایاں ندارد مصطفےٰ — عرضہ کرد ایمان و پذرفت آں فتےٰ

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے مصطفےٰ نے — ایمان پیش کر دیا اور اس نوجوان نے قبول کر لیا

آں شہادت را کہ فرخ بودہ ست — بندہائے بستہ را بکشودہ ست

وہ (کلمۂ) شہادت جو بابرکت ہے — جس نے بند میں ہوئی بندشوں کو کھولا ہے

گشت مومن گفت او را مصطفےٰ — کامشباں ہم باش تو مہمانِ ما

وہ مومن ہو گیا، اس کو مصطفےٰ نے فرمایا — تو آج کی رات بھی ہمارا مہمان رہ

گفت واللہ تا ابد ضیفِ توام — ہر کجا باشم بہر جا کہ روم

اس نے کہا خدا کی قسم ہمیشہ کیلئے آپ کا مہمان ہوں — جہاں کہیں بھی رہوں، جہاں بھی جاؤں

دسترخوان کا خوشہ چین ہوں۔

۱ گر گواہ قول۔ قول گر ہے اگر کوئی لفظ غلط سے گا تو گواہ مردود ہو جائیگا فعلی گواہ میں اگر کوئی عمل عبدیت کے خلاف ہو گا تو وہ مردود ہو جائیگا۔ قول و فعل۔ ان دونوں گواہوں میں موافقت ضروری ہے ورنہ مردود ہو جائیں گے۔ سَعْیُکُمْ شَتّٰی۔ تمہاری کوششیں مختلف ہیں قرآن پاک میں ہے اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی۔ رازہ۔ دن میں کچھ رات میں کچھ اور کرتے ہیں۔ یا مگر۔ یہ گواہی مردود ہے۔ ہاں خدا اپنے فضل سے قبول کر سکتا ہے۔

۲ فعل و قول۔ انسان کا قول و فعل اس کے دل میں چھپی ہوئی کیفیت ظاہر کرتے ہیں۔ چوں۔ اگر گواہوں کی نیکی ثابت ہو جاتی ہے تو گواہی مقبول ہو جاتی ہے ورنہ گواہ خود پھنس جاتا ہے۔ مول مول یعنی اس کو حکم ہو گا کہ ٹھہرا رہ۔ فانتظرھم۔ قرآن پاک میں آنحضور کو حکم ہے فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّھُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ۔ اے نبی آپ ان سے روگردانی کر لیجئے اور انتظار کیجئے وہ بھی انتظار میں ہیں۔

۳ عرضہ کردن پیش کرنا۔ شہادت۔ کلمۂ شہادت۔ فتےٰ۔ مبارک گشت۔ وہ کافر مہمان کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ کامشباں۔ آج کی رات۔ گفت۔ اس نے کہا اب تو میں جہاں کہیں بھی رہوں آپ کے

زندہ کردہ[1] مُعتق و دربانِ تُو
آپ کا زندہ کیا ہوا اور آزاد کیا ہوا اور دربان بھی

ایں جہان و آں جہان[2] خوانِ تُو
اس جہان میں اور اس جہان میں آپکے دسترخوان پر ہوں

ہر کہ بگزیند جُز ایں بگزیدہ خُوں
جو اس منتخب دسترخوان کے علاوہ منتخب کریگا

عاقبت دَرد گلویش استخواں
انجام کار ہڈی اس کا گلا پھاڑ دے گی

ہر کہ سُوئے غیرِ خوانِ تو رَود
جو آپ کے دسترخوان کے غیر کے پاس جائے گا

دیو با اُو داں کہ ہم کاسہ بُود
سمجھ لیجئے شیطان اس کا ہم پیالہ ہوگا

ہر کہ از ہمسائیگی تو رَود
جو آپ کے پڑوس سے جائے

دیو بے شکے کہ ہمسایہ اش بُود
بیشک شیطان اس کا پڑوسی ہوگا

دَر رَود بے تو سفر اُو دُور دست
اگر وہ دور و دراز آپ کے بغیر سفر کرے

دیو بد ہمراہ و ہم سفرہ ویست
شیطان اس کا ہمراہی اور شریک دسترخوان ہے

در نشیند بے تو بر اسپ شریف
اگر آپ کے بغیر وہ عمدہ گھوڑے پر بیٹھے

حاسدِ ماہست دیو اُو را ردیف
وہ ہمارا حاسد ہے، شیطان اس کے پیچھے سوار ہو

دَر بچہ گیرد از و شہنا زِ اُو[4]
اگر اس کی ازواج (بیوی) اس سے بچہ جنے

دیو در نسلش بُود انباز اُو
شیطان اس کی نسل میں اس کا شریک ہوگا

دَر نبے شارِکہم گفت ست حق
اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں ان کا شریک ہونا فرمایا

ہم دَر اموال و دَر اولاد از سبق
مالوں میں بھی اور اولاد میں بھی پہلے سے

گفت پیغمبر ز غیب ایں را جلی[3]
پیغمبرؐ نے واضح طور پر یہ غیب سے فرمایا

در مقاماتِ نوادر با علیؓ
نادر مقامات میں (حضرت) علیؓ سے

یا رسولَ[5] اللہ رسالت را تمام
اے اللہ کے رسول! پوری رسالت کو

تو نمودی ہمچو شمسِ بے غمام
آپ نے دکھادیا بغیر ابر کے سورج کی طرح

ایں کہ تو کردی دو صد مادر نکرد
جو کچھ آپ نے کیا دو سو ماؤں نے نہ کیا

عیسیٰ و افسونش با عاذر نکرد
(حضرت) عیسیٰؑ اور انکی دعا نے عاذر کیساتھ نہ کیا

از تو جانم از اجل نک جان بُرد
اب میری جان آپ کی دعا سے موت سے بچ کر بھاگ گئی

عاذرا ارشد زندہ آندم باز مُرد
عاذر اگر اس وقت زندہ ہوا پھر مر گیا

گشت مہمانِ رسول آنشب عرب
عرب اس رات رسولؐ کا مہمان ہوگیا

شیر یک بُز نیمہ خورد و بست لب
ایک بکری کا آدھا دودھ پیا اور ہونٹ بند کرلئے

---

[1] زندہ کردہ۔ آپ نے بعد وفات ابدی حیات کی ہے۔ معتق۔ غلامی سے آزاد شدہ۔ آں جہاں۔ عالم آخرت۔ ہر کہ۔ جو آپ کے دسترخوان سے بھاگے گا وہ ہلاک ہوگا اور شیطان اس کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ بنیگا۔ ہمسائگی۔ جو آپ کا پڑوس چھوڑے گا شیطان اس کا پڑوسی بنے گا۔ کنفرہ۔ دسترخوان

[2] دَر بچہ۔ اگر اس کی بیوی کے بچہ پیدا ہوگا اس پر شیطانی اثر ہوگا۔ شہناز۔ شاہ ناز یعنی بیوی۔ انباز۔ شریک۔ دَر نبے۔ قرآن پاک میں شیطان کو خطاب کیا گیا ہے وشارکہم فی الاموال والاولاد اور اموال کا مالوں اور اولاد میں شریک بن جا۔

[3] یا رسول اللہ۔ اس وسلم مہاجر نے کہا۔ تمام۔ ابر۔ دَر صدر۔ ماں کی بہت مشہور ہے۔ عاذر۔ وہ شخص تھا جس کو حضرت عیسیٰؑ نے مرنے کے چالیس سال بعد زندہ کردیا تھا لیکن پھر وہ طبعی موت مرگیا تو اسکی حیات عارضی تھی آپ نے جسے ابدی زندگی عطا کردی ہے۔ گشت۔ وہی بکری خواب مسلمان ہونے کے بعد ایک بکری کے آدھے دودھ سے سیر ہوگیا۔

کرد[1] الحاحش بخور شیر و رفاق
آنحضورؐ نے اس سے اصرار کیا کہ دودھ اور دوائی کھائے

گفت گشتم سیر واللہ بے نفاق
اس نے کہا میرا پیٹ بھر گیا خدا کی قسم ایماندار ہے

این تکلف نیست بے ناموس و فن
یہ تکلف نہیں ہے، نہ شرم اور مکر

سیر تر گشتم ازاں کہ دوش من
میں اس سے زیادہ پیٹ بھرا ہوں بمقابلہ کل (کے)

در عجب ماندند جملہ اہل بیت
سب گھر والے تعجب میں پڑ گئے

پُر شد ایں قندیل از یک قطرہ زیت
کہ یہ قندیل زیت کے ایک قطرے سے بھر گیا

انچہ قوت مرغ با بیلے بود
جو اایک بیس پرند کی خوراک ہو

سیریِ معدہ چنیں پیلے بود
ایسے ہاتھی کا اس سے پیٹ بھر جائے

فجفجے افتاد اندر مرد و زن
مرد و زن میں کھس پھس ہونے لگی

قدر پشہ می خورد آں پیلتن
یہ ہاتھی جیسے جسم والا مچھر کی بقدر کھاتا ہے

حرص دو و ہم کافری سر زیر شد
کفر کی حرص اور وہم اوندھا ہو گیا

اژدھا از قوت موے سیر شد
اژدھا چیونٹی کی خوراک سے سیر ہو گیا

آں گدا[2] چشمی و کفراز وے برفت
وہ بھکاری پن اور کفر اس سے رخصت ہوا

لوت ایمانیش لمتر کرد و زفت
اس کو ایمان کی عمدہ غذا نے مرتا مان کر!

آنکہ از جوع البقر او می طپید
وہ شخص جو جوع البقر سے تڑپ رہا تھا

ہمچو مریم میوۂ جنت بدید
اس نے حضرت مریم کی طرح جنت کے پھل دیکھ لئے

میوۂ جنت سوے چشمش شتافت
جنت کے پھل اس کی آنکھوں کی جانب دوڑ آئے

معدہ چوں دوزخش آرام یافت
اس کے دوزخ جیسے معدہ نے آرام پا لیا

ذات ایمان نعمت و لوتے ست ہو
ایمان کی حقیقت نعمت اور عظیم لذیذ غذا ہے

اے قناعت کردہ[3] از ایماں بقول
اے وہ کہ جس نے ایمان کے بارے میں قول پر اکتفا کر لیا

در بیان آنکہ نورے کہ غذائے جان ست غذائے جسم اولیاء

اس کا بیان کہ وہ نور جو روح کی غذا ہے اولیاء کے جسم کی بھی غذا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہی روح کا دوست بنتا ہے کیونکہ (آنحضورؐ نے فرمایا ہے) میرا شیطان میرے ہاتھ پر اسلام لایا ہے

گرچہ آں مطعوم جان ست و نظر
اگرچہ وہ جان اور نظر کی خوراک ہے

جسم را ہم زاں نصیبست اے پسر
اے بیٹا! اس میں جسم کا بھی حصہ ہے

[1] کرد۔ آنحضورؐ نے مزید کھانے پر اصرار کیا۔ الحاح۔ اصرار۔ رفاق۔ پیالی روٹی۔ دوش۔ شب گذشتہ۔ پرست۔ یعنی آج یہ تھوڑی غذا سے سیر ہو گیا۔ اچھا۔ اچھا کہا پیٹ اس کی خوراک سے بھر گیا۔ پیلتن۔ ہاتھی جیسے جسم والا۔ حرص۔ کفر کی حالت کی حرص جاتی رہی۔

[2] گدا چشمی۔ لالچی۔ حسرتی۔ لوت۔ جب یہ شخص مومن ہو گیا ایمانی غذا نے اور مرتا مان کر دیا جوع البقر بیماری ہے جس میں کبھی پیٹ نہیں بھرتا جیسے مریم۔ حضرت مریم حاملہ ہونے کی حالت میں جنتی پھل کھاتی تھیں اور دنیاوی غذا سے بے نیاز رہیں۔ ذات ایمان۔ ایمان کی حقیقت جب نعمت اور غذا ہے اگر وہ کسی کو حاصل ہو جائے تو پھر جسمانی غذا کی کیا ضرورت نہیں رہتی ہے

[3] اے قناعت کردہ۔ جو لوگ صرف زبانی مومن ہیں وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ یہاں نور ایمان روح کی غذا ہے جب روح ارجسم ہوا اتنا ہو جاتا ہے تو وہ خود جسم کی غذا بھی ہو جاتا ہے۔ مسلم۔ حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ نفس امارہ سر تابع ہو گیا ہے جو اس نے یہاں شیطان سے مراد جسم انسانی لیا ہے یعنی وہ بھی روح کا ساتھی بن گیا ہے۔ گرچہ آں یعنی نور ایمانی۔

گر نگشتے[1] دیو جسم آں را اکول
اگر شیطان کا جسم انس کا کھانا نہ بنتا

اسلم الشیطاں نہ فرمودے رسول
اور رسول "شیطان اسلام لے آیا" نہ فرماتے

دیوزاں لوتے کہ مُردہ حی شود
شیطان اُس غذا کہ جس سے مُردہ زندہ ہو جاتا ہے

تا نیاشامد مسلماں کے شود
جب تک نہ پی لیتا، مسلمان کب ہوتا

دیو بر دنیاست عاشق کور و کر
شیطان دنیا کا اندھا اور بہرا عاشق ہے

عشق را عشقِ دگر بَرّد کمر
عشق کی کمر دوسرا عشق (ہی) توڑتا ہے

از نہانخانہ یقیں چوں مے چشد
یقین کے دفینہ میں سے جب وہ شراب چکھتا ہے

اندک اندک عشق رخت آنجا کشد
آہستہ آہستہ عشق اس جگہ پڑاؤ ڈالتا ہے

یَا حَرِیْصَ الْبَطْنِ عَرِّجْ ھٰکَذَا
اے پیٹ کے لالچی! اس طرح مائل ہو

اِنَّمَا الْمِنْھَاجُ تَبْدِیْلُ الْغِذَا
غذا کی تبدیلی ہی راستہ ہے

یَا مَرِیْضَ الْقَلْبِ عَرِّجْ لِلْعِلَاجْ
اے دل کے مریض! علاج کی طرف مائل ہو

جُمْلَۃُ التَّدْبِیْرِ تَبْدِیْلُ الْمِزَاجْ
مکمل تدبیر مزاج کا بدلنا ہے

اَیُّھَا الْمَحْبُوْسُ فِیْ رَھْنِ الطَّعَامْ
اے کھانے کی رہن کے قیدی

سَوْفَ تَبْغُوْ اِنْ تَحَمَّلْتَ الْعِظَامْ
عنقریب تو نجات پا جائیگا اگر تو نے بڑے (اعضاء) کو[2]

اِنَّ فِی الْجُوْعِ طَعَامًا وَّافِرًا
بھوکا رہنے میں بہت غذا ہے

اِفْتَقِدْہُ وَارْتَجِ یَا نَافِرًا
اُس کو تلاش کر لے اور اُمید رکھ اے بھاگنے والے

اِعْتَذِ بِالنُّوْرِ کُنْ مِثْلَ الْبَصَرْ
نور کی غذا حاصل کر، آنکھ جیسا بن جا

وَافِقِ الْاَمْلَاکَ یَا خَیْرَ الْبَشَرْ
اے انسانوں میں سے بہتر! فرشتوں کی موافقت کر

چوں[3] ملک تسبیح حق را کن غذا
فرشتہ کی طرح اللہ کی تسبیح کو غذا بنالے

تا رہی ہمچوں ملائک از اذا
تاکہ تو فرشتوں کی طرح بے نجات پا جائے

جبرئیل ار سوئے جیفہ کم تنند
جبرئیل اگر مُردار کا رُخ نہیں کرتے ہیں

او بقوت کے ز کرگس کم زنند
وہ قوت میں گدھ سے کم پرواز کب کرتے ہیں؟

پیل اگرچہ در زمیں آہستہ است
ہاتھی زمین میں اگرچہ آہستہ چلتا ہے

او ز پشّہ باز گوچوں رستہ است
بتا وہ مچھر سے کب بچا ہے!

ہے اُن کی پرواز مُردار خور گدھ سے بہت زیادہ ہے۔ پیل۔ ہاتھی کا جسم بھاری بھرکم ہے لیکن مچھر اُس کو ہلاک کر سکتا ہے تو جسم کی طاقت پر مدار نہیں ہے۔

[1] گر نگشتے۔ اگر جبرئیل کا ہم پیالہ اور ہم نوالہ بنتا تو حضور شیطان مسلمان ہو گیا ہوتا فرماتے۔ دیو شیطان اگر نور سے غذا حاصل نہ کرتا تو وہ مسلمان کب بن سکتا تھا۔ دیو جسم انسانی دنیا کا شیطان ہے جب تک آخرت کا عشق پیدا نہ ہوگا اس عشق کی کمر نہ ٹوٹے گی۔ آزمایا خانہ جب اللہ تعالیٰ کی جانب دل میں یقین کی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے تو عشق نمودار ہو جاتا ہے۔ یا حریص۔ غذا کی تبدیلی سے مزاج بدلتا ہے اور اُس سے مرض زائل ہو جاتا ہے، انسان کو غذائے جسمانی چھوڑ کر غذائے روحانی کا عادی بننا چاہیئے۔

[2] یا حریص۔ مزاج کے تغیر سے ہی امراض پیدا ہوتے ہیں جب مزاج کی تبدیلی کر کے اُس کو اصل حالت میں لے آیا جائے تو مرض زائل ہو جاتا ہے۔ عظام۔ صبر کے مصائب برداشت کرنے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔ اِنَّ فِی الْجُوْعِ۔ اشعر،
اندرون از طعام خالی دار
تا در آں نور معرفت بینی
واثق۔ عالم کی غذا نور ہے۔

[3] چوں ملک۔ فرشتوں کو تسبیح کے ذریعہ غذا نور حاصل ہوتی ہے۔ جبرئیل۔ جبرئیلؑ کی طاقت نورانی

خبز[1] ناخوانے نہادہ در جہاں
دنیا میں عمدہ خوان رکھا ہوا ہے

لیک از چشم خسیساں بس نہاں
لیکن کمینوں کی نگاہ سے بہت چھپا ہوا ہے

انکار کردنِ اہلِ تن غذائے روح را و لرزیدنِ ایشان

تن پروروں کا روحانی غذا سے انکار کرنا اور اُن کا جسمانی تھوڑی

بر غذائے خسیسِ جسمانی

غذا سے لرزنا

گر جہاں باغے پُر از نعمت شود
اگر دنیا نعمت سے بھرا ہوا باغ بن جائے

قسمِ موش و مار ہم خاکے بُود
چوہے اور سانپ کا حصہ پھر بھی مٹی ہے

قسمِ شاں خاکست گر دَے گر بہار
اُن کا حصہ مٹی ہے خواہ خزاں ہو خواہ بہار ہو

میر کونی خاک چوں نوشی چو مار
تو جہان کا سردار ہے سانپ کی طرح مٹی کیوں کھاتا ہے

در میانِ چوب گوید کرمِ چوب
لکڑی کا کیڑا لکڑی میں کہتا ہے

مر کرا باشد چنیں حلوائے خوب
ایسا عمدہ حلوا کس کو نصیب ہے!

در میانِ[2] خاک گوید کرمِ خورد
چھوٹا سا کیڑا مٹی میں کہتا ہے

ایں چنیں حلوا بعالم کس نخورد
دنیا میں ایسا حلوا کسی نے نہیں کھایا

کرمِ سرگیں در میانِ آں حدث
گوبر کا کیڑا اُس نجاست میں

در جہاں نقلے نداند جز خبث
دنیا میں سوائے نجاست کے کوئی خوراک نہیں جانتا

جز نجاست ہیچ نشناسد کلاغ
کوا نجاست کے علاوہ کچھ نہیں پہچانتا ہے

شد نجاست مر ورا چشم و چراغ
نجاست ہی اُس کا چشم و چراغ ہے

مناجات

دعا

اے[3] خدائے بے نظیر ایثار کُن
اے بے نظیر خدا! عنایت کر دے

گوش را چوں حلقہ دادی زیں سخن
جبکہ تو نے اِس کام کا کان میں حلقہ پہنا دیا ہے

گوش ما گیر و بداں مجلس کشاں
ہمارا کان پکڑ اور اُس مجلس میں کھینچ

کز حقیقت میخوراند ایں سرخوشاں
کیونکہ یہ مست تیری شراب پی رہے ہیں

چوں بما بوئے رسانیدی ازیں
جبکہ تو نے ہم تک اُس کی خوشبو پہنچا دی ہے

سر ببند آں مشک را اے رب دیں
اے دین کے رب! اُس مشک کو بند نہ کر

[1] خبز: غذا، خوراک، خوان دنیا میں موجود ہے لیکن وہ کمینوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہے وہ صرف ظاہری غذا پر بھروسہ کرتے ہیں۔ انکار کردن۔ دنیادار غذائے روح کے منکر ہیں۔ اور جسم کی جسمانی غذا کی طرف مائل ہیں۔ گوتھان۔ اگر چوڑا عالم باغ بن جائے تب بھی چوہے اور سانپ کی غذا مٹی ہوتی ہے یہی حال ان دنیادار لوگوں کا ہے۔ در میان۔ لکڑی کا کیڑا لکڑی ہی کو بہترین حلوا سمجھتا ہے۔

[2] در میان۔ زمین کا کیڑا زمین ہی کو اپنا حلوا سمجھتا ہے کرم سرگیں۔ گوبر کے کیڑے کو گوبر ہی بہتر غذا معلوم ہوتی ہے۔ کلاغ۔ کوا نجاست ہی کو بہترین غذا سمجھتا ہے۔ مناجات۔ دعا۔

[3] اے خدا۔ جب تو نے ہمیں توفیق عطا فرمائی ہے کہ ہم اسرار و حکم سن رہے ہیں تو پھر ہمیں اہل حال کی مجلس میں پہنچا دے۔ زیں سخن یعنی اسرار و حکم۔ رحیق، شراب۔ سرخوشاں مستاں۔ جوں جب تو نے ہمیں اہل دل کی باتیں سنا دی ہیں تو ان کو ہم سے مخفی نہ رکھ۔

از تو نوشند از ذکور و از اناث[1] — بے دریغی در عطایا مستغاث

مذکر اور مؤنث تجھ ہی سے پی رہے ہیں — اے فریادرس! تو عطیات میں بے دریغ ہے

اے دعا نا گفتہ از تو مستجاب — دادہ دل را ہر دمی صد فتح باب

اے وہ کہ نہ مانگی ہوئی دعا بھی تیری جانب سے قبول ہو — تو نے ہر لمحہ دل کو سینکڑوں دروازے کی کشادگیاں عطا

چند حرفے نقش کردی از رقوم — سنگہا از عشق اُو شد ہمچو موم

تو نے حروف میں سے چند حرف تحریر کیے — اسکے عشق سے بہت سے پتھر موم جیسے ہو گئے

نونِ ابرو صادِ چشم و جیم گوش — بر نوشتی فتنۂ صد عقل و ہوش

ابرو کا نون، آنکھ کا صاد، کان کا جیم — تو نے لکھے ہیں جو سینکڑوں عقل و ہوش کیلئے فتنہ

زاں حروفت شد خرد باریک بیں — نسخ میکن اے ادیب خوب نویس

تیرے اُن حروف سے عقل دقیق النظر ہو گئی — اے خوشنویس ادیب! خوب لکھ

در خورِ[2] ہر فکر بستہ بر عدم — دمبدم نقشِ خیالِ خوش رقم

عدم پر ہر فکر کے مناسب قائم کر دیا ہے — ہر لمحہ، جیسے خیال نقش

حرفہائے طرفہ بر لوحِ خیال — بر نوشتہ چشم و ابرو خط و خال

خیال کی تختی پر عجیب حروف — آنکھ اور ابرو اور خط و خال کے لکھ دیئے ہیں

بر عدم باشم نہ بر موجود مست — زانکہ معشوقِ عدم وافی تر ست

میں عدم کا عاشق ہوں نہ کہ موجود کا — کیونکہ عدم والا معشوق زیادہ وفادار ہے

عقل را خط خوان آں اشکال کرد — تا دہد تدبیرہا را زاں نورد

عقل کو اُن شکلوں کا پڑھنے والا بنا دیا — تاکہ اُن کے بارے میں تدبیروں کو لپیٹ دے

تشبیہ[3] عقل بجبرئیلؑ و نظر او در غیب مانند نظر جبرئیلؑ در لوح محفوظ

عقل کی حضرت جبرئیلؑ سے مشابہت اور اس کی نظر کا غیب پر حضرت جبرئیلؑ کی طرح رہنا

چوں ملک از لوحِ محفوظ آں خرد — ہر صباحے درس ہر روزہ برد

عقل فرشتہ کی طرح لوحِ محفوظ سے — ہر صبح کو ہر دن کا سبق حاصل کر لیتی ہے

بر عدم تحریرہا بیں با بیاں — واں سوادش حیرتِ سودائیاں

عدم میں وہ تحریریں دیکھ بھال کر وجود میں آنے کے — اُن کی سیاہی دیوانوں کے لئے باعث حیرت ہے

ہر کہ شد بر خیالے ریش گاؤ — گشتہ در سودائے گنجے گنج گاؤ

ہر شخص کسی خیال میں احمق بنا ہوا ہے — خزانے کے خیال میں گنج گاؤ بنا ہوا ہے

---

[1] از تو۔ تیری عطا عام ہے تو میں بھی محروم نہ رہنے دوں گا۔ تیری وہ ذات ہے کہ تو نہ مانگی ہوئی دعائیں بھی قبول فرما لیتا ہے اور دل کو سینکڑوں اسرار سے مانوس کر دیتا ہے۔ چند حرفے۔ معشوقوں کے اعضاء چند حرفوں کے مشابہ ہیں نون ابرو کے اور صاد آنکھ کے، حلقے کے اور جیم کان کے یہ حضرت حق کی کاریگری ہے کہ چند حرف اس نے تحریر فرما دیئے جن کی تاثیر سے سنگدل عاشقوں کے دل موم ہو گئے ہیں۔ زاں۔ ان حروف کے ذریعہ عقل معاملے سے صانع پر استدلال کرنے کے قابل ہو گئی۔ دقیق النظر۔

[2] در خور۔ انسان جس طرح حسی حروف سے مقاصد اور مطالب اخذ کرتا ہے اسی طرح خیالی حروف بھی ہیں جن سے انسان مطالب اخذ کرتا ہے اس کے لوحِ خیال پر چشم و ابرو کے نقش قائم ہیں۔

بر عدم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ صورتِ خیالی سے عاشق کا اتمامِ کام ہوتا ہے اور وہ ناقابلِ فنا ہے اس لئے میں صورتِ حسی پر صورتِ خیال کو ترجیح دیتا ہوں۔ اشکال۔ یعنی خیالی صورتیں۔

[3] تشبیہ۔ جس طرح حضرت جبرئیلؑ لوحِ محفوظ سے پڑھتے ہیں اسی طرح عقل بھی غیب سے پڑھتی ہے اور وہ نامہ کا دیں حاصل کرتی ہے۔ تحریرہا۔ پردۂ

ازخیالے گشتہ شخصے پُرشکوہ — روئے آوردہ بمعدنہائے کوہ
ایک شخص خیال کی وجہ سے پُرشکوہ ہے — پہاڑ کی کانوں کی جانب رُخ کئے ہوئے ہے
وزخیالے آں دگر باجہدِ مُر — رُو نہادہ سوئے دریا بہرِ دُر
دوسرا ایک خیال کی وجہ سے تلخ کوشش کیساتھ — موتیوں کے لئے دریا کی جانب رُخ کئے ہوئے ہے
واں دگر بہرِ ترہب در کنشت — واں یکے اندر حریصی سوئے کشت
دوسرا عبادت کے لئے گرجا گھر میں ہے — دوسرا حرص میں کھیتی باڑی کی جانب ہے
از خیال آں رہزنِ رستہ شدہ — وز خیال ایں مرہم خستہ شدہ
رہ خیال کی وجہ سے بازار کا ڈاکو بنا ہوا ہے — اور یہ خیال کی وجہ سے زخمی کا مرہم بنا ہوا ہے
در پری خوانی یکے دل کردہ گم — بر نجوم آں دیگرے نہادہ سُم
ایک نے ملاحمات میں دل کو گم کر دیا ہے — دوسرے نے ستاروں پر قدم رکھا ہے
آں یکے در کشتی از بہرِ رباح — آں یکے با فسق و دیگر با صلاح
ایک نفع کے لئے کشتی میں ہے — ایک فسق میں ہے اور دوسرا نیکی میں
ایں رُوشہا مختلف بیند بروں — زاں خیالاتِ مُلوّن زاندروں
باہر یہ مختلف روشیں نظر آتی ہیں — اندر کے رنگا رنگ خیالات کی وجہ سے
ایں دراں حیراں شدہ کاں بر چہ ست — ہر چندہ آں دگر را نافی ست
یہ اس میں حیران ہے کہ یہ خیالات کس بنا پر ہیں — ہر بھٹکنے والا دوسرے کا منکر ہے
آں خیالات ار نبیند نا متلف — چوں بیروں شد رُوشہا مختلف
اگر یہ خیالات مختلف نہیں ہیں — تو بیرونی روشیں کیوں مختلف ہیں
قبلۂ جاں را چو پنہاں کردہ اند — ہر کسے رُو جانبے آوردہ اند
چونکہ انھوں نے جان کے قبلہ کو چھپا دیا ہے — ہر شخص ایک جانب کو منہ کئے ہوئے ہے

تمثیل روشہائے مختلف و وہمہائے گوناگوں باختلاف

مختلف روشوں اور مختلف قسم کے وہموں کی اندھیرے میں نماز کے وقت

تحرّی متحرّیاں در وقتِ نماز قبلہ را بوقتِ تاریکی و

قبلہ کی اٹکل کرنے والوں کی اٹکل کے اختلاف سے اور غلط رخوں کی سمت

تحرّی غواصاں در قعرِ بحر

کی نہ میں اٹکل سے شناں

لہ از خیالے۔ مختلف خیالات کی بنا پر جو کوششیں ہیں ان کا ذکر ہے۔ از خیالے۔ کوئی شخص موتی کی صورت خیال کی بنا پر دریا سے اس کا جویاں ہے۔ ترہب۔ رہبانیت اختیار کرنا یعنی دنیاوی لذتوں کو ترک کر کے گرجا گھر میں بیٹھ جانا... کشت۔ یعنی نصاریٰ کا بھیجا ہوا تحفہ۔ رستہ۔ بازار۔ پری خوانی۔ ایسے عمل کرنا جس سے بھوت اور پریاں حاضر ہو جاتی ہیں اس کو حاضرات کہا جاتا ہے۔

لہ رباح۔ نفع۔ تلوّن۔ رنگین۔ حیرانی۔ یعنی ہر شخص دوسرے کے خیالات پر تعجب کا اظہار کرتا ہے: آں۔ چونکہ ہر انسان کا خیال جداگانہ ہے اس لئے ہر شخص کا عمل بھی مختلف ہے۔ مختلف۔ قبلہ جہاں۔ انسانوں نے عقل سے صحیح کام نہیں لیا اس لئے مقصود حقیقی خفی ہو گیا اور ہر شخص نے اپنی خواہش کے مطابق قبلہ کا ایک رُخ تجویز کر کے اس کی طرف منہ کر لیا ہے

لہ تمثیل۔ حقیقی مقصود خفی ہو جانے کی صورت میں لوگوں کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ قبلہ کی حقیقی سمت معلوم نہ ہونے کی صورت میں ہر شخص ایک ایک جانب کو نماز پڑھتا ہے یا مختلف علاقوں میں غوطہ خور موتی کے لئے مختلف سمتوں میں غوطہ لگاتے ہیں۔

همچو قومے کہ تحری میکنند
جس طرح لوگ عمل کرتے ہیں

برخیالِ قبلہ ہر سُو می تنند
قبلہ کے خیال سے ہر جانب کو رُخ کرتے ہیں

چونکہ[1] کعبہ رُو نماید صبح گاہ
جب صبح کو قبلہ رُو نما ہوتا ہے

کشف گردد کہ کم کردہ ست راہ
واضح ہو جاتا ہے کہ کس نے غلطی کی ہے

یا چو غواصاں بزیرِ قعرِ آب
یا جس طرح غوطہ زن پانی کی گہرائی کے نیچے

ہر کسے چیزے ہمی گیرد شتاب
ہر شخص جلدی سے ایک چیز پکڑ لیتا ہے

برامیدِ گوھر و دُرِ ثمیں
جوہر اور قیمتی موتی کی اُمید پر

توبرہ پُر میکنند از آن و ایں
اِس اور اُس سے تھیلا بھر لیتے ہیں

چوں برآیند از تنگِ دریا ژرف
جب گہرے دریا کی تہ سے باہر آتے ہیں

کشف گردد صاحبِ دُرِ شگرف
عجیب موتی والا واضح ہو جاتا ہے

واں دگر کہ بُرد مروارید خُرد
اور وہ جس نے چھوٹا موتی حاصل کیا ہے

واں دگر کہ سنگریزہ شبہ بُرد
اور وہ جس نے پتھری اور ابرتھ حاصل کیا ہے

ھٰکَذَا نَبْلُوھُمْ بِالسَّاھِرَۃ[2]
اسی طرح ہم ان کو میدان میں آزمائیں گے

فِتْنَۃً ذَاتَ افْتِضَاحٍ قَاھِرَۃ
آزمائش میں جو زبردست رسوائی والی ہوگی

ہمچنیں ہر قوم چوں پرّانگاں
اسی طرح ہر قوم پروانوں کی طرح

گردِ شمعے پُر زناں اندر جہاں
دنیا میں ایک شمع کے چاروں طرف پرواز کر رہی ہے

خویشتن بر آتشے بر میزنند
اپنے آپ کو ایک آگ پر پھینک رہی ہے

گردِ شمعِ خود طوافے می کنند
اپنی شمع کے گرد طواف کر رہی ہے

برامیدِ آتشِ موسیٰ بخت
نصیب کے موسیٰ کی آگ کی اُمید پر

کز لہیبش سبز و تر گردد درخت
جس کی لپٹ سے درخت زیادہ سرسبز ہو جاتا ہے

فضلِ آں آتش شنیدہ ہر رمہ[3]
ہر جماعت نے اس آگ کی فضیلت سُن لی ہے

ہر شرر را آں گماں بُردہ ہمہ
سب نے اس چنگاری کو وہ سمجھا ہے

چوں برآید صبحدم نورِ خلود
جب صبح کو ہمیشگی کا نور طلوع کرے گا

وانماید ہر یکے چہ شمع بود
ہر شخص دیکھ لے گا کہ کیا شمع تھی

ہر کرا پر سوخت زاں شمعِ ظفر
جس کے اُس کامیابی کی شمع سے پَر جلے ہیں

بد ہدش آں شمع خوش ہفتاد پر
اُس کو وہ شمع ستر اچھے پَر دیدے گی

---

[1] چونکہ۔ جب صبح کو قبلہ رُو نما ہوتا ہے تو ہر شخص کو غلطی کا احساس ہوتا ہے اسی طرح صفحۂ نامۂ اعمال کھلے گا تو غلط اندیشوں کو غلطی کا احساس ہوگا۔ دُرِّ شگرف۔ قیمتی موتی۔ توبرہ۔ تھیلا۔ ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ عجیب۔

[2] ساہرہ۔ روئے زمین، میدان۔ افتضاح۔ رسوا ہونا۔ شجے۔ یعنی مقصود۔ موسیٰؑ حضرت موسیٰؑ کو خدا کی تجلی ایک درخت پر آگ کی صورت میں نظر آئی تھی۔ لہیب۔ لپٹ۔

[3] رمہ۔ جماعت۔ آں یعنی نورِ موسوی۔ نورِ طلود۔ ابدی نور۔ شمعِ ظفر۔ یعنی عشقِ خداوندی۔

جُوقِ[1] پروانہ دو دیدہ دوختہ — ماند زیرِ شمعِ بد پر سوختہ
دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے پروانوں کی جماعت — بُری شمع کے نیچے پر جل ہوئی رہ جائے گی

می طپد اندر پشیمانی و سوز — میکند آہ از ہوائے چشمِ دوز
یہ سوزش اور شرمندگی میں تڑپے گی — آنکھیں سی دینے والی خواہش نفسانی سے آہ کرے گی

شمع اُو گوید کہ چوں من سوختم — کے ترا برہانم از سوز و ستم
اُس کو شمع کہے گی جسکے میں جل گئی — میں تجھے سوزش اور ستم سے کیسے رہائی دوں

شمع اُو گریاں کہ من سر سوختہ — چوں[2] کنم من غیر را افروختہ
اُس کی شمع روئے گی کہ میں سر جلی — دوسرے کو کیا روشن کروں ؟

در تفسیر آیت یَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ

بندوں پر حسرت ہے " آیت کی تفسیر

اُو ہمی گوید کہ از اشکالِ تو — غرہ گشتم دیر دیدم حالِ تو
وہ کہے گا کہ تیری صورت سے — میں دھوکا کھا گیا میں نے تیری حالت دیر میں دیکھی

شمع مُردہ بادہ رفتہ، دلربا — غوطہ خوردا زننگ کژ بینیِ ما
شمع مر کر چلی گئی، دل رُبا نے — غوطہ مارا یہ ہماری کج بینی کی ذلت سے

ظَلَّتِ الْأَرْبَاحُ خُسْرًا مُغْرَمًا — تَشْتَكِي شَكْوَى إِلَى اللهِ الْعَمٰى
منافع گھاٹے والا نقصان بن گئے — اندھے پن کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے

خَبَّذَا[3] أَرْوَاحُ إِخْوَانٍ ثِقَات — مُسْلِمَاتٌ مُؤْمِنَاتٌ قَانِتَات
لقہ بھائیوں کی روحیں قابل بار کہاں ہیں — مسلمان ہیں، مومن ہیں، عبادت کرنے والی ہیں

ہر کسے روئے بسوئے بُردہ اند — واں عزیزاں رُو بے سُو کردہ اند
ہر شخص نے ایک جانب رُخ کیا ہے — وہ باعزت ہیں جنھوں نے بے رُخ کیا جانب رُخ کیا ہے

ہر کبوتر می پرد در مذہبے — دیں کبوتر جانبِ بے جانبے
ہر کبوتر ایک راستہ پر پرواز کرتا ہے — یہ کبوتر بے جانب کی جانب پرواز کرتا ہے

ہر عقابے می پرد از جا بجا — دیں عقاباں راست بیجائی سزا
ہر باز ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا ہے — ان بازوں کی سزا آشیانہ ہے

مانہ مرغانِ ہوائے خانگی — دانۂ ما دانۂ بے دانگی
ہم نہ ہوائی پرندے ہیں نہ پالتو — ہمارا دانہ بے دانگی کا دانہ ہے

[1] جوق۔ جوڑ گروہ قتلِ سلیم سے کام نہ لیں گے وہ شیطان کے فریب خوردہ ہونگے وہ گم گشتہ راہ ہونگے تیسکند۔ جو آنکھیں بند کر کے شہوات میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ آہیں بھریں گے شمع اُو گوید۔ یعنی باطل معبود اُن سے برأت کرینگے۔

[2] چوں کنم۔ باطل معبود کہا عذاب میں ہونگے وہ دوسروں کو کیا بچا سکیں گے۔ اگر باطل پرست۔ شمع۔ یعنی باطل معبود شمع چھپائیں گے۔ خلقت جوق نفع کا ثابت ہوگا اور یہ لوگ اپنے اندھے پن کا شکوہ کرینگے۔

[3] خبذا۔ سوسنیں کی روحیں مسلمات ہوں گی۔ مناجات عزیزاں جو لوگ حق پرست ہیں اور انھوں نے اپنا رُخ ذاتِ منزہ کی طرف کیا ہے وہ باعزت ہونگے۔ دیں کبوتر۔ یہ وہ روحیں ہیں جو سوسنات ہیں بے جانبے یعنی ذاتِ حق جو جہت سے منزہ ہے۔ ہر عقابے۔ ہر انسان کا ایک جانب کو رُخ ہے لیکن افرادِ صفا کا مکان لا مکان ہے۔ آہ۔ وہ یہ کہتے ہیں۔

زاں[1] فراخ آمد چنیں روزی ما
اس لئے ہماری روزی اس قدر فراخ ہے

کہ دریدن شد قبا دوزی ما
کہ ہمارا پھاڑنا قبا کو سینا ہے

دربیان آنکہ فرجی را چرا فرجی نام نہادند اوّل

اس کا بیان کہ شروع میں فرجی کو فرجی کیوں کہا گیا

صوفیٔ بدرید جُبّہ در حَرَج
ایک صوفی نے تنگی میں جُبّہ پھاڑ ڈالا

پیشش آمد بعد بدریدن فرج
پھاڑنے کے بعد اُس کو فراخی میسّر آگئی

کردہ نام آں دریدہ فرجی[2]
اُس نے اُس پھٹے ہوئے جُبّہ کا نام کشادگی دلا رکھدیا

ایں لقب شد فاش ازاں مردِ نجی
اُس برگزیدہ کی وجہ سے یہ نام مشہور ہو گیا

ایں لقب شد فاش و صافش شیخ بُرد
یہ لقب مشہور ہو گیا اور اُس کی حقیقت شیخ لے گیا

ماند اندر طبعِ خلقاں حرفِ دُرد
لوگوں کی طبیعت میں حرفِ تلچھٹ باقی رہ گئی

ہمچنیں ہر نام صافی داشتہ است
اِسی طرح ہر وہ نام جو صفائی رکھتا تھا

اسم را چوں دُردی بگذاشتہ است
اُس نے نام کو تلچھٹ کی طرح چھوڑا

ہر کہ گلخوار[3] است دردی را گرفت
جو مٹی کھانے والا ہے اُس نے تلچھٹ لے لی ہو

رفت صوفی سوئے صافی ناشگفت
صوفی صاف کی جانب تعجب کے بغیر چلا گیا

گفت لابد دُرد را صافی بُود
صوفی نے کہا، تلچھٹ کے لئے صفائی لازمی ہے

زیں دلالت دل بصفوت میرود
اِس رہنمائی سے دل صفائی کی جانب جاتا ہے

دُرد عُسر افتاد صافش یُسر او
تلچھٹ عُسر ہے اُس کو صاف یُسر کشادگی ہے

صاف چوں خرما و دُردی بُسر او
صاف خرما کی طرح ہے اور تلچھٹ اُس کا کچا ہے

عُسر با یُسر ست ہیں آیس مباش
تنگی کشادگی کے ساتھ ہے خبردار! مایوس نہ ہو

راہ داری زیں ممات اندر معاش
اِس موت سے تو زندگی میں راستہ پاتا ہے

صاف خواہی جُبّہ بشگاف اے پسر
اے بیٹا! اگر تو صاف چاہتا ہے جُبّہ کو پھاڑ دے

تا ازاں صفوت برآری رو بسر
تاکہ اُس میں سے جلد صفائی ظاہر ہو جائے

---

[1] زاں مشہور مقولہ ہے کہ گدھا کھودنے سے اینٹوں فراواں ہو جاتا ہے اور قبا چاک کر دینے سے روزی فراواں ہو جاتی ہے اُس کے استر آبرے وغیرہ کو زدوخت کر کے گذارا کیا جا سکتا ہے، یعنی اسباب ظاہری کو ختم کر دینے سے اللہ پر توکل ہو جاتا ہے۔ وَمَن یَّتَوَکَّل عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ۔ (قرآن)۔

[2] جُبّہ کو شروع میں فرجی اسلئے کہا گیا کہ ایک فقیر نے ایسا جُبّہ پھاڑ کر فروخت کر دیا اور اُس سے اُس کو فراغت دستی حاصل ہو گئی یعنی اُس نے وجودِ ظاہری کو فنا کیا تو اُس کو جاودانی بقا حاصل ہو گئی اس لئے اُس نے پھٹے ہوئے جُبّہ کا نام فرجی یعنی کشادگی دلا رکھ دیا۔ فرج، تنگی۔ فرج کشادگی۔

[3] فرجی۔ یعنی اُس جُبّہ کا نام کشادگی دلا پڑ گیا کیوں کہ اُس کے پھٹنے سے اُس فقیر کو کشادگی حاصل ہوئی تھی۔

[4] گلخوار۔ مشہور۔ قند۔ تلچھٹ۔ بھینس۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ابتداء ہر کوئی کام کسی حقیقت کی بنیاد پر رکھا جاتا ہے، لیکن پھر اُس کام میں سے حقیقت گم ہو جاتی ہے اور صرف لفظ رہ جاتے ہیں۔

[5] گلخوار۔ یعنی دنیا پرستوں نے مجاز کو اختیار کر لیا اور حقیقت تک نہ پہنچے، حقیقت پرست صوفی حقیقت تک پہنچ گیا۔ گفت۔ مجاز پرست کہتا ہے کہ مجاز میں حقیقت پنہاں ہے۔ صفوت۔ نیر، صاف۔ عُسر۔ مجاز کی مثال تنگی اور کچی کھجور کی سی ہے اور حقیقت کی مثال یُسر اور پکی کھجور کی ہے۔ ہر عسر تنگی کے بعد یُسر اور سہولت میسّر آتی ہے۔ راہ۔ فنا کے بعد ہی بقا حاصل ہوتی ہے۔ صاف۔ اگر تو چاہتا ہے کہ حقیقت تک پہنچے تو ظاہر پرستی اور تن پروری چھوڑ دے بہت جلد حقیقت تک پہنچ جائے گا۔

هست[1] صوفی آنکہ شد صفوت طلب
صوفی وہ ہے جو صفائی کا طالب ہو

نہ لباسِ صوف و خیاطی و دَبَب
نہ کپڑوں کا لباس اور سینا اور نقش

صوفیی گشتہ بہر پیش ایں لِئام
ان کمینوں کے لئے صوفی ہونا بن گیا ہے

اَلْخِیَاطَۃُ وَاللِّوَاطَۃُ وَالسَّلَام
سینا اور (غلام) والسلام

بر خیالِ آں صفا و نامِ نیک
صفا کے خیال اور اچھے نام کی وجہ سے

رنگ پوشیدن نکو باشد ولیک
رنگین پہننا اچھا ہوگا لیکن

بر خیالش گر روی تا اصلِ اُو
اگر اُس کے خیال سے تو حقیقت کی طرف جائے

ہمچناں کہ گربہ سوئے ناں بوُ[2]
جس طرح کہ بلی خوشبو کے ذریعہ روٹی کی جانب

بُو قلاوُوزست اے جویائے عشق
اے عشق کے تلاش کرنے والے! بُو رہنما ہے

نے زبُو یعقوبؑ شد بینائے عشق
کیا بُو کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ عشق کے بینا نہیں ہوئے؟

دور باشِ غیرتت آمد خیال
فاسد خیال تیرے لئے دور شاخہ نیزہ ہے

گرد بر گردِ سراپردہ جلال
جلال کے پردے کے اردگرد ہے

بستہ ہر جوینده را کہ راہ نیست
جس نے ہر تلاش کرنیوالے کو بانده دیا کہ راہ نہیں ہے

ہر خیالش پیش می آید کہ بیست
ہر خیال اُس کے سامنے آجاتا ہے کہ ٹھہر جا

جُز مگر آں تیز گوش و تیز ہوش
سوائے اُس تیز کان والے اور تیز ہوش والے کے

کِش بُود از جیشِ نصر تہاش جوش
جس کو مددوں کے لشکر سے جوش حاصل ہے

بجہد[3] از تخییلہا بے شہ شود
وہ تخیلات سے نکل جاتا ہے بغیر بادشاہ کے بچاتا ہے

تیرِ شہ بنماید و بیروں رود
شاہی تیر دکھاتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے

ہر کہ را در دست تیرِ شہ بُود
جس کے ہاتھ میں بادشاہ کا تیر ہو

راہ یابد تا بمنزل می رود
راستہ پالیتا ہے منزل تک چلا جاتا ہے

فی المناجات
دعا

اے قدیم راز دانِ ذوالمنن
اے احسانوں والے، راز کو جاننے والے قدیم!

دَرره تو عاجزیم و ممتحن
تیری راہ میں ہم عاجز ہیں اور مشقت میں ہیں

ایں دلِ سرگشتہ را تدبیر بخش
اس حیران دل کو تدبیر عنایت کر دے

وایں کمانہائے دو تو را تیر بخش
اِن خمیدہ کمانوں کو تیر عنایت کر دے

---

[1] ہست۔ تصوف محض کمبل پوش اور پیوند در پیوند گودڑی اور اُس کو منقش کرنے کا نام نہیں ہے۔ لِئام کمینے لواٰمت۔ اِلہام ہر خیال نیکی تک پہنچنے کے لئے نیکوں کا لباس اختیار کرنا مفید ہے لیکن محض لباس اختیار کر لینا اور نیکوں کے سے کام کرنا بُرا ہے۔ ہمچناں۔ نشانات سے منزلِ مقصود تک پہنچنا چاہئے، محض نشان حاصل کرنا کافی نہیں ہے۔

[2] بُو۔ کسی چیز کی خوشبو اُس چیز تک پہنچا جا سکتا ہے۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی خوشبو سے عشق کے بینا بنے اور انکی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ دور باش۔ دور شاخہ نیزہ جو جبار بادشاہوں کے آگے لیکر لوگوں کو ہٹاتا ہوا چلتا ہے یعنی نمازیں پڑھنا اور مجاز کا خیال خدا کی حضرت کا دَربان ہے جو انسان کو اُس کے دروازے ہٹا دیتا ہے۔ لیکن یہ خیال حقیقت تک نہیں پہنچنے دیتا ہے۔ جُز۔ توفیق خداوندی جس کا ساتھ دیتی ہے وہ مجاز سے حقیقت تک پہنچ جاتے ہیں۔

[3] بجہد۔ توفیق جس کا ساتھ دیتی ہے وہ ان خیالات سے شاہی تیر کی علامت دیکھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ تیرِ شہ۔ شاہی تیر پر علامت ہوتی تھی جس کو دیکھ کر کارکن ہرکارہ جا سکتا تھا۔ ذوالمنن۔ احسانوں والے اللہ تعالیٰ۔ ممتحن۔ مصیبت زدہ۔ تدبیر۔ بمعنی شادی

جُرعہ[1] بر رنجیتی زاں خفیہ جام
تو نے اس پوشیدہ جام سے گھونٹ گرا دیا ہے

بر زمینِ خاک مِن کَاسِ الکِرام
خاک کی زمین پر کریموں کے پیالے سے

جُست بر زُلف و رُخ از جُرعہ نشاں
گھونٹ کا نشان زلف اور رُخ پر تلاش کیا ہے

خاکِ اشاہاں ہمی لیسند ازاں
اسی وجہ سے شاہ خاک کو چاٹتے ہیں

جُرعہ حُسن ست کابن خاکست کش
حُسن کا گھونٹ ہے کہ یہ خاک بھلی ہے

کہ بصد دل روز و شب می بوسیش
کہ تو دل و جان سے دن رات اُس کو چومتا ہے

جُرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کُند
مٹی میں ملا ہوا گھونٹ جبکہ مجنوں بنا دیتا ہے

مر ترا تا صاف اُو خود چوں کُند
تو تجھے اُس کا صاف کیا بنا دے گا؟

ہر کسے[2] پیشِ کلوخے جامہ چاک
ہر شخص ایک مٹی کے ڈھیلے کے سامنے کپڑے پھاڑے ہوئے ہے

کاں کلوخ از حُسن آمد جُرعہ ناک
کیونکہ وہ ڈھیلا حسن سے گھونٹ حاصل کئے ہوئے ہے

جُرعہ بُر ماہ و خور شید و حمل
ایک گھونٹ ہے چاند اور سورج اور برج حمل پر

جُرعہ بر عرش و کرسی و زُحل
ایک گھونٹ ہے عرش اور کرسی اور زُحل پر

جُرعہ گوئیش اے عجب یا کیمیا
تعجب ہے تو اس کو گھونٹ کہہ لے یا کیمیا

کز آسیبش فنا گردد بقا
کہ اُس کے اثر سے فنا بقا بن جاتی ہے

جد طلب آسیب اُدائے دو فنوں
اے ہنرمند! اُس کا اثر کوشش کا خواہاں ہے

لَا یَمَسُّ ذَاکَ اِلَّا الطَّاهِرُوْن
اُس کو نہیں چھو سکتے ہیں مگر پاک لوگ

جُرعہ بُر رُوئے خوبانِ لطاف
ایک گھونٹ ہے نازک اندام حسینوں کے رُخ پر

جُرعہ بر خمر و بر نقل و ثمر
ایک گھونٹ ہے شراب اور چبینے اور پھلوں پر

چوں[3] ہمی مالی زباں را اندریں
جبکہ تو اُس پر زبان کو ملتا ہے

تا چگونہ باشد آں رَوَاقِ صاف
تو اُس چھنے ہوئے اور صاف کا کیا حال ہوگا؟

چونکہ وقتِ مرگ آں جُرعہ صَفا
چونکہ موت کے وقت وہ مُصفّیٰ گھونٹ

چوں شوی چوں بینی آنرا بے رطیں
تو تیرا کیا حال ہوگا جبکہ اُس کو بغیر مٹی کے دیکھے گا

آنچہ ماند میکنی زود دش دفیں
جو رہ گیا اُس کو تو جلدی سے دفن کر دیتا ہے

زیں کلوخِ تن بمردن شد جُدا
جسم کے اِس ڈھیلے سے مرنے پر جُدا ہو گیا

کیں چنیں زشتے و دوں حِس بُد قریں
کہ یہ ایسا بدنما اور کم رتبہ کیوں ساتھ تھا!

---

[1] جرعہ۔ وَبِلَادٍ مِنْ کَاسِ الکِرَام یعنی سخیوں کے پیالے سے زمین کو بھی حصّہ ملا ہے حقیقت مظاہر قدرت میں حُسنِ ازلی کی تجلّی نمودار ہو گئی ہے جس کی وجہ سے لوگ ان کے شیدائی ہیں۔ گُل۔ بُوش، مظاہر پرستی اُس کے حُسنِ ازلی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ خاک آمیز۔ وہ تجلّی جو مادّیات میں ظہور پذیر ہے جب اُس نے دیوانہ بنا رکھا ہے تو جو تجلّی اُس سے منزّہ ہے اُس کا کیا حال ہوگا۔

[2] ہر کسے۔ جس قدر مظاہر ہیں وہ تجلّی حقیقی سے سیراب ہیں خواہ وہ چاند اور سورج ہو یا عرش و کرسی وہ گھونٹ جو تجلّی حقیقی سے حاصل ہوتا ہے اُس سے فانی بھی بقا حاصل کر لیتا ہے۔ جد۔ اِس گھونٹ کے حاصل کرنے کے لئے بہت سے مجاہدوں کی ضرورت ہے تاکہ باطنی طہارت حاصل ہو سکے ..... جرعہ۔ دنیا کی ہر مرغوب چیز نے اِسی حُسنِ ازلی سے گھونٹ حاصل کر لیا ہے جس پر عشق اِسی کے جلوہ کا شیدا ہے۔

[3] چوں۔ جبکہ اِس ٹکڑہ جرعہ کو دیکھ کر تیرا یہ حال ہوتا ہے اگر صاف جرعہ کو دیکھے گا تو کیا حال ہوگا۔ چونکہ حسین معشوق سے موت کے وقت وہ جرعہ واپس لے لیا جاتا ہے تو تو اگر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا ہے، اور بہت جلد مُردہ کو دفن کر دیتا ہے اور اُس سے اپنی بے رغبتی پر تعجب کرتا ہے۔

جاں[1] چو لے ایں جیفہ بنماید جمال
جان، جب اِس مُردار کے بغیر حُسن دکھائیگی

کے تواں گفت لُطفِ آں وصال
اُس وصال کا لطف میں کیا کہہ سکتا ہوں

مہ چو لے ایں ابر بنماید ضیا
چاند جب اِس اَبر کے بغیر روشنی دکھائے گا

شرحِ نتواں کرد ازاں کار و کیا
اِس معاملہ اور پاکیزگی کی شرح نہیں کی جا سکتی

جُبّذا آں مطبخِ پُر نوش و قند
سبحان اللہ، وہ کیسا شہد و شکر سے پُر مطبخ ہے

کیں ملائک را کند لیسانِ دیند
کہ یہ شہنشاہ اُس کا پیالہ چاٹنے والے ہیں

جُبّذا آں خرمنِ صحرائے دیں
وہ دین کے صحرا کا خرمن کیا ہی عمدہ ہے

کہ بُوَد ہر خرمن آں را خوشہ چیں
کہ ہر خرمن اُس کا خوشہ چین ہوتا ہے

جُبّذا دریائے عمرِ بے غمے
بے غم عُمر کے دریا کے کیا کہنے ہیں

کہ بُوَد زو ہفت دریا مُعتنمے
کہ اُس کے مقابل ساتوں دریا معتنم ہیں

جرعۂ چوں ریخت ساقی اَلَست
اَلَست کے ساقی نے جب ایک گھونٹ بہایا

بر سرِ ایں شورہ خاکِ زیر دست
اِس نچلی بنجر زمین پر

جوشش[2] کرد آں خاکِ دمساز جو شیم
اُس خاک نے جوش کیا اور ہم اُس جوش میں ہیں

جُرعۂ دیگر کہ بس بے کوشیم
(اے خدا) دوسرا گھونٹ کہ ہم بے طاقت ہیں

گر روا بُد نالہ کردم از عدم
اگر جائز ہو تو معدوم (گھونٹ) کا نالہ کروں

ور نبُودایں گفتنی نِک تن زدم
اور اگر یہ اَن کہنی ہے تو میں چُپ ہوا

ایں[3] بیانِ بَطِ حرصِ مُتّنی ست
یہ حرص کی اور منی بط کا بیان ہے

از خلیل آموزگاں بَط کُشتنی ست
خلیل (اللہ) سے سیکھ لے یہ بط مار ڈالنے کے قابل ہے

ہست در بط غیر ایں بس غیر و شر
بط میں اِس کے علاوہ اور بہت سے غیر و شر ہیں

ترسم از فوتِ سخنہائے دگر
میں دوسری باتوں کے چھوٹ جانے کے خوف سے ڈرتا ہوں

صفتِ طاؤس و طبع او و سببِ کشتنِ ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام او را

مور کی صفت اور اُس کا مزاج اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اُس کو مار ڈالنے کا سبب

آمدیم اکنوں بطاؤسِ نو رنگ
اب ہم (دوسرے) مور کے ذکر پر آگئے

کو کُند جلوہ برائے نام و ننگ
کہ وہ فخر و مباہات کے ذریعہ نمائش کرتا ہے

---

[1] جاں۔ مصنف تمثیل سے وصل کی لذت کا بیان ناممکن ہے۔ جمالِ دیدارِ حق کا لطف اور شرح ناقابلِ بیان ہے۔ جبذا۔ شابانِ عشقی اُس کے دربار سے جو لذتیں حاصل کر رہے ہیں وہ عجیب و غریب ہیں۔ گو وہ مظاہرِ حسن خرمن کے خوشہ چیں ہیں وہ خرمن قابلِ رشک بتایا ہے۔ جبذا دریا۔ معنوی لذائذ کا دریا اِس قدر وسیع ہے کہ ساتوں سمندر اُس کے سامنے شبنم کا قطرہ ہیں۔ زیر دست۔ عاجز۔

[2] جوش کرد۔ مطابقت والے جرعہ سے ہم جوش میں ہیں ہم عاجزوں کو دوسرا جرعہ بھی عطا کر دے۔ گر روا۔ اگر دوسرے گھونٹ کے لئے ہماری فریاد جائز ہو تو ہم فریاد کریں ورنہ خاموشی اختیار کریں۔

[3] ایں۔ مصنف کی اصطلاح میں بط سے مراد انسان کی صفت حرص ہے مولانا اِس کا بیان کر رہے تھے درمیان میں دوسری باتیں آگئیں اب اُس کا بیان ختم کر کے دوسری مذموم صفات کا بیان شروع کرتے ہیں۔ طاؤس۔ مصنف کی اصطلاح میں مور سے مُراد حُبِّ جاہ ہے۔ دورنگ۔ حُبِّ جاہ میں انسان نفاق سے کام لیتا ہے۔

ہمتش[1] اُو صیدِ خلق از خیر و شر — وز نتیجہ و فائدہ آں بے خبر

اُس کا ارادہ اچھے بُرے طریقوں پر مخلوق کا شکار کرنا ہو — اور وہ نتیجہ اور فائدے سے بے خبر ہے

ہمچو دام میگیرد شکار — دام را چہ علم از مقصودِ کار؟

جال کو کام کے مقصد کا کیا علم؟

دام را چہ ضر و چہ نفع از گرفت — زیں گرفتِ بیہدہ اش دارم شگفت

گرفتار کرنے میں جال کا کیا نفع و نقصان؟ — اس کی اس بیہودہ گرفت سے مجھے تعجب ہے

اے برادر دوستاں را فراشتی — بادو صد دلداری و بگذاشتی

اے بھائی! تو نے دوستوں کو بلند کیا — سینکڑوں دلداریوں سے اور چھوڑ دیا

کارت ایں بودہ ست[2] از وقتِ وِلاد — صید مردم کردن از دام و داد

پیدائش کے وقت سے تیرا یہی کام رہا ہے — جال اور بخشش کے ذریعہ لوگوں کا شکار کرنا

زاں[3] شکار و انبہی باد و بود — دست در کُن ہیچ یابی تار و پود

اُس شکار اور تگ و دو کی کثرت سے — (جال میں) ہاتھ ڈال کچھ تانا بانا تیرے ہاتھ آئے گا

بیشتر رفت ست و بیگاہ است روز — تو بجد در صیدِ خلقانے منور

دن بہت چلا گیا اور ناوقت ہو گیا — تو ابھی تک لوگوں کو شکار کرنے کی کوشش میں ہے

آں یکے می گیر دایں می ہل ز دام — دیں دگر را صید می کن چوں لئام

اُس ایک کو پکڑ اور اس کو جال میں سے پھینک دے — کمینوں کی طرح دوسرے کا شکار کر

باز ایں را می ہل دمی جُو دگر — اینت لَعب کودکانِ بے خبر

پھر اُس کو چھوڑ دوسرے کی تلاش کر — عجب بے خبر بچوں کا کھیل ہے

شب[4] شود در دام تو یک صید نے — دام بر تو جز صداع و قید نے

رات ہو جائیگی تیرے جال میں کوئی شکار نہیں ہے — تیرے لئے جال سوائے دردِ سر اور قید کے کچھ نہیں ہے

پس تو خود را صید میکردی بدام — کہ شدی محبوس و محروم ی ز کام

تو نے جال سے خود اپنا شکار کر لیا — کیونکہ تو قیدی ہو گیا اور کام سے محروم رہا

ہمچو ما احمق کہ صیدِ خود کند — رنج بیحد لقمہ خوردن زُو حرام

ہم جیسا احمق، کہ خود اپنا شکار کرے؟ — مشقت بیحد، اور اُس میں سے لقمہ کھانا حرام ہے

[1] ہمت اُو۔ حُبِ جاہ میں انسان لوگوں کو پھانسنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کے لئے جائز و ناجائز ذرائع اختیار کرتا ہے۔ بیتجربہ یہ طاؤس اسی طرح لوگوں کو پھنساتا ہے جس طرح انجام سے بے خبر جال پھنساتا ہے۔

[2] بر آور۔ حُبِ جاہ میں مبتلا کی دوستی ناپائیدار ہوتی ہے وہ حصولِ مقصد کیلئے دوست بناتا ہے اور اپنا فائدہ پورا کرکے دوستوں کو فراموش کر دیتا ہے۔

[3] زاں۔ حُبِ جاہ میں مبتلا کو سوچنا چاہیئے کہ ان حرکات سے اُس کو کیا حاصل ہوا۔ بیشتر۔ یہ شخص اپنیں لغو باتوں میں عمر کو برباد کرتا ہے آں یکے۔ کبھی کسی کو پھنساتا ہے پھر اُس کو چھوڑتا ہے، دوسروں کو پھنساتا ہے اس کی یہی طفلانہ حرکات جاری رہتی ہیں

[4] شب شود۔ دورِ عمر ختم ہو جاتا ہے کہ شب کو موت آجاتی ہے وہ دوسروں کا شکار کرتا ہے لیکن خود دھوکے کا شکار بن جاتا ہے۔ دورِ زمانہ۔ وہ شکاری بڑا احمق ہے جو شکاری کی بجائے خود شکار بن جائے۔ جوں۔ عوام کو پھانسنا شور کا شکار کرنا ہے کہ بڑی مصیبت سے جال میں پھنستا ہے اور اُس کا کھانا حرام ہے

آنکہ ارزد صید را عشق ست و بس
جو شکار کرنے کے قابل ہے وہ صرف عشق ہے

لیک او کے گنجد اندر دامِ کس
لیکن وہ کب کسی کے جال میں پھنستا ہے؟

تو مگر آئی و صیدِ او شوی
ہاں تو آ اور اُس کا شکار بن جا

دام بگذاری بدام او روی
اپنا جال چھوڑ اُس کے جال میں گرفتار ہو جا

عشق میگوید بگوشم پست پست
میرے کان میں عشق آہستہ آہستہ کہتا ہے

صید بودن خوشتر از صیادیست
شکاری بننے سے شکار بن جانا بہتر ہے

گول میکن خویش را و غرہ شو
اپنے آپ کو بیوقوف بنانے اور فریفتہ نہ ہو

آفتابی را رہا کن ذرہ شو
سورج بننے کو چھوڑ، ذرہ بن جا

بر درم ساکن شود بیخانہ باش
میرے دروازے پر پڑ رہ، اور بے گھر بن جا

دعویِ شمعی مکن پروانہ باش
شمع بننے کا دعویٰ نہ کر پروانہ بن جا

تا بہ بینی چاشنیِ زندگی
تاکہ تو زندگی کا لطف دیکھے

سلطنت بینی نہاں در بندگی
بادشاہی کو غلامی میں چھپا ہوا دیکھے

نعل بینی باژگونہ در جہاں
دنیا میں اُلٹی نعل بندی دیکھ لے

تختہ بند انرا لقب گشتہ شہاں
پھانسی پر چڑھنے والوں کا لقب بادشاہ ہو گیا ہے

بس طناب اندر گلو و تاج دار
گلے میں رسّی کا پھندا اور تاج ہے

بر وے انبوہے کہ اینک تاجدار
اُس پر مجمع ہے کہ یہ بادشاہ ہے

ہمچو گورِ کافراں پر پرس و گل
جس طرح کافروں کی قبر کو باہر تیتی پڑی ہیں

واندروں قہرِ خدائے عزّ و جل
اور اندر خدائے عزّ و جلّ کا قہر ہے

چوں قبور آں را مجصص کردہ اند
قبروں کی طرح اس پر بھی چونا کر دیا ہے

پردۂ پندار پیش آوردہ اند
گھمنڈ کا پردہ سامنے لگا دیا ہے

طبعِ مسکینت مجصص از مُنَر
تیری بیچاری طبیعت ہُنر سے آراستہ

ہمچو نخلِ موم بے برگ و ثمر
موم کی کھجور کی طرح بے برگ و ثمر ہے

در بیان آنکہ لطفِ حق را ہمہ کس دانند و قہر را نیز ہمہ کس دانند و ہمہ از قہرِ حق گریزانند و بلطفِ او آویزانند اما

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کو سب جانتے ہیں اور قہر کو بھی سب جانتے ہیں اور سب اُس کے قہر سے گریز کرتے ہیں اور اُس کی مہر سے وابستہ ہیں

۵۱ آنکہ۔ اگر شکار کھیلنا ہو تو عشق کا شکار کر لیکن یاد رہ شکار ہے جو ہر کس و ناکس کے جال میں نہیں پھنستا ہے۔ تو عشق کا شکار جب کر سکے گا کہ تم خود اُس کا شکار بن جاؤ گے۔ عشق عشق کی صدا یہ ہے کہ شکاری بننے سے شکار بن جانا بہتر ہے۔ کمال عشق کے معاملے میں اپنے آپ کو بے عقل بنا لو اور سورج بننے کی بجائے ذرہ بن جاؤ تو دم بعشق کا سزاوار ہے۔ خاکساں برباد بن کر میرے در پر آ پڑ شمع ہونے کے دعوے کو چھوڑ کر پروانہ بن جا۔

۵۲ تا بہ بینی۔ جب کیفیت ہو جائیگی تو حقیقی لذت رسیل ہوگی اور پھر انسان غلامی میں شاہی کرے گا۔ (شعر)

ہیں حقیر گدایانِ عشق اکثر قوم
شہان بے کمر و جمشیدِ بے کلہ خسرو

نعل بینی۔ یعنی دنیا کے سر کے بل ہیں جو دنیا کے قیدی ہیں لوگ انکو تخت کہتے ہیں اور جو لوگ شاہ ہیں انکو فقیر اور گدا کہتے ہیں تاج دار سولی دینے کے وقت سر اور آنکھوں پر ایک ٹوپی اُڑھا دی جاتی ہے۔ تاجدار۔ بادشاہ۔ تخت۔ تختہ کی جمع ہے۔ لباس کا جوڑا۔

۵۳ مجصص۔ چونے اور گچ سے پتا ہوا۔ نخلِ موم۔ کھجور کا مومی درخت۔ در بیان۔ حضرت حق تعالیٰ کے ہر دو قہر کو ہر شخص جانتا ہے اور ہر شخص قہر کا طالب اور قہر سے گریزاں ہے لیکن اللہ نے اپنے قہر کو

حق تعالیٰ قہر ہا را در لُطف پنہاں کردہ و لُطفہا را در قہر

لیکن اللہ تعالیٰ نے قہر کو مہر میں پوشیدہ کر دیا ہے اور مہر کو قہر میں

پنہاں کردہ نعل باژگونہ و تلبیس و مکر اللہ بود تا اہل تمیز

پوشیدہ کر دیا ہے اُلٹی چال اور بناوٹ اور اللہ کا داؤ تھا تاکہ اہل تمیز

وَیَنظُرُ بِنُورِ اللہ از بے تمیزاں و حالے بینان و ظاہر بینان

اور اللہ کے نور سے دیکھنے والے بے تمیزوں اور حال کو دیکھنے والوں اور ظاہر بینوں

جُدا شوند کہ لِیَبلُوَکُم اَیُّکُم اَحسَنُ عَمَلاً

سے جدا ہو جائیں کیونکہ (فرمایا ہے) تاکہ وہ تمہیں آزمائے (کہ کون عمل کے اعتبار سے اچھا ہے)

گفت درویشے بدرویشے کہ تو — چوں بدیدی حضرتِ حق را بگو

ایک درویش نے دوسرے درویش سے کہا کہ تو نے — حضرت حق کو کیسا دیکھا ہے۔ بتا

گفت ہیچوں دیدم اما بہرِ قال[1] — باز گویم مختصر آں را مثال

اُس نے کہا میں نے بے مثال دیکھا لیکن کہنے کیلئے — اُس کی ایک مختصر مثال بتاتا ہوں

دید مش سوئے چپ او آذرے — سوئے دستِ راست حوضِ کوثرے

میں نے اُس کی بائیں جانب آگ دیکھی — (اور) دائیں جانب حوض کوثر دیکھی

سوئے چپش بس جہاں سوز آتشے — سوئے دست راست جوئے خوشے

اُس کی بائیں بہت جہاں سوز آگ ہے — اُس کے دائیں ہاتھ کی جانب عمدہ نہر ہے

سوئے آں آتش گروہے بردہ دست — بہر آں کوثر گروہے شاد و مست

ایک گروہ نے اُس آگ کی جانب ہاتھ بڑھایا ہے — ایک گروہ اُس نہر کے لئے شاد اور مست ہے

لیک نعلِ باژگونہ بود سخت — پیش پائے ہر شقی و نیک بخت

لیکن اُلٹی چال سخت ہوتی ہے — ہر شقی اور نیک بخت کے لئے

ہر کہ در آتش ہمی رفت و شرر — از میانِ آب بر میکرد سر

جو آگ اور چنگاریوں میں گیا — اُس نے پانی میں سے سر اُبھارا

ہر کہ سوئے آب میرفت از میاں — اُو در آتش یافت میشد در زماں

جو آگ کی طرف گیا — وہ فوراً آگ میں پایا گیا

ہر کہ سوئے راست شد و آبِ زلال — سر ز آتش برزد از سوئے شمال

جو داہنی جانب اور نیر پانی کی طرف گیا — اُس نے بائیں جانب آگ میں سے سر اُبھارا

[1] بہر قال۔ یعنی ذات حق کی چگونگی تا قابل بیان ہے لیکن سمجھانے کے لئے کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

[2] آذرے۔ لہٰذا نفسانی آخرت میں بصورت مار و کژدم نمایاں ہوں گے اور مجاہدات و عبادات کی مشقتیں بصورت حور و غلمان آخرت میں نمودار ہوں گی یا اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے ایک تدبیر فرمائی ہے انسان اگر دنیا میں نفسانی لذائذ میں لگے گا جو بظاہر آگ میں ہے تو وہ آگ کو حاصل کرے گا اور اگر عبادات کی مشقتوں میں لگے گا جو بظاہر آگ میں ہے وہ حوض کوثر حاصل کرے گا۔ (بلال، تیرہانی)

وانکہ شد سوئے شمالِ آتشیں
جو آگ والی بائیں جانب گیا

سر بروں میکرد از سوئے یمیں[1]
وہ بائیں جانب سے سر ابھارتا ہے

کم کسے بر سرِ ایں مضمر زدے
اس پوشیدہ راز سے بہت کم لوگ واقف ہوئے

لاجرم کم کس دراں آذر شدے
لامحالہ بہت تھوڑے لوگ اس آگ میں گرے

جز کسے کہ بر سرش اقبال ریخت
سوائے اس شخص کے جس کے سر پر اقبال نے نادانی

کورہا کرد آب و در آتش گریخت
کہ اس نے پانی کو چھوڑ دیا اور آگ میں گھس گیا

کردہ ذوقِ نقد را معبود خلق
لوگوں نے نقد فائدے کو معبود بنا لیا ہے

لاجرم زیں لعب مغبوں بود خلق
لامحالہ اس کھیل سے لوگ ٹوٹے میں ہیں

جوق جوق و صف صف از حرص و شتاب
گروہ در گروہ اور صف صف حرص اور عجلت کی وجہ سے

محترز از آتش گریزاں سوئے آب
آگ سے بچنے والے ہیں پانی کی طرف دوڑنے والے ہیں

لاجرم زاتش برآورد ند سر
لامحالہ انھوں نے آگ میں سے سر ابھارا

اعتبار الا عتبار اے بے خبر
اے بے خبر! عبرت حاصل کر عبرت

بانگ میزد آتش اے گیجانِ گول[2]
آگ پکارتی ہے اے بے وقوف احمقو!

من نیم آتش منم چشمہ قبول
میں آگ نہیں ہوں میں پسندیدہ چشمہ ہوں

چشم بندی کردہ اند اے بے نظر[2]
اے اندھے! انھوں نے نظر بندی کردی ہے

در من آ و ہیچ مندیش از شرر
مجھ میں آجا اور چنگاریوں کی فکر نہ کر

اے خلیل اینجا شرار و دود نیست
اے خلیل! یہاں چنگاری اور دھواں نہیں ہے

جز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست
سوائے نمرود کے دھوکے اور جادو کے کچھ نہیں ہے

چوں خلیلِ حق اگر فرزانۂ
اگر تو اللہ کے خلیل کی طرح عقلمند ہے

آتش آب تست و تو پروانۂ
آگ تیرا پانی ہے اور تو پروانہ ہے

جانِ پروانہ ہمی دارد ندے
پروانہ کی جان پکارتی ہے

کاے دریغا صد ہزارم پر بدے
کہ کاش میرے ہزاروں پر ہوتے

تا ہمی سوزید ز آتش بے اماں
تاکہ وہ بے اماں آگ سے جل جائے

کوری چشم و دلِ نامحرماں
نامحروں کی آنکھ اور دل کے اندھے پن کے

برمن آرد رحم جاہل از خری
نادان کو گدھے پن سے مجھ پر ترس آتا ہے

من برو رحم آرم از دانشوری
میں عقلمندی کی وجہ سے اس پر ترس کھاتا ہوں

[1] یمین۔ دایاں۔ مضمر۔ پوشیدہ۔ زدے بمعنی دنیاوی لذتوں کا ذوق۔ مبتلائے۔ ٹوٹے میں مبتلا۔

[2] چشم بندی۔ نظر بندی۔ آتش نمرود۔ نمرود کی آگ حضرت خلیل اللہ کے لئے بظاہر آگ اور حقیقتاً گلزار تھی۔ ندے۔ آواز۔ خری۔ گدھا پن۔

خاصہ ایں آتش کہ جانِ آبہاست
خصوصاً وہ آگ جو پانی کی جان ہے

کارِ پروانہ بعکسِ کارماست[1]
پروانہ کا معاملہ ہمارے معاملہ کے برعکس ہے

او بہ بیند نور و در نارے رود
وہ نور دیکھتا ہے اور آگ میں گر جاتا ہے

دل بہ بیند نار و در نورے شود
دل آگ دیکھتا ہے اور نور میں پہنچ جاتا ہے

انچنیں لعب آمد از ربِّ جلیل
رب جلیل کی جانب سے یہی کھیل ہے

تا بہ بینی کیست از آلِ خلیل
تاکہ تو دیکھ لے کہ خلیل کی اولاد میں سے کون ہے

آتشے را شکلِ آبی دادہ اند
آگ کو پانی کی شکل دے دی ہے

واندر آتش چشمہ بگشادہ اند
اور آگ کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ساحرے صحنِ برنجی را بہ فن
جادوگر جادوؤں کے طلسمی کرتب کے ذریعہ

می کند کرمش میانِ انجمن
انجمن میں اس کو کیڑے بنا دیتا ہے

خانہ را او پُر ز کژدُم مہا نمود
گھر کو بچھوؤں سے بھرا ہوا دکھا دیتا ہے

از دمِ سحر و خود آں کژدم نبود
جادو کے اثر سے حالانکہ وہ بچھو نہیں ہیں

چونکہ جادو می نماید صد چنیں
جبکہ جادو اس جیسی سینکڑوں باتیں دکھا دیتا ہے

چوں بود دستانِ جادو آفریں
تو جادو پیدا کرنے والے کی تدبیر کیسی ہوگی؟

لاجرم از سحر یزداں قرن قرن
لامحالہ خدا کے جادو سے گروہ در گروہ

اندر افتادند چوں زن زیر پہن[2]
عورتوں کی طرح نیچے چت گرے ہیں

لاجرم از سحر یزداں مرد و زن
لامحالہ خدا کے جادو سے مرد و زن

رفتہ اندر چاہِ جاہِ بے رسن
پہنچ گئے ہیں جاہ کے بے رسی کے کنوئیں میں

ساحراں شاں بندہ بودند و غلام
جادوگر اُن کے بندے اور غلام تھے

اندر افتادند چوں صعوہ بدام
مولے کی طرح جال میں پھنس گئے

ہیں بخواں قرآں ہمیں سحرِ حلال
آگاہ! قرآن پڑھ لے حلال جادو کو دیکھ

سرنگونی مکرہائے[3] کالجبال
(اور) پہاڑوں جیسے مکروں کے اوندھا ہونا دیکھ

من نیم فرعون کایم سوئے نیل
میں فرعون نہیں ہوں کہ نیل (اور پانی) کی جانب آؤں

سوئے آتش میروم ہمچوں خلیل[4]
میں خلیلؑ (اللہ) کی طرح آگ کی طرف جاتا ہوں

نیست آتش ہست آں ما میعیں
آگ نہیں ہے، وہ بہتا پانی ہے

واں دگر از مکرِ آب آتشیں
اور دوسرا مکر کی وجہ سے آتشیں پانی ہے

---

[1] کارِ پروانہ۔ پروانہ نار کو نور سمجھ کر آگ میں گرتا ہے مومن نار کو نار سمجھ کر آگ میں داخل ہوتا ہے اور نور حاصل کر لیتا ہے۔ ساحر کسی چیز کا حقیقت کے خلاف نظر آنا مستبعد نہیں ہے جادوگر جادوؤں کو کیڑوں کی شکل میں دکھا دیتا ہے

صحن۔ طباق۔ جادو آفریں۔ اللہ تعالیٰ۔ قرن۔ گروہ۔

[2] پہن۔ چت۔ چاہِ جاہ۔ یعنی جاہ پسندی کا کنواں بے رسن۔ یعنی گہرا کنواں۔

ساحراں شاں۔ ان گروہوں کے جادوگر بھی جادو آفریں کے جادو میں مولے کی طرح پھنس کر رہ گئے۔

[3] مکرہائے۔ قرآن پاک میں ہے وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ یعنی خدا نے انکے مکر کو برباد کر دیا اگرچہ ان کا مکر ایسا تھا کہ اس سے پہاڑ ہل جائیں۔

[4] من نیم۔ یہ فقیر کا مقولہ ہے یا مولانا کا۔ فرعون۔ فرعون نیل کو خشکی سمجھ کر پانی میں ڈوبا حضرت خلیل اللہ آگ کو آگ سمجھ کر گلزار میں پہنچے۔

پس[۵۱] نکو گفت آں رسولِ خوش جواز — ذرّۂ عقلت بہ از صوم و نماز

اُس خوش رفتار رسولؐ نے خوب کہا ہے — تیرے لئے عقل کا ایک ذرہ روزے (اور) نماز سے بہتر ہے

زانکہ عقلت جوہر ست ایں دو عَرَض — ایں دو در تکمیلِ آں شد مُفترض

کیونکہ تیری عقل جوہر ہے یہ دونوں عرض ہیں — یہ دونوں اُس کی تکمیل کے لئے فرض کئے گئے ہیں

تا جلا باشد مر آں آئینہ را — کہ صفا آید ز طاعت سینہ را

تاکہ اُس آئینہ پر جلا ہو جائے — کیونکہ عبادت سے سینہ میں صفائی آتی ہے

لیک گر آئینہ از بُن فاسد ست — صیقل آں را دیر باز آرد بدست

لیکن اگر آئینہ اصل سے خراب ہے — اُس پر صیقل دیر سے پڑ سکتی ہے

وا[۵۲] گزیں آئینہ کو اکیس است — اندکے صیقل گری اُورا بس است

وہ آئینہ لے جو زیادہ ذہین ہے — اُس کے لئے تھوڑی صیقل گری کافی ہے

تفاوتِ عقول در اصل فطرت بر خلاف معتزلہ کہ می گویند کہ

عقلوں کا فرق اصل فطرت سے ہے معتزلہ کے برخلاف کہ وہ کہتے

در اصل عقول جُزوی برابر اند ایں افزونی و تفاوت از

ہیں کہ دراصل شخصی عقلیں برابر ہیں اُن میں بڑھوتری اور فرق تعلیم اور

تعلیم ست و ریاضت و تجربہ

ریاضت اور تجربہ کی وجہ سے ہے

ایں تفاوت عقلہا را نیک داں — در مراتب از زمیں تا آسماں

عقلوں کے اِس فرق کو خوب سمجھ لے — مرتبوں میں زمین سے آسمان تک

ہست عقلے ہمچو قرصِ[۵۳] آفتاب — ہست عقلے کمتر از زہرہ و شہاب

ایک عقل سورج کی ٹکیہ کی طرح ہے — ایک عقل زہرہ اور ٹوٹنے والے ستارے سے کمتر ہے

ہست عقلے چوں چراغِ سرخوشے — ہست عقلے چوں ستارہ آتشے

ایک عقل مست چراغ کی طرح ہے — ایک عقل آگ کے شعلہ کی طرح ہے

زانکہ ابر از پیشِ اُو چوں واجہد — نور یزداں بیں خرد ہا بر دہد

کیونکہ جب ابر اُس کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے — وہ عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کر دیتی ہے

عقلہای خلق عکسِ عقلِ اُو — عقلِ اُو مشک ست و عقلِ خلق بُو

مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل کا عکس ہیں — اُس کی عقل مشک ہے اور مخلوق کی عقل اُس کی خوشبو ہے

---

۵۱ پس۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ جواز۔ رفتار۔ زانکہ۔ بیشک۔ عقل شرعی کی تکمیل کے لئے فرض ہوئی ہیں۔ کہ صفا۔ شرعی اعمال سے عقل دل میں ہے۔

۵۲ واگزیں۔ مولانا، مرشد کے لئے فرماتے ہیں کہ ایسے مرید دل کو جن کے دل تھوڑی سی صیقل سے چمک اٹھیں۔ ایں تفاوت۔ عقلوں میں فطری تفاوت ہے اور اُن کے مختلف مراتب ہیں۔

۵۳ قرص۔ ایک عقل کا نور سورج جیسا ہے اور دوسری عقل کا نور زہرہ و غیر ستارہ سے بھی کم ہے۔ تاکہ عقل کل یعنی دل اللہ کی عقل کے سامنے سے جب ماسوی اللہ کا ابر ہٹ جاتا ہے تو وہ دوسری عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کر دیتی ہے۔ عقلہائے مخلوق کی عقلیں اُس کی عقل سے فیضیاب ہیں۔

عقلِ[1] کُل و نفسِ کُل مردِ خدا ست — عرش و کرسی را مداں کز وے جدا ست

مردِ خدا، عقلِ کُل اور نفسِ کُل ہے — یہ نہ سمجھو کہ عرش اور کرسی اُس سے جُدا ہے

مَظہرِ حق ست ذاتِ پاکِ اُو — زُو بجو حق را و از دیگر مجُو

اُس کی پاک ذات خدا کا مظہر ہے — اُس سے اللہ کا طالب بن اور دوسرے سے نہ پُوچھ

عقلِ جُزوی عقل را بدنام کرد — کارِ دنیا مَرد را بے کام کرد

جزوی عقل نے عقل کو بدنام کر دیا ہے — دنیاوی مقصد نے انسان کو ناکام کر دیا ہے

آں زصیدی حُسنِ صیّادے بدید — ویں زصیادی غمِ صیدی کشید

اُس نے شکار پن سے شکاری کا حسن سیکھا — اس نے شکاری پن سے شکار بن جانیکا غم حاصل کیا

آں زخدمت نازِ مخدومی بیافت — ویں زمخدومی زراہِ عز بتافت

اُس نے خدمت کے ذریعہ مخدوم ہونیکا ناز حاصل کر لیا — اس نے مخدوم بنکر عزت کے راستہ سے مُنہ موڑ لیا

آں زفرعونی اسیرِ آب شُد — وز اُسیری سبطِ ازارباب شُد

وہ فرعونیت کی وجہ سے پانی کا قیدی بن گیا — اور سبطی قیدی ہونے کی وجہ سے آقا بن گیا

لعبِ[2] معکوس ست و فرزیں بند سخت — حیلہ کم کن کارِ اقبال ست و بخت

اُلٹا کھیل اور سخت فرزین بند (چال) ہے — تدبیر نہ کر اقبال اور نصیب کا معاملہ ہے

برخیال و حیلہ کم تن تار را — کہ غنی رہ کم دہد مکّار را

خیال اور مکر کی بنا پر تانا نہ بن — (اللہ) بے نیاز مکّار کو راستہ نہیں دیتا ہے

مکر کُن[3] در راہ نیکو خدمتے — تا نبوت یابی اندر اُمتے

اچھی خدمت کی راہ میں تدبیر کر — تاکہ تو اُمت میں (رہ کر) نبوت (کا رتبہ) پائے

مکر کُن تا وارہی از مکرِ خود — مکر کُن تا فرد گردی از حسد

تدبیر کر تاکہ تو اپنے مکر سے نجات پائے — تدبیر کر تاکہ تو حسد سے علیحدہ ہو جائے

مکر کُن تا مکتسب بندہ شوی — در کمی اُفتی خداوندہ شوی

تدبیر کر تاکہ تو ناچیز بندہ بنے — کمی اختیار کرے گا آقا بن جائے گا

رُو بہی و خدمت آگر گُہن — ہیچ بر قصدِ خداوندی مکُن

اے پرانے بھیڑیئے! مکاری اور خدمت — آقائی کے خیال سے کبھی نہ کر

انسان کو اپنی تدابیر ترک کرنے کی تدبیر کرنی چاہئے اور اپنے آپ کو اوصافِ بد سے پاک کرنا چاہیئے کہ بن بندہ بننے کی تدبیر کرے گا تو آقائی میسر آئیگی۔ (دنیا بھی۔ چالاکی اور خدمت مخدوم بننے کی نیت سے نہ کی جائے۔

---

[1] عقلِ کُل۔ عقلِ کُل حقیقت میں نفسِ کُل کی روشنی ہے جس کا مظہر انسان ہے۔ اور جو انسان کامل جو مظہر عقلِ کُل و نفسِ کُل ہے اُس سے حق کی جستجو کر۔ عقلِ جزوی۔ عام انسان کی عقل بھی اگرچہ عقلِ کُل سے مستفاد ہے لیکن دنیوی مشاغل نے اُس کو بے مقصد بنا دیا ہے۔ آں۔ یعنی عقلِ کامل نے اپنے آپ کو عشقِ حق کے جال کا شکار بنا کر صیاد کا حسن سیکھ لیا یعنی وہ اخلاقِ خداوندی سے متصف ہو گئی اور عقلِ ناقص نے دوسروں کو جال میں پھانسنا چاہا خود جال میں پھنس گئی۔ آں عقلِ کامل خادم بنکر مخدوم بنی عقلِ ناقص نے مخدوم بننا چاہا تو عزت کے راستہ سے بھٹک گئی۔ زو۔ فرعونی۔ فرعون نے مخدومیت پسند کی تو دریا میں غرق ہو گیا۔ سبطی خادم اور قبطی بنا تو آقاؤں میں شمار ہوا۔

[2] لعبِ معکوس۔ یعنی خادمیت سے مخدومیت حاصل ہونا انسانی تدبیر سے ممکن نہیں ہے بلکہ فضلِ خداوندی پر موقوف ہے انسانی مکاری اور تدبیر فضلِ خداوندی کے منافی ہے۔

[3] مکر کُن۔ انسان خدا شناسی کی تدبیر اختیار کرے تو انبیاء کے اخلاق سے متصف ہو جائیگا اور اُمتی ہوتے ہوئے اُس میں انبیاء کے اوصاف پیدا ہو جائیں گے۔ مکر کُن۔

لیک چوں پروانہ در آتش بتاز
لیکن پروانہ کی طرح آگ میں دوڑ جا

کیسۂ زر بر مدوز و پاک باز
سونے کی تھیلی نہ سی اللہ پاک بن جا

زور[1] را بگذار و زاری را بگیر
زور کو چھوڑ، زاری اختیار کر

رحم سوئے زاری آید اے فقیر
اے فقیر! رحم (خداوندی) عاجزی کیجانب آتا ہو

گر کنی زاری بیابی رحم او
اگر تو عاجزی کرے گا اس کا رحم حاصل کریگا

رحم او در زاری خود باز جو
اس کا رحم اپنی عاجزی میں تلاش کر

زاری مضطر کہ تشنہ معنوی ست
بھوکے پیاسے کی عاجزی حقیقی ہے

زاری سر دو در دروغ آن غوی ست
جھوٹی، ٹھنڈی عاجزی، گمراہ کی ہے

گریۂ[2] اخوان یوسف حیلتست
یوسفؑ کے بھائیوں کی عاجزی مکاری ہے

کاندروں شاں پُر ز رشک و علتست
اُن کا باطن رشک، بیماری سے بھرے

حکایت آں اعرابی کہ سگِ او از گرسنگی می مرد و انبانِ او پُر نان بود و بر سگ نوحہ میکرد و شعر میگفت و میگریست

اُس بدو کا قصہ جس کا کتا بھوک سے مر رہا تھا اور اُس کا تھیلا روٹیوں سے بھرا ہوا تھا اور کتے پر نوحہ کر رہا تھا اور شعر پڑھتا تھا اور روتا تھا

و طپانچہ بر سر و رُو میزد و در لغیش می آمد کہ لقمۂ نان از آں انبان

اور سر اور منہ پر طمانچے مارتا تھا اور لڑکھڑا رہا تھا کہ روٹی کا ٹکڑا

بسگ دہد و سؤال کردن شخص از و جواب شنیدن از و

تھیلے میں سے کتے کو دے اور ایک شخص کا اُس سے سوال کرنا اور اُس سے جواب سُننا

آں سگے می مُرد و گریاں آں عرب
کتا مر رہا تھا اور وہ عرب رو رہا تھا

اشک می بارید و میگفت اے کرب[3]
آنسو بہا رہا تھا اور کہتا تھا ہائے مصیبت

ہیں چہ سازم مر مرا تدبیر چیست
ہائیں کیا کروں میرے لئے کیا چارہ ہے؟

زیں پسیں من چوں تو اے نعم بے تو زیست
اس کے بعد میں تیرے بغیر کیسے زندہ رہوں گا!

سائلے بگذشت و گفت ایں گریہ چیست
ایک سائل گذرا اور بولا یہ کیسا رونا ہے؟

نوحہ و زاری تو از بہر کیست
تیرا رونا اور نوحہ کرنا کس چیز کے لئے ہے

گفت در ملکم سگے بد نیک خو
اُس نے کہا میری ملکیت میں ایک اچھی عادت کا کتا تھا

نیک ہمی میرد میانِ راہ او
وہ اچھی سڑک پر مر رہا ہے

[1] زور۔ اپنی تدابیر سے زور آزمائی نہ کر عاجزی اختیار کر اللہ تعالیٰ عاجزوں پر رحم فرماتا ہے۔ زاری حقیقی عاجزی ہو بناوٹی عاجزی سے مقصد پورا نہ ہوگا۔

[2] گریہ۔ برادرانِ یوسفؑ بھی مصنوعی رونا رو رہے تھے ایسی گریہ وزاری بیکار ہے حکایت۔ اس حکایت سے یہ کہا ہے کہ اُس بدو کی طرح رونا بیکار ہے۔

[3] کرب۔ مصائب بے تاب۔ یعنی کتے سے کہتا تھا گفت۔ بدو نے رونے کی وجہ بتائی۔

روز[1] صیادم بُد و شب پاسباں
وہ دن میں میرا شکاری اور رات کو محافظ تھا

شیرِ نر بود او نہ سگ اے پہلواں
اے نوجوان! وہ کتا نہ تھا بلکہ شیر تھا

تیز چشم و دُزدران و صید گیر
تیز نگاہ والا، چور کو بھگانے والا، شکار کو پکڑنے والا تھا

می دویدے در پئے صید او چو تیر
وہ شکار کے پیچھے تیر کی طرح دوڑتا تھا

صید میکردے و پاسم داشتے
وہ شکار کرتا اور میری حفاظت کرتا تھا

دُزد را نزدیکِ من نگذاشتے
چور کو میرے پاس نہ آنے دیتا تھا

قانع و آزاد تُند و خصم راں
صابر اور آزاد، تیز مزاج اور دشمن کو بھگانے والا تھا

نیک خو و باوفا و مہرباں
نیک طبیعت اور باوفا اور مہربان تھا

گفت رنجش چیست زخمے خوردہ است
اُس نے کہا اُس کو کیا مرض ہوا ہے، زخم کھایا ہے؟

گفت جوع الکلب زارش کردہ است
اُس نے کہا جوع الکلب نے اسکو بدحال کر دیا ہے[2]

گفت صبرے کُن بریں رنج و حرض
اُس نے کہا اِس رنج اور غم پر صبر کر

صابراں را فضلِ حق بخشد عوض
اللہ کی مہربانی صبر کرنیوالوں کو عوض عطا کرتی ہے

بعد ازاں گفتش کہ اے سالارِ حُر
اِس کے بعد اُس نے کہا اے آزاد سردار!

چیست اندر پشت ایں اُنبانِ پُر
کمر پر یہ بھرا ہوا تھیلا کیسا ہے؟

گفت نانِ زاد و لوتِ دوشِ من
اُس نے کہا بغل کی روٹی اور توشہ اور عدہ کھانا ہے

می کشم از بہرِ قوتِ ایں بدن
اِس جسم کی خوراک کے لئے اُٹھائے ہوئے ہوں

گفت چوں نہی بداں سگ نانِ زاد
اُس نے کہا اِس کتے کو روٹی اور توشہ کیوں نہیں دیتا؟

گفت نا ایں حد ندارم مہر و داد
بولا اِس حد تک مجھ میں محبت اور بخشش نہیں ہے

دست[3] ناید بے درم در راہ نان
راستہ میں روٹی بغیر پیسہ کے نہیں ملتی ہے

لیک ہست آبِ دو دیدہ رائیگاں
لیکن دونوں آنکھوں کے آنسو مفت کے ہیں

گفت خاکت بر سرائے پُر باد و مشک
اُسنے کہا اے ہوا سے بھری ہوئی مشک! تیرے سر پر خاک ہو

کہ لبِ ناں پیش تو بہتر ز اشک
کہ روٹی کا ٹکڑا تیرے نزدیک آنسو سے بہتر ہے

اشک خون است و ز غم آبے شدہ
آنسو خون ہے، جو غم سے پانی بن گیا ہے

می نیرزد خوں بخاک اے بیہدہ
اے بیہودہ! خون، خاک کی قیمت کا نہیں ہوتا

کُلِ خود را خوار کرد او چوں بلیس
اُس نے اپنے آپ کو شیطان کی طرح ذلیل کر دیا

پارۂ ایں کل نباشد جز خسیس
اِس کل کا جزو رذیل کے علاوہ کیا ہوگا؟

---

[1] روز۔ یعنی دن میں میرے شکار کے لئے تھا رات کو میری حفاظت کرتا تھا۔ پاس۔ حفاظت۔ قانع۔ یعنی تھوڑی خوراک پر گذارا کرتا تھا۔ جوع الکلب۔ کتے کی بھوک۔

[2] گفت۔ اُس شخص نے بتوسے کہا کہ کتے کے مرنے پر صبر کر اللہ صابروں کی اچھا بدلہ دیتا ہے۔ حُر۔ آزاد۔ انبان۔ تھیلا۔ توشہ۔ بعدہ غذا۔

[3] دست ناید۔ یعنی روٹی قیمت دیئے بغیر نہیں آتی ہے ہم آنسو بہا کر ان کو کتے کے لئے خرید کیا جا سکتا ہے۔ اشک بیچ ہیں خون آنسو بن جاتا ہے۔ خاک۔ یعنی روٹی جو زمین کی پیداوار سے ہی ہے۔ کل خود۔ اُس نے اپنے کو ذلیل کیا جبکہ اُس کے لئے صبر بھی بہتر تھا ایسی ہی

من غلام آنکہ[1] نفروشد وجود
میں اُس کا غلام ہوں جو وجود کو فروخت کرے

جُز بداں سُلطانِ بافضال وجُود
(کسی کو) مہربانیوں اور سخاوت کے شاہ کے سوا

چوں بنالد چرخ یارب خوں شود
جب وہ فریاد کرے تو آسمان فریادی بن جائے

چوں بگرید آسماں گریاں شود
جب وہ رو پڑے تو آسمان رونے لگے

کہ بغیر کیمیا ناردشکست
جو علاوہ کیمیا کے (کسی کے سامنے) عاجزی نہ دکھائے

من غلامِ آں مسِ ہمت پرست
میں اُس صاحبِ ہمت تانبے کا غلام ہوں

سُوئے اشکستہ پَرد فضلِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کا فضل عاجز کی جانب ذکر آتا ہے

دست اشکستہ برآور در دعا
دعا میں عاجز ہاتھ اٹھا

اے برادر رَو برآذر بے درنگ
اے بھائی! بلا تاخیر آگ پر جا، بڑھ

گر[2] رہائی بایدت زیں چاہِ تنگ
اگر تجھے اس تنگ کنویں سے رہائی درکار ہے

اے زمکرش مکرِ مکاراں خجل
اُس کی تدبیر سے مکاروں کا مکر شرمندہ ہے

مکرِ حق را بیں و مکرِ خود بہل
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر پر نظر رکھ اور اپنی تدبیر ترک کر دے

برکشائی یک کمینے بوالعجب
تو ایک عجیب گھات (کی راہ) کشادہ کرے گا

چونکہ مکرت شد فنائے مکرِ رب
جبکہ تیری تدبیر اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر میں فنا ہو گئی

تا ابد اندر عروج وارتقار
ہمیشہ عروج اور ترقی میں

کہ کمینہ ایں کمیں باشد بقا
کہ اُس گھات کا ادنیٰ (درجہ) بقا ہوتا ہے

تا بری بُوئے ز علمِ مِن لَّدُنْ
تاکہ تجھے علمِ لدنی کی خوشبو حاصل ہو جائے

از برائے ایں کمیں سعیے بکُن
اِس گھات کے لئے کوشش کر

گر[3] تو احوالِ عروجِ خویش را
اگر تو اپنے عروج کے احوال کو

نیک دانی نیک باشد مر ترا
اچھی طرح سمجھ لے تو تیرے لئے اچھا ہوگا

دَر بیانِ آنکہ ہیچ چشمِ بد آدمی را چناں مہلک نیست کہ چشمِ پسندیدہ
اِس کا بیان کہ آدمی کے لئے کوئی نظرِ بد ایسی مہلک نہیں ہے جیسے کہ

خویشتن مگر کہ چشمِ او مبدل شدہ باشد بنورِ حق کہ ——
خود پسندی کی نظر ہاں اگر اُس کی آنکھ اللہ کے نور سے تبدیل ہو گئی ہو، کیونکہ (فرمایا گیا ہے)

بِی یَسْمَعُ وَبِی یُبْصِرُ واز خویشتن اُو بیخویش شدہ باشد
وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے۔ اور وہ خود سے بیخود ہو گیا ہو۔

[1] آنکہ یعنی مرشد کامل .... من غلام۔ میں اُس مرشدِ کامل کا غلام ہوں جو ایسا بابرکت کیمیا پرست ہے کہ وہ عاجزی کیمیا (یعنی ذاتِ باری تعالیٰ) کے سامنے ہی کرتا ہے۔ دستِ شکستہ۔ عجز و شکستگی کے ساتھ دعا کی جاتی ہے تو فضلِ خداوندی کو کھینچ لاتا ہے۔

[2] گر رہائی۔ سابق مضمون کی طرف رجوع فرما کر کہتے ہیں کہ مجاہدات کی آتش کی طرف چل پڑ تب دنیا سے نجات ملے گی۔ جُہد۔ شرمندہ۔ چونکہ جب انسان اپنی تدبیر کو خدا کی تدبیر میں فنا کر دیتا ہے تو عجیب راہیں کھل جاتی ہیں۔ کمینہ۔ اُن راہوں کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کو ابدی عروج اور بقا حاصل ہو جاتا ہے اور اِس عروج کے بعد اُس کو علمِ لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔

[3] گر تو۔ انسان جب اِس مقام کو خوب سمجھ لیتا ہے تو اِسکے حصول کیلئے پوری کوشش کرتا ہے اور ضرور نہیں بنتا ہے۔ دَر بیان۔ انسان کی خود بینی انسان کیلئے سب سے زیادہ مہلک ہے ہاں اگر وہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہو گیا ہے تو پھر اُس کی خود بینی اپنی خود بینی نہیں رہتی ہے۔

پرِ طاؤست[1] مبین و پائے بیں — تا کہ سوءُ العین نکشاید کمیں
اپنے طاؤس پر کو نہ دیکھ پاؤں کو دیکھ — تاکہ نظرِ بد گھات نہ کھولے

کہ بلغزد کوہ از چشمِ بداں — یُزْلِقُوْنَکَ از نبے برخواں عیاں
کیونکہ بد نظروں سے پہاڑ ہل جاتا ہے — وہ تجھے پھسلا دینگے۔ قرآن میں صاف پڑھ لے

احمدؐ چوں کوہ لغزید از نظر — در میانِ راہِ بے گل بے مطر
پہاڑ جیسے احمدؐ نظر سے پھسل گئے — ایسے راستہ میں جو نہ کیچڑ اور بارش کے تھا

در عجب در ماند کایں لغزش چیست — من نہ پندارم کہ ایں حالت تہیست
وہ تعجب میں رہ گئے کہ یہ پھسلن کس چیز سے تھی — میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کسی خاص اعلیٰ حال سے خالی ہو

تا بیامد آیت و آگاہ کرد[2] — کاں زچشم بد رسیدت وز نبرد
یہانتک کہ آیت نازل ہوئی اور خبردار کر دیا — کہ وہ نظرِ بد اور خصومت سے ہوئی

گر بُدے غیرِ تو در دم لاشدے — صیدِ چشم و سخرۂ افناشدے
اگر غیر ہے سوا کوئی ہوتا فوراً ہلاک ہو جاتا — نظر کا شکار اور فنا کے تابع ہو جاتا

معنیِ چشمِ بد آخر باز داں — اِنْ یَّکَادُ از چشمِ بد نیکو بخواں
بالآخر نظرِ بد کے معنی سمجھ لے — نظرِ بد کے سلسلہ میں اِنْ یَّکَادُ پڑھ لے

لیک آمد عصمتے دامن کشاں — وِیں کہ لغزیدی بُداز بہرِ نشاں
لیکن دامن کھینچتی ہوئی حفاظت آپہنچی — یہ جو آپ پھسلے، پہچان کرنے کے لئے تھا

عبرتے[3] گیر اندراں کہ کُن نگاہ — برگِ خود عرضہ مکن اے کم زکاہ
عبرت حاصل کر لے اِس پچھاڑ کو دیکھ — اے تکے سے کم! اپنی شان نہ دکھا

تفسیر آیت وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ
اور قریب ہیں کافر کہ تمہیں اپنی نظروں سے پھسلا دیں جبکہ انھوں نے ذکر سنا اور
وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ
کہتے ہیں بے شک وہ مجنون ہے اور نہیں ہے وہ مگر جہانوں کا ذکر۔ آیت کی تفسیر

یا رسول اللہ دراں وادی کساں — میزنند از چشمِ بد بر کرگساں
اے اللہ کے رسولؐ! اِس وادی میں ایسے لوگ ہیں — جو گدھوں پر نظرِ بد لگا دیتے ہیں

از نظرشاں کلۂ شیرِ عریں — واشگافد تا کُند آں شیر انیں
اُن کی نظر سے جھاڑی کے شیر کی کھوپڑی — پھٹ جاتی ہے یہانتک کہ وہ شیر رونا ہے

---

[1] پرِ طاؤست۔ انسان کو اپنے عیوب پر نظر رکھنی چاہیئے ورنہ اُس کی نیکیوں کو نظرِ بد لگ جائے گی۔ کہ بلغزد۔ نظرِ بد کی بہت بُری اور بڑی تاثیر ہے۔ یزلقونک۔ قرآن پاک میں ہے۔ ذان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم۔ اور قریب ہو کہ وہ تمہیں اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں۔ تے گل۔ نرالہ میں کیچڑ بھی نہ بارش۔ در عجب۔ اِس حالت میں پھسلنے سے آنحضورؐ کو تعجب ہوا۔

[2] تا بیامد۔ آنحضورؐ کو پھسلنے کی وجہ دی خداوندی سے معلوم ہوئی۔ مگر بچے۔ آنحضورؐ سے کہا گیا کہ یہ نظرِ بد اس قدر سخت تھی کہ تم تو صرف پھسلے اگر کوئی اور ہوتا تو ہلاک ہی ہو جاتا۔ یعنی چشمِ بد۔ اِس آیت کو پڑھ کر نظرِ بد کی حقیقت سمجھ لو۔ آنحضورؐ چونکہ معصوم تھے لہٰذا اُن پر اس کا اثر محض فعلی تاثیر دکھانے کیلئے ہوا تھا۔

[3] عبرتے۔ آنحضورؐ کے اس واقعہ سے عبرت حاصل کر لو جبکہ آنحضورؐ جیسے کو برا سایہ اثر ہوا تو اپنی گھاس جیسی حیثیت پر اس کی تاثیر کو سمجھ لو۔ یا رسول۔ کسی نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ اس وادی کے لوگ بلند پرواز گدھ کو بھی اپنی بد نظر سے متاثر کر دیتے ہیں۔ از نظر۔ ان کی نگاہوں میں یہ اثر ہے کہ شیر کی کھوپڑی شق ہو جاتی ہے

بر شتر[1] چشم افگند ہمچوں حمام
اونٹ پر موٹی جیسی نظر ڈالتا ہے

کہ بروا زپیہ ایں اشتر بخر
(کہتا ہے) کہ جا اس اونٹ کی چربی خرید لا

سر بریدہ از مرض آں اشترے
مرض کی وجہ سے اس اونٹ کی گردن کٹی ہوئی ہو

کز حسد وز چشم بد بے ہیچ شک
بے شبہ حسد اور نظر بد سے

آب پنہان ست و دولاب آشکار
پانی پوشیدہ ہے اور رہٹ ظاہر ہے

چشم نیکو شد دوائے چشم بد[2]
نظر بد کی دوا اچھی نظر ہے

سبق رحمت تاست و ایں از رحمت است
رحمت کو سبقت حاصل ہے اور یہ (خدا کی) رحمت سے ہے

رحمتش بر نقمتش غالب شود[3]
اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب آجاتی ہے

کو نتیجہ رحمت ست و ضد او
کیونکہ وہ رحمت کا نتیجہ ہے اور اس کی ضد

حرص بط یکتاست و ایں پنجاہ تاست
بطخ کی حرص اکہری اور یہ پچاس گنا ہے

حرص بط از شہوت حلق ست و فرج
بطخ کی حرص حلق اور شرمگاہ کی شہوت کی وجہ سے ہے

از الوہیت زند در جاہ لاف
خدائی کی وجہ سے مرتبہ کی ڈینگیں مارتا ہے

زلت آدم ز اشکم بود و جاہ
(حضرت) آدمؑ کی لغزش پیٹ اور جاہ کی وجہ سے تھی

دانگہاں بفرستد اندر پے غلام
اور بعد میں غلام کو بھیج دیتا ہے

بیند اشتر را سقط اوراہ در
وہ راستہ میں اونٹ کو مردہ دیکھتا ہے

کو بتنگ با اسپ میکردے مرے
برابر میں گھوڑے کا مقابلہ کرتا تھا

سیر و گردش را بگرداند فلک
آسمان رفتار اور گردش کو الٹا کر دیتا ہے

لیک در گردش بود آب اصل کار
لیکن گردش میں پانی کام کی جڑ ہے

چشم بد را لاکند زیر لگد
جو نظر بد کو پاؤں کے نیچے سدوم کر دیتی ہو

چشم بد محصول قہر و لعنت است
نظر بد قہر اور لعنت کا نتیجہ ہے

چیرہ زان شد ہر نبی بر خصم خود
اسی لئے ہر نبی اپنے مخالف پر غالب ہوا

از نتیجہ قہر بود آں زشت رُو
بدصورت قہر کا نتیجہ ہے

حرص شہوت مار و منصب اژدہاست
شہوت کی حرص سانپ اور جاہ (کی حرص) اژدہا ہے

در الٰہیت چند لست درج
الوہیت میں اس کا جیسی گنا داخل ہے

طامع شرکت کجا باشد معاف
شرک کا لالچی کہاں معاف ہوتا ہے!

وآن ابلیس از تکبر بود و جاہ
اور شیطان کی آن تکبر اور جاہ کی وجہ سے تھی

---

[1] بر شتر۔ اگر کسی اونٹ کا گوشت اُن کو پسند آجاتا ہے تو اُس پر اپنی نگاہ ڈال کر فوراً غلام کو اُس کا گوشت خریدنے کے لئے روانہ کر دیتے ہیں۔ کہ حسد اور نظر بد کے اثر سے آسمان کی گردش اُلٹی ہو جاتی ہے۔ اب یہاں چشم بد کی تاثیر اگرچہ بظاہر چشم بد سے متعلق ہے لیکن اصلی سبب تقدیر الٰہی ہے جو مخفی ہے جس طرح دولاب بظاہر متحرک نظر آتا ہے لیکن حرکت کا اصل سبب پانی ہے۔

[2] چشم نیکو۔ چشم بد کی اس تاثیر کو عارف کی نظر فنا کر دیتی ہے۔ سبق رحمت۔ نظر بد کی تاثیر قہر الٰہی ہے اور نیک نظر کی تاثیر رحمت الٰہی ہے اور رحمت قہر پر غالب ہے۔

[3] کو نتیجہ۔ یعنی رحمت ہے ارکانِ قہر کا مظہر ہے۔ حرص بط۔ حبِ جاہ کی بیماری شہوت بطن سے بہت بڑھی ہوئی ہو از الوہیت۔ حبِ جاہ میں الوہیت میں شرکت کا دعویٰ ہے اور شرک ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ زلت۔ حضرت آدمؑ کی لغزش شہوت بطن و جاہ کی وجہ سے تھی شیطان کی معصیت حبِ جاہ کی وجہ سے تھی

لاجرم[۵۱] اُو زود استغفار کرد — وآں لعیں از توبہ استکبار کرد
لاجرم انھوں نے جلد توبہ کرلی — اور اس ملعون نے توبہ سے تکبر کیا

حرصِ خلق و فرج ہم خود بدرگیست — لیک منصب نیست آں اِلّا گیست
خلق اور شرمگاہ کی حرص بھی بدذاتی ہے — لیکن وہ جاہ نہیں ہے وہ تو اضافہ ہے

بیخ و شاخِ ایں ریاست[۵۲] را اگر — باز گویم دفترے باید دگر
جاہ کی جڑ اور شاخ کو اگر — میں بیان کروں تو ایک دوسرا دفتر چاہیئے

اسپ سرکش را عرب شیطانش خواند — نے ستورے را کہ در مرعیٰ بماند
عرب نے سرکش گھوڑے کو شیطان کہا ہے — نہ کہ اس گھوڑے کو جو چراگاہ میں رہا

شیطنت[۵۲] گردن کشی بُد در لغت — مستحقِ لعنت آمد ایں صفت
شیطنت لغت میں سرکشی ہے — یہ صفت لعنت کی مستحق ہے

صد خورندہ گنجد اندر گردِ خواں — دو ریاست جو نگنجد در جہاں
ایک خوان کے گرد سو کھانے والے سما جاتے ہیں — دو سلطنت کے طالب دنیا میں نہیں سماتے ہیں

آں نخواہد کیں بود بر پشتِ خاک — تا ملک بکشد پدر را از اشتراک
وہ نہیں چاہتا کہ یہ روئے زمین پر رہے — شرکت کے ڈر سے بادشاہ باپ کو قتل کر دیتا ہے

آں شنیدستی[۵۳] کہ اُلملک عقیم — قطعِ خویشی کرد ملکت جو زبیم
تو نے یہ سنا ہے کہ سلطنت بانجھ ہے — سلطنت کے طلبگار نے محبوب سے اپنائیت کو ختم کر دیا ہے

کہ عقیم است و ورا فرزند نیست — ہمچو آتش با کسش پیوند نیست
کیونکہ وہ بانجھ ہے اور اسکے اولاد نہیں ہے — آگ کی طرح اس کا کسی سے رشتہ نہیں ہے

ہر چہ یابد او بسوزد بر درد — چوں نیابد ہیچ خود را میخورد
وہ جس کو پاتی ہے جلا دیتی ہے پھاڑ دیتی ہے — جب کسی کو نہیں پاتی ہے خود کو کھا لیتی ہے

ہیچ شو وارہ تو از دندانِ او — رحم کم جو از دلِ سندانِ او
ناچیز بن جا اس کے دانتوں سے نجات پا جا — اس کے آہن (جیسے) دل سے رحم نہ تلاش کر

چونکہ گشتی ہیچ از سنداں مترس — ہر صباح از فقرِ مطلق گیر درس
جب تو ناچیز بن گیا آہن سے نہ ڈر — ہر صبح کو فقرِ مطلق سے سبق حاصل کر لے

---

۵۱ لاجرم۔ حضرت آدمؑ کی غلطی کا اثر زائل ہو گیا۔ شیطان معصیت میں مبتلا رہا۔ حرص خلق۔ کھانے اور شرمگاہ کی شہوت میں عموماً انکساری سے کام لینا پڑتا ہے۔ بیخ۔ حبِ جاہ کی مذمت کرتے دفتر درکار ہے۔ اسپ سرکش۔ سرکش گھوڑے میں تکبر اور جاہ پسندی ہے اس کو شیطان کہا جاتا ہے گدھے میں شرارت بطن ہے اس کو شیطان نہیں کہا جاتا۔

۵۲ شیطنت۔ لغت میں شیطنت سرکشی اور تکبر کو کہا جاتا ہے اسی لئے یہ صفت لعنت کی مستحق ہے۔ قصہ۔ کھانے والے ایک دسترخوان پر دس جمع ہو جاتے ہیں لیکن دو بادشاہ دنیا میں بھی جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔ آں نخواہد۔ ہر بادشاہ کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ تنہا ساری دنیا پر سلطنت کرے۔

۵۳ آں شنیدستی۔ بادشاہت کو بانجھ کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہ شرکت کے ڈر سے سب رشتے کاٹ دیتا ہے۔ ہمچو آتش۔ .... بادشاہوں کے تکبر اور حبِ جاہ کی مثال آگ کی سی ہے ہر چہ۔ آگ ہر چیز کو جلا کر فنا کر دیتی ہے اور کچھ نہ ملے تو خود اپنے آپ کو جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔ ہیچ۔ اپنے آپ کو ہیچ بنا کر

هست[1] الوہیت ردائے ذوالجلال — ہر کہ در پوشد بر او گردد وبال
الوہیت اللہ (تعالیٰ) کی چادر ہے — جو اوڑھتا ہے وہ اس کے لئے وبال بنجاتی ہے

تاج از آن اوست و آن ما کمر — وائے او کز حد خود دارد گذر
تاج اس کی ملکیت ہے اور ہماری ملکیت پیٹی ہے — اس کے لئے تباہی ہے جو اپنی حد سے بڑھے

فتنۂ تست ایں پر طاؤسیت — کاشتراکت باید و قدوسیت
تیرا یہ طاؤسی پر تیرے لئے فتنہ ہے — کیونکہ تجھے شرکت اور قدوسیت درکار ہے

قصۂ آں حکیمے کہ طاؤس را دید کہ پر زیبائے خود را برمی کند

اس دانا کا قصہ جس نے مور کو دیکھا کہ وہ اپنے حسین پروں کو نوچ رہا ہے

بمنقار و می انداخت و تن خود را کل[2] و زشت میکرد از تعجب

اکھاڑ رہا ہے اور پھینک رہا ہے اور اپنے بدن کو گنجا اور بدنما بنا رہا ہے اس نے

طاؤس را پرسید کہ دریغت نمی آید گفت می آید اما پیش ما

تعجب سے مور سے دریافت کیا کہ تجھے افسوس نہیں ہو رہا ہے؟ اس نے کہا ہو رہا ہے

جان از پر عزیز تر است و ایں پر عدوِ جانِ من ست ازیں

لیکن مجھے جان پروں سے زیادہ پیاری ہے اور یہ پر میری جان کے دشمن ہیں اسوجہ

جہت برمی کنم

سے میں اکھاڑ رہا ہوں

پرِ خود می کند طاؤس بدشت — یک حکیمے رفتہ بود آنجا بگشت
ایک مور جنگل میں اپنے پر اکھاڑ رہا تھا — ٹہلتا ہوا ایک عقلمند وہاں پہنچ گیا

گفت طاؤسا چنیں پر نسنی — بید ریغ از بیخ چوں برمیکنی
اس نے کہا او مور! ایسے بڑھیا پر — تو بلا تامل، جڑ سے کیوں اکھاڑ رہا ہے؟

خود دلت چوں میدہد تا ایں خلل — برکنی و اندازیش اندر دغل
خود تیرا دل کیسے (اجازت) دیتا ہے؟ کہ ایسا — تو اکھاڑتا ہے اور اس کو کیچڑ میں پھینک دیتا ہے

ہر پرت[3] را از عزیزی و پسند — حافظاں در طیِ مصحف می نہند
گرانقدری اور پسند کی وجہ سے تیرے ہر پر کو — حفاظ قرآن کے موڑ میں رکھتے ہیں

بہر تحریک ہوائے سود مند — از پرِ تو بادبیزن می کنند
مفید ہوا کو چلانے کے لئے — تیرے پروں کا پنکھا بناتے ہیں

[1] ہست کبریا اور الوہیت اللہ تعالیٰ کی چادر ہے جو اس کو اوڑھے گا اس کے لئے وہ وبال بنے گی۔ تاج تاج خداکی ملکیت ہے ہمارے لئے خدمتگذاری کی پیٹی ہے۔ نسبتِ غرور جو پر طاؤس ہے یہ خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔

[2] کل۔ گنجا۔ دریغ۔ افسوس۔ دشت جنگل۔ گشت۔ سیر و سیاحت۔ بستی۔ بیش قیمت۔ حُلل۔ لباس کا جوڑا۔ دغل۔ کیچڑ۔

[3] ہر پرت۔ اس نے مور سے کہا تیرے پر تو ایسے پیارے ہیں کہ ہر شخص ان کو قرآن میں رکھتا ہے۔ بہر تحریک۔ ہوا جھلنے کے لئے تیرے پروں سے پنکھے بنائے جاتے ہیں۔

۵۱ اینچہ ناشکری وچہ بیباکی ست
یہ کیا ناشکری اور کیا بے پروائی ہے

تو نمی دانی کہ نقاشش کیست
تو نہیں جانتا کہ اُس کا نقاش کون ہے؟

یا ہمی دانی و نازے میکنی
یا تو جانتا ہے اور ناز دکھا رہا ہے

قاصداً قطعِ طرازی میکنی
جان بوجھ کر نقش و نگار کو قطع کر رہا ہے

اے بسا نازا کہ گردد آں گناہ
بہت سے ناز ہیں جو گناہ بن جاتے ہیں

افگند مر بندہ را از چشمِ شاہ
غلام کو بادشاہ کی نظر سے گرا دیتے ہیں

۵۲ ناز کردن خوشتر آید از شکر
ناز کرنا قند سے زیادہ بھلا لگتا ہے

لیک کم خایش کہ دارد صد خطر
لیکن اُس کو نہ چبا کیونکہ سینکڑوں خطرے رکھتا ہے

ایمن آبادست آں راہِ نیاز
عاجزی کا راستہ اطمینان کی جگہ ہے

ترکِ نازش گیر و با آں رہ بساز
ناز کرنا چھوڑ دے اور اُس راہ سے مانوس ہو جا

اے بسا نازآوری زو پر و بال
بہت سی نازآوریوں نے پر و بال نکالے

آخر الامر آں بر اں کس شد وبال
بالآخر وہ اُس شخص پر وبال بنیں

خوبیِ نازِ ردے بفرازدت
ناز کی خوبی، اگر فوراً تجھے اونچا کر دیتی ہے

بیم و ترسِ مضمرش بگدازدت
اُس کا چھپا ہوا خوف اور ڈر تجھے پگھلاتا ہے

دیں نیاز ار چہ کہ لاغر میکند
یہ نیاز اگرچہ تجھے دُبلا کرتا ہے

صد رہ را چوں بدرِ انور میکند
سینہ کو روشن چاند کی طرح بنا دیتا ہے

چوں ز مُردہ زندہ بیروں میکند
چونکہ وہ (اللہ تعالیٰ) مُردے سے زندہ پیدا کرتا ہے

ہر کہ مُردہ گشت او دارد رشد
جو مردہ بن گیا وہ ہدایت یافتہ ہے

۵۳ چوں ز زندہ مُردہ بیروں میکند
جبکہ وہ زندہ سے مُردہ پیدا کرتا ہے

نفسِ زندہ سوئے مرگے می تند
زندہ نفس موت کی جانب چلا جاتا ہے

مُردہ شو تا مخرجُ الحیِّ الصمد
مُردہ بن جا تاکہ اللہ زندہ کو پیدا کرنیوالا بے نیاز

زندہ زیں مُردہ بیروں آورد
زندہ کو اُس مُردے سے پیدا کر دے

دے شوی بینی تو اخراجِ بہار
تو خزاں ہی جا، تو بہار کا پیدا کرنا دیکھے گا

لیل گردی بینی ایلاجِ نہار
رات بن جا، تو دن کا داخل کرنا دیکھے گا

وہ تجھے حیاتِ ابدی عنایت کر دے گا۔ دے شوی۔ تو اپنے اوپر خزاں طاری کرے گا تو بہار کا لطف دیکھے گا، رات بنے گا تو دن کا پیدا ہونا دیکھ لے گا۔

۵۱ اینچہ۔ سورے کہا تیرا یہ اکھڑا تیری بے باکی ہے تجھے معلوم نہیں کہ تیرے پردوں پر نقاشی کس ذات نے کی ہے۔ یا ہمی دانی۔ اگر تو جانتا ہے کہ قدرت نے یہ نقاشی کی ہے تو پھر جان بوجھ کر ایسی کاریگری کو برباد کر رہا ہے اور نازو انداز دکھا رہا ہے۔ اے بسا۔ اس طرح کا ناز بربادی کا سبب ہوتا ہے اور یہ ناز بے جا غلام کو شاہ کی نظروں سے گرا دیتا ہے۔

۵۲ ناز کردن۔ انسان کو ناز کرنا پسند آتا ہے لیکن اس میں خطرات بہت ہیں بے خطر راستہ نیاز مندی کا ہے لہٰذا انسان کو یہی راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ اے بسا۔ نازو انداز جب بڑھتا ہے تو وبال بن جاتا ہے۔ خوبیِ نازو انداز کی خوبی اگر کچھ بڑھاتی ہے تو اس میں چھپا ہوا خوف انسان کو پگھلاتا ہے۔ دیں نیاز۔ نیاز مندی اگرچہ لاغر کرتی ہے لیکن قلب کو روشن چاند بنا دیتی ہے۔ چوں۔ حضرت حق کی صفت ہے کہ وہ مُردے سے زندہ پیدا کر دیتا ہے تو جو مردہ بنے گا اُس کو وہ زندگی عطا کر دے گا۔

۵۳ چوں ز زندہ۔ چونکہ وہ زندہ سے مُردہ بھی پیدا کرتا ہے لہٰذا اگر تو نفس کو نہ مارے گا تو وہ مُردہ ہو جائیگا۔ مردہ شو۔ تو فانی بن جا پھر

بُرمکُن آں پُر کہ نہ پذیرد رُفُو
پروں کو نہ اکھاڑ کیونکہ ان پر رفو نہ ہو سکے گا

رُوئے مخراش از عزا اے خوبرُو
اے حسین! ماتم میں چہرے کو نہ چھیل

آنچناں رُوئے کہ چوں شمسِ ضحیٰ ست
وہ چہرہ جو چاشت کے سورج کی طرح ہے

آنچناں رُخ را خراشیدن خطا ست
ایسے چہرے کو چھیلنا غلطی ہے

زخمِ ناخن بر چناں رُخ کافریست
ایسے چہرے پر ناخن کا زخم کافری ہے

کہ رُخِ مہ در فراقِ اُو گریست
جس کے فراق میں چاند کا چہرہ رویا ہے

یا نمی بینی تو روئے خویش را
یا تو اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہے

ترک کن خوئے لجاج اندیش را
جھگڑا کرنے والی عادت کو چھوڑ دے

دَر بیان آنکہ صفا و سادگیِ نفسِ مُطمئنّہ از فکرتہا مشوّش میشود

اس کا بیان کہ افکار سے نفسِ مطمئنہ کی صفائی اور سادگی پریشان ہو جاتی ہے

چنانچہ بر رُوئے آئینہ چیزے نویسی اگرچہ پاک کنی
جیسا کہ تو آئینہ پر کوئی چیز لکھے اگرچہ تو دھو ڈالے، داغ اور

داغے و نقصانے بماند
نقصان باقی رہ جاتا ہے

رُوئے نفسِ مطمئنّہ در جسد
جسم میں نفسِ مطمئنہ کا چہرہ

زخمِ ناخنہائے فکرت می کشد
فکر کے ناخنوں سے زخمی ہو جاتا ہے

فکرتِ بد ناخنِ پُر زہر داں
بُرے خیال کو زہریلا ناخن سمجھ

میخراشد در تعمق رُوئے جاں
غور کرنے کی صورت میں وہ جان کا چہرہ ہی کھرونچتا ہے

تا کشاید عقدۂ اشکال را
جب تک کہ کسی اشکال کی گرہ کھولتا ہے

در حدث کردہ ست نوزیں بال را
اُس نے نئے بالوں کو ناپاک کر لیا ہے

عُقدہ را بکشادہ گیر اے مُنتہی
اے انتہا کر پہنچنے والے! فرض کر لے گرہ کھل گئی

عُقدۂ سخت ست بر کیسہ تہی
(یہ تیری) خالی تھیلی پر سخت گرہ ہے

در کشادِ عُقدہا گشتی تو پیر
تو گرہوں کو کھولنے لوڑھا ہو گیا

عُقدۂ چندے دگر بکشادہ گیر
فرض کر لے تو نے اور چند گرہیں کھول لیں

عُقدۂ کاں بر سوئے ماست سخت
وہ پھندا جو ہمارے گلے میں ہے، سخت ہے

کہ ندانی کہ خسی یا نیک بخت
کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تو بدبخت ہے یا نیک بخت

لہ بُرمکُن۔ بظاہر یہ حکیم کا مقولہ ہے جو اس نے طاؤس سے کہا۔ عزا۔ اتم۔ آنچناں۔ حسین چہرے کو بگاڑنا بہت بڑی غلطی ہے۔ لجاج۔ جھگڑا۔ در بیان۔ افکار کی وجہ سے نفسِ مطمئنہ کی صفائی میں خلل پڑتا ہے جیسا کہ آئینہ پر اگر کچھ لکھو پھر خواہ اسکو صاف بھی کر دو تو محو اثر نشان باقی رہ جاتا ہے۔

سہ رُوئے نفسِ مطمئنہ کا چہرہ فکر و کے ناخن سے زخمی ہو جاتا ہے خصوصاً جبکہ افکار تو زہریلے ناخن ہیں جو روح تک کے چہرے کو بدنما بنا دیتے ہیں۔ تا کشاید۔ جب انسان افکار کی کسی گرہ کو کھولتا ہے تو روح کے نئے بال پر ناپاک ہو جاتے ہیں جس سے اس کی پرواز میں کمی آجاتی ہے۔ عُقدہ۔ یہی دنیاوی افکار کی عقدہ کشائی ایسی ہے جیسے کسی خالی تھیلی کے منہ کی سخت گرہ کو کوئی شخص کھولے جو ناممکن ہو۔

سہ در کشاد۔ چند گرہوں کے کھولنے میں تو بوڑھا ہو گیا فرض کر لے کہ چند گرہیں تو نے اور کھول لیں لیکن حاصل کیا ہوا۔ عقدہ کاں۔ جسے شقی یا سعید ہونے کی گرہ جو تیرے گلے میں لگی ہوئی ہے اگر تو اسکو کھول لے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

گر بدانی کہ شقیئ یا سعید — آں بود بہتر ز فکرِ ہر مفید

اگر تو یہ جان لے کہ تو نیک بخت ہے یا بدبخت — ہر سرکش کے فکر سے بہتر ہے

حلِ[1] ایں اشکال کُن گر آدمی — خرج کن ایں دم اگر صاحب دمی

اگر تو آدمی ہے اس اشکال کو حل کر لے — اگر تجھ میں دم ہے تو اس دم کو خرچ کر

حدِّ اعیان و عرض دانستہ گیر — حدِّ خود را داں کہ نبود زیں گزیر

تو حد کر لے اعیان اور عرض کی تعریف معلوم ہو گئی — اپنی حقیقت جان لے کہ اسکے سوا چارہ نہیں ہے

چوں بدانی حدِّ خود زیں حد گریز — تا بہ بیحد در رسی اے خاک بیز

جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہو گئی اس تعریف سے گریز کر — اے خاک چھاننے والے تاکہ تو اس ذات تک جو بیحد ہے جس کی حقیقت نامعلوم ہے

عمرِ[2] در محمول و در موضوع رفت — بے بصیرت عمر در مسموع رفت

محمول اور موضوع کی تعریف میں عمر گذر گئی — سُنی سُنائی باتوں میں بلا بصیرت کے عمر ختم ہو گئی

ہر دلیلے بے نتیجہ و بے اثر — باطل آمد در نتیجہ خود نگر

جو دلیل بے نتیجہ اور بے اثر ہو — باطل ہے، تو خود نتیجہ پر غور کرلے

جز بمصنوعے ندیدی صانعی — بر قیاسِ اقترانی قانعی

تو نے مصنوع کے علاوہ صانع کو نہ دیکھا — تو اقترانی قیاس پر صابر ہو گیا

می فزاید در وسائط فلسفی — از دلائل باز بر عکسش صفی

فلسفی واسطوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے — دلائل سے، پھر برگزیدہ شخص اسکے برعکس ہے

ایں گریزد از دلیل و از حجیب — از پئے مدلول سر بردہ بجیب

یہ دلیل اور پردے سے گریز کرتا ہے — مدلول کے لئے گریبان میں منہ ڈالے ہوئے

گر[3] دخاں اورا دلیلِ آتشست — بے دُخاں ما را دلِ آتش خوشست

اگر اس کے لئے دھواں آگ کی دلیل ہے — اس معاملہ میں بغیر دھوئیں کے ہمارے لئے آگ بھلی ہے

خاصہ ایں آتش کہ از قربت دِلا — از دخاں نزدیک تر آمد بما

خصوصاً یہ آگ کہ قرب اور دوستی کی وجہ سے — ہم سے دھوئیں سے زیادہ قریب آگئی ہے

پس یہ کاری بُود رفتن ز خواں — بہرِ تخییلاتِ جانِ نوعیِ خاں

دسترخوان سے چل دینا، بدکاری ہے — دھوئیں کی جانب، جانی کے خیالات کی خاطر

سے ہٹ کر دلائل سے اس ذات تک پہنچنا سیاہ کاری اور غلطی ہے۔

---

[1] حل۔ اگر تو آدمی ہے تو اس اشکال کو حل کر۔ حدِّ اعیان۔ غلاسفہ عرض اور جوہر کی تعریف کرنے میں لگے رہتے ہیں اور خود اپنی حقیقت و ماہیت سے بے خبر رہتے ہیں۔ جو حدِ ذاتی۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے آپ کو جان لیا اس نے خدا کو جان لیا نفس کی حقیقت کا علم خدا کی معرفت تک پہنچاتا ہے

[2] عمر۔ علماء کی عمر موضوع و محمول کی تعریفوں میں گذر جاتی ہے اور کوئی فائدہ ہاتھ نہیں آتا۔ ہر دلیلے ہیں دلیل کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو وہ بیکار ہے تو اپنے انجام پر غور کرلے۔ جز۔ تو نے مشاہدہ نہیں کیا ہے محض مخلوق کے ذریعہ خالق کو سمجھا ہے۔ قیاسِ اقترانی۔ مثلاً عالم مصنوع ہے اور ہر مصنوع کا کوئی صانع ہے۔

[3] می فزاید۔ فلسفی ذہنی امور کو سمجھنے کے لئے وسائط میں اضافہ کرتا رہتا ہے اور برگزیدہ شخص اس کے برعکس مشاہدہ کرتا ہے وہ دلائل سے ہٹ کر مراقبہ میں مشاہدہ کرتا ہے۔

[4] گر دخاں۔ فلسفی اثر سے موثر کو سمجھتا ہے یعنی دھوئیں کے ذریعہ آگ تک پہنچتا ہے غالب عارفوں کے لئے قرب اور عشق کی آگ دھوئیں سے نزدیک تر ہے۔ بس مشاہدہ

در بیانِ[1] قولِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ لَا رُھبَانِیَۃَ فِی الْاِسْلَامِ

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کے بیان میں کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

بر مکن پر را و دل بر کن ازو — زانکہ شرطِ ایں جہاد آمد عدو

پروں کو نہ اکھاڑ، ان سے دل ہٹا لے — کیونکہ اس جہاد کے لئے دشمن ضروری ہے

چوں عدو نبود جہاد آمد محال — شہوت ار نبود نباشد امتثال

جب دشمن نہیں ہے تو جہاد ناممکن ہے — اگر شہوت نہ ہو تو حکم ماننا نہ ہوا

صبر[2] نبود چوں نباشد میلِ تو — خصم چوں نبود چہ حاجت خیلِ تو

جب تیرا میلان نہیں ہے تو صبر نہ ہوگا — جب دشمن ہی نہیں ہے تیرے لشکر کی کیا ضرورت ہے؟

ہیں مکن خود را خصی ہیہاں مشو — زانکہ عفت ہست شہوت را گرو

خبردار! اپنے آپ کو خصی نہ کر، راہب نہ بن — کیونکہ عفت شہوت سے وابستہ ہے

بے ہوا نہی از ہوا ممکن نبود — غازیی بر مُردگاں نتواں نمود

بغیر نفسانی خواہش کے اس سے روکنا ممکن نہیں ہے — اپنا جہاد ہونا مُردوں پر نہیں دکھایا جاسکتا

اَنْفِقُوا گفتست پس کسبے بکن — زانکہ نبود خرج بے دخلِ کہن

خرچ کرو، فرمایا ہے تو تو کمائی کر — کیونکہ پہلی آمدنی کے بغیر خرچ نہیں ہوسکتا ہے

گرچہ آورد اَنْفِقُوا را مطلق او — تو بخواں کہ اِکْسِبُوا ثُمَّ اَنْفِقُوا

اگرچہ اس نے صرف "خرچ کرو" فرمایا ہے — تو پڑھ کماؤ پھر خرچ کرو

ہمچناں[3] چوں شاہ فرمود اِصْبِرُوا — رغبتے باید کزاں تابی تو او

اسی طرح جب شاہ نے حکم دیا کہ تم صبر کرو۔ — تو رغبت درکار ہے تاکہ تو اس سے منہ موڑے

پس کُلُوا از بہر دامِ شہوتست — بعد ازاں لَا تُسْرِفُوا آں عفت ست

تو تم کھاؤ شہوت کے جال کے لئے ہے — اس کے بعد تم فضول خرچی نہ کرو، پاکدامنی کیلئے ہے

چونکہ محمولؔ بہ نبود لدیہ — نیست ممکن بود محمولؔ علیہ

جبکہ خبر نہیں ہے، اس کے پاس — مبتدا کا ہونا ناممکن ہے

چونکہ رنج صبر نبود مر ترا — شرط نبود پس فرو ناید جزا

جبکہ تجھے صبر کی تکلیف حاصل نہیں ہے — تو شرط نہ پائی گئی، لہٰذا جزاء موجود نہ ہوگی

---

[1] در بیان معصیت کے اسباب اور قدرت کے ہوتے ہوئے اس سے بچنا کمال ہے نہ کہ معصیت کی طاقت کو ختم کر کے معصیت سے بچنا اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ راہب معصیت کے اسباب اور اس کی قدرت کو فنا کر ڈالتے تھے۔ جو کہ مومن کو نصیحت ہے کہ پر نہ اکھاڑ یعنی شہوت اور جاہ کے اسباب اور ذرائع کو ختم نہ کر کیونکہ یہ دشمن ہیں اور دشمن کے نہ ہوتے ہوئے جہاد کی فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی ہے شہوت۔ اگر انسان میں شہوت کا مادہ ہی نہیں ہے تو زنا نہ کرنے کے حکم کی فرمانبرداری کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

[2] صبر نبود۔ اگر انسان میں کسی چیز کی جانب میلان ہی نہیں ہے تو اس سے صبر کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں دشمن نہ ہو تو لشکر کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے شہوت۔ راہب اپنے خصیے نکلوا دیتے تھے تاکہ زنا نہ کرسکیں۔ غازیی۔ مرے ہوؤں کے ساتھ جہاد کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔ اَنْفِقُوا۔ خرچ کرو اس حکم کی تعمیل جب ہی ہوسکتی ہے جبکہ انسان کمائے۔ اگرچہ قرآن میں صرف خرچ کرو آیا ہے لیکن اس کا مطلب یہی ہے کہ کماؤ اور خرچ کرو۔

[3] ہمچناں۔ اسی طرح صبر کرو کے حکم کی تعمیل جب ہی ہوگی رغبت موجود ہو۔ کُلُوا۔ تم کھاؤ یہ حکم شہوت کا جال ہے اور لَا تُسْرِفُوا الفضول خرچی نہ کرو عفت ہے اب اگر کُلُوا ممکن ہو تو لَا تُسْرِفُوا کے کوئی معنی نہیں ہیں چونکہ جب خبر کا وجود ہی نہ ہو تو مبتدا کا اس سے اتصال اور تعلق ناممکن ہو۔ صبر کرنے میں اگر کوئی کلفت ہی نہیں ہو تو اجر کی

جزا[1] آں شرط و شاداں آں جزا — آں جزائے دلنوازِ جانفزا
وہ شرط اور جزا کیا ہی خوب ہے — وہ دل نواز، جانفزا جزا ہے

در بیان آنکہ ثواب عمل عاشق از حق ہم حقست و بس جل جلالہ

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عاشق کے عمل کا ثواب صرف اللہ ہی جل جلالہ ہے

عاشقاں را شادمانی و غم اوست — دست مزدو اُجرتِ خدمت ہم اوست
عاشقوں کی خوشی اور غم وہی ہے — مزدوری اور خدمت کی اُجرت وہی ہے

غیر معشوق ار تماشائی بود — عشق نبود ہر زہ سودائی بود
وہ اگر معشوق کے غیر کا تماشائی ہے — عشق نہیں ہے وہ بیہودہ اور بیوقوف ہے

عشق[2] آں شعلہ است کو چوں بر فروخت — ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
عشق وہ مشعلہ ہے جب وہ روشن ہوگیا — جو کچھ معشوق کے علاوہ ہے سب جل گیا

تیغ لا در قتلِ غیرِ حق براند — در نگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند
اس نے "لا" کی تلوار اللہ کے سوا پر چلادی — غور کرلے "لا" کے بعد کیا رہ گیا؟

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت — شاد باش اے عشق شرکت سوز زفت
"الا اللہ" رہ گیا باقی سب فنا ہوگیا — اے عشق شرکت کو جلانے والے زبردست! تو خوش رہے

خود ہم اُو بود اوّلین و آخریں — شرک جز از دیدۂ احول مبیں
صرف وہی اوّلین اور آخرین ہوگا — تو بھینگی آنکھ کے سوائے شرک کو نہ دیکھ

اے[3] عجب حُسنے بُود جز عکسِ آں — نیست تن را جنبشے از غیرِ جاں
تعجب ہے، کوئی حسن اُسکے عکس کے سوا ہو — جان کے غیر سے، جسم میں حرکت نہیں ہوتی ہے

آں تنے را کہ بُود در جاں خلل — خوش نباشد گر بگیری در بغل
جس جسم کی رُوح میں نقصان ہو — وہ اچھا نہ ہوگا، خواہ تو اُس کو بغل میں ڈالے

ایں کسے داند کہ روزے زندہ بُود — از کفِ ایں جانِ جاں جامے رُبود
یہ وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو کسی دن زندہ رہا ہو — اِس جانِ جاناں کے ہاتھ سے اُسنے جام حاصل کیا ہو

وانکہ چشمِ اُو ندیدست آں رُخاں — پیشِ اُو جانست ایں تفِ دخاں
جس کی آنکھ نے وہ رخسار نہیں دیکھے — اُسکے نزدیک یہ دھوئیں کی سوزش جان ہے

حُسن کو مکمل خداوندی وہی دیکھے گا جس کی روح انسانی زندہ ہوگی۔ فانکہ۔ جو روح انسانی سے ناواقف ہوگا وہ روح حیوانی کو ہی سب کچھ سمجھے گا۔

---

[1] جزا۔ عمل کی تکلیف ہو تو اُس کا بدلہ بھی ہوگا تو دونوں قابلِ عمل کہلاویں۔ اور بیان۔ چونکہ پہلے مضمون میں جزا کا بیان تھا اب بتاتے ہیں کہ خدا کے عاشق کا بدلہ کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ عاشق کے عمل کا بدلہ ذاتِ خداوندی ہے۔ عاشقاں۔ عاشقوں کا رنج اور خوشی مزدوری اور اُس کی اُجرت صرف ذاتِ خدا ہے۔ غیر معشوق۔ اگر وہ معشوق کی ذات کے علاوہ کسی چیز کا طالب ہے تو پھر اُس کا عشق عشق نہیں ہے بلکہ وہ دیوانہ ہے۔

[2] عشق۔ جب عشقِ الٰہی نمودار ہوتا ہے تو ماسوی اللہ اُس کی آگ سے جل جاتا ہے۔ تیغ لا۔ کہتے ہیں والا کہنے کے سوا نہیں ہیں کہ اُس نے غیر کی نفی کردی ہے۔ الا اللہ۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب اُس کے لئے سب کچھ صرف ذاتِ خداوندی ہے، عشق غیر کو بالکل جلا ڈالتا ہے۔ عمر۔ جیسے آنکھ ایک دکھائی دیتے کر ایک کے دو نظر آتے ہیں۔

[3] اے عجب۔ جہاں کہیں بھی حسن کی جھلک ہے وہ اُسی خدا کا پرتو ہے، جسم میں روح کی وجہ سے حرکت ہوتی ہے۔ اس لئے جو نظر بد ہیں اُن کی اصلاح ناممکن ہے۔ ایں کسے۔ ہر چیز کے

چوں ندید او عمر[1] عبد العزیزؒ — پیش او عادل بود حجاج نیز

جس نے (حضرت) عمر (بن) عبد العزیزؒ کو نہ دیکھا ہو — اس کے نزدیک حجاج ابن یوسف بھی عادل ہوگا

چوں ندید او مارِ موسیٰؑ را ثبات — در جبالِ السحر پندارد حیات

جب اس نے (حضرت) موسیٰؑ کے سانپ کا ثبات نہیں — وہ جادو کی رسیوں میں زندگی سمجھے گا

مرغ[2] کو ناخوردہ است آبِ زلال — اندر آبِ شور دارد پَر و بال

جس پرندے نے نیر پانی نہ پیا ہو — وہ کھاری پانی میں اپنے بال و پر تر رکھتا ہو

جز بضد ضد را همی نتواں شناخت — چوں نہ بیند زخم نشناسد نواخت

ضد کو ضد کے سوا کسی ذریعہ سے شناخت نہیں کیا — جب ظلم کو نہیں دیکھا ہو نوازش کو نہیں پہچان سکتا

لاجرم دنیا مقدم آمدہ است — تا بدانی قدرِ اقلیمِ اُلست

لامحالہ دنیا پہلے آئی ہے — تاکہ تو اُلست کے جہان کی قدر جان لے

چوں ازاں اینجا وارہی آنجا روی — در شکرخانہ ابدشاکر شوی

جب تو اس جگہ سے نجات پا جائیگا وہاں چلا جائیگا — تو ہمیشگی کے شکر خانہ میں شکر گذار ہوگا

گوئی آنجا خاک را می بیختم — زیں جہانِ پاک می بگریختم

تو کہے گا وہاں میں نے خاک چھانی — میں اس پاک عالم سے بھاگتا تھا

گشتہ بودم قانع از گنجے بمار — شادماں بودم زگلزارے بخار

میں نے خزانہ کے بدلے سانپ پر بس کی — میں چمن کی بجائے کانٹوں پر خوش تھا

اے[3] دریغا پیش ازیں بودے اجل — تا غذایم کم بدے اندر وحل

ہائے افسوس! اس سے پہلے موت آجاتی — تاکہ میری خوراک کیچڑ کی کم ہوتی

در بیانِ حدیث مَامَاتَ مَنْ یَمُوْتُ اِلَّا وَ تَمَنّٰی اَنْ یَّمُوْتَ قَبْلَ

(اس) حدیث کا بیان کہ ہر مرنے والا یہ ضرور تمنا کرے گا کہ وہ پہلے

مَامَاتَ اِنْ کَانَ بَرًّا لِیَکُوْنَ اِلٰی وُصُوْلِ الْبِرِّ اَعْجَلَ وَاِنْ کَانَ

مرجاتا اگر وہ نیک ہے تو اس لئے کہ جلد بھلائی تک پہنچ جاتا اور اگر وہ

فَاجِرًا لِیَقِلَّ فُجُوْرُہٗ

تو اس لئے کہ اس کی بدکاری کم ہوتی

زیں بفرمود است آں آگہ رسولؐ — کہ ہر آنکہ مُرد و کرد از تن نزول

اسی لئے باخبر رسولؐ نے فرمایا ہے — کہ جو شخص مرا اور جسم سے جدا ہوا

---

[1] عمر۔ ابن عبد العزیزؒ امیوی خلیفہ تھے۔ جن کا خلفاء راشدین میں شمار ہے، یعنی روح انسانی۔ حجاج۔ ابن یوسف ثقفی عبد الملک ابن مروان عراق کا گورنر تھا جس کا ظلم و ستم مشہور ہے جس نے ہمعصر ہزارہا بے قصور انسانوں کو قتل کرایا۔ یعنی روح حیوانی۔ چوں۔ اگر کسی نے اصل کو نہ دیکھا ہوگا تو وہ نقل سے دھوکا کھا جائے گا۔

[2] مرغ۔ جو شخص حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے وہ مجاز کو حقیقت سمجھ لیتا ہے جو مشہور مقولہ ہے تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا جیسے اشیاء اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں" لاجرم۔ دنیا کو بھاگ کر آخرت کی قدر معلوم ہوگی۔ اقلیم اُلست۔ عالم آخرت۔ چوں۔ انسان جب دنیا کی زندگی ختم کر کے عالم آخرت میں پہنچے گا تو بہت شکر گذار ہوگا۔ گوئی۔ پھر کہے گا کہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں خاک اور مٹی تھی دنیا خارستان تھا اور آخرت گلستان ہے۔

[3] اے دریغا۔ دنیا میں جس قدر وقت گذرا اس پر افسوس کرے گا۔ در بیان۔ مرنے کے بعد ہر نیک و بد جلد مرجانے کی خواہش کا اظہار کرے گا اگر نیک ہوگا تو کہیگا کاش میں جلد اس بھلائی تک پہنچ جاتا اگر بد ہے تو کہیگا کاش

نبُودَش رنجِ انتقال و موت — لیک باشد حسرتِ تقصیر و فوت

اُس کو منتقل ہونے اور مرنے پر افسوس نہ ہوگا — لیکن کوتاہی اور فوت ہونے کی حسرت ہوگی

ہر کہ[1] میرد خود تمنا باشدش — کہ بُدے زیں پیش نقلِ مقصدش

جو شخص مرتا ہے خود اُس کو تمنا ہوتی ہے — کہ اُس کا مقصود کی طرف منتقل ہونا اس سے پہلے ہوجاتا

گر بُدے بد تا بدی کمتر بُدے — ور تقی تا خانہ زُودتر آمدے

اگر وہ بد تھا تو اس لئے کہ بدی کم ہوتی — اور متقی تھا تو گھر جلدی آجاتا

گوید آں بد بیخبر می بودہ ام — دمبدم من پردہ می افزودہ ام

وہ بد کہے گا، میں بے خبر تھا — میں نے ہر وقت حجاب بڑھایا

گر ازیں زُودتر مرا مُعبر بُدے — ایں حجاب و پردہ ام کمتر بُدے

اگر اس سے پہلے ہی میرے لئے راستہ ہوتا — میرا یہ حجاب اور پردہ بہت کم ہوتا

از حریصی[2] کم دراں رُوئے قنوع — وز تکبّر کم دراں چہرہ خشوع

حرص کی وجہ سے قناعت کے چہرے کو زخمی نہ کر — اور تکبر سے عاجزی کے چہرے کو زخمی نہ کر

ہمچنیں از بخل کم در رُوئے جود — وز بلیسی چہرۂ خوب سجود

اسی طرح بخل کے ذریعہ سخاوت کا چہرہ زخمی نہ کر — اور شیطنت سے سجدہ کے حسین چہرے کو

بر مکن آں پرِّ رہ پیمائے را — بر مکن آں پرِّ خُلد آرائے را

راستہ طے کرنے والے پر نہ اُکھاڑ — جنت کو آراستہ کرنے والے پر نہ اُکھاڑ

چوں شنید[3] ایں پند رُو وے بنگریست — بعد ازاں در نوحہ آمد می گریست

جب اُس نے یہ نصیحت سنی اور ناصح کا چہرہ دیکھا — اُسکے بعد نوحہ شروع کردیا، رو پڑا

نوحہ و گریہ دراز و دردمند — ہر کہ آنجا بُود در گریہ اش فگند

نوحہ اور گریہ دراز اور دردمند تھا — وہاں جو بھی تھا اُس کو رُلا دیا

وآنکہ پیش رسید پرسید کزچیست — بیجواب شد پشیماں می گریست

اور جس نے پوچھا تھا کہ پر کیوں نوحہ ہے؟ — بغیر جواب اُسنے شرمندہ ہوگیا، رونے لگا

کز فضولی من چرا پرسیدمش — اوز غم پُر بود شورانیدمش

کہ بیہودہ پن سے میں نے اُس سے کیوں پوچھا! — وہ غم سے بھرا ہوا تھا میں نے اُسکو جوش دلادیا

می چکید از چشم تر بر خاک آب — اندراں ہر قطرہ مُدرَج صد جواب

تر آنکھوں سے زمین پر آنسو ٹپک رہے تھے — ہر قطرے میں سینکڑوں جواب درج تھے

---

[1] ہر کہ۔ موت کے بعد ہر مُردے کی خواہش ہوگی کہ کاش وہ پہلے مرجاتا اگر نیک ہے تو اس لئے یہ خواہش ہوگی کہ اب سے پہلے ہی جنت میں پہنچ جاتا اگر بد ہے تو اس لئے کہ یہ سوچے گا اگر جلد مرجاتا تو برائیاں کم کرتا۔ دمبدم۔ ہر انسان کہے گا کہ میں جس قدر زندہ رہا اسی قدر گمراہی کے پردے نیاں بڑھتے گئے۔ کہ اگر اس سے پہلے مرجاتا تو یہ پردے کم ہوتے۔

[2] از حریصی۔ یہ بھی حکیم کا مقولہ ہے جو اُس نے پوچھنے پر سور سے کہا۔ قنوع۔ قناعت۔ خشوع۔ عاجزی۔ دراں۔ دریدن یعنی پھاڑنا سے بنا ہے۔ ہمچنیں۔ سور کی تمثیل کے سلسلہ میں گویا نے انسانی اُن صفات کو ذکر کیا ہے جو قدرت نے اُس میں ودیعت رکھی ہیں اور انسان اپنی بداعمالی سے اُن کو برباد کرتا ہے۔ خلد آرائی۔ جنت کو آراستہ کرنیوالا۔

[3] شنید۔ اُس مور نے سنا۔ رُو وی۔ یعنی ناصح کا چہرہ۔ نوحہ۔ اس کے رونے نے دوسروں کو رُلا دیا۔ وآنکہ۔ وہ ناصح حکیم بھی رو پڑا۔ کز فضولی۔ اس سوال پر کہ پر کیوں اُکھاڑتا ہے وہ سوال کرنیوالا شرمندہ ہوگیا۔ ہر قطرہ۔ آنسو کے ہر قطرے میں اس سوال کا جواب تھا۔ مدرج۔ داخل۔

می چکید از چشمِ اُو گریہ بخاک — خاک گل می شد ز اشک سہمناک
اُس کی آنکھ سے خاک پر آنسو ٹپک رہے تھے — خوفناک آنسوؤں سے مٹی کیچڑ بن گئی

گریۂ[1] باصدق برّ جانہا زند — تا کہ چرخ و عرش را گریاں کند
سچائی کے ساتھ رونا روحوں کو متاثر کرتا ہے — حتیٰ کہ آسمان اور عرش کو رُلا دیتا ہے

گریۂ بے صدق بے سوزش بود — دیو دوں بر گریہ اش خنداں شود
بناوٹی رونا بغیر سوز و تپش کا ہوتا ہے — کمینہ شیطان اُس کے رونے پر ہنستا ہے

گریۂ بے صدق باشد بیفروغ — آں ندارد چربی مانندِ دوغ
بناوٹی رونا بے فروغ ہوتا ہے — اُس میں چھاچھ کی طرح مکھن نہیں ہوتا ہے

عقل و دلہا بے گمانے عرشیند — در حجاب از نورِ عرشی میزیند
عقل اور دل بلاشبہ عرشی ہیں — (مگر) وہ عرشی نور کے ذریعہ جیتے ہیں

ذکرِ بیان آنکہ عقل و روح در آب و گل جسد محبوس اند ہمچوں ہاروت و ماروت در بابل
اس کا بیان کہ عقل اور روح جسم کی مٹی، پانی میں اس طرح قیدی ہیں جس طرح کہ ہاروت اور ماروت بابل کے کنوئیں میں

ہمچو ہاروت[2] و چو ماروت آں دو پاک — بستہ اند ایں جا بچاہِ سہمناک
وہ دونوں پاک، ہاروت اور ماروت کی طرح — اس جگہ خوفناک کنوئیں میں بند ہیں

عالمِ سفلی و شہوانی درند — اندریں چہ گشتہ اند از جرم بند
وہ عالمِ سفلی اور شہوانی میں ہیں — جرم کی وجہ سے اس کنوئیں میں بند ہو گئے ہیں

سحر و ضدِّ سحر را بے اختیار — زیں دو آموزند نیکان و شرار
جادو اور اُس کا توڑ بغیر اختیار کے — نیک اور بد ان دونوں سے سیکھتے ہیں

لیک اوّل پند بد ہندش کہ ایں — سحر را از ما میاموز و مچیں
لیکن وہ شروع میں نصیحت کر دیتے ہیں کہ خبردار! — جادو ہم سے نہ سیکھو نہ حاصل کرو

ما بیا موزیم[3] ایں سحر اے فلاں — از برائے ابتلا و امتحاں
اے فلاں: ہم یہ جادو سکھاتے ہیں — ابتلاء اور آزمائش کے لئے

کامتحاں را شرط باشد اختیار — اختیارے نبوّت بے اقتدار
آزمائش کے لئے اختیار شرط ہے — بغیر قدرت کے تیرے لئے اختیار نہ ہوگا

میلہا ہمچوں سگانِ خفتہ اند — اندر ایشاں خیر و شر نہفتہ اند
خواہشات، سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہیں — انکے اندر خیر اور شر پوشیدہ ہیں

[1] گریہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو سچائی کا رونا ہے اُس کی تاثیر محض دنیا تک نہیں بلکہ عرش تک پہنچتی ہے۔ گریۂ بے صدق۔ بناوٹی رونے پر شیطان خاک اُڑاتا ہے۔ حدیث دلہائے القلبُ عرشُ الرحمٰن "دل خدا کا عرش ہے" تو جو چیز عرش کو متاثر کرتی ہے وہ دل کو بھی متاثر کرتی ہے۔ لہٰذا عقل و دل جو عرشی ہیں وہ بھی متاثر ہوتے رہیں۔

[2] ہمچو۔ جس طرح ہاروت و ماروت کا تعلق عالمِ بالا سے تھا لیکن چاہِ بابل میں قیدی ہیں اسی طرح عقل اور روح بھی عالمِ بالا کی چیز ہوتے ہوئے انسانی بدن کے کنوئیں میں قیدی ہیں۔ عالمِ سفلی۔ ان دونوں نے چونکہ عالمِ سفلی اور شہوانی سے تعلق پیدا کیا لہٰذا جسم کے کنوئیں میں بند کر دیئے گئے ہیں۔ سحر و ضدِ سحر۔ اب نیک لوگ اس سے اچھی تعلیمات حاصل کرتے ہیں اور بُرے لوگ بُری تعلیمات حاصل کرتے ہیں۔ بے اختیار یعنی شوق سے مجبور ہو کر۔

[3] ما بیا موزیم۔ عقل و روح سمجھاتی ہے کہ ہمارے سحر سکھانے میں ایک امتحان اور آزمائش ہے کہ سیکھنے والا اسکو غلط استعمال کرتا ہے یا صحیح۔ امتحان۔ اس جادو کا سیکھنا نہ سیکھنا سیکھنے والا کا اختیاری فعل ہو اسی لئے اسکو دونوں باقدرت ہے نیکیہا۔ انسان کے اندر کی خواہشیں سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہیں

چونکہ قدرت نیست خفتند ایں رمہ
چونکہ (تجھ میں) قدرت نہیں ہے یہ گروہ سویا ہوا ہے

تا کہ مُردارے دَر آید درمیاں
یہاں تک کہ کوئی مردار بیچ میں آجاتا ہے

چوں دَراں کوچہ خرے مُردار شد
جب اُس گلی میں کوئی گدھا مر جاتا ہے

حرصہائے رفتہ اندر کتمِ غیب
غیب کے پردے میں گئی ہوئی حرصیں

مُو بمُوئے ہر سگے دنداں شدہ
ہر کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت ہی گیا

نیم زیرش حیلہ و بالا غضب
اُس کا آدھا نچلا حصہ حیلہ اور اوپر کا غصہ ہے

شُعلہ شُعلہ میرسد از لامکاں
لامکاں سے شعلے ہی شعلے آجاتے ہیں

صد چنیں سگ اندریں تن خفتہ اند
ایسے سینکڑوں کتے اِس جسم میں سوئے ہوئے ہیں

یا چو بازانند دیدہ دوختہ
یا آنکھیں سِلے ہوئے بازوں کی طرح ہیں

تا کُلہ برداری و بلند شکار
یہاں تک کہ تو ٹوپا ہٹادے اور وہ شکار دیکھ لے

شہوتِ رنجور ساکن می بُوَد
بیمار کی خواہش جب تک سکون میں ہوتی ہے

چوں بہ بیند نان و سیب و خربزہ
جب وہ روٹی اور سیب اور خربوزہ دیکھتا ہے

ہمچو ہیزم پارہا و تن زدہ
لکڑی کے ٹکڑوں کی طرح اور چُپ ہے

نفخِ صورِ حرص کو بد بر سگاں
حرص کے صور کی آواز کتوں کو جنبش دیتی ہے

صد سگِ خفتہ بداں بیدار شد
اُس سے سینکڑوں سوئے ہوئے کتے جاگ جاتے ہیں

تا ختن آورد سر بر زد ز جیب
حملہ آور ہو گئیں، گریبان سے سر نکالا

وز برائے حیلہ دُم جُنباں شدہ
اور تدبیر کے لئے دُم ہلانے لگا

چوں ضعیف آتش کہ او یابد حطب
جس طرح کمزور آگ جو ایندھن پالے

میرود دُود و لہب تا آسماں
دھواں اور لپٹ آسمان تک جاتی ہے

چوں شکارے نیست شاں بنہفتہ اند
چونکہ کوئی شکار نہیں ہے اور چھپے ہوئے ہیں

در حجاب از عشقِ صیدے سوختہ
شکار کے عشق میں دُر پردہ جلے ہوئے ہیں

انگہاں سازد طوافِ کوہسار
اُس وقت پہاڑ کے چکر کاٹتا ہے

خاطرِ او سوئے صحت میرود
اُس کا مزاج صحت کی طرف چلتا ہے

در مصاف آید مزہ و خوفِ بزہ
مزا اور بد پرہیزی کا خوف جنگ میں مبتلا ہو جاتا ہے

چوں بہ بیند۔ جب مریض مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو خواہش بیدار ہو جاتی ہے اور اب وہ کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ لے کر کھانی چاہتا ہے پھر ڈرتا ہے کہ اگر کھاؤں گا تو بد پرہیزی ہو گی۔

---

۵۱ چونکہ۔ انسان کا یہ سمجھنا کہ اُسمیں بُرائی کی طاقت نہیں ہے بہت بڑی غلطی ہے چونکہ بُرائی کا موقع حاصل نہیں اِس لئے وہ قوت سوئی ہوئی ہے جب موقع ہوگا وہ فوراً بیدار ہو جائیگی۔ چوں دراں۔ انسانی خواہشوں کا حال سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہے اُن کے سامنے جب کوئی مُردار آجاتا ہے پھر اُن کا حال کیجئے۔

۵۲ مُو بمُو۔ اب کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن جاتا ہے اور وہ حیلہ اور غصہ سے پُر ہو جاتا ہے۔ چوں ضعیف۔ آگ کو اگر ایندھن نہ ملے تو کس قدر پُرسکون ہوتی ہے اور ایندھن ملتے ہی کس قدر شعلہ زن بن جاتی ہے۔ صد چنیں۔ انسان کے اندر بُری صفتیں اِن کتوں کی طرح سوئی ہوئی ہیں جب موقع ملتا ہے تو وہ پھر اپنی تیزی دکھاتی ہیں۔

یا چو باز۔ اِن بُری صفتوں کی مثال کتوں سے دے کر یا اُس باز سے جس کی آنکھیں سِلی ہوئی ہیں لیکن شکار کے عشق میں وہ دل سوختہ ہے۔

تا کُلہ۔ شکار کے وقت باز کے سر پر سے ٹوپی ہٹادی جاتی ہے تو پھر وہ شکار کو دیکھ کر پہاڑوں کا چکر کاٹتا ہے۔

۵۳ شہوتِ رنجور۔ بیماری کے دوران مختلف غذاؤں کی شہوت و رغبت سکون پذیر ہوتی ہے لیکن جب وہ مختلف غذائیں دیکھتا ہے تو وہ شہوت بیدار ہو جاتی ہے۔

گر بود[1] صبّار دیدن سود اوست
اگر وہ صابر ہے تو دیکھنا اُس کے لئے مفید ہے

آں تہیج طبع سُستش را نکوست
وہ برانگیختگی اُس کی سست طبیعت کے لئے بہتر ہے

ور نباشد صبر پس نادیدہ بہ
اگر صبر نہ ہو تو نہ دیکھنا بہتر ہے

تیر دور اولے ز مردِ بے زرہ
بغیر زرہ کے آدمی سے تیر کا دور ہونا بہتر ہے

باز گردد کُن حکایت را تمام
واپس ہو اور حکایت کو پورا کردے

تا چہ گفت اندر جوابش والسلام
کہ اُس (مور) نے اُسکے جواب میں کیا کہا والسلام

بشنو[2] اکنوں تو ز طاؤس آں جواب
اب تو مور سے وہ جواب سن

تا بدانی ہر نکوئی را خطاب
تاکہ تو ہر بھلائی کا خطاب جان لے

جواب دادن طاؤس آں حکیم سائل را

مور کا اُس سوال کرنے والے دانا کو جواب دینا

چوں ز گریہ فارغ آمد گفت رُو
جب وہ (مور) رونے سے فارغ ہوگیا اُسنے کہا

کہ تو رنگ و بوئے را ہستی گرو
کہ تو رنگ و بُو کا غلام ہے

آں نمی بینی کہ ہر سُو صد بلا
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہر جانب سے سیکڑوں بلائیں

سُوئے من آید پئے ایں بالہا
اِن پَروں کی وجہ سے میری جانب آتی ہیں

اے بسا صیادِ بے رحمت مُدام
ہمیشہ بہت سے نا ترس شکاری

بہرِ ایں پر ہا نہد ہر سو دام
اِن پَروں کے لئے میری ہر جانب جال بچھاتے

چند تیر انداز بہرِ بالہا
بہت سے تیر انداز پَروں کے لئے

تیر سُوئے من کُشد اندر ہوا
ہوا میں میری جانب تیر چلاتے ہیں

چوں[3] ندارم زور و ضبطِ خویشتن
جبکہ میں طاقت اور اپنا بچاؤ نہیں رکھتا ہوں

زیں قضا و زیں بلا و زیں فتن
اِس قضا اور اِس بلا اور اِن فتنوں سے

آں بہ آید کہ شوم زشت و کریہ
یہ مناسب ہے کہ میں بھدّا اور ناپسند بنجاؤں

تا بوم ایمن دریں کہسار و تیہ
تاکہ میں اِس پہاڑ اور جنگل میں محفوظ ہوجاؤں

بر کنم پرہائے خود را یک بہ یک
میں ایک ایک کرکے اپنے پر نوچتا ہوں

تا نیندازد بدامم ہر کلک
تاکہ کوئی متنفس میرے جال میں نہ پھانسے

نزدِ من جاں بہتر از بال و پرست
میرے نزدیک جان بال اور پر سے بہتر ہے

جاں بماند باقی و تن ابتر ست
جان باقی رہے گی اور جسم ناقص ہے

[1] گر بود۔ اب اگر مرد صابر ہے تو انجاموں کا دیکھنا اُس کے لئے مفید ہے تاکہ اُس کی خواہشیں بیدار ہوجائیں اور اگر وہ صابر نہیں ہے تو اُس کے لئے مناسب ہے کہ وہ انجاموں کو ہی نہ دیکھ پائے۔

[2] بشنو۔ اب ناصح حکیم کو مور نے جو جواب دیا وہ سنو اُس نے کہا اے ناصح تو محض رنگ و روپ کا عاشق ہے یہ نہیں دیکھتا کہ یہ پَر میرے لئے کس قدر مصائب کا سبب ہیں۔ اے بسا۔ شکاری میرا شکار محض اِن پَروں کی خاطر کرتے ہیں کوئی جال سے بچتا ہے کوئی مجھے تیر سے مارتا ہے۔

[3] چوں۔ جبکہ مجھ میں ان مصائب کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے تو بہتر یہی ہے کہ میں بدصورت بن جاؤں۔ کہسار۔ پہاڑ۔ تیہ۔ جنگل۔ کلک۔ متنفس۔ نزدِ من۔ پَروں کے بچانے سے جان کا بچانا بہتر ہے۔ ابتر۔ ناقص۔

ایں سلاحِ عُجب من شد اے فتیٰ — عُجب آرد مُعجباں را صد بلا

اے نوجوان! یہ میری خود پسندی کا ہتھیار ہے — خود پسندی خود پسندوں کی سینکڑوں بھیتوں میں شکار کر دیتا ہے

دَر بیان آنکہ ہُنرہا وزیرکیہا و مالِ دنیا ہمچو پرطاؤس عدوِّ جان اند

اس کا بیان کہ دنیا کا ہنر اور فہانتیں اور مال مور کے پروں کی طرح جان کے دشمن ہیں

پس ہنر آمد ہلاکت خام را — کز پئے دانہ نہ بیند دام را

ہنر، ناقص کے لئے ہلاکت ہے — کیونکہ وہ دانہ کی وجہ سے جال کو نہ دیکھے گا

اختیار[1] آں رانکو باشد کہ اُو — مالک خود باشد اندر اتقوا[2]

اختیار، اُس کے لئے بھلا ہوتا ہے جو — تم تقویٰ اختیار کرو کے مصداق ہو اپنے آپ پر قابو رکھے

چوں نباشد حفظ و تقویٰ زینہا — دور کُن آلت بیند از اختیار

جب نگہداشت اور تقویٰ نہ ہو، خبردار! — آلہ کو پھینک دے، اختیار کو چھوڑ دے

جلوہ گاہ و اختیارم ایں پرست — بر گنم پر را کہ در قصدِ سرست

میری خود نمائی اور اختیار یہ پر ہیں — میں بد اندیش رہا ہوں کیونکہ وہ سر کے درپے ہیں

نیست انگارد پرِ خود را صبور — تا پرش در نفگند در شر و شور

صابر اپنے (مال و) پر کو نیست سمجھتا ہے — حتی کہ اُس کے پر شور و شر میں مبتلا نہیں کرتے

پس زیانش نیست پر گو بر مکن — گر رسد تیرے بہ پیش آرد مجن

تو اُس کو کوئی نقصان نہیں ہے کہدو وہ پر نہ توچے — اگر کوئی تیر آئے گا تو وہ ڈھال سامنے کر دیگا

لیک[3] بر من پر زیاد شمنے ست — چونکہ از جلوہ گری صبریم نیست

لیکن میرے لئے حسین پر دشمن ہیں — چونکہ خود نمائی سے مجھ میں صبر نہیں ہے

گر بُدے صبر و حفاظم راہبر — بر فزودے ز اختیارم کر و فر

اگر صبر اور حفاظت میرے رہبر ہوتے — تو اختیار سے میری کر و فر بڑھا دیتے

ہمچو طفلم یا چو مست اندر فتن — نیست لائق تیغ اندر دستِ من

میں فتنوں کے سلسلہ میں بچہ یا مست کیطرح ہوں — میرے ہاتھ میں تلوار (ہونا) مناسب نہیں ہے

گر مرا عقلے بُدستے منزجر — تیغ اندر دستِ من بُودے ظفر

اگر میرے پاس رُک جانے والی عقل ہوتی — تو میرے ہاتھ میں تلوار (کامیاب) ہی ہوتی

عقل باید نورِ دہ چوں آفتاب — تا زند تیغے کہ نبود جز صواب

عقل، سورج کی طرح نور عطا کرنیوالی چاہیئے — تاکہ ایسی تلوار چلائے جو ٹھیک ہی ہو

---

[1] اختیار، میرے یہ پر میرے فرور و تکبر کا باعث ہیں لہذا تکبر سینکڑوں بلاؤں کا سبب بنتا ہے۔ زر جبان جس طرح مور کے پر اُس کے مصائب کا سبب ہیں اسی طرح دنیا کے ہنر اور دنیا کی عقل بھی انسان کے لئے وبال جان ہے

[2] اختیار، گناہ کے کر سکنے اور نہ کر سکنے کا اختیار اُس شخص کے لئے مناسب ہے جس میں تقویٰ ہو اور اگر تقویٰ نہیں ہے تو پھر اُس کے لئے اختیار باقی رکھنا مناسب نہیں ہے۔ آلت، یعنی وہ اسباب و ذرائع جن سے بُرائی پر قدرت حاصل ہو سکے۔ جلوہ گاہ، مور نے کہا کہ میرے تکبر و فخر کے اسباب میرے پر ہیں لہذا میں انکو ہی ختم کئے دیتا ہوں چونکہ یہ ہلاکت کا ذریعہ اور سبب ہیں۔ صبور، جو صابر اور محفوظ ہو وہ ان اسباب کو کالعدم سمجھ سکتا ہے۔ پس، صابر [illegible] کی ڈھال سے اپنا [illegible] کا۔

[3] لیکن، لیکن میں چونکہ [illegible] سے صابر نہیں ہوں لہذا میرے پر میرے دشمن ہیں۔ گر قدے، اگر انسان صابر ہو تو بُرائی پر قدرت ہوتے ہوئے بُرائی نہ کرنا بہت افضل ہے۔ ہمچو، میری مثال بچہ کی سی ہے جس کے ہاتھ میں تلوار دینا مناسب نہیں ہے وہ اُسکو غلط استعمال کریگا عقل یا یہ تلوار عقل کے اثر میں دینا چاہیئے، اگر وہ تلوار کا

چوں[51] ندارم عقل تابان و صلاح
جبکہ میرے پاس روشن عقل اور نیکی نہیں ہے

پس چرا در چاہ نندازم سلاح
تو میں ہتھیار کنویں میں کیوں نہ پھینک دوں؟

درچہ اندازم کنوں تیغ و مجن
اب میں تلوار اور ڈھال کنویں میں ڈال دوں

کایں سلاح خصم من خواہد شدن
کیونکہ یہ میرے دشمن کے ہتھیار بن جائینگے

چوں ندارم زور و یاری و سند
جبکہ میں زور اور مدد اور سہارا نہیں رکھتا ہوں

تیغ او بستاند و بر من زند
وہ (دشمن) تلوار چھین لے گا اور مجھ پر چلادے گا

رغم ایں نفس و قیحہ خوی را
اس بدخصلت نفس کی ذلت کے لئے

کو نپوشد روئے خراشم روی را
جو منہ نہیں چھپاتا ہے میں اپنا منہ نوچ لیتا ہوں

تا شود کم ایں جمال و ایں کمال
تاکہ یہ حسن اور یہ کمال کم ہو جائے

چوں نماند زو کم افتم در وبال
جب وہ نہ رہیگا تو میں اس کی وجہ سے وبال میں نہ پھنسوں گا

چوں بدیں نیت خراشم بزہ نیست
جبکہ میں اس نیت سے نوچ رہا ہوں کوئی گناہ نہیں ہے

کہ بزخم ایں روی را پوشیدنیست
کیونکہ زخمی ہونے سے اس چہرے کی پردہ پوشی ہے

گر[52] دلم خوی ستیری داشتے
اگر میرا دل پردہ پوشی کی عادت رکھتا

روی خوبم جز صفا نفراشتے
تو میرا حسین چہرہ صفائی کو ہی ظاہر کرتا

چوں ندیدم زور و فرہنگ و سلاح
جبکہ میں نے اپنے اندر زور اور سمجھ اور نیکی نہ دیکھی

خصم دیدم زود بشکستم سلاح
میں نے دشمن کو دیکھا تو اسی لئے ہتھیار توڑ ڈالے

تا نگردد تیغ من او را کمال
تاکہ میری تلوار اس کا کمال نہ بنے

تا نہ گردد خنجرم بر من وبال
تاکہ میرا خنجر مجھ پر وبال نہ بنے

میگریزم تا رگم جنباں بود
میگریزم تا رگم جنباں بود

کے فرار از خویشتن آساں بود
لیکن اپنے آپ سے بھاگنا کب آسان ہے؟

آنکہ[53] از غیرے بود او را فرار
جس شخص کو غیر سے بھاگنا ہو

چوں ازو ببرید گیرد او قرار
وہ جب اس سے جدا ہو گیا تو اسکو سکون ہو گیا

منکہ خصمم ہم منم اندر گریز
میں کہ اپنا دشمن خود ہوں، بھاگنے میں

تا ابد کارِ من آمد خیز خیز
ہمیشہ کے لئے میرا کام ہو گا اٹھ اٹھ

نے بہندستم ایمن و نے در ختن
اسکو نہ ہندوستان میں امن ہے اور نہ ختن میں

آنکہ خصم اوست سایہ خویشتن
جس کا دشمن خود اس کا سایہ ہو

---

51 چوں۔ جبکہ مجھ میں عقل نہیں ہے تو مجھے اپنا ہتھیار یعنی برائیوں میں پھینک دینے چاہئیں۔ چوں ندارم۔ اگر انسان میں تلوار سنبھالنے کی طاقت نہیں ہے تو دشمن اسکی تلوار چھین کر اس کا خاتمہ کر دے گا۔ رحم میں اپنے نفس کو ذلیل کرنے کیلئے اپنے پر اگھاڑ رہا ہوں۔ تاکہ اس جمال اور کمال کے اسباب ہی باقی نہ رہیں۔ چوں۔ جبکہ پر اگھاڑنے میں میری یہ مصلحت ہے تو پر نوچنا گناہ نہیں ہے۔

52 گر دلم۔ اگر مجھ میں پردہ پوشی کی طاقت ہوتی تو چہرہ پر نہ اگھاڑتا چوں ندیدم۔ جب مجھ میں گناہ کے اسباب اختیار کر کے گناہ سے بچنے کی طاقت نہیں ہے تو ان اسباب ہی کو ختم کر رہا ہوں۔ تاکہ گناہ نہ ہو جب مجھ میں طاقت نہیں اگر تو یہ ہتھیار میرے خلاف استعمال ہو جائیگا۔ میگریزم۔ اب جبکہ اپنا دشمن میں خود ہوں تو جب تک بھی جان میں جان ہے میں بھاگتا رہوں گا لیکن اپنے آپ سے گریز بہت مشکل ہے۔

53 آنکہ۔ دوسرے سے بھاگنے میں قرار ممکن ہے جب وہ دور ہو جائے تو ٹھہر سکتا ہے بھاگ۔ لیکن چونکہ میں خود اپنا دشمن ہوں تو میرا کام ہر وقت دشمن سے بھاگتے رہنا ہے۔ نے بہندستم۔ نہ میرے لئے ہندوستان میں قرار ممکن ہے نہ ختن میں کیونکہ میرا دشمن سایہ کی طرح میرے ساتھ ہے۔

در صفتِ آں بیخوداں کہ از شرِ خود و ہنرِ خود ایمن شدہ اند

اُن بیخودوں کا بیان جو اپنے شر اور ہنر سے محفوظ ہو گئے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ

کہ فانی اند در بقائے حق سبحانہٗ ہمچوں ستارگاں کہ فانی

کی بقا میں فانی ہو گئے جس طرح کہ ستارے دن میں سورج کی روشنی

اند بروز در نورِ آفتاب و فانی را خوفِ آفت و خطر نباشد

میں فانی ہیں اور فانی کے لئے آفت کا خوف اور خطرہ نہیں ہوتا ہے

چوں فنا شش از فقرِ پیرایہ شود — اُو محمدؐ وار بے سایہ شود

جبکہ اُس کی فنا، فقر سے آراستہ ہو جائے — وہ محمدؐ کی طرح بغیر سایہ کا ہو جاتا ہے

فقرِ فخری را فنا پیرایہ شد — چوں زبانہ شمع اُو بے سایہ شد

فقرِ فخری کے لئے فنا زینت بنی — شمع کے شعلے کی طرح وہ بے سایہ ہو گیا

شمع چوں گردد زبانہ پا و سر — سایہ را نبود بگردِ اُو گذر

شمع جبکہ سر سے پاؤں تک شعلہ بن گئی — اُس کے گرد سایہ کا گذر نہ ہوگا

موم از خویش و ز سایہ در گریخت — در شعاع از بہرِ اُو کہ شمع ریخت

موم ہستی اور سایہ سے چلا گیا — شعاعوں میں اُس کیلئے جس نے شمع بنائی تھی

گفت از بہرِ فنایت ریختم — گفت من ہم در فنا بگریختم

اُس نے کہا میں نے تجھے فنا کیلئے بنایا ہے — اُس نے کہا میں بھی فنا میں دوڑ گیا

ایں شعاعِ باقی آمد منفرض — نے شعاعِ شمعِ فانی عرض

یہ باقی (دائمہ) شعاع واقعی ہے — نہ کہ فانی ناپائیدار شمع کی شعاع

شمع چوں در نار شد کلی فنا — نے اثر بینی ز شمع و نے ضیاء

شمع جب آگ میں بالکل فنا ہو گئی — تو نہ شمع کا نشان دیکھے گا نہ روشنی

ہست اندر دفعِ ظلمت آشکار — آتشِ صورت بموم پائدار

تاریکی کو رفع کرنے میں واضح ہے — کہ یہ آگ موم کی صورت سے پائیدار ہے

بر خلافِ موم شمعِ جسم کاں — تا شود کم گردد افزوں نورِ جاں

جسم کی شمع کے موم کے برخلاف کیونکہ وہ — جس قدر گھٹے گا، جان کا نور بڑھے گا

ایں شعاعِ باقی و آں فانیست — شمعِ جاں را شعلۂ ربانیست

یہ شعاع باقی رہنے والی ہے اور وہ فانی ہے — جان کی شمع کا شعلہ خدائی ہے

ف۱ در صفت۔ وہ بیخود اپنے ہنر اور شر سے مطمئن ہیں جنھوں نے اپنا وجود وجودِ حق میں اس طرح فنا کر دیا ہے جس طرح ستارے دن کے وقت سورج کے نور میں فنا ہو جاتے ہیں، یوں فنا۔ جب فنا فی الحق حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اسی طرح بے سایہ ہو جاتا ہے جس طرح آنحضورؐ تھے۔

ف۲ فقرِ فخری۔ چونکہ آنحضورؐ اپنی صفات اصفاتِ حق میں فنا کر چکے تھے لہٰذا اپنی صفات کے اعتبار سے آنحضورؐ کو فقر حاصل تھا جو حضورؐ کے لئے باعثِ فخر تھا تو پھر آنحضورؐ کی شمع وجود، شعلہ شمع کی طرح بے سایہ تھی۔ شمع۔ جب شمع مجسم شعلہ بن جائے تو اُس کا سایہ نہیں رہتا ہے۔ موم۔ شمع کا موم اور سایہ اُس ذات کی شعاعوں میں گم ہو گیا جس نے شمع بنائی تھی۔

ف۳ گفت۔ شمع ساز نے شمع سے کہا کہ میں نے تجھے فنا کے لئے بنایا تھا اُس نے کہا کہ اسی لئے میں فنا ہو گئی ہوں۔ ایں شعاع۔ یہ خدائی شعاع حقیقی شعاع ہے عارضی اور فانی شعاع حقیقی نہیں ہے۔ شمع چوں۔ شمع جب اپنے آپ کو آگ میں فنا کر دیتی ہے تو اُس کا کوئی نشان باقی نہیں رہتا یہی حال فانی فی اللہ کا ہے۔ ہست۔ نورِ جان اور نورِ شمع میں یہ فرق ہے، شمع کا نور شمع کے وجود سے وابستہ ہے۔

ف۴ نورِ جان اُس نور کو کہتے ہیں جو شعلۂ شمع سے مستقل ہے جو قائم و دائم ہے۔

این[1] زبانہ آتشے چوں نور بود — سایۂ فانی شدن زو دور بود

کیونکہ یہ آگ کا شعلہ نور ہے — فانی ہونے کا سایہ اُس سے دُور ہے

ابر را سایہ بیفتد بر زمیں — ماہ را سایہ نباشد ہمنشیں

زمین پر ابر کا سایہ پڑتا ہے — سایہ چاند کا ہمنشین نہیں ہوتا ہے

بیخودی بے ابر بیت اے نیک خواہ — باشی اندر بیخودی چوں قرصِ ماہ

اے نیک خواہ! بیخودی بے ابر کے ہو جاتا ہے — تو بے خودی میں چاند کی طرح ہو گا

باز چوں ابرے بیاید راندۂ — رفت نور از مہ خیالے ماندۂ

پھر جب کوئی چلتا پھرتا ابر آجاتا ہے — چاند کا نور چلا جاتا ہے (اُسکا) ایک خیال رہ جاتا ہے

از حجابِ ابر نورش شد ضعیف — چوں ہلالے گشت آں بدرِ شریف

اس (چاند) کا نور ابر کے پردے کی وجہ سے کمزور ہو گیا — وہ چودھویں کا بزرگ چاند پہلی رات کے چاند کی طرح ہو گیا

مہ خیالے می نماید ز ابر و گرد — ابرِ تن مارا خیال اندیش کرد

ابر اور گرد کی وجہ سے چاند ایک خیال معلوم ہوتا ہے — جسم کے ابر نے ہمیں خیال کرنے والا بنا دیا

لطفِ مہ بنگر کہ ایشہم لطف اوست — کہ بگفت او ابرہا مارا عدوست

چاند کی مہربانی دیکھ، یہ بھی اُس کی مہربانی ہے — کہ اُس نے کہہ دیا کہ ابر ہمارے دشمن ہیں

مہ فراغت دارد از ابر و غبار — بر فرازِ چرخ دارد مہ مدار

چاند ابر اور غبار سے پاک ہے — چاند کا محور آسمان کی بلندی پر ہے

ابرِ ما[2] را شد عدو خصمِ جاں — کہ کند مہ را ز چشمِ ما نہاں

ابر ہماری جان کا دشمن اور مخالف ہے — کیونکہ وہ چاند کو ہماری نظر سے چھپا دیتا ہے

حور را ایں پردہ زالے میکند — بدر را کم از ہلالے می کند

یہ پردہ حور کو بوڑھی عورت بنا دیتا ہے — چودھویں کے چاند کو پہلی رات کے چاند سے کمزور بنا دیتا ہے

ماہ مارا در کنارِ عز نشاند — دشمنِ مارا عدوئے خویش خواند

چاند نے ہمیں عزت کے پہلو میں بٹھا دیا — ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہہ دیا

ابر را تا بے اگر ہست از مہ است — ہر کہ مہ خواند ابر را او گمرہ است

ابر میں اگر کوئی روشنی ہے تو وہ چاند کی ہے — جو ابر کو چاند کہے، وہ گمراہ ہے

---

[1] این زبانہ۔ جس طرح نور ہونے کے وقت آگ کے شعلہ سے فنا کا سایہ دُور ہو جاتا ہے اسی طرح جب جان میں نورِ حق ہو جاتی ہے تو فنا کا سایہ اُس سے دُور ہو جاتا ہے۔ ابر۔ ابر جو زمین کی کثافت ہے اُس کا سایہ ہوتا ہے چاند نورِ خالص ہے اُس کے ساتھ سایہ نہیں ہوتا ہے۔ بیخودی جب جان مقامِ فنا حاصل کر لیتی ہے تو اُس کی کثافت دُور ہو جاتی ہے اور وہ چاند کی طرح ہو جاتی ہے۔ باز۔ اگر دوبارہ کسی وقت خودی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو اُس میں ابر جیسی کثافت پیدا ہو جاتی ہے نور جاتا رہتا ہے اور اُس نور کا محض ایک خیال وجود رہ جاتا ہے۔

[2] از حجابِ ابر جس طرح چاند کا نور ابر کی وجہ سے کمزور پڑ جاتا ہے اور چودھویں کا چاند پہلی رات کا سا چاند نظر آنے لگتا ہے۔ یہی خودی کی صورت میں نورِ جان کی کیفیت ہوتی ہے۔ تن۔ ابر اور گرد کے حجاب کی وجہ سے چاند کی ایک خیالی صورت رہ جاتی ہے یہی حال جسم کے ابر کی وجہ سے نورِ جان کا ہے۔ لطف۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ تن پروروں کو اُس نے اپنا دشمن قرار دیا حالانکہ اُن کے خدا کے دشمن ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں کیونکہ اُنکی خدا سے دشمنی متصور نہیں ہو سکتی وہ تو سوفسیں کے دشمن ہیں۔ مہ۔ چاند پر گرد و غبار کا کوئی اثر نہیں ہے

وہ نور دیکھنے والوں کی آنکھ ہے ——— [1] ابر۔ ابر دیکھنے والے کا دشمن ہے کیونکہ اُسکی نگاہ سے چاند کو چھپا دیتا ہے۔ حور۔ یہ ابر ہماری نظر میں ایک خوبصورت چیز کو بدنما بنا دیتا ہے اس چاند کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ زال۔ بڑھی۔ ماہ۔ خدا نے ہمارے دشمن کو اپنا دشمن قرار دے کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔ ابرا۔ تعینات میں

نورِ مہ[1] برابر چوں منزل شدست — رُوئے تاریکش زمہ مُبدّل شدست
چاند کا نور چونکہ ابر پر پڑ گیا ہے — اُس کا تاریک چہرہ چاند کی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہے

گرچہ ہمرنگِ مہ ست او دولتی ست — اندر ابراں نورِ مہ عاریتی ست
(ابر) اگرچہ چاند کا ہمرنگ ہے اور صاحبِ دولت ہے — (لیکن) ابر میں چاند کا نور عارضی ہے

در قیامت مہر و مہ معزول شد — چشم در اصلِ ضیا مشغول شد
قیامت میں چاند اور سورج معزول ہو گئے — آنکھ اصل روشنی میں مشغول ہو گئی

تا بداند ملک را از مستعار — وین رُباطِ فانی از دارُالقرار
تاکہ ملکیت کی چیز کو مانگی ہوئی سے تمیز کرے — اور اس فانی سرائے کو ہمیشگی کے گھر سے

دایہ[2] عاریت بُود روزے سہ چار — مادرا ما را تو گیر اندر کنار
دایہ تین چار روز کے لئے عارضی ہوتی ہے — اے جان! تو ہمیں گود میں لے لے

پرِ من ابرست و پردست و کثیف — زانعکاسِ لُطفِ حق شد او لطیف
میرے پر ابر ہیں اور پردہ اور کثیف ہیں — اللہ کے لطف کے منعکس ہونے سے وہ لطیف بنے ہیں

بر کنم پر را و لطفش را ز راہ — تا بہ بینم حُسنِ مہ را ہم زماہ
میں پروں اور اُس کے لطف کو راستے سے ہٹاتا ہوں — تاکہ میں چاند کا حسن چاند سے دیکھوں

من نخواہم دایہ مادر خوشترست — موسیم من دایہ من مادرست
میں دایہ نہیں چاہتا، ماں بہتر ہے — میں موسیٰ ہوں، میری دایہ ماں ہے

من نخواہم لُطفِ مہ از واسطہ — کہ ہلاک خلق شد ایں رابطہ
میں چاند کا لطف بالواسطہ نہیں چاہتا ہوں — کیونکہ یہ واسطہ لوگوں کیلئے ہلاکت کا سبب بنا ہے

یا مگر[3] ابرے بگیر د خوئے ماہ — تا نگردد او حجابِ رُوئے ماہ
یا ابر چاند کی خصلت حاصل کرلے — تاکہ وہ چاند کے چہرے کا پردہ نہ بنے

صورتش بنماید او در وصفِ لا — ہمچو جسمِ انبیا و اولیا
وہ اپنی صورت "لا" کی صفت میں دکھلائے — جس طرح کہ انبیاء اور اولیاء کا جسم ہے

آں چناں ابرے نباشد پردہ بند — پردہ در باشد بمعنیٔ سود مند
ایسا ابر حجاب نہیں بنتا ہے — حقیقتاً پردے کو چاک کرنیوالا (اور) مفید ہوتا ہے

جیسے انبیاء اور اولیاء ہوتے ہیں۔ آنجناں۔ ایسی شخصیت پردہ نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ پردے کو چاک کرنے والی ہوتی ہے۔

---

[1] نورِ مہ۔ تعینات کا وجود وجودِ مطلق کا سایہ اور عکس ہے گرچہ۔ ابر کو اگرچہ چاند کی ہمرنگی حاصل ہو گئی ہے لیکن یہ عارضی ہے۔ در قیامت۔ جب صرف ذاتِ حق باقی رہ جائے گی تب سب کو یقین آجائے گا کہ دوسری چیزوں کا وجود محض عارضی تھا۔ رُباط۔ سرائے یعنی دنیا۔ دارُالقرار۔ عالمِ آخرت۔

[2] دایہ۔ وہ چیز ہیں جن سے دنیا میں انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ مادرا۔ یعنی حضرتِ حق تعالیٰ جس کی ہر حالت میں معیت حاصل ہے۔ پرِ من۔ یہ مورد کا معمولہ ہے یعنی دنیاوی ہمہ اوصوری صفات میرے لئے بمنزلہ ابر کے ہیں ان کو دور کر کے میں چاند کے حسن کو براہ راست مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں۔ من نخواہم۔ یہ عارضی صورتیں مجھے درکار نہیں ہیں میں موسیٰ صفت ہوں میں دایہ کا غوشتگاں نہیں ہوں براہ راست ماں سے مستفیض ہونا چاہتا ہوں من نخواہم۔ میں مظاہر کے ذریعہ مظاہر کا جلوہ نہیں چاہتا ہوں براہ راست اُس کو جلوہ چاہتا ہوں، مظاہر میں پھنس کر لوگ تباہ ہوئے ہیں۔

[3] یا مگر۔ اگر ذاتِ حق سے براہ راست استفادہ ہو تو ایسے شیخ کے ذریعہ ہو جو باقی باللہ ہو تاکہ وہ حجاب نہ بن سکے۔ صورتش۔ اُس کا وجود باقی باللہ ہو اور اپنی ذات کے اعتبار سے فانی ہو

آں[1] چناں کاندر صباحِ روشنی — قطرہ می بارید و بالا ابرنی
جس طرح کہ روشنی کی صبح میں — بارش ہو اور اوپر ابر نہ ہو

مُعجزِ پیغمبری بُود آں بِقا — گشتہ ابر از محو ہمرنگِ سما
وہ پیغمبر کا معجزہ تھی — فنا کی وجہ سے ابر آسمان کا ہمرنگ ہو گیا تھا

گشتہ ریزاں قطرہ قطرہ از سما — گفتہ آمد شرحِ آں در ماجرا
بوندیں آسمان سے ٹپکیں — اُس کی تشریح پہلے گذر چکی ہے

بود ابر و رفتہ از وے خوئے ابر — ایں چنیں گردد تنِ عاشق بصبر
ابر تھا لیکن اُس سے ابر کی صفت جاتی رہی — عاشق کا جسم صبر کے ذریعہ ایسا ہی ہو جاتا ہے

تن بُود اما تنی گم گشت ازُو — گشتہ مُبدّل رفتہ از وے رنگ و بُو
جسم ہوتا ہے لیکن جسمیت اُس سے فنا ہو جاتی ہے — وہ تبدیل ہو گیا اُس کا رنگ و بو جاتا رہا

پرِّ[2] غیر ست سر از بہرِ من — خانۂ سمع و بصر ستونِ تن
پر غیر کے لئے ہیں، سر میرے لئے ہے — (دو عضو) سمع اور بصر کا خانہ ہے اور جسم کا ستون ہے

جاں فدا کردن برائے صیدِ غیر — کُفرِ مُطلق داں و نومیدی زخیر
دوسرے کے شکار کے لئے جان قربان کرنا — پورا کفر سمجھو اور خیر سے ناامیدی

ہیں مشو چوں قند پیشِ طوطیاں — بلکہ زہرے شو شوایمن از زیاں
خبردار! ایسا نہ بن جیسے کہ طوطیوں کے سامنے شکر — بلکہ زہر بنو، نقصان سے محفوظ ہو جا

یا[3] اَحسنتَ و شاباش و خطاب — خویشتن مُردار کُن پیشِ کلاب
یا آحسنتَ اور شاباش اور خطاب کے لئے — اپنے آپ کو کتوں کے سامنے مُردار بنا دے

پس[4] خضر کشتی برائے آں شکست — تا کہ آں کشتی ز غاصب باز رست
خضر نے کشتی اس لئے توڑی — کہ وہ غاصب بادشاہ سے بچ گئی

فقر فخری بہر آں آمد سَنی — تا ز طمّاعاں گریزم در غنی
فقر میرا فخر ہے، اسی لئے بہتر بنا — تاکہ لالچیوں سے (اللہ) غنی کی جانب گریز کروں

گنجہا را در خرابی زاں نہند — تا ز حرصِ اہلِ عمراں وا رہند
خزانوں کو ویرانے میں اسی لئے رکھتے ہیں — تاکہ آبادی والوں کی حرص سے بچے رہیں

انسان لالچی پرندوں سے محفوظ رہتا ہے۔ گنجہا۔ خزانہ ویرانہ میں اسی لئے مدفون کرتے ہیں تاکہ حریص وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔

---

[1] آں چناں۔ مشبہ کا مل ابر ہے لیکن ایسا ابر ہے جو آسمان کے ہمرنگ ہو چکا تھا بارش برستی نظر آ رہی تھی ابر نظروں سے غائب تھا جیسا کہ آنحضرتؐ کے اس معجزہ میں مکرر ہو چکا ہے جو پہلے ذکر کر دیا گیا ہے۔ بود۔ اس معجزہ میں ابر تھا لیکن اُس میں ابر کی صفات باقی نہیں جب عاشق صبر کرتا ہے تو اُس کے جسم کی بھی یہی حالت ہو جاتی ہے کہ بظاہر جسم ہے لیکن اُس میں جسمانیت نہیں ہے۔

[2] پر۔ یہ بھی عمر کا مقولہ ہے کہ میرے لئے پر و بال نہیں ہیں سر موجود ہے کیونکہ پروں سے فیلِ لطف اندوز ہوتے ہیں اور سر سے میری بینائی اور سماعت اور وجود کا تعلق ہے۔ جاں فدا کردن۔ دوسروں کے لطف کی خاطر جان قربان کرنا بیوقوفی ہے۔ جس۔ دنیا داروں کیلئے مشکر نہ بن بلکہ زہر بن۔

[3] یا۔ اگر لوگوں کی تحسین و آفرین چاہتا ہے تو ان دنیا داروں کی خاطر اپنے آپ کو مُردار بنا لے جو کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

[4] پس۔ حضرت خضر نے سالم کشتی کو اس لئے بیدار بنا دیا تھا کہ وہ دنیا ظالموں کی دست بُرد سے محفوظ رہے۔

پرتنانی کند[1] — تانگردی جملہ خرجِ آن و ایں
تو پر نہیں اُگھاڑ سکتا ہے جا خلوت اختیار کرلے — تاکہ تو اُس اور اُس کا خرچہ نہ بنے

زانکہ تو ہم لقمۂ ہم لقمہ خوار — آکل و ماکولی اے جان هوشدار
کیونکہ تو لقمہ بھی ہے اور لقمہ کھانیوالا بھی ہے — اے پیارے ہوش کر: تو کھانے والا اور غذا ہے

در بیان[2] آنکہ ماسوائے اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل و ماکول است
اُس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کھانے والی اور غذا ہے اُس

ہمچو آں مرغے کہ قصدِ صیدِ ملخ میکرد و بصیدِ ملخ مشغول بود
پرندکی طرح جو ٹڈی کے شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور ٹڈی کے شکار میں مشغول

و غافل بود از باز کہ از پسِ قفای اُو قصد صیدِ او
ہوتا ہے اور اُس بھوکے باز سے غافل ہوتا ہے جو اُس کے پس پشت اُس کے شکار کر لینے کا

داشت اکنوں اے آدمی صیادِ آکل از صیاد و آکلِ خود
ارادہ رکھتا ہے، اب اے کھانیوالے شکاری انسان اپنے شکاری اور کھانیوالے سے مطمئن نہ

ایمن مباش کہ اگرچہ نمی بینی اَش بنظرِ چشم بنظرِ دلیل و
بن کیونکہ اگرچہ تو اُس کو آنکھ کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے دلیل اور عبرت کی

عبرتش می بین تا چشمِ تیرہ باز شود انشاء اللہ تعالیٰ
نظر سے دیکھ لے تاکہ تیرا بے نور آنکھ کھل جائے اگر خدا چاہے

مُرغکے اندر شکارِ کرم بُود — گُربہ فرصت یافت اُورا در ربُود
ایک چھوٹا سا پرند کیڑے کے شکار میں مصروف تھا — بلی کو موقع ملا وہ اُس کو اچک لے گئی

آکل[3] و ماکول بود اُو بے خبر — در شکارِ خود ز صیادِ دگر
وہ کھانے والا اور لقمہ تھا اور بے خبر تھا — اپنے شکار میں، دوسرے شکاری سے

دُزد گرچہ در شکارِ کالہ است — شحنہ با خصمانش در دُنبالہ است
چور اگرچہ سامان کے شکار میں مصروف ہے — کوتوال مع اپنے دشمنوں کے اُسکے درپے ہے

عقلِ اُو مشغولِ رخت و قفلِ در — غافل از شحنہ است و از آہِ سحر
اُس کی عقل سامان اور دروازے کے قفل میں مشغول ہے — وہ کوتوال اور صبح کی آہ سے بے خبر ہے

اُو چناں غرق ست در سودائے خود — غافل ست از طالب و جویائے خود
وہ اپنی دھن میں ایسا غرق ہے — کہ اپنے طالب اور جویا سے غافل ہے

[1] پرتنانی کند۔ اگر مور اپنے پر نہ اُکھاڑ سکے تو پرِ علت اختیار کرے تاکہ جلوہ نمائی کا موقع ہی نہ رہے اور دوسرے ہضم نہ کر جائیں۔ توانگر۔ جو انسان دوسروں کو پھنسا تا ہے وہ خود بھی پھنس جاتا ہے دنیا کی ہر چیز دوسرے کا لقمہ اور دوسرے کو لقمہ بنانے والی ہے۔

[2] در بیان۔ تمام کائنات میں تنازع للبقاء ہے ہر چیز دوسری چیز کو کھاتی ہے اور پھر کھانے والی چیز دوسری چیز کی غذا بن جاتی ہے ایک چڑا کیڑے کا شکار کرتی ہے اور اس سے غافل ہے کہ بلا اُس کا شکار کرنے کی فکر میں ہے جو انسان شکاری دوسرے کو کھانے والا ہے اُس کو اپنے کھانے والے سے بے فکر نہ ہونا چاہیئے خود اُس کو کھانے والا اگرچہ نظر نہیں آتا ہے لیکن اُس کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا چاہیئے۔ کرم۔ کیڑا۔

[3] آکل۔ پرند کیڑے کو کھا کر بنا رہا تھا لیکن وہ خود بلی کی خوراک تھا جس سے وہ غافل تھا۔ توانگر۔ چور سامان کے پیچھے ہے اور کوتوال چور کے پیچھے ہے شحنہ۔ کوتوال۔ آہِ سحر۔ یعنی مظلوم کی صبح کی بد دعا۔ اُو چناں۔ چور اپنی دھن میں اس قدر منہمک ہے کہ اپنے دشمن سے بالکل غافل ہے۔

گر حشیش[1] آب زلالے میخورد
اگر گھاس نیر پانی پیتی ہے

معدۂ حیوانش درپے میبرد
بعد میں اس کو حیوان کا معدہ چیر لیتا ہے

آکل و ماکول آمد آں گیاہ
وہ گھاس کھانے والی اور غذا بن گئی

ہمچنیں ہر ہستیِ غیر الٰہ
خدا کے سوا ہر موجود ایسا ہی ہے

وَھُوَ یُطْعِمُکُمْ وَلَا یُطْعَمُ چو اوست
چونکہ وہ تمہیں کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا ہے

نیست حق ماکول و آکل لحم و پوست
تو اللہ تعالیٰ غذا اور گوشت پوست کھانے والا نہیں ہے

آکل و ماکول کے ایمن بود
کھانے والا اور غذا بنانے والا کب مطمئن ہو سکتا ہے؟

زآکلے کاندر کمیں ساکن بود
اس کھانے سے جو گھات میں بیٹھا ہوا ہے

اَمن ماکولاں جذوبِ ماتم ست
کھانے جانیوالوں کا اطمینان رنج کا سبب ہے

رُوبداں درگاہ کُو لَا یُطْعَم ست
اس درگاہ میں جا جو کھلایا نہیں جاتا ہے

ہر خیالے را خیالے میخورد
ہر خیال کو ایک خیال کھا جاتا ہے

فکر آں فکرِ دگر را می چرد
اس کا فکر دوسرے فکر کو چر جاتا ہے

تو[2] تنانی کز خیالے وارہی
تو نہیں کر سکتا کہ خیال سے نجات پا جائے

یا بجہی تا ازاں بیروں جہی
یا سو جائے تاکہ اس سے باہر نکل جائے

فکر زنبور ست و آں خوابِ تو آب
تیرا خیال شہد کی مکھی ہے اور نیند پانی ہے

چوں شوی بیدار باز آید ذباب
جب تو جاگے گا پھر مکھی آجائے گی

چند زنبورِ خیالی در پرَد
خیال کی بہت سی مکھیاں اڑتی ہیں

میکشد ایں سو و آنسو می بَرد
ادھر کھینچتی ہیں اور ادھر لے جاتی ہیں

کمترین[3] آکلانست ایں خیال
یہ خیال کھا جانے والوں میں سے سب سے چھوٹا ہے

واں دگر ہا را شناسد ذوالجلال
دوسرے (کھانے والوں) کو خدا جانتا ہے

ہیں گریز از حق اکالِ غلیظ
خبردار! بھاری زیادہ کھانیوالوں کی جانب سے گریز کر

سوئے اُو کہ گفت ہستیمت حفیظ
اس کی جانب جس نے فرمایا ہم تیری حفاظت کرتے ہیں

یا بسوئے آنکہ اُو ایں حفظ یافت
یا اس کی جانب جس نے یہ حفاظت حاصل کر لی ہے

گر تنانی سوئے آں حافظ شتافت
اگر تو اس حفاظت کرنیوالے کی جانب نہیں دوڑ سکتا ہے

---

[1] گر حشیش۔ اگر گھاس پانی کو ہضم کرتی ہے تو حیوان کا معدہ اس کو ہضم کر ڈالتا ہے غیر اکہ۔ خدا کے علاوہ ہر چیز دوسرے کو فنا کرتی ہے اور اس کو دوسری چیز فنا کر ڈالتی ہے۔ وَھُوَ یُطْعِمُکُمْ۔ اللہ کی شان ہے کہ وہ دوسروں کو غذا عطا کرتا ہے خود غذا سے بے نیاز ہے آکل و ماکول۔ دنیا کی کوئی چیز اپنے جگ چلنے والے سے مطمئن نہیں ہو سکتی ہے۔ امن۔ ان فانی چیزوں کا اپنی فنا سے مطمئن رہنا بڑی مصیبت ناک چیز ہے ہاں صاحبِ امن اللہ کی جانب رجوع ضروری ہے۔ ہر خیالے۔ یہ بات صرف مادیات میں ہی نہیں ہے بلکہ ایک خیال دوسرے خیال کو کھا جاتا ہے

[2] تو تنانی۔ انسان حواس اور خیالات سے کسی طرح نجات نہیں پا سکتا ہے اگر انسان خیالات کو ختم کرنے کے لئے سو بھی جاتا ہے تو وہ خیالات اُن شہد کی مکھیوں کی طرح باقی رہتے ہیں جو کسی خوانچہ خور کی فکر میں باہر اڑ رہی ہیں تاکہ اس کے پانی سے باہر نکلنے پر اس کو چمٹ جائیں۔ چند زنبور۔ انسان خیالات کی کشمکش میں مبتلا رہتا ہے ایک خیال اس کو ایک جانب کھینچتا ہے تو دوسرا خیال اس کو دوسری جانب کھینچتا ہے۔

[3] کمترین۔ انسان کو کھانے والی چیزوں میں سے خیالات کمتر درجہ کی چیزیں ہیں جب اُن کا یہ حال ہے تو بڑی چیزوں کی حالت خدا ہی کو معلوم ہے۔ ایں۔ انسان کو ان تباہ کن چیزوں سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ حاصل کرنا ضروری ہے۔ یا بسوئے۔ اگر تو اپنا رابطہ براہِ راست خدا سے نہیں قائم کر سکتے ہو تو کسی برگزیدہ شیخ کو واسطہ بنا لو۔

دَست[1] را مسپار جُز در دستِ پیر
شیخ کے ہاتھ کے سوا کسی کا ہاتھ نہ پکڑو

پیرِ عقلت کود کے خو کردہ است
تیری عقل کے پیر نے بچکانہ عادت ڈال لی ہے

عقلِ کامل را قرین کُن با خرد
عقلِ ناقص کو عقل کا ساتھی بنالے

چونکہ دستِ خود بدستِ او نہی
جبکہ تو اپنا ہاتھ اُس کے ہاتھ پر رکھ دے گا

دَستِ تو زائل آں بیعت شود
تیرا ہاتھ اُس بیعت کرنیوالوں میں سے ہو جائیگا

چوں[2] بدادی دستِ خود در دستِ پیر
جب تو نے اپنا ہاتھ شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دیا

کو نبیِ وقتِ خویش ست اے مُرید
اے مُرید! وہ اپنے وقت کا نبی ہے

در حُدیبیہ شُدی حاضر بدیں
تو اس وجہ سے حدیبیہ میں پہنچ گیا

پس زدہ[3] یارِ مبشّر آمدی
تو تو "مبشرہ" مبشرہ - صحابہ میں سے ہو گیا

تا مَعیت راست آید زانکہ مَرد
تاکہ (خدا کی) معیت حاصل ہو جائے کیونکہ آدمی

ایں جہان و آں جہاں با اُو بود
یہ جہان اور وہ جہان اُسکے ساتھ ہوگا

گفت اَلمَرءُ مَعَ مَحبُوبِہٖ
فرمایا۔ انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہے"

حق شُد ست آں دستِ اُو را دستگیر
اُس کے ہاتھ کا اللہ تعالیٰ ہاتھ پکڑنے والا بنگیا ہے

از جوارِ نفس کاندر پردہ است
اُس نفس کے پڑوس کی وجہ سے جو پردے میں ہے

تا کہ باز آید خرد زاں خوئے بد
تاکہ عقل، اُس بری عادت سے باز آجائے

پس ز دستِ آکلاں بیروں جہی
تو کھانے والوں کے ہاتھ سے باہر نکل جائے گا

کہ یَدُ اللہِ فَوقَ اَیدِیھِم بُود
کہ جن کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے

پیرِ حکمت کو علیم ست و خبیر
وہ پیرِ حکمت ہے کیونکہ وہ دانا اور باخبر ہے

زانکہ زو نورِ نبی آید پدید
کیونکہ اُس سے نبی کا نور جھلکتا ہے

واں صحابہ بیعتی را ہم قرین
اور اُن بیعت کرنے والے صحابہ کا ساتھی بھی بنگیا

ہمچو زر دہ دہی خالص شدی
خالص سونے کی طرح تو خالص بن گیا

با کسے جُفت ست کورا دوست کرد
اُس کا ساتھی ہے جس کو اُس نے دوست بنایا ہو

دیں حدیثِ احمدِ خوش خُو بود
یہ خوش خلق "احمدؐ" کی حدیث ہے

لَا یَفُکُّ القَلبُ مِن مَطلُوبِہٖ
قلب اپنے مطلوب سے جدا نہیں ہوتا ہے

---

[1] دست: سپار لیکن اپنا ہاتھ حقیقی شیخ کے ہاتھ میں پکڑاؤ کیونکہ اُس کے ہاتھ کو اللہ کی دستگیری حاصل ہے۔ پیرِ غفلت۔ تیری عقل بچکانہ عادت رکھتی ہے کیونکہ وہ پوشیدہ نفس کے پڑوس میں ہے۔ عقلِ کامل۔ تو اپنی عقل کو شیخ کی عقل سے ملا دے کہ وہ بچکانہ عادت چھڑا دے گا چونکہ جب تو شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیگا وہ تجھے برباد کرنے والی چیزوں سے بچالے گا۔

[2] چوں بدادی۔ جب تو شیخ کی ہدایت کا پابند ہے گا تب تجھے بھروسہ ہوگا وہ بھروسہ کیا ہے۔ تو شیخ وقت کو نبی کا پرتو حاصل ہونا ہے۔ اثر حدیبیہ۔ حدیبیہ کے مقام پر آنحضورؐ نے بیعت الرضوان لی تو اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا شیخ سے بیعت کرنے کے بعد تجھے بھی ویسی ہی فضیلت حاصل ہو جائے گی جیسی بیعت الرضوان کرنے والوں کو حاصل ہوئی تھی۔

[3] دہ بار مبشر عشرہ مبشرہ وہ دس صحابہ جن کو آنحضورؐ نے انکی زندگی میں جنت کی بشارت دیدی تھی۔ چاروں خلیفہ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت ابو عبیدہؓ حضرت سعدؓ بن وقاص حضرت سعید بن زیدؓ دہ ہی۔ دہ خالص سونا ہوتا ہے جو دنیا نے سے نہی وزن کا رہے جس دل کا وہ تھا۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اَلمَرءُ مَعَ مَن اَحَبَّہٗ انسان اُس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے یہ حکم دنیا اور آخرت دونوں کے لئے ہے۔

هر کجا دام ست و دانه کم نشیں
جہاں کہیں دانہ اور جال ہے، نہ بیٹھ

اے زبوں گیرِ زبوناں ایں بداں
اے عاجزوں پر ظلم کرنے والے! یہ سمجھ لے

بگسل آں حبلے کہ حرص ست و حسد
اُس رسّی کو توڑ دے جو حرص اور حسد ہے

دل فراز انرام واجب دیدہ است
دل نے جال سے علیحدگی ضروری بھی ہے

تو زبونی یا زبوں گیرِ اے عجب
تعجب ہے تو عاجز ہے یا عاجز پر ظلم کرنیوالا

آکل و ماکولی اے مرغِ عجب
اے عجیب پرند! تو کھانیوالا اور کھایا ہوا ہے

حرصِ صیادی ز صیدے مغفل ست
شکاری پن کی حرص شکار بن جانے سے غافل کرنیوالی ہے

بَیْنَ اَیْدِیْ خَلْفَهُمْ سَدًّا مباش
تو ان میں سے نہ بن جن کے آگے اور پیچھے دیوار ہے

تو کم از مرغے مباش اندر نشید
تو سیٹی سننے میں پرندے سے کم نہ بن

کم ز عصفوری نہ بنگر کہ آں
تو چڑیا سے کم نہیں ہے، دیکھ وہ

چوں بنزدِ دانہ آید پیش و پس
جب دانہ کے پاس آتی ہے آگے اور پیچھے

کاے عجب پیش و پسم صیاد ہست
کہ کہیں میرے آگے اور پیچھے شکاری تو نہیں ہے؟

توبہ بیں پس قصۂ فجار را
تو بدکاروں کے قصہ کو پیچھے دیکھ

روزبوں گیر از زبوں گیراں بہیں
عاجزوں کو پھنسانیوالوں سے کسی بہتر کو پھنسانیوالے کو دیکھ

دست ہم بالایِ دست ست اے جواں
کہ تیرے ہاتھ کے اوپر بھی ہاتھ ہے اے جوان!

یاد کن فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مَّسَدْ
"اُسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے" کو یاد کرلے

دامِ تو خود بر پرت چفسیدہ است
تیرا جال خود تیرے پروں پر چسپاں ہے

باش تو ترساں و لرزاں در طلب
تو طلب میں ترساں اور لرزاں رہا کر

ہم تو صید و صید گیر اندر طلب
تو طلب میں شکار بھی ہے اور شکاری بھی

دلبری میکند کو ببدل ست
وہ دلبری کر رہا ہے جو خود بیدل ہے

کہ نہ بینی خصم را واں خصم فاش
کیونکہ تو دشمن کو نہیں دیکھتا ہے اور وہ دشمن ظاہر ہے

بین ایدی خلف عصفورے بدید
چڑیا آگے اور پیچھے دیکھتی ہے

بین ایدی خلف چوں بیند عیاں
آگے اور پیچھے کھلا دیکھ لیتی ہے

چند گرداند سر و رُو آں نفس
اُس وقت سر اور چہرے کو کس قدر گھماتی ہے

تا کشم از بیم اُو زیں لقمہ دست
تاکہ اُس کے ڈر سے اِس لقمہ سے ہاتھ کھینچ لوں

پیش بنگر مرگِ یار و جار را
آگے یار اور پڑوسی کے مرنے کو دیکھ لے

رح تو۔ دنیا میں کمزوروں پر ظلم کرنیوالوں کا حال دیکھ لے۔ اے زبوں۔ کمزوروں پر ظلم کرنے والوں کو یہ جان لینا چاہیئے کہ کوئی اُس سے بھی زیادہ طاقتور ہوگا۔ گسست۔ مولانا نے ادیب کی بیوی کے گلے کی رسّی کو حرص اور حسد کی رسّی قرار دیا ہے۔ دل فراز: جبکہ عقلاً جال سے جدائی ضروری ہو تو تیرا جال خود تیرے پر لپٹا ہوا ہے۔

تو زبونی۔ ہر انسان کو احتیاط کے ساتھ غور کرنا چاہیئے کہ وہ مظلوم ہے یا ظالم آکل و ماکول۔ ہر انسان کھانے والا اور دوسرے کی خوراک ہے لہٰذا وہ خود شکار بھی ہے اور شکاری بھی ہے۔ حرص۔ انسان کی شکاری پن کی عادت اُس کو خود شکار بن جانے سے غافل بنائے ہوئے ہے وہ دوسروں کا دل بڑھا ہے اور خود اُس کا دل چوری ہو چکا ہے۔ بَیْنَ اَیْدِیْ۔ انسان کو ایسا غافل نہ ہونا چاہیئے کہ اُس کے سامنے غفلت کی ایسی دیوار ہو جو کھلے ہوئے دشمن کو بھی نہ دیکھنے دے۔

تو کم۔ چڑیا اپنے پھنسنے کے خوف سے اِدھر اُدھر کو دیکھ لیتی ہے۔ کم ز عصفوری۔ چڑیا آگا پیچھا دیکھ لیتی ہے تو چڑیا سے کم زبن۔ کاے عجب۔ وہ چڑیا اسلئے اِدھر اُدھر دیکھتی ہے کہ کوئی شکاری تو نہیں ہے تاکہ دانہ سے قطع نظر کروں۔ توبہ بیں۔ انسان کو پچھلے بزرگوں اور دوستوں کی عبرت کو دیکھ لینا چاہیئے

کہ[1] ہلاکت داد شاں بے آلتے
کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے بلا آلہ کے ہلاک کر دیا

اُو قرینِ تُست در ہر حالتے
وہ ہر حالت میں تیرے ساتھ ہے

حق شکنجہ کرد و گرز و دست نیست
اللہ تعالیٰ نے شکنجہ سے کسی یا اور گرز اور ہاتھ نہیں سے

پس بداں دستِ حق داور کُنیست
تو سمجھ لے اللہ (تعالیٰ) بغیر ہاتھ کے سزا دینے والا ہے

آنکہ میگفتے اگر حق ہست کو
وہ جو کہتا تھا کہ اگر اللہ ہے تو کہاں ہے ؟

در شکنجہ اُو مُقرمی شُد کہ ہُو
شکنجہ میں وہ مُقر ہو گیا کہ وہ ہے

وآنکہ میگفت ایں بعید است و عجیب
وہ جو کہتا تھا کہ یہ بعید اور عجیب ہے

اَشک میراند و ہمیگفت اے قریب
وہ آنسو بہاتا ہے اور کہتا ہے اے نزدیک !

آنکہ جُز انکارِ حق کارش نبود
وہ جس کا کام سوائے اللہ (تعالیٰ) کے انکار کے کچھ نہ تھا

بُرد حسرت عاقبت بے ہیچ سُود
انجام کار بلا فائدہ اُس نے حسرت کی

در نگر[2] احوالِ فرعون و ثمود
فرعون اور ثمود کے احوال دیکھ لے

قومِ لوط و قومِ صالح قومِ ہُود
قومِ لوط اور قومِ صالح اور قومِ ہود کے

حالِ نمرود ستمگر در نگر
ظالم نمرود کی حالت دیکھ لے

در مآلِ قومِ نوح افگن نظر
قومِ نوح کے انجام پر نگاہ ڈال لے

تا بدانی حق سمیع ست و علیم
تاکہ تو جان لے کہ اللہ (تعالیٰ) سمیع اور علیم ہے

فارغ ست از ترس و پاک از باک و بیم
وہ خوف سے بے نیاز ہے اور ڈر اور بیم والے سے پاک ہے

بر کنم من میخ ایں منحوس دام
میں اس منحوس جال کی کھونٹی اکھاڑ رہا ہوں

از پئے کامے نباشم تلخ کام
مقصد کے لئے (تاکہ) میں ناکام نہ بنوں

در خورِ[3] عقل تو گفتم ایں جواب
تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دیدیا

فہم کُن وز جستجو رُو بر متاب
سمجھ لے اور جستجو سے منہ نہ موڑ

سببِ کُشتنِ ابراہیم علیہ السلام زاغ را کہ آں اشارہ بقمع کُدام صفت بُود از صفاتِ مذمومہ مُہلکہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوّے کو مارنے کا سبب کہ وہ مہلک صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے کی طرف اشارہ تھا

ایں سخن را نیست پایان و فراغ
اس بات کا خاتمہ اور فراغ نہیں ہے

اے خلیلِ حق چرا کُشتی تو زاغ
اے اللہ کے خلیل ! آپ نے کوّے کو کیوں مارا ؟

[1] کہ ہلاکت۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے بدکاروں کو بغیر کسی ظاہری آلہ کے ہلاک کر دیا۔ حق اللہ تعالیٰ نے اُس کو بغیر گرز اور ہاتھ کے سزا دیدی تجھے یقین کر لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ بغیر ظاہری ہاتھ کے سزا دینے والا ہے۔ آنکہ۔ منکر خدا بھی سزا کے وقت خدا کا اقرار کر لیتا ہے۔ وآنکہ۔ جو منکر خدا کا وجود عقل سے دور سمجھتا تھا عذاب کے وقت اُس کو یا قریب کہہ کر پکارتا ہے۔ کارش نبود۔ خدا کے منکروں کو انجام کار حسرت اُٹھانا پڑے گی۔

[2] در نگر۔ جن منکروں کو انجام کار حسرت اُٹھانی پڑی اُن کو شمار کیا گیا ہے۔ تا بدانی۔ اُن لوگوں اور قوموں کے انجام سے تجھے معلوم ہو جائیگا کہ حق تعالیٰ مظلوموں کی فریاد سنتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے اور ظالموں کو تباہ کرنے میں اُس کو کوئی باک نہیں ہے۔ بر کنم۔ یہ بھی مور کا مقولہ ہے کہ یہ پر بمنزلہ جال کے ہیں لہٰذا میں اُنکو مقصد برآری کے لئے اکھاڑ رہا ہوں۔

[3] در خورِ۔ مور نے حاسد حکیم سے کہا کہ تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دے دیا ہے۔ اب تو اس کو خوب سمجھ لے۔

سببِ کُشتن۔ حضرت ابراہیمؑ نے جو کوّے کو ہلاک کیا تو وہ کونسی انسانی بری صفت کے ازالہ کی طرف اشارہ تھا۔ اے خلیل۔ حضرت ابراہیم آپ نے کوّے کو ہلاک کرنے میں کیا حکمت

بہرِ فرماں حکمتِ فرماں چہ بود؟
حکم کی وجہ ہے۔ حکم کی حکمت کیا تھی؟

کاغ[1] کاغ و نعرۂ زاغِ سیاہ
کالے کوّے کی کائیں کائیں اور شور

ہمچو ابلیس از خدائے پاک و فرد
جس طرح شیطان نے خدائے قدوس واحد سے

گفت اَنظِرنِی اِلیٰ یَومِ البَعث[2]
اُس نے کہا مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے

زندگی بے دوستِ جاں فرسود است
بغیر دوست کے زندگی جان کی تباہی ہے

عمر و مرگ[3] ایں ہر دو با حق خوش بود
زندگی اور موت ہر دونوں خدا کیساتھ اچھی ہیں

آں ہم از تاثیرِ لعنت بود کو
یہ بھی لعنت کی تاثیر تھی کہ وہ

از خدا غیرِ خدا را خواستن
خدا سے غیر خدا کو مانگنا

خاصہ عمرے غرق در بیگانگی
خصوصاً وہ عمر جو غیریت میں غرق ہو

عمرِ بیشم[4] دہ کہ تا پس تر روم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ زیادہ پیچھے کو جاؤں

تا کہ لعنت را نشانہ اُو بود
تاکہ وہ لعنت کا نشانہ بنے

عمرِ خوش در قربِ جاں پروردنست
اچھی تو قربِ خداوندی میں جان کی پرورش ہے

عمرِ بیشم دہ کہ تا گو می خورم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ گو کھاؤں

اندکے زاسرار آں باید نمود
اُس کے رازوں میں سے تھوڑا سا ظاہر کر دیجئے

دائما باشد بدن را عمر خواہ
ہمیشہ جسم کی عمر کا خواہاں ہے

تا قیامت عمرِ تن درخواست کرد
قیامت تک کے لئے جسم کی عمر کی درخواست کی

کاشکے گفتے کہ تبنا ربنا
کاش وہ کہتا کہ اے ہمارے رب ہماری توبہ قبول کر

حاضر غائب از حق بودنست
اللہ تعالیٰ سے غائب ہونا فوری موت ہے

بے خدا آبِ حیات آتش بود
بغیر خدا کے آبِ حیات آگ ہے

در چناں حضرت ہمی شد عمر جو
ایسے دربار میں عمر کا خواہاں بننا

ظنِ افزونی ست کلی کاستن
بڑھوتری کا گمان اور بالکل گھٹاؤ ہے

در حضورِ شیر روبہ شانگی
شیر کے سامنے لومڑی بن ہے

مہلم افزوں دہ کہ تا کمتر شوم
مجھے زیادہ مہلت دے تاکہ کمتر ہو جاؤں

بد کسے باشد کہ لعنت جو بود
بدکار وہ ہے جو کہ لعنت کا جویاں ہو

عمرِ زاغ از بہرِ سرگیں خوردنست
کوّے کی عمر گوبر کھانے کے لئے ہے

دائم ایں دہ کہ بس بد گوہرم
مجھے ہمیشہ یہ دے کیونکہ میں بہت بد اصل ہوں

---

[1] کاغ: حضرت ابراہیمؑ نے جب دیا کرنے کی کائیں کائیں کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی عمر کی درازی کا خواہاں ہے۔ ہمچو ابلیس۔ قرآن پاک میں مذکور ہے اَنظِرنِی اِلیٰ یَومِ یُبعَثُونَ یعنی شیطان نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی مجھے قیامت تک کی عمر دیدے۔ تبنا۔ حضرت آدمؑ نے توبہ کی دعا کی تھی۔ زندگی شیطان نے زندگی کی دعا مانگی لیکن وہ زندگی جو بغیر دوست کے ہو محض جان کو گھسنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے غفلت فوری موت ہے۔

[2] عمر و مرگ۔ موت ہو یا زندگی جو اللہ کے ساتھ ہے ہی بہتر ہے خدا کو چھوڑ کر آبِ حیات بھی آگ کا کام کرتا ہے۔ آں ہم شیطان کی درازی عمر کی دعا بھی اس کے ملعون ہونے کا اثر تھی۔ از خدا۔ خدا سے غیر خدا کو مانگنا تباہی ہے۔ خاصہ جو عمر وہ عمر جس میں خدا کی رضا حاصل نہ ہو محض مکاری ہے۔

[3] عمرِ بیشم۔ وہ شیطان کی دعا تو یہ تھی کہ خدا اس کو زیادہ عمر اسلئے دیدے تاکہ وہ اور قعرِ ذلت میں گرے اور خدا کی لعنت کا نشانہ بنے تو ایسے شخص سے زیادہ بڑا اور کون ہوگا جو لعنتِ خداوندی کا جویاں ہو۔ عمرِ خوش۔ اچھی زندگی تو وہ ہے جس میں قربِ الٰہی میں جان کی پرورش ہو سکے۔ کوّے کی درازِ عمر گوبر کھانے کے لئے ہے۔ عمرِ بیشم۔ کوّے کی عمر کی زیادتی مانگا تو گوبر کھانے کیلئے ہی

گر نہ[1] گرخوارست آں گندہ دہاں
اگر وہ گندہ دہن گو کھانے والا نہ ہوتا

گویدے کز زاغ غیم تو وارہاں
تو کہتا مجھے کوّے پن سے نجات دیدے

مناجات
دعا

اے مُبدّل کردہ خاکے را بزر
اے وہ جس نے مٹی کو سونا بنایا

خاکِ دیگر را بکردہ بُوالبشر
دوسری مٹی کو ابوالبشر بنایا

کارِ تو تبدیلِ اَعیان و عطا
تیرا کام موجودات کو تبدیل کرنا اور عطا ہے

کارِ من سہوست و نسیان و خطا
میرا کام سہو اور بھول اور خطا ہے

سہو و نسیاں را مُبدّل کُن بعلم
میرے سہو اور بھول کو علم سے تبدیل کردے

من ہمہ خلمم مرا کُن صبر و حلم
میں مجسم غصہ ہوں، مجھے صبر اور حلم بنادے

اے کہ خاکِ شورہ را تو ناں کُنی
اے وہ کہ تو شوریلی زمین کو روٹی بنادیتا ہے

وے کہ نانِ مُردہ را تو جاں کُنی
اے وہ کہ تو مُردہ روٹی کو جان بنادیتا ہے

اے[2] کہ جانِ خیرہ را رہبر کُنی
اے وہ کہ تو برا گندہ کو رہبر بنادیتا ہے

وے کہ بے رہ را تو پیغمبر کُنی
اے وہ کہ تو راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنادیتا ہے

اے کہ خاکِ تیرہ را تو جاں دہی
اے وہ کہ تو تاریک مٹی کو جان عطا کردیتا ہے

عقل و حِس و روزی و ایماں دہی
عقل اور حِس اور روزی اور ایمان دیدیتا ہے

فکر از لے میوہ از چوب آوری
نے سے شکر اور لکڑی سے پھل پیدا کردیتا ہے

از مَنی مُردہ بتِ خوب آوری
مُردہ مَنی سے حسین معشوق پیدا کردیتا ہے

گل[3] ز خس گل صفوت دل پیدا کنی
خس سے پھول دل میں اخلاص پیدا کردیتا ہے

پیہ را بخشی ضیا و روشنی
چربی کو نور اور روشنی بخشتا ہے

میکنی جزوِ زمیں را آسماں
تو زمین کے جزو کو آسمان بنادیتا ہے

میفزائی در زمیں از اختراں
ستاروں سے زمین میں افزائش کردیتا ہے

ہر کہ سازد زیں جہاں آبِ حیات
جو اس دنیا کو آبِ حیات بناتا ہے

زود تر شد از دیگراں آید ممات
اُس کو دوسروں سے پہلے موت آجاتی ہے

---

[1] گر نہ۔ اگر وہ گو بر کھانے والا نہ ہوتا تو یہ دعا کرتا کہ مجھے کوّے پن سے نجات دیدے۔
——— اے حضرت حق تعالےٰ کی قدرت ہے کہ اس نے مٹی سے سونا بنادیا اور مٹی سے حضرت آدم ابوالبشر کو پیدا کردیا۔ کارِ تو۔ اللہ تعالےٰ کا کام تبدیل کرنا اور انسان کا کام بھول اور غلطی ہے۔ سہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ میں قدرت ہے کہ وہ ہماری بھول کو علم سے تبدیل کردے اور ہمارے غصہ کو بُردباری سے بدل دے۔

[2] اے کہ خاکِ شورہ۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت ہے کہ شور زمین سے بھی وہ غذا اُگا دیتا ہے جس سے روٹی تیار ہوتی ہے اور مُردہ روٹی کو انسان کی جان میں تبدیل کردیتا ہے۔

[3] اے کہ۔ خدا کو یہ قدرت ہے کہ گمراہ کو راہبر بنادیتا ہے اور راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنادیتا ہے۔ خاکِ تیرہ۔ انسان مٹی سے بنا ہے اور قدرت نے پھر اُس کو دولتِ ایمان سے بہرہ ور بنادیا ہے۔ از نے۔ نے میں سے شکر پیدا کردینا اور شاخ میں سے پھل پیدا کردینا لطف ہے حسین معشوق پیدا کرنا قدرت خداوندی ہی کا کام ہے

[4] گل ز خس۔ خدا کی قدرت ہے کہ وہ مٹی سے حسین پھول اور دل سے اخلاص پیدا کردیتا ہے اور آنکھ کی چربی میں روشنی اور چمک پیدا کردیتا ہے۔ جزو میں۔ اس سے مراد وہ اجزاء ہیں جو زمین سے پیدا ہوئے اور پھر انکو آسمان پر اُٹھا دیا گیا یا انکو مزاج کردی گئی یا یہ مقصد ہے کہ وہ نباتات جو زمین سے اُگتے اُگتے آسمان پیدا فرمایا۔ میفزائی۔ ستاروں کی تاثیر سے زمین میں پیداوار آگتی ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص دنیا ہی زندگی کو منتہائے کمال سمجھتا ہے اُس کی موت سب سے پہلے آجاتی ہے۔

دیدۂ دل[1] کو بگردوں بنگریست
جس دل کی آنکھ نے آسمانوں کو دیکھا

دیدہ کانجا ہر دمے مینا گریست
اُس نے دیکھا ہے کہ وہاں ہر وقت نشاط ہے

قلبِ اَعیان ست و اکسیر محیط
موجودات کی قسمیں ہے اور عالمگیر اکسیر ہے

ایتلافِ خرد و تن بے مخیط
جسم کے چیتھڑوں کو بغیر دھاگے کے سینا ہے

تو ازاں روزے کہ در ہست آمدی
تو جس دن سے وجود میں آیا ہے

آتشے یا خاک یا بادے بُدی
آگ یا خاک یا ہوا تھا

گر بداں حالت ترا بُودے بقا
اگر اُسی حالت پر تیرا بقا ہوتا

کہ رسیدے مر ترا ایں ارتقا
تجھے یہ ترقی کب حاصل ہوتی؟

از مُبدّلِ ہستیِ اوّل نماند
تبدیل کرنیوالے کی وجہ سے پہلا وجود نہ رہا

ہستیِ دیگر بجائے اُو نشاند
اس نے دوسرا وجود اس کی بجائے قائم کر دیا

ہمچنیں[2] تا صد ہزاراں ہمتہا
اِسی طرح لاکھوں وجود تک

بعدِ یک دیگر دوم بہ زابتدا
ایک وجود کے بعد دوسرا پہلے سے بہتر

آں مُبدّلِ بیں وسائط را بہاں
اُس تبدیل کرنیوالے کو دیکھ، واسطوں کو چھوڑ

کز وسائط دور گردی ز اصل آں
کیونکہ واسطوں سے تو اصل سے دُور جائے گا

واسطہ ہر جا فزوں شد وصل سست
جہاں واسطے زیادہ ہوئے، وصل جاتا رہا

واسطہ کم ذوقِ وصل افزوں تر ست
واسطے کم ہوں تو وصل کا ذوق زیادہ ہوتا ہے

از سبب دانی شود کم حیرتت
اسباب کے جاننے سے تیری حیرت کم ہو جائیگی

حیرتے کہ رہ دہد در حضرتت
وہ حیرت جو دربار تک تیری رہنما ہے

ایں[3] بقا ہا از فنا ہا یافتی
تو نے یہ بقائیں فناؤں سے حاصل کی ہیں

از فنا ایش رُو چرا برتافتی
اُس کی فنا سے تو نے کیوں مُنہ موڑا ہے

زاں فنا ہا چہ زیاں بُودت کہ تا
اُن فناؤں سے تجھے کیا نقصان پہنچا کہ

بر بقا چفسیدۂ اے بینوا
تو اے بینوا! بقا سے چمٹا ہوا ہے

چوں دوم از اوّلینت بہتر ست
جبکہ دوسرا وجود تیرے پہلے سے بہتر ہے

پس فنا جُو و مُبدّلِ را پرست
تو فنا کی جستجو کر اور تبدیل کرنیوالے کی پرستش

نہیں ہے چوں دوم۔ جبکہ تبدیلی کے بعد دوسرا وجود پہلے وجود سے بہتر ملتا ہے تو انسان کو فنا کی جستجو کرنی چاہیئے اور تبدیل کرنے والے کا شکر گزار رہنا چاہیئے۔

[1] دیدۂ دل۔ جو شخص تیسری بصیرت سے آسمان کو دیکھے گا اُس کو نظر آئے گا کہ وہاں ہر وقت قدرت کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ قلبِ اعیان۔ عالمِ بقا کے تصرفات میں اجسام کی تبدیلی ہے اور ایک عالمگیر کیمیا گری ہے۔ تو ازاں۔ اِس تبدیلی کی دلیل یہ ہے کہ انسان ابتدا میں مناصر اربعہ میں سے کوئی عنصر تھا اگر وہ اسی حالت میں رہتا تو اس کو اس تقویم کا ارتقائی رتبہ کیسے ملتا۔ از مُبدّل۔ اللہ تعالیٰ نے اُسکے پہلے وجود کو بدل کر دوسرا وجود عنایت کر دیا۔

[2] ہمچنیں۔ وجود کی تبدیلی کے لاکھوں مرتبے ہیں۔ آں مُبدّل۔ انسان کی ترقی کا تقاضا ہے کہ وہ تبدیل کرنے والی ذات پر نظر رکھے تبدیلی کے درمیانی واسطوں پر نظر رکھنا انسان کو اُس ذات سے دُور کر دیتا ہے۔ واسطہ۔ مجرب ہے ملاقات میں جس قدر وسائل کا اضافہ ہوتا ہے ذوقِ وصل میں کمی آجاتی ہے۔ از سبب۔ اسباب اور علل معلوم کرنے سے وہ حیرت کم ہو جاتی ہے جو انسان کو بارگاہِ خداوندی میں پہنچاتی ہے۔

[3] ایں بقا ہا۔ جبکہ اِن مراتب میں فنا کے بعد ارتقائی وجود حاصل ہوا ہے تو انسان کو فنا سے نہ گھبرانا چاہیئے۔ زاں۔ پہلے مراتب کے فنا سے اور ارتقاء حاصل ہوا لہٰذا بقا سے چسپاں رہنا عقلمندی

صد[1] ہزاراں حشر دیدی اے عنود
اے سرکش! تو نے لاکھوں حشر دیکھے ہیں

تا کنوں ہر لحظ از بدوِ وجود
ہر لمحہ وجود کی ابتدا سے اب تک

از جمادی بے خبر سوئے نما
بے خبری میں جماد (یعنی نشو و) نما کی جانب

وز نما سوئے حیات و ابتلا
اور نما سے زندگی اور آزمائش کی جانب

باز سوئے عقل و تمییزات خوش
پھر (یعنی) عقل اور تمیز کی جانب

باز سوئے خارج ایں پنج و شش
پھر ان (حواس خمسہ) اور شش (جہات) سے باہر کی

تا[2] بحر ایں نشانِ پا یہاست
یہ پاؤں کے نشان سمندر کے کنارے تک ہیں

پس نشانِ پا درونِ بحر لاست
پھر سمندر کے اندر پاؤں کے نشان معدوم ہیں

زانکہ منزلہائے خشکی را خطاط
کیونکہ خشکی کے مقامات احاطہ بندی کی وجہ سے

ہست وہ ہا و وطنہا و رباط
دیہات اور وطن اور سرائے ہیں

باز منزلہائے دریا در وقوف
پھر دریائی مکانات، ٹھکانوں میں

وقتِ موجش نے جدار و نے سقوف
اسکے تموج کے وقت نہ دیوار ہے نہ چھتیں

نیست پیدا اندراں رہ پا و گام
اس راستہ میں نہ پاؤں اور نہ قدم نظر آتے ہیں

نے نشانست آں منازل را نہ نام
ان گھروں کا نہ نشان ہے، نہ نام ہے

ہست[3] صد چنداں میان منزلین
دونوں منزلوں کے درمیان متوقع فاصلہ ہے

آں طرف کز ایں تا بالائے این
اس جانب مکان سے لامکان کے اوپر تک

در فنا ہا ایں بقا ہا دیدہ
فناؤں میں تو یہ بقائیں دیکھی ہیں

بر بقائے جسم چوں چفسیدۂ
جسم کے بقا پر تو کیوں چپک گیا ہے؟

ہیں بدہ اے زاغ ایں جان باز باش
ہاں! اے کوے یہ جان دیدے، باز بن جا

پیشِ تبدیلِ خدا جانباز باش
خدائی تبدیل کے سامنے جانباز بن جا

تازہ میگیر و کہن را می سپار
تازہ بن جا، پرانے کو دے دے

کہ ہر امسالت فزونست از سہ پار
کیونکہ تیرا یہ سال گزشتہ تین سالوں سے بڑھا ہوا ہے

گر نباشی نخل وار ایثار کن
اگر تو کھجور کی طرح ایثار کرنے والا نہیں ہے

کہنہ بر کہنہ نہ و انبار کن
پرانے پر پرانا رکھتا رہ، (نہ) جمع کرلے

---

[1] صد ہزاراں۔ انسان کے لاکھوں مراتب ایسے ہیں جو فنا ہو چکے ہیں۔ آب جمادی۔ انسان اپنے جمادی وجود سے نباتی وجود کی طرف منتقل ہو گیا اور اس سے وہ حیوانی وجود سے پھر نباتی وجود سے اس کو حیوانی وجود اور پھر عقل کی بنیاد پر اس کو وہ وجود مل گیا جس میں وہ احکام کا مکلف بنا۔ خارج۔ یعنی پھر اس کا ارتقاء مائۃ ارواح کی جانب ہوا جو حواس خمسہ اور جہات ستہ سے بالاتر ہے

[2] تا بحر۔ ان مراتب وجود کے نشانات اس وقت تک ہیں جب تک کہ اس کا وجود وجود متعلق سے وابستہ نہیں ہوا اور جب اس سمندر میں پہنچ گیا تو پھر ان وجودات کے نشانات غائب ہو جاتے ہیں۔ آنکہ یہاں مسند کو اس طرح سمجھو کہ خشکی کے منازل کے نشانات ہوتے ہیں انھیں نشانات کے ذریعہ مکانوں اور سرائے اور وطن بنتا ہے لیکن دریا کے منازل کا کوئی نشان نہیں ہوتا ہے دریا کی منزل کی جہت ہوتی ہے نہ دیوار نہ وہاں چلنے کے نشانات پیدا ہوتے ہیں۔

[3] ہست۔ عالم امکان اور عالم لامکان دونوں منزلوں کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ ایں۔ امکان۔ آں۔ لامکان۔ در فنا ہا۔ جبکہ پہلے مراتب کے فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے تو اس جسم کی بقا

سے انسان کو نہ چپٹنا چاہیے۔ ہیں۔ جو شخص عمر کی درازی کا خواہشمند ہے اس کو اس تبدیل میں جان کی بازی لگانی چاہیے تازہ۔ تو انسان کو تازہ وجود حاصل کرنا چاہیے کیونکہ اس کو ہر مرتبہ پہلے مرتبہ سے افضل حاصل ہوا ہے۔ گر نباشی۔ کھجور اپنا پھل دوسروں کو دے دیتی ہے تو اس کو قدرت نیا پھل عطا کر دیتی ہے۔

کُہنہ[1] وَگندیدہ وَبوسیدہ را
پرانے اور گندہ اور سڑے ہوئے کو

تحفہ میسر بہر ہر نادیدہ را
ہر نادیدے کے لئے تحفہ لے جا

آنکہ نو دید اُو خریدارِ تو نیست
جس نے نیا دیکھا ہے وہ تیرا خریدار نہیں ہے

صیدِ حق ست اُو گرفتارِ تو نیست
وہ اللہ (تعالیٰ) کا شکار ہے وہ تجھ میں پھنسا ہوا نہیں ہے

ہر کجا باشند جوقِ مرغِ کور
جہاں کہیں اندھے پرندوں کا جھرمٹ ہو

بر تو جمع آیند اے سیلابِ شور
تجھ پر جمع ہو جائے گا

تا فزاید کوری از شور آبہا
تاکہ کھاری پانیوں سے اندھاپن بڑھے

زانکہ آبِ شور افزاید عمی
کیونکہ کھارا پانی اندھاپن بڑھاتا ہے

اہلِ[2] دنیا زاں سبب اعمیٰ دل اند
دنیا دار اسی وجہ سے اندھے دل والے ہیں

شارب شورابۂ آب و گِل اند
(کیونکہ) وہ آب و گل کا کھاری پانی پینے والے ہیں

شور میخور کور می چر در جہاں
دنیا میں کھاری پانی پیا رہ، اندھے پن سے چرا رہ

چوں نداری آبِ حیواں در نہاں
جبکہ تو اندر آبِ حیات نہیں رکھتا ہے

با چُنیں حالت بقا خواہی فزاد
اس حالت میں تو بقا اور زیادہ کیا چاہتا ہے

ہمچو زنگی در سیہ رُوئی تو شاد
تو حبشی کی طرح کالا منہ ہونے پر خوش ہے

در سیاہی رنگ زاں آسودہ است
وہ رنگ کے کالے پن پر اس لئے مطمئن ہے

کو ز زاد و اصل زنگی بودہ است
کیونکہ وہ پیدائش اور اصل سے حبشی ہے

آنکہ ز اوّل شاہد و خوشرُو بود
وہ جو شروع سے معشوق اور خوبصورت ہو

گر سیہ گردد ندارک جُو بود
اگر وہ کالا بن جائے تو تدارک کیا عالب ہوگا

مرغِ[3] پرندہ چو ماند بر زمیں
آڑنے والا پرندہ جب زمین پر رہ جائے

باشد اندر غصہ و درد و حنیں
وہ رنج اور درد اور نقصان میں ہوگا

مُرغِ خانہ بر زمیں خوش میرود
پالتو پرند زمین پر خوشی سے چلتا ہے

دانہ چیند و شاد و شاطر میدود
دانہ چگتا ہوا اور خوش اور چالاکی سے دوڑتا ہے

زانکہ واز اصل بے پر داز بود
کیونکہ وہ اصل سے بغیر اڑان کے تھا

واں دگر پرندہ دیر باز بود
وہ دوسرا اڑنے والا اور کھلے پروں کا تھا

اس کو کبھی آزادی نصیب نہیں ہوئی تھی اڑنے والا پرند آزاد تھا۔

---

[1] کُہنہ۔ اگر پرانا پھل، جوڑے تو وہ بوسیدہ اور گندہ ہو جائے گا آنکھ جس نے نیا وجود حاصل کر لیا ہے وہ پرانے وجود کا خریدار نہ بنے گا۔ صیدِ حق۔ وہ ذات حق جس اپنے آپ کو فنا کر چکا ہے۔ ہر کجا۔ تیرے خریدار اندھے ہیں اندھے پرند کھارے پانی پر جمع ہوتے ہیں جن کو اندھا بنا دیتا ہے۔

[2] اہلِ دنیا۔ اہل دنیا چونکہ فانی وجود سے چپٹے ہوئے ہیں تو وہ بھی شور کھاری پانی کے پرندوں کی طرح اندھے دلوں والے ہیں۔ شور۔ اگر انسان کے دل میں آبِ حیات جاری نہیں ہے تو وہ کھاری پانی پینے والا اور اندھا گندہ کھانے والا ہے۔ باچنیں۔ اگر اس بری حالت میں تو عمر کی زیادتی کا خواہاں ہے تو تیری مثال اس حبشی کی سی ہے جو اپنی سیاہ روئی پر مطمئن اور خوش ہو۔ آنکہ۔ اگر کوئی شروع میں خوشرنگ ہو اور پھر وہ سیاہ رُو بن جائے تو وہ اس حالت میں مطمئن نہیں ہو سکتا ہے۔

[3] مرغ۔ اگر اڑنے والا پرند پنجرے میں پھنس جائے تو وہ غم و غصہ میں رہتا ہے۔ مُرغِ خانہ۔ پالتو پرند پنجرے میں بھی خوش رہتا ہے کیونکہ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِرْحَمُوْا ثَلَاثًا عَزِیْزٌ قَوْمٍ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تین شخصوں پر رحم کرو کسی قوم کا باعزت

ذُلَّ، وَغَنِیٌّ قَوْمٍ اِفْتَقَرَ، وَعَالِمًا یَلْعَبُ بِہِ الْجُھَّالُ

جو ذلیل ہو گیا ہو کسی قوم کا مالدار جو محتاج ہو گیا ہو، وہ عالم جس کا جاہل مذاق اڑائیں

گفت پیغمبر کہ رحم آرید بر — حالِ مَن کَانَ غَنِیًّا فَافْتَقَرْ

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ رحم کرو اوپر — اس شخص کے جو مالدار تھا پھر فقیر ہو گیا

وَالَّذِی کَانَ عَزِیْزًا فَاحْتُقِرْ — اَوْ صَفِیًّا عَالِمًا بَیْنَ الْمُضَرّ

اور اس پر جو باعزت تھا پھر حقیر ہو گیا ہو — یا منتخب عالم ترشروؤں کے درمیان

گفت پیغمبر کہ بر ایں سہ گروہ — رحم آرید از سنگید و ز کوہ

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ان تین قسموں پر — رحم کرو خواہ تم پتھر کے ہو یا پہاڑ کے

آنکہ او بعد از عزیزی خوار شد — واں تونگر ہم کہ بے دینار شد

وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہو گیا ہو — وہ مالدار بھی جو بے زر ہو گیا ہو

واں سوم آں عالمے کاندر جہاں — مُبتلا گردد میانِ اَبلہاں

تیسرے وہ عالم جو دنیا میں — بے وقوفوں میں مبتلا ہو جائے

زانکہ از عزت بخواری آمدن — ہمچو قطعِ عضو باشد از بدن

کیونکہ عزت سے ذلت میں آجانا — جسم سے عضو کٹ جانے کی طرح ہے

عضو گردد مُردہ کز تن وا بُرید — نو بریدہ جُنبد اما نے مَدید

جو عضو بدن سے کٹ گیا وہ مُردہ ہو جاتا ہے — نیا کٹا ہوا تڑپتا ہے لیکن زیادہ دیر نہیں

ہر کرا از جامِ اَلست اُو خورد یار — ہستش امسال آفتِ رنج و خمار

جس نے گذشتہ سال جامِ الست سے پیا ہو — اس کو اس سال رنج اور اضمحلال کی مصیبت ہوگی

دانکہ چوں سگ زاصل گہدانی بُوَد — کے مرا اُو را حرصِ سلطانی بُوَد

وہ جو کتے کی طرح اصل سناسی کا ہو — اس کو بادشاہت کا لالچ کب ہوتا ہے؟

توبہ اُو جوید کہ کردہ ست اُو گناہ — آہ اُو گوید کہ گم کردہ ست راہ

توبہ وہ کرتا ہے جس نے گناہ کیا ہو — آہ وہ کرتا ہے جس نے راستہ گم کر دیا ہو

ہوتا ہے اور راستہ سے بھٹکا ہوا ہی آہ کرتا ہے۔

لے قال النبیؐ۔ مولانا کا مقصد یہ ہے کہ اچھی حالت کے بعد جب بُری حالت ہوتی ہے تو وہ انتہائی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ غنی کان۔ جو شروع سے مفلس ہو وہ اس قدر قابلِ رحم نہیں ہے جیسا کہ وہ شخص جو مالداری کے بعد مفلس ہو گیا ہو۔ عزیز ذلیل جو شخص پہلے باعزت تھا پھر ذلیل ہو گیا ہو وہ بہت زیادہ قابلِ رحم ہے۔ عالما۔ وہ عالم جو جاہلوں میں پھنس گیا ہو بہت زیادہ قابلِ رحم ہے اور سنگید۔ خواہ تم پتھر کے بنے ہوئے ہو۔

لہ آنکہ۔ یہ تینوں شخص بہت زیادہ قابلِ رحم ہیں، کیونکہ عزت کے بعد ذلت میں مبتلا ہو جانے سے وہی تکلیف پہنچتی ہے جو بدن کا کوئی عضو کٹنے سے جسم بدن سے کوئی عضو کٹنے کے بعد مُردہ ہو جاتا ہے تھوڑی دیر وہ تڑپتا ہے اور پھر اس پر مُردنی چھا جاتی ہے۔

لہ ہر کرا۔ جو شخص ایک بار کسی چیز کی لذت حاصل کر چکتا ہے اس کی یاد اس کو ستاتی ہے۔ فائدہ۔ جس شخص نے کبھی سلطنت کا مزا چکھا ہو وہ سلطانی کی حرص سے محروم ہوتا ہے۔

توبہ۔ وہ شخص توبہ کرتا ہے جس کو اپنے گناہ کا احساس

قصۂ[1] محبوس شدن آں آہو بچہ در آخرِ خراں و طعنۂ آں خراں بر اں

ہرن کے بچہ کا گدھوں کے اصطبل میں قیدی ہونے کا قصہ اور اُس پر دیسی پر اُن

غریب گاہ بجنگ گاہ بہ تسخر و مُبتلا شدن او بکاہِ خشک کہ غذائے

گدھوں کی طعنہ زنی کبھی مذاق سے، اور اُس کا خشک گھاس میں

اُو نیست و ایں صفت بندۂ خاصِ خدا ی ست عَزَّوَجَلَّ میان

مبتلا ہونا کیونکہ وہ اسکی غذا نہیں ہے اور یہی حالت خدائے عزوجل کے خاص بندے کی دنیا داروں

اہلِ دنیا و اہلِ شہوت کہ اَلْاِسْلَامُ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا

اور شہوت پرستوں میں ہے کیونکہ اسلام اجنبی بن کر شروع ہوا اور عنقریب اجنبی

کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بنجائیگا جیسا کہ شروع ہوا تو اجنبیوں کیلئے خوشخبری ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے

آہوئے را کرد صیادے شکار — اندر آخر کردش آں بے زینہار

ایک ہرن کا ایک شکاری نے شکار کرلیا — اس بے امان کو اصطبل میں کردیا

آخرے را پُر ز گاو ان و خراں — حبس آہو کرد چوں اِستمگراں

اُس اصطبل کو جو بیلوں اور گدھوں سے بھرا ہوا تھا — ظالموں کی طرح ہرن کا قید خانہ بنا دیا

آہوا ز وحشت بہر سُو میگریخت — اُو بہ پیشِ آں خراں شبگاہ ریخت

ہرن وحشت سے ہر جانب کو بھاگتا تھا — اُس شکاری نے رات کو گدھوں کے سامنے گھاس ڈالدی

از مجاعت و اِشتہا ہر گاؤ و خر — کاہ را میخورد خوشتر از شکر

بھوک اور خواہش سے ہر بیل اور گدھا — گھاس کو شکر سے بھی زیادہ خوشی سے کھاتا تھا

گاہ آہو می دمید از سُو بسُو — گہ زدود و گرد کہ میتافت رُو

ہرن کبھی اِدھر اُدھر دوڑتا تھا — کبھی دھوئیں اور گھاس کی گرد سے منہ موڑتا تھا

ہر کرا با ضدِّ خود بگذاشتند — آں عقوبت را چو مرگ انگاشتند

جس کو اُس کی ضد کے ساتھ چھوڑ دیا ہے — اس سزا کو اُس نے موت خیال کیا ہے

تا سلیمانؑ گفت کاں ہُدہُد اگر — ہجر را عذرے نگوید معتبر

یہانتک کہ حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اگر وہ ہدہد — جدائی کا معتبر عذر نہ بیان کرے

بکشمش یا خود دہم اُو را عذاب — یک عذابِ سخت بیروں از حساب

میں اُس کو مار ڈالوں گا یا خود اُس کو سزا دونگا — ایک سخت سزا جو ان گنت ہے

---

[1] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ ہرن کا بچہ چونکہ آزادی کے نطف اٹھائے ہوئے تھا اس لئے اُس کے نہ ہونے کا اسکو افسوس تھا گدھے اُس سے محروم تھے۔ وایں صفت۔ جس طرح یہ ہرن کا بچہ گدھوں میں آکر پریشان ہوا یہی حال عالم کا جاہلوں میں ہوتا ہے.... اَلْاِسْلَام۔ جس وقت اسلام کی ابتداء ہوئی تب بھی وہ لوگوں کے لئے اجنبی تھا اور عنقریب پھر اجنبی بن جائیگا۔ اُن لوگوں کے لئے خوشخبری ہے جو مصلحان ہونے کی وجہ سے اجنبی ہیں۔ آخر۔ اصطبل۔ زینہار۔ پناہ۔ اِستمگراں۔ ستمگروں۔

[2] اُو۔ یعنی شکاری۔ مجاعت۔ بھوک۔ ہر کرا۔ سزا میں اگر کسی چیز کو اُس کے مخالف سے وابستہ کردیا جائے تو یہ سزا موت ہے۔

[3] تا سلیمان۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کو جو سخت عذاب دینے کو کہا تھا وہ یہی تھا کہ اس کو ناجنس کے ساتھ پنجرے میں بند کردیتے۔

ہاں کدام ست آں عذاب اے معتمد — در قفس بودن بغیر جنسِ خود

اے معتمد! ہاں وہ سزا کون سی ہے؟ — پنجرے میں غیر جنس کے ساتھ ہونا

زیں[۵۱] بدن اندر عذابی اے پسر — مُرغ رُوحت بستہ با جنسِ دگر

اے بیٹا! اِس جسم سے تو بھی عذاب میں ہے — تیری روح کا پرندہ دوسری جنس سے وابستہ ہے

روح بازست و طبائع زاغہا — دارد از زاغانِ تن بس داغہا

روح باز ہے اور مزاج کوّے ہیں — وہ جسم کے کوّوں کی وجہ سے بہت زخمی ہے

اُو بماندہ درمیان شاں زار زار — ہمچو بُوبکرے بشہرِ سبزوار

وہ اُن کے درمیان تنہا حال ہے — جس طرح کوئی ابوبکر سبزوار شہر میں

حکایت سلطان محمد خوارزم شاہ کہ شہرِ سبزوار را کہ ہمہ اہلِ اُو رافضی باشند بجنگ بگرفت ایشاں از کشتن امان خواستند گفت آنگہ اماں دہم کہ پیشِ من ازیں شہر یک ابوبکر نامی بیاورید

سلطان محمد خوارزم شاہ کی حکایت جس نے سبزوار شہر کو جس کے تمام باشندے رافضی تھے جنگ کرکے لے لیا اُن لوگوں نے قتل سے امان چاہی اُس نے کہا میں امان جب دوں گا جبکہ اس شہر میں سے ایک ابوبکر نامی شخص لے آؤ

شُد محمد اَلپ[۵۲] اُلغ خوارزم شاہ — در قتالِ سبزوارِ پر تباہ

بہادر محمد خوارزم شاہ لگا — تباہی بھرے سبزوار (شہر) کے قتال میں

تنگ شاں آورد لشکرہائے اُو — اُفتاد اسپہش در قتلِ عدُو

اُس کے لشکروں نے اُن کا محاصرہ کر لیا — اُس کے سپاہی دشمن کے قتل میں لگ گئے

سجدہ[۵۳] آوردند پیشش کالأماں — حلقہ ماں در گوش کُن و انجش جاں

اُنھوں نے اُس کے سامنے سجدہ کیا کہ اُمن دے — ہمیں حلقہ بگوش بنالے، جان بخش دے

ہر خراج و ہر صلہ کہ بایدت — آں زماں ہر موسمے افزایدت

جو خراج اور جو بدلہ تجھے چاہیئے — وہ ہر موسم میں ہماری جانب تیرے لئے بڑھتا رہے گا

جانِ ما آنِ تو ست اے شیر خُو — پیشِ ما چندے امانت باش گو

اے شیر دل! ہماری جان تیری ملکیت ہے — کہہ دے ہمارے پاس کچھ دن امانت میں ہے

---

۵۱ زیں بدن۔ انسان کے لئے یہی عذاب ہے کہ اس کی روح کو غیر جنس یعنی جسم کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہے۔ روح۔ رُوح بانہ ہے اور بدن کی طبیعت کوّے ہے۔ بوبکرے۔ یعنی ابوبکر نامی شخص۔ سبزوار۔ ایران کا مشہور شہر ہے جس کے باشندے سخت رافضی تھے

۵۲ اَلپ۔ بہادر۔ اُلغ۔ بزرگ۔ خوارزم شاہ۔ یہ ایران کا بادشاہ تھا خراسان سے عراق تک اُس کی سلطنت تھی یہ مولانائے روم کے والد خواجہ بہاء الدین محمد کا ماموں تھا۔

۵۳ سجدہ آوردند۔ سبزواریوں نے کہا کہ جو ٹیکس ہم پر لگا یا جائے گا ہم ہر فصل میں بڑھا کر ادا کریں گے۔

گفت نرہانید از من جانِ خویش
اس نے کہا تم اپنی جان مجھ سے نہیں چھڑا سکتے ہو

تا مرا بوبکر[1] نام از شہرتاں
جب تک کہ ابوبکر نام کا اپنے شہر سے میرے پاس

بدردم تاں ہیچ کشتے اے قوم دوں
اے کمینہ قوم! میں کسی کی طرح تمہیں کاٹوں گا

پس جوانِ زر کشیدند شش براہ
تو انھوں نے اشرفیوں کا بورا اسکے سامنے لاڈالا

کے بُود بوبکر اندر سبزوار[2]
ابوبکر! سبزوار میں کہاں ہو سکتا ہے؟

رُو بتابید از زر و گفت اے مُغاں[3]
اشرفیوں سے مُنہ پھیر لیا اور کہا اے کافرو!

ہیچ سودے نیست کودک نیستم
کوئی فائدہ نہیں ہے، میں بچہ نہیں ہوں

تا نیاری سجدہ نہ رای آزبوں
اے حقیر! جب تک تو سجدہ نہ کریگا (تو) نہ چھوٹے گا

منہیاں[4] انگیختند از چپ و راست
انھوں نے دائیں بائیں جانب جاسوس دوڑائے

بعد سہ روز و سہ شب کاشتافتند
تین دن اور تین رات کے بعد جگہ جگہ وہ دوڑے پھرے

رہگذر بُود و بماندہ از مرض
مسافر تھا اور مرض کی وجہ سے پڑا رہ گیا تھا

گوہرے اندر خرابہ بے عرض
ویرانہ میں موتی بے سروسامان

خفتہ بود او در یکے کنجے خراب
وہ ایک اجڑے ہوئے گوشہ میں سو رہا تھا

تا نیارید ابوبکرے بہ پیش
جب تک کہ ایک ابوبکر میرے سامنے حاضر نہ کردو

ہدیہ نارید اے رمیدہ اُمتاں
ہدیہ نہ لاؤ گے، اے بگڑی ہوئی قوم!

نے خراج استانم و نے ہم فسوں
نہ خراج لوں گا اور نہ ہی چکنی چپڑی باتیں (منتر)

کز چنیں شہرے ابوبکرے مخواہ
کہ ایسے شہر سے ابوبکر نہ مانگ

یا کلوخ خشک اندر جوئبار
یا خشک ڈھیلا نہر میں

تا نیارید ابوبکرا مُغاں
جب تک کہ تم ابوبکر کا تحفہ میرے پاس نہ لاؤ گے

تا بزر و سیم حیراں بیستم
کہ سونے اور چاندی سے حیران رہ جاؤں

گر بہ پیمائی تو مسجد را بکوں
خواہ تو مقصد سے (ساری) مسجد کو ناپ ڈالے

کاندریں ویرانہ بوبکرے کجاست
کہ اس ویرانہ میں کوئی ابوبکر کہاں ہے؟

یک ابوبکرے نزارے یافتند
انھوں نے ایک لاغر ابوبکر پایا

در یکے گوشہ خرابے پُر مرض
مریض ہو کر ویرانہ کے ایک گوشہ میں

خونِ دل بر رُخ فشاندہ از مرض
مرض کی وجہ سے دل کا خون چہرے پر چھڑکے ہوئے

چوں بدیدندش بگفتندش شتاب
جب انھوں نے اسکو دیکھا فوراً اس سے کہا

---

[1] ابوبکر۔ خوارزم شاہ نے کہا امان کی شرط یہ ہے کہ اپنی آبادی سے ابوبکر نام کا کوئی شخص میرے پاس پیش کرو۔ ورنہ تم سب کو قتل کرا دونگا۔ پس بجال۔ ان لوگوں نے اشرفیوں کا بورا سامنے لاکر ڈال دیا اگر یہ قبول کر لیجئے اور ابوبکر نامی شخص کے لانے کی شرط ختم کر دیجئے۔

[2] کے بود۔ سبزوار میں کسی ابوبکر کی تلاش ایسی ہی ہے جیسے کوئی دریا میں خشک ڈھیلا تلاش کرے۔

[3] مُغاں۔ ان لوگوں کو رفض کی وجہ سے کفار سے تعبیر کیا ہے۔

[4] تا نیاری۔ اُن لوگوں کا اشرفیاں دے کر نجات حاصل کرنے کی تمنا ایسی ہی تھی جیسا کہ کوئی شخص نماز سے اس طور پر چھٹکارا حاصل کرنا چاہے کہ پوری مسجد کو سرینوں سے ناپ ڈالے اور سجدہ نہ کرے۔

[5] منہیاں۔ ابوبکر نامی شخص کی تلاش میں سبزواریوں نے جاسوس چھوڑ دیئے۔

نذاشتہ۔ لاغر۔ رہگذر۔ راہگذار، مسافر۔ مرض۔ بیماری۔ گوہر۔ وہ شخص ایک قیمتی جوہر تھا لیکن ان بے قدروں میں پڑا ہوا تھا۔ بخفتہ بود۔ وہ ابوبکر نامی مسافر ایک ویرانہ میں پڑا سو رہا تھا۔

خیز کہ سلطاں ترا طالب شدہ است
اُٹھ، کہ بادشاہ تیرا طالب ہوا ہے

گفت اگر پایم بُدے یا مقدمے
اُس نے کہا اگر میرے پاؤں (یا چلنا) ہوتا

اندریں دشمن کدہ کے ماندمے
میں اس دشمنستان میں کب ٹھہرتا؟

تختۂ مُردہ کشاں برداشتند
اُنھوں نے ایک تابوت اُٹھایا

جانبِ خوارزم شہ جملہ دواں
سب خوارزم شاہ کی جانب دوڑے

سبزوار است ایں جہان مردِ حق
یہ دنیا سبزوار ہے اور مردِ خدا

ہست آں خوارزم شہ یزداں جلیل
وہ خدائے بزرگ (بمنزلہ) خوارزم شاہ کے ہے

گفت[۵۲] لا ینظر الی تصویرکم
(رسولؐ نے) فرمایا ہے کہ (خدا) تمہاری صورت کو نہیں دیکھتا

من زصاحبدل کنم در تو نظر
میں صاحبِ دل کے ذریعہ تجھ میں نظر کرتا ہوں

تو دلِ خود را چو دل پنداشتی
جبکہ تو نے اپنے دل کو دل سمجھ لیا ہے

دل کہ گرد ہفصد چو ایں ہفت آسماں
(وہ) دل کہ اگر سات آسمان جیسے سات سو

ایں[۵۳] چنیں دل ریزہا را دل مگو
دل کے اس طرح کے ریزوں کو دل نہ کہہ

صاحبِ دل آئنہ منش و بُود
صاحبِ دل جو خدا آئینہ ہوتا ہے

کز تو خواہد شہر ما از قتل رست[۵۱]
کیونکہ تیری وجہ سے ہمارا شہر قتل سے بچ جائیگا

خود برا ہے خود بمقصد رفتمے
اپنے راستہ پر (یا) اپنی منزل کو چل دیتا

سوئے شہرِ دوستاں میرا ندمے
دوستوں کے شہر کی جانب سواری (یا) لے دیتا

بر کتفِ بوبکر را برداشتند
کاندھے پر ابوبکر کو سوار کرلیا

می کشید ندش کہ تا بیند نشاں
وہ اُس کو لے جارہے تھے تاکہ وہ نشان دیکھ لے

اندریں جا ضائع ست و ممتحق
اُس میں رائیگاں اور نیست ہے

دل ہمی خواہد ازیں قومِ ذلیل
اِس ذلیل قوم سے دل کا طالب ہے

فابتغوا ذا القلب فی تدبیرکم
پس اپنی تدبیر میں صاحبِ دل کو تلاش کرو

نے بنقش و سجدہ و ایثارِ زر
نہ کہ صورت اور سجدہ اور خدائے زر کے ذریعہ

جستجوئے اہلِ دل بگذاشتی
(اِسلئے) تو نے صاحبِ دل کی جستجو ترک کردی ہے

اندر او آید شود یا دہ و نہاں
اُس میں آئیں تو وہ گم اور پوشیدہ ہوجائیں

سبزوارا اندر ابوبکرے مجو
سبزوار کے اندر ابوبکر کو تلاش نہ کر

حق درو از بہشت بہت ناظر شود
اللہ (تعالیٰ) جو جانب سے اُنھیں دیکھتا ہے

---

۵۱ کز تو۔ بادشاہ شہر کے مطابق ہمیں معاف کردیگا۔ بمقصد۔ یعنی اگر چلنے کی طاقت ہوتی تو میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوجاتا تم لوگوں میں نہ ٹھہرتا۔ اندریں۔ رافضی حضرت ابوبکرؓ کے نام کے بھی دشمن ہوتے ہیں۔ تختۂ مُردہ کشاں۔ مُردے کے لے جانے کا تخت۔ سبزوار۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دنیا بھی سبزوار ہے اور یہاں بھی مردِ حق اسی طرح بے یار و مددگار رہتا ہے جس طرح ابوبکر نامی شخص سبزوار میں تھا۔ یزداں۔ اللہ تعالیٰ کی شان۔ خوارزم شاہ سمجھ اللہ تعالیٰ بھی دنیا داروں سے دل کا مطالبہ کرتا ہے۔

۵۲ گفت۔ حدیث شریف ہے اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے وہ تمہارے دلوں اور کاموں کو دیکھتا ہے۔ یعنی۔ اللہ تعالیٰ خلق اللہ کی طرف کسی صاحبِ دل کی وجہ سے توجہ فرماتا ہے۔ دل۔ ہر شخص ایسا صاحبِ دل نہیں ہے جس کی وجہ سے مخلوقِ خدا کا منظورِ نظر بنے دل۔ اللہ تعالیٰ اس دل کو پسند کرتا ہے جس دل میں اسقدر وسعت ہو کہ سات آسمان جیسے سات سو اس میں سما جائیں۔

۵۳ ایں چنیں۔ عام دلوں میں اس دل کی تلاش ایسی ہی ہے جیسا کہ سبزوار میں ابوبکر نامی کی تلاش۔ صاحبدل۔ صاحبِ دل

ہر کہ اندر شش جہت دارد مقر
جو شش جہت میں ٹھکانا رکھتا ہو

کے کند در غیر حق یک دم نظر
وہ تھوڑی دیر کیلئے بھی کب اللہ کو چھوڑ کر دیکھتا ہے؟

گر کند او از برائے او کند
اگر وہ صاحب دل نظر کرتا ہے اس (اللہ) کیلئے کرتا ہے

ور قبول آرد ہمو باشد سند
اگر قبول کرتا ہے، تو وہی سہارا ہوتا ہے

چونکہ او حق را بود در کل حال
کیونکہ وہ ہر حالت میں اللہ (تعالیٰ) کیلئے ہوتا ہے

برگزیدہ باشد او را ذوالجلال
اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کر لیا ہے

ہیچ بے او حق بکس ندہد نوال
اللہ (تعالیٰ) اسکے بغیر کبھی کسی کو عطا نہیں کرتا ہے

شمۂ گفتم من از صاحب وصال
میں نے واصل بحق کے بارے میں تھوڑا سا بتا دیا

موہبت[2] را بر کف دستش نہد
وہ اللہ تعالیٰ اپنے اسکے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ دیتا ہے

وز کفش آں را بمرحومان دہد
اسکی ہتھیلی کے ذریعہ اسکو قابل رحم لوگوں کو دیتا ہے

با کفش در پائے کل را اتصال
اس کی ہتھیلی کا دریائے کل سے اتصال ہے

ہست بے چون و چگونہ بیر کمال
وہ ناقابل بیان کمالات سے پُر ہے

اتصالے کہ نہ گنجد در کلام
وہ اتصال جو بیان نہیں ہو سکتا ہے

گفتنش تکلیف باشد والسلام
اس کا بیان کرنا تکلف ہے، والسلام

صد جوال زر بیاری اے غنی
اے مالدار! اگر تو سونے کے سو توڑے لائیگا

حق بگوید دل بیارا اے منحنی
اللہ (تعالیٰ) فرمادیگا اے کبڑے! دل لا

گر ز تو راضی ست دل من راضیم[3]
اگر وہ دل تجھ سے راضی ہو میں بھی راضی ہوں

ور ز تو معرض بود او اعراضیم
اگر وہ تجھ سے منھ پھیرنے والا ہو میں بھی منھ پھیر لونگا

ننگرم در تو دراں دل بنگرم
میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں اس کو دیکھتا ہوں

تحفہ او را آر اے جان کرم
اے جان! میرے در بار اس کا تحفہ لا

با تو او چونست ہستم من چناں
تیرے ساتھ وہ جیسا ہے میں ویسا ہی ہوں

زیر پائے مادراں باشد جناں
جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے

مادر و بابا و اصل خلق اوست
مخلوق کی ماں اور باپ اور اصل وہ ہے

اے خنک آنکس کہ دل داند ز پوست
وہ قابل مبارکباد ہے جس نے دل کو چھلکے میں امتیاز کر لیا

تو بگوئی نک دل آوردم بتو
تو کہے گا میں تیرے پاس یہ دل لایا ہوں

گوید ت ایں دل نیرزد یک طسو
وہ تجھ سے کہدیگا کہ یہ دل ایک مڑی کا بھی نہیں ہے

ہر کہ۔ جو شخص لامکانی بن چکا ہو وہ غیر اللہ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ گر کند۔ اگر صاحب دل کسی کی طرف نظر کرتا ہے تو خدا کیلئے کرتا ہے اور اس کا رد و قبول سب خدا کے لئے ہوتا ہے۔ چونکہ۔ چونکہ اس صاحب دل کے جملہ احوال خدا کیلئے ہوتے ہیں لہٰذا وہ خدا کا برگزیدہ ہوتا ہے۔ ہیچ۔ یہ صاحب دل خلیفۃ اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی جملہ عطائیں اس کے واسطے سے ہوتی ہے۔

موہبت۔ اللہ تعالیٰ اپنے جملہ عطیات انکے ہاتھوں مخلوق کو پہنچاتا ہے۔ دریائے کل۔ حضرت حق تعالیٰ۔ اتصال۔ اس کے ہاتھ کا خدا سے جو اتصال ہے اس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ صد جوال۔ اللہ تعالیٰ سونے چاندی سے بے نیاز ہے وہ صرف دل کا اخلاص قبول کرتا ہے۔

گر ز تو۔ جس سے وہ صاحب دل راضی ہوتا ہے اس سے خدا راضی ہوتا ہے جس سے وہ ناراض ہوتا ہے خدا اس سے ناراض ہوتا ہے۔ مادراں۔ وہ صاحب دل ایسا ہی مربی ہے جس طرح ماں مربی ہوتی ہے۔ مادر۔ وہ صاحب دل مخلوق کیلئے بمنزلہ ماں باپ کے ہوتا ہے۔ تو بگوئی۔ تو خدا کے سامنے اپنا وہ دل پیش کرتا ہے جو ایک دمڑی کا بھی نہیں ہے۔

آں دلے آور کہ قطبِ عالم ست
وہ دل لا جو عالم کا قطب ہے

جانِ جانِ جانِ جانِ آدم ست
(وہ دل) آدم کی جان کی جان کی جان کا محبوب ہے

از برائے آں دلِ پُر نور و بر
اُس نیکی اور نور سے بھرے ہوئے دل کا

ہست آں سلطانِ دلہا منتظر
دلوں کا بادشاہ منتظر ہے

تو بگردی روزہا در سبزوار
تو ایک عرصہ تک سبزوار میں گھومیگا

آنچناں دل را نیابی زاعتبار
اُس درجہ اعتبار والے دل کو نہ پائے گا

پس دلِ پژمردہ بوسیدہ جہاں
تو ایک مُرجھایا ہوا اور بوسیدہ روح والا دل

بر سرِ تختہ نہی آنسو کشاں
تابوت میں رکھ کر، وہاں لے جا

کہ دل آوردم ترا اے شہریار
کہ اے شاہ! میں تیرے لئے دل لایا ہوں

بہ ازیں دل نبود اندر سبزوار
سبزوار میں اس سے بہتر دل نہیں ہے

گوید ایں گورخانہ است اے جری
وہ تجھ سے کہیگا اے بیباک! یہ قبرستان ہے

کہ دلِ مُردہ بدیں جا آوری
کہ تو ایک مردہ دل یہاں لایا ہے

رو بیاور آں دلے کو شاہ خوست
جا، وہ دل لا جو شاہانہ مزاج رکھے

کہ امانِ سبزوارِ کون از وست
کیونکہ دنیا کے سبزوار کو اسی کی وجہ سے امن حاصل ہے

گوئی آں دل زیں جہاں پنہاں بود
تو کہے گا کہ وہ دل اس دنیا میں مفقود ہے

زانکہ ظلمت ہا ضیا را ضداں بود
کیونکہ تاریکی اور نور دو ضد ہیں

دشمنیِ آں دل از روزِ الست
ازل سے اُس دل کے ساتھ دشمنی

سبزوارِ طبع را میراثی است
(دنیاوی) طبیعت کی موروثی ہے

زانکہ او بازست دنیا شہر زاغ
کیونکہ وہ باز ہے، دنیا کوؤں کا شہر ہے

دیدنِ ناجنس بر ناجنس داغ
غیر جنس کو غیر جنس کا دیکھنا داغ ہے

در کند نرمی نفاقے می کند
اگر وہ نرمی کرتا ہے تو نفاق برت رہا ہے

زاستمالت ارتفاقے می کند
مائل کرکے، فائدہ حاصل کر رہا ہے

می کند آرے نہ از بہرِ نیاز
ہاں ہاں کہتا ہے نہ کہ نیاز مندی سے

تا کہ ناصح کم کند نصحِ دراز
(بلکہ) اسلئے کہ ناصح دراز نصیحت نہ کرے

زانکہ ایں زاغِ خسِ مُردار جُو
کیونکہ یہ کمینہ کوّا، مُردار کا جویاں

صد ہزاراں مکر دارد تو بتو
تہ بہ تہ لاکھوں مکر رکھتا ہے

قطب عالم۔ اس صاحب دل پر عالم کی بقا کا مدار ہوتا ہے اور یہی دل آدم کے جان کی جان کا محبوب ہے۔ آذر برائے۔ اللہ تعالیٰ ایسے دل کا منتظر ہے جو نور اور نیکی سے بھرا ہوا ہے۔ تو بگردی۔ دنیا میں ایسے دل کا ملنا ایسا ہی دشوار ہے جس طرح سبزوار میں ابوبکر نامی شخص کا ملنا۔ پس۔ اگر وہ دل تیرے پاس نہیں ہے تو اپنا مردہ دل ہی بارگاہ میں پیش کردے جس طرح سبزوار والوں نے بیمار اور لاغر ابوبکر نامی شخص کو پیش کر دیا تھا۔

گوید۔ تو دیدت۔ وہ شاہ، تجھ سے کہیگا کہ یہاں کوئی قبرستان ہے کہ تو مردہ دل کو یہاں لایا ہے۔ آوَ۔ جا اور وہ دل لا جس کی وجہ سے عالم کا بقا ہے گوئی۔ تو اس کے جواب میں کہنا کہ دنیا تاریکی ہے اور وہ دل نور ہے تاریکی میں نور کہاں ہے۔ دشمنی ایسے دل سے دنیا کو روز ازل سے دشمنی ہے۔

زانکہ۔ وہ دل باز ہے اور دنیا جہان زاغ ہے کوئی اپنے ناجنس کو دیکھنا پسند نہیں کرتا ہے۔ در کند۔ اگر کوئی دنیادار ایسے صاحب دل کے ساتھ نرمی برتتا ہے تو وہ منافقت پر مبنی ہوتی ہے یا اس سے کسی فائدہ کا امیدوار ہوتا ہے می کند۔ اگر دنیادار ایسے صاحب دل کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے تو محض اسلئے کہ اسکو زیادہ نصیحت نہ کرے۔ زانکہ۔ کیونکہ ایک دنیادار میں لاکھوں

گر پذیرند آں نفاقش وا رہید — شد نفاقش عینِ صدقِ مستفید

اگر وہ اسکے نفاق کو قبول کریں تو اُسے نہایت خاص کر لی — اُس کا نفاق عین سچائی بن گیا

زانکہ آں صاحبدلِ باکر و فر — ہست در بازارِ ما معیوبِ خر

کیونکہ وہ شان و شوکت والا صاحب دل — ہمارے بازار میں عیب دار گدھا بھی خرید لیتا ہے

صاحب دل جو اگر بیجاں نہ — جنسِ دل شو گر ضدِ سلطاں نہ

صاحب دل کی تلاش کر اگر تو مردہ نہیں ہے — دل کا ہم جنس بن اگر تو شاہ کا مخالف نہیں ہے

آنکہ زرقِ او خوش آید مر ترا — او ولیِ تست نہ خاصہ خدا

جس کا مکر تجھے اچھا لگتا ہے — وہ تیرا ولی ہے نہ کہ مردِ خدا

ہر کہ او بر خوی و بر طبعِ تو زیست — پیشِ طبعِ تو ولی ست و نبی ست

ہر وہ جو تیری عادت اور مزاج کے مطابق زندگی گذارتا ہے — تیرے نزدیک وہ ولی ہے اور نبی ہے

رو ہوا بگذار تا بوئی خدا — در مشامت میرسد اے کدخدا

جا نفسانیت کو چھوڑ، تاکہ خدائی خوشبو — تیری ناک میں پہنچے اے صاحب خانہ!

رو ہوا بگذار تا خوبت شود — واں مشامِ عنبریں بوئیت شود

جا، نفسانیت کو چھوڑ، تاکہ تیری بھلائی ہو — اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھنے والا بن جائے

از ہوا رانی دماغت فاسد ست — مشک و عنبر پیشِ مغزت کاسد ست

نفسانیت سے تیرا دماغ خراب ہے — تیرے دماغ کیلئے مشک اور عنبر بے قدر ہے

عاشقی تو بر نجاست ہمچو زاغ — بوئے مشکت می نگیرد در دماغ

تو کوّے کی طرح نجاست پر عاشق ہے — تیرے دماغ میں مشک کی خوشبو نہیں آتی ہے

حد ندارد ایں سخن و آہوئی ما — میگریزد اندر آخر جا بجا

اس بات کی حد نہیں ہے اور ہمارا ہرن — اصطبل میں، جا بجا بھاگ رہا ہے

بقیہ قصۂ آہو در آخورِ خراں

گدھوں کے اصطبل میں ہرن کا بقیہ قصہ

روز ہا آں آہوئی خوش ناف نر — در شکنجہ بود در اصطبلِ خر

وہ نر عمدہ ناف والا، ہرن بہت دن تک — گدھوں کے اصطبل میں قید میں تھا

مضطرب در نزع چوں ماہی بخشک — در یکے حقہ معذب پشک و مشک

جاں کنی میں بے چین تھا جس طرح مچھلی خشکی پر — ایک حقہ میں مینگنی اور مشک عذاب میں ہوتے ہیں

لہ گر پذیرند۔ بہت سے لوگ منافقانہ حاضر ہوئے ہیں اور ہر من کامل بنگئے ہیں۔ معیوب خر۔ صاحب دل اپنی شان و شوکت کی وجہ سے عیبدار کو بھی خریدار بن جاتا ہے۔ صاحب دل۔ جب تجھے یہ معلوم ہو گیا کہ صاحب دل معیوب کو بھی خرید لیتا ہے تو اب کسی صاحب دل کی تلاش کر اگر تو خدا کا دشمن نہیں ہے۔ مکر۔ جس کی مکاری تجھے پسند آئے وہ تیرا دوست ہے خدا کا دوست نہیں ہے۔

لہ ہر کہ۔ تو اس اپنے جیسے نبی کی ولایت اور نبوت کے قابل ہوتا ہے۔ رو۔ خواہش نفسانی کو ترک کر جب تو خدائی خوشبو سونگھ سکے گا اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھ سکے گا۔ از ہوا رانی۔ اگر تو نفس کی خواہشات کو اختیار کرتا رہے گا تو مشک و عنبر کو تو نہ پہچان سکے گا۔

لہ عاشقی۔ چونکہ تو نفسانی خواہش میں مبتلا ہے تو تیرا دماغ خدائی خوشبو سے نا آشنا ہے۔ خوش ناف۔ ہرن کی ناف میں سے مشک نکلتا ہے۔ نجس۔ مذبذب۔ ڈرپوک۔ پشک۔ مینگنی۔

یک[1] خرش گفتے کہ ہاں اے بوالوحوش
ایک گدھا اس سے کہتا، ہاں وحشیوں کے ابا

طبعِ شاہاں داری و میراں خموش
تو شاہوں اور سرداروں کی مزاج رکھتا ہے اور عاقل خاموش ہے

آں دگر گستاخ زد بے کز خزر و سمد
دوسرا احمق اڑتا اڑتا کہ دریا کے کنارے چڑھا ہے

گوہر آورد است کے ارزاں دہد
موتی لے آیا ہے، سستا کب دے سکتا ہے؟

واں خرے گفتے کہ با آں نازکی
ایک گدھا کہتا کہ ہیں نزاکت کے ہوتے ہوئے

بر سریرِ شاہ شو تو مشکی
تو شاہی تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ

واں خرے شد تخمہ وز خوردن بماند
ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی اور نہ کھا سکا

پس بر سم دعوت آہو را بخواند
تو دعوت کے طریقہ پر ہرن کو بلایا

سر[2] چنیں کرداو کہ نے رد اے فلاں
اس نے سر ہلایا کہ نہیں جا، اے فلاں!

اشتہایم نیست، ہستم ناتواں
مجھے بھوک نہیں ہے، میں کمزور ہو گیا ہوں

گفت میدانم کہ نازے می کنی
اس نے کہا (ہاں) میں جانتا ہوں تو نخرے کر رہا ہے

یا زناموس احترازے می کنی
یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے

گفت باؤ خور کہ ایں طعمہ تو ست
اس نے اس سے کہا کہ تو کھا یہ تیری خوراک ہے

کہ ازاں اجزائے تو زندہ نوست
کیونکہ اس سے تیرے اعضاء زندہ اور تازہ ہیں

من الیفِ مرغزارے بودہ ام
میں جنگل سے مانوس تھا

در ظلال و روضہا آسودہ ام
میں نے سایوں اور باغوں میں آرام کیا ہے

گر قضا افگند مارا در عذاب
اگر تقدیر نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دیا ہے

کے رود آں خو و طبعِ مستطاب
وہ عمدہ عادت اور مزاج کہاں جاتا ہے؟

گر[3] گدا گشتم گدا دو کے شوم
اگر میں فقیر ہو گیا ہوں بے آبرو کب بن سکتا ہوں؟

در لباسم کہنہ گردد من نوم
اگر میرا لباس پرانا ہو جائے میں نیا ہوں

سنبل و لالہ و سپر غم نیز ہم
سنبل اور لالہ اور نارنج بھی

با ہزاراں ناز و نخوت خوردہ ام
میں نے ہزاروں ناز و نخوت سے کھائے ہیں

گفت آرے لاف میزن لاف لاف
اس نے کہا ہاں گپیں مار، گپیں گپیں

در غریبی بس تواں گفتن گزاف
پردیس میں بہت سی بکواس کی جا سکتی ہے

گفت نا فہم خود گواہی میدہد
اس نے کہا میرا ناخود گواہی دے رہا ہے

منتے بر عود و عنبر می نہد
جو عود اور عنبر پر احسان جتاتا ہے

---

[1] یک خرش۔ ایک گدھے نے ہرن کے بچے سے کہا کہ تیرا مزاج تو شاہانہ اور امیرانہ ہے اور تو بالکل خاموش ہے۔ اس دگر۔ دوسرا گدھا بولا اصل بات تو موتی ہے یہ اس کو سستا کب فروخت کر سکتا ہے۔
واں خرے۔ ایک گدھا بولا اگر اس قدر نازک مزاجی ہے تو شاہانہ تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ جا۔ واں خرے۔ ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی تھی اور اس کی گھاس بند ہو گئی تھی اس نے ہرن کے بچے کو گھاس کھانے کی دعوت دی۔

[2] سر چنیں۔ اس نے سر سے انکار کا اشارہ کیا۔ گفت۔ اس گدھے نے کہا کہ تو نخرے کر رہا ہے یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے۔ طعمہ۔ خوراک۔ الیف۔ مانوس۔ مرغزار۔ جنگل۔ ظلال۔ ظل کی جمع، سایہ۔ گر قضا۔ اگرچہ میں تقدیر خداوندی سے اس عذاب میں پھنس گیا ہوں لیکن وہ مزاج کہاں بدلتے۔

[3] گر گدا۔ اگر میں اس وقت فقیر ہوں تو آبرو نہیں بیچ سکتا ہوں شریف انسان پرانے لباس میں بھی نیا رہتا ہے۔ سپر غم۔ نیلوفر۔ نخوت۔ تکبر۔ گفت پردیس میں چونکہ ناواقف لوگ ہوتے ہیں لہٰذا شیخی بگھارنے کا بہت موقع ہوتا ہے۔ گفت۔ ہرن بچے نے کہا کہ میرا ناخود میری بڑائی پر گواہ ہے جو عود و عنبر سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

لیک[1] آں را کہ شنود؛ صاحب مشام
لیکن اُس کو کون سونگھتا ہے؟ صاحب دماغ

بر خرِ سرگیں پرست آں شُد حرام
گوبر کے بھاری گدھے کے لئے وہ حرام ہے

خر گریزِ خر ببوید در طریق
گدھا، راستہ میں گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے

مُشک چوں عرضہ کنم با ایں فریق
اِس جماعت پر میں مُشک کیسے پیش کردوں؟

بہرِ ایں گفت آں نبی مستجیب
اِسی لئے اُس (حق کو) قبول کرنیوالے نبیؐ نے فرمایا ہے

رمزِ اَلْاِسْلَامُ فِی الدُّنْیَا غَرِیْب
اشارہ اسلام دنیا میں پردیسی ہے۔

زانکہ[2] خویشانش ہم از وے میرمند
گرچہ باذاتش ملائک ہمدم اند

کیونکہ اُس کے اپنے بھی اُس سے بھاگتے ہیں
اگرچہ ملائک اُس کی ذات کے ساتھی ہیں

صورتش را جنس می بیند انام
لیک از وے می نیابند آں مشام

لوگ اُس کی صورت کو (ہم) جنس سمجھتے ہیں
لیکن اُس سے وہ خوشبو حاصل نہیں کرتے ہیں

ہمچو شیرے در میانِ نقشِ گاؤ
دور می بینش وے اُو را مکاؤ

شیر جیسا ہے بیل صورت لوگوں میں
اُس کو دور سے دیکھ لے اُس کی کھود کُرید نہ کر

ور[3] بکاوی ترک گاوِ تن بگو
کہ بدر دگاو را آں شیر خُو

اگر تو کُرید تا ہے تو جسم کے بیل سے ہاتھ دھولے
کیونکہ وہ شیر طبیعت بیل کو پھاڑ ڈالے گا

طبعِ گاوی از سرت بیروں کُند
خُوئے حیوانی ز حیواں بر کُند

وہ تیرے سر میں سے بیل پن نکالدے گا
حیوان سے حیوانی خصلت دُور کردے گا

گاؤ باشی شیر گردی نزد اُو
گر تو با گاوے خوشی شیری مجُو

تو بیل تھا اُس کی صحبت میں شیر بن جائے گا
اگر تو بیل بن کر خوش ہے تو شیر بن نہ چاہ

تفسیر اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ یَّاْکُلُھُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ آں
بیشک میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں" کی تفسیر ان الفاظ

گاوانِ لاغر را خدا بصفتِ شیرانِ گرسنہ آفریدہ بُود تا آں ہفت
گایوں کو خدا نے بھوکے شیروں کی صفت پر پیدا فرمایا تھا یہانتک کہ انھوں نے

گاوِ فربہ را باشتہا می خورند اگرچہ آں خیالات صورتِ گاواں
سات موٹی گایوں کو بھوک سے کھایا اگرچہ خواب کے آئینہ میں وہ خیالات

در آئینہ خواب بنمودند تو بمعنے شیر بنگر
گایوں کی صورت میں نمودار ہوئے تو حقیقتاً شیر سمجھ

[1] لیک۔ لیکن اِس ناقد کی خوشبو کون سونگھتا ہے؟ وہی سونگھتا ہے جو صاحب دماغ ہو، اگر برسونگھنے والا گدھا ہو تو گدھا نہیں سونگھ سکتا ہے، خر۔ گدھا گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے، گدھوں کو مُشک کیسے سونگھایا جاسکتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ جس کو صحیح خوشبو صاحب دماغ ہی سونگھ سکتا ہے اِسی لیے آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ اسلام نااہلوں کے لئے اجنبی ہے۔

[2] تا نکہ۔ مسلمان سے اُسکے رشتہ دار بھی بھاگتے ہیں اگرچہ ملائکہ اُس سے مانوس ہیں۔۔۔ تصورِ شیر عام خواص کو اپنا جیسا ہی سمجھتے ہیں لیکن اُن کی خوشبو سے ناواقف ہیں۔ ہمچو شیرے۔ مردِ خدا عوام میں ایسا ہی ہے جیسا کہ بیلوں میں شیر ہے اُسکو دور سے دیکھ لے زیادہ چھیڑ چھاڑ نہ کر۔

[3] ور بکاوی۔ اگر تو اُسکے احوال کی زیادہ جستجو کرتا ہے تو اپنے جسم سے ہاتھ دھولے۔ طبعِ گاوی۔ وہ تیرا بیل پن اور حیوانی خصلت کو مٹادے گا۔ گاؤ۔ تو پہلے بیل تھا اب شیر بن جائے گا اگر تجھے اپنا بیل پن پسند ہے تو اُس شیر کو جستجو نہ کر۔ سَبْعَ بَقَرَاتٍ۔ یہ اُس خواب کا قصہ ہے جس کی حضرت یوسفؑ نے تعبیر دی تھی اور فرمایا تھا کہ سات موٹی گایوں سے سات سال اچھی پیداوار کے اور سات دُبلی گایوں سے سات سال قحط کے مُراد ہیں۔ مولانا نے اپنے سابق بیان کے

آں عزیزے[1] مصر میدید بخواب
اُس شاہِ مصر نے خواب میں دیکھا

چونکہ چشمِ غیب را شد فتح باب
چونکہ غیب کی نظر کا دروازہ کھل گیا

ہفت گاوِ فربہ بس پروردہ
سات موٹی بہت پروردہ گائیں

خوردشاں آں ہفت گاوِ لاغرے
اُن کو سات کمزور گایوں نے کھالیا

دَر دروں شیراں بُدند آں لاغراں
وہ کمزور حقیقت شیر تھیں

ورنہ گاواں را نبُودندے خوراں
ورنہ گایوں کو کھانے والی نہ ہوتیں

بس بشر آمد بصورت مردِ کار
بہت سے بشر ہیں جو کام کرنیوالے انسان کی صورت میں ہیں

لیک روئے شیر نہاں مَرد خوار
لیکن انھیں انسان کو فنا کرنے والا شیر پوشیدہ ہے

مَردرا خوش واخورد فردش کند
انسان کو کھا جاتا ہے، اسر، کر یکتا بنا دیتا ہے

صاف گردد دُردِ دشاں رو دَرد ش کند
اُسکی تلچھٹ مصفّیٰ ہو جاتی ہے خواہ اسکو تکلیف پہنچائے

زاں[2] یکے دَرد اُوز جملہ دَرد ہا
اُس ایک درد سے وہ تمام دردوں سے

وارہد پا بر نہد او بر سما
نجات پا جاتا ہے، وہ آسمان پر قدم رکھ دیتا ہے

شاہ گردد واگذارد بندگی
بادشاہ بن جاتا ہے، غلامی چھوڑ دیتا ہے۔

یا بداُو در مُردگی دل زندگی
وہ فنا میں دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے

گاوِ تن قربانیِ شیرِ خداست
جسم کی گائے شیرِ خدا کی قربانی ہے

گر ترا با اُو سرِ صدق و صفاست
اگر تجھے اُس سے صدق و خلوص ہے

در کشی[3] مہماں ہماں کونِ خری
اگر تو مہمان کشی کرے تو تو گدھے کی مقلد ہے

گاوِ تن را خواجہ تا کے پروری
اے خواجہ! تو جسم کی گائے کی کبتک پرورش کریگا

گاوِ تن مُردار گردد عاقبت
انجام کار جسم کی گائے مُردار ہو جائیگی

پس پشیمانی بری اے بدبخت
اے بدبخت! تو پھر شرمندہ ہوگا

دَر بیان آنکہ کُشتن خلیل علیہ السّلام خروس را اشارت

اِس کا بیان کہ (حضرت ابراہیم) خلیل اللہ کا مُرغے کو مارنا

بقمع و قہر کدام صفت بُود از صفاتِ مذمومات مُہلکات

مرید کے باطن کی مہلک اور بُری صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے

دَر باطن مُرید

اور مغلوب کرنے کا اشارہ تھا

[1] عزیز مصر کے بادشاہ کا لقب ہے۔ ہفت گاؤ۔ اُس نے خواب دیکھا کہ سات دُبلی گائیں سات موٹی گایوں کو کھا گئیں۔ آں لاغراں۔ وہ سات دُبلی گائیں دراصل سات شیر تھے۔ بس بشر بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہی دُبلے نظر آتے ہیں لیکن وہ مُرید کی حیوانی صفات کو کو بھاڑ ڈالتے ہیں۔ صاف گردد۔ وہ حیوانی صفات اُس میں دُور ہو جاتی ہیں خواہ اُن کے ازالہ سے اُس کو تکلیف پہنچے۔

[2] زاں یکے درد۔ وہ ایک درد ہے لیکن بہت سے دردوں سے نجات دلا دیتا ہے اور سفلی انسان کو مُلکی بنا دیتا ہے۔ شاہ گردد۔ اب یہ معمولی انسان اُس شیخ کے تصرف سے شاہ بن جاتا ہے اور بدن کی مُردگی سے دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے۔

گاوِ تن۔ اگر تجھے شیخ سے عقیدت ہے تو مجاہدے کرکے جسم کی قربانی اُس کی خدمت میں پیش کر دے۔

[3] در کشی۔ اگر تو جسم کی قربانی پیش نہیں کرتا ہے تو گویا تو شیخ کی مہمانی ادا نہیں کرتا ہے۔ گاوِ تن۔ لامحالہ جسم فنا ہوگا تو پھر تو شرمندہ ہوگا۔ دَر بیان۔ حضرت ابراہیم کا مرغ کو ذبح کرنا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ انسان کو شہوت پرست نہ ہونا چاہیئے۔

چند گوئی ہمچو زاغ پُر فسوس[1]
تو کہے کوے کی طرح کب تک بولے گا؟

اے خلیل از بہر چہ کشتی خروس
اے خلیل (علیہ السلام) آپ نے مرغ کو کیوں مارا؟

حکمتِ کشتن چہ بود آخر بگو
آخر بتائے مارنے کی کیا حکمت تھی؟

تا مُسبّح گردم آں را مو بمو
تاکہ میں رونگٹے رونگٹے سے سبحان اللہ کہوں

گفت فرماں حکمت فرماں بخواں
انھوں نے فرمایا (اللہ کا) حکم، حکم کی حکمت بتادے

تا مُهلّل گردم آں را من بجاں
تاکہ میں اس پر دل و جان سے لا الٰہ الا اللہ پڑھوں

شہوتی ہست او وبس شہوت پرست
وہ شہوت والا اور شہوت پرست ہے

زاں شراب ہر ناکثے از تست
اس زہریلی بیہودہ شراب سے تست ہو

گر نہ بہر نسل بودے اے وصی
اے وصی! اگر وہ نسل کے لئے ضروری نہ ہوتی

آدمؑ از ننگش بگردے خود خصی
(حضرت) آدم (اس کے عیب کو دیکھ کر) خود خصی ہو جاتے

گفت ابلیسِ لعیں دادار را
ملعون شیطان نے اللہ (تعالیٰ) سے کہا

دام زفتے خواہم ایں اشکار را
میں اس شکار کے لئے مضبوط جال چاہتا ہوں

زر و سیم[2] و گلۂ اسپش نمود
سونا اور چاندی اور گھوڑوں کا گلہ دکھایا

کہ بدیں تانی خلائق را ربود
کہ تو اتنے لوگوں کو پھنسا سکے

گفت شاباش و ترش آویخت لنج
بولا، آفریں ہے اور ترشروئی سے تھوتھنی لٹکائی

شد ترنجیدہ و ترش ہمچوں ترنج
رنجیدہ اور لیموں کی طرح ترش ہو گیا

پس زر و گوہر ز معدنہا خوش
تو سونا اور جواہر عمدہ کانوں سے

کرد آں پس ماندہ را حق پیش پیش
اللہ (تعالیٰ) نے اس مردود کے آگے کر دیئے

گیر ایں دامِ دگر را اے لعیں
اے ملعون! یہ دوسرا جال لے لے

گفت ازیں افزوں[3] اے النعم المعیں
بولا، اے عمدہ مددگار! اس سے بڑھ کر دے

چرب و شیریں و شرابات ثمیں[4]
چکنے میٹھے (کھانے) اور قیمتی مشروبات

دادش و بس جامۂ ابریشمیں
اور بہت سے ریشمی کپڑے اس کو دیئے

گفت یارب بیش ازیں ہم مدد
بولا، اے خدا! میں اس سے زیادہ مدد چاہتا ہوں

تا بہ بندم شاں بحبلِ متّ مسد
تاکہ میں ان کو موج کی رسی میں باندھ لوں

تاکہ مستانت کنند پُر دلند
تاکہ تیرے دوست جو نڈر اور بہادر ہیں

مردوار آں بندہا را بگسلند
ان بندشوں کو مردانہ وار توڑ دیں

---

[1] فسوس۔ مکر۔ مسخ۔ سبحان اللہ کہنے والا۔ گفت۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا میں نے خدائی حکم سے مرغ کو ذبح کیا۔ حکمت۔ سوال کرنے والے نے کہا کہ اس خلاف کے حکم کی کیا حکمت تھی۔ تہلل۔ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والا۔ شہوتی۔ مرغ ایک شہوت پرست پرند ہے۔ گرتہ۔ چونکہ نفس انسانی کی بقا کے لئے شہوت ضروری ہے ورنہ حضرت آدمؑ اپنے آپ کو خصی بنا لیتے۔ وقار۔ منصف، اللہ تعالیٰ۔ وآنہم انسان کو پھانسنے کے لئے مضبوط جال حاصل کرے۔

[2] زر و سیم۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو چاندی سونا دکھایا کہ یہ جال موجود ہے اس سے انسان کو تو پھانس سکتا ہے۔ گفت۔ شیطان اس جال کو ناکافی سمجھ کر رنجیدہ ہو گیا۔ پس۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو عمدہ قسم کا سونا اور جواہر دکھائے کہ یہ جال کافی ہے۔ آنرس افزوں۔ شیطان نے کہا میں اس سے بڑھیا جال چاہتا ہوں۔

[3] چرب۔ حضرت حق تعالیٰ نے اس کو عمدہ غذائیں اور فاخرہ لباس دیئے کہ ان سے انسانوں کو پھانس لے۔ گفت یارب۔ اس شیطان نے پھر یہی کہا کہ اس سے زیادہ مضبوط جال چاہتا ہوں تاکہ ہر کس و ناکس اس کو نہ توڑ سکے اور مردان خدا غیروں سے ممتاز ہو جائیں۔

تا بدیں دام در نہ ہائے ہوا
تاکہ اس شقاوت کے اس جال اور شیطوں کی وجہ سے

مردِ تو گردد ز نامرداں جُدا
تیرے مرد نامردوں سے جدا ہو جائیں

دامِ دیگر خواہم اے سلطانِ بخت
اے خالقِ تقدیر! میں دوسرا جال چاہتا ہوں

دامِ مرد انداز حیلت ساز سخت
جو مرد انسان کو پھنسانے والا سخت حیلہ ساز ہو

خمر و جنگ آورد در پیش نہاد
(اللہ تعالیٰ) شراب اور ستار سامنے لایا اور رکھ دیا

نیم خندہ زد بداں شد نیم شاد
وہ تھوڑا سا ہنسا اور اس پر آدھا راضی ہو گیا

سوئے اضلالِ ازل پیغام کرد
اس نے ازل (صفت) اضلال کو پیغام دیا

کہ بیار از قعرِ بحرِ فتنہ گرد
کہ فتنہ کے سمندر کی گہرائی سے گرد نکال کر

نے یکے از بندگانت موسیٰ ست
کیا تیرے بندوں میں موسیٰ[1] نہیں ہیں؟

پردہا در بحر اُو از گرد بست
انھوں نے سمندر میں گرد کے پردے باندھ دیئے

آب از ہر سُو عناں را واکشید
پانی نے ہر جانب سے اپنی باگ کھینچ لی

از تگِ دریا غبارے بر جہید
دریا کی گہرائی سے غبار اُٹھا

چونکہ[2] خوبیِ زناں با اُو نمود
جب عورتوں کا حسن اس کو دکھایا

کہ قرار و صبرِ مرداں می ربود
جو مردوں کا صبر و قرار لے اُڑتا ہے

پس زد انگشتک بر قص اندر فتاد
تو اس نے چٹکی بجائی اور ناچنے لگا

کہ بدہ زُود تر رسیدم بر مراد
کہ بہت جلد دیدیجئے، میں مقصد کو پہنچ گیا

چوں بدید آں چشمہائے پر خمار
جب اس نے وہ نشیلی آنکھیں دیکھیں

کُند عقل و خرد را بیقرار
جو عقل اور سمجھ کو بے قرار بنا دیتی ہیں

واں صفائے عارضِ آں دلبراں
اُن معشوقوں کے رخسار کی وہ صفائی

کہ بسوزد چوں بپندد ایں دل بر اں
کہ جس پر یہ دل کانٹے کی طرح جلتا ہے

روئے و خال و ابرو و لب چوں عقیق
چہرہ اور خال اور ابرو اور عقیق جیسے ہونٹ

گویا[3] خورتافت از پردہ رقیق
گویا باریک پردے سے سورج چمک رہا ہے

قد چوں سروِ خراماں در چمن
قد ایسا جیسا کہ چمن میں سروِ خراماں

خد ہمچوں یاسمین و نسترن
رخسارہ چنبیلی اور گلِ سیوتی جیسا

دید اُو آں غنج بر جست اندک
اس نے وہ ناز و ادا دیکھی تو فوراً اچھلا

چوں تجلی حق از پردہ تنگ
جو باریک پردے میں سے اللہ (تعالیٰ) کی تجلی کی طرح تھی

---

[1] دام مرد انداز شیطان نے کہا ایسا سخت جال دے جس میں بڑے سے بڑا بہادر پھنس جائے۔ خمر و چنگ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پھنسانے کیلئے شراب اور ستار شیطان کے سامنے رکھا تو شیطان خوش ہو کر مسکرایا۔ سوئے اضلال۔ اس شیطان نے اللہ تعالیٰ کی صفت مضل کو پکارا کہ فتنہ کے سمندر سے گرد نکال دے۔ نے یکے جبکہ موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کی صفت ہادی کے مظہر اتم تھے اور انھوں نے کمال دکھایا کہ دریا میں گرد کے پردے آویزاں کر دیئے تو مجھے بھی صفت مضل کا مظہر اتم ہونا چاہیئے۔

[2] چونکہ۔ اب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے حسن کا فتنہ شیطان کو دکھایا تو وہ خوشی سے بھانے لگا اور خوشی سے ناچنے لگا کہ اب میرا منشا پورا ہو گیا ہے۔ چوتھی بدید۔ اس شعر سے چوتھے شعر تک شرط ہے پانچویں شعر میں برجست اس کی جزا ہے یعنی ان عورتوں کی ان چیزوں کو دیکھ کر وہ خوشی سے اچھل پڑا چشمہائے۔ جیسی عورتوں کی مست آنکھیں۔ خرد۔ عقل۔ عارض۔ رخسار۔ سپند۔ کالا دانہ جو نظر بد کے دفع کرنے کیلئے آگ پر ڈالا جاتا ہے اور وہ چٹختا ہے۔ عقیق۔ عقیق سرخ ہوتا ہے جس کے ہونٹوں کو تشبیہ دی جاتی ہے۔

[3] گویا۔ چہرے کا منظر ایسا تھا جیسا کہ باریک پردے سے سورج نظر آئے۔ سرو خراماں۔ سرو کی

عالمے[1] شد والہ و حیران و دنگ — زاں کرشمہ و زاں دلال نیک شنگ
ایک جہان سرگشتہ اور حیران اور دنگ ہو گیا — اُس کرشمہ اور اُس شوخ اور خوب ناز سے

تفسیر لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ
بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم نے اُس کو کمتروں سے کمتر کی
سَافِلِیْنَ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ
طرف لوٹا دیا اور جس کو ہم (زیادہ) عمر دیتے ہیں اُس کو بناوٹ میں اوندھا کر دیتے ہیں کیا وہ نہیں سمجھتے کی تفسیر

آدم و جن و ملک ساجد شدہ — ہمچو آدم باز معزول آمدہ
(حسینوں کے سامنے) آدمی اور جن اور فرشتے سجدہ کر کے جھکنے — پھر وہ (حسین) آدمؑ کی طرح معزول ہو گیا

گفت آوخ بعد ہستی نیستی — گفت جرمت اینکہ افزوں لیستی
اُس (حسین) نے کہا آہ (وجود کے بعد) فنا — اُس نے کہا، تیرا قصور یہ ہے کہ تو زیادہ نندہ (نہ) ہا

جبرئیلش می کشاند مُو کشاں — کہ بروزیں خُلد و زیں حوق خوشاں
جبرئیل اُس (حسین) کو بال پکڑ کر کھینچ رہے ہیں — کہ اس جنت اور حسینوں کے جھرمٹ سے نکل جا

گفت بعد از عز[2] ایں ذلّ چیست — گفت آں ادست و اینت و اورست
اُس نے کہا عزت کے بعد یہ ذلت کیا کیوں ہے؟ — (جبرئیل نے) کہا وہ عطا تھی اور یہ تیرے لئے انصاف ہے

جبرئیلاً سجدہ میکردی بجاں — چوں کنوں میرانیم تو از جناں
اے جبرئیلؑ! تو (دل و) جان سے سجدہ کرتا تھا[3] — تو اب مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے

حلّہ[4] می پرّد ز من در امتحاں — ہمچو برگ از نخل در فصل خزاں
(اس) آزمائش میں میری پوشاک ختم ہوتی جا رہی ہے — جیسا کہ خزاں کے موسم میں کھجور سے پتے

آں رُخے کہ تاب او بُد ماہ وار — شد بہ پیری ہمچو پشتِ سُوسمار
وہ رُخ کہ جو چمک میں چاند جیسا تھا — بڑھاپے میں وہ گوہ کی پشت کی طرح ہو گیا

واں سَر و آں فرقِ کش شنشع شدہ — وقتِ پیری ناخوش و واصلع شدہ
وہ سر اور وہ حسین مانگ، چمکتی ہوئی — بڑھاپے کے وقت بدصورت اور گنجی ہو گئی

واں قدِ رقصان و نازاں حوریاں — گشت در پیری دوتا ہمچو کماں
وہ ناچتے ہوئے اور ناز کرتا ہوا قد — بڑھاپے میں کمان کی طرح دہرا ہو گیا

برف گشتہ موئے ہمچوں پرِ زاغ — وز تشنج رُوئے گشتہ داغ داغ
کوّے کے پروں کی طرح کے بال برف بنگئے — اور جھرّیوں سے چہرہ داغ داغ ہو گیا

[1] عالمے۔ اب حسینوں کی تمام چیزوں نے دنیا کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔ والہ۔ نازو انداز۔ شنگ۔ شوخ۔ آدم حسینوں کے دل پذیر حسن کی یہ کیفیت ہے کہ جس کے شباب کے وقت تمام مخلوق اُسکو سجدہ کرتی ہے اور حسن ڈھل جانے کے بعد اُس کی حالت حضرت آدمؑ کی سی ہوتی ہے جو جنت سے محروم کر دیئے گئے تھے۔ گفت۔ وہ حسین آہیں بھرتا ہے کہ ہائے کمال کے بعد زوال۔ جبرئیل۔ اُس کو جواب ملتا ہے کہ زیادہ جینے کی سزا ہے۔ جبرئیلش۔ جس طرح حضرت آدمؑ جنت سے نکلے تھے اسی طرح اس حسین کو جبرئیل حسینوں کے زمرے اور حسن کی دولت سے باہر نکال دیتے ہیں۔

[2] بعد از عز۔ وہ حسین جبرئیلؑ سے کہتا ہے کہ اس عزت کے بعد یہ ذلت کیوں ہوئی۔ آں داست۔ جبرئیلؑ جواب دیتے ہیں وہ حسن محض عطا تھی اب یہ ذلت انصاف کا تقاضا ہے۔

[3] جبرئیلاً۔ وہ حسین کہتا ہے کہ اے جبرئیلؑ پہلے تو مجھے سجدے کرتا تھا اب تو حسن کی جنت سے مجھے کیوں نکالتا ہے۔

[4] حلّہ۔ میں حسن کے لباس سے ایسا ہی محروم ہوا جا رہا ہوں جیسا کہ درخت خزاں میں پتوں سے۔ نخل۔ عام درخت مراد ہے۔ سوسمار۔ گوہ جس کی کھال کھردری ہوتی ہے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔ کش۔ خوش۔ شنشع شدہ۔ بگڑی۔ اصلع۔ گنجا۔ سنان۔ بھالا۔ مشوق۔ کے قد کو بھالے کی گڑی سے تشبیہ دی ہے۔ پرِ زاغ۔ کوّے کے پر۔ تشنج۔ جھرّیاں۔

رنگِ لالہ[1] گشتہ رنگِ زعفراں
لالہ کا رنگ زعفران بن گیا

زورِ شیرش گشتہ چون زہرہ زناں
اس کی شیر جیسی طاقت عورتوں کے جیسی ہو گئی

چشم چوں نرگس شدہ پژمردہ
نرگس جیسی آنکھ مرجھا گئی

گرمیِ اعضا شدہ افسردہ
اعضا کی گرمی ٹھنڈی ہو گئی

آنکہ مردے در بغل کردے بفن
جو فن کے ذریعہ بہادر کو بغل میں دبا لیتا تھا

می بگیرندش بغل وقتِ شدن
چلنے کے وقت لوگ اس کی بغلیں تھامتے ہیں

ایں خود آثارِ غم و پژمردگیست
یہ خود غم اور پژمردگی کے آثار ہیں

ہر یکے زینہا رسولِ مُردگیست
ان میں سے ہر ایک موت کا پیغامبر ہے

تفسیر اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ

"مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ان کے لئے ختم ہونے والا اجر ہے" کی تفسیر

لیک[2] اگر باشد قرینش نورِ حق
لیکن اگر اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کا ساتھی ہو

نیست از پیری وَ را نقصان و دق
بڑھاپے سے اس کو کوئی نقصان اور پریشانی نہیں ہے

سُستیِ اُو ہست چوں سُستیِ مست
اس کی سستی مست کی سی سستی ہے

کاندراں سُستیش رشک رستم ست
کیونکہ اس کی سستی پر رستم کو رشک ہے

گر بمیرد استخوانش غرقِ ذوق
اگر وہ مر جائے تو اس کی ہڈیاں ذوق میں غرق ہیں

ذرہ ذرہ اش در شعاعِ نورِ شوق
اس کا ذرہ ذرہ شوق کے نور کی شعاعوں میں ہے

وانکہ[3] نورش نیست باغِ بے ثمر
جس کو نور حاصل نہیں وہ بے پھل کا باغ ہے

کہ خزانش می کند زیر و زبر
اس کو ہر سرِ خزاں تہ و بالا کر دیتا ہے

گل نماند خارہا ماند سیاہ
پھول ختم ہو جاتے ہیں کانٹے کالے پڑ جاتے ہیں

زرد و بے مغز آمدہ چوں تلِّ کاہ
پیلا اور بغیر پھل کے ہو جاتا ہے جس طرح گھاس کا ڈھیر

تا چہ زلت کرد ایں باغ اے خدا
اے اللہ! اس باغ نے کیا غلطی ہوئی

کہ ازو ایں حُلّہا گردد جُدا
کہ اس کا یہ لباس جدا ہو گیا؟

خویشتن را دید و دید خویشتن
اس نے اپنے آپ کو دیکھا اور خود بینی

زہرِ قتّال است ہیں اے ممتحن
اے مصیبت کے مارے! قاتل زہر ہے

شاہدے کز عشقِ اُو عالم گریست
وہ معشوق جس کے عشق میں دنیا روتی تھی

عالمش می راند از خود جرم چیست؟
اسکو دنیا اپنے پاس سے بھگاتی ہے، کیا خطا ہے؟

---

[1] لالہ: سُرخ پھول ہوتا ہے: تقریباً زعفران کا رنگ زرد ہوتا ہے۔ زہرہ زناں: عورت نازک ہوتی ہے۔ گرمی۔ بوڑھاپے میں حرارت غریزی گھٹ جاتی ہے یہاں تک کہ جو شخص بڑے بڑے پہلوانوں کو بغل میں دبا لیتا تھا اب اس کی یہ حالت ہے کہ لوگ اس کی بغل میں ہاتھ دے کر سہارا نہ دیں تو وہ چل بھی نہیں سکتا ہے۔ الخ۔ بڑھاپے کے آثار موت کا پیغام دیتے ہیں۔

[2] لیک: جس شخص کو نورِ حق حاصل ہو گیا ہو بڑھاپا اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ سُستی۔ ایسے انسان کے اعضاء کی سستی مست کی سستی کی طرح ہے جو رستم جیسے پہلوان کے لئے بھی باعثِ رشک ہے۔ گر بمیرد۔ ایسا انسان مرتا ہے تو اس کی رگ رگ میں خدا سے ملنے کا شوق بھرا ہوا ہوتا ہے۔

[3] وانکہ: جو شخص اس نورِ خداوندی سے محروم ہے اس کی مثال بے پھل کے باغ کی سی ہے جس کو خزاں تہ و بالا کر دیتی ہے۔ حل۔ ایسے باغ کا خزاں میں یہ حال ہوتا ہے کہ پھولوں کی جگہ سیاہ کانٹے لے لیتے ہیں اور تیلے کی گھاس کی طرح بے مصرف ہو جاتا ہے۔ تا چہ۔ اس باغ کا کیا جرم ہے؟ خویشتن۔ اس باغ میں خود بینی تھی جو بہت بڑا جرم ہے۔ شاہدے۔ جس معشوق کے عشق میں عالم روتا تھا اب وہی عالم اسکو اپنے پاس سے بھگاتا ہے اس

جرم[1] آنکہ زیورِ عاریہ بست
قصور یہ ہے کہ اس نے مانگا ہوا زیور پہنا

واستانیم آنکہ تا داند یقیں
میں واپس لے لیتا ہوں تاکہ یقین آجائے

تا بداند کاں حُلل عاریہ بُود
تاکہ وہ جان جائے کہ وہ لباس مانگا ہوا تھا

آں جمال و قدرت و فضل و ہُنر
اس حسن اور طاقت اور فضل و ہنر نے

باز می گردند چوں اِستارہا
ستاروں کی طرح واپس ہو جاتے ہیں

پرتوِ خورشید شد تا جایگاہ
سورج کا عکس (اپنی) جگہ چلا گیا

آنکہ کرد او در رُخِ خوباں رنگ
وہی، جس نے معشوقوں کے چہرے پر تجھے حیران کر دیا ہو

شیشہ[2] ہائے رنگ رنگ آں نُور را
رنگ برنگ کے شیشے اس نور کو

چوں نماند شیشہ ہائے رنگ رنگ
جب رنگ برنگ کے شیشے نہ رہیں گے

خُوئے کُن بے شیشہ دیدن نُور را
نور کو بغیر شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈال

قابلی بادانشِ آموختہ
تو نے سیکھی ہوئی سمجھ پر اکتفا کر لیا ہے

او چراغ[3] خویش بر باید کرد تا
وہ اپنا چراغ لے جائے گا تاکہ

گر تو کردی شکر و سعیِ مجتہد
اگر تو نے شکر کیا اور پوری کوشش

کرد دعویٰ کایں حُلل مِلک منست
دعویٰ یہ کیا کہ یہ میرا لباس ہے

خرمنِ آنِ ماست خوباں خوشہ چیں
کھلیان ہماری ملکیت ہے حسین اس کے خوشہ چین ہیں

پرتوے بُود آں ز خورشیدِ وجود
وہ وجود کے سورج کا عکس تھا

زاں قتاب حُسن کرد ایں سو سفر
اس جانب حسن کے سورج نے سفر کیا تھا

نورِ آں خورشید ازیں دیوارہا
اُن دیواروں سے سورج کے نور

ماند ہر دیوار تاریک و سیاہ
ہر دیوار، کالی اور سیاہ رہ گئی

نورِ خورشید ست از شیشہ سہ رنگ
وہ سہ رنگے شیشہ سے سورج کا نور ہے

می نماید ایں چنیں رنگیں بما
ہمیں ایسا رنگین دکھائی دیتا ہے

نورِ بے رنگت کُند آں گاہ دنگ
اس وقت وہ بے رنگ نور تجھے حیران کر دیگا

تا چو شیشہ بشکند نبُود عمی
تاکہ جب شیشہ ٹوٹ جائے تو اندھا پن نہ ہو

وز چراغِ غیر چشم افروختہ
اور دوسرے کے چراغ سے تو نے آنکھیں روشن کی ہیں

تو بدانی مُستعیری نے فتی
تو جان لے کہ تو مانگا ہوا لینے والا ہے نہ کہ جوانمرد

غم مخور کہ صد چناں بازت دہد
تو غم نہ کر وہ اس جیسے سینکڑوں (حسن) پھر دے

---

[1] جرم۔ اس کا جرم یہ ہے کہ یہ اس حسن کو اپنی ملکیت سمجھتا تھا۔ واستانیم ہم اس حسن کو اس لئے واپس لے لیتے ہیں تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ حسن در اصل ہماری ملکیت ہے اور دنیا کے حسین ہمارے خوشہ چین ہیں۔ تابداند۔ تاکہ وہ حسین یہ سمجھ جائے کہ یہ حسن کا لباس مانگا ہوا اور باری تعالیٰ کی ایک تجلی تھی۔ آں جمال۔ تمام خوبیاں ذاتِ حق کی ہیں کائنات اس کا مظہر ہے۔ باز می گردند۔ یہ تمام خوبیاں کائنات میں ظاہر ہیں یہ پھر اپنے مرکز کی طرف واپس ہو جاتی ہیں۔ آنکہ کرد۔ کائنات میں آں کا جلوہ ایسا ہی ہے جیسے سہ رنگے آئینہ میں سے سورج کی روشنی نظر آئے۔

[2] شیشہ ہائے۔ جس طرح وہ نور ایک رنگ کا ہے اور مختلف شیشوں میں سے مختلف نظر آتا ہے اسی طرح اس کی صفات ہیں۔ چوں نماند۔ جب وہ مظاہر باقی نہیں رہتے تو صرف یکرنگا نور باقی رہ جاتا ہے۔ خوئے کُن۔ انسان کو صفاتِ خداوندی کا بغیر مظاہر کے مشاہدہ کرنا چاہیئے تاکہ کائنات کی فنا ہو جانے کے بعد بھی وہ اس نور کا مشاہدہ کر سکے خالق نے مظاہر کے ذریعہ اس کی صفات کے مشاہدہ کی عادت ڈال رکھی ہے۔

[3] او چراغ۔ حضرت حق اپنی صفت حسن کو واپس لے لیتے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ

ور[1] نکردی شکر اکنوں خوں گری
اگر تو نے شکر ادا نہ کیا تو اب خون کے آنسو روئیگا

اُمَّۃُ الْکُفْرَانِ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ
(اللہ تعالیٰ نے) کافروں کے اعمال کو رائگاں کر دیا ہے

گم شد از بے شکر خوبی و ہنر
ناشکرے سے اچھائی اور ہنر اس طرح گم ہوا

خویشی و بے خویشی و شکر و وداد
اپنایت اور غیریت اور شکر اور عطا

کہ اَضَلَّ اَعْمَالَھُمْ اے کافراں
اے کافرو! اُن کے اعمال کو رائگاں کر دیا ہے

جز[2] اہل شکر و اصحاب وفا
سوائے شکر گذاروں اور باوفا لوگوں کے

دولتِ رفتہ کجا قوت دہد
گذری ہوئی دولت کب طاقت دیتی ہے؟

قرض دہ زیں دولت اندر اقْرِضُوا
تم قرض دو کے سلسلہ میں تو اس دولت سے قرض دے

اندکے زیں شرب کم کن بہر خویش
اپنے لئے اس پینے میں سے کچھ کم کر دے

جُرعہ بر خاک وفا آنکس کہ ریخت
جس شخص نے وفا کی زمین پر ایک گھونٹ بہایا

خوش کند دل شاں کہ اَصْلَحَ بَالَھُمْ
(اللہ تعالیٰ) انکا دل خوش کر دیگا کیونکہ انکے دل کی

اے[3] اجل دے ترک غارت سازدہ
اے موت اے دیہات کو لوٹنے والے ترک!

وا دہد ایشاں نہ بیذیرند ہاں
وہ انکو واپس دیگی وہ اس کو ہرگز قبول نہ کرینگے

کہ شد ست آں حسن از کافر بری
کیونکہ وہ حسن ایک ناشکرے سے جاتا رہا

اُمَّۃُ الْاِیْمَانِ اَصْلَحَ بَالَھُمْ
(اور) مومنوں کی جماعت کے اعمال کی اصلاح کر دی ہے

کہ دگر ہرگز نہ بیند زاں اثر
کہ وہ دوبارہ کبھی اس کا نشان نہ دیکھے گا

رفت زانساں کہ نیارد شاں بیاد
اس طرح سے گئیں کہ وہ انکو یاد (بھی) نہ کرے گا

جستنِ کام ست از ہر کامراں
جستجو کرنا ہر (دنیا دار) بامراد کا مقصد ہے

کہ مر ایشاں راست دولت در رقفا
کیونکہ دولت اُن کے پیچھے ہے

دولت آیندہ خاصیت دہد
آنیوالی دولت خاصیت دکھاتی ہے

تا کہ صد دولت بہ بینی پیش رُو
تاکہ تو (اپنے) سامنے سینکڑوں دولتیں دیکھے

تا کہ حوضِ کوثرے یابی بہ پیش
تاکہ تو آئندہ حوضِ کوثر پائے

کے تواند صیدِ دولت رو گریخت
دولت کا شکار اس سے کہاں بھاگ سکتا ہے؟

رَدَّ مِنْ بَعْدِ التَّوٰی اَنْزَالَھُمْ
انکی مہمانی کے کھانے کو ختم ہو جانیکے بعد لوٹا دیا ہے

ہر چہ بُردی زیں شکوراں بازدہ
ان شکر گذاروں کا جو کچھ تو نے چھینا ہو واپس دیدے

زانکہ مُنعِم گشتہ انداز رخت جاں
کیونکہ روح کے سامان سے وہ مالدار بنگئے ہیں

---

[1] ور نکردی۔ اگر حسن کے ازالہ پر تو کفر شروع کر دیگا تو پھر خون کے آنسو بہا کر بھی شکر گذار نہ ہوگا۔ شکر کو کفر نہیں کہا جاتا۔

[2] اُمَّۃُ الْکُفْرَانِ۔ کافروں کے اعمال رائگاں ہیں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے دل کی اصلاح کر دی ہے۔

گم شد۔ ناشکرے سے ہنر اور خوبی اس طرح زائل ہوتی ہے کہ پھر اس کا نشان نہیں ملتا ہے۔ خویش۔ کافروں سے اوصاف حسنہ اس طرح غائب ہو جاتے ہیں کہ اس کی یاد بھی نہیں آتے ہیں۔

[2] جز۔ زاہل شکر۔ دولت حق اور دولت آئندہ صرف شکر گذاروں اور وفاداروں کا حصہ ہے۔ قرض دہ۔ قرآن پاک میں ہے اِقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو کے حکم پر عمل کرو اللہ تجھے بڑا بدلہ دیگا۔ مطلب کہ انسان اپنی ضروریات کو کم کر کے دوسروں پر خرچ کرتا ہے تب آخرت میں اس کو بدلہ ملتا ہے۔ جرعہ۔ جو شخص دوسروں پر خرچ کرے گا دولت آخرت اس کے ہاتھ آئیگی۔ خوش کند۔ اللہ تعالیٰ بدلہ دیکر انکو خوش کر دیگا اور جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے اسکو بڑھا کر واپس کر دیگا۔

[3] اے اجل۔ اللہ تعالیٰ موت کو حکم دیگا کہ ان شکر گذاروں کا جو کچھ تو نے چھینا ہو واپس دیدے۔ وا دہد۔ موت انکو دنیاوی مال و زندگی دینا چاہیگی وہ اس کو قبول نہ کرینگے۔

صوفیم[1] و خرقہا انداختیم
ہم صوفی ہیں اور ہم نے پیرہن کو اتار دیئے ہیں

باز نستانیم چوں در باختیم
جبکہ ہم نے اُن کو ہار دیا ہے ہم دوبارہ نہ لیں گے

ما عوض دیدیم و انگہ چون عوض
ہم نے بدلہ پایا ہے اور پھر بدلہ بھی کیسا؟

رفت از ما حاجت و حرص و غرض
ہم سے ضرورت اور حرص اور غرض روانہ ہو گئی ہے

زآب شورِ مہلکے بیروں شدیم
ہم مُہلک کھاری پانی سے باہر آ گئے ہیں

بر رحیق و چشمۂ کوثر زدیم
شراب اور حوضِ کوثر پر مقیم ہو گئے ہیں

آنچہ کردی اے جہانِ دیگراں
اے دنیا! تو نے جو کچھ دوسروں کیساتھ برتی

بیوفائی و فن و نازِ گراں
بے وفائی اور چالاکی اور بھاری ناز

بر سرت ریزیم ما بہرِ خدا
ہم خدا کے لئے تیرے سر پر مارتے ہیں

کہ شہیدیم آمدہ اندر غزا
کیونکہ ہم تو جہاد کے شہید ہیں

تا بدانی کہ خدائے پاک را
تاکہ تو جان لے، کہ خدائے پاک کے

بندگاں ہستند پُر حملہ و مرا
حملہ اور جنگ سے پُرانی بندے ہیں

سبلت[2] تزویر دنیا بر کنند
دنیا کی مکاری کی مونچھیں اکھاڑ دیتے ہیں

خیمہ را بر بادوی نصرت زنند
مدد (خداوندی) کے قلعہ پر جھنڈا گاڑ دیتے ہیں

ایں شہیداں باز نو غازی شدند
یہ شہید از سرِ نو غازی بن گئے ہیں

دیں اسیراں باز بر نصرت زدند
یہ قیدی پھر مدد پر آمادہ ہیں

قفلِ مشکلہا ز لطفش حل شدہ
اس کی مہربانی سے مشکلوں کا قفل کھل گیا ہے

نفسِ کافر ناگہاں بسمل شدہ
کافر کا نفس اچانک تڑپنے لگا

نا اُمیدی[3] رفت اُمید آمدہ
مایوسی ختم ہوئی، اُمید پیدا ہو گئی

گشت مسجد ناگہاں ایں بتکدہ
یہ بُت خانہ، اچانک مسجد بن گیا

سر بر آوردند باز از نیستی
وہ عدم سے پھر موجود ہو گئے

کہ بہ بیں ما را کہ ما کہ نیستی
ہمیں دیکھ لے تو اندھا، تو نہیں ہے

تا بدانی در عدم خورشیدہاست
تاکہ تو سمجھ لے کہ عدم میں بہت سے سورج ہیں

وانچہ اینجا آفتاب آنجا سُہاست
جو یہاں سورج ہے وہاں اُن کا ستارہ ہے

---

[1] صوفیم: ہم صوفی ہیں، ہم گدڑی نشا چکے ہیں اب ہم کو واپس نہ لیں گے۔ آمد عوض۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ بدلہ عنایت کر دیا ہے جس کے بعد ہمیں دنیا کی حرص و حاجت نہیں رہی ہے۔ زآب شور۔ دنیاوی چیزیں بمنزلہ شور پانی کے ہیں اور آخرت کی نعمتیں بمنزلہ کوثر ہیں۔ آنچہ کردی۔ یہ انسان دنیا کو کہہ دیتا ہے کہ ہم شہیدانِ راہِ خدا میں سے ہیں تیری جملہ خباثتوں کو تیرے منہ پر مارتے ہیں۔ تا بدانی۔ تاکہ یہ دنیا یہ سمجھ لے کہ خدا کے وہ بندے بھی ہیں جو دنیا کو ہیچ سمجھتے ہیں۔

[2] سبلت۔ یہ مردانِ خدا دنیا کی مونچھیں اکھاڑ پھینکتے ہیں اور اللہ کی مدد کے قلعہ پر جھنڈا لہرا دیتے ہیں۔ ہاں شہیداں۔ جو لوگ فنا کے بعد بقا کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں وہ از سرِ نو زندہ ہو جاتے ہیں۔ قفلِ مشکلہا۔ اُن کی جملہ مشکلات لطفِ خداوندی سے حل ہو جاتی ہیں اور اُن کا کافر نفس بسمل ہو جاتا ہے۔

[3] نا اُمیدی۔ فنا سے جو نا اُمیدی پیدا ہوئی تھی وہ سب اُمید سے بدل گئی اُن کے لئے یہ دنیا پاک جگہ ہو گئی۔ سر بر آوردند۔ فنا کے بعد پھر اُن کو ابدی زندگی نصیب ہو گئی۔ آکہ۔ مادر زاد اندھا۔ تا بدانی۔ عالمِ غیب میں ایسے سورج ہیں کہ دنیا کا سورج اُن کے مقابلہ میں سُہا ستارہ ہے۔

در عدم[1] ہستی برادر چوں بود — ضد اندر ضد چوں مکنوں بود

اے بھائی! عدم میں وجود کس طرح ہوتا ہے؟ ضد ضد میں کیسے پوشیدہ ہوتی ہے؟

یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ بداں — کہ عدم آمد اُمیدِ عابداں

سمجھ لے وہ مُردے سے زندہ پیدا کرتا ہے عدم میں عبادت گذاروں کی امید ہے

مردِ کارندہ کہ انبارش تہی ست — شاد و خوش نے بر اُمیدِ نیستی ست؟

وہ کاشتکار جس کا کھلیان خالی ہے کیا وہ عدم کی اُمید پر خوش و خرم نہیں ہے؟

کہ بروید آں ز شوئے نیستی — فہم کُن گر واقفِ معنیستی

کہ وہ عدم میں سے اُگ آئے گی سمجھ لے، اگر تو حقیقت کا جان کار ہے

دم[2] بدم از نیستی تو منتظر — کہ بیابی فہم و ذوق آرام دِر

ہر وقت عدم کا منتظر رہ تاکہ تو آرام اور نیکی کا ذوق اور فہم حاصل کرے

نیست دستوری کُشادیں راز را — ورنہ بغدادے کُنم انجاز را

اِس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں ورنہ میں انجاز کو بغداد بنا دیتا

پس خزانہ صنعِ حق باشد عدم — کہ برآرد زو عطا ہا دم بدم

اللہ تعالیٰ کی کارگری کا خزانہ عدم ہے کیونکہ وہ اُس سے پے در پے عطا برآمد کرتا ہے

مُبدِع[3] آمد حق و مُبدِع آں بود — کہ برآرد فرع بے اصل و سند

اللہ تعالیٰ ایجاد کرنیوالا ہے اور ایجاد کرنیوالا وہ ہوتا ہے جو بغیر جڑ اور اصل کے شاخ پیدا کر دے

مثالِ عالمِ ہست نیست نما و عالمِ نیست ہست نمائے

موجود عالم جو بظاہر معدوم ہے اور معدوم عالم جو بظاہر موجود ہے کی مثال

نیست را بنمود ہست آں محتشم — ہست را بنمود بر شکلِ عدم

اُس عزت و جلال والے نے معدوم کو موجود دکھایا ہے موجود کو معدوم کی شکل میں پیدا کیا ہے

بحر را پوشید و کف کرد آشکار — بادرا پوشید و بنمودت غبار

سمندر کو پوشیدہ کر دیا ہے جھاگ کو رونما کر دیا ہے ہوا کو چھپا دیا ہے، غبار کو ظاہر کر دیا ہے

---

[1] در عدم۔ نیستی میں ہستی نظر کیسے ہو سکتی ہے! بعد۔ نیستی اور ہستی دو متضاد چیزیں ہیں ایک دوسرے میں چھپی ہوئی کیسے ہو سکتی ہیں! مکنوں۔ پوشیدہ۔ یخرج الحی... سوال کا جواب ہے یہ ایسے ہی ممکن ہے جیسا کہ نطفہ سے زندہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ عدم۔ تمام عابدوں کی امیدیں غیب اور عدم سے وابستہ ہیں۔ مرد کارندہ کاشتکار جس نے بیج خرچ کر کے اپنی کوٹھی خالی کر لی وہ اسی پیداوار پر خوش ہے جو... فی الحال معدوم ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ عدم سے وجود میں آجائے گی۔

[2] دم بدم۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ جو کچھ اُس کے لئے پردۂ غیب میں ہے وہ اُس کا منتظر رہے تاکہ وہ سمجھ لے کہ نیکی سے لامحالہ آرام میسر آئے گا۔ نیست۔ پردۂ غیب کی چیزوں کو ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ورنہ میں موجود پرستوں کو غیب یعنی آخرت پرست بنا دیتا۔ بغداد۔ یعنی پردۂ غیب کی نعمتوں کو ماننے والوں کا شہر۔ انجاز ترکستان کا ایک شہر تھا جس کا بادشاہ اور لوگ آتش پرست تھے۔ پس خزانہ۔ حضرت حق تعالیٰ کی کارگاہ، عدم ہے جس سے وہ عطایا عنایت کرتا رہتا ہے۔

[3] مبدع۔ مبدع ایجاد کرنے والا یعنی معدوم کو موجود بنانیوالا ستار۔ دنیا در حقیقت غیر موجود ہے اور موجود نظر آتی ہے اور آخرت حقیقتاً موجود ہے لیکن معدوم نظر آتی ہے مولانا نے اس بات کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ محتشم۔ معزز۔ نیست۔ یعنی عالم شہود۔ ہست۔ یعنی عالم غیب۔ تجزیہ۔ اس شعر میں دو مثالیں ہیں سمندر اور ہوا جو حقیقتاً موجود ہیں اُن کو جھاگ اور غبار سے پوشیدہ کر دیا جو غیر واقعی چیزیں ہیں تو جو معدوم ہے وہ نظر آرہا ہے اور جو موجود ہے وہ مخفی ہے۔

چوں[1] منارہ خاک پیچاں در ہوا
ہوا میں چکراتی ہوئی خاک مینار کی طرح ہو

خاک از خود چوں برآید بر علا
خاک بلندی پر خود کیسے چڑھ جاتی ہے؟

خاک را بینی ببالا اے علیل
اے بیمار تو خاک کو اوپر دیکھتا ہے

بادرا نہ جز بتعریف و دلیل
ہوا کو بتانے اور دلیل کے سوا نہیں دیکھتا ہے

کف ہمی بینی روانہ ہر طرف
تو جھاگ کو ہر طرف جاری دیکھتا ہے

کف بے دریا ندارد منصرف
بغیر دریا کے جھاگ نہیں چل سکتا ہے

کف بحس بینی و دریا از دلیل
تو جھاگ کو حواس سے دیکھ لیتا ہے اور دریا کو دلیل سے سمجھتا ہے

فکر پنہاں آشکارا قال و قیل
خیال پوشیدہ ہے اور گفتگو واضح ہے

نفی[2] را اثبات می پنداشتیم
ہم نے معدوم کو موجود سمجھ لیا

دیدۂ معدوم بینی داشتیم
ہم معدوم کو دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہیں

دیدہ کاندر وے نعاسے شدید
وہ آنکھ جس کو نیند آرہی ہو

کے تواند جز خیال و نیست دید؟
وہ خیال اور معدوم کے سوا کیا دیکھ سکتی ہے؟

لاجرم سرگشتہ گشتیم از ضلال
لامحالہ ہم گمراہی سے حیران ہو گئے ہیں

چوں حقیقت شد نہاں پیدا خیال
چونکہ حقیقت چھپ گئی ہے اور خیال ظاہر ہے

ایں عدم را چوں نشاند اندر نظر
اس معدوم کو نظر میں کیسے جما دیا؟

چوں نہاں کرد آں حقیقت را بصر
اس حقیقت کو نظر سے کیسے چھپا دیا؟

آفریں[3] اے اوستادِ سحر باف
اے جادو کرنے والے استاد! آفریں ہے

کہ نمودی مُعرضاں را در دصاف
تو نے منہ موڑنے والوں کو ہیٹ، نیر دکھائی

ساحراں مہتاب پیمایند زود
جادوگر فوراً چاندی ناپ دیتے ہیں

پیش بازرگان و زر گیرند و سود
سوداگر کے سامنے اور سونا اور نفع ناپ کر لیتے

سیم بُر بایند زیں گوں ہیچ ہیچ
اس جگہ درہم حساب سے چاندی تولتے ہیں

سیم از کف رفتہ و کرباس ہیچ
چاندی ہاتھ سے گئی اور کپڑا کچھ نہیں

ایں جہاں جادو و ما آں تاجریم
یہ دنیا جادو ہے ہم وہ سوداگر ہیں

کاز و مہتاب پیمودہ خریم
کہ اس کی ناپی ہوئی چاندی خریدتے ہیں

---

[1] چوں منارہ۔ گرد کا بگولا اٹھتا ہے خاک نظر آتی ہے اور ہوا نظر نہیں آتی۔ بادِ ہوا نظر نہیں آتی اس کا وجود اس لئے سمجھ میں آجاتا ہے کہ خاک میں از خود اڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ کف۔ سطح آب پر جھاگ بہہ رہے ہیں جھاگ نظر آتے ہیں پانی کا دھوواں اس لئے سمجھ میں آجاتا ہے کہ جھاگ از خود نہیں بہہ سکتے۔ فکر پنہاں۔ انسان کے افکار پوشیدہ ہیں اور اس کی گفتگو جس کا وجود افکار کے وجود کا پرتو ہے وہ ظاہر ہے یہی حال شئونات اور وجودِ مطلق کا ہے اور وجود مطلق جو کہ حقیقت ہے وہ بظاہر غیر موجود ہے اشیاء جو کہ حقیقتاً غیر موجود ہیں وہ موجود نظر آتی ہیں۔

[2] نفی را۔ ہم نے معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم سمجھ رکھا ہے یہ ہماری آنکھ کا قصور ہے کہ وہ غیر موجود کو موجود دکھا رہی ہے۔ دیدہ۔ جس آنکھ میں نیند ہو وہ خیال اور غیر واقعی چیزوں کو موجود دکھا دیتی ہے پیدا ہے۔ یعنی غیر واقعی چیز نظر آرہی ہے یا ہیچ عدم۔ عالم شہود جو کہ معدوم ہے وہ نظر آتا ہے۔ آں حقیقت۔ عالم غیب نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا ہے۔

[3] آفریں۔ یہ حضرت حق تعالیٰ کی سحر آفرینی ہے کہ اس نے غیر حقیقی چیز کو حقیقی سمجھنے لگتے ہیں۔ ہیچ۔ ہیچ۔ ساحراں۔ دنیا میں بھی ایسے جادوگر ہیں جو چاندی کو کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ کرباس۔ سوتی کپڑا۔ ایں جہاں۔ دنیا کے بارے میں ہماری بھی یہی حالت ہے کہ ہم چاندی کو کپڑا سمجھ رہے ہیں۔

گر کند کرباس پانصد گز شتاب — ساحرانہ او ز نورِ ماہتاب

(وہ) جلدی سے پانچسو گز کپڑا ناپ دے — جادوگری کے ذریعہ چاند کی چاندنی سے

چوں[1] ستد او سیم عمرت اے رہی — سیم مشد کرباس نے، کیسہ تہی

اے غلام! جب اس نے تیری عمر کی چاندی لے لی — چاندی گئی، کپڑا ندارد، تھیلی خالی ہو گئی

قُلْ اَعُوْذُ خواند باید کاحد — ہیں ز نفاثات افغاں وز عُقَد

تجھے قُلْ اَعُوْذُ پڑھنی چاہیئے کہ اے خدا! — جادوگرنیوں اور گرہوں سے فریاد ہے

میدمند اندر گرہ آں ساحرات — اَلْغِیاث اے مُستغاث از بَرد و مات

وہ جادوگرنیاں گرہ میں پھونک مارتی ہیں — اے فریادرس! اس شطرنجی چال سے فریاد ہے

لیک برخواں از زبانِ فعل نیز — کہ زبانِ قول سُست است اے عزیز

لیکن عمل کی زبان سے بھی پڑھ — اے پیارے! کیونکہ قول کی زبان کمزور ہے

در[2] زمانہ مر ترا ہمرہ سہ اند — آں یکے وافی وآں دو غدر مند

دنیا میں تیرے تین ساتھی ہیں — ایک وفادار اور دو حیلہ جو ہیں

آں یکے یاران و دیگر رخت و مال — واں سوم وافی ست آں حُسن الفعال

ایک دوست ہیں اور دوسرا مال (باسباب) ہیں — تیسرا وفادار نیک عمل ہے

مال ناید با تو بیروں از قصور — یار آید لیک تا بالینِ گور

مال تو محلوں سے باہر ہی، نہ نکلے گا — دوست آئے گا لیکن قبر کے سرہانے تک

چوں[3] ترا روزِ اجل آید بپیش — یار گوید از زبانِ حالِ خویش

جب تجھے موت کا دن درپیش ہوگا — دوست اپنی زبانِ حال سے کہے گا

تا بدیں جایش ہمرہ نیستم — بر سرِ گورت زمانے بیستم

اس جگہ سے آگے کا ساتھی نہیں ہوں — تھوڑی دیر تیری قبر پر ٹھہرتا ہوں

فعلِ تو وافی ست زاں کن ملتحد — کاندر آید با تو در قعرِ لحد

تیرا عمل وفادار ہے اس میں اپنی پناہ گاہ بنالے — کیونکہ تیرے ساتھ قبر کی گہرائی میں آئے گا

در تفسیر قولہ علیہ السلام لَابُدَّ مِنْ قَرِیْنٍ یُدْفَنُ مَعَکَ وَھُوَ حَیٌّ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر کہ ایک ساتھی ضروری ہے جو تیرے ساتھ زندہ

وَتُدْفَنُ مَعَہٗ وَاَنْتَ مَیِّتٌ وَاِنْ کَانَ کَرِیْمًا اَکْرَمَکَ

دفن ہوگا اور تو مردہ اس کے ساتھ دفن ہوگا تو اگر وہ شریف ہے تو تیری عزت کریگا اور اگر

[1] چوں رسید۔ دنیادار کی عمر اسی دھوکے میں برباد ہو جاتی ہے، عمر ختم ہو جاتی ہے اور وہ کچھ حاصل نہیں کر پاتا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ۔ آنحضور پر یہ سورت جادو کے اتار کے لئے نازل ہوئی تھی۔۔۔ نفاثات۔ وہ جادوگرنیاں جو گرہیں باندھ کر ان پر جادو پڑھ کر دم کرتی ہیں۔ لیک۔ یہ اَعُوْذُ صرف زبانی نہ ہو بلکہ عمل بھی ہو۔

[2] در زمانہ۔ دنیا میں انسان کے تین ساتھی ہیں دوست، مال، نیک عمل۔ ان میں سے دو مرتے وقت ساتھ چھوڑ دینگے نیک عمل وفاداری کریگا اور ساتھ دے گا۔ قصور۔ قصر کی جمع۔ محل، قلعہ، بالاخانہ۔ سرہانا۔

[3] چوں ترا۔ موت کے وقت دوست بعض قبر تک ساتھ دیتے ہیں اور واپس ہو جاتے ہیں۔ عقل، انسان کے اعمال اس کا قبر میں بھی ساتھ دیتے ہیں۔ متحد۔ جائے پناہ۔ قرین۔ ساتھی۔

وَاِنْ كَانَ لَئِيْمًا اَسْلَمَكَ وَذٰلِكَ الْقَرِيْنُ عَمَلُكَ فَاَصْلِحْهُ مَا اسْتَطَعْتَ

کمینہ ہے تو تجھے چھوڑ بھاگے گا اور یہ ساتھی تیرا عمل ہے، پس جس قدر ممکن ہو تو اس کی اصلاح کرلے

پس پیمبر گفت بہر ایں طریق — باوفاتر از عمل نبود رفیق

پیغمبر نے فرمایا ہے، اس راستہ کے لئے — کوئی ساتھی عمل سے زیادہ باوفا نہیں ہے

گر بود نیکو ابد یارت شود — ور بود بد در لحد مارت شود

اگر وہ نیک ہوگا، ابد تک تیرا دوست ہوگا — اگر بد ہوگا، تیرے لئے قبر میں سانپ ہوگا

ایں عمل ویں کسب دے راہِ سداد — کے تواں کرد اے پدر بے اوستاد

یہ عمل اور یہ کمائی، سیدھائی کے راستہ میں — اے بابا! بغیر اُستاد کے کب کی جاسکتی ہے؟

دوں تریں کسبے کہ در عالم رود — ہیچ بے ارشادِ استادے بود؟

کم درجہ کا پیشہ جو دنیا میں چالو ہے — کبھی اُستاد کی راہنمائی کے بغیر ہوا ہے؟

اوّلش علم ست و آنگاہے عمل — تا دہد بر بعدِ مہلت تا اجل

اُس پیشہ کی ابتدا جاننا پھر عمل کرنا ہے — تاکہ تھوڑی دیر بعد موت تک پھل دے

اِستَعِيْنُوْا فِي الْحِرَفِ يَا ذَا النُّهٰى — مِن كَرِيْمٍ صَالِحٍ مِّن اَهْلِهَا

اے عقلمندو! پیشوں میں مدد حاصل کرو — کسی شریف نیک سے جو اُن کا اہل ہو

اُطْلُبُ الدُّرَّ اَخِيْ وَسْطَ الصَّدَفْ — وَاطْلُبِ الْفَنَّ مِنْ اَرْبَابِ الْحِرَفْ

اے بھائی! موتی سیپ کے اندر تلاش کر — اور فن کو پیشہ وروں سے طلب کر

اِنْ رَاَيْتُمْ نَاصِحِيْنَ اَنْصِفُوْا — بَادِرُوا التَّعْلِيْمَ لَا تَسْتَنْكِفُوْا

اگر تم نصیحت کرنیوالوں کو دیکھو خاموشی سے سنو — تعلیم کی طرف بڑھو، تکبر نہ کرو

دَرْ دِباغی گر خلق پوشید مرد — خواجگی خواجہ را اُو کم نہ کرد

اگر دباغی میں انسان نے پھٹا پرانا پہنا — اس نے شریف کی شرافت کو نہ گھٹایا

وقتِ دم آہنگرا ریو شید دلق — اِحتشامِ اُو نشد کم پیشِ خلق

اگر (بھٹی) دھونکنے کے وقت لوہار نے گدڑی پہن لی — تو لوگوں کے سامنے اس کی عزت نہیں گھٹی

پس لباسِ کبر بیروں کن زتن — ملبسِ ذُل پوش در آموختن

تو تکبر کا لباس جسم سے اُتار دے — سیکھنے میں ذلت کا لباس پہن لے

علم آموزی طریقش قولی ست — حرف آموزی طریقش فعلی ست

تو علم سیکھتا ہے تو اس کا طریقہ زبانی ہے — دستکاری سیکھتا ہے تو اس کا طریقہ عملی ہے

لہ باوفا۔ انسان کے نیک اعمال سے زیادہ بہتر کوئی سفر کا ساتھی نہیں ہے۔ گر نیک ہو، نیک عمل انسان کا یار بنے گا اور بد عمل اسکے لئے سانپ اور بچھو بنے گا۔ ایں عمل۔ یہ عمل اور ہنر بغیر اُستاد کے حاصل نہیں ہوتا ہے لہٰذا کسی کو شیخ بنالے۔ اِرشاد۔ راہنمائی۔

سہ اوّلش۔ ہر چیز کو پہلے علم حاصل کیا جاتا ہے پھر اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ حِرَف۔ حِرفَۃ کی جمع ہے پیشہ۔ ذَا النُّهٰى۔ عقلمند۔ صَدَف۔ سیپ۔ دَرِ دباغی۔ انسان کی ظاہری حیثیت اس کے باطنی جوہر کو کم نہیں کرتی ہے۔ خلق۔ پرانا کپڑا۔

سہ وقتِ دم۔ دھونکنے کے وقت۔ آہنگر۔ لوہار۔ دلق۔ گدڑی۔ پس۔ جبکہ لباس پر بڑائی کا مدار نہیں ہے تو تعلیم حاصل کرنے میں ذلت اور شکست کا لباس اختیار کرنا چاہیئے۔ علم۔ علم کتابی زبانی سکھایا جاتا ہے ہنر عملی طور پر سکھایا جاتا ہے۔

فقر[1] خواہی آں بصحبت قائم ست — نے زبانت کار می آید نہ دست

فقر چاہتا ہے، وہ صحبت سے متعلق ہے — نہ تیری زبان کام آتی ہے، نہ ہاتھ

دانش انوار ست در جانِ رجال — نے زراہِ دفتر و نے قیل و قال

انوار کا علم (سالک اولیاء) لوگوں کے دل میں ہے — (وہ حاصل نہیں ہوتا ہے) نہ کتاب کے راستے سے نہ گفتگو سے

دانشِ آنرا استاند جاں نجاں — نے زراہِ دفتر و نے از زباں

اس کا علم روح، روح سے حاصل کرتی ہے — نہ کتاب کے راستے سے اور نہ زبان سے

در دلِ سالک اگر ہست آں رموز — رمز دانی نیست سالک را ہنوز

اگر سالک کے دل میں وہ رموز (بھی) ہیں — لیکن سالک کو ابھی ان کی سمجھ نہیں ہے

تا[2] دلش را شرح آں ساز و فیا — پس اَلَمْ نَشْرَحْ بفرماید خدا

جب تک کہ اُنکے دل کیلئے خدا انکی تشریح نہ کردے — پھر خدا فرماتا ہے، کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھولدیا؟

کہ درونِ سینہ شرحت داده ایم — شرح اندر سینہ ات ننہادہ ایم

یعنی ہم نے تیرے سینہ میں انکی شرح عنایت کردی ہے — ہم نے تیرے سینہ میں شرح نہیں رکھ دی ہے

تو[3] ہنوز از غار ج آں را طالبی — مُحلبی از دیگراں چوں حالبی

تو ابھی تک باہر سے اُس کا طالب ہے — تو خود دودھ کی جگہ ہے تو دوسروں سے دودھ کیوں مانگتا ہے؟

چشمہ شیرست در تو بے کنار — تو چرا می شیر جوئی از تغار

تیرے اندر دودھ کا لامحدود چشمہ ہے — تو تغار سے دودھ کا جویاں کیوں ہے؟

منفذے داری بہ بحرِ اے اَبگیر — ننگ دار از آب محسنن از غدیر

اے پانی حاصل کرنیوالے! تیرا سمندر تک راستہ ہے — حوض سے پانی لینے میں شرم کر

کہ اَلَمْ نَشْرَحْ نہ شرحت ہست باز — چوں شدی تو شرح جوئی گدیہ ساز

کیا ہم نے نہیں کہا "تیری شرح نہیں ہے پھر — تو شرح کا طالب اور بھکاری کیوں بنا ہے؟

در نگر در شرحِ دل در اندرون — تا نیاید طعنہ لَا یُبْصِرُوْنَ

دل کی شرح کو باطن میں دیکھ لے — تاکہ "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ نہ دیا جائے

تفسیر قولہ عزوجل وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ

"اللہ تعالیٰ کے قول "اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" کی تفسیر

---

[1] فقر۔ فقر محض شیخ کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے نہ زبان سے نہ عمل سے۔۔۔ دانش انوار۔ انوارِ الٰہی کا علم وہ اولیا کے دلوں میں ہے وہ دل دل سے حاصل کر سکتا ہے زبان اور کتاب سے حاصل نہیں کر سکتا۔ اور دل سالک کے دل میں اگر کچھ اشارے بھی ہیں تو وہ اُن اشاروں کے سمجھنے سے ابھی محروم ہے۔

[2] تا دلش۔ جب سالک کے لئے نورِ خداوندی اُن اشاروں کی تشریح کر دیتا ہے خدا کی جانب سے اَلَمْ نَشْرَحْ دل بشارت ملتی ہے۔۔۔ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ قرآن میں آنحضورؐ کے لئے فرمایا گیا ہے کیا ہم نے تمہارا شرح صدر نہیں کر دیا؟ یعنی ہم نے وہ نورِ عطا کر دیا ہے جس سے تم رموز اور اشاروں کو سمجھ سکتے ہو۔ کہ۔ اَلَمْ نَشْرَحْ میں آنحضورؐ سے فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تمہارے سینہ میں وہ استعداد کر دی ہے۔

[3] تو ہنوز۔ ایک عام انسان یہ سمجھتا ہے کہ علوم و اسرار کہیں باہر سے حاصل کئے جاتے ہیں یہ غلط ہے وہ علوم خود انسان کے دل اور روح میں موجود ہیں۔ محلب۔ دودھ کی جگہ۔ حالب۔ دودھ دوہنے والا۔ تغار۔ گڑھا۔ غدیر۔ حوض۔ کہ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ خطاب اگرچہ آنحضورؐ کو ہے لیکن ہر طالب حق اس میں داخل ہے۔ تو نگر۔ انسان کا دل ایک جامع حقیقت ہے اُس میں ذات و صفات باری تعالیٰ کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اگر اُس مشاہدہ نہیں کرتا ہے تو ایسے شخص پر لَا یُبْصِرُوْنَ وہ نہیں دیکھتے ہیں کا طعنہ لگے گا جو کفار کے لئے ہے۔

یک[1] سبد پُر ناں تُرا بر فرقِ سر — تو ہمی خواہی لبِ ناں دَر بدر

روٹیوں کی ایک بھری ٹوکری تیرے سر کی مانگ پر ہے — تو روٹی کا ٹکڑا دَر بدر مانگتا ہے

در سرِ خود پیچ وِل خیرہ سَری — رَو دَرِ دل زن چرا بر ہر دَری

اپنے سر میں لگ اور بیہودہ پن چھوڑ — جا دل کا دروازہ کھٹکھٹا ہر دروازہ پر کیوں جاتا ہے

تا بزانوئی میانِ آبِ جُو — غافل از خود زیں دو آں تو آبجُو

تو ران تک نہر کے پانی میں ہے — تو خود سے غافل ہے اس دوئی سے پانی کا جو اہو

بر سرت نانست پایت اندر آب — در عطش و زجوع کشتی خراب

تیرے سر پر روٹی ہے اور تیرا پاؤں پانی میں ہے — اور تو پیاس اور بھوک سے تباہ ہے

پیش آب و پس ہم آب با مدد — چشمہا را پیش سدّ و خلف سدّ

آگے بھی جاری پانی ہے اور پیچھے بھی — چشموں کے آگے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی دیوار ہے

چیست ایں گفت اسپ و لیکن اسپ کو — گفت آرے لیک اسپِ خود کہ دید

یہ کیا ہے؟ گھوڑا ہے، لیکن گھوڑا کہاں ہے؟ — وہ کہتا ہے ہاں لیکن اپنا گھوڑا کس نے دیکھا ہے؟

ہیں نہ اسپت ایں بزیرِ تو پدید — اندر آب و بیخبر ز آبِ رواں

ہیں، تیرے نیچے کھلا ہوا یہ گھوڑا ہے — وہ پانی میں ہے اور جاری پانی سے بے خبر ہے

مستِ آں و پیش روی اُوست آں — بیخبر زاں چیز و شرحِ خویش نیز

وہ اسپر عاشق ہے اور وہ اس کے منہ کے سامنے ہے — وہ اس چیز اور اپنی تفصیل سے بھی بے خبر ہے

مستِ چیز و پیش روی اُوست چیز — واں خیالِ چوں صفتِ دیوار اُو

وہ ایک چیز پر عاشق ہوا اور چیز اسکے منہ کے سامنے ہے — وہ خیال، میب کی طرح اس کی دیوار ہے

چوں[3] گوہر در بحر گوید بحر کو — ابرِ تاب آفتابش میشود

جیسا کہ موتی سمندر میں کہے، سمندر کہاں ہے؟ — (اور) سورج کی چمک اس کیلئے ابر بنجاتی ہے

گفتنِ آں کو حجابش میشود — عینِ رفع سدِّ اُو گشتہ سدش

اس کا کہنا، وہ کہاں ہے؟ اس کا پردہ بنتا ہے — بعینہ دیوار کا ہٹانا اس کے لئے دیوار بنگیا

بندِ چشمِ اُوست ہم چشمِ بدش — اس کی بڑی آنکھ بھی اس کی آنکھ کا پردہ ہے

---

[1] یک سبد۔ ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ذاتِ حق ہر انسان کے ساتھ ہے لیکن آڑ حائل ہے تو اب بس اسکے مشاہدہ کی طلب ہونی چاہیئے۔ سبد ٹوکری۔ دَر دل۔ دل میں مشاہدہ کی کوشش کر اور در در اس کو ڈھونڈتا نہ پھر۔ تا بزانو۔ حضرتِ حق کو باہر تلاش کرنے والے کی ایک مثال تو یہ تھی کہ روٹیوں کا طبق سر پر ہو اور وہ دَر بدر روٹی مانگتا پھرے دوسری مثال یہ ہے کہ انسان خود پانی میں کھڑا ہو اور دوسروں سے پانی مانگے۔

[2] اسپ۔ تیسری مثال یہ ہے کہ انسان گھوڑے پر سوار ہو اور اُسی گھوڑے کو تلاش کرے لوگ اس سے پوچھیں کہ تو کس چیز پر سوار ہے تو اس کو کہنا پڑے کہ گھوڑے پر لیکن پھر بھی گھوڑے کو تلاش کرے۔ یعنی اس گھوڑے سوار سے لوگ کہتے ہیں کہ گھوڑا تو تیرے نیچے موجود ہے وہ کہتا ہے ہاں لیکن مجھے گھوڑا نظر نہیں آرہا ہے۔ وہ گھوڑے کی تلاش میں مدہوش بنا ہوا ہے اور گھوڑا اس کے سامنے موجود ہے اس کی مثال تو یہی ہے کہ انسان جاری پانی میں کھڑا ہوا اور اس سے بیخبر بھی ہو۔

[3] چوں گوہر۔ چوتھی مثال یہ ہے کہ موتی سمندر میں ہو اور پھر سمندر کو تلاش کرے جس طرح موتی کیلئے میب سمندر کو دیکھنے سے مانع ہے اسی طرح انسان کے اوہام اور خیالات مانع بنتے ہیں گفتنِ اُو مطلوب کے قریب ہوتے ہوئے اس کا مطلوب کو پوچھنا اس مطلوب کا پردہ اور اس مطلوب کے آفتاب کی چمک اس کیلئے ابر بنجاتی ہے۔ بندِ چشم۔ اسکی غلط نظر خود اسی آنکھ کا پردہ ہے آنکھ جو

بندِ گوشِ اُو شدہ ہم گوشِ اُو — ہوشش باحق دارائے مدہوشِ اُو

اُس کا کان بھی اُس کے کان کی رکاوٹ ہوگیا — اللہ کا ہوش کر، اے اُس کے دیوانے!

ہوش را توزیع کردی بر جہات — می نیرزد ترّہ آں ترّہات

تو نے ہوش کو (مختلف) جانبوں میں تقسیم کردیا ہے — وہ فضول (خیالات) ساگ کی قیمت کے نہیں ہیں

در تفسیر قول نبی علیہ السلام مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَمًّا وَاحِدًا كَفَاهُ اللّٰهُ سَائِرَ هُمُومِهٖ وَمَنْ تَفَرَّقَتْ بِهِ الْهُمُومُ لَا يُبَالِي اللّٰهُ فِيْ أَيِّ وَادٍ مِنْهَا هَلَكَ

آنحضورؐ کے اِس قول کی تفسیر کہ جس نے غموں کو ایک غم بنالیا اللہ تعالیٰ اسکے سارے غموں کیلئے کافی ہوگیا اور جس کے متفرق غم ہیں تو اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ وہ کونسی وادی میں تباہ ہوا

آبِ ہمش رامی کشد ہر بیخ وخار — آبِ ہوشت چوں رسد سوئے شمار

ہر جڑ اور کانٹا ہوش کے پانی کو چوس رہا ہے — تیرے ہوش تک تیرے ہوش کا پانی کیسے پہنچے؟

آبِ ہمہ را میکشد آں خس گیاہ — آبِ ہوشت چوں رسد سوئے آلہ

پانی کو سبھی گھاس پی رہی ہے — تیرے ہوش کا پانی خدا تک کیسے پہنچے؟

ہین بزن آں شاخ بدرا خو کُنش — آبِ دہ ایں شاخ خوش رانو کُنش

خبردار! اس خشک شاخ کو کاٹ دے (اور) اسکو درست کردے — اس اچھی شاخ کو پانی دے، اُس کو تازہ کر

ہر دو سبز ند ایں زماں آخر نگر — کیں شود باطل ازاں روید ثمر

اب دونوں سبز ہیں، انجام کو دیکھ — یہ خراب ہوجائے گی، اُس سے پھل پیدا ہونگے

آبِ باغ ایں را حلال آں را حرام — فرق را آخر بہ بینی والسلام

باغ کا پانی اِس کیلئے حلال، اُسکے لئے حرام ہے — تو آخر میں فرق کرسکے گا، والسلام

عدل چہ بُود؟ آب دہ اشجار را — ظلم چہ بُود؟ آب دادن خار را

عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے — ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دینا

عدل وضعِ نعمتے در موضعش — نے بہر بیخے کہ باشد آب کش

عدل، جگہ پر نعمت صرف کرنا ہے — نہ کہ ہر جڑ کو پانی دینا جو پانی چوستی ہے

ظلم چہ بُود؟ وضع در نا موضعے — کہ نباشد جز بلا را منبعے

ظلم کیا ہے؟ بے محل صرف کرنا — جو صرف مصیبت کا چشمہ ہے

نعمتِ حق را بجان وعقل دہ — نے بہ طبع پُر زحیر و پُر گرہ

اللہ (تعالیٰ) کی نعمت جان اور عقل کو دے — نہ کہ پیش اور گرہوں والی طبیعت کو

لہ بندِ گوش۔ ایسے طلبگار کا کان خود اُس کو بہرا بنادیتا ہے۔ مدہوش۔ بوزن بسوت دہشت زدہ۔ ہوش۔ انسان کی پراگندہ خیالی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ در تفسیر اِس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو پراگندہ خیال نہ رہنا چاہیئے۔

لہ ہموم۔ ہم کی جمع ہے آنیوالے کام کا غم و فکر۔ آب ہمش۔ اگر انسان دنیاوی معاملوں کے سوچ بچار میں لگا رہے گا تو آخرت سے غافل ہوجائیگا ہمش۔ انسان دنیاوی فکروں سے بچیگا تو آخرت کی فکر میں لگیگا۔

لہ ہر دو۔ دنیا اور آخرت کی فکر میں سے آخرت کی فکر اچھے پھل لائے گی۔ آب۔ دنیا کے باغ کو فکر کا پانی دینا درست نہیں ہے۔ عدل۔ انصاف تو یہ ہے کہ انسان پھل دار درختوں کو پانی دے کانٹے کی جھاڑی کو پانی نہ دے در موضعش۔ بھلائی کی جگہ بھلائی کرنا عدل ہے ظلم کوئی کام بے موقع کرنا ظلم ہے۔ نعمتِ حق۔ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے، روح انسانی کی تربیت کرنی چاہیئے نہ کہ روحِ حیوانی کی۔

بار کُن بیگارِ غم را بر تنت
غم کی بیگار کو اپنے جسم پر سوار کر

بر دل و جاں کم نہ آنجاں کندنت
دل اور جاں پر نہیں، کیونکہ وہ جان کی تباہی ہے

بر سرِ عیسیٰ نہادہ تنگِ بار
بوجھ کا گٹھر عیسیٰ کے سر پر رکھے ہوئے ہے

خر سگیزہ میزند در مرغزار
گدھا، چراگاہ میں دولتیاں مار رہا ہے

سُرمہ را در گوش کردن شرط نیست
سُرمہ کو کان میں لگانا مناسب نہیں ہے

کارِ دل را جستن از تن شرط نیست
دل کا کام، جسم سے لینا مناسب نہیں ہے

گر دلی رو ناز کن خواری مکش
اگر تو (جسم) دل ہے جا فکر ذلت نہ اٹھا

ور تنی شکر منوش و زہر بکش
اگر تو (جسم) ہے، شکر نہ کھا اور زہر پی کر

زہر تن را نافع ست و قندِ بد
جسم کے لئے زہر مفید اور شکر مضر ہے

تن ہماں بہتر کہ باشد بے مدد
جسم وہی بہتر ہے، جو بے سہارا ہو

ہیزمِ دوزخ تنست و کم کُنش
جسم، دوزخ کا ایندھن ہے اسکو گھٹا

ور بروید ہیں تو از بن بر کُنش
اگر وہ اُگے خبردار! تو اس کو جڑ سے اکھاڑ دے

ورنہ حمّالِ حطب باشی حطب
ورنہ تو ایندھن ہی ایندھن کا بار بردار ہوگا

در دو عالم ہیچو جُفتِ بولہب
دونوں جہان میں ابولہب کی بیوی کی طرح

از حطب بشناس شاخِ سدرہ را
سدرۃ المنتہیٰ کی شاخ کو ایندھن کی لکڑی سے

گرچہ ہر دو سبز باشد اے فتی
اے نوجوان! اگرچہ دونوں سبز ہوں

اصلِ ایں شاخ ست از نار و دخاں
اس شاخ کی جڑ آگ اور دھواں ہے

اصلِ آں شاخ ست ہفتم آسماں
اُس شاخ کی جڑ، ساتویں آسمان پر ہے

ہست مانند ایں بصورت پیشِ حس
یہ حس کے سامنے (آپس میں) مشابہ ہیں

کہ غلط بیں ست چشم و کیشِ حس
کیونکہ حس کی آنکھ اور طریقہ غلط بیں ہے

ہست پیدا آں بہ پیشِ چشمِ دل
دل کی آنکھ کے لئے، وہ واضح ہے

جہد کُن پیشِ دلِ آ جہدِ نقل
کوشش کر، نادار کی سی کوشش دل کے سامنے

ور نداری پا بجُنباں خویش را
تو اگر پاؤں نہیں رکھتا ہے خود کو حرکت دے

تا بہ بینی ہر کم و بیش را
تاکہ تو ہر کم و بیش کو دیکھ لے

۱؎ بار کُن ۔ دنیاوی محصول کو طالب تک محدود رکھو قلب تک نہ پہنچنے دو۔ تیرِ عیسیٰ روح حضرت عیسیٰ جیسی چیز ہے اور جسم خرِ عیسیٰ ہے، بوجھ گدھے پر لادھنا چاہئے نہ کہ عیسیٰ پر، یہ حماقت ہے کہ عیسیٰ پر بوجھ لدھا ہوا ہو اور گدھا چمن میں مزے اڑائے۔ سُرمہ۔ ہر عمل کا ایک محل ہے۔ سُرمہ کان میں لگانا حماقت ہے۔

۲؎ گر دلی۔ اگر تو مجسم روح وقلب بن گیا ہے تو اب مجاہدوں کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تو مجسم جسم ہے تو راحت طلبی چھوڑ کر مجاہدوں کا زہر کھا۔ زہر۔ یہ محنت اور مشقت جسم کے لئے مفید ہے اور راحت طلبی مُضر ہے۔ ہیزم۔ انسان کا جسم دوزخ کا ایندھن ہے اس کو ختم کرنا چاہئے ورنہ تیر الکعب بھی وہی ہے جو ابولہب کی بیوی کا ہے قرآن نے اس کو حمالۃ الحطب کہا ہے یعنی دوزخ کا ایندھن اٹھانیوالی

۳؎ از حطب۔ جسم روح کا ایندھن اور روح سدرۃ المنتہیٰ کی شاخ ہے دونوں میں فرق کرلے۔ اصلِ ایں۔ جسم کی شاخ دھوئیں اور آگ کی جڑ ہے اور روح کی شاخ عالمِ بالا کی چیز ہے۔ ہست مانند۔ یہ دونوں شاخیں یکساں نظر آتی ہیں جس کی وجہ آنکھ کی غلط بینی ہے۔ چشمِ دل۔ دل کی آنکھ سے دیکھو دونوں میں فرق نظر آئیگا۔ ور نداری۔ انسان کو غلط بینی سے نکلنے کی ہر صورت کوشش کرنی چاہئے اگر پاؤں نہیں ہیں تو جسم کو ہی سرکانا چاہئے۔

کایں تحرک شد تبرک را کلید — وز تحرک گردی اے دل مستفید[1]

کیونکہ یہ حرکت کرنا برکت حاصل کرنے کی کنجی ہے — اے دل! تو حرکت کرنے سے فائدہ مند ہوگا

در معنیٔ ایں رباعی

اس رباعی کے معنی (کے بیان) میں

گر راہروی راہ برت بگشایند — ور نیست شوی بہ ہستیت بگرایند

اگر تو راہ (طریقت) پر چلیگا تیرے لئے راستہ کھول دیگے — اگر تو فنا ہو جائیگا تجھے بقا کی طرف مائل کر دینگے

ور پست شوی نگنجی اندر عالم — وانگاہ ترا بے تو بتو بنمایند

اگر تو پست ہو جائے تو تو عالم میں نہ سمائے گا — اُس وقت تجھے بغیر تیرے (وجود کے) دکھائینگے

گر زلیخا بست در ہا ہر طرف[2] — یافت یوسف ہم ز جنبش منصرف

اگرچہ زلیخا نے ہر طرف دروازے بند کر دیئے — یوسفؑ نے بھی حرکت سے واپسی کی جگہ پالی

چوں توکل کرد یوسفؑ بر جہید — باز شد قفل در و رہ شد پدید

جب یوسفؑ نے توکل کیا (اور) کودے — دروازے کا تالا کھل گیا اور راستہ ظاہر ہو گیا

گرچہ زخمہ نیست عالم را پدید — خیرہ یوسفؑ وار می باید دوید

اگرچہ دنیا کیا کوئی نشان نظر نہیں آتا ہے — یوسفؑ کی طرح اندھا دھند بھاگنا چاہیئے

تا کشاید قفل و رہ پیدا شود — سوئی بیجائی شما را جا شود

تاکہ تالا کھلے اور راستہ ظاہر ہو جائے — لامکان کی جانب تمہارے لئے جگہ ہو جائے

آمدی[3] اندر جہاں اے ممتحن — ہیچ می بینی طریق آمدن

اے آزمائش میں پڑے ہوئے تو دنیا میں آیا — کچھ تجھے آنے کا راستہ نظر آیا؟

تو ز جائے آمدی و ز موطنے — آمدن را راہ دانی ہیچ نے

تو ایک جگہ اور ایک وطن سے آیا — تو آنے کا راستہ جانتا ہے، کچھ بھی نہیں

گر ندانی تا نگوئی راہ نیست — زیں رہِ بے راہ ما را رفتنی ست

اگر تو نہیں جانتا ہے، ہرگز نہ کہہ کہ راہ نہیں ہے — ہمیں اسی بغیر راستہ کے راستہ سے جانا ہے

میروی در خواب شاداں چپ و راست — ہیچ دانی راہِ آں میداں کجاست

تو خواب میں خوشی خوشی دائیں بائیں جاتا ہے — تو کچھ جانتا ہے کہ اُس میدان کا راستہ کدھر ہے؟

توبہ بند آں چشم و خود تسلیم کن — خویش را بینی دراں شہر کہن

تو اُس آنکھ کو بند کر لے اور خود کو سپرد کر دے — تو اپنے آپ کو اُس قدیم شہر میں دیکھے گا

---

[1] وز تحرک: برائی سے حتی الوسع دور رہنا مفید ہے۔ گمراہ، جب انسان راہ طریقت میں کوشاں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ راستہ دکھاتے ہیں اگر فنا اختیار کرتا ہے تو اُس کو بقا نصیب ہوتی ہے۔ ور پست: انسان جس قدر کسر نفسی اختیار کرتا ہے اسی قدر اُس کو بلندی نصیب ہوتی ہے۔

[2] گر زلیخا: حضرت یوسفؑ نے زنا سے بچنے کی کوشش کی تو زلیخا کے بند کئے ہوئے دروازے کھل گئے اور حضرت یوسفؑ زلیخا کے چنگل سے بچ نکلے۔ گرچہ زخمہ: دنیا سے بھاگ نکلنے کے لئے اگرچہ دروازہ نظر نہیں آرہا ہے لیکن جب انسان کوشش کرتا ہے تو راہ پیدا ہو جاتی ہے اور لامکان کا راستہ پالیتا ہے۔

[3] آمدی: انسان عالم بالا سے جس راستہ سے آیا ہے وہ بھی اس کی نظروں سے غائب ہے اسی طرح وہ غائب راستہ سے عالم بالا تک جا بھی سکتا ہے: تو ز جائے۔ انسان عالم بالا سے آیا ہے اور اس کو کئے کا راستہ معلوم نہیں ہے۔ گر ندانی۔ راستہ نظر نہ آنے کی وجہ سے اُس راستہ کا انکار نہ کر اسی راستہ سے واپس جانا ہے میروی۔ انسان خواب میں آنکھ کو بغیر جانے ہوئے چلتا ہے تو بند۔ انسان کو چاہئے آنکھ کو بند کر کے خود کو خدا کے حوالہ کر دے۔

چشم[1] چوں بندی کہ صد چشم و خمار
تو آنکھ کیسے بند کریگا، کیونکہ سینکڑوں آنکھیں اور نشہ

بندِ چشم تست ایں سُو از غرار
غفلت کی وجہ سے اس جانب کے لئے تیری آنکھ کا پردہ ہیں

چار چشمی تو ز عشقِ مُشتری
تو (اپنے) خریدار کے عشق میں چار آنکھوں والا ہے

برامیدِ مہتری و سروری
بڑائی اور سرداری کی اُمید پر

گر بخسپی مُشتری بینی بخواب
اگر تو سوتا بھی ہے تو خواب میں خریدار کو دیکھتا ہے

چغدِ بد کے خواب بیند جز خراب
منحوس چغد ویرانہ کے سوا اور کیا دیکھتا ہے؟

مُشتری[2] خواہی بہر دم پیچ پیچ
تو ہر وقت پیچ و تاب میں خریدار کا خواہشمند ہے

توچہ داری کہ فردشی؟ ہیچ ہیچ
تو رکھتا کیا ہے؟ کہ بیچے گا؟ کچھ بھی نہیں

گر ترا نانے بُدے یا چاشتے
اگر تجھے روٹی یا ناشتہ (حاصل) ہوتا

از خریداراں فراغت داشتے
تو خریداروں سے بے نیاز ہوتا

گر درانباں مر ترا نانے بُدے
اگر تیرے میں تیری روٹی ہوتی

از خریداراں دلت فارغ شُدے
تو تیرا دل خریداروں سے بے نیاز ہوتا

قصۂ آں شخصے کہ دعوی پیغمبری میکرد و گفتندش کہ چہ خوردۂ کہ
اُس آدمی کا قصہ جو پیغمبری کا دعوٰی کرتا تھا، لوگوں نے اُس سے کہا تو نے کیا کھایا ہے

گیج شدۂ و یاوہ میگوئی گفت اگر چیزے یافتمے کہ خوردمے زیرک شدمے
کہ احمق بنا اور بکواس کرتا ہے اُس نے کہا کہ اگر میں کوئی چیز پا لیتا جو کہ میں کھا لیتا تو عقلمند ہوتا

مے دنیا وہ گفتمے کہ ہر سخنِ نیک کہ باغیر اہلش گویند یاوہ گفتہ
اور نہ بکواس کرتا کیونکہ ہر بھلی بات جو نااہلوں سے کہتے ہیں، بکواس کہتے ہیں اگرچہ

باشند اگرچہ دراں گفتن مامور باشند
وہ اُس کہنے میں (خدا کی جانب سے) مقرر ہوں

آں[3] یکے می گفت من پیغمبرم
ایک شخص کہتا تھا کہ میں پیغمبر ہوں

وز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم
اور میں تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں

گردنش بستند و بُردندش بشاہ
لوگوں نے اُسکی گردن باندھی اور اُسکو بادشاہ کے سامنے لیگئے

کایں ہمی گوید رسولم از آلہ
کہ یہ کہتا ہے کہ میں خدا کی جانب سے رسول ہوں

---

[1] چشم چوں بندی۔ دنیا سے تو آنکھیں بند نہ کرسکے گا کیونکہ تیری سینکڑوں لالچ سے مست نظروں نے تیری نظر بندی کردی ہے اور تو دنیا کی مزخرف چیزوں کو دیکھ رہا ہے۔ چار چشمی۔ تو ہر وقت اپنی سرداری اور بڑائی کے خیال سے اپنے معتقدوں کا منتظر رہا ہے۔ مُشتری۔ تجھے سونے میں بھی یہی خواب اسی طرح نظر آتے ہیں جیسے آنکھ کو خواب میں ویرانہ نظر آتا ہے۔

[2] مُشتری۔ تو اپنے خریداروں کا منتظر رہتا ہے لیکن تیرے پاس اُنکے ہاتھ فروخت کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ گر ترا۔ اگر تیرے پتے میں کچھ ہوتا تو پھر تو خریداروں کا منتظر ہی نہ ہوتا، عوام میں مقبولیت اور عوام کو گرویدہ کرنے کی وہی شخص کوشش کرتا ہے جو تہی دست ہوتا ہے آنے والے قصہ سے یہی بتانا مقصود ہے۔

[3] آں یکے۔ یہ ایک مسخرا تھا جس نے اخلاص سے مجبور ہوکر نبوت کا دعوٰی کیا تاکہ اُس کے ذریعہ سے کچھ کمائے وہ اپنی گفتگو میں ایسے جملے استعمال کرتا تھا جن کے دو معنی ہوسکتے تھے ایک معنی نبوت کے دعوے پر محمول ہوسکتے تھے دوسرے معنی کا نبوت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پیغمبر۔ دنیا کی ہر چیز کوئی پیام دیتی ہے یہ انسان تھا لہٰذا تمام کائنات سے افضل تھا نیز یہ معنی بھی ہیں کہ میں پیغمبر ہوں اور دنیا کے سب پیغمبروں سے افضل ہوں۔

خلق بر وے جمع چوں مور و ملخ
لوگ اس پر جیسے چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح ٹوٹے

کہ چہ مکرست و چہ تزویر و چہ فنخ[1]
کہ کیا مکر ہے اور کیا مکاری اور کیا جال ہے؟

گر رسول آنست کاید از عدم
اور اگر رسول وہ ہوتا ہے جو عدم سے آئے

ما همہ پیغمبریم و محتشم
تو ہم سب پیغمبر اور معزز ہیں

ما از آنجا آمدیم اینجا غریب
ہم اس جگہ سے آئے ہیں۔ یہاں مسافر ہیں

تو چرا مخصوص باشی اے ادیب
اے استاد! تو کیوں مخصوص ہوگا؟

دادایشاں را جواب آں خوش رسول
اس بھلے رسول نے ان کو جواب دیا

کاے گروہِ کور و نادان و فضول
کہ اے اندھو اور بیہودہ اور نادانوں کے گروہ!

ایں ندانستید اے قوم از قضا
اے قوم! تم یہ نہیں سمجھتے کہ تقدیر سے

بیخبر اینجا رسیدید از عمی
تم اندھے پن سے بے خبری میں یہاں آگئے ہو

همچو[2] طفلِ خفتہ ایں جا آمدید
تم سوئے ہوئے بچہ کی طرح یہاں آگئے ہو

بیخبر از راہ و از منزل بُدید
تم راہ و منزل سے بے خبر تھے

از منازل خفتہ بگذشتید و مست
تم سوتے ہوئے اور بیہوشی میں منازل سے گذر گئے

بیخبر از راہ و از بالا و پست
راستہ اور نشیب و فراز سے بے خبر

ما بہ بیداری رواں گشتیم و خوش
ہم بیداری میں اور خوشی سے چلے

از ورائے پنج و شش تا پنج و شش
بغیر پانچ اور چھ کی دنیا سے پانچ اور چھ (والی دنیا) تک

دیدہ منزل ہا ز اصل و از اساس
جڑ اور بنیاد سے منزل کو دیکھا

چوں قلاوزاں خبیر و رہ شناس
راہبروں کی طرح باخبر اور رہ شناس بنکر

شاہ[3] را گفتند آشکنجش بکن
لوگوں نے بادشاہ سے کہا اسکو شکنجہ میں ڈالدیجئے

تا نگوید جنسِ او ہیچ ایں سخن
تاکہ اس جیسا کبھی کوئی ایسی بات نہ کہے

شاہ دیدش بس نزار و بس ضعیف
شاہ نے اس کو بہت لاغر اور کمزور دیکھا

کہ بیک سیلی بمیرد آں نحیف
کہ وہ کمزور ایک طمانچہ سے مرجائیگا

کے تواں او را فشردن یا زدن
اس کو کب بھینچا یا مارا جا سکتا ہے

کہ چو شیشہ گشتہ است او را بدن
کیونکہ اس کا بدن شیشہ کی طرح ہوگیا ہے

لیک با او گویم از راہِ خوشی
لیکن میں اس کو خوشی سے کہوں گا

کہ چرا داری تو لافِ سرکشی
کہ تو بھلا اس کی سرکشی کیوں کرتا ہے؟

---

[1] فنخ۔ جال۔ اگر رسول ہمارے سخنرے نے اپنے رسول ہونے کا مطلب یہ بتایا تھا کہ وہ اللہ کے پاس سے دنیا میں آیا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے ٹکب عدم سے دنیا میں بھیجا ہے۔ تو ان لوگوں نے کہا اگر رسول کا مطلب یہ ہے تو ہم سب بھی ٹکب عدم سے دنیا میں آئے ہیں لہٰذا ہم سب رسول ہیں تیری کیا خصوصیت ہوئی۔ اس ندانستید۔ اس سخنرے نے ان کو جواب دیا بیشک تم بھی ٹکب عدم سے آئے ہو لیکن ایسے اندھے پن سے آئے ہو کہ تمہیں راستہ کا پتہ چلا نہ منزل کا۔

[2] همچو۔ سخنرے نے کہا تم لوگ سوتے ہوئے بچہ کی طرح ٹکب عدم سے راستہ طے کرکے دنیا میں آئے ہو۔ مابہ بیداری۔ میں ٹکب عدم سے بیداری کی حالت میں دنیا میں آیا ہوں۔ پنج۔ یعنی پانچوں حواس ششش۔ یعنی چھ جانبیں۔ قلاوزاں۔ راہبر۔

[3] شاہ را۔ لوگوں نے شاہ سے اس کو سزا دینے کا مطالبہ کیا۔ شاہ نے اس کو بہت کمزور دیکھا۔ بسیل۔ طمانچہ۔ نحیف لاغر۔ کے تواں۔ جو نکہ وہ بہت کمزور ہے سزا کو برداشت نہ کرسکے گا۔ بیک۔ شاہ نے سوچا کہ بھلا سزا کے اس کو سمجھا دے۔

کہ در شتی ناید اینجا ہیچ کار
کیونکہ اس جگہ سختی کارآمد نہ ہوگی

مردماں را دُور کرد از گرد دے
لوگوں کو اس کے چاروں طرف سے ہٹا دیا

پس نشاندش باز پرسیدش زجا
تو اس کو بٹھایا، پھر اس سے وطن پوچھا

گفت اے شہ ہستم از دار السلام
اس نے کہا، اے بادشاہ! میں دار السلام کا ہوں

نے مرا خانہ ست و نے یک ہمنشیں
نہ میرا گھر ہے اور نہ کوئی ساتھی ہے

پادشاہ از رُوئے لاغش گفت باز
بادشاہ نے مذاق میں پھر اس سے کہا

اشتہا داری چہ خوردی بامداد
تجھے بھوک ہے؟ تو نے صبح کیا کھایا ہے؟

گفت گر نانم بدے خشک و تری
اس نے کہا اگر میرے پاس باسی یا تازہ روٹی ہوتی

دعوی پیغمبری با ایں گروہ
اس جماعت کے سامنے پیغمبری کا دعویٰ کرنا

کس نہ کوہ و سنگ، عقل و دل نجست
پہاڑ اور پتھر سے کسی شخص نے عقل اور دل کی جستجو نہیں

ہر چہ گوئی باز گوید کہ ہماں
تو جو کچھ کہتا ہے وہ اس کو دُہرا دیتا ہے، کہ ہاں

از کجا ایں قوم و پیغام از کجا
کہاں یہ قوم، کہاں پیغام (خداوندی)

گر تو پیغام زنے آری و زر
اگر تو عورت کا پیغام لائے اور سونا

کہ بنرمی سر کند از غار مار
کیونکہ سانپ نرمی سے غار سے باہر آتا ہے

شہ لطیفے بُود و نرمی وردِ دے
بادشاہ خوش مزاج تھا اور نرمی اس کی عادت تھی

کہ کجا داری معاش و مُلتجا
کہ تو روزگار اور ٹھکانا کہاں رکھتا ہے؟

آمدہ زانجا بدیں دار السلام
اُس جگہ سے اس سلامتی کے گھر میں آگیا ہوں

خانہ کے کرد ست ماہے در زمیں
چاند نے زمین پر کب گھر بنایا ہے؟

کہ چہ خوردی و چہ داری چاشت ساز
کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ اور تیرے پاس ناشتہ کیلئے

کہ چنیں سرمستی و پر لاف و باد
کہ تو اس قدر نشہ میں اور شیخی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے

کے گئتم من دعوی پیغمبری
میں پیغمبری کا دعویٰ کب کرتا؟

ہمچناں باشد کہ دل جستن ز کوہ
ایسا ہے جیسا کہ پہاڑ میں سے دل تلاش کرنا

فہم و ضبطِ نکتۂ مشکل نجست
مشکل نکتہ کی سمجھ بوجھ کو نہیں تلاش کیا ہے

میکند افسوس چوں مستہزیاں
مذاق کرتا ہے جس طرح مذاق اڑانیوالے

از جمادے جاں کرا باشد رجا
پتھر سے کس کو جان کی اُمید ہوتی ہے؟

پیشِ تو بنہند جملہ سیم و سر
تیرے سامنے سب چاندی اور سونا رکھ دیں گے

---

۱ کہ بنرمی سانپ نرمی سے غار سے باہر نکلتا ہے۔ مردماں۔ شاہ نے تنہائی میں اس سے پوچھا کہ کہاں کا رہنے والا ہے اور کیا کام کرتا ہے۔ گفت۔ اس نے کہا دار السلام سے دار السلام میں آیا ہوں۔۔۔ دار السلام۔ سلامتی کا گھر، عالم بالا، دار السلام۔ علامت کا گھر، دنیا۔ اما۔ میں چاند کی طرح ہوں لہٰذا نہ میرا کوئی گھر معین ہے نہ کوئی ہمنشین ہے۔

۲ بادشاہ۔ بادشاہ نے تفریحاً اس سے کہا کہ تو نے کیا کھایا تھا اور ناشتہ کے لئے تیرے پاس کیا ہے۔ گفت۔ اس نے کہا اگر کچھ ہوتا تو میں پیغمبری کا دعویٰ کیوں کرتا۔ دعوی۔ ان لوگوں میں پیغمبری کا دعویٰ ایسا ہی مشکل کام ہے جیسا کہ کوئی پہاڑ میں دل کی تلاش کرے۔

۳ کس۔ پہاڑ اور پتھر کا دل کوئی تلاش نہیں کرتا ہے نہ اُن سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ ایک اور شکل نکلے سمجھ کر ہر چہ۔ پہاڑ سے تم جو کچھ کہو گے وہ بازگشت آواز سے تمہارا مذاق ہی اڑائے گا۔ ہر بحر۔ یہی حال اس قوم کا ہے کہ نہ تو پیغام سے ان کو کوئی مناسبت نہیں ہے۔ گر تو۔ ہاں اگر ان کے پاس کسی حسین عورت کا پیغام لاؤ تو سب کچھ قربان کر دیں گے۔

کہ فلاں[1] جا شاہدے می خواندت — عاشق آمد بر تو و می داندت

کہ فلاں جگہ ایک معشوق تجھے بلاتا ہے — وہ تجھ پر عاشق ہو گیا ہے اور تجھے جانتا ہے

ور تو پیغامِ خدا آری چو شہد — کہ بیا سوئے خدا اے نیک عہد

اور اگر تو شہد جیسا خدا کا پیغام لائے — کہ اے قول و قرار کے سچے! اللہ کی جانب آجا

از جہانِ مرگ سوئے برگ رو — چوں بقا ممکن بود فانی مشو

موت کی دنیا سے سازوسامان کے عالم کیطرف چل — جب بقا ممکن ہو تو ہلاک نہ ہو

قصدِ خونِ تو کنند و جان و سر — تر[2] برائے حمیتِ دین و ہنر

تیرے خون اور جان اور سر کا قصد کریں گے — ہنرمندی اور دین کی حمایت کی وجہ سے نہیں

بلکہ از چفیدگی بر خانماں — تلخ شاں آید شنیدن ایں بیاں

بلکہ گھر بار کی وابستگی کی وجہ سے — اُن کو یہ بات سُننا کڑوا معلوم ہوتا ہے

سبب عداوت عام و بیگانہ زیستن ایشان با اولیائے خدا کہ بحق

عوام کی عداوت اور اُن کے خدا کے اولیاء سے بیگانہ ہو کر زندگی کا یہ سبب ہوئے کہ وہ

شان میخوانند و آب حیات ابدی ارشاد می نمایند

اُن کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور ہمیشگی کے آبِ حیات کیطرف راہنمائی کرتے ہیں

خرقۂ بر ریش خر چفیدہ سخت — چونکہ خواہی بر کنی زو لخت لخت

پیٹھ گدھے کے زخم پر سخت چپکی ہوئی ہے — جب تو اُس سے ٹکڑے ٹکڑے اکھاڑے گا

جُفتہ انداز دیقیں آں خر زدد — جستہ آں کس کز و پرہیز کرد

وہ گدھا یقیناً تکلیف کی وجہ سے دولتی مارے گا — خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس سے بچ گیا

خاصہ[3] پنجہ ریش و ہر جا خرقۂ — بر سرش چفیدہ در نم غرقۂ

خصوصاً جبکہ پھاہیں زخم ہوں اور ہر جگہ پٹی — اپیپ کی نمی میں اُس پر چپکی ہوئی ہو

خانماں چوں خرقۂ و ایں حرص ریش — حرص ہر کہ بیش باشد ریش بیش

گھر بار پٹی ہے اور یہ حرص زخم ہے — جس کو زیادہ حرص ہوگی اُسکے زخم زیادہ ہونگے

خانمانِ چغد ویران ست و بس — نشنود اوصافِ بغداد و طبس

چغد کا گھر بار صرف ویرانہ ہے — وہ بغداد اور طبس کی خوبیاں نہیں سنتا ہے

گر بیاید باز سلطانی ز راہ — صد خبر آرد بدیں چغداں شاہ

اگر شاہی باز راستہ سے کر کے آئے — اِن چغدوں کو بادشاہ کی سینکڑوں خبریں سُنائے

---

[1] کہ فلاں۔ اگر اس کو یہ بتایا جائے کہ فلاں جگہ ایک معشوق ہے جو تم پر عاشق ہے اور تمہیں خوب جانتا ہے۔ ور تو۔ یعنی اگر انھیں خدا کی طرف بلاؤ تو ناگوار ہوتا ہے۔ از جہاں۔ یہ پیغام دو کہ فانی دنیا سے آخرت کی طرف رجوع کرو۔ قصد۔ تو یہ لوگ اس پیغام پر پیغامبر کی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔

[2] تر۔ یہ لوگ اللہ کے پیغام کو جو رد کرتے ہیں تو کسی دین کی حمایت میں نہیں کرتے ہیں بلکہ چونکہ ان کو اس فانی دنیا سے دلچسپی ہے اس لئے رد کرتے ہیں اور اُن کو میٹھا پیغام تلخ لگتا ہے اور اُن کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ خرقہ۔ زخمی گدھے کے زخم دھونے کے لئے اگر کوئی شخص اس کے پیٹھ کا کھاڑ اٹھاتا ہے تو وہ گدھا لاتیں مارتا ہے۔

[3] خاصہ۔ خصوصاً جب زیادہ اور خراب زخم ہوں اور پھاہے اوپر چپک گئے ہوں تو گدھا زیادہ لاتیں مارتا ہے۔ خانماں۔ ان دنیاداروں کی حرص اُنکے زخم ہیں اور گھر بار اُن زخموں کے پھاہے ہیں۔ چغد۔ اُلو کا مسکن ویرانہ ہے اگر اس کو کوئی بغداد اور طبس شہروں کی خوبی سنائیگا تو وہ کبھی سننے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ مگر یہ اگر کوئی اللہ کا پیغمبر اللہ کی باتیں سناتا ہو تو یہ دنیادار چغد اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

شرح دار الملک و باغستان وجُو
دار السلطنت اور باغ اور نہر کی تفصیل

پس برو افسوس دارد ہر عدُو
تو پھر دشمن اُس کا مذاق اڑائے گا

کہ[1] چہ باز آورد افسانہ کہن
کہ باز پرانا قصہ کیوں لایا

کز گزاف و لاف بیہودہ سخن
کہ بیہودہ اور شیخی کی باتیں کر رہا ہے

کہنہ ایشانند و بوسیدہ اَبَد
پرانے اور ہمیشہ کے لئے سڑے ہوئے وہ ہیں

وَرنہ آں دم کہنہ را نو میکند
ورنہ وہ بات پرانے کو نیا کر دیتی ہے

مُردگانِ کہنہ را جاں میدہد
پرانے مُردوں کو جان عطا کر دیتی ہے

تاجِ عقل و نورِ ایماں میدہد
عقل کا تاج اور ایمان کا نور دے دیتی ہے

دل مُدزد از دلربائے روح بخش
روح بخشنے والے معشوق سے دل نہ چرا

کہ سوارت میکند بر پشتِ رخش
کیونکہ وہ تجھے عمدہ گھوڑے پر سوار کر دیگا

سَر[2] مُدزد از سَرفرازِ تاج دہ
سربلند کرنیوالے تاج بخشنے والے سے سر نہ چھپا

کوزپائے دل کشاید صد گرہ
کیونکہ وہ دل کے پاؤں سے سینکڑوں گرہ کھولدیگا

باکہ گویم در ہمہ دہ زندہ کو
کس سے کہوں پورے گاؤں میں زندہ کون ہے؟

سوئے آبِ زندگی پوینده کو
آبِ حیات کی جانب دوڑنیوالا کون ہے؟

تو بنیک خواری گریزانی ز عشق
تو ایک ذلت کیوجہ سے عشق سے بھاگ جانیوالا ہے

تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق
تو عشق کے نام کے سوا کیا جانتا ہے؟

عشق را صد ناز و استکبار ہست
عشق[3] کے سینکڑوں ناز اور غرور ہیں

عشق با صد نازمی آید بدست
عشق سینکڑوں نازوں سے ہاتھ لگتا ہے

عشق چوں وافی ست وافی میخرد
عشق چونکہ وفادار ہے، وفادار کا خریدار ہے

در حریفِ بیوفا می ننگرد
بیوفا دوست کی طرف نظر نہیں کرتا ہے

چوں درخت ست آدمی و بیخ عہد
انسان درخت کی طرح ہے اور (وفا) عہد جڑ ہے

بیخ را تیمار می باید بجہد
جڑ کی کوشش سے حفاظت کرنی چاہئے

عہدِ فاسد بیخ بوسیدہ بود
خراب عہد، سڑی ہوئی جڑ ہوتا ہے

وز ثمارِ لطف بے بریدہ بود
اور مہربانی کے پھلوں سے کٹا ہوا ہوتا ہے

جس شخص میں وفاداری نہ ہو وہ اُس درخت کی طرح ہے جو جڑ گل جانے سے پھلوں سے محروم ہوگیا ہو۔

---

[1] کہ چہ۔ دنیادار پیغمبر کی باتوں پر کہتے ہیں کہ یہ پرانی کہانیاں ہیں۔ کہنہ۔ یہ خود پرانے اور بوسیدہ ہیں ورنہ یہ باتیں تو پرانے کو بھی نیا بنا دیتی ہیں۔ جن لوگوں کے دل مُردہ ہوچکے ہیں یہ باتیں انکو نئی زندگی بخشدیتی ہیں عقل کا تاج اور ایمان کا نور عطا کر دیتی ہیں۔ دل مُدزد۔ اُس دلربا کی اِن باتوں سے دل نہ چرا وہ تیرے سرکش نفس پر تجھے قابو دیدیگا۔

[2] سر مُدزد۔ یہ پیغمبر وقت تجھے تاج پہنا دیگا تیرے دل کی گرہیں کھول دے گا۔ باکہ گویم۔ لیکن ان باتوں کے سننے والے کہاں ہیں آبِ حیات کے طالب مفقود ہیں۔ تو بنیک خواری۔ عشق میں اگر ایک ذلت اٹھانی پڑجائے تو تو عشق کو چھوڑ بھاگتا ہے تو نے عشق کا نام سنا ہے اُس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہے عشق بہت متکبر اور نازوں بھرا ہے بہت مصیبتوں سے ہاتھ لگتا ہے

[3] عشق۔ عشق وفادار ہے وہ وفاداری کو حاصل ہوتا ہے وہ بے وفا کی طرف نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔ بیخ عہد۔ انسان کی اصل اور جڑ وفاداری ہے اور درخت کی جڑ کی حفاظت ضروری ہے۔ عہد فاسد

شاخ[1] و برگِ نخل اگرچہ سبز بُود — با فسادِ بیخ سبزی نیست سُود

کھجور کی شاخ اور پتے اگرچہ سبز ہوں — جڑ کی خرابی کے ہوتے ہوئے سبزی مفید نہیں ہے

ور ندارد برگِ سبز و بیخ ہست — عاقبت بیروں کُند صد برگ دست

اور اگر سبز پتے نہ ہوں اور جڑ (صحیح) ہے — انجام کار سینکڑوں پتے ہاتھ نکالیں گے

تو مشو غرّہ بعلمش عہد جُو — علم چوں قشرست عہدش مغز اُو

تو اُس کے علم سے دھوکا نہ کھا، عہد کی جستجو کر — علم چھلکا جیسا ہے اُس کا عہد اُس کا مغز ہے

دربیان[2] آنکہ مرد بدکار چوں متمکن شود در بدکاری و اثرِ دولت

اس کا بیان کہ بدکار انسان جب بدکاری میں لگ جاتا ہے اور نیکوں کی دولت

نیکوکاراں ببیند شیطان صفت شود و مانع خیر گردد از حسد

کا اثر دیکھتا ہے شیطان جیسا بن جاتا ہے اور حسد سے شیطان کی طرح بھلائی کیلئے مانع

ہمچوں شیطاں کہ خرمن سوختہ ہمہ را خرمن سوختہ خواہد

بنتا ہے کیونکہ جس کا کھلیان جل گیا ہو سب کو جلے ہوئے کھلیان والا چاہتا ہے

أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ

کیا تو نے نہیں دیکھا اُس کو جو بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھے الخ

دافیاں را چوں ببیند کرہ سُود — تو چو شیطانے شوی آنجا حسُود

جب تو فاقہ والوں کو سود مند دیکھتا ہے — تو تو شیطان کی طرح اُس وقت حاسد بنتا ہے

ہر کہ را باشد مزاج و طبع سُست — او نخواہد ہیچ کس را تندرست

جس شخص کا مزاج اور طبیعت مریض ہو — وہ کسی کو تندرست دیکھنا پسند نہیں کرتا

گر نخواہی رشکِ ابلیسی بیا — از درِ دعوے بدرگاہِ وفا

اگر تو شیطان کا حاسد نہیں کرنا چاہتا ہے تو آ — دعوے کے دروازے سے ہٹ کر، وفا کی درگاہ میں

چوں[3] وفایت نیست بار دم مزن — کایں سخن دعویست اغلب با دمن

جبکہ تجھ میں وفا نہیں ہے اُس کا دم نہ لے — کیونکہ یہ بات اکثر تکبر کا دعویٰ ہے

ایں سخن در سینہ دخلِ مغز ہاست — در خموشی مغزِ جاں را صد نماست

یہ بات سینے میں مغزوں کی آمدنی ہے — چپ رہنے میں جان کے مغز کا بہت اضافہ ہے

چوں بیامد در زباں شد خرجِ مغز — خرج کم کُن تا بماند مغز نغز

جب وہ بات زبان پر آئی، مغز خرچ ہو گیا — خرچ نہ کر تاکہ عمدہ مغز باقی رہے

---

[1] شاخ۔ جس درخت کی جڑ گل گئی ہو اُسکے پتوں کی سبزی کچھ مفید نہیں ہے۔ دوسرا درخت اگر جڑ درست ہے، پتوں کے جھڑ جانے سے کوئی نقصان نہیں ہے پتے پھر آجائیں گے۔ تو مشو۔ کسی انسان کے علم سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے یہ دیکھنا چاہیئے کہ اُس وفاداری کا مادہ ہے یا نہیں وفاداری انسان کا جوہر ہے۔

[2] دربیان۔ انسان جب خود بھلائیوں سے محروم ہوتا ہے تو دوسروں کی بھلائیوں سے شیطان کی طرح جلنے لگتا ہے اور چاہتا ہے وہ بھی بھلائی سے محروم ہو جائیں یہی حال ابلیس کا تھا آنحضورؐ کو نماز پڑھتے نہ دیکھ سکتا تھا۔ واقعیاں۔ تا کام انسان بامراد انسانوں پر شیطان کی طرح حسد کرتا ہے۔ ہر کہ۔ جس کا جسم کوئی کام نہ کرتا ہو وہ دوسروں کو کام کرتا نہیں دیکھنا چاہتا ہے۔ گر تو خواہی۔ اگر انسان اس ابلیسی صفت سے بچنا چاہے تو خود کو کامیاب بنائے

[3] چوں۔ جب انسان وفا (خلوص) سے خالی ہے تو اسکو خاموش رہنا چاہیئے اپنے اس صورت میں اُسکے دعوے میں دو برائیاں ہونگی ایک بے وفائی دوسرے دروغگوئی۔ کایں سخن۔ انسان کی زیادہ باتیں عموماً تکبر پر مبنی ہوتی ہیں۔ دخل۔ آمدنی، جب کہ بات سینے میں ہے وہ روح کا جوہر ہے اُسکو خرچ نہ کرنا چاہیئے۔ چوں بیامد۔ بات کرنے سے روح کا جوہر صرف ہوتا ہے تو اسکو خرچ نہ کرنا چاہیئے۔

مُردکم گوینده را فکریت زفت
کم گو انسان کا خیال وزنی ہوتا ہے

قشر گفتن چوں فزوں شد مغز رفت
باتیں کرنے کا چھلکا جب بڑھا مغز ختم ہو گیا

پوست افزوں گشت و کمتر گشت مغز
چھلکا بڑھا، اور مغز گھٹا

پوست کمتر شد فزوں شد مغز نغز
چھلکا گھٹا، تو عمدہ مغز بڑھا

بنگر ایں ہر سہ زخامی رستہ را
ان تین آپکے ہروں کو دیکھ لے

جوز راؤ لوز راؤ پستہ را
اخروٹ کو اور بادام کو اور پستہ کو

ہر کہ او عصیاں کند شیطاں شود
جو نافرمانی کرتا ہے، شیطان بن جاتا ہے

کہ حسود دولتِ نیکاں شود
کیونکہ وہ نیکوں کی دولت کا حاسد ہو جاتا ہے

چونکہ در عہدِ خدا کردی وفا
جب تو نے خدا کے عہد کی وفا کی

از کرم عہدت نگہدارد خدا
عنایت کر کے خدا تیرے عہد کی حفاظت کرتا ہے

از وفائے حق تو بستہ دیدۂ
اللہ (الفاعل) کی وفاداری سے تو نے آنکھ بند کر لی ہو

اُذْکُرُوْا اَذْکُرْکُمْ نشنیدۂ
تم یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا تو نے نہیں سنا ہے

گوش نہ اُوْفُوْا بِعَھْدِیْ گوش دار
کان لگا، تم میرے عہد کی وفاداری کرو، کو سن

تا کہ اُوْفِ عَھْدَکُمْ آید زیار
تاکہ دوست کہہ رہا ہے میں تمہارا عہد پورا کروں گا، کی پکار

عہد و قرضِ ما چہ باشد اے حزیں
اے غمگین! ہمارا عہد اور قرض کیا ہوتا ہے؟

ہمچو دانہ خشک کشتن در زمیں
(ایسا ہی) جیسا کہ زمین میں خشک دانہ بونا

نے زمیں رازاں فروغ و لمتری
اُس سے زمین کو کوئی اضافہ یا بڑھوتری نہیں ہے

نے خداوندِ زمیں را تا نگری
نہ زمین کے مالک۔ کو بے مالداری ہے

جز اشارت کہ ازیں می بایدم
سوائے اس اشارے کے کہ مجھے اس میں سے درکار ہے

کہ تو دادی اصل ایں را از عدم
کیونکہ تو نے ہی اس کی اصل کو عدم سے عنایت کیا تھا

خوردم و دانہ بیاوردم نشاں
میں نے کھایا اور ایک دانہ نشانی کیلئے لے آیا ہوں

کہ ازیں نعمت بسوئے ما کشاں
کہ اس نعمت کو ہمارے لئے بھیجدے

پس دعائے خشک بہل اے نیکبخت
اے نیک بخت! خشک دعا کو چھوڑ دے

کہ فشاند دانہ می خواہد درخت
جو کہ دانہ کھیرتا ہے، درخت چاہتا ہے

گر نہ داری دانہ ایں روزاں دعا
اگر تیرے پاس دانہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس دعا

بخشدت نخلے کہ نعم ما سعیٰ
تجھے کھجور عنایت کر دے گا کیونکہ اُسنے جو کوشش کی ہے وہ اچھی ہے

۱؎ مرد اصل خیال مغز ہے اور اُس کی تعبیر کے الفاظ چھلکا ہیں جس قدر چھلکا کم ہوگا گودا بڑھے گا۔ بنگر۔ اخروٹ، بادام اور پستہ کو دیکھ لے اُن کا اگر چھلکا سوتا ہے گری کم نکلے گی ہر کہ گنہگار شیطان صفت سا بن جاتا ہے۔ چونکہ جب انسان عہد الست۔ یا فرائض کے عہد میں وفاداری دکھاتا ہے تو پھر خدا اُس کے عہد کی نگہبانی فرماتا ہے اور عہد شکنی سے بچاتا ہے

۲؎ اُذکرونی۔ قرآن پاک میں ہے اُذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور کفر نہ کرو۔ اُوفوا بعھدی۔ قرآن پاک میں ہے اَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ۔ تم میرے عہد کی وفا کرو میں تمہارے عہد کی وفا کروں گا۔ عہد و قرض۔ ہم جو اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں یا اُس کو قرض دیتے ہیں اُس میں ہمارا ہی فائدہ ہے اس کی مثال یہ ہے کہ ہم زمین میں ایک دانہ بوتے ہیں اس سے زمین کو فائدہ نہیں ہوتا ہمارا فائدہ ہے۔

۳؎ لمتری۔ مثایا۔ تاتگری۔ تراتگری، الداری۔ جز۔ دانہ بونے میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح تو نے اس دانہ کو عدم سے موجود فرمایا ہے اسی قسم کا نظر مطالعہ فرمائے۔ خوردم۔ دانہ بونے والا یہ کہتا ہے کہ میں نے جو تیری نعمت کھائی وہ اسی قسم کی تھی یہ نعمت مجھے اور دیدے۔ دعائے خشک۔ یعنی عمل سے خالی دعا۔ خواب ۴؎ اُس سے درخت

همچو مریم[۵۱] درد بودش دانے — سبز کرد آں نخل را صاحب فنے

جس طرح کہ حضرت مریمؑ کے پاس درد تھا دانہ نہ تھا — صاحب تدبیر نے اس کھجور کو سرسبز کر دیا

زانکہ وافی بود آں خاتونِ راد — بے مرادش داد یزداں صد مراد

کیونکہ وہ دانا خاتون وفادار تھیں — اللہ نے ان کے بغیر سیکڑوں مرادیں دیدیں

آں جماعت را کہ وافی بُودہ اند — برہمہ اصناف شاں افزودہ اند

جو لوگ وفادار ہوتے ہیں — تمام طبقوں پر اُن کو فضیلت دیدی گئی ہے

گشت دریا ہا مسخر پردازِ شاں — صحن میدانہا نتاند رازِ شاں

دریا اُن کی پرورش کرنے والے بنے ہیں — میدانوں کی وسعت اُن کے راز نہ سما سکی

گشت دریا ہا مسخر شان و کوہ — چار عنصر نیز بندہ آں گروہ

دریا اور پہاڑ اُن کے تابع فرمان بنے — اس جماعت کے چاروں عناصر بھی غلام بنے

ایں[۵۲] خود اکرامیست از بہرِ نشاں — تا بہ بینند اہلِ انکاراں عیاں

دکھلانے کے لئے اکرام ہے — تاکہ منکرین واضح طور پر دیکھ لیں

آں کرامتہائے پنہاں شاں کہ آں — در نیاید در حواس و در بیاں

اُن کی وہ پوشیدہ کرامتیں ہیں کہ وہ — حواس اور بیان میں نہیں آسکتیں

کار آں دارد خود آں باشد ابد — دائماً نے منقطع نے مُسترد

وہ ایسے کام رکھتی ہیں کہ وہ ابدی ہوتے ہیں — مسلسل، نہ منقطع ہوتے ہیں، نہ مسترد

بلکہ باشد در ترقی دمبدم — ہست آں بخشندہ صاحب کرم

بلکہ وہ ہر لحظہ ترقی میں ہوتے ہیں — وہ عطا کرنے والا کریم ہے

در مناجات

اے[۵۳] دہندہ قوت و تمکین و ثبات — خلق را زیں بے ثباتی دہ نجات

اے روزی اور استقلال اور پائیداری عنایت کرنیوالے — مخلوق کو اس ناپائیداری سے نجات دیدے

اندراں کاریکہ ثابت بودنی ست — قائمی دہ نفس را کہ ممتنی ست

اس کام میں جو پائیداری کے قابل ہے — نفس کو ایسا دے کہ وہ پلٹ جانیوالا ہے

اندراں کاریکہ دارد آں ثبات — قائمی دہ نفس را بخش حیات

وہ کام جو پائیدار ہو — نفس کو ٹھکانہ دے، اس کو زندگی بخش

۵۱ ہمچو مریمؑ: حضرت مریمؑ نے کھجور کی گٹھلی نہیں بوئی تھی البتہ اُن کو درد تھا اس سے درخت اُگ آیا۔ آں جماعت: اللہ کے عہد کو پورا کرنے والے سچے اہل ہیں۔ گشت مسخر موسیٰؑ نے تابوت میں دریا میں رہتے ہوئے اور حضرت یونسؑ نے مچھلی کے پیٹ میں دریا میں رہتے ہوئے پرورش پائی۔ چار عنصر: مختلف جگہ بتایا گیا ہے کہ آگ، پانی، ہوا، مٹی نے انبیاء کی مدد کی۔

۵۲ ایں خود: یہ معجزے محض لوگوں کو دکھانے کے لئے ہوئے جاتے ہیں۔ آں کرامتہائے: لیکن باطنی کرامتیں جو عوام کی نگاہوں سے مخفی ہوتی ہیں وہ اصل ہیں اور وہ دیدم بڑھتی رہتی ہیں جیسی کہ استقامت فی الدین اتباع سنت وغیرہ

۵۳ اے دہندہ: چونکہ پہلے وفاداری اور عہد کی پابندی کا ذکر کیا تھا تو مولانا نے اسکے لئے دعا شروع کر دی ہے.... بے ثباتی: یعنی عہد پر قائم نہ رہنا۔ اندر جن کاموں میں استقلال اور پائیداری ضروری ہے ان میں اس شخص ہو جانیوالے نفس کو پائیداری عطا کر دے۔

صبر شاں بخش و کفۂ میزاں گراں
اُن کو صبر عطا کر اور ترازو کا بھاری پلڑا

وارہاں شاں از دمِ صوتِ گراں
بھروپیوں سے اُن کو نجات دے

وز حسودی بازشاں خر اے کریم
اے کریم! اُن کو حسد سے بچالے

تا نباشد از حسد دیوِ رجیم
تاکہ وہ حسد کی وجہ سے مردود شیطان نہ بنیں

در نعیمِ فانی و مال و جسد
فانی نعمتوں اور مال اور جسم میں

چوں ہمی سوزند عامہ از حسد
عوام حسد سے کیسے جلتے ہیں؟

بادشاہاں ہیں کہ لشکر می کشند
بادشاہوں کو دیکھ کر لشکر کشی کرتے ہیں

از حسد خویشانِ خود را میکشند
حسد کی وجہ سے اپنوں کو مار ڈالتے ہیں

عاشقانِ لعبتانِ پرقذر
گندی گڑیوں کے عاشق

کردہ قصدِ خون و جانِ یکدگر
ایک دوسرے کا خون اور جان لینے پر

دیس درا میں خسرو شیریں بخواں
دیس الحمرا میں، خسرو اور شیریں کا قصہ پڑھ لے

تا چہ کردند از حسد آں ابلہاں
ان احمقوں نے حسد سے کیا کیا ہے

تا فنا شد[۹۲] عاشق و معشوق نیز
یہاں تک کہ عاشق اور معشوق بھی فنا ہو گیا

کہ نہ چیز ند و ہواشاں ہم نچیز
کیونکہ وہ ناچیز تھے اور اُن کی محبت بھی ناچیز تھی

پاک الٰہی کہ عدم برہم زند
خدا (فنا سے) پاک ہے کیونکہ وہ عدم کو بھڑا دیتا ہے

مر عدم را بر عدم عاشق کند
عدم کو عدم پر عاشق بنا دیتا ہے

در دلِ نہ دل حسدہا سر کند
بے دل کے دل میں حسد پیدا ہو جاتے ہیں

نیست را وہست را مضطر کند
معدوم اور موجود کو بے چین کر دیتا ہے

ایں زنانے کز ہمہ مشفق تراند
یہ عورتیں جو سب سے زیادہ شفقت کرنے والی ہیں

از حسد دو ضرّہ خود را می خورند
حسد کی وجہ سے دو سوکنیں اپنے آپ کو کھا جاتی ہیں

تا کہ مردانے کہ خود سنگیں دل اند[۹۳]
یہاں تک کہ مرد جو خود سنگدل ہیں

از حسد اندر کدایں منزل اند
حسد کی وجہ سے کونسی منزل میں ہیں!

گر نکردے شرعِ افسونِ لطیف
اگر شریعت پاکیزہ منتر (تدبیر) مقرر نہ کرتی

بر دریدے ہر کسے جسمِ حریف
ہر شخص مخالف کا جسم پھاڑ ڈالتا

شرع بہر دفعِ شر رائی زند
شریعت شر کو رفع کرنے کیلئے ایک تدبیر کرتی ہے

دیو را در شیشہ حجت کند
بصورت کو دلیل کی بوتل میں بند کر دیتی ہے

---

۹۱ کہ ترازو کا پلڑا یعنی میری ترازو کا پلڑا جو قیامت میں اعمال کو تولنے کیلئے قائم کی جائے گی۔

صوتِ گراں۔ بھروپیے۔ یعنی جھوٹے پیر و فریبی۔ حسد کی وجہ سے انسان شیطانی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ رجیم۔ حسد عموماً ایسی چیزوں پر ہوتا ہے جو خود فانی ہیں۔ بادشاہاں۔ بادشاہ رشتہ داروں کو محض حسد کی وجہ سے قتل کرا دیتے ہیں۔ عاشقاں۔ فانی اور بشریت کے لوازم سے پُر معشوقوں کے عشق میں عاشق ایک دوسرے کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ دیس ہیں معشوق کے عاشق را میں نے تجھیں کر قتل کیا خسرو شیریں کے عاشق نے فرہاد کو مروایا۔

۹۲ تا فنا شد۔ اس حسد کے نتیجہ میں عاشق بھی فنا ہوا اور معشوق بھی ہمیشہ زندہ نہ رہا۔ پاک۔ عشق ہو تو ذاتِ الٰہی سے ہو جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ کہ عدم۔ فانی معشوق کو فنا کر دیتا ہے فانی کو فانی پر عاشق بنا دیتا ہے۔ در دلِ نہ دل۔ وہ عاشق جا بے آپ کو بے دل کہتا ہے انکے دل میں حسد سر ابھارتا ہے۔ ایں زنانے۔ عورتوں میں شفقت کا مادہ زیادہ ہے مگر وہ بھی حسد میں مبتلا ہیں ایک سوکن دوسری سوکن کو کھائے جاتی ہے۔

۹۳ کہ مردانے۔ جب عورت کا یہ حال ہے تو سنگدل مردوں کے احوال کا اندازہ لگا لو۔ افسونِ لطیف۔ افسونِ مستر یعنی تدابیر اس لئے کہ حکم شرع مشہور ہے کہ جن کو حد کے ذریعہ

از گواہ و از یمین و از نکول
گواہ اور قسم اور قسم کے انکار کے ذریعہ

مثل میزانے کہ خوش در وے دو ضد
ترازو کی طرح کہ اس میں دونوں مخالف خوش

شرع چوں کیل و ترازو داں یقیں
شریعت کو یقیناً بیان اور ترازو کی طرح سمجھ

گر ترازو نبود آں خصم از جدال
اگر ترازو نہ ہو تو مخالف جھگڑنے کی رو سے

پس دریں مُردارِ زشتِ بے وفا
تو اس مُردار، بُری بے وفا (دنیا) میں

پس[۵۲] دراں اقبال و دولت چوں رود
تو اس (آخر کیسے) اقبال اور دولت میں کیسا ہوگا

آں شیاطیں خود حسودِ کہنہ اند
وہ شیطان خود پرانے حاسد ہیں

واں بنی آدم کہ عصیاں کشتہ اند
وہ بنی آدم جنھوں نے گناہ بوئے ہیں

از نبے برخواں کہ شیطانِ انس
قرآن میں پڑھ لے کہ انسانی شیطان

دیو چوں عاجز شود از اقتناں
شیطان جب انسان کے فتنہ میں پڑنے سے عاجز آجاتا ہے

کہ[۵۳] شما یارید بامَا، یاریئے
کہ تم ہمارے دوست ہو، مدد کرو

گر کسے را رہ زنند اندر جہاں
اگر دنیا میں کسی کی رہزنی کرتے ہیں

وَر کسے جاں بُرد شد در دین بلند
اگر کسی نے جان بچالی اور دین میں بلند ہو گیا

تا بہ شیشہ در رود دیوِ فضول
تاکہ بیہودہ بھوت، بوتل میں آجائے

جمع می آید یقیں در ہر زل وجد
یقیناً متفق ہو جاتے ہیں مذاق میں اور سنجیدگی میں بھی

کہ بدو خصماں رہند از جنگ و کیں
کیونکہ وہ جھگڑنے والے اس کے ذریعہ سے لڑائی اور کینہ سے نجات

کے رہد از وہم، تیغ و اختیال
ظلم اور حیلہ گری کے وہم سے کب چھوٹ سکتا ہے؟

ایں ہمہ رشکست خصمی و جفا
یہ سارا رشک اور جھگڑا اور ظلم ہے

چوں شود جنی و انسی در حسد
جن اور انسان کیسے حسد میں ہوں گے؟

یک زماں از رہزنی خالی نیند
تھوڑی دیر کے لئے بھی رہزنی سے خالی نہیں ہیں

از حسودی نیز شیطاں گشتہ اند
وہ بھی حسد کی وجہ سے شیطان بن گئے ہیں

گشتہ اند از مسخِ حق بادیو جنس
اللہ تعالیٰ کے مسخ کرنے سے شیطان کے ہم جنس بنگئے

استعانت جوید او از انسیاں
وہ انسانوں سے مدد مانگتا ہے

جانبِ ما نید، جانب دارِ یئے
ہمارے جانب دار بنو، جانبداری کرو

ہر دو گوں یزداں بر آید شادماں
تو دونوں قسم کے شیطان خوش ہوتے ہیں

نوحہ میدارند آں دو رشک مند
دونوں رشک کرنے والے روتے ہیں

---

۵۱ آزگواہ۔ اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں تو ثبوت کیلئے اس سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں ورنہ مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاتی ہے اور اس کی قسم اور قسم سے انکار پر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ گواہ کی قسم سے انکار کرنا۔ مثل میزانے۔ فریقین کو مطمئن کرنے کا یہ طریقہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ترازو فریقین کو مطمئن کردیتا ہے۔ شرعاً۔ یہ شرعی فیصلہ فریقین کیلئے اسی طرح باعث اطمینان ہوتا ہے جس طرح چیز کر ناپ کر یا تول کر فیصلہ کرنا باعث اطمینان ہوتا ہے۔ حیف۔ ظلم احتیال۔ حیلہ گری۔

۵۲ پس جب دنیا کی ناپائیدار چیزوں میں حسد اور رشک کا یہ حال ہے تو اخروی نعمتوں میں حسد اور رشک کا امکان۔ خود مگر تو آں شیاطیں شیطان تو حاسد ہوتا ہی ہے انسان بھی حسد کر کے شیطان بن جاتا ہے۔ از نبے۔ قرآن میں شیطانوں کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں ایک جنی ایک انسی۔ دیو۔ جنی شیطان جب کسی معاملہ میں خود عاجز آجاتا ہے تو پھر انسانوں میں سے شیاطین کو اپنی مدد کیلئے بلاتا ہے۔ اقتناص۔ فتنہ میں مبتلا ہونا۔

۵۳ کہ شما۔ شیطان مایوس ہو کر انسانی شیطانوں کو پکارتا ہے۔ یاریئے۔ یعنی تم تھوڑی سی مدد کرو۔ گر کسے۔ مگر کوئی کسی کو گمراہ کرتا ہے تو جنی اور انسانی شیطان اس پر خوشی مناتے ہیں۔ وَر کسے۔ اگر کسی سے نیکی صادر ہوتی ہے تو دونوں قسم کے شیطان رنج محسوس کرتے ہیں۔

ہر دو می خایند دندانِ حسد[1] — بر کسے کہ داد ادیب اُو را خرد

دونوں حسد سے دانت پیستے ہیں — اُس شخص پر جس کو اُستاد نے عقل بخشا ہو

پرسیدنِ شاہ ازاں مدعیِ نبوت کہ آنکہ رسولِ راستیں باشد

بادشاہ کا نبوت کے مدعی سے دریافت کرنا کہ جو سچا رسول ہو اور نبی ہو

وثابت شود باو چہ باشد کہ کسے را بخشد و یا بصحبت و خدمتِ

ہو جائے تو اُس کے پاس کیا ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بخشے اور اُس کی صحبت و خدمت

اُو چہ بخشش یابند غیرِ نصیحت کہ بزبان میگوید

سے وہ کیا بخشش پائیں گے سوائے اُس نصیحت کے جو وہ زبانی کرتا ہے

شاہ پرسیدش کہ بارے وحی چیست — یا چہ حاصل دارد آنکس کو نبی ست

بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ اب تیری وحی سے فائدہ کیا ہے — یا جو نبی ہے اُس کو کیا حاصل ہے؟

یا چہ بخشد ہر کسے را در سخن — غیر ایں نصح زباں کن یا ملن

یا وہ بات کہنے میں کسی کو کیا دیتا ہے؟ — سوائے اُس زبانی نصیحت کے کہ کر یا نہ کر

چیست نفع از خدمتش در صحبتش — وانکہ تابع گشت چہ بود رفعتش

اُس کی صحبت میں اُس کی خدمت سے کیا نفع ہے؟ — اور جو اُس کے تابع ہو جائے اُسکو کیا بلندی حاصل ہو؟

گفت خوآں چیست کش حاصل نشد — یا چہ دولت ماند کو واصل نشد

اُس نے کہا وہ کیا چیز ہے جو اُس کو حاصل نہ ہوئی؟ — یا وہ کونسی دولت رہ گئی جو اُس کو نہ ملی؟

گیرم[2] ایں وحیِ نبی گنجور نیست — ہم کم از وحیِ دلِ زنبور نیست

میں نے مانا کہ یہ خدا کے ملک کی وحی نہیں ہے — پھر بھی شہد کی مکھی کے دل کی وحی سے کم نہیں ہے

چونکہ اَوحیٰ الرَّبُّ اِلَی النَّحل آمد آست — خانۂ وحیش پُر از حلوا شد آست

جونکہ اللہ نے شہد کی مکھی کو وحی نازل ہوا ہے — اُس کی وحی کا گھر شہد سے بھر گیا ہے

اُو[3] بنورِ وحیِ حق عزّ و جل — کرد عالم را پُر از شمع و عسل

اُس نے اللہ عزّ و جل کی وحی کے نور سے — دنیا کو موم اور شہد سے بھر دیا

ایں کہ کرّمنا ست بالا می رود — وحیش از زنبور کے کمتر بود

یہ جو کہ ہم نے عزت بخشی ہے اونچا جاتا ہے — اُس کی وحی، شہد کی مکھی سے کب کم ہوگی؟

---

[1] ہر دو... دونوں قسم کے حاسد بھی کرنے والے پر غصہ کرتے ہیں۔ پرتسیدن۔ بادشاہ نے اُس سفر سے پوچھا کہ وحی سے صاحب وحی اور دوسروں کو کیا فائدہ ہے؟ یا تک۔ یعنی اب یا بعد میں۔ پس اور یا اضافت کے کسرے کے عوض ہیں ہے۔ حاصل۔ پیدا الالحاقی کئی یا کئی۔ یعنی امر اور نہی۔ وانکہ۔ ماننے والوں کو کیا بلندی حاصل ہوتی ہے۔ گفت۔ سفر نے کہا آپ یہ بتائیے کہ وہ کونسا فائدہ ہے جو صاحب وحی کو حاصل نہیں ہوتا ہے۔

[2] گیرم۔ اُس سفر نے کہا میں نے مانا کہ تیری وحی وہ وحی نہیں ہے جو کسی بڑے نبی کے پاس آتی ہو لیکن شہد کی مکھی کو جو وحی آئی تھی اُس سے تو کم درجہ کی نہیں ہے۔ وحی کے دو معنی ہیں۔ ایک تو وہ کلام خداوندی جو کسی فرشتہ کے ذریعہ کسی نبی پر نازل ہو۔ دوسرے معنی اشارے اور دل میں کسی بات کے آنے کے ہیں۔ سفر نے دوسرے معنی مُراد لئے ہیں۔ اَوحیٰ۔ قرآن پاک میں ہے وَاَوحیٰ رَبُّکَ اِلَی النَّحلِ اَنِ اتَّخِذِی مِنَ الجِبَالِ بُیُوتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعرِشُونَ: اور تیرے رب نے شہد کی مکھیوں کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں سے اور درختوں سے اور اُن سب چیزوں سے جن سے وہ چھپریاں بناتے ہیں۔

[3] گھر بنائیں۔ اُو۔ شہد کی مکھیوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعہ ہی رہنما کر شہد اور موم عطا کیا ہے۔ کرّمنا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَقَد کَرَّمنَا بَنِی آدَمَ: بے شک ہم نے بنی آدم کو بڑائی بخشی ہے۔

نے تو اَعْطَیْنَاکَ کوثر خواندہ
کیا تو نے، ہم نے تجھے کوثر دیدی ہے، نہیں پڑھا ہے؟

پس چرا خشکے و تشنہ ماندہ
پس تو کیوں خشک اور پیاسا ہے؟

یا مگر فرعونی و کوثر چو نیل
یا شاید تو فرعون اور کوثر نیل کی طرح ہے؟

بر تو خوں گشت ست ناخوش اے علیل
اے بیمار! جو تجھ پر خون اور ناگوار بن گئی ہے

توبہ کن بیزار شو از ہر عدو
توبہ کرلے، (خدا کے) ہر دشمن سے بیزار بن جا

کو ندارد آب کوثر در کدو
جس کے کدو میں آب کوثر نہیں ہے

ہر کہ را دیدی ز کوثر سُرخ رُو
تو جس کو کوثر سے سرخرو دیکھے

اُو محمدؐ خُوست با اُو گیر خُو
وہ محمدؐ کے مزاج والا ہے، اس کی عادت اختیار کر

تا اَحَبَّ اللّٰہ آئی در حسیب
تاکہ تو "اس نے خدا سے محبت کی" کی شان میں آجائے

کز درختِ احمدی با اُو ست سیب
کیونکہ اس کے پاس احمدی درخت کے سیب ہیں

ہر کرا دیدی ز کوثر خشک لب
تو جس کو کوثر سے خشک لب دیکھے

دشمنش میدار ہمچوں مرگ و تب
اس کو موت اور بخار کی طرح دشمن سمجھ

زانکہ اُو بوجہل شد یا بُولہب
کیونکہ وہ ابوجہل یا ابولہب ہے

دور شو زُو تا نیفتی در کرب
تو اس سے بھاگ جا، تاکہ مصیبت میں نہ پھنسے

گرچہ بابائے تو ہست و مام تو
کیونکہ وہ دراصل تیرا خون پینے والا ہے

کو حقیقت ہست خوں آشام تو
خواہ وہ تیرا باپ یا ماں ہو

از خلیلِ حق بیاموز اے پسر
اے بیٹا! (حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے

کہ شد اُو بیزار اوّل زِ پدر
کہ وہ پہلے باپ ہی سے بیزار ہوئے

تا کہ اَبْغَضَ لِلّٰہ آئی پیشِ حق
تاکہ تو اللہ کے سامنے "اس نے خدا کیلئے بغض کیا" بنے

تا نگیرد بر تو رشکِ عشقِ دق
تاکہ تیرے اوپر عشق کا رشک مصیبت نہ ڈالے

تا نخوانی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ را
جب تک تو "لا الٰہ الا اللہ" نہ پڑھ لے گا

در نیابی منہجِ ایں راہ را
اس طریقہ کا راستہ نہ پائے گا

داستانِ آں عاشق کہ با معشوقِ خود بزمی شمرد خدمتہائے

اُس عاشق کی داستان جو اپنے معشوق کے سامنے اپنی خدمتیں اور

ابرار مراد ہے۔ مومن میں جب دونوں باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جب ہی وہ سیدھے راستہ پر لگا جاتا ہے۔
(آسان۔ اس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عاشق کو معشوق کے ہر ہر چیز سے دست کش ہو جانا چاہئے۔

۵۱ کوثر۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کو خطاب کرکے فرمایا گیا ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ بے شک ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے۔ کوثر حقیقتاً جنت میں ایک حوض ہے یہاں اس سے آنحضورؐ کے ظاہری اور باطنی فیوض مراد ہیں۔ یا مگر۔ شاید تو فرعون صفت ہے کہ تیرے لئے کوثر، کوثر نہیں رہی جیسا کہ فرعون کے لئے دریائے نیل کا پانی پانی نہ رہا تھا بلکہ خون بن گیا تھا۔ تو بوجہ عناد آنحضورؐ کی اس کوثر سے سیراب نہیں ہوا ہے اس سے ہر شخص کو بیزار رہنا چاہیے۔ ہر کہ جس شخص نے حضورؐ کی کوثر سے سیرابی حاصل کی ہے تم اس کی عادت اختیار کرو۔ احبہ۔ حدیث طبرانی میں ہے حدیث اَحَبَّ لِلّٰہِ فَقَدْ اَسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ۔ جس شخص نے اللہ کیلئے محبت کی اس نے ایمان مکمل کر لیا۔

۵۲ تا کہ۔ جو شخص کوثر نبوی سے مستفید نہیں ہے وہ ابولہب صفت ہے اس سے دور رہنا چاہیے خواہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو از خلیل۔ حضرت ابراہیمؑ کا فرار باپ آذر سے بیزار ہو گئے تھے۔ تا کہ جب تو اللہ کے لئے کسی سے عناد ہو تو حق میں تجھ سے ثابت ہو۔

شعر ۱۔ توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

۵۳ تا نخوانی۔ تا سے غیر اللہ کی نفی اور الا اللہ سے اللہ کا

وو فاہائے خود را و شبہائے دراز تَتَجَافٰی جُنُوبُہُمْ عَنِ الْمَضَاجِع

اپنی وفاداریاں اور اپنی دراز راتیں شمار کر رہا تھا کہ اُن کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں

را و بینوائی خود را و جگر تشنگی روزہائے دراز می گفت کہ

کو اور اپنی بے سر و سامانی اور روزہ دراز کی جگر کی پیاس کو اور کہتا تھا کہ

من جزا ایں خدمت ندانم اگر خدمتے دیگرست مرا ارشاد کُن

اِس خدمت کے سوا کچھ نہیں آتا ہے اگر کوئی اور خدمت ہے تو مجھے بتا دیجئے

کہ ہر چہ فرمائی منتقادم اگر در آتش رفتن ست چوں خلیلؑ علیہ

کیونکہ جو آپ کہیں میں تابعدار ہوں خواہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں کُودنا ہو

السلام و اگر در دہانِ نہنگِ دریا اُفتادنست چوں یونسؑ علیہ

خواہ حضرت یونسؑ کی طرح تاکے کے شکم میں جانا ہو خواہ

السلام و اگر ہفتاد بار کُشتہ شدن ست چوں جرجیسؑ علیہ السلام و اگر از

حضرت جرجیسؑ کی طرح ستر بار قتل ہونا ہو خواہ حضرت

گریہ نابینا شدن ست چوں شعیبؑ علیہ السلام وَ وفا و جانبازی

شعیبؑ کی طرح اندھا بننا ہو اور انبیاء کی جاں بازی اور وفا کی تو

انبیا را شمار نیست و جواب گفتنِ معشوق اُو را

گنتی ہی نہیں ہے اور معشوق کو اُس کو جواب دینا

آں یکے عاشق بہ پیشِ یارِ خود — می شمرد از خدمت و از کارِ خود

ایک عاشق اپنے معشوق کے سامنے — اپنا کام اور خدمت گنا رہا تھا

کز برائے تو چُنیں کردم چناں — تیرہا خوردم دریں رزمِ[2] و سناں

کہ میں نے تیری خاطر ایسا ایسا کیا — اِس جنگ میں تیر اور بھالا کھایا

مال رفت و زور رفت و نام رفت — بر من از عشقت بسے ناکام رفت

مال گیا اور طاقت گئی اور نام گیا — مجھے تیرے عشق میں بہت سی محرومیاں ہوئیں

ہیچ صُبحم خفتہ یا خنداں نیافت — ہیچ شامم با سر و ساماں نیافت

کسی صبح نے مجھے سوتے یا ہنستے نہ پایا — کسی شام نے مجھے با سر و سامان نہ پایا

آنچہ اُو نوشیدہ بُود از تلخ و درد — اُو بتفصیلش یکایک می شمرد

اُس نے جو بھی کڑواہٹ اور تلخی پی تھی — وہ اُس کو ایک ایک کر کے گن رہا تھا

[1] خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ عشقِ خداوندی کی وجہ سے نمرود کی آگ میں گئے یونسؑ۔ حضرت یونسؑ عشق کی وجہ سے مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ جرجیسؑ۔ جرجیسؑ کو بار بار قوم نے شہید کیا۔ شعیبؑ۔ حضرت شعیبؑ عشقِ خداوندی میں روتے روتے اندھے ہو گئے تھے۔

[2] رزم۔ جنگ۔ سنان۔ بھالا۔ ہیچ۔ میں کسی کو نہ سو سکا نہ ہنس سکا اور ہر شام کو بے سر و سامان رہا۔

نز برائے منتے بل می نمود
احسان جتانے کے لئے نہیں، بلکہ ظاہر کر رہا تھا

عاقلاں را یک اشارت بس بود
عقلمندوں کے لئے ایک اشارہ کافی ہے

میکند تکرار گفتن بے ملال
وہ بلا تکلف بات کو دہرا رہا تھا

صد سخن میگفت زاں درد کہن
پرانے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں کہہ رہا تھا

آتشے بود ش نمیدانست چیست
اس کے اندر ایک آگ تھی، وہ نہ جانتے تھا کہ کیا ہے؟

بعد گریہ گفت اینہا رفت لیک
رونے کے بعد اس نے کہا، یہ سب کچھ ہوا لیکن

ہر چہ فرمائی بجاں استادہ ام
تو جو کچھ کہے، میں جان سے حاضر ہوں

گر در آتش رفت باید چوں خلیلؑ
اگر حضرت ابراہیمؑ کی آگ میں کودنا ہو

ور ز گریہ چوں شعیبؑ اعمی شوم
اگر میں رونے سے حضرت شعیبؑ کی طرح اندھا

ور چو یوسف چاہ و زندانم کنی
اگر حضرت یوسفؑ کی طرح تو مجھے کنویں اور قید خانے میں

رُخ نگردانم نگردم از تو من
میں منہ نہ موڑوں گا میں تجھ سے زندگانی نہ کروں گا

گفت معشوقی ایں ہمہ کردی نیک
معشوق نے کہا، یہ سب کچھ تو نے کیا، لیکن

کانچہ اصل اصلِ عشق ست و ولاست
کہ جو دوستی اور عشق کی جڑ کی جڑ ہے

بر درستیِ محبت صد شہود
محبت کی سچائی پر سینکڑوں گواہ

عاشقاں را تشنگی زاں کے رود
اس سے عاشقوں کی پیاس کب بجھتی ہے؟

کے ز اشارت بس کند حواز زلال
مچھلی نیر پانی کے بدلے اشارہ پر کب بس کرتی ہے؟

در شکایت کہ نگفتم یک سخن
شکایت میں میں نے (ابھی تک) ایک بھی نہیں کہا ہے

لیک چوں شمع از تفِ آں میگریست
لیکن شمع کی طرح اس کی سوزش سے رو رہا تھا

ایں زماں ارشاد کن تو یار نیک
اب بتا تو اچھا دوست ہے

بر خطِ تو پا و سر بنہادہ ام
تیرے حکم پر میں نے سر اور پاؤں رکھ دیا ہے

ور چو یحییٰؑ میکنی خونم مبیل
اگر حضرت یحییٰؑ کی طرح میرا خون بہانا ہو

ور چو یونسؑ در شکم ماہی رَوم
اگر حضرت یونسؑ کی طرح مچھلی کے شکم میں چلا جاؤں

ور ز فقرم عیسیٰؑ مریمؑ کنی
اگر تو (حضرت) مریمؑ کے عیسیٰؑ کی طرح مجھے فقیر بنائے

بہرِ فرمانِ تو دارم جان و تن
میری جان اور جسم تیرے حکم کے لئے ہے

گوش بگشا و بہن در اندریاب نیک
کان کھول لے اور خوب سمجھ لے

آں نکردی آنچہ کردی فرعہات
تو نے وہ نہیں کیا، جو کچھ کیا وہ شایان ہیں

۱؎ بزرگوار۔ اپنی تالیف احسان جتانے کیلئے نہیں کر رہا تھا بلکہ اپنی محبت کا ثبوت پیش کر رہا تھا۔ عاقلوں کیلئے اشارہ کافی ہوتا ہے لیکن عاشق کا مزاج تفصیل کو چاہتا ہے۔ چنانچہ۔ عاشق اپنے شکوے تکرار بیان کرتا ہے۔ مچھلی پانی میں غوطہ لگا کر مطمئن ہوتی ہے

۲؎ صد سخن۔ اس عاشق نے اپنے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں معشوق کو سنائیں جن میں سے میں نے ایک بھی پوری نہیں بیان کی ہے۔ آتشے۔ ہاں عاشق میں ایک آگ لگی ہوئی تھی جس کی حقیقت کو وہ نہ سمجھ سکتا تھا ہاں اتنی گرمی سے شمع کی طرح آنسو بہا رہا تھا۔

۳؎ ہر چہ۔ عاشق نے کہا میں یہ مصائب تو برداشت کر ہی رہا ہوں اب جو حکم ہو اس کے لئے میں آمادہ ہوں۔

۴؎ گر در آتش۔ اگر حکم ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں کود جاؤں تو چاہے تو حضرت یحییٰؑ کی طرح مجھے قتل کر دے۔

۵؎ ور ز فقرم۔ حضرت عیسیٰؑ کا فقر مشہور ہے۔ تمنا۔ میں تیرے کسی حکم سے منہ نہ موڑوں گا۔

گفت۔ معشوق نے عاشق کی تمام تکالیف سنکر کہا کہ تو نے یہ سب کچھ کیا لیکن عشق کا اصل تقاضا ہے وہ نہ کیا۔ عاشق نے کہا وہ کیا ہے؟ معشوق نے جواب دیا کہ وہ اپنے آپ کو فنا کر دینا ہے۔ وفا۔ دوستی۔

گفتش آں عاشق بگو کاں اصل چیست
اُس سے عاشق نے کہا، فرمایئے وہ جڑ کیا ہے؟

گفت اصلش مُردنست و نیستی ست
اُس نے کہا، اُس کی جڑ مرنا اور فنا ہونا ہے

تو ہمہ کردی نمُردی زندۂ
تو نے سب کچھ کیا، تو مرا نہیں، زندہ ہے

ہیں بمیر ار یارِ جاں بازندۂ
ہاں مر جا اگر تو جان کو فنا کرنے والا دوست ہے

گر بمیری زندگی یابی تمام
اگر تو مر جائے گا مکمل زندگی حاصل کرے گا

نامِ نیکوئے تو ماند تا قیام[1]
حشر تک تیرا نیک نام زندہ رہے گا

چوں شنود آں عاشقِ بیخویشتن
جب یہ بیخود عاشق نے یہ سنا

آہ سردے برکشید از جان و تن
جان اور جسم سے ایک ٹھنڈی آہ بھری

ہمدراں دم شد دراز و جان بداد
اُسی وقت لیٹ گیا اور جان دے دی

ہمچو گل در باخت سر خنداں و شاد
ہنسی خوشی پھول کی طرح سر دے دیا

ماند آں خندہ بر و وقفِ ابد
وہ مسکراہٹ ہمیشہ کیلئے اُسی پر وقف رہی گی

ہمچو جان و عقلِ عارف بے کبد
جس طرح پاک عقل عارف کی عقل اور جان

نورِ مہ آلودہ کے گردد ابد
چاند کی چاندنی آخر کب آلودہ ہوتی ہے؟

گر زند آں نور بر ہر نیک و بد
خواہ وہ چاندنی ہر نیک اور بد پر پڑے

اوز[2] جملہ پاک واگردد بماہ
وہ سب سے پاک رہ کر چاند کیطرف لوٹ جاتی ہے

ہمچو نورِ عقل و جاں سوئے الٰہ
جس طرح اللہ تعالیٰ کی جانب عقل اور جان کا نور

وصفِ پاکی وقف بر نورِ مہ است
پاکی کی صفت چاند کی روشنی پر وقف ہے

تابشش گر بر نجاساتِ رہ است
اگرچہ اس کی چمک راستے کی نجاستوں سے ہے

زاں نجاساتِ رہ و آوردگی
اُن راستہ کی نجاستوں اور گندگی سے

نور را حاصل نگردد بدرگی
نور کو بُرائی حاصل نہیں ہوتی ہے

اِرجِعِی[3] بشنید نورِ آفتاب
"تو لوٹ جا" سورج کی روشنی نے سنا

سوئے اصلِ خویش باز آمد شتاب
وہ نور اپنی اصل کی طرف لوٹ آئی

نے ز گلخنہا برونگے بماند
نہ اُس پر بھٹیوں کا عیب رہا

نے ز گلشنہا بر و رنگے بماند
نہ اُس پر باغوں کا رنگ رہا

نور دیدہ سوئے دیدہ باز گشت
آنکھ کی روشنی، آنکھ کی طرف لوٹ آئی

ماند در سودائے او صحرا و دشت
جنگل اور میدان اُس کے تصور میں رہ گئے

---

[1] تا قیام یعنی قیامت قائم ہونے تک۔ (شعر)
ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما
جب عاشق نے معشوق کی جب یہ باتیں سنیں ایک ٹھنڈی آہ کی اور جان دیدی۔ تمام۔ اُس عاشق کی موت کے وقت کی مسکراہٹ ابدی ہو۔ نورِ مہ۔ عارف کی روح کی مثال چاند کی چاندنی کی طرح ہے جس طرح چاندنی خواہ وہ گندگیوں پر گذرے وہ پاک صاف رہتی ہے یہی حال عارف کی روح کا ہے۔

[2] اوز جملہ۔ چاندنی بہر صورت پاک رہ کر چاند کیطرف لوٹ جاتی ہے اسی طرح عارف کی روح پاک و صاف رہ کر خدا کی طرف واپس ہو جاتی ہے۔ زاں۔ جن نجاستوں پر سے چاندنی گذری ہے اُن کا وہ کوئی اثر قبول نہیں کرتی ہے۔ اِرجِعِی۔ عارف کی روح نفسِ مطمئنہ ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں آیا ہے یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً "اے نفسِ مطمئنہ تو راضی اور پسندیدہ ہو کر اپنے رب کی طرف لوٹ جا"

[3] تے۔ اُس روحِ عارف پر دنیا کے اچھے بُرے کا کوئی اثر نہیں رہتا ہے۔ نورِ دیدہ۔ عارف کی روح کی واپسی کی دوسری تعبیر ہے کہ آنکھ کی روشنی آنکھ میں واپس آجاتی ہے تو اب دیکھنے والی آنکھوں و جنگل نہیں رہتا بلکہ

چونکہ زیں ویرانہ نورش باز گشت[1] — ماند در صحرائے دیدہ باز گشت
جبکہ اُس ویرانے سے اُس کا نور واپس ہو گیا — آنکھ کے جنگل میں انتظار رہ گیا

یکے پرسید از عالِمے عارِفے کہ اگر در نماز کسے بگرید با آواز و آہ و نوحہ
کسی شخص نے ایک عارف عالم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص نماز میں آواز اور آہ سے روئے

کُند نمازش باطل شود یا نہ جواب داد کہ نام آں آب دیدہ[2] است تا کہ آں
اور نوحہ کرے اُس کی نماز باطل ہو گی یا نہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ اس کا نام جس دیکھے ہوئے

گریندہ چہ دیدہ است اگر شوقِ خدا دیدہ است او میگرید یا از
کا پانی ہے تو یہ رونے والے نے کیا دیکھا ہے؟ اگر اُس نے اللہ تعالیٰ کا شوق دیکھا ہے تو وہ

پشیمانیِ گناہ نمازش تباہ نشود بلکہ کمال گیرد کہ لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْر
رونا ہے یا گناہ کی پشیمانی سے، نماز تباہ نہ ہو گی بلکہ کمال حاصل کریگی کیونکہ نماز نہیں ہوتی مگر

اَلْقَلْب واگر بمجوریِ تن یا فراقِ فرزند دیدہ است نمازش تباہ شود
حضورِ قلب سے اور اگر اُس نے جسمانی تکلیف یا اولاد کی جدائی دیکھی ہے اُس کی نماز خراب ہو جائیگی

کہ اصل نماز ترکِ تن است و ترکِ فرزند ابراہیم علیہ السلام وار
کیونکہ اصل نماز حضرت ابراہیمؑ کی طرح جسم اور اولاد کا ترک کرنا ہے کیونکہ وہ نماز کی

کہ فرزند را قربان میکرد از بہرِ تکمیلِ نماز و تن را با آتشِ نمرُودی
تکمیل کے لئے لڑکے کو قربان کرتے تھے اور جسم کو نمرود کی آگ کے سپرد کرتے

سپرد و امر آمد پیغمبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را بدیں خصال کہ
تھے اور آنحضورؐ کو انہی خصلتوں کا حکم ہے کیونکہ تم اتباع کرو اور اتباع

فَاتَّبِعُوْا وَاتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ
کرو ابراہیمؑ کی ملت کا جو کہ حنیفیہ ہے بے شک تمہارے لئے

حَسَنَۃٌ فِیْ اِبْرٰھِیْم
ابراہیمؑ میں اچھا نمونہ ہے

آں یکے پرسید از مفتی براز — گر کسے گرید بنوحہ در نماز
ایک شخص نے چپکے سے مفتی سے دریافت کیا — اگر کوئی نماز میں آواز سے روئے

آں نمازِ اُو عجب باطل شود — یا نمازش جائز و کامل بُود
وہ اس کی تمام نماز، باطل ہو جائے گی — یا اس کی نماز جائز اور مکمل ہو گی

[1] باز گشت۔ پہلے مصرع میں واپس شدہ کے معنی میں ہے اور دوسرے مصرع میں بمعنی انتظار ہے۔ چونکہ مولانا نے پہلے شعر میں آنکھ کی روشنی کا بیان کیا تھا اب آنکھ سے متعلق ایک اور نکتہ سمجھاتے ہیں

[2] آب دیدہ۔ یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی نماز میں روئے اور آہ و نوحہ کرے تو نماز فاسد ہو گی یا نہیں جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ گریہ کو آب دیدہ کہتے ہیں جس دیکھے ہوئے کا پانی تو اب یہ تحقیق کی جائے کہ اس نے کیا دیکھا ہے جس کی وجہ سے یہ آنکھ کا پانی بہا ہے اگر اس نے خدا کا خوف اور شوق دیکھا ہے اور گریہ اور نوحہ ہے تو یہ نماز کا کمال ہے اور اگر اس نے مرض یا پیٹے کی جدائی دیکھی ہے اور اس سے یہ پانی آنکھ سے بہا ہے تو نماز خراب ہو جائیگی۔ برآز۔ یعنی آہ و بکا سے۔ نوحہ۔ آواز سے رونا۔

گفت آب دیدہ نامش بہر چیست
فرمایا اس کا نام "دیدے سے ہوئے کا پانی" کیوں ہے؟

آب دیدہ تا چہ دیدہ است از نہاں
آنکھ کے بالائے پوشیدہ طور پر کیا دیکھا ہے؟

گر ز شوقِ حق کند گریہ دراز
اگر دراز گریہ اللہ (تعالیٰ) کے شوق سے کرتا ہے

خوفِ حق گر باشد آں گریہ خوشست
اگر اللہ کا خوف ہے، تو رونا بہتر ہے

بیشکے گیرد نمازِ او کمال
اس کی نماز یقیناً کمال حاصل کرے گی

آں جہاں گر دیدہ است آں پُر نیاز
اگر اس نیازمند نے اس عالم کو دیکھا ہے

در زرنجِ تن بُود وز درد و سوگ
اور اگر جسم کی بیماری اور درد اور رنج سے ہو

در فغاں از ماتمِ فرزند کرد
اگر اس نے اولاد کے رنج میں فریاد کی ہے

می نیرزد آں نمازِ او دو جو
تو اس کی نماز دو جو کی قیمت کی نہیں ہے

پس نمازش بیشکے باطل بود
تو اس کی نماز بلاشبہ فاسد ہو جائے گی

زانکہ ترکِ تن بُود اصل نماز
کیونکہ نماز کی اصل، جسم کو ترک کرنا ہے

از خلیلؑ آموز قربانی کُن دلد
(حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے اولاد کو قربان کرنے

حاصل آنکہ تا بدانی اے کیا
خلاصہ یہ ہے کہ اے بزرگ! تو سمجھ لے

بنگری تا کہ چہ دیدست و گریست
غور کر اس نے کیا دیکھا ہے؟ اور رو رہا ہے

تا بداں شد او ز چشمہ خود رواں
جس سے وہ اپنے چشمے سے رواں ہوا ہے

یا ندامت از گناہے در نیاز
یا عاجزی میں کسی گناہ کی شرمندگی سے

زانکہ آں آب تو دفعِ آتش ست
کیونکہ وہ تیرا پانی آگ کو بجھاتا ہے

قرب یابد در رہِ حق لامحال
وہ لامحالہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب حاصل کرے گا

رونقے یابد ز نوحہ آں نماز
نوحہ کرنے سے اس کی نماز رونق حاصل کرے گی

ریسماں گسست و ہم بشکست دوک
تو دھاگا ٹوٹا اور تکلا بھی

کہ دل و جانش ز ماتم کرد درد
کہ رنج سے اس کا دل اور جان درد مند ہوئے تھے

زانکہ با اغیار دارد دل گرو
کیونکہ اس کا دل غیروں میں پھنسا ہے

گریۂ او نیز بے حاصل بود
اس کا رونا بھی بے نتیجہ ہوگا

ترکِ خویش و ترکِ فرزند از نیاز
نیازمندی کی وجہ سے اپنے آپ کو اور اولاد کو ترک

تن بنہ بر آتشِ نمرود رد
نمرود کی آگ پر جسم کو رکھ دے

کز بکا فرق ست بیحد تا بکا
کہ رونے اور رونے میں بیحد فرق ہے

۱؎ بنگری۔ یہ غور کر کہ وہ کیوں رو رہا ہے۔ ندامت... شرمندگی۔ نیاز۔ عاجزی۔ آں جہاں۔ یعنی شوق و خوفِ خدا کا عالم۔ دو زرنج۔ اگر رونے کا سبب کوئی بدنی تکلیف یا رنج ہے تو سب کچھ ضائع ہو گیا۔

۲؎ ریسماں۔ دھاگا۔ گسست ٹوٹا اور تکلا بھی ٹوٹا یعنی سب کچھ تباہ ہو گیا۔ ماتم۔ سوگ کی مجلس زانکہ۔ کیونکہ اس حالت میں اس کا دل اللہ کے غیر سے وابستہ ہے پس۔ اس آہ و بکا سے نماز بھی ٹوٹی اور اس سے اگر کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ زانکہ۔ اس لئے کہ اصل نماز تو یہ ہے کہ انسان اس میں خدا اللہ سے بالکل غافل ہو جائے۔

۳؎ از خلیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے معاملہ میں اپنی اولاد اور جان کی پروا نہ کی۔ حاصل۔ خلاصہ یہ سمجھ لو کہ رونے اور رونے میں بہت فرق ہے۔ ایک رونا نماز کی روح ہے دوسرا رونا نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔

مُریدے در آمد بخدمتِ شیخ وازیں شیخ پیر مُسن نمیخواہم بلکہ پیر
ایک مرید ایک شیخ کی خدمت میں پہنچا اور اس شیخ سے میرا مراد وہ عمر بوڑھا نہیں ہے

عقل و معرفت اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام است در گہوارہ و یحییٰ
بلکہ عقل و معرفت کا بوڑھا اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں اور یحییٰ علیہ السلام

علیہ السلام ست در مکتب کودکان مرید شیخ را گریاں دید او نیز
بچوں کے مکتب میں ہوں مرید نے شیخ کو روتے دیکھا اس نے بھی

موافقت کرد و بگریست چوں فارغ شد و بدر آمد مُرید دیگر کہ
موافقت کی اور رو پڑا جب وہ فارغ ہوا اور باہر آیا دوسرا مرید جو

از حالِ شیخ واقف تر بود از سرِ غیرت در عقب او نیز بیرون
شیخ کے حال سے زیادہ واقف تھا غیرت کی وجہ سے وہ بھی پیچھے پیچھے باہر آیا

آمد گفتش کہ اے برادرِ من ترا گفتہ باشم اللہ اللہ تا نہ بینی
اس نے کہا اے میرے بھائی! میں تجھ سے کہتا ہوں خدا کے لئے نہ سوچنا

و نگوئی کہ شیخ میگریست من نیز میگریستم کہ سی سال ریاضت
اور نہ کہنا کہ شیخ روتے ہیں بھی رویا کیونکہ تیس سال بغیر ریا کی محنت کرلی

بے ریا باید کرد و از عقبات و دریا ہائے پُر نہنگ و کوہہائے
چاہیئے اور گھاٹیوں اور ناکوں سے بھرے دریاؤں سے اور شیر اور

بلند پُر شیر و پلنگ می باید گذشت تا بداں گریۂ شیخ برسی
چیتوں سے بھرے پہاڑوں سے گذرنا چاہیئے پھر شیخ کے اس رونے کو تم پہنچ سکے

یا نہ رسی اگر برسی شکر زُوِیَتْ لِی الْاَرْضُ بسیار گوئی کہ
یا نہ پہنچ سکے اگر پہنچ جائے۔ تو میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے۔ کو بہت شکر ادا کر

آنجائے شکرست کہ آں گریہ حضورِ قلب باشد
کیونکہ وہ شکریہ کا موقع ہے کیونکہ وہ رونا حضورِ قلب سے ہوگا

یک مُریدے اندر آمد پیشِ پیر — پیر اندر گریہ بود و در نفیر
ایک مرید پیر کے پاس اندر آیا — پیر رونے میں اور فغاں میں تھا

شیخ را چوں دید گریاں آں مُرید — گشت گریاں آب از چشمش دوید
جب اس مرید نے شیخ کو روتے دیکھا — رونے لگا، آنسو اس کی آنکھوں سے نکل پڑے

۱۲۵

۱؎ مرید نے اس نقطہ سے یہ بتایا ہے کہ شیخ کا رونا اور مگر مرید کا رونا یکساں نہ تھا۔ یہ شیخ سے مراد بوڑھا نہیں ہے بلکہ وہ شخص ہے جس کی عقل اور معرفت بڑھی ہوئی ہو خواہ وہ عمر کے اعتبار سے بچہ ہو، جیسے کہ حضرت عیسیٰ گہوارہ میں یا حضرت یحییٰ بچوں کے مکتب میں تھے۔

۲؎ اے برادر۔ اس بات کی مرید نے اس کو سمجھایا کہ تو اپنے رونے کو شیخ کے رونے جیسا نہ سمجھنا جبرا رونا تو محض تقلیدی تھا اور شیخ کا رونا ایسا رونا ہے کہ تیس سال مجاہدوں کے بعد بھی یہ میسر آجائے تو نعمت سمجھا۔

۳؎ زُوِیَتْ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا زُوِیَتْ لِیَ الْاَرْضُ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَہَا وَمَغَارِبَہَا یعنی میرے لئے زمین لپیٹ دی گئی تو میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا یعنی برسوں کا کام نہیں میں ہوگیا۔ شیخ را۔ یہ مرید شیخ کی تقلید میں شیخ کو روتے ہوئے دیکھ کر رونے لگا۔

گوشِ[1] یکبار خندد کر دو بار
سُننے والا ایک بار اور بہرا دو بار ہنستا ہے

چونکہ لاغ املا کند یارے بیار
جب کوئی یار، یار سے مذاق کرتا ہے

بارِ اوّل از رہِ تقلید و سُوم
پہلی بار دیکھا دیکھی اور تکلف سے

کہ ہمی بیند کہ می خندند قوم
کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں

کر بخندد ہمچو ایشاں آں زماں
اُس وقت بہرا اُن کی طرح ہنستا ہے

بیخبر از حالتِ خندیدگاں
(اور) ہنسنے والوں کی حالت سے بے خبر ہے

باز اُو پرسد کہ خندہ بر چہ بُود
پھر وہ پوچھتا ہے کہ ہنسی کس بات پر تھی؟

پس دوم کرّت بخندد چوں شنود
پھر جب سُنتا ہے، دوبارہ ہنستا ہے

پس[2] مقلّد نیز مانندِ کرست
تو مقلد بھی بہرے کی طرح ہے

اندراں شادی کہ اُو را در سرست
اُس خوشی میں جو اُس کے ذہن میں ہے

پرتوِ شیخ آمد و مُنہل ز شیخ
فیض اور خوشی، نہ کہ مُریدوں کا بلکہ شیخ کا ہے

فیض و شادی نز مُریداں بل ز شیخ
شیخ کا عکس اور شیخ کا چشمہ ہے

پرتوِ شیخ ست آں تقلیدِ شیخ
شیخ کی تقلید، شیخ کا عکس ہے

چوں بہ بیند شادی و تائیدِ شیخ
جبکہ وہ شیخ کی خوشی اور تائید دیکھ رہا ہے

چوں بسد در آب نورے بر زجاج
جیسا کہ ٹوکری پانی میں اور چمک شیشہ پر ہے

گر ز خود دانند آں باشد خداج
اگر وہ اُس (خوشی) کو اپنی جانے سمجھے تو ناقص ہے

چوں جدا گردد ز جُو داند عنود
جب وہ نہر سے علیحدہ ہو جائیگی تو سمجھ لے گا (جان لیگی)

کاندرو آں آبِ خوش از جُوئی بُود
کہ اس کے اندر وہ اچھا پانی نہر کا تھا

آبگینہ[3] ہم بداند از غروب
چاند کے غروب سے شیشہ بھی جان لے گا

کاں لمع بُود از منِ تابانِ خوب
کہ وہ چمک عکسِ روشن چاند کی تھی

چونکہ چشمش را کشاید امرِ قُم
جب "اُٹھ کھڑا ہو" کا حکم اسکی آنکھ کھولدے گا

پس بخندد چوں سحر بارِ دوم
تو وہ صبح کے دوسری بار مسکرانے کی طرح مسکرائے گا

خندہ آید ہم بر اں خندہ خودش
اُس کو اپنے اُس ہنسی پر بھی ہنسی آئے گی

کہ دراں تقلید بُرمی آمدش
جو اُس کو تقلید میں آئی تھی

---

[1] گوشِ ... سننے والا کر، بہرا، بہرا ایک بار تو دوسروں کو ہنستا دیکھ کر ہنستا ہے پھر لوگوں کے ہنسنے کا سبب معلوم کر دوبارہ ہنستا ہے۔ سوم۔ تکلف۔ یعنی پہلی بار ہنسنے میں بہرے کو ہنسی کے سبب کا علم نہیں ہوتا ہے۔ باز۔ پھر جب وہ لوگوں سے ہنسی کا سبب معلوم کر لیتا ہے تو دوبارہ ہنستا ہے۔

[2] پس مقلد۔ جو شخص کسی کی دیکھا دیکھی کام کرتا ہے اگلی مثال بہرے کی سی ہے۔ پرتو۔ اُس پر شیخ کے باطن کا اثر پڑتا ہے اور اُس سے اُسکو خوشی یا رنج حاصل ہوتا ہے تو مرید کا تقلیدی فعل بھی شیخ کا اثر ہوتا ہے۔ چوں بسد۔ اگر ٹوکری نہر میں پڑی ہوئی ہو اور اُس میں پانی بھرا ہوا ہو یا آئینہ میں سورج کی چمک پڑ رہی ہو تو اُس پانی یا چمک کو ٹوکری یا آئینہ کا اپنا سمجھنا غلطی ہے۔ جداج۔ ناقص، قشور۔ سرکش۔

[3] آبگینہ۔ جب ٹوکری نہر سے باہر نکل جائے گی تو چاند ڈوب جائے گا تو ٹوکری اور آئینہ کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ پانی اور چمک اُن کی نہ تھی۔ قم۔ آنحضرتؐ کو حکم ہوا تھا قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا "تھوڑی رات چھوڑ کر رات میں عبادت کیا کرو۔۔۔۔ سحر بار دوم۔ پہلے صبح کاذب آتی ہے پھر دوبارہ صبح صادق نمودار ہوتی ہے۔ خندہ آید۔ اب جب حقائق منکشف ہو جاتے ہیں تو مُرید کو اپنی پہلی ہنسی پر ہنسی آتی ہے۔

گوید[1] از چند ایں رہِ دور و دراز — کایں حقیقت بود و ایں اسرار و راز

وہ کہے گا، اتنی دور دراز مسافت سے — جبکہ یہ حقیقت اور یہ اسرار اور راز تھے

من دراں وادی چگونہ خود دوُدم — شادئ میکردم از عیبا و سُور

میں اس میدان میں خود فاصلہ سے کس طرح — اندھے پن سے شادمانی اور خوشی کر رہا تھا؟

من چہ می بستم خیال و آں چہ بود — درکِ سُستم سُست نقشے می نمود

میں نے کیا خیال کیا اور وہ کیا تھا — میرے سُست احساس نے وہی نقش دکھا دیا

طفلِ رہ را فکرت مردِاں کجاست — کو خیالِ اُو و کو تحقیق راست

راہ اسلوک کے بچے میں مردوں کی سوچ کہاں ہے؟ — کہاں اس کا خیال، اور کہاں صحیح تحقیق

طفل را چہ فکر آید در ضمیر — یا چہ اندیشہ کُند ہمچوں کہ پیر

بچے کے دل میں کیا خیال آسکتا ہے؟ — یا وہ بوڑھے کی طرح کیا سوچ سکتا ہے؟

فکرِ[2] طفلاں دایہ باشد یا کہ شیر — یا مویز و جوز یا گریہ و نفیر

بچوں کا فکر دایہ یا دودھ ہوتا ہے — یا منقی اور اخروٹ یا رونا اور چلانا

آں مقلد ہست چوں طفلِ علیل — گرچہ دارد بحثِ باریک و دلیل

مقلد، بیمار بچے کی طرح ہے — اگرچہ نازک بحث اور دلیل رکھتا ہو

آں تعمق در دلیل و در شکال — از بصیرت می کُند اُو را گسال

اشکال اور دلیل میں غور — اُس کو بصیرت سے رخصت دیدیتا ہے

مایۂ کاں سُرمۂ سِر ویست — بُرد و در اشکال گفتن کار بست

وہ سرمایہ جو اس کے باطن کا سُرمہ ہے — سلب کر لیا اور اشکال بیان کرنے میں لگا دیا

اے[3] مقلد از بخارا باز گرد — رَو بخواری تا شوی تو شیرِ مرد

اے مقلد! بخارا سے واپس آجا — ذلت کی جانب جا، تاکہ تو شیر مرد بنے

تا بخارا تے دگر بینی درُوں — صد چناں در مخلش لَا یَفقَھُونَ

تاکہ تو باطن میں دوسرا بخارا دیکھ لے — اُس کے اہل میں بہادر "وہ نہیں سمجھتے ہیں" ہیں

پیک اگرچہ در زمیں چابک تگست — چوں بدریا رفت بگسستہ رگست

قاصد اگرچہ خشکی میں تیز رفتار ہے — جب دریا میں پہنچا، رگ ٹوٹا ہے

---

[1] گوید۔ اب مرید اپنے سابق احوال کے بارے میں سمجھانے کو وہ جو کچھ حاصل تھا وہ تو صرف شیخ کا عکس تھا اب وہ اور میں اصل سے کس قدر دور تھے۔ صحرائے دماں میں حقیقت تک نہ پہنچا تھا اور خوشی منا رہا تھا جبکہ چشم بستم۔ میرے ناقص علم و ادراک میں ایک خیال چیز تھی۔ طفلِ رہ۔ جو سالک ابھی راہِ سلوک کا بچہ ہے وہ حقیقت تک کہاں پہنچ سکتا ہے۔

[2] فکرِ طفلاں۔ طفلانہ فکر تو صرف دایہ اور دودھ اور کھانے پینے کی معمولی چیزوں تک ہوتا ہے۔ اس مقلد مقلد کی مثال بچہ کی سی ہے کہ تعمق۔ یہ مقلد اگر خود ان اسرار تک پہنچنے کی کوشش کرے گا یا دلائل ڈھونڈے گا تو یہ اس کو بصیرت سے اور دور کر دینگے۔ دایہ۔ جو فکر و فکر کا اس کے پاس سرمایہ تھا وہ بھی اس نے بیجا صرف کر ڈالا۔

[3] اے مقلد۔ یہ اسرار اور رازِ عقل دلائل سے واضح نہ ہوں گے بخارا ظاہری علوم کا مرکز ہے اس کو چھوڑ کر خواری اور مجاہدوں کی ذلت اختیار کر جب تو مردِ میدان بنے گا۔ تا بخارا۔ جب انسان مجاہدہ کرے گا تو پھر اس کو ایک بخارا اپنے دل میں نظر آئیگا اور اس بخارا میں علوم ظاہری سے بحث کرنے والے بالکل

ناکارہ ثابت ہوں گے۔ صد چناں۔ یعنی بخارا میں ظاہری علماء ہیں جو اسرار کو نہیں سمجھتے ہیں۔ پیک۔ مشہور ہے ہر مردے دہر کارے جو خشکی کا چلنے والا ہے وہ دریا میں نہیں چل سکتا ہے وہاں تیراک کی ضرورت ہے۔

اُو حَمَلْنَاهُمْ[1] بُوَد فِی الْبَرّ و بَس — آنکہ محمول ست در بحر اُوست کس

وہ صرف "اس" کو ہم نے خشکی میں چلایا ہے — جو سمندر میں چلایا ہوا ہے وہ بہادر ہے

بخشش بسیار دارد شہ بدُو — اے خدُہ در وہم و تصویرے دو تو

شاہ اس پر بہت بخشش کرتا ہے — اے وہ! جو وہم اور تصویر میں ڈھلا ہوا ہے

بقیہ حال مُرید مُقلِّد

مرید مقلد کے حال کا بقیہ

آں مُرید سادہ از تقلید نیز — گریہ میکرد و دقِ آں عزیز

وہ بھولا مرید بھی، تقلید میں — اس عزیز کی طرح رونے لگا

او مقلِّد وار ہمچو مَرد کر — گریہ می دید و ز مُوجب بے خبر

اس نے تقلید میں بہرے شخص کی طرح — رونا دیکھا اور سبب سے بے خبر تھا

چوں بسے بگریست خدمت کرد و رفت — از پیش آمد مرید خاص تفت

جب بہت رو چکا اس نے سلام کیا اور رخصت ہو گیا — اس کے پیچھے ایک خاص مُرید تیزی سے چلا

گفت[2] اے گریاں چو ابرِ بے خبر — بر وفاقِ گریۂ شیخ از نظر

اس نے کہا اے بے خبر ابر کی طرح رونے والے! — دیکھا دیکھی شیخ کے رونے پر

اللہ اللہ اللہ اے وافی مُرید — گرچہ در تقلید ہستی مستفید

اے وفادار مرید! خدا کے لئے — اگرچہ تو تقلید میں فائدہ اٹھانے والا ہے

تا نگوئی دیدم آں شہ می گریست — من چو او بگریستم کایں منکریست

یہ نہ کہنا میں نے دیکھا کہ وہ شاہ رو رہا تھا — میں اسکی طرح رویا کیونکہ یہ شیخ کی فضیلت کا انکار ہوگا

گریۂ کز جہل و تقلید ست و ظن — نیست ہمچوں گریۂ آں مؤتمن

وہ رونا جو جاہلی اور تقلید اور گمان کی وجہ سے ہے — وہ اس اعتماد کے رونے کی طرح نہیں ہے

تو قیاسِ[3] گریہ بر گریہ مساز — ہست زیں گریہ بداں راہِ دراز

تو رونے کو رونے پر قیاس نہ کر — اس رونے سے اس رونے تک بہت فاصلہ ہے

ہست آں از بعدِ سی سالہ جہاد — عقل اینجا ہیچ نتواند فتاد

وہ (رونا) تین سالہ مجاہدہ کے بعد ہے — عقل اس جگہ کبھی نہیں پہنچ سکتی

ہست زاں سوئی خرد صد مرحلہ — عقل را واقف مدانِ آں قافلہ

وہاں عقل سے آگے سو مرحلے ہیں — اس قافلہ سے عقل کو واقف نہ سمجھ

---

[1] حَمَلْنَاهُمْ: قرآن پاک میں ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا۔۔۔۔ حَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ سے علوم ظاہری کے علماء اور حَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَحْرِ سے علوم باطن کے علماء مراد ہیں۔ بخشش۔ یعنی دریا کے جواہر و اللہ تعالیٰ زیادہ بخشش کرتا ہے۔ اے خدُہ۔ اے وہ انسان جو وہم اور خیالی تصویر پر جھکا ہوا ہے۔ آں عزیز۔ یعنی شیخ۔ ز موجب۔ یعنی شیخ کے رونے کے سبب سے ناواقف تھا۔

[2] گفت۔ اس خاص مُرید نے رونے والے مرید سے کہا تو بے خبری میں شیخ کی دیکھا دیکھی رو دیا ہے۔ اللہ خدا کے لئے تو اپنے رونے کو شیخ کے رونے کی طرح سمجھ گریہ۔ تیرا رونا تو محض تقلید میں تھا اور تو شیخ کے رونے سے بے خبر تھا۔ ایں منکریست۔ تیرا یہ کہنا شیخ کی فضیلت کا انکار ہوگا۔ مؤتمن۔ اعتماد۔

[3] تو قیاس۔ اپنے رونے کو شیخ کے رونے پر قیاس نہ کر لینا دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ہست۔ شیخ کا رونا مشاہدہ کی بنیاد پر ہے جو تین سالہ مجاہدہ کے بعد حاصل ہوا ہے محض عقل بنیاد پر یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔

گریۂ او نیز غم ست و نز فرح
اُس (شیخ) کا رونا نہ غم سے ہے نہ خوشی سے

رُوح داند گریۂ عینُ المُلیح
بے نور آنکھ کا رونا، روح جانتی ہے

گریۂ او خندۂ او زاں سَر لیست
اُس کا رونا۔ اُس کا ہنسنا اُس جانب کا ہے

زانچہ وہم و عقل باشد آں بر لیست
جو وہم اور عقل کی وجہ سے ہو، وہ اِس سے بری ہے

آب دیدہ او چو دیدہ او بُوَد
اُس کا آنسو اُس کی آنکھ کی طرح ہوتا ہے

دیدۂ نادیدہ دیدہ کے شود
اندھے کی آنکھ، آنکھ کب ہو سکتی ہے!

آنچہ او بیند نتاں کردن مساس
جو وہ دیکھتا ہے، اُس کو چھوا نہیں جا سکتا ہے

نیز قیاس عقل و نیز راہِ حواس
نہ عقل کے قیاس سے، نہ حواس کی راہ سے

شب[2] گریزد چونکہ نور آیند دُور
جب روشنی آتی ہے، رات دور سے بھاگ جاتی ہے

پس چہ داند ظلمت از احوالِ نور
تو تاریکی روشنی کے احوال کیا جانے؟

پشہ بگریزد ز بادِ بادھا
پُر فریب ہوا سے مچھر بھاگ جاتا ہے

پس چہ داند پشہ ذوقِ بادہا
تو ہواؤں کا ذوق مچھر کیا جانے؟

چوں قدیم آید حدث گردد عَبَث
جب قدیم آتا ہے حادث بیکار ہو جاتا ہے

پس کجا داند قدیمے را حَدَث
تو حادث قدیم کو کیا جانے؟

برحَدَث چوں زد قدم دَنگش کُند
جب قدیم حادث پر چھا جاتا ہے اُسکو حیران کر دیتا ہے

چونکہ کردش نیست ہمرنگش کُند
جب اُس کو معدوم کر دیا اُسکو ہم رنگ کر لیتا ہے

گر بخواہی تو بیابی صد نظیر
اگر تو چاہے تو سو مثالیں حاصل کر لے

لیک من پَروا ندارم اے فقیر
لیکن اے فقیر! مجھے فرصت نہیں ہے

ایں الٓمٓ و حٰمٓ ایں حروف
یہ الٓمٓ و حٰمٓ یہ حروف

چوں عصائے موسیٰ آمد در وقوف
جاننے میں حضرت موسیٰ کے عصا کی طرح ہیں

حرفہا مانند ایں حرف از بروں
بظاہر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں

لیک باشد در صفاتِ ایں بروں
لیکن اِن کی صفات سے عاجز ہیں

ہر کہ گیرد او عصائے زامتحاں
وہ شخص جو آزمائش کے لئے لاٹھی ہاتھ میں لے لے

کے بُوَد چوں آں عصا وقتِ بیاں
بیان کیوقت وہ اُس (موسیٰ کی) لاٹھی کیطرح کب ہے؟

---

[2] گریۂ او۔ شیخ کا رونا نہ غم و دُرخ سے ہے نہ فرحت جنت سے بلکہ اُس کا رونا محض شوقِ خداوندی سے ہے۔ گریۂ او۔ شیخ کا رونا اور ہنسنا منجانب اللہ ہے عقل اور وہمی بنیاد پر رونے سے اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آبِ دیدہ۔ شیخ کی جیسی آنکھیں ہیں کہ وہ عالمِ غیب کا مشاہدہ کرتی ہیں ایسا ہی اُسکا رونا ہے اندھے کی آنکھیں آنکھیں نہیں ہیں۔ الخ۔ شیخ جن چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے وہ عقل نہیں ہیں۔

[2] شب۔ جسطرح رات، دن کے احوال نہیں جان سکتی ہے اسی طرح عقل اور وہم شیخ کے مشاہدات کو نہیں جان سکتے ہیں۔ پشہ۔ مچھر جبکہ ہوا کے پہلے جھونکے سے بھاگ جاتا ہے تو وہ ہوا خوری کے ذوق سے کیسے واقف ہو سکتا ہے یہی حال شیخ کے مشاہدات اور عقل کا ہے۔ چوں قدیم۔ قدیم کے سامنے حادث کا وجود معدوم ہو جاتا ہے تو حادث قدیم کی حقیقت کیسے سمجھ سکتا ہے۔ دنگش حیران۔ چونکہ۔ قدیم حادث کو مٹا کر اپنا ہم رنگ بنا لیتا ہے انسان صفاتِ خداوندی سے متصف ہو کر بشریت کو گم کر دیتا ہے صد نظیر۔ اسکی بہت مثالیں ہیں کہ حادث اور قدیم میں فرق ہے۔ ایں۔ حروف مقطعات یا قرآن کے عام حروف قدیم ہیں اور اسی طرح کے حروف انسانی کلام میں بھی ہیں لیکن دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اور عام لاٹھی میں۔ حرفہا۔ قدیم اور حادث حروف بظاہر یکساں ہیں لیکن انکے اوصاف میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہر کہ۔ عام لاٹھی اور موسیٰؑ کے عصا میں بہت فرق ہے

عیسویست این[1] دم نہ ہر بادو دمے
یہ سانس عیسوی ہے ہر ہوا اور سانس نہیں ہے

ایں الم و حسم اے پدر
اے باوا! یہ الم و حسم

ہر الف لامے چہ می ماند بدیں
ہر الف لام ان کے کیا مشابہ ہو سکتا ہے؟

گرچہ ترکیبش حروف ست اے ہمام
اے سردار! اگرچہ اُس کی بناوٹ حروف سے ہے

ہست ترکیب محمدؐ لحم و پوست
محمدؐ کی بناوٹ گوشت اور پوست ہے

گوشت[2] دارد پوست دارد استخواں
(ہر جسم) گوشت رکھتا ہے، کھال رکھتا ہے، ہڈی رکھتا ہے

کاندریں ترکیب آمد معجزات
اس بناوٹ میں ایسے معجزے آئے

ہمچناں ترکیب حم از کتیب
اسی طرح قرآن کے حم کی بناوٹ

زانکہ زیں ترکیب آید زندگی
کیوں کہ اس بناوٹ سے زندگی آتی ہے

اژدھا[3] گردد شگافد بحر را
اژدھا بنجاتے ہیں سمندر کو پھاڑ دیتے ہیں

ظاہرش ماند بظاہر ہا ولیک
اسکا ظاہر (دوسرے الفاظ کے) ظاہری اعمال مشابہ ہے لیکن

گریۂ اُو خندۂ اُو نطقِ اُو
اُسکا رونا، اُسکا ہنسنا، اُس کا بولنا

عقلِ اُو وہم اُو وحسِ اُو
اُس کی عقل، اور اُس کا وہم اور اُسکا احساس

کہ برآید از فرح یا از غمے
جو کہ خوشی یا رنج سے آئے

آمدست از حضرتِ مولی البشر
انسانوں کے مولیٰ کے دربار سے آئے ہیں

گر تو جاں داری بدیں چشمش مبیں
اگر تو روح رکھتا ہے، ان آنکھوں سے نہ دیکھ

می نماند ہم بترکیبِ عوام
(لیکن) وہ عوام کی ترکیب کی طرح نہیں ہے

گرچہ در ترکیب ہر تن جنسِ اوست
اگرچہ بناوٹ میں ہر جسم اس جیسا ہے

ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں
کبھی اس بناوٹ میں وہ (آثار) ہوں گے

کہ ہمہ ترکیب ہا گشتند مات
کہ تمام بناوٹیں مات ہو گئیں

ہست بس بالا و دیگر ہا نشیب
بہت بلند ہے اور دوسری نیچی ہیں

ہمچو نفخِ صور در درماندگی
جیسا کہ عاجزی (قیامت) میں صور کا پھُکنا

چوں عصا آمد ز دادِ خدا
تم عصا کی طرح خدا کی عنایت سے

فرقِ ناں از قرصِ مہ دورست نیک
روٹی کی ٹکیا، چاند کی ٹکیا سے بہت دور ہے

فہمِ اُو و خلق او و خُلقِ اُو
اُسکی فہم، اُس کی ساخت، اور اُسکے اخلاق

نیست از وے ہست محضِ صنعِ ہُو
اُسکا اپنا نہیں ہے وہ محض اللہ کی کاریگری ہے جو

---

[1] ابن آدم۔ حضرت عیسیٰ کے مریض پر پھونک مارنے اور عام پھونک میں بہت بڑا فرق ہے۔ بڑا فرق۔ قرآن پاک کے حروف خدائی دربار سے نازل ہوئے ہیں ان کو عام حروف کی طرح نہ سمجھنا چاہئے ان کو جو کلمات مرکب ہوں گے وہ عام کلمات کی طرح نہ ہوں گے۔ ہست۔ ظاہری بناوٹ تو آنحضورؐ کی بھی ایسی ہی تھی جیسی عام انسانوں کی ہوتی ہے۔

[2] گوشت۔ ہر جسم انہی اجزا سے بنا ہے جس سے آنحضورؐ کا جسم بنا ہے لیکن ہر جسم کی بناوٹ میں وہ آثار کہاں ہیں جو آنحضورؐ کی بناوٹ میں ہیں کاندریں۔ آنحضورؐ کے جسم کی بناوٹ سے وہ معجزے ظاہر ہوئے کہ تمام بناوٹیں ہار مان گئیں۔ ہچناں۔ اسی طرح انہی حروف سے جب قرآنی کلمات مرکب ہوئے تو وہ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے۔ زانکہ۔ اب ان کلمات سے دلوں میں ایسی ہی زندگی پیدا ہوتی ہے جیسا نفخ صور سے قیامت میں جسموں کی زندگی ہوگی۔

[3] اژدھا۔ خدا نے اس کلام میں ایسی ہی تاثیر رکھی ہے جیسی حضرت موسیٰ کے عصا میں تھی۔ قرص۔ سورج اور روٹی کی ٹکیا بظاہر یکساں ہیں لیکن معنوی بہت فرق ہے مگر یہ اُو۔ یعنی شیخ کے اعمال کو ہم انسانوں کے اعمال کیطرح نہ سمجھنا چاہیے اب اُس کے اعمال غیب سے متعلق ہو گئے ہیں

چونکہ[1] ظاہر ہا گرفتند احمقاں — واں دقائق شد از ایشاں بس نہاں

احمقوں نے جوں کہ ظاہری اُمور کو پسند کیا — وہ باریکیاں اُن سے بہت پوشیدہ ہو گئیں

لاجرم محجوب گشتند از غرض — کہ دقیقہ فوت شد در معترض

وہ یقیناً مقصد سے محجوب ہو گئے — عارض میں نکتہ فوت ہو گیا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — کاں کنیزک با خرِ خاتوں چہ کرد؟

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس چل — اُس باندی نے بی بی کے گدھے سے کیا کیا؟

داستانِ آں کنیزک کہ با خرِ خاتونِ خود شہوت میراند و اُو را

اُس باندی کی داستان جو بی بی کے گدھے سے شہوت رانی کرتی تھی اور اُس نے اُس کو

شہوت راندن چوں آدمیاں آموختہ بُود و کدُوئے در قضیب خر

انسانوں کی طرح شہوت پورا کرنا سکھا دیا تھا اور گدھے کی قضیب میں کدو

میکرد تا از اندازہ نگذرد و خاتون بر اں وقوف یافت لیکن دقیقہ

پہنا دیتی تھی تاکہ اندازہ سے آگے نہ جائے اور بی بی کو اس کا پتہ لگ گیا لیکن کہ یہ نکتہ

کدُو راندید کنیزک را بہانہ بر راہ کرد جائے دور دور و آں خر جمع

نہ سمجھی، باندی کو ایک بہانہ سے بہت دور روانہ کر دیا اور وہ بغیر کدو کے

شُد بے کدُو و ہلاک شد بفضیحت کنیزک بیگاہ باز آمد و نوحہ

اُس گدھے سے گئی اور رسوائی کے ساتھ ہلاک ہو گئی باندی اچانک واپس آئی اور رونے

کرد کہ اے جانم و اے چشم روشنم کیر دیدی و کدُو ندیدی ذکر

لگی کہ اے میری جان اور اے میری روشن آنکھ تو نے کیر دیکھا اور کدو نہ دیکھا ذکر

دیدی و آں دگر ندیدی کُلُّ نَاقِصٍ[2] مَلْعُونٌ یعنی کُلُّ نَظَر

دیکھا وہ دوسرا نہ دیکھا ہر ناقص ملعون ہے یعنی ہر کوتاہ نظر

وَفِیہِم نَاقِصٍ مَلْعُونٌ وگرنہ ناقصانِ ظاہرِ جسم مرحوم اند نہ ملعون

اور کوتاہ سمجھ ملعون ہے ورنہ ظاہری جسم کے ناقص قابلِ رحم ہیں نہ کہ ملعون،

قولِ تعالےٰ لَیْسَ[3] عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا

اللہ تعالےٰ کے قول نے نہیں ہے اندھے پر گناہ اور نہ لنگڑے پر گناہ اور

عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ نفی حرج کرد و نہ نفیِ لعنت و نفیِ عتاب و غضب

نہ مریض پر گناہ" گناہ کی نفی کر دی نہ کہ لعنت اور عتاب اور غضب کی

[1] چونکہ۔ ظاہر بینوں سے حقائق پوشیدہ رہتے ہیں۔ لاجرم۔ اصلی مقصد اُن کی نگاہوں سے چھپ گیا اور اصل نکتہ اس عارض میں مخفی ہو گیا جو اُن کو پیش آیا۔

[2] کُلُّ نَاقِصٍ مَلْعُوْنٌ ہر ناقص ملعون ہے ناقص سے مراد وہ شخص ہے جس کی عقل اور فہم ناقص ہو کیوں کہ جن کا جسم ناقص ہوتا ہے وہ تو قابلِ رحم ہیں۔

[3] لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ اندھے پر کوئی گناہ نہیں ہے ناقص جسم والے کے لئے گناہ کی نفی کر دی لیکن اگر وہ ناقص عقل والا ہے تو لعنت اور غضب اور عتاب کی اُس سے نفی نہیں ہے۔

یک کنیزک نرخرے[1] برخود فگند
ایک باندی نے ایک گدھا اپنے اوپر ڈال لیا

ازو فورِ شہوت و فرطِ گزند
شہوت کی کثرت اور شہوت کی جاں گزاری کی تکلیف سے

آں خرِ نر را بگاں خو کردہ بود
اس نر گدھے کو جماع کی عادت ڈالی ہوئی تھی

خر جماعِ آدمی پے بُردہ بود
گدھے نے آدمی کا جماع سیکھ لیا تھا

یک کدوئی بُود حیلت سازہ را
اس حیلہ ساز (باندی) کے پاس ایک کدو تھا

در نرشش کردہ پئے اندازہ را
جس کو اس نے اندازہ کے مطابق اسکے ذکر میں بنایا تھا

در قضیبش آں کدو کردے عجوز
بڑھیا اس کے ذکر میں کدو پہنا دیتی

تا رود نیم ذکر وقتِ سپوز
تاکہ گھسانے کے وقت آدھا ذکر جائے

گر ہمہ کیرِ خر اندر وے رَوَد
اگر گدھے کا پورا ذکر اس میں جائے

آں رحم و آں رودہا ویراں شود
تو رحم اور انتڑیاں تباہ ہو جائیں

خر ہمی شد مر لاغر و خاتونِ اُو
گدھا دُبلا ہو رہا تھا اور اس کی مالکہ

ماندہ عاجز کز چہ شد ایں خر چو مُو
حیران تھی کہ یہ گدھا بال جیسا کس وجہ سے ہو گیا

نعلبنداں را نمود آں خر کہ چیست
اس نے اس گدھے کو نعلبندوں کو دکھایا کہ کیا ہے؟

علت اُو کز نتیجہ اش لاغریست
اس کی بیماری جس کا نتیجہ دُبلا پن ہے

ہیچ علت اندرو ظاہر نشد
اس میں کوئی بیماری ظاہر نہ ہوئی

ہیچ کس از سرِ آں مُخبر نشد
اس کے راز سے کوئی شخص باخبر نہ ہوا

در تفحص[2] اندر افتاد او بجد
وہ کوشش سے جستجو میں لگ گئی

شد تفحص را دمادم مُستعد
اور جستجو کے لئے پے در پے مستعد ہوتی گئی

جد را باید کہ جاں بندہ بُود
جان کو کوشش کا غلام ہو جانا چاہیے

زانکہ جد جوئندہ یابندہ بُود
کیونکہ جستجو کرنیوالے کی کوشش پا لیتی ہے

چوں تفحص کرد از حالِ اشک
جب اس نے گدھے کے حال کی جستجو کی

دید خفتہ زیرِ آں خر نرگسک
اس کے نیچے نرگس کو پڑا ہوا دیکھا

چوں تفحص کرد از احوالِ خر
جب اس نے گدھے کے احوال کی جستجو کی

آں کنیزک بُود زیر و خر زبر
تو وہ باندی نیچے تھی اور گدھا اوپر

از شگافِ در بدید آں حال را
اس نے دروازے کی درز سے وہ حال دیکھا

پس عجب آمد ازاں آں زال را
تو وہ اس بوڑھی کو پسند آ گیا

[1] نرخر۔ خرِ نر۔ فرطِ گزند۔ شہوت کی تکلیف۔ کی زیادتی۔ گاں۔ جماع کرنا۔ نرّہ۔ ذکر۔ قضیب۔ خلخ، ذکر۔ کیر۔ ذکر۔

[2] تفحص۔ جستجو۔ اشک۔ ترکی لفظ ہے، گدھا۔ نرگسک کا لفظی تصغیر کا ہے نرگس اس زمینی کا نام ہے جس کے پتے کمانوں کی درز

خر همی گاید[1] کنیزک را چناں — کہ بعقل و رسم مرداں بازناں

گدھا باندی سے اس طرح جماع کر رہا ہے — جو مردوں کی عورتوں کے ساتھ رسم اور عقل کے مطابق ہے

در حسد شد گفت چوں ایں ممکن ست — پس من اولیٰ ترکہ خر ملکِ من ست

وہ حسد میں مبتلا ہو گئی، بولی جب یہ ممکن ہے — تو میں زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ گدھا میرا ہے

خر مُہذّب گشتہ و آموختہ — خواں نہاد است و چراغ افروختہ

گدھا مہذب اور سدھا ہوا — دسترخوان بچھا ہے اور چراغ روشن ہے

کرد نا دیدہ درِ خانہ بکوفت — کاے کنیزک چند خواہی خانہ رُفت

اُس نے انجان بن کر دروازہ کھٹکھٹایا — کہ اے باندی! گھر میں کتنی جھاڑو دیگی

از پئے رُوپوش میگفت ایں سخن — کاے کنیزک آمدم در باز کُن

انجان بن کے لئے یہ بات کہہ رہی تھی — اے باندی! دروازہ کھول میں آرہی ہوں

کرد خاموش و کنیزک را نگفت — راز را از بہرِ طمعِ خود نہفت

چپ رہی اور باندی سے نہ کہا — راز، اپنی چھپی ہوئی خواہش کی وجہ سے

پس کنیزک جملہ آلاتِ فساد — کرد پنہاں پیش شد در را کشاد

باندی نے خرابی کے سب سامان — چھپا دیئے، آگے بڑھی، دروازہ کھول دیا

رُو ترش کرد و دو دیدہ پُر ز نم — لب فرو افگندہ یعنی صائم

اُس نے مُنھ بنایا اور دو آنکھیں نمدار ہیں پُر — ہونٹ لٹکائے ہوئے یعنی میں روزہ دار ہوں

در کفِ اُو نرمہ جاروبے کہ من — خانہ رامی رُفتم بہرِ عطن

اُس کے ہاتھ میں نرم جھاڑو کہ میں — اصطبل کی کوٹھری میں جھاڑو دے رہی تھی

چونکہ با جاروب در را اُو کشاد — گفت خاتوں زیرِ لب[2] کاے اُوستاد

جب اُس نے جھاڑو لئے ہوئے دروازہ کھولا — بی بی نے مُنھ ہی مُنھ میں کہا، اے اُستاد!

رُو ترش کردی و جاروبے بکف — چیست ایں خر برگستہ از علف

تو نے مُنھ بنایا اور جھاڑو ہاتھ میں — یہ گدھا چارے سے ہٹا ہوا کیوں ہے؟

نیم کارہ و خشمگیں جُنباں ذکر — زانتظار تو دو چشمش سوئے در

آدھا کام کئے ہوئے اور غصہ میں ذکر کو ہلاتا ہوا — تیرے انتظار میں اُس کی دونوں آنکھیں دروازہ کی طرف لگی ہیں

زیرِ لب گفت ایں نہاں کرد از کنیز — داشتش آں دم چو بیجا ماں عزیز

مُنھ ہی مُنھ میں کہا، اُس کو باندی سے چھپایا — اُس وقت اُس کو بے تصور کی طرح پیارا رکھا

---

[1] گاید: آئیدن۔ جماع کرنا۔

[2] چنانکہ۔ خر مہذب یعنی عیش و عشرت کے سب اسباب مہیا ہیں۔ رو ترش۔ جھاڑو دینا۔ رو ترش۔ باندی نے اپنے آپ کو روزہ دار ظاہر کیا۔ عطن۔ اونٹوں کا باڑا یہاں گدھے کا اصطبل مُراد ہے۔

[2] زیرِ لب۔ یعنی بڑبڑا کر بات کہی چیست۔ اگر تو صرف جھاڑو ہی دے رہی تھی تو یہ گدھا اس حالت میں کیوں ہے۔ داشتش۔ اُس بی بی نے اُس باندی سے ایسا برتاؤ کیا جیسا کہ اُس کا کوئی قصور نہیں ہے۔

بعد ازاں گفتش کہ چادر نہ بسر
اُس کے بعد اُس سے کہا، سر پہ چادر ڈال

رَو فلاں خانہ زمن پیغام بَر
فلانے گھر جا، میرا پیغام لے جا

اُو بخندید[1] گو وآں چنیں گو وآں چناں
اُس نے ہنسی کی اور ویسا کہا ایسا کہا

مختصر کردم من افسانہ زناں
میں نے عورتوں کا افسانہ مختصر کر دیا

آں چہ مقصود ست مغزِ آں بگیر
جو مقصد ہے اس کا خلاصہ لے لے

چوں براہش کرد آں زالے ستیر[2]
جب اُس پردہ نشین بڑھیا نے اسکو روانہ کر دیا

چوں بدر کردش زحیلت زاں مکاں
جب اُس کو تدبیر سے اُس مکان سے باہر نکالدیا

در فروبست و بخلوت شادماں
دروازہ بند کر لیا اور تنہائی میں خوش تھی

بُود از مستیِ شہوت شادماں
وہ شہوت کی مستی سے خوش تھی

در فروبست و ہمی گفت آں زناں
دروازہ بند کر دیا اور اُس وقت کہہ رہی تھی

یافتم خلوت زنم از شکر بانگ
میں نے تنہائی پالی شکر کا نعرہ لگاتی ہوں

رَستم از چار دانگ و از دو دانگ
چار دمڑی اور دو دمڑی سے مجھے نجات ملگئی ہو

از طرب گشتہ بران زن ہزار
مستی سے عورت کی شہوت ہزار گنا، ہو گئی

در شرارِ شہوتِ خر بیقرار
وہ گدھے کی شہوت کی چنگاری سے بیقرار تھی

چہ بزاں کاں شہوت اُو را بر گرفت[3]
کیسی شہوت، اُس شہوت نے اُسکو تو ہنا دیا

بُرگرفتن گیج را نبُود شگفت
احمق کو تو بنا دینا تعجب خیز نہیں ہے

میل و شہوت کرد کُند دل را کور
خواہش اور شہوت، دل کو بہرا اندھا بنا دیتی ہے

تا نماید گرگ یوسف نار نور
یہانتک کہ بھیڑیا، یوسف اور آگ، نور نظر آتی ہیں

اے بسا سرمست نار و نار جُو
بہت سے آگ کے سرمست اور آگ کے جویا

خویشتن را نورِ مُطلق داند او
وہ اپنے آپ کو نور مطلق سمجھ لیتے ہیں

جز مگر بندہ خدا کز جذب حق[4]
سوائے اُس مرد خدا کے کہ جذبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ

وارہش آرد دگر داند ورق
اُس کو راستہ پر لے آئے، ورق پلٹ دے

تا بداند کاں خیالِ ناریہ
تاکہ وہ سمجھ لے کہ وہ آتشیں خیال

در طریقت نیست الا عاریہ
طریقت میں عارضی ہی ہیں

زشتہا را خوب بنماید مَشَرہ
حرص، برائیوں کو بھلا دکھا دیتی ہے

نیست از شہوت بتر زآفاتِ رہ[5]
راہ طریقت کی آفتوں میں شہوت سے زیادہ بدتر کوئی نہیں ہے

[1] بخندید۔ بی بی نے پیغام میں بہت سی باتیں کہلوائیں جس کی تفصیل میں نے چھوڑ دی ہے۔ ستیر۔ پردہ نشین، چار دانگ۔ یعنی تھوڑا بہت۔ بزاں۔ عورت کی شہوت۔

[2] برگرفت۔ ملا ں کیا۔ گرگ۔ یعنی بُری چیز کو بھلا کر کے دکھا دیتی ہے۔ آگے بسا۔ جس طرح اس بی بی نے باندی سے پوری بات نہ سنکر اسی طرح بہت سے ناقص لوگ بھی جو اپنے آپ کو تمکن شیخ سمجھ بیٹھتے ہیں۔

[3] بجز۔ اس فقرہ سے وہ بچتا ہے جس کی جذب رہنمائی کر دے، اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ اُس کو نور مطلق حاصل نہیں ہوا بلکہ یہ ناری خیال تھا جو ایک عارضی چیز ہے۔ زشتہا۔ انسان کی حرص بُرائی کو بھلا کر کے دکھا دیتی ہے شہوت انسان کے لئے سب سے بڑی آفت ہے

صد ہزاراں نام خوش را کرد ننگ
لاکھوں نیکناموں کو اُس نے بدنام کردیا

صد ہزاراں زیرکانرا کرد دنگ
لاکھوں عقلمندوں کو بے عقل کردیا

چوں خرے را یوسفِ مصری نمود
جبکہ اُس نے گدھے کو مصری یوسفؑ کرکے دکھادیا

یوسفے را چوں نماید آں جہود[51]
وہ یہودی یوسفؑ کو کیسا دکھائے گا!

بر تو سرگیں را فسونش شہد کرد
اُس کے منتر نے تیرے لئے گوبر کو شہد کردیا

شہد را خود چوں کند وقتِ نبرد
معرکہ میں وہ شہد کو خود کیسا رکھائے گا؟

شہوت از خوردن بود کم کن تو خور
شہوت کھانے سے پیدا ہوتی ہے کھانے کو کم کردے

یا نکاحے کن گریزاں شو ز شر
یا نکاح کرلے، شر سے بچ جا

چوں بخوردی میکشد سوئے حرم
جب تو نے کھایا وہ تجھے زنا خانہ کی جانب کھینچے گا

دخل را خرجے بباید لاجرم
لامحالہ آمد کے لئے خرچ ضروری ہے

پس[52] نکاح آمد چو لاحول ولا
تو نکاح لاحول ولاقوۃ کی طرح ہے

تا کہ دیوت نفگند اندر بلا
تاکہ شیطان تجھے مصیبت میں نہ پھنسائے

چوں حریصِ خوردنی زن خواہ تو
جبکہ تو کھانے کا حریص ہے، جلد نکاح کرلے

ورنہ آمد گربہ و دنبہ ربود
ورنہ بلی آئی اور چکدی لے گئی

بارِ سنگیں بر خرے کاں میجہد
جو گدھا کود رہا ہے، بھاری بوجھ

زود بر نہ پیش ازاں کو بر نہد
جلد رکھ دے، اس سے پہلے کہ وہ پھینکے

فعلِ آتش را نمی دانی تو سرد
آگ کے کام کو تو ٹھنڈا نہ سمجھ

گردِ آتش با چنیں دانش مگرد
ایسی عقل کے ہوتے ہوئے آگ کے گرد چکر نہ کاٹ

علمِ دیگ و آتش از نبود ترا
اگر تجھے دیگ اور آگ کا ہنر حاصل نہیں ہے

از شرر نے دیگ ماند نے ابا
چنگاریوں سے نہ دیگ رہے گی نہ شوربا

آب حاضر باید و فرہنگ نیز
پانی موجود رہے اور عقل بھی

تا پزد آں دیگ سالم در ازیز
تاکہ ابال میں وہ دیگ سالم پک جائے

چوں[53] ندانی دانشِ آہنگری
جبکہ تو لوہار پن کا ہنر نہیں جانتا ہے

ریش و مُو سوزد چو آنجا بگذری
جب تو وہاں سے گذرے گا تو داڑھی اور بال بھی جلیں گے

در فرو بست آں زن و خر را کشید
اُس نے دروازہ بند کیا اور گدھے کو کھینچا

شاد مانہ لاجرم کیفر چشید
خوشی سے، لامحالہ انجام چکھا

---

[51] جہود، یعنی شہوت۔ ہر تو انسان کی شہوت بری چیز کو جب بھلا دکھادیتی ہے تو بھلی چیز کو کیا کچھ کرکے نہ دکھائیگی۔ شہوت، انسان کی شہوت کھانے پینے سے بڑھتی ہے تو شہوت کو دبانے کے لئے کم خوری چاہئے یا نکاح کرلینا چاہئے۔ چوں۔ جب انسان غیبتی چیزیں کھائے گا تو اُس کو عورتوں کی طرف زیادہ شہوت ہوگی اس لئے کہ جب پیٹ میں گندی غذا داخل کررہا ہے تو اُس کا نکلنا بھی لازمی ہے۔

[52] پس نکاح۔ شیطان کے پھندے سے بچنے کیلئے نکاح لاحول کا کام کرتا ہے۔ ورنہ۔ یعنی تیری ساری نیکی اور تقویٰ تباہ ہوجائیگا۔ بارِ سنگیں جس گدھے میں اُچھل کود کی عادت ہے اُس کو بوجھ سے زائے رکھنا چاہئے یہی نفس کی مثال ہے علم دیگ۔ نفس کو قابو میں رکھنے کا ہنر نہیں ہے تو اُس سے بچنا ہی چاہئے۔ آب حاضر۔ اگر دیگ پکانی ہے تو ہنر ہونا چاہئے اور دیگ کے ابال کیلئے پانی موجود رہنا چاہئے تاکہ پانی چھڑک کر ابال کو روکا جاسکے۔

[53] چوں ندانی۔ جب انسان لوہار کا پیشہ نہ جانتا ہو تو بھٹی کے قریب بھی نہ جائے ورنہ داڑھی سر جھلا دے گا ورنہ کیفر۔ اُس بی بی نے دروازہ بند کرلیا انجام بد۔

درمیانِ خانہ آوردش کشاں
اُس کو کھینچتی ہوئی گھر کے بیچ میں لائی

ہم برآں کرسی کہ دید اُو از کنیز
اُسی چوکی پر جو اُس نے باندی کی دیکھی تھی

پا برآورد و خر اندر وے سپوخت
گدھے نے ذکر نکالا اور اُس کے اندر گھسا دیا

خر مؤدّب گشتہ در خاتوں فشرد
سکھائے ہوئے گدھے نے بی بی کے اندر دبا دیا

بر دریداز زخم گیرِ خر جسگر
گدھے کے ذکر کے زخمی کرنے سے جگر پھٹ گیا

کرسی از یکسو زن از یکسو فتاد
تخت ایک طرف، عورت ایک طرف گر گئی

صحنِ خانہ پُر ز خوں شد زن نگوں
گھر کا صحن خون سے بھر گیا، عورت اوندھی ہو گئی

مرگِ بد با صد فضیحت اے پدر
اے باوا! سو رسوائیوں کے ساتھ بری موت

تو عذابُ الخزیِ بشنو از نبے
تو قرآن سے رسوائی کا عذاب سُن لے

دانکہ ایں نفسِ بہیمی نر خرست
جان لے یہ حیوانی نفس، گدھا ہے

درّہ نفس از بمردی در منی
اگر تو خودی میں نفس کی راہ میں مرگیا

نفسِ ما را صورتِ خر بدہد اُو
وہ (اللہ تعالیٰ) ہمارے نفس کو گدھے کی صورت عطا کردیگا

ایں بُود اظہارِ سر در رستخیز
قیامت میں راز کا یہ اظہار ہوگا

خُفت اندر زیر آں نر خرستاں
اُس گدھے کے نیچے پست لیٹ گئی

تا رسد در کامِ خود آں قحبہ نیز
تاکہ وہ رنڈی بھی اپنا مقصد حاصل کرے

آتشے از کیرِ خر در وے فروخت
اُس میں گدھے کے ذکر سے آگ لگ گئی

تا بخایہ در زماں خاتوں بمُرد
جیسے تیسے، بی بی فوراً مر گئی

رُوّدہا بگسستہ شد از ہمدگر
انتڑیاں ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں

دم نزد در حال آں زن جاں بداد
اُس حالت میں سانس نہ لیا اور اُس عورت نے جان دیدی

مُرد اُو و بُرد جاں ریبُ المنوں
وہ مر گئی، حوادثِ زمانہ اُسکی جان لے گئے

تو شہیدے دیدۂ از کیرِ خر
تو نے گدھے کے ذکر کا کوئی شہید دیکھا ہے؟

در نپیں ننگے مکن جاں را فدے
ایسی رسوائی میں جان قربان نہ کر

زیر اُو بودن ازاں ننگیں ترست
اُس کے نیچے ہونا اِس سے بھی زیادہ بدتر ہے

تو حقیقت دان کہ مثلِ آں زنی
تو سمجھ لے کہ تو اُس عورت کی طرح ہے

زانکہ صورتہا کند بر وفقِ خُو
کیونکہ وہ خصلت کے مطابق صورتیں بنا دیگا

اللہ اللہ از تنِ چوں خر گریز
خدا کے لئے، گدھے جیسے جسم سے بھاگ

۱؎ خُفت۔ یعنی لیٹ گئی۔ بتاں۔ پست۔ قحبہ۔ یعنی زانیہ بی بی۔ پا برآورد۔ پا ذکر سے کنایہ ہے۔ مؤدّب۔ سکھایا ہوا۔ خایہ۔ خصیہ۔

۲؎ رُوّدہا۔ انتڑیاں۔ ریبُ المنون۔ حوادثِ زمانہ۔ فضیحت۔ رسوائی۔ عذاب۔ قرآن پاک میں ہے لِنُذِیقَھُم عَذَابَ الخِزیِ۔ تاکہ ہم اُن کو دنیا کے عذاب کا مزہ چکھائیں، یعنی قرآن پاک۔ دانکہ۔ نفس کے نیچے ہونا گدھے کے نیچے ہونے سے بھی زیادہ بُرا اور ذلیل ہوگا ہے۔

۳؎ درّہ۔ انسان اگر نفس پروری کی حالت میں مرگیا تو اُس کی موت اِس بی بی کی موت سے بھی زیادہ رسوا کُن ہے۔ نفس۔ جیسا انسان کا باطن ہوگا قیامت میں اللہ تعالیٰ اُسی صورت پر حشر کرے گا۔

کافراں را بیم کرد ایزد ز نار
اللہ (تعالیٰ) نے کافروں کو آگ سے ڈرایا

کافراں گفتند نار اولیٰ زعار[1]
کافروں نے کہا، ذلت سے آگ بہتر ہے

گفت نے آں نار اصلِ عار ہاست
(اُس نے) کہا نہیں آگ ذلتوں کی جڑ ہے

ہمچو آں نارے کہ آں زن را بکاست
اُس آگ کی طرح جس نے اُس عورت کو جلا دیا

لقمہ اندازہ نخورد از حرصِ خود
اُس نے اپنی حرص کی وجہ سے اندازہ سے لقمہ نہ کھایا

در گلو بگرفت لقمہ مرگ بد
بُری موت کا لقمہ گلے میں پھنس گیا

لقمہ اندازہ خور اے مردِ حریص
اے لالچی انسان! لقمہ اندازے سے کھا

گرچہ باشد لقمہ حلوا و خبیص
اگرچہ حلوا اور کھجور کے حلوے کا لقمہ ہو

حق تعالیٰ داد میزاں را زباں
اللہ تعالیٰ نے ترازو کو زبان عطا کی ہے

ہیں ز قرآں سورۂ رحمٰن بخواں
آگاہ، قرآن میں سے سورۂ رحمٰن پڑھ لے

ہیں ز حرصِ خویش میزاں را مہل
خبردار! اپنے لالچ میں ترازو کو نہ چھوڑ

آز و حرص آمد ترا خصم و مُضِل
تمنا اور حرص تیرے دشمن اور گمراہ کرنے والے ہیں

حرص جوید کُل برآید او ز کُل
حرص کُل چاہتی ہے، کُل سے محروم رہتی ہے

حرص میرست اے فُضَل ابن الفُضَل
حرص حاکم ہے، اے نامرد، نامرد کے بیٹے

آں کنیزک میشد و میگفت آہ
وہ باندی روانہ ہوئی اور کہتی تھی، ہائے

کردی اے خاتون تو اُستارا براہ
اے بی بی! تو نے اُستاد کو روانہ کر دیا

کار بے اُستاد خواہی ساختن
تو نے بغیر اُستاد کے کام بنانا چاہا

جاہلانہ جاں بخواہی باختن
جاہلوں کی طرح جان دینا چاہا

اے زمن دُزدیدہ علمِ ناتمام
اے! تو نے میرا ناقص علم چُرایا

ننگت آمد کہ بپرسی حالِ دام
تجھے اس سے شرم آئی کہ جال کا حال معلوم کرے

تا نچیدے دانہ مرغ از خرمنش
جبکہ اُسکے کھلیان سے پرند دانہ نہ چگتا

ہم نیفتادے رسن در گردنش
اُس کی گردن میں رسی بھی نہ پڑتی

دانہ کمتر خور مکُن چندیں رفو
دانہ بہت کم کھا، اِتنی قدر رفو نہ کر

چوں کُلُوا خواندی بخواں لَا تُسْرِفُوا
جبکہ تو نے "کھاؤ" پڑھ لیا "زیادتی نہ کرو" پڑھ لے

تا خوری دانہ نیفتی تو بدام
تاکہ تو دانہ چُگ لے (اور) جال میں نہ پھنسے

ایں کُند علم و قناعت والسلام
یہ علم اور قناعت کرتا ہے، والسلام

---

[1] عار۔ یعنی مسلمان ہونے کی ذلت۔ یہود جس طرح نفس کی آگ نے اُس بی بی کو ذلتوں میں مبتلا کیا تمہارے نفس کی آگ جو اسلام کو عار کا سبب بنا رہی ہے سینکڑوں ذلتوں میں مبتلا کر دیگی۔ تقمہ۔ اُس بی بی نے اپنے اندازہ کے مطابق کام نہ کیا حرص کی اور مار کی گئی۔ بھیجیں۔ بھیڑیے کا علاوہ زباں۔ ترازو کا کانٹا جو کمی بیشی کو بتا دیتا ہے۔ سورۂ سورۂ رحمٰن میں ہے وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ "اُس اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی تاکہ تم تجاوز نہ کرو"

[2] زنگل۔ مشہور مقولہ۔ طلب انگل فوت انگل۔ انگل کا طلب کرنا انگل کو ہاتھ سے دینا ہے۔ فضل۔ ڈھیلا، سست۔ کردی۔ وہ باندی کہہ رہی تھی کہ میں اِس فن کی اُستاد تھی تو نے مجھے تو روانہ کر دیا اور بغیر اُستاد کے کام چلانا چاہا۔ اے زمن۔ تو نے مجھ سے آدھی بات سیکھی۔ تانچیدے۔ اگر پرند جال کا دانہ نہ چگے تو جال میں نہ پھنسے۔

[3] کُلُوْا۔ قرآن پاک میں ہے کُلُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا... "کھاؤ اور اسراف نہ کرو"۔ تاخوری۔ علم اور قناعت حاصل کر لو تو دنیا سے فائدہ بھی اٹھا لوگے اور حساب میں بھی گرفتار نہ ہوگے۔

نعمت[1] از دنیا خورد عاقل نہ غم — جاہلاں محروم ماندہ در ندم

عقلمند، دنیا میں نعمت کھاتا ہے نہ کہ غم — جاہل، ندامت سے محروم رہتے ہیں

چوں در افتد در گلوشاں حبلِ دام — دانہ خوردن گشت بر جملہ حرام

جب اُن کے گلے میں جال کی رسّی پھنستی ہے — سب پر دانہ چگنا حرام ہو جاتا ہے

مُرغ اندر دام دانہ کے خورد — دانہ چوں زہرست در دام ار چرد

پرند، جال میں سے دانہ کب چگتا ہے؟ — جال میں سے اگر دانہ چگے وہ زہر جیسا ہے

مُرغِ[2] غافل میخورد دانہ ز دام — ہمچو اندر دامِ دنیا ایں عوام

غافل پرند، جال میں سے دانہ چگتا ہے — جس طرح عوام دنیا کے جال میں سے

باز مُرغانِ خبیرِ ہوش مند — کردہ انداز دانہ خود را خشک بند

پھر باخبر، ہوشمند پرندوں نے — اپنے آپ کو دانہ سے روک دیا ہے

کاندرونِ دام و دانہ زہر ہاست — کورآں مرغے کہ دَرَ فخ دانہ خواست

کیوں کہ جال اور دانے میں زہر ہیں — وہ پرند اندھا ہے جس نے جال میں سے دانہ چاہا

صاحبِ دام اُبلہاں را سر برید — واں ظریفاں را بہ مجلسہا کشید

جال والے نے، بیوقوفوں کا سر قلم کر دیا — اور خوش گلو پرندوں کو مجلسوں میں لے گیا

کز انہا گوشت می آید بکار — وز ظریفاں بانگ و نالہ زیر و زار

کیوں کہ ان کا گوشت کار آمد ہے — اور خوش گلو پرندوں کی آواز اور رونا، ترنم اور گریہ

پس[3] کنیزک آمد از اشگافِ دَر — دید خاتون را بمردہ زیرِ خر

تو باندی نے دروازے کی درز سے — بی بی کو گدھے کے نیچے مُردہ دیکھا

گفت اے خاتونِ احمق آنچہ بود — گر ترا اُستاد خود نقشے نمود

اس نے کہا اے بیوقوف بی بی! یہ کیا تھا؟ — اگر اُستاد نے تجھے خود ایک نقش دکھا دیا

ظاہرش دیدی سرش از تو نہاں — اُوستا ناگشتہ بکشادی دکاں

تو نے اُسکا ظاہر دیکھ لیا اُسکا راز تجھ سے پوشیدہ رہا — اُستاد بے بغیر تو نے دکان کھول دی

کیر دیدی ہمچو شہد و چوں خلیص — آں کدو را چوں ندیدی اے حریص

تو نے ذکر کو شہد اور حلوہ جیسا دیکھا — اے حریص! تو نے وہ کدو کیوں نہ دیکھا؟

یا چو مستغرق شدی در عشقِ خر — آں کدو پنہاں بمانت از نظر

یا جب تو گدھے کے عشق میں مدہوش ہو گئی — وہ کدو تیری نظروں سے چھپا رہا

---

[1] نعمت۔ عقلمند آدمی دنیا کو آخرت کیلئے استعمال کر کے فائدہ اٹھا لیتا ہے اور نادان ندامت اور محرومی میں مبتلا ہوتا ہے۔ چوں در افتد جب دنیادار دنیا کے غم میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس پر نوالۂ دخور حرام ہو جاتا ہے۔ مُرغِ جو ہوشیار پرند ہو گا وہ جال کا دانہ کبھی نہ چگے گا۔

[2] مُرغِ غافل۔ بیوقوف انسان دنیا میں مبتلا ہو جاتا ہے جو کہ جال کے دانہ کی طرح ہے۔ بازِ مرغاں۔ جو ہوشیار پرند ہوتے ہیں وہ جال کے دانے سے اپنے آپکو علیحدہ رکھتے ہیں فخ۔ جال۔ صاحب۔ شکاری، بیوقوف پرندوں کو ذبح کر ڈالتا ہے اور خوش گلو پرندوں کو فروخت کر دیتا ہے جو لوگوں کی محفلوں میں پہنچ جاتے ہیں یہی صورت دنیا کے جال میں پھنسنے کے بعد دنیاداروں اور اہل اللہ ذاکر و شاغل لوگوں کی ہوتی ہے۔

[3] پس کنیزک۔ بی بی کے مرنے کے بعد باندی نے کہا بی بی کسقدر احمق تھی مجھ سے تھوڑی سی بات سیکھ کر اپنے آپ کو اُستاد سمجھ بیٹھی اور ہلاک ہوئی۔ ظاہرش۔ غم کا ظاہر دیکھا اور اُس کے رازوں سے ناواقف ہوتے ہوئے دکان کھول بیٹھی۔ خلیص۔ حلوہ۔

ظاہرِ صنعت بدیدی زاُوستاد
تونے اُستاد کی ظاہری کاریگری دیکھی

اُوستادی برگرفتی شاد شاد
تونے خوشی خوشی اُستادی اختیار کرلی

اے[1] بسا زرّاق گولِ بیوقوف
بہت سے احمق بیوقوف مکاروں نے

از رہِ مرداں ندیدہ غیرِ صوف
سوائے اُون کے مردوں کے راستہ میں کچھ نہ دیکھا

اے[2] بسا شوخاں زاندک اِحتراف
بہت سے بے حیا ہیں تھوڑے سے ہنر سے

از شہاں ناموختہ جُز گفت و لاف
اُنھوں نے شاہوں سے سوائے باتوں اور شیخی کے کچھ حاصل نہ کیا

ہر یکے در کف عصا کہ موسیم
ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی ہے کہ میں موسیٰ ہوں

می دمد بر ابلہاں کہ عیسیم
بیوقوفوں پر دم کرتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں

آہ ازاں روزے کہ صدقِ صادقاں
ہائے وہ دن۔ کہ سچوں کی سچائی

باز خواہد از تو سنگِ اِمتحاں
امتحان کا پتھر تجھ سے طلب کرے گی

آخر از اُستاد باقی را بپرس
آخر باقی (ہنر) اُستاد سے پوچھ لے

کہ حریصاں جملہ کورانند و خرس
کیونکہ لالچی سب اندھے اور گونگے ہیں

جملہ جُستی باز ماندی از ہمہ
تونے سب کو ٹٹولا سب سے محروم رہا

صیدِ گرگاں اندایں اُبلہ رمہ
یہ بیوقوف گلہ، بھیڑیوں کا شکار ہے

صورتے بشنیدی گشتی ترجماں
تونے تھوڑی سی بات سنی ہر جان بن گیا

بیخبر از گفت خود چوں طوطیاں
طوطیوں کی طرح اپنی گفتگو سے بے خبر ہے

[3] تمثیلِ تلقینِ شیخ مُریداں را و پیغمبر اُمت را کہ ایشاں طاقت
شیخ کی مریدوں کو اور پیغمبر کی امت کو تلقین کرنے کی مثال کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے

تلقینِ حق تعالیٰ ندارند و با حق اُلفت ندارند چنانکہ طوطی
تلقین کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے انہیں مناسبت نہیں ہے جیسا کہ طوطی

با صورتِ آدمی اُلفت ندارد کہ از و تلقین تواند گرفت حق
آدمی کی صورت سے مناسبت نہیں رکھتی ہے کہ اُس سے تلقین حاصل کرسکے اللہ

تعالیٰ شیخ را چوں آئینہ پیشِ مُرید ہمچو طوطی دارد واز پسِ
تعالیٰ شیخ کو آئینہ کی طرح طوطی جیسے مُرید کے سامنے رکھ دیتا ہے اور آئینہ کے پیچھے سے

آئینہ تلقین میکند قولہ عزّ و جلّ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ
تلقین کرتا ہے اللہ عزّ و جلّ کا قول ہے آپ اپنی زبان نہ ہلائیے تاکہ اُس (وحی) پر جلدی کریں

[1] اے بسا یہی زبان اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو کسی شیخ کامل سے تھوڑی سی بات سیکھکر دکان جماتے ہیں۔ زرّاق۔ مکار شیوخ۔ صوف۔ یعنی اُون کی کملی۔

[2] اے بسا۔ یہ مزدور شیخ سوائے شیخی بگھارنے کے شیوخ سے کچھ حاصل نہ کرسکے اور اپنے آپکو موسیٰؑ و عیسیٰؑ ظاہر کرتے ہیں۔ تجملہ جُستی۔ یہ یا تو حریص مریدوں کو خطاب ہے یا مزدور شیخ کو جو مریدوں کو پھانسنے کے حریص ہیں۔ طوطیاں۔ طوطی انسان کی بولی بولتی ہے لیکن اُس کو سمجھتی نہیں ہے۔

[3] تمثیل۔ طوطی کو جب سکھایا جاتا ہے تو اُسکا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ طوطی کو آئینہ کے بالمقابل کردیا جاتا ہے اور اُستاد آئینہ کے پیچھے چھپ کر بولنا شروع کرتا ہے، آئینہ کے سامنے کی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ یہ وہ طوطی بول رہی ہے جو آئینہ میں اُسکو نظر آرہی ہے جو خود اُسکا عکس ہی ہے لہٰذا وہ اُسکو اپنی ہم جنس سمجھکر اُس سے بولنا سیکھ لیتی ہے یہی حال اللہ تعالیٰ اور نبی اور نبی کے مخاطبوں کا ہے نبی بمنزلہ آئینہ والے عکس کے ہے اور حضرت حق تعالیٰ بمنزلہ اُستاد کے ہے، اصطلاح میں جو کلام الٰہی ہے بعینہٖ عکس جیسی ہوتا ہے لیکن اس مثال اور وحی کے مقابلہ میں طوطی کی نسبت جو فرق اسقدر ہے کہ آئینہ والی

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی این ست ابتدائے مسئلہ

نہیں ہے وہ مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے ۔ یہ اس مسئلہ کی ابتدا ہے

بے منتہا چنانکہ منقار جنبانیدنِ طوطی اندرونِ آئینہ خیالش

جسکی کوئی انتہا نہیں ہے جیسا کہ آئینہ کے اندر کی طوطی کا چونچ ہلانا جس کو تو عکس

میخوانی بے اختیار و تصرفِ اوست عکسِ خواندنِ طوطیِ

کہتا ہے اس کے اختیار اور تصرف کے بغیر ہے وہ باہر والی طوطی کے پڑھنے کا

بیرونی کہ متعلم است نہ عکسِ آں متعلم کہ پسِ آئینہ ست

عکس ہے جو سیکھنے والی ہے نہ کہ اس سکھانیوالے کا عکس ہے جو آئینہ کے پیچھے ہے

ولیکن خواندنِ طوطیِ بیرونی تصرفِ آں متعلم ست پس

لیکن باہر والی طوطی کا پڑھنا سکھانے والے کا تصرف ہے تو

ایں مثال آمد نہ مثل

یہ ایک مثال ہے نہ کہ مثل

طوطیِ در آئینہ می بیند اُو عکسِ خود را پیش اُو آوردہ رُو

ایک طوطی آئینہ میں دیکھتی ہے اپنے عکس کو کہ وہ اُسکے سامنے منہ کئے ہوئے ہے

در پسِ آئینہ آں اُستانہاں حرف میگوید ادیبِ خوش زباں

آئینہ کے پیچھے وہ اُستاد چھپا ہوا ہے وہ خوش بیان ادیب بات کر رہا ہے

طوطیک پنداشت کیں گفتِ پست گفتِ آں طوطیست کاندر آئینہ است

طوطی سمجھتی ہے کہ یہ دھیمی آواز اس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ کے اندر ہے

پس ز جنسِ خویش آموزد سخن بیخبر از مکرِ آں گرگِ کہن

تو وہ اپنی ہم جنس سے بات کرنا سیکھتی ہے اس پرانے بھیڑیئے کی تدبیر سے بے خبر ہے

از پسِ آئینہ می آموزدش ورنہ ناموزد جز از جنسِ خودش

وہ آئینہ کے پیچھے سے اس کو سکھا دیتا ہے ورنہ وہ اپنی ہم جنس کے سوائے نہ سیکھے

گفت را آموخت زاں مردِ ہنر لیک از معنی و سرّش بے خبر

اس ہنرمند انسان سے اس نے بات سیکھ لی لیکن اس کے معنی اور راز سے بے خبر ہے

از بشر بگرفت منطق یک بیک از بشر جز ایں چہ داند طوطیک

اس نے ایک ایک بات انسان سے سیکھ لی انسان سے اس کے سوا طوطی کیا جانے

لہ طوطی۔ اس طوطی کے بالمقابل اس کا عکس ہوتا ہے۔ اُستاد۔ اُستاد۔ طوطیک۔ آئینہ کے باہر والی طوطی یہ سمجھتی ہے کہ آئینہ کے اندر کی طوطی بول رہی ہے لہٰذا وہ اس کی نقل شروع کر دیتی ہے۔

لہ گرگِ کہن۔ تجربہ کار اُستاد۔ گفت را۔ یہ طوطی اُس اُستاد کے الفاظ نقل کر دیتی ہے اُن کے معانی سے بے خبر ہوتی ہے۔

[1] ہمچناں در آئینہ جسمِ دلی — خویش را بیند مُریدِ مُمتلی

اسی طرح دل کے جسم کے آئینہ میں (عالمی سے) پُر مرید اپنے آپ کو دیکھتا ہے

از پسِ آئینہ عقلِ کل را — کے بہ بیند وقت گفت و ماجرا

آئینہ کے پیچھے سے عقلِ کل کو کب دیکھ سکتا ہے، گفتگو اور قصہ کے وقت

[2] او گماں دارد کہ میگوید بشر — واں دگر سرمست و اوزاں بیخبر

وہ خیال کرتا ہے، کہ انسان کہہ رہا ہے وہ دوسرا پوشیدہ ہے اور وہ اس سے بے خبر ہے

حرف آموزد ولے سِرِّ قدیم — می نداند طوطیست او یا ندیم

وہ حروف سیکھ جاتا ہے لیکن قدیم راز نہیں جانتا ہے، کہ وہ (سکھانیوالا) طوطی ہے یا ساتھی ہے

[3] ہم صفیرِ مُرغ آموزند خلق — کایں سخن اندر دہاں اُفتاد و حلق

لوگ پرندوں کی بولی سیکھ لیتے ہیں کیونکہ یہ بولی اُن کے منہ اور حلق میں آجاتی ہے

لیک از معنیِ مُرغاں بیخبر — جز سلیمانِ نبی خوش نظر

لیکن پرندوں کے معانی سے بے خبر ہوتے ہیں سوائے حضرت سلیمان نبی کے جن کی سمجھ خوب تھی

حرفِ درویشاں بسے آموختند — منبر و محفل بداں افروختند

بہت سے لوگوں نے درویشوں کے الفاظ سیکھ لئے ہیں اُن سے منبر اور مجلس کی رونق بڑھا لی ہے

یا بجز آں حرف شاں روزی نبود — یا در آخر رحمت آمد رہ نمود

یا تو اُن کا مقدر حروف کے سوا کچھ نہیں ہے یا انجام کار (اللہ کی) رحمت آکر رہنمائی کر دیتی ہے

[4] صاحبدلے در چلہ بخواب دید کہ سگے حاملہ در شکمِ آن بچگاں

ایک صاحب دل نے چلہ میں خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اس کے پیٹ

بانگ میکردند در تعجب ماند کہ حکمتِ بانگِ سگ پاسبانی

میں بچے بھونک رہے ہیں وہ تعجب میں رہ گیا کہ کتے کے بھونکنے کا فائدہ نگہبانی ہے

ست و بانگ در اندرونِ شکمِ مادر بے پاسبانی ست و نیز

اور ماں کے پیٹ میں بھونکنا نگہبانی کے لئے نہیں ہے اور آواز مدد چاہنے اور

بانگ جہت یاری خواستن و شیر خواستن باشد وغیرہ و در شکم

دودھ مانگنے کے لئے بھی ہوتی ہے اور ماں کے پیٹ میں ان میں سے کوئی

نے دعا کی کیونکہ اس حکمت کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جان سکتا ہے کہ اے خدا تو اس کی حکمت کو واضح فرما دے خدا نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور بتایا کہ پیٹ کے اندر ان کتے کے بچوں کا بھونکنا بنا دوں پیروں کی لاف زنی کی مثال ہے جس سے نہ خود ان کو فائدہ حاصل ہوتا ہے نہ دوسروں کو

[1] ہمچناں۔ اسی طرح مُرید اور اُمتی سمجھتا ہے کہ شیخ اور نبی اُس کی ہم جنس ہے اور اُس سے سیکھتا ہے اور اُستاد، عقل کُل اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ پاتا ہے جو اصل میں مُعلّم ہے۔

[2] او۔ مُرید اور اُمتی سمجھتا ہے کہ شیخ اور نبی کہہ رہا ہے اُس راز سے وہ بے خبر ہوتا ہے کہ در اصل اُس سے اللہ تعالیٰ کہلوا رہا ہے۔ حرف نبی کی کی بات سُن لیتا ہے لیکن اُس کو معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اصل بولنے والا نبی ہے جو منزلِ طوطی کے عکس کے ہے یا اللہ تعالیٰ ہے جو منزلِ اُس ساتھی کے ہے جو آئینہ کے پیچھے سے بولتا ہے۔

[3] ہم صفیر۔ انسان پرندوں کی بولی بولنا سیکھ جاتا ہے لیکن اُس بولی کے معنی جو پرند مُراد لیتے ہیں اُن سے لاعلم ہوتا ہے۔ حرف درویشاں۔ اسی طرح بہت سے انسان کاملین کی نقل اُتارنے لگے ہیں ریا مجاز۔ یہ نقالی کبھی نقالی ہی رہتی ہے اور کبھی حقیقت یک رہنمائی بھی کر دیتی ہے۔

[4] صاحبدلے۔ ایک بزرگ تنہائی میں چلہ کشی کر رہے تھے انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اور اُس کے پیٹ میں بچے بھونک رہے ہیں جس سے اُن کو تعجب ہوا اور سوچنے لگے کہ پیٹ میں بچوں کے بھونکنے میں کیا حکمت خداوندی ہے کتے حفاظت اور پاسبانی کے لئے بھونکتے ہیں اُن کے پیٹ میں بھونکنے سے یہ فائدہ نہیں ہے نیز بچے کے رونے میں مدد کے لئے یا دودھ کے لئے فریاد ہوتی ہے وہ بھی یہاں نہیں ہے انھوں

مادر ہیچکدام از تنہا نیست چوں بخویش آمد بحضرتِ حق مناجات
بھی (مقصود) نہیں ہے وہ جب بیدار ہوا اللہ تعالیٰ سے دعا کی

کرد وَمَا یَعْلَمُ تَاوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہ جواب آمد کہ آں صورتِ
اور بجز اللہ کے اُس کی تاویل کوئی نہیں جانتا ہے ۔ جواب آیا کہ یہی صورتِ حال

حال قومی ست کہ از حجاب بیروں نیامدہ و چشمِ دل باز نشدہ
اُس قوم کی ہے جو پردے سے نہیں نکلی ہے اور دل کی آنکھ نہیں کھل ہے

و دعوائے بصیرت کنند و مقالات گویند ازاں نہ ایشاں را
اور وہ بصیرت کا دعویٰ کرتی ہے اور تقریریں کرتی ہے جن سے نہ اُس کو

قوت و یاری و نہ مستمعاں را ہدایتے و رشدے میرسد
کوئی قوت اور مدد حاصل ہوتی ہے اور نہ سننے والوں کو کوئی ہدایت اور رہنمائی ملتی ہے

آں یکے می دید خواب اندر چلہ[1] در رہے مادہ سگے بُد حاملہ
ایک شخص نے چلہ میں خواب میں دیکھا راستہ میں ایک حاملہ کتیا تھی

ناگہاں آوازِ سگ بچگاں شنید سگ بچہ اندر شکم بُد نا پدید
اُس نے اچانک کتے کے بچوں کا بھونکنا سُنا کتے کے پیٹ میں چھپے ہوئے تھے

پس عجب آمد ورا زاں بانگہا سگ بچہ اندر شکم چوں زد ندا
اُسی کو اُن آوازوں سے تعجب ہوا کتے کے پیٹ میں کیوں بھونکے ؟

سگ بچہ اندر شکم نارِ کناں[2] ہیچ کس دید ست ایں اندر جہاں
کتے کے پلوں کا (ماں کے) پیٹ کے اندر روتے ہوئے کسی نے اب میں کبھی دیکھا ہے ؟

چوں بجست از واقعہ آمد بخویش حیرتِ او دمبدم میگشت بیش
جب وہ خواب سے بیدار ہوا ہوش میں آیا اُس کی حیرت لمحہ لمحہ بڑھ رہی تھی

در چلہ کس نے کرد دد عقدہ حل جز کہ درگاہِ خدائے عزّ و جل
چلہ میں کوئی نہیں تھا کہ عقدہ حل ہو سوائے خدائے عزّ و جل کی درگاہ کے

گفت یارب زیں شکال و گفتگو در چلہ وا ماندہ ام از ذکرِ تو
اس نے کہا اے اللہ ! اس اشکال اور گفتگو کی وجہ سے چلے میں تیرے ذکر سے قاصر ہو رہا ہوں

پرِ من بکشای تا پراں شوم در حدیقہ ذکر و سیبستاں شوم
میرے پر کھول دے تاکہ پرواز کروں ذکر کے باغیچوں اور سیب کے باغ میں پہنچوں

[1] چلہ ۔ چلہ کشی جو تنہائی میں ہوتی ہے ۔ باگہا ۔ یعنی کتے کے پلوں کی ان کے پیٹ میں سے بھونکنے کی آواز ۔
[2] نارِ کناں ۔ روتے ہوئے ۔ واقعہ ۔ یعنی خواب ۔ عقدہ حل ۔ یعنی گرہ کھل جائے ۔ مسئلہ حل ہو جائے ۔ گفت ۔ یعنی صاحب دل نے خدا سے عرض کیا میں اس فکر میں تیری یاد سے غافل ہو رہا ہوں ۔

آمدش آوازِ ہاتف[1] در زماں
اُس کو فوراً غیبی فرشتہ کی آواز آئی

کاں مثالے داں زلافِ جاہلاں
کہ اُس کو جاہلوں کے شیخی بگھارنے کی مثال سمجھ

کز حجاب و پردہ بیروں نامدہ
جو حجاب اور پردے سے باہر نہیں نکلے ہیں

چشم بستہ بیہُدہ گویاں شدہ
آنکھیں بند کیے ہوئے بیکار باتیں کرتے ہیں

بانگِ سگ اندر شکم باشد نہاں
کتے کا پیٹ میں بھونکنا بیکار ہے

نے شکار انگیزد و نے شب پاساں
نہ شکار نکالنے والا ہے اور نہ رات کا محافظ ہے

گُرگ نادیدہ کہ دفعِ اُو بُوَد
اُس نے چور کو نہیں دیکھا کہ اُس کی روک ہو

دُزد نادیدہ کہ منعِ اُو شوَد
اُس نے چور کو نہیں دیکھا کہ اُس کی روک ہو

از خریصی[2] و ز ہوائے سَروری
حرص اور سرداری کی خواہش کی وجہ سے

در نظر کُند و بلافیدن جَری
نظر میں کُند ہے اور بکواس کرنے میں جری ہو

از ہوائے مُشتری و گرم دار
خریدار اور دوست کی خواہش کی وجہ سے

بے بصیرت پانہادہ در فشار
بغیر بصیرت کے بکواس میں قدم رکھے ہوئے ہے

ماہ نادیدہ نشانہا میدہد
چاند کو بغیر دیکھے نشانیاں بتاتا ہے

روشنائی رایداں کژمی نہد
اُس کے لئے روشنائی کو ٹیڑھا رکھتا ہے

از برائے مُشتری در وصفِ ماہ
چاند کی صفت بیان کرنے میں، خریدار کے لئے

صد نشاں نادیدہ گوید بہرِ جاہ
مرتبہ کی خاطر بغیر دیکھے ہوئے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے

مُشتری نادیدہ گوید صد نشاں
بغیر دیکھے سیکڑوں نشانیاں بتاتا ہے

ژاژ خاید دوغ نوشد کف زناں
بکواس کرتا ہے تالیاں بجاتے ہوئے چھاچھ پیتا ہے

مُشتری[3] کو سود دارد خود یکیست
اس خریدار میں فائدہ ہے وہ صرف ایک ہے

لیک ایشاں را دراں ریب و شکیست
لیکن اُن کو اُس میں شک و شبہ ہے

از ہوائے مُشتری بے شکوہ
بے حقیقت خریدار کی خواہش میں

مُشتری را باد دادند ایں گروہ
اُس جماعت نے خریدار کو کھو دیا ہے

مُشتریِ ما ست اللہُ اشتَرٰی
ہمارا خریدار اللہ ہے جس نے خرید لیا ہے

از غمِ ہر مُشتری ہیں برتر آ
ہر خریدار کے غم سے آگے بڑھ

مُشتریِ جُو کہ جُویانِ تو اَست
اُس خریدار کو تلاش کر جو تیرا جویاں ہے

عالمِ آغاز و پایانِ تو اَست
تیرے آغاز اور انجام کو جاننے والا ہے

---

[1] ہاتف: بمعنی آواز دینے والا۔ کتے کے پیٹ کا بھونکنا چاہلوں کی لاف زنی کی مثال ہے۔ بانگ کتے کے پیٹ میں بھونکنا بیکار بات ہے نہ تو اس سے یہی فائدہ ہے کہ کوئی شکار جھاڑی میں سے نکل کر بھاگے اور نہ شکاری اُس کا شکار کرے نہ چور کو بھگانے کے لئے ہے۔

[2] از حریصی: جاہل شیخی کی لالچ اور سرداری کی خواہش میں یہ حالت ہوتی ہے کہ اُس کی نظر تو کُند ہو جاتی ہے اور وہ شیخی بگھارنے میں جری ہو جاتا ہے گرمدار دوست۔ شکار بکواس، ماہ یعنی ذات حق کے مشاہدہ کے بغیر اُس کی سیکڑوں نشانیاں بیان کرتا ہے اور اپنے خریدار کی غلط رہنمائی کرتا ہے۔ مشتری دوم بغیر مشاہدہ کے بکواس شروع کر دیتا ہے اور فضول مستی ظاہر کرنے لگتا ہے دوغ کوشہ یعنی چھاچھ پی کر دھت مستی ظاہر کرتا ہے۔

[3] مشتری کو: ایک مومن کا خریدار دراصل اللہ تعالیٰ ہے قرآن پاک میں ہے ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے اُن کی جانیں خرید لی ہیں۔ از غم ہر مشتری۔ ایک مومن کو کسی اور خریدار کی فکر میں پڑنا چاہیئے خواہ اللہ تعالیٰ تیرا ہو [illegible] وہ تیرے [illegible]

هیں مکش ہر مشتری را تو بدست[1]
خبردار! ہر خریدار کو تو ہاتھ سے نہ کھینچ

عشقبازی با دو معشوقہ بدست
دو معشوقوں سے عشقبازی بری ہے

زو نیابی سود مایہ گر خرد
اگر وہ بیچی کو خریدے گا تو اس سے فائدہ حاصل نہ کرسکیگا

نبود ش خود قیمت عقل و خرد
اس کے پاس تیری عقل اور سمجھ کی قیمت ہی نہیں ہوگی

نیست اورا خود بہائے نیم نعل
بلکہ اسکی قیمت آدھے نعل کی نہیں ہے

تو برو عرضہ کنی یاقوت و لعل
تو اس کو یاقوت اور لعل دکھارہا ہے

حرص[2] کورت کرد و محرومت کند
لالچ نے تجھے اندھا کردیا اور محروم کرے گا

دیو ہمچوں خویش مرحومت کند
شیطان تجھے اپنی طرح منگسار بنادے گا

ہمچناں کا صحاب فیل و قوم لوط
جس طرح اصحاب فیل اور لوط کی قوم کو

کرد شاں مرحوم چوں خود آں سخوط
اس منحوس نے اپنی طرح منگسار بنادیا

مشتری را صابراں دریافتند
صابر لوگوں نے خریدار پالیا ہے

چوں سوی ہر مشتری نشتافتند
کیونکہ وہ ہر خریدار کی طرف نہیں دوڑتے ہیں

واں کہ گردانید روزاں مشتری
جس شخص نے اس خریدار سے منہ موڑا

بخت و اقبال و بقا زو شد بری
نصیبہ اور اقبال اور بقا اس سے کنارہ کش ہوگئے

ماند حسرت بر حریصاں تا ابد
لالچیوں کو ہمیشہ حسرت رہی

ہمچو حال اہل ضروان[3] در حسد
جس طرح حسد میں ضروان والوں کا حال

قصۂ اہل ضروان و حسد ایشاں بر درویشاں کہ پدر ما از سلیمی

ضروان کے باشندوں کا قصہ اور ان کا فقیروں پر حسد کرنا کہ ہمارا باپ سادہ تھا

اغلب دخل باغ را بمسکیناں میداد، چوں انگور بودے عشر

سے باغ کی زیادہ پیداوار مسکینوں کو دیدیتا تھا جب انگور ہوتے دسواں حصہ

دادے و چوں مویز و دوشاب شدے عشر دادے و چوں حلوا

دیدیتا اور جب کشمش اور انگور کا شیرہ ہوتا دسواں دے دیتا اور جب حلوا یا

و یا لودہ کردے عشر دادے واز فصیل عشر دادے و چوں

خالودہ بناتا دسواں دے دیتا پکی کھیتی میں سے دسواں دے دیتا اور جب

خرمن میکوفتے از کف آمیختہ عشر دادے و چوں گندم از

کھلیان گیہاں آدمے گہائے ہوئے میں سے دسواں دیدیتا اور جب گیہوں

[1] بدست (شعر)
ہم خدا خواہی و ہم دنیای دوں
یہ خیال محالات ہیں

لہ۔ اگر خدا کے علاوہ کوئی خریدار نہ ہے گا تو اس سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا اس خریدار کے پاس تجھے خریدنے کی قیمت کہاں ہے۔ نیست۔ وہ خود دو کوڑی کا ہے اس پر اپنی عقل و خرد کے لعل و یاقوت کو پیش کرنا نادانی ہے۔

[2] حرص۔ لالچ انسان کو اندھا کردیتا ہے۔ مرحوم۔ سنگسار۔ اصحاب فیل۔ ابرہہ کا لشکر جس نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے چڑھائی کی تھی۔ سخوط منحوس یعنی شیطان۔ والکہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے روگردانی کرتا ہے وہ بڑا بدنصیب ہے اور تباہ ہو جاتا ہے۔

[3] ضروان یمن میں ایک گاؤں تھا سلیمی۔ بیوقوفی۔ ابلہ پن۔ دوشاب۔ انگور کا شیرہ۔ قصیل۔ پکی کھیتی۔ کف۔ کھلیان کے زیر اور خاکی خفت کے ساتھ نیکوفتے۔

کہ جُدا شُد ے عُشر دادے وچوں آرد کردے عُشر دادے وچوں

بھوسے سے جدا ہوتے دہواں دے دیتا اور جب آٹا کرتا دہواں دیدیتا اور

خمیر کردے عُشر دادے وچوں نان پختے عُشر دادے لاجرم

جب گوندھتا دہواں دیدیتا اور جب روٹی پکاتا دہواں دے دیتا لامحالہ

حق تعالیٰ در باغ وکشت برکتے نہادہ بُود کہ ہمہ اصحاب

اللہ تعالیٰ نے باغ اور کھیتی میں برکت عطا کی تھی کہ سب باغ والے

باغہا محتاجِ اُو بُودندے ہم بمیوہ وہم بسیم واُو محتاجِ

اس کے محتاج ہوتے پھل میں بھی اور چاندی میں بھی اور وہ اُن میں سے

ہیچ کس نے از ایشاں وفرزندانِ اُو خرجِ عشر میدید نہ سکرز

کسی کا محتاج نہ ہوتا اُس کی اولاد نے بار بار دہویں کا خرچ دیکھا

واں برکت نمی دیدند ہمچو آں زنِ بدبخت کہ گیر خرید و

اور وہ برکت نہ دیکھی اُس بدبخت عورت کی طرح جس نے گندم کا ذکر دیکھا

کدُو راندید

اور کدو نہ دیکھا

بُود مردے صالحے ربّانیے[1] عقلِ کامل داشت وپایاں دانیے

ایک نیک خدا پرست شخص تھا کامل عقل رکھتا تھا اور انجام سے باخبر تھا

در دہِ ضرواں بنزدیکِ یمن شہرہ اندر صدقہ وخُلقِ حسن

یمن کے نزدیک ضروان گاؤں میں خیرات کرنے اور اچھے اخلاق میں مشہور تھا

کعبۂ درویش بُودے کوئے اُو آمدندے مُستمنداں[2] سُوئے اُو

اس کی گلی فقیر کا کعبہ ہوتی ضرورتمند اس کی جانب آتے

ہم زخوشہ عُشر دادے بے ریا ہم زگندم چوں شُدے از کہ جُدا

بغیر ریاکاری کے بالوں میں سے دہواں دیتا گیہوں میں سے بھی جب وہ بھوسے سے جدا ہو

آرد گشتے عُشر دادے ہم ازاں ناں شُدے عُشرِ دگر دادے نہاں

آٹا بنتا تو اس میں سے بھی دہواں دیتا روٹی بنتی، روٹی میں سے دوسرا دہواں دیتا

عُشر ہر دَخلے فرو نگذاشتے چار بارہ دادے زانچہ کاشتے

کسی آمدنی کے دسویں میں فروگذاشت نہ کرتا جو بوتا اُس میں سے چار بار ادا کرتا

---

[1] ربانی۔ اللہ والا۔ کتب۔ یعنی فقر اور اُس کے گھر کا پکا کھاتے رہتے تھے۔

[2] مستمنداں۔ حاجتمند۔ مُعشر۔ شرعی اعتبار سے زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ خیرات کرنا ہوتا ہے۔

از عنب عشرے بدادے وز مویز
انگور میں سے دسواں دینا اور کشمش میں سے

عشر ہم دادے دے از دو[1] شاب نیز
وہ انگور کے شیرے میں سے بھی دسواں دیتا

ہم ز حلوا عشر و از پالودہ ہم
حلوے میں سے بھی دسواں اور فالودے میں سے بھی

می فرو نگذاشتے از بیش و کم
اور کم اور زیادہ میں سے نہ چھوڑتا

بس وصیتہا بگفتے ہر زماں
ہر وقت بہت سی وصیتیں کرتا

جمع فرزندانِ خود را آنجواں
وہ جوان اپنی سب اولاد کو

اللہ اللہ قسمِ مسکیں بعدِ من
خدا کے لئے میرے بعد مسکین کے حق کو

وا مگیریدش ز حرصِ خویشتن
اپنی حرص سے بند نہ کرنا

تا بماند بر شما کشت و ثمار
تاکہ تم پر کھیتی اور پھل رہیں

در پناہِ طاعتِ حق پائدار
مستقل خدا کی اطاعت کی حفاظت میں

دخلہا و میوہا جملہ ز غیب
آمدنیاں اور میوے سب غیب سے

حق فرستادست بے تخمین و ریب
بے اندازہ اور بے شک اللہ (تعالیٰ) نے بھیجے ہیں

در محلِ[2] دخل اگر خرجے کنی
آمدنی کے وقت اگر تو خرچ کرے گا

درگہِ سودست بر سودے زنی
وہ فائدے کا دربار ہے تو فائدہ اٹھائے گا

ترک اغلب دخل را در کشتِ زار
کاشتکار، پیداوار کا اکثر حصہ کھیت میں

باز کارد کہ ویست اصلِ ثمار
پھر بو دیتا ہے کیونکہ وہ فائدوں کی جڑ ہے

بیشتر کارد خور دز آں اندکے
زیادہ بو دیتا ہے (اگر میں سے تھوڑا سا کھاتا ہے

کہ ندارد در بریدن شکے
کیونکہ اس کو کاٹنے میں کوئی شبہ نہیں ہے

زاں بیفشاند بکشتن ترک دست
کاشتکار بونے میں ہاتھ اسی لئے جھاڑ لیتا ہے

کاں غلہ ہم زاں زمیں حاصل شدست
کیونکہ وہ غلہ اسی زمین سے حاصل ہوا ہے

کفشگر[3] ہم آنچہ افزاید ز ناں
روٹی سے جو زائد ہوتا ہے، موچی بھی

میخرد چرم و ادیم و سختیاں
چمڑا اور چمڑی اور میٹ خرید لیتا ہے

کہ اصولِ دخلِ ما اینہا بودہ اند
کہ میری آمدنی کی بنیادیں یہ بنی ہیں

ہم ازینہا می کشاید رزقِ بند
انہی سے بند رزق کھلتا ہے

دخل از آنجا آمدستش لاجرم
لامحالہ اس کی آمدنی اسی جگہ سے ہی ہوئی ہے

ہم در آنجا میکند داد و کرم
اسی جگہ وہ عطا اور کرم کرتا ہے

---

[1] دو شاب۔ انگور کا شیرہ۔ اللہ اللہ۔ وہ خدا رسیدہ مرد اپنی اولاد کو وصیتیں کرتا کہ دسواں حصہ ضرور خیرات کرتے رہنا۔ دخلہا۔ جمع۔ پیداوار حقیقتاً اللہ کی جانب سے ہے۔

[2] در محل۔ پیداوار کے وقت۔ اگر خرچ کرو گے فائدہ میں رہو گے۔ ترک۔ یعنی کاشتکار پیداوار کا زیادہ حصہ پھر زمین میں بو دیتا ہے۔ در بریدن۔ اس میں با زیادہ ہے۔ دست افشاندن یعنی بونا۔

[3] کفشگر۔ موچی، جفت ساز، آدیم۔ چمڑی یعنی وہ کھال جو صحیح رنگی جاتی ہے تختیاں۔ بھیڑ کی دباغت شدہ کھال، میٹ کا مصول۔ ان چیزوں میں وہ آمدنی کو صرف کرتا ہے کیونکہ آمدنی کی اصل و بنیاد یہی چیزیں ہیں۔

ایں[1] زمین و سختیاں پردہ است و بس
یہ زمین اور کھال بس پردہ ہے

اصلِ روزی از خداداں ہر نفس
اصل روزی ہر وقت خدا کی جانب سے سمجھ

چوں بکاری در زمینِ اصل کار
تو جب بوئے تو اصلی زمین میں بو

تا بروید ہر یکے را صد ہزار
تاکہ ہر ایک کے لاکھ اُگیں

گیرم اکنوں تخم را گر کاشتی
میں نے مانا، اب اگر تو نے بیج بو بھی دیا

در زمینے کش سبب پنداشتی
اُس زمین میں جس کو تو نے سبب سمجھ لیا ہے

چوں دو سہ سال آں نروید چوں کنی
اگر وہ دو تین سال نہ اُگے تو کیا کرے گا؟

جز کہ در لابہ و دعا کف بر زنی
بجز اس کے کہ خوشامد اور دعا میں ہاتھ اُٹھائے

دست بر سر میزنی پیشِ الٰہ
خدا کے آگے سر پر ہاتھ مارے گا

دست و سر بر دادنِ رزقش گواہ
ہاتھ اور سر اُس کے رزق دینے پر گواہ ہیں

تا بدانی اصلِ اصلِ رزق اُوست
تاکہ تو سمجھ لے کہ رزق کی اصل جڑ وہی ہے

تا ہم اُورا جوئی آں کو رزق جُوست
جو رزق تلاش کرتا ہے اُسی سے ڈھونڈتا ہے

رزق از وے جو مجو از زید و عمر
رزق اُس سے مانگ، زید اور عمر سے نہ مانگ

مستی از وے جو مجو از بنگ و خمر
مستی اُس سے چاہ، بھنگ اور شراب نہ چاہ

منعمی زو خواہ نے از گنج و مال
خوشحالی اُس سے چاہ نہ کہ خزانے اور مال سے

نصرت از وے خواہ نے از عم و خال
مدد اُس سے چاہ نہ کہ چچا اور ماموں سے

عاقبت[2] زینہا بخواہی یا ندن
انجام کار تو اُن سے (الگ) رہ جائے گا

ہیں کرا خواہی دراں دم خواندن
ہاں اُس وقت تو کسے پکارے گا؟

ایں دم اُورا خوان و باقی را بہل
اِس وقت اُس کو پکار اور باقی کو چھوڑ

تا تو باشی وارثِ مُلکِ جہاں
تاکہ تو دنیا کی سلطنت کا مالک بن جائے

چوں یَفِرُّ الْمَرْءُ آید مِنْ اَخِیْہِ
جب وہ دن آجائے گا کہ انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا

یَھْرُبُ الْمَوْلُوْدُ یَوْمًا مِّنْ اَبِیْہِ
وہ دن کہ اولاد اپنے باپ سے بھاگے گی

---

[1] ایں زمین۔ پیداوار کے ظاہری اسباب محض ایک پردہ ہیں ورنہ اصل روزی رساں خدا ہے۔۔۔ صد ہزار۔ قرآن پاک میں ہے مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔ اُن لوگوں کی مثال جو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں ایک دانہ کی سی ہے جس نے سات بالیں اُگائیں ہر بال میں سو دانے اور خدا جس کے لئے چاہتا ہے دوگنا کر دیتا ہے۔

[2] عاقبت۔ جب انسان اسباب سے مایوس ہو جاتا ہے تو پھر خدا ہی سے مانگتا ہے۔ صحت کھیتی کی تباہی کے وقت سر پیٹ کر خدا سے دعا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اصل رزق دینے والا خدا ہی کو سمجھتا ہے۔ رزق۔ جب حقیقی رزّاق خدا ہے تو اُس سے رزق مانگنا چاہیئے۔۔۔ مستی۔ اصل مستی جو خدا کے عشق سے ہی حاصل ہوتی ہے انسان کو اُس کی جستجو چاہیئے۔ بھنگ اور شراب کی مستی فنا ہوتی ہے۔ منعمی۔ انسان کی اصل مالداری نفس کی مالداری ہے جو صرف خدا کی

[3] عاقبت۔ انسان اپنے خزانے اور مال کو دنیا میں ہی چھوڑ جاتا ہے، تعلق اُس چیز سے پیدا کرنا چاہیئے جو ساتھ دے سکے۔ چوں۔ قرآن پاک میں ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ لِکُلِّ امْرِءٍ مِّنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْہِ ۔ یعنی قیامت کے دن ہر شخص اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنی بیوی، اپنی اولاد سے بھاگے گا ہر شخص کی اُس دن وہ حالت ہوگی جو دوسروں سے اُس کو لاپروا کر دے گی۔

زاں[1] شود ہر دوست آں ساعت عدو — گر بتِ تو بود واز رہ مانع اُو

اس لئے ہر دوست اس وقت دشمن بن جائے گا — کیونکہ وہ تیرا بت تھا، راستہ سے مانع تھا

روئے از نقاش برمی تافتی — چوں ز نقشش انس دل می یافتی

تو نے نقاش سے منہ پھیر لیا — جبکہ اس کے بنائے ہوئے نقش سے دل انس پیدا کر لیا

ایں دم اَر یارانت با تو ضد شوند — وز تو برگردند و در خصمی روند

اگر تیرے دوست اس وقت تیرے مخالف ہو جائیں — تجھ سے برگشتہ ہو جائیں اور مخالفت میں چلے جائیں

ہیں بگو نک روزِ من پیروز شُد — آنچہ فردا خواست شُد امروز شُد

ہاں، کہہ دے کہ اب میرا دن نصیب ور ہے — جو کچھ کل کو ہونا تھا، وہ آج ہو گیا

ضدِ من گشتند اہلِ ایں سَرا — تا قیامت عین شد پیشیں مرا

اس جہان والے میرے مخالف ہو گئے — یہاں تک کہ قیامت میرے لئے پیش نقد بنگئی

پیش[2] ازاں کہ روزگارِ خود برم — عُمر با ایشاں بپایاں آورم

اس سے قبل کہ میں اپنی عمر پوری کروں — اُن کے ساتھ زندگی بسر کروں

کالۂ معیوب بخریدہ بُدم — شکر کز عیبش بگہ واقف شُدم

میں نے ایک عیب دار سامان خرید لیا تھا — شکر ہے کہ اسکے عیب سے میں سویرے واقف ہو گیا

پیش ازاں کز دست سرمایہ شدے — عاقبت معیوب پیروں آمدے

اس سے پہلے ہی کہ ہاتھ سے سرمایہ چلا جاتا — آخر میں معیوب ظاہر ہوتا

مال رفتہ عُمر رفتہ اے نسیب — مال و جاں دادہ پئے کالہ معیب

اے شریف! مال گیا، عمر گئی — عیب دار سرمایہ کے لئے مال اور جان دیدی

نقد[3] دادم زرِ قلبے بستدم — شاد شاداں سوئے خانہ می شدم

میں نے نقد دے دیا اور کھوٹا سونا لے لیا — خوشی خوشی گھر کی جانب چل دیا

شکر کایں زر قلب پیدا شد کنوں — پیش ازاں کہ عُمر بگذشتے فزوں

شکر ہے، کہ یہ کھوٹا سونا ابھی واضح ہو گیا — اس سے پہلے کہ زیادہ عمر گذر جاتی

قلب ماندے تا ابد در گردنم — حیف بودے عُمر ضائع کردنم

کھوٹا (ہونا) ہمیشہ کے لئے میری گردن میں رہ جاتا — مجھے عمر ضائع کرنے پر افسوس ہوتا

چوں بگہ تر قلبی اُو رُو نمود — پائے خود را واکشم من زُود زُود

چونکہ صبح سویرے اُس کا کھوٹا پن ظاہر ہو گیا — میرا بہت جلد ناپسند ہو جاؤں گا

[1] زاں۔ اس حالت کی وجہ سے انسان کے لئے اُس کا ہر دوست اُس کا دشمن ثابت ہوگا کیونکہ وہ دوست بھی اُس کو ایک بُت کی طرح خدا سے حائل بنا رہا تھا۔ بُت کی مصنوع سے دل لگانا صانع سے دل ہٹانا ہے۔ ایں دم۔ اگر دنیا دی دوست اس دنیا ہی میں تیرے مخالف ہو جائیں تو یہ تیری خوش قسمتی ہوگی۔ ضدِ من۔ آخرت میں جو تیرے لئے مصیبت تھی وہ تو نے دنیا میں بھگت لی۔

[2] پیش ازاں۔ ان دوستوں کا نقصان دنیا میں برداشت کر لینا آسان ہے پیش ازاں۔ اس کی یہ مثال ہے کہ خواب سودا خریدنے پر فوراً اُس کے عیب واقفیت ہو جائے تو کچھ تدارک ممکن ہے ورنہ پھر افسوس ہی افسوس کرنا پڑتا ہے۔

[3] نقد دادم۔ انسان بدھن کہتا ہے کہ بائے الہوس میں کھوٹا سونا خرید کر گیا، خوش خوش گھر آیا تھا۔ شکر۔ اگر فوراً کھوٹ ظاہر ہو جائے اور انسان اُس کا تدارک کرلے تو شکر ادا کرتا ہے۔

یارِ تو چوں دشمنی پیدا کند — کرد حقد و رشک اُو بیروں زند

تیرا دوست جب دشمنی ظاہر کرے — وہ حسد اور کینہ اور رشک ظاہر کرے

تو ازاں اِعراضِ اُو افغاں مکن — خویشتن را ابلہ و ناداں مکن

تو اُس کے منہ موڑنے سے فریاد نہ کر — اپنے آپ کو بے وقوف اور نادان نہ بنا

بلکہ شکرِ حق کُن و ناں بخش کُن — کہ نگشتی دَرحوالِ اُو کہن

بلکہ اللہ کا شکر کر اور روٹی خیرات کر — کہ تو اُس کے بورے میں پرانا نہ بنا

از جوالش زود بیروں آمدی — تا بجوئی یارِ صدق و سَرمدی

تو اُس کے بورے سے جلد باہر آگیا — تاکہ سچے اور دائمی یار کو تلاش کرے

نازنیں یارے کہ بعد از مرگِ تُو — رشتۂ یاریِ اُو گردد سُتُو

وہ نازوں بھرا یار کہ تیرے مرنے کے بعد — اُس کی یاری کا رشتہ ٹوٹا ہو جائے

آں مگر سُلطاں بُوَد شاہِ رفیع — یا بُوَد مقبولِ سُلطان و شفیع

وہ یا تو شہنشاہ فرمانروائے برتر ہے — یا شہنشاہ کا محبوب اور شفیع ہے

رَستی از قلّابِ سالوس و دَغل — غرّ اُو دیدی عیاں پیش از اَجل

تو مکر اور فریب کے آنکڑے سے بچ گیا — تو نے موت سے پہلے اُس کی غفلت دیکھ لی

ایں جفائے خَلق با تو دَر جہاں — گر بدانی گنجِ زر آمد نہاں

دنیا میں تیرے ساتھ لوگوں کا ظلم — اگر تو سمجھے، سونے کا چھپا ہوا خزانہ بنا

خَلق را با تو چُنیں بَدخو کُنند — تا تُرا ناچار رُو آنسو کُنند

لوگوں کو تیرے ساتھ اِس طرح بدعادت کر دیتے ہیں — تاکہ تجھے مجبور اور اُس جانب کو کر دیں

ایں یقیں داں کاندر آخر جملہ شاں — خَصم گردند و عدوّ و سَرکشاں

تو اِس کو یقینی سمجھ کہ آخیر میں سب — مخالف اور دشمن اور سرکش بن جائیں گے

تو بمانی با فُغاں اندر لَحد — لَاتَذَرنِی فَرد خواناں از اَحد

تو لحد میں فریاد کرتا ہوا رہ جائے گا — خدایا، مجھے اکیلا نہ چھوڑ، کہتے ہوئے

ایں جفایت بہ ز عہدِ وافیاں — ہم زدادِ تُست عہدِ باقیاں

تیرے اوپر یہ ظلم وفاداروں کے عہد سے اچھا ہے — باقی لوگوں کا عہد بھی تیری عطا ہے

بشنو از عقلِ خود اے انبار دار — گندمِ خود را بارض اللہ سپار

اے گیہوں کے انبار والے! اپنی عقل سے سن لے — اپنے گیہوں کو اللہ (تعالیٰ) کی زمین کے سپرد کر دے

---

۵۱ یارِ تو۔ اسی طرح اگر دنیا میں تیرا دوست تجھ سے بگڑے تو اُس پر شکوہ نہ کر بلکہ شکر ادا کر۔ ۵۲ دنیاوی علائق و دنیا میں ہی ٹوٹ جانے پر شکر ادا کرنا چاہیئے اور صدقہ و خیرات کرنا چاہیئے۔ از جوالش۔ تجھے اِس بات پر شکر ادا کرنا چاہیئے کہ تو اُس کے پھندے سے نکل آیا اب سچے دوست کی تلاش میں لگ جائیگا۔ ۵۳ نازنیں۔ وہ نازوں بھرا دوست تجھے مل جائے گا تو آخرت میں تیرا ساتھ دے گا۔

۵۴ آں۔ وہ دوست جو آخرت میں کام آئے وہ خدا یا خدا کا مقبول بندہ ہے۔ ۵۵ ایں جفا۔ دنیاوی دوستوں کی جفاکاری تیرے لئے رحمت خداوندی ہے خلق را۔ جب اللہ تعالیٰ کا کسی پر کرم ہوتا ہے تو وہ ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے کہ انسان دنیوی علائق توڑ دیتا ہے۔

۵۶ تو بمانی۔ اگر یہی دنیاوی دوستیاں باقی رہیں تو قبر میں تو تنہا ہوگا اور پھر پکارے گا کہ اے خدا مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ ۵۷ ایں جفایت۔ دنیاوی تعلقات کے ٹوٹنے کو تو کہیگا کہ یہ جفا اُس کی دوستی سے بھلی تھی لیکن۔ مولانا پہلے اللہ کے راستہ میں عمر کرنے کی خوبیاں بیان کر رہے تھے پھر اُسی مضمون کو شروع کیا ہے۔

تا شود ایمن ز دُزد و از سپش
تاکہ وہ چور اور سانپ سے محفوظ ہو جائے

دیو را با دیو چہ زور تر بکش
شیطان کو دیو کے ذریعہ مار ڈال

کو همی ترساندت هر دم ز فقر
جو تجھے فقر سے ہر وقت ڈراتا ہے

همچو کبکش صید کن اے تُرہ صقر
اے تُرشکرے! چکور کی طرح اس کا شکار کر لے

بازِ سلطانی عزیز و کامیار
بادشاہ کا پیارا اور کامیاب باز ہے

تنگ باشد کہ کُند کبکش شکار
وقت ہے، کہ تجھے چکور شکار کرے

بس وصیت کرد و تخمِ وعظ کاشت
اس نے بہت وصیت کی اور وعظ کا بیج بویا

چون ز میں شاں شورہ بُد سودے نداشت
چونکہ اُن کی زمین شورہ تھی کوئی فائدہ نہ ہوا

گرچہ ناصح را بُود صد داعیہ
اگرچہ نصیحت کرنے والے کے سو داعیے ہوں

پند را اُفتد بباید واعیہ
نصیحت کے لئے، مخاطب کو بھی داعیہ ہونا چاہیئے

تو بصد تلطیف پندش میدہی
تو سینکڑوں نرمیوں کے ساتھ اسکو نصیحت کرتا ہے

او ز پندت میکُند پہلو تہی
وہ تیری نصیحت سے پہلو تہی کرتا ہے

یک کس نا مُستمع زا ستیز و رد
ایک نہ سننے والا شخص، جھگڑے اور انکار سے

صد کس گوینده را عاجز کُند
سو کہنے والوں کو عاجز کر دیتا ہے

ز انبیا ناصح تر و خوش لہجہ تر
انبیاء سے زیادہ ناصح اور شیریں زبان

کے بُود کہ رفت دم شاں در حجر
کب ہوا ہے کیونکہ اُن کی بات پتھر میں جذب ہو گئی ہے

زانچہ کوہ و سنگ در کار آمدند
جن باتوں سے پہاڑ اور پتھر کارآمد بن گئے

می نشُد بدبخت را بگشادہ بند
بدبخت کی گرہ نہ کھل

آنچناں دلہا کہ بُد شاں ما و من
وہ دل جو متکبر تھے

نعت شاں شد ہل اَشَدُّ قَسْوَۃً
انکی صفت بلکہ پتھروں سے بھی بڑھکر سخت ہو گئی

در بیان آنکہ عطائے حق سبحانہ تعالیٰ و قدرت او موقوف قابلیت

اس بات کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور قدرت بندوں کی عطا کی طرح قابلیت پر

نیست ہمچوں ادِ خلقاں کہ آنرا قابلیت باید زیرا کہ عطائے حق تعالیٰ

موقوف نہیں ہے اس (مخلوق کی عطا) کے لئے قابلیت چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ

قدیم است و قابلیت حادث عطا صفت حق جل جلالہٗ و

قدیم ہے اور قابلیت حادث ہے عطا اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی صفت ہے اور

ف۱ تاکہ وہ سانپ اس دانہ کو اللہ کی سرزمین میں بو دے تاکہ اس کو چور چرا سکے نہ اس کو بھسم کر دے۔ (تو) اے شیطان پر فقر کے دھوئیں پیدا کر اس کو احوال کی دیمک لگا دے پھر شیطان کو اس طرح شکار کر لے جس طرح شکرا چکور کا شکار کر لیتا ہے باز سلطانی، اگر شاہی باز کو چکور مار ڈالے تو بڑے خرم کی بات ہے۔

ف۲ بس وصیت۔ باپ نے بہت سمجھایا تھا لیکن اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پند دینا۔ نصیحت اُسی پر اثر کرتی ہے جس کے دل اس کو قبول کریں

ف۳ تو بصد جس شخص کو اللہ سننے کا نہ ہو اُس کو کیسی ہی نرمی سے سمجھاؤ وہ اعراض ہی کرے گا انبیاء علیہم السلام محبت اور پیار سے سمجھاتے تھے کہ اُن کی نصیحت پتھر تک قبول کر لیتے تھے لیکن کفار قبول نہ کرتے تھے۔ اَشَدُّ قَسْوَۃً قرآن نے کافروں کے دل کو پتھر سے زیادہ سخت اور ناقابل ہونے والا قرار دیا ہے۔

ف۴ در بیان۔ حضرت حق کی عطا کے لئے قابلیت ضروری نہیں ہے جب عطا ہوتی ہے تو قابلیت خود پیدا ہو جاتی ہے، عطا اللہ کی صفت ہے، وہ قدیم ہے قابلیت بندہ کی صفت ہے جو حادث ہے تو قدیم نے حادث سے دبا بن سکتا ہے جبکہ خرما پیدا ہوتی ہے۔

قابلیت صفتِ مخلوق و قدیم موقوفِ حادث نباشد

قابلیت صفت مخلوق ہے اور قدیم حادث پر موقوف نہیں ہوتا ہے

چارۂ آں دل عطائے مُبدلیست
اُس دل کا علاج، بدل دینے والے کی مہربانی ہے

دادِ اُو را قابلیت شرط نیست
اُس کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے

بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اُوست
بلکہ قابلیت کی شرط، اُس کی عطا ہے

دادِ لَب و قابلیت ہست پوست
عطا مغز ہے، اور قابلیت چھلکا ہے

اینکہ موسیٰؑ را عصا ثعباں شود
یہ کہ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اژدھا بنے

ہمچو خورشیدے کفش رخشاں شود
اُس کی ہتھیلی سورج کی طرح چمک دار بنے

صد ہزاراں مُعجزاتِ انبیا
انبیاء کے لاکھوں معجزے

کاں نگنجد در ضمیرِ عقلِ ما
جو ہماری عقل میں نہیں سماتے ہیں

نیست از اسبابِ تصریفِ خدا
وہ اسباب کے ذریعہ نہیں ہیں، خدا کا تصرف ہے

نیستہا را قابلیت از کجا
فنا ہونے والوں کے لئے قابلیت کہاں ہے؟

قابلی گر شرطِ فعلِ حق بُدے
اللہ (تعالیٰ) کے کام کیلئے اگر قابل بنا شرط ہوتا

ہیچ معدومے بہ ہستی نامدے
تو کوئی معدوم موجود نہ ہوتا

سُنّتے بنہادہ و اسباب و طُرُق
(اللہ نے) دستور اور اسباب اور راستے رکھ دیئے ہیں

طالباں را زیرِ ایں ازرق تُتُق
اس نیلے سرا پردہ کے نیچے جستجو کرنے والوں کے لئے

بیشتر اَحوال بر سُنّت رَوَد
زیادہ باتیں دستور کے مطابق ہوتی ہیں

گاہ قدرت خارقِ سُنّت شود
کبھی قدرت (الٰہی) دستور کو توڑنے والی بنجاتی ہے

سُنّت و عادت نہادہ بامزہ
پُر لطف دستور اور عادت مقرر کی ہے

بازکردہ خرقِ عادت مُعجزہ[1]
پھر دستور کے توڑنے کو معجزہ بنا دیا

بے سبب گر عزّ بما موصول نیست
اگر بغیر سبب کے عزت ہمیں نہیں ملتی

قدرت از عزلِ سبب معزول نیست
قدرت الٰہی سبب کو معزول کرنے سے معزول نہیں ہے[2]

اے گرفتارِ سبب ہیروں مپر
اے سبب کے پابند (سبب) باہر پرواز نہ کر

لیک عزلِ آں مُسبّب ظن مبر
لیکن اُس سبب پیدا کرنے والے کی معزولی کا گمان نہ کر

قابلیت ہو تو عطا ہوتی ہے، تحقیق جب فیض اقدس کا معاملہ ہوتا ہے تو سنت الٰہی کے خلاف ہوتا ہے

[1] معجزہ۔ یہ سنت الٰہی کے خلاف ظہور پذیر ہوتا ہے۔ بے سبب۔ عزت اسباب کے ساتھ ہوتی ہے لیکن اللہ کی قدرت ہے کہ بلا سبب عزت عطا فرمادے۔ اے گرفتار۔ عوام کو اسباب اختیار کرنے چاہئیں لیکن مسبب الاسباب سے غفلت نہ برتنی چاہئے۔

ل چارہ۔ یہ دل جو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے اُسکی اصلاح کی تدبیر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس میں تبدیلی کر دے۔ وہ اور اللہ جب چاہتا ہے تو ایسے دل میں تبدیلی پیدا کر کے اُس میں قبول کرنے کی صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ قابلیت۔ حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے جو فیض اور عطا ہے اُس کی دو قسمیں ہیں فیض اقدس اور فیض مقدس۔ فیض اقدس وہ ہے جو ذات باری تعالیٰ سے اعیان ثابتہ میں پہنچتا ہے اُس کے لئے استعداد و شرط نہیں ہے اور فیض مقدس وہ ہے جو اعیان ثابتہ سے ارواح کی طرف آتا ہے یہ بقدر استعداد اور قابلیت پہنچتا ہے۔ اینکہ۔ حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی اور حضرت عیسیٰؑ کا ید بیضا، فیض اقدس کی مثالیں ہیں اور اسی طرح دیگر انبیاء کے معجزے اُن چیزوں میں سے ہیں جن میں قابلیت شرط نہیں ہے۔

ل نیست۔ ان معجزات کا اسباب سے ہویدا شدہ قابلیت سے تعلق نہیں ہے بلکہ یہ داد بطور فیض اقدس کے ہے۔ قابلی۔ اگر ہر چیز میں قابلیت شرط ہو تو پھر کوئی معدوم وجود میں نہ آئے اسلئے کہ معدوم میں اسباب سے ہویدا شدہ قابلیت کہاں ہے وہ تو وہی معدوم ہے۔ مستے۔ عام حالات میں سنت الٰہی یہی ہو کہ اسباب مہیا ہوں اور

ہر چہ خواہد آں مُسبّب آورد
وہ سبب پیدا کرنے والا جو چاہتا ہے کرتا ہے

قدرتِ[1] مُطلق سببہا برد رد
مطلق قدرت اسباب کو جھاڑ ڈالتی ہے

لیک اغلب بر سبب راند نفاد
لیکن وہ عموماً سبب پر مدار رکھتا ہے

تا بداند طالبے جُستن مُراد
تاکہ طلبگار مُراد کو تلاش کرنا جان جائے

چوں سبب نبود چہ رہ جوید مُرید
جب سبب نہ ہو تو ارادہ کرنیوالا کونسا راستہ ڈھونڈے گا

پس سبب در راہ می آید پدید
تو سبب راستہ کے بارے میں خبردار ہوتا ہے

ایں سببہا بر نظرہا پردہاست
یہ اسباب نظروں پر پردے ہیں

کہ نہ ہر دیدار صُنعش را سزاست
کیونکہ ہر شخص اس کی کاریگری کے دیکھنے کے لائق نہیں

دیدہ باید سبب سوراخ کُن
سبب میں سوراخ کرنیوالی نگاہ چاہیے

تا مُسبّب بیند اندر لامکاں
تاکہ لامکان میں سبب پیدا کرنے والے کو دیکھے

ہر زہ بیند جہد و اسباب و دکاں
کوشش اور اسباب اور دکان کو بیکار سمجھے

از مُسبّب میرسد ہر خیر و شر
ہر بھلائی اور برائی سبب پیدا کرنیوالے کیطرف سے آتی ہے

نیست اسباب و وسائط اے پدر
اے بابا! اسباب اور واسطے نہیں ہیں

جز خیالِ مُنعقد بر شاہراہ
سوائے خیال کے جو راستہ پر جما ہوا ہے

تا بماند دور غفلت چند گاہ
تاکہ تھوڑی دیر غفلت کا زمانہ رہے

در ابتدائے خلقتِ جسمِ آدم علیہ السلام کہ جبرئیل علیہ السلام

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی ابتدا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اشارہ

را اشارت کرد کہ برو از زمین مُشتِ خاک برگیر و بر روایتے از

کیا کہ جا، زمین کی مٹی سے ایک مٹھی لے لے اور ایک روایت کے مطابق ہر

ہر نواحی مُشتِ خاک برگیر

کہ ہر جانب سے مٹی کی مٹھی اٹھا لے

چونکہ صانع خواست ایجادِ بشر
جب بنانے والے نے انسان کی پیدائش چاہی

از برائے ابتلائے خیر و شر
خیر اور شر میں آزمانے کے لئے

جبرئیلِ[2] صدق را فرمود رو
جبرئیل امین سے فرمایا، جا

مُشتِ خاکے از زمین بستاں گرو
ایک مٹھی مٹی زمین سے قبضہ میں لے لے

[1] قدرت مطلق۔ اللہ تعالیٰ کی علی الاطلاق قدرت اسباب کی محتاج نہیں ہے تاہم عوام کی مقصد کی تلاش میں اسباب رہنمائی کرتے ہیں۔ ان سببہا۔ مقاصد کے اسباب اللہ کی قدرت کے لئے حجاب بنا دیئے گئے ہیں اس لئے کہ ہر شخص بلا واسطہ قدرت کے مشاہدہ کا اہل نہیں ہے۔ (زرقانی) لیکن انسان کو وہ نظر رکھنی چاہیئے جو اسباب کو چاک کرکے اصل قدرت کو دیکھ سکے تاکہ جب مسبب اسباب کو دیکھے تو اسباب کو دیکھ کر تاریکی نگاہ میں اسباب بے حقیقت بن جائیگے۔

[2] از مُسبّب۔ ہر خیر و شر مسبب الاسباب کی طرف سے ہے اسباب اور وسائل محض خیالی چیزیں ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ انسان پر کچھ زمانہ غفلت کا گذرے اور غیب پر ایمان کے فضائل حاصل ہو سکیں۔

[3] در ابتدا۔ جس وقت حضرت آدم کا پتلا بنایا جانے لگا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ زمین سے ایک مٹھی مٹی لے آؤ اور ایک روایت میں ہے کہ زمین کے ہر گوشہ سے ایک ایک مٹھی مٹی لانے کا حکم دیا تھا۔ از نجاستی۔ انسان کی تخلیق میں آزمائش کی حکمت مضمر ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ انسان پر کچھ زمانہ غفلت طاری رہے جبرئیل صدق۔ یعنی صادق جبرئیل۔

اُو میاں اَبست و بیامد بَرزمیں
وہ کمر بستہ ہوئے اور زمین پر آئے

تا گذارد اَمرِ ربّ العالمیں
تاکہ ربّ العالمین کے حکم کو انجام دیں

دست سُوئے خاک بُرد آں مُؤتمر
اس فرمانبردار نے زمین کی جانب ہاتھ بڑھایا

خاک خود را درکشید و شد حَذِر
زمین نے اپنے آپ کو بٹایا اور ڈری

پس زباں بگشاد خاک و لابہ کرد
پھر زمین نے زبان کھول اور خوشامد کی

کز برائے حُرمتِ خلّاقِ فرد
کہ یکتا خلاق کی عزت کے طفیل

ترکِ من گو و برو جانم بہ بخش
مجھے چھوڑ دو اور چلے جاؤ میری جان بخش کردو

رُو متاب از من عِنانا خنگ و رخش[1]
گھوڑے اور سواری کی باگ میری جانب سے موڑ دو

در کشا کشہائے تکلیف و خطر[2]
خطروں اور تکلیف کی کشمکش میں

بہرِ اللہ ہِل مرا اندر مَبر
خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو، اندر نہ لے جاؤ

بہرِ آں لُطفے کہ حقّت برگزید
اس کرم کے طفیل کہ اللہ (تعالیٰ) نے آپکو برگزیدہ بنایا

کرد بر تو عِلمِ لَوحِ کُل پدید
لوح محفوظ کا علم آپ پر ظاہر کردیا

تا ملائک را مُعلّم آمدی
یہاں تک کہ آپ فرشتوں کے استاد بنے

دائما با حق مُکلّم آمدی
ہمیشہ اللہ (تعالیٰ) سے گفتگو کرنیوالے بنے

ہم سفیرِ انبیاء خواہی بُدن[3]
آپ انبیاء کے سفیر بھی بنیں گے

تو حیاتِ جانِ وحیی نے بدن
آپ وحی کی جان کی زندگی ہیں نہ کہ بدن کی

برسرافیلت فضیلت بُود ازاں
(حضرت) اسرافیلؑ پر آپ کو اسی لئے فضیلت ہے

کُو حیاتِ تن بُود تو آنِ جاں
کہ وہ بدن کی زندگی ہیں آپ جان کی حیات ہیں

بانگِ صُورش نشأۃِ تنہا بُود
اُن کے صور کی آواز جسموں کا زندہ ہونا ہے

نفخِ تو نشوِ دلِ یکتا بُود
آپ کا دم کرنا یکتا دل کا نشوونما ہوگا

مَغزِ جانِ تن حیاتِ دل بُود
جسم کی جان کا مغز دل کی زندگی ہے

پس زدادش دادِ تو فاضل بُود
اُن کی عطا سے آپ کی عطا بڑھی ہوئی ہے

باز میکائیل رزقِ تن دہد
پھر (حضرت) میکائیلؑ جسم کا رزق دیتے ہیں

سعی تو رزقِ دلِ روشن دہد
آپ کی کوشش (روحانی) دل کو رزق دیتی ہے

اُو بدادِ خیل پُر کرد دست ذیل
اُنھوں نے بیانہ کی عطا سے دامن بھر دیا ہے

دادِ رزقِ تو نمی گنجد بہ کیل
آپ کے رزق کی عطا پیمانہ میں نہیں سماتی ہے

---

[1] رُو متاب... فرمانبردار خنگ۔ اگر گھوڑے کا سفید رنگ مائل بہ سیاہی یا سبزی ہو تو اُس کو سبزہ خنگ کہا جاتا ہے اگر وہ خالص سفید ہے تو نقرہ خنگ کہتے ہیں۔ رخش۔ رستم کے گھوڑے کا نام ہے، ہر وہ گھوڑا جس کا رنگ سفید اور سُرخ ہو۔

[2] در کشا کشہائے... یعنی کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اس سے حضرت آدمؑ کا پتلا بنے گا اور امتحان اور آزمائش کی کشمکش میں مبتلا ہوگا لہٰذا وہ گھبراہٹ تھی۔ لوح محفوظ۔ کتابِ مکمل۔ حضرت جبرئیلؑ وحی لے کر آتے ہیں تو اُن کا لفظ اللہ سے کلام ہوتا ہے۔

[3] ہم سفیر... حضرت جبرئیلؑ اللہ کا پیغام اور وحی انبیاء کے پاس لے کر آتے ہیں اور وحی روح کی حیات ہے۔ برسرافیلت۔ حضرت اسرافیلؑ حشر میں صور پھونکیں گے تو سب مُردہ جسم زندہ ہو جائیں گے۔ نشأۃ۔ پیدائش۔ تنہا۔ اجسام۔ پس۔ حضرت جبرئیلؑ کی عطا حضرت اسرافیلؑ کی عطا سے بڑھی ہوئی ہے۔ میکائیلؑ۔ حضرت میکائیلؑ کا کام رزق کی تقسیم ہے۔

ہم ز عزرائیلؑ با قہر و عطب
(حضرت) عزرائیلؑ قہر اور ہلاکت والے ہے بھی

تو بھی چوں سبق رحمت بر غضب
آپ بہتر ہیں، جیسے کہ رحمت کو غضب پر سبقت ہے

حاملِ عرش ایں چہار اند و تو شاہ
یہ چاروں عرش کے حامل ہیں اور آپ بادشاہ ہیں

بہترینِ ہر چہارے زانتباہ
از روئے آگاہی چاروں سے بہتر ہیں

روزِ محشر ہشت بینی حاملانش
حشر کے دن آپ اسکے اٹھانے والے آٹھ دیکھیں گے

ہم تو باشی افضلِ ہشت آنزمانش
اُس وقت آپ آٹھوں سے افضل ہونگے

ہمچنیں بر می شمرد و می گریست
وہ اس طرح گنتی تھی اور روتی تھی

بوئے میرد اُو کزاں مقصود چیست
اُس نے بھانپ لیا تھا کہ اُس سے مقصد کیا ہے

معدنِ شرم و حیا بُد جبرئیلؑ
حضرت جبرئیلؑ شرم اور حیا کی کان تھے

بست آں سوگند ہا بر روئے سبیل
اُن قسموں نے اُن کا راستہ روک دیا

بسکہ لابہ کردش و سوگند داد
(زمین نے) اُن کی بہت خوشامد کی اور قسم دی

بازگشت و گفت یا ربّ العباد
وہ واپس ہو گئے اور عرض کیا یا ربّ العباد

کہ نبودم من بکارت سرسری
میں تیرے حکم میں سست نہ تھا

لیک از انچہ رفت تو دانا تری
لیکن جو ہوا تو اُس کو خوب جانتا ہے

گفت نامے کہ ز ہولش اے بصیر
اے بصیر! اُس نے آپ کا وہ نام لیا جس کے رعب سے

ہفت گردوں باز ماند از مسیر
ساتوں آسمان گردش سے رُک جائیں

چوں بنامِ تو مرا سوگند داد
جب اُس نے مجھے تیرے نام کی قسم دی

رحمت عام ست و احسان و وداد
تیری رحمت اور احسان اور محبت عام ہے

شرم آمد گشتم از نامت خجل
مجھے شرم آگئی میں تیرے نام کی وجہ سے شرمندہ ہو گیا

ورنہ آسان ست نقلِ مشتِ گل
ورنہ ایک مشت بھر کا منتقل کرنا آسان ہے

کہ تو زو لے دادۂ افلاک را
کیونکہ تو نے فرشتوں کو وہ طاقت عطا کی ہے

کہ بدر آنند ایں افلاک را
کہ وہ ان آسمانوں کو چاک کر دیں

مشتِ خاکے را چہ قدر و قوت ست
ایک مشت بھر کا کیا رتبہ اور طاقت ہے

بر گرفتن لیک غالب رحمت ست
نہ لینے میں، لیکن رحمت غالب ہے

۱؎ عزرائیلؑ۔ ان کا کام روح کو قبض کرنا ہے لہٰذا صفتِ قہر کے مظہر ہیں۔ ان چہار۔ جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ، عزرائیلؑ، روزِ محشر قرآن پاک میں ہے وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ۔ اُس وقت تیرے رب کے عرش کو آٹھ اٹھائے ہونگے۔

۲؎ معدن۔ چونکہ حضرت جبرئیلؑ شرم و حیا کی کان ہیں اور قسموں کی وجہ سے بھی اُٹھانے سے رُک گئے تھے۔ جب زمین نے بہت خوشامد کی وہ دربارِ حق میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے تعمیلِ حکم میں سستی نہیں برتی لیکن جو کچھ واقعہ ہے وہ تیرے علم میں ہے۔

۳؎ گفت۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اُس زمین نے آپ کے اُس نام کا واسطہ دے دیا جس کی ہول سے آسمان کی گردش رُک جاتے تو مجھے شرم آگئی اور زمین سے مٹھی بھر لے سکا ورنہ تو نے مجھے وہ قوت عطا کی ہے کہ زمین تو کیا چیز ہے میں آسمانوں کو چاک کر ڈالوں۔

فرستادن میکائیل علیہ السلام را بقبض قبضۂ خاک از زمین

حضرت میکائیل کو بھیجنا زمین کی بیخ کی ایک مٹھی لینے کے لئے انسانوں

جہت ترکیب و ترتیب جسم مبارک ابوالبشر خلیفۃ الحق

کے باپ کے مبارک جسم کی ترتیب اور ترکیب کے لئے جو اللہ تعالیٰ نے

مسجود الملائکۃ و معلمہم حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ

کے خلیفہ اور فرشتوں کے سجود اور ان کے استاد حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ

الصلوٰۃ والسلام

الصلوٰۃ والسلام ہیں

گفت[1] میکائیل را رو تو بزیر — مشت خاکے در ربا از وے دلیر

(حضرت) میکائیل (علیہ السلام) سے فرمایا تو نیچے جا — اے بہادر! اس سے ایک مٹھی بھر لانا

چونکہ میکائیل شد تا خاکداں — دست کرد او تا کہ برباید ازاں

جب (حضرت) میکائیل زمین پر پہنچے — ہاتھ بڑھایا تاکہ اس میں سے لے لیں

خاک لرزید و درآمد در گریز — گشت اُو لابہ کنان و اشک ریز

زمین کانپی اور اس نے گریز کیا — وہ خوشامد کرنے لگی اور اس نے آنسو بہائے

سینہ سوزاں لابہ کرد و اجتہاد — باسر شک خویش سوگند داد

جلے دل سے اس نے خوشامد اور کوشش کی — خون کے آنسوؤں کے ساتھ ان کو قسم دی

کہ بہ[2] یزدانِ لطیفِ بے ندید — کہ بکردت حاملِ عرشِ مجید

کہ بے مثال، مہربان خدا کے واسطے — جس نے آپکو عرشِ مجید کا اٹھانے والا بنایا ہے

کیلِ ارزاقِ جہاں را مشتری — تشنگانِ فضل را تو مغرفی

آپ جہان کے رزقوں کے پیمانہ کے نگراں ہیں — اللہ کے فضل کے پیاسوں کو آپ پیمانہ بھر کر دینے والے

زانکہ میکائیل از کیل اشتقاق — دارد و کیّال شد در ارتزاق

کیونکہ میکائیل کیل سے مشتق ہے — اور وہ رزق حاصل کرنے میں پیمانہ ناپنے والا ہے

کز امانم دہ مرا آزاد کن — بیں کہ خوں آلودہ میگویم سخن

مجھے امین دیدیجئے، مجھے آزاد کر دیجئے — دیکھ لیجئے، کہ خون سے آلودہ ہو کر میں بات کر رہی ہوں

معدنِ[3] رحم آلہ آمد نمک — گفت چوں ریزم بر ایں زخم پر نمک

فرشتہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی کان ہوتا ہے — (پھر میکائیل نے) کہا کہ میں اس زخم پر نمک کیسے چھڑکوں؟

---

[1] گفت۔ حضرت جبرئیلؑ کے بعد حضرت میکائیلؑ کو حکم ہوا کہ جا کر زمین کی مٹھی لے آ جب میکائیلؑ زمین کے پاس پہنچے تو وہ لرزنے لگی اور آگے خوشامد کرنے لگی اور بہت دور دور کر قسمیں دینے لگی۔

[2] کہ بہ یزداں۔ حضرت میکائیلؑ رزقوں کی تقسیم کرتے ہیں بحر و بر کے لشکروں میں ہر ہر فرد کو۔ اسی لئے مولانا نے میکائیل کو کیل سے مشتق قرار دیا ہے حقیقتاً یہ عربی لفظ نہیں ہے بلکہ یونانی لفظ ہے کیل عربی لفظ ہے اس سے یہ نہیں بنا ہے۔

[3] معدن۔ فرشتوں کی فطرت رحم کرنا اور شیطان کی فطرت ظلم کرنا ہے۔ خدا کی صفت رحمت صفت غضب پر غالب ہے۔

ہم چناں کہ معدنِ قہرست دیو
جس طرح شیطان قہر کی کان ہے
کہ برآورد از بنی آدمؑ غریو
جس نے بنی آدمؑ میں شور برپا کردیا ہے

سَبقِ رحمت بر غضب ہست اے فتا
اے نوجوان! رحمت غضب سے آگے ہے
لُطف غالب بُود در وصفِ خدا
خدا کی صفات میں مہربانی غالب تھی

بندگانؔ دارند لابد خوئی اُو
بندے لامحالہ اُس کی عادت رکھتے ہیں
مشکہا شاں پُر ز آبِ جوئی اُو
اُن کی مشکیں اُس کی نہر سے پُر ہیں

آں رسولِ حق قلاوزِ سلوک
اللہ کے رسولؐ سلوک کے راہنما
گفت اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ الْمُلُوْک
نے فرمایا، لوگ بادشاہوں کے دین پر ہیں

رفتؔ میکائیلؑ سوئے ربِّ دیں
حضرت میکائیلؑ دین کے رب کی جانب چلے گئے
خالی از مقصود دست و آستیں
ہاتھ اور آستین مقصود سے خالی تھا

گفت اے دانایِ سِرّ و شاہِ دیں
عرض کیا اے راز کے جاننے والے اور دین کے شاہ!
کرد خاکِ لابہ گر نوحہ آئیں
خوشامدی زمین نے آہ و بکا شروع کردی

خاکم از زاری و نوحہ پست کرد
زمین نے عاجزی اور رونے کے ذریعہ مجھے زیر کردیا
گریۂ بسیار کرد آں رُوی زرد
وہ زرد رُو بہت روئی

آبِ دیدہ پیشِ تو با قدر بُود
تیرے سامنے آنسو باعزت تھے
من نتانستم کہ آرم ناشنود
میں اُن کو شمار نہ بنا سکا

آہ و زاریؔ پیشِ تو بس قدر داشت
آہ و زاری تیرے سامنے بڑی قدر رکھتی ہے
من نتانستم حقوقِ آں گذاشت
میں اُس کے حقوق کو نظر انداز نہ کرسکا

پیشِ تو بس قدر دارد چشمِ تر
پُرنم آنکھ تیرے سامنے بہت رُتبہ رکھتی ہے
من چگونہ گشتمے استیزہ گر
میں کیسے جھگڑالو بنتا؟

دعوتِ زاریست روزے پنج بار
ایک دن میں پانچ مرتبہ رونے کی دعوت ہے
بندہ را کہ در نماز آو بزار
بندے کو، کہ نماز میں آ اور رو

نعرۂ مؤذن کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح
مؤذن کا نعرہ کہ فلاح کی جانب آؤ
آں فلاح ایں زاریست و اِفتراح
وہ فلاح عاجزی اور گڑگڑانا ہے

آنکہ خواہی کز غمش خستہ کُنی
جس کو تو غم سے نڈھال کرنا چاہتا ہے
راہِ زاری بر دلش بستہ کُنی
اُسکے دل پر (آہ و) زاری کا راستہ بند کردیتا ہے

۱؎ بندگان: جو اللہ کے خاص بندے ہیں ان میں اپنے مولیٰ کے صفات ہوتے ہیں حدیث شریف میں ہے لوگ بادشاہوں کا دین اختیار کرتے ہیں لہٰذا خدا کے نیک بندے خدائی اخلاق اختیار کرتے ہیں۔

۲؎ رفت: زمین کے رونے پر میکائیل بھی خالی ہاتھ واپس ہوگئے اور عرض کیا کہ اے اللہ تیرے دربار میں آنسوؤں کی بڑی قدر و منزلت ہے میں اس رونے کو ان سنا نہ بنا سکا۔

۳؎ آہ و زاری: اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے کا ایک آنسو شہید کے خون کے قطرہ کی برابر سمجھا گیا ہے۔ حضرت پنجوقتہ اذان گریا اللہ کے دربار میں گریہ و زاری کی دعوت ہے۔ آنکہ اللہ تعالیٰ جس کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے اس سے آہ و زاری کی کیفیت سلب کرلیتا ہے آہ و زاری، سان کی سفارش ہے جب سفارش نہ ہوگا تو گرفتار ہو جائے گا

تا فرود آید بلا بے دافعے
تاکہ بغیر روک، بلا نازل ہو جائے

چوں نباشد از تضرع شافعے
جبکہ (آہ و) زاری کا سفارشی نہ ہوگا

وانکہ خواہی بر کند بلایش واخری
اور جس کو تو بلا سے نجات دلانا چاہتا ہے

جانِ اُو را در تضرع آوری
اُس کی جان کو (آہ و) زاری میں مبتلا کر دیتا ہے

گفتہ اندر نبے کاں اُمتاں
تو نے قرآن میں کہا ہے کہ وہ اُمتیں

کہ بر ایشاں آمد آں قہرِ گراں
جن پر بھاری قہر آیا

چوں تضرّع می نہ کردند آں نفس
انھوں نے اسی وقت (آہ و) زاری کیوں نہ کی!

تا بلا از ایشاں بگشتے باز پس
تاکہ اُن سے بلا واپس ہو جاتی

لیک دلہاشاں چو قاسی گشتہ بود
لیکن چونکہ اُن کے دل سخت ہو گئے تھے

آں گنہ ہاشاں عبادت می نمود
وہ گناہ اُن کو عبادت معلوم ہوتے تھے

تا نداند خویش را مجرم عنید
جب تک سرکش اپنے آپ کو مجرم نہ سمجھے

آب از چشمش کجا داند دوید
آنسو اُس کی آنکھ سے کہاں بہنا جانتا ہے!

قصۂ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام در بیان آنکہ تضرع وزاری

(حضرت) یونس علیہ السلام کا قصہ اس بارے میں کہ عاجزی اور زاری آسمانی بلا کے

دافع بلائے آسمانی ست و حق تعالیٰ فاعلِ مختار ست پس

دافع ہے اور اللہ تعالیٰ فاعلِ مختار ہے تو عاجزی اور

تضرع وزاری و تعظیم پیش او مفید باشد و فلاسفہ گویند فاعل

زاری اور تعظیم اُس کے سامنے مفید ہوگی اور فلاسفہ کہتے ہیں

بطبع ست و بعلت نہ مختار پس تضرع طبع را نگرداند

کہ وہ طبعاً اور علت کے طور پر فاعل ہے نہ کہ مختار، تو عاجزی طبیعت کو نہیں بدل سکتی

قومِ یونس راجو پیدا شد بلا
جب حضرت یونس کی قوم کیلئے بلا ظاہر ہوئی

ابر پُر آتش جُدا شد از سما
آگ بھرا ابر آسمان سے جدا ہوا

برق می انداخت میسوزید سنگ
بجلی گراتا تھا، پتھر کو جلاتا تھا

ابر می غرید و مے میریخت رنگ
بادل گرج رہا تھا چہرے کا رنگ اُڑ رہا تھا

جملہ گاں بر بامہا بودند شب
رات کو سب بالاخانوں پر تھے

کہ پدید آمد زبالا آں کُرب
کہ اوپر سے وہ مصیبتیں رُونما ہو گئیں

۱؎ گفتہ۔ قرآن پاک میں ہے فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ۔ جبکہ ہمارا عذاب اُن کو پہنچا تھا انھوں نے گریہ وزاری کیوں نہ کی اور لیکن اُن کے دل سخت ہو گئے تھے۔ آں کہ۔ دل سخت ہو جانے کی وجہ سے وہ گناہ کو گناہ نہیں بلکہ عبادت سمجھتے تھے۔

۲؎ زاری۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں بااختیار ہے لہٰذا آہ و زاری سے وہ عبت کرلیتا ہے فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے اُس کے افعال طبعی طور پر بغیر اختیار کے صادر ہوتے ہیں جس طرح کہ آگ سے جلانے کا فعل طبعی طور پر صادر ہوتا ہے لہٰذا آہ و زاری سے کوئی فائدہ نہیں ہے

۳؎ قوم یونس۔ حضرت یونسؑ کی قوم رات کو بالاخانوں پر سو رہی تھی اُن پر ایسا ابر آیا جو آگ برسا رہا تھا جس سے اُن کا رنگ فق ہو گیا۔ بالاخانے۔ کُرب۔ مصائب، یعنی آگ برسانیوالا بادل۔

جملگاں از بامہا زیر آمدند
سر برہنہ جانب صحرا شدند

سب لوگ چھتوں سے نیچے اتر آئے
ننگے سر جنگل کی طرف بھاگے

مادراں بچگاں بروں[1] انداختند
تا ہمہ نالہ و نفیر افراختند

ماؤں نے بچوں کو باہر نکال ڈالا
حتیٰ کہ سب نے گریہ و زاری بلند کی

از نمازِ شام تا وقتِ سحر
خاک می کردند بر سر آں نفر

شام کی نماز سے صبح کے وقت تک
وہ لوگ سر پر خاک ڈالتے رہے

جملگی آواز ہا بگرفتہ شد
رحم آمد بر سرِ آں قومِ لد

سب کی آوازیں بیٹھ گئیں
اس جھگڑالو قوم پر رحم ہوا

بعدِ نومیدی و آہِ ناشگفت
اندک اندک ابر واگشتن گرفت

ناامیدی اور بے مہری کی آہوں کے بعد
ابر تھوڑا تھوڑا ہٹنے لگا

قصۂ یونس دراز ست و عریض
وقتِ خاکست و حدیثِ مستفیض

حضرت یونسؑ کا قصہ لمبا اور چوڑا ہے
مگر اور مشہور قصہ کا وقت ہے

چوں تضرع را بر حق قدر ہاست
آں[2] بہا کانجاست زیرا کجاست

چونکہ آہ و زاری کی خدا کے یہاں بہت قدر ہے
آہ و زاری کی جو قیمت وہاں ہے اور کہاں ہے؟

ہیں امید اکنوں میا نرا چست بند
خیز اے گریندہ و دائم بخند

خبردار! امید رکھ، اب کمر خوب کس لے
اے رونے والے! اٹھ اور ہمیشہ کیلئے ہنسنا

با تضرع باش تا شاداں شوی
گریہ کن تا بیدہاں خنداں شوی

آہ و زاری کر تاکہ تو خوش رہے
رو تاکہ بغیر غم کے ہنسے

کہ[3] برابر می نہد شاہِ مجید
اشک را در فضل با خونِ شہید

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برابر رکھا ہے
فضیلت میں آنسو کو شہید کے خون کے ساتھ

لا بہ کرد و اشکِ چشمِ خویش راند
رحمت آمد واں غضب را وانشاند

اس (قوم) نے خوشامد کی اور اپنی آنکھ کے آنسو بہائے
رحمت آگئی اور غضب کو فرو کر دیا

فرستادن اسرافیل را علیہ السلام بخاک کہ برود و قبضہ بر گیرد از خاک بہر ترکیب جسمِ آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اسرافیلؑ علیہ السلام کو زمین کی جانب بھیجنا، کہ جائے اور حضرت آدمؑ ہمارے نبی اور ان پر درود و سلام ہو، کے جسم کے بنانے کے لئے ایک مٹھی خاک لے آئے

[1] بروں: یعنی گھروں سے باہر، از نماز شام: یعنی مغرب کے وقت سے۔ لد: الدّ کی جمع ہے سرکش۔ بعد نومیدی: وہ اپنی نہایت سے مایوس ہو چکے تھے لیکن اُن کی آہ و زاری سے وہ آتش فشاں ابر ہٹ گیا۔ وقتِ خاک: یعنی زمین کی بنی لینے کے قصہ کے بیان کا وقت ہے۔ حدیث مستفیض: مشہور بات، طویل بات۔

[2] آں بہا: آہ و زاری کی جو قیمت خدا کے دربار میں لگتی ہے وہ کہیں نہیں لگتی ہے۔ دائم بخند: جو خدا کے دربار میں آہ و زاری کرے اُس کو دائمی مسرت میسر آجاتی ہے۔ با تضرع: خدا کے دربار میں رونے سے قلب کو ایک دائمی مسرت حاصل ہوتی ہے۔

[3] کہ برابر: حدیث شریف ہے۔ لَیْسَ شَیْءٌ أَحَبَّ إِلَی اللّٰہِ مِنْ قَطْرَتَیْنِ قَطْرَۃِ دَمْعٍ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ وَقَطْرَۃِ دَمٍ تُھْرَاقُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَرَوَاہُ اللّٰہُ سے زیادہ اللہ کو کوئی چیز محبوب نہیں ہے ایک تو آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے بہا ہو اور ایک خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں بہایا جائے۔

گفت[1] اسرافیلؑ را یزدانِ ما
ہمارے خدا نے (حضرت) اسرافیلؑ سے فرمایا!

کہ بروزاں خاک پُر کن کف بہا
کہ جاؤ، اِس مٹی سے مٹھی بھر (کر) آجاؤ

آمد اسرافیلؑ ہم سوئے زمیں
(حضرت) اسرافیلؑ بھی زمین کی جانب آئے

باز آغازید خاکستاں حنیں
زمین نے پھر رونا شروع کر دیا

کاے فرشتہ صور و اے بحرِ حیات
کہ اے صور کے فرشتے! اور اے زندگی کے سمندر!

کہ زدَمہائے تو جاں یابد موات
کہ آپ کے سانسوں سے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں

دَردمی در صُور[2] یک بانگِ عظیم
آپ صُور میں ایک بڑی آواز پھونکیں گے

پُر شود محشر خلائق از رمیم
محشر (پوسیدہ ہڈیوں کی (زندہ) خلق سے پُر ہو جائیگا

دَردمی دَر صُور[2] و گوئی الصَّلا
آپ صُور میں پھونکیں گے اور کہیں گے، بلاوا ہے

برجہید اے کشتگانِ کربلا
اے کربلا کے شہید! اُٹھ کھڑے ہو

اے ہلاکت دیدگاں از تیغِ مرگ
اے موت کی تلوار سے ہلاک ہونے والو!

برزنید از خاک سَر چوں شاخ و برگ
شاخ اور پتوں کی طرح زمین سے سر اُبھارو

رحمتِ تو واندہم گیرایِ تو
آپ کی رحمت اور آپ کا وہ ہمہ گیر غم کرنا

پُر شود ایں عالم از احیایِ تو
یہ عالم آپ کے زندہ کرنے سے بھر جائے گا

تو فرشتہ رحمتی رحمت نما
آپ فرشتۂ رحمت ہیں رحمت کو ظاہر کرنیوالے

حاملِ عرشی و قبلہ دادہا
آپ عرش کے حامل اور انصاف کے قبلہ ہیں

عرش[3] مَعدنگاہِ داد و مَعدلت
عرش انصاف اور عدل کی کان ہے

چار جُو دَر زیرِ او پُر مَغفرت
مغفرت سے پُر چار نہریں اُس کے نیچے ہیں

جُوئِ شیر و جُوئِ شہدِ جاوداں
دودھ کی نہر اور ختم ہونیوالے شہد کی نہر

جُوئِ خَمر و دجلۂ آبِ رواں
شراب کی نہر اور بہتے پانی کا دجلہ

پس زعرش اندر بہشتستاں رَود
پھر وہ عرش سے جنت کے اندر پہنچتی ہیں

دَر جہاں ہم چیز کے ظاہر شود
دنیا میں بھی کچھ ظاہر ہو جاتی ہیں

گرچہ آلودست اینجا آں چہار
اگرچہ وہ چاروں یہاں گدلی ہیں

ازچہ از زہرِ فنائے ناگوار
کس چیز سے؟ ناگوار فنا کے زہر سے

جُرعۂ بر خاکِ تیرہ ریختند
اُنھوں نے تاریک مٹی پر ایک گھونٹ بہایا!

زاں چہار و فتنۂ انگیختند
اُن چاروں سے، اور فتنہ بپا کر دیا۔

---

[1] گفت۔ جبرئیلؑ اور میکائیل علیہما السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسرافیلؑ سے کہا تم زمین کی ایک مٹھی مٹی لے آؤ۔ حنین۔ رونے کی آواز۔ فرشتۂ صور۔ حضرت اسرافیلؑ محشر میں صور پھونکیں گے جس سے سب مردے زندہ ہو جائیں گے۔ بحرِ حیات۔ حضرت اسرافیلؑ کا صور سب کو زندگی بخش دے گا۔ رمیم۔ بوسیدہ ہڈی۔

[2] دَردمی۔ حضرت اسرافیلؑ کا صور پھونکنا مُردوں کو زندگی کی دعوت ہے۔ کربلا۔ موضع کربلا مراد ہے جو عراق میں ہے یا دنیا جو مصائب کی جگہ ہے۔ رحمت۔ اے اسرافیلؑ تمہارے کرم سے پورا عالم زندہ ہو جائیگا حاملِ عرشی۔ حضرت اسرافیلؑ بھی عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔

[3] عرش۔ عرش کے نیچے سے دو دودھ، شہد، شراب، پانی کی چار نہریں بہتی ہیں۔ پُر مغفرت۔ ان نہروں سے وہ سیراب ہونگے جن کی مغفرت ہو جائیگی۔ دَر جہاں۔ ان نہروں کے آثار دنیا میں بھی ہیں۔ تنا۔ دنیا میں ان نہروں کے آثار فانی ہیں۔ مجرّد۔ ان چاروں کے ایک ایک چلّو سے آدمؑ کی مٹی کا خمیر بنایا۔

تا بجوید[1] اصلِ آنرا این خساں — خود بدیں قانع شدند این ناکساں

تاکہ یہ کمینے ۔۔۔ اصل کو تلاش کریں — ناقابل خود اِس پر قناعت کر بیٹھے

شیر دادہ پروشش اطفال را — چشمہ کردہ سینۂ ہر زال را

بچوں کی پرورش کے لئے دودھ دیا — ہر عورت کے سینہ کو چشمہ بنا دیا

خمر دفعِ غصہ واندیشہ را — چشمہ کردہ از عنب در باغہا

شراب، غصہ اور فکر کو دور کرنے کے لئے — باغوں میں انگور سے (اس کا) چشمہ جاری کر دیا

انگبیں دارو تنِ رنجور را — چشمہ کردہ باطنِ زنبور را

شہد، مریض کے جسم کے لئے دوا ہے — شہد کی مکھی کے باطن کو (اس کا) چشمہ بنا دیا

آب[2] بہرِ عام اصل و فرع را — از برائے طہر و بہرِ کرع را

پانی عوام کی جڑ اور شاخ کے لئے — پاکی اور پینے کے لئے

تا ازینہا پے بری سوی اصول — تو بدیں قانع شدی اے بوالفضول

تاکہ تو اِن سے اصل کا پتہ لگائے — اے فضول! تو نے اِس پر قناعت کر لی

بشنو اکنوں ماجرائے خاک را — کہ چہ میگوید فسوں محراک را

اب مٹی کا قصہ سن — کہ حرکت دینے والے (اسرافیل) کو کیا منتر بتا رہی ہے!

پیشِ اسرافیلِ گشتہ اُو عبوس — میکند صد گونہ شکلِ چاپلوس

وہ (حضرت) اسرافیل کے سامنے ترشرو بنی — خوشامد کی سینکڑوں قسم کی صورتیں بناتی تھی

کہ[3] بحقِ ذاتِ پاکِ ذُوالجلال — کہ مدار ایں قہر را بر من حلال

کہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات کا واسطہ — یہ ظلم مجھ پر جائز نہ رکھئے

من ازیں تقلید بوی میبرم — بدگمانی میرود اندر سرم

میں اِس گلے میں پھنسنے ڈالنے سے تاڑ رہی ہوں — میرے دماغ میں بدگمانی پیدا ہو رہی ہے

تو فرشتہ رحمتی رحمت نما — زانکہ مرغے را نیازارد ہما

آپ رحمت کے فرشتے، رحمت کو ظاہر کرنے والے ہیں — کیونکہ ہما، پرند کو نہیں ستاتا ہے

اے شفا و رحمتِ اصحابِ درد — تو ہماں کن کاں دو نیکو کار کرد

اے دردمندوں کی شفا اور رحمت! — آپ وہی کیجئے جو اُن دو پہلوں نے کیا

زود اسرافیل باز آمد بشاہ — گفت عُذر و ماجرا نزدِ الٰہ

حضرت اسرافیل فوراً شاہ کے پاس واپس آ گئے — اللہ (تعالیٰ) سے عذر اور قصہ بیان کیا

---

[1] تا بجوید۔ یہ اس لئے کیا گیا تاکہ بنی آدم اُن اصل نہروں کی تلاش میں لگیں۔ شیر۔ دودھ کی نہر کا اثر اس کے پستان میں ظاہر ہوا ہے۔ از عنب۔ انگور میں خمر کی نہر کا اثر آیا۔ زنبور۔ شہد کی مکھی شہد کی نہر کا اثر ہے۔

[2] آب۔ زیادہ پانی میں پانی کی نہر کی اصل ہے تاکہ حرارت کا آلہ یعنی اسرافیلؑ جنوں، نُرسرو

[3] آبے۔ یعنی۔ زمین نے چاپلوسی کی یہ صورت اختیار کی کہ حضرت اسرافیلؑ کو اللہ کی قسمیں دینے لگی تقلید۔ گلے میں تلاوہ ڈھا۔ ہما۔ شریف پرندہ ہے کسی جاندار پرند کا شکار نہیں کرتا بلکہ مردار کھا ہڈیوں پر گذارہ کرتا ہے۔ آخر۔ من زمین سے اُن کی جرأت ہوئی

کز بروں فرماں بدادی کہ بگیر
کہ بظاہر آپ نے حکم فرمایا کہ لے لے

عکس آں الہام دادی در ضمیر
دل میں اُس کے بر عکس الہام کر دیا

اَمر کردی در گرفتن سُوئے گوش
تو نے کان نوالے سے کا حکم دیا

نہی کردی از قساوت سُوئے ہوش
نفس کو سختی کرنے سے منع کر دیا

رحمتِ او بیحد ست و بیکراں
اُس کی رحمت لا انتہا اور لا محدود ہے

اُو حکیم ست و کریم و مہرباں
وہ دانا اور سخی اور مہربان ہے

سَبقِ رحمت گشت غالب بر غضب
رحمت کی سبقت غضب پر غالب ہے

اے بدیع افعالِ نیکو کار رب
اے عجیب افعال اور اچھے کام والے خدا!

فرستادنِ عزرائیل علیہ السلام مَلَکُ العزم والحزم را بگرفتن قبضۂ خاک تا ساختہ شود جسمِ آدم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام چالاک و راست کار و التفات ناکردنِ عزرائیل علیہ السلام بر تضرع خاک

ارادہ کی پختگی اور پختہ کاری کے فرشتے (حضرت) عزرائیل علیہ السلام کو مٹی بھر مٹی لینے کے لئے بھیجنا تاکہ حضرت آدم (اُن پر اور ہمارے نبی پر درود اور سلام ہو) کا چالاک اور درست کام کرنے والا جسم بنایا جائے اور حضرت عزرائیل کا زمین کی آہ وزاری کی طرف دھیان نہ دینا

گفت یزداں زود عزرائیل را
اللہ تعالیٰ نے فوراً عزرائیل سے فرمایا

کہ ببیں آں خاکِ پُر تخییل را
کہ اُس خیالات سے بھری زمین کو دیکھ

آں ضعیفِ زالِ ظالم را بیاب
کمزور خالم بڑھیا کے پاس پہنچ

مُشت خاکے زو بیار و رہیں شتاب
خبردار! جلد اُس میں سے ایک مٹھی مٹی لے آ

رفت عزرائیل سَرہنگِ قضا
موت کے سپاہی (حضرت) عزرائیل روانہ ہو گئے

سُوئے کُرہ خاک بہرِ اقتضا
تقاضہ کرنے کے لئے زمین کے کرہ کی جانب

خاک بر قانوں نفیر آغاز کرد
خاک نے بر قانوں کے ساتھ چلانا شروع کر دیا

داد سوگندش بے سوگند خورد
اُس نے قسم دی، بہت سی قسمیں کھائیں

کالے غلامِ خاص و حمالِ عَرش
اے خاص بندے اور اے عرش کے اٹھانے والے

اے مطاعِ الامر اندر عرش و فرش
اے عرش اور فرش میں حکم کے ماننے والے سردار!

کز بروں، حضرت اسرافیلؑ نے خدا سے عرض کیا بظاہر آپ کا یہ حکم ہوا کہ میں مٹی لے آؤں اور میرے دل میں آپ نے ہی یہ بات پیدا کر دی کہ میں اُس کی خوشامد پر دھوکہ کھا جاؤں قساوت۔ سخت دلی۔ رحمتِ اُو۔ جو اکثر فرماتے ہیں یا اپنی پیدا رحمت کا خطبہ ہے۔

فرستادن۔ حضرت عزرائیلؑ کے ناکام ہو جانے پر اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کو مٹی لینے کیلئے بھیجا۔ حزم۔ پختہ ارادہ عزم پختہ کاری۔ چالاک درست کار۔ یہ جسم کی صفت ہے۔

گفت۔ اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کو حکم دیا کہ زمین کی کچھ مٹی لے آ۔ یہ تخییل۔ چونکہ زمین طرح طرح کے خیال کر رہی تھی مثلاً جنگ سپاہی۔ انتقال۔ وصول کرنا۔ برقانوں۔ یعنی جس طرح اُس نے جبرئیلؑ وغیرہ کی خوشامد کی تھی۔ مُطاعُ الامر۔ وہ شخص جس کا حکم مانا جائے۔

رو بحقِ رحمتِ رحمٰنِ فرد — رو بحقِ آنکہ با تو لطف کرد

جگتا رحمان کی رحمت کے طفیل چلے جائیے — اُس ذات کے طفیل چلے جائیے جس نے آپ پر مہربانی کی

حقِ شاہے کہ جُز اُو معبود نیست — پیشِ اُو زاری کس مردود نیست

اُس شاہ کے طفیل جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے — اُس کے دربار میں کسی کی آہ و زاری مردود نہیں ہے

حقِ حقِ حق کہ دست از من بدار — اے تُرا از حق فضیلت بے شمار

اللہ تعالیٰ کے حق کے طفیل مجھ سے دستبردار ہو جائیے — اے وہ کہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب بے شمار فضیلتیں ہیں

گفت[2] نتوانم بدیں افسوں کہ من — رُو بتابم زامرِ اُو سرّ و علن

اُن (عزرائیل) نے کہا اس فسوں سے نہیں کر سکتا پھیر — اُس کے حکم سے ظاہر و باطن میں لمحہ موڑوں

گفت آخر امر فرمود اُو بحلم — ہر دو امر اندایں بگیر از راہِ علم

اُس نے کہا آخر اُس (اللہ تعالیٰ) نے نرمی کو بھی حکم فرمایا ہے — دونوں حکم میں از روئے علم اِس حکم کو اختیار کر لیجئے

گفت آں تاویل باشد یا قیاس — در صریحِ امرِ کم جُو التباس

اُنھوں نے کہا، وہ تاویل یا قیاس ہوگا — صاف حکم میں شبہ نہ نکال

فکرِ خود را گر کُنی تاویل بہ — کہ کُنی تاویل آں نامُشتبہ

اگر تو اپنے خیال کی تاویل کرے بہتر ہے — بہ نسبت اُسکے کہ تو غیر مشتبہ میں تاویل کرے

دل ہمی سوزد مرا بر لابہ اَت — سینہ اَم پر خُون شد از شورابہ اَت

تیری خوشامد سے میرا دل جل رہا ہے — تیرے آنسوؤں سے میرا سینہ پُرخون ہو رہا ہے

نیستم[3] بے رحم بل زاں ہر سہ پاک — رحم بیشستم تبو اے دردناک

میں بے رحم نہیں ہوں بلکہ اُن تین پاکوں سے — اے دردمند تجھ پر مجھے زیادہ رحم آرہا ہے

گر طپانچہ میزنم من بر یتیم — ور دہد حلوا بدستش آں حلیم

اگر میں یتیم کے طمانچہ ماروں — اور اگر وہ حلیم اُس کے ہاتھ میں حلوا دے

ایں طپانچہ خوشتر از حلوائے اُو — ور شود غرہ بحلوائے اُو

اُسکے حلوے سے یہ طمانچہ بہتر ہے — اگر وہ حلوے سے دھوکا کھا جائے اُس پر افسوس ہے

بر نفیرِ تو جگر می سوزدم — لیک حق، قہرے ہمی آموزدم

تیری فریاد پر میرا جگر جل رہا ہے — لیکن اللہ تعالیٰ مجھے جبر کی تعلیم دے رہا ہے

لُطفِ مخفی در میانِ قہرہا — در خذف پنہاں عقیقِ بے بہا

قہروں کے درمیان مہربانی چھپی ہوئی ہے — کنکریوں میں بے بہا عقیق چھپا ہوا ہے

---

[1] رو بحق۔ زمین نے اُن کو جدا کرنے والے کی صفات کی قسمیں دینی شروع کر دیں۔
پیشِ اُو۔ اللہ تعالیٰ آہ و زاری پر ضرور رحم فرماتا ہے۔ حق پہلا حق قسم کے معنی میں ہے۔ حسنی بالقسم حق تعالیٰ۔ الفسوں۔ یعنی زمین کی باتیں۔

[2] گفت۔ زمین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے میری جان لے جانے کا بھی حکم دیا ہے اور بردباری برتنے کا بھی حکم ہے لہٰذا ان میں سے بردباری کو اختیار کر لیجئے اور مجھے صاف کر دیجئے۔ گفت۔ عزرائیل نے کہا کہ دو حکم کے مقابلہ میں حلم اختیار کرنا بالکل لغو تاویل اور غلط قیاس ہے تاہم شبہ یعنی غیر صریح حکم ضرور کہہ یعنی آنسو۔

[3] نیستم۔ عزرائیل نے کہا میں پہلے جنوں فرشتوں سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہوں۔۔۔ گر طپانچہ۔ اللہ کی جانب سے وہ بہت اور اچھا ہو آخرت کی بہتری کا سبب بنے اُس نعمت سے بدرجہا بہتر ہے جو گمراہی کا سبب بن جائے۔ لطف۔ اللہ تعالیٰ مصائب کو آخرت کی بہتری کا سبب بناتا ہے تو یہی قہر میں مہربانی ہوتی ہے۔

قہرِ حق[1] بہتر ز صد لطفِ منست — منع کردن جانِ حق جاں کندنست

اللہ (تعالیٰ) کا قہر میری سینکڑوں مہربانیوں سے بہتر ہے — اللہ تعالیٰ سے جان بچانا جان کنی ہے

بدتریں قہرش بہ از لطفِ دوکون — نعم ربّ العالمین و نعم عون

اس کا بدترین قہر دونوں جہان کی مہربانی سے بہتر ہے — پروردگار تو عالم بہتر ہے اور مدد بہتر ہے

لطفہائے مضمر اندر قہرِ او — جاں سپردن جاں فزاید بہرِ او

اس کے قہر میں مہربانیاں پوشیدہ ہیں — اس کے لئے جان دینا، جان کو بڑھاتا ہے

ہیں رہا کن بدگمانی و ضلال — سر قدم کن چونکہ فرمودت تعال

خبردار! بدگمانی اور گمراہی چھوڑ دے — سر کے بل آ جا جبکہ اس نے تجھے حکم دیا ہے کہ آ جا

آں تعالِ اُو تعالیہا دہد[2] — مستی و جُفت و نہالیہا دہد

اس کا آ جا کہنا تجھے بلندیاں عطا کرے گا — مستی اور جوڑا اور توشکیں عطا کرے گا

بارے آں امرِ منی را ہیچ ہیچ — من نیارم کرد و من و پیچ پیچ

اب اس بلند حکم کو تھوڑا سا بھی — میں سست ڈھیلا اور مشکل نہیں بنا سکتا ہوں

ایں ہمہ نشنید آں خاکِ نژند — زاں گمانِ بدبدش در گوش بند

اس پست زمین نے یہ کچھ نہ سنا — اس بدگمانی کی وجہ سے اس کے کان میں کاوٹ تھی

باز از نوعِ دگر آں خاکِ پست — لابہ و سجدہ ہمی کرد او چو مست

پھر وہ پست زمین دوسری طرح سے — مدہوش کی طرح خوشامد اور سجدہ کرتی تھی

گفت[3] نے برخیز نبود زیں زیاں — من سر و جاں می نہم رہن و ضماں

انھوں نے کہا اٹھ کھڑی ہو کوئی نقصان نہ ہوگا — میں سر اور جان گروی اور ضمانت میں دیتا ہوں

کژ مبیندیش و مکن لابہ دگر — جز بداں شاہِ رحیم داد گر

الٹا نہ سوچ اور پھر خوشامد نہ کر — سوائے اس منصف، رحیم شاہ کے

بندہ فرمانم نیارم ترک کرد — امرِ او کز بحر انگیزید گرد

میں حکم کا بندہ ہوں میں ترک نہیں کر سکتا ہوں — اس کا حکم، جس نے سمندر سے گرد اڑا دی

جز ازاں خلاقِ گوش و چشم و سر — نشنوم از جان خود ہم خیر و شر

اس کان اور آنکھ اور سر کے پیدا کرنے کے علاوہ — میں اپنی جان سے بھی بھلی اور بری بات نہ سنوں گا

گوشِ من از گفت غیرِ او کرست — امرِ او از جانِ شیریں خوشترست

اس کے غیر کی گفتگو سے میرا کان بہرا ہے — اس کا حکم میٹھی جان سے زیادہ بہتر ہے

---

[1] قہرِ حق۔ اگر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم قہر بھی ہے تو میرے اس رحم سے بدرجہا افضل ہے جو میں تجھ پر کروں اور تجھ میں سے بھی نہ لوں۔ اللہ کے حکم پر اگر جان سے بھی دریغ کی جائے تو وہ ہلاکت ہے۔ جاں سپردن۔ اللہ کے حکم کے مطابق جان سونپ دینا جان کی افزائش کا سبب ہے۔

[2] آں تعال۔ اللہ کا یہ حکم کہ آ جا۔ جنت کی نعمتوں سے مالا مال کر دے گا۔ بالجملہ عزرائیلؑ نے کہا میں اللہ کے حکم کے جاری کرنے میں کوئی تأمل نہ کروں گا۔ ایں ہمہ۔ حضرت سلیمانؑ کی ساری نصیحتیں بیکار ہوئیں اس کی بدگمانی نے اس کو بہرہ بنا رکھا تھا۔ آخر اس زمین نے حضرت عزرائیلؑ کی خوشامدیں پھر شروع کر دیں

[3] گفت۔ حضرت عزرائیلؑ نے زمین سے کہا کہ حکم خداوندی کی تعمیل تیرے لئے مفید ہے میری ذمہ داری ہے تجھے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ بندہ میں اللہ کے حکم کا غلام ہوں میں کل کا حکم ہرگز ممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ جز۔ میں اللہ کی بات کے سوا اپنی جان کی بھی کوئی بات نہیں سنتا ہوں۔ بلکہ اس کا حکم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا ہے۔

جاں[1] ازو آمد نیامد اُو ز جاں — صد ہزاراں جاں دہد اُو را نگاں

جان اُس سے آئی ہے وہ جان سے نہیں آیا — وہ لاکھوں جانیں مفت دے دیتا ہے

جاں چہ باشد کش گزینم بر کریم — کیک چہ بود کہ بسوزم زو گلیم

جان کیا ہوتی ہے کہ میں اُس کو کریم پر ترجیح دوں — کمبل کیا ہوتا ہے کہ اُس کی وجہ سے میں کملی جلاؤں

من ندانم خیر الّا از خیر اُو — ضم و بکم و عمی من از غیر اُو

میں اُس کی خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں جانتا ہوں — میں اُس کے غیر سے بہرا اور گونگا اور اندھا ہوں

گوشِ من کر ست از زاری کنان — کہ منم در کفِ اُو بیچو سنان

رونے والوں سے میرا کان بہرا ہے — کیونکہ میں اُس کے ہاتھ میں بھالے کی طرح ہوں

در بیان آنکہ مخلوقیکہ ترا از و ظلمے رسد بحقیقت اُو ہمچوں آلتے

اس کا بیان کہ جس مخلوق سے تجھے تکلیف پہنچے وہ درحقیقت ایک آلہ کی طرح

است، عارف آں بُود کہ بحق رجوع کند نہ بآلت و اگر بآلت

ہے عارف وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے نہ کہ آلہ کی جانب

رجوع کند ظاہرانہ از جہل کند بلکہ برائے مصلحتے چنانکہ بایزید

اور اگر بظاہر آلہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو نادانی کی وجہ سے نہیں بلکہ مصلحت کی

قدس سرہٗ گفت کہ چندیں سال ست کہ من با مخلوق سخن

وجہ سے چنانچہ حضرت بایزید قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بہت سے سال ہوگئے ہیں کہ میں نے

نگفتہ ام و از مخلوق سخن نشنیدہ ام و لیکن خلق چنیں پندارند

مخلوق سے بات نہیں کی ہے اور نہ میں نے مخلوق سے بات سنی ہے لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں

کہ با ایشان میگویم و از ایشاں می شنوم زیرا کہ ایشاں مخاطب اکبر

اُن سے کہتا ہوں اور اُن سے سنتا ہوں کیونکہ وہ بڑے مخاطب کو نہیں دیکھتے ہیں

را نمی بینند کہ ایشاں چوں صدا اند نسبت بحالِ من و التفات

کیونکہ میرے اشارے صدائے بازگشت کی طرح ہیں اور متکلم سننے والے کی توجہ

مستمع عاقل بصدا نباشد چنانکہ مثل ست معروف قال

صدائے بازگشت کی طرف نہیں ہوتی ہے چنانچہ مشہور مثل ہے کہ دیوار نے کہا

الجدار للوتد لِمَ تشقنی قال الوتد اُسْکُتْ اُنظُرْ اِلٰی مَنْ یَدُقُّنِی

کہ کیوں تو مجھے چیر رہی ہے کیل نے کہا اسے چپ رہ دیکھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے

---

[1] جاں جان تو اللہ کی رضا پر ہوتی ہے اگر اُس کے حکم پر جان جائے تو وہ سینکڑوں جانیں عطا کرسکتا ہے۔ جاں چہ باشد۔ اللہ کے مقابلہ میں جان حقیر ہے۔ کیک۔ میں تھوڑے فائدہ کی خاطر بڑا نقصان نہیں برداشت کرسکتا کریم۔ اُس کے حکم کو کسی کی آہ وزاری سے نہیں ٹال سکتا میں اُس کے حکم کے سامنے مجبور محض ہوں۔

[2] در بیان۔ جو اہل اللہ ہیں وہ ہر معاملہ میں مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اسباب کو کارگر ہوا آلہ سمجھتے ہیں حضرت بایزید بسطامی نے فرمایا تھا کہ میں نے چالیس سال سے کسی انسان کی بات سنی اور نہ کسی انسان سے گفتگو کی تو اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہر معاملہ کا مسبب خدا ہی کو سمجھتے تھے۔

[3] کہ حق۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

مگر زبدت رسد ز خلق عرض — کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

از خدا داں طلب دشمن و دوست — کو دلِ ہر دو در تصرف اوست

اہل اللہ۔ دیوار نے کیل سے شکایت کی تو کیل نے جواب دیا کہ اصل سبب کو دھیان میں رکھو۔

احمقانہ از سناں رحمت مجو — در دہانِ اژدہا رو بہر او

بیوقوفی سے بھالے سے رحم کا خواہاں نہ بن — اس (اللہ تعالیٰ) کی خاطر اژدہے کے منہ میں چل جا

از دمِ شمشیر تو رحمت مجو — زاں شہے جوکاں بود در دستِ او

تو تلوار کی دھار سے رحم نہ تلاش کر — اُس شاہ سے مانگ وہ جس کے ہاتھ میں ہو

با سنان و تیغ لابہ چوں کنی — کو اسیر آمد بدستِ آں سنی

تو بھالے اور تلوار کی خوشامد کیوں کرتی ہے؟ — وہ اُس بلند اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے پابند ہیں

او بصنعت آذرست و من صنم — آلتے کو سازدم من آں شوم

وہ کاریگری میں آذر ہے اور میں بُت ہوں — وہ آلہ جو بھی بناتا ہے میں بن جاتا ہوں

گر مرا ساغر کند ساغر شوم — ور مرا خنجر کند خنجر شوم

اگر وہ مجھے ساغر بنائے میں ساغر بن جاؤں — وہ اگر مجھے خنجر بنائے، خنجر بن جاؤں

گر مرا چشمہ کند آبے دہم — ور مرا آتش کند تابے دہم

اگر وہ مجھے چشمہ بنادے، میں پانی دوں — اگر وہ مجھے آگ بنادے، گرمی پہنچاؤں

گر مرا باراں کند خرمن دہم — ور مرا ناوک کند در تن جہم

اگر وہ مجھے بارش بنادے میں کھلیان دوں — اگر وہ مجھے تیر بنادے میں جسم میں گھس جاؤں

گر مرا مارے کند زہرِ افگنم — ور مرا یارے کند مہر آگنم

اگر وہ مجھے سانپ بنادے، تو زہر اگلوں — اور اگر وہ مجھے دوست بنادے تو محبت بھردوں

گر مرا شکر کند شیریں شوم — ور مرا حنظل کند پُرکیں شوم

اگر وہ مجھے شکر بنادے میں شیریں بنجاؤں — اور اگر وہ مجھے ایلوا بنادے تو میں کینہ ور بنجاؤں

گر مرا شیطاں کند سرکش شوم — ور مرا سوزاں کند آتش شوم

اگر وہ مجھے شیطان بنادے میں سرکش ہو جاؤں — اور اگر وہ مجھے جلانے والا بنادے تو میں آگ بنجاؤں

من چو کلکم در میانِ اصبعین — نیستم در وصفِ طاعت مین و بین

میں تو اُن انگلیوں کے درمیان قلم کی طرح ہوں — میں منصبِ طاعت میں مذبذب نہیں ہوں

خاک را مشغول کرد او در سخن — یک کفے بر بود زاں خاکِ کہن

انھوں نے مٹی کو باتوں میں لگایا — (اور) اُس پرانی مٹی سے ایک مٹھی بھر لی

ساحرانہ در ربود از خاکداں — خاک مشغولِ سخن چوں ہیزواں

وہ زمین سے فسبدہ بازوں کی طرح لے اُڑے — زمین مدہوشوں کی طرح بات میں مشغول تھی

۵۱ در دہاں۔ اللہ کے کسی حکم میں بھی چون و چرا نہ ہونی چاہیے۔ اگر وہ سانپ کے منہ میں جانے کا حکم دے تو اُس کو بھی بہتر سمجھنا چاہیے۔ اوّل صنعت۔ حضرت عزرائیلؑ نے فرمایا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے میں بجز اُس کے آلے کے ہوں۔ ساغر۔ کسی پر رحمت کا حکم ہوگا تو میں رحم کروں گا۔ خنجر۔ کسی پر قہر کا حکم ہوگا تو میں قہر کروں گا۔

۵۲ گر مرا باراں۔ جس طرح کا وہ حکم دے گا میں وہی کروں گا خواہ اُس میں کسی کا فائدہ ہو یا بظاہر نقصان ہو۔ گر مرا مارے۔ حضرت عزرائیلؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جو حکم بھی مجھ سے دے گا میں وہی کروں گا۔

۵۳ اصبعین۔ حدیث شریف ہے: انّ قلوب بنی آدم بین اصبعین من اصابع الرحمٰن یقلّبہا کیف یشآء۔ بنی آدم کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں اُن کو پلٹتا رہتا ہے جیسا چاہتا ہے۔

بُرد تا حق تُربتِ[1] بے رائے را
بے روت حق کو اللہ تعالیٰ کے اس بندے

تا بمکتب آں گریزاں پائے را
(جیسا کہ) مکتب میں بھگوڑے (بچوں) کو

گفت یزداں کہ بعلمِ رَدِّ شمن
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اپنے روشن علم کی قسم

کہ تُرا جلادِ ایں خلقاں کُنم
کہ تجھے مخلوق کا جلاد بناؤں گا

گفت یارب دشمنم گیرند خلق
انھوں نے عرض کیا اے خدا! مخلوق مجھے دشمن سمجھے گی

چوں فشارم خلق را در مرگِ خلق
جبکہ موت کے لئے میں مخلوق کا گلا دباؤں گا

تو رُواداری[2] خُداوندِ سَنی
اے بزرگ خدا! تو مناسب سمجھتا ہے

کہ مرا مبغوض و دشمن رُو کنی
کہ مجھے مبغوض اور دشمن کے چہرے والا بنائے

گفت اَسبابے پدید آرم عیاں
اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں اسباب ظاہر کردونگا

از تپ و قولنج و سرسام و سناں
(یعنی) بخار اور (درد) قولنج اور سرسام اور بھالا

از صُداع و ماشرا و از خُناق
(درد سر اور خون کے جوش سے اور گلے کے ورم سے

وز زکام و از جُذام و از فُواق
اور زکام سے اور کوڑھ اور ہچکی سے

سُدّہ و اسہال و استسقا و سِل
سُدّہ اور دست اور استسقاء اور سل

کسر ذات الصدر و لدغ و دردِ دل
ہڈی ٹوٹنے اور نیش (سانپ کے ڈسنے) اور درد دل سے

تا بگردانم نظرشاں را ز تو
تاکہ اُن کی نگاہ تجھ سے پھیر دوں

در مرضہا و سببہائے سہ تو
مرضوں اور تیرے سببوں میں

گفت یارب بندگاں ہستند نیز[3]
اُن (ملک الموت) نے عرض کیا اے خدا! ایسے بندے بھی ہیں

کہ سببہا را بدَرند اے عزیز
کہ اسباب کو چاک کر دیتے ہیں اے عزیز!

چشمِ شاں باشد گذارہ از سبب
اُن کی نظر سبب سے گذری ہوئی ہوتی ہے

در گذشتہ از حُجُب از فضلِ رب
وہ اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے پردوں کے آگے بڑھ گئے

سُرمۂ توحید از کحّالِ حال
حال کے سُرمہ کش کی جانب سے توحید کا سرمہ

یافتہ رَستہ ز علّت و اعتلال
پائے ہوئے ہیں اسباب بتانے سے نجات پائے ہوئے ہیں

ننگرند اندر تپ و قولنج و سِل
وہ بخار اور قولنج اور سل کو نہیں دیکھتے ہیں

راہ ندہند ایں سببہا را بدل
دل میں ان اسباب کو راہ نہیں دیتے ہیں

زانکہ ہر یک زیں مرضہا را دواست
کیونکہ ان مرضوں میں سے ہر ایک کی دوا ہے

چوں دوا نپذیرد آں فعلِ قضاست
جب وہ دوا کو نہ قبول کرے وہ قضا (خدا) کا فعل ہے

---

[1] تُربت بے رائے: زمین کی رائے بے وقعتی تھی تا بمکتب زمین کی جس کو اسی طرح حضرت عزرائیلؑ لے گئے جس طرح بھگوڑے بچے کو مکتب میں لے جایا جاتا ہے۔ گفت۔ حضرت عزرائیلؑ پر کہ زمین کی خوشامد سے متاثر نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے جلادی کا عہدہ پسند فرمایا۔

[2] تو رُواداری۔ حضرت عزرائیلؑ کو ملک الموت بنایا تو انھوں نے عرض کیا کہ میں جانداروں کی روح قبض کروں گا وہ مجھ سے بغض کریں گے اور مجھے اپنا دشمن سمجھیں گے تو یہ بات آپ میرے لئے کیوں پسند کرتے ہیں۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کے جواب میں فرمایا کہ میں موت کے اسباب پیدا کردوں گا تو لوگ اُن کو دیکھیں گے تیری طرف سے لوگوں کی نگاہیں ہٹ جائیں گی۔

[3] گفت۔ حضرت عزرائیلؑ نے عرض کیا یہ تو درست ہے کہ عوام کی نگاہ اسباب پر ہوتی ہے لیکن خاص بندے بھی تو ہیں جو اسباب سے قطع نظر کرتے ہیں اور اصل کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ اشکال یہ ہے کہ میں پڑنا۔ تاکہ۔ وہ لوگ رہ جائیں کہ دوا میسر ہے لیکن جب وہ اثر کرے تو پھر یہ فعل خداوندی ہی ہے۔

هر مرض دارد دوا میداں یقیں — چوں دوائے رنج سرما پوستیں

یقین کے ساتھ جان لے کہ ہر مرض کی دوا ہے — جس طرح جاڑے کی تکلیف کی دوا پوستین ہے

چوں خدا خواہد کہ مردے بفسرد — سردی از صد پوستین ہم بگذرد

جب خدا چاہتا ہے کہ انسان ٹھٹھرے — تو سردی سیکڑوں پوستینوں میں سے گزر جاتی ہے

در وجودش لرزہ بنہد کآں — نے ز آتش کم شود نے از دخاں

اس کے جسم میں وہ ایسی کپکپی پیدا کر دیتی ہے — جو آگ سے کم ہوتی ہے نہ دھوئیں سے

بر تنِ او سردی بنہد چناں — کاں بجامہ ہم نگردد و آتش آں

اس کے جسم میں ایسی سردی پیدا کر دیتی ہے — کہ وہ کپڑوں سے بھی نہیں ختم ہوتی اور آگ سے بھی

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود — واں دوا در نفع ہم گمرہ شود

جب قضا آتی ہے طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے — وہ دوا نفع پہنچانے میں بے راہ ہو جاتی ہے

کے شود محجوبِ ادراکِ بصیر — زیں سببہائے حجاب گول گیر

بینا کا احساس کب جب سکتا ہے — احمق کر مبتلا کرنے والے ان اسباب سے

اصل بیند وہ چوں اکمل بود — فرع بیند چونکہ مرد اَحول بود

جب آنکھ ٹھیک ہوتی ہے تو وہ اصل کو دیکھتی ہے — جب انسان بھینگا ہوتا ہے تو وہ فرع کو دیکھتا ہے

جواب آمدن از حضرتِ عزت عزرائیل را کآں کہ نظر او بر اسباب و مرض و زخم تیغ نیاید بر کارِ تو عزرائیل ہم نیاید کہ تو ہم سببی اگرچہ مخفی تری ازاں سببہا و بود کہ بر آں رنجور مخفی نباشد و نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون

اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت عزرائیلؑ کو جواب آنا کہ جو نظر اسباب اور مرض اور تمہاری ایذا رسانی پر نہیں پڑتی ہے اے عزرائیل وہ تیرے کام پر بھی نہ پڑیگی کیونکہ تو بھی ایک سبب ہے اگرچہ اُن سببوں سے زیادہ مخفی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس بیمار سے یہ مخفی نہ ہو کہ ہم اس مریض سے تم سے بھی زیادہ قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے ہو

گفت یزداں ہر کہ باشد اصل دار — پس ترا کے بیند او اندر میاں

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جو شخص اصل کو جانتا ہو گا — وہ تجھے درمیان میں کب دیکھے گا؟

گرچہ خویش از عامہ پنہاں کردہ — پیش روشن دیدگاں ہم پردہ

اگرچہ تو نے عوام سے اپنے آپ کو چھپا لیا ہے — روشن آنکھ والوں کے سامنے تو بھی ایک پردہ ہے

ہر مرض حدیث شریف ہے یعنی ہر بیماری کی دوا ہے۔ پوستین۔ سردی سے پوستین کے ذریعہ بچاؤ ہوتا ہے لیکن اگر خدا چاہے تو سردی پوستینوں سے گذر کر بدن کو ستا دیتی ہے ... وجود۔ جسم۔ ایسی سردی گستی ہے کہ نہ کپڑوں سے چین پڑتا ہے نہ آگ اور دھوئیں سے۔

چوں قضا۔ قضاء خداوندی کے خلاف ہر دوا بیکار ثابت ہو جاتی ہے اور طبیب اپنی حماقت سے اُلٹی دوا تجویز کرتا ہے۔ بصیر۔ جن لوگوں کو بصیرت حاصل ہے وہ اسباب سے دھوکے میں نہیں پڑتے ہیں اور نگاہ بصیر کام کرتی ہے جو بھینگا ہوتا ہے وہ اسباب کو دیکھتا ہے۔

جواب۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزرائیلؑ کو جواب دیا کہ تم بھی بس ایک سبب ہو اگرچہ عوام کی نگاہ سے مخفی ہو لیکن اصحاب بصیرت تم کو بھی سبب سمجھیں گے اور حقیقی متصرف مجھے ہی خیال کریں گے۔ گفت۔ اللہ نے فرمایا کہ تم بھی محض ایک پردہ ہو اصحاب بصیرت کی نگاہ پردہ چاک کر کے اصل تک پہنچ جاتی ہے

وآنکہ ایشاں را شکر باشد اجل
اور یہ کہ موت اُن کے لئے شکر ہوتی ہے

تلخ نبود پیشِ ایشاں مرگِ تن
جسم کی موت اُن کے لئے کڑوی نہیں ہوتی ہے

آنکہ وارست از جہانِ ہیچ ہیچ
جو شخص ہیچ در ہیچ دنیا سے چھوٹ گیا

بُرجِ زنداں را شکست ارکانیے
کسی انجکار نے قید خانہ کی عمارت توڑ دی

کاے دریغ ایں سنگِ مرمر را شکست
کہ ہائے افسوس اس نے سنگ مرمر توڑ دیا

آں رُخامِ خوب و آں سنگِ لطیف
وہ عمدہ پتھر اور وہ نازک پتھر

چوں شکستش تا کہ زندانی برست
جب اُس کو اس نے توڑا کہ قیدی چھوٹ گیا

ہیچ زندانی نگوید ایں فشار
یہ بات کوئی قیدی نہ کہے گا

تلخ کے باشد کسے را کش برند
اُس شخص کو ناگوار کب ہوگا جس کو لجائیں

جاں مجرد گشتہ از غوغائے تن
جسم کے شور و غل سے جان چھوٹ کر

ہمچو زندانی چہ کاند رشباں
کنویں کے اُس قیدی کی طرح جو راتوں کو

گوید اے یزداں مرا در تن مبر
وہ کہے گا اے خدا! مجھے جسم کے اندر نہ کر

گوید ش یزداں دعا شد مستجاب
اُس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دعا قبول ہو گئی

چوں نظر شاں مست باشد در دو دل
کیونکہ انکی نگاہ آخرت کی دونوں میں مستغرق ہے

چوں رَوند از چاہ و زنداں در چمن
کہ کنویں اور قید خانے سے چمن میں جاتے ہیں

می نگریند بر فواتِ ہیچ ہیچ
وہ ناچیز کے فوت ہو جانے پر نہیں روتا ہے

ہیچ از و رنجد دلِ زندانیے
کیا اس سے کوئی قیدی رنجیدہ ہوگا

تا رَوان و جان ما از حبس رست
حتیٰ کہ ہماری رُوح اور جان قید سے چھوٹ گئی

بُرجِ زنداں را بہی بُود و اَلیف
قید خانہ کی عمارت کے لئے اچھا اور مناسب تھا

دست اُو در جرمِ ایں باید شکست
اسکے جرم میں اُس کا ہاتھ توڑنا چاہیے

جُز کسے کز حبس آرندش بدار
سوائے اُس کے جس کو قید خانے سے سولی پر لے جائیں

از میانِ زہرِ ماراں سوئے قند
سانپوں کے زہر میں سے شکر کی جانب

می پرد با پرِ دل بے پائے تن
دل کے پر سے پرواز کرتی ہے نہ کہ جسم کے پاؤں سے

خُسپد و بیند بخواب اُو گلستاں
سوئے اور وہ خواب میں باغ کو دیکھے

تا دریں گلشن کنم من کر و فر
تاکہ میں اس باغ میں مزے اُڑاؤں

وَامرُوا وَاللہُ اَعلَم بِالصَّواب
واپس نہ جا، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

لہ وآنکہ۔ جو اصحاب بصیرت ہیں چونکہ اُن کی نگاہیں خدا کی دونوں پر ہیں لہٰذا وہ موت اور مارنے والے کو بُرا نہیں سمجھ سکتے وہ اپنی موت کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسا کہ کوئی کنویں کی قید سے نکل کر چمن میں پہنچ جائے۔ ہیچ در ہیچ۔ دنیاوی دولت۔

کہ برج۔ موسیٰ کی موت ایسی ہے جیسے کسی قیدی کا قید خانہ توڑ کر نکل جانا اگر کوئی شخص اُس کو توڑے گا تو کسی قیدی کو تکلیف نہ ہوگی۔ کہتے ہیں یہ بات کوئی قیدی نہ کہے گا نہ کہہ سکتا۔ سنگ مرمر۔ برج۔ یعنی عمارت جز کسے۔ ہاں وہ قیدی یہ باتیں کہے گا جو جیلخانہ سے پھانسی پر جائے۔

کہ تلخ۔ موسیٰ کی موت تو ایسی ہے کہ کسی کو سانپوں کے زہر سے بچا کر قند میں پہنچا دیا جائے جان جب روح جسم کی قید سے آزاد ہو جاتی ہے تو اُس کو پرواز بڑھ جاتی ہے۔ ہمچو۔ موسیٰ کی دنیاوی زندگی کی یہ مثال ہے۔ گوید۔ اُس قیدی کی تمنا ہوتی ہے کہ وہ بیدار نہ ہو اور روح جسم میں فوت کر نہ آئے۔ گوید ش۔ اگر اللہ تعالیٰ اُس قیدی کی دعا قبول کرلے وہ کس قدر خوش نصیب ہوگا۔

اینچنیں[1] خوابے بہ بیں چوں خوش بُود — مرگ نادیدہ بجنت در رَوَد

دیکھ، ایسا خواب کیا اچھا ہوتا ہے — موت کو دیکھے بغیر جنت میں چلا جاتا ہے

ہیچ اُو حسرت خورَد بر اِنتباہ — بر تنِ با سلسلہ در قعرِ چاہ

کیا اُس کو بیداری پر کوئی حسرت ہوتی ہے — کنویں میں بندھے ہوئے جسم پر

مومنی آخر درآ در صفِّ رزم — کہ ترا بر آسماں بُود بزم

تو مومن ہے، بالآخر معرکہ کی صف میں آجا — کیونکہ آسمان پر تیری محفل موجود ہے

بر اُمیدِ راہِ بالا کُن قیام — ہمچو شمعے پیشِ محراب اے غلام

اعالیٰ، باہ کی راہ کی امید پر کھڑا رہ — محراب کے سامنے اے کو جوان! شمع کی طرح

اشک[2] می بار و ہمی سوزاز طلب — ہمچو شمعِ سر بُریدہ جملہ شب

طلب میں آنسو بہا اور جلتا رہ — تمام رات سر کٹی شمع کی طرح

لب فرو بند از طعام و از شراب — سُوئے خوانِ آسمانی کُن شتاب

کھانے اور پینے سے ہونٹ بند کر لے — آسمانی خوان کی جانب جلدی قدم بڑھا

دَم بدم بر آسماں میدار اُمید — در ہوائے آسماں رقصاں چو بید

ہر وقت آسمان سے اُمیدوار بن — بید کی طرح آسمانی ہوا میں رقص کرتے ہوئے

دَم بدم از آسماں می آیدت — آب و آتش رِزق می افزایدت

آسمان سے ہر وقت تجھے پہنچتا ہے — پانی اور گرمی، جو زیادہ رزق بڑھاتا ہے

گر[3] ترا آنجا برد نبُود عجب — منگر اندر عجز و بنگر در طلب

اگر وہ تجھے اس طرف کھینچ لے، عجب نہ ہوگا — کمزوری پر نظر نہ کر، طلب کو دیکھ

کایں طلب دے تو گروگانِ خداست — زانکہ ہر طالب بمطلوبے سزاست

تیرے اندر یہ طلب خدا کی مرہون ہے — کیونکہ ہر طالب ایک مطلوب کے لائق ہے

جہد کُن تا ایں طلب افزوں شود — تا دلت زیں چاہِ تن بیروں شود

کوشش کر، تاکہ یہ طلب بڑھے — تاکہ تیرا دل جسم کے اس کنویں سے باہر آئے

خلق گوید مُرد مسکیں آں فلاں — تو بگوئی زندہ ام اے غافلاں

مخلوق کہے گی، وہ فلاں بے چارا مر گیا — تو کہے گا، اے غافلو! میں زندہ ہوں

ایک مناسب مطلوب ہونا چاہیے۔ تجہد کن۔ فطری طلب میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ خلق۔ جب تو مرے تو اس حالت میں مرکہ لوگ تجھے مُردہ سمجھیں اور تو اپنے آپ کو ابدی زندگی کے ساتھ زندہ سمجھے۔

[1] اینچنیں۔ اس قسم کی یہ نیند کیسی بیداری ہے۔ ہیچ۔ بیداری اور روح کے جسم میں آجانے پر اُس کو کوئی خوشی نہیں ہوتی ہے۔ مومن جبکہ مومن کے لئے دنیا قید خانہ ہے تو اُس کو اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اُس کے لئے آخرت میں محفلیں آراستہ ہیں۔ بر اُمید۔ آخرت کی طرف راہیاب ہونے کے لئے رات کو محراب میں کھڑا رہنا چاہیئے اور سر بُریدہ شمع کی طرح آنسو بہانے چاہئیں۔

[2] اشک۔ ایک مومن کو شب بیداری میں عبادت کے اندر شمع کی طرح پُرسوز اور پُر اشک رہنا چاہیئے۔ لب۔ دنیاوی لذتوں کو ترک کر کے اُخروی نعمتوں کا منتظر رہنا چاہیئے۔ بید۔ بید کے درخت کی نازک شاخیں ہر وقت لرزتی رہتی ہیں۔ دَم بدم۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس طرح دنیوی نعمتوں کا اہتمام ہے اُخروی نعمتوں کا بھی اہتمام ہو رہا ہے۔

[3] گر ترا۔ اُخروی نعمتوں تک پہنچنے کا ذریعہ انسان کی طلب و جستجو ہے نہ کہ انسان کی جسمانی طاقت۔ کایں طلب۔ یہ طلب اور جستجو بھی خدا ہی عنایت فرماتا ہے کیونکہ ہر طالب کے لئے

گر تنِ من ہمچو تنہا خفتہ است
اگرچہ میرا جسم جسموں کی طرح سویا پڑا ہے

ہشت جنت در دلم بشگفتہ است
آٹھ جنتیں میرے دل میں کھلی ہوئی ہیں

جاں چو خفتہ در گل و نسریں بود
جب روح گل اور نسرین میں سوئی ہوئی ہو

چہ غم ست ار تن دراں سرگیں بود
اگر جسم اس گوبر میں ہو تو کیا غم ہے!

جان خفتہ چہ خبر دارد ز تن
سوئی ہوئی روح کو جسم کی کیا خبر؟

کو ببالشن خفتہ یا در گولخن
کہ وہ چمن میں سویا ہوا ہے یا بھٹی میں

بیزند جاں در جہانِ آبگوں
روشنا پانی جیسے عالم میں نگاہ ہی ہے

نعرہ یا لیت قومی یعلمون
کاش میری قوم جان لیتی ۔ کا نعرہ

گر نخواہد زیست جاں بے این بدن
اگر روح اس جسم کے بغیر نہیں جی سکتی

پس فلک ایوانِ کہ خواہد بدن
تو پھر آسمان کس کا محل ہوگا؟

گر نخواہد بے بدن جانِ تو زیست
اگر تیری جان جسم کے بغیر زندہ نہ رہ سکتی

فی السماء رزقکم روزی کیست
۔ آسمانوں میں ہے تمہارا رزق ۔ کس کی روزی ہے؟

در بیانِ وخامتِ حرب و شیرینیِ دنیا و مانع شدنِ او

اس بیان میں کہ دنیا کی میٹھی اور شیریں چیز ناسازگار ہے اور وہ اللہ کے طعام سے

از طعام اللہ چنانچہ فرمود "الجوع طعام اللہ یحیی بہ ابدانکم"

مانع ہے چنانچہ فرمایا ہے بھوک اللہ کا کھانا ہے جس سے وہ صدیقین کے جسموں

الصدیقین انی فی الجوع یصل طعام اللہ عز وجل قال

کو زندہ رکھتا ہے یعنی بھوک میں اللہ عزوجل کا کھانا پہنچتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی

نے فرمایا اور میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا

وقول اللہ تعالیٰ یرزقون فرحین

ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے اُن کو رزق دیا جاتا ہے وہ خوش ہیں

وآرہی زیں روزیِ ریزہ کثیف
اس گندی اور معمولی روزی سے جو تمہارا حاصل کردہ

در فتی در لوت و در قوت شریف
تر لقمۂ غذا اور شریف روزی میں بدل جائے گا

گر ہزار ار رطل لوتش می خوری
اگر تو اس لقمۂ غذا کے ہزاروں رطل کھائیگا

میروی پاک و سبک ہمچوں پری
(تب بھی) پاک اور ہلکا رہ کر پری کی طرح پرواز کرے گا

---

۱ گر تنِ من۔ مردہ سمجھنے والوں سے تو یہ کہے کہ اگرچہ میرا جسم عام جسموں کی طرح مُردہ نظر آرہا ہے لیکن دل میں آٹھوں جنتیں بہار دکھا رہی ہیں۔ جانِ خفتہ۔ اگر روح گل و نسرین کی سیر کر رہی ہے تو جسم کے کسی خراب جگہ پڑے ہونے پر کوئی صدمہ نہیں ہوتا ہے۔ جانِ خفتہ۔ جو روح عالمِ برزخ میں آرام سے سو رہی ہے اُس کو جسم کی کوئی پروا نہیں ہوتی ہے یا کیف۔ جنتی جنت میں داخل ہوتے وقت تمنا کرے گا کہ کاش میری قوم میرے اس عیش و عشرت سے آگاہ ہوتی۔

۲ گر نخواہد۔ جنت میں یہ مادی بدن نہ ہوگا اور روح زندہ رہے گی، اور اس کو زندہ رکھنے کے لئے خدا اُس کو روزی عنایت کرے گا یہ معنوی روزی اور رزق ہوگا۔ (رزقہ اللہ) مولانا نے معنوی روزی کا بیان شروع کیا ہے۔ الجوع۔ یہ حدیث ان الفاظ سے کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔ وابیت۔ یہ روایت صوم وصال کے سلسلہ میں کتابوں میں مذکور ہے

۳ وآرہی۔ انسان جس قدر رزق ظاہری سے دور رہیگا اُسی قدر اُس کو رزق باطنی حاصل ہوگا مگر ہزاروں معنوی رزق اُن تمام میوے سے پاک ہے جو رزق ظاہری میں ہیں۔

کہ[1] نہ حبسِ باد قولنجت کند — چار میخِ معدہ آہنجت کند
کیونکہ نہ ریح کا مرگ تیرے قولنج کرے گا — (۱) معدہ کی تکلیف تجھے ستائے گی

گر خوری کم گر سنہ مانی چو زاغ — ور خوری پُر گیرد آروغت دماغ
اگر تو کم کھاتے گا کوے کی طرح بھوکا رہیگا — اگر پیٹ بھر کر کھائے گا تو ہیضہ دماغ پر اثر کریگی

کم خوری تخمِ بدو خشکی و دق — پُر خوری شُد تخمہ را اَین مستحق
تو کم کھانے سے (۲) دق اور خشکی (۳) اور پیٹ بھر کر کھانے سے (۴) جسم بیمار ہوگا

از طعام اللہ و قوتِ خوشگوار — بر جناں دریا چو کشتی شو سوار
اللہ کے کھانے اور خوشگوار خوراک کے ذریعہ — ایسے دریا پر کشتی کی طرح سوار ہو جا

باش در روزہ شکیبا و مُصر — دَمبدم قوتِ خدا را منتظر
روزے میں صابر اور مُصر بن کر — ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کی روزی کا منتظر رہ

کاں خدائے خوب کار و بُردبار — ہدیہا را میدہد در انتظار
کیونکہ وہ خدا جو اچھے کام کرنے والا اور بُردبار ہے — انتظار میں تحفے دیتا ہے

انتظارِ ناں ندارد مردِ سیر — کہ سبک آید وظیفہ یا کہ دیر
پیٹ بھرا انسان روٹی کا انتظار نہیں کرتا ہے — کہ خوراک جلدی آئے گی یا دیر میں

بینوا[2] ہر دم ہمی گوید کہ کو — ور مجاعت منتظر در ماند او
بے سروسامان کہتا رہتا ہے کہ کہاں ہے؟ — بھوک کی وجہ سے وہ منتظر رہتا ہے

چوں نباشی منتظر ناید تو[3] — آں نوالہ دولتِ ہفتاد تو
جب تو منتظر ہوگا میرے پاس نہیں آئیگا — ستر گنا دولت کا لقمہ

اے پدر اَلانتظار اَلانتظار — از برائے خوانِ بالا مردوار
اے باپا! انتظار کر انتظار کر — مردوں کی طرح آسمانی خوان کا

ہر گرسنہ[4] عاقبت قوتے بیافت — آفتاب دولتے بر وے بتافت
انجام کار ہر بھوکے نے روزی حاصل کرلی — دولت کا آفتاب اُس پر چمکا

ضیفِ باہمت چو آشے کم خورد — صاحب خواں آش بہتر آورد
باہمت مہمان جب کھانا کم کھاتا ہے — میزبان عمدہ کھانا لاتا ہے

جز کہ صاحب خوانِ دریش لئیم — ظنِ بد کم بر بہ رزاقِ کریم
بجز مفلس کمینہ میزبان کے — سخی رزق دینے والے کے بارے میں بدگمان نہ کر

[1] کہ۔ رزقِ ظاہری دور تولنج اور معدہ کی بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ اگر خوری میں رزقِ ظاہری کی کمی اور زیادتی دونوں مضر ہیں۔ دماغ کا کمزور سستی کی علامت ہے جس سے دماغ خالی ہو جاتا ہے۔ باش۔ انسان ظاہری روزی کو چھوڑتا ہے اور معنوی روزی کا منتظر رہتا ہے تب اُس کو معنوی روزی حاصل ہوتی ہے۔ انتظار پیٹ بھرا روزی کا نظر نہیں رہتا ہے۔

[2] بینوا۔ جب ظاہری روزی نہ ہوگی اور بھوک لگے گی تو انسان معنوی روزی کا منتظر رہے گا اور حضرت حق تعالیٰ غیر گونہ معنوی روزی عطا فرمادینگے۔ اَوانتظارہ حدیث شریف اَفضلُ العبادۃ اِنتظارُ الفرج۔ کشادگی کا منتظر رہنا بہتر ہی عبادت ہے۔

[3] ہر گرسنہ۔ ظاہری روزی سے احتراز کر کے جب بھوک پیدا کرلوگے تو معنوی زندگی کا آفتاب طلوع کرے گا۔

ضیف۔ اگر مہمان کھانا کم کھاتا ہے تو سمجھ مہربان اس کے لئے اور اچھا کھانا تیار کرکے لاتا ہے۔ مجھ کہ کہنے میزبان کا یہ طریقہ ہے کہ وہ مہمان کی پروا نہیں کرتا ہے اور تم کم کھانے سے ..... اور اسی کھانا نہیں کھلاتا ہے تو خدا کے ساتھ اس طرح کی بدگمانی نہ کرو وہ سخی مہربان ہے۔

سَر[1] بر آور، ہمچو کوہے اے سَنَد — تا نخستیں نورِ خور بر تو زند

اے مُستند! پہاڑ کی طرح سر اُبھار — تاکہ پہلے ہی سورج کی روشنی تجھ پر پڑے

کاں سَرِ کوہِ بُلندِ مُستقر — ہست خورشیدِ سحر را منتظر

مُستقل، بلند پہاڑ کی چوٹی — صبح کے سورج کی منتظر ہے

دَر جوابِ آں مغفّل کہ گفتہ است کہ خوش بُودے ایں جہاں اگر

اُس بیوقوف کا جواب جس نے کہا ہے کہ یہ جہان کیا ہی اچھا ہوتا اگر

مرگ نبُودے و خوش بُودے مُلکِ دنیا اگر زَوالش نبُودے

موت نہ ہوتی اور دنیا کی سلطنت اچھی ہوتی اگر اُس کو زوال نہ ہوتا

وَعَلٰی ھٰذِہِ الْوَتِیْرَۃِ مِنَ الْفُشَارَاتِ

اور اسی طرح کی بکواسیں

آں[2] یکے میگفت خوش بُودے جہاں — گر نبُودے پائے مرگ اندر میاں

ایک شخص کہتا تھا دنیا اچھی ہوتی — اگر موت کا پاؤں درمیان میں نہ ہوتا

آں دگر گفت ار نبُودے مرگ ہیچ — کہ نیرزیدے جہانِ ہیچ ہیچ

دوسرے شخص نے کہا اگر موت بالکل نہ ہوتی — تو پھر ہیچ دنیا ایک تنکے کی نہ ہوتی

خرمنے بُودے بدشت افراشتہ — مُہمل و ناکوفتہ بگذاشتہ

جنگل میں اُبھرا ہوا ایک کھلیان ہوتا — بیکار بغیر گہائے ہوئے چھوڑا ہوا

مرگ[3] را تو زندگی پنداشتی — تخم را در شورہ خاکے کاشتی

موت کو تو زندگی سمجھا — بیج کو شور زمین میں بو دیا

عقلِ کاذب ہست خود معکوس بیں — زندگی را مرگ بیند آں غبیں

جھوٹی عقل خود اُلٹا دیکھنے والی ہے — وہ پاگل، زندگی کو موت سمجھتی ہے

اے خدا بنمای تو ہر چیز را — آنچنانکہ ہست در خدعہ سَرا

اے خدا! تو ہر چیز کو دکھا دے — جس طرح کہ وہ دھوکے کے گھر میں ہے

ہیچ مُردہ نیست پُر حسرت مَرَد — حسرتش آنست کم بُود برگ

کوئی مرنے والا موت پر حسرت سے پُر نہیں ہے — اُس کی یہ حسرت ہے کہ اُس کا توشہ کم ہے

اے خدا ان کو صحیح حالت میں ہمیں دکھا دے۔ یعنی۔ جب مردے پر دنیا اور عقبیٰ کی حقیقت کھل جاتی ہے تو وہ مرنے پر افسوس نہیں کرتا بلکہ اپنے اعمالِ حسنہ کی کمی پر افسوس کرتا ہے۔

[1] سَر برآور۔ ظاہری گھٹیا روزی پر اکتفا نہ کر و بلند ہمت رکھو بلند سر پر اللہ کا نور جلد پہنچتا ہے آفتاب کی روشنی سب سے پہلے پہاڑ کی بلند چوٹی پر پڑتی ہے۔ دُرِ جواب۔ اس سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ معنوی روزی عالمِ بالا سے متعلق ہے اور اس دنیا کی روزی بہت گھٹیا چیز ہے عالمِ بالا اور معنوی روزی کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی اور یہاں کی روزی کو پسند کرنا حماقت کی بات ہے۔ بشکار۔ بکواس۔

[2] آں یکے۔ یہ بیوقوف دنیا کی ابدی زندگی کا مشتی تھا۔ آں دگر۔ دوسرا شخص جو عقلمند تھا اس نے کہا کہ دنیا کی زندگی تو محض اس لئے ہے کہ یہاں آدمی کچھ اچھے سامان کرے تو آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں کام آئیں اگر موت نہ ہو اور آخرت تک نہ پہنچا جائے تو پھر دنیا کے اعمال کی مثال تو اس کھلیان کی سی ہے جو بغیر قابلِ نفع بنائے جنگل میں چھوڑ دیا جائے۔

[3] مرگ۔ اخروی زندگی کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی بمنزلہ موت ہے اس کو زندگی سمجھنا بے وقوفی ہے غبین۔ وہ شخص جس کے حواس سلیم نہ ہوں۔ اے خدا۔ انسانی عقل ناقص دنیا کی چیزوں کو بالکس دکھاتی ہے

ورنہ از چاہے بصحرا اُوفتاد — درمیانِ دولت دیش و گشاد
ورنہ وہ کنویں سے جنگل میں آگیا — دولت اور عیش اور خوشی میں

زیں مقامِ ماتم[1] و تنگیں مناخ — نقلِ اُقامش بصحرائے فراخ
اِس غم کی جگہ اور تنگ ہاڑے سے — وہ وسیع جنگل میں منتقل ہوگیا

مقعدِ صدقے نہ ایوانِ دروغ — بادۂ خاصی نہ مستیِ زدُوغ
سچائی کا ٹھکانا، نہ جھوٹ کا قلعہ — خالص شراب، نہ کہ چھاج کی مستی

مقعدِ صدق و جلیسِ حق شدہ — رُستہ زیں آب و گِل آتشکدہ
سچائی کی مجلس اور اللہ (تعالیٰ) کا ہم نشین بن گیا — آتشکدہ کے اِس آب و گِل سے چھوٹا ہوا

ورنہ کردی زندگانی تُنیر — یکدو دم ماندست مَردانہ بمیر
اگر تونے مستعار زندگی بسر نہیں کی ہے — ایک دو سانس باقی رہے ہیں مردانہ موت اختیار کر

فَبِمَا یُرْجٰی مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی مُعْطِی النِّعَمِ قَبْلَ اِسْتِحْقَاقِهَا
اِس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید کے بیان میں جو استحقاق سے پہلے ہی نعمتیں عطا کرتا ہے

وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَرُبَّ[2] بُعْدٍ
وہ وہی ہے جو بارش برساتا ہے لوگوں کی مایوسی کے بعد اور بہت سی دوریاں ہیں

یُوْرِثُ قُرْبًا وَرُبَّ مَعْصِیَةٍ مَیْمُوْنَةٍ وَرُبَّ سَعَادَةٍ تَأْتِیْ
جو قرب پیدا کرویتی ہیں اور بہت سے گناہ ہیں جو بابرکت ہیں اور بہت سی سعادتیں ہیں

مِنْ حَیْثُ یُرْجَی النِّقَمُ لِیَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یُبَدِّلُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ
جو اُمید کے حاصل ہو جاتی ہیں جہاں سے عقاب کی توقع ہوتی ہے تاکہ جان لے بیشک اللہ تعالیٰ اُنکی بُرائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیتا ہے

دَر حدیث آمد کہ روزِ رُستخیز — اَمر آید ہر یکے تن را کہ خیز
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ قیامت کے دن — ہر جسم کو حکم ہوگا کہ اُٹھ

نفخِ صُور امرست از یزدانِ پاک — کہ برآرید اے ذرائر مُشت خاک
صُور کا پھُنکنا خدائے پاک کا حکم ہے — کہ اے چیونٹیو! یعنی سے سر اٹھاؤ

باز آید جانِ ہر یک در بدن — ہمچو[3] وقتِ صبح ہوش آید بتن
ہر ایک جان بدن میں واپس آجائے گی — جس طرح صبح کے وقت جسم کو ہوش آجاتا ہے

جانِ تن خود را شناسد وقتِ روز — در لباسِ خود در آید با فروز
دن کے وقت روح اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے — روشنی کے ساتھ اپنے لباس میں آجائے گی

[1] ماتم: جیسا ماتم کدہ ہے نقل: مرنے کے بعد انسان آخرت کے وسیع مقام پر منتقل ہوجاتا ہے۔ بمقتضیٰ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ - جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ باغوں اور نہروں میں سچی جگہ میں قادر بادشاہ کے مقرب ہونگے؛ ورنہ کردی۔ اگر تو اب تک آخرت کی تیاری نہیں کرسکا اب کرلے اور موت سے پہلے مردانہ موت اختیار کرلے۔ تُنیر: حق۔ اب یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت حق کے قرب میں کیا کیا نعمتیں حاصل ہونگی۔

[2] وَرُبَّ بَعْدٍ: یعنی بسا اوقات فراق جمال کا سبب بن جاتا ہے۔ رُبَّ مَعْصِیَةٍ: بہت سے گناہ بابرکت ثابت ہوجاتے ہیں۔ ابن اللہ: اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی بُرائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کردیگا۔ نفخ صور: یعنی روحیں دوبارہ جسموں میں پھونکدی جائیں گی۔ نفخ صور سے مُردے زندہ ہوجائیں گے۔

ذرائر: ذرہ کی جمع ہے چھوٹی چیونٹی۔

[3] ہمچو: جس طرح نیند سے انسان بیدار ہوتا ہے سب زندہ ہوجائیں گے۔ جان صبح ہوتے ہی اپنے جسم میں آجاتی ہے اور جسم کا لباس پہن لیتی اور اپنے جسم کو خوب پہچان لیتی ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کسی کی روح کسی دوسرے کے جسم میں آجائے۔

جسمِ خود بشناسد و در وے رَوَد
اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اُس میں چلی جاتی ہے

جانِ[1] عالِم سُوئے عالِم میرَود
عالِم کی روح عالِم کی جانب جاتی ہے

کہ شناسا کرد شاں علمِ اِلٰہ
کیونکہ اُن کو علمِ خداوندی نے شناسا بنا دیا ہے

پائے کفشِ خود شناسد در ظُلَم
اندھیریوں میں پاؤں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے

صبحِ حشر کوچک است اے مستجیر
اے پناہ کے طالب! صبح چھوٹی قیامت ہے

آنچناں[2] کہ جاں پَرد سوئے طیں
جس طرح روح جسم کی، مٹی کی طرف پرواز کرتی ہے

در کفش بنہند نامہ نخل و جُود
اُس کے ہاتھ میں دیدیں گے بخل اور سخاوت کے اعمال

چوں شود بیدار از خواب اُو سَحَر
جب وہ صبح کے وقت بیدار ہوگا

گر[3] ریاضت دادہ باشد خوئے خویش
اگر اُس نے اپنی عادت کی اصلاح کرلی ہوگی

ور بُدَ اُو دی خام و زشت و ڈھلال
اگر وہ عمل کچا اور بھدا اور گمراہی میں تھا

ور بُدَ اُو دی پاک و با تقویٰ و دیں
اور اگر وہ عمل پاک اور متقی اور دیندار تھا

ہست مارا خواب و بیداریِ ما
ہمارا سونا اور جاگنا ہمارے لئے

جانِ زرگر سُوئے درزی کے رَوَد
سونار کی روح، درزی کی جانب کب جاتی ہے؟

روحِ ظالِم سُوئے ظالِم میرَود
ظالم کی روح ظالم کی جانب جاتی ہے

چونکہ بَرّہ و میش وقتِ صُبحگاہ
جس طرح کہ بھیڑ کا بچہ اور بھیڑ صبح کے وقت

چوں نداند جانِ تن خود اے صنم
اے صنم! روح اپنے جسم کو کیوں نہ پہچانے گی؟

حشرِ اکبر را قیاس از وے بگیر
بڑی قیامت کو اُس پر قیاس کرلے

نامہ پرّد از یسار و از یمیں
اعمالنامہ بائیں اور دائیں جانب سے پرواز کریگا

فسق و تقویٰ آنچہ وے خو کردہ بُود
بدکاری اور تقویٰ جس کی اُس کو عادت تھی

باز آید سُوئے اُو آں خیر و شر
وہ بھلا اور بُرا اُس کی جانب واپس آجائے گا

وقتِ بیداری ہماں آید بہ پیش
بیداری کے وقت وہی سامنے آئے گی

چوں عَزا نامہ سیہ یا بد شمال
تو اُس کا بایاں ہاتھ تقریباً نار جیسا (سیاہ) اعمالنامہ

چوں شود بیدار یابد در یمیں
جب بیدار ہوگا، دائیں ہاتھ میں پائے گا

بر نشانِ مرگ و محشر دو گوا
دو گواہ ہیں موت اور محشر کی علامت پر

---

[1] جانِ عالِم۔ عالِم کی روح عالِم میں۔ ظالِم کی روح ظالِم میں پہنچ جاتی ہے۔ کہ شناسا ہر روح اپنے جسم کو اُس علم کے ذریعہ پہچان لے گی جو خدا نے اُس کو عطا کیا ہے جس طرح کہ بھیڑ اور اُس کا بچہ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ یا جس۔ پاؤں اندھیرے میں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے۔ صبح۔ انسان کا نیند سے صبح کو بیدار ہو کر اُٹھنا چھوٹا حشر ہے اِسی سے بڑے حشر کو سمجھو۔

[2] آنچناں۔ قیامت میں جس طرح روح جسم کی جانب پرواز کر کے آئے گی اِسی طرح اعمالنامے دائیں اور بائیں جانب سے پرواز کر کے انسانوں کے پاس آجائینگے

در کفش۔ فرشتے ہر انسان کے ہاتھ میں اُس کی نیکیوں اور گناہوں کے اعمالنامے پکڑا دیں گے۔ چوں شود۔ جب صبح محشر کو انسان موت کی نیند سے بیدار ہوگا اُس کی ہر خیر و شر اُس کے پاس پہنچ جائے گی۔

[3] گر ریاضت۔ اگر اُس نے مجاہدہ کر کے نیک عادت بنالی ہوگی تو صبح محشر میں وہ اُس کے سامنے آئے گی اور اگر وہ عمل یعنی دنیا میں تمام اور لذت اور گمراہ تھا تو اُس کا سیاہ اعمالنامہ اُس کے بائیں ہاتھ میں آجائے گا ڈر بد۔ اگر انسان نیک تھا

تو اُس کا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ ہست۔ ہمارا سونا اور پھر بیدار ہونا ہمارے مرنے اور پھر قیامت میں زندہ ہو جانے کے گواہ ہیں۔

حشرِ اصغر[1] حشرِ اکبر را نمود — مرگِ اصغر مرگِ اکبر را زدود

چھوٹی قیامت نے بڑی قیامت کا نمونہ دکھا دی

لیک این نامہ خیالست و نہاں — واں شہود در حشرِ اکبر بس عیاں

لیکن یہ احوال و خیال اور پوشیدہ ہے اور وہ بڑی قیامت میں ظاہر ہوگا

این خیال اینجا نہاں پیدا اثر — زیں خیال آنجا بروید صد صور

یہ خیال یہاں چھپا ہوا ہے، اثر پیدا ہوگا اس خیال سے اس جگہ صورتیں اگیں گی

در مہندس بیں خیالِ خانہ — در دلش چوں در زمینے دانہ

انجینیر میں کسی گھر کا تصور دیکھ اس کے دل میں اس طرح ہے جیسے زمین میں دانہ

آں[2] خیال اندر دلش آید برُوں — چوں زمیں کہ زاید از تخمِ دروں

وہ خیال اندر سے باہر آجائے گا جس طرح زمین اندر کے بیج کو اگا دیتی ہے

ہر خیالے کو کند در دل وطن — روزِ محشر صورتے خواہد شدن

ہر خیال دل میں وطن بناتا ہے قیامت کے دن ایک صورت بنے گا

چوں خیالے آں مہندس در ضمیر — چوں نبات اندر زمینِ دانہ گیر

جیسا کہ اس انجینیر کے دل کا خیال جس طرح کہ دانہ قبول کرنے والی زمین میں پودا

مختصم زیں ہر دو محشر قصہ است — مومناں را در بیانش حصہ است

ان دونوں محشروں کے بیان میں ہر قصہ قصد کیا گیا ہے مومنوں کے لئے اس کے بیان میں ایک حصہ ہے

چوں برآید آفتاب رستخیز — بر جہند از خاک خوب و زشت نیز

جب قیامت کے دن سورج طلوع کرے گا اچھے اور برے بھی مٹی سے اٹھ کھڑے ہونگے

سوئے[3] دیوانِ قضا پویاں شوند — نقدِ نیک و بد بکورہ در روند

فیصلہ کی کچہری کی طرف دوڑیں گے نیک اور بد کی نقدی بھٹی میں چلی جائے گی

نقدِ نیکو شادمان و نازناز — نقدِ قلب اندر زجیر و در گداز

نیک کی نقدی خوشی اور بڑے ناز ہوگی کھوٹی نقدی پیچ و تاب اور پگھلنے میں ہوگی

لحظ لحظ امتحانہا می رسد — سرِ دلہا می نماید در جسد

دم بدم امتحانات ہوں گے دلوں کا راز جسم میں نمایاں ہو جائے گا

چوں[4] قندیل آب و روغن گشتہ فاش — یا چو خاکے کہ بروید سبز ہاش

جس طرح لالٹین کو ہلانے سے تیل اور پانی واضح ہو جاتا ہے یا وہ زمین جو سبزے اگاتی ہے

---

[1] حشرِ اصغر یعنی موت کر بیدار ہونا۔ حشرِ اکبر یعنی قیامت میں زندہ ہونا۔ مرگِ اصغر یعنی سونا۔ مرگِ اکبر یعنی مرنا۔ لیک۔ دنیا میں جو احوال انسان فرشتہ نما گزر رہے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ ہے قیامت میں وہ ظاہر ہو جائے گا۔ این خیال۔ یہ احوال نامہ یہاں پوشیدہ ہے لیکن اس کا اثر ظاہر ہو کر رہے گا در مہندس۔ اس کی یہ مثال ہے کہ انجینیر کے دل کے خیالات آخر میں صورتیں اختیار کر لیتے ہیں

[2] آں خیال۔ انسان کے اندرونی خیالات ظاہری صورت اختیار کریں گے جس طرح زمین کے اندر کا بیج درخت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ہر خیالے۔ انسان کے خیالات اور اغراض قیامت میں صورتیں اختیار کریں گے اور جو ہر بن جائیں گے۔ مختصم۔ یہ دونوں محشروں کا محض قصہ بیان نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ مومنوں کے لئے بطور خبر اس کو ذکر کیا گیا ہے۔

[3] سوئے۔ ہر نیک و بد زندہ ہو کر عدالت میں بھاگ کر پہنچ جائے گا۔ کورہ۔ بھٹی۔ زجیر۔ پگھلنے۔ لحظ۔ عدالت میں پہنچنے کے بعد امتحانات شروع ہو جائیں گے اور چھپے ہوئے راز ظاہر ہو جائیں گے۔ چہرے۔ دل کے راز اسی طرح ظاہر ہو جائیں گے جس طرح لالٹین کے اندر کے تیل یا پانی کا پتہ

از پیاز و زعفران و کوکنار
پیاز اور زعفران اور خشخاش

سبزی پیدا کند دشت بہار
اور ہم بہار کا جنگل سبزی اُگا دیتا ہے

آں[1] یکے سرسبز نخن المتقون
ایک سرسبز ہوگا کہ نکد وہ ہم پر ہر گاہیں (دیں ہی)

واں دگر ہم چوں بنفشہ سرنگوں
وہ اسی بنفشہ کی طرح سر جھکائے ہوگا

چشمہا بیروں جہیدہ از خطر
خطرے سے آنکھیں باہر نکلی ہوئی ہوں گی

گشتہ دہ چشمہ ز بیم مستقر
ٹھکانے کے ڈر سے آنکھیں بہتی ہوئی ہوں گی

باز ماندہ دیدہا در انتظار
انتظار میں آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی

تا کہ نامہ ناید از سوئے یسار
تاکہ اعمالنامہ بائیں جانب سے نہ آجائے

چشم گرداں سوئے چپ و سوئے راست
آنکھیں بائیں جانب اور دائیں جانب گھومتی ہوں گی

زانکہ نبود بخت نامہ راست کاست
اس لئے کہ دائیں اعمالنامہ کا نصیب گنجا ہوا نہ ہو

چشم گرداں سوئے راست و سوئے چپ
آنکھیں دائیں جانب اور بائیں جانب گھومتی ہوں گی

زانکہ نبود بخت نامہ راست چپ
تاکہ دائیں اعمالنامہ کا نصیب (بائیں) گنجا نہ ہو

نامہ آید بدست بندہ
ایک بندہ کے ہاتھ میں اعمالنامہ آئے گا

سرسیہ از جرم و فسق آگندہ
جو جرموں سے کالا اور فسق سے پُر ہوگا

اندر و یک خیر و یک توفیق نے
اس میں ایک بھلائی اور ایک توفیق ہوگی

جز کہ آزار دل صدیق نے
سوائے سچے بندے کی دل آزاری کے کچھ نہ ہوگا

پُر ز سر تا پائے زشتی و گناہ
شروع سے آخر تک بُرائی اور گناہ سے بھرا ہوا

تسخر و خُبنک زدن بر اہل راہ
راہ (طریقت) کے اہل کا مذاق اُڑانے اور چٹکیاں بھرنے

آں[2] دغل کاری و دزدیہائے او
اُس کی مکاری اور چوریوں سے

واں چو فرعونان انا و انائے او
اس کی فرعونوں کی سی انانیت اور تکبر سے

چوں بخواند نامہ خود آں ثقیل
جب وہ بوجھل اپنے اعمالنامہ کو پڑھے گا

داند او کہ سوئے زنداں شد رحیل
وہ جان جائے گا کہ قید خانہ کی جانب روانہ ہو جائے گا

پس رواں گردد چو دزداں سوئے دار
تو وہ ڈاکوؤں کی طرح سولی کی جانب روانہ ہو جائے گا

جرم پیدا بستہ راہ اعتذار
قصور کھلا ہوا اور معذرت کی راہ بند ہوگی

آں[3] ہزاراں حجت و گفتار بد
وہ ہزاروں دلیلیں اور بُرے بول

بر دہانش گشتہ چوں مسمار بد
بڑی کیل کی طرح اس کے منہ پر جم گئے

[1] آں یکے: اگر انسان میں تقویٰ ہے تو اس پر سرسبزی نمودار ہو جائے گی اور اگر بدکار ہے تو بنفشہ کی طرح سرنگوں ہو جائے گا۔ چشمہا: خوف سے آنکھیں دہشت سے پھٹے ہوئے بیمار بڑا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دے دیا جائے گا چشم گرداں: ہر شخص دائیں بائیں نظریں گھمائیگا کہ کہیں اس کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ والا نہ ہو جو محرموں کا ہوگا۔ نامہ: کسی شخص کے ہاتھ ایسا اعمالنامہ آئے گا تو پورا سیاہ ہوگا جس میں بُرائی کے علاوہ کوئی بھلائی نہ ہوگی تنبک زدن: تالی بجانا۔

[2] آں دغل: اس گنہگار نے جو مکاریاں اور عیاریاں کی ہیں وہ سب اس اعمالنامے میں درج ہوں گی اور اس کا تکبر و غرور بھی لکھا ہوا ہوگا۔ ثقیل: یعنی گناہوں سے بھاری رحیل: کوچ۔ جرم: اس کے تمام گناہ لکھے ہوئے ہوں گے اور معذرت کا راستہ بند ہوگا۔

[3] آں ہزاراں: جھوٹوں کے بارے میں قرآن میں ہے اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۔ آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ہم سے ان کے ہاتھ گفتگو کریں گے اور ان کے کارناموں پر ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔

رختِ[1] دُزدی دَرتَن و در خانہ اَش
چوری کا سامان، بدن پر اور اس کے گھر میں

گشتہ پیدا گم شُدہ افسانہ اَش
کھل گیا، اُس کا قصہ ختم ہو گیا

پس رَواں گردد بزندانِ سَعیر
تو وہ دوزخ کے قید خانہ کی جانب روانہ ہوگا

کہ نباشد خار را از آتش گزیر
کیونکہ کانٹے کے لئے آگ کے سوا چارہ نہیں

چوں مُوکّل آں ملائک پیش و پس
فرشتے سپاہی کی طرح آگے اور پیچھے

بُودہ پنہاں گشتہ پیدا چوں عَسَس
چھپے ہوئے تھے، کوتوال کی طرح ظاہر ہوتے

میبرندش[2] میسپارندش بہ نیش
اس کو لے جائیں گے اس کو عذاب کے سپرد کر دیں گے

کہ برو اے سگ بگھُد اندر ہمانِ خویش
کہ اے کتے! اپنے پاخانوں میں جا

میکشد پا بر سرِ ہر راہ اُو
وہ ہر راستہ پر پاؤں کھینچتا ہے

تا بُوَد کہ بر جہد زاں چاہ اُو
شاید کہ وہ اس کنویں سے کود بھاگے

مُنتظر می ایستد تن میزند
انتظار میں کھڑا ہو جاتا ہے، چھپ سا رہ لیتا ہے

بر اُمیدے رُوئے واپس می کُند
کسی اُمید پر مُڑ کر دیکھتا ہے

اَشک میبارد چو بارانِ خزاں
(موسم) خزاں کی بارش جیسے آنسو بہاتا ہے

خشک اُمیدے چہ دارد اُو جُز آں
وہ سوائے اس کے اور کیا خشک اُمید رکھتا ہے؟

ہر زمانے رُوئے واپس میکُند
وہ ہر لحظہ مُڑ کر دیکھتا ہے

رُو بدرگاہِ مُقدّس میکُند
درگاہِ مقدس کی طرف رجوع کرتا ہے

پس[3] زحق اَمر آید انا قلیم نُور
نور کے عالم سے اللہ کی جانب سے حکم آئیگا

کہ بگوئیدش کہ اے بُطالِ عُور
اس سے کہدو کہ اے جھوٹے، نکمے!

انتظارِ چیستی اے کانِ شر
اے شر کی کان! کاہے کا انتظار ہے؟

رُو چہ واپس میکنی اے خیرہ سَر
اے بیہودہ! مُڑ کر کیوں دیکھتا ہے؟

نامہ ات آنست کت آمد بدست
تیرا وہی اعمالنامہ ہے جو تیرے ہاتھ میں آگیا

اے خدا آزار و اے شیطاں پرست
اے خدا دشمن اور اے شیطان کے پجاری!

چوں بدیدی نامۂ کردار خویش
جبکہ تو نے اپنے عمل کا اعمالنامہ دیکھ لیا

چہ نگری پس ہیں جزائے کارِ خویش
پیچھے کیا دیکھتا ہے؟ اپنے کام کی جزا دیکھ

بیہُدہ چہ مول مولے میزنی
کیوں بیہودہ ٹال مٹول کرتا ہے

دَر چنیں چہ کو اُمیدِ رَوشنی
ایسے کنویں میں روشنی کی کیا اُمید ہے؟

[1] رختِ دُزدی: جب چور کے گھر میں سے چوری کا سامان برآمد ہو جائے تو ثبوت مکمل ہو جاتا ہے۔ سعیر: جہنم۔ کہ نباشد خار را الخ: کانٹے کے جھاڑ جھاڑ کر جلنے ہی کے کام آتی ہے۔ چوں موکل الخ: جو فرشتے پہلے اس سے پوشیدہ تھے اب کوتوال کی طرح اس پر مسلط ہوں گے۔

[2] می برندش الخ: وہ فرشتے اس کو جہنم کی طرف لیجائیں گے نیش: یعنی عذاب۔ تہ تہ ہمای: یعنی جہنم میں جو اس کا مقام ہے۔ تن کشد: وہ جہنم کی طرف جانے سے رکے گا اور کسی اُمید پر مُڑ مُڑ کر دیکھے گا۔ ہمان: یعنی خزاں موسم خزاں کی بارش بے کار ہوتی ہے۔ تو بدگماں: وہ مُڑ مُڑ کر اللہ تعالیٰ کے دربار کو دیکھے گا۔

[3] پس الخ: اس گنہگار کے لئے عالم قدس سے خطاب ہوگا کہ اے جھوٹے، اعمال صالحہ سے تہی دست مُڑ مُڑ کر کیوں دیکھتا ہے کس جزا کا انتظار ہے تیرا اعمالنامہ تیرے ہاتھ میں آچکا ہے اب بیکار ٹال مٹول سے کوئی فائدہ نہیں ہے اب تجھے عذاب کے گڑھے میں جانا ہے وہاں روشنی کی کوئی امید نہیں ہے۔

نے ترا از روئے ظاہر طاعتے
نہ تیرے پاس ظاہر کے اعتبار سے کوئی عبادت ہے

نے ترا در شب مناجات و قیام
نہ تیرے پاس رات کی سرگوشی اور کھڑا رہنا ہے

نے ترا حفظ زباں ز آزارِ کس
نہ تیرے پاس کسی کو ستانے سے زبان کو محفوظ رکھنا ہے

پیش چہ بود یادِ مرگ و نزعِ خویش
آگے کیا ہوتا ہے؟ موت اور اپنی جان کنی

نے ترا بر ظلم توبہ پُر خروش
نہ تیرے پاس ظلم سے آہ بھری توبہ ہے

چوں ترازوئے تو کژ بود و دغا
جبکہ تیری ترازو کج اور پُر (دغا) تھی

چونکہ پائے چپ بدی در غدر و کاست
جبکہ تو غداری اور گھٹانے میں بایاں پاؤں جما ہوا ہے

چوں جزا سایہ است از قدِ تو خم
اے ٹیڑھے قد والے! جبکہ جزا تیرا سایہ ہے

زیں قبل آید خطاباتِ درشت
اسی طرح کے سخت خطابات آئیں گے

بندہ گوید آنچہ فرمودی بیاں
بندہ کہے گا جو کچھ آپ نے بیان فرمایا

خود تو پوشیدی بتر ہا را بحلم
تو نے حلم و بردباری سے اس سے بدتر کو چھپا دیا تھا

لیک بیروں از جہاد و فعلِ خویش
لیکن کوشش اور اپنے فعل کے علاوہ

وز نیازِ عاجزانہ خویشتن
اور عاجزانہ نیازمندی کے علاوہ

نے ترا در سر و باطن نیتے
نہ تیرے پاس پوشیدہ اور چھپی ہوئی کوئی نیت ہے

نے ترا در روز پرہیز و صیام
نہ تیرے پاس دن کی پرہیزگاری اور روزہ رکھنا ہے

نے نظر کردن بعبرت پیش و پس
نہ عبرت کے لئے آگے اور پیچھے دیکھنا ہے

پس چہ باشد مُردنِ یاراں ز پیش
پیچھے کیا ہوتا ہے؟ پہلے سے دوستوں کا مرنا

اے دغا گندم نمائے و جو فروش
اے دغاباز! گیہوں دکھانے اور جو بیچنے والے

راست چوں جوئی ترازوئے جزا
تو جزا کی سیدھی ترازو کو کیوں تلاش کرتا ہے؟

نامہ چوں آید ترا در دستِ راست
تیرا نامہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیسے آئے گا؟

سایۂ تو کج فتد در پیش ہم
سامنے تیرا سایہ بھی ٹیڑھا پڑے گا

کہ شود کہ راز ازاں ہم کوز پشت
کہ اس سے پہاڑ بھی کبڑا ہو جائے گا

صد چنانم صد چنانم صد چناں
میں اس سے سوگنا ہوں، سو گنا ہوں سو گنا ہوں

ور نہ میدانی فضیحتہا العلم
ورنہ تو رسوائیوں کو علم کے فضیحتہا جانتا ہے

از ورائے خیر و شر و کفر و کیش
بھلائی اور برائی اور کفر و مذہب کے علاوہ

وز خیال و وہم من یا صد چو من
اپنے یا اپنے جیسے سیکڑوں کے خیال اور وہم کے

لہ نے ترا۔ اللہ تعالیٰ اس گنہگار سے فرمائیگا کہ تیرے پاس کوئی بھی خیر ہے جیسے نیز نفلی عبادات کی نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، تو نے لوگوں کو زبان سے بھی ستایا اور ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل نہ کی پیش۔ آگے۔ عبرت کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے مرنے اور نزع کی کیفیت کا تصور کر کے عبرت حاصل کرتا اور پیچھے سے عبرت کا مطلب یہ ہے کہ جو تجھ سے پہلے مرے ہیں ان سے عبرت حاصل کرتا۔

سے توبہ۔ اگر گناہوں کا صدور بھی ہوا تھا تو اس سے توبہ کر لیتا۔ جب تیرے عمل کی ترازو خلاصتین قلب بے کی ترازو کیسے سیدھی ہو سکتی ہے جبکہ برائی بائیں جانب منسوب ہوتی ہے چوں جزا۔ جزا کی مثال سایہ کی سی ہے جب قد ٹیڑھا ہے تو سایہ ضرور ٹیڑھا ہوگا۔

سے زیں قبل۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس گنہگار کو ایسے سخت جواب ملیں گے کہ ان سے پہاڑ بھی جھک جائے۔ بندہ گوید۔ اب یہ گنہگار جناب باری میں عرض کریگا کہ جو میری خطائیں بیان کی گئی ہیں میں ان سے بھی سوا گنا خطاکار ہوں لیکن تیری رحمت سے امید کرتا ہوں اور بدگمانی کی وجہ سے پریشان کر دیتی ہے مجھے نہ اپنے اعمال

بُودم[1] اُمیدے بمحضِ لُطفِ تُو — از ورائے راست باشی یا عتُو
مجھے تیری مہربانی سے اُمید تھی — صحیح زندگی یا سرکشی کے علاوہ

بخشش محضے ز لُطفِ بے عوض — بُودم اُمیدے اے کریمِ بے غرض
بغیر بدلے کی مہربانی سے خالص بخشش — اے بے غرض سخی! مجھے اُمید تھی

رُو پس کردم بداں محضِ کرم — سُوئے فعلِ خویشتن می ننگرم
میں اُس خالص کرم کی طرف مڑا — میں اپنے عمل کو نہیں دیکھ رہا ہوں

سُوئے آں اُمید کردم رُوئے خویش — کہ وجودم دادۂ از پیش بیش
اُس کرم کی جانب میں نے اپنا چہرہ کیا ہے — کہ تو نے مجھے پہلے وجود سے زیادہ وجود عنایت کیا

خلعتے ہستی بدادی رائگاں — من ہمیشہ مُعتمد بُودم براں
تو نے مفت وجود کا لباس عطا کیا — میں ہمیشہ اُس پر بھروسہ رکھتا تھا

چوں[2] شمارد جُرمِ خود را او خطا — محض بخشایش دَر آید در عطا
جب وہ اپنے جرم اور خطا گنائے گا — خالص بخشش، عطا میں لگ جائیگی

کاے ملائک باز آریدش بما — کہ بُد ستش چشم و دل سُوئے رجا
کہ اے فرشتو! اُس کو ہمارے پاس واپس لاؤ — کیونکہ اُسکی آنکھ اور دل اُمید وار (عطا) ہیں

لا اُبالی وار آزادش کُنیم — وآں خطا ہا را ہمہ خط بر زنیم
بے پروائی سے ہم اُس کو آزاد کر دینگے — اور اُن سب خطاؤں پر قلم پھیر دیں گے

لا اُبالی مر کسے باشد مُباح — کش زیاں نبُود ز جُرم و از صلاح
بے پروائی اُس کے لئے مناسب ہے — جس کو نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچے

آتشِ[3] خوش برفروزیم از کرم — تا نماند جُرم و زلّت بیش و کم
ہم کرم سے ایک اچھی آگ روشن کرینگے — تاکہ جرم اور لغزش نہ تھوڑی رہے نہ زیادہ

آتشے کز شعلہ اش کمتر شرار — می بسوزد جُرم و جبر و اختیار
وہ آگ جس کے شعلے کی چھوٹی سی چنگاری — خطا اور جبر اور اختیار کو جلا ڈالے

شعلہ در بُنگاہِ انسانی زنیم — خارِ را گلزارِ رُوحانی کُنیم
ہم انسانی خیمہ گاہ میں آگ لگا دیں گے — کانٹے کو روحانی چمن بنا دیں گے

ما فرستادیم از جرخِ نہم — کیمیا یُصلِحْ لَکُمْ اَعْمالَکُمْ
ہم نے نویں آسمان سے بھیجی ہے — وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دیتا ہے

---

[1] بودم: میری اُمید تیرے اُس کرم سے وابستہ ہے جو کسی بھی بدلے اور غرض سے بے نیاز ہے میں مڑ مڑ کر تیرے اُس کرم کو دیکھتا ہوں اپنے اعمال اور افعال کو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ تو نے ہمیں وجود عنایت کیا تھا وہ تیرا محض کرم تھا ورنہ اس سے پہلے نیک اعمال کہاں تھے۔

[2] چوں شمارد سبب یہ گنہگار اپنی خطائیں گنائیگا تو خالص بخشش عطا شروع کر دے گی۔ کہاتے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرمائے گا کہ چونکہ اُس گنہگار نے ہماری بخشش سے اُمید وابستہ کی ہے لہٰذا اُس کو جہنم کی جانب سے واپس لے آؤ۔ لا اُبالی ہم اُس کی تمام خطائیں معاف کرتے ہیں اور ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ ہم بے پروا ہیں بے پروا وہ ہوتا ہے جس کو کسی کی نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔

[3] آتشِ خوش۔ ہم اپنے کرم کی وہ آگ جلا دینگے جو تمام جرموں اور خطاؤں کو جلا کر خاکستر بنا دیگی۔

بُنگاہ۔ خیمہ گاہ۔ نظیر۔ قرآن پاک میں ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو وہ تمہارے اعمال کو سنوار دیگا اور تمہارے گناہ بخش دیگا۔

خود[1] چہ باشد پیشِ نورِ مستقر — کرد و فرِ اختیارِ بوالبشر
مستقل نور کے سامنے خود کیا ہے! — ابوالبشر کے اختیار کی شان و شوکت

گوشت پارہ آلتِ گویائے اُو — پیۂ پارہ منظرِ بینائے اُو
گوشت کا ایک ٹکڑا اُس کے بولنے کا آلہ ہے — چربی کا ٹکڑا اُس کے دیکھنے کا آلہ ہے

مسمعِ اُو آں دو پارہ استخواں — مُدرکش دُو قطرہ خوں یعنی جناں
ہڈی کے دو ٹکڑے اُس کے سننے کا آلہ ہیں — خوں کے دو قطرے یعنی دل اُسکے علم کا آلہ ہیں

کرگی[2] واز قدرِ آگندہ — ظُلمتے در جہاں افگندہ
تو گندگی سے بھرا ہوا ایک کیسٹا ہے — تو نے دنیا میں ظلم مچا رکھی ہے

از منی بودی منی را واگذار — اے ایاز آں پوستیں را یاد دار
تو منی سے پیدا ہوا تھا، خودی کو چھوڑ — اے ایاز! اُس پوستین کو یاد رکھ

قصۂ ایاز و حجرہ داشتن و جہت چارق و پوستین و

ایاز اور اُس کے چغل اور پوستین کے لئے حجرہ رکھنے کا قصہ اور اُس کے

گماں بردن خواجہ تاشاں کہ او را دراں حجرہ دفینہ است

ساتھیوں کا گمان کرنا کہ اُس حجرے میں اُس کا خزانہ ہے دروازہ

بسبب محکمی در و گرانی قفل و رفتن او بداں جا

کی مضبوطی اور تالے کے بھاری پن اور اُس کے وہاں جانے کی وجہ سے

آں ایاز از زیرکی انگیختہ — پوستین و چارقش آویختہ
ایاز ذہانت سے بھرا ہوا تھا — اُس نے اپنی پوستین اور چغل لٹکا رکھی تھی

میرود[3] ہر روز در حجرہ خلا — چارقت اینست منگر در علا
علیحدہ حجرے میں وہ روزانہ جاتا تھا — تیری یہ چغل ہے، بلندی پر نظر نہ کر

شاہ را گفتند او را حجرہ ایست — اندر آنجا زر و سیم و خمرہ ایست
انھوں نے بادشاہ سے کہا اُس کا ایک حجرہ ہے — وہاں سونا چاندی اور مٹکا ہے

جس طرح ایاز اپنے عروج کے زمانہ میں اپنی اصل حقیقت کو فراموش نہ کر سکا تھا۔ آں باد۔ ایاز جو سلطان محمود کا ایک ادنیٰ غلام تھا اور پھر ترقی کر کے اُس کا محبوب ترین وزیر بن گیا تھا چونکہ عقل کا پتلا تھا اُس نے اپنی غلامی کی حالت کی پوستین اللہ تک میں ایک حجرے میں سنبھال رکھی تھیں۔ چارقی۔ ایک قسم کی چغل تھی جو جنگلی لوگ پہنتے تھے۔

[3] میرود۔ ایاز کا معمول تھا کہ روزانہ اُس حجرہ میں جا کر اپنے آپ کو بتاتا کہ موجودہ عروج سے غرور نہ کر تیری اصل یہ ہے۔ شاہ را۔ دوسرے درباریوں نے سلطان محمود سے کہا کہ ایاز کا ایک خاص حجرہ ہے جس میں وہ کسی کو نہیں جانے دیتا اور اُسکو مضبوطی سے بند کر رکھا ہے ہمیں اُس نے زر و جواہر جمع کر رکھے ہیں۔ خمرہ۔ مٹکا۔

[1] خود چہ باشد جس قدر افعال انسانی ہیں وہ مظہر صفات و اسماء باری تعالیٰ ہیں اور اس اعتبار سے اُن میں ایک نور ہے لیکن چونکہ اُن کا صدور بندہ کے اختیار سے ہوا ہے اس عارض کی وجہ سے اُن میں جرم و خطا کی صفت پیدا ہو گئی ہے جب حضرت حق تعالیٰ اپنے کرم سے اُس اختیار کی نسبت کو محو فرما دیگا تو اُن کا نور واضح ہو جائیگا اور اُن افعال میں جرم و خطا کی صفت باقی نہ رہے گی۔ گوشت۔ مولانا بندہ کے اس اختیار کی حقارت اور صفت کو ظاہر فرماتے ہیں اقوال میں بندہ کا اختیار محض ایک زبان کی وجہ سے ہے پیۂ۔ مگر کے گناہوں میں اختیار کا تعلق آنکھوں کی معمول چربی سے ہے۔ مسمع۔ مسموعات میں اختیار محض کان کی دو ہڈیوں کی وجہ سے ہے۔ مدرکش۔ معلومات میں اختیار کا تعلق دل کے خون کے دو قطروں سے ہے یہ ہے بندہ کے اختیار کی حقیقت۔

[2] کرگی۔ انسان تو نے جیسی گھس چیز سے بنا ہے جس نے دنیا میں اپنی غلط شان و شوکت بنا رکھی ہے۔ از منی۔ جبکہ انسان اس قدر ناچیز ہے تو غرور و تکبر اُس کے مناسب نہیں اُس کو ایاز کی طرح اپنی اصل پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔ قصۂ ایاز۔ ایک انسان کو اپنی اصل و حقیقت کو اسی طرح پیش نظر رکھنا چاہیئے

راہ می ندہد کسے را اندرُو
وہ اُس کے اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں دیتا ہے

بستہ میدارد ہمیشہ آں دَر اُو
وہ ہمیشہ اُس دروازے کو بند رکھتا ہے

شاہ[1] فرمود اے عجب آں بندہ را
شاہ نے کہا تعجب ہے اُس غلام کا

چہ بُود پنہاں و پوشیدہ زما
ہم سے چھپا اور ڈھکا کیا ہوگا؟

پس اشارت کرد میرے را کہ رُو
پھر اُس نے ایک سردار کو اشارہ کیا کہ جا

نیم شب بکشائے دَر دَر حُجرہ شو
آدھی رات کو دروازہ کھول حجرے میں چلا جا

ہر چہ یابی مر ترا یغماش کُن
تو جو کچھ پائے تیرا ہے اُس کو لوٹ لے

بہتر اُو را بر ندیماں فاش کُن
اُس کے راز کو ساتھیوں پر فاش کردے

با چُنیں اِکرام و لُطفِ بے حَدّ
ایسے اعزاز اور بے شمار مہربانیوں کے باوجود

از لئیمی سیم و زر پنہاں کُند
کمینہ پن سے چاندی اور سونا چھپاتا ہے

مینماید اُو وفا و عشق و جوش
وہ وفا اور عشق اور جوش دکھاتا ہے

وانگہ اُو گندم نمائے و جَو فروش
پھر وہ گیہوں دکھانے والا اور جَو بیچنے والا ہے

ہر کہ[2] اندر عشق یابد زندگی
جو شخص عشق میں زندگی حاصل کرے

کُفر باشد پیشِ اُو جُز بندگی
اُس کے نزدیک غلامی کے علاوہ کُفر ہے

نیم شب آں میر با سُنّی معتمد
اُس امیر نے آدھی رات کو تین معتمد آدمیوں کیساتھ

دَر کُشادِ حجرۂ او رائے زد
اُس کے حجرے کو کھولنے کا

مشعلہ بر کردہ چندیں پہلواں
چند بہادر مشعلیں لئے ہوئے

جانبِ حجرہ رَوانہ شادماں
خوشی خوشی حجرے کی جانب روانہ ہوگئے

کامرِ سلطانست بر حجرہ زنیم
کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ ہم حجرہ لوٹ لیں

ہر یکے ہمیانِ زر دَر کش کنیم
ہم میں سے ہر ایک سونے کی تھیلی بغل میں دبالے

آں یکے میگفت ہے چہ جائے زر
ایک کہتا تھا، سونا کیا ہوتا ہے

از عقیق و لعل گوی و از گہر
عقیق اور لعل اور موتی کی بات کر

خاصِ[3] خاصِ مخزنِ سلطان ہمیست
وہ شاہی خزانہ کا خاص الخاص ہے

بلکہ اکنوں شاہ را خود جان ہمیست
بلکہ اب تو وہ خود شاہ کی جان ہے

چہ محل دارد بہ پیشِ آں عشیق
اُس معشوق کے آگے کیا وقعت رکھتا ہے؟

لعل و یاقوت و زمرد یا عقیق
لعل اور یاقوت اور زمرد یا عقیق

---

[1] شاہ۔ بادشاہ نے کب تعجب ہے اُس نے ہم سے چھپا کر یہ دولت کیوں جمع کی ہے۔ بادشاہ نے ایک وزیر کو اشارہ کیا کہ رات میں جاکر اُس حجرے کا دروازہ توڑ کر اندر گھس جاؤ۔ جو کچھ ملے وہ تمہارا ہے۔ یغما۔ لوٹ۔ سرّ آں ایاز کے اس راز کو لوگوں سے کہہ دینا۔ ہاتھیں۔ ہمارے اس کرم کے ہوتے ہوئے اُس نے ہم سے چھپا کر مال کیوں جمع کیا ہے۔ منی نماید۔ ہم سے وفاداری اور عشق کا دم بھرتا ہے اور چپکے گیہوں دکھا کر جَو فروخت کرتا ہے یعنی دھوکا بازی کرتا ہے۔

[2] ہر کہ۔ جو عشق کا دعوے کرے پھر محبوب کی غلامی کے علاوہ اُس کے لئے ہر چیز کفر نظر آتی ہے۔ نیم شب۔ اُس وزیر نے طے کیا کہ آدھی رات کو جب سب بھروسہ کے آدمی لیکر اُس حجرہ پر دھاوا بول دیگا۔ پہلوان۔ یعنی وہ تیس معتمد۔ کش۔ گوشہ بغل۔ چہ جائے زر۔ یعنی اس تھیلی میں سونا اور کنار عقیق اور لعل اور موتی ہیں گے۔

[3] خاص۔ چونکہ ایاز شاہ کا خاص خزانچی ہے اور شاہ کی جان بنا ہوا ہے اور شاہ کا معشوق ہے تو اُس کے خزانہ میں تو عقیق اور جواہر کی بھی کیا قدر ہے۔ عشیق۔ معشوق یعنی ایاز۔

شاہ را بر وے بنبودے بدگماں
بادشاہ کو اس پر بدگمانی نہ تھی

تسخرے میکرد بہر امتحاں
وہ آزمائش کے لئے مذاق کر رہا تھا

پاک میدانستش از ہر عیش و غل
وہ اس کو ہر کھوٹ اور غریب سے پاک سمجھتا تھا

بازداز ہمیش ہمی لرزید دل
پھر بھی ہم سے اس کا دل لرزتا تھا

کہ مبادا کایں بود خستہ شود
کہ وہ خدانخواستہ رنجیدہ ہو

من نخواہم کہ برو خجلت رود
میں نہیں چاہتا ہوں کہ اس کو شرمندگی ہو

ایں نہ کردست او گر کرد او رواست
اس نے یہ نہیں کیا ہوگا اور اگر کیا ہے تو جائز ہے

ہر چہ خواہد گو بکن محبوب ماست
کہ وہ جو چاہے کرے ہمارا پیارا ہے

ہر چہ محبوبم کند من کردہ ام
میرا پیارا جو کرے، وہ میں نے کیا ہے

او منم من او چہ گردد پردہ ام
وہ میں ہوں میں وہ، اگر وہ میرے پردے میں ہوں

باز گفتے دور ازاں خوئے و خصال
پھر کہتا اس خصلت اور عادت سے بعید ہے

اہ چنیں تخلیط از رشت و خیال
اس طرح کی گڑبڑ بکواس اور وہم ہے

از ایاز ایں خود محال ست و بعید
ایاز سے یہ خود ناممکن اور بعید ہے

کو یکے دریاست قعرش ناپدید
کیونکہ وہ ایک ایسا دریا ہے جس کی تہ نہیں ہے

ہفت دریا اندویک قطرہ
ساتوں سمندر اس کے اندر ایک قطرہ ہیں

جملہ ہستیہا ز مہرش ذرہ
تمام ہستیاں اس کی محبت کا ایک ذرہ ہیں

جملہ پاکیہا ازاں دریا برند
سب اس دریا سے پاکی حاصل کرتے ہیں

قطرہ ایش یک بیک بینا کنند
اس کا ایک ایک قطرہ بینا بنانے والا ہے

شاہِ شاہانست و بلکہ شاہ ساز
وہ شاہنشاہ بلکہ شاہ گر ہے

وز برائے چشم بد ناش ایاز
نظر بد کی وجہ سے اس کا نام ایاز ہے

چشمہائے نیک ہم بر وے بدست
بھلی نگاہیں بھی اس پر بری ہیں

از رہِ غیرت کہ حسنش بیحدست
غیرت کی وجہ سے کیونکہ اس کا حسن بیحد ہے

یک دہاں خواہم بپہنائے فلک
آسمان کی پہنائی والا ایک منہ چاہتا ہوں

تا بگویم وصف آں شکر نمک
تاکہ اس شکر نما کی تعریف کر سکوں

عبدیت مراد ہے۔ از رہِ غیرت۔ اشعر

غیرت از چشم بد رود تو بدی ہم گوش را نیز ہدیے تو شنیدم ندیم

یک دہاں میرا یہ چھوٹا سا منہ تعریف سے قاصر ہے۔

---

۱ شاہ۔ شاہ نے ایاز کا مجرہ توڑنے کے بارے میں جو حکم دیا تھا وہ اس بنا پر نہ دیا تھا کہ لوگوں کی باتوں کی وجہ سے شاہ ایاز سے بدگمان ہو گیا تھا بلکہ اس نے یہ حکم اس کے ذریعہ عام لوگوں کو آئندہ کے لئے مذاق کیا تھا۔ پاک۔ بادشاہ ایاز کو اس جہت سے پاک سمجھتا تھا لیکن پھر بھی شاہ کا دل لرز رہا تھا کہ اگر خدانخواستہ ان لوگوں کی یہ تہمت صحیح نکلی تو ایاز کو ست ہوگا۔

۲ ایں نہ کردست۔ شاہ یہی سمجھتا تھا کہ ایاز نے حجرہ میں خزانہ جمع نہیں کیا ہے اور اگر کیا بھی ہے تو چونکہ وہ میرا محبوب ہے اس کا جو بھی چاہے کرے ہر حرج۔ اگر اس نے خزانہ بھی جمع کیا ہے تو گویا میں نے ہی جمع کیا ہے جبکہ اس میں اور مجھ میں دوئی نہیں ہے۔ تخلیط گڑبڑ جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ از ایاز ایاز سے خاص رجمت کا دریائے ناپیدا کنار ہے۔

۳ ہفت دریا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار آنحضرتؐ شاہ کی زبانی ایاز کی تعریف ہوں یا مولانا نے ایاز کی محبوبیت سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کی طرف منتقل ہو کر آنحضورؐ کی مدح شروع کر دی ہو۔ جملہ ہستیہا۔ یعنی تمام موجودات۔ ایاز۔ اگر شاہ کا مقصود ہے تو ایاز غلام مراد ہے اگر آنحضورؐ کی تعریف ہے تو ایاز سے آنحضورؐ کی

در[1] دہاں یابم چنیں وصد چنیں
اور اگر میں ایسا اور اس جیسے سیکڑوں نمونہ پاؤں

تنگ آید در بیانِ آں امیں
اس امانت دار کے بیان میں تنگ ہو جائیں

اینقدر ہم گر نگویم اے سَنَد
اے مستمد! اگر میں اتنا بھی نہ کہوں

شیشۂ دل از ضعیفی بشکند
کمزوری سے دل کا شیشہ ٹوٹ جائے

شیشۂ دل را چو نازک دیدہ ام
جو کہ میں نے دل کے شیشہ کو نازک سمجھا

بہرِ تسکیں بس قبا بدریدہ ام
تسکین کے لئے میں نے بہت سی قبائیں چاک کی ہیں

من[2] سَر ہر ماہ سہ روزے صنم
اے محبوب! میں ہر مہینہ کے شروع میں تین دن

بے گماں باید کہ دیوانہ شوم
یقیناً دیوانہ بن جاتا ہوں

ہیں کہ امروز اوّلِ سہ روزہ است
خبردار! آج تین دن کا پہلا دن ہے

روزِ پیروزیست نے پیروزہ است
کامیابی کا دن ہے، نہیں فیروزہ ہے

ہر دلے کاندر غمِ شاہے بُوَد
جو دل شاہ کے عشق میں مبتلا ہو

دَمبدم اُو را سرایں مہ بُوَد
اس کا ہر وقت اس مہینہ کا شروع ہوتا ہے

در[3] بیانِ آنکہ آنچہ بیان کردہ میشود صورتِ قصہ است و آنکہ
اس بیان میں کہ جو کچھ بیان کیا جائے گا وہ قصہ کا ظاہر ہے اور

آں صورتیست در خورِ ایں صورت گراں است و در خورِ
یہ کہ وہ ظاہر، ظاہر پرستوں کے لائق اور اُس کی تصویر کے آئینہ کے لائق ہے

آئینۂ تصویرِ ایشانست و از قدوسی کہ حقیقتِ ایں قصہ راست
اور وہ لطافت جو اس قصہ کی حقیقت ہے مبری گرانی کو

نُطقِ مرا ازیں تنزیل شرم می آید واز خجالت سَر فرو کشیں
اُس کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے اور شرمندگی سے سر اور داڑھی اور

وقلم گم میکند والعاقل تکفیہ الاشارۃ
قلم گر جاتی ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

قصۂ محمود و اوصافِ ایاز
محمود کا قصہ اور ایاز کے اوصاف

چوں شدم دیوانہ رفت اکنوں زساز
اب ترتیب سے باہر ہو گئے جو کہ میں دیوانہ بن گیا ہوں

[3] در بیان۔ محمود و ایاز کا مذکورہ قصہ کی ظاہری صورت کا اصل مقصود اپنے عشقِ خدا و مدی کو بیان کرنا ہے۔ یہ قصہ جو کہ اب مجھ میں عشقِ حقیقی کی دیوانگی پیدا ہو گئی ہے لہٰذا یہ قصہ بھی اب بے ربط ہو کر رہ گیا ہے۔

[1] در دہاں۔ اس طرح کی سیکڑوں تعریفیں اس امین کی عربیوں کو پورا بیان نہیں کر سکتی ہیں۔ اگر شاہ کا مقصود ہے تو ایاز مراد ہے اگر سماع کا مقصود ہے تو آنحضرت مراد ہیں۔ اینقدر۔ معشوق کی تعریف کرنے سے عاشق کو تسلی ہوتی ہے شیشۂ دل۔ قبا چاک کرنے سے جوش کو تسلی ہو جاتی ہے۔

[2] من۔ مجنوں کا جنون مہینہ کے ابتدائی تین دنوں میں جوش پر ہوتا ہے، یہ بھی مشہور ہے کہ حجاج ظالم نے اپنی حالت میں ایک جوتا ہے سے دریافت کیا کہ حجاج کے بارے میں تیری کیا رائے ہے تو اس نے حجاج کو بد دعائیں دیں اور ظالم بتایا، اس پر حجاج نے کہا تو نہیں جانتا کہ میں حجاج ہوں تو اس جوتا ہے نے گھبرا کر کہا تو نہیں جانتا کہ میں ایک دیوانہ ہوں اور مجھے ہر مہینہ میں تین دن جنون کا دورہ پڑتا ہے اور آج ان دنوں کا پہلا دن ہے اس پر حجاج ہنس پڑا اور اس شخص کو انعام دیا ممکن ہے کہ اس لطیفہ کے تین دن کی طرف اشارہ ہو

جس کو مولانا فرماتے ہیں جتنا میں دیوانگی کا سیر ہی پہلا دن ہے ہر قصہ جس کے دل میں معشوقِ حقیقی کا عشق ہو اس کے لئے تو ہر مہینہ کے اوّل کے تین دن ہیں۔

زانکہ[1] پیلم دید ہندستان بخواب
کیونکہ میرے ہاتھی نے ہندستان کو خواب میں دیکھ لیا

از خراج اُمید بُرّیدہ شد خراب
آمدنی سے اُمید منقطع کرنے، گاؤں تباہ ہو گیا ہے

کیف یَأتی النظم لی والقافیہ
مجھے نظم اور قافیہ کیسے دستیاب ہو؟

بعد ما ضاعت اُصول العافیہ
جبکہ عافیت کی جڑیں برباد ہو گئی ہیں

ما جنونٌ واحدٌ لی فی الشؤون
غموں کی وجہ سے میرے ایک ہی جنون نہیں ہے

بل جنونٌ فی جنونٍ فی جنون
بلکہ جنون در جنون در جنون ہے

ذاب جسمی من اشارات الکنا
کنیتوں کے اشاروں سے میرا بدن گھل گیا

مُذ عانیت البقاء فی الفنا
جب سے میں نے فنا میں بقا کی تکلیف اُٹھائی ہے

اے[2] ایاز از عشق تو گشتم چو موئے
اے ایاز! میں تیرے عشق میں بال جیسا ہو گیا ہوں

ماندم از قصہ تو قصہ من بگوئے
میں تیرے قصہ سے تھک گیا تو میرا قصہ بیان کر

بس فسانہ عشق تو خواندم بجاں
میں نے تیرے عشق کا افسانہ (دل و) جان سے پڑھا

تو مرا کا فسانہ گشتستم بخواں
میں جو افسانہ بن گیا ہوں تو مجھے پڑھ

خود تو میخوانی یقیں اے مُقتدا
اے مقتدا! یقیناً تو خود پڑھ رہا ہے

من کہ طورم تو موسیٰ دیں صدا
میں کوہ طور ہوں تو موسیٰ ہے اور یہ صدا بازگشت ہے

کوہ بیچارہ چہ داند گفت چیست
بیچارہ پہاڑ کیا جانے گفتگو کیا ہوتی ہے؟

زانکہ بیچارہ ز گفتنہا تہی ست
کیونکہ وہ بے چارہ گفتگوؤں سے خالی ہے

لیک موسیٰ فہم گفتنہا کند
لیکن موسیٰ گفتگوئیں سمجھتے ہیں

کوہ عاجز خود چہ داند اے سَنَد
اے سند! عاجز پہاڑ کیا جانے

کوہ[3] میداند بقدرِ خویشتن
اپنی بقدر پہاڑ بھی جانتا ہے

اَندکے دارد ز لُطفِ روح تن
جسم اور روح کا تھوڑا سا لطف رکھتا ہے

تن چو اُصطرلاب باشد زاحتساب
جسم حساب لینے میں اُسطرلاب کی طرح ہے

آیتے از روح ہمچوں آفتاب
روح کی نشانی سورج کی طرح ہے

---

[1] زانکہ: ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے غیر ملک میں جا کر جب کبھی وہ خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو اُس پر مستی طاری ہو جاتی ہے۔ کیف۔ ایک مجنون نظم اور قافیہ پر قادر نہیں رہتا۔ "جنون میرا صرف ایک" نہیں ہے جنون در جنون در جنون ہے ذاب جسمی۔ چونکہ عشق کی داستان بیان نہیں کر سک رہا ہوں، لہٰذا اُس کا اثر میرے جسم کو گھلا رہا ہے۔ جسمذ جب سے میں اپنے آپ کو فنا کر کے مقام شاہدہ میں پہنچ گیا ہوں۔

[2] اے ایاز۔ اے محبوب اب مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تیرے عشق کا قصہ بیان کر سکوں اب میرا وجود خود قصہ بن کر رہ گیا ہے تو ہی قصہ کو بیان کر۔ بس فسانہ۔ میں تیرے عشق میں ڈھل کر خود فسانہ بن گیا ہوں۔ تو طور میں کی صدا خود طور کی نہ تھی وہ تو حضرت موسیٰ کی صدائے بازگشت تھی اب میں طور ہوں تو موسیٰ ہے لہٰذا میری آواز دراصل تیری آواز ہے کوہ پہاڑ خود اس آواز کو کچھ نہیں سمجھتا موسیٰ نے سمجھا۔

[3] کوہ تمید اندہ پہلے شعر سے یہ نہ سمجھنا کہ پہاڑ بالکل بے شعور ہے پہاڑ میں بھی شعور ہے لیکن حضرت موسیٰ جیسا شعور نہیں ہے۔ اندکے۔ اصل لذت روح کو حاصل ہوتی ہے جسم بھی اُنس سے بہرہ اندوز ہو جاتا ہے یعنی حال حضرت موسیٰ اور پہاڑ کا ہے۔ تن۔ اب مولانا نے جسم اور روح کا مستقل بیان شروع کر دیا ہے فرماتے ہیں جسم سے روح کے منازل اور مراتب کا اسی طرح پتہ لگتا ہے جس طرح اُسطرلاب سے سورج کے احوال کا پتہ چلتا ہے۔ اُسطرلاب ایک آلہ ہے جس سے سورج چاند وغیرہ کے فاصلوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

آں منجم چوں نباشد چشم تیز — شرط باشد مرد اصطرلاب ریز

جب وہ نجومی تیز نگاہ نہ ہو — شرط ہے کہ وہ اصطرلاب بنانے والے انسان کی ضرورت ہوتی ہے

تا اصطرلابے کند از بہر او — تا برد از حالتِ خورشید بُو

تاکہ وہ اس کے لئے اصطرلاب بنا دے — تاکہ وہ سورج کی حالت معلوم کر سکے

جاں کز اصطرلاب جوید او صواب — چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب

جو جان اصطرلاب کے ذریعہ ٹھیک بات معلوم کرے — وہ آسمانوں اور سورج کی کیا قدر جان سکتی ہے؟

تو کز اصطرلابِ دیدہ بنگری — در جہاں دیدن یقیں بس قاصری

تو جو کہ آنکھ کے اصطرلاب سے دیکھتا ہے — عالم (باطن) کو دیکھنے سے یقیناً بہت عاجز ہے

تو جہاں را قدر دیدہ دیدۂ — کو جہاں سُبلت چرا مالیدۂ

تو نے جہان کو آنکھ کی بقدر دیکھا ہے — جہاں کہاں ہے؟ مونچھوں کو تاؤ کیوں دیا ہے؟

عارفاں را سُرمۂ ہست آں بجوئے — تا کہ دریا گردد ایں چشم چو جوئے

عارفوں کے پاس سُرمہ ہے وہ طلب کر — تاکہ یہ نہر جیسی آنکھ سمندر بن جائے

ذرّہ از عقل و ہوش ار با من ست — ایں چہ سودا و پریشاں گفتن ست

اگر عقل اور ہوش کا ایک ذرا بھی میرے پاس ہے — تو یہ دیوانگی اور بے ترتیب باتیں کرنا کیوں ہے؟

چونکہ مغزِ من ز عقل و ہُش تہی ست — پس گناہِ من دریں تخلیط چیست

چونکہ میرا دماغ عقل اور ہوش سے خالی ہے — تو اس خلط ملط میں میرا کیا قصور ہے؟

نے گناہ اُو راست کو عقلم ببرد — عقلِ جملہ عاقلاں پیشش بمُرد

نہ اُس کا گناہ ہے جو میری عقل لے گیا — تمام عقلمندوں کی عقلیں اُسکے آگے مُردہ ہیں

یَا مُحَیِّرَ الْعَقْلِ فَتَّانَ الْحِجٰی — مَا سِوَاکَ لِلْعُقُوْلِ مُرْتَجٰی

اے عقل کو حیران کرنے والے عقلمند کو فتنہ میں مبتلا کرنے والے! — تیرے سوا عقلوں کی اُمید گاہ نہیں ہے

مَا اَشْتَہَیْتُ الْعَقْلَ مُذْ جَنَّنْتَنِیْ — مَا حَسَدْتُ الْحُسْنَ مُذْ زَیَّنْتَنِیْ

تو نے جب سے مجھے جنون عطا کیا ہے میں نے عقل کی خواہش نہیں کی — جب سے تو نے مجھے زینت بخشی ہے میں نے حسن پر حسد نہیں کیا ہے

بَلْ جُنُوْنِیْ فِیْ ہَوَاکَ مُسْتَطَابْ — قُلْ بَلٰی وَاللّٰہِ یَزْیِیْکَ الصَّوَابْ

بلکہ تیرے عشق میں میرا جنون بھلا ہے — کہہ دے "ہاں" اللہ تجھے ٹھیک بدلہ دے

گر تبازی گوید او در پارسی — گوش و ہوشت کو کہ در فہمش رسی

اگر وہ فارسی میں بولے یا فارسی میں — تیرا کان اور ہوش کہاں ہے کہ تو اسکو سمجھے

---

۵۱ آں منجم۔ جو نجومی براہ راست ستاروں کے احوال نہیں دیکھ سکتا اُسکے لئے اصطرلاب ذریعہ بنتا ہے۔ جاں۔ جو منجم براہ راست چاند اور سورج کے فاصلوں کو نہ دیکھے محض اصطرلاب کے ذریعہ حقیقت تک نہ پہنچ سکیگا تو کز۔ اگر انسان محض آنکھ کے اصطرلاب کے ذریعہ عالم کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریگا تو وہ حقیقت تک نہ پہنچ پائیگا۔ تو جہاں۔ آنکھ کے ذریعہ سمجھنے والا اپنی آنکھ کے بقدر سمجھ سکیگا۔ عارفاں۔ عارفوں سے سُرمہ حاصل کرنا چاہئے پھر حقائق واضح ہوں گے۔

۵۲ ذرّہ۔ اگر مجھ میں تھوڑی بھی عقل تو میں ژولیدہ بیانی نہ کروں لیکن چونکہ میری عقل اور حواس گم ہو گئے ہیں لہٰذا یہ بے ترتیب بیان کر رہا ہوں۔ نے گناہ۔ وہ معشوق جس کی وجہ سے ہوش و حواس گم ہوئے ہیں اُس کا کوئی قصور نہیں ہے اُس کی شان یہی ہے کہ اُس کے سامنے عاقلوں کی عقلیں گم ہو جاتی ہیں۔ مُحَیِّر۔ حیران کرنے والا۔ فتّان۔ فتنہ میں مبتلا کرنے والا۔ حِجٰی۔ عقل۔ مُرتجیٰ۔ اُمید گاہ۔

۵۳ ما اشتہیت۔ یعنی تیرے عشق کے جنون کے بعد مجھے عقل کی تمنا نہیں ہے۔ جننتنی۔ تو نے مجھے جنون میں مبتلا کیا ہے۔ زینتنی۔ تو نے مجھے زینت دی ہے۔ مستطاب۔ پسندیدہ۔ قل بلیٰ۔ یعنی تو میری ان باتوں کی تصدیق کر دے۔ گر تبازی۔ معشوق کا بولنا درحقیقت عاشق کا بولنا ہے اور اس کے سمجھنے کیلئے

بادۂ[1] اُو در خورِ ہر ہوش نیست
اُس کی شراب ہر ہوش کے مناسب نہیں ہے

حلقۂ اُو سخرۂ ہر گوش نیست
اُس کا حلقہ ہر کان کے لائق نہیں ہے

بارِ دیگر آمدم دیوانہ وار
میں دیوانہ وار دوبارہ آگیا

رو رو اے جانِ دو زنجیرے بیار
اے جان! جا جا، جلد زنجیر لا

غیرِ آں زنجیرِ زُلفِ دلبرم
میرے معشوق کی زنجیر کے علاوہ

گر دو صد زنجیر آری بر درم
اگر تو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا

ہست بر پائے دلم از عشق بند
میرے دل کے پاؤں میں عشق کی بیڑی ہے

سُود کے دارد مرا ایں وعظ و پند
مجھے یہ وعظ اور نصیحت کہاں مفید ہو سکتی ہے؟

قصۂ[2] عشقش ندارد مطلعہ
اُس کے عشق کا قصہ کوئی مطلع نہیں رکھتا

ہم ندارد ہیچو مطلع مقطعہ
مطلع کی طرح مقطع بھی نہیں رکھتا

حکمتِ نظر کردن در چارق و پوستین کہ فلینظر

چپل اور پوستین کو دیکھنے کی حکمت کیونکہ پس انسان دیکھے

الانسان مم خلق

کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے

بازگرداں قصۂ عشقِ ایاز
ایاز کے عشق کا قصہ تو سنا

کاں یکے گنجے ست مالا مالِ راز
کیونکہ وہ راز سے بھرا ہوا ایک خزانہ ہے

میرود ہر روزہ در حجرہ بدیں
وہ ہر روز حجرہ میں اس لئے جاتا تھا

تا بہ بیند چارقے با پوستیں
تاکہ چپل مع پوستین کے دیکھے

زانکہ ہستی سخت مستی آورد
کیونکہ وہ بہت مستی لاتی ہے

عقل از سر، شرم از دل میبرد
سر سے عقل کو اور دل سے شرم کو نکالتی ہے

صد[3] ہزاراں قرن پیشیں راہیں
اس لئے کہ لاکھوں سال پہلے اسی

مستیِ ہستی بزد رہ زیں کمیں
وہ ہستی کی مستی نے اسی گھات سے ڈاکہ زنی کی ہے

شد عزازیلے ازیں مستی بلیس
اسی مستی کی وجہ سے عزازیل ابلیس بنا

کہ چرا آدم شود بر من رئیس
کہ آدم میرے سردار کیوں ہوں!

خواجہ ام من نیز و خواجہ زادہ ام
میں سردار ہوں اور سردار زادہ بھی ہوں

صد ہنر را قابل و آمادہ ام
لاکھوں ہنروں کے قابل اور آمادہ ہوں

---

[1] بادہ۔ اس کی شراب کو صاحب ہمت ہی برداشت کر سکتا ہے اس کی نعلین کے حلقہ کا ہر کان اہل نہیں ہے بار دیگر۔ اب مجھے جنوں کا پھر دورہ پڑنے لگا جلد زنجیر لا لیکن وہ زنجیر اپنی زلف کی لا اور بے کی زنجیر میری دیوانگی کی تاب نہ لا سکے گی۔ ہست۔ جس شخص کے پاؤں میں عشق کی بیڑی پڑی ہوئی ہو اس پر نصیحت اثر نہیں کرتی۔

[2] قصۂ عشق کے قصہ کی نہ ابتدا ہوتی ہے نہ انتہا مقطع۔ غزل کا پہلا شعر۔ مقطع غزل کا آخری شعر۔ بازگرداں ایاز کا قصہ پھر شروع کر کیونکہ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ہستی۔ یعنی عیش و عشرت کے سامان کے ہوتے ہوئے انسان میں نہ عقل رہتی ہے نہ شرم۔

[3] صد ہزاراں۔ قدیم تاریخ سے یہ فراوانی قوموں اور لوگوں کی تباہی کا سبب بنی ہے۔ شد عزازیل۔ شیطان کو ہر طرح کا عیش و عشرت اور مرتبہ کی بڑائی حاصل تھی وہی اس کی گمراہی کا سبب ہوئی۔ خواجہ۔ شیطان، ملائکہ کا معلم تھا اور آگ سے پیدا ہوا تھا جو کہ برتر ہے اس لئے اس نے آپ کو سردار اور سردار زادہ کہا۔

در ہُنر من از کسے کم نیستم
میں ہنر میں کسی سے کم نہیں ہوں

تا بخدمت پیشِ دشمن[1] نیستم
پھر کیوں دشمن کے سامنے دربار میں کھڑا ہوں؟

من ز آتش زادہ ام او از دخل
میں آگ سے پیدا ہوا ہوں وہ کیچڑ سے

پیشِ آتش مرد و حل را چہ محل
آگ کے سامنے کیچڑ کا کیا رتبہ؟

او کجا بود اندراں دورے کہ من
اس زمانہ میں وہ کہاں تھا جبکہ میں

صدرِ عالم بودم و فخرِ زمن
عالم کا صدر اور زمانہ کا فخر تھا

در بیانِ آیۂ کریمہ خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی

آیۂ کریمہ کے بیان میں جنوں کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کا

فِیْ حَقِّ اِبْلِیْسَ عَلَیْہِ اللَّعْنَۃُ - اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ

ابلیس (اس پر لعنت ہو) کے بارے میں بیشک وہ جنوں میں سے تھا پھر بھاگ گیا

عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ

اپنے رب کے حکم سے

شعلہ میزد آتشِ جانِ سفیہ
نادان کی جان شعلہ مارتی تھی

کانتشی بود الولد سرّ ابیہ
کیونکہ وہ آگ کا (بنا ہوا) تھا تو لڑکا باپ کا راز ہے

گفتے غلط گفتم کہ بد قہرِ خدا
تو نے غلط کہا نہیں میں نے غلط کہا بلکہ وہ خدا کا قہر تھا

علتے را پیش آوردن چرا
کوئی علت پیش کرنا کیسا!

کارِ بے علت مبرّا از علل
(خدا کا) کام بے علت، علتوں سے پاک ہے

مستمر و مستقر ست از ازل
ازل سے، دائم اور قائم ہے

در کمالِ صُنعِ پاکِ مستحث
قابلِ ترحیم پاک کام کے کمال میں

علت حادث چہ گنجد با حدث
حدوث کے ہوتے ہوئے حادث کی علت کی کیا گنجائش؟

سرِّ اَب چہ بود اَب ما صُنعِ اوست
باپ کا راز کیا ہوتا ہے؟ ہمارا باپ اس کی صنعت ہے

صُنعِ مغز ست و اَب صورت چو پوست
صنعت مغز ہے اور باپ چھلکے کی طرح صورت ہے

عشق داں اے فندقِ تن دوستت
اے فندق جسم (والے) عشق کو اپنا دوست سمجھ

جانت جوید مغز و کوبد پوستت
جو تیری جان کو مغز بنانا چاہتا ہو تیرے چھلکے کو کوٹتا ہے

---

[1] دشمن۔ یعنی حضرت آدمؑ۔ دخل۔ کیچڑ۔ پیش یعنی مقابلہ۔ زمین آگ سے گھٹی ہوئی ہے۔ اور کہا۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے شیطان کی بہت عزت تھی۔ خلق۔ حدیث سے ثابت ہوا کہ شیطان جنوں میں سے تھا اور جنوں کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے۔ چونکہ شیطان آتشی ہے تو اس کا مزاج بھی آتشی ثابت ہوا۔ اور لڑکا جیسا باپ ویسا بیٹا۔

[2] تو نے۔ میں نے اس کی نافرمانی کی علت آگ کو قرار دیا اصل علت قہرِ خدا ہے۔ کار۔ اللہ تعالیٰ کا ہر کام علت پر مبنی نہیں ہوتا ہے۔ ازلی۔ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات ازلی ہیں کوئی امرِ حادث اس کی علت کیسے بن سکتا ہے تو شیطان کی نافرمانی کی علت اس کے آتشی ہونے کو قرار دینا صحیح نہیں ہے جبکہ قدرِ ازلی میں اس کو نافرمان قرار دیا گیا تھا اس وقت نہ آگ تھی نہ شیطان کا آتشی ہونا تھا۔

[3] سرِّ اَب چہ بود۔ کہا تھا الولد سرٌ لابیہ یعنی بیٹے کے اوصاف کے لئے باپ کے اوصاف علت ہیں۔ اب فرماتے ہیں کہ باپ خود اللہ کا بنایا ہوا ہے وہ کیا علت بن سکے گا۔ اصل اللہ کی صنعت ہے باپ اس کا ظاہری چھلکا ہے تو اصل علت اور سبب خدا کی کاریگری ہے۔ عشق داں۔ عشق روح میں بالیدگی پیدا کرتا ہے اور جسم کو گھٹاتا ہے۔ فندق۔ مثل کی طرح کا ایک پھل ہے

دوزخی[1] کر پوست باشد دوزنش — دادبدنا جلودا پوستش

وہ دوزخی کہ جس کی دوست ہو — ہم نے کھالوں کو بدل دیا۔ کی کھال انکو دیدی ہے

معنی دوزخ بر آتش حاکم ست — لیک آتش را قشورت ہیزم ست

تیرا جوہر اور صفت آگ پر حکمراں ہے — لیکن تیرے جھلکے، آگ کا ایندھن ہیں

کوزۂ چوبیں کہ در وے آب جوست — قدرتِ آتش ہمہ بر ظرفِ اُوست

لکڑی کا پیالہ جس میں نہر کا پانی ہے — آگ کا پورا قابو اُس کے برتن پر ہے

معنیِ[2] انساں بر آتش مالک ست — مالکِ دوزخ در وے ہالک ست

انسان کا جوہر آگ کا مالک ہے — دوزخ کا مالک اُس میں کب ہلاک ہونے والا ہے

معنیِ ہیزم بر آتش حاکم ست — لیک آتش راتنِ اُو ہیزم ست

ایندھن کا جوہر آگ پر حاکم ہے — لیکن اُس کا جسم آگ کا ایندھن ہے

پس میفزا تو بدن معنیٔ فزا — تا چو مالک باشی آتش را کیا

پس تو جسم کو نہ بڑھا، روح کو بڑھا — تاکہ تو مالک کی طرح آگ کا حاکم بنے

پوستہا بر پوست می افزودۂ — لاجرم چوں پوست اندر دُودۂ

تو نے چھلکے پر چھلکا بڑھایا ہے — لامحالہ تو چھلکے کی طرح دوزخ میں ہے

زانکہ آتش را علف جز پوست نیست — قہرِ حق آں کبر را گردن نیست

آگ کی خوراک چھلکے کے علاوہ نہیں ہے — اللہ تعالیٰ کا قہر اُس تکبر کی گردن کاٹنے والا ہے

ایں[3] تکبر از نتیجہ پوست ست — جاہ و مال آں کبر را زاں دوست ست

یہ تکبر، پوست کا نتیجہ ہے — اس نے تکبر کو رتبہ اور مال محبوب ہے

ایں تکبر چیست غفلت از لُباب — منجمد چوں غفلتِ یخ ز آفتاب

یہ تکبر کیا ہے؟ جوہر سے غفلت — جمی ہوئی جیسا کہ برف کی سورج سے غفلت

چوں خبر شد ز آفتابش یخ نماند — نرم گشت و گرم گشت و تیز راند

جب اُس کو سورج کا پتہ چلا، برف نہ رہا — نرم ہوگیا اور گرم ہوگیا اور تیزی سے بہہ گیا

شد ز دیدِ لُب مجسمہ تن طمع — خوار و عاشق شد کہ ذلَّ مَن طَمِع

جوہر کے دیکھ لینے سے پورا جسم لالچی بن گیا — ذلیل اور عاشق بنگیا کیونکہ جس نے لالچ کیا ذلیل ہوا

---

[1] دوزخی جو جسم و پوست کی پابندگی کرتا ہے وہ دوزخی ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو دوسری جس نئی نئی کھالیں دیگا قرآن پاک میں ہے کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ... اُن دوزخیوں کی جب جب کھالیں پک جائیں گی ہم اُن کی کھالیں تبدیل کردیں گے۔ تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ الخ

[2] معنیِ انسان۔ روحِ انسانی آگ کی مالک ہے تو مالک فرشتہ جہنم کا داروغہ اور حاکم ہے وہ آگ سے کیسے تباہ ہوسکتا ہے مالک اس فرشتہ کا نام ہے جو آگ کا حاکم اور داروغہ ہے۔

[3] پوستہا۔ جبکہ تو جسم پرست بن گیا ہے اور پوست یعنی چھلکا ہے تو تو بھی جہنم کے دھوئیں میں ہے۔ زانکہ جسم پروری سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور اللہ کا قہر اس کو قاتل ہے۔

[4] ایں تکبر۔ جسم پروری کا نتیجہ تکبر و غرور ہوتا ہے اسی نے تکبر مال اور رتبہ کو محبوب پسند کرتا ہے چونکہ یہ چیز بدن پروری کا سبب ہیں۔ ایں تکبر۔ انسان کا تکبر اس کی ذات و صفاتِ باری سے غفلت کا نتیجہ ہے اللہ اس کا تماشا ایسا ہے جیسا کہ جمادات سورج سے غفلت کی بنا پر ہے۔ کتاب خلاصۂ جوہر یعنی ذاتِ باری اور اسکی صفات شدید دیدنی۔ جب انکو ذات و صفات کا مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے تو انسان میں انکے حصول کا لالچ پیدا ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ ذلت اختیار کرتا ہے قولہ من طمع۔ مولانا نے اس کلمہ کو کے عام معنی سے ہٹکر دوسرے معنی مراد لئے ہیں عام معنی تو یہ ہیں کہ ذلیل کرتا ہے۔

چوں[1] نہ بیند مغز قانع شد بپوست
جب جوہر کو نہیں دیکھتا ہے، چھلکے پر قانع ہو جاتا ہے

بندِ عز من قنع زندانِ اوست
جس نے قناعت کی اس نے تکبر کیا۔ کل یہی اس کا قید خانہ ہے

عزت اینجا کبریست و ذل دیں
اس جگہ عزت کا فکر ہے اور ذلت دیں

سنگ تا فانی نشد کے شد نگیں
پتھر جب تک فنا نہ ہوا، نگینہ کب بنا؟

در مقامِ سنگی و انگاہ انا
تو پتھر کی جگہ ہے اور پھر تکبر

وقتِ مسکیں گشتنِ تست و فنا
(حالانکہ) تیرے مسکین بننے اور فنا کا وقت (قریب) ہے

کبر زاں جوید ہمیشہ جاہ و مال
تکبر ہمیشہ مرتبہ اور مال کا جویاں رہتا ہے

کز سرگین ست گلخن را کمال
کہ بھنگی کو گوبر سے کمال (حاصل) ہے

کایں دو دایہ پوست را افزوں کنند
کیونکہ یہ دونوں چھلکے کو پانی اور کمال کو بڑھاتی ہیں

شحم و لحم و کبر و نخوت آگنند
چربی اور گوشت اور تکبر اور غرور بھرتی ہیں

دیدہ[2] را بر لب لب نفراشتند
لوگوں نے مغز کے مغز پر نظر نہ اٹھائی

پوست را زاں روئے لب پنداشتند
اس سبب سے چھلکے کو مغز سمجھ گئے

پیشوا ابلیس بود ایں را
اس راستے کا پیشوا ابلیس تھا

کو شکار آمد شبیکہ جاہ را
جو مرتبہ کے جال کا شکار بنا

مال چوں مار ست و ایں جاہ اژدہا
مال سانپ جیسا ہے اور مرتبہ اژدہا ہے

سایۂ مردار زمرد ایں دو را
ان دونوں کا زمرد مردوں کا سایہ ہے

زاں زمرد مار را دیدہ جہد
اس زمرد سے سانپ کی آنکھیں کھل جاتی ہیں

کور گردد مار و رہرو وا رہد
سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور سالک نجات پا جاتا ہے

چوں[3] بدیں رہ خار بنہادآں لعیں
جبکہ اس شیطان نے اس راستہ پر کانٹے بچھائے

ہر کہ خست او گفت لعنت بر لئیں
جو بھی زخمی ہوا اس نے کہا شیطان پر لعنت

یعنی ایں غم بر من از غدرِ ویست
یعنی مجھے یہ تکلیف اس کی غداری سے پہنچی

غدر را آں مقتدا سابق پے ست
غداری کا وہ مقتدا اور پیشوا ہے

بعد ازاں خود قرن بر قرن آمدند
اس کے بعد صدیوں پر صدیاں آئیں

جملگاں بر سنتِ او پا زدند
سب اس کے طریقہ پر چل پڑے

---

[1] چوں نہ بیند۔ جب تک انسان کو ایک حقیقت کا مشاہدہ نہیں ہوتا وہ ظاہر پر قناعت کرتا ہے اور قناعت کی بڑی اس کو تکبر اور غرور میں مبتلا کر دیتی ہے۔ عزّ من قنع۔ اس محاورے کے عام معنی تو یہ ہیں کہ جو شخص دنیاوی معاملات میں قناعت اختیار کرتا ہے وہ باعزت رہتا ہے مولانا نے اس محاورے کے یہ معنی مراد نہیں لئے ہیں۔ عزت۔ مولانا فرماتے ہیں تن پروری کفر ہے اور دین دنیا کا امتیاز کرنا ہے۔ سنگ و مس کے پتھر کو جب تک مجاہدوں کے ذریعہ فنا نہ کیا جائے گا وہ نگینہ نہ بن سکے گا۔

[2] دیدہ را۔ چونکہ ان لوگوں نے اصل جوہر کو نہ دیکھا اس لئے وہ چھلکے کو مغز سمجھ بیٹھے۔ پیشوا۔ ان گمراہوں کا پیشوا شیطان ہے جو عہدہ جاہ اور مرتبہ کے جال کا شکار بن گیا۔ مال۔ مال اور رتبہ کی محبت انسان کیلئے سانپ اور اژدہا ہے۔ بزرگوں کی محبت ان دونوں کے لئے زمرد ہے۔ زاں زمرد۔ مشہور ہے کہ زمرد کی تاثیر سے سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور وہ انسان پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

[3] چوں۔ راہ ہدایت پر چونکہ شیطان نے کانٹے بچھائے ہیں اب جس کسی کو بھی اس راہ پر اس سے تکلیف پہنچتی ہے وہ شیطان پر لعنت کرتا ہے۔ آں مقتدا۔ یعنی شیطان۔ جملگاں۔ تب جس قدر گمراہ ہیں اسی شیطان کی پیروی کرتے ہیں۔

ہر کہ بنہد سُنّتِ بد اے فتیٰ
اے نوجوان! جس نے بُرا راستہ جاری کیا

تا در اُفتد بعد از و خلق از عمیٰ
اُسکے بعد جتنے بھی مخلوق اندھے پن سے اُس پر چلتی ہے

جمع گردد بر وے آں جملہ بزہ
وہ سب گناہ اُس پر جمع ہو جاتا ہے

کُسرے بُود ست و ایشاں دُم غزہ
کیونکہ وہ سرغنہ تھا اور وہ دُم کی جڑ تھے

لیک آدم چارقش وآں پوستیں
لیکن آدمؑ چپّل اور وہ پوستین

پیش می آرد کہ ہستم من زطیں
سامنے لاتا ہے کہ میں مٹی کا ہوں

چوں ایاز آں چارقش مورود بُود
جیسا کہ ایازؓ، چپّل اُس کا ورد تھی

لاجرم اُو عاقبت محمود بُود
لاجرم اُس کا انجام قابلِ ستائش تھا

ہستِ مُطلق کارسازِ نیستی ست
مطلق وجود، نیستی کا کارنامہ ہے

کارگاہِ ہست کُن جُز نیست چیست
موجود ہونے کا کارخانہ نیستی کے سوا کیا ہے؟

بر نوشتہ ہیچ بنویسد کسے
کبھی کوئی لکھے ہوئے پر لکھتا ہے؟

یا نہالے کارد اندر مقبرے
یا ایک پودے کے تھالوے میں کوئی دوسرا پودا لگاتا ہے

کاغذے جوید کہ آں بنوشتہ نیست
وہ کاغذ تلاش کرتا ہے جو لکھا ہوا نہیں ہے

تخم کارد موضعے کہ کشتہ نیست
اُس جگہ بیج بوتا ہے جو بوئی ہوئی نہیں ہے

تو برادر موضعِ ناکشتہ باش
اے بھائی! تو نہ بوئی ہوئی جگہ بن جا

کاغذا سپید نا بنوشتہ باش
تو نہ لکھا ہوا سفید کاغذ بن جا

تا مشرف گردی از نوں و القلم
تاکہ تو نون اور قلم سے مشرف ہو جائے

تا بکارد در تو تخم آں ذُوالکرم
تاکہ وہ صاحبِ کرم تجھ میں بیج بوئے

خود ازیں پالودہ نالیدہ گیر
خود اِس فالودے کو چکھا ہوا بنالے

مطبخے کہ دیدۂ نادیدہ گیر
جو مطبخ تو نے دیکھا ہے اُس کو بن دیکھا بنالے

زانکہ زیں پالودہ مستیہا بُود
کیونکہ اِس فالودے سے مستیاں پیدا ہوتی ہیں

پوستین و چارق از یادت رُود
پوستین اور چپّل تیری یاد سے محو ہو جاتے ہیں

چوں در آید نزع و مرگ آہے کُنی
جب نزع اور موت آتی ہے تو آہ کرتا ہے

ذِکرِ دلق و چارق آنگاہے کُنی
تب پُرانی گدڑی اور چپّل کو یاد کرتا ہے

لہ ہر کہ۔ حدیث شریف ہے مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ جس شخص نے کوئی بُری راہ قائم کی اُس پر اُس کا اور اُن لوگوں کا گناہ ہے جو قیامت تک اُس پر عمل کریں گے۔ جتنا۔ دُم غزہ۔ دُم کی جڑ۔ لیک آدم۔ آدم علیہ السلام نے جنّی اُس کو دیکھا اور دُعا کی اَللّٰهُمَّ أَلْقِنَّا کہدیا۔ چوں ایاز۔ ایاز کا بھی اسی طرح سے اپنی غربت کی پوستین اور چپّل کو دیکھنے کا معمول تھا اسی لئے اُس کی عاقبت بھی پسندیدہ ہوئی۔

ہستِ مطلق۔ انسان اپنے آپ کو نیست کرے گا تب ہی اُس میں صفتِ خداوندی کارفرما ہے گی۔ بر نوشتہ۔ لکھے ہوئے کاغذ پر کوئی نہیں لکھتا نہ جس تھالوے میں درخت پہلے سے لگا ہوا ہو اُس میں نیا پودا نہیں بویا جاتا ہے لہٰذا اپنے آپ کو فنا کر تب بقا حاصل ہوگی۔ کاغذے۔ خوشنویس سادہ کاغذ تلاش کرتا ہے باغ بنجر زمین میں لگایا جاتا ہے۔ تو برادر۔ انسان کو اپنے آپ کو لکھے ہوئے کاغذ اور بنجر زمین کی طرح بنالینا چاہیئے

تا مشرف۔ پھر قدرت قلم قدرت سے اُس پر نقش و نگار کرے گی اور اُس میں معرفت نئے پودے لگادے گی۔ تو۔ اپنے آپ کو دنیاوی لذتوں سے خالی کرلے پھر غیب کی نعمتیں حاصل ہوں گی۔ زانکہ۔ انسان دنیاوی لذتوں میں پھنس کر سنگدل بن جاتا ہے اور اپنی اصل حقیقت کو فراموش کر دیتا ہے۔ چوں درآید۔ پھر ایسے وقت میں ندامت کا اظہار کرتا ہے کہ اُس کو اُس کا اظہار مفید نہیں ہوتا۔

تا نگردی غرقِ موجِ زشتیے — کہ نباشد از بناہت کشتیے

جب تک تو کسی برائی کی موج میں غرق نہ ہوگا — جس میں تیری پناہ کے لئے کوئی کشتی نہ ہوگی

یاد ناری از سفینہ راستیں — ننگری در چارقی و در پوستیں

تو سچائی کی کشتی کو یاد نہ کرے گا — چمڑے اور پوستین کو نہ دیکھے گا

چونکہ درمانی بغرقاب بلا — پس ظلمنا و ردسازی برولا

جب تو مصیبت کے بھنور میں پھنس جائیگا — پھر پچھتاوے میں نے ظلم کیا، کو ورد بنائے گا

دیو گوید سنگریدایں خام را — سر بریدایں مرغِ بے ہنگام را

شیطان کہتا ہے اس بے وقوف کو دیکھو — اس بے وقت کے (اذان دینے والے) مرغے کو ذبح کرو

دور ایں خصلت ز فرہنگِ ایاز — کہ پدید آید نمازش بے نیاز

یہ خصلت ایاز کی ذہانت سے بعید ہے — کہ اس کی نماز بغیر ماجری کے ہو

اُو خروسِ آسماں بُودہ زپیش — نعرہائے اُو ہمہ در وقتِ خویش

وہ پہلے سے آسمانی مرغ تھا — اس کے سب نعرے اپنے وقت پر تھے

در معنی آنکہ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ہِیَ و معنی آنکہ لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا و معنی ایں بیت

اس معنی کے بیان میں کہ ہمیں چیزوں کو ایسا دکھا جیسی وہ ہیں اور اس کے معنی کہ اگر پردہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو اور اس بیت کے معنی

در ہر کہ تو از دیدۂ بدمی نگری — از چنبرۂ وجودِ خود می نگری

جس شخص کو تو بری نظر سے دیکھتا ہے — اپنے وجود کے حلقہ سے دیکھتا ہے

و در بیانِ ایں مصرع — پایۂ کژ کژ فگند سایۂ

اور اس مصرع کے بیان میں — ٹیڑھا قد ٹیڑھا سایہ ڈالتا ہے

اے خروسان از وے آموزید بانگ — بانگ بہرِ حق کُنند نے بہرِ ننگ

اے مرغو! اس سے اذان دینا سیکھو — وہ اللہ کے لئے اذان دیتا ہے، نہ کہ پیسے کے لئے

صُبح کاذب آید و نفریبدش — صبحِ کاذب عالمِ نیک و بدش

صبح کاذب آتی ہے اور اس کو فریب نہیں دیتی — صبح کاذب اچھے برے وقت کو پہچانتا تھا

۱؎ تا نگردی: تیری یہ حالت ہے کہ جب تک تو بالکل تباہ نہ ہو جائیگا اپنی اصل حقیقت کو نہ دیکھے گا۔ چونکہ جب مصیبت کے بھنور میں پھنسے گا تب توبہ کرے گا۔ ورنہ پھر شیطان تجھ پر ہنسے گا اور کہے گا کہ اب بے وقت کی توبہ اور ندامت سے کیا فائدہ ہے اس کو ذبح کرڈالو جو مرغ بے وقت اذان دیتا ہے اس کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ ورنہ ایاز کی یہ عادت نہ تھی کہ اس کو وقت گذر جانے پر تنبیہ ہو اس کی ہر نماز عجز و انکساری سے تھی اور وہ آسمانی مرغ تھا اس کی تمام ماجری بروقت تھی۔

۲؎ ارنا: یہ دعا امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ہے سو انہوں نے اس مناسبت سے اس کو یہاں ذکر کیا ہے کہ ایاز کے مخالفوں کو اس کے بھر جانے کی حقیقت معلوم نہ تھی اسی لئے انہوں نے اس کو متہم کیا۔ لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ: یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقولہ ہے کہ میرا ایمان بالغیب اس وجہ کا ہے کہ اگر غیب سے پردے بھی ہٹ جائیں تو میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا پردوں کے ہوتے ہوئے میں ایمان اور یقین کے آخری مرتبہ پر ہوں۔ در ہر کہ۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ انسان دوسروں کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسرے کو سمجھتا ہے۔

۳؎ پایۂ کژ۔ اگر انسان کا خود ٹیڑھا قد ہے تو اس کا سایہ یقیناً ٹیڑھا پڑیگا۔ اے خروسان۔ جو لوگ اپنی اصلاح کرنا چاہیں اگر اسی طرح بروقت اصلاح کرنی چاہئے جس طرح ایاز نے بروقت اپنی اصلاح کر لی تھی انہیں خواص تھا اور کوئی نیا کام نہ تھی۔ صبح کاذب وہ وقت کو صبح پہچانتا تھا وقت اس کو دھوکا نہ دے سکتا تھا۔

اہلِ[1] دُنیا عقلِ ناقص داشتند
دنیا والے ناقص عقل رکھتے تھے

تا کہ صبحِ صادقش پنداشتند
حتیٰ کہ اُس کو صبحِ صادق سمجھ بیٹھے

صُبحِ کاذب کاروانہا راز دست
صبحِ کاذب نے (اُن) قافلوں کو تباہ کیا ہے

کہ بُتوئے روز بیروں آمدست
جو دن کی اُمید پر باہر آ گئے ہیں

صُبحِ کاذب خلق را رہبر مباد
خدا کرے صبحِ کاذب مخلوق کی راہنما نہ بنے

کُو دہد بس کاروانہا را بباد
جو قافلوں کو برباد کر دیتی ہے

اے[2] شُدہ تو صبحِ کاذب را ببیں
اے وہ شخص اگر تو صبحِ کاذب کا پابند ہے

صُبحِ صادق را تو کاذب ہم مبیں
صبحِ صادق کو بھی تو کاذب نہ سمجھ

گر نداری از نفاقِ بد اماں
اگر تجھے بڑے نفاق سے امن نہیں ہے

از چہ داری بر برادر ظن ہماں
تو تو بھائی پر اُس کا گمان کیوں کرتا ہے!

بدگماں باشد ہمیشہ زشت کار
بدگمان ہمیشہ بدکار ہوتا ہے

نامۂ خود خواند اندر حقِ یار
دوست کے بارے میں اپنا خط پڑھتا ہے

آں خساں کاندر کثیفیہا ماندہ اند
وہ کمینے جو کیچ میں پھنسے ہوئے ہیں

انبیارا ساحر و کژ خواندہ اند
انھوں نے انبیا کو جادوگر اور ٹیڑھا کہا ہے

وآں امیرانِ خسیسِ قلب ساز
اور کمینے دھوکے باز سردادوں نے

ایں گماں بُردند بر حجرہ ایاز
ایاز کے حجرے پر یہی گمان کیا

کُو دفینہ دارد و گنج اندراں
کہ وہ دفینہ رکھتا ہے اور اُس میں خزانہ ہے

زانۂ خود منگر اندر دیگراں
اپنے آئینہ میں دوسروں کو نہ دیکھ

شاہ میدانست خود پاکیِ اُو
شاہ خود اُس کی پاکی کو جانتا ہے

بہرِ ایشاں کرد اُو آں جُست و جو
اُس نے وہ جستجو اُن کے لئے کی تھی

کاے امیراں حجرہ بکشائید در
کہ اے سردارو! حجرے کا دروازہ کھول دو

نیم شب کہ باشد اُو زاں بیخبر
آدھی رات کو کہ وہ اُس سے لاعلم ہو

تا پدید آید سگالشہائے اُو
تاکہ اُس کی تدبیریں ظاہر ہو جائیں

بعد ازاں بر ماست مالشہائے اُو
پھر اُس کی سزا ہمارے ذمہ ہے

محمود نے اُن امیروں سے کہا کہ تم شب میں ایاز کی غیر حاضری میں حجرے کا دروازہ کھول دو تاکہ اُس کے پوشیدہ حالات ظاہر ہو جائیں پھر میں اُس کو اُس کی سزا دوں گا۔ یہ مالشہا۔ یعنی ایاز کے خیانت اور مال جمع کرنے کی تدبیریں۔

[1] اہلِ دنیا۔ دنیا دار توبہ کا صحیح وقت نہیں پہچانتے ہیں ایسے وقت توبہ کرتے ہیں جبکہ توبہ مفید نہیں ہوتی صبحِ کاذب صحیح وقت کو نہ پہچاننے سے بہت سی قومیں تباہ ہوئی ہیں، قافلہ اگر کاذب صبح میں نکل پڑتا ہے تو لوٹ لیا جاتا ہے۔ صبحِ کاذب خدا کرے کاذب صبح کسی کی رہبر نہ بنے ورنہ وہ تباہ ہو جائے گا۔

[2] اے شُدہ۔ جو شخص خود غفلت میں مبتلا ہے وہ دوسرے کو غفلت میں نہ سمجھے۔ گر نداری۔ اگر انسان خود منافق ہے تو اُس کو دوسروں کو منافق دیکھنا چاہیے۔ بدگماں۔ بدگمان بہت بدکار ہے وہ اپنے اعمال کو دوسروں کا اعمال نامہ سمجھ کر پڑھتا ہے۔ آں خساں۔ کفار میں چونکہ خود کچھ تھی دھانیا کو جادوگر وغیرہ سمجھتے تھے۔

[3] وآں امیرانِ۔ سلطان محمود کے دربار کے دوسرے اُمراء جنھوں نے ایاز کی شکایت کی تھی خود مکار تھے اُنھوں نے حجرے کے بارے میں ایاز پر بھی مکاری کا خیال کیا۔ شاہ۔ سلطان محمود کو ایاز کی پاکی کا یقین تھا اور حجرے کی تلاشی کا حکم اُن امیروں کو اُس کی پاکی کا یقین دلانے کے لئے دیا تھا۔ کاے امیراں۔ سلطان

مرشما را دادم آں زر و گہر — من ازاں زر ہا نخواہم جز خبر

میں نے وہ زر و جواہر تمہیں دیا — میں اُس زر کے بارے میں سوائے خبر کے کچھ نہیں چاہتا ہوں

ایں ہمی گفت و دلِ او می طپید — از برائے آں ایازِ بے ندید

وہ یہ کہہ رہا تھا اور اُس کا دل تڑپ رہا تھا — اُس بے نظیر ایاز کی وجہ سے

کہ منم کایں بر زبانم میرود — ایں جفا گر بشنود او چوں شود

کہ میں ہوں کہ میری زبان سے جاری ہو رہا ہے — یہ ظلم اگر وہ سنے گا، اُس کا کیا حال ہوگا؟

باز میگوید بحقِ دینِ او — کہ ازیں افزوں بود تمکینِ او

پھر کہتا ہے اُس کے دین کی قسم — اُس کا رتبہ اِس سے بڑھ کر ہے

کہ بقذفِ زشتِ من طیرہ شود — وز غرض وز سرِّ من غافل بود

کہ وہ میرے بُری تہمت لگانے سے ناراض ہو — اور میری غرض اور راز سے غافل ہو

مُبتلا چوں دید تاویلاتِ رنج — بُرد بیند کے شود او ماتِ رنج

مبتلا انسان جب رنج کی توجیہ سمجھ لیتا ہے — کامیابی دیکھتا ہے، وہ رنج سے ہار نہیں دیکھتا ہے

صاحبِ تاویل ایازِ صابر ست — کہ بحرِ عاقبتہا ناظر ست

توجیہ کرنے والا، صابر، ایاز ہے — کیونکہ وہ نتائج کے سمندر کو دیکھنے والا ہے

ہمچو یوسفؑ خوابِ ایں ندانیاں — ہست تعبیرش بہ پیشِ او عیاں

(حضرت) یوسفؑ کی طرح ان قیدیوں کا خواب — اُس کی تعبیر اُن کے سامنے ظاہر ہے

خوابِ خود را چوں ندانند مردِ خیر — کے بود واقف ز سرِّ خوابِ غیر

جب بھلا آدمی اپنے خواب کو نہیں جانتا — وہ دوسرے کے خواب کے راز سے کب واقف ہوگا؟

گر زنم صد تیغ او را از امتحاں — کم نگردد وصلتِ آں مہرباں

میں اگر آزمائش کی سو تلواریں اس کے ماروں — اُس مہربان کا تعلق کم نہ ہوگا

داند او کاں تیغ بر خود می زنم — من دو یم اندر حقیقت او منم

وہ جانتا ہے کہ وہ تلواریں اپنے مار رہا ہوں — حقیقت میں میں وہ ہوں، وہ میں ہے

دربیانِ اتحادِ عاشق و معشوق از روئے حقیقت اگرچہ

حقیقت کے اعتبار سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کے بیان میں اگرچہ

تو اُس کا تعلق کمزور نہ پڑے گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں اُس کے تلوار مار رہا ہوں اپنے تلوار مار رہا ہے۔ دربیان۔ اب مولانا اِس [illegible] عاشق اور معشوق کے اتحاد کو سمجھا رہے ہیں۔

مرشما۔ بادشاہ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جو جواہر تمہاں ملیں وہ تمہارے ہیں مجھے آکر صرف بتا دینا۔ ایں ہمی گفت۔ بادشاہ نے یہ حکم تو دیدیا تھا لیکن وہ اِس بے چین تھا کہ اگر اُس کے مخلص ایاز کو ہی کاٹنے کا حکم ہوگا کہ میں نے بدگمانی کی بنیاد پر اُس کے تجربہ کی تمنا کا حکم دیا ہے تو اُس کو کس قدر رنج ہوگا۔ آزمیگوید۔ پھر بادشاہ دل میں کہتا تھا کہ ایاز کے خلوص پر یقین ہے کہ وہ اِس حکم کے بارے میں مجھ سے بدگمان نہ ہوگا بلکہ یہی سمجھے گا کہ دشمنوں پر حقیقت حال واضح کرنے کیلئے میں نے یہ حکم دیا ہے۔

مُبتلا۔ مصیبت زدہ جب اپنی مصیبت کی کوئی بہتر توجیہ کر لیتا ہے تو وہ رنج اور غم میں شکست خوردہ نہیں ہوتا ہے۔ صاحبِ تاویل۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ ایاز ہی کام کی کوئی بہتر توجیہ کریگا۔ ہمچو۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے ساتھی قیدیوں کے خواب کی صحیح تعبیر دی تھی جس نے دیکھا تھا کہ وہ انگور نچوڑ رہا ہے اُس کو کہہ دیا تھا کہ تعبیر یہ ہے کہ تو پھر بادشاہ کا ساقی بنے گا اور جس نے دیکھا تھا کہ پرندوں کے سر پر کی روٹیاں کھا رہے ہیں اُس سے کہا تھا کہ تو سولی پر چڑھایا جائیگا۔ ایں آزمائشیاں جیلخانہ اور اُس کے ساتھی۔

گر زنم۔ سلطان محمود نے سومنات کے مندر میں اپنے تلوار بھی مارے

مُتضاد[1] اند از رُوئے آنکہ نیاز ضدِ بے نیازی ست چنانکہ آئینہ

وہ اس اعتبار سے متضاد ہیں کہ نیاز، بے نیازی کی ضد ہے جیسا کہ آئینہ

بے صورت و سادہ است و بیصُورتی ضدِ صورت ست لیکن

بغیر صورت کا اور سادہ ہے اور صورت کا ہونا صورت کی ضد ہے لیکن

میانِ ایشان اتحادے ست در حقیقت کہ شرح آں راز ست

درحقیقت ان میں ایسا اتحاد ہے جس کی شرح راز ہے

وَالعَاقِلُ تَکفِیہِ الاِشَارَۃُ

اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

جسمِ مجنوں را ز رنج دو یے

فراق کی تکلیف سے مجنوں کے جسم

اندر آمد ناگہاں رنجوریے

میں اچانک بیماری پیدا ہو گئی

خون بجوش آمد ز شعلۂ اشتیاق

شوق کی چنگاری سے خون جوش میں آگیا

تا پدید آمد بداں مجنوں خُناق

جنّی کے اثر سے مجنوں کے گلے میں خناق پیدا ہو گیا

پس[2] طبیب آمد بدارو کردنش

اُس کا علاج کرنے کے لئے طبیب آیا

گفت چارہ نیست ہیچ از رگ زدنش

اُس نے کہا فصد کرنے کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے

رگ زنے آمد بدانجا دو فنوں

(چنانچہ) وہاں ایک ہنرمند فصاد آیا

رگ زنان باید برائے دفعِ خوں

خون کے دفع کرنے کیلئے فصد کرنی چاہیئے

بانگ بر زد در زماں آں عشق خو

فوراً وہ عشق مزاج چیخا

بازوش بست و گرفت آں پیش اُو

اس نے اس کا بازو باندھا اور رگ کو اس کے سامنے پکڑا

گر بمیرم گو بمیر و جسمِ کہن

اگر میں مر جاؤں، کہنہ پرانا جسم چلا جائے

مُزد خود بستان و ترکِ فصد کُن

اپنی فیس لے لے اور فصد نہ کر

چوں نمی ترسی تو از شیرِ عریں

جبکہ تو پچھاڑ کے شیر سے نہیں ڈرتا ہے

گفت[3] آخر از چہ می ترسی ازیں

اُس نے کہا آخر تو اس سے کیوں ڈرتا ہے؟

گرد بر گردِ تو شب گردد آمدہ

تیرے چاروں طرف رات کو پھرتا رہتا ہے

شیر و گرگ و خرس و ہر یوز و دُدہ

شیر اور بھیڑیا اور ریچھ اور ہر چیتا اور درندہ

زانبھی عشق و وجد اندر جگر

(تیرے) جگر کے اندر عشق اور غم کی کثرت سے

می نیاید شاں ز تو بُوئے بشر

تجھ میں سے انھیں انسان کی بُو نہیں آتی ہے

---

[1] متضاد: بظاہر عاشق و معشوق میں تضاد ہے ایک طرف نیاز ہے دوسری طرف بے نیازی ہے جیسا کہ آئینہ بے صورت ہے اور جو صورت اس کے اندر آتی ہے بظاہر ان دونوں میں تضاد ہے لیکن حقیقتاً دونوں میں اتحاد ہے اس کی مجنوں کے قصہ سے تشریح کرتے ہیں۔ مجنوں، ایک بار مجنوں بیمار ہو گیا عشق کی شدت نے اس کے خون میں جوش پیدا کر دیا جس سے اس کے گلے میں خناق (گلے کا ورم) پیدا ہو گیا۔

[2] پس طبیب: طبیب نے کہا خون کو کم کرنے کیلئے فصد کرنا ضروری ہے لہٰذا فصد کرنے والے کو بلایا جائے بازو کس۔ فصد کرنے کیلئے جب اس کا بازو باندھا تو مجنوں شور مچانے لگا اور کہا کہ خواہ میں مر جاؤں فصد نہ کرو۔

[3] گفت: فصاد نے کہا تو جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہے اور درندوں سے بھی نہیں ڈرتا ایک نشتر سے کیوں ڈر رہا ہے؟ (شیر: چیتا۔ ڈدہ: درندہ۔ می نیاید: چونکہ عشق اور غم نے تیرا جگر جلا دیا ہے اب ان درندوں کو تجھ میں سے انسان کی بُو نہیں آتی ہے اور وہ تجھے اپنا دشمن سمجھ کر تجھ پر حملہ نہیں کرتے ہیں۔

گرگ[1] و خرس و شیر داند عشق چیست
بھیڑیا اور ریچھ اور شیر جانتا ہے کہ عشق کیا ہے

گر نہ گے عشقے نبودے کلب را
اگر کتے میں عشق کی رگ نہ ہوتی

کم ز سگ باشد کہ از عشق او ہی ست
جو شخص عشق سے خالی ہے وہ کتے سے کم ہے

کے بجستے کلب کہف قلب را
تو اصحاب کہف کے دل کے یار کو کب ڈھونڈتا

ہم ز جنس اُو بصورت چوں سگاں
اس کے ہم جنس بھی کتوں کی صورت میں

گر نشد مشہور ہست اندر جہاں
دنیا میں ہیں اگرچہ مشہور نہیں ہوئے ہیں

تو نبردی بوئی دل در جنس خویش
تو نے اپنی ہم جنس کے دل کی خوشبو نہ پائی

کے بری تو بوئے دل از گرگ و میش
تو بھیڑ نے اور بھیڑ کے دل کی خوشبو کب محسوس کر سکتا ہے؟

گر نبودے[2] عشق ہستی کے بُدے
اگر عشق نہ ہوتا، تو وجود کب ہوتا؟

کے زدے ناں بر تو و تو کے شُدے
روٹی تجھ سے کب ملتی اور تو کب ہوتا؟

نانِ تو شد از چہ ز عشق و خواہشے
تو روٹی کس چیز سے بنی؟ عشق اور خواہش سے

ورنہ ناں را کے بُدے تا جاں رسے
ورنہ روٹی کا دانہ جان تک کب پہنچتا؟

عشق نانِ مُردہ را جاں می کُند
عشق ہی مُردہ روٹی کو جان دار بناتا ہے

جاں کہ فانی بُود جاوید اں کُند
جو جان فانی تھی اُس کو جاودانی بنا دیتا ہے

گفت مجنوں من نمیترسم ز نیش
مجنوں نے کہا میں نشتر سے نہیں ڈرتا ہوں

صبرِ من از کوہِ سنگیں ہست بیش
میرا صبر تجھ پتھر پہاڑ سے بڑھا ہوا ہے

منبلم بے زخم ناساید تنم
میں مصیبت کا مارا ہوں بغیر زخم کے میرے جسم کو آرام

عاشقم بر زخمہا بر می تنم
میں عاشق ہوں زخموں کا چسکہ لگا ہوا ہوں

لیک[3] از لیلیٰ وجودِ من پرست
لیکن میرا وجود لیلیٰ سے جدا ہوا ہے

ایں صدف پُر از صفاتِ آں دُرست
یہ سیپ اُس موتی کی صفات سے پُر ہے

ترسم اے فقّاد اگر فصدم کنی
اے فقاد! اگر تو میرے فصد لگائیگا میں ڈرتا ہوں

نیش را ناگاہ بر لیلیٰ زنی
اچانک تو لیلیٰ کے نشتر مارے گا

داند آں عقلے کہ اُو دل روشنے ست
وہ عقل جس کا دل روشن ہے، سمجھتی ہے

در میانِ لیلیٰ و من فرق نیست
مجھ میں اور لیلیٰ میں فرق نہیں ہے

مَن کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست مَن
میں کون ہوں لیلیٰ اور لیلیٰ کون ہے؟ میں

ما دو رُوحیم آمدہ در یک بدن
ہم دو روحیں ہیں جو ایک جسم میں آگئی ہیں

---

[1] گرگ۔ مولانا فرماتے ہیں جبکہ حیوانات بھی عشق سے آشنا ہیں تو اگر انسان میں یہ جذبہ نہ ہو تو وہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ گرگے۔ اصحاب کہف کے کتے قطمیر کو عشق ہی غار میں لے گیا تھا۔ تشبیہ۔ جس طرح اصحاب کہف ہم جنس۔ اور کتے بھی قطمیر کی طرح ہیں، مشہور نہیں ہوئے ہیں۔ تو نبردی۔ تو نے انسان کے دل کے عشق کو نہ پہچانا تو درندوں کے دل کی حالت کیا جان سکتا ہے۔

[2] گر نبودے۔ مولانا کے نزدیک عالم کے وجود کی بنیاد عشق ہے اور پوری کائنات میں باہمی عشق اور جذب و انجذاب ہے۔ نان۔ اگر روٹی اور انسان میں باہمی تعلق نہ ہوتا تو روٹی زندہ انسان کا جزو کیسے بنتی۔ عشق ہی نے اس مُردہ روٹی کو زندہ انسان کا جزو بنا دیا۔ گفت مجنوں۔ مجنوں نے فقاد سے کہا میں نشتر لگنے سے نہیں ڈرتا ہوں میرا صبر پہاڑ سے بھی زیادہ ہے اور زخم کھانا میری عادت ہے ہی سے میرے جسم کو آرام ملتا ہے۔

[3] لیک۔ چونکہ میں اپنے آپ کو فنا کر چکا ہوں اور میرے اس جسم میں صرف لیلیٰ ہے تو یہ نشتر میرے نہ لگے گا بلکہ لیلیٰ کے لگے گا۔ دانا عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اب لیلیٰ میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے میں لیلیٰ ہوں اور لیلیٰ میں ہوں دو روحیں ایک بدن میں ہیں۔

معشوقے[1] از عاشق پُرسید کہ خود را دوست تر میداری یا مرا

ایک معشوق نے دریافت کیا تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے یا مجھے

گفت من از خود مُردہ ام و بتو زندہ ام از خود و از صفاتِ خود

اُس نے کہا میں اپنے اعتبار سے مُردہ ہوں اور تیرے ذریعہ سے زندہ ہوں اپنے آپ سے اور اپنی

نیست شدہ ام و بتو ہست شدہ ام علمِ خود را فراموش کردہ ام و

صفات کے اعتبار سے معدوم ہو گیا ہوں اور تیرے ذریعہ سے موجود ہوا ہوں میں نے اپنا علم بھلا دیا ہے اور

از علمِ تو عالم شدہ ام قدرتِ خود را بباد دادہ ام و از قدرت

تیرے علم کے ذریعہ عالم بن گیا ہوں میں نے اپنی قدرت کو برباد کر دیا ہے اور تیری قدرت

تو قادر شدہ ام اگر خود را دوست دارم تُرا دوست داشتہ

کے ذریعہ صاحبِ قدرت ہو گیا ہوں اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست

باشم و اگر تُرا دوست داشتہ باشم خود را دوست داشتہ باشم[2]

رکھتا ہوں اور اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں

ہر کہ را آئینہ یقین باشد

جس کو یقین کا آئینہ حاصل ہو

گرچہ خود بین خدائے بین باشد

اگرچہ وہ خود بین ہے وہ خدا بین ہو گا

اُخْرُجْ بِصِفَاتِی إِلَی خَلْقِی مِنْ تَرَاکَ فَقَدْ رَآنِی وَمَنْ

میری مخلوق کی طرف میری صفات میں نکل، جس نے تجھے دیکھا تو بیشک اُس نے مجھے دیکھا اور جس نے

قَصَدَکَ قَصَدَنِی وَمَنْ اَحَبَّکَ اَحَبَّنِی وَقِسْ عَلٰی ھٰذَا

تیرا قصد کیا اُس نے میرا قصد کیا اور جس نے تجھ سے محبت کی اُس نے مجھ سے محبت کی اور اسی پر قیاس کرے

گفت معشوقے بعاشق زامتحاں

امتحاناً، ایک معشوق نے عاشق سے کہا

مر مرا تو دوست تر داری عجب

تو مجھے عجیب زیادہ دوست رکھتا ہے

گفت من در تو چناں فانی شدم

اُس نے کہا میں تجھ میں ایسا فنا ہو گیا ہوں

در صبوحی[3] کاے فلاں ابنِ فلاں

صبح کی شراب کے وقت کہ اے فلاں، فلاں کے بیٹے

یا کہ خود را راست گو یا ذا الکرب

یا اپنے آپ کو سچ بتا اے غمزدہ!

کہ پُرم من از تو از سر تا قدم

کہ سر سے پاؤں تک تجھ سے پُر ہوں

[1] معشوق۔ اب کاملا عاشق و معشوق کے اتحاد کی مزید شان کرتے ہیں، کسی معشوق نے عاشق سے دریافت کیا کہ تو مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے یا اپنے آپ سے؟ اُس نے کہا میں اپنی تمام صفات گم کر چکا ہوں اب تیرے علم سے عالم، تیری قدرت سے قادر ہوں۔ لہٰذا اگر تجھے دوست رکھتا ہوں تو اپنے آپکو دوست رکھتا ہوں اور اپنے آپکو دوست رکھتا ہوں تو تجھے دوست رکھتا ہوں اب دوئی ختم ہو گئی ہو لہٰذا یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

[2] ہر کہ۔ جسکو ذات و صفات باری پر یقین کامل حاصل ہو گیا چونکہ وہ خودی کو ختم کر چکا ہے لہٰذا اُسکی خود بینی بھی خدا بینی ہے۔ آخر۔ جب ایک انسان فرائض و نوافل کے ذریعہ خدا کا قرب حاصل کرتا ہے اور خدائی اخلاق سے متخلق ہوتا ہے تو اُس انسان کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔

[3] صبوحی۔ صبح کے وقت کی شراب۔ گفت۔ عاشق نے کہا کہ میں تجھ میں اپنے آپ کو فنا کر چکا اب تو اور میں دو شخص نہیں ہیں کہ اُن کے بارے میں محبت کی کمی اور زیادتی کا سوال ہو سکے۔

بر منؔ از ہستیِ من جز نام نیست
مجھ میں میرے وجود کا سوائے نام کے کچھ بھی نہیں ہے

دَر وجودم جز تو اے خوش کام نیست
اے خوش نصیب! تیرے وجود میں تیرے سوا کچھ نہیں ہے

زاں سبب فانی شدم من اے حسیں
اس لئے میں ایسا فانی ہو گیا ہوں

ہمچو سرکہ اے شہد کے سمندر! تجھ میں

ہمچو سنگے کو شود کُل لعل ناب
اُس پتھر کی طرح جو جسم خاص لعل بن گیا ہو

پُر شود او از صفاتِ آفتاب
وہ سورج کی صفات سے پُر ہو جاتا ہے

وصفِ آں سنگی نماند اندرو
اُس میں پتھر ہن کی صفت نہیں رہتی ہے

پُر شود از وصفِ خورا و پشت و رُو
وہ آگے اور پیچھے سورج کے وصف سے پُر ہو جاتا ہے

بعدؔ ازاں گر دوست دارد خویش را
اُس کے بعد اگر وہ اپنے آپکو دوست رکھتا ہے

دوستیِ خور بُود آں اے فتی
اے نوجوان! وہ سورج سے دوستی ہوتی ہے

ور کہ خور را دوست دارد او بجاں
اگر وہ (دل و) جان سے سورج کو دوست رکھتا ہو

دوستیِ خویش باشد بیگماں
بے شک اپنے سے دوستی ہوتی ہے

خواہ خود را دوست دارد لعلِ ناب
خواہ یا او دوست دارد آفتاب
خالص لعل، خواہ اپنے آپ کو دوست رکھے
یا خواہ وہ سورج کو دوست رکھے

اندریں دو دوستی خود فرق نیست
ہر دو جانب جز ضیائے شرق نیست
اِن دونوں دوستیوں میں فرق نہیں ہے
دونوں جانب سورج کی روشنی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

تا نشد او لعل خور را دشمن ست
زانکہ یک من نیست اینجا دو من ست
جب تک وہ لعل نہیں بنا، سورج کا دشمن ہے
کیونکہ ایک وجود نہیں ہے یہاں دو وجود ہیں

زانکہ ظلمانی ست سنگ اے باحضور
ہست ظلمانی حقیقت ضدِ نور
اِس لئے کہ اے باشعور! پتھر تاریک ہے
تاریک حقیقت، نور کی ضد ہے

خویش را گر دوست دارد کافرست
زانکہ او مُنکرِ شمسِ اکبرست
اگر اپنے آپکو دوست رکھتا ہے تو کافر ہے
کیوں کہ وہ شمسِ اکبر کا منکر ہے

پس نشاید کہ بگوید سنگ انا
اُو ہمہ تاریکی ست و در فنا
بس مناسب نہیں ہے کہ پتھر "انا" کہے
وہ مجسم تاریکی اور فنا میں ہے

اُس کا اپنے وجود کا اقرار سورج کے غیر کے وجود کا اقرار ہے۔

لہ بر منؔ۔ میرے وجود کا نام ہی نام ہے ورنہ اُس وجود میں دراصل تو ہے۔ سرکہ۔ سرکہ کو اگر شہد کے سمندر میں ڈال دیا جائے تو سرکہ کا محض نام ہی نام رہ جائیگا ورنہ وہ سب شہد میں مگر شہد بن گیا ہے۔ ہمچو۔ جس جسم میں کسی دوسرے جسم کی پوری صفات آجائیں تو اب اُس پہلے جسم کا نام ہی نام باقی رہیگا پتھر نے جب سورج کی صفات کو اس درجہ قبول کر لیا کہ اُس میں پتھر پن نہ رہا اور وہ سورج کی صفات کو قبول کر کے لعل بن گیا تو اب وہ صرف نام کا پتھر ہے اُس میں پتھر کی صفت باقی نہیں ہے۔

لہ بعد آزاں۔ لعل اگر اپنے آپ سے محبت کرے تو وہ سورج ہی سے محبت کہلائیگی۔ در۔ اگر وہ لعل، سورج سے محبت کرے گا تو اُس کی وہ محبت خود اُس کی اپنی ذات سے محبت کہلائے گی۔ اب اُس کی اپنی ذات سے دوستی اور سورج سے دوستی میں کوئی فرق نہیں ہے اِسلئے کہ اُس میں اور سورج میں صفات کی یکسانیت ہے۔

لہ تا نشد۔ ہاں اگر وہ پتھر ابھی لعل نہیں بنا ہے تو اُس اور سورج میں تضاد ہے پتھر میں تاریکی ہے اور سورج میں صفائی اور روشنی ہے خویش را اگر اِس حالت میں وہ پتھر اپنے آپ سے محبت کرلے تو وہ سورج کا کافر ہے۔

گفت[1] فرعونے اَنَا الحق گشت پست
کسی فرعون نے اَنَا الحق کہا وہ پست ہوا

گفت منصورے اَنَا الحق بر جست
کسی منصور نے اَنَا الحق کہا وہ بالا ہے

آں اَنَا را لعنۃ اللہ در عقب
اُس اَنَا کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی لعنت در پے ہے

ویں اَنَا را رحمۃ اللہ اے محب
اور یہ اَنَا اے دوست! اللہ (تعالیٰ) کی رحمت ہے

زانکہ اُو سنگِ سیہ بُد ایں عقیق
کیونکہ وہ سیاہ پتھر تھا، یہ عقیق ہے

آں عَدُوِّ نور بُود و ایں عشیق
وہ نور کا دشمن تھا اور یہ عاشق ہے

ایں اَنَا ہُو بُود در سرِّ اے فضول
اے بیہودہ! یہ "اَنَا" (حقیقت) ہو (یعنی) حق

زاتحادِ نُور نُور راہِ حلول
نور کے اتحاد کی وجہ سے، نور حلول کے طور پر

جَہد[2] کُن تا سنگیت کمتر شود
تو کوشش کر تاکہ تیرا پتھر پن کم ہو جائے

تا بلعلی سنگِ تو انور شود
تاکہ تیرا پتھر لعل پن سے روشن ہو جائے

صبر کُن اندر جہاد و در عنا
مجاہدہ اور مشقت میں صبر کر

مبدم می بیں بقا اندر فنا
لمحہ لمحہ فنا میں بقا دیکھ

وصفِ سنگی ہر زماں کم میشود
پتھر پن کی صفت ہر لمحہ کم ہوگی

وصفِ لعلی در تو محکم میشود
تجھ میں لعل پن کی صفت مضبوط ہو جائے گی

وصفِ ہستی میرود از پیکرت
تیرے جسم میں سے وجود کی صفت نکل جائیگی

وصفِ مستی میفزاید در سرت
تیرے بالمن میں مستی کی صفت بڑھ جائے گی

سمع شو یکبارگی تو گوشوار
تو کان کی طرح فوراً سماعت بن جا

تا ز حلقہ لعل یابی گوشوار
تاکہ تجھے لعل کے حلقہ کا گوشوارہ مل جائے

ہمچو[3] چہ کن خاک می کن گر کسی
اگر تو مرد ہے تو کنواں کھودنے والے کی طرح مٹی کھود

زیں تنِ خاکی کہ در آبے رسی
اس مٹی کے جسم کی تاکہ تو پانی تک پہنچ جائے

گر رسد جذبِ خدا آبِ معین
اگر خدا کا جذب آئے، تو جاری پانی

چاہ ناکندہ بجوشد از زمیں
کنواں کھودے بغیر زمین سے جوش مارے گا

کار کے میکن تو و کاہل مباش
کچھ کام کر، اور کاہل نہ بن

اندک اندک خاک چہ را میتراش
تھوڑی تھوڑی مٹی کنویں کی ہٹی کھود

---

[1] گفت: کسی فرعون کا "اَنَا الحق" کہنا اس وجہ سے کفر ہے اور منصور حلاج کا یہ کہنا عین ایمان ہے۔ "اَنَا" اگر کوئی فرعونی صفت والا شخص "اَنَا الحق" کہے تو وہ ملعون ہے اور کوئی منصور حلاج کی صفات والا انسان یہی کہہ دے تو اس پر اللہ کی رحمت ہے۔ تاہم۔ جبکہ انسان اللہ کی صفات سے متصف نہیں ہے تو اس میں اور اللہ تعالیٰ میں تضاد ہے۔ ایں اَنَا متصف بصفاتِ خداوندی کا "اَنَا الحق" کہنا اور اس "اَنَا" اور "ہُو" میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ نور اور صفات کے اعتبار سے دونوں میں اتحاد ہے۔ حلول۔ ذاتِ باری کا کسی انسانی شکل میں آنا حلول ہے جو کفر ہے۔

[2] جہد کن۔ مجاہدوں کے ذریعے اپنے پتھر پن کو دُور کر کے لعل بننے کی کوشش کر پھر تجھے رتبہ و شرف اپنی صفات کو فنا کر کے اللہ کی صفات کے ذریعہ بقا حاصل ہوگا۔ وصف۔ تیرے وجود کے اوصاف رفتہ رفتہ فنا ہو جائینگے صفاتِ خداوندی کا تیرے اندر جاری ہو جائے گا۔ نتیجہ۔ تو کان کی طرح مکمل سماعت بنجا اور ان نصیحتوں کو قبول کر کے صفاتِ خداوندی کو حلقہ گوش بنالے

[3] ہمچو۔ اگر انسان میں استعداد ہے تو اس کو کنواں کھودنے والے کی طرح مجاہدے کے ذریعہ اپنے جسم کی کھدائی کرنی چاہیئے تاکہ وہ آبِ حیات تک پہنچ سکے۔ گر رسد۔ مجاہدے کے ساتھ اگر حضرت حق کی جانب سے جذب شامل ہو جاتا ہے تو پھر مقصد تک پہنچنے کے لئے زیادہ مجاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی۔

کار میکن[1] گوش ماں از بہرِ آب — اندک اندک دور کن خاک و تُراب

پانی کے لئے کام کر، کان بن جا — تھوڑی تھوڑی خاک اور مٹی ہٹا

ہر کہ رنجے دید گنجے شد پدید — ہر کہ جدّے کرد در جدّے رسید

جس نے تکلیف اٹھائی، خزانہ ظاہر ہوا — جس نے کوشش کی، مقصد کو پہنچ گیا

گفت پیغمبر رکوع است و سجود — بر درِ حق کوفتن حلقہ وجود

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے، رکوع اور سجدہ — اللہ (تعالیٰ) کے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹانا ہے

حلقہ[2] آں در بہر آنکو میزند — بہر اُو دولت سرے بیروں کند

جو شخص اُس دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹاتا ہے — اُس کے لئے دولت باہر آتی ہے

آمدن آں امیرانِ تمام با سرہنگاں نیم شب و کُشادنِ

اُن جنگلوں امیروں کا سپاہیوں کے آدھی رات کو آنا اور ایاز کا حجرہ

حُجرۂ ایاز و دیدن چارق و پوستین را آویختہ و گمان

کھولنا اور چپّل اور پوستین کو لٹکا ہوا دیکھنا اور خیال کرنا کہ

بُردن کہ آں مکرست و رُوپوش و خانہ را خُفرہ کردن بہر

مکاری اور آڑ ہے اور گھر کے بر اُس گوشہ کو کھودنا جس کا

گوشہ کہ گمان آمد و چاہ کُناں آوردن و دیوار ہا را سُوراخ

خیال آیا اور کنواں کھودنے والوں کو لانا اور دیواروں میں سوراخ

کردن و چیزے نایافتن و خجل و نومید شدن چنانکہ[3]

کرنا اور کسی چیز کو نہ پانا اور شرمندہ اور ناامید ہونا جیسا کہ انبیاء

بدگمانان و خیال اندیشاں در کارِ انبیا و اولیا کہ میگفتند کہ

اور اولیاء کے معاملہ میں بدگمانوں اور سوچنے والوں کا جو کہتے تھے کہ

ساحر اند و خویشتن ساختہ اند و تصدّر میجویند بعد از

جادوگر ہیں اور اپنے آپ کو بنائے ہوئے ہیں اور بڑائی چاہتے ہیں جستجو کے

تفحّص خجل شدن ایشان سُود ندارد

بعد اُن کا شرمندہ ہونا مفید نہیں ہے

آں امیراں بر درِ حجرہ شدند — طالبِ گنج و زر و خمرہ شدند

وہ امیر حجرے کے دروازہ پر آئے — خزانہ اور سونے اور مٹکی کے طلبگار ہوئے

[1] کار میکن — انسان کو مجاہدہ شروع کرنا چاہیئے، اور مقصد کے حصول کا منتظر رہنا چاہیئے۔ ہر کوشش کو رائیگاں نہیں کرتا ہے جو کوشش کرتا ہے وہ پالیتا ہے۔ گفت۔ حدیث میں اس لئے کہی جاتی ہیں تاکہ درِ حق کھلے اور انسان کو تقرب حاصل ہو، زنجیر ہلا کر دروازہ کھلایا جاتا ہے۔ عبادت بھی زنجیر ہلانا ہے۔

[2] حلقہ۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ دَقَّ بَابَ الکَرِیْمِ اِلَجَ جو شخص سخی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو در دروازہ کھل جاتا ہے۔ رُوپوش یعنی ایاز نے چپّل اور پوستین اس لئے رکھ دی ہے کہ معنی خزانہ کی جانب لوگوں کا دھیان نہ جائے۔

[3] چنانکہ۔ یہ لوگ ایاز کے معاملہ میں ایسے ہی شرمندہ ہوئے جس طرح انبیاء اور اولیاء کے منکر آخر میں ایسے وقت شرمندہ ہوتے ہیں جبکہ اُن کی شرمندگی اُن کے لئے مفید نہیں ہوتی ہے تصدّر۔ صدر کا مقام حاصل کرنا، بڑا بننا۔

قفل را بر میکشاد نداز ہوس
ہوس سے انھوں نے تالا کھولا

زانکہ[1] قفل صعب بر پیچیدہ بود
کیونکہ اس نے مضبوط تالا لگا رکھا تھا

نے ز بخلِ سیم و مال و زر خام
چاندی اور مال اور خالص سونے کے بخل کی وجہ سے

کہ گرو ہے بر خیالِ بد تنند
کہ ایک جماعت بُرے خیال پر قائم ہو جائیگی

پیشِ باہمت بود اسرارِ جاں
جان کے راز باہمت کے سامنے

زر بہ از جان ست پیشِ ابلہاں
بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے

می[2] نشتابید ند تف از حرصِ زر
وہ سونے کے لالچ میں تیز دوڑتے تھے

حرص تازد بیہدہ سوئے سراب
سراب کی جانب لالچ بیکار دوڑتا ہے

حرص غالب بود و زر چوں جاں شدہ
لالچ غالب تھا اور سونا جان کی طرح بن گیا تھا

حرص غالب بود بر زر ہمچو جاں
جان جیسے سونے پر حرص غالب تھی

گشتہ صد تو حرص و غوغائے او
حرص اور اس کا شور تو صد بن گیا

تا[3] کہ در چاہِ غرور اندر فتد
تاکہ دھوکے کے کنویں کے اندر گرے

چوں ز بندِ دام باد او شکست
جب جال کے پھندے کی وجہ سے اس کا غرور ٹوٹا

با دو صد فرہنگ و دانش چند کس
چند اشخاص کی سینکڑوں عقلوں اور سمجھ کے ساتھ

از میانِ قفلہا بگزیدہ بود
تالوں میں سے منتخب کیا تھا

از برائے کتمِ آں سر از عوام
بلکہ اس راز کو عوام سے چھپانے کے لئے

قوم دیگر نام سالوسم کنند
دوسری قوم میرا نام منکر رکھے گی

از خساں محفوظ تر از لعلِ کاں
کنجوسوں سے کان کے لعل سے زیادہ محفوظ ہوتے

زر نثارِ جاں بود پیشِ شہاں
شاہوں کے نزدیک سونا جان کی خیرات ہے

عقلِ شاں بیگفت بے آہستہ تر
اُن کی عقل کہتی تھی۔ نہیں۔ بہت آہستہ

عقل گوید نیک بیں کاں نیست آب
عقل کہتی ہے اچھی طرح دیکھ، وہ پانی نہیں ہے

نعرۂ عقل آں زماں پنہاں شدہ
اس وقت عقل کی آواز دب گئی تھی

گفت این ست این متاعِ رائگاں
اس نے کہا یہی ہے یہ بیہودہ چیز

گشتہ پنہاں حکمت و ایمائے او
دانائی اور اس کا اشارہ چھپ گیا

آنکہ از حکمت ملامت نشنود
وہ جو دانائی کی ملامت نہیں سنتا

نفسِ لوامہ برو یا بید دست
نفسِ لوامہ نے اس پر تابو پا لیا

---

[1] زانکہ۔ ایاز نے محمود پر ایسا سخت قفل لگایا تھا جس کا کھلنا آسان نہ تھا۔ نے تو بخل مضبوط قفل کسی بخل کی وجہ سے نہ لگایا تھا بلکہ اپنا یہ راز چھپانے کیلئے لگایا تھا تو مہ دیگر۔ اگر لوگوں کو پیتل اور پرستین کا حال معلوم ہوگا تو انکو سکاری پر مسدول کرینگے۔ پیتل۔ باہمت لوگ اپنے باطنی احوال کی اصل وجواہر سے بھی زیادہ حفاظت کرتے ہیں۔ بزرگ۔ بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے مقصد روپے پیسے کو جان کی خیرات سمجھتے ہیں

[2] می نشتابید۔ لالچ ان کو دوڑا رہا تھا اور عقل آہستہ روی کی تعلیم دے رہی تھی حرص تازد۔ حرص انسان کو غیر واقعی نفع کی طرف دوڑاتی ہے عقل اسکو سمجھاتی ہے سراب۔ وہ ریت جو دور سے پانی نظر آئے حرص۔ اسپر حرص کا غلبہ تھا اور عقل کی آواز دب گئی تھی۔ غالب بود۔ سونا جو ان کیلئے جان کی طرح تھا اسپر حرص غالب تھی اس نے عقل کی آواز کو بیکار بتایا یہ حکمت عقل کی دانائی اور اسکے اشارے ان لوگوں سے مخفی ہو گئے تھے۔

[3] تا۔ حکمت کے اشارے اسلئے پوشیدہ ہو جاتے ہیں کہ یہ شخص دھوکے میں مبتلا ہو چکا۔ یہ لالچی شخص جب پھنس جاتا ہے تو اس کا غرور ٹوٹتا ہے اور پھر اسکا نفس اسکو ملامت کرتا ہے نفسِ لوامہ۔ نفسِ دل کی درستی

تا بدیوارِ بلا[1] ناید سرش
جب تک اُسکا سر مصیبت کی دیوار تک نہیں آتا ہے
نشنود پندِ دلِ آں گوشِ کرش
اُسکا بہرا کان دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے

کودکاں را حرصِ لوزینہ و شکر
بادام کے حلوے اور شکر کا لالچ بچوں کے
از نصیحتہا کُند دو گوش کر
دونوں کان کو نصیحتوں سے بہرا بنا دیتا ہے

چونکہ دردِ دُنبلش آغاز شُد
جب اُس کے پھوڑے کا درد شروع ہوا
در نصیحت ہر دو گوشش باز شُد
اُس کے دونوں کان نصیحت کے لئے کھلے

حُجرہ را با حرص و صد گونہ ہوس
حجرہ کو سیکڑوں ہوس اور حرص سے
باز کردند آں زماں آں چند کس
اُن چند شخصوں نے اُس وقت کھولا

اندر افتادند بر ہم ز ازدحام[2]
ازدحام سے اکٹھے اندر گھسے
ہمچو اندر دوغ گندیدہ ہوام
جس طرح بھنگے پڑی ہوئی چھاچھ میں

عاشقانہ در فتد با کر و فر
شان و شوکت سے، عاشقانہ گرتا ہے
خوردن امکاں نے و بستہ ہر دو پر
کھانے کا امکان نہیں اور دونوں پر بندھے ہوئے ہیں

بنگرید ند از یسار و از یمیں
انھوں نے بائیں اور دائیں جانب دیکھا
چارقے بدریدہ بُود و پوستیں
پھٹی ہوئی چپل اور پوستین تھی

باز گفتند[3] ایں مکاں بے نیوش نیست
انھوں نے پھر کہا یہ جگہ بغیر شہد کے نہیں ہے
چارق اینجا جز پے رُوپوش نیست
اس جگہ چپل آڑ کے سوا نہیں ہے

ہیں بیاور سیخہائے تیز را
خبردار! تیز سلاخیں لا
اِمتحاں کُن حُفرہ و کاریز را
گڑھے اور نالی کا امتحان لے

ہر طرف کندند و جستند آں فریق
اُن لوگوں نے ہر طرف کھودا اور تلاشی لی
حُفرہا کردند و گوہائے عمیق
گڑھے اور گہرے غار ڈال دیئے

حُفرہا شاں بانگ میداد آنزماں
اُن کو اُس وقت گڑھوں نے پکارا
کندہائے خالیم اے گندگاں
اے گندو! ہم خالی خندقیں ہیں

زاں سگالش شرم ہم میداشتند
اِس بدگمانی سے اُن کو شرم بھی آرہی تھی
کندہا را بازمی انباشتند
اُنھوں نے خندقوں کو ڈوبا بھر دیا

باز در دیوارہا سُوراخہا
پھر دیواروں میں سوراخ
ہمچنیں کردند از جہل و عمیٰ
نادانی اور اندھے پن سے اسی طرح کئے

---

[1] تا بدیوار: جب تک مصائب کی دیوار سے اُسکا سر نہیں ٹکراتا ہے اُس وقت تک یہ دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے۔ کودکاں: اُس شخص کی مثال بچوں کی سی ہے جو مٹھائی کے لالچ میں کوئی نصیحت نہیں سنتے ہیں۔ چونکہ: جب مٹھائی کھانے سے پھوڑے اور پھنسیاں نکلتی ہیں تب بچے کے کان کھلتے ہیں۔ حجرہ۔ اب پھر ایاز کے حجرے کے کھولنے کا ذکر شروع کیا ہے۔

[2] ہمچو: وہ لوگ ازدحام کرکے ایاز کے حجرہ میں اسطرح گھسے جس طرح بھنگے کھٹی چھاچھ میں گرتے ہیں کہ وہ نہ اُس میں سے کود کھا سکتے ہیں اور نہ صحیح سالم باہر نکل سکتے ہیں۔ یہی حال اُن لوگوں کا تھا کہ انکو وہاں مال بھی ہاتھ نہ آیا اور رُسوا ہوگئے۔

[3] باز گفتند: حجرے میں مال نہ پانے کے باوجود انھوں نے کہا کہ یہ جگہ مال سے خالی نہیں ہوسکتی چپل اور پوستین تو مال کو چھپانے کے لئے ایک آڑ ہے۔ سیخہای: یعنی کھودنے کے لئے گدالیں۔ کاریز۔ نالی۔ گوہای۔ گڑھے۔ حُفرہا۔ گڑھے اُن سے کہہ رہے تھے کہ اے ناپاک خیالات والو ہم خالی گڑھے ہیں۔ زاں۔ اب وہ اپنے خیالات پر شرمندہ تھے انھوں نے گڑھوں کا پاٹنا شروع کردیا۔

بے عدد لاحول[1] در ہر سینہ
ہر سینہ میں بے شمار "لاحول" تھی

مانند مرغِ حرصِ شاں بے چینہ
اُن کی حرص کا پرند بغیر کشتگی کے رہ گیا

زاں ضلالتہائے یاوہ تازِ شاں
اُن کی بیہودہ دوڑ کی گمراہیاں

حُفرہ و دیوار و در غمّازِ شاں
گڑھا اور دیوار اور دروازہ اُنکے چغلخور تھے

مُمکن اندائے آں دیوارتے
اُس دیوار کی لپائی ممکن نہ تھی

با ایازِ امکانِ ہیچ انکارتے
ایاز کے سامنے انکار کا کوئی امکان نہ تھا

گر خداعِ بیگناہی میدہند
اگر وہ اپنی بے گناہی کا دھوکا دیں

حائط و عرصہ گواہی میدہند
دیوار اور صحن گواہی دے رہے ہیں

جُملہ در حیرت کہ چہ عُذر آورند
سب حیرت میں تھے کہ کیا عُذر کریں

تا ازیں گرداب جاں بیروں کنند
تاکہ اِس بھنور سے جان کو باہر نکالیں

عاقبت[2] نومید دست و لب گزاں
انجام کار ناامید اور ہاتھ اور ہونٹ کاٹتے ہوئے

چوں زناں دو دست بر سر ہازناں
عورتوں کی طرح دو ہتڑ سر پہ مارتے ہوئے

باز گردیدند سوئے شہریار
شاہ کی طرف واپس ہوئے

پُر ز گرد و روئے زرد و شرمسار
گرد کے بھرے ہوئے، پھیکے زرد اور شرمندہ

باز گشتنِ نمّاماں از حُجرۂ ایاز بسوئے شاہ تو برہ تہی و خجل ہمچو
چغلخوروں کا ایاز کے حجرے سے بادشاہ کی طرف خالی توبرہ اور شرمندہ ہو کر پہنچنا جیسا

بدگماناں در حقِ انبیا علیہم السلام در وقفِ ظہورِ برأت و
کہ انبیاء علیہم السلام سے بدگمانی کرنے والے اُن کی برکت اور پاکی کے ظاہر

پاکیِ ایشاں کہ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ و
ہو جانے کے وقت کہ اس دن جبکہ کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے کالے ہو جائیں گے اور

قولہ تعالیٰ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تَرَی الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلَی اللّٰہِ وُجُوْھُھُمْ مُّسْوَدَّۃٌ
اللہ تعالیٰ کا قول قیامت کے روز تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنھوں نے خدا پر جھوٹ بولا انکے چہرے کالے ہونگے

شاہ[3] قاصد گفت ہیں احوال چیست
بادشاہ نے قصداً کہا ہاں کیا احوال ہیں؟

کہ بغلتاں از زر و ہمیاں تہیست
کہ تمہاری بغلیں ہمیانی اور سونے سے خالی ہیں

ور نہاں کردید دینار و تسو
اگر تم نے اشرفیاں اور دھڑیاں چھپا رکھی ہیں

فرو شادی در رُخ و رُخسار کو
تو نغمہ اور رُخسار پر شادمانی کہاں ہے؟

[1] لاحول۔ وہ اپنے کام پر لاحول پڑھ رہے تھے۔ مختار۔ اُن کو اپنے کاموں کو چھپانا ممکن نہ تھا دیواروں کے سوراخ اور زمین کے گڑھے اُن کی چغلی کھا رہے تھے۔ تمکن۔ ان گڑھوں اور سوراخوں کو اس طرح اب بند بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ایاز کے سامنے ان حرکتوں کا انکار ممکن ہو لہٰذا وہ سب حیران تھے اور در و دیوار کی گواہی سے ڈر رہے تھے۔

[2] عاقبت۔ انجام کار وہ محروم واپس ہوئے اور عورتوں کی طرح سروں پر دوہتڑ مار رہے تھے۔ باز گشتن۔ وہ لوگ خالی ہاتھ اور شرمندہ اسی طرح تھے جس طرح کفار ہونگے جبکہ انبیا اور رسولوں کی برأت ظاہر ہوگی اور بداعمالوں کے چہرے سیاہ اور نیکوکاروں کے سفید ہو جائیں گے۔

[3] شاہ۔ شاہ نے قصداً ان سے دریافت کیا کہ تمہاری بغلیں ہمیانی زرد جو بھرے کیوں خالی ہیں اگر تم یہ بھی کہہ کر وہ ہم نے چھپائے ہیں تو بھی اُن کے آثار چہرہ پر ضرور ہونے چاہئیں تھے۔

گرچہ[1] پنہاں بیخ ہر بیخ آورست
اگرچہ ہر جڑ درخت لاتی ہے

برگ بینیٰھم وجوھم آخرست
پتہ ان کے چہروں پر نشان ہے۔ اسی کا مصداق ہیں

آنچہ خورد آں بیخ از زہر و زقند
جو کچھ زہر اور شکر اس جڑ نے کھایا ہے

نک منادی میکند شاخِ بلند
اب بلند شاخ پکار رہی ہے

بیخ[2] اگر بے برگ و از مایہ تہیست
جڑ اگر بغیر پتے کے اور سرمائے سے خالی ہے

برگہائے سبز بر اشجار چیست
درختوں پر سبز پتے کیسے ہیں؟

برزبانِ بیخ گل مُہرے نہد
جڑ کی زبان پر مٹی مُہر لگا دیتی ہے

شاخ دست و پا گواہی میدہد
شاخ، ہاتھ پاؤں ہیں جو گواہی دیتے ہیں

آں امیراں جملہ در عُذر آمدند
اُن سب سرداروں نے معذرت کی

ہمچو سایہ پیشِ مہ ساجد شدند
سایہ کی طرح چاند کے سامنے سجدہ کرنے والے بنگئے

عذرِ آں گرمی و لاف و ما و من
اُس جوش اور شیخی اور انانیت سے عذر کے لئے

پیشِ شہ رفتند با تیغ و کفن
تلوار اور کفن لے کر شاہ کے سامنے گئے

از[3] خجالت جملہ انگشتاں گزاں
شرمندگی سے اُنگلیاں کاٹتے ہوئے

ہر یکے میگفت کے شاہِ جہاں
ہر ایک کہہ رہا تھا، کہ اے شاہ جہاں!

گر بریزی خوں حلالستت حلال
اگر تو خون بہائے تیرے لئے حلال ہی حلال ہے

ور بہ بخشی ہست انعام و نوال
اگر تو معاف کردے انعام اور عطا ہے

کردہ ایم آنہا کہ از ما می سزید
ہم نے وہ کیا جو ہمارے لائق تھا

تا چہ فرمائی تو اے شاہِ مجید
اے بزرگ بادشاہ! اب آپ کیا فرماتے ہیں؟

گر بہ بخشی جرم ما اے دلفروز
اے دل کو روشن کرنیوالے! اگر تو ہمارا جرم بخشدے

شب شبیھا کردہ باشد روز روز
(تو ایسا ہوگا) کہ رات نے رات پن کیا دن نے دن پن

گر بہ بخشی یافت نومیدی کشاد
اگر تو بخش دیگا تو مایوسی نے کشادگی حاصل کی

ور نہ صد چوں ما فدائے شاہ باد
ورنہ ہم جیسے سیکڑوں بادشاہ پر قربان ہیں

گفت شہ نے ایں نواز و ایں گداز
بادشاہ نے کہا نہیں یہ نواز ہے اور یہ سزا

من نخواہم کرد ہست آنِ ایاز
میں نہ کروں گا یہ ایاز کی حکمت ہے

---

[1] گرچہ۔ جڑ زمین میں چھپی ہوئی ہوتی ہے لیکن اس کے آثار پتوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ برگ چھپے ہوئے اعمال کے اثرات نیکوں کے چہروں پر ظاہر ہوں گے۔ قرآن پاک میں ہے۔ بیناھم فی وجوھھم من اثر السجود یعنی سجدوں کے آثار انکے چہروں سے نمایاں ہیں۔ آنچہ۔ پتوں کو جڑ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

[2] بیخ۔ جڑ میں اگر زندگی نہ ہو تو درخت پر سبز پتے نہیں آسکتے ہیں۔ جڑ زبان مٹی نے جڑ کے منہ پر مہر لگا دی ہے لیکن اس کی شاخیں جو اس کے ہاتھ پاؤں ہیں گواہی دے رہے ہیں۔ عذر۔ مجرم کے لئے قاعدہ تھا کہ تیغ و کفن لے کر بادشاہ کے سامنے جاتا تھا اور اس طور پر سزا پر اپنی آمادگی ظاہر کرتا تھا۔

[3] از خجالت۔ ہر شخص شرمندگی سے انگلیاں کاٹ رہا تھا۔ اور بادشاہ سے کہہ رہا تھا کہ اگر ہمیں قتل کر دیا جائے تو ہم اسی کے قابل ہیں اگر آپ معاف کر دیں تو آپ کا کرم ہے۔ شب شبیھا۔ رات اپنا کام کرتی ہے اور دن اپنا۔ ہمارے تاریک کارنامے ہیں اور آپ کی مہربانی پُر نور ہے۔ گر بہ بخشی۔ اگر آپ معاف کردیں گے تو ہماری مایوسی اُمید سے بدل جائے گی ورنہ ہماری جان آپ پر قربان ہے۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا اس معاملہ میں سزا و عطا میرا کام نہیں ہے، ایاز کا کام ہے۔

حوالہ کردنِ بادشاہ قبولِ توبۂ نمّاماں و حجرہ کُشایاں و سزا دادن و ادب کردنِ ایشاں با ایاز کہ یعنی ایں جنایت بر عرضِ اُو رفتہ است عُذرِ او پذیرد

بادشاہ کا چغلخوروں اور حجرہ کھولنے والوں کی توبہ کو قبول کرنا اور سزا دینا اور اُن کو تنبیہ کرنا، ایاز کے سپرد کرنا کیوں کہ یہ زیادتی اُس کی آبرو پر ہوئی تو اس کا عذر وہ قبول کرے

ایں جنایت بر تنِ و عرضِ ویست — زخم بر رگہائے آں نیکو پے ست

یہ جنایت اُس پر اور اُس کی آبرو پر ہوا ہے — زخم اُس نیک خصلت کی رگوں پر لگا ہے

گرچہ نفسِ واحدیم از رُوئے جاں — ظاہراً دو ریم ازیں سُود و زیاں

اگرچہ جان کے اعتبار سے ہم ایک ذات ہیں — اس نفع اور نقصان کے اعتبار سے بظاہر ہم دُور ہیں

تہمتے بر بندہ شہ را عار نیست — جز مزیدِ حلم و استظہار نیست

غلام پر تہمت، شاہ کی ذلت نہیں ہے — سوائے حلم اور بھروسہ کے سوا کچھ نہیں ہے

مُتّہم را شاہ چوں قاروں کُند — بیگُنہ را تو نظر کُن چوں کُند

جبکہ شاہ تہمت کردہ کو قارون بنا دیتا ہے — تو غور کر بے قصور کو وہ کیا بنائے گا؟

شاہ را غافل مَداں از کارِ کس — مانعِ اظہارِ آں حلم ست و بس

شاہ کو کسی کے کام سے غافل نہ سمجھ — اُسکے ظاہر کرنے کے لئے فقط حلم مانع ہے

مَنْ ھُنَا یَشْفَعُ بہ پیشِ علمِ اُو — لا اُبالی وار الّا حلمِ اُو

اُسکے علم کے آگے وہاں کون ہے جو سفارش کر سکے؟ — لاابالی کے ساتھ سوائے اُس کے حلم کے

آں گنہ اوّل ز حلمش میجہد — ورنہ ہیبت آں مجالش کے دہد

خطا پہلے پہل اُسکے حلم کی بنا پر صادر ہوئی ہے — ورنہ خوف اُس کو کب گنجائش دیتا؟

خونبہائے جُرمِ نفسِ قاتلہ — ہست بر حلمش دیت بر عاقلہ

قاتل نفس کے جُرم کا خونبہا — اسکی بُردباری پر ہے (جیسا کہ) عاقلہ پر دیت

مست و بیخود نفسِ ما زاں حلم بُود — دیو در مستی کلاہ از وے رُبود

ہمارا نفس اس حلم سے مست اور بیخود تھا — مستی میں، شیطان اُس کی ٹوپی لے بھاگا

گر نہ ساقی حلم بُودے بادہ ریز — دیو با آدم کجا کردے ستیز

اگر حلم کا ساقی شراب چھلکانے والا نہ ہوتا — شیطان، آدمؑ سے کب جھگڑا کرتا؟

لہ حوالہ۔ بادشاہ نے ایاز کو بلا کر اُن امیروں کو اُسکے حوالہ کر دیا۔ این جنایت۔ بادشاہ نے کہا تمہارا ظلم و زیادتی ایاز کے جسم اور آبرو پر ہوئی ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ ایاز اور میں دو نہیں ہیں لیکن اس معاملہ میں یگانگت نہیں ہے۔ تہمتے۔ اگر بادشاہ کے غلام پر کوئی تہمت لگائے تو بادشاہ ذلیل نہیں ہوتا ہے، غلام ذلیل ہوتا ہے لہٰذا اس معاملہ کا تعلق باوجود یگانگت کے ایاز ہی سے ہے۔

سہ جز۔ اگر کوئی شاہ کا جُرم بھی کرتا ہے تو وہ اُس کے حلم کے بھروسہ پر کرتا ہے۔ شاہ۔ شاہ کو جرم کا علم بھی ہوتا ہے تو اپنے حلم کی وجہ سے اُس کا اظہار نہیں کرتا ہے۔ مَنْ ھُنَا۔ چونکہ بادشاہ کو مُجرم کا پورا علم ہوتا ہے تو سفارش صرف اُس کے حلم کی چلتی ہے۔ آں گنہ۔ شاہ کے حلم کی وجہ سے خطاکار کو ہمت ہو جاتی ہے ورنہ ہیبت اُس کو خطا کرنے کا موقع نہ دے۔

سہ خونبہائے۔ اگر کوئی قتل میں خطا کرتا ہے تو اُس کے رشتہ داروں کو دیت دینی پڑتی ہے چونکہ قاتل انہی رشتہ داروں کے سہارے کی امید پر قتل کرتا ہے، اسی طرح خطاکار شاہ کے حلم کے سہارے خطا کرتا ہے تو اسکی خطا کی ذمہ داری بھی شاہ کے حلم پر آتی ہے۔ ہست۔ شاہ کے حلم کی سستی خطاکار پر طاری ہو جاتی ہے اسی حالت میں شیطان اُس کو چڑاتا ہے۔ اگر حضرت آدمؑ کو علم خداوندی پر بھروسہ نہ ہوتا تو شیطان ان کا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا۔

گاہ[1] علمِ آدمؑ ملائک را کہ بود — اُستادِ علم و نقادِ نقود

ملائک کے اعتبار سے آدمؑ کے علم کا جو مرتبہ تھا — ملائک کے اُستاد اور نقدوں کو پرکھنے والے تھے

چونکہ در جنت شرابِ علم خورد — شد ز یک بازیِ شیطاں روی زرد

چونکہ انھوں نے جنت میں علم کی شراب پی — شیطان کے ایک داؤں سے شرمندہ ہو گئے

آں بلاذر ہائے تعلیمِ وَدود — زیرک و دانا و چستش کردہ بود

اللہ (تعالیٰ) کی تعلیم کے بھلانوں نے — انکو ذہین اور عقلمند اور چست کر دیا تھا

باز آں افیونِ حلمِ سختِ او — دُزد را آورد سوئے رختِ او

پھر اُس کے انتہائی حلم کی افیون نے — اُنکے سامان کی جانب چور کو روانہ کر دیا

عقل آمد سوئے حلمش مستجیر — سا فیم تو بودہ دستم بگیر

عقل[6] اُسکے حلم کی جانب پناہ پکڑتی ہوئی آئی — میرا ساقی تو تھا میری دستگیری کر

فرمودنِ[2] شاہ ایاز را کہ اختیار کن از عفو و مکافات کہ از عدل

بادشاہ کا ایاز سے فرمانا کہ بدلے اور معاف کرنے میں سے جو بھی پسند کرے اختیار کر کیونکہ انصاف

و لطف ہر چہ کنی اینجا صوابست و در ہر یکے را مصلحتہاست

اور مہربانی میں سے جو بھی تو کریگا اِس مقام پر درست ہے اور ہر ایک میں مصلحتیں ہیں

کہ در ہر عدل ہزار لطف درجست وَلَکُم فِی القِصَاصِ حَیَاتٌ

اسلئے کہ ہر انصاف میں ہزاروں مہربانیاں درج ہیں اور تمہارے لئے بدلہ لینے میں زندگی ہے

آنکس کہ کراہت میدارد قصاص را دریں یک حیات

جو شخص بدلہ لینے کو ناپسند کرتا ہے — اُس میں قاتل کی ایک زندگی

قاتل نظر میکند و در صد ہزار حیات کہ معصوم و مخوف

پر نظر کرتا ہے اور وہ اُن لاکھوں زندگیوں کو جو سزا کے خوف کے

خواہد شدن در حصنِ بیم سیاست نمی نگرد

قلعے میں محفوظ اور مامون ہو گئی، نہیں دیکھتا ہے

کن میانِ مجرماں حکم اے ایاز — اے ایازِ پاک با صد احتراز

اے ایاز! مجرموں کا فیصلہ کر — سیکڑوں پرہیزگاروں کے ذریعہ پاک اے ایاز!

گر[3] دو صد بارت بجوشم در عمل — در کفِ جوشت نیابم یک دغل

اگر میں تجھے دو سو بار (بھی) کام میں جوش دلاؤں — تیرے جوش کے جھاگ میں ایک خرابی (بھی) نہ پاؤں

---

[1] گاہ۔ آدمؑ کو ملائکہ سے زیادہ علم حاصل تھا لہٰذا شیطان انکو دھوکہ نہ دے سکتا تھا لیکن چوں کہ آدمؑ نے جنت میں اللہ کے علم کا جام پی لیا تھا تو اُن سے خطا سرزد ہو گئی۔ بلاذر۔ بھلانوں اُس کو مذبر کر کے کھانا ذہن کے لئے بہت مفید ہے۔ باز آں۔ حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ کے علم کی افیون کھالی جس سے اُن پر غفلت طاری ہو گئی عقل۔ پھر اُس غلطی سے اُنی کی عقل نے اللہ کی بُردباری سے پناہ پکڑی

[2] فرمودن۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا اب تو جو چاہے کر۔ معاف کر دے یا بدلہ لے لے عدل کر یعنی بدلہ لے لے یا مہربانی کر اور یہ بھی سمجھ لے کہ عدل یعنی بدلہ لینے میں سیکڑوں مہربانیاں پوشیدہ ہیں اس لئے کہ قصاص کے ڈر سے جانیں محفوظ ہو جاتی ہیں اسی لئے قرآن نے قصاص کو حیات قرار دیا ہے جو شخص معاف کرتا ہے وہ قاتل کی ایک جان کی طرف تو دھیان دیتا ہے لیکن ان جانوں کی طرف نظر نہیں کرتا ہے جو قصاص کے ڈر سے محفوظ رہتی ہیں۔

[3] گر دو صد۔ انسان جوش میں راہ اعتدال چھوڑ بیٹھتا ہے لیکن ایاز سے یہ ممکن نہیں ہے۔

زاِمتحاں شرمندہ خلقِ بے شمار
آزمائش سے بے شمار مخلوق شرمندہ ہوئی ہے

زامتحانہا جملہ از تو شرمسار
آزمائشوں کی وجہ سے سب تجھ سے شرمندہ ہیں

بحرِ بے قعرست تنہا علم نیست
صرف علم ہی نہیں ہے، بلکہ اتھا سمندر ہے

کوہ وصد کوہ است ایں خود علم نیست
یہ علم ہی نہیں ہے، پہاڑ اور سیکڑوں پہاڑ ہے

گفت من دانم عطائ تست ایں
اُس نے کہا میں جانتا ہوں یہ آپکی دین ہے

ورنہ من آں چارمم واں پوستیں
ورنہ میں تو وہی چپل اور وہی پوستین ہوں

بہرِ ایں پیغمبر ایں را شرح ساخت
اسی لیے پیغمبرؐ نے اس کی شرح کی ہے

ہر کہ خود بشناخت یزداں را شناخت
جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے خدا کو پہچان لیا

چارقت لطف است و خونت پوستیں
تیرا چپل لطف ہے اور تیرا خون پوستین ہے

باقی اے خواجہ عطائے اوست ایں
اے جناب! باقی یہ اُس کی دین ہے

بہرِ آں دادست تا جوئی وِ گر
مجھے اسلئے دیا ہے تاکہ تو اور طلب کرے

تو مگو کہ نیستش جز ایں قدر
تو نہ کہہ کہ اسکے پاس اسکے سوا نہیں ہے

زاں نماید چند سیب آں باغباں
باغباں چند سیب اس لئے دکھاتا ہے

تا بدانی دخل و نخلِ بوستاں
تاکہ تو باغ کی آمدنی اور درختوں کو سمجھ سکے

کفِ گندم زاں دہد خریدار را
ایک مٹھی گیہوں خریدار کو اس لئے دیتا ہے

تا بداند گندمِ انبار را
تاکہ وہ ڈھیر کے گیہوں کو سمجھ جائے

نکتہ زاں شرح گوید اُوستاد
اُستاد اُس شرح میں سے ایک نکتہ بیان کر دیتا ہے

تا شناسی علمِ اُورا مستزاد
تاکہ تو اُس کے علم کو مزید سمجھ جائے

ور بگوئی خود ہمینش بُود و بس
اگر تو کہے، کہ اُس کے پاس بس یہی تھا

دورت انداز دچناں کز ریش خس
تجھے اس طرح دور پھینک دیگا جیسے داڑھی سے تنکا

اے ایاز اکنوں بیا وداد دہ
اے ایاز! اب آ اور انصاف کر

دادِ نادر در جہاں بنیاد نہ
دنیا میں بے انصاف کی بنیاد رکھدے

مجرمانت مستحقِ کشتنند
تیرے مجرم گردن زدنی ہیں

ذرطمع بر عفو و حلمت می تنند
اور تیری صفائی و حلم کے لالچ پر قایم ہیں

---

۵۱ زامتحاں۔ نکات کا امتحان کرکے بہت سے لوگ شرمندہ ہوئے ہیں اب یہ لوگ بھی اسی طور پر شرمندہ ہیں۔ بحر۔ ایاز صرف دریائے علم ہی نہیں ہے بلکہ وہ علم کا بے تھاہ دریا ہے وہ صرف بردباری ہی نہیں ہے بلکہ بردباری کا پہاڑ در پہاڑ ہے۔ گفت۔ ایاز نے شاہ کی باتوں پر کہا کہ میرا ہر قسم آپکی عطا اور دین ہے ورنہ میری حقیقت تو وہی چپل اور پوستین ہے۔

۵۲ بہرِ آں۔ حدیث شریف ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ، جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اپنے خدا کو پہچان لیا چارقت۔ جس طرح ایاز کی چپل اور پوستین اُسکی ابتدا تھی اور بقیہ عریض شاہی عطیہ تھا اسی طرح انسان کی اصل مرد کا نطفہ اور عورت کے رحم کا خون ہے۔ بہرِ آں۔ یہ دنیاوی عطا اس لئے کی ہے تاکہ تو انکو دیکھکر اخروی عطا کا طلبگار بنے۔ زاں۔ دنیاوی عطا آخرت کا نمونہ ہے جس طرح چند سیب باغ کے نمونے کے طور پر دکھائے جاتے ہیں۔

۵۳ کفِ۔ گیہوں کے ڈھیر کی بانگی دکھادی جاتی ہے نکتہ۔ اُستاد ایک معمولی نکتہ بیان کرتا ہے تاکہ شاگرد اُسکے علوم کو جان کر اُن کا طالب بنے۔ ور۔ اگر شاگرد اُستاد کے نکتہ کو سن کر یہ کہدے کہ بس اُستاد کے پاس اس نکتہ کے علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے تو اُستاد اُس کو درس سے نکال دیتا ہے۔ اے ایاز۔ بادشاہ نے ایاز سے کہا۔ مجرمانت۔ یہ چغلخور قتل کے مستحق ہیں لیکن تیری بردباری اور عفو کے طالب ہیں۔

تا کہ[51] رحمت غالب آید یا غضب
تاکہ دیکھیں کہ رحمت غالب آتی ہے یا غصہ

آب کوثر غالب آید یا لہب
آب کوثر غالب آتا ہے یا لپٹ

از پئے مردم ربائی ہر دو ہست
ان دونوں کی کشش کے لئے دونوں ہیں

شاخ حلم و خشم از عہد الست
حلم اور غصہ کی شاخ عہد الست کے وقت سے

بہر ایں لفظ الست مُتبیں
اسی لئے واضح لفظ الست میں

نفی و اثبات است در لفظے قریں
نفی اور اثبات ایک لفظ میں ملا ہوا ہے

زانکہ استفہام اثبات است ایں
کیونکہ استفہام یہ اثبات ہے

لیک در وے لفظ لیس شد دفیں
لیکن اس میں لیس کا لفظ چھپا ہوا ہے

ترک کن تا ماند ایں تقریر خام
رہنے دے، تاکہ یہ تقریر ناقص رہے

کاسۂ[52] خاصاں منہ بر خوان عام
خواص کا پیالہ عوام کے دسترخوان پر نہ رکھ

قہر و لطفے چوں صبا و چوں وبا
قہر اور لطف صبا اور وبا کی طرح ہے

آں یکے آہن رُبا دیں کہربا[53]
ایک مقناطیس اور یہ کہربا ہے

میکشد حق راستاں را تا رشد
اللہ (تعالیٰ) سچوں کو ہدایت کیجانب کھینچتا ہے

قسم باطل باطلاں را میکشد
باطل فریق، برے لوگوں کو کھینچتا ہے

معدہ حلوائی بود حلوا کشد
حلوے والا معدہ ہو تو حلوے کو کھینچتا ہے

معدہ صفرائی بود سرکا کشد
صفرے والا معدہ ہو تو سرکہ کو کھینچتا ہے

فرش سوزاں سردی از جانش برد
گرم فرش بیٹھنے والے کی ٹھنڈک دور کر دیتا ہے

فرش افسردہ حرارت را خورد
ٹھنڈا فرش، گرمی کو کھا جاتا ہے

دوست بینی از تو رحمت می جہد
تو دوست کو دیکھتا ہے تو تجھ سے رحمت ٹپکتی ہے

خصم بینی از تو سطوت می جہد
تو دشمن کو دیکھتا ہے تو تجھ میں سطوت ٹپکتا ہے

نور بینی روشنی بیروں جہد
تو نور دیکھتا ہے، تو روشنی باہر آتی ہے

نار بینی یا دخاں ظلمت دہد
تو آگ یا دھواں دیکھتا ہے تو تاریکی پیدا ہوتی ہے

---

[51] تاکہ۔ اب یہ دیکھتا ہے تو اُن پر رحم کرتا ہے یا عتاب نازل کرتا ہے، رحم آب کوثر اور عتاب لپٹ ہے۔ ازل کے روز ازل سے حلم و غصہ دونوں صفتیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب "سوق" کرتی ہیں۔ بہر کیف۔ حلم اور خشم کی صفت کی طرف اشارے کے لئے الست بربکم میں نفی بھی ہے اور اثبات بھی ہے۔ زانکہ الست میں ہمزۂ استفہام انکاری کے لئے جو الست بربکم میں داخل ہے جو خود انکار کے معنی میں ہے اور انکار کا انکار اثبات ہوتا ہے لہٰذا اس سے اللہ کی ربوبیت ثابت ہو گئی جس کا مقتضیٰ حلم ہے اور الست بربکم کے معنی ہیں "میں تمہارا رب نہیں ہوں" تو ربوبیت کے انکار کا مقتضیٰ غضب ہے لہٰذا یہ الست بربکم کا جملہ دونوں صفتوں کیطرف اشارہ ہے۔

[52] کاسۂ خاصاں۔ اب یہ بات کہ ربوبیت کا نہ ہونا روح احدیت محضہ کی بات ہے تو یہ خواص کو سمجھانے کی ہے عوام کے سامنے اس کی تقریر مناسب نہیں ہے۔ قہر و لطف اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفتیں صبا اور وبا کی طرح ہیں صبا پرورش کرتی ہے، وبا فنا کرتی ہے ان میں سے ایک مقناطیس ہے جو لوہے کو کھینچتا ہے یعنی صفت قہر سنگ دلوں کے لئے ہے اور دوسری صفت حلم اور لطف یہ کہربا کیطرح ہے جو نرم قلوب کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ آہن ربا۔ مقناطیس پتھر کو کھینچتا ہے۔

[53] کہربا، وہ پتھر جو تنکے اپنی طرف کھینچتا ہے۔ میکشد۔ دنیا میں حضرت حق کی دونوں صفتوں کا ظہور ہے اُسکا ہادی ہونا راست بازوں کی کشش کرتا ہے اور اُسکا مُضل ہونا غلط کاروں کی کشش کرتا ہے غرض کہ اعیان ثابتہ کا جسکی استعداد ہے اُسکے مطابق اسکا میلان ہے۔ معدہ۔ دنیا میں ہر چیز کی کشش اپنی ہم جنس کیطرف ہے۔ معدہ کا یہی حال ہے فرش کا یہی حال ہے دوست اور دشمن کا یہی حال ہے نور و نار کا یہی حال ہے۔

خصم[1] و یار و نور و نار و فخر و عار — تخت و دار و برد و حار و درد و خار

دشمن اور دوست، نور اور ناز، فخر اور ذلت — تخت اور سولی، ٹھنڈا اور گرم، پھول اور کانٹا

مور و مار و پود و تار و زیر و زار — ہر یکے با جنسِ خود برمی شمار

چیونٹی اور سانپ، بنانا اور بانا، گانا اور رونا — ہر ایک کو اپنی جنس کے ساتھ گن لے

تعجیل فرمودنِ بادشاہ ایاز را کہ زود ایں حکم را بہ فیصل رساں

بادشاہ کا ایاز کو جلدی کرنے کا حکم دینا کہ جلد اس حکم کا فیصلہ کردے

و منتظر مدار و الایام بیننا مگو کہ الانتظار موت احمر و جواب

اور منتظر نہ رکھ اور "ہمارے پاس بہت وقت ہے" نہ کہہ کیونکہ انتظار سرخ موت ہے اور ایاز

گفتنِ ایاز بادشاہ را و عجز آوردنِ او

کا بادشاہ کو جواب دینا اور اس کا معذوری ظاہر کرنا

اے ایاز ایں کار را زودتر گذار — زانکہ نوعِ انتقام ست انتظار

اے ایاز! یہ کام جلد کرلے — کیونکہ انتظار (بھی) ایک قسم کا بدلہ ہے

گفت[2] اے شہ جملگی فرماں تراست — با وجودِ آفتاب اختر فناست

اس نے کہا اے بادشاہ! سب حکم آپکا ہی ہے — سورج کے ہوتے ہوئے ستارہ معدوم ہے

زہرہ کہ بود یا عطارد یا شہاب — کہ بروں آید بہ پیشِ آفتاب

زہرہ یا عطارد یا شہاب کون ہوتا ہے؟ — کہ سورج کے سامنے باہر آئے

گر زدلق و پوستیں بگذشتے — کے چنیں تخمِ ملامت کشتے

اگر میں گدڑی اور پوستین سے (آگے) بڑھتا — تو ملامت کا ایسا بیج کب بوتا؟

قفل کردن بر درِ حجرہ چہ بود — درمیانِ صد خیالاتِ حسود

حجرہ کے دروازے پر قفل لگانا کیا تھا؟ — حاسد کے سیکڑوں خیالات کے درمیان

دست[3] در کردہ درونِ آبجو — ہر یکے زیشاں کلوخِ خشک جو

نہر کے پانی میں ہاتھ ڈبوئے ہوئے — ان میں سے ہر ایک خشک ڈھیلا تلاش کرنیوالا ہے

پس کلوخِ خشک در جو کے بود — ماہیِ با آب عاصی کے شود

تو نہر میں خشک ڈھیلا کہاں ہوتا ہے؟ — مچھلی، پانی کی نافرمان کب ہوتی ہے؟

بر منِ مسکیں جفا دارند ظن — کہ وفا را شرم می آید زمن

مجھ ایسے عاجز پر ناحق بدگمانی کرتے ہیں — کہ وفا کو مجھ سے شرم آتی ہے

---

[1] خصم۔ غرض کہ کائنات میں سے ہر ایک چیز اپنی جنس کی کشش کر رہی ہے۔ تعجیل فرمودن۔ شاہ نے ایاز سے کہا کہ مجرموں کا جلد فیصلہ کر، انتظار کی تکلیف موت سے زیادہ ہے مشہور مقولہ ہے "الانتظار اشد من الموت والایام۔ معاملہ کو ٹالنے کا داعیہ یہی ہوتا ہے کہ انسان سوچتا ہے کہ اس کام کے لئے کافی وقت ہے۔ زانکہ۔ مجرم کو انتظار میں رکھنا بھی ایک قسم کی سزا ہے۔

[2] گفت۔ ایاز نے عذر کیا کہ مجرموں کا فیصلہ کرنا شاہ کا کام ہے، شاہ کے سامنے میری مثال ایسی ہی ہے جیسی زہرہ اور عطارد، اور شہاب ثاقب کی سورج کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے۔ گر زدلق۔ اگر میں اپنی حقیقت چیتل اور گدڑی سے زیادہ سمجھتا تو اس چیتل اور گدڑی کی حفاظت کرکے اس حالت میں کیوں مبتلا ہوتا کہ دشمن مجھے ملامت کریں اور حاسد طرح طرح خیالات قائم کریں۔

[3] دست در کردہ۔ ان حاسدوں کی حالت تو اس شخص کی سی ہے جو نہر میں ہاتھ اسلئے ڈالے کہ اسمیں سے خشک ڈھیلا نکال دے پس۔ نہر میں خشک ڈھیلا تلاش کرنا اور مچھلی کو خشک زمین میں تلاش کرنا یکساں ہے۔ بر منِ۔ ان حاسدوں نے مجھے صاحب جفا سمجھا اور ایسا بے وفا سمجھا جس سے وفا کو شرم آتی ہے۔

گر نبودے[1] زحمتِ نامحرمے
اگر نامحرم کی پریشانی نہ ہوتی

چند حرفے از وفا واگفتمے
تو میں وفا کے بارے میں چند باتیں کہتا

چوں جہانے شبہت و اشکال جوست
چوں کہ دنیا شبہ اور اشکال کی طلبگار ہے

حرف میرانیم ما بیروں زپوست
ہم چھلکے سے باہر کی گفتگو کرتے ہیں

گر تو خود را بشکنی مغزے شوی
اگر تو اپنے آپ کو شکستہ کریگا، مغز بنجائیگا

داستانِ مغز نغزے بشنوی
تو عمدہ مغز کی باتیں سنے گا

جوز[2] را در پوستہا آواز ہاست
اخروٹوں کے چھلکوں میں رہتے ہوئے آوازیں ہیں

مغز و روغن را خود آواز کجاست
مغز اور روغن کی خود آواز کہاں ہے

دارد آوازے نہ اندر خورد گوش
وہ آواز رکھتا ہے لیکن کان کے لائق نہیں ہے

ہست آوازش نہاں در گوشِ ہوش
اس کی آواز ہوش کے کان میں پوشیدہ ہے

گر نہ خوش آوازیِ مغزے بود
اگر مغز کی خوش آوازی نہ ہوتی

ژغژغِ آوازِ قشری کہ شنود
چھلکے کا کھڑکا کون سنتا!

ژغژغِ آں زاں تحمل میکنی
اُس کی کھٹ کھٹ کو تو اسلئے برداشت کرتا ہے

تا کہ خاموشانہ بر مغزے زنی
تاکہ چھلکے سے مغز تک پہنچ جائے

چند[3] گاہے بے لب و بے گوش شو
کچھ مدت تک بغیر ہونٹ اور کان کے بن جا

وانگہاں چوں لب حریفِ نوش شو
پھر ہونٹ کی طرح شہد کا ساتھی بن

چند گفتی نظم و نثر و راز فاش
تو نے نظم اور نثر اور راز کھل کر بہت کہے

خواجہ یک روز امتحاں کن گنگ باش
صاحب! ایک روز آزمانے، گونگا بن جا

چند تختی تلخ و تیز و شور و کز
تو نے کڑوی اور تیز اور کھاری اور کسیلی بہت پکائی

ہم یکے بار امتحاں شیریں بپز
ایک دن امتحان کے لئے میٹھی (بھی) پکالے

چند خوردی چرب و شیریں از طعام
تو نے میٹھا اور روغنی بہت کھانا کھایا

امتحاں کن چند روزے در صیام
چند دن روزے میں آزمالے

چند شبہا خواب را گشتی اسیر
تو بہت سی راتوں میں نیند کا قیدی بنا

یک شبے بیدار شو دولت بگیر
ایک رات بیدار رہ، دولت حاصل کرلے

چند گفتی۔ روزمرہ کی عادت کے خلاف کچھ مجاہدہ کر لذیذ کھانے بہت کھائے ہیں کچھ دن روزے رکھکر دیکھ، راتوں کو خوب سویا ہے کبھی بیداری کی دولت بھی حاصل کر۔

[1] گر نبودے۔ مولانا فرماتے ہیں سننے والے اہل نہیں ہیں ورنہ میں وفا کے مضمون کو واضح کرکے بیان کرتا۔ جوں جہانے۔ چونکہ عوام حقائق کے بیان میں شبہے اور اشکالات پیش کرنے لگے ہیں اس لئے ان کو وہ سمجھانا مشکل ہے لہٰذا ہم معمولی باتیں ان کو سنا دیتے ہیں۔ گر تو۔ اگر تم مجاہدوں کے ذریعہ اپنے جسم کے چھلکے کو توڑ دوگے تو مغز بن جاؤگے پھر مغز کی بات سمجھ لوگے۔

[2] جوز۔ جب تک اخروٹ کی گری چھلکے میں ہے تو وہ بجتا ہے جب چھلکا ٹوٹ جائے تو پھر وہ کھڑکھڑاہٹ ختم ہوجاتی ہے۔ دراصل مغز میں بھی آواز ہے لیکن جسم کے کان سے سننے کی نہیں ہے وہ عقل کے کان سے سننے کی ہے ورنہ۔ اگر مغز میں آواز نہ ہو تو چھلکے کی آواز کو سننا کون پسند کرے۔ ژغژغ۔ چھلکے کی آواز اس لئے برداشت کی جاتی ہے کہ مغز تک رسائی ہوجائے۔

[3] چند گاہے۔ انسان مجاہدوں سے لب و گوش بن جائے تب اُس کا لب اسرار کا شہد چکھتا ہے۔ چند گفتی۔ انسان ہر وقت بولتا ہے کبھی نظم کہتا ہے کبھی نثر، کسی دن آزمائشی طور پر وہ خاموش بھی ہوکر دیکھے تو خاموشی کے فوائد سامنے آئیں گے۔

روز[1] ہا بردی بسر در منزل وجد
تو نے بہت سے دن سنجیدہ بات اور مذاق میں بسر

روز کے دو جہد را شو مستعد
دو روز کوشش کے لئے مستعد ہو جا

حکایت در تقریر ایں سخن کہ چندیں گاہ گفتگو را آزمودیم مدتے

اس بات کو واضح کرنے کے لئے ایک حکایت کہ اتنے وقت ہم نے گفتگو کو آزمایا، کچھ مدت

صبر خاموشی نیز بیازمائیم

تک خاموشی کے صبر کو بھی ہم آزماتے ہیں

آں یکے را در قیامت زانتباہ
تنبیہ حاصل کرنے کیلئے قیامت میں ایک شخص کے

در کف آمد نامۂ عصیاں سیاہ
ہاتھ میں گناہوں کا سیاہ اعمالنامہ آگیا

سر سیہ چوں ناصہائے تعزیہ
تعزیت کے خطوں کی طرح اسکی پیشانی کالی تھی

پُر معاصی متنِ نامہ و حاشیہ
اعمالنامہ کا متن اور حاشیہ گناہوں سے پُر تھا

جملہ فسق و معصیت آں یکسری
وہ پورا کا پورا فسق اور گناہ تھا

ہمچو دار الحرب پُر از کافری
دار الحرب کی طرح کفر سے پُر تھا

آنچناں نامہ پلید و پُر وبال
ایسا اعمالنامہ ناپاک اور وبال سے بھرا ہوا

در یمیں ناید در آید در شمال
دائیں ہاتھ میں نہیں آتا، بائیں ہاتھ میں آتا ہے

خود[2] ہم اینجا نامۂ خود را ببیں
اس جگہ خود اپنے اعمالنامہ کو دیکھ لے

دستِ چپ را شاید آں یا در یمیں
وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے، یا دائیں کے

موزۂ چپ کفشِ چپ ہم در دکاں
بائیں موزے، بائیں جوتے کو بھی دکان میں

آں چپ و نیش پیش از امتحاں
تو آزمانے سے پہلے ہی اسکو بایاں سمجھ لیتا ہے

چوں نباشی راست میداں کہ چپی
جب تو دایاں نہیں ہے، سمجھ لے بایاں ہے

ہست پیدا نعرۂ شیر و کپی
شیر اور بندر کا نعرہ واضح ہے

آنکہ گل را شاہد و خوشبو کند
وہ جو پھول کو محبوب اور خوشبودار بنا دیتا ہے

ہر چپے را راست فضلِ او کند
اس کی مہربانی بائیں کو دایاں کر دیتی ہے

ہر[3] شمالے را یمینی او دہد
وہ ہر بائیں کو دایاں بنا دیتا ہے

بحر را ماہِ مَعینے او دہد
سمندر کو بہتا پانی وہ عنایت کرتا ہے

گر چپی با حضرتِ او راست باش
اگر تو بایاں ہے اسکے دربار میں دایاں بنا

تا بہ بینی دست بر دِ لطفہاش
تاکہ تو اس کی مہربانیوں کا غلبہ دیکھے

---

[1] روز ہا۔ عمر کا زیادہ حصہ بیہودہ مشغلوں میں گذارا ہے اب کچھ مجاہدہ کرکے دیکھ حکایت۔ پہلے اشعار میں خاموشی اور صبر اختیار کرنے کی تلقین تھی۔ اس حکایت میں بھی خاموشی اور صبر کے ساتھ اعمالنامہ پر غور کرنے کی ہدایت ہے۔ تعزیت۔ کسی کے مرنے پر تعزیت کا جو خط لکھا جاتا تھا اسکے اطراف کو سیاہ کر دیا جاتا تھا، اب بھی اخبارات میں موت کی خبر کو سیاہ بوڈر کے اندر شائع کیا جاتا ہے۔ دار الحرب۔ وہ ملک جہاں کفر کے احکام جاری ہوں۔ در یمیں۔ دایاں ہاتھ بابرکت ہے اچھا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں آئے گا۔

[2] خود ہم۔ انسان کو صبر و خاموشی سے اپنے اعمالنامہ پر اس دنیا میں غور کر لینا چاہئے۔ موزۂ چپ۔ دکان میں موزہ اور جوتہ دیکھ کر پہننے سے پہلے ہی پہچان لیتے ہو اسی طرح اعمالنامہ کو قبل از وقت پہچان لو۔ ہست۔ جسطرح بندر اور شیر کی آواز جداگانہ ہیں اسی طرح اچھے برے اعمالناموں کے آثار بھی جداگانہ ہیں۔ گل۔ اللہ کی قدرت میں ماہیت کو بدل دینا ہے وہ برے کو بھلا بنا سکتا ہے۔

[3] ہر شمالے۔ وہ ہر برائی کو بھلائی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ گر چپی۔ اگر انسان اسکے

تو رواداری کہ ایں نامہ مہیں[1] — بگذرد از چپ درآید در یمین
کیا تو مناسب سمجھتا ہے کہ یہ ذلیل اعمالنامہ — بائیں ہاتھ سے گزر کر دائیں میں آئے؟
ایں چنیں نامہ کہ پُر ظلم و جفاست — کے بود خود در خور اندر دست راست
ایسا اعمالنامہ جو ظلم اور زیادتی سے پُر ہو — دائیں ہاتھ کے مناسب کب ہوگا؟

قصۂ زاہد و زنِ غیور و جفت شدنِ زاہد با کنیزک باکسے ماند

زاہد اور غیرتمند بیوی اور زاہد کا لونڈی سے ہمبستری کرنا ایسا ہی ہے

کہ سخن[2] گوید کہ حالِ او مناسب آں سخن و آں سخن مناسب
کہ کوئی شخص ایسی بات کہے کہ اسکی حالت اُس بات کے مناسب اور وہ بات اُس کے
دعویٰ او نباشد چنانکہ کفرہ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ[11]
دعوے کے مناسب نہ ہو جیسا کہ کفار، اور اگر تو اُن سے دریافت کرے کہ آسمانوں
وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ خدمت بُت سنگیں کردن و جان و
اور زمین کو کس نے پیدا کیا وہ ضرور کہیں گے اللہ نے، پتھر کے بُت کی خدمت کرنا اور جان
زَر فدائے او نمودن چہ مناسب باشد با جانیکہ داند کہ خالقِ
دل کو اُس پر قربان کرنا کیا مناسب ہوگا اُس جان کیلئے جو جانتی ہے کہ
سمٰوات و ارضین آلہیست سمیع و بصیرے حاضرے
آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا سمیع اور بصیر، حاضر
و مُراقبے مستولئے و غیورے الخ
اور نگہبان غالب اور غیرتمند خدا ہے

زاہدے[3] را بُدیکے زن ہمچو حور — رشکناک اندر حقِ او بس غیور
ایک زاہد کی بیوی حور جیسی تھی — اُسکے بارے میں رشک کرنیوالا اور بہت غیرتمند تھی
زانکہ بُد زن را کنیزے مہوشے — در دلِ زاہد بُد از وے آتشے
کیونکہ بیوی کی ایک چاند جیسی لونڈی تھی — زاہد کے دل میں اسی (کے عشق) کی آگ تھی
زن ز غیرت پاسِ شوہر داشتے — با کنیزک خلوتش نگذاشتے
بیوی غیرت کیوجہ سے شوہر کی نگرانی کرتی — اسکو تنہائی میں لونڈی کے پاس نہ جانے دیتی
مُدتے زن شد مُراقب ہر دورا — تا کہ شاں فرصت نیفتد در خلا
ایک مدت تک بیوی دونوں کی نگران رہی — تاکہ انہیں تنہائی میں موقع نہ ملے

[1] مہیں۔ ذلیل۔ قصہ۔ پہلے بتایا تھا کہ ظلم و جفا سے پُر اعمالنامہ دائیں ہاتھ کے قابل نہیں اب بتایا ہے کہ نجاست سے ملوث اعضا نماز کے لائق نہیں ہیں۔

[2] سخن۔ انسان وہ بات کہے جس کی تائید اُس کا عمل کرے کفار زبان سے خدا کے وجود کا اقرار کرتے ہیں عمل یہ ہے کہ بُتوں کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔

[3] زاہد۔ زاہد سے مراد وہ متدین ہے جس میں زہد نہ ہو۔ زانکہ۔ یہ پہلے شعر کے دوسرے مصرع کی علت ہے۔ آتشے یعنی وہ زاہد اُس لونڈی پر عاشق تھا۔ مُراقب۔ نگراں۔ خلا۔ خلوت، تنہائی۔

تا[1] در آمد حکم و تقدیر آلہ
یہاں تک کہ اللہ کا حکم اور تقدیر آپہنچی

حکم و تقدیرش چو آید بیوقوف
اطلاع کے بغیر جب اُسکا حکم اور تقدیر آتی ہے

بُود در حمام آں زن ناگہاں
وہ بیوی حمام میں تھی، اچانک

با کنیزک گفت رو ہیں مُرغ وار
لونڈی سے کہا، خبردار! پرند کی طرح جا

آں[2] کنیزک نے شنید چوں ایں بشنید
جب اُس لونڈی نے یہ سنا اُسپر جان پڑگئی

خواجہ در خانہ ست و خلوت ایں زماں
آقا گھر میں ہے اور اس وقت تنہائی ہے

عشقِ شش سالہ کنیزک را بداں
لونڈی کی چھ سال سے یہ خواہش تھی

گشت[3] پراں جانبِ خانہ شتافت
گھر کی جانب جلد دوڑ پڑی

ہر دو عاشق را چناں شہوت ربُود
دونوں عاشقوں کو شہوت نے ایسا غافل کیا

ہر دو با ہم در خزیدند از نشاط
خوشی سے دونوں ایک دوسرے میں گھس گئے

یاد آمد در زماں زن را کہ من
اس وقت بیوی کو یاد آیا کہ میں نے

پنبہ در آتش نہادم من بخویش
میں نے خود روئی کو آگ میں رکھ دیا

گل فروشُست از سر و بیجاں دوید
سر سے مٹی دھوئی اور بدحال ہوکر دوڑی

عقلِ حارس خیرہ سر گشت و تباہ
نگہبان (بیوی) کی عقل ناکارہ اور تباہ ہوگئی

عقل کہ بود در قمر افتد خسوف
عقل کیا چیز ہے؟ چاند میں گرہن آجاتا ہے

یادش آمد طشت و در خانہ بُد آں
اُس کو طشت یاد آیا اور وہ گھر میں تھا

طشت سیمیں را زخانہ ما بیار
ہمارے گھر سے چاندی کا طشت لے آ

کو بخواجہ ایں زماں خواہد رسید
کہ وہ اسوقت آقا کے پاس پہنچ جائیگی

پس دواں شد سوئے خانہ شاد ماں
تو خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑی

کہ بیابد خواجہ را خلوت چُنیں
کہ وہ آقا کو ایسی تنہائی میں پائے

خواجہ را در خانہ خوش خلوت بیافت
آقا کو گھر میں اچھی تنہائی میں پایا

کاحتیاط و یادِ در بستن نبُود
کہ دروازہ کی کُنڈی لگانا اور احتیاط یاد رہی

جاں بجاں پیوست آندم زاختلاط
اُس وقت وصل سے جان جان سے پیوستہ ہوگئی

چوں فرستادم در اسوئے وطن
اُس کو وطن کی جانب کیوں بھیجا؟

اندر افگندم بمیِ نر را بمیش
میں نے نر مینڈھے کو بھیڑ پر ڈالدیا

در پے اُو رفت و چادر می کشید
اسکے پیچھے روانہ ہوئی اور چادر گھسیٹتی تھی

---

[1] تا در آمد۔ تقدیر اور حکم خداوندی کے بالمقابل عقل ناکارہ ہوجاتی ہے۔ حارس۔ نگراں۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔ بیوقوف۔ بغیر اطلاع۔ مرغ وار۔ پرند کی طرح۔

[2] آں کنیزک۔ اُس لونڈی کو بھی اپنے آقا سے چھ سال سے عشق تھا اور تنہائی کی جو یاں تھی اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اُس میں جان پڑگئی اور اس خیال سے کہ آقا سے تنہائی میں مل لے گی گھر کی جانب دوڑ پڑی۔

[3] گشت۔ وہ لونڈی گھر پہنچی تو آقا کو خلوت میں پایا۔ در بستن۔ یعنی دروازے کی کُنڈی لگانا۔ نشاط۔ خوشی۔ اختلاط۔ میل جول۔ وطن۔ یعنی گھر، پیتہ۔ لونڈی اور آقا کا تنہائی میں ملنا ایسا ہی ہے جیسا کہ روئی میں چنگاری ڈال دینا۔ نر۔ مینڈھا۔ میش۔ بھیڑ۔ نر میش۔ یعنی وہ مینڈھا جو خاص طور پر حمل کرنے کے لئے اُس نے سر پر نگاہ رکھی تھی۔

آں[1] ز عشقِ جاں دوید و ایں ز بیم
وہ دل کے عشق سے دوڑی اور یہ خوف سے

عشق کو و بیم کو فرقِ عظیم
کہاں عشق اور کہاں خوف، بڑا فرق ہے

سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ
عارف کی سیر ہر منٹ شاہ کے تخت تک ہے

سیرِ زاہد ہر مہے یک روزہ راہ
زاہد کی سیر ہر مہینہ ایک دن کے راستہ پر ہے

گرچہ زاہد را بود در روزے شگرف
اگرچہ زاہد کا ایک دن بھی غنیمت ہے

کے بود یک روز او پنجاہ الف
اسکا ایک روز پچاس ہزار سال کا کہاں ہو سکتا ہے

قدر[2] ہر روزے ز عمرِ مردِ کار
کام کے انسان (عارف) کے ہر دن کی مقدار

باشد از سالِ جہاں پنجہ ہزار
زمانہ کے سال سے پچاس ہزار (سال) کی ہے

عقلہا زیں سر بود بیرونِ در
عقلیں اس جانب سے دروازہ کے باہر ہیں

زہرہ و ہم ار بدرد گو بدر
دہم کا پتہ اگر پھٹے تو کہدے پھٹ جا

ترس موئی نیست اندر پیشِ عشق
عشق میں بال برابر (بھی) ڈر نہیں ہے

جملہ قربانند اندر کیشِ عشق
عشق کے مذہب میں سب قربان ہیں

عشق وصفِ ایزد است اما کہ خوف
عشق اللہ کی صفت ہے لیکن خوف

وصفِ بندہ مبتلائے فرج و جوف
شرمگاہ اور پیٹ میں مبتلا بندے کی صفت ہے

چوں بحبونہ بخواندی از نبے
جب تو نے قرآن میں یحبونہ پڑھا

با یحبہم شو قرین در مطلبے
مطلب کے بارے میں یحبہم کا ساتھی بن

پس[3] محبت وصفِ حق داں عشق نیز
پس محبت کو اللہ (تعالیٰ) کی صفت جو عشق کو بھی

خوف نبود وصفِ تو اے عزیز
اے پیارے! خوف اللہ (تعالیٰ) کی صفت نہیں ہو سکتی

وصفِ حق کو وصفِ مشتِ خاک کو
کہاں اللہ (تعالیٰ) کی صفت کہاں خاک کی مٹھی کی صفت

وصفِ حادث کو و وصفِ پاک کو
کہاں حادث کا وصف کہاں پاک کا وصف

شرحِ عشق ار من بگویم بر دوام
میں اگر مسلسل عشق کی شرح کروں

صد قیامت بگذرد و آں ناتمام
سو قیامتیں گذر جائیں اور نا تمام رہے

---

[1] آں۔ بی بی اور لونڈی کی روش میں بہت فرق تھا، بی بی ڈر سے بھاگ رہی تھی اور لونڈی عشق کی وجہ سے۔ سیرِ عارف۔ یہی حال عارف اور زاہد کی سیر الی اللہ کا ہے عارف کی سیر عاشقانہ ہے اور زاہد کی سیر جہنم کے ڈر سے۔ گرچہ۔ زمان و مکان کا قبض اور بسط اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے عارف کے لئے تھوڑا سا وقت پھیل کر اس قدر وسیع ہو جاتا ہے کہ وہ بڑے سے بڑا کام اس تھوڑے وقت میں کر گذرتا ہے عارف کا ایک روز پچاس ہزار سال کی برابر بن جاتا ہے اور وہ قرب کے ان مقامات کو جو زاہد پچاس ہزار سال میں طے کرے ایک دن میں طے کر لیتا ہے۔

[2] قدر۔ عارف اپنے ہر دن میں وہ کام کرتا ہے جو زاہد پچاس ہزار سال میں کر پاتا ہے۔ عقلہا۔ یہ زمانہ کے بسط اور قبض کا معاملہ عقل اور وہم نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ ترس۔ عشق اور خوف کا فرق پھر بیان کیا ہے۔ مبتلائی۔ انسان شہوت اور بھوک کا غلام ہے لہٰذا اس کی صفت خوف ہے اللہ کی صفت عشق ہے۔ یحبونہ۔ قرآن پاک میں ہے یحبہم ویحبونہ۔ وہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں" اس آیت سے معلوم ہوا کہ محبت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

[3] پس محبت۔ جب محبت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کمال سے متصف ہے اور محبت کے کمال کو ہی عشق کہا جاتا ہے لہٰذا عشق اللہ تعالیٰ کی صفت ہوا، انسان میں اگر عشق ہے تو وہ اسی صفت خداوندی کا پرتو ہے اصل نہیں ہے۔ وصفِ حق۔ عشق اور خوف میں بہت فرق ہے۔ شرحِ عشق۔ اللہ کی صفت عشق غیر محدود ہے اور قیامت تک کا زمانہ محدود ہے غیر محدود، محدود میں نہیں سما سکتا لہٰذا عشق خداوندی کا بیان قیامت تک بھی ممکن نہیں ہے۔

زانکہ تاریخِ قیامت لا احد ست
کیوں کہ قیامت کی تاریخ محدود ہے

حد کجا آنجا کہ وصفِ ایزد ست
اُس کی انتہا کہاں جو خدا کی صفت ہے

عشق[1] را پانصد پرست و ہر پرے
عشق کے پانچسو[2] پر ہیں اور ہر پر

از فرازِ عرش تا تحت الثرے
عرش کی بلندی سے زمین کے نیچے تک ہے

زاہد با ترس می تازد بپا
خوف زدہ زاہد پاؤں سے دوڑتا ہے

عاشقاں پرّاں تر از برق و ہوا
عاشق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز اڑنے والے ہیں

چہ مجالِ باد یا برق اے پسر
اے بیٹا! ہوا یا بجلی کی کیا مجال

چونکہ اُو در راہِ حق بکشاد پر
جبکہ وہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں پر کھولے

کے رسند ایں خائفاں در گردِ عشق
کہاں پہنچ سکتے ہیں ڈرنیوالے عشق کی گرد تک

کاسمانرا فرش سازد دردِ عشق
کیونکہ عشق کا درد آسمان کو فرش بنا دیتا ہے

جز[3] مگر آید عنایتہائے ضو
اِس کے ہوا کہ نور کی عنایتیں آجائیں

کز جہان و زیں روش آزاد شو
کہ دنیا اور اِس روش سے آزاد ہو جا

از قشِ خود و زدشِ خود باز رہ
اپنے نقش اور اپنی آرائش سے باز رہ

کہ سوی شہ یافت آں شہباز رہ
کیونکہ اسی شہباز نے شاہ کی جانب راستہ پایا ہے

ایں قش و دش ہست جبر و اختیار
یہ نقش اور خود آرائی جبر اور اختیار ہے

از ورائے ایں دو آمد جذبِ یار
دوست کی کشش اِن دونوں سے بالا ہے

رسیدن زن بخانہ و جدا شدنِ زاہد از کنیزک و رسوا شدن

بیوی کا گھر میں پہنچ جانا اور زاہد کا لونڈی سے علیحدہ ہونا اور رسوا ہونا

چوں[4] رسید آں زن بخانہ در گشاد
جب بیوی پہنچی اُس نے گھر کا دروازہ کھولا

بانگِ در در گوشِ ایشاں در فتاد
دروازے کی آواز ان کے کان میں پڑی

آں کنیزک جست آشفتہ ز ساز
وہ لونڈی پریشان حال ساز و سامان سے بھاگی

مرد بر جست و در آمد در نماز
مرد کودا اور نماز میں لگ گیا

زن کنیزک را پژولیدہ بدید
بیوی نے لونڈی کو پریشان حال دیکھا

درہم و آشفتہ و دنگ و مرید
گھبڑا اور برہم اور حیران اور سرکش

شوئی خود را دید قائم در نماز
اُس نے اپنے شوہر کو نماز میں کھڑے دیکھا

در گماں افتاد زن زاں اہتزاز
اِس حرکت سے بیوی شبہ میں پڑ گئی

---

[1] عشق را۔ جس قدر زیادہ پُر ہوں گے اسی قدر پرواز زیادہ ہوگی۔ زاہد۔ زاہد کے خوف کی سیر پاؤں کے ذریعہ ہے عارف کی پرواز پانچسو پروں والے عشق کے ذریعہ ہے پہ جمال۔ ہوا اور بجلی کی پرواز راہ خدا میں ممکن نہیں ہے۔ کے رسد۔ زاہد جو خائف ہے عشق کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔

[2] جز مگر۔ اگر اللہ کا نور زاہد کی دستگیری کرے تو پھر اُس کو بھی عاشقانہ سیر حاصل ہو سکتی ہے۔ نقش۔ ناموری کے بعد کا مٹا پا۔ دشق۔ آرائش۔ نقش و دش سے جبر و اختیار مذموم مراد ہے۔ عشق سے جذب پیدا ہوتا ہے اور جذب جبر و اختیار سے بالا ہے۔

[3] چوں رسید۔ بی بی نے گھر پہنچ کر دروازہ کھولا جس کی آواز آقا اور لونڈی تک پہنچی۔ مرد۔ آقا اپنی حالت چھپانے کے لئے نماز کی نیت باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ شوئی۔ بی بی نے لونڈی کو پریشان حال دیکھا ادھر آقا کو نماز میں دیکھا تو بی بی کشمکش میں پڑ گئی اور صحیح صورت حال نہ جان سکی۔

شوئی را بر داشت دامن[51] بیخطر
اُس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن ہٹایا

دید آلودہ منی خصیہ و ذکر
خصیہ اور شرمگاہ کو منی سے سنا ہوا دیکھا

از ذکر باقی نطفہ می چکید
شرمگاہ سے باقی نطفہ ٹپک رہا تھا

ران و زانو گشتہ آلودہ و پلید
ران اور زانو آلودہ اور ناپاک ہو گئے تھے

برسرش زد سیلی و گفت اے مہین
اُس نے اُس کے سر پر تھپڑ مارا اور بولی اے نیچ!

خصیۂ مردِ نمازی باشد ایں
نمازی انسان کے خصیے ایسے ہوتے ہیں

لائقِ ذکر و نماز ست ایں ذکر
یہ شرمگاہ ذکرِ خداوندی اور نماز کے لائق ہے

وایں چنیں ران و زہار پر قذر
اور ایسی گندی ران اور شرمگاہ

نامۂ پُر ظلم و فسق و کفر و کیں
ظلم اور فسق اور کفر اور کینہ سے بھرا ہوا اعمال نامہ

لائق است انصاف[52] دہ اندریں
انصاف کر، دائیں ہاتھ کے لائق ہے

گر بپرسی[53] گبر را کایں آسماں
اگر تو کافر سے دریافت کرے کہ یہ آسمان

آفریدہ کیست ویں خلقِ جہاں
اور یہ جہان کی مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے؟

گوید اُو کیں آفریدہ آں خداست
وہ کہے گا کہ یہ اُس خدا کا پیدا کیا ہوا ہے

کافرینش بر خدائیش گواست
جس کی خدائی پر اُس کی مخلوق گواہ ہے

کفر و فسق و اثم بسیارِ اُو
اُس کا کفر اور فسق اور بھاری ظلم

ہست لائق با چنیں اقرارِ اُو
ایسے اقرار کے مناسب ہے؟

ہست لائق با چنیں اقرارِ راست
ایسے سچے اقرار کے ساتھ کیا مناسب ہے؟

آں فضیحتہا و آں کردارِ کاست
وہ رسوائیاں اور گھٹیا کام

فعل[54] اُو کردہ دروغ آں قول را
اس کے عمل نے اُس کی بات کو جھٹلا دیا

تا شد اُو لائق عذاب و ہَول را
یہاں تک کہ وہ عذاب اور ڈر کا مستحق ہو گیا

پس دروغ آمد ز سر تا پائے اُو
وہ سر سے پاؤں تک ایسا جھوٹا ثابت ہوا

کہ اگر شرحش دہم اے وائے اُو
کہ میں اُس کی شرح کروں تو اُس پر افسوس ہے

روزِ محشر ہر نہاں پیدا شود
محشر کے دن ہر چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائیگی

ہم ز خود ہر مجرمے رسوا شود
ہر خطاکار خود رسوا ہو جائے گا

دست و پا بدہد گواہی بابیاں
اُسکے ہاتھ اور پاؤں فصاحت کیساتھ گواہی دینگے

بر فسادِ اُو بہ پیشِ مستعاں
خدا کے سامنے اُس کی خرابی پر

---

[51] دامن: اصل معنی ذیل کا دامن۔ برسرِ خشم بی بی نے آقا کے سر پر دھتر مارا۔ تبیین: نویں نامۂ پُر ظلم جس طرح انسان کا نجاستوں سے آلودہ بدن نماز کے لائق نہیں ہے اسی طرح بُرا اعمال نامہ دائیں ہاتھ کے لائق نہیں ہے۔

[52] گر بپرسی۔ کافر سے اگر دریافت کیا جائے کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو زبان سے یہی کہے گا کہ اللہ نے، لیکن کام شرکیہ کرے گا تو یہ اُس کے کام اُس کے اقرار سے مناسبت نہیں رکھتے ہیں۔

[53] فعل اُو۔ وہ کافر جس کا عمل اُس کے قول کو جھٹلا رہا ہے وہ یقیناً عذاب کے لائق ہے۔ روزِ محشر: محشر کے دن ہر ڈھکی چھپی بات ظاہر ہو جائے گی خود مجرم کے ہاتھ پاؤں اُس کے خلاف تمام باتیں ظاہر کر دیں گے۔

دست گوید من چنیں دزدیدہ ام
ہاتھ کہے گا میں نے اس طرح چوری کی ہے

لب بگوید من چنیں بوسیدہ ام
ہونٹ کہے گا میں نے اس طرح بوسہ لیا ہے

پائی گوید من شدستم تا منیٰ[1]
پاؤں کہے گا میں مقاصد کی جانب گیا ہوں

فرج گوید من بکردستم زنا
شرمگاہ کہے گی میں نے زنا کیا ہے

چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام
آنکھ کہے گی میں نے حرام اشارہ کیا ہے

گوش گوید چیدہ ام سوء الکلام
کان کہے گا میں نے بری بات چنی ہے

پس دروغ آمد ز سر تا پائے خویش
تو وہ سر سے پاؤں تک جھوٹا ہوگا

کہ دروغش کرد ہم اعضائے خویش
کیونکہ اس کے اعضا نے اس کو جھٹلا دیا

آنچناں کہ در نماز با فروغ
جس طرح پُر نور نماز میں

از گواہی خصیہ شد زرقش دروغ
خصیہ کی گواہی سے اس کا مکر جھوٹ ثابت ہوگیا

پس چناں کن فعل کاں خود بیزباں
تو ایسا عمل کر کہ خود بغیر زبان کے

باشد اشہد گفتن و عین بیاں
اشہد کہنا اور عین بیان ہے

تا ہمہ تن عضو عضوت اے پسر
اے بیٹا! تاکہ تیرا عضو عضو

گفتہ باشد اشہد اندر نفع و ضر
نفع اور نقصان میں اشہد کہدے

رفتن[2] بندہ پئے خواجہ گواست
غلام کا آقا کے پیچھے چلنا، گواہ ہے

کہ منم محکوم و ایں مولائے ماست
کہ میں محکوم ہوں اور یہ میرا آقا ہے

گر سیہ کردی تو نامہ عمر خویش[3]
اگر تو نے اپنی زندگی کا نامۂ اعمال کالا کردیا ہے

توبہ کن زانہا کہ کردستی تو پیش
جو تو نے پہلے کیا ہے اس سے توبہ کرلے

عمر گر بگذشت بخش اینم است
اگر عمر گزر گئی ہے اس کی جڑ ابھی ہے

آب توبہ اش دہ اگر اُو بے نم است
اگر وہ خشک ہے اسکو توبہ کا پانی دیدے

بیخ عمرت را بدہ آب حیات
اپنی عمر کی جڑ میں آب حیات ڈالدے

تا درخت عمر گردد با ثبات
تاکہ تیری عمر کا درخت جم جائے

جملہ ماضیہا ازیں نیکو شوند
سب گذشتہ اس سے بھلا ہوجائے گا

زہر پارینہ ازیں گردد چو قند
گذشتہ زہر اس سے شکر بن جائے گا

سیئاتت را مبدل کرد حق
تاہمہ طاعت شود آں ما سبق
تاکہ پچھلا سب عبادت بن جائے

---

[1] منیٰ: آرزوئیں۔ غمزہ: اشارہ۔ سوء الکلام: بری بات۔ آنچناں جس طرح زاہد آقا کے اعضاء نے اس کے نماز پڑھنے کو جھٹلا دیا اسی طرح قیامت میں ہر گنہگار کے اعضاء اس کو جھٹلا دیں گے۔ پس: ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس کا فعل خود اس کے اقرار بن جائے۔

[2] رفتن: غلام کا آقا کے پیچھے چلنا غلامی کا اقرار ہے۔ گریسہ: اگر انسان گنہگار ہے تو اس کو پیشگی توبہ کرلینی چاہیئے۔

[3] عمر: انسان کو یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ آخری عمر میں توبہ بیکار ہے درخت کے پتے اگر جھڑ جائیں اور اس درخت کی جڑ کو پانی دیا جائے تو مفید ہوتا ہے۔ مجلا فیہا۔ اگر نیکوکار بن جاتا ہے تو اس کی پہلی خطائیں صرف معاف نہیں بلکہ نیکیوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں۔

خواجہ[1] بر توبہ نصوحی خوش بتن — کوششے کن ہم بجان و ہم بتن

اے خواجہ! نصوح والی توبہ پر عمل کر — جان اور جسم سے بھی کوشش کر

شرح ایں توبہ نصوح از من شنو — بگروید مستی ولے از نو گرو

اس نصوح کی توبہ کی شرح مجھ سے سن لے — تو اس کا گرویدہ ہے لیکن از سر نو گرویدہ ہو جا

حکایت در بیانِ توبۂ نصوح کہ چنانکہ شیر از پستان بیرون آید

نصوح کی توبہ کے بیان میں حکایت کہ جس طرح دودھ پستان سے باہر آجاتا ہے تو پھر

باز در پستان نرود آنکہ توبۂ نصوحی کرد ہرگز از ان گناہ یاد

پستان میں نہیں جاتا جس شخص نے نصوح والی توبہ کرلی وہ ہرگز گناہ کو رغبت

نکند بطریق رغبت بلکہ ہر دم نفرتش افزوں باشد و آں

کے طور پر یاد نہیں کرتا ہے بلکہ ہر لمحہ اس کی نفرت بڑھتی ہے اور وہ نفرت

نفرت دلیل آں باشد کہ لذتِ قبول یافت آں شہوت

اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اس نے (توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل کرلی ہے

اوّل بے لذت و ایں بجائے آں نشست

وہ شہوت اوّل بے لذت بنی اور یہ اس کی جگہ بیٹھ گئی

نبرد[2] عشق را جز عشقِ دیگر — چرا یارے نگیری زو نکوتر

عشق کو دفع عشق کے سوا کوئی چیز نہیں کاٹتی ہے — تو اس سے بہتر معشوق کیوں نہیں بنا لیتا

وآنکہ دلش باز بداں گناہ رغبت میکند علامت آنست

اور جس کا دل پھر اس گناہ کی طرف رغبت کرتا ہے یہ اس کی علامت ہے کہ اس کو

کہ لذتِ قبول نیافتہ است و قبول بجائے آں لذتِ گناہ

(توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل نہیں ہوئی ہے اور قبولیت اس گناہ کی لذت کی جگہ

نہ نشستہ است فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی نشدہ است لذت

نہیں بیٹھی ہے اور وہ انکو ہم عنقریب سہولت کیلئے آسانی دیدینگے۔ کا مصداق نہیں بنا ہے

فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی باقیست بروے پس مہیا گردایم مراو

"پس ہم اس کو تنگی کی سہولت دیدینگے" کی لذت اس کے لئے باقی تو ہم اس کیلئے وہ طبیعتیں

را برائے صفتے کہ اورا بدوزخ برد

مہیا کردیں گے جو اس کو دوزخ میں لے جائینگی

---

[1] خواجہ: قرآن پاک میں ہے تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا یعنی اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ توبہ کرو۔ مولانا نے نصوح کو ایک شخص قرار دیا ہے اس نے جو توبہ کی اس کو توبہ نصوح فرماتے ہیں۔ توبۂ نصوح۔ جو شخص نصوح والی توبہ کرلیتا ہے اس سے اس گناہ کا دوبارہ صادر ہونا ایسا ہی محال ہے جیسا کہ دودھ کا پستان سے باہر آجانے کے بعد پستان میں لوٹنا۔

[2] نبرد: یعنی عشق کو عشق ہی کاٹ سکتا ہے اگر کوئی کسی معشوق کا عشق نکالنا چاہے تو دوسرے معشوق سے عشق پیدا کرلے۔ آں نفرت۔ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد جو گناہ سے نفرت ہوگئی ہے تو یہ توبہ کے قبول ہوجانے کی علامت ہے۔

[3] فَسَنُیَسِّرُہٗ۔ انسان جب نیکی کرتا ہے تو اس کے لئے نیکی کی راہیں کھول دی جاتی ہیں اور جب بدی کرتا ہے تو اس کے لئے بدی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔

بُود مردے پیش ازیں نامش نصوح
اس سے پہلے ایک مرد تھا جس کا نام نصوح تھا

بُد زدَلّاکیِ[1] زناں اُورا فتوح
عورتوں کو حمام میں ملنے سے اس کی آمدنی تھی

بود رُوئے اُو چو رخسارِ زناں
اس کا چہرہ عورتوں کے چہرے کی طرح تھا

مردیِ خود را ہمیکرد اُو نہاں
اس نے اپنا مردانہ پن چھپا رکھا تھا

اُو بحمّامِ زناں دَلّاک بُود
وہ عورتوں کے حمام میں ملش کرنے والا تھا

دَر دَغا و حیلہ بس چالاک بُود
دغا بازی اور مکاری میں چالاک تھا

سالہا میکرد دلّاکی وکس
اس نے سالوں یہی کام پیشہ کیا اور کوئی

بُو نبُرد از حالتِ آں بُوالہوس
اس بڑا ہوس کی حالت سے باخبر نہ ہوا

زانکہ آواز و رخش زن وار بُود
کیونکہ اس کی آواز اور چہرہ زنانہ تھا

لیک شہوت کامل و بیدار بُود
لیکن شہوت پوری اور بیدار تھی

چادر و سربند پوشید و نقاب
اس نے چادر اور دوپٹہ اور نقاب پہن لیا تھا

مُرد شہوانی و در غرّہ شباب
شہوت والا مرد اور جوانی کے غرور میں تھا

دختران[2] خسرواں را زیں طریق
اس طریقہ پر بادشاہوں کی لڑکیوں کو

خوش ہمی مالید و می شُست آں عتیق
وہ ماشق عمدہ طریقہ پر ملتا اور نہلاتا

تو بہا می کرد و پا در می کشید
وہ بہت توبہ کرتا اور پیچھے ہٹتا

نفسِ کافر توبہ اش را می درید
کافر نفس اس کی توبہ کو توڑ دیتا

رفت پیشِ عارفے آں زشت کار
وہ بدکار ایک عارف کے پاس گیا

گفت مارا در دُعائے یاد دار
کہا ہمیں دعا میں یاد رکھیے

سرِّ او دانست آں آزاد مرد
وہ آزاد مرد اس کا راز جان گیا

لیک چوں حلمِ خدا پیدا نکرد
لیکن اس نے خدائی حلم کی طرح ظاہر نہ کیا

بر لبش قفل ست[3] و در دل رازہا
اس کے ہونٹ پر تالا ہے اور دل میں رازہیں

لب خموش و دل پُر از آوازہا
ہونٹ خاموش اور دل آوازوں سے پُر ہے

عارفاں کہ جامِ حق نوشیدہ اند
وہ عارف جنھوں نے اللہ تعالیٰ کا جام پی لیا ہے

رازہا دانستہ و پوشیدہ اند
انھوں نے رازوں کو جانا اور چھپا لیا ہے

ہر کرا اسرارِ حق آموختند
جن کو اللہ تعالیٰ کے راز بتائے گئے ہیں

مُہر کردند و دہانش دوختند
اُن کے منہ پر مُہر لگا دی ہے اور لب سی دیئے ہیں

---

[1] دلّاکی۔ یعنی وہ نصوح شخص عورتوں کو نہلا کر روزی حاصل کرتا تھا۔ اس نصوح کا چہرہ زنانہ تھا اور اس نے اپنی مردانہ قوت کو چھپا رکھا تھا۔ اور اس نصوح نے اپنے آپ کو عورت ظاہر کر کے زنانہ حمام میں نوکری کر لی تھی تاکہ ہوس باز عورتوں کے بدن دیکھ کر مزہ لذت حاصل کرتا تھا۔ چادر، لباس زنانہ پہنتا تھا لیکن اس کی مردانہ شہوت مکمل تھی۔

[2] دختران۔ اس حمام میں شہزادیاں نہلانے آتی تھیں۔ وہ تھا۔ نصوح نے اس کام سے کئی بار توبہ کی لیکن وہ توبہ پر قائم نہ رہا۔ آخر نصوح نے کسی عارف سے دعا کی فرمائش کی وہ عارف اس کے گناہ سے واقف تھا لیکن اس نے ظاہر نہ کیا۔

[3] قفل۔ اولیاء اللہ لوگوں کی قلبی کیفیات سے واقف ہو جاتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے ہیں۔ ہر کہ وہ جو شخص اسرار سے واقف ہو جاتا ہے اس کے منہ پر قفل لگ جاتا ہے۔

سُست خندید و بگفت اے بد نہاد — زانکہ دانی ایزدت توبہ دہاد

وہ تھوڑا سا مسکرایا اور کہا اے بد اصل جو کچھ تجھے معلوم ہے خدا اس سے تجھے توبہ کی توفیق دے

دَر بیان آنکہ دُعائے عارفِ واصل و درخواستِ اُو از حق

اس کا بیان کہ عارف واصل (بحق) کی اللہ تعالیٰ سے دعا اور درخواست ایسی ہی ہے

ہمچو درخواستِ حقّست از خویشتن کہ کُنتُ لَہٗ سَمعًا وَّ

جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی خود اپنے آپ سے درخواست، کیونکہ "میں اس کے لئے کان اور

بَصَرًا وَّلِسَانًا وَّیَدًا وقولہٗ تعالیٰ وَمَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ

آنکھ اور زبان اور ہاتھ ہو جاتا ہوں" (فرمایا ہے) اور اللہ تعالیٰ کا قول "تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی۔ وآیات و اخبار و آثار دریں بسیار ست و شرح

نے پھینکا، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا" اور آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اس بارے میں

سبب سازیِ حق تا نصوح را گوشش گرفتہ بتوبہ آورد

بہت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی سبب سازی کی شرح یہاں تک کہ نصوح کے اس نے کان پکڑ کر توبہ کرادی

آں[1] دُعا از ہفت گردوں در گذشت — کار آں مسکیں بآخر خوب گشت

وہ دعا ساتوں آسمانوں کو پار کر گئی — بالآخر اس مسکین کا کام بھلا ہو گیا

کاں دُعائے شیخ نے چوں ہر دعاست — فانی ست و گفتِ اُو گفتِ خداست

کیونکہ وہ شیخ کی دُعا، ہر دعا کی طرح نہیں ہے — وہ فانی ہے اور اس کی بات خدا کی بات ہے

چوں خدا از خود سوال و گد کُند — پس دُعائے خویش را چوں رد کُند

جب خدا اپنے آپ سے سوال کرے اور مانگے — تو وہ اپنی دُعا کو کیسے رد کرے گا؟

یک سبب انگیخت صُنعِ ذُوالجلال — کہ رہانیدش ز نفرین و وَبال

اللہ تعالیٰ کی کارگری نے ایک سبب پیدا کر دیا — جس نے اس کو نفرت اور وبال سے رہائی دیدی

اندر[2] آں حمام پُر میکرد طشت — گوہرے از دُرجِ شہ یا وہ گشت

وہ اس حمام میں طشت بھر رہا تھا — بادشاہ کی لڑکی کا ایک موتی گم ہو گیا

گوہرے از حلقہائے گوشِ اُو — یا وہ گشت و ہر زنے در جستجو

اس کے کان کے بالے کا موتی — گم ہو گیا اور ہر طرف تلاش کرنے لگی

پس درِ حمام را بستند سخت — تا بجویند اُو لش در یک رخت

پھر انھوں نے مضبوطی سے حمام کا دروازہ بند کیا — تاکہ پہلے اس کو سامان رکھنے کی جگہ میں تلاش کریں

---

[1] آں دعا: اس عارف نے کہا نصوح جس گناہ سے تو خود واقف ہے خدا تجھے اس سے توبہ کرنے کی توفیق دے۔ (دربیان۔ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ سے پورا قرب حاصل ہوتا ہے تو ان کا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ایسا ہی ہے جیسے خود خدا اپنے آپ سے دُعا کرے تو اس کے مقبول نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ کُنتُ۔ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ایک انسان نوافل کے ذریعہ مجھ سے قربت حاصل کر لیتا ہے تو میں اس انسان کے اعضاء بن جاتا ہوں۔ دُعا رفیعت۔ حضور کے منہ پھیلنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پھیلنا قرار دیا۔

[2] آں دعا۔ نصوح کے لئے اس عارف کی دعا نے اپنا اسم کر دیا۔ فانی ست۔ شیخ اگرچہ فانی ہے لیکن اس کی بات خدا کی بات ہے۔ گد کردن۔ سوال کرنا۔ یک سبب یعنی موتی کا گم ہونا اس کی توبہ کا سبب بنا۔

[3] اندراں۔ نصوح حمام میں کام کر رہا تھا اسی دوران میں شہزادی کا ایک موتی گم ہو گیا۔ گوہر ہے۔ وہ موتی کان کے بالے کا تھا۔ رخت۔ رخت یعنی حمام میں جس جگہ کپڑے اُتار کر رکھتے ہیں۔

رختہا جستند و آں پیدا نشد
سامانوں میں ڈھونڈا وہ نظر نہ آیا

پس بجد جستن گرفتند از گزاف
انھوں نے جد سے زیادہ کوشش سے ڈھونڈنا شروع کیا

در شگاف تحت و فوق و ہر طرف
نیچے اور اوپر کے شگاف میں اور ہر جانب

مرد و زن جویاں شدند از ہر طرف
مرد اور عورت ہر جانب جویاں ہوئے

بانگ آمد کہ ہمہ عریاں شوید
اعلان ہوا کہ سب ننگے ہو جائیں

یک بیک احاجبہ جستن گرفت
ایک ایک کر کے دربان عورت نے تلاشی کرنا شروع کیا

آں تصوح از ترس شد در خلوتے
وہ تصوح خوف سے تنہائی میں چلا گیا

پیش چشم خویشتن میدید مرگ
وہ اپنے سامنے موت کو دیکھ رہا تھا

گفت یارب بارہا برگشتہ ام
اس نے کہا۔ اے خدا! میں نے بہت انحراف کیا ہے

کردہ ام آنہا کہ از من می سزید
میں نے وہ کیا جو میرے لائق تھا

نوبت جستن اگر در من رسد
تلاشی کی نوبت اگر مجھ تک پہنچی

در جگر افتاد ستم صد شرر
میرے جگر میں سینکڑوں چنگاریاں لگی ہیں

ایں چنیں اندوہ کافر را مباد
اس طرح کا غم کافر کو بھی نہ ہو

دُرد گوہر نیز ہم رسوا نشد
موتی کا چور بھی رسوا نہ ہوا

در دہان و گوش و اندر ہر شگاف
منھ میں اور کان میں اور ہر شگاف میں

جستجو کردند دُر از ہر صدف
ہر صدف سے موتی کی انھوں نے جستجو کی

جملگاں از بہر دُرِ خوش صدف
سب نے اچھے سیپ کے موتی کے لئے

ہر کہ ہستید از عجوز و از نوید
جو بھی بوڑھی اور جوان ہیں

تا بدید آید گہر دانہ شگفت
تاکہ عجیب موتی کا دانہ نظر آ جائے

روی زرد و لب کبود از خشیتے
خوف سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے تھے

سخت می لرزید او مانند برگ
وہ پتے کی طرح بہت لرز رہا تھا

توبہا و عہدہا بشکستہ ام
توبہ اور عہد توڑے ہیں

تا چنیں سیل سیاہی در رسید
یہاں تک کہ سیاہی کا ایسا بہاؤ آ گیا

وہ کہ جانِ من چہ سختیہا کشد
ہائے میری جان کیسی سختیاں برداشت کرے گی!

در مناجاتم ببیں بوئے جگر
میری دعا میں میرے جگر کی بو سونگھ لے

دامنِ رحمت گرفتم داد داد
میں نے رحمت کا دامن تھاما ہے فریاد فریاد

لہ ہر شگاف۔ یعنی بدن کے ہر سوراخ میں تلاشی شروع کر دی۔ ہر صدف۔ یعنی بدن کے ہر سوراخ میں موتی ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ صدف سیپ۔ عاجبہ۔ وہ عورت جو حمام کی دربان تھی۔

لہ آں تصوح۔ تصوح کو یہ ڈر تھا کہ اگر اس کو ننگا کیا گیا تو اس کا راز کھل جائیگا جس کے نتیجہ میں اس کی موت آ جائے گی۔ گفت۔ اب اس نے خدا سے گریہ و زاری شروع کر دی۔

لہ نوبت۔ تصوح کہہ رہا تھا کہ اگر میری جامہ تلاشی لی گئی تو سخت مصیبت آ جائیگی۔ در جگر۔ اس غم کی آگ جگر میں لگی ہے اس کے پھیلنے کی خوشبو آ رہی ہے۔ دامن۔ وہ خدا سے کہہ رہا تھا کہ میں نے تیری رحمت کا دامن تھاما ہے۔

کاشکے[1] مادر نزادے مر مرا
کاش مجھے ماں نہ جنتی

یا مرا شیرے بخوردے در چرا
یا جنگل میں مجھے شیر کھا جاتا

اے خدا آں کُن کہ از تو می سزد
اے خدا! وہ کر جو تیرے لائق ہے

کہ ز ہر سوراخ مارم میگزد
کیونکہ ہر سوراخ سے مجھے سانپ ڈس رہا ہے

جانِ[2] سنگیں دارم و دل آہنیں
میں پتھر کی جان اور لوہے کا دل رکھتا ہوں

ورنہ خوں گشتے دریں رنج و حنیں
ورنہ اس رنج اور گریہ میں خون بن جاتے

وقت تنگ آمد مرا و یک نفس
میرا وقت تنگ ہوگیا، تھوڑی دیر کیلئے

بادشاہی کن مرا فریاد رس
شاہی برت، میری فریاد رسی کر

گر مرا ایں بار ستاری کنی
اگر اب کی دفعہ تو میری پردہ پوشی کرے

توبہ کردم من ز ہر ناکردنی
میں نے ہر نہ کرنے کے کام سے توبہ کی

توبہ اَم پذیرا ایں بار دگر
اس بار پھر میری توبہ قبول کرے

تا بہ بندم بہر توبہ صد کمر
تاکہ میں توبہ کے لئے سو کمریں باندھوں

مَن اگر ایں بار تقصیرے کُنم
میں اگر اس دفعہ کوتاہی کروں

پس دگر مشنو دُعا و گفتنم
پھر کبھی میری دعا اور بات نہ سننا

ایں ہمی زارید صد قطرہ رواں
وہ یہ زاری کر رہا تھا اور سینکڑوں آنسو جاری تھے

کاندر افتادم بجلّاد و عواں
کہ میں جلاد اور سپاہی کے ہاتھوں پھنسا ہوں

تا نمیرد ہیچ افرنگی چنیں
کوئی فرنگی بھی اس طرح نہ مرے

ہیچ مُلحِد[3] را مبادا ایں چنیں
کسی بددین کا بھی ایسا نہ ہو

نوحہا میکرد او بر جانِ خویش
وہ اپنی جان پر نوحے کرتا تھا

رُوئے عزرائیل دیدہ پیش پیش
سامنے ملک الموت کا چہرہ دیکھ کر

اے خدا و اے خدا چنداں بگفت
اے خدا! اے خدا! اتنا کہا

کاں دَر و دیوار با او گشت جُفت
کہ در و دیوار اس کے ساتھی ہوگئے

نوبتِ جستن رسیدن بنصوح و آواز آمدن کہ ہمہ را جستیم

نصوح کی تلاشی کی نوبت آنا اور آواز آنا کہ ہم نے سب کی تلاشی لے لی

نصوح را بجوئید و بیہوش شدن نصوح ازاں ہیبت

نصوح کی تلاشی لو اور اس خوف سے نصوح کا بیہوش ہو جانا

[1] کاشکے۔ وہ نصوح خوشی کے دوران کہہ رہا تھا کاش میں پیدا نہ ہوتا اور اگر پیدا ہوگیا تھا تو جنگل میں کوئی شیر کھا جاتا۔ چرا۔ چراگاہ۔ چرنا۔ یعنی میں پہاڑ ملزمہ سے مصیبت میں ہوں۔

[2] جانِ سنگیں۔ میں پتھر کا ہوں ورنہ اس پریشانی سے مجھے مرجانا چاہیے تھا۔ ستاری۔ پردہ پوشی۔ ناکردنی۔ یعنی گناہ۔ تقصیر۔ کوتاہی، قصور۔ جلاد۔ کوڑے مارنے والا، سزا دینے والا۔ فرنگی۔ نصرانی۔

[3] مُلحِد۔ بددین۔ غور کریں۔ ملک الموت۔ اے خدا۔ اس نے خدا کو اس قدر پکارا کہ در و دیوار گونج اٹھے۔

وگشادہ شدنِ کار بعد از نہایتِ بستگی کَمَا کَانَ یَقُوْلُ[1]

بند ٹوٹنے کے بعد معاملہ کامل ہو جانا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت فرمایا کرتے تھے جب ان کو کوئی مرض یا غم ہوتا تھا "مصیبت تو سخت ہو مگر

اَزِمَّتُہٗ تَنْفَرِجُ

کھل جائے گی۔

درمیانِ یارب و یارب بُداؤ
وہ یارب، یارب میں کمی تھا

بانگ آمد از میانِ جستجو
تلاش کے درمیان آواز آئی

جملہ را جستیم پیشِ آ اے نصوح
ہم نے سب کی تلاشی لی، اے نصوح! کہ آ

گشت بیہوش آنزماں پریدہ[2] روح
اس وقت وہ بے ہوش ہو گیا اور روح پرواز کر گئی

ہمچو دیوارِ شکستہ در فتاد
وہ شکستہ دیوار کی طرح ڈھے گیا

ہوش و عقلش رفت و شد او چوں جماد
اس کے ہوش و حواس چلے گئے اور وہ پتھر کی طرح ہو گیا

چونکہ ہوشش رفت از تن آنزماں
جب جسم سے اس کا ہوش روانہ ہو گیا، اس وقت

سِرِّ او با حق بپیوست از نہاں
آسمانی ہے اس کا باطن حق تعالیٰ سے وابستہ ہو گیا

چوں تہی گشت و وجودِ او نماند
جب وہ خالی ہو گیا اور اس کا وجود نہ رہا

باز جانش را خدا در پیش خواند
اس کی جان کے باز کو خدا نے سامنے بلا لیا

چوں شکست آں کشتیِ او بیمراد
جب بے مرادی میں اس کی کشتی ٹوٹ گئی

در کنارِ رحمتِ دریا فتاد
دریائے رحمت کے ساحل سے جا لگی

جانِ[3] بحق پیوست چوں بیہوش شد
جب وہ بیہوش ہوا، جان اللہ سے وابستہ ہو گئی

بحرِ رحمت آں زماں در جوش شد
رحمت کا سمندر اس وقت جوش میں آ گیا

چونکہ جانش وارہید از ننگِ تن
جب اس کی روح جسم کے عیب سے نجات پا گئی

رفتِ شاداں پیشِ اصلِ خویشتن
اپنی اصل کی جانب خوشی خوشی روانہ ہو گئی

جاں چوں باز و تن مرا او را کندہ
روح باز کی طرح ہے، جسم اس کیلئے کاٹھ ہے

پائے بستہ پر شکستہ بندہ
پاؤں بندھا ہوا، پر ٹوٹے ہوئے ایک غلام ہے

چونکہ ہوشش رفت پایش برگشاد
جب اس کے ہوش چلے گئے، پاؤں کھل گیا

می پرد آں باز سوئے کیقباد
وہ باز شاہ کی جانب اڑ رہا ہے

---

[1] کَمَا کَانَ یَقُوْلُ۔ یعنی آنحضورؐ نے فرمایا جب مصیبت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمتِ خداوندی متوجہ ہو جاتی ہے، یہ حدیث مسند اکبر دور ہے۔ اَزِمَّتُہٗ۔ شدت، اگرہ، قحط۔

[2] پریدہ روح۔ روح جسم سے پرواز کر گئی۔ چونکہ اس بیہوشی میں اس کو قربتِ حق میسر آ گئی، چلتے شکست۔ اس کی انتہائی مایوسی نے اس کو دریائے رحمت کے ساحل پر پہنچا دیا۔ چونکہ روح جسم سے پاک ہو کر دربارِ خداوندی میں پہنچ گئی۔

[3] جان۔ روح جسم میں اسی طرح مقید ہے جس طرح انسان کا ہاتھ میں اتقید کر لیا جاتا ہے۔ چونکہ جب جسم بے ہوش ہو جاتا ہے روح پرواز کر کے شاہ کے پاس پہنچ جاتی ہے۔

چونکہ[1] دریاہائے رحمت جوش کرد — سنگہا ہم آبِ حیواں نوش کرد
جب رحمت کے سمندروں نے جوش مارا — پتھروں نے بھی آبِ حیات پی لیا

ذرّہ لاغر شکرِ ژرفت شدُ — فرشِ خاکی اطلس و زربفت شدُ
کمزور ذرہ عمیق اور موٹا ہو گیا — خاکی فرش، اطلس اور زربفت بن گیا

مُردۂ صد سالہ پیروں شد ز گور — دیوِ ملعوں شد بخوبی رشکِ حور
سو سال کا مُردہ قبر سے باہر آگیا — ملعون شیطان، خوبی میں حور بن گیا

ایں[2] ہمہ روئے زمیں سرسبز شد — شاخِ خشک اشگوفہ کرد و نغز شدُ
یہ سب روئے زمین سرسبز ہو گئی — خشک شاخ نے کلی کھلائی، عمدہ ہو گئی

گرگ با برّہ حریفِ مے شدہ — نا اُمید آں خوش رگِ خوش پے شدہ
بھیڑیا بکری کے بچہ کے ساتھ شراب نوش بنا — مایوس، اچھے رگ پٹھوں کے بن گئے

یافت شدنِ گوہر و حلالی خواستنِ حاجیاں کنیزکانِ شاہزادہ
موتی کا مل جانا اور شہزادی کے درباریوں اور لونڈیوں کا نصوح سے مسافی چاہنا

از نصوح و بر سر و دستِ اُو بوسہ دادن و عذر خواستن
اور اُس کے سر اور ہاتھ کو چومنا اور عذر خواہی کرنا

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم — شد پدید آں گم شدہ دُرِّ یتیم
ایسا نک آواز آئی، خوف ختم ہو گیا — وہ نایاب گم شدہ موتی، مل گیا

بعد[3] آں خوف و ہلاکِ جاں بُدہ — مُژدہا آمد کہ اینک گم شدہ
اس کے بعد کہ جان کا خوف اور ہلاکت تھی — خوشخبری آئی کہ یہ گم شدہ (موتی) ہے

حُزن شد واندر فرح دَرتافتیم — مُژدگانی دہ کہ گوہر یافتیم
غم ختم ہوا اور ہم خوشی میں چمک اٹھے — انعام دے، کیونکہ ہم نے موتی پالیا ہے

از غریو و نعرہ و دستک زدن — پُر شدہ حمام قدر زال الحزن
شور اور نعرے اور ہتھیلیاں بجانے سے — حمام گونج سما، رنج زائل ہو گیا

آں نصوحِ رفتہ باز آمد بخویش — دیدہ چشمش تابشِ صد روزہ بیش
پریشان نصوح پھر ہوش میں آگیا — اسکی آنکھ نے سو روزوں کے نور سے زیادہ نور پایا

می حلالی خواست از وے ہر کسے — بوسہ می دادند بر دستش بسے
ہر شخص اُس سے مسافی چاہ رہا تھا — اُس کے ہاتھ بہت چومتے تھے

[1] چونکہ۔ جب دریائے رحمت جوش میں آتا ہے تو جس پر بھی چھینٹا پڑ جاتا ہے اُس میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ذرّہ۔ ابرِ رحمت سے ذرہ موتی بن جاتا ہے وہ بے رونق بیشی سے پھول اور پتیاں اُگا دیتا ہے۔ پرانے مُردے زندہ ہو جاتے ہیں، بُرا بھلا بن جاتا ہے۔

[2] ایں ہمہ۔ خشک زمین سرسبز بن جاتی ہے۔ گرگ۔ بغض و کینہ ختم ہو جاتا ہے بھیڑ اور بھیڑیا مل کر پانی پینے لگے ہیں۔ حلالی مسافی۔ بانگ آمد۔ اب یہ اعلان ہوگیا کہ ڈر اور خوف کا وقت ختم ہو گیا موتی مل گیا ہے۔

[3] بعد آں۔ جب موتی مل گیا تو اُس کے مل جانے کی خوشخبری دے دی گئی۔ حمام۔ تمام متعلقین نے شہزادی سے انعام کی درخواست کی۔ از غریو۔ حمام میں خوشی کے نعرے بتا رہے تھے کہ غم دور ہو چکا ہے۔ آں نصوح۔ اب وہ نصوح جو بیہوشی سے ہوش میں آیا تو اُس پر نور کی وہ کیفیت تھی جو ستو روزوں کے پتہ کے بعد ہوتی ہے۔ می حلالی خواست۔ یعنی مسافی کی خواست۔

بدگماں[1] بودیم ما اکنوں حلال
ہم بدظن ہو گئے تھے، اب ہمیں معاف کر دیجئے

لحم تو خوردیم اندر قیل و قال
بات چیت میں ہم نے آپ کا گوشت کھایا

زانکہ ظنِ جملہ بر وے بیش بود
کیونکہ سب کا اُس پر زیادہ گمان تھا

زانکہ در قربت ز جملہ پیش بود
کیونکہ وہ قرب میں سب سے آگے تھا

خاص دلاّکش بدو محرم نصوح
نصوح اُس کا خاص حامی اور محرم تھا

بلکہ ہمچوں دو تن و یک گشتہ روح
بلکہ دو جسم اور ایک روح بنا ہوا تھا

گوہرا ربردست و بردست و بس
اگر موتی چرایا ہے تو اُس نے چرایا ہے

زو ملازم تر بنخاتوں نیست کس
بیگم سے اُس سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے

اوّل او را خواست جستن در نبرد
سفر کریں پہلے اُس کی تلاشی لینی چاہی

بہر حرمت داشتش تاخیر کرد
لیکن، اُس کی عزت رکھنے کے لئے تاخیر کی

تا بود کاں را بیندازد بجا
تاکہ ہو سکے کہ وہ اُس کو کہیں ڈالدے

اندریں مہلت رہاند خویش را
اس فرصت میں وہ اپنے آپ کو بچالے

بس[2] حلالیہا از و میخواستند
وہ اُس سے بہت معافیاں چاہ رہے تھے

وز برائی عذر بر میخاستند
عذر خواہی کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے

گفت بد فضلِ خدائے دادگر
اُس نے کہا منصف خدا کا کرم تھا

ورنہ زانچہ گفتہ شد ہستم بتر
ورنہ جو کچھ کہا گیا میں اُس سے بھی بُرا ہوں

چہ حلالی خواست میباید زمن
مجھ سے کیا معافی چاہی جائے؟

کہ منم مجرم تر از اہلِ زمن
میں زمانہ کے لوگوں سے بڑا مجرم ہوں

آنچہ گفتندم زبد از صد یکیست
جو کچھ انھوں نے میری بُرائی میں کہا ہر ایک قصیدے

بر من ایں کشف ست اگر کس را شکیست
اگر کسی کو شک ہے، تو مجھ پر واضح ہے

کس چہ میداند زمن جز اندکے
تھوڑے سے کے علاوہ کوئی میرے بارے میں کیا جانتا ہے؟

وز ہزاراں جرم و بد فعلی یکے
ہزاروں جرم اور بدکاریوں میں سے ایک

من[3] همی آں دانم و ستارِ من
وہ میں جانتا ہوں اور میرا ستار

جرمہا و زشتی کردارِ من
اپنی خطاؤں اور بدکاری کو

اوّل ابلیسے مرا اُستاد بود
شروع میں شیطان میرا اُستاد تھا

بعد ازاں ابلیس پیشم باد بود
اُس کے بعد شیطان میرے آگے ہوا تھا

[1] بدگماں سے نصوح کہا ہم نے آپ پر بدگمانی کی تھی ہمیں معاف کر دیجئے۔ لحم غیبت کو گوشت خوری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زانکہ نصوح پر زیادہ بدگمانی اسلئے تھی کہ اُس کو فرزندی سے زیادہ قرب حاصل تھا۔ خاص۔ شہزادی کا جسم بنے رہنے کیلئے نصوح مخصوص تھا دونوں ایک روح دو جسم بنے ہوئے تھے۔ اوّل اس بدگمانی کا تقاضا تو یہ تھا کہ سب سے پہلے نصوح کی جامہ تلاشی لیں لیکن انکی عزت بچانے کیلئے اُس کو موقع دے رہے تھے کہ اگر موتی اُسکے پاس ہے تو اُسکو کسی جگہ رکھوا دے اور الزام سے بچ جائے۔

[2] بس حلالیہا۔ خادم کے خلاف کھڑے ہوئے نصوح سے معافیاں مانگ رہے تھے اور نصوح کہہ رہا تھا کہ یہ اللہ کا کرم تھا ورنہ جو کچھ تم لوگوں نے کہا میں اُس سے بدتر ہوں دنیا میں سب سے زیادہ گنہگار ہوں تم نے جو کچھ کہا وہ تو ایک قصیدہ ہے اس بارے میں خواہ کسی کو شک ہو لیکن مجھے اپنی بُرائی کا یقین ہے میری بداعمالیوں کو میرے سوا اور کون جان سکتا ہے۔

[3] من ہمی۔ نصوح نے کہا اپنی بُرائیوں کو میں جانتا ہوں یا میرا خدا جانتا ہے ابتداء شیطان میرا اُستاد تھا لیکن پھر میں بُرائی کرنے میں شیطان کا بھی اُستاد بنگیا، یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ میری پردہ پوشی کرتا ہے اور میرے پھنے ہوئے کو سی دیتا ہے۔

حق بدید آں جملہ و نادیدہ کرد
اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ دیکھا اور پھر نہ دیکھا بنا دیا

تا زرحمت پوستیں دوزیم کرد
یہاں تک کہ اُس نے رحمت سے میری پرورش کی

ہر چہ[1] کردم جملہ ناکردہ گرفت
میں نے جو کچھ کیا اُس کو نہ کیا ہوا ٹھہرایا

ہمچو سَرو و سوسنم آزاد کرد
اُس نے مجھے سرو اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا

نام مَن دَر نامۂ پاکاں نوشت
میرا نام پاک لوگوں کی فہرست میں لکھ دیا

عفو کرد آں جملگی جُرم و گناہ
اُس نے وہ سارے جرم اور گناہ معاف کر دیئے

آہ[2] کردم چوں رَسَن شد آہِ مَن
میں نے آہ کی، میری آہ رسّی کی طرح ہو گئی

آں رَسَن بگرفتم و بیروں شدم
میں نے وہ رسّی پکڑی اور باہر نکل آیا

دَر بُنِ چاہے ہمی بودم اسیر
میں کنوئیں کی تہ میں قیدی تھا

از ہَوس دَر تنگنا بودم زبوں
ہوس کی وجہ سے میں تنگ کنوئیں میں عاجز تھا

آفرینہا بر تو باد اے خُدا
اے خدا! تجھ آفریں پر آفریں ہے

گر[3] سَرِ ہر مُوئے من گردد زبان
اگر میرے ہر بال کا میرا زبان بن جائے

میزنم نعرہ دریں روضہ عیون
اِس باغیچہ اور چشموں میں میں صدائیں دے رہا ہوں

تا نگردم دَر فضیحت رُوئے زرد
تاکہ میں رسوائی میں زرد رُو نہ بنوں

توبۂ شیریں چو جاں روزیم کرد
جان جیسی شیریں توبہ مجھے عطا کر دی

طاعتِ ناکردہ را کردہ گرفت
نہ کی ہوئی عبادت کو کیا ہوا ٹھہرایا

ہمچو بختت و دولتم دل شاد کرد
مجھے نصیبہ اور دولت کی طرح خوش دل کر دیا

دوزخی بُودم بہشتم شد نصیب
میں دوزخی تھا مجھے بہشت بخش دی

شد سپید آں نامۂ دَر رُوئے سیاہ
وہ کالا اعمال نامہ اور چہرہ سفید ہو گیا

گشت آویزاں رَسَن دَر چاہِ مَن
رسّی میرے کنوئیں میں لٹک گئی

شاد و زفت و قربہ و گلگوں شدم
خوش اور موٹا تازہ اور سُرخ ہو گیا

روز و شب اندر فغاں و در نفیر
دن رات فریاد اور رونے میں تھا

دَر ہمہ عالم نمی گنجم کنوں
اب میں پورے عالم میں نہیں سما رہا ہوں

ناگہاں کردی مرا از غم جُدا
تو نے مجھے اچانک غم سے جدا کر دیا

شکرہائے تو نیاید در بیاں
تیرے شکریئے بیان نہیں ہو سکتے ہیں

خلق را یا لَیتَ قَومِی یَعلَمُون
لوگوں کو، کاش میری قوم جان لے

---

[1] ہر چہ۔ یہی نہیں کہ اُس نے میرے گناہوں سے قطع نظر کی بلکہ میری برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا اب میں تمام دنیاوی علائق سے سرو اور سوسن کی طرح آزاد ہوں۔ نام من۔ اب اُس نے میرا نام نیکوں میں لکھ لیا ہے اور مجھ دوزخی کو جنتی بنا دیا ہے۔

[2] آہ کردم۔ میں نے اپنی خطاکاری پر آہ کی اُس آہ نے رسّی کا کام دیا اور گناہوں کے کنوئیں سے باہر نکل آیا۔ از ہوس۔ دنیا کی حرص ہوس کی تنگی میں تھا اب میں پورے عالم میں نہیں سما رہا ہوں۔

[3] اگر۔ اگر میرا رُواں رُواں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہے تو ممکن نہیں ہے۔ یا لَیتَ۔ مغفرت کے بعد جنتی کہے گا، یا لَیتَ قَومِی یَعلَمُونَ بِمَا غَفَرَ لِی رَبِّی وَجَعَلَنِی مِنَ المُکرَمِین یعنی کاش میری قوم اس بات کو جان لے کہ میرے خدا نے میری بخشش کر دی ہے اور مجھے باعزت لوگوں میں سے بنا دیا ہے۔

بازخواندن[1] شاہزادی نصوح را از بہر دلالی بعد از استحکام

شہزادی کا نصوح کو توبہ کے مستحکم ہو جانے کے بعد مائش کے لئے دوبارہ بلانا

توبہ و بہانہ کردنِ او و دفع گفتنِ او و عذر آوردنِ او

اور اس کا بہانہ کرنا اور دفع کرنا اور عذر کرنا

بعد ازاں آمد کسے کز مرحمت — دخترِ سلطانِ ما میخواندت

اس کے بعد کوئی آیا، کہ مہربانی سے — ہمارے بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے

دخترِ شاہت ہمی خواند بیا — تا سرش شوئی کنوں اے پارسا

بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے، آجا — تاکہ اے نیک: تو اس کا سر دھوئے

جز تو دلالے نمی خواہد دلش — کہ بمالد یا بشوید با گلش

اس کا دل خواہش تیرے علاوہ کسی مائش کرنے والے کی نہیں کرتا — کہ جو مالش کرے یا بٹنی سے اس کو نہلائے

گفت رو رو دستِ من بیکار شد — دیں نصوح تو کنوں بیمار شد

اس نے کہا جا جا میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے — تیری یہ نصوح اب بیمار ہو گئی ہے

رو کسے دیگر بجو اشتاب و تفت — کہ مرا واللہ دست از کار رفت

جلد جلد تیزی سے دوسری کو ڈھونڈ لے — کیونکہ خدا کی قسم ہاتھ بیکار ہے

با دلِ[2] خود گفت کز حد رفت جرم — از دلِ من کے رود آں ترس و گرم

وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ جرم حد سے گذر گیا — میرے دل سے وہ ڈر اور گرمی کہاں جا سکتی ہے؟

من بمردم یکره و باز آمدم — من چشیدم تلخیِ مرگ و عدم

میں ایک بار مر چکا ہوں اور پھر واپس آیا ہوں — میں نے موت اور عدم کی تلخی چکھ لی ہے

توبہ کردم حقیقت با خدا — نشکنم تا جاں شود از تن جدا

میں نے اللہ سے حقیقی توبہ کی ہے — جب تک جان جسم سے جدا ہو میں نہ توڑوں گا

بعد ازیں محنت کرا یارِ دگر — یا رود سوئے خطر الا کہ خر

اس مصیبت کے بعد کس کا دوبارہ — خر کے علاوہ خطرے کی جہت پاؤں چلیگا؟

حکایت[3] در بیان آں کسے کہ توبہ کند و پشیمان شود و باز آں پشیمانیہا را فراموش کند و آزمودہ را باز آزماید در

اس بیان میں حکایت کہ کوئی شخص توبہ کرے اور شرمندہ ہو اور پھر ان شرمندگیوں کو بھلا دے اور آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمائے۔ اور مستقل

[1] باز خواندن۔ اس توبہ کے بعد شہزادی نے پھر نصوح کو بلایا لیکن اس نے معذرت کر دی۔ بعد ازاں۔ ان تمام واقعات کے بعد نصوح کے گھر پیغام آیا کہ شہزادی بلاتی ہے اس کا دل تجھ سے بدن ملوانے کو چاہتا ہے۔ مطلب۔ یعنی تو ہی مالش کرنے سے سر دھوئے گفت۔ نصوح نے کہا اب میرے ہاتھ بیکار ہیں اور میں بیمار ہوں۔

[2] با دلِ خود۔ نصوح دل دل میں کہہ رہا تھا کہ معاصی کا ڈر میرے دل سے کب نکل سکتا ہے۔ توبہ اب میں نے ہم سے ایسی توبہ کر لی ہے جو مرتے دم تک نہ ٹوٹیگی۔ جب ایک دفعہ کسی مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد انسان ہی اس مصیبت میں پھنسنے کو تیار ہوتا ہے

[3] حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک بار مصیبت سے نجات پا جانے کے بعد دوبارہ مصیبت میں پھنسنے کا بہت برا انجام ہوتا ہے۔

خسارتِ ابد در افتد کہ مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَةُ

نقصان میں مبتلا ہو جائے کیونکہ جس شخص نے آزمائے ہوئے کو آزمایا اس کو ندامت ہوئی

وچوں[1] توبہ او را ثباتے و قوتے و حلاوتے و قبولے و

اور جب اس کی توبہ کو ثبات اور قوت اور شیرینی اور قبولیت اور مزہ اس کو

مَدَدے بدو نرسد چوں درخت بے بیخ ہر روز زرد تر

حاصل نہ ہو تو وہ بغیر جڑ کے درخت کی طرح ہے جو روز زیادہ زرد اور خشک ہوتا ہے

وخشک تر نعوذ باللہ من ذٰلک

ہم اس بات سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں

گاورے[2] بود و مر او را یک خرے — پشت ریش[3] و شکم تہی تن لاغرے

ایک دھوبی تھا جس کا ایک گدھا تھا — زخمی کمر، خالی پیٹ، کمزور جسم

درمیانِ سنگلاخِ بے گیاہ — روز تا شب بینوا و بے پناہ

بغیر گھاس کی پتھریلی زمین میں — شب و روز بے سروسامان اور بے پناہ

بہرِ خوردن غیرِ آب آنجا نبود — روز و شب بد خر دراں کور و کبود

وہاں کھانے کیلئے پانی کے سوا نہ تھا — گدھا وہاں دن رات اندھا اور تاریک چشم رہتا تھا

آں حوالی نیستان و بیشہ بود — شیرے بود آنجا کہ صیدش پیشہ بود

اطراف میں جنگل اور جنگل تھا — وہاں ایک شیر تھا جس کا پیشہ شکار کرنا تھا

شیر را با پیلِ نر جنگ اوفتاد — خستہ شد آں شیر و ماند از اصطیاد

شیر کی نر ہاتھی سے لڑائی ہوئی — وہ شیر زخمی ہو گیا اور شکار کرنے سے عاجز ہو گیا

مدتے[4] وا ماند زاں ضعف از شکار — بینوا ماندند دد از چاشت خوار

ایک عرصہ تک کمزوری کی وجہ سے شکار سے عاجز رہا — درندے ناشتہ سے محروم ہو گئے

زانکہ باقی خوارِ شیر ایشاں بدند — شیر چوں رنجور شد تنگ آمدند

کیونکہ وہ شیر کا بچا ہوا کھانے والے تھے — جب شیر بیمار ہو گیا، وہ پریشان ہو گئے

شیر یک روباہ را فرمود رو — مر خرے را بہرِ من صیاد شو

شیر نے ایک لومڑی سے کہا، جا — میرے لئے گدھے کی شکاری بن

گر خرے یابی بگردِ مرغزار — رو فسونش خواں فریبانش بیار

اگر تو جنگل کے اطراف میں گدھا پائے — جا اس پر منتر پڑھ اس کو فریب دے آ

[1] چوں۔ اگر توبہ میں ثبات نہ ہو اور اس کی خوبی اس پر واضح نہ ہو تو توبہ کرنے والے شخص کی مثال بے جڑ کے درخت کی سی ہے جو روز بروز خشک ہوتا جاتا ہے اور اس کے پتے جھڑتے رہتے ہیں۔

[2] گاورے۔ ایک دھوبی کا ایک گدھا تھا جس کی کمر زخمی تھی اور پیٹ خالی رہتا تھا جس کی وجہ سے وہ کمزور ہو گیا تھا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔ کور و کبود۔ یعنی تباہ اور بدحال۔ حوالی۔ اطراف۔ نیستان۔ جنگل۔ بیشہ۔ جھاڑی۔

شیر۔ وہ شیر کسی ہاتھی سے لڑ کر زخمی اور لاغر ہو گیا اور جنگل جانوروں کا شکار کرنے کے قابل نہ رہا۔

[3] پشت ریش۔ ایک مرض ہے وہ شکار کرنے کے قابل نہ تھا اور دوسرے درندے جس کا بچا کھچا کھاتے تھے وہ بھی بھوکے تھے۔ چاشتخوار۔ ناشتہ۔

شیر۔ شیر نے لومڑی سے کہا کسی گدھے کو پھسلا کر میرے پاس لے آ۔ مرغزار۔ سبزہ زار۔ فسون۔ منتر۔

یا خرے یا گاؤ بہر من بجو
یا گدھا یا بیل میرے لئے تلاش کر

زاں فسونہائے[1] کہ میدانی بگو
جو منتر تو جانتا ہے، وہ پڑھ

چوں بیابم قوتے از لحمِ خر
جب میں گدھے کے گوشت سے طاقت پکڑوں گا

پس بگیرم بعد ازاں صیدِ دگر
اس کے بعد میں دوسرا شکار کروں گا

اندکے من میخورم باقی شما
میں تھوڑا سا کھاؤں گا، باقی تم

من سبب باشم شمارا در نوا
میں توشہ میں تمہارے لئے سبب بنوں گا

از فسون واز سخنہائے خوش
اس کو منتر اور اچھی باتوں سے

نرم گرداں زود ترایں جا کشش
نرم کر، جلد یہاں لے آ

تشبیہ کردنِ قطب[2] کہ عارفِ واصل ست در اجرائے
قطب، عارف واصل (بحق)، کی مخلوق کو رحمت اور مغفرت کی اُن مراتب کے اعتبار

دادنِ خلق از قوتِ رحمت و مغفرت بر مراتبے کہ حق ش
سے روزی دینے کی تشبیہ بیان کرنا جو اللہ نے اس کو الہام کیا ہے اور شیر سے

الہام داد و تمثیل بشیر کہ اجرے خوار و باقی خوارِ وے اند
مثال دینا کیونکہ وہ اس کے روزی خوار اور بچا کھچا کھانے والے ہیں شیر

بر مراتبِ قربِ ایشاں بشیر نہ قربِ مکانی بلکہ از قرب
سے نزدیکی کے اعتبار سے مکانی قرب کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفاتی قرب کے اعتبار

صفتی و تفاصیلِ ایں بسیار ست و اللہ الہادی
سے اور اس کی بہت تفاصیل ہیں اور خدا ہدایت کرنے والا ہے

قطب[3] شیر و صید کردن کارِ اُو
قطب شیر ہے اور شکار کرنا اس کا کام ہے

باقیاں ایں خلق باقی خوارِ اُو
باقی یہ مخلوق اس کا بچا ہوا کھانے والی ہے

تا توانی در رضائے قطب کوش
تجھے جب تک ہو سکے قطب کو راضی رکھنے کی کوشش کر

تا قوی گردد کند صیدِ وحوش
تاکہ وہ قوی ہو جائے اور وحشی جانوروں کا شکار کرے

چوں[4] بر نجد بینوا مانند خلق
جب وہ رنجیدہ ہو جائیگا، مخلوق بے سروسامان رہ جائیگی

کز کفِ عقلست جملہ رزقِ خلق
کیونکہ تمام لوگوں کی روزی عقل کے ہاتھ میں ہے

زانکہ وجدِ خلق باقی خوردِ اُوست
کیونکہ مخلوق کی روزی اس کا پس خوردہ ہے

ایں نگہدار ار دلِ تو صید جوست
اگر تیرا دل شکاری ہے، تو اس کا خیال رکھ

[1] فسونہا۔ لوٹری کی بولیاں
شعبدہ میں۔ شحم۔ گوشت۔ لحم۔ روزی۔ از فسوں۔ یعنی گدھے کو بہکا کر میرے پاس لے آ۔ تشبیہ میں طوعاً شیر شکار کرتا ہے اور باقی درندے اس کا بچا ہوا کھا کر پیٹ بھرتے ہیں۔ اسی طرح قطب زمانہ اسرار و معارف الٰہی کا استکشاف کرتا ہے اور اولیاء و ابدال اس کے ذریعہ اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔

[2] قطب۔ جو شخص اپنے دور کا قطب ہوتا ہے وہ اسرار و معارف کا براہ راست استفادہ کرتا ہے اور دوسرے اولیاء، اوتاد، نجباء اور نقباء اس کے واسطے سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ تا توانی۔ ہر ولی کا فرض ہے کہ وہ قطب زمانہ کی خوشنودی حاصل کرے اور اس کو خوش رکھے۔

[3] قطب شیر۔ اگر قطب رنجیدہ خاطر ہو جائے تو بقیہ لوگ بے سروسامان رہ جاتے ہیں۔ وجدِ خلق۔ بقیہ لوگوں کی روزی اس کا پس خوردہ ہے۔

اُو[1] چو عقل و خلق چوں اعضائے تن — بستۂ عقل ست تدبیرِ بدن

وہ عقل کی طرح اور خلق جسم کے اعضا کی طرح ہے — جسم کی تدبیر عقل سے وابستہ ہے

ضُعفِ قطب از تن بُود از روح نے — ضُعف در کشتی بُود در نوح نے

قطب کی کمزوری جسم کی ہوتی ہے نہ کہ روح کی — کمزوری کشتی میں ہوتی ہے نہ کہ نوح میں

قطب آں باشد کہ گردِ خود تند — گردشِ افلاک گردِ اُو بُود

قطب وہ ہوتا ہے جو اپنے گرد گھومتا ہے — آسمانوں کی گردش اُس کے گرد ہوتی ہے

یا بہ ہے وہ در مرمت کشتیش — گر غلامِ خاص و بندہ گشتیش

اُس کی کشتی کی مرمت میں مدد کرے — اگر تو اُس کا خاص غلام اور بندہ ہو گیا ہے

یاریت[2] در تو فزاید نے درو — گفت حق اِن تَنصُرُوا اللہَ یَنصُرُہ

تیری مدد، تجھ میں اضافہ کرے گی نہ کہ اُس میں — اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ

ہمچو رُوبہ صید گیر و کن فدیش — تا عوض گیری ہزاراں صید بیش

لومڑی کی طرح شکار کر اور اُس پر قربان ہو جا — تاکہ تو ہزاروں سے زیادہ شکار بدلے میں حاصل کرے

روبہانہ باشد آں صیدِ مرید — مُردہ گیرد صیدِ گفتارِ مرید

مرید کا شکار لومڑی کی طرح کا ہوتا ہے — سرکش، مجھ مُردے کا شکار کرتا ہے

مُردہ پیشِ اُو کشی زندہ شود — چرک در پالیز رویندہ شود

تو اُس کے سامنے مُردہ لیجائے گا وہ زندہ ہو جائے گا — گھاس، خالیز میں اُگانے والا بن جاتا ہے

جواب گفتنِ رُوباہ شیر را

لومڑی کا شیر کو جواب دینا

گفت[3] رُوبہ شیر را خدمت کُنم — حیلہا سازم ز عقلش برکنم

لومڑی نے شیر سے کہا میں خدمت بجالاؤں گی — تدبیریں کروں گی اُسکو عقل سے بیگانہ کر دوں گی

حیلہ و افسوں گری کارِ من ست — کارِ من دستاں و ازرہ بُردنست

حیلہ اور منتر پڑھنا میرا پیشہ ہے — میرا پیشہ دھوکا اور دھوکا دینا ہے

از سَر کہ جانب جُویشتافت — یک خرِ مسکینِ لاغر را بیافت

پہاڑ پر سے، نہر کی جانب دوڑ رہی تھی — ایک کمزور مسکین گدھے کو پالیا

---

[3] گفت روبہ۔ لومڑی نے شیر سے کہا میں حکم کی تعمیل کروں گی اور اپنی تدبیر سے شکار کو بے وقوف بناؤں گی۔ دستاں۔ مکر۔ خرِ مسکیں۔ یعنی وہی دھوبی کا گدھا۔ لومڑی اُس کے پاس پہنچی، اور اُس کو گرم جوشی سے سلام کیا۔

---

[1] اُو چو عقل۔ قطب اور بقیہ مخلوق کی وہی نسبت ہے جو عقل اور بقیہ اعضا کی ہے۔ اعضا عقل کے ذریعہ خوراک حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا قطب پر روحانی ضعف طاری نہیں ہو سکتا گذشتہ اشعار میں اُس کے جس ضعف کا ذکر ہے وہ محض جسمانی ضعف ہے اس کی روح اور جسم کی وہی نسبت ہے جو حضرت نوحؑ اور کشتی کی تھی۔ یاریہ۔ قطب کو جس مدد کی ضرورت ہے وہ اُس کی جسمانی مدد ہے۔

[2] یاریت۔ تو جو کچھ قطب کی بدنی خدمت کریگا وہ تیرے لئے ہی مفید ہے۔ گفت آنحضرتؐ کے ساتھ توسل کر کے جہاد کرنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اُس مدد کا فائدہ تمہیں بصورت مددِ خداوندی حاصل ہوگا۔ جو کوئی جس طرح لومڑی شیر کے لئے شکار کرتی ہے اور اُس سے خود فائدہ اُٹھاتی ہے اسی طرح تم جو بھی قطب کی بدنی خدمت کروگے خود فائدہ اُٹھاؤ گے۔ مرید۔ قطب کا ارادتمند جو کچھ قطب کو دے گا وہ لومڑی کے شکار کی طرح ہوگا کہ خود اُسکو مفید پڑیگا۔ مرید۔ قطب کا منکر، بجو ہے جس کی کمائی مُردار ہوتی ہے لیکن قطب کے پاس پہنچ کر اُس کا مُردار پن زائل ہو جاتا ہے جس طرح گوبر کا کھاد خالیز میں جا پڑتا ہے زائل کی خاصیت بدل جاتی ہے۔

پس سلامے گرم کرد و پیش رفت
گرم جوشی سے سلام کیا اور سامنے آ گئی

پیشِ آں سادہ دلے درویش رفت
اُس سیدھے اور غریب کے سامنے آ گئی

گفت[1] چونی اندریں صحرائے خشک
بولی، اِس خشک میدان میں آپ کیسے ہیں؟

درمیانِ سنگلاخ و جائے خشک
پتھریلی زمین اور خشک جگہ میں

گفت خرگر در غمم ور در ارم
گدھے نے کہا میں خواہ غم میں ہوں یا جنت میں

قسمتم حق کرد و من ان شاکرم
اللہ نے میرا حصہ بنایا ہے میں اس پر شکر گزار ہوں

شکر گویم دوست را در خیر و شر
اچھائی اور برائی میں دوست کا شکر ادا کرتا ہوں

زانکہ ہست اندر قضا از بد بتر
کیونکہ حکمِ خداوندی میں بُرے سے بھی زیادہ بُرا ہے

چونکہ قسام اوست کفر آمد گلہ
جبکہ وہ تقسیم کرنے والا ہے تو شکوہ کفر ہے

صبر باید صبر مفتاح الفرجہ
صبر کرنا چاہیئے، صبر مطلب کی کنجی ہے

باز گفت الصبر مفتاح الفرج
پھر اُس نے کہا صبر کشادگی کی کنجی ہے

صابراں را کے رسد جور و حرج
صبر کرنے والوں کو سستی اور تنگی کب آتی ہے؟

راضیم من قسمتِ قسام را[2]
میں تقسیم کرنے والے کی تقسیم پر راضی ہوں

کہ خداوندست خاص و عام را
کیونکہ وہ خاص و عام کا آقا ہے

بہرہ ور از نعمتِ او خاص و عام
اُس کی نعمت سے خاص و عام فائدہ اُٹھاتے ہیں

میرساند روزیِ وحش و ہوام[3]
وہ وحشی جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کو روزی پہنچاتا ہے

مُرغ و ماہی قسمتِ خود میخورند
پرند اور مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں

مور و مار از نعمتِ او می چرند
چیونٹیاں اور سانپ اُس کی نعمت کھاتے ہیں

خوانِ او سر تا سرِ عالم گرفت
اُس کے دسترخوان نے پورے عالم کو گھیر لیا ہے

بر سرِ خوانش خلائق در شگفت
مخلوق اُس کے دسترخوان پر تعجب میں ہے

می[4] خورند و ہیچ کم نایدازاں
وہ کھا رہے ہیں اور اُس میں کوئی کمی نہیں آتی ہے

کیست بے روزی بگوئد جہاں
بتاؤ، دنیا میں بے روزی کون ہے؟

باش راضی گر توئی دل زندہ
اگر تو زندہ دل ہے، راضی رہ

کو رساند روزیِ ہر بندہ
وہ ہر بندہ کو روزی پہنچاتا ہے

غیرِ حق جملہ عدوند او دوست
اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ سب دشمن ہیں وہ دوست ہے

با عدو از دوست شکوہ کے نکوست
دشمن سے دوست کا شکوہ کب بھلا ہے؟

---

[1] گفت۔ اونٹنی نے گدھے سے کہا آپ اس خشک پتھریلے جنگل میں کیوں پڑے ہوئے ہیں۔ گفت۔ گدھے نے کہا یہ خدائی تقسیم ہے جو میرا حصہ ہے میں اس پر راضی ہوں۔ زانکہ۔ انسان کو ہر حالت میں شکر ادا کرنا چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس سے بدتر حالت میں نہیں کیا۔ چونکہ۔ اللہ کی تقسیم پر شکوہ کفر ہے۔ اصبر۔ صبر کرنے سے کشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔

[2] راضیم۔ رزق تمام کا تقسیم کردہ ہے جبکہ وہ سب کا مالک ہے تو اس کی تقسیم پر راضی رہنا ضروری ہے۔ ہوام۔ کیڑے مکوڑے۔ حرج۔ جس قصبہ جاتا ہوں سب اُس کی ہی نعمتوں سے رزق حاصل کر رہے ہیں دنیا کی ساری مخلوق اس کے ہی خوان نعمت سے روزی حاصل کر رہی ہے

[3] می خورند۔ ساری مخلوق کو وہ روزی پہنچا رہا ہے کوئی جاندار روزی سے محروم نہیں ہے۔ غیر حق۔ اللہ کے علاوہ سب دشمن ہیں اللہ سب کا دوست ہے تو دوست کا شکوہ دشمن سے کرنا بیوقوفی ہے۔

شکر کُن تا نایدت از بد بتر — ورنہ مانی ناگہاں در گل چو خر

شکر ادا کرتا رہ، تاکہ تجھے بدسے بدتر نہ ملے — ورنہ تو کیچڑ کے گدھے کی طرح رہ جائے گا

تا دہد دو غم نخواہم انگبیں — زانکہ ہر نعمت غمے دارد قریں

جب تک وہ مجھے بھاری پیمانہ میں شہد نہ انگبیں گا — کیونکہ ہر نعمت اپنے ساتھ کوئی غم رکھتی ہے

گنج بے مار و گُلِ بے خار نیست — شادیِ بے غم دریں بازار نیست

خزانہ بغیر سانپ کے اور پھول بغیر کانٹے کے نہیں ہے — بغیر غم کی خوشی اس بازار میں نہیں ہے

یک حکایت یاد دارم از پدر — در نصیحت گفت روزے کاے پسر

مجھے باپ کی ایک کہانی یاد ہے — اس نے ایک روز نصیحت میں کہا اے بیٹا!

حکایت دیدن خرِ سقّائے بانوائے اُسپانِ تازی را در

سقے کے گدھے کا، خاص اصطبل میں ساز و سامان کے ساتھ عربی گھوڑوں کو دیکھنے کی

آخرِ خاص و تمنا بُردن آں دولت را، در موعظہ آنکہ تمنا

حکایت اور اُس دولت کی تمنا کرنا اِس نصیحت کے بارے میں کہ

نباید بُردن اِلّا بمغفرت و عنایت کہ اگرچہ صدگوں رنجے

سوائے مغفرت اور مہربانی کے تمنا نہ کرنی چاہیئے خواہ سینکڑوں تکالیف ہوں

بُود چوں لذتِ مغفرت بُود ہمہ شیریں شود باقی ہر دولتے

جب مغفرت کی لذت حاصل ہو جائیگی وہ (تکالیف) سب شیریں ہو جائینگی بقیہ ہر

کہ آں را ناآزمودہ تمنا میبری باں رنجے قرین ست

دولت کی بغیر آزمائے تو تمنا کرے تو اُس کے ساتھ کوئی تکلیف ہوگی جس کو تو

کہ آں را نمی بینی چنانکہ از ہر دامے دانہ پیدا شود و

نہیں دیکھ رہا ہے، جیسا کہ ہر جال کا دانہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور جال پنہاں ہوتا ہے

فخ پنہاں تو دریں یک دام ماندہ و تمنا میبری

تو اِس جال میں رہتے ہوئے تمنا کرتا ہے کوشش کر اُس دانے

کہ کاشکے باآں دانہا رفتمے پنداری کہ آں دانہا

تک پہنچ جاتا، تو خیال کرتا ہے کہ وہ دانے

بیدام است

بغیر جال کے ہیں

۱؎ شکر کُن۔ جس حالت میں بھی ہو اُس کو شکر گزار ہونا چاہیئے کہ اِس سے بدتر حالت میں نہیں ہے۔

تا دہد۔ جب تک مجھے معمولی روزی حاصل ہے میں بڑھیا روزی کی خواہش نہ کرونگا کیونکہ ہر بڑھیا نعمت کے ساتھ کوئی نہ کوئی تکلیف دہ بات ضرور لگی ہوئی ہے خزانہ کے ساتھ سانپ ہے پھول کے ساتھ کانٹا ہے۔

۲؎ حکایت۔ اِس حکایت سے یہ سمجھانا ہے کہ شاہی اصطبل کے گھوڑوں کو اچھی خوراک ملتی تھی قواس کے ساتھ انہیں جنگ میں تیر بھی کھانے پڑتے۔ در موعظہ۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ مغفرت اور رحمت کی عنایت کا طالب بنے اگر اُس کو یہ چیز حاصل ہو جائیگی تو مصائب کی تلخی شیرینی سے بدل جائے گی اگر انسان نہ آزمائی ہوئی نعمت کی تمنا کرے گا تو اُس کے ساتھ کی مصیبت سے پریشان ہو جائے گا۔

۳؎ چنانکہ۔ دنیا کی ہر لذت کے ساتھ کوئی مصیبت وابستہ ہے دانہ ہے تو اُس کے ساتھ جال بھی ہے انسان دانہ کی تمنا کرتا ہے لیکن وہ جال سے غافل ہوتا ہے۔

بُود سقائے مرا اُورا یک خرے
ایک سقہ کا ایک گدھا تھا

گشتہ از محنت دوتا چوں چنبرے
مشقت کی وجہ سے حلقہ کی طرح دُہرا ہو گیا تھا

پُشتش از بارِ گراں دہ جائے ریش
بھاری بوجھ کی وجہ سے اُسکی کمر میں جگہ جگہ زخم تھے

عاشق و جویائے روزِ مرگ خویش
وہ اپنی موت کے دن کا جویاں اور عاشق تھا

جو کجا از کاہِ خشک اُو سیر نے
جَو کہاں؟ وہ خشک گھاس سے بھی پیٹ بھرا نہ تھا

در عقب زخمے و سیخِ آہنے
پیچھے زخم اور لوہے کی سیخ

بیرِ آخر دید اُو را رحم کرد
اصطبل کے داروغہ نے اسکو دیکھا رحم کیا

کاشنائے صاحبِ خر بُود مرد
کیونکہ وہ گدھے کے مالک کا شناسا تھا

پس سلامش کرد و پُرسیدش ز حال
اُس کو سلام کیا اور اُس سے حال پوچھا

کز چہ ایں خر گشت دو تا ہمچو دال
کہ یہ گدھا دال کی طرح کیوں دُہرا ہو گیا؟

گفت از درویشی و تقصیرِ مَن
اُس نے کہا میری مُفلسی اور کوتاہی سے

کہ نمی یابد جوایں بستہ دہن
کیونکہ اِس بے زبان کو جَو نہیں ملتے ہیں

گفت بسپارش بمن تو روزِ چند
اُس نے کہا اُس کو چند دن کیلئے میرے سپرد کر دے

تا شود در آخُرِ شہ زور مند
تاکہ شاہی اصطبل میں طاقتور بن جائے

خر بدو بسپرد و از زحمت برست
اُس نے گدھا اُس کے سپرد کر دیا اور زحمت سے بچ گیا

در میانِ آخُرِ سُلطانش بست
اُس نے اُس کو شاہی اصطبل میں باندھ دیا

خر ز ہر سُو مرکبِ تازی بدید
گدھے نے ہر جانب عربی گھوڑے دیکھے

با نوا و فربہ و خوب و جدید
باسروسامان اور موٹے اور عمدہ اور نئے

کہ بوقت و جَو بہنگام آمدہ
گھاس اور جَو بروقت حاضر

پوز بالا کرد کاے ربِّ مجید
اُس نے مُنہ اُوپر اُٹھا کر کہا اے بزرگ پروردگار!

از چہ زار و پُشت ریش و لاغرم
میں کس وجہ سے عاجز اور زخمی کمر اور لاغر ہوں

آرزومندم بمُردن دمبدم
لمحہ بہ لمحہ میں مرنے کا آرزومند ہوں

شب ز دردِ پُشت و از جوعِ شکم
رات کو کمر کے درد اور پیٹ کی بھوک سے

۱؎ ماتحن۔ اُس گدھے کو مصیبتوں کی وجہ سے موت کی تمنا تھی۔ جو کچھ۔ اُس گدھے کو جَو تو درکنار خشک گھاس بھی پیٹ بھر نہ ملتی تھی اور ہر وقت لوہے کی سیخ سے پٹتا تھا جس سے اُس کی پشت زخمی تھی۔ میر آخور داروغہ اصطبل۔ وآں۔ حرف دال مُڑی ہوئی شکل کا ہوتا ہے۔ بستہ دہن۔ بے زبان۔ آخُرِ شہ۔ شاہی اصطبل۔

۲؎ خر۔ دھوبی کے گدھے نے شاہی اصطبل میں عربی گھوڑے دیکھے جو بہت عمدہ حالت میں تھے۔ زیر پا۔ اصطبل کی زمین پر چمڑا ہوتا اور گھاس اور دانہ بروقت سب گھوڑوں کو ملتا۔ نازش۔ اُن کے بدن پر کھرہرا پھیرتا اور مالش ہوتی۔ پوز۔ اُس گدھے نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا شروع کر دی کہ الٰہی میاں میں بھی تیری مخلوق ہوں میں اِس قدر مصیبت میں کیوں ہوں۔

۳؎ شب۔ دن کی پٹائی سے رات بھر درد میں اور بھوک میں گذارتا ہوں اور ہر لحظہ موت کی تمنا کرتا ہوں یہ عربی گھوڑے کس قدر عیش و عشرت میں ہیں تو نے مجھے مصائب کیلئے کیوں مخصوص کر دیا ہے۔

حالِ ایں اُسپاں چُنیں خوش بانوا
ان گھوڑوں کی ایسے ساز سامان کے ساتھ خوب حالت

من چہ مخصوصم بتعذیب و بلا
میں عذاب اور مصیبت کے ساتھ مخصوص کیوں ہوں؟

ناگہاں[1] آوازۂ پیکار شُد
اچانک جنگ کا اعلان ہو گیا

تازیاں را وقتِ زین و کار شُد
عربی گھوڑوں کی زین اور کام کا وقت آگیا

زخمہائے تیر خوردند از عدُو
انھوں نے دشمنوں کے تیروں کے زخم کھائے

رفت پیکانہا در ایشاں سُو بسُو
جنگ جنگ ان میں تیر گھس گئے

از غزا باز آمدند آں تازیاں
وہ عربی گھوڑے جنگ سے لوٹے

اندر آخُر جملہ اُفتادہ ستاں
اصطبل میں سب چت پڑے ہوئے تھے

پایہا شاں بستہ محکم با نوا
نوا سے ان کے پاؤں مضبوط بندھے ہوئے تھے

نعلبنداں ایستادہ در قطار
نعلبند وہاں میں کھڑے تھے

می شگافیدند تنہا شاں بتیش
انھوں نے نشتر سے ان کے جوف میں چیرا دیا

تا بروں آرند پیکانہا ز ریش
تاکہ زخم سے تیر باہر نکالیں

چوں[2] خراں را دید میگفت اے خدا
جب گدھے نے انھیں دیکھا کہ پکارتا اے خدا!

من بفقر و عافیت دادم رضا
میں نے مفلسی اور آرام پر رضامندی دی

زاں نوا بیزارم و زیں زخم زشت
میں اس سر و سامان اور اس بُرے زخم سے بیزار ہوں

ہر کہ خواہد عافیت دنیا بہشت
جس نے عافیت چاہی اُس نے دنیا چھوڑ دی

جواب گفتن رُوباہ خرَرا
لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت رُوبہ جستنِ رزقِ حلال
لومڑی نے کہا، حلال رزق کا تلاش کرنا

فرض باشد از برائے اِمتثال
حکم بجا لانے کے لئے فرض ہوتا ہے

عالَم[3] اسباب و رزقے بے سبب
یہ عالم اسباب ہے اور بغیر سبب کے رزق

می نیاید پس مہم باشد طلب
حاصل نہیں ہوتا ہے، تو طلب کرنا ضروری ہے

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ[4] است امر
"اور اللہ کا فضل طلب کرو" حکم ہے

تا نیاید غصب کردن ہمچو نمر
تاکہ چیتے کی طرح جھپٹنا نہ پڑے

گفت پیغمبرؐ کہ بر رزق اے فتی
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اے نوجوان! رزق کو

در فروبست ست و بر در قفلہا
دروازہ بند ہے اور دروازے پر تالے ہیں

---

[1] ناگہاں۔ کچھ ہی دن بعد جنگ کا اعلان ہو گیا اور ان عربی گھوڑوں پر زین کسے جانے کا موقع آگیا۔ زخمہا۔ یہ گھوڑے فوج کے ساتھ میدانِ جنگ میں گئے اور وہاں دشمنوں کے نیزوں اور تیروں سے زخمی ہوئے۔ آخر جنگ سے واپس آکر یہ گھوڑے اصطبل میں چت گر گئے.... پایہا۔ نعلبندوں نے ان کے پاؤں نوا سے کسے اور تیر نکالنے کے لئے ان کے بدنوں میں شگاف کر کے نشتر کر دیئے۔

[2] چوں خر۔ دشمنوں کے گدھے نے جب عربی گھوڑوں کی یہ حالت دیکھی تو دعا کرنے لگا کہ میں فقر اور عافیت پر راضی ہوں ساز و سامان کے ساتھ یہ زخم خوری مجھے منظور نہیں ہے۔ گفت۔ گدھے کی تقریر سن کر لومڑی نے کہا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رزق تلاش کرو لہٰذا حلال رزق کی طلب فرض ہے۔

[3] عالم اسباب۔ دنیا عالم اسباب ہے یہاں بلا تدبیر اور سبب اختیار کئے کوئی مقصد برآر نہیں ہوتا ہے۔ وابتغوا۔ قرآن میں حکم ہے کہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی رزق طلب کرو۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے دروازے بند کر دیئے ہیں اور دروازوں کو متقفل کر دیا ہے انسان کی کوشش اور کمانا ان تالوں کی کنجی ہے۔

جُنبش و آمد شدِ ما و اکتساب — ہست مفتاحے برآں قفل و حجاب
ہماری حرکت اور آنا جانا اور کمانا — اُس تالے اور پردے کی کنجی ہے

بے کلیدایں دَر کشادن راہ نیست[1] — بے طلب ناں سُنّتِ اللہ نیست
بغیر کنجی کے اِس دروازے کے کھلنے کی راہ نہیں ہے — بغیر جستجو کے روٹی اللہ کی سنت نہیں ہے

گر تو بنشینی بجا ہے اندروں — رزق کے آید برت اے ذُو فنوں
اگر تو کہیں میں جا بیٹھے — تیرے پاس رزق کیا آئیگا اے صاحب تدابیر

جوابِ گفتنِ آں خر روباہ را
اُس گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت از ضعفِ توکّل باشد آں — ورنہ بدہنداں کسے کو داد جاں
اُس نے کہا توکل کی کمزوری سے یہ ہوتا ہے — ورنہ وہ روٹی (بھی) دیتا ہے جس نے جان دی ہے

ہر کہ جوید بادشاہی و ظفر — کم نیاید لُقمۂ ناں اے پسر[2]
جو شخص بادشاہی اور کامیابی چاہتا ہے — اے بیٹا! (پہلے بھی) اُسکے روٹی کا لقمہ کم نہیں

دانہ و دد جملہ شدہ اکّالِ رزق[3] — نے پئے کسب اند و نے حمّالِ رزق
چرندے اور درندے سب رزق کھانے والے ہیں — نہ وہ کمائی کے درپے ہیں نہ رزق کو لادنے والے

جملہ را رزّاق روزی می دہد — قسمتِ ہر یک بہ پیش می نہد[4]
سب کو رزق دینے والا روزی دیتا ہے — ہر ایک کا حصہ اُس کے سامنے رکھ دیتا ہے

رزق آید پیشِ ہر کہ صبر جُست — رنج و کوششہا نہ بے صبری تُست
جس نے صبر اختیار کیا رزق اُسکے سامنے آجاتا ہے — محنت اور کوششیں تیری بے صبری کی وجہ سے ہیں

جواب گفتن روباہ خر را کہ من راضیم بہ قسمتِ خود
لومڑی کا گدھے کی اِس بات کا جواب دینا کہ میں اپنے حصہ پر راضی ہوں

گفت[5] رو بہ آں توکّل نادرست — کم کسے اندر توکّل ماہرست
لومڑی نے کہا، یہ توکل نایاب ہے — بہت کم ہیں، جو توکل میں ماہر ہیں

گردنا در گشتن از نادانی ست — ہر کسے را کے رہِ سُلطانی ست
نایاب کا پکڑنا نادانی ہے — ہر شخص کو شاہی کے راستہ کب میسر ہے؟

چوں قناعت را پیمبر گنج گفت — ہر کسے را کے رسد گنجِ نہفت
جب کہ قناعت کو پیغمبرؐ نے خزانہ کہا ہے — ہر شخص کو چھپا ہوا خزانہ کب ملتا ہے؟

[1] بے کلید چابی کے بغیر کوئی تالا نہیں کھلتا ہے لہٰذا رزق حاصل کرنے کے لئے کمانا ضروری ہے۔ گرگو۔۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اگر تو کنویں کے اندر جا کر بیٹھ جائے تو تیرے پاس رزق خود چل کر نہ آئے گا۔ گفت۔ گدھے نے کہا کہ سبب کے بغیر رزق کا نہ آنا توکل نہ ہونے کی وجہ سے ہے ورنہ اگر خدا پر پورا توکل کیا جائے تو رزق خود آتا ہے۔ ہرگز۔ دنیا طلبی کے لئے جستجو کرنی پڑتی ہے ورنہ رزق تو خود پہنچتا ہے۔

[2] لقمہ نان۔ روٹی کا ٹکڑا۔

[3] دانہ و دد۔ چرنے والے جانور۔ اکّال۔ زیادہ کھانے والا۔ ترجمہ۔ چونکہ انسان بے صبر ہے اس لئے رزق کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھرتا ہے۔

[4] گفت روبہ۔ لومڑی نے گدھے سے کہا اِس قدر توکل کہ رزق خود آئے بہت کمیاب ہے۔ ہرگز۔ توکل کا یہ مرتبہ صرف شاہوں کو حاصل ہے قناعت۔ آنحضورؐ نے قناعت اور صبر کو خزانہ سے تعبیر کیا ہے خواہ ہر شخص کے ہاتھ نہیں آتا۔

حدِ خود بشناس و بر بالا مپر — تا نیفتی در نشیبِ شور و شر
اپنا رتبہ پہچان اور اونچا نہ اڑ — تاکہ تو شور و شر کے گڑھے میں نہ گرے

جہد کن واندر طلب سعیے نما — چوں نداری در توکل صبر ہا
محنت کر اور طلب میں کوشش کر — جبکہ تو توکل میں صبر نہیں کر سکتا ہے

باز جواب گفتنِ خر روباہ را

گدھے کا دوبارہ لومڑی کو جواب دینا

گفت خر معکوس میگوئی بداں — شور و شر از طمع آید سوئے جاں
گدھے نے کہا، سمجھے تو نے الٹی بات کہہ دی ہے — جان کی جانب شور و شر لالچ سے آتا ہے

از قناعت ہیچ کس بے جاں نشد — از حریصی ہیچکس سلطاں نشد
قناعت سے کوئی شخص نہیں مرا ہے — لالچ کرنے سے کوئی شخص بادشاہ نہیں بنا ہے

ناں ز خوکان و سگاں نبود دریغ — کسب مردم نیست این باران و میغ
رزق سوروں اور کتوں سے (بھی) رکا ہوا نہیں ہے — بارش اور ابر انسانوں کی کمائی نہیں ہے

آنچنانکہ عاشقی بر رزق زار — ہست عاشق رزق ہم بر رزق خوار
جس طرح تو رزق کا عاشقِ زار ہے — رزق بھی، رزق کھانے والے کا عاشق ہے

گر تو نشتابی بیاید بر درت — ور تو بشتابی دہد در دِ سرت
اگر تو نہ دوڑے گا وہ تیرے در پر آئے گا — اگر تو دوڑے گا وہ تیرے سر میں درد کرے گا

در تقریرِ معنیِ توکل و حکایتِ آن زاہد کہ توکل را امتحان میکرد

توکل کے معنی کی تقریر اور اس زاہد کا قصہ جو توکل کا امتحان کرتا تھا اور

و از اسباب منقطع شد و از شہر بیرون آمد و از شوارع و

اسباب سے جدا ہو گیا تھا اور شہر سے باہر آ گیا تھا اور راستوں اور

رہگذرِ خلق دور شد و پیش بُن کوہے مہجور و غایت گرسنگی

لوگوں کی رہگذر سے دور ہو گیا تھا اور بے آباد پہاڑ کی جڑ کے ایک انتہائی بھک کی

سر بر سنگے نہاد و با خود گفت توکل کردم بر سبب سازی

حالت میں ایک پتھر پر سر رکھے ہوئے تھا اور اپنے آپ سے کہتا تھا کہ (اے خدا) میں نے

رزاقی تو و از اسباب منقطع شدم تا بہ بینم سبیت توکل را

تیری سبب سازی اور رزاقی پر توکل کیا ہے اور اسباب سے منقطع ہو گیا ہوں تاکہ میں توکل کے سبب بنانے کو

دیکھوں

ل حدِ خود۔ انسانوں کو اپنے رتبہ پر رہنا چاہیے ورنہ معصیت میں مبتلا ہو جائے گا جبکہ توکل کا مرتبہ حاصل نہیں ہے تو انسان کو رزق کی تلاش کرنی چاہیئے۔ گفتہ۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو الٹی بات کرتی ہے توکل سے نہیں بلکہ لالچ سے روح حرص و شر میں مبتلا ہوتی ہے۔

ل از قناعت۔ قناعت مُعرّ نہیں ہے اور حرص مفید نہیں ہے۔ ناں۔ رزق۔ سوروں اور کتوں کو بغیر کمائے ملتا ہے بارش اور ابر انسانوں کی محنت کے بغیر ہوتی ہے۔ آنچناں۔ جس طرح انسان رزق پر عاشق ہے رزق بھی انسان پر عاشق ہے انسان صبر کرے تو وہ خود دوڑتا آ جاتا ہے

ل در تقریر۔ ایک زاہد نے توکل کے سبب رزق بند ہونے پر آنا یا وہ شہر سے بہت دور ایک پہاڑ کے نیچے جا بیٹھا شوارع۔ شارع کی جمع ہے، راستہ۔ مہجور۔ یکہ و تنہا۔

آں یکے زاہد شنید از مصطفےٰ
ایک زاہد نے مصطفیٰ (ﷺ) کی جانب سے سُنا

کہ یقیں[1] آید بجاں رزق از خدا
کہ جان کو رزق یقیناً پہنچتا ہے

گر بخواہی ور نخواہی رزقِ تو
خواہ تو چاہے، یا نہ چاہے، تیرا رزق

پیشِ تو آید دواں از عشقِ تو
تیرے عشق میں دوڑتا ہوا تیرے سامنے آجاتا ہے

از برائے امتحاں آں مرد رفت
امتحان کے لئے وہ شخص روانہ ہوا

در بیاباں نزد کوہے خفت تفت
جنگل میں پہاڑ کے پاس، جلد جا سویا

کہ ببینم رزق مے آید بمن
کہ میں دیکھتا ہوں رزق میرے پاس آتا ہے؟

تا قوی گردد مرا در رزق ظن
تاکہ رزق کے بارے میں میرا خیال مضبوط ہو جائے

کاروانے راہ گم کرد و کشید
ایک قافلے نے راستہ گم کر دیا اور آگیا

سُوے کوہ آں ممتحن[2] را خفتہ دید
پہاڑ کی جانب اُس آزمائش کرنے والے کو سوتا دیکھا

گفت ایں مرد ایں طرف چونست عُور
بولا یہ شخص اِس طرف اکیلا کیوں ہے؟

در بیاباں از رہ و از شہر دُور
جنگل میں، راستہ اور شہر سے دُور

اے عجب مُردہ است یا زندہ کہ اُو
تعجب ہے، یہ مُردہ ہے یا زندہ کہ وہ

می نترسد ہیچ از گرگ و عدُو
بھیڑیئے اور دشمن سے بالکل نہیں ڈرتا ہے

آمدند[3] و دست بروے میزدند
وہ آئے اور ہاتھ اُس پر دھرا

قاصداً چیزے نگفت آں ارجمند
اُس نیک بخت نے جان کر کچھ نہ کہا

ہم نجُنبید و نجُنبانید سر
ہلا بھی نہیں اور نہ سر ہلایا

وانکرد از امتحاں ہیچ اُو بصر
آزمانے کیلئے اُس نے بالکل آنکھ نہ کھولی

پس بگفتند ایں ضعیفِ بے مُراد
پھر اُنھوں نے کہا، یہ بے مُراد کمزور

از مجاعت سکتہ اندر اُو فتاد
بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے

ناں بیاور دند و در دیگے طعام
وہ روٹی اور دیگچی میں کھانا لائے

تا بریزندش بحلقوم و بکام
تاکہ اُس کے حلق اور تالو میں ڈالیں

پس بقاصد مرد دنداں سخت کرد
تو (اُس) شخص نے جان بوجھ کر دانت بند کر لئے

تا ببیند صدقِ آں میعاد مرد
تاکہ وہ شخص وعدہ کی سچائی دیکھ لے

رحم شاں آمد کہ ایں بس بینواست
اُن کو رحم آیا کہ بہت بے سروسامان ہے

وز مجاعت ہالکِ مرگ و فناست
اور بھوک سے موت اور فنا میں تباہ ہے

---

[1] کہ یقیں۔ اُس نے آنحضورؐ کی یہ بات سُنی تھی کہ رزق لامحالہ پہنچتا ہے رزق بھی انسان کا عاشق ہے۔ آزمائش کے لئے یہ زاہد جنگل میں ایک پہاڑ کے پاس جا لیٹا۔

[2] ممتحن یعنی وہ زاہد جو توکل کی آزمائش کر رہا تھا۔ عُور۔ تنہا، اکیلا۔

[3] آمدند۔ وہ قافلہ والے اُس کے پاس آئے اور اُس کو ہلایا لیکن اُس نے جان بوجھ کر خاموشی اختیار کر لی۔ آزمائش یعنی خاموشی کی وجہ سے بیہوش ہو گیا ہے۔ قاصداً۔ قصداً۔

کارد[1] آوردند و قوم اِشتافتند — بستہ دندانہا ش را بشگافتند

وہ چھری لائے اور لوگ دوڑ پڑے — انھوں نے اُس کے بند دانتوں کو کھولا

ریختند اندر دہانش شوربا — می فشردند اندرونان پارہا

اُنھوں نے شوربا اُس کے مُنہ میں ڈالا — اُس کے اندر انھوں نے روٹی کے ٹکڑے کئے تھے

گفت اے دل گرچہ خود تن میزنی — راز میدانی و نازے می کنی

اُس نے کہا اے دل! اگرچہ تو خاموش ہے — تو راز جان گیا ہے اور ناز کر رہا ہے

گفت دل دانم بقا صدمی کنم — رازق اللہ ست بر جان و تنم

دل نے کہا میں جانتا ہوں اور قصد اکر رہا ہوں — میری جان اور جسم کا رزق دینے والا اللہ ہے

اِمتحاں زیں بیشتر خود چوں بود — رزق سوئے صابراں خوش میرود

اِس سے زیادہ کیا آزمایش ہوگی؟ — صابروں کی جانب رزق اچھی طرح آتا ہے

تا بدانی وز توکل نگذری — حرص آوردن چہ باشد از خری

تاکہ تو سمجھے اور توکل سے دست بردار نہ ہو — حرص کرنا کیا ہوتا ہے؟ گدھے پن سے ہے

بعد ازاں[2] بگشاد آں مسکیں دہن — گفت کردم امتحانِ رزق من

اُس کے بعد اُس مسکین نے مُنہ کھول دیا — کہا میں نے رزق کا اِمتحان کر لیا

ہر چہ گفتست آں رسولِ پاک جیب — ہست حق نیست در وے ہیچ ریب

جو کچھ اُس پاک دل رسولؐ نے فرمایا — برحق ہے اور اُس میں کوئی شبہ نہیں ہے

باز جواب گفتنِ روباہ خر را و تحریض کردن اُو خر را بکسب

لومڑی کا پھر گدھے کو جواب دینا اور اُس کو کمائی کی رغبت دلانا

گفت روبہ ایں حکایت اہل دل — دست ہا در کسب زن جہدِ المقل

لومڑی نے کہا اِس قصہ کو سمجھو — تم بھی کوشش سے کمائی کے ہاتھ چلاؤ

دست داد ستت خدا کارے بکن — مکسبے کن یارِ یارے بکن

خدا نے ہاتھ دیئے ہیں، کچھ کام کرو — کمانا، کسی دوست کی مدد کرو

ہر کہ[3] در مکسب پا می نہد — یاریِ یارانِ دیگر میکند

جو شخص کمائی میں قدم دھرتا ہے — دوسرے دوستوں کی مدد کرتا ہے

زانکہ جملہ کسب ناید از یکے — ہم در و گر ہم ستقا ہم حایکے

اِسلئے کہ سارے پیشے ایک شخص سے نہیں ہوتے ہیں — بڑھئی بھی ہو، سقا بھی، بُننے والا بھی

---

[1] کارد۔ چونکہ زاہد نے دانت بھینچ لئے تھے اُنھوں نے چھری کے ذریعہ اُس کا مُنہ کھولا اور شوربے میں روٹی کے ٹکڑے بھگو کر اُسکو کھلائے گفت۔ اُس زاہد نے اپنے دل سے کہا کہ تو راز کو جانتا ہے اور یہ آزمایش بطور ناز کے کر رہا ہے۔ گفت دل۔ دل نے جواب دیا کہ ہاں بے اِس کا علم ہے کہ جان و جسم کا رازق اللہ ہی ہے۔ اِمتحاں۔ مولانا فرماتے ہیں اِس سے بہتر اِمتحان اور کیا ہوگا اِس سے معلوم ہو گیا کہ صابروں کے پاس رزق خود چل کر آتا ہے۔ تا بدانی۔ یقیناً توکل اختیار کرنا چاہیئے حرص کرنا گدھا پن ہے۔

[2] بعد ازاں۔ جب قافلہ والے جبراً اُس زاہد کو کھانا کھلا چکے تو اُس زاہد نے مُنہ کھولا اور کہا میں نے رزق کے معاملہ میں آنحضرتؐ کے فرمان کو آزمایا وہ بالکل سچ ہے۔ تحریض۔ برانگیخت کرنا۔ یہ جملہ اُنھیل۔ نادار کی کوشش۔ دست۔ خدا نے تجھے ہاتھ بھی دیئے ہیں کہ ہاتھوں سے کام کر اپنا بھی بھلا کر اور کما کر دوسروں کی بھی مدد کر۔

[3] ہر کہ۔ سلسلے میں ہر شخص دوسرے کی کمائی کا محتاج ہے ہر پیشہ ہر شخص نہیں کر سکتا ہر پیشہ ور کما کر دوسرے کی مدد کرتا ہے۔ دزد۔ بر معنی۔ اپنے پیشے سے اُن لوگوں کی مدد کرتا ہے جن سے یہ کام نہیں آتا

چوں[1] بانبا زیست عالم برقرار — ہر کسے کارے گزیند زانتظار

دنیا شرکت سے قائم ہے — ضرورت کی وجہ سے ہر شخص ایک پیشہ کرتا ہے

طبلخواری در میانہ شرط نیست — راہِ سنت کار و کسب کردنیست

لوگوں میں پیشہ بن مناسب نہیں ہے — سنت کا راستہ کام اور کمائی کرنا ہے

جواب گفتن خر روباہ را کہ توکل بہترین کسبہاست کہ ہر کسے محتاج ست

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا کہ توکل بہترین کمائی ہے کیونکہ ہر شخص توکل کا محتاج ہے

بتوکل کہ اے خدا این کار مرا راست دار و دُعا مُتضمّن توکل ست و

کہ اے خدا میرے اس کام کو سیدھا کر اور دعا توکل پر مشتمل ہے اور

توکل کسبے ست کہ ہیچ کسبے دیگر محتاج نیست

توکل وہ کمائی ہے جو کسی دوسری کمائی کی محتاج نہیں ہے

گفت من بہ از توکل بر ربے — می ندانم در دو عالم مکسبے[2]

اس نے کہا میں خدا پر توکل سے بہتر — دونوں جہان میں کوئی کمائی بہتر نہیں جانتا ہوں

کسب شکرش را نمی دانم ندید — تا کشد شکر خدا رزق مزید

اسکا شکریہ ادا کرنے کی کمائی کو میں کوئی نظیر نہیں جانتا — حتی کہ اللہ کا شکر مزید رزق کو کھینچ لاتا ہے

خود توکل بہترین کسبہاست — زانکہ در ہر کسب دست بر خداست

خود توکل بہترین کمائیوں میں سے ہے — کیونکہ ہر کمائی میں تو خدا کی جانب ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے

کاے خدا کارِ مرا تو راست آر — ویں دُعا ہست از توکل در سرار

کہ اے خدا! تو میرے کام کو درست کر دے — دراصل یہ دعا توکل ہی ہے، سمجھ لے

در توکل ہیچ نبود احتیاج — فارغی از نقص ریع[3] و از خراج

توکل میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے — تو پیداوار اور آمدنی کے گھٹاؤ سے فارغ ہے

بحث شاں بسیار شد اندر خطاب — ماندہ گشتند از سوال و از جواب

بات چیت میں ان کی بہت بحث ہوئی — وہ سوال اور جواب سے تھک گئے

جواب گفتن روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

بعد ازاں گفتش کہ اندر مُہلکہ — نہی لَا تُلقُوا بِاَیدِیکُم تملکہ

اسکے بعد اس نے اس سے کہا کہ ہلاکت میں ڈالنے کے بارے میں — اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو کی نہی وارد ہوئی ہے

---

[1] چوں۔ دنیا کا معاشرہ باہمی امداد سے قائم ہے۔ طبلخواری۔ پیٹ بن، شکم پروری۔ راہ۔ سنت طریقہ بھی ہے کہ انسانوں کو کسب کرنا چاہیئے۔ جواب گفتن۔ گدھے نے کہا توکل بھی ایک پیشہ ہے اور ایسا پیشہ ہے کہ دوسرے پیشے اس کے محتاج ہیں اس لئے کہ ہر پیشہ ور اپنے اسباب مہیا کر کے دعا کے لئے اٹھتا ہے اور یہ دعا توکل پر مبنی ہے اور توکل خود ایسی چیز ہے کہ اس میں کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

[2] مکسبے۔ پیشہ۔ نذید۔ نظیر، مثال۔ تا کشد۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ اگر تم شکر کرو گے تو ہم اور زیادہ دیں گے۔ خود توکل۔ توکل بھی کمائی کا ایک طریقہ ہے اور ایسا طریقہ ہے کہ دوسرے طریقوں میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور اس میں کسی دوسرے پیشہ کی ضرورت نہیں انسان جو بھی طریقہ اختیار کرتا ہے اس میں دعا کرتا ہے اور خدا پر بھروسہ کا اظہار کرتا ہے۔

[3] ریع۔ پیداوار۔ خراج۔ آمدنی۔ بحثاں۔ لومڑی نے کہا ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی ممانعت ہے۔

صبر در صحرائے خشک و سنگلاخ
خشک اور پتھریلے جنگل میں صبر کرنا

احمقی باشد جہانِ حق فراخ
حماقت ہے ، اللہ کی دنیا وسیع ہے

نقل کن زیں جا بسوئے مرغزار
اس جگہ سے سبزہ زار میں منتقل ہو جا

می چرا آنجا سبزہ گرد جوئبار[1]
وہاں چشمے کے کنارے پر سبزہ چر

مرغزارِ سبز مانندِ جناں
جنتیوں کی طرح کا سبزہ زار

سبزہ رُستہ اندر آنجا تا میاں
وہاں تک سبزہ اُگا ہوا ہے

خرم آں حیواں کہ او آنجا رود
وہ جانور خوش نصیب ہے جو وہاں چلا جائے

اشتر اندر سبزہ ناپیدا شود
(اس) سبزہ میں اونٹ چھپ جاتا ہے

ہر طرف در وے یکے چشمہ رواں
اس میں ہر جانب ایک چشمہ جاری ہے

اندر و حیوان مُرفّہ دراماں
وہاں حیوان امن میں خوش عیش ہے

از خری او را نمیگفت[2] اے لعیں
گدھے پن سے اسکو نہیں کہتا تھا کہ اے ملعون!

چوں از آنجائی چرا زاری چنیں
جبکہ تو اُس جگہ کی ہے، ایسی کمزور کیوں ہے؟

کو نشاطِ فربہی و فرِ تو
تیری شان و شوکت اور شباب کی خوشی کہاں ہے؟

چیست ایں لاغر تنِ مضطرِ تو
تیرا پریشان اور کمزور جسم کیوں ہے؟

شرح روضہ گر دروغ و زور نیست
اگر باغیچہ کی تفصیل جھوٹ اور فریب نہیں ہے

پس چرا چشمت ازاں مخمور نیست
تو تیری آنکھیں اُس سے مست کیوں نہیں ہیں؟

ایں گدا چشمی و ایں نادیدگی
یہ بھکاری پن اور ندیدہ پن

از گدائی تست نز بگلربگی
بھکاری ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ سرداری سے

چوں ز چشمہ آمدی چونی تو خشک
جبکہ تو چشمہ سے آئی ہے تو خشک کیوں ہے؟

گر تو نافِ آہوئی کو بوئے مشک
اگر تو ہرن کا ناف ہے تو مشک کی خوشبو کہاں ہے؟

گر تو مے آئی ز گلزارِ جناں[3]
اگر تو جنتوں کے باغیچہ سے آرہی ہے

دستہ گل کو برائے ارمغاں
تحفہ کے لئے گلدستہ کہاں ہے؟

زانچہ میگوئی و شرحش میکنی
تو جو کچھ کہہ رہی ہے اور اسکی تفصیل کر رہی ہے

چوں نشانے در تو نامد اے سنی
اے سنی! تجھ میں اُس کی کوئی نشانی کیوں نہیں ہے؟

مثل آوردنِ اشتر در بیان آنکہ در مخبر دولتے فر و اثر آں چو

اونٹ کی مثال لانا، اس بارے میں کہ اقبالمندی کی بات کرنیوالے میں اسکی شان و شوکت

---

[1] جوئبار چشمہ۔ مرغزار ہے وہاں ایسا سبزہ زار ہے جیسا جنت میں ہوگا۔ کہ کر تک سبزہ اُگا ہوا ہے۔ اشتر۔ اتنا اونچا سبزہ ہے جس میں اونٹ غائب ہو جاتا ہے۔ مرفّہ۔ خوش عیش۔ از خری۔ گدھا پن گدھا تھا تو لاتا فرماتے ہیں اس سے یہ نہ ہو کہ لومڑی سے کہتا کہ اگر تیرا بیان صحیح ہے تو تو کیوں بدحال ہے۔

[2] نمیگفت۔ گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر وہ جنگل ابن خزیمہ کا ہے جو تو بیان کر رہی ہے تو اُس جنگل کے اچھے آثار تجھ پر کیوں نہیں ہیں اور تو کیوں لاغر اور کمزور ہے۔ پس چرا۔ اُس جنگل کی نعمتوں سے تیری نگاہیں مست ہونی چاہئیں۔ ایں۔ تیرا ندیدہ پن تو گداگری کی وجہ سے ہے سرداری کی وجہ سے نہیں ہے۔ بگلربگی۔ امیرالامرائی۔

[3] گر تو۔ گدھا لومڑی سے کہتا کہ اگر تو جنت کے باغیچہ سے آرہی ہے تو تیرے ہاتھ میں تحفہ کے لئے گلدستہ ہونا چاہیئے تھا۔ زانچہ۔ تو نے جو باتیں بتائیں اُن سے تیرے اندر نشاط کیوں نہیں ہے۔ مثل۔ اس مثال کا خلاصہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان کی حالت اس کے قول کی تردید کر دیتی ہے۔

نہ بینی جائے متہم داشتن باشد کہ او مقلد ست دراں

اور اس اگر تو نہ دیکھے تو تہمت لگانے کا موقع ہوگا کہ وہ اس بارے میں مقلد ہے

آں یکے میگفت اشتر را کہ ہے — از کجا می آئی اے اقبال پے

ایک نے اونٹ سے کہا کہ ہاں — اے مبارک قدم! تو کہاں سے آرہا ہے؟

گفت[1] از حمام گرم کوئے تو — گفت خود پیداست از زانوئے تو

اس نے کہا، تیری گلی کے گرم حمام میں سے — اس نے کہا، کہ تیری ران سے خود ظاہر ہے

مار موسیٰ دید فرعون عنود — مہلتے میخواست نرمی می نمود

سرکش فرعون نے (حضرت) موسیٰ کا سانپ دیکھا — مہلت چاہنے لگا اور نرمی برتتا تھا

زیرکاں گفتند بایستے کرایں — تندتر گشتی چو ہست اورا یقیں

عقلمندوں نے کہا، چاہیئے تھا کہ یہ — زیادہ برہم ہوجاتا اگر مذہب کا خدا ہے

معجزہ گر اژدہا گر مار بد — نخوت و خشم خدائیش چہ شد

معجزہ خواہ اژدھا یا سانپ تھا — اس کا خدائی غلبہ اور تکبر کہاں گیا؟

رب اعلیٰ گر ولیست اندر حلوس — بہر یک کرمے چہ ست ایں چاپلوس

اگر وہ تخت پر بلند خدا ہے — تو ایک کیڑے کی وجہ سے یہ خوشامد کیسی ہے؟

نفس[2] تو تا مست تقلست و بنید — دانکہ روحت خوشہ غیبی ندید

تیرا نفس جب تک پیپنے اور شراب کا مست ہے — سمجھ لے کہ تیری روح نے غیبی خوشہ نہیں دیکھا ہے

کہ علامات ست زاں دیدار نور — التجا فی منک عن دار الغرور

کیونکہ اس نور کے دیدار کی علامتیں ہیں — دھوکے کے جہان سے تیرا بچاؤ

مرغ چوں بر آب شورے می تند — آب شیریں را ندیدست او مدد

پرند جب کھاری پانی کا چکر لگائے — اس نے میٹھے پانی کی مدد نہیں دیکھی ہے

بلکہ[3] تقلیدست آں ایمان او — روئے ایماں را ندیدہ جان او

بلکہ اس کا وہ ایمان نقل ہے — اس کی جان نے ایمان کا چہرہ نہیں دیکھا ہے

پس خطر باشد مقلد را عظیم — از رہ و رہزن ز شیطان رجیم

لہٰذا مقلد کے لئے بڑا خطرہ ہے — راستہ اور ڈاکو کا ملعون شیطان کی جانب سے

چوں ببیند نور حق ایمن شود — از اضطرابات شک او ساکن شود

جب وہ اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھ لیتا ہے مطمئن ہوجاتا ہے — وہ شک کی پریشانیوں سے سکون پالیتا ہے

[1] گفت۔ ایک شخص نے اونٹ سے دریافت کیا آپ کہاں سے آرہے ہیں اس نے کہا تیرے مخرج کے مقام میں سے غسل کرکے آرہا ہوں اس اونٹ کی رانیں سنی ہوئی تھیں وہ سمجھ گیا کہ ہاں تمہاری رانیں تمہاری بات کی تصدیق کررہی ہیں۔ اژدہائے موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی کے اژدہے کو دیکھ کر فرعون کی جو حالت ہوئی اس نے خود بخود خدائی کے دعوے کی تردید کردی۔ جلوس یعنی تخت شاہی پر جلوس کے وقت۔

[2] نفس تو۔ جب تک انسان دنیاوی لذتوں کی طرف مائل ہے تو اس نے اخروی نعمتوں کی لذت نہیں چکھی ہے اب اگر وہ اس حالت میں کہاں کا تقدس ہو تو خود اس کا عمل اس کی تکذیب کردیگا اور اس کا دعوی فرعونی دعوی ہوگا۔ آخرت کے نور کے دیدار کی علامت یہی ہے کہ انسان دنیا سے بیزار ہوجاتا ہے۔ مرغ۔ جو پرند کھاری پانی کا چکر کاٹتا ہے یقیناً اس نے میٹھا پانی نہیں دیکھا ہے۔

[3] بلکہ۔ دنیادار کا ایمان محض تقلیدی ہے مشاہدہ پر مبنی نہیں ہے۔ پس خطر۔ تقلیدی ایمان والا بہت جلد شیطان کے بہکانے میں آجاتا ہے۔ چوں بیند۔ تحقیقی ایمان کے بعد خشک وشبہات زائل ہوجاتے ہیں۔

تا کفِ[1] دریا نیاید سوئے خاک
جب تک دریا کا جھاگ زمین پر نہیں آجاتا

کا صلِ اُو آمد بُود در اضطراب
جو اُس کی اصل ہے، وہ اضطراب میں رہتا ہے

خاکی ستاں کف غریب است اندر آب
وہ جھاگ خاکی ہے، پانی میں بے وطن ہے

دَر غریبی چارہ نبود ز اضطراب
بے وطنی میں اضطراب سے چھٹکارا نہیں ہے

چونکہ چشمش باز شد آں نقش خواند
جب اُس کی آنکھ کھلی، اُس نے وہ نقش پڑھ لیا

دیو را بَر وے دگر دستے نماند
شیطان کا پھر اُس پر قابو نہ رہا

گرچہ بارو باہ خر اسرار گفت
اگرچہ گدھے نے لومڑی کو اسرار سنائے

سَرسَری گفت و مُقلد وار گفت
سرسری طور پر، کہے اور مقلدانہ کہے

آب[2] را بستود و او تائق نبود
اُس نے پانی کی تعریف کی، مشتاق نہ تھا

رُخ درید و جامۂ او عاشق نبود
منہ نوچا اور کپڑے پھاڑے، عاشق نہ تھا

از منافق عُذر رد آمد نہ خوب
منافق کا عذر مردود ہے، بھلا نہیں ہے

زانکہ دَر لب بود آں نے دَر قلوب
کیونکہ وہ لبوں پر ہے، دلوں میں نہیں ہے

بُوئے سیبش ہست و جُز و سیب نے
اس میں سیب کی خوشبو ہے، اور سیب کے بجز و نہیں ہے

بُود را او جُز از پئے آسیب نے
اس میں خوشبو، ستانے کے سوا نہیں ہے

حملۂ زن[3] در میانِ کارزار
نشکند صف بلکہ گردد کارزار
میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ
صف شکن نہیں ہے، بلکہ کام بگڑ جاتا ہے

گرچہ می بینی چو شیر اندر صفش
تیغ بگرفتہ ہمی لرزد کفش
اگر تو اُس کو صف میں شیر کی طرح دیکھے
اُس نے تلوار پکڑ لی ہے (لیکن) اُس کا ہاتھ لرز رہا ہے

وائے آنکہ عقلِ او مادہ بُود
نفس زِشتش نَر و آمادہ بُود
اُس پر افسوس ہے جس کی عقل، مادہ ہو
اُس کا بُرا نفس نَر اور آمادہ ہو

لاجرم مغلوب باشد عقلِ او
جُز سُوئے خُسراں نباشد نقلِ او
لامحالہ اُس کی عقل مغلوب ہوگی
نوٹے کے سوا اُس کی منتقلی نہ ہوگی

حملۂ مادہ بصورت ہم جریست
آفتِ او ہم چو آں خر را خریست
مادہ کا حملہ دیکھنے میں ہی بہادرانہ ہے
اُس کی مصیبت بھی اُس گدھے کی طرح گدھے پن کی ہے

---

[1] کف دریا۔ دریا کی سطح پر جو جھاگ کی چیز ہیں ہوتی ہیں جب تک وہ دریا میں رہتی ہیں اُنہیں اضطراب طاری رہتا ہے جب وہ ساحل سے لگ جاتی ہیں جو اُن کی اصل ہے تو ساکن ہو جاتی ہیں، چونکہ۔ جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے تو پھر اُس پر شیطان قابو نہیں پاتا ہے۔ گرچہ۔ گدھے نے لومڑی سے حقائق پر مبنی تقریریں کیں لیکن اُس کی ساری باتیں تقلیدی تھیں لہٰذا لومڑی کے جھانسے میں آگیا۔

[2] آب۔ گدھے کی باتیں ایسی ہی تھیں جیسے کوئی شخص پانی کی تعریفیں کرے لیکن خود پیاسا رہے، عاشق کا مطلب بنائے اور حقیقتاً عاشق نہ ہو۔ از منافق۔ منافقین عذر پیش کرتے تھے لیکن وہ عذر حقیقت پر مبنی نہ ہوتے تھے لہٰذا مردود تھے۔ بُوئی۔ منافقین موسیٰ کی خوشبو پیدا کر لیتے تھے لیکن اُن میں ایمان نہ ہوتا تھا اور خوشبو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اختیار کر لیتے تھے۔

[3] حملۂ زن۔ لومڑی اور گدھے کے معرکہ میں گدھے کے حملے ایسے ہی تھے جیسے طی میدانِ جنگ میں عورت کا حملہ۔ تیغ بگرفتہ۔ عورت ہاتھ میں تلوار تو لے لیتی ہے لیکن اُس کا دل لرزتا ہے۔ وائے۔ جس شخص کی عقل مادہ ہو اور نفس نَر ہو اُس کی تباہی لازمی ہے۔ لاجرم۔ زنانہ عقل لامحالہ مردانہ نفس سے مغلوب ہو جائے گی۔ حملۂ مادہ۔ عورت کے حملہ کا انجام وہی ہوتا ہے جو گدھے کے حملوں کا تھا کہ آخر میں لومڑی نے اُس کو پھنسا لیا۔

وصفِ حیوانی بُود بر زن فزوں — زانکہ سُوئے رنگ و بُو دارد رکوں

عورت پر حیوانی وصف غالب ہوتا ہے — کیونکہ اس کا میلان رنگ اور بُو کی طرف ہوتا ہے

اے خنک آنکس کہ عقلش نر بُود — نفسِ زشتش مادہ و مُضطر بُود

وہ شخص قابلِ مُبارکباد ہے جس کی عقل نر ہو — اُس کا بُرا نفس مادہ اور بے چین ہو

عقلِ جزوی شِش نر و غالب بُود — نفسِ اُنثیٰ را خرد سالب بُود

اُس کی جزوی عقل نر اور غالب — مادہ نفس کو عقل سلب کرنیوالی ہوتی ہے

رنگ و بُوئے سبزہ زار آں خر شنید — جملہ مجتہاز طبع اُو رمید

اُس گدھے نے سبزہ زار کے رنگ و بو کو سُونگھا — اُس کی طبیعت میں سے ساری دلیلیں بھاگ گئیں

تشنہ محتاجِ مطر شُد و ابر نے — نفس را جوعُ البقر بُد صبر نے

پیاسا بارش کا محتاج ہو گیا اور ابر نہیں ہے — نفس کو انتہائی بھوک تھی، صبر نہ تھا

اِسپرِ آہن بُود صبر اے پدر — حق نوشتہ بر سپر جاز الظفر

اے باوا! صبر لوہے کی ڈھال ہوتی ہے — اللہ تعالیٰ نے ڈھال پر لکھ دیا ہے فتح ہوئی

صد دلیل آرد مقلد در بیاں — از قیاسے گوید آں را نز عیاں

مقلد سو دلیلیں بیان کرتا ہے — وہ قیاس سے بتاتا ہے، نہ کہ مشاہدہ سے

مُشک آلودست اما مُشک نیست — بوئے مشکستش ولے جز مُشک نیست

مُشک آلودہ ہے، لیکن مشک نہیں ہے — اُس میں مُشک کی بُو ہے لیکن مینگنی کے سوا کچھ نہیں ہے

تا کہ پُشکے مُشک گردد اے مُرید — سالہا باید دراں روضہ چرید

اے مُرید! تاکہ مینگنی مُشک بنے — سالوں اِس باغیچہ میں چرنا چاہیئے

کہ نباید خورد جَو ہمچو خراں — آہوانہ در ختن چر ارغواں

گدھوں کی طرح جَو نہ کھانے چاہئیں — ہرنوں کی طرح ختن میں گل ارغوان چر

جُز قرنفل یاسمن یا گل مچر — رُو بصحرائے ختن با آں نفر

رنگ یا چنبیلی یا گلاب کے سوا نہ چر — اُن لوگوں کے ساتھ ختن کے جنگل میں جا جا

تا بیابی حکمت و قوتِ رُسُل — خوردنِ ریحان و گل آغاز کُن

تاکہ تو رسولوں کی روزی اور حکمت حاصل کرلے — ریحان اور گلاب کھانا شروع کردے

لہ وصفِ حیوانی۔ عام حیوانات رنگ و بو کا تو احساس کر لیتے ہیں لیکن اُن میں عقل کا مادہ نہیں ہے کہ حقیقت تک پہنچ سکیں عورت بھی ظاہر پر ریجھ جاتی ہے عقل سے کام لیکر حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ مقلد۔ اگر انسان میں نر عقل ہوتی ہو تو وہ نفس پر غلبہ حاصل کر لیتی ہے۔

لہ رنگ و بُوئی۔ اس گدھے نے رنگ و بو کو دیکھا عقل سے کام نہ لیا۔ تشنہ۔ وہ گدھا اس وقت حالتِ تشنگی میں تھا جس کے اسباب وہاں مہیا تھے یہ ایسا ہی ہوا جیسا کوئی پیاسا بارش کا منتظر بیٹھا ہو اور ابر موجود نہ ہو۔ جوعُ البقر۔ ایک بیماری ہے جس میں انسان کھاتا رہتا ہے لیکن اُس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اِسپر مشہور ہے الظفر بر سپاح الفرخ۔ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔ مقلد۔ مقلد کے دلائل سب سنے سنائے ہوتے ہیں۔ مُشک۔ مقلد کے دلائل کا بھی حال ہوتا ہے جیسا کہ مینگنی پر مُشک مل دیا جائے

لہ تا کہ۔ مشاہدہ کیلئے سالوں مجاہدے کی ضرورت ہے.... کہ نباید۔ نگے حاصل کرنے کے لئے روحانی خوراک کی ضرورت ہے۔ جز قرنفل۔ جس قسم کی روحانی غذائیں کھانے کے بعد مشاہدہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے حکمت۔ رسولوں کی روزی اور حکمت جب حاصل ہوتی ہے جبکہ انسان مجاہدوں کے بعد ایسی عمدہ کمائی بنے تو ہی معدہ تیار ہو

مِعدۂ[1] تن سوئے کہداں میکشد
جسم کا معدہ، چمڑے کی طرف لے جاتا ہے

مِعدۂ دل سوئے ریحاں میکشد
دل کا معدہ، ریحان کی طرف کھینچتا ہے

ہر کہ کاہ و جَو خورد قربان شود
جو گھاس اور جَو کھاتا ہے ذبح ہو جاتا ہے

ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود
جو اللہ کا نور کھاتا ہے، قرآن بن جاتا ہے

نیمِ تو مُشک ست نیمی پُشک ہیں
خبردار! تیرا آدھا مشک (اور) آدھا مینگنی ہے

ہیں میفزا پُشک اَفزا مُشک چیں
مینگنی نہ بڑھا چین کا مشک بڑھا

آں مقلِّد صد دلیل و صد بیاں
وہ مقلِّد سو دلیلیں اور سو بیان

دَر زباں آرد ندارد ہیچ جاں
زبان پر لاتا ہے، کوئی جان نہیں رکھتا ہے

جانِ اُو خالی ازاں گفتارِ اُو
اُس کی جان اُس کی گفتگو سے خالی ہے

کلّۂ اَش بے مغز زاں اَسرارِ اُو
اُس کے اَسرار سے اُس کا دماغ بے مغز ہے

چونکہ[2] گوینده ندارد جان و فر
چونکہ کہنے والا جان اور شان (شوکت) نہیں رکھتا ہو

گفت اُورا کے بُوَد برگ و ثمر
اُسکی گفتگو میں پھل اور پتے کب ہونگے؟

میکند گستاخ مردم را براہ
وہ انسانوں کو راستہ چلنے میں دلیر بناتا ہے

اُو بجاں لرزاں تر ست از برگِ کاہ
وہ گھاس کے پتے سے زیادہ جان سے لرزشوالا ہے

پس حدیثش گرچہ بس با فر بُوَد
اُس کی بات اگرچہ بہت شان و شوکت والی ہو

دَر حدیثش لرزہ ہم مُضمر بُوَد
لیکن اُس کی بات میں کپکپاہٹ پوشیدہ ہوگی

فرقِ میانِ دعوتِ شیخِ کامل و اصل و میانِ سخنِ ناقصانِ فاضل کہ فضلِ تحصیلی بر خود بستہ اند

کامل شیخ (واصل بحق) کی دعوت اور اُن ناقصوں کی بات کے درمیان فرق جو فضل کے حرص میں ہیں اور جنھوں نے دوسروں سے فضل لیکر اپنے آپ سے وابستہ کر لیا ہے

شیخِ نورانی زرہ آگہ کُند
نورانی شیخ راہِ حق سے آگاہ کرتا ہے

باسخن ہم نور را ہمرہ کُند
بات کے ساتھ نور ہمراہ کرتا ہے

جہد[3] کُن تا مست و نورانی شوی
کوشش کر تاکہ مست اور صاحبِ نور بنجائے

تا حدیثت را شود نورش رَوی
تاکہ اس کا نور تیری بات کے ساتھ ہو

ہر چہ در دو شاب جوشیدہ شود
جو چیز انگور کے شیرے میں جوش دیدی جائے

دَر عقیدہ طعمِ دوشابش شود
عقیدہ میں اُس کا مزہ انگور کے شیرے کا ہو جاتا ہے

---

[1] معدہ۔ جسمانی معدہ حیوانی غذاؤں کی طرف رغبت کرتا ہے، روحانی معدہ اسرار کی غذا چاہتا ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص حیوانی غذاؤں کا عادی ہوتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے، روحانی غذا سے انسان قرآن کی طرح متبرک بن جاتا ہے۔ نیم تو۔ انسان میں دونوں قوتیں ہیں حیوانی بھی اور ملکوتی بھی۔ آں مقلِّد۔ وہ شخص جو سُنی سُنائی باتیں بیان کرتا ہے اُس کی صرف زبانی تقریر ہوتی ہے اُس میں کوئی جان نہیں ہوتی ہے نہ اُس کے دماغ میں اُس کے اَسرار ہوتے ہیں۔

[2] چونکہ۔ جب کہنے والے میں کوئی جان نہ ہو تو اُس کی بات بے نتیجہ ہوتی ہے۔ تی گنده۔ دوسروں کو تو وہ بہادر بناتا ہے لیکن خود لرزتا ہے پست۔ اِس مُقلِّد کی تقریر اگرچہ پُر شوکت ہوتی ہے، لیکن اُس میں خوف بھی پوشیدہ ہوتا ہے۔ فرق۔ شیخ کامل اور ناقص انسان کی رہنمائی میں بڑا فرق ہے۔ شیخ نورانی صاحبِ نور شیخ صحیح رہنمائی کرتا ہے اور اُس کی بات پُر تاثیر ہوتی ہے۔

[3] جہد کُن۔ انسان کو خود صاحبِ نور بننا چاہیئے تاکہ بات میں تاثیر ہو اور نور اُس کی بات کے لئے بمنزلہ حرفِ روی کے ہو جو شعر کے آخر میں لازمی ہے اور اُسی حرف پر قافیہ کا مدار ہوتا ہے۔ ترجمہ۔ بات میں نور اسی طرح پیوست ہو جاتا ہے جس طرح انگور کے شیرے میں انگور کے شیرے کا مزہ پیوست ہو جاتا ہے۔

از جزر و ز سیب و بہ و ز گردگاں
گاجر اور سیب اور بہی اور اخروٹ

لذتِ دو شاب یابی تو ازاں
تو اُن میں انگور کے شیرے کا مزہ پائیگا

عِلم[1] اندر نور چوں فرعودہ شد
علم جب نور سے گھل مل گیا

پس ز علمت نور یابد قوم لُد
تو تیرے علم سے سرکش قوم نور حاصل کرتی ہے

ہر چہ گوئی باشد آں ہم نورناک
تو جو کچھ کہے وہ بھی نورانی ہوگا

کاسماں ہرگز نبارد غیرِ پاک
کیونکہ آسمان پاک کے علاوہ نہیں برساتا ہے

آسماں شو ابر شو باراں ببار
آسمان بن جا، ابر بن جا، بارش برسا

ناوداں بارش کُند نبود بکار
پرنالا بارش برساتا ہے، وہ کارآمد نہیں

آب اندر ناودان عاریت ست
پرنالا میں پانی ادھار ہوا ہے

آب اندر ابر و دریا فطرت ست
ابر اور دریا میں اصلی پانی ہے

فکر[2] و اندیش ست مثلِ ناوداں
فکر اور خیال، پرنالا جیسا ہے

وحی مکشوف ست ابر و آسماں
کھلی ہوئی وحی، ابر اور آسمان ہے

آبِ باراں باغ صد رنگ آورد
بارش کا پانی باغ کو سو رنگ کا بنا دیتا ہے

ناوداں ہمسایہ در جنگ آورد
پرنالا پڑوسی کو جنگ پر آمادہ کر دیتا ہے

باز[3] گردم سوئے آں روباہ و خر
میں لومڑی اور گدھے کی طرف لوٹتا ہوں

تا چساں از راہ بُرد آں خر نگر
دیکھ اُس گدھے کو کس طرح راستے سے بھٹکا دیا!

زبوں شدنِ خر در دست روباہ از حرصِ علف

گھاس کی حرص کی وجہ سے گدھے کا لومڑی کے ہاتھوں مغلوب ہو جانا

خر دو سہ حملہ بر وبہ سخت کرد
گدھے نے لومڑی پر دو تین سخت حملے کیے

چوں مقلد بُد فریب او بخورد
چونکہ مقلد تھا اُس کا فریب کھا گیا

ظنِ نہ ادراک و بینائی نداشت
وہ علم اور بصیرت کا کوئی فرق نہ رکھتا تھا

دمدمہ روبہ بر و شکستہ گماشت
لومڑی کے مکر نے اُس پر شکست طاری کر دیا

حرصِ خوردن آنچناں کردش ذلیل
کھانے کی حرص نے اُس کو ایسا ذلیل کیا

کہ زبونش کرد با پانصد دلیل
کہ پانچ سو دلیلیں ہوتے ہوئے اُسکو مغلوب کر دیا

حکایت آں مُخنّث و پرسیدنِ لوطی از وے در حالت لواطت

ہیجڑے کا قصہ اور لوطی کا لواطت کی حالت میں اُس سے دریافت کرنا

[1] علم اندر نور چوں فرعودہ شد جب علم کا نور میں مرئی بن جاتا ہے تو پھر اُس علم کی تاثیر سرکش قوم پر ہوتی ہے۔ فرعودہ۔ آمیختہ و پیچیدہ۔ ہر چہ۔ اب نورانی شخص جو بات بھی کہیگا اس میں نور اور پاکیزگی ہوگی۔ آسماں۔ آسمان اور ابر کا اپنا ذاتی پانی ہے، پرنالا کا پانی اپنا نہیں ہے آسمان کا ہے۔

[2] فکر و اندیش۔ فکر اور خیال کی مثال پرنالے کے پانی کی سی ہے اور وحی کی مثال ابر کی سی ہے۔ آبِ باراں۔ بارش کا پانی سینکڑوں فائدوں کا سبب ہے، پرنالا کا پانی موٹا پڑوسی سے جھگڑے کا سبب بنتا ہے۔

[3] باز گردم۔ اب گدھے کا قصہ سن لومڑی نے اسکو کس طرح گمراہ کر دیا۔ خر۔ گدھے نے لومڑی پر جوابی حملے کئے لیکن چونکہ مقلد تھا آخر میں خود پسپا ہو گیا بلفظہٖ۔ چونکہ گدھے کو نور باطنی حاصل نہ تھا لومڑی کا مکر اُس پر غالب آگیا اور گدھے کی حرص نے دلیلوں کے ہوتے ہوئے اُس کو ذلیل کر دیا۔ حکایت۔ اِس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ مقلد کی دلیل ایسی ہی ہے جیسے ہیجڑے کی سوار۔

کہ این خنجر از بہر چیست گفت از بہر آنکہ ہر کہ با من یکے اندیشید

کہ یہ خنجر کس کام کے لیے ہے اُس نے کہا اس لئے کہ جو میرے ساتھ بُری بات

شکمش بشگافم لوطی بر سرِ او آمد و شد میکرد و میگفت

سوچے گا میں اُس کا پیٹ پھاڑ دوں گا لوطی اُس پر چڑھتا اور اُترتا تھا

الحمد للہ کہ من با تو بد نمی اندیشم ۵

اور کہہ رہا تھا الحمد للہ کہ میں تجھ سے بُرے کام کی نیت نہیں رکھتا ہوں

بیت من بیت نیست اقلیم ست — ہزل من ہزل نیست تعلیم ست

میرا شعر، کوٹھری نہیں ہے ایک خطہ ہے میرا مذاق، مذاق نہیں ہے، تعلیم ہے

قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَھَا

اللہ تعالیٰ کا قول ہے بیشک اللہ حیا نہیں کرتا اس بارے میں کہ وہ مچھر کی مثال بیان کرے

اے فَمَا فَوْقَھَا فِیْ تَغْیِیْرِ النُّفُوْسِ بِالْاِنْکَارَاتِ مَاذَا اَرَادَ اللّٰہُ

پس اس سے بھی زیادہ (چھوٹی چیز کی) جو انکار کی وجہ سے نفوس میں تغیر پیدا کرنے کیلئے اس سے

ھٰذَا مَثَلًا وَآنکہ جواب میفرماید کہ این خواستم یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا

بھی بڑھی ہوئی ہوں (انھوں نے کہا) اس مثال سے اللہ کا کیا ارادہ ہے اور یہ کہ جواب فرماتے ہے کہ میں نے یہ چاہا

وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا کہ ہر فتنہ ہمچو میزانست کہ بسیارا زو سُرخ رُو

اس سے بہتے گمراہ ہوں اور بہتے ہدایت پائیں کیونکہ ہر آزمائش ایک ترازو ہے کہ بہت سے اُس سے

شوند و بسیاراں بے مُراد شوند وَلَوْ تَاَمَّلْتَ فِیْہِ قَلِیْلًا

سُرخرو ہو جاتے ہیں اور بہت سے بے مُراد ہو جاتے ہیں اور اگر تو اس میں تھوڑا سا بھی غور

لَوَجَدْتَ فِیْ نَتَائِجِہِ الشَّرِیْفَۃِ کَثِیْرًا

کرے تو اس میں بہت سے عمدہ فوائد پائے گا

کوں ۵۱ دہے را لوطیے در خانہ بُرد — سرنگوں افگندش و در وے فشرد

ایک غلام کو لوطی نے ایک غلام کو نیچا لا گھر لے گیا اُس کو اوندھا گرایا اور اس میں گھسیڑ دیا

بر میانش خنجرے دید آں لعیں — پس بگفتش در میانت چیست ایں

اُس ملعون نے اُس کی کمر پر خنجر دیکھا تو اُس سے کہا تیری کمر میں یہ کیا ہے؟

گفت آنکہ با من اریک بد منش — بد بیندیشد بدرّم اشکمش

اُس نے کہا یہ کہ اگر کوئی بدطینت میرے ساتھ بُرے کام کا ارادہ کرے تو میں اُس کا پیٹ پھاڑ دوں

۵ الحمد للہ۔ اس لوطی نے سمجھا کہا۔ بیت پہلا بیت شعر کے معنی میں اور دوسرا بیت کوٹھری کے معنی میں ہے یعنی میرے اشعار میں بہت سے معانی ہیں۔ ہزل من۔ چونکہ مولانا نے یہاں بہت فحش قصہ نقل کیا ہے اس کی توجیہ کرتے ہیں۔

۵۱ اِنَّ اللّٰہ۔ قرآن نے سمجھانے کیلئے جب مچھر اور اُس کے بڑی مثالیں دیں تو کفار نے اعتراض کیا کہ قرآن میں ایسی چھوٹی چھوٹی مثالیں کیوں دی جاتی ہیں تو قرآن نے اُس کے جواب میں کہا کہ فہمائش کیلئے اس طرح کی مثالیں دینا کوئی بُری بات نہیں ہے اور ایک آزمائش بھی ہے کہ اس قسم کی مثالوں کو بُرا سمجھ کر کے گمراہ ہوں اور کون صحیح مقصد سمجھ کر ہدایت پاتے ہیں۔

۵۱ کوں۔ کون ہے۔ غلام کرانے والا اس سے کند اور گند بنا ہے بمعنی کر۔ بشگافم۔ بدریدن۔

گفت لُوطی حمدُ لِلّٰہ را کہ مَن
اِلہام کرنے والے نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے

[1] چونکہ مَردی نیست خنجر ہا چہ سُود
جبکہ بہادری نہیں ہے، خنجروں سے کیا فائدہ؟

از علیؓ میراث داری ذُوالفقار
(حضرت) علیؓ سے تجھے ذوالفقار میراث میں ملی

[2] گر فسونے یاد داری از مسیحؑ
اگر تو (حضرت) عیسیٰؑ کی دُعا یاد رکھتا ہے

کشتی سازی ز توزیع و فتوح
تو چندے اور نذرانوں سے کشتی بنا تا ہے

بُت شکستی گیرم ابراہیمؑ وار
میں نے مانا تو نے (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح بُت توڑ دیا

گر دلیلت ہست اندر فعل آر
اگر کام میں تیرے پاس دلیل ہے، لا

آں دلیلے کُو ترا مانع شود
وہ دلیل جو تیرے لئے مانع ہے

[3] خائفانِ راہ را کردی دلیر
تو نے راستہ میں ڈرنے والوں کو بہادر بنا دیا

بر ہمہ درسِ توکّل می کُنی
تو سب کو توکّل کا درس دیتا ہے

اے مُخنّث پیش رفتہ از سپاہ
اے ہیجڑے، تو لشکر سے آگے ہوا

چوں زنامَردی دل آگندہ بُود
جب نامردی سے دل پُر ہو

توبہ کُن اشکباراں چوں مَطر
توبہ کر، بارش کی طرح آنسو بہا

بدنیندیشیدہ اَم با تو بفن
کسی فریب سے تیرے ساتھ بُرا ارادہ نہیں کیا

چوں نباشد دل ندارد سُود خود
جب دل نہ ہو، خود فائدہ نہیں دیتی

بازوی شیرِ خدا ہستت بیار
تیرے پاس شیرِ خدا کا بازو ہے تو لا

[4] گر فسونے یاد داری از مسیحؑ
اگر تو (حضرت) عیسیٰؑ کی دُعا یاد رکھتا ہے

کُوزَبک و دندانِ عیسیٰؑ اے وقیح
اے بے شرم! (حضرت) عیسیٰؑ کا ہونٹ اور دانت کہاں

کُو یکے ملّاحِ کشتی ہمچو نوحؑ
(حضرت) نوحؑ جیسا کوئی ایک ملاح کہاں ہے؟

کُو بُتِ تن را فدا کردن بنار
جسم کے بُت کو آگ میں فنا کرنا کہاں ہے؟

تیغ چوبیں را بداں کُن ذوالفقار
اس کے ذریعہ لکڑی کی تلوار کو ذوالفقار بنا لے

از عمل آں نقمتِ صانع شود
عمل سے، وہ خدا کا عذاب ہے

از ہمہ لرزاں تری تو زیر زیر
پچھلے پچھلے تو سب سے زیادہ لرزنے والا ہے

در ہوا تو پشہ را رگ میزنی
تو ہوا میں مچھر کی رگ پر (نشتر) لگاتا ہے

بر در و غ و ریشِ تو کیرت گواہ
تیرے جھوٹ اور داڑھی پر تیرا خایہ گواہ ہے

ریش و سُبلت موجبِ خندہ بُود
داڑھی اور مونچھیں ہنسی کا سبب ہوتی ہیں

ریش و سُبلت را ز خندہ باز خر
داڑھی اور مونچھ کو مذاق سے بچا

---

[1] چونکہ۔ جب انسان میں بہادری نہ ہو تو اس کے لئے خنجر اور شمشیر کی لوہے کی جنگی ٹوپی بیکار ہے۔۔۔

[2] ذوالفقار۔ آنحضورؐ کی مشہور تلوار جو حضرت علیؓ کے پاس تھی۔ شیرِ خدا۔ حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔

[3] گر فسونے۔ اگر کوئی ایسا منتر مسیحؑ کی طرح دم کرنا سیکھے جس سے مُردے زندہ ہو جاتے تھے، تو وہ حضرت عیسیٰؑ کے ہونٹ اور دانت کہاں سے لائے گا۔ توزیع۔ چندہ۔ فتوح۔ نذرانہ۔ کُو۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے جسم کو آگ میں ڈال دیا تھا۔ گر دلیل۔۔ دلیل دراصل عمل ہے۔ مانع۔ جو دلیل عمل سے مانع بنے وہ عذابِ الٰہی ہے۔

[4] خائفان۔ بے عمل انسان دوسروں کو وعظ کہہ کر بہادر بناتا ہے خود بزدلی دکھاتا ہے۔ در ہوا۔ ایسا لگتا ہے کہ ہوا میں پتھر کے نشتر مار کر اُس کا خون پینا چاہتا ہے۔ کیرہ۔ آلہ تناسل جس سے بچہ محروم ہوتا ہے۔ ریش۔ بھیڑ کی داڑھی اب مذاق ہے تو بہ کُن۔ اے ملک کے بھیڑ کا یہ مطلب ہے کہ وہ اللہ کے دربار میں گریہ وزاری کرے۔

داروئے مردی بجو اندر عمل — تا شوی خورشید گرم اندر حمل[1]

مرد میں مردانگی کی دوا کھا — تاکہ تو برج حمل میں گرم سورج بن جائے

داروئے مردی کن و عنیں مشوی — تا بروں آیند صد گوں خوبروی

مردانگی کی دوا کر اور نامرد نہ بن — تاکہ سیکڑوں قسم کے خوبصورت پیدا ہوں

معدہ را بگذار و سوئے دل خرام — تا کہ بے پردہ ز حق آید سلام

معدہ کو چھوڑ اور دل کی جانب چل — تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بغیر حجاب کے سلام آئے

رستمی گر بایدت خنجر بگیر[2] — ور بریزی مائلی چادر بگیر

اگر تجھے رستم بن چاہیے، خنجر پکڑ — اگر تو بھیڑیے پن کی جانب مائل ہے چادر اوڑھ لے

رستمی گر بایدت جوشن بپوش — ور بریزی مائلی رو کوں فروش

اگر تجھے رستم بن چاہیے، زرہ پہن لے — اگر تو بھیڑیے پن کی جانب مائل ہے جا مقصد بیچ

یکدو گامے رو تکلف ساز خوش — تا نگردی مبتلا در پائے دار

ایک دو قدم چل، خوب تکلف کر — تاکہ تو سولی کے نیچے مبتلا نہ ہو

بر سر میداں چو مردان پائیدار — در صف مردان در آ ہمچوں رسن

میدان میں مردوں کی طرح جم — نیزے کی طرح مردوں کی صف میں آجا

تا کے از جامہ زناں ہمچو زناں — غالب شدن حیلۂ روباہ بر استعصام و تعفف خر و کشیدن

عورتوں کی طرح زنانہ لباس سے کب تک (تعلق رکھے گا) — گدھے کے بچاؤ اور حفاظت پر لومڑی کے حیلہ کا غالب آجانا اور لومڑی کا گدھے کو شیر کی کچھار کی جانب کھینچ لے جانا

روباہ خر را بسوئے بیشۂ شیر

روبہ اندر حیلہ پائے خود فشرد — ریش خر بگرفت و آں خر را بہ برد

لومڑی نے مکاری میں قدم رکھا — گدھے کی داڑھی پکڑی اور اس گدھے کو لے گئی

مطرب آں خانقہ کو تا کہ تفت — دف زند کہ خر بر رفت و خر بر رفت

اس خانقاہ کا قوال کہاں ہے؟ کہ جلد — دف بجائے، کہ گدھا گیا، گدھا گیا

چونکہ خر گوشے برد شیرے بچاہ — چوں نیارد روبہے خر تا گیاہ

جب خرگوش شیر کو کنویں میں پہنچا دے — تو لومڑی گدھے کو گھاس کے پاس کیونکر نہ لائے گی!

[1] حمل۔ سورج جب برج حمل میں ہوتا ہے اس کی شعاعیں زمین پر بہت تیز گرم پڑتی ہیں، چشتی۔ نامرد۔ تاکہ تو مردوں، مرد کے جیسی اولاد پیدا ہو۔ سجدہ۔ سجدے کرے اور رکعتیں پڑھے تو قرب خداوندی میسر آجائے گا۔

[2] رستمی۔ اگر تو راہ سلوک کا رستم بننا چاہتا ہے تو تجھ کو خنجر سے نفس کشی کرو ورنہ مردوں کی طرح چادر اوڑھ کر خانہ نشین بن جا۔ یکدو۔ راہ سلوک میں تکلف سے کام کرنے قدم رکھ پھر بے تکلف ہو گا۔ تا۔ سولی۔ رسن۔ جمالا۔ استعصام۔ حفاظت چاہنا۔ تعفف۔ پاکدامنی۔ بیز۔ جھاڑی۔

[3] پائے خود فشرد۔ یعنی مکاری ہو گئی۔ ریش خر گرفت۔ یعنی غالب آگئی۔ مطرب پہلے قصہ گدھے کا ہے کہ "تفزیرفت" کی آواز میں دوسرے صوفیوں نے ایک صوفی کا گدھا چرا لیا تھا۔ جو کہ پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ خرگوش نے دھوکے سے شیر کو کنویں میں گرا دیا تھا

گوش[1] را ببند و افسونہا مخر
کان بند کرلے اور منتر نہ سن

جز فسونِ آں ولیِ داد گر
اس فریادرس ولی کے منتر کے سوا

آں فسونہا خوشتر از حلوائے او
اس (فیروز) کے حلوے سے یہ منتر بہتر ہیں

آنکہ صد حلواست خاکِ پائے او
کیونکہ سینکڑوں حلوے اس کے پاؤں کی خاک ہیں

خُمہائے خُسروانی پُر ز مے
شراب سے پُر شاہی مٹکوں نے

مایہ بُردہ از مے لبہائے وے
اس کے ہونٹوں سے شراب حاصل کیا ہے

عاشقِ مے باشد آں جانِ بعید
وہ (اس سے) دور جان شراب کی عاشق ہو گئی

کُوزۂ لبہائے لعلش را ندید
جس نے اس کے لعل جیسے ہونٹوں کی شراب نہ دیکھی

آبِ شیریں[2] چوں نہ بیند مُرغِ کور
اندھا پرند جب میٹھا پانی نہیں دیکھے گا

چوں نگردد گرد چشمہ آبِ شور
وہ کھاری پانی کا چکر کیوں نہ کاٹے گا؟

موسیِ جاں سینہ را بینا کُند
روحانی موسیٰ، سینہ کو سینا بنا دیتا ہے

طُوطیانِ کور را بینا کُند
اندھی طوطیوں کو بینا بنا دیتا ہے

خسروِ شیرینِ جاں نوبت زدست
روح کے شیریں شاہ نے ڈنکا پیٹ دیا ہے

لاجرم در شہر قند ارزاں شدست
لامحالہ شہر میں شکر سستی ہو گئی ہے

یُوسفانِ غیب لشکر میکشند
غیب کے یوسف لشکر کشی کر رہے ہیں

تنگہائے قند مصری میرسند
مصری لشکر کے بورے پہنچ رہے ہیں

اُشترانِ[3] مصر را رُو سوئے ما
مصری اونٹوں کا رُخ ہماری جانب ہے

بشنوید اے طوطیاں بانگِ درا
اے طوطیو! گھنٹے کی آواز سنو

شہرِ ما فردا پُر از شکر شود
کل کو ہمارا شہر شکر سے بھر جائے گا

شکر ارزاں ست ارزاں تر شود
شکر سستی ہے اور زیادہ سستی ہو جائیگی

در شکر غلطید اے حلوائیاں
اے حلوائیو! شکر میں لوٹو

ہمچو طوطی کوریِ صفرائیاں
طوطی کی طرح، صفرائی لوگوں کے اندھے پن کی طرح

نیشکر کو بید کار اینست و بس
گنا اُگنے والا بید وہ بس کام یہی ہے

جاں بر افشانید یار اینست و بس
جان پھڑک دو، بس دوست یہی ہے

یک تُرش در شہر ما اکنوں نماند
ہمارے شہر میں اب کوئی کھٹا نہیں رہا

چونکہ شیریں خسرواں را بر نشاند
چونکہ شیریں نے بہت سے خسرو بٹھا دیئے ہیں

[1] گوش۔ مولانا سالک کو نصیحت کرتے ہیں کہ صرف شیخ کے قول پر عمل کر، آس پاس کے دوسرے لوگوں کی پکی پکی باتوں سے شیخ کی بات بدرجہا بہتر ہے۔ غرضیکہ شاہی شراب میں مستی شیخ کی باتوں کی مستی سے آتی ہے۔ عاشق جو شخص شیخ سے ملا ہوگا اور اس نے شیخ کی باتوں کی مستی حاصل کی ہوگی وہ شراب کی مستی سے محبت کر سکیگا۔

[2] آبِ شیریں۔ چونکہ یہ شیخ کی باتوں کی مستی سے محروم ہے اس لئے دوسرے کی باتوں پر دھیان دیتا ہے۔ روحی جاں۔ شیخ کا فیض سینہ کو کوہ طور بنا دیتا ہے۔ خسرو۔ شیخ نے صلاح عام دے دی ہے اس لئے اس وقت شہر میں قند ارزاں ہے۔ یوسفانِ غیب۔ اس سے مراد روحانی شیوخ ہیں، حضرت یوسفؑ کی مناسبت سے قند مصری کا ذکر کیا ہے جس سے روحانی اسرار مراد ہیں۔

[3] اشترانِ مصر۔ یعنی روحانی شیوخ۔ ذرا سے جرس گھنٹہ۔ حلوائیاں۔ وہ سالک جو اسرار کے طالب ہیں۔ صفرائیاں۔ جس شخص میں غلبۂ صفراء کا غلبہ ہوتا ہے اس کو شکر میٹھی نہیں لگتی اس سے مراد شکر سے ہیں نیشکر۔ اس سے مراد روحانی اسرار ہیں۔ یعنی شیخ کامل۔ یک تُرش۔ اس سے مراد شکر ہے شیریں

نقل بر نقل ست و مے بر مے ہلا — بر منارہ رو بزن بانگِ صلا

آگاہ: نقل پر نقل، شراب پر شراب ہے — منارہ پر چڑھ جا، بلاوے کا اعلان کر دے

سرکۂ نہ سالہ شیریں میشود — سنگِ مرمر لعل و زریں میشود

نو سال کا سرکہ میٹھا ہو جائے گا — سنگِ مرمر لعل اور سونا ہو جائے گا

آفتاب اندر فلک دستک زناں — ذرّہا چوں عاشقاں بازی کناں

سورج آسمان میں دستک دے رہا ہے — ذرّے عاشقوں کی طرح رقص کر رہے ہیں

چشمہا مخمور شد از سبزہ زار — گل شگوفہ میکند بر شاخسار

سبزہ زار سے آنکھیں نشیلی ہو گئی ہیں — شاخوں پر پھول کھلا رہے ہیں

چشمِ دولت سحرِ مطلق میکند — روح شد منصور اَنَا الحق میزند

دولت کی آنکھ جادو کر رہی ہے — روح منصور بن گئی ہے اَنَا الحق کا نعرہ لگا رہی ہے

شد ز یوسف آں زلیخا نو جواں[1] — عشرت از سر گیر خوش خوش دماں

یوسفؑ کی وجہ سے زلیخا جوان ہو گئی — خوشی خوشی مسرت سے از سرِ نو عیش منا

آتشے اندر دلِ خود بر فروز — دفعِ چشمِ بد سپندانے بسوز

اپنے دل میں آگ روشن کر لے — نظرِ بد کے دفع کرنے کے لئے کالا دانہ جلا

تو بحالِ خویشتن میباش شاد — تا بیابی در جہان جاں مُراد

تو اپنے حال پر خوش نہ رہ — تاکہ تو جان کے جہان میں مراد حاصل کرے

گر خرے را می بُرد رُوبہ ز سر — گو ببُر تو خر مباش و غم مخور

اگر لومڑی گدھے کا سر کاٹ دیتی ہے — کہنے کاٹ لے، تو گدھا بن اور غم نہ کھا

حکایت[2] آں شخص کہ از ترس خویشتن را در خانہ انداخت

اُس شخص کی حکایت جس نے خوف سے اپنے آپ کو گھر میں جا ڈالا

رخہا زرد کردہ چوں زعفران و لبہا کبود چوں نیل و دست

کو زعفران کی طرح زرد کئے ہوئے، اور ہونٹوں کو نیل کی طرح نیلا کئے ہوئے، ہاتھ درست

لرزاں چوں برگِ درخت، خداوندِ خانہ پرسید کہ خیر ست

پتوں کی طرح کپکپاتے ہوئے، گھر کے مالک نے دریافت کیا خیر ہے

وچہ واقعہ است گفت از بیروں خرمی گیرند بشحنہ گفت

اور کیا واقعہ ہے؟ اُس نے کہا، باہر بیگار میں گدھے پکڑ رہے ہیں اُس نے کہا

---

[1] زلیخا حضرت یوسفؑ کی دعا سے نوجوان بن گئی تھی۔ مراد یہ ہے کہ روح کی کمزوری کے بعد اس کو توانائی حاصل ہو گئی۔ چنانچہ مشہور ہے کہ کالا دانہ کی دھونی سے نظرِ بد زائل ہو جاتی ہے۔ تو جہاں یہ احوال جو ذکر کئے گئے ہیں خود تیرے ہیں تو اُن سے خوش رہ تاکہ دنیا اصل مُراد حاصل کر لے۔ گر خرے۔ اگر لومڑی گدھے کو ہلاک کر رہی ہے کرنے دے تو گدھا بن اور بے فکر زندہ رہ۔

[2] حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتانا ہے کہ اگر انسان انسان بن جائے تو پھر گدھا پکڑنے والے سے اُسے کوئی خطرہ نہیں جب تک انسان گدھا ہے وہ قریب کھا جاتا ہے۔

تو خر نیستی چہ میتر سی گفت بجدّ می گیرند و تمیز برخاستہ است

تو تو گدھا نہیں ہے کیوں ڈرتا ہے؟ اس نے کہا کوشش کر کے پکڑ رہے ہیں اور تمیز اٹھ گئی ہے

امروز ترسم کہ مرا خر گیرند

اب میں ڈرتا ہوں کہ مجھے گدھا سمجھ لیں

آں[1] یکے از ترس در خانہ گریخت — زرد رو و لب کبود و رنگ ریخت

ایک شخص خوف سے گھر میں بھاگ آیا — چہرہ زرد، ہونٹ نیلے، رنگ فق

صاحب خانہ بگفتش خیر ہست — کہ ہمی لرزد تُرا چوں بید دست

گھر کے مالک نے اس سے کہا خیر ہے! — کہ تیرا ہاتھ بید کی طرح لرز رہا ہے

واقعہ چونست چوں بگریختی — رنگ رُخسارہ بچنیں چوں ریختی

کیا واقعہ ہے، تو کیوں بھاگا؟ — رخسار کا رنگ کیوں فق ہو گیا!

گفت بہر سخرۂ شاہِ حروں — خر ہمی گیرند امروز از بروں

اس نے کہا ظالم بادشاہ کی بیگار کے لئے — آج باہر سے گدھے پکڑ رہے ہیں

گفت[2] میگیرند خر اے جانِ عم — چوں نہ خر رو تُرا زیں چیست غم

اس نے کہا اے چچا کی جان! وہ گدھے پکڑ رہے ہیں — جبکہ تو گدھا نہیں ہے، جا تجھے اس سے کیا غم ہے!

گفت بس جندو گرم اندر گرفت — گر خرم گیرند ہم نبود شگفت

اس نے کہا وہ پکڑنے میں بہت سخت اور سرگرم ہیں — اگر مجھے بھی گدھا سمجھ لیں تو تعجب نہیں ہے

بہر خر گیری برآوردند دست — جدِّ جد تمیز ہم برخاستہ است

گدھے پکڑنے میں انھوں نے ہاتھ نکالے ہیں — بہت کوشش میں تمیز بھی اٹھ گئی ہے

چونکہ بے تمیزیاں ماں سَروَرند — صاحبِ خر را بجائے خر برند

چونکہ بے تمیز لوگ ہمارے سردار ہیں — گدھے کی بجائے گدھے والے کو پکڑ لے جائینگے

نیست[3] شاہِ شہرِ ما بیہودہ گیر — ہست تمییزش سمیع و ست و بصیر

ہمارے شہر کا بادشاہ خواہ مخواہ پکڑ دھکڑ والا نہیں ہے — اسکو تمیز ہے، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے

آدمی باش و ز خر گیراں مترس — خر نہ اے عیسیِ دوراں مترس

تو آدمی بن جا اور گدھا پکڑنے والوں سے نہ ڈر — تو گدھا نہیں ہے اے اپنے زمانہ کے عیسیٰ تو نہ ڈر

چرخِ چارم ہم ز نورِ تو پُرست — حاش للہ کہ مقامت آخرست

چوتھا آسمان بھی تیرے نور سے پُر ہے — خدا بچائے کہ تیرا مقام اسفل ہو

[1] آں یکے۔ شہر میں گدھے بیگار میں پکڑے جا رہے تھے ایک شخص ڈر کر ایک گھر میں گھس گیا۔ بید: بید کے درخت کی نرم شاخوں کی بھی مشہور ہے۔ سخرہ: بیگار۔ حروں۔ سرکش، ظالم۔

[2] گفت۔ صاحب خانہ نے کہا تو گدھا نہیں ہے تو کیوں ڈرتا ہے۔ جدِّ جد۔۔۔ کوشش کی انتہا نے ان کے لئے گدھے اور غیر گدھے کی تمیز ختم کر دی ہے چونکہ جب بے تمیز سردار بنائیں تو گدھے کی بجائے یہ لوگ گدھے والے کو بھی پکڑ سکتے ہیں۔

[3] نیست۔ اس شعر کا تعلق اس حکایت کی شرح کے پہلے شعر یعنی چوں نہ خر رو تُرا زیں چیست غم سے ہے۔ کہ حق۔ انسان بن جا۔ یعنی انسان کو جیسی صفت ہونا چاہیئے خر جیسی نہ ہونا چاہیئے۔ چرخ چارم۔ جبکہ انسان کو جیسی صفت ہونا چاہیئے۔ تو جیسا کہ حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر ہیں اسی طرح انسان کامل کا مقام بھی چوتھا آسمان ہے۔

تو ز چرخ و اختراں ہم برتری
تو آسمان اور ستاروں سے بھی بالاتر ہے

گرچہ[1] بہرِ مصلحت در آخری
اگرچہ مصلحتاً تو اصطبل میں ہے

میرِ آخر گرچہ در آخر بود
اصطبل کا داروغہ اگرچہ اصطبل میں ہوتا ہے

ہر کہ اورا خر بگوید خر بود
جو اُس کو گدھا کہے، وہ گدھا ہے

میرِ آخر دیگر و خر دیگرست
داروغۂ اصطبل دوسری چیز ہے اور گدھا دوسری چیز ہے

نے ہر آنکو اندر آخر شد خرست
یہ نہیں ہے کہ جو اصطبل میں ہے وہ گدھا ہے

چہ در افتادیم در دنبالِ خر
ہم گدھے کے پیچھے کہاں پڑ گئے

از[2] گلستاں گوئی و ز گلہائے تر
چمن اور تر پھولوں کی بات کر

از انار و از ترنج و شاخِ سیب
انار کی اور لیموں کی اور سیب کی ٹہنی کی

وز شراب و شاہدانِ بے حسیب
اور شراب کی اور بے حساب معشوقوں کی

یا ازاں دریا کہ موجش گوہرست
یا اُس دریا کی، جس کی موج موتی ہے

گوہرش گوینده و بینا و رست
اُس کا موتی گویا اور بینا ہے

یا ازاں مرغاں کہ گلچیں میکنند
یا اُن پرندوں کی، جو پھول چنتے ہیں

بیضہا زریں و سیمیں می کنند
سونے اور چاندی کے انڈے دیتے ہیں

یا ازاں بازاں کہ کبکاں پرورند
یا اُن بازوں کی، جو چکوریں پالتے ہیں

ہم نگوں شکم ہم استاں میپرند
پیٹ کے بل بھی اور چت بھی اُڑتے ہیں

فرد بانہائیست پنہاں در جہاں
دنیا میں مخفی سیڑھیاں ہیں

پایہ پایہ تا عنانِ آسماں
درجہ بدرجہ، آسمان کی بلندی تک

ہر گروہ را نردبانے دیگرست
ہر گروہ کی ایک دوسری سیڑھی ہے

ہر[3] یکے از حالِ دیگر بے خبر
ہر ایک دوسرے کی حالت سے بے خبر ہے

ہر دَرختے از زمینے سر زدہ
ہر درخت ایک زمین سے اُگا ہے

ہر دَرختے را ز آسمانے دیگرست
ہر درخت کے لئے ایک دوسرا آسمان ہے

ملک با پہنا و بے پایان و سَر
ملک وسیع ہے اور بے ابتدا اور بے انتہا ہے

واں دریں خیرہ کہ حیرت چیستش
وہ اسکے بارے میں حیران ہے کہ اسکی حیرت کس وجہ سے ہے

صحنِ ارضُ اللہ واسع آمدہ
اللہ کی زمین کا صحن وسیع ہے

---

[1] گرچہ۔ ہدایت دینے اور پانے کے لئے انسان کو دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ بیر آخور اصطبل میں ہونے سے گدھا ہونا ضروری نہیں ہے داروغۂ اصطبل، اصطبل میں ہے لیکن گدھا نہیں ہے۔۔۔ اسی طرح اہل اللہ دنیا میں رہتے ہوئے دنیادار نہیں ہیں۔ چہ۔ مولانا کا اپنے آپ کو مخاطب ہے کہ گدھے کے قصہ کو چھوڑ کر عالم آخرت کی بات کر۔

[2] از گلستاں۔ یہ سب جنت کی چیزیں ہیں۔ دریا۔ اس سے مراد ذات حق ہے مرغان۔ یعنی اولیاء اللہ۔۔۔ بازاں۔ یعنی ملائکہ۔ کبکاں۔ یعنی نفوس قدسیہ۔ نردبانہا۔ یعنی عروج کے مختلف طریقے ہیں مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب جانیوالے راستے انسانوں کے سانسوں کی تعداد کی بقدر ہیں۔ عنان۔ فضا جو نظر آتی ہے۔ روش یعنی سلوک۔

[3] ہر یکے۔ ہر سالک پر جو تجلی ہے دوسرا اُس سے بیخبر ہے حتیٰ کہ بسا اوقات مرید پر جو تجلی ہوتی ہے شیخ اُس سے بے خبر ہوتا ہے۔ الخ۔ ہر سالک چونکہ دوسرے سالک کی تجلی سے بے خبر ہے اسلئے وہ دوسرے پر حیران ہوتا ہے۔ صحن۔ غرض اللہ اتنا وسیع ہے کہ اسمیں طرح طرح کے عارف گھوم رہے ہیں۔

بر درختاں[1] منکر گویاں برگ و شاخ
درختوں پر پتے اور شاخیں شکر ادا کرتی ہیں

کہ زہے ملک و زہے عرصہ فراخ
کہ عجب ملک ہے اور عجب وسیع میدان ہے

بلبلاں گرد شگوفہ پُر گرہ
بلبلیں تہ بہ تہ شگوفے کے چاروں طرف کہتی ہیں

کہ ازاں چہ میخوری مارا بدہ
کہ اس میں سے کیا کھا رہا ہے ہمیں دے

ایں سخن پایاں ندارد کُن رجوع
یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے واپس کر

سوئے آں لوبا ہ و شیر و سقم و جوع
اس لومڑی اور شیر اور بیماری اور بھوک کی جانب

بُردنِ[2] روباہ آں خر را پیش شیر و جستنِ خر از شیر و عتاب کردنِ
لومڑی کا اس گدھے کو شیر کے سامنے لے جانا اور گدھے کا شیر سے کود بھاگنا اور لومڑی

روباہ با شیر کہ ہنوز خر دور بود کہ تعجیل کردی و عذر گفتنِ شیر و
کا شیر پر غصہ کرنا کہ گدھا ابھی دور تھا کہ تو نے جلدی کردی اور شیر کا معذرت کرنا

لا بہ کردنِ شیر روباہ را کہ بر و بارِ دیگرش بفریب
اور شیر کا لومڑی کی خوشامد کرنا کہ جا دوبارہ اس کو فریب دے

چونکہ روباہش بسوئے مرج برد
لومڑی جب اس کو چراگاہ کی جانب لے گئی

تا کُند شیرش بحملہ خُرد مُرد
تاکہ شیر حملے سے اس کو خورد برد کردے

دور بود از شیر و آں شیر از نبرد
وہ شیر سے دور تھا اور شیر نے جنگ کی وجہ سے

تا بہ نزدیک آمدن صبرے نکرد
اس کے نزدیک آجانے تک صبر نہ کیا

گنبدی[3] کرد از بلندی شیر ہول
ہولناک شیر نے اونچائی سے پھلانگ لگائی

خود نبودش قوت و امکان حول
اس میں خود قوت اور طاقت کا امکان نہ تھا

خر ز دورش دید و برگشت و گریخت
گدھے نے اس کو دور سے دیکھا اور پلٹ گیا اور

تا بزیرِ کوہ تازاں نعل ریخت
پہاڑ کے نیچے تک بھاگا چلا گیا

گفت روبہ شیر را اے شاہِ ما
لومڑی نے شیر سے کہا اے ہمارے بادشاہ!

چوں نکردی صبر در وقتِ وغا
تو نے معرکے کے وقت صبر کیوں نہ کیا؟

تا بہ نزدیکِ تو آید آں غوی
تاکہ وہ گمراہ تیرے قریب آجاتا

تا بہ اندک حملۂ غالب شوی
تاکہ تو تھوڑے سے حملے سے غالب ہوجاتا

مکرِ شیطان ست تعجیل و شتاب
عجلت اور جلد بازی شیطان کا مکر ہے

لطفِ رحمانست صبر و اجتناب
صبر اور اپنے آپ کو بچانا خدا کی مہربانی ہے

[1] برد درختاں۔ ہر درخت کی شاخ و برگ خدا کی تسبیح میں مصروف ہے۔ بلبلاں۔ یعنی پکے عاشق۔ ایں سخن۔ یہ عالم غیب کا بیان ختم ہونے والا ہے۔

[2] بُردن۔ لومڑی گدھے کو بہکا کر شیر کے پاس لیگئی، گدھا قریب نہ پہنچا تھا کہ شیر نے ناکام حملہ کر دیا اور گدھا بھاگ گیا۔ شیر نے لومڑی کی خوشامد کی کہ دوبارہ گدھے کو لا۔ مرج۔ چراگاہ۔ دور۔ گدھا ابھی شیر سے دور تھا شیر نے حملہ کر دیا۔

[3] گنبدی کردن۔ چکر دی بھرنا۔ حول۔ طاقت۔ نعل ریختن۔ تیز دوڑنا۔ وغا۔ جنگ۔ غوی۔ گمراہ۔ یعنی گدھا۔ مکر شیطان۔ حدیث شریف ہے جلد بازی شیطان ہے اور آہستگی خدا کی جانب سے ہے۔

دُور بُود و حملہ را دید و گریخت
وہ دُور تھا اور حملہ دیکھا اور بھاگ گیا

ضُعفِ تو ظاہر شُد و آبِ تو ریخت[1]
تیری کمزوری ظاہر ہوگئی اور تیری آبرو ریزی ہوگئی

گفت من پنداشتم بَر جاست زور
اُس نے کہا، میں سمجھا طاقت بحال ہے

خود بُدم زیں ضُعفِ خود نادان و کور
اپنی اِس کمزوری سے میں خود نادان اور اندھا تھا

لیک گفتم زورِ من بَر جا بُوَد
لیکن میں نے کہا، میری طاقت بحال ہوگی

نے کہ دَرمن ضُعفِ دست و پا بُوَد
نہ کہ مجھ میں ہاتھ اور پاؤں کی کمزوری ہوگی

نیز جوع و حاجتم از حد گذشت
لیکن میری بھوک اور ضرورت حد سے گذر گئی

صَبر و عقلم از تجوّع یاوہ گشت
بھوک کی وجہ سے میرا صبر اور عقل بیکار ہوگئی

گر توانی بارِ دیگر از خِرد
اگر تو عقلمندی سے دوبارہ

باز آوردن مراورا می سَزد
اُس کو پھر لانا تجھے مناسب ہے

مِنّتِ بسیار دارم از تو مَن
مجھ پر تیرا بہت احسان ہے

جہد کُن باشد بیارایش بفَن
کوشش کر شاید مکر سے تو اُس کو دوبارہ لے آئے

گر خدا[2] روزی کُند آں خر مَرا
اگر اللہ تعالےٰ اُس گدھے کو میری روزی بنا دیگا

بعد ازاں بس جہدہا بخشم ترا
اُس کے بعد تجھے بہت خسارہ بخشوں گا

گفت آرے گر خدا یاری دہد
اُس نے کہا ہاں اگر خدا مدد کرے تو

بَر دلِ اُو از عمی مُہرے نہد
اُس کے دل پر اندھے پن کی مُہر لگا دے گا

پس[3] فراموشش شود ہولے کہ دید
تو وہ اُس خوف کو بھول جائیگا جو اُس نے دیکھا

از خَری اُو نباشد ایں بعید
اُس کے گدھے پن سے یہ بعید نہیں ہے

لیک چوں آرم من اُورا بر تَتاز
لیکن جب میں اُس کو لے آؤں دوڑ نہ پڑنا

تا بباد شش ندہی از تعجیل باز
تاکہ تو پھر جلدی کی وجہ سے اُسکو برباد نہ کردے

گفت آرے تجربہ کردم کہ مَن
اُس نے کہا، ہاں میں نے تجربہ کر لیا ہے کہ میں

سخت رنجورم مُخنّث گشتہ تن
سخت بیمار ہوں، جسم ڈھیلا ہوگیا ہے

تا بہ نزدِ کم نیاید خر تمام
جب تک گدھا بالکل میرے پاس نہ آجائیگا

مَن نہ جُنبم خُفتہ باشم بَر قوام
میں حرکت نہ کرونگا سوتا رہونگا طریقہ کے مطابق

رَفت رُوبہ گفت اے شہ ہمتے
لومڑی روانہ ہوئی، بولی اے بادشاہ

تا بپوشد عقلِ اُورا غفلتے
تاکہ غفلت اُس کی عقل کو چھپا دے

---

[1] آب ریختن۔ بے آبرو ہونا۔ گفت۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ میری قوت بحال ہے اور میں اپنی کمزوری سے ناواقف تھا۔ لیک۔ شیر نے کہا میں سمجھا تھا کہ مجھ میں طاقت ہے اور میرے ہاتھ پاؤں کمزور نہیں ہیں۔ نیز۔ دوسری وجہ حملہ کی یہ بھی ہوئی کہ بھوک بہت لگ رہی تھی اور بھوک میں عقل گم ہوگئی تھی۔ گر توانی۔ تیری عقلمندی کا تقاضہ ہے کہ تو اُس کو دوبارہ لے آئے۔ منت۔ تیرا مجھ پر بہت احسان ہے مزید کرم ہوگا کہ دوبارہ لے آئے۔

[2] گر خدا۔ اگر خدا نے مجھے گدھے کی روزی دے دی تو میں کھا کر قوی ہو جاؤں گا پھر بہت خسارہ کر کے تجھے کھلایا کروں گا۔ گفت۔ لومڑی نے کہا اگر خدا کی مدد شاملِ حال رہی تو پھر گدھے کے دل پر اندھے پن کی مُہر لگ جائے گی۔

[3] پس۔ پہلے کا خوف وہ بھول جائیگا۔ لیک۔ لیکن اگر اس بار میں اُس کو لے آؤں، تو جلدی کر کے اُسکو برباد نہ کر دینا تخاتل۔ ڈھیلا۔ تا بہ نزدیکم۔ شیر نے کہا اس بار جب وہ قریب آجائیگا تو حملہ کرونگا ورنہ قاعدہ کے مطابق سوتا رہونگا۔ بہتر۔ بالفعل توجہ۔

توبہا کردست خر با کردگار
گدھے نے خدا سے بہت توبہ کرلی ہوگی۔

کہ نگردم غرّہ ہر نابکار[1]
کہیں ہر ناواقف کے دھوکے میں نہ آؤں

عقلِ خر بازیچۂ دستانِ ماست
گدھے کی عقل ہمارے لئے کھلونا ہے

فکرتش کتابۂ طفلانِ ماست
اس کی سمجھ ہمارے بچوں کی نرم کمان ہے

توبہا یش را بفن بر ہم زنیم
ہم مکر سے اس کی توبہ کو توڑ دیں گے

ما عدائے عقل و عہدِ روشنیم
ہم عقل اور روشن عہد کے دشمن ہیں

گلۂ خر گوئے فرزندانِ ماست
گدھوں کا جھنڈ ہماری اولاد کی گیند ہے

فکرتش بازیچۂ دستانِ ماست
اس کی سمجھ ہمارے لئے کھلونا ہے

عقل کاں باشد ز دورانِ زحل
وہ عقل جو زحل کی رفتار سے پیدا ہو

پیشِ عقلِ کُل ندارد آں محل
عقلِ کُل کے سامنے وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے

از عُطارد و از زحل دانا شد او
وہ عُطارد اور زحل سے عقلمند بنا ہے

ما ز دادِ کردگارِ لُطف خو
ہم مہربان خدا کی عنایت سے

علّم الانسان[2] خمِ طغرائے ماست
علّم الانسان ہمارے طغرا کا دائرہ ہے

علم عند اللہ مقصدہائے ماست
اللہ کا علم ہمارے مقاصد ہیں

تربیہ آں آفتاب روشنیم
ہم اس روشن سورج کی تربیت ہیں

ربی الاعلیٰ ازاں رو میزنیم
اسی لئے ہم ربی الاعلیٰ کا نعرہ لگاتے ہیں

تجربہ گر دارد او با ایں ہمہ
اگر وہ تجربہ رکھتا ہے تو اس کے ہوتے ہوئے

بشکند صد تجربہ زیں دمدمہ
سینکڑوں تجربے اس کرے سے ٹوٹ جائیں گے

بوکہ توبہ بشکند آں سست خو
ہوسکتا ہے کہ وہ کاہل توبہ توڑ دے

در رسد شومیِ اشکستن درو
(توبہ) توڑنے کی بدبختی اس میں اثر کرے

در بیانِ[3] آنکہ نقضِ عہد و توبہ موجبِ بلا بود بلکہ موجبِ مسخ

اس کا بیان کہ توبہ اور عہد کو توڑنا مصیبت کا سبب ہوتا ہے بلکہ مسخ کا

ست چنانکہ در حقِ اصحابِ سبت و اصحابِ مائدہ عیسیٰ

سبب ہے، چنانچہ سبت والوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دسترخوان والوں کے

اور توبہ کو توڑنے سے بدبختی آتی ہے پہلی قوم نے توبہ شکنی کی وجہ سے سؤر اور بندر بنائی گئیں آنحضورؐ کی اُمت میں یہ صورتی مسخ تو نہیں ہے لیکن باطنی مسخ ہوتا ہے یعنی دل سؤر اور بندر بن جاتا ہے اور قیامت میں یہ انسان اس دل کی صورت اختیار کرے گا۔

[1] نابکار۔ نالائق۔ بازیچہ۔ کھلونا۔ دستاں۔ کمر۔ کتابہ۔ بچوں کے کھیلنے کی نرم کمان۔ توہا یش۔ لومڑی نے کہا ہم اس کی توبہ کو توڑ دیں گے۔ گلۂ خر۔ گدھے ہمارے بچوں کا کھلونا ہیں اور ان کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے یہی حال شیطان اور عوام کا ہے۔ زحل۔ زحل ستارے کی تاثیر سے بچہ کی عقل میں ذہانت پیدا ہوتی ہے لیکن زحل کی مطاکردہ عقل، عقلِ کُل کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ از عطارد۔ عوام کی معقول عطارد اور زحل ستاروں کی تاثیر سے ہیں شیطان کی عقل خداداد ہے۔

[2] علّم الانسان۔ ان اشعار میں مولاناؒ نے لومڑی کی زبان سے عقلِ کامل کے صفات بیان فرمائے ہیں قرآن پاک میں ہے علّم الانسان مالم یعلم انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ دوسری جگہ قرآن پاک میں مذکور ہے قل انما العلم عند اللہ آپ کہہ دیجئے علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ تربیہ۔ عقلِ کامل کو اللہ کی تربیت حاصل ہوتی ہے اس لئے وہ خداوند قدوس کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے۔ تجربہ۔ لومڑی نے کہا۔ مگر کہ ہوسکتا ہے کہ وہ گدھا اپنی توبہ توڑ ڈالے اور توبہ شکنی کی بدبختی میں مبتلا ہوجائے۔

[3] در بیان۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ اللہ کے عہد

علیہ السلام کہ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَاندریں

بارے میں ہے اور کردیا اُن میں سے بندر اور سُوَر الداہل اُمت میں

اُمت مسخ دل باشد نعوذ باللہ من ذٰلک وروزِ قیامت

دل مسخ ہوگا ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور قیامت کے

تن را صورتِ دل دہند

دن بدن کو دل کی صورت دے دینگے

نقضِ[1] میثاق و شکستِ توبہا — موجبِ لعنت شود در انتہا

عہد کا توڑنا اور توبہ کا توڑنا — انجام کار لعنت کا سبب ہوتا ہے

نقضِ عہد و توبۂ اصحابِ سبت — موجبِ مسخ آمد و اہلاک و مقت

سبت والوں کا توبہ اور عہد کو توڑنا — مسخ اور ہلاکت اور عتاب کا سبب بنا

پس خدا آں قوم را بوزینہ کرد — چونکہ عہدِ حق شکستند از نبرد

تو خدا نے اُس قوم کو بندر بنا دیا — چونکہ انھوں نے جد سے اللہ کا عہد توڑا

اندریں[2] اُمت نہ بُد مسخِ بدن — لیک مسخِ دل بُوَد اے ذوالفطن

اس اُمت میں جسمانی مسخ نہ تھا — لیکن اے سمجھدار! دل کا مسخ ہوتا ہے

چوں دلِ بوزینہ گردد آں دلش — از دلِ بوزینہ شد خواراں گلش

جب اُس کا دل، بندر کا دل ہو گیا — اُس کی ہستی، بندر کے دل سے زیادہ ذلیل ہو گئی

گر ہُنر بودے دلش را از اختیار — خُوار کے بُودے بصورت آں حمار

اگر اُس کے دل میں کوئی اختیاری ہُنر ہوتا — تو صورت کے اعتبار سے وہ گدھا ذلیل کیوں ہوتا؟

آں سگِ اصحاب خوش بُد سیرتش — ہیچ بودش منقصت نَز صورتش

اصحاب (الکہف) کے کتے کی سیرت اچھی تھی — اُس صورت سے اسکو کوئی نقصان تھا؟

مسخِ[3] ظاہر بُود اہلِ سبت را — تا بہ بیند خلق ظاہر کبت را

سبت والوں کا مسخ ظاہر تھا — تاکہ کھلے ہوئے اوندھے منہ ہونے کو مخلوق دیکھ لے

از رہِ سر صد ہزاراں دگر — گشتہ از توبہ شکستن خوک و خر

باطنی طور پر دوسرے لاکھوں — توبہ توڑنے کی وجہ سے سُوَر اور گدھے بنے ہیں

دوم بار آمدن روباہ بر اں خرِ گرسنہ تا باز بفریبدش

بھاگے ہوئے گدھے کے پاس لومڑی کا دوبارہ آنا تاکہ اُس کو پھر فریب دے

[1] نقض۔ یہود نے عہد کیا تھا کہ وہ ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار نہ کھیلا کریں گے لیکن انھوں نے اس عہد کو توڑا اور اس کے نتیجہ میں اُن کو مسخ کرکے بندر اور سُوَر بنایا گیا۔ سبت۔ ہفتہ کا دن۔ مقت۔ غصہ، عتاب۔ بوزینہ۔ بندر۔ لعنت۔ عہد کے باوجود ہفتہ کے روز مچھلی کا شکار کھیلنے لگے۔

[2] اندریں۔ اُمتِ محمدیہ میں صوری مسخ نہ ہوگا باطنی مسخ ہوگا۔ چونکہ دل بوزنہ۔ جب انسان کا دل بندر کا دل بن جائے تو اُس کا جسم بندر کے دل سے بھی بدتر ہے۔ گرہُنر۔ حُسن و خوبی میں صورت سے زیادہ دل معتبر ہے۔۔ اصحاب۔ اصحاب کہف کے کتے کا دل بھلا تھا صورت کی بُرائی سے اُس پر کوئی عیب نہ آیا۔

[3] مسخ ظاہر۔ جسمانی مسخ میں یہ حکمت ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ آزردہ ہیں باطنی طور پر لاکھوں ممسوخ ہیں۔ جو عہد شکنی کی وجہ سے گدھے اور سُوَر بنے ہوئے ہیں۔

پس[1] بیامد زود روبہ سوئے خر — گفت خر از چوں تو یارے اُلحذر

پھر بہت جلد لومڑی گدھے کی جانب آئی — گدھے نے کہا، تجھ جیسے دوست سے پناہ ہے

ناجواں مرداچہ کردم با تو من — کہ مرا با شیر کردی پنجہ زن

اے بزدل! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ — کہ تو نے مجھے شیر سے پھنسوا دیا!

ناجواں مرداچہ کردم من ترا — کہ بہ پیشِ اژدھا بردی مرا

اے نامرد! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ — کہ تو مجھے اژدھے کے سامنے لے گئی

موجبِ[2] کینِ تو با جانم چہ بود — غیرِ خُبثِ جوہرِ تواے عنود

میری جان سے تیرے کینہ کی کیا وجہ تھی؟ — اے سرکش! سوائے تیری طبیعت کی خباثت کے

ہمچو کژدم کو گزد پائے فتے — نارسیدہ ازوے اُورا آفتے

بچھو کی طرح جو جوان کے پاؤں میں کاٹتا ہے — بغیر اس کے کہ کوئی تکلیف اسکو اس سے پہنچے

یا چو دیوے کو عدوئے جانِ ماست — نارسیدہ زحمتش ازما دکاست

یا شیطان کی طرح جو ہماری جان کا دشمن ہے — ہماری جانب سے اس کو زحمت اور نقصان پہنچے بغیر

بلکہ طبعاً خصمِ جانِ آدمی ست — از ہلاکِ آدمی دَرخُرمی ست

بلکہ وہ فطرت سے آدمی کی جان کا دشمن ہے — آدمی کی تباہی سے خوشی میں ہے

از پئے ہر آدمی اُو نگسلد — خُوئے طبعِ زشتِ خود را کے ہلد

وہ ہر آدمی کا پیچھا کرنے سے باز نہیں آتا ہے — وہ اپنی بُری عادت کب چھوڑتا ہے!

زانکہ[3] خُبثِ ذاتِ اُو بے موجبے — ہست سوئے ظلم و عدوان جاذبے

کیونکہ اس کی ذاتی خباثت بغیر کسی سبب کے — ظلم اور زیادتی کی جانب کھینچنے والی ہے

ہر زماں خواند ترا تا خر گہے — کہ دَر اندازد ترا اندر چہے

وہ تجھے ہر وقت خوشی کی جگہ بلاتا ہے — کہ تجھے کسی کنویں میں ڈال دے

کہ فلاں جا حوضِ آبست و غیل — تا دَر اندازت بحوضت سَرنگوں

کہ فلاں جگہ پانی کی حوض اور چشمے ہیں — تاکہ تجھے حوض میں اوندھا گرادے

آدمی را با ہزاراں کرّ و فر — اندر افگند آں لعیں در شور و شر

آدمی کو باوجود ہزاروں شان و شوکت کے — اس ملعون نے شور و شر میں ڈال دیا ہے

آدمی را با ہمہ وحی و نذیر — اندر افگند آں لعیں بر دشتِ تیر

باوجود ہر طرح کی وحی اور ڈرادے کے آدمی کو — وہ ملعون کنویں پر لے گیا (اور) اندر گرادیا

[1] پس بیامد۔ جب لومڑی دوبارہ گدھے کے پاس آئی تو اس نے اس سے پناہ مانگی۔ ناجواں۔ گدھے نے لومڑی سے کہا اے بزدل میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا کہ تو نے مجھے شیر کے بالمقابل جا کھڑا کیا۔ اژدہا۔ یعنی شیر۔

[2] موجب۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو میری جان کی دشمن محض باطنی خباثت کی وجہ سے بنی۔ گزدم۔ بچھو بغیر کسی وجہ کے محض بدطینتی کی وجہ سے ڈنک مارتا ہے۔ یا چو دیو۔ شیطان کی طرح انسان کو بغیر کسی وجہ کے ہلاک کرتا ہے۔ بلکہ۔ شیطان کو انسان سے طبعی خصومت ہے اسی لئے وہ ہر آدمی کے درپے ہے۔

[3] زانکہ۔ شیطان کی ذاتی عداوت بغیر کسی وجہ کے اس کو انسان پر ظلم کرنے کو آمادہ کرتی ہے۔ ہر زماں۔ انسان کو خوش کن جگہ کی طرف بلا کر کنویں میں دھکا دیدیتا ہے کہ فلاں۔ لایعنی دلاکر تباہ کردیتا ہے۔ آدمی۔ شاندار آدمی کو بھی شور و شر میں مبتلا کردیتا ہے۔

بیگناہ[1] ہے بیگزندِ سابقے — کے رسید اُورا زآدم ناحقے
بغیر کسی پہلی خطا اور تکلیف کے — کب اُس پر آدم سے ظلم ہوا ہے؟
کے رسید اُورا زمردم زشتیے — گُو دمادم آرد از غم پشتیے
انسان سے اُس کو بُرائی کب پہنچی ہے؟ — گو وہ ہر وقت غم کے پشتے لگا رہا ہے
گفت رُو بہ آں طلسمِ سحر بُود — کہ تُرا در چشم چوں شیرے نمُود
بڑھیا نے کہا، وہ جادو کا طلسم تھا — جو تجھے شیر جیسا دکھائی دیا
ورنہ[2] من از تو بتن مسکیں ترم — کہ شب و روز اندر آنجا میچرم
ورنہ میں تو جسم میں تجھ سے زیادہ کمزور ہوں — لیکن دن رات اُس جگہ چرتی ہوں
گر نہ زاں گونہ طلسمے ساختے — ہر شکم خوارے بدانجا تاختے
اگر اُس جگہ ایسا طلسم نہ بناتا — ہر پیٹو، وہاں دوڑ جاتا
یک جہانِ بینوا چوں پیل و ارج — بے طلسمے کے بماند سبز مرج
ہاتھی اور گینڈے جیسے بھوکوں کا ایک عالم ہے، — بغیر طلسم کے چراگاہ سبز کہاں رہ سکتی ہے؟
من ترا خود خواستم گفتن بدرس — کہ چناں ہولے اگر بینی مترس
میں تجھے سکھانے میں خود کہنا چاہتی تھی — کہ اگر تو اس طرح ڈر دیکھے تو نہ ڈرنا
لیک رفت از یاد علم آموزیت — کہ بدم مستغرقِ دل سوزیت
لیکن تجھے علم سکھانا بھول گئی — کیونکہ میں تیرے فکر میں ڈوبی ہوئی تھی
دیدمت در جوعِ[3] کلب و بینوا — می شتابیدم کہ آئی تا دوا
میں نے تجھے جوعُ الکلب میں اور بے سروسامان دیکھا — میں دوڑ پڑی کہ تو دوا تک آجائے
ورنہ با تو گفتمے شرحِ طلسم — کاں خیالے می نماید نیست جسم
ورنہ میں تجھ سے طلسم کی شرح کر دیتی — کہ وہ ایک خیال نظر آتا ہے، جسم نہیں ہے
شد فراموش آنکہ گویم مر ترا — حلِ آں مشکل مہیبِ دلربا
میں بھول گئی کہ تجھ سے کہوں — اُس خوفناک دل کو اُڑانے والی مشکل کا حل

جواب گفتن خر روباہ را

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت رو رو ہیں ز پیشم اے عدو — تا نہ بینم روئے تو اے زشت رُو
اُس نے کہا اے دشمن میرے سامنے سے دُور ہو — اے بدصورت! تاکہ میں تیرا منہ نہ دیکھوں

---

[1] بیگناہ ہے، انسان کی کوئی خطا نہیں نہ انسان نے شیطان کا کچھ بگاڑا ہے۔
گفت۔ لومڑی نے گدھے سے کہا تجھے وہ شیر نظر آیا وہ کوئی حقیقت شیر نہ تھا بلکہ ایک طلسم تھا طلسم۔ وہ موہوم خیال جو عجیب شکل میں نظر آئے گئے وہ بھیانک تصویر جس وغیرہ وغیرہ پر بشارحاتی ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر حقیقی شیر ہوتا تو میں تجھ سے بھی کمزور جسم کی ہوں وہاں کیسے بچ سکتی تھی۔ گرد۔ طلسم بنانے کی وجہ یہ ہے کہ ہر پیٹو وہاں نہ پہنچ سکے۔ یک جہاں۔ ہاتھی اور گینڈے جیسے بھوکوں کا ایک عالم ہے اگر طلسم نہ ہوتا تو وہ چراگاہ کو کھا جاتے۔ ارج۔ گینڈا۔ من ترا۔ میں تجھے پہلے ہی اس طلسم کی حقیقت بتانا چاہتی تھی لیکن میں بھول گئی۔ کہ بدم۔ چونکہ میں تیرے فکر میں تھی اس لئے طلسم کی حقیقت بتانا بھول گئی۔

[3] جوع الکلب۔ جوعُ البقر وہ بیماری جس میں ہر وقت بھوک لگی رہتی ہے۔ دوا یعنی غذا۔ کہ آں۔ میں بتا رہی تھی کہ وہ طلسم خیالی چیز ہے کوئی حقیقی شیر نہیں ہے مشکل۔ یعنی وہی شیر۔ گفت۔ گدھے نے لومڑی سے کہا میں تیری بُری صورت دیکھنا نہیں چاہتا میرے سامنے سے چلی جا تجھے غذا نے بدبخت بنایا ہے اور تیرے چہرے کو بھی بے نور اور سخت بنا دیا ہے۔

آں خدائے کہ ترا بدبخت کرد
جس خدا نے تجھے بدبخت بنایا ہے
رُوئے زشتت را و قبح و سخت کرد
تیری بھدی صورت کو بے شرم اور سخت بنایا ہے

ایں چنیں سغری[1] ندارد کرگدن
ایسی بے حیائی گینڈا بھی نہیں رکھتا ہو
باکدامیں رُوی می آئی بمن
تو کس مُنہ سے میرے سامنے آ رہی ہے

کہ ترا من رہبرم تا مرغزار
کہ میں تیری جنگل کے لئے رہبر ہوں
رُفتۂ در خون و جانم آشکار
تو گُتھم کھلا میرے خون اور جان کے درپے ہوئی

باز آوردی فن و تسویل را
تو پھر مکاری اور حیلہ لائی ہے
تا بدیدم رُوئے عزرائیل را
یہاں تک کہ میں نے ملک الموت کا مُنہ دیکھ لیا

جانورم جاندارم ایں را کے خرم
میں جانور ہوں میں جاندار ہوں اسکو میں کیسے پسند کرتا ہوں
گرچہ من ننگ خرانم یا خرم
اگرچہ میں گدھوں کے لئے موجب شرم ہوں یا گدھا ہوں

طفل دیدے پیر گشتے در زماں
اگر بچہ دیکھے تو فوراً بوڑھا ہو جائے
آنچہ من دیدم ز ہولے بے اماں
جو میں نے بے پناہ ڈر دیکھا ہے

سرنگوں خود را در افگندم ز کوہ
میں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے اوندھا گرایا
بیدل[2] و جاں از نہیب آں شکوہ
اُس خوف کے ڈر سے بے دل اور بے جان ہو کر

چوں بدیدم آں عذاب بے حجیب
جب میں نے کھلا وہ عذاب دیکھا
بستہ شد پایم در اندم از نہیب
اُس وقت ڈر سے میرے پاؤں بندھ گئے

برکشا زیں بستگی تو پایِ مَن
اس قید سے میرے پاؤں کھولدے
عہد کردم با خدا کاے ذوالمنن
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے عہد کیا کہ اے احسانوں والے

عہد کردم نذر کردم اے مُعیں
اے مددگار! میں نے عہد کر لیا میں نے نذر مان لی
تا نوشم و سوسہ کس بعد ازیں
اس کے بعد میں کسی کے بہکانے میں نہ آؤں گا

زاں دعا و زاری و ہیہائے من
میری دعا اور عاجزی اور ہائے ہائے سے
حق[3] گشادہ کرد آندم پایِ مَن
اللہ (تعالیٰ) نے اُس وقت میرے پاؤں کھولدئے

چوں بُدے در زیرِ پنجہ شیر خر
گدھے کا شیر کے پنجہ میں کیا حال ہوتا؟
ورنہ اندر من رسیدے شیرِ نر
ورنہ وہ نر شیر مجھ پر آ پڑا تھا

سُوئے من از مکر اے بدُس القریں
مکر سے میری جانب اے بُرے ساتھی!
باز بفرستادت آں شیرِ عریں
اُس کچھار کے شیر نے پھر تجھے بھیجا ہے

---

[1] سغری۔ سخت روئی، بے حیائی۔ کرگدن۔ گینڈا۔
رُفتہ۔ تو میرے خون اور جان کے درپے تھی۔ تا بدیدم۔ گدھے نے لومڑی سے کہا تو نے ملک الموت کے سامنے لے جا کھڑا کیا تسویل۔ حیلہ سازی۔ کے خرم۔ اگرچہ میں جانور اور گدھا ہوں لیکن ہلاک ہونا کیسے پسند کر سکتا ہوں طفل۔ مصائب سے بچہ بوڑھا بن جاتا ہے۔

[2] بیدل۔ اُس شیر کے خوف سے میں نے اپنے آپ کو پہاڑ پر سے اوندھا گرایا۔ بست۔ اُس خوف سے میرے پاؤں کام نہ دیتے تھے۔ عہد کردم۔ اُس وقت میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر میرے پاؤں کھولدے تو میں پھر کسی کے بہکائے میں نہ آؤنگا۔

[3] حق گشادہ کرد۔ اُس عہد اور دعا کی برکت سے میرے پاؤں کھل گئے اور میں نگا بھاگا ورنہ شیر دبوچ لیتا اور پھر ظاہر ہے شیر کے پنجہ میں میرا کیا حال ہوتا۔ باز۔ اب مکر کرنے کے لئے خیر نے تجھے دوبارہ بھیجا ہے۔ عریں۔ شیر کی جھاڑی۔ بئس القریں۔ بُرا ساتھی۔

حقِّ ذاتِ پاک اللہ الصمد
اللہ پاک بے نیاز کی قسم

کہ بُوَد بہ مارِ بد از یارِ بد[1]
کہ بُرے ساتھی سے بُرا سانپ بہتر ہوتا ہے

مارِ بد جانے ستاند اے سلیم
اے بیوقوف! بُرا سانپ جان لے لیتا ہے

یارِ بد آرد سوئے نارِ جحیم
بُرا ساتھی دوزخ کی جانب لاتا ہے

از قریں بیقول و گفت و گوئے او
ساتھی سے اُس کی گفتگو اور بات کے بغیر

خو بدزدد دل نہاں از خوئے او
دل خفیہ طور پر عادت اُس کی عادت سے چُرا لیتا ہے

چونکہ او افگند بر تو سایہ را
جب وہ تجھ پر سایہ ڈالتا ہے

دُزدد آں بے مایہ از تو مایہ را
وہ بے مایہ تیرا سرمایہ چُرا لیتا ہے

عقلِ تو گر اژدہائے گشت مست
تیری عقل اگر مست اژدھا ہے

یارِ بد اُو را ز مردداں کہ ہست
بُرے دوست کو اُس کا زمرد سمجھ

دیدۂ عقلت بدُو بیروں جہد
اُس سے تیری عقل کی آنکھیں باہر نکل پڑیں گی

طعنِ اُو اندر کفِ طاعوں نہد
اُس کا نیزہ مارنا تجھے طاعون کے ہاتھ میں دھر دیگا

در جہاں[2] نبُوَد بتر از یارِ بد
دنیا میں بُرے دوست سے بدتر کوئی نہیں ہے

وہیں مرا عین الیقیں گشت خود
یہ میرے لئے خود آنکھوں دیکھی یقینی بات ہو گئی ہے

جواب گفتن روباہ خرا را
لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ صافِ ما را در دنیست
لومڑی نے کہا ہمارے نیر میں کوئی کھوٹ نہیں ہے

لیک تخییلاتِ وہمی خُرد نیست
لیکن وہمی تخیلات (بھی) چھوٹی چیز نہیں ہیں

ایں ہمہ وہم تو است اے سادہ دل
اے بھولے! یہ سب تیرا وہم ہے

ورنہ بر تو نے غشی دارم نہ غل
ورنہ میں تجھ سے نہ کھوٹ رکھتی ہوں نہ کینہ

از خیالِ[3] زشتِ خود منگر بمن
اپنے بُرے خیال سے مجھے نہ دیکھ

بر مجبّاں از چہ داری سوئے ظن
دوستوں پر تو کیوں بدظنی کرتا ہے!

ظن نیکو بر برادرانِ صفا
مخلصوں پر نیک گمان کر

گرچہ آید ظاہراً از ایشاں جفا
اگرچہ بظاہر اُن سے ظلم سرزد ہو

ایں خیال و وہم بد چوں شد پدید
جب یہ بُرے خیال اور وہم ظاہر ہوئے ہیں

صد ہزاراں یار را از ہم برید
لاکھوں دوستوں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیا ہے

[1] کہ بُوَد بہ مارِ بد از یارِ بد: بُرے ساتھی سے بُرا سانپ بہتر ہوتا ہے۔ شریر ساتھی سے شریر سانپ بھلا۔ سانپ تو محض ڈراتا ہے لیکن بُرا ساتھی تو جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔ آدمی میں ساتھی کی خو خفی طور پر اثر کر جاتی ہے۔ چونکہ اُو جب بُرے ساتھی کا سایہ پڑتا ہے تو وہ تیرا سارا سرمایہ چُرا لیتا ہے۔ عقل۔ خواہ انسان کتنا ہی عقلمند ہو لیکن بُرے دوست کی صحبت اُس کو تباہ کر دیتی ہے۔

[2] در جہاں۔ دنیا میں بُرے یار سے بُری کوئی چیز نہیں ہے اب تو تیرے مقابلہ کی وجہ سے اس بارے میں مجھے عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ گفت۔ لومڑی نے کہا میری شراب میں کوئی کھوٹ نہیں یعنی میں صاف اور خطا سے بری ہوں لیکن وہم بھی کوئی معمولی چیز نہیں سچی بات کو غلط دکھا دیتا ہے ورنہ مجھ میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔

[3] از خیال۔ وہم کی بنیاد بدگمانیوں سے بدظنی مناسب نہیں ہے مخلصوں کے بارے میں بہتر خیال رکھنا چاہئے خواہ آئینے بظاہر کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے۔ ایسی خیال بدگمانی سے بہت سے دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

مُشفقے[1] کو کرد جور و امتحاں
جس مہربان نے زیادتی اور امتحان کیا ہو

عقل باید کہ نباشد بدگماں
عقل کو چاہیے کہ بدگمان نہ ہو

خاصہ من بدرگ نبُودم زشت قسیم
خصوصاً میں بُری قسم کی بدفطرت نہیں ہوں

آنکہ دیدی بَد نہ بُد بُود آں طلسم
جو تو نے دیکھا، وہ بُرا نہ تھا وہ طلسم تھا

وَر بدے بَد آں سگالش قدر را
اگر (بالفرض) والتقدیر برا وہ خیال بُرا تھا

عفو فرمایند از یاراں خطا
(تو) دوستوں کی غلطی معاف کر دیتے ہیں

عالَمِ[2] وہم و خیال و طبع و بیم
وہم اور خیال اور مزاج اور خوف کی دنیا

ہست رَہرو را یکے سَدِّ عظیم
سالک کے لئے ایک بڑی رکاوٹ ہے

نقشہائے ایں خیالِ نقشبند
اس نقش بنانے والے خیال کے نقوش

چوں خلیلے را کہ کُہ بُد شد گزند
(حضرت ابراہیم) خلیل (اللہ) جیسے کیلئے پہاڑ بھی تکلیف بن گئے

گفت ہٰذا ربّی ابراہیم راد
فضلاء (حضرت) ابراہیمؑ نے کہا یہ میرا رب ہے

چونکہ اندر عالَمِ وہم اُوفتاد[3]
چونکہ وہ وہم کے عالم میں مبتلا ہو گئے

ذکرِ کوکب را چنیں تاویل گفت
ستارے کے بارے میں ایسی تاویل کی

آنکسے کو گوہرِ تاویل سُفت
اُس ذات نے جس نے تفسیر کے موتی پروئے

عالِمِ وہم و خیالِ چشم بند
وہم کی دنیا اور خیال کو بند کر دینے والے (اللہ) نے

آنچناں کہ راز جائے خویش کند
ایسے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دیا

تا[4] کہ ہٰذا ربّی آمد قالِ اُو
یہاں تک "یہ میرا خدا ہے" اُن کا قول ہوا

خربط و خر را چہ باشد حالِ اُو
احمق اور گدھے کا کیا حال ہوگا؟

غرق گشتہ عقلہائے چوں جبال
پہاڑوں جیسی عقلیں ڈوب گئیں

در بحارِ وہم و گردابِ خیال
وہم کے سمندروں اور خیال کے بھنور میں

عقلِ ثابت تر ز کہ را وہم بیں
دیکھ وہم نے بہت جمی ہوئی عقل کو

کہ چہ فرمود ست گفتن اے اَمیں
کیا کہہ دینے کو کہا؟ اے امین!

کو سہارا ہست ز یں طوفاں فضوح
اِس طوفان سے جہازوں کی رسوائیاں ہیں

کُو اَمانے جُز کہ در کشتیِ نوحؑ
نوحؑ کی کشتی کے سوا امن کہاں ہے؟

---

[1] مُشفقے۔ دوست آزمائش کیجئے کہ زیادتی بھی کرتا ہے تو مخلص بھی ہے کہ اُس سے بدگمانی نہ کی جائے۔ مختصراً ہم نے اس کا تعلق پہلے مصرع سے قرار دے کر بالفرض والتقدیر کے معنی کئے ہیں بعض نسخوں میں "مقدر را" ہے تو اس کا تعلق دوسرے مصرع سے کیا جائے اور یہ معنی کئے جائیں کہ میرے مقدر کی اس غلطی کو معاف کر دیا جائے۔

[2] عالَمِ۔ وہم اور خیال راہرو کے لئے مانع بنتے ہیں ان وہمی خیالات سے حضرت ابراہیمؑ کو بھی تکلیف پہنچی اور انھوں نے وہم کی بنیاد پر ستارے کو کہہ دیا کہ یہ میرا خدا ہے اور پھر اس غلطی کا احساس کر کے اللہ سے رجوع کیا۔ فتا بلی۔ "یہ میرا خدا ہے" مولانا نے حضرت ابراہیمؑ کے اس قول کی بنیاد ہی کو وہم قرار دیا دوسرے مفسرین کے نزدیک ان کا یہ قول قوم کو الٰہی کی غلطی کا احساس دلانے کے لئے تھا۔ وہم کی بنیاد پر عقیدہ کا اظہار نہ تھا۔ تا بلی۔ دوسرے مصرع میں تاویل سے آیتوں کی تفسیر مراد ہے۔

[3] تا کہ۔ حضرت ابراہیمؑ تاکہ نبی تھے وہم میں مبتلا ہو گئے اور چاند کو یہ خدا کہدیا تو بیوقوف اور گدھا وہم کی بنیاد پر کیا کچھ نہ کہہ گا۔ خربط۔ احمق۔ عقل تا۔ حضرت ابراہیمؑ کی عقل اپنی جگہ قائم تھی لیکن وہم نے غلطی میں مبتلا کر دیا کہ فتنی نشد۔ یعنی مرتد

کمال۔ حدیث شریف میں حضورؐ نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو اس پر سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور ایک حدیث میں اہل بیت کی جگہ نفس امت ہے۔

زیں خیالِ رہزنِ راہِ یقیں
یعنی کے راستہ کے ڈاکو کے اس خیال کی وجہ سے

گشت ہفتاد و دو ملت اہلِ دیں[1]
دیندار بہشتی فرقے بن گئے

مردِ ایقاں رست از وہم و خیال
صاحب یعنی وہم اور خیال سے نجات پا گیا ہے

موئے ابرو را نمی گوید ہلال
وہ ابرو کے بال کو چاند نہیں کہتا ہے

واں کہ را نورِ عمر نبود سند
جس کا سہارا عمر کا نور نہ ہو

موئے ابروئے کجے را ہش زند
ابرو کا ٹیڑھا بال اس کو بھٹکا دیتا ہے

صد ہزاراں کشتیِ باہول وہم
لاکھوں کشتیاں خوف اور ڈر سے

تختہ تختہ گشتہ در دریائے وہم
وہم کے دریا میں تختہ تختہ ہو گئی ہیں

کمتریں فرعونِ چستِ فیلسوف
کم از کم فرعون، چالاک اور فلسفی

ماہِ او در برجِ وہمی در خسوف
اس کا چاند وہم کے برج میں گرہن میں ہے

کس نداند رُو عصی زن کیست آں[2]
کوئی نہیں جانتا وہ رشتی عورت کون ہے؟

وانکہ داند نیستش بر خود گماں
اور جو جانتا ہے اس کو اپنے بارے میں گمان نہیں ہوتا

چوں ترا وہم تو دار دخیرہ سر
جسکا تیرا وہم تجھے میرا ہی بنا دیتا ہے

از چہ گردی گردِ وہم آں دِگر
تو دوسرے کے وہم کے کیوں چکر کاٹتا ہے؟

عاجزم من از منیِ خویشتن
میں اپنی خودی سے عاجز ہوں

چہ نشینی پُر منی تو پیشِ من
تو خودی سے بھرا ہوا میرے سامنے کیوں بیٹھتا ہے؟

از منِ[3] و ما ہر کہ ایں در میزند
جو خودی اور انانیت کیساتھ ہیں درمیان کی کھلی خلیج

عاشقِ خویش ست بر لائی تنند
وہ اپنا عاشق ہے، انا کا چکر کاٹتا ہے

بے من و مائی ہمی جویم بجاں
میں (دل و) جان سے بے خودی اور بے انانیت والے کو ڈھونڈتا ہوں

تا شوم من گوئیِ آں خوش صولجاں
تاکہ میں اس اچھے بلے کی گیند بن جاؤں

ہر کہ بے من شد ہمہ منہا خود اوست
جو بے خود ہو گیا، تمام خودیاں وہ خود ہے

یارِ جملہ شد چو خود را نیست دوست
وہ سب کا دوست بن گیا جبکہ اپنا دوست نہیں ہے

آئینہ بے نقش شد یا بد بہا
وہ بے نقش کا آئینہ بن گیا، قیمت پائے گا

زانکہ شد حاکیِ جملہ نقشہا
کیونکہ وہ تمام نقشوں کا مظہر بن گیا

ہر کہ جو شخص خودی فنا کر دے اب اس میں اپنی خودی نہیں ہے اس میں مخلوقِ خدا کی خودی ہے اور وہ بمصداق خلق اللہ کا دوست ہے۔ آئینہ جب انسان کے دل میں خود اپنا نقش نہیں ہے تو اس دل کی قدر و قیمت ہے اس میں دوسروں کی تصویریں نمایاں ہو سکتی ہیں۔

[1] ہفتاد و دو۔ امت کے بہتر فرقے اسی وہم کی بنیاد پر بنا لیتے حدیث شریف ہے کہ میری امت بہتر، فرقوں میں بٹ جائیگی جن میں سے ایک نجات پائیگا اور وہ وہ فرقہ ہوگا جو میری اور اصحاب کی سنت پر عمل کریگا بقیہ اکہتر فرقے جہنمی ہونگے مرد ایقاں پہلے ایک قصہ گزرا ہے جسمیں بیان کیا گیا تھا کہ ایک صاحب کی ابرو کا بال بڑا ہوا تھا اور وہ انکی آنکھ کے سامنے آگیا تھا وہ چاند دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے تو انھوں نے اس ابرو کے بال کو چاند سمجھ لیا اور کہنے لگے کہ چاند نظر آرہا ہے جس کی تصحیح حضرت عمرؓ نے کی اور جب وہ بڑا ہوا بال ہٹا دیا گیا تو وہ چاند غائب ہو گیا۔ کہ حقیقت دنیا کے اور واقعات سے قطع نظر فرعون ہی کو دیکھ لو اسنے وہم کی بنیاد پر کیا دعویٰ کر دیا۔

[2] زشتی زن۔ یعنی وہ عورت جسکی بیوی زانیہ ہے وہ بیوی کی زشتی نہیں سمجھتا ہے اور اگر سمجھتا بھی ہے تو اپنے آپ کو مورد تہمت نہیں سمجھتا یہ بھی سب ہم کی کارفرمائی ہے جو چیز انسان کیلئے اپنے وہم کا علاج بھی مشکل ہے تو دوسرے کے وہم کا کیا علاج کر سکتا ہے۔ ماحصل یہ کہ انسان خود خودی میں مبتلا ہو تو دوسرے کی خودی کا علاج نہیں کر سکتا۔

[3] از منِ۔ جو انسان خودی میں مبتلا ہے وہ تو خود اپنا عاشق ہے اس کو مقام فنا حاصل نہیں ہو سکتا۔ تجھے من۔ ایسے شیخ کی تلاش کرنی ضروری ہے جو انانیت اور خودی کو فنا کر چکا ہو پھر اس کی اطاعت ضروری ہے

حکایتِ[1] شیخ محمد سرزری غزنوی قدس اللہ روحہ العزیز

شیخ محمد سرزری غزنوی کی حکایت خدا اُن کی عزیز روح کو پاک کرے

زاہدے در غزنی از دانش مزی
غزنی میں ایک زاہد عقل سے پروردہ

بُد محمد نام و کنیت سرزری
نام محمد اور کنیت سرزری تھی

بُود افطارش سرِ رز ہر شبے
ہر شام کو اُن کا افطار انگور کی کونپل تھی

ہفت سال اُو دائم اندر مطلبے
سات سال وہ ہمیشہ (حصولِ) مقصد میں تھے

بس عجائب دید از شاہِ وجود
موجود (کے) شاہ کے انھوں نے بہت سے عجائب دیکھے

لیک مقصودش جمالِ شاہ بُود
لیکن اُن کا مقصد شاہ کا جمال تھا

بر سرِ کُہ رفت آں از خویش سیر[2]
وہ اپنے آپ سے بیزار ہو کر پہاڑ کی چوٹی پر گئے

گفت بنما یا فتادم من بزیر
عرض کیا دکھا دے، ورنہ میں نیچے گر دوں گا

گفت نامد نوبتِ آں مکرمت
فرمایا اس اعزاز کا موقع نہیں آیا ہے

ور فروافتی نمیری نکشمت
اگر تم نیچے گر گئے نہ مرو گے میں تمہیں نہ ماروں گا

اُو فروافگند خود را از وداد
اُنھوں نے عشق میں اپنے آپ کو نیچے پھینک دیا

در میانِ عمقِ آبے اُو فتاد
ایک پانی کی گہرائی میں جا پڑے

چوں نمُرد از نکس آنجاں سیر مرد
جب اوندھا گرنے سے نہ مرے وہ جان سے بیزار آدمی

از فراقِ مرگ بر خود نوحہ کرد
اپنی موت کے فراق پر رونے لگے

کایں[3] حیات اُو را چو مرگے مینمود
کیونکہ یہ زندگی اُن کو موت کی طرح نظر آتی تھی

کار پیشش باز گونہ گشتہ بُود
معاملہ اُن کے لئے اُلٹا ہو گیا تھا

موت را از غیب می کرد اُو لگد
موت کی وہ غیب سے بھیک مانگتے تھے

اِنَّ فِی مَوْتِی حَیَاتِی میزدے
بیشک میری موت میں میری زندگی ہے کا نعرہ لگاتے تھے

موت را چوں زندگی قابل شدہ
موت کو زندگی کی طرح قبول کرنے والے بن گئے تھے

باہلاکِ جانِ خود یک دل شدہ
اپنی جان کی ہلاکت پر مطمئن ہو گئے تھے

سیف و خنجر چوں علیؓ ریحانِ اُو
حضرت علیؓ کی طرح تلوار اور خنجر اُن کا ریحان تھا

نرگس و نسریں عدوِ جانِ اُو
نرگس اور نسرین اُن کے جان کے دشمن تھے

---

[1] حکایت۔ چونکہ پہلے ایسے شیخ کی ضرورت کا اظہار کیا تھا جس میں خودی اور انانیت نہ ہو اس کے مناسب محمد سرزری غزنوی کا ذکر کیا ہے جو اس صفت کے ساتھ موصوف تھے۔ سرزری۔ سر رز انگور کی بیل کی کونپل چونکہ یہ روزہ اُسی سے افطار کرتے تھے اسلئے اُن کا لقب سرزری پڑ گیا تھا۔ غزنوی غزنی کا رہنے والا غزنی اور غزنین بھی شہر ہے جس میں سلطان محمود غزنوی پیدا ہوئے تھے۔ مطلبے۔ یعنی وصول الی اللہ۔ شاہِ وجود اللہ تعالیٰ۔ جمال۔ یعنی اُن کا مقصد عجائب دیکھنا نہ تھا بلکہ دیدارِ خداوندی تھا۔

[2] خویش سیر۔ یعنی اُن کا بغیر دیدارِ خداوندی کے زندگی سے دل بھر گیا تھا اور زندہ رہنا نہ چاہتے تھے۔ گفت۔ دیدارِ جمال کی درخواست پر اُن کو جواب ملا ابھی تمہیں وہ مقام حاصل نہیں ہے جس میں دیدار ہو سکے ورنہ اگر تم پہاڑ سے گر کر بھی اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کرو گے تو تمہیں مرنے نہ دیا جائے گا اور گرنے سے تمہارا بدن شکستہ نہ ہوگا (رحمان)۔ دو پہاڑ سے کود کے تو پانی میں جا گرے۔ نکس۔ اوندھا۔ از فراق۔ چونکہ اُن کا زندگی سے دل بھر چکا تھا اور اوندھا گرنے سے بھی نہ مرے تو رونے لگے

[3] کایں۔ موت زندگی عزیز ہے اُن کے لئے اُلٹی بات ہو گئی اُن کو اپنی موت پیاری تھی۔ موت۔ وہ موت کی تمنا کرتے تھے اسلئے کہ اُن کو یقین تھا کہ موت کے بعد دیدارِ جمال ہو جائے گا یک دل شدہ۔ یعنی وہ مطمئن تھے۔ جس علی کو پہلے مولانا بیان کر چکے ہیں کہ حضرت علیؓ کے لئے اسبابِ موت دنیا کی لذتوں سے زیادہ پیارے تھے۔

(۱۸)

بانگ[1] آمد روز صحرا سوئے شہر
آواز آئی، جنگل سے شہر کی جانب جاؤ

بانگِ طرفہ ازورائے سِرّ و جہر
عجیب آواز، آہستہ اور زور کی آواز کے علاوہ

گفت اے دانائے رازم مُو بمُو
عرض کیا، اے میرے تمام رازوں کے جاننے والے!

چہ کنم در شہر از خدمت بگو
شہر میں کیا خدمت کروں؟ فرمایئے

گفت خدمت آنکہ بہر دُلِ نفس
فرمایا خدمت یہ ہے کہ نفس کو زین کرنے کیلئے

خویشتن سازی تو چوں عبّاسِ دلس
تو اپنے آپ کو عباسِ دلس کی طرح بنا لے

مدّتے از اغنیا زر می ستاں
ایک مدت تک، مالداروں سے روپے لے

پس بدرویشانِ مسکیں می رساں
پھر مسکین درویشوں کو پہنچا

خدمتت اینست تا یکچند گاہ
ایک وقت تک تیری یہی خدمت ہے

گفت[2] سمعاً طاعۃً اے جاں پناہ
عرض کیا، اے جاں پناہ! میں نے سنا، قبول کیا

بس سوال و بس جواب و ماجرا
بہت سے سوال، بہت سے جواب اور قصّہ

بد میانِ زاہد و ربّ الوریٰ
زاہد اور مخلوق کے رب کے درمیان ہوا

کہ زمین و آسماں پُر نور شُد
کہ زمین اور آسمان نور سے بھر گئے

در مقالات آں ہمہ مذکور شُد
مقالات میں وہ سب مذکور ہیں

لیک کوتہ کردم آں گفتار را
لیکن میں نے وہ گفتگو مختصر کر دی

تا نتوشد ہر نخسے اسرار را
تاکہ ہر کمینہ اسرار کو نہ سُنے

آمدن شیخ بعد از چندیں سال از بیاباں بشہر غزنین

شیخ کا بہت سے سالوں کے بعد جنگل سے غزنی میں آنا اور غیبی اشارے سے

وز بنیلش[3] گردانیدن باشارتِ غیبی و تفرقہ کردن آنچہ

جھول تھمانا اور جو کچھ جمع ہوتا اُس کو فقراء میں

جمع آمدہ بر فقراء

تقسیم کر دینا

ہر کرا جاں ز عزرائیلیست
جس شخص کی جان عزرائیل کی مٹھی میں ہے

نامہ بر نامہ پیکِ پیکیست
اُس کیلئے خط پر خط اور نامہ پر نامہ ہے

[1] بانگ۔ چونکہ خدا نے اُنکو اس مرتبہ پر پہنچایا تھا جس میں دیدار حاصل ہو تو غیبی آواز نے اُن کو ہدایت کی کہ وہ شہر میں جائیں زنبیل گردانی کریں اور بھیک مانگیں۔ گفت۔ ان بزرگ نے سوال کیا کہ شہر میں جا کر کیا کروں تو جواب ملا اپنے آپ کو عباس دلس بنا لو۔۔۔ عباس دلس۔ یہ ایک بھکاری تھا جو طرح طرح کے حیلوں سے گداگری کرتا تھا کبھی بھیج کر رُلا دیتا تھا کبھی ہنسا دیتا تھا اور مختلف طریقوں سے بھیک مانگتا تھا جامع الحکایات میں اس کے قصّے مذکور ہیں۔ بعض لوگوں نے اس گداگر کا نام عباس دلس لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ دلس قبیلہ کا تھا۔

[2] گفت۔ ان بزرگ نے عرض کیا کہ اس حکم کو بجا لاؤں گا۔ کہ آخر ان بزرگ اور اللہ تعالیٰ کی وہ باتیں ہوئیں جن سے کہ آسمان اور زمین منوّر ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کتاب ۲۴ جلد ہے جس میں شیخ محمد سمرقندی کے قصّے مذکور ہیں بعض لوگوں نے اس کو مولانا رومؒ کی تصنیف قرار دیا ہے۔

[3] زنبیل گردانیدن۔ مجھے قرینہ سے معلوم ہوا تھا کہ مولانا فرقہ میں یہ ریاضت اب بھی جاری ہے ان کا شیخ کسی کو اپنے حلقہ میں جب داخل کرتا ہے تو مختلف ریاضتیں کراتا ہے اور اُس میں یہ ریاضت بھی داخل ہے کہ اُس مُرید کو

جائیں روز گداگری کرنی پڑتی ہے۔ تفرقہ تقسیم۔ ہر کرا۔ یہ شرابی نامہ کا ہے۔

رُو بشہر آورد آں فرماں پذیر
اُس حکم ماننے والے نے شہر کا رُخ کیا

شہر غزنیں گشت از رُویش مُنیر
غزنی شہر اُن کے چہرے سے منور ہو گیا

از فرح خلقے باستقبال رفت
مخلوق خوشی سے استقبال کیلئے روانہ ہوئی

اُو در آمد از رہِ دُزدیدہ تفت
وہ جلدی اور راستہ سے اندر آ گئے

جُملہ اعیان و مہاں برخاستند
سب بڑے اور سردار کھڑے ہو گئے

قصرہا از بہرِ اُو آراستند
اُن کی وجہ سے مکانات کو آراستہ کیا

گفت من از خود نمائی نامدم
اُنھوں نے کہا میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں

جُز بخواری و گدائی نامدم
ذلت اور بھکاری پن کے سوا کچھ لینے نہیں آیا ہوں

نیستم در عزم قال و قیل مَن
میں بات چیت کے ارادہ میں نہیں ہوں

دَر بدر گردم بکف زنبیل مَن
میں ہاتھ میں جھولی لے کر در بدر گھوموں گا

بندہ فرمانم کہ اَمرست از خدا
میں حکم کا غلام ہوں، کیونکہ خدا کا حکم ہے

کہ گدا باشم گدا باشم گدا
میں بھکاری بنوں، میں بھکاری بنوں، بھکاری

در گدائی لفظ نادر نادرم
میں بھکاری پن میں نیا لفظ نہ لاؤں گا

جُز طریقِ خس گدایاں نسپرم
کمینہ فقیروں کے سوا طریقہ نہ اختیار کروں گا

تا شوم غرقِ مذلت من تمام
تاکہ میں پوری طرح ذلت میں ڈوب جاؤں

تا سقطہا بشنوم از خاص و عام
تاکہ خاص و عام سے بُرا بھلا سنوں

اَمرِ حق جانست من آں را تبع
خدا کا حکم جان ہے، میں اُس کے تابع ہوں

اُو طمع فرمود و ذُل مَن قنع
اُس نے لوبھ کا حکم دیا اور میں نے قناعت کی ذلت چنی

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں
جبکہ دین کا شاہ مجھ سے لوبھ چاہتا ہے

خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں
اِس کے بعد قناعت کے سر پر خاک ہو

اُو مذلت خواست کے عزت نہم
اُس نے ذلت چاہی میں کب عزت کے درپے ہونگا!

اُو گدائی خواست کے میری کنم
اُس نے بھکاری پن چاہا، میں کب امیری کروں گا!

بعد ازیں گدیہ و مذلت جانِ مَن
اِس کے بعد بھیک اور ذلت میری جان ہے

بیست عَبّاس اندر انبانِ مَن
میری جھولی میں بیس عباس ہیں

شیخ برمیگشت و زنبیلے بدست
شیخ گھومتے تھے اور جھولی ہاتھ میں

شئی للہ خواجہ توفیقیت ہست
اے خواجہ اگر تجھے کچھ توفیق ہے تو کوئی چیز خدا کے

۱؎ رُو بشہر۔ اس نبی اختار کے بعد محمود غزنوی غزنی میں پہنچے لوگوں نے انکا استقبال کیا شہر کو سجایا لیکن وہ بغیر اطلاع خفیہ راستے سے شہر میں داخل ہو گئے اور اپنے لئے اس انداز کو پسند نہ کیا۔

۲؎ گفت۔ خفیہ طور پر غزنی میں پہنچنے کے بعد انھوں نے لوگوں سے کہا میں غزنی میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں میں تو اپنے آپ کو ذلیل کرنے اور بھیک مانگنے کے لئے آیا ہوں۔ ذلت، کاسۂ گدائی، کشکول، گدائی۔ بھیک سبھی عام فقیروں کی طرح مانگوں گا۔ تاکہ اچھی طرح ذلیل ہوں اور لوگوں سے بُرا بھلا سنوں۔

۳؎ امرِ حق۔ خدا جب کسی اور طمع کا حکم دے تو پھر قناعت ذلت ہے اور ذلت میں فقر ہے۔ اور ذلت جب خدا کسی سے ذلت کا طالب ہو تو طالب خدا عزت کو پسند نہیں کرتا ہے۔ بیت۔ یعنی میں فقیر و بیس عباس کا بھی میں گدا بھکاری بنوں گا۔ عباس بڑے فقیروں کی صدا ہوتی ہے اگر توفیق ہے تو کچھ خدا کے لئے دو۔

بر تر[1] از کرسی و عرش اسرار او
ان کے باطنی احوال کرسی و عرش سے برتر تھے

شَیْئًا لِلّٰہ شَیْئًا لِلّٰہ کار او
یہ کچھ خدا کے لئے، کچھ خدا کیلئے اُن کا کام تھا

انبیا ہر یک ہمیں فن میزنند
ہر ایک نبی اسی طرح نعرہ لگاتا ہے

خلق مُفلس گدیہ ایشاں میکنند
مخلوق مفلس ہے، اُن سے بھیک مانگتے ہیں

اَقْرِضُوا اللّٰہ اَقْرِضُوا اللّٰہ میزنند
اللہ کو قرض دو، اللہ کو قرض دو، کہتے ہیں

یاورانِ او شدہ مدد کرد او پر عمل کرتے ہیں

دَر بدر ایں شیخ می آرد نیاز
یہ شیخ در بدر عاجزی کرتے ہیں

بر فلک صد در برائے شیخ باز
شیخ کیلئے آسمان پر سینکڑوں دروازے کھلے ہوئے ہیں

آں گدائی کہ بجد میکرد او[2]
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے

بہر یزداں بود نے بہر گلو
خدا کے لئے تھا نہ کہ خلق کے لئے

دَر بکردے نیز از بہر گلو
اگر وہ خلق کے لئے بھی کرتے

آں گلو از نورِ حق دارد غلو
وہ خلق خدا کے لئے نور سے پُر تھا

دَر حقِ او خوردنان و شہد و شیر
اُن کیلئے روٹی اور شہد اور دودھ کی خوراک

بہ زچلہ و زسہ روزہ صد فقیر
سینکڑوں فقیروں کے چلہ اور سہ روزہ سے بہتر تھی

نورِ مینوشد مگو ناں می خورد
نور پی رہے ہیں، خلق روٹی کھا رہا ہے

لاابالی کار بصورت می چرد
لاابالی کام بظاہر چر رہے ہیں

چوں[3] شرارے کو خورد دروغن زشمع
جیسا کہ وہ آگ جو شمع کا روغن کھا رہی ہے

نور افزاید ز خوردش بہر جمع
اُس کے کھانے سے لوگوں کیلئے نور بڑھتا ہے

نان خورے را گفت حق لَا تُسْرِفُوْا
اللہ (تعالیٰ) نے روٹی کھانیوالے کیلئے فرمایا اسراف نہ کر

نور خوردن را نگفت ست اِکْتَفُوْا
نور کھانے کے لئے بس کرو نہیں فرمایا

ایں گلوئے ابتلا بد دیں گلو
یہ خلق آزمائش تھا اور یہ خلق

فارغ از اسراف و ایمن از غلو
اسراف سے بے نیاز ہے اور غلو سے محفوظ ہے

امر و فرماں بود نے حرص و طمع
حکم اور فرمان تھا نہ کہ لالچ اور طمع

آنچناں جان حرص را نبود تبع
ایسی جان حرص کے تابع نہیں ہوتی ہے

---

[1] برتر: شیخ کا مقام عرش و کرسی سے بلند تھا لیکن انہوں نے بھکاری پن اختیار کر لیا۔ انبیاء کا یہی طریق کار بھی ہے کہ باوجود ہر قسم کے غنیٰ کے مفلس مخلوق سے بھیک مانگتے ہیں۔ اقرضوا: انجیل کہتی ہے کہ خدا کو قرض دو اور اس کی مدد کرو حالانکہ مخلوق خود قرض اور مدد کی محتاج ہے۔ (زبدہ)

شیخ در بدر مارے پھرتے تھے حالانکہ آسمان کے سینکڑوں دروازے اُن کے لئے کھلے ہوئے تھے۔

[2] آں گدائی: شیخ کا یہ بھکاری پن اپنے لئے نہ تھا خدا کے حکم کے مطابق تھا اور اگر وہ اپنے لئے بھی کرتے تو وہ اس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ اُن کا کھانا پینا اُن کے لئے نور پینا تھا اور ان کے لئے دنیا کی نعمتیں دوسرے صالحوں کے مجاہدوں سے بہتر تھیں۔ سہ روزہ: تین دن کا صوم وصال۔ نور ایسے بزرگ کھانا کھاتے ہیں تو وہ نور بن جاتا ہے۔

[3] چوں: بزرگ کے لئے دنیا کی نعمتیں بھی دوسروں کے لئے باعث افادہ بنتی ہیں جس طرح آگ موم بتی کو کھاتی ہے تو دوسروں کو نور حاصل ہوتا ہے۔ نان خورے: جن کی غذائیں محض بدنی ہیں ان کے لئے قرآن کا حکم ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو لیکن جن کی غذا نور بنتی ہے اُنکو اِکْتَفُوْا یعنی کفایت کرو کا حکم نہیں ہے وہ جو چاہیں

اور جس قدر چاہیں کھائیں۔ ایں گلو: عام انسان کا خلق جس کے لئے ابتلا کا سبب ہے اسی شیخ کا خلق بھی اسی طرح خداوندی ہے حرص اور لالچ پر مبنی نہیں ہے۔

گر بگوید کیمیا مس را بده
اگر کیمیا مانگنے سے کہے کہ دے

تو بمن خود را طمع نبود فره
تو اپنے آپ کو مجھے (دینے) زیادتی اور اچھائی نہ ہوگی

آں گدائی کہ بجد میکرد او
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے

بود از آثار حکمتہائے ہُو
وہ اللہ کی حکمتوں کا نتیجہ تھا

گنجہائے خاک تا ہفتم طبق
زمین کے خزانے ساتویں طبقہ تک

عرضہ کردہ بود پیش شیخ حق
اللہ (تعالیٰ) نے شیخ کے سامنے پیش کر دیئے تھے

شیخ گفتا خالقا من عاشقم
شیخ نے کہا اے خالق! میں تو عاشق ہوں

ور بجویم غیر تو من فاسقم
اگر میں تیرے غیر کی جستجو کروں تو میں فاسق ہوں

ہشت جنت گر درآرم در نظر
اگر میں آنکھوں جنتوں کو نظر میں لاؤں

ور کنم خدمت من از خوف سقر
اگر میں دوزخ کے ڈر سے عبادت کروں

مومنے باشم سلامت جوئے من
میں مسلمان کا طالب ہوں ایک مومن بنوں گا

زانکہ ایں ہر دو بود حظ بدن
کیونکہ یہ دونوں چیزیں بدن کا حصہ ہیں

عاشقے کز عشق یزداں خورد قوت
وہ عاشق جس نے خدا کے عشق کی روزی کھائی

صد بدن پیش نیرزد ذرہ قوت
اسکے آگے سینکڑوں بدن جو کہ کچھ کی قیمت نہیں رکھتے

دیں بدن کہ دارد آں شیخ فطن
وہ سمجھدار شیخ جو یہ بدن رکھتے ہیں

چیز دیگر گشت کم خواہش بکن
وہ دوسری چیز بن گیا اس کو بدن نہ کہہ

عاشق عشق خدا و آنگاہ مزد
عشق خدا کا عاشق اور پھر مزدوری

جبرئیل مؤتمن آنگاہ دزد
امانتدار جبرئیل اور پھر چور

عاشق آں لیلیٰ کورد کبود
اندھی، نیلی لیلیٰ کا عاشق

ملک عالم پیش او یک ذرہ بود
دنیا کی سلطنت اس کے سامنے ایک ذرہ تھی

پیش او یکساں شدہ بد خاک و زد
اس کے لئے مٹی اور سونا یکساں ہو گیا تھا

زرچہ باشد کہ نہ بد جاں را خطر
سونا کیا ہوتا ہے اس کو جان کا خطرہ نہ تھا

شیر و گرگے دو از و واقف شدہ
شیر اور بھیڑیا اور درندہ اس سے واقف ہو گیا تھا

ہمچو خویشاں گرد او گردآمدہ
اپنوں کی طرح اسکے چاروں طرف جمع ہو گئے تھے

صوفی اور بستی میں فرق نہ تھا نہ اس کو جان کا خطرہ تھا۔ شیر، بھیڑیے جنگلوں میں پھرتا تھا اور اس کے چاروں طرف ہر قسم کے درندے ہوتے تھے۔

لہ اگر بگوید سے اگر کیمیا مانگے کہ کھائے تو اس میں تانبے ہی کا فائدہ ہے۔ آں گدائی۔ شیخ جو بھیک مانگ رہے تھے اس میں خدائی مکتیں پنہاں تھیں۔ گنجہائی۔ خدا نے شیخ کے سامنے زمین کے سارے خزانے پیش کر دیئے تھے، لیکن شیخ نے عرض کر دیا تھا کہ اگر میں زر کا طالب بنوں تو عاشق نہیں بلکہ فاسق ہوں۔ ہشت۔ اگر کوئی جنت کے شوق یا دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے تو وہ مومن تو ہے عاشق نہیں ہے کیونکہ دوزخ اور جنت کا تعلق بدن سے ہے۔

لہ ۲ عاشقے۔ جس عاشق نے خدا کے عشق کی روزی کھائی اس کے لئے بدن ہیچ ہو جاتا ہے اور جنت و دوزخ کا تعلق بدن سے ہے لہٰذا وہ جنت کی تمنا کرتا ہے اور نہ اس سے دوزخ کا خوف عبادت کراتا ہے۔ دیں بدن۔ شیخ کا بدن ابدان تو تھا لیکن اس میں جسمانی صفات نہ تھے۔ عاشق عشق مزدوری نہیں چاہتا ہے جنت اور دوزخ عبادت کی مزدوری ہے جس طرح جبرئیل امین سے چوری کا تصور نہیں ہو سکتا اسی طرح عاشق سے مزدوری کی خواہش کا تصور غلط ہے۔

لہ ۳ عاشق۔ عاشق خدا تو بڑی چیز ہے لیلیٰ کے عاشق کے لئے بھی دنیا کی سلطنت ہیچ تھی مجنوں کے نزدیک

کایں[1] شُدست از خوئے حیواں پاک پاک — پُرز عشق و لحم و دستش زہر ناک
کہ یہ حیوان کی خصلت سے بہت پاک ہو گیا ہے — عشق اور زہریلے گوشت اور چربی سے پُر ہے

زہر دَد باشد شکر ریز خرد — زانکہ نیکِ نیک باشد ضدِ بد
عقل کا شکر کا بچھار، درندہ کا زہر ہوتا ہے — کیونکہ اچھا نیک، بد کی ضد ہوتا ہے

لحمِ عاشق را نیارد خورد دَد — عشق معروفست پیشِ نیک و بد
درندہ، عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتا — ہر نیک و بد کے لئے عشق پہچانی ہوئی چیز ہے

وَر خورد فی المثل دام و دَدش — لحمِ عاشق زہر گردد بکُشدش
بالفرض اگر اُس کو جانور اور درندہ کھالے — عاشق کا گوشت زہر بن جائے اُسکو ہلاک کر دے

ہر چہ جُز عشقِ ست شد ماکولِ عشق — دو جہاں یکدانہ پیشِ نولِ عشق
جو عشق کے سوا ہے، وہ عشق کی غذا ہے — عشق کی چونچ کے لئے دونوں جہاں ایک دانہ ہیں

دانۂ مرمُرغ را ہرگز خورد — کاہداں[2] مر اسپ را ہرگز خرد
دانہ مرغ کو کبھی کھاتا ہے! — آخور کبھی گھوڑے کو کھاتا ہے!

بندگی کُن تا شوی عاشق لعل — بندگی کسب ست آید در عمل
عبادت کر تاکہ تو شاید عاشق بن جائے — عبادت کسب ہے، عمل میں آجاتی ہے

بندہ آزادی طمع دارد ز جد — عاشق آزادی نخواہد تا ابد
بندہ محنت سے آزادی کا لالچ رکھتا ہے — عاشق کبھی آزادی نہیں چاہتا

بندہ دائم خلعت و دیدار جُوست — خلعتِ عاشق ہمہ دیدارِ اُوست
بندہ ہمیشہ خلعت اور انعام کا جویاں ہے — عاشق کی سب خلعت اُس کا دیدار ہے

در نگنجد عشق در گفت و شنید[3] — عشق دریائیست قعرش ناپدید
عشق کہنے اور سننے میں نہیں سماتا — عشق وہ دریا ہے جس کی گہرائی معلوم نہیں ہے

قطرہ ہائے بحر را نتواں شمرد — ہفت دریا پیش آں بحرست خُرد
سمندر کے قطروں کو شمار نہیں کیا جا سکتا — اُس سمندر کے سامنے ساتوں دریا چھوٹے ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے فلاں — باز رُو در قصۂ شیخِ زماں
اے فلاں! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے — شیخِ زمانہ کے قصہ کی طرف واپس چل

در معنی لَولاکَ لَما خَلَقتُ الاَفلاک
اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا کے معنی

[1] کایں۔ مجنوں میں حیوانی صفات ختم ہو گئی تھیں اور ملکوتیت پیدا ہو گئی تھی اُس کا گوشت و پوست عشق سے زہرناک ہو گیا تھا۔ زہر عشق عقل کے لئے شکر کا بچھار اور درندوں کے لئے زہر۔ شکر ریز۔ وہ شکر جو لبھی پر بچھا دی جاتی تھی۔ لحمِ عاشق۔ عاشق کا گوشت عشق سے زہریلا ہو جاتا ہے اگر درندہ اُس کو کھالے تو مر جاتا ہے ہر چیز۔ ہر چیز عشق کی خوراک ہے۔ دو جہان اُس کے لئے ایک دانہ ہے دانہ پرند کو نہیں کھاتا پرند دانہ کو کھاتا ہے۔

[2] کاہداں۔ گھوڑا آخور کی گھاس کھاتا ہے آخور گھوڑے کو نہیں کھاتا۔ بندگی۔ عبادت کسبی چیز ہے عمل میں آسکتی ہے عشق محض عطاء خداوندی ہے۔ بندہ۔ عبادتگزار آزادی چاہتا ہے عاشق گرفتاری چاہتا ہے عبادت گذار انعام کا خواہاں ہے عاشق صرف دیدار کا طالب ہے۔

[3] در نگنجد۔ عشق کی حقیقت اقبال بیان ہے وہ دریائے ناپیدا کنار ہے۔ قطرہ۔ سمندر کے قطرے شمار کرنا ممکن ہے دریائے عشق تو وہ دریا ہے کہ اُسکے بالمقابل دنیا کے ساتوں سمندر ایک چھوٹا سمندر ہیں قیاس کی باتیں کس طرح بیان ہو سکتی ہیں۔ شیخ زماں۔ شیخ محمد سرزری۔

شد چنیں[1] شیخے گدائے کو بکو
ایسے شیخ، گلی گلی کے بھکاری بن گئے

عشق آمد لا اُبالی اِتقُوا
عشق، لاپروا ہے، بچو

عشق جو شد بحر را مانندِ دیگ
عشق سمندر کو دیگ کی طرح کھولا دیتا ہے

عشق ساید کوہ را مانندِ ریگ
عشق پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے

عشق بشگافد فلک را صد شگاف
عشق آسمان میں سو شگاف ڈال دیتا ہے

عشق لرزاند زمیں را از گزاف
عشق زمین کو آسانی سے لرزا دیتا ہے

با محمدؐ[2] بُود عشقِ پاک جُفت
پاک عشق محمدؐ کا ساتھی تھا

بہرِ عشقِ اُو را خدا لولاک گفت
عشق کی وجہ سے خدا نے اپنے بارے میں لولاک فرمایا

منتہی در عشق چوں اُو بُود فرد
عشق میں چونکہ وہ منتہی اور یکتا تھے

پس مر اُو را از انبیا تخصیص کرد
تو انبیاء میں سے اُن کو مخصوص کر لیا

گر نبُودے بہرِ عشقِ پاک را
اگر آپ پاک عشق کے لئے نہ ہوتے

کے وجودے دادمے افلاک را
تو میں آسمانوں کو وجود کب عطا کرتا!

من بداں افراشتم چرخِ سَنی[3]
میں نے اونچے آسمان کو اسی لئے بلند کیا

تا عُلوِّ عشق را فہمی کُنی
تاکہ آپ عشق کی بلندیوں کو سمجھ لیں

منفعتہائی دگر آید ز چرخ
آسمان کے دوسرے فوائد (بھی) ہیں

آں چو بیضہ تابع آید ایں چو فرخ
وہ انڈے کی طرح تابع ہیں یہ مرغی کے بچے کی طرح ہے

خاک[4] را من خار کردم یکسری
میں نے مٹی کو بالکل ہتھی بنایا

تا ز ذُلِّ عاشقاں بوئی بَری
تاکہ آپ عاشقوں کی ذلت کا پتہ لگائیں

خاک را دادیم سبزی و نوی
ہم نے کہ تازگی اور سبزی بخشی

تا ز تبدیلِ فقیر آگہ شوی
تاکہ آپ فقیر کی تبدیلی سے آگاہ ہو جائیں!

با تو گویند ایں جبالِ رایسات
یہ جمے ہوئے پہاڑ آپ کو بتاتے ہیں

وصفِ حالِ عاشقاں اندر ثبات
عاشقوں کی حالت جماؤ میں

گرچہ آں مَعنیست در نقش ایں پسر
اے بیٹا! اگرچہ وہ معنی (ہی) اس صورت ہے

تا بفہمِ تو کُند نزدیک تر
تاکہ (یہ تشبیہ) تیری سمجھ کے زیادہ قریب کر دے

---

[1] شد چنیں۔ اس قدر بزرگ شیخ اور عشق اُس سے گداگری کرا رہا ہے عشق قابل جو چاہے کراتا ہے اُس سے ڈرتے رہو۔ عشق۔ عشق کے کارنامے یہ ہیں کہ وہ سمندر کو دیگ کی طرح اُبال دیتا ہے پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے عشق آسمان میں شگاف کر دیتا ہے زمین کو لرزا دیتا ہے۔

[2] با محمدؐ۔ عشق کی عظمت یہ بھی ہے کہ وہ آنحضورؐ کے توخدا نے اُنکے بارے میں فرمایا کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ منتہی۔ اور انبیاء میں بھی عشق تھا لیکن آنحضورؐ میں بدرجۂ اتم تھا۔ من بداں۔ آسمان کی بلندی عشق کی بلندی سمجھانے کے لئے ہے۔۔۔ منفعتہائی۔ آسمان کی بلندی میں اصل منفعت یہی ہے منفعتوں کی مثال انڈے کی اور اس منفعت کی مثال چوزے کی سی ہے چونکہ اصل ہے۔

[3] خاک۔ زمین اور مٹی پیدا کرنے کی منفعت یہ ہے کہ عاشقوں کی ذلت کو اس سے سمجھ لو۔ خاک۔ زمین خشک ہوتی ہے پھر اس میں سبزہ زار اگ جاتا ہے اس سے عاشقوں کی تبدیلی کو سمجھ لو۔ باتو۔ پہاڑوں کا جماؤ عاشقوں کا جماؤ سمجھانے کے لئے ہے۔ گرچہ عشق ایک معنوی چیز ہے اور اس کی صفات کی ان چیزوں سے تشبیہ محض سمجھانے کے لئے ہے۔

غصہ[1] را با خار تشبیہے کنند — آں نباشد لیک تنبیہے کنند
غصہ کو کانٹے سے تشبیہ دیتے ہیں — وہ وہ نہیں ہوتا لیکن تنبیہ کرتے ہیں

آں دلِ قاسی کہ سنگیں خواندند — نامناسب بُد مثالے راندند
وہ سخت دل جس کو پتھر کا کہتے ہیں — مناسب نہیں ہے، ایک مثال دیتے ہیں

در تصوّر در نیاید عینِ آں — عیب بر تصویر نہ نقشش مداں
اگر وہ بعینہٖ تصور میں نہ آئے — اس مثال پر عیب لگا، اس کا انکار نہ کر

رفتن[2] شیخ در خانۂ امیرے بہرِ گدیہ روزے چہار بار بزنبیل
شیخ کا ایک امیر کے گھر پر غیبی اشارے سے چار مرتبہ بیع زنبیل کے بھیک

باشارتِ غیب و عتاب کردنِ امیر اُو را بداں و قاحت
مانگنے جانا اور امیر کا اُن پر اِس بے شرمی کے لئے ناراض ہونا اور

و عُذر گفتنِ اُو امیر را
اُن کا امیر سے معذرت کرنا

شیخ روزے چار کرّت چوں فقیر — بہرِ گدیہ رفت در قصرِ امیر
شیخ ایک دن میں فقیر کی طرح چار مرتبہ — بھیک کے لئے امیر کے محل میں گئے

در کفش زنبیل و شئ للہ زناں — خالقِ جاں می بجوید تا ئے ناں
انکے ہاتھ میں زنبیل اور للہ کا نعرہ لگاتے ہوئے — جان کا پیدا کرنے والا، ایک روٹی مانگتا ہے

نعلہائے[3] باژگونہ است اے پسر — عقلِ کُلّی را کُند ہم خیرہ سر
اے بیٹا! اُلٹی نعل بندیاں ہیں — جو عقلِ کل کو بھی حیران کر دیتی ہیں

چوں امیرش دید گفتش اے وقیح — گو بمیت چیزے مَنِہ نامم شحیح
جب امیر نے انکو دیکھا تو کہا، اے بے شرم — بخیل نہ رکھ میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں

اے خسِ بے شرم چندیں جست و جوئے — تا کے و تا چند بارِ زقِ دو نوئے
اے کمینہ بے شرم! اتنی بھاگ دوڑ — کب تک اور کتنی دو گنے رزق کے لئے؟

ایں چہ سغری و چہ رُویست و چہ کار — کہ بروزے اندر آئی چار بار
یہ کیا ڈھٹائی اور کیا منھ اور کیا کام ہے؟ — کہ تو ایک دن میں چار بار آتا ہے

کیست اینجا شیخ اندر بندِ تو — مَن ندیدم نرگدا مانندِ تو
بڑے! یہاں تیری قید میں کون ہے؟ — میں نے تجھ جیسا بڑا فقیر نہیں دیکھا

[1] غصہ۔ انسان کا غصہ ایک معنوی چیز ہے لیکن اس کو کانٹے سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ دلِ قاسی یعنی سخت دل کو پتھر سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اگر مشبہ بہ سے مشبہ پورا سمجھ میں نہ آئے تو یہ تشبیہ کا نقصان ہے اس سے مشبہ کا انکار نہ کرنا چاہیے

[2] رفتن۔ شیخ اشارۂ غیبی سے ایک امیر کے گھر پر ایک دن میں چار مرتبہ بھیک مانگنے گئے جس پر اس امیر نے اُن کو برا بھلا کہا۔ کرّت۔ مرتبہ۔ فقیر۔ گدا۔ زر کفش۔ اُن کے ہاتھ میں زنبیل تھی اور وہ شیئاً للہ کی صدا لگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایک مدد روٹی عطا کرے۔

[3] نعلہا۔ یہ عجب اُلٹے معاملے ہیں خدا خود غنی اور شیخ مستغنی اور مخلوق محتاج لیکن اللہ کا حکم ہوا کہ شیخ ان محتاجوں سے روٹی مانگیں۔ وقیح۔ بے شرم۔ بخیل۔ امیر نے کہا کہ بخیل نہ کہنا مجبوراً کچھ یہ باتیں کہنی پڑ رہی ہیں۔... خسِ خس۔ اس امیر نے شیخ کو کہا کہ کیسے روٹی کیلئے بار بار اس قدر تگ و دو کیوں ہے۔... سغری۔ سخت روئی، بے حیائی۔ بندِ تو۔ یہاں کوئی تیرا قیدی اور غلام ہے جو بار بار تیری خدمت کرے۔ نرگدا۔ بڑا بھکاری۔

حرمت و آبِ گدایاں بردۂ
تُو نے فقیروں کی عزت اور آبرو برباد کردی

ایں چہ عباسیِ[1] زشت آوردۂ
یہ کیا بُری عباسیت تو نے اختیار کی

غاشیہ بردوشِ تو عباس دبس
عباس دبس تو تیرا غلام ہے

ہیچ ملحد را مبادا ایں نفسِ نحس
یہ منحوس نفس کسی بے دین کا نہ ہو

گفت امیرا بندہ فرمانم خموش
اُنھوں نے کہا اے امیر! میں حکم کا غلام ہوں چُپ رہ

زاتشم آگہ نہ چندیں مجوش
تو میری آگ سے آگاہ نہیں ہے! اسقدر جوش میں آ

بہرِ ناں در خویش حرصِ را ردیدمے
اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا

اشکمِ نانخوارہ را بدریدمے
روٹی کھانے والے پیٹ کو پھاڑ ڈالتا

ہفت سال از سوزِ عشقِ جسمِ پز
جسم کو پکا دینے والی عشق کی گرمی سے سات سال

در بیاباں خوردہ ام من برگِ رز
میں نے جنگل میں انگور کے پتے کھائے ہیں

تا زبرگِ[2] خشک و تازہ خوردنم
یہاں تک کہ خشک اور تر پتے کھانے سے

سبز گشتہ بود ایں رنگِ تنم
میرے جسم کا یہ رنگ سبز ہوگیا

تا تو باشی در حجابِ بوالبشر
جب تک تو آدمیت کے پردے میں ہے

سرسری در عاشقاں کمتر نگر
عاشقوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھ

زیرکاں کہ مو بہا بشگافتند
ذہین لوگ جنھوں نے موشگافیاں کی ہیں

علمِ ہیئت را بجاں دریافتند
اُنھوں نے علم ہیئت کو (دل و) جان سے دریافت کرلیا

علمِ نیرنجات[3] و سحر و فلسفہ
شعبدوں اور جادو اور فلسفہ کا علم

گرچہ نشناسند حق المعرفہ
اگرچہ پورے طور پر وہ نہ جان سکے

لیک کوشیدند تا امکانِ خود
لیکن اپنے مقدور بھر انھوں نے کوشش کی

بر گذشتند از ہمہ اقرانِ خود
اپنے تمام ساتھیوں سے آگے بڑھ گئے

عشق غیرت کرد و زایشاں دزدکشید
عشق نے غیرت کی اور اُن سے چھپا لیا

شد چُنیں خورشید زایشاں ناپدید
ایسا سورج اُن سے پوشیدہ ہوگیا

نورِ چشمے کہ بروز اِستارہ دید
آنکھ کی وہ روشنی جس نے دن میں ستارہ دیکھ لیا

آفتابے چوں ازو رُو در کشید
ایسا سورج اُس نے کیوں چھپ لیا؟

زیں گذر کُن پندِ من بپذیر ایں
اِس کو چھوڑ، ہاں میری نصیحت مان لے

عاشقاں را تو بچشمِ عشق بیں
تو عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ

---

[1] عباسی۔ عباس کا لباس پہننا۔ عباس کے لئے عباسی کے معنی بھکاری ہیں۔ ہوگئے بھکاری۔ گھوڑے کی زین کا فرد غاشیہ بردوش یعنی خادم۔ مجھو۔ بڑائی۔ گفت شیخ نے فرمایا۔ میں بہ بیک اللہ کے حکم سے اٹھتا ہوں میرے دل میں عشق کی آگ لگی ہے۔ بیہ ناں۔ اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھوں تو اپنا پیٹ پھاڑ ڈالوں۔ ہفت سال میں نے سات سال تک جنگل میں انگور کے پتوں پر گذارہ کیا ہے

[2] تا زبرگ۔ یعنی سبز پتے کھانے سے بدن کا رنگ سبز ہوگیا یا بدن میں خوشحالی ہوگئی۔ ابوالبشر۔ حضرت آدم یہاں انسان مراد ہے۔ زیرکاں۔ ذہین لوگ۔ جو ہاں کی کمال نکالتے ہیں انھوں نے بہت سے دنیوی علم حاصل کئے لیکن اگر عشق کا علم حاصل نہ ہوسکا۔

[3] نیرنجات۔ شعبدے۔ اقران۔ ساتھی۔ عشق۔ عشق کی غیرت کا تقاضہ ہوا اور اُن کی آنکھوں سے اوجھل ہوا۔ اور اُن کے حیرت یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے باریک بین تھے لیکن انکو عشق نظر نہ آیا۔ زیں۔ یعنی دنیا۔

وقتِ[1] نازک گشتہ جاں در رصد — با تو نتواں گفت ایں دم عذرِ خود
وقت نازک ہو گیا اور جان انتظار میں ہے — اس وقت تجھ سے اپنا عذر نہیں بیان کیا جا سکتا

فہم کُن موقوف آں گفتن مباش — سینہائے عاشقاں را کم خراش
سمجھ لے، کہنے پر موقوف نہ رہ — عاشقوں کے سینے کو زخمی نہ کر

نے گمانے بُردۂ تو زیں نشاط — حزم را مگذار و میکن احتیاط
نہیں، تو نے عیش و مسرت میں بدگمانی کی ہے — پختہ کاری کو نہ چھوڑ اور احتیاط کر

واجب[2] ست و جائز ست و مستحیل — ایں وسط را گیر در حزم اے دخیل
فرض ہے اور جائز ہے اور حرام ہے — اے دوست! احتیاط میں اس درمیانہ کو اختیار کر لے

گریاں شدنِ امیر از نصیحتِ شیخ و عکسِ صدقِ او و ایثار

شیخ کی نصیحت اور اُن کی سچائی کے بارے سے امیر کا رو پڑنا اور حمایت

کردنِ مخزن بعد ازاں جرأت و گستاخی و استعصامِ شیخ

اور گستاخی کے بعد خزانہ پیش کر دینا اور شیخ کا بچنا اور شیخ کا

و قبول ناکردنِ شیخ و گفتن کہ من بے اشارت نیارم

قبول نہ کرنا اور فرمانا کہ میں بغیر اشارے خرچ نہیں کر سکتا ہوں

تصرف کردن کہ بے امرِ غیب نستانم

کیونکہ میں بغیر کسی حکم کے نہیں لے سکتا ہوں

ایں[3] بگفت و گریہ در شد ہائے ہائے — اشک غلطاں بر رخِ او جائے جائے
یہ فرمایا اور ہائے ہائے کر کے رونے لگے — جگہ جگہ اُن کے چہرے پر آنسو بہ رہے تھے

صدقِ او ہم بر ضمیرِ میر زد — عشق ہر دم طرفہ دیگے میپزد
اُن کی سچائی نے امیر کے دل پر بھی اثر کیا — عشق ہر وقت ایک عجیب رنگ پکاتا ہے

صدقِ عاشق بر جمادے می تند — چہ عجب گر بر دلِ دانا زند
عاشق کی سچائی، پتھر پر اثر کرتی ہے — کیا تعجب ہے اگر عقلمند کے دل پر اثر کرے

صدقِ موسیٰ بر عصا و کوہ زد — بلکہ بر دریائے پُر اشکوہ زد
(حضرت) موسیٰ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا — بلکہ ہیبتناک دریا پر اثر کیا

صدقِ احمدؐ بر جمالِ ماہ زد — بلکہ بر خورشید رخشاں راہ زد
(حضرت) احمدؐ کی سچائی نے چاند کے حسن کو متاثر کیا — بلکہ روشن سورج کا راستہ روک دیا

[1] وقتِ نازک شیخ نے امیر سے کہا میں اپنے عشق کی ساری کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ فہم کُن۔ سمجھ لے یہ بھکاری پن مجھ سے عشق کرانا ہے لے لگانے۔ تو نے اپنی عیش و مسرت کی زندگی کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی کی ہے تجھے اس میں احتیاط برتنی چاہئے۔

[2] واجب۔ حزم احتیاط کے مختلف مرتبے ہیں ایک فرض ہے مثلاً اگر کوئی فاسق اور کاذب خبر دے تو احتیاط فرض ہے اگر کوئی نیک آدمی خبر دے تو احتیاط جائز ہے، اگر خدا اور رسول کوئی خبر دے تو ہر طرح احتیاط برتنا حرام ہے۔ مستحیل۔ ناممکن یعنی حرام۔ دخیل یعنی دوست۔ محرز۔ خزانہ۔ تصرف۔ خرچ کرنا۔

[3] ایں بگفت۔ شیخ نے امیر کو نصیحت کی اور پھر زار زار رونے لگے۔ صدقِ او۔ اُن کی سچائی نے امیر پر اثر کیا۔ صدقِ عاشق۔ عاشق کی سچائی فیر جامد اور کو بھی متاثر کر دیتی ہے امیر تو پھر جاندار تھا۔ صدقِ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ کو متاثر کر دیا لاٹھی اژدھا بنی کوہ طور میں زلزلہ آگیا۔ بلکہ بحر دریا میں نے راستہ دے دیا۔ صدقِ احمدؐ۔ حضورؐ کی سچائی سے شق القمر ہوا اور سورج واپس ہو گیا۔

رُو[1] بروآوردہ ہر دو مُدّعی — گشتہ گریاں ہم امیر و ہم فقیر
آگے سامنے دونوں رونے (اور) فریاد کرنے لگے — امیر اور فقیر بھی رو پڑا

ساعتے بسیار چوں بگریستند — گفت میر اُو را کہ خیز اے ارجمند
جب بہت دیر تک رو چکے — امیر نے اُن سے کہا، اے اقبالمند! اٹھو

ہر چہ خواہی از خزانہ برگزیں — گرچہ استحقاق داری صد چنیں
جو چاہو خزانے سے لے لو — اگرچہ ایسے سو گنے کے مستحق ہو

خانۂ آنِ تست ہر چیت میل ہست — برگزیں خود ہر دو عالم اندکست
آپ کا گھر ہے، جو آپ کی خواہش ہے — خود پسند کر لیجئے، دونوں جہان تھوڑے ہیں

گفت دستوری ندادندم چنیں — کہ بدستِ خویش چیزے برگزیں
فرمایا، اُنھوں نے ایسی اجازت نہیں دی ہے — کہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لے لینا

من ز خود نتوانم ایں کردن فضول — کہ کنم من ایں دخیلانہ دخول
میں یہ بیہودہ بات اپنی جانب سے نہیں کر سکتا — کہ میں دوستانہ دخل دوں

ایں[2] بہانہ کرد و مُہرہ در ربود — مانع آں بُدکاں عطا صادق نبود
یہ بہانہ کیا اور وہ بازی جیت گئے — مانع یہ تھا کہ وہ بخشش پُرخلوص نہ تھی

گرچہ صادق بود بے غل بود دخشم — شیخ را ہر صدق می ناید بچشم
اگرچہ وہ سچا بے کھوٹ اور بغیر غفلت کے تھا — لیکن، ہر سچی شیخ کی نظر میں نہیں آتا

گفت فرمانم چنیں دادست آکہ — کہ گدایانہ برو نانے بخواہ
فرمایا، مجھے خدا نے یہی حکم دیا ہے — کہ فقیرانہ جا، روٹی مانگ

ما گدایانہ ازاں درخواستیم — ورنہ از اموال بے پروا ستیم
ہم نے اسی وجہ سے فقیروں کی طرح درخواست کی — ورنہ ہم مالوں سے بے پروا ہیں

اشارت آمدن از غیب شیخ را کہ ایں دو سال بفرمانِ

شیخ کو غیب سے اشارہ ہونا کہ ہمارے حکم کے مطابق ان دو سال میں تم

مابستدی و بدادی[3] بعد ازیں — بدہ و مستاں دست در
نے لیا اور دیا اس کے بعد دو اور لو نہیں — بوریے کے نیچے ہاتھ

زیرِ حصیر مکن کہ آنرا چوں انبانِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

ڈالو کیونکہ ہم نے اس کو تمہارے لئے (حضرت) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے

[1] رُو بروآوردہ: امیر بھی رو رہے تھے اور امیر بھی رو رہا تھا۔ جب بہت دیر تک دونوں رو چکے تو امیر نے شیخ سے کہا کہ اگرچہ آپ میرے خزانہ سے بھی سو گنے کے مستحق ہیں لیکن بہرحال میرا خزانہ حاضر ہے اُس میں سے جو چاہیں لے لیں۔ شیخ نے فرمایا کہ میرے گھر کو اپنا گھر سمجھیں جو چاہے بس آپ لیجئے تو دونوں جہان حقیر ہیں۔ گفت: شیخ نے فرمایا کہ خدا کا یہ حکم نہیں ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے خود لوں، وغیرہ۔ (حاشیہ)

[2] ایں بہانہ: شیخ نے یہ بہانہ کیا شیخ کو دراصل کسی چیز کی ضرورت نہ تھی اسلئے کہ اب امیر کی عطا صدق کے لئے نہ تھی بلکہ شیخ کی منت کی وجہ سے شیخ کیلئے تھی۔ مُہرہ در ربود: یعنی وہ شطرنج کی چال چلے جس سے مخالف مات ہو جائے۔ گرچہ۔ امیر اگرچہ اپنے قول میں سچا تھا لیکن شیخ نے اُس پر جان کر پسند نہ کیا اسلئے کہ انہیں غیر اللہ کی ہوا تھی۔ (اگر آیا نہ: شیخ نے کہا ہم تو خدائی حکم سے صرف بھیک مانگتے ہیں ورنہ ہم مالوں سے بے نیاز ہیں

[3] دادی: دو سال بھیک مانگنے کے بعد شیخ کو حکم ہوا کہ اب تو تم نے اپنے اور فقیروں کو دریا اب امیر کے فقیروں کو دو بوریے کے نیچے ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرو اور بانٹ دیا کرو۔ انبان: تھیلا۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوہریرہؓ کھجوروں کا ایک تھیلا عنایت فرمایا تھا وہ انہیں سے بے حساب کھاتے اور خرچ کرتے رہتے تھے وہ تھیلا اُنہے حضرت

کردیم در حقِ تو ہر چہ خواہی بیابی تا یقین شود عالمیاں را کہ
تیلے کی طرح کر دیا ہے، تم جو چاہو گے لے لو گے تاکہ دنیا والوں کو یقین آجائے کہ ہیں

ورائے ایں عالم عالمے[1] ست کہ خاک بکف گیری زر شود و
عالم کے علاوہ کوئی عالم ہے جس میں تم مٹی ہاتھ میں لو تو سونا ہو جائے اور

مُردہ در وآید زندہ شود و نحسِ اکبر در وآید سعدِ اکبر شود و کفر
مُردہ اس میں آجائے تو زندہ ہو جائے نحسِ اکبر اس میں آئے تو سعدِ اکبر بن جائے کفر

در وآید ایمان شود و زہر در وآید تریاق شود نہ داخلِ ایں
اس میں آئے تو ایمان بن جائے زہر اس میں آئے تو تریاق بن جائے وہ نہ ہیں عالم میں

عالم است نہ خارجِ ایں عالم نہ فوق نہ تحت نہ متصل
داخل ہے نہ ہیں عالم سے خارج نہ اوپر نہ نیچے نہ ملا ہوا نہ جدا

نہ منفصل نہ چوں و نہ چگونہ — ہر دم از و ہزار اثر و نمونہ
بے مثال اور بے کیف ہے ہر وقت اس سے ہزاروں اثر اور نمونے

ظاہر میشود چنانکہ صنعتِ دست با صورتِ دست و غمزہ
ظاہر ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ ہاتھ کی دستکاری ہاتھ کی صورت کے ساتھ اور آنکھ

چشم با صورتِ چشم و فصاحتِ زبان با صورتِ زبان نہ
کی ادا، آنکھ کی صورت کے ساتھ اور زبان کی فصاحت، زبان کی صورت کے ساتھ نہ

داخل ست نہ خارج نہ متصل و نہ منفصل و العاقل تکفیہ الاشارۃ
داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ جدا ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

تا دو سال[2] این کار کرد آں مردِ کار — بعد ازاں امر آمدش از کردگار
اُن کارگذار نے دو سال تک یہ کام کیا اس کے بعد اس کو خدا کا حکم پہنچا

بعد ازیں می دہ ولے از کس مخواہ — ما بدادیمت ز غیب ایں دستگاہ
اس کے بعد دے، لیکن کسی سے نہ مانگ ہم نے تجھے غیب سے یہ قدرت دیدی ہے

ہر[3] کہ خواہد از تو از یک تا ہزار — دست در زیرِ حصیرے کن برآر
جو تجھ سے ایک سے ہزار تک مانگے بوریے کے نیچے ہاتھ ڈال، نکال لے

ہیں ز گنجِ رحمتِ بے مربدہ — در کفِ تو خاک گردد زر بدہ
رحمت کے بے حساب خزانے سے دے تیرے ہاتھ میں مٹی سونا بن جائیگی، دے

[1] عالم اسباب کے علاوہ ایک دوسرا عالم ہے جہاں اشیاء کا وجود بغیر کسی سبب مادی کے ہو جاتا ہے اور اس کا ظہور اس عالم میں ہو جاتا ہے معجزوں کا تعلق اسی عالم سے ہے اور اس عالم میں بھی اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ نحسِ اکبر، زحل ستارہ، اس کے اثرات منحوس مانے گئے ہیں۔ سعدِ اکبر، مشتری ستارہ، اس کے اثرات اچھے مانے گئے ہیں۔

[2] تا دو سال۔ دو سال تک شیخ محمد سرزمی کا یہ طریقہ کار رہا کہ وہ بھیک مانگتے تھے اور اس کو غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے بتلاتے ہیں۔ دو سال بعد ان کو حکم ہوا کہ اب تم لوگوں سے نہ مانگو ہم تمہیں خود دیں گے تم ضرورتمندوں میں وہ تقسیم کر دیا کرو۔

[3] ہر کہ۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ سے فرمایا کہ تم اپنے دروازے کے نیچے سے جو مٹی ہوا دھیں قدرتاً ہو نکال کر تقسیم کر دیا کرو۔ تو کف تو۔ تم مٹی ہاتھ میں لوگے تو سونا بن جائیگی۔

ہر چہ خواہندت بدہ مندیش ازاں — دادِ یزداں را تو بیش از بیش داں

جو تجھے مانگیں دے، اُس کی فکر نہ کر — تو خدا کی عطا کو بیش از بیش سمجھ

در عطائے مانہ تخییر[1] و نہ کم — نے پشیمانی نہ حسرت زیں کرم

ہماری عطا میں نہ ٹوٹا ہے اور نہ کمی — اِس عطا میں نہ شرمندگی ہے، نہ حسرت

دست زیرِ بوریا کن اے سند — از برائے روئے پوشِ چشمِ بد

اے معتمد! بوریے کے نیچے ہاتھ کر — بُری نظر سے بچانے کے لئے

پس ز زیرِ بوریا پُر کن تو مشت — دہ بدستِ سائلِ بشکستہ پشت

پھر تو بوریے کے نیچے سے مٹھی بھرے — کمر ٹوٹے ہوئے مانگنے والے کے ہاتھ میں دیدے

بعد ازیں از اجرِ نا ممنون بدہ — ہر کہ خواہد گو ھرِ مکنوں بدہ

اِس کے بعد ختم نہ ہونے والا اجر دے — جو چاہے اُس کو اچھوتا موتی دے

رو، یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ تو باش — ہمچو دستِ حق گزافہ رزق پاش

جاؤ، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ بن — اللہ کے ہاتھ کی طرح مفت رزق بانٹ

دامِ[2] داراں را ز عہدہ وارہاں — ہمچو باراں سبز کن فرشِ جہاں

قرض داروں کو ذمہ داری سے چھڑا — دنیا کی زمین کو بارش کی طرح سبز کر دے

بود یک سالِ دگر کارش ہمیں — کہ بدادے زر ز کیسہ ربِّ دیں

ایک سال اور اُن کا یہی کام رہا — دین کے رب کی تھیلی میں سے سونا بانٹنے

زر شدے خاکِ سیہ اندر کفش — حاتم طائی گدائے در صفش

کالی مٹی اُن کے ہاتھ میں سونا بن جاتی — حاتم طائی اُنکے دروازے کے مانگنے والوں کی صف میں تھا

دانستنِ[3] شیخ ضمیرِ سائل را بے گفتن و دانستنِ قدرِ دام و مدارا ں

بغیر کہے شیخ کا سائل کے دل کی بات جان لینا اور مانگے بغیر قرض خواہوں اور قرض کی مقدار

بے گفتنِ ایشاں و گفتن کرنشاں ایں باشد کہ اُخْرُجْ

کو جان لینا اور کہنا کہ علامت یہ ہوتی ہے کہ میری مخلوق کی جانب سیر ہو

بِصِفَاتِی اِلَی الْخَلْقِ فَمَنْ رَاٰکَ فَقَدْ رَاٰنِی

صفات کے ساتھ نکل جس نے تجھے دیکھا اُس نے مجھے دیکھا

حاجتِ خود گر نگفتے آں فقیر — او بدادے و بدانستے ضمیر

اگر فقیر اپنی ضرورت نہ بتاتا — وہ دے دیتے اور دل جان جاتا

---

[1] تخییر: ٹوٹنا۔ دست بردے کے نیچے ہاتھ ڈالنے کا حکم محض نظر بد سے بچانے کے لئے ہے نا ممنون: جو منقطع نہ ہو نکمتوں: چھپا ہوا۔ ترجمہ: تیرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے جو مفت عطا کرتا ہے

[2] دامِ داراں: مقروضوں کا قرض ادا کر۔ ترجمہ: ایک سال ہمارے شیخ کا یہی کام تھا کہ بوریے کے نیچے سے سنبھال کر ضرورتمندوں کو دیتے رہتے تھے۔ سلام ہو ایسے علائی جیسا حق بھی اُن کے بھائی کی صف میں ہونا تھا

[3] دانستنِ: شیخ نقیر کی ضرورت خود بخود جان جاتے تھے اور جب ضرورت ہوتی اسکو دیدیتے تھے اور اُس کی وجہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو چکے تھے۔ تاکہ خود سائل اپنی حاجت بیان کرتا وہ اُس کے دل کی بات جان جاتے تھے جس قدر قرض ہوتا وہ ادا کر دیتے جتنی رقم میں کوئی قید ہوتا اسکو دیدیتے

پیشِ اُو روشن ضمیرِ ہر کسے
اُن کے نزدیک ہر شخص کے دل کی بات روشن تھی

از فقیر و وام دار و مجتبے[1]
فقیر اور قرض خواہ اور قیدی کی

آنچہ در دل داشتے آں پشت خم
وہ کوبڑی کمر والا جو دل میں رکھتا

قدرِ آں داد بے بدو نے بیش و کم
اُس کی بقدر اُس کو دیتے زیادہ نہ کم

پس بگفتندے چہ دانستی کہ اُو
تو لوگوں نے اُن سے کہا آپ کیسے جان لیتے ہیں

ایں قدر اندیشہ دارد اے عمو
اے چچا! کہ وہ اس قدر سوچتا ہے؟

اُو بگفتے خانۂ دل خلوت ست
وہ فرماتے، کہ دل کا گھر خالی ہے

خالی از گدیہ مثالِ جنت ست
جو سوال سے خالی ہو وہ جنت کی طرح ہے

اندرو جز عشقِ یزداں کار نیست
اُس میں خدا کے عشق کے سوا سامان نہیں ہے

جز خیالِ وصلِ اُو دیّار نیست
وصل کے خیال کے سوا اُس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

خانہ را من رو فتم از نیک و بد
میں نے اچھے بُرے سے دل کو صاف کر لیا ہے

خانہ ام پُر ست از عشقِ اَحد
میرا گھر خدا کے عشق سے پُر ہے

ہر[2] چہ بینم اندرو غیرِ خدا
میں اس میں خدا کے علاوہ جو کچھ دیکھتا ہوں

آنِ من نبُوَد بُوَد عکسِ گدا
وہ میرا نہیں ہوتا، فقیر کا عکس ہوتا ہے۔

گر دَر آبے نخل یا عرجوں نمود
اگر پانی میں کھجور کا درخت یا شاخ نظر آئی

جز ز عکسِ نخلۂ بیروں نبود
باہر کے کھجور کے درخت کے عکس کے سوا نہ تھا

در تگِ آب ار بہ بینی صورتے
پانی کی تہ میں اگر تو کوئی صورت دیکھے

عکسِ بیروں باشد آں نقشِ اے فتے
اے نوجوان! وہ نقش باہر کا عکس ہوگا

لیک تا آب از قذیٰ خالی شدن
لیکن پانی کے کوڑے کرکٹ سے خالی ہونے تک

تنقیہ شرط ست دَر جُوئے بدن
بدن کی نہر کی صفائی ضروری ہے

تا نماند[3] تیرگی و خس دَرُو
تاکہ اس میں کدورت اور گھاس پھونس نہ رہے

تا ایں گردد نماید عکسِ رُو
حتیٰ کہ وہ ایسی بن جائے اور چہرے کا عکس دکھائے

جز گلابہ دَر تنت کُو اے مُقِل
اے مفلس! کیچڑ کے، سوا تیرے دل میں کیا ہے؟

آب صافی کُن ز رگل اے خصمِ دل
اے دل کے دشمن! پانی کو مٹی سے صاف کر لے

تو برآنی ہر دمی کز خواب و خور
تیرا یہ حال ہے کہ سونے اور کھانے سے

خاک ریزی اندریں جو بیشتر
اس نہر میں اور زیادہ مٹی ڈالتا ہے

---

[1] مجتبیٰ: مصدر بمعنی مفعول قرار دے کر ہم نے قیدی ترجمہ کیا ہے۔ پشت خم یعنی بوجھ سے دوہرا۔ پس جملہ۔ لوگوں نے اُن سے معلوم کیا کہ آپ دل کی بات کیسے جان لیتے ہیں۔ آگے جملہ۔ وہ جواب میں کہتے کہ ہم لوگوں کا دل جنت کی طرح احتیاج سے خالی ہے اس میں سوائے عشقِ خداوندی کے کوئی چیز نہیں ہے ہم نے اپنے دل کو عشقِ خداوندی کے سوا سے بالکل خالی کر لیا ہے۔

[2] ہر چہ۔ اب ہمارے دل میں جو کچھ ہوتا ہے وہ فقیر کا عکس ہوتا ہے اس وجہ سے ہم اس کی سب ضرورت جان لیتے ہیں۔ گر در آب۔ پانی صاف چیز ہے اس میں اگر کھجور کا درخت نظر آئے گا تو وہ باہر کا عکس ہوگا اور پانی میں جو تصویر بھی دیکھیں گے وہ باہر کا عکس ہوگی لیکن دل کو صاف کرنے کیلئے مجاہدات کے ذریعہ اس کا تنقیہ ضروری ہے۔

[3] تا نماند۔ جب اس میں خود گدلا پن نہ رہے گا تب اُس میں بیرونی عکس نظر آسکے گا۔ خز گلابہ۔ انسان کا بدن کیچڑ سے بنا ہے اُس کی صفائی کے لئے بہت محنت درکار ہے۔ تو برآنی۔ تو ہر وقت خواب و خور میں لگا ہوا ہے جس سے اُس کی کدورت میں اور اضافہ ہوتا ہے۔

سبب دانستنِ ضمیرہائے خلق

لوگوں کے دل کی بات جاننے کا سبب

چوں[1] دلِ آں آب ازیں ہا خالیست — عکسِ رُوہا از بروں در آب چست

جب اس پانی کا دل ان سے خالی ہے — تو باہر سے چہروں کا عکس پانی میں جا پڑا

پس مُصفّا کُن درونِ خویش را — تا بدانی سِرِّ ہر درویش را

تاکہ تو ہر فقیر کے دل کی بات جان لے — تو اپنے باطن کو صاف کرے

پس ترا باطن مُصفّا ناشُدہ — خانہ پُر از دیو و ناس و دَدہ

تیرا باطن مصفّیٰ نہیں ہوا — بھوت اور بنی آدم اور درندوں سے بھرا گھر ہے

اے[2] خرے زاستیزہ ماندہ در خری — کے زارواحِ مسیحا بُو بَری

اُو گدھے! تو جھگڑنے کی وجہ سے گدھے پن میں رہا — حضرت مسیح کی روحوں سے تو کب واقف ہوگا؟

کے شناسی گر خیالے سر کُند — کز کدامیں مکمنے سر بر کُند

اگر کوئی خیال نمودار ہوا تو کب پہچانے گا — کہ کس نہاں خانہ سے وہ ابھرا؟

چوں خیالے میشود در زہد تن — تا خیالات از درون نہ رفتن

زہد میں جسم خیال کی طرح ہو جاتا ہے — باطن سے خیالات کو صاف کرنے میں

ایں خیال کژ بروب از اندروں — تا نگرداند ترا زاہلِ بروں

باطن میں سے کچرا خیال نکال دے — تاکہ وہ تجھے باہر والوں میں سے نہ بنا دے

غالب شُدنِ مکر روباہ بر اِستعصامِ خر

لومڑی کے مکر کا گدھے کے بچاؤ پر غالب آجانا

خر[3] بسے کوشید و اُو را دفع گفت — لیک جوعُ الکلب با خر بود جُفت

گدھے نے بہت کوشش کی اور اسکی مدافعت کی — لیکن گدھے میں جوعُ الکلب تھی

غالب[4] آمد حرص و صبرش شد ضعیف — پس گلو ہا کہ بُرد عشقِ رغیف

حرص غالب آگئی اور صبر کمزور ہو گیا — روٹی کے عشق نے بہت سے گلے کاٹے ہیں

زاں سُوَلے کش حقائق دادہ دست — کَادَ فَقرٌ اَن یَّکُونَ کُفراً مدست

اُس رسول سے جن کو حقائق حاصل تھے — "فقر قریب ہے کہ کفر بن جائے" منقول ہے

گشتہ بُود آں خر مجاعت را اسیر — گفت اگر مکرست یکرہ مُردہ گیر

وہ گدھا بھوک کا قیدی بن گیا تھا — سوچا اگر مکر ہے تو یکدم سے مُردہ سمجھ لے

---

[1] چوں: جب آپ دل میں صفائی پیدا ہو جائیگی ہر خارجی چیز کا عکس اُس میں نظر آنے لگے گا۔ تا بدانی۔ جب تو اُس کو مشق کرے گا پھر ہر سائل کا عکس تیرے دل میں نمودار ہو جائے گا۔

[2] اے خرے: جب انسان گدھے پن میں مبتلا رہے گا تو وہ خیر مشن کو سمجھ نہ سکے گا۔ مکمن: چھپنے کی جگہ۔ چوں: جب انسان زہد اختیار کرتا ہے اور خیالات سے دل کو پاک کرتا ہے تو اُس کا جسم خیال کی طرح لطیف ہو جاتا ہے۔ زاہلِ بروں: یعنی اہلِ بروں۔ استعصام: بچاؤ۔ جوعُ الکلب: یعنی جوع البقر۔

[3] خر: غالب۔ گدھے کی حرص بہت غالب آگئی روٹی کے عشق نے بہت سوں کو ہلاک کیا ہے۔ کَادَ الفقرُ اَن یَّکُونَ کُفراً "فقر قریب ہے کہ کفر بن جائے" یعنی انسان کا فقر اُس کو کافر بنا سکتا ہے۔ تجاعت: بھوک۔ گفت: گدھے نے سوچا اگر یہ لومڑی کا مکر ہے اور میرے مارنے کی ترکیب ہے تو بھوک کے ذریعہ بار بار کی موت سے ایک بار موت اچھی ہے۔

زیں عذاب جوع بارے وارہم
بھوک کے عذاب سے تو نجات پا جاؤں گا

گر حیات این ست من مُردہ بہم
اگر زندگی یہ ہے تو میں مُردہ بہتر ہوں

گر خر اوّل توبہ و سوگند خورد
گدھے نے اگرچہ پہلے توبہ کی اور قسم کھائی

عاقبت ہم از خری خبطے[1] بکرد
انجام کار گدھے پن سے اگر بڑ بھی کر دی

حرص کور و احمق و ناداں کند
اندھا احمق اور بیوقوف بنا دیتا ہے

مرگ را بر احمقاں آساں کند
احمقوں پر موت کو آسان کر دیتا ہے

ہست آساں مرگ بر جانِ خراں
گدھوں کی جان پر مرنا آسان ہے

کہ ندارند آب جانِ جاوداں
کیونکہ وہ ابدی جان کی رونق نہیں رکھتے ہیں

چونکہ ارد جانِ جاوید آں ثقیلست
چونکہ وہ ابدی جان نہیں رکھتا ابدیت ہے

جرأتِ اُو بر اجل از احمقی ست
موت پر اُس کی جرأت حماقت سے ہے

جہد کُن تا جاں مخلد گردودت
کوشش کر تاکہ تیری جان ابدی بن جائے

تا بروزِ مرگ برگے باشدت
تاکہ موت کے دن تیرا توشہ ہو

اعتمادش[2] نیز بر رازق نبود
اُس کو رزق دینے والے پر بھروسہ نہ تھا

کہ بر افشاند بر و از غیب جود
جو اُس پر غیب سے سخاوت کرتا تھا

تا کنونش فضل بیروزی نداشت
اُس کو اللہ کے فضل نے اب تک بے رزق کے نہیں رکھا

گرچہ گہ گہ بر تنش جوعے گماشت
اگرچہ کبھی کبھی اُس پر بھوک کو مسلط کر دیا

در بیانِ فضیلت جوع و احتمار

پرہیز اور بھوک کی فضیلت کے بیان میں

گر نباشد جوع صد رنجِ دگر
اگر بھوک نہ ہو تو دوسری سینکڑوں بیماریاں

از پئے ہیضہ برآرد از تو سر
ہیضہ کے بعد تجھ میں پیدا ہو جائیں گی

رنجِ جوع اولیٰ بود خود زاں علل
ان بیماریوں سے بھوک کی تکلیف زیادہ بہتر ہے

ہم بلطف و ہم بخفت ہم عمل
پاکیزگی کے اعتبار سے بھی ہلکے پن کے اعتبار سے بھی اور عمل کے

رنجِ جوع از رنجہا پاکیزہ تر
بھوک کی تکلیف بیماریوں سے زیادہ پاکیزہ ہے

خاصہ در جوع ست صید نفع و ہنر
خصوصاً بھوک میں سینکڑوں فائدے اور ہنر ہیں

جوع خود سلطاں دارو ہا ہیں
آگاہ! بھوک خود دواؤں کی بادشاہ ہے

جوعِ در جاں نہ چنیں خوارش مبیں
بھوک کو جان میں جگہ دے، اسکو ذلیل نہ سمجھ

[1] خبط: گڑبڑ، جوش۔ [2] انسان کو اندھا بہرا بنا دیا ہے اور موت کو آسان کر دیتا ہے جس طرح گدھے نے اپنی موت کو پسند کر لیا۔ کہ نادان احمقوں اور گدھوں کی زندگی ابدی نہیں ہے اور انسان نقاہت اور حماقت کی وجہ سے مرنا پسند کرتا ہے۔ جبکہ کہ انسان کو ابدی زندگی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

[2] اعتمادش۔ اس گدھے کو اللہ کی رزاقی کا یقین نہ تھا۔ تاکہ نوش۔ جتنے دن زندہ رہا بغیر رزق کے زندہ نہیں رہا لیکن پھر بھی اُس کو خدا کی رزاقی پر بھروسہ نہ تھا۔ جوع۔ بھوک۔ در بیان۔ خدا بھوک میں مبتلا کرتا ہے تو اس میں بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔

[3] گر نباشد۔ بغیر بھوک کے اگر آدمی کھانا کھاتا ہے تو ہیضہ ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ترجمہ۔ بھوک کی تکلیف اور بیماریوں کی تکلیف سے بہت بہتر ہے اس میں جسم میں پاکیزگی اور ہلکا پن اور کارکردگی رہتی ہے اور فوائد بھی بہت سے نتائج ہیں۔ مجرب۔ فاقہ سے بہت سی بیماریاں خود دور ہو جاتی ہیں۔

جملہ[1] ناخوش از مجاعت خوش شدست
سب بے مزا بھوک کیوجہ سے خوشذائقہ ہوگئے ہیں

جملہ خوشہائے بے مجاعت ہا ردست
تمام خوش مزہ اشیاء بغیر بھوک کے مردود ہیں

آں یکے میخورد نانِ فخفرہ
ایک شخص جَو کی روٹی کھا رہا تھا

گفت سائل چوں بدیں سلت شرہ
سوال کرنیوالے نے پوچھا تجھے اس کا شوق کیوں ہے؟

گفت جوع از صبر چوں وا شود
اُس نے کہا جب بھوک صبر سے اُمری ہو جاتی ہے

نانِ جَو در پیشِ من حلوا شود
میرے لئے جَو کی روٹی حلوا بن جاتی ہے

پس تو انم کہ ہمہ حلوا خورم
پس میں کر سکتا ہوں کہ سب حلوا کھاؤں

چوں کنم صبرِ ضروری لاجرم
جب لامحالہ ضروری صبر کروں

خود نباشد جوع ہر کس را زبوں
بھوک ہر شخص کے قابو میں نہیں آتی ہے

کایں علف نے اریست اندازہ بروں
کیونکہ گھاس کی پیداوار اندازے سے زیادہ ہے

جوع مر خاصانِ حق را دادہ اند
بھوک خاصانِ خدا کو دی ہے

تا شوند از جوع شیر و زورمند
تاکہ وہ بھوک سے شیر اور طاقتور بنیں

جوع ہر جلف[2] گدارا کے دہند
بھوک ہر کمینہ بھکاری کو کب دیتے ہیں؟

چوں علف کم نیست پیشِ اُو نہند
چونکہ چارہ کم نہیں ہے اس کے سامنے کو رکھتے ہیں

کہ بخور تو ہم بدیں ارزانیے
کہ تو کھا تو اسی کے لائق ہے

تو نہ مرغِ آب مرغِ نانیے
تو پانی کا پرند نہیں ہے تو روٹی کا پرند ہے

نبود اندر دل ترا جز فکرِ ناں
تیرے دل میں روٹی کے فکر کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا

ناید اندر خاطرت جز ذکرِ ناں
تیرے دل میں روٹی کے ذکر کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

بعد چندیں سال حاصل چیستت
اتنے سال کے بعد تجھے کیا ملا؟

جوع مُردن بہ بود زیں زیستت
مرنے کی بھوک تیرے اس جینے سے بہتر ہے

حکایت[3] مُریدے کہ شیخ از حرص ضمیرِ اُو واقف شُد و اُورا

اُس مُرید کی حکایت جس کے دل کی حرص سے شیخ واقف ہو گیا اور اُس کو

نصیحت کرد بزبان و در ضمنِ نصیحت قوتِ توکّل

زبان سے نصیحت کی اور نصیحت کے دوران اللہ تعالیٰ کے حکم سے

بخشیدش بامرِ حق عزّ و جل

اُس کو توکل کی قوت بخش دی

---

[1] جملہ۔ بھوک میں جَو کی روٹی بھی پلاؤ قورمے کا مزہ دیتی ہے بغیر بھوک کے لذیذ کھانے بھی بدمزہ معلوم ہوتے ہیں۔ فخفرہ۔ بروزن مسخرہ۔ جَو گیہوں۔ مجاعت۔ اس لئے جب دیا جب انسان کو بھوک لگتی ہے اور وہ صبر سے کام لیتا ہے تو جَو کی روٹی بھی حلوے کا مزہ دیتی ہے۔ پس۔ میں بھوک کا کر اور صبر سے کام لے کر جَو کی روٹی کو حلوا بنا لیتا ہوں۔ خود نباشد۔ یہ بھوک وہ نعمت ہے جو ہر شخص کو میسر نہیں آتی کیونکہ یہ دنیا دسترخوان پر اگاہ ہے اس میں انسان کچھ نہ کچھ کھا لیتا ہے۔ جوع۔ بھوک۔ صرف خاصانِ خدا کا حصہ ہے جس سے وہ روحانی شیر بن جاتے ہیں۔

[2] ہر جلف۔ ہر کمینہ گدا کو بھوک کی نعمت عطا نہیں ہوتی اس کے لئے عام خوراک مہیا کر دی جاتی ہے اور اس کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تو روحانی صورت کا پرند نہیں ہے روٹی کھانے والا پرند ہے۔ بعد چندیں۔ یعنی پیٹ کھا پی کر مر جاتا ہے اور اس کی ساری زندگی ختم ہو جاتی ہے اس زندگی سے بھوک کی موت بدرجہا بہتر ہے۔

[3] حکایت۔ ایک شیخ ایک مرید کے ساتھ اس شہر کی طرف جا رہے تھے جہاں تو ملتا تھا مرید روٹی کی حرص کی وجہ سے پریشان تھا شیخ روانگی والی کیفیت... منکشف ہوئی شیخ نے اس کو

شیخ میشد با مریدے بید رنگ
شیخ ایک مرید کے ساتھ بغیر توقف کے روانہ ہوئے

سوئے شہرے نان را نجا بود تنگ[1]
شہر کی جانب جہاں روٹی کمیاب تھی

ترسِ جوع و قحط در فکرِ مرید
مرید کے فکر میں فاقہ اور بھوک کا خوف تھا

ہر دمے میگشت از غفلت مزید
جو غفلت کی وجہ سے، ہر لمحہ بڑھ رہا تھا

شیخ آگہ بود و واقف از ضمیر
شیخ باخبر تھے اور دل سے واقف تھے

گفت او را چند باشی در زحیر
انھوں نے اس سے کہا کب تک پریشانی میں رہیگا؟

از برائے غصۂ ناں سوختی
تو روٹی کی فکر میں جلا جاتا ہے

دیدۂ صبر و توکل دوختی
تو نے صبر اور توکل کی آنکھ بند کر لی ہے

تو نۂ زاں نازنینانِ عزیز
تو اُن پیارے ناز پروردوں میں سے نہیں ہے

کہ ترا دارند بے جوز و مویز
کہ تجھے بغیر اخروٹ اور منقیٰ کے رکھیں

جوع رزقِ جانِ خاصانِ خداست
بھوک، خاصانِ خدا کا رزق ہے

کے زبونِ ہمچو تو گیجِ گداست
وہ تجھ جیسے احمق فقیر کے قابو میں کہاں ہے!

باش فارغ تو از انہا نیستی
تو مطمئن رہ، تو اُن میں سے نہیں ہے

کاندرایں مطبخ تو بے ناں بایستی
کہ تو اس مطبخ میں بغیر روٹی کے ٹھہرے

کاسہ[2] بر کاسہ ست ناں بر ناں مدام
ہمیشہ پیالہ پر پیالہ روٹی پر روٹی ہے

از برائے ایں شکم خوارانِ عام
ان عام پیٹوؤں کے لئے

چوں بمیرد میرود ناں پیش پیش
جب مرتا ہے روٹی آگے آگے جاتی ہے

کہ زبہرِ بے نوائی کشتہ خویش
کہ بے سروسامانی کے ڈر سے اپنے آپ کو مارا ہے

تو برفتی ماند ناں برخیز و گیر
تو بھوکا روٹی رہ گئی کھڑا ہو لے لے

اے بکشتہ خویش را اندر زحیر
اے وہ کہ جس نے اپنے آپ کو پریشانی میں مار ڈالا

ہیں[3] توکل کن ملرزاں پا و دست
خبردار! توکل کر ہاتھ پاؤں نہ لرزا

رزقِ تو بر تو زند تو عاشق ترست
تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے

عاشق ست و میزند او مول مول
وہ عاشق ہے اور آواز دے رہا ہے، ٹھہر ٹھہر

کہ زبے صبریت داند اے فضول
کیونکہ اے بیہودہ! وہ تیری بے صبری کو جانتا ہے

گر ترا صبرے بدے رزق آمدے
اگر تجھے صبر ہوتا تو رزق آ جاتا

خویشتن چوں عاشقاں بر تو زدے
عاشقوں کی طرح اپنے آپ کو تجھ پر ڈالتا

---

[1] تنگ: یعنی وہ شہر قحط زدہ تھا روٹی گراں اور کمیاب تھی۔ از غفلت: یعنی خدا کی رزاقی کی غفلت سے۔ زحیر: پیچش، پیچ و تاب۔ از برائے۔ تو روٹی کی فکر میں جل رہا ہے تجھے خدا پر بھروسہ نہیں ہے۔ توئی۔ تو اُن خاصانِ خدا میں سے نہیں ہے جن کو جوع کا تحفہ دیا جاتا ہے تجھے اسحار و نہاری غذا میسر آجائے گی۔ گیج۔ احمق۔

[2] کاسہ۔ دنیاداروں کے لئے بکثرت کھانا پینا موجود ہے۔ چوں بمیرد۔ جب مرجاتا ہے تو بھی روٹی آگے آگے جاتی ہے جو قبرستان میں غریبوں کو تقسیم کردی جاتی ہے اور وہ روٹی مُردے سے کہتی ہے کہ تو روٹی کی فکر میں مرا ہے اٹھ اب روٹی لے۔

[3] ہیں۔ شیخ نے مُرید سے کہا انسان رزق کا اتنا عاشق نہیں ہے جتنا رزق انسان کا عاشق ہے، اللہ کا وعدہ ہے لہٰذا اے محارِ رزق انسان کو تلاش کر کے اس کے پاس پہنچتا ہے۔ عاشق ست۔ رزق انسان پر عاشق ہے اور وہ اُس کو کہتا ہے ٹھہر جا میں تیرے پاس پہنچتا ہوں کیونکہ وہ انسان کی بے صبری کو جانتا ہے۔

ایں تپ و لرزہ زخوفِ جوع نیست — در توکل سیر می تانید زیست

بھوک کے ڈر سے یہ جاڑا اور بخار کیوں ہے؟ — توکل میں پیٹ بھرا ہو کر زندہ رہ سکتے ہو

حکایتِ[1] آں گاؤ کہ تنہا در جزیرہ ایست بزرگ حق تعالیٰ

اس بیل کی حکایت جو ایک بڑے جزیرہ میں اکیلا ہے اللہ تعالیٰ اس بڑے جزیرے

آں جزیرہ بزرگ را ہر روز پُر کُند از نباتِ وریاحین[2] کہ

کو روز گھاس اور خوشبودار پودوں سے بھر دیتا ہے تاکہ رات تک

تا علفِ آں گاؤ باشد تا بشب آں گاؤ ہمہ را بچرد و فربہ

اس بیل کے لئے چارا رہے وہ بیل سب کو چر لیتا ہے اور پہاڑ کی

شود چوں کوہ پارہ چوں شب شود خوابش نبرد از غصّہ و

طرح موٹا ہو جاتا ہے جب رات ہو جاتی ہے اس کو رنج اور ڈر سے نیند

خوف کہ ہمہ صحرا را چریدم فردا چہ خورم تا ازیں غصّہ لاغر

نہیں آتی ہے کہ میں نے تمام جنگل چر لیا کل کو کیا چروں گا یہاں تک کہ وہ اس

شود ہمچوں خلال روز برخیزد ہمہ صحرا را سبز تر و انبوہ تر بیند

رنج سے تنکے کی طرح لاغر ہو جاتا ہے ہر روز اٹھتا ہے تمام جنگل کو زیادہ سبز اور

از وے باز بخورد و فربہ شود باز شبش ہماں غم بگیرد سالہاست

زیادہ گھنا دیکھتا ہے اس میں سے بھر کھاتا ہے اور موٹا ہو جاتا ہے پھر رات کو اسے وہی غم

کہ اُو ہمچنیں مے بیند و اعتماد نمی کند

اپکڑتا ہے سالوں گذر گئے ہیں کہ وہ یہی دیکھ رہا ہے اور بھروسہ نہیں کرتا ہے

یک جزیرہ سبز ہست اندر جہاں — اندر و گاویست تنہا خوش دہاں

دنیا میں ایک سبز جزیرہ ہے اس میں ایک اکیلا بیل عمدہ گھاس چرنے والا ہے

جملہ[3] صحرا را چرد اُو تا بشب — تا شود زفت و عظیم و منتجب

وہ رات تک تمام جنگل کو چر لیتا ہے جس کہ موٹا اور بڑا اور بزرگ بن جاتا ہے

شب ز اندیشہ کہ فردا چہ خورم — گردد اُو چوں تارِ مو لاغر ز غم

رات میں اس ڈر سے کہ کل کو کیا کھاؤں گا؟ وہ غم سے بال کی طرح کمزور ہو جاتا ہے

چوں برآید صبح گردد سبز دشت — تا میاں رستہ قبیلِ سبز و کشت

جب صبح ہوتی ہے جنگل سبز ہو جاتا ہے سبز چارا اور کھیتی کہ تک ہوتی

[1] حکایت۔ اس حکایت کو یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح اس بیل کی بے صبری نفس اور رزق کے غم میں گھلا جاتا تھا یہی حال انسان کا ہے۔

[2] ریاحین۔ خوشبودار نباتات بقال۔ دانت کریدنے کا تنکا خوش دہاں۔ عمدہ خوراک کھانے والا۔

[3] جملہ صحرا۔ سارا سبزہ زار ہر بیل اکیلا ہے دن بھر چرب کھاتا اور موٹا تازہ بن جاتا۔ منتجب۔ نجیب، بزرگ۔ شب۔ رات بھر اس غم میں رہتا کہ میں نے سب چر لیا کل کھاؤں گا۔ کھاؤں اب کل کو کیا کھاؤں گا۔ قبیل۔ سبز چرا خرد۔

اندر افتد گاؤ با جوعُ البقر[1]
بیل جوع البقر کے ساتھ اس میں گھس جاتا ہے

تا بشب آں را چرد او سر بسر
رات تک وہ اس کو چر جاتا ہے

باز رفت و فربہ و لمتر شود
پھر موٹا اور تازہ اور بھاری بن جاتا ہے

آں تنش از بیہ و قوت پر شود
اس کا بدن چربی اور طاقت سے بھر جاتا ہے

باز شب اندر تپ افتد از فزع
وہ پھر رات کو گھبراہٹ کے بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے

تا شود لاغر ز خوفِ منتجع
چراگاہ کے ڈر سے لاغر ہو جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد فردا وقتِ خور
کہ کھانے کے وقت میں کل کو کیا کھاؤں گا؟

سالہا این ست کارِ آں بقر
اس بیل کی سالوں یہی حالت رہی

ہیچ نیندیشد کہ چندیں سال من
وہ کبھی نہ سوچتا کہ اتنے سال سے میں

میخورم زیں سبزہ زار و زیں چمن
اس سبزہ زار اور اس چمن کو چر رہا ہوں

ہیچ[2] روزے کم نیاید روزیم
کسی دن بھی میری روزی کم نہیں ہوتا ہے

چیست ایں ترس و غم و دلسوزیم
پھر میرا یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے؟

باز چوں شب میشود آں گاؤ رفت
پھر جب رات ہوتی وہ موٹا بیل

نیشود لاغر کہ آوہ رزق رفت
لاغر ہو جاتا کہ ہائے رزق ختم ہو گیا

نفس آں گاؤست و آں دشت ایں جہاں
نفس وہ بیل ہے اور یہ دنیا وہ جنگل ہے

کوہمی لاغر شود از خوفِ نان
جو روٹی کے ڈر سے لاغر ہوا جاتا ہے

کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب
کہ حیرت ہے میں آئندہ کیا کھاؤں گا؟

لوتِ[3] پوتِ خوردہ را ہم یاد آر
کھائے ہوئے مرغن کھانوں کو یاد کر

ترکِ مستقبل کن و ماضی نگر
آئندہ کو چھوڑ اور ماضی پر غور کر

سالہا خوردی و کم نامد ز خور
تو نے سالوں کھایا اور وہ کھانے سے کم نہ ہوا

منگر اندر غابر و کم باش زار
مستقبل کو نہ دیکھ اور بدحال نہ بن

قصۂ آں گاؤ را یکسوئے نہ
اس بیل کا قصہ ایک طرف رکھ

زاں خر و زاں شیرِ نر پیغام دہ
اس گدھے اور نر شیر کا پیغام دے

صید کردنِ شیر آں خر را و تشنہ شدنِ شیر از کوشش و رفتن

شیر کا اس گدھے کو شکار کر لینا اور محنت کی وجہ سے شیر کا پیاسا ہو جانا اور چشمہ پر جانا

[1] جوعُ البقر: وہ مرض ہے جس میں انسان کا کسی حالت میں پیٹ نہیں بھرتا ہے۔ لنگر موٹا، فزع: گھبراہٹ، بنتجع: چراگاہ، ساہا: ایک عرصہ دراز تک اس بیل کی یہی حالت رہی کہ دن کو کھا کر موٹا ہو جاتا اور رات کو اس کی فکر میں دبلا ہو جاتا اور کبھی یہ نہ سوچا یہ خوف بیجا ہے اتنے سال گذر گئے اور مجھے بہر حال روز خوراک حاصل ہوتی ہے۔

[2] ہیچ: وہ کبھی یہ نہیں سوچتا کہ کسی روز بھی روزی کم نہیں ہو رہی ہے تو میں غم کیوں کروں۔ نفس: انسان کے نفس کو بیل، بھوکا اور دنیا کو یہ جنگل۔ کہا ہے۔ انسان اس لشکر میں گھستا ہے کہ کل کو کیا کھاؤں گا۔ ترک: انسان کو چاہیے کہ ماضی پر نظر رکھ کر مستقبل کی فکر چھوڑ دے۔

[3] لوت: یہ یاد رکھ کہ کس قدر لذیذ غذائیں کھاتا رہا ہے خدا اسی طرح دے گا آئندہ کی فکر میں نہ پڑ۔ صید کردن: شیر نے گدھے کو شکار کر لیا اس محنت میں شیر کو پیاس لگی تو وہ پانی پینے چلا گیا لومڑی نے اس دوران گدھے کا دل، جگر، گردہ کھا لیا شیر نے آکر دریافت کیا کہ دل گردہ کہاں ہے تو لومڑی نے جواب دیا اگر گدھے کے دل گردہ ہوتے ہے تو دو تیرے پہلے حملہ کے بعد دوبارہ بھاگنے سے تیرے پاس کیسے آجاتا۔

بہ چشمہ تا آب خورد تا باز آمدن شیر روباہ جگر بند و دل و گردہ

تاکہ پانی پیئے، شیر کے واپس آنے تک لومڑی گدھے کا جگر اور دل اور گردہ کھا چکی

خر را خوردہ بود کہ لطیف تر ست شیر طلب کرد دل و

تھی کیونکہ کھا چکا تھا شیر نے تلاش کیا تو دل اور جگر نہ پایا

جگر نیافت از روبہ پرسید کہ دل و جگر و گردہ کجاست

لومڑی سے دریافت کیا کہ دل اور جگر اور گردہ کہاں ہے؟

روبہ گفت اگر او را دل و جگر بودے آنچناں بیاتے کہ

لومڑی نے کہا، اگر اس کے دل و جگر ہوتا تو وہ سختی جو اس نے اس دن دیکھی نہ تھی

دیدہ بود آں روز ہزار حیلہ جان بردہ بود کے بر تو باز آمدے

جس سے ہزار حیلہ سے جان بچائی تھی تو تیرے پاس کب آتا؟

[1] لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ

اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے

بُرد خر را و روبہک تا پیش شیر — پارہ پارہ کردش آں شیر دلیر

لومڑی گدھے کو شیر کے سامنے لے گئی — اس بہادر شیر نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے

تشنہ شد از کوشش آں سلطان دد — رفت سوئے چشمہ تا آبے خورد

محنت کی وجہ سے وہ درندوں کا بادشاہ پیاسا ہو گیا — چشمہ کی جانب گیا تاکہ پانی پی لے

[2] روبہک خورد آں جگر بند و دش — آں زماں چوں فرصتے شد حاش

لومڑی اس کا جگر اور دل کھا گئی — اس وقت چونکہ اس کو موقع ملا

شیر چوں واگشت از چشمہ بخور — جست در خر دل نہ دل بُد نے جگر

شیر جب چشمہ سے خوراک کی جانب واپس آیا — گدھے میں دل ہوتا یا نہ دل تھا نہ جگر

[3] گفت سوبہ را جگر کو دل چہ شد — کہ نباشد جانور را زیں دو بُد

لومڑی سے کہا جگر کہاں ہے، دل کیا ہوا — جانور میں یہ دونوں لازمی ہوتے ہیں

گفت اگر بودے ورا دل یا جگر — بے بدیں جا آمدے بارِ دگر

اس نے کہا اگر اس کے دل یا جگر ہوتا — تو دوبارہ اس جگہ کب آتا؟

آں قیامت دیدہ بود و رستخیز — واں ز کوہ افتادن و ہَول و گریز

اس نے قیامت اور حشر دیکھا تھا — وہ پہاڑ سے گرنا اور خوف اور بھاگ دوڑ

[1] لَوْ كُنَّا: دوزخی دوزخ میں کہیں گے اگر ہم سچی بات سن لیتے اور سمجھ جاتے تو آج دوزخ میں نہ ہوتے۔ روبہک: لومڑی، سلطان دد: درندوں کا بادشاہ، شیر۔

[2] روبہک: جب شیر پانی پینے چلا گیا تو لومڑی کو موقع ملا گدھے کا دل اور جگر کھا گئی۔ شیر شیر نے واپس آکر دیکھا تو گدھے کا دل و جگر موجود نہ تھا۔

[3] گفت: شیر نے لومڑی سے کہا دل اور جگر تو ہر جانور میں ضرور ہوتے ہیں وہ اس گدھے کے کہاں ہیں۔ اگر تو نے لومڑی نے کہا اگر اس گدھے کے دل و جگر ہوتا تو یہ دوبارہ تیرے پاس کیسے آتا۔ اس قیامت اس گدھے نے تیرا قیامت خیز حملہ دیکھا تھا اور پہاڑ پر سے نیچے گرا تھا۔

گر جگر بودے[1] ورا یا دل بُدے
اگر اُس کے جگر ہوتا یا دل ہوتا

بارِ دیگر کے برِ تو آمدے
دوبارہ تیرے پاس کیسے آتا؟

چوں نباشد نورِ دل دل نیست آں
جب دل میں نور نہ ہو تو وہ دل نہیں ہے

چوں نباشد روح جز گِل نیست آں
جب روح نہ ہو تو مٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

آں زجاجے کو ندارد نورِ جاں
وہ شیشہ، جو جان کا نور نہیں رکھتا

بول قارورہ است قندیلش مخواں
اُس کو قندیل نہ کہہ وہ پیشاب کی شیشی ہے

نورِ مصباح ست دادِ ذوالجلال
چراغ کا نور خدا کی عطا ہے

صنعتِ خلقت آں شیشہ و سفال
شیشہ اور دیوا مخلوق کی کاریگری ہے

لاجرم[2] در ظرف باشد اعتدال
لامحالہ ظرف میں تعدد ہے

در لہب ہا نبود الّا اتحاد
روشنیوں میں اتحاد کے سوا کچھ نہیں ہے

نورِ شش قندیل چوں آمیختند
جب چھ قندیلوں کا نور ملا دیا

نیست اندر نورِ شاں اعداد و چند
اُن کے نور میں تعدد اور شمار نہیں ہے

آں جہود از ظرفہا مشرک شدند
یہودی ظرفوں کی وجہ سے مشرک بن گیا

نور دید آں مومن و مُدرک شدست
مومن نے نور دیکھا وہ شناسا بن گیا

چوں نظر بر روح اُفتد مر ورا
چونکہ اُس کی نگاہ روح پر پڑتی ہے

پس یکے بیند خلیل و مصطفےٰ
اِس لئے خلیلؑ اور مصطفیٰؐ کو ایک دیکھتا ہے

چوں نظر بر ظرف اُفتد روح را[3]
جب روح کی نظر ظرف پر پڑتی ہے

پس دو بیند شیثؑ و نوحؑ را
وہ شیثؑ اور نوحؑ کو دو دیکھتا ہے

جُو کہ آبش ہست جُو خود آں بُود[4]
جس نہر میں پانی ہے، نہر وہی ہے

آدمی آنست کو را جاں بُود
آدمی وہی ہے، جس میں جان ہو

ایں نہ مردانند اینہا صورت اند
یہ مرد نہیں ہیں، یہ صورتیں ہیں

مُردہ نانند و کُشتہ شہوتند
روٹی پر جان دینے والے ہیں اور شہوت پر قربان ہیں

حکایتِ آں راہب کہ روز با چراغ میگشت در میانِ بازار

اُس درویش کی حکایت جو دن میں چراغ لئے ہوئے بازار میں چکر لگاتا تھا اُس

بازار از بہرِ حالتے کہ اُورا بُود

باطنی حالت کی وجہ سے جو اُس کو حاصل تھی

---

[1] اگر جگر بودے۔ اگر دل کو جگر ہوتا تو یہ دوبارہ نہ آتا۔ چوں نباشد جس عضو کا جو کام ہے اگر وہ عضو اپنا کام نہیں کرتا تو گویا وہ عضو ہی نہیں ہے دل میں جب نور نہ ہو تو وہ دل نہیں۔ انسان میں روح نہ ہو تو وہ محض مٹی کا پُتلا ہے۔

آں زجاج جس شیشہ میں روشنی نہیں وہ قندیل نہیں بلکہ پیشاب کی شیشی ہے۔ بیشتر۔ یعنی قندیل کا شیشہ۔ سفال۔ یعنی مٹی کا چراغ۔

[2] لاجرم۔ چراغوں اور قندیلوں میں تعدد اور دوئی ہے اُن کی روشنی جو ملتی ہے اُس میں وحدت ہے۔ آں جہود۔ یہود نے انبیاء کے اجسام پر نظر کی تو ان میں تعدد سمجھا بعض پر ایمان لائے اور بعض کا کفر کر دیا، مومن نے اجسام اور ظروف پر نظر نہ کی بلکہ روح اور نور کو دیکھا جس میں وحدت ہے تو اُس کا عقیدہ ہوا کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ۔ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں:

[3] چوں۔ نہر تو وہی ہے جس میں پانی ہو آدمی وہی ہے جس میں روح ہو۔ ایں۔ عوام انسان نہیں ہیں مُردے ہیں یہ لوگ زندہ بھی نہ سمجھو یہ شہوت اور روٹی کے مقتول ہیں۔ حکایت اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ بظاہر انسان بہت ہیں لیکن وہ انسان جن میں انسانیت ہو کمیاب ہیں۔

آں[1] یکے با شمع بر میگشت روز
ایک شخص دن میں چراغ لئے ہوئے گھومتا تھا

بُوالفضولے گفت اُورا کاے فلاں
ایک بیہودہ نے اُس سے کہا کہ اے فلاں!

ہیں چہ میجوئی بسوئے ہر دکاں
ہر دکان کے پاس تو کیا ڈھونڈتا ہے؟

درمیانِ روزِ روشن چیست لاغ
روشن دن میں (یہ) کیا مذاق ہے؟

کہ بُودے از حیاتِ آں دمے
جو اُس سانس کی زندگی سے زندہ ہو

می نیابم ہیچ و حیراں گشتہ ام
میں کسی کو نہیں پاتا ہوں اور حیران ہو گیا ہوں

مرد مانند آخر اے دانائے حُر
اے عقلمند آزاد! آخر انسان ہی ہیں

در رہِ خشم و بہنگامِ شرہ
غصہ کے راستہ میں اور حرص کے وقت

طالبِ مردے دوانم کو بکو
میں ایسے انسان کی طلب میں کوچہ بکوچہ دوڑتا ہوں

تا فدائے اُو کنم امروز جاں
تاکہ آج میں اُس پر جان قربان کر دوں

غافل از حکمِ قضائی نیک نیک
تو (اللہ کی) قضا کے حکم سے بالکل غافل ہے

فرع مائیم اصل اُحکامِ قدر
ہم شاخ ہیں، تقدیر کے احکام اصل ہیں

صد عطارد را قضا ابلہ کند
قضا سینکڑوں عطارد کو بے وقوف بنا دیتی ہے

گرد بازارو دلش پُر عشق و سوز
بازار میں، اور اُس کا دل عشق و سوز سے پُر تھا

ہیں چہ میجوئی بسوئے ہر دکاں
ہر دکان کے پاس تو کیا ڈھونڈتا ہے؟

درمیانِ روزِ روشن چیست لاغ
روشن دن میں (یہ) کیا مذاق ہے؟

کہ بُودے از حیاتِ آں دمے
جو اُس سانس کی زندگی سے زندہ ہو

می نیابم ہیچ و حیراں گشتہ ام
میں کسی کو نہیں پاتا ہوں اور حیران ہو گیا ہوں

گفت مردے ہست ایں بازار پُر
(فضولی) مرد نے کہا: یہ بازار بھرا ہوا ہے

گفت خواہم[2] مرد بر جادہ دورہ
اُس نے کہا میں دور راہ پر انسان چاہتا ہوں

وقتِ خشم و وقتِ شہوت مرد کُو
غصہ کے وقت اور شہوت کے وقت انسان کہاں ہے؟

کُو دریں دو حال مردے در جہاں
دنیا میں اِن دو حالتوں میں انسان کہاں ہے؟

گفت[3] نادر چیز میجوئی ولیک
اُس نے کہا تو کمیاب چیز تلاش کرتا ہے لیکن

ناظرِ فرعی ز اصلے بے خبر
تو شاخ کو دیکھنے والا ہے اصل سے بے خبر ہے

چرخِ گرداں را قضا گمرہ کُند
قضا گھومنے والے آسمان کو گمراہ کر دیتی ہے

---

[1] آں یکے۔ ایک شخص کا حال ہے عاشق دن میں چراغ جلائے ہوئے کچھ ڈھونڈتا پھرتا تھا۔ دن میں چراغ کی روشنی سے تماش کرنا مذاق اور دل لگی کی بات ہے تو چراغ لے کیا تلاش کر رہا ہے۔ گفت۔ اُس عاشقِ خدا نے کہا میں ہر باب ایسے آدمی کی تلاش میں ہوں جو اللہ کی عطا کردہ رُوح سے زندہ ہو اور مجھے کوئی انسان نہیں ملتا ہے۔ مردانند۔ پس بیہودہ شخص نے کہا کہ یہ سارا بازار انسانوں سے پٹا پڑا ہے اور تجھے کوئی انسان نظر نہیں آتا۔

[2] خواہم مرد۔ اُس عاشقِ خدا نے کہا میں ایسے انسان کی تلاش میں ہوں جو دو حالتوں یعنی غصہ اور حرص کے وقت سیدھے راستہ پر چلتا ہو۔ وقتِ خشم (شعر) نظر آدمی اُسکو نہ جانیے گا جو وہ کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا۔ جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی۔ جسے عیش میں خوفِ خدا نہ رہا۔ تو۔ اگر ایسا آدمی مجھے مل جائے تو میں اُس پر جان قربان کر دوں۔

[3] گفت۔ اُس شخص نے کہا ایسا انسان نادر اور کمیاب ہے اس کا بتلانا دشوار ہے تو تقدیرِ خداوندی کے حکم سے غافل ہے اور انسان کے افعال کو اس کا اختیاری فعل سمجھتا ہے۔ تاکہ۔ انسان کا اپنا اختیار کہاں ہے اصل تو تقدیرِ خداوندی ہے۔

پھر۔ تقدیرِ خداوندی آسمان کو بھی راستہ سے بھٹکا دیتی ہے مطارد ستارہ جو آسمان کا منشی ہے اُس کو تقدیر اصل بنا دیتی ہے۔

تنگ[1] گرداند جہانِ چارہ را — آب گرداند حدید و خارہ را

وہ تدبیر کی دنیا کو تنگ کر دیتی ہے — وہ لوہے اور (سنگ) خارہ کو پانی بنا دیتی ہے

اے قرارے دادہ رہ را گام گام — خام خامی خام خامی خام خام

اے (وہ کہ تو نے) قدم بقدم راستے کو قرار دیا ہے — تو کچا ہی کچا ہے، کچا ہی کچا ہے، کچا، کچا

چوں بدیدی گردشِ سنگ آسیا — آبِ جوُرا ہم ببیں آخر بیا

جبکہ تو نے پن چکی کے پتھر کے چکر کو دیکھا ہے — آ، بالآخر نہر کے پانی کو بھی دیکھ لے

خاک را دیدی برآمد بر ہوا — درمیانِ خاک بنگر باد را

تو نے ہوا پر گرد کو دیکھا ہے — گرد کے درمیان ہوا کو دیکھ لے

دیگہائے[2] فکر می بینی بجوش — اندر آتش ہم نظر می کُن بہوش

تو نے فکر کی دیگوں کو جوش میں دیکھا ہے — ہوش سے آگ کو بھی دیکھ لے

گفت حق ایوّب را در مکرمت — من بہر موئیت صبرے دادمت

اعزاز میں اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) ایوبؑ سے فرمایا — میں نے تجھے ہر ہر بال کی برابر صبر دیدیا ہے

ہیں بصبرِ خود مکُن چندیں نظر — صبر دیدی صبر دادن را نگر

خبردار! اپنے صبر پر زیادہ نظر نہ کر — تو نے صبر دیکھا ہے، صبر دینے کو دیکھ لے

چند بینی گردشِ دولاب را — سر برول کن ہم ببیں میراب را!

رہٹ کی گردش کو کب تک دیکھے گا؟ — سر باہر کر نکال، پانی دینے والے کو بھی دیکھ لے

تو ہمی گوئی کہ می بینم ولیک — دیدِ آنرا بس علامتہاست نیک

تو کہتا ہے میں دیکھ رہا ہوں، لیکن — اس کے دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں

گردشِ[3] کف را چو دیدی منتصر — حیرتت باید بدریا در نگر

جب تو نے دریا کے منتظر جھاگ دیکھے — تجھے حیرت درکار ہے، دریا کو دیکھ

آنکہ کف را دید سر کوباں بُوَد — وآنکہ دریا دید او حیراں بُوَد

جس نے جھاگ کو دیکھا اُس نے سر پیٹا — جس نے دریا دیکھا وہ حیران ہے

آنکہ کف را دید نیتہا کُند — وآنکہ دریا دید دل دریا کُند

جس نے جھاگ کو دیکھا وہ نیتیں کرتا ہے — اور جس نے دریا دیکھا وہ دل کو دریا بنا لیتا ہے

آنکہ جو بعض تعینات کو دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو بالکل دریائے حقیقت سے جدا سمجھتا ہے اپنے عمل کو اپنی طرف منسوب سمجھ کر مختلف نیتیں اچھی بُری کرتا ہے۔ وآنکہ دریا جس نے بحرِ حقیقت کو دیکھ لیا ہے اُس کا دل اس قدر وسیع ہے کہ وہ سب کچھ منجانب اللہ سمجھتا ہے۔

---

[1] تنگ: تقدیر کے سامنے تدبیر ہیچ ہے لوہے اور سنگ خارہ کو تقدیر پانی کر دیتی ہے۔ اے تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ راستہ تیرے قدم لے کر آئے ہیں یہ تیری خام کاری ہے سب کچھ تقدیر کرتی ہے۔ چنانچہ پن چکی تو ظاہری اسباب پر نگاہ رکھتا ہے اور حقیقی سبب سے غافل ہے۔ خاک۔ تو ظاہر پر نظر رکھتا ہے حقیقت اور باطن تجھ سے پوشیدہ ہے۔

[2] دیگہا: جس طرح دیگ بغیر آگ کے جوش نہیں کھاتی اسی طرح اسباب ظاہری بغیر مؤثر حقیقی کے کچھ اثرات نہیں رکھتے ہیں۔ گفت۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے خدا نے انکو بھی یہ حکم دیا تھا کہ اپنے صبر کو نہ دیکھ صبر دینے والے کو دیکھ۔ چند بینی۔ رہٹ کو نہ دیکھ رہٹ چلانے والے کو دیکھ۔ تو ہمی۔ تیرا دعویٰ تو یہ ہے کہ تو حقیقی سبب کو دیکھتا ہے لیکن حقیقی سبب کو دیکھنے والے کی ایک علامت بھی تیرے اندر نہیں ہے۔

[3] گردش: یعنی ان تعینات کی جو بہت تھوڑے ہیں تو نے یہ چہل پہل دیکھی ہے اگر مقام حیرت میں پہنچتا تو دریائے حقیقت ذاتِ باری تعالیٰ پر نظر کرتا آنکہ۔ جو صرف تعینات پر نظر رکھتا ہے اور انکو دریا سے جدا چیز سمجھتا ہے وہ لاحاصل کوشش کرتا ہے جو شخص دریائے وحدت پر نظر رکھتا ہے اُس کو محو و حیرانی حاصل ہوتی ہے۔

آنکہ[1] کفہا دیدہ باشد در شمار — وآنکہ دریا دیدۂ شد بے اختیار
جس نے جھاگوں کو دیکھا گو گنتی میں ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے اختیار ہو گیا

آنکہ کف را دید در گردش بود — وآنکہ دریا دید او بیغش بود
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ چکر میں ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے کھوٹ ہے

آنکہ کف را دید بیگارش کند — وآنکہ دریا دید بردارش کند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس سے بیگار لیتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ اسکو سولی پر چڑھا دیتا ہے

آنکہ کف را دید گردد مست[2] او — وآنکہ دریا دید باشد غرقِ ہُو
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس کا مست بنجاتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ خدا میں غرق ہو جاتا ہے

آنکہ کف را دید آید در سخن — وآنکہ دریا دید شد بے ما و من
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ باتیں بناتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بیخود اور بے انانیت کے ہو جاتا ہے

آنکہ کف را دید پالودہ شود — وآنکہ دریا دید آسودہ شود
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ صاف کیا جاتا ہے — اور جس نے دریا کو دیکھا وہ آرام سے ہو جاتا ہے

دعوت کردن مسلمان مر مُغے را باسلام و جواب او

مسلمان کا ایک آتش پرست کو اسلام کی دعوت دینا اور اس کا جواب

مر مُغے را گفت مردے کاے فلاں — ہیں مسلماں شو بباش از مومناں
ایک شخص نے ایک آتش پرست سے کہا اے فلاں — خبردار! مسلمان ہو جا، مومنوں میں سے ہو جا

گفت[3] اگر خواہد خدا مومن شوم — ور فزاید فضل ہم موقن شوم
اس نے کہا اگر خدا چاہے گا میں مومن بن جاؤں گا — اگر زیادہ مہربانی کرے گا صاحب یقین بنا دیگا

گفت میخواہد خدا ایمانِ تو — تا رہد از دستِ دوزخ جانِ تو
اس نے کہا خدا تیرے ایمان کا خواہشمند ہے — تاکہ تیری جان دوزخ کے ہاتھ سے نجات پا جائے

لیک نفسِ نحس و آں شیطانِ زشت — می کشندت سوئے کفر و بُت کُنشت
لیکن منحوس نفس اور بد شیطان — تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے

گفت اے منصف چو ایشاں غالبند — یارِ او باشم کہ باشد زورمند
اس نے کہا اے منصف! جب وہ غالب ہیں — میں اس کا دوست بنوں گا جو طاقت ور ہو

---

[1] آنکہ کفہا۔ جو شخص دریائے حقیقت سے غافل ہے اور محض مُجلسوں اور جھاگوں کو دیکھ رہا ہے وہ اپنے افعال کو شمار کرتا ہے کہ کچھ اختیاری اور کچھ اضطراری ہیں اور وہ شخص جس کی نظر دریا پر ہے اپنے اختیاری افعال کو بھی سمجھتا ہے کہ یہ اختیار بھی خدا کا عطا کردہ ہے۔ خوش بُود یعنی ایسے شخص کو سکون حاصل نہیں ہوتا۔ بے غش و خوش یعنی اس کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ بیگار کش۔ یعنی دنیا کے دھندوں سے لگتا ہے اور اُخروی اجر سے محروم رہتا ہے۔ بر دار کش کند۔ وہ مخلوق کو فنا کر کے خالق کی خدمت میں لگ جاتا ہے۔

[2] مست او۔ مخلوق میں مست ہو کر خدا سے غافل ہو جاتا ہے۔ غرقِ ہو۔ یعنی فنا فی اللہ۔ در سخن۔ مصرع آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد پالودہ۔ یعنی مجاہدوں کے ذریعہ صاف کیا جاتا ہے۔ جمیع ہفتش پرست۔

[3] گفت۔ اس آتش پرست نے کہا اگر خدا چاہے گا تو میں مومن بن جاؤں گا اور اگر مزید مہربانی ہوئی تو پھر موقن یعنی وہ مومن جس کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہو بن جاؤں گا۔ میخواہد۔ مسلمان نے کہا خدا تجھے مومن بنانا چاہتا ہے۔ تاکہ تجھے دوزخ سے نجات مل جائے لیکن تیرا نفس اور شیطان تجھے کفر اور بت خانے کی جانب کھینچ لیتے ہیں۔

یارِ آں تا نم بدن کو غالب ست
میں اُس کا یار بنوں گا جو غالب ہے

اُس طرف اُفتم کہ غالب جاذب ست
میں اُس طرف جھکوں گا جو زیادہ کھینچنے والا ہے

چوں خدا میخواست از من صلحِ دفت
جب خدا مجھ سے پختہ چھٹکارا چاہتا ہے

خواستش چہ سُود چوں پیشش نرفت
اسکے چاہنے کا کیا فائدہ جبکہ اُس کی نہیں چلتی ہے؟

نفس و شیطاں خواہشِ خود پیش بُرد
نفس اور شیطان کی اپنی خواہش چل

واں عنایت قہر گشت و خرد و مُرد
وہ مہربانی مغلوب اور ریزہ ریزہ ہو گئی

تو یکے قصر و سرائے ساختی
تو نے ایک محل اور سرائے بنائی

اندر و صد نقشِ خوش افراختی
اُس میں تو نے اچھے نقش بنائے

خواستی مسجد شود آں جائے خیر
تو نے چاہا وہ اچھی جگہ مسجد بنے

دیگرے آمد مر آنرا ساخت دیر
دوسرا آیا اُس نے اُس کو بُت خانہ بنا لیا

یا تو با فیدی یکے کرباس تا
یا تو نے سوت بُنا تاکہ

خوش بسازی بہرِ پوشیدن قبا
پہننے کے لئے اچھی قبا بنائے

تو قبا میخواستی خصم از نبرد
تو نے قبا (بنانی) چاہی دشمن نے مخالفت سے

رغمِ تو کرباس را شلوار کرد
تیرے برخلاف کپڑا کو شلوار کر دیا

چارۂ کرباس چہ بُود جانِ من
اے میری جان! کپڑے کے لئے کیا چارہ ہوگا؟

جُز زبوں شد جرم ایں کرباس چیست
وہ مغلوب ہو گیا اُس کپڑے کی کیا خطا ہے؟

اُو زبوں نشد جرم ایں کرباس چیست
جو غالب سے مغلوب نہیں ہے وہ کون ہے؟

چوں کسے ناخواہِ اُو بر وے براند
جب کسی نے اُس کے خلاف اُس پر حملہ کیا

خاربُن در ملک و خانہ اُو نشاند
اُس کی کھیت اور گھر میں کانٹوں کی جھاڑی لگا دی

صاحبِ خانہ بدیں خواری بُود
گھر والا اِس ذلت میں ہو

کایں چنیں بر وے خلافت میرود
کہ اِس طرح کی اُس پر حکومت ہو

ہم خلق گردم من ار تازہ دنوم
میں بھی برگزیدہ بن جاؤں گا خواہ تازہ اور نیا ہوں

چونکہ بارے ایں چنیں خوارے شوم
جبکہ میں ایسے کمزور کا دوست بن جاؤں

چونکہ خواہِ نفس آمد مستعاں
جبکہ نفس کی خواہش مددگار ہے

تسخر آمد ایں شا را للہ کاں
تو جو اللہ نے چاہا ہوا مذاق ہے

۱؎ یا رِ آتش پرست نے کہا جبکہ نفس اور شیطان کا چلا ہوا ہو رہا ہے تو وہ ٹکڑے ہیں اور مجھے توحید کا ساتھ دینا چاہیئے چونکہ خدا اگر خدا مجھ سے چھٹکارا چاہتا ہے اور نفس و شیطان کے مقابلہ میں اُس کی کچھ نہیں چلتی ہے تو اسکے چاہنے کا کیا فائدہ ہے۔ خرد و مُرد۔ ریزہ ریزہ۔

۲؎ یا تو۔ اگر تو نے کپڑا اس لئے بنا کہ تو اُس کی قبا بنائے اور تیرا مخالف اگر اسکو شلوار بنا دے تو کپڑے کیلئے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے۔ چارہ۔ کپڑے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ غالب کے سامنے مغلوب ہو جائے اور وہ جو کچھ اس کو بنانا چاہے بنجائے۔ چوں کہ جب کوئی شخص کسی پر غالب ہو جاتا ہے تو اُس کا سب کچھ بگاڑ دیتا ہے۔

۳؎ صاحبِ خانہ۔ غاصب کے مقابلہ میں گھر کا مالک عاجز ہو جاتا ہے اور اُس پر دوسرا حکمرانی کرتا ہے جو ہم خلق۔ کمزور کا ساتھی بھی ذلیل ہوتا ہے۔ چونکہ۔ جب نفس اور شیطان غالب ہو تو یہ کہنا کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے ایک مذاق کی بات ہے۔

من[1] اگر ننگِ مُغاں یا کافرم
میں اگر آتش پرستوں کے لئے ننگ یا کافر ہوں

آں نیَم کہ بر خدا ایں ظن برم
میں وہ نہیں ہوں کہ خدا پر اس طرح کا گمان کروں

گر کسے ناخواہ او ور غم او
اگر کوئی اُسکی خواہش کے بغیر اور اُسکی وقت کے ناحق

گر دد اندر مُلکتِ او حکم جو
اُس کی ملک میں حاکم ہو

مُلکتِ او را فرو گیرد چنیں
اُس کی مملکت پر اس طرح قبضہ جمالے

کہ نیارد دم زدن دم آفریں
کہ دم کو پیدا کرنے والا دم نہ مار سکے

دفعِ او میخواہد و می بایدش
وہ اُس کو دفع کرنا چاہے اور اُسکو کرنا چاہیے

زیو ہر دم غصّہ می افزایدش
شیطان ہر وقت اُس کا غصہ بڑھائے

بندۂ ایں دیو میباید شدن
اُس شیطان کا بندہ ہونا چاہیئے

چونکہ غالب اُوست در ہر انجمن
جسکہ ہر مجلس میں وہ غالب ہے

تا مبادا[2] کیں کشد شیطان ز من
تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان مجھ سے کینہ وری کرے

پس چہ دستم گیرد آنجا ذوالمنن
تو اُس جگہ خدا میری دستگیری کرے گا؟

آنکہ او خواہد مُرادِ او شود
جو وہ (شیطان) چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے

از کہ کارِ من دگر نیکو شود
پھر کس دوسرے سے میرا کام اچھا ہوگا

مثلِ شیطان بر درِ رحمٰن

رحمٰن کے در پر شیطان کی مثال

حاش لِلّٰہ ایں شہ اللہ کاں
اللہ پاک ہے! جو اُس نے چاہا ہوا

حاکم آمد در مکان و لامکاں
وہ مکان اور لامکان میں حاکم ہے

ہیچکس در مُلک او بے امرِ او
کوئی شخص اُس کے حکم کے بغیر اُسکی ملک میں

در نیفزاید سرِ یک تارِ مُو
ایک بال برابر زیادتی نہیں کر سکتا ہے

مُلک[3] مُلکِ اُوست فرمان آنِ او
سلطنت اُس کی سلطنت ہے، حکم اُس کا ہے

کمترین سگ بر درآں شیطانِ او
اُس کا شیطان اُس کے دروازہ پر ادنیٰ کتا ہے

تُرکماں را گر سگے باشد بدر
اگر ترکمان کے دروازے پر کتا ہو

بر درش بنہادہ باشد روئے و سر
اُس کے دروازے پر منہ اور سر رکھے ہوتا ہے

حفاظت کے لئے یہ لوگ کتے بھی پالتے تھے گھر کے بچے اُن کتوں کی دُمیں کھینچتے تھے لیکن اجنبی انسان پر وہی کتے شیر کی طرح حملہ کر دیتے تھے۔

---

[1] من اگر۔ میں خواہ کافر یا آتش پرست ہوں تو میں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ اللہ کا چاہا ہوا نہ ہو اور شیطان اور نفس کی خواہش پوری ہو۔ گبر سے۔ آتش پرست کہتا ہے کہ میں عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ کوئی شخص خدا کی مملکت میں اُس کے برخلاف حکمرانی کر سکے اور خدا اُس کے سامنے دم بھی نہ مار سکے اور خدا دشمن کو دفع کرنا چاہے اور دشمن دفع نہ ہو اور خدا کا غصہ اور بڑھتا ہے۔ بندہ۔ اگر خدا اور شیطان کی یہی حالت ہے تو پھر خدا کی بجائے شیطان کا بندہ بن جانا چاہیئے کیونکہ خدا مغلوب اور شیطان غالب ہے۔

[2] تا مبادا۔ اس حالت میں اگر شیطان کی بجائے خدا کی بندگی کی جائے گی تو شیطان دشمن بن جائے گا اور خدا کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ آنکہ جب شیطان کا منشا پورا ہوتا ہے تو پھر شیطان کے علاوہ میرا بھلا اور کون کر سکتا ہے۔ حاش للہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اُس کا ارادہ پورا نہ ہو۔ ہیچکس۔ اُس کی خدائی میں ایک ذرہ اُس کے حکم کے خلاف نہیں ہو سکتا۔

[3] ملک۔ دنیا اور آخرت اُس کا ملک ہے شیطان بھی کے در کا معمولی کتا ہے۔ ترکمان۔ یہ خانہ بدوش قوم تھی نادہندگی اُس کا پیشہ تھا

کودکانِ خانہ دُمش میکشند
گھر کے بچے اُس کی دُم کھینچتے ہیں

باشد اندر دستِ طفلاں خوار مند
وہ بچوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے

باز اگر بیگانہ مَعبر کُند
پھر اگر کوئی اجنبی گذرتا ہے

حملہ بر وے ہمچو شیرِ نر کُند
نر شیر کی طرح اُس پر حملہ کرتا ہے

کہ[1] اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ شُد
کیونکہ وہ کفار پر سخت بن گیا

باولی گُل باعدُو چوں خار شُد
دوست کیساتھ پھول اور دشمن کیساتھ کانٹا جیسا

زآب تتماج کہ دادش ترکماں
بچے مرغے کی وجہ جو ترکمان نے اُسے دیا

آنچناں وافی شد ست و پاسباں
ایسا وفادار اور محافظ بن گیا

پس سگِ شیطاں کہ حق مستش کُند
تو شیطان کتا جس کو اللہ (تعالیٰ) پیدا کرتا ہے

اندر و صد فکرت و حیلت تنَد
اُس میں سینکڑوں خیال اور حیلے ڈالتا ہے

آبرُو ہا را غذائے اُو کُند
آبروؤں کو اُس کی غذا بناتا ہے

تا بُرد او آبروئے نیک و بَد
تاکہ وہ بھلے اور بُرے کی آبرو اُڑا لے جائے

آبِ تتماج ست آبِ رُوئے عام
عوام کی آبرو پستہ حریرہ ہے

کہ سگِ شیطاں ازاں یابد طعام
کہ شیطان کتا اُس سے غذا حاصل کرتا ہے

بر درِ[2] خرگاہِ قُدرت جانِ اُو
اُس کی جان قدرت کے خیمہ کے دروازے پر

چوں نباشد حکم را قرباں بگو
حکم پر قربان کیسے نہ ہوگی! بتا

گلہ گلہ از مُرید و از مَرید
مُرید اور سرکش جماعت در جماعت

چوں سگِ باسط ذراعے بالوصید
کتے کی طرح چوکھٹ پر بازو پھیلائے ہوئے ہے

بر درِ کہفِ الوہیت چو سگ
الوہیت کے غار کے دروازے پر کتے کی طرح

ذرّہ ذرّہ امر بُجو برجستہ رگ
ذرہ ذرہ بھڑکتی ہوئی رگ کیساتھ حکم کا طالب ہے

اے[3] سگِ دیوا متحاں میکُن کہ تا
اے شیطان کتے! امتحان کر کر کب تک

چوں دریں رہ می نہند ایں خلق پا
اس راستہ میں کس طرح یہ مخلوق پاؤں رکھتی ہے

حملہ میکُن منع میکُن می نگر
حملہ کر، روک، دیکھ

تا کہ باشد مادہ اندر صدق و نر
کہ سچائی میں کون مادہ اور کون نر ہے؟

---

[1] جو دل انسان کے اختیار کے منافی نہ ہو۔

---

[1] آ۔ انکے کتوں کی یہ حالت تھی کہ مخالفوں اور اجنبیوں کے لئے سخت تھے دوستوں کے لئے پھول اور دشمنوں کے لئے کانٹا تھے۔ تاآب۔ ترکمان اُس کتے کو جو بلا دیا پلا تا تھا تو وہ اُس کے اس قدر وفادار اور محافظ بن گیا۔ پس۔ جب معمولی غذا پانے پر کتا ترکمان کا ایسا فرمانبردار ہے تو شیطان جس کو خدا نے پیدا کیا اور طرح طرح کی غذا کیا اُس کو عطا کرتا ہے۔ وہ شیطانی لوگوں کی آبرو سے غذا حاصل کرتا ہے۔

[2] بر درِ خرگاہ۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں شیطان اُس کے حکم پر کیوں قربان نہ ہوگا۔۔۔ تمام کتے خدا کے دربار میں ہر ارادتمند اور ہر سرکش کتے کی طرح اگلے ہاتھ بچھائے ہوئے بیٹھا ہے۔ وصید۔ چوکھٹ۔ صون۔ عزلت۔ سرکش۔ بر در کہف۔ اللہ کے دربار کے غار کے سامنے شیطان کتے کی طرح بیٹھا ہے جس کا ذرہ ذرہ اللہ کے حکم کا منتظر ہے۔

[3] اے سگ۔ اللہ نے شیطان کو اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ دربار میں پہنچنے والوں کا امتحان کرے اور سچائی کے فرد و مادہ کو پہچان لے اور جو سچائی میں مکمل نہیں ہیں اُن کو دربار تک نہ پہنچنے دے۔ لہٰذا شیطان

پس[1] اعوذ از بہر چہ باشد چو سگ — گشتہ باشد از ترفع تیز تگ

تر اعوذ کس لئے ہوتی ہے؟ جب کتا بڑائی کی وجہ سے تیز دوڑتا ہے

ایں اعوذ آنست اے ترک خطا — بانگ برزن بر سگ رہ برکشا

یہ اعوذ اس لئے ہے کہ اے خطا کے ترک! کتے کو دھکا اور راستہ کھلا دے

تا بیایم بر درِ خرگاہِ تو — حاجتے خواہم ز جود و جاہِ تو

تاکہ میں تیرے خیمہ کے در پر آجاؤں تیری سخاوت اور رتبہ سے حاجت کا سوال کروں

چونکہ ترک از سطوتِ سگ عاجز است — ایں اعوذ و ایں فغاں ناجائز است

جبکہ ترک (بھی) کتے کے حملے سے عاجز ہے یہ اعوذ اور یہ فریاد بیکار ہے

ترک ہم گوید اعوذ از سگ کہ من — ہم ز سگ درماندہ ام اندر وطن

ترک بھی کہے کہ میں کتے سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں بھی گھر میں کتے سے عاجز ہوں

تو[2] نمی یاری بدریں در آمدن — من نمی یارم ز در بیروں شدن

تو اس دروازے تک نہیں آسکتا میں دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا

خاک اکنوں بر سرِ ترک و سنق — کہ یکے سگ ہر دو را بندد عنق

اب ترک اور مہمان کے سر پر خاک کہ ایک کتا دونوں کی گردنیں جکڑ دے

سگ چہ باشد شیرِ نر خوں تے کند — سالہا شد باسگے درماندہ

کتا کیا ہوتا ہے؟ نر شیر خون کی قے کردے سالوں گذر گئے تو کتے سے عاجز ہے

ایکہ خود را شیرِ یزداں خواندہ — چوں[3] کند ایں سگ برائے تو شکار

اے وہ! کہ تو اپنے آپ کو خدا کا شیر کہتا ہے یہ کتا تیرے لئے شکار کب کرے گا؟

جواب گفتنِ مومن سنی مر کافرِ جبری را در اثباتِ اختیارِ بندہ[4]

بندہ کا اختیار کے ثابت کرنے میں سنی مومن کا جبری کافر کو جواب دینا

دلیل گفتن کہ سنت راہے باشد کہ کوفتہ اقدام انبیا علیہم السلام

اور دلیل بیان کرنا کہ سنت وہی راستہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے پاؤں کا روندا

---

[1] پس اعوذ۔ تو اعوذ باللہ کی تعلیم اسی لئے دی گئی ہے کہ دربار میں پہنچنے والوں پر اگر شیطان کتا بھونکے تو وہ اعوذ کے مالک کو پکار کر کہیں کہ وہ اپنے کتے کو ہٹا دے تاکہ وہ دربار تک پہنچ سکیں۔ چونکہ جب ترک خود کتے سے عاجز ہو تو پھر اعوذ پڑھنا بالکل بیکار ہے۔ ترک۔ وہ ترک خود کتے سے پناہ مانگتا ہے۔

[2] تو نمی۔ ترک یہ کہے کہ کتے کے ڈر سے تو اندر نہیں آسکتا اور میں باہر نہیں نکل سکتا۔ خاک۔ ایسے ترک اور مہمان کے سر پر خاک ہو۔۔ عاشق اللہ۔ ترک سے بات بہت بعید ہے کہ وہ کتے سے ڈرے کتا تو درکنار اس کی ٹانٹ سے شیر خون کی قے کردے ایک۔ انسان جو خلیفۃ اللہ ہے وہ شیطان کے ڈرے اور مغلوب ہو جائے یہ بری بات ہے۔

[3] چوں کند۔ جب مالک خود کتے سے ڈرے تو وہ اس کے لئے کیا شکار کریگا۔

[4] سنت۔ جبر و قدر کے مسئلہ میں جو صحیح مسلک ہے وہ یہی ہے کہ انسان ایک جانب مجبور ہے اس عقیدہ کی رو سے انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے جب انسان کو اختیار نہ ہو تو پھر اللہ کا حکم دینا اور منع کرنا درست نہ ہوگا لہٰذا اس عقیدہ کے مطابق ہمیں تاویل کرنی ہوگی اور ہر فرض نماز کے بعد جو استغفار اور توبہ کی جاتی ہے اس کا کوئی مطلب نہیں ہوگا۔ اور ہر نیکی اور بدی کا ثواب و عذاب بھی

وبر یمین آں راہ بیابانِ جبرست کہ خود را اختیار نہ بیند و

ہوا ہے اُس کے دائیں جانب جبر کے جنگل کا راستہ ہے جو کہ اپنا اختیار نہیں

امر و نہی را منکر شود و تاویل کند و از منکر شدن امر و نہی

سمجھتا ہے اور امر و نہی کا منکر ہو جاتا ہے اور تاویل کرتا ہے اور امر و نہی کے منکر ہونے سے بہشت

لازم آید انکار بہشت و دوزخ کہ بہشت جزائے مطیعانِ

اور دوزخ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ بہشت فرمانبرداروں کی جزاء

امرست و دوزخ جزائے مخالفانِ امر و دیگر نگویم کز بجا انجامد

اور دوزخ حکم کے مخالفوں کی جزا ہے میں اور مزید نہیں کہتا کہ کیا نتیجہ

کہ العاقل تکفیہ الاشارۃ و بر یسار آں راہ بیابان قدرست

کہتا ہے، عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے اور اُسکے بائیں جانب قدر کا جنگل ہے

کہ قدرتِ خالق را مغلوب قدرتِ خلق داند و ازاں فسادہا

جو اللہ کی قدرت کو مخلوق کی قدرت سے مغلوب سمجھتے ہیں اور اس سے وہ

زاید کہ آں مُنع جبری بر شمرد

خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جنکو وہ جبری آتش پرست گنتا ہے

گفت[1] مومن بشنو اے جبری خطا — آن خود گفتی نیک آوردم جواب

مومن نے کہا اے جبری! بات سن — تو نے اپنی بات کہہ لی اب میں جواب دیتا ہوں

بازی خود دیدی اے شطرنج باز — بازی خصمت ببیں پہن و دراز

اے شطرنج باز: تو نے اپنی چال دیکھ لی — مخالف کی لمبی چوڑی چال بھی دیکھ لے

نامۂ عذرِ خودت بر خواندی — نامۂ سُنّی بخواں چہ ماندی

تو نے اپنے عذر کی کتاب پڑھ دی — سُنّی کی کتاب بھی، پڑھ کہ تیرا کیا حال ہے؟

نکتہ گفتی جبریانہ در قضا — سرِ آں بشنو ز من در ما جرا

قضا کے بارے میں تو نے جبریوں کا نکتہ بیان کیا — معاملہ میں مجھ سے اِس کا راز سُن لے

اختیارے[2] ہست ما را بے گماں — حس را منکر نتانی شد عیاں

یقیناً ہمارے لئے (بھی) اختیار ہے — تو آنکھوں دیکھی حس کا انکار نہیں کر سکتا

اختیارِ خود ببیں جبری مشو — رہ رہا کردی براہ آ کج مرو

اپنے اختیار کو دیکھ، جبری نہ بن — تو نے راستہ چھوڑ دیا راستہ پر آجا ٹیڑھا نہ چل

---

[1] گفت: سُنّی مسلمان نے جبر کے عقیدے والے کو جواب دیا۔ جبری۔ وہ شخص جو جبر کا عقیدہ رکھتا ہو

[2] اختیارے۔ جبر کے عقیدے میں انسان کے اختیار کا بالکل انکار ہے مولانا انسان کے اختیار کو ثابت کرتے ہیں۔

سنگ[1] را ہرگز نگوید کس بیا — از کلوخے کس کجا جوید وفا
پتھر سے کوئی نہیں کہتا تو آجا — ڈھیلے سے وفاداری کون چاہتا ہے؟

آدمی را کس نگوید ہیں مپر — یا بیا اے کور خوش در من نگر
انسان سے کوئی نہیں کہتا، ہاں اُڑ — یا اے اندھے! آ مجھے غور سے دیکھ

گفت یزداں ما علی الاعمیٰ حرج — کے نہد بر کس حرج رب الفرج
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اندھے پر تنگی نہیں ہے — کشادگی کا پروردگار کسی پر تنگی نہیں ڈالتا ہے

کس نگوید سنگ را دیر آمدی — یا کہ چوبا تو چرا بر من زدی
پتھر سے کوئی نہیں کہتا کہ تو تاخیر سے آیا — یا اے لکڑی! تو نے مجھے کیوں مارا؟

ایں[2] چنیں واجستہا مجبور را — کس نگوید یا زند معذور را
مجبور سے ایسی جواب طلبیاں — کوئی نہیں کرتا ہے، یا مجبور کو مارے

امر و نہی و خشم و تشریف و عتیب — نیست جز مختار را اے پاک جیب
حکم دینا اور روکنا اور غصہ اور انعام اور عتاب — اے پاک دل! اختیار کے سوا کے لئے نہیں ہے

اختیارے ہست در ظلم و ستم — من ازیں شیطان و نفس ایں خواستم
ظلم اور ستم میں اختیار ہے — میری مُراد نفس اور شیطان سے یہی تھی

اختیار اندر درونت ساکن ست — تا ندید او یوسفے کف را نخست
تیرے اندر اختیار باقی ہے — جبتک اُسنے یوسف کو نہیں دیکھا تھا کو زخمی نہیں کیا

اختیار و داعیہ در نفس بود — روش دید انگہ پر و بالے کشود
اختیار اور داعیہ نفس میں تھا — اُن کا چہرہ دیکھا پھر بال اور پر کھولے

سگ[3] بخفتہ اختیارش گشتہ گم — چوں شکنبہ دید جنبانید دُم
سوتے ہوئے کتے کا اختیار گم ہو گیا ہے — جب معدہ دیکھا اُس نے دُم ہلائی

اسپ ہم جو جو کند چوں دید جو — چوں بجنبد گوشت گر بہ گفت مو
گھوڑا بھی جَو جَو کرنے لگتا ہے جب جَو دیکھتا ہے — جب گوشت ہلتا ہے بلی رواں کہتی ہے

دیدن آمد جنبش آں اختیار — ہمچو نفخے زآتش انگیزد شرار
دیکھنا اُس اختیار کی حرکت بنا — اُس پھونکنے کی طرح جو آگ سے چنگاری اڑاتا ہے

---

[1] سنگ۔ انسان کو حکم دیا جاتا ہے پتھر کو کوئی حکم نہیں دیتا ہے معلوم ہوا کہ انسان میں قدرت اور اختیار ہے۔ آدمی را جس پیرایہ کی انسان میں قدرت اور اختیار نہیں ہے اُس کے بارے میں کوئی اُس کو حکم نہیں دیتا ہے انسان سے کوئی نہیں کہتا کہ تو آ، کس نگوید۔ پتھر سے کوئی کسی طرح مطالبہ نہیں کرتا ہے اس لئے کہ جانتا ہے اس میں کوئی قدرت اور اختیار نہیں ہے۔

[2] ایں چنیں۔ جس قدر سوالات ہیں وہ صاحب اختیار و قدرت سے ہیں، الخ۔ غضب حکم اور ممانعت وغیرہ صاحب اختیار سے متعلق ہے۔ اختیار انسان ظلم اور ستم کرلے اور نہ کرنے میں با اختیار ہے جب ظلم کرتا ہے تو خود اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے نفس اور شیطان کا اپنا ارادہ ہے ساکن۔ جبتک کسی طرح کا داعیہ پیدا نہیں ہوتا ہے تو انسان کا اختیار خوابیدہ رہتا ہے۔ تا ندید۔ اس سے حضرت یوسف علیہ السلام اور مصری عورتوں کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

[3] سگ بخفتہ۔ جب تک کتا ہڈی نہیں دیکھتا سوتا رہتا ہے ہڈی دیکھ کر دُم ہلانا شروع کر دیتا ہے یہی حال انسان کے اختیار اور قدرت کا ہے جب تک کوئی داعیہ نہیں ہے وہ خوابیدہ ہے جب کوئی داعیہ ہوگا تو بیدار ہو جائے گا۔ جو جو کند۔ یعنی گھوڑا ہنہناتا ہے۔ تو۔ یعنی بلی ماؤں ماؤں کرتی ہے۔ دیدن۔ اس داعیہ کو دیکھنا اختیار کو بیدار اور متحرک بنا دیتا ہے۔

پس[1] بجنبد اختیارت چون بلیس — شد دلالہ آردت پیغام دیس

تو تیرا اختیار حرکت میں آجاتا ہے جب شیطان — دلال بنتا ہے تیرے پاس دیس کا پیغام لاتا ہے

چونکہ مطلوبے بریں کس عرضہ کرد — اختیار خفتہ بکشاید نبرد

جب اس شخص پر مطلوب پیش کیا — سویا ہوا اختیار جنگ شروع کر دیتا ہے

واں فرشتہ خیرہا بر رغم دیو — عرضہ دارد میکند در دل غریو

فرشتہ، شیطان کے برخلاف بھلائیاں — پیش کرتا ہے، دل میں شور برپا کر دیتا ہے

تا بجنبد اختیارِ خیرِ تو — زانکہ پیش از عرضہ خفتہ ست ایں دو خو

تاکہ تیرا بھلائی کا اختیار حرکت میں آئے — کیونکہ پیش کرنے سے پہلے یہ دونوں عادتیں سوئی ہوئی ہیں

پس فرشتہ و دیو گشتہ عرضہ دار — بہرِ تحریکِ عروقِ اختیار

تو فرشتہ اور شیطان پیش کرنیوالے بنے — اختیار کی رگوں کو حرکت میں لانے کے لئے

می[2] شود ز الہامہا وسوسہ — اختیارِ خیر و شرت دہ کسہ

وسوسہ اور الہاموں کی وجہ سے بنتا ہے — تیرا خیر اور شر کا اختیار دینے والا

وقتِ تحلیلِ نمازے بانمک — زاں سلام آورد باید بر ملک

اے نمکین! نماز ختم کرنے کے وقت — اس لئے فرشتوں کو سلام کرنا چاہیے

کہ ز الہام و دعائے خوب تاں — اختیارِ ایں نمازم شد رواں

کہ تمہاری اچھی دعا اور الہام سے — اس نماز کا اچھا اختیار ختم ہو گیا

باز[3] از بعدِ گنہ لعنت کنی — بر بلیس ایرا کہ از وے منحنی

پھر گناہ کے بعد تو لعنت کرتا ہے — شیطان پر، کیونکہ تو اسی وجہ سے کبڑا بنا

ایں دو ضد عرضہ کنندہ در سرار — در حجابِ غیب آمد عرضہ دار

در پردہ یہ دو متضاد پیش کرنے والے — غیب کے پردے میں پیش کرنیوالے ہیں

چونکہ پردہ غیب برخیزد ز پیش — تو بہ بینی روئے دلالانِ خویش

جب غیب کا پردہ سامنے سے اٹھ جائیگا — تو اپنے دلالوں کا چہرہ دیکھ لے گا

ور سخن شاں واشناسی بے گزند — کاں سخن گو در حجاب اینہا بدند

اور بلا تکلف اُن کی گفتگو کو پہچان لے گا — کہ پردے میں گفتگو کرنے والے یہی تھے

اُن کے ذریعہ تو اُن کی شخصیتوں کو پہچان لے گا۔

---

[1] پس بجنبد شیطان تیرے مشورے کا پیغام لاتا ہے تو دلال کا کام کرتا ہے اور تیرا خوابیدہ اختیار حرکت میں آجاتا ہے اور جنگ شروع کر دیتا ہے۔ واں فرشتہ۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ شیطان کے برخلاف خیریں پیش کر کے دل میں غلبہ پیدا کرتا ہے تاکہ شر کی بجائے خیر والا اختیار بیدار ہو جائے۔ پس، فرشتہ اور شیطان تو تیرے اندرونی اختیار کو متحرک کرنے کے لئے تیرے اندر موجود ہوتا ہے

[2] می شود۔ جو اختیار خود انسان میں موجود ہوتا ہے وہ فرشتوں کے الہام اور شیطان کے وسوسوں کے ذریعہ قوی ہو جاتا ہے۔ وقتِ تحلیل۔ جس وقت نمازی سلام پھیرتا ہے تو فرشتوں کی بھی نیت کرتا ہے اس لئے کہ انہی کی ترغیب اور الہام سے اُس نے نماز ادا کی ہے۔

[3] باز۔ گناہ کے بعد اللہ شیطان پر اسی وجہ سے لعنت بھیجتا ہے کہ اُس کے وسوسہ کی وجہ سے وہ گناہ میں مبتلا ہوا اور اُس نے کجروی اختیار کی۔ ایرا کہ۔ یعنی فرشتہ اللہ شیطان۔ چونکہ۔ حضور میں جبکہ دنیوی زندگی کا یہ حجاب ختم ہو جائے گا تو فرشتہ اور شیطان کو خود دیکھ لے گا اور جو پس پردہ اُن کی باتیں تھیں

دیو گوید اے اسیرِ طبع و تن
شیطان کہے گا اے طبیعت اور جسم کے قیدی!
عرضہ میکردم نہ کردم زور من
میں نے پیش کیا تھا، میں نے مجبور نہ کیا تھا

واں فرشتہ گویدت من گفتمت
اور وہ فرشتہ تجھ سے کہے گا میں نے تجھ سے کہا تھا
کز ازیں شادی فزوں گردد غمت
کہ اس خوشی سے تیرے رنج میں اضافہ ہوگا

آں فلاں روزت نگفتم من چناں
کیا میں نے فلاں روز تجھ سے ایسا نہ کہا تھا؟
کز ازاں سویست رہ سوئے جناں
کہ جنتوں کا راستہ اُس جانب ہے

ما محبِّ جان و روح افزائے تو
ہم جان کو پیارا رکھنے والے اور تیری روح کو بڑھانے والے ہیں
ساجدان و مخلصِ بابائے تو
تیرے باوا کے مخلص اور سجدہ کرنے والے ہیں

ایں زمانت خدمتے ہم میکنم
میں اس وقت بھی تیری خدمت کر رہا ہوں
سوئے مخدومی صلایت میزنم
مخدوم بننے کی جانب تجھے بلاتا ہوں

آں گروہ بابات را بودہ عدی
وہ گروہ تیرے باوا کا دشمن تھا
وز خطاب اُسجُدُوا کردہ ابا
اور سجدہ کرو کے حکم سے اُس نے انکار کیا تھا

ایں گرفتی دانِ ما انداختی
تو نے وہ لے لیا اور ہماری بات کو نظر انداز کر دیا
حقِ خدمت ہائے ما نشناختی
تو ہماری خدمتوں کے حق کو نہ پہچانا

ایں زماں مارا و ایشاں را عیاں
اب ہمیں اور اُن کو آنکھ سے
در نگر بشناس از لحن و بیاں
دیکھ لے، لہجے اور گفتگو سے پہچان لے

نیم شب چوں بشنوی زاریِ دوست
جب تو آدھی رات کو دوست کی آہ و زاری سنتا ہے
چوں سخن گوید سحر دانی کہ اوست
جب وہ صبح کو بات کرتا ہے تو جان لیتا ہے کہ وہی ہے

ور دو کس در شب خبر آرد ترا
اگر رات میں دو شخص تیرے پاس خبر لائیں
روز از گفتن شناسی ہر دورا
دن میں بات کرنے سے تو دونوں کو پہچان لیتا ہے

بانگِ شیر و بانگِ سگ شب در رسید
رات کو شیر کی آواز اور کتے کی آواز آئی
صورتِ ہر دو ز تاریکی ندید
تو نے اندھیرے کی وجہ سے دونوں کی صورت نہ دیکھی

روز شد چوں باز در بانگ آمدند
دن ہوا، پھر جب وہ بولے
پس شناسد شاں ز بانگ آں ہوشمند
تو وہ ہوشمند آواز سے اُن کو پہچان لیتا ہے

۱؎ دیو۔ وہاں شیطان تجھ سے کہہ دے گا کہ میں نے دل میں وسوسہ ہی تو ڈالا تھا تجھے مجبور تو نہ کیا تھا، فرشتہ فرشتہ تجھ سے کہے گا کہ میں نے تیرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اس گناہ کی لذت اور خوشی بہت سے غموں کا سبب بنے گی۔ آں فلاں۔ فرشتہ یہ بھی کہے گا کہ فلاں روز میں نے تجھے جنت کا راستہ بتایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ ہم تمہارے خیر خواہ ہیں اور تمہارے باپ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے والے ہیں۔ ایں زمانت۔ فرشتہ یہ بھی کہتا ہے کہ جس طرح ہم نے تمہارے باپ کی خدمت کی تمہاری خدمت کرتے ہیں اور ٹھیک راستہ بتا کر تجھے مخدوم بنانا چاہتے ہیں۔
آں گروہ۔ فرشتہ نے یہ بھی کہا کہ یہ شیاطین کی جماعت تمہارے باپ کی بھی دشمن تھی اور اُن کو سجدہ کرنے سے اس نے انکار کیا تھا۔

۲؎ آں۔ فرشتہ کہہ دے گا کہ تو نے ہمارا کہنا نہ مانا اور شیطان کا کہنا مانا، ایں زماں۔ پہلے تو نے ہمیں دیکھا نہ تھا آواز سنی تھی اب آواز سے آواز ملا کر ہمیں پہچان لے ہم وہی ہیں یا نہیں۔ نیم شب۔ اندھیرے میں اگر کوئی تجھ سے بات کرتا ہے تو دن میں اس کی آواز سے پہچان جاتے ہو کہ رات میں بات کرنے والا شخص یہی تھا۔

۳؎ در دو کس۔ رات میں جو شخص باتیں کرتے ہیں دن میں انکی آواز پہچان کر تم متعین کر لیتے ہو کہ ان دونوں میں سے فلاں بات فلاں شخص نے کہی اور فلاں بات فلاں شخص نے کہی تھی رات میں اگر کتے اور شیر کی آواز سنی تھی تو دن میں جب دونوں کی آوازوں کو سنتا ہے تو جان جاتا ہے کہ رات کی فلاں آواز شیر کی تھی اور فلاں کتے کی تھی۔

مُخلِص[1] اینکہ دیو و روح عرضہ دار
خلاصہ یہ ہے کہ شیطان اور فرشتہ پیش کرنے والے

ہر دو ہستند از تتمہ اختیار
دونوں اختیار کا تکملہ ہیں

اِختیارے ہست در ما ناپدید
ہم میں چھپا ہوا اختیار ہے

چوں دو مطلب دید آید در مزید
جب دو مطلب دیکھتا ہے جوش میں آتا ہے

اُوستاداں کودکاں را میزنند
استاد بچوں کو پیٹتے ہیں

آں ادب سنگِ سیہ را کے کنند
یہ سزا کالے پتھر کو کب دیتے ہیں!

ہیچ گوئی سنگ را فردا بیا
تو کبھی پتھر کو کہتا ہے، کل آنا

ورنیائی من دہم بدرا سزا
اگر تو نہ آئے گا، تو میں بُرے کو سزا دوں گا

ہیچ عاقل مر کلوخے را زند
عقلمند انسان کبھی ڈھیلے کو مارتا ہے

ہیچ با سنگے عتابے کس کند
کوئی کبھی پتھر پر غصہ کرتا ہے

در خرد جبر از قدر رسواتر ست
عقلمند جبر قدر سے زیادہ بُرا ہے

زانکہ جبری حسِّ خود را منکر ست
کیونکہ جبری اپنے حس کا منکر ہے

منکرِ حس نیست آں مردِ قدر[2]
قدری انسان جس کا منکر نہیں ہے

فعلِ حق حسّی نباشد اے پسر
اے بیٹا! اللہ (تعالیٰ) کا کام حس میں نہیں آتا

منکرِ فعلِ خداوندِ جلیل
خداوندِ جلیل کے فعل کا منکر

ہست در انکار مدلولِ دلیل
دلیل کے نتیجہ کے انکار میں مبتلا ہے

آں بگوید دود ہست و نار نے
وہ کہتا ہے دھواں ہے اور آگ نہیں ہے

نورِ شمعے بے ز شمع روشنے
شمع کی روشنی بغیر شمع کے روشن ہے

وین[3] ہمیں بیند مبین نارا
اور یہ (جبری) آگ کو موجود دیکھتا ہے

نیست میگوید پئے انکارا
انکار کے لئے نہیں ہے، کہتا ہے

جامۂ اش سوزد و بگوید نار نیست
اُس کا کپڑا جلتا ہے، کہتا ہے آگ نہیں ہے

جامۂ اش دوزد و بگوید تار نیست
اُس کا کپڑا سیتا ہے، کہتا ہے دھاگا نہیں ہے

پس تسفسط آمد ایں دعوئ جبر
یہ جبر کا دعوے سوفسطائیت ہے

لاجرم بدتر بود زیں رُوز گبر
اِس اعتبار سے وہ اعتماد دہریہ سے بدتر ہے

کپڑا آگ سے جل رہا ہے اور آگ کا انکار کرتا ہے دھاگے سے کپڑا سِل رہا ہے اور دھاگے کا انکار کرتا ہے۔۔ پس تسفسط۔ جبر کا عقیدہ تو سوفسطائی عقیدہ پر مبنی ہے جو اشیاء کو موجود نہیں مانتا بلکہ اشیاء کے وجود کو وہم اور خیال کہتا ہے اور یہ سوفسطائی عقیدہ دہریہ کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے۔

[1] مخلص۔ بات کا خلاصہ یہ نکلا کہ انسان نیکی اور بدی کرنے میں، بااختیار ہے مجبور نہیں ہے وہ اختیار پوشیدہ ہوتا ہے مقصد کے سامنے آجانے پر اسی اختیار میں! طاقت آجاتی ہے۔ اُوستاداں۔ اُستاد بچہ کو مختار سمجھ کر نعلی پڑا ہی پتھر چونکہ مجبور محض ہے اسکو کوئی نہیں مارتا ہے۔ پتھر کو مجبور مان کر کوئی شخص اسکو حکم دیتا ہے نہ اُسکو سزا کا مستحق سمجھتا ہے۔ درخرد۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جبر کا عقیدہ تو قدر کے عقیدہ سے بھی بدتر ہے کیونکہ جبر کے عقیدہ کی بنیاد پر انسانی فعل کا انکار لازم آتا ہے جو محسوس چیز ہی ہے تو گویا جبری اپنے ایک محسوس کا منکر ہے۔

[2] مردِ قدر۔ قدری شخص جو اپنے آپ کو خود مختار مانتا ہے اللہ تعالیٰ کا بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ اللہ کے ایک فعل کا منکر ہے جو حسی چیز نہیں ہے۔ منکرِ قدر۔ قدری شخص جو اللہ تعالیٰ کے بندے کو اختیار عطا کرنے کا منکر ہے وہ صرف ایک نظری دلیل کے نتیجہ کا منکر ہے۔ آں بگوید جبری عقیدے کا نتیجہ تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے دھواں موجود ہے مگر آگ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے اور روم بتی کا نور ہے لیکن نور بتی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود بخود موجود ہو گیا ہے۔

[3] وین۔ جبری محسوس کا انکار کرتا ہے تو گویا آگ کو دیکھتے ہوئے آگ کے وجود کا انکار کرتا ہے

گر گوید ہست عالم نیست رب — یا رب گوید کہ نبود مستجب
دہریہ کہتا ہے عالم موجود ہے، خدا نہیں ہے — یا رب کہتا ہے، جو قبول نہیں ہوتا ہے

ایں ہمی گوید جہاں خود نیست ہیچ — ہست سوفسطائی اندر پیچ پیچ
یہ کہتا ہے کہ دنیا خود کچھ نہیں ہے — سوفسطائی، پیچ در پیچ ہے

جملۂ عالم مقر در اختیار — امر و نہی ایں بیار و آں بیار
اختیار کا سارا جہان مقر ہے — حکم دینا اور منع کرنا یہ لا اور وہ نہ لا

او ہمی گوید کہ امر و نہی لاست — اختیارے نیست ایں جملہ خطاست
وہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور منع کچھ نہیں ہے — کوئی اختیار نہیں ہے، یہ سب غلط ہے

حس را حیواں مقر ست اے رفیق — لیک ادراکِ دلیل آمد دقیق
اے دوست! حس کا حیوان مقر ہے — لیکن دلیل کا ادراک دقت طلب ہے

زانکہ محسوس ست مارا اختیار — خوب می آید بر و تکلیفِ کار
کیونکہ ہمارا اختیار محسوس ہے — اسکی بنیاد پر کام کا مکلف بنانا مناسب ہے

درکِ وجدانی چوں اختیار و اضطرار و خشم و اصطبار و
باطنی احساس جیسے کہ اختیار اور اضطرار اور غصہ اور صبر کرنا اور

سیری و ناہار بجائے حس ست کہ زرد از سرخ بداں فرق
پیٹ بھرنا اور بھوک، حس کے قائم مقام ہے جو کہ زرد کو سرخ سے

کند و خرد از بزرگ و تلخ از شیریں و مشک از سرگیں و درشت
اور چھوٹے کو بڑے اور کڑوے کو میٹھے اور مشک کو گوبر سے اور سخت

از نرم و سرد از گرم و سوزاں از شیر گرم و تر از خشک و لمس
کو نرم سے سرد کو گرم اور جلانے والے کو کھنے اور تر کو خشک سے اور دیوار

دیوار از لمس درجت پس منکرِ وجدانی منکرِ حس باشد و زیادہ
کے چھونے کو درجت کے چھونے سے فرق کرتی ہے تو باطنی احساس کا منکر جس کا منکر ہوگا

کہ وجدان از حس ظاہر تر ست زیرا کہ حس را تواں بستن و
اور اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ باطنی احساس حس سے بڑھ کر ہے کیونکہ حس کو احساس کرنے سے باز رہا

منع کردن از احساس و بستنِ راہ و مدخلِ وجدانیات
اور رد کیا جا سکتا ہے اور باطنی احساسات کے راستہ اور مدخل کو بند کرنا ممکن نہیں ہے

---

۱ گر گوید۔ دہریہ اختیاری حالت میں عالم کو موجود مانتا ہے خدا کا منکر ہے لیکن اضطراری حالت میں خدا کو بھی پکارنے لگتا ہے اور سوفسطائی عالم کے وجود ہی کا منکر ہے جبکہ عالم، دنیا کے سب انسان، انسان کے اختیار کے قائل ہیں اسی لئے ایک دوسرے کو حکم دیتا ہے اور منع کرتا ہے اگر مخاطب کو مختار نہ سمجھتے تو حکم دیتے نہ منع کرتے۔

۲ او۔ جبری یہ کہتا ہے کہ حکم دینا اور روکنا سب غلط ہے انسان کو کرنے نہ کرنے میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ حس۔ حیوانات تک حس کے قائل ہیں لیکن جبری اس کا انکار کرتا ہے۔

۳ لیک۔ قدری جو بندہ کو مختار مطلق قرار دیتا ہے وہ دلیل جیسی دقیق چیز کا منکر ہے لہٰذا جبری، قدری سے بے عقل میں بڑھا ہوا ہے۔ زانکہ۔ انسان کا مختار ہونا بالکل جیتی چیز ہے اسی بنا پر وہ مکلف قرار دیا گیا ہے۔

رامُمکن نیست وَالعَاقِلُ تَکفِیہِ الاِشَارَۃُ

ممکن نہیں ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

دَرکِ[1] وجدانی بجائے حِس بُوَد — ہر دو دریک جدول اے عم میرود

باطنی احساس حس کی جگہ ہے — اے چچا! دونوں ایک خانہ میں جاتے ہیں

نغز می آید بُرو کُن یا مکُن — امر و نہی و ماجرا ہا در سخن

اسی پر بھلا لگتا ہے کر یا نہ کر — حکم دینا اور منع کرنا اور بات میں واقعات

ایں کہ فردا ایں کُنم یا آں کُنم — ایں دلیلِ اختیارست اے صنم

یہ کہ کل یہ کروں گا، یا وہ کروں گا — اے پیارے! یہ اختیار کی دلیل ہے

واں پشیمانی کہ خوردی زاں بدی — زاختیارِ خویش گشتی مُہتدی

اور وہ شرمندگی جو تو نے بدی سے اُٹھائی — اپنے اختیار سے تو ہدایت یاب بنا

جملہ[2] قرآں امر و نہی ست و وعید — امر کردن سنگِ مرمر را کہ دید

سارا قرآن امر اور نہی اور ڈراوا ہے — سنگ مرمر کو حکم کرنا، کس نے دیکھا ہے؟

ہیچ دانا ہیچ عاقل ایں کُند — با کلوخ و سنگ خشم و کیں کُند

کوئی سمجھدار کوئی عقلمند یہ کرتا ہے — ڈھیلے اور پتھر سے غصہ اور کینہ کرتا ہے؟

کہ بگفتم کہ چنیں کُن یا چناں — چوں نکردید اے موات و عاجزاں

کہ میں نے کہا تھا ایسا کر یا ویسا — اے مُردو اور عاجزو! تم نے کیوں نہ کیا؟

عقل[3] کے حکمے کُند بر چوب و سنگ — مردِ جنگی کے زند بر نقش چنگ

لکڑی اور پتھر کو عقل کب حکم دیتی ہے! — چنگ بجانیوالا چنگ کی تصویر کو کب بجاتا ہے؟

کاے غلامِ بستہ دست و شکستہ پا — نیزہ برگیر و بیا سوئے وغا

کہ اے ہاتھ بندھے، پاؤں ٹوٹے ہوئے غلام! — نیزہ تھام اور جنگ کی جانب آ

خالقے کو اختر و گردوں کُند — امر و نہیِ جاہلانہ چوں کُند

وہ خالق جس نے ستارے اور آسمان بنایا — جاہلوں کا سا حکم دینا اور منع کرنا کب کرتا ہے؟

---

[1] دَرک۔ علم وجدانی۔ وہ علم جو وجدان کے ذریعہ حاصل ہو وجدان نفس اور روح کی باطنی قوتوں کو کہا جاتا ہے۔ مولانا کے زمانے کا علماء یہ ہے کہ کچھ معلومات تو وہ ہیں جو بذریعہ وجدان انسان کو حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ مجبور ہونا مضطر ہونا یا غصہ اور صبر کرنا اور کچھ معلومات وہ ہیں جو بذریعہ حواس حاصل ہوتی ہیں جیسا کہ کسی چیز کا چھوٹا بڑا ہونا یا کڑوا میٹھا ہونا وغیرہ تو وجدانی معلومات ایسی ہی ہیں جیسا کہ وہ معلومات جو حواس کے ذریعہ ہوتی ہیں بلکہ وجدانیات، محسوسات سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں کیونکہ محسوسات کا ذریعہ حواس ہیں اور حواس انسان معطل کر سکتا ہے لیکن وجدان کو معطل کرنا ممکن نہیں ہے تو جو شخص کسی وجدانی معلوم کا انکار کرے تو وہ محسوس کے انکار کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ احمق ہے تو اس لحاظ سے جبریہ فرقہ جو انسان کے اختیار کا منکر ہے جو کہ ایک وجدانی چیز ہے قدریہ فرقہ سے زیادہ احمق ہے جو دل۔ عمل۔ یقین کر۔ انسان کو یہ کہنا کہ کل یہ کروں گا اختیار کی دلیل ہے۔

[2] جملہ قرآن۔ قرآن میں جس قدر اوامر اور نواہی ہیں اور سب انسان کے اختیار کی بنیاد پر ہیں پتھر اور ڈھیلا جن میں کوئی اختیار نہیں ہے اُن کو نہ کوئی حکم دینا ہے نہ اُن کو کسی کام سے منع کرنا ہے۔

[3] عقل۔ جن چیزوں میں اختیار نہیں ہے اُن کو کوئی حکم نہیں دیا جاتا ہے چنگ کی تصویر میں جنگ کرنے کا اختیار نہیں ہے اس کو کوئی نہیں بجاتا ہے۔ کاے۔ جس غلام کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں اُس کو جنگ میں جا کر نیزہ بازی کا کوئی حکم نہیں دیتا ہے۔ خالقے۔ اللہ تعالیٰ جس کی حکمت سے ستارے اور آسمان بنا اُس سے یہ جاہلانہ فعل کیسے صادر ہو سکتا ہے کہ وہ غیر مختار کو حکم دے یا منع کرے۔

اِحتمالِ عجز از حق راندی
تو نے اللہ (تعالیٰ) سے عاجزی کا احتمال رفع کیا

جاہل و گیج و سفیہش خواندی
(اور) اُس کو جاہل اور احمق اور بے وقوف کہہ دیا

عجز نبود در قدر ور خود شود
قضا کے عقیدہ میں عجز لازم نہیں آتا اور اگر آئے

جاہلی از عاجزی بدتر بود
جہالت، عجز سے بدتر ہے

ترک میگوید قنق را از کرم
مہربانی سے ترک مہمان سے کہتا ہے

بے سگ و بے دلق آ سوئے درم
میرے دروازے کی جانب بغیر کتے اور گدڑی کے

وز فلاں سو اندر آ ہیں با ادب
خبردار! فلاں نے دروازے سے ادب کیساتھ اندر آجا

تا سگم بندد ز تو دندان و لب
تاکہ میرا کتا تجھ سے ہونٹ اور دانت بند رکھے

تو بعکسِ آں کئی بر در روی
تو اُس کا اُلٹا کرتا ہے، دروازے پر جاتا ہے

لاجرم از زخمِ سگ خستہ شوی
لامحالہ کتے کے زخم سے خستہ ہو جاتا ہے

آنچناں رو کہ غلاماں رفتہ اند
وہ روش اختیار کر جو غلام اختیار کرتے ہیں

تا سگش گردد حلیم و مہربند
تاکہ اُس کا کتا بردبار اور مہربان بن جائے

تو سگے با خود بری یا روبہے
تو اپنے ساتھ کتا یا لومڑی لے جاتا ہے

سگ بشود از بُنِ ہر خر گہے
ہر خیمہ میں سے کتا بھونک جاتا ہے

غیرِ حق گر نباشد اختیار
(اگر) خدا کے علاوہ (کسی کو) اختیار نہ ہو

خشم چوں می آیدت بر جرم دار
تو تجھے جرم پر غصہ کیوں آتا ہے؟

چوں ہمی خائی تو دنداں بر عدو
تو دشمن پر دانت کیوں پیستا ہے؟

چوں ہمی بینی گناہ و جرم ازو
تو اُس کی خطا کیوں سمجھتا ہے؟

گر ز سقفِ خانہ چوبے بشکند
اگر گھر کی چھت کی کوئی لکڑی ٹوٹ جائے

بر تو افتد سخت مجروحت کند
تجھ پر گرے، تجھے بہت زخمی کر دے

ہیچ خشمے آیدت بر چوبِ سقف
تجھے چھت کی لکڑی پر کوئی غصہ آتا ہے؟

ہیچ اندر کینِ او باشی تو وقف
تو کبھی اس سے کینہ کرنے میں مبتلا ہوگا؟

تو شیطان اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا مہمان، اللہ کی طرح ترک کے خیمہ میں آئے گا تو کتا اس کو نہ کاٹے گا۔ تو کتے۔ انسان غلط روی اختیار کر کے شیطان سے تکلیف اُٹھاتا ہے۔ غیر حق۔ جبر کے عقیدہ کے مطابق اگر انسان مجبور محض ہے تو پھر غلطی پر غصہ کیوں کرتا ہے۔ گر ز سقف۔ اگر چھت کی لکڑی سے تکلیف پہنچتی ہے تو انسان اُس کو فیر مختار سمجھ کر کبھی اُس پر غصہ نہیں کرتا ہے۔ ہیچ۔ جس چیز میں اختیار نہیں ہے اگر اُس سے کوئی نقصان پہنچتا ہے تو انسان کو کبھی غصہ نہیں آتا ہے۔

---

۵۱ احتمال۔ جبری کا یہ خیال ہے کہ اگر نفس و شیطان کو مشیت خداوندی کے تابع نہ مانا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کا عجز اور مغلوبیت تسلیم کرنی پڑتی ہے لیکن انسان کو مجبور قرار دیکر اُس نے اللہ تعالیٰ کو جاہل اور احمق ٹھہرایا کہ اختیار کے نہ ہوتے ہوئے وہ امر و نہی کرتا ہے۔ عجز نبود۔ اگر انسان کو مختار مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آتا اس لئے کہ بندہ کا اختیار مشیت کے تابع ہے اگر بالفرض لازم بھی آئے تو بندہ کے غیر مختار ہونے کی صورت میں خدائی امر و نہی سے جو خدا کا جہل اور سفاہت لازم آتی ہے وہ اس سے بھی بدتر ہے۔

۵۲ ترک۔ مولانا نے ترک اور کتے اور آنے والے مہمان کی تشبیہ دے کر سمجھایا ہے کہ حضرت حق تعالیٰ نے بندہ کو ایسے راستے بتا دیے ہیں کہ شیطان کو اُن میں کوئی دخل نہیں ہے بندہ اُن راستوں کو اپنے اختیار سے چھوڑتا ہے تو شیطان کی مداخلت شروع ہو جاتی ہے اس صورت میں انسان پر نہ اللہ کی جانب سے جبر ہے نہ شیطان کی جانب سے اور نہ شیطان پر جبر ہے تب شیطان اللہ کا ایک کتا ہے اور وہ انکو ستاتا ہے جو اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتے ہیں

۵۳ آنچناں۔ انسان اللہ کے بتائے ہوئے راستہ پر چلے گا

کہ چرا بر من زدود ستم شکست
کہ وہ میرے کیوں لگی اور میرا ہاتھ توڑ دیا؟

یا چرا بر من فتاد و کرد پست
یا وہ مجھ پر کیوں گری اور گرا دیا؟

او عدو و خصم جانِ من بدست
وہ میری جان کی دشمن اور مخالف تھی

قاصداً در بندِ خونِ من شدست
قصداً میرے خون کی درپے ہوئی ہے

کودکانِ خرد را چوں میزنی
تو جھوٹے بچوں کو کیوں پیٹتا ہے!

چوں بزرگاں را منزہ میکنی
جبکہ تو بڑوں کو (اختیار سے) مبرا سمجھتا ہے

آنکہ دزدد مالِ تو گوئی بگیر
جو شخص تیرا مال چراتا ہے تو کہتا ہے پکڑ لے

دست و پایش را ببر سازش اسیر
اسکے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈال اسکو قید کرلے

وانکہ قصدِ عورتِ تو می کند
جو تیری بیوی کا قصد کرتا ہے

صد ہزاراں خشم از تو میدمد
(اسپر) تیرے لاکھوں غصے پھوٹ پڑتے ہیں

گر بیاید سیل و رختِ تو برد[۵۲]
اگر سیلاب آئے اور تیرا سامان (بہا لے جائے

ہیچ با سیل آورد کینے خرد
کوئی عقل سیلاب سے کینہ وری کرتی ہے

در بیاید باد و دستارت ربود
اگر ہوا آئے اور تیری پگڑی (اڑا) لیجائے

کے تُرا با باد دل خشمے نمود
تیرا دل ہوا پر کب غصہ کرتا ہے

خشم در تو شد بیانِ اختیار
تیرا غصہ کرنا اختیار کا بیان بنا

تا نگوئی جبریانہ اعتذار
تاکہ تو جبریوں کی طرح بہانہ نہ کرسکے

گر شتربان[۵۳] اشتر را میزند
اگر اونٹ والا اونٹ کو مارتا ہے

آں شتر قصدِ زننده میکند
تو وہ اونٹ مارنے والے کا قصد کرتا ہے

خشم اشتر نیست بآں چوب او
اونٹ کا غصہ اُس کی لاٹھی پر نہیں ہے

پس ز مختاری شتر بُرد ست بُو
تو اونٹ نے بھی مختار ہونے کا پتہ لگالیا ہے

ہمچنیں سگ گر برو سنگے زنی
اسی طرح کتا اگر تو اس کے پتھر مارے

بر تو آرد حمله گردد منثنی
تیرے اوپر حملہ کرتا ہے، پلٹتا ہے

سنگ را گر گیرد از خشم تو است
وہ اگر پتھر کو پکڑتا ہے تو تیرے اوپر غصہ کی وجہ سے

کہ تو دوری و ندارد بر تو دست
کیونکہ تو دُور ہے اور وہ تجھ پر قابو نہیں پاسکتا

عقلِ حیوانی چو دانست اختیار
حیوانی عقل نے جب اختیار کو سمجھ لیا

ایں مگو اے عقلِ انساں شرمسار
اے انسانی عقل! شرم کر تو اس (جبر) کی قائل نہ ہو

---

۵۱ کودکاں۔ جبری انسان بچوں کو تعلیم و تربیت کے لئے پیٹتا ہے بزرگاں۔ وہی جبری انسان بڑوں کو اختیار سے مبرا سمجھتا ہے۔ آنکہ۔ جبری انسان کا جب مال چوری ہوتا ہے تو وہ چور کو پکڑ لیتا ہے۔ یا آنکہ۔ جبری انسان کی بیوی پر اگر کوئی بدنظر ڈالتا ہے تو ناس کو غصہ آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ چور کو اور اس بدنظر کو مختار سمجھتا ہے۔

۵۲ گر بیاید۔ پانی کے سیلاب اور ہوا پر اس جبری کو غصہ نہیں آتا ہے چونکہ سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں اختیار سے خالی ہیں۔ خشم۔ جبری کا دوسروں پر غصہ کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ اس کو مختار سمجھتا ہے۔

۵۳ گر شتربان۔ اونٹ تک یہ سمجھتا ہے کہ ماضی میں اختیار اور ارادہ نہیں ہے مارنے والے میں ہے لہٰذا اس پر حملہ کرتا ہے۔ سنگ۔ کتا بھی ڈھیلے پر غصہ نہیں کرتا ڈھیلا پھینکنے والے پر غصہ کرتا ہے اگر ڈھیلے پر اس کا غصہ ہے تو دراصل وہ مارنے والے پر غصہ ہے جو اس کی اور اسی کی وجہ سے ڈھیلے پر مارتا ہے۔ عقل حیوانی۔ جبکہ اونٹ اور کتا بھی انسان کو مختار سمجھتا ہے تو جبری کو اس عقیدے سے شرم کرنی چاہیئے۔

روشن[1] ست ایں لیک از طمعِ سحور
یہ (بات) واضح ہے لیکن سحری کے لالچ میں

آں خورندہ چشم می بندد ز نور
وہ کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے

چونکہ کُلی میلِ اُوناں خورد نیست
چونکہ اُس کی پوری خواہش روٹی کھانے کی ہے

رُو بتاریکی کُند کہ روز نیست
اندھیرے کی طرف مُنہ کر لیتا ہے کہ دن نہیں ہے

حرص چوں خورشید را پنہاں کُند
لالچ جب سورج کو چھپا دیتا ہے

چہ عجب گر پشت بر بُرہاں کُند
کیا تعجب ہے اگر دلیل کی طرف پُشت کر لے

ایں مثل بشنو مشو مُنکر بداں
یہ مثل سُن لے اُس کے باوجود منکر نہ بن

اختیارِ خویش را در امتحاں
امتحان کے وقت، اپنے اختیار کا

حکایت[2] زدکہ با شحنہ گفت کہ آنچہ کردم تقدیرِ خدا بُود و
حکایت اُس چور کی جس نے کوتوال سے کہا کہ جو کچھ میں نے کیا خدائی تقدیر تھی اور

جوابِ شحنہ و ہم دربیانِ تقریرِ اختیارِ خلق و ہم بیانِ آنکہ
کوتوال کا جواب نیز مخلوق کے اختیار کو ثابت کرنے کے بیان میں نیز اُس کا بیان کہ

تقدیر و قضا سبب کُنندہ اختیار ست و سلب کُنندہ اختیار نیست
تقدیر اور قضا اختیار کو سبب بنانے والے ہیں اور اختیار کو سلب کرنے والے نہیں ہیں

گفت دُزدے شحنہ را کاے پادشاہ
ایک چور نے کوتوال سے کہا اے حاکم!

آنچہ کردم بُود آں حُکمِ آلہ
جو کچھ میں نے کیا وہ خدا کا حکم تھا

گفت شحنہ آنچہ من ہم میکنم
کوتوال نے کہا میں بھی جو کر رہا ہوں

حکمِ حق ست اے دو چشمِ روشنم
اے میرے پیارے! خدا کا حکم ہے

از دُکانے گر کسے تُرہ بُرد
کسی دکان سے اگر کوئی شخص سبزی لے جائے

کایں ز حکمِ ایزدست آ باخرد
کہ اے عقلمند! یہ خدا کے حکم سے ہے

بر سرش[3] کوبی دو سہ مُشت آکرہ
دو تین گھونسے اُس کے سر پر مار کر اے نالائق!

حکمِ حق ست ایں کہ اینجا باز نہ
خدا کا حکم ہے کہ اِس جگہ واپس رکھ

در یکے تُرہ چوں ایں عذرا فضول
اے بیوقوف ایک ترکاری کے بارے میں ایسا عذر

می نیاید پیشِ بقالے قبول
سبزی فروش کے لئے قابلِ قبول نہیں

تو بدیں عُذرِ اعتمادے می کُنی
تو اس عذر پر بھروسہ کرتا ہے

گردِ مار و اژدہائے میلنی
سانپ اور اژدہے کے گرد چکر لگاتا ہے

---

[1] روشن۔ جبری کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو سحری کھانے کے لالچ میں صبح صادق اور سورج سے مُنہ موڑ لے۔ حرص۔ انسان کی حرص سورج کو مخفی کر دیتی ہے تو دلیل کو مخفی کر دینا تو سہل ہے۔

[2] حکایت۔ اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ کو اپنے افعال کا اختیار حاصل ہے۔ خُرد۔ کوتوال۔ تقدیر۔ تقدیر خداوندی انسانی اختیار کو فعل کا سبب بناتی ہے، اختیار کو سلب نہیں کرتی ہے۔ پادشاہ۔ یعنی کوتوال۔ حکم آلہ۔ یعنی تقدیر خداوندی۔ میکنم۔ یعنی میں تجھے جو سزا دے رہا ہوں۔ قرب۔ مول۔

[3] بر سرش۔ اِس چور کمار اور کہہ دے کہ یہ بھی خدا کی تقدیر ہے مول اسی جگہ رکھ دے۔ کہ۔ مکروہ۔ ترکے جب سبزی فروش کے یہاں بھی عذر مقبول نہیں ہے تو اس بھروسہ پر گناہ کرنا کب کس قدر حماقت ہے۔۔ بقال۔ سبزی فروش۔ مار۔ یعنی گناہ جس کے نتیجہ میں سانپ اور بچھو ڈسیں گے۔

از چُنیں عُذرائے سلیم[1] نابیل
اے بیوقوف، کینے! ایسے عذر سے

خون و مال و زن ہمیکردی سبیل
تو نے جان اور مال اور بیوی کو قربان کر دیا

ہر کسے پس سبلتِ تو بر کند
پھر تو ہر شخص تیری مونچھیں نوچے گا

عُذر آرد خویش را مُضطر کُند
عُذر کرے گا اپنے آپ کو مجبور ٹھہرائے گا

حکم حق گر عُذر می شاید ترا
اگر اللہ (تعالیٰ) کے حکم کا عذر تیرے لئے مناسب ہے

پس بیاموزد بدہ فتوی مرا
تو مجھے سکھا دے اور فتویٰ دیدے

کہ مرا صد آرزو و شہوت ست
کیونکہ میری بھی سینکڑوں آرزوئیں اور خواہشیں ہیں

دستِ من بستہ ز بیم و ہیبت ست
خوف اور ہیبت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں

پس[2] کرم کُن عُذر را تعلیم دہ
تو مہربانی سے مجھے عذر کرنا سکھا دے

برکُشا از دست و پائے من گرہ
مجھ مجبور کے ہاتھ اور پاؤں کھول دے

اختیارے کردہ تو پیشہ
تو نے ایک پیشہ اختیار کیا ہے

کا ختیارے دارم و اندیشہ
(اور تو سمجھتا ہے) کہ میں اختیار اور سمجھ رکھتا ہوں

ورنہ چوں بگزیدہ آں پیشہ را
ورنہ تو نے وہ پیشہ کیوں اختیار کیا؟

از میانِ پیشہا اے کدخدا
اے صاحب! سب پیشوں میں سے

چونکہ آید نوبتِ نفس و ہوا
جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے

بیست مُردہ اختیار آید ترا
تجھ میں بیس مُردوں کا اختیار آجاتا ہے

چوں بر دیک حبّہ از تو یار سُود
جب دوست تجھ سے ایک رتی کا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے

اختیارِ جنگ در جانت کشود
تو تیری جان میں لڑائی کا اختیار کھلا ہوا پاتا ہے

چوں[3] بیاید نوبتِ شکر و نعم
جب شکر اور نعمتوں کی باری آتی ہے

اختیارت نیست از سنگے تو کم
تجھے اختیار نہیں ہے تو پتھر سے کم ہے

دوزخت را عُذر ایں باشد یقیں
تیرے لئے دوزخ کا بھی یہ عذر یقینی ہے

کاندریں سوزش مرا معذور بیں
کہ اس جلانے میں مجھے معذور سمجھ

کس بدیں حجت چو معذورت نداشت
اس دلیل سے تجھے کسی نے معذور نہ رکھا

وز کفِ جلاد ایں دورت نداشت
اور جلاد کے ہاتھ سے تجھے اس نے دور نہ رکھا

کہ اس عذر کو دنیا میں کسی نے تسلیم نہیں کیا اور وہ سزا کے وقت جلاد کے ہاتھ سے اس عذر کی بنا پر چھوٹ سکا اور دنیا کا نظام اسی انصاف سے قائم ہے کہ جبری کا عذر قبول نہ کیا جائے تو آخرت کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہئے۔

---

[1] سلیم۔ احمق۔ نابیل۔ کینہ۔ خون۔ یعنی جبر کے عقیدہ کے مطابق تیرا سب کچھ لیکر عذر کیا جا سکتا ہے اور لینے والا اپنے آپ کو مجبور ظاہر کر کے بری ہو سکتا ہے۔ علم حق۔ یعنی گناہ کے سلسلہ میں اگر علم حق کہہ کر عذر کیا جا سکتا ہے تو مجھے بھی یہ عذر سکھا دے میرے دل میں بھی بہت سے گناہوں کی تمنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے میں نہیں کر سک رہا ہوں۔

[2] پس۔ تیری بڑی مہربانی ہوگی اور مجھ مجبور کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔ اختیار۔ انسان اپنے لئے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے یہ اس کے اختیار کی دلیل ہے۔ چونکہ جبری انسان خواہش نفسانی کا ارادہ کرتا ہے تو بیس انسانوں کا اختیار اس میں آجاتا ہے اگر اس کا ایک رتی کا کوئی نقصان کر دیتا ہے تو لڑائی کا اختیار پورے بدن میں پھیل جاتا ہے۔

[3] چوں بیاید۔ جس وقت خدا کی اطاعت و عبادت کا معاملہ آتا ہے پھر جبری کہتا ہے کہ میں مجبور ہوں اور اپنے آپ کو پتھر سے بھی زیادہ غیر مختار ظاہر کرتا ہے۔ دوزخ۔ جب جہنم کی آگ میں جلے گا تو وہ بھی یہی کہے گی کہ میں جلانے میں مجبور ہوں۔ کس۔ جبری

پس بدیں داور جہاں منظوم شد — حالِ آں عالم ہمت معلوم شد
تو اس مُنصف حاکم سے دنیا کا کام منظم ہو گیا — اُس عالم کا حال بھی تجھے معلوم ہو گیا

حکایت ہم دَر جوابِ جبری و اثباتِ اختیار و صحتِ امر و نہی و در بیانِ آنکہ عُذرِ جبری دَر ہیچ ملتے و دینے مقبول نیست و مُوجبِ خلاص نیست از سزائے آں کار کہ کردہ است چنانکہ خلاص نیافت ابلیس[1] بداں کہ گفت

نیز حکایت جبری کے جواب میں اور اختیار ثابت کرنے اور حکم دینے اور روکنے کی صحت کے بارے میں اور اس بیان میں کہ جبری کا عذر کسی ملت اور دین میں مقبول نہیں ہے اور اُس کام کی سزا سے جو اُس نے کیا ہے، چھٹکارے کا سبب نہیں ہے چنانچہ شیطان اِس قول کی وجہ سے کہ

رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ وَالْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ

"خدا تو نے مجھے گمراہ کیا" چھٹکارا نہ پا سکا اور تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے

آں یکے میرفت بالائے درخت — می فشاند او میوہ را دُزدانہ سخت
ایک شخص درخت پر چڑھا — چوروں کی طرح بہت پھل جھاڑنے لگا
صاحبِ باغ آمد و گفت[2] اے دَنی — از خدا شرمیت کو چہ میکنی
باغ والا آیا اور اُس نے کہا اے کمینے! — خدا سے تیری شرم کہاں گئی، تو کیا کر رہا ہے؟
گفت[3] از باغِ خدا بندہ خدا — گر خورد خُرما کہ حق کردش عطا
اُس نے کہا اللہ تعالیٰ کے باغ سے خدا کا بندہ — اگر کھجوریں کھا رہا ہے جو کہ اُسکو خدا نے دی ہیں
عامیانہ چہ ملامت میکنی — بخل بر خوانِ خُداوندِ غنی
جاہلوں کی طرح تو کیا ملامت کر رہا ہے — بے نیاز خدا کے دسترخوان پر بخل کر رہا ہے
گفت[4] اے ایبک بیا و آں رَسَن — تا بگویم من جوابِ بوالحسن
اُس نے کہا اے غلام! رسّی لے آ — تاکہ میں اِس بھلے کا جواب دوں
میزد او بر پشت و ساقش چوب سخت — پس بَبستش سخت آمد بر درخت
اُس کی کمر اور پنڈلی پر سخت لاٹھی مارنے لگا — پھر اُسوقت اُس نے اُسکو درخت سے کس کر باندھ دیا
می کشی ایں بیگنہ را زار زار — گفت آخر از خدا شرمے بدار
تو اِس بے قصور کو بُری طرح سے مار رہا ہے — اُس نے کہا، آخر خدا سے شرم کر

[1] ابلیس، شیطان نے بھی اپنی گمراہی پر اپنے جبر کا عذر پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ میری گمراہی میری اختیاری نہیں ہے لیکن اُس کا عذر مقبول نہ ہوا، موزوں اور چودھویں کی طرح۔ ذہنی کینہ۔

[2] گفت۔ پھل جھاڑنے والے نے کہا کہ باغ خدا کا ہے اور میں خدا کا بندہ ہوں اللہ نے مجھے چھوارے عطا کئے ہیں تو جاہلوں کی طرح مجھے کیوں ملامت کرتا ہے تو خدائی دسترخوان پر بخل کرتا ہے۔

[3] گفت۔ باغ والے نے اپنے نوکر کو بلایا کہ رسّی لے آ، میں اِس کا جواب اِس کو دے دوں گا اور رسّی سے اُس نے اُس کو درخت سے باندھ کر مارنا شروع کر دیا۔ گفت۔ پھل چرانے والے نے کہا کہ تو خدا سے شرم کر مجھ بے گناہ کو کیوں مارے ڈالتا ہے۔

گفت[1] کز چوب خدا ایں بندہ اش — میزند بر پشتِ دیگر بندہ خوش

اُس نے کہا خدا کی لاٹھی سے یہ اُس کا بندہ — دوسرے بندے کی کمر پر خوب مار رہا ہے

چوب حق و پشت و پہلو آنِ اُو — من غلامِ آلت و فرمانِ اُو

لاٹھی اللہ (تعالیٰ) کی، کمر اور پہلو اللہ (تعالیٰ) کا — میں اُس کے آلے اور حکم کا غلام ہوں

گفت توبہ کردم از جبرائے عیار — اختیارست اختیارست اختیار

اُس نے کہا اے عیار! میں نے جبر سے توبہ کی — اختیار ہے، اختیار ہے، اختیار

اختیارت اختیارش ہست کرد — اختیارش چوں سوارے زیر گرد

تیرے اختیار کو اُس کے اختیار نے پیدا کیا — اُس کا اختیار گرد کے نیچے کے سوار کی طرح ہے

اختیارش اختیارِ ما کند — امر[2] شد بر اختیارے مُستند

اُس کا اختیار ہمارے اختیار کو پیدا کرتا ہے — حکم کا مدار اختیار پر ہے

حاکمی بر صورتِ بے اختیار — ہست ہر مخلوق را در اقتدار

بے اختیار صورت پر حکومت کرنا — ہر مخلوق کو حاصل ہے

تا کشد بے اختیارے صیدرا — تا برد بگرفتہ گوشِ اُو زیدرا

تاکہ وہ بے اختیار شکار کو کھینچ لیجائے — جس کہ زید کا کان پکڑ کر لے جاتا ہے

لیک بے ہیچ آلتے صُنعِ صمد — اختیارش را کند او کُند

لیکن اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری بغیر کسی آلے کے — اُسکے اختیار کو اُس کا پھانسہ بنا دیتی ہے

اختیارش[3] زید را قیدش کُند — بے سگے بے دام چوں صیدش بُود

زید کا اختیار اُس کو قید کر دیتا ہے — وہ بغیر کتے اور جال کے شکار جیسا بنجاتا ہے

آں دَرَو گر حاکمِ چوبے بُوَد — واں مُصوِّر حاکمِ خوبے بُوَد

بڑھئی، لکڑی پر حاکم بن جاتا ہے — مصور، حسین کا حاکم بن جاتا ہے

ہست آہنگر بر آہن قیمے — ہست بنّا ہم بر آلت حاکمے

لوہار، لوہے پر حاکم ہے — معمار بھی اوزار پر حاکم ہے

نادرا باشد کہ چندیں اختیار — ساجد آید زا اختیارش بندہ وار

عجب بات ہے کہ اس قدر اختیار — اُس (اللہ تعالیٰ) کے اختیار سے غلام کیطرح سجدہ کرنے والے ہیں

کسی حسین کی تصویر بنانے والا مصور۔ نادرا۔ اگر غیر مختار بندوں پر اللہ کی حکومت ہو تو اس میں کوئی ندرت نہیں ہے ندرت تو یہ ہے کہ بندہ مختار ہوتے ہوئے اُس کے اختیار کا غلام ہے۔

---

[1] گفت۔ باغ والے نے کہا کہ لاٹھی بھی خدا کی ہے میں بھی خدا کا بندہ ہوں تیری کمر اور پہلو بھی خدا کا ہے میں تجھے اللہ کے حکم سے مار رہا ہوں تو اس میں کیا برائی ہے۔ گفت کہا پھر وہ جبری چور توبہ کرنے لگا اور بندے کے اختیار کا قائل ہو گیا۔ اختیارت۔ قدر کے عقیدہ کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ بندہ کا اختیار بھی اختیارِ خداوندی کا مظہر کردہ ہے بندہ کا اختیار ظاہر ہے اور حضرت حق تعالیٰ کا اختیار پوشیدہ ہے۔

[2] امر شد۔ جبریہ کے عقیدے کے خلاف مولانا فرماتے ہیں کہ تمام احکام اور نواہی کا مدار اختیار پر ہے جو بندہ کو حاصل ہے اسی لئے امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے لَا جَبْرَ وَلَا قَدَرَ وَلٰكِنْ اَمْرٌ بَيْنَ اَمْرَيْنِ یعنی زور و انسان مجبور ہے نہ مختار محض بلکہ معاملہ بین بین ہے۔ حاکمی۔ بے اختیار پر تو ہر مخلوق حکمرانی کرتی ہے لہٰذا اللہ کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ لیک۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے کہ وہ مختار بغیر کسی آلے کے ہو اس کے اختیار کو اُس کی کمند بنا دیتا ہے اور اُس کو پھانس دیتا ہے۔

[3] اختیارش۔ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے کہ وہ انسان کو خود اُس کے اختیار سے بغیر کسی آلے کے شکار کر لیتا ہے زرد گر۔ بڑھئی۔ حاکمے۔ یعنی

قدرتِ[1] تو بر جمادات از نبرد — کے جمادی را ازآنہا نفی کرد

خصوصت کی وجہ سے بے جان چیزوں پر تیری قدرت — اُن کے بے جان ہونے کی کب نفی کرتی ہے؟

قدرتش بر اختیارات آنچناں — نفی نکند اختیارے را ازاں

اُس (اللہ تعالےٰ) کی قدرت اختیارات پر اسی طرح — اُس سے اختیار کی نفی نہیں کرتی ہے

خواستش میگوئی بر وجہ کمال — کہ نباشد نسبتِ جبر و ضلال

اُس (اللہ تعالےٰ) کے ارادہ کا اہلِ کمال کے طریقہ پر کہنا ہے — اکہ اللہ تعالےٰ کی جانب) جبر اور گمراہی کی نسبت نہیں

چونکہ گفتی کفرِ من خواہِ دلیست — خواہِ خود را نیز ہم میدانکہ ہست

جب تو نے یہ کہا کہ میرا کفر اُس کی منشاء ہے — تو اپنی منشاء کو بھی سمجھ لے کہ وہ ہے

زانکہ[2] بیخواہِ تو خود کفرِ تو نیست — کفر بیخواہش تناقض گفتنی ست

کیونکہ تیری منشاء کے بغیر خود تیرا کفر ہی نہیں ہے — "بغیر منشاء کے کفر کرنا" متضاد بات کہنا ہے

امر عاجز را قبیح ست و ذمیم — خشم بدتر خاصہ از ربِّ رحیم

عاجز کو حکم دینا بُرا اور ناپسند ہے — غصہ کرنا زیادہ بُرا ہے خصوصاً رحیم پروردگار کی جانب سے

گاو گر یوغے نگیرد میزنند — ہیچ گاوے کو نہ زدہ شد نزنند

بیل اگر جُوا نہیں لیتا ہے مارتے ہیں — بیل نہ اُڑنے والا جانور ہے

گاو چوں معذور نبود در فضول — صاحب گاو از چہ معذور ست و دول

بیکار (معاملہ) میں جب بیل معذور نہ ہوا — (تو) بیل والا کس وجہ سے معذور اور امیر ہے؟

چوں[3] نہ رنجور سر را بر مبند — اختیارت ہست بر سبلت مخند

جسکا تو بیمار نہیں ہے سر نہ کر ڈھک — تجھے اختیار ہے مذاق نہ اُڑا

جہد کن کز جامِ حق یابی نوی — بیخود و بے اختیار آنگہ شوی

کوشش کر تاکہ خدائی جام سے تازگی حاصل کرے — پھر تو بے خود اور بے اختیار ہو جائیگا

آنگہ آں مے را بود کُل اختیار — تو شوی معذورِ مطلق مست وار

تب اُس شراب کو پورا اختیار ہوگا — تو ہوش کی طرح بالکل معذور ہو جائے گا

---

[1] قدرت۔ جو چیز ماہیت کے لوازم میں سے ہے وہ ماہیت سے جدا نہیں ہوتی ہے جماد کا بے اختیار ہونا اسکی ماہیت کے لئے لازم ہے یہ طبع انسان کا با اختیار ہونا اسکی ماہیت کے لئے لازم ہے انسان کی جمادات پر قدرت جمادات کے بے اختیار ہونے کو سلب نہیں کرتی ہے اسی طرح اللہ کا اختیار اور قدرت انسان کے اختیار کو فنا نہیں کرتا ہے۔

خواستش۔ انسانی افعال میں انسان کی مشیت اور ارادہ کو بھی دخل ہے جو مشیت خداوندی کے تابع ہے وَمَا تَشَاۗؤُنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ اور تم نہیں چاہتے مگر وہ جو اللہ چاہے اگر تم ایسا نہ ہوگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف جبر اور گمراہ کرنے کی نسبت ہو جائے گی۔

چونکہ۔ جب جبری انسان یہ کہتا ہے کہ میرا کفر کرنا اللہ کی مشیت سے ہے تو کفر کرنے کا اُس نے اقرار کیا اور کفر وہ ہر جو انسان اپنے ارادہ اور اختیار سے کرے تو گویا اس جبری نے اپنے اختیار کا اقرار کر لیا۔

[2] زانکہ۔ اپنے ارادہ سے اللہ کا انکار کرنا کفر ہے با اختیار کے انکار کرنا کفر نہیں ہے تو انسان اپنے کفر کا اقرار کرے اور پھر اپنا اختیار نہ مانے یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ آمر عاجز کو حکم دینا بُری بات ہے خدا اس سے منزہ ہے۔ گاو۔ بیل کو جُوا کھینچنے کا اختیار حاصل ہو

جُوا نہ کھینچنے پر پٹتا ہے نہ اُڑنے پر اُس کو کوئی نہیں مارتا ہے۔ گاو۔ لغو کام میں جب بیل کو معذور نہیں سمجھا جاتا ہے تو اُس کے مالک کو کیسے معذور سمجھا جا سکتا ہے۔

[3] چوں نہ۔ جبری معذور ہے وہ غلط طریقہ پر عذر کرتا ہے۔ جہد کن۔ ہاں انسان جب مجاہدوں کے ذریعہ فنا فی اللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے تو پھر بیشک وہ بے اختیار ہو جاتا ہے۔ تب۔ جب وہ محبت کی شراب پی کر مست ہو جاتا ہے تو معذور سمجھا جاتا ہے۔

هر چه گوئی گفتهٔ مے باشد آں
تو جو کچھ کہے گا وہ شراب کا کہا ہوا ہوگا

هر چه روبی رفتهٔ وے باشد آں
تو جو کچھ جھاڑے گا اس کا جھاڑا ہوا ہوگا

کے کند آں مست جز عدل و صواب
وہ مست انصاف اور صواب کے علاوہ اور کیا کہے گا؟

کہ ز جامِ حق کشیدست او شراب
کیونکہ اس نے خدائی جام سے شراب پی لی ہے

جادواں فرعون را گفتند بیت
جادوگروں نے فرعون سے کہہ دیا، ٹھہر جا

مست را پروائے دست و پا نیست
مست کو ہاتھ اور پاؤں کی پروا نہیں ہے

دست و پائے ما مئے آں واجدست
ہمارے ہاتھ اور پاؤں اس خدا کی شراب سے مست ہیں

دستِ ظاہر سایهٔ اوست و کاسِدست
ظاہری ہاتھ سایہ ہے اور کھوٹا ہے

چوں بسر پُر شد ز جامِ او مُدام
جب اس کے جام کی شراب سر میں بھر جاتی ہے

خانهٔ دل را فروگیرد تمام
دل کے گھر کو پوری طرح گھیر لیتی ہے

معنیٔ ماشاء اللہ کان یعنی خواست خواستِ اوست و رضا

جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہو کے معنی یعنی مشیت، اس ہی کی مشیت ہے اور رضامندی،

رضائے او واز خشم و ردِّ دیگراں دل تنگ نباشید کان

انہیں کی رضامندی ہے تم دوسروں کے غصہ اور رد سے رنجیدہ نہ ہو (لفظ کان

اگرچہ لفظِ ماضی ست لیکن در فعلِ خدا ماضی و مستقبل

اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن اللہ کے فعل میں ماضی اور مستقبل نہیں ہوتا ہے

نباشد کہ لَیْسَ عِنْدَ رَبِّنَا صَبَاحٌ وَّلَا مَسَاءٌ

کیونکہ ہمارے پروردگار کے یہاں صبح اور شام نہیں ہوتی ہے

قولِ بندہ ایش شاء اللہ کان

بندہ کا یہ کہنا: جو خدا نے چاہا وہ ہوا

بہر آں نبود کہ مُنبل شود دراں

اس لئے نہیں ہے کہ تو اس میں کاہل بنے

بلکہ تحریض ست بر اخلاص و جِد

بلکہ اخلاص اور کوشش پر برانگیختہ کرتا ہے

کاندراں خدمت فزوں شد مستعِد

کہ تو اس دربار میں زیادہ مستعد بنے

گر بگویند آنچہ میخواہی تو راد

اگر وہ کہہ دیں، اے جوانمرد! تو جو چاہے

کار کارِ تست بر حسبِ مُراد

کام تیرا ہی کام ہے منشاء کے مطابق

اگر انسان سے یہ کہہ دیا جاتا کہ ہر کام تیری منشاء کے مطابق ہو جائے گا تو اس وقت انسان خدا کی اطاعت اور بندگی میں سستی کرتا۔

۱؎ مے کنند: لیکن شراب مراد نہیں ہے کیونکہ شراب کا استعمال ظلم و گناہ ہے۔ جادوگران۔ فرعون کے جادوگر شراب معرفت کے مست ہو گئے تھے اور کہنے لگے تھے کہ ہمیں اب پاؤں کاٹے جانے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ دست۔ جادوگروں نے کہہ دیا تھا کہ ہمارے اصل ہاتھ پاؤں شراب معرفت ہے یہ جسمانی ہاتھ پاؤں بے حقیقت ہیں۔ چوں۔ جب شراب معرفت دماغ کو چڑھتی ہے تو دل میں اتر جاتی ہے۔

۲؎ مشتی: جو اللہ نے چاہا ہوا کے معنی یہ ہیں کہ اصل مشیت خداوندی اور رضا در اصل رضائے خداوندی ہے دوسروں کی ناراضی سے قطعاً کو رنجیدہ نہ ہونا چاہئے۔ کان۔ ہوا یہ ماضی کا صیغہ ہے جس میں گزرا ہوا زمانہ پایا جاتا ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولا جائے تو اس میں پھر ماضی، مضارع کی بحث نہیں ہے اس لئے کہ اللہ کی نسبت سے نہ کوئی زمانہ گذرا ہوا ہے نہ آنے والا ہے۔

۳؎ قولِ بندہ۔ پہلے یہ بتایا تھا کہ بندہ کے فعل میں اس کی مشیت کا دخل ہے بظاہر ماشاء اللہ کان "جو اللہ نے چاہا ہوا" اس کے مخالف ہوتا ہے لہٰذا مولانا اس کے معنی سمجھاتے ہیں۔ ایش۔ ہاں۔ شی شئی و اجو چیز۔ منبل۔ کاہل۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ خدمت۔ یعنی بارگاہ خداوندی۔ گر بگویند۔

آنگہاں تنبل کُنی جائز بُوَد — کانچہ خواہی وانچہ گوئی آں شوَد

اُس وقت تو کاہل بن رہے، جائز ہوگا — کیونکہ جو تو چاہے گا اور جو تو کہے گا، وہ ہوگا

چوں بگویند ایش شار اللہ کان — حکم حکمِ اُوست مُطلق جاودان

جب وہ کہیں، جو اللہ نے چاہا ہوا — ہمیشہ اور مطلقاً اُسی کا حکم، اُسی کا ہے

پس[۱] چرا صد مُردہ اندر وردِ اُو — بر نگردی بندگانہ گردِ اُو

تو پھر کیوں سو انسانوں کی برابر کے گھاٹ میں — غلاموں کی طرح اُس کے گرد چکر نہ کاٹے گا

گر بگویند آنچہ می خواہد وزیر — خواست آنِ اُوست اندر دار و گیر

اگر کہہ دیں کہ وزیر جو چاہے — پکڑ دھکڑ میں وہ مختار کا مالک ہے

گردِ اُو گرداں شوی صد مُردہ نُو — تا بریزد بر سرت احسان وجُود

تو سو انسانوں کی طاقت سے بنے گرد چکر کاٹے گا — تاکہ وہ تیرے سر پر احسان اور سخاوت برسائے

یا گریزی از وزیر و قصرِ اُو — ایں نباشد جستجوی و نصرِ اُو

یا تو وزیر اور اُس کے محل سے بھاگے گا — یہ اُس کی نہ تو اور جستجو نہ ہوگی

باز[۲] گونہ زیں سخن کاہل شدی — مُنعکس اِدراک و خاطر آمدی

تو اِس بات سے اُلٹا کاہل بنا — تو اُلٹی سمجھ اور رائے والا ثابت ہوا

اَمر اَمرِ آں فلاں خواجہ است ہیں — چیست یعنی با جزاُو کمتر نشیں

خبردار! حکم فلاں خواجہ کا حکم ہے — کیا ہے؟ یعنی اُس کے سوا کے ساتھ نہ بیٹھ

گردِ خواجہ گرد چوں اَمرِ آنِ اُوست — کو کُشد دشمن رہاند جانِ دُوست

خواجہ کے گرد چکر کاٹ جبکہ حکم اُسی کا ہے — کیونکہ وہ دشمن کو مارے گا دوست کی جان چھڑا دے گا

ہر چہ اُو خواہد ہُماں یابی یقیں — یا دہ کم رَو خدمتِ اُو بر گزیں

جو وہ چاہے گا وہ یقیناً تو حاصل کرے گا — بیہودہ روی نہ کر اُس کا دربار منتخب کر لے

نے[۳] چو حاکم اُوست گردِ اُو مگرد — تا شوی نامہ سیاہ و روی زرد

نہ کہ چونکہ وہ حاکم ہے اُس کے گرد چکر نہ کاٹ — تاکہ تو سیاہ اعمالنامہ والا، زرد چہرے والا بنے

چونکہ حاکم اُوست اُو را گیر و بس — غیر اُو را نیست حکم و دسترس

چونکہ حاکم وہی ہے اُس کو پکڑ اور بس — اُس کے غیر کے لئے حکم اور قدرت نہیں ہے

حق بُوَد تاویل کاں گرمت کُند — پُر اُمید و چُست و باشرمت کُند

وہ تاویل صحیح ہے جو تجھے سرگرم کر دے — تجھے پُر امید اور چست اور باحیا بنا دے

[۱] پس۔ جب یہ کہا گیا کہ جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے تو انسان اُس کے دربار کے چکر کاٹتا ہے۔ زور گھاٹ۔ گر بگویند۔ اگر شاہی یہ اعلان ہو جائے کہ ہر معاملہ میں وزیر خود مختار ہے تو تمام انسان اُس کے گھر کا چکر کاٹیں گے اُس کے محل سے گریز کرنا اُس کی مدد کی طلب نہ ہوگی۔

[۲] باز گونہ۔ جبری نے اِس کا اُلٹا مطلب سمجھا اور عبادت میں سست پڑ گیا۔ امر امرِ آں۔ اگر یہ اعلان ہو کہ فلاں سردار کا حکم چلے گا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اُس کی صحبت اختیار کر اُس کا چکر کاٹ کہ وہ تجھے دشمن سے بچائے گا جو وہ چاہے گا تجھے ملے گا۔

[۳] نے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چونکہ وہ حاکم ہے لہٰذا اُس کے قریب نہ جا۔ حق بُوَد۔ قرآن و حدیث کے وہ معنی معتبر ہیں جو بندہ کو سرگرم عمل بنائیں اگر وہ معنی سُست اور کاہل بناتے ہیں تو وہ تحریف ہے۔

وَر کُند سُنّت حقیقت ایں بدل — ہست تبدیل و نہ تاویلست آں

اور اگر تجھے سُنّت بنائے، یہ حقیقت بدلے — وہ تحریف ہے تاویل نہیں ہے

ایں[1] برائے گرم کردن آمدست — تا بگیرد نا امیداں را دو دست

یہ سرد گرم کرنے کے لئے آیا ہے — تاکہ وہ مایوسوں کی دستگیری کرے

معنیِ قرآں ز قرآں پُرس و بس — وز کسے کاتش زدست اندر ہوس

قرآن کے معانی قرآن سے دریافت کر اور بس — اور اُس شخص سے جس نے ہوس کو پھونک دیا ہے

پیشِ قرآں گشت قربانے و بست — تا کہ عینِ روحِ اُو قرآں شدہ ست

جو قرآن کے سامنے قربان اور فرمانبردار بن گیا ہو — مستی کر اُس کی روح بعینہٖ قرآن بن گئی ہو

روغنے کو شد فدائے گُل بگُل — خواہ روغن بُوئے کُن خواہی تو گُل

(اب) تو خواہ تیل کو سونگھ لے یا پھول کو — تیل پھول پر بالکل فدا ہو گیا ہے

گر نمیدانی بجو تاویل آں — تا بتابد بر دلت آں راعیاں

اگر تو نہیں سمجھتا ہے تو اُسکے معانی تلاش کر لے — تاکہ تیرے دل پر اُس کا ظاہر چمک اُٹھے

وہمچنیں[2] قد جَفَّ القَلمُ وَ کتبَ اَن لَّا یَستَوِی

اور اسی طرح اس کی تاویل ہے، کہ قلم (تقدیر) خشک ہو چکا ہے اور اُس نے لکھ دیا ہے کہ

الطَّاعَۃُ وَالمَعصِیَۃُ وَلَا یَستَوِی الاَمَانَۃُ وَالسَّرِقَۃُ جَفَّ القَلمُ اَن لَّا

اطاعت اور نافرمانی برابر نہیں ہے اور امانت اور چوری یکساں ہے قلم خشک ہو گیا ہے کہ نہیں

یَستَوِی الشُّکرُ وَالکُفرَانُ جَفَّ القَلمُ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیعُ اَجرَ المُحسِنِینَ

اور کفر برابر نہیں ہے، قلم خشک ہو گیا ہے، بیشک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے

ہمچنیں تاویلِ قد جَفَّ القلم — بہرِ تحریض ست بر شغلِ اہم

اسی طرح بیشک قلم خشک ہو گیا ہے کی تاویل — اہم کام کی مشغولیت پر برانگیختہ کرنے کیلئے ہے

پس قلم بنوشت کہ ہر کار را — لائقِ آں ہست تاثیر و جزا

پس قلم نے لکھ دیا کہ ہر کام کی — تاثیر اور جزا اُس کے مناسب ہے

کژ روی جَفَّ القلم کژ آید ت — راستی آری سعادت زاید ت

ٹیڑھا چلنے کا تجھ میں کہی آئیگی لکھ کر قلم خشک ہو گیا ہے — قویم طریق اختیار کریگا تیرے لئے نیک بختی پیدا ہوگی

---

[1] ایں۔ یعنی اشارہ قرآن، سرگرم عمل کرنے کیلئے ہے۔ بعضی قرآن۔ قرآن کا بعض بعض کی تفسیر کرتا ہے تو آیت کی تفسیر دوسری آیت کی روشنی میں ہونی چاہئے یا اُس عالم سے کرائیجائے جس نے ہوا و ہوس کو جلا ڈالا ہو۔ پیشِ قرآں۔ وہ عالم قرآن پر قربان ہو گیا ہو اور اُس کی رُوح قرآن بن گئی ہو۔

ز نفحے۔ اب اُس عالم اور قرآن میں وہی نسبت ہوگی جو پھول کے روغن اور پھول میں ہے کہ دونوں کو سونگھنا یکساں ہے۔

گر نمیدانی۔ اگر سرگرم عمل کرنے والے معنی تجھ پر ظاہر نہیں ہوئے ہیں تو اُنکی تلاش کر۔

[2] وہمچنیں۔ یہ حدیث شریف ہے اور حدیث میں ہے جفّ القلم بما ہو کائن قلم (لکھنا) خشک ہو گیا ہے ہر اُس چیز کو جو ہونے والی ہے اس پر صحابہ نے سوال کیا پھر عمل کس بات کے لئے آنحضرتؐ نے فرمایا ہر انسان کو اُس چیز کی سہولت دے دی گئی ہے جس کے لئے وہ پیدا ہوا ہے اگر سعادت اور جنت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو اُس سے سعادت اور جنت کے اعمال سرزد ہونگے اور اگر وہ شقاوت کیلئے پیدا کیا گیا ہے تو اُس سے شقاوت اور جہنم کے اعمال سرزد ہونگے خلاصہ یہ ہے کہ قلم نے سعید کی سعادت اور شقی کی شقاوت لکھ دی ہر ایک طریقہ پر کہ یہ اعمال سعادت کے اعمال ہیں اور یہ اعمال شقاوت کے اعمال ہیں۔

[1] پس قلم کے لکھنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر کام کی تاثیر اُسکی مناسبت سے تحریر کر دی ہے۔ کژ روی جو تم نے لکھ دیا ہے اگر کژ روی کی اختیار کرے گا تو نتیجہ کجی ہوگا اور راستی اختیار کرے گا تو اُس سے سعادت پیدا ہوگی قلم نے تو دیا ہے نظر کا نتیجہ بد کہنا ہے۔ عدل کا نتیجہ راحت ہے جو ری کا نتیجہ ہاتھ کٹنے سے اب چلے کاٹنا تمہارا ہے۔

ظلم آری ار تدبری جَفَّ القلم
تو ظلم کرے گا تو تو بدبخت ہے اسلئے کہ تیرا قلم خشک ہو گیا ہو

چوں بذزدد دست شد جَفَّ القلم
جب چوری کرے گا ہاتھ کٹا قلم اسلئے خشک ہو گیا ہو

تو رواداری[1] رَوا باشد کہ حق
تو جائز سمجھتا ہے۔ مناسب ہو گا کہ اللہ تعالیٰ

کہ زدستِ من بروں رفت ست کار
کہ میرا کام میرے قابو سے باہر ہو گیا

بلکہ[2] معنیٔ آں بُوَد جَفَّ القلم
بلکہ معنی یہ ہیں کہ قلم اللہ کا خشک ہو گیا ہے

فرق بنہادم میانِ خیر و شر
میں نے خیر و شر میں فرق رکھا ہے

ذرّہ گر در تو افزاید ادب
اگر تجھ میں ادب کی ایک ذرہ بڑھوتری

قدرِ آں ذرّہ ترا افزوں دہد
اس ذرے کی بقدر تجھے زیادہ دے گا

پادشاہے[3] کہ بہ پیشِ تختِ او
وہ بادشاہ کہ اس کے تخت کے روبرو

آنکہ می لرزد ز بیمِ ردِّ او
وہ شخص جو اس کے جواب سے لرز رہا ہو

فرق نبود ہر دو یک باشد برش
وہ دونوں میں فرق نہ کرے اسکے نزدیک دونوں یکساں

ذرّہ گر جہدِ تو افزوں شود
اگر تیری کوشش میں ایک ذرہ بڑھے

پیشِ ایں شاہاں ہمارہ جانکنی
ان بادشاہوں کے سامنے تجھ پر سخت مصیبت بھر آئے

عدل آری بر خوری جَفَّ القلم
تو انصاف کریگا پس کہا جائیگا قلم اسلئے خشک ہو گیا ہو

خوردہ بادہ مست شد جَفَّ القلم
شراب پی کر مست ہو گیا قلم اسلئے خشک ہو گیا ہے

ہمچو معزول آید از حکمِ سبق
اگلی حکم کی وجہ سے معزول کی طرح ہو جائے

پیشِ من چندیں مبا چندیں مزار
میرے سامنے اتنا نہ، اتنی عاجزی نہ کر

نیست یکساں پیشِ من عدل و ستم
میرے سامنے انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں

فرق بنہادم زبد ہم از بتر
میں نے بُرے اور بدتر میں فرق رکھا ہے

باشد از زیارت بداند فضلِ رب
ہو، دوست سے خدا کا فضل جانتا ہے

ذرّہ چوں کوہے قدم بیروں نہد
(وہ) ذرہ پہاڑ کی طرح بڑھتا ہوگا

فرق نبود از امین و ظلم جو
امانت دار اور ظالم میں فرق نہ ہو

وانکہ طعنہ میزند بر جدِّ او
اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زن ہو

شاہ نبود خاکِ تیرہ بر سرش
وہ بادشاہ نہ ہوگا اس کے سر پر کالی مٹی ہو

در ترازوئے خدا موزوں شود
وہ خدا کی ترازو میں تولا جائے گا

بینجبر ایشاں ز غدر و روشنی
وہ غداری اور نور (قلب) سے خالی ہیں

---

[1] تو رواداری۔ اگر جَفَّ القلم کے یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ ازل میں لکھ دیا ہے اور اب اس کی تقدیر کے تحت کچھ نہیں ہے تو گویا اب خدا عدالت سے معزول ہو گیا ہے۔ کیونکہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ اے بندے اب تو میرے پاس نہ آ اب کام میرے قابو سے باہر ہے۔

[2] بلکہ۔ جَفَّ القلم کے صحیح معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا لکھا ہے کہ انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں فرق ہے۔ اور یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے خیر اور شر میں بد اور بدتر میں فرق کر دیا ہے۔ ذرہ۔ اگر تجھ میں تیرے دوست کے اعتماد سے ایک ذرہ بھی نیکی زیادہ ہے تو اس کو خدا جانتا ہے اور وہ اس ذرے کا بدلہ دے گا جو پہاڑ جیسا ہوگا۔

[3] بادشاہ ہے۔ جس بادشاہ کے دربار میں امن اور ظالم میں فرق نہ ہو اور وہ شخص جو اس کے خوف سے لرزتا ہے اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زنی کرتا ہے اسکے دربار میں یکساں ہوں تو ایسے بادشاہ کے سر پر خاک۔ ذرہ۔ حقیقی خدا تو وہی ہے جس کی ترازو میں ایک ایک ذرہ تولا جائے گا۔ پیش۔ یہ تو دنیاوی بادشاہوں کا طور طریقہ ہے کہ تو تمام عمر اطاعت کرتا ہے اور ایک چغلخور تیری ساری بھلائی برباد کرا دیتا ہے۔

گفتِ غمازے کہ بد گوید ترا
اُس چغلخور کی بات جو تجھے بُرا کہتا ہے

ضائع آرد خدمتت را سالہا
وہ تیری سالوں کی خدمت کو ضائع کرا دیتا ہے

پیشِ[1] شاہے کو سمیع ست و بصیر
اُس بادشاہ کے سامنے جو کہ سمیع و بصیر ہے

گفتِ غمازاں نباشد جائے گیر
چغلخوروں کی بات نہیں ٹھہرتی ہے

جملہ غمازاں ازو آئیس شوند
سب چغلخور اُس سے مایوس ہو جاتے ہیں

سوئے ما آیند و افزایند بند
ہمارے پاس آتے ہیں اور رکاوٹیں اضافہ کرتے ہیں

بس جفا گویند شہ را پیشِ ما
اللہ (تعالیٰ) کا ہمارے بہت ظلم بیان کرتے ہیں

کہ برو جَفَّ القلم کم کن وفا
کہ جا قلم (لکھکر) خشک ہو گیا ہے وفاداری نہ کر

معنیِ[2] جَفَّ القلم کے آں بُوَد
قلم لکھکر خشک ہو گیا کے یہ معنی کب ہو سکتے ہیں!

کہ جفا ہا با وفا یکساں بُوَد
کہ ظلم وفاداری کے برابر ہوتا ہے

بل جفا را ہم جفا جَفَّ القلم
بلکہ ظلم کے لئے (بدلہ) ظلم ہونا لکھکر خشک ہو

واں وفا را ہم وفا جَفَّ القلم
اور وفا کیلئے (بدلہ) وفا لکھکر خشک ہو گیا ہے

عفو باشد لیک کو فرِ اُمید
معافی ہو گی لیکن امید کی وہ شان و شوکت کہاں؟

کہ بُوَد بندہ ز تقویٰ رُو سپید
کہ بندہ پرہیزگاری کی وجہ سے سُرخرو ہو

دُزد را گر عفو باشد جاں بَرد
چور کو اگر معاف کیا جاتا ہے تو جان بچا لیتا ہے

کے وزیر و خازنِ مخزن شوَد
وزیر اور خزانہ کا خزانچی کب بنتا ہے؟

اَے[3] امین الدینِ ربانی بیا
اے امین الدین "اللہ والے"! آجا

کز امانت رُست ہر تاج و لوا
کیونکہ امانت کی وجہ سے تاج اور جھنڈا اونچا ہوا ہے

پُورِ سُلطاں گر بُوَد خائن شوَد
شہزادہ اگر بادشاہ کا خائن بن جائے

آں سَرش از تن بدان بائن شوَد
اُس کی وجہ سے اُس کا سر تن سے جدا ہو جائے

در غلامے ہندوے آرد وفا
اگر ہندوستانی غلام وفا برتے

دولت اُو را میزند طالِ بقا
نصیب اُس کیلئے زندہ باد کا اعلان کر دے

چہ غلام ار بَرد لے سگ با وفاست
غلام کیا، اگر دروازے پر کتا وفادار ہے

در دلِ سالار اُو را صد رضاست
آقا کے دل میں اُس کی جانب سینکڑوں رضامندیاں ہیں

تو وہ گروی رکھا ہوا ہے اور اگر معمولی غلام وفاداری کرتا ہے تو اُس کا نصیب اُسکو سردار کر دیتا ہے غلام تو درکنار کتا بھی وفاداری کرتا ہے تو آقا کے دل میں اُس کے لئے سینکڑوں خوشنودیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

[1] پیشِ شاہے۔ دانا و بینا خدا کے دربار میں یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی چغلخور چغلخوری کر سکے، وہاں سے چغلخور شیطان وغیرہ مایوس ہو کر ہمارے پاس آکر ہمیں بہکاتے اور شاہ کا ظلم بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُس نے سب کچھ پہلے ہی لکھ دیا ہے اب اُس کے ساتھ وفاداری کیوں کرتے ہو۔

[2] معنیِ۔ یہ چغلخور شیطان کا جواب ہے کہ جَفَّ القلم کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جفا اور وفا یکساں ہے وفاداری سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جفا کا بدلہ جفا ہے اور وفا کا بدلہ وفا ہے۔ عفو باشد۔ شبہ ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو بھی معاف کر دے گا تو پھر اطاعت اور نافرمانی یکساں ہو گی مولانا نے جواب دیا ہے کہ معافی تو ہو جائے گی لیکن وہ انعامات حاصل نہ ہوں گے جو نیکوکاروں کو ملیں گے۔ دُزد۔ چور کی معافی کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اُسکی جان بچ گئی لیکن اُس کو وزیر اور خزانچی کا رتبہ تو حاصل نہیں ہوتا۔

[3] اَے امین الدین۔ یعنی شیخ صمام الدین یا ہر وہ مجتہد جو شریعت کا امین ہے یا مولانا کے وزیر کا ایک وزیر۔ تو۔ اگر بادشاہ کا نیا بادشاہ یا خائن ہو

زیں[1] چو سگ را بوسہ بر پوزش دہد
اس (وفا) کی وجہ سے جب کتے کی تھوتھنی چومتا ہے

گر بُود شیرے چہ پیروزش کند
اگر وہ شیر ہو تو اس کو کسقدر کامیابی حاصل کرے گا!

چہ مگر دُزدے کہ خدمتہا کُند
سوائے اُس چور کے جو خدمتیں کرے

صدق اُو بیخِ جفا را بر کند
اُس کی سچائی ظلم کی جڑ اُکھاڑ دے

چوں فُضَیلِ رہزنے کو راست باخت
جیسا کہ ڈاکو (حضرت) فضیلؒ جنھوں نے سچائی کی بازی

زاں کہ دَہ مَردہ بسُوئے تو بتاخت
کیونکہ دس انسانوں کی طاقت سے تیری جانب دوڑے

واپنچناں[2] کہ ساحراں فرعون را
اور جس طرح کہ جادوگروں نے فرعون کا

رُو سیہ کردند از صبر و وفا
مُنہ کالا کر دیا صبر اور وفاداری سے

دست و پا دادند در جرم و قُود
قصور اور بدلے میں ہاتھ پاؤں دے دیئے

آں بصد سالہ عبادت کے شود
وہ سَو سال کی عبادت سے کب ہوتا ہے؟

تو کہ پنجہ سال خدمت کردۂ
تو جس نے پچاس سال عبادت کی ہے

کے چنیں صِدقے بدست آوردۂ
ایسی سچائی کب حاصل کی ہے؟

حکایت[3] آں درویش کہ در ہرات غلامانِ عَمیدِ خُراسانی را آراستہ دید بر اسپانِ تازی با قباہائے زربفت و کلاہ ہائے

اس فقیر کی حکایت جس نے عمید خراسانی کے غلاموں کو ہرات میں دیکھا
بنا ٹھنا، عربی گھوڑوں پر زربفت کی قبائیں پہنے ہوئے اور اکرمانی سے ڈھیں

مُغرق وغیرہ آں پُرسید کہ اینہا کدام امیر اند و چہ

ہوئی ٹوپیاں اوڑھے ہوئے اس نے پوچھا یہ کونسے سردار ہیں؟ اور کیسے بادشاہ

شاہانند گفتند اُو را کہ اینہا امیراں نیستند اینہا غلامانِ

ہیں، لوگوں نے اُس سے کہا کہ یہ سردار نہیں ہیں، یہ عمید خراسانی کے غلام

عَمیدِ خُراسان اند رُو بآسمان کرد کہ اے خداوند غلام

ہیں اس نے آسمان کی طرف مُنہ کیا کہ اے اللہ تعالیٰ غلاموں کو پروَرش

پَروَدن از عَمید بیاموز آنجا مُستوفی را عمید گویند

کرنا عمید سے سیکھ لے۔ وہاں وزیر مالیہ کو عمید کہتے ہیں۔

آں یکے گستاخ رُو اندر ہرے
ایک مُنہ پھٹ نے ہرات میں

چوں بدیدے اُو غلامِ مہترے
جب اُس نے ایک سردار کے غلام کو دیکھا

---

[1] زیں۔ وفاداری اگر سگ بھی کرتا ہے تو آقا اُس کا مُنہ چومتا ہے اور اگر شیر وفاداری کرے تو پھر اُس کی کامیابی کا کیا ٹھکانا ہے۔ چور پہلے فرمایا تھا کہ چور کر معاف تو کر دیا جائے گا لیکن اُس کو اونچے مقامات حاصل نہ ہونگے اب اُس سے استثناء کرتے ہیں اس لئے کہ بعض ڈاکو لوگوں کو بڑے مقامات حاصل ہو گئے ہیں۔ جیسے "فضیل" حضرت فضیلؒ بن عیاض ڈاکو تھے پھر تائب ہوئے اور اولیا اللہ میں اُن کا شمار ہوا۔

[2] واپنچناں۔ اس طرح فرعون کے جادوگر توبہ کے بعد کامل بنے۔ رُو سیہ کردند۔ یعنی فرعون کو روسیاہ کیا۔ دست دادند۔ اللہ کی محبت میں ہاتھ پاؤں کٹوا دیئے یہ مقام ستر سال عبادت سے بھی بعض حاصل ہوتا ہے۔ تو کہ۔ عام انسان پچاس سال عبادت کرتا ہے لیکن اُن ساحروں کی سی سچائی اُس کو حاصل نہیں ہوتی ہے۔

[3] حکایت۔ اس سے یہ بتایا ہے کہ جس طرح بادشاہوں کے سب غلام یکساں نہیں ہیں اسی طرح اللہ کے سب غلام یکساں نہیں اخلاص کے اعتبار سے بہت فرق ہے عمید کے غلام پورے مخلص تھے۔ عمید۔ مستوفی خراسان ایک ملک ہے جس کا پایۂ تخت ایک زمانہ میں ہرات تھا۔ گستاخ۔ بے ادب

جامۂ اطلس کمر زرّیں[1] رواں
اطلس کا اس سونے کی مٹی پہنے ہوئے اجارہا ہے

کاے خدا! ازیں خواجہ صفا بِنَن
کہ اے خدا! اس احسانوں والے آقا سے

بندہ پروردن بیاموزاے خدا
اے خدا! بندہ پروری سیکھ لے

بُود محتاج و برہنہ بینوا
وہ محتاج اور ننگا بے سروسامان تھا

اِنبساطے کرد آں از خود بَری
اُس بے خود نے بے عقلی برتی

اِعتمادش بَر ہزاراں موہبت[2]
ہزاروں بخششوں پر اُس کو بھروسہ (تھا)

گر ندیمے شاہ گستاخی کُند
اگر بادشاہ کا مصاحب گستاخی کرے

حق میاں داد و میاں بہ از کمر
اللہ (تعالیٰ) نے کمر عطا کی اور کمر سے بہتر دے

تا[3] یکے روزے کہ شاہ آں خوابہ را
یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ نے اُس سربابہ

آں غلاماں را شکنجہ می نمُود
اُن غلاموں کو سزا دی

سِرّ اُو با من بگوئید اے خساں
اے کمینو! اُس کا راز مجھے بتا دو

مدّتِ یک ماہ شاں تعذیب کرد
ایک مہینہ تک اُن کو ستایا

پارہ پارہ کرد شاں و یک غلام
ہڈی ہڈی کر کے ٹکڑے کر دیئے اور ایک غلام نے بھی

رُوئے کرد سوئے قبلۂ آسماں
اُس نے آسمان کی جانب منہ کیا

چوں نیاموزی تو بندہ داشتن
تو غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھ لیتا

زیں رئیس و اختیار شہرِ ما
ہمارے شہر کے اِس رئیس اور برگزیدہ سے

درزمستاں لرز لرزاں از ہوا
جاڑے میں ہوا سے کانپ رہا تھا

جُرأتے بنمُود اُو از لمتے
اور ہمکلامی سے اُس نے جرأت کی

کہ ندیمِ حق شُد اہلِ معرفت
کیونکہ معرفت والا (اللہ تعالیٰ) کا مصاحب ہوتا ہے

تو مکُن چوں تو نداری آں سَند
تو نہ کرنا، کیونکہ تو وہ سہارا نہیں رکھتا ہے

گر کسے تاجے دہد اُو داد سر
اگر کوئی تاج دیتا ہے تو اُس نے سر دیا ہے

مُتّہم کردو بہ بستش دست و پا
تہمت لگادی اور اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے

کہ دفینہ خواجہ بنمائید زُود
کہ آقا کا خزانہ جلد دکھاؤ

ورنہ بَرّم از شما خلق و لساں
ورنہ میں تمہارا حلق اور زبان کاٹ ڈالوں گا

روز و شب با شکنجہ و افشار و درد
دن، رات شکنجہ اور دباؤ اور تکلیف میں

رازِ خواجہ وا نگفت از اہتمام
ہمت کر کے، آقا کا راز نہ کھولا

[1] کمر زرّیں۔ سونے کا پٹکا۔ خواجہ۔ یعنی عبید عرصانی جنتی۔ اصلات۔ اختیار۔ یعنی محمد برگزیدہ۔ تو۔ یعنی وہ درویش اگرچہ اہل اللہ میں سے تھا لیکن اُس کی حالت نے اُس کو مجبور کیا کہ وہ اللہ کے تقرب کے جوش میں یہ کہہ گزرا۔ لمتر۔ قوی۔ مراد اس درویش کی حالت ہے۔

[2] اعتماد۔ بعض اقربین بارگاہ خصوصی رحم وکرم کی بنیاد پر ایسی گستاخی کر بیٹھتے ہیں، عوام کے لئے اس طرح کی بات مناسب نہیں ہے۔ تو ہم صاحب حق مولانا عبید کی معاملہ اللہ تعالیٰ کی معافی الفطرت بتاتے ہیں۔

[3] تا یکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس درویش کو اس وقت تنبیہ نہ فرمایا جب وہ عبید بادشاہ کا معتوب بنا تو ہاتف غیبی نے جواب دیا۔ آں غلاماں۔ عبید کے غلام عبید کے اس قدر وفادار ثابت ہوئے کہ تکلیفیں برداشت کیں لیکن عبید کا راز نہ کھولا۔

گفتش[1] اندر خواب ہاتف کے کیا
غیبی آواز نے اس سے خواب میں کہا کہ اے سردار!

بندہ بودن ہم بیا موزد بیا
غلام بننا بھی سیکھ لے اور آجا

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں
اے یوسفوں کی پوستین پھاڑنے والے!

گر بدرّد گر گرفت آں زخویش داں
اگر تجھے بھیڑیا پھاڑے، تو وہ اپنے سبب سے سمجھ

زانکہ می بافی ہمہ سالہ بپوش
کیونکہ جو تو سارے سال بُنتا ہے، وہ پہن

زانکہ می کاری ہمہ سالہ بنوش
تو جو سارے سال بوتا ہے، وہ کھا

فعلِ تُست ایں غصّہہائے دمبدم
یہ ہر وقت کے رنج تیرے کارنامے ہیں

ایں بود معنیِ قد جفّ القلم
قلم لکھ کر خشک ہو گیا کے یہ معنی ہیں

کہ نگردد سُنّتِ ما از رشد
کیونکہ ہماری سنت بھلائی سے منحرف نہیں ہوتی ہے

نیک را نیکی بود بد راست بد
نیک کے لئے نیکی ہوتی ہے بُرے کیلئے بُرائی ہے

کارکُن[2] ہیں کہ سلیماں زندہ است
کام میں لگا رہ، کیوں کہ سلیمان زندہ ہے

تا تو دیوی تیغ او بُرندہ است
جب تک تو دیو ہے اس کی تلوار کاٹ کرنے والی ہے

چوں فرشتہ گشت از تیغ ایمن است
جب فرشتہ بن گیا تلوار سے محفوظ ہے

از سلیماں فارغ و از خوف رست
سلیمان سے فارغ اور ڈر سے نجات پا گیا ہے

از سلیماں ہیچ او را خوف نیست
سلیمان سے اسے کوئی ڈر نہیں ہے

دشمنِ دیو ست و از وے ایمن است
کیونکہ وہ دیو کا دشمن ہے اور اس سے (فرشتہ کو) امن حاصل ہے

حکمِ او بر دیو باشد نے ملک
سزا کا حکم دیو پر لگتا ہے، نہ کہ فرشتہ پر

رنج در خاکست نے فوق فلک
تکلیف زمین پر ہے، نہ کہ آسمان پر

ترک[3] کُن ایں جبر را کہ بس تہیست
اس جبر کے عقیدے کو چھوڑ دے کہ خالی (ڈھول) ہے

تا بدانی سِرِّ سِرِّ جبر چیست
تاکہ تو سمجھ جائے کہ جبر کے راز کا راز کیا ہے؟

ترک کُن ایں جبرِ جمعِ مبتلاں
گمراہوں کی جماعت کے جبر کو چھوڑ دے

تا خبر یابی ازاں جبرِ چو جاں
تاکہ تجھے اس جبر کا پتہ لگ جائے جو جان جیسا ہے

ترکِ معشوقی کُن و کُن عاشقی
معشوقی چھوڑ اور عاشقی کر

اے گماں بُردہ کہ خوب و فائقی
اے وہ شخص جس نے گمان کر لیا ہے کہ تو حسین اور بڑھا ہوا ہے

ہو گا کہ تجھے اختیار و ارادہ کی حاصل ہے اور تیرا ہر عمل اختیار و ارادہ سے صادر ہوتا ہے۔ حالانکہ کامل لوگ۔ چوجان۔ جبر محمود بڑی قیمتی چیز ہے۔ ترک کُن۔ معشوقوں کا سا ناز ـــــــ چھوڑ کر عاشقوں کا سا نیاز پیدا کر۔

[1] گفتش۔ اب اللہ کی جانب سے اس درویش کو جواب ہو کہ اللہ تعالیٰ تو حید سے غلام پروری کیا سیکھے گا تو حید کے غلاموں سے بندگی سیکھ لے۔ اے دریدہ۔ انسان جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ تا نکہ انسان کے جیسے اعمال ہوتے ہیں ویسے ہی نتائج سامنے آتے ہیں۔ فعلِ تُست۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہاری ہی کمائی ہوتی ہے۔ کہ نگردد سنتِ ما از رشد۔ انہی میں تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ نیک۔ قرآن پاک میں ہے ھل جزاء الاحسان الا الاحسان

[2] کارکُن۔ سلیمان سے مراد شاہ حقیقی ہے اور دیو سے مراد نفس امارہ ہے۔ چوں فرشتہ۔ قرآن پاک میں ہے بان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون جو اللہ کے دوست ہیں ان پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے۔ از سلیماں۔ نیکوں کو عذاب سے امن حاصل ہے۔ حکمِ او۔ سزا کا حکم شیطان صفت کے لئے ہے۔ رنج۔ جب انسان ملکوتی بن جائے تو پھر راحت ہی راحت ہے۔

[3] ترک کُن۔ یہ جبرِ مذموم کا عقیدہ جو ترکِ اطاعت پیدا کرتا ہے اس کو چھوڑ کر فنا اور جو اختیار کر جب تجھے جبرِ محمود کا پتہ چلے گا اور معلوم

اَے[1] کہ در معنیٔ ز شب خامش تری
اے وہ کہ سوال میں رات سے بھی زیادہ خاموش ہے

گفتِ خود را چند جوئی مشتری
اپنی گفتگو کا خریدار کب تک تلاش کرے گا؟

سر بجنبانند پیشت بہرِ تو
تیرے سامنے تیری خاطر وہ جھومتے ہیں

رفت در سودائے ایشاں عمرِ تو
اُن کے شوق میں تیری عمر برباد ہو گئی

تو مرا گوئی حسد اندر پیچ
تو مجھ سے کہتا ہے کہ حسد کرنے میں نہ لگ

چہ حسد آرد کسے بر فوتِ ہیچ
ناچیز کے فوت ہو جانے پر کوئی کیا حسد کرے؟

ہست تعلیمِ خساں اے بارسوخ
اے بارسوخ! کمینوں کو تعلیم دینا

ہمچو نقشِ خوب کردن بر کلوخ
ڈھیلے پر اچھے نقش بنانا ہے

خویش را تعلیم کن عشق و نظر
اپنے آپ کو عشق اور نظر کی تعلیم دے

کاں بُود کالنقش فی حجر الحجر
کیونکہ وہ پتھر کی لکیر کی طرح ہے

نفسِ تو باتست شاکر در وفا
تیرا نفس وفاداری میں تیرا شکر گزار ہے

غیرِ فانی شد کجا جوئی کجا
غیر فنا ہو گیا کہاں ڈھونڈتا ہے کہاں؟

تا[2] کنی مر غیر را جبر و سنی
جب تک تو دوسرے کو بڑا عالم اور اونچا بنا تا رہیگا

خویش را بد خو و خالی میکنی
اپنے آپ کو بدعادت اور خالی کرتا رہے گا

متصل چوں شد دلت با آں عدن
جب تیرا دل عدن سے وابستہ ہو گیا

ہیں بگو مہراس از خالی شدن
ہاں کہتا رہ، خالی ہونے سے ہراساں نہ ہو

امرِ قُل[3] زیں آمدش کالے راستیں
قُل کا حکم اُن کو اسی لئے آیا کہ اے راست رو!

کم نخواہد شد بگو دریاست ایں
کہیے، کم نہ ہوگا، یہ دریا ہے

انصتوا[4] یعنی کہ آبت را بلاغ
تم خاموش رہو سنو یعنی کہ اپنے پانی کو لوٹا دو

ہیں تلف کم کن کہ لب خشک ست باغ
خبردار! تباہ نہ کر، کیونکہ باغ پیاسا ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے پدر
اے بابا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

ایں سخن را ترک کن پایاں نگر
اس بات کو چھوڑ، انجام پر نظر کر

---

[1] اے کہ۔ تو اپنے کچے دار تقریروں پر نازاں ہے۔ جو سوالی سے بالکل خالی ہیں اور تو اپنی ان تقریروں سے خریدار ڈھونڈتا ہے۔ مشتری بگلبانند۔ یہ تیری تقریریں سننے والے محض تیرے لحاظ میں جھوم رہے ہیں اور تو ان کے عشق میں عمر برباد کر رہا ہے۔ تو مرا۔ جب میں تجھے ان کچے دار تقریروں سے روکتا ہوں تو تو مجھ پر حسد کا الزام لگاتا ہے حالانکہ ان کچے دار تقریروں کے حاصل نہ ہونے پر کوئی کیا حسد کرے گا یہ خود بیکار ہیں۔ ہست۔ عوام میں تقریریں کر کے واہ واہ کرانا مٹی کے ڈھیلے پر بنا ایک نقش و نگار کرنا ہے جو قائم نہیں رہ سکتا۔ خویش۔ اپنی اصلاح کر اور اپنے آپ کو عشق کی تعلیم دے یہ باقی رہنے والی چیز ہے۔

[2] تا کنی۔ دوسروں کو وعظ و تلقین سے اپنی اصلاح بہتر ہے۔ جبر۔ بڑا عالم۔ سنی۔ بلند۔ مُتصل۔ یہ شبہ ہوا کہ بہت سے حقیقی بزرگ مُریدوں کی تعلیم و تربیت کرتے ہیں تو اس سے کیوں روکا جا رہا ہے مولانا نے فرمایا کہ جو بزرگ ایسے ہیں کہ اُن کا اتصال دریائے وحدت سے ہو گیا ہے وہ تعلیم دیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ عدن۔ دال کے سکون سے، اقامت ہی سے جنات عدن یعنی اقامت کی جنتیں اور دال کے زبر سے شہر کا نام ہے جہاں کے حقیقی

[3] امرِ قُل۔ قرآن پاک میں ہے قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ آپ کہدیجئے کہ خدا کے کلمات کے لئے اگر سمندر روشنائی بنیں تو وہ اس سے پہلے ختم ہو جائیں گے کہ خدا کے کلمات ختم ہوں۔

[4] انصتوا۔ قرآن پاک میں ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا "اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان دھرو اور خاموش رہو" تاکہ۔ یہ ہو وہ گفتگو۔ ایں سخن یعنی کچے دار تقریروں کی برائی۔ پایاں۔ یعنی اپنے انجام کی فکر کر۔

غیر تم آید کہ پیشت بنشنند
مجھے شرم آتی ہے کہ تیرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں

بر تو می خندند و عاشق نیستند
تیری ہنسی اڑاتے ہیں اور وہ عاشق نہیں ہیں

عاشقانت در پسِ پردہ کرم
تیرے عاشق کرم کے پس پردہ

بہر تو نعرہ زناں بیں دمبدم
دان کہتے تو یہ اپنے نعرے لگاتے ہوئے دیکھ لے

عاشقِ آں عاشقانِ غیب باش
عاشقانِ پنج روزہ کم تراش
تو اُن غیب کے عاشقوں کا عاشق بن
چند روزہ عاشق نہ بنا

کہ بخورد ندت ز خدعہ و جذبہ
سالہا زیشاں ندیدی حبہ
دھوکے اور کشش سے انھوں نے تجھے کھایا
سالوں تو نے انکی جانب سے ایک رتی نہ دیکھی

چند ہنگامہ نہی بر راہِ عام
کام جستی بر نیامد ہیچ کام
عام راستہ پر تو کب تک مجمع لگائے گا؟
تو نے مقصد کی تلاش کی کوئی مقصد پورا نہ ہوا

وقتِ درد و غم بجز حق کو الیف
وقتِ صحت جملہ یار ند و حریف
درد و غم کے وقت سوائے خدا کے کون دوست ہے
تندرستی میں سب دوست اور ساتھی ہیں

دستِ تو گیرد بجز فریاد رس
وقتِ درد چشم و دندان ہیچکس
تیری دستگیری کرتا ہے؟ سوائے خدا کے
دانتوں اور آنکھ کے درد کے وقت کوئی شخص

چوں ایاز از پوستیں گیر اعتبار
پس ہماں درد و مرض را یاد دار
ایاز کی طرح پوستین سے عبرت حاصل کر
تو اسی درد اور مرض کو یاد رکھ

کہ گرفتہ است آں ایاز آنرا بدست
پوستیں آں حالت دردِ تو است
جو اُس ایاز نے ہاتھ میں پکڑی ہے
پوستین تیرے درد کی حالت ہے

باز جواب گفتنِ آں کافرِ جبری آں مومنِ سنی را کہ با سلام و
اس جبری کافر کا دوبارہ اس سنی مومن کو جواب دینا جو اسکو اسلام اور
ترک اعتقادِ جبر ش دعوت میکرد و دراز شدنِ مناظرہ از طرفین
ترک کرنے کی دعوت دے رہا تھا اور دونوں طرف سے مناظرے کا دراز ہونا

کہ مادہ اشکال و جواب را نبرد الا عشقِ حقیقی کہ او را پروائے
کیونکہ اعتراض اور جواب کے مادے کو سوائے عشقِ حقیقی کے کوئی چیز ختم نہیں کرتی ہے کیونکہ

آں نماند و ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ
اس کو اسکی بقا نہیں رہتی اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسکو چاہے عطا کرتا ہے

۵۱ غیر تم۔ اے مجھے وار تقریر کرنے والے یہ سامعین تیرے حقیقی عاشق نہیں ہیں یہ تو تیرا مذاق اڑاتے ہیں۔ عاشقانِ تیرے عاشق تو وہ ہیں جو تیری اصلاح کی دعائیں کرتے ہیں تو اُن عاشقوں کا عاشق بن اور چند دنوں کی واہ واہ کرنے والوں سے گریز کر۔

۵۲ کہ بخورد ندت۔ ان چند روزہ عاشقوں نے تجھے ضائع کر رکھا ہے اُن سے تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ مجمع لگانے سے۔ عام کا مجمع لگانے سے تیرا کوئی صحیح مقصد پورا نہ ہوا۔

وقتِ صحت۔ یہ تیرے عاشق راحت کے ساتھی ہیں مصیبت کے وقت کوئی ساتھی حریف الیف۔ دوست۔

۵۳ فریاد رس۔ اللہ تعالیٰ۔ یعنی اس درد کے وقت کو اسی طرح پیشِ نظر رکھ جس طرح ایاز اپنی پرانی پوستین کو پیشِ نظر رکھتا اور اس سے عبرت حاصل کرتا رہتا تھا۔ پوستین۔ ایاز پوستین سے عبرت حاصل کرتا تھا تو مصیبت کے وقت سے عبرت حاصل کرلے کہ۔ جب تک عشقِ خداوندی حاصل نہیں ہوتا انسان کی زبان بہت چلتی ہے اور اشکال و جواب میں زبان درازی کرتا رہتا ہے

کافرِ جبری جواب آغاز کرد — کز ازاں حیراں شد آں منطیق مرد

جبری کافر نے جواب دینا شروع کیا۔ — جس سے وہ زیادہ بولنے والا شخص حیران ہو گیا

لیک گر من آں جوابات و سوال — جملہ واگویم بمانم زیں مقال

لیکن اگر میں وہ جوابات اور سوال — سب بیان کروں، اس بات سے رہ جاؤں گا

زاں مہم تر گفتنیہا ہست ماں — کہ بداں فہم تو بہ یابد نشاں

ہمیں اس سے زیادہ اہم باتیں کہنی ہیں — جن سے تیری سمجھ بہتر نشانی حاصل کرے گی

اندکے گفتیم زاں بحث اے محتل — زاند کے پیدا بود قانونِ کُل

اے منگلے! اس بحث میں سے ہم نے تھوڑا سا کہہ دیا — تھوڑے سے سب قاعدہ کُل جانا جاتا ہے

درمیانِ جبری و اہلِ قدر — ہمچنیں بحث ست تا حشر و نشر

جبری اور قدریوں کے درمیان — حشر و نشر تک ایسی ہی بحثیں ہیں

گر فرو ماندے ز دفعِ خصمِ خویش — مذہبِ ایشاں بر افتادے ز پیش

اگر اپنے مخالف کی مدافعت سے عاجز آجاتے — تو ان کا مذہب باطل ہو جاتا

چوں بُدوں شوشاں نبودے در جواب — پس رمیدندے ازاں راہِ تباب

اگر جواب میں ان کا مخلص نہ ہوتا — تو اس ہلاکت کے راستہ سے بھاگ جاتے

چونکہ مقضی بُد دوامِ آں رَوِش — میدہدشاں از دلائل پرورش

چونکہ اس روش کی ہمیشگی کا فیصلہ ہو چکا تھا — تو ان کی دلائل سے (خدا) پرورش کرتا ہے

تا[1] نگردد ملزم از اشکالِ خصم — تا بود محجوب از اقبالِ خصم

تاکہ مخالف کے اعتراض سے ملزم نہ بنے — تاکہ مخالف کے اقبال سے محفوظ رہے

تا کہ ایں ہفتاد و دو ملّت مدام — در جہاں ماندے الیٰ یومِ القیام

تاکہ یہ بہتر ملتیں، ہمیشہ — قیامت کے دن تک دنیا میں باقی رہیں

چوں جہانِ ظلمت ست و غیب ایں — از برائے سایہ می باید زمیں

چونکہ یہ تاریکی اور غیب کی دنیا ہے — سایہ کے لئے زمین درکار ہے

تا قیامت ماند ایں ہفتاد و دو — کم نیاید مبتدع[2] را گفتگو

تاکہ یہ بہتر فرقے قیامت تک رہیں — بدعتی کی گفتگو کم نہ پڑے

عزتِ مخزن بُود اندر بہا — کہ بر و بسیار باشد قفلہا

قیمت کے اعتبار سے اس خزانہ کی عزت ہوتی ہے — جس پر بہت سے قفل ہوں

---

[1] بتحقیق بہت بولنے والا۔ زیں استدلال۔ یعنی نصیحت کی باتیں۔ کہ بداں۔ ان نصیحت کی باتوں سے تم میں روشنی پیدا ہوگی۔ منگل۔ بیوقوف۔ زاند کے۔ تھوڑے سے فہم از خود کامل ہوتا ہے۔ درمیاں مختلف فرقوں کی یہ بحثیں قیامت تک ختم نہ ہوں گی کیونکہ دنیا میں ہمیشہ فرقے باقی رہتے ہیں۔ برد اور شو۔ نکلنے کا راستہ۔ مخرج۔ تباب ہلاکت، تباہی۔ مقضی۔ یعنی قضا و قدر کا فیصلہ۔

[2] تا نگردد۔ ہر فرقہ والے کو ایسے دلائل عطا کر دیئے گئے ہیں کہ مخالف سے عاجز نہ آجائے۔ ملزم۔ یعنی لاجواب۔ از اقبال۔ یعنی مخالف اس پر غلبہ حاصل نہ کر سکے۔ زمین۔ جب سورج غروب کر جاتا ہے تو زمین کے جس ٹکڑے سے اس نے غروب کیا ہے اس کا سایہ فضائے آسمانی تک پھیل جاتا ہے، دنیا میں ظلمت اور تاریکی ہے یہاں حق اس قدر واضح نہیں ہے، باطل دلائل سے حق پوشیدہ ہو جاتا ہے

[3] مبتدع۔ یعنی باطل فرقہ۔ عزت مخزن۔ جس قدر قیمتی خزانہ ہوتا ہے اتنے ہی اس پر قفل زیادہ ہوتے ہیں اسی لئے حق مذہب جو قیمتی چیز ہے اس پر باطل فرقوں کے قفل ہو گئے ہیں۔

عزتِ[1] مقصد بُوَد اے مُمتحن — پیچ پیچ راہ عقبہ و راہزن

اے مصیبت زدہ! مقصد کی عزت ہے — گھاٹی کا خمدار راستہ اور ڈاکو

عزتِ کعبہ بُوَد آں ناحیہ — دزدیِ اعراب و طولِ بادیہ

وہ گوشہ، کعبہ کی عزت ہے — اور بدوؤں کی چوری اور صحرا کا طول

ہر رَوِش ہر رہ کہ آں محمود نیست — عَقبہ و مانع وَ رہزن ست

جو روش (اور) راہ قابلِ ستائش نہیں ہے — وہ گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے

ایں[2] رَوِش خصم و حسودِ آں شدہ — تا مقلد در دورہ حیراں شدہ

یہ روش اس کی مخالف اور کینہ ور بنی — یہاں تک کہ مقلد دونوں راستوں میں حیران ہو گیا

ہر دو ضد بہ بیند در رَوِش — ہر فریقے در رہِ خود خوش منش

روش میں ہر دو ضدوں کی سچائی خیال کرتا ہے — ہر فریق اپنی راہ پر خوش طبع ہے

گر جوابش نیست می بند دستیز — بر نہ ماندم تا بروزِ رستخیز

اگر اس کے پاس جواب ہو تو جھگڑا ختم ہو جائے — اسی وقت سے قیامت کے دن تک کیلئے

گرچہ از ما شد نہاں وجہِ صواب — کہ مہانِ ما بدانند ایں جواب

اگرچہ درست بات ہم سے مخفی ہو گئی ہے — کہ ہمارے بڑے اس جواب کو جانتے ہیں

ورنہ کے وسواس را بستست کس — پوز بندِ وسوسہ عشق ست و بس

ورنہ وسوسہ کو کس نے بند کیا ہے؟ — وسوسہ کے لئے پوزبند عشق ہی ہے اور بس

صیدِ مُرغابی ہمی کُن جُو بجُو — عاشقے[3] شو شاہدِ خوبے بجُو

نہر در نہر مُرغابی کا شکار کرتا رہ — عاشق بن (حسین) معشوق تلاش کر

کے بَری زاں آبکاں آبت بَرد — کے کُنی زاں فہم کہ فہمت خورد

تو اس پانی سے کیا فائدہ اٹھائیگا جو تیری آبرو بہا کر لے جائے — تو اس سے کیا سمجھ سکتا ہے جو تیری سمجھ کو کھا لے

غیرِ ایں معقولہا معقولہا — یابی اندر عشق با فرو بہا

ان عقلی باتوں کے علاوہ معقول باتیں — تو عشق میں شوکت والی اور قیمتی پائے گا

غیرِ ایں عقلِ تو حق را عقلہاست — کہ بداں تدبیرِ اسبابِ سماست

اس تیری عقل کے سوا اللہ کے پاس عقلیں ہیں — جن سے آسمان کے اسباب کی تدبیر ہوتی ہے

تا بدیں عقل آوری ارزاق را — زاں دگر مفرش کُنی اطباق را

تو اس عقل کے ذریعہ رزقوں کو حاصل کرے گا — تو اس دوسری سے (آسمانی) طبقوں کو بستر بنائے گا

---

[1] عزتِ مقصد بقصد... جتنا عزیز ہوگا اتنا ہی راس تک پہنچنے کا راستہ پیچ در پیچ ہوگا اور راہزن کا خوف ہوگا۔ عقبہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ عزتِ کعبہ۔ کعبہ کا دور دور راز گوشہ میں ہونا اور پھر وہاں بدوؤں کی ڈاکہ زنی اور صحرا کا طول کعبہ کے باعزت ہونے کی دلیل ہے۔ ناحیہ۔ گوشہ۔ اعراب۔ بدو۔ بادیہ۔ صحرا۔ ہر روش۔ باطل فرقوں نے جو روش اور راہ اختیار کر رکھی ہے وہ سیدھے راستہ کے لئے گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے۔

[2] ایں روش۔ باطل فرقوں کی روش صحیح راستہ کی روش کے مخالف ہے اس کی وجہ سے تقلید کرنیوالا حیران ہوتا ہے کہ کس راستہ کو اختیار کرے۔ صدق۔ وہ سمجھتا ہے کہ دونوں راستے درست ہیں۔ گر جوابش۔ اگر اس فرقہ والا جواب ہو جائے تو جھگڑا ختم ہو جائے۔ یعنی وہ یہ کہدے کہ اس سوال کا جواب مجھے نہیں آتا میرے بڑے جانتے ہوں گے۔ پوزبند۔ اس طرح کے وساوس صرف عشق خداوندی سے مٹ سکتے ہیں۔

[3] عاشقے۔ وساوس اسی طریقہ پر مٹیں گے کہ راہ عشق اختیار کرلے اور مکمل دلجمعی سے تلاش کرے کہ بڑی۔ جن راہوں عقلیہ سے تو وساوس کو دور کرنا چاہتا ہے وہ بیکار ہیں۔ معقولہا۔ دلائل عقلیہ سے جو

عُشر[1] امثالت دہد تا ہفت صد
تجھے دس گنے سے سات سو گنے تک عطا کرے

چوں ببازی عقل در عشقِ صمد
جب تو اللہ تعالیٰ کے عشق میں عقل کی بازی لگائے

آں زناں چوں عقلہا در باختند
ان عورتوں نے جب عقلیں ہار دیں

بر رُواقِ عشقِ یوسف تاختند
وہ یوسفؑ کے عشق کے چھجے پر چڑھ گئیں

عقلِ شاں یکدم ستد ساقیِ عُمر
عمر کے ساقی نے ایکدم اُن کی عقل لے لی

سیر گشتند از خرد باقیِ عُمر
باقی عمر کے لئے اُن کا عقل سے پیٹ بھر گیا

اصلِ صد یوسف جمالِ ذوالجلال
سینکڑوں یوسفوں کی اصل اللہ (تعالیٰ) کا حسن ہے

اے کم از زن شو فدایِ آں جمال
اے عورت سے کم! اُس حسن پر قربان ہو جا

عشق بُرّد بحث را اے جانِ بس
اے جان! عشق بحث کو کاٹ دیتا ہے اور بس

کو زگفت و گو شود فریاد رس
کیونکہ وہ گفتگو کے مواقع میں فریاد رس ہوتا ہے

حیرتے آید ز عشق آں نطق را
عشق سے گویائی پر حیرت طاری ہو جاتی ہے

زہرہ نبود کہ کند اُو ماجرا
اُس کا پتہ نہیں رہتا کہ وہ گفتگو کرے

کہ[2] بتر سد گر جوابے وا دہد
کیونکہ وہ ڈرتی ہے کہ اگر جواب دے

گوہرے از لفج اُو بیروں جہد
موتی اُس کے ہونٹ سے باہر نکل پڑے گا

لب بہ بند د سخت اُو از خیر و شر
بھلے اور بُرے سے ہونٹ خوب بالکل بند کر لیتی ہے

تا نباید کز دہاں اُفتد گہر
تاکہ ایسا نہ ہو کہ منہ میں سے موتی گر جائے

ہمچناں کہ گفت آں یارِ رسولؐ
جیسا کہ اُن صحابی نے فرمایا ہے

چوں نبیؐ بر خواندے بر ما فضولؐ[3]
جب نبی ہم ناکاروں کو سناتے

آں رسولِ مجتبیٰ وقتِ نثار
نچھاور کرنے کے وقت وہ برگزیدہ رسولؐ

خواستے از ما حضورِ صد وقار
ہم سے سینکڑوں وقار اور حضورِ قلب چاہتے

آنچنانکہ بر سرت مُرغے بُود
جس طرح کہ تیرے سر پر پرندہ ہو

کز فوات جانِ تو لرزاں شود
جس کے اڑ جانے سے تیری جان لرزتی ہو

پس نیاری ہیچ جنبیدن زجا
تو جگہ سے ہل نہ سکے گا

تا نگیرد مُرغِ خوبِ تو ہوا
تاکہ تیرا حسین پرندہ ہوا نہ پکڑے

دم نیاری زد بہ بندی سُرفہ را
تو سانس لے سکے گا کھانسی کو روک لیگا

تا نباید کہ بپرّد آں ہما
تاکہ وہ ہما نہ اُڑ سکے

---

[1] عشر: عقل سادہ نیکی کراتی ہے جس کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک ملتا ہے۔ صمد۔ اللہ تعالیٰ۔ آں زناں۔ یعنی مصری عورتیں۔ رواق۔ محل، چھجہ۔ ساقیِ عمر۔ یعنی عشق۔ اصل۔ حضرت یوسفؑ کا جمال اللہ تعالیٰ کے جمال کا پرتو تھا۔ عشق بُرّد۔ مشہور مقولہ ہے مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ کَلَّ لِسَانُہٗ جس شخص نے اپنے خدا کو پہچان لیا اس کی زبان کُند ہو گئی۔ عشق ایسی حیرت پیدا کر دیتا ہے جس سے گویائی عاجز آجاتی ہے۔

[2] کہ بترسد۔ عاشق ڈرتا ہے کہ اگر وہ زبان کھولے گا عشق کا راز ظاہر ہو جائے گا۔ لفج۔ لام کے زبر کے ساتھ ہونٹ کا کنارا جس میں پڑی نہ ہو۔ بعض نسخوں میں "لفج" لام کے پیش کے ساتھ ہے اس کے معنی بھی ہونٹ ہیں۔ بعض نسخوں میں "لام" ہے جس کے معنی تالو کے ہیں۔ ہمچناں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت کچھ بیان فرماتے تھے صحابہؓ کا عادت تھی کہ وہ خاموشی سے سنیں اور صحابہؓ خاموشی اور سکون سے ہی طرح بیٹھے سنتے رہتے تھے گویا اُنکے سروں پر کوئی پرندہ ہے اگر اُنکو ڈر ہے کہ اگر وہ ہلے یا بولے تو وہ پرندہ اُڑ جائے گا۔

[3] فضول۔ بعض لوگوں نے اسکو "لا" کا بیان قرار دیا ہے کہ اس اعتقاد سے ہم نے نا اور کا ترجمہ کیا ہے بعض لوگوں نے اس کے

ورکست شیریں بگوید یا تُرش
اگر تجھے کوئی شخص میٹھی بات کہے یا کڑوی

برلبِ[1] انگشتے نہی یعنی خموش
تو ہونٹ پر انگلی رکھ کر یعنی چپ رہ

حیرت آں مُرغست خاموشت کُند
حیرت وہ پرندہ ہے جو تجھے خاموش کر دیتا ہے

برنہد سر دیگ و پُر جوشت کُند
دیگ کا ڈھکنا ڈھک دیتا ہے اور تجھے جوش سے روک دیتا ہے

پرسیدنِ بادشاہ قاصداً ایاز را کہ چندیں غم و شادی ہا چارق و پوستین کہ جماد ست بچہ میگوئی تا ایاز را در سخن در آرد و سوالِ سلطان از و

بادشاہ کا ایاز سے قصداً دریافت کرنا کہ رنج اور خوشی کی اس قدر باتیں تو چپل اور پوستین سے جو کہ بے روح ہیں کیوں کرتا ہے؟ تاکہ ایاز سے بات کہلائے اور بادشاہ کا اُس سے دریافت کرنا

اے[2] ایاز ایں مہر ہا بر چارقے
چیست آخر ہمچو بر بُت عاشقے

اے ایاز! چپل سے اس قدر محبتیں آخر کیوں ہیں؟ جیسا کہ بُت پر عاشق

ہمچو مجنوں از رُخِ لیلیٰ خویش
کردۂ تو چارقے را دین و کیش

مجنوں کی طرح اپنی لیلیٰ کے رُخ کو تُو نے چپل کو دین اور مذہب بنا لیا ہے

بادو کہنہ مہرِ جاں آمیختہ
ہر دو را در حجرۂ آویختہ

دو پرانی چیزوں سے جان کی محبت ڈبو کر دونوں کو حجرے میں لٹکا لیا ہے

چند گوئی با دو کہنہ تو سخن
در جمادے می دمی سرِ کہن

تو دو پرانی چیزوں سے کتنی باتیں کرے گا؟ تو پرانا راز بے جان میں پھونکتا ہے

چوں[3] عرب بر ربع و اطلالِ ایاز
میکنی از عشق گفتِ خود دراز

اے ایاز! عربوں کی طرح منزل اور ٹیلوں سے عشق کی وجہ سے تو بات کو لمبا کرتا ہے

چارقت ربعِ کدامیں آصف ست
پوستیں گوئی قمیصِ یوسف ست

تیری چپل کونسے آصف کی منزل ہے؟ گویا پوستین یوسفؑ کی قمیص ہے

ہمچو ترسا کو شمارد با تشش
جرم یکسالہ زنا و غل و غش

عیسائی کی طرح جو پادری کے سامنے گنتا ہے ایک سال کے زنا اور کھوٹ اور دھوکے کے جرم

ہمچو ترسا۔ نصاریٰ اپنے پیشواؤں کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں اور اُن کے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کر دینا سمجھتے ہیں۔ کشش۔ کشیش۔

---

[1] برلب۔ اپنے ہونٹ پر انگلی رکھنا دوسرے کو چپ رہنے کا اشارہ ہے حیرت جس طرح تیز پرند کا پرندہ بات کرنے سے روکتا ہے مقام حیرت بھی روکتا ہے سالک جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کی زبان بند ہو جاتی ہے اور دل میں جوش و خروش ہوتا ہے۔ پُر سید۔ یہاں سے مولانا نے محمود و ایاز کا تمام قصہ دوبارہ شروع کیا ہے۔ ایاز۔ ایان کو ٹھری میں جا کر اپنے پرانے چپلوں اور پوستین سے باتیں کرتا تھا۔

[2] اے ایاز۔ محمود نے ایاز سے کہا کہ تو اپنی چپل کا عاشق کیوں ہے؟ ہمچو جس طرح مجنوں نے لیلیٰ کو اپنا دین و مذہب بنا لیا تھا تو نے چپل کو بنا لیا ہے۔ دو کہنہ۔ یعنی پرانی چپل اور پوستین۔ چند گوئی۔ ایاز اپنی چپل اور پوستین سے اپنی غربت اور بے کسی کے سابق واقعات دہراتا تھا۔

[3] چوں عرب۔ عرب شعراء اپنے اشعار میں محبوبہ کی منزل اور اس کے پڑاؤ کے ٹیلوں کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ ربع۔ موسم ربیع گذارنے کا مکان مطلقاً مکان۔ اطلال۔ طلل کی جمع ہے، ٹیلہ۔ آصف۔ ابن برخیا حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے یہاں مطلقاً سردار مراد ہے۔ قمیص یوسف۔ یوسفؑ کی قمیص سے حضرت یعقوبؑ بینا ہو گئے تھے۔

تا بیامرزد کشیشش[1] آں گناہ
تاکہ پادری اس کا وہ گناہ بخش دے

عفو اُورا عفو داند از آلہ
اسکے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کرنا سمجھتا ہے

نیست اگر آں کشیش از جرم و داد
وہ پادری جرم اور انصاف سے واقف نہیں

لیک بس جادوست عشق و اعتقاد
لیکن عشق اور اعتقاد بہت بڑا جادو ہے

دوستی در دو دم صد یوسف تند
عشق و وہم میں سینکڑوں یوسف بنا لیتا ہے

اُو ز خود ہاروت و از ہاروت ماروتست خود
وہ خود ہاروت اور ہاروت سے زیادہ جادوگر ہے

صورتے پیدا کند بر یاد اُو
وہ (عشق) اسکی یاد پر ایک صورت پیدا کر دیتا ہے

جذب صورت آردت در گفتگو
صورت کی کشش تجھے گفتگو پر آمادہ کر دیتی ہے

راز گوئی[2] پیش صورت صد ہزار
تو صورت کے سامنے ہزاروں راز بیان کرتا ہے

آنچناں کہ یار گوید پیش یار
جس طرح دوست دوست کے سامنے بیان کرتا ہے

نے بدانجا صورتے نے ہیکلے
نہ وہاں کوئی تصویر ہے، نہ بت

زادہ از وے صد الست و صد بلے
اس (عشق) سے سینکڑوں سوال جواب پیدا ہو جاتے ہیں

آں چناں کہ مادرِ دل بردۂ
جیسا کہ غمگین ماں

پیش گورِ بچۂ نو مردۂ
نئے مرے ہوئے بچہ کی قبر کے سامنے

رازہا گوید بجد و اجتہاد
کوشش اور محنت سے راز کہتی ہے

می نماید زندہ اُورا آں جماد
وہ بے روح اُس کو زندہ نظر آتا ہے

حیّ و قائم داند اُو آں خاک را
وہ اُس مٹی کو زندہ اور قائم سمجھتی ہے

خوش نگر ایں عشق ساحر ناک را
اِس جادوگر عشق پر غور کرے

پیش[3] اُو ہر ذرۂ آں خاکِ گور
اُس کے نزدیک قبر کی مٹی کا ہر ذرہ

گوش دارد ہوش دارد وقتِ شور
شور کے وقت کان رکھتا ہے، ہوش رکھتا ہے

مستمع داند بجد آں خاک را
وہ واقعی طور پر اُس مٹی کو سننے والا سمجھتی ہے

چشم و گوشے داند اُو خاشاک را
وہ مٹی کے کان اور آنکھ سمجھتی ہے

آں چناں بر خاکِ گورِ تازہ اُو
وہ نئی قبر کی مٹی پر اِس طرح

دمبدم خوش می نہد با اشک رُو
لمحہ لمحہ اشک آلود چہرہ مسندی سے رکھتی ہے

کہ بوقتِ زندگی ہر گز چناں
کہ زندگی کے وقت اِس طرح کبھی بھی

رُوئے تنہا[4] است بر پُورِ چو جاں
جان جیسے بیٹے پر چہرہ تنہا نہیں رکھا

---

[1] کشش کشیش، قسیس نصرانی عالم نیت۔ نصرانی عالم سے گناہ کا تعلق نہ معاف کرنے کا ہے لیکن نصرانی کا عشق اور اعتقاد یہ سب کچھ اُس سے کرا لیتا ہے دوستی، عشق، محبت، وہم کے ذریعہ معشوق میں معشوق یوسف سے سو گنا حسن دکھا دیتا ہے۔ الحکم۔ زیادہ جادوگر صورتے عشق معشوق کی فرضی تصویر سامنے کر لیتا ہے اور اُس سے باتیں کرتا ہے۔

[2] راز گوئی۔ عاشق اپنے دل کے سینکڑوں راز اُس فرضی تصویر سے اِس طرح بیان کرتا ہے جیسا کہ کوئی دوست دوست سے بیان کرے۔ نے نفس الامر میں کچھ بھی نہیں ہے اور یہ عاشق اپنی فرضی تصویر سے سینکڑوں سوال و جواب کرتا ہے۔ الست۔ یعنی عہد الست یعنی ہزار آنچناں۔ اگر کسی عورت کا بچہ مر جائے تو وہ اُس کی قبر سے باتیں کرتی ہے۔ حتیٰ ماں کا عشق اُس بچہ کو زندہ اور تندرست دکھاتا ہے یہ بھی عشق کی جادوگری ہے۔

[3] پیش اُو۔ یہاں جب بچہ کی قبر پر ماں کر نالہ و شیون کرتی ہے تو وہ سمجھتی ہے کہ قبر کا ذرہ ذرہ اللہ سن رہا ہے۔ حتیٰ یہ بھی سمجھتی ہے کہ قبر کی مٹی کے آنکھ اور کان بھی ہیں اور قبر پر اِس طرح بیٹھتی ہے کہ بچہ سے زندگی میں بھی کبھی نہ بیٹھی ہوگی۔

از عزا[1] چوں چند روزے بگذرد
جب سوگ کے چند روز گذر جائیں

آتشِ آں عشق اُو ساکن شود
اُس کی محبت کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے

عشق بر مُردہ نباشد پائدار
مُردے سے عشق پائدار نہیں ہوتا ہے

عشق را بر حیِّ جاں افزائے دار
زندہ، جان بڑھانے والے سے عشق کر

بعد ازاں آں گور خود خواب آیدش
اُس کے بعد خود اُس کو اُس قبر سے نیند آنے لگتی ہے

از جمادے ہم جمادی زایدش
اُس میں بے روح سے بے حسی پیدا ہو جاتی ہے

زانکہ عشق افسونِ خود بر بود و رفت
کیونکہ عشق اپنا منتر لے گیا اور چل دیا

ماند خاکستر چو آتش رفت تفت
جب آگ تیزی سے چل گئی، راکھ رہ گئی

آنچہ بیند آں جواں در آئینہ
جوان جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے

پیر اندر خشت بیند آں ہمہ
پیر اینٹ میں وہ سب کچھ دیکھتا ہے

پیرِ عشقِ تُست[2] نے ریشِ سپید
عشق تیرا پیر ہے، نہ سفید داڑھی

دستگیرِ صد ہزاراں نا اُمید
جو لاکھوں مایوسوں کا دستگیر ہے

عشق صُوَر تنہا بسازد در فراق
عشق، جدائی میں تصویر تنہا بناتا ہے

تا مُصوّر سر کُند وقتِ تلاق
یہاں تک کہ ملاقات کے وقت تصویر پر رونما ہو جاتی ہے

کہ منم آں اصل اصلِ ہوش و مست
کہ ہوش اور مست کا اصل اصول میں ہوں

بر صُوَرہا عکسِ حُسنِ ما بدست
صورتوں پر ہمارے ہی حسن کا عکس تھا

پردہا را ایں زماں بر داشتم
اب میں نے پردے اُٹھا دیئے ہیں

حُسن را بے واسطہ بفراشتم
میں نے حُسن کو بے واسطہ جلوہ گر کر دیا ہے

زانکہ[3] بس با عکسِ من دریافتی
کیونکہ تو نے مجھے عکس کے ساتھ بہت پایا ہے

قوّتِ تجریدِ ذاتم یافتی
(اب) تو نے میری ذات کو مجرّد کرنے کی قوت حاصل کر لی ہے

چوں ازیں سُو جذبہ سُوئے من شُد رواں
جب اس جانب سے میرا جذبہ روانہ ہوا

اُو کشش را می نہ بیند در میاں
وہ کشش کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہے

---

[1] عزا: سوگ، مصیبت، صبر یعنی چند دن کے اندر وہ جوش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ عشق۔ مولانا فرماتے ہیں یہ اُس عشق کی کیفیت ہے جو مُردے سے ہو، خدا کے عشق کی آگ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی ہے۔ بعد ازاں۔ کچھ دن بعد یہ حالت ہوتی ہے وہ وہاں لگی قبر کے پاس آکر آرام سے سو جاتی ہے۔ زاکہ۔ وہ جس کی حالت عشق کی جلد گرمی تھی، عشق ختم ہوا تو آگ ختم ہو کر راکھ رہ گئی۔ آنچہ۔ جو۔ سے مراد وہ شخص ہے جو ملاقات تک دبا ہوا ہو اور پیر سے مراد وہ شخص ہے جس کو حق کی کشف حاصل ہو گیا ہو پہلے فرمایا تھا کہ عشق حق و قیوم سے کرو اب فرماتے ہیں کہ جس کو عشق حاصل ہو جاتا ہے اُسکو کشفی علوم ہو جاتے ہیں اُس کے کشف کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہے آئینہ بننے کے بعد عوام کو جو کچھ اس میں نظر آتا ہے اُس کو وہ ہے کی اینٹ میں ہی نظر آجاتا ہے۔

[2] پیر: پہلے شعر میں پیر کا لفظ آیا تھا اُس کی تشریح کرتے ہیں کہ پیر سے مراد عشق ہے سفید داڑھی والا مراد نہیں ہے۔ عشق۔ یہ عشق کی کارفرمائیاں ہیں کہ وہ فراق کی حالت میں معشوق کی صورتیں دکھاتا ہے پھر ملاقات کے وقت صاحب تصویر سامنے آتا ہے ابتداء سالک صورتوں سے دور چلا جاتا ہے۔ پھر ذات کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ آخر جب فنا

[3] مشاہدہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں سب کی اصل ہوں اور صورتوں پر میرا عکس پڑ رہا تھا اب میں نے پردے اُٹھا دیئے ہیں اور بغیر کسی واسطے کے حسن کا مشاہدہ کرا دیا ہے۔ آنا۔ عکس میں مشاہدہ کے بعد پھر روح نما میں یہ طاقت ہو جاتی ہے کہ وہ مجرد ذات کا مشاہدہ کر سکے حدیث شریف میں ہے اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ صوفیاء کے نزدیک اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ احسان یہ ہے کہ تو عبادت اس طریقہ پر کرے گویا تو ذات کا مشاہدہ کر رہا ہے اگر تو اتنی درجہ کی نہ کر سکے تو کم از کم یہ تو سمجھ لے کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔ تیری ذات کہاں ہے۔ جواں۔ مراد سالک مبتدی ہے جب بھی جذب و کشش خداوندی سے ہیں لیکن یہ جذب و کشش ہمیں مابہ کی

مغفرت[1] میخواہد از جرم و خطا
وہ جرم اور خطا کی معافی چاہتا ہے

از پسِ آں پردہ از لطفِ خدا
خدا کی مہربانی سے اُس پردے کے بعد

چوں ز سنگے چشمہ جاری شود
جب کسی پتھر سے چشمہ بہ پڑتا ہے

سنگ اندر چشمہ مستواری شود
پتھر چشمہ میں چھپ جاتا ہے

کس نخواند بعد ازاں آں را حجر
اس کے بعد اس کو کوئی پتھر نہیں کہتا

زانکہ جاری شد ازاں سنگ آں گہر
کیونکہ اس پتھر سے وہ موتی بہہ پڑا ہے

کاشہا[2] داں ایں صُوَر را واندرُو
ان صُوَر کو پیالے سمجھ اور اُن میں

آنچہ حق ریزد بداں گیرد عُلو
حق تعالیٰ جو ڈالتا ہے اُس سے وہ سربلندی حاصل کرتے ہیں

گفتنِ خویشاوندانِ مجنوں را کہ حُسنِ لیلیٰ باندازہ ایست، بر تو عرضہ کنیم اختیار کُن و ما را و خود را وارہاں و جواب گفتنِ مجنوں ایشاں را

رشتہ داروں کا مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ کا معمولی حُسن ہے زیادہ نہیں ہے ہمارے

چنداں نیست از دو نغز تر در شہرِ ما بسیار ست یکے و دو و دہ
شہر میں اُس سے بہتر بہت ہیں ہم ایک اور دو اور دس

بر تو عرضہ کنیم اختیار کُن ما را و خود را وارہاں و جواب
تیرے سامنے پیش کرتے ہیں تو اُن میں سے پسند کرلے اور ہمیں اور اپنے آپ کو نجات دے

گفتنِ مجنوں ایشاں را
اور اُن کا مجنوں کو جواب دینا

ایلہاں گفتند مجنوں را ز جہل
بیوقوفوں نے نادانی سے مجنوں سے کہا

حُسنِ لیلیٰ نیست چنداں ہست سہل
لیلیٰ کا حسن زیادہ نہیں ہے، معمولی ہے

بہتر از وے صد ہزاراں دلربا
اُس سے زیادہ حسین لاکھوں معشوق

ہست ہمچوں ماہ اندر شہرِ ما
ہمارے شہر میں چاند جیسے ہیں

نازنیں[3] تر زو ہزاراں حور وش
بلاوں عورتیں جیسے اُس سے زیادہ ناز و انداز والے

ہست بگزیں زاں ہمہ یکبار خوش
موجود ہیں، اُن سب میں سے ایک حسین کو منتخب کرلے

وارہاں خود را و ما را نیز ہم
اپنے آپ کو اور ہمیں بھی نجات دے

از چنیں سودائے زشتِ مُتہم
ایسے بُرے مُتہم عشق سے

گفت صورت کوزہ است و حُسن مے
اُس نے کہا صورت پیالہ ہے اور حُسن شراب ہے

مے خدایم میدہد از ظرفِ وے
مجھے اُس کے پیالے سے خدا شراب پلاتا ہے

---

[1] مغفرت ستاری و فرو پوشی گناہ کو کہتے ہیں۔ یہ لوگوں کے حسنات و سیئات کے اعتبار سے سیئات ہیں۔ پہلے چونکہ عبادت میں اخلاص کا اعلیٰ درجہ نہ تھا اس لئے مشاہدہ کے بعد اس عبادت پر معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ جذب و کشش کے معنی ہونے کی یہ مثال ہے کہ جس پتھر سے چشمہ جاری ہوتا ہے اور وہ پتھر پانی میں ڈوب جاتا ہے تو نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے اور اب لوگ اس کو پتھر نہیں کہتے بلکہ پانی کا چشمہ کہتے ہیں۔

[2] کاسہا۔ عبادت میں ابتدائی صُوَر کے مشاہدہ کو بمنزلہ پیالوں کے سمجھا گیا ہے حضرت حق تعالیٰ کی جانب سے جذبہ کی ریزش ہے گفتگو مجنوں کی اس گفتگو سے بھی یہی سمجھا ہے کہ مظاہر ظاہر کے مشہد کے اعتبار سے نام اور رنگ اختیار کرتے ہیں۔ انہاں کچھ بیوقوفوں نے مجنوں کو ملامت کرنی شروع کر دی اور کہا کہ لیلیٰ کا معمولی حُسن ہے تو اس پر اس قدر فریفتہ کیوں ہے؟ سہل۔ معمولی۔

[3] نازنیں۔ دوسرے معشوق ناز و انداز اور حُسن میں پیسنے سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ وارہاں۔ تو دوسرے شہر اور قبیلہ کی لڑکی پر عاشق ہے جس کی وجہ سے تو اور سارا خاندان بدنام ہو رہا ہے۔ گفت۔ مجنوں نے کہا کہ لیلیٰ کی صورت تو ایک

مر شما را سر کہ داد از کوزہ اش — تا نباشد عشق اُو تاں گوش کش

اُس کے پیالے سے تمہیں سرکہ دیا ہے — تاکہ اُس کا عشق تمہارے کان نہ کھینچے

انبیٔکے کوزہ دہد زہر و عسل — ہر یکے را دست حق عزّ و جل

ایک ہی پیالے سے زہر اور شہد — اللہ تعالےٰ کا ہاتھ ہر ایک کو عطا کرتا ہے

کوزہ می بینی ولیکن آں شراب — رُوی ننماید بچشمِ ناصواب

تو پیالہ دیکھتا ہے، لیکن وہ شراب — غلط آنکھ کو چہرہ نہیں دکھاتی ہے

قاصراتُ الطّرف باشد ذوقِ جاں — جز بخصمِ خویش ننماید نشاں

طبیعت کا ذوق نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے — اپنے اہل کے سوا چہرہ نہیں دکھاتا ہے

قاصراتُ الطّرف باشد آں مُدام — ویں حجاب ظرفہا ہمچوں خیام

وہ شراب نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے — اور یہ پیالوں کا پردہ خیموں کی طرح ہے

ہست دریا خیمۂ در قعرِ حیات — بطرا لیکن کلاغاں را ممات

دریا ایک خیمہ ہے، اُس میں زندگی ہے — بطخ کی، لیکن کوؤں کی موت ہے

زہر باشد مار را ہم قوت و برگ — غیر اُو را زہر اُو در دست و مرگ

زہر سانپ کی روزی بھی ہے اور ساز و سامان بھی — اُس کے غیر کے لئے اُس کا زہر ہلاکت و موت ہے

ہست ایں را دوزخ آنرا جنّتے — صورتِ ہر نعمتے و محنتے

اِس کے لئے دوزخ ہے، اُنکے لئے جنت ہے — ہر نعمت اور محنت کی صورت

پس ہمہ اجسام اشیا تبصرُون — اندرو قوت ست و سم لا تبصرُون

پس تم تمام چیزوں کے جسم دیکھتے ہو — اُن کے اندر روزی ہے اور زہر تم نہیں دیکھتے ہو

ہست ہر جسمے چو کاسہ و کوزہ — اندرو ہم قوت و ہم دل سوزہ

ہر جسم پیالے اور کٹورے کی طرح ہے — اُس میں روزی بھی ہے اور دل کا جلانا بھی

کاسہ پیدا اندرو پنہاں رَغَد — طاعمش داند کزاں چہ می خورد

پیالہ، ظاہر ہے اُسمیں نوش پوشیدہ ہے — اُس کا کھانے والا جانتا ہے کہ اُسمیں سے کیا کھاتا ہے

صورتِ یوسفؑ چو جامے بود خوب — زاں پدر می خورد صد بادہ طرب

حضرت یوسفؑ کی صورت ایک عمدہ جام تھی — باپ اُس سے سینکڑوں مسرت کرنیوالی شرابیں پیتے تھے

سبب اور غلط استعمال دوزخ کا سبب ہے ـــــ ۵۳ پس۔ جنکا ہر جسم جس کو تم دیکھتے ہو اُسمیں روزی اور زہر چھپا ہوا ہے جس کو تم نہیں دیکھ پاتے ہو ہر جسم جیسے۔ ہر جسم کا یہی طرح حال ہے۔ ظاہر کھلا ہوا ہے اُس کے باطن پر نعمت ہے جس کا صحیح استعمال کرنیوالا جنّت پائیگا۔ زقند۔ وسعت عیش۔ صورت۔ حضرت یوسفؑ کی صورت ایک

۵۱ ترجمہ۔ ابھی پیالے تمہیں سرکہ دیا ہے تاکہ تمہیں اُس کے عشق کی فضیلت حاصل نہ ہو۔ آریکے۔ یہ عجائب قدرت میں سے ہے کہ قدرت ایک ہی پیالے سے کسی کو زہر اور کسی کو شہد پلاتی ہے۔ کوزہ۔ تم لوگوں کو صرف صورت اور کوزہ نظر آرہا ہے چونکہ تمہاری نظریں سلیم نہیں ہیں تمہیں وہ شراب نظر نہیں آرہی ہے..... قاصراتُ الطرف۔ جنتی حوروں کے بارے میں مذکور ہے۔ عِیْنٌ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ اور مذکور ہے حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ یعنی وہ حوریں جو شوہروں کے کسی دوسرے کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھتی ہیں یہی حال عشق کا ہے وہ اہل کیطرف متوجہ ہوتا ہے مختص۔ یعنی صاحب اہل۔

۵۲ مُدام یعنی شراب عشق، حوریں خیموں کے اندر ہیں ہیں باہر نہیں نکلتی ہیں اسی شراب عشق کے لئے ہر تن بشر لاکھوں کے دلوں کے خیموں کے ہیں ہست مرا۔ ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہی چیز کسی شخص کے اعتبار سے مضر ہے کسی کے اعتبار سے مفید، دریا بطخ کے لئے ذریعۂ حیات ہے اور کوے کی موت کا سبب۔ زہر سانپ کا زہر سانپ کے لئے زندگی کا اور دوسرے کے لئے موت کا سبب ہے صورتِ ہر نعمتے۔ ہر نعمت اور محنت کا صحیح استعمال جنت کا

بازِ اخواں را ازاں زہراب بُود — کاندرایشاں زہر کینہ میفزُود

پھر بھائیوں کے لئے اُس میں زہر بلا پانی تھا — جن کے اندر کینے کا زہر بڑھا رہا تھا

بازِ[1] اُو زوے مر زلیخا را شکر — می کشید از عشق افیونِ دگر

پھر اُس میں سے زلیخا کے لئے شکر — عشق کے ذریعہ دوسری افیون نکالتی تھی

غیرِ آں چہ بُود مر یعقوبؑ را — بُود از یوسفؑ غذا آں خوب را

اُس کے سوا جو (حضرت) یعقوبؑ کے لئے تھی — اُس حسینہ کے لئے یوسفؑ میں سے غذا تھی

گونہ گونہ شربت و کوزہ یکے — تا نماند در مے غیبت شکے

طرح طرح کی شرابیں ہیں اور پیالہ ایک ہے — تاکہ تجھے غیب کی شراب میں شک نہ رہے

بادہ از غیب[2] ست و کوزہ زین جہاں — کوزہ پیدا بادہ در وے بس نہاں

شراب غیب کی ہے اور پیالہ اس جہان کا ہے — پیالہ ظاہر ہے اُس میں شراب بہت مخفی ہے

بس[3] نہاں از دیدۂ نامحرماں — لیک بر محرم ہویدا و عیاں

نامحرموں کی آنکھ سے بہت پوشیدہ ہے — لیکن محرم پر ظاہر اور کھلی ہوئی ہے

یا الٰہی سُکِرَت اَبصارُنا — فاعفُ عنّا اِن ثقلت اَوزارُنا

اے میرے خدا ہماری بینائیاں بہک گئی ہیں — ہمیں معاف کر ہمارے (گناہوں کے) بوجھ بھاری ہو گئے ہیں

یا خفیًّا قد مَلأتَ الخافقین — قد عَلَوتَ فوقَ نورِ المشرقین

اے پوشیدہ! تو نے مشرق و مغرب کو پُر کر دیا ہے — تو دونوں مشرقوں کے نور سے بڑھ گیا ہے

اَنتَ[4] سِرٌّ کاشِفٌ اَسرارَنا — اَنتَ بحرٌ مُفجِرٌ اَنھارَنا

تو راز ہے، ہمارے بھیدوں کو کھولنے والا ہے — تو صبح کا سفیدہ ہے، ہماری نہروں کو جاری کرنے والا ہے

یا خَفِیَّ الذّاتِ محسوسَ العطا — اَنتَ کالماءِ و نحنُ کالرُّحا

اے مخفی ذات والے، محسوس عطا والے — تو پانی کی طرح ہے اور ہم پن چکی کی طرح ہیں

اَنتَ کالرّیحِ و نحنُ کالغُبار — یختفی الرّیحُ و غیرُہٗ جِہار

تو ہوا کی طرح، اور ہم غبار کی طرح ہیں — ہوا پوشیدہ رہتی ہے اور اُس کا غبار ظاہر ہے

تو بہاری ما چو باغِ سبز و خوش — اُو نہان و آشکارا بخشش

تو (موسم) بہار ہے ہم سبز اور خوش باغ کی طرح ہیں — وہ پوشیدہ اور اُس کی عطا کھلی ہوئی ہے

تو چو جانے ما مثالِ دست و پا — قبض و بسطِ دست از جاں شد روا

تو جان کی طرح ہے ہم ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہیں — ہاتھ کا بند ہونا اور کھلنا، جان سے ممکن ہوا

---

[1] باز۔ پھر زلیخا کو جو یوسفؑ سے شراب ملی وہ اُس شراب کے علاوہ تھی جو حضرت یعقوبؑ نے پی۔ عوب۔ یعنی زلیخا۔ گونہ۔ ایک پیالے سے مختلف قسم کی شرابیں حاصل ہوتی ہیں تاکہ غیبی شراب کے بارے میں کوئی شبہ نہ رہے۔

[2] بس نہاں۔ پیالہ کی شراب نامحرموں سے پوشیدہ ہے۔ شکوت۔ بند کر دی گئی ہیں یعنی ہماری نگاہیں صحیح کام نہیں کر رہی ہیں۔ البصائر۔ بصر کی جمع ہے، بینائی۔ اوزار۔ وزر کی جمع ہے، بوجھ، گناہ۔ یا خفیًّا۔ حضرت حق تعالیٰ کی ذات مخفی ہے لیکن علم کو محیط ہے۔ الخافقین۔ مشرق و مغرب۔ المشرقین۔ یعنی جاڑوں کے زمانے کی مشرق اور گرمیوں کے زمانے کی مشرق۔

[3] انت۔ اے خدا تو مخفی اور راز ہے لیکن ہمارے حال تجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ انت بحرٌ۔ فجر۔ صبح کا سفیدہ، پانی کو جاری کرنا۔ رحا۔ پن چکی۔ غبر۔ غبار۔ تو بہاری۔ باغ کی بہار دیتا موسم بہار کی وجہ سے ہے۔ اُو نہاں۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے تفکروا فی الآلاء ولا تفکروا فی ذات اللہ۔ اللہ کی نعمتوں میں غور کیا کرو اس کی ذات میں غور نہ کیا کرو۔ قبض و بسط۔ جس طرح جان اور روح مخفی ہے لیکن ہاتھ پاؤں کے لئے وہ محرک ہے یہی صورت حضرت حق تعالیٰ اور مخلوقات کی ہے۔

تو چو عقلی[1] ما مثالِ این زباں — این زباں از عقل دارد این بیاں

تو عقل کی طرح ہے، ہم اس زبان جیسے ہیں — اس زبان کو عقل سے بیان حاصل ہوا ہے

تو مثالِ شادی و ما خندہ ایم — کہ نتیجہ شادیِ فرخندہ ایم

تو خوشی کی طرح ہے اور ہم ہنسی ہیں — کیونکہ ہم مبارک خوشی کا نتیجہ ہیں

جنبشِ ماہر دمے خود اشہدست — کو گواہِ ذوالجلالِ سرمدست

ہماری حرکت ہر وقت خود بڑا گواہ ہے — کیونکہ وہ ہمیشہ رہنے والے ذوالجلال کی گواہ ہے

گردشِ سنگ آسیا دارد اضطراب — اشہد آمد بر وجودِ جوئیِ آب

پتن چکی کے پتھر کی گردش بے قراری میں — نہر کے پانی پر بڑا گواہ ہے

اے بروں از وہم و قال و قیلِ من[2] — خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

اے وہ! جو کہ میرے وہم اور بات چیت سے باہر ہے — میری سر کی مانگ اور مثال دینے پر خاک

بندہ نشکیبد ز تصویرِ خوشت — ہر دمے گوید کہ جانم مفرشت

تیرے حسین تصور پر بندہ صبر نہیں کر سکتا ہے — ہر لمحہ کہتا ہے کہ میری جان تیرا فرش ہو

ہمچو آں چوپاں کہ میگفت اے خدا — پیشِ چوپانِ محبِ خود بیا

اس گڈریے کی طرح جو کہہ رہا تھا اے خدا! — اپنے عاشق گڈریے کے سامنے آجا

تا شپشش جویم من از پیراہنت — چارقت دوزم بموسم دامنت

تاکہ میں تیرے کپڑوں میں سے جوئیں ڈھونڈوں — تیرا چپل سی دوں، تیرا دامن جوڑوں

کس[3] نبودش در ہوا و عشق جفت — لیک قاصر بود از تسبیح و گفت

محبت اور عشق میں کوئی اس جیسا نہ تھا — لیکن تسبیح اور گفتگو میں کوتاہ تھا

عشقِ او خرگاہ بر گردوں زدہ — جاں سگِ خرگاہِ آں چوپاں شدہ

اس کے عشق نے آسمان پر خیمہ گاڑ دیا تھا — جان، اس گڈریے کے خیمہ کا کتا بن گئی تھی

چونکہ بحرِ عشقِ یزداں جوش زد — بر دلِ او زد ترا بر گوش زد

جب اللہ (تعالیٰ) کے عشق کے سمندر نے جوش مارا — اس کے دل سے ٹکرایا، تیرے کان سے ٹکرایا

حکایت جوحیِ کہ چادر پوشیدہ در وعظ میانِ زناں نشست و حرکتے کرد زنے او را بشناخت کہ مرد ست و نعرہ بزد

جوحی کا قصہ جو کہ چادر اوڑھ کر وعظ میں عورتوں کے درمیان بیٹھ گیا اور اس نے ایسی حرکت کی کہ ایک عورت نے اس کو پہچان لیا کہ مرد ہے اور اس نے نعرہ مارا

[1] تو چو عقلی۔ زبان کو عقل گویا بنانی ہے۔ تو مثال جس طرح مسکراہٹ خوشی کا نتیجہ ہے اسی طرح ہم سب حضرت حق تعالیٰ کی شانوں کے مظاہر ہیں۔ بجنبش۔ ہماری حرکات حضرت حق تعالیٰ کے وجود کی گواہ ہیں۔ گردش۔ پن چکی کے پاٹ کی حرکت نہر کے پانی کے وجود کی گواہ ہے۔ اشہد۔ زیادہ گواہ۔

[2] اے بروں۔ حضرت حق تعالیٰ کی ذات وہم و قیاس سے بالاتر ہے لہٰذا اس کی کوئی مثال اس کے مطابق نہیں ہے۔ بندہ۔ مثالیں دینے کی مجبوری یہ ہے کہ بندہ محض تصور پر صبر نہیں کرتا ہے مزید وضاحت چاہتا ہے۔ ہمچو۔ حق تعالیٰ کے لیے مثالوں کی یہی حقیقت ہے جس طرح گڈریے نے اپنی کی ذات کی تعبیر کی تھی۔ شپش۔ جوں۔ چارقی۔ چپل۔

[3] کس نبودش۔ اس گڈریے کی تعبیرات اگرچہ غلط تھیں لیکن اللہ تعالیٰ سے اس کا عشق بے مثال تھا۔ عشق ہی کے مقام بالا پر تھا اور جان جیسی عزیز چیز اس کے خیمہ کا کتا بنی ہوئی تھی چونکہ عشق کا اثر اس کے دل پر تھا تیرے صرف کان پر ہے۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ سمجھایا ہے کہ دل پر اور کسی دوسرے عضو پر اثر میں بہت بڑا فرق ہے۔ جوحی۔ ایک فضیحت ہے جس کی طرف بہت پُر مذاق قصے منسوب ہیں جیسی کہ اردو اور میں ملا دوپیازہ وغیرہ۔

واعظے بدؔ بس گزیدہ در بیاں
ایک واعظ تقریر میں بہت منتخب تھا

زیرِ منبر جمع مرداں و زناں
(اسکے) منبر کے پاس مرد اور عورتیں جمع تھیں

رفت جوجی چادر و رُوبند ساخت
جوجی چلا، چادر اور نقاب پہنا

درمیانِ آں زناں شد ناشناخت
اُن عورتوں میں اُن جان ہو گیا

سائلے پُرسید واعظ را براز
ایک سوال کرنیوالے نے آہستہ سے واعظ سے دریافت کیا

مُوئے عانہ ہست نقصانِ نماز
زیرِ ناف کے بال نماز کے نقصان (کا باعث) ہیں؟

گفت[1] واعظ چوں شود عانہ دراز
واعظ نے کہا جب زیرِ ناف کے بال بڑھ جائیں

پس کراہت باشد از وے در نماز
تو اس سے نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے

یا بنورہ یا بستُرہ بسترش
چونے سے یا اُسترے سے اُن کو مونڈ دے

تا نمازت کامل آید خوب و خوش
تاکہ تیری نماز بھلی اچھی مکمل ہو

گفت سائل آں درازی تا چہ حد
سوال کرنے والے نے کہا لمبائی کس حد تک

شرط باشد تا نماز اکمل بُود
مناسب ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے؟

گفت چوں قدرِ جَو گردد بطول
اُس نے کہا، اگر جَو کی بقدر لمبے ہو جائیں

پس ستُردن فرض باشد اے اسُول
اے بیوقوف! مونڈنا فرض ہو جائے گا

پیشِ جوجی یک زنے بنشستہ بُود
جوجی کے آگے ایک عورت بیٹھی تھی

ہوش را بر وعظِ واعظ بستہ بُود
جس نے ہوش کو واعظ کے وعظ سے وابستہ کر دیا تھا

گفت جوجی زُود اے خواہر ببیں
جوجی نے کہا اے بہن! جلد دیکھ لے

عانہ من گشتہ باشد ایں چنیں
میرے زیرِ ناف بال ایسے ہو گئے ہونگے

بہرِ خوشنودیِ حق پیشِ آر دست
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ہاتھ بڑھا

کاں بمقدارِ کراہت آمدست
کہ وہ کراہت کی مقدار ہو گئے ہیں؟

دست زن در کرد در شلوارِ مرد
عورت نے مرد کے شلوار کے اندر ہاتھ ڈالا

کیر اُو بر دستِ زن آسیب[2] کرد
اُس کے نایہ نے عورت کے ہاتھ پر اثر کیا

نعرہ زد سخت اندر حالِ زن
عورت نے زور ایک نعرہ مارا

گفت واعظ بر دلش زد گفتِ من[3]
واعظ نے کہا میری بات نے اُسکے دل پر اثر کیا ہے

صدق رازیں زن بیاموزید ہیں
ہاں تم سچائی اس عورت سے سیکھ لو

چونکہ بر دل زد وُرا گفتِ چنیں
جبکہ ایسی گفتگو نے اُسکے دل پر اثر کیا ہے

---

[1] گزیدہ۔ منتخب۔ رُوبند۔ نقاب۔ عانہ۔ زیرِ ناف کے بال۔ عانہ۔ یعنی جب زیرِ ناف بال بڑھ جائیں تو نماز میں کراہت آجاتی ہے۔ نورہ۔ چونا۔ سُترہ۔ اُسترہ۔ تاچہ حد۔ درازی کو سمجھیں کہ دیکھئے کہ بال کس قدر بڑھ جانے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

[2] گفت۔ واعظ نے کہا۔ سئول۔ بہت زیادہ سوال کرنے والا۔ ہوش۔ یعنی حاضر کے وعظ کی جانب پوری متوجہ تھی۔ ستُرد۔ یا خلوار کا صاف ایسا یا کرد کا قائل ہے دونوں صورتوں میں ترجمہ یہ الفاظ ہے۔

[3] آسیب۔ اثر۔ گفت۔ واعظ نے کہا کہ میرے وعظ کا اُس کے دل پر اثر ہوا ہے اسی لئے اُس نے نعرہ مارا ہے۔۔ مصدق۔ واعظ نے مردوں سے کہا تم لوگ اُس عورت سے نصیحت حاصل کرلو۔

گفت[1] نے بر دل نزد بر دست نے ز
اُس (جوی نے) کہا دل پر نہیں ہاتھ پر اثر کیا ہے

بر دلِ آں ساحراں زد اندکے
اُن جادوگروں کے دل پر تھوڑا سا اثر کیا

گر ز پیرے در ربائی تو عصا
اگر تو کسی بڈھے کی لاٹھی اُٹا لے

نعرہ[2] لا ضیر بر گردوں رسید
کوئی ہرج نہیں کا نعرہ آسمان پر پہنچا

چوں بدانستیم ما کیں تن نہ ایم
چونکہ ہم جان گئے کہ ہم یہ جسم نہیں ہیں

اے خنک آں را کہ ذات خود شناخت
قابلِ مبارکباد ہے وہ جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا

کود کے گرید پئے جوز و مویز
بچہ جس اخروٹ اور منقی کے لئے روتا ہے

پیشِ دل جوز و مویز آمد جسد
دل کے لئے جسم، اخروٹ اور منقی ہے

ہر کہ[3] مجوبست اُو خود کودکست
جو پردے میں ہے، وہ بچہ ہے

گر بریش و خایہ مردستے کسے
اگر کوئی داڑھی اور خایہ کی وجہ سے مرد ہے

پیشوائے بد بود آں بز شتاب
وہ بکرا بُرا پیشرو ہے، جلد

ریش شانہ کردہ کہ من سالمم
داڑھی کو کنگھی کئے ہوئے کہ میں رانبا ہوں

ہیں رہِ ریش بگزیں ترکِ ریش کن
خبردار! درویش اختیار کر اور داڑھی کو چھوڑ

ولے گر بر دل زدے اے پُر خرد
اے عقلمند! کیا کہنا تھا اگر دل پر اثر کرتا

شد عصا و دست ایشاں را یکے
اُن کے لئے لکڑی اور ہاتھ یکساں بن گیا

بیش رنجدکاں گروہ از دست ما
وہ ہم سے زیادہ رنجیدہ ہو گیا مگر وہ اتنا اور ہم

ہیں بُبر کہ جاں ز جاں کندن رہید
ہاں کاٹ لے، جان جان کنی سے نجات پائی

از ورائے تن بیزداں میرسیم
جسم کے علاوہ ہم خدا کے ذریعہ بھیجے ہوئے ہیں

اندر آمن سرمدی قصرے بساخت
ہمیشگی کے امن میں اُس نے محل بنا لیا

پیشِ عاقل باشد آں ہیں سہل چیز
عقلمند کے لئے وہ آسان چیز ہے

طفل کے دردش مردانہ رسد
بچہ مردوں کی عقل کو کب پہنچتا ہے؟

مرد آں باشد کہ بیروں از شکیست
مرد وہ ہے جو شک سے باہر ہے

ہر بُنے ریش و خصیہ اتے بلے
تو ہر بکرے کے داڑھی اور خصیہ ہے

میبرد اغنام را پیشِ قصاب
بکریوں کو قصاب کے آگے لیجاتا ہے

سالفی لیکن بسوئے درد و غم
تو رانبا ہے، لیکن درد اور غم کی جانب

ترکِ ایں ما و من و تشویش کن
اس تکبر و غرور اور پریشانی کو ترک کر

---

[1] گفت۔ جوی نے کہا دل پر نہیں ہاتھ پر اثر ہوا ہے اپنے کہ اُس کا ہاتھ جوی کی خرمگاہ پر لگا تھا۔ یہ قصہ فرعون کے جادوگروں کے دل پر اثر ہوا تھا تو موسیٰ انہی میں اُن کے لئے ہاتھ پاؤں کا کٹنا ایسا ہی تھا جیسا کہ کسی لکڑی کا کٹنا۔ گر اگر تو بڑھے کی لاٹھی چھین لے تو اُس کو اس سے زیادہ رنج ہوگا جتنا کہ وہ اتنا اور ہم پاؤں کٹنے پر سہا تھا۔

[2] لا ضیر۔ جس وقت فرعون نے جادوگروں سے کہا تھا کہ تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا تو انھوں نے جواب میں کہا تھا۔ لا ضیر۔ کوئی نقصان نہیں۔ چونکہ جادوگروں نے کہا کہ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ اصل زندگی جسم کی نہیں ہے بلکہ روح کی ہے۔ اتنے تک۔ حدیث شریف ہے جس نے اپنی حقیقت سمجھ لی اُس نے خدا کو پہچان لیا یا یہ کہ بچہ کے لئے اخروٹ اور منقی عزیز ہیں عقلمند کے لئے وہ حقیر ہیں۔ پہنچیاں۔ اہل دل کہتے ہیں ہاتھ پاؤں خرد اور منقی کی جگہ ہیں۔

[3] ہر کہ۔ جو شخص اپنی حقیقت نہیں سمجھا وہ بچہ ہے۔ گر یعنی اگر مرد ہونا داڑھی اور خصیہ کی وجہ سے ہو تو یہ چیزیں بکرے کے بھی ہوتی ہیں پھر بکرے میں عقل تمام ہے اسی لئے مذبح جاتے وقت وہ بکریوں کا پیشرو بن جاتا ہے۔ رہیں۔ بتاؤ کی پہر

ریشِ[1] خود را خندہ زارے کردۂ — نازکم کن چونکہ ریش آوردۂ

تو نے اپنی داڑھی کو مضحکہ بنا لیا ہے — جبکہ تیرے داڑھی نکل آئی ہے نخرے نہ دکھا

تا شوی چوں بوئے گل بر عاشقاں — پیشوا و رہنمائے گلستاں

تاکہ تو پھول کی خوشبو کی طرح عاشقوں کیلئے بنے — باغ کا رہنما اور پیشوا

چیست بوئے گل دمِ عقل و خرد — خوش قلاوزِ رہِ باغِ ابد

پھول کی خوشبو کیا ہے؟ عقل اور سمجھ کی بات — جو ابدی باغ کے لئے بہترین راہنما ہے

فرمودنِ شاہ با ایاز بار دیگر کہ شرحِ چارق و پوستین را

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ حکم دینا کہ چغل اور پوستین کی تشریح کو واضح طور پر بتا

آشکارا بگو تا خواجہ تاشانت ازاں اشارت پند

تاکہ تیرے ساتھی اس اشارے سے نصیحت حاصل کریں

گیرند کہ الدِّینُ النَّصِیحَۃُ

چونکہ "دین نصیحت ہے"

سرِّ چارق را بیاں کن اے ایاز — پیشِ چارق چیست چندیں نیاز

اے ایاز! چغل کا راز بتا — چغل کے سامنے تیری اتنی زیادہ نیازمندی کیوں ہے؟

تا نیوشد سُنقُر[2] و بگیارُقت — سرِّ سرِّ پوستین و چارقت

تاکہ سنقر اور تیرے ساتھی سن لیں — تیرے پوستین اور چغل کے راز کا راز

اے ایاز از تو غلامی نور یافت — نورت از پستی سوئے گردوں شتافت

اے ایاز! تجھ سے غلامی نے نور حاصل کیا — تیرا نور پستی سے آسمان کی جانب دوڑ گیا

حسرتِ آزادگاں شد بندگی — بندگی را چوں تو دادی زندگی

غلامی آزادوں کے لئے باعث حسرت بنگئی — جبکہ تو نے غلامی کو زندگی بخشی

مومن[3] آں باشد کہ اندر جزر و مد — کافر از ایمانِ او حسرت خورد

مومن وہ ہوتا ہے، کہ جوار بھاٹے میں — کافر اس کے ایمان پر حسرت کرے

حکایت گبرے کہ در عہدِ شیخ بایزید قدس سرہٗ گفتند ش

اس کافر کا قصہ کہ بایزید قدس سرہٗ کے زمانے میں لوگوں نے اس سے کہا

کہ مسلمان شو و جواب او ایشان را

کہ مسلمان ہو جا اور اس کا ان کو جواب دینا

[1] ریش۔ تو نے تو اپنی داڑھی کا بھی مذاق اڑوایا ہے، تیرے داڑھی نکل آئی ہے اب لاڈ اور انداز مناسب نہیں ہے، راہ سلوک اختیار کر ورنہ داڑھی کی مذاق اڑے گی۔ تا شوی۔ پھر تو خوشبو کی طرح عاشقوں کے لئے باغ کا رہنما بن جائے۔ چیست۔ خوشبو سے مراد عقلمندی کی باتیں کرنا ہے۔ قلاوز۔ رہنما۔ الدِّینُ النَّصِیحَۃُ۔ دین اخلاص ہی ہے بہتر یہاں محمود نے ایاز سے کہا جو تیری کا راز بیان کر اس کے ساتھ تیری نیازمندی کیوں ہے۔

[2] سُنقُر۔ غلام کا نام ہے۔ بگیا رُقت۔ خواجہ تاش۔ اے ایاز تیرے غلام ہونے نے غلامی کو منور کر دیا ہے۔ حسرت۔ تیرے وجود سے آزاد لوگ غلامی کی حسرت کرنے لگے ہیں چونکہ غلامی کو تو نے ایک زندگی عنایت کر دی ہے۔

[3] مومن۔ جس طرح ایاز کی غلامی آزادوں کے لئے باعث حسرت تھی اسی طرح مومن وہ ہے جس کے ایمان کو دیکھ کر کافر حسرت کرے جیسا کہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ اس کا ایسا ایمان ہو جو لوگوں کو ایمان لانے سے روکے جیسا کہ موقن تھا۔

بُود گبرے[1] در زمانِ بایزیدؒ
(حضرت) بایزیدؒ کے زمانے میں ایک کافر تھا

گفت اُو را یک مسلمانِ سعید
اُس سے ایک نیک بخت مسلمان نے کہا

کہ چہ باشد گر تو اسلام آوری
اگر تو اسلام لے آئے تو کیسا اچھا ہو

تا بیابی صد نجات و سروری
تاکہ تو سینکڑوں نجاتیں اور سرداریاں حاصل کرے

گفت ایں ایماں اگر ہست اے مُرید
اُس نے کہا اے مُرید! اگر ایمان وہ ہے

آنکہ دارد شیخ عالم بایزیدؒ
جو کہ دنیا بھر کے شیخ بایزیدؒ رکھتے ہیں

من ندارم طاقتِ آں تاب آں
میں اُس کی طاقت اُسکی قوت نہیں رکھتا ہوں

کاں فزوں آمد ز کوششہائے جاں
کیونکہ وہ جان کی کوششوں سے بالاتر ہے

گرچہ در ایمان و دیں نامُوقنم
اگرچہ میں اسلام کے ایمان اور دین پر اعتقاد نہیں

لیک در ایمانِ اُو بس مُومنم
لیکن اُن کے ایمان کے بارے میں میرا ایمان ہے

دارم[2] ایماں کاں ز جملہ برترست
میرا ایمان ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر ہیں

بس لطیف و با فروغ و با فرست
بہت پاکیزہ اور بارونق اور شان و شوکت والے

مُومنِ ایمانِ اُویم در نہاں
میں پوشیدہ طور پر اُن کے ایمان کا مومن ہوں

گرچہ قہرم ہست محکم بر دہاں
اگرچہ میرے منہ پر سخت مہر ہے

باز ایماں خود گر ایمانِ شماست
پھر اگر ایمان تمہارا ایمان ہے

نے بداں میلستم و نے اشتہاست
نہ اُسکی طرف میرا جھکاؤ ہے نہ خواہش ہے

آنکہ صد میلش سوئے ایماں بود
جس کو ایمان کی جانب سینکڑوں میلان ہوں

چوں شما را دید آں فاتر شود
جب اُس نے تمہیں دیکھا وہ سست پڑ گیا

زانکہ[3] نامے بیند و معنیش نے
کیونکہ وہ (صرف) نام دیکھے گا اور اُسکی حقیقت کو نہیں

چوں بیاباں را مغازہ گفتنے
جس طرح بیابان کو سفارہ کہہ دینا ہے

چوں بایمانِ شما اُو بنگرد
جب وہ تمہارے ایمان کو دیکھے گا

عشقِ اُو زآورد ایماں بفسرد
اُس کا عشق ایمان لانے میں ٹھٹھر جائے گا

ایں حکایت یاد گیر اے تیز ہوش
اے تیز ہوش! اس حکایت کو یاد کر لے

صورتش بگذار و معنیٰ را نیوش
اُس کی صورت کو چھوڑ اور معنی کو سُن لے

حکایتِ آں مُوذن زشت آواز کہ در کافرستان بانگ زد

اُس بھدی آواز والے مؤذن کی حکایت جس نے نماز کے لئے کفرستان میں اذان

[1] گبر کافر۔ گرچہ باشد۔ خواہ اُس نے اُس کافر سے کہا اگر تو مسلمان ہو جائے تو تجھے نجات حاصل ہو جائے گی۔ گفت۔ اُس کافر نے کہا کہ اگر ایمان وہ ہوتا ہے جو بایزیدؒ رکھتے ہیں تو مجھ میں اُس کی طاقت نہیں ہے کیونکہ وہ انسان کی طاقت سے بالاتر ہے۔ گرچہ۔ اگرچہ میں اسلام کے ایمان اور دین کا حامل نہیں ہوں لیکن اُن کے ایمان پر میرا ایمان ہے۔

[2] دارم۔ اُس کافر نے مسلمان سے کہا کہ میرا یقین ہے کہ وہ بایزیدؒ سب سے بڑھ کر ہیں اور میرا اُن کے ایمان پر ایمان ہے لیکن زبان سے ظاہر نہیں کر سکتا ہوں۔

[3] زانکہ۔ اسلئے کہ تمہارا ایمان تو برائے نام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور تو بس نام ہی نہ زندگی کا مصداق ہو۔ بیابان بمعنی دراصل ہاکت کی جگہ ہے لیکن اُس کو لوگ مغازہ یعنی دکانوں کی جگہ کہتے ہیں۔ حکایت۔ اس قصہ سے یہ بتانا ہے کہ بہت سے مومن ایسے ہیں کہ اگر اُن کے ایمان کا تم موازنہ کرو تو تمہارا ایمان ہیچ ہے۔

برائے نماز و مرد کافر اُورا ہدیہ ہا داد

اور ایک کافر شخص نے اُس کی بہت سے تحفے دیئے

یک مؤذن داشت بس آوازِ بد
ایک مؤذن کی بُری آواز تھی

شب ہمہ شب میدرید حلقِ خود[1]
وہ پوری پوری رات اپنا حلق پھاڑتا تھا

خواب خوش بر مردماں کردہ حرام
اُس نے انسانوں پر میٹھی نیند حرام کر دی تھی

در صُداع افتاد از وے خاص و عام
اُس کی وجہ سے عوام و خواص دردِ سر میں مبتلا تھے

کودکاں ترسان از و در جامہ خواب
بچے بستروں میں اُس سے ڈرتے تھے

مرد و زن زآوازِ او اندر عذاب
مرد و عورت اُس کی آواز سے عذاب میں تھے

مجتمع گشتند مر تو زیع را
وہ لوگ چندہ جمع کرنے کیلئے اکٹھے ہو گئے

بہرِ دفعِ زحمت و تصدیع را
دردِ سر اور تعب کو رفع کرنے کیلئے

پس طلب کردند اُورا در زماں
انھوں نے اُس کو فوراً طلب کیا

مُچھہا دادند و گفتند اے فلاں
نقدیاں دیں اور انھوں نے کہا اے فلاں!

از اذانت جملہ آسودیم[2] ما
ہم سب نے تیری اذان سے راحت پائی

بس کرم کردی شبے روزے کیا
اے جناب! آپ نے دن اور رات بڑا کرم کیا

چوں رسید از تو بہر یک دولتے[3]
ہر کہ آپ کی وجہ سے ہر ایک کو دولت میسر آگئی ہے

خوابِ نوشت از ما کنوں ہم مدتے[4]
اب کچھ مدت کے لئے ہماری نیند آپ کی ہے

بہرِ آسائش زباں کوتاہ کن
آرام کی خاطر آپ زبان بند کر لیجئے

در عوض ما ہمتے ہمراہ کن
اس کے بدلے میں باطنی توجہ فرمایئے

قافلہ می شد بکعبہ از وَلَہ[5]
شدتِ شوق کی وجہ سے ایک قافلہ کعبہ کو روانہ ہوا

مُچھہ بستد شد رواں با قافلہ
اُس نے نقدی لے لی قافلہ کیساتھ روانہ ہو گیا

شب گہے کردند اہلِ کارواں
قافلہ والوں نے رات کے وقت کیا

منزل اندر موضعِ کافرستاں
کفرستان کے مقام پر پڑاؤ

واں مؤذن عاشقِ آوازِ خود
اُس اپنی آواز کے عاشق مؤذن نے

درمیانِ کافرستان بانگ زد
کفرستان میں اذان دی

چند گفتندش مگو بانگِ نماز
بہت سے لوگوں نے اُس سے کہا نماز کی اذان نہ دے

کہ شود جنگ و عداوتہا دراز
ورنہ جنگ اور لمبی دشمنیاں ہو جائینگی

---

[1] حلقِ خود۔ چونکہ اُس کو اپنی خوش الحانی پر عقیدہ تھا رات میں مناجات اور ذکر باآواز بلند کرتا ہوگا۔ صُداع۔ دردِ سر۔ جانہ خواب۔ سونے کا بستر۔ تو زیع۔ چندہ۔ تصدیع۔ دردِ سر میں مبتلا کرنا۔ تکلیف۔ رنج۔

[2] آسودیم۔ اُن لوگوں نے طنزاً کہا۔ دولت۔ یعنی شب بیداری کی دولت۔ خواب۔ اب اس دولت کی خوشی میں ہم رات بھر نہیں سو سکتے ہیں۔ در عوض۔ جو نقدی ہم تجھے دے رہے ہیں اُس کے بدلے میں ہمارے لئے دل سے دعائیں کر دینا۔

[3] ولہ۔ شدتِ عشق۔ قافلہ۔ یعنی حاجیوں کا قافلہ۔ کافرستان۔ وہاں کے باشندے سب کافر تھے۔ بانگ زد۔ اذان دی۔ چند گفتندش۔ ساتھیوں نے اُس کو کافرستان میں اذان دینے سے روکا اور کہا کہ یہ کافر ذرا سی بات پر بگڑ جائیں گے ایسا نہ کر لیکن وہ نہ مانا اور اُس نے اذان دیدی۔

اُو ستیزہ کرد و بس بے احتراز
اُس نے جھگڑا کیا اور بہت لاپروائی سے

گفت در کافرستاں بانگِ نماز
کفرستان میں اذان دے دی

خَلق[1] خائف شُد ز فتنہ عامہ
عام فتنے سے ڈر گئے

خود بیامد کافرے با جامہ
ایک کافر کپڑے پہنے ہوئے خود آیا

شمع و حلوا و یکے جامہ لطیف
شمع اور حلوا اور ایک عمدہ لباس

ہدیہ آورد و بیامد چوں اَلیف
تحفہ لایا اور دوست کی طرح آیا

پُرس و پُرساں کایں مؤذن کو کجاست
پوچھتے ہوئے، کہ یہ مؤذن کہاں ہے؟

کہ صلای و بانگِ اُو راحت فزاست
جس کی اذان کی آواز راحت بڑھانے والی ہے

ہاں چہ راحت بُود زاں آوازِ زشت
ہائیں، اس بھدی آواز سے کیا راحت ملی؟

کُوفتا دازوے بناگہ در کُنشت
جو اچانک اُس کے سر میں پہنچی۔

دخترے دارم لطیف و بس سَنی
میرے ایک لڑکی ہے، پاکیزہ اور بہت خوبصورت

آرزو می بُود اُو را مُومنی
اُس کو مومن بننے کی آرزو تھی

ہیچ[2] ایں سودا نمیرفت از سَرش
یہ جنون اس کے سر سے کبھی ٹالی نہیں ہوتا تھا

پند ہا می داد چندیں کافرش
بہت سے کافر اُس کو نصیحتیں کرتے تھے

در دلِ اُو مہرِ ایماں رُستہ بُود
اُس کے دل میں ایمان کی محبت پیدا ہو گئی تھی

ہمچو مہرِ بُود ایں غم من چو عُود
یہ فکر بالکل میری طرح اور میں اُس کی فکر میں ایسا ہی تھا

در عذاب و درد و شکنجہ بُدم
میں مصیبت اور شکنجہ اور درد میں تھا

کہ بجُنبد سلسلہ اُو دمبدم
کیونکہ اُس کا وہ سلسلہ ہر لحظہ حرکت میں تھا

ہیچ[3] چارہ می ندانستم دراں
میں اُس کا کوئی علاج نہ سمجھ پا رہا تھا

تا فرو خواند ایں مؤذن آں اذاں
یہاں تک کہ اس مؤذن نے وہ اذان دی

گفت دُختر چیست ایں بانگ و خروش
لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ ڈراؤنی آواز کیسی ہے؟

کہ بگوشم آمد ایں دو چار دانگ
جس کے دو چار ٹکڑے میرے کان میں آئے ہیں

من ہمہ عمر ایں چنیں آوازِ زشت
میں نے تمام عمر اس طرح کی بھدی آواز

ہیچ نشنیدم دریں دیر و کُنشت
اس مندر اور بت خانہ میں کبھی نہیں سنی

خواہرش گفتہ کہ ایں بانگِ اذاں
اس کی بہن نے کہا، کہ یہ اذان کی آواز

ہست اِعلام و شعارِ مُومناں
مومنوں کا اعلان اور علامت ہے

---

[1] خلق — یہ لوگ ترکاذ کے محلے سے خائف تھے یعنی کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کافر سر تھمہ میں کپڑے اور صدرہ وغیرہ لئے آرہا ہے۔ الیف — دوست۔ پرسش — اس مؤذن کو پوچھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ مؤذن کی اذان نے بہت راحت پہنچائی ہے۔ بیں چہ۔ اس کافر سے کسی نے کہا کہ کہاں بھدی آواز سے جو سر میں پہنچی کیا راحت ملی ہے... دخترے۔ اس کافر نے کہا کہ میرے ایک بہت خوبصورت لڑکی ہے وہ اسلام لانے پر آمادہ ہو رہی تھی۔

[2] ہیچ — ہم لوگوں نے اسکو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آرہی تھی۔ بجز — انگشتی۔ بخود۔ اگر کی مکھی جس کی دھن لگی ہوئی ہے۔ در عذاب۔ اس لڑکی کے ارادہ سے میں مصیبت میں تھا اور وہ اس ارادہ میں پختہ ہوتی جارہی تھی۔

[3] ہیچ — اس کو اس ارادہ سے روکنے کی کوئی تدبیر نہ تھی حتیٰ کہ اس مؤذن نے اذان دی تو لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ بھیانک آواز کیسی ہے میں نے ایسی بھدی اور خوفناک آواز کبھی نہیں سنی۔ خواہرش۔ اس لڑکی کی بہن نے اسکو بتایا کہ یہ مسلمانوں کی اذان کی آواز تھی۔ اعلام۔ اعلان شعار۔ وہ علامت جس سے کوئی چیز پہچانی جائے۔ اسکو بہن کی بات

باورش نامد بپرسید از دگر
اس کو یقین نہیں آیا اس نے دوسرے سے پوچھا

آں دگر ہم گفت آرے اے قمر
دوسرے نے بھی کہا ہاں اے چاند!

چوں[1] یقیں گشتش رخِ اُو زرد شُد
جب اس کو یقین ہو گیا تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا

از مُسلمانی دلِ اُو سرد شُد
مسلمانی سے اس کا دل افسردہ ہو گیا

باز رستم من ز تشویش و عذاب
میں پریشانی اور عذاب سے چھوٹ گیا

دوش خوش خفتم دراں بے خوف خواب
گذشتہ رات بغیر ڈر کے نیند خوب سویا

راستم ایں بُود از آوازِ اُو
مجھے اس کی آواز سے یہ راحت پہنچی

ہدیہ آوردم بشکرآں مرد کُو
میں شکرانہ میں تحفہ لایا ہوں وہ شخص کہاں ہے!

چوں[2] بدیدش گفت ایں ہدیہ پذیر
جب اس نے اسکو دیکھا کہا یہ ہدیہ قبول کر لیجئے

کہ مرا گشتی مُجیر و دستگیر
کیونکہ آپ میرے پناہ دینے والے اور دستگیر ہیں

آنچہ کردی با من از احسان و بر
آپ نے جو احسان اور بھلائی مجھ سے کی

بندۂ تو گشتہ ام من مُستمر
میں ہمیشہ کے لئے آپ کا غلام ہو گیا ہوں

گر بمال و مُلک و ثروت فرد مے
اگر میں مال اور سلطنت اور مالداری میں منفرد ہوتا

من دہانت را پُر از زر کردمے
میں سونے سے آپ کا منھ بھر دیتا

ہست ایمانِ شما زرق و مجاز
تمہارا ایمان مکر اور مجاز ہے

راہزن ہمچوں کہ آں بانگِ نماز
اسی طرح کا ڈاکہ ہے جس طرح کہ وہ اذان

رجوع بحکایت گبر با مسلمان در ایمان

ایمان کے بارے میں کافر کی مسلمان سے حکایت کی جانب رجوع

لیک[3] از ایمان و صدقِ بایزیدؒ
لیکن بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی سے

چند حسرت در دل و جانم رسید
میرے دل اور جان میں بہت سی حسرتیں آئی ہیں

ہمچو آں زن کو جماعِ خر بدید
اس عورت کی طرح جس نے گدھے کی جفتی دیکھی

گفت آوہ چیست ایں فعلِ فرید
بولی، آہ کیسا نکما فعل ہے

گر جماع این ست کاید از خراں
اگر جفتی یہ ہے، جو گدھے کرتے ہیں

بر کُسِ ما میر ئید ایں شوہراں
تو یہ شوہر ہماری شرمگاہ پر مرتے ہیں

دادِ جملہ دادِ ایماں بایزیدؒ
بایزیدؒ نے ایمان کا پورا حق ادا کر دیا

آفرینہا بر چنیں شیر فرید
ایسے نکما شیر کو آفرین ہے

---

[1] چوں یقین۔ جب اس کو یقین آگیا تو مایوسی سے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور اسلام لانے کا ارادہ ٹھنڈا ہو گیا۔ باز رستم۔ جب اس کا دل اسلام سے برگشتہ ہو گیا تو میری مصیبت ختم ہوئی اور رات کو آرام سے سو سکا مؤذن کی آواز سے مجھے اس طرح راحت ملی لہٰذا میں اس کے لئے تحفہ لایا ہوں۔

[2] چوں بدیدش۔ جب اس کافر نے اس مؤذن کو دیکھا تو کہا کہ یہ تحفے لے تو میرا پناہ دہندہ اور دستگیر ہے۔ ترکی۔ مستمر۔ ہمیشہ۔ گر چنیں۔ میں زیادہ مالدار نہیں ہوں ورنہ تیرا منھ سونے سے بھر دیتا۔ ہست۔ اس کافر نے اسلام کی دعوت دینے والے مسلمان سے کہا تمہارا ایمان بھی مؤذن کی طرح انسانوں کو ایمان سے روکنے والا ہے۔

[3] لیک۔ اس کافر نے یہ بھی کہا کہ بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی کو دیکھ کر مجھے بھی حسرت ہوتی ہے کہ ایسا ایمان مجھے کیوں میسر نہ آیا۔ ہمچو اس کافر کا بایزیدؒ کے ایمان پر ایسی ہی حسرت تھی جیسی کہ ایک عورت نے گدھے کو جفتی کرتے دیکھ کر حسرت کی تھی اور کہنے لگی تھی کہ اگر جفتی یہ ہے تو مرد ہمارے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں وہ کیا ہے۔ داد۔ حضرت بایزیدؒ نے ایمان کا حق ادا کر دیا۔ فرید۔ بے مثال۔

قطرۂ[1] زایمانش در بحر ار رود — بحر اندر قطرہ اش غرقہ شود

اُن کے ایمان کا ایک قطرہ اگر سمندر میں چلا جائے — اُس کے قطرے میں سمندر ڈوب جائے

ہمچو آتش ذرۂ در بیشہا — کاندراں ذرہ شود بیشہ فنا

جیسا کہ آگ کا ایک ذرہ جنگلوں میں — کہ اُس ذرہ میں جنگل فنا ہو جائیں

چوں خیالے در دلِ شہ بادشاہ — میکند در جنگ خصماں را تباہ

جیسا کہ ایک خیال لشکر والے بادشاہ کے دل میں — جنگ میں دشمنوں کو تباہ کر دیتا ہے

یک[2] ستارہ در محمدؐ رو نمود — تا فنا شد کفرِ ہر گبر و جہود

ایک ستارہ حضرتؐ میں رونما ہوا — یہاں تک کہ ہر کافر اور مشرک کا کفر فنا ہو گیا

یک ستارہ در محمدؐ شد سطرب — تا فنا شد کفرِ جملہ شرق و غرب

ایک ستارہ حضرتؐ میں چمکا — یہاں تک کہ مشرق و مغرب کا سارا کفر فنا ہو گیا

آنکہ ایماں یافت رفت اندر امان — کفرہائے باقیاں شد در گماں

جس نے ایمان حاصل کر لیا وہ امن میں آ گیا — بقیہ کا کفر شک میں ہو گیا

کفرِ صرف اوّلیں بارے نماند — یا مسلمانی و یا بیمے نشاند

اب پہلوں کا سا خالص کفر نہ رہا — یا مسلمانی اور یا خوف بٹھا دیا

این بحیلہ آب و روغن کردنیست — ایں مثلہا کفو ذرہ نور نیست

یہ تدبیر سے پانی اور تیل بنانا ہے — یہ مثالیں نور کے ذرے کی ہمسر نہیں ہیں

ذرہ[3] نبود جز ز چیز منجسم — ذرہ نبود شارق لا یتقسم

ذرہ جسم بن جانے والی چیز کے علاوہ کچھ نہیں ہے — ذرہ روشن، تقسیم نہ ہونے والا نہیں ہوتا ہے

گفتنِ ذرہ مرادے داں خفی — محرم دریا نہ ایں دم کفی

ذرہ کہنے کا مقصد پوشیدہ سمجھ — تو اس وقت دریا کا راز داں نہیں ہو تو حباب ہے

آفتابِ نیّرِ ایمانِ شیخ — گر نماید رُخ ز شرقِ جانِ شیخ

شیخ کے ایمان کا روشن سورج — اگر شیخ کی جان کی مشرق سے رُونما ہو جائے

جملہ پستی گنج گیرد تا ثرے — جملہ بالا خُلد گردد اخضرے

تمام پست حصہ تاثیر میں تحت الثریٰ خزانہ بن جائے — تمام بالائی حصہ سرسبز جنت بن جائے

اُو یکے جاں دارد از نورِ منیر — اُو یکے تن دارد از خاکِ حقیر

وہ روشن کرنے والے نور کی ایک جان رکھتا ہے — وہ حقیر مٹی کا ایک جسم رکھتا ہے

[1] قطرہ: نئے ایمان کی یہ وسعت تھی کہ اگر اُس کا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کو ڈبو دے۔ تو پھر اُن کے ایمان کا قطرہ سمندر پر اس طرح حاوی ہو جائے جس طرح آگ کا ایک ذرہ جنگل پر حاوی ہو جاتا ہے اور اُس کو جلا کر راکھ بنا دیتا ہے۔ پھر اِس طرح شاہ کا ایک معمولی خیال دشمنوں میں تباہی مچا دیتا ہے۔

[2] یک ستارہ: آنحضورؐ کی تائید کے لئے خدائی تائید کا ایک ستارہ نمودار ہوا جس سے سب کافروں کا کفر فنا ہو گیا۔ آنکہ سب کافروں کا کفر اس طور پر فنا ہوا کہ کچھ تو مسلمان ہی ہو گئے باقی کفر کے معاملے میں مشکوک ہو گئے اور خالص کفر بالکل ہٹ گیا اگر مسلمان بھی نہ ہوئے تو ذمّی بن کر مسلمان کا کافر رہ گئے۔

[3] ذرہ: ایں بحیلہ ہم نے بایزیدؒ کے ایمان کے ذرے کی مثالیں دی ہیں، یہ محض تعلق ہے اور یہ اس ذرے کی صحیح مثالیں نہیں ہیں۔ آپ روغن کر دیں، بیکار کر مشق کرنا۔

[4] ذرہ: شیخ کے نور کو ذرہ سے تشبیہ دی تھی اب فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ مناسب نہیں ہے منجسم جسم اختیار کرنے والا، شارق روشن۔ لا یتقسم تقسیم نہ ہو سکے گا۔ تو حباب ہے نیّر روشن بیشتی۔ ایں کا بیت حصہ خزانہ بنجائے اور بالائی حصہ

اے عجب اینست اُو یا آں بگو
تعجب ہے! وہ یہ ہے یا وہ ہے! بتا

کہ بماندم در شکال و جستجو
کیونکہ میں اشکال اور جستجو میں پڑ گیا ہوں

گر وے اینست اے برادر چیست آں
اگر وہ یہ ہے اے بھائی! وہ کیا ہے؟

پُر شدہ از نورِ اُو ہفت آسماں
کہ جس کے نور سے ساتوں آسمان بھر رہے ہیں

ور وے آنست این بدن اے دوست چیست
اور اگر وہ وہ ہے تو اے دوست! یہ بدن کیا ہے؟

اے عجب نیں دو کُدامین ست و کیست
اے تعجب! ان دونوں میں سے وہ کون ہے اور کیا ہے؟

حکایتِ آں زن کہ گفت شوہر را کہ گوشت را گربہ خورد

اُس بیوی کا قصہ جس نے شوہر سے کہا کہ گوشت بلی کھا گئی

شوہر گربہ را بترازو برکشید گربہ نیم من برآمد گفت آے

شوہر نے بلی کو ترازو میں رکھا، بلی آدھا من نکلی، شوہر نے اُس سے

زن گوشت نیم من بُود و افزوں اگر ایں گوشت ست

کہا اے بیوی! گوشت آدھا من تھا اور کچھ زیادہ اگر یہ گوشت ہے تو

گربہ کو و اگر ایں گربہ ست گوشت کو

بلی کہاں ہے اور اگر یہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے؟

بُود مردے کدخدا اُورا زنے
ایک گھر والے مرد کی ایک بیوی تھی

سخت طنّاز و پلید و رہزنے
سخت طعنے باز اور ناپاک اور لٹیری

مرد مضطر بُود اندر تن زدن
شوہر چُپ رہنے سے عاجز آگیا تھا

ہر چہ آوردے تلف کردیش زن
وہ جو کچھ لاتا بیوی اُسکو برباد کر دیتی

سوئے خانہ باد و صد جہدِ طویل
گھر، آیا سو طویل مشقتوں کے ساتھ

بہرِ مہماں گوشت آورد آں مُعیل
وہ بال بچوں والا، مہمان کے لئے گوشت لایا

مرد آمد گفت دفعِ ناصواب
شوہر آیا، اُس نے اُس کو غلط جواب دیا

زن بخوردش با شراب و با کباب
بیوی نے اُس کو شراب کباب کیساتھ کھا لیا

پیشِ مہماں لوت می باید کشید
مہمان کے سامنے لذیذ کھانا رکھنا چاہیئے

مرد گفتش گوشت کو مہماں رسید
شوہر نے اُس سے کہا گوشت کہاں ہے؟ مہمان آگیا

گوشتِ دیگر خرگرت باید ترا
اگر تجھے چاہیئے اور گوشت خرید لا

گفت زن کیں گربہ خورد آں گوشت را
بیوی نے کہا یہ بلی وہ گوشت کھا گئی

---

۱ اے عجب۔ اب پھر حیرانی میں کہ شیخ جسم کو کہیں یا روح کو اینست۔ یعنی شیخ اگر جسم ہے یہ ہیست آں۔ تو روح کیا ہے۔ آنست۔ یعنی شیخ روح ہے۔

۲ حکایت۔ جس طرح شیخ کے بارے میں حیرانی ہے کہ اگر وہ جسم ہے تو روح کو کیا کہیں اگر روح ہے تو جسم کو کیا کہیں اسی طرح اُس شوہر کو حیرانی تھی کہ ترازو میں جو تولا ہے اگر وہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے اور اگر گوشت ہے تو بلی کہاں گئی۔

۳ کدخدا۔ صاحب خانہ۔ مرد۔ یعنی شوہر چُپ رہتے رہتے عاجز آگیا تھا۔ تطویل۔ بال بچوں والا۔ دفعِ ناصواب۔ غلط جواب۔ لوت۔ عمدہ کھانا۔ گفت زن۔ بیوی نے شوہر کو جواب دیا۔

گفت اے ایبک[1] ترازو را بیار
اُس نے کہا، او نوکر! ترازو لا

گر بہ را من بر کشم اندر عیار
میں بلی کا وزن کروں گا

برکشیدش بود گربہ نیم من
اُس نے اسکو تولا، بلی آدھا من تھی

پس بگفت آں مرد کاے محتال زن
تو اُس شوہر نے کہا اے حیلہ گر عورت!

گوشت بد شش اوقیہ افزوں ازلہا
گوشت چھ اوقیہ سے بڑھا ہوا تھا

گر بہ ہم شش اوقیہ ست اے حیلہ داں
اے حیلہ باز! بلی بھی چھ اوقیہ ہے

گوشت نیمن بود افزوں یک ستیر
گوشت نصف من سے ایک استار بڑھا ہوا تھا

ہست گر بہ نیم من ہم اے ستیر
اے پردہ نشین! بلی بھی نصف من ہے

ایں[2] اگر گربہ است پس آں گوشت کو
اگر یہ بلی ہے تو پھر گوشت کہاں ہے؟

ور بود ایں گوشت بنما گربہ تو
اور اگر یہ گوشت ہے، تو بلی دکھا

بایزید[3] ار ایں بود آں روح چیست
بایزید اگر یہ ہے، وہ روح کیا ہے؟

ور وے آں دست ایں تصویر کیست
اگر وہ، وہ روح ہیں، یہ صورت کس کی ہے!

حیرت اندر حیرتست اے یار من
اے میرے دوست! حیرت در حیرت ہے

ایں نہ کار تست نے ہم کار من
یہ نہ تیرا کام ہے، نہ میرا کام ہے

ہر دو او باشد ولیک از ریع و زرع
وہ دونوں ہیں، لیکن پیداوار اور کھیتی میں

دانہ باشد اصل و آں کہ ہست فرع
دانہ اصل ہے، اور بھوسا فرع ہے

حکمت[3] ایں اضداد را باہم بہ بست
حکمت (اللہ تعالیٰ) نے ان دونوں کو باہمی باندھ

اے قصاب ایں گرداں با گردنست
اے قصائی! یہ جان کا گردن سے رابطہ ہے

روح بے قالب نتاند کار کرد
روح بغیر جسم کے کوئی کام نہیں کرسکتی ہے

قالب بیجاں فسردہ بود و سرد
بے روح جسم، ٹھنڈا ہوا اور ٹھنڈا ہوتا ہے

قالب بے جاں کم از خاکست دوست
اے دوست! بے روح جسم مٹی سے بھی کم ہے

روح چوں مغز ست و قالب ہمچو پوست
روح گری کی طرح ہے اور جسم چھلکے کی طرح ہے

قالب بے جاں نمی آید بکار
بے روح جسم، کسی کام نہیں آتا ہے

سعی کن جانے بدست آرائے غیا
اے کھرے! کوشش سے جان حاصل کر لے

قالبت پیدا و آنجاں بس نہاں
تیرا جسم ظاہر ہے اور وہ روح بہت پوشیدہ ہے

راست شد زیں ہر دو اسباب جہاں
دنیا کے کام ان دونوں سے درست ہوتے ہیں

[1] ایبک۔ غلام۔ من۔ دو رطل کا ہوتا ہے رطل آدھ سیر کا ہوتا ہے تو من ایک سیر ہوا اور نیم من آدھ سیر ہوا۔ محتال۔ حیلہ گر۔ اوقیہ۔ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ ذکر۔ اوقیہ۔ نیمن۔ آدھا من۔ ستیر۔ پہلے مصرع کے قافیہ میں استار کے معنی میں ہے استار ایک درہم وزن کو کہتے ہیں دوسرے مصرع میں پردہ نشین کے معنی میں ہے۔

[2] ایں۔ یہ جو کچھ تو نے کہا اگر بلی ہے تو گوشت کہاں گیا اور اگر گوشت ہے تو بلی کہاں گئی اس لئے کہ یہ تو ایک چیز کا وزن ہے۔ بایزیدؒ۔ اگر ہم بایزید جسم کو قرار دیں تو روح کو کیا کہیں اور اگر روح کو بایزیدؒ کہیں تو جسم کو کیا کہیں۔ ہر دو۔ جسم اور روح کے مجموعہ کو بایزیدؒ کہیں گے۔ ریع۔ پیداوار۔ دانہ۔ روح بمنزلہ دانہ کے اور جسم بمنزلہ بھوسے کے ہے۔

[3] حکمت۔ اللہ تعالیٰ نے روح اور جسم کو باہمی حکمت کیلئے ملا دیا ہے۔ روح۔۔۔ روح جسم کے بغیر بیکار ہے، جسم روح کے بغیر مردہ ہے۔ قالب۔ جسم روح کا قالب ہے روح مغز ہے اور جسم اس کا چھلکا ہے۔ یعنی کوشش۔ انسان کو روح حاصل کرنی چاہیئے قالب۔ جسم ظاہر ہے روح مخفی ہے دونوں ہی سے دنیا کا نظام چلتا ہے

خاک[1] را بر سر زنی سر نشکند
خاک کو سر پر مارے گا وہ سر کو نہ توڑے گی

آب را بر بر زنی بر نشکند
تو پانی کو جسم پر مارے گا وہ جسم کو نہ توڑے گا

گر تو میخواہی کہ سر را بشکنی
اگر تو چاہتا ہے سر کو پھوڑ دے

آب را و خاک را بر ہم زنی
پانی اور مٹی کو آپس میں ملا دے

چوں شکستی سر رود آبش بہ اصل
جب تو نے سر پھوڑ دیا اس کا پانی اصل کیطرف چلا جاتا ہے

خاک سوئے خاک آید روز فصل
جدائی کے دن مٹی مٹی کی جانب آجاتی ہے

حکمتے کہ بود حق را راز ازدواج
ہمیں ملنے میں اللہ تعالیٰ کی جو حکمت تھی

گشت حاصل از نیاز و از لجاج
وہ عاجزی اور سرکشی سے حاصل ہو گئی

باشد[2] آنگہ از دواجات دگر
وہاں دوسرے ملاپ ہوں گے

لَا سَمِعَ اُذُنٌ وَّلَا عَیْنٌ بَصَرْ
جن کو نہ کان سے سنا نہ آنکھ نے دیکھا

گر شنیدے اُذن کے ماند اُذن
اگر کان سنتا، کان کب رہتا!

یا کجا کردے دگر ضبط سخن
یا پھر دوسری بات کہاں محفوظ رکھتا!

گر بدیدے برف و یخ خورشید را
اگر برف اور یخ، سورج کو دیکھ لیتا

از یخی برداشتے اُمید را
یخ پن سے اُمید ہٹا لیتا

آب گشتے بے عروق و بیگرہ
بغیر رگوں اور بغیر گرہ کا پانی بن جاتا

کہ ز لطف از باد میگشتے زرہ
جو ہوا کی لطافت سے ذرہ (کی طرح) ہوجاتا ہے

پس[3] شدے درمان جان ہر درخت
پھر وہ ہر درخت کی جان کا علاج بن جاتا

ہر درختے از قدومش نیکبخت
اس کی آمد سے ہر درخت نیک بخت ہو جاتا

واں یخے بفسردہ در خود ماندہ
جمے ہوئے عاجز یخ نے

لامساسے با درختاں خواندہ
نہ چھو، درختوں پر پڑھ دیا ہے

لَیْسَ یَالِفُ لَیْسَ یُولَفُ جِسْمُہٗ
اس کو جسم دوست کرتا ہے نہ دوست کیا جاتا ہو

لَیْسَ اِلَّا شُحَّ نَفْسٍ قِسْمُہٗ
اس کا حصہ سوائے نفس کے بخل کے کچھ نہیں ہے

نیست ضائع رُو شود تازہ جگر
وہ بیکار نہیں ہے، اس سے جگر تازہ ہوتا ہے

لیک نبود پیک سلطان خضر
لیکن وہ سبزی کے شہنشاہ کا قاصد نہیں ہے

---

[1] خاک۔ آبیرش سے مقصد براری ہوتی ہے صرف خاک سر نہ پھوڑے گی اس میں پانی کی آبیرش کر کے گارا بنا لو تو سر پھوڑ دیگی۔ جز۔ پہلو، سینہ اجل۔ آخر، فصل۔ یعنی جب روح جسم سے جدا ہوگی، قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ کَانَ مِیْقَاتًا۔ بیشک جدائی کا دن مقرر ہے۔ وصال۔ یعنی روح اور جسم کا باہمی جوڑ جو دنیا میں لگا ہے اسکی حکمت یہ ہے کہ نیازمندوں اور سرکشوں کا امتیاز ہو جائے۔

[2] باشد آنگہ۔ عالم آخرت میں ارواح کا جو جوڑ لگے گا وہ نہ کان نے سنا ہے نہ آنکھ نے دیکھا ہے۔ گر شنیدے۔ اگر کان اس کی حقیقت سن لے تو فنا ہو جائے یا اسکی قوت سماعت جاتی رہے۔ گر بدیدے کان اسی طرح فنا ہو جائے جس طرح برف اور یخ سورج سے فنا ہو جاتا ہے۔ جز۔ برفانی ممالک میں جاڑے میں دو چیزیں آسمان سے گرتی ہیں ایک روئی کے گالوں کی طرح کی چیز ہے اس کو برف کہتے ہیں اور ایک کانچ کی چیز اولے کی طرح کی ہے اسکو یخ کہتے ہیں۔ بے عروق یخ کی لڑیاں جمتی ہیں۔ زلطف باد۔ ہوا کی لطیف پانی کی سطح کو موجوں کے ذریعہ زرہ کی طرح بناتی ہیں۔

[3] پس شدے۔ برف اور یخ سے درخت جل جاتے ہیں پانی سے پرورش پاتے ہیں۔ یخ یخ سامری کی طرح درخت کو کہتا ہے مجھے نہ چھونا۔ لیس۔ نہ وہ نباتات کا جوڑ بنتا ہے نہ نباتات کو وہ خوشگوار لگتا ہے۔ شح۔ بخل یعنی برف اور یخ درختوں کو فائدہ نہیں پہنچاتا ہے۔ نیست ضائع۔ لیکن کوئی شخص برف اور یخ کی بیکار نہ سمجھے اس سے ٹھنڈا کر کے پانی پیا جائے تو جگر میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ خضر۔ سبزی۔

اے[1] ایاز استارۂ تو بس بلند — نیست ہر برجے عبورش دلپسند

اے ایاز! تیرا ستارہ بہت بلند ہے — ہر برج اس کے عبور کا پسندیدہ نہیں ہے

ہر وفا را کے پسند د ہمتت — ہر صفا را کے گزیند صفوتت

تیری ہمت ہر وفا کو کب پسند کرتی ہے؟ — تیری صفائی ہر صفائی کو کب منتخب کرتی ہے؟

حکایتِ آں امیر کہ غلام را گفت مے بیار غلام رفت و جوئے

اُس امیر کی حکایت جس نے غلام سے کہا شراب لے آ غلام گیا اور شراب

مے آورد در راہ زاہدے بود امرِ معروف کرد و سنگے بزد و سبو

کی بجائے لا رہا تھا راستہ میں ایک زاہد تھا جس نے بھلائی کا حکم کیا، پتھر مارا

را بشکست امیر بشنید قصدِ ہلاک و گوشمالِ زاہد کرد زاہد

اور مٹکا کو توڑ دیا، امیر نے سنا زاہد کو ہلاک کرنے اور سزا دینے کا ارادہ کیا

گریخت ایں قضیہ در عہدِ عیسیٰ علیہ السلام بود کہ ہنوز

زاہد بھاگ گیا، یہ معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا تھا کہ اُس وقت تک

مے حرام نشدہ بود لیکن زاہد تقذر[2] میکرد و از لذت

شراب حرام نہ ہوئی تھی، لیکن زاہد پرہیز کرتا تھا اور مزے اڑانے اور

و تنعم منع می کرد

عیش پرستی سے روکتا تھا

بود امیرے خوشدلے مے بارہ — کہف ہر مخمور و ہر بیچارہ

ایک امیر عیش دل، شراب دوست تھا — ہر شرابی اور ہر بے کس کا سہارا تھا

مشفقے مسکیں نوازے عادلے — مکرمے زر بخشے و دریا دلے

مہربان، غریب پرور، منصف تھا — سخی، سونا عطا کرنے والا اور دریا دل تھا

شاہِ مردان و امیر المومنیں — راہ[3] بان و رازدان و دور بیں

بہادروں کا شاہ، مومنوں کا امیر تھا — راستہ کا محافظ اور راز سے واقف اور دور بین تھا

دورِ عیسیٰ بود و ایامِ مسیح — خلق دلدار و کم آزار و ملیح

حضرت عیسیٰ کا دور تھا اور حضرت مسیح کا زمانہ تھا — لوگ دلدار اور نہ ستانے والے اور خوش خو تھے

آمدش مہماں بناگاہاں شبے — ہم امیرِ جنس اُو خوش مذہبے

ایک رات اچانک اس کے پاس مہمان آیا — جو اسی جیسا حاکم اور دیندار تھا

[1] اے ایاز:- یہاں سے پھر ایاز کے قصہ کی جانب رجوع کیا ہے۔ بہتر:- ستارے کا محور۔ ہر وفا:- ایاز میں خاص وفاداری اور خاص قسم کا اخلاص تھا۔ حکایت جس طرح ایاز کا اخلاص اور وفا عام مخلص اور وفا سے برتر تھا اس حکایت سے یہ بتانا ہے کہ مختلف پرہیزگاروں کی پرہیزگاری میں بھی بڑا فرق ہے۔

[2] تقذر:- گھناؤنا سمجھنا۔ تنعم:- عیش پرستی۔ مے یارہ:- شراب کو محبوب رکھنے والا۔ کہف:- ملجا و ماوا۔ مکرم:- سخی، شاہ مردان:- بہادر۔

[3] راہ بان:- راستہ کا محافظ۔ دورِ عیسیٰ:- حضرت عیسیٰ مسیح کا زمانہ پیار و محبت کا زمانہ تھا۔ ہم:- یعنی وہ بھی اسی طرح کا امیر اور خدا ترس تھا جیسا کہ میزبان تھا۔

بادہ[1] بیبایست شاں در نظمِ حال
اُن کو حالت کی باقاعدگی کے لئے شراب درکار تھی

بادہ بُود آنوقت ماذون و حلال
اُس وقت شراب جائز اور حلال تھی

بادہ شاں کم بُود و گفتا اے غلام
اُن کی شراب کم تھی اور اُس نے کہا اے غلام!

رَو سبو پُر کُن بما آور مُدام
جا شبلیا بھر، ہمارے پاس شراب لے آ

از فلاں راہب کہ دارد خمرِ خاص
فلاں راہب کے پاس سے کیونکہ وہ خصوصی شراب رکھتا ہے

تا ز خاص و عام یابد جاں خلاص
تاکہ عوام و خواص سے جان کو چھٹکارا حاصل ہو

جُرعہ زاں جامِ راہب آں کُند
اُس راہب کے جام کا ایک گھونٹ وہ کرتا ہے

کہ ہزاراں جُرّہ و خمداں کُند
ہر ہزاروں شیشیاں اور مٹکے کرتے ہیں

اندراں مے مایۂ پنہانی ست
اُس شراب میں ایک سرمایہ پوشیدہ ہے

آنچناں کاندر عبا سلطانی ست
جس طرح چوغہ میں شہنشاہی ہے

تو بدلقِ[2] پارہ پارہ کم نگر
تو پھٹی پرانی گدڑی کو نہ دیکھ

کہ سیہ کردند از بیرونِ زر
کیونکہ اوپر سے سونے کو کالا کر دیا ہے

از برائے چشمِ بد مردود شُد
بدنظری کی وجہ سے وہ ناپسند بنا ہے

وز بروں آں لعل دُود آلود شُد
اور باہر سے وہ لعل دھوئیں سے آلودہ ہے

گنج و گوہر کے میانِ خانہاست
خزانے اور گوہر گھروں میں کہاں ہے!

گنجہا پیوستہ در ویرانہاست
خزانے ویرانوں سے وابستہ ہیں

گنجِ آدمؑ چوں بویراں بُد فنیں
حضرت آدمؑ کا خزانہ چونکہ ویرانے میں دفن تھا

گشت طینش چشم بندِ آں لعیں
اُس کی مٹی اُس لعین کی آنکھ کا پردہ بن گئی

اُو[3] نظر میکرد در طینِ سُست سُست
وہ بھی کہ حقارت سے دیکھتا تھا

جاں ہمی گفتش کہ طینم سَدِّ تُست
روح اُس سے کہتی تھی کہ میری مٹی تیری راہ روک ہے

دو سبو بستد غلام و خوش دوید
غلام نے دو شیشیاں لیں اور تیز دوڑا

دَر زماں در دَیرِ رہباناں رسید
فوراً راہبوں کے گرجا گھر میں پہنچ گیا

زر بداد و بادہ چوں زر خرید
سونا دیا اور سونے جیسی شراب خرید لی

سنگ داد و دَر عوض گوہر خرید
پتھر دیا اور بدلے میں گوہر خرید لیا

بادہ کاں بر سرِ شاہاں جہد
وہ شراب جو بادشاہوں کے سر میں اثر کرتی ہے

تاجِ زر بر تارکِ ساقی نہد
ساقی کے سر پر سونے کا تاج رکھ دیتی ہے

---

[1] بادہ۔ وہ لوگ جو نشہ آور چیز شراب استعمال کرتے تھے چونکہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں شراب حلال تھی۔ ماذون۔ جس کو اجازت حاصل ہو۔ مدام۔ شراب۔ راہب۔ نصرانی عبادتگذار جس نے دنیا ترک کر کے گرجا گھر میں سکونت کر لی ہو، رہبان اس کی جمع ہے۔ خلاص۔ یعنی اور دوا خریدنے کی ضرورت نہ پڑے۔ جُرّہ۔ ایک گھونٹ۔ جرّہ۔ شیشیا۔ اندراں۔ اس راہب کی شراب میں ایک مخفی سرمایہ ہے، جس طرح عبا میں سلطانی مخفی ہوتی ہے۔

[2] تو بدلق۔ فقراء کی گدڑی کو حقارت سے نہ دیکھنا چاہیئے فقراء کی گدڑی میں وہ سلطانی ہوتی ہے جو شاہوں کو بھی نصیب نہیں ہے۔ کہ سیہ۔ سونے کو اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے تاکہ اسکو کوئی نہ چرائے۔ مردود۔ نظر بد سے بچانے کے لئے سونے کو اوپر سے کالا کر دیا جاتا ہے تجل۔ لعل کو بھی دھوئیں سے آلودہ کر دیا جاتا ہے۔ گنج۔ حضرت آدمؑ کی روح جو کہ جسم کی مٹی میں تھی وہ مٹی شیطان کی آنکھ کا پردہ بن گئی۔

[3] اُو نظر۔ شیطان کی نظر صرف مٹی پر تھی سُست۔ رکیک۔ زیر۔ یعنی گرجا گھر۔ زر بداد۔ اشرفیوں سے ہر قسم کی شراب خرید لی سنگ۔ سونا پتھر ہیرے سے تھا ہے۔ بادہ۔ شاہ جہاں قسم کی شراب ہے

فتنہا[1] و شورہا انگیختہ — بندگان و خسرواں آمیختہ
فتنے اور شور برانگیختہ کر دیتی ہے — غلاموں اور شاہوں کو ملا دیتی ہے

استخوانہا رفتہ، جملہ جان شدہ — تخت و تختہ آں زماں یکساں شدہ
ہڈیاں خمیر ہو جاتی ہیں سب کچھ جان بن جاتا ہے — اس وقت تخت اور تختہ یکساں ہو جاتا ہے

وقتِ ہشیاری چو آب و روغن اند — وقتِ مستی ہمچو جاں اندر تن اند
انسان، ہوش کے وقت پانی اور تیل کی طرح ہیں — مستی کے وقت جسم میں جان کی طرح ہیں

چوں ہریسہ لحم و گندم غرق ہم — ہیچ سبقے نے درایشاں فرق ہم
جیسا کہ ہریسہ، گوشت اور گیہوں باہم غرق ہیں — انہیں کوئی دوڑ نہیں، نہ انہیں باہمی فرق ہے

چوں ہریسہ گشت آنجا فرق نیست — نیست فرقے کاندر آنجا غرق نیست
جب ہریسہ بن گیا وہاں کوئی فرق نہیں ہے — کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو وہاں غرق نہ ہو گیا ہو

ایں چنیں بادہ ہمی بُرد آں غلام[2] — سُوئے قصرِ آں امیرِ نیک نام
وہ غلام اس طرح کی شراب لے جا رہا تھا — نیک نام امیر کے محل کی جانب

پیش آمد زاہدے غم دیدہ — خشک مغزے در بلا پیچیدہ
ایک غموں کا مارا زاہد سامنے آ گیا — جس کا دماغ خشک ہو گیا تھا مصیبت میں پھنسا ہوا تھا

تن ز آتشہائے دل بگداختہ — خانہ از غیرِ خدا پرداختہ
جسم دل کی آگوں سے پگھل گیا تھا — اس نے دل کو خدا کے سوا سے خالی کر لیا تھا

گوشمالِ[3] محنتِ بے زینہا — داغہا بر داغہا چندیں ہزار
بے پناہ مشقت کی گوشمالی کی وجہ سے — داغوں پر داغ کئی ہزار تھے

دیدہ ہر ساعت خلش در اجتہاد — روز و شب چپید او بر اجتہاد
وہ ہر وقت مجاہدے میں تکلیف اٹھاتا تھا — وہ دن رات مجاہدے سے چپٹا ہوا تھا

سال و مہ در خاک و خوں آمیختہ — صبر و حلمش نیم شب بگریختہ
سالوں اور مہینوں خاک اور خون میں لتھڑا تھا — اس کا صبر اور بردباری آدھی رات کو بھاگ چکی تھی

دید در شب یک غلامِ نیک پے — در شتابش اوز میں میکرد طے
اس نے ایک نیک خصلت غلام کو رات میں دیکھا — وہ اپنی جلدی میں زمین طے کر رہا تھا

گفت زاہد در سبو ہا چیست آں — گفت بادہ گفت آں کیست آں
زاہد نے کہا ٹھلیوں میں کیا ہے؟ — اس نے کہا شراب، اس نے کہا کس کی ہے؟

---

[1] فتنہا۔ شراب شور و شر پیدا کرتی ہے اور آقا اور غلام کا امتیاز مٹا دیتی ہے۔ استخوانہا۔ شراب پی کر انسان مجسم جان بن جاتا ہے۔ تخت یعنی شاہی تخت۔ تختہ یعنی پھانسی کا تختہ۔ وقتِ ہشیاری۔ ہوش کے وقت آدمیوں میں ایسا بیر ہوتا ہے جیسا کہ تیل اور پانی میں اور مستی کے وقت سب ایک جان ہو جاتے ہیں۔ ہریسہ۔ حلیم کی طرح کا کھانا ہے جس میں گوشت اور گیہوں کا دلیہ ہوتا ہے جب ہریسہ تیار ہو جاتا ہے تو گوشت اور دلیہ میں امتیاز نہیں رہتا۔ فرق۔ اب دونوں کا فرق فنا ہو جاتا ہے۔

[2] ایں چنیں۔ وہ غلام ان اوصاف کی شراب امیر کے محل کی طرف لے کر چلا۔ بمعنی یعنی جس پر قبض کی کیفیت طاری تھی۔ خشک مغز۔ مجاہدوں کی کثرت سے اس کا دماغ خشک ہو گیا تھا۔ تن۔ اس زاہد کا جسم عشق کی آگ سے پگھل گیا تھا اور اس کے دل میں صرف حق تعالیٰ کا خیال تھا۔

[3] گوشمال۔ مجاہدوں کی بے پناہ مشقت نے اس کے دل پر ہزاروں داغ لگا دیئے تھے۔ دیدہ۔ اس کا شغل شب و روز مجاہدہ تھا۔ نیم شب یعنی اس کو پتہ نہ چلا اور اسے صبر اور حلم کی طاقت نہ رہی تھی۔ آیدہ۔ اس نے دیکھا غلام جب کہ

گفت[1] ایں آنِ فلاں میرِ اجل — گفت طالب اچنیں باشد عمل
اس نے کہا یہ فلاں بڑے سردار کی کیفیت ہے — اُس نے کہا طلبگار کا یہ کام ہوتا ہے؟
طالبِ یزداں وآنگہ عیش و نوش — بادۂ شیطان وآنگہ تیز ہوش
خدا کا طلبگار، اور پھر عیش اور پینا — شیطانی شراب اور پھر ہوش کی تیزی؟
ہوشِ تو بے مے چنیں پژمردہ است — ہوشہا باید براں ہوشِ تو بست
تیرا ہوش بغیر شراب کے ایسا مُرجھایا ہوا ہے — تیرے ہوش سے بہت سے ہوش وابستہ کیے جائیں
تا چہ باشد ہوشِ تو ہنگامِ سُکر — اے چو مُرغِ گشتہ صیدِ دامِ سُکر
پھر نشہ کے وقت تجھے ہوش کہاں ہوگا! — اے وہ! جو پرندہ کی طرح نشہ کے جال میں ہے

حکایتِ[2] ضیائے بلخ کہ دراز بالا بُود و برادرش شیخ الاسلام

ضیاء بلخ کا تھا — جو دراز قد تھے اور اُن کے بھائی شیخ الاسلام

تاجِ بلخ بغایت کوتاہ بالا بُود و ایں شیخ الاسلام از

تاج بلخ بہت چھوٹے قد کے تھے — اور یہ شیخ الاسلام اپنے

برادرش ننگ داشت روزے ضیا در آمد بدرسِ اُو و ہمہ

بھائی سے ذلت محسوس کرتے تھے ایک روز ضیا اُن کے درس میں پہنچ گئے

صدورِ بلخ حاضر بُودند بدرسِ اُو ضیا خدمتے کرد و بگذشت

اصحاب کے تمام صدر اُن کے درس میں حاضر تھے، ضیا نے حاضری دی اور چلدیئے

شیخ الاسلام نیم قیام کرد سَرسَری ضیا گفت آرے

شیخ اسلام معمولی طور پر آدھے کھڑے ہو گئے ضیا نے کہا بیشک آپ

سخت درازی پارۂ دَر دُز دراز خود

بہت لمبے ہیں کرتے میں سے ایک حصہ پھر ایسا

آں ضیائی بلخ خوش[3] الہام بُود — دادرِ آں تاجِ شیخ اسلام بُود
ضیا بلخ خوش طبع تھے — تاج شیخ الاسلام کے بھائی تھے
از برائے علم خلقے پیشِ اُو — گشتہ دائم در ملازم درس جُو
علم کی وجہ سے لوگ اُن کے سامنے — ہمیشہ رہتے تھے، صحبت میں درس کی کتاب
تاجِ شیخ اسلام دار الملک بلخ — بُود کوتہ قد و کوچک ہمچو فرخ
دار الخلافہ بلخ کے شیخ الاسلام تاج — پست قد اور چوزے کی طرح چھوٹے تھے

[1] گفت ایں۔ علام نے زاہد کے جواب میں کہا کہ یہ شراب اسمِ اعظم کی ہے، زاہد نے کہا کہ طالب حق کے یہ کام ہوتے ہیں، اس کو تو ناؤ نوش سے بچنا چاہیئے شیطانی شراب پی کر ہوش کہاں رہتا ہے۔ ہوش۔ انسان بغیر شراب کے بھی نافل ہے جبکہ تیرے ہوش ہوش ہی نہیں تو پھر نشہ میں کیا ہوش رہ سکتا ہے اس لئے تو ایسا ہی پھنسا ہے جس طرح پرند جال میں۔

[2] حکایت۔ یہ بتایا تھا کہ انسان خود ہی بے ہوش ہے، شراب پی کر تو اور بے حال ہوگا اس حکایت سے بھی یہی بتایا ہے کہ شیخ الاسلام کا قد تو چھوٹا تھا نیم قد کھڑے ہوتے برادر چھوٹا ہو گیا۔

[3] خوش الہام۔ خلوقت مزاج۔ دادر۔ برادر۔ تاجم۔ ملازمت۔ دار الملک۔ دار الخلافہ۔ فرخ۔ پرند کا بچہ۔

گرچہ[1] فاضل بُود و فخل و ذو فنون
اگرچہ فاضل تھے اور بیکار اور فنون والے

ایں ضیا اندر ظرافت بُد فزوں
یہ ضیاء مذاق میں بڑھے ہوئے تھے

اُو بلے کوتہ ضیا بے حد دراز
وہ بہت ٹھگنے و ضیاء بہت لمبے

بُود شیخ اسلام را صد کبر و ناز
شیخ الاسلام میں سینکڑوں تکبر اور ناز تھے

زیں برادر عار و ننگش آمدے
اِن بھائی سے، اُن کو عار اور ذلت آتی

آں ضیا ہم واعظے بُد باہُدے
وہ ضیاء بھی باہدایت واعظ تھے

روزِ محفل اندر آمد آں ضیا
مجلس کے دن ضیاء اندر آئے

بارگہ پُر قاضیان و اصفیا
دربار قاضیوں اور منتخب لوگوں سے بھرا ہوا تھا

کرد شیخ اسلام از کبرِ تمام
شیخ الاسلام نے پورے غرور سے کیا

ایں برادر را چنیں نصف[2] القیام
اس بھائی کے لئے ایسے ہی آدھا قیام

پس ضیا چوں دید کبر اندر سَرش
جب ضیا نے اُن کے سر میں غرور دیکھا

انفعالے داد حالے در خورش
اُن کے مناسب لرزا اُن کو مشرمندہ کیا

گفت آرے بس درازی بہر مزد
انھوں نے کہا، جی ہاں آپ بہت لمبے ہیں مزدوری کیجئے

اندکے زاں قد سروت ہم بدزد
اپنے سرو جیسے قد سے بھی تھوڑا سا چرا لیں

رجوع بحکایت زاہد با غلام امیر

امیر کے غلام کے ساتھ زاہد کی حکایت کی طرف واپسی

پس[3] ترا خود ہوش کو و عقل کو
پھر تجھے خود ہوش کہاں اور عقل کہاں ہے؟

تا خوری مے اے تو دانش را عدو
تاکہ تو شراب پیئے، اے عقل کے دشمن!

رُوت بس نیکو ست نیلی ہم بکش
تیرا چہرہ بہت حسین ہے، نیل بھی لگالے

ضحکہ باشد نیل بر رُوئے حبش
حبشی کے چہرے پر نیل مذاق ہوتا ہے

در تو نورے کے در آمد اے غوی
اے گمراہ! تیرے اندر نور ہی کب آیا ہے؟

تا تو مے نوشی و ظلمت جُو شوی
کہ تو شراب پیئے اور ظلمت کا طالب بن جائے

سایہ در روز ست جستن قاعدہ
سایہ تلاش کرنے کا قاعدہ دن میں ہے

در شبِ ابرے تو سایہ جُو شدہ
تو ابر والی رات میں سایہ کا طالب بنا ہے

گر حلال آمد پئے قوتِ عوام
اگر وہ (شراب) عوام کی خوراک کیلئے حلال ہے

طالبانِ دوست را آمد حرام
دوست کے طلبگاروں کے لئے حرام ہے

---

[1] گرچہ۔ یہ شیخ الاسلام اگرچہ بڑے صاحب علم تھے لیکن ضیاء خوش طبعی میں اُن سے بڑھے ہوئے تھے۔ آں ضیا۔ ضیا ہدایت یافتہ واعظ تھے، شیخ الاسلام کا اُن کی بھائی بندی سے ذکر محسوس کرنا غیر مناسب تھا۔ اصفیاء۔ برگزیدہ۔

[2] نصف القیام۔ یعنی تعظیم کے لئے آدھے کھڑے ہوئے۔ پس ضیا۔ جب کہ ضیا کو محسوس ہوا کہ دماغ میں تکبر ہے اس لئے خود اُن کو شرمندہ کرنا چاہا پھر مرد یعنی لوگوں کو مستقل شاگرد بنانے کے لئے۔ سیر کرت۔ ملفوظات۔

[3] پس ترا۔ زاہد کے تعلق کی طرف رجوع کیا ہے۔ رمز۔ حبشی چہرے پر نظر بُرے سے بچانے کے لئے ماتھے پر نیل لگا دیا جاتا ہے اب اگر کوئی دوست نیل لگائے تو اُس کا مزید خراب ہونا مضحکہ۔ ہنسی کی چیز۔ گرحلال۔ شراب اگرچہ عوام کی تقویت کیلئے حلال ہے لیکن نفس کی لذت کے لئے حلال چیز بھی پرہیزگاروں کے لئے ممنوع ہوتی ہے۔

عاشقاں[1] را بادہ خونِ دل بُود — چشمِ شاں بر راہ و بر منزل بُود
عاشقوں کی شراب، خونِ دل ہوتا ہے — اُن کی نگاہ، راہ اور منزل پر رہتی ہے

در چنیں راہ و بیابانِ مخوف — اے قلاوزِ خرد با صد کسوف
ایسے راستے اور خوفناک جنگل میں — (اور) اے عقل کے رہنما سینکڑوں گہنوں میں

خاک در چشمِ قلاوزاں زنی — کارواں را ہالِک و گمرہ کنی
تو راہنماؤں کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے — قافلہ کو تباہ اور گمراہ کرتا ہے

نانِ جَو حقّا حرام ست و فسوس — نفس را در پیش نہ نانِ سبوس
جَو کی روٹی (بھی) حرام اور باعث افسوس ہے — نفس کے سامنے بھوسہ کی روٹی رکھ

دشمنِ[2] راہِ خدا را خوار دار — دُزد را منبر منہ بر دار دار
اللہ (تعالیٰ) کے راستہ کے دشمن کو ذلیل کر — چور کے لئے منبر نہ بچھا، سولی پر چڑھا

دُزد را تو دست ببریدن پسند — از بُریدن عاجزی دستش ببند
تو چور کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کو پسند کر — اگر تو کاٹنے سے عاجز ہے اُسکے ہاتھ باندھ دے

گر نہ بندی دستِ او دستِ تو بست — گر تو پایش نشکنی پایت شکست
اگر تو اُسکے ہاتھ نہ باندھے گا تو تیرے ہاتھ باندھ دیگا — اگر تو اُس کا پاؤں نہ توڑے گا تو تیرا پاؤں توڑ دیگا

تو عدو را مے دہی و نیشکر — بہرِ چہ گوزِ زہر نوش و خاک خور
تو دشمن کو شراب اور گنا دیتا ہے — کہ دے زہر پیئے اور خاک پھانکے

زُد[3] ز غیرت بر سبو سنگ و شکست — اُو سبو انداخت از راہ بجست
اُس (غلام) نے (دوسری) صُراحی پھینکدی (اور) راہ سے بھاگ گیا

رفتنِ امیر خشم آلودہ برائے گوشمالِ زاہد
امیر کا غصہ میں بھر کر، زاہد کو سزا دینے کے لئے جانا

رفت پیشِ میر و گفتش بادہ کو — ما جرا را گفت یک یک پیشِ او
وہ (غلام) امیر کے سامنے پہنچا امیر نے کہا شراب کہاں ہے؟ — اُس نے ایک ایک کر کے اُسکے سامنے قصہ کہہ دیا

میر چوں آتش شد و برجست راست — گفت بنما خانۂ زاہد کجاست
امیر آگ بھبھوکا ہو گیا اور سیدھا اُٹھا — بولا دکھا، زاہد کا گھر کہاں ہے؟

تا بدیں گرزِ گران کوبم سرش — آں سرِ بے دانشِ مادر غرش
تاکہ میں اِس بھاری گرز سے اُس کا سر توڑ دوں — وہ سر جو بے عقل، مادر بخطا کا ہے

---

[1] عاشقاں۔ عاشق شراب کی بجائے خونِ دل پیتے ہیں اور وہ راہ و منزل کی فکر میں لگے رہتے ہیں اُن کو عیش پرستی کی فرصت کہاں ہے۔ قلاوز۔ راہ طریقت، خوفناک راستہ ہے اس میں تو بہت سے حواس کی ضرورت ہے عقل جب شراب کے گہن میں ہو تو کیا راہنمائی کر سکتی ہے ..... خاک در چشم۔ عقل کیا راہنمائی کریگی وہ تو قافلہ کو گمراہ کر دے گی۔ نانِ جَو۔ اگر جَو کی روٹی سے بھی نفس حاصل ہو تو بھوسی کی روٹی کھانی چاہیئے۔

[2] دشمنِ۔ نفس راہِ خدا کا دشمن ہے اس کو ہر وقت ذلیل رکھو اس کی عزت نہ کرو، پھانسی پر چڑھا دے۔ دُزد۔ چور کا ہاتھ کاٹنا چاہیئے لیکن نہ ہو تو ہاتھ باندھ دینے چاہئیں۔ گر نہ بندی۔ اگر تو نے چور کو آزاد چھوڑا تو وہ تجھے تباہ کر دے گا۔ بہرِ چہ۔ اس کو راحت سے کیوں رکھتا ہے؟

[3] زُد۔ زاہد کو غیرت آئی اُس نے شراب کی صُراحی پر پتھر مارا۔ رفت۔ غلام بھاگا امیر کے پاس پہنچا اور اُس نے اُس کو سارا قصہ سُنا دیا۔ اُو۔ غلام۔ نا پسماں۔

اُو چہ ماند امرِ معروف از سگی
وہ بھلائی کا حکم کرنا کیا جانے؟ کتے پن سے

طالبِ معروفی ست و شہرگی
نام آوری اور شہرت کا طالب ہے

تا بدیں سالوس خود را جا کند
تاکہ اِس مکر سے اپنی جگہ بنائے

تا بچیزے خویشتن پیدا کند
تاکہ کسی ڈھب سے اپنے آپ کو نمایاں کرے

کو ندارد خود ہنر اِلّا ہُماں
وہ خود ہُنر نہیں رکھتا ہے، بجز اُس کے

کہ تلبس میکند با این و آں
کہ ہما سے اسی سے مکاری کرتا ہے

اُو اگر دیوانہ است و فتنہ کاؤ
وہ اگر دیوانہ ہے اور فتنہ انگیز

دارُوئے دیوانہ باشد کیر گاؤ
دیوانہ کی دوا، بیل کا آزتناسل ہے

تا کہ شیطاں از سرش بیروں رود
تاکہ اُس کے سر سے شیطان باہر نکل جائے

بے لتِ خربندگاں خر چوں رود
گدھا کمہاروں کی مار کے بغیر کب چلتا ہے!

میرِ بیروں جست و دَبّوسے بدست
امیر باہر نکلا، اور گُرز ہاتھ میں تھا

نیم شب آمد بزاہد نیم مست
زاہد کے پاس آدھی رات کو اُدھورے نشے میں آیا

خواست کشتن مردِ زاہد را ز خشم
غصّے سے زاہد کو مار ڈالنا چاہا

مردِ زاہد پنہاں زیرِ پشم
زاہد انسان، اُون کے نیچے چھپ گیا

مردِ زاہد می شنود از میرِ آں
زاہد انسان، امیر سے وہ سُن رہا تھا

زیرِ پشمِ آں رسن تاباں نہاں
رسّی جیسے بالوں کی اُون کے نیچے چھپا ہوا

گفت در رُو گفتنِ زشتیِ مرد
یہ انسان کی بُرائی منہ در منہ

آئینہ تا ندکہ رُو را سخت کرد
آئینہ کر سکتا ہے جس نے منہ کو سخت کر لیا ہے

رُوئی باید آئینہ وار آہنیں
آئینہ جیسا تو ہے کا منہ چاہیے

تات گوید رُوئی زشت خود ببیں
تاکہ تجھ سے کہے اپنا بھدّا چہرہ دیکھ

حکایت مات کردنِ دلقک سیّد شاہِ ترمذ را

ایک مسخرے کی سیّد شاہِ ترمذ کو مات دینے کی حکایت

شاہ با دلقک ہمی شطرنج باخت
بادشاہ نے مسخرے کے ساتھ شطرنج کی بازی لگائی

مات کردش زُود خشمِ شہ بتاخت
اُس نے اُس شاہ کو مات دی بادشاہ کو غصہ جلد چڑھ آیا

گفت شہ واں شہ کبر آورش
اُس نے شہ کہا اور وہ متکبّر بادشاہ

یک یک آں شطرنج میرد بر سرش
شطرنج کا ایک ایک مہرہ اُس کے سر پر مارتا تھا

لہ اُو چہ۔ امیر نے فقیہ سے کہا وہ زاہد خود کتا ہے اُس کو امر بالمعروف سے کیا واسطہ؟ وہ محض شہرت کا طالب ہے۔ جاننے پر تو بنتا ہے۔ اُس کا ہنر صرف لوگوں کو مکر کرنا ہے۔ فتنہ کا ذکر فتنہ برپا کرنے والا۔ کیر گاؤ۔ بیل کا تلبیس سے مکار اُس کا آزہ بنا لیا جاتا تھا۔ بے لت۔ گدھا لاتوں کے بغیر کب چلتا ہے۔

کہ تیر۔ امیر فقیہ میں داخل ہو رہا تھا۔ دَبّوس۔ تازیانہ۔ زیرِ پشم۔ زاہد بھاگ کر اُون کی گدڑی بانٹنے والوں کی دکان میں چھپ گیا اور وہاں امیر کی تمام اصل باتیں سنتا رہا۔ گفت۔ زاہد نے اپنے دل میں کہا کہ کسی کے منہ پر برائی کرنے کے لئے آئینہ کا سا دل چاہیے، اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ آئینہ ہے بتاتا ہے۔

کہ حکایت۔ اس حکایت میں یہ بتایا ہے کہ مسخرے نے خود میں لپٹ کر بادشاہ کو مات دیا تاکہ چوٹ سے بچ سکے۔ دلقک۔ مسخرہ۔۔۔ اکثر دل۔ مسخرے کے بجائے کہ ہمارا۔ گفت شہ۔ جیتنے والے کی تعریف کے لئے لفظ شہ کہہ دیا جاتا ہے۔ اس شطرنج۔ یعنی شطرنج کے مہرے۔

(۲۳)

گیر اینک شہت اے قلتباں
صبر کرد آں دلقک و گفت الاماں

اے دقوش! لے یہ تیری شہ ہے
اس مسخرے نے صبر کیا اور پناہ چاہی

دستِ دیگر باختن فرمود میر
اُو چناں لرزاں کہ عور از زمہریر

امیر نے دوسری بازی لگانے کو کہا
وہ اس طرح کانپا جیسے کہ ننگا جاڑے سے

باخت دستِ دیگر و شہ مات شد
وقتِ شہ گفتن دمیقات شد

اس نے دوسری بازی کھیلی اور بادشاہ کو مات ہو گئی
شہ شہ کہنے کا وقت اور جگہ آ گئی

برجہید آں دلقک و در کنج رفت
شش نمد بر خود فگند از بیم تفت

وہ مسخرا کودا اور گوشہ میں چلا گیا
ذرا خوف سے چھ نمدے اپنے اوپر ڈال لئے

زیرِ بالشہا و زیرِ شش نمد
خفت پنہاں تا ز خشمِ شہ رہد

تکیوں کے نیچے اور چھ نمدوں کے نیچے
چھپ کر لیٹ گیا تاکہ بادشاہ کی مار سے نجات پائے

گفت شہ شہ چہ کردی چیست این
گفت شہ شہ شہ اے شاہِ گزین

بادشاہ نے کہا بائیں بائیں تو نے کیا کیا یہ کیا ہے؟
بولا اے منتخب شاہ! شہ شہ شہ شہ

کے تواں حق گفت جز زیرِ لحاف
باچو تو خشم آورِ آتش سجاف

حق بات لحاف کے نیچے کے علاوہ کب کہی جا سکتی ہے؟
آپ جیسے غصیلے آگ کے انگارے کے سامنے

اے تو مات و من ز خشمِ شاہ مات
میزنم شہ شہ ز زیرِ رختہات

آپ مارے اور میں شاہ کی مار سے ڈرا
میں کپڑوں کے نیچے سے آپکو شہ شہ کہتا ہوں

آمدنِ امیر بدرِ خانۂ زاہد و بہ لگد کوفتنِ در

امیر کا زاہد کے دروازے پر آنا اور لاتوں سے دروازے کو پیٹنا

چوں محلہ پر شد از ہیہایِ میر
وز لگد بر در زدن وز دار و گیر

جب امیر کی ہا ہو سے محلہ بھر گیا
دروازے پر لاتیں مارنے سے اور پکڑ دھکڑ سے

خلق بیروں جست زود از چپ و راست
کاے مقدم وقتِ عفوست و رضاست

دائیں اور بائیں سے لوگ باہر نکل آئے
کہ اے پیشرو! صفائی اور راضی ہو جانے کا وقت ہے

مغزِ اُو خشک ست و عقلش ایں زماں
کمترست از عقل و فہمِ کودکاں

اس کا دماغ خشک ہو گیا ہے اب اس کی عقل
بچوں کی عقل اور سمجھ سے کم تر ہے

زُہد و پیری ضعف بر ضعف آمدہ
واندراں زُہدش کشادے ناشدہ

زُہد اور بڑھاپا، کمزوری پر کمزوری آ گئی
اور اس زُہد میں اس کو بسط حاصل نہ ہوا

لہ گرگیر بادشاہ مسخرے کے سر پر شطرنج کے مہرے مارتا تھا اور کہتا تھا کہ اے یہ تیری شہ ہے۔ گلتباں۔ دقوش۔ دستِ دیگر۔ دوسری بازی۔ عور۔ ننگا۔ وقتِ شہ۔ اب مسخرے کے لئے شہ کہنے کا وقت آگیا۔ برجہید۔ مسخرہ بھاگ کر ایک گوشہ میں چھ نمدے اپنے اوپر ڈال کر لیٹ گیا۔

سہ گفت شہ۔ بادشاہ نے دریافت کیا یہ کیا حرکت ہے۔ گفت۔ مسخرے نے کہا شہ شہ کہنے کے لئے نمدوں میں چھپ گیا ہوں۔ کے تواں۔ غصہ ور آدمی سے حق بات لحافوں میں گھس کر ہی کہی جا سکتی ہے ورنہ زخم برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

سہ چوں محلہ۔ امیر کے شور و غوغا اور زاہد کے کواڑوں پر لاتیں مارنے سے محلہ کے آدمی جمع ہو گئے۔ مقدم۔ پیشرو۔ مغز اُو۔ زاہد کا دماغ خشک ہو گیا ہے ایک تو بڑھاپا پھر زہد جس نے اسکو مزید کمزور کر دیا اور پھر اس پر کشادگی یعنی بسط کی کیفیت طاری نہیں ہوئی ہے۔

رنج دیدہ گنج نادیدہ زیار
اس نے تکلیف برداشت کی، یار کا خزانہ نہ دیکھا

یا نبود آں کارِ او را خود گہر
یا تو اس کے کام میں خود جوہر نہ تھا

یا کہ بود آں سعی چوں سعیِ جہود
یا اس کی کوشش، یہود کی کوشش کیطرح تھی

مرورا درد و مصیبت ایں بس ست
اس کے لئے یہ درد اور مصیبت کافی ہے

چشم پُر دَرد و نشستہ او بہ کنج
آنکھ درد سے پُر ہے اور وہ گوشہ نشین ہے

نے یکے کحّال کورا غم خورد
نہ کوئی آنکھوں کا معالج ہو کہ اس کی فکر کرے

اجتہادے میکند با وہم و ظن
وہم اور گمان کے ساتھ کوشش کر رہا ہے

زاں رہش دور ست تا دیدارِ دوست
اسی لئے دوست کے دیدار تک کا راستہ اسکے لئے دور ہے

ساعتے او با خدا اندر عتاب
کسی وقت وہ خدا سے غصہ میں ہے

ساعتے با بختِ خود اندر جدال
کسی وقت اپنے مقدر سے لڑائی میں ہے

ہر کہ محبوس ست اندر بُو و رنگ
جو شخص بُو اور رنگ میں مقید ہے

تا بروں ناید ازیں تنگیں مناخ
جب تک وہ اس تنگ پڑاؤ سے باہر نہ نکلے

زاہداں را در خلا پیش از گشاد
(اسی لئے) زاہدوں کو بسط سے پہلے تنہائی میں

کار ہا کردہ ندیدہ مُزدِ کار
کام کئے، کام کی مزدوری نہ دیکھو

یا نیامد وقتِ پاداش از قدر
یا تقدیر (خداوندی) سے بدلے کا وقت نہیں آیا ہے

یا جزا وابستۂ میقات بود
یا جزا، وقتِ مقرر سے وابستہ تھا

کاندریں وادیِ پُر خوں بیکس ست
کہ وہ اس خوفناک وادی میں بیکس ہے

رُو ترش کردہ فرو افگندہ کنج
منہ بنائے ہوئے ہے، ہونٹ لٹکائے ہوئے ہے

نیش عقلے کو بکحلے پے برد
نہ اس کو عقل ہے، کہ وہ نشتر کی تلاش کرے

کار در بوک ست تا نیکو شدن
معالجہ ٹھیک ہونے تک، وہم میں ہے

کز نماندش مغز سرِ از عشق پوست
کیونکہ چھلکے کے عشق سے اسکے سر میں گودا نہیں رہا

کہ نصیبم رنج آمد زیں جناب
کہ اس درگاہ سے مجھے غم کا حصہ ملا ہے

کہ ہمہ پراں و ما ببریدہ بال
کہ سب پرواز میں ہیں اور ہم بال کٹے ہیں

گرچہ در زُہد ست باشد خوش تنگ
اگرچہ وہ زہد میں ہے، بہت تنگ ہوگا

کے شود خویش خوش و صدرش فراخ
اس کی عادت جہل اور اس کا سینہ فراخ کب ہوگا؟

تیغ و استرہ نشاید ہیچ داد
تلوار اور استرہ کبھی نہ دینا چاہیے

---

۱ رنج۔ زاہد نے تکلیفیں اٹھائیں اور ابھی تک کچھ فیض نہ پایا ہے محنت کی ہے اور ابھی تک کوئی مزدوری نہیں ملی ہے۔ خود گہر یعنی اس کی عبادت میں خلوص نہ تھا...
یا نیامد۔ یا عبادت تو مقبول ہوئی ہے اللہ جزا کا وقت نہیں آیا ہے۔ سعیِ جہود۔ یہود کی عبادت بیکار ہے۔ مرورا۔ اس زاہد کو تو اپنی ہی مصیبتیں کافی ہیں آپ اور کیوں مصیبت میں ڈالتے ہیں۔ وادیِ پُر خوں۔ راہِ عشق۔

۲ چشم۔ وہ مایوسی کی حالت میں گوشہ نشین ہے۔ کنج۔ ہونٹ۔ کحّال۔ معالج چشم۔ بوک۔ "بوزک" ہو سکتا ہے کہ "یہ کسی معالج میں شک کی صورت میں کہا جاتا ہے۔ رنج ہو کر ابھی اس کا اپنی ہستی سے تعلق ہے اسی لئے شاہد کی منزل اس سے دور ہے۔ ساعتے۔ وہ کسی وقت تو خدا سے بھی لڑنے لگتا ہے۔

۳ ساعتے۔ کسی وقت خود اپنے آپ کو برا بھلا کہنے لگتا ہے۔ ہر کہ۔ جیسی خودی باقی ہے خواہ وہ زاہد ہی کیوں نہ ہو وہ تنگی میں رہتا ہے۔ تا بروں۔ جب تک خودی کے تنگ راستہ کو نہ کریگا اسکو بسط کی کیفیت حاصل نہ ہوگی۔ زاہدوں بسط کی کیفیت طاری ہونے سے پہلے قبض کی حالت میں بسا اوقات سالک خود کو کچھ کرتا ہے لہٰذا اسکو تنہائی میں کبھی تلوار اور استرہ نہ دینا چاہیے۔

کز ضجر[1] خود را بدرّاند ز شکم — غصّهٔ آں بے مرادیہا و غم

کیونکہ تنگدلی کی وجہ سے وہ اپنا پیٹ پھاڑ دیگا — اُن ناکامیوں کے غصہ اور غم سے،

بے مُرادی ہای ایں دنیا خوش ست — با مُرادی تند خُوی و سرکش ست

اِس دنیا کی ناکامیاں بھلی ہیں — مرادمندی، بدمزاج اور سرکش ہے

اندا ختنِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود را از کوہِ حرا از دشت و دیر نمودنِ دیدار و نمودنِ جبرئیل علیہ السلام خود را بوے کہ میندار کہ ترا دولتہا و سعادتہا در پیش ست

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وحی میں تاخیر ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو حرا پہاڑ پر سے گرا دینے کا ارادہ کرنا اور جبرئیل علیہ السلام کا اپنے آپ کو اُن پر ظاہر کرنا کہ گرائیے کیونکہ آپ کو دولتیں اور سعادتیں درپیش ہیں۔

مُصطفےٰ را ہجر[2] چوں بفراختے — خویش را از کوہ می انداختے

حضرت مصطفےٰ ؐ پر جب فراق غلبہ پاتا — اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا ارادہ کرتے

تا بگفتے جبرئیلش[3] ہیں مکن — کہ ترا بس دولت ست از امر کُن

حتیٰ کہ اُن کو جبرئیل کہتے خبردار! یہ نہ کیجئے — کیونکہ امر کُن کی وجہ سے آپ کے لئے بہت کچھ ہیں

مُصطفےٰ ساکن شدے زاں ختن — باز ہجراں آوریدے تاختن

حضرت مصطفےٰ ؐ گرانے سے رُک جاتے — پھر فراق عمل کرتا

باز خود را سرنگوں از کوہ اُو — میفگندے از غم و اندوہ اُو

پھر خود کو وہ پہاڑ سے اوندھا — غم اور رنج کی وجہ سے گرانے کا ارادہ کرتے

باز خود پیدا شدے آں جبرئیل — کہ مکن ایں اے تو شاہے بے بدیل

پھر وہ جبرئیل ؑ خود رونما ہوتے — کہ اے بے مثال شاہ! یہ نہ کیجئے

ہمچنیں[4] می بود تا کشفِ حجیب — تا بیابید آں گہر را اُو ز جیب

برابر عرصے تک یہی ہوتا رہتا — یہانتک کہ انھوں نے جیب میں سے وہ موتی پالیا

اصلِ محنتہاست ایں جوش کشند — ہر یکے از مافدائے سیرتیست

یہ مصیبتوں کی جڑ ہے انکو کیسے برداشت کریں — (حالانکہ) ہم میں سے ہر ایک ایک خصلت پر قربان ہے

از فدائی مردماں را حیرتیست — قربان ہونے پر لوگوں کو حیرت ہے

---

[1] ضجر۔ قبض کی حالت میں اس قدر دل تنگ ہوتا ہے کہ اپنی نامرادی کے رنج میں سالک اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ مرادی۔ دنیا کی ناکامی انسان کے لئے بہتر ہے۔ بامراد، بدمزاج اور سرکش ہو جاتا ہے۔ اندا ختن آنحضرتؐ سے جب وحی کا انقطاع ہوا تو قبض کی ایک کیفیت ہوئی آنحضورؐ نے کئی بار اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا حضرت جبرئیلؑ آکر تسلی دیتے تھے تب آپ کو سکون ہوتا تھا۔

[2] ہجر۔ یعنی قبض کی کیفیت جو مزید مشاہدہ نہ ہونے سے پیدا ہوئی تھی ورنہ ذات اقدس کو ایک گونہ مشاہدہ ہر وقت حاصل تھا۔ امر کُن یعنی اللہ کے حکم سے۔ بے بدیل بے نظیر۔

[3] جبرئیل۔ آنحضورؐ پر جب تک مزید مشاہدہ کا پردہ نہ ہٹ جاتا اور گوہر مقصود جیب میں سے نہ نکلتے یہی کیفیت رہتی۔ بہر ہر حالت انسان دنیا کی مصیبت کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کرڈالتا ہے قبض کی یہ کیفیت تو تمام مصائب کی جڑ ہے۔ اولیائے انبیا اور بزرگ جو راہ حق میں فدا ہوتے ہیں اُس پر لوگوں کو تعجب آتا ہے حالانکہ ہر انسان اُس سیرت پر جان دیتا ہے جو اُس کی ہے۔

اے[1] خنک آنکو فدا کرد است تن — بہر آں کارے زد فدائے آں شدن

وہ قابلِ مبارکباد ہے جس نے جسم کو قربان کر دیا — اس کام پر جو قربان ہو جانے کے لائق ہے

مردِ حق بارے فدائے ایں فن ست — کاندرو صد زندگی در کشتن ست

بہر حال مردِ خدا اس فن پر قربان ہے — جس میں فنا ہو جانے میں سینکڑوں زندگیاں ہیں

عاشق و معشوق و عشقش بر دوام — در دو عالم بہرہ مند و نیکنام

عاشق اور معشوق اور اس کا عشق ہمیشہ — دونوں جہان میں نصیب ور اور نیکنام ہیں

در جہاں ہر کس فدائے آں فنے ست — کاندراں رہ صرفِ عمر و کشتے ست

دنیا میں ہر شخص اس فن پر قربان ہے — کہ اس راہ میں عمر کا خسرچ ہونا اور مر جانا ہے

کشتنی اندر غروبی یا شروق — کہ نہ شائق ماند آنجا نے مشوق

غروبی یا شروق میں مرجانا (ہے) — کیونکہ وہاں نہ عاشق رہتا ہے، نہ معشوق

یا کرامی[2] ارحموا اہل الہوی — شاہمو و رمد التوی بعد التوی

اے میرے مہربانو! اہل عشق پر رحم کرو — انکی حالت ہلاکت کے بعد ہلاکت کے گھاٹ پر آتی ہے

عفو کن اے میر بر سختیِ او — در نگر در درد و بدبختیِ او

اے امیر! اس کی سختی کو معاف کر دے — اس کے درد اور بدبختی پر نظر کر

تا ز جرمت ہم خدا عفوے کند — زلتت را مغفرت در آگند

تاکہ خدا تیری خطا بھی معاف کر دے — تیری لغزش کو معافی سے بھر دے

تو ز غفلت[3] بس بسے بشکستۂ — بر امیدِ عفو دل در بستۂ

تو نے غفلت سے بہت سی ٹھیسیں توڑی ہیں — معافی کی اُمید سے دل وابستہ کیا ہے

عفو کن تا عفو یابی در جزا — می شگافد مو قدر اندر سزا

معاف کر تاکہ بدلے میں تو معافی حاصل کرے — تقدیر (خداوندی) سزا میں موشگافی کرتی ہے

موشگافانِ قدر را ہوش دار — قصۂ مارا تو نیکو گوش دار

تقدیر (خداوندی) کے نکتہ چینوں کیلئے ہوش کر — تو ہمارے قصہ کو اچھی طرح سن لے

باز بشنو قصۂ میراں دگر — تا بیابی زیں حکایت صد خبر

پھر دوسرے امیروں کا قصہ سن لے — تاکہ تجھے اس قصہ سے سینکڑوں خبریں حاصل ہوں

---

[1] اے خنک: واہ جی میں خدا ہو جانا تالیِ مبارکباد ہے۔ یہ راہِ حق اس کے سزاوار ہے کہ اس پر قربان ہو جانا چاہیئے... مردِ حق: اس راستہ پر قربان ہونے سے سیکڑوں زندگیاں حاصل ہوتی ہیں۔ معشوق یعنی حق تعالیٰ۔ در جہاں: دنیا میں ہر شخص کسی نہ کسی نہج پر ایسا فریفتہ ہوتا ہے جس میں عمر صرف کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو فنا کر دیتا ہے سب سے بہتر یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو فنا فی اللہ یعنی ہجر حق میں فنا کر دے یا وصل میں فنا کر دے وصل میں فنا کر دیگا تو نہ پھر عاشق باقی ہے نہ معشوق یعنی ذاتِ باری معشوق کی حیثیت سے باقی نہ رہیگی مجرد ذاتِ حق باقی رہیگی۔ غروبی یعنی ہجر۔ شروق۔ یعنی حالتِ مشاہدہ۔

[2] یا کرامی: اہل ہوی۔ محبت کرنے والے عاشق۔ شاہمو۔ عاشق پر حیرت طاری رہتی ہے اور وہ ہر آن فنا ہوتا رہتا ہے... عفو کن۔ حکمِ داروں نے نائب پر غضبناک امیر سے کہا۔ در نگر۔ وہ خود بدبختی میں مبتلا ہے فنا کر اور کیا سزا دیتا ہے۔ تا ز جرمت۔ حدیث شریف ہے ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

[3] تو ز غفلت: یعنی تو نے بھی غفلت سے بہت سے قصور کئے ہیں۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ: جو ایک ذرہ خیر کریگا اس کو دیکھے گا اور جو ایک ذرہ شر کریگا اس کو دیکھے گا۔ باز بشنو۔ دوسرے ظالم امیروں کے انجام کے قصے سن کر عبرت حاصل کرے۔

جواب گفتنِ امیر مر آں شفیعانِ زاہد را کہ گستاخی چرا کردو

امیر کا اُن زاہد کے سفارشیوں کو جواب دینا کہ اُس نے گستاخی کیوں کی؟

شُبوی ما را چرا بشکست من دَریں باب شفاعت قبول

اور ہماری ٹھلیا کیوں توڑی؟ میں اِس سلسلے میں سفارش قبول

نخواہم کرد کہ سوگند خوردہ ام کہ سزای اُو بدہم

نہ کروں گا کیوں کہ میں نے قسم کھائی ہے، کہ اُس کو سزا دوں گا

۱؎ میر گفت آں کیست تا سنگے زند — بر شُبوی ما سبُو را بشکند

امیر نے کہا وہ کون ہوتا ہے، کہ پتھر مارے — ہماری ٹھلیا پر، ٹھلیا کو پھوڑ دے؟

چوں گذر سازد ز کویم شیر نر — ترس ترساں بگذرد با صد حذر

جب شیر میرے کوچہ سے نر شیر گذرتا ہے — سینکڑوں بچاؤ کے ساتھ ڈرتا ڈرتا گذرتا ہے

بلکہ بگذارد ز ہیبت پنجہ را — مور گردد پیشِ قہرم اژدہا

بلکہ خوف سے پنجہ کو چھوڑ بھاگتا ہے — اژدھا میرے غصہ کے سامنے چیونٹی بنجاتا ہے

بندۂ ما را چرا آزُرد دِل — کرد ما را پیشِ مہماناں خجل

اُس نے ہمارے غلام کا دل کیوں دُکھایا؟ — اُس نے ہمیں مہمانوں کے سامنے شرمندہ کیا

۲؎ شربتِ کاں بہ ز خونِ اُو دست ریخت — ایں زماں ہمچوں زناں از ما گریخت

وہ شراب جو اُس کے خون سے بہتر تھی اُس نے بہادی — اب عورتوں کی طرح ہم سے بھاگ گیا

لیک جاں از دست من اُو کے بَرد — گرچہ ہمچوں مُرغ بَر بالا پَرد

لیکن وہ میرے ہاتھ سے جان کہاں بچا سکے گا! — اگرچہ پرندے کی طرح اوپر کو اُڑ جائے

تیرِ قہرِ خویش بَر پَرّش زنم — پَر و بالِ مُردہ ریگش بَر کنم

میں اپنے قہر کا تیر اُس کے پروں پر ماروں گا — اُس کے مردہ کے بال اور پَر نوچ دوں گا

ور شود چوں ماہی اندر آب در — از نہیبِ من شود زیر و زبر

اگر وہ مچھلی کی طرح پانی میں گھس جائے — میرے خوف سے تہ و بالا ہو جائے گا

جاں نخواہد بُرد از شمشیرِ من — ور کند صد حیلہ و تدبیر و فن

وہ میری تلوار سے جان نہ بچا سکے گا — خواہ سینکڑوں حیلے اور تدبیر اور فن کرلے

گر رود در سنگِ سخت از کوششم — از دلِ سنگش کنوں بیروں کشم

اگر وہ میری کوشش سے بچ کر سخت پتھر میں گھس جائے گا — اُس کو پتھر کے اندر سے باہر نکال لوں گا

۱؎ تیر گفت۔ سفارشیوں کے جواب میں امیر نے کہا کہ اُس زاہد کی کیسے ہمت ہوئی کہ میری مشکی چھوڑی میرا تو شیر بھی گذرتا ہے تو ڈرتا ہوا گذرتا ہے بلکہ خوف سے اپنے پنجے چھوڑ بھاگتا ہے، میرے سامنے اژدھا بھی چیونٹی بن جاتا ہے۔ بندہ۔ اُس نے میرے غلام کو ستایا مجھے مہمانوں کے سامنے شرمندہ کیا۔

۲؎ شربت۔ ایسی قیمتی شراب ہمارے غلام کے خون سے بھی زیادہ قیمت کی تھی اور اب ڈر کر عورتوں کی طرح گھر میں گھس گیا۔ بیت۔ لیکن یہ میرے ہاتھ سے بچ کر کیسے اگر یہ پرند بن کر اُڑے گا تو بھی تیر مار کر ہلاک کر دوں گا۔ دَر شود۔ اگر مچھلی بن کر پانی میں گھسے گا میرا تیر وہاں بھی اُس کو تہ و بالا کر دے گا۔

۳؎ جاں نخواہد۔ وہ خواہ کوئی تدبیر کرے مجھ سے بچ نہ سکے گا۔ گر رود۔ اگر وہ پتھر کے دل میں گھسے گا میں اُس کو وہاں سے بھی نکال لوں گا۔

مَن بَرانم بَر تنِ اُو ضَربتے — کہ بُوَد مر دیگراں را عبرتے

میں اُس کے جسم پر ایسی ضرب لگاؤں گا — جو دوسروں کے لئے باعث عبرت ہوگی

کارِ اُو سالوس و زرق و حیلت است — لیک مقصودش بیانِ شہرت است

اُس کا کام مکر اور فریب اور حیلہ ہے — لیکن اُس کا مقصد شہرت ظاہر کرنا ہے

با ہمہ سالوس و با ما نیز ہم — دادِ اُو وصد چو اُو ایں دَم دہم

سب کے ساتھ مکر اور ہمارے ساتھ بھی — میں اُس کا اور اُس جیسے سینکڑوں کا ابھی انصاف

بر سَرش چنداں زنم گُرزِ گراں — کز تنش بیروں رَود جان و رواں

بھاری گرز اُس کے سر پر اتنے ماروں گا — کہ اُس کے جسم سے روح اور جان باہر نکل پڑے

خشمِ خونخوارش شدہ بد سَر کشے — از دہانش می بَرآمد آتشے

اُس (امیر) کا خونخوار غصہ بے قابو ہو گیا تھا — اُس کے منہ سے آگ بھی رہی تھی

دوم بار دست و پائے امیر را بوسہ دادن و لابہ کردنِ شفیعان و ہمسایگانِ زاہد

اس زاہد کے پڑوسیوں اور سفارشیوں کا امیر کے ہاتھ پاؤں کو دوبارہ بوسہ دینا اور خوشامد کرنا

آں شفیعاں از دَم و ہیہائے اُو — چند بُوسیدند دست و پائے اُو

اُن سفارشیوں نے اُسکے شور و فغاں اور غصے کی وجہ سے — اُس کے ہاتھ پاؤں بہت چومے

کائے امیر از تو نشاید کیں کشی — گر بُشد بادہ تو بے بادہ خوشی

کہ اے امیر بدلہ لینا آپ کے لائق نہیں ہے — اگر شراب جاتی رہی تو آپ بغیر شراب کے اچھے ہیں

بادہ سَرمایہ ز لُطفِ تو بَرد — لُطفِ آب از لُطفِ تو حسرت خورد

شراب آپکے سرور سے سرمایہ حاصل کرتی ہے — پانی کا لطف آپ کے لطف پر حسرت کرتا ہے

بادشاہی کُن بہ بخشش اے رحیم — اے کریم ابنُ الکریم ابنُ الکریم

اے رحم کرنیوالے! بادشاہی کر اسکو بخش دے — اے داتا! داتا کے بیٹے، داتا کے پوتے

ہر شرابے بندۂ ایں قد و خد — جملہ مستاں را بُوَد بر تو حسد

ہر شراب اِس قد اور رخسار کی غلام ہے — تمام مستوں کو آپ پر حسد ہے

ہیچ محتاجِ مے گلگوں نۂ — ترک کُن گلگونہ تو گلگونۂ

تو کسی گلابی شراب کا محتاج نہیں ہے — تو گلوں کو چھوڑ، تو خود گل ہے

۱؎ ضربت۔ مار، کوڑا۔

۲؎ آں شفیعاں۔ سفارشیوں نے دوبارہ اُس امیر کے ہاتھ پاؤں خوب چومے۔ کیں کشی۔ بدلہ لینا۔ گر بُشد۔ امیر سے کہا اگر آپ کی شراب ضائع ہو گئی ہے تو کیا مضائقہ ہے، آپ بغیر شراب کے بھی خوب بھلے ہیں۔ بادہ۔ شراب تو آپ کے سرور سے فیضیاب ہے اور پانی کی پاکیزگی آپ کی پاکیزگی کے سامنے ہیچ ہے۔

۳؎ ہر شرابے۔ آپ کا قد اور رخسار بغیر شراب کے حسین اور خوبصورت ہے اور آپ میں بغیر شراب کے وہ مستی ہے کہ مست اُس پر حسد کرتے ہیں۔ گلگونہ۔ آپ کا رنگ خود گلگوں ہے آپ کو گلگوں شراب کی اور گلوں کی کیا ضرورت ہے۔

اے رُخِ[1] چوں زہرہ ات شمسُ الضحیٰ — اے گدائے رنگِ تو گلگونہا
تیرا چہرہ صبح کے وقت چڑھتے سورج کی طرح ہے — گل تیرے رنگ کے بوکاری ہیں

بادہ کاندر خُم ہمی جوشد نہاں — زاشتیاقِ رُوی تو جوشد چناں
چھپی ہوئی شراب جو مٹکے میں جوش مار رہی ہے — تیرے چہرے کے شوق میں اس طرح جوش مار رہی ہے

اے ہمہ دریا چہ خواہی کرد نم — وے ہمہ ہستی چہ می جوئی عدم
اے مجسم دریا! تو شبنم کیا کرے گا؟ — اے مجسم ہستی! تو عدم کو کیوں ڈھونڈتا ہے؟

اے مہِ تاباں چہ خواہی گرد کرد — اے کہ خورد در پیشِ رُویت رُوی زرد
اے چمکدار چاند! تو گرد کا کیا کرے گا؟ — اے وہ کہ تیرے چہرے کے سامنے سورج کا چہرہ زرد ہے

تو خوشی و خوب و کانِ ہر خوشی — تو چرا خود منّتِ بادہ کشی
تو بھلا ہے اور خوبصورت اور تو ہر بھلائی کی کان ہے — تو کیوں شراب کا احسان لیتا ہے؟

تاجِ[2] کرّمنّاست بر فرقِ سرت — طوقِ اُعطَینّاک آویزِ برت
تیرے سر پر "ہم نے تکریم بنایا" کا تاج ہے — "ہم نے آپ کو دیا" کا ہار تیرے سینے کا آویزہ ہے

جوہرستِ انسان و چرخ اُو را عرض — جملہ فرع و سایہ اَند و او غرض
انسان جوہر ہے اور آسمان اُس کا عرض ہے — سب سایہ اور فرع ہیں اور وہ مقصود ہے

اے غلامت عقل و تدبیرات و ہوش — چوں چنینی خویش را ارزاں فروش
اے وہ کہ عقل اور تدبیریں اور ہوش تیرے غلام ہیں — تو اپنے آپ کو اتنا سستا بیچنے والا کیوں ہے!

خدمتت[3] بر جملہ ہستی مُفترض — جوہرے چوں مُزد خواہد از عرض
تمام موجودات پر تیری خدمت فرض ہے — جوہر، عرض سے کیسے مزدوری چاہے گا؟

علم جوئی از کتبہا اے فسوس — ذوق جوئی تو ز حلوائے سبوس
اے افسوس تو کتابوں سے علم حاصل کرتا ہے — تو بھوسی کے حلوے سے لذت حاصل کرتا ہے

بحرِ علمی در تنے پنہاں شدہ — درسہ گز تن عالمے حیراں شدہ
تو قطرے میں چھپا ہوا علم کا سمندر ہے — تین گز کے جسم میں عالم حیران ہو گیا ہے

مے چہ باشد یا جماع و یا سماع — تا بجوئی زُو نشاط و انتفاع
شراب، یا جماع، یا سماع کیا ہوتا ہے؟ — کہ تو اُس سے نشاط اور نفع اندوزی چاہتا ہے

انسان کو علم کا ذوق حاصل کرنا چاہیئے حلوائے سبوس۔ یعنی گھٹیا چیز۔ بحرِ علمی۔ انسان علم کا سمندر ہے اس کو معمولی علوم میں منہمک نہ ہونا چاہیئے۔ تن قطرہ۔ درسہ۔ صوفیاء کے نزدیک انسان عالمِ اکبر ہے۔ مے چہ باشد۔ دنیا کی لذتیں فانی ہیں۔ انتفاع۔ نفع حاصل کرنا۔

---

[1] اے۔ جبکہ آپ کا رُخ خود منور ہے اور گلاب آپ کے رنگ کا محتاج ہے تو آپ کو شراب درکار ہے نہ گلاب۔ بادہ۔ شراب میں جو جوش ہے وہ آپ کے چہرے کے شوق کی وجہ سے ہے۔ اے ہمہ سمندر کو قطرے کی کیا ضرورت ہے۔ اے آپ مجسم وجود ہیں زاہد کو معدوم کر کے کیا کریں گے۔ تو خوشی آپ خود مجسم خوشی ہیں شراب سے خوشی حاصل کر کے کیا کریں گے۔

[2] تاج کرّمنّا۔ کائنات پر انسانی فضیلت کے بیان میں قرآن پاک میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ۔ اور البتہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ بیشک ہم نے آپ کو کوثر عطا کی ہے۔ اگرچہ یہ آنحضورؐ کی خصوصیت ہے لیکن یہ فضیلت آنحضورؐ کو انسان کامل ہونے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔

[3] خدمتت۔ کائنات انسان کی خدمتگار ہے۔ جم۔ جوہر ہست۔ انسان بمنزلہ جوہر کے ہے اور تمام کائنات بمنزلہ عرض کے ہے قرآن پاک میں ہے خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ جو کچھ زمین میں ہے وہ تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ چوں چنینی۔ جبکہ انسان کے یہ فضائل ہیں تو اُس کو اپنے آپ کو رائیگاں نہ کرنا چاہیئے۔

آفتاب[1] از ذرہ کے شد دام خواہ
سورج ذرے سے قرض مانگنے والا کب بنا ہے؟

زہرہ از جمرہ کے شد کام خواہ
زہرہ، انگارے سے کب مقصد کا خواہاں ہوا ہے؟

جان بے کیفے شدہ محبوسِ کیف
بے کیف جان، کیف میں مقید ہو گئی

آفتابے حبسِ عقدہ اینت حیف
سورج عقدہ میں پھنس گیا، یہ افسوس ہے

باز جواب گفتنِ امیر مر شفیعاں را

امیر کا سفارشیوں کو پھر جواب دینا

گفت نے نے من حریفِ آں مئیم
اُس نے کہا نہیں نہیں میں اُس شراب کا دوست ہوں

من بذوقِ ایں خوشی قانع نیم
میں اِس خوشی کے ذوق پر قانع نہیں ہوں

وارہیدہ از ہمہ خوف و اُمید
میں سب خوفوں اور امیدوں سے نجات پائے ہوئے ہوں

کژ ہمی گردم بہر سُو ہمچو بید
بید کی طرح ہر جانب کو جھومتا ہوں

من[2] چُناں خواہم کہ ہمچوں یاسمیں
میں ایسا چاہتا ہوں، کہ یاسمین کی طرح

کژ شوم گاہے بچناں گاہے چنیں
جھکوں کبھی یوں کبھی یوں

ہمچو شاخِ بید گرداں چپ و راست
بائیں اور دائیں جانب کو بید کی شاخ کی طرح جھومتا

کہ زبادش گونہ گونہ رقصہاست
جس کے ہوا کی وجہ سے طرح طرح کے رقص ہیں

آنکہ خُو کرد است با شادیِ مے
جس نے شراب معرفت کی خوشی کی عادت ڈال لی ہو

ایں خوشی را کے پسندد خواجہ کے
اِس خوشی کو کب پسند کرتا ہے اے صاحب!

انبیا زاں زیں خوشی بیروں شدند
انبیاء اِس خوشی سے اِسی لئے علیحدہ ہو گئے

کہ سرشتہ در خوشیِ حق بُدند
کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی خوشی میں گندھے ہوئے تھے

زانکہ جاں شاں آں[3] خوشی را دیدہ بُود
کیونکہ اُن کی جان نے اُس خوشی کو دیکھا ہے

ایں خوشہا پیشِ شاں بازی نمُود
یہ خوشیاں اُن کے لئے کھیل نظر آتی ہیں

ہر کہ را نورِ حقیقی رُو نمُود
جس کے لئے حقیقی نور نمودار ہو گیا ہو

کے شود قانع بتاریکی وُدُود
وہ اندھیرے اور دھوئیں پر کب قناعت کرتا ہے؟

وانکہ در جوعِ اُو طعامُ اللہ خورد
اور جو شخص بھوک میں خدا کا کھانا کھائے

کے زنان و شورِ یا حسرت بَرد
وہ روٹی اور شوربے کی تمنا کب کرتا ہے؟

وانکہ باشد خفتہ اندر گلستاں
اور جو شخص گلستان میں سویا ہوا ہو

میلِ گلخن کے کند چوں ابلہاں
وہ بیوقوفوں کی طرح بھنگی کی خواہش کب کرتا ہے؟

---

[1] آفتاب۔ انسان آفتاب ہے اور کائنات ذرات ہے۔ زہرہ۔ یہ ستارہ خود چمکدار ہے۔ جاں۔ روح مجرد وہ کم اور کیف سے منزہ ہے۔ عقدہ۔ وہ بیت جس میں پہنچ کر سورج گہن میں آجاتا ہے۔ گفت۔ امیر نے کہا میں اس شراب کا دوست نہیں ہوں بلکہ میں شراب معرفت کا دوست ہوں۔ بید۔ بید کا درخت پابند نہیں ہے ہر طرف کو جھومتا ہے

[2] من چناں۔ میں ہر طرح سے آزاد ہوں۔ آنکہ۔ جس کو معنوی شراب حاصل ہو گئی وہ اس شراب سے مستی کریں عاصل کریگا۔ انبیا۔ انبیاء کو معنوی شراب حاصل ہے اُن کی نظرت میں اللہ سے محبت کرنا ہے۔

[3] آں خوشی۔ اللہ کی خوشی ایں خوشیہا۔ ظاہری خوشیاں ہر کہ۔ حقیقی نور کے بالمقابل ہر چیز تاریک ہے۔ قانع۔ حدیث شریف ہے۔ اَلْجُوْعُ طَعَامُ اللّٰہِ یَرْزُقُ بِہِ الصَّادِقِیْنَ "بھوک اللہ کا کھانا ہے جس کے ذریعہ سچوں کو رزق دیتا ہے۔ گلستان۔ اللہ کی خوشی۔ گلخن۔ بھنگی یعنی ظاہری خوشی۔

چوں[1] کُند مُستسقی از آب اجتناب
استسقا کا مریض پانی سے کیسے پرہیز کرے؟

چوں کُند مخمور دُوری از شراب
شرابی، شراب سے کیسے دُور ہو؟

سیر نبُوَد ہیچ عاشق از حبیب
عاشق، معشوق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے

صبر نکُند ہیچ رنجور از طبیب
کوئی بیمار، طبیب سے صبر نہیں کرتا ہے

بابُتِ[2] زندہ کسے چوں گشت یار
جو شخص زندہ معشوق کا دوست ہو گیا ہو

مُردہ را چوں در کُشد اندر کنار
وہ مُردے سے بغل گیر کب ہوگا؟

مُردہ را کس در کنار آرد مگر
ہاں، مُردے کو وہ بغل میں لے گا

کو ندارد در جہاں از دل خبر
جس کو دنیا میں دل کا پتہ نہ چلے

تفسیر اس آیہ کہ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ
اس آیت کی تفسیر کہ "اور بیشک آخرت کا گھر وہی زندہ ہے کاش وہ جان لیتے"

کہ در و دیوار و عرصہ آں عالم و آب و کوزہ و میوہ و درخت
کیونکہ اُس عالم کے در اور دیوار اور صحن اور پانی اور پیالہ اور پھل اور درخت

ہمہ زندہ اند و سخن گو و سخن شنو جہت آں فرمودہ مصطفیٰ
سب زندہ ہیں اور بات کرنے والے اور بات سننے والے، اسی لئے حضرت مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم کہ اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ وَطَالِبُهَا كِلَابٌ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مُردار ہے اور اُس کے طلبگار کُتے ہیں

اگر آخرت را حیات نبُودے آخرت ہم جیفہ بُودے جیفہ
اگر آخرت کے لئے زندگی نہ ہوتی آخرت بھی مُردار ہوتی، مُردار کو

را از برائے مُردگیش جیفہ[3] گویند نہ برائے بُوئے زشت
اس کے مُردہ ہونے کی وجہ سے مُردار کہتے ہیں، نہ کہ بدبو کی وجہ سے

آں جہاں چوں ذرہ ذرہ زندہ اند
جبکہ اُس جہان کا ذرہ ذرہ زندہ ہے

نکتہ دانند و سخن گویندہ اند
وہ نکتہ کو سمجھنے والے اور بات کرنے والے ہیں

در جہانِ مُردہ شاں آرام نیست
مُردہ جہاں میں اُن کو راحت نہیں ہے

کایں عَلَف جُز لائقِ انعام نیست
کیونکہ یہ چارہ چوپاؤں ہی کے لائق ہے

ہر کرا گلشن بُوَد بزم و وطن
جس شخص کی مجلس اور وطن چمن ہو

کے خورد اُو بادہ اندر گولخن
وہ بُھٹی میں شراب کب پیئے گا؟

---

[1] چوں کُند: جس طرح استسقا کا مریض پانی سے پرہیز نہیں ہوتا اور شرابی شراب سے کنارہ کش نہیں ہوتا ایسے ہی مالِ نورِ حقیقی کے عاشق کا ہے۔

[2] بابُتِ زندہ: یعنی عالمِ آخرت کا عاشق۔ مُردہ: یعنی یہ دنیا۔ کنار: بغل۔ تفسیر: اس آیت میں عالمِ آخرت کی زندگی اور دنیا کی مُردگی بتائی ہے۔

[3] جیفہ: مُردار۔ خاص۔ یعنی عالمِ آخرت۔ عَلَف: چوپایوں کا چارہ۔ انعام: چوپائے۔ گولخن: بھٹی۔

جایِ رُوحِ پاک علیّینؔ بُوَد
پاک روح کا مقام علیین ہے

جایِ رُوحِ ہر نجس سجّینؔ بُوَد
ہر ناپاک روح کا مقام سجین ہے

جایِ بُلبل گلبن و نسریں بُوَد
بلبل کا مقام، بوٹا اور نسرین ہے

کِرم باشد کش وطن سرگیں بُوَد
کیڑا ہوتا ہے، جس کا وطن گوبر ہوتا ہے

بہرِ ایں مُرغانِ کور ایں آبِ شور
ان اندھے پرندوں کے لئے کھاری پانی ہے

بہرِ مخمورِ خدا جامِ طہور
خدا کے مست کے لئے (شراب) طہور کا جام ہے

پیشِ اُو حجّاجِ خونی عادل ست
اُس کے لئے خونی حجاج منصف ہے

ہر کرا عدلِ عمر رضؓ نمود دست
جس کے لئے عمر رضؓ کا انصاف نمودار ہوا

کہ زلعبِ زندگاں بے آگہند
کیونکہ وہ زندوں کے کھیل سے واقف نہیں ہیں

دُختراں را لعبتِ مُردہ دہند
لڑکیوں کو مُردہ گڑیاں دیتے ہیں

کودکاں را تیغ چوبیں بہتر ست
بچوں کے لئے لکڑی کی تلوار بہتر ہے

چوں ندارند از فتوت زور دست
جبکہ جوانی کی قوت بازو نہیں رکھتے ہیں

کہ نگاریدہ ست اندر دیرہا
جو کہ انھوں نے گرجاگھروں میں بنا رکھی ہیں

کافراں قانع بہ نقشِ انبیا
کافر انبیاء کی تصویروں پر قانع ہیں

ہیچ ماں پروایِ نقش و سایہ نیست
ہمیں تصویر اور سایہ کی کچھ پروا نہیں ہے

واں[۵۲] جہاں مارا چو روز و روشنے ست
وہ جہان ہمارے لئے روشن دن کی طرح ہے

واں دگر نقشش چو مہ بر آسماں
اور اُن کا دوسرا نقش چاند کی طرح آسمان پر ہے

واں یکے نقشش نشستہ در جہاں
اُن کا ایک نقش دنیا میں بیٹھا ہوا ہے

واں دگر با حق بگفتار و انیس
اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کا ہمکلام اور دوست ہے

ایں دہانش نکتہ گویاں با جلیس
اُن کا یہ منھ، ہم نشین سے نکتے کہتا ہے

گوشِ جانش جاذبِ اسرارِ کُن[۵۳]
اُنکی جان کا کان کُن کے رازوں کو جذب کرنیوالا ہے

گوشِ ظاہر ضبطِ ایں افسانہ کُن
ظاہری کان اس افسانے کو سننے والا ہے

دستِ ظاہر میکند داد و ستد
ظاہری ہاتھ لین دین کرتا رہتا ہے

چشمِ سرگیران مَازَاغَ الْبَصَرُ
باطنی آنکھ "مازاغ البصر" میں حیران ہے

چشمِ ظاہر ضابطِ ملّیہ بشر
ظاہری آنکھ انسان کے طبیعے کو محفوظ رکھنے والی ہے

دستِ باطن بر درِ فردِ صمد
باطنی ہاتھ، یکتا بے نیاز کے در پر ہے

---

۵۱ علیین۔ جنت کا اعلیٰ مقام ہے، سجین، جہنم کا بُرا مقام ہے، کرم۔ کیڑا۔ سرگین۔ گوبر۔ طہور۔ جو خاصانِ خدا ہیں وہ شراب طہور پیتے ہیں۔ مُرغانِ کور۔ دنیادار۔ حجاج۔ یعنی یوسف نقش کا بیٹا۔ لعبت۔ کھلونا گڑیا۔ لعب زندگاں۔ یعنی شادی بیاہ۔ فتوت جوانی۔ نقش یعنی بت تصویر۔

۵۲ واں جہاں۔ چھ کہ ہمارے لئے عالم آخرت روز روشن کی طرح ہے لہٰذا ہمیں تصاویر کی کوئی پروا نہیں ہے۔ نقش و سایہ۔ تصویر نقوش سے اور نقش سے بنتی ہے۔ یکے نقشش۔ انبیا کا ایک نقش دنیا میں ہوتا ہے اور ایک نقش عالم بالا پر ہوتا ہے۔ ایں دہانش۔ ظاہری نقش کے اعضا دنیا کے کاموں میں لگے ہیں اور دوسرے اعضا حضرت حق کے ساتھ مصروف رہتے ہیں۔

۵۳ گوشِ ظاہر۔ ظاہری کان انسانوں کی باتیں سنتا ہے باطنی کان اللہ تعالیٰ کے اسرار سنتا ہے۔ چشمِ ظاہر۔ ظاہری آنکھوں سے انسانوں کے طبیعے دیکھتے ہیں۔ مَازَاغَ الْبَصَرُ حضور کے بارے میں ہے کہ آنکھ نے نہ کبھی برق اور دمر کشی کی بلکہ جیسی دیکھا یعنی اویلہ مشاہدہ حق میں حیران رہتے ہیں۔

پایِ ظاہر در صفِ مسجد صوافّ[1] — پایِ معنیٰ فوقِ گردوں در طواف

ظاہری پاؤں مسجد کی صف میں صف باندھنے والوں میں ہے — باطنی پاؤں آسمان پر طواف میں ہے

جزو جزوش را تو بشمر ہمچنیں — ایں درونِ وقت و آں بیرونِ میں

تو اُس کے جزو جزو کو اسی طرح گن لے — یہ زمانہ کے اندر ہے اور وہ وقت سے باہر ہے

اینکہ در وقتست باشد تا اجل — واں دگر یارِ ابد قرنِ ازل

یہ جو وقت میں ہے موت تک ہے — اور وہ دوسرا ابد کا یار، ازل کا ساتھی ہے

ہست[2] یک نامش ولیُّ الدّارَین — واں دگر نامش امامُ القبلتین

اُس کا ایک نام "دونوں دارلتوں کا والی" ہے — اور اُس کا دوسرا نام "دونوں قبلوں کا امام" ہے

خلوت و چلّہ برو لازم نماند — ہیچ غیمے مر ورا غائم نماند

تنہائی اور چلہ کشی، اُس کے لئے ضروری نہ رہی — کوئی ابر اُس پر چھانے والا نہ رہا

قرصِ خورشیدست خلوت خانہ اش — کے حجاب آرد شبِ بیگانہ اش

اُس کا تنہائی کا گھر سورج کی ٹکیہ ہے — اجنبی رات اس کے لئے کب پردہ ڈال سکتی ہے؟

علّت[3] و پرہیز شد بحراں نماند — کفر او ایماں شد و کفراں نماند

بیماری اور پرہیز ختم ہو گیا، بحران نہ رہا — اُس کا کفر ایمان بن گیا ناشکری نہ رہی

چوں اَلِف از استقامت شد بپیش — اُو ندارد ہیچ از اوصافِ خویش

اَلِف کی طرح راستی سے وہ پیش میں پہنچ گیا — اُس کا اب کوئی اپنا وصف نہ رہا

گشت فرد از کسوتِ خوائے خویش — شد برہنہ جاں بجاں افزائے خویش

وہ اپنی عارفوں کے لباس سے برہنہ ہو گیا — نئی جان کیساتھ اپنی جان بڑھانے کیلئے برہنہ ہو گیا

چوں برہنہ رفت پیشِ شاہ فرد — شاہش از اوصافِ قدسی جامہ کرد

جب یکتا شاہ کے پاس، وہ ننگا پہنچا — شاہ نے اُس کو قدسی اوصاف کا لباس پہنا دیا

خلعتے پوشید از اوصافِ شاہ — بر پرید از چاہ تا ایوانِ جاہ

اُس نے شاہ کے اوصاف کا لباس پہن لیا — کنویں سے رُتبہ کے محل پر اُڑ کر چلا گیا

اینچنیں باشد چو درد صاف گشت — از بُنِ طشت آمد او بالائے طشت

ایسا ہوتا ہے جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے — طشت کی تہ سے طشت کے اوپر آجاتی ہے

لہٰذا اُس کے مراتب بہت بلند ہو گئے۔ ایں چنیں۔ جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے طشت کے بالائی حصہ میں آجاتی ہے۔

[1] صوّاف۔ صف بندی کرنیوالے۔ ایں۔ یعنی جسم ظاہری زمان و مکان کا پابند ہے۔ واں۔ یعنی جسم علوی زمان و مکان سے پاک ہے۔ اینکہ۔ یعنی جسم عنصری۔ اجل۔ موت۔ قرن۔ قرین ساتھی یعنی جسم علوی ابدی اور ازلی ہے۔

[2] ہست۔ جس طرح جسم کے دو جسم ہیں اسی طرح نام بھی دو ہیں۔ ولیُّ الدّارَین۔ دنیا اور آخرت کے سلطنت کا والی۔ امامُ القبلتین۔ یعنی بیت اللہ اور بیت المقدس کا امام۔ خلوت۔ اب اُس کو نہ تنہائی کی ضرورت ہے نہ چلہ کشی کی وہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے فنا اُس کے لئے حجاب نہیں ہو سکتی۔ شبِ بیگانہ۔ یعنی اُس کے لئے ہر وقت دن ہے رات کی تاریکی اُس کے لئے حجاب نہیں ہے۔

[3] علت۔ یعنی نفس میں مرض ہے نہ پرہیز کی ضرورت ہے۔ بحراں۔ مرض کی شدت بیہوشی۔ درگاہ اُلوہیت۔ گشت۔ وہ اپنے اوصاف بشری سے برہنہ ہو کر بارگاہ خداوندی میں پہنچا تو حضرت حق تعالیٰ نے اپنے اوصاف کا لباس اُس کو پہنا دیا۔ اب وہ خدائی اخلاق والا ہے۔ خلعتے۔ اب چونکہ وہ اوصاف خداوندی سے متصف ہے

دُرِ بُن طشت ارچہ بُود اُو دردناک
طشت کی تہ میں وہ درد ناک کیوں تھی ؟

شومیِ آمیزشِ اجزایِ خاک
خاک کے اجزاء کی آمیزش کی بدبختی (کی وجہ) ہے

یارِ ناخوش پَرّ و بالش بستہ بُود
بُرے دوست نے اس کے پَر و بال باندھ دیئے تھے

وَرنہ اُو در اصل بس برجستہ بُود
ورنہ وہ اصل میں بہت تیز تھی

چوں عقاب اِهْبِطُوا انگیختند
جب انھوں نے "نیچے اُترو" کا عقاب برپا کیا

ہمچو ہاروتش نگوں آویختند
اس کو ہاروت کی طرح اُلٹا لٹکا دیا

بُود ہاروت از ملائک بیگماں
ہاروت یقیناً فرشتوں میں سے تھا

از عتابے شُد مُعلق ہمچناں
وہ عتاب کی وجہ سے اس طرح لٹکا دیا گیا

سَر نگوں زاں شُد کہ از سَر دور ماند
وہ اوندھا اس لئے ہوا کیونکہ وہ اصل سے دور ہو گیا

خویش را سَر ساخت تنہا پیش راند
اس نے اپنے آپ کو سر بنا کر تنہا آگے چلایا

آں سَبد خود را چو پُر از آب دید
ٹوکری نے جب اپنے آپ کو پانی سے بھرا دیکھا

کردِ استغنا و از دریا بُرید
اس نے بے نیازی برتی اور دریا سے جدا ہو گئی

دَر جگر چوں قطرۂ آبش نماند
جب اس کے جگر میں پانی کا ایک قطرہ ذرا

بحرِ رحمت کرد اُورا باز خواند
سمندر نے رحم کیا، اس کو واپس بُلا لیا

رحمتِ بے علّتے بے خدمتے
بغیر سبب، بغیر تحفے کے رحمت

آید از دریا مبارک ساعتے
دریا سے مبارک رحمت میں آتی ہے

اللہ اللہ گرد دریا باز گرد
اللہ اللہ کے لئے، دریا کی جانب واپس ہو

گرچہ باشند اہلِ دریا بارزرد
اگرچہ دریا والے زرد ہوں

تا کہ آید لُطفِ بخشایش گری
تاکہ آئے لطف بخشش کی مہربانی سے

سُرخ گردد روی زرد از گوہری
جوہر ملنے سے زرد چہرہ سرخ ہو جائے

زردیِ رُو بہترین رنگہاست
چہرے کی زردی رنگوں میں سب سے بہتر ہے

زانکہ اندر انتظارِ آں لقاست
کیونکہ وہ اس ملاقات کے انتظار میں ہے

لیک سُرخی بر رُخے کاں لامعست
لیکن اس چہرے پر سرخی جو چمکدار ہے

بہر آں آمد کہ جانش قانعست
اس لئے آئی ہے کہ اس کی جان قانع ہے

جو تخم دانہ وہ سے زرد ہے اس میں جوہر پیدا ہو جائے گا اور وہ سُرخ رو ہو جائے گا۔ زردی اہل اللہ کا چہرہ زرد اللہ کی ملاقات کے انتظار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیکن سُرخی۔ جو ایک مقام پر جا کر ٹھہر جاتا ہے اس کا چہرہ سُرخ رہتا ہے۔

لہ دُرِ بُن طشت۔ طشت کی تہ میں اس وقت تک ہے جب تک کہ اس میں خاک کی آمیزش ہے۔ روح جب جسمانی عوارض سے پاک ہو جاتی ہے عالم بالا میں پہنچ جاتی ہے۔ یارِ ناخوش۔ جسمانی علائق نے اس کو روک رکھا تھا ورنہ وہ پرواز میں چالاک ہے۔ چوں عتاب۔ حضرت آدمؑ کو نیچے اُترنے کا حکم گندم کھا لینے کی وجہ سے ملا اسی لئے روح کو جسم کے کنوئیں میں آویزاں کیا گیا۔

لہ بُود ہاروت۔ ہاروت ملائکہ میں سے تھا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے وہ کنوئیں میں لٹکا دیا گیا۔ سَر نگوں۔ وہ اس لئے سرنگوں ہوا کہ اس نے سرکشی کی اور اصل سے دور ہوا۔ آں سَبد۔ ٹوکری جو دریا میں ہے اپنے پانی پر گھمنڈ کر کے دریا سے دور چلی تو پانی سے خالی ہو گئی اس پر سمندر نے رحم کیا اور اس کو دوبارہ بُلا لیا۔ روح کو جب لذت افتخار بدرجہ اتم محسوس ہوئی اور خیال کبر محتم ہوا تو بغیر سبب اور بغیر محنت کے دریائے وحدت کی رحمت آ پہنچی اور اس کو واپس بُلا لیا۔

لہ اللہ اللہ۔ انسان کو قربِ الٰہی کی جستجو کرنی چاہیئے اہل دریا۔ یعنی اہل اللہ۔ آثارِ کثرت کے لئے ہے جس طرح رنگہا، رو و بہ۔ سُرخی۔ وہ چہرہ

کہ[1] طمع لاغر کند زرد و ذلیل — نے زرد و علت آید آں علیل

کیونکہ لالچ کمزور، زرد اور ذلیل کرتا ہے — وہ درد اور بیماری کا مریض نہیں ہوتا ہے

چوں بہ بیند روئے زرد بے سقم — خیرہ گردد عقلِ جالینوس ہم

جب بغیر بیماری کا زرد چہرہ دیکھتی ہے — جالینوس کی عقل بھی حیران ہوجاتی ہے

چوں طمع بستی تو در انوارِ ہُو — مصطفےٰ گوید کہ ذلّت نفسُہٗ

جب تو نے اللہ تعالیٰ کے انوار سے طمع وابستہ کردی — مصطفےٰ فرماتے ہیں کہ اُس کا نفس ذلیل ہوگیا

نورِ بے سایہ لطیف و عالیست — آں مشبّک سایۂ غربالیست

بے سایہ نور، پاکیزہ اور بلند ہے — جالیدار سایہ، چھلنی والا ہے

عاشقاں[2] عُریاں ہمی خواہند تن — پیشِ عنّیناں چہ جامہ چہ بدن

عاشق ننگے بدن کے خواہاں ہیں — نامردوں کے لئے کیا کپڑا، کیا بدن!

روزہ داراں را بود آں نان و خواں — خرمگس را چہ اہا چہ دیگ داں

روزہ دار کی روزی اور خوان، روزہ دار کے لئے ہے — بڑی مکھی کے لئے کیا شوربا، کیا چولہا!

دیگر بار استدعایِ شاہ از ایاز کہ تاویلِ کارِ خود بگوید و مشکلِ منکراں

شاہ کا ایاز سے دوبارہ کہنا کہ اپنے کام کا مطلب بتا اور منکروں کا اعتراض

وطاعِنانا حُلّ کُن کہ ایشاں اَدرَی التباساً کرن مرّوت نیست

معترضوں کی مشکل کو حل کردے، کیوں کہ ان کو شبہ میں مبتلا چھوڑ دینا مروت نہیں ہے

ایں سخن از حد و اندازہ ست بیش — اے ایاز اکنوں بگو احوالِ خویش

یہ بات حد اور اندازہ سے زیادہ ہے — اے ایاز! اب تو اپنے احوال بتا

ہیں بگو احوالِ[3] خود را اے ایاز — گرچہ تصویرِ حکایت شُد دراز

ہاں اے ایاز! اپنے احوال بتا — اگرچہ حکایت کا نقشہ دراز ہوگیا ہے

ہست احوالِ تو از کانِ نوی — تو بدیں احوال کے راضی شوی

تیرے احوال، نئی کان کے ہیں — تو ان احوال پر کب راضی ہوتا ہے؟

ہیں حکایت کُن ازاں احوالِ خوش — خاک بر احوالِ درسِ پنج و شش

ہاں اپنے اچھے احوال بیان کر — پانچ چھ کے سبق کے احوال پر خاک پڑے

---

[1] کہ طمع۔ جو مزید درجہ کے لالچ میں رہتے ہیں وہ لاغر اور زرد رنگ رہتے ہیں۔ نے زرد۔ اہل اللہ کے چہرے کی زردی، درد اور بیماری کیوجہ سے نہیں ہوتی ہے چوں بہ بیند۔ اہل اللہ کے چہروں کی زردی جبکہ کسی بیماری کیوجہ سے نہیں ہے تو اطباء ظاہری اُس سے حیران ہوتے ہیں چوں طمع۔ جب سالک اللہ تعالیٰ کے انوار سے اپنی طمع وابستہ کردیتا ہے تو اُسکے نفس کو ذلت حاصل ہوتی ہے۔ نورِ بے سایہ جب بشری صفات بالکل فنا ہوجاتی ہیں تو سالک کو نورِ بے سایہ حاصل ہوجاتا ہے اور اگر صفاتِ بشری کچھ باقی رہتی ہیں تو نورِ بے سایہ حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ ایسا نور حاصل ہوتا ہے جیسے کہ چھلنی میں سے گذر کر نور آئے اُس میں کچھ نور ہوگا کچھ سایہ ہوگا۔

[2] عاشقاں جو عاشق ہیں وہ بالکل بشری صفات سے عاری ہونا چاہتے ہیں نامرد کو اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی روزہ دار جو مجاہدے کرتے ہیں وہ بشری صفات سے خالی ہوجاتے ہیں تو یہ خوانِ نعمت اُن روزہ داروں کیلئے ہے دنیادار جو بڑی مکھی جیسے ہیں اُنکے لئے شوربا اور چولہا یکساں ہے وہ انہی کو چاہتے ہیں۔ تاویل۔ مصداق۔ ایں سخن۔ یعنی محبوب کی باتیں۔

[3] احوال۔ وہ کیفیات جو سالک پر طاری ہوتی ہیں۔ کانِ نوی۔ تیرے اوپر نئے نئے احوال طاری ہوتے ہیں۔ بدیں احوال۔ یعنی جو کیفیات سے حاصل ہوچکی ہیں۔ ہیں۔ اپنی اچھی کیفیات کی بات سنا، شش جہات اور پنج حواس کی باتوں پر خاک ڈال۔

حالِ باطن گر نمی آید بگفت
باطن کا حال اگر کہنے میں نہیں آسکتا

حالِ ظاہر گو بمیت در طاق و جفت
میں تجھ سے طاق اور جفت میں ظاہر کا حال بیان کرتا ہوں

کہ ز لُطفِ یار تلخیہائے مات
کیونکہ شکست کی تلخیاں یار کی مہربانی سے

گشت بر جاں خوشتر از قند و نبات
جان کیلئے قند و شکر سے زیادہ اچھی ہو گئی ہیں

زاں نباتِ اگر دود در دریا رود
اگر اُس شکر کی گرد بھی سمندر میں پہنچ جائے

تلخیِ دریا ہمہ شیریں شود
سمندر کا کھارا پن سب میٹھا ہو جائے

صد ہزار احوالِ عالم این چنیں
اسی طرح، عالم کے لاکھوں احوال

باز سوئے غیب رفتند اے امیں
اے امانتدار! پھر غیب کی جانب چلے گئے

حالِ ہر روزے بہ دی مانند نے
ہر روز کا حال کل کی مانند نہیں ہے

ہمچو جو اندر روش کش بند نے
جیسے کہ جاری ہونے میں وہ نہر جس پر کوئی بند نہیں ہے

شادیِ ہر روز از نوعِ دگر
ہر روز کی خوشی ایک دوسری قسم کی ہے

فکرتِ ہر روز را دیگر اثر
ہر روز کے فکر کا اثر دوسرا ہے

تمثیلِ تنِ آدمی بمہمانخانہ و اندیشہائے مختلف ہمچوں
آدمی کے جسم کی مثال مہمان خانہ سے ہے اور مختلف فکریں مہمانوں کی طرح

مہماناں و عارفِ صابر دراں اندیشہا چوں مردِ مہمان
ہیں اور عارف، صابر اُن فکروں کے معاملہ میں مہمان

دوستِ غریب نواز از خلیل وار
دوست غریب نواز ابراہیم خلیل اللہ کیطرح ہے

ہست مہمانخانہ ایں تن ایجواں
اے جوانو! یہ جسم مہمان خانہ ہے

ہر صباحے ضیفِ نو آید دواں
ہر صبح کو نیا مہمان دوڑتا آتا ہے

نے غلط گفتم کہ آید دمبدم
نہیں میں نے غلط کہا، لمحہ بہ لمحہ آتا ہے

ضیفِ تازہ فکرتِ شادی و غم
خوشی اور رنج کے فکر کا نیا مہمان

میزبانِ تازہ رُو شو اے خلیل
اے خلیل! خندہ پیشانی والا میزبان بن

در مبند و منتظر شو در سبیل
دروازہ بند نہ کر اور راستہ میں منتظر رہ

ہر چہ آید از جہانِ غیب وش
غیب جیسے جہان سے جو آئے

در دلت ضیفست او را دار خوش
وہ تیرے دل میں مہمان ہے اسکو خوش رکھ

لہ سوال باطن۔ ایاز نے کہا اگر باطنی احوال ناقابل بیان ہیں تو ظاہری احوال خالص اور تشبیہات کیساتھ بتلائے دیتا ہوں۔ طاق۔ یعنی خالص حال۔ جفت۔ یعنی تشبیہات کے ساتھ حال سناتا۔ کہ ز لطفِ۔ اگر یار کی مہربانی ہو تو امتحان کی تلخیاں خوشگوار ہو جاتی ہیں زاں۔ اُن تلخیوں کی استعداد شیریں ہوتی ہے کہ اگر اُسکا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر کا کھارا پن ختم ہو جائے۔ صد ہزاراں۔ احوال کا بقا نہیں ہے وہ طاری ہوتے ہیں اور پھر عالمِ غیب کیطرف چلے جاتے ہیں۔

لہ حال۔ ہر روز کا حال کل کو معدوم ہو جاتا ہے اور دوسرا حال آجاتا ہے جسطرح نہر کا پانی گذرتا رہتا ہے اور اُس کی جگہ نیا پانی لیتا رہتا ہے شادی۔ ہر روز ایک نئی خوشی حاصل ہوتی ہے اور ہر روز کے فکر کا نیا اثر ہوتا ہے۔ تمثیل۔ جو عارف صابر ہیں وہ اپنے احوال کو اسی طرح نوازتے ہیں جس طرح کوئی مسافر اپنا مہمان کو نوازتا ہے۔

لہ ہر صباحے۔ جب انسان صبح کو سو کر اٹھتا ہے تو اُس کے ذہن میں ایک نیا خیال آتا ہے نے غلط۔ میں نے یہ غلط کہا کہ صبح کو خیال مہمان بنکر آتا ہے صحیح بات یہ ہے کہ صبح ہی کو نہیں بلکہ ہر وقت خوشی اور غم کا خیال انسان کے ذہن میں آتا رہتا ہے۔ اے خلیل۔ حضرت ابراہیم

ہیں[1] مگو کیں ماند اندر گردنم
خبردار! نہ کہہ کہ یہ میرے گلے کا ہار بن گیا

کو ہم اکنوں باز پرّد در عدم
کیونکہ وہ بھی اب عدم کی جانب پرواز کر جائیگا

حکایتِ آں مہمان وزنِ خداوند خانہ کہ آہ باراں گرفت

مہمان اور گھر کے مالک کی بیوی کی حکایت، کہ ہائے بارش جم گئی

ومہمان در گردنِ ما ماند

اور مہمان ہماری گردن میں پڑ گیا

آں یکے را بیگہاں آمد رفیق
ایک (میزبان) کے یہاں بے وقت مہمان آگیا

ساخت اُورا ہمچو طوق اندر عنق
اُس نے اسکو گلے کے طوق کی طرح بنا لیا

خواں کشید اُورا کرامتہا نمود
اسکے لئے دسترخوان بچھایا، تواضع کی

آں شب اندر کوئے ایشاں شوربود
اُس رات میں اُن کی گلی میں شادی (کی) تھی

مرد[2] زن را گفت پنہانی سخن
شوہر نے بیوی سے آہستہ سے کہا

کامشب اے خاتون دو جامہ خواب کن
اے خاتون! آج رات کو دو بستر بچھانا

بسترِ ما را بگستر سوئے در
ہمارا بستر دروازے کی جانب بچھا

بہرِ مہماں گستراں سوئے دگر
مہمان کے لئے دوسری جانب بچھا

گفت زن خدمت کنم شادی کنم
بیوی نے کہا خدمت بجالاؤنگی خوش ہونگی

سمع و طاعت اے دو چشمِ روشنم
اے میری دو روشن آنکھیں! سنا اور مانا

ہر دو بستر گستریدو رفت زن
بیوی نے دونوں بستر بچھائے اور چلی گئی

سوئے خانہ[3] شور کرد آنجا وطن
شادی کے گھر کی جانب، وہاں ٹھہر گئی

ماند مہمانِ عزیز و شوہرش
مہمان عزیز اور اس کا شوہر رہ گئے

نقل بنہادند از خشک و ترش
خشک اور کھٹا چیدہ انھوں نے (سامنے) رکھا

در سمر گفتند ہر دو منتخب
دونوں شریفوں نے کہانی میں ذکر کیا

سر گذشت نیک و بد تا نیمشب
آدھی رات تک، نیک اور بد کا تھا

بعد ازاں مہماں ز خواب و از سمر
اسکے بعد نیند اور کہانی کی وجہ سے مہمان

شد دراں بستر کہ بد آنسوئے در
اُس بستر میں چلا گیا جو دروازے کی جانب تھا

شوہر از خجلت بد و چیزے نگفت
شوہر نے شرمندگی کی وجہ سے اُس سے کچھ نہ کہا

کہ ترا ایں سو ست اے جانِ جائے خفت
کہ اے جان! تیرے سونے کی جگہ اِس جانب ہے

---

[1] ہیں۔ کسی مہمان خیال کو یہ نہ کہہ کہ یہ میری گردن کا ہار بن گیا۔ حکایت۔ بیوی نے مہمان کو گلے کا ہار سمجھا خدا وجہ خانہ۔ گھر والا۔ بیگہاں بے وقت۔ عنق۔ مہمان۔ عنق۔ گردن۔ بمعنی شادی بیاہ۔

[2] مرد۔ شوہر نے بیوی سے کہا کہ آج چونکہ مہمان بھی ہے دو بستر بچھانا۔ جامہ خواب۔ سونے کا بستر۔ بسترِ ما را۔ میرا بستر دروازہ کے قریب بچھانا اور مہمان کا بستر اسکو بچھانا۔ سمع و طاعت۔ سننا اور کرنا۔

[3] خانہ شور۔ شادی والا گھر۔ نقل۔ چیدہ۔ سمر۔ رات کی کہانی۔ منتخب۔ میزبان اور مہمان دونوں برگزیدہ شخص تھے۔ بعد ازاں۔ کھانے اور کہانیوں کے بعد مہمان میزبان کے بستر پر سو گیا۔ شوہر شوہر نے مہمان سے یہ نہ کہا کہ آپ کے سونے کے لئے دوسرا بستر ہے۔

کہ برای خواب تو اے بُوالکرم[1]
کہ اے بزرگ! تیرے سونے کے لئے

بستر آں سُوئے دگر افگندہ ام
میں نے بستر دوسری طرف بچھوایا ہے

آں قرارے کہ بزن اُو دادہ بُود
وہ بات جو اُس نے بیوی سے طے کی تھی

گشت مُبدل واں طرف مہماں غنود
بدل گئی، اور اُس جانب مہمان سو گیا

آنشب آنجا سخت باراں درگرفت
اُس رات کو وہاں سخت بارش ہونے لگی

کز شکوہِ ابر شاں آمد شگفت
کہ ابر کی ہیبت سے وہ حیران ہو گیا

زن بیامد بر گمانِ آنکہ شو
بیوی آئی، اِس گمان سے کہ شوہر

سُوئے دَرخفتہ است و آنسو آں عمو
دروازے کی جانب سویا ہوا ہے اور اُس جانب وہ چچا

رفت عُریاں در لحاف آمد م عروس
دلہن ننگی ہو کر فوراً لحاف میں گھس گئی

داد مہماں را بر غبت چند بوس
اور رغبت سے مہمان کے چند بوسے لئے

گفت می ترسیدم اے مردِ کلاں
اس نے کہا اے بزرگ میاں! میں ڈرتی ہوں

خود ہماں آمد ہماں آمد ہماں
وہی ہوا، وہی ہوا، وہی

مرد[2] مہماں را گِل و باراں نشاند
مہمان شخص کو کیچڑ اور بارش نے بٹھا دیا

بر تو چوں صابونِ سُلطانی بماند
تم پر شاہی صابن کی طرح ہو گیا

اندریں باران و گِل اُو کے رَود
اِس بارش اور کیچڑ میں وہ کب جائے گا

بر سر و جانِ تو اُو تاواں شود
آپ کے سر اور جاں پر وہ تاواں بنے گا

زود مہماں جست و گفت اے زن بہل
جلدی سے مہمان اٹھا اور بولا اے عورت! جانے دے

موزہ دارم من ندارم غم ز گِل
میرے پاس موزہ ہے مجھے کیچڑ کا فکر نہیں ہے

من[3] رَواں گشتم شما را خیر باد
میں چل دیا، تم سلامت رہو

در سفر یکدم مَباد اَرُوح شاد
خدا کرے سفر میں تھوڑی دیر کیلئے بھی روح خوش نہ ہو

تا کہ زُود تر جانب مَعدن رَود
تاکہ بہت جلد مکان کی جانب چلی جائے

کایں خوشی اندر سفر رہزن شود
کیونکہ یہ خوشی سفر میں رہزن بنجاتی ہے

زن پشیماں شد ازاں گفتارِ سَرد
عورت اُس سرد مہری کی بات سے شرمندہ ہو گئی

چوں رمید و رفت آں مہمان فرد
جبکہ وہ یکتا مہمان بھڑک گیا اور چلا گیا

زن بے گفتش کہ آخر اے امیر
عورت نے اُس سے بیت کہا کہ اے سردار! آخر

کہ مزاحے کردم از طیبت مگیر
میں نے مذاق کیا ہے، مذاق سے رنجیدہ نہ ہو

---

[1] بُوالکرم۔ مہربان۔ آں قرارے جو بات بیوی سے طے ہوئی تھی وہ اُلٹی ہو گئی۔ آنشب۔ اُس رات ایسی بارش ہوئی کہ اُسکے ابر کو دیکھکر ڈر لگتا تھا۔ غریباں۔ ننگا۔ مہماں۔ مہمان کو شوہر سمجھکر اُسکے بوسے لینے لگی۔ گفت۔ پھر مہمان کو شوہر سمجھکر کہنے لگی کہ جس چیز کا مجھے ڈر تھا وہی ہوئی۔

[2] مردِ مہماں۔ اب کیچڑ اور بارش کیوجہ سے مہمان روانہ نہ ہوگا۔ صابونِ سلطانی۔ کسی شخص کے لئے ایک جمع پر کوئی چیز بادشاہ کیجانب سے مقرر ہونا۔ گِل۔ کیچڑ۔ موزہ دارم۔ میرے پاس چمڑے کے موزے ہیں مجھے کیچڑ کی فکر نہیں ہے۔

[3] من رواں گشتم۔ تم چلے وقت مہمان نے میزبانوں کو دعا دی۔ در سفر۔ دنیا کی زندگی سفر کی حالت ہے اور منزل آخرت ہے سفر میں خوشی اور آرام رہزن بنتا ہے۔ گفتارِ سرد۔ یعنی مہمان کا شکوہ۔ فرد۔ یہ بے مثال بزرگ تھا۔ مزاح۔ مذاق۔ طیبت۔ خوش طبعی کی بات۔

سجدہ و زاری زن سودے نداشت
عورت کے سجدے اور عاجزی نے فائدہ نہ دیا

رفت و ایشاں را دراں حسرت گذاشت
وہ چلا گیا اور ان کو اس حسرت میں چھوڑ گیا

جامہ[1] ازرق کرد زاں پس مرد و زن
میاں بیوی نے اس کے بعد کپڑے نیلے کر لئے

صورتش دیدند شمع بے لگن
انھوں نے اس کی صورت بے شمعدان کی شمع دیکھی

میشد و صحرا از نورِ شمعِ مرد
وہ جا رہا تھا اور جنگل، مرد کی شمع کے نور سے

چوں بہشت از ظلمتِ شب گشت فرد
بہشت کی طرح رات کی تاریکی سے جدا ہو گیا

کرد مہمانخانہ خانہ خویش را
اس نے اپنے گھر کو مہمان خانہ بنا دیا

از غم و از خجلتِ ایں ماجرا
اس قصہ کے رنج اور شرمندگی کی وجہ سے

در درونِ ہر دو از راہِ نہاں
مخفی راہ سے، دونوں کے باطن میں

ہر زماں گفتے خیالِ میہماں
ہر وقت مہمان کا خیال کہتا

کہ بدم[2] یارِ خضر صدرِ گنجِ جود
کہ میں خضر کا یار تھا، بخشش کے سیکڑوں خزانے

می فشاندم لیک وزی تاں نبود
میں نے بکھیرے، لیکن تمہارا حصہ نہ تھے

تمثیلِ فکرِ ہر روز مینہ کہ اندر دل آید مہمانِ نو کہ از اوّل روز

ہر روز جو خیال دل میں آتا ہے اس کی مثال دینا اس نئے مہمان کی جو پہلے ہی دن

در خانہ فرود آید و بحکم و بدخوی کند و فضیلتِ مہمانداری

گھر میں آتا ہے اور حکم چلاتا ہے اور بدمزاجی کرتا ہے اور مہمانداری کی فضیلت

و نازِ مہمان کشیدن

اور مہمان کی ناز برداری کرنا

ہر دمے فکرے چو مہمانِ عزیز
ہر وقت عزیز مہمان کی طرح ایک فکر

آید اندر سینۂ ہر روز نیز
ہر روز سینہ میں بھی آتا ہے

فکر را اے جاں بجایِ شخص دان
اے جان! فکر کو انسان کی طرح سمجھ

زانکہ[3] شخص از فکر دارد قدرِ جاں
کیونکہ انسان فکر ہی سے جان کی قدر کرتا ہے

فکرِ غم گر راہِ شادی میزند
غم کا فکر اگر خوشی کی رہزنی کرتا ہے

کارسازیہائے شادی میکند
وہ خوشی کے سامان مہیا کرتا ہے

خانہ می روبد بہ تندی اوز غیر
وہ تیزی سے غیر کو گھر سے صاف کر دیتا ہے

تا در آید شادیِ نو ز اصلِ خیر
تاکہ اصلِ خیر سے، نئی خوشی آئے

---

[1] جامۂ ازرق۔ رنج میں نیلے کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ صوفیہ۔ اس مہمان سے دل روشن ہو رہا تھا اور جنت کا منظر بن گیا تھا۔ اس میزبان نے اس شرمندگی میں اپنے گھر کو مہمان خانہ بنا دیا۔

[2] کہ بدم۔ دونوں میاں بیوی کے دل میں مہمان کا تصور یہ کہتا تھا کہ میں تمہیں فائدہ پہنچانے آیا تھا لیکن تمہارے مقدر میں نہ تھا۔ یا در بعضر ہم نے ترجمہ خضر یار کیا ہے یعنی وہ خیال کہتا تھا کہ میں تمہارا دوست خضر تھا۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ میں خضر کا ایک دوست تھا اور اگر بعضر خار کے زیر اور ضاد کے زبر سے پڑھا جائے تو سبزی و شادابی کے معنی میں ہے۔ تمثیل۔ فکر خواہ ناخوشگوار ہو اس کو بہ مزاج مہمان سمجھ میں کی لحاظ خدمت کرنی ہے۔ محکم۔ حکم چلاتا۔

[3] زانکہ۔ جان کی قدر اس لئے ہے کہ اس میں قوتِ فکریہ ہے۔ فکر غم۔ غم کا فکر سمجھ کر خوشیوں کا پیش خیمہ ہے۔ غمگین فکر میں انسان رونے سے آنکھ بھول جاتا ہے۔ اصل خیر اللہ تعالیٰ۔

میفشاند[1] برگِ زرد از شاخِ دل — تا بروید برگِ سبز متصل

دل کی شاخ سے زرد پتے جھاڑ دیتا ہے — تاکہ سلسل سبز پتے اُگیں

می کند او بیخ سرو کہنہ را — تا خرامد سروِ نو از ما ورا

وہ پرانے سرو کی جڑ اکھاڑ دیتا ہے — تاکہ عالمِ غیب سے نیا سرو جھومے

غم کند بیخِ کژی بوسیدہ را — تا نماید بیخِ رُو پوشیدہ را

غم، ٹیڑھی سڑی ہوئی جڑ کو اکھاڑتا ہے — تاکہ جڑ مجھے زیغ کو رونما کردے

غم زدل ہر چہ بریزد یا برد — در عوض حقّا کہ بہتر آورد

غم، دل سے نکالتا یا ڈالتا ہے — یقیناً بدلے میں بہتر لاتا ہے

خاصہ آں را کہ یقینش باشد ایں — کہ بُود غم بندۂ اہلِ یقیں

خصوصاً اس کے لئے جس کو یہ یقین ہو — کہ غم اہلِ یقین کا غلام ہوتا ہے

گر ترش رُوئی نیارد ابر و برق[2] — رز بسوزد از تبسمہایِ شرق

اگر ابر اور بجلی بدمزاجی نہ کرے — مشرق کی مسکراہٹوں سے انگور کی بیل جل جائے

سعد و نحس اندر دلت مہماں شود — چوں ستارہ خانہ خانہ میرود

تیرے دل میں اچھا اور بُرا مہمان ہوتا ہے — ستارے کی طرح خانہ بخانہ چلتا ہے

آں زماں کہ او مقیمِ برجِ تست — باش ہمچوں طالعش شیریں و چست

جس زمانے میں وہ تیرے برج میں مقیم ہے — تاکہ کے طالع کی طرح شیریں اور چست بن

تا کہ بامہ چوں شود او متصل — شکر گوید از تو با سلطانِ دل

تاکہ جب وہ سورج سے ملے — دل کے شاہ خدا سے تیرا شکریہ ادا کرے

ہفت سال ایوب[3] با صبر و رضا — در بلا خوش بود با ضیفِ خدا

(حضرت) ایوب صبر اور خوشی کیساتھ سات سال — خدا کے مہمان کے ساتھ مصیبت میں خوش تھے

تا چو او گردد بلایِ سخت رُو — پیشِ حق گوید بصد گوں شکرِ او

تاکہ جب سخت مصیبت واپس ہو — اللہ (تعالیٰ) کے سامنے سیکڑوں طرح اسکا شکر بجا لائے

کز محبت با منِ محبوب کُش — رُو نکرد ایوب یک لحظہ ترُش

کہ مجھ دوست کُش کے ساتھ محبت سے — (حضرت) ایوب نے ایک لمحہ کیلئے بھی مُنہ نہ بنایا

از وفا و خجلتِ حکمِ خدا — بود چوں شیر و عسل او با بلا

وفاداری اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم کے لحاظ سے — وہ مصیبت میں دودھ اور شہد کی طرح تھے

---

[1] می فشاند۔ غم انگیز فکر تمام افکار کو ختم کر دیتا ہے تاکہ دل میں خوشی اُگے۔ اور تا ایں غیب۔ غم پرانے افکار کی بوسیدہ جڑیں اکھاڑ پھینکتا ہے تاکہ چھپی ہوئی نئی جڑ برگ و بار لائے۔ بہتر اور دیرپا۔ روح کی صفائی اور قلبی کا خیال اہلِ یقین۔ غم ان کی غلامی سے اُن کے پاس آتا ہے۔

[2] گر ترش روئی۔ بجلی اور ابر کی ترش روئی انگور کی بیل کی حیات ہے محض سورج کی مسکراہٹیں اس کو جلا ڈالتی ہیں۔ شرق۔ مشرق۔ مستعار۔ رنج و خوشی اسی طرح دل کے خانوں کو طے کرتے ہیں جس طرح سعد و نحس ستارے آسمان میں اپنے منازل کو طے کرتے ہیں۔ او۔ یعنی خیال۔ برج یعنی دل۔ تا۔ وہ فکر بارگاہِ خداوندی میں تمہاری شکر گذاری کا ذکر کرے۔

[3] ایوب۔ حضرت ایوب کا صبر مشہور ہے ضیف خدا۔ خدائی مہمان یعنی مصیبت۔۔ مصیبت کشی۔ فکر و غم جس سے تعلق پیدا کرتے ہیں اس کو مار ڈالتے ہیں۔ عجلت۔ یعنی حضرت ایوب اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ یہ مصیبت اللہ کے حکم سے آئی ہے۔

فکر[1] در سینہ درآید نو بنو
فکر سینہ میں تازہ بتازہ آتا ہے

خند خنداں پیشِ او تو باز رو
تو ہنستا ہنساتا پھر اُس کے سامنے جا

کہ اَعِذنِی خَالِقِی مِن شَرِّہٖ
کہ اے میرے پیدا کرنے والے مجھے اسکے شر سے پناہ

لَا تُحَرِّمنِی اَنِلنِی مِن بِرِّہٖ
مجھے محروم نہ کر مجھے اُس کی بھلائی عطا کر

رَبِّ اَوزِعنِی اَن اَشکُرَ مَا اَزَی
اے رب! جو کچھ دیکھتا ہوں اُسکا شکر ادا

لَا تُعَقِّب حَسرَۃً فِی اِثرِ مَضٰی
اگر چلا جائے، اُس کے بعد تو حسرت پیدا نہ فرما

آں ضمیرِ رُو ترُش را پاسدار
اُس ترشرو خیال کا تو لحاظ کر

آں ترُش را چوں شکر شیریں شمار
تو اُس ترُش کو شکر شمار کر

ابر را گر ہست ظاہر رُو ترُش
ابر اگرچہ بظاہر ترُش رُو ہے

گلشن آرندہ ست ابرِ شور کُش
وہ چمن پیدا کرنے والا ہے اور شور کو شانے والا ہے

فکرتِ[2] غم را مثالِ ابر داں
تو غم کے فکر کو ابر کی طرح سمجھ

باترُش تو رو ترُش کم کُن چناں
اس طرح تو ترُشرو کے ساتھ ترُشروئی نہ کر

بُود کہ آں گوہر بدستِ او بُود
ہو سکتا ہے کہ کوئی گوہر اُس کے ہاتھ میں ہو

جہد کُن تا از تو او راضی رود
کوشش کر تاکہ وہ تجھ سے خوش جائے

وَر نباشد گوہر و نبُود غنی
اگر گوہر ابھی نہ ہو اور وہ مال دار بھی نہ ہو

عادتِ شیرین خود افزوں کُنی
تو تُو اپنی شیریں عادت بڑھالے گا

جایِ دیگر سُود دارد عادتت
تیری عادت دوسری جگہ مفید ہوگی

ناگہاں روزے برآید حاجتت
اچانک کسی روز تیری مُراد بر آئے گی

فکر[3] تے کز شادیت مانع شود
وہ فکر جو تیرے لئے خوشی سے مانع ہو

آں بامرِ و حکمتِ صانع شود
وہ خدا کے حکم اور حکمت کی بنا پر ہوتا ہے

تو مخواں دو چار دانش آں جواں
اے جوان! تو اُس کو حقیر نہ سمجھ

بُود کہ نجمے باشد و صاحبقراں
ہو سکتا ہے کہ وہ ستارہ اور سعادت مند ہو

تو مگو فرعے ست او را اصل گیر
تو (اُس کو) شاخ نہ کہہ اُس کو جڑ سمجھ

تا شوی پیوستہ بر مقصود چیر
تاکہ ہمیشہ مقصود پر غالب رہے

وَر تو آں را فرع گیری و مُضِر
اگر تو اُس کو شاخ اور مُضر سمجھے گا

چشمِ تو در اصل باشد منتظر
تیری آنکھ جڑ کے لئے منتظر رہے گی

---

[1] فکر۔ جو نئے نئے افکار دل میں آئیں اگر ہنسی خوشی قبول کرے۔ خوشی سے قبول کرنا یہ ہے کہ توبہ و دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس فکر کے شر سے مجھے محفوظ رکھ اور مجھے اُس کی بھلائی سے محروم نہ کر جو میں تیری جانب سے دیکھوں اُس پر شکر کروں اور اُسکے چلے جانے کے بعد مجھے یہ حسرت نہ ہو کہ میں نے اُس پر صبر کیوں نہ کیا۔

[2] فکرت۔ اپنے غم کو ابر کی طرح سمجھ اور اسکے فوائد پر غور کر۔ ترُش ہو سکتا ہے کہ اس فکر میں تیری خیر مستتر ہو۔ (تنبیہ خذ۔ اگر خیر بھی مستتر نہیں ہے تو تیرے صبر میں وقار اضافہ کا سبب ہے۔ جاہی گے۔ یہ صبر کی عادت دوسری جگہ بھی مفید ہوگی۔

[3] فکر۔ جو غم شادی سے مانع ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ اور اس میں کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ دو چار دانگ۔ دو چار دانی یعنی حقیر۔ صاحبقراں۔ سعادت بخش نصیب جس کی ولادت بائلہ کے استقرار کے وقت زحل اور مشتری ایک برج میں ہوں۔ تو مگو۔ اس فکر کو اصل سمجھ اور اسی کو مقصود بنا تاکہ مقصود سے محروم اور اسکا منتظر رہے۔

زہر آمد[1] انتظار اندر چشش — دائما در مرگ باشی زاں رَوِش

انتظار و زائقہ میں زہر ہے — اِس رَوِش سے تو ہمیشہ موت میں رہیگا

اصل داں آنرا بگیرش در کنار — باز رہ دائم ز مرگ انتظار

اُس کو جڑ سمجھ اُس کو بغل میں لے لے — موت کے انتظار سے ہمیشہ نجات حاصل کر

نواختنِ سُلطان محمود ایاز را

سلطان محمود کا ایاز کو نوازنا

اے ایاز پُر نیاز صدق کیش — صدقِ تو از بحر و زکوہ ست بیش

اے نیاز مند، سچائی کے طریقہ والے ایاز! — تیری سچائی سمندر اور پہاڑ سے زیادہ ہے

نے بوقتِ شہوتت باشد عثار — کہ رَوَد عقلِ چو کوہت کاہ وار

نہ شہوت کے وقت تیرے لڑکھڑش ہے — کہ تیری پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے

نے بوقتِ خشم و کینہ صبرہات[2] — سُست گردد در قرار و در ثبات

نہ غصہ اور کینہ کے وقت تیرے صبر — تکاؤ اور جماؤ میں سُست ہوتے ہیں

ہست مردی این نہ آں ریش و ذکر — ورنہ بُودے میرِ میراں کیرِ خر

مردانگی یہی ہے، نہ وہ داڑھی اور شرمگاہ — ورنہ گدھے کی شرمگاہ سرداروں کی سردار ہوتی

حق کرا خواندست در قرآں لِجال — کے بُود ایں جسم را آں جا مجال

جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مرد کہا ہے — وہاں اِس جسم کی کہاں گنجائش ہے؟

رُوحِ حیواں راچہ قدر ست اے پسر[1] — آخر از بازارِ قصّاباں گذر

اے بیٹا! حیوانی روح کی کیا قدر ہے؟ — آخر قصائیوں کے بازار سے گذر

صد ہزاراں[2] سر نہادہ بر شکم — ارزشاں از دُنبہ واز دُم کم

لاکھوں سر یان، پیٹ پر رکھی ہوئی ہیں — جن کی قیمت چکدی اور دُم سے سستی ہے

تا توانی بندۂ شہوت مشو — در پیِ شہوت مکُن دل را گرو

جب تک تجھ سے ہو سکے شہوت کا غلام نہ بن — شہوت کے پیچھے دل کو گروی نہ کر

ورنہ شہوت خان و مانت برکند — زندہ ات در گورِ تاریک افگند

ورنہ شہوت تیرا گھر بار اُکھاڑ دے گی — تجھے زندہ اندھیری قبر میں پھینک دے گی

رو بسی باشد کہ از جولانِ کیر — عقلِ اُو موشے شود شہوت چو شیر

رنڈی ہوگی کہ (مرد کی) شرمگاہ کی حرکت سے — اُسکی عقل چوہے جیسی اور شہوت شیر جیسی ہو جاتی ہے

---

[1] زہر آمد۔ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے جو کچھ وقت سے آتا ہو اُس کو خدا کے اسماء میں سے کسی اسم کا مظہر سمجھتا ہے یہی اسماء وصفات کے عشق کا اثر ہے صدق کیش۔ وہ جس نے سچائی کو مذہب بنایا ہو۔ عثار۔ لڑکھڑش۔ کہ رود۔ یعنی پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے۔

[2] صبر ہات۔ دام طور پر انسان غصہ میں صبر و ثبات کو چھوڑ دیتا ہے۔ ہست۔ اصل مردانگی یہی ہے کہ غصہ کے وقت انسان اپنے آپ پر قابو پالے۔ داڑھی اور مذکر اعضاء پر مردانگی کا اطلاق نہیں ہے ورنہ گدھا سب سے بڑا مرد ہوتا۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے رجال ان لوگوں کو کہا ہے جن کی روح مصفّی ہو چکی ہے اور روح سے مُراد روح حیوانی نہیں ہے۔

[1] صد ہزاراں۔ روح حیوانی کو ذلت کا منظر دیکھنا ہو تو قصائیوں کے بازار میں جاکر دیکھ لے۔ ارزاں۔ قیمت شہوت۔ شہوت پرستی انسان کی بربادی کا باعث ہے اور انسان کو زندہ درگور کر دیتی ہے۔ زندگی۔ عاقبت عورت شہوت میں اندھی ہو جاتی ہے۔

وصیت[1] پدر دختر را کہ خود را نگاہ دار تا حاملہ نشوی ازیں شوہر

باپ کی بیٹی کو نصیحت کہ اپنی حفاظت کر، ایسا کہ تو اس شوہر سے حاملہ نہ ہو جائے

خواجۂ بودست اورا دختر ے — زہرہ خدے مہ رخے سیمیں برے

ایک صاحب کے ایک لڑکی تھی — زہرہ جیسے رخسار والی چاند جیسے چہرے والی پاکیزہ جسم

گشت بالغ داد دختر را بشو — شو نبود اندر کفایت کفو او

وہ بالغ ہو گئی اس نے وہ شوہر کو دے دی — شوہر حیثیت میں اس کا ہمسر نہ تھا

خربزہ چوں در رسد شد آبناک — گر نہ بشگافی تبہ گشت و ہلاک

خربوزہ جب پک جاتا ہے رسیلا ہو جاتا ہے — اگر تو اس کو نہ چیرے گا، تباہ اور برباد ہو جائیگا

چوں ضرورت بود دختر را بداد — او بنا کفوے ز تخویف فساد

چونکہ مجبوری تھی، لڑکی دے دی — اس نے فساد کے ڈر سے غیر ہمسر کو

گفت[2] دختر اگر ہیں داماد تو — خویشتن پرہیز کن حاملہ مشو

اس نے لڑکی سے کہا کہ تو اس داماد سے — اپنے آپ کو بچا، حاملہ نہ ہو

ایں غریب خوار را نبود وفا — بر تو طفلِ او بماند مظلمہ

اس ذلیل، فقیر میں وفاداری نہ ہوگی — اس کا بچہ تیرے ذمہ پاداش میں رہ جائے گا

ہست پندت دلپذیر و مغتنم — گفت دختر اے پدر خدمت کنم

آپ کی نصیحت دل کو لگنے والی اور غنیمت ہے — لڑکی نے کہا اے ابا! قبول کروں گی

ایں[3] چنیں قومے بعالم ہم بدند — ہر دو روزے ہر سہ روزے آں پدر

دنیا میں ایسے لوگ بھی تھے — ہر دوسرے اور تیسرے دن وہ باپ

حاملہ شد ناگہاں دختر ازو — کز چنیں نوعے نصیحت گر شدند

اچانک لڑکی اس سے حاملہ ہو گئی — کہ اس طرح کی نصیحت کرنیوالے ہوئے ہیں

از پدر آں را نہاں میداشتش — چونکہ بد ہر دو جواں خاتون و شو

اس نے اس کو باپ سے چھپائے رکھا — چونکہ شوہر اور بیوی دونوں جوان تھے

پنج ماہہ گشت کودک کاشکش — پنج یا شش ماہہ ہونے کا ہو گیا

---

[1] وصیت پند۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی شوہر سے مغلوب ہو گئی تھی (یعنی جوان لڑکی ہے کوئی خرابی نہ کر بیٹھے۔

[2] گفت۔ باپ نے اس لڑکی کو حاملہ نہ بننے کی ہدایت کی۔ مقصد یعنی نکاح۔ بچہ نہ یعنی چھوڑ کر بھاگ جائیگا۔ مظلمہ ظلم کی پاداش۔ مؤاخذہ۔

[3] ایں چنیں۔ یعنی کہتے ہیں کہ ایسے بیوقوف بھی دنیا میں ہیں جو اس طرح کی بھی نصیحتیں کرتے ہیں کہ لڑکی۔ یعنی پیٹ کا بچہ۔

گشت پیدا گفت بابا چیست این — من نہ گفتم کہ ازو دوری گزیں

وہ ظاہر ہو گیا، باوا نے کہا یہ کیا ہے؟ — میں نے تجھے نہیں کہا تھا اُس سے دوری اختیار کر

آں وصیتہائے من خود باد بود[1] — کہ نکردت پند و وعظم ہیچ سود

وہ میری نصیحتیں خود باد ہوائی ہوئیں — کیونکہ میرے وعظ اور نصیحت نے کوئی فائدہ نہ دیا

گفت بابا چوں کنم پرہیز من — آتش و پنبہ است بیشک مرد و زن

اُس نے کہا ابا! میں کیسے بچتی؟ — مرد و عورت آگ اور روئی ہیں

پنبہ را پرہیز از آتش کجاست — یا در آتش کے حفاظت و نقاست

روئی کا آگ سے کہاں بچاؤ ہے؟ — یا آگ میں نگہداشت اور بچاؤ کہاں ہے؟

گفت کے گفتم کہ سوئی او مرو — تو پذیرای منی او مشو

اُس نے کہا میں نے کب کہا تھا کہ تو اسکے پاس جا؟ — یہ کہا تھا، تو اسکی منی کو قبول کرنے والی نہ بن

در زمانِ حال و انزال و خوشی — خویشتن باید کہ ازوے در کشی

کیفیت اور انزال اور لذت کے وقت — چاہیئے (تھا) کہ اُس سے اپنے آپ کو کھینچتی

گفت[2] کے دانم کہ انزالش کیست — این نہان است و بغایت دور دست

اُسنے کہا مجھے کب معلوم تھا، کہ اسکو انزال کب ہوگا؟ — یہ پوشیدہ اور انتہائی بعید ہے

گفت چوں چشمش کلاپیسہ شود — فہم کن کاں وقتِ انزالش بود

اُس نے کہا، جب اُس کی آنکھیں چڑھیں — سمجھ لو کہ اُس کے انزال کا وقت ہے

گفت تا چشمش کلاپیسہ شدن — کور میگردد ز شہوت چشم من

اُس نے کہا، اُس کی آنکھیں چڑھنے تک — شہوت سے میری آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں

نیست ہر عقل حقیرے پائدار — وقتِ حرص و وقتِ جنگ و کارزار

ہر حقیر عقل، مضبوط نہیں ہے — حرص کے وقت اور جنگ و کارزار کے وقت

وصفِ[3] ضعفِ دلی و سستیِ صوفی سایہ پروردہ مجاہدہ

اُس صوفی کے دل کی کمزوری اور سستی کا بیان جو سائے میں پلا تھا، مجاہدہ نہ کئے

ناکردہ، درد و داغِ عشق ناچشیدہ، بسجدہ دست بوسیں

ہوئے تھا، عشق کا درد اور داغ نہ مچھے ہوئے تھا، سجدے اور عوام کی دست بوسی

عام و بحرمت نظر کردن و بانگشت نمودنِ ایشاں کہ

اور احترام سے دیکھنے، اور اُن کی انگلی اٹھانے سے ——

---

[1] باد بود — ہوا ہوئی

[2] گفت — لڑکی نے کہا مجھے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کو انزال کس وقت ہو رہا ہے۔ دور دست۔ وہ مقام جہاں پہنچنا مشکل ہے۔ کلاپیسہ۔ آنکھوں کا چڑھ جانا کہ پتلی نظر نہ آئے۔ گفت۔ لڑکی نے کہا اُس وقت مرد میں خود شہوت سے اندھی ہوتی تھی۔ وقتِ حرص۔ لالچ اور جنگ میں بہت کم عقلیں قائم رہتی ہیں۔

[3] وصف۔ ابن صوفی صاحب کے قصہ سے یہ بتایا ہے کہ جنگ کے وقت اُن کی عقل بیکار ہو گئی تھی، یہ صوفی صاحب خانقاہ کے سایہ میں پلے تھے مجاہدے کی مشقتیں نہ اٹھائی تھیں عوام کی محبت بوسی سے اپنے آپ کو کامل انسان سمجھ بیٹھے تھے۔ انگشت۔ مشہور آدمی کی طرف لوگ انگلیوں سے اشارے کرتے ہیں۔

امروز در زمانہ صوفی اُوست — غرہ شدہ و بوہم بیمار شدہ چوں

آج کل دنیا میں وہی صوفی ہے، وہ دھوکے میں آگیا تھا اور وہم کی بیماری میں مبتلا ہوگیا تھا

آں مُعلِم کہ کودکاں گفتند — کہ رنجوری و بایں وہم کہ من مجاہدم

اُس اُستاد کی طرح جس کو بچوں نے کہا تھا کہ آپ بیمار ہیں اور اِس وہم سے کہ میں مجاہد ہوں

مرادریں راہ پہلوان میدانند — باغازیاں بغزا رفتہ کہ بظاہر

لوگ سمجھے اِس راہ کا پہلوان سمجھتے ہیں، غازیوں کے ساتھ جہاد میں چلا گیا، کہیں ظاہری

نیز بنمایم جہاد کہ در جہادِ اکبر مُستثنیٰ اَم جہادِ اصغر خود پیش

جہاد بھی کروں گا، کیونکہ میں بڑے جہاد میں ممتاز ہوں، چھوٹا جہاد میرے سامنے کیا

من چہ محل دارد و خیالِ شیر — در دیدہ و دلیر بہا کردہ و مُست

وقت رکھتا ہے؟ اور شیر ہونے اور بہادروں کا لقب آنکھ میں بہا کر اور اِن

ایں دلیر بہا شدہ و رُوی بہ بیشہ نہادہ بقصدِ شیرو

بہادریوں میں مست ہوکر اور شیر کے ارادے سے جنگل کا رُخ کیا اور

شیر بزبانِ حال گفتہ کہ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ

شیر نے زبانِ حال سے کہا کہ ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے پھر

کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

ہرگز نہیں، تم عنقریب جان لوگے

رَفت یک صوفی بہ لشکر در غزا — ناگہاں آمد قطار ریق و وَغا

ایک صوفی جہاد میں لشکر کے ساتھ چلا گیا اچانک جنگ کا شور و غوغا اٹھا اور جنگ شروع ہوگئی

ماند صوفی با بُنہ و خیمہ و ضِعاف — فارساں راندند تا صفِ مُصاف

صوفی سامان اور خیمہ اور کمزوروں کیساتھ رہ گیا شہسواروں کے میدانِ جنگ کی صف کیطرف گھوڑے دوڑا دیے

مُشتغلانِ خاک بر جا ماندند — سابِقُونَ السَّابِقُون در راندند

مٹی کے بوجھ، (اپنی) جگہ پر رہ گئے سبقت کرنیوالے پیش قدم آگے دوڑ گئے

جنگہا کردہ مُظفر آمدند — باز گشتہ با غنائم سُود مند

جنگ کرکے کامیاب واپس آگئے مالدار ہوکر غنیمتوں کے ساتھ لوٹ آئے

ارمُغاں دادند کاے صوفی تو نیز — اُو بروں انداخت نشنید ہیچ چیز

اُنھوں نے تحفہ دیا کہ اے صوفی! تو بھی لے اُس نے باہر پھینک دیا، کوئی چیز نہ لی

۱؎ چوں مُسلم پہلے مولانا نے قصہ سنایا تھا کہ کتب کے بجوم نے اُستاد کو بلاوجہ بیمار بنا دیا تھا۔ جہادِ اکبر۔ یعنی نفس کے ساتھ جہاد۔ مُستثنیٰ۔ ممتاز۔ جہادِ اصغر۔ کافروں سے جہاد کرنا۔

۲؎ نَلَاشوف۔ قرآن نے کافروں کے غلط خیالات کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ عنقریب حقیقتِ حال سامنے آجائے گی۔ غزا۔ جہاد۔ کفار سے جنگ۔ بہ شور و غل۔ لڑکا جنگ۔ بُنہ۔ سامان۔ مضاف صفوف کی جگہ میدانِ جنگ۔ مُختلف ست۔ بوجھل۔

۳؎ جنگہا۔ جہاد جہاد میں کامیاب ہوکر مالِ غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔ ارمغان۔ یعنی مالِ غنیمت میں سے حصہ۔

پس بگفتندش کہ خشمینی[1] چرا
پھر انھوں نے کہا کہ تو غصہ میں کیوں ہے؟

گفت من محروم ماندم او غزا
اس نے کہا، میں جہاد سے محروم رہ گیا

زاں تلطّف ہیچ صوفی خوش نشد
اس مہربانی سے صوفی کچھ بھی خوش نہ ہوا

کو میانِ غزو خنجر گش نشد
کیونکہ وہ جہاد میں خنجر چلانے والا نہ بنا

پس بگفتندش کہ آوردیم اسیر
تو انھوں نے اس سے کہا ہم قیدی لائے ہیں

آں یکے را بہرِ کشتن تو بگیر
اس ایک کو قتل کرنے کے لئے لے لے

سر ببرّش تا تو ہم غازی شوی
اس کا سر قلم کر دے تاکہ تو بھی غازی بن جائے

آنگہ خوش گشت صوفی دل قوی
صوفی تھوڑا خوش ہوا اور مضبوط دل بن گیا

کاب را گر دروضو صد رو نئی ست
کہ اگرچہ وضو میں پانی کے سیکڑوں نور ہیں

چونکہ آں نبود تیمم کردنیست
جب وہ نہ ہو تو تیمم کرنا ہی ہے

بُرد صوفی آں اسیرِ بستہ را
اس بندھے ہوئے قیدی کو صوفی لے گیا

در پئے خرگہ کہ آرد او غزا
خیمہ کے پیچھے، کہ وہ جہاد کرے

دیر ماند[2] آں صوفی آنجا با اسیر
صوفی قیدی کے ساتھ وہاں بہت دیر رہا

قوم گفتند اے عجب چوں شد فقیر
لوگوں نے کہا تعجب ہے، صوفی کو کیا ہوا؟

کافرِ بستہ دو دست او کشتنی ست
دونوں ہاتھ بندھا کافر، قتل ہو جانے والا ہے

بسملش را موجبِ تاخیر چیست
اس کے ذبح کرنے میں تاخیر کا کیا سبب ہے

رفت آں یک در تفحص در پئیش
جستجو میں، ایک اس کے پیچھے چلا

دید کافر را ببالائے دیش
اس نے کافر کو اس کے اوپر دیکھا

ہمچو نر بالائے مادہ آں اسیر
وہ قیدی، مادہ پر نر کی طرح تھا

ہمچو شیرے خفتہ بالائے فقیر
وہ فقیر بزدل شیر کی طرح پڑا تھا

دستہا بستہ[3] ہمی خائید او
ہاتھ بندھے ہوئے وہ چبا رہا تھا

از سرِ استیزہ صوفی را گلو
صوفی کا گلا دشمنی کی وجہ سے

گبر میخائید با دنداں گلوش
کافر دانتوں سے اس کا گلا چبا رہا تھا

صوفی افتادہ بزیر و رفتہ ہوش
صوفی نیچے پڑا تھا اور ہوش اڑ گئے تھے

دست بستہ گبر ہمچوں گربۂ
ہاتھ بندھے ہوئے کافر نے بلی کی طرح

خستہ کردہ خلقِ او بے حربۂ
بغیر ہتھیار کے اس کے گلے کو زخمی کر دیا

[1] خشمینی۔ تو غصہ میں کیوں ہے۔ تلطف۔ مہربانی۔ اسیر۔ قیدی۔ غازی۔ یعنی اس قیدی کا سر قلم کر کے غازی بن جا۔ کاب۔ صوفی نے کہا وضو نہ ہو تو تیمم سے کام چل جاتا ہے اس جہاد تو میدان جنگ میں تھا یہ بھی مجبوری کا جہاد ہے۔ خرگہ۔ خیمہ۔

[2] دیر ماند۔ صوفی کی دلجوئی میں دیر ہوئی تو لوگ حیران ہوئے۔ کافر۔ ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کو قتل کرنے میں اس قدر دیر کا کیا کام ہے۔ تفحص۔ جستجو۔

[3] دستہا بستہ۔ دونوں ہاتھ بندھا ہوا کافر صوفی کے گلے کو دانتوں سے چبا رہا ہے۔ گبر۔ اس کافر نے اس صوفی کا گلا اس قدر چبایا کہ صوفی بیہوش ہو گیا۔ حربہ۔ نیزہ۔

نیم کُشتش کرد با دنداں اسیر
قیدی نے دانتوں سے اس کو آدھ موا کر دیا

ریشِ اُو پُر خوں ز خَلقِ آں فقیر
اُس فقیر کے خلق کے خون سے اُسکی داڑھی بھری ہوئی

ہمچو تو کز دستِ نفسِ بستہ دست
تیری طرح، کہ ہاتھ بندھے نفس سے

ہمچو آں صوفی فتادستی بہ پست
اُس صوفی کی طرح نیچے گرا پڑا ہے

اے شدہ عاجز ز تَلِ کیشِ تو
اے وہ کہ تو اپنے مذہب کے ٹیلے سے عاجز ہے

صد ہزاراں کوہ پیشِ تو
تیرے سامنے لاکھوں پہاڑ ہیں

زینقدر خرپشتہ مُردی از شکوہ
تو اتنا ڈھلوان ٹیلے سے مرگیا

چوں روی بر عقبہائے ہمچو کوہ
تو پہاڑ جیسی گھاٹیوں پر کیسے گذرے گا

غازیاں کُشتند کافر را بہ تیغ
غازیوں نے کافر کو تلوار سے مار ڈالا

ہمدراں ساعت ز جمیت بیدرنگ
بے دریغ اُسی وقت لمحہ سے

بر رُخِ صُوفی زدند آبِ گلاب
صوفی کے چہرے پر پانی اور گلاب چھڑکا

تا بہوشش آید ز بیہوشی و خواب
تاکہ وہ بیہوشی اور غفلت سے ہوش میں آجائے

چوں بخویش آمد بدید آں قوم را
وہ جب ہوش میں آیا اُس نے قوم کو دیکھا

پس بپرسیدند چوں بُد ماجرا
تو اُنھوں نے پوچھا کیا قصہ ہوا؟

اللہ اللہ اے پسر حالت چہ ست اے عزیز
اللہ اللہ اے پیارے! یہ کیا حال ہے؟

انچنیں بیہوش کشتی از چہ چیز
تو کس چیز سے ایسا بے ہوش ہوگیا؟

از اسیرِ نیم کُشتہ بستہ دست
آدھ موئے، ہاتھ بندھے، قیدی سے

انچنیں بیہوش اُفتادی و پست
اس طرح بے ہوش اور پست ہو کر گر پڑا

گفت چوں قصدِ سرش کردم بخشم
اُسنے کہا جب میں نے غصہ سے اُسکے سر کا ارادہ کیا

طُرفہ در من بنگرید آں شوخ چشم
اُس بے حیا نے مجھے عجیب طرح پر گھورا

چشم را وا کرد بہن اُو سوی مَن
اُس نے میری جانب آنکھیں پھاڑیں

چشم گردانید و شُد ہوشم ز تن
آنکھوں کو گھمایا اور میرے ہوش بدن سے اُڑ گئے

گردشِ چشمش مرا لشکر نمود
اس کی آنکھوں کا گھومنا مجھے لشکر نظر آیا

می ندانم گفت چوں پُر ہول بُود
میں بتا نہیں سکتا کہ کس قدر خوفناک تھیں

قصہ کوتہ کُن کزاں چشم انچنیں
قصہ مختصر کر کہ اُن آنکھوں سے میں ایسا

رفتم از خود اُفتادم بر زمیں
بے ہوش ہوا، زمین پر گر پڑا

---

۵۱ نیم کشتش۔ اس کافر نے صوفی کو نیم مُردہ بنا دیا اور اُس کی داڑھی اُس صوفی کے خون میں لتھڑ گئی۔ ہمچو تو۔ اُس صوفی کا ہاتھ بندھے کافر سے جو اسیر ہوا وہی نفس کے ہاتھوں تیرا حال ہے۔ تل۔ ٹیلہ۔ خرپشتہ۔ وہ ٹیلہ جس کے کنارے ڈھلواں ہوں۔ بقعہ۔ پہاڑ کی گھاٹی۔ جمیت۔ عار کی وجہ سے غصہ کرنا۔

۵۲ چوں۔ جب صوفی کو ہوش آیا تو اُس سے بیہوش ہونے کا قصہ پوچھا کہ ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کے نیچے پڑے ہوئے بے ہوش کیوں ہوئے۔ طرفہ۔ اُس کافر نے عجب طرح پر گھور کر دیکھا بڑی بڑی آنکھیں نکالیں اور اُن کو گھمایا تو میں بے ہوش ہوگیا۔

۵۳ گردش۔ اُس کے آنکھیں چمکانے سے مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کوئی لشکر آگیا ہے میں اُس کی خوفناکی کا بیان بھی نہیں کر سکتا ہوں۔

فِتنہ کوتہ کُن کزاں غمزہ[1] گراں — رفتم از خود او فتادم من دراں
فتنہ کو مختصر کر، اس کی تیکھی نظروں سے — میں بے ہوش ہو گیا، میں اس میں گر پڑا

نصیحت کردنِ مبارزاں اُورا کہ بایں دل و زہرہ کہ تو داری

اس کو جنگ جویوں کا نصیحت کرنا کہ اس دل اور پتے کے ساتھ جو کہ تو رکھتا ہے

از کلاپیسہ شدنِ چشمِ کافرِ اسیر دست بستہ بیہوش و دشنہ

ہاتھ بندھے ہوئے قیدی، کافر کی پُتلیاں چڑھنے سے بے ہوش ہو گیا اور تیشہ

از دست بیفگندی زینہار ہزار زینہار کہ ملازمِ مطبخِ خانقاہ

ہاتھ سے گرا دیا، خبردار، خبردار، کہ خانقاہ کے مطبخ میں بیٹھا رہ

باش و سُوئے پیکار مرو تا رُسوا نشوی

اور جنگ کی طرف نہ جا تاکہ رُسوا نہو

قوم گفتندش بہ پیکار و نبرد — باچنیں زہرہ کہ تو داری مگرد
لوگوں نے اُس سے کہا لڑائی اور جنگ میں — اس پتے سے جو تو رکھتا ہے، نہ جا

گردِ مطبخ گرد و اندر خانقاہ — تا دگر رُسوا نگردی در سپاہ
مطبخ اور خانقاہ کے اندر بیٹھا رہ — تاکہ لشکر میں دوبارہ رُسوا نہ ہو

چوں ز چشمِ آں اسیرِ بستہ دست — غرقہ گشتی کشتیِ تو در شکست
جب اُس ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کی آنکھوں سے — تو ڈوب گیا، تیری کشتی ٹوٹ گئی

پس میانِ حملۂ شیرانِ نر — کہ بُود با تیغِ شاں چوں گوی سر
تو نر شیروں کے حملہ کے درمیان — جن کی تلواروں کے سامنے سر گیند کی طرح ہیں

کہ زطاقا[2] طاقِ گردنہا زدن — طاق طاقِ جامہ کوباں ممتہن
کہ اُن کے گردن کاٹنے کی تراخ پڑاخ سے — دھوبیوں کی چھوا چھو کمتر ہے

کہ ز فشا فاشِ تیرِ جانستاں — ابرِ آذاری جگل در امتحاں
کہ مار ڈالنے والے تیروں کے زناٹے سے — موسم بہار کا ابر آزمائش میں شرمندہ ہے

کے توانی کرد در خوں آشنا[3] — چوں نہ با جنگِ مرداں آشنا
تو خون میں کیسے تیراکی کر سکے گا؟ — جبکہ تو بہادروں کی جنگ سے آشنا نہیں ہے

بس تنِ بے سر کہ دارد اضطراب — بس سرِ بے تن بجوں بر چوں حباب
بہت سے بے سر کے دھڑ تڑپتے ہیں — بہت سے بے دھڑ کے سر خون پر بلبلوں کی طرح ہیں

[1] غمزہ۔ آنکھ کا اشارہ۔ زہرہ۔ پتہ۔ کلاپیسہ شدنِ چشم۔ آنکھوں کی پُتلیاں چڑھنا۔ گرد مطبخ۔ خانقاہ کے مطبخ کے چکر لگا یا کر تاکہ پھر شرمندہ نہ ہو۔ کہ تو۔ جو ایسے بہادر ہیں کہ ان کی تلوار کے سامنے بہادروں کے سر پتے کی گیند کی طرح ہیں۔

[2] طاقا طاق۔ تلواروں کی آواز۔ طاق طاق۔ دھوبی کے کپڑوں کو پٹڑے پر پٹخنے کی آواز۔ فشا فاش۔ تیزوں کے چلنے کی آواز۔ جگل۔ شرمندہ۔

[3] آشنا۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی تیرنا اور دوسرے مصرع میں بمعنی واقف ہے۔ بس کچھ دھڑ بغیر سر کے ہیں اور کچھ سر بغیر دھڑ کے ہیں۔ حباب۔ بلبلہ۔

زیرِ دست و پایِ اَسپاں در غزا[1] — صد فنا کُن غرق گشتہ در فنا

جہاد میں گھوڑوں کے ہاتھ پاؤں کے نیچے — سینکڑوں فنا ہیں فنا میں غرق ہیں

اینچنیں ہوشے کہ از موشے پرید — اندراں صف تیغ چوں خواہد کشید

ایسا ہوش! جو چوہے سے اُڑا — اُس صف میں تو تلوار کیسے سونت سکے گا؟

چاشت ست ایں خمر خوردن نیست ایں — تا تو بر مالی بخوردن آستیں

یہ جنگ کا وقت ہے، یہ شراب نوشی نہیں ہے — تاکہ تو پینے کے لئے آستین چڑھائے

نیست حمزہ خوردن اینجا تیغ بیں — حمزہ باید دریں صف آہنیں

یہ جگہ تر و تیز کھانا نہیں ہے، تلوار دیکھ — اس صف میں تو جیسا (حضرت) حمزہؓ درکار ہے

نیست لوتِ چرب، تیغ و خنجرست — جاں بباید باختن چہ جایِ سرست

لذیذ کھانا نہیں ہے، تلوار و خنجر ہے — سر کیا ہے؟ جان کی بازی لگانی چاہیئے

کارِ[2] ہر نازک دلے نبود قتال — کہ گریزد از خیالے چوں خیال

ہر نازک دل کا کام جنگ کرنا نہیں ہے — جو ایک وہم سے خیال کی طرح بھاگ جائے

کارِ ترکان ست نے ترکاں برو — جایِ ترکاں ہست خانہ خانہ شو

بہادروں کا کام ہے، بزدلوں کا نہیں ہے، جا — بزدلوں کی جگہ گھر ہے، گھر میں جا بیٹھ

قصہ کوتہ کُن کزاں چشم اینچنیں — رفتی از دست و فتادی بر زمیں

قصہ مختصر کر، کہ اُن آنکھوں سے ایسا ہوش — تو بے قابو ہو گیا، اور زمین پر گر پڑا

حکایت عیاضی[3] رحمۃ اللہ علیہ کہ نوبار بغزوہ رفتہ بود و سینہ

حضرت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کہ وہ نو بار جہاد میں گئے تھے کہ

برہنہ و غزا ہا کردہ بامید شہید شدن و چوں نومید شد از

سینے، اور شہید ہو جانے کی امید پر جہادیں کیے اور جب جہاد اصغر

جہادِ اصغر روی بجہادِ اکبر آورد و خلوت گزید ناگہاں آوازِ

سے مایوس ہو گئے، تو جہادِ اکبر کا رُخ کیا اور خلوت اختیار کر لی، اُنھوں نے

طبلِ غازیاں شنید نفس از اندروں رنجہ می داشت سوی غزا

اچانک غازیوں کے نقارے کی آواز سنی نفسِ امارہ جہاد کی جانب مجبور کرنے لگا

و متہم داشتن او نفسِ خود را دریں رغبت کہ کرد

اور اُن کا نفس کو اِس رغبت کے بارے میں متہم بنانا، اُس نے کی

---

[1] غزا: جہاد، فنا کن: فنا کر دینے والا، چاشت: نہار یعنی جنگی رفتار، بر مالی آستیں: آستین چڑھائے، حمزہ: مصدر آوا یعنی تلوار چلانا کا پشتو صیغہ امر ہے آنحضورؐ کے چچا کا نام ہے جن کی بہادری مشہور ہے۔

[2] کار: جنگجوئی، نازک دل: کام نہیں ہے جو محض دشمن کے وہم پر خیال کی طرح بھاگ جائے۔ ترکان: ترک کی جمع ہے، بہادر، ترکان: صورت۔

[3] عیاضی: مشہور بزرگ صوفی ہیں اُن کا نام ابو علی محمد بن احمد ہے اپنے کسی دادا عیاض کی طرف منسوب ہیں۔ مولانا نے اُن کا قصہ سنا کر سمجھایا ہے کہ ہر صوفی کو اُن صوفی صاحب کی طرح نہ سمجھنا جو ہاتھ بندھے قیدی کی آنکھیں دیکھ کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ جہادِ اصغر کا ذکر ہے جہاد، جہادِ اکبر نفس سے جہاد۔

گفت عیاضی نوَد بار آمدم
(حضرت) عیاضی نے فرمایا کہ میں تیرے بار پہنچا

تن برہنہ بُوکہ زخمے آیدم
ننگے بدن، شاید میرے جسم پر کوئی زخم لگے

تن برہنہ می شدم در پیشِ تیر
میں تیر کے سامنے ننگے بدن گیا

تا یکے تیرے خورم من جائی[1] گیر
تاکہ کوئی گھس جانے والا تیر کھاؤں

تیر خوردن بر گلو یا مقتلے
گلے یا مقتل پر تیر کھانا

در نیابد جز شہیدے مقبلے
سوائے نصیب ور شہید کے کوئی نہیں پاتا ہے

بر تنم یک جائگہ بے زخم نیست
میرے جسم پر کوئی جگہ بغیر زخم کے نہیں ہے

ایں تنم از تیر چوں پرویز نیست
میرا یہ جسم تیروں کی وجہ سے چھلنی کی طرح ہے

لیک بر مقتل نیامد تیر ہا
لیکن تیر، مقتل پر نہ پہونچے

کارِ بختست ایں نہ جلدی و دہا
یہ مقدر کی بات ہے نہ کہ بہادری اور ہوشیاری کی

چوں[2] شہیدی روزیِ جانم نبود
چونکہ شہادت، میری جان کی روزی نہ تھی

رفتم اندر خلوت و در حلّہ زود
میں جلد خلوت اور حلّہ میں چلا گیا

در جہادِ اکبر افگندم بدن
میں نے جہادِ اکبر میں جسم ڈال دیا

در ریاضت کردن و لاغر شدن
محنت کرنے اور لاغر ہونے میں

بانگِ طبلِ غازیاں آمد بگوش
غازیوں کے نقارے کی آواز کان میں آئی

کہ خرامید ند جیشِ غزو کوش
کہ جہاد کا کوشاں لشکر روانہ ہوگیا

نفسم از باطن مرا آواز داد
میرے نفس نے مجھے اندر سے آواز دی

کہ بگوشِ حس شنیدم بامداد
جو میں نے حس کے کان سے صبح کو سنی

خیز ہنگامِ غزا آمد برو
اٹھ جہاد کا وقت آگیا، جا

خویش را در غزو کردن کُن گرو
اپنے آپ کو جہاد میں معروف کردے

گفتم[3] اے نفسِ خبیثِ بے وفا
میں نے کہا، اے بے وفا خبیث نفس!

از کجا میلِ غزا تو از کجا
تجھے جہاد کی خواہش کہاں سے، کہاں ہے

راست گو اے نفس کایں حیلت گریست
اے نفس! سچ بتا یہ تیری حیلہ بازی ہے

ورنہ نفسِ شہوت از طاعت بریست
ورنہ شہوانی نفس عبادت سے بیگانہ ہے

گر نگوئی راست حملہ آرمت
اگر تو سچ نہ کہے گا میں تجھ پر حملہ کردوں گا

در ریاضت سخت تر افشارمت
میں تجھے ریاضت میں سخت دباؤں گا

---

[1] جائگیر۔ گھس جانے والا۔ مقتل۔ بدن کا وہ عضو جس پر چوٹ لگنے سے انسان مرجائے۔ مقبلے۔ بانصیب۔ پرویزن۔ چھلنی۔ بختک۔ بہادری۔

[2] چوں شہیدی۔ حضرت عیاضی فرماتے ہیں جب مجھے یقین ہوگیا کہ شہادت میرے مقدر میں نہیں ہے تو میں نے خلوت میں چلہ کشی شروع کردی۔ جیش۔ لشکر۔ گرو۔ گروی۔

[3] گفتم۔ میں نے نفس سے کہا، خبیث تجھے جہاد کی رغبت کیوں پیدا ہوئی ہے سچ بتادے ورنہ تجھے بہت کچلوں گا۔

نَفس[1] بانگ آورد آندم از درُوں
نفس نے اندر سے آواز دی

با فصاحت بے دہاں اندر فسُوں
بغیر منہ کے، فصاحت کے ساتھ، جادو گری) میں

کہ مرا ہر روز ایں جا می کشی
کہ تو مجھے ہر روز اس جگہ کیوں مارتا ہے

جانِ من چوں جانِ گیراں میکشی
میری جان کو کافروں کی جان کیطرح قتل کرتا ہے؟

ہیچ کس را نیست از حالم خبر
کسی کو میری حالت کی خبر نہیں

کہ مرا تو میکشی بے خواب و خور
کہ تو مجھے بغیر سونے اور کھائے قتل کر رہا ہے

در غزا بینم یک زخم از بدن
میں جہاد میں ایک زخم سے بدن سے جدا نکلونگا

خلق بینند مردی و ایثارِ من
لوگ میری بہادری اور قربانی دیکھ لینگے

گفتم[2] اے نفسک منافق زیستی
میں نے کہا اے ابلیس نفس! تو منافق جیا

ہم منافق میمری تو چیستی
منافق ہی مر رہا ہے تو کیا ہے؟

خوار و خودرای و مُرائی بودہ
تو ذلیل، خودسر اور ریاکار رہا ہے

دُرد دو عالم تو چنیں بیہودہ
دونوں جہاں میں تو اس قدر بیہودہ ہے

نذر کردم کہ ز خلوت ہیچ من
میں نے منت مان لی ہے کہ میں خلوت سے کبھی

سر برُوں نارم چو زندہ ایں بدن
باہر نہیں نکلونگا جب تک یہ بدن زندہ ہے

زانکہ در خلوت ہر آنچہ تن کُند
اسلئے کہ خلوت میں بدن جو کچھ کرتا ہے

نز برای رُوی مردو زن کُند
وہ مرد و عورت کے دکھاوے کیلئے نہیں کرتا ہو

جُنبش و آرامش اندر خلوتش
خلوت میں اس کی حرکت اور سکون

جُز برای حق نباشد نیتش
اللہ (تعالیٰ) کے سوا کیلئے اسکی نیت نہیں ہوتی ہو

ایں جہادِ اکبرست آں اصغرست
یہ بڑا جہاد ہے، وہ چھوٹا جہاد ہے

ہر دو کارِ رستم ست و حیدرست
دونوں کام، رستم اور حیدرؓ کے ہیں

کارِ آنکس نیست کو را عقل و ہوش
اس شخص کا کام نہیں ہے کہ جسکی عقل اور ہوش

پُر دہ از تن چوں بجُنبد دُمِ موش
بدن سے پرواز کر جائے جب چوہے کی دُم ہلے

کارِ آنکس نیست ایں سودا و جوش
یہ جنون اور جوش اس کا کام نہیں ہے

کوز مُوش و جنبشش گم کرد ہوش
جو چوہے اور اسکے ہلنے سے بیہوش ہوجاوے

آنچناں کس را بباید چوں زناں
ایسے شخص کو عورتوں کی طرح

دُور بودن از مصاف و از سناں
میدانِ جنگ اور نیزے سے دور رہنا

---

[1] نفس: نفس نے جواب دیا تو مجھے یہاں پر کفر میں لڑنے کافروں کی طرح قتل کرتا ہے۔ بتا کس۔ یہاں تنہائی میں میرے قتل سے کوئی واقف نہیں ہوتا ہے۔

[2] گفتم: میں نے نفس سے کہا تو نفاق کے ساتھ جیا اور اب لوگوں کے دکھاوے کے لئے جہاد کرکے منافق کی موت مرنا چاہتا ہے۔ خوار اور ذلیل جہانوں میں ذلیل ہوگا۔ تو ریاکار، خلوت۔ تنہائی کی عبادت ریاکاری سے خالی ہوتی ہے۔

[3] جہادِ اصغر: دشمن سے لڑنا یہ بہادر اور رستم کا کام ہے کارِ آنکس: جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر اس بزدل کا کام نہیں ہے جو چوہے کی دُم سے ڈرے۔ آنچناں: اس شخص کو عورتوں کی طرح خاموش ہو جانا چاہئے۔

صوفیے آں[1] صوفیِ ایں اینت حیف — آں نہ سوزن کشتہ ایں اُلطمع سیف

ایک صوفی وہ ہے ایک صوفی یہ ہے، کیف افسوس ہے — وہ صوفی کا مقتول ہے اس کی خوراک تلوار ہے

نقشِ صوفی باشد اُو را نیست جاں — صوفیاں بدنام ہم زیں صوفیاں

وہ صوفی کی تصویر ہے اُسمیں جان نہیں ہے — ان صوفیوں سے، صوفی بھی بدنام ہیں

بر در و دیوار جسمِ گل سرشت — حق ز غیرت نقشِ صد صوفی نوشت

بیٹی کے بنے ہوئے جسم کے در و دیوار پر — اللہ تعالیٰ نے غیرت سے سیکڑوں صوفیوں کی تصویریں بنادیں

تا ز سحر آں نقشہا جنباں شود[2] — تا عصایِ موسوی پنہاں شود

تاکہ وہ تصویریں جادو سے متحرک رہیں — جب تک موسوی عصا مخفی رہے

نقشہا رامی خورد صدقِ عصا — چشمِ فرعونی ست پُر گرد و حصا

ان تصویروں کو لاٹھی کی سچائی نگل جاتی ہے — فرعونی آنکھ ہے جو گرد اور کنکریوں سے پُر ہے

حکایتِ مجاہدِ دیگر و جانبازیِ او در غزا

دوسرے مجاہد اور جہاد میں اُس کی جان بازی کی حکایت

صوفیِ دیگر میانِ صفِ حرب — اندر آمد بست بار از بہرِ ضرب

جنگ کی صف میں ایک دوسرا صوفی — جنگ بازی کے لئے بیس بار آیا

با مسلماناں بکافر وقتِ کر[3] — وانگشت اُو با مسلماناں بفر

مسلمانوں کیساتھ (ہوتا تھا) کافر پر حملہ کیوقت — فرار کے وقت وہ مسلمانوں کیساتھ نہ پلٹتا تھا

زخم خوردو بست زخمے را کہ خورد — بارِ دیگر حملہ آوردو نبرد

زخم کھاتا اور جو زخم کھاتا اُس کی بندش کرتا — دوسری بار حملہ اور جنگ شروع کرتا

تا نمیرد تن بیک زخم از گزاف — تا خورد اُو بیست زخم اندر مصاف

تاکہ جسم ایک زخم سے خواہ مخواہ نہ مرجائے — یہانتک کہ وہ جنگ میں بیس زخم کھائے

حیفش آمد کہ بزخمے جاں دہد — جاں ز دستِ صدق او آساں رہد

اسکو افسوس ہوتا کہ وہ ایک زخم سے جان دیدے — جان اسکی سچائی کے ہاتھ سے آسانی سے چھوٹ جائے

حکایتِ آں مجاہد کہ از ہمیانِ سیم ہر روز یکدرم در خندق

اس مجاہد کی حکایت جو چاندی کی تھیلی سے، ہر روز ایک درہم خرچ بناکر خندق میں

انداختے بتفاریق از بہرِ ستیزہ حرص و آرزوی نفس

پھینک دیتا نفس کی آرزو اور لالچ سے جنگ کے لئے

---

[1] آں۔ یعنی وہ صوفی جو دست بستہ کافر سے مغلوب ہوگیا۔ ایں۔ یعنی حضرت صاحبِ نقش۔ وہ بُرا دل صوفی صوفیوں کو بدنام کرنے والا ہے۔ بر در۔ انسانی جسم کی دیوار پر اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کیرے سے بہت سے صوفیوں کی تصویریں بنادی ہیں تاکہ اسکے محبوب صوفی ان تصویروں میں مخفی رہیں۔

[2] تا ز سحر۔ یہ تصویریں محض جادوگری سے متحرک ہیں اور صوفیانہ حرکات کررہی ہیں یہ اسی وقت تک ہے جب تک حقیقی صوفی جلوہ گر نہیں ہوتا ہے اُس کی جلوہ گری ان سب کو ہضم کرجائے گی۔ حکایت اس میں بھی ایک صوفی کی بہادری کے کارنامے ذکر کئے ہیں۔ ضرب۔ تلوار بازی کرنا۔ اقدامی حملہ۔ فر۔ پسپائی۔

[3] زخم۔ اس کے ایک زخم لگتا تو فوراً مرہم پٹی کرکے حملہ آور ہوجاتا تاکہ ایک ہی زخم سے موت نہ آجائے۔ حکایت۔ جس طرح پہلے مجاہد یکبارگی مرنا نہ چاہتے تھے بلکہ بار بار زخم کھاکر جان دینا چاہتے تھے اسی طرح یہ مجاہد یکبارگی سرمایہ تلف نہ کرتے تھے بلکہ نفس کو بار بار تکلیف پہنچانے کے لئے روز مرہ ایک درہم تلف کرتے تھے۔

وسوسۂ نفس کہ چوں می اندازی بخندق بارے یک بار

اور نفس کی تمنا یہ کہ تو جب کہ خندق میں پھینکتا ہے، اب ایک بار

بینداز تا خلاص یابم کہ الیاس احدی الراحتین واو

پھینک دے تاکہ میں چھٹکارا پا جاؤں، کیونکہ مایوسی بھی دو راحتوں میں سے ایک راحت ہے اور وہ

میگفت مر نفس را کہ ترا ایں راحت ہم ندہم

نفس سے کہتا تھا، کہ میں تجھے یہ راحت بھی نہ دوں گا

آں یکے بودش بکف دُرہا چل درم
ایک (صوفی) کے ہاتھ میں چالیس درہم تھے

ہر شب افگندے یکے در آبِ یم
وہ ہر رات کو ایک دریا کے پانی میں پھینک دیتا

تا کہ گردد سخت بر نفسِ مجاز
تاکہ جھوٹے نفس پر سخت بن جائے

در تأنی در دِ جاں کندن دراز
جان کنی کا دراز درد، سست روی میں

نفسِ او فریاد کردے ہر شبے
اس کا نفس ہر رات کو فریاد کرتا

در فتادے زار در تاب و تبے
تکلیف اور مصیبت میں لاغر ہوتا

کیس[1] چرا می نفگنی یک بارگی
کہ تو ایک بار کیوں نہیں پھینک دیتا ہے؟

کشتیم در غصہ و بیچارگی
تو نے مجھے رنج اور مجبوری میں مار ڈالا

بہرِ حق یکبارگی بگذار دین
خدا کے لئے ایک مرتبہ میں قرض ادا دے

نفس[2] انا الیاس احدی الراحتین
نفس کہا، کیونکہ مایوسی دو راحتوں میں سے ایک ہے

او نگشتے ملتفت مر نفس را
وہ نفس کی جانب متوجہ نہ ہوتا

ہمچنیں کشتے مر او را در عنا
اس کو اسی طرح مصیبت میں مارتا

ہمچنیں آں صوفی اندر صفِ جنگ
اسی طرح اس صوفی نے جنگ کی صف میں

بہرِ حق بگرفتہ بُد بر نفس تنگ
اللہ (تعالیٰ) کیلئے نفس پر سخت گرفت کر رکھی تھی

با[3] مسلماناں بکر او پیش رفت
جملہ کے وقت مسلمانوں کے ساتھ وہ آگے بڑھتا

وقتِ فر او وانگشت از خصم لفت
پسپائی کے وقت دشمن سے جلد پیچھے نہ ہٹتا

زخمِ دیگر خوردِ آں را ہم بہ بست
دوسرا زخم کھایا اس کو بھی باندھا

بیست کرت رمح و تیر از وے شکست
بیس مرتبہ نیزے اور تیر اس پر ٹوٹے

بعد ازاں قوت نماند افتاد پیش
اس کے بعد طاقت نہ رہی، سامنے گر گیا

مقعدِ صدقِ او ز صدقِ عشقِ خویش
اپنی سچائی کی جگہ میں اپنے عشق کی سچائی کی وجہ سے

---

[1] الیاس۔ مقصد پورا ہونے سے بھی راحت ملتی ہے اور مقصد سے بالکل مایوس ہونے سے بھی نفس کو راحت ملتی ہے۔ یم۔ دریا مجاز۔ یعنی حقیقت سے غافل تانی۔ آہستہ روی۔ نفس۔ اس صوفی کا نفس درہم کو دریا میں پھینکنے کی وجہ سے ہر شب فریاد کرتا۔

[2] کیس۔ اور یہ کہتا کہ درہموں کو پھینکنا ہے تو ایک دفعہ پھینک دے تکلیف۔ تو مرا کشتی۔ بمالیاس۔ اگر یکبارگی مایوسی ہو جائے تو سکون مل جاتا ہے۔ تکلیف متوجہ۔ عنا۔ مشقت۔ پھینیں۔ اسی طرح اس صوفی نے نفس کی گرفت کر رکھی تھی ایک زخم کھا کر شہید نہ ہونا چاہتا تھا۔

[3] با مسلمانان۔ مسلمانوں کے حملہ کے وقت آگے بڑھتا لیکن پسپائی کے وقت جلد پسپا نہ ہوتا دشمن کے مقابلے میں جما رہتا۔ کرت۔ مرتبہ۔ رمح۔ نیزہ۔ مقعد صدق۔ قرآن پاک میں نیکوں کی روحوں کے بارے میں ہے وہ سچائی کی جگہ ہوں گی صاحب قدرت خدا کے پاس۔

صِدقٌ[1] جاں دادن بود دیں سابقُوا — انبیٔے برخواں رجالٌ صَدَقُوا

سچائی، جان دیدینا ہوتا ہے، خبردار! آگے بڑھو — قرآن میں ہے رجالٌ صَدَقُوا پڑھ لے

ایں ہمہ مُردن نہ مرگِ صورتست — ایں بدن مر روح را چوں آلتست

یہ کامل موت نہ صرف جسم کی موت ہے — بدن، روح کے لئے آلہ کی طرح ہے

اے بسا خامے کہ ظاہر خویش رخت — لیک نفسِ نندہ آں جانب گریخت

بہت سے ناقص ہیں کہ انھوں نے اپنا ظاہر (جسم) بہادیا — لیکن زندہ نفس اُس جانب بھاگ گیا

آلتش بشکست و رہزن زندہ ماند — نفس نہ واست ارچہ مرکب خوں فشاند

اُس کا آلہ ٹوٹا اور ڈاکو زندہ رہا — نفس زندہ ہے اگرچہ سواری نے خون چھوڑ دیا

اسپ کُشت و رہ نرفت آں خیرہ سر — ماند خام و زشت از حق بے خبر

گھوڑا مار ڈالا اور اس بیوقوف نے راستہ نہ کیا — اللہ تعالیٰ سے بے خبر کچا اور بھدا رہ گیا

گر بہر خونریزیِ گشتے شہید — کافرِ کشتہ بدے ہم بوسعید

اگر ہر خون بہانے سے شہید بنایا کرتا — مقتول کافر بھی بوسعید ہوتا

اے بسا نفسِ شہیدِ معتمد — مُردہ در دنیا چو زندہ میرود

بہت سے بھروسے کے شہید نفس ہیں — مرے ہوئے، دنیا میں زندہ کیطرح چلتے پھرتے ہیں

روحِ رہزن مُرد و تن کہ تیغِ اوست — ہست باقی در کفِ آں غزو دوست

ڈاکو نفس مرگیا اور جسم جو کہ اُس کی تلوار ہے — جہاد کے شائق کے ہاتھ میں ابھی باقی ہے

تیغ آں تیغست مُرد آں مُرد نیست — لیک ایں صورت ترا حیراں کنیست

تلوار وہی تلوار ہے، مرد وہ مرد نہیں ہے — لیکن یہ صورت تجھے حیران کرنیوالی ہے

نفس چوں مبدل شود ایں تیغِ تن — باشد اندر دستِ صُنعِ ذوالمنن

نفس جب بدل جاتا ہے، یہ جسم کی تلوار — اللہ تعالیٰ کی کاریگری کے ہاتھ میں ہوتی ہے

آں یکے مُردیست نوش جملہ رُد — دیں دگر مردے میاں تہی چو گرد

ایک وہ مرد ہے جسکی ساری خوراک رد ہے — اور یہ دوسرا مرد ہے جسکی گرد کیطرح خالی ہے

صفت کردنِ مرد عمّاز و نمودنِ صورتِ کنیزک مصوّر

ایک چغلخور کا خوبی بیان کرنا اور کاغذ پر بنی ہوئی ایک لونڈی کی تصویر دکھانا

---

[1] صِدق۔ پہلی آیت میں جو صدق آیا ہے اُسکا مطلب اللہ کے راستہ میں جان دیدینا ہے۔ صَدَقُوا اللہ تعالیٰ پاک میں ہے مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ یعنی بعض مومن وہ ہیں جنھوں نے اس معاہدہ کو سچ کر دکھایا جو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کیا یعنی راہ خدا میں شہید ہوگئے۔ ایں ہمہ راہ خدا میں مرنا، جسم کا مرنا نہیں ہے کیونکہ یہ تو روح کا ایک آلہ ہے بلکہ اوصاف رذیلہ کا ازالہ اور نفس کو مارنا ہے۔ اے بسا۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو جہاد میں مرتے ہیں لیکن اُن کا نفس زندہ رہتا ہے تو وہ راہِ خدا میں نہیں مرے۔

[2] آتش۔ نفس کا زندہ رہنا اور جسم کا مرجانا تو ایسا ہی ہے جیسے ڈاکو زندہ رہے اور اُس کا ہتھیار یا گھوڑا فنا ہوجائے۔ اسپ۔ اس شخص کی مثال تو اُس شخص کی سی ہے جو منزل پر پہنچنے سے پہلے گھوڑے کو مار ڈالے۔ گر بہر خونریزی۔ اگر محض خون بہا دینا شہادت ہو تو ہر کافر جو جنگ میں مرے اُسکو شہید کہو۔ بوسعید نیک بخت یا حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ

[3] اے بسا۔ جن لوگوں نے نفس کشی کرلی ہے اُنکا نفس مُردہ ہوچکا ہے لیکن وہ دنیا میں زندہ جیتے پھرتے ہیں آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ہو کسی مُردہ

کو چلتا پھرتا دیکھنا چاہے وہ ابوبکرؓ کو دیکھ لے۔ روح۔ جو نفس راہزن تھا وہ مرگیا ہے اُسکی جو تلوار تھی یعنی جسم وہ اس مجاہد کے ہاتھ میں باقی ہے۔ تیغ۔ یعنی جسم تو وہی ہے لیکن اب وہ شخص نہیں ہے وہ اپنے آپکو فنا کرکے بقاباللہ حاصل کرچکا ہے نفس۔ اگرچہ وہ شخص نہیں رہا لیکن اب یہ تلوار اللہ تعالیٰ کے دست قدرت کا کام کررہی ہے

ق۔ تبھی۔ خالی۔

در کاغذ و عاشق شدنِ خلیفۂ مصر بر نقشِ آں کاغذ و فرستادنِ

تصویر لکھنا اور اس کاغذ کی تصویر پر مصر کے خلیفہ کا عاشق ہو جانا اور خلیفہ کا ایک

خلیفہ امیرے با سپاہِ گراں بدرِ موصل و قتل و ویرانی

سردار کو بھاری لشکر کے ساتھ موصل کے دروازے پر بھیجدینا اور اس مقصد کیلئے بہت

بسیار کردن بہر ایں غرض

فتنہ اور تباہی کرنا

مر خلیفۂ مصر را غمّاز[1] گفت — کہ شہِ موصل بحورے گشت جُفت

چغلخور نے مصر کے خلیفہ سے کہا — کہ موصل کے بادشاہ کو ایک حور مل گئی ہے

یک کنیزک دارد اُو اندر کنار — کہ بعالم نیست مانندش نگار

وہ آغوش میں ایک کنیز رکھتا ہے — اس جیسی حسینہ دنیا میں نہیں ہے

در بیاں ناید کہ حُسنش بیحد ست — نقشِ اُو اینست کاندر کاغذ ست

بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا حسن بیحد ہے — اس کی تصویر یہ ہے جو کاغذ پر ہے

نقشِ در کاغذ چو دید آں کیقباد — خیرہ گشت و جام از دستش فتاد

اس بادشاہ نے کاغذ پر اسکی تصویر دیکھی — حیران ہو گیا اور اسکے ہاتھ سے جام گر گیا

پہلوانے[2] را فرستاد آں زماں — سُوئے موصل با سپاہِ بس گراں

فوراً ایک بہادر کو بھیج دیا — بہت بھاری لشکر کے ساتھ موصل کی جانب

گفت اگر ند ہد بتو آں ماہ را — بر کُن از بُن آں در و درگاہ را

کہا اگر وہ اس چاند کو تیرے حوالے نہ کرے — اس در اور درگاہ کو جڑ سے اکھاڑ ڈال

ور دہد ترکش کُن و مہ را بیار — تا[3] کشم من بر زمیں مہ در کنار

اور اگر دیدے اس کو چھوڑ اور چاند کو لے آ — تاکہ میں چاند کو زمین پر بغل میں لوں

پہلواں شد سُوئے موصل با ستم — با ہزاراں رستم و طبل و عَلَم

بہادر خادموں کے ساتھ موصل کیجانب روانہ ہوا — ہزاروں بہادروں اور نقاروں اور جھنڈے کیساتھ

چوں ملخہا بے عدد بر گرد کشت — قاصدِ اہلاکِ اہلِ شہر گشت

ٹڈیوں کے چاروں طرف کی آن گنت ٹڈیوں کی طرح — شہریوں کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرنیوالا بنگیا

ہر نواحے منجنیقے از تبرد — ہمچو کوہِ قاف اُو بر کار کرد

جنگ کے لئے ہر جانب ایک منجنیق — کوہ قاف جیسی اس نے کام پر لگا دی

---

[1] غماز چغلخور۔ بحوالہ۔ یعنی موصل کے بادشاہ کے پاس ایک حور صفت لونڈی ہے۔ کنار پہلو۔ نگار حسینہ۔ کیقباد کے معنی عادل و قباد بمعنی برحق۔ شاہ ایران کا نام ہے جو بڑا قیاش تھا اور سو سال اس نے حکومت کی اب مطلقاً منصف بادشاہ کے معنی میں بولا جاتا ہے۔

[2] پہلوانے۔ شاہ مصر نے بہادر سردار کو بھاری لشکر دے کر موصل روانہ کر دیا جو اس عماد کے زیر کمان عراق اور جزیرہ کے درمیان ایک شہر ہے۔ آں ماہ۔ حسین لونڈی

[3] تا کشم۔ وہ آسمان کا چاند ہے لیکن میں اس سے زمین پر بغلگیر ہوں گا۔ رستم۔ مطلقاً پہلوان۔ ہزراں۔

اس سردار نے موصل کے چاروں طرف گرجنیں قائم کر دیں جو کوہ قاف کی طرح بلند تھیں۔

زخمِ تیر و سنگہای منجنیق — تیغہا در گردِ چوں برق از بریق[1]
تیروں کے زخم اور گوپھن کے پتھر — تلواریں چمک کر چوطرف بجلی کی طرح

ہفتہ کرد ایں چنیں خونریز گرم — بُرجِ سنگیں سست شد چوں موم نرم
ایک ہفتہ اُس نے اسی طرح خونریزی گرم رکھی — پتھریلا برج نرم موم کی طرح کمزور پڑ گیا

شاہِ موصل دید پیکارِ مَہول — پس فرستاد از دروں پیشِ رسول
موصل کے بادشاہ نے خوفناک جنگ دیکھی — تو اندر سے اُس کے پاس قاصد بھیجا

کہ چہ[2] میخواہی ز خونِ مؤمناں — کشتہ میگردند زیں حربِ گراں
کہ مومنوں کی خونریزی سے تو کیا چاہتا ہے؟ — جہاں بھاری جنگ سے مر رہے ہیں

گر مرادت مُلک و شہرِ موصل ست — بے چنیں خونریزی انیت حاصل ست
اگر تیرا مقصود مُلک اور موصل شہر ہے — بغیر خونریزی کے یہ تجھے حاصل ہے

من رَوم بیرونِ شہر اینک مرا — تا نگیرد خونِ مظلوماں ترا
میں شہر سے باہر چلا جاتا ہوں لے تو اندر آجا — تاکہ مظلوموں کا خون تجھے نہ پکڑے

در مرادت مال و زر و گوہر ست — ایں ز مُلک و شہر خود آساں تر ست
اگر تیرا مقصد مال اور سونا اور جواہر ہیں — یہ سلطنت اور شہر سے خود آسان ہیں

ہر چہ می باید ترا از سیم و زر — میفرستم چیست ایں آشوب[3] و شر
جو چاندی اور سونا چاہیئے — میں بھیجتا ہوں یہ فتنہ اور شر کیا ہے؟

ایثار کردنِ صاحبِ موصل آں کنیزکِ خود را بخلیفۂ مصر
موصل کے حاکم کا اپنی لونڈی کو خلیفۂ مصر کو دے دینا تاکہ مسلمانوں

تا خوں ریزیِ مسلماناں زیادہ نہ شود
کی خونریزی زیادہ نہ ہو

چوں رسول آمد بہ پیشِ پہلواں — گفت پیغامِ مَلِک اندر زماں
جب قاصد پہلوان کے سامنے آیا — اُس نے فوراً بادشاہ کا پیغام پہنچا دیا

گفت من نے مُلک میخواہم نہ مال — لیک میجویم یکے صاحب جمال
اُس نے کہا میں مُلک چاہتا ہوں نہ مال — لیکن ایک حسین کا جویاں ہوں

داد کاغذ اندرو نقش و نشاں — گفت پیشش بر بگو اُو را عیاں
اُس نے کاغذ دیا جس میں تصویر اور علامت تھی — کہا اُسکے سامنے اسکو صاف بتا دے

[1] بریق۔ چمک۔ بہ سنگیں۔ یعنی اُس موصل کے بادشاہ کا قلعہ موم کی طرح ہو گیا۔ مَہول۔ خوفناک۔ رسول۔ قاصد
[2] کہ چہ۔ موصل کے بادشاہ نے قاصد کے ذریعہ پہلوان سے کہلایا کہ تو سے تیرا کیا مقصد ہے۔ انیت۔ اس تُرا۔ ایں زمُلک۔ جب میں سلطنت چھوڑنے کو تیار ہوں تو روپیہ پیسہ دینا تو بہت آسان ہے
[3] آشوب۔ فتنہ۔ بمک۔ یعنی موصل کا بادشاہ۔ گفت۔ پہلوان نے کہا۔ صاحب جمال۔ یعنی لونڈی۔

کاندریں[1] کاغذ نگر چہ صورتست
کہ اِس کاغذ میں دیکھ کیا تصویر ہے

زود بفرستش کہ ملک و جانت رست
اِسکو جلد بھیجدے تاکہ تیری سلطنت اور جان بچ جائے

بنگر اندر کاغذ ایں را طالبم
کاغذ میں دیکھ لے، میں اِس کا طلبگار ہوں

ہیں بدہ ورنہ کنوں من غالبم
خبردار! دیدے ورنہ اب میں غالب ہوں

چوں رسولش باز گشت و گفت حال
جب اُس کا قاصد واپس ہوا اور حالت بتائی

داد کاغذ را و بنمود آں مثال
اُس نے کاغذ دیا اور وہ تصویر دکھائی

گشت معلومش چہ گفت آں شاہِ نر
اُس کو معلوم ہو گیا کہ اُس بہادر شاہ نے کیا کہا؟

صورتے کم گیر و زود ایں را بسر
ان نے ایک (حبشی) صورت نہ بھیجی اور جلد اسکو بھیجا

من[2] نیم در عہدِ ایماں بُت پرست
میں ایمان کے عہد میں، بُت پرست نہیں ہوں

بُت بر آں بُت پرست اولیٰ تر ست
بُت اُس بُت پرست کی بغل میں زیادہ بہتر ہے

با تبرک داد دختر را و بُرد
اُس نے لونڈی مع تحفہ کے دی، اور وہ لیگیا

سُوئے لشکرگاہ و در ساعت سپرد
لشکرگاہ کی جانب، اور فوراً سپرد کر دی

چونکہ آورد ش رسول آں پہلوان
جب قاصد اُس کو لایا، وہ سردار

گشت عاشق بر جمالش آں زمان
فوراً اُس کے حُسن پر عاشق ہو گیا

عشق بحرے آسماں بر وے کفے
عشق ایک سمندر ہے آسمان اُسپر ایک جھاگ ہے

چوں زلیخا در ہوائے یوسفے
جیسے کہ زلیخا، یوسف کے عشق میں تھی

دورِ گردوں نہاز موجِ عشق دال
آسمانوں کی گردش عشق کی موج سے سمجھ

گر نبودے عشق بفسردے جہاں
اگر عشق نہ ہوتا تو جہان ٹھہر جاتا

کے جمادے[3] محو گشتے در نبات
جماد، نباتات میں کب فنا ہوتا!

کے فدائے رُوح گشتے نامیات
نمو پانے والیاں، رُوح پر کب فدا ہوتیں؟

رُوح کے گشتے فدائے آں دمے
رُوح اُس دم پر کب فدا ہوتی!

کز نسیمش حاملہ شد مریمے
جس کی نسیم سے مریم حاملہ ہوئیں

ہر یکے بر جاتر نجبدے چو بیخ
ہر ایک اپنی جگہ برف کی طرح سکڑ جاتا

کے بدے پرّاں و جویاں چوں ملخ
ٹڈی کی طرح کب پرواز اور جستجو میں ہوتا؟

ذرہ ذرہ عاشقانِ آں جمال
ذرہ ذرہ اُس حُسن کا عاشق ہے

می شتابد در علو ہمچوں نہال
پودے کی طرح بلندی کی جانب دوڑ رہا ہے

[1] کاندریں یعنی اپنے بادشاہ سے کہدے کہ اُس کاغذ پر جس کی تصویر ہے اُس کو ہمیں دیدے تب تیری نجات ہوگی۔ اُسی مثال یعنی لونڈی کی تصویر مگنت یعنی حبشی۔ جب شاہ موصل کو بہادر کی خواہش کا علم ہو گیا تو اُس نے کہا۔ شاہ مُنیر یعنی شاہ موصل۔ صورت۔ یعنی اگر ایک لونڈی نہ ہی تو کیا ہوا۔

[2] من نیم۔ شاہ موصل نے کہا میں بُت پرست نہیں ہوں لہٰذا یہ بُت لونڈی شاہ مصر بُت پرست کے لئے مناسب ہے۔ چونکہ جب قاصد لونڈی کو لے کر آیا تو یہ پہلوان اُس پر عاشق ہو گیا۔ عشق۔ عشق الٰہی، صوفیاء ذات الٰہی مراد لیتے ہیں۔ زلیخا۔ آسمان کی تشبیہ ہے۔ یوسفؑ۔ حضرت حق کی تشبیہ ہے۔ دورِ گردوں۔ تمام کائنات کی حرکت کا سبب عشق ہے جو اُس میں پنہاں ہے ورنہ کائنات ابد تک کمال کو نہ پہنچتی۔

[3] جمادے۔ جماد اپنے آپ کو نبات میں فنا کرتا ہے۔ مٹی پانی سے نباتات غذا حاصل کر کے بڑھتی ہیں۔ رُوح۔ اُس لفظ پر قربان ہوتی جس سے حضرت مسیحؑ کی پیدائش ہوئی۔ ہر یکے۔ اگر عشق کی تحریک نہ ہو تو ہر چیز ٹھٹھر کے رہ جائے۔ ذرّہ کائنات کا ہر ذرّہ کمال کا خواہاں ہے۔

سَبَّحَ[1] اللّٰہ ہست آں اشتاب شاں — تنقیہ تن می کنند از بہرِ جاں
اُن (ذرّوں) کی تیزروی اللہ کی تسبیح ہے — جو جان کے لئے جسم کو صاف کرتے ہیں

پہلواں چہ را چورہ پنداشتہ — شورہ اش خوش آمد وحب کاشتہ
سردار نے جب کنویں کو راستہ سمجھ لیا — شورہ زمین اس کو بھلی معلوم ہوئی اور راغب ہو گیا

چوں[2] خیالے دید آں خفتہ بخواب — جمع شد با آں واز وے رفت آب
جیسا کہ سونے والے نے نیند میں ایک خیال دیکھا — اس کے ساتھ جمع کیا اور اس کی فنی بہ نفسی

چوں بجست از خواب و شد بیدار زود — دیدکاں لُعبت بہ بیداری نبود
وہ جب نیند سے اُٹھا اور جلد بیدار ہو گیا — دیکھا کہ وہ گڑیا بیداری میں (موجود) نہ تھی

گفت بر ہیچ آب خود بُردم دریغ — عشوۂ آں عشوہ دہ خود مم دریغ
اُس نے کہا افسوس ہے میں نے معدوم پر اپنی فنی کو بہا دیا — افسوس ہے اس فریب دینے والے کو میں نے فریب کھلیا

پہلوانِ تن بُد آں مردی نداشت — تخم مردی در چناں ریگے بکاشت
جسم کا پہلوان تھا انسانیت نہ رکھتا تھا — اس نے انسانیت کا بیج ایسے ریت میں بو دیا

مرکبِ عشقش دریدہ صد لگام — نعرہ میزد لا اُبالے کالجمام
اس کے عشق کی سواری نے سو لگام توڑ دیئے — وہ نعرہ مارتا تھا، میں موت کی پروا نہیں کرتا ہوں

لَیْسَ[3] اُبالِی بالْخَلِیْفَۃِ فِی الْھَوٰی — اِسْتَوٰی عِنْدِی وُجُوْدِی وَالْفَوٰی
میں محبت کے معاملہ میں خلیفہ کی کیا پروا کرتا ہوں — میرے نزدیک میرا وجود اور ہلاکت یکساں ہو

ایں چنیں سوزاں و گرم آخر مکا — مشورت کُن بایکے دانستہ کار
ایسی سوزش اور گرمی سے بیچ دبو — کسی جانکار سے مشورہ کرے

مشورت کو عقل کو سیلاب آز — در خرابی کردناخنہا دراز
مشورہ کہاں، عقل کہاں، حرص کے سیلاب نے — تباہی کے لئے ناخن دراز کئے ہیں

بَیْنَ[4] اَیْدِیْ سَدٌّ وَّ سُوْءٌ خَلْفَ سَدّ — پیش و پس کے بند آں مفتونِ خد
سامنے دیوار ہے اور پیچھے کی جانب دیوار ہے — وہ رخسار کا عاشق آگے پیچھے کب دیکھتا ہے!

آمدہ در قصدِ جاں سیلِ سیاہ — تا کہ روبہ افگند شیرے بچاہ
کالا سیلاب، جان کے ارادہ سے آچکا ہے — تاکہ لومڑی شیر کو کنویں میں گرا دے

از پئے ہے بنمود معدومے خیال — تا در اندازد اسودا کالجبال
ایک معدوم خیال کنویں سے نمودار ہوا — تاکہ پہاڑ جیسے شیروں کو اندر گرا دے

---

[1] سبح اللہ۔ قرآن پاک میں ہے یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمان اور زمین کا ذرّہ ذرّہ اللہ کا تسبیح خواں ہے۔ اس کی تسبیح اس کی عشق کی دلیل ہے اور اس کے ذریعہ وہ جان کے لئے جسم کو فنا کرتے ہیں۔ پہلوان۔ حقیقی عشق کو نہ سمجھا اور لونڈی پر عاشق ہو گیا اس نے کنویں کو صاف راستہ سمجھ لیا۔

[2] چوں خیالے۔ وہ پہلوان غیر حقیقت کو حقیقت سمجھ بیٹھا جس طرح انسان خواب میں بے حقیقت چیزوں سے جماع کر ڈالتا ہے اور بیدار ہو کر پھر افسوس کرتا ہے۔ فنی۔ یعنی عشق۔ ریگے۔ یعنی لونڈی۔ نعرہ۔ یعنی اگرچہ لونڈی سے عشق کرنے میں اندیشہ ہے کہ شاہ مصر قتل کرا دیگا لیکن مجھے موت کی پروا نہیں ہے۔

[3] لَیْسَ اُبَالِی۔ اَیْ لَسْتُ اُبَالِیْ۔ الْھَوٰی۔ عشق۔ الْفَوٰی۔ ہلاکت۔ نکتہ۔ کشت کاری نہ کر مشورت کو پہلوان پر قوی سوار تھا وہ کہاں مشورہ کر سکتا تھا۔ مفتون خد۔ رخسار کے عاشق کی نگاہ پیچھے نظر نہیں آتا۔ آمدہ۔ جب جانبین آتی ہے تو لومڑی شیر کو کنویں میں گرا دیتی ہے جیسا کہ پہلے دفتر میں بیان ہو چکا ہے۔ آگے پیچھے پہلے دفتر میں لومڑی اور شیر کے قصہ میں گذرا ہے کہ شیر کو اپنا عکس کنویں میں دیکھ کر آیا اور وہ اس سے لڑنے کیلئے کنویں میں کود پڑا۔ ۱۲

هیچ[1] کس را با زناں محرم مدار
کسی کو عورتوں کا محرم نہ بنا

کز مثال ایں دو پنبہ است و شرار
کہ ان دونوں کی مثال روئی اور چنگاری کی ہے

آتشے باید نشستہ زآبِ حق
خدا کے پانی سے آگ بجھی ہوئی ہونی چاہیئے

ہمچو یوسف مُعتصم اندر رہق
جیسے کہ معصوم یوسفؑ جانی میں

کز زلیخائے لطیفِ سرو قد
کہ حسین سرو قد زلیخا سے

ہمچو شیراں خویشتن را وا کشد
شیروں کی طرح اپنے آپ کو کھینچ لیا

نفس[2] خود را کے تواں کردن بزور
اپنے نفس کو مغلوب کب کیا جا سکتا ہے

جز بامدادِ عقولِ ذو فنوں
اہل کمال کی عقلوں کی امداد کے بغیر

جانبِ اتمامِ قصہ بازراں
قصہ کو پورا کرنے کی جانب چل

کایں سخن پایاں ندارد پہلواں
اے پہلوان اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

مُراجعت کردنِ پہلوان از مُوصِل بجانبِ مِصر و صحبت اُو دَر راہ با کنیزک

پہلوان کا موصل سے، مصر کی جانب واپس ہونا اور راستہ میں اُس کا لونڈی سے ہمبستر ہونا

بازگشت از مُوصِل و میشد براہ
وہ موصل سے لوٹا اور راستہ پر روانہ ہوا

تا فرود آمد بہ بیشہ و مرجگاہ
یہاں تک کہ اُس نے جنگل اور چراگاہ میں قرار کیا

آتشِ عشقش فروزاں آں چناں
اُس کے عشق کی آگ اس طرح بھڑک رہی تھی

کہ ندانست اُو زمیں از آسماں
کہ وہ زمین اور آسمان میں فرق نہ کر سکتا تھا

قصدِ آں مہ کرد اندر خیمہ اُو
اُس نے خیمہ میں چاند کا قصد کیا

عقل کُو و از خلیفہ خوف کُو
عقل کہاں تھی؟ اور خلیفہ کا ڈر کہاں؟

چوں[3] زند شہوت دریں وادی شرار
جب شہوت اس میدان میں آگ لگا دیتی ہے

عقل را سوزد دراں شعلہ چو خار
عقل کو کانٹے کی طرح اس شعلے میں جلا دیتی ہے

چوں زند شہوت دریں وادی دہل
جب شہوت اس میدان میں ڈھول بجا دیتی ہے

چیست عقلِ تو مُجَل ابن الفجل
ترے وہل، زیل کے بیٹے! تیری عقل کیا ہے؟

صد خلیفہ گشتہ کمتر از مگس
سیکڑوں خلیفہ، مکھی سے کم بن گئے

پیشِ چشمِ آتشینش آں نفس
اُس وقت مکھی کی حیثیت اُس کی آنکھوں کے سامنے

---

[1] ہیچ کس۔ یہ خراب اس لئے آئی کہ شاعر نے پہلوان کو لونڈی کا محرم بنایا۔ آگے یہ آگ صرف اللہ تعالیٰ کو آبِ رحمت بجھا سکتا ہے۔ یوسفؑ؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کو بچایا۔ معتصم۔ معصوم۔ رہق۔ بلوخ۔ خانۂ شیر آں۔ حضرت یوسفؑ شیر نروں کی طرح زلیخا سے بچ نکلے۔

[2] نفس۔ نفس کو کسی مرشد کے مشورے سے مغلوب کیا جا سکتا ہے۔ بازگشت۔ پہلوان لونڈی کو لے کر موصل سے چلا تو ایک جنگل اور چراگاہ میں اُس کا پڑاؤ ہوا۔ آتشِ عشق۔ اُس کے عشق کی آگ اس قدر بھڑکی ہوئی تھی کہ وہ اندھا ہو رہا تھا۔ قصدِ آں۔ وہ عشق سے مجبور ہو کر لونڈی کے خیمہ میں گھس گیا۔ اب نہ اُس میں عقل تھی نہ خلیفہ کا ڈر۔

[3] چوں زند۔ جب شہوت آگ لگاتی ہے تو عقل مثل خار کے جل جاتی ہے۔ وہل۔ زیل۔ صد خلیفہ خانہ سر کیا سیکڑوں شاہ اُس کی نظر میں مکھی سے کم تھے۔

چوں بروں انداخت شلوار و نشست
جب پاجامہ اتار دیا اور بیٹھ گیا

درمیانِ پائے زن[1] آں زن پرست
وہ عورت پرست، عورت کی ٹانگوں کے درمیان

چوں ذکر سوئے مقرمیرفت راست
جب ذکر سیدھا ٹھکانے کی طرف گیا

رستخیز و غلغل از لشکر بخاست
قیامت اور شور و غل لشکر سے اٹھا

بر جہید او کون برہنہ سوئے صف
وہ ننگا صف کی جانب دوڑا

ذوالفقارِ ہمچو آتش او بکف
آگ جیسی تلوار ہاتھ میں لئے

دید شیرِ نر سیہ از نیستاں
اس نے دیکھا کالے نر شیر نے جنگل سے

برزدہ بر قلبِ لشکر ناگہاں
اچانک دستہ لشکر پر حملہ کر دیا ہے

تازیاں چوں دیو در جوش آمدہ
عربی گھوڑے دیو کی طرح جوش میں آگئے ہیں

صد طویلہ و خیمہ اندر ہمزدہ
سیکڑوں رسیاں اور خیمے درہم برہم کر دیئے

شیرِ نر گنبد ہمیکرد از لغز
نر شیر گھمنے کے لئے جست کر رہا تھا

در ہوا چوں موجِ دریا بیست گز
فضا میں بیس گز دریا کی موج کی طرح

پہلواں مردانہ بود و بے حذر
پہلوان بہادر تھا اور بغیر خوف

پیشِ شیر آمد چو شیرِ مست نر
مست نر شیر کی طرح شیر کے سامنے آیا

زد بشمشیر و سرش را بر شگافت
تلوار ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا

زود سوئے خیمۂ مہرو شتافت
حبیبہ کے خیمہ کی طرف جلد دوڑ گیا

چونکہ خود را او بداں حور انمود
جب اس نے اپنے آپ کو اس حور کو دکھایا

مردیِ او ہمچناں بر پائے بود
اس کی مردی اسی طرح قائم تھی

با چناں شیرے بچالش گشت جفت[2]
ایسے شیر کے ساتھ مقابلہ میں شریک ہوا

مردیِ او ماند بر پای و نخفت
اس کی مردی قائم رہی اور نہ سوئی

آں بتِ شیریں لقائے ماہرو
وہ بت شیریں دیدار چاند سے مکھڑے والی

در عجب در ماند از مردیِ او
اس کی مردی سے تعجب میں پڑ گئی

جفت شد با او بشہوت آں زماں
وہ فوراً شہوت سے اس سے جڑ گئی

متحد گشتند حالی آں دو جاں
فوراً وہ دو جانیں ایک ہو گئیں

از اتصالِ ایں دو جاں با ہمدگر
ان دونوں جانوں کے باہم پیوست ہونے سے

میرسد از غیب شاں جانِ دگر
غیب سے ایک دوسری جان پہنچ جاتی ہے

---

[1] زن پرست۔ یعنی پہلوان۔ تحقیر۔ یعنی لونڈی کی شرمگاہ۔ کون برہنہ۔ یعنی ایسی حالت میں جس میں وہ لونڈی سے مصروف تھا۔ ذوالفقار۔ عمدہ تلوار۔ قید۔ اس پہلوان نے دیکھا کہ ایک کالا شیر لشکر کے درمیانی حصہ پر حملہ آور ہے۔ تازیاں۔ عربی گھوڑے۔ طویلہ۔ باندھنے کی رسیاں۔ گنبد سی کرد۔ چھلانگ لگا رہا تھا۔ لغز لغزیدن بمعنی خزیدن۔

[2] زد۔ پہلوان نے شیر پر تلوار کا وار کیا اور اس کا سر پھاڑ دیا اور بہت جلد اس لونڈی کے خیمہ میں چلا گیا چونکہ جب اس لونڈی کے پاس پہنچا تو اس کی شہوت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

[3] با چناں۔ جنگلی رفتار۔ مردی۔ اس کی شہوت سرد نہ پڑی تھی وہ لونڈی اس کی مردانگی کی اس طاقت سے حیرت میں پڑ گئی۔ جفت شد۔ ہم نے اس کو فاعل پہلوان کا قرار دیکر ترجمہ کیا ہے اگر فاعل لونڈی کو قرار دیا جائے تو ترجمہ دوسرا ہوگا۔ جاں دگر۔ یعنی ہونے والا بچہ۔

رُو نماید از طریقِ زادنے — گر نباشد از علوقش رہزنے[1]

جنے کے طریق پر رونما ہوتی ہے — اگر حمل کے لئے کوئی رہزن نہ ہو

ہر کجا دو کس بمہرے یا بکیں — جمع آید ثالثے زاید یقیں

جب دو انسان محبت یا کینہ سے — جماع کرتے ہیں، یقیناً تیسرا پیدا ہوتا ہے

لیک اندر غیب نے اید آں صُوَر — چوں رُوی آں سُو بہ بینی در نظر

لیکن (عالمِ) غیب میں وہ صورتیں جنتی ہیں — جب تو اُس جانب جائیگا، آنکھ سے دیکھ لیگا

آں نتائج کز قِرانات تو زاد — ہیں مگرد از ہر قرینے زود شاد

اُن نتیجوں کو جو تیرے ملاپ سے پیدا ہوئے ہیں — خبردار! ہر ساتھ سے جلد خوش نہ ہو

مُنتظر میباش آں میقات[2] را — صدق داں اِلحاقِ ذُرّیات را

تو اُس وعدہ گاہ کا منتظر رہ — ذُرّیات کے ملانے کو سچا سمجھ

کز عمل زاینده اند و از علل — ہر یکے را صورتِ نطق و مَقل

کہ عمل اور علتوں سے پیدا ہوئے ہیں — ہر ایک کو گویائی اور گونگے پن کی صورت ہوتی ہے

بانگِ شاں در میرسد از خوب و شمال — کاے زما غافل ہلا زُود ترتعال

اُن جنیوں سے اُنھیں آواز آرہی ہے — کہ اے ہم سے غافل! خبردار، جلد آجا

مُنتظر[3] در غیب جانِ مرد و زن — مُول مُولت چیست تُرگام زن

مرد و عورت کی جان (عالمِ) غیب میں منتظر ہے — تیرا آہستہ آہستہ چلنا کیوں ہے، جلد قدم اُٹھا

راہ گم کرد او ازاں صبح دروغ — چوں مگس افتاد اندر دیگ و دوغ

اُس نے صبحِ کاذب کی وجہ سے راستہ گم کردیا — مکھی کی طرح چھاچھ کی دیگ میں گر گیا

پشیماں شُدنِ آں سَرلشکر از خیانتے کہ کردہ بُود و سوگند

اُس لشکر کے سردار کا اُس خیانت سے شرمندہ ہونا جو اُس نے کی تھی اور اُس کا

دادن او آں کنیزک را کہ بخلیفہ باز نگوید آنچہ رفت

اُس لونڈی کو قسم دینا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ خلیفہ سے نہ کہے

چند روزے ہم براں بُد بعد ازاں — شُد پشیماں او ازاں جُرمِ گراں

وہ چند روز اُسی حالت پر رہا اُسکے بعد — وہ اُس بھاری جُرم سے شرمندہ ہوا

داد سوگندش کہ اے بدر منیر — کُن حذر تا شہ نگردد زیں خبیر

اُس نے اُس کو قسم دی کہ اے روشن جوہر — احتیاط برت تاکہ بادشاہ اس سے خبردار نہ ہو

[1] گر نباشد۔ اگر نطفہ کے استقرار سے کوئی مرض وغیرہ مانع نہ ہو، ہر کجا۔ جب مرد و عورت جُفتی کرتے ہیں خواہ محبت سے خواہ کینہ سے تو حمل ٹھہر جاتا ہے اسی طرح دو شخص کوئی اور معاملہ کرتے ہیں یا کوئی شخص کسی عمل کے ساتھ جفت ہوتا ہے تو اُس کے نتائج صُوَرِ معنویہ میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یک سو اید صوری تو نظر آجاتے ہیں لیکن یہ سو اید معنوی عالمِ آخرت میں نظر آئیں گے۔ چنانچہ۔ تو اب انسان کو فرض ہے کہ اپنے اس ترین کو خوب دیکھ لے جس کے ملاپ سے نتیجہ برآمد ہوگا کہ وہ کس قسم کا ہے۔

[2] میقات۔ عالمِ آخرت۔ الحاقِ ذُرّیات۔ قرآن پاک میں ہے ہم قیامت میں انسانوں کی موسن ذریت یعنی اولاد کو اُس کے ساتھ کردینگے جو ایمان نے یہاں ذریت سے اعمال کے نتائج مراد لئے ہیں۔ عقل یعنی نیک عمل بقل۔ یعنی بُرے کاموں کے اسباب متحرکہ۔ آخرت میں ہر عمل گویا بنے گا۔ خاں۔ یعنی عمل کہ خوبرو۔ خوش جمال۔ یعنی اعمال کے نتائج۔

[3] مُنتظر۔ عالمِ غیب میں ہر شخص کے اعمال اُس کے منتظر ہیں ملاق۔ یعنی نتیجہ عمل۔ زاہم کرد۔ یہ شعر پہلے شعر سے متعلق ہے کہ اُس نے نعل کی اور نطفہ اُٹھایا۔ صبح آرد دغ۔ صبح کاذب جس سے دھوکہ کھا کر مسافر چل پڑتا ہے اور لُٹ جاتا ہے۔

داد سوگندش کہ اے خورشید رُو — باخلیفہ زانچہ شد رمزے[1] مگو

اُس نے اُس کو قسم دی کہ اے سورج جیسے چہرے والی — جو کچھ ہوا خلیفہ سے اُس کا اشارہ نہ کرنا

مختصر گویم ببُرد آں پہلواں — مر کنیزک را سوئے شاہِ جہاں

میں مختصر بتاتا ہوں، وہ پہلوان لے گیا — شاہِ جہاں کی جانب لونڈی کو

چوں بدید اُورا خلیفہ مست گشت — پس زبام افتاد اُورا نیز مشت

جب خلیفہ نے اُس کو دیکھا مست ہو گیا — تو اُس کا مشت بھی بام خانے سے گر گیا

دید صد چندانکہ وصفِ اشنیدہ بود — کے بُود خود دیدہ مانندِ شنود

جو تعریف اس نے سنی تھی اس کو سو گنا دیکھا — دیکھا ہوا، سنے ہوئے کی برابر کب ہوتا ہے

وصفِ تصویرست بہرِ چشمِ ہوش — صورت آں چشم داں نے آں گوش

تعریف ہوش کی آنکھ کے لئے تصویر کی مانند ہے — صورت آنکھ کی مثل ہے، نہ کہ کان کی

یک[2] مثالے گویم اکنوں گوش دار — فہم کُن امثالِ معنیٰ ہوش دار

میں ایک مثال کہتا ہوں، اب سُن — مثالوں کا مطلب سمجھ، ہوش کر

حکایت

حکایت

کرد مردے از سخندانے سوال — حق و باطل چیست اے نکو مقال

ایک شخص نے ایک سخندان سے روایت کیا — اے خوش بیان! حق اور باطل کیا ہے؟

گوش اگر گفت و گفت ایں باطل است — چشم حقست و یقینش حاصل است

اُس نے (اپنا) کان پکڑا اور کہا یہ باطل ہے — آنکھ حق ہے اور اس کو یقین حاصل ہے

آں[3] بہ نسبت باطل آمد پیشِ ایں — نسبت ست اغلب سخنہا اے امیں

وہ (کان) اس (آنکھ) کے مقابلہ میں نسبت کے اعتبار سے — اے امین! اکثر باتوں میں نسبت ہے

زآفتاب ار کرد خفّاش احتجاب — نیست محجوب از خیالے آفتاب

اگر چمگادڑ نے سورج سے پردہ کر لیا ہے — سورج خیال سے پردے میں نہیں ہے

خوف اُورا خود خیالش میدہد — آں خیالش سوئے ظلمت میکشد

(روشنی کا) ڈر اُس کو خود اس (سورج) کا خیال دیتا ہے — وہ خیال اُس کو تاریکی کی جانب کھینچ رہا ہے

آں خیالِ نور می ترساندش — بر شبِ ظلمات می چفساندش

روشنی کا خیال اُس کو ڈرا رہا ہے — تاریکیوں کی رات سے اُس کو بھگا رہا ہے

---

[1] رمز سے۔ کوئی اشارہ۔ پس زبام۔ یعنی لڑکی کے عشق میں بدنام ہو گیا۔ کے بود مانند دیدہ۔ وصف۔ کسی چیز کے اوصاف سننے کو اس کی تصویر ذہن میں پیدا ہوتی ہے اور اُس کی صورت آنکھ سے نظر آتی ہے۔

[2] یک مثالے۔ اس مثال اور حکایت سے یہی سمجھایا ہے کہ اہلِ مشاہدہ کا ادراک اہلِ دید سے کتنا ہے۔ کہ ایک صاحب نے ایک صاحب سے حق اور باطل کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا۔ گوش۔ اس نے اپنا کان پکڑ کر بتایا کہ اس کے ذریعہ جو علم حاصل ہوا وہ باطل ہے آنکھ کے ذریعہ جو علم ہوتا ہے وہ صحیح اور یقینی ہوتا ہے۔

[3] آں بہ نسبت۔ ہم نے سنی ہوئی بات کو دیکھی ہوئی کے مقابلہ میں جو باطل کہا ہے وہ کثرت کے اعتبار سے ہے یعنی اکثر یہی صورت ہوتی ہے۔ زآفتاب۔ ورنہ چمگادڑ کو سورج کا عام مشاہدہ سے اگرچہ حاصل نہیں ہے لیکن وہ پھر بھی روشنی اور صبح ہے۔ خوف۔ روشنی کا خوف اُس کو سورج کا خیال دلاتا ہے اور وہ خیال اُس کو تاریکی میں لے جاتا ہے۔

از خیالِ دشمن و تصویرِ اُوست
دشمن کے خیال اور اُس کی تصویر کی وجہ سے ہے

کہ تو بر چفیدۂ بر یار و دوست
کہ تو پھاڑا اور دوست سے چھٹا ہوا ہے

موسیٰ کشفِ لمعۂ برقِ فراشت
اے موسیٰ! تجلی کا کشف پہاڑ پر پڑا

آں مخیل تابِ تحقیقت نداشت
وہ خیال کرنے والا اُس کی تحقیق کی طاقت نہیں رکھتا تھا

ہیں مشو غرہ بداں کہ قابلی
خبردار! تو اس وہم کا شکار نہ ہو کہ تو قبول کرنے والا ہے

مرخیالش راوزیں رہ واصلی
اس کے خیال کر اور تو اس راستے سے واصل (بحق) ہو

از خیالِ حرب نہراسید کس
جنگ کے خیال سے کوئی خوفزدہ نہیں ہوتا

لاشجاعۃ قبل حرب ایں فسوس
جنگ سے پہلے شجاعت نہیں ہے یہ کہنا بے سود ہے اور بس

برخیالِ حرب خیز اندر فکر
نامرد! لڑائی کے خیال سے فکر میں

میکند چوں رستماں صد کر و فر
رستموں کی طرح سیکڑوں کرّ و فر کرتا ہے

نقشِ رستم کاں بحمامے بود
رستم کی تصویر جو کسی حمام میں ہوتی ہے

قرن حملہ فکرِ ہر خامے بود
ہر ناکس کے فکر کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے

ایں خیالِ سمع چوں مبصر شود
جب کان کا یہ خیال دیکھنے ہونے کی طرح ہو جائے

چیز چہ بود رستمے مضطر شود
نامرد کیا ہوتا ہے ایک رستم بھی مجبور ہو جاتا ہے

جہد کن کز گوش در چشمت رود
تو کوشش کر کہ وہ کان تیری آنکھ میں آجائے

آنچہ آں باطل بدستاں حق شود
جو باطل النظر آتا تھا وہ حق ہو جائے

زاں سپس گوشت شود ہم طبعِ چشم
اسکے بعد تیرا کان بھی آنکھ کا ہم مزاج بن جائیگا

گوہرے گردد دو گوشت ہمچو ریشم
تیرے ریشم جیسے دونوں کان گوہر بن جائیں گے

بلکہ جملہ تن چو آئینہ شود
بلکہ پورا جسم آئینہ کی طرح ہو جائے گا

جملہ چشم و گوہرِ سینہ شود
سب آنکھ اور سینہ کا جوہر ہو جائے گا

گوش انگیزد خیال و آں خیال
کان ایک خیال پیدا کرتا ہے اور وہ خیال

ہست دلالہ وصالِ آں جمال
اُس حسن کے وصال کی مشاطہ بن جاتا ہے

جہد کن تا ایں خیال افزوں شود
کوشش کر تاکہ یہ خیال بڑھے

تا دلالہ رہبرِ مجنوں شود
تاکہ مجنوں کے لئے مشاطہ رہبر بنجائے

صرف کان ہی نہیں تمام جسم آنکھ کا رتبہ حاصل کرے گا۔ گوہرِ سینہ یعنی دل۔ گوش حسن کی بات سُن کر انسان وصالِ محبوب تک پہنچ جاتا ہے۔ ایں خیال۔ سننے سے جو خیال پیدا ہوا ہے اُس کو وصال کا راہبر بنالے۔

لہ از خیال۔ دشمن کا خیال اور تصور انسان کو دشمن پیدا کرنے اور اُس سے ملنے پر مجبور کرتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو پہاڑ کے مشاہدہ کے درجہ کا علم تھا کہ وہ طور کس درجہ کا علم نہ تھا لیکن پھر بھی وہ پہاڑ پر متوجہ ہوا۔ لمع۔ چمک۔ فچلی۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ مخیل۔ یعنی پہاڑ جس کو مشاہدہ حاصل نہ تھا صرف خیال حاصل تھا۔ یعنی۔ لیکن انسان کو حق تعالیٰ کے خیال پر اکتفا نہ کرنا چاہیئے وہ محض خیال سے واصل بحق نہ ہوگا۔

لہ از خیال۔ لڑائی کا محض خیال اور تصور کرلی چیز نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اصل ہے۔ جیسے۔ نقش اور تصویر میں بھی خیالی لڑائی میں بہت کر و فر دکھا تا ہے۔ نقش۔ رستم کی خیالی تصویر سے تو بھڑا حریف بنتا ہے۔ ایں خیال۔ خیال بیکار ہے لیکن اگر خیال مشاہدہ کے درجے میں آجائے تو پھر مفید ہو جاتا ہے۔

لہ جہد کن۔ انسان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ اس کا سمع مشہود بن جائے اور اُس میں کسی باطل کا احتمال نہ رہے۔ زاں سپس۔ اس کے بعد کان آنکھ کا رتبہ حاصل کریگا۔ ریشم بمعنی پشم ہے یعنی کان جو کم قیمت چیز ہے اب وہ گوہر بیش قیمت بن جائیگا۔ بلکہ۔ کوشش سے

آں[1] خلیفہ گوں ہم یک چند نیز
اُس احمق خلیفہ نے بھی کچھ دن

ریش گاوی کرد خوش با آں کنیز
اُس لونڈی کے ساتھ حماقت برتی

مُلک را تو مُلکِ غرب و شرق گیر
تو سلطنت کو مغرب اور مشرق کی سلطنت کو مت کر لے

چوں نمی ماند تو آں را برق گیر
جبکہ وہ باقی نہیں رہتی تو اُسکو بجلی (کی کوند) سمجھ

مملکت کاں می نماند جاوداں
وہ سلطنت جو ہمیشہ نہ رہے

اے دلت خفتہ تو آں را اخواب دار
اے کہ تیرا دل سویا ہوا ہے تو اُسکو خواب سمجھ

تا چہ خواہی کرد آں بادِ بروت
تو اُس غرور کو کیا کرے گا؟

کہ بگیرد ہم چو جلّادے گلوت
جو جلاد کی طرح تیرا گلا پکڑ لے

ہم[2] دریں عالم بداں کہ ماءمنے ست
اِسی دنیا میں جان لے کہ امن کی جگہ ہے

از منافق کم شنو کہ گفت نیست
منافق سے یہ سن کہ جس نے کہا کہ نہیں ہے

حُجّت منکرانِ آخرت و بیانِ ضعفِ آں حُجّت

آخرت کے منکروں کی دلیل اور اُس دلیل کی کمزوری کا بیان

حُجّتش این ست[3] گوید ہر دمے
اُس کی یہ دلیل ہے اور ہر وقت کہتا ہے

گر بُدے چیزے دگر من دیدمے
اگر کوئی اور چیز ہوتی تو مجھے نظر آتی

گر نہ بیند کودک از احوالِ عقل
اگر کوئی بچہ عقل کے احوال نہیں دیکھتا ہے

عاقلے ہرگز کُند از عقل نقل
(تو) عقلمند کبھی عقل کو ترک کرے گا؟

ور[4] نہ بیند عاقلے احوالِ عشق
اگر کوئی عقلمند عشق کے احوال نہیں دیکھتا ہو

کم نگردد ماہِ نیکو فالِ عشق
(تو) عشق کا نیک فال چاند نہیں گھٹتا ہے

حُسنِ یوسفؑ دیدۂ اخواں ندید
یوسفؑ کے حُسن کو بھائیوں کی آنکھ نے نہ دیکھا

از دلِ یعقوبؑ کے شد ناپدید
(حضرت) یعقوبؑ کے دل سے کب گیا؟

مر عصا را چشمِ موسیٰؑ چوب دید
حضرت موسیٰؑ کی آنکھ نے عصا کو لکڑی دیکھا

چشمِ قبطی اژدہا و آشوب دید
قبطی کی آنکھ نے اژدہا اور مصیبت دیکھا

چشمِ سِر با چشمِ سَر در جنگ بود
باطن کی آنکھ سر کی آنکھ سے جنگ میں تھی

غالب آمد چشمِ سِر حُجّت نمود
باطن کی آنکھ غالب ہوگئی، ثبوت پیش کر دیا

آنکھ میں اختلاف تھا باطنی آنکھ نے دلیل پیش کر دی اور حقیقت واضح ہو گئی۔

---

[1] آں خلیفہ: شاید معتبر ہی اُس لڑکی سے اظہارِ عشق کرنے لگا۔ ملک۔ یہ اس کی خرمستی سلطنت کی وجہ سے تھی سلطنت خواہ مشرق و مغرب کی ہو وہ بجلی کی کوند سے زیادہ نہیں ہے۔ مملکت۔ انسان جس کو سلطنت سمجھتا ہے اُس کی حقیقت خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ تا چہ۔ یہ سلطنت سامعین انسان کے لئے بلاوہ ثابت کرتا ہے۔

[2] ہم دریں عالم۔ اِسی دنیا کو اور اُس کی سلطنت کو امن کی جگہ نہ سمجھ امن کی جگہ عالم آخرت ہے۔ حجتش۔ عالم آخرت کے منکر کی دلیل یہ ہے کہ اگر عالم آخرت ہوتا تو میں اُس کو دیکھ سکتا۔ گر بیند۔ لیکن کسی کے نہ دیکھ سکنے سے اس چیز کا انکار کیسے ہو سکتا ہے بچہ عقل کے احوال کو نہیں دیکھ سکتا لیکن عقلمند تو اُس کا انکار نہ کرے گا۔

[3] ور نہ بیند۔ اگر کوئی عاشق عقل عشق کے احوال نہیں دیکھ سکتا ہے تو اُس کے نہ دیکھنے سے عشق میں کوئی زوال نہیں آجاتا ہے۔ حسنِ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ کا حسن بھائیوں کو نظر نہ آیا تو اس سے اُس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مر عصا۔ حضرت موسیٰؑ ابتداءً عصا کی حقیقت نہ دیکھ سکے لیکن اُس کا وجود تھا ہی تبھی نے اُس کو دیکھ لیا۔ چشمِ سِر۔ باطنی آنکھ اور ظاہری

چشمِ موسیٰ[1] دستِ خود را دست دید — پیشِ چشمِ غیب نورے بر پدید

(حضرت) موسیٰ کی آنکھ نے اپنے ہاتھ کو ہاتھ دیکھا — غیب کی آنکھ کے سامنے ایک نور ظاہر تھا

ایں سخن پایاں ندارد ہر کمال — پیشِ ہر محروم باشد چوں خیال

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، ہر کمال — ہر محروم کے سامنے خیال کی طرح ہوتا ہے

چوں حقیقت پیشِ او فرج و گلوست — کم بیاں کن پیشِ او اسرارِ دوست

جبکہ اس کے سامنے حقیقت شرمگاہ اور حلق ہے — دوست کے راز اس کے سامنے بیان نہ کر

پیشِ ما فرج و گلو باشد خیال — لاجرم ہر دم نماید جاں جمال

ہمارے سامنے شرمگاہ اور حلق خیال ہے — لامحالہ جان ہر وقت جمال دکھاتی ہے

ہر کرا فرج و گلو آئین و خوست — آں لکم دینکم[2] و لی دین بہر اوست

جس شخص کا طریقہ اور عادت شرمگاہ اور حلق ہے — تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین اسکے لئے ہے

باچناں انکار کوتہ کن سخن — احمدا کم گوے با کبرِ کہن

ایسے انکار کے ہوتے ہوئے بات مختصر کر — اے احمدؐ! پرانے کافر سے بات نہ کر

آمدن آں خلیفہ نزدِ آں خوبروا ز برائے جماع

ہمبستری کے لئے خلیفہ کا اس حسینہ کے پاس آنا

آں خلیفہ کرد رایِ اجتماع — سوئے آں زن رفت از بہرِ جماع

خلیفہ نے اکٹھا ہونے کی سوچی — ہمبستری کے لئے اس لونڈی کے پاس گیا

ذکرِ او کرد و ذکر بر پایی کرد — قصدِ خفت و خیز مہر افزایی کرد

اس کی یاد کی اور عضو تناسل کو کھڑا کیا — اس محبت بڑھانیوالی کیساتھ سونے اور جاگنے کا ارادہ کیا

چوں[3] میانِ پایِ آں خاتون نشست — پس قضا آمد رہِ عیش بہ بست

جب اس خاتون کے پیروں کے بیچ میں بیٹھا — تو تقدیر آپہنچی، اس کے عیش کا دروازہ بند کر دیا

خشت خشت موش در گوشش رسید — خفت کیرش شہوتش کلی رمید

اس کے کان میں چوہے کی کھٹ کھٹ آئی — اس کا آلہ تناسل سو گیا، اسکی شہوت بالکل بھاگ گئی

وہم آں کز بار باشد ایں صریر — کہ ہمی جُنبد بہ تندی از حصیر

یہ وہم ہوا کہ یہ آواز سانپ کی ہوگی — جو تیزی سے بنائی میں سے حرکت کر رہا ہے

خندہ گرفتنِ آں کنیزک را از ضعفِ شہوتِ خلیفہ و قوتِ

اس سردار کی شہوت کی طاقت اور خلیفہ کی شہوت کی کمزوری پر لونڈی کا ہنس پڑنا

---

[1] چشم موسیٰ۔ ایک ہی چیز ایک کے لئے خیال ہے اور دوسرے کے لئے یقین۔ ایں سخن ایک ہی چیز کی مختلف نگاہوں میں مختلف حیثیت کا بیان۔ فرج و گلو۔ ہر شخص پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت کو ہی حقیقت سمجھے اس کو اسرار کی باتیں سنانا بیکار ہے۔ پیشِ ما۔ جو لوگ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت سے بڑی ہیں ان کو اربابِ حال حاصل ہوتا ہے۔

[2] لکم دینکم۔ سورۂ الکافرون میں آنحضورؐ کو خطاب ہے کہ ان کافروں سے کہدیجئے تمہارے لئے تمہارا دین ہے میرے لئے میرا دین ہے۔ باچناں۔ آنحضورؐ سے کہدیا گیا کہ ان سے بات نہ کیجئے۔

[3] چوں۔ جب بالکل تیار ہو گیا تو قضا نے راہ روک دی اور ایک چوہے کی کھٹ کھٹ کی آواز آئی جس سے وہ خوفزدہ ہو گیا اور اس کی شہوت ختم ہو گئی۔ ہم۔ اس چوہے کی کھٹ کھٹ کے بارے میں اس کو یہ خیال آیا کہ یہ سانپ کے چلنے کی آواز ہے جو بستر کے نیچے ہے۔ خفتہ۔ شاہ مصر کی نامردی اور بہلول کی دیوانگی کو یاد کر کے لونڈی ہنسنے لگی۔

شہوتِ آں امیر و فہم کردنِ آں خلیفہ خندۂ کنیزک را

اور لونڈی کے ہنسنے کو خلیفہ کا سمجھ جانا

زن بدید آں سُستیِ اُو از شگفت
عورت نے حیرانی سے اُس کی سستی کو دیکھا

آمد اندر قہقہہ خندش گرفت
وہ قہقہہ مارنے لگی، اُس پر ہنسی طاری ہو گئی

یادش آمد مردیِ آں پہلواں
اُس کو اُس پہلوان کی مردانگی یاد آ گئی

کہ بکشت اُو شیر و اندامش چناں
کہ اُس نے شیر کو مار ڈالا اور اُس کا جسم ایسا ہے!

غالب آمد خندۂ زن شُد دراز
عورت کی ہنسی غالب آ گئی، لمبی ہو گئی

جہد میکرد و نمی شُد لب فراز
وہ کوشش کرتی تھی اور مونٹ بند نہ ہوتا تھا

سخت[1] می خندید ہمچوں بنگیاں
وہ بھنگڑوں کی طرح بہت ہنسی

غالب آمد خندہ بر سُود و زیاں
نفع اور نقصان پر ہنسی غالب آ گئی

ہر چہ اندیشید خندہ می فزود
جتنا بھی سوچتی، ہنسی بڑھتی تھی

ہمچو بندِ سیلِ ناگاہاں کشود
بہاؤ کے بند کی طرح جو اچانک کھل گیا ہو

گریہ و خندہ غم و شادیِ دل
رونا اور ہنسنا، دل کی خوشی اور غم

ہر یکے را معدنے داں مستقل
ہر ایک کو مستقل کان سمجھ

ہر یکے را مخزن و مفتاحِ آں
ہر ایک کا خزانہ ہے اور اُس کی کنجی

اے برادر در کفِ فتّاح داں
اے بھائی! کھولنے والے (خدا) کے ہاتھ میں سمجھ

ہیچ ساکن می نشُد آں خندہ زُو
اُس کی ہنسی کسی طرح نہ تھمتی تھی

پس خلیفہ تیرہ گشت و تُند خُو
تو خلیفہ ناراض اور غضبناک ہو گیا

زود[2] شمشیر از غلافش بر کشید
اُس نے فوراً غلاف میں سے تلوار سونت لی

گفت ہیں خندہ و اگو اے پلید
کہنے لگا اے ناپاک! ہنسی کا راز بتا

در دلم زیں خندہ ظنّی اوفتاد
اِس ہنسی سے میرے دل میں بدگمانی پیدا ہو گئی ہے

راستی گو عشوہ نتوانیم داد
سچ بتا دے، تو مجھے فریب نہیں دے سکتی ہے

ور خلافِ راستی بفریبیم
اگر تو سچائی کے خلاف مجھے فریب دے گی

یا بہانہ چرب آری تو بَرم
یا میرے سامنے چکنا چپڑا بہانہ لائیگی

من بدانم در دلِ من روشنی ست
میں سمجھ جاؤں گا میرے دل میں روشنی ہے

بایدت گفتن ہر انچہ گفتنی ست
تجھے کہنے کے لائق، بات کہہ دینی چاہیے

---

[1] سخت: اس کو ایسی ہنسی پھول جیسی بھنگنوں کو بھی نہیں ہے اور اُس ہنسی میں اس کو یہ خیال بھی نہ رہا کہ بادشاہ کی ناگواری اس کو نقصان پہنچائیگی۔ گریہ و خندہ، ہنسی اور رونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ لہٰذا اطمینان کیوں نہ ہنسا؟ ہے دین کو دنیا ہے۔

[2] زود: لونڈی کی بے تحاشا ہنسی پر شاہ کو غصہ آگیا اور تلوار سونت لی اور کہنے لگا ہنسی کا راز صحیح بتا دے غلط بات سے تو مجھے مطمئن نہ کر سکیگی میرے دل میں عقل کی روشنی ہے

در دلِ شاہاں تو ماہے داں سطبر
تو بادشاہوں کے دل میں ایک بڑا چاند سمجھ

گرچہ گہہ گہہ شد ز غفلت زیر ابر
اگرچہ وہ کبھی کبھی غفلت کے بوجھ سے ابر کے نیچے آجاتا ہے

یک چراغے ہست در دل وقتِ گشت
چلنے پھرنے کے وقت دل میں ایک چراغ ہے

وقتِ خشم و حرص آید زیر طشت
جو غصہ اور حرص کے وقت طشت کے نیچے چھپ جاتا ہے

آں[1] فراست ایں زماں یارِ من ست
اس وقت وہ شناخت میری دوست ہے

گر نگوئی آنچہ حق گفتن ست
اگر تو وہ نہ کہے گی جو بتانے کا حق ہے

من بدیں شمشیر مبرم گردنت
میں اس تلوار سے تیرا گردن اڑا دوں گا

سود نبود خود بہانہ کردنت
تیرا بہانہ کرنا کچھ مفید نہ ہوگا

ایں زماں بکشم ترا بے ہیچ شک
اسی میں تجھے یقیناً قتل کر دوں گا

تیغ را کرد او حوالہ گفت نک
اس نے تلوار اس کے سامنے کی کہا یہ ہے

در بگوئی راست آزادت کنم
اگر تو سچ کہدے میں تجھے آزاد کر دوں گا

حق یزداں نشکنم شادت کنم
خدا کی قسم نہ توڑوں گا، تجھے خوش کر دوں گا

ہفت مصحف آں زماں برہم نہاد
اس نے سات قرآن اوپر نیچے رکھے

خورد سوگند و چنیں تقریر داد
قسم کھائی، پھر یوں عہد کیا

فاش کردنِ آں کنیزک آں را از راہ خلیفہ از بیم زخمِ شمشیر و

تلوار کے زخم سے ڈر کر اس لونڈی کا خلیفہ سے راز فاش کر دینا

اکراہ خلیفہ کہ راست بگو سبب ایں خندہ را و گرنہ بکشمت

اور خلیفہ کا مجبور کرنا کہ اس ہنسی کا سبب سچ بتا ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا

زن[2] چو عاجز شد بگفت احوال را
عورت جب عاجز آگئی اس نے حالات بتا دیئے

مردیِ آں رستمِ صد زال را
سیکڑوں زال والے رستم کی مردانگی کے

شرح آں گردک کہ اندر راہ بود
اس خیمہ کی تفصیل جو راستہ میں تھا

یک بیک با آں خلیفہ وا نمود
وہ اس نے ایک ایک کر کے خلیفہ پر کھولدی

شیر کشتن سوئے خیمہ آمدن
شیر کا قتل کرنا خیمہ میں آنا

واں ذکر قائم چو شاخِ کرگدن
اور اسکا ذکر گینڈے کے سینگ کیطرح کھڑا رہنا

او بداں قوت کہ از شیر شکار
وہ اس طاقت کے ساتھ کہ شکاری شیر سے

ہیچ تغییرش نشد بد برقرار
اس میں کوئی تغیر نہ ہوا برقرار تھا

[1] آں فراست — وہ فراست اور روشنی اس وقت میرے ساتھ ہے اگر تو صحیح بات نہ کہے گی میں توڑا سمجھ جاؤں گا اور تجھے مار ڈالوں گا اور یہ کہہ کر تلوار اس کے سامنے کر دی اور سات قرآن اوپر نیچے رکھ کر قسم کھائی کہ اگر تو سچ بتا دیگی تو تجھے آزاد کر دوں گا۔

[2] زن — لونڈی جب عاجز آگئی تو اس نے بہلوان کا سارا قصہ سنا دیا اور کہا کہ اس نے شیر کو بھی قتل کیا اور پھر خیمہ میں واپس آیا اور اس کی شہرت میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

تو بدیں مستی کہ چوں کردی بگوش
تو اس مستی میں کہ جب تو نے سنی

خشت خشتِ مُو شکے رفتی ز ہوش
چوہیا کی کٹ کٹ سے بے ہوش ہو گیا

من چو دیدم از تو این و از وے آں
میں نے جب تجھے یہ دیکھا اور اس سے وہ

زاں سبب خندیدم اے شاہِ جہاں
اے شاہجہاں! میں اس سبب سے ہنسی

رازہا را میکند حق آشکار
اللہ تعالیٰ بھیدوں کو ظاہر کر دیتا ہے

چوں بخواہد رُست تخمِ بد مکار
جبکہ اگ کر رہے گا، برا بیج نہ بو

آب و ابر و آتش و این آفتاب
پانی اور ابر اور گرمی اور یہ سورج

رازہا را می برارند از تُراب
مٹی سے بھیدوں کو برآمد کر دیتے ہیں

ایں بہارِ نو ز بعدِ برگ ریز
یہ نئی بہار، پت جھڑ کے بعد

ہست بُرہانِ وجودِ رستخیز
قیامت کے وجود پر دلیل ہے

در بہاراں سِرّہا پیدا شود
بہاروں میں راز ظاہر ہو جاتے ہیں

ہر چہ خوردست این زمیں شُوا شود
اس زمین نے جو کھایا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے

بر دمد آں از دہان و از لبش
اس کے ہونٹ اور منہ سے وہ اگ پڑتا ہے

تا پدید آید ضمیر و مذہبش
یہاں تک کہ اس کا مذہب اور ضمیر کھل جاتا ہے

سِرِّ بیخ ہر درختے و خورش
ہر درخت کی جڑ کا راز اور اس کی خوراک

جملگی پیدا شود آں بر سرش
سب اس کے سر پر پیدا ہو جاتا ہے

ہر غمے کز وے تو دل آزردہ
ہر وہ غم جس سے تو دل آزردہ ہے

از خمارِ مے بُود کاں خوردہ
اس شراب کا خمار ہوتا ہے جو تو نے پی ہے

لیک کے دانی کہ آں رنجِ خمار
لیکن تو کب جان سکتا ہے کہ خمار کی تکلیف

از کدامیں مے برآمد آشکار
کونسی شراب سے ظاہر ہوئی ہے؟

ایں خمار اشکوفہ آں دانہ ست
یہ خمار اس دانہ کا شگوفہ ہے

آں شناسد کاگہ و فرزانہ است
وہ جانتا ہے جو آگاہ اور ذہین ہے

شاخ و اشکوفہ نماند دانہ را
شاخ اور شگوفہ دانہ کے مشابہ نہیں ہوتے

لُطفہ کے ماند تنِ مردانہ را
لطفہ انسانی جسم کے مشابہ کب ہے؟

نیست مانندِ ہیولا با اثر
مادہ، نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے

دانہ کے مانند آید با شجر
دانہ، درخت کے مشابہ کب ہوا ہے؟

---

۱ تو بدیں مستی۔ لونڈی نے کہا لیکن تیری یہ حالت ہے کہ چوہے کی کٹ کٹ سے خبوت کا غرہو گئی میرے ہنسنے کا یہ سبب ہے۔ راز کو مولانا فرماتے ہیں کہ ہر راز ظاہر ہو کر رہتا ہے لہٰذا بدی کا بیج نہ بونا چاہیئے اس لئے کہ وہ اگے گا۔ آب۔ پانی، گرمی اور سورج زمین میں چھپے راز ظاہر کر دیتے ہیں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز باہر آ جاتی ہے۔ ایں بہار۔ موسم بہار میں اجڑے ہوئے چمن پھر زندگی حاصل کر لیتے ہیں جو حشر و نشر کے لئے ایک دلیل ہے۔

۲ در بہاراں۔ موسم بہار میں زمین سے ہر وہ بیج اگ پڑتا ہے جو زمین میں چھپا ہوا تھا اور اس سے اس بیج کی حقیقت کھل جاتی ہے.... بر سرش۔ یعنی پھلوں کی صورت میں۔ ہر غمے۔ انسان پر جو مصیبت آتی ہے وہ اس کے کسی عمل کا ثمر ہوتی ہے۔

۳ لیک۔ لیکن انسان یہ نہیں سمجھ سکتا ہے کہ یہ تکلیف اور رنج کس عمل کا نتیجہ ہے۔ ایں خمار۔ اہل باطن یہ سمجھ لیتے ہیں۔ شاخ۔ شگوفہ اور دانہ کے شکل میں کوئی ظاہری مشابہت نہیں ہوتی ہے جس طرح بیج اور پھل میں۔ لطفہ۔ منی سے بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن بچہ اور منی میں مشابہت نہیں ہے۔ ہیولا۔ مادہ۔ اثر۔ جو چیز مادہ سے بنی ہے۔

نُطفہ[1] از نانست کے مانَد بناں
نطفہ روٹی سے بنا ہے روٹی کے مشابہ کب ہے؟

مَردم از نُطفہ است کے باشد چناں
انسان نطفہ سے ہے ویسا کب ہوتا ہے؟

جنّی از نار ست کے مانَد بنار
جن آگ سے ہے، آگ سے مشابہ کب ہے

از بُخار ست ابر و نبود چوں بُخار
ابر، بخار سے ہے اور بخار جیسا نہیں ہوتا ہے

از دَم جبریل عیسیٰ شُد پدید
حضرت عیسیٰ جبریلؑ کی پھونک سے پیدا ہوئے

کے بصورت ہمچو اُو بُد ناپدید
صورت کے اعتبار سے کسی طرح مخفی کب ہوئے؟

آدَم[2] از خاکست کے مانَد بخاک
حضرت آدم مٹی سے ہیں مٹی کے مشابہ کب ہیں؟

ہیچ انگورے نمی مانَد بتاک
کوئی انگور، انگور کے درخت کے مشابہ نہیں ہے

کے بُود طاعت چو خُلدِ پائیدار
عبادت، مستقل جنت کی طرح کب ہے؟

کے بُود دُزدی بشکلِ پائیدار
چوری، سول کے ستون کی فصل کی کب ہے؟

ہیچ اصلے نیست مانندِ اَثر
کوئی اصل نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے

پس ندانی اصلِ رنج و دردِ سَر
تو تو رنج اور دردِ سر کی اصل نہیں جان سکتا

لیک بے اصلے نباشد ایں جزا
لیکن یہ جزا بغیر اصل کے نہیں ہوتی ہے

بیگنا ہے کے برنجاند خُدا
خدا بے گناہ کو کب رنج دیتا ہے؟

آنچہ صلست و کُشندہ آں شَی ست
وہ جو اصل ہے اور اس چیز کا سبب ہے

گر نمی مانَد بوے ہم از وے ست
اگرچہ اس کے مشابہ نہیں ہوتا ہم وہ اسی کی جنس سے ہے

پس بداں رنجت نتیجہ زَلّتے ست
پس سمجھ لے کہ تیری تکلیف کسی لغزش کا نتیجہ ہے

آفتِ ایں ضربتت از شہوتیست
تیری اس چوٹ کی آفت کسی شہوت کی وجہ سے ہے

گر ندانی[3] آں گنہ را اعتبار
اگر عبرت کے لئے تو اس گناہ کو نہ پہچان سکے

زود زاری کُن طلب کُن اغتفار
بہت جلد عاجزی کر اور معافی چاہ

سجدہ کُن صد بار میگو اے خدا
سو بار سجدہ کر اور کہہ اے خدا!

نیست ایں غم غیر درخورِ سزا
یہ غم سزا کی پاداش کے سوا نہیں ہے

اے تو سُبحاں پاک از ظلم و ستم
اے سبحان تو ظلم و ستم سے پاک ہے

کے دہی بے جرم جانرا دَرد و غم
تو جان کو درد و غم بغیر جرم کے کب دیتا ہے؟

من معیّن می ندانم جُرم را
میں جرم کو معین کر کے نہیں جانتا ہوں

لیک ہم جُرمے بباید کرم را
لیکن بخشش کے لئے جرم بھی چاہیے

---

[1] نطفہ: مٹی روٹی سے بنی لیکن آپس میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ جنّی: جن آگ سے پیدا ہوا، ابر: بخارات سے پیدا ہوا لیکن آپس میں مشابہت نہیں ہے۔ (ہم جبریلؑ)۔ حضرت عیسیٰؑ حضرت جبریلؑ کے دم سے پیدا ہوئے ان میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔

[2] آدمؑ۔ آدم مٹی سے پیدا ہوئے، انگور بیل سے پیدا ہوا، ان میں بھی کوئی مشابہت نہیں ہے۔ کے بُود۔ جنت، عبادت کا ثمرہ ہے، چوری کا نتیجہ سول ہے لیکن باہمی مشابہت نہیں ہے۔

[3] گر ندانی۔ خواہ انسان عبرت حاصل کرنے کے لئے اس گناہ کو نہ سمجھ سکے جس کے نتیجہ میں مصیبت میں گرفتار ہوا ہے لیکن اس کو گناہ کی پہچان کی درخواست کرنی چاہیے۔ سجدہ کن۔ سجدہ کر کے کہنا چاہیے کہ یہ میرے گناہ کی سزا ہے۔ آگے سبحان۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کرنا چاہیے کہ تیری ذات ظلم و ستم سے پاک ہے بغیر خطا کے سزا نہیں دیتا ہے۔ کرم۔ بخشش، گناہ کی متقاضی ہے۔

چوں[1] پوشیدی سبب را زاعتبار — دائما آں جرم را پوشیدہ دار
جبکہ تو نے سبب کو عبرت خاص کر کے چھپا دیا ہے — اس خطا کو بھی ہمیشہ پوشیدہ رکھ

کہ جزا اظہارِ جرمِ من بود — کز سیاست دُرد یم ظاہر شود
کیونکہ بدلہ میری خطا کا اظہار بن جائے گا — کیونکہ سزا سے میری پوری تسلی ہو جائے گی

باز گردم سوئے توبہ شاہ باز — تا شود معلوم اسرارِ نیاز
میں بادشاہ کی توبہ کی طرف پھر لوٹتا ہوں — تاکہ عاجزی کے اسرار معلوم ہو جائیں

عزم[2] کردن شاہ چوں واقف شد بر اں خیانت کہ
جب بادشاہ اس خیانت سے واقف ہوا تو اس کا ارادہ کرنا کہ وہ چشم پوشی کرے

بپوشاند و عفو کند و اورا با او دہد و دانست کہ آں فتنہ
اور معاف کر دے اور اس کو اس ہی کو دیدے اور سمجھ گیا کہ یہ فتنہ

جزائے قصدِ او بود و ظلمِ او بر صاحبِ موصل کہ من
موصل کے بادشاہ پر اس کے ظلم اور ارادہ کی سزا ہے کیونکہ جس شخص نے

اساء فعلیہا وان ربک لبالمرصاد، رادو ترسید کہ اگر
برائی کی تو وہ اس پر ہے اور تیرا رب گھات کی جگہ میں ہے اور وہ ڈرا کہ اگر

ایں انتقام کشد آں انتقام باز ہم بر سرِ او آید چنانکہ ایں
یہ بدلے گا تو بدلہ بھی اسی کے سر پر آئے گا جیسا کہ یہ ظلم اور حرص

ظلم و طمع بر سرش آمد
اس کے سر پر آیا

شاہ با خود آمد استغفار کرد — یادِ جرم و زلت و اصرار کرد
شاہ ہوش میں آیا، اس نے توبہ کی — جرم اور لغزش اور اصرار کی یاد کی

گفت[3] با خود آنچہ کردم با کساں — شد جزائے آں بجائے من لساں
اپنے آپ سے بولا میں نے جیسا دوسروں کے — اس کی سزا کا پہنچنا والی بن گئی

قصدِ جفتِ دیگراں کردم زجاہ[4] — بر من آمد آں و افتادم بچاہ
میں نے دوسروں کی بیویوں کا — وہی مجھ پیش آیا اور میں کنوئیں میں گر گیا

من درِ خانہ کسِ دیگر زدم[5] — او درِ خانہ مرا زد لاجرم
میں نے کسی دوسرے کے گھر کا دروازہ پیٹا — اس نے لامحالہ میرا دروازہ پیٹا

[1] چوں۔ اے خدا جب تو نے میری خطا کو اس بارے میں پوشیدہ کر دیا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مصیبت کس خطا کی وجہ سے آئی ہے تو اب ہمیشہ کے لئے میری اس خطا کو چھپا دے۔ کہ جو سزا جرم کے اظہار کا سبب بن جاتی ہے جب پردہ پوشی ہوتی ہے تو لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اس نے چوری کی ہے۔ تاکہ عاجزی اور نیازمندی بہت سے اسرار پر مشتمل ہے۔

[2] عزم کردن۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ پہلوان کی خیانت میرے ظلم کی سزا ہے لہٰذا اس نے طے کیا کہ اب پہلوان پر ظلم نہ کرے ورنہ اور سزا ملے گی بلکہ یہ لونڈی اس کو دیدے۔ زلت۔ لغزش۔ اصرار یعنی گناہ پر جما رہا۔

[3] گفت۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ سب کچھ میرے ظلم کی سزا ہے۔ قصہ جفت میں نے شاہ موصل کی لونڈی پر نظر بد ڈالی تو اس کے بدلے میں میری لونڈی پر نظر بد پڑی۔ من در خانہ۔ میں نے دوسرے کی پردہ دری کی تو میری پردہ دری ہوئی۔

ہر کہ با اہلِ کساں شد فسق جُو
جو شخص لوگوں کے اہل کے ساتھ فسق کا طلبگار بنا

زانکہ مثلِ آں جزائے آں شود
کیونکہ اُس کی جزا اُس کی مثل ہوتی ہے

چوں سبب گردی کشیدی گے خویش
جب تو سبب بنا، تو نے اپنی جانب کھینچا

غصب کردم از شہِ موصل کنیز
میں نے شاہِ موصل کی لونڈی غصب کی

اُو امینِ من بدو لالائے من
وہ میرا امین تھا اور میرا غلام

نیست وقتِ کیں گذاری و انتقام
کینہ دری اور بدلہ کا وقت نہیں ہے

گر کشم کینہ ازاں میر و حرم
اگر میں اُس لونڈی اور سردار سے بدلہ لوں

ہمچناں کیں یک بیامد در جزا
جیسا کہ یہ ایک، بدلے میں آیا

دردِ صاحب موصلم گردن شکست
موصل کے بادشاہ کے درد نے میری گردن توڑ دی

داد حق ما را ز مکافاتِ آگہی
بدلے سے خدا نے ہمیں خبردار کر دیا

چوں فزونی کردن اینجا سود نیست
چونکہ اِس جگہ زیادتی کرنا مفید نہیں ہے

ربنا اِنا ظلمنا سہو رفت
اے ہمارے رب بیشک ہم نے ظلم کیا بھول ہوئی

عفو کردم تو ہم از من عفو کُن
میں نے معاف کیا تو بھی مجھے معاف کر دے

اہلِ خود را داں کہ قوادستاُو
سمجھ لے کہ وہ اپنے اہل کا دیوث ہے

چوں جزائے سیئہ مثلش بُود
جبکہ بُرائی کا بدلہ اُس جیسا ہوتا ہے

مثلِ آں را پس تو دیوثی پیش
اُس جیسا پس تو پہلے سے دیوث ہے

غصب کردند از من اُو را زُو نیز
اُنہوں نے اس کو میرے پاس سے بھی زبردستی غصب کیا

خائنش کرد آں خیانتہائے من
اُس کو میری خیانتوں نے خیانت کرنے والا بنا دیا

من بدستِ خویش کردم کارِ خام
میں نے بُرا کام اپنے ہاتھ سے کیا

آں تعدی ہم بیاید بر سرم
وہ ظلم بھی میرے سر پر آئے گا

آزمودم باز نزمائم دُرا
میں نے آزما لیا پھر میں اُس کو نہ آزماؤں گا

من نیارم ایں دگر را نیز خست
میں اِس کو دوبارہ نہیں توڑ سکتا ہوں

گفت اِن عُدتُم عُدنا یا
فرمایا اگر تم دوبارہ (یہ عمل) کرو گے ہم دوبارہ (یہ سزا) دیں گے

غیر صبر و مرحمت محمود نیست
سوائے صبر اور رحم کے کچھ اچھا نہیں ہے

رحمتے کُن اے رحیمیہات تُست
رحمت کر اے وہ کہ تیری رحمتیں بڑی ہیں

از گناہانِ نو و جرمِ کہن
نئے گناہوں اور پرانی خطاؤں کو

ہر کہ: جو شخص دوسروں کی بیویوں سے فسق کرتا ہے وہ دیوث ہے دراصل وہ اپنی بیوی کے بارے میں چاہتا ہے کہ لوگ اُس سے فسق و فجور کریں۔ زانکہ: کیونکہ کہ بُرائی کا بدلہ اُسی جیسی بُرائی ہوتی ہے۔ چوں سبب: جب تیرا فسق و فجور اپنی بیوی کے فسق و فجور کا سبب بنا تو معلوم ہوا کہ تو دیوث تھا۔ غصب: میں نے شاہِ موصل کی لونڈی غصب کی میرے سردار نے میری لونڈی غصب کر لی۔ آقا ہی۔ غلام۔

نیست: تو میں دوسرے سے کیا بدلہ لوں یہ تو میرا خود کردہ ہے۔ گر کشم: اب اگر میں پہلوان کو سزا دوں گا تو اُس کا خمیازہ بھی مجھے بھگتنا پڑے گا۔ ہمچناں: ایک دفعہ میں آزما چکا کہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے ملا ہے اب میں ایسا نہ کروں گا۔ اِن عُدتُم: قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ اگر تم پھر وہی اشرار کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے۔

چوں: اب اس بیہودہ پر کوئی ظلم و زیادتی مناسب نہیں ہے صبر اور رحم سے کام لینا ہی مناسب ہے۔ ربنا: اب تو بارگاہِ خداوندی میں یہی دعا کرنی چاہیئے کہ ہم سے ظلم یا غلطی ہوئی تو معاف کر دے۔ عفو کردم: شاہِ موصل نے دعا میں کہا اے خدا میں نے

گفت[1] اکنوں اے کنیزک وا مگو
کہا اے لونڈی! اب نہ کہنا

این سخن را کہ شنیدم من زتو
یہ بات جو میں نے تجھ سے سنی

پاس دار و با کسے عرضہ مکن
محفوظ رکھ اور کسی سے نہ کہہ

آنچہ گفتی اے کنیزک زیں سخن
اے لونڈی! تو نے جو یہ بات کہی

با امیرت جفت خواہم کرد من
میں امیر سے تیرا نکاح کردوں گا

اللہ اللہ زیں حکایت دم مزن
خدا کے لئے اس قصہ کو نہ کہہ

تا نگردد اوز رویم شرمسار
تاکہ وہ میرے سامنے شرمندہ نہ ہو

کو یکے بد کرد و نیکی صد ہزار
کیونکہ اس نے ایک برائی اور لاکھوں بھلائیاں

بارہا من امتحانش کردہ ام
میں نے اس کو بارہا آزمایا ہے

خوب[2] تر از تو بدو بسپردہ ام
تجھ سے زیادہ حسین اس کے سپرد کئے ہیں

در امانت یافتم او را تمام
میں نے اس کو امانت میں مکمل پایا ہے

ایں قضائے بود ہم از کردہ ام
یہ بھی میرے کاموں کی سزا تھی

کنیزک بخشیدن شاہ بجیلت بہ پہلوان

بادشاہ کا پہلوان کو ایک تدبیر سے لونڈی بخش دینا

پس بخود خواند آں امیر خویش را
پھر اس نے اس اپنے امیر کو بلایا

کشت در خود خشم قہر اندیش را
قہر ڈھانے والے غصہ کو اپنے اندر دبا لیا

کرد با او یک بہانہ دلپذیر
اس نے دل کو لگنے والا ایک بہانہ کیا

کہ شد ستم زیں کنیزک بس نفیر
کہ میں اس لونڈی سے بہت متنفر ہو گیا ہوں

زاں[3] سبب کز غیرت و رشک کنیز
اس لئے کہ لونڈی کی غیرت اور رشک سے

مادرِ فرزند دارد صد انیز
لڑکے کی ماں بہت فریاد کر رہی ہے

زاں سبب کز غیرتِ او دائما
اس لئے کہ اس کی غیرت سے مستقلاً

مادرِ فرزند ہست اندر عنا
لڑکے کی ماں مصیبت میں ہے

مادرِ فرزند را بس حقہاست
لڑکے کی ماں کے بہت حقوق ہیں

او نہ در خورد چنیں جور و جفاست
وہ اس طرح کی ظلم و زیادتی کے لائق نہیں ہے

رشک و غیرت میبرد خوں میخورد
رشک اور غیرت کرتی ہے خون پیتی ہے

زیں کنیزک سخت تلخی می برد
اس لونڈی سے سخت کڑواہٹ محسوس کرتا ہے

---

[1] گفت۔ شاہ مصر نے لونڈی کو ہدایت دی کہ پہلوان کا قصہ اب کسی سے نہ کہنا۔

با امیرت۔ میں نے طے کر لیا ہے کہ پہلوان سے تیری شادی کر دوں گا تو اب پہلوان کا قصہ کسی سے نہ کہنا۔ تا نگردد۔ اس لئے اگر ایک برائی کی ہے تو سینکڑوں بھلائیاں بھی کی ہیں میں اسکو شرمندہ کرنا نہیں چاہتا۔

[2] خوب تر۔ میں نے تجھ سے بھی زیادہ حسین لونڈیاں اس کے سپرد کی ہیں ایکبار اس نے خیانت نہیں کی۔ ایں قضائے۔ یہ میری برائیوں کی سزا مجھے ملی ہے۔ پس۔ اس کے بعد شاہ نے اس امیر پہلوان کو بلایا اور اس سے یہ بہانہ کیا کہ میں اس لونڈی سے متنفر ہوں۔

[3] زاں۔ اور میری نفرت کا سبب یہ ہے کہ میری بیوی بہت نالاں ہے۔ آنیز۔ لونڈی کے پکنے کی آواز۔ زاں سبب۔ میرا لونڈی سے متنفر ہونے کا سبب یہ ہے کہ میرے بچہ کی ماں کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ عنا۔ مشقت۔ در خورد۔ لائق۔

چوں[1] کسے را داد خواہم ایں کنیز
چونکہ یہ لونڈی میں کسی کو دوں گا

پس ترا اولیٰ ترست ایں اے عزیز
اے پیارے! تجھے دینا زیادہ بہتر ہے

کہ تو جانبازی نمودی بہرِ او
کیونکہ تو نے اس کے لئے جانبازی دکھائی ہو

خوش نباشد دادنِ آں جز بتو
تیرے سوا کسی کو اسکا دینا اچھا نہ ہوگا

عقد کردش با امیر او را و داد
اس کا نکاح امیر سے کر دیا اور اسکو دیدی

خشم را و حرص را یکسو نہاد
غصہ اور لالچ کو ایک طرف رکھ دیا

عقد کردش با امیر او را سپرد
اس کا نکاح امیر سے کر دیا اسکو سپرد کر دی

کرد خشم و حرص را او خورد مرد
اس نے غصہ اور لالچ کو ریزہ ریزہ کر دیا

بیان آنکہ ما نحن قسمنا کہ یکے را قوت و شہوتِ خراں دہد
اس کا بیان کہ ہم نے تقسیم کیا ہے کہ وہ (اللہ) کسی کو گدھوں کی سی قوت اور شہوت

و یکے را کیاست و قوتِ انبیا و فرشتگاں دہد
دیدیتا ہے اور کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی سی قوت اور ذہانت دیدیتا ہے

سرِ[2] ہوا تافتن از سر دریست
خواہش نفسانی سے سرتابی کرنا سرداری ہے

ترک ہوا قوتِ پیغمبری ست
خواہش نفسانی کو چھوڑ دینا پیغمبری طاقت ہے

تخمہائے کہ شہوتی نبود
وہ بیج جو شہوت والے نہ ہوں

بر او جز قیامتی نبود
ان کا پھل قیامت کے سوا ظاہر نہ ہوگا

گر بدش سستی ز نرِّ خراں
اگر اس میں گدھوں کی سی شہوت سے سستی تھی

بود او را مردیِ پیغمبراں
تو اس میں پیغمبروں کی سی مردانگی تھی

ترکِ[3] خشم و شہوت و حرص آوری
غصہ اور شہوت اور لالچ کرنے کو چھوڑنا

ہست مردیِ و رگِ پیغمبری
مردانگی اور پیغمبری رگ ہے

نرِّ خر گو مباش اندر رگش
تو اس کی رگ میں گدھے کا سا نر پنا نہ ہو

حق ہمی خواند الغ بگذر بگش
اللہ (تعالیٰ) اسکی امید لا مرائی کو چاہتا ہے

مردہ باشم بمن حق بنگرد
(اگر) میں مردہ ہوں (اور) حق (تعالیٰ) کی نظر ہو

بہ ازاں زندہ کہ باشم دور و رد
اس سے بہتر ہے کہ میں زندہ ہوں (اور) دور رہوں

مغزِ مردی ایں شناس و پوست آں
اس کو مردانگی کا مغز سمجھ اور وہ چھلکا ہے

آں بر در دوزخ و ایں در جناں
وہ دوزخ میں لے جائیگی اور یہ جنتوں میں

[1] چوں کسے۔ اب جبکہ یہ لونڈی مجھے کسی کو دینی ہے تو تو زیادہ مستحق ہے۔ کہ تو نے اس کے لانے میں جانبازی کی ہے۔ عقد۔ خاوند نے اس لونڈی کا اس پہلوان سے نکاح کیا اور اپنے غصہ کو ختم کر دیا۔ بیان۔ حضرت حق تعالیٰ نے حیوانی طاقتوں کی تقسیم ہر ایک کے مناسب حال کی ہے کسی کو تو گدھوں کی سی قوتِ شہوانی دی ہے کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی ذہانت اور زکاوت عطا کی ہے۔

[2] سرِ زد ہوا۔ خواہشات پر قابو پالینا سرداری کی دلیل ہے اور یہ پیغمبری صفت ہے یہ شعر مولانا کا نہیں ہے بلکہ حکیم سنائی کا ہے۔ تخمہائے۔ جو شخص شہوت کی تخم ریزی کرے گا وہ قیامت میں اپنی تخم ریزی کا پھل پائیگا یہ شعر بھی مولانا کا نہیں ہے حکیم سنائی کا ہے۔ گر بدش۔ شاہ معز میں گدھوں کی سی شہوت نہ تھی اس میں مردی مردی تھی۔

[3] ترکِ خشم۔ نفسانی غصہ کو ترک کرنا پیغمبری مردی ہے۔ الغ۔ بزرگ۔ بگذر بگش..... امید لا حاصل۔ مردہ باشم۔ وہ مرنا جو خدا کی حفاظت پر نظر ہو اس زندگی سے بہتر ہے جو مردود بارگاہ ہو۔ مغز۔ مردی اصل وہ ہے جو پیغمبروں میں ہے وہی جنت میں لے جانیوالی خوبیت ہے۔

حُفَّتِ الْجَنَّۃ مکارہ را رسید[1] — حُفَّتِ النَّار از ہوا آمد پدید

"جنت گھیر دی گئی ہے" ناپسندیدہ چیزوں کو ملا — "دوزخ گھیر دی گئی ہے" خواہش نفسانی سے ظاہر ہوا

دیگر بار خطاب پادشاہ با ایاز و امتحان کردن ارکان

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ خطاب کرنا اور ارکان دولت کا امتحان لینا

دولت را و نمودن فرمانبرداری ایاز بایشاں

اور ایاز کی فرمانبرداری اُن کو دکھانا

اے ایازِ شیر نرِ دیو کُش — مَردیِ خر کم فزود مَردیِ ہُش

اے ایاز! نر شیر، دیو کو مارڈالنے والے — گدھے کی مردانگی کم ہے، ہوش کی مردانگی بڑھ جاتی ہے

آنچہ چندیں صدر را در اکش نکرد — لَعب کودک بُود پیشِ تایَت مرد

جس چیز کو اتنے صدروں نے نہ سمجھا — تیرے سامنے بچوں کا کھیل تھا، زہے مردانگی

اے[2] بدیدہ لذّتِ امرِ مرا — جاں سپردہ بہرِ اَمرم در وفا

اے وہ! جس نے میرے حکم کا مزا چکھا ہے — وفاداری میں میرے حکم پر جان فدا کردی

اے کہ از تعظیمِ امرش آگہی — ایں حکایت گوش کن تا واہی

اے وہ! کہ تو اس بادشاہ کے حکم کی تعظیم سے واقف ہے — یہ حکایت سن لے، تاکہ تو نجات پا جائے

داستانِ ذوقِ امر و چاشنیش — بشنو اکنوں در بیانِ معنویش

حکم کے ذوق اور اس کی چاشنی کی داستان — اب اس (حکایت) معنوی بیان کو سن لے

دادنِ شاہ گوہر را در میانِ دیوان[3] و مجمع بدستِ وزیر

کچہری اور مجمع میں بادشاہ کا ایک وزیر کو موتی دینا کہ یہ کس

ایں چند ارزد و مبالغہ کردنِ وزیر در قیمت و فرمودنِ

قیمت کا ہے؟ اور قیمت میں وزیر کا مبالغہ کرنا اور بادشاہ

شاہ کہ اکنوں ایں را بشکن و گفتنِ وزیر کہ ایں گوہر

کا حکم دینا کہ اب اس کو توڑ دے اور وزیر کا کہنا کہ اس موتی

نفیس را چگونہ بشکنم

نفیس کو کیسے توڑوں؟

گفت روزے شاہ محمودِ غنی — آں شہِ غزنی و سلطانِ سنی

کہا ہے کہ بے نیاز شاہ محمود نے ایک دن — جو غزنی کا بادشاہ اور بزرگ شاہ تھا

---

[1] رسید۔ اس کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ "یہ بات پہنچی ہے کہ جنت کراہات سے گھیر دی گئی ہے" اور دوسرے مصرعہ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "آگ خواہش نفس سے گھیر دی گئی ہے ظاہر ہوا ہے" یعنی یہ بات حدیث کی ہمیں پہنچی ہے اور یہ بات حدیث سے ظاہر ہوگی ہے۔ دیگر بار۔ سلطان محمود نے ایاز کو دوبارہ خطاب کیا اور اُن کو ایاز کی فرمانبرداری دکھائی۔ مردیِ ہش۔ یعنی ہشیاروں کی مردی۔ یعنی یہ دوسرے سردار وہ نہ کرسکے جو تو باسانی سمجھ گیا۔

[2] اے بدیدہ۔ اے ایاز تو نے حکم کی لذت سے واقف ہے اسی لئے تو نے حکم پر جان نچھاور کرنا سیکھا ہے۔ اے یہ مولانا کا کلام ہے امرش میں ضمیر شاہ کی جانب ہے چاشنیش کی ضمیر امر کی جانب اور معنویش کی ضمیر حکایت کی جانب لوٹتی ہے

[3] دیوان۔ دفتر، دربار۔ چند ارزد کس قیمت کا ہے۔ گفت یعنی بیان کرنیوالے نے کہا ہے۔ بشکن۔ بلند۔

شاہ روزے جانب دیواں شتافت
ایک دن، بادشاہ کچہری کی جانب گیا

جملہ ارکاں ادراں دیواں بیافت
اُس کچہری میں سب اَرکان کو (موجود) پایا

گوہرے بیروں کشید او مستنیر[1]
اُس نے ایک روشن موتی باہر نکالا

پس نہادش زود در کفِ وزیر
پھر اُس کو جلد وزیر کی ہتھیلی پر رکھا

گفت چون ست و چہ ارزد ایں گہر
کہا کیسا ہے، اور یہ موتی کس قیمت کا ہے،

گفت بشکن گفت چونش بشکنم
کہا توڑ دے اُس نے کہا اسکو کیسے توڑوں،

چوں روا دارم کہ مثلِ ایں گہر
میں کیسے روا رکھوں کہ اس جیسا موتی

گفت شاباش و بدادش خلعتے
کہا شاباش ہے اور خلعت عطا کی

کرد ایثارِ وزیر آں شاہِ جود
اُس شاہِ سخی نے وزیر کو عطا کر دیا

ساعتے شاں کرد مشغولِ سخن
اُن کو تھوڑی دیر باتوں میں لگایا

بعد ازاں دادش بدستِ حاجبے
اسکے بعد اُس کو حاجب کے ہاتھ میں دیا

گفت[3] ارزد ایں بہ نیمہ مملکت
اُس نے کہا یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے

گفت بشکن گفت اے خورشیدِ تیغ
کہا توڑ دے اُس نے کہا اے سورج کی تلوار والے،

قیمتش بگذار بیں تاب و لمعِ
اسکی قیمت کو رہنے دے یہ چمک اور روشنی کو دیکھ

دست کے جنبد مرا در کسرِ او
اسکے توڑنے میں میرا ہاتھ کب ہلے گا؟

جملہ ارکاں ادراں دیواں بیافت
اُس کچہری میں سب اَرکان کو (موجود) پایا

پس نہادش زود در کفِ وزیر
پھر اُس کو جلد وزیر کی ہتھیلی پر رکھا

گفت بیش ارزد زصد خروارِ زر
اُس نے کہا سونے کے سیکڑوں بوروں سے زیادہ قیمت کا ہے

نیک خواہِ مخزن و مالت منم
میں آپ کے مال اور خزانہ کا خیر خواہ ہوں

کہ نیاید در بہا گردد بدر
جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا (اُن گنا) ہو جائے

گوہرا زوے بستد آں شاہِ فتے
اُس جوانمرد شاہ نے موتی اُس سے لے لیا

ہر لباس و حلہ[4] کو پوشیدہ بود
جو لباس اور جوڑا وہ پہنے ہوئے تھا

از قضیہ تازہ و رازِ کہن
نئے معاملہ اور پرانے راز میں

کہ چہ ارزد ایں بہ پیشِ طالبے
کہ خریدار کے لئے یہ کس قیمت کا ہے،

کش نگہدارد خدا از مہلکت
خدا اُس کو بربادی سے بچائے

بس دریغ ست ایں شکستن بس دریغ
اسکا توڑنا بہت قابلِ افسوس ہے بہت قابلِ افسوس

کہ شدست ایں نورِ سوزاں او را تبع
کہ دن کی روشنی اسکے تابع بن گئی ہے

کہ خزینہ شاہ را باشم عدو
میں بادشاہ کے خزانہ کا دشمن کب ہوں؟

[1] مستنیر۔ روشن۔ خروارِ۔ گدھے پر لادنے کا بوجھ۔ مخزن۔ خزانہ۔ نیاید در بہا۔ جس کی قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ بدر۔ رائگاں۔ خلعتے۔ شاہی لباس۔ فتے۔ فتی کا اماله ہے نوجوان۔

[2] حلہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔ مشغولِ سخن۔ چونکہ بادشاہ کو سب کا امتحان لینا تھا تو بات کاٹ دی تاکہ از سرِ نو دوسروں سے سوال و جواب کرے۔ حاجب۔ چوبدار جو پیشی کا وزیر ہوتا تھا۔

[3] گفت۔ حاجب نے کہا یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے۔ خورشیدِ تیغ۔ یعنی وہ جس کی تلوار سورج جیسی چمکدار ہے۔ تیغ۔ چمک۔ کہ شدست۔ دن کی روشنی اس کے سامنے ماند ہے۔

شاہ خلعت داد و اِدرارش[1] فزود
شاہ نے اُسکو خلعت دی اُسکی تنخواہ بڑھادی

پس دہاں در مدحِ عقلِ او کشود
پھر اُس کی عقل کی تعریف میں مُنہ کھولا

بعد یک ساعت بدستِ میر داد
تھوڑی دیر کے بعد ایک امیر کے ہاتھ میں دیا

دُر را آں امتحاں کن بازداد
اُس امتحان کرنے والے نے موتی پھیر دیا

او ہمی گفت و ہمہ میراں ہمیں
اُس نے وہی کہا اور سب امیروں نے وہی

ہر یکے را خلعتے داد او ثمیں
اُس نے ہر ایک کو قیمتی خلعت عطا کی

جائیگہہا شاں ہمی افزود شاہ
بادشاہ اُنکے کپڑوں کے جو نئے بڑھا رہا تھا

آں خسیساں را ببُرد از رہ بچاہ
اُن کمینوں کو راستہ سے کنوئیں میں لے گئی

ایچنیں[2] گفتند پنجہ شصت امیر
پچاس ساٹھ امیروں نے یہی کہا

جملہ یک یک ہم بتقلیدِ وزیر
وزیر کی تقلید میں ایک ایک کرکے سب نے

گرچہ تقلید ست اُستونِ جہاں
اگرچہ تقلید دنیا کا ستون ہے

ہست رُسوا ہر مقلِّد زاں امتحاں
آزمائش سے ہر مقلّد رسوا ہوتا ہے

شاہ چوں کرد امتحانِ جملگاں
شاہ نے جب سب کا امتحان لیا

مال و خلعت بُرد ہر یک سیکراں
ہر ایک نے لاتعداد مال اور خلعت حاصل کیا

ہمچنیں در دور گرداں شد گہر
موتی اسی طرح گردش کے چکر میں رہا

تا بدستِ آں ایازِ دیدہ وَر
یہانتک دیدہ وَر ایاز کے ہاتھ میں (آیا)

آخریں بنہاد در کفِ ایاز
بالآخر اُس کو ایاز کی ہتھیلی پر رکھا

گفت اُورا کاے حریفِ دیدہ باز
اُس سے کہا اے صاحب نظر دوست

یک[3] بیک دیدند ایں گوہر تو ہم
اکٹھے نے ایک ایک کرکے اس موتی کو دیکھا تو بھی

در شعاعش در نگر اے محترم
اے محترم! اس کی چمک کو دیکھ لے

رسیدنِ گوہر از دست بدست آخرِ دور بایاز و کیاستِ ایاز و مقلِّد ناشدنِ او و ایشاں را و مغرور ناشدنِ او
موتی کا دست بدست آخری دور میں ایاز کے ہاتھ میں پہنچنا اور ایاز کی ذہانت اور اس کا ان کا مقلّد نہ ہونا اور انکا دھوکے میں نہ پڑنا

بمال دادنِ شاہ و خلعتہا و جائیگہہا افزوں کردنِ او
بادشاہ کے مال اور خلعت دینے سے اور کپڑے بڑھانے سے اور

[1] اِدرار۔ ماہواری تنخواہ۔ کشود۔ اُسکی تعریف اسلئے کی تاکہ دوسروں کا امتحان کرکے بعد تھوڑی دیر کے بعد شاہ نے وہ موتی ایک دوسرے امیر کے ہاتھ میں دیا۔ ثمیں۔ قیمتی۔ جائیگہا۔ وہ لباس جو ملازمین کو سالانہ ملتے ہیں۔ آں خسیساں۔ یہ داد و دہش ان سب کیلئے گمراہی کا سبب تھی چونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ شاہ کو جواب پسند آرہا ہے اسلئے وہ انعام دے رہا ہے۔

[2] ایچنیں۔ جو جواب پہلے امیر نے دیا اُس کی تقلید میں سب امیروں نے وہی جواب دیا۔ گرچہ۔ دنیا کا کام تقلید سے ہی چل رہا ہے۔ در دور۔ وہ موتی یکے بعد دیگرے اسی طرح امیروں کے ہاتھ میں جاتا رہا اخیر میں شاہ نے ایاز کے ہاتھ میں دیدیا۔

[3] یک بیک۔ شاہ نے ایاز سے کہا اس موتی کو سب سرداروں نے دیکھ لیا اب تو بھی دیکھ لے۔ رسیدن۔ موتی ایاز کے ہاتھ میں جب پہنچا تو اُس نے پہلے سوداگر کی تقلید میں جواب نہ دیا اور بادشاہ کے انکو خلعت وغیرہ دینے سے دھوکے میں نہ آیا۔

مدحِ عقلِ ایشاں کردن یکیں[1] کہ نشاید مقلد را مسلمان دانستن

اُن کی عقل کی تعریف کرنے سے، بقدر امکان مقلد کو مسلمان نہ سمجھنا چاہیے

مسلمان باشد اما نادر باشد کہ مقلد ثبات کند بر اں اعتقاد و

مسلمان ہوتا ہے لیکن بہت کم ہوتا ہے کہ اُس اعتقاد پر وہ جماؤ کرے اور

مقلد ازیں امتحانہا بسلامت بیروں آید کہ ثبات بینایاں نلد ارد

مقلد ان امتحانات سے سلامتی کیساتھ عہدہ برآ ہو کیونکہ وہ دور اندیشوں کی سی ثابت قدمی نہیں رکھتا ہے

اے ایاز اکنوں بگوئی کایں گہر — چند می ارزد بدیں تاب و ہنر

اے ایاز! اب تو بتا کہ یہ موتی اِس چمک اور خوبی کے ساتھ کس قیمت کا ہے؟

گفت افزوں زانچہ تا نم گفت من — گفت اکنوں زود خردش در شکن

اُس نے کہا جتنا میں کہہ سکتا ہوں اُس سے بڑھا ہوا ہے اُس نے کہا اب اسکو فوراً ریزہ ریزہ کردے

سنگہا در آستیں بودش شتاب — خرد کردش پیش اُو آں بد صواب

پتھر اُس کی آستین میں تھے، جلد اُس کو توڑ دیا اُسکے نزدیک یہ درست تھا

زاتفاقِ طالعِ بادولتش — دست داد آں لحظہ نادر حکمتش

اُس کے بااقبال نصیبہ کے اتفاق سے اُس وقت نادر حکمت اُسکے ہاتھ آگئی

یا بخواب ایں دیدہ بود آں بر صفا — کردہ بود اندر بغل دو سنگ را

یا اُس روشن دل نے خواب میں ایسا دیکھا تھا اُس نے دو پتھر بغل میں دبا لئے تھے

ہمچو یوسفؑ کاندرونِ قعرِ چاہ — کشف شد پایانِ کارش زاں گاہ

یوسفؑ کی طرح کہ کنوئیں کی گہرائی میں اُسکے لئے انجام کار اللہ تعالیٰ کی جانب سے کھل گیا تھا

ہر کرا فتح و ظفر پیغام داد — پیشِ اُو یک شد مراد و بے مراد

جس کو فتح اور کامیابی نے پیغام دیا اُسکے لئے مراد اور نامراد یکساں ہے

ہر کہ پایندانِ[2] وے شد وصلِ یار — اُو چہ ترسد از شکستِ کارزار

یار کا وصل جس کا ضامن ہوگیا وہ جنگ کی شکست سے کیا ڈرے گا؟

چوں یقیں گشتش کہ خواہد کرد مات — فوتِ اسپ و فیل پیشش تر نہاد

جب اسکو یقین ہوگیا کہ وہ مات دے گا اسپ اور فیل کا مارا جانا اُسکے لئے بکواس ہے

گر بُرد اسپش ہر آنکہ اسپ جُست — اسپ اُو گوئی کہ پیشِ آہنگِ اُوست

جو شخص اسپ کا طالب ہے اگر اُسکا اسپ مارا جائے تو گویا اسپ اُس کا پیشرو ہے

[1] یکیں۔ تقلیدی ایمان معتبر نہیں ہے ایمان کا تعلق یقین سے ہے اور مقلد کو عموماً یقین حاصل نہیں ہوتا ہے معمولی شکوک سے اُس کا علم زایل ہوجاتا ہے۔ بینایاں۔ وہ لوگ جن کو عین الیقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اے ایاز بادشاہ نے موتی کی قیمت ایاز سے لگوائی اُس نے جواب دیا کہ یہ اسقدر بیش قیمت ہے کہ اُسکی قیمت کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے، بادشاہ نے کہا اسکو توڑ ڈال اُسکی آستین میں پتھر تھا اُس نے اُس کے ذریعہ فوراً اسکو توڑ ڈالا اُسکا نصیبہ تھا کہ دانائی نے اُسکا ساتھ دیا۔ ممکن ہے کہ اُس نے خواب میں یہ قصہ دیکھا ہو اور اسی لئے وہ آستین میں پتھر لیکر مجلس میں آیا ہو۔

[2] ہمچو۔ حضرت یوسفؑ نے قید ہی میں خواب میں آنے والے واقعات دیکھ لئے تھے۔ ہر کرا۔ جس شخص کو فتح اور کامیابی کی خوشخبری مل چکی ہو اُسکے لئے فتح و شکست کے اسباب یکساں ہوجاتے ہیں۔ پایندان۔ ضامن۔ چون جب بازی کی کامیابی پر یقین ہوجاتا ہے تو اُس کو اپنے اسپ اور فیل کے پٹ جانے کی کوئی پروا نہیں ہوتی مگر تجربہ۔ اُسکا حریف اگر اُسکے اسپ کو مارے تو اسپ کا پٹنا اُسکی کامیابی کا پیش خیمہ ہوگا۔

مرد[1] را با اسپ کے خویشی بُود — عشقِ اسپش از پے پیشی بُود

انسان کی گھوڑے سے رشتہ داری کب ہوتی ہے؟ — گھوڑے سے اُسکا عشق آگے بڑھنے کیلئے ہوتا ہے

بہرِ صُور تہا مکش چندیں زحیر — بے صُداعِ صُورتے معنی بگیر

صورتوں کے لئے اسقدر پیچ و تاب نہ اٹھا — صورت کا دردِ سر اٹھائے بغیر معنی حاصل کر

ہست زاہد را غمِ پایانِ کار — تا چہ باشد حالِ اُو روزِ شمار

زاہد کو انجام کا غم ہے — کہ قیامت کے دن اُسکا کیا حال ہوگا؟

عارفاں زآغاز گشتہ ہوشمند — از غم و احوالِ آخر فارغ اند

عارف شروع ہی سے ہوشمند ہیں — آخرت کے اُحوال اور غم سے بے نیاز ہیں

بُود عارف را ہمیں خوف و رجا — سابقہ دانش خود آں ہر دو را

عارف کو یہی خوف اور امید تھی — اُسکی پیشگی دانش نے اُن دونوں کو ختم کردیا

دید[2] کو سابق زراعت کرد ماش — اُو ہمی داند چہ خواہد بُود چاش

وہ جانتا ہے جس نے پہلے ساڑدی کاشت کی ہے — وہ جانتا ہے کہ اُس کی پیداوار کیا ہوگی

عارف ست اُو باز رست از خوف و بیم — ہائے و ہُو را کرد تیغ حق دو نیم

وہ عارف ہے وہ خوف اور ڈر سے چھوٹ گیا ہے — اللہ تعالیٰ کی تلوار نے شور و فغاں کے دو ٹکڑے کردیئے ہیں

بُود اُو را بیم و اُمید از خدا — خوف فانی شد عیاں گشت آں جا

اُس کو خدا سے خوف اور امید تھی — خوف فنا ہوگیا وہ امید ظاہر ہوگئی

خوف[3] طے شد جملگی اُمید شد — نور گشت و تابعِ خورشید شد

خوف لپٹ گیا، وہ مجسم امید ہوگیا — نور بنگیا اور سورج کے تابع ہوگیا

ز امتحانِ شاہ بُود آگہ ایاز — وز فریبِ شہ نشد گمرہ ایاز

ایاز، بادشاہ کے امتحان سے آگاہ تھا — شاہ کے فریب سے ایاز گمراہ نہ ہوا

خلعت و ادرار از راہش نبُرد — کرد اُو گوہر زامرِ شاہ خرد

خلعت اور وظیفہ نے اسکو گمراہ نہ کیا — اُس نے بادشاہ کے حکم سے موتی توڑ ڈالا

چوں شکست اُو گوہرِ خاص آن زماں — زاں امیراں خاست صد بانگ و فغاں

جب اُس نے خاص موتی توڑا، اُس وقت — امیروں سے بہت شور اور فریاد بلند ہوئی

کانچہ بیباکیست واللہ کافرست — ہر کہ ایں پُر نور گوہر را شکست

کہ یہ کیا بے باکی ہے خدا کی قسم کافر ہے — جس نے اِس پُر نور موتی کو توڑا

---

[1] مرد را اسپ کی خویشی کوا سے کوئی نسبت نہیں ہوتی وہ تو جینے کا خواہاں ہوتا ہے۔ خویش۔ پیچ و تاب۔ صداع۔ دردِ سر۔ صورت۔ یعنی اسپ معنی۔ یعنی کامیابی۔ ہست معنی کے اور اگ کے بھی مراتب مختلف ہیں زاہد کو انجام کا غم رہتا ہے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے عارفاں۔ جو لوگ کامل ہیں انکو ابتداء سے ہی انجام کا علم ہوجاتا ہے اور انکا علم خوف اور امید کو ختم کردیتا ہے۔

[2] دید۔ عارف جان لیتا ہے جو بویا ہے اُسکی پیداوار کیا ہوگی چونکہ اُسکو پیشگی ہی علم حاصل ہوگیا ہے لہٰذا انجام کے فکر کا شور و غل ختم ہوگیا ہے۔ بُود۔ اُسکو بھی انجام کے بارے میں خوف اور امید کی کشمکش تھی لیکن اس پر حقیقت واضح ہوجانے کی وجہ سے اب خوف ختم ہوگیا ہے اور امید باقی رہ گئی ہے۔

[3] خوف۔ اُس کے لئے اب خوف ختم ہوگیا اور وہ تو بلکہ نورِ مطلق کے تابع ہوگیا۔ ز امتحان۔ ایاز بھی انہی میں سے تھا جن کو انجام کی خبر ہوجاتی ہے لہٰذا وہ بادشاہ کے احکام وغیرہ سے ڈر کے میں نہ پڑا۔ گوہر۔ اُس نے موتی کو شاہ کے حکم کے مطابق خواہ توڑ ڈالا۔ کانچہ۔ امیروں نے شور کیا اور ایاز سے کہا کہ یہ کیا بے باکی ہے کہ ایسے عمدہ موتی کو تو نے توڑ ڈالا۔

وآں[1] جماعت جملہ از جہل و عمیٰ — در شکستہ دُرِّ امرِ شاہ را

اور اس جماعت نے نادانی اور اندھے پن سے — بادشاہ کے حکم کے موتی کو توڑا تھا

قیمت گوہر نتیجہ مہر و وُد — بر چناں خاطر چرا پوشیدہ شُد

دوستی اور محبت کے نتیجہ کے موتی کی قیمت — ایسی طبیعت پر کیوں پوشیدہ ہوئی؟

تشنیع زدن امرا بر ایاز کہ چرا شکستی و جواب دادن ایاز ایشاں را

امیروں کا ایاز کو ملامت کرنا کہ تو نے کیوں توڑا اور ان کو ایاز کا جواب دینا

گفت ایاز اے مہتران نامور — امرِ شہ بہتر بقیمت یا گہر

ایاز نے کہا اے نامور سردارو! — قیمت میں بادشاہ کا حکم بہتر ہے یا موتی

امرِ سُلطاں بہ بُود پیشِ شما — یا کہ ایں نیکو گہر بہرِ خدا

تمہارے نزدیک بادشاہ کا حکم بہتر ہے — یا یہ اچھا موتی! خدا کے لئے بتاؤ

اے[2] نظرتاں بر گہر بر شاہ نے — قبلہ تاں عُولست جادہ راہ نے

ارے تمہاری نظر موتی پر ہے شاہ پر نہیں ہے — تمہارا قبلہ بھلاوا ہے سیدھا راستہ نہیں ہے

من زشہ بر می نگردانم بصر — من چو مشرک روئے نارم در حجر

میں شاہ سے نظر نہیں پھیرتا ہوں — میں مشرک کیطرح پتھر کیجانب رُخ نہیں کرتا ہوں

بے گہر جانے کہ رنگیں سنگ راہ — بر گزیند پس نہد اُو امرِ شاہ

وہ بے گوہر جان جو راستہ کے رنگین پتھر — پسند کرے، تو شاہ کا حکم پیچھے ڈال دے گی

پُشت[3] سُوی لُعبتِ گلرنگ کُن[4] — عقل در رنگ آورندہ دنگ کُن

پھول جیسے رنگ کی گڑیا کی جانب پُشت کرلے — عقل، رنگ دینے والے میں حیران کردے

اندر آ در جو سبو بر سنگ زن — آتش اندر بُو و اندر رنگ زن

نہر میں آجا، ٹھلیا کو پتھر پر ماردے — بُو اور رنگ میں آگ لگادے

گر نہ در راہِ دیں از رہزنان — رنگ و بُو مپرست مانند زناں

اگر تو دین کی راہ میں راہزنوں میں سے نہیں ہے — عورتوں کی طرح رنگ و بُو کی پرستش نہ کر

گوہرِ امرِ شہ بُود اے ناکساں — جملہ بشکستید گوہر را عیاں

اے نالائقو! موتی بادشاہ کا حکم ہوتا ہے — تم سب نے علانیہ موتی کو توڑا

چوں ایاز ایں راز بر صحرا فگند — جملہ ارکاں خوار گشتند و نژند

جب ایاز نے اس راز کو میدان میں ڈال دیا — سب ارکان خوار اور ذلیل ہوگئے

---

[1] وآں جماعت۔ سرداروں کی جماعت اپنے جہل سے یہ نہ سمجھی کہ ایاز نے تو موتی توڑا اور اُن لوگوں نے بادشاہ کا حکم توڑا۔ قیمت۔ محبت اور دوستی کے موتی کو انھوں نے اُس موتی سے زیادہ قیمتی نہ سمجھا۔ امرِ شہ۔ ایاز نے اُن امیروں سے کہا یہ بتاؤ کہ موتی زیادہ قیمتی تھا یا بادشاہ کا حکم!

[2] اے نظر۔ تم لوگوں کا منظورِ نظر موتی تھا بادشاہ کا حکم نہ تھا۔ تم نے اپنا قبلہ سیدھا راستہ چھوڑ کر بھلاوے کو بنالیا۔ من زشہ۔ بادشاہ کو چھوڑ کر موتی کی طرف توجہ کرنا محبت کا شرک ہے بے گہر۔ جو شخص راستہ کے رنگین پتھر کو بہتر سمجھے اور شاہ کے حکم کو پس پشت ڈال دے وہ خود بے جوہر ہے۔

[3] پشت۔ معنوعات سے روگردانی کرکے صانع کی جانب توجہ کرنی چاہئے۔ لعبۂ ظاہر کی طرف رُخ کرکے مظاہر پر اکتفا نہ کر۔ رنگ و بُو۔ دنیا کی خوشنمائی راہ کی رکاوٹ ہے۔ گوہر۔ اصل موتی شاہ کا حکم تھا نافرمانی کرکے تم نے اُس کو توڑ ڈالا۔ چوں۔ ایاز کی یہ تقریر سن کر سب امیر شرمندہ اور حیران ہوگئے۔

سَر فرو انداختند آں سَروراں — عُذر[1] گویاں گشتہ زاں نسیاں بجاں

اُن سرداروں نے سر نیچے جھکا لئے — (دل و) جان سے اس بھول پر عذر خواہ بن گئے

از دلِ ہر یک دو صد آہ آں زماں — ہمچو دُود ے میشُدند تا آسماں

اس وقت سیکڑوں آہیں ہر ایک کے دل سے — دھوئیں کی طرح آسمان تک جاتی تھیں

قصد کردن شاہ بقتلِ اُمرا و شفاعت کردنِ ایاز پیشِ تخت کہ اَلعفو اَولےٰ

بادشاہ کا امیروں کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا اور تخت کے سامنے ایاز کا سفارش کرنا کہ معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے

کرد[2] اشارت شہ بجلادِ کہن — کہ زصدرم ایں خساں را پاک کُن

شاہ نے پرانے جلاد کو اشارہ کیا — کہ ان کمینوں کو میرے دربار سے صاف کر دے

ایں خساں چہ لائقِ صدر منند — کز پئے سنگ امرِ ما را بشکنند

یہ کمینے کیا میرے دربار کے لائق ہیں؟ — جو پتھر کی خاطر ہمارے حکم کو توڑتے ہیں

بہرِ رنگیں سنگ شد خوار و کساد — امرِ ما پیشِ چنیں اہلِ فساد

رنگین پتھر کی وجہ سے ذلیل اور کھوٹا ہو گیا — ایسے مفسدوں کے نزدیک ہمارا حکم

پیشِ تختِ آں اُلغ سلطاں دوید — پس ایازِ مہر افزا بر جہید

سلطانِ اعظم کے تخت کے سامنے دوڑ کر گیا — پھر محبت بڑھانے والا ایاز اٹھا

کاے قبادے کز تو چرخ آرد شگفت — سجدہ کرد و گلوئے خود گرفت

کہ اے شاہ! کہ تجھ سے آسمان تعجب کرے — سجدہ کیا اور اپنا گلا پکڑا

اے[3] ہُمایِ کہ ہمایاں فرّ تست — از تو دارند و سخاوت ہر سخی

اے ہُما! کہ سب ہما برکت — اور تمام سخی سخاوت تجھ سے حاصل کرتے ہیں

اے کریمے کہ کرمہائے جہاں — محو گردد پیشِ ایثارت نہاں

اے وہ کریم! کہ جہان کے کرم — تیرے محض ایثار کے آگے محو ہو جاتے ہیں

اے لطیفے کہ گلِ سُرخت چو دید — از خجالت پیرہن را بر درید

اے وہ صاحبِ لطف کہ جب گلِ سرخ نے تجھے — شرمندگی سے لباس چاک کر ڈالا

از غفوریِ تو غفراں چشم سیر — رُو بہاں بر شیر از عفوِ تو چیر

تیری مغفرت سے، مغفرت سیر چشم ہے — تیری لعافی سے لومڑیاں شیر پر غالب ہیں

---

[1] عذر۔ معذرت کرنے لگے کہ ہم سے بھول ہو گئی اور ہر ایک آہیں بھرنے لگا۔

[2] کرد۔ شاہ نے ان سرداروں کی نافرمانی پر ان کے قتل کا حکم دے دیا اور کہا کہ یہ کمینے میری مجلس کے لائق نہیں ہیں ان سے مجلس کو پاک کرنا چاہیئے انھوں نے ایک پتھر کی خاطر حکم عدولی کی اس پر ایاز شاہی تخت کی طرف دوڑا اور اس کے سامنے سجدہ کر کے سفارش کرنے لگا۔

قباد۔ نوشیرواں کے باپ کا نام ہے پھر ہر بڑے بادشاہ کو کہہ دیا جاتا ہے۔

[3] اے ہُما سی۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا آپ ہُما ہیں دنیا کے جس قدر ہما ہیں ان میں آپ کی وجہ سے برکت آئی ہے آپ ایسے کریم ہیں کہ دنیا کے کریموں نے آپ سے کرم حاصل کیا ہے آپ اس قدر حلیم ہیں کہ گلاب نے شرمندگی سے اپنا لباس چاک کر لیا ہے آپ کا عفو اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ مغفرت آپ سے سیر و چشم ہو رہی ہے اور لومڑیاں آپ کے عفو کی بنا پر شیروں پر غالب ہیں۔

جزؔ[1] کہ عفوِ تو کرا دارد سند
تیری معافی کے سوا کس پر سہارا رکھتا ہے؟

ہر کہ با امرِ تو بیباکی کُند
جو شخص تیرے حکم پر بیباکی کرے

غفلت و گستاخیِ ایں مجرماں
ان خطاکاروں کی غفلت اور گستاخی

از وفورِ عفوِ تُست اے عفوراں
اے معافی دینے والے! تیری معافی کی کثرت کی وجہ سے ہے

دائماً غفلت ز گستاخی دمد
غفلت ہمیشہ گستاخی سے پیدا ہوتی ہے

کہ بَرَد تعظیم از دیدہ رمد
کیونکہ آنکھیں دکھنا آنکھوں سے تعظیم کو ختم کر دیتا ہے

غفلت و نسیانِ بد آموختہ
سیکھی ہوئی بُری غفلت اور بھول

زآتشِ تعظیم گردد سوختہ
تعظیم کی آگ سے جل جاتی ہے

ہیبتش بیداری و فطنت دہد
اس کی ہیبت بیداری اور سمجھ عطا کرتی ہے

سہو و نسیاں از دلش بیروں جہد
بھول اور نسیان اس کے دل سے نکل جاتا ہے

وقتِ[2] غارت خواب ناید خلق را
لوٹ کے وقت لوگوں کو نیند نہیں آتی ہے

تا نبرباید کسے زُو دلق را
تاکہ کوئی اس کی گدڑی نہ لے اڑے

خواب چوں در میرمد از بیمِ دلق
جب گدڑی کے ڈر سے نیند بھاگ جاتی ہے

خواب و نسیاں کے بود با بیمِ خلق
گلے کے ڈر سے نیند اور بھول کب ہوتی ہے؟

لَا تُؤَاخِذْنَا نَسِينَا شُد گواہ
اگر ہم بھول گئے تو پکڑنہ کر، گواہ ہے

کہ بُود نسیاں بوجہے ہم گناہ
کہ بھول بھی ایک طرح سے گناہ ہے

زانکہ استکمالِ تعظیم او نہ کرد
کیونکہ اس نے تعظیم کی تکمیل نہ کی

وَرنہ نسیاں در نیاوردے نبرد
ورنہ بھول، مصیبت نہ لاتی

گرچہ نسیاں لابُد و ناچار بُود
اگرچہ بھول ضروری اور لاعلاج ہے

در سبب ورزیدن او مختار بُود
(لیکن) سبب اختیار کرنے میں وہ صاحبِ اختیار ہے

چوں[3] تہاون کرد در تعظیمہا
جب اس نے عظمتوں میں سستی برتی

تا کہ نسیاں زاد با سہو و خطا
یہاں تک کہ سہو اور غلطی سے نسیان پیدا ہوا

ہمچو مستے کو جنایتہا کُند
اس مست کی طرح جو ظلم کرے

گوید او معذور بُودم من ز خود
اور کہے، میں اپنے بارے میں معذور تھا

---

[1] جزؔ۔ جو شخص آپ کی حکم عدولی کرتا ہے وہ آپ کے عفو کو سہارا لے کر کرتا ہے۔ غفلت۔ آقا کی رحمول اللہ عفو کی صفت خادموں کو گستاخ اور غافل بنا دیتی ہے، جب انسان کی آنکھیں دکھ رہی ہوں تو وہ تعظیم سے غافل ہو جاتا ہے۔ ہیبتش۔ آقا کی ہیبت اور خوف خادموں میں بیداری پیدا کر دیتا ہے اور بھول کو ختم کر دیتا ہے

[2] وقتِ غارت۔ جب غنیم لوٹ رہا ہو تو کوئی نہیں سو سکتا اس لئے ہر شخص اپنی گدڑی بچانے کی فکر کرنے لگتا ہے یہ گدڑی کا ڈر تھا اب اگر جان کا ڈر ہو تو پھر نیند کیسے آسکتی ہے۔ لَا تُؤَاخِذْنَا۔ قرآن پاک میں ہے۔ اللہ ہماری بھول پر ہمارا گرفت نہ کر، اس سے معلوم ہوا کہ بھول بھی گناہ ہے ورنہ گرفت نہ کرنے کی دعا کیوں سکھائی جاتی۔ زانکہ۔ وہ بھول جو بے پروائی سے ہو مواخذہ کے قابل ہے البتہ اگر اللہ نے کی ساری تدبیریں کرلی ہوں اور پھر بھول ہو گئی تو اس پر گرفت نہیں ہے اس لئے کہ پہلی صورت میں اس نے وہ اسباب خود اختیار کئے جو وہ کر سکتا تھا۔

[3] چوں تہاون۔ جب ہوش رکھنے کے ذرائع اور اسباب کو ترک کرتا ہے اور اس سے بھول سرزد ہوتی ہے تو ملزم ہوتا ہے ——— یعنی جو شخص بھول کے اسباب اختیار کرے اور پھر بھول کو مذر بنائے اس کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو شراب پی مست ہو کر جرم کرے اور پھر کہے کہ میں نشہ تھا لہٰذا معذور ہوں حاکم اس سے بھی کہے گا کہ بدبخت جبکہ تو نے خود اختیار کیا تھا تو نے خود اپنا اختیار ختم کیا تھا لہٰذا تو معذور نہیں ہے۔

گویدش لیکن سبب آرزشت کار
اُس کو حاکم کہے گا، اے بدکار! لیکن سبب

از تو بُد در رفتن آں اختیار
تیری جانب سے تھا اُس اختیار کے چھوڑنے میں

بیخودی نامد بخود تشش خواندی
تو خود بخود نہیں آئی تو نے خود اُس کو بُلایا

اختیارت خود نشد تش راندی
تیرا اختیار خود ختم نہ ہوا تو نے اُس کو بھگایا

گر رسید[1] مستی بے جہدِ تو
اگر تیری کوشش کے بغیر مستی پیدا ہو جاتی

حفظ کردے ساقیِ جاں عہدِ تو
تو روح کا ساقی تیرے عہد کی حفاظت کرتا

پشت دارت اُو بُدے عُذر خواہ
وہ تیرا عذر خواہ ہوتا (اور) مددگار ہوتا

من غلامِ زلّتِ مستِ آں
میں خدائی مست کی لغزش کا غلام ہوں

عفوہائے جملہ عالم ذرّۂ
تمام جہان کی معافیاں ایک ذرّہ ہیں

عکسِ عفوت اے ز تو ہر بہرہ
اے وہ ذات! کہ ہر حصہ تیری معافی کا عکس ہے

عفو ہا گفتہ ثنایِ عفوِ تو
تمام معافیوں نے تیری معافی کی تعریف کی ہے

نیست کفوش اَیُّھَا النَّاسُ اتّقُوا
اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اے لوگو! ڈرو

جانِ شاں بخش و ز خود شاں ہم مرا
اُنکی جان بخشدے اور اپنے آپ سے اُنکو علیحدہ رکھ کر

کام شیرینِ تو اَندے کامراں
اے مُراد مند! وہ تیرے شیریں مقاصد ہیں

رحم کُن بر وَے کہ رُوئے تو بدید[2]
اُس پر رحم کر جس نے تیرا دیدار کر لیا ہے

فُرقتِ تلخِ تو چوں خواہد چشید
وہ تیری جدائی کی تلخی کیسے چکھے گا؟

از فراق و ہجر میگوئی سخن
تو فراق اور جدائی کی بات کرتا ہے

ہر چہ خواہی کُن ولیکن ایں مکُن
جو چاہے کر، لیکن یہ نہ کر

در جہاں نبُود[3] بتر از ہجرِ یار
دنیا میں دوست کی جدائی سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے

ایں سخن از عاشقِ خود گوشدار
اپنے عاشق کی یہ بات یاد رکھ

صد ہزاراں مرگِ تلخِ شصتِ[4] تو
ساٹھ درجے کی لاکھوں کڑوی موتیں

نیست مانندِ فراقِ شستِ تو
تیرے حلقۂ (زلف) سے فراق کے مانند نہیں ہیں

تلخیِ ہجر از ذکور و از اناث
مردوں اور عورتوں سے جدائی کی تلخی کو

دور دار اے مجرماں را مستغاث
اے خطاکاروں کے فریادرس! دور رکھ

برا اُمیدِ وصلِ تو مُردن خوشست
تیرے وصل کی اُمید پر مرنا بھلا ہے

تلخیِ ہجر تو فوقِ آتش ست
تیری جدائی کی تلخی آگ سے زیادہ ہے

---

[1] گر رسید: اگر تیرے ... ہوتا تو اللہ تعالیٰ تیری پشت پناہی کرتا اور تیرا عذر خواہ ہوتا ایسے خطائی مست کی لغزش کے تو ہم غلام ہیں۔ عفو ہائی۔ ایاز نے کہا اے شاہ آپ کے عفو کے مقابلہ میں تمام جہان کی معافیاں ذرہ ہیں اور دنیا کی سب معافیاں تیرے عفو کی ثنا گو ہیں۔ اے انسانوں اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اُس کا ہمسر قرار دینے سے بچتے رہو۔ جانِ شاں۔ ایاز نے بادشاہ سے کہا ان کی جان بخشی کر دیجئے اور ان کو اپنے سے جدا نہ کیجئے آپ کے مقابلہ بڑے شیریں ہیں۔

[2] رحم کُن۔ جس نے ایکبار بھی تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے وہ جدائی کی تلخی کیسے برداشت کرے گا اُس پر رحم کر دیجئے آپ ہجر و فراق کی بات کرتے ہیں ان کے ساتھ یہ نہ کیجئے اور جو چاہے کر دیجئے عاشق کے لئے یار کی جدائی سے بدتر کوئی سزا نہیں ہے۔

[3] شصت۔ ہم نے حد کے معنی میں لیا ہے اس صورت میں اس کا اطلاق صحیح ہوتا چاہیئے مصرع اوّل میں تو بعض درجہ ہے دوسرے مصرع میں شست سے مُراد زلف کا حلقہ لیا جائے۔ تلخی۔ آپ خطاکاروں کے فریادرس ہیں کسی شخص کو بھی فراق کی سزا نہ دیں یہ ایاز کا شاہ کیلئے مقطع ہے ہر ایک وصل کی امید میں جاں دیدینا

گبر[1] میگوید میانِ آں سقر — چہ غم بودے گر کردے نظر

دوزخ کے درمیان کافر کہہ رہا ہے — اگر وہ مجھ پر نظر کر لیتا، مجھے کیا غم ہوتا

کاں نظر شیریں کُنندہ رنجہاست — ساحراں را خونبہائے دست و پاست

کیونکہ وہ نظر غموں کو شیریں بنا دینے والی ہے — جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کا خونبہا ہے

تفسیر گفتنِ ساحراں فرعون را در وقتِ سیاست کہ

سزا کے وقت فرعون سے ساحروں کے "کوئی نقصان نہیں بیشک ہم اپنے

لَاضَيْرَ اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ

رب کی طرف لوٹنے والے ہیں" کہنے کی تفسیر

نعرۂ لاضَیر بشنید آسماں — چرخ گوئے شد پئے آں صولجاں

آسمان نے "کوئی ضرر نہیں" کا نعرہ سنا — اُس نعرے کے لئے آسمان گیند بن گیا

ضربتِ[2] فرعون مارا نیست ضیر — لطفِ حق غالب بود بر قہرِ غیر

فرعون کی سزا ہمارے لئے نقصان نہیں ہے — دوسرے کے قہر پر اللہ (تعالیٰ) کا کرم غالب ہے

گر بدانی سترِ ما اے مُضمحل — میرہانی ماں ز رنج اے کور دل

اے گمراہ کرنے والے! اگر تو ہمارا راز جان لے — اے دل کے اندھے! ہمیں تکلیف سے نجات دیدیتا

ہیں بیا ایں سُو ببیں کایں ارغنوں — میزند یا لَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ

خبردار! ادھر آ دیکھ یہ باجا — "کاش میری قوم جان لیتی" پکار رہا ہے

داد ما را فضلِ حق فرعونیے[3] — نے چنیں فرعونیے بے عونیے

اللہ (تعالیٰ) کے فضل نے ہمیں فرعونی عطا کر دی — وہ فرعونی نہیں جو بغیر مدد (خداوندی) کے ہو

سر برآور ملک بیں زندہ و جلیل — اے شدہ غرّہ بمصر و رودِ نیل

سر اٹھا! زندہ اور عالیشان سلطنت کو دیکھ — اے مصر اور دریائے نیل پر مغرور

گر تو ترکِ ایں نجس خرقہ کُنی — نیل را در نیلِ جاں غرقہ کُنی

اگر تو اس ناپاک چیتھڑے کو چھوڑ دے — تو نیل کو جان کے نیل میں ڈبو دے

ہیں بدار از مصر اے فرعون دست — درمیانِ مصرِ جاں صد مصر ہست

خبردار! اے فرعون! مصر سے ہاتھ اٹھا لے — جان کے مصر میں سیکڑوں مصر ہیں

کو دیکھ لے مصر اور نیل کی سلطنت پر غرور نہ کر۔ اگر تو اس جسم سلطنت کو ٹھکرا دے گا تو تیری روح میں اس قدر وسعت پیدا ہو جائے گی کہ یہ دریائے نیل اس میں غرق ہو جائے گا۔ ہیں بدار۔ ساحروں نے فرعون سے کہا کہ اس مصر کی حکومت سے دست کش ہو جا پھر روحانی دنیا کے سیکڑوں مصر ہاتھ آجائیں گے۔

[1] گبر۔ کافر بھی جہنم میں یہ کہے گا کہ آپ کی نظرِ کرم ہو تو جہنم بھی گوارا ہے۔۔۔ ساحراں۔ آپ کی نظرِ کرم نے فرعون کے جادوگروں کے لئے ہاتھ پاؤں کٹوا دینا آسان کر دیا اور انھوں نے آپ کی شیریں نظر کو اپنے ہاتھ پاؤں کے خون کا بدلہ سمجھا۔ تفسیر: جب فرعون نے ساحروں کو قتل کرنے کی دھمکی دی تو انھوں نے کہا ہاتھ پاؤں کٹنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہم اپنے رب کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ چرخ۔ یہی نعرہ سے آسمان بھی رقص کرنے لگا۔

[2] ضربت۔ مار۔ گویا اگر تو ہمارے اس جذبہ کو سمجھ جاتا تو ہمیں تکلیف نہ دیتا۔ ہیں۔ انظار کیجئے (ان لوگوں نے جب حبیب نجار حضرت عیسیٰؑ کے حواری کو شہید کیا تو انھوں نے فرمایا کاش میری قوم اس بات کو جان لیتی کہ میرے رب نے میری مغفرت فرما دی اور مجھے معزز بنا دیا۔ ارکنوں مشہور باجا ہے جس کو افلاطون نے ایجاد کیا تھا۔

[3] فرعونیے یعنی شہنشاہی۔ نے چنیں۔ وہ شہنشاہی۔۔۔ فرعون کی سی خدائی نہیں ہے سر برآور۔۔۔ ان جادوگروں نے کہا تھا کہ خواب غفلت سے سر ابھار اور ہماری پائندہ اور ظلیم سلطنت

تو اَنا رَبُّ[1] راہمی گوئی بعام — غافل از ماہیتِ ایں ہر دو نام

تو عوام سے "میں خدا ہوں" کہتا ہے (حالانکہ) تو ان دونوں ناموں کی ماہیت سے غافل ہے

رَبّ بر مَربوب کے لرزاں بود — کے اَنا داں بندِ جسم و جاں بود

پروردگار زیرِ پرورش سے کب لرزتا ہے؟ "انا" کو جاننے والا جسم اور جان کا پابند کب ہوتا ہے؟

نِک انا مائیم رستہ از اَنا — از اَنائے پُر بلائے پُر عنا

دیکھ! "انا" ہم ہیں "انا" سے چھوٹے ہوئے اس "انا" سے جو مصیبت اور مشقت سے پُر ہے

آں اَنائے بر تو اے سگ شوم بود[2] — در حقِ ما دولتِ محتوم بود

اے کتے! وہ "انا" تیرے لئے منحوس تھی ہمارے حق میں یقینی دولت تھی

گر نبودت ایں انائے کینہ کش — کے زدے بر ما چنیں اقبال خوش

اگر یہ کینہ کشی والا "انا" تیرے اندر نہ ہوتا تو ایسا اچھا نصیبہ ہمیں کب حاصل ہوتا؟

شکر آں کز دارِ فانی میرہیم — بر سرِ ایں دار پندت میدہیم

اس کا شکر ہے کہ ہم دارِ فانی سے چھوٹ رہے ہیں اس سولی پر ہم تجھے نصیحت کر رہے ہیں

دارِ قتلِ ما براقِ رحلت ست — دارِ مُلکِ تو غرور و غفلت ست

ہمارے قتل کی سولی سفر کا براق ہے تیرا دارالسلطنت غرور اور غفلت ہے

ایں[3] حیاتِ خفیہ در نقشِ ممات — واں ممات خفیہ در قشرِ حیات

یہ خفیہ زندگی ہے جو موت کی صورت میں ہے وہ خفیہ موت ہے جو زندگی کے چھلکے میں ہے

می نماید نور نار و نار نور — ورنہ دنیا کے بُدے دار الغرور

نور آگ اور آگ نور نظر آتی ہے ورنہ دنیا دارالغرور کب ہوتی؟

ہیں مکن تعجیل اوّل نیست شو — چوں غروب آری برار از شرق ضو

خبردار! جلدی نہ کر پہلے "نیست" بن جب تو غروب کر گیا شرق سے روشنی لا

زیں اَنا جاں بیخود و دل دنگ شد — آں اَنائے در ازل دل تنگ شد

اس "انا" سے جان بیخود اور دل حیران ہو گیا وہ "انا" ازل میں دل تنگ ہے

ایں اَنا خم دادہ ہمچو چنگ شد — آں اَنائے سرد گشت و تنگ شد

یہ "انا" چنگ کی طرح ہے وہ "انا" سرد اور تنگ ہے

---

[1] اوصافِ بشری فنا کرنے سے پہلے "انا" کہنا ازل سے مردود ہے۔ نزعی انا۔ فنا کے بعد "انا" کہنا محمود ہے چنگ سے ایک باجا ہے جس کی آواز خوشگوار ہوتی ہے۔

---

[1] تو اَنا۔ فرعون قوم سے کہتا تھا کہ میں تمہارا رب ہوں ساحروں نے کہا تو انا اور رب دونوں کی حقیقت سے بے بہرہ ہے انا وہ ہے جو فنا کے بعد حاصل ہو قوائے سے ناواقف ہے۔ رب۔ تو رب کی حقیقت سے بھی ناواقف ہے جو اپنی رعایا کے گر جانے سے خوفزدہ ہو تو رب کیسے ہو سکتا ہے۔ انا ما ئیم۔ اصل انانیت تو جب حاصل ہوتی ہے جب انسان اپنی انانیت اور خودی کو چھوڑ چکے جو مصیبت اور مشقت سے پُر ہے۔

[2] آں انا۔ تیری انانیت خودی لئے ہوئے ہے تو منحوس ہے ہم فنا کا درجہ حاصل کر چکے ہیں لہذا ہماری انانیت ایک دولت ہے۔ گر نبودت۔ تیری انانیت ہماری خوش بختی کا سبب بن گئی ہے۔ شکر۔ تیری انانیت نے ہمیں اس فانی دنیا سے نجات دے دی ہے اب ہم سولی پر چڑھ کر تجھے نصیحت کر رہے ہیں۔ نار۔ یہ سولی ہمارے لئے قربِ خداوندی کا براق بن گئی ہے۔

[3] ایں۔ یعنی براقِ رحلت، حیات بصورتِ ممات ہے۔ واں۔ تیرا دارالملک موت بصورتِ حیات ہے۔ دار الغرور دھوکے کا گھر دنیا کو اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حقائق الٹے نظر آتے ہیں۔ ہیں۔ پہلے فنا حاصل کر پھر غروب کے بعد منور طلوع ہوگا۔ آں انائے

زاں[1] اَنائے بے اَنا خوش گشت جاں
اس بے "انا" کے "انا" کہنے سے جان خوش ہوگئی

شد جہان اُو از انائے ایں جہاں
وہ اس جہان سے کود جانے والی ہوگئی

از اَنا چوں رَست اکنوں شد اَنا
جب "انا" سے چھوٹ گئی اب "انا" ہوگئی

آفرینہا بر اَنائے بے عَنا
بے مشقت کی "انا" کو شاباش ہے

اُو گریزان و انائے در پئیش
وہ بھاگ رہا ہے اور "انا" اُسکے درپے ہے

می دَوَد چوں دید وے را بے دَریش
وہ "انا" دوڑتی ہے جب وہ اُسکو اپنے بغیر دیکھتی ہے

طالب اُو ئی نگردد طالبت
تو اُسکا طلبگار ہے وہ تیری طلبگار نہ بنے گی

چوں بمُردی طالبت شد مَطلبت
جب تو مرگیا تیرا مطلوب تیرا طالب بن گیا

زندہ[2] کے مُردہ شو شوید ترا
تو زندہ ہے مردے کو نہلا نیوالا تجھے کب نہلائیگا؟

طالبی کے مَطلبت جوید ترا
تو بھاگ رہا ہے، مطلوب تجھے کب ڈھونڈے گا؟

اندریں بحث اَر خرد رہ بیں بدے
اس بحث میں اگر عقل راستہ دیکھنے والی ہوتی

فخر رازی رازدارِ دیں بدے
تو فخر الدین رازی دین کے رازدار ہوتے

لیک چوں مَن لَم یَذُق لَم یَدرِ بُود
لیکن چونکہ "جس نے نہ چکھا اُس نے نہ جانا" ہے

عقل و تخییلات اُو حیرت فزود
اُنکی عقل اور تخیلات نے حیرت میں اضافہ کردیا

کے شود کشف از تفکر ایں اَنا
غور کرنے سے یہ "انا" کب کھلتی ہے

ایں اَنا مکشوف شُد بَعدَ الفَنا
یہ "انا" فنا کے بعد کھلی ہے

می فتد ایں عقلہا در[3] اِفتقاد
جستجو میں یہ عقلیں بھاگرتی ہیں

دَر مغاکے و حلول و اتحاد
گڑھے اور حلول و اتحاد میں

اے ایاز گشتہ فانی ز اقتراب
اے ایاز! تو قرب میں فانی بنگیا ہے

ہمچو اختر دَر شعاعِ آفتاب
جیسا کہ ستارہ سورج کی شعاع میں

بلکہ چوں نطفہ مبدّل تو بتن
بلکہ جیسا کہ تیرا نطفہ جسم میں تبدیل ہوا

نیز حلول و اتحادِ مُنقتن
نہ کہ حلول اور پُر فتنہ اتحاد سے

---

[1] زاں جس انا میں بشری پیت نہ ہو اُس سے روح خوش ہوتی ہے اور انسان اُس انا کے ذریعہ اس دنیا کی انا سے نجات پاجاتا ہے، پہلے مصرع کے شروع میں جہاں جہندہ کے معنی میں ہے دوسرا جہاں دنیا کے معنی میں ہے۔ از انا۔ جب انسان بشری انانیت سے چھوٹ جاتا ہے تو حقیقی انا اُس کو حاصل ہوجاتی ہے۔ اُو گریزاں۔ فانی حقیقت کیلئے گریزاں ہے اور بقا اُسکے درپے ہے اور اس مظہر میں صفاتِ الٰہی اپنا ظہور چاہتے ہیں اور جب تک انسان اپنی انا کا طالب ہے فنائے حقیقی اُسکو حاصل نہ ہوگی جب اپنی صفاتِ بشری سے مُردہ ہوجائیگا تو فنا خود اُس کی طالب بنجائے گی۔

[2] زندہ۔ جب تک انسان اپنی انا سے زندہ ہے تو اس مُردے کو نہلانے والا یعنی فنا اُس کیساتھ معروف عمل نہ ہوگی۔ اندریں۔ اس بحث میں کہ فنا اپنی انا ختم کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے عقل رہنمائی نہیں کرتی ہے ورنہ..... امام فخر الدین رازی جو دلایل عقل پر ہر چیز کا مدار رکھتے ہیں دین کے اسرار کے سب سے بڑے عالم ہوتے۔ لیک۔ یہ مسائل ذوقی ہیں جس نے اِنکا مزا نہ چکھا وہ اُنکی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا ان مسائل میں دلائل عقلیہ حیرت میں اور اضافہ کردیتے ہیں۔ ایں انا۔ حقیقی انا کا علم فنا کے بعد واضح ہوتا ہے۔

[3] در افتقاد۔ اگر محض عقل کے ذریعہ ان مسائل کو حل کیا جائیگا تو انسان حلول اور اتحاد جیسے عقیدوں میں مبتلا ہوجائیگا یعنی یہ سمجھ جائیگا کہ بقا بعد فنا جس میں ایک انسان وجودِ عبد کے بغیر صفاتِ رب کیساتھ متصف ہوتا ہے حلول کی صورت میں ہے یعنی حضرت حق تعالیٰ وجودِ عبد کو اپنا محل بنالیتے ہیں یا عبد اور رب میں اتحاد ہوجانے کی صورت سے ہے۔ اے ایاز بقا اور فنا کی صحیح مثال اگر ہے تو یہ ہے کہ جسطرح ستارہ شعاعِ شمس میں گم ہوجاتا ہے اسی طرح عبد حادث اپنے آپ کو رب قدیم میں گم کردیتا ہے یہ تو صفات کی تبدیلی کی مثال ہے یا یہ سمجھو کہ نطفہ بعض جسم انسانی میں تبدیل ہوجاتا ہے یہ تبدیلی ذاتی کی مثال ہے۔

عَفو کُن اے عَفو در صِدقِ تو — سابِق لُطفی ہمہ مسبُوقِ تو
معاف کردے اے وہ کہ معافی تیرے صدقے میں ہے — تو مہربانی میں سابق ہے سب تیرے پیچھے ہیں

مجرم داشتنِ ایاز خود را در ایں شفاعت گری و عُذر ایں جُرم
اِس سفارش کرنے میں ایاز کا اپنے آپ کو مجرم سمجھنا اور اِس خطا پر معافی

خواستن و دراں عذر گوئی ہم خود را مجرم داشتن و ایں شکستگی
چاہنا اور اُس عذر گوئی میں بھی اپنے آپ کو مجرم قرار دینا اور یہ کسر نفسی

از شناخت و عظمت شاہ خیزد و اَنَا اَعلَمُکُم بِاللّٰہِ
شاہ کی عظمت اور پہچان سے پیدا ہوتی ہے "اور میں تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور

وَاَخشَاکُم وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّمَا یَخشَی اللّٰہَ مِن عِبَادِہِ العُلَمٰٓؤُا
تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں" اور اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے اللہ تعالٰی سے اُسکو جاننے والے ڈرتے ہیں

مَن کہ باشم کہ بگویم عفو کُن — اے تو سلطان و خلاصہ امر کُن
میں کون ہوتا ہوں جو کہوں کہ معاف کردیجئے؟ — اے وہ کہ آپ بادشاہ اور کُن کے امر کے خلاصہ ہیں

مَن کہ باشم کہ بُوَم من با مُنَت — اے گرفتہ جملہ مُنہا دامنت
میں کون ہوتا ہوں کہ میں تیری بھی کے سامنے موجود رہوں؟ — اے وہ کہ تمام ہستیوں نے تیرا دامن تھاما ہے

مَن[۲] کے آرم رحمِ خلمِ آلود را — رَہ نمایم عِلمِ حِلمِ اندود را
میں غضب آلود رحم کب کرسکتا ہوں؟ — میں تو حلم سے بھرے ہوئے حلم کی رہنمائی کرتا ہوں

صَد ہزاراں صفع را اَرزانیم — گر زبونِ صَفعہا گردانیم
میں لاکھوں طمانچوں کے لائق ہوں — اگر آپ مجھے طمانچوں کا مغلوب بنالیں

مَن کیَم تا پیشت اعلامے کُنم — یا کہ وا یادت دہم شرطِ کرم
میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟ — یا کہ آپ کو کرم کی شرط یاد دلاؤں

آنچہ معلومم تُو نبُود حیست آں — وآنچہ یادت نیست کو اندر جہاں
جو تجھے معلوم نہیں وہ کیا ہے؟ — جو تجھے یاد نہیں وہ جہاں میں کہاں ہے؟

اے[۳] تو پاک از جہل و علمت پاک ازاں — کہ فراموشی کُند ویرا نہاں
اے وہ کہ تو نادانی سے پاک ہے اور تیرا علم اُس سے پاک ہے — کہ بھول اُس کو چھپا دے

ہیچ کس را تو کسے انگاشتی — ہیچ خورشیدش بنُور افراشتی
تو نے ناچیز کو چیز ٹھہرایا — تو نے اُس کو سورج کیطرح نور سے بلند کردیا

۱؎ خواجہ ایاز نے اُس سفارش کے بارے میں جو اپنے آپ کو قصوروار سمجھا اور عُذر خواہی کرنے لگا اور یہ صورت جب پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان شاہ کی عظمت کو سمجھ چکا ہو چنانچہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں خدا کو تم سے زیادہ جانتا ہوں اور خدا سے تم سے زیادہ ڈرتا ہوں اور اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے اللہ کے جاننے والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ مَن کہ باشم۔ میرا تیرے سامنے سفارش کرنا اپنی ہستی کا اقرار کرنا ہے جو غیر مناسب ہے۔

۲؎ مَن۔ میرے رحم میں تو خلوص نہیں ہے میں تو صرف آپکے علم کی راہنمائی کرسکتا ہوں صد ہزاروں۔ اگر تو مجھے سزا دینا پسند کرے تو میں لاکھوں طمانچوں کا مستحق ہوں، سفارش کرنا میری گستاخی ہے۔ مَن کیَم میں کون ہوتا ہوں کہ آپ کو بتاؤں اور کرم کی شرط یاد دلاؤں جب کہ آپ کو ہر چیز معلوم ہے اور ہر بات یاد ہے۔

۳؎ اے تو پاک۔ آپ خود جہل سے پاک ہیں اور کوئی بھول کسی چیز کو آپ سے پوشیدہ نہیں کرسکتی ہے۔ ہیچ کس۔ آپ نے معافی کا اختیار مجھے دیکر مجھے کسی قابل بنادیا اب جب کہ آپ نے مجھے کسی قابل بنادیا ہے تو کرم کرکے میری خواہش کو بھی سن لیجئے۔

چوں کسم کردی اگر لابہ کنم
جب تو نے مجھے کچھ بنا دیا، اگر میں عاجزی کروں

زانکہ[1] از نقشم چو بیروں بُردۂ
اسلئے کہ جب تو نے مجھے ہستی سے باہر نکال دیا ہے

چوں ز رختِ من تہی گشت ایں وطن
جب یہ وطن میرے سامان سے خالی ہوگیا

ہم دُعا از من بروں کردی چو آب
تو نے ہی دعا مجھ میں سے پانی کی طرح جاری کردی

ہم تو بُودی اوّل آرندہ دُعا
تو ہی ابتداءً مجھ سے دعا کرانے والا ہے

تا نہم من لاف کاں شاہِ جہاں
تاکہ میں شیخی بگھار سکوں کہ اُس شاہ جہاں نے

دردِ[2] بُودم سر بسر من خود پسند
میں متکبر سراسر درد تھا

دوزخے بُودم پُر از شور و شرے
میں شور و شر سے پُر ایک دوزخ تھا

ہر کہ را سوزید دوزخ در قعود
جس شخص کو دوزخ نے سزا میں جلا دیا ہے

کارِ کوثر چیست کہ ہر سوختہ
کوثر کا کام کیا ہے؟ یعنی ہر جلا ہوا

قطرہ[3] قطرہ اُو منادیِ کرم
اُس کا قطرہ قطرہ کرم کا منادی ہے

ہمچو مرہم بر سرِ زخمِ عفن
جس طرح سڑے ہوئے زخم پر مرہم

ہست دوزخ ہمچو سرمائے خزاں
دوزخ جاڑوں کی خزاں کی طرح ہے

مُستمع شو لابہ اَم را از کرم
تو کرم کر کے میری خوشامد کو سُن لے

آں شفاعت ہم تو خود را کردۂ
تو وہ سفارش بھی تو نے خود ہی سے کی ہے

تر و خشکِ خانہ نبُود آنِ من
تو گھر کا تر اور خشک میرا نہیں ہے

ہم شناسش بخش و گرداں مستجاب
تو ہی اسکو جانو عطا کر اور قبول فرما

ہم تو باش آخر اجابت را رجا
تو ہی اخیر میں قبولیت کی امید ہے

بہرِ بندہ عفو کرد از مجرماں
ان خطاکاروں کو غلام کی خاطر معاف کردیا

کرد شاہم دارویِ ہر دردمند
شاہ نے مجھے ہر دردمند کی دوا بنا دیا

کرد دستِ فضلِ اُو یم کوثرے
اسکی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے کوثر بنا دیا

من بُرویانم دگر بار از جسد
میں اُنکے جسم کو دوبارہ اُگا دیتا ہوں

گرد داز وے نابت و اندوختہ
اُس سے اُگ جانے والا اور جمع ہوجائے

کانچہ دوزخ سوخت من باز آورم
کہ جو دوزخ نے جلایا ہے میں لوٹا دوں گا

مُنبِتُ لحماً جدیداً خالصاً
خالص نیا گوشت اُگا دیتا ہے

ہست کوثر چوں بہار و گلستاں
کوثر بہار اور چمن کی طرح ہے

---

[1] زانکہ۔ اب میں میں نہیں ہوں لہذا میری یہ سفارش میری نہیں ہے آپ کی ہے۔ چوں، جبکہ میرے پاس اپنا کچھ نہیں ہے تو گھر میں جو کچھ ہے میری ملکیت نہیں ہے تو نے ہی مجھے سفارش کی توفیق دی ہے اب تو ہی اسکو قبول فرما تم تو۔ دعا کرنے والا تو ہی ہے تو بھی سے قبول کرلینے کی امید وابستہ ہے۔ تا نزنم جبکہ میرا کوئی حصہ نہیں تو مجھے تو خواہ مخواہ کا فخر ہوگا کہ بارگاہ نے میری سفارش پر خطا کار کو معاف کیا ہے۔

[2] دردِ۔ میں تو خود مرض تھا شاہ نے مجھے دوا بنا دیا۔ میں دوزخ تھا جو دوسروں کو جلاتی ہے اُس شاہ کے فضل نے مجھے کوثر بنا دیا جو جلے ہوؤں کو زندگی بخش دیتی ہے۔ ہر کہ۔ اب چونکہ میں کوثر ہوں دوزخ نے سزا میں جنکا جسم جلا کر خاکستر کردیا ہے اُن کو دوبارہ جسم دے دیتا ہوں۔ نابت۔ اگنے والا۔ اندوختہ۔ جمع شدہ۔

[3] قطرہ۔ کوثر کا ایک ایک قطرہ پکار کر کہتا ہے کہ میرے قریب آجاؤ میں جلے ہوئے کو دوبارہ جسم عطا کردوں گا میری مثال مرہم کی سی ہے جو سڑے ہوئے زخم پر دوبارہ عمدہ گوشت پیدا کردیتا ہے۔ دوزخ۔ دوزخ موسم خزاں کی طرح اور کوثر موسم بہار کی طرح ہے دوزخ موت ہے کوثر تخلیق صورت ہے جس سے مُردے زندہ

هست دوزخ همچو مرگ و چون فنا
دوزخ، موت اور فنا کی طرح ہے

هست کوثر نفخِ صور از کبریا
کوثر، اللہ تعالیٰ کی جانب سے صور کا پھونکنا ہے

هست دوزخ همچو مرگ و خاکِ گور
دوزخ، موت اور قبر کی مٹی کی طرح ہے

هست کوثر بر مثالِ نفخِ صور
کوثر، صور پھونکنے کی طرح ہے

اے[1] ز دوزخ سوخته اجسامِ تان
اے وہ کہ تمہارے جسم دوزخ سے جل چکے ہیں

سوئے کوثر میکشد اکرامِ تان
(اللہ کا) اکرام تمہیں کوثر کی جانب کھینچتا ہے

چون خلقتُ الخلقَ کے یربحنی علی
جبکہ میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ مجھ سے نفع اٹھائے

لطف تو فرمود اے قیوم دحی
اے حی قیوم تو نے مہربانی فرمائی ہے

لا لِاَن اَربح علیهم جودتست
یہ کہ میں ان سے نفع کماؤں" تیری عطا ہے

کہ شود زو جملہ ناقصہا درست
تاکہ اس سے سب ناقص مکمل بن جائیں

عفو کن زین ناقصانِ تن پرست
ان ناقص تن پرستوں کو معاف فرمادے

عفو از دریائے عفو اولیٰ ترست
معافی کے سمندر کیجانب سے معاف کرنا ہی بہتر ہے

عفو[2] خلقاں همچو جوی و همچو سیل
مخلوق کی معافی، نہر کی طرح اور بہاؤ کیطرح

هم بداں دریائے خود تازند خیل
اُس ہی اپنے دریا کی جانب گھوڑا دوڑاتی ہے

عفوها هر شب ازیں دل پالها
معافیاں، ہر شب کو ان دل کے ٹکڑوں سے

چون کبوتر سوئے تو آید شها
اے شاہ! آپ کی جانب کبوتر کی طرح آتی ہیں

باز شاں وقتِ سحر[3] پراں کنی
تو اُن کو پھر صبح کے وقت اڑا دیتا ہے

تا بشب محبوسِ ایں ابداں کنی
رات تک کیلئے ان جسموں میں قید کر دیتا ہے

پر زناں بارِ دگر در وقتِ شام
دوبارہ، شام کے وقت پر پھڑپھڑاتے ہوئے

می پرند از عشق آں ایوان و بام
عشق کیوجہ سے اُس محل اور بالاخانے سے پرواز کرتی ہیں

تا[4] کہ از تن تارِ وصلت بگسلند
یہانتک کہ وہ جسم سے جوڑ کا تار توڑ دیتا ہے

پیشِ تو آیند کز تو مقبلند
آپکے پاس آجاتی ہیں کیونکہ وہ آپکے پاس آنیوالی ہیں

پر زناں ایمن ز رجعِ سرنگوں
سرنگوں (جماعت کی) واپسی سے مطمئن ہو کر اڑتی ہیں

در هوا کانا اِلیہِ راجعون
ہوا میں کہ ہم اُسی طرف لوٹنے والی ہیں

بانگ می آید تعالوا از کرم
اُس کرم کیجانب سے "آجاؤ" کی آواز آتی ہے

بعد ازاں رجعت نماند درد و غم
اُس واپسی کے بعد رنج اور غم باقی نہیں رہے گا

[1] اے۔ جو لوگ دوزخ کی آگ سے جل گئے ہیں اُن کو اللہ کا کرم کوثر کی جانب بلاتا ہے۔ چونکہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے مخلوق اس لئے پیدا کی ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائے نہ کہ اس لئے کہ میں اُس سے فائدہ اٹھاؤں۔ لکی شود۔ یہ فرمانِ خداوندی اسی لئے ہے کہ اُس کی ذات سے ناقص درست ہو جائیں۔

[2] عفو خلقاں۔ مخلوق کا معاف کرنا بھی اُسی دریائے عفو کا ایک حصہ ہے۔ عفوہا۔ مخلوق کی معافیاں اپنی اصل کیطرف پرواز کرتی ہیں۔ کل شئی یؤ یرجع الی اصلہ۔ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ باز شاں۔ پھر اللہ تعالیٰ انکو دن بھر کے لئے انسانی بدنوں میں محبوس کر دیتا ہے اور پھر شام کے وقت اُسی محل کیطرف پرواز کر جاتی ہیں۔

[3] تاکہ۔ یہ اُن کی آمد و رفت اُس وقت تک ہے جب تک کہ زندگی مقدر ہے۔ پر زناں۔ انکی پرواز کشتاق اور کفار کی پرواز کی طرح اوندھے منہ نہیں ہے۔ بانگ۔ اُن کی واپسی پر اللہ کا کرم آواز دیتا ہے کہ آجاؤ اب اس واپسی کے بعد دنیا کا درد اور رنج ختم ہو جائے گا۔

بس[۵۱] غریبیہا کشیدید از جہاں
تم نے دنیا میں بہت سے پردیسی پن برداشت کئے

قدرِ من دانستہ باشید اے مہاں
اے شریفو! تم نے میری قدر جان لی ہے

زیرِ سایہ ایں درختم مستِ ناز
میرے اس درخت کے سایہ میں ناز سے مست ہو کر

ہیں بیند از بد پایہا را دراز
آگاہ! پاؤں کو لمبا پھیلا دو

پایہائے پُر عناں از راہِ دیں
وہ پاؤں جو دین کے راستہ میں تھکے ہوئے ہیں

بر کنار و دستِ حوراں خالدیں
ہمیشہ رہنے والی حوروں کی گود اور ہاتھوں میں

حُوریاں گشتہ مغتز مہرباں
غمزہ کرنے والی حوریں مہربان ہو گئیں

کز سفر باز آمدند ایں صوفیاں
کہ یہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں

صوفیانِ صافیاں چوں نورِ خور
ایسے صاف صوفی جیسا کہ سورج کا نور

مُدتے اُفتادہ بر خاک و قذر
جو ایک مدت تک مٹی اور پیشکار میں پڑے رہے

بے اثر پاک از قذر باز آمدند
بغیر کسی نشان کے پلیدی سے پاک واپس آئے ہیں

ہمچو نورِ خور سوئے قرصِ بلند
جس طرح کہ سورج کا نور بلند نکیہ کی جانب

ایں[۵۲] گروہِ مجرماں ہم اے مجید
اے بزرگ! خطا کاروں کا یہ گروہ بھی

جملہ سر ہاشاں بدیوارے رسید
ان سب کا منہ دیوار کی جانب میں پہنچ گیا

بر خطا و جرمِ خود واقف شدند
اپنے جرم اور خطا سے واقف ہو گئے ہیں

گرچہ مات کعبتینِ شہ بُدند
اگرچہ وہ شاہ کی کعبتین سے مات کھائے ہوئے تھے

رُو بتو کردند اکنوں آہ کناں
اب آہیں بھرتے ہوئے انھوں نے تیری جانب رُخ کیا ہے

اے کہ لُطفت مجرماں را رہ کناں
اے وہ کہ تیری مہربانی خطا کاروں کو راستہ دکھانے والی ہے

راہ دہ آلودگاں را العجل
آلودہ ہو جانے والوں کو بہت جلد راستہ عطا کر

در فراتِ عفو و عینِ[۵۳] مغتسل
معافی کی نہر اور نہانے کے چشمہ کا

تا کہ غسل آرند زاں جرمِ دراز
تاکہ اس لمبی خطا سے غسل کر لیں

در صفِ پاکاں روند اندر نماز
نماز میں پاکوں کی صف میں شامل ہو جائیں

اندراں صفہا زاندازہ برُوں
ان صفوں میں اندازے سے زیادہ

غرقہ گانِ نورِ نحنُ الصّافّون
ہم صف باندھنے والے ہیں کے نور میں غرق ہیں

شریک ہو سکیں۔ اندراں۔ ان صفوں میں اندازے سے زیادہ نمازی ہیں۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّوْنَ ۔ یہ کلام کا مقولہ ہے اور بیشک ہم صفیں باندھنے والے ہیں۔

---

۵۱ بس غریبیہا۔ ان سے کرم خداوندی کہتا ہے تم نے مسافر کی تکلیفیں اٹھائی ہیں اب کرم کے سایہ میں پاؤں پھیلا کر سو جاؤ پاسبانی۔ اب ان بادیوں کو جنھوں نے اللہ کی عبادتوں میں بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں حوروں کے ہاتھوں اور پہلوؤں میں پھیلا دو۔ مجتمز۔ غمزہ کرنے والا۔ صوفیاں۔ ان لوگوں کی حالت سورج کی روشنی کی سی ہے جو مٹی اور نجاستوں پر سے بھی گذرتی ہے لیکن پاک و صاف سورج کی طرف لوٹ آتی ہے یہ صوفی بھی دنیا کی نجاستوں پر سے پاک و صاف گذر کر واپس آتے ہیں۔

۵۲ ایں گروہ۔ خطا وار بھی بہ شرمندہ ہیں۔ سر بدیوار شدن۔ شرمندہ ہونا۔ برخطا۔ اگرچہ وہ قدرت سے مغلوب تھے لیکن اپنے جرم و خطا سے واقف ہیں۔ شعر

گناہ گرچہ نبود اختیار ما لیکن
تو در طریق ادب کوش و گو نباشد بہ

کعبتین۔ دو نردیں ہوتی ہیں جنمیں سے ہر ایک کی چھ سطحیں ہوتی ہیں اور ہر سطح پر عدد کندہ ہوتا ہے ان سے بازی کھیلی جاتی ہے۔

۵۳ عینِ مغتسل۔ وہ چشمہ جس میں حضرت ایوبؑ کو غسل کرایا گیا تھا۔ تاکہ۔ پاک ہو کر نماز میں

چوں سخن[1] در وصفِ ایں حالت رسید — ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید

جب بات اِس حالت کے بیان میں پہنچی — قلم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی پھٹ گیا

بحر را پیمودہ ہیچ اُسکرہ — شیر را برداشت ہرگز بزدہ

کسی سکورے نے سمندر کو ناپا ہے؟ — کسی بکری کے بچے نے شیر کو اُٹھایا ہے؟

گر حجابستت بروں رو زاحتجاب — تا بہ بینی بادشاہیِ عجاب

اگر تیرے لئے پردہ ہے، پردہ پوشی سے باہر نکل — تاکہ تو عجب بادشاہی دیکھے

گرچہ بشکستند جامت قومِ مست — آنکہ مست از تو بود عذرش ہست

اگرچہ مست قوم نے تیرے جام کو توڑا ہے — جو تیرا مست ہو اُس کے لئے ایک عذر ہے

مستیِ[2] ایشاں باقبال و کمال — نے زبادہ تست اے شیریں فعال

اُن کی مستی اقبال اور کمال کی — (کیا) اے شیریں کار زیادہ والے تیری شراب نہیں ہے؟

اے شہنشہ مستِ تخصیصِ تواند — عفو کُن از مستِ خود اے عفومند

اے شہنشاہ! وہ تیرے خاص کرنے کی وجہ سے مست ہیں — اے معافی دینے والے! اپنے مست کو معاف کر دے

لذتِ تخصیصِ تو وقتِ خطاب — آں کُند کہ ناید از صد خُم شراب

خطاب کے وقت تیرے خاص کرنے کی لذت — وہ کرتی ہے جو شراب کے سیکڑوں ٹکوں سے نہیں ہوتا

چونکہ مستم کردۂ حدم مزن — شرع مستاں را نیارد حد زدن

جب تو نے مجھے مست کر دیا، مجھ پر حد جاری نہ کر — شریعت مستوں پر حد جاری نہیں کرتی ہے

چوں شوم ہشیار آنگاہم بزن[3] — کہ نخواہم گشت خود ہشیار من

جب میں ہوشیار ہو جاؤں اُس وقت لگانا — کیونکہ میں ہوشیار ہی نہ ہوں گا

ہر کہ از جامِ تو خورد اے ذوالمنن — تا ابد رست از مشق و از حد زدن

اے احسانوں والے! جس نے تیرے جام سے پی لی — وہ ہمیشہ کیلئے ہوش سے اور حد جاری کرنے سے چھوٹ گیا

خالدین فی فناءِ سُکرھم — مَن یُفانی فی ھواکم لم یقم

وہ اپنے نشہ کی فنا میں ہمیشہ رہنے والے ہیں — جو تمہاری محبت میں فنا ہوا وہ کھڑا نہیں ہوا

فضلِ تو گوید دلِ ما را کہ رو — اے شدہ در دوغِ عشق ما گرو

تیری مہربانی ہمارے دل سے کہتی ہے، کہ جا — اے وہ کہ ہمارے عشق کی چھاچھ میں گرو ہو گیا ہے

---

[1] سخن یعنی اسرار صفات کا بیان۔ جب اسرار کا ایک بے پایاں سمندر ہے اور ہماری مثال اُس پر تیرنے والے سکورے کی سی ہے سکورہ سمندر کو نہیں ناپ سکتا، بکری کا بچہ شیر کو اُٹھا سکتا ہے۔ گر حجابستت۔ اگر اسرار تجھے نظر نہیں آتے تو حجاب سے باہر نکلنے کی کوشش کر پھر عجیب بادشاہی دیکھے گا۔ گر حجابستت۔ ایاز کا مقولہ ہے کہ اگرچہ اِس مست قوم نے آپ کے حکم کا جام توڑا ہے لیکن چونکہ یہ آپ کے مست ہیں لہٰذا معذور ہیں۔

[2] مستی۔ اِن کی مستی اُس زہد اور مال کی وجہ سے ہو جو آپ نے اُن کو دیا ہے۔ تخصیص۔ یعنی چونکہ تو اُن سے خصوصیت برتتا ہے اِس لئے یہ مست ہو گئے ہیں۔ وقتِ خطاب۔ جب تو اُن کو خاص طور پر خطاب کرتا ہے تو اُن پر شراب کے سیکڑوں ٹکوں کی مستی طاری ہو جاتی ہے چونکہ شرعی حکم ہے کہ مست پر نشہ کی حالت میں شراب پینے کی حد میں کوڑے نہیں لگائے جاتے ہیں چونکہ جب مست کا نشہ دور ہو جاتا ہے تب اُس کے کوڑے لگائے جاتے ہیں۔

[3] نخواہم۔ لیکن میں ایسا مست ہوں کہ میں کبھی مستی تیرے جام کی مستی ہے۔ جو قیامت تک زائل نہیں ہو سکتی۔ خالدین۔ جو تیرے عشق میں فنا ہو گیا وہ پھر کبھی نہیں سنبھلا۔ فضلِ تو۔ تیری مہربانی ہماری مستی کے عذر پر کہتی ہے کہ تو اگرچہ ہمارے جام کا مست نہیں ہے بلکہ چھاچھ پی کر مستی کا اظہار کر رہا ہے لیکن پھر بھی تیرا عذر قبول کرتے ہیں۔

چوں مگس در دوغ ما افتادہ
تو مگسی کی طرح ہماری ہما چھوں میں پڑا ہے

تو نہ مست اے مگس تو بادہ[1]
اے مگسی! تو مست نہیں ہے تو ایسی شراب ہے

کرگسان مست از تو گردند اے مگس
اے مگسی! گدھ تجھ سے مست ہو جائیں گے

چونکہ بر بحرِ عسل رانی فرس
جب تو شہد کے سمندر پر گھوڑا دوڑائے گی

کوہہا چوں ذرہا سر مست تو
ذروں کی طرح پہاڑ تیرے مست ہیں

نقطہ و پرکار و خط در دستِ تو
نقطہ اور پرکار اور خط تیرے ہاتھ میں ہیں

فتنہ کہ لرزند ز و لرزانِ تست
وہ فتنہ جس سے لرزتے ہیں تجھ سے لرزتا ہے

ہر گراں قیمت گہر ارزانِ تست
ہر گراں قیمت موتی تیرے لئے سستا ہے

گر خدا[2] دادے مرا پانصد دہاں
اگر خدا مجھے پانچ سو منہ دیتا

گفتمے شرحِ تو اے جانِ جہاں
تو اے جانِ جہاں! میں تیری شرح کرتا

یک زباں دارم من آنہم منکسر
میں ایک زبان رکھتا ہوں وہ بھی ٹوٹی ہوئی

در خجالت از تو اے دانائے سر
اے راز کو جاننے والے! تجھ سے شرمندگی میں

منکسر تر خود نباشم از عدم
میں خود عدم سے زیادہ ٹوٹا ہوا نہیں ہوں

کز دہانش آمدستند ایں اُمم
جس کے منہ سے یہ امتیں آئی ہیں

صد ہزار آثارِ غیبی منتظر
لاکھوں غیبی آثار منتظر ہیں

کز عدم بیروں جہد بالطف و بر
کہ پاکیزگی اور بھلائی کیساتھ عدم سے باہر نکل آئیں

از تقاضائے[3] تو میگردد سرم
تیرے ہی تقاضے سے میرا سر گردش کرتا ہے

اے بمردہ من بہ پیشِ آں کرم
لہٰذا کہ میں اُس کرم کے سامنے جان دیچکا ہوں

رغبتِ ما از تقاضائے تو است
ہمارا راغب ہونا تیرے تقاضے سے ہے

جذبۂ حق ست ہر جا رہرو ست
جہاں کہیں رہرو آتا ہے (اللہ تعالیٰ) کا جذبہ ہے

خاک بے بادے بہ بالا کے جہد
غبار بغیر ہوا کے اوپر کب جاتا ہے؟

کشتی بے بحر پا در رہ نہد
بغیر دریا کی کشتی راہ میں پاؤں رکھتی ہے؟

پیشِ آبت آبِ حیوانست درد
تیرے پانی کے سامنے آبِ حیات تلچھٹ ہے

پیش آبِ زندگانی کس نمرد
آبِ حیات کے سامنے کوئی نہیں مرا

---

[1] تو بادہ۔ اس کا تعلق آئندہ شعر سے ہے یعنی بااین ہمہ تو ایسی شراب ہے کہ اگر مگس یعنی اہل دل تجھ سے مستی حاصل کرتے ہیں۔ بحرِ عسل۔ یعنی اسرارِ حقیقت۔ کوہہا۔ اب تیری مستی کا یہ حال ہے کہ جملہ کائنات تیرے تصرف میں ہے۔ فتنہ۔ دنیا کے مصائب تجھ سے لرزہ بر اندام ہیں اور دنیا کی ہر قیمتی چیز تیرے لئے بے قیمت ہے۔

[2] گر خدا۔ یہ بھی ایاز کا مقولہ ہے اور جانِ جہاں سے مراد سلطان ہے یا یہ مولانا کا مقولہ ہے اور جانِ جہاں سے سلطانِ حقیقی مراد ہے۔ یک۔ ایک زبان ہے اور وہ بھی شرمندگی سے شکستہ ہے تو میں کیسے تیری تعریف کا حق ادا کر سکتا ہوں۔ از عدم۔ لیکن! اس ہمہ کچھ نہ کچھ مجھے تعریف کرنی ہے اس لئے کہ میں عدم سے تو یکسر گذرا نہیں ہوں اُس سے بھی غیبی آثار ظاہر ہو رہے ہیں جو تجھ سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔

[3] از تقاضائے۔ تیری ہی ذات کا تقاضہ ہے کہ میں اُس کے اوصاف بیان کروں اُس کرم پر میں قربان ہوں۔ رغبت۔ تعریف کی طرف ہماری رغبت تیرے تقاضے اور جذبے کی وجہ سے ہے۔ خاک۔ غبار ہوا کے سہارے اُڑتا ہے کشتی دریا کے سہارے چلتی ہے اسی طرح ہمارا ہر کام تیرے جذبہ سے ہے۔ پیشِ آبِ حیات ہر چیز کی زندگی کا سبب ہے لیکن تیرے آبِ رحمت کے مقابلہ میں وہ کتنا پانی ہے۔

آبِ[1] حیواں قبلۂ جاں دوستاں — زاب باشد سبز و خنداں بوستاں

آب حیات جان سے دوستی رکھنے والوں کا قبلہ ہے — پانی سے باغ سبزہ خنداں ہوتا ہے

مرگ آشاماں ز عشقش زندہ اند — دل زجان و آب جاں برکندہ اند

موت کو پی جانے والے اس کے عشق سے زندہ ہیں — جان اور آب حیات سے دل برداشتہ ہیں

آبِ عشقِ تو چو مارا دست داد — آبِ حیواں شد بپیشِ ما کساد

جب تیرے عشق کا پانی ہمارے ہاتھ آگیا — ہمارے سامنے آب حیات بیکار ہو گیا

زابِ حیواں ہست ہر جاں را نوی — لیک آب آبِ حیوانی توئی

آب حیات سے ہر جان کو تازگی ہے — لیکن آب حیات کی زندگی تو ہے

ہر دمے مرگے و حشرے دادیم — تا بدیدم دستبردِ آن کرم

تو نے مجھے ہر لمحہ موت اور زندہ ہو جانا عطا کیا ہے — یہاں تک کہ میں نے اس کرم کا نظارہ کر لیا ہے

ہمچو[2] حفتن گشت ایں مُردن مرا — زاعتمادِ بعث کردن اے خدا

یہ مرنا میرے لئے سونے کی طرح بن گیا ہے — اے خدا! حشر کے بھروسہ پر

ہفت دریا ہر دم ار گردد سراب — گوش گیری آوریش اے آب آب

ساتوں سمندر اگر ہر وقت ریت بنیں — تو اُن کا کان پکڑ کر لے آئیگا اے پانی کی جان!

عقل لرزاں زاجل واں عشق شوخ — سنگ کے ترسد زباراں چوں کلوخ

عقل موت سے لرزتی ہے اور وہ عشق بیباک ہے — پتھر ڈھیلے کی طرح بارش سے کب ڈرتا ہے؟

از صحافِ[3] مثنوی ایں پنجم ست — در بروجِ چرخِ جاں چوں انجم ست

مثنوی کے دفتروں میں سے یہ پانچواں ہے — جان کے آسمان کے برجوں میں ستاروں کی طرح ہے

رہ نیابد از ستارہ ہر حواس — جز کہ کشتیبانِ اَستارہ شناس

ہر حواس ستارے سے راستہ نہیں پا سکتا ہے — صرف ستارے کو پہچاننے والے کے سوا

جز نظارہ نیست قسمِ دیگراں — از سعودش غافل اند و از قراں

دوسروں کا حصہ سوائے نظارہ کے نہیں ہے — وہ اس کی نیک بختی، اور میل سے غافل ہیں

آشنائی گیر شبہا تا بروز — با چنیں استارہائے دیو سوز

راتوں اور دنوں سے دوستی رکھ — اس طرح کے شیطان کو جلانے والے ستاروں سے

نیک اثرات۔ اقتران۔ دوستاروں کا باہم ملنا۔ آشنائی۔ مثنوی سے شغل رکھو، شیطان سے نجات حاصل کرو گے۔

---

[1] آبِ حیوان۔ آبِ حیات کا بمعنے ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اسکو وہ پسند کرتے ہیں جو اپنی جان کو بچانا چاہتے ہیں مرگ۔ لیکن جو لوگ فنا کو پسند کرتے ہیں وہ تیرے آبِ عشق سے زندہ ہیں ان کیلئے آبِ حیات بیکار ہے۔ زآبِ حیواں۔ آبِ حیات سے ہر جان کو تازگی حاصل ہوتی ہے لیکن اس آبِ حیات کی زندگی تو ہے۔ ہر دمے۔ شعر

گشتہ ام بہر تسلیم را — ہر زماں زیبد بجانے دیگرت

[2] ہمچو حفتن چونکہ مجھے موت کے بعد کی زندگی کا یقین ہے لہٰذا میرے لئے موت کی حقیقت نیند سے زیادہ نہیں ہے۔ ہفت۔ تیرے دوبارہ زندگی عطا کرنے کا یہ حال ہے کہ اگر ساتوں سمندر خشک ہو کر ریت بنجائیں تو اُن کا کان پکڑ کر کہدیگا پانی بنجاؤ تو وہ پانی بن جائیں گے۔ عقل۔ عقل موت سے ڈرتی ہے اور عشق اس کے معاملہ میں لاپرواہ ہے کہ ڈھیلا بارش سے ڈرتا ہے پتھر کبھی نہیں ڈرتا۔

[3] صحاف۔ صحف کی جمع ہے بمعنی پیالہ بعض نسخوں میں صحائف ہے جو صحیفہ بمعنی کتاب کی جمع ہے مراد مثنوی کے دفاتر ہیں۔ رہ نیابد۔ جس طرح ستارے سے ہر شخص رہنمائی حاصل نہیں کر سکتا اسی طرح مثنوی سے ہر شخص مستفید نہیں ہو سکتا سعودش۔ یعنی ستاروں کے

هر یکے[1] در دفعِ دیوِ بدگماں — هست نفط انداز قلعه آسماں

بدگمان شیطان کے دفع کرنے میں ہر ایک — آسمان کے قلعے پر نفط پھینکنے والا ہے

اختر اربا دیو همچوں عقرب ست — مشتری را او وَلیُّ الْاَقْرَب ست

ستارہ اگرچہ شیطان کے لئے بچھو کی طرح ہے — خریدار کے لئے وہ قریبی دوست ہے

قوس اگر از تیر دوزد دیو را — دَلو پُر آب ست درع و میوہ را

کمان اگر شیطان کے تیر سے شہید کرنے والی ہے — ڈول، کھیتی اور میوے کے لئے پانی سے بھرا ہے

حوت اگرچہ کشتیِ غی بشکند — دوست را چوں ثور کشتے میکند

مچھلی اگرچہ گمراہی کی کشتی کو شکستہ کرتی ہے — دوست کے لئے بیل کی طرح کھیتی کرتا ہے

شمس اگر شب را بدرّد چوں اسد — لعل را زو خلعتِ اطلس رسد

سورج اگر رات کو شیر کی طرح پھاڑ دیتا ہے — لعل کو اس سے اطلسی خلعت ملتی ہے

صورتِ خرچنگ اگرچہ کجروست — هیئتِ میزاں از و بیروں شوست

کیکڑے کی صورت اگرچہ ٹیڑھی چال کی ہے — ترازو کی ہیئت اس سے الگ ہے

پیشۂ مریخ[2] اگر خونریزی ست — او زبونِ شمسیِ تبریزی ست

مریخ کا پیشہ اگرچہ خونریزی ہے — وہ تبریزی سورج سے مغلوب ہے

گرچہ در تاثیر نحس آمد زحل — دقتِ فکر آید از وے در عمل

زحل اگرچہ تاثیر میں منحوس ثابت ہوا ہے — عمل میں اس سے فکر کی باریکی پیدا ہوتی ہے

ماهم از مهر ار دو کف بر هم زند — زهره نبود زهره را تا دم زند

میرا چاند سورج کیوجہ سے اگر دونوں ہتھیلیاں بجاتا ہے — زہرہ کا پتہ نہیں ہے کہ دم مارے

بل عطارد[3] خانۂ خود گم کند — وز جنوں او جوزِ جوز ا بشکند

بلکہ عطارد اپنا گھر گم کر دیتا ہے — اور دیوانہ پن سے جوزا کا اخروٹ توڑ دیتا ہے

مشتری را دست لرزد دل طپد — بر سرِ آب او فتد مه چوں سبد

مشتری کا ہاتھ لرزتا ہے، دل تڑپتا ہے — چاند ٹوکری کی طرح پانی پر پڑا ہے

نسرِ طائر را بریزد پر ز شرم — وز طمع تنہیں شود چوں موم نرم

نسرِ طائر کے شرم سے پَر جھڑتے ہیں — اژدھا لالچ سے موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے

---

[1] ہر یکے۔ ستارے شیطان کو بھگا دیتے ہیں۔ نفط۔ ایک آتشگیر مادہ ہے۔ آخر میں مولانا نے مثنوی کے دفاتر کو برجوں اور ستاروں کے قرار دیا ہے اور جان کیلئے وہ بُرُوج ثابت کئے ہیں جو آسمان میں بُرج ہیں لہٰذا ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جنکے لفظی معنی بھی مراد لے سکیں اور وہ ستاروں اور بُرجوں کے نام بھی ہیں جو شیطان کے لئے بچھو کا کام کرتے ہیں اور ستارہ شناس اُن سے فائدہ اُٹھاتے ہیں یہی حال مثنوی کا ہے۔

عقرب۔ بچھو، ایک بُرج کا نام بھی ہے۔ مشتری۔ خریدار، ایک ستارہ کا نام بھی ہے۔ قوس کمان، ایک بُرج کا نام بھی ہے۔ دَلو۔ ڈول، ایک بُرج کا نام بھی ہے۔ حوت۔ مچھلی، ایک بُرج کا نام بھی ہے۔ ثور۔ بیل، ایک بُرج کا نام بھی ہے۔ سمک۔ خیرا، ایک بُرج کا نام بھی ہے۔ اطلس۔ غیر منقش ریشمین کپڑا، نورِ آسمان پر بھی اطلاق کرتے ہیں۔ خرچنگ۔ کیکڑا، بُرجِ سرطان کو بھی کہتے ہیں۔ میزان۔ ترازو، ایک بُرج کا نام بھی ہے۔

[2] مریخ۔ مشہور ستارہ ہے اس کو آسمان کا جلاد بھی کہا جاتا ہے، مولانے منکرِ اسرار مُراد لیا ہے۔ شمسِ تبریزی۔ مریخ کو تبریزی اس لئے کہا ہے کہ تبریز آذربائیجان کا ایک شہر ہے جو جانب مشرق واقع ہے اور اس سے شمس تبریزی بھی مُراد ہیں جو مولانا کے پیر ہیں۔ زحل۔ مشہور ستارہ ہے جس شخص کا ستارہ زحل ہوتا ہے اُس میں فکر کی بہت ہوتی ہے۔ تاہم یعنی اگر میری مثنوی سرد رگ شی کرے تو زحل ہو کر تا قیامِ فلک وہ دم بخود رہے۔

[3] عطارد۔ ستارہ جس کو دبیرِ فلک بھی کہا جاتا ہے۔ جوزا۔ ایک بُرج کا نام ہے۔ نسرِ طائر۔ اُڑنے والا گدھ ستاروں کا ایک مجموعہ ہے جو اُڑنے والے گدھ کی طرح ہے۔

دخترانِ[1] نعش آبستن شوند
بنات النعش حامل ہو جاتی ہیں

مجتمع گردند و دستک زن شوند
اکٹھی ہو جاتی ہیں اور تالیاں بجاتی ہیں

درگذر زیں رمزہا بے گاہ شد
ان اشاروں سے درگذر کر، بے وقت ہو گیا

کہکشاں از سُنبلہ پُرکاہ شد
کہکشاں سنبلہ کی وجہ سے بھوسی بھری ہو گئی

آفتاب[2] از کوہ سر زد اتقوا
سورج پہاڑ سے طلوع ہوگیا، بچو

لیک تلخ آمد ترا ایں گفتگو
لیکن تجھے یہ گفتگو کڑوی لگی

تو عدُوی وز عدُو شہد و لبن
تو دشمن ہے اور مخالف سے شہد اور دودھ

بے تکلف زہر گردد در بدن
بے تکلف بدن میں زہر بن جاتا ہے

ہر وجودے کز عدم بنمود سر
جس وجود نے عدم سے سر ابھارا

بر یکے زہرست و بر دیگر شکر
ایک پر وہ زہر ہے اور دوسرے پر شکر ہے

دوست شو وز خوئے ناخوش شو بری
دوست بنا اور بری عادت سے خالی ہو جا

تا ز خمرہ زہر ہم شکر خوری
تاکہ زہر کے شکے سے بھی تو فکر کمائے

زاں نشد فاروق را زہرے گزند
اسی لئے حضرت فاروق کے لئے زہر مضر نہ ہوا

کہ بدآں تریاقِ فاروقی فگند
کیونکہ ان کا فاروقی تریاق شکر تھا

ہیں بجو تریاقِ فاروقی اے غلام
اے لڑکے! فاروقی تریاق تلاش کر لے

تا شوی فاروقِ دوراں والسلام
تاکہ تو فاروقِ دوراں بن جائے، والسلام



[1] دخترانِ نعش۔ بنات النعش تین ستارے ہیں اور نعش چار ستاروں کا مجموعہ ہے بنات النعش ان سات ستاروں کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے جو چارپائی کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ کہکشاں۔ ایک لمبی سفیدی ہے جو رات کی صورت میں نظر آتی ہے موسم برسات میں ہر شام نظر آتے ہیں ہے اس کا ایک سرا جنوب کی جانب اور دوسرا شمال کی جانب ہوتا ہے۔ سُنبلہ۔ گیہوں کی بال، ایک برج کا نام بھی ہے۔ پرکاہ شد۔ اب اس مثنوی کے رمز کے بیان کو ختم کر دو بیان کے طول کی وجہ سے اس کے حالات مضامین بھی سمجھنا مشکل ہو گئے ہیں۔

[2] آفتاب۔ مثنوی کا سورج طلوع کر آیا ہے جس کی روشنی پھیل گئی ہے لیکن فکر کرو یہ بھی ہے گرمی ہے۔ تو عدی عادت کی وجہ سے دشمن شہد اور دودھ کو بھی زہر سمجھتا ہے۔ ہر وجود کے۔ یہ شہد اور زہر ہونا مثنوی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ ہر چیز کا یہی حال ہے تمرہ۔ شکے زاں نشد۔ حضرت عمرؓ کے لئے ان کے فاروقی تریاق کی وجہ سے مخالفین کا زہر قند بن گیا تھا اسلئے ان کیلئے وہ زہر مضر نہ رہا ہیں بجو۔ وہی تریاق فاروقی اگر تو حاصل کرے گا تو بھی اپنے زمانہ کا فاروق بن جائے گا۔





هست قرآن در زبان پهلوی

مثنوی معنوی

مشتمل بر مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی

ترجمه

مولانا آقا میرزا صادق حسینی خطا

طبع دوم





حضرت مولانا کا مقبرہ اور اس کا ماحول

مُقدّمہ

آج جبکہ میں مثنوی شریف دفترِ ششم کے لئے یہ چند سطور قلم بند کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دفترِ ششم کتابت کے آخری مراحل طے کر رہا ہے اور اب انشاءاللہ طباعت کے بعد وہ عنقریب منظرِ عام پر آجائے گا۔ جس وقت میں نے اس کام کا آغاز کیا تھا وسائل اور ذرائع کی کمی کے باعث انجام بالکل نظروں سے اوجھل تھا۔ میری زبان و قلم اس مُسبّب الاسباب، خدائے وہّاب کا شکریہ ادا کرنے سے یکسر عاجز اور قاصر ہے جس نے اپنے عالمِ غیب سے ہر ہر قدم پر میری بے پایاں مدد فرمائی اور میں چند ہی سال میں اس کام کو پایۂ تکمیل کو پہنچا سکا۔ پہلا دفتر ۵ ستمبر ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا تھا اور آج جبکہ جون ۱۹۷۸ء ہے دفترِ ششم پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے، غیب سے میرے اندر توانائی آئی اور تکمیل کے شوق نے مجھ سے دیگر مصروفیتوں کے علاوہ یومیہ پانچ چھ گھنٹے کام لے لیا۔ صحت نے بھی اس قدر ساتھ دیا کہ کوئی دن مجھے ایسا یاد نہیں کہ صحت کی خرابی کام میں خلل انداز ہوئی ہو اور میں سفر و حضر میں مُسلسل اپنے کام کو جاری رکھ سکا۔ غیر متوقع مالی امداد اور دیگر ذرائع کے علاوہ میری نورِ چشم عارفہ رضیہ سلمہا (بی اے پرشین) بھی میرے اس کام میں میری قوتِ بازو ثابت ہوئی۔ مسوّدے، پروف اور کاپی کی تصحیح میں اس نے میری ہر طرح مدد کی ہے۔ دعا ہے کہ خدا اس کو دونوں جہان میں خوش و خرم رکھے اور وہ دنیوی و اُخروی نعمتوں سے مالا مال ہو۔ آخر میں اگر میں اپنے کاتب منشی منظور الدین صاحب خوشنویس کا شکریہ ادا نہ کروں تو میری ناسپاسی ہوگی۔ انھوں نے عام کاتبوں کی روش کے خلاف نہایت پابندی اور جانفشانی سے میری اغلاط کو پڑھا کیا ہے اُن کے لئے بھی دست بدعا ہوں اور اب میں اُن صاحبان سے جو میری محنت سے فائدہ اُٹھائیں ملتجی ہوں کہ وہ بارگاہِ رب العزت میں میرے لئے صمیمِ قلب سے دعا کریں کہ حضرت حق تعالیٰ جلّ مجدہٗ میری اس کاوش کو قبولِ عام

کا شرف عطا فرمائے اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت کردے اور اس کتاب میں جن روحانی مراتب کا ذکر ہے، مجھے بھی اُس کا اہل بنادے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

خاتمہ مولانائے رومؒ نے چھٹا دفتر ایسی حالت میں ختم کردیا کہ قلعہ ذات القصور میں چار مین شہزادے داخل ہوئے تھے اُن میں سے دو کا ذکر مکمل ہوا اور تیسرے کا ذکر ناقص رہ گیا، نیز مولانا نے کاہلوں کا قصہ شروع فرمایا تھا وہ قصہ بھی ناتمام رہ گیا۔ مولاناؒ کے صاحبزادے حضرت سلطان بہاء الدین ولدؒ نے مثنوی کا خاتمہ تحریر فرمایا ہے اُس میں یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد مکرم سے ان دونوں قصوں کو ناقص چھوڑ دینے کی وجہ معلوم کی تو فرمایا۔

هست باقی شرح این لیکن دروں — بسته شد دیگر نمی آید برون

اس کی شرح باقی ہے، لیکن باطن — بستہ ہوگیا۔ اب باہر نہیں آتا ہے

اور فرمایا۔

باقی این گفت آید بے زباں — در دل آنکس کہ دارد نور جاں

اس کا باقی بغیر زبان سے کہے ہوئے آجائے گا — اُس شخص کے دل میں جو جان کا نور رکھتا ہوگا

مولاناؒ کے اس فرمان کی بنیاد پر کچھ اہل دل نے ان مضامین کی تکمیل کی ہے۔ اس سلسلہ میں دو بزرگوں کا کلام ہمارے پیش نظر ہے ایک مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ کا جنھوں نے چھٹے دفتر کی تکمیل کیلئے خامہ تحریر فرمایا اور دوسرا مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا جنھوں نے تکمیل کے لئے ساتواں دفتر تحریر فرمایا۔ حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ میاں نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی تھے۔ اپنے دور کے علماء فحول میں اُن کا شمار ہے اور حضرت حق تعالیٰ نے اُن کو شریعت و طریقت میں بہت بلند مقام عنایت فرمایا تھا۔ سن پیدائش ۱۲۳۰ھ اور سن وفات ۱۲۹۶ھ ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ الخواطر میں اُن کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے۔ کان مُفْرِطَ الذکاء سریع الانتزاع قوی الحفظ حسنَ الکلام "بہت ذہین جلد سمجھ جانے والے قوی الحافظہ اور شیریں کلام تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "شمائم امداد" میں اپنے شیخ کے خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

ہیں خلیفان کے گرچہ بیشمار — لیک انمیں سے ہیں دو اعلیٰ وقار

انمیں سے دو شخص ہیں اہل ہدیٰ — ماہ برج صومعت شمس الضحیٰ

یعنی ہیں حافظ محمد ضامن اب — فیض کے طالب ہیں جنکے لوگ سب
دوسرے شیخ محمد مولوی — علم و زہد اُن کا ہے عالم پر جلی

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرثیہ لکھا تو فرمایا۔

اے کہ رفت آں تقی وآں نقی — مولوی شیخ محمد تھانوی
بُود دریائے بعلمِ ظاہری — بحرِ متواجے بعلمِ باطنی
در کلامش آنچناں تاثیر بُود — مردماں را ہوش و صبر ے می بُود
قطبِ کامل بُود مقبولِ خدا — یا الٰہی پوشش در رحمت اُورا

مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی کا پورا ایک دفتر ہفتم تحریر فرمایا ہے۔ جی چاہتا تھا کہ اس کو بھی ہم شریکِ اشاعت کریں لیکن بعض مجبوریوں کی بناء پر سردست ایسا نہیں ہو سکا رہا ہے، خدا کی توفیق شاملِ حال ہوئی تو انشاء اللہ اس کو کسی اور موقع پر مستقل شائع کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ سردست تبرکاً اس کے کچھ ابتدائی اور آخری اشعار ذکر کیے جاتے ہیں۔ ابتداء اس طور پر فرمائی ہے۔

اے محمد دیر شد جذبِ حسام — ہمچو ضمصام تو نیست اندر نیام
خویش بیاد از میانش کش بنور — تا شود تاریکیِ احوال دُور
یا الٰہی بخش الٰہی بخش را — کز جلالش بود ذکرے در وَرا
دفترِ سادس مکمل کرد و رفت — عُقدۂ کاں بُود ہم حل کرد و رفت

آخری چند اشعار حسبِ ذیل ہیں

محو گرداں در جمالِ باکمال — چشمِ بے چشمک نمائے ذُوالجلال
دلدہی فرماد و تسکینم بہ بخش — دیں پناہم حاصلِ دینم بہ بخش
آخرش تا چند ایں ہجران و فصل — بادۂ بحرِ محمدؐ دہ ز وَصل

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ انھوں نے مثنوی کا ایک دفتر ہفتم مکہ معظمہ میں بھی دیکھا اور ہندوستان میں بھی، جس کو مولانا رومؒ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن مولانا کی رائے میں یہ انتساب بالکل غلط ہے۔

مولانا نے اس دفتر کے آغاز کے یہ اشعار نقل کیے ہیں۔

اے ضیاء الحق حسام الدین سعید
دولت پایندہ فقرت برمزید
چونکہ از چرخِ ششم کردی گذر
برفراز چرخِ ہفتم کن مقر

اور آخری شعر یہ نقل کیا ہے۔

حسبی اللہ ما عنانِ اختیار
با تو دادیم اے قدیم کردگار

اور پھر مثنوی کے انداز میں ہی اپنی رائے تحریر فرمائی ہے۔

مفتی الٰہی بخش رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ پیدائش ۱۱۶۲ھ، تاریخ وفات ۱۲۳۵ھ

آپ ضلع مظفر نگر کے مردم خیز قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے، والد صاحب کا اسم گرامی الشیخ الطیب شیخ الاسلام ہے اور سلسلہ نسب امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اور چودہ سال کی عمر میں تمام علوم نقلیہ اور عقلیہ سے فارغ ہو گئے۔ اسکے بعد آپ کو سعادتِ ازلی نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا دیا اُنکی صحبت نے آپ کو کُندن بنا دیا اور اُنکے فیض سے آپ باطنی علوم میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے۔ اور شاہ صاحبؒ کی نگرانی میں آپنے درس دینا شروع کر دیا۔ شاہ صاحب اپنے شاگردوں میں سے آپ پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ چنانچہ اس حقیقت کا اُس سند سے اظہار ہوتا ہے جو شاہ صاحب نے اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر آپ کو عطا فرمائی تھی۔ نواب ضابطہ خاں نے آپ کے علم و فضل کی بدولت آپ کو حضرت شاہ صاحبؒ سے اپنے لئے مانگ لیا اور مفتی صاحب کچھ عرصہ اُن سے متعلق رہے۔ لیکن نواب صاحب کے وصال کے بعد آپ نے ریاست کو خیرباد کہہ دیا اور آپ بھوپال تشریف لے گئے وہاں عہدۂ افتاء پر فائز رہے۔ پھر بھوپال کا قیام ترک کر کے اپنے وطن کاندھلہ تشریف لے آئے اور تادم واپسیں کاندھلہ ہی میں رونق افروز رہے۔ حواشی اور تعلیقات کے علاوہ آپ کی تصانیف ۳۴ گنائی جاتی ہیں لیکن آج ہمارے ہاتھوں میں اُن میں سے چند ہی ہیں۔ منجملہ اُن کے خاتمہ مثنوی کو قبولِ عام کا درجہ حاصل ہے۔ مثنوی شریف کے چند اڈیشن ایسے ہیں جن میں آپکے تحریر فرمودہ خاتمہ کو جزو بنایا گیا ہے ہم نے بھی ضروری سمجھ کر اس اڈیشن میں اُس کو شامل کر دیا۔

دفتر ششم سے متعلق اصطلاحات

ہمّت مولانا بحر العلومؒ نے فرمایا ہے کہ ہمت صوفیاء کی اصطلاح میں مکمل توجہ یا جمعیت کو کہتے ہیں اور ایسی جمعیت کہ اس چیز کے سوا کسی اور چیز کی طرف بالکل توجہ نہ رہے۔ عارف اسی ہمت سے تصرفات کرتا ہے اور اسی سے خرقِ عادت کا ظہور ہوتا ہے لیکن یہ ہمت کاملین کے شایانِ شان نہیں ہے بلکہ اُن کی ہمت میں تصرف کی یہ تاثیر ہی نہیں ہوتی۔ اُن کی ہمت صرف علوم و معارف کی طلب میں کام کرتی ہے۔

توحید فی الذّات یہ ہے کہ سالک کی نظر میں ذاتِ خدا کے سوا کوئی چیز باقی نہ رہے۔ اس کو اصطلاح میں مماثنہ بھی کہتے ہیں۔

توحید فی الصّفات یہ ہے کہ سالک کی نظر میں صرف صفاتِ خداوندی رہ جائیں اور غیر اللہ کی صفات نظر میں نہ رہیں اسکو اصطلاح میں مشاہدہ بھی کہا جاتا ہے

توحید فی الافعال یہ ہے کہ سالک کے اپنے افعال نظر و التفات سے غائب ہو جائیں اور صرف افعالِ حق پر نظر رہ جائے۔

مُراقبۂ موت یہ ہے کہ سالک کسی وقت قلب کی طرف متوجہ ہو کر یہ خیال جمائے کہ اسوقت سب انسان عالمِ نزع میں ہیں اور ایڑیاں رگڑ رہے ہیں اور جو باتیں کوئی ایک دوسرے سے کر رہا ہے وہ گویا مرنے کے وقت کی وصیتیں ہیں۔ مولانا نے اس مراقبہ کا ذکر حسب ذیل اشعار میں کیا ہے ؎

در ہمہ عالم اگر مردہ زند — دمبدم در نزع و اندر مُردن اند
ایں سخن شاں را و بستنہا شمر — کہ پدر گوید دراں دم با پسر

اس مراقبہ سے سالک کے دل میں عبرت اور رحمت پیدا ہوتی ہے اور بغض و رشک اور کینہ زائل ہوتا ہے۔

عُروج و نُزول عروج سالک کی وہ حالت ہے جس میں اُس کی توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ مخلوق کی طرف بالکل التفات نہیں ہوتا اس کے مقابل نزول ہے۔ اس حالت میں مخلوق کی طرف بھی توجہ ہوتی ہے اور یہ توجہ مخلوق کا خالق سے تعلق استوار کرنے کے لئے ہوتی ہے۔

عملِ خطائین یہ مجہول عدد کو معلوم کرنے کا ایک طریقہ ہے مثلاً اگر ہم یہ معلوم کرنا

چاہیں کہ وہ کونسا عدد ہے جس کا دو تہائی اور ایک اگر اس پر بڑھا دیا جائے تو مجموعہ دس عدد ہو جائے۔ ہم اس عدد کو معلوم کرنے کیلئے کوئی ایک عدد فرض کریں گے۔ مثلاً ہم نے نو کا عدد فرض کیا۔ ہم اسکو مفروضِ اوّل کہیں گے۔ ہم نے اس پر اس کا دو ثلث یعنی چھ اور ایک کا اضافہ کیا تو مجموعہ سولہ ہو گیا۔ یہ مقصود عدد کے مطابق نہ نکلا تو ہم مقصود عدد یعنی دس اور اس عدد میں جو فرق ہے اس کو نکالیں گے وہ چھ کا عدد ہے ہم اس کو خطاءِ اوّل کہیں گے پھر صحیح جواب معلوم کرنے کیلئے ایک اور عدد فرض کرینگے اور اس عدد کو مفروضِ ثانی کہیں گے مثلاً ہم نے چھ کا عدد فرض کیا اب اس میں وہی عمل کریں گے یعنی اس کا دو ثلث چار اور ایک کا اضافہ کرینگے تو مجموعہ گیارہ ہو جائے گا۔ اب بھی عددِ مقصود حاصل نہ ہوا عددِ مقصود اور اس مجموعہ میں ایک کا فرق ہوا یہ ایک کا عدد خطاءِ ثانی کہلائیگا پھر مفروضِ اوّل یعنی نو کو خطاءِ ثانی یعنی ایک میں ضرب دینگے تو حاصل ضرب نو ہوگا اس کو محفوظِ اوّل کہیں گے اور مفروضِ ثانی یعنی چھ کو خطاءِ اول یعنی چھ میں ضرب دینگے تو حاصل ضرب چھتیس ہوگا اس کو محفوظِ ثانی کہیں گے پھر یہ دیکھیں گے کہ خطاءِ اوّل یعنی چھ اور خطاءِ ثانی یعنی ایک، عددِ مقصود یعنی دس سے زائد ہیں یا کم یا ایک زائد ہے اور ایک کم۔ اگر دونوں زاید ہوں یا دونوں ناقص ہوں جیسا کہ یہاں ہے تب دیکھو خطاءِ اوّل اور خطاءِ ثانی میں کیا فرق ہے۔ مثلاً یہاں چھ اور ایک میں پانچ کا فرق ہے اور یہ دیکھو کہ محفوظِ اول اور محفوظِ ثانی میں کیا فرق ہے تو یہاں نو اور چھتیس میں ستائیس کا فرق ہے تو اس فرق کو جو دونوں محفوظوں میں سے یعنی ستائیس کو اس فرق پر جو دونوں خطاؤں میں تھا یعنی پانچ پر تقسیم کر دو تو حاصلِ تقسیم عددِ مطلوب ہوگا۔ یعنی ہم نے ستائیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو حاصل تقسیم پانچ صحیح اور دو خمس بنا۔ یہی عدد مطلوب ہے۔ چنانچہ ہم اگر اس پر دو ثلث اور ایک بڑھا دینگے تو دس بن جائیگا۔ بڑھانے اور جمع کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ عددِ صحیح کو کسر کی جنس بنا لو تو پانچ کے پینتیس خمس ہوئے اس کو تمنیس کہیں گے اور دو خمس پہلے تھے اب یہ ستائیس خمس ہو گئے۔ اب اس پر اس کا دو تہائی یعنی اٹھارہ خمس بڑھا دو مجموعہ پینتالیس خمس ہو گئے اب اس کو عددِ صحیح بنائیں گے یعنی اس پینتالیس کو پانچ پر تقسیم کر دینگے تو عددِ صحیح نو بن جائیگا اس کو نسخ کہیں گے۔ اس پر ایک کا اضافہ کر دینگے تو مجموعہ دس بن جائیگا۔ یہ طریقہ تو جب اختیار کیا جاتا ہے جبکہ دونوں خطائیں مطلوب سے زائد یا ناقص ہوں لیکن اگر ایک زائد اور ایک ناقص ہو تو پھر مجموعہ محفوظین کو مجموعہ خطائین پر تقسیم کیا جائے گا اور حاصلِ تقسیم عددِ مطلوب ہوگا۔

جبر و قدر

جز کہ تسلیم و رضا کو چارہ ٭ در کف شیر نرِ خونخوارہ

کے ماتحت مفتاح العلوم شرح مثنوی میں مولانا محمد نذیر صاحب عرشی نے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر مسئلہ جبر و قدر پر نقل کی ہے جو بے حد مفید ہے اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

مولانا نانوتوی رح نے فرمایا:-

انسان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک اختیار مستعار ملا ہے اور بندہ کے اس اختیار کو خدا کے اختیار سے وہی نسبت ہے جو قلم کو کاتب کے ساتھ ہے اگر یہ نسبت نہ مانی جائے تو بندہ کے اختیار کو منجانب اللہ کہنا غلط ہوگا اور ارادۂ انسانی خدا کا مخلوق نہ ہوگا۔ انسان کا ارادہ خدا کے ارادہ کا پرتو اور عکس ہے اور انسانی ارادہ کی حرکت خداوندی اماں کی حرکت کا نتیجہ ہے۔ قرآن نے فرمایا ہے۔ وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ۔

عبادتِ تسخیری و تشریعی

جملہ کائنات اور مخلوقات خدا کی عبادتگذار ہے، کچھ مخلوق کی عبادت تسخیری ہے اور وہ اپنی عبادت میں مختار ہے۔ نہ اسکو اپنی عبادتگذاری کا احساس و شعور ہے۔ بَلْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ملکہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اسی کے لئے ہے ہر چیز اسکی عبادتگذار ہے۔ اس آیت میں اسی تسخیری عبادت کا ذکر ہے، عبادتِ تشریعی بالاختیار ہوتی ہے اور اس عبادت میں عبادتگذاروں کے مختلف مراتب ہیں بعض وہ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اللہ تعالیٰ کے افعال کے واسطے ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن کی توجہ صفات کے واسطہ سے ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن کی توجہ ذاتِ باری تعالیٰ کی جانب بغیر کسی واسطہ کے ہے۔ پہلا درجہ عوام عبادتگذاروں کا ہے دوسرا درجہ خواص کا ہے اور تیسرا درجہ اخص الخواص کا ہے۔ افعال و صفات توجہ ذات اور ادراک کا ذریعہ ہیں لیکن اخص الخواص کا ان کی طرف التفات نہیں ہوتا ہے۔ مولانا رومؒ نے عبادت کے ان مراتب کا مختلف اشعار میں ذکر فرمایا ہے۔

عالمِ خلق و امر

صوفیاء کے نزدیک آسمان اور زمین اور انکے درمیان کی مخلوق عالمِ خلق ہے اور اس سے اوپر کا عالم جس میں عالمِ ارواح بھی ہے عالمِ امر ہے۔

قلہ

پانی کا مٹکا جس میں تین سو سیر پانی آجائے۔ اگر اس طرح کے دو مٹکوں کی بقدر پانی ہو تو امام شافعی رح کے نزدیک اس میں نجاست گر جانے سے وہ پانی ناپاک نہ ہوگا۔

بیت المعمور یہ ساتویں آسمان پر کعبہ کے بالمقابل کعبہ جیسی ایک چیز ہے جس طرح انسان کعبہ کا طواف کرتے ہیں فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں بیت المعمور کو ساتویں آسمان پر دیکھا اور فرمایا کہ اسمیں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جنھیں پھر دوبارہ داخل ہونے کا موقع نہیں ملتا ہے۔

قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی وہ مٹی جس سے آنحضورؐ کا جسم اطہر متصل ہے، عرش سے بھی افضل ہے۔

ابو القاسم عبد الکریم بنی ہوازن القشیری ۳۷۶ھ میں پیدا ہوئے اور نیشاپور میں ۴۶۵ھ میں وفات پائی۔ اُن کی کتاب رسالہ قشیریہ تصوف کی مشہور کتاب اور تصوف کی کتابوں کا اہم ماخذ ہے۔

ابو طالب مکی مشہور بزرگ ہیں ان کی کتاب قوت القلوب تصوف کی بلند مرتبہ کتاب ہے۔ امام غزالیؒ نے اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم میں اسکے اقتباسات درج کئے ہیں۔

اصحاب ایکہ قرآن پاک میں ہے۔ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ انھوں نے اُس کی تکذیب کی تو اُن کو سائبان کے دن کے عذاب نے آپکڑا بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔ "ایکہ" والوں نے حضرت شعیبؑ کی تکذیب کی تو ایک روز سخت گرمی پڑنے لگی جس سے وہ گھبرا کر اپنے تہہ خانوں میں گھس گئے، تہہ خانے خود تنور کا کام دے رہے تھے، وہ وہاں سے نکلے تو اُن پر ایک بادل آگیا جس کو وہ سمجھے کہ اُس کے سائے میں آرام حاصل کرسکیں گے لیکن اس بادل سے آگ برسنے لگی جس سے وہ جل کر راکھ ہوگئے۔

زرتشت یہ لقب ہے اصل نام ابراہیم ہے۔ یہ منوچہر کی نسل سے تھے اور فیثاغورث حکیم کے شاگرد تھے۔ گشتاسپ شاہ ایران کے دور میں اُنھوں نے نبوت کا اعلان کیا اور آتش پرستی کا مذہب ایجاد کیا۔ مجوس اُنکو پیغمبر جانتے ہیں اور اُن کی کتاب ژند کو الہامی کتاب قرار دیتے ہیں۔ بعض علمائے اسلام نے بھی اُن کو نبی اور حکیم قرار دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی مجوس کو اہل کتاب قرار دیا ہے۔

امرؤ القیس یہ عرب کا مشہور شاعر ہے اور مشہور معلقہ

قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرَى حَبِيبٍ وَّمَنْزِلِ
بِسِقْطِ اللِّوٰى بَيْنَ الدَّخُولِ فَحَوْمَلِ

اسی امرؤالقیس کا ہے۔ یہ جاہلیت کے دور کا شاعر ہے اور یہ جس طرح اپنی فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل ہے اسی طرح اپنے فسق و فجور میں بھی ضرب المثل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا ہے۔ یُقَدَّمُ الشُّعَرَاءُ اِلَی النَّارِ۔ لیکن مولانا رومؒ امرؤالقیس کو ایک تارک الدنیا اور باخدا انسان ظاہر کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ مشہور امرؤالقیس کے علاوہ کوئی اور شخصیت ہو اور عنوان میں قِفَا نَبْكِ الخ الحاقی عبارت ہو۔

کیخسرو ایران کا عظیم شہنشاہ گذرا ہے۔ اس کا باپ سیاوش اپنے باپ کیکاؤس سے ناراض ہو کر کیکاؤس کے حریف افراسیاب شاہ توران کے یہاں چلا گیا تھا۔ افراسیاب نے ابتداءً اس کی بہت خاطر تواضع کی اور اپنی بیٹی کا نکاح بھی اس سے کر دیا لیکن کچھ دن بعد سیاوش سازشوں کا شکار ہو گیا اور افراسیاب نے اس کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیا۔ سیاوش کی بیوی حاملہ ہو چکی تھی۔ کچھ دن بعد اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کو افراسیاب کے خوف سے چھپا دیا گیا اور اسکی پرورش دیہات میں ہوئی۔ یہی لڑکا کیخسرو ہے۔ کیخسرو جب بڑا ہو گیا اور اس کو اپنے احوال کا علم ہوا تو وہ اپنے دادا کیکاؤس کے پاس ایران چلا گیا اور کیکاؤس کے مرجانے کے بعد ایران کا بادشاہ قرار دیا گیا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اس نے اپنے باپ کے انتقام میں افراسیاب پر حملہ کیا اور باپ کے دشمنوں سے پورا انتقام لیا اور پھر اپنی آخری عمر میں یہ تارک الدنیا ہو گیا اور اپنے بیٹے لہراسپ کے حق میں سلطنت سے دستبردار ہو کر ایسا غائب ہوا کہ کسی کو پتہ نہ چلا کہ وہ کہاں گیا۔ الوداع کے وقت اس نے دنیا کی ناپائیداری پر اس قدر عبرت انگیز تقریر کی کہ آج بھی سننے والوں کے لئے موجب عبرت ہے۔ فردوسی نے شاہنامہ میں اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

صفورا یہ حضرت شعیبؑ کی بیٹی ہیں جن کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا جس کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے۔

حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمّ "تیری کسی چیز سے محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے" اس حدیث کو ابوداؤدؒ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ بعض ائمہ حدیث نے اس کو موضوع قرار دیا ہے لیکن دوسرے بعض ائمہ اس کو حسن کے درجہ میں رکھتے ہیں اور حضرت ابوداؤدؒ کے سکوت سے اس کے حسن ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا "مر جاؤ اس سے پہلے کہ تم مرو" اکثر صوفیاء اس مقولہ کو حدیث کے طور پر بیان کرتے ہیں اور اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ انسان کو زندگی میں فنا کا مرتبہ حاصل کر لینا چاہیئے لیکن حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کو حدیث قرار نہیں دیا۔

نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ "عالم کا سونا عبادت ہے" ملا علی قاریؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت مرفوعاً ثابت نہیں ہے۔ ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ علم کی تھوڑی دیر کی مشغولیت ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

اِنَّ السَّیْفَ مَحَّاءٌ لِلْخَطَایَا "تلوار خطاؤں کو مٹا دینے والی ہے" یہ روایت مجاہد کی نفیستوں کے سلسلہ کی ہے۔ مولانا نے "خطایا" کی بجائے قافیہ کی رعایت سے "الذنوب" ذکر کیا ہے۔

مَا وَسِعَنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ وَسِعَنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ "مجھے اپنے اندر نہ میری زمین نے سمایا نہ میرے آسمان نے، ہاں میرے بندے مومن کے دل نے مجھے سمایا" یہ قدسی حدیث احیاء العلوم میں بھی ہے اور مولانائے رومؒ نے مثنوی میں کئی جگہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس میں حسب ذیل آیت کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ "بیشک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا انھوں نے اس سے انکار کیا کہ وہ اس کو اٹھائیں اور اس سے ڈرے اور اس کو انسان نے اٹھا لیا" صوفیاء کے نزدیک مرد کامل حضرت حق تعالیٰ کا مظہر اتم ہے اس لئے صوفیاء انسان کو عالم اکبر قرار دیتے ہیں۔

وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود اور عینیت

ایک مقام پر حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

حقیقۃً تو ممکنات حضرت حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں اور مخلوق کے کمالات ذاتی اور اللہ تعالیٰ کی عطا و حفاظت کے سبب اس میں موجود ہیں۔ ایسے وجود کو اصطلاح میں ظلی وجود کہا جاتا ہے۔ ظل کے معنی اگرچہ سایہ کے ہیں، لیکن یہاں سایہ سے مراد حفاظت اور پناہ ہے۔ جس طرح بولا جاتا ہے کہ تم آپ کے زیر سایہ ہیں یعنی تم آپ کی

حمایت اور حفاظت میں ہیں۔ اور ہمارا امن و عافیت آپ کی توجہ کی بدولت ہے۔ اسی طرح چونکہ ہمارا وجود عنایت خداوندی کی بدولت ہے اس لئے ہمارا وجود ظلی ہے یہ بات یقیناً ثابت ہے کہ ممکنات کا وجود اصلی اور حقیقی نہیں ہے، عارضی اور ظلی ہے۔ اب اگر وجودِ ظلی کا اعتبار نہ کیا جائے تو صرف وجودِ حقیقی کا ثبوت ہوگا اور وجود کو واحد سمجھا جائیگا یہ "وحدۃ الوجود" ہے اور اگر ظلی وجود کا بھی اعتبار کریں کہ آخر کچھ تو ہے بالکل معدوم تو نہیں ہے تو یہ "وحدۃ الشہود" ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ چاند کا نور سورج کے نور سے حاصل شدہ ہے۔ اب اگر اس کے نور کا اعتبار نہ کریں تو صرف سورج کو منور اور چاند کو تاریک کہا جائے گا۔ یہ مثال "وحدۃ الوجود" کی ہے۔ اور اگر چاند کے نور کا بھی اعتبار کریں، خواہ وہ سورج کے نمودار ہونے کے وقت نمودار نہ رہے تو یہ مثال "وحدۃ الشہود" کی ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں محض لفظی اختلاف ہے۔ اور چونکہ اصل اور ظل میں تعلق نہایت قوی ہوتا ہے۔ اس کو صوفیاء کی اصطلاح میں عینیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ اصلی وجود اور ظلی وجود دونوں ایک ہو گئے یہ تو صریح کفر ہے۔ چنانچہ محققین صوفیاء اس عینیت کے ساتھ غیریت کے بھی قائل ہیں تو یہ عینیت اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی۔ اس کے علاوہ جو کچھ صوفیاء نے کہا ہے وہ سکر کی حالت میں کہا ہے وہ نہ قابلِ ملامت ہے نہ لائقِ تقلید۔

سجاد حسین

۱۶ رجب المرجب ۱۳۹۰ھ ـــــ مطابق ـــــ ۲۳ جون ۱۹۷۰ء



۱۹۷۶ء

دورۂ تہران و ترکی، مصر و بغداد و عرب

ہو مبارک صاحبِ عز و شرف یہ فضلِ رب

مثنوی کے شارح و فاضل مترجم مرحبا

مولوی سجاد بحرِ علم صدر شکِ عرب

۱۳۹۶ھ

پیش کنندہ احقر خلیق ٹونکی

۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے حیاتِ دل حسام الدین بے
اے دل کی زندگی حسام الدین! بہت

میل می جوشد بقسمِ سادسے
چھٹے دفتر کی جانب خواہش جوش مار رہی ہے

گشت از جذب چو تو علامہ
آپ جیسے علامہ کی کشش کی وجہ سے

در جہاں گرداں حسامی نامہ
حسامی نامہ، دنیا میں رائج ہو گیا

پیش کش بہرِ رضایت می کشم
آپ کی رضامندی کے لئے میں پیش کش کرتا ہوں

در تمامِ مثنوی قسمِ ششم
چھٹا دفتر، مثنوی کی تکمیل کے لئے

پیش کش می آرمت اے معنوی
اے معنوی! میں پیش کش کرتا ہوں

قسمِ سادس در تمامِ مثنوی
چھٹا دفتر، مثنوی کی تکمیل کے لئے

شش جہت را نورہ زیں شش ضُحف
ان چھ دفتروں کے ذریعہ چھ جہت کو نور عطا کر دے

کے یَطُوفُ حَولَ مَن لَم یَطُف
تاکہ اس کا چکر وہ لگائے جس نے چکر نہیں لگایا

عشق را با پنج و با شش کار نیست
عشق کو پانچ اور چھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے

مقصدِ او جز کہ جذب یار نیست
یار کی توجہ کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نہیں ہے

بُوَد کہ فیما بعد دستوری رسد
ہو سکتا ہے کہ بعد میں اجازت ہو جائے

رازہائے گفتنی گفتہ شود
کہنے کے قابل راز کہہ دیئے جائیں

۱؎ اے: مولانا کا اپنے مُرید ضیاء الحق حسام الدین کو خطاب ہے۔ قسمِ سادس یعنی مثنوی کا چھٹا دفتر۔ جذب یعنی توجہ الی اللہ کی کشش ہے۔ حسامی نامہ یعنی مثنوی، مثنوی جو اللہ سے بے نیاز ہے اور حقیقت کا طالب ہے۔

۲؎ در تمام: چونکہ چھٹے دفتر سے مثنوی مکمل ہو جائے گی لہٰذا اسکے بعد اور کوئی دفتر لکھنے کی نہ ضرورت ہے گی نہ گنجائش۔ مایوں خیال کرا اس دفتر میں مولانا نے مثنوی کے آخری اور حتمی ارشادات کر دیئے ہیں۔ کشش جہات میں چھ دفتر بھی چھ لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ ہر جہت میں اس کا نور پھیل جائے۔

۳؎ عشق مثنوی والے سلسلہ خصوصاً آپ حق اور عشق حق جو اور عشق کو پانچ دفتروں اور چھ دفتروں سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے کہ قصہ پورا ہونا چاہئے تو۔ خدا کرے آپ کی عمر پیشرو ہو کیا جانے آپ کتنا ہی کچھ فرمائیں۔ بیان کرنے کی اجازت مسلسل ہو جائے اور میں چھٹے دفتر میں بیان کر دیئے جائیں۔

با بیانے کاں بُود نزدیک تر
ایسے بیان کے ساتھ جو زیادہ نزدیک ہو

زیں[1] کنایاتِ دقیقِ مُستتر
ان دقیق پوشیدہ کنایوں کے اعتبار سے

رازجُز با رازداں انباز نیست
راز، رازداں کے مناسب ہے

رازاندر گوشِ مُنکر راز نیست
منکر کے کان میں راز، راز نہیں ہے

لیک دعوت واردست از کردگار
لیکن خدا کی جانب سے دعوت اپنے کام پر آیا ہے

باقبول و ناقبول اُورا چہ کار
اُسے ماننے نہ ماننے سے کیا واسطہ؟

نوحؑ نُہ صد سال دعوت می نمُود
حضرت نوح نو سو سال دعوت دیتے رہے

دُمبدم انکارِ قومش می فزُود
لحظہ بہ لحظہ اُن کی قوم کا انکار بڑھتا رہا

ہیچ ازگفتن عناں واپس کشید
انھوں نے کہنے سے کبھی باگ موڑی؟

ہیچ اندر غارِ خاموشی خزید
وہ کبھی خاموشی کے غار میں گئے؟

زانکہ[2] از بانگ و عُلالائے سگاں
کیونکہ کتوں کے بھونکنے اور شور سے

ہیچ واگردد ز راہے کارواں
قافلہ کبھی راستے سے لوٹتا ہے؟

یا شبِ مہتاب از غوغائے سگ
یا چاندنی رات میں کتے کے بھونکنے سے

سُست گردد بدر را در سیر تگ
بدر میں کے چاند کی دوڑنے میں رفتار سست پڑتی ہے؟

مَہ فشاند نور و سگ عوعو کُند
چاند نور چھڑکتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے

ہر کسے بر خِلقتِ خود می تنند
ہر ایک اپنی فطرت پر کام کرتا ہے

ہر کسے را خدمتے داده قضا
قضا و خدا وندی نے ہر ایک کو ایک خدمت عطا کی ہے

درخورآں گوہرش در ابتلا
اُس کی استعداد کے مناسب آزمائش کے لئے

چونکہ نگذارد سگ آں بانگ سقم
جبکہ کتا اُس عیب کی آواز کو نہیں چھوڑتا ہے

من مہم سیرانِ خود را چوں ہلم
میں چاند ہو کر میں اپنی رفتار کیسے چھوڑ دوں؟

چونکہ[3] سرکہ سرکگی افزوں کُند
جب سرکہ سرکہ کی تیزی بڑھائے

پس شکر را واجب افزونی بُود
تو شکر کی زیادتی ضروری ہے

قہر سرکہ لُطف ہم چوں انگبیں
قہر سرکہ ہے، تو لطف بھی شہد کی طرح ہے

کایں دو باشد رکنِ ہر انگبیں
کہ سکنجبین

پیدا کی جاتی ہے یعنی کہ منکروں کا انکار شکر یعنی دعوت سکنجبین۔ سکنجبین جو اصل میں عبادت ہوگی اور شہد سے بنتی ہے اگر سرکہ نہ ہوتا ہے تو اُس میں شکر کا اضافہ فضول ہی ہو جاتا ہے اور سکنجبین ناقص ہوگی تو یعنی منکروں کا انکار نہ کرے اور لطف یعنی دعوت شہد ہے۔

---

[1] زیں: پہلے دفتروں میں جو کچھ ذرا اشارے میں بیان ہوا ہے اب اُس کا کھل کر بیان کر دیا جائے۔ ناز ہو سکتا ہے کہ اسرار و بیان بعض لوگوں کے انکار کا سبب بنے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لوگوں کو حکمت و موعظت سے بلایا جائے لہٰذا دعوت دینے والے کو اس سے بحث نہیں ہے کہ کوئی اس دعوت کو قبول کرے گا یا انکار کرے گا۔ نوحؑ حضرت نوحؑ نو سو سال تک دعوت دیتے رہے لیکن اُن کی قوم کا انکار بھی بڑھتا رہا۔ حضرت نوحؑ کی دعوت کو ناسزا کہنے سے نو سو سال ہے مولانا نے کسر کو حذف کر دیا ہے۔ ہیچ: حضرت نوحؑ منکروں کے انکار سے دعوت سے نہ رکے۔

[2] زانکہ: منکروں کی مثال کتوں کی سی اور دعوت دینے والوں کی مثال قافلہ کی سی ہے قافلہ کتوں کے بھونکنے سے راستہ سے واپس نہیں ہوتا ہے بلکہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔ علالا: شور، دغل، سخت آواز۔ باشب: چاندنی۔ چاند کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار کم نہیں کرتا ہے۔ مہ ہو۔ کتے کے بھونکنے کی آواز۔ ہر کسے: قدرت نے ہر شخص کی استعداد کے مطابق ایک کام پر اُس کو مامور کر دیا ہے اور اس سے مقصد خدا وندی اُس کی آزمائش ہے۔ مہم: ماہ۔ ہلم: بہلم سیر آں سیر۔

[3] چونکہ: منکرین کے انکار سے دعوت کو ترک نہیں کیا جاتا بلکہ اُس میں اور شدت

انگبیں گر پائے وا دارد زِ ذُل
اگر شہد سرکہ سے کم ہو

آید آں اسکنجبیں اندر خلل
اُس سکنجبین میں خلل پڑ جائے گا

قومؔ[1] بر وے سرکہا می ریختند
قوم اُن پر سرکے بہاتی تھی

نوحؑ را دریا فزوں می ریخت قند
دریا، نوحؑ پر شکر زیادہ بہاتا تھا

قندِ او را بُد مَدد از بحرِ جُود
اُن کی شکر کی مدد، سخاوت کے سمندر سے تھی

بس زِ سرکہ اہلِ عالم می فزود
تو دنیا والوں کے سرکہ کے سبب وہ بڑھتی تھی

واحِدے کالاَلفِ کہ بُود آں ولی
ایک، ہزار کی طرح کون ہوتا ہے؟ وہ ولی ہے

بلکہ صد قرن ست آں عبد العلی
بلکہ وہ (خدا) عالیشان کا بندہ سَو قرن ہوتا ہے

خُم کہ از دریا در و راہے شود
وہ مٹکا جس میں دریا کی جانب سے راستہ ہو جائے

پیشِ او جیحونہا زانو زند
اُس کے سامنے بہت سے جیحوں، ادب کے لئے گھٹنے

خاصّہ[2] ایں دریا کہ دریاہا ہمہ
خصوصاً یہ دریا بلکہ تمام دریا

چوں شنیدند ایں مثال و مدحہ
جب اُنھوں نے یہ مثال اور شہرت سُنی

شُد دہاں شاں تلخ زیں شرم و خجل
اس شرم اور خجالت سے اُن کا منھ کڑوا ہو گیا

کہ قریں شد نامِ اعظم با اقل
کہ (دریائے) اعظم کا نام (دریائے) اخضر کا ساتھی ہو گیا

در قرانِ ایں جہاں با آنجہاں
اس جہان کے اُس جہان کے ساتھ ملنے میں

ایں جہاں از شرم میگردد جہاں
یہ جہان شرم سے کود بھاگتا ہے

ایں عبارت تنگ و قاصر رُتبت ست
یہ عبارت تنگ اور کم رُتبہ ہے

ورنہ خَس[3] را با اخص چہ نسبت ست
ورنہ تنکے کو اخص سے کیا نسبت ہے؟

زاغ[4] در رَز نعرۂ زاغاں زند
انگورستان میں کوّا کوّوں کے نعرے لگاتا ہے

بُلبل از آوازِ خوش کے کم کند
بلبل حسین آواز کو کب کم کرتی ہے؟

پس خریدارست ہر یک را خدا
پھر ہر ایک کا خریدار خدا ہوتا ہے

در مرادِ یَفعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ
اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کے بازار میں

نقلِ خارستاں غذای آتش ست
کانٹوں کی جھاڑی کا چبینا آگ کی غذا ہے

بُوئے گُل قوتِ دماغِ سرخوش ست
نشیلے دماغ کی روزی پھول کی خوشبو ہے

جا سکتا ہے۔ پس بعض منکروں کا اتباع کرتے ہیں بعض دانیوں کا یہ غذا کی شبیہ ہے۔ مزاد، نیلام کا بازار۔ نقل۔ کانٹا دار درختوں کے لئے ناپسندیدہ ہے لیکن آگ کو بہت بھاتا ہے کیونکہ اُس کی غذا ہے اسی طرح منکرین کو اللہ بھاتا ہے۔ مستِ خوش، مست۔ اُنکو خوشبو پسند ہے اسی طرح دعوت کو قبول کرنے والوں کو دعوت پسند آتی ہے۔

---

[1] قوم۔ حضرت نوحؑ کی قوم کا انکار جس قدر بڑھا قدرت نے حضرت نوحؑ پر اسی قدر زیادہ شکر بہا دی۔ بحر جود۔ دریائے سخاوت یعنی حضرت حق تعالیٰ۔ فاعدہ شکر کے امداد کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس قدر منکرین سخت ہوتے ہیں اتنا ہی اولوالعزم پیغمبر اُن کی طرف بھیجا جاتا ہے وہ ایک پیغمبر لاکھوں دانیوں کے وزن کا ہوتا ہے بلکہ متوقرن لاکھوں کی برابر ہوتا ہے۔ خُم۔ چونکہ اس نبی اور رسول کا بحر حقیقی سے رابطہ ہوتا ہے تو وہ ایک کروڑوں پر غالب آجاتا ہے۔

[2] خاصہ۔ یہ دریا۔ اللہ تعالیٰ کے لیئے کی عموماً سمندر اور دریا سے مثال دی جاتی ہے اس تمثیل سے یہ دریا شرمندہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ در قران۔ جب دونوں عالموں کا ساتھ ذکر ہوتا ہے تو عالمِ حسی کو اپنی حقارت محسوس ہوتی ہے۔ ایں جہان۔ عالمِ حسی۔ آں جہاں۔ عالمِ غیبی۔ جہاں۔ کودنے والا۔ ایں عبارت۔ یعنی یہ تعبیر کہ حضرت حق تعالیٰ کو دریا قرار دیا ایک ناقص تعبیر ہے ورنہ خس یعنی دریا کو اخص یعنی حضرت حق تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

[3] زاغ۔ مولانا نے پھر سابق مضمون کی طرف رجوع کیا ہے کہ منکرین کے انکار کی وجہ سے اسرار کا بیان نہیں چھوڑا

گر پلیدی پیشِ ما رسوا بُود — خوک و سگ را شکّر و حلوا بُود

اگر گندگی ہمارے سامنے رُسوا ہے — سؤر اور کتّے کے لئے شکّر اور حلوا ہے

گر پلیداں ایں پلیدیہا کُنند — آبہا را پاک کردن می تنند

اگر پلید لوگ پلیدیاں کرتے ہیں — پانی، پاک کرنے پر مستعد ہیں

وَر جہانے پُر شود از خار و خس — آتشے محوش کُند در یک نفس

اگر دنیا کانٹے اور جھنکے سے پُر ہو جائے — آگ اُس کو ایک سانس میں بنا دیتی ہے

گرچہ ماراں زہر افشاں میکُنند — وَرچہ تلخاں ماں پریشاں می کُنند

اگرچہ سانپ زہر افشانی کرتے ہیں — اگرچہ بدمزاج ہمیں پریشان کرتے ہیں

نحلہا بر کوہ و کُند و و شجر — می نہند از شہد انبارِ شکر

شہد کی مکھیاں پہاڑ اور کوٹھی اور درختوں پر — شہد سے شکّر کے انبار لگاتی ہیں

زہرہا ہر چند زہری می کُنند — زود تریاقات شاں برمی کُنند

زہر، ہر چند زہر یلا پن پھیلاتے ہیں — تریاق اُن کو فوراً زائل کر دیتے ہیں

اینجہاں جنگست کُل چوں بنگری — ذرّہ با ذرّہ چوں دیں با کافری

یہ دنیا پوری جنگ ہے، جب تو غور کرے — ذرّہ، ذرّے کیساتھ ایسا ہی ہے جیسا کہ دین کافری

آں یکے ذرّہ ہمی پرّد بچپ — وآں دگر سوئے یمیں اندر طلب

ایک ذرّہ بائیں کو اُڑتا ہے — تو دوسرا طلب میں دائیں جانب کو

ذرّۂ بالا و آں دیگر نگوں — جنگِ فعلی شاں ببیں اندر رُکوں

ایک ذرّہ اوپر کو اور دوسرا نیچے کو — رجحان میں اُن کی عملی جنگ کو دیکھ

جنگِ فعلی ہست از جنگِ نہاں — زیں تخالف آں تخالف را بداں

عملی جنگ، مخفی جنگ کی وجہ سے ہے — اِس اختلاف کو اُس اختلاف سے سمجھ لے

ذرّہ کاں محوست در آفتاب — جنگ او بیروں شد از وصفِ حساب

وہ ذرّہ جو سورج میں فنا ہو گیا — اُس کی جنگ حساب سے خارج ہو گئی

چوں ز ذرّہ محو شد نفس و نفس — جنگش اکنوں جنگِ خورشید است بس

جب ذرّے کا نفس اور سانس فنا ہو گیا — اُس کی جنگ اب محض سورج کی جنگ ہے

---

۱ گر پلیدی: نجاست۔ انسان کے سامنے رُسوا ہے کتّے اور سؤر کی خوراک ہے۔ گر ہر چیز بتقاضائے فطرت اپنا کام انجام دے رہی ہے نجاست نجس بناتی ہے تو پانی پاک کر دیتا ہے (یعنی) منکرین انکار کرتے ہیں اور داعی اُن کو بھلائی کی طرف بُلاتے ہیں۔ وَر جہانے۔ خار و خس اپنا کام کرتے ہیں تو آگ اپنا کام کرتی ہے منکرین کی شرارتوں کو داعیوں کی دعوت فنا کر دیتی ہے۔ گرچہ۔ سانپ اپنا کام کرتے ہیں تو شہد کی مکھیاں اپنا کام کرتی ہیں لہٰذا ہمیں مفسدوں کی وجہ سے تبلیغ کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔

۲ زہرہا: منکروں کے منکر سے جب زہر پھیلتا ہے تو مصلحین اپنے تریاق سے اُس کا اثر زائل کر دیتے ہیں۔ اینجہاں۔ اِس عالم کا بقا ہی اختلاف سے ہے لہٰذا منکرین کے اختلاف سے مصلح کو اپنا کام نہ روکنا چاہیئے۔ اینجہاں۔ عالمِ امکان مختلف اجزاء کا مجموعہ ہے اُس کے ہر ذرّے کو دوسرے ذرّے سے ایسی نسبت ہے جو دین کو کفر سے۔ آں یکے۔ ایک ذرّے کا رُخ بائیں جانب ہے تو دوسرے کا دائیں جانب۔

۳ ذرّہ۔ ایک ذرّے کا رُخ اوپر کو ہے دوسرے کا نیچے کو غرضکہ اِن ذرّوں کی باہمی کشمکش اور باہمی اختلاف ہے جنگِ فعلی

یعنی ذرّاتِ عالم کا افعال و خواص میں مختلف ہونا، ذرّوں میں جنگِ نہاں یعنی ذرّات کا اختلاف اللہ تعالیٰ کے مختلف اسماء و صفات کا مظہر ہونے کی وجہ سے۔ ذرّہ۔ جب مقامِ فنا حاصل ہو جاتا ہے تو ذرّہ اختلافِ طبعی یا اُس ذرّہ کی طرف منسوب نہیں ہوتا ہے۔ چوں۔ ذرّہ کے محو ہو جانے کے بعد اُسکے افعال سورج کی طرف منسوب ہونگے جنگش۔ چونکہ اب اُس

رفت[1] از وے جنبشِ طبع و سکون — از چہ از اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اُس میں سے طبیعت کی حرکت اور سکون جاتا رہا — کیوں؟ ہم اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، کیونکہ ہے

ما بہ بحرِ نورِ خود راجع شدیم — وز رضاعِ اصلِ مُستَرضِع شدیم

ہم اپنے نور کے سمندر کی جانب لوٹ آئے — اور ہم اصل کی رضاعت سے دودھ پینے والے بنگئے

در فروعِ راہ اے ماندہ زغول — لاف کم زن از اصول اے بے اصول

اے چھلاوے کی وجہ سے راستہ کی پگڈنڈیوں میں بھٹکے — اے بے اصول! اصول کی شیخی نہ بگھار

جنگِ ما و صلحِ ما در نورِ عین[2] — نیست از ما ہست بین الاصبعین

نور عین میں ہماری جنگ اور صلح — ہماری جانب سے نہیں ہے دو انگلیوں کے درمیان کی وجہ سے ہے

جنگ[2] طبعی جنگِ فعلی جنگِ قول — درمیانِ جزوہا حربیست ہول

طبعی جنگ، عملی جنگ، قولی جنگ — اجزا کے درمیان خوفناک جنگ ہے

ایں جہاں زیں جنگ قائم می بُود — در عناصر در نگر تا حل شود

یہ دنیا اسی جنگ سے قائم رہتی ہے — عناصر میں غور کرلے، تاکہ حل ہوجائے

چار عنصر چار استونِ قوی ست — کہ برایشاں سقفِ دنیا مستوی ست

چاروں عنصر چار مضبوط ستون ہیں — جن پر دنیا کی چھت قائم ہے

ہر ستونے اِشکنندہ آں دگر — اُستنِ آب اِشکنندہ آں شرر

ہر ستون دوسرے کو توڑنے والا ہے — پانی کا ستون آگ کے ستون کو توڑنے والا ہے

پس بنائے خلق بر اضداد بُود — لاجرم جنگی شدند از ضر و سُود

تو دنیا کی بنا اضداد پر ہے — لامحالہ نقصان اور نفع کے ابتدا سے لڑنے والے ہوگئے

ہست[3] احوالت خلافِ ہمدگر — ہر یکے با ہم مخالف در اثر

تیرے احوال ایک دوسرے کے خلاف ہیں — ہر ایک اثر میں ایک دوسرے کا مخالف ہے

چونکہ ہر دم راہِ خود را می زنی — با دگر کس سازگاری چوں کُنی

جبکہ تو ہر وقت اپنی رہزنی کرتا ہے۔ — دوسرے سے کیسے موافقت برتے گا؟

فوجِ لشکرہائے احوالت ببیں — ہر یکے با دیگرے در جنگ و کیں

اپنے احوال کے لشکر کی فوج کو دیکھ لے — ہر ایک دوسرے کیساتھ جنگ اور کینہ میں ہے

ایک انسان کے احوال باہم مختلف ہیں تو وہ دوسرے سے کیسے متفق ہوسکتا ہے۔ فوج۔ انسان کے احوال ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔

---

[1] رفت۔ فنا کے بعد تو نے کا ہر سکون و حرکت اس کا اپنا نہیں ہے بلکہ منجانب اللہ ہے۔ تا یعنی عارفین فانی فی اللہ بقا نور۔ ذات حق مستر ضع۔ دودھ پینے والا۔ در فروع۔ جو فنا کے مقام پر نہیں پہنچا اس کے افعال خود اس کی طرف منسوب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کرنے چاہئیں لاف زنی نہ کرنی چاہئے۔

[2] جنگ۔ ا۔ فنا فی اللہ ہر اسم خدا کی طرف منسوب ہے۔ نور عین یعنی چشم بصیرت کا ادراک بین الاصبعین حدیث شریف ہے انسان کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اسکو پلٹ دیتا ہے لہٰذا ہمارے افعال خدا کی طرف منسوب ہیں۔

[3] جنگ۔ عالم کے اجزا میں جنگ طبعی یعنی اجزا میں آثار اور طبائع کا اختلاف۔ جنگ فعلی یعنی افعال و خواص کا اختلاف۔ جنگ قولی یعنی اقوال کا باہمی اختلاف بہت خوفناک جنگ ہے اجزا میں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہیں فانی دنیا کا قیام ہی اس جنگ پر ہے عناصر کی باہمی جنگ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے چار عنصر دنیا کی چھت چار متضاد عنصروں پر قائم ہے۔ استن آب۔ پانی آگ کو فنا کر دیتا ہے۔ پس۔ جبکہ مخلوق کی بنیاد ہی مختلف عناصر پر ہے تو مخلوق باہم مختلف ہے۔

[4] ہست۔ مختلف چیزوں میں ہی اختلاف نہیں ہے بلکہ ایک چیز کے احوال میں بھی اختلاف ہے۔ چونکہ جبکہ خود

می نگر در خود چنیں جنگِ گراں
ایسی سخت لڑائی کو تو اپنے اندر دیکھ لے

پس چہ مشغولی بجنگِ دیگراں
تو دوسروں کی جنگ میں کیوں مبتلا ہے؟

تا مگر زیں جنگ حقت واخرد
تاکہ شاید اللہ (تعالیٰ) تجھے اس جنگ سے نجات دیدے

در جہانِ صلح یک رنگت برد
تجھے صلح کے یک رنگ جہان میں پہنچادے

آں جہاں جز باقی و آباد نیست
وہ جہاں باقی اور آباد کے سوا کچھ نہیں ہے

زانکہ آں ترکیب از اضداد نیست
کیونکہ وہ ترکیب اضداد کی نہیں ہے

ایں تفانی از ضد آید ضد را
یہ باہمی فنا کرنا، ضد سے ضد کو پہنچتا ہے

چوں نباشد ضد نبود جز بقا
جب ضد نہ ہو تو بقا کے سوا کچھ نہ ہوگا

نفیِ ضد کرد از بہشت آں بے نظیر
اس بے نظیر نے بہشت سے ضد کی نفی کردی

کہ نباشد شمس و ضدش زمہریر
کہ نہ سورج ہوگا اور نہ اس کی ضد زمہریر

ہست بے رنگی اصولِ رنگہا
بے رنگی، رنگوں کی اصل ہے

صلح[1] ہا باشد اصولِ جنگہا
صلحیں، جنگوں کی اصل ہیں

آں جہانست اصل ایں پُر غم فساق
وہ جہاں اس پُر غم گھر کی اصل ہے

وصل باشد اصلِ ہر ہجر و فراق
ہر ہجر اور فراق کی اصل، وصل ہے

ایں تخالف از چہ آید وز کجا
یہ باہمی تخالف کس چیز سے اور کہاں سے آتی ہے؟

وز چہ زاید وحدت ایں اضدادرا
اور یہ وحدت ان مخالف چیزوں میں کس چیز سے پیدا

زانکہ ما فرعیم و چار اضداد اصل
اس لئے کہ ہم فرع ہیں اور چار اضداد اصل ہیں

خوئے خود در فرع کرد ایجاد اصل[2]
اصل نے فرع میں اپنی خصلت پیدا کردی ہے

گوہرِ[3] جاں چوں ورائے فصلہاست
روح کا گوہر چونکہ ان اضداد سے جدا گانہ چیز ہے

خوئے او ایں نیست خوئے کبریاست
اس کی خصلت یہ نہیں ہے خدائی خصلت ہے

جنگہا بیں کاں اصولِ صلحہاست
ان جنگوں کو دیکھ، جو صلحوں کی اصل ہیں

چوں نبی کہ جنگ او بہرِ خداست
جیسا کہ نبیؐ کہ ان کی جنگ خدا کے لئے ہے

طرفہ آں جنگے کہ رکنِ صلحہاست
وہ جنگ عجیب ہے جو صلحوں کی رکن ہے

شاد او کایں جنگ او بہرِ خداست
وہ خوش نصیب ہے، جس کی یہ جنگ خدا کے لئے ہے

---

[1] صلح ہا۔ عالمِ شہود میں عالمِ آخرت ہی متصرف ہے وہی بے رنگ یہاں اگر رنگ حاصل کرلیتا ہے اور وہی اخیار جن میں وہاں صلح تھی یہاں اگر جنگ اختیار کرلیتی ہیں۔ وصل۔ عالمِ آخرت میں وصل ہے اور عالمِ دنیا میں ہجر و فراق ہے اور ہجر و فراق کی اصل وصل ہوتا ہے۔ اس کائنات عالمِ دنیا میں جو باہمی اختلاف اور اتحاد ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اس عالم کی بنیاد اضداد پر ہے اور چونکہ ان اشیاء میں روح بھی ہے جو اس عالم الضداد سے نہیں ہے اس کی وجہ سے باہمی اتحاد پیدا ہوتا ہے۔

[2] خوئے خود۔ روح کا تقاضہ اختلاف نہیں ہے اس میں کبریائی اخلاق ہیں جو اتحاد پیدا کردیتے ہیں۔ جنگہا۔ رسولوں کے جہاد شر کو ختم کرنے کے لئے ہیں لہٰذا وہ جنگیں صلح کی اصول ہیں۔ طرفہ۔ یہ جنگ دراصل فتنہ کو ختم کرنے کے لئے ہے اور یہ جنگ اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ خدا کے لئے ہوتی ہے۔

[3] گوہرِ جاں۔ روح کا تقاضہ

غالبؔ[1] ست و چیر در ہر دو جہاں
وہ دونوں جہان میں غالب اور فاتح ہے

شرح ایں غالب نگنجد در دہاں
اس غالب کی شرح منہ میں نہیں سماتی

آبِ حیوں را اگر نتواں کشید
حیوں کے پانی کو اگر کوئی نہ کھینچ سکے

ہم زقدرِ تشنگی نتواں برید
پیاس کی بقدر سے بھی تعلق منقطع نہ کرے

گر شدی عطشانِ بحرِ معنوی
اگر تو معنوی سمندر کا پیاسا ہے

فرجہ[2] کن در جزیرہ مثنوی
تو مثنوی کے جزیرے کی سیر کر

فرجہ کن چندانکہ اندر ہر نفس
تو اس قدر سیر کر کہ ہر سانس میں

مثنوی را معنوی بینی و بس
مثنوی کو صرف معنوی دیکھنے لگے

بادگہ راز آب جُو چو وا کند
ہوا، جب گھاس کو نہر کے پانی سے جُدا کر دیتی ہے

آب یک رنگی خود پیدا کند
پانی اپنی یک رنگی دکھاتا ہے

شاخہای تازۂ مرجاں ببیں
مونگے کی نئی شاخیں دیکھ لے

میوہائے رستہ زاب جاں ببیں
جان کے پانی سے اُگے ہوئے میوے دیکھ لے

چوں زحرف و صوت دم یکتا شود
جب حرف اور آواز اور سانس سے جدا ہو جائے

آں ہمہ بگذارد و دریا شود
اُن سب کو چھوڑ کر دریا ہو جائے

حرف گوی و حرف نوش و حرف فہا
بات کہنے والا اور بات سننے والا اور باتیں

ہر سہ جاں گردند اندر انتہا
آخر میں تینوں روح بن جائیں گی

نانِ[3] دہندہ و ناں ستاں و نانِ پاک
روٹی دینے والا اور روٹی لینے والا اور پاک روٹی

سادہ گردند از صُور گردند خاک
صورتوں سے سادہ بن جائینگی یعنی بن جائینگی

لیک معنیٰ شاں بُود در سہ مقام
لیکن ان کی رُوح تین مقام پر ہو گی

در مراتب ہم ممیز ہم مدام
مرتبوں میں بھی جداگانہ اور دوام میں بھی

خاک شُد صورت ولے معنیٰ نشُد
صورت مٹی ہو گئی لیکن معنیٰ نہ ہوئے

ہر کہ گوید شُد تو گویش نے نشُد
جو کہے کہ ہو گئے تو اُس سے کہدے نہیں ہوئے

در جہانِ رُوح ہر سہ منتظر
عالمِ روح میں تینوں منتظر ہیں

گہ ز صورت ہا رب و گہ مستقر
کبھی صورت سے متنفر اور کبھی قرار پانیوالے

خاک شُد۔ جسم فانی ہے اور روح باقی ہے اُس کے بقا کا انکار نہ کرنا چاہیئے۔ در جہاں۔ صورت کے فنا ہونے کے بعد رُوح ہمیشہ کے لئے صورت سے علیحدہ نہیں ہوتی۔ حضرت حق تعالیٰ اُس کو مختلف صورتیں عنایت کرتے رہتے ہیں۔ ہاربہ۔ بھاگنے والا۔

---

[1] غالب۔ اس طرح کی جنگ کرنے والا دونوں جہان میں غالب رہتا ہے۔ آپ چیوں۔ ان جنگوں کے فضائل۔ جو معیت حق کے ساتھ ہوتی ہیں دریائے ناپیدا کنار ہیں اگر ان کی پوری فضیلت نہیں بیان کی جاسکتی ہے تو بقدر ضرورت بیان ضروری ہے مَالَا یُدْرَاکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ۔ جس چیز کا کل حاصل نہ کیا جاسکے اُس کو پورا چھوڑا نہیں جاتا ہے۔

[2] فرجہ کن۔ اگر یہ مقصد حاصل کرنا ہے تو مثنوی کی سیر کر اور اُس کے معانی پر غور کر۔ باد کہ۔ دریا جو گھاس میں چھپا ہوا ہے جب ہوا اُس کی گھاس ہٹاتی ہے تو دریا کی یکرنگی نظر آنے لگتی ہے یہی حال مثنوی کا ہے الفاظ کو ہٹا کر معانی پر غور کیا جائے تو حقیقت واضح ہو گی مثنا خہای۔ گھاس ہٹ جانے کے بعد دریا میں مونگے کی شاخیں نظر آئیں گی۔ جوں۔ کسی مضمون کے لئے حروف بمنزلہ گھاس کے ہیں۔ حرف۔ غور کرنے کے بعد کہنے والا اور سننے والا اور حروف سب حقیقت بن جاتے ہیں۔

[3] نان دہندہ۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے روٹی دینے والا اور روٹی کھانے والا اور روٹی اپنی صورتیں ختم کر دینے کے بعد سب خاک بن جاتے ہیں۔ لیک۔ یہ تینوں چیزیں روح بن جائیں گی لیکن ہر روح کا مقام جداگانہ ہے۔

امر[1] آید در صور رود در رود
حکم ہوتا ہے، جسموں میں جا، چلی جاتی ہے

باز ہم زامرش مجرد می شود
پھر انہی کے حکم سے علیحدہ ہو جاتی ہے

پس لہ الخلق لہ الامر بداں
"انہی کیلئے خلق ہے اور انہی کیلئے امر ہے" تو سمجھ لے

خلق صورت امر جاں اکبر اساں
خلق صورت ہے، امر اس پر سوار روح ہے

راکب و مرکوب در فرمانِ شاہ
سوار اور سواری، شاہ کے حکم میں ہیں

جسم بر درگاہ و جاں در بارگاہ
جسم درگاہ پر اور روح دربار کے اندر ہے

چونکہ خواہد کاب آید در سبو
جب وہ چاہتا ہے کہ پانی بالٹیوں میں آ جائے

شاہ گوید جیشِ جاں را کارکبوا
شاہ، روح کے لشکر کو کہہ دیتا ہے کہ سوار ہو جاؤ

باز[2] جانہا را چو خواند بر علو
پھر جب روحوں کو اوپر بلاتا ہے

بانگ آید از نقیباں کانزلوا
نقیبوں کی جانب سے آواز آتی ہے کہ "اترو"

بعد ازیں باریک خواہد شد سخن
اس کے بعد بات باریک ہو جائے گی

کم کن آتش ہیزمش افزوں مکن
آگ کو کم کر اس کے ایندھن کو نہ بڑھا

تا نجوشد دیگہائے خرد زود
تاکہ چھوٹی دیگیں جلد نہ ابل پڑیں

دیگِ ادراکات خرد ست و فرود
ادراکات کی دیگ چھوٹی اور کم درجہ کی ہے

پاک سبحانے کہ بستاں کند
وہ سبحان پاک ہے جو بیسوں کو باغ بناتا ہے

در غمام حرف شاں پنہاں کند
ان کو حروف کے ابر میں پوشیدہ کر دیتا ہے

زیں غمام بانگ و حرف و گفتگو
اس آواز اور حروف اور گفتگو کے ابر کی وجہ سے

پردہ کز سیب ناید غیر بو
ایسا پردہ ہے کہ سیب کی خوشبو کے سوا کچھ نہیں آتا

بارے[3] افزوں کش تو ایں بو را بہوش
تو اس خوشبو کو ضرور ہوش کیساتھ خوب کھینچ

تا سوئے اصلت برد بگرفتہ گوش
تاکہ تجھے کان پکڑ کر اصل کی جانب لے جائے

بو نگہدار و بپرہیز از زکام
خوشبو کی حفاظت کر اور زکام سے بچ

تن بپوشش از بادو بود سرد عام
جسم کو عام کی سرد ہوا اور ہستی سے بچا

تا نیندایند مشامت از اثر
تاکہ تیرے نتھنے اثر سے، بند نہ ہو جائیں

اے ہواشاں از زمستاں سرد تر
اے (مخاطب)! ان کی ہوا جاڑوں سے زیادہ سرد ہے

چوں جماداند و فسردہ تن شگرف
وہ جماد (جیسے) اور ٹھٹھرے ہوئے عجیب جسم ہیں

می جہد انفاسِ شاں از تلِ برف
ان کے سانس برف کے تودے سے نکل رہے ہیں

[1] امر آید: کبھی روح کے مقدر ہونے کا حکم ہوتا ہے۔ کبھی مجرد ہونے کا۔ لہ الخلق۔ اس آیت میں خلق سے صورت اور امر سے روح مراد ہے جسم۔ جسم چونکہ مادی ہے اس لئے بارگاہ سے باہر ہے اور روح چونکہ مجرد ہے اس لئے اس کا رتبہ بارگاہ کے اندر ہے۔ چونکہ جب خدا روح کو مقدر کرنا چاہتا ہے اس کو حکم دیدیتا ہے کہ جسم کی سواری پر سوار ہو جا۔

[2] باز جانہا۔ جب پھر انکو جسم سے مجرد کرتا ہے تو انکو حکم دیتا ہے کہ اپنی سواریوں سے اتر آؤ۔ بعد ازیں۔ اب یہ بات عوام کے ذہن سے دور ہو رہی ہے لہٰذا اس کو ختم کر دیا جائے اشتعل سے کلام اور ہیزم سے اس کی علت مراد ہے۔ تا نجوشد۔ روح کے جسم میں آنے جانے کی پوری کیفیت عوام کی عقول سے بالاتر ہے۔ پاک۔ اللہ تعالیٰ سبحانی کے بستان پیدا فرماتا ہے اور انکو حروف کے ابر میں پوشیدہ کر دیتا ہے اور لوگوں کو صرف خوشبو پہنچتی ہے

[3] بارے۔ جب اسرار کی خوشبو پہنچے تاکہ اسکے ذریعہ اصل تک پہنچنے کی کوشش کرے بو نگہدار۔ خوشبو کی حفاظت کر اور اپنے آپ کو زکام سے بچا جو عوام کے غلط افکار سے پیدا ہوتا ہے تا نیندایند عوام کی صحبت روحانی امراض پیدا کرنے میں بہت سخت ہے۔

چوں زمیں زیں برف در پوشد کفن
جب زمین اِس برف کا کفن پہن لے

ہیں برآر از شرق سیفُ اللہ را
خبردار! مشرق سے اللہ کی تلوار کو نکال لے

برف را خنجر زند آں آفتاب
وہ سورج برف کے خنجر مار دے گا

زانکہ لا شرقی ولا غربی ست اُو
کیونکہ وہ نہ مشرقی ہے، نہ غربی ہے

کہ چرا جُزمن، نجومِ بے ہُدیٰ
کہ تو نے کیوں میرے علاوہ بے ہدایت ستاروں کو

تا خوشت ناید مقالِ آمین[2]
یہاں تک کہ تجھے اِس امین کی بات بھلی نہ لگی

از قرح در پیشِ مہ بستی کمر
تو نے سورج کے سامنے دھنک کمان کو پکا باندھا

مُنکری ایں را کہ شمس کُودَت
تو اِس کا منکر ہے کہ سورج لپیٹ دیا جائے گا،

از ستارہ دیدہ تصریفِ ہوا
تو ہوا میں تصرف کو ستارے سے سمجھا ہے

خود مؤثر تر نباشد مہ زناں[3]
چاند، یقیناً روٹی سے زیادہ مؤثر نہیں ہے

خود مؤثر تر نباشد زہرہ زاب
یقیناً زہرہ پانی سے زیادہ مؤثر نہیں ہے

مہرِ آں در جانِ تست و پندِ دوست
اُس (ستارے) کی محبت تیری جان میں ہے اور دوست کی نصیحت

پندِ مادر تو نگیرد اے فلاں
اے فلاں! ہماری نصیحت تجھ میں اثر نہیں کرتی ہے

تیغِ خورشیدِ حُسامُ[1] الدیں بزن
حسام الدین کے سورج کی تلوار چلا دے

گرم کُن زاں شرق ایں درگاہ را
اِس سورج سے اُس درگاہ کو گرم کر دے

سیلہا ریزد ز کُہہا بر تُراب
پہاڑوں سے زمین پر بہت سے بہاؤ بہا دیگا

با منجم روز و شب حربی ست اُو
وہ شب و روز منجم سے لڑائی میں ہے

قبلہ کردی از لئیمی و عمی
کمینہ پن اور اندھے پن سے قبلہ بنا یا ہے؟

در نبی کہ لا اُحِبُّ الْآفِلِین
قرآن میں، کہ میں غروب کر نیوالوں سے محبت نہیں کرتا

زاں ہمی رنجی ز وَانْشَقَّ الْقَمَر
اِسی وجہ سے تو، اور سورج شق ہو گیا سے رنجیدہ ہے

شمس پیشِ تست اعلیٰ مرتبت
تیرے نزدیک سورج بلند مرتبہ ہے

ناخوشت آید اِذَا النَّجْمُ هَوَی
اِسی لئے تجھے، جبکہ ستارہ گر جائے گا، ناپسند ہے

اے بسا نانے کہ بُرّید عرقِ جاں
اے (مخاطب) بہت سی روٹیاں ہیں جنھوں نے روح کی رگ کاٹ دی ہے

اے بسا آبا کہ کرد اُو تن خراب
اے (مخاطب) بہت سے پانی ہیں جنھوں نے جسم کو تباہ کر دیا ہے

مینہ ز بر گوش تو بیرونِ پوست
کھال سے باہر، کان سے ٹکراتی ہے

پندِ تو در مانگیرد ہم بداں
سمجھ لے، تیری نصیحت بھی ہم میں اثر نہیں کرتی

---

[1] حسام الدین، یعنی کامل دلی، خورشید، مشرق، مشرقی، سورج۔ درگاہ، یعنی جسم، برف۔ سورج کی حرارت سے برف پگھل جائیگا۔ آفتاب، اولیاء کی صحبت ایسا سورج ہے جس کا شرق اور غرب سے تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سورج منجم سے کہتا ہے کہ تو نے ستاروں کو اپنا قبلہ کیوں بنا رکھا ہے۔

[2] آمین۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ میں ان غروب کر جانے والے ستاروں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ انشق القمر، نجومی قمر کے شق ہونے کی بات سے ناخوش ہوتا ہے۔ منکر ہی اس بات کا بھی منکر ہے کہ قیامت میں سورج کو بے نور کر دیا جائیگا اور ستارے ٹوٹ جائینگے۔

[3] خود۔ بیشک علم نجوم سے فوائد ہیں لیکن ستاروں کو مؤثر حقیقی سمجھنا غلطی ہے جیسے روٹی میں فوائد ہیں لیکن اس کا غلط استعمال ہلاک کر دیتا ہے۔ نیز زہرہ ستارے میں پانی سے زیادہ تاثیر نہیں ہے لیکن پانی کا غلط استعمال بھی بربادی کا سبب ہے۔ تبریز۔ ستارے کی محبت نجومی کے دل سے پیوست ہو گئی ہے اور نصیحت صرف کان کے اوپر لگتی ہے۔ پندیا۔ منکر پر ہماری نصیحت اثر نہیں کرتی ہے ہاں اگر خدا اس کے کان کھولدے تو نصیحت اثر کرنے لگے۔

جُز مگر مفتاحِ خاص آید ز دوست
اس کے سوا کہ دوست کی جانب سے خاص کنجی آجائے

ایں[1] سخن ہمچوں ستارہ است و قمر
یہ بات بھی ستارے اور چاند کی طرح ہے

ایں ستارہ بیجہت تاثیرِ اُو
یہ ستارہ بے جہت ہے، اُس کی تاثیر

کہ بیائید از جہت تا بیجہات
کہ جہت سے بے جہات کی جانب آجاؤ

آنچناں کہ لمعۂ دُرپاشِ اُوست
اس طرح پر کہ اُس کی موتی برسانے والی روشنی

ہفت[2] چرخے از رقی در رقِ اُوست
سات نیلے آسمان، اُس کی غلامی میں ہیں

زُہرہ چنگ مسئلہ در وے زدہ
زہرہ نے سوال کا ہاتھ اُس سے وابستہ کر دیا ہے

در ہوایِ دست بوسِ اُو زحل
زحل، اُس کی دست بوسی کی خواہش میں ہے

دست[3] و پا مرّیخ چندیں خست ازو
مریخ کے ہاتھ پاؤں اُس سے زخمی ہیں

با منجم ایں ہمہ اجسام بجنگ
یہ ستارے نجومی سے جنگ میں ہیں

جاں ویست و ما ہمہ رنگ و رقوم
جان وہی ہے اور ہم سب رنگ اور نقوش ہیں

فکر کو آنجا ہمہ نورست پاک
فکر کہاں؟ وہاں تو سب پاک نور ہے

ہر ستارہ خانہ دارد در عُلا
بلندی میں ہر ستارے کا ایک خانہ ہے

کہ مقالیدُ السّمٰوٰتِ آنِ اُوست
کیونکہ آسمانوں کی کنجیاں اُس کی ملکیت ہیں

لیک بے فرمانِ حق ندہد اثر
لیکن خدا کے حکم کے بغیر اثر نہیں کرتی ہے

میزند بر گوشہائے وحی جُو
وحی کے جویاں کانوں میں پہنچتی ہے

تا ندرّاند شمارا گرگِ مات
تاکہ تمہیں موت کا بھیڑیا پھاڑ نہ ڈالے

شمسِ دنیا در صفت خفاشِ اُوست
دنیا کا سورج، صفت میں اُس کی چمگادڑ ہے

بیکِ ماہ اندر تپ و در وقِ اُوست
چاند کا قاصد، اُس سے تپ اور دق میں ہے

مُشتری با نقدِ جاں پیشِ آمدہ
مشتری نقدِ جاں لے کر اُس کے سامنے آگیا ہے

لیک خود را می نہ بیند آں محل
لیکن اپنے آپ کو اِس فضیلت کا مستحق نہیں سمجھتا ہے

واں عُطارد صد قلم بشکست ازو
عطارد نے اُس کے سبب سینکڑوں قلم توڑ دیئے ہیں

کالے رہا کردہ تو جاں بگزیدہ رنگ
کالے وہ! جس نے جان کو چھوڑ کر رنگ کو پسند کیا ہے

کوکبِ ہر فکرِ اُو جانِ نجوم
اُس کی فکر کا ہر ستارہ، ستاروں کی جان ہے

بہر تست ایں لفظِ فکرائے فکرناک
اے متفکر! فکر کا لفظ تیرے لئے ہے

ہیچ خانہ در نگنجد جسمِ ما
ہمارا ستارہ کسی خانہ میں نہیں سماتا ہے

---

[1] ایں سخن یعنی خدائی نصیحت ستارے کی طرح ہے جو خدا کے حکم سے ہی موثر بنتی ہے۔ اس ستارہ یعنی دوست کی نصیحت اُسی پر اثر کرتی ہے جو وحی کا مشتاق ہے۔ کہ بیا ئید انسان کو باجہت ستارے کو چھوڑ کر بے جہت ستارے یعنی دوست کی نصیحت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے تاکہ ہلاکت سے بچ سکیں۔ آنچناں یہ بے جہت ستارہ اس قدر منور ہے کہ سورج اُس کی شعاع سے چمگادڑ کی طرح منہ چھپاتا ہے۔

[2] ہفت۔ اس ستارے کے ساتوں آسمان غلام ہیں۔ چاند اس کے سامنے تپ اور دق میں مبتلا نظر آتا ہے۔ زہرہ، مشتری ستارہ اُس کا بھکاری ہے مشتری اُس پر جان نثار کرتا ہے زحل ستارہ اُس کی دست بوسی کرنا چاہتا ہے لیکن اپنے آپ کو اِس فضیلت کا مستحق نہیں سمجھتا ہے۔

[3] دست۔ مریخ جو جلاد الفلک ہے اُس نے اُس کی خدمت میں اپنے ہاتھ پاؤں زخمی کر لئے ہیں عطارد جو دبیر الفلک ہے اُس نے اُس کی تعریف میں سینکڑوں قلم توڑ ڈالے ہیں۔ با منجم۔ ستارے نجومی کو ملامت کرتے ہیں کہ تو نے روح یعنی بے جہت ستارے کو چھوڑ کر ہم سے کیوں تعلق پیدا کیا ہے۔ ہر ستارہ۔ یہ ستارہ محدود ہے وہ ستارہ لامحدود ہے۔

جانِ[1] بے سُو در مکاں کے دَر رَوَد
بے جہت جان، مکاں میں کب جاتی ہے؟

نُورِ نا محدود را حد کے بُوَد
لامحدود نور کی حد کہاں ہوتی ہے؟

لیک تمثیلے و تصویرے کُنند
لیکن ایک مثال اور تصویر بنا دیتے ہیں

تا کہ دَریا بد ضعیفِ دَرد مَند
تاکہ کمزور دردمند سمجھ لے

مثل نبُوَد لیک باشد آں مثیل
وہ مثل نہیں ہوتی لیکن وہ مثال ہوتی ہے

تا کُند عقل مجمّدَ را گسیل
تاکہ منجمد عقل کو کشادہ کردے

عقلِ سَر تیز ست لیکن پایِ سست
سر کی عقل تیز ہے، لیکن سست قدم ہے

زانکہ دل ویراں شُد ست و تن دُرست
کیونکہ دل ویران ہے اور جسم درست ہے

عقلِ[2] شاں در نقلِ دنیا ہیچ ہیچ
انکی عقل دنیا کو منتقل کرنے میں ہیچ در ہیچ ہے

فکرِ شاں دَر ترکِ شہوت ہیچ ہیچ
شہوت کو ترک کرنے میں انکی فکر ہیچ در ہیچ ہے

صَدرِ شاں دَر وقتِ دعوی ہمچو شرق
انکا سینہ دعوے کے وقت سورج کیطرح ہے

صبرِ شاں دَر وقتِ تقوی ہمچو برق
انکا صبر تقوے کے وقت برق کی طرح ہے

عالمے اندر ہُنر ہا خود نما
وہ خود نما ہنروں میں ایک عالم ہے

ہمچو عالَم بے وفا وقتِ وفا
وفا کے وقت دنیا کی طرح بے وفا ہے

وقتِ خود بینی نگنجد در جہاں
خود بینی کے وقت دنیا میں نہیں سماتا ہے

در گلو و معدہ گم گشتہ چوناں
حلق اور معدے میں روٹی کیطرح گم ہے

ایں[3] ہمہ اوصافِ شاں نیکو شود
انکے یہ سب اوصاف بھلے ہوجاتے ہیں

بد نماند چونکہ نیکو خُو شود
جب نیک خصلت ہوجاتا ہے وہ برے نہیں رہتے ہیں

گر مَنی گندہ بُود ہمچو مَنی
اگرچہ خودی، منی کی طرح گندی ہے

چوں بجاں پیوست یابد روشنی
جب جان سے وابستہ ہوجاتی ہے روشنی حاصل کرلیتی ہے

ہر جمادے کو کُند رُو در نبات
جو جماد، نبات کی طرف رُخ کرلیتا ہے

از درختِ بختِ اُو رُوید حیات
اُسکے نصیب کے درخت سے زندگی اُگ آتی ہے

ہر نباتے کو بجاں رُوی آورد
ہر نبات جو جاں کی جانب رُخ کرلیتی ہے

خضر وار از چشمۂ حیواں خورد
وہ حضرت خضر کی طرح آبِ حیات سے سیراب ہوجاتی ہے

باز چوں جاں رُو سُوی جاناں نہد
جب جان، جاناں کی طرف رُخ کرتی ہے

رخت را در عمرِ بے پایاں نہد
ختم نہونے والی زندگی میں سامان جما رکھتی ہے

---

[1] جان۔ روح لامکانی چیز ہے وہ کسی مکاں میں محدود نہیں ہوسکتی ہے۔ لیکن روح کی مثالیں محض کمزور عقل والوں کو سمجھانے کے لئے بیان کردی جاتی ہیں لیکن وہ چیز اُس روح کی مثل نہیں ہوتی جو تمام اوصاف میں شریک ہو بلکہ مثال اور مثیل ہوتی ہے۔ مجمد جامد، گسیل۔ کشادہ کرنا، آزاد کرنا۔ عقل سَر تن پرور روح کی تعبیر نہیں کرتا ہے۔

[2] عقلِ شاں۔ انکو صرف عقلِ معاش حاصل ہے عقلِ معاد سے وہ بالکل محروم ہیں۔ صدرِ شاں۔ خطاب عودوں میں بڑی حیثیت کے مالک ہیں لیکن تقوے کے اعتبار سے اُن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

[3] ایں ہمہ۔ انسان جب نیک خصلت بنجاتا ہے تو اُس کی بُرائیاں بھلائیوں میں تبدیل ہوتی ہیں۔ گر منی۔ خودی بُری چیز ہے لیکن جب اسکا تعلق رُوح سے ہوجائے تو جلی بنجاتی ہے۔ ہر جمادے۔ جب جمادِ نبات کا جزو بنجاتا ہے تو فضیلت حاصل کرلیتا ہے۔ ہر نباتے۔ جو نبات روح سے تعلق پیدا کرلیتی ہے اُسمیں مزید فضیلت حاصل ہوجاتی ہے۔ باز۔ جب روح جانِ جاناں سے تعلق پیدا کرلیتی ہے تو اُسکو ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوجاتی ہے۔

سوالِ[1] سائل از واعظ کہ مرغے بر سرِ ربض نشستہ بود و سر
ایک سائل کا ایک واعظ سے سوال کرنا کہ جو پرند احاطہ پر بیٹھا ہو اُس کا
اُو فاضل تر ست و شریف تر و عزیز تر و مکرم تر
سر فاضل اور زیادہ شریف اور زیادہ عزیز اور زیادہ معزز ہے
یا دُم اُو و جواب دادنِ واعظ سائل را بقدرِ فہم
یا اُس کی دم اور واعظ کا سائل کو اُس کے فہم اور ادراک کے مطابق
و ادراکِ اُو
جواب دینا

واعظے را گفت روزے سائلے
ایک روز ایک سوال کرنے والے نے ایک واعظ سے کہا
یک سوالستم بگوائے ذو لباب
میرا ایک سوال ہے، اے عقلمند! فرمایئے
بر سرِ بارو یکے مرغے نشست
قلعہ کی دیوار پر ایک پرند بیٹھا ہے
گفت اگر درویش بشہر و دم بدہ
اس نے کہا اگر اسکا منہ شہر کیطرف اور دم گاؤں کیجانب ہو
ور سوی شہر ست دُم درویش بدہ
اگر دم شہر کی جانب اور منہ گاؤں کی جانب ہو
مرغ با پر می پرد تا آشیاں
پرند پروں سے آشیانہ کی طرف پرواز کرتا ہے
عاشقے کالودہ شُد در خیر و شر
وہ عاشق جو خیر اور شر میں ملوث ہے
باز اگر باشد سپید و بے نظیر
باز اگر سفید اور بے مثال ہو
ور بُود چندے و میلِ اُو بشاہ
اور اگر وہ چند ہو اور اسکا میلان شاہ کیجانب ہو

کاے تو منبر را سزا[2] ترقا بلے
کہ اے جناب! آپ منبر کے اعلیٰ درجہ کے قابل ہیں
اندریں مجلس سوالم را جواب
اس مجلس میں میرے سوال کا جواب
از سر و از دُم کدامینش بہ است
اُس کے سر اور دُم میں سے کون افضل ہے؟
رُوئے اُو از دُم اُو میداں کہ بہ
سمجھ لے کہ اُسکا منہ اُس کی دُم سے بہتر ہے
خاکِ آں دُم باش و از رُویش بکہ
اُس دم کی خاک بن جا اور اُس کے چہرے سے بچ
پرِ مردم ہمت ست اے مرد ماں
اے لوگو! انسان کا پَر ہمت ہے
خیر و شر منگر تو در ہمت نگر
خیر اور شر کو نہ دیکھ تو ہمت کو دیکھ
چونکہ صیدش موش باشد شد حقیر
جبکہ اُسکا شکار چوہا ہو، وہ حقیر ہے
اُو سرِ باز ست منگر در کلاہ
وہ باز کا سر ہے، چوٹی کو نہ دیکھ

[1] سوال۔ اس سوال و جواب سے یہی بتایا ہے کہ ہر چیز اپنے افضل کی معیت سے مزید فضیلت حاصل کرلیتی ہے۔ ربض۔ ماحول، احاطہ۔

[2] سزا۔ بلند۔ بارو۔ قلعہ۔ در ہمت۔ یعنی اعاشق کے افعال پر نظر نہ کر بلکہ اُس کی ہمت کو دیکھ جو بہرحال قابلِ تعریف ہے۔

[3] باز۔ باز اگرچہ ہے کا شکار کرنے لگے تو ذلیل ہے۔ در بُود۔ اگر چند شاہ کی طرف نظر رکھے شریف ہے۔

دَر[1] دہی شیرے خورد از مُردہ خَر
اگر شیر مردہ گدھا کھا رہا ہے

سَگ بُوَد او شکلِ شیرے کم نگر
وہ کتا ہے، شیر کی شکل کو نہ دیکھ

وَر پلنگ و گرگ را افگند سَگ
اگر کتے نے بھیڑیے اور بھیڑیے کو پھاڑ دیا

شیرِ میداں مرد را بے ریب و شک
بے شک و شبہ اُس کو شیر سمجھ

آدمی بسرشتہ از یک مُشتِ گِل
آدمی، ایک مٹھی مٹی سے گندھا ہوا

بَرگذشت از چرخ و از کوکب بدل
قلب کے ذریعہ آسمان اور ستارے سے بڑھ گیا

آدمی بر قدرِ یک طشتِ خمیر
آدمی جو خمیر کے ایک طشت کی بقدر ہے

بَرفزود از آسمان و از اثیر
آسمان اور کرۂ ناری سے بڑھ گیا

ہیچ کَرَّمنا شنید این آسماں
اس آسمان نے کبھی "ہم نے مکرم بنایا" سنا ہے

کہ شنید این آدمیِ پُر غماں
جو اس غموں کے بھرے ہوئے آدمی نے سنا ہے

بَر زمین و چرخ عَرضہ کرد کس
کسی نے زمین اور آسمان پر پیش کیا ہے

خوبی و عقل و عبارات و ہوس
حُسن اور عقل اور عبارتیں اور تمنا؟

جلوہ کردی ہیچ تو بر آسماں
کبھی تو نے آسمان پر روشنائی کی ہے

خوبیِ رُوی و اصابت در گماں
چہرے کی خوبصورتی اور گمان میں رائے کی درستگی کی

پیش[2] صورتہائے حمّام اے ولد
اے صاحبزادے! حمام کی تصویروں کے سامنے

عَرضہ کردی ہیچ سیم اندام خود
اپنا چاندی جیسا جسم کبھی تو نے پیش کیا ہے؟

بگذری زاں نقشہائے ہمچو حور
تو اُن حور جیسی تصویروں سے گذر جاتا ہے

جلوہ آری با عجوزے نیم کور
ایک چند سالہ بڑھیا کو جلوہ دکھاتا ہے

در[3] عجوزہ چیست کایشاں را نبود
بڑھیا میں کیا ہے، جو انہیں نہیں تھا

کو ترا زاں نقشہا با خود ربود
جو تجھے اُن تصویروں سے اپنی جانب کھینچ لیگئی

تو نگوئی من بگویم در بیاں
تو نہ بتا، میں بیان میں بتاتا ہوں

عقل و حِس و درک و تدبیرست و جاں
عقل اور حس اور ادراک اور تدبیر اور جان ہے

صورتِ گرما بہار روح نیست
حمام کی تصویروں میں روح نہیں ہے

در عجوزہ جانِ آمیزش کُنَندست
بڑھیا میں جان ہے جو آمیزش کرنے والی ہے

در زماں از صد عجوزت بر کَنَد
فوراً تجھے سیکڑوں بوڑھیوں سے جدا کردے

صورتِ گرما بہ گر جُنبش کُنَد
حمام کی تصویر اگر حرکت کرنے لگے

---

[1] دَر دہی۔ جو شیر مُردہ گدھے کا شکار کرے وہ کتا ہے اور اگر کتا بھیڑیے یا شیر کا شکار کرے تو وہ شیر ہے۔ آدمی۔ انسان جسکی سرشت مٹی اور پانی سے ہے ہمت کیوجہ سے آسمان اور ستاروں سے بلند ہے۔ کَرَّمنا۔ "ہم نے فضیلت دی" یہ انسان کی فضیلت اُس کی بلند ہمت کیوجہ سے ہے انسانی خصوصیات جو آسمان اور زمین کو حاصل نہیں ہیں وہ محض اُس کی بلند ہمت کی وجہ سے ہیں۔

[2] پیش صورتہا۔ حمام کی تصویریں ہمت سے خالی ہیں اور بے قدر ہیں۔ بگذری۔ حمام کی تصویروں سے انسان کوئی تعلق نہیں رکھتا اور ایک بد صورت بڑھیا سے تعلق پیدا کرتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تصویریں بے روح اور بے ہمت ہیں۔

[3] در عجوزہ۔ بڑھیا کی طرف میلان کی وجہ اُسکا حس و ادراک اور عقل ہی ہے۔ در عجوزہ۔ بڑھیا میں روح اور جان ہے جو حمام کی تصویروں میں نہیں ہے۔ صورت۔ اگر حمام کی تصویریں بارع ہو جائیں تو بڑھیا کی طرف کبھی میلان نہ ہو۔

جاں[1] چہ باشد باخبر از خیر و شر
جان کیا ہوتی ہے؟ جو خیر اور شر سے باخبر ہے

شاد با احسان و گریاں از ضرر
احسان سے خوش اور نقصان سے رونے والی ہو

چوں سر و ماہیتِ جاں مُخبر ست
جبکہ جان کا راز اور ماہیت اسکا باخبر ہوتا ہے

ہر کہ او آگاہ تر با جاں ترست
جو زیادہ آگاہ ہے جان کے اعتبار سے زیادہ ہے

اقتضائے جاں چو اے دل آگہیست
اے دل! جب جان کا اقتضاء باخبری ہے

ہر کہ آگہ تر بود جانش قویست
جو زیادہ باخبر ہوگا اسکی جان زیادہ قوی ہوگی

خود جہانِ جاں سراسر آگہیست
عالمِ ارواح خود سراسر باخبری ہے

ہر کہ بیجان ست از دانش تہی ست
جو بے جان ہے وہ دانش سے خالی ہے

رُوح را تاثیر آگاہی بُود
روح کی تاثیر باخبری ہے

ہر کرا ایں بیش اَللّٰہی بُود
جس کو یہ زیادہ حاصل ہے وہ اللہ والا ہے

چوں[2] خبرہا ست بیروں از نہاد
چونکہ بہت سی خبریں وجود سے باہر کی ہیں

باشد ایں جانہا دراں میداں جہاد
تو جانیں اُس میدان میں جہاد ہوں گی

جانِ اوّل مَظہرِ درگاہ شُد
جانِ اوّل درگاہ کا مظہر ہے

جانِ جاں خود مظہرِ اللہ شُد
جان جاں خود اللہ (تعالیٰ) کا مظہر ہے

آں ملائک جملہ عقل و جاں بُدند
ملائک؛ مجسم عقل اور روح تھے

جانِ نو آمد کہ جسمِ آں شُدند
نئی روح آئی جس کے لئے وہ جسم بن گئے

از سعادت چوں بر آں جاں برزدند
سعادت کی وجہ سے جب اُس روح سے جاگے

ہمچو تن آں رُوح را خادم شُدند
جسم کی طرح، اُس روح کے خادم ہوگئے

آں[3] تلبیس از جاں ازاں سر بُردہ بُود
اُس شیطان نے اس جان سے سرتابی کی

یک نشُد با جاں کہ عضوِ مُردہ بُود
جان کے ساتھ ایک نہ ہنا کیونکہ مردہ عضو تھا

چوں نبُودش آں فدائے آں نشُد
چونکہ اسکو وہ اسعادت حاصل نہ تھی وہ اُس روح پر فدا نہ ہوا

دست بشکستہ مُطیعِ جاں نشُد
ٹوٹا ہوا ہاتھ تمام جان کا فرماں بردار نہ بنا

جاں نشد ناقص گر آں عضو شکست
اگر اسکا وہ عضو ٹوٹ گیا جان ناقص نہ ہوئی

کاں بدست اوست تا ند کرد، ہست
کیونکہ وہ اسکے قبضہ میں ہے اسکو موجود کر سکتی ہے

سِرِّ دیگر ہست کو گوشِ دِگر
ایک دوسرا راز ہے، دوسرا کان کہاں ہے؟

طوطی کو مُستعدِ آں شکر
وہ طوطی کہاں ہے جو اس شکر کا استعداد رکھے؟

---

[1] جاں۔ جان کے خواص یہ ہیں کہ وہ بھلے برے کو پہچانتی ہے، احسان سے خوش اور نقصان سے غمگین ہوتی ہے چونکہ جان کے یہ خواص ہیں تو جو زیادہ باخبر ہوگی وہ مکمل جان ہوگی اور جو شخص زیادہ باخبر ہوگا اُسکی جان زیادہ قوی ہوگی، بے جان، دانش اور عقل سے خالی ہوتا ہے۔ صدق و صحت کی تاثیر آگاہی ہے جو روح اس صفت میں بڑھی ہوئی ہوگی وہ فدائی روح ہوگی۔

[2] چوں۔ اگر طبیعت میں الم و احساس کا مادہ نہیں ہے تو وہ ذی روح جسد جہاد کے لئے جاگے گا۔ جانِ اول۔ وہ روح جو ہر بدن ہے وہ اللہ کی صفات کا مظہر ہے اور جان کی جان جو علوم و معارف سے متصف ہو جاتی ہے وہ مظہر ذات حق ہو جاتی ہے۔ آں ملائک۔ ملائک مجسم عقل و جان تھے لیکن وہ حضرت آدمؑ کی روح کے اسطرح تابع ہو گئے جسطرح جسم روح کے تابع ہے۔

[3] آں تلبیس۔ شیطان نے اُس روح سے رابطہ منقطع کر لیا وہ مردہ عضو بن کر رہ گیا۔ دست بشکستہ۔ جو عضو ٹوٹ جاتا ہے وہ روح سے خالی ہو جاتا ہے جاں نشد۔ لیکن شیطان کی نافرمانی سے آدمؑ کے کماں میں نقصان نہیں آیا۔ سرِّ دیگر۔ شیطان کی نافرمانی کا ایک اور راز بھی ہے جو عوام کے سامنے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ سرِّ دیگر دوسری جگہ مولانا نے یہ راز بھی ظاہر کیا ہے اور بتایا ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کا منظور نظر ہونا شیطان کے حسد کا سبب بنا۔

طوطیانِ[1] خاص را قندیست ژرف
خاص طوطیوں کے لئے شکر بہت ہے

طوطیانِ عام ازیں خوربستہ طرف
عام طوطیوں نے اس طرف آنکھ بند کر رکھی ہے

کے چشد درویشِ صورت زاں نکات
صورت کا بھکاری ان نکتوں کو کیا چکھ سکتا ہے؟

معنی ست آں نے فعولن فاعلات
وہ معنی ہیں فعولن فاعلات نہیں ہے

از خرِ عیسیٰ درنغش نیست قند
(حضرت) عیسیٰؑ کے اپنے گدھے سے شکر کے بارے میں نکتہ

لیک خر آمد نخلقت کہ پسند
لیکن گدھا جیسا گدھا اس کو پسند کرتا ہے

قند خر را گر طرب انگیختے
اگر گدھے کو شکر خوشی کر سکتی

پیشِ خر قنطارِ شکر ریختے
تو وہ گدھے کے سامنے ہی شکر کا بورا ڈالدیتے

معنیِ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ
"ہم انکے مونہوں پر مہر لگا دیں گے" کے معنی

این شناسائی نیست رہرو را مہم
یہ سمجھ لے، یہ سالک کے لئے ضروری ہے

تا ز راہِ[2] خاتمِ پیغمبراں
پیغمبروں کے خاتم کے راستے کے ذریعہ

بوکہ برخیزد ز لب ختمِ گراں
ہو سکتا ہے کہ ہونٹ سے بھاری مہر ہٹ جائے

ختمہائے کانبیا بگذاشتند
وہ مہریں جو انبیاء باقی چھوڑ گئے تھے

آں بدینِ احمدی برداشتند
اُن کو احمدیؐ دین کے ذریعہ ہٹا دیا ہے

قفلہایِ ناکشادہ ماندہ بود
جو بغیر کھلے ہوئے تالے رہ گئے تھے

از کفِ اِنَّا فَتَحْنَا بر گشود
"بیشک ہم نے کھولا" کے ہاتھ سے کھلے

او شفیع ست ایں جہان و آنجہاں
وہ اس جہاں اور اُس جہان کے سفارشی ہیں

ایں جہاں در دین و آنجا در جناں
اس جہان میں دین کے اور اُس جہان میں جنتوں کے

ایں جہاں گوید کہ تو رہ شاں نما
یہ جہان کہتا ہے کہ آپ اُن کو راستہ دکھائیں

واں جہاں گوید کہ تو مہ شاں نما
وہ جہان کہتا ہے کہ آپ اُن کو چاند دکھائیں

پیشہ اش اندر ظہور و در کموں
ظاہر اور باطن میں اُن کی عادت

اِهْدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ
میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ بے خبر ہیں

---

[1] طوطیاں۔ خاصانِ خدا کے لئے اسرار کی شکر بکثرت موجود ہے وہ اس سے غذا حاصل کر رہے ہیں عوام اس طرف توجہ نہیں کرتے ہیں۔ کہ چشمہ جو شخص محض نقلوں کا بھکاری ہے اس کو معانی کا لطف حاصل نہیں ہوتا یہ مثنوی محض شاعری نہیں ہے بلکہ اسرار کا بیان ہے۔ از خر عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ اپنے گدھے کو بھی اسرار کی تعلیم دے سکتے تھے لیکن اس میں استعداد ہی نہ تھی۔ قند۔ اگر ان کا گدھا اسرار سمجھنے کی اہلیت رکھتا تو وہ اس کو اسرار کی تعلیم دیتے۔ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ۔ قرآن پاک میں ہے۔ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ "آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے" وہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انہیں اسرار کو سمجھ کرنے کی استعداد نہیں ہے۔

[2] تا ز راہ۔ اگر بے استعداد لوگ آنحضورؐ کا طریقہ اختیار کریں تو ہو سکتا ہے ان میں استعداد پیدا ہو جائے اور وہ مہر جو ان لوگوں کے لئے پر لگی ہے آنحضورؐ کی برکت سے اکھاڑ دی جائے۔ قفلہایِ۔ ان لوگوں کے دل پر جو قفل لگے ہوئے ہیں وہ آنحضورؐ کی برکت سے کھل جائیں۔ اِنَّا فَتَحْنَا۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ "بیشک ہم نے اُن کے لئے فتح کر دیا" اس میں صرف مکہ کی فتح مراد نہیں ہے بلکہ قفلوں کا کھلنا بھی مراد ہے ——— [3] او شفیع۔ آنحضورؐ دونوں جہانوں کے شفیع ہیں دنیا میں اعلیٰ مقاصد سے اسرار دین تک رسائی ہوتی ہے اور آخرت میں جنت تک رسائی ہوگی۔ ایں جہاں۔ دنیا زبانِ حال آپ سے کہتی ہے کہ اُن کو راہِ ہدایت دکھلائیے اور آخرت کہتی ہے کہ اُن کو دیدارِ خداوندی کرائیے۔ اِهْدِ قَوْمِیْ۔ آنحضورؐ کی دعا تھی کہ خدایا میری قوم کو ہدایت دے وہ جانتے نہیں ہیں۔

بازگشتہ ازدمِ او ہر دو باب
ان کی دعا سے دونوں دروازے کھلے

بہرِ ایں خاتم شدست او کہ بجود
اسی لئے وہ خاتم ہے، کیونکہ سخاوت میں

چونکہ در صنعت برد اُستاد دست
جب کوئی اُستاد کاریگری میں بازی لے جاتا ہو

در کشادِ ختمہا تو خاتمی
آپ مہروں کے کھولنے میں خاتم ہیں

ہست اشاراتِ محمدؐ المراد
خلاصہ یہ ہے کہ محمدؐ کے ارشادات

صد ہزاراں آفریں بر جانِ او
آپ کی جان پر لاکھوں آفرین ہیں

آں خلیفہ زادگانِ مقبلش
اُن کے وہ بااقبال شہزادے

گر ز بغداد و ہری یا ازرَے اند
خواہ وہ بغداد الدہرات یا رَے کے ہیں

شاخِ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست
پھول کی شاخ جہاں بھی اُگے پھول ہے

گر ز مغرب برزند خورشید سر
اگر سورج مغرب سے نکلنا ہو

عیبِ بینیاں را ازیں دم کور دار
عیب ٹٹولنے والوں کو اس کلام سے اندھا رکھ

گفت حق چشمِ خفاشِ بدگمال
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بدخواہ چمگادڑ کی آنکھ کو

از نظرہائے خفاشِ کم و کاست
چمگادڑوں کی ناقص نظروں سے

در دو عالم دعوتِ او مستجاب
دو جہاں میں اُن کی دُعا مقبول ہے

مثلِ او نے بود و نے خواہند بود
اُن جیسا نہ تھا اور نہ ہوں گے

نے تو گوئی ختم صنعت بر تواست
کیا تو نہیں کہتا کہ کاریگری اُس پر ختم ہے؟

در جہانِ روح بخشاں حاتمی
روح بخشنے والوں کے جہان میں آپ حاتم ہیں

کل کشاد اندر کشاد اندر کشاد
سب فتوح در فتوح در فتوح ہیں

بر قدوم و دورِ فرزندانِ او
اُن کی تشریف آوری اور آپ کے فرزندوں کے دور پر بھی

زادہ اند از عنصرِ جان و دلش
جو اُن کے دل اور جان کے جوہر سے پیدا ہوئے

بیمزاجِ آب و گل نسلِ وے اند
بغیر پانی اور مٹی کے ملاپ کے آپ کی نسل سے ہیں

خمرِ مُل ہر جا کہ جوشد ہم مُل ست
شراب کا مٹکا جہاں بھی جوش مارے شراب ہے

عینِ خورشیدست نے چیزے دگر
بعینہٖ سورج ہے نہ کہ دوسری چیز

ہم بستاریِ خود اے کردگار
اے خدا! اپنی ستاری سے

بستہ ام من ز آفتابِ بے مثال
میں نے بے مثال سورج سے بند کر دیا ہے

انجم و آں شمس نیز اندر خفاست
ستارے اور وہ سورج بھی پوشیدگی میں ہے

لہ بازگشتہ۔ آنحضورؐ کی دونوں دعائیں مقبول ہیں: تبر ایں۔ آنحضورؐ کو خاتم النبیین محض اس لئے نہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا بلکہ اس لئے بھی کہا گیا ہے کہ فیض رسانی میں آپ جیسا کوئی ہوا اور نہ ہوگا یعنی جس طرح آپ خاتم زمانی ہیں اسی طرح آپ کمالات کے بھی خاتم ہیں چونکہ جب کوئی اُستاد کسی دستکاری میں انتہائی کمال پیدا کر لیتا ہو تو کہا جاتا ہے یہ دستکاری اسپر ختم ہے۔

سلہ در کشاد۔ آنحضورؐ کو مہروں کے کھولنے میں اسی درجہ کمال تھا کہ آپ کو خاتم کہا گیا۔ اشارات۔ آنحضورؐ کے کلام میں وہ اشارے ہیں جنسے مہروں کی کشادگی ہی کشادگی ہے۔ فرزندان یعنی روحانی اولاد۔ آں خلیفہ زادگان آپ کے جانشین جو آپ کے عنصر سے بنے ہیں۔ گو۔ یہ جانشین خواہ کسی ملک کے ہوں وہ آپ کی روحانی اولاد ہیں۔ شاخ۔ کسی درخت کی قلم جہاں بھی لگاؤ وہ اسی درخت کا ثمر ہے۔ شراب کسی بھی برتن میں ہو وہ شراب ہی ہے لہٰذا اولاد میں باپ ہی کا اثر ہے۔

سلہ گر ز مغرب۔ سورج جہاں سے بھی طلوع کرے سورج ہی ہے۔ عیب بینیاں۔ ان بدنگاہوں کے جو عیب ہیں تکوینی اعتبار سے ان کو میرے ہی کلام سے محروم رکھا گیا ہے۔ جن کے قلب پر مہر لگ گئی ہے ان کی

نکوہیدن[1] ناموسہائے بوسیدہ را کہ مانع ذوقِ ایمان و

پرانی عزتوں کی برائی جو ایمان کے ذوق سے مانع ہیں اور سچائی کے ضعف

دلیلِ ضعفِ صدق اندور راہزنِ صدہزار ابلہ چنانکہ

کی دلیل ہیں اور لاکھوں بیوقوفوں کے لئے راہزن ہیں جیسا کہ

راہزن آں مخنث شیدہ بود گوسفنداں دنمی یارست گذشتن و

اس ہیجڑے کے لئے بکریاں ہوگئی تھیں اور وہ گذر نہ سکا اور ایہجڑے

پرسیدن مخنث از چوپاں کہ ایں گوسفندانِ تو عجب

نے گڈریئے سے پوچھا کہ تعجب ہے یہ تیری بکریاں مجھے کاٹتی

مرا می گزند گفت اگر مردی و در تو رگ مردی ہست

ہیں، اس نے کہا کہ اگر تو مرد ہے اور تجھ میں مردانگی کی رگ ہے تو

ہمہ فدائی تو اند و اگر مخنثی ہر یکے ترا اژدرہاست مخنثے

سب تجھ پر قربان ہیں اور اگر تو ہیجڑا ہے تو ہر ایک تیرے لئے

دیگر ہست کہ در حالے کہ گوسفنداں دید باز گشت واز

اژدہا ہے، ایک دوسرا ایہجڑا ہے کہ جیسے ہی اس نے بکریاں دیکھیں تو واپس ہوگیا اور

پرسیدن ترسید کہ اگر من بر سم گوسفنداں اندر من

دریافت کرنے سے ڈرا کہ اگر میں دریافت کروں گا تو بکریاں مجھ پر حملہ کردینگی

افتند و مرا بگزند

اور مجھے کاٹ کھائیں گی

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا — اے ضیاء الحق حسام الدین! آجایئے

مثنوی را مشرحِ[2] مشروح دہ — مثنوی کو کشادہ میدان دیدیجئے

تا حروفش جملہ عقل و جاں شوند — تاکہ اس کے حروف مجسم عقل اور جان بنجائیں

ہم بسعیِ تو ز ارواح آمدند — آپ ہی کی کوشش سے (عالم الارواح سے) آئے ہیں

اے صقالِ روح و سلطانِ ہدیٰ — اے روح کی صیقل اور ہدایت کے شہنشاہ!

صورتِ امثالِ اُورا روح دہ — اس کی مثالوں کی صورت کو روح دیدیجئے

سوئے خلدستانِ جاں پراں شوند — جان کی جنت کی طرف اڑنے لگیں

سوئے دامِ حرف مستحقن شدند — حروف کے جال میں قیدی ہوگئے ہیں

[1] نکوہیدن۔ جس طرح یہ ہیجڑے بلاوجہ بکریوں سے ڈر گئے اسی طرح کہ ہمت لوگ اپنے جاہ و ناموس کے خیال سے حق کے قبول کرنے سے ڈرتے ہیں۔

[2] مشرح۔ کشادہ۔ مشروح۔ کشادہ۔ امثال۔ حکایات۔ سوتی۔ یعنی مثنوی کے الفاظ عالمِ غیب کی جانب متوجہ ہوجائیں۔

باد عمرت در جہاں ہمچوں خضرؑ[1]
دنیا میں آپ کی عمر خضرؑ کی طرح ہو

جاں فزا و دستگیر و مستمر
جان کو بڑھانے والی اور دستگیر اور زندہ جاوید

چوں خضرؑ و الیاسؑ مانی ز جہاں
آپ حضرت خضرؑ اور الیاسؑ کی طرح دنیا میں رہیں

تا زمیں گردد ز لطفت آسماں
تاکہ آپ کی عنایت سے زمین آسمان بن جائے

گفتمے از لطف تو جزوے ز صد
میں تیری مہربانی میں سے ایک فی سیکڑہ بیان کرتا

گر نبودے مطلق چشم بد
اگر نظر بد کا زور و شور نہ ہوتا

لیک از چشم بد ز ہر آب دم
لیکن بری نظر کے زہر سے پانی کے اندر

زخم ہائے روح فرسا خوردہ ام
روح کو گھٹانے والے میں نے بہت سے زخم کھائے ہیں

جز[2] بر مز ذکر حال دیگراں
سوائے دوسروں کے ذکر کے اشارے کے

شرح حالت می نیارم در بیاں
میں آپکی حالت کا بیان نہیں کر رہا ہوں

ایں بہانہ ہم ز دستانِ دلے ست
یہ بہانہ بھی اس دل کے کرم کی وجہ سے ہے

کاز وپاہای دل اندر گلے ست
جس کی وجہ سے دل کے پاؤں مٹی میں (پھنسے ہوئے) ہیں

صد دل و جاں عاشقِ صانع شدہ
سیکڑوں جان اور دل صانع کے عاشق ہوئے

چشم بد یا گوش بد مانع شدہ
بری نظر یا برا کان مانع بنا

خود یکے بوطالب آں عم رسولؐ
ایک ابو طالب ہی رسولؐ کے چچا

می نمودش شنعتِ عرباں فضول
ان کو عربوں کا (طعن و) تشنیع خوفناک نظر آیا

کہ چہ گویند عرب کز طفلِ خود
کہ عرب مجھے کیا کہیں گے کہ اپنے بچے کی وجہ سے

او بگردانید دینِ معتمد
انہوں نے اپنا معتمد دین بدل دیا

منصبِ[3] اجداد و آبا را بماند
آباء و اجداد کا منصب چھوڑ دیا

در پئے احمدؐ چنیں بیرہ براند
احمدؐ کے پیچھے بے راہ روانہ ہو گیا

آں رسولِ پاک باز و مجتبیٰؐ
اس شفعت اور پاکباز رسولؐ نے

از پئے آں تا رہاند مرورا
اس لئے کہ ان کو نجات دے

گفتش اے عم یک شہادت تو بگو
ان سے کہا اے چچا! ایک گواہی دیدیجئے

تا کنم باحق شفاعت بہرِ تو
تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے آپ کی سفارش کروں

گفت لیکن فاش گردد راز سماع
انھوں نے کہا لیکن سننے سے مشہور ہو جائے گا

کل سیرِ جاوز الاثنین شاع
جو راز دو سے بڑھا مشہور ہوا

---

[1] خضر معرفت خضرؑ پریشانوں کی حوصلہ افزائی اور بیکسوں کی دستگیری کرتے ہیں اور جب سے پیدا ہوئے ہیں برابر زندہ ہیں یہ تینوں باتیں حضرت حسام الدین کو حاصل ہو جائیں۔ الیاسؑ: حضرت الیاسؑ زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں۔ گفتے۔ لوگوں کی نظر بد کے ڈر سے میں آپ کے معمولی احوال بھی ذکر نہیں کر رہا ہوں۔

[2] جز۔ دوسرے بزرگوں کے پیرایہ میں آپ کا ذکر کرتا ہوں۔ این بہانہ۔ یعنی مراجعۃ ذکر نہ کرنا۔ دلے۔ یعنی حاسد کا دل۔ پاہای دل یعنی میرے دل کے پاؤں۔ صد۔ لوگوں کی نظر بد اللہ کے عشق سے بھی مانع بنی ہے۔ بوطالب۔ ابو طالب لوگوں کے طعن و تشنیع کی وجہ سے ایمان نہ لائے۔ شنعت۔ بدگوئی۔ عرباں۔ اہل عرب۔ فضول۔ خوفناک۔ دین معتمد یعنی قریش کا دین۔

[3] منصب یعنی یہ طعنہ دیں گے کہ سرداری خاک میں ملا دی۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے فرمایا چچا پہلے سے کلمہ شہادت پڑھ لیجئے۔ مجھے آپ کی سفارش کا حق ہو جائے گا۔ گفت۔ ابو طالب نے کہا۔ راز راز نہ رہے گا مشہور ہو جائیگا۔

من[1] بمانم در زبانِ ایں عرب — پیشِ ایشاں خوار گردم زیں سبب

میں اِن عربوں کی زبانوں پر رہوں گا — اِس سبب سے اُن کے سامنے ذلیل ہو جاؤں گا

لیک اگر بودیش لُطفِ ماسبق — کے بُدے ایں بَددلی با جذبِ حق

لیکن اگر اُن پر ازلی مہربانی ہوتی — حق کے جذبہ کے سامنے یہ بددلی کب رہتی؟

اَلْغیاث اے تو غیاث المُستغیث — زیں دو شاخہ اختیاراتِ خبیث

اَلمدد، اے فریادرسوں کی مدد! — دو راہے کے اِن خبیث اختیارات سے

من زدستان و زمکرِ دل چناں — مات گشتم کہ بماندم از فُغاں

میں دل کے ہاتھوں اور فریب سے ایسا — عاجز آگیا ہوں کہ فریاد سے بھی، عاجز ہوں

من[2] کہ باشم چرخ با صد کاروبار — زیں کمیں فریاد کرد از اختیار

میں کون ہوں! آسمان نے (بھی) سیکڑوں کاروبار کیے — اختیار کی وجہ سے اِس گھات کی جگہ سے فریاد کی ہے

کالے خداوندِ کریمِ بُردبار — دہ امانم زیں دو شاخہ اختیار

کہ اے حلیم، کریم خدا! — اِس اختیار کے دوراہے سے مجھے امن عطا کر

جذبِ یک راہِ صراط المستقیم — بہ زدو راہہ تردد اے کریم

سیدھے راستہ کی ایک راہ کی کشش — اے کریم! دوراہے کے تردد سے بہتر ہے

زیں دورہ گرچہ ہمہ مقصد توئی — لیک خود جاں کندن آمد ایں دوئی

اِس دوراہے سے اگرچہ تو ہی مقصود ہے — لیکن یہ دوئی خود جان کنی ہے

زیں دورہ گرچہ بجز تو عزم نیست — لیک ہرگز رزم ہمچوں بزم نیست

اِس دوراہے سے اگرچہ تیرے سوا کا ارادہ نہیں ہے — لیکن رزم، بزم کی طرح ہرگز نہیں ہے

در[3] نبے بشنو بیانش از خدا — آیت اَشْفَقْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا

قرآن میں اِس کا بیان خدا سے سُن — آیت "وہ اِس سے ڈرے کہ اِس کو اُٹھائیں"

ایں تردد ہست در دل چوں وغا — کایں بُود بہ یا کہ آں حالے مرا

یہ تردد دل میں جنگ کی طرح ہے — کہ میرے لئے یہ بہتر ہوگا! یا وہ حال

در تردد می زند بر ہمدگر — خوف و امید بہی در کرّ و فر

تردد میں ایک دوسرے پر حملہ کرتی ہے — خوف اور بھلائی کی اُمید کشمکش میں

زیں تردد عاقبت ماں خیر باد — اے خدا مر جانِ ما را کُن تو شاد

انجام کار اِس تردد سے ہمارے لئے خیریت ہو — اے خدا تو ہماری جان کو تو خوش رکھ

---

[1] من بمانم۔ ابوطالب نے کہا میں ہمیشہ عربوں کی زبان سے بدنام رہوں گا اور ذلیل ہو جاؤں گا۔ لیکن۔ ابوطالب پر اللہ کی مہربانی نہ تھی ورنہ وہ کلمہ پڑھ لیتے۔ بددلی۔ یعنی کلمۂ شہادت پڑھنے سے۔ دُو شاخہ۔ یعنی رائے کا تذبذب۔ مات گشتم۔ انسان تذبذب کی حالت میں عاجز آجاتا ہے۔

[2] من کہ باشم۔ اختیار کے دوراہے سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ آسمان بھی پریشان ہوا۔ کمین۔ عالم شہادت۔ یعنی دُو شاخہ اختیار جس میں مکلف ہونا پڑتا ہے۔ جذب۔ دوراہے سے یہ بہتر ہے کہ خدا ایک صراطِ مستقیم کی ہدایت فرما دے۔ زیں دورہ۔ اگرچہ عاصی اور مطیع دونوں اسمائے الٰہی کا مظہر ہیں لیکن تشریعاً مطلوب اطاعت ہے۔ رزم معصیت مظہر قہر ہے اور بزم یعنی اطاعت مظہر مہر ہے لہٰذا دونوں یکساں نہیں ہیں۔

[3] در نبے۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ امانت آسمانوں اور زمینوں پر پیش کی گئی وہ اُس کے برداشت کرنے سے ڈر گئے۔ سو انسان نے امانت سے مراد یہی اختیار کا دوراہہ لیا ہے۔ وغا۔ یعنی انسان کا تردد۔ تردد۔ اِس حالت میں خوف اور بھلائی کی باہمی کشمکش رہتی ہے۔ زیں۔ تردد کی حالت میں خدا عاقبت بخیر کرے۔

مُناجات[1] و پناہ جُستن بحق سبحانہٗ تعالیٰ از فتنۂ اختیار و از

دُعا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ ڈھونڈنا اختیار کے فتنہ سے اور اختیار کے

فتنۂ اَسبابِ اختیار کہ سمٰوات و اَرضین از اختیار و اَسباب

اسباب کے فتنہ سے، کیونکہ آسمان اور زمین اختیار اور اختیار کے اسباب سے

اختیار شکوہیدند و ترسیدند و خِلقت[2] آدمی مُوقِع افتاد

خوف کھاگئے اور ڈر گئے اور آدمی کی جبلت اپنے اختیار کے اور

بر طلبِ اختیار و اَسبابِ اختیارِ خویش چنانکہ بیمار

اختیار کے اسباب کے طلب کرنے میں لاچی ہوگئی جیسا کہ بیمار

باشد خود را اختیار کم بیند صحت خواہد کہ سببِ اختیار

ہوتا ہے، اپنا اختیار کم دیکھتا ہے تو وہ صحت چاہتا ہے کیونکہ وہ اختیار کا

ست تا اختیارش بیفزاید و مَنصب خواہد تا اختیارش

سبب ہے۔ تاکہ اُس کا اختیار بڑھ جائے اور عہدہ چاہتا ہے تاکہ اُس کے اختیار میں اضافہ

بیفزاید و مَہبطِ[3] قہرِ حق اُو عزّ و جلّ در اُمَمِ ماضیہ فرط

ہوجائے اور پہلی اُمتوں میں اللہ عزوجل کے قہر کے نزول کی جگہ اختیار اور اختیار

اختیار و اَسبابِ اختیارات بُودہ است، ہرگز فرعون

کے اسباب کی زیادتی ہوگی ہے، کسی شخص نے کبھی کوئی بھوکا اور

بے نوا و گرسنہ کس ندیدہ است

بے سروسامان فرعون نہیں دیکھا ہے

اے کریم ذُوالجلال مہرباں — دائمُ المعروف، دَارایِ جہاں

اے مہربان، عظمت والے کریم! سدا احسان والے! جہان تھامنے والے

یَا کَرِیمَ الْعَفْوِ حَیّ لَمْ یَزَلْ — یَا کَثِیرَ الْخَیْرِ شاہِ بے بَدَل

اے ہمیشہ رہنے والے، زندہ کبھی نہ مرنے والے! اے کثیر خیر والے، بے بدل شہنشاہ!

اوّلم ایں جزر و مَد از تو رسید — ورنہ ساکن بُود ایں بحر اے مجید

یہ جزر و مد جو ابتدا مجھ سے ہوا ورنہ اے بزرگ! یہ سمندر ساکن تھا

ہم از انجا کایں تردّد دادیم — بے تردّد کُن مرا ہم از کرم

جس جگہ سے تو نے مجھے یہ تردد دیا ہے مجھے کرم سے بے تردد بھی کردے

[1] مناجات۔ تردد کی حالت میں مولانا نے عاقبت بخیر ہونے کی دعا شروع کی ہے۔

[2] خِلقت۔ انسان ہمیشہ اختیار کا طالب بنتا ہے بیماری سے صحت اسی لئے چاہتا ہے کہ اختیار میں اضافہ ہو اور یہ اختیار کی زیادتی ہی انسان کی تباہی کا سبب بنتی ہے جیسا کہ فرعون اور پہلی اُمتوں کے واقعات سے ظاہر ہے۔

[3] مَہبط۔ جائے نزول۔ دارایِ جہاں یکقوم۔ جزر و مد یعنی تردد میں گھٹاؤ بڑھاؤ۔

تا دمے از ہوشیاری وا رہند — ننگِ خمر و زمر بر خود می نہند

تاکہ تھوڑی دیر کے لئے ہوشیاری سے نجات پائیں — شراب اور زہر کی ذلت اختیار کرتے ہیں

جملہ[1] دانستہ کہ ایں ہستی فخ ست — فکر و ذکرِ اختیاری دوزخ ست

سب نے جان لیا ہے کہ یہ ہستی جال ہے — اختیاری فکر اور ذکر جہنم ہے

می گریزند از خودی در بیخودی — یا بمستی یا بشغل اے مہتدی

خودی سے بیخودی کی جانب بھاگتے ہیں — یا مستی کے ذریعہ یا کسی شغل کے ذریعہ اے ہدایت یافتہ!

نفس رازاں نیستی وامی کشی — زانکہ بے فرماں شد اندر بیہشی

آپ نفس کو اس نیستی سے اس لئے جدا کرتے ہیں — کیونکہ وہ بغیر علم کے بے ہوش ہوا ہے

نیستی باید کہ آں از حق بود — تا کہ بیند اندراں حسنِ احد

وہ نیستی چاہیئے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو — تاکہ اس میں احد کا حسن دیکھے

لَیسَ[2] لِلجنِ وَلَا لِلاِنسِ اَن — تَنفُذُوا مِن جَبسِ اَقطَارِ الزَّمَن

نہ جن کے لئے اور نہ انسان کیلئے یہ (ممکن) ہے — کہ تم زمانے کے اطراف سے نکل بھاگو

لَا نُفُوذَ اِلَّا بِسُلطَانِ الہُدٰی — مِن مَحَاوِیفِ السَّمٰوٰتِ العُلٰی

بجز ہدایت بادشاہ کے ممکن نہیں ہے — بلند آسمانوں کے جنوں سے

لَا ہُدٰی اِلَّا بِسُلطَانٍ تَقِی — مِن حَرَاسِ الشُّہبِ رُوحُ المُتَّقِی

ہدایت نہیں ہے مگر اس شاہ سے جو بچا تا ہے — متقی کی روح کو ٹوٹنے والے ستاروں کے نگہبانوں سے

ہیچ کس را تا نگردد اُو فنا — نیست رہ در بارگاہِ کبریا

کسی شخص کے لئے جب تک وہ فنا نہ ہو جائے — کبریا کی بارگاہ میں راستہ نہیں ہے

چیست معراجِ فلک ایں نیستی — عاشقاں را مذہب و دیں نیستی

آسمانوں کی معراج کیا ہے؟ یہ نیستی ہے — عاشقوں کا مذہب اور دین نیستی ہے

پوستین[3] و چارق آمد از نیاز — در طریقِ عشق محرابِ ایاز

عاجزی کی وجہ سے پوستین اور چپل — ایاز کے لئے راہ عشق میں محراب ہے

گرچہ اُو خود شاہ را محبوب بود — ظاہر و باطن لطیف و خوب بود

اگرچہ وہ خود شاہ کا محبوب تھا — ظاہر اور باطن پاکیزہ اور اچھا تھا

گشتہ بے کبر و ریا و کینہ — حسنِ سلطاں را رخش آئینہ

وہ بغیر تکبر اور ریا اور کینہ کے بنگیا — اس کا رخ شاہ کے حسن کا آئینہ تھا

---

[1] جملہ سب انسان محسوس کرتے ہیں کہ خودی ایک جال ہے اسی لئے کوئی مستی کے ذریعہ کوئی کسی اور شغل کے ذریعہ بیخودی اختیار کرتا ہے

آنکھ کر دے بند خود کی کھل جائے تو فنا ہو جائے کس طرف خدا

نفس۔ جو شہوت اور استغراق بالذات سے پیدا ہوتا ہے انیس و دوام ہوتا ہے کسی معصیت سے پیدا شدہ بیخودی عارضی ہوتی ہے۔ نیستی جو بیخودی عبادت اور اطاعت سے پیدا ہوتی ہے اس سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔

[2] لیس۔ کسی ولی کو معراج روحانی اور عالم ملکوت کی سیر اسی وقت میسر آتی ہے جب جذب الٰہی ہو اور خدا اس کو ان ستاروں سے بچائے جو عالم ملکوت سے باتیں چرانے والے شیاطین کو جلا ڈالتے ہیں۔ ہیچ کس۔ فنا کے بعد ہی بقا کا درجہ ممکن ہے اور نیستی کے بعد روحانی معراج حاصل ہوتی ہے۔

[3] پوستین۔ ایاز کا مقصد پوستین اور چپل محفوظ رکھنے سے نیازمندی تھا جو فنا اور نیستی کا سبب ہے۔ گرچہ۔ ایاز کو پوستین اور چپل کو محفوظ رکھنا اور بذات اُن کو دیکھنا اس بنا پر نہ تھا کہ اسکی نیستی اور فنا ناقص تھی اور اسکو ڈر تھا کہ ہستی از خودی کے مصائب کبر و دیرہ نہ پیدا ہو جائیں

ابتلا[1] ام می کنی آہ الغیاث — اے ذکورا از ابتلائت چوں اناث

آہ تو میری آزمائش کرتا ہے فریاد ہے — اے وہ کہ تیری آزمائش کے سامنے مذکر مؤنث کیطرح وہیں

تا بکے ایں ابتلا یارب مکن — مذہبے ام بخش و وہ مذہب مکن

یہ آزمائش کب تک؟ اے خدا! نہ کر — مجھے ایک راستہ عنایت کردے دین راستے نہ بنا

اشترے ام لاغرے و پشت ریش — زاختیار ہمچو پالاں شکل خویش

میں کمزور اونٹ ہوں اور زخمی کمر — اپنے پالان جیسی شکل کے اختیار سے

ایں کژاوہ گہ شود ایں سو گراں — آں کژاوہ گہ شود آں سو کشاں

یہ کجاوہ کبھی اس جانب بھاری ہو جاتا ہے — وہ کجاوہ کبھی اُس طرف کھنچ جاتا ہے

تا بہ بینم روضۂ ابرار را — می چرم ز ایقاظ لے بل ھُم رقود

تاکہ میں نیکوں کے باغیچے کو دیکھ لوں — میں خدا سے حاصل کردہ جاگتے ہوئے نہیں بلکہ سوتے ہوئے

ہمچو آں اصحاب کہف از باغ جود[2] — برنگردم جز چو گوئے بے اختیار

اصحاب کہف کی طرح، سخاوت کے باغیچے سے — میں صرف بے اختیار گیند کی طرح کروٹ بدلوں

خفتہ باشم بر یمین یا بر یسار — یا سوئے ذات الشمال ای رب دیں

میں دائیں پر سویا ہوا ہوں یا بائیں پر — یا بائیں جانب اے دین کے رب!

ہم بتقلیب تو تا ذات الیمین — ہمچو ذرات ہوا بے اختیار

تیرے ہی پلٹنے سے، دائیں جانب — ہوا کے ذرّوں کی طرح بے اختیار

صد ہزاراں سال بودم در مطار — یاد گارم ہست در خواب ارتحال

میں اُڑنے کی جگہ میں لاکھوں سال تھا — نیند میں منتقل ہو جانا میرے لئے یاد گار ہے

گرچہ او حال و وقت ہم شد ست آں وقت و حال — می جہم در مسرح جاں ایں مناخ

اگرچہ وہ حال اور وقت میں بھول گیا ہوں — اس بانجے سے جان کی سیر گاہ میں کود جاتا ہوں

می رہم[3] زیں چار میخ چار شاخ — می چشم از دایۂ خواب اے صمد

میں اس چار میخ، چار شاخ سے نجات پا جاتا ہوں — اے بے نیاز! میں اپنی نیند کی دایہ سے چکھتا ہوں

شیر آں ایام ماضی ہائے خود — می گریزد در سر مست خود

اپنے اُن گذرے ہوئے دنوں کا دودھ — اپنے سرمست سر کی جانب بھاگتا ہے

جملہ عالم زاختیار و ہست خود — جملہ عالم زاختیار و ہست خود

تمام جہاں اپنی ہستی اور اختیار سے — تمام جہاں اپنی ہستی اور اختیار سے

---

[1] ابتلا: تردد جس میں ہر راہ پر چلنے کا اختیار ہو۔ اللہ کی جانب سے ایک آزمائش ہے۔ دیگر۔ اس مقام پر بڑے بڑے بہادر ناکام ہو گئے ہیں۔ اختیار۔ انسان پر اختیار ایسا ہی لدا ہوا ہے جیسا کہ اونٹ پر پالان۔ ایں کژاوہ۔ انسان کا اختیار کبھی برائی کی طرف جھکتا ہے کبھی بھلائی کی جانب۔ تدعہ۔ باغ جنت جو ہر بھلائی کا منبع ہے۔

[2] ہمچو۔ اصحاب کہف کا سونا خدا کے حکم سے تھا لہٰذا وہ اس غیر اختیاری حالت میں بھی اطاعت میں مصروف تھے۔ خفتہ۔ ہم بھی غیر اختیاری حالت میں اطاعت میں مصروف رہیں۔ ہم بتقلیب۔ خدایا اُن اصحاب کہف کی کروٹیں بدلواتا تھا۔ مقارر۔ یعنی عالم ارواح، اُس میں انسان غیر اختیاری حالت میں تھا۔ گہ خرد و شر۔ انسان عالم ارواح کی زندگی بھولنے ہوئے ہے نیند میں اُس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

[3] می رہم۔ اس وقت انسان عالم شہود کی تکلیفات سے فارغ ہو جاتا ہے۔ چار میخ۔ مجرموں کو سزا دینے کا ایک طریقہ تھا۔ چار شاخ۔ ایک قسم کی قید اور طوق تھا۔ جو مجرموں کی گردن میں ڈالا جاتا تھا۔ مسرح۔ چراگاہ۔ مناخ۔ اونٹوں کو بٹھانے کی جگہ۔ شیر۔ نیند کی حالت میں عالم ارواح کا مزہ چکھ لیتا ہوں بمقدار عالم۔

نوٹ: اس کتاب کے اشعار کی تشریح اردو میں کی گئی ہے۔

چونکہ از ہستیِ خود مفقود شد — منتہایِ کارِ او محمود شد

جبکہ وہ اپنی ہستی سے گم ہوگیا — اس کا انجام کار قابل تعریف بنا

زاں[1] قوی تر بود تمکینِ ایاز — کوز خوفِ کبر کردے احتراز

ایاز کا جہاد اس سے قوی تھا — کہ وہ تکبر کے خوف سے بچاؤ کرتا

او مہذب گشتہ بود و آمدہ — کبر او نفس را گردن زدہ

وہ مہذب بن گیا تھا اور اس نے — تکبر اور نفس کی گردن کاٹ دی تھی

یا پئے تعلیم می کرد آں جلیل — یا برائے حکمتے دور از دجل

یا وہ جلیل، سکھانے کیلئے کرتا تھا — یا کسی اور حکمت کیلئے، جو خود سے علیحدہ تھی

یا کہ دید چار قش زاں شد پسند — کز نسیمِ نیستی ہستی ست بند

یا اس کو چنل دیکھنا اس لئے پسند آیا — کہ ہستی، نیستی کی ہوا کا بند ہے

تا[2] کشاید دخمہ کاں بر نیستی ست — تا بیابد آں نسیم و عیش و زیست

تاکہ وہ دخمہ کھل جائے جو نیستی پر ہے — تاکہ وہ عیش اور زندگی کی ہوا پالے

تا بہ بندد دخمہ بر ایں مُردگاں — تا بیابد بوئے عیشِ زندگاں

تاکہ ان مُردوں کا دخمہ بند ہوجائے — تاکہ زندوں کے عیش کی خوشبو پالے

ملک[3] و مال و اطلسِ ایں مرحلہ — ہست بر جانِ سبکرو سلسلہ

اس منزل کا ملک اور مال اور اطلس — تیز رفتار جاں کی زنجیر ہے

سلسلہ زرّیں بدید و غرّہ گشت — ماندہ در سوراخِ چاہے جانِ دشت

اس نے زریں زنجیر دیکھی اور دھوکے میں آگئی — جان وسیع میدان کے ایک کنوئیں کے سوراخ میں رہ گئی

صورتش جنت بمعنیٰ دوزخے — افعیِ پُر زہر و نقشش گلرخے

اس کی صورت جنت ہے حقیقتاً دوزخ ہے — زہر سے بھرا ہوا اژدہا ہے اور اسکی صورت گل جیسی ہے

گرچہ مومن را سقر نبود ضرر — لیک ہم بہتر بود زانجا گذر

اگرچہ مومن کو دوزخ نقصان نہیں پہنچاتی ہے — لیکن وہاں گذر جانا ہی بہتر ہے

گرچہ دوزخ دور دارد زو نکال — لیک جنت بہ ورا در کلِّ حال

اگرچہ دوزخ اس سے عذاب کو دور رکھتی ہے — لیکن ہر حالت میں اسکے لئے جنت بہتر ہے

اس کے انجام سے کہ وہ کنویں کے سوراخ میں مقید ہو رہا ہے غافل رہتا ہے۔ صورتش۔ دنیا کا ظاہر بڑا خوشنما ہے لیکن اس میں زہر بھرا ہوا ہے۔ گرچہ۔ مومن کو یہ دنیا کا جہنم اگرچہ نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے بہرحال جنت اس سے بہتر ہے۔

---

[1] زاں۔ ہستی پر ایاز کا جہاد اسقدر قوی تھا کہ اسکو اسکی ضرورت نہ تھی کہ وہ کبر کے خوف سے اس سے اپنا بچاؤ کرے وہ ہستی کے تمام عیبوں سے پاک ہوچکا تھا اور کبر اور نفس کو فنا کرچکا تھا۔ یا پئے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ پوستین اور چنل کی زیارت دوسروں کی تعلیم کے لئے کرتا ہو۔ یا کہ۔ یہ بھی ہوسکتا کہ ہستی کے ٹوٹنے کا تو احتمال نہ تھا لیکن فنا کے مراتب میں کمی آئی تھی اس کی تکمیل کے لئے یہ کرتا ہو۔

[2] تا کشاید۔ اسکی نیستی گویا پارسیوں کے دخمہ میں بند ہے اور وہ چاہتا تھا کہ نیستی کی خوشبو اس دخمہ میں سونگھے تاکہ روح کی زلیست کی نسیم اور عیش اسکو حاصل ہوجائے دخمہ۔ مجوس کا گورستان جو تہ خانہ یا ایک مکان کی صورت میں ہوتا ہے جس میں مُردوں کو لیجا کر بٹھا دیتے ہیں۔ تا بہ بند۔ یعنی وہ دخمہ جو ان مُردوں کا ہے جو ہستی میں مبتلا ہیں بند رہے اور زندوں یعنی ان لوگوں کے دخمہ کی خوشبو اسکو حاصل ہوتی ہے جو اپنے آپ کو فنا کرکے زندگی حاصل کرچکے ہیں۔

[3] ملک و مال۔ دنیا کی دولت اور مال فانی کی جان کی سبکروی کے لئے مانع بنتا ہے ایاز اسی کیفیت کو دور کرتا تھا سلسلہ۔ یہ دنیا کی دولتیں سونے کی زنجیریں ہیں جن کے ظاہر کو دیکھکر انسان ان میں اپنے آپ کو مقید کردیتا ہے لیکن

اَلْحَذَر اے ناقصاں[1] زیں گُل رُخے — کہ بگاہِ صحبت آمد دوزخے

اے ناقصو! اِس گُل رُخ سے بچو — جو صحبت کے وقت دوزخ ثابت ہوتا ہے

اَلْفِرار اے غافلاں زیں گلشنے — کہ حقیقت بدتر ست از گلخنے

اے غافلو! اِس گلشن سے بھاگو — کیونکہ وہ حقیقتاً بھٹی سے بدتر ہے

زینہار اے جاہلاں زیں گلشکر[2] — کہ بسوزاند دہاں را چوں شرر

اے جاہلو! اِس گلقند سے بچو! — کیونکہ وہ چنگاری کی طرح مُنہ کو جلا دیتا ہے

چند گویم مر ترا کیں انگبیں — زہرِ قتالست دُوری گزیں

میں تجھے کتنا کہوں کہ یہ شہد — قاتل زہر ہے، اِس سے دُوری اختیار کر

لیک تلخ آید ترا گفتارِ من — خواب می گیرد ترا ز انذارِ من

لیکن تجھے میری بات کڑوی لگتی ہے — میرے ڈرانے سے تجھے نیند گھیرتی ہے

خواجہ آخر یک زماں بیدار شو — وز حیاتِ خویش برخوردار شو

صاحب! آخر تھوڑی دیر کے لئے جاگ جا — اپنی زندگی سے فائدہ اٹھا

حکایتِ[3] آں غلامِ ہندو کہ بخداوند زادۂ خود پنہاں ہوا

اُس ہندی غلام کی حکایت جو اپنی آقازادی سے عشقی طور پر محبت رکھتا تھا جب لڑکی کا امیر زادہ سے نکاح کیا تو غلام کو مسموم ہوگیا

آوردہ بُود چوں دختر را بامہتر زادہ عقد کردند غلام خبر یافت

ور نجور شُد و می گداخت، ہیچ کس علّتِ اُو را نمی فہمید

وہ بیمار پڑگیا اور گھلتا تھا کوئی شخص اُس کی بیماری نہیں سمجھتا تھا

واُو را ز ہرہ گفتن نے، واَطبّا از معالجۂ اُو فرو ماندند

اور اُس کو کہنے کی ہمت نہ تھی اور طبیب اُس کے علاج سے عاجز آگئے اور

چوں خواجہ دریافت بحکمت معالجہ کرد

جب آقا کو معلوم ہوا تو اُس نے تدبیر سے علاج کردیا

خواجۂ را بُود ہندو بندۂ — پروریدہ کردہ اُو را زندۂ

ایک آقا کا ایک ہندوستانی غلام تھا — جس کو اُس نے پرورش کرکے زندہ کردیا

علم و آدابش تمام آموختہ — دَردِلش شمعِ ہنر افروختہ

اُس کو سب علم اور آداب سکھائے — اُس کے دل میں ہنر کی شمع روشن کردی

[1] ناقصاں۔ جبکہ کاملوں کے لئے بھی دنیا سے احتراز بہتر ہے تو ناقصوں کے لئے تو وہ بالکل تباہی کا سبب ہے گلخنے یعنی ہستی کے اسباب دنیا کی رونق۔

[2] گلشکر گلقند یعنی دنیا کی لذتیں۔ زانذار۔ انذار کا ہمزہ گرا کر زا کو نون سے ملا کر پڑھا جائے۔

[3] حکایت۔ پہلے یہ سمجھایا تھا کہ غافل انسان دنیا کی ظاہری رونق پر فریفتہ ہوتا ہے لیکن انجام کار وہ بہت بُری ثابت ہوتی ہے اب اسی مضمون کو اس قصہ سے سمجھایا ہے۔ ہندو یعنی ہندوستان کا رہنے والا مراد ہے یعنی طاقتور

پروریدش از طفولیت[1] بناز — در کنارِ لطف آں اکرام ساز

اُس کو بچپن سے ناز سے پالا — اُس کرم کرنیوالے نے، مہربانی کے پہلو میں

بُود ہم ایں خواجہ را یک دُخترے — سیم اندام و گشے خوش گوہرے

اِس آقا کے ایک لڑکی بھی تھی — چاندی کے بدن والی، حسین، خوش مزاج

چوں مُراہق گشت دُختر طالباں — بذل می کردند کابینِ گراں

جب لڑکی بلوغ کے قریب ہوئی، طلبگار — بھاری مہر خرچ کرنے لگے

می رسیدش از سُوی ہر مہترے — بہرِ دختر دمبدم خواہشگرے

اُسکے پاس ہر سردار کی جانب سے پہنچتا — ہر لمحہ لڑکی کے لئے درخواست کرنے والا

گفت خواجہ مال را نبُود ثبات — روز آید شب رَوَد اندر جہات

آقا نے کہا، مال کے لئے ٹکاؤ نہیں ہے — دن میں آتا ہے رات کو اِدھر اُدھر چلا جاتا ہے

حُسنِ صورت ہم ندارد اعتبار — کہ شود رُخ زرد از یک زخمِ خار

صورت کا حُسن بھی اعتبار نہیں رکھتا — کیونکہ چہرہ ایک کانٹے کے زخم سے زرد ہو جاتا ہے

سہل[2] باشد نیز مہتر زادگی — کہ بُود غرّہ بمال و بارگی

سردار کا بیٹا ہونا بھی معمولی ہوتا ہے — کیونکہ وہ مال اور گھوڑے پر مغرور ہوتا ہے

اے بسا مہتر بچہ کز شور و شر — شد ز فعلِ زشتِ خود ننگِ پدر

بہت سے نیک زادے ہیں کہ شور و شر کی وجہ سے — اپنے بُرے کام کیوجہ سے باپ کیلئے عار ہیں

پر ہُنر را نیز اگر باشد نفیس — کم پرست و عبرتے گیر از بلیس

ہُنر مند بھی اگر وہ حاسد ہے — اچھا نہ سمجھ، شیطان سے عبرت حاصل کرلے

عِلم بودش چوں نبودش عشقِ دیں — اُو ندید از آدم اِلّا نقشِ طیں

اسکو علم حاصل تھا، اسکو چونکہ دین کا عشق نہ تھا — اس نے آدمؑ میں مٹی کی صورت کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

گرچہ[3] دانی دقتِ علم اے امیں — زانت نکشاید دو دیدہ غیب بیں

اے امانتدار! اگرچہ تو علم کی باریکیاں جانتا ہے — اُس سے تیری غیب کو دیکھنے والی دونوں آنکھیں نہیں کھلتی

چوں نہ بیند غیر دستارے و ریش — از مُعرّف پُرسد از بیش و کمیش

چونکہ وہ پگڑی اور داڑھی کے سوا نہیں دیکھتا ہے — جاننے والے سے اُسکی کمی بیشی پوچھتا ہے

عارفا تو از مُعرّف فارغی — خود ہمی بینی کہ نورِ بازغی

اے عارف! تو بتانیوالے سے بے نیاز ہے — تو خود دیکھ لیتا ہے کیونکہ تو چمکتا نور ہے

---

[1] طفولیت۔ بچپن۔ اکرام ساز۔ یعنی آقا۔ گشے۔ حسین، خوش رفتار۔ مراہق۔ وہ جو بالغ ہونے کے قریب ہو۔ کابین۔ مہر۔ خواہشگر۔ درخواست کرنے والا۔ ثبات۔ ٹکاؤ۔

[2] سہل۔ معمولی یا لغو۔ غرّہ۔ مغرور۔ بارگی۔ گھوڑا۔ نفیس۔ حاسد۔ بلیس۔ شیطان ہنرمند تھا لیکن حاسد تھا۔ نقشِ طین۔ یعنی آدم کا مٹی کا پُتلا۔

[3] گرچہ۔ علم کی باریکیوں سے غیب بیں آنکھیں نہیں کھلتی ہیں۔ چونکہ بلند نظر ہیں کی نظر صرف ظاہر پر ہوتی ہے وہ باطن کی حالت کسی دوسرے سے پوچھتا ہے نورِ بازغی۔ تو چمکدار نور ہے

کارِ[1] تقویٰ دارد و دین و صلاح — کہ ازُو باشد بدو عالم فلاح

تقویٰ اور دین اور نیکی کام آتی ہے — کیونکہ انہی سے دونوں جہاں میں نجات ہو

کرد یک دامادِ صالح اختیار — کہ بدا و فخرِ ہمہ خیل و تبار

اُس نے ایک نیک داماد پسند کرلیا — جو تمام خاندان اور قبیلہ کے لئے فخر تھا

پس زناں گفتند اُو را مال نیست — مہتری و حُسن و استقلال نیست

تو عورتوں نے کہا اُس کے پاس مال نہیں ہے — سرداری اور مستقل ہونے کی خوبی نہیں ہے

گفت آنہا تابع زہد اند و دیں — بے زر اُو[2] گنجے ست بر رُوئے زمیں

اُس نے کہا وہ چیزیں زہد اور دین کے تابع ہیں — وہ روئے زمین پر بغیر سونے کا خزانہ ہے

چوں بجد ترویجِ دختر گشت فاش — دست پیمان و نشانی و قماش

جب واقعۃً لڑکی کا رشتہ مشہور ہوگیا — چڑھاوا اور نشانی اور جوڑا (بھی)

پس غلامِ خواجہ کاندر خانہ بُود — گشت بیمار و ضعیف و زار زُود

آقا کا غلام جو گھر میں تھا — بہت جلد بیمار اور ضعیف اور کمزور ہوگیا

ہمچو بیمارِ دقی[3] اُو می گداخت — علتِ اُو را طبیبے کم شناخت

وہ دق کے بیمار کی طرح پگھلتا تھا — اُس کی بیماری کوئی طبیب نہ پہچانتا تھا

عقل می گفتے کہ رنجش از دل ست — داروی تن درد و غم دل باطل ست

عقل کہتی تھی کہ اُس کی بیماری دل کی ہے — جسم کی دوا، دل کے غم میں بیکار ہے

آں غلامک دم نزد از حالِ خویش — گرچہ می آمد ورا در سینہ ریش

اُس بیچارے غلام نے اپنے حال کے بارے میں دم نہ مارا — اگرچہ اُس کے سینہ میں زخم لگ رہا تھا

گفت خاتوں را شبے شوہر کہ تو — بازپرسش کرد خلا از حالِ اُو

ایک رات شوہر نے بیوی سے کہا کہ تو — تنہائی میں اُس سے اُسکا حال دریافت کر

تو بجائے مادرے اُو را بُوَد — کو غمِ خود پیش تو پیدا کُند

تو اُس کی ماں کی بجائے ہے — (ہو سکتا ہے) کہ وہ اپنا غم تجھے ظاہر کردے

چونکہ خاتوں کرد در گوش ایں کلام — روزِ دیگر رفت نزدیکِ غلام

بیوی نے جب یہ بات کان میں ڈال لی — وہ دوسرے دن غلام کے پاس گئی

پس سرش را شانہ می کرد آں ستی — با دو صد مہر و دلال و دوستی

وہ بیوی اُسکے سر میں کنگھی کر رہی تھی — دو سو محبتوں اور ناز اور دوستی کے ساتھ

---

[1] کار۔ دین و دنیا کی فلاح تقوے اور نیکی سے حاصل ہوتی ہے۔ کردِ چونکہ انسان کی فلاح دارین کا مدار تقوے پر ہے لہٰذا اُس سردار نے داماد کے لئے ایک متقی شخص کو پسند کرلیا۔ خیل۔ قبیلہ۔ تبار۔ خاندان۔ استقلال یعنی گذارے کی پائیداری۔

[2] اُو۔ یعنی وہ لڑکا جو پسند کیا ہے۔ دست پیمان۔ وہ چیزیں جو منگنی کے وقت دلھن کو دی جاتی ہیں۔ نشانی۔ وہ انگوٹھی رومال وغیرہ جو منگنی کے وقت دولھا کو دیا جاتا ہے۔ قماش۔ جوڑے، پارچہ جات۔

[3] بیمارِ دقی۔ مرضِ دق کا بیمار۔ داروی۔ عشق کی بیماری میں جسم کی دوا بیکار ہے ریش۔ زخم۔ خلا۔ تنہائی۔ پیدا۔ ظاہر۔ شانہ۔ کنگھی۔ ستی۔ بیگم۔ دلال۔ ناز

آں چناں کہ مادرانِ مہرباں
جیسا کہ مہربان مائیں
نرم کردش تا در آمد در بیاں
اس نے اسکو نرم کر دیا یہاں تک وہ کہنے پر آگیا

کہ مرا اُمید از تو ایں نبُود
کہ مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی
کہ وہی دختر بہ بیگانہ عنُود[1]
کہ آپ لڑکی کو اجنبی، سرکش کو دیدیں گی

خواجہ زادہ ماہ و ماخستہ جگر
وہ میری آقازادی ہے اور میں زخمی جگر ہوں
حیف نبُود کو رَود جائے دگر
کیا افسوس نہ ہوگا کہ وہ دوسری جگہ جائے؟

خواست آں خاتوں زخشمے کامدش
اس غصہ کیوجہ سے جو اسکو آیا بیوی نے چاہا
کش زند وز بام زیر اندازدش
کہ اسکو پیٹے اور بالاخانہ سے نیچے گرادے

کوُ کہ باشد ہندوی مادر سَغَے
کہ وہ ہندی مادر بھلا کون ہوتا ہے؟
کہ طمع دارد بخواجہ دخترے
کہ آقا کی لڑکی کا لالچ کرے

گفت صبر اولیٰ بُود خود را گرفت
بولا صبر بہتر ہے، اپنے آپ کو قابو میں کرلیا
گفت با خواجہ کہ بشنو ایں شگفت
خواجہ سے کہا، کہ یہ عجب بات سُن

ایں چنیں گرّے[2] یکے خائن بُوَد
ایسا کیسے غلام خائن ہوگا
ما گماں بُردہ کہ ہست او معتمد
ہم نے گمان کیا کہ وہ بھروسہ کا ہے

حالِ خود را ایں چنیں گفت اُو مرا
اس نے اپنا حال مجھے اس طرح بتایا
خواستم کز خشم بکشم مر وُرا
میں نے چاہا غصہ سے اسکو مار ڈالوں

صبر فرمودن خواجہ مادر دختر را کہ غلام را زجر مکُن من

آقا کا لڑکی کی ماں کو صبر کا حکم دینا کہ غلام کو نہ جھڑک میں

بے زجر اُو را ازیں طمع باز آرم بتدبیر کہ نہ سیخ سوزد و نہ کباب خام ماند

بغیر جھڑکے اس کو اس لالچ سے ایک تدبیر سے روک دونگا کہ نہ سیخ جلے اور نہ کباب کچا رہے

گفت خواجہ صبر کُن با اُو بگوُ
آقا نے کہا صبر کر اُس سے کہدے
کہ ازو بریم و بدہیمش بتوُ
کہ ہم اس سے چھڑا لیں گے اور اسکو تجھے دیدیں گے

تا مگر ایں از دلش بیروں کُنم
تاکہ شاید اس کو اُس کے دل سے نکالدوں
پس تماشا کُن کہ دفعش چوں کُنم
پھر تماشا دیکھنا کہ میں اسکو کس طرح دفع کرتا ہوں

[1] عنود۔ سرکش۔ جیف افسوس ظلم۔ رود۔ یعنی شادی کردینے پر۔ بام۔ بالا خانہ۔ مادر سغرے۔ جس کی ماں زانیہ ہو۔

[2] گرّ ایک۔ گرا، غلام، جام میں اس میں یا زیادہ اور کاف تصغیر کا ہے۔ زجر۔ سرزنش۔ بدہیمش۔ اورا بدہیم۔

تو دلش خوش کن بگو میداں درست — کہ حقیقت دخترِ ما جفتِ تُست

تو اس کا دل خوش کر دے کہدے صحیح سمجھ — کہ حقیقتاً ہماری لڑکی تیرا جوڑا ہے

ما ندانستیم اے خوش مشتری — چونکہ دانستیم تو اولیٰ تری

اے بہترین خریدار! ہم نہ سمجھے تھے — جب ہم سمجھ گئے، تو زیادہ مناسب ہے

آتشِ ما ہم دریں کانونِ ما — لیلیٰ آنِ ما و تو مجنونِ ما

ہماری آگ بھی ہماری بھٹی میں — لیلیٰ (بھی) ہماری اور تو مجنون (بھی) ہمارا

تا خیال و فکرِ خوش بر وے زند — فکرِ شیریں مر دُرا فربہ کُند

تاکہ اچھا خیال اور فکر اس پر چھا جائے — شیریں خیال اس کو موٹا کر دے

جانور فربہ شود لیک از عَلَف — آدمی فربہ ز عزّت و شرف

جانور موٹا ہوتا ہے لیکن چارے سے — آدمی عزت اور بڑائی سے پھولتا ہے

آدمی فربہ شود از راہِ گوش — جانور فربہ شود از خلق و نوش

آدمی کان کے راستہ سے موٹا ہوتا ہے — جانور خلق اور کھانے سے موٹا ہوتا ہے

گفت آں خاتون کزیں ننگ ہیں — خود زبانم کے بجنبد اندریں

بیوی نے کہا، کہ اس ذلت اور رسوائی سے — اس معاملہ میں میری زبان کیسے ہلے گی؟

ایں چنیں ژاژے چہ خایم بہرِ او — گو بمیر آں خائنِ ابلیس خُو

میں اسکی خاطر ایسی بکواس کیا بکوں؟ — گو وہ شیطان صفت، خائن، مرجائے

گفت خواجہ نے مترس و دم مدہش — تا رود علّت از و زیں لُطفِ خوش

خواجہ نے کہا، نہیں نہ ڈر اور تسلی دے دے — تاکہ اس اچھی مہربانی سے اسکی بیماری جاتی رہے

دفعِ اُورا دلبرا بر من نویس — ہل کہ صحت یابد ایں باریک ریس

اے دلربا! اسکا دفعیہ میرے ذمہ لکھدے — مہلت دے تاکہ یہ باریک کاتنے والا صحت یاب ہوجائے

چوں بگفت آں خستہ را خاتون چنیں — می نگنجید از تبختر بر زمیں

جب خاتون نے اس خستہ (جاں) سے یہ کہدیا — وہ ناز سے زمین پر نہ سماتا تھا

زَفت گشت و فربہ و سُرخ و شگفت — چوں گُلِ سُرخ او ہزاراں شکر گفت

موٹا اور فربہ اور سرخ ہوگیا اور کھل گیا — گلِ سرخ کیطرح، اس نے ہزاروں شکریے ادا کئے

گہ گہے می گفت اے خاتونِ من — کہ مبادا باشد ایں دستان و فن

کبھی کبھی کہتا، اے میری بیگم! — کہیں ایسا نہ ہو، کہ یہ مکر و فریب ہو

لہ جفت۔ یعنی بیوی۔ اولیٰ۔ مستحق، قریب تر۔ کانون۔ بھٹی۔ جانور۔ جانور چارے سے پھولتا ہے انسان رتبہ اور بڑائی سے پھولتا ہے۔ آدمی۔ انسان اپنی بڑائی کی باتیں سنکر پھولتا ہے۔

لہ ژاژ۔ بکواس۔ باریک ریس۔ باریک سوت کاتنے والا یعنی خیالی پلاؤ پکانیوالا تبختر۔ تفاخر۔ دستان مکر

لیک خاتون جزم میگفتش کہ ما — در پئے اینیم فارغ باش ہا
لیکن بیگم اسکو یقینی طور پر کہتی کہ ہم — اس کے درپے ہیں، تو اب مطمئن رہ

خواجہ چوں دیدش کہ سُرخ و زرد گشت — رفت از وے علت و آمد بگشت
خواجہ نے جب اُسکو دیکھا کہ سرخ اور فربہ ہوگیا — اُس سے بیماری جاتی رہی اور چلنے پھرنے لگا

خواجہ جمعیت بکرد و دعوتے — کہ ہمی سازم فرج[۵۱] را وصلتے
خواجہ نے جمع کیا اور دعوت کی — کہ میں "فرج" کی شادی کر رہا ہوں

تا جماعت عشوہ می آوند و گال — کالے فرج بادت مُبارک اتصال
یہانتک کہ جمع فریب اور دھوکا دیتا تھا — کہ اے فرج! تجھ جوڑ مبارک ہو

تا یقیں تر شد فرج را آں سخن — علت از وے رفت کُل از بیخ و بُن
یہانتک کہ فرج کو اُس بات پر بہت یقین ہوگیا — جڑ اور بنیاد سے اُس میں سے بیماری چلی گئی

بعد ازاں اندر شب گردک بفن — امرد ے را بست حنا ہمچو زن
اُس کے بعد شب عروسی میں، مکر سے — ایک لڑکے کو عورت کی طرح مہندی لگائی

پُر نگارش کرد ساعد چوں عروس — پس نمودش مرغیاں دادش خروس
دلہن کی طرح اُسکی کلائیاں آراستہ کیں — پھر اُس کو مرغی دکھائی، مرغا دے دیا

مِقنعہ[۵۲] و حُلّہ عروسانہ بکو — کُنگ امرد را ببوشانید رُو
اوڑھنی اور دلہنوں والے عمدہ جوڑے سے — بنے کنے لونڈے کا مُنہ چھپا دیا

شمع را ہنگام خلوت زود کشت — ماند ہندو با چناں کُنگ و درشت
تنہائی کے وقت شمع کو فوراً بجھا دیا — غلام ایسے جنت بنے کنے کے ساتھ رہ گیا

ہندوک فریاد می کرد و فغاں — از برون نشنید کس از وے نواں
بیچارہ غلام فریاد اور آہ و زاری کرتا تھا — دف بجانیوالوں کی وجہ سے باہر کسی نے نہ سنا

ضربِ دف و کف و نعرۂ مردوزن — کرد پنہاں نعرۂ آں نعرہ زن
ہتھیلیوں اور دف کے بجانے اور مرد عورت کے نعروں نے — اُس نعرے مارنے والے کے نعروں کو دبا دیا

تا بروز آں ہندوک را می فشارد — چوں[۵۳] بُود در پیش سگ انبانِ آرد
دن نکلنے تک وہ اُس بیچارے غلام کو جھنجھوڑتا رہا — جس طرح کہ کتے کے آگے آٹے کی بوری ہو

روز آورد ند طاس و بوغ زفت — رسم داماداں فرج حمام رفت
وہ دن میں طشت اور بھاری بقچہ لائے — داماد کی رسم کے مطابق وہ فرج حمام میں گیا

---

۵۱ فرج۔ غلام کا نام ہے۔ وصلت۔ یعنی شادی۔ کالے۔ فریب، کنگنی گروک۔ وہ خیمہ جو شب عروسی کے لئے قائم کیا جاتا ہے۔ امرد۔ بے داڑھی والا۔ ساعد۔ ہاتھ کا پہنچا۔ پس۔ یعنی غلام کو دکھایا تو یہ کہ اُس کی شادی عورت سے کر رہے ہیں اور شادی لونڈے سے کردی۔

۵۲ مقنعہ۔ اوڑھنی۔ حُلّہ۔ جوڑا۔ کُنگ۔ ہیجڑا، مخنث۔ جب وہ نوجوان اُس غلام کو پیٹا وہ شور کرنے لگا لیکن ڈھول اور دف کے شور و غل میں اُس کی آواز کوئی نہ سُن پاتا تھا۔

۵۳ چوں بُود۔ جب کتے کو آٹے کی بوری میں سے اپنی غذا ملے گی اُس کو جگہ جگہ سے پھاڑ ڈالے گا۔ بوغ زفت۔ بھاری بقچہ۔

رفت در حمام اُو رنجور جاں
وہ نیم مردہ حمام میں گیا

کوں[1] دریدہ ہمچوں دلقِ تونیاں
بھٹی والوں کی گدڑی کی طرح مقعد دریدہ

آمد از حمام در گردک فسوس
وہ رنجیدہ حمام سے خیمہ میں آیا

پیشِ اُو بنشست دخترچوں عروس
لڑکی دلہن کی طرح اُس کے سامنے بیٹھ گئی

مادرش آنجا نشستہ پاسباں
اُس کی ماں محافظ بنکر وہاں بیٹھ گئی

کہ نباید کو کُند روز امتحاں
تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ دن میں آجائے

ساعتے در وے نظر کرد از عناد
اُس نے تھوڑی دیر دشمنی سے اُسکو دیکھا

آنگہاں باہر دو دستش دہ بداد
پھر دونوں ہاتھوں سے اُسکو دھکا دیا

گفت کس را خود مبادا اتّصال
بولا، خدا کرے کسی کا جوڑ نہ لگے

باچو تو ناخوش عروسِ بدفعال
تجھ جیسی بدکار بُری دلہن سے

روز رویت ہمچوں خاتونِ ختن[2]
دن میں تیرا چہرہ ختن کی خاتون جیسا ہے

شب عمودت ہمچو شاخِ کرگدن
رات کو تیری شاخ گینڈے کے سینگ کیطرح ہو

روزِ رویت ہمچو خاتونِ تتر
دن میں تیرا چہرہ تتار کی خاتون کیطرح ہے

کیر زشتت شب بتر از کیرِ خر
رات کو تیرا خایہ گدھے کے خایہ سے بدتر ہے

ہمچناں[3] جملہ نعیمِ ایں جہاں
اِس دنیا کی تمام نعمتیں اِسی طرح

بس خوش ست از دور پیش از امتحاں
امتحان سے پہلے، دور سے بہت اچھی ہیں

می نماید در نظر از دور آب
دور سے نگاہ میں پانی نظر آتی ہیں

چوں روی نزدیک آں باشد سراب
جب تو زیادہ نزدیک جائیگا، وہ سراب ہوں گی

کُند پیرست اُو واز بس چاپلوس
وہ کھوسٹ بڑھیا ہے اور بہت چاپلوسی سے

خویش را جلوہ کُند چوں نو عروس
اپنے آپ کو نئی دلہن دکھاتی ہے

ہیں مشو مغرور آں گلگونہ اش
خبردار اُس کے اُبٹنی سے دھوکہ نہ کھا

نوشِ نیش آلودہ اُو را مچش
اُسکے زہریلے شہد کو نہ چکھ

تا نیفتی چوں فرج در صد حرج
تاکہ تو فرج کیطرح سیکڑوں مصیبتوں میں نہ پھنسے

صبر کُن کالصبر مفتاحُ الفرج
صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

آشکارا دانہ پنہاں دامِ اُو
اُسکا دانہ ظاہر ہے جال چھپا ہوا ہے

خوش نماید زاوّلت انعامِ اُو
شروع میں اُسکا انعام تجھے اچھا نظر آتا ہے

---

[1] کوں۔ مقعد۔ دلق۔ گدڑی۔ تونیاں۔ بھٹی جھونکنے والے سقے ہیں۔ لڑکی کی ماں پاس بیٹھ گئی تاکہ وہ غلام یہ نہ دیکھ لے کہ یہ اور ہے اور رات اور تھا۔ دشمنی۔ وہ بداد۔ دھکا دیا۔ دھکا دیا۔

[2] ختن۔ چین میں ایک شہر ہے جس کا حُسن مشہور تھا۔ شاخِ کرگدن۔ گینڈے کا سینگ جو بہت سخت ہوتا ہے۔ ختر۔ تتار۔ تتاری حُسن بھی مشہور تھا۔ کیر۔ شرمگاہ، خایہ۔

[3] ہمچناں۔ جس طرح اُس غلام کیلئے یہ دلہن مصیبت ثابت ہوئی، دنیا کی نعمتوں کا بھی یہی حال ہے۔ سراب۔ وہ ریت جو دور سے پانی نظر آتا ہے۔ کُند پیر۔ بوڑھی عورت اسی کا معرب قند فیر ہے۔ گلگونہ۔ گلّاں۔ فرج۔ اُس ہندی غلام کا نام ہے، کشادگی۔

دربیان[1] آنکہ ایں غرور تنہا آں ہندو را نبود بلکہ ہر آدمی

اس بیان میں کہ یہ دھوکہ تنہا اُس ہندی کو نہ تھا بلکہ ہر آدمی

بچنیں غرور مبتلاست در ہر مرحلہ اِلّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ

ایسے دھوکے میں ہر مرحلہ میں مبتلا ہے بجز اُسکے جسکو اللہ بچائے

چوں بہ پیوستی بدام اے ہوشیار — چند نالی در ندامت زار زار

اے ہوشیار! جب تو جال میں پھنس جائے گا ندامت سے زار زار کتنا روئے گا

نام میری و وزیری و شہی — در نہانش مرگ و درد و جان دہی

نام سرداری اور وزارت اور شاہی کا ہے اُس میں موت اور درد اور جان دینا پوشیدہ ہے

بندہ باش و برزمیں رو چوں سمند — چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند

غلام بن اور زمین پر گھوڑے کیطرح چل نہ کہ جنازے کی طرح جس کو کاندھے پر لیجائیں

جملہ را حمّالِ خود خواہد کفور — بارِ مردم گشتہ چوں اہلِ قبور

ناشکرا سب کو اپنا بار بردار (بنانا) چاہتا ہے مُردوں کی طرح لوگوں کے لئے بوجھ بنگیا

بر جنازہ ہر کرا بینی بخواب — فارسِ منصب شود عالی رکاب

تو جس کو خواب میں جنازے پر دیکھے وہ بلند مرتبہ کسی عہدہ پر سوار ہوگا

زانکہ آں تابوت بر خلقست بار — بار بر خلقاں فگند ندایں کبار

کیونکہ وہ تابوت لوگوں پر بوجھ ہے ایسا بڑوں نے لوگوں پر بوجھ ڈالا ہے

بر تنِ خود بارِ خود نہ اے پسر — بارِ خود بر کس مَنہ بر خویش نہ

اے بیٹا! اپنا بوجھ اپنے بدن پر رکھ اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈال اپنے اوپر رکھ

مرکبِ[2] اعناق مردم را مپای — مرکبے را کاخرش تو دہی

لوگوں کی گردنوں پر سوار نہ ہو جس سواری کو تو آخر میں دھکے دیگا

دہ دہش اکنوں کہ چوں شہرت نمود — تا نباید رخت در ویراں کشود

اسکو اب دیدے جبکہ وہ تجھے شہر نظر آرہا ہے تاکہ تو ویرانے میں پڑاؤ نہ ڈالے

---

[1] دربیان۔ اس طرح کے دھوکے میں صرف وہ غلام ہی مبتلا نہ تھا بلکہ ہر شخص کسی نہ کسی مرحلہ میں اسی طرح کے دھوکے میں مبتلا ہے۔ سمند۔ گھوڑا۔ کفور۔ خدا کی عطا کردہ طاقتوں کو برسرکار نہ لانا کفر ہے۔ برجنازہ۔ اگر کوئی کسی شخص کو خواب میں جنازہ پر مُردہ دیکھتا ہے تو اُس کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ اُس شخص کو کوئی برتر رتبہ حاصل ہونے والا ہے۔

[2] زانکہ۔ اس خواب کی یہ تعبیر اسلئے ہے کہ تابوت بھی لوگوں کے کاندھے کا بوجھ ہوتا ہے اور جنازے لوگ بھی دوسروں پر اپنا بوجھ لادتے ہیں۔ فقر کسی کا بار دوش نہیں بنتا ہے۔ اعناق۔ عنق کی جمع ہے گردن۔ نقرس۔ ایک مرض ہے جو عموماً پاؤں کے انگوٹھے سے شروع ہوتا ہے اس کو راج روگ بھی کہا جاتا ہے۔

[3] مرکب۔ یعنی وہ عہدہ جس پر تو سوار ہے۔ چوں شہرت یعنی تو اُس سے کہے گا کہ اس وقت تو پُر رونق شہر کیطرح نظر آرہا ہے حالانکہ انجام کار ویران گاؤں ثابت ہوگا۔

وہ دہش اکنوں کہ صدبستانت ہست
تو اسکو اب دیکے دیدے جبکہ تیرے پاس سو باغ ہیں

تانگردی عاجز و ویراں پرست
تاکہ تو عاجز اور ویران پرست نہ بنے

گفت[1] پیغمبر کہ جنت از آکہ
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ خدا سے جنت

گر ہمی خواہی ز کس چیزے مخواہ
اگر چاہتا ہے، تو کسی سے کچھ نہ مانگ

چوں بخواہی من کفیلم مرترا
جب تو نہ مانگے گا میں تیرا کفیل ہوں

جنت الماوی و دیدار خدا
جنت الماوی اور خدا کے دیدار کا

آں صحابی زیں کفالت شد یسار
وہ صحابی اس کفالت سے مالدار بنے

تا یکے روزے کہ گشتہ بد سوار
یہاں تک کہ وہ ایک روز سوار تھے

تازیانہ از کفش افتاد راست
انکے دائیں ہاتھ سے کوڑا گر گیا

خود فرود آمد ز کس آں را نخواست
خود نیچے اترے اسکو کسی سے نہ مانگا

آنکہ از دادش نیاید ہیچ بد[2]
جس کے دینے سے کوئی برائی نہیں آتی ہے

داند او بیخواہشے خود می دہد
وہ جانتا ہے، بغیر مانگے خود دیتا ہے

در بامر حق بخواہی آں رواست
اگر تو خدا کے حکم سے مانگے وہ جائز ہے

آنچناں خواہش طریق انبیاست
ایسا مانگنا، نبیوں کا طریقہ ہے

بد[3] بماند چوں اشارت کرد دوست
جب دوست نے اشارہ کردیا، وہ برا نہ رہا

کفر ایماں شد چو کفر از بہر اوست
کفر ایمان بن گیا جبکہ کفر اس کے لئے ہو

ہر بدے کہ امر او پیش آورد
ہر برائی جو اس کا حکم بجالائے

آں زنیکی ہائے عالم بگذرد
وہ جہان کی نیکیوں سے بڑھ جاتی ہے

زاں صدف گر خستہ گردد نیز پوست
اگر[4] سیپ کی کھال بھی زخمی ہوجائے

وہ مدہ کہ صد ہزاراں دُر درد ست
دھکا نہ دے کیونکہ اسمیں ہزاروں موتی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس چل

سوئے شاہ و ہم مزاج باز گرد
بادشاہ کی جانب واپس جا اور باز کا ہم مزاج بنجا

باز[5] رد در کاں چوں زر زدہ دہی
کان میں خالص سونے کیطرح واپس ہوجا

تا رہد دستان تو از دہ دہی
تاکہ تیرے ہاتھ دھکے دینے سے نجات پائیں

صورت بد را چو در دل رہ دہند
جب بری صورت کو دل میں جگہ دیتے ہیں

از ندامت آخرش دہ می دہند
آخر میں شرمندگی سے اسکو دھکے دیتے ہیں

---

[1] گفت۔ یہ ابوداؤد شریف کی ایک حدیث کا مضمون ہے آنحضورؐ نے حضرت حکیم ابن حزامؓ رضی اللہ عنہ کو بھی اسی طرح کی نصیحت فرمائی تھی۔ آں صحابی۔ حضرت حکیم ابن حزامؓ کے بارے میں یہی مذکور ہے آنکہ۔ اپنی تمام ضروریات کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہئے ورنہ اں اگر خدا کا حکم ہو تو دوسروں سے مانگا جا سکتا ہے جیسا کہ آنحضورؐ کو تھا کہ آپ اُن سے صدقہ وصول کیجئے۔

[2] بد نماند۔ امر خداوندی کے بعد سوال برا نہیں ہے اگر انسان کلمات کفر اللہ کے لئے اختیار کرے تو وہ عین ایمان ہے جیسا کہ بعض صحابہ نے اسلام کی مدد کیلئے اختیار کئے یا جبر کی صورت میں کوئی مومن بامر خداوندی کلمات کفر کہدے۔ ہر بدے۔ ہر برے کے وقت مردار کا کھانا نیکی کے وقت مردار کا کھانا نیکی ہے۔ زاں صدف۔ نیکی کی خاطر کوئی برائی برائی نہیں ہے۔ وہ مدہ۔ اسکو دھکا نہ دے۔ مزاج باز۔ باز شکار کرکے بادشاہ کے ہاتھ پر آبیٹھتا ہے۔

[3] باز رد۔ انابت الی اللہ اختیار کرناکہ تجھے دنیا میں پھنس کر آخر میں افسوس نہ کرنا پڑے۔ کان۔ یعنی ذات حق تعالیٰ۔ زر زدہ دہی۔ وہ خالص سونا جو پانے سے کم نہ ہو۔ دستان۔ ہاتھ۔ دہ دہی دھکے دینا۔

دُزد[۵۱] را چوں قطع تلخی می دہد — ذوقِ دُزدی را چوزن وہ می دہد

چور کو جب ہاتھ کٹنا تلخی دیتا ہے — تو وہ چوری کے ذوق کو عورت کیطرح دھکے دیتا ہے

دیدۂ وہ دادن از دستِ حزیں — وہ بدادن زیں بُریدہ دست بیں

تو نے غمگین کے ہاتھ کے دھکے دینے کو دیکھا ہے — اس ہاتھ کٹے کے دھکے دینا دیکھ

ہمچنیں قلّاب و خونی و لَوَند — وقتِ تلخی عیش را دہ میدہند

اسی طرح تیغ ساز اور خونی اور غنڈا — تلخی کے وقت، عیش کو دھکے دیتے ہیں

توبہ می آرند ہم پروانہ وار — باز نسیاں می کُشدشاں سوئے کار

پروانہ کیطرح توبہ بھی کرتے ہیں — بھول، پھر انکو کام کیطرف کھینچ لیتی ہے

ہمچو پروانہ ز دور آں نار را — نور دید و بستہ آں سُو بار را

پروانہ کیطرح کہ اُس نے دور سے اُس آگ کو — نور دیکھا اور اُس جانب رختِ سفر باندھ دیا

چوں بیامد سوختش بدبخت واگریخت — باز چوں طفلاں فتاد و ملح ریخت

جب آیا اُس کے پر جلے، واپس بھاگا — پھر بچوں کی طرح گر پڑا اور نمک گرا دیا

بارِ دیگر[۵۲] بر گمانِ طمع سُود — خویش زُد بر آتشِ آں شمع زُود

نفع کے لالچ کے گمان پر دوبارہ — اُس شمع کی آگ پر بہت جلد اپنے آپکو لیجا ڈالا

بارِ دیگر[۵۳] سوخت ہم واپس بجست — باز کردش حرصِ دل نامی و مست

دوبارہ جلا واپس کودا — دل کے لالچ نے پھر اُسکو بھولنے والا اور مست بنا دیا

آں زماں کز سوختن وامی جہد — ہمچو ہندو شمع را دہ میدہد

جس وقت جلنے سے واپس کودتا ہے — ہندوستانی غلام کی طرح شمع کو دھکے دیتا ہے

کاے رُخت تاباں چو ماہِ شب فروز — وے بصحبت کاذب و مغرور سوز

کہ اے (شمع) تیرا رُخ رات کو منور کرنیوالے چاند کیطرح روشن ہے — اور اے شمع تو دوستی میں جھوٹی اور دھوکے میں مبتلا کرنیوالے

باز از یادش رود توبہ و اَنِیں — مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ

پھر توبہ اور رونا اُس کی یاد سے جاتا رہتا ہے — کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں کے مکر کو کمزور کر دیا ہے

در عمومِ تاویلِ ایں آیہ کُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَہَا اللّٰہُ

اس آیت کی تاویل کی وسعت کے بیان میں "جب وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسکو بجھا دیتا ہے"

کُلَّمَا ہُمْ اَوْقَدُوْا نَارَ الْوَغٰی — اَطْفَاَ اللّٰہُ نَارَہُمْ حَتّٰی اِنْطَفَا

جب بھی انھوں نے جنگ کی آگ بھڑکائی — اللہ نے انکی آگ کو بجھا دیا یہاں تک کہ وہ بجھ گئی

---

۵۱ دُزد۔ چور کو جب سزا ملتی ہے تب وہ چوری کی لذت کو دھکے دیتا ہے تو وہ غمگین کو جس چیز سے غم پہنچا وہ اُس کو دھکے دیتا ہے چنانچہ چور ہاتھ کٹنے پر چوری کو دھکے دیتا ہے۔ قلّاب۔ جلساز۔ لَوَند۔ غنڈا۔ توبہ۔ ہر خطاوار اپنی خطا کو اسی طرح دھکے دیتا ہے جسطرح پروانہ شمع سے جلنے پر اسکو دھکے دیتا ہے لیکن پھر اُس پر بھول طاری ہوجاتی ہے اور وہ اُس خطا کا دوبارہ ارتکاب کرنے لگتا ہے۔ بار۔ سامان۔ طفلاں۔ جب بچہ گرتا ہے تو اُسکو بہلانے کیلئے کہتے ہیں اوہو نمک گرا دیا۔

۵۲ بارِ دیگر۔ لیکن پروانہ پھر نور کے لالچ میں شمع کی نار پر گرتا ہے۔ بارِ دیگر۔ پروانہ کا بار بار یہی حال ہوتا ہے۔ نامی۔ بھولنے والا۔ ہمچو۔ پروانہ شمع سے وہی کہتا ہے جو اُس غلام نے آقا کی لڑکی کو کہا تھا۔ آمین۔ رونے کی آواز۔

۵۳ مکّا۔ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جب کفار اللہ کے منشاء کے خلاف مسلمانوں سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن پر بھول طاری کر دیتا ہے اور اُس لڑائی کی آگ کو بجھا دیتا ہے، یہی حال ہر انسان کا ہے جب وہ قدرت کے منشاء کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو اُس پر بھول طاری کر دی جاتی ہے۔

عزم کردہ کہ دِلا ایں جا مایست — گشتہ ناسی زانکہ اہلِ عزم نیست

اس نے پختہ ارادہ کیا کہ اے دل! یہاں نہ ٹھہر — وہ پھر بھولنے والا بن گیا کیونکہ پختہ ارادہ والا نہ تھا

چوں نبُودش تخمِ صِدقے[1] کاشتہ — حق بر و نسیانِ آں بگماشتہ

کیونکہ اسکے پاس سچائی کا بویا ہوا بیج نہ تھا — اللہ نے اُس پر اُس کی بھول کو مسلط کر دیا

گرچہ بر آتش زند دل می زند — آں ستارش راکفِ حق می کشد

اگرچہ وہ چقماق پر دل کو رگڑتا ہے — اس کی چنگاری کو اللہ کا ہاتھ بجھا دیتا ہے

قصّہ ہم در تفسیرِ ایں معنیٰ

انہی معنیٰ کی تفسیر میں قصہ

رفت دُزدے شب بخانۂ یک بزرگ — آمد و پنہاں در آمد ہمچو گرگ

ایک چور رات میں ایک بزرگ کے گھر میں گیا — گھسا اور بھیڑیے کی طرح گھسا

شرفہ[2] بشنید در شب معتمد — برگرفت آتش زنہ کاتش زند

(بزرگ) معتمد نے رات میں آہٹ سنی — چقماق اٹھایا تاکہ آگ روشن کرے

صاحبِ خانہ[3] شب آوازے شنید — برگرفت آتش زنہ زد آں دَحید

صاحبِ خانہ نے رات کو آواز سنی — اس بیوقوف نے چقماق اٹھا کر رگڑا

میزد آتش بہرِ شمع افروختن — تا سرِ آواز را بیند عَلَن

وہ آگ روشن کرتا تھا تاکہ شمع روشن کرے — تاکہ آواز کا راز علانیہ دیکھ لے

دُزد آمد آں زماں پیشش نشست — چوں گرفتے سوختہ می کرد پست

اُس وقت چور آیا، اُسکے سامنے بیٹھ گیا — جب چقماق پکڑتا تو اسکو دبا دیتا

می نہاد آنجا سرِ انگشت را — تا شود اِستارہ[4] آتش فنا

وہ اُس جگہ اُنگلی کا سرا رکھ دیتا — تاکہ آگ کی چنگاری فنا ہو جائے

تر همی کرد او سرِ انگشت را — زاصبع آں اِستارہ را کردے فنا

وہ اُنگلی کے سرے کو تر کر لیتا — اُس چنگاری کو اُنگلی سے بجھا دیتا

خواجہ می پنداشت کز خود می مُرد — ایں نمیدید او کہ دُزدش می کشد

خواجہ سمجھتا کہ وہ خود بجھ جاتی ہے — وہ یہ نہیں دیکھتا تھا کہ چور اسکو بجھاتا ہے

خواجہ گفت ایں سوختہ نمناک بُود — می مُرد اِستارہ از تریش زُود

خواجہ نے کہا، یہ چقماق گیلا تھا — اُس کی تری سے چنگاری فوراً بجھ جاتی ہے

---

[1] صِدق — یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان صادق نہ لانا۔ بھول۔

[2] آتش زنہ — ہر وہ چیز جس سے آگ سلگائی جاتی ہے۔ مثلاً۔ بھیڑیا بھی چقماق سے حملہ کرتا ہے شرفہ۔ شین کے ساتھ آہٹ سین کے ساتھ کھانسی۔

[3] صاحبِ خانہ — چور کے گھسنے پر جب آہٹ ہوئی تو مکان کے مالک نے کپڑے کا چیتھڑا اٹھایا تاکہ اُس میں آگ لگا کر روشنی کرے اور دیکھے کہ گھر میں کون ہے۔ چونکہ جب کپڑے میں چنگاری پیدا ہوتی وہ چور چقماق سے اُس پر اُنگلی رکھکر بجھا دیتا۔

[4] اِستارہ — جو شعلہ کپڑے سے نکلتا چور اسکو اپنی تر اُنگلی سے بجھا دیتا خواجہ۔ مکان کا مالک یہی سمجھتا رہا کہ وہ چنگاری خود بجھ جاتی ہو کپڑا گیلا ہوگا اسکو یہ محسوس نہ ہوا کہ چور اُس کو بجھا دیتا ہے۔

بسکہ ظلمت بود و تاریکی ز پیش
چونکہ سامنے کی تاریکی اور بہت اندھیرا تھا

می ندید آتش کشے را پیش خویش
وہ آگ بجھانے والے کو اپنے سامنے نہ دیکھتا تھا

ایں چنیں[۵۱] آتش کشے اندر دلش
اسی طرح اپنے دل کے اندر آگ بجھانیوالے کو

دیدۂ کافر نہ بیند از عمش
کافر کی آنکھ اندھے پن سے نہیں دیکھتی ہے

چوں نمی داند دلِ دانندہ
جاننے والے کا دل کیوں نہ جانے گا

ہست با گردندہ گردانندہ
کہ گھومنے والے کیساتھ کوئی گھمانے والا ہے؟

چوں نمی گوئی کہ روز و شب خود
تو کیوں نہیں کہتا کہ دن اور رات خود

بے خداوندے کے آید کے رود
بغیر خدا کے کیسے آجاسکتے ہیں؟

گردِ معقولات میگردی ببیں
تو معقولات کے چکر لگاتا ہے، غور کر

ایں چنیں بے عقلی خود اے مہیں
اے ذلیل! اسی طرح کی اپنی بے عقلی کو

خانہ بابنا بود معقول تر
گھر بنانیوالے کے ساتھ زیادہ سمجھ کے قابل ہے

یا کہ بے بنا بگوئے کم ہنر
یا بغیر بنانے والے کے اے بے ہنر بے بنا

خانۂ با ایں بزرگی و وقار
گھر اس وسعت اور خوبی کے ساتھ

کے بود بے اوستادے خوبکار
بغیر اچھے کاریگر کے کب بنتا ہے؟

خط[۵۲] با کاتب بود معقول تر
خط کاتب کے ہوتے ہوئے زیادہ معقول ہے

یا کہ بے کاتب بیندیش اے پسر
اے بیٹا! سوچ لے، یا بغیر کاتب کے

جیم گوش و عین چشم و میم فم
کان کا جیم، آنکھ کی عین، منہ کا میم

چوں بود بے کاتبے اے متہم
اے تہمت زدہ! کاتب کے بغیر کیسے ہوگا؟

شمع روشن بے زگیرانندۂ
شمع، بغیر کسی روشن کرنیوالے کے روشن ہے

یا بگیرانندۂ دانندۂ
یا روشن کرنے والے، جاننکار کی وجہ سے؟

صنعتِ خوب از کفِ شکلِ ضریر
عمدہ دستکاری اندھے لنجے کے ہاتھ سے

باشد اولیٰ یا ز گیرائی بصیر
بہتر ہوگی یا بینا گرفت کرنے والے سے

پس[۵۳] چو دانستی کہ قہرت میکند
پس جب تو جان گیا کہ تجھے مجبور کرتے ہیں

بر سرت ز دبوس محنت می زند
تیرے سر پر آزمائش کا گرز مارتے ہیں

پس بکن دفعش چو نمرودے بجنگ
تو اس کو نمرود کی طرح جنگ سے دفع کر

سوئے آدکش زد ہوا تیرِ خدنگ
اس کی جانب ہوا میں خدنگ کا تیر چلا

---

۵۱ ایں چنیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے منشا کے خلاف ارادہ کو گنہگار کے دل سے مٹا دیتا ہے۔ چونکہ وہ گنہگار یہ نہیں سمجھتا کہ ہر کام خداوندی تصرف سے ہوتا ہے محض عقلی دلائل سے خدا کا انکار کرتا ہے اور اپنی بے عقلی کو نہیں سمجھتا ہے۔ خانہ کوئی گھر بغیر معمار کے تعمیر نہیں ہوتا ہے۔ خانہ یہ اتنا بڑا عظیم گھر دنیا کسی کے بنائے کیسے بن سکتی ہے۔

۵۲ خط۔ بغیر کسی لکھنے والے کے خط کا لکھا جانا غیر معقول ہے۔ جیم گوش۔ کان کے دائرے کو جیم سے اور آنکھ کے دائرے کو عین سے اور منہ کی گولائی کو میم یعنی منہ سے تعبیر کیا ہے شمع۔ شمع کے بارے میں یہ سمجھنا مناسب ہے کہ وہ بغیر جلانے والے کے روشن ہوگئی یا یہ سمجھا کہ اسکو روشن کرنے والے نے روشن کیا ہے۔ ضریر اندھا، لنجی دست کاری کو اندھے کی جانب منسوب کرنا بہتر ہے یا بینا کاریگر کے قبیل۔ لنجا۔

۵۳ پس چو۔ جب انسان کو معلوم ہوگیا کہ اس پر کوئی دوسری طاقت مسلط ہے تو پھر اس کی اطاعت کرنی چاہیئے دبوس۔ گرز۔ نمرود۔ وہی بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا تھا اسی نے خدا سے جنگ کرنے کیلئے آسمان کی طرف تیر چلائے تھے۔ خدنگ ایک درخت تھا جس کی لکڑی کے تیر بناتے تھے۔

همچو اسپاہِ مغل[1] بر آسماں
مغلوں کے لشکر کی طرح، آسمان پر

تیرِ می انداز دفعِ نزعِ جاں
تیر چلا، جان کے نکلنے کے دفعیہ کے لئے

یا گریز از وے اگر تانی برد
یا بھاگ جا، اگر جا سکتا ہے

چوں روی چوں در کفِ اُو نی گرو
تو کیسے بھاگے گا؟ جبکہ تو اُسکے ہاتھ میں گرو ہے

در عدم بودی نرستی از کفش
تو عدم میں تھا اُسکے ہاتھ سے نہ بچا

از کفِ اُو چوں رہی اے دست خوش
اے عاجز! تو اُس کے ہاتھ سے کیسے بچے گا؟

آرزو جستن بود بگریختن
آرزو کرنا، بھاگنا ہے

پیشِ عدلش خونِ تقویٰ ریختن
اُسکے انصاف کے سامنے، تقوے کی خونریزی کرنا ہے

ایں جہاں دام ست و دانہ اش آرزو
یہ دنیا جال ہے، اور آرزو اُس کا دانہ ہے

در گریز از دامہائے آرزو
حرص کے جالوں سے جلد بھاگ

چوں چنیں رفتی بدیدی صد گشاد
جب تو ایسے چلا تو سو کشادگیاں دیکھے گا

چوں شدی در ضد[2] بدانی ضدِ آں
جب تو ضد میں مبتلا ہوگا اُسکی ضد کو سمجھے گا

ضد را از ضد شناسی اے جواں
اے جوان! تو ضد کو ضد سے پہچان لیگا

پس پیمبر گفت اِستَفتُوا القُلُوب
پیغمبر نے فرمایا ہے دلوں سے فتویٰ لو

گرچہ مفتی تاں بروں گوید خطو
اگرچہ ظاہر میں مفتی تجھ سے بڑی باتیں کہے

گوش کن اِستَفتِ قَلبَکَ از رسولؐ
رسولؐ کہتا ہے "اپنے قلب سے فتویٰ لے جس نے

گرچہ مفتی ات بروں گوید فضول
اگرچہ مفتی ظاہر میں تجھ سے زیادہ باتیں کہے

آرزو[3] بگذار تا رحم آیدش
آرزو کو چھوڑ دے، تاکہ اُس کو رحم آئے

آزمودم کایں چنیں می بایدش
میں نے آزمایا ہے، اُسکو ایسا ہونا چاہیئے

چوں تتانی جست پس خدمت کنش
جب تو بھاگ نہیں سکتا، تو اُسکی خدمت کر

تا روی از حبسِ اُو در گلشنش
تاکہ اُس کی قید سے اُسکے گلشن میں پہنچ جائے

دمبدم چوں تو مراقب میشوی
لو یہ لو جب تو غور کرے گا

دادمی بینی ز داور اے غوی
اے گمراہ! تو خدا کی جانب سے انصاف دیکھے گا

در ربندی چشمِ خود را از حجاب
اگر پردے میں (رہکر) تو آنکھ بند کرے گا

کارِ خود را کے گذارد آفتاب
سورج اپنا کام کب چھوڑتا ہے؟

---

[1] سپاہِ مغل یعنی مغل تیر اندازوں کی طرح تو آسمانوں کی طرف تیر چلا یا کسی مثل باشا نے ایسا کیا ہے یا اس سے مراد یاجوج ماجوج ہیں جو مغلوں کے ہم جد ہیں۔ دمبدم خوش عاجز تابع فرمان۔ آرزو۔ اللہ کے حکم کے خلاف آرزو کرنا بھی اُس سے بھاگنے کے مرادف ہے۔ آز، حرص۔ زُو۔ زود کا مخفف ہے، جلد۔

[2] چوں شدی۔ اگر حرص ہوا و حرص میں مبتلا ہو جاؤ گے تو پھر تمہیں ترک حرص کی حقیقت معلوم ہوگی۔ تُعرَفُ الاَشیاءُ بِاَضدادِھا۔ چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ پس پیمبر تقویٰ اختیار کرنے کے بعد انسان کا دل خود بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے لگتا ہے۔ اِستَفتِ قَلبَکَ وَ اِن اَفتَاکَ المُفتُونَ "تو اپنے دل سے فتویٰ حاصل کر خواہ تجھے مفتی کچھ فتویٰ دیں"

[3] آرزو۔ اللہ کو یہ پسند ہے کہ انسان اپنی حرص اور آرزو کو ختم کر دے۔ چوں۔ چونکہ خدا سے گریز ممکن نہیں ہے تو اُس کی اطاعت کرنی چاہیئے دمبدم۔ جب تو اس فلسفہ پر غور کرے گا تو تیرے شرح صدر ہو جائے گا۔ کارِ خود۔ یعنی اللہ تعالےٰ اپنا عدل ترک نہیں کرے گا۔

بازراں سوئے ایاز و رتبتش — واں فضیلت در کمالِ رفعتش

ایاز اور اُس کے رتبے کی جانب پھر چلی — بلندی کے کمال میں اُس کی فضیلت کی جانب

واژنمودن پادشاہ با اُمرا و متعصبان سببِ فضیلت و مرتبت و قربت و جاگی بُردن ایاز بروجہے کہ ایشاں را حجت و اعتراض نماند

بادشاہ کا اُمرا اور متعصبوں پر فضیلت اور رُتبے اور قرب کا سبب ظاہر کرنا اور ایاز کا پوشاک کا خرچہ حاصل کرنا ایسے طریقہ پر کہ اُن کی دلیل اور اعتراض باقی نہ رہا

چوں امیراں از حسد جوشاں شدند — عاقبت بر شاہِ خود طعنہ زدند

جب امیر حسد سے جوش میں بھر گئے — آخر کار اُنھوں نے اپنے بادشاہ پر طعنہ زنی کی

کایں ایازِ تو ندارد سی خرد — جاگیِ سی امیر اُو چوں خورد

کہ یہ آپ کا ایاز تیس عقلیں نہیں رکھتا ہے — وہ تیس امیروں کی تنخواہ کیوں کھاتا ہے؟

شاہ[۵۱] بیروں رفت با آں سی امیر — سُوئے صحرا و کہستاں صید گیر

بادشاہ اُن تیس امیروں کے ساتھ گیا — جنگل اور پہاڑ کی جانب شکار کھیلتے ہوئے

کاروانے دید از دور آں ملک — گفت امیرے را کہ رو اے مؤتفک

اُس بادشاہ نے دور سے ایک قافلہ دیکھا — ایک امیر سے کہا اے واپس آنے والے! جا

رو بپرس آں کاروں را بر رصد — کز کدامیں شہر اندر می رسد

جا، اِس قافلہ سے تحقیق کے طور پر دریافت کر — کہ وہ کون سے شہر سے اندر آرہا ہے؟

رفت و پرسید و بیامد کہ زرے — گفت عزمش تا کجا در ماند وے

وہ گیا اور پوچھا اور آیا، کہ زرے سے — کہا اُس کا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ عاجز ہو گیا

دیگرے را گفت رو اے بُو لعلا — باز پُرس از کارواں کہ تا کجا

دوسرے سے کہا، جا اے بزرگ! — قافلہ سے پوچھ کہ کہاں کا قصد ہے؟

رفت[۵۲] و آمد گفت تا سُوئے یمن — گفت رختش چیست ہاں اے مؤتمن

وہ گیا اور آیا، کہا یمن کی جانب — اُس نے کہا، اے امین اس کا سامان کیا ہے

ماند حیراں گفت با میرے دگر — کہ برو و اپرس رختِ آں نفر

وہ حیران رہ گیا، اُس نے دوسرے امیر سے کہا — کہ جا، اُن لوگوں کا سامان واضح طور پر دریافت کر

باز آمد گفت از ہر جنس ہست — اغلبِ آں کاسہائے رازی ست

وہ واپس آیا کہا ہر قسم کی چیز ہے — زیادہ تر زے کے پیالے ہیں

---

[۵۱] واژنمودن۔ شاہ محمود نے ایک طریقہ اختیار کیا جس سے ایاز کی فضیلت ظاہر ہوئی اور دیگر امراء طعنہ زنی سے باز آگئے۔ چوں۔ امیروں نے شاہ محمود پر اعتراض کیا کہ ایاز کو تیس امیروں کی تنخواہ کیوں دی جاتی ہے ایاز کے بھی ایک عقل ہے اور دوسروں کے بھی ایک عقل ہے۔ جاگی۔ وہ تنخواہ جو کپڑوں کے لئے دی جائے۔

[۵۲] شاہ۔ شاہ محمود اُن تیس امیروں کو شکار کے بہانے سے شہر کے باہر لے گیا مؤتفک۔ واپس آنیوالا۔ زرے۔ یعنی شہر رے سے آرہا ہے۔ در ماند۔ اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ تا کجا۔ کہاں جارہا ہے۔

[۵۳] رفت۔ اس دوسرے نے دریافت کیا تو قافلہ والوں نے بتایا کہ یمن شہر کو جارہے ہیں۔ مؤتمن۔ امانت دار۔ رخت۔ یعنی قافلہ کیا سامان لے جارہا ہے۔ کاسہای رازی۔ زے کے بنے ہوئے پیالے۔

گفت[1] کے بیروں شُدند از شہر رے
اُس نے کہا وہ رَے شہر سے کب نکلے؟

ماند حیراں آں امیرِ سُست پے
وہ سُست قدم امیر حیران رہ گیا

آں دگر را گفت رُو واپُرس ہاں
دوسرے سے کہا جا صاف پوچھ خبردار!

تا کہ کے بُود ست نقلِ کارواں
کہ قافلہ کا سفر کب سے شروع ہوا؟

باز گشت و گفت ہشتم از رجب
وہ واپس آیا اور کہا رجب کی آٹھویں سے

گفت در رَے چیست تسعیرِ عجب
کہا اے عجیب! رے میں کیا بھاؤ ہے؟

چوں نمیدانست دیگر دم نزد
چونکہ وہ نہ جانتا تھا اُس نے سانس نہ لیا

شہ فرستاد آں دگر را زاں عدد
بادشاہ نے اُن میں سے دوسرے کو بھیجا

ہمچنیں تا سی امیرِ دیشتر
اسی طرح تیس امیر تک اور زیادہ تک

سُست رای و ناقص اندر کرّ و فر
آنے جانے میں سست رای اور ناقص (نکلے)

ہر یکے رفتند بہرِ یک سوال
ہر ایک، ایک سوال کے پیچھے پڑا

ناقص و عاجز ز ادراکِ کمال
کمال کے حاصل کرنے سے ناقص اور عاجز (رہا)

گفت امیراں را کہ من روزے جدا
اُس نے امیروں سے کہا کہ میں نے ایک روز تنہا

امتحاں کردم ایازِ خویش را
اپنے ایاز کا امتحان لیا

کہ بپُرس از کارواں تا از کجاست
کہ دریافت کر کہ قافلہ کہاں کا ہے؟

اُو برفت ایں جملہ را پرسید راست
وہ گیا اور یہ سب باتیں صحیح دریافت کر لیں

بے وصیت با اشارت یک بیک
بغیر کہے، بغیر اشارے کے ایک ایک

حالِ شاں دریافت بے ریب و شک
بغیر شک و شبہ کے اُن کا حال دریافت کر لیا

ہر چہ زیں سی میر اندر سی مقام
جو کچھ اُن تیس امیروں سے تیس وفد میں

کشف شُد زو آں بیکدم شد تمام
معلوم ہوا اُس سے ایک دم مکمل ہو گیا

مُرافعۂ آں اُمرا آں حجت بشبہِ جبر یانہ و جواب دادن

اُن امرا کا جبریوں کیطرح اُنکے شبہ کے ساتھ اپیل کرنا اور شاہ محمود کا

شاہِ محمود ایشان را

اُن کو جواب دینا

پس[3] بگفتند آں امیراں کایں فنے ست
تو اُن امیروں نے کہا کہ یہ ہنر ہے

از عنایتہاست کار جہد نیست
جو اللہ تعالےٰ کی عنایتوں سے ہے کوشش کا معاملہ نہیں ہے

[1] گفت۔ شاہ نے کہا وہ رَے سے کب چلے تھے۔ تسعیر یعنی اُن پیاروں کا رَے میں کیا بھاؤ تھا۔ زاں عدد۔ یعنی اُن تیس سرداروں میں سے ہر ایک۔ اُن تیسوں سرداروں میں سے کوئی پوری بات معلوم کر کے نہ آیا۔ گفت۔ سلطان محمود نے اُن امیروں سے کہا کہ ایک روز میں نے ایاز کو ایسی ہی معلومات کے لئے اکیلا بھیجا تھا تم تیس آدمیوں نے جو جوابات لا کر دیئے اُس نے تنہا سب جواب دے دیئے تھے۔

[2] مرافعہ۔ اب ان امیروں نے دوبارہ اِس معاملہ کو اٹھایا اور اِس طرح کی باتیں شروع کر دیں جو جبری کرتے ہیں اور اپنا قصور قضا و قدر پر رکھتے تھے۔

[3] پس۔ اِن امیروں نے کہا کہ ایاز کی یہ ہنرمندی تو خدا کی عطا کردہ ہے اِس میں ہماری یا اُس کی کسی کوشش کو کیا دخل ہے۔

قسمتِ[1] حق ست مہ را روی نغز — دادۂ بخت ست گل را بوی نغز

چاند کا حسین چہرہ اللہ (تعالیٰ) کی تقسیم ہے — پھول کی عمدہ خوشبو نصیب کا عطیہ ہے

بلکہ سلطاں چوں عنایت میکند — از تفاخر خرمہ بر مہ می زند

بلکہ شاہ جب مہربانی کرتا ہے — تو وہ فخر سے، چاند پر خیمہ لگا لیتا ہے

گفت سلطاں بلکہ آنچہ از نفس[1]! — ربع تقصیرست و دخلِ اجتہاد

سلطان (محمود) نے کہا بلکہ جو کوشش سے پیدا ہوتا ہے — کوتاہی کی پیداوار اور کوشش کی آمدنی ہے

ورنہ آدمؑ کے بگفتے با خدا — ربنا اِنا ظلمنا نفسنا

ورنہ (حضرت) آدمؑ خدا سے کب کہتے؟ — اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا

خود بگفتے کایں گناہ از بخت بود — چوں قضا ایں بود حزم ما چہ سود

خود کہدیتے کہ یہ گناہ تقدیر سے تھا — جب قضاء (خداوندی) یہی ہماری احتیاط سے کیا فائدہ

ہمچو[2] ابلیسے کہ گفت اَغْوَیْتَنِیْ — تو شکستی جام و ما را می زنی

شیطان کی طرح کہ اس نے کہا تو نے مجھے گمراہ کیا — تو نے جام توڑا اور مجھے مارتا ہے

بل قضا حق ست و جہدِ بندہ حق — ہیں مباش اَغْوَرچو ابلیسِ خلق

بلکہ قضاء خداوندی حق ہے اور بندہ کی کوشش بھی حق ہے — برائے شیطان کی طرح کانا نہ بن

در تردد ماندہ ایم اندر دو کار — ایں تردد کے بود بے اختیار

ہم دو کاموں کے درمیان تردد میں ہیں — بغیر اختیار کے یہ تردد کب ہوتا ہے؟

ایں کنم یا آں کنم کے گوید او — کہ رود در بحر و یا بالا پرم

میں یہ کروں یا وہ کروں وہ کب کہتا ہے؟ — اے چیونٹی! جبکہ دونوں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں

ہیچ[3] باشد ایں تردد در سرم — یا برائے سحر تا بابل روم

کبھی میرے سر میں یہ تردد ہوتا ہے؟ — یا جادو کے لئے، بابل تک جاؤں

ایں تردد ہست کہ موصل روم — ورنہ آں خندہ بود بر مبتلے

یہ تردد ہوتا ہے، کہ موصل جاؤں — ورنہ وہ محض مذاق ہوگا

پس تردد را بباید قدرتے — جرمِ خود را چوں نہی بر دیگراں

تو تردد کے لئے قدرت چاہیئے — اپنا قصور دوسروں پر کیوں ڈالتا ہے؟

بر قضا کم نہ بہانہ اے جواں — اے جوان! (قضاء خداوندی) پر بہانہ نہ رکھ

---

[1] قسمت: یہ خدائی تقسیم ہے کہ اس نے چاند کو خوبصورت چہرہ عطا کر دیا اور پھول کو خوشبو عطا کر دی۔ گفت شاہ محمود نے کہا کہ یہ بات درست نہیں ہے خدا نے بندے کو بھی اختیار دیا ہے انسان جو کام کرتا ہے اُسمیں اُسکی کوتاہی اور کوشش کا دخل ہے۔ ورنہ حضرت آدمؑ نے یہی سمجھا ورنہ اپنی کوتاہی کو اپنی طرف منسوب نہ کرتے بلکہ خدا کیطرف منسوب کر دیتے۔

[2] ہمچو: اسطرح کے کاموں کی خدا کیطرف نسبت کر دینا شیطان کا کام ہے اُس نے اپنی غلطی کو خدا کیطرف منسوب کیا اور کہا کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا ہے یہ کیا قصور ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر بھی حق ہے اور انسان کی کوشش بھی اپنی جگہ صحیح ہے صرف ایک جانب دیکھنا شیطان کی بھینگی آنکھ کا کام ہے۔

[3] ہیچ: تردد۔ انسان اکثر کاموں میں متردد ہوتا ہے اگر اسکو اختیار نہ ہوتا تو وہ تردد کیوں کرتا جبر کی حالت میں اُس کو کبھی تردد نہ ہوتا۔

[4] یعنی جبکہ انسان کو اوپر اڑنے پر قدرت ہی نہیں ہے تو وہ کبھی متردد نہیں ہوتا کہ مجھے اوپر اڑنا چاہیئے یا سمندر میں کودنا چاہیئے۔ ایں تردد۔ اسکو موصل اور بابل جانیکا اختیار ہے اسمیں اُسکو تردد ہوتا ہے بر قضا۔ انسان کو اپنی غلطیوں کا ذمہ دار قضاء خداوندی کو نہ بنانا چاہیئے۔

خوں[1] کُند زید و قصاصِ او بعمر
زید خون کرے اور اُس کا بدلہ عمر پر

مے خورد بکر و بر احمد حدِ خمر
بکر شراب پیے اور شراب کی سزا احمد پر

گردِ خود بر گرد و جُرمِ خود ببیں
اپنا چکر کاٹ، اپنا قصور دیکھ

جنبش از خود بین و از سایہ مبیں
حرکت اپنی سمجھ اور سایہ کی نہ سمجھ

کہ نخواہد شُد غلط پاداشِ میر
حاکم کی سزا غلط نہ ہوگی

خصم را میداند آں میرِ بصیر
وہ بینا حاکم، مُجرم کو جانتا ہے

تو عسل خوردی نیاید تب بغیر
تو نے شہد پیا، غیر کو بخار نہ آئے گا

مُزدِ روزِ تو نیابد شب بغیر
تیری دن کی مزدوری رات کو غیر نہ حاصل کریگا

دَرچہ کردی جہدکاں با تو نگشت
تو نے کس چیز میں کوشش کی کہ وہ تجھے نہ ملی؟

توجہ کاریدی کہ نامد ریعِ کشت
تو نے کیا بویا کہ کھیتی کی پیداوار نہ آئی؟

فعلِ[2] تو کاں زاید از جان و تنت
وہ تیرا کام جو تیری جان اور جسم سے پیدا ہوتا ہے

ہمچو فرزندت بگیرد دامنت
وہ تیری اولاد کی طرح تیرا دامن پکڑیگا

فعل را در غیب صورت می کُنند
عالم غیب میں کام کی ایک صورت بنا دیتے ہیں

فعلِ دُزدی را نہ دارے میزنند
چوری کے کام کیلئے کیا پھانسی نہیں لگاتے ہیں؟

دار کے ماند بدُزدی لیک آں
پھانسی، چوری سے کب مشابہ ہے؟ لیکن وہ

ہست تصویرِ خدائے غیب داں
غیب داں خدا کیجانب سے ایک صورت بنائی ہوئی ہے

در دلِ شحنہ چو حق اِلہام داد
جب اللہ (تعالیٰ) نے کوتوال کے دل میں الہام کردیا

کایں چنیں صورت بساز از بہرِ داد
کہ انصاف کے لئے ایسی صورت بنالے

تا تو عالم باشی و عادل، قضا
تاکہ تو عالم اور منصف بنے، قضاء (خداوندی)

نامناسب چوں دہد داد و سزا
جزا اور سزا نامناسب کیسے دے گی؟

چونکہ حاکم ایں کُند اندر گزیں
جب کہ انتخاب میں حاکم یہ کرتا ہے

چوں کُند حکم اَحکَمُ الحاکمین
تو حاکموں کا حاکم کیا حکم کرے گا؟

چوں بکاری جو نروید غیرِ جَو
جب تو جو بوئے گا جو کے سوا نہ اُگے گا

قرض تو کردی زکہ خواہم گرو
قرض تو نے لیا ہے میں گروی کس سے مانگوں؟

جُرمِ خود را بر کسے دیگر مَنہ
اپنا قصور کسی دوسرے پر نہ رکھو

ہوش و گوشِ خود بدیں پاداش دہ
اپنا ہوش اور کان اِس بدلہ پر لگائے رکھو

---

[1] خوں۔ اپنے جرم کی ذمہ داری قصاص پر ڈالنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ فعل زید کرے اور بدلہ عمر سے لیا جائے، شراب بکر پیئے اور احمد کے کوڑے مارے جائیں۔ کہ نخواہد۔ اللہ تعالیٰ کبھی بے جرم کو سزا نہیں دیتا ہے۔ تو عسل شہد لوئی کھائے اور اُسکے اثر سے بخار دوسرے کو آئے، دن میں مزدوری کوئی کرے اور اُس کی اجرت رات کو دوسرے کو دیدی جائے یہ نہیں ہوسکتا ہے دَرچہ۔ ظاہری اعمال کے نتیجے خود کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں۔

[2] فعل۔ انسان کے اعمال ہی اُسکے دامنگیر ہونگے جسطرح اُسکی ظاہری اولاد اُسکی دامنگیر ہوتی ہے، آخرت میں اعمال مصور کردیئے جائیں گے ہاں عمل اور جزا میں ظاہری مشابہت نہ ہوگی، مثلاً چوری، اور ڈاکہ زنی اور اُسکی سزا پھانسی میں کوئی ظاہری مناسبت نہیں ہے لیکن خدا نے دنیا میں انصاف قائم کرنے کیلئے اُسکی وہ سزا تجویز کردی ہے۔ شحنہ۔ کوتوال۔

[3] تا تو چونکہ انصاف قائم کرنے کیلئے خدا نے یہ الہام کردیا ہے تو پھر تقاضا خداوندی غیر مناسب جزا اور سزا کہاں سے دے سکتا ہے، چونکہ۔ جب دنیا کا حاکم مناسب جزا اور سزا دیتا ہے تو احکم الحاکمین لامحالہ مناسب جزا اور سزا دیگا۔ قرض۔ جب تو نے قرض لیا ہے تو بھی گروی رکھے گا جرم اپنا جرم

جُرم بر خود نہ کہ تو خود کاشتی — با جزا و عدلِ حق کُن آشتی

اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرا کیونکہ تو نے خود بویا ہے — اللہ تعالیٰ کی جزا اور سزا سے صلح رکھ

رنج[1] را باشد سبب بد کردنی — بد ز فعلِ خود شناس از بختِ نی

بُرا کرنا، تکلیف کا سبب ہے — برائی اپنے کام کی وجہ سے سمجھ، نہ تقدیر سے

آں نظر در بختِ چشم احول کُند — کلب را گھدانی و کاہل کُند

تقدیر پر نظر رکھنا آنکھ کو بھینگا بنا دیتا ہے — کتے کو ناخانہ والا اور کاہل بنا دیتا ہے

متہم کُن نفسِ خود را اے فتی — متہم کم کُن جزائے عدل را

اے نوجوان! اپنے نفس کو متہم سمجھ — انصاف کے بدلے کو متہم نہ کر

توبہ کُن مردانہ سر آور برہ — کہ فَمَن یَعمَل بِمِثقَالِ یَرَہ

مردوں کی طرح توبہ کر راستہ پر چل پڑ — کیونکہ جو مثقال برابر عمل کریگا وہ اُسکو دیکھے گا

در فسونِ نفس کم شو غرّہ[2] — کافتابِ حق نپوشد ذرّہ

نفس کے مکر سے دھوکے میں نہ پڑ — کیونکہ حق کا سورج ذرّے کو نہیں چھپاتا ہے

ہست ایں ذرّاتِ جسمی اے مُفید — پیشِ ایں خورشیدِ جسمانی پدید

اے فائدہ مند! یہ جسمانی ذرّے — اس جسمانی سورج کے سامنے ظاہر ہیں

ہست ذرّاتِ خواطر و افکار — پیشِ خورشیدِ حقائق آشکار

خیالات اور فکر کے ذرّے — حقیقتوں کے سورج کے سامنے ظاہر ہیں

پیشِ حق پیدا و پیشِ تو نہاں — سرِّ غیب[3] ست ایں مکُن فکرے دراں

خدا کے سامنے ظاہر ہیں تیرے سامنے پوشیدہ ہیں — یہ غیبی راز ہے تو اس میں غور نہ کر

حکایتِ آں صیّادے کہ خود را در گیاہ پیچیدہ بُود، و دستہ گُل و لالہ گلہ دار بر سر فرو کشیدہ تا مرغان اُورا گیاہ پندارند و آں مرغِ زیرک اندکے بُوی بُرد کہ ایں آدمی ست

اس شکاری کا قصہ جس نے اپنے آپ کو گھاس میں لپیٹ لیا تھا اور گل و لالہ کا گلدستہ ٹوپی کی طرح سر پر رکھ لیا تھا تاکہ پرندے اس کو گھاس سمجھیں اور ایک ہوشیار پرندے نے کچھ تاڑ لیا کہ یہ آدمی ہے

کہ بر شکلِ گیاہ می نماید، اما ہم تمام بُوی نبُرد با فسونِ اُو

جو گھاس کی شکل پر نظر آرہا ہے، لیکن وہ ابھی پورا نہ سمجھا کرے وہ بھی دھوکے

---

[1] رنج۔ انسان کی بدعملی اسکی تکلیف کا سبب ہے اور بدعمل کا وہ خود ذمہ دار ہے مقدر اسکا ذمہ دار نہیں ہے آں نظر بخت تقدیر پر نظر رکھنا انسان کو کاہل بنا دیتا ہے اور انسانی نفس کو برائی کا عادی اور کاہل بنا دیتا ہے۔ متہم۔ برائی کی تہمت اپنے اوپر رکھنی چاہیئے اللہ کے انصاف کو متہم نہ بنانا چاہیئے، خدا نے فرمایا ہے جو ایک ذرہ عمل کرے گا اُس کا نتیجہ اُسی کے سامنے آئے گا۔

[2] در فسون۔ انسان کو نفس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے اُس کے عمل کا ذرہ ذرہ علم الٰہی میں ہے۔ ہست۔ جس طرح سے جسمانی ذرات ظاہری سورج میں چمک اٹھتے ہیں اسی طرح سے خیالات کے ذرات علم الٰہی میں چمک اٹھتے ہیں۔

[3] سرِّ غیب۔ علم الٰہی، عالمِ غیب کے اسرار میں سے ہے اُسمیں عالمِ شہود میں غور و فکر نہ کرنا چاہیئے، تیرے افکار سے جو خیالات مخفی ہیں وہ سب علم الٰہی میں ظاہر ہیں۔ حکایت۔ جبر و اختیار کی یہ حکایت ذکر کی گئی ہے کہ اپنے جرم کو کسی دوسرے کے ذمہ نہ لگانا چاہیئے۔

مغرور شد زیرا کہ در ادراکِ اوّل قاطعے نداشت و در

میں بڑ گیا کیوں کہ وہ پہلے ادراک میں یقین نہ رکھتا تھا اور

ادراکِ دوم قاطعے داشت وَھُوَ الْحِرْصُ وَالطَّمَعُ لَاسِیَّمَا

دوسرا احساس قطعی تھا اور وہ حرص اور لالچ ہے خصوصاً حاجت

عِنْدَ فَرْطِ الْحَاجَۃِ وَالْفَقْرِ قَالَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ

اور ضرورت کی زیادتی کے وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

وَالسَّلَامُ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا صَدَقَ

نے فرمایا ہے قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے اللہ کے رسول نے

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

سچ فرمایا ہے اُن پر اور اُن کی اولاد اور صحابہ پر درود و سلام ہو

رفت مرغے در میانِ مرغزار — بُود آنجا دام از بہرِ شکار

ایک پرندہ چمن میں گیا — وہاں شکار کے لئے جال تھا

دانۂ چندے نہادہ بر زمیں — واں صیّاد آنجا نشستہ در کمیں

چند دانے زمین پر رکھے تھے — اور شکاری وہاں گھات میں بیٹھا تھا

خویشتن ہیچیدہ در برگ و گیاہ — وز گُل و لالہ دُرا بر سر کلاہ

اپنے آپ کو پتوں اور گھاس میں لپیٹ لیا تھا — اور اُس کے سر پر گل و لالہ کی ٹوپی تھی

در کمیں بنشستہ و کردہ نگاہ — تا دَرافتد صید بیچارہ زراہ

گھات میں بیٹھا تھا اور نگاہ لگائے ہوئے تھا — تاکہ بیچارہ شکار راستہ سے بھٹک جائے

مُرغک آمد سُوئے اُو از ناشناخت — پس طوافے کرد و پیشِ مرد تاخت

انجان پن سے ایک بیچارہ پرندا اسکی جانب آیا — پھر گھوما اور اُس شخص کی طرف دوڑا

گفت اُو را کیستی اے سبز پوش — در بیاباں در میانِ ایں وحوش

اُس نے کہا اُسے سبز پوش! تو کون ہے؟ — جنگل میں ان وحشیوں کے درمیان

گفت مردے زاہدم من منقطع — با گیاہ و با حشیشے مقتنع

انسان نے کہا میں زاہد ہوں، لاتعلق — گھاس اور پھونس پر قناعت کرنیوالا

زہد و تقویٰ را گزیدم دین و کیش — زانکہ می دیدم اَجل را پیشِ خویش

میں نے زہد اور تقویٰ کو دین اور مذہب بنالیا ہے — کیونکہ میں موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں

---

۵۱ کاد فقر ادا احساس کامل مومنوں کے لئے باعث فضیلت ہے آنحضورؐ کا ارشاد ہے اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ فقر میرا فخر ہے لیکن کمزور ایمان والوں کے لئے فقر خطرناک ہے بسا اوقات وہ کفر اختیار کر لیتے ہیں۔ مرغزار۔ چمن۔ کمین۔ گھات۔

۵۲ وز گل۔ اُس شکاری نے اپنے آپ کو چھپانے کیلئے بدن پر گھاس اور سر پر پھولوں کی ٹوپی اوڑھ لی تھی نا شناخت۔ وہ پرندہ نہ سمجھا کہ وہ شکاری ہے اور اُس نے اُس سے دریافت کیا تو کون ہے۔

۵۳ گفت۔ اُس شکاری نے کہا میں ایک مشتی اور زاہد ہوں اور صرف گھاس پھوس پر گزارہ کرتا ہوں چونکہ موت ہر وقت میرے پیش نظر ہے میں نے دنیا سے زہد اختیار کر لیا ہے۔

مرگِ[1] ہمسایہ مرا واعظ شدہ
پڑوسی کی موت میرے لئے واعظ بن گئی ہے

کسب و دکّانِ مرا برہم زدہ
میری کمائی اور دُکان کو تہ و بالا کر دیا ہے

چوں بآخر فرد خواہم ماندن
چونکہ میں آخر میں اکیلا رہ جاؤں گا

خُو نباید کرد با ہر مَرد و زَن
مجھے ہر مرد و عورت کی عادت نہ ڈالنی چاہیئے

رُوی خواہم کرد آخر در لحد
آخر میں قبر کی طرف رُخ کروں گا

آں بہ آید کہ کُنم خُو با اَحد
یہ اچھا لگتا ہے کہ خدا کی عادت ڈالوں

چوں زنخ را بست خواہم اے صنم
اے پیارے! چونکہ میں ٹھوڑی کو باندھوں گا

آں بہ آید کہ زنخ کمتر زنم
یہ بہتر ہے کہ میں بکواس نہ کروں

اے بزر بفت و کمر آموختہ
اے زربفت اور پٹکے کے عادی!

آخر ستت جامۂ نادوختہ
تیرا انجام بلا سلا کپڑا ہے

رُو بخاک آریم کز وے رُستہ ایم
ہم مٹی کا رُخ کریں گے کیونکہ اسی سے پیدا ہوئے ہیں

دل چرا در بیوفایاں بستہ ایم
ہم نے بے وفاؤں سے دل کیوں وابستہ کیا ہے

جَدّ و خویشانِ ما قدیمی چار طبع
ہمارے قدیم دادا اور رشتہ دار چار عنصر ہیں

ما بخویشِ عاریت بستیم طمع
ہم نے عارضی رشتہ داروں سے لالچ وابستہ کیا ہے

سالہا ہم صحبتے و ہمدمی
سالوں ہم صحبت اور ساتھی

باعناصر داشت جسمے آدمی
انسان کا جسم عناصر سے رہا

رُوح[2] اُو خود از نفوس و از عقول
اُس کی روح نفوس اور عقول سے ہے

روحِ اصلِ خویش را کردہ نکول
روح اپنی اصل سے اعراض کئے ہوئے ہے

از[3] عقول و از نفوسِ پُر صفا
صافی عقول اور نفوس سے

نامہ می آید بجاں کاے بیوفا
روح کو پیام آتا ہے کہ اے بے وفا!

یارگانِ پنج روزہ یافتی
تو نے کچھ دن کے دوست پالئے ہیں

رُو ز یارانِ کہن برتافتی
پہلے دوستوں سے منہ موڑ لیا ہے

کودکاں ہر چند در بازی خوش اند
بچے یقیناً کھیل میں خوش ہیں

شب کشاں شاں سوئے خانہ می کشند
رات کو اُن کو گھر کی جانب کھینچ لے جاتے ہیں

---

[1] مرگ۔ ایک پڑوسی کی موت سے مجھے عبرت حاصل ہو گئی اور میں نے اپنے ... اور غیر وخیرات کروالی ہے۔ موت۔ موت کے بعد مجھے قبر میں تنہا رہنا ہے اسی لئے میں نے دنیا والوں سے تعلقات منقطع کر لئے ہیں اور خدا سے لو لگائی ہے۔ چوں۔ موت کے وقت مُنہ پر ڈھاٹا باندھ دیا جاتا ہے۔ زنخ زدن۔ بکواس کرنا۔ آے۔ جو لوگ زندگی میں زربفت کا لباس اور زرّیں پیٹیاں باندھتے ہیں وہ بھی موت کے بعد بلا سلا کفن پہنتے ہیں۔

[2] رُوح۔ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور اُس کو مر کر مٹی میں جانا ہے لہٰذا اسی سے تعلق رکھنا چاہیئے۔ جدّ۔ انسان کا اصل رشتہ چاروں عنصروں سے ہے لیکن انسان عارضی رشتہ داروں سے دل وابستہ کر لیتا ہے۔ سالہا۔ انسان کے جسم کی تخلیق سے قبل اُس کا جسم عناصرِ اربعہ کا ساتھی تھا.... روحِ اُو۔ انسان کی روح عالمِ نفوس اور عالمِ عقول کی چیز ہے لیکن وہ اپنی اصل کو فراموش کر دیتی ہے۔

[3] از عقول۔ جب روح اپنی اصل کو فراموش کرتی ہے تو وہ عقول اور نفوس اُس سے کہتے ہیں کہ تو نے ہمیں بھلا دیا ہے اور عارضی یاروں سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ کودکاں۔ انسانوں کی مثال اُن بچوں کی سی ہے جو رات بھر کھیل میں لگے رہتے ہیں اور رات کو اُن کے والدین اُن کو پکڑ کر جبراً گھر لے جاتے ہیں۔ یہی حال انسان کا ہے کہ اُس کی روح کو اچانک اصل وطن کی طرف جانا ہے

شُد[1] برہنہ وقتِ بازی طفلِ خُرد — دُزد از ناگہ قبا و کفش بُرد

کھیل کے وقت چھوٹا بچہ ننگا ہوا — چور اچانک چونہ اور جوتے لے بھاگا

آنچناں گرم اُو ببازی در رفتاد — کاں کلاہ و پیرہن رفتش ز یاد

وہ کھیل میں اِس قدر لگا — کہ وہ ٹوپی اور لباس اُس کی یاد سے محو ہو گیا

شب شُد و بازی اُو شُد بے مَدد — رُو ندارد کہ سُوئے خانہ رَود

رات ہو گئی اور اُس کا کھیل بغیر مدد کے رہ گیا — اُس کا منہ نہیں ہے کہ گھر کو جائے

نے[2] شنیدی اِنَّمَا الدُّنیَا لَعِب — بادوادی رَخت و گشتی مُرتَعِب

کیا تو نے نہیں سُنا کہ دنیا کھیل ہے؟ — قضا ان برباد کر دیا اور تو خوفزدہ ہو گیا

پیش از انکہ شب شود جامہ بجُو — روز را ضائع مکن در گفت گو

اس سے پہلے کہ رات ہو کپڑے تلاش کر لے — باتوں میں دن ضائع نہ کر

من بصحرا خلوتے بگزیدہ ام — خَلق را من دُزدِ جامہ دیدہ ام

میں نے جنگل میں تنہائی اختیار کر لی ہے — میں نے لوگوں کو کپڑوں کا چور سمجھا ہے

نیم عُمر[3] از آرزوی دلستاں — نیم عُمر از غصّہ ہائے دُشمناں

آدھی عمر معشوق کی تمنا میں — آدھی عمر دشمنوں کے غصہ میں

جُبّہ را بُرد آں کلہ را ایں ببُرد — غرقِ بازی گشتہ ماچوں طفلِ خُرد

جبہ وہ لے گیا، ٹوپی یہ لے گیا — ہم بھولے بچے کی طرح کھیل میں غرق ہیں

خَیل هٰذَا اللَّعبَ بَسنَک لَا تَعُد — جامہا از دُزد بستاں باز پَس

اس کھیل کو چھوڑ، بس کر، واپس نہ ہو — چور سے کپڑے واپس لے لے

بر فلک تازد یک لحظہ زپست — کوبد زد یدآں قبایت را نہاں

ایک لحظہ میں نیچے سے آسمان تک دوڑ جاتی ہے — جس نے چھپکے سے تیرا چوغہ چرایا ہے

---

[1] شُد۔ بچہ کھیل میں اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتا ہے اور کھیل میں اس قدر منہمک ہو جاتا ہے کہ چور اُس کے کپڑے لے بھاگتا ہے۔ شُد۔ جب رات کو وہ گھر لوٹنا چاہتا ہے تو کپڑوں کی چوری کی شرمندگی سے گھر لوٹنے کی ہمت نہیں کرتا ہے یہی حال انسان کا ہے کہ دنیا کے شغل میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے اور پھر آخرت کی طرف رُخ کرنے سے ڈرتا ہے۔

[2] نے شنیدی۔ قرآن پاک میں ہے اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ، جان لو دنیا کھیل کود ہے۔ لہٰذا تمہارا حال اُس بچہ کا سا نہ ہو جو کھیل کود میں اپنا سب کچھ کھو بیٹھتا ہے۔ مُرتَعِب۔ خوفزدہ۔ شب شود۔ واپس کے وقت سے پہلے اپنا جائزہ لے لو۔ من بصحرا۔ اس شکاری نے پرند سے کہا۔

[3] نیم عمر۔ انسان غفلت میں اسی طرح دن گذار دیتا ہے کہ آدھی عمر تو مرادات کی تمنا میں گذری اور آدھی عمر دشمنوں کے فکر میں۔ جُبّہ۔ فرشتہ سفرِ آخرت کے لئے جو سامان تیار کرنا تھا وہ سب برباد ہو جاتا ہے۔ بک۔ واپسی کا وقت قریب ہے کھیل کو چھوڑ کر چلنے کی تیاری کر لی چاہیئے۔ ایں یعنی للطیلہ کی تلوائی کی تکرار تو ہے اور ہتھوڑا

ہے۔ مرکب تو۔ شعر:۔ ہر چہ از عمر گرامی صرف در لغفت شود
می تواں یک صبحدم دُزدِ رکیب استغفار نیست

لیک۔ تو کی حفاظت ضروری ہے کہیں شیطان اُس کو نہ توڑ دے۔

تا نُدزد[1] دد مرکبت را نیز هم — پاس دار ایں مرکبت را دم بدم

تاکہ تیری سواری کو بھی نہ چرا لے — ہر وقت اپنی اس سواری کی حفاظت کر

حکایتِ آں شخص کہ دُزداں قیچ اُو بدُزدیدند و بُراں

اُس شخص کا قصہ جس کا دُنبہ چوروں نے چُرا لیا اور اُس پر جس نہ کی

قناعت نکردند بحیلہ جامہاش را ہم دُزدیدند

تدبیر سے اُس کے کپڑے بھی چُرا لے

آں یکے قیچ داشت از پیش میکشید — دُزد قیچ را بُرد و حبلش را برُید

ایک شخص کے پاس دُنبہ تھا وہ اُس کو آگے سے کھینچ رہا تھا — دُنبہ کو چور لے گیا اور اُس کی رسّی کاٹ دی

چونکہ شد آگہ دواں شد چپ و راست — تا بیابد کاں قیچ بُردہ کجاست

جب وہ واقف ہوا، دائیں اور بائیں جانب بھاگا — تاکہ معلوم کرے کہ وہ چُرایا ہوا دُنبہ کہاں ہے؟

بر سرِ چاہے بدید آں دُزد را — کو فغاں میکرد کاے وا ویلتا

اُس چور کو ایک کنویں پر دیکھا — کہ وہ فریاد کر رہا ہے، کہ ہائے تباہی

گفت نالاں از چہ اے اوستاد — گفت ہمیانِ زرم در چہ فتاد

اُس نے کہا اے اُستاد! تو کیوں رو رہا ہے؟ — اُس نے کہا میری نقدی کی ہمیانی کنویں میں گر گئی ہے

گر توانی در روی بیروں کشی[2] — خُمس بدہم مر ترا با دل خوشی

اگر تو جا سکے، باہر نکال لائے — میں دل کی خوشی کے ساتھ تجھے پانچواں حصہ دیدونگا

ہست در ہمیانِ من پانصد درم — گر کنی با من چنیں لُطف و کرم

میری ہمیانی میں پانچسو درہم ہیں — اگر تو میرے ساتھ اس طرح کی مہربانی اور کرم کرے

خُمس صد دینار بستانی بدست — گفت با خود این بہائے دہ قیچ ست

پانچواں حصہ سو دینار تو ہاتھ سے لے لے — اُس نے سوچا، یہ دس دُنبوں کی قیمت ہے

گر دَرے[3] بربستہ شد صد در کشاد — گر قیچے شد حق عوضش اُشتر بداد

اگر ایک دروازہ بند ہوا ہے تو سو دروازے کھُل گئے — اگر دُنبہ گیا، اللہ نے بدلے میں اونٹ دیدیا

جامہا بر کند و اندر چاہ رفت — جامہا را بُرد ہم آں دُزد تفت

وہ چور فوراً کپڑوں کو بھی لے گیا — کپڑے اُتارے اور کنویں میں اُتر گیا

حازمے باید کہ رہ تا دہ بَرَد — حزم نبوَد طمع طاعوں آورد

پختہ کار ہی ہونا چاہیئے، تاکہ گاؤں تک کا راستہ طے کرے — پختہ کاری نہ ہو تو لالچ طاعون پیدا کر دیتا ہے

---

[1] تا نُدزد۔ اُس شیطان چور نے تمہارا سامان تو چُرا ہی لیا اب اُس تو یہ کی سواری نہ چُرا لے۔ حکایت۔ اِس حکایت کا منشا یہ ہے کہ انسان لالچ میں پڑ کر پے در پے چور کو چوری کا موقع دیدیتا ہے۔ پہلی دُنبہ آں یکے۔ یہ شخص اپنا دُنبہ رسّی میں باندھے لے جا رہا تھا چور نے پیچھے سے آکر رسّی کاٹ کر دُنبہ چُرا لیا اب یہ شخص اُس کی تلاش میں بھاگا تو چور ایک کنویں پر کھڑے ہو کر رونے لگا اور چور نے اُس دُنبہ والے سے کہا کہ میری پانچسو اشرفیوں کی ہمیانی کنویں میں گر گئی ہے اگر کوئی اس کو کنویں میں سے نکال دے تو میں اُس کو اُس میں سے پانچ اشرفیاں دے دوں گا یہ شخص لالچ میں آ گیا اور کپڑے اُتار کر کنویں میں اُتر گیا چور اُس کے کپڑے بھی لے بھاگا۔

[2] گر توانی۔ چور نے دُنبہ والے سے کہا اگر تو میری ہمیانی نکال دے گا تو اُس کا پانچواں حصہ تجھے دیدونگا۔ خُمس۔ پانچواں حصہ۔ گفت۔ دُنبہ والے نے دل میں سوچا کہ مجھے تو دس دُنبوں کی قیمت کی برابر اشرفیاں مل رہی ہیں۔

[3] گر دَرے۔ اگر دُنبہ گیا تو کیا پروا ہے مجھے اُس کے بدلے میں اونٹ مل رہا ہے۔ جامہا۔ اُس دُنبہ والے نے اپنے کپڑے اُتار کر رکھدیئے اور کنویں میں اُتر گیا وہ چور اُنکے کپڑے لے کر بھاگا۔ ہزار ہا جانے ہزار ہا مال کی حفاظت کے لئے ضائع ہو گئے ہیں۔

اُو یکے دُزدیست فتنہ سیرتے
وہ (شیطان) ایک فتنہ سیرت چور ہے

چوں خیال اُو را بہر دم صُورتے
خیال کی طرح اُس کی ہر لحظہ ایک (نئی) صورت ہے

کس نداند مکر اُو اِلّا خدا
اُس کا مکر خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا

دَر خدا بگریز و وَارہ زاں دغا
خدا کی پناہ میں بھاگ اُس دغا باز سے نجات حاصل کر

مناظرۂ مُرغ با صیّاد در ترہّب و در معنیِ ترہّبی کہ

پرند کا شکاری کے ساتھ رہبانیت اختیار کرنے کے بارے میں مناظرہ جس

مُصطفٰے صلّی اللہ علیہ و علٰی آلہٖ وسلّم نہی کرد ازاں اُمّت

سے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو روکا ہے

خود را کہ لَا رُھبَانِیَّۃَ فِی الْاِسْلَامِ

کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

مُرغ گفتش خواجہ در خلوت مایست
پرندے نے اُس سے کہا اے خواجہ! خلوت میں نہ ٹھہر

دینِ احمدؐ را ترہّب نیک نیست
احمدؐ کے دین میں رہبانیت اچھی نہیں ہے

از ترہّب نہی کرد آخر رسولؐ
آخر رسولؐ نے رہبانیت سے منع کیا ہے

بدعتے چوں دَر گرفتی اے فضول
اے فضول! تو نے بدعت کیوں اختیار کر لی!

جمعہ شرط ست و جماعت دَر نماز
جمعہ اور نماز میں جماعت ضروری ہے

امرِ معروف و ز مُنکر احتراز
بھلی بات کا حکم دینا اور بُری بات سے بچنا

رَنجِ بدخُویاں کشیدن زیرِ صبر
صبر کے ساتھ بدمزاجوں کی تکلیف برداشت کرنا

منفعت دادن بخلقاں ہمچو ابر
ابر کی طرح لوگوں کو نفع پہنچانا

خیر ناں اَن تَنفَعُ النَّاسَ اے پدر
اے باپ! بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے

گر نہ سنگی چہ حریفی با مدر
اگر تو پتھر نہیں ہے تو ڈھیلوں سے دوستی کیسی؟

درمیانِ اُمّتِ مرحوم باش
مرحوم اُمت کے درمیان رہ

سنّتِ احمدؐ مہل محکوم باش
احمدؐ کی سنت نہ چھوڑ، محکوم بنا رہ

چوں جماعت رحمت آمد اے پسر
اے بیٹا! جب کہ جماعت رحمت ہے

جہد کُن کز رحمت آری تاجِ سر
تو کوشش کر تاکہ تو رحمت سے سر کا تاج حاصل کرلے

دَر جوابش گفت صیّادِ عیار
اُس کے جواب میں اُس چالاک شکاری نے کہا

نیست مُطلق اینکہ گفتی ہوشدار
سمجھ لے یہ مطلقاً نہیں ہے جو تو نے کہا

---

۵۱ اُو۔ شیطان ہر لمحہ بھیس بدل کر دھوکا دیتا ہے۔ کسی نداند۔ اُسکی چالوں کو خدا ہی پہچان سکتا ہے بس اُس کی پناہ مانگتے رہو۔ ترہّب۔ رہبانیت اختیار کرنا۔ رہبانیت یہ ہے کہ انسان تمام دنیوی علائق منقطع کر کے جنگلوں میں عبادت گذاری کرے آنحضورؐ نے اِس رہبانیت سے منع فرمایا ہے۔ بدعتے۔ رہبانیت اسلامی طریقہ نہیں ہے لہٰذا وہ بدعت ہے۔

۵۲ جمعہ۔ اسلام، جمعہ اور جماعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتا ہے، رہبانیت اِس کے منافی ہے۔ رنج۔ شریعت کا حکم ہے کہ لوگوں کی بدخلقی پر صبر کرو اور ابر کی طرح لوگوں کو نفع پہنچاؤ۔ خیر ناس حدیث شریف ہے۔ بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ گر سنگی۔ ڈھیلوں سے دوستی کرنا پتھر کا کام ہے، انسان کا کام نہیں ہے۔ درمیان۔ عوام سے مل کر زندگی گذارنا سنت ہے۔

۵۳ چوں جماعت۔ حدیث شریف ہے اَلْجَمَاعَۃُ رَحْمَۃٌ وَالْفُرْقَۃُ عَذَابٌ۔ جماعت رحمت ہے الگ رہنا عذاب ہے۔ دَر جوابش۔ اُس چالاک شکاری نے کہا کہ جماعت کو تنہائی پر مطلقاً فضیلت نہیں ہے، بسا اوقات گوشۂ تنہائی جماعت سے افضل ہوتا ہے اگر بُرے ساتھی ہوں تو تنہائی افضل ہوگی۔

هست تنهائی بہ از یارانِ بد
بُرے دوستوں سے تنہائی بہتر ہے

زانکہ[1] عقلِ ہر کرا نبْوَد رسُوخ
کیونکہ جس کی عقل میں پختگی نہ ہو

چوں حمارست آنکہ بے اہلیت ست
جو نااہل ہے، وہ گدھے کی طرح ہے

ہوشِ اُو سُوئے علف باشد چو خر
اُس کا ہوش گدھے کی طرح چارے کی طرف ہوتا ہے

زانکہ غیرِ حق ہمہ گردد رُفات
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے سوا سب ریزہ ریزہ ہو جائیگا

ہر چہ جز آں وجہ باشد ہالکست
جو کچھ اُس وجہ کے سوا ہے، وہ ہالک ہونیوالا ہے

گرچہ[2] سایہ عکسِ شخص ست اے پسر
اے بیٹا! اگرچہ سایہ شخص کا عکس ہے

ہیں زسایہ شخص را می کُن طلب
آگاہ، سایہ کے ذریعہ شخص کو ڈھونڈ لے

یارِ جسمانی بُوَد رُویش بمرگ
جسمانی دوست کا رُخ موت کی طرف ہے

حکمِ اُو ہم حکمِ قبلہ اُو بُوَد
اُس کا حکم بھی اُس کے قبلہ کا حکم ہوگا

ہر کہ با ایں قوم باشد راہب ست
جو اِس قوم کے ساتھ ہو وہ راہب ہے

بگذر[3] از سنگ و کلوخِ بے وجود
بے وجود پتھر اور ڈھیلے سے گذر جا

خود کلوخ و سنگ کس را رہ زند
ڈھیلا اور پتھر خود کسی کی رہزنی کرتے ہیں؟

نیک با بد چوں نشیند بد شود
نیک بد کیساتھ جب بیٹھتا ہے، بد ہو جاتا ہے

پیشِ عاقل اُو چو سنگ ست و کلوخ
وہ عقلمند کے نزدیک پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے

صحبتِ اُو عینِ رہبانیت ست
اُس کی صحبت بالکل رہبانیت ہے

بگذر از وے تا نمانی بے ہنر
اُس سے بھاگ تاکہ تو بے ہنر نہ رہ جائے

کُلُّ[4] آتٍ بَعدَ حِینٍ فَھُوَ آت
تھوڑی دیر کے بعد ہر آنے والا، پہنچنے والا ہے

مُلک و مالک عکسِ آں یک مالکست
مُلک اور مالک، اُس ایک مالک کا عکس ہے

ہیچ از سایہ نتانی خورد بر
تو سایہ سے کبھی پھل نہ کھائے گا

در مسبّب رُو گذر کُن از سبب
مسبّب کی طرف جا، سبب سے گذر جا

صحبتش شوم ست باید کرد ترک
اُس کی صحبت منحوس ہے، چھوڑنی چاہیئے

مُردہ اش خواں چونکہ مُردہ جُو بُوَد
جبکہ وہ مُردے کا جویاں ہے اُس کو مُردہ سمجھ

کہ کلوخ و سنگ اُو را صاحب ست
کیونکہ ڈھیلا اور پتھر اُس کا ساتھی ہے

سُوئے کانِ لعل رو از بہرِ جود
بخشش کے لئے لعل کی کان میں جا

زیں کلوخاں صد ہزار آفت رسد
اِن ڈھیلوں سے لاکھوں آفتیں پہنچتی ہیں

---

[1] زانکہ۔ بے عقل انسان، عقلمند کے نزدیک ڈھیلا اور پتھر ہے۔ چوں حمار۔ بے عقل انسان پتھر کو کیا بلکہ گدھا ہے اُس کے ساتھ رہنا ایسا ہی بُرا ہے جیسا کہ تو رہبانیت کی بُرائی کر رہا ہے۔ ہوش اُو۔ اُس بے عقل انسان کو چرنے اور کھانے کی فکر ہے اُس کی صحبت بے ہنر بنا دیگی۔ زانکہ۔ اُس بے عقل کا مقصود جبکہ غیرِ حق ہے وہ بالکل فنا ہونیوالا بلکہ وہ فنا شدہ ہے کل آت۔ جو چیز ہونیوالی ہے سمجھو کہ ہو چکی۔ ہر چہ۔ کُلُّ شَیءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ۔ خدا کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

[2] گرچہ۔ ممکنات ہر سر سایہ کے ہیں اور سایہ مفید نہیں ہوتا۔ ہیں زسایہ۔ ممکنات اور فنا شدہ سے گذر کر ذاتِ باری سے علاقہ قائم کرنا چاہیئے۔ یار۔ غیر اللہ جو فانی ہے اُس کی صحبت بُری ہے۔ مرگ۔ مولانا نے اِس شعر میں مرگ کو ترک کا ہم قافیہ بنایا ہے۔ حکم۔ چونکہ اِس فانی یار نے اپنا مقصود فانی کو بنا رکھا ہے لہٰذا خود فانی ہے۔ ہر کہ۔ جو دنیا داروں کی صحبت اختیار کرے وہ بھی راہب ہے کیونکہ یہ دنیا دار ڈھیلے اور پتھر ہیں۔

[3] بگذر۔ بُرے ساتھیوں سے انقطاع کر کے اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کانِ لعل۔ اللہ تعالیٰ۔ خود جنگل کے ڈھیلے اور پتھر کسی راہب کی رہزنی کرتے ہیں کہ مزید لوگوں کو اپنے ساتھی بنا کر بُرے ساتھی بنا لیں۔

گفت[1] مُرغش پس جہاد آنگہ بُوَد — کایں چنیں رہزن میانِ رہ بُوَد

پرند نے اُس سے کہا، جہاد جب ہوتا ہے — جب راستہ میں ایسا رہزن ہو

از برائے حفظ و یاری و نبرد — بررہِ ناایمن آید شیر مرد

حفاظت اور مدد اور جنگ کے لئے — شیر مرد، خوفناک راستہ پر آتا ہے

عرقِ مردی آنگہے پیدا شود — کہ مسافر ہمرہِ اعدا شود

مردانگی کی رگ اُس وقت پیدا ہوتی ہے — جب کہ مسافر دشمنوں کے ہمراہ ہو

چوں نبیُ السّیف بُودست آں رسولؐ — اُمّتِ اُو صفدرانند و فحول

چونکہ وہ رسولؐ نبی السّیف ہیں — اُن کی اُمّت صف شکن اور جوانمرد ہے

مصلحت[2] در دینِ ما جنگ و شکوہ — مصلحت در دینِ عیسیٰؑ غار و کوہ

ہمارے مذہب میں جنگ اور دبدبہ مصلحت ہے — عیسیٰؑ کے دین میں، غار اور پہاڑ مصلحت ہے

مصلحت دادست ہر یک را جدا — مصلحت جو گر تو مردِ خدا

ہر ایک کو جداگانہ مصلحت دی ہے — اگر تو مردِ خدا ہے، مصلحت تلاش کر

گفت آرے گر بُوَد یاری و زور — تا بقوّت بر زند بر شر و شور

اُس نے کہا، ہاں اگر مدد اور طاقت ہو — تاکہ قوّت سے شور و شر پر حملہ کرے

قوّتے[3] باید دریں رہ مرد وار — یار می باید در ینجا فرد وار

اِس راستہ میں مردانہ قوّت چاہیئے — اِس جگہ یکتا یار چاہیئے

چوں نباشد قوّتے پرہیز بہ — در فرارِ لایطاق آساں بجہ

جب طاقت نہ ہو بچنا بہتر ہے — بے بسی کی بات سے بھاگنے میں آسانی سے کودجا

صنعت این ست اے عزیزِ نامدار — فکرتے کُن در نگر انجامِ کار

اے نامدار عزیز! کاریگری یہی ہے — غور کرلے، انجام کار دیکھ لے

یار می جُو تا بیابی راہ را — ورنہ کے دانی تو راہ و جاہ را

دوست کی تلاش کر، تاکہ تو راستہ پالے — ورنہ تو راستہ اور کنویں کو کیا سمجھے گا؟

گفت صدقِ دل بباید کار را — ورنہ یاراں کم نیایند یار را

اُس نے کہا کام میں دل کی سچائی چاہیئے — ورنہ یار کے لئے، یار کم نہیں ہیں

---

[1] گفت۔ پرند نے کہا کہ اپنے بُرے ساتھیوں کیساتھ رہنے سے ہی نفس کے ساتھ جہاد کرنا ممکن ہو سکے گا اگر دشمن نہ ہو تو جہاد کی فضیلت کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ از برائی۔ بہادر وہی راہ اختیار کرتا ہے جس پر اُس کو دوستوں کی مدد کا موقع اور راہزنوں سے جنگ کا موقع مل سکے اور دشمنوں کی موجودگی میں اُس کی بہادری کی رگ اُبھرتی ہے۔ چوں۔ آنحضورؐ کو نبی السّیف "تلوار والے نبی" بھی کہا جاتا ہے تو اُنکی اُمّت بھی بہادر اور مجاہد ہے۔

[2] مصلحت۔ اسلام میں کافروں سے جہاد کی اور مصلحت ہے اور رہبانیت اختیار کرنا اور غاروں میں بیٹھ کر عبادت کرنا حضرت عیسیٰؑ کے دین تھا۔ لہٰذا۔ ہر مذہب میں وقت کی مناسبت سے احکام دیئے گئے ہیں۔ گفت۔ شکاری نے کہا کہ بیشک گوشہ نشینی پر جہاد کو فضیلت ہے لیکن اُسی شخص کے لئے جس میں جہاد کی طاقت ہو۔

[3] قوّتے۔ شکاری نے کہا جہاد کے لئے قوّت اور مخلص ساتھی ضروری ہیں۔ صنعت۔ کاریگری یہی ہے کہ انسان انجام پر نظر رکھ کر ہر کام شروع کرے یار۔ راہ جہاد کیلئے یار کی ضرورت ہے اور اِس زمانے میں مخلص دوست کہاں ہیں۔ گفت۔ پرند نے

کہا کہ اگر دل میں صداقت ہو تو دنیا میں یاروں کی کمی نہیں ہے تو خود دوسرے کا دوست بن جا دیکھ کس قدر دوست ملتے ہیں اور زندگی کی راہ میں یار کی بے حد ضرورت ہے۔

یار شو تا یار بینی بے عدد
یار بن جا، تاکہ تو بے شمار یار دیکھے

زانکہ بے یاراں بمانی بے مدد
کیونکہ تو یاروں کے بغیر بے مدد رہ جائے گا

دیو[1] گر گرست و تو ہمچوں یوسفی
شیطان بھیڑیا ہے اور تو یوسف کی طرح ہے

دامنِ یعقوبؑ مگذار اے صفی
اے برگزیدہ! یعقوبؑ کا دامن نہ چھوڑ

گرگ اغلب آنگہے گیرا بُوَد
عموماً بھیڑیا اُس وقت پکڑنے والا بنتا ہے

کز رمہ شیشک بخود تنہا رود
جبکہ ایک سالہ بکری کا بچہ گلے سے اکیلا چلتا ہے

آنکہ سُنّت با جماعت ترک کرد
جس نے سنت مع جماعت کے ترک کردی

در چنیں مسبع نہ خونِ خویش خورد
کیا ایسے درندوں کے مقام میں اپنے اپنا خون نہیں پیا؟

ہست[2] سُنّت رہ جماعت چوں رفیق
سنت راستہ اور جماعت سفر کے ساتھی کی طرح ہے

بے رہ و بے یار افتی در مضیق
تو بغیر راستہ اور بغیر یار کے تنگی میں پھنس جائیگا

راہ سُنّت با جماعت بہ بُوَد
سنت کا راستہ اور جماعت کے ساتھ بہتر ہوتا ہے

اسپ با اسپاں یقیں خوشتر رَوَد
گھوڑا، گھوڑوں کیساتھ یقیناً اچھا چلتا ہے

لیک ہر گمراہ را ہمرہ مدار
لیکن ہر گمراہ کو ہمراہ نہ سمجھ

غافلانِ خفتہ را آگہ مدار
سوئے ہوئے غافلوں کو، باخبر نہ سمجھ

ہمرہے را جُو کز و یابی مدد
ایسا ہمراہ تلاش کر جس سے تجھے مدد حاصل ہو

ہمدل و ہمدرد و جویانِ اَحد
جو ہمدل اور ہمدرد ہو اور خدا کا جویاں ہو

ہمرہے نے کُو بُوَد خصمِ خرد
وہ ہمراہی نہیں جو عقل کا دشمن ہو

فرصتے جُوید کہ جامہ تو بَرد
موقع کی تلاش کرے کہ تیرے کپڑے لے اُڑے

میرَود با تو کہ یابد عقبہ[3]
تیرے ساتھ چلتا ہے، تاکہ کوئی گھاٹی ملے

کہ تواند کردت آنجا نہبہ
تاکہ وہاں تجھے لُوٹ سکے

میرَود با تو برائے سُودِ خویش
وہ تیرے ساتھ اپنے نفع کے لئے چلتا ہے

ہیں منوش از نوش اُو کاں ہست نیش
خبردار! اُس کا شہد نہ پی، کیونکہ وہ ڈنک ہے

یا بُوَد اشتر دلے چوں دید ترس
یا وہ بزدل ہو کہ جب اُس نے خوف محسوس کیا

گوید اُو بہر رجوع از راہ درس
وہ راستہ سے لوٹنے کا سبق پڑھائے

یار را ترساں کند ز اشتر دلی
بزدل دوست کو ڈرا دیتا ہے

ایں چنیں ہمرہ عدو داں نے ولی
ایسے ساتھی کو دشمن سمجھ، نہ کہ دوست

---

[1] دیو۔ شیطان کی بھیڑیا بھی اور بھیڑیا ہمیشہ اس بکری پر حملہ کرتا ہے جو ریوڑ سے جُدا رہے۔ گیرا۔ گیرندہ۔ شیشک۔ بکری کا ایک سالہ بچہ۔ آنکہ۔ جو شخص سنت اور جماعت کو چھوڑ کر تنہائی اختیار کرتا ہے وہ اُس بکری کی طرح ہے جو خوفناک درندوں کے جنگل میں ریوڑ سے جُدا رہے۔

[2] ہست۔ سنت راستہ اور جماعت اس کا ساتھی ہے اس کے بغیر انسان مصیبت میں پھنس جاتا ہے لیکن سفر کا ساتھی جانچ کر بنانا چاہیئے اور وہ ایسا شخص ہونا چاہیئے جو خدا کا طلبگار رہنما اور رہبر ہو، ہمرہ ہے۔ وہ ساتھی عقل کا دشمن نہ ہو اور ایسا نہ ہو کہ موقع پاکر تیرا سامان ہی لے بھاگے۔ ولی۔ دوست۔ وہ تیرے ساتھ ہولیا ہو کہ کوئی پہاڑی گھاٹی آئے تو تجھے وہاں لوٹ لے۔

[3] عقبہ۔ پہاڑی گھاٹی۔ نہبہ۔ لوٹ۔ نوش۔ اس ساتھی کی چکنی چپڑی باتوں سے دھوکا کھانا۔ یا بُود۔ وہ ساتھی ایسا بزدل بھی نہ ہونا چاہیئے کہ اگر دین کی کچھ مشکلات پیش آئیں تو دینداری چھوڑنے کا مشورہ دینے لگے۔ یا ترسا۔ بزدل، دوسرے کو بھی بزدل بنادیتا ہے۔

یارِ بد مار است ہیں بگریز ازُو
برا دوست سانپ ہے خبردار! اس سے بھاگ

تا نریزد زہر آں زشت خُو
تاکہ وہ بدعادت تجھ میں زہر نہ ڈال دے

یار را از راہ بُرد آں راہزن
وہ راہزن یار کو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے

مرد نبُود آنکہ افتد زیرِ زن
مرد نہ ہوگا، جو عورت سے مغلوب ہو جائے

راہ جانبازیست در ہر عیشۂ
زندگی کی ہر حالت میں جانبازی راستہ ہے

آفتے در دفعِ ہر جاں شیشۂ
ہر نازک دل کو بہکانے کیلئے وہ آفت ہے

راہِ دیں ہر گمرہی خود چوں رود
ہر گمراہ دین کے راستہ پر خود کیسے چلے؟

حازمے باید کہ مردِ رہ بُود
کوئی پختہ کار چاہیئے جو مرد راہ ہو

راہِ دیں زاں رُو پر از شور و شر است
دین کا راستہ اسی وجہ سے شور و شر سے بھرا ہوا ہے

کہ نہ راہِ ہر مُخنّث گوہر است
کیونکہ وہ ہر ہیز طبیعت کا راستہ نہیں ہے

در رہ ایں ترس امتحانہائے نفوس
اس راستہ میں خوف نفسوں کے امتحانات ہیں

ہمچو پرویزن بہ تمییز مسوس
جس طرح کہ چھلنی بھوسی جدا کرنے کے لئے

راہ چہ بُود پُر نشانِ پایہا
راستہ کیا ہوتا ہے؟ پاؤں کے نشانوں سے پُر

یار چہ بُود نردبانِ رایہا
دوست کیا ہوتا ہے؟ تدبیروں کی سیڑھی

گیرم آں گرگت نیابد ز احتیاط
لے لیں کہ تجھے احتیاط کی وجہ سے وہ بھیڑیا نہ کھا سکے گا

بے ز جمعیت نیابی آں نشاط
جماعت کے بغیر تو وہ خوشی نہ محسوس کر سکے گا

آنکہ اندر راہ تنہا خوش رود
وہ شخص جو راستہ میں اکیلا اچھا چلتا ہے

بار فیقاں سیر اُو صد تو شود
دوستوں کے ساتھ اس کی رفتار سو گنا ہو جائیگی

با غلیظی خر ز یاراں اے فقیر
اے فقیر! باوجود کثافت کے گدھا دوستوں کیوجہ سے

در نشاط آید شود قوت پذیر
خوش ہو جاتا ہے، قوت پکڑتا ہے

ہر خرے کز کارواں تنہا رود
جو گدھا قافلے سے جدا چلتا ہے

بر وے آں راہ از تعب صد تو شود
مشقت کی وجہ سے وہ راستہ سو گنا ہو جاتا ہے

چند سیخ و چند چوب افزوں خورد
چند سیخ اور چند لاٹیاں زیادہ کھاتا ہے

تا کہ تنہا آں بیاباں را بُرد
جبکہ اکیلا اُس جنگل کو طے کرتا ہے

لہ یارِ بد۔ بُرا ساتھی بمنزلہ سانپ کے ہے۔ یار را ز راہ بُرد کی رہزن ہے جو ساتھی کو بے راہ کر دیتا ہے جو شخص ایسے ساتھی سے مغلوب ہو وہ مرد نہیں ہے زن۔ یعنی مردانگی سے خالی بزدل۔ آہ۔ (شعر)

فسیحۃ تارک رہ ان ہو رہ سلک راہ دہر
نخست رہ ضرورت بارشد وہ مستحق

راہ دیں۔ (شعر)

خطر بسیار در راہ است تا حق ہر نفس خاصہ
کہ صد ہا بے عصا در راہ دیں اعمی بمی آید

سے کہ نہ راہ۔ دین کے راستہ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پُر خطر بنایا ہے تاکہ چلنے والوں کی آزمائش ہو سکے۔ ترس ہی اس راستہ کا کوڑا تجھے بُرے کو اسی طرح جدا کر دیتا ہے جس طرح چھلنی آٹے اور بھوسی کو جدا کر دیتی ہے راہ۔ صحیح راستہ وہی ہے جس پر دوسرے سالکوں کے نشانات قدم ہوں، دوست وہی ہے جس کی عقل تیرا سہارا ہو گی۔ تنہا سفر کرنے میں ہو سکتا ہے کہ احتیاط کی وجہ سے نقصان نہ پہنچے لیکن نشاط جماعت کے ساتھ رہنے میں ہے۔

سے آنکہ۔ تنہائی میں بھی اگر بہتر کام کرتا ہے تو جماعت میں رہ کر اس سے زیادہ بہتر کر سکے گا۔ با غلیظی۔ گدھا جیسا کثیف مزاج بھی دوسرے گدھوں کے ساتھ ہونے سے تیز رفتار بن جاتا ہے، اگر تنہا چلتا ہے تو سست رفتاری کی وجہ سے اس کی زیادہ پٹائی ہوتی ہے۔

مر ترا می گوید آں خر، خوش شنو
وہ گدھا تجھ سے کہتا ہے اچھا اسے سن لے

گر نہ خر ہمچنیں تنہا مرو
اگر تو گدھا نہیں ہے اس طرح تنہا نہ چل

آنکہ تنہا خوش رود اندر صد
جو کہیں گاؤں میں اکیلا ٹھیک چلتا ہے

با رفیقاں بے گماں خوشتر رود
بے شک دوستوں کے ساتھ زیادہ بہتر چلے گا

ہر نبیے اندریں راہِ درست
اس سچے راستہ میں ہر نبی نے

معجزہ بنمود و ہمراہاں بجست
معجزہ دکھایا اور ساتھی تلاش کئے

گر نباشد یاریِ دیوارہا
اگر دیواروں کی دوستی نہ ہو

کے برآید خانہ و انبارہا
گھر اور ڈھیر کب حاصل ہوں؟

ہر یکے دیوار اگر باشد جدا
اگر ہر دیوار جدا ہو

سقف چوں باشد معلق بر ہوا
ہوا میں چھت کیسے معلق ہوگی؟

گر نباشد یاریِ حبر و قلم
اگر روشنائی اور قلم کی دوستی نہ ہو

کے فتد بر روئی کاغذ ہا رقم
تو کاغذ پر تحریر کب آئے؟

ویں حصیرے کہ کسے می گسترد
وہ بوریا جو کوئی بچھاتا ہے

گر نہ پیوندد بہم بادش برد
اگر آپس میں نہ جڑے اس کو ہوا بہالے

حق ز ہر جنسے چو زوجین آفرید
جب اللہ (تعالیٰ) نے ہر جنس کے جوڑے پیدا کئے

پس نتائج شد ز جمعیت پدید
تو اجتماع سے نتائج ظاہر ہوئے

درمیانِ مرغ و صیادے عجب
تعجب ہے، پرند اور شکاری میں

بس شکال افتاد و شد نزدیک شب
بہت سے اشکال پیدا ہوئے اور رات قریب آگئی

او بگفت و ایں بگفت از اہتزاز
اس نے کہا اور اس نے کہا جوش کی وجہ سے

بحثِ شاں شد اندریں معنی دراز
اس مسئلہ میں ان کی بحث لمبی ہوگئی

مثنوی را چابک و دلخواہ کن
مثنوی کو چالو اور دل پسند بنا

ماجرا را موجز و کوتاہ کن
قصہ کو مختصر اور کوتاہ کر دے

مرغ را چوں دیدہ بر گندم فتاد
پرندگی آنکھ جب گیہوں پر پڑی

نفسِ او بے طاقت آمد در گشاد
اس کا نفس خوشی میں بے قابو ہوگیا

اور شکاری سے دریافت کرنے لگا کہ یہ گیہوں کس کے ہیں شکاری نے کہا لاوارث یتیم بچوں کے ہیں چونکہ لوگ مجھے امانتدار سمجھتے ہیں میرے پاس امانت رکھ دیتے ہیں۔

مر ترا۔ انسان کو گدھے ہی سے عبرت حاصل کرلینی چاہیئے اور جماعت کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ آنکہ تنہا سفر غیر مطمئن رہتا ہے ساتھیوں کا ہمراہی آلام سے سفر کرتا ہے۔ ہر نبی۔ انبیاء نے بھی جماعت بنانے کی خاطر معجزے دکھائے اور تنہا روی اختیار نہ کی۔ گر نباشد۔ اگر دیواروں کی باہمی یاری نہ ہو اور صرف ایک دیوار ہو تو اس سے نہ گھر بنے گا اور نہ اس میں طاقچے انبار لگیں گے۔

گر نباشد۔ روشنائی اور قلم کی اجتماع سے کتابت ہوئی ورنہ تنہا روشنائی اور قلم بیکار رہے۔ ویں حصیرے۔ بوریا کھجور کے پتوں کے اجتماع سے بنتا ہے ورنہ ہر پتے کو ہوا اڑا لے جائے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جنس کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے انسان کے اجتماع سے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ درمیان۔ پرند اور شکاری میں انسانیت اور اجتماعی زندگی کی افضلیت کی بحث رات تک ہوتی رہی۔

او بگفت۔ پرند اور شکاری میں اس مسئلہ میں بہت سے سوال و جواب ہوئے لیکن چونکہ ہمیں مثنوی کے اور مضامین بیان کرنے ہیں لہذا اس بحث کو مختصر کرتے ہیں۔ مرغ۔ جال میں دانہ کو دیکھ کر پرند بے قابو ہوگیا

بعد ازاں گفتش کہ گندم آنِ کیست
اُس کے بعد اُس نے اُس سے کہا، گیہوں کس کے ہیں!

گفت امانت از یتیم بے وصی ست
اُس نے کہا، بغیر وصی کے بچہ کی امانت ہیں

مالِ یتامیٰ[1] ست امانت پیشِ من
چند یتیموں کا مال میرے پاس امانت ہے

زانکہ پندارند مارا مؤتمن
کیونکہ مجھے امانت دار سمجھتے ہیں

گفت من مضطرم و مجروحِ حال
اُس نے کہا میں مضطر اور بُرے حال ہوں

ہست مُردار ایں زماں بر من حلال
اِس وقت مجھ پر مُردار حلال ہے

ہیں بدستورے ازیں گندم خورم
ہاں اجازت ہے! کہ میں اِس گیہوں میں سے کھاؤں

اے امین و پارسا و محترم
اے امین اور پارسا اور محترم!

گفت مُفتیِ ضرورت ہم توئی
اُس نے کہا ضرورت کے بارے میں تو ہی فتویٰ دینے والا ہے

بے ضرورت گر خوری مُجرم شوی
بغیر ضرورت کے اگر کھائے گا، گنہگار ہو جائیگا

در ضرورت ہست ہم پرہیز بہ[2]
اگر ضرورت بھی ہے تو بھی بچنا بہتر ہے

ور خوری بارے ضمانِ آں بدہ
اگر کھائے گا پھر اُس کا تاوان دیدینا

مُرغ بس در خورد فرو رفت آں زماں
پرند اُس وقت اپنے اندر ڈوب گیا

تو سنش سَر بستد از جذبِ غلل
اُس کا گھوڑا، باگ کھینچنے سے قابو میں نہ آیا

چوں[3] بخورد آں گندم اندر فخ بماند
اُس نے جیسے ہی گیہوں کھایا جال میں رہ گیا

چند اُو یٰسین و الأنعام خواند
اُس نے سورۂ یٰسین اور اَنعام پڑھی

بعد در ماندن چہ افسوس و چہ آہ
پھنس جانے کے بعد کیا افسوس اور کیا آہ

پیش ازاں بایست ایں دُود دیا
یہ کالا دُھواں اِس سے پہلے چلنا چاہیے

پیش ازاں کایں دانہ بر تو فخ شود
اُس سے پہلے کہ یہ دانہ تیرے لئے جال بنے

گرمیِ حرص تو ہیجوں یخ شود
تیرے لالچ کی گرمی برف کی طرح ہو جائے

آہ[4] و دود و نالہ آں دم کار بند
آہ اور دھواں اور نالہ اُس وقت عمل کر

حرص را آوارہ کُن اے ہوشمند
اے ہوشمند! حرص کو دفع کر دے

آں زماں کہ حرص جنبید و ہوس
جب حرص اور ہوس حرکت میں آ گئے

آں زماں می گو کہ اے فریاد رس
اُس وقت کہہ، کہ اے فریاد رس!

کاں زماں پیش از خرابیِ بصرہ است
کیونکہ وہ وقت بصرہ کی تباہی سے پہلے کا ہے

بُود کہ بصرہ وارہد ہم زاں شکست
ہو سکتا ہے کہ بصرہ شکست سے نجات پا جائے

---

[1] اَیتام۔ یتیم کی جمع ہے۔ تو تمن۔ امانتدار۔ گفت۔ بچہ نے کہا میں بھوک سے مجبور ہو رہا ہوں ایسی حالت میں تو مُردار کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اِس گیہوں کو کھاؤں؟ مچھلی شکاری نے کہا کہ تو خود اپنے بارے میں فتویٰ دے کہ تو مجبور ہے یا نہیں! اور ضرورت اگر مجبوری بھی ہے تو حرام سے بچنا بہتر ہے اور اگر تو مجبوری کھائے گا تو پھر ضمان بھی دینا پڑے گا۔ پرند دانہ کھانے پر مجبور ہو گیا۔

[2] پوں بخورد۔ دانہ چگتے ہی پرند جال میں پھنس گیا اُس نے سورہ یٰسین اور سورہ اَنعام پڑھی جن کا پڑھنا مصیبت میں مفید ہوتا ہے لیکن اُس کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بعد در ماندن۔ جب عذاب الٰہی آپکڑتا ہے پھر توبہ مفید نہیں ہوتی ہے۔ یخ۔ یعنی خوف کی وجہ سے لالچ ٹھنڈا پڑ جائے۔

[3] آہ و دود۔ قرب اور آمد زاری عذاب اور موت کے وقت سے پہلے مفید ہے۔ آں زماں۔ انسان کا نفس جب گناہ پر مجبور کرے تب خدا کی طرف رجوع مفید ہے۔ خرابیِ بصرہ۔ بصرہ شہر کی تباہی یعنی تباہی سے قبل اُس کی درک تمام مفید ہے تباہی کے بعد تدبیر بیکار ہے۔

اِبْكِ لِي يَا بَاكِيْ يَا ثَاكِلِيْ ۱
اے میرے رونے والے اے مجھے گم کرنے والے! مجھ پر رو

قَبْلَ هَدْمِ الْبَصْرَةِ وَالْمَوْصِلِيْ
موصل اور بصرہ کی تباہی سے پہلے

نُحْ عَلَيَّ قَبْلَ مَوْتِيْ وَاغْتَفِرْ
میرے مرنے سے پہلے مجھ پر رو اور مغفرت چاہو

لَا تَنُحْ لِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ وَاصْطَبِرْ
میرے مرنے کے بعد نہ رو اور صبر کرو

اِبْكِ لِيْ قَبْلَ ثُبُوْرِيْ فِي الْغَوٰى
میری ہلاکت میں تباہی سے پہلے مجھ پر رو لے

بَعْدَ طُوْفَانِ الْغَوٰى خَلِّ الْبُكَا
ہلاکت کے طوفان کے بعد رونا چھوڑ دے

آں زماں کہ دیو می شد راہزن
جس وقت شیطان رہزن بنا

آں زماں بایست تسبیں خواندن
اُس وقت یٰسین پڑھنی چاہئے

پیش ازاں کاشکستہ گردد کاروں
اُس سے پہلے کہ قافلہ تباہ ہو

آں زماں چوبک بزن اے پاسباں
اے چوکیدار! اُس وقت ڈنکا پیٹ دے

حکایت پاسبانے کہ خاموش کرد تا دُزداں رخت تاجراں

اُس چوکیدار کا قصہ جس نے خاموشی اختیار کی حتّٰی کہ چور تاجروں کا سب

ببردند بکلی بعد ازاں ہیہای و پاسبانی بنیاد می کرد

سامان لے گئے، اُس کے بعد ہائے ہائے اور حفاظت شروع کی

پاسبانے بود در یک کارواں
ایک قافلہ میں ایک چوکیدار تھا

حارسِ مال و قماشِ آں مہاں
اُن بڑے تاجروں کے سامان اور مال کا محافظ

پاسباں شب خفت و دُزد اسباب بُرد
چوکیدار رات کو سو گیا اور چور سامان لے گیا

رختہا را زیرِ ہر خاکے فشرد
سامان زمین کے اندر دبا دیا

روز شد بیدار شد آں کارواں
دن ہوا، وہ قافلہ جاگا

دید رفتہ رخت و سیم و اشتراں
اُس نے دیکھا کہ سامان اور چاندی اور اونٹ جا چکے

پاسباں در ہے ہے و چوبک زدن
چوکیدار ہائے ہائے اور ڈنکا پیٹنے میں

گرم گشتہ خود ہمو بُد راہزن
مصروف ہو گیا، خود وہی چور تھا

پس بدو گفتند اے حارس بگو
تو لوگوں نے اُس سے کہا اے چوکیدار! بتا

کہ چہ شد اس رخت و ایں اسباب کو
کہ یہ سامان کیا ہوا؟ اور یہ اسباب کہاں ہے؟

گفت دُزداں آمدند اندر نقاب
اُس نے کہا چور نقاب ڈالے ہوئے آئے

رختہا بُردند از پیشم شتاب
میرے سامنے سے فوراً سامان لے گئے

---

۱ ثاکل۔ وہ شخص جس کا کوئی مر گیا ہو۔ هَدْمِ الْبَصْرَةِ۔ بصرہ اور موصل کی تباہی سے خود انسان کی تباہی مراد ہے۔ نُحْ۔ یہ خود اپنے نفس کو عتاب ہے تو نوحہ کر۔ ثُبُوْرِ۔ ہلاکت۔ اَلثَّبْوٰی۔ ہلاکت۔ آں زماں۔ جب شیطان گناہ پر مجبور کرے گناہ سے بچنے کی تدبیر مفید ہے پیش از آں۔ قافلہ کی تباہی سے قبل بچاؤ کی تدبیر مناسب ہے۔

۲ حکایت۔ اِس قصے سے یہ بتانا ہے کہ چوکیدار نے قافلہ کے لٹنے کے بعد اپنا فریضہ ادا کیا جو مفید نہ تھا۔ حارس۔ نگہباں۔ مہاں۔ مہ کی جمع ہے، بڑا، بزرگ۔ دختہا۔ چوروں کا سامان، چور نے زمین میں دفن کر دیا۔ رَوز فرو۔ جب دن نکلا تو قافلہ والوں کو سب سامان لُٹ چکا تھا۔

۳ پاسباں۔ قافلے کے بعد چوکیدار نے ہائے ہائے شروع کی۔ ہمو بُد۔ چونکہ اس چوکیدار نے چور کو بھگانے کی تدبیر نہ کی اسلئے گویا وہ خود چور ہوا۔ گفت۔ چوکیدار نے کہا چور نقاب پہن کر آئے اور میری موجودگی میں جلدی سے سامان لے گئے۔

قوم گفتندش کہ اے بر جوں تلِ ریگ
قوم نے اُس سے کہا اے ریت کے ٹیلے پر بیٹھے!

پس چہ میکردی چہ تو مُردہ ریگ
پھر تو کیا کر رہا تھا، تو کیسا ذلیل ہے

گفت من یک کس بدم ایشاں گروہ
اُس نے کہا، میں اکیلا تھا وہ گروہ تھا

باسلاح و با شجاعت با شکوہ
ہتھیار اور بہادری اور دبدبہ کے ساتھ

گفت اگر در جنگ کم بودت اُمید
کہا اگر تجھے لڑائی میں اُمید نہ تھی

نعرہ بایستی زدن کہ بر جہید
تجھے نعرہ مارنا چاہیے تھا کہ اُٹھو

گفت آں دم کارد بنمودند و تیغ
اُس نے کہا، اُس وقت اُنھوں نے چھری اور تلوار

کہ خموش ورنہ کشیمت بیدریغ
کہ خاموش رہ ورنہ ہم تجھے بیدریغ قتل کر دینگے

آں زماں از ترس بستم من دہاں
اُس وقت میں نے ڈر سے منہ بند کر لیا

ایں زماں فریاد و ہیہائے و فغاں
اب فریاد اور ہائے ہائے اور فغاں ہے

آں زماں بست ایں دمم کہ دم زنم
اُس وقت میرا یہ سانس رُک گیا کہ دم مارون

ایں زماں چندانکہ خواہی می کُنم
اب جس قدر تو چاہے میں کروں گا

چونکہ عمرت بُرد دیو فاضحہ
جبکہ رُسوا شیطان تیری عمر لے گیا

بے نمک باشد اَعُوذُ و فاتحہ
تو اَعُوذ اور فاتحہ بے مزہ ہے

گرچہ باشد بے نمک اکنوں حنیں
اگرچہ اب رونا بے مزہ ہے

ہست غفلت بے نمک تر زاں یقیں
یقیناً غفلت اُس سے زیادہ بے مزہ ہے

ہمچناں ہم بے نمک می نال نیز
ایسے ہی بے مزہ روتا بھی رہ

کہ ذلیلاں را نظر کُن اے عزیز
کہ اے عزیز! آپ ذلیلوں کیطرف نظر فرمائیں

قادری بیگاہ چہ بُود یا بگاہ
تو قادر ہے، بے وقت اور با وقت کیا ہوتا ہے؟

از تو چیزے فوت کے شد اے الٰہ
اے خدا! تجھ سے کوئی چیز کب فوت ہوئی ہے؟

گفت لَا تَاسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ
اُس نے فرمایا ہے جو تم سے فوت ہو جائے اسپر غم نہ کرو

کے شود از قدرتش مطلوب کم
اُس کی قدرت سے مطلوب کب غائب ہوتا ہے؟

حوالہ کردن مرغ گرفتاری خود را در دام بفعل و مکر و زرق

پرندکا جال میں اپنی گرفتاری کو زاہد کے فعل اور مکر اور دھوکے سے

زاہد و جواب گفتن زاہد مرغ را

زاہد کا پرندکو جواب دینا

۱؎ تلِ ریگ۔ ریت کا ٹیلہ یعنی بے جس مُردہ ریگ۔ مُردے کی میراث۔ ناچیز۔ گفت۔ چوکیدار نے جواب دیا کہ وہ بہت اور ہتھیار بند تھے میں اکیلا، تنہا تھا۔ لشکر۔ قافلہ والوں نے کہا اگر اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا تو شور مچا دیتا۔ آں دم۔ چوکیدار نے کہا کہ اُنھوں نے تلوار دکھا کر مجھے چُپ کر دیا تھا۔ آں زماں۔ اُس وقت تو میں دم نہ مار سکتا تھا اب میں فریاد کر رہا ہوں۔

۲؎ آں زماں۔ اُس وقت میں دم نہیں مار سکتا تھا، اب تم جس قدر چاہو میں شور و غل مچا دوں۔ چونکہ۔ جس طرح قافلہ کے لُٹ جانے کے بعد اس چوکیدار کا شور و غل بیکار تھا اسی طرح پوری عمر برباد کرنے کے بعد اَعُوذ اور فاتحہ پڑھنا بے فائدہ ہے۔ گرچہ۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ آخری عمر میں بھی تو غفلت سے بہتر ہے۔

۳؎ ہمچناں۔ آخر عمر میں ہی آہ و زاری کرلے اور دربارِ خداوندی میں عرض کر کہ اے خدا تو قادرِ مطلق ہے تیرے لئے وقت اور بے وقت کوئی چیز نہیں ہے۔ گفت۔ انسان کے اعتبار سے کسی کام کا وقت گذرتا ہے اور فوت ہو جاتا ہے خدا سے کوئی چیز فوت نہیں ہوتی اسی لئے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ جو تم سے فوت ہو جائے اور

اس فقرہ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو تم سے فوت ہوا ہے۔

گفت[1] آں مُرغ ایں سزائے آں بُود — کہ فسونِ زاہداں را بشنود

پرندنے کہا، یہ اُس کی سزا ہے — جو زاہدوں کی مکاری کو سُنے

گفت زاہد نے سزائے آں نشاف — کہ خورد مالِ یتیماں از گزاف

زاہد نے کہا، نہیں (یہ) اُس دیوانگی کی سزا ہے — کہ بیہودگی سے یتیموں کا مال کھائے

بعدازاں نوحہ گری آغاز کرد — کہ فغ وصیاد لرزاں شد زدرد

اُس کے بعد اُس نے ایسا رونا شروع کیا — کہ درد سے جال اور شکاری لرز گئے

کز تناقضہائے دل پشتم شکست — برسرم جانا بیامی مال دست

کہ دل کے متضاد خیالوں سے میری کمر ٹوٹ گئی — اے محبوب! آ میرے سر پر ہاتھ پھیر دے

زیر[2] دستِ تو سرم را راحتے ست — دست تو در شکر بخشی آیتے ست

آپ کا ہاتھ کے نیچے میرے سر کو راحت ہے — آپ کا ہاتھ شکر عطا کرنے میں دلیل ہے

سایۂ خود از سرِ من برمدار — بیقرارم بیقرارم بیقرار

میرے سر سے اپنا سایہ نہ ہٹایئے — میں بے قرار ہوں، میں بے قرار ہوں، بیقرار

خوابہا بیزار شد از چشمِ من — در غمت اے رشکِ سرو و یاسمن

میری آنکھ سے نیندیں غائب ہو گئیں — آپکے غم میں اے سرو اور یاسمن! (کیلئے (بامعنی) رشک)

گرچہ لائق چہ باشد گر دمے — ناسزائے را بپرسی در غمے

اگرچہ میں نالائق ہوں کیا ہو جائیگا اگر تھوڑی دیر کیلئے — کسی غم میں آپ کسی نالائق کی پرسش کر لیں گے

مُرعدم[3] را خود چہ استحقاق بُود — کہ برُد لطفت چنیں در ہا کشود

خود عدم کا کیا استحقاق تھا؟ — کہ آپ کی مہربانی نے اُس پر ایسے در وا کر کھولدیئے

خاکِ گرگیں را کرم آسیب کرد — دہ گہر از نورِ حس در جیب کرد

خاکستری خاک کو کرم والا کر دیا — جس کے نور کے دس موتی جیب میں ڈالدیئے

پنج حسِ ظاہر و پنجِ نہاں — کہ بشر شد نطفۂ مُردہ ازاں

پانچ ظاہری حس اور پانچ پوشیدہ — کہ مُردہ نطفہ اُن سے انسان بن گیا

توبہ بے توفیقت اے نورِ بلند — چیست جز بر ریش توبہ ریشخند

اے بلند نور آپ کی توفیق کے بغیر، توبہ — سوائے توبہ کی مذاق اُڑانے کے، کیا ہے؟

---

[1] گفت۔ پھنسنے کے بعد پرندنے کہا کہ جو زاہدوں کے مکر میں پھنس جائے اُس کی یہی سزا ہے جو مجھے ملی ہے۔ ناآباد۔ زاہد نے کہا کہ یہ سزا کوا اپنے فعل سے وابستہ کر، تو نے یتیموں کا مال کھایا یہ اُس کی سزا ہے۔ نشاف۔ دیوانگی۔ بعدازاں۔ پھر اُس پرندنے اِس سزا کو اپنے فعل کی سزا سمجھ کر اِس دردناک طریقہ پر رونا شروع کر دیا، جس سے شکاری اور جال لرز گیا۔ تناقضہای۔ انسان کے دل میں متضاد خیالات آتے رہتے ہیں کبھی گناہ کی طرف میلان ہوتا ہے کبھی اُس سے نفرت ہوتی ہے۔

[2] زیر دست۔ اب اُس پرند یعنی گناہوں میں مبتلا شخص نے یہ دعا شروع کر دی کہ اے خدا میرے سر پر دستِ کرم رکھ دے تیرے دستِ کرم کے نیچے میرے سر کو راحت ہے تیرا دستِ کرم مجھے نعمت بخشتا ہے اور شکر کی توفیق دیتا ہے۔ شکر بخشی۔ نعمت بخشی۔ سایہ۔ اے خدا میرے سر سے اپنا سایہ نہ ہٹا میں بیقرار ہوں اور تیرے غم میں میری نیند اُڑ گئی ہے، میں اگرچہ نالائق ہوں لیکن ایک نالائق پر کرم کرنے سے تیرا کچھ نہیں بگڑتا ہے۔

[3] مرعدم۔ تو نے بے استحقاق کے اپنے کرم سے پیدا کر دیا۔ خاکِ گرگیں۔ عارضی یعنی ذلیل ہستی۔ کرم آسیب۔ یعنی کرم کے اثر والا یعنی اُس نے مٹی کو حواس عطا کر دیئے۔ دہ گہر یعنی باطنی پانچ حواس اور ظاہری پانچ حواس۔ پنج۔ نطفہ ایک بے جان چیز ہے پھر اُس میں حواس پیدا ہو جاتے ہیں۔ توبہ اگر توبہ میں توفیق الٰہی شامل نہ ہو تو اُس توبہ کا بقا مشکل ہے اور پھر اُس توبہ کا مذاق اُڑتا ہے۔

سبلتانِ[1] توبہ یک یک برکنی
آپ توبہ کی ایک ایک مونچھ اکھاڑ دیتے ہیں

توبہ سایہ است و تو ماہِ روشنی
توبہ سایہ ہے آپ روشنی کا چاند ہیں

اے زتو ویراں دکان و منزلم
اے (محبوب)! آپ کی وجہ سے میری دکان اور منزل

چوں ننالم چوں بیفشاری دلم
میں کیوں نہ روؤں جبکہ آپ میرا دل بھینچ رہے ہیں؟

چونکہ بے تو نیست کارم را نظام
کیونکہ آپ کے بغیر میرا کام منظم نہیں ہے

بے تو ہرگز کار کے گردد تمام
آپ کے بغیر کام کب مکمل ہوگا؟

چوں گریزم زانکہ بے تو زندہ نیست
میں کیسے بھاگوں، کیونکہ تیرے بغیر کوئی زندہ نہیں ہے

بے خداوندیت بودِ بندہ نیست
تیری آقائی کے بغیر بندہ کا وجود نہیں ہے

جانِ من بستانِ تو اے جانِ اصول
اے جانوں کی جڑ! تو میری جان لے لے

زانکہ بے تو گشتہ ام از جاں ملول
کیونکہ میں تیرے بغیر جان سے رنجیدہ ہوں

عاشقم[2] من بر فنِ دیوانگی
میں دیوانگی کے ہنر پر عاشق ہوں

سیرم از فرہنگی و فرزانگی
میرا عقلمندی اور فرزانگی سے پیٹ بھر چکا ہے

چوں بدر دشرم گویم راز فاش
جب شرم چاک ہوگئی میں راز کو کھول کر کہوں گا

چند ازیں صبر و زحیر و ارتعاش
یہ صبر اور بیچ و تاب اور کپکپاہٹ کب تک؟

در حیا پنہاں مشو مثلِ حجل
میں حیا میں گوٹ کی طرح پوشیدہ رہا

ناگہاں بجہم ازیں زیرِ لحاف
اچانک اس لحاف کے نیچے سے کود پڑوں گا

اے[3] رفیقاں راہہا را بست یار
اے دوستو! دوست نے راستے بند کر دیئے ہیں

آہوئے لنگیم و او شیرِ شکار
ہم لنگڑے ہرن ہیں، وہ شکاری شیر ہے

جز کہ تسلیم و رضا کو چارہ
تسلیم اور رضا کے سوا کیا چارہ ہے؟

در کفِ شیرِ نرے خونخوارہ
خونخوار نر شیر کے پنجہ میں

او ندارد خواب و خور چوں آفتاب
وہ سورج کی طرح سونا اور کھانا نہیں رکھتا

رُو مہارا می کند بیخورد و خواب
وہ روحوں کو بغیر کھائے اور نیند کے بناتا ہے

کہ بیا من باش یا ہم خوئے من
کہ آجا میں بنجا یا میرا ہم خصلت (بنجا)

تا بہ بینی در تجلی رُوئے من
تاکہ تو تجلی میں میرا رُخ دیکھ سکے

مثال یہ ہے کہ لنگڑا ہرن ہو اور شیر شکاری ہو تو وہ کہاں بچ سکتا ہے یہی حال ہمارا ہے کہ ہمارے تقاضائے قدرت نے ہمارا راستہ بند کر دیا ہے۔ جز تسلیم و رضا کے ہمارے لئے اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو شیر کے پنجہ میں ڈال دیں۔ وہ تو روح کو کھانے پینے اور سونے سے بے نیاز کئے ہوئے ہے۔ کہ یہ ہمارے اندر بھی ایسا ہی بنا دیا ہے۔ کہ یہ ہمارے حضرت حق تعالیٰ انسان ؒ

---

[1] سبلتان۔ تو توبہ کی مونچھیں اکھاڑ دیتا ہے، توبہ ایک سایہ ہے اور تو چاند ہے، چاند کے سامنے سایہ کہاں باقی رہتا ہے اے زتو۔ اے خدا تیری ہی قضا اور تقدیر کی وجہ سے میرے حواس اور دل تباہ ہیں۔ چونکہ جب تک تو میرے اعمال کو منظم نہ کریگا میرا کام ناقص رہیگا۔ چونکہ بغیر خدا کی توفیق کے کام کا نظام درست ہونا تو درکنار زندگی ہی ممکن نہیں ہے، خدا کی خدائی کے بغیر بندہ کا وجود ممکن نہیں ہے۔

[2] عاشقم۔ (شعر)

(دیوانگی یعنی حالت عشق فرزانگی یعنی عقل معاش۔ راز یعنی تقدیر کا راز جو حالت عشق میں بیان نہیں کیا جا سکتا، عوام کے لئے مضر ہے حالت عشق میں کہا جا سکتا ہے۔ زحیر۔ بیچ و تاب۔ ارتعاش۔ اضطراب، یہ کیفیتیں روح کے ضبط کرنے کی صورت میں پیدا ہوتی ہیں۔ در حیا۔ عشق کی حالت راز بیان کرنے سے مانع ہے۔ بجہاں۔ گوٹ جو لحاف کے استر اور ابرے کے درمیان دبی ہوئی ہوتی ہے۔

[3] اے رفیقاں۔ وہ راز یہ ہے کہ تقاضائے قدرت کی اور ہماری

در ندیدی چوں چنیں شیدا شدی
اگر تو نے نہیں دیکھا ہے تو ایسا عاشق کیوں بنا؟

گر زبے سویت ندادست اُو علف[1]
اگر اس نے دوسرا کہ تجھے خوراک نہیں دی ہے

گربہ بر سوراخ زاں شُد مُعتکف
بلی، سوراخ پر اس لئے بیٹھی ہے

گربۂ دیگر ہمی گردد ببام
دوسری بلی کوٹھے پر چکر لگا رہی ہے

آں یکے را قبلہ شُد جولاہگی
ایک کا قبلہ جولاہہ پن بنا

واں یکے[2] بیکار و رُو در لامکاں
اور ایک بیکار ہے اور منہ لامکان کیطرف ہے

کار آں دارد کہ حق راشُد مُرید
کام وہی رکھتا ہے جو اللہ (تعالیٰ) کا ارادہ کرنیوالا بنا

دیگراں چوں کودکاں ایں روز چند
دوسرے ان بچوں کی طرح یہ چند روز

خوابنا کے کو ز یقظہ می جہد
وہ سویا ہوا جو بیداری کے ذریعہ اٹھتا ہے

رُو بخُسپ[3] اے جاں کہ بگذاریم ما
اے جان! جا، سو جا، ہم کسی کو موقع نہ دینگے

ہم تو خود را بر کنی از بیخ خواب
تو خود ہی اپنے آپ کو نیند کی جڑ سے علیحدہ کرلے

بانگِ آبم مَن بگوشِ تشنگاں
میں پیاسوں کے کان میں پانی کی آواز ہوں

خاک بُودی طالبِ احیا شُدی
تو مٹی تھا، زندگی کا طالب بنا

چشمِ جانت چوں بماندست اُو نطف
تیری جان کی آنکھ اس طرف کیوں لگی ہے؟

کہ ازاں سوراخ اُو شد مُعتلف
کہ اُس سوراخ سے وہ غذا پانیوالی بنی ہے

کز شکارِ مُرغ یا بید اُو طعام
کیونکہ اُس نے پرند کے شکار سے غذا پائی ہے

واں یکے حارس برائے جاگی
اور ایک تنخواہ کے لئے چوکیدار ہے

کہ ازاں سُود اندیش تو قوتِ جاں
کیونکہ اُس جانب سے اپنے اُنکو جان کی روزی ملنے کی امید ہے

بہرِ کارے اُو زہر کارے بُرید
اُس نے ایک کام کیلئے ہر کام سے علیحدگی کرلی

تا شبِ تر حال بازی می کنند
سفر کی رات تک، کھیلتے رہے ہیں

دایۂ وسواس عشوش می دہد
وسوسے کی دایہ اُس کو فریب دیتی ہے

کہ کسے از خواب بجہاند ترا
کہ کوئی تجھے نیند سے اُٹھائے

ہمچو تشنہ کہ شنود اُو بانگِ آب
اُس پیاسے کی طرح جو پانی کی آواز سُن لے

ہمچو باراں می رسم از آسماں
بارش کی طرح آسمان سے پہنچ رہا ہوں

کہ غفلت کی نیند کے اسباب خود ختم کردے اور اس طرح بیدار رہے جس طرح کہ پیاسا پانی کی آواز سُن کر بیدار رہتا ہے۔ بانگ۔ مولانا فرماتے ہیں جس طرح پانی کی آواز جو آسمان سے نازل ہوتا ہے پیاسوں کی غفلت کو دور کرتی ہے میں بھی غافلوں کو اسی طرح بیدار کر رہا ہوں۔

[1] گر۔ چونکہ دوسرا وہاں سے غذا حاصل کر چکی ہے لہٰذا اُس کی نظریں اُدھر لگی ہوئی ہیں۔ گربہ۔ بلی کو جب کسی سوراخ سے غذا حاصل ہو جاتی ہے تو وہ وہاں ہی انتظار میں بیٹھی رہتی ہے۔ دیگر۔ کسی بلی نے اگر بالاخانہ پر شکار پکڑا ہے تو وہ وہاں کے چکر کاٹتی ہے۔ آں یکے۔ جس شخص کو جس پیشے سے فائدہ ہو چکا ہے وہ اُس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جاگی۔ تنخواہ۔

[2] واں یکے۔ جن کو عالمِ بالا سے روحانی غذا حاصل ہوتی ہے اُنکی توجہ عالمِ بالا کی طرف رہتی ہے۔ بکار۔ پہلے شعر میں چونکہ عالمِ بالا کی طرف متوجہ رہنے والوں کو بیکار کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ اصل کام انہی لوگوں کا ہے۔ دیگراں۔ دنیا داروں کی مثال اُن بچوں کی سی ہے جو کھیل کود میں قیمتی وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ تر حال۔ سفر۔ خوابنا کے۔ ان دنیا داروں میں سے جس کو ہوش بھی آتا ہے شیطان اُنکو اسی طرح تھپک کر اُن کو غافل بنا لیتا ہے جس طرح دایہ بچہ کو تھپک کر سُلا دیتی ہے۔

[3] رُو بخسپ۔ وسوسہ کی دائی شیطان اُس کو سُلاتے ہوئے کہتا ہے کہ آرام سے سوتا رہ میں کسی کو موقع نہ دوں گا کہ تیرے آرام میں خلل انداز ہو۔ ہم تو خود۔ انسان کو چاہئے

بر جہ[1] اے عاشق برآور اضطراب — بانگ آب و تشنہ و آگاہ خواب

اے عاشق! اُٹھ اور بے چین ہو جا — پانی کی آواز ہو اور پیاسا اور پھر نہ سو

حکایتِ آں عاشقے کہ شب بیامد بر اُمیدِ وعدۂ معشوق بداں

اُس عاشق کی حکایت جو معشوق کے وعدے کی اُمید پر اُس کے گھر آیا

وثاقے کہ اشارت کردہ بُود و بعضے از شب منتظر بُود کہ خواب

پہنچا جس کا اُس نے اشارہ کیا تھا اور رات کے کچھ حصہ میں منتظر رہا پھر

بر بود معشوق آمد اُو را خفتہ یافت جیبش پُر جوز کرد و اُورا

اُس کو نیند آگئی معشوق آیا اُس کو سویا ہوا پایا اُسکی جیب اخروٹوں سے بھر دی

خُفتہ گذاشت و باز گشت و در بیانِ تحقیقِ ماہیتِ آں

اور اُسکو سوتا چھوڑ دیا اور واپس ہو گیا اور اُسکی حقیقت کی تحقیق کے بیان میں

عاشقے بُود است در ایامِ پیش — پاسبانِ عہد اندر عہدِ خویش

اگلے زمانہ میں ایک عاشق تھا — اپنے زمانے میں عہد کا پابند

سالہا در بندِ وصلِ ماہِ خود — شاہ مات و مماتِ شاہنشاہِ خود

سالوں اپنے چاند کے وصل کی فکر میں (تھا) — عاشقوں کا شاہ اور اپنے شہنشاہ کا مقتول (تھا)

عاقبت جو بندہ یابندہ بُود — کہ فرح از صبر زاینده بُود

انجام کار تلاش کرنے والا، پانے والا ہے — کیونکہ کشادگی صبر سے پیدا ہونیوالی ہوتی ہے

گفت روزے یارِ اُو را مشب بیا — کہ بہ پختم از پئے تو کوبیا

ایکدن اسکے معشوق نے اُس سے کہا آج رات آجا — کیونکہ میں نے تیرے لئے لوبیا پکایا ہے

در فلاں حجرہ نشیں تا نیم شب — تا بیایم نیم شب من بے طلب

آدھی رات تک فلاں حجرے میں بیٹھ — تاکہ میں بغیر بلوائے آدھی رات کو آجاؤں

مرد قرباں کرد و نانہا بخش کرد — چوں پدید آمد مہش از زیرِ گرد

مرد نے قربانی دی اور روٹیاں خیرات کیں — جبکہ اُس کا چاند غبار میں سے رونما ہوا

شب دراں حجرہ نشست آں گرمجار — بر اُمیدِ وعدۂ آں یارِ غار[2]

وہ گرم جوشی سے رات کو اُس حجرے میں بیٹھا رہا — اُس مخلص دوست کے وعدے کی اُمید پر

منتظر بنشستہ خوابش در ربود — اُفتاد و گشت بیخود آں عنود

منتظر بیٹھا تھا اُس کو نیند آگئی — وہ سرکش گر پڑا اور غافل ہو گیا

[1] بر جہ۔ سالک کو لفلت ترک کرکے مشاہدہ کے لئے مضطرب ہو جانا چاہیئے ورنہ یہ طلب حقیقی نہ ہوگی اور یہ عاشق عشق کے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔ حکایت۔ اس حکایت میں یہ بتایا ہے کہ اس عاشق کا حقیقی عشق نہ تھا اسی لئے وہ سو گیا، ورنہ عشق اور نیند میں ضد ہے۔ وثاق۔ گھر۔ جوز۔ اخروٹ پاسبان۔ یعنی یہ عاشق اپنے زمانہ میں عشق کے عہد کا پابند سمجھا جاتا تھا۔

[2] آں یارِ غار۔ یعنی معشوق شاہ مات سے مقتول عاشق مراد ہے یعنی وہ عاشقوں کا شاہ تھا کرفرح۔ حدیث شریف ہے۔ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجِ۔ لوبیا۔ ترکاری کا دانہ ہے جو پکا کر کھایا جاتا ہے۔ مرد۔ وصل کے مژدہ اور قصید پر عاشق نے قربانی کی اور روٹیاں تقسیم کیں۔

[3] یارِ غار۔ حضرت ابوبکرؓ جو کہ ہجرت کے وقت آنحضورؐ کے ساتھ غارِ ثور میں رہے، مطلقاً پکا دوست۔ منتظر۔ اس عاشق نے ابتدائے شب میں معشوق کا انتظار کیا اور پھر سو گیا۔

ساعتے بیدار بد خوابش گرفت
وہ دیر تک بیدار رہا اس کو نیند نے پکڑ لیا

عاشقِ دلدادہ را خواب اے شگفت
تعجب ہے، دلدادہ عاشق کو نیند!

بعدِ نصف اللیل آمد یارِ او
اس کا دوست آدھی رات کے بعد آیا

صادقُ الوعدانہ آں دلدارِ او
وہ اس کا معشوق، سچے وعدے والوں کی طرح

عاشقِ خود را فتادہ خفتہ دید
اپنے عاشق کو پڑا ہوا، سویا ہوا دیکھا

اندکے از آستینش او درید[1]
تھوڑی سی اس کی آستین پھاڑی

گردگانِ چندش اندر جیب کرد
چند اخروٹ اس کی جیب میں ڈال دیئے

کہ تو طفلی گیر ایں می باز نرد
کہ تو بچہ ہے، یہ لے لے، کھیل

چوں سحر از خواب عاشق بر جہید
جب صبح کو عاشق نیند سے جاگا

آستین و گردگانہا را بدید
آستین اور اخروٹ دیکھے

گفت شاہِ ما ہمہ صدق و وفاست
بولا، ہمارا شاہ، مجسم سچائی اور وفا ہے

آنچہ بر ما میرسد آں ہم زماست
جو کچھ ہم پر نازل ہوتا ہے وہ ہماری جانب سے ہے

اے[2] دلِ بے خواب ما زیں ایمنیم
چوں حرس بر بام چوبک میزنیم
اے بے خواب دل! ہم اس سے مطمئن ہیں
ہم پاسبانے پر نگہبان کی طرح ڈنکا بجاتے ہیں

گردگانِ ما درینِ مطبخ شکست
ہر چہ گویم از غمِ خود اندکست
ہمارے اخروٹ اس پکی میں پس گئے
اپنے غم کے بارے میں جو کچھ کہوں، کم ہے

عاذلا چندیں صداع ما مجرا
پند کم دہ بعد ازیں دیوانہ را
اے ملامت گر! درد سر اور قصہ کہاں تک!
اس کے بعد دیوانے کو نصیحت نہ کر

من[3] نخواہم عشوۂ ہجراں شنود
آزمودم چند خواہم آزمود
میں فراق کا فریب نہ سنوں گا
میں نے آزمایا، کتنا آزماؤں گا؟

ہر چہ غیرِ شورش و دیوانگی ست
اندریں رہ دوری و بیگانگی ست
شورش اور دیوانگی کے علاوہ جو کچھ ہے
اس راستہ میں دوری اور بیگانگی ہے

ہیں بنہ بر پایم آں زنجیر را
کہ دریدم سلسلہ تدبیر را
ہاں میرے پاؤں میں یہ زنجیر ڈال دے
کیونکہ میں نے تدبیر کا سلسلہ توڑ دیا ہے

(شعر) فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر از و تمنائے

یعنی۔ اب میں دیوانگی اختیار کر چکا ہوں بلندیں زنجیر کا مستحق ہوں۔

---

[1] درید۔ نشانی کے طور پر معشوق نے عاشق کی آستین پھاڑ دی۔ گردگان یعنی اخروٹ دے کر بہلا دیا جاتا ہے معشوق نے اس عاشق کو طفلِ مکتب قرار دے کر اس کی جیب میں اخروٹ ڈال دیئے۔ چوں سحر۔ جب صبح کو عاشق بیدار ہوا اور اس نے اپنی آستین پھٹی ہوئی اور جیب میں اخروٹ دیکھے تو بولا کہ معشوق تو سچا ہے اور محبت میری خود میری وجہ سے ہوئی۔

[2] اے۔ اب مولانا اپنے آپ کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ ہم اس خواب غفلت سے محفوظ ہیں اور چوکیدار کی طرح بالاخانہ پر بیٹھ کر نقارہ بجاتے ہیں اور ہم نے غفلت کے اسباب کو فنا کر دیا ہے۔ عاذلا۔ مولانا نے اپنے عشق کی کیفیت کا اظہار فرمایا ہے فرماتے ہیں ملامتگر ہم دیوانوں کو ملامت نہ کر اس سے درد سر پیدا ہوتا ہے۔

[3] من نخواہم۔ ملامت گر مولانا فراق سے ڈرا کر عشق ترک کرنے کو کہتا ہے تو فرمایا میں ہجر کو آزما چکا ہوں وہ ہجر ہی نہیں ہے نیز اس میں بھی میرے لئے لذت ہے۔ ہر چہ راہِ عشق میں دیوانگی اور شورش کے سوا ہر چیز معشوق سے بیگانگی ہے

غیرِ جُعدِ آں نگارِ مُقبلم — گر دو صد زنجیر آری بگسلم

میرے اقبال مند معشوق کے گھنگرالے بالوں کے علاوہ — اگر تو دو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا

عشق و ناموس اے برادر راست نیست — بر درِ ناموس اے عاشق مایست

عشق اور آبرو اے بھائی! مناسب نہیں ہے — اے عاشق! آبرو کے دروازے پر نہ ٹھہر

وقت آں آمد کہ من عریاں شوم — نقش بگذارم سراسر جاں شوم

وہ وقت آگیا کہ میں ننگا ہو جاؤں — نقش کو چھوڑ دوں، سراسر جان بن جاؤں

اے عدوِ شرم و اندیشہ بیا — کہ دریدم پردۂ شرم و حیا

اے فکر اور شرم کے دشمن! آجا — کیونکہ میں نے شرم اور حیا کا پردہ چاک کر دیا ہے

اے بہ بستہ خوابِ جاں از جادوئی — سخت دل یارا کہ در عالم توئی

اے وہ کہ تو نے جان کی نیند کو جادو گری سے روک لیا ہے — اے سخت دل دوست! کہ جہان میں تو ہی ہے

ہیں مگوئی صبر گیر و می فشار — تا خُنک گردد دلِ عشق اے سوار

ہاں صبر کا گھونٹ پکڑ اور دبا دے — اے سوار! تاکہ عشق کا دل ٹھنڈا ہو جائے

تا نسوزم کے خُنک گردد دلش — اے دلِ ما خاندان و منزلش

جب تک میں جل نہ جاؤں گا اسکا دل کب ٹھنڈا ہوگا! — اے دل کہ جس کا خاندان اور مکان ہمارا دل ہے!

خانۂ خود را ہمی سوزی بسوز — کیست آنکس کہ بگوید لا یجوز

تو اپنا گھر جلاتا ہے، جلا دے — وہ کون ہے جو کہے کہ جائز نہیں ہے!

خوش بسوز ایں خانہ را اے شیر مست — خانۂ عاشق چنیں اولی ترست

اے مست شیر! اس گھر کو خوب جلا دے — عاشق کا گھر ایسا ہی بہتر ہے

بعد ازیں من سوز را قبلہ کنم — زانکہ شمعم من بسوزش روشنم

اس کے بعد میں سوزش کو قبلہ بناؤں گا — کیونکہ میں شمع ہوں اسکے سوز سے روشن ہوں

خواب را بگذار امشب اے پدر — یک شبے در کوئے بے خوباں گذر

اے باوا! آج کی رات نیند کو ترک کر — ایک رات جاگنے والوں کے کوچہ میں گذر

ہمچو پروانہ بوصلش کشتہ اند — بنگر آنہا را کہ مجنوں گشتہ اند

پروانہ کی طرح اس کے وصل سے مقتول ہوئے ہیں — اُن کو دیکھ کر وہ مجنون ہو گئے ہیں

از دہائے گشتہ گوئی خلقِ عشق — بنگر ایں کشتی خلقاں غرقِ عشق

گویا کہ عشق کا خلق اژدھا بن گیا ہے — دیکھ مخلوق کی کشتی عشق میں غرق ہے

---

۵۱ غیرِ جعد۔ لیکن میں صرف محبوب کی زلف کی زنجیر کو قبول کر سکتا ہوں اسکے علاوہ سب زنجیروں کو توڑ ڈالوں گا۔ عشق کے ساتھ دشمنائی اور دوستی ایک وقت ہی جمع ہو سکتی ہے۔ عاشق آبرو سے بے پروا ہوتا ہے۔ وقت۔ اب میرا ایسا وقت ہے کہ جسمانی صفات سے عریاں ہو کر سراسر جان بن جانا چاہیئے۔ عدوِ شرم۔ یعنی محبوب عشق میں شرم و حیا وصل سے مانع ہے۔

۵۲ اے بہ بستہ۔ عشق محبوب جادو ہے کہ اس نے نیند کو آنکھوں سے روک دیا ہے۔ سخت دل۔ مولانا نے غلبۂ حال میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ ہیں۔ عشق جب خوش ہوتا ہے جبکہ عاشق کا صبر و قرار فنا ہو جائے۔ تا نسوزم۔ جب تک میں عشق کی آگ سے جلکر خاک نہ ہو جاؤں گا وہ محبوب عاشق خوش نہ ہوگا۔ میرا دل ہی اس کا خاندان اور مکان ہے وہ اس کو اگر پھونکنا چاہتا ہے پھونک دے اس کو برا کہنے والا کون ہے! خوش بسوز۔ عاشق کے دل کو پھونک کہاں وہ اسی قابل ہے، دل کے جلنے سے تو اسمیں سوزش ہوگی وہی میرا مقصود ہے شمع سوزش ہی سے روشن رہتی ہے۔

۵۳ خواب۔ اگر انسان عشق سے خالی ہے تو عشق والوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ بنگر۔ عاشقوں کو دیکھ لے کہ وہ محبوب کے

اژدہائے[1] ناپدیدِ دل رُبا — عقلِ ہمچو کوہ را اُو کہربا
غیر محسوس اژدہا، دل کو چھیننے والا — وہ پہاڑ جیسی عقل کے لئے کہربا ہے

عقلِ ہر عطار کا گر شد اژدو — طبلہا را ریخت اندر آبِ جُو
جس عطار کی عقل اُس سے واقف ہو گئی — اُس نے طبلے، نہر کے پانی میں بہا دیئے

رَو کزیں جُو برنیائی تا اَبد — لَمْ یَکُنْ حَقَّالَہٗ کُفُوًا اَحَد
جا تو اس نہر سے قیامت تک باہر نہ آئیگا — یقیناً اُس کا کوئی ہمسر نہیں ہے

اے مُزَوِّر چشم بکشا دُو ببیں — چند گوئی می ندانم آن و ایں
اے مکار! آنکھ کھول اور دیکھ — تو کہاں تک کہے گا، میں اُسکو اور اِسکو نہیں جانتا

از دہائیِ زَرق و محرومی بَرآ — در جہانِ حَی و قیّومی در آ
مکر اور محرومی کے مرض سے باہر آجا — حی و قیوم والے جہان میں آجا

تا نمی بینم ہمی بینم شوَد — وین ندانمہات می دانم شود
تاکہ "میں نہیں دیکھتا ہوں" دیکھنا ہوں بنجائے — اور یہ "سب میں نہیں جانتا ہوں" جاننا ہوں بنجائے

بگذرَد[2] از مستی و مستی بخش باش — زیں تلوّن نقل کُن در استوا ش
مستی سے گذر جا اور مستی بخشنے والا بن جا — اِس تلوّن سے اُس کی استقامت میں منتقل ہو جا

چند نازی تو بدیں مستی پَست — بر سرِ ہر کوئی چنداں مست ہست
تو اِس پست مستی پر کتنا ناز کرے گا — ہر کوچہ کے سر پر ایسے مست بہت ہیں

گر دو عالَم پُر شود سَر مستِ یار — جُملہ یک باشند و آں یک نیست خوار
اگر یار کے سرمستوں سے دنیا بھر جائے — سب ایک ہونگے اور وہ ایک ذلیل نہیں ہے

ایں[3] ز بسیاری نیابد خوا ریے — خوار کہ بُود تن پرستے نا ریے
یہ کثرت سے ذلیل نہیں ہوتا ہے — ذلیل کون ہوتا ہے؟ تن پرست، دوزخی

گر جہاں پُر شد ز تابِ نورِ مہ — کے کساد آید بر صاحب وَلَہ
اگر چاند کے نور کی چمک سے تمام جہان بھر جائے — عاشق کے لئے اُس میں کب کھوٹ آتا ہے؟

گر جہاں پُر شد ز نورِ آفتاب — کے بُود خوار آں تفِ خوش التہاب
اگر تمام جہان سورج کے نور سے بھر جائے — وہ آگ بھڑکنے والی روشنی کب ذلیل ہوگی؟

بھی پُر ہو جائے تو اُس میں کوئی کھوٹ نہیں آتا ہے، اِسی طرح سورج کی روشنی سے سارا عالم پُر ہو — تو سورج کی روشنی بے قدر نہیں ہوتی۔

---

[1] اژدہا ای عشق ایک ایسا اژدہا ہے جو بظاہر نظر نہیں آتا ہے لیکن دل کو نگل جاتا ہے۔ اور پہاڑ جیسی عقل کو بھی ہضم کر دیتا ہے۔ عقل، عقل جب عشق سے باخبر ہو جاتی ہے تو اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہے تک۔ سب کچھ قربان کرتے ہوئے عقل کہتی ہے کہ اب یہ چیزیں اُس محبوب پر قربان ہیں جو بے نظیر ہے لہٰذا ان چیزوں کی واپسی کی کبھی خواہش نہ ہوگی۔ اسے مزوّر، عطار، عاشق کے احوال سے قصداً آنکھیں بند کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ان احوال کو نہیں دیکھتا ہوں وہ محروم ہو اگر وہ عشق کے میدان میں آجائے تو اُس کو سب احوال نظر آنے لگیں جن احوال کے بارے میں وہ کہتا تھا میں نہیں دیکھتا ہوں۔ اُن کے بارے میں کہنے لگے گا "میں دیکھتا ہوں"

[2] بگذرَد عقل کی مستی سے گذر کر عشق کی مستی تقسیم کرنے والا بن جا۔ تلوّن۔ مختلف رنگ بدلنا۔ چند نازی عقل کی مست تو بہت ہیں جو اپنے ناز پر اترتے ہیں۔ گر دو عالم۔ اللہ کے مستوں سے اگر دونوں عالم بھی بھر جائیں تو یہ اُن کی زینت کا سبب نہ ہوگا کیونکہ وہ سب مل کر ایک ہیں۔

[3] ایں ز بسیاری۔ علامہ ازیں محض کثرت زینت کا سبب نہیں ہے ذلیل تو تن پرست اور دوزخی ہوتا ہے۔ گر جہاں۔ چاند کی چاندنی سے سارا عالم

لیک[1] با این جملہ بالاتر خرام
لیکن اِس سب کے ہوتے ہوئے، اوپر چل

چونکہ ارض اللہ واسع بُود و رام
جبکہ اللہ (تعالٰی) کی زمین وسیع اور تابع ہے

گرچہ این مستی چو بازِ اشہب ست
اگرچہ یہ مستی بھونسلے باز کی طرح ہے

برتر از وے در زمینِ قدس ہست
قدس کی سرزمین میں اِس سے بھی بہتر (مقام) ہے

مست ز ابرار و مُقرّب زو بہ است
مست ابرار میں سے ہے اور مُقرّب اِس سے بہتر ہے

بر مُقرّب شیر اُو چوں روبہ ست
مُقرّب کے نزدیک اُس کا شیر، لومڑی کی طرح ہے

رُو بسرافیلے شو اندر امتیاز
جا، امتیاز کرنے میں اسرافیلؑ بن جا

درد مندہ رُوح و مست و مست ساز
رُوح کا پھُونکنے والا اور مست اور مست بنانیوالا

مست[2] را چوں دل مزاح اندیشہ شد
مست کا دل چونکہ مذاق سوچنے والا بن گیا

این ندانم واں ندانم پیشہ شد
میں یہ نہیں جانتا اور وہ نہیں جانتا اُسکا پیشہ بن گیا

این ندانم واں ندانم بہرِ چیست
میں اِسکو نہیں جانتا اور میں اُسکو نہیں جانتا کس لئے ہے؟

تا بگوئی آنکہ میدانیم کیست
تاکہ تو کہے کہ جس کو میں جانتا ہوں وہ کون ہے!

نفی[3] بہرِ ثبت باشد در سخن
بات میں نفی، اثبات کے لئے ہوتی ہے

نفی بگذار و ز ثبت آغاز کُن
نفی کو چھوڑ دے اور اثبات سے ابتدا کر

نیست این و نیست آں ہیں وا گذار
خبردار! یہ نہیں ہے اور وہ نہیں ہے کو چھوڑ دے

آنکہ آں ہست ست آں را پیش آر
جو کہ موجود ہے اُس کو سامنے لا

نفی بگذار و ہماں مستی طلب
نفی کو چھوڑ دے اور وہی مستی طلب کر

تُرک و مُطرب را بگو احوالِ شب
تُرک اور مطرب کے رات کے احوال سُنا

نفی بگذار و ہماں ہستی پرست
نفی کو چھوڑ اور اُس ہستی کو پوج

این بیا موئے پدر زاں تُرک مست
اے بابا! اُس تُرک مست سے سیکھ

استدعای امیر تُرکِ مخمور مُطرب را بوقتِ صبوح و تفسیرِ

ایک مخمور تُرک امیر کا گویّے سے صبح کی شراب کے وقت فرمائش کرنا اور اِس حدیث

این حدیث کہ اِنَّ لِلّٰہِ شَرَابًا اَعَدَّ لِاَوْلِیَائِہٖ اِذَا شَرِبُوْا

کی تفسیر کہ اللہ تعالٰی کے پاس ایک شراب ہے جو اُس کے دوستوں کے لئے تیار کی گئی

سَکِرُوْا وَاِذَا سَکِرُوْا طَابُوْا اِلٰی آخِرِ الْحَدِیْث

ہے وہ جب اُس کو پیتے ہیں مست ہو جاتے ہیں اور جب مست ہو جاتے ہیں پاکیزہ بنجاتے ہیں

---

[1] لیک: اِس مستی اور سُکر کی اِن فضیلتوں کے باوجود سالک کو اُس سے اعلٰی مقام صحو حاصل کرنا چاہیئے۔ گرچہ مستی اور سُکر بھی اگرچہ تعریفی چیز ہے لیکن میدانِ سلوک میں اُس سے بھی بہتر مقام ہے۔ اور وہ صحو ہے۔ مست، سُکر کا مقام اَبرار کا ہے اور صحو کا مقام مقربین کا ہے اولٰی درجہ کا مقرب اعلٰی درجہ کے اَبرار سے افضل ہے۔ رَوحضرت اسرافیل قیامت میں اللہ تعالٰی کے حکم سے صُور پھُونکیں گے تو مُردے زندہ ہو جائیں گے جو سالک مقامِ صحو میں ہوتا ہے وہ بھی حضرت حق تعالٰی سے فیض حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو فیض پہنچاتا ہے۔

[2] مست: سُکر کی حالت غیبت کی حالت ہوتی ہے اُس میں وہ بے اصل باتیں کرتا ہے اور ہر معاملہ میں لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔ این ندانم۔ سُکر کی حالت میں جو لاعلمی کا اظہار ہے اُس سے مقصود اُس ذات کی طرف اشارہ ہے جس کو جانتا ہے۔

[3] نفی۔ انکار کسی چیز کے اقرار کی تمہید ہوتی ہے لہٰذا تمہید کو چھوڑ کر مقصود پر آجاؤ "لا الٰہ" میں نفی "الا اللہ" کے اثبات کے لئے ہے تو لا الٰہ پر پہنچ جانا چاہیئے، نیست کو چھوڑ کر ہست کی جستجو کرنی چاہیئے جس طرح مست تُرک اور مُطرب کے تذکرہ میں

مے درخمِ اسرار ازاں میجوشد — تا ہر کہ مجرد ست ازاں می نوشد

اسرار کے خم میں شراب اسلئے جوش مارتی ہے — تاکہ جو مجرد ہے وہ اسے پیئے

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ (الآیہ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ابرار پئیں گے۔

ایں مے کہ تو میخوری حرام ست — ما مے نخوریم جز حلالے

یہ شراب جو تو پیتا ہے حرام ہے — ہم جائز شراب کے سوا نہیں پیتے ہیں

جہد کن تا زنیست ہست شوی — وز شرابِ خدای مست شوی

کوشش کر تاکہ تو نیست سے ہست بن جائے — اور خدا کی شراب سے مست بن جائے

اعجمی[1] ترکے سحر آگاہ شد — وز خمارِ خمر، مطرب خواہ شد

ایک عجمی ترک صبح کو بیدار ہوا — اور شراب کے خمار کی وجہ سے گویئے کا خواہشمند ہوا

مطربِ جاں مونسِ مستاں بود — نقل و قوت و قوتِ مست آں بود

روحانی گویا مستوں کا دوست ہوتا ہے — چیتا اور روزی اور مست کی طاقت وہ ہوتا ہے

مطرب ایشاں را سوئے مستی کشد — باز مستی از دمِ مطرب چشد

گویا اُن کو مستی کی جانب کھینچتا ہے — پھر مستی گویئے کے کلام سے غذا حاصل کرلیتی ہے

آں[2] شرابِ حق بداں مطرب برد — ویں شرابِ تن ازیں مطرب چرد

خدائی شراب اس مطرب کیطرف لے جاتی ہے — اور یہ جسمانی شراب اس گویئے سے غذا حاصل کرتی ہے

ہر دو گر یک نام دارد در سخن — یک فرقست زیں حسن تا آں حسن

اگرچہ لفظوں میں دونوں ایک ہی نام رکھتے ہیں — لیکن اس حسن سے اُس حسن تک فرق ہے

اشتباہے ہست لفظی در بیاں — لیک خود کو آسماں کو ریسماں

بیان کرنے میں لفظی مشابہت ہے — لیکن خود آسمان کہاں ریسمان کہاں؟

اشتراکِ لفظ دائم رہزن ست — اشتراکِ گبر و مومن در تن ست

لفظی شرکت ہمیشہ رہزن ہے — مومن اور کافر کا اشتراک جسم میں ہے

جسمہا[3] چوں کوزہائے بستہ سر — تا کہ در ہر کوزہ چہ بود آں نگر

جسم منہ بندھے ہوئے پیالوں کی طرح ہیں — ہر کوزے میں کیا ہے اُس کو دیکھ

کوزۂ آں تن پُر از آبِ حیات — کوزۂ ایں تن پُر از زہرِ ممات

اس جسم کا پیالہ آبِ حیات سے بھرا ہوا ہے — اس جسم کا پیالہ موت کے زہر سے بھرا ہوا ہے

---

[1] اعجمی۔ ایک ترک مردِ حق جب صبح کو بیدار ہوا تو اس پر خمار کی کیفیت طاری تھی اُس نے گویئے کو طلب کیا۔ مطرب۔ گویا یہاں شیخ مراد ہے۔ مستاں۔ یعنی سُکر کی کیفیت میں مبتلا ہونے والی مستی۔ شیخ کی توجہ اُن کے لئے مزید سُکر کا سبب بنتی ہے۔

[2] آں شراب۔ یعنی سُکر کی کیفیت شیخ کی طرف متوجہ کرتی ہے اور شراب قوال کی جانب کھینچتی ہے۔ ہر دو۔ یہاں ہم نے مطرب شیخ اور گویئے دونوں کے لئے کہا ہے۔ زیں حسن۔ پہلے قصہ گذر چکا ہے کہ ایک بادشاہ کے دو وزیر حسن نامی تھے لیکن اُن دونوں میں بہت فرق تھا۔ اشتباہ۔ ان دونوں میں محض لفظی مشابہت ہے لیکن آسمان اور ریسمان کی طرح دونوں میں بہت فرق ہے۔ رہزن۔ لفظی اشتراک لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتا ہے۔ گبر و مومن۔ مومن اور کافر میں بھی جسم یکساں ہے۔

[3] جسمہا۔ محض جسم کو نہ دیکھنا چاہئے اُس کی اندرونی حالت پیشِ نظر رہنی چاہئے۔ کوزۂ آں تن۔ یعنی مومن کا جسم ایمان سے لبریز ہے جو آبِ حیات ہے اور کافر کا جسم کفر سے بھرا ہوا ہے جو زہر ہے اب اگر دونوں کے باطن پر نظر رکھو گے تو تم شناسا ہو جاؤ گے۔

گر بمظروفش نظر داری شہی
اگر تو برتن کی چیز کی طرف نظر کرے تو گناہ ہے

ور بظرفش بنگری تو گمرہی
اور اگر تو برتن پر نظر کرے تو گمراہ ہے

لفظ[1] را مانندۂ ایں جسم داں
لفظوں کو اس جسم کی طرح سمجھ

معنیش را در دروں مانندِ جاں
اُن کے معانی اُن میں جان کی طرح ہیں

دیدۂ تن دائماً تن بیں بُوَد
جسم کی آنکھ ہمیشہ جسم کو دیکھنے والی ہوتی ہے

دیدۂ جاں جانِ پُر فن بیں بُوَد
رُوح کی آنکھ ہنرمند روح کو دیکھنے والی ہوتی ہے

پس زنقشِ لفظہائے مثنوی
مثنوی کے الفاظ کے نقوش

صورتش ضال ست و ہادی معنوی
اُنکی صورت گمراہ کرنیوالی اور معنی کے اعتبار سے ہدایت کرنے والی ہے

در نبے فرمود کایں قرآں ز دل
قرآن میں فرمایا ہے، کہ یہ قرآن دل کے اعتبار سے

ہادیِ بعضے و بعضے را مُضِل
بعض کو ہدایت دینے والا اور بعض کو گمراہ کرنیوالا ہے

اللہ اللہ چونکہ عارف گفت مے
توبہ توبہ، جب عارف شراب کہے

پیشِ عارف کے بُوَد معدوم شے
عارف کی نظر میں معدوم، شئی کب ہوتا ہے؟

فہم[2] تو چوں بادۂ شیطاں بُوَد
تیری عقل میں جبکہ شیطانی شراب ہو

کے ترا وہم مے رحماں بُوَد
تجھے رحمانی شراب کا خیال کب آتا ہے؟

ایں دو انباز ند مُطرِب با شراب
قوال اور شراب یہ دونوں ساتھی ہیں

ایں بدان و آں بدیں آرد شتاب
یہ اُس تک وہ اِس تک جلد پہنچا دیتا ہے

پُر خماراں از دمِ مُطرب چرند
پُر خمار، قوال کے گانے سے نشہ حاصل کرتے ہیں

مُطربِاں شاں سُوئے میخانہ برند
قوال اُن کو میخانہ کی جانب لے جاتے ہیں

آں سرِ میدان و ایں پایانِ اُوست
دل شدہ چوں گوئے در چوگانِ اُوست

وہ میدان کی ابتدا ہے اور یہ اُس کی انتہا
برباد دل، اُس کے بَلّے میں گیند کی طرح ہے

در سرا[3] آنچہ ہست گوش آنجا رود
در سرا اگر صفرا ست آں سودا شود

دماغ میں جو ہے کان اُس کی طرف جاتا ہے
اگر دماغ میں صفرا ہے، وہ سودا بن جاتا ہے

بعد ازاں ایں دو بہ بیہوشی روند
والد و مولود آنجا یک شوند

اِس کے بعد یہ دونوں بیہوشی کی طرف جاتے ہیں
سبب اور نتیجہ، اِس جگہ ایک ہو جاتے ہیں

بدل جاتی ہے۔ بعد ازاں۔ اگر سر میں صفرا ہے اور سودا کے غلبہ سے سودا بن گیا ہے تو سودا اور صفرا دونوں بیہوشی کا سبب بن جائیں گے اور پھر سبب اور مسبّب ایک سی تاثیر کریں گے۔

---

[1] لفظ۔ الفاظ کو بمنزلہ جسم اور معانی کو بمنزلہ روح کے سمجھ۔ دیدۂ جسمانی آنکھ جسم کو دیکھتی ہے رُوحانی آنکھ روح کو دیکھتی ہے۔ چونکہ مثنوی کا بھی یہی حال ہے کہ جو شخص اُس کی حکایتوں کے محض لفظوں کو دیکھے گا وہ اُس سے بدعقیدہ ہو جائیگا اور جو حکایتوں کے معانی اور مقاصد پر غور کریگا وہ اُس سے مستفید ہوگا۔ ذرا سنئے۔ قرآن میں خود قرآن کے بارے میں یہی فرمایا گیا ہے۔ سنئے۔ جب کوئی مادّہ لفظ شراب بولتا ہے تو حواس سے یہ حقیر اور ظاہری شراب مراد نہیں ہوتی بلکہ شراب معرفت مراد ہوتی ہے۔

[2] فہم تو۔ جو شخص محض دنیاوی شراب کو جانتا ہے وہ شراب کے لفظ سے شراب محبت کب سمجھ سکتا ہے۔ ایں دو۔ شراب اور گانا دونوں اِس بارے میں یکساں ہیں کہ ان میں ہر ایک دوسرے تک پہنچا دیتا ہے۔ پُر خمار۔ مخمور گویئے سے نشہ حاصل کرتا ہے گویا اُس کو شراب خانہ تک لیجاتا ہے۔ آں سرِ میداں۔ میدان محشر کی ابتدا گانا ہے اور اُس کی انتہا شراب ہے اور دل گویئے کے قابو میں ہوتا ہے۔

[3] در سرا۔ انسان کے دماغ میں جو خیال ہوتا ہے وہ لفظوں کو اُسی طرف لے جاتا ہے اگر دماغ میں تھوڑی سی صفرا بھی ہوتی ہے تو وہ ان الفاظ کے بعد فعل سے

چونکہ[1] کردند آشتی شادی و درد
جب خوشی اور درد باہم مل گئے

مُطرباں را ترکِ ما بیدار کرد
ہمارے ترک نے قوالوں کو بیدار کیا

مُطرب آغاز ید بیتے خوابناک
قوال نے ایک مست شعر شروع کیا

کہ اَنِلنِی الکَاسَ یَا مَنْ لَا اَرَاکَ
کہ اے وہ کہ میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں مجھے پیالہ عطا کر

اَنْتَ وَجْہِی لَا عَجَبْ اَنْ لَا اَرَاکَ
تو میرا چہرہ ہے کوئی تعجب نہیں اگر میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں

غَایَۃُ القُرْبِ حِجَابٌ وَاشْتِبَاہ
انتہائی قرب، پردہ اور اشتباہ ہے

اَنْتَ عَقْلِی[2] لَا عَجَبْ اِنْ لَمْ اَرَاکَ
تو میری عقل ہے کوئی تعجب نہیں اگر میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں

مِنْ وُفُوْرِ الِالْتِبَاسِ الْمُشْتَبَاہ
بھی اور شدید التباس کی زیادتی کی وجہ سے

حَیْثُ اَقْرَبُ اَنْتَ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد
چونکہ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے

لَمْ اَقُلْ یَا یَا نِدَاءُ لِلْبَعِیْد
میں نے لفظ یا نہیں کہا یا دور کے پکارنے کیلئے ہے

بَلْ اُغَالِطُھُمْ اُنَادِیْ فِی الْقِفَار
بلکہ میں انکو مغالطے دے رہا ہوں ویرانوں میں پکارتا ہوں

کَیْ لَا کُنْتُمْ مَعِیْ مِنْ مَّعِیْ اَغَار
تاکہ اپنے ساتھی کو ان لوگوں سے چھپاؤں جو مجھے غیرت آتی ہو

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے عزیز! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

بشنو اکنوں نکتۂ صاحب تمیز
اب ایک صاحب تمیز کا نکتہ سنو نے

آمدنِ ضریر در خانہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وسلم و
نابینا کا مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آنا اور

گریختنِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا از پیشِ ضریر و
نابینا کے سامنے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھاگنا اور

گفتنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وسلم کہ چہ می گریزی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ کیوں بھاگتی ہے؟

کہ اُو ترا نمی بیند و جوابِ او دنِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی
تجھے نہیں دیکھتا ہے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا

عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ وسلم را
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دینا

اندر آمد پیشِ پیغمبر ضریر
نابینا پیغمبرؐ کے سامنے اندر آیا

کاے نوا بخشِ تنورِ ہر خمیر
کہ اے تنور کے ہر قسم کے خمیر سے تر و تازہ بنانے والے

[1] چونکہ۔ جب اس ترک نے گانے کی خوشی اور غم کی تکلیف محسوس کی تو اس نے گویوں کو بیدار کر دیا اور گویوں نے یہ اشعار گانے شروع کر دیئے۔ کاس۔ پیالہ۔ انس۔ انسان باوجود قرب کے اپنے چہرے کو خود نہیں دیکھتا ہے انتہائی قرب اشتباہ کا سبب ہوتا ہے۔

[2] انت عقلی۔ انسان کی عقل انسان سے کس قدر قریب ہے لیکن وہ اس کو بھی نہیں دیکھتا ہے۔ تبا۔ یا حرف ندا، دور سے اس شخص کو پکارا جاتا ہے جو دور ہوتا ہے میں تجھے اس لفظ سے اس لئے پکارتا ہوں تاکہ رقیب یہ نہ سمجھ سکیں کہ تو مجھ سے قریب ہے۔

[3] ضریر۔ نابینا۔ کہا۔ آنحضور ہر شخص کو اس کے مناسب غذا عنایت فرماتے ہیں۔

اے تو میرِ آب، من مُستَقیم[1]
اے آپ پانی کے مالک ہیں اور میں پانی مانگنے والا ہوں

مُستغاث المُستغاث اے ساقیم
اے میرے ساقی! فریاد ہے، فریاد ہے

چوں دَرآمد آں ضریرِ از درِ شتاب
جب وہ نابینا دروازے سے آیا، جلد

عائشہؓ بگریخت بہرِ احتجاب
پردہ کرنے کے لئے عائشہؓ بھاگیں

زانکہ واقف بُود آں خاتونِ پاک
کیونکہ وہ پاک بی بی واقف تھیں

از غیوریِ رسولِ رشک ناک
غیور رسول کی غیوری سے

ہر کہ زیبا تر بُود رشکش فزوں
جو زیادہ حسین ہوتا ہے اُسمیں غیرت زیادہ ہوتی ہے

زانکہ رشک از ناز خیزد بابنوں
کیونکہ اے فرزند! غیرت ناز سے پیدا ہوتی ہے

گندہ پیراں شوئیِ را قماد[2] ہند
بوڑھیاں شوہر کو لونڈی دے دیتی ہیں

چونکہ از زشتی و پیری آگہ اند
کیونکہ بھدے پن اور بڑھاپے سے باخبر ہیں

چوں جمالِ احمدیؐ در ہر دو کون
احمدیؐ حسن کی طرح دونوں جہانوں میں

کے بُدست اے فریزدانیش عون
کب ہوا ہے اے مخاطب، اللہ کا فرمان کا مددگار

نازہایِ ہر دو کون اُورا رسد
دونوں جہانوں کے نازوں کا اُن کو حق ہے

غیرت آں خورشیدِ صد تو را رسد
غیرت کرنا اُس سورج کے سورج کا حق ہے

کاندر[3] افگندم بکیواں گویِ را
کہ میں نے زُحل پر گیند پھینکی ہے

در کشید اے اختراں ہی رویِ را
خبردار! اے ستارو اپنا منہ چھپالو

در شعاعِ بے نظیرم لاشوید
میری بے مثال شعاع میں معدوم ہو جاؤ

ورنہ پیشِ نورِ من رُسوا شوید
ورنہ میرے نور کے سامنے رُسوا ہو جاؤ گے

از کرم[4] من ہر شبے غائب شوم
کرم کی وجہ سے میں ہر رات کو غائب ہو جاتا ہوں

کے رَوم اِلّا نمایم کہ رَوم
میں کب جاتا ہوں، اِس دکھاتا ہوں کہ میں جارہا ہوں

تا شما بے من شبے خفاش وار
تاکہ تم میرے بغیر چمگادڑ کی طرح رات میں

پَر زناں گردید گردِ ایں مَطار
اِس فضا کے گرد چکر لگاؤ

ہمچو طاؤساں پَرے عرضہ کنید
مورو کی طرح پَر دکھاؤ

باز مست و سَرخوش و مُعجب شوید
پھر مست اور سرخوش اور خود پسند ہو لو

بنگرید آں پایِ زشت از امتیاز
امتیاز کے لئے، بھدے پاؤں کو دیکھ لو

ہمچو چارق کو بُود شمعِ ایاز
چپل کی طرح جو ایاز کی شمع تھی

---

[1] مُستَقیم۔ میں پانی مانگنے والا ہوں۔ احتجاب۔ پردہ کرنا۔ ہر کہ۔ جو شخص زیادہ حسین ہوتا ہے اُس میں رشک کا مادہ زیادہ ہوتا ہے کیونکہ رشک ناز کی پیداوار ہے اور ناز زیادہ حسین میں زیادہ ہوتا ہے۔ گندہ پیر۔ جب بیوی خود بوڑھی ہو جائے تو اُس میں نہ ناز رہتا ہے نہ رشک وہ خود شوہر کو باندی مہیا کر دیتی ہے تاکہ اُسی سے ہم صحبت ہو سکے۔ چلے۔ جبکہ آنحضورؐ حسن میں بڑھ چڑھ کر تھے اور نورِ خداوندی اُن کا مددگار تھا تو آپ میں ناز بھی بڑھا ہوا تھا اور رشک بھی۔ قماد۔ ترکی لفظ ہے، لونڈی۔

[2] کاندر۔ آنحضورؐ کو اپنے حسن و جمال کی بنیاد پر یہ کہنے کا حق ہے کہ میں نے اپنے حسن کے دھوے کی گیند زُحل پر پھینکی ہے لہٰذا اب کسی حسین کو حسن کی نمائش کا حق نہیں ہے۔۔۔

[3] در شعاع۔ اب جس قدر حسین ہیں وہ اپنے حسن کو میرے حسن میں گم کر دیں ورنہ رُسوا ہو جائیں گے۔

[4] از کرم۔ میں کبھی بظاہر پردہ پوش ہو جاتا ہوں تاکہ دوسرے حسین اپنے حسن کا مظاہرہ کر سکیں سورج اگرچہ دنیا سے غائب نہیں ہوتا لیکن ستاروں سے اسکی روپوشی ہو جاتی ہے تاکہ چمگادڑیں کچھ آگے۔ مَطار۔ اُڑنے کی جگہ۔ مست۔ نشہ کے چار مرتبے ہیں سرخوش، تر دماغ، شیرست، خراب۔ بنگرید۔ مشہور ہے کہ مور پروں کو دیکھ کر خوش ہوتا اور ناچتا ہے اور پاؤں چونکہ بھدے ہیں انکو دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہے انسان کو بھی چاہیے کہ دیکھے کہ کیا کیا عیب اُس میں پائے جاتے ہیں۔

رُو نمایم صبح بہرِ گوشمال — تا نگردید از منی زاہلِ شمال

تنبیہ کے لئے میں صبح کو رُونمائی کرتا ہوں — تاکہ تم خودی کی وجہ بائیں ہاتھ والوں میں سے نہ ہو جاؤ

ترکِ آں کُن کہ دراز ست ایں سخن — نہی کرد ست از درازی امر کُن

اس کو چھوڑ، کیونکہ یہ بات دراز ہے — حکم کرنے والے نے درازی سے منع کیا ہے

امتحان کردنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ را رضی اللہ عنہا

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کا امتحان کرنا

کہ چہ پنہاں می شوی پنہاں مشو چوں اعمیٰ ترا نمی بیند تا

کہ کیوں چھپتی ہے؟ نہ چھپ، کیونکہ نابینا تجھے نہیں دیکھتا ہے

پدید آید کہ عائشہ رضی اللہ عنہا از ضمیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ

تاکہ واضح ہو جائے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم واقف ست یا خود مقلدِ گفتِ ظاہر ست

کے دل کی بات سے واقف ہیں یا ظاہری بات کی مقلد ہیں

گفت پیغمبر برائے امتحاں — اُو نمی بیند ترا کم شو نہاں

امتحان کے لئے پیغمبرؐ نے فرمایا — وہ تجھے نہیں دیکھتا ہے، مت چھپ

کرد اشارت عائشہ رضؓ با دستہا — اُو نمی بیند من ہمی بینم ورا

عائشہؓ نے ہاتھوں سے اشارہ کیا — وہ نہیں دیکھتا ہے، میں اس کو دیکھتی ہوں

غیرتِ عقل ست بر خوبیِ رُوح — پُر ز تشبیہات و تمثیل اے نصوح

روح کے حسن پر عقل کو غیرت آتی ہے — جو کہ تشبیہات اور تمثیل سے پُر ہے، اے مخلص!

با چنیں پنہانیِ کیں روح راست — عقل بر وے ایں چنیں رشکیں چراست

ایسی پوشیدگی کے باوجود جو روح کو ہے — عقل اس پر اس قدر غیرت کرنے والی کیوں ہے!

آنکہ پنہاں می کُنی اے رشکِ خو — آنکہ پوشیدست نورش رُوئے اُو

اے غیرت مند! تو کس سے پوشیدہ کرتی ہے — اسکو جس کے نور نے اس کے مُنہ کو چھپا دیا ہے

میرود بے رُوئے پوش ایں آفتاب — فرطِ نورِ اُوست رُویش را نقاب

یہ سورج بغیر نقاب کے چلتا ہے — اس کے نور کی زیادتی اس کے چہرے کا نقاب ہے

از کہ پنہاں می کُنی اے رشکِ وَر — کافتاب از وے نمی بیند اثر

اے غیرت مند! تو کس سے چھپاتی ہے؟ — کیونکہ آفتاب بھی اس کا پتہ نہیں پاتا ہے

---

۱ رُو نمایم۔ سورج پھر صبح کو نمودار ہو جاتا ہے، تاکہ مستعار سے شکر بنگرو وصف نہ بنیں۔ امر کُن۔ امر کنندہ، کلام کا بے ضرورت طول مرغوب نہیں ہے۔ کہ حضور نے حضرت عائشہؓ کی آزمائش کے لئے اُن سے سوال کیا کہ تمہیں اندھے سے چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟

۲ کرد۔ حضرت عائشہؓ نے ہاتھوں سے اشارہ اسلئے کیا تاکہ آپ کی آواز غیر مرد نہ سُن سکے۔ اُو۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا وہ تو نہیں دیکھتا لیکن میں تو اسکو دیکھتی ہوں اور غیر مرد پر میری نگاہ پڑتا آپ کی غیرت کے منافی ہے۔ غیرت عقل کو روح کے حسن پر غیرت ہے اسی لئے وہ روح کی حقیقت کو ظاہر نہیں کرتی ہے محض تشبیہات سے اسکو سمجھاتی ہے۔ ان اشعار میں روح سے مراد حق سمجھا ہے۔

۳ آنکہ۔ عقل کو خطاب ہے کہ تو ایسی چیز کو کیوں چھپاتی ہے جس کا نور خود اس کے لئے حجاب ہے۔ میرود۔ سورج بغیر نقاب کے پھرتا ہے، نور کی زیادتی کی وجہ سے کوئی اس کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھ سکتا ہے۔ آنکہ۔ جس چیز کو وہ سورج بھی نہیں دیکھ سکتا ہے جس کی جہاں گردی مشہور ہے تو اس کو کیوں چھپاتی ہے۔

رشک[1] ازاں افزوں تر ست اندر تنم — کز خود ش خواہم کہ ہم پنہاں کنم

میرے اندر غیرت اس سے بھی بڑھی ہوئی ہے — کیونکہ میں اُس کو خود اپنے سے چھپانا چاہتی ہوں

زآتش رشک گراں آہنگ من — بادو چشم و گوش خود در جنگ من

سخت رشک کی آگ کی وجہ سے میرا شکر — اپنی دونوں آنکھوں اور کان سے جنگ میں ہے

چوں چنیں رشکے ستت ای جان و دل — پس دہاں بر بند و گفتن را ہہل

اے جان اور دل! ایسے رشک کا ہوتے ہوئے جو تجھ — تو منہ بند کرلے اور گفتگو کو چھوڑ

ترسم[2] ار خامش کنم آں آفتاب — از سوئے دیگر بدراند حجاب

میں ڈرتی ہوں اگر میں خاموشی اختیار کروں تو وہ سورج — دوسری جانب سے پردے کو چاک کردے

در خموشی گفتِ ما اظہر شود — کز منع آں میل افزوں تر شود

خاموشی میں ہماری بات زیادہ کھل جاتی ہے — کیونکہ اُس کے روکنے سے خواہش بڑھ جاتی ہے

گر بغرد بحر غرّیش کف شود — جوش احببت بیان اعرف شود

اگر سمندر جوش مارتا ہے تو اُس کا جوش جھاگ بنتا ہے — وہ جھاگ میں چاہتا ہوں کہ میں پہچانا جاؤں کا جوش بنتا ہے

حرف گفتن بستنِ آں روزن ست — عینِ اظہارِ سخن پوشیدن ست

بات کرنا، اُس سوراخ کو بند کرنا ہے — بات ظاہر کرنا بعینہٖ چھپانا ہے

بلبلانہ[3] نعرہ زن بر روئے گل — تا کئی مشغول شاں از بوئے گل

پھول پر بلبل کی طرح نعرہ مار — تاکہ تو انکو پھول کی خوشبو سے مشغول کردے

تا بقل مشغول گردد گوشِ شاں — سوئے روئے گل نپرد ہوشِ شاں

تاکہ اُن کا کان بات میں مشغول ہوجائے — اُن کا ہوش پھول کے چہرے کی جانب پرواز نہ کرے

پیشِ ایں خورشید کو بس روشن ست — در حقیقت ہر دلیلے رہزن ست

اِس سورج کے پیش نظر جو کہ بہت روشن ہے — درحقیقت، ہر دلیل رہزن ہے

حکایتِ آں مُطرب کہ در بزمِ امیرِ ترک ایں غزل آغاز کرد[4]

اُس قوال کا قصہ جس نے ترک سردار کی مجلس میں یہ غزل شروع کی

---

[1] رشک:- کوئی دیکھ سکے یا نہ دیکھ سکے رشک کا تقاضہ تو یہ ہوتا ہے کہ عاشق محبوب کو خود اپنے آپ سے بھی چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ زآتش:- چونکہ مجھ میں رشک کی آگ بھڑکی ہوئی ہے تو میری خود اپنی آنکھ اور اپنے کان سے جنگ ہے کہ وہ کیوں محبوب کو دیکھتی ہے اور وہ کیوں محبوب کی بات سنتا ہے۔ چوں چنیں:- اے عقل اگر تجھ میں ایسا ہی رشک ہے تو پھر اُس کی بات بھی نہ کر

[2] ترسم:- عقل کا جواب ہے کہ اگر میں بالکل خاموشی اختیار کروں تو وہ خموشی پردہ چاک کردیگی، کسی معاملہ میں اگر بالکل خاموشی اختیار کی جائے تو لوگ اُس کے معلوم کرنے کے اور زیادہ درپے ہوجاتے ہیں مشہور مقولہ:- اَلْمَرْءُ حَرِیْصٌ فِیْمَا مُنِعَ جس بات سے انسان کو روکا جائے اُس کے متعلق وہ اور زیادہ حریص بن جاتا ہے۔ گر بغرد:- سمندر میں جب جوش آتا ہے تو جھاگ نمودار ہوجاتے ہیں اور اُس کا یہ جوش اُس کے پہچانے کا ذریعہ بن جاتا ہے لیکن وہ جھاگ ہی اُس کو پوشیدہ کردیتے ہیں۔ حرف گفتن:- محبوب کی

[3] بلبلانہ:- بلبل گل پر جو نعرے لگاتا ہے اُس کا مقصد بھی ہوتا ہے کہ تماشائی اُسکے نعرے سننے میں مصروف ہوجائیں اور پھول کو نہ دیکھ پائیں پیش ایں:- سورج کی جس قدر وضاحت کی جائے وہ اُتنا ہی روشن ہوتا چلا جائے گا۔

دشمنِ چشمہ تواند میخ و ریگ — دشمنِ دریا تواند کوزہ و سبو

کلوخ و ریگ چشمہ کا دشمن ہوسکتا ہے — کوزہ و سبو دریا کا دشمن ہوسکتا ہے

حکایت:- اِس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جس چیز کی حقیقت بیان نہ کی جائے اُس کی سلبی صفات سے اُس کا ذکر کیا جاتا ہے اسی لئے حضرت حق تعالیٰ کی سلبی صفات ذکر کی جاتی ہیں۔

گُلی یا سوسنی یا سَرو یا ماہی نمیدانم — وزیں آشفتہ بیدل چہ میخواہی نمیدانم

تو پھول ہے یا سوسن یا سرو یا تو چاند ہے میں نہیں جانتا — اس پریشان بیدل سے تو کیا چاہتا ہے میں نہیں جانتا

وبانگ برزدن امیر ترک اُورا کہ آں بگو کہ می دانی وجواب

اُس پر امیر ترک کا چیخ پڑنا کون کہہ جو تو جانتا ہے اور قوال

مُطرب امیر ترک را

کا امیر ترک کو جواب

مُطرب آغاز دید پیش ترک مست — در حجاب نغمہ اسرار الست

مست ترک کے سامنے قوال نے شروع کئے — نغمہ کے پردے میں الست کے اسرار

می ندانم کہ تو ماہی یا دشن — می ندانم کہ چہ می خواہی زمن

میں نہیں جانتا کہ تو چاند ہے یا بت — میں نہیں جانتا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

من[51] ندانم تا چہ خدمت آرمت — تن زنم یا در عبارت آرمت

میں نہیں جانتا، کہ تیری کیا خدمت کروں — میں خاموش ہو جاؤں یا تیرا بیان کروں

ایں عجب کہ نیستی از من جدا — من ندانم من کجایم تو کجا

یہ تعجب ہے کہ تو مجھ سے جدا نہیں ہے — میں نہیں جانتا کہ میں کہاں ہوں تو کہاں ہے؟

می ندانم کہ مرا چوں می کشی — گاہ در بر، گاہ در خوں میکشی

میں نہیں جانتا کہ تو مجھے کیوں کھینچتا ہے — کبھی بغل میں، کبھی خون میں قتل کرتا ہے؟

ہمچنیں[52] لب در ندانم باز کرد — می ندانم می ندانم ساز کرد

اسی طرح پر اُس نے "میں نہیں جانتا" میں زبان کی

چوں زحد شد می ندانم از شگفت — ترک ماراز یں حرارہ دل گرفت

جب میں نہیں جانتا" حد سے بڑھا تعجب سے — اُن آوازوں سے ہمارا ترک رنجیدہ ہو گیا

برجہید آں ترک و دبو سے کشید — تا علیہا بر سر مُطرب رسید

وہ ترک کودا اور گرز اٹھایا — یہانتک کہ قوال کے سر پر پہنچ گیا

گرز[53] را بگرفت سر ہنگے بدست — گفت نے مُطرب کشی ایندم بدست

محافظ نے گرز کو ہاتھ سے پکڑ لیا — برا نہیں، قوال کو اس وقت مارنا برا ہے

گفت ایں تکرار بیحد و مرش — کو فت طبعم را بکوبم من سرش

اُس نے کہا اس بیحد اور بے شمار تکرار نے — مجھے کوفت پہنچائی میں اُس کا سر کچل دوں گا

---

۵۱ من ندانم۔ قوال نے اپنی پوری غزل میں معشوق کی سلبی صفات کا اظہار کیا۔ اس عجب۔ تو ہر وقت میرے ساتھ ہے پھر بھی مجھے معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں اور تو کہاں ہے۔ می ندانم۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ تو کبھی مجھے کیوں پیار کرتا ہے اور کبھی کیوں قتل کرتا ہے۔

۵۲ ہمچنیں۔ وہ کہتا "میں نہیں جانتا" میں نہیں جانتا" گانا رہا جب اس کا یہ گانا حد سے بڑھا تو ترک کو غصہ آگیا۔ برجہید۔ وہ ترک غصہ سے ہاتھ میں گرز لیکر قوال کی طرف دوڑا۔ طبیہا۔ محاورے میں فی الجملہ کے معنی میں ہے۔

۵۳ گرز۔ ایک سپاہی نے دوڑ کر ترک کا گرز پکڑ لیا اور کہا کہ گویئے کو مارڈالنا مناسب نہیں ہے۔ گفت۔ ترک نے غصہ میں جواب دیا کہ اس "میں نہیں جانتا" نے مجھے کوفت پہنچائی میں بھی اس قوال کا سر پھوڑ دونگا اور غصہ میں قوال سے کہنے لگا کہ اے وقوف اگر تو نہیں جانتا ہے تو گوہ سب کھا اور جو کچھ جانتا ہے وہ گا کر اپنا انعام لے جا۔

قلتبانا می ندانی گہہ مخور
اے دلت! تو نہیں جانتا، تو گرہ نہ کھا

زانچہ میدانی بزن مقصود بر
جو جانتا ہے وہ بجا، مقصد حاصل کرے

آں[1] بگو اے گیج کہ میدانیش
اے احمق! وہ کہہ جو تو جانتا ہے

می ندانم می ندانم در مکش
میں نہیں جانتا میں نہیں جانتا کو نہ کھینچ

من بپرسم کز کجائی بے مرے
میں بغیر کسی جھگڑے کے پوچھتا ہوں کہ تو کہاں کا ہے؟

تو بگوئی نے زبلخ و نز ہرے
تو کہتا ہے نہ بلخ کا نہ ہرات کا

نے ز رُوم و نے زہند و نے ز چین
نہ روم کا، نہ ہندوستان کا، نہ چین کا

نے ز شام و نے عراق و باردیں
نہ شام کا اور نہ عراق کا اور نہ باردین کا

نے ز بغداد و نہ موصل نے طراز
نہ بغداد کا اور نہ موصل کا، نہ طراز کا

درکشی در نے و نے راہِ دراز
نہیں نہیں میں بس مسافت کھینچتا چلا جاتا ہے

خود[2] بگو تا از کجائی باز رہ
بتادے تو کہاں کا ہے، چھوڑ جا

ہست تنقیحِ مناط ایں جا نگہ
اصل مقصد اسی جگہ ہے

یا بپرسم کہ چہ خوردی تا شتاب
یہیں پوچھتا ہوں کہ تو نے کیا کھایا ہے، خبردار! تو جلدی سے

تو بگوئی نے شراب و نے کباب
کہے گا، نہ شراب اور نہ کباب

نے بقول و نے پنیر و نے بصل
نہ سبزیاں اور نہ پنیر اور نہ پیاز

نے ز شیر و نے ز شکر نے عسل
نہ دودھ اور نہ شکر، نہ شہد

نے قدید و نے ثرید و نے عدس
نہ گوشت کے پارچے اور نہ ثرید اور نہ مسور

آنچہ خوردی آں بگو تنہا و بس
جو تو نے کھایا ہے وہ بتادے اور بس

ایں سخن خائی دراز از بہر چیست
یہ لمبی بحث کس لئے ہے؟

گفت[3] مطرب زانکہ مقصودم خفی ست
قوال نے کہا اس لئے کہ میرا مقصود پوشیدہ ہے

میر مد اثبات پیش از نفی تو
نفی سے پہلے اثبات تیرے سامنے سے بھاگ جائے

نفی کردم تا بری ز اثبات بو
میں نے نفی کی تاکہ تو اثبات کو نہ لگالے

در نوا آرم بہ نفی ایں ساز را
میں اس باجے کو نفی میں بجاتا ہوں

چوں بمیری مرگ گوید راز را
جب تو مرجائے گا، موت راز بتادے گی

تفسیر قولہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مُوتُوا قبلَ اَن تَمُوتُوا
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مرجاؤ قبل اس کے کہ مرو کی تفسیر

[1] آں بگو۔ جو تو جانتا ہو وہ کہہ، میں نہیں جانتا۔ کی رٹ نہ لگا۔ من آں بر سم۔ تیری حالت تو یہ ہے کہ میں تجھ سے یہ پوچھوں کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے اور تو کہنا شروع کردے کہ میں نہ بلخ کا ہوں نہ ہرات کا نہ روم وغیرہ کا اور نہ کرتا چلا جائے۔

[2] خود بگو۔ تیرا کام ہے کہ تو سیدھے طریقہ پر بتادے کہ میں کہاں جگہ کا رہنے والا ہوں یا بپرسم۔ یا اگر میں یہ دریافت کروں کہ تو نے کیا کھایا ہے اور تو کہنا شروع کردے کہ یہ بھی نہیں کھایا وہ بھی نہیں کھایا۔ بصل۔ پیاز۔ قدید۔ گوشت کے سوکھے پارچے۔ عدس۔ مسور۔

[3] گفت مطرب۔ قوال نے جواب دیا، جب مقصود قصہ سے بالاتر ہو تو اس کے اثبات کو بسط و پیش نہیں کیا جاسکتا ہے لاجرم اس کے غیر کی نفی کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے جو درازی ہوتا ہے اور اس طور پر وہ مقصود سمجھ میں آتا ہے۔ تو فرمایا میں نے اس باجے کو نفی پر بجانا شروع کیا تاکہ جب سب کی نفی ہوجائے تو مقصود سمجھ میں آجائے اسی لئے تنگ کا پردہ صوت کے مرتبہ کے لئے کیسکو کہا جاتا ہے، اسی مضمون کو حدیث اور حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے شعر سے سمجھایا ہے۔ موتوا۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے۔

وبیت حکیم سنائی قدس سرہٗ

اور حکیم سنائی قدس سرہٗ کے شعر کی تفسیر

بمیر اے دوست پیش از مرگ اگر کلی زندگی خواہی

اے دوست! مرنے سے پہلے مرجا، اگر تو زندگی چاہتا ہے

کہ ادریس از چنیں مُردن بہشتی گشت پیش از ما

کیونکہ ادریسؑ ہم سے پہلے ایسے مرنے سے بہشتی بن گئے ہیں

جاں بسے کندی و اندر پردہ
تو نے بہت جان کھپائی اور پردے میں ہے

زانکہ مُردن اصل بُد نا وردہ
کیونکہ مرنا اصل تھا، وہ تو نے حاصل نہ کیا

تا نمیری نیست جاں کندن تمام
جب تک تو مر نہ جائے جان کھپانا ختم نہیں ہو

بے کمالِ نردباں نائی ببام
سیڑھی کے مکمل ہوئے بغیر تو کوٹھے پر نہیں جا سکتا

چوں ز صد پایہ دو پایہ کم بُود
جب تو پایوں میں سے دو کم ہوں

ہام را کوشندہ نامحرم بُود
کوٹھے کی کوشش کرنے والا، نامحرم ہوگا

چوں[1] رسن یک گز ز صد گز کم بُود
جب رسی سو گز میں سے ایک گز کم ہو

آب اندر دلو از چہ کے رود
کنویں سے ڈول میں پانی کب پہنچے گا؟

غرقِ ایں کشتی نیابی اے امیر
اے امیر! اس کشتی کا ڈوبنا تجھے حاصل نہ ہوگا

تا بہ نہی اندر دمِ آخر امیر
جب تک کہ تو اس میں آخری من زر کے گا

مَنِ آخر اصل داں کو طارق ست
آخری من کو اصل سمجھ کیونکہ وہ رات کا ستارہ ہے

کشتیِ دسواس و غی را غارق ست
وسوسہ اور گمراہی کی کشتی کو ڈبونے والا ہے

آفتابِ گنبدِ ازرق شود
نیلے گنبد کا سورج بن جاتا ہے

کشتیِ ہُش چونکہ مُستغرق شود
جبکہ ہوش کی کشتی ڈوب جاتی ہے

چوں[2] نمردی گشت جاں کندن دراز
جب تو نہ مرا تو جان کھپانا دراز ہو گیا

مات شود در صبح اے شمع طراز
صبح کے وقت جان دے دے اے طراز کی شمع!

تا نگشتند اختران ما نہاں
جب تک ہمارے ستارے نہ چھپیں گے

دانکہ پنہان ست خورشید جہاں
سمجھ لے کہ جہاں کا سورج پوشیدہ ہے

گرز بر خود زن منی را در شکن
اپنے گرز مار! خودی کو توڑ

زانکہ پنبہ گوش آمد چشمِ تن
اس لئے کہ جسم کی آنکھ، کان کی روئی ہے

---

[1] چوں رسن۔ اگر کنویں میں ستو گز کی رسی جاتی ہے اور رسی میں ایک گز کی بھی کمی ہو گی پانی ڈول میں نہ آئے گا غرق۔ کشتی اُس وقت تک نہ ڈوبے گی جب تک اُس میں وہ آخری وزن نہ رکھ دیا جائے جو ڈوبنے کیلئے ضروری ہے یہ آخری وزن جزء نفس ستارے کے ہے جو رات میں چمک کر رہنمائی کرتا ہے اور پھر اس گمراہی کی کشتی کو غرق کر دیتا ہے، ہستی فنا کے بعد آسمان کا سورج بن جاتی ہے۔ گنبدِ ازرق۔ آسمان۔

[2] چوں نمردی۔ اگر تو نے فنا کا درجہ حاصل نہیں کیا تو مجاہدوں کا نماز طریں ہو جائے گی صبح کے وقت شمع کو جان دے دینی چاہیئے طراز۔ ایک شہر ہے جسے حسین مشہور تھے شمع سے حسین مراد ہے۔ تا نگشتند یعنی جب نکلتا ہے جب ستارے خوب کر جائیں مشاہدہ جب ہی حاصل ہوگا جب فنا ہو جائے

گرز بر خود میزنی خود اے دنی
اے کمینہ! تو خود اپنے گرز مار رہا ہے

عکسِ خود در صورتِ من دیدۂ
تو نے میری صورت میں اپنا عکس دیکھا ہے

ہمچو آں شیرے کہ در چہ شد فرو
اُس شیر کی طرح جو کنوئیں میں اُترا

نفیِ ضدِ ہست باشد بیشکے
بیشک نفی ہست کی ضد ہے

ایں زماں جز نفیِ ضد اعلام نیست
اِس وقت ضد کی نفی کے سوا بتانا (علم) نہیں ہے

بے حجابت باید آں اے ذُولباب
اے عقلمند! وہ تجھے بے پردہ چاہیئے

نے چناں مرگے کہ در گورے روی
ایسی موت نہیں کہ تو قبر میں چلا جائے

مرد بالغ گشت آں طفلی بمرد
مرد بالغ ہوا، تو بچپن مر گیا

خاک زر شد ہیأتِ خاکی نماند
مٹی سونا بنی، مٹی کی ہیئت نہ رہی

مصطفےٰ زیں گفت کے اسرار جُو
اِسی وجہ سے مصطفےٰ نے فرمایا ہے کہ اے اسرار کے

می رود چوں زندگاں بر خاکداں
جو زمین پر زندوں کی طرح چل رہا ہے

جانش را اندم ببالا مسکنے ست
اِس وقت اُس کی جان کی منزل اُوپر ہے

عکسِ تُست اندر فعالم ایں منی
میرے کام میں یہ خودی تیرا عکس ہے

در قتالِ خویش بر جوشیدۂ
تو اپنے آپ سے لڑنے کیلئے جوش میں آرہا ہے

عکسِ خود را خصمِ خود پنداشت او
اُس نے اپنے عکس کو اپنا دشمن سمجھا

تا ز ضد ضد را بدانی اندکے
تاکہ تو تھوڑا سا ضد کے ذریعہ ضد کو جانے

اندریں نشاۃ دمے بیدام نیست
اِس زندگی میں کوئی سانس بغیر جال کے نہیں ہے

مرگ را بگزیں و بر در آں حجاب
(تو) موت کو اختیار کر اُس پردے کو چاک کر دے

مرگ تبدیلی کہ در نورے شوی
تبدیلی کی موت - تاکہ تو نور میں پہنچ جائے

رومیی شد صبغتِ زنگی سترد
رومی پن پیدا ہوا، حبشی رنگ صاف ہو گیا

غم فرح شد خارِ غم خاکی نماند
غم خوشی بن گیا، غم کا کانٹا نہ رہا

مُردہ را خواہی کہ بینی زندہ تو
تو مُردے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے؟

مُردہ وجانش شدہ بر آسماں
وہ مُردہ ہے اُس کی جان آسمان پر پہنچ گئی ہے

گر بمیر در روحِ او را نقل نیست
اگر وہ مرے تو اُس کی روح کو منتقل ہونا نہیں ہے

---

۵۱ گرز: جس عیب کی بناء پر تو میرے گرز مار رہا ہے وہ خود تیرے اندر ہے تو گویا تو گرز میرے نہیں بلکہ اپنے مار رہا ہے اور میری یہ خودی کہ میں نے یہ سمجھا کہ تیرے گرز مار رہا ہے تیری خودی کا عکس ہے عکسِ خود۔ تو نے میرے اندر اپنی صورت دیکھی ہے اور مجھے قتل کرنا دراصل تیرا اپنے آپ کو قتل کرنا ہے۔

۵۲ ہمچو: تیری اور میری مثال اُس شیر کی ہے جس نے خود اپنا عکس پانی میں دیکھا اور اُس پر حملہ کر دیا جیسا کہ پہلے ایک قصہ میں گذر چکا ہے۔

نفی: کسی چیز کی ضد کی نفی سے اُس چیز کا اثبات ہوتا ہے اور سلبی صفات سے ذات کا کچھ تعارف ہو جاتا ہے۔ ایں زماں: دنیا کے دور میں ذاتِ حق کی معرفت غیر اللہ کی نفی سے ہی ہو سکتی ہے اِس لئے کہ انسان علائقِ دنیوی کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بے حجابت: اگر انسان بے حجاب مشاہدہ چاہتا ہے تو اِسے اختیار کرے اور پردے چاک کر دے۔

۵۳ بے چناں: اِس موت سے وہ موت مراد نہیں ہے جس کے بعد انسان قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے بلکہ اوصافِ جسمانی کی تبدیلی مراد ہے مرد: جب انسان بالغ ہو جاتا ہے تو اُس کا بچپن فنا ہو جاتا ہے اگر کسی سیاہ چیز کو سرخ کر دو تو

مُردہ ہو جانے کی وجہ سے اُس کی سیاہی ختم ہو جاتی ہے

اگلی سیاہی مر جاتی ہے۔ رومی یعنی سُرخ رنگت۔ زنگی یعنی سیاہی۔ خاک: مٹی جب سونا بنتی ہے تو مٹی کی ہیئت ختم ہو جاتی ہے۔ غم: غم جب خوشی میں بدل جاتا ہے تو غم مر جاتا ہے۔ مصطفےٰ: آنحضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کسی مُردے کو زندہ دیکھنا چاہتا ہے تو خرقلی جزاسا توں شہر ابرکہ ہو۔ می رود: اگر کوئی ایسے مُردے کو دیکھنا چاہے جو زمینوں کی طرح زمین پر چلتا پھرتا ہو تو وہ

زانکہ[1] پیش از مرگ او کردست نقل
کیونکہ وہ مرنے سے قبل منتقل ہو گئی ہے

ایں بگردن فہم آید نے بعقل
یہ مرنے سے سمجھ میں آئے گا، نہ کہ عقل سے

نقل باشد نے چو نقلِ جانِ عام
منتقل ہونا ہوتا ہے عوام کے منتقل ہونے کی طرح نہیں

ہمچو نقلے از مقام تا مقام
ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل ہونے کی طرح

ہر کہ خواہد کو بہ بیند برزمیں
جو چاہے کہ زمین پر دیکھے

مُردہ را می رود ظاہر چنیں
مُردے کو جو بظاہر چل رہا ہے

مر ابوبکرِ تقی را گو بہ بیں
کہہ دو، کہ وہ متقی ابوبکر کو دیکھ لے

شد ز صدیقی امیر المحشریں
جو صدیقیت کی وجہ سے محشر والوں کے سردار بنے ہیں

اندریں نشأۃ نگر صدیق را
تو اس زندگی میں صدیق کو دیکھ لے

تا[2] بمحشر افزوں کنی تصدیق را
تاکہ حشر کی تصدیق میں اضافہ کرلے

پس محمدؐ صد قیامت بود نقد
تو محمدؐ فی الحال سو قیامت تھے

زانکہ حل شد در فنا یش حل و عقد
کیونکہ آپ کے دربار میں معاملہ حل ہو گیا

زادۂ ثانی ست احمدؐ در جہاں
دنیا میں احمدؐ کی دوسری ولادت ہے

صد قیامت بود او اندر عیاں
آپ، کھلم کھلا سو قیامتیں تھے

زد[3] قیامت را ہمی پرسید اند
اس سے لوگ قیامت کے بارے میں دریافت کرتے

کاے قیامت تا قیامت لاہ چند
کہ اے قیامت! قیامت تک کس قدر راستہ ہے؟

بازبانِ حال می گفتے بسے
آپ اکثر زبانِ حال سے فرمادیتے

کہ ز محشر حشر را پُرسد کسے
کہ محشر سے محشر کیا کسی نے پوچھا ہے؟

بہر ایں گفت آں رسولِ خوش پیام
اسی لئے خوشخبر رسولؐ نے فرمایا ہو

رمزِ مُوتُوا قبلَ مُوتُوا یا کرام
اشارہ، اے کرام! مرنے سے پہلے مرجاؤ

ہمچنانکہ مُردہ ام من قبلِ موت
جیسا کہ میں مرنے سے پہلے مُردہ ہوں

ز الطرف آوردہ ام ایں صیت و صوت
اسی سے طہارت اور آواز لایا ہوں

---

[1] زانکہ۔ ظاہری موت کے بعد روح کے منتقل ہونے کو عقلاً نہیں سمجھا جا سکتا ہے، اسکو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے مقام فنا حاصل کر لیا ہو۔ نقل۔ یہ روح کا عالمِ بالا کی طرف منتقل ہو جانا اسی طرح کا ہو جیسے زندہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ مر ابوبکرؓ را۔ یہ شعر اُس قسم کی حدیث کے متعلق ہے جو چلتے پھرتے مُردے کو دیکھنا چاہے وہ حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ لے یہ قول حدیث کے نام سے مشہور ہے لیکن اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہے وہ یہ ہے مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی مَیِّتٍ یَمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی ابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ۔ جو شخص ایسے مُردے کو دیکھنا چاہے جو زمین پر چلتا پھرتا ہو وہ ابوقحافہ کے بیٹے کو دیکھ لے۔

[2] تا بمحشر۔ حشر میں مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے، ابوبکرؓ کو دیکھ کر اس کا یقین آجائے گا۔ اُن کو فنا کے بعد بقا حاصل ہو گئی ہے پس محمدؐ قیامت میں فنا کے بعد بقا حاصل ہوگی اسی طرح آنحضورؐ کی صحبت اور دربار میں فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ زادۂ۔ آنحضورؐ کو خود فنا کے بعد بقا حاصل تھی اس لئے آنحضورؐ گویا قیامت کا نمونہ تھے۔

[3] زد۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ وہ کب آئیگی۔ بازبانِ حال۔ آپ اکثر زبانِ حال سے جواب دیتے تھے کہ قیامت کو قیامت سے کیوں دریافت کرتا ہے۔ بہر ایں۔ مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوتُوا۔ یہ حدیث ثابت نہیں ہے قاضی تاء رحمی نے فرمایا ہے کہ یہ صوفیاء کا قول ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے فنا کا درجہ حاصل کرلو ہمچنانکہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا میں موت طبعی سے پہلے مرچکا ہوں اسی لئے اُس عالم سے یہ باتیں اکثر سنا تا ہوں۔ صیت۔ شہرہ، آوازہ۔ صوت۔ آواز۔

پیش[1] قیامت شو قیامت را ببیں
تو قیامت بن جا، قیامت دیکھ لے

دیدنِ ہر چیز را شرط است ایں
ہر چیز کے دیکھنے کی یہ شرط ہے

تا نگردی اُو ندانیش تمام
جب تک تو وہ نہ بنے گا اُسکو پورا نہ سمجھے گا

خواہ آں انوار باشد یا ظلام
خواہ وہ نور ہوں یا تاریکی

تا نگردی اُو ندانی ایں تمام
اگر تو وہ نہ بنے گا اِس کو نہ سمجھے گا

خواہ اُو آزاد باشد یا غلام
خواہ وہ آزاد ہو، یا غلام ہو

عقل گردی عقل را دانی کمال
عقل بن جا، عقل کو مکمل جان لے گا

عشق گردی عشق را بینی جمال
عشق بن جا، عشق کا حسن دیکھ لے گا

گفتمے[2] برہانِ ایں دعوی مُبیں
میں اِس دعویٰ کی واضح دلیل پیش کر دیتا

گر بُدے اِدراک اندر خورد ایں
اگر سمجھ اِس کے لائق ہوتی

ہست انجیر ایں طرف بسیار خوار
اِدھر انجیر بہت سستا ہے

گر رسد مُرغے قشنگ انجیر خوار
اگر انجیر کھانے والا پرند مہمان آئے

در ہمہ عالم اگر مرد و زنند
تمام دنیا میں اگر مرد اور عورتیں ہیں

دَمبدم در نزع و اندر مُردن اند
ہر وقت نزع اور مرنے میں ہیں

ایں سخن شاں را وصیتہا شمر
اُن کی اِن باتوں کو وصیت شمار کر

کہ پدر گوید دراں دَم با پسر
جو بات اُس وقت باپ بیٹے سے کہتا ہے

تا بروید غیرت و رحمت بدیں
تاکہ اُس سے غیرت اور رحمت پیدا ہو

تا بُبرّد تیغِ بغض و رشک و کیں
تاکہ بغض اور رشک اور کینہ کی جڑ کٹ جائے

تو بداں نیت[3] نگر در اقربا
تو رشتہ داروں کو اِسی نیت سے دیکھ

تا زنزع اُو بسوزد دل ترا
تاکہ اُس کے نزع سے تیری دلسوزی ہو

گُل آپ آت آں را نقد داں
جو آنے والا ہے آپکی اُسکو اِس وقت سمجھ لے

دوست را در نزع و اندر فقد داں
دوست کو نزع اور گم ہونے میں سمجھ لے

در غرضہا ایں نظر گردد حجیب
اگر اغراض اِس نظر کا پردہ بنیں

ایں غرضہا را برون افگن ز جیب
اِن غرضوں کو جیب سے نکال پھینک

---

[1] پیش قیامت۔ آنحضورؐ نے سوال کرنے والے سے فرمایا تو خود قیامت بن جا تب تجھے قیامت کا مشاہدہ ہو جائے گا ہر چیز کے مشاہدے کی یہی شرط ہے کہ اُس چیز میں اِس قدر انہماک ہو جائے کہ وہ مشاہد خود وہ چیز بن جائے، تا نگردی جب تک انسان روحانی کے آثار اپنے اوپر طاری نہ کرے گا روحانی کو نہ دیکھ سکیگا اِسی طرح عقل اور عشق کے آثار طاری کر لینے سے عقل اور عشق کو جان سکے گا۔

[2] گفتمے۔ یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اِس قاعدے کے مطابق تو جب تک انسان خدا نہ بن جائے ذاتِ حق کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا اور یہ ممکن نہیں مولانا اِس کو شاید اِس طرح سمجھاتے کہ بیشک مشاہدے کیلئے خدا کے ساتھ اتحاد کی اتصاف ضروری ہے اور جب تک لا تخلقوا باخلاق اللہ کا مصداق بن جائے مشاہدہ نہیں ہو سکتا لیکن اِس قاعدہ کا سمجھنا عام عقلوں سے بالا تر ہے بہتر ہمارے پاس اِس قسم کے دلائل ہیں لیکن اُن کے سمجھنے والے کم ہیں۔ مدعا یہ نقشہ قائم کرنا کہ دنیا کے تمام انسان موت کے نزع میں مبتلا ہیں اور اُنکی باتیں گویا مرنے کے وقت کی باتیں ہیں یہ صوفیا کی اصطلاح میں مراقبہ موت کہلاتا ہے اِس کا فائدہ یہ ہوگا کہ انسان کے دل میں ایک غیرت اور رحمت پیدا ہوتی ہے اور بغض و کینہ کا مادہ ختم ہو جاتا ہے۔

[3] تو بداں نیت۔ رشتہ داروں کے بارے میں نزع کی کیفیت کا تصور کرو گے تو تمہارے دل میں سوز و گداز پیدا ہوگا گل آت۔ جو موت آنیوالی ہو سمجھ کر وہ آگئی۔ در غرضہا۔ اگر نفسانی اغراض اِس مراقبہ سے مانع ہوں تو اُن کو دل سے نکال دو۔

ور[1] نیاری خشک بر عجزے بایست
اگر تو نہ کر سکے محض عجز پر قائم نہ رہ

عجز زنجیریست زنجیرت نہاد
عجز ایک زنجیر ہے اس نے تجھے زنجیر میں باندھا

پس تضرع کن کہ اے ہادی رہیست
پس تضرع کر کہ اے زندگی کے ہادی!

سخت ترا فشردہ ام در شر قدم
میں نے شر میں سختی سے قدم جمایا ہے

از[2] نصیحتہای تو کر بودہ ام
میں تیری نصیحتوں سے بہرا ہو گیا ہوں

یاد صنعت فرض تر یا یاد مرگ
دستکاری کی یاد زیادہ ضروری ہے یا موت کی

سالہا ایں مرگ طبلک می زند
یہ موت سالوں سے ڈھڑی بجا رہی ہے

گوید اندر نزع از جاں آہ مرگ
جان نکلنے کے وقت ہائے موت کہے گا

ایں[3] گلوی مرگ از نعرہ گرفت
نعرے سے موت کا یہ گلا بیٹھ گیا

در دقائق خویش را در یافتی
تو نے اپنے آپ کو باریکیوں میں بسلا رکھا

زانکہ با عاجز گزیدہ معجزیست
کیونکہ ہر عاجز کے ساتھ ایک برگزیدہ عاجز کرنے

چشم در زنجیر نہ باید کشاد
زنجیر دیکھنے والے میں آنکھ کو بند ہونا چاہیے

باز بودم پشہ گشتم ایں زچیست
میں باز تھا، مچھر بن گیا ہوں، اسکی کیا وجہ ہے؟

کہ لفی خسرم ز قہرت دمبدم
کیونکہ تیرے قہر کی وجہ سے میں مسلسل ٹوٹے میں ہوں

بت شکن دعوی و بت گر بودہ ام
دعوی بت شکنی کا ہے اور میں بت گر ہو گیا ہوں

مرگ مانند خزاں تو اصل و برگ
موت خزاں کی طرح ہے تو پتے اور جڑ ہے

گوش تو بیگاہ جنبش می کند
تیرے کان بے وقت حرکت کرے گا

ایں زماں کردت ز خود آگاہ مرگ
موت نے اب تجھے اپنے آپ سے باخبر کیا

طبل او بیگاہ کافت از ضرب شگفت
ہائے تو بیخبر، پیٹنے سے اس کا ڈھول پھٹ گیا

رمز مردن ایں زماں در یافتی
مرنے کی حقیقت اب پہچانا

تشبیہ مغفلے کہ غم ضائع کند و وقت مرگ دران تنگا تنگ

اس غافل کی تشبیہ جو عمر ضائع کر دیتا ہے اور موت کے وقت اس تنگی میں

توبہ و استغفار کردن گیر دوبہ تعزیت داشتن شیعہ اہل

توبہ اور استغفار شروع کرتا ہے اور حلب کے شیعوں کے

حلب ماند ہر سالے در ایام عاشورا بدروازہ انطاکیہ و

مشابہ ہے جو ہر سال عاشورا کے ایام میں انطاکیہ کے دروازے میں عزاداری کرتے ہیں اور

---

[1] ور نیاری۔ اگر تو ان اغراض کو دل سے نہ نکال سکو تو اپنے اس عجز پر قائم رہو۔ عجز یہ تمہارا عجز، جو ایک زنجیر ہے جو زنجیر باندھنے والے نے باندھی ہے، اس کی طرف عجز کر دو۔ پس۔ اس زنجیر باندھنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے کہو کہ اے حقیقی زندگی کی طرف ہدایت کرنے والے میں فطرت کے اعتبار سے باز تھا اب عاجز مچھر کیوں بنگیا ہوں، اب میں نے تیرائی میں قدم جمار کھا ہے اور تیرے قہر کی وجہ سے میں ٹوٹے میں مبتلا ہوں۔

[2] از نصیحتہای۔ میں نصیحتوں سے بہرا بن گیا تھا بت شکنی کو مدتوں تھا لیکن در اصل میں بت گر تھا۔ یا صنعت۔ اے موت سے غافل تو یہ بتا کہ تیرے لئے اپنی دستکاری کی یاد ضروری ہے یا موت کی یاد۔ سو سال تک تو خزاں کے پتے اور تو پتہ ہے جو خزاں میں لکڑی کا بجار جھڑ جاتا ہے سالہا۔ موت اپنا ڈھنڈورا پیٹ رہی ہے لیکن تو نہیں سنتا ہے جب سننے کا وقت آئیگا تب تو سنے گا، نزع کے وقت تو ہائے موت کہیگا اس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

[3] ایں گلو۔ اعلان کرتے کرتے موت کا گلا بیٹھ گیا اور اسکا نقارہ پھٹ گیا لیکن تو دنیاداری کی باریکیوں میں رہا نزع کے وقت اسکے اشارے کو سمجھا۔ تشبیہ۔ انسان کی موت

رسیدنِ غریب شاعر از سفر و پُرسیدن کہ ایں غریو و نعرہ

ایک مسافر شاعر کا سفر سے پہنچنا اور دریافت کرنا کہ یہ شور اور نعرہ

چہ تعزیت ست تا فراخورِ آں مرثیہ گوید

کس کی تعزیت ہے تاکہ اُس کے مناسب مرثیہ پڑھے

روزِ عاشورا ہمہ اہلِ حلب
عاشورے کے دن سب حلب کے باشندے

بابِ انطاکیہ اندر تا بشب
انطاکیہ کے دروازے میں رات تک

گِرد آید مرد و زن جمعے عظیم
مردوں اور عورتوں کا بڑا مجمع جمع ہوتا ہے

ماتمِ آں خاندان دارد مقیم
اُس خاندان کا ماتم قائم رکھتا ہے

نالہ و نوحہ کُنند اندر بُکا
رونے میں نالہ اور نوحہ کرتے ہیں

شیعہ عاشورا برائے کربلا
شیعہ، عاشورے میں کربلا کے لئے

بشمرند آں ظلمہا و امتحاں
وہ ظلم اور آزمائش شمار کرتے ہیں

کز یزید و شمر دید آں خاندان
جو اُس خاندان نے یزید اور شمر سے دیکھی ہیں

از غریو نعرہا در سر گذشت
گذرے ہوئے سالہ میں نعروں کے شور سے

پُر ہمی گردد ہمہ صحرا و دشت
صحرا اور دشت پُر ہو جاتا ہے

یک غریبے شاعرے از رہ رسید
رات سے ایک مسافر شاعر آ پہنچا

روزِ عاشورا و آں افغاں[2] شنید
عاشورا کے دن اور اُس نے وہ شور سنا

شہر را بگذاشت و آں سُو رای کرد
شہر کو چھوڑا اور اُس جانب کی رائے کی

قصدِ جست و جوئے آں ہیہائے کرد
اُس ہائے ہائے کی جستجو کا ارادہ کیا

پُرس پُرساں می شد اندر اقتفاد
وہ جستجو میں پوچھتا پوچھتا چلا

چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد
یہ غم کیا ہے اور یہ ماتم کس کا ہے؟

ایں[3] رئیسے زفت باشد کو بمُرد
یہ کوئی بڑا رئیس ہوگا جو مر گیا ہے

ایں چنیں مجمع نباشد کار خرد
اس طرح کا مجمع بھرتی بات نہ ہوگی

نامِ اُو القاب اُو شرحم دہید
اُس کا نام اور اُس کے القاب مجھے بتاؤ

کہ غریبم من شما اہلِ دہید
کیونکہ میں پردیسی ہوں، تم گاؤں والے ہو

چیست نام و پیشہ و اوصاف اُو
اُس کا نام اور پیشہ اور اوصاف کیا ہیں!

تا بگویم مرثیہ زاں الطافِ اُو
تاکہ میں اُس کی مہربانیوں کا مرثیہ کہوں

---

[1] غریو۔ شور۔ فراخور۔ مناسب حال۔ عاشورا۔ محرم کی دسویں تاریخ۔ آں خاندان۔ یعنی اہلِ بیت اطہار کربلا۔ اس سلسلہ میں امام حسینؓ اور اُن کے ساتھی شہید کئے گئے ہیں۔ یزید ہی کے دورِ حکومت میں یہ واقعہ پیش آیا۔ شمر۔ یہ حضرت حسینؓ کا قاتل ہے۔

[2] افغاں۔ شور، فریاد۔ آں سُو۔ یعنی حلب کا انطاکیہ کی جانب کا دروازہ۔ افتقاد۔ گم شدہ کی تلاش۔

[3] ایں۔ اس شاعر نے لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ یہ ماتم یقیناً کسی بڑے انسان کا ہوگا مجھے نام اور اُس کے اوصاف بتا دو جس کا مرثیہ کہوں گا تاکہ کچھ سامان اور لنگر مجھے بھی مل جائے۔

مرثیہ سازم کہ مردِ شاعرم
میں مرثیہ تیار کروں گا کیونکہ میں شاعر انسان ہوں

تا ازیں جا برگ و لا لنگے برم
تاکہ یہاں سے سامان اور لنگر حاصل کروں

آں یکے[1] گفتش کہ ہے دیوانہ
ایک شخص نے اس سے کہا، ہائیں! تو دیوانہ ہے

تو نہ شیعہ عدوِ خانہ
تو شیعہ نہیں ہے، اہل بیت کا دشمن ہے

روزِ عاشورا نمی دانی کہ ہست
تجھے معلوم نہیں کہ عاشورے کا دن ہے

ماتمِ جانے کہ از قرنے بہ است
اس جان کا سوگ ہے جو ایک قرن سے بہتر ہے

پیشِ مومن کے بود ایں غصہ خوار
مومن کے لئے یہ رنج بے وقعت کب ہوگا!

قدرِ عشقِ گوش عشقِ گوشوار
کان کے عشق کے بقدر گوشوارہ کا عشق ہوتا ہے

پیشِ مومن ماتمِ آں پاک روح
مومن کے لئے اس پاک روح کا ماتم

شہرہ تر باشد ز صد طوفانِ نوح
نوحؑ کے سیکڑوں طوفانوں سے زیادہ مشہور ہوگا

نکتہ گفتنِ آں شاعر جہت طعنِ شیعۂ حلب
شاعر کا حلب کے شیعوں کے طعنہ کے لئے ایک نکتہ کہنا

گفت[2] آرے لیک کو دورِ یزید
اس نے کہا ہاں، لیکن یزید کا زمانہ کہاں!

کے بدست ایں غم چہ دیر اینجا رسید
یہ رنج کب پہنچا تھا، یہاں کس قدر دیر میں پہنچا

چشم کوراں آں خسارت را بدید
اندھوں کی آنکھ نے اس نقصان کو دیکھا

گوش کراں آں حکایت را شنید
بہروں کے کان نے وہ قصہ سنا

خفتہ بودستید تا اکنوں شما
کیا تم اب تک سو رہے تھے؟

کہ کنوں جامہ دریدید از عزا
کہ تم نے اب تعزیت میں کپڑے پھاڑے

پس عزا بر خود کنید اے خفتگاں
اے غافلو! اپنا ماتم کرو

زانکہ بد مرگیست ایں خوابِ گراں
کیونکہ یہ گہری نیند بری موت ہے

روحِ[3] سلطانے ز زندانے بجست
ایک شاہ کی روح قید خانہ سے چھوٹ گئی

جامہ چہ دریم و چہ خائیم دست
ہم کپڑے کیا پھاڑیں ہاتھ کیا چبائیں؟

چونکہ ایشاں خسروِ دیں بودہ اند
چونکہ وہ دین کے شاہ ہوئے ہیں

وقتِ شادی شد چو بشکستند بند
جب انھوں نے بیڑی توڑ دی خوشی کا وقت ہے

سوئے شادروانِ دولت تاختند
وہ سلطنت کے خیمہ کی طرف دوڑ گئے

کندہ و زنجیر را انداختند
انھوں نے کاٹھ اور بیڑی کو پھینک دیا

---

[1] آں یکے۔ ایک صاحب نے اس شاعر کو جواب دیا کہ تو کوئی دیوانہ معلوم ہوتا ہے تو شیعہ نہیں ہے اہل بیت کا دشمن ہے تجھے معلوم نہیں کہ دسویں محرم ہے اور اس جان کا ماتم ہو رہا ہے جو ایک پیڑی سے افضل تھی، ایک مسلمان کے لئے یہ قصہ معمولی نہیں ہے جتنی آنحضورؐ سے محبت ہوگی اسی قدر ان کے اہل بیت سے محبت ہوگی پیشِ مومن۔ ایک مسلمان کے لئے اس نیک روح کا ماتم حضرت نوحؑ کے سو طوفانوں سے زیادہ مشہور ہے۔

[2] گفت۔ شاعر نے کہا جو تو کہہ رہا ہے وہ ٹھیک ہے لیکن یزید کا دور گذرے ہوئے تو ایک عرصۂ دراز گذر گیا اور یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا یہاں اتنے عرصہ بعد خبر پہنچی یہ واقعہ تو ایسا دردناک تھا کہ اندھوں اور بہروں تک نے دیکھ لیا اور سن لیا، کیا تم اس وقت سو رہے تھے جواب ماتم میں کپڑے پھاڑ رہے ہو اگر تم اس قدر غافل ہو تو اپنے اوپر ماتم کرو۔

[3] روحِ سلطانے۔ حضرت حسینؓ ایک شاہ تھے ان کی روح قید خانہ سے چھوٹ گئی تو اس پر ماتم کا کیا موقع ہے "السجن المومن" دنیا مومن کا قید خانہ ہے" شادروان خیمہ۔ کندہ و زنجیر۔ کاٹھ اور زنجیر۔ جو قیدی کے ہاتھ پاؤں میں ڈالے جاتے ہیں

روزِ ملک ست و گہے شاہنشہی[1]
سلطنت کا دن ہے اور شہنشاہی کا وقت ہے

گر تو نیک ذرہ از ایشاں آگہی
اگر تو ایک ذرہ بھی اُن سے واقف ہے

ورنہ آگہ برو بر خود گری
اور اگر تو واقف نہیں ہے، جا اپنے اوپر رو

زانکہ در انکارِ نقل و محشری
کیونکہ تو انتقال اور محشر کا منکر ہے

بر دل و دینِ خرابت نوحہ کن
اپنے برباد دل اور دین پر نوحہ کر

کہ نمی بیند جز ایں خاکِ کہن
کیونکہ اس پرانی مٹی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

ور ہمی بیند چرا نبود دلیر
اور اگر دیکھتا ہے کیوں دلیر نہ ہوگا؟

پشت دار و جاں سپار و چشم سیر
پشت مضبوط کرنے والا اور جان دینے والا اور سیر چشم

در رخت کو از مِ دیں فرخی
تیرے چہرے پر دین کی فرخی کہاں ہے؟[2]

گر بدیدی بحر کو کفِ سخی
اگر تو نے سمندر دیکھا ہے تو سخا نہ کہاں ہے؟

آنکہ جو دید آب را نگند دریغ
جس نے نہر دیکھ لی وہ پانی کی سخاوت نہیں کرتا

خاصہ آں کو دید آں دریا و میغ
خصوصاً جس نے وہ سمندر اور ابر دیکھ لیا ہو

تمثیلِ مردِ حریص نابیندۂ رزاقیِ حق را و خزائنِ رحمت

اس بخیل کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رزاقی اور رحمت کے خزانوں کو دیکھنے والا نہیں ہے، اس چیونٹی کے ساتھ جو بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ کی کوشاں ہے

اُو را بمورے کہ در خرمن گاہِ بزرگ بادانۂ گندم می کوشد
اور جوش میں ہے اور لرز رہی ہے اور جلدی جلدی کھینچ رہی ہے، اس ڈھیر کی وسعت کو نہیں دیکھتی ہے

وی جوشد و می لرزد و تعجیل می کشد وسعتِ آں خرمن را نمی بیند

مورِ[3] بر دانہ ازاں لرزاں شود
چیونٹی دانہ پر اس لئے لرزتی ہے

کو ز خرمنہائے خوش عریاں بود
کیونکہ وہ اچھے ڈھیروں سے اندھی ہوتی ہے

می کشد آں دانہ را با حرص و بیم
حرص اور ڈر سے دانہ کو کھینچتی ہے

کو نمی بیند چناں چاشِ عظیم
کیونکہ وہ ایسے ڈھیر کو نہیں دیکھتی ہے

صاحبِ خرمن ہمی گوید کہ ہے
ڈھیر والا کہتا ہے، کہ افسوس ہے

اے ز کوری پیشِ تو معدوم شے
اے اندھے پن کی وجہ سے تیرے لئے معدوم کوئی چیز ہے؟

[1] روزِ ملک ست۔ یہ اُن کے شہنشاہ بننے کا وقت ہے اگر تو اس سے واقف نہیں ہے تو اپنے اوپر ماتم کر۔ بقول۔ تجھے اپنے دل اور دین پر ماتم کرنا چاہیئے کیونکہ تجھے اس دنیا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ اندھی۔ اگر وہ دوسرے عالم کو دیکھتا ہے تو اس کے حصول کے لئے بہادر اور جانباز اور دنیا سے چشم پوشی کیوں نہ ہوگا۔ در رخت۔ جو عالمِ آخرت کو دیکھتا ہے اس کے چہرے پر ایک خاص نور ہوتا ہے۔ بحر۔ جو سمندر کے خزائن کو دیکھ لیتا ہے پھر وہ سخاوت میں دریغ نہیں کرتا ہے۔

[2] آنکہ۔ جس نے نہر دیکھ لی ہو وہ کبھی پانی پر بخل نہ کریگا۔ تمثیل جس نے حضرتِ حق کے خزانے نہیں دیکھے ہیں اس کی مثال اس چیونٹی کی سی ہے جو غلہ کے بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ ہی کو سب کچھ سمجھ رہی ہے۔

[3] مور۔ چیونٹی جو ایک دانہ کی حفاظت میں لگی ہوئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے ڈھیروں سے اندھی ہے۔ چاشِ عظیم۔ آنے۔ تو اندھے پن سے ناچیز کو چیز سمجھ رہی ہے۔

تُو ز خرمنہائے ما آں دیدۂ — کہ دراں دانہ بجاں بیچیدۂ

تو نے ہمارے ڈھیروں میں سے وہی دیکھا ہے — کہ اس دانے میں (دل و) جان سے بچتی ہوئی ہے

اے بصورت ذرّہ کیواں را ببیں — مورِ لنگی رو سلیماں را ببیں

اے وہ جو بظاہر ذرہ ہے! زحل کو دیکھ — تو لنگڑی چیونٹی ہے، جا سلیمان کو دیکھ

تو نۂ ایں جسمِ بل آں دیدۂ — وا رہی از جسمِ گرجاں دیدۂ

تو یہ جسم نہیں ہے، بلکہ وہ آنکھ ہے — اگر تو جان کو دیکھ لے، جسم سے نجات پا جائے

آدمی دیدست و باقی لحم و پوست — ہر چہ چشمش دیدہ است آں چیز اوست

آدمی دیدہ ہے، اور باقی گوشت و پوست ہے — جو اس کی آنکھ نے دیکھا ہے وہی چیز وہ ہے

کوہ را غرقہ کُند یک خُم زنم — چشمِ خُم چوں باز باشد سوئے یم

ایک مٹکا پہاڑ کو ڈبو دیتا ہے — جبکہ مٹکے کی آنکھ سمندر کی جانب کھلی ہوئی ہو

چوں بدریا راہ شد از جانِ خُم — خُم باجیحوں برآرد دستلم

جب مٹکے کی راہ دریا کی جانب ہو جاتی ہے — مٹکا، جیحوں سے زور آزمائی کرتا ہے

زاں سبب قُل گفتۂ دریا بُود — گرچہ نطقِ احمدِ گویا بُود

اسی وجہ سے "کہدے" دریا کا کہا ہوا ہوگا — اگرچہ بولنے والے احمدؐ کا بول ہوگا

گفتۂ او جملہ دُرِّ بحر بود — کہ دلش را بود در دریا نفوذ

اُن کا کہا ہوا سب سمندر کا موتی تھا — کیونکہ اُن کے دل کا دریا میں نفوذ تھا

دادِ دریا چوں ز خیمِ ما بُود — چہ عجب ور ماہیے دریا بُود

جب ہمارے خیمے سے دریا کی عطا ہو — کیا تعجب ہے! اگر کوئی مچھلی دریا بن جائے

چشمِ حِسّ افسردہ بر نقشِ مُمَر — تُش مُمَر می بینی و او مُستقر

حِس کی آنکھ رات کے نقش پر ٹھہری ہوئی ہے — تو اس کو گذرگاہ دیکھ رہا ہے اور وہ قرارگاہ ہو

ایں دوئی از وصفِ بینِ حول ست — وَرنہ اوّل آخر آخر اوّل ست

یہ دوئی، بھینگا دیکھنے کے اوصاف میں سے ہو — ورنہ اوّل آخر، آخر اوّل ہے

کی طرف منسوب ہوتے ہیں تو اس میں کیا تعجب ہے کہ کسی عارف کو فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔ ماہی یعنی عارف۔ دریا۔ یعنی بحرِ حقیقت۔ تُش جس کے معنی ہیں سمندر کا پانی گذر رہا ہے تیسری ظاہر بین نظر محض پانی کی گذرگاہ کو دیکھ رہی ہے حالانکہ وہ خود سمندر ہے۔ مُمَر یعنی مشکی۔ گُش۔ تراش۔ مستقر یعنی دریا۔ ایں دوئی۔ مشکی اور بحر کو دو سمجھنا بھینگا پن ہے ورنہ دونوں میں اتحاد ہے۔

لہ تو اس چیونٹی نے اس ڈھیر میں سے صرف یہی دانہ دیکھا۔ آئے بصورت انسان جسم کے اعتبار سے ایک حقیر ذرہ ہے لیکن روح کے اعتبار سے سب سے اونچا زحل ستارہ ہے۔ مورِ لنگی۔ انسان جسم کے اعتبار سے لنگڑی چیونٹی ہے روح کے اعتبار سے سلیمان ہے۔ قرنہ۔ انسان جسم کا نام نہیں ہے بلکہ انسان روح و حق میں ہے۔ آدمی۔ انسان کی حقیقت دیدِ حق کا آلہ یعنی روح ہے اور بقیہ محض گوشت پوست ہے جو کچھ اس کی حق میں آنکھ دیکھتی ہے، چیز وہی ہے ورنہ سب ناچیز ہے۔ کوہ۔ وہ مٹکی جس کا تعلق سمندر سے ہو وہ اپنے پانی میں پہاڑ کو غرق کر دیتی ہے۔ ہمشکم۔ زور طلب۔

لہ زاں سبب۔ چونکہ آنحضورؐ کے صفات حضرت حق کے صفات میں فنا ہو چکے تھے لہٰذا آنحضورؐ کا مقولہ حضرت حق تعالیٰ کا مقولہ ہے۔ قرآن میں مختلف جگہ پر لفظ "قُل" آیا ہے وہ بظاہر آنحضورؐ کا مقولہ ہے لیکن حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے۔ (شعر)

گفتۂ او گفتۂ اللہ بُود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بُود

لہ گفتۂ او۔ آنحضورؐ کے دل کی وابستگی جبکہ بحرِ حقیقت سے تھی تو آپ کا مقولہ اسی سمندر کا موتی ہے۔ داد دریا۔ جبکہ پوری اطاعت کے بعد انسانوں کے افعال اللہ

هیں[1] گذر از نقشِ خُم در خُم نگر
خبردار! شکے کی صورت سے بڑھ اشکے میں دیکھ

پاک از آغاز و آخر آں عذاب
وہ شیریں پانی ابتدا اور انتہا سے پاک ہے

تا چنیں سِر در جہاں ظاہر شود
تاکہ ایسا راز دنیا میں ظاہر ہو جائے

تا[2] فزاید در جہاد و کوشش او
تاکہ وہ مجاہدے اور کوشش میں ترقی کرے

اہلِ دل، ہمچوں کہ جُو در وے رواں
اہلِ دل ایسے ہیں کہ نہر اُن میں جاری ہو

ایں چنیں خُم را تو در یم داں لقیں
ایسے مشکے کو تو یقیناً دریا میں سمجھ

بلکہ وحدت گشت اورا در وصال
بلکہ وصال میں اُس کو وحدت حاصل ہو گئی ہو

بعد ازاں گوید حقم منصور وار
اُس کے بعد وہ منصور کی طرح اَنَا الحق کہتا ہے

ہے[3] زچہ معلوم گردد ایں نبعث
ہاں یہ کس طرح سے معلوم ہوگا؟ دوبارہ زندہ ہونے

شرطِ روزِ بعث اوّل مُردن ست
دوبارہ زندہ ہونے کے دن کی شرط پہلے مرجانا ہے

جملہ عالم زیں غلط کردند راہ
تمام جہان نے اسی لئے راستہ غلط کر لیا

از کجا جوئیم علم، از ترکِ علم
ہم علم کہاں سے تلاش کریں علم کو ترک کرنے

کاندر و بحرست بے پایان و سَر
اُسمیں سمندر ہے جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا

ماندہ محروماں ز قہرش در عذاب
محروم اُس کے قہر سے عذاب میں ہیں

مُقبل اندر جستجو ماہر شود
نصیب در جستجو میں ماہر ہو جائے

تا میسّر گردد ش دیدار ہو
تاکہ اُس کو اللہ (تعالیٰ) کا دیدار میسّر آجائے

بے دوئی یک گشتہ با دریا جاں
جان کے دریا کے ساتھ بغیر دوئی کے ایک ہو گئے ہیں

زندہ از وے آسمان و ہم زمیں
اُس سے آسمان بھی زندہ ہے اور زمین بھی

شد خطاب اُو خطاب ذُوالجلال
اُس کا کلام (اللہ) ذوالجلال کا کلام بنگیا ہے

تا شود بر دارِ شہرت اُو سوار
تاکہ وہ بدنامی کی سولی پر سوار ہو جائے

بعث را جُو، کم کُن اندر بعث بحث
دوبارہ زندگی کو تلاش کر، دوبارہ زندہ ہونے میں بحث نہ کر

زانکہ بعث از مُردہ زندہ کردن ست
کیونکہ دوبارہ زندہ ہونا مُردے سے زندہ کرنا ہے

کز عدم ترسند و آں آمد پناہ
کہ وہ عدم سے ڈرتے ہیں اور وہی پناہ ہے

از کجا جوئیم سِلم، از ترکِ سِلم
صلح کہاں سے تلاش کریں، صلح کو ترک کرنے

---

[1] ہیں۔ شکے کو نہ دیکھ جو کچھ شکے میں ہے اُسکو دیکھ اُس میں ایک لامحدود سمندر ہے انسانِ کامل کے اندر فیوضِ الٰہی ہیں جو لامحدود ہیں جو پاک اور شیریں ہیں جو شخص اِن فیوض سے محروم ہے وہ خدائی قہر کی وجہ سے عذاب میں ہے۔ تا چنیں۔ کامل۔۔ انسان کو اُن فیوض کا مظہر بنانے میں یہ حکمت ہے کہ اُس سے رازِ وحدت ظاہر ہو اور کوئی بلند اقبال اُس کی جستجو میں لگے۔

[2] تا فزاید۔ اِس مظہر کو دیکھ کر بانصیب مزید مجاہدے اور کوشش میں لگے گا اور اُس کو مشاہدۂ حق حاصل ہو جائے گا۔ اہلِ دل۔ اہلِ دل کی مثال یہ سمجھو کہ اُن میں ایک نہر جاری ہے اور اُنکو ذاتِ حق سے اتحاد حاصل ہے۔ ایں چنیں۔ یہی اہلِ دل وہ ہیں جن سے زمین آسمان قائم ہے۔ بلکہ۔ اتحاد تو دو چیزوں میں ہوتا ہے اُن کا ذاتِ حق سے ایسا وصال ہو کہ دوئی ختم ہو چکی ہے اب اُنکی بات خدا کی بات ہے۔ بعد ازاں۔ جب یہ وحدت حاصل ہو جاتی ہے وہ منصور حلاج کی طرح اَنَا الحق کا نعرہ لگا دیتا ہے اور موت کی سولی نہیں بدنامی کی سولی پر چڑھ جاتا ہے۔

[3] ہے۔ یہ تعلق مع اللہ بقا بعد الفنا سے معلوم ہوگا اور بعث

مقام میں بحث نہ کر، اُسکو حاصل کر۔ بعث۔ یعنی بقا بعد الفنا شرط۔ حشر اور بعث بعد الموت جب ہی ہوگا جبکہ پہلے موت آجائیگی کیونکہ بعث تو مرنے کے بعد زندہ کرنا کو کہتے ہیں تو اِس بعث کیلئے موت ضروری ہے جو موت سے ڈرتے ہیں اُنکی راہ غلط ہے۔ از کجا۔ تعلق مع اللہ کا علم بھی حاصل ہوگا جب تعلق فی اللہ کا علم چھوڑ دو گے اللہ سے ملو گے

از کجا جوئیم حال[۵۱] از ترکِ حال
حال کہاں سے تلاش کریں؟ حال کو چھوڑنے سے

از کجا جوئیم ہست از ترکِ ہست
وجود کو کہاں سے تلاش کریں؟ وجود کو چھوڑنے سے

ہم تو تانی کرد یا نعم المعین
اے بہترین مددگار! تو ہی کر سکتا ہے

دیدۂ کو از عدم آمد پدید
وہ آنکھ جو عدم سے آئی

ایں[۵۲] جہانِ منتظم محشر شود
یہ منظم دنیا محشر بن جائے

زاں نماید ایں حقائق ناتمام
یہ حقیقتیں غیر مکمل اس لئے نظر آتی ہیں

نعمتِ جنات خوش بر دوزخی
عمدہ جنتوں کی نعمت دوزخی پر

دردہانش تلخ آمد شہدِ خلد
جنت کا شہد، اس کے منہ میں کڑوا ہے

مر[۵۳] شما را نیز در سوداگری
تمہارا بھی تجارت میں

کے نظارہ زاہل بخریدن بود
تماشائی خریدنے کے اہل کب ہوتے ہیں؟

پرس پرساں کاین بچند و آں بچند
پوچھتے پھرنا، کہ یہ کتنے کا؟ اور وہ کتنے کی؟

از ملولی کالہ می خواہد ز تو
تھکن (اکتاہٹ) کے لئے تجھ سے سودا مانگتا ہے

از کجا جوئیم قال از ترکِ قال
قال کہاں سے تلاش کریں؟ قال کو ترک کرنے سے

از کجا جوئیم دست از ترکِ دست
قدرت کو کہاں سے تلاش کریں؟ قدرت کو ترک کرنے سے

دیدۂ معدوم بیں اہست بیں
معدوم کو دیکھنے والی آنکھ کو، موجود کو دیکھنے والی

ذاتِ ہستی را ہمہ معدوم دید
اس نے موجود ذات کو بالکل معدوم دیکھا

گر دو دیدہ مبدل و انور شود
اگر دونوں آنکھیں تبدیل اور منور ہو جائیں

کہ بریں خاماں بود فہمش حرام
کہ ان ناقصوں کے لئے اُن کا سمجھنا حرام ہے

شد محرم گرچہ حق آمد سخی
حرام ہو گئی، اگرچہ اللہ (تعالیٰ) سخی ہے

چوں نبود از وافیاں در عہدِ خلد
چونکہ وہ عہدِ الست کے وفاداروں میں سے نہ تھا

دست کے جنبد چو نبود مشتری
ہاتھ کب ہلتا ہے جبکہ خریدار نہ ہو؟

آں نظارہ گول گردیدن بود
وہ تماشہ، بیہودہ گردی ہوتی ہے

از پئے تغییر وقت و رہ شنند
وقت کاٹنے کے لئے اور تفریح کے لئے ہے

نیست آنکس مشتری و کالہ جو
وہ شخص خریدار اور سامان کا جویاں نہیں ہے

---

۵۱ حال۔ احوال اور اسکے مبادی اور آثار مثلاً شہوت ایک مذموم خلق ہے اور یہ اس کا مبدا ہے اور شہوت کا جماؤ اس کا اثر ہے تو ان کے چھوڑنے سے وقت پیدا ہوگی۔ قال۔ یعنی قول بُرا قول چھوڑ دو گے تو اچھا قول حاصل کر سکو گے۔ ہست۔ بقا فنا کے بعد حاصل ہوگی اور فنا افعال سے بقاء افعال حاصل ہوگی۔ تا تی۔ توانی۔ دیدہ یعنی فانی اشیاء کو دیکھنے والی آنکھ کو تو باقی کو دیکھنے والی آنکھ بنا سکتا ہے۔ از قدم۔ ہماری جسمانی آنکھ عدم سے وجود میں آئی اس کو معدوم سے ہی مناسبت ہے وہ وجودِ مطلق کو بھی معدوم دیکھتی ہے۔

۵۲ ایں جہان۔ اگر یہ آنکھ حقیقت بین بن جائے تو وہ منظم دنیا کو محشر بنا ہوا دیکھے زاں۔ ناقص عقل کو ہی ناقص دیکھتا ہے۔ نعمت جنت کی جس قدر نعمتیں ہیں وہ دوزخیوں پر حرام ہیں۔ دردہانش۔ دوزخیوں کے لئے جنت کا شہد بھی کڑوا ہو جائے گا۔ خلد۔ جنت۔

۵۳ مر شما۔ جب تک خریدار نہ ہو سودا دینے میں سوداگر کا ہاتھ حرکت نہیں کرتا ہے اسی طرح جب کوئی اللہ کی جنت کا طالب نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا نہیں کرتا ہے۔ نظارہ... تماشائی، ضرورت شعری میں نظارہ بغیر تشدید کے پڑھا جائیگا دوسرے مصرع میں بغیر تشدید کے لفظ نظارہ دیکھنے کے معنی میں ہے۔ پرسں۔ تماشائی کا یہ پوچھنا کہ یہ چیز کتنے کی ہے اور وہ کتنے کی ہے محض وقت گذاری اور تفریح کے لئے ہوتا ہے۔ از ملولی۔ وہ تھکن (اکتاہٹ) کے لئے سودا کرتا پھرتا ہے۔

کاملہ راصد بار دید و باز داد
اُس نے سودے کو سَو بار دیکھا اور واپس کر دیا

جامہ کے پیمود اُو پیمود باد
اُس نے کپڑا کب ناپا ؟ ہوا نابل

کُو قدوم و کرّ و فرِّ مُشتری
کہاں خریدار کی کرّ و فر اور آنا ؟

کُو مزاح و گنگلی و سَرسَری
کہاں مذاق اور دل لگی اور بیہودگی ؟

چونکہ دَر ملکش نباشد حبّہ
جبکہ اُس کے پاس ایک دمڑی نہیں ہے

جُز پئے گنگل چہ جوید حبّہ
سوائے دل لگی کے وہ جبہ کیا تماشا کرتا ہے

دَر تجارت نیستش سَرمایہ
تجارت کے لئے اُس کے پاس سرمایہ نہیں ہے

پس چہ شخصِ زشت اُو چہ سایہ
تو کیا اُس کا منحوس وجود، کیا سایہ

مایہ دَر بازارِ ایں دنیا زرست
اِس دنیا کے بازار میں سرمایہ ، سونا ہے

مایہ آنجا عشق و دو چشمِ تَرست
وہاں سرمایہ عشق اور دو تر آنکھیں ہیں

ہر کہ اُو بے مایہ دَر بازار رَفت
جو شخص بغیر سرمایہ کے بازار میں گیا

عُمر رفت و باز گشت اُو خام تفت
عُمر برباد گئی اور وہ ناقص واپس آیا

ہے کُجا بُودی برادر ہیچ جا
ہاں بھائی تو کہاں تھا؟ کہیں نہیں

ہے چہ بختی بہرِ خوردن ہیچ با
ہاں کھانے کیلئے تو نے کیا پایا؟ کوئی سامان نہیں

مُشتری شو تا بجنبد دستِ مَن
خریدار بن ، تاکہ میرا ہاتھ ہلے

لَعل زاید مَعدنِ آبستِ مَن
میری مالا کان ، نسل جنے

مُشتری گرچہ کہ سُست و بارِدست
خریدار اگرچہ سُست اور افسردہ ہے

دعوتِ دیں کُن کہ دعوت وارِدست
تو دین کی دعوت دے کیونکہ دعوت کا حکم ہے

بازِ پرّاں کُن حمامِ رُوح گیر
باز کو اُڑا رُوح کا کبوتر پکڑ لے

دَرَرہِ دعوت طریقِ نوحؑ گیر
دعوت کی راہ میں (حضرت) نوحؑ کا طریقہ اختیار کر

خدمتے می کُن برائے کردگار
اللہ (تعالیٰ) کے لئے کام میں لگا رہ

باقبول و ردِّ خلقانت چہ کار
لوگوں کے ماننے اور انکار سے تجھے کیا واسطہ؟

داستانِ آں شخص کہ بَر دَرِ سرائے نیم شب سحوری میزبانش خواست

ایک شخص کا قصہ جو آدھی رات کو ایک مکان میں سحری کا نقارہ بجوا رہا تھا پڑوسی

---

۹۱ کاملہ۔ ایسا خریدار کہ جو کسب حاصل کرنا ہے وقت ضائع کرتا ہے۔ کہ خریدار کی آمد و رفت اور حالت میں اور فروخت کرنے والے کی مذاق اور دل لگی میں بہت فرق ہے۔ چونکہ اس کے پاس دمڑی بھی نہیں ہے وہ محض مذاق اور تفریح کے لئے جنس کو پلٹ رہا ہے۔ دَر تجارت۔ جب کاروبار کے لئے اُس کے پاس سرمایہ نہیں ہے تو وہ خود اور اُس کا سایہ یکساں ہے۔ آیہ۔ دنیا دین کاروبار کے لئے روپیہ پیسہ ضروری ہے اور آخرت کے کاروبار کے لئے عشق اور آہ و زاری ضروری ہے۔

۹۲ ہر کہ۔ جو شخص بغیر سرمایہ کے بازار میں جاتا ہے وہ اپنی عمر برباد کرتا ہے۔ ہے۔ اس شخص سے اگر کوئی پوچھے کہ تو کہاں گیا تھا تو وہ جواب میں یہی کہے گا کہ کہیں بھی نہیں اس سے کوئی دریافت کرے کہ تو نے کیا پکایا ہے اس کو کہنا پڑیگا کچھ بھی نہیں۔ آ۔ سالن مشتری۔ اے مخاطب تو خریدار بن پھر دینے کے لئے حضرت حق تعالیٰ کا ہاتھ دکان میں آئے گا اور اس کی بھرپور کان تجھے لعل و جواہر عطا کرے گی۔ بازد۔۔ مسلمین کو خطاب ہے جنت کے طالب خواہشمند ہوں لیکن تمہیں حکم ہے کہ تم اپنا فریضہ پورا کرو۔

۹۳ باز۔ مبلغ کا فرض ہے کہ وہ اپنے باز کے ذریعہ قوم کی نوح کا شکار کرے اور حضرت نوحؑ کے طریقہ پر عمل کرے۔ خدمتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرض کی ادائیگی ہے لوگوں کے ماننے سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ داستان۔ اِس داستان سے یہ بتایا ہے کہ سحری میں بیدار کرنے والا بہرحال اپنا فرض پورا کرتا تھا۔ سحوری۔ رمضان میں سحری کے وقت بیدار کرنے کا نقارہ۔

اُو را گفت کہ آخر نیم شب است سحر نیست و دیگر آنکہ دریں
نے اس سے کہا کہ آدھی رات ہے، سحری کا وقت نہیں ہے دوسرے یہ کہ اس
سرائے کسے نیست بہر کہ میزنی و جواب گفتن مُطرب اُو را
گھر میں کوئی نہیں ہے تو کس کے لئے بجا رہا ہے اور بجانے والے کا اسکو جواب دینا

آں یکے[1] میزد سحری بر دری — دَرگہے بُود و رُواقِ مہتری
ایک شخص ایک دروازے پر سحری کا نقارہ بجا رہا تھا — جو دربار اور ایک سردار کا محل تھا

نیم شب میزد سحری را بجد — گفت اُو را قائلے کاے مُستمند
وہ محنت سے آدھی رات میں نقارہ بجا رہا تھا — اس کو ایک کہنے والے نے کہا اے بھکاری!

اوّلاً وقتِ سحر زن ایں سحور — نیم شب افغاں مکُن اے ناصبور
ایک تو سحری کے وقت یہ نقارہ بجا — اے بے صبرے! آدھی رات میں شور نہ کر

دیگر آنکہ فہم کُن اے بُوالہوس — کاندریں خانہ دروں خود ہست کس
دوسرے یہ کہ اے بوالہوس! سمجھ لے — کہ اس گھر میں خود کوئی ہے بھی؟

کس[2] در ینجا نیست جُز دیو و پری — روزگارِ خود چہ یاوہ می بَری
اس جگہ دیو اور پری کے سوا کوئی نہیں ہے — تو اپنا وقت کیوں برباد کرتا ہے؟

بہرِ گوشے میزنی دف گوش کُو — ہوش باید تا بداند ہوش کُو
تو کان کے لئے نقارہ بجا رہا ہے، کان کہاں ہے؟ — ہوش چاہیئے، تاکہ سمجھے، ہوش کہاں ہے؟

گفت گفتی بشنو از چاکر جواب — تا نمانی در تحیّر و اضطراب
اس نے کہا تو نے کہہ لیا، خادم سے جواب سن لے — تاکہ تو حیرانی اور پریشانی میں نہ رہے

گرچہ ہست اینِدم بر تو نیم شب — نزدِ من نزدیک شُد صبحِ طرب
اگرچہ اس وقت تیرے لئے آدھی رات ہے — میرے نزدیک خوشی کی صبح قریب آگئی ہے

ہر شکستے[3] پیشِ من فیروز شُد — جملہ شبہا پیشِ چشمم روز شُد
ہر شکست میرے لئے کامیابی ہو گئی ہے — تمام راتیں میری نگاہ میں دن بن گئی ہیں

پیشِ تو خون ست آبِ رودِ نیل — پیشِ من آبست بے خوں اے بَخیل
نیل نہر کا پانی تیرے سامنے خون ہے — اے شریف! میرے سامنے پانی ہے بے خون

در حقِ تو آہن ست و آں بر خام — پیشِ داؤدِ نبی موم ست و رام
تیرے حق میں لوہا ہے اور وہ پتھر — داؤد نبی کے لئے موم اور فرماں بردار ہے

[1] آں یکے۔ ایک شخص نے ایک دروازے پر آدھی رات کو سحری کا نقارہ بجا دیا۔ متذکرہ محل تھا۔ کہنے والا مخاطب ادا طلب کرنے والا۔ افغان شور۔ ناصبور بے صبرا۔ دیگر پھر یہ سمجھ لے کہ اس گھر میں کوئی ہے بھی؟

[2] کس۔ یہ گھر خالی ہے اس میں بھوت اور پریوں کے علاوہ کوئی انسان نہیں ہے۔ یاوہ۔ بیہودہ بیکار۔ بہر۔ نقارہ ہوش و گوش کے لئے بجایا جاتا ہے جو یہاں مفقود ہے۔ گفت۔ اس نقارہ بجانے والے نے کہا تو اپنی بات کہہ چکا اب میرا جواب سن لے تاکہ تیری پریشانی دور ہو۔ نیم شب۔ تیرے لئے یہ آدھی رات ہے لیکن میرے لئے مستی کی صبح ہے۔ تہجد پڑھ کر مستی پیدا کی جا سکتی ہے۔

[3] ہر شکست۔ جو تیری نظر میں شکست ہے میری نظر میں فتح ہے اور جس کو تو سیاہ سمجھتا ہے وہ میری نظر میں نور ہے۔ پیشِ تو۔ یہ رات اور دن کی تبدیلی ایسی ہے جیسا کہ دریائے نیل مچھلیوں کے لئے پانی تھا اور قبطیوں کے لئے خون بن گیا۔ در حق۔ سخت پتھر حضرت داؤدؑ کے لئے موم تھا منکروں کے لئے سخت پتھر تھا۔

پیشِ تو کہ بس گران ست و جماد
تیرے سامنے پہاڑ بہت بھاری اور پتھر ہے

مُطربست اُو پیشِ داؤد اوستاد
اُستاد داؤدؑ کے سامنے وہ قوال ہے

پیشِ تو آں سنگریزہ ساکت ست
تیرے لئے پتھر کا ریزہ خاموش ہے

پیشِ احمدؐ اُو فصیح و قانت ست
احمدؐ کے سامنے وہ بولنے والا اور دعا کرنے والا ہے

پیشِ تو اُستونِ مسجد مُردہ ایست
تیرے نزدیک مسجد کا ستون مُردہ ہے

پیشِ احمدؐ عاشقِ دل بُردہ ایست
احمدؐ کے سامنے دلدادہ عاشق ہے

جُملہ اجزائے جہاں پیشِ عوام
عوام کے سامنے دنیا کے سب اجزاء

مُردہ و پیشِ خدا دانا و رام
مُردہ ہیں اور خدا کے سامنے عقلمند اور فرمانبردار ہیں

آنچہ گفتی کاندریں قصر و سَرا
تو نے جو کہا کہ اِس محل اور سرائے میں

نیست کس، چوں میزنی ایں طبل را
کوئی نہیں ہے، تو کیوں نقارہ بجا رہا ہے؟

بہرِ حق ایں خلق زر ہا میدہند
یہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے لئے مال دیتے ہیں

صد اساسِ خیر و مسجد می نہند
مسجد اور خیر کی سیکڑوں بنیادیں رکھتے ہیں

مال و تن در راہِ حج دور دست
حج کے دراز راستہ میں، مال اور جسم

خوش ہمی بازند چوں عشاقِ مست
مست عاشقوں کی طرح خرچ کرتے ہیں

ہیچ می گویند کاں خانہ تہی ست
کبھی کہتے ہیں کہ گھر خالی ہے

ایں سخن کے گوید آں کش آگہی ست
یہ بات وہ شخص کب کہے گا جو باخبر ہے؟

پُر ہمی بینند سرایِ دوست را
دوست کے گھر کو بھرا ہوا دیکھتے ہیں

آنکہ از نورِ الٰہش شد ضیا
وہ جس کو خدا کے نور سے روشنی حاصل ہے

بس سرایِ پُر ز جمع و انبہی
بہت سے گھر جو مجمع اور کثرت سے بھرے ہوئے ہیں

پیشِ چشمِ عاقبت بیناں تہی
انجام پر نظر رکھنے والوں کی آنکھ کے لئے خالی ہیں

ہر کرا خواہی تو در کعبہ بجُو
جس کو تو چاہتا ہے کعبہ (دل) میں تلاش کر

تا بروید در زماں پیشِ تو اُو
تاکہ وہ فوراً تیرے سامنے نمایاں ہو جائے

صُورتے کُو فاخر و عالی بُوَد
جو صورت صاحبِ فخر اور بلند ہوتی ہے

اُو ز بیت اللہ کے خالی بُوَد
وہ بیت اللہ سے کب خالی ہوتی ہے؟

صورتے۔ جن انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے فخر اور بلندی عطا فرمائی ہے وہ اللہ کے گھر سے خالی نہیں ہیں اُن کا دل اللہ کا گھر ہے۔

۱؎ پیشِ تو۔ حضرت داؤدؑ جس وقت خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے پہاڑ بھی پڑھنے لگتے تھے۔ پیشِ احمدؐ۔ آنحضورؐ کے ہاتھ کے سنگریزوں نے آنحضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی اور تسبیح پڑھی تھی۔ پیشِ تو۔ اصطوانۂ حنانہ عام انسانوں کی نظر میں بے جان کھجور کا تنہ تھا لیکن آنحضورؐ کی جدائی میں اس جمادِ۔ جمادات و نباتات عوام کے اعتبار سے مُردہ ہیں لیکن حضرت حق تعالیٰ کے اعتبار سے سمجھدار اور زندہ ہیں۔

۲؎ آنچہ گفتی۔ دوسری بات کا جواب شروع کیا ہے۔ بہرِ حق۔ خدا کے لئے جو کام کیا جائے اس کی حجت نہیں ہوتی کہ وہاں کوئی انسان ہے یا نہیں۔۔۔ مال و تن۔ خدا کے عاشق حج کرنے جاتے ہیں اور خدا کے گھر کا طواف کرتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں، کوئی یہ کہتا ہے کہ گھر تو خالی ہے۔ پر جس کے دل میں نورِ ایمان کی روشنی ہے وہ بیت اللہ کو بھرا ہوا ہی سمجھتا ہے۔

۳؎ بس سرای۔ بہت سے ایسے مکانات ہیں جو انسانوں سے بھرے ہوئے ہیں لیکن وہ انسان چونکہ حقیقتاً انسان نہیں ہیں، اہلِ دل اُن مکانات کو خالی سمجھتے ہیں۔ ہر کرا۔۔۔ انسان جس محبوبِ حقیقی کا طالب ہے اس کو کعبہ یعنی قلبِ مومن میں تلاش کرے۔

۱ اُو بُود حاضر منزّہ از تِتاج — باقیِ مردم برائے احتیاج

وہ حاضر ہے، (روزانے کی) بندش سے پاک ہے — باقی انسان احتیاج کے لئے ہیں

ہیچ می گویند کایں لبیکہا — بے ندایِ می کنم آخر چرا

کبھی کہتے ہیں کہ یہ "حاضر ہوں، حاضر ہوں" — بغیر پکار کے آخر میں کیوں کرتا ہوں؟

کو ندا تا خود تو لبیکے دہی — از ندا لبیک تو چوں شد تہی

پکارنا کہاں ہے؟ کہ تو خود ہی میں حاضر ہوں کہتا ہے — تیرا میں حاضر ہوں "پکارنے سے کیوں خالی ہو؟

بلکہ توفیقے کہ لبیک آورد — ہست ہر لحظہ ندائے از اَحَد

بلکہ وہ توفیق جو "میں حاضر ہوں" کہلا رہی ہے — وہ ہر لمحہ خدا کی جانب سے پکار ہے

من ببُودانم کہ ایں قصر و سرا — بزمِ جاں افتاد و خاکش کیمیا

میں خوشبو سے جانتا ہوں کہ یہ محل اور سرائے — جاں کی محفل واقع ہوئی ہے اور اس کی خاک کیمیا ہے

مسّ خود را بر طریقِ زیر و بم — تا اَبد بر کیمیا اش میزنم

زیر و بم کے طریقہ پر میں اپنے تانبے کو — ہمیشہ اس کی کیمیا پر مل رہا ہوں

تا بجوشد زایں چنیں ضرب سحور — در دُر افشانی ز بخشایش بحور

تاکہ اس طرح نقارے کی چوٹ سے جوش میں آجائیں — دریا بخشش سے، موتی برسانے میں

خلق در صفِّ قتال و کارزار — جاں ہمی بازند بہرِ کردگار

لوگ قتال اور جنگ کی صف میں — خدا کے لئے جاں بازی کرتے ہیں

آں یکے اندر بلا ایوبؑ وار — واں دگر در صابری یعقوبؑ وار

ایک مصیبت میں ایوبؑ کی طرح ہے — اور دوسرا صبر کرنے میں یعقوبؑ کی طرح ہے

آں یکے چوں نوحؑ در اندوہ و کرب — واں دگر چوں احمدؐ اندر صفِّ حرب

ایک نوحؑ کی طرح رنج اور مصیبت میں ہے — اور دوسرا احمدؐ کی طرح جنگ کی صف میں ہے

ایں ز دنیا چوں ابوذرؓ بُرد حذر — واں دگر در استقامت چوں عمرؓ

یہ ابوذرؓ کی طرح دنیا سے محتاط ہے — اور دوسرا جماؤ میں (حضرت) عمرؓ کی طرح ہے

صد ہزاراں خلق تشنہ و مستمند — بہرِ حق از طمع جہدے می کنند

لاکھوں انسان پیاسے اور حاجت مند — اللہ (تعالیٰ) کے لئے لالچ سے کوشش کرتے ہیں

من ہم از بہرِ خداوندِ غفور — میزنم بر در بامیدش سحور

میں بھی بخشنے والے خدا کے لئے — اس سے اُمید پر دروازے پر نقارہ بجا رہا ہوں

۱؎ اُو۔ عارفِ کامل کا دل ہر وقت فیض رسانی کرتا ہے اس کا در دوا نے کسی وقت بند نہیں ہوتا ہے اور سب انسان اسکے محتاج ہیں تبھی کہا۔ حاجی جب لبیک کہتا ہے جس کے معنی میں حاضر ہوں تو یہ لفظ کسی پکارنے والے کے لئے ہیں جواب میں کہا جاتا ہے لیکن حاجی سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تجھے کون پکار رہا ہے جس کے جواب میں تو لبیک کہہ رہا ہے بلکہ توفیق۔ سب یہ سمجھتے ہیں کہ حاجی کو توفیق جو خدا نے دی ہے وہ خدا کی جانب سے پکار ہے جس کے جواب میں حاجی لبیک کہہ رہا ہے۔

۲؎ تن خود میں اپنے بدن کے تانبے کو اوپر نیچے سُر کے طریقہ پر اس مکان کی کیمیا پر مل رہا ہوں۔ بجوشد میں یہ نقارہ اسلئے بجا رہا ہوں تاکہ رحمت کا سمندر جوش میں آکر مجھ پر موتی برسانے لگے۔ غرض میرا یہ کام تو معلوم ہو لوگ تو خدا کے لئے جہاد میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اس لئے خدا کی رضا کیلئے انبیاء نے بڑے بڑے مصائب جھیلے ہیں حضرت ایوبؑ کے بدن کا گلنا اور کیڑوں کا صبر حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ کی گمشدگی پر صبر غرض مثل ہے حضرت نوحؑ نے خدا کی خاطر قوم کے مصائب جھیلے آنحضورؐ نے اللہ کی خاطر دشمنوں سے جہاد کئے۔

۳؎ ایسے بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ابوذرؓ کا زہد اختیار کرتے ہیں بعض حضرت عمرؓ کا سا دین پر جماؤ اختیار کرتے ہیں۔۔۔ مستمند محتاج۔ تن ہم جس طرح

ان لوگوں نے خدا کیلئے اللہ کے لئے جان کی بازی لگا دی ہے اگر ان پر بھی نقارہ بجا رہا ہوں تو خدا کرے کہ اللہ کی رحمت کا سمندر جوش میں آکر مجھ پر موتی برسانے لگے۔

مُشتری خواہی کہ از وے زر بری
تو خریدار چاہتا ہے، جس سے تو مال کمائے

بہ زحق کے باشد اے دل مشتری
اے دل! (اللہ تعالیٰ) سے بہتر کب کوئی خریدار ہوگا؟

می خرد[1] از مالت ابنانِ نکس
وہ تیرے مال میں سے ناقص تھیلا خریدتا ہے

می دہد نورِ ضمیرِ مقتبس
وہ روشنی حاصل کرنے والے قلب کا نور عطا کر دیتا ہے

می ستاند ایں نجس جسمِ فنا
وہ اس ناپاک فانی جسم کو لے لیتا ہے

می دہد ملکے بروں از وہمِ ما
ہمارے خیال سے بالا سلطنت دیدیتا ہے

می ستاند قطرۂ چندے ز اشک
آنسو کے چند قطرے لے لیتا ہے

می دہد کوثر کہ آرد قند رشک
وہ کوثر عنایت کر دیتا ہے جس پر شکر رشک کرتی ہے

می ستاند آہ پر سودا و دود
خشک اور دھوئیں سے پُر آہ لے لیتا ہے

می دہد ہر آہ را صد جاہ و سود
ہر آہ کو سیکڑوں رُتبے اور منافع عطا کر دیتا ہے

بادِ آہے کابرِ اشکِ چشم راند
اس آہ کی ہوا نے جس نے آنسوؤں کے ابر کو چلایا

مر خلیلے را بداں اوّاہ خواند
(حضرت) خلیلؑ کو اس کی وجہ سے اوّاہ کہا

ہیں[2] درین بازارِ گرمِ بے نظیر
آگاہ! اس چالو بے مثال بازار میں

کہنہا بفروش و ملکِ نو بگیر
پرانی چیزیں فروخت کر دے اور نئی سلطنت حاصل کر لے

ور ترا شکے دریں رہ زند
اگر شک و شبہ تجھے روکے

تا جرانِ انبیا را کن سند
انبیاء کے تاجروں سے دلیل حاصل کر لے

بسکہ افزود آں شہنشہ بختِ شاں
اس شہنشاہ نے اُن کا نصیبہ بہت بلند کر دیا

می نتاند کہ کشیدن رختِ شاں
پہاڑ بھی اُن کا سامان نہیں اُٹھا سکتا

قصّہ[3] احد احد گفتنِ بلال رضی اللہ عنہ در حرِّ حجاز از محبتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم در چاشت گاہ کہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ، حجاز کی گرمی میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دن چڑھے احد احد کہنا جبکہ

خواجہ اش از تعصّبِ جہودی بشاخِ خارش می دپیچید

اُن کا آقا، انکار کے تعصب سے اُن کو کانٹوں دار لکڑی سے حجاز کی گرمی

آفتاب حرِّ حجاز و از زخمِ خارخوں از تنِ بلالؓ بر می

کی دھوپ میں مارتا تھا اور کانٹوں کی چوٹ سے حضرت بلالؓ کے جسم سے خون

---

[1] می خرد۔ اللہ تیرے ناقص اعمال خریدتا ہے اور اُس کے عوض میں نور عطا کر دیتا ہے۔ می ستاند انسان کا فانی جسم خرید کر اُس کے بدلے میں ابدی سلطنت عطا کر دیتا ہے۔ می ستاند انسان جب اُس کے دربار میں روتا ہے تو آنسوؤں کے چند قطروں کا عوض وہ حوض کوثر عطا کر دیتا ہے۔ آقاہ۔ آہ آہ کرنے والا حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی یہ صفت قرآن میں مذکور ہے۔

[2] ہیں۔ اللہ کے بازار میں پہنچ کر اپنا پرانا مال فروخت کر دے اور اُس کے بدلے میں نئی سلطنت حاصل کر لے اگر تجھے اس کاروبار میں شک ہے تو انبیاء کو دیکھ لے انہوں نے اس قدر نفع کمایا ہے کہ پہاڑ بھی اُن کی دولت کو نہیں اٹھا سکتا ہے۔

[3] قصہ۔ اس نفع کی مثال کے لئے حضرت بلالؓ اور حضرت ابوبکرؓ کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ احد۔ باری تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔ حرّ۔ گرمی۔ خواجہ اش۔ اُس کا نام اُمیہ بن خلف تھا۔

جوشید واز و اَحَد اَحَدمی جست بے قصدِ او چنانکہ از دردمندان

اُبلتا تھا اور اُن کے ارادے کے بغیر اُن سے اَحَد و اَحَد نکلتا تھا جیسا کہ دردمندوں سے

دیگر نالہ جہد بے قصد زیرا کہ از درد عشق ممتلی بود و اہتمام دفع

مصیبت دردوں سے بلا ارادہ رونا پھوٹتا ہے کیونکہ وہ عشق کے درد سے پُر تھے اور کانٹوں

زخم خار اندخل نبود ہمچوں سحرۂ فرعون و جز جبیں علیہ السلام

کے زخم کے دفعیہ کے اہتمام کا کوئی دخل نہ تھا، جیسا کہ فرعون کے جادوگر اور جز جبیں علیہ السلام

وغیرہم لا یُعَدُّ وَلَا یُحصٰی، و برگذشتن صدیق رضی اللہ عنہ دراں

وغیرہ، جو گنے جا سکیں نہ شمار کئے جا سکیں اور وہاں سے صدیق رضی اللہ عنہ کا گذرنا

طرف و احوال او و را مشاہدہ کردن و نصیحت کردن بلال را رضی اللہ عنہ

اور اُن کے حالات کو دیکھنا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرنا

تن[1] فدائے خار میکرد آں بلالؓ — خواجہ اُش میزد برائے گوشمال

بلال رضؓ جسم کو کانٹوں پر قربان کر رہے تھے — اُنکا آقا سزا کے لئے اُن کو مارتا تھا

کہ چرا تو یادِ احمد می کنی — بندۂ بد منکرِ دینِ منی

کہ تو احمد کو کیوں یاد کرتا ہے؟ — تو بُرا غلام اور میرے دین کا منکر ہے

میزد اندر آفتابش او بخار — او اَحَد میگفت بہرِ افتخار

وہ اُن کو کانٹوں سے دھوپ میں مارتا تھا — وہ سرفرازی کے لئے اَحَد کہتے تھے

تا[2] کہ صدیقؓ آں طرف بگذشت تفت — آں اَحَد گفتن بگوشِ او برفت

حتیٰ کہ صدیقؓ وہاں سے تیزی سے گذرے — وہ اَحَد کہنا اُن کے کان میں پڑا

چشمِ او پُر آب شد دل پُر عنا — زاں اَحَد می یافت بوئے آشنا

اُن کی آنکھوں میں آنسو آگئے دل تکلیف سے بھر گیا — اُس اَحَد سے وہ اپنائیت کی بُو محسوس کرتے تھے

بعد ازاں خلوت بدیدش پند داد — کز جہود اں خفیہ میدار اعتقاد

اُس کے بعد اُن کو تنہائی میں دیکھا نصیحت کی — کہ کافروں سے اعتقاد کو چھپائے رکھ

عالم[3] السرست پنہاں دار کام — گفت کردم توبہ پیشت آ ہمام

وہ راز کا جاننے والا ہے مقصد پوشیدہ رکھو — انھوں نے کہا اے بزرگ! میں نے آپ کے سامنے توبہ کر لی

روزِ دیگر از پگہ صدیقؓ تفت — آں طرف از بہرِ کارے می برفت

دوسرے دن صبح کو صدیقؓ تیزی سے — اُس طرف کسی کام کو جا رہے تھے

[1] تن فدا۔ چونکہ وہ بچاؤ کی صورت نہ اختیار کرتے تھے تو گویا خود اپنا جسم قربان کر رہے تھے۔ گوشمال سزا۔ بندہ۔ تو میرا غلام ہو کر میرے مذہب کا انکار کرتا ہے۔ بخار۔ یعنی کانٹوں کی مار۔ نکوہی یا افتخار۔ یعنی بلالؓ کا احد احد کہنا آہ و زاری کے طور پر نہ تھا بلکہ اپنے دین پر فخر کے لئے تھا۔

[2] تا کہ۔ جہاں بلالؓ کا آقا ان کو مار رہا تھا وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کا گذر ہوا تو انھوں نے حضرت بلالؓ کی احد احد کی آواز سنی۔ چشم او۔ انکو محسوس ہوا کہ بلال رضؓ مسلمان ہیں اور اُن کو جس قدر ستایا جا رہا ہے تو انتہائی رنجیدہ ہوئے۔ بعد ازاں۔ حضرت بلال رضؓ سے تنہائی میں کہا کہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھ۔

[3] عالم السر۔ اللہ تعالےٰ تیرے پوشیدہ ایمان کو جانتا ہے۔ گفت۔ حضرت بلالؓ نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کا وعدہ کر لیا۔ ہمام۔ سردار۔ پگہ۔ پگاہ صبح۔

باز اَحَد بشنید و ضربِ زخمِ خار
پھر اَحَد اور کانٹوں کی مار سنی

برفروزید از دلش شور و شرار
اُن کے دل سے شور اور چنگاریاں بھڑک اٹھیں

باز پندش داد باز او توبہ کرد
اُنھوں نے پھر انکو نصیحت کی، اُنھوں نے توبہ کرلی

عشق[1] آمد توبۂ او را بخورد
عشق آیا اور اُن کی توبہ کو نگل گیا

توبہ کردن زیں نمط بسیار شد
اسی طرح توبہ کرنا بہت اسی مرتبہ ہوا

عاقبت از توبہ او بیزار شد
آخرکار وہ توبہ سے بیزار ہوگئے

فاش کرد اسپرد تن را در بلا
ظاہر کردیا، جسم کو مصیبت کے سپرد کردیا

کاے محمدؐ اے عدوِّ توبہا
کہ اے محمدؐ! اے توبہ کے دشمن!

اے تنِ من، وے رگِ من پُر ز تو
اے وہ! کہ میرا جسم اور رگیں تجھ سے پُر ہیں

توبۂ را گنجہ کجا باشد درو
اُن میں توبہ کی گنجائش کہاں ہے؟

توبہ راز یں پس ز دل بیروں کنم
اس کے بعد توبہ کو دل سے نکال دوں گا

از حیاتِ خُلد توبہ چوں کنم
جنت کی زندگی سے کیسے توبہ کروں!

عشق[2] قہارست و من مقہورِ عشق
عشق غالب ہے اور میں عشق سے مغلوب ہوں

چوں شکر شیریں شدم از شورِ عشق
میں عشق کے نمک سے شکر کی طرح میٹھا ہوگیا ہوں

برگِ کاہم پیشِ تو اے تُند باد
اے تیز ہوا! میں تیرے سامنے گھاس کا تنکا ہوں

من چہ دانم تا کجا خواہم فتاد
میں کیا جانوں کہ میں کہاں گروں گا!

گر ہلالم گر ہلالم می رَوم
خواہ میں چاند ہوں خواہ ہلال، میں دوڑ رہا ہوں

مُقتدی بر آفتابت می شوم
میں تیرے سورج کا پیرو ہوں

ماہ[3] را با زفتی و زاری چہ کار
چاند کو موٹاپے اور لاغری سے کیا غرض؟

در پئے خورشید پوید سایہ وار
وہ سایہ کی طرح سورج کے پیچھے دوڑتا ہے

با قضا ہر کو قرارے می دہد
تقدیر کے مقابلے میں جو کوئی بات طے کرتا ہے

ریشخند سُبلتِ خود می کند
وہ اپنی مونچھوں کی مذاق اُڑاتا ہے

کاہ بُرگے پیش باد آنگہ قرار
گھاس کا تنکا ہوا کے سامنے! پھر ٹکاؤ

رستخیزے، وانگہانے، عزم کار
قیامت، اور اس وقت کام کا قصد!

گر بہ در آنبانم اندر دستِ عشق
میں عشق کے ہاتھ میں، تھیلے میں رکھی ہوں

یکدمے بالا و یکدم پستِ عشق
کبھی اوپر اور کبھی عشق کے نیچے

---

[1] عشق۔ ایمان کے عشق نے ایمان کو پوشیدہ رکھنے کی توبہ پھر توڑ دی۔ توبہ کردن۔ حضرت بلال رضؓ ایمان کے اظہار سے توبہ کرتے تھے اور وہ بار بار ٹوٹ جاتی تھی تو وہ توبہ سے بیزار ہوگئے اور اپنے ایمان کا اظہار کرکے جسم کو مصیبتوں کے سپرد کردیا کرتے۔ اور اپنے دل میں کہتے تھے کہ اے محمدؐ تم میری توبہ کے دشمن ہو اور چونکہ تمہاری محبت میری رگ وپے میں سمائی ہوئی ہے وہاں توبہ کی گنجائش کہاں ہے؟ توبہ۔ اب میں توبہ سے توبہ کرتا ہوں اور جس ایمان کی بدولت جنت کی زندگی حاصل ہوتی ہے اس کے اظہار سے کیسے توبہ کروں؟

[2] عشق۔ حضرت بلالؓ نے کہا اب میں عشق سے مجبور ہو چکا ہوں میں عشق کی تیز ہوا کے مقابلہ میں ایک تنکا ہوں معلوم نہیں وہ مجھے کس جگہ لے جاکر پھینکے گی میں خواہ چاند ہوں یا ہلال اب میں عشق کے سورج کا پیرو ہوں۔

[3] ماہ را۔ چاند کو توسیع کے پیچھے رہنا ہے خواہ اس میں اس کا گھٹاؤ ہو یا بڑھاؤ ہو لفظاہ سے حضرت بلالؓ کی طرف بھی اشارہ ہے جن کا ذکر آگے آئیگا رضی اللہ عنہ۔ باقضاء تقدیر کے بالمقابل کوئی بات طے کرنا اپنی مونچھوں کا مذاق اڑانا ہے یعنی قضاء خداوندی اور انسان کی مثال تیز آندھی اور گھاس کے تنکے کی سی ہے۔

اُو ہمی گرداندم بر گردِ سر
وہ مجھے سر کے گرد گھماتا ہے

نے بزیر آرام دارم نے زبر
نہ مجھے نیچے آرام ہے نہ اوپر

عاشقاں در سیلِ تُند افتادہ اند
عاشق، سخت بہاؤ میں پھنسے ہیں

بر قضائے عشق دل بنہادہ اند
وہ عشق کے فیصلے پر راضی ہو گئے ہیں

ہمچو سنگِ آسیا اندر مدار
وہ چکی کی طرح چکر میں ہیں

روز و شب نالاں و گرداں بیقرار
دن رات روتے ہیں اور بے قرار ہو کر چکر میں ہیں

گردشش بر جُوئِ جویاں شاہد ست
اُس کی گردش متحرک نہر کی گواہ ہے

تا نگوید کس کہ آں جُو راکد ست
تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ وہ نہر ٹھہری ہوئی ہے

گر نمی بینی تو جُو را در کمیں
اگر تو اُس نہر کو نہیں دیکھتا جو پوشیدگی میں ہے

گردشِ دولابِ گردونی ببیں
آسمانی رہٹ کی گردش کو دیکھ لے

چوں قرارے نیست گردوں را ازُو
جبکہ اُس (قضاء) کی وجہ سے آسمان کو قرار نہیں ہے

اے دل اختر وار آرامے مجُو
اے ستارے جیسے دل! آرام نہ چاہ

گر زنی در شاخ دستے کے ہلد
اگر تو شاخ کو پکڑے گا وہ کب چھوڑے گی؟

ہر کجا پیوند سازی بگسلد
جہاں کہیں تو جوڑ لگائے گا، وہ توڑ دیگی

گر نمی بینی تو تدویرِ قدر
اگر تو قضا کے گھمانے کو نہیں دیکھتا ہے

در عناصر جوشش و گردش نگر
عناصر میں جوشش اور گردش کو دیکھ لے

زانکہ گردِ شہپایِ آں خاشاک و کف
اس لئے کہ کوڑے اور جھاگ کی گردشیں

باشد از غلیانِ بحرِ باشرف
بڑے دریا کے جوش سے ہوتی ہیں

بادِ سرگرداں ببیں اندر خروش
گھومنے والی ہوا کو شور میں دیکھ لے

پیشِ امرش موجِ دریا بیں بجوش
اسکے حکم کے سامنے دریا کی موج کو جوش میں دیکھ لے

آفتاب و ماہ و دو گاوِ خراس
سورج اور چاند، چکی کے دو بیل ہیں

گردمی گردند و می دارند پاس
چکر لگاتے ہیں اور لحاظ رکھتے ہیں

اختراں ہم خانہ خانہ می دوند
ستارے بھی گھر گھر دوڑتے ہیں

مرکبِ ہر سعد و نحسے می شوند
سعادت اور نحوست کی سواری بنتے ہیں

اخترانِ چرخ گردوں رند ہے
آسمان کے ستارے اگر دوڑ رہیں،

دیں حواست کاہل اند و سست گے
اور تیرے یہ حواس کاہل اور سست قدم ہیں

ل آدمی گرداندم عشق عاشق کو مسلسل چکر میں رکھتا ہے جیسے عشق کی مثال سخت بہاؤ کی سی ہے۔ ہمچو سنگ۔ پن چکی کا پاٹ ہمیشہ گھومتا رہتا ہے۔ گردش جس طرح چکی کا پاٹ نہر کے وجود کی علامت ہے اسی طرح انسان کا تذبذب اور بیقراری قضاء خداوندی کی دلیل ہے۔ گر نمی بینی۔ اگر تجھے خداوندی قضاء نظر نہیں آتی ہے تو اُس کے آثار کو دیکھ لے۔ اے دل۔ جب قضاء کی وجہ سے اتنی عظیم الشان چیزیں بیقرار ہیں تو دل ایک چھوٹی سی چیز بیقرار کیوں نہ ہو گی

ل گر زنی۔ تھا کے بالمقابل جو سہارا ڈھونڈے گا قضا اُس کو فنا کر دے گی۔ گر نمی بینی۔ اگر انسان اللہ کے اس عمل کو نہیں دیکھ سکتا ہے جو وہ عالم کے اجزاء میں کر رہا ہے تو اسکے عمل کے اس اثر کو دیکھ لے جو اجزاء عالم میں ہے۔ زانکہ۔ سمندر کے اوپر کے جھاگ اور تنکوں میں جو حرکت ہے سب کہتے ہیں کہ وہ سمندر کے جوش کی وجہ سے ہے۔ باد۔ ہوا کا شور، دریا کی موج کا جوش خدائی تصرف ہے۔

ل آفتاب۔ چاند اور سورج جو آسمان کی چکی کے دو بیلوں کی طرح ہیں اسی کے فرمانبردار ہیں اور حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔ اختراں۔ ساتوں ستاروں کی مختلف برجوں میں مختلف تاثیرات اسی کے تصرف کا نتیجہ ہیں۔ اختراں۔ اگر تمہاری نگاہ آفاق کی علامتوں کو نہیں دیکھ سکتی ہے تو انفس کی علامتوں کو دیکھ لے

اخترانِ چشم و گوش و ہوشِ ما
ہمارے ہوش و گوش اور آنکھ کے ستارے

شب[1] کجایند و بہ بیداری کجا
رات کو کہاں ہیں اور بیداری میں کہاں ہیں؟

گاہ در سعد و وصال و دلخوشی
کبھی سعادت اور وصال اور خوشدلی میں ہیں

گاہ در نحس و فراق و بیہشی
کبھی نحوست اور جدائی اور بے ہوشی میں ہیں

ماہِ گردوں چوں دریں گردیدن ست
آسمان کا چاند چونکہ اس گردش میں ہے

گاہ تاریک و زمانے روشن ست
کبھی تاریک اور کسی وقت روشن ہے

گہ بہار و صیف ہمچوں شہد و شیر
کبھی (موسم) بہار اور گرمی شہد اور دودھ جیسا ہے

گہ سیاستہائے برف و زمہریر
کبھی برف اور ٹھنڈ کی سزائیں ہیں

چونکہ کلیات پیشِ اُو چو گوست[2]
جبکہ جملے اس کے سامنے گیند کی طرح ہیں

سخرہ و سجدہ کُنِ چوگانِ اُوست
اس کے بنے کے بیگاری اور تابع ہیں

تو کہ یک جزوے دلا زیں صد ہزار
اے دل! تو کہ ان لاکھوں میں سے ایک جزو ہے

چوں نباشی پیشِ حکمش بیقرار
تو اس کے حکم کے سامنے بے قرار کیوں نہ ہوگا!

چوں ستورے باش در حکمِ امیر
تو حاکم کے حکم میں گھوڑے کی طرح رہ

گہ در آخر حبس و گاہے در مسیر
کبھی اصطبل میں بند اور کبھی چلتے ہیں

چونکہ بکشاید بر و برجستہ باش
جب وہ کھولدے چل پڑ، اور چالاک بن

چونکہ بر میخت بہ بند و بستہ باش
جب وہ تجھے کھونٹے سے باندھے، بندھ جا

آفتاب اَر بر فلک کژ می جہد
سورج اگر آسمان پر ٹیڑھا چلتا ہے

در سیہ روئی کسوفش می دہد
سیاہ روئی میں اس کو گرہن لگا دیتا ہے

کز ذنب[3] پرہیز کُن ہیں ہوشدار
کہ ذنب سے بچ، اے ہوش والے

تا نگردی تو سیہ رُو دیگ وار
تاکہ تو دیگ کی طرح سیاہ رو نہ بنے

اَبر را ہم تازیانہ آتشیں
ابر کے لئے بھی آگ کا کوڑا

میزنندش کاں چناں رُو نے چنیں
مارتے ہیں، کہ اس طرح ہیں، اس طرح نہیں

بر فلاں وادی ببارایں شوم بار
فلاں وادی پر برس، اس جانب نہ برس

گوشمالش میدہد کہ گوشدار
اس کو سزا دیتا ہے، کہ سن

عقلِ تو از آفتابے بیش نیست
تیری عقل سورج سے بڑھ کر نہیں ہے

اندراں فکرے کہ نہی آمد بایت
جس خیال کے بارے میں ممانعت آئی ہو نہ سوچ

---

[1] شب۔ یہ تمہارے حواس رات کو کہاں ہوتے ہیں اور دن میں کہاں ہوتے ہیں، اور اُن پر کیا کیا کیفیات طاری ہوتی ہیں ان سب پر غور کرلو۔ آہ، چاند کے تغیرات پر غور کرو۔ گہرا زمانہ کے تغیرات کو دیکھو۔ چونکہ یہ طے کرو کہ دنیا کی اسقدر بڑی بڑی چیزیں قدرت کے ہاتھوں کسقدر تغیر پذیر ہیں۔

[2] تو کہ۔ انسان کا دل اس کائنات کے مقابلہ میں بہت ہی چھوٹی سی چیز ہے تو پھر وہ قدرت کے احکام سے بیقرار کیوں نہ ہوگا۔ ستور۔ اس کا اطلاق اونٹ، گھوڑے بیل پر کیا جاتا ہے۔ چونکہ۔ جانور اپنے مالک کا ہر طرح سے مطیع ہوتا ہے اسی طرح انسان کو اپنے مولیٰ کا فرمانبردار ہونا چاہئے۔

[3] ذنب۔ نون کے زبر کے ساتھ بمعنی دُم ہے، ایک ستارے کا نام ہے جس کو ذنب الفرس بھی کہتے ہیں سورج اس کے قریب پہنچ کر گرہن میں آجاتا ہے اور ذَنب نون کے سکون کے ساتھ گناہ کے معنی میں ہے، اشارہ ہے کہ جس طرح ذنب کا قرب سورج کے گرہن اور روسیاہی کا سبب ہے اسی طرح ذنب، گناہ کا قرب انسان کی روسیاہی کا سبب ہے۔ ابر، فرشتے ابر کو مختلف مقامات پر لے جاکر برساتے ہیں، عقل، انسانی عقل آفتاب سے بڑی چیز نہیں ہے جب غلط روی سے وہ روسیاہ ہوجاتا ہے تو

انسان کی عقل اگر غلط روی اختیار کرے گی تو وہ بھی روسیاہ ہوجائیگی۔

کژ مَنِہ اے عقل توہم گامِ خویش
اے عقل! تو بھی اپنا قدم ٹیڑھا نہ رکھ

تا نیاید آں کسوفت زُو بہ پیش
تاکہ اس کی وجہ سے تجھے گرہن درپیش نہ ہو

چوں گنہ کمتر بُود نیمِ آفتاب
جب گناہ تھوڑا ہوتا ہے، آدھا سورج

مُنکسِف بینی و نیمے نور و تاب
تو گرہن میں دیکھتا ہے اور آدھا نور اور چمک میں

کہ بقدرِ جُرم می گیرم ترا
کہ میں تجھے جُرم کی بقدر پکڑتا ہوں

ایں بُود تقدیر دَرداد و جزا
عطا اور سزا میں یہی اندازہ ہوتا ہے

خواہ[1] نیک و خواہ بَد فاش و ستیر
خواہ نیک ہو اور خواہ بُرا، کھلا اور چھپا

بر ہمہ اَشیا سمیعیم و بصیر
ہم تمام چیزوں پر، سمیع اور بصیر ہیں

زیں گذر کُن اے پدر نور و رشد
اے بابا! اس سے آگے بڑھ نیک بختی

خَلق از اخلاقِ خوش فیروز شُد
مخلوق اچھے اخلاق سے بہرہ مند ہو گئی

باز آمد آبِ جاں در جُوئے ما
ہماری نہر میں آبِ حیات بھر آیا

باز آمد شاہِ مادر کُوئے ما
ہمارا شاہ، ہمارے کوچہ میں پھر آگیا

می[2] خرامد بخت و دامن می کشد
نصیب ناز سے چلتا ہے اور دامن کھینچتا ہے

نوبتِ توبہ شکستن می رسد
توبہ شکنی کا موقع آرہا ہے

توبہ را بارِ دگر سیلاب بُرد
توبہ کو دوبارہ سیلاب بہا لے گیا

فرصت آمد پاسباں را خواب بُرد
موقع آگیا، چوکیدار کو نیند آگئی

ہر خماری مست گشت و بادہ خورد
ہر شرابی مست ہو گیا اور شراب پی لی

رُخت را امشب گرو خواہیم کرد
ہم آج کی رات سامان کو گروی کر دینگے

زاں شرابِ لعل و لعلِ جانفزا
اُس شرخ شراب اور جانفزا (لب) لعل سے

لعل اندر لعل اندر لعلِ ما
ہمارا لعل، لعل در لعل ہے

باز خرم گشت و مجلس دلفروز
مجلس پھر پُرتکلف اور دلفروز ہو گئی

خیز دفعِ چشمِ بَد را سپند سوز
اُٹھ نظرِ بد کو دور کرنے کیلئے کالا دانہ جلا

نعرۂ مستانہ خوش می آیدم
مجھے مستانہ نعرہ بھلا لگتا ہے

تا ابد جاناں چنیں می بایدم
اے محبوب! ہمیشہ مجھے یہی چاہیئے

نِک ہلالےؓ با بلالےؓ یار شُد
اب ہلالؓ، بلالؓ کے یار ہو گئے

زخمِ خار او را گُل و گلزار شُد
اُن کے لئے کانٹے کا زخم گل و گلزار ہو گیا

---

[1] خواہ نیک۔ اگر انسان کے کئی گناہ ہوں گے تو اس کی روسیاہی بھی ہوگی۔ اگر گناہ ادھورے ہیں تو روسیاہی بھی ادھوری ہوگی۔ کہ بقدر قرآن پاک میں ہے وَقُضِیَ بَیْنَھُمْ بِالْقِسْطِ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ اور اُن کے درمیان انصاف فیصلہ کیا جائیگا اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

[2] خواہ۔ اللہ تعالیٰ ہر ذرہ کی اچھی نیکی اور بدی کو دیکھنے اور سننے والا ہے۔ زیں۔ اب تقدیر کی بحث ختم کر دیکھو کہ عاشقوں میں عشق کے لقب سے عید کا موسم طاری ہو گیا ہے اور معشوق اپنے عاشقوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آرہا ہے۔ آبِ جاں یعنی عشق۔ شاہ یعنی محبوب۔

[3] می خرامد۔ عاشقوں کا نصیب اب ناز کر رہا ہے اور عشق کے لقب سے توبہ شکنی کا وقت آگیا ہے۔ توبہ۔ حضرت بلالؓ کو دباؤ اظہار ایمان سے توبہ کرانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ بادہ۔ شراب جس پر لعل کا اطلاق ہوا۔ شرابِ لعل۔ یعنی عشق کی شرخ شراب۔ لعلِ جانفزا۔ یعنی معشوق کا ہونٹ۔ لعل اندر لعل۔ یعنی اب عشق کی دولت حاصل ہو گئی ہے یا چشمِ بد کا کالا دانہ جس کی نظرِ بد کے دفعیہ کے لئے دھونی دی جاتی ہے۔ نِک ہلالے۔ حضرت بلال رضؓ کا قصہ آگے مذکور ہے۔

معرع۔
خوب گردے کی جو لیں بیٹیں گے
دیرانے رو۔

گر[1] ز زخمِ خار تن غربال شُد — جان و جسمم گلشنِ اقبال شُد
اگر کانٹے کے زخم سے جسم چھلنی ہو گیا ہے — میری جان اور جسم نصیب وری کا چمن بن گیا ہے
تن بپیشِ زخمِ خارِ آں جہود — جانِ من مست و خراب آن دُود
میرا جسم اس منکر کے کانٹے کے زخم کے سامنے ہو — میری جان اس محبوب سے مست و خراب ہے
بُوئے جانے سُوئے جانم میرسد — بُوئے یارِ مہربانم میرسد
ایک جان کی خوشبو میری جان کو پہنچ رہی ہو — مجھے مہربان دوست کی خوشبو آ رہی ہے
از سُوئے معراج آمد مصطفٰے — بر بلالش جبتدا آں جبتدا
معراج سے آئے مصطفٰے — ان کے بلال کو مبارک ہو وہ مبارکباد

بازگردانیدنِ صدیق رضی اللہ عنہ واقعۂ بلال رضی اللہ عنہ

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے واقعہ اور ان پر کافروں کے ظلم اور

راو ظلم[2] جہوداں بر وے و احد احد گفتنِ او و فزوں شدنِ
ان کے احد احد کہنے کا اور منکروں کے کینہ کے بڑھنے، اور ان کے قصہ
کینۂ جہوداں و قصہ او پیشِ حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ و
کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرانا اور منکروں
علی آلہ وسلم گفتن و مشورت کردن در خریدنِ او از جہوداں
سے خریدنے میں مشورہ کرنا

چونکہ صدیق[3] از بلالِ دم درست — ایں شنید از توبۂ او دست شست
جب صدیق رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ سے — یہ سنا، ان کی توبہ سے ہاتھ دھو لیا
بعد ازاں صدیق پیشِ مصطفٰے — گفت حالِ آں بلالِ با وفا
اس کے بعد صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضور کے سامنے — ان وفادار بلال کا حال کہا
کاں فلک پیما میموں فال جُست — ایں زماں در عشق و اندر دامِ تُست
کہ وہ آسمان کو طے کرنے والا مبارک فال، مستعد — اب وہ آپ کے عشق اور جال میں ہے
بازِ سلطانست زاں چندا[4] بر نج — در حدیثِ مدفون شد آنرفت گنج
شاہی باز ان چندوں سے تکلیف میں ہے — وہ بھاری خزانہ گمنامی میں دفن ہو گیا
چند ہا بر بازِ استم می کنند — پر و بالش بیگناہے می کنند
چند، باز پر ظلم کر رہے ہیں — بغیر خطا کے اس کے پر و بال اکھاڑ رہے ہیں

[1] گر ز زخم یعنی حضرت بلالؓ نے کہا۔ غربال چھلنی۔ تن جسم کو اگرچہ یہ کافر تکلیف کر رہا ہے لیکن اللہ کے عشق سے مست ہے۔ دود۔ اللہ تعالیٰ۔ بوئی جانے۔ یعنی آنحضورؐ کی خوشبو۔ معراج۔ یعنی آنحضورؐ نے عروجِ روحانی سے نزول فرمایا اور حضرت بلالؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔

[2] راو ظلم جہوداں۔ حضرت بلالؓ پر کفار جو ظلم کر رہے تھے اس کا سارا قصہ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیا۔ دم درست۔ پختہ۔ دست شست۔ یعنی حضرت بلالؓ کی توبہ سے مایوس ہو گئے۔ کاں فلک۔ مقرر بلالؓ کو شاہی باز قرار دے کر ان صفات کا ذکر کیا ہے۔۔۔ سلطان۔ یعنی آنحضورؐ۔

[3] چندآں۔ یعنی کفارِ قریش۔ مدثر۔ یعنی کفارِ قریش۔ گنج۔ یعنی حضرت بلالؓ۔ چندہ + پہلے قصہ بیان کر چکے ہیں کہ ایک شاہی باز چندوں میں جا پھنسا تھا۔

جُرمِ اُو اینست کو بازست و بس
اُس کی خطا صرف یہی ہے کہ وہ باز ہے

غیرِ خوبی جُرمِ یوسف چیست پس
یوسفؑ کا سوائے حُسن کے کیا جُرم ہے؟

چُغد را ویرانہ باشد زاد و بُود
چغدوں کا مولد اور مسکن ویرانہ ہوتا ہے

ہست شاں بر بازاں خشم و جُحود
باز پر اُن کا انکار اور غصہ اِس لئے ہے

کہ چرا تو یاد می آری ازاں
کہ تو کیوں یاد کرتا ہے، اُس

لالہ زار و جوئبار و گلستاں
لالہ زار اور نہر اور چمن کو

کہ چرا می یاد آری زاں دیار
کہ تو اُس وطن کو کیوں یاد کرتا ہے؟

یا قصر و ساعدِ آں شہریار
یا اُس شاہ کے قلعہ اور کھائی کو

دَردہِ چغداں فضولی می کُنی
تو چغدوں کی بھی بیہودگی کرتا ہے

فتنہ و تشویش در می افگنی
تو فتنہ اور تشویش پیدا کرتا ہے

مسکنِ ما را کہ شُد رشکِ اثیر
ہماری قیام گاہ جو رشکِ فلک ہے

تو خرابہ خوانی و نامِ حقیر
تو (اُسکو) ویرانہ کہتا ہے اور حقیر نام (دھرتا ہے)

رشید آوردی کہ تا چُغدانِ ما
تو نگاہی کرتا ہے، تاکہ ہمارے چغدستی

مر ترا سازند شاہ و پیشوا
تجھے شاہ اور پیشوا بنالیں

وہم و سودائی در ایشاں می کُنی
تو اُن میں وہم اور دیوانگی پیدا کر رہا ہے

نامِ ایں فردوس ویراں می کُنی
تو اِس جنت کا نام، ویرانہ دھرتا ہے

بر سرت چنداں زنیم اے بدصفات
اے بدصفات! ہم تیرے سر پر اتنا ماریں گے

کہ بگوئی ترکِ شید و ترکیات
کہ تو مکر اور بکواس کو چھوڑ دے

پیشِ مشرق چار میخش می کُنند
مشرق کے رُخ اُس کو چار میخ کرتے ہیں

تن برہنہ شاخِ خارش میزنند
ننگے بدن اُس پر کانٹے دار لکڑی مارتے ہیں

از تنش صد جایِ خون کم می جہد
اُس کے جسم سے سیکڑوں جگہ سے خون ابل پڑتا ہو

اُو اَحَد می گوید و سر می نہد
وہ اَحَد کہتا ہے، اور سر ڈال دیتا ہے

پند ہا دادم کہ پنہاں دار دیں
میں نے نصیحتیں کیں کہ دین کو پوشیدہ رکھ

سر بپوشاں از جہودانِ لعیں
ملعون کافروں سے، راز چھپا

عاشق ست اُو را قیامت آمدست
وہ عاشق ہے، اُس کے لئے قیامت آگئی ہے

تا درِ توبہ بر و بستہ شدہ ست
حتیٰ کہ توبہ کا دروازہ اُس پر بند ہو گیا ہے

---

۵۱ غیر خوبی۔ حضرت یوسفؑ سے اُن کے بھائیوں کی دشمنی اُن کے حُسن کی وجہ سے تھی۔ جحود۔ انکار۔ کہ چرا۔ جب باز لالہ زار اور چمن کو یاد کرتا ہے تو چغدوں کو غصہ آتا ہے اور کہتے ہیں کہ تو شاہی کھائی اور محلات کو ذکر کر کے ہمیں کیوں پریشان کرتا ہے۔ مسکنِ چند۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ تو ہمارے مسکن کو جو آسمان سے بھی افضل ہے ویران کہتا ہے۔ رشید۔ یہ تیری سب مکاری سردار بننے کے لئے ہے۔

۵۲ وہم۔ تو ہم کو دیوانہ بنانا چاہتا ہے اور ہماری جنت کو ویرانہ کہتا ہے۔ ترکیات۔ بکواس پیشہ۔ حضرت بلالؓ کو اس طرح سزا دیتے تھے کہ کافر کے چار دل ہاتھ پاؤں کو چار کیلوں سے باندھ دیتے تھے اور خاردار لکڑی سے مارتے تھے یہ باتیں حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورؐ سے عرض کیں۔

۵۳ از تنش۔ مار کھانے سے اُن کے بدن پر سیکڑوں زخموں سے خون بہتا ہے اور وہ برابر اَحَد اَحَد کہتے رہتے ہیں اور اس سزا سے نہیں گھبراتے ہیں۔ چند ہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں نے اگر دین و ایمان پوشیدہ رکھنے کی نصیحتیں بھی کیں لیکن وہ خدا اور رسول کا ایسا عاشق ہے کہ گویا قیامت آگئی ہے اور اس کیلئے اس عشق کو ظاہر کرنے کی توبہ کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔

عاشقی و توبہ یا امکانِ صبر
عاشقی اور توبہ، یا صبر کا امکان
ایں محالے باشد اے جاں بس بطر
اے جان! یہ بہت عظیم محال ہوتا ہے

توبہ کرم و عشق ہمچوں اژدھا
توبہ کیڑا ہے اور عشق اژدھے کی طرح ہے
توبہ وصفِ خلق و آں وصفِ خدا
توبہ مخلوق کی صفت ہے اور وہ خدا کا وصف ہے

عشق زاوصافِ خدائی بے نیاز
عشق، بے نیاز خدا کے اوصاف میں سے ہے
عاشقی بر غیرِ اُو باشد مجاز
اُس کے غیر سے عاشقی مجاز ہے

زانکہ آں مس زر اندود آمدست
کیونکہ وہ ملمع شدہ تانبا ہے
ظاہرش نو و اندروں دود آمدست
اُس کا ظاہر روشن، اندر دھواں ہے

چوں رود نور و شود پیدا دُخاں
جب چمک چلی جاتی ہے اور دھواں نمودار ہو جاتا ہے
بفسرد عشقِ مجازی آں زماں
اُس وقت، مجازی عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

چوں شود پیدا دُخانِ غم فزا
جب غم کو بڑھانے والا دھواں ظاہر ہو جاتا ہے
بفسرد نے عشق ماند نے ہوا
وہ ٹھٹھر جاتا ہے، نہ عشق رہتا ہے نہ ہوس

وا رود آں حُسن سوئے اصلِ خود
وہ حُسن اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے
جسم ماند گندہ و رسوا و بد
جسم گندہ اور ذلیل اور بدحال رہ جاتا ہے

نورِ مہ راجع شود ہم سوئے ماہ
چاند کی چاندنی، چاند کی طرف لوٹ جاتی ہے
وا رود عکسش ز دیوارِ سیاہ
اُس کا عکس کالی دیوار سے واپس ہو جاتا ہے

نے درو نورے بود نے زندگی
نہ اُس میں نور رہتا ہے، نہ زندگی
نے جمالش ماند و نے فرخندگی
نہ اُس کا حسن رہتا ہے، اور نہ خوبی

پس بماند آب و گلِ بے آں نگار
اُس حسین کے بغیر پانی اور مٹی رہ جاتی ہے
گردد آں دیوار بے مہ دیوار
وہ دیوار چاندنی کے بغیر بھوت کی طرح رہ جاتی ہے

قلب را کہ زر زردی اُو بجست
کھوٹا، جس کے اوپر سے سونا اُڑ گیا
باز گشت آں زر بکانِ خود نشست
وہ سونا واپس ہو گیا، اپنی کان میں جا بیٹھا

پس مسِ رسوا بماند دودوش
رسوا تانبا دھوئیں کی طرح رہ جاتا ہے
زُو سیہ تر رُو بماند عاشقش
اُس کا عاشق اُس سے زیادہ روسیاہ ہو جاتا ہے

عشقِ بینایاں بود بر کانِ زر
عقلمند وہ کا عشق سونے کی کان سے ہوتا ہے
لاجرم ہر روز باشد بیشتر
وہ لامحالہ ہر روز بڑھتا ہے

---

۱ عاشقی، مولانا فرماتے ہیں کہ عاشق ہو اللہ پھر وہ محبوب کے ذکر سے توبہ کرے یہ ناممکن بات ہے۔ توبہ عشق کے سامنے توبہ ایک کمزور چیز ہے توبہ بندے کی صفت ہے اور عشق خدا کی صفت ہے، اللہ کی صفت اور بندے کی صفت کا کیا مقابلہ۔ عشق۔ حقیقی عشق خدا کی صفت ہے دوسری چیز ہے عشق، عشق مجازی ہے۔ تاآنکہ۔ غیر خدا سے عشق ایسا ہی ہے جیسے ملمع شدہ مس کا سونا۔ چونکہ جب مجازی معشوق سے خدائی عکس جدا ہو جاتا ہے اس عشق سے عشق بھی نہیں رہتا۔

۲ واگردد۔ مجازی معشوق کا حسن جب اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے تو معشوق کا جسم گندہ اور برا معلوم ہونے لگتا ہے۔ نورِ مہ۔ اس کی یہ مثال ہے کہ کالی دیوار سے جب چاند کی چاندنی غائب ہو جاتی ہے تو پھر دیوار کالی نظر آنے لگتی ہے۔

۳ نے درو۔ مجازی معشوق پر سے اللہ تعالیٰ کے حسن کا عکس ہٹ جانے سے نہ اُس میں زندگی رہتی ہے نہ حسن اور نہ محض ایک مٹی اور پانی رہ جاتا ہے۔ قلب۔ قلب شدہ چیز پر سے جب سونا اُڑ کر اپنی کان میں پہنچ جاتا ہے تو تانبا روسیاہ رہ جاتا ہے اور اُس کا عاشق اُس سے بھی زیادہ رسوا ہو جاتا ہے۔ عشق۔ جو عقلمند ہیں، وہ اصل پر عاشق ہوتے ہیں، جو ہر روز بڑھتا رہتا ہے۔

مرحبا[1] اے کانِ زر لا شکّ فیک — زانکہ کاں را در زری نبْوَد شریک

اے سونے کی کان تجھے شاباش تیرے بارے میں شک نہیں ہے — کیونکہ سونے پن میں کان کا کوئی شریک نہیں ہے

ہر کہ قلبے را کُند اَنباز کان — وارَوَد زر تا بکانِ لا مکان

جو کھوٹے کو کان کا شریک بنائے — سونا لامکانی کان میں چلا جائے گا

عاشق و معشوق مُردہ ز اضطراب — ماندہ ماہی رفتہ زاں گرداب آب

عاشق اور معشوق اضطراب سے مرگئے — مچھلی رہ گئی، اس بھنور سے پانی چلا گیا

عشقِ ربّانی ست خورشیدِ کمال — اَمرِ نورِ اُوست خلقاں چوں ظلال

خدائی عشق کمال کا سورج ہے — عالم، امر اس کا نور ہے (عالم) خلق سایوں کی طرح ہے

مُصطفٰےؐ[2] زیں قصّہ چوں گُل بر شگفت — رغبت افزوں گشت اُو را ہم گفت

حضرت مصطفےؐ اس قصے سے پھول کی طرح کھل گئے — کہنے سے، اُن کی رغبت بھی بڑھ گئی

مُستمع چوں یافت ہمچوں مُصطفٰے — ہر سرِ مویش زبانے شُد جُدا

جبکہ سننے والا (حضرت) مصطفےؐ جیسا پایا — اُن کا ہر سر مُو مستقل زبان بن گیا

مُصطفٰے گفتش کہ اکنوں چارہ چیست — گفت ایں بندۂ مرا اُو را مشتری ست[3]

(حضرت) مصطفےؐ نے فرمایا اب کیا تدبیر ہے؟ — عرض کیا، یہ غلام اس کا خریدار ہے

ہر بہا کہ گوید اُو را می خرم — در زیان و حیفِ ظاہر ننگرم

وہ جو قیمت بھی کہے گا، میں اس کو خریدوں گا — ظاہری نقصان اور بے انصافی کو نہ دیکھوں گا

کُو اَسیرُ اللہ فی الارض آمدست — سخرۂ خشمِ عدُوُ اللہ شُدست

کیونکہ وہ سرِ زمین میں اللہ (تعالےٰ) کا قیدی ہے — اللہ (تعالےٰ) کے دشمن کے غصہ کا پابند ہوگیا ہے

وصیّت[4] کردن مُصطفٰے صلّی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ وسلّم صِدّیق رضی اللہ تعالٰی عنہ را مُشتری بیشوی

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ جب اللہ تعالٰی عنہ را گر چوں بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ را مُشتری بیشوی

تو بلال رضی اللہ عنہ کا خریدار بنے گا — وہ لوگ لامحالہ تالیفِ

ہر آئینہ ایشاں از تمیزہ بسیار بہائے اُو را خواہند افزود مُرادیں

کی وجہ سے اس کی بہت قیمت — بڑھا دیں گے اور مجھے اس

فضیلت شریک خود کُن و وکیلِ من باش و نیم بہا از من بستاں

فضیلت میں اپنا شریک کرلے — اور میرا وکیل بنا اور آدھی قیمت مجھ سے لے لے

---

[1] مرحبا۔ اب مولانا جوش میں معشوق حقیقی کو خطاب کرتے ہیں تیری صفات کے حقیقی ہونے میں کوئی شک نہیں اور تیری اس صفت میں تیرا کوئی شریک نہیں ہے ہر کہ۔ جو مجازی موصوف کو حقیقی موصوف کا شریک کریگا۔ عاشق وہ عاشق جو کھوٹے کو کان کا شریک بنائیگا جب کھوٹے کا تمیز اُٹھ جائے گا تو عاشق اور معشوق دونوں بیقراری سے ایسے مُردہ ہوجائیں گے، جیسا کہ وہ مچھلی جو گرداب کا پانی خشک ہوجانے کے بعد پڑی جائے۔ عالم امر قرآن میں ہے اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔ خلق اور امر اسی کے لئے ہے۔ عالم امر وہ عالم ہے جو مادے سے خالی ہے اور عالم خلق جسمانی عالم ہے اصل عالم امر ہے اور عالم خلق اس کا سایہ ہے۔

[2] مصطفےؐ۔ حضرت بلالؓ کا قصہ سن کر آنحضورؐ خوش ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے اس کی خوب تشریح کی۔ مصطفےؐ آنحضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے حضرت بلالؓ کا قصہ سن کر فرمایا، اب کیا تدبیر ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں انکو خرید لونگا وہ جو بھی قیمت طلب کرینگے انکو دیدونگا اور کسی ظاہری نقصان کی پرواہ نہ کرونگا کیونکہ وہ خدا کا قیدی دشمنوں کے ہاتھ میں پھنسا ہوا ہے۔

[3] وصیت۔ آنحضورؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ وہ لوگ ہدایت کی وجہ سے بہت قیمت طلب کرینگے انکو خرید

مُصطفٰے گفتش کاے اقبال جُو — در خریدن می شوم انبازِ تُو

(حضرت مصطفٰے نے اُنسے فرمایا کہ اے نیک بختی کی جستجو — خریداری میں میں تیرا شریک بنتا ہوں

تو وکیلم باش وسیمے بہرِ من[1] — مُشتری شو قبض کُن از من ثمن

تو میرا وکیل بن جا، اور آدھے کا میرے لئے — خریدار بن جا، مجھ سے قیمت لے لے

گفت صلہ خدمت کنم رفت آں زماں — سُوئے خانہ آں جہودِ بے اماں

(عرض کیا تو (بار) خدمت کرتا ہوں فوراً چلا گیا — اُس بے پناہ کافر کے گھر کی جانب

گفت با خود کز کفِ طفلاں گہر — می تواں آساں خریدن اے پدر

اپنے آپ سے کہنے لگے کہ بچوں کے ہاتھ سے موتی — اے بابا! آسانی سے خریدا جا سکتا ہے

عقل و ایماں را ازیں قوم جہُول — می خرد با ملکِ دنیا دیوِ غُول

اس نادان قوم سے، عقل اور ایمان کو — شیطان، دنیا کے ملک کے بدلے میں خرید لیتا ہے

آنچناں[2] زینت دہد مُردار را — کہ خرد زایشاں دو صد گلزار را

وہ مُردار کو اس قدر مزین کر دیتا ہے — کہ اُن سے دو سو چمن خرید لیتا ہے

آنچناں مہتاب بنماید بسحر — کز خساں صد کیسہ بر بایدبسحر

چاندنی کو جادو کے ذریعہ اس طرح دکھا دیتا ہے — کہ شبدیز کے ادنیٰ کینوں سے تو تھیلیاں بھر لائے

انبیا شاں تا جری آموختند — پیشِ ایشاں شمعِ دیں افروختند

اُن کو نبیوں نے تجارت سکھائی — اُن کے سامنے دین کی شمع روشن کی

زشت گرداند بجادوی عدُو[3] — دیدہا شاں را بسحرے دوختند

دشمن جادو سے بُرا بنا دیتا ہے — انھوں نے اُن کی آنکھیں سی دیں

دیو و غولِ ساحر از سحر و نبرد — انبیارا در نظر شاں زشت کرد

جادوگر بھوت اور چھلاوے جادوگری اور مخالفت سے — اُن کی نظر میں نبیوں کو بے وقعت کر دیا

ایں گہر از ہر دو عالم برتر ست — تا طلاق افتد میانِ جفت و شوُ

یہ موتی، دونوں جہان سے بالاتر ہے — حتیٰ کہ بیوی اور شوہر میں طلاق واقع ہو جاتی ہے

پیشِ خر خرمہرہ و گوہر یکیست — تا چنیں گوہر بہ خس بفروختند

گدھے کے سامنے کوڑی اور موتی یکساں ہے — یہانتک کہ انھوں نے ایسا موتی تنکے کے بدلے بیچ دیا

آں اِشک را در دُر و دریا شکیست — ہیں بخر زیں طفلِ جاہل کو خر ست

اُس گدھے کو موتی اور سمندر میں شک ہے — ہاں اِس نادان بچے سے خریدے کیونکہ وہ گدھا ہے

---

[1] تو وکیلم۔ بلال رض کی خرید کے وقت آپ نے فرمایا تھا کہ میں تم میرے وکیل بن جاؤ۔ اُمیہ بن خلف گفت۔ ابوبکر رض نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ کافر بلال رض کی قدر و قیمت سے بے خبر ہیں میں اُن سے بلال رض کو آسانی سے اچھی خریدلوں گا جس طرح بچے سے موتی خرید لیا جاتا ہے۔ عقل۔ ان کفار نے شیطانی دنیا کے بدلے عقل اور ایمان خرید لیتا ہے۔

[2] آنچناں۔ شیطان ان کافروں کے لئے مُردار دنیا کو اس قدر پُرکشش کر کے دکھا دیتا ہے کہ اُن سے آخرت کے چمن خرید لیتا ہے۔ مہتاب۔۔ چاندنی کو کپڑا بنا کر دکھا دیتا ہے اور ان کی ہمیانیاں اُڑا لے جاتا ہے۔ انبیاء نے اُن کو تجارت کرنا سکھایا لیکن شیطان اُن کی نظروں میں انبیاء اور اُن کی تعلیمات کو بُرا کر کے دکھا دیتا ہے۔ نیز شیطان ایسے اثرات پیدا کر دیتا ہے کہ میاں بیوی میں نفرت ہو جاتی ہے اور طلاق تک نوبت آجاتی ہے۔

[3] دیدہا۔ جس طرح شیطان میاں اور بیوی میں جادوگری کرتا ہے اسی طرح جادو سے اُن کو اندھا کر دیا اور اُن کفار نے حضرت بلال رض کو چند سکوں میں بیچ ڈالا۔ ایں گہر۔ یعنی حضرت بلال رض زیں طفل۔ یعنی اُمیہ خر۔ گدھا۔ کوڑی۔ اِشک۔ ترکی لفظ ہے، گدھا۔

مُنکرِ بحر[1] ست و گوہر ہائے اُو
وہ سمندر اور اُس کے موتیوں کا منکر ہے

کے بُود حیواں دَرو پیرایہ جُو
جانور، اُس سے آرائش کا کب طالب ہوتا ہے؟

در سرِ حیواں خدا ننہادہ است
خدا نے جانور کے سر میں نہیں رکھا ہے

کو بُود در بندِ لعل و دُر بدست
کہ وہ لعل کی فکر میں اور موتی کا پرستار ہو

مرخراں را ہیچ دیدی گوشوار
تو نے گدھوں کے کان کا آویزہ کبھی دیکھا ہے

گوش و ہوشِ خر بُود در سبزہ زار
گدھے کا گوش و ہوش سبزہ زار ہوتا ہے

اَحْسَنُ التَّقْوِیم در والتین بخواں
"اَحْسَنُ التَّقْوِیم" کو سورۂ "والتین" میں پڑھ لے

کہ گرامی گوہرست اے دوست جاں
کہ اے پیارے! جان قیمتی موتی ہے

اَحْسَنُ التَّقْوِیم از عرش فزوں
"اَحْسَنُ التَّقْوِیم" اُس کے عرش سے بڑھ کر ہے

اَحْسَنُ التَّقْوِیم از فکرت بروں
"اَحْسَنُ التَّقْوِیم" تیری سمجھ سے باہر ہے

گر بگویم قیمت ایں[2] ممتنع
اگر میں اُس کی قیمت بتاؤں، تو ممکن ہے

ہم بسوزم ہم بسوزد مستمع
میں بھی جل جاؤں، سننے والا بھی جل جائے

لب بہ بند اینجا و خر آں سُو مران
اِس جگہ ہونٹ بند کر لے اُس جانب گدھا نہ ہنکا

رفت آں صدیق سوئے آں خراں
صدیق رضؓ اُن گدھوں کی جانب روانہ ہو گئے

حلقۂ دَر زد چو در را بر کشود
کُنڈی بجائی، جب اُس نے دروازہ کھولا

رفت بیخود در سرائے آں جہود
بیخود ہی میں اُس کافر کے گھر میں پہنچ گئے

بیخود و سرمست در آتش نشست
بیخود اور مدہوش (غصہ کی) آگ میں جا بیٹھے

از دہانش بس کلامِ تلخ جست
اُن کے مُنہ سے بہت کڑوی باتیں نکلیں

کیں[3] ولی اللہ را چوں میزنی
کہ تو اللہ (تعالیٰ) کے اِس دوست کو کیوں مارتا ہے؟

ایں چہ حقد ست اے عدوِ روشنی
اے نُور کے دشمن! یہ کیا کینہ ہے!

گر ترا صد قیست اندر دینِ خود
اگر تجھ میں اپنے دین کے بارے میں سچائی ہے

ظلم بر صادق دلت چوں میدہد
تیرا دل، ایک سچے پر ظلم کیسے گوارا کرتا ہے؟

اے تو در دینِ جہودی مادہ
ارے تو کفر کے دین میں نامرد ہے

کیں گماں داری تو بر شہزادہ
کہ تو ایک شہزادے پر یہ گمان کرتا ہے

---

[1] بحر۔ یعنی ایمان کا سمندر۔ گوہر ہائے۔ یعنی یقین، پیرایہ۔ آرائش۔ دُرِ حیوان۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اتنی سمجھ نہیں دی کہ وہ لعل اور موتی کی قیمت کو سمجھ سکے۔ مرخراں۔ چونکہ وہ موتی کی قیمت نہیں سمجھتے اس لئے وہ کانوں میں موتی کے آویزے نہیں ڈالتے ہیں۔ سبزہ زار۔ یعنی عمدہ غذا۔ والتین۔ سورۂ التین میں مذکور ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ بیشک ہم نے انسان کو بہترین خلقت میں پیدا کیا ہے۔ یعنی روح کامل عرش سے افضل ہے اور انسان اِس دنیا میں اُس کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے۔

[2] ایں ممتنع۔ روح کامل جس کی حقیقت کا بیان ناممکن ہے اگر میں اُس کی قدر و قیمت بیان کروں تو میں بھی اور تم بھی جل جاؤ گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ لب بہ بند۔ لہٰذا اِس سلسلہ میں خاموشی بہتر ہے حضرت ابوبکرؓ کے اِن کفار کے پاس جانے کا ذکر شروع کر۔

..... حلقۂ در۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُیینہ کے گھر کے کواڑ کھٹکھٹائے اور گھر میں چلے گئے اور یوں کہ حضرت بلالؓ کے مُنہ سے سخت باتیں کہیں۔

[3] کیں۔ یہ کہا کہ تو اِس اللہ کے ولی کو کیوں مارتا ہے۔ گر ترا۔ اگر انسان اپنے مذہب میں سچا ہے تو دوسرے مذہب کے سچے دل والے کی حقیقت کو وہ سمجھ سکتا ہے اور اُس پر ظلم نہ کرے گا۔ اُس کے اعتقاد پر اُس کو مجبور سمجھے گا۔ اے تو۔ جب تو کسی سچے دیندار پر ظلم کو روا رکھتا ہے تو معلوم ہوا کہ تو اپنے دین کا پکا نہیں ہے۔ شہزادہ۔ یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔

در همہ زآئینۂ کثر ساز خود — منگر اے مردودِ نفرینِ ابد

اپنے بنائے ہوئے ٹیڑھے آئینہ سے سب کو — اے ابدی لعنت کے مردود! نہ دیکھ

آنچہ آں دم از لبِ صدیق جست — گر بگویم گم کنی تو یاد دست

اُس وقت (حضرت) صدیقؓ کے ہونٹوں سے جو کچھ نکلا — اگر میں کہوں، تو ہاتھ پاؤں گم کر دے

آں ینابیعِ الحِکَم ہمچوں فرات — از دہانِ اُو رواں از بے جہات

حکمتوں کے فرات جیسے چشمے — لامکان کی جانب سے اُن کے مُنہ سے جاری تھے

ہمچو از سنگے کہ آبے شد رواں — نے ز پہلو مایہ دارد نز میاں

جس طرح ایک پتھر سے پانی جاری ہوا تھا — جو نہ پہلو میں سرمایہ رکھتا ہے نہ اندر

اِسپہر خود کردہ حق آں سنگ را — برکشادہ آبِ مینا رنگ را

(اللہ تعالیٰ نے) اُس پتھر کو اپنی ڈھال بنایا تھا — جس سے آبگینہ جیسا پانی بہا دیا

ہمچناں کز چشمۂ چشمِ تو نور — اُو رواں کرد است بے بخل و فتور

جس طرح تیری آنکھ کے چشمہ سے نور — اُس نے بغیر بخل اور کمی کے جاری کر دیا ہے

نے ز بیہ آں مایہ دارد نے ز پوست — روئی پوشی کردہ در ایجاد دوست

نہ چربی سے سرمایہ رکھتی ہے، نہ کھال سے — دوست نے ایجاد کرنے میں آڑ بنائی ہے

در خلائی گوش باد جاذبش — مُدرکِ صدقِ کلام و کاذبش

اُس کی جذب کرنے والی ہوا کان کے سوراخ میں — اُس کے جھوٹے اور سچے کلام کا مدرک کرنے والی ہے

آں چہ باد است اندراں خرد استخواں — کہ پذیرد حرف و صوتِ قصہ خواں

آن چھوٹی ہڈیوں میں یہ کیسی ہوا ہے؟ — کہ بات کرنے والے کے حرف اور آواز کو قبول کرے

استخواں و باد رُو پوشش ست و بس — در دو عالم غیرِ یزداں نیست کس

ہڈی اور ہوا، محض پردہ ہے — دونوں جہان میں خدا کے علاوہ کوئی نہیں ہے

مستمع اُو قائل اُو بے احتجاب — زانکہ الاذنان من راس آمد مثاب

بلا شک سننے والا وہی ہے، بولنے والا وہی ہے — کیونکہ اے ثواب پانے والے دونوں کان سر کا حصہ ہیں

گفت رحمت گر ہمی آید برو — زر دہ بستانش اے اکرام خو

اُس نے کہا اگر (تجھے) اُس پر رحم آتا ہے — اے کرم کی عادت رکھنے والے! روپیہ دے اُسکو لے لے

ہے کہ ہر ایک حادث چیز ہے اُس میں خود یہ صفات کہاں ہو سکتی ہیں۔ گفت۔ آیت نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا اگر تجھے بلال پر رحم آتا ہے تو اُس کو خرید لے۔

لہ در ہمہ۔ جو لوگ تیری نظرت کج ہے تو دوسروں کو بھی کج نظرت سمجھتا ہے۔ آنچہ۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُس وقت جبران کن باتیں کہیں وہ بڑی پُر حکمت تھیں۔ آں ینابیع۔ اُن باتوں کے پُر حکمت ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ باتیں اگرچہ حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے جاری ہوئی تھیں لیکن اُن کا اصل سرچشمہ حضرت حق تعالیٰ تھا۔ ینابیع۔ ینبوع کی جمع ہے، چشمہ۔ حِکَم۔ حکمت کی جمع ہے۔

لہ ہمچو۔ حضرت ابوبکرؓ کے مُنہ سے اِن چشموں کے جاری ہونے پر کیا تعجب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے پتھر سے چشمے جاری کر دیتا ہے۔ اسپہر۔ حضرت حق نے اِس پتھر کو اپنے لئے پردہ بنا لیا تھا۔ اسپہر سپر، ڈھال یعنی پردہ۔ مینا۔ آبگینہ۔ ہمچناں۔ تیری آنکھ کو بھی حق تعالیٰ نے اپنا نور عطا کرنے کا ایک حجاب بنا رکھا ہے ورنہ آنکھ کے اجزا میں نور کہاں ہے دوست۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

سہ در خلائی۔ انسان کا کان بھی قدرت کا ایک پردہ ہے ورنہ اُس کے اجزاء میں سُننے کی طاقت کہاں ہے۔ خرد استخواں۔ کان کی چھوٹی چھوٹی ہڈیاں۔ خیستہ یزداں۔ ہر معاملہ میں اصل متصرف خدا ہی ہے۔ زانکہ۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کان سر کا حصہ ہیں اور ظاہر

از منش وا خر چو می سوزد دولت — بے مؤنت[1] حل نگردد مشکلت

اگر تیرا دل جلتا ہے، مجھ سے اسکو خرید لے — بغیر خرچ کے تیری مشکل حل نہ ہوگی

گفت صد خدمت کنم یا نصد سجود — بندۂ دارم نکو لیکن جہود

حضرت ابوبکرؓ نے کہا سو خدمتیں یا سو سجدے کروں گا — میرے پاس ایک اچھا غلام ہے لیکن یہودی ہے

تن سپید و دل سیاہستش بگیر — در عوض دہ تن سیاہ و دل منیر

اس کا جسم سفید اور دل کالا ہے، لے لے — بدلے میں کالے جسم اور روشن دل کو دیدے

پس فرستاد و بیاورد آں ہمام — بود آں حق سخت زیبا آں غلام

پھر اُن سردار نے بھیجا اور بلوایا — وہ غلام نہایت حسین تھا

آں[2] چنانکہ ماند حیراں آں جہود — آں دلِ چوں سنگش از جا رفت زود

ایسا کہ وہ کافر حیران رہ گیا — اس کا پتھر جیسا دل فوراً بے تاب ہو گیا

حالتِ صورت پرستاں ایں بود — سنگِ شاں از صورتے موئیں بود

ظاہر پرستوں کی یہی حالت ہوتی ہے — اُن کا پتھر صورت (دیکھنے) سے موم ہو جاتا ہے

باز کرد استیزہ و راضی نشد — کہ بریں افزوں بدہ بے ہیچ بُد

اُس نے جھگڑنا شروع کر دیا اور راضی نہ ہوا — کہ کچھ اس پر اضافہ کر دو

یک نصاب نقرہ ہم بر وے فزود — تا کہ راضی گشت حرصِ آں جہود

انھوں نے چاندی کی ایک مقدار بھی اوپر بڑھا دی — تب کہیں اس کافر کی حرص راضی ہو گئی

بیع[3] کرد و داد و بستد بے غرض — داد گوہر سنگ بستد در عوض

اُس نے فروخت کر دیا اور بے تعصب ہو کر — موتی دے دیا اور بدلے میں پتھر لے لیا

بر خیالِ آنکہ سودے کردہ ام — دادم اسود ابیضے آوردہ ام

اس خیال سے کہ میں نے نفع کمایا ہے — کالا دے کر گورا غلام لے لیا

منعقد چوں گشت بیع اندر میاں — یافت ایجاب و قبول ہر دو آں

جب بیچ کا معاملہ طے ہو گیا — دونوں کا ایجاب اور قبول ہو گیا

خندیدن جہود و پنداشتن کہ صدیق[4] مغبون ست دریں عقد

کافر کا ہنسنا اور خیال کرنا کہ صدیق رضی اللہ عنہ اس معاملے میں ٹوٹے میں ہیں

قہقہہ زد آں جہودِ سنگ دل — از سرِ افسوس و طنز و غش و غل

اُس سنگ دل کافر نے قہقہہ لگایا — مذاق اور طنز اور مکر و فریب کے طور پر

[1] بے مؤنت۔ یہ مشکل بغیر خرچ کے آسان نہ ہوگی۔ گفت حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا یہ معاملہ ہو جائے تو خدا کا شکر ادا کروں گا اور فرمایا میرے پاس ایک سفید رنگ کا حبشی غلام ہے لیکن اس کا دل کفر کی وجہ سے کالا ہے اس کے بدلے میں کالے جسم والا غلام دیدے جس کا دل نور ہے۔ تمام سردار۔

[2] آں چنانکہ حضرت ابوبکرؓ کا غلام اس قدر خوبصورت تھا کہ اس کو دیکھ کر کافر کا دل بے تاب ہو گیا۔ ظاہر پرستوں کی یہی حالت ہے کہ وہ ظاہر اور صورت پر قربان ہوتے ہیں۔ باذکرد۔ اس نے اصرار شروع کیا کہ بلال رضؓ کے عوض اس غلام کے ساتھ کچھ چاندی بھی دو حضرت ابوبکرؓ نے چاندی کا اضافہ کر دیا۔

[3] بیع کرد۔ چاندی کے اضافہ پر وہ راضی ہو گیا اور یہ یقین ہو گیا اس نے سودے دے کر پتھر دے دیا اس کو یہ خیال تھا کہ میں نے بہت نفع کمایا کالا دے کر گورا غلام لے لیا۔ جب بیع مکمل ہو گئی تو وہ بہت ہنسا اور اس کو یقین تھا حضرت ابوبکرؓ نے اس معاملہ میں ٹوٹا اٹھایا ہے۔ گفتند۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ قہقہہ معاملہ مکمل ہونے پر اس نے قہقہہ لگایا جس میں مذاق اور طنز کا پہلو تھا حضرت ابوبکرؓ نے وجہ دریافت کی تو وہ اور زیادہ ہنسا اور کہنے لگا کہ اگر اس غلام کی خریداری میں آپ کی اغراض نہ ہوتیں تو آپ کبھی اس غلام کو خریدنے پر راضی نہ ہوتے۔

گفت صدیقش کہ این خندہ چہ بود
(حضرت) صدیق نے اس سے کہا کہ یہ قہقہہ کیسا ہے؟

در جواب و پرسش او خندہ فزود
جواب اور اس کے دریافت کرنے پر اور زیادہ ہنسا

گفت اگر جدت نبودے و اہتمام
اس نے کہا اگر تیرا اصرار اور اہتمام نہ ہوتا

در خریداریِ ایں اسود غلام
اس کالے غلام کی خریداری میں

من ز استیزہ نمی افروختم
میں جھگڑا کر اس کو نہ بیچتا

خود بعشر ایں شش می بفروختم
خود اس کو دسویں حصہ میں بیچ ڈالتا

کہ[1] بنزدِ من نیرزد نیم دانگ
کیونکہ وہ میرے نزدیک آدھی دمڑی کے بھی نہیں

تو گراں کردی بہایش ابلہانگ
تو نے شور کر کے اس کی قیمت بڑھا دی

پس جوابش داد صدیق اے عجبی
تب (حضرت) صدیق نے اس کو جواب دیا اے بیوقوف!

گوہرے دادی بجوزے چوں صبی
تو نے بچہ کی طرح اخروٹ کے بدلے موتی دیدیا

کو بہ نزدِ من ہمی ارزد دو کون
کیونکہ وہ میرے نزدیک دونوں جہان کی قیمت کا ہے

من بجانش ناظرستم تو بلون
میں اس کی روح کو دیکھتا ہوں، تو رنگ کو

زرِ سرخست و سیہ تاب آمدہ
وہ سرخ سونا ہے اور کالے رنگ کا ہو گیا ہے

از برایِ رشکِ ایں احمق کدہ
اس احمقستان کے رشک کی وجہ سے

دیدۂ[2] ایں ہفت رنگ جسمہا
ان سات رنگے جسموں کی آنکھ

در نیابد زیں نقاب آں روح را
اس پردے کی وجہ سے اس روح کا ادراک نہیں کر سکتی

گر میکسی کردہ در بیع بیش
اگر تو بیوپار میں زیادہ کھینچ تان کرتا

دادمے من جملہ مال و ملک خویش
میں اپنا تمام مال اور ملکیت دے دیتا

ور[3] بکیس افزودنی من ز اہتمام
اگر تو کھینچ تان بڑھاتا میں اہتمام کی وجہ سے

دامنے زر کردمے از غیر وام
دامن بھر سونا کسی دوسرے سے قرض لے لیتا

سہل[4] دادی زانکہ ارزاں یافتی
تو نے آسانی سے دیدیا چونکہ تو نے سستا خریدا

در ندیدی حقہ را نشکافتی
تو نے موتی نہ دیکھا، ڈبیہ نہ کھولی

حقۂ سربستہ جہل تو بداد
بند کی نادانی نے تو کو ڈبیہ دے دی

زود بینی کہ چہ غبنت اوفتاد
تو جلد دیکھے گا کہ تجھے کس قدر گھاٹا ہوا

حقۂ پر لعل را دادی بباد
تو نے لعل بھری ڈبیہ برباد کر دی

ہمچو زنگی در سیہ روئی تو شاد
تو حبشی کی طرح سیاہ روئی پر خوش ہے

---

[1] کہ بمعنی کیونکہ۔ کیونکہ یہ کالا غلام میرے نزدیک دمڑی کا بھی نہیں ہے تو نے شور و شر کر کے اس کے دام بڑھوا لئے۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے اس کو جواب دیا کہ تو بیوقوف ہے تو نے اخروٹ کے بدلے میں موتی دے ڈالا میرے نزدیک اس کی قیمت ہر دو عالم ہے، کیونکہ میری نظر اس کے باطن پر ہے۔ رزّ۔ یہ غلام تو کالا سونا ہے اس پر سیاہی رشک کی وجہ سے ہے تاکہ احمق اس کو نہ پہچان سکیں۔

[2] دیدہ۔ جو آنکھیں بعض رنگوں کا ادراک کرتی ہیں وہ روح کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ بیکس۔ اور کس اضافہ میں کھینچ تان کرنا۔ دادمے۔ کسی سے قرض لے کر ان کو دیدیتا۔

[3] سہل۔ چونکہ تجھے سستا ملا تو آیا تھا سستا کھو ڈالا، یہ نہ دیکھا کہ ڈبیہ میں موتی ہے۔ غبن۔ گھاٹا۔ نگ۔ حضرت جلال موتی بھری ڈبیہ تھے جو آبنوس تھی۔ بیچو۔ تو بھی اس اضافہ میں سیاہ روئی اور نادانی پر خوش ہو رہا ہے۔

عاقبت[1] واحسرتا گوئی بے — بخت و دولت را فروشد خود کسے

انجام کار تو بہت واحسرتا کہے گا — کوئی نصیبے اور دولت کو فروخت کرتا ہے؟

بخت با جامہ غلامانہ رسید — چشمِ بد بختت بجز ظاہر ندید

نصیب غلامی کے لباس میں تیرے پاس آیا — تیری بد بخت نگاہ نے ظاہر کے سوا کچھ نہ دیکھا

او نمودت بندگیِ خویشتن — خوئی زشتت کرد با او مکر و فن

اُس نے تجھ پر اپنی غلامی ظاہر کی — تیری بد خصلت نے اسکے ساتھ مکر اور دغا کی

ایں سیاہ اسرارِ تن اسپید را — بت پرستانہ بگیر اے ژاژ خا

اس سیاہ باطن، سفید جسم کو — اے بیہودے! بت پرستوں کی طرح لے لے

ایں ترا و آں مرا بر دیم سود — لکم دینکم ولی دین اے جہود

یہ تیرا اور وہ میرا، ہم نے نفع کمایا — اِن کے لئے تمہارا دین تمہارے لئے میرا دین ہے اے یہودی

خود سزای بت پرستاں ایں بود[2] — جلشِ اطلس اسپ او جو بیں بود

بت پرستوں کی سزا خود یہی ہوتی ہے — اُنکی جھول اطلس کی، اس کا گھوڑا نجومی کا ہوتا ہے

ہمچو گورِ کافراں پُر دود و نار — وز بروں بر بستہ صد نقشِ نگار

کافروں کی قبر کی طرح اندھیری اور آگ سے بھری ہوئی — اور باہر سے سیکڑوں نقش و نگار کئے ہوئے

ہمچو مالِ ظالماں بیروں جمال — وز درونش خونِ مظلوم و وبال

ظالموں کے مال کی طرح، ظاہر حسین — اور اُس کے اندر مظلوم کا خون اور وبال

چوں[3] منافق از بروں صوم و صلوٰۃ — وز دروں خاکِ سیاہِ بے ثبات

منافق کی طرح، بظاہر روزہ اور نماز — اور اندر سے کالی خاک، بے بنیاد

ہمچو ابرِ خالیِ پُر قر و قر — نے درو نفعِ زمیں نے قوتِ بر

خالی ابر کی طرح، گرج چمک سے پُر — نہ اُس میں زمین کا فائدہ، نہ پھل کی غذا

ہمچو وعدہ مکر و گفتارِ دروغ — آخرش رسوا و اوّل با فروغ

دھوکے کے وعدے اور جھوٹی بات کی طرح — اُس کا آخر رسوا اور اوّل پُر رونق

بعد ازاں بگرفت او دستِ بلالؓ — آں ز خمِ ضرسِ محنت چوں غزال

اس کے بعد انھوں نے بلالؓ کا ہاتھ پکڑا — وہ مشقت کی کچلی کے زخم سے غزال جیسے تھے

شد غلالے دردہانے راہ یافت — جانبِ شیریں زبانے می شتافت

وہ غلال بن گئے، منہ میں راستہ پایا — ایک شیریں زبان کی جانب دوڑ رہے تھے

---

[1] عاقبت۔ جب حقیقت کھلے گی تو بہت افسوس کریگا۔ بخت تیرا الصبیہ شکل غلامی تیرے پاس آیا اور تو حرص کو شیطان نہ آیا۔ اُس نے غلامی کا اظہار کیا تو نے مکاری و دغا کی۔ تو اس غلام کو لے لے جس کا جسم سفید ہے لیکن باطن سیاہ ہے یہی بت پرستوں کا طریقہ ہے۔

[2] خود۔ بت پرستوں کی یہی سزا ہے کہ انکی کرتوت کا گھوڑا جس پر اطلس کی جھول ہوا حاصل ہوتا ہے۔ یعنی جھول کا حاصل کافر کی قبر جیسا ہوتا ہے کہ اس کے اوپر نقش و نگار ہوتے ہیں لیکن اندر آگ اور دھواں ہوتا ہے۔ آپ کا یہ کہنا کہ کافر کے حاصل کی مثال ظالموں کا مال ہے جس کا ظاہر خوبصورت ہو اس کے اندر ظلم کا خون مخفی ہے۔

[3] چوں منافق۔ کافر کے حاصل کی مثال منافق جیسی ہے کہ بظاہر وہ اسلامی فرائض ادا کرتا ہے لیکن اُس کا باطن ایمان و یقین سے خالی ہوتا ہے نیز فکر اس مثال سے یہی تشبیہ دی جاسکتی ہے جو صرف گرجے اور زیادہ بادل کے دھوئیں سے تشبیہ دے جس کی اندر خوش کن اور انتہا ایس کچھ نہیں ہوتا ہے۔ بقول ان۔ خبر داری کے یہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلالؓ کا ہاتھ پکڑا اور انکو آنحضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ غرض۔ دانت کی کچلی۔ غلال۔ دانہ کرید نے کا تنکا۔ شیریں زباں۔ آنحضورؐ

آوریدش تا بنزدِ آں رسولؐ
وہ ان کو رسولؐ کے پاس لائے

کہ بجاں اُو کردہ بُد دینش قبول
کیونکہ انھوں نے دل سے اُنکا دین قبول کر لیا تھا

چوں[1] بدید آں خستہ رُوئے مصطفےٰؐ
جب اُن بدحال نے مصطفےٰؐ کا چہرہ دیکھا

خَرّ مَغشِیًّا فتاد اُو بر قفا
وہ غش کھا کر گر گئے، پُشت کے بل جا پڑے

تا بدیرے بیخود و بیخویش ماند
وہ دیر تک بے خود اور بے ہوش رہے

چوں بخویش آمد ز شادی اشک راند
جب ہوش میں آئے خوشی سے آنسو بہانے لگے

مُصطفےٰؐ اَش در کنارِ خود کشید
اُن کو مصطفےٰؐ نے بغل میں لے لیا

کس چہ داند بخششے کو را رسید
اس عنایت کو کوئی کیا جانے جو اُن کو حاصل ہوئی!

چوں بُود مِسّے کہ برا کسیر زد
اُس تانبے کو کیا حال ہوگا جو اکسیر سے جا لگا؟

مُفلسے بر گنجِ پُر تو فیر زد
ایک مُفلس بھرپور خزانہ پر جا پہنچا گیا

ماہیِ پژمُردہ در بحر اُو فتاد
اَدھ موئی مچھلی، دریا میں جا پڑی

کاروانِ گم شدہ زد بر رشاد
بھٹکا ہوا قافلہ راستہ پر جا پڑا

آں[2] خطاباتے کہ گفت آں دمِ نبیؐ
وہ ارشادات، جو نبیؐ نے اُس وقت فرمائے

گر زند بر شب برآید از شبی
اگر رات پر پڑیں تو رات پن سے خارج ہو جائے

روزِ روشن گردد آں شب چوں صباح
وہ رات صبح کی طرح روشن دن بن جائے

کے تواں گفت من آں اصطلاح
میں اُس اصطلاح کو کہاں بیان کر سکتا ہوں!

خود تو دانی کآفتاب اندر حمل
تو خود جانتا ہے کہ سورج (برج) حمل میں

تا چہ گوید با نبات و با دَقَل
نباتات اور دقل (کھجور) سے کیا کہتا ہے

خود تو دانی ہم کہ آں آبِ زُلال
تو خود یہ بھی جانتا ہے کہ وہ صاف پانی

می چہ گوید با ریاحین و نہال
بوٹوں اور پودوں سے کیا کہتا ہے؟

صُنعِ[3] حق با جملہ اجزائے جہاں
جہاں کے سب اجزاء کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) کی

چوں دَمے درخت از افسونگراں
ایسی ہی ہے جیسا کہ جادوگروں کی پھونک درخت

جذبِ یزداں با اثرہا و سبب
اثمار اور سبب کے ذریعہ خدا کی کشش

صد سخن گوید نہاں بے حرف و لب
بغیر حرف اور ہونٹ کے چپکے سے سینکڑوں باتیں کہتی ہے

---

[1] چوں بدید جب حضرت جبل رضؓ کی نظر آنحضورؐ کے چہرے انور پر پڑی تو خوشی کی زیادتی کی وجہ سے بیہوش ہو کر چت گر پڑے، تھوڑی دیر بیہوش رہے جب ہوش آیا تو خوشی سے رونے لگے۔ مصطفےٰؐ: آنحضورؐ نے انکو سینے سے لگایا پیار سے لگانے سے اُن کو کیا فیض حاصل ہوئے انکو کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے، البتہ اس کی وضاحت چند مثالوں سے کی جاتی ہے کیمیا کو ایک تانبا تھا جو اکسیر کو چھو گیا یا کوئی مفلس تھا اچانک اُس کا پاؤں بھرپور خزانہ پر پڑ گیا یا آدھ موئی مچھلی تھی جو سمندر میں پہنچ گئی یا گم کردہ راہ کوئی قافلہ تھا جسکو راستہ مل گیا۔

[2] آں خطاباتے پھر آنحضورؐ نے اسی سے ایسی نورانی باتیں فرمائیں جو رات سے کہدی جائیں تو روز روشن ہو جائے۔ اصطلاح انبیاء اور اولیاء کی صحبت سے بغیر کچھ کہے ہوئے جو قلب پر اثر طاری ہوتا ہے وہ محض ذوقی ہے الفاظ میں اس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ تو۔ بغیر علم کے جو تاثیر ہے اس کو چند مثالوں سے واضح کیا ہے سورج جب برج حمل میں پہنچتا ہے تو اس کی تاثیر سے پھلوں میں شیرینی پیدا ہو جاتی ہے۔ دقل، پھلدار کھجور، کھجور کی ایک معمولی قسم ہے کہ اس صاف پانی پھولوں اور پودوں میں تازگی پیدا کر دیتا ہے۔

[3] صنعِ حق اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تصرفات بغیر کسی

لے کہ تاثیر از قدر معمول نیست
یہ نہیں ہے کہ تاثیر اللہ کی قدرت کا حاصل نہیں ہے

لیک تاثیرش از و معقول نیست
لیکن اس قدرت کی تاثیر عوام کی سمجھ میں نہیں آتی ہے

چوں مقلد بود عقل اندر اصول
جب اصول کے بارے میں عقل مقلد ہے

داں مقلد رو فروش اے فضول
اے فضول (سمجھ کر خرید) اس کو فروش یہ بیں مقلد مجھ

گر بپرسد عقل چوں باشد مرام
اگر عقل دریافت کرے کہ یہ مقصد کیسے پورا ہوگا؟

گو چنانکہ تو ندانی والسلام
تو کہدے کہ اس طرح نہیں جیسے تو نہیں سمجھتا ہے والسلام

معاتبہ کردن حضرت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم صدیق را

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بسبب

اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ترا وصیت کردم کہ بشرکت من بخر

ناراضگی کا اظہار کرنا، کہ میں نے تجھ سے کہا تھا، کہ بلال رضی اللہ عنہ

بلال را رضی اللہ عنہ تو چرا بہر خود تنہا خریدی و نگفتی

کو میری شرکت میں خریدنا تو نے صرف اپنے لئے کیوں خریدا؟ اور صدیق اکبر

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضی اللہ عنہ کا معذرت کرنا

سید کونین و سلطان جہاں
دونوں جہانوں کے سردار اور فرمانروا عالم

در عتاب آمد زمانے بعد ازاں
اس کے بعد تھوڑی دیر کے لئے غصہ ہوئے

گفت اے صدیق آخر گفتمت
فرمایا، اے صدیق رضی اللہ عنہ! آخر میں نے تجھ سے کہا تھا

کہ مرا انباز کن در مکرمت
کہ اعزاز میں مجھے شریک کرلے

تو چرا تنہا خریدی بہر خویش
تو نے تنہا اپنے لئے کیوں خریدا؟

باز گو احوال اے پاکیزہ کیش
اے پاکیزہ فطرت! احوال بتا

گفت ما دو بندگان کوئے تو
انھوں نے عرض کیا کہ ہم دونوں آپ کے کوچے کے غلام

کردمش آزاد من بر روئے تو
میں نے آپ کے سامنے اس کو آزاد کردیا

تو مرا امیدار بندہ دیار غار
آپ مجھے غلام اور یار غار بنالیں

ہیچ آزادی نخواہم زینہار
میں ہرگز کسی وقت آزادی نہ چاہوں گا

لے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو صرف اپنے روپے سے خریدا تو حضرت ابوبکر نے ناراضگی ہوئی۔ انباز شریک۔ شرکت میں خریداری کی وجہ سے گفت۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں نے بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کرنے کیلئے خریدا تھا لہٰذا آپ کے سامنے انکو آزاد کرتا ہوں اور آپ اپنی خوشی میں مجھے قبول کریں۔

لے تو کہ۔ اسباب کی تاثیر بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لیکن عوام اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں جیسے عوام کی عقل اللہ کی ذات کے مسئلے میں انبیاء کی مقلد ہے تو ان ضروری مسائل میں بھی اس کو تقلید سے کام لینا چاہئے، احادیث جیسے اللہ تعالیٰ کا فعل ہیں بعض لوگ انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ باری تعالیٰ کا تعلق اگر دین حادث سے قدیم مان لیا جائے تو پھر حادث کو بھی قدیم ماننا پڑے گا اور اگر حادث مانا جائے تو پھر اس حادث میں بھی وہی سوال پیدا ہوگا جس کا نتیجہ یا تو حادث کو قدیم ماننا ہے ورنہ تسلسل لازم آجائے گا اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں، لہٰذا قدیم کا حادث سے تعلق بالارادہ نہیں ہوسکتا اس لئے احادیث کو احادیث کا فعل ماننا چاہئے ذکر قدیم کا۔ قدماء مفسرین محققین نے اس کا جواب دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ کا احادیث سے تعلق حادث ہے لیکن اس حادث کے لئے مستقل ایجاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ایجاد تو اس حادث کی ہے جو اس کے ضمن میں اس تعلق کا حدوث وجود میں آجاتا ہے۔ مولانا نے اس مقام پر اپنے مسلک کے مطابق اقناعی تقریر کرکے مسئلہ کا جواب دینا چاہا ہے۔

لے سید کونین۔ حضرت ابوبکرؓ

که مرا از بندگیت آزادی ست
کیونکہ میرے لئے آپ کی غلامی ہی آزادی ہے

بے تو بر من محنت و بیدادی ست
آپ کے بغیر میرے اوپر مشقت اور ظلم ہے

اے[1] جہاں را زندہ کردہ ز اصطفا
اے وہ کہ جس نے برگزیدگی سے جہان کو زندہ کر دیا

خاص کردہ عام را خاصہ مرا
عوام کو خواص بنا دیا، خصوصاً مجھے

خوابہا میدید جانم در شباب
جوانی میں میری روح خوابیں دیکھتی تھی

کہ سلامم کرد قرصِ آفتاب
کہ مجھے سورج کی ٹکیہ نے سلام کیا ہے

از زمینم بر کشید او بر سما
اس نے مجھے زمین سے آسمان پر کھینچ لیا

ہمرہِ او گشتہ بودم زار زار
چڑھنے کی وجہ سے میں اس کا ساتھی بن گیا ہوں

گفتم ایں ما خولیا بود و محال
میں نے سمجھا یہ دیوانگی اور محال تھا

ہیچ گردد مستحیلے وصفِ حال
کبھی محال فی الحال وصف بن سکتا ہے

چوں[2] ترا دیدم بدیدم خویش را
جب میں نے آپ کو دیکھا میں نے اپنے آپکو دیکھ لیا

آفریں آں آئینہ خوش کیش را
اس بہتر وصف کے آئینہ پر آفریں ہے

چوں ترا دیدم محالم حال شد
جب میں نے آپ کو دیکھا میرا محال حال بن گیا

جانِ من مستغرقِ اجلال شد
میری روح عظمت میں غرقِ ہو گئی

چوں ترا دیدم خود اے روحُ البلاد
اے شہروں کی جان! جب میں نے آپکو دیکھا خود

مہرِ ایں خورشید از چشمم فتاد
اس سورج کی وقت میری نظر سے اوجھل ہو گئی

گشت عالی ہمتم از تو چو چشمِ من
آپ کی وجہ سے میری نظر عالی ہمت بن گئی

جز بخواری ننگرد اندر زمن
زمانے کو سوائے بے قدری کے نہیں دیکھتی ہے

نورِ[3] جستم خود بدیدم نورِ نور
میں نے نور کی تلاش کی اپنے آپکو نور ہی نور دیکھا

حور جستم خود بدیدم رشکِ حور
میں نے حور کی تلاش کی میں نے خود رشکِ حور کو دیکھا

یوسفی جستم لطیف و سیمتن
میں نے باکیزہ اور چاندی کے سے جسم والا یوسف تلاش کیا

یوسفستانے بدیدم در تو من
میں نے آپ کے اندر یوسفستان دیکھ لیا

در پئے جنت بدم در جستجو
میں تلاش میں جنت کے درپے تھا

جنتے بنمود از ہر جزوِ تو
آپ کے ہر جزو سے جنت نمودار ہوئی

ہست ایں نسبت بتو قدح و ہجا
آپ کے اعتبار سے یہ تعریف اور ثنا ہے

ہست ایں نسبت بمن مدح و ثنا
میرے اعتبار سے یہ تعریف اور ثنا ہے

---

[1] اے آنحضرتؐ کی ذات گرامی کے فیضان سے ایک جہان برگزیدہ بن گیا عوام خواص بن گئے۔ خاصہ مراد حضرت ابوبکرؓ کیونکہ خاص فیضان تھا خواجہ اس خصوصی فیضان کی تفصیل یہ ہے کہ میں جوانی میں خواب میں دیکھا کرتا تھا کہ سورج مجھے سلام کرتا ہے اور اس نے مجھے زمین سے آسمان پر کھینچ لیا ہے اور میں بلندی پر پہنچ جانے کی وجہ سے اسکے ساتھ ہوں اس وقت میں سمجھتا تھا کہ یہ میری خیال خامی ہے کہیں محال کا بھی وقوع ہوتا ہے

[2] چوں ترا۔ لیکن جب آپ کا شرف صحبت حاصل ہوا تو مجھ پر اپنی حقیقت کھلی اور آپ کی ذات نے میرے لئے آئینہ کا کام دیا اور یہ بات جسے میں محال سمجھتا تھا اب اس کا وقوع ہو گیا آپکے دیدار کے بعد معلوم ہوا کہ وہ سورج تو آپ کی ذات گرامی ہے اور یہ دنیا کا سورج آپکے سامنے ہیچ ہے اور یہ سورج ہی بے حقیقت نہ بنا بلکہ دنیا کی ہر چیز بے حقیقت بنگئی۔

[3] نور جستم کے ترجمہ تھا میں کہ نور دیکھوں جب میں نے آپ کا دیدار کیا تو نور انور کو دیکھا اور نور ہی کو نہیں دیکھا بلکہ رشک حور کو دیکھا یا حضرت یوسفؑ کے من کی شہرت پر انکے دیکھنے کی تمنا تھی آپکے دیدار سے مجھے یوسفستان کا دیدار حاصل ہو گیا آپکے دیدار سے ایک جنت نہیں بلکہ بہت سی جنتوں کا دیدار حاصل

ہمچو مدحِ مردِ چوپانِ سلیم — مرخدا را پیشِ موسیٰ کلیم

ہمچو = جیسے۔ مدح = تعریف۔ چوپان = گڈریا۔ سلیم = بھولا (گڈریا انسان کی تعریف میں بھولے پن کی وجہ سے) — خدا کی (یا) موسیٰ کلیم (اللہ) کے سامنے

کہ بجویم اشپشت شیرت دہم — چارقت دوزم من و پیشت نہم

کہ = میں۔ بجویم = جوئیں پکڑوں گا۔ اشپشت = تجھے (دونوں پاؤں) — میں تیری جوئیں پکڑوں گا، تجھے (دونوں پاؤں) دھو دوں گا۔ شیرت دہم = تیرے آگے دودھ رکھ دوں گا۔ چارقت دوزم = تیرے چپل سی دوں گا۔ من و پیشت نہم = اور تیرے سامنے رکھ دوں گا

قدحِ اُو را حق بمدحے برگرفت — گر تو ہم رحمت کنی نبود شگفت

قدح = برائی۔ حق = اللہ تعالیٰ نے۔ بمدحے برگرفت = تعریف سے بدل دیں — اللہ تعالیٰ نے اس کی برائی کو تعریف سے بدل دیا۔ گر تو ہم رحمت کنی نبود شگفت = اگر آپ بھی رحمت فرمائیں تو تعجب نہ ہوگا

رحم فرما بر قصورِ فہمہا — اے ورائے عقلہا و وہمہا

رحم فرما = رحم فرمادیجئے۔ بر قصورِ فہمہا = عقلوں کی کوتاہی پر — اے وہ کہ عقلوں اور وہموں سے برتر ہے

ایہا العشاق اقبالِ جدید — از جہانِ کہنہ، نو در رسید

ایہا العشاق = اے عاشقو! — پرانے جہان سے نیا تازہ آپہنچا ہے

زاں جہاں کو چارۂ بیچارہ جوست — صد ہزاراں نادرہ عالم در وست

زاں جہاں = اس جہان سے۔ چارۂ بیچارہ جوست = جو ہر لاچار کا چارہ جو ہے — اس (اس) جہان کے لاکھوں عجائب ہیں

ابشروا یا قوم اذ جاء الفرج — افرحوا یا قوم قد زال الحرج

ابشروا = خوش ہو۔ الفرج = فراخی — اے قوم! خوش ہو بیشک تنگی زائل ہو گئی ہے

آفتابے رفت در کاذہ ہلال — در تقاضا کہ ارحنا یا بلال

کاذہ = ہلال کی چھوٹی بیس صورتی شکل ہے — تقاضے میں ہے کہ اے بلال! ہمیں راحت پہنچا

زیرِ لب میگفتی از بیمِ عدو — بر منارہ رو بگو کوری او

زیرِ لب = آہستہ۔ عدو = دشمن — دشمن کے خوف سے تم آہستہ کہتے تھے

میدمادر گوشِ ہر غمگیں بشیر — خیز اے مدبر رہ اقبال گیر

بشیر = (آنحضور) ہر غمگین کے کان میں پھونکتے ہیں — اے بدبخت! (اسلام کی) راہ اختیار کر

اے دریں حبس و دریں گندہ وکش — ہیں کہ تا کس نشنود زشتی خمش

اے = اے! — اس قید اور اس گندگی اور جوؤں میں — خبردار! کوئی دشمن نہ سن لے، تو کڑا ہے، چپ ہو جا

چوں کنی خامش کنوں آیا زمن — کز بُن ہر مُو برآمد طبل زن

چوں = کیسے۔ خامش = خاموش — کیونکہ ہر بال کی جڑ سے اعلان کرنے والا پیدا ہو گیا ہے

دنیا کے قید خانہ اور گندگی میں کب تک رہیگا بخشش۔ جوں = سوا۔ خبا طبین = ہیں۔ ہیں۔ وہ مؤذن کہتا کہ یا بتی نہ سے ذکر کوئی سن نہ لے۔ چوں کنی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آپ خاموشی کیسے اختیار کر سکتے ہیں آپ کے جسم کا ہر بال آپ کی نبوت کا اعلان کر رہا ہے۔

---

۵۱ کہ جو یم: اس پر دلیل ہے نے اللہ کے عشق میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا تھا کہ اے اللہ تو میں تیرے جوئیں پاؤں گا تجھے دودھ پلاؤں گا تیرے چپل سی کر تجھے دوں گا۔ اللہ جو ہے کی یہ تعریف اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا اسی طرح اگر آپ بھی میری ناقص تعریف کو قبول فرمائیں تو آپ کے کرم سے بعید نہیں ہے کیونکہ ہماری ناقص عقلیں آپ کے کمالات اور اوصاف تک نہیں پہنچ سکتی ہیں۔ اتنا کہنا آنحضور کے فیوض کی بشارت ہے۔ جہان کہنہ یعنی عالم ملکوت۔

۵۲ آں۔ وہ عالم ملکوت ہر گروہ کے لئے رہنمائی کرتا ہے اور اس عالم میں ہر قسم کی بشارتیں ہیں ہر وہ بھی چیز جس کے چاروں کی رہنمائی ہوتی ہے اس عالم کی آئی ہے جنت اور نعمتیں اور بھی عجیب چیزیں اس میں موجود ہیں اب جبکہ آپ کی ذات گرامی اس جیسے عالم سے آگئی ہے تو قوم کیلئے بشارت ہے اس لئے کہ آپ کی آمد تمام گمراہیوں کو ختم کر دے گی۔

۵۳ آفتابے: حضور کی آمد سب کے لئے باعث بشارت ہے خصوصاً حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت بلال رضی کے لئے۔ کاذہ۔ چھوٹی۔ ارحنا۔ حضرت بلال سے آنحضور نے اذان دینے کی فرمائش کی تھی ہر غمگین سے حضور کے عام فیض کا ذکر ہے۔ ۵۴ وہ بشیر مدبر کو کہتا ہے کہ تو اس

آنچناں[1] کر شد عدوِ رشکِ خو — گوید ایں چندیں دُہل را بانگ کو

حاسد دشمن، ایسا بہرا ہو گیا ہے — (جتنے ڈھولوں کی آواز کو کہتا ہے، آواز کہاں ہے؟)

میز ند بر روش ریحاں کہ طریست — اُوز کوری گوید ایں آسیب چیست

(کوئی) اُس کے منہ پر تازہ پھول مارتا ہے — وہ اندھے پن سے کہتا ہے یہ تکلیف کیسی ہے؟

می شکنجد حورِ دستش میکشد — کور حیراں کز چہ دردم میکند

حُور چٹکی لیتی ہے اور اُس کا ہاتھ کھینچتی ہے — اندھا حیران ہے کہ مجھے کیوں ستاتی ہے؟

ایں کشاکش چیست بر دست و تنم — خفتہ ام بگذار تا خوابے کنم

میرے ہاتھ اور جسم پر یہ کشمکش کیوں ہے؟ — میں سو رہا ہوں، بھول جانے دیں میں سو لوں

آنکہ[2] در خوابش همی جوئی ویست — چشم بکشا کاں مہ نیکو پے ست

جس کو خواب میں تلاش کرتا ہے، وہی ہے — آنکھ کھول، وہی مبارک قدم چاند ہے

زاں بلا با بر عزیزاں بیش بود — کاں تجسس یار با خوباں نمود

اسی لئے بلائیں عزیزوں پر زیادہ آتی ہیں — کیونکہ محبوب نے وہ بھیڑ بھاڑ حسینوں سے کی ہے

لاغ با خوباں کند در ہر رہے — نیز کوراں را بشوراند گہے

وہ حسینوں سے ہر راہ میں بھیڑ بھاڑ کرتا ہے — کبھی اندھوں کو بھی پریشان کر دیتا ہے

خویش را یکدم بدیں کوراں دہد — تا غریواز کوئی کوراں بر جہد

کبھی اپنے آپ کو اندھوں کے سپرد کر دیتا ہے — تاکہ اندھوں کے کوچے سے شور برپا ہو

قصۂ ہلال[3] کہ بندۂ مخلص بود خدای را صاحب بصیرت

ہلال[3] کا قصہ، جو صاحب بصیرت (مگر تقلید کے) خدا کے مخلص بندے تھے

بے تقلید پنہاں شد و در بندگیِ مخلوق بجہت مصلحت نہ از عجز

تھے مصلحت کی وجہ سے نہ کہ عجز کی وجہ سے، مخلوق کی خاطر میں پوشیدہ تھے

چنانکہ لقمان و یوسف علیہما السلام از روی ظاہر و غیر ایشاں ہم ایں

جیسا کہ بظاہر لقمان اور یوسف علیہما السلام وغیرہ، اور یہ ہلال[3] ایک

ہلال بندۂ سائس بود مر امیرے را و آں امیر مسلمان بود اما چشم کور بود

سردار کے سائیس تھے اور وہ سردار مسلمان تھا، لیکن اندھا تھا

---

[1] آنچناں۔ باوجود بہرے پن کے اعلیٰ بن جانے کے کہ کان اس قدر بہرا بنا ہوا ہے کہ اس قدر ڈھول پیٹ رہے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ آواز کہاں ہے۔ جی آکر۔ وہ دشمن اس قدر ناامید ہو گیا ہے کہ جس اُس کے چہرے پر تر پھول مارتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ مجھے کسی چیز سے تکلیف پہنچا رہی ہے۔ حق سبحانہ اُس مُدبر کی مثال اُس اندھے کی ہے جو حُور جس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچے اور اندھا حیران ہو کہ وہ کیوں ستاتی ہے، اور یہ کہے کہ یہ میرے اعضاء جسم کی کھینچا تان کیوں ہو رہی ہے میں سونا چاہتا ہوں مجھے سونے دے۔

[2] آنکہ۔ اُس اندھے کو یہ معلوم نہیں کہ جس حُور کے وہ خواب دیکھتا ہے وہ یہی حُور ہے۔ زاں بلا۔ جبکہ معلوم ہوا کہ احکام کا مکلف بنا جانفس کو اگرچہ ناگوار ہے لیکن نفس ان میں ایسا پڑ لطف ہے جیسا کہ حور اتھ پکڑ کر کھینچنے تو باوجود اس کے بھی محبوبیت اور مقبولیت کی دلیل ہوتی تو فرماتے ہیں کہ ابتلا اور آزمائش محبوبوں کی ہوتی ہے۔ تو یہ مصائب میں مبتلا ہونا عموماً محبوبیت کی دلیل ہے لیکن کبھی حسینوں سے بھی بھیڑ بھاڑ ہوتی ہے تاکہ آن میں بھی شعور برباد جائے۔

[3] ہلال رضہ۔ ہلال رضہ شاید ہوائی نام ہے، حبشیوں کی نسبت اچھا معلوم ہے جو آنحضورؐ کے آزاد کردہ غلام ہیں، ایک سردار کے اصطبل میں ملازم تھے اور یہ کہ اس سردار کو بصیرت حاصل تھی وہ اُن کا مرتبہ پہچانتا تھا اور وہ حضرت لقمانؑ اور حضرت یوسفؑ کی طرح اپنے آپ کو ظاہر میں چھپائے ہوئے تھے۔

دانداُ عمی کہ مادرے دارد — لیک چونے بود ہم در نارد
اندھا جانتا ہے کہ ماں رکھتا ہے — لیکن وہ کیسی ہے؟ خیال میں نہیں لا سکتا ہے

اگر بایں دانش تعظیم مادر کند ممکن بود کہ خلاص یابد کہ اِذَا
اگر اس جاننے پر ماں کی تعظیم کرے تو ممکن ہے، کہ نجات حاصل کرے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ

اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا فَتَحَ عَیْنَیْ قَلْبِہٖ لِیُبْصِرَ بِہِمَا الْغَیْبَ
کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اُسکے دل کی دو آنکھیں کھول دیتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ غیب کو دیکھ لے

ایں راہ زندگی دل حاصل کن — کیں زندگی تن صفت حیوانیست
دل کی زندگی سے یہ راستہ حاصل کر — کیونکہ یہ جسم کی زندگی حیوان کی صفت ہے

چوں شنیدی بعضِ اوصافِ بلالؓ — بشنو اکنوں قصۂ ضعفِ ہلالؓ
جبکہ تو نے بلال رضؓ کے بعض اوصاف سُن لئے — اب ہلال رضؓ کے ضعف کا قصہ بھی سُن لے

از بلالؓ او بیش بود اندر روش — خوئے بد را بیش کردہ بود و کُنش
وہ بلال رضؓ سے سلوک میں بڑھے ہوئے تھے — انھوں نے بدعادت سے کینہ وری زیادہ کی تھی

نے چو تو پس رو کہ ہر دم پستری — سوئے سنگی میروی از گوہری
تیری طرح پیچھے چلنے والے نہ تھے کہ تو ہر دم زیادہ پست ہو کر — موتی پن سے پتھر پن کی طرف جا رہا ہے

در تقریرِ ہمیں معنی

اِس معنی کے بیان میں

ہمچناں کاں خواجہ را مہماں رسید — خواجہ از ایام سالش پُرسید
جیسا کہ ایک صاحب کے یہاں مہمان پہنچا — (اُن) صاحب نے اُس کی عمر دریافت کی

گفت عمرت چند سال ست اے پسر — باز گو و در مدزد و بر شمر
کہا اے بیٹا! تیری عمر کے سال کی ہے؟ — بتا، اور نہ چُرا، اور شمار کر

گفت شش دہ ہفدہ یا خود شانزدہ — یا کہ پانزدہ اے برادر خواہ دہ
اُس نے کہا اٹھارہ، سترہ یا خود سولہ — یا پندرہ اے بھائی! خواہ دس

گفت واپس دہ ایس اے خیرہ سرت — باز میرد تا بفرجِ مادرت
اُس نے کہا پیچھے لوٹ جا اے کہ تیرا دل ہر لمحہ — پیچھے لوٹتا ہے تاکہ اپنی ماں کی شرمگاہ تک واپس چلا جا

حکایت در تقریرِ آمیں سخن

اِس معنی کے اثبات میں حکایت

۱؎ داند، اندھا اتنا تو جانتا ہے کہ اُس کے ماں ہے لیکن یہ تصور نہیں کر سکتا ہے کہ وہ کیسی ہے اب اگر وہ صرف اس قدر جاننے پر اُس کی تعظیم کرے تو اُس کو نجات حاصل ہو جائے۔ اِس راہ۔ دل کی بصیرت دل کی زندگی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

۲؎ از بلال رضؓ حضرت بلال رضؓ حضرت رسول ﷺ کے مؤذن اور سلوک میں بڑھے ہوئے تھے۔ اے مخاطب۔ اُن کی عادت تیری طرح نہ تھی کہ تو ہر دم اور پستی کی طرف جا رہا ہے اپنے موتی پن کو پتھر بنا رہا ہے۔

۳؎ ہمچناں۔ انسان کو اپنے تجربے سے ہنستے چلے جانے کا قصہ سنایا ہے، مہمان نے اپنی عمر اٹھارہ سال سے گھٹانے گھٹانے دس سال تک پہنچا دی تھی۔ باز میرد۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ میں ابھی پیدا ہی نہیں ہوا ہوں تھی۔ اس میں بھی گھٹنے کے پیچھے چلنے کا نقطہ ہے۔

آں یکے اسپے طلب کرد از امیر
ایک شخص نے سردار سے ایک گھوڑا مانگا

گفت آں را من نخواہم گفت چوں
اُس نے کہا وہ میں نہیں چاہتا، اُس نے کہا کیوں؟

سخت پس پس میرود او سوئے بُن
وہ دُم کی جانب بہت ہی پیچھے کو ہٹتا ہے

دُم ایں استور نفست شہوتست
تیرے اِس جانور نفس کی دُم شہوت ہے

شہوتِ اُو را کہ دُم آمد زبن
اُس کی شہوت کو جو اصل میں دُم ہے

چوں[1] بہ بندی شہوتش را از غیف
جب تو روحی کی جانب سے اُس کی شہوت کو بند کر دے

ہمچو شاخ کش بیری از درخت
اُس شاخ کی طرح جسے تو درخت سے کاٹ دے

چونکہ کردی دُم او را آں طرف
جب تو نے اُس کی دُم اُس جانب کر دی

جُنّدا[2] اسپانِ رام پیش رَو
قابلِ مبارکباد ہیں، آگے بڑھنے والے، سلیم گھوڑے

گرم رَو چوں جسمِ موسیٰ کلیم
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جسم کلیم کی طرح تیز رفتار ہیں

ہست ہفصد سالہ راہِ آں حقب
وہ حقب سات سو سال راستہ ہے

ہمت سیرِ تنش چوں ایں بُود
جب اُن کے جسم کی سیر کی یہ ہمت تھی

گفت رَو آں اسپ اشہب را بگیر
اُس نے کہا، جاؤ سفید گھوڑا پکڑ لے

گفت او واپس رَوست بس حرُوں
اُس نے کہا وہ پیچھے ہے اور بہت سرکش ہے

گفت دُمش را بسُوئے خانہ کُن
اُس نے کہا، اُس کی دُم گھر کی جانب کر دے

زاں سبب پس پس رَود آں خود پرست
اِسی لئے وہ خود پرست ہٹتا چلا جاتا ہے

اے مُبدّل شہوتِ عقبیش کُن
اے (مخاطب) اُسکو آخرت کی شہوت میں تبدیل کر دے

سر کُند آں شہوت از عقلِ شریف
وہ شہوت، شریف عقل میں ہمیشہ انگارے

سر کند قوت ز شاخ اے نیکبخت
اے نیکبخت! (دوسری) شاخ سے قوت اُبھرتی ہے

گر رَود پس پس رَود تا مکتنف
اگر وہ پیچھے کو ہٹتا چلا جائیگا محفوظ جگہ پہنچ جائے گا

نے پس رَونے حروں را گرو
نہ پیچھے ہٹنے والے ہیں، نہ سرکش کے عادی ہیں

تا بجنبیش چو بہنائے گلیم
جیسے بالشت بھر تک جاں کیلئے کملی کی چوڑائی ہلتی ہے

کہ بکرد او عزم در سیرانِ حُب
سفرِ عشق میں جس کا انھوں نے عزم کیا

سیرِ جانش تا بہ علیّیں بُود
اُن کی روح کی سیر علیین تک ہوگی

---

[1] چوں۔ جب تو شہوت کا رُخ دنیا وی لذتوں کی طرف سے موڑ دیگا تو پھر وہ شہوت نفس کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ جس کی اس مثال ہے کہ درخت کی جب ایک شاخ کاٹ دی جاتی ہے تو اس کی جڑ سے دوسری شاخ میں نمودار ہو جاتی ہے۔ چونکہ جب تو نفس کی دُم یعنی شہوت کو آخرت کی جانب کر دیگا تو وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے محفوظ مقام پر پہنچ جائیگا۔

[2] جُنّدا۔ وہ لوگ قابلِ مبارکباد ہیں جن کے نفوس بتدریج اعلیٰ مراتب طے کرتے چلے جا رہے ہیں۔ گرم رَو۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کی تلاش کے سلسلہ میں فرمایا تھا لَا أَبْرَحُ حَتّٰى أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِيَ حُقُبًا، یعنی جب تک میں دونوں دریاؤں کے ملنے کے مقام پر نہ پہنچ جاؤں اپنے ارادے سے ہٹوں گا اسی طرح سالہا سال چلتا رہوں گا۔ حُقُب۔ اسی سال کا زمانہ دراز۔ بہت جبکہ ان کی جسمانی ہمت کی سیر یہ تھی کہ سات سو سال کی مسافت طے کر ڈالی تو روح کی سیر و سیار جنت کے اعلیٰ مقام تک ہوگی۔

شہسواراں در سباقت[1] تاختند — خربطاں در پائگہ انداختند

شہسوار گھوڑ دوڑ میں دوڑ پڑے — اونٹوں نے معمولی جگہ (اڈے) ڈال دیئے

حکایت ہم در تقریر ایں معنی

اسی معنی کے اثبات میں حکایت

آنچناں کہ کاروانے می رسید — دَرد و ہے آمد دَرے را باز دید

جیسا کہ ایک قافلہ آرہا تھا — ایک گھاٹی میں آیا ایک دروازہ کھلا دیکھا

آں یکے گفت اندریں بُردُ العجوز[2] — بار بنہ از یم اینجا چند روز

ایک شخص نے کہا اس سخت سردی میں — چند روز اسی جگہ سامان ڈال دیں

بانگ آمد نے بینداز از بروں — وانگہانے اندر آ تو اندروں

آواز آئی نہیں، باہر ڈال دے — تب تو اندر آ

ہم[3] بروں افگن ہر آنچہ افگندنی ست — در میا باآں کہ ایں مجلس سنی ست

تو بھی ہر اس چیز کو پھینکنے کی ہے — اس کو لے کر اندر نہ آ کیونکہ یہ مجلس مقدس ہے

رجوع بقصۂ ہلال رضی اللہ عنہ

ہلال رضی اللہ عنہ کے قصہ کی جانب رجوع

بُد ہلالؓ اُستاد دل جاں روشنے — سائسی و بندہ امیر مؤمنے

ہلال کامل استاد تھا اور روح نورانی تھی — ایک مسلمان سردار کے سائیس اور غلام تھے،

سائسی کردے در آخر آں غلام — لیک سلطان سلاطیں آں بندہ نام

وہ غلام اصطبل میں سائسی کرتے تھے — لیکن شاہوں کے شاہ تھے اور وہ غلام کے نام تھے

سائسِ اسپان و نفسِ خویش ہم — از فراواں کس شدہ در پیش ہم

وہ گھوڑوں کے سائیس تھے اور اپنے نفس کے بھی — بہت سے لوگوں سے آگے ہی بڑھے ہوئے تھے

آں امیر از حالِ بندہ بے خبر — کہ نبودش جز بلیسانہ[4] نظر

وہ امیر غلام کی حالت سے واقف تھا — کیونکہ اس کی نظر محض شیطانی تھی

آب و گل بیند ید و در وے گنج نے — پنج و شش بیند یدُ اصل پنج نے

وہ پانی اور مٹی دیکھتا تھا اور اس میں خزانہ نہ دیکھتا تھا — پانچ اور پچ کو دیکھتا تھا اور پانچ کی اصل کو نہیں

رنگِ طیں پیدا و نورِ دیں نہاں — ہر پیمبر ایں چنیں بُد در جہاں

مٹی کا رنگ ظاہر ہے اور دین کا نور چھپا ہوا ہے — دنیا میں ہر پیغمبر اسی طرح ہوا ہے

---

[1] سباقت: گھوڑ دوڑ۔ خربطاں: اونٹ لوگ۔ دربستن اس گھاٹی کی چاردیواری کا دروازہ۔ بُردُ العجوز: سردی کے چند دن سات دن سخت جاڑے کے ہوتے ہیں۔ اس کو بُردُ العجوز کہا جاتا ہے۔ بانگ: گھاٹی کے اندر سے آواز آئی کہ سامان گھاٹی کے باہر ڈال کر اندر آسکتے ہو۔ ظاہر ہے جن لوگوں کو اس کی حفاظت ہوگی وہ سامان چھوڑ کر گھاٹی کے اندر آرام کی جگہ بنا سکتے ہیں گے۔

[2] ہم بروں: مولانا فرماتے ہیں کہ تمام قریب ہی ایک بند مجلس ہے اس میں ہر سامان باہر پھینک کر لیجا جاسکتا ہے۔

بُد ہلال: اب پھر حضرت ہلال کا قصہ شروع کیا ہے وہ دل کے استاد تھے یعنی ان کا دل طریق کا استاد تھا اور روح روشن تھی۔ سائسی: وہ ہلال جو اس سردار کی غلامی کرتے تھے اور اس کے اصطبل میں سائیس تھے اگرچہ غلام تھے لیکن حقیقتاً شاہ تھے۔ لفظی: وہ جس طرح گھوڑے کے سائیس تھے اپنے نفس کے بھی سائیس تھے اسی لئے اُن کا درجہ بہت سے انسانوں سے بڑھا ہوا تھا۔

[3] بلیسانہ: جس طرح شیطان نے حضرت آدمؑ کے ظرف خاکی کو دیکھا اسی طرح اس سردار کی نظر بھی صرف حضرت ہلال کے ظرف پر تھی۔ پنج و شش: یعنی پانچ حواس اور چھ جہتیں اس جسمانی احوال کو دیکھتا تھا اور جو ان پانچ حواس کی اصل ہے اس کو نہیں دیکھتا تھا۔ رنگ: جسمانی احوال تو ظاہر ہیں

آں[1] منارہ دید و بر وے مُرغ نے
اس نے منارہ دیکھا اور اس پر کا پرند نہیں

بر منارہ شاہبازِ پُر فنے
منارے پر ہنرمند شاہباز ہے

واں دوم میدید مُرغِ پُر زنے
دوسرا چڑھ کر اڑنے والے پرند کو دیکھتا تھا

لیک مُوئے اندر دہانِ مُرغ نے
لیکن پرند کے منہ کے اندر کے بال کو نہیں

وانکہ اُو مینظر بنُورِ اللہ بُوَد
وہ شخص جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ ہر

ہم ز مُرغ و ہم ز مُو آگہ بُوَد
وہ پرندے کو بھی اور بال سے بھی آگاہ ہوتا ہے

گفت[2] آخر ہشتم سُوئے مُوئے نہ
اس نے کہا، آخر بال کی طرف نظر کر

تا نہ بینی مُو نہ بکشاید گرہ
جب تک تو بال کو نہ دیکھے گرہ نہ کھلے گی

آں یکے گل دید نقشیں در وَحَل
ایک شخص نے کیچڑ میں منقش بوٹی دیکھی

واں دگر دل دید پُر علم و عمل
دوسرے نے علم اور عمل سے پُر پورا دل دیکھا

تن منارہ علم و طاعت ہمچو مُرغ
جسم منارہ ہے، علم اور عمل پرند کی طرح ہیں

خواہ سی صد مُرغ گیر و یا دو مُرغ
خواہ تین سو پرند قرض کرلے یا دو پرند

مردِ اوسط مُرغ بیند ست اُو بس
اوسط درجہ کا انسان وہ فقط پرند دیکھنے والا ہے

غیرِ مُرغے می نہ بیند پیش و پس
پرند کے سوا آگے اور پیچھے نہیں دیکھتا ہے

مُوئے آں نوریست پنہاں آنِ مُرغ
بال پرند کی بھی صفت، نور ہے

کہ بداں پایندہ باشد جانِ مُرغ
جس سے پرند کی روح پائیدار رہتی ہے

مُرغ[3] کاں مُوئیست در منقارِ اُو
وہ پرند جس کی چونچ میں بال ہے

ہیچ بیماریت نباشد کارِ اُو
اس کا عمل کبھی مارضی نہیں ہوتا ہے

علمِ اُو از جانِ اُو جوشد مدام
اس کا علم ہمیشہ اس کی روح سے جوش مارتا ہے

پیشِ اُو نے مستعار آمد نہ وام
وہ اس کے پاس نہ مانگا ہوا ہے، نہ قرض

رنجور شدنِ ہلال رضی اللہ عنہ و بے خبری خواجہ اُو از رنجوری

ہلال رضی اللہ عنہ کا بیمار ہوجانا اور ان کے آقا کی حقارت اور نادانی سے

اُو از تحقیر و ناشناخت و واقف شدنِ دلِ مصطفےٰ صلی اللہ

ہونے سے آن کی بیماری سے لاعلمی اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ و علیٰ آلہ وسلم از رنجوری و حالِ اُو و افتقاد و عیادتِ رسول

کے دل کا آن کی بیماری اور حالت سے واقف ہوجانا اور رسول صلی اللہ

[1] آں منارہ۔ حقیقت تک پہنچنے میں انسانوں کی تین قسمیں ہیں اس کو اس طرح سمجھایا ہے کہ ایک منارہ ہے اس پر ایک پرند ہے اس پرند کے منہ میں ایک بال ہے جو اس پرند کے لئے مارِ حیات ہے کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ ان کی نگاہ صرف منارے پر پڑتی ہے کچھ ایسے ہیں جو منارے کے ساتھ پرند کو بھی دیکھتے ہیں کچھ ایسے ہیں جو منارے، پرند اور اس کے منہ کے اندر کے بال کو بھی دیکھتے ہیں۔

[2] گفت۔ انسان کے جسم کی مثال تو منارہ کی سی ہے اور علم و عبادت پرند کی طرح ہے اور انسانی کے نہاد ماں کی مثال اس بال کی سی ہے جو پرند کے منہ میں ہے۔ دگر۔ کچھ دوسرے صد۔ علم و عمل کی جو نیا ہے۔ دو مرغ۔ یعنی علم و عمل سے زیادہ۔ اوسط درجہ کا وہ شخص ہے کہ جسم کے ساتھ انسان کے علم و عمل کو بھی دیکھتا ہے۔

[3] مرغ۔ تیسرا شخص ہے جس کی نظر انسان کے نہاد ماں پر بھی پڑتی ہے۔ بماراو۔ یعنی اس کا علم و عمل مارضی نہیں ہے کہ کسی سے مانگا ہوا یا قرض لیا ہوا ہو۔ رنجور۔ ایک بار حضرت ہلال بیمار ہو گئے ان کے آقا کو علم نہ ہوا آنحضرتؐ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ افتقاد۔ دیکھنا۔

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علیہ وسلم کی بلال رضی اللہ عنہ کی دل جوئی اور مزاج پرسی

از قضا رنجور و ناخوش شد بلالؓ
تقدیر سے بلالؓ بیمار اور علیل ہوگئے

مُصطفٰےؐ را وحی شد عمّا زِ حال
مصطفٰےؐ کے لئے وحی، حال کی مخبر بن گئی

بُد ز رنجوریش خواجہ بے خبر
آقا اُن کی بیماری سے لاعلم تھا

کہ برادر بُد کہ او دور از خطر
کیونکہ وہ اُس کے نزدیک کم درجے اور معمولی تھے

ہیچ کس از حالِ اُو آگاہ نے
اُس کی حالت سے کوئی شخص واقف نہ تھا

آنکہ کس بُود و شہنشاہِ کساں
جو کہ انسان اور انسانوں کا شہنشاہ تھا

عقل چوں صد قلزمش ہر جا رواں
اُسکی سو سمندروں جیسی عقل ہر جگہ پہنچنے والی تھی

وحیش آمد رحم حق غمخوار شد
اُن کو وحی آئی، اللہ تعالےٰ کی رحمت غمخوار ہوئی

کہ فلاں مُشتاقِ تو بیمار شد
کہ آپ کا فلاں عاشق بیمار ہوگیا ہے

مُصطفٰےؐ بہرِ بلالِؓ باشرف
مصطفٰےؐ صاحبِ شرف بلالؓ کے لئے

رفت از بہرِ عیادت آں طرف
اُس جانب مزاج پرسی کے لئے گئے

در پئے خورشیدِ وحی آں مہ دواں
وحی کے سورج کے پیچھے وہ چاند چلا جارہا تھا

واں صحابہؓ در پئش چوں اختراں
اور صحابہؓ اُنکے ستاروں کی طرح تھے

ماہ می گوید کہ اصحابی نجوم
چاند فرماتا ہے، کہ میرے صحابہؓ ستارے ہیں

لِلسُّرٰی قُدْوَہ وَلِلطَّاغِی رُجُوم
رات کے چلنے کے لئے پیشرو اور سرکش کیلئے رجوم ہیں

میر را گفتند کاں سُلطاں رسید
لوگوں نے سردار سے کہا، شاہ تشریف لے آئے

اُو ز شادی بیدل و جاں بر جہید
وہ خوشی سے بے اختیار اُچھل پڑا

برگمانِ آں کہ شادی زد دو دست
اس خیال سے وہ دونوں ہاتھ بجانے لگا

کاں شہنشہ بہرِ آں میر آمدست
کہ وہ شہنشاہ اُس سردار کی وجہ سے آئے ہیں

چوں فرود آمد ز غرفہ آں امیر
جب وہ سردار بالاخانے سے نیچے اُترا

جاں ہمی افشاند پا مژدہ بشیر
خوشخبری دینے والے کے اِستقبال میں جان چھڑکتا تھا

پس زمیں بُوس و سلام آورد و بُرد
پھر وہ زمین بوسی اور سلام بجا لایا

کرد رُخ را از طرب چوں ورد و بُرد
اُس نے خوشی سے چہرہ گلاب کی طرح کر لیا

۱؎ از قضا۔ تقدیر سے۔ حضرت بلالؓ بیمار ہوئے آنحضورؐ کو وحی کے ذریعہ اُن کی بیماری کا پتہ چلا۔ تمّاز۔ اشارہ کرنے والا۔ آ۔ چونکہ آقا کے نزدیک اُنکی کوئی قدر و منزلت نہ تھی وہ اُنکی بیماری سے لاعلم رہا اور فوراً ہی کوئی تنہا مسجد میں پڑ رہے۔

۲؎ آنکہ۔ حضرت بلالؓ کی بیماری کا حال باوجود آنحضورؐ کی عقل کے کمال کے وحی کے ذریعہ سے معلوم ہو سکا اسلئے کہ اُن کی بیماری عقلی نہ تھی، منقولات کا علم وحی کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ جب آنحضورؐ کو اُنکی بیماری کا علم ہوا تو عیادت کے لئے اُن کے پاس تشریف لے گئے۔

۳؎ در پئے۔ آنحضورؐ خورشید وحی کی روشنی میں چل رہے تھے اور صحابہؓ ستاروں کی طرح آپ کے ساتھ تھے آنحضورؐ نے فرمایا ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ۔ میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔ السُّرٰی۔ رات چلنا۔ قدوہ۔ پیشرو۔ طاغی۔ سرکش۔ رُجوم۔ رَجم کی جمع ہے وہ چیز جو پھینک کر ماری جائے۔ میر۔ آنحضورؐ کی آمد کی سردار کو اطلاع دی تو وہ خوشی سے بے تاب ہوگیا۔ یہاں جب خوشخبری دینے والے نے اُس سردار کو آنحضورؐ کی آمد کی اطلاع دی تو بالاخانے سے نیچے اُتر آیا اور خوشخبری دینے والے پر قربان ہونے لگا پس۔ اُسنے نیچے اُتر کر آنحضورؐ کی قدمبوسی کی اور سلام کیا۔ الخ

گفت بسم اللہ مشرف کن وطن
اس نے عرض کیا بسم اللہ سے گھر کو مشرف کیجئے

تاکہ فردوسے شود ایں انجمن
تاکہ یہ مجلس جنت بن جائے

تا فزاید قصرِ من بر آسماں
تاکہ میرا محل، آسمان سے بڑھ جائے

کہ بدیدم قطبِ دورانِ زماں
کہ میں نے زمانے کا قطب دیکھا ہے

گفتش از بہرِ عتاب آں محترم
اُن محترم نے ناراضی سے فرمایا

من برائے دیدنِ تو نامدم
میں تیرے دیکھنے کے لئے نہیں آیا ہوں

گفت رحم آنِ تو خود روحِ چیست
اُسنے عرض کیا میری جان آپ کی ملکیت ہر جان ہو گیا!

ہیں بفرما کیں تجشم بہرِ کیست
ہاں فرمایئے کہ یہ تکلیف فرمائی کس کے لئے ہے؟

تا شوم من خاکپائے آں کسے
تاکہ میں اُس شخص کے پیروں کی خاک بن جاؤں

کہ بباغِ لطفِ تستش مغرسے
کیونکہ آپ کی مہربانی کے باغ میں اُس کی جگہ ہے

چوں چنیں گفت اُو نخوت را براند
جب اُس نے یہ کہا اور تکبر کو دور کر دیا

مصطفےٰ ترکِ عتاب او بخواند
مصطفےٰ نے اُس پر ناراضی ترک فرمادی

پس بگفتش کاں ہلالِ عرش کو
پھر اُس سے کہا کہ وہ عرش کا چاند کہاں ہے؟

ہمچو مہتاب از تواضع فرش کو
تواضع کی وجہ سے چاندنی جیسا وہ فرش کہاں ہے؟

آں شہے در بندگی پنہاں شدہ
وہ بادشاہ ہے غلامی میں چھپا ہوا ہے

بہرِ جاسوسی بدنیا آمدہ
جاسوسی کے لئے دنیا میں آیا ہوا ہے

تو مگو کاں بندہ و آخر چی ماست
تو نہ کہہ وہ ہمارا غلام اور سائیس ہے

ایں بدانکہ گنج در ویرانہاست
یہ سمجھ لے ویرانوں میں خزانے ہے

اے عجب چوں ست ار مُقعم آں ہلالؓ
تعجب ہے! بیماری کی وجہ سے وہ چاند کیسا ہے؟

کہ ہزاراں بدر ہستش پائمال
کہ جس سے ہزاروں چودھویں کے چاند پامال ہیں

گفت از رنجش مرا آگاہ نیست
اس نے عرض کیا اس کی بیماری کا مجھے علم نہیں ہے

لیک روزے چند بر درگاہ نیست
لیکن چند روز سے وہ گھر ہی پر نہیں ہے

صحبتِ اُو با شتور و اشتر ست
اس کی صحبت جانوروں اور اونٹ کے ساتھ ہے

سائس ست و منزلش آں آخر ست
وہ سائیس ہے اور اُس کی قیامگاہ اصطبل ہے

درآمدنِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم از بہرِ عیادت

بلال رضی اللہ عنہ کی مزاج پرسی کے لئے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُنس سرنار

لہ وطن۔ یعنی مکان۔ تا فزاید۔ وہ میرا محل آسمان پر رفعت کی وجہ زوال ہو جائیگا کہ میں نے آج اُس ذات کو دیکھا ہے جو کائنات کا وجود کا مدار ہے۔ گفتش۔ آنحضورؐ نے جواب میں وجہ دریافت فرمایا کہ وہ آمد کی اصل وجہ معلوم کرے تو اُسکو حضرت بلال رضؓ کی بیماری کا علم ہو جائے۔ تجشم۔ تکلیف اُٹھانا۔ نخوت۔ تکبر۔ پردے کا تھاؤ گا۔ نخوت۔ تکبر۔

لہ پس۔ حضرت بلال رضؓ کی بلندی کی وجہ سے عرش کے چاند ہیں اور فروتنی کی وجہ سے فرش ہیں۔ آں کجاست۔ (شعر)

تا ثنائے آں مہ از گردوں رسد ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ در ستورگاہِ[1] آں امیر و نواختنِ مصطفیٰ

کے اصطبل میں جانا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا
صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را
ہلال رضی اللہ عنہ کو نوازنا

رفت پیغمبر برغبت بہرِ او — اندر آخر آمد و اندر جستجو

پیغمبر خوشی سے اُن کیلئے روانہ ہوئے — تلاش میں اصطبل کے اندر آئے

بود آخر مظلم و زشت و پلید — وایں ہمہ برخاست چوں اُلفت رسید

اصطبل تاریک اور خراب اور ناپاک تھا — سب محبت پہنچی، یہ سب رفع ہو گئے

بوئے پیغمبر ببرد آں شیرِ نر — ہمچنانکہ بوئے یوسف را پدر

اُس نر شیر نے پیغمبر کی خوشبو محسوس کی — جیسے کہ حضرت یوسفؑ کی خوشبو باپ نے

موجبِ[1] ایماں نباشد معجزات — بوئے جنسیت کند جذبِ صفات

معجزے ایمان کا سبب نہیں ہوتے کہیں — جنسیت کی خوشبو صفات کو جذب کرتی ہے

معجزات از بہرِ قہرِ دشمن ست — بوئے جنسیت پئے دل بردن ست

معجزے دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے ہیں — جنسیت کی خوشبو دل اُچکنے کے لئے ہے

قہر گردد دشمن اما دوست نے — دوست کے گردد بہ بستہ گردنے

دشمن مغلوب ہو جاتا ہے لیکن دوست نہیں بنتا ہے — گردن بندھا ہوا دوست کب ہو سکتا ہے؟

اندر آمد اُو ز خواب از بوئے اُو — گفت سرگیں دان ز دزِ نیکبو نہ بو

اُن کی خوشبو سے وہ نیند سے بیدار ہو گئے — سوچا گوبر خانہ اور چور اُس میں اس طرح کی خوشبو؟

از میانِ[1] پائے استوراں بدید — دامنِ پاکِ رسولِ بے ندید

جانوروں کے پاؤں کے درمیان سے دیکھا — بے نظیر رسولؐ پاک کا دامن

پس ز کنج آخر آمد غرہ غرہ اں — رُوئے بر پائش نہاد آں پہلواں

وہ کھلتے ہوئے اصطبل کے گوشہ سے آئے — اُس پہلوان نے آپ کے پاؤں پر چہرہ رکھ دیا

پس پیمبر رُوئے بر رُویش نہاد — بر سر و بر چشم و رویش بوسہ داد

پھر پیغمبرؐ نے اُن کے چہرے پر چہرہ رکھ دیا — اُن کے سر اور آنکھوں اور چہرے کو بوسہ دیا

گفت یارا تا چہ پنہاں گوہری — اے غریبِ عرش چونی خوشتری

فرمایا اے دوست! تو کس قدر چھپا ہوا موتی ہے؟ — اے عرش کے مسافر! تو کیسا ہے؟ اچھا ہے؟

---

[1] ستورگاہ۔ اصطبل۔ تہراؤ۔ یعنی حضرت ہلالؓ سے عنایات کیلئے۔ بود۔ اصطبل میں اندھیرا اور گندگی تھی لیکن حضورؐ کے انوار وہاں پر غالب آ گئے۔ بوئی۔ حضرت ہلال رضؓ نے آنحضورؐ کی خوشبو کو اسی طرح محسوس کیا جس طرح حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کی خوشبو محسوس کی تھی۔

[2] موجب۔ ایمان لانے کے لئے معجزے موثر قریب نہیں ہیں بلکہ ایمان لانے والا اگر نبی کا ہم جنس ہے تو وہ نبی کی صفات کو جذب کرتا ہے تو ایمان کا قوی سبب جنسیت کی بو ہے۔ معجزات۔ نبی کے معجزوں سے صرف دشمن عاجز ہوتا ہے لیکن اس کا ایمان لانا لازمی نہیں ہے۔ قہر۔ جو عاجز اور مغلوب ہو اس کے دل میں دوستی پیدا نہیں ہوتی ہے۔ آنحضورؐ کی خوشبو پا کر حضرت ہلال رضؓ جاگ گئے۔

[3] از میاں۔ حضرت ہلالؓ کو جو پاؤں کے پاؤں میں سے آنحضورؐ کے دامن کی جھلک نظر آئی تو کھسکتے ہوئے آنحضورؐ کی طرف بڑھے اور قدم بوسی کے لئے پاؤں پر منہ رکھ دیا... پس پیمبر۔ آنحضورؐ نے اُن کے منہ کے پاس سے پاؤں ہٹا کر محبت میں اپنا منہ اُن کے منہ پر رکھ دیا اور سر و چشم کو بوسہ لیا۔ اے غریب۔ آنحضورؐ نے حضرت ہلال رضؓ سے فرمایا تو عرش کے اور دنیا میں مسافر ہے تیری کیسی طبیعت ہے۔

گفت[1] چوں باشد خود آں شوریدہ خو آ — کہ در آید در دہانش آفتاب

عرض کیا اس پریشان خواب والے کا کیا حال ہوگا؟ جس کے منہ میں دھوپ آجائے

چوں بود آں تشنہ کو گل خورد — آب بر سر بہ ندش خوش می برد

اس پیاسے کا کیا حال ہوگا، کہ مٹی چرے پانی اس کو سر پر رکھے، اچھی طرح لے جائے

در[2] بیان آنکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم شنید کہ عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بر روی آب رفت

اس کا بیان کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ عیسیٰ ہمارے نبی پر اور ان پر درود و سلام ہو پانی پر چلتے تھے

فرمود کہ لَوْ ازْدَادَ یَقِیْنُہٗ لَمَشٰی عَلَی الْھَوَاءِ

فرمایا کہ اگر ان کا یقین بڑھ جاتا تو ہوا پر چلتے

ہمچو[3] عیسیٰ بر سرش گیرد فرات — کالیمنی از غرقہ در آب حیات

(حضرت عیسیٰ کی طرح فرات اس کو سر پر اٹھا لیتی ہو کہ وہ آب حیات میں ڈوبنے سے محفوظ رہے)

گوید احمد گر یقینش افزوں بدے — خود ہوا ایش مرکب و ہاموں شدے

احمد فرماتے ہیں، اگر ان کا یقین بڑھا ہوا ہوتا خود ہوا ان کے لئے سواری اور محل ہوتی

ہمچو من کہ بر ہوا راکب شدم — در شب معراج مستصحب شدم

میری طرح کہ میں ہوا پر سوار ہوا معراج کی رات میں اور صحبت حاصل کرنے والا بنا

گفت چوں باشد سگے کو ربلید — جست اُو از خواب و خود را شیر دید

(بلال نے) عرض کیا اس سے کیا ہے جو ناپاک کتے کا کیا حال جو نیند سے اٹھا اور اس نے اپنے آپ کو شیر دیکھا

نے چناں شیرے کہ کس تیرش زند — بل ز بیمش تیغ و پیکاں بشکند

ایسا شیر نہیں کہ کوئی اس پر تیر چلائے بلکہ اس کے خوف سے تلوار اور تیر ٹوٹ جائے

کور بر اشکم رونده ہمچو مار — چشمہا بگشادہ در باغ و بہار

اندھا جو سانپ کی طرح پیٹ کے بل چلنے والا ہو باغ اور بہار میں آنکھیں کھول دے

[1] گفت۔ حضرت بلال رضؓ نے عرض کیا میں تو اس وقت ایسا خوش ہوں جیسا کہ وہ شخص جس کی تمام رات میں پیاس بجھ اور وہ سورج کے طلوع کرنے کا منتظر ہو اور اچانک اس کے منہ پر دھوپ پھیل جائے یا وہ پیاسا کہ پیاس کی شدت سے بیہوش رہا ہو اور اچانک پانی کا اس قدر ریلا آجائے کہ اس میں تیرنے لگے

[2] در بیان۔ آنحضورؐ نے یہ سنا کہ حضرت عیسیٰؑ پانی پر چلتے تھے تو آپ نے فرمایا اگر ان کا یقین بڑھ جاتا تو ہوا پر چلتے یہ حدیث احیاء العلوم کی طرح زبیدی میں منقول ہے محدث عراقی نے فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے اس کے راوی غیر ثقہ ہیں صحیح حدیث یہ ہے کہ حواریین نے حضرت عیسیٰؑ سے عرض کیا کہ آپ پانی پر کس طرح چلتے ہیں انھوں نے فرمایا ایمان اور یقین کے ذریعہ تو حواریین نے کہا کہ ایمان اور یقین تو ہمیں بھی حاصل ہے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تو تم بھی پانی پر چلو جب وہ چلے تو ڈوبنے لگے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا یہ کیا ہوا تو انھوں نے کہا کہ جب موج آئی تو ہم ڈرے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ تم موج سے ڈرے موج کے رب سے کیوں نہ ڈرے اور پھر ان کو پانی میں سے نکالا یقین سے یہاں توکل علی اللہ کا مرتبہ مراد ہے ایمانی کیفیت مراد نہیں ہے

[3] ہمچو۔ آنحضورؐ رات معراج میں براق پر سوار تھے اور براق ہوا پر چل رہا تھا مستصحب صحبت رکھنے والا آنحضورؐ کو ملائکہ اور حضرت حق تعالیٰ کی صحبت میسر آئی۔ گفت۔ حضرت بلال رضؓ نے اپنے تیسری مثال بیان کی یعنی میں پہلے بستر اٹھنے کے بعد آنحضورؐ کی زیارت سے شیر ہوگیا۔ کور۔ یہ حضرت بلال رضؓ نے اپنی چوتھی مثال بیان کی کہ میں پہلے اندھا اور سانپ کی طرح پیٹ کے بل زمین پر رینگنے والا تھا اب آنکھ کھلی تو باغ و بہار میں ہوں۔

حوادث یہ ہیں اگر انسان ایک پہلو پر ایسا یقین جما لیتا ہے کہ دوسرے پہلو کا احتمال بھی اس کے ذہن میں نہ ہو تو عادت اللہ یہ ہے کہ اس کے یقین کے مطابق وقوع عمل میں آجاتا ہے لیکن یہ چیز کمال نبوت سے متعلق ہے کمال ولایت سے متعلق نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

چوں[1] بُود آں چوں کہ از چونی رہید — در حیاتستانِ بیچونی رسید

(اور) بے چونی کی حیات گاہ میں پہنچ گیا ہو

گشت چونی بخش اندر لامکاں — گردِ خوانش جملہ شیراں چوں سگاں

وہ لامکاں میں چونی بخشنے والا بن گیا — اسکے دسترخوان کے چاروں طرف تمام شیر کتوں کی طرح

اُو ز بیچونی دہد شاں استخواں — در جنابت تن زن ایں سورہ مخواں

وہ بے چونی سے اُن کو ہڈی دیتا ہے — تو جنابت کی حالت میں خاموش رہ یہ سورت نہ پڑھ

تا ز چونی غسل ناری تو تمام — تو بریں مُصحف مَنِہ کف اے غلام

تو جب تک چونی سے مکمل غسل نہ کرلے — اے لڑکے! تو اس قرآن پر ہاتھ نہ رکھ

گر[2] بلیدم در نظیفم اے شہاں — ایں نخوانم پس چہ خوانم در جہاں

اے شاہ! خواہ میں ناپاک ہوں یا پاک ہوں — دنیا میں یہ نہ پڑھوں تو پھر کیا پڑھوں؟

تو مرا گوئی کہ از بہرِ ثواب — غسل ناکردہ مرو در حوضِ آب

آپ مجھ سے کہیں کہ ثواب کے لئے — تو غسل کئے بغیر پانی کی حوض میں نہ جا

از برونِ حوض غیرِ خاک نیست — ہر کہ اُو در حوض نایدپاک نیست

حوض کے باہر خاک کے سوا نہیں ہے — جو حوض میں نہ جائے وہ پاک نہیں ہے

گر[3] نباشد آب ہارا ایں کرم — کہ پذیرد مر خبث را دمبدم

اگر پانیوں میں یہ کرم نہ ہو — کہ وہ ناپاک کو ہر وقت قبول کرلیا کریں

وامیِ بر مشتاق و بر اُمیدِ اُو — حسرتا بر حسرتِ جاویدِ اُو

تو مشتاق اور اُسکی امید پر افسوس ہوتا — اُس کی دائمی حسرت پر حسرت ہوتی

آب دارد صد کرم صد احتشام — کُو بلیداں را پذیرد والسلام

پانی سینکڑوں کرم (اور) سینکڑوں حشمتیں رکھتا ہے — کہ وہ ناپاکوں کو قبول کرلیتا ہے والسلام

اوصافِ بشری کا ازالہ ہو مقصود تک پہنچنے کی کوشش کریں حالانکہ مقصود تک پہنچنے پر بھی بشری صفات کی نفی ہوگی تو یہ تو ایسا ہے کہ کوئی ناپاک کوئے کہ بغیر پاکی کے حوض سے پانی لینے کے لئے نہ جا اگر وہ جائے تو پاک کیسے ہوگا؟ اسلئے کہ حوض کے باہر تو خاک ہے پانی نہیں ہے اور پاکی پانی سے حاصل ہوگی۔

[3] گر نباشد۔ مرشد کی طرف سے جواب ہے کہ میرا یہ مقصد نہ تھا جو تو سمجھا ہے بلکہ مقصد یہ تھا کہ اوصافِ بشری کو مقصود بالذات نہ بنا، نجاست قرآن کو مقصود بنانا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ پانی ہی کے ذریعہ ناپاکی دور ہوسکے گی۔ آپ دارد۔ مقصد پر پہنچ کر بھی صفاتِ بشری کی نفی ہوگی، پانی کا یہ کرم ہے کہ وہ ناپاکوں کو قبول کرتا ہے اور پاک بنا دیتا ہے۔

---

[1] چوں بُود۔ چوں کے قوی معنی کیفیت کے ہیں یہاں اس سے کیفیات اور اعراضِ بشریہ مراد ہیں اسی لئے بیچونی کو خدا سے تعبیر کیا جاتا ہے اس شعر میں چوں بُود کے اندر چوں بمعنی کیسا ہے اور آں چوں میں چوں سے مراد وہ شخص ہے جو اوصافِ بشریہ سے خالی ہوگیا ہو اور چونی سے مراد اوصافِ بشری ہیں۔ (فنا فی اللہ) فنا کے بعد مقامِ بقا آتا ہے جس کو حیاتستان سے تعبیر کیا ہے اس شعر میں مرشد کے اوصاف کا ذکر ہے۔ گشت۔ اس شعر میں مرشد کے اضافہ کا ذکر ہے۔ چونی بخش یعنی سالک پر جو کیفیات طاری ہوتی ہیں لامکاں یعنی وہ مرشد اب مادی اوصاف سے پاک ہوچکا ہے۔ جملہ شیراں یعنی وہ سالکین اپنے آپ کو ایسا سمجھتے ہیں۔ اُو ز بیچونی۔ جب تک سالک ابتدائی کیفیات میں ہوتا ہے تو اس کی مقصودِ حقیقی کی طلب مناسب نہیں ہوتی ہے اس کو مرشد سمجھ لیتا ہے کہ ابھی تو اس حالت میں نہیں ہے کہ مقصود تک پہنچ سکے اور تیری حالت اس ناپاک کی سی ہے جس کو قرآن پڑھنا منع ہے۔

[2] گر بلیدم۔ سالک اعتراض کرتا ہے کہ کیفیات کی نفی ہوا نہ ہو اگر میں مقصود حاصل نہ کروں تو اور کیا کروں۔ تو مرا۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ غسل کئے بغیر قرآن نہ پڑھوں یعنی جب تک

اے[1] ضیاء الحق حسام الدین کہ نور
اے ضیاء الحق حسام الدین! کہ نور

پاسبانِ تست نور و ارتقاش
نور اور اس کی بلندی تمہاری محافظ ہے

چیست پردہ پیشِ نورِ آفتاب
سورج کی روشنی کے آگے پردہ کیا ہے؟

پردۂ[2] خورشید ہم نورے ربست
سورج کا پردہ بھی خدا کا نور ہے

ہر دو چوں در بعد و پردہ ماندہ اند
جبکہ دونوں دوری اور پردے میں رہ گئے ہیں

چوں نوشتی بعضے از قصۂ ہلال رح
جبکہ تو نے ہلال رضؓ کا تھوڑا سا قصہ بیان کیا ہے

آں ہلال و بدر دارند اتحاد
وہ ہلال اور بدر اتحاد رکھتے ہیں

آں ہلال از نقص در باطن بریست
وہ ہلال باطنی نقص سے پاک ہے

درس[3] گوید شب بشب تدریج را
وہ ہر رات میں ترقی کا درس دیتا ہے

درنانی گوید اے عجولِ خام
آہستہ روی کے بارے میں کہتا ہے اے جلد باز کچے!

دیگ را تدریج و استادانہ جوش
دیگ کو زنہ زنہ اور استادوں کی طرح جوش دے

پاسبانِ تست از شرّ الطیور
بدترین پرندے سے آپ کا محافظ ہے

اے تو خورشیدِ مستر از خفاش
اے وہ کہ جو اسورج چمگادڑ سے چھپا ہوا ہے

جز فزونی شعشعہ و تیزی و تاب
شعاع کی زیادتی اور تیزی اور چمک کے سوا

بے نصیب آنرا ز خفاش ست و شب
چمگادڑ اور رات اس سے محروم ہے

با سیہ رویاں فسردہ ماندہ اند
سیاہ رو لوگوں کے ساتھ ٹھٹھر کر رہ گئے ہیں

داستانِ بدر آر اندر مقال
بدر میں کے چاند کا قصہ گفتگو کے دائرہ میں لا

از دوئی دور اند و از نقص و فساد
دوئی اور گندگی اور فساد سے دور ہیں

آں بظاہر نقص تدریج آوریست
وہ ظاہری نقص درجہ بدرجہ (بتدریج) بڑھتا ہے

درنانی برو بہ تفریج را
آہستہ روی میں کشادگی کا پھل دیتا ہے

پایہ پایہ بر تواں رفتن ببام
درجہ بدرجہ بالاخانے پر جایا جاسکتا ہے

کار ناید قلیہ دیوانہ جوش
دیوانے کا جوش دیا ہوا قلیہ کام نہیں آتا ہے

---

[1] اے ضیاء الحق۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ تربیت درجہ بدرجہ ہونی چاہیئے سالک کی تعجیل اور تعاقبہ مضر ہے وہ قبل از وقت فیض نہ سمجھتا ہے راے ضیاء الحق ندا کا جواب ہے۔ شعر میں دو شعر ہیں نر شعر جس سے اصل مضمون شروع ہوا ہے اور یہاں میں ضیاء الحق کا ذکر کیا ہے۔ پاسبان یعنی تمہارا نور چمگادڑوں سے تمہارا محافظ ہے وہ نوروں کو چند عطا دیتا ہے۔ شر الطیور یعنی مخالف جو چمگادڑ کے ہیں۔

[2] پردہ۔ سورج کے آگے اس کا نور پردہ ہے جس کی وجہ رات اور چمگادڑ نور سے محروم ہیں ضیاء الحق کے نور سے کچھ تو وہ محروم ہیں کہ عطیہ ہی نہیں ہے لیکن وہ توجہ نہیں کرتے ہیں جیسا کہ چمگادڑ اور کچھ وہ ہیں جن میں صلاحیت ہی نہیں ہے جیسا کہ رات۔ ہر آوہ چمگادڑ صلاحیت کے ہوتے ہوئے اور رات اس لئے کہ اس میں صلاحیت مفقود ہے دونوں محروم ہیں۔ چوں۔ اب جبکہ ہلال رضؓ یعنی طالب سالک۔ بدر۔ یعنی شیخ جو افادہ کرتا ہے۔ آں ہلال یعنی مرید اور شیخ میں اتحاد ہے وہ دوئی اور گندگی اور فساد سے دور ہیں اس لئے ہمیں سے مخالفت میں نہ پڑنا چاہیئے از نقص۔ ہلال یعنی مرید میں ظاہری کمی ہے اس کا باطن روز بروز مکمل ہوتا ہے۔

[3] درس۔ وہ بدر یعنی شیخ ہلال کو یعنی مرید کو ہر شب میں تعلیم و تربیت کے ذریعہ آہستہ آہستہ مکمل کر رہا ہے۔ درنانی۔ اس نے دیکھی ترقی کے اسے میں سمجھا ہے کہ سلوک میں جلد بازی مناسب نہیں ہے بالاخانے پر سیڑھی کے درجات طے کر کے ہی پہنچا جاسکتا ہے۔ دیگ۔ صحیح طور پر دیگ میں کھانا میں تیار ہوتا ہے۔

حق[1] نہ قادر بود بر خلقِ فلک — در یکے لحظہ بکن بے ہیچ شک
کیا اللہ (تعالیٰ) آسمان کے پیدا کرنے پر قادر نہ تھا؟ — کُن کے ذریعہ بغیر کسی شک کے ایک لحظہ میں

پس چرا شش روز آنرا در کشید — کُل یومٍ مِّن الفِ عَام اے مستفید
پھر یہ چھ روز اس کو کیوں کھینچا — اے طالب! ہر دن ایک ہزار سال کا

خلقتِ طفل از چہ اندر دُہ مہ است — زانکہ تدریج از شعارِ آں شہ است
بچے کی پیدائش دس مہینے میں کیوں ہے؟ — کیونکہ درجہ بدرجہ کرنا اس شاہ کی عادت ہے

خلقتِ آدم چرا اجل صبح بود — اندراں گل اندک اندک میفزود
(حضرت) آدمؑ کی پیدائش چالیس (صبح) میں کیوں ہوئی؟ — اس مٹی میں تھوڑا تھوڑا اضافہ ہوتا تھا

زیں سحر تا آں سحر سالے ہزار — تا بآخر یافت آں صورت قرار
اس صبح سے اس صبح تک ایک ہزار سال — یہاں تک کہ بالآخر اس صورت نے قرار پایا

لے چو تو اے خام کاکنوں تاختی[2] — طفلی و خود را تو شیخے ساختی
(کدو) تیری طرح اے کچے! کہ تو ابھی سے دوڑ پڑا — تو بچہ ہے اور تو نے اپنے آپ کو شیخ بنا لیا

بر دوید چوں کدو فوقِ ہمہ — کوترا پایی جہاد و ملحمہ
تو کدو کی طرح سب سے بڑھ کر دوڑ پڑا — تجھ میں جہاد اور جنگ کا دم (قدم) کہاں ہے؟

تکیہ کردی بر درختاں و جدار — برشدی اے اقرعک ہم قرع وار
تو نے درختوں اور دیوار کا سہارا لیا — اے حقیر کدو! تو کدو کی طرح بڑھ گیا

اوّل ارشد مرکبت سر دہی — لیک آخر خشک بے مغز و تہی
ابتداء اگرچہ تیری سواری سیدھا سر دیگی — لیکن آخر میں تو خشک بے مغز اور خالی ہے

رنگِ سبزت زرد شد اے قرع زود — زانکہ از گلگونہ بود اصلی نبود
اے کدو! بہت جلد تیرا سبز رنگ زرد ہو گیا — کیونکہ وہ (سبزی) روغن کا تھا اصلی نہ تھا

داستانِ[3] آں عجوزہ کہ روئے زشت خود را گلگونہ می ساخت

اُس بوڑھی کا قصہ جو اپنے بھدے چہرے پر روغن ملتی تھی

ساختہ نمی شد و پذیرا نمی آمد

نہ بنتا تھا اور بھلا معلوم نہیں ہوتا تھا

بود کپیرے نود سالہ کلاں — پُر تشنج روی و رنگش زعفراں
ایک نوے سال کی بڑی بوڑھی تھی — چہرہ جھریوں بھرا اور اس کا رنگ زرد تھا

---

[1] حق۔ آہستہ آہستہ دینا خدا کی صفت ہے اسی لئے باوجود قدرت کے اس نے آسمانوں کو چھ روز میں پیدا فرمایا ہے۔ پس۔ قرآن پاک میں ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ یعنی آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے: وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ یعنی اللہ کے یہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہے۔ خلقت۔ اللہ تعالیٰ بچہ کو بھی ایک منٹ میں پیدا کر سکتا ہے لیکن سنتِ الٰہی یہ ہے کہ نو مہینے میں اس کی پیدائش ہوتی ہے۔ آدمؑ۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش کی تکمیل بھی چالیس صبح میں ہوئی اور ہر روز ایک ہزار سال کا تھا۔

[2] تو نے جو تو سالک کو یہ نہ چاہیے کہ جلد بازی کرے اور قبل از وقت شیخ بن بیٹھے۔۔۔ بر دوید۔ کدو کی بیل بہت جلد پھیل جاتی ہے اس لئے تو میں سالک کو مجاہدوں کی لذت نہیں آتی ہے۔ تکیہ۔ کدو کی بیل دوسرے کے سہارے پھیلتی ہے۔ اقرعک۔ ناچیز گنجا۔ قرع۔ کدو اوّل۔ بیشک دوسرے کے سہارے ترقی ہو جاتی ہے لیکن وہ پائیدار نہیں ہوتی ہے اور وہ رنگ جلد اتر جاتا ہے۔

[3] داستان۔ اس قصہ سے بھی یہ بتایا ہے کہ اصل اور بناوٹ میں بہت فرق ہے۔ کپیر۔ بڑھیا۔ پُر تشنج روی۔ یعنی اس کے

چوں سرِ مسفرہ[1] رُخِ اُو تو بتوی
لیک در وے بُود ماندہ عشقِ شوی

مسفرہ کے سرے کی طرح اس کا چہرہ تبدیل تھا — لیکن اس میں شوہر کی ہوس تھی

ریختہ دندانہاش و مُو چوں شیر شُد
قد کمان و ہر حسش تغییر شُد

اسکے دانت جھڑ گئے تھے اور بال اور سر کے بال سفید ہو گئے تھے — قد کمان کی طرح اور اس کا ہر حس بدل گیا تھا

عشقِ شوی و شہوت و حرصش تمام
عشق صید و پارہ پارہ گشتہ دام

شوہر کا شوق اور اس کی شہوت اور حرص مکمل تھی — شکار کا شوق تھا اور جال ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا

مُرغِ بے ہنگام و راہی بیرہے
آتشِ پُر در بنِ دیگِ تہی

بے وقت کا مرغ اور بغیر راستہ کا مسافر — خالی دیگ کے نیچے، بھری ہوئی آگ ہے

عاشقِ میدان و اسپ و پائے نے[2]
عاشقِ زمر و لب و سرنائے نے

میدان کا عشق، اور گھوڑا اور پاؤں نہ ہو — بجانے کا شوق اور ہونٹ اور بانسری نہ ہو

حرص در پیری جہود اں امباد
اے شقیے کہ خدا ش ایں حرص داد

خدا کرے بڑھاپے میں حرص کا فروں کو بھی نہ ہو — ہائے وہ بدبخت جس کو خدا نے یہ حرص دی ہو

ریختہ دنداں ہای سگ چوں پیر شُد[3]
ترکِ مردم کرد و سر گیں گیر شُد

کتا جب بوڑھا ہو گیا، دانت جھڑ گئے — اس نے انسانوں کو چھوڑا اور گوبر حاصل کرنے لگ گیا

ایں سگانِ شصت سالہ را نگر
ہر دمے دنداں سگ شاں تیز تر

ان ساٹھ سال کتوں کو دیکھ — کتے کا سامان کا دانت لمحہ بہ لمحہ زیادہ تیز ہے

پیرِ سگ[4] را ریخت پشم از پوستیں
ایں سگانِ پیر طلس پوشش بیں

بوڑھے کتے کی کھال سے بال جھڑ گئے — اطلس پہننے والے ان بوڑھے کتوں کو دیکھ

عشقِ شان و حرص شاں در فرج و زر
دمبدم چوں نسلِ سگ بیں بیشتر

شرمگاہ اور سونے چاندی کا عشق اور انکی حرص — کتے کی نسل کی طرح لمحہ بہ لمحہ زیادتی پر دیکھتا رہ

ایں چنیں عمرے کہ مایہ دوزخ ست
مر قصابانِ غضب را مسلخ ست

ایسی و جو دوزخ کا سرمایہ ہے — قہر (خداوندی) کے قصابیوں کا مسلخ ہے

چوں بگویندش کہ عمرے تو دراز
بیشتر دلخوش دہانش از خندہ باز

جب اگر انہیں سے کہتے ہیں تیری عمر دراز ہو — خوش دل ہوتا ہے، اس کا منہ ہنسی سے کھل جاتا ہے

---

[1] مسفرہ۔ مقعد۔ عشق شوی۔ یعنی اس کی خواہش تھی کہ کوئی شوہر کرے۔ بڑھاپے سے اس کے دانت ٹوٹ گئے تھے، بال دودھ کی طرح سفید ہو گئے تھے اور قد کبڑا ہو گیا تھا، حواس میں تغیر آگیا تھا۔ عشق صید یعنی شوہر تو جا ہتی تھی، اس کی حالت ایسی نہ تھی کہ اس سے کوئی نکاح کرنے پر راضی ہو سکے۔ مرغ۔ یعنی اس بڑھیا کی خواہش بالکل بے معنی تھی۔

[2] عاشق۔ اس بڑھیا کی مثال اس شخص کی ہے جس کو میدان جنگ میں جانے کا شوق ہو لیکن اس کے پاس نہ گھوڑا ہو نہ اس کے پاؤں ہوں یا کسی کو منہ سے بجا بجانے کا شوق ہو لیکن نہ اس کے ہونٹ ہوں نہ اس کے پاس بانسری ہو۔ حرص۔ ایسی بے موقع حرص خدا دشمن کو بھی نہ دے۔ ریختہ۔ کتے بھی دانت ٹوٹ جانے کے بعد انسانوں کو کاٹنا چھوڑ دیتا ہے اور اپنی غذا گوبر کو بنا لیتا ہے۔ ایں سگاں۔ لیکن انسان کا یہ حال ہے کہ (مصرع)

مرد چوں پیر شد حرص جواں می گردد

[3] پیر سگ۔ بڑھاپے میں کتے کے بال جھڑ جاتے ہیں لیکن انسان کی بن کا یہ حال ہے کہ بڑھاپے میں بھی اطلس کو زیب تن کرتا ہے نسل سگ۔ گنیا گئی کتے کی جمع ہے۔

ایں چنیں۔ جو ایسے گناہوں میں بسر ہو وہ دوزخ کا سرمایہ ہے

اور عذاب کے فرشتوں کا مسلخ ہے۔ جس۔ اس سیاہ کار کو جب عمر کی درازی کی دعا دی جاتی ہے تو خوش ہوتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ یہ مزید عذاب کی دعا ہے۔

ایں چنیں نفریں[1] دُعا پنداردا و
ایسی لعنت کو وہ دُعا سمجھتا ہے

چشم نکشاید سرے بر نارد او
وہ آنکھ نہیں کھولتا ہے، سر نہیں اٹھاتا ہے

گر بدیدے یک سرِ مُو از معاد
اگر وہ آخرت کو ایک بال برابر دیکھ لیتا

اُوش گفتے ایں چنیں عمرِ تو باد
وہ اس سے کہدیتا کہ ایسی عمر تیری ہو

داستانِ آں درویش کہ آں گیلانی را دعا کرد کہ خدائے تعالیٰ

اُس فقیر کا قصہ جس نے ایک گیلانی کو دُعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے

ترا بسلامت نخان و مانِ تو باز رساند

سلامتی کے ساتھ گھر بار کو واپس پہنچا دے

گفت[2] یک روزے بخواجہ گیلئے
ایک روز، گیلانی سردار سے کہا

ناں پرستے نرگدا از نیلئے
ٹکڑا گدا، بھکاری جھولی والے نے

ناں ہمی باید مرا ناں دہ مرا
مجھے روٹی چاہیئے، مجھے روٹی دے

تا بگویم مر ترا من یک دُعا
تاکہ میں تجھے، ایک دُعا دوں

چوں ستد نُوناں بگفت اے مُستعال
جب اس نے اس سے روٹی لے لی، کہا اے خدا!

خوش بخان و مانِ خود بازش رساں
اس کو بہتر طریقہ پر اپنے گھر بار کو لوٹا دے

گفت اگر آنست خاں کہ دیدہ ام
اس نے کہا کہ اگر گھر وہی ہے جو میں نے دیکھا ہے

حق ترا آنجا رساند نے دژم
اے پراگندہ! خدا تجھے وہاں پہنچا دے

ہر[3] محدّث راحساں بدل کُنند
کہنے، بیان کرنے والے کو بددل کر دیتے ہیں

حرفش ار عالی بُود نازل کُنند
اُس کی تقریر اگر بلند ہو تو پست کر دیتے ہیں

زاں کہ قدرِ مُستمع آید نبا
کیونکہ سننے والے کی بقدر کلام ہوتا ہے

بر قدِ خواجہ بُرد درزی قبا
درزی قبا خواجہ کے قد کے مطابق تراشتا ہے

چونکہ مجلس بے چنیں بیغارہ نیست
چونکہ مجلس ایسے ملنے سے خالی نہیں ہوتی ہے

از حدیثِ پست و نازل چارہ نیست
پست اور کم درجہ کی تقریر کے سوا چارہ نہیں ہے

واستاں ہیں ایں سخن را از گرو
اے اس بات کو گرفت سے چھوڑ دے

سُوئے افسانہ عجوزہ باز رو
بوڑھی کے قصہ کی جانب واپس چل

والے کے قد کے مطابق قبا تراشتا ہے۔ چونکہ۔ مجالس میں عموماً ایسے عوام ہوتے ہیں کہ ان کے روبرو اعلیٰ پست کلام کرنا پڑتا ہے۔

---

[1] نفرین۔ گنہگار کی طرف درازی کی دعا، دعا نہیں ہے بلکہ اُس کے لئے بددعا ہے۔ گر بدیدے۔ اگر اُس کو آخرت کا کچھ بھی خیال ہوتا تو اُس کو بددعا سمجھتا اور دعا دینے والے سے کہہ دیتا کہ ایسی عمر تیری ہو۔ داستان۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہی ہے کہ فقیر نے وطن کی واپسی کی دعا کو دعا سمجھا اور وہ سردار جو کہ وطن والوں سے تنگ ہو کر نکلا تھا تو اُس نے اُس دعا کو بددعا سمجھا۔ گیلانی۔ گیلون ایک شہر ہے۔

[2] گفت۔ فقیر نے کہا مجھے روٹی دیدے تو میں تجھے دُعا دوں۔ چوں ستد۔ جب فقیر نے روٹی لے لی اور فقراء کے عام دستور کے مطابق شیرینی کے ساتھ وطن کی واپسی کی دعا دیدی۔ گفت۔ وہ گیلانی سردار چونکہ وطن سے ناخوش تھا اُس نے فقیر کو غصہ سے کہا کہ خدا تجھے اُس وطن میں پہنچا دے۔

[3] ہر محدث۔ جس طرح اِس فقیر کی دعا کو اُس سردار نے اچھا نہ سمجھا اِسی طرح بزرگوں کی بات کو پست فطرت لوگ پست معنی پر محمول کر لیتے ہیں نتیجہ میں وہ بزرگ اُن سامعین کے لئے پست کلام بولنے پر مجبور ہوتا ہے۔ فاکہ۔ مقرر کو سامعین کی عقول کے مطابق کلام کرنا پڑتا ہے۔ نبا۔ خبر، بات۔۔۔ بر قدِ خواجہ۔ درزی کپڑا سلوانے

صفتِ آں عجوز و رجوع بحکایت آں

اُس بڑھیا کا بیان اور اُس کے قصہ کی جانب واپسی

چوں[1] مُسن گشت و دریں رہ نیست مرد — توبہ نامش عجوزِ سالخورد

جب کوئی معمر ہو جائے اور وہ اس راہ کا مرد نہیں ہے — تو اُس کا نام پرانی بڑھیا رکھ دے

نے مراد و رائے اسِ مال و مایہ — نے پذیرائیِ قبول و پایہ

نہ اس کے پاس مال و پونجی اور سرمایہ ہے — نہ وہ مقبولیت اور رُتبے کو قبول کرنے والا ہے

نے دہندہ نے پذیرندہ خوشی — نے درو معنیٰ و نے معنیٰ کشی

نہ وہ خوشی مہیا کرنے والا ہے، نہ قبول کرنے والا — نہ اس میں کمال ہے اور نہ اس میں کمال کی طلب ہے

نے زباں[2] نے گوش نے عقل و بصر — نے مَش و نے بیہشی و نے فکر

نہ زبان ہے، نہ کان، نہ عقل اور بصیرت — نہ ہوش اور نہ بے ہوشی اور نہ فکر

نے نیاز و نے جمالے بہرِ ناز — تو بتو پش گندہ مانندِ پیاز

نہ نیاز ہے اور نہ ناز کرنے کے لئے حسن — وہ سر تا پا پیاز کی طرح گندہ ہے

نے رہے بُریدہ و نے پایِ راہ — نے تپش آں قحبہ را نے سوز و آہ

نہ راہ (سلوک) طے کئے ہوئے ہے اور نہ راہ کا قدم ہے — نہ اُس قحبہ کے لئے گرمی ہے نہ سوز اور آہ

قصۂ[3] درویشے کہ از خانہ ہر چہ میخواست می گفتند کہ نیست

اُس فقیر کا قصہ کہ ایک گھر سے جو کچھ بھی وہ مانگتا تھا وہ کہدیتے تھے کہ نہیں ہے

سائلے آمد بسوئے خانۂ — خشک نانے خواست یا ترنانۂ

ایک سائل ایک گھر کی جانب آیا — ایک سوکھی یا تازہ روٹی مانگی

گفت صاحب خانہ ناں اینجا کجاست — خیرہ کے ایں دُکانِ نانباست

گھر والے نے کہا، روٹی یہاں کہاں ہے؟ — تو پاگل ہے یہاں نانبائی کی دکان کہاں ہے؟

گفت بارے اندکے پیہم بیاب — گفت آخر نیست ایں دُکانِ قصاب

اُس نے کہا تو جلدی کر ایک ٹکڑا دیدے — اُس نے کہا قصائی کی دکان تو نہیں ہے

گفت مُشتِ آرد و اے کدخدا — گفت پنداری کہ ہست ایں آسیا

اُس نے کہا اے گھر کے مالک! آٹے کی مٹھی دیدے — اُس نے کہا تو یہ سمجھتا ہے، کہ یہ چکی ہے

گفت بارے آب دہ از کرعہ — گفت آخر نیست جُو یا مشرعہ

اُس نے کہا آخر پانی پینے کے برتن سے پانی دیدے — اُس نے کہا، نہر یا گھاٹ تو نہیں ہے

---

[1] چوں مُسن گشت: پیر ہونے میں بڑھاپے کا ذکر شروع کیا ہے کہ جس بڑھیا کا ذکر ہم نے کیا ہے اُس عورت کو بوڑھا کہو یا بڑھیا سمجھو۔ نے مراد و رائے: اس بوڑھے کا یہ حال ہے کہ اُس کا سرمایۂ حیات ختم ہو گیا اور کوئی نیک کام نہ کیا جس سے اُس کو مقبولیت ہوتی اور مرتبہ بلند ہوتا۔ نے دہندہ: یعنی نہ اُس میں افادہ کی صلاحیت ہے نہ استفادہ کی نہ اُس میں کوئی خوبی ہے اور نہ وہ خوبی کا طالب ہے۔

[2] نے زباں: نہ اُس میں حق گوئی کی زبان ہے نہ حق سننے کا کان نہ حق فہم عقل ہے نہ حق بیں بصر ہے، نہ اُس میں محو ہے نہ فکر نہ اللہ کی آیات میں فکر کرنا۔ نے نیاز: نہ اُس میں طالب کا خانہ ہے نہ صاحب کمال کا ناز ہے۔ رہے: نہ اُس نے راہ سلوک طے کی نہ اُس کے قدم پڑے نہ اُس میں راہ سلوک کا عزم ہے نہ محبت کی گرمی ہے نہ محبت کا سوز و گداز ہے۔

[3] قصۂ: پہلے یہ بتایا تھا کہ اُس بوڑھے عورت میں کوئی چیز بھی نہیں ہے اب اُسی مناسبت سے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ سائل نے بہت سی چیزوں کا سوال کیا اور صاحب مکان ہر چیز کی نفی کر دیتا تھا۔ خیرہ: بیوقوف۔ نانبائی: پہلے چرلی آٹا چکی کر پانی نکالنے یا پینے کا برتن۔ مشرعہ: گھاٹ۔

هر چه اُو درخواست از نان و سبوس — چرب کے میگفت و می کردش فسوس

اُس نے جو کچھ بھی روٹی اور بھوسی مانگی — وہ پھبتی کستا تھا اور مذاق اُڑاتا تھا

آں گدا در رفت و دامن در کشید — واندراں خانہ بجُست و خواست ریـد

وہ فقیر اندر پہنچ گیا اور دامن پھیلا — وہ اُس گھر میں کودا اور گھسنا چاہا

گفت هے هے گفت تن زن تا دَرَم — تا دریں ویرانہ خود فارغ کنم

اُس نے کہا ہائیں ہائیں اُس نے کہا ارے پاگل چپ رہ — تاکہ میں اِس ویرانے میں فراغت حاصل کروں

چوں دریں جا نیست وجہ زیستن — در چنیں خانہ بباید ریستن

جبکہ اِس جگہ جینے کا کوئی سامان نہیں ہے — ایسے گھر میں گھسنا چاہیے

چوں نہ بازے کہ گیری تو شکار — دست آموزِ شکارِ شہریار

جبکہ تو باز نہیں ہے کہ شکار پکڑے — بادشاہ کے ہاتھ سے شکار پکڑنا سیکھے ہوئے

نیستی طاؤس با صد نقش و بند — کہ بنقشت چشمہا روشن کنند

تو سیکڑوں نقش و نگار والا مور نہیں ہے — کہ تیرے نقش و نگار سے آنکھیں روشن کریں

هم نہ طوطی کہ چوں قندت دہند — گوش سوئے گفتِ شیرینت نہند

تو طوطی بھی نہیں ہے کہ جب تجھے قند کھلائیں — تیری میٹھی گفتگو پر کان دھریں

هم نہ بلبل کہ عاشق وار زار — خوش بنالی در چمن بالالہ زار

تو بلبل بھی نہیں ہے کہ عاشق کی طرح زار و زاں — اور زار والے چمن میں خوب نوحہ کرے

هم نہ هُدهُد کہ پیکیہا کنی — نے چو لکلک کہ وطن بالا کنی

تو ہدہد بھی نہیں ہے کہ پیغامبری کرے — نہ لقلق کی طرح ہے کہ وطن کو بڑھیا بنائے

در زمستاں سوئے ہندوستاں روی — در بہاراں سوئے ترکستاں شوی

جاڑوں میں ہندوستان چلا جائے — (موسم) بہار میں ترکستان کی جانب پہنچ جائے

در چہ کاری تو بہر چیت خرند — تو چہ مرغی و ترا با چہ خورند

تو کس کام کا ہے اور تجھے کس لئے خریدیں؟ — تو کیسا پرند ہے اور تجھے کس چیز سے کھائیں؟

زیں دکانِ با مکیساں برتر آ — تا دکانِ فضلِ اللہ اشتری

کھینچ تان کرنے والوں کی اِس دکان سے آگے بڑھ — اللہ نے خریدار کی مہربانی کی دکان کی طرف

کالہ کہ ہیچ خلقش ننگرید — از خلاقت آں کریم آں را خرید

وہ سامان کہ کسی انسان نے اُسکی طرف نظر نہ کی — کاریگری کے سبب، اُس داتا نے اُس کو خرید لیا

---

۵۱ عبوس۔ بھوسی۔ چربک۔ مذاق کی بات۔ زید۔ زیادہ ہوگا۔ دَرَم پراگندہ و ضائع۔ فارغ کنم۔ یعنی باغانے اپنے آپ کو فارغ کروں۔ چوں دریں خیر نے کہا جبکہ اِس گھر میں زندگی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے تو ایسے ایسا ویرانہ اسی قابل ہے اس میں پاخانہ پھر یا جائے۔ چوں۔ اب پھر کمالات سے خالی ہونے کا بیان شروع کیا ہے یعنی تو ایسا بازی نہیں ہے جس نے بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھ کر شکار پکڑنا سیکھا ہو۔

۵۲ نیستی۔ تجھ میں کوئی حسن ظاہری بھی نہیں ہے۔ طوطی۔ طوطی کو جب شکر کھلاتے ہیں وہ خوب بولتی ہے۔ بلبل۔ بلبل آہ وزاری میں چمن کے اندر لالے کی ہمنوائی کرتی ہے۔ ہدہد۔ ہدہد نے حضرت سلیمانؑ کی پیغامبری کی تھی۔ بالا کنی۔ لقلق ہر موسم میں اپنے لئے بہترین وطن بناتا ہے جاڑوں میں ہندوستان آجاتا ہے اور موسم بہار میں ترکستان چلا جاتا ہے۔ در چہ۔ جب تو تمام کمالات سے خالی ہے تو لوگ تیرے لئے کیوں خریدیں۔

۵۳ زیں دکاں۔ جب تجھ میں کوئی کمال نہیں ہے تو اپنی بناوٹی باتوں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کر وہاں مقبولیت کیلئے کمال کی ضرورت نہیں ہے وہاں تو صرف تیرا دم کر رجوع کرنا مقبولیت کے لئے کافی ہے کالہ۔ سامان۔ خلاقت۔ پیدا ہونا۔ کریم۔ اللہ تعالیٰ۔

هیچ قلبے[1] پیشِ او مردود نیست — زانکہ قصدش از خریدن سود نیست
کوئی کھوٹا اس کے دربار سے مردود نہیں ہے — کیونکہ خریدنے سے اس کا مقصد نفع کمانا نہیں ہے

سودِ او و بیعِ آں یارِ نکو — کوست نیکو خلق و هم نیکوش خو
اس بھلے دوست کا نفع اور خریداری یہی ہے — کہ وہ اچھے اخلاق والا ہے اور اس کی عادت بھی بھلی ہے

بیحد ست افضالِ او آیس مشو — سوئے دستانِ عجوزہ باز رو
اس کی مہربانیاں بے حد ہیں، تو مایوس نہ ہو — بڑھیا کے قصہ کی جانب واپس چل

باز میگردم سوئے قصہ عجوز — زانکہ پایانے ندارد ایں رموز
میں پھر بڑھیا کے قصہ کی طرف رُخ کرتا ہوں — کیونکہ ان نکتوں کی انتہا نہیں ہے

رجوع بداستانِ آں کمپیر
اس بڑھی کی داستان کی جانب رجوع

بود[2] در همسایه اش شورِ عجب — کرده بودند از قضا او را طلب
اس کے پڑوس میں بڑھیا — شادی تھی
تقدیر سے انھوں نے اسکو (بھی) بلایا تھا

چوں عروسی خواست رفت آں گندہ پیر — کرد ابرو را سیاه او همچو قیر
جب اس بڑھیا نے شادی میں جانا چاہا — اس نے ابرو کو تارکول کی طرح کالا کیا

چوں عروسی خواست رفتن آں حریف — موئے ابرو پاک کرد آں مُنتَسِف
جب اس حریف نے شادی میں جانا چاہا — اس ظالم نے ابرو کے بال صاف کئے

پیش رو آئینہ بگرفت آں عجوز — تا بیاراید رُخ و رخسار و پوز
اس بڑھیا نے منہ کے سامنے آئینہ رکھا — تاکہ منہ اور رخسار اور ٹھوڑی کو سجائے

چند گلگونہ[3] بمالید از بطر — سُفرہ رویش نشد پوشیدہ تر
اس نے اکڑ سے بہت سا پوڈر ملا — اس کے منہ کی سُفیدی زیادہ نہ چھپی

عشرہائے مُصحف از جامی برید — می بچسپانید بر رو آں پلید
وہ قرآن کے عشر جگہ سے کاٹتی تھی — وہ ناپاک چہرے پر چپکاتی تھی

تا کہ سُفرہ روئی او پنہاں شود — تا نگینِ حلقۂ خوباں شود
تاکہ اس کے منہ کی سُفیدی چھپ جائے — تاکہ حسینوں کے حلقہ کا نگینہ بن جائے

عشرہا بر روئی ہر جامی نہاد — چونکہ برمی بست چادر می فتاد
چہرے پر ہر جگہ عشر رکھتی تھی — وہ جب چادر اوڑھتی تھی وہ گر جاتے تھے

---

[1] قلب۔ وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی خرید لیتا ہے کیونکہ اس کا مقصد نفع کمانا نہیں ہے سودا تو وہاں نفع اور مقاصد صرف اپنی بناء پر ہے کہ وہ کریم ہے۔ آئیس۔ مایوس۔ رموز۔ اللہ کی مہربانیاں۔

[2] بود۔ اس بڑھیا کے پڑوس میں ایک شادی تھی پڑوسیوں نے اتفاقاً اس کو بھی دعوت دے دی۔ قیر۔ تارکول کی قسم کا ایک مادہ ہے یعنی اس نے اپنی سفید ابروؤں کو خوب کالا کر لیا۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ پاک کرد۔ یعنی اس نے ابروؤں کو تراش کر صاف کر لیا۔ منتسف۔ ظالم۔ پوز۔ ٹھوڑی۔

[3] گلگونہ۔ ابٹن۔ پوڈر۔ بطر۔ اکڑ۔ سفرہ۔ سفیدی۔ عشر۔ اسی عشر کو قرآن پاک کی ہر دسویں آیتوں پر نشان بنایا جاتا تھا اسکو عشر کہتے تھے وہ شاید سنہرے ہوں۔ تاکہ۔ منہ پر عشر اس لئے چسپاں کر رہی تھی کہ منہ کی سلوٹیں چھپ جائیں۔ چونکہ۔ عشر چپکانے کے بعد جب چادر اوڑھتی تھی وہ چادر کی رگڑ سے گر جاتے تھے۔

بازاُو آں عُشر ہارا با خدُو[۵۱]
وہ پھر اُن عُشروں کو تھوک سے

می بچفسانید بر اطراف رُو
منہ کے اطراف پر چپکاتی

بازچادر راست کرد بے آں تگیں
وہ بہادر پھر چادر کو ٹھیک کرتی

عُشر ہا افتادے از رُو بر زمیں
عُشر چہرے سے زمین پر گر پڑتے

چوں بسے می کرد فن و آں می فتاد
جب اُس نے بہت سی تدبیریں کیں اور وہ ہار گیا

گفت صد لعنت براں ابلیس باد
بولی، اُس شیطان پر سو لعنتیں ہوں

شد مصوّر آں زماں ابلیس زُود
اُس وقت فوراً شیطان مجسم ہو گیا

گفت اے قحبہ قدید بے وُرود[۵۲]
اُس نے کہا اے بدکار سڑے گوشت جسکے پاس کوئی نہ آئے

من ہمہ عمرِ ایں نیندیشیدہ ام
میں نے تمام عمر یہ نہیں سوچا ہے

نے ز جُز تو قحبہ ایں دیدہ ام
نہ میں نے تجھ بدکار کے سوا کسی سے یہ دیکھا ہے

تخمِ نادر در فصیحت کاشتی
تو نے واعظی میں عجیب بیج بویا ہے

در جہاں تو مُصحفے نگذاشتی
تُو نے دنیا میں قرآن کو بھی نہ چھوڑا

صد بلیسی تو خمیس اندر خمیس
تو لشکر در لشکر سینکڑوں شیطان ہے

ترکِ من گو اے عجوزِ دردبیس
اے گندی بڑھیا! مجھے چھوڑ دے

چند دُزدی عُشر از اُمّ الکتیب
تو قرآن کے عشر کب تک چُرائے گی؟

تا شود رُویت مُلوّن ہمچو سیب
تاکہ تیرا چہرہ سیب کی طرح رنگین ہو جائے

چند دُزدی حرفِ مردانِ خدا
تو مردانِ خدا کے حرف کتنے چُرائے گا؟

تا فروشی و ستانی مرحبا
تاکہ تو بیچے اور مرحبا وصول کرے

رنگ بر بستہ ترا گلگوں نکرد
جمائے ہوئے رنگ نے تجھے گلابی رنگ کا نہ بنایا

شاخِ بر بستہ فنِ عرجوں نکرد
بندھی ہوئی شاخ نے اصل شاخ کا کام نہ کیا

عاقبت[۵۳] چوں چادرِ مرگت رسد
انجام کار جب تیرے پاس موت کی چادر آئیگی

از رُخت ایں عُشر ہا اندر فتد
تیرے رُخ سے یہ عُشر جدا ہو جائینگے

چونکہ آید خیز خیز آں رحیل
جبکہ اُس کوچ کا چل چلاؤ آ جائے گا

گم شود زاں پس فسون قال و قیل
اُس کے بعد قال و قیل کا جادو گم ہو جائے گا

عالمِ خاموشی آید پیش بیست
خاموشی کا عالم آ جائیگا کہ سامنے کھڑا ہو

وائے آنکو در دروں اندیشش نیست
اُس شخص پر افسوس ہے جس کے اندر بخت نہیں ہے

---

۵۱ خدُو۔ تھوک۔ بازچادر۔ وہ بہت کہ کے دوبارہ چادر اوڑھتی تو وہ عُشر پھر گر جاتے۔

۵۲ قحبہ۔ بدکار۔ جب بہت تدبیریں کر چکی اور وہ عُشر چہرے پر نہ جمے تو شیطان پر لعنت بھیجنے لگی۔ فوراً مصوّر شیطان مجسّم بن کر اس کے سامنے آگیا۔ قحبہ۔ رنڈی۔ قدید۔ گوشت کا سوکھا ٹکڑا۔ بے درود۔ یعنی جسے کوئی لینے نہ آئے۔

۵۳ من ہمہ عمر۔ شیطان نے کہا کہ میں نے تمام عمر ایسی خباثت نہیں سوچی نہ تیرے سوا کسی کو ایسی حرکت کرتے دیکھا۔ مصحف۔ قرآن پاک۔ خمیس۔ لشکر۔ دردبیس بہت بڑھیا عورت، سڑیل، گندی۔ اُمّ الکتیب۔ قرآن پاک۔ قوتی۔ رنگین۔ چند دُزدی۔ اب سوداؔ حکایت کے مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بناوٹی شیخ تو کب تک بزرگوں کے اقوال چُرا کر لوگوں کی واہ واہ حاصل کرے گا یہ فرضی رنگ حقیقی رنگ نہ ہوگا۔ کسی درخت پر بندھی ہوئی شاخ اصل شاخ کا سا کام نہ کرے گی۔

۵۴ عاقبت۔ جب تو موت کی چادر اوڑھے گا یہ چپکائے ہوئے عُشر بڑھیا کی طرح جھڑ جائیں گے۔ چونکہ۔ جب چل چلاؤ کا وقت آئے گا یہ فرضی قصّے سب ختم ہو جائیں گے۔ عالمِ خاموشی۔ عالمِ آخرت۔ جسمیں یعنی یہ حکم ہوگا کہ رب العالمین کے سامنے کھڑا ہو۔

صیقلے کُن یک دو روزے سینہ را — دفترِ خود ساز آں آئینہ را
دو ایک دن سینہ کی صیقل کرلے — اُس آئینہ کو اپنا دفتر بنالے

کہ ز سایہ یوسفِ صاحبقراں — شد زلیخائی عجوز از سر جواں
کہ صاحبقران یوسفؑ کے سایہ سے — بوڑھی زلیخا از سرِ نو جوان ہوگئی

می شود مُبدَل بخورشیدِ تموز — آں مزاج بارد بَر دالعجوز
ساون کے سورج سے بدل جاتا ہے — چلّے کے جاڑے کا ٹھنڈا مزاج

می شود مُبدَل بسوزِ مریمی — شاخ لب خشکے بہ نخلِ خرمی
مریمی سوز سے بدل جاتی ہے — خشک لب شاخ خوشی کی کھجور ہے

اے عجوزہ چند کوشی با قضا — نقد جو اکنوں رہا کن ماضی
اے بڑھیا! تو حکمِ خداوندی کے مقابلہ میں کب تک — اب نقد کی جستجو کر لے، گذشتہ کو چھوڑ

چوں رُخت لائیست در خوبی امید — خواہ گلگونہ نہ و خواہی مَدید
جبکہ تیرے چہرے کو حسن کی اُمید نہیں ہے — خواہ پوڈر کر اور خواہ سیاہی

حکایتِ آں رنجور کہ طبیب در وا اُمیدِ صحت ندید

اُس بیمار کی حکایت جس میں طبیب نے صحت کی امید نہ دیکھی

آں یکے رنجور شد سوئے طبیب — گفت نبضم را فرو بیں اے لبیب
ایک بیمار طبیب کے پاس پہنچا — بولا اے عقلمند! میری نبض خوب دیکھ لے

تا ز نبض آگہ شوی بر حالِ دل — کہ رگِ دست ست با دل متصل
تاکہ تو نبض سے دل کی حالت پر آگاہ ہوجائے — کیونکہ ہاتھ کی رگ دل سے جڑی ہوئی ہے

چونکہ دل غیبست خواہی رہنمائی — زُو بجو کہ با دلست اتصالی
چونکہ دل پوشیدہ ہے، تو اس کی نشان چاہتا ہے — اُس سے تلاش کر لے کیونکہ اُس کا دل سے اتصال ہے

باد پنہانست از چشم اے امیں — در غبار و جنبشِ برگش ببیں
اے امین! ہوا آنکھ سے پوشیدہ ہے — غبار اور پتوں کے ہلنے میں اُس کو دیکھ لے

کز یمین ست او وزاں یا از شمال — جنبشِ برگت بگوید وصفِ حال
کہ وہ دائیں جانب سے چل رہی ہے یا بائیں سے — پتوں کی حرکت حال بتادے گی

نبض والی رگ دل سے جڑی ہوئی ہے ——— ۳؎ چونکہ۔ دل انظاروں سے غائب ہے اگر اس کی حالت سمجھنے کیلئے کسی مثال کی ضرورت ہے تو نبض سے بہتر کوئی اس کا اس سے اتصال ہے وہ نبض اس کی حالت بتادیگی۔ باد جو چیز بھی ہو اس سے متصل چیز سے اسکی حالت معلوم کیجاتی ہے، ہوا بھی چیز ہے غبار اور پتے اس سے متصل ہیں اُنسے اسکی حالت کہدیتے ہیں

۱؎ صیقلے۔ اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مجاہدوں کے ذریعہ دل کو مانجھ پھر اس میں اسرار ظاہر ہونگے اور تیرا دل تیرے لئے دفتر اور کتاب کا کام دے گا۔ کز سایہ۔ جب حضرت یوسفؑ کے سایہ سے زلیخا جوان ہوسکتی ہے تو جب تیرے سینہ میں انوارِ الٰہی پیدا ہونگے تو جو اب شل بڑھیا کے ہے جوان بن جائے گا۔ صاحبقران۔ وہ خوش نصیب جس کی ولادت کے وقت زہرہ اور مشتری دونوں ستارے ایک بُرج میں جمع ہوجائیں۔ می شود۔ جس طرح سردی سورج کے اثر سے گرمی میں تبدیل ہوجاتی ہے اسی طرح تیرے اندر تبدیلی ہوجائے گی۔ تموز۔ ساون کا مہینہ۔ مریمی۔ حضرت مریمؑ کی تاثیر سے خشک کھجور پھل دینے لگی تھی اسی طرح تیرے اندر تبدیلی آجائے گی۔

۲؎ اے عجوز۔ انسان کو گذشتہ معصیتوں سے مایوس ہوکر آئندہ اعمال کی اصلاح کو ترک کرنا چاہئے۔ گذشتہ سے قطع نظر کرکے اصلاحِ حال میں لگ جانا چاہئے۔ چوں رُخت۔ پہلے تو نے جو کچھ فرضی باتیں کیں وہ کسی طرح مفید نہ ہونگی اب صحیح حالت پیدا کرلے۔ حکایت۔ فرضی باتوں کا حقیقت بننا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح اس مریض کی صحت ناممکن تھی۔ رنجور۔ بیمار۔ لبیب۔ دانا۔ تا از نبض۔ دل کی حالت نبض سے معلوم کرلے

مستیِ[1] دل را نمی دانی کہ کو — وصفِ اُو از نرگسِ مخمور جُو

اگر تو دل کی مستی کو نہیں سمجھتا ہے کہ وہ کہاں ہے — تو خمار آلود آنکھوں میں اس کی حالت تلاش کر لے

چوں ز ذاتِ حق بعیدی وصفِ ذات — باز دانی از رسول و معجزات

جب کہ تو خدا کی ذات سے دور ہے ذات کی صفت — تو رسول اور معجزوں سے معلوم کرے گا

معجزاتے و کراماتے خفی — برزند بر دل ز پیرانِ صفی

معجزے اور خفی کرامات — برگزیدہ پیروں کی جانب سے دل پر اثر کرتی ہیں

کہ درُوں شاں صد قیامت تقویمت — کمتریں آنکہ شود ہمسایہ مست

کیونکہ اُن کے باطن میں سیکڑوں قیامتیں موجود ہیں — اُن میں سے کمتر یہ ہے کہ پڑوسی مست ہو جاتا ہے

پس[2] جلیس اللہ گشت آں نیک بخت — کو بہ پہلوئے سعیدے بُرد رخت

وہ نیک بخت خدا کا ہم نشین بنا — جس نے کسی نیک بخت کے پہلو میں سامان لیجا ڈالا

معجزہ کاں بر جمادے زد اثر — یا عصا یا بحر یا شق القمر

وہ معجزہ جس نے بے جان پر اثر کیا — لاٹھی ہو، یا دریا، یا چاند کا پھٹنا

گر اثر بر جاں کند بے واسطہ — متصل گردد بہ پنہاں رابطہ

اگر بغیر واسطے کے جان پر اثر کرے — تو مخفی طور پر رابطہ جُڑ جائے گا

بر جمادات[3] آں اثرہا عاریہ است — آں پے روحِ خوشِ متواریہ است

بے جانوں پر وہ اثرات عارضی ہیں — وہ مخفی پاکیزہ روح کے لئے ہیں

تا ازاں جامد اثر گیرد ضمیر — جذبِ ناں بے ہیولائے خمیر

تاکہ اُس بے جان سے دل اثر قبول کرے — خمیر کے مادے کے بغیر روٹی کیا ہی اچھی ہے

جذبِ خوانِ مسیحیٔ بے کمی — جذبِ اے باغ بیوہ مریمی

بغیر کمی کا مسیحی دسترخوان خوب ہے — حضرت مریمؑ کا بغیر باغ کا میوہ خوب ہے

برنَدَد از جانِ کامل معجزات — برزند بر جانِ طالب چوں حیات

معجزے کامل روح سے اثر کرتے ہیں — زندگی کی طرح، طلبگار کی روح کے ضمیر پر

کہ نہیں ہے بلکہ روح کو متاثر کرتا ہے۔ تاآں کہ بے جان معجزے سے اس لئے متاثر ہوتی ہے کہ اس سے انسان کا دل متاثر ہوتا ہے تو مگر جان کے واسطے کے بغیر یہ بات حاصل ہو جائے تو کیا اچھا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ روٹی پکانے اور آٹا گوندھنے کی زحمت کے بغیر پیٹ بھر جائے۔ جذبا۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کو بغیر مادی وسائل کے نعمتیں حاصل ہوئیں۔ برزند۔ لیکن اس تاثیر کے لئے طلب ضروری ہے۔

---

[1] مستی۔ دل کے معشوق کا۔ آنکھیں حال بتا دیتی ہیں پہچان۔ ذات باری بھی عشق ہے اس کے صفات کا حال رسول اور اس کے معجزوں سے معلوم ہو جاتا ہے۔ پیران صفی۔ یعنی رسول اور اولیا کی برکت سے معجزے اور کرامات بھی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ کہ دل۔ چونکہ اُن کے باطن میں قیامت چھپی ہوئی ہے اور قیامت مُردوں کو زندہ کر دیتی ہے، اس لئے اُن کا باطن مُردہ قلوب کو زندگی بخش دیتا ہے اس کا اثر یہ ہے کہ اُن کا ہمسایہ مست ہو جاتا ہے۔

[2] پس۔ اُن کا ہم نشین اللہ تعالیٰ کا ہم نشین بن جاتا ہے یعنی اس میں اللہ کی آشنائی کا اثر ہو تعلق مع اللہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ معجزہ۔ معجزے کی تاثیر دل پر خاص مواد کی تاثیر کے واسطے سے پڑتی ہے معجزے کا اثر عصا پر پڑا اور وہ اژدھا بن گئی یا سمندر پر پڑا اور وہ حضرت موسیٰؑ کے لئے گذرنے کی بقدر خشک ہو گیا یا شق القمر پر پڑا اور ان کے ذریعہ سے اس کی تاثیر ان پر پڑی تو اثر معجزہ بغیر مواد خاصہ کے واسطے کے دل پر اثر کرے گا تو اس سے معجزے کا مقصد بلا جذب تام پورا ہو جائے گا یعنی دل میں اور حضرت حق میں ربط پیدا ہو جائے گا۔

[3] بر جمادات۔ معجزوں کا اصل مقصد ان مواد کو متاثر

مُعجزہ[1] بحر ست و ناقص مُرغِ خاک — مُرغِ آبی در دمے ایمن از ہلاک

معجزہ سمندر ہے اور ناقص مچھلی کا پرندہ ہے — پانی کا پرندہ اس میں ہلاک ہونے سے بڑا امن ہو

عجز بخشِ جانِ ہر نامحرمے — لیک قدرت بخش جانِ ہر دمے

وہ (معجزہ) ہر نامحرم کی جان کو عاجزی بخشتا ہے — لیکن ہر دم کی جان کے لئے قدرت بخشنے والا ہے

چوں[2] نیابی ایں سعادت در ضمیر — پس ز ظاہر ہر دم استدلال گیر

اگر یہ سعادت تو باطن میں نہیں پاتا ہے — تو ہر وقت ظاہر سے دلیل پکڑنا سیکھ لے

کہ اثرہا بر مشاعر ظاہر ست — وین اثرہا از مؤثر مخبر ست

کیونکہ اثرات، حواس پر ظاہر ہیں — اور یہ اثرات، اثر کرنے والے کی خبر دینے والے ہیں

ہست پنہاں معنیِ ہر دارو ئے — ہمچو سحر و صنعتِ ہر جادوئے

ہر دوا کی صفت پوشیدہ ہے — جیسا کہ ہر جادو کی سحر کاری اور کاریگری

چوں نظر در فعل و آثارش کنی — گرچہ پنہانست اظہارش کنی

تو جب اس کے اثرات اور کام پر نظر کریگا — اگرچہ وہ مخفی ہے، تو اس کا اظہار کردے گا

قوتے کاں اندر و ش مُضمر ست — چوں بفعل آید عیانِ مُظہر ست

وہ قوت جو اس میں پوشیدہ ہے — جب کام میں آتی ہے ظاہر کردینے والا مشاہدہ ہو

چوں[3] بآثار ایں ہمہ پیدا شدت — چوں نشد ظاہر بآثارِ ایزدت

جب یہ سب چیزیں تجھ پر آثار سے ظاہر ہوگئیں — تو تجھے خدا آثار سے کیوں نہ ظاہر ہوا؟

نے سبب ہا و اثرہا مغز و پوست — چوں بجوئی جملگی آثار اوست

کہ اسباب اور اثرات مغز اور چھلکا نہیں ہیں — جب تو جستجو کریگا سب اسی کے آثار ہیں

دوست گیری چیزہا را از اثر — پس چرا از آثار بخشے بے خبر

اثر کی وجہ سے تو بہت سی چیزوں کو دوست بنا لیتا ہے — تو پھر تو آثار بخشنے والے سے بے خبر کیوں ہے؟

از خیالے دوست گیری خلق را — چوں نگیری شاہِ غرب و شرق را

تو ایک خیال سے مخلوق کو دوست بنا لیتا ہے — مغرب اور مشرق کے شاہ کو کیوں نہیں بنا لیتا؟

ایں سخن پایاں ندارد اے قباد — حرص ما را اندریں پایاں مباد

اے شاہ! یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے — اس میں ہماری حرص ختم نہ ہو

رجوع بقصۂ آں رنجور

اس بیمار کے قصہ کی طرف واپسی

---

[1] معجزہ: سمندر کو دریا کو اور ناقص کو خشکی کا پرندہ جو دریا میں نہیں جی سکتا ہے اور مچھلی کامل معجزہ آبی پرندے سے جو دریا میں ہر طرح سے محفوظ رہتا ہے۔ عجز بخش معجزے کا اثر ناقص اس کے عجز کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے وہ اس کے مقابلے سے عاجز آجاتا ہے اور کامل کو قوت اور عمل کی قدرت عطا کر دیتا ہے۔

[2] چوں نیابی۔ نامحرم اور ہمدم کے علاوہ انسانوں کی ایک تیسری قسم بھی ہے جو بین بین ہے اس کے لئے مناسب ہے کہ وہ ظاہری امور سے استدلال کرے اللہ تعالیٰ کے اثرات جو اس پر ظاہر ہوتے ہیں جو مؤثر کی خبر دیتے ہیں بہت۔ دوا کا اثر اور سحر دونوں نظر سے مخفی ہیں لیکن ان کے آثار دیکھ کر قوت کی کا اظہار کر دیتا ہے دوا کی قوت اور جادو کا اثر جب وجود میں آتا ہے محسوس ہو جاتا ہے۔

[3] چوں۔ جبکہ ہر مخفی چیز اپنے آثار سے پہچان لی جاتی ہے تو خدا کے آثار سے اس کو کیوں نہیں پہچانا جا سکتا۔ تمام دنیا میں جس قدر اسباب اور ان کے آثار ہیں سب اللہ تعالیٰ کے آثار ہیں دوست۔ دنیا کی اشیاء سے انکے آثار کی بنا پر محبت ہوتی ہے تو پھر ان آثار کے پیدا کرنے والے سے محبت کیوں نہیں ہے۔ آزما لے۔ اگر کسی کے بارے میں اچھا خیال قائم ہو

باز گرد و قصّہ رنجور گو — باطبیب آگہ و ستّار[1] خو

واپس لوٹ اور بیمار کا قصہ کہہ — واقف کار اور پردہ پوشی کرنیوالے طبیب کیساتھ

نبضِ او بگرفت و واقف شد ز حال — کہ اُمیدِ صحت اُو بُد محال

اس نے اس کی نبض پکڑی اور حال سے واقف ہو گیا — کہ اس کی تندرستی کی اُمید ناممکن تھی

گفت ہر چیت دل بخواہد آں بگو — تا رَوَد از جسمت ایں رنجِ کہن

اس نے کہا جو تیرا دل چاہے وہ کر — تاکہ تیرے جسم سے یہ پرانی بیماری جاتی رہے

ہر چہ خواہد خاطرِ تو وا مگیر — تا نگردد صبر و پرہیزت زحیر

جس چیز کو تیرا دل چاہے، نہ روک — تاکہ تیرا صبر اور پرہیز مصیبت نہ بن جائے

صبر و پرہیز ایں مرض را دارِ زیں — ہر چہ خواہد دل درآرش دَرمیاں

صبر اور پرہیز کو اس مرض کے لئے منتر سمجھ — جو دل چاہے وہ کر

ایں چنیں رنجور را گفت اے عمُو — حق تعالیٰ اِعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ

اے چچا! ایسے ہی بیمار کے لئے فرمایا ہے — اللہ تعالیٰ نے تم جو چاہو کرو

گفت[2] رَو ہیں خیر بادت جانِ عَم — من تماشائے لبِ جُو میروم

اس نے کہا اے چچا جان! جاؤ تمہارا بھلا ہو — میں دریا کے کنارے شیر کو جاتا ہوں

بر مرادِ دل ہمی گشت اُو بر آب — تا کہ صحت را بیابد فتح باب

وہ دل کی خواہش کے مطابق پانی پر گشت لگا رہا تھا — تاکہ صحت کے دروازے کی کنجی حاصل ہو جائے

بر لبِ جُو صوفیِ بنشستہ بُود — دست و رُو می شُست و پا کی میفزود

دریا کے کنارے ایک صوفی بیٹھا تھا — ہاتھ اور منہ دھو رہا تھا اور پاکی بڑھا رہا تھا

اُو قفائش دید چوں تخییلبے[3] — کرد اُو را آرزوئے سیلبے

اس نے اس کی گدی دیکھی، تو سوداوی آدمی کی طرح — اس نے طمانچہ لگانے کی تمنا کی

بر قفائے صوفی آں حیرت پرست — راست میکرد از برائے صفع دست

وہ حیرت پرست، صوفی کی گدی پر — طمانچہ مارنے کے لئے ہاتھ تان رہا تھا

کارزو را گر نرانم تا رَوَد — آں طبیبم گفت کاں علت شود

کہ اگر میں آرزو پوری نہ کروں حتیٰ کہ وہ جاتی رہے — تو اس طبیب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ بیماری بن جائیگی

---

[1] ستّار خو۔ مریضوں کی پریشانی کی وجہ سے وہ طبیب مریضوں کی پوری کیفیت سے اُن کو مطلع نہ کرتا تھا۔ بہر حال۔ وہ دق کے آخری درجہ میں پہنچ چکا تھا۔ ہر چیت دل۔ دل! تو ہر چہ۔ رنجِ کہن۔ یعنی پرہیز کی پرانی تکلیف۔ یا مریض کی تسلی کے لئے کہہ دیا ورنہ مرض لاعلاج ہو چکا تھا۔ صبر۔ اب صبر اور پرہیز نہ کرو ورنہ طبیعت اور گزر ہو گی مرض کا غلبہ ہو جائیگا۔ ایں چنیں۔ اب مولانا کا ذہن یاسِ العلاج روحانی مریضوں کی طرف منتقل ہو گیا فرماتے ہیں قرآن نے ایسے ہی روحانی یاسِ العلاج مریضوں کے لئے فرمایا ہے کہ جو چاہو کرو اگرچہ قرآن کا یہ قول زجر و توبیخ پر مبنی ہے اور طبیب کا قول مریض کو اجازت کیلئے تھا۔

[2] گفت۔ مریض نے طبیب کا قول سُن کر اُس کو رخصت کیا اور خود دریا کی سیر کو چل دیا۔ جو اس کی دلی خواہش تھی اور طبیب کی نصیحت کے مطابق صحت کی خاطر اُس نے دل کی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کر لیا۔ میفزود۔ یعنی باطنی طہارت تو اس کو حاصل تھی ظاہری طہارت (وضو) کر رہا تھا تاکہ ایک کی بجائے دو طہارتیں حاصل ہو جائیں۔ آہ۔ مریض نے صوفی کی گدی دیکھی تو اس پر طمانچہ مارنے کی تمنا پیدا ہو گئی۔۔۔۔ تخییلبے۔ یعنی وہ آدمی جو سوداوی ہو۔

[3] بر قفا۔ اس مریض نے صوفی کی گدی پر طمانچہ مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا۔ حیرت پرست۔ یعنی جو اپنی عقل کا اور صفع کا۔ کارزو۔ دل میں سوچا کہ اگر یہ تمنا پوری نہ کروں گا تو طبیب کے کہنے کے مطابق بیماری میں اضافہ ہو گا اور یہ ہلاکت ہے اور قرآن نے اپنے آپ کو ہلاک کرنے سے منع کیا ہے۔

سَلِیشش اندر بزم در معرکہ
بیل لڑائی میں اس کے طمانچہ (مارنے) کو فایا ہوں

تہلکہ ست ایں صبر و پرہیز اے فلاں
اے فلاں! یہ صبر اور پرہیز ہلاکت ہے

چوں زدش سیلی برآمد یک طراق
جب اس نے اسکے طمانچہ مارا طراق (کی آواز) نکلی

خواست صوفی تا دوسہ مشتش زند
صوفی نے چاہا کہ اس کے دو تین مکے مارے

لیک اُو را خستہ و رنجور دید
لیکن اس کو تھکا ہوا اور بیمار دیکھا

باز اندیشید او ضعفِ ورا
پھر اس نے اس کی کمزوری کو اس نے سوچا

رنجِ دِق از وے برآوردہ دِمار
دق کی بیماری نے اس کی تباہی مچادی ہے

خلق رنجورِ دِق و بیچارہ اند
مخلوق دق کی مریض اور لاعلاج ہے

جملہ در ایذائے بیجُرماں حریص
سب بے خطاؤں کو ستانے کے خواہش مند ہیں

اے زنندہ بے گناہاں را قفا
اے بے گناہوں کی گدی پر مارنے والے!

اے ہوا را طبِ خود پنداشتہ
اے وہ کہ نفس کی خواہش کو علاج سمجھ رہے ہے

بر تو خندید آنکہ گفت ایں دوا ست
تجھ پر وہ ہنسا جس نے تجھ سے کہا کہ یہ دوا ہے

کہ خورید ایں دانہ اے دو مستعیں
کہ اے دونوں مدد چاہنے والو! اس دانہ کو کھاؤ

زانکہ لَا تُلقُوا بِاَیدِیکُم تَھلُکَۃ
کیونکہ (حکم ہے) اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو

خوش بکوبش تن مزن چوں کاہلاں
اس کو خوب کوٹ، کاہلوں کی طرح خاموش نہ ہو

گفت صوفی ہے اے قوادِ عاق
صوفی نے کہا ہائیں ہائیں اے دلالہ، نافرمان

بسلت در ریشش یکایک بر کند
یکبارگی اس کی مونچھ اور داڑھی اکھاڑ دے

بس ضعیف و خوار و زار و رنجور دید
بہت کمزور اور عاجز اور لاغر اور بیمار دیکھا

گفت اگر مشتش زنم گردد فنا
کہا اگر اس کے گھونسا ماروں گا، مرجائے گا

دید شخصے سخت مدقوق و نزار
اس نے ایسا شخص دیکھا جو دق میں مبتلا اور کمزور تھا

وز خداعِ دیو سیلی بارہ اند
اور شیطان کے دھوکے سے طمانچہ مارنے کے لائق ہے

در قفایِ ہمدگر جویاں نقیص
ایک دوسرے کے پیچھے عیب کے جویاں ہیں

در قفایِ خود نمی بینی چرا
تو اپنی گدی کو کیوں نہیں دیکھتا ہے؟

بر ضعیفاں صفع را بگماشتہ
کمزوروں پر طمانچہ مارنے ہوئے ہے

اُوست کادم را بگندم رہنماست
وہ وہی ہے جو آدم کا گیہوں کی جانب رہنما ہوا

بہرِ دارو تا نکونا خالدین
دوا کیلئے تاکہ تم دونوں (جنت میں) ہمیشہ رہنے والے بن جاؤ

۱؎ خوش۔ یعنی طبیب نے اپنے آپ کو کہا۔ بکواش۔ طمانچہ کی آواز۔ قواد۔ دلالہ۔ خوست۔ صوفی نے اس مریض کو مارنا چاہا، لیکن اس کی لاغری کی وجہ سے یہ سوچا کہ اگر میں اس کو مارونگا تو وہ مرجائے گا۔ عوز۔ بیماری۔ بوار۔ ہلاکت، تباہی۔ مدقوق۔ وہ شخص جو دق کا بیمار ہو۔

۲؎ تعلق۔ اب مولانا ارشاد مضمون بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح طبیب کی بات سے غلط فہمی میں اس بدنی مریض نے صوفی کے طمانچہ مارنے اسی طرح عوام روحانی مریض شیطان کے دھوکے سے مخلوق خدا کو ستانے پر آمادہ رہتے ہیں۔ سیلی بارہ۔ طمانچہ بازی کا شائق بنقیص۔ عیب

سندھی اشعار

(درویش کا بچہ کو سمجھانا)

۳؎ بر تو۔ وہی شیطان جو تیرا ابا فرا کرتا ہے تیری سنداق اڑاتا ہے، اسی نے تیرے باوا آدم کا دھوکا دیا تھا۔ مستعین مدد کا طالب۔ دوا۔ دوا۔

اُوش لَغز انید و زد اُورا قفا
اُس نے اُن کو پھسلایا اور گدی پر مارا

آں[51] قفا واگشت و گشت ایں را جزا
وہ گدی پر مارنا پلٹ اور اُس کی سزا بن گئی

اُوش لَغز انید سخت اندر زلق
اُس نے اُن کو پھسلی میں پھسلایا

لیک پشت و دستگیرش بود حق
لیکن اللہ (تعالیٰ) اُن کا سہارا اور مددگار تھا

کوہ بود آدم اگر پُر مار شد
(حضرت) آدمؑ پہاڑ تھے خواہ سانپوں بھرے ہو گئے

کانِ تریاقست و بے اضرار شد
وہ تریاق کی کان ہیں اور بے ضرر ہو گئے

تو کہ تریاقے نداری ذرّہ
تو جو کہ تریاق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا

از خلاصِ خود چرائی غرّہ
اپنی نجات سے تو کیوں غافل ہے؟

آں توکّل کو خلیلانہ تُرا
(حضرت) خلیلؑ کا سا توکل تجھے کہاں حاصل ہے؟

وَاں کرامت چوں[52] کلیمت از کجا
(حضرت) کلیمؑ (اللہ) کی ہیبت تجھے کہاں سے حاصل ہے؟

تا نبُرّد تیغ تت اسمٰعیلؑ را
تاکہ تیری تلوار (حضرت) اسمٰعیلؑ کو نہ کاٹے

تا کُنی شہ راہ قعرِ نیل را
تاکہ تو نیل (دریا) کی گہرائی کو شاہراہ بنا لے

گر سعیدے از منارہ اُوفتید
اگر کوئی سعید منارے سے گر پڑے

بادش اندر جامہ اُو قتاد و رمید
ہوا اُن کے کپڑوں میں بھر گئی اور وہ بچ گئے

چوں یقینت نیست آں بختِ حسن
جب وہ اچھا نصیب یقیناً تیرے لئے نہیں ہے

تو چرا بر باد دادی خویشتن
تو نے اپنے آپ کو کیوں برباد کیا؟

زیں[53] منارہ صد ہزاراں ہمچو عاد
اس منارے سے لاکھوں آدمی عاد کی طرح

در قتادند و سراسر باد داد
گرے اور سراسر برباد ہوئے

سرنگوں افتادگاں زیرِ منار
منارے کے نیچے اوندھے گرے ہوئے

می نگر تو صد ہزار اندر ہزار
تو لاکھوں لاکھ دیکھ لے

تو رسن بازی نمی دانی یقیں
تو یقیناً رسّہ بازی نہیں جانتا ہے

شکر پاہا گُو مبر و برز میں
پاؤں کو شکر (اللہ) کہہ اور میدان پر نہ چل

پَر مساز از کاغذ و از کہ مپر
کاغذ کے پَر نہ بنا اور پہاڑ پر مت اڑ

کہ دراں سودا بسے رفتست سر
کیونکہ اس جنون میں بہت سے سر ختم ہوئے ہیں

رومن اردو رفتہ رفتہ سیکھ لیں گے کہ وہ بھی ہماری اردو کو اسی طرح رومن میں لکھتے ہیں جس طرح ہم انگریزی کو رومن میں لکھتے ہیں۔ اگر ہم اردو کو رومن میں لکھنے کی کوشش نہ کریں تو ہم اردو کے عالم ہو جائیں گے۔

---

۵۱ آں قفا۔ اس شیطان کے لئے وہی سزا ہو جو اس نے آدم کے لئے تجویز کی۔ ترجمہ حسن بلیک۔ حضرت آدم کی خطا اپنے لئے خطا کا جواز پیدا کرنا تھی۔ اُن کی جیسی خوبیاں کہاں ہیں حضرت حق اُن کا دستگیر تھا۔ کوہ۔ حضرت آدمؑ کی مثال تو اس پہاڑ کی سی ہے جس میں سانپ تھے تو تریاق بھی ہو۔ تو تو تریاق۔ عوام میں وہ صلاحیتیں کہاں ہیں جو حضرت آدم میں تھیں۔ آں توکل۔ حضرت ابراہیمؑ کو جو توکل کا مرتبہ حاصل تھا وہ تجھ میں کہاں ہے؟ اسی توکل کی بناء پر اُن کی خاطر حضرت اسماعیلؑ کا گلا کاٹ سکے۔

۵۲ چوں کلیمت۔ حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ کا ساتھ توکل تھوڑی کیا تھا اسی توکل کی وجہ سے دریائے نیل اُن کو نہ روک سکا۔ سعیدے۔ حضرت شیخ شہاب سعید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ مشہور ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو ایک منارے سے گرا دیا لیکن [illegible] جبکہ [illegible] جو صحیح شہاب سعید کا تھا تو اپنے آپ کو منارے پر سے گرا کر برباد نہ کرو۔

۵۳ زیں منارہ۔ یعنی ہوا جو اُن کے کپڑوں میں بھری جس کی وجہ سے وہ بچ گئے قوم عاد کی طرح لاکھوں کی تباہی کا سبب بنی ہے۔ تو لاکھوں کی تباہی تاریخ میں پڑھ لے۔

گرچہ[1] آں صوفی پُر آتش شد ز خشم
اگرچہ صوفی غصہ کی آگ سے بھر گیا

لیک اُو بر عاقبت انداخت چشم
لیکن اس نے انجام پر نظر ڈالی

اوّل صف بر کسے ماند بکام
پہلی صف میں وہی شخص ہوتا ہے

کو نگیرد دانہ بیند بندِ دام
جو دانہ نہ چگے، جال کا پھندا دیکھ لے

جُستہ او چشمِ پایاں بینِ او
عقلمند کی وہ دور انجام بیں آنکھیں بڑی مبارک ہیں

کہ نگہدارند تن را از فساد
جو جسم کو خرابی سے بچالیں

آں ز پایاں دید احمدؐ بُود کو
جس نے انجام کو دیکھ لیا احمدؐ تھے کہ وہ ہیں

دید دوزخ را ہم ایں جا مُو بمُو
اسی جگہ دوزخ کو ذرہ ذرہ دیکھ لیا

دید عرش و کرسی و جنات را
انھوں نے عرش و کرسی اور جنتوں کو دیکھ لیا

تا دریدا اُو پردۂ غفلات را
یہاں تک کہ انھوں نے غفلتوں کے پردے کو چاک کر دیا

گر[2] ہمی خواہی سلامت از ضرر
اگر تو نقصان سے بچاؤ چاہتا ہے

چشم زا اوّل بند و پایاں را نگر
آغاز سے آنکھ بند کر لے اور انجام کو دیکھ لے

ہستہا[3] را بنگری مجموس و پست
تو موجودات کو مقید اور پست دیکھ لے

تا عدمہا را بہ بینی جملہ ہست
تاکہ تو سب عدموں کو موجود دیکھ لے

روز و شب در جستجوئے نیست ہست
وہ دن رات عدم کی جستجو میں ہے

ایں بہ بیں بارے کہ ہر کش عقل ہست
ذرا اس کو دیکھ لے کہ جس کو عقل ہے

بر دکانہا طالبِ سُودے کہ نیست
دکانوں پر اُس نفع کا طالب ہے جو عدم ہے

در گدائی طالبِ جُودے کہ نیست
فقیری میں اُس سخاوت کا طالب ہے جو کہ عدم ہے

در مزارع[4] طالبِ خلے کہ نیست
کھیتوں میں اُس پیداوار کا طالب ہے جو عدم ہے

در مغارس طالبِ نخلے کہ نیست
تھانوں میں اُس پودے کا طالب ہے جو عدم ہے

در مدارس طالبِ علمے کہ نیست
مدرسوں میں اُس علم کا طالب ہے جو عدم ہے

در صوامع طالبِ حلمے کہ نیست
عبادتخانوں میں اُس حلم کا طالب ہے جو عدم ہے

ہستہا را سوئے لیس افگندہ اند
انھوں نے وجودوں کو پیچھے کو پھینک دیا ہے

نیستہا را طالبِ اند و بندہ اند
عدموں کے طالب ہیں اور غلام ہیں

زانکہ کان و مخزنِ صنعِ خدا
کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری کی کان اور خزانہ

نیست غیرِ نیستی در انجلا
ظہور میں عدم کے علاوہ کچھ نہیں ہے

---

[1] گرچہ۔ صوفی کو غصہ ضرور آیا لیکن وہ عاقبت بین تھا۔ اوّل۔ با مراد وہی شخص ہوتا ہے جو انجام پر نظر کرے۔ آنکہ۔ آنحضرتؐ سے زیادہ انجام بین تھے آنحضورؐ پر آخرت کی تمام چیزیں منکشف ہو گئی تھیں۔ گر ہمی خواہی۔ انسان اگر نجات چاہتا ہے تو آغاز سے آنکھ بند کر لے اور انجام پر نظر رکھے مدعا۔ آخرت کی چیزیں جو ہیں وقت نظروں سے معدوم ہیں۔

[2] ہستہا۔ دنیاوی چیزیں جو ہیں وقت پیش نظر ہیں۔ ایں بہ بیں۔ غور کر دنیا میں ہر شخص معدوم کی جستجو میں لگا ہوا ہے۔ در گدائی۔ فقیر روپے پیسے کا طالب ہے جو اُس کے اعتبار سے معدوم ہے کاروباری نفع کا طالب ہے جو فی الحال مفقود ہے۔

[3] در مزارع۔ کاشتکار پیداوار کا طالب ہے جو معدوم ہے، باغبان پودوں کا طالب ہے جو معدوم ہیں۔ در مدارس۔ طالب علم اُس علم کا طالب ہے، جو معدوم ہے، عبادتگذار اُس بُردباری کا طالب ہے جو معدوم ہے۔ ہستہا۔ ان سب نے اپنے موجود کو پس پشت ڈال دیا ہے اور معدوم کی طلب میں کوشاں ہیں۔ زانکہ۔ اللہ تعالیٰ کو صفت ایجاد کرنی ہے اور وہ معدوم کو موجود کرتا ہے تو اُسکی صفت کا تعلق معدوم سے ہے لہٰذا اُس کے بندوں میں بھی یہی صفت ہے۔

پیش[1] ازیں رمزے بگفتستم ازیں
اس سے پہلے اس سے متعلق میں اشارہ کر چکا ہوں

این و آں را تو یکے بیں دو مبیں
تو اس کو اور اس کو ایک دیکھ، دو نہ دیکھ

گفتہ شد کہ ہر صناعتگر کہ رُست
کہا گیا ہے کہ جو کاریگر بھی پیدا ہوا ہے

در صناعت جائگاہ نیست جُست
اس نے عدم میں جگہ تلاش کی ہے

جُست بنّا موضعے ناساختہ
معمار نے بغیر بنی جگہ تلاش کی

گشت ویراں سقفہا انداختہ
جو ویران ہو گیا ہو، چھتیں گری ہوئی ہوں

جُست سقا کوزۂ کش آب نیست
سقے نے وہ پیالہ تلاش کیا جس میں پانی نہیں ہے

واں در و گرخانۂ کش باب نیست
اور بڑھئی نے وہ گھر جس کا دروازہ نہیں ہے

وقتِ[2] صید اندر عدم بیں حملہ شاں
شکار کے وقت عدم میں اُن کا حملہ دیکھ لے

وز عدم آنگہ گریزاں جملہ شاں
پھر (بھی) سب عدم سے گریزاں ہیں

چوں اُمیدت لاست زد پرہیز چیست
جبکہ تیری امید عدم ہے اُس سے پرہیز کیا ہے!

با انیسِ طبعِ خود استیز چیست
اپنی طبیعت کے مرغوب سے جھگڑا کیا ہے!

چوں انیسِ طبع تو آں نیستی ست
جبکہ تیری طبیعت کا مرغوب وہ عدم ہے

از فنا و نیست ایں پرہیز چیست
(تو) فنا اور عدم سے یہ پرہیز کیوں ہے!

گر انیسِ لانۂ اے جاں بسر[3]
اے جان! اگر تو بطنی طور پر عدم سے اُنس کرنے والا

در کمینِ لاچرائی منتظر
عدم کی گھات میں تو منتظر کیوں ہے؟

زانکہ[4] داری جملہ دل بر کندۂ
تیرے پاس جو کچھ ہے تو اُس سے دل برداشتہ ہو گیا ہے

شستِ دل در بحرِ لا افگندۂ
تجھ دل کی شست کو عدم کے دریا میں ڈالے ہوئے ہے

پس گریزاز جیست زیں بحرِ مراد
تو اس بحرِ مراد سے گریز کیوں ہے؟

کو بشستت صد ہزاراں صید داد
جس نے شست کے ذریعہ تجھے لاکھوں شکار دیئے ہیں

از چہ نامِ برگ را کردی تو مرگ
تو نے ساز و سامان کا نام موت کیوں رکھا ہے؟

جادوئے بیں کہ نمودت مرگ برگ
اس جادو کو دیکھ جو تجھے برگ کو مرگ دکھا رہا ہے

ہر دو چشمت بست سحرِ صنعتش
تیری دونوں آنکھیں اُس کاریگری کے جادو نے بند کر دی ہیں

تا کہ جاں را در چہ آمد رغبتش
حتی کہ جان کنویں کی طرف راغب ہے

در خیالِ اُو ز مکرِ کردگار
اُس کے خیال میں خدا کی مخفی تدبیر سے

جملہ صحرا فوقِ چہ زہرست و مار
کنویں کے اوپر کا تمام جنگل زہر اور سانپ ہے

---

[1] پیش ازیں۔ دفتر پنجم میں اس موضوع پر مولانا نے بہت کچھ فرمایا ہے۔ صناعتگر۔ ہر کاریگر معدوم کو موجود کرتا ہے۔ بنّا، معمار غیر تعمیر شدہ کی تعمیر کرتا ہے۔ سقا اُس برتن میں پانی ڈالتا ہے جس میں پانی نہ ہو۔ بڑھئی وہاں دروازہ بنا کر لگاتا ہے جہاں دروازہ نہ ہو۔

[2] وقتِ صید۔ جب مقصد کا شکار کرتے ہیں عدم پر حملہ کرتے ہیں پھر بھی عدم یعنی موت سے بھاگتے ہیں۔ یعنی جبکہ ہر شخص نے معدوم سے امید وابستہ کر رکھی ہے تو پھر اپنی مرغوب چیز عدم سے مخالفت کیوں ہے انسان کو ان حالات میں تو فنا اور نیستی سے رغبت ہونی چاہیئے۔

[3] گر انیس۔ اگر عدم سے محبت نہیں ہے تو ہر وقت عدم کی گھات میں کیوں لگا ہے۔

[4] زانکہ۔ انسان کا دل موجود پر مطمئن نہیں ہوتا مزید جو کہ معدوم ہے اُس کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ بحرِ فنا۔ فنا کا سمندر۔ بحرِ مراد۔ معدوم۔ انسان کی مراد ہے۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ برگ۔ ساز و سامان۔ چہ۔ دنیا داری کا کنواں جو دراصل موت ہے۔ زیرِ خیال۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے یہی دنیا کا کنواں ہے اور اُس کے اوپر کا جنگل عالمِ غیب زہر اور سانپ ہے۔

لاجرم چہ را پناہے ساختست — تا کہ[1] مرگ اُورا بچاہ انداختست
لامحالہ اُس نے کنوئیں کو پناہ گاہ بنایا ہے — یہاں تک کہ موت نے اُسکو کنوئیں میں ڈالدیا ہے

آنچہ گفتم از غلطہاش اے عزیز — ہم بریں بشنیدم از عطار نیز
اے پیارے! میں نے جو کچھ اُسکی غلطیاں بتائیں — ایسی ہی میں نے عطار سے بھی سنی ہیں

قصۂ سلطان محمود و غلام ہندو

ہندو غلام اور سلطان محمود کا قصہ

رحمۃ اللہ علیہ گفتہ است — ذکرِ شہ محمود غازی نُفتہ است
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے — (سلطان) محمود غازی کا ذکر نظم کی لڑی میں پرو دیا ہے

کز غزائے ہند پیشِ آں ہمام — در غنیمت اُو فتادش یک غلام
کہ ہندوستان کے غزوے سے اُس سردار کی واپسی پر — غنیمت میں ایک غلام آگیا

پس خلیفہ اش کرد و بر تختش نشاند — بر سپہ[2] بگزیدش و فرزند خواند
پھر اُس کو قائم مقام بنایا اور اُسکو تخت پر بٹھایا — اُس کو لشکر کا سردار بنایا اور فرزند کہا

طول و عرض و وصفِ قصہ تو بتو — در کلامِ آں بزرگِ دیں بجو
قد کی لمبائی اور چوڑائی اور قصہ کی باتیں — دین کے اُس بزرگ کے کلام میں تلاش کرلے

حاصل آں کودک بداں تختِ نضار — شستِ پہلوئے قبادِ شہریار
خلاصہ یہ کہ وہ لڑکا اُس زرّیں تخت پر — سلطان نوشیروان کے پہلو میں بیٹھ گیا

گریہ کرد و اشک میراند بسوز — گفت شاہ اُورا کہ اے پیروزروز
رونے لگا اور سوز کے ساتھ آنسو بہانے لگا — بادشاہ نے اُس سے کہا اے نیک بخت!

از چہ گریٔ دولتت شد ناگوار — فوقِ[3] افلاکی قرینِ شہریار
کیوں رو رہا ہے، تجھے سلطنت ناگوار ہوئی — تو آسمانوں پر فوقیت رکھتا ہے شاہ کا ہمنشین ہو کر

تو بریں تختی و وزیران و سپاہ — پیشِ تختت صف زدہ چوں نجم و ماہ
تو اِس تخت پر ہے اور وزیر اور لشکر — چاند اور ستاروں کی طرح تیرے تخت کے سامنے صف باندھے ہیں

گفت کودک گریہ ام زانست زار — کہ مرا مادر دراں شہر و دیار
بچے نے کہا میرا پھوٹ پھوٹ کر رونا اسلئے ہے — کہ میری ماں اُس شہر اور وطن میں

از تو ام تہدید کردے ہر زماں — بینمت در دستِ محمود ارسلاں
ہر وقت مجھے تجھ سے ڈراتی تھی — میں تجھے محمود سلجوقی کے ہاتھوں میں دیکھوں

---

[1] تا کہ۔ موت نے اُس پر واضح کر دیا کہ جس کو وہ چلتے پناہ سمجھتا تھا وہ کنواں یعنی ہلاکت کا سبب تھا۔ غلطہا۔ یعنی اسباب ہلاک کو اسباب نجات اور اسباب نجات کو اسباب ہلاک سمجھنا۔ اِس قصہ میں یہی مذکور ہے کہ ہندو غلام غلط بات سمجھتا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ یعنی شیخ فریدالدین عطار آں ہمام یعنی سلطان محمود۔

[2] بر سپہ۔ یعنی اُس کو لشکر کا سردار بنا دیا اور فرزند کا لقب عطا کر دیا۔ نُفتہ اند۔ ان کے خمیر کے ساتھ زر و طلا، ہر خالص میر شستہ گفتہ قباد و قاف کے ضمیر کیساتھ، بعض بادشاہوں کا نام ہے، ہر بڑا بادشاہ۔ گرے کرے۔ وہ ہندو غلام تخت پر بیٹھ کر زار زار رونے لگا۔ دولت۔ تجھے یہ ناگوار ہوا ہے کہ میں تجھے سلطنت کا مالک بنا کر ہوں۔

[3] فوقِ افلاکی۔ تیرا رتبہ آسمان سے بھی اونچا ہو گیا۔ پیش۔ تیرے سامنے سردار اور سپاہی چاند ستاروں کی طرح صف باندھے کھڑے ہیں۔ دیار۔ یعنی ہندوستان۔ از تو ام۔ میری ماں ناراض ہو کر جب مجھے ڈراتی تھی تو یہ کہتی تھی کہ میں تجھے محمود شیر کے ہاتھ میں دیکھوں۔ ارسلاں۔ شیر۔

پس[۵۱] پدر مر مادرم را در جواب
پھر میرا باپ ماں کے جواب میں

جنگ کردے کاپچہ منشم ست و عتاب
لڑتا کہ یہ کیا غصہ اور ناراضی ہے

می نیابی ہیچ نفرین دگر
تجھے کوئی دوسری بددعا نہیں ملتی

زیں چنیں نفرین مُہلک سہل تر
جو اس مہلک بددعا سے آسان ہو

سخت بیرحمی و بس سنگیں دلی
تو بہت بے رحم اور بہت سنگین دل ہے

کہ بصد شمشیر اُورا قاتلی
کہ سیکڑوں تلواروں سے تو اسکی قاتل ہے

من ز گفتِ ہر دو حیراں گشتمے
میں دونوں کی گفتگو سے حیران ہوتا

در دل اُفتادے مرا بیم و غمے
میرے دل میں خوف اور رنج پیدا ہوتا

تا چہ دوزخ خوست محمود اعجب
ہائے تعجب! محمود کیسا دوزخ خصلت ہے؟

کہ مثل گشت ست در ویل و کرب
کہ ہلاکت اور مصائب میں ضرب المثل بنگیا ہے

من[۵۲] ہمی لرزیدمے از بیمِ تو
غافل از اکرام واز تعظیمِ تو
میں تیرے ڈر سے لرزتا رہتا
تیرے اکرام اور تعظیم سے غافل تھا

مادرم کو تا بہ بیند ایں زماں
مرمرا بر تخت اے شاہِ جہاں
میری ماں کہاں ہے؟ کہ اب دیکھے
اے شاہ جہاں! مجھے تخت پر

یا پدر کو تا مرا بیند چنیں
خوش نشستہ پہلوئے سلطانِ دیں
یا باپ کہاں ہے کہ وہ مجھے ایسا دیکھے
دین کے بادشاہ کے پہلو میں آرام سے بیٹھا ہوا

فقر آں محمود تست اے بے سعت
طبع از و دائم ہمی ترساندت
اے بے ہمت! فقر، تیرا محمود ہے
طبیعت تجھے اس سے ہمیشہ ڈراتی ہے

گر بدانی رحم ایں محمود را
خوش بگوئی عاقبت محمود باد
اگر تو اس نیک محمود کا رحم سمجھ لے
تو خوشی سے کہے گا، بہتر انجام ہو

فقر آں محمود تست اے نیم دل
کم شنو زیں مادر[۵۳] طبعِ مُضِل
اے کمزور دل! فقر تیرا محمود ہے
اس گمراہ کرنیوالی ماں، طبیعت کی بات نہ سن

چوں شکارِ فقر گردی تو یقیں
ہمچوں کودک اشک باری یوم دیں
جب تو فقر کا شکار ہو جائے گا تو یقیناً
قیامت کے دن بچے کی طرح آنسو بہائے گا

گرچہ اندر پرورش تن مادرست
لیک از صد دشمنت دشمن ترست
اگرچہ جسم پرورش کرنے میں ماں کی طرح ہے
لیکن تیرے سو دشمنوں سے زیادہ دشمن ہے

---

۵۱ پس پدر۔ میرا باپ میری ماں سے کہتا تھا کہ اس قدر سخت بددعا کیوں دیتی ہے اس سے نرم کوئی بددعا دیا کر۔ کہ بصد۔ سلطان محمود کے ہاتھ میں کسی کا پڑنا سیکڑوں تلواروں سے قتل ہونا ہے۔
من زگفت۔ میں دونوں کی باتوں سے حیران ہوتا تھا اور غمگین ہوتا تھا۔ تا چہ۔ ان بد دعاؤں سے میں سوچا کرتا تھا سلطان محمود کسقدر ظالم ہے جو تباہی اور بربادی کے لئے ضرب المثل بن گیا ہے۔

۵۲ من ہمی لرزیدے۔ میں آپ کے نام سے کانپتا تھا اور آپ کے اکرام اور عظمت کا غافل کرنے سے غافل تھا۔ آج میرے ماں باپ ہوں تو وہ دیکھیں کہ ان کے خیالات کسقدر غلط تھے فقر۔ فقر اور عدم سے انسان کا ڈرنا ایسا ہی غیر واقعی ہے جیسا کہ ہندو غلام کا سلطان محمود سے ڈرنا تھا۔ خوش بگوئی تو یہ دعا کرے گا کہ خدا کرے میری عاقبت محمود ہو اس کے دونوں معنی ہیں کہ قابل تعریف ہو یا انجام کار ہمیں بھی سلطان محمود میسر آجائے۔

۵۳ مادر۔ جس طرح اس لڑکے کی ماں غلط طور پر ڈراتی تھی اسی طرح انسان کی طبیعت انسان کو فقر سے غلط طور پر ڈراتی ہے۔ شکار فقر۔ جب تجھے فقر حاصل ہو جائیگا تو پھر اسی طرح روئیگا جسطرح اپنی پہلی معلومات پر وہ ہندو غلام رویا تھا۔ گرچہ۔ انسان کا جسم انسان کی طرح پرورش کرتے ہے جسطرح ماں بچے کی پرورش کرتی ہے لیکن وہ ماں سے زیادہ دشمن ہے

تن[۵۱] چو شد بیمار دارد جُست کرد — ور قوی شد مر ترا طاغوت کرد

جسم جب بیمار ہوا اس نے تجھے دوا کا جستجو کرنے والا بنایا — اگر قوی ہوا، تجھے شیطان بنا دیا

چون نہ زہ داں این تنِ پُر حیف را — نے شتار اخاید و نے صیف را

اس ظالم جسم کو زہ کی طرح سمجھ — نہ جاڑوں کے لائق ہے اور نہ گرمیوں کے

یارِ بد نیکوست بہرِ صبر را — کہ کشاید صبر کردن صدر را

صبر کے لئے بڑا دوست اچھا ہے — کہ صبر کرنے کیلئے سینہ کو کھول دیتا ہے

صبرِ مہ با شب مُنوّر دارد ش — صبرِ گل با خار اُو فر دارد ش

چاند کا رات کے ساتھ صبر اُس کو منور بنا دیتا ہے — پھول کا صبر کانٹے کے ساتھ اُسکو مہکتا ہوا بنا دیتا ہے

صبرِ[۵۲] شیر اندر میانِ فرث و خوں — کرد اُورا نا عشِ ابنِ اللبُّون

لید اور خون میں دودھ کے صبر نے — اُسکو دودھ پیتے بچے کیلئے زندگی بخشنے والا بنا دیا

صبرِ جملہ انبیا با مُنکراں — کرد شاں خاصِ حق و صاحبقراں

منکروں کے ساتھ انبیاء کے صبر نے — انکو اللہ تعالیٰ کا خاص اور با اقبال بنا دیا

ہر کہ را بینی یکے جامہ دُرست — دانکہ اُو آں را بصبر و کسب جُست

تو جس کسی کا لباس اچھا دیکھے — سمجھ لے کہ اُس نے وہ صبر اور کمائی سے حاصل کیا ہے

ہر کرا بینی برہنہ و بینوا — ہست بر بے صبریِ اُو آں گوا

تو جس کو ننگا اور محتاج دیکھے — وہ اُس کی بے صبری پر گواہ ہے

ہر کہ[۵۳] مُستوحش بُود پُر غصہ جاں — کردہ باشد با دغائی اقتراں

جو وحشت زدہ ہو، جان غصہ سے بھری ہوئی ہو — اُس نے دھوکے باز کے ساتھ جوڑ لگایا ہے

صبر اگر کردے ز الُف آں بیوفا — از فراقِ اُو نخوردے ایں قفا

اگر وہ بے وفا دوستی سے صبر کر لیتا — اُس کی جدائی کا یہ طمانچہ نہ کھاتا

بالیقیں کہ لَا اُحِبُّ الْآفِلِیْن — کاتشے ماندہ براہ از کارواں

ڈوبنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا — جس طرح قافلے سے آگ پیچھے رہ گئی

ابراہیمؑ کی طرح کہہ دیتا کہ مجھے غائب ہو جانے والی چیزوں سے محبت نہیں ہے۔ کاتشے۔ قافلہ روانہ ہو جاتا ہے اور آگ تنہا پڑی رہ جاتی ہے۔

---

۵۱ تن چو شد۔ اگر جسم بیمار ہوتا ہے تو انسان دوا کی تلاش میں پریشان ہوتا ہے اور اگر وہ تندرست ہو تو پھر انسان میں شیطنت پیدا کر دیتا ہے۔ چون زہ۔ جس طرح لوہے کی زہ بن کو کسی حالت میں بھی راحت نہیں پہنچاتی ہے اسی طرح جسم انسان کو کسی حالت میں بھی راحت نہیں پہنچاتا ہے۔ یار بد۔ جسم اگرچہ برا ساتھی ہے لیکن اُس کے مصائب پر صبر کرو تو پھر اُس سے یہ فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ صبرِ مہ۔ کالی رات میں چاند کا صبر اسکو منور کرتا ہے۔ پھول کا کانٹے کے ساتھ صبر اُس میں مہک پیدا کرتا ہے۔

۵۲ صبرِ شیر۔ دودھ لید اور خون کے درمیان صبر کرتا ہے تو بچہ کو زندگی بخشنے والا بناتا ہے۔ ابن اللبون۔ دودھ پیتا بچہ۔ جملہ انبیاء۔ تمام انبیاء کے اخروی مراتب صبر کرنے سے بلند ہوئے ہیں۔ ہر کرا۔ دنیاوی منافع بھی صبر سے حاصل ہوتے ہیں انسان کے لباس کی درستگی صبر کے ساتھ کمائی پر لگنے کا نتیجہ ہے اور برہنہ ہونا اسکی دلیل ہے کہ وہ محنت پر صبر نہیں کر سکا ہے۔

۵۳ ہر کہ۔ جو شخص غمگین ہو اسکے بارے میں سمجھ لو کہ اُس نے تعلق مع اللہ پر صبر نہیں کیا بلکہ اللہ سے بیوفائی اور دغا دینے والی چیز سے تعلق پیدا کیا تھا اقتران۔ باہمی جُڑنا۔ آں بے وفا۔ اگر یہ فانی اہلِ وفا سے تعلق نہ پیدا کرتا تو آج غمگین نہ ہوتا۔ خوی۔ وہ خدا سے تعلق پیدا کرتا اور حضرت

چوں[1] ز بے صبری قرین غیر شد — در فراقش پُر غم و بے خیر شد
جب بے صبری کی وجہ سے غیر کا ساتھی بنا — اسکی جدائی کے وقت غمگین اور بے خیر بن گیا

صحبتت چوں ہست زرِ دہی — پیشِ خائن چوں امانت می نہی
جبکہ تیری دوستی خالص سونا ہے — خیانت کرنے والے کے پاس امانت کیوں رکھتا ہے؟

خوئے باُو کُن کامانتہائے تو — ایمن آید از افول و از عتو
اُس سے عادت ڈال کر تیری امانتیں — مفقود ہونے اور تعدی سے محفوظ ہوں

خوئے باُو کُن کہ خُورا آفرید — خوبہائے انبیارا پرورید
عادت اُس سے ڈال جس نے عادت پیدا کی — انبیاء کی عادتوں کو پرورش کیا

بُرّہ بدہی رمہ بازت دہد — پرورندہ ہر صفت خود رب بود
تو بکری کا بچہ دیتا ہے وہ گلہ لوٹاتا ہے — ہر صفت کا پرورش کرنیوالا خود اللہ تعالےٰ ہے

بُرّہ پیشِ گرگ امانت می نہی — گرگ و یوسفؑ را مفرما ہمرہی
تو بکری کا بچہ بھیڑیے کے پاس امانت رکھتا ہے — بھیڑیے اور یوسفؑ کو ساتھ رہنے کا حکم نہ دے

گرگ اگر با تو نماید رُوبہی — ہیں مکُن باوَر کہ ناید زُوبہی
بھیڑیا اگر تجھ سے چالاکی برتے — خبردار! یقین نہ کر کیونکہ اُس سے بھلائی نہیں آتی ہے

جاہل ار با تو نماید ہمدلی — عاقبت زخمت زند از جاہلی
اگر جاہل تجھ سے دوستی دکھائے — انجام کار جہالت سے تکلیف دے گا

اُو دو آلت دارد و خنثی بُود — فعل ہر دو بے گماں پیدا شود
وہ دو آلے رکھتا ہے اور ہیجڑا ہے — چلنا دونوں کا کام ظاہر ہوگا

اُو[2] ذکر را از زناں پنہاں کُند — تا کہ خود را خواہرِ ایشاں کُند
وہ عورتوں سے ذکر چھپاتا ہے — تاکہ اپنے آپ کو اُن کی بہن بنائے

شُلّہ[3] از مَرداں بکف پنہاں کُند — تا کہ خود را جنسِ آں مرداں کُند
ہاتھ سے فرج کو مردوں سے چھپاتا ہے — تاکہ اپنے آپ کو مردوں کی جنس بنائے

گفت یزداں زاں کُس مکتوم اُو — شُلّہ سازیم بر خرطوم اُو
خدا تعالےٰ نے فرمایا اُسکی اُس چھپی ہوئی فرج کو — ہم اُس کی ناک پر فرج بنا دیں گے

---

[1] چوں نبے صبری۔ جب انسان اپنی بے صبری سے خدا کے غیر کا ساتھی بنتا ہے تو جب اُس سے جدائی ہوتی ہے غمگین ہوتا ہے۔ صحبتت۔ اللہ نے تجھ میں یہ صلاحیت عطا کی تھی کہ تو تعلق مع اللہ پیدا کر سکتا تھا وہ بہت یقینی چیز ہے کسی خیانت کرنیوالے کے پاس اسکو امانت نہ رکھ یعنی اِس صلاحیت کو غیر اللہ کیلئے صرف کریگا تو فائدہ نہ ہوگا اور گویا وہ امانت ضائع ہوجائے گی۔ افول۔ امانت کا ضائع ہونا غائب ہوجانے سے اور شرعی انکار سے ہوتا ہے۔ خُوئی۔ جو عادتیں پیدا کرنے والا ہے اور میں نے انبیاء کو بہترین عادتیں اور اخلاق عطا فرمائے انسان کو اُس سے تعلق پیدا کرنا چاہئے۔

[2] بُرّہ۔ اللہ تعالےٰ کے پاس امانت کرنیکا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تو اُس کو بکری کا ایک بچہ دیگا تو وہ بکریوں کا ریوڑ تجھے صاف کریگا گرگ۔ اگر اپنی صفات اور صحبت کو تو نے غیر اللہ میں صرف کیا تو ایسا ہی ہے جیسا کوئی بکری کا بچہ بھیڑیے کے پاس امانت میں رکھدے۔ جاہل۔ نادان کی صحبت کبھی نہ اختیار کر۔ اُو دو آلت۔ اللہ اور دین سے جاہل منافق ہوتا ہے اور اُسکے دو چہرے اسی طرح ہوتے ہیں جیسا کہ خنثیٰ۔ اُنمیں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء تناسل ہوتے ہیں۔

[3] اُو۔ وہ خنثیٰ عورتوں میں جاملے تو مرد والے آلہ تناسل کو چھپاتا اور مردوں میں ملے تو عورتوں والے آلہ تناسل کو چھپاتا ہے۔ شُلّہ۔ عورت کی شرمگاہ۔ گفت۔ اہل بصیرت اُسکے دو نظروں کو سمجھ جائینگے خدا اُنکو اُسکی ایسی علامتیں دکھادیگا جنسے وہ اُسکے نفاق کو سمجھ لینگے۔ خرطوم۔ قرآن پاک میں ولید بن مغیرہ کافر کے بارے میں فرمایا گیا ہے ہم اُسکی ناک پر داغ لگادینگے۔ کُس۔ عورت کی شرمگاہ۔ خرطوم۔ ہاتھی کی سونڈ۔

تاکہ بینایانِ مازاں دُو دَلال
تاکہ ہمارے بینا ان دو ناز (و انداز) سے

دَر نیایند از فنِ اُو دَر جُوال[1]
اُس کے فریب سے دھوکے میں نہ آئیں

حاصِل آں کز ہر مَرد میں مردانگی نہیں ہوتی ہے

ہیں زجاہل ترس گر دانشوری
خبردار! اگر تو عقلمند ہے تو جاہل سے ڈر

دوستیِ جاہلِ شیریں سخن
میٹھی بات والے جاہل کی دوستی (کی باتیں)

کم شنو کاں ہست چوں سمِّ کہن
نہ سُن کیونکہ وہ پرانے زہر کی طرح ہیں

جانِ مادر، چشمِ رُوشن گویدت
وہ تجھے جانِ مادر، روشن آنکھ کہے

جز غم و حسرت ازاں نفزویدت
اُس سے سوائے غم اور حسرت کے کچھ بڑھے گا

مَر پدر را گوید آں مادر جہار
ماں علی الاعلان باپ سے کہتی ہے

کز مکتب بچّہ ام شد دلبس نزار
کہ مکتب سے میرا بچّہ بالکل لاغر ہوگیا

از زنِ دیگر گرش آوردۂ
اگر وہ تیری دوسری بیوی سے ہوتا

بروَے ایں جور و جفا کم کردۂ
تو اس پر یہ ظلم و ستم نہ کرتا

اَر جُز از تو گر بُدے ایں بچّہ اَم
اگر وہ میرا بچہ تیرے سوا کسی عورت سے ہوتا

ایں فشار آں زن بگفتے نیز ہم
وہ عورت بھی یہی کہ کر افسوس کرتی

ہیں بچہ زیں مادر و تیبایِ اُو
خبردار! اُس ماں اور اُسکے افسون سے کہ (بھاگ)

سیلیے بابا بہ از حلوائے اُو
باپ کا طمانچہ اُس کے حلوے سے بہتر ہے

ہست مادر نفس و بابا عقلِ راد
ماں نفس اور دانا عقل، باپ ہے

اُو بکش تنگی و آخر صد گشاد
اُسکی ابتدا تنگی اور آخر سیکڑوں کشادگیاں ہیں

اے دہندہ عقلہا فریاد رس
اے عقل عطا کرنیوالے، مدد کر

تا نخواہی تو نخواہد ہیچ کس
جب تک تو نہ چاہے کوئی شخص نہیں چاہتا

ہم طلب[2] از تُست و ہم آں نیکوئی
طلب بھی تیری جانب سے ہے اور نیکی بھی

ما کئیم اوّل تو ئی آخر تو ئی
ہم کیا ہیں؟ اوّل تو ہے آخر تو ہے

ہم بگو تو ہم تو بشنو ہم تو باش
تو ہی کہہ، تو ہی سُن، تو ہی رہ

ما ہمہ لاشئیم با چندیں تراش
باوجود اِس قدر تراش وخراش کے ہم کچھ نہیں ہیں

زیں حوالت رغبت افزا در سجُود
اِس حوالہ سے سجدہ کرنے میں رغبت بڑھادے

کاہلیِ جبر مغفرت و خمُود
جبر کی کاہلی اور افسردگی نہ بھیج

---

[1] جوال: بڑا تھیلا، فریب۔ حاصل: بسطوح عقلی، مردانگی نہیں رکھ سکتا اسی طرح جاہل کی میٹھی باتیں بھی کام کی نہیں ہیں۔ دوستی۔ جاہل کی دوستی کی مثال ماں کی محبت ہے جو چاہتی ہے کہ بچہ فقیر ہے وہ جاہل محبت سے تجھے اپنی جان اور اپنی روشن آنکھ کہتا ہے۔ مگر چند سال باپ بچہ کو تعلیم کیلئے مکتب بھیجتا ہے تو بچہ کی محبت میں ماں بچہ کے باپ سے لڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر یہ بچہ تیری کسی دوسری بیوی کا ہوتا تو اس پر تو اس قدر ظلم نہ کرتا۔

[2] اَز جز۔ باپ جواب دیدیتا ہے کہ عورتوں کی یہی بے عقلی کی باتیں ہیں اگر یہ بچہ میری کسی دوسری بیوی سے ہوتا تو وہ بھی یہی کہتی جو تو کہہ رہی ہے۔ بہت انسان کے نفس کو ماں اور عقل کو باپ سمجھ۔ اے دہندہ۔ چونکہ نفس کے فریب سے نجات مشکل ہے اسلئے مولانا نے انکے بیان کے بعد دعا شروع کردی۔

[3] ہم طلب۔ ہماری طلب تیری توفیق سے ہے اور نیکی بھی تیری توفیق کی وجہ سے ہے۔ ہم بگو۔ قرآن پاک میں ہے وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ۔ (ترجمہ) "اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے" انسانی افعال سب اللہ کی ایجاد پر موقوف ہیں۔ زیں حوالت۔ اے اللہ ہم نے باتیں تیرے حوالہ کردیں اور اس سے مقصد یہ ہے کہ تو ہمارے اندر اطاعت و عبادت کی طاقت بڑھادے اور یہ حوالہ کرنا جبریوں کے عقیدہ کے اعتبار سے نہیں ہے جو انسان کو کوئی اختیار نہیں دیتے۔

جبر[1] باشد پَر و بالِ کاملاں — جبر ہم زندان و بندِ کاہلاں

جبر کاملوں کا پر و بال ہے — جبر ہی کاہلوں کا قید خانہ اور بیڑی ہے

ہمچو آبِ نیل داں ایں جبر را — آبِ مومن راو خوں مر کبر را

ایں جبر کو نیل کے پانی کی طرح سمجھ — جو مومن کیلئے پانی اور کافر کے لئے خون ہے

بال بازاں راسوئے سلطاں برد — بال زاغاں رابگورستاں برد

شہبازوں کو بازو شاہ کی جانب لیجاتا ہے — کوؤں کو بازو قبرستان کی طرف لیجاتا ہے

باز گرد اکنوں تو در شرحِ عدم — کو چو باز زہرست و پندارش سَم

اب تو پھر عدم کی شرح کی طرف لوٹ — کیونکہ وہ تریاق ہے اور تو اسکو زہر سمجھتا ہے

ہمچو[2] ہندو بچہ ہیں اے خواجہ تاش — روز محمودِ عدم ترساں مباش

اے آقا بھائی! خبردار تو ہندو بچہ کی طرح — چل، عدم کے محمود سے خوفزدہ نہ ہو

از وجودے ترس کاکنوں در دنی — آں خیالت لاشئی و تو لاشئی

تیرا وجود سے ڈر جس میں تو اب ہے — تیرا وہ خیال معدوم ہے اور تو (بھی) معدوم ہے

لاشئی بر لاشئی عاشق شدست — ہیچ نے مر ہیچ نے را رہ زدست

ایک معدوم کو دوسرے معدوم پر عاشق ہوگیا ہے — معدوم نے، معدوم کی رہزنی کی ہے

چوں بروں شد ایں خیالات از میاں — گشت نامعقول تو بر تو عیاں

جب درمیان سے یہ خیالات خارج ہوگئے — تیرا نامعقول، تجھ پر واضح ہوگیا

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَیْسَ لِلْمَاضِیْنَ
نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا جانے والوں کو موت کا غم نہیں ہے
ھَمُّ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا لَھُمْ حَسْرَۃُ الْفَوْتِ
ان کو فوت کی حسرت ہے

راست فرمود آں سپہدارِ بشر — کہ ہر آنکہ کرد از دنیا گذر

انسانوں کے سردار نے سچ فرمایا — کہ جو دنیا سے گذر گیا

نیستش درد و دریغ و غبن موت — بلکہ ہستش صد دریغ از بہرِ فوت

اسکو موت کا درد اور افسوس اور نقصان نہیں ہے — بلکہ اس کو فوت پر سیکڑوں افسوس ہیں

ہے بلکہ اعمالِ صالحہ جن کو وہ معدوم سمجھتے تھے اُن کے نہ کرنے پر افسوس کریں گے۔ نیستش۔ دنیا سے جو مر کر جائیگا اسکو مرنے کا افسوس نہ ہوگا بلکہ یہ افسوس ہوگا کہ معدوم کیلئے کوشش کیوں کی اور نیک عمل کیوں نہ کیا۔

---

[1] جبر۔ مولانا کئی بار لکھا چکے ہیں کہ ایک جبر تو اہلِ سنت کا عقیدہ ہے وہ بالکل نجات ہے اور ایک جبر جبریوں کا عقیدہ ہے وہ گمراہی ہے۔ ہمچو۔ جبر محمود بھی ہے اور مذموم بھی اسکی مثال دریائے نیل ہے جو سبطیوں کیلئے پانی اور قبطیوں کیلئے خون ثابت ہوا۔ بال شہباز کے بازو اُسکو شاہ کیطرف لے جاتے ہیں کوؤں کے بازوؤں کو مُردار کھانے کیلئے قبرستانوں میں بھیجتے ہیں۔ شرحِ عدم۔ سطح محمود نے اوپر عدم اور معدوم کے مطلوب ہونے کا ذکر کیا تھا اب پھر اسکی طرف رجوع کیا ہے کہ تو اسکو زہر سمجھتا ہے حالانکہ وہ تریاق ہے۔

[2] ہمچو۔ اس عدم کے معاملہ میں تیری مثال اُس ہندو بچے کی سی ہے جو سلطان محمود کے نام سے لرزتا تھا اور وہی اُس کیلئے انتہائی شفیق ثابت ہوا۔ از وجودے۔ جو اسوقت تیرا وجود ہے دراصل وہ عدم اور معدوم ہے اور یہ خیالات بھی فانی ہیں اور تو بھی فانی ہے تیرا اس وجود پر عاشق ہونا گویا معدوم کا معدوم پر عاشق ہونا ہے۔ چوں بروں شد۔ جب تیرا یہ وجود فنا ہوجائیگا تو تجھ معلوم ہوجائے گا کہ تو کن نامعقول باتوں میں پھنسا ہوا تھا۔

[3] قال النبیؐ۔ اس مضمون کی حدیث تو ثابت نہیں البتہ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ کفار مرنے کے بعد مرنے پر افسوس نہ کرینگے کیونکہ ان کو معلوم ہوجائیگا وجود فانی کا فوت ہوجانا رنج کی بات نہیں

لَیْسَ لِلْمَاضِیْنَ هَمُّ الْمَوْتِ گفت — لیک شاں با حسرتِ فوت اند جُفت

فرمایا جانے والوں کو موت کا رنج نہیں ہے — لیکن وہ فوت کی حسرت سے وابستہ ہیں

کہ چرا قبلہ نکردم مرگ را — مخزنِ[1] ہر دولت و ہر برگ را

کہ ہم نے موت کو قبلہ کیوں نہ بنایا؟ — ہر دولت اور ہر سامان کے خزانے کو

قبلہ کردم من ہمہ عمر از خَوَل — آں خیالاتے کہ گم شُد در اَجَل

ہم نے پھیکے پن سے تمام عمر قبلہ بنایا — اُن خیالات کو جو موت میں گم ہوگئے

حسرتِ آں مُردگاں از مرگ نیست — زانست کاندر نقشہا کردیم ایست

اُن مردوں کی حسرت موت پر نہیں ہے — اس سے ہے کہ ہم نے نقوشِ خیال میں سبر کی

ماندیدیم اینکہ ایں نقش ست و کف — کف نہ دریا جُنبد و ما بد عَلَف

ہم نے یہ دیکھا کہ یہ نقش اور جھاگ ہے — جھاگ دریا سے ہلتے ہیں اور غذا پاتے ہیں

چونکہ بحر افگند کفہا را ببر — رَو بگورستاں رواں کفہا نگر

جب سمندر نے جھاگوں کو خشکی پر پھینک دیا — جا، بہتے جھاگوں کو قبرستان میں دیکھ

پس بگو کو جُنبش و جولانِ تاں — بحرِ افگندست در بُحران تاں

پھر کہہ کہ تمہاری جُنبش اور جولانی کہاں ہے؟ — سمندر نے تمہیں تغیر میں مبتلا کر دیا ہے

تا بگویندت بلے بَل بحال[2] — کہ زدریا کن نہ از ما ایں سوال

تاکہ وہ تجھ سے کہیں ہونٹ سے نہیں بلکہ حال سے — کہ یہ سوال ہم سے نہیں، دریا سے کر

نقش چوں کف کے بجنبد بے موج — خاک بے بادے کجا آید باوج

نقش، جھاگ کی طرح بغیر موج کے کب حرکت کرتا ہے — خاک بغیر کسی ہوا کے بلندی پر کب پہنچتی ہے

چوں[3] غُبارِ نقش دیدی باد بیں — کف چو دیدی قلزمِ ایجاد بیں

جبکہ تو نے نقش کا غبار دیکھا ہے، ہوا کو دیکھ — جب تو نے جھاگ کو دیکھا ایجاد کے سمندر کو دیکھ

ہیں ببیں کز تو نظر آید بکار — باقیت شحم و لحم و پُود و تار

خبردار! نظر کر، تیرا نظر کرنا کام آئے گا — تیرا باقی (جسم) چربی اور گوشت اور تانا بانا ہے

شحمِ تو در شمعہا نفزود تاب — لحمِ تو مخمور را نامد کباب

تیری چربی نے شمعوں میں روشنی نہیں بڑھائی — تیرا گوشت مخمور کے لئے کباب نہ بنا

در نظر رَو، در نظر رَو، در نظر — دَر گداز ایں جملہ تن را در بصر

نظر میں جا، نظر میں جا، نظر میں — نظر میں اس تمام جسم کو پگھلا دے

---

[1] مخزن۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست تک پہنچا دیتا ہے خیالاتے۔ موت کے بعد معلوم ہوگا کہ دنیاوی تمام خیالات لاطائل تھے۔ نقشہا۔ زندگی عالم آخرت میں ہے دنیاوی چیزیں بے روح تصاویر ہیں۔ ماندیدیم افسوس یہ ہوگا کہ ہم دنیاوی چیزوں کو تصویر بے روح اور فانی جھاگ کیوں سمجھے تھے۔ کف۔ جھاگ خود بے حقیقت چیز ہے اُس کی حرکت اور بقا محض دریا کی موج سے ہے جب وہ خشکی میں جا پڑے تو بالکل بے حس و حرکت ہیں۔

[2] تا بگویندت۔ وہ حباب اور کف دریا جواب دینگے چونکہ وہ بالکل مُردہ ہیں انکی زبان تاں نہیں ہے اسلئے زبانِ حال سے جواب دیں گے کہ ہماری اصل تو دریا ہے اُس سے سوال و جواب کر۔ نقش۔ عالم امکان بغیر بحرِ وحدت کی موج کے کب حرکت کر سکتا ہے عالم امکان خاک ہے وہ بغیر ارادۂ خداوندی کی ہوا کے وجود اور بلندی کب حاصل کر سکتا ہے۔

[3] چوں غبار۔ عالم امکان کو دیکھنے کے بعد نظرِ توحیدی پیدا کر یہ نظرِ توحیدی تیرے کام آئے گی باقی تیرا تانا بانا گوشت و پوست سب بیکار ہے نہ دنیا میں کارآمد نہ آخرت میں نہ تیری چربی سے شمع بنتی ہے نہ تیرے گوشت کے کباب بنتے ہیں۔ دَر گداز جبکہ تیرے اندر

یک[1] نظر دو گز ہمی بیند ز راہ
ایک نظر ہے جو راستے کے دو گز دیکھتی ہے

یک نظر دو کون دید و رویِ شاہ
ایک نظر ہے (جس نے) دونوں جہان اور شاہ کا چہرہ دیکھا

درمیانِ ایں دو فرقِ بیشمار
ان دونوں میں بے تعداد فرق ہے

سُرمہ جُو وَاللہُ اَعلَم بِالسِّرار
سرمہ کی تلاش کر، اور اللہ غیب کا جاننے والا ہے

چوں شنیدی شرحِ بحرِ نیستی
جب تو نے عدم کے سمندر کی شرح سن لی

کوش دائم تا دریں بحر ایستی
ہمیشہ کوشش کر تاکہ تو اُس سمندر میں ٹھہر جائے

چونکہ[2] اصلِ کارگاہِ ایں نیستی ست
چونکہ اصل کارخانہ یہ عدم ہے

کہ خلا و بے نشانست و تہی ست
جو کہ خلا اور بے نشان اور خالی ہے

جملہ اُستاداں پئے اظہارِ کار
تمام اُستاد کاریگری کے اظہار کے لئے

نیستی جویند و جایِ انکسار
عدم اور شکست کی جگہ کے جویاں ہیں

لاجرم اُستادِ اُستاداں صمد[3]
لاچار اُستادوں کا اُستاد، خدا

کارگاہش نیستی و لا بود
اُسکا کارخانہ نیستی اور عدم ہوگا

ہر کجا ایں نیستی افزوں تر ست
جہاں کہیں یہ عدم بہت زیادہ ہے

کارِ حق و کارگاہش آں سر ست
اللہ کی کاریگری اور کارخانہ اُس جانب ہے

نیستی چوں ہست بالا ایں طبق
فنا، چونکہ بالائی طبقہ ہے

بر ہمہ بُردند درویشاں سبق
درویش سب پر سبقت لے گئے

خاصہ درویشے کہ شُد بے جسم و مال
خصوصاً وہ درویش جو بے جسم اور بے مال بن گیا

کارِ فقر جسم دارد نے سُوال
اختیار جسمی فقر رکھتا ہے، نہ کہ سوال

سائل[4] آں باشد کہ مالِ او گداخت
سوالی وہ ہوگا جس کا مال ضائع ہوگیا ہو

قانع آں باشد کہ جسمِ خویش باخت
قانع وہ ہوگا جس نے اپنے جسم کو باد دیا

پس ز درد اکنوں شکایت مگذار
تو اب درد کی شکایت کا اظہار نہ کر

کوست سُوئے نیست اسپے راہوار
کیونکہ وہ فنا کی جانب تیز رفتار گھوڑا ہے

ایں قدر گفتیم و باقی فکر کُن
ہم نے اِسقدر کہدیا اور باقی تو سوچ

فکر اگر جامد بُود رو ذکر کُن
فکر اگر افسردہ ہو، جا ذکر کر

ترک کے جو فضائل میں نے بیان کئے ہیں انکے علاوہ فضائل پر تو غور کرے اور فکر و غور کو بیدار کرنے کا طریقہ ذکر اللہ ہے۔ ذکر، فکر کو بیدار کرتا ہے اور وہی کام کرتا ہے جو ٹھٹھرے ہوئے کے لئے سورج کرتا ہے۔

---

[1] ایک نظر بتاتر سے مؤثر کی طرف نظر کرنے کے دو درجے ہیں ایک بدن سے روح پر نظر کرنا دوسرا روح سے مؤثر حقیقی کی طرف نظر کرنا ہے ہمارا مقصود دوسرا درجہ ہے پہلا درجہ نہیں ہے ان دونوں نظروں میں بہت فرق ہے۔ چونکہ شنیدی سے اب عدم اور نیستی کی خوبیوں کا بیان شروع فرمایا ہے۔ بحرِ نیستی یعنی عالمِ ارواح چونکہ وہ نظروں میں معدوم ہے۔

[2] چونکہ۔ ہر کاریگر معدوم کو اپنی کاریگری سے وجود میں لاتا ہے قدرت کی کاریگری بھی معدوم ہی کو موجود کرتی ہے جو بالکل خلا اور بے نشان اور خالی ہے۔ صمد۔ یعنی اللہ تعالےٰ بے نیاز ہے۔ [3] معدوم جہاں جہاں نیستی زیادہ ہوگی وہاں حق تعالیٰ کی کاریگری زیادہ ظہور پذیر ہوگی۔ بالا میں طبق۔ نیستی چونکہ ایک اعلیٰ مقام ہے اور عموماً درویشوں کو حاصل ہے لہٰذا وہ سب سے سبقت لے گئے ہیں خصوصاً وہ درویش جس نے جسم کو بھی فنا دیا ہو اور مال کو بھی کارِ فقر جسم۔ اصل فقر ہی جسمانی فقر ہے کہ انسان جسم کو گھلادے، گرسیک ہوجائے۔

[4] سائل۔ بھکاری وہ بنتا ہے جس کا صرف مال گھلا ہو جس شخص نے جسم کو گھلادیا وہ قانع اور صابر ہوتا ہے کبھی سائل نہیں بنتا۔ درد۔ مال کا درد ہو یا جمالی درد اُسکا شکوہ نہ کر کیونکہ وہ نیستی کے اعلیٰ مقام تک تجھے پہنچادیگا۔ اتنقدر نیستی اور

ذکر آرد فکر را در اہتزاز
ذکر، فکر کو حرکت میں لے آتا ہے

ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز
ذکر کو اس ٹھٹھرے ہوئے کا سورج بنادے

اصل خود جذبست لیک اے خواجہ تاش
اصل خود کشش ہے، لیکن اے آقا بھائی!

کار کن موقوف آں جذبہ مباش
کام کر، اس کشش پر موقوف نہ رہ

زانکہ ترک کار چوں نازے بود
زانکہ عمل کا ترک کرنا، ناز ہوتا ہے

ناز کے درخورد جانبازے بود
ناز، جانباز کے مناسب کب ہوتا ہے؟

نے قبول اندیش نے رد اے غلام
اے لڑکے! نہ قبولیت کو سوچ نہ رد کو

امر را و نہی را می بیں مدام
ہمیشہ امر اور نہی کو دیکھتا رہ

مرغ جذبہ ناگہاں پرّد ز عرش
جذب کا پرند، اچانک گھونسلے سے اڑے گا

چوں بدیدی صبح شمع آنگہ بکش
جب تو صبح کو دیکھ لے تب شمع بجھادے

چشمہا چوں شد گزارہ نور او
جب آنکھیں کھل گئیں، اس کا نور ہے

مغز ہا می بیند او در عین پوست
وہ بعینہ چھلکے میں گودوں کو دیکھ لیتا ہے

بیند اندر ذرہ خورشید بقا
وہ بقا کے سورج کو ذرے میں دیکھ لیتا ہے

بیند اندر قطرۂ کل بحر را
سب سمندر کو ایک قطرے میں دیکھ لیتا ہے

بار دیگر رجوع کردن بقصۂ آں صوفی و قاضی

صوفی اور قاضی کے قصہ کی جانب دوبارہ واپسی

گفت صوفی در قصاص یک قفا
صوفی نے کہا ایک طمانچہ کے بدلے میں

سر نشاید باد دادن از عمی
اندھے پن سے سر نہ گنوانا چاہئے

خرقۂ تسلیم اندر گردنم
تسلیم کا خرقہ میری گردن میں ہے

بر من آساں کرد سیلی خوردنم
جس نے طمانچہ کھانا مجھ پر آسان کر دیا ہے

دید صوفی خصم خود را سخت زار
صوفی نے اپنے مخالف کو سخت کمزور دیکھا

گفت اگر مشتش زنم من خصم وار
سوچا اگر میں اسکے مخالفانہ گھونسا ماردوں

او بہ یک مشتم بریزد چوں قصاص
وہ میرے ایک گھونسے سے رائگاں کیطرح بکھر جائیگا

شاہ فرماید مرا زجر و قصاص
شاہ میرے اوپر تنبیہ اور بدلے کا حکم فرمادیگا

خیمہ ویرانست و بشکستہ وتد
خیمہ ویران ہے اور کھونٹی ٹوٹ گئی

او بہانہ می کند تا در فتد
وہ بہانہ ڈھونڈتا ہے تاکہ گر پڑے

---

۵۱ اصل بخش ذکر و عبادت سے قرب میسر نہیں آتا جب تک اللہ کی جانب سے جذب و کشش نہ ہو لیکن انسان کو طلب اور ذکر میں مشغول رہنا چاہئے جذب کے انتظار میں نہ بیٹھنا چاہئے۔ زانکہ۔ محنت کو چھوڑنا ناز دکھانا ہے جو عاشق جانباز کے لئے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ نے قبول۔ بندہ کا کام بندگی ہے اسکو مقبول ہونے یا مردود ہونے میں نہ پڑنا چاہئے جو خدا کے احکام ہیں انکی پابندی کرنی چاہئے۔

۵۲ مرغ۔ جب تو برابر مجاہدہ کئے جائیگا تو جذب اپنے مقام سے اڑکر تیرے پاس آجائے گا پھر اسقدر مجاہدوں کی ضرورت نہ رہے گی جذب صبح ہے اور مجاہدے شمع ہیں صبح کو شمع کی ضرورت نہیں رہتی۔ چشمہا۔ جب بندہ نوافل کے ذریعہ تقرب حاصل کرلیتا ہے تو پھر اسکے افعال حضرت حق تعالیٰ کیطرف منسوب ہوجاتے ہیں۔ بیند۔ اس کو کائنات کے ہر ذرہ میں حق کا مشاہدہ نصیب ہوجاتا ہے۔

۵۳ گفت صوفی۔ صوفی نے دل میں سوچا کہ اگر میں اس بیدل کے طمانچہ ماردونگا تو قصاص میں میرا سر کاٹ لیا جائے گا۔ تسلیم یعنی قضاء خداوندی سے جو بات پیش آئے اس پر سر تسلیم خم کردینا پھر قاضی کے پاس اسلئے لے گیا تاکہ کچھ تنبیہ ہو اور دوسرے صوفیوں پر ظلم نہ کرے۔ زجر و قصاص۔ رائگاں۔ خیمہ۔ اس بیدل کی حالت بوسیدہ خیمہ کی سی ہے جو ہوا کے ایک جھونکے سے گر جائے گا۔ او بہانہ۔ تاکہ گر پڑے۔

بہرِ ایں[1] مُردہ دریغ آید دریغ
افسوس پر افسوس ہوگا اِس مردے کیوجہ سے
کہ قصاصم اُفتد اندر زیرِ تیغ
کہ مجھ پر تلوار کے نیچے قصاص واقع ہو
چوں نمیتانست کف بر خصم زد
جب وہ مخالف پر ہاتھ نہ مار سکا
عزمش آں شُد کش سُوئے قاضی بَرد
اُسکا ارادہ ہوا کہ اُس کو قاضی کی جانب لیجائے
کہ ترازوئے حق ست وکیلِ اُو
کیونکہ وہ حق کی ترازو اور پیمانہ ہے
زاں سُوئے حق ست دائم میلِ اُو
اِسی لئے ہمیشہ اُسکا جھکاؤ حق کی طرف ہے
مخلص ست از مکر و دیو و حیلہ اَش
شیطان کے مکر اور اُسکے حیلے سے خلاصی کا سبب ہے
مامن ست از قیدِ دیو و قیلہ اَش
شیطان کی قید اور اُسکے قول سے امن کا سبب ہے
ہست اُو مقراضِ اَحقاد و جدال
وہ کینوں اور لڑائی کی قینچی ہے
قاطعِ جنگِ دو خصم و قیل و قال
دو مخالفوں کی جنگ اور سوال و جواب کو قطع کرنیوالا ہے
دیو[2] در شیشہ کُند افسونِ اُو
اُسکا منتر، بھوت کو شیشی میں اُتار لیتا ہے
فتنہ ہا ساکن کُند قانونِ اُو
اُس کا قانون، فتنے کو ساکن کردیتا ہے
چوں ترازو دید خصمِ پُر طمع
جب لالچی مخالف نے ترازو دیکھی
سرکشی بگذارد و گردد تبع
سرکشی چھوڑ دیتا ہے اور تابع بنجاتا ہے
ور ترازو نیست گر افزون دہیش
اور اگر ترازو نہیں ہے اگر اُسکو زیادہ دے
از قسم راضی نگردد آگہیش
اُس کی چالاکی قسم سے راضی نہ ہوگی
کے شود راضی ز تو طبعِ تہیش
اُسکی کھوکھلی طبیعت کب تجھ سے راضی ہوگی
از پئے بے دانشی و ابلہیش
اُس کی بیوقوفی اور بے عقلی کیوجہ سے
ہست[3] قاضی رحمت و دفعِ ستیز
قاضی رحمت اور لڑائی کا دفعیہ ہے
قطرہ از بحرِ عدلِ رُست خیز
قیامت کے انصاف کے سمندر کا ایک قطرہ ہے
قطرہ گرچہ خُرد و کوتہ پا بُوَد
قطرہ اگرچہ چھوٹا اور کم رفتار ہوتا ہے
لُطفِ آبِ بحر از و پیدا بُوَد
اُس سے سمندر کے پانی کی لطافت ظاہر ہوجاتی ہے
از غبارا رپاک داری کلّہ را
اگر تو کلّہ کو غبار سے صاف رکھے
تو زیک قطرہ بہ بینی دجلہ را
تو ایک قطرے سے دجلہ کو دیکھ لے
جُزو ہا بر حالِ کُلہا شاہدست
اجزاء مجموعوں کے حال پر گواہ ہیں
چوں شفق غمازِ خورشید آمدست
جس طرح شفق، سورج کی غماز بنی ہے

[1] بہرِ ایں۔ یہ بیمار جو مرے کی طرح ہے اُس کے بدلے میں سر کٹوانا مناسب نہیں ہے کہ ترا۔ قاضی کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کے حقوق کی حفاظت کرے کسی کو کسی کا حق نہ مارنے دے۔ مُخلص۔ شیطان خاصب کو جو حیلہ وکر سکھاتا ہے قاضی کا فیصلہ اُسکو ختم کردیتا ہے۔ ہست اُو۔ حنفی اور مدعی علیہ کی جنگ وجدل اور بحث و تمحیص قاضی کے فیصلہ کے بعد ختم ہوجاتی ہے۔

[2] دیو۔ جو فریق شیطنت پر آمادہ ہوتا ہے، قاضی کے فیصلہ کے بعد اُس کی شیطنت ختم ہو جاتی ہے۔ چون ترازو۔ جبکہ قاضی ترازو ہے تو اُس میں ترازو کے اوصاف ہیں جب کوئی شخص حق سے زیادہ لینے کا خواہشمند ہوتا ہو تو ترازو کو دیکھکر اُسکی یہ تمنا ختم ہوجاتی ہے اگر ترازو نہ ہو اور دوسرا فریق قسمیں بھی کھائے تو یہ شخص راضی نہیں ہوتا ہے۔

[3] ہست۔ قاضی قیامت کے دن کے عدل کا ایک نمونہ ہے۔ قطرہ۔ قطرے سے دریا کے پانی کا مزا معلوم ہوجاتا ہے۔ کوتہ پا۔ قطرے میں وہ روانی نہیں جو دریا میں ہوتی ہے۔ از غبار۔ اگر تو قطرے میں سمندر کے جلوے دیکھنے چاہتا ہے تو اہل ملال کی عادت ڈال۔ جزو ہا۔ اجزاء کُل پر اسی طرح دلالت کرتے ہیں جسطرح شفق سورج کے وجود کا پتہ دیتی ہے۔

آں قسم بر جسمِ احمدؐ راند حق — آنچہ فرمودہ ست کلا والشفق

(وہ قسم اللہ (تعالیٰ) نے احمدؐ کے جسم پر جاری فرمائی ہے) (جو یہ فرمایا ہے کلا والشفق)

مور بر دانہ چرا لرزاں بُدے — گر ازاں یک دانہ خرمن در بُدے

چیونٹی دانہ کے بارے میں کیوں لرزتی؟ — اگر اُس دانہ کی بجائے کھلیان میں ہوتی

بر سرِ حرف آ کہ صوفی بیدل ست — در مکافاتِ جزا مستعجل ست

مطلب پر آجا، کیونکہ صوفی بے دل ہے — بدلہ لینے میں جلد بازی کرنے والا ہے

اے تو کردہ ظلمہا چوں خوشدلی — از تقاضائے مکافاتِ غافلی

اے وہ کہ تو نے بہت ظلم کئے ہیں کیونکر خوشدل ہو — بدلے کے تقاضے سے تو غافل ہے

یا فراموشت شدست آں کردہات — کہ غفلت نے تیرے اوپر پردے ڈالے ہیں

یا وہ کارنامے تو بھول گیا — کہ غفلت نے تیرے اوپر پردے ڈالے ہیں

گر نہ خصمیہاتے اندر وقفات — جرمِ گردوں رشک بُردے بر صفات

اگر تیرے درپے دشمنیاں نہ ہوتیں — تیری صفائی پر آسمان کا جسم رشک کرتا

لیک محبوسی برائے آں حقوق — اندک اندک عذر میخواہ از مخلوق

لیکن تو اُن حقوق کی وجہ سے مقید ہے — نافرمانی سے تھوڑی تھوڑی معافی چاہ لے

تا بپیکبارت نگیرد محتسب — آب خود روشن کن اکنوں یا محب

تاکہ تجھے محتسب یکبارگی نہ پکڑ لے — اے پیارے! اپنے پانی کو صاف کر لے

رفتنِ صوفی سوئے سیلی زنش و بردن اورا بقاضی

صوفی کا اپنے طمانچہ مارنے والے کی جانب جانا اور اُس کو قاضی کے یہاں لے جانا

رفت صوفی سوئے آں سیلی زنش — دست زد چوں مدعی بر دامنش

صوفی اپنے اس طمانچہ مارنے والے کی جانب روانہ ہوا — مدعی کی طرح اُس کے دامن پر ہاتھ مارا

اندر آوردش بر قاضی کشاں — کایں خرِ ادبار را بر خر نشاں

اُس کو قاضی کے پاس کھینچتا ہوا لایا — کہ اس نحوست کے گدھے کو، اگر ہے بر بٹھا

یا بزخمِ دُرّہ اورا دہ جزا — آنچنانکہ رائے تو بیند سزا

یا دُرّے کی مار سے اُس کو سزا دے — جس طرح تیری رائے مناسب سمجھے

کانکہ از زخمِ تو میرد در دمار — بر تو تاواں نیست باشد آں خبا

کیونکہ جو شخص تیری مار سے سزا دینے میں مر جائے — تجھ پر تاوان نہیں ہے وہ (خون) معاف ہوگا

لہ آں قسم۔ قرآن پاک میں ہے فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ میں قسم کھاتا ہوں شفق کی یعنی آنحضرتؐ نے شفق سے آنحضرتؐ کا جسم اطہر مراد لیا ہے۔ جو کہ روح اعلیٰ کا مظہر ہے۔ مور۔ چیونٹی دانہ کے گم ہونے پر لرزتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اُس نے دانے خرمن کو نہیں پہچانا۔ انسان بھی اگر ممکنات کے ذریعہ واجب کو پہچان لے تو کسی کسی ممکن کے فوت ہونے سے نہ لرزے۔ بر سر۔ پھر صوفی کے قصہ کی طرف رجوع کیا ہے۔ مستعجل۔ جلدی میں مبتلا۔ مکافات۔ بدلہ۔ کردہا۔ کارنامے۔

لہ گر نہ خصمیہا۔ اگر انسان اگر انسان مظالم سے پاک و صاف ہو تو اس کا دل آسمان سے بھی زیادہ منور ہو۔ محبوسی۔ یعنی تاریکیوں میں مقید مخلوق۔ نافرمانی۔ محتسب یعنی محاسب حقیقی۔ آب۔ نیک عمل سے کنایہ ہے۔

لہ رفت۔ صوفی طمانچہ مارنے والے کو پکڑ کر قاضی کے پاس لے گیا۔ بر کوشاں۔ گھسیٹ کر لے جانے مجرم کو گدھے پر بٹھا کر گھمایا جاتا تھا۔ دُرّہ۔ مجرم کو کوڑے کی سزا دی جاتی ہے۔ کانکہ۔ اگر کوئی مجرم سزا کے دوران بغیر کسی زیادتی کے مر جائے تو قاضی پر تاوان نہیں آتا ہے۔

کانکہ از زجرِ تو بیند مرگِ خویش — فارغ از دوزخ رود تا خلدِ پیش

جو تیری سزا سے اپنی موت دیکھے — دوزخ سے بچ کر آگے جنت تک چلا جائے گا

در حدود و تعزیرِ قاضی ہر کہ مُرد — نیست بر قاضی ضماں کو نیست خرد

قاضی کی حد اور تعزیر میں جو مرا — قاضی پر ضمان نہیں ہے کیونکہ وہ بیوقوف آدمی نہیں ہے

نائبِ حق ست و سایہ عدلِ حق — آئینہ ہر مستحق و مستحق

اللہ کا نائب اور اللہ کے انصاف کا سایہ ہے — وہ ہر مستحق اور مدعی علیہ کا آئینہ ہے

کو ادب از بہرِ مظلومے کند — نے برائے عرض و خشم و دخلِ خود

کیونکہ وہ مظلوم کی خاطر سزا دیتا ہے — نہ یہ کہ مال اور غصہ اور اپنی آمدنی کے لئے

چوں برائے حق و روزِ اجل ست — گر خطائی شد دیت بر عاقلست

جبکہ اللہ اور قیامت کے لئے ہے — اگر غلطی ہوئی، عاقلہ پر دیت ہے

عاقلہ اُو کیست دانی ہست حق — سوئے بیت المال برگرداں ورق

اس کے عاقلہ کون ہیں؟ تو جانتا ہے، اللہ ہے — بیت المال کی جانب ورق پلٹ

آنکہ بہرِ حق زند او آمن ست — آنکہ بہرِ خود زند او ضامن ست

جو اللہ (تعالیٰ) کے لئے مارے وہ محفوظ ہے — جو اپنے لئے مارے وہ ضامن ہے

آں پدر را خونبہا باید شمرد — گر پدر زد مر پسر را او بمرد

اس باپ کو خونبہا شمار کر دینا چاہیے — اگر باپ نے بیٹے کو مارا، وہ مر گیا

زانکہ او را بہرِ کارِ خویش زد — خدمتِ او ہست واجب بر وَلَد

کیونکہ اس نے اپنے مفاد کے لئے مارا — اس کی خدمت لڑکے پر واجب ہے

چوں معلم زد صبی را شد تلف — بر معلم نیست چیزے لاتخف

جب استاد نے بچہ کو مارا اور وہ مر گیا — استاد پر کچھ نہیں ہے، تو نہ ڈر

کاں معلم نائبِ افتاد و امین — ہر امیں را ہست حکمش ہمچنیں

وہ استاد نائب اور امین واقع ہوا ہے — ہر امین کا حکم اسی طرح ہے

نیست واجب خدمتِ استا بر او — پس بزجرش نبود استا کار جو

استاد کی خدمت اس پر واجب نہیں ہے — تو اس کے مارنے میں استاد کام کا طالب نہیں ہے

بیٹے کا خونبہا واجب ہے ـــــ ۵۳ چوں معلم۔ استاد کی شاگرد کو مارنے میں کوئی ذاتی غرض نہیں لہٰذا وہ خونبہا سے بری ہے۔ استاد بچہ کو بچہ کے مفاد میں مارتا ہے شاگرد پر استاد کی خدمت واجب نہیں ہے کہ مارنا اسکے مطالبہ میں سمجھا جائے باپ کی خدمت بیٹے پر واجب ہے اسکا مارنا خدمت کے مطالبہ کی وجہ سے ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا مرجوع قول ہی صاحبین کے نزدیک

باپ پر خونبہا واجب نہیں ہے۔

۵۱ گانکہ۔ بعض علماء کے نزدیک حد شرعی جاری ہونے سے گناہ معاف ہو جاتا ہے اور مجرم معصوم بن کر جنت میں چلا جاتا ہے۔ زیست خرد۔ قاضی معمولی شخصیت نہیں ہے وہ خدا کا قائم مقام ہے۔ مستحق۔ صیغہ اسم فاعل مجرمی۔ مستحق۔ صیغہ اسم مفعول مدعی علیہ۔ کو ادب۔ قاضی جو سزا دے رہا ہے اس میں اپنی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے بلکہ وہ مظلوم کے لئے سزا دیتا ہے۔ چوں۔ مجرم کے مر جانے پر کسی طرح ضمان نہ ہونا تو جب تھا کہ سزا قاعدہ کے موافق دی جا رہی ہو لیکن اگر سزا میں کوئی زیادتی ہو اور مر جائے تو اب اس کا بیان ہے۔ روزِ اجل۔ قیامت کا دن۔

۵۲ عاقلہ۔ اگر قاتل نے خطاءً قتل کیا ہو تو مقتول کی دیت قاتل کے عصبات پر آتی ہے جن کو عاقلہ کہا جاتا ہے قاضی نے جو سزا دی تھی وہ کسی ذاتی غرض پر مبنی نہ تھی بلکہ خدا کے لئے تھی لہٰذا اس کی غلطی سے اگر مجرم مرا تو اس کی دیت قاضی کے عاقلہ پر آئے گی اس کا عاقلہ اللہ تعالیٰ ہے برگرداں ورق۔ بیت المال کے مسائل کتابوں میں دیکھو معلوم ہو جائے گا کہ ایسے شخص کی دیت بیت المال سے ادا کر دی جائیگی اس لئے قاضی بہرحال دیت سے بچ گیا خواہ دیت بیت المال سے ادا کر دی گئی۔ اگر بیٹا۔ باپ بیٹے کو خدمت نہ کرنے پر مارتا ہے لہٰذا باپ پر

دَر پدر زد از برائے خود زدست
اگر باپ نے مارا تو اپنے لئے مارا ہے

پَیش[1] خودی را سر ببُر باذوالفقار
تو ذوالفقار سے خودی کا سر کاٹ دے

چوں مُشدی بیخود ہر آنچہ تو کنی
جب تو بے خود ہو گیا، جو کچھ تو کرے گا

آں ضماں بر حق بُود لے برائیں
وہ تاوان اللہ پر ہوگا نہ بانت دار پر

ہر دُکانے راست سودائے دگر
ہر دکان میں ایک دوسرا سودا ہے

دَر دکانِ کفش گر چہ مست خوب
موچی کی دکان میں اچھا جوتا ہے

پیشِ[2] قزّازاں خزّ اد کن بُود
ریشمیں کپڑا فروشوں کے سامنے ریشمی کپڑا ہوگا

مثنوی مادکانِ وحدت ست
ہماری مثنوی وحدت کی دکان ہے

بُت ستودن بہرِ دامِ عامہ را
بُت کی تعریف کرنا عوام کے جال کے لئے

خواندش در سورۂ وَالنّجم زود
اس کو سورۂ والنجم میں جلدی سے پڑھ دیا

جملہ[3] کفار آں زماں ساجد شدند
اُس وقت سب کافر سجدہ کرنے والے بن گئے

بعد ازیں حرفیت ہیچا ہیچ و دُور
اس کے بعد ہیچ در ہیچ حرف ہے

لاجرم از خونبہا دادن نرست
لامحالہ خونبہا دینے سے نہ چھوٹا

بیخودے شُد فانی و درویش وار
درویش کی طرح بے خود اور فانی بن گیا

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ اے کنی
جب تو نے پھینکا تو نے نہ پھینکا تو محو ہے

ہست تفصیلش بفقہ اندر ببیں
اس کی تفصیل فقہ میں ہے، دیکھ لے

مثنوی دُکانِ فقرست اے پسر
اے بیٹا! مثنوی فقر کی دکان ہے

قالبِ کفش ست اگر بینی تو چوب
اگر تو نے جوتی دیکھی تو جوتے کا فرمہ ہے

بہرِ گز باشد اگر آہن بُود
اگر لوہا ہوگا تو گز کے لئے ہوگا

غیرِ واحد ہر چہ بینی آں بُت ست
واحد کے علاوہ تو جو کچھ دیکھے وہ بت ہے

ہمچناں داں کالْغَرَانِیْقُ الْعُلیٰ
ایسا ہی سمجھ جس طرح "الغرانیق العلیٰ" کا قصہ

لیک آں فتنہ بُد از سورہ نبُود
لیکن وہ آزمائش تھی، سورت میں سے نہ تھا

ہم سرے بُود آنکہ سر بر در زدند
راز یہی تھا کہ انھوں نے در پر سر رکھ دیا

باسلیماں باش و دیواں را مشو
(حضرت) سلیمان کیساتھ رہ اور شیطانوں کو شمار میں نہ لا کر

---

[1] پیش۔ جب معلوم ہوا کہ اگر مارنے میں خودی اور اپنی غرض نہ ہو تو خون بھی معاف ہے، لہٰذا خودی کو ختم کر دے۔ یعنی جب تو خودی چھوڑ کر فانی بن جائیگا تیرا فعل باپ کے فعل کی طرح ہوگا۔ ہر دو کا لے۔ مثنوی میں فقہی مسائل بیان کرنا مقصود نہیں ہیں اسی لئے ہم نے دیت اور بیت المال کے مسائل کے لئے فقہ کی کتابوں کا حوالہ دیدیا ہے۔ مثنوی میں اصل مقصد توحید کا بیان ہے۔ دردکان۔ موچی کی دکان میں اصل مقصود چمڑا ہے اگر تو کفش کے فرمے دیکھے گا تو وہ اصل مقصود نہیں ہے اسی طرح ریشمی کپڑوں کی دکان میں اصل ریشمی تھان ہیں اگر وہ کپڑا ہے تو وہ اصل مقصود نہیں ہے۔

[2] قزّاز۔ ریشمی کپڑا فروخت کرنیوالا۔ خزّ اد کن۔ ریشمی کالا کپڑا۔ مثنوی۔ مثنوی صرف توحید کی دکان ہے توحید کے مضامین کے علاوہ جو کچھ ذکر ہے وہ بُت ہے بت۔ مثنوی میں توحید کے علاوہ جو کچھ بطور بت کے بیان کیا گیا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آنحضورؐ کی زبان پر سورۂ والنجم کی تلاوت کے دوران تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلیٰ نقطے جاری ہو گیا تھا اور وہ حقیقتاً سورۂ والنجم کا جزو نہ تھا، محقق علیہ خوش ہیں اس قصہ کو بے اصل سمجھتے ہیں[3] جو کفار جب کفار نے وہ الفاظ بتوں کی تعریف میں سنے تو سب سجدہ میں گر گئے اسی طرح عوام جب غیر توحیدی مضامین سنتے ہیں تو متوجہ ہو جاتے ہیں پھر توحیدی مضامین سننے کو بھی ان کو اشتیاق ہو جاتا ہے بندازیں۔ بتوں کی تعریف آنحضورؐ کی زبان پر جاری ہونے میں اور باتیں بیان کی جا سکتی ہیں لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ انکے سوال و جواب میں نہ پڑنا چاہیئے ورنہ شبہات پیدا کرنیوالے مزید شبہات پیدا کرنے لگتے ہیں لہٰذا توحید

هیں حدیثِ صوفی و قاضی بیار — واں ستمگارِ ضعیفِ زارزار
خبردار! صوفی اور قاضی کا قصہ لا — اور کمزور، لاغر، ستم کا

ہم در تقریر قصۂ قاضی و صوفی

قاضی اور صوفی کے قصہ کی تقریر

گفت[1] قاضی ثبتِ العرش[2] اے پسر — تا بروبد نقشے کنم از خیر و شر
قاضی نے کہا اے بیٹا! تخت بچھا — تاکہ میں اس پر بھلے اور برے کا نقش قائم کروں

کو زنندہ کو محلِ انتقام — این خیالے گشتہ است اندر مقام
مارنے والا کہاں ہے، انتقام کی جگہ کہاں ہے؟ — یہ تو ہماری ہیں خیال بن گیا ہے

شرع بہرِ زندگان و انغیاست — شرع بر اصحابِ گورستاں کجاست
شرع زندوں اور حال والوں کے لئے ہے — قبرستان کے باشندوں کے لئے شرع کہاں ہے؟

آں[3] گروہے کز فقیری پے برند — صد جہت زاں مُردگاں فانی ترند
وہ گروہ جس نے فقیری کا پتہ لگا لیا ہے — سو جہتوں سے مُردوں سے زیادہ فانی ہیں

مُردہ از یک رو ست فانی در گرند — صوفیاں از صد جہت فانی شدند
مُردہ ایک حیثیت سے مرض میں فانی ہے — صوفیاء سو حیثیتوں سے فانی ہو گئے ہیں

مرگ یک قتل ست و این سی صد ہزار — ہر یکے را خونہائے بے شمار
موت ایک قتل ہے اور یہ تین لاکھ — ہر ایک کا بے شمار خونبہا ہے

گرچہ کشت این قوم را حق بارہا — ریخت بہرِ خونبہا انبارہا
اگرچہ اللہ (تعالیٰ) نے اس قوم کو بارہا قتل کیا ہے — خونبہا کے لئے انبار لگا دیئے ہیں

ہمچو جزبیس[4] اند ہر یک در سرار — کشتہ گشتہ زندہ گشتہ شصت بار
ملک میں ہر ایک، جزبیس کی طرح ہے — ساٹھ بار قتل ہوا، زندہ ہوا

کشتہ از ذوقِ سنانِ دادگر — می بزارد کہ بزن زخمِ دگر
منصف کی بھال کے ذوق سے مقتول — روتا ہے کہ دوسرا زخم لگا

واللہ از عشقِ وجودِ جاں پرست — کشتہ بر قتلِ دوم عاشق ترست
خدا کی قسم جان پرست وجود کے عشق کی بدولت — دوسرے قتل پر یہ مقتول زیادہ عاشق ہے

گفت قاضی من قضا دارِ حیم — حاکمِ اصحابِ گورستاں کیم
قاضی نے کہا میں زندہ پر حکم لگانے والا ہوں — میں قبرستان کے باشندوں کا حاکم کب ہوں؟

---

[1] گفت۔ قاضی نے صوفی سے کہا تو بھی جگہ کر تخت بچھا۔ یہ ضرب المثل مشہور ہے، ثَبِّتِ الْعَرْشَ ثُمَّ انْقُشْ، پہلے تخت بچھا پھر اس پر نقش بنا یعنی کام کرنے سے پہلے جگہ مستعین کر۔ کوزندہ۔ یہ قول علیہ تو محض خیال انسان رہ گیا ہے اس سے بڑا کہاں لیا جا سکتا ہے شرع سلطان اور تاوان تو زندہ اور بالدار سے لیا جا سکتا ہے مُردے سے نہیں لیا جا سکتا۔

[2] آں گروہ۔ مولانا نے اُن درویشوں کا بیان شروع کر دیا ہے جو سُکر کی حالت میں ہوتے اور خودی سے گزر کر مقام فنا حاصل کر لیتے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ لوگ سیکڑوں حیثیتوں سے مُردہ ہیں حقیقی مُردہ تو محض ایک مرض سے مُردہ بن جاتا ہے۔ شعر۔

گشتگان خنجرِ تسلیم را — ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

رکیت بہرِ خونبہا انبارہا — رکیت بہر خونبہا انبارہا

[3] جزبیس۔ ان کو شاہ وقت نے ساٹھ بار قتل کیا اور وہ ہر بار زندہ ہو گئے۔ دادگر۔ اللہ کے بھالے کا زخم اُنکو ایسا پیارا ہے کہ دوسرے زخم کی تمنا میں رہتے ہیں۔ وجودِ جاں پرست۔ یعنی عنصری زندگی جینے کی محبت ہوتی ہے۔ گفت۔

این بصورت گر نہ در گورست پست
یہ اگرچہ بظاہر قبر میں دبا ہوا نہیں ہے

بس بدیدی مُردہ اندر گور تو
تُو نے قبر میں بہت سے مُردے دیکھے ہیں

گر ز گورے خشت بر تو اوفتاد
اگر قبر کی اینٹ تیرے اوپر گر پڑے

گَرد خشم و کینۂ مُردہ مگرد
مُردے کے غصہ اور کینہ کے درپے نہ ہو

شکر کُن کہ زندۂ بر تو نزد
شکر ادا کر کہ زندہ نے تجھے نہیں مارا

خشمِ اَحیا خشمِ حق و زخمِ اوست
زندوں کا غصہ، اللہ کا غصہ اور مار ہے

حق بکشت اُورا و در پاچاش دمید
اللہ تعالیٰ نے اسکو قتل کیا اور پاؤں میں پھونک

نفخ در روے باقی آمد تا مآب
اس میں قیامت تک پھونک باقی رہی

فرق بسیارست بین النفختین
دونوں پھونکوں میں بڑا فرق ہے

این حیات از وے بُرید و شد مُضر
اس نے اس سے زندگی جدا کردی اور ضرر ہوئی

اینَدم آں دَم نیست کاید آں بشرح
یہ پھونک وہ پھونک نہیں جو کہ اسکی تشریح ہو سکے

نیستش بر خر نشاندن مجتہد
اس کو گدھے پر سوار کرنا، محل اجتہاد نہیں ہے

بر نشستِ اُو نہ پُشتِ خر سزد
اسکی نشست کیلئے گدھے کی پشت مناسب نہیں ہے

گور ہا در دود دانش آمدہ است
بہت سی قبریں اس کے خاندان میں ہیں

گور را در مُردہ بیں اے کور تو
اے اندھے! تو مُردے میں قبر کو دیکھ لے

عاقلاں از گور کے خواہند داد
عقلمند قبر سے کب انصاف چاہتے ہیں؟

ہیں مکُن با نقشِ گرما بہ نبرد
خبردار! خام کی تصویر سے نہ جھگڑ

کانکہ زندہ رَد کند حق کرد رَد
کیونکہ جس کو زندہ رَد کردے اللہ (تعالیٰ) اُسکو رَد کرتا ہے

کہ بحق زندست آں پاکیزہ پوست
کیونکہ وہ پاکیزہ کھال، باقی باشر ہے

پوستش از سر چو قصاباں کشید
قصائیوں کی طرح اوپر سے کھال کھینچ لی

نفخِ حق نبود چو نفخِ آں قصاب
اللہ (تعالیٰ) کا پھونک جیسا تعالیٰ کے پھونک جیسا قصاب کا پھونک نہیں ہے

اینہمہ زین ست و آں سر جملہ عین
یہ بالکل غلط ہے کہ وہ اور اس جیسا سب برابر ہے

واں حیات از نفخِ حق شد مستمر
وہ زندگی اللہ (تعالیٰ) کی پھونک سے دائمی ہوگئی

ہیں برآ زیں قعرِ چہ بالائے صرح
خبردار! اس کنویں کی اس گہرائی سے فلک کے اوپر آجا

نقش ہیزم را کسی بر خر نہد
ایندھن کے نقش کو کون گدھے پر لادتا ہے

پشتِ تابویش اولیٰ تر سزد
تابوت کی پشت اس کے لئے زیادہ لائق ہے

لہ دود دانش۔ یعنی اس آدمی علیہ کا جسم۔ کور۔ کیونکہ صوفی اس کو مُردہ نہ سمجھو را قطاس نے اس کو کور کہا ہے۔ گر۔ جبکہ آدمی علیہ مجسم قبرستان ہے اگر قبرستان میں سے کوئی اینٹ کسی پر آپڑے تو اس پر کون دعویٰ کرتا ہے۔ گرد۔ جبکہ آدمی علیہ مُردہ ہے تو اس پر غصہ نہ کر یا تو محض ایک بے جان تصویر ہے اس سے جھگڑا کرنا ہو قوفی ہے۔ زندہ۔ اب اس شخص کا ذکر شروع فرمایا ہے جس کو بقا اور زندگی بحق حاصل ہوگئی ہو اس کا ہر فعل اللہ کا فعل ہوتا ہے۔

لہ خشم۔ ایسے باقی باللہ کا غصہ اللہ کا غصہ ہوتا ہے۔ حق بکشت۔ اس باقی باللہ کو اللہ نے پہلے فنا کیا اور اس کو رذائل بشری سے پاک کرنا اور پھر اس میں نفخ روح کرنا۔ قصاباں۔ قصائی بکرے کی کھال کھینچ کر پھر اسمیں پھونک بھرتے ہیں تاکہ چربی وغیرہ پھول جائے اور گوشت پر بکنا معلوم ہونے لگے۔ نفخ قصائی اور اللہ کے پھونک۔ بھرنے میں فرق ہے۔ اتنا ہے۔ اللہ کا نفخ کرنا اور پھونک بھر کر پھر زندہ کرنا بڑی خوبی ہے اور قصائی کا معاملہ تو اسلئے کہ قصائی اسکی زندگی ہمیشہ کیلئے ختم کرکے پھونک بھرتا ہے۔

لہ اینَدم۔ باقی باللہ میں جو اللہ کا نفخ ہے وہ ایک ذوقی چیز ہے اسکی شرح نہیں ہو سکتی تو اس

ظلم[1] چہ بُود وضعِ غیرِ موضعش — ہیں مکُن در غیرِ موضع ضائعش

ظلم کیا ہے؟ غیر جگہ پر اس کو رکھنا — خبردار! غیر جگہ میں اس کو برباد نہ کر

گفت صُوفی پس رَوا داری کہ او — سیلیم زد بے قصاص و بے تسُو

صوفی نے کہا تو پھر تم اس کو جائز سمجھتے ہو کہ اُس نے — میرے طمانچہ مارا بغیر قصاص اور بغیر دیت کے

کے روا باشد کہ ہر خرسِ قلاش — صُوفیاں را صفع اندازد بلاش

کب جائز ہوگا کہ ہر ریچھ بے آبرو — صوفیوں کے طمانچے کھینچ مارے، بغیر کسی چیز کے؟

گفت صوفی راچہ باک از صفع خیز — باچنیں بیمار کمتر کن ستیز

اس نے کہا صوفی کو طمانچہ کی کیا پروا اُٹھ — ایسے بیمار سے جھگڑا نہ کر

گفت قاضی توچہ داری بیش و کم — گفت دارم در جہاں من شش درم

قاضی نے کہا تو کم و بیش کیا رکھتا ہے؟ — اس نے کہا دنیا میں میرے پاس چھ درہم ہیں

گفت قاضی سہ درم تو خرج[2] کن — آں سہ دیگر را بدُو دہ بے سخن

قاضی نے کہا، تین درہم تو خرچ کرلے — دوسرے تین، اس کو بغیر حجت دیدے

زار و رنجور ست و درویش و ضعیف — سہ درم باید ترا بہرِ رغیف

بیمار ہے اور فقیر و ضعیف ہے — تین درہم روٹی کھانے کیلئے تجھے چاہئیں

قاضی و صوفی بہم در قال و قیل — لیک آں رنجور برگشتہ سبیل

قاضی اور صوفی آپس میں بات چیت میں لگے — لیکن وہ بیمار، راستہ سے بھٹکا ہوا

بر قفایِ قاضی اُفتادش نظر — از قفایِ صُوفی آمد خوب تر

اس کی نظر قاضی کی گُدی پر پڑی — صوفی کی گُدی سے بہتر معلوم ہوئی

راست[3] میکرد از پے سیلیش دست — کہ قصاصِ سیلیم ارزاں شد ست

اس کے طمانچہ مارنے کے لئے ہاتھ سیدھا کیا — کہ میرے طمانچہ کا بدلہ سستا ہوگیا ہے

سُوئے گوشِ قاضی آمد بہرِ راز — سیلیے آورد قاضی را فراز

رازکی بات کہنے کے لئے قاضی کے کان کے پاس آیا — قاضی کے ایک طمانچہ مارا

گفت ہر شش را بگیر ید اے دو خصم — من شوم آزاد و بے خرخاش و وصم

بولا اے دونوں مخالفو! تم سب چھ لے لو — میں آزاد اور بغیر خرخشہ اور بے عیب ہوجاؤنگا

ہوگیا ہے اپنے ہاتھ کو طمانچہ مارنے کیلئے تیار کیا تھا صوفی۔ قاضی کے پاس اس طرح پہنچا جیسے اس سے کوئی رازکی بات کہے گا اور قاضی کی گُدی پر ایک طمانچہ مار دیا۔ گفت۔ قاضی کے طمانچہ مارکر بیمار سے کہا اب تم دونوں مدعی ہو دونوں تین تین درہم لے لو میرا سر اس طرح چھوٹ جائیگا نہ کوئی خرخشہ کرے گا اور نہ مالدار ہونے کا عیب رہے گا۔

[1] ظلم۔ کسی چیز کو بے موقع رکھنا ظلم ہے تو اس کو گدھے پر بٹھانا ظلم ہوا۔ گفت صوفی۔ صوفی نے قاضی سے کہا پھر تو آپ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جو میرے طمانچہ مارا ہے نہ اس کو جسمانی بدلہ ہے نہ مالی۔ کے روا۔ اگر آپ اس کو اس طرح چھوڑ دیں گے تو پھر صوفیوں کی خیر نہیں ہر آوارہ بے آبرو صوفیوں کو مارا کرے گا۔ بلاشی۔ یعنی بغیر کسی عوض کے۔ گفت قاضی نے صوفی سے کہا صوفی تو بہت بھاؤ کرتا ہے ایک طمانچہ کی اس کو کیا پروا ہوسکتی ہے۔ بیش و کم۔ قاضی نے کہا جھگڑا تو بغیر کسی عوض کے ختم ہوجانا چاہئے پھر بھی تجھے کچھ روپے دیتا ہوں اور قاضی نے بیمار سے پوچھا تیرے پاس کچھ ہے بیمار نے کہا میرے پاس چھ درہم ہیں۔

[2] تو خرچ کن۔ قاضی نے بیمار سے کہا ان چھ درہموں میں سے تین تو خرچ کے لئے رکھلے اور تین صوفی کو دیدے۔ زار۔ صوفی سے یہ کہا کہ وہ بیمار اور رنجور ہے تو تین درہم اس کے پاس رہنے دے اور تین درہم اپنی خوراک کیلئے لے لے۔ قاضی۔ قاضی اور صوفی میں تو یہ گفتگو چل رہی تھی ادھر اس بیمار کی نظر قاضی کی گُدی پر پڑی جو اسکو طمانچہ مارنے کیلئے صوفی کی گُدی سے بھی بہتر معلوم ہوئی۔

[3] راست۔ اس بیمار نے ہاتھ سیدھا کرکے طمانچہ مارا تو بہت سستا

تیرہ[1] شدنِ قاضی از سیلیے آں درویشِ رنجور رو

اُس بیمار فقیر کے طمانچہ سے قاضی کا مکدر بننا اور صوفی

سرزنش کردن صوفی قاضی را

کا قاضی کو ملامت کرنا

گشت قاضی تیرہ صوفی گفت ہے — حکمِ تو عدل ست لاشک نیست غے

قاضی مکدر ہوا، صوفی نے کہا: ہائیں — آپ کا حکم بیشک انصاف ہے، گمراہی نہیں ہے

آنچہ نہ پسندی بخود اے شیخِ دیں — چوں پسندی بر برادر اے امیں

اے دین کے شیخ! جو آپ اپنے لئے پسند نہیں کرتے — اے امانتدار! بھائی کے لئے کیوں پسند کرتے ہیں؟

ایں ندانی کز پئے من چہ کنی — ہمدراں چہ عاقبت خود افگنی

آپ یہ نہیں جانتے کہ میرے لئے جو کنواں کھودیں گے — اُس کنویں میں انجام کار آپ خود گریں گے

مَن حَفَرَ بِئراً لِّنَاخواندی از خبر — آنچہ خواندی کُن عمل جانِ پدر

حدیث میں آپ نے مَن حَفَرَ بِئراً لِّنَا نہیں پڑھا — اے جانِ پدر! جو آپ پڑھتے ہیں اُس پر عمل کیجئے

ایں یکے حکمت چنیں بُد در قضا — کوچرا آورد سیلے در قفا

فیصلہ میں آپ کا یہ حکم ایک ایسا حکم تھا — جس نے آپ کی قسمت پر طمانچہ وارد کیا

وایِ بر احکامِ دیگر ہائے تو — تا چہ آرد بر سر و بر پائے تو

اے آپ کے دوسرے فیصلے — آپ کے سر پاؤں پر کیا لائیں گے!

ظالمے[2] را رحم آری از کرم — کہ برائے نفقہ بدہش سہ درم

آپ نے کرم کرکے ظالم پر رحم کیا — کہ اُس کے خرچ کے لئے تین درہم دیئے

دستِ ظالم را ببر چہ جایِ آں — کہ بدستِ اُو دہی حکم و عناں

ظالم کا ہاتھ کاٹو، بھیجئے اس کے — تو نے اُس کے ہاتھ میں حکم اور باگ دیدی

تو بداں بُرمانی اے مجہول داد — کہ نژادِ گرگ را اُو شیر داد

اے مجہول الفعل: تو اُس بکری کی طرح ہے — کہ بھیڑیئے کے بچہ کو اُس نے دودھ پلایا

جواب دادنِ قاضی صوفی را

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی واجب آید ماں رضا — ہر قفا و ہر جفا کآرد قضا

قاضی نے کہا ہماری رضامندی ضروری ہے — ہر اُس طمانچہ اور ظلم پر جو قضا لائے

---

[1] تیرہ شدن: قاضی طمانچہ کھا کر بدمزہ ہوا تو صوفی نے قاضی سے کہا: حکم تو بیشک آپ کا یہ فیصلہ کہ طمانچہ کا عوض تین درہم ہوتے ہیں بالکل منصفانہ تھا، اس میں کوئی گڑبڑ نہ تھی اس فیصلہ کر آپ کو بھی بلا تأمل قبول کرنا چاہیئے۔

[2] آنچہ: ہر چہ بر خود نہ پسندی بدیگراں پسند۔ من حفر۔ مشہور مقولہ مَن حَفَرَ بِئراً لِّاَخِیہِ فَقَدْ وَقَعَ فِیہِ جس نے اپنے بھائی کے لئے کنواں کھودا وہ خود اُس میں گرے گا۔ تیرا فیصلہ خود تیرے لئے طمانچہ کا سبب بنا ہے۔ قاضی: یہ تو ایک فیصلہ کی بات تھی نہ معلوم دوسرے فیصلے تیرے اوپر کیا ظلم ڈھائیں گے۔

[3] ظالمے: تو نے ظالم کو خرچ کے تین درہم دلائے۔ دست: ظالم کا تو ہاتھ کاٹنا چاہیئے تھا: کہ فیصلہ اُس کے ہاتھ میں دیتا۔ تو بداں: تیری مثال تو اُس بڑھیا کی سی ہے جس نے بھیڑیئے کے بچہ کو بکری کا دودھ پلا کر پالا اور آخر میں وہ بھیڑیا اپنی بکری کو کھا گیا۔ گفت: قاضی۔ قاضی نے کہا قضاء و تقدیر کی جو بھی نازل کرے خواہ طمانچہ ہو یا سزا اُس پر راضی ہونا ہمارا فرض ہے۔

خوش دلم در باطن از حکمِ زُبُرؔ
کتابوں کے حکم سے میں باطن میں خوشدل ہوں

گرچہ شد رُویم ترُش کا لحق مُر
اگرچہ میرا چہرہ ترُش ہو گیا کیونکہ حق کڑوا ہے

ایں دلم باغست و چشمم ابر وش
میرا یہ دل باغ ہے اور میری آنکھ ابر کی طرح ہے

ابر گرید باغ خندد شاد و خوش
ابر روتا ہے، باغ خوش اور شاد ہو کر ہنستا ہے

سالِ قحط از آفتابِ خیرہ خند
قحط کے سال میں بیباکی سے ہنسنے والے سورج سے

باغہا در مرگ و جانکندن رسند
باغ موت اور جاں کنی میں پہنچ جاتے ہیں

زامرِ حق وَابْکُوا کثیراً خواندہ
اور زیادہ روؤ" تو نے خدائی حکم پڑھا ہے

چوں سرِ بریاں چہ خنداں ماندہ
جھکی ہوئی سُرخی کی طرح تو کیوں ہنس رہا ہے؟

روشنیِ خانہ باشی ہمچو شمع
تو گھر کی روشنی ہوگا، شمع کی طرح

گر فرو باری تو ہمچوں شمع دمع
اگر تو شمع کی طرح آنسو بہائے گا

آں ترُش رُوئیِ مادر یا پدر
ماں باپ کی ترُش رُوئی

حافظِ فرزند شد از ہر ضرر
ہر نقصان سے لڑکے کی نگہبان ہے

ذوقِ خندہ دیدہ اے خیرہ خند
اے بیہودہ ہنسنے والے! تو نے ہنسی کا مزہ چکھ لیا

ذوقِ گریہ بیں کہ ہست آں کانِ قند
رونے کا مزا دیکھ جو شکر کی کان کی طرح ہے

چوں جہنم گریہ آرد یادِ آں
جب جہنم کی یاد رُلائے

پس جہنم خوش تر آید از جناں
تو جہنم جنتوں سے زیادہ بھلی معلوم ہوتی ہے

خندہا در گریہہا آمد کتیم
ہنسیاں، رونے میں چھپی ہوئی ہیں

گنج در ویرانہا جُو اے سلیم
اے بھولے! خزانے ویرانوں میں تلاش کر

ذوق در غمہاست پے گم کردہ اند
مزا غموں میں ہے انھوں نے نشان گم کر دیا ہے

آبِ حیواں را بظلمت بردہ اند
آبِ حیات کو تاریکی میں لے گئے ہیں

بارگونہ نعل در رہ تا رُباط
راستہ میں منزل تک اُٹھے نعل دیں

چشمہا را چار کُن در احتیاط
احتیاط میں چار آنکھیں کرلے

چشمہا را چار کُن در اعتبار
عبرت حاصل کرنے میں چار آنکھیں کرلے

یار کُن با چشمِ خود دو چشمِ یار
یار کی دو آنکھوں کو اپنی آنکھوں کا ساتھی بنالے

اَمرُھُم شُوریٰ بخواں اندر صُحُف
یاروں میں اَمرُھُم شُوریٰ پڑھ لے

یار را باش و مکُن از ناز اُف
یار کا ہو جا اور ناز سے اُف نہ کر

لہ زُبُر۔ زبور کی جمع ہے، بمعنی کتاب۔ الحق مُر۔ صحیح بات کڑوی لگتی ہے۔ ابرِ کلم۔ آنکھ کے رونے سے دل میں شادابی پیدا ہوتی ہے جس طرح ابر سے باغ میں شادابی آتی ہے۔ سالِ قحط۔ سورج کی چمک کو سورج کا خندہ قرار دیا ہے جس کو باغ کے جلنے کا سبب قرار دیا ہے۔

لہ زامرِ حق۔ قرآن پاک میں ہے فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلاً وَّلْیَبْکُوْا کَثِیْراً "چاہیئے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں۔ سر جھکیاں جب سُرخی کو آگ پر بھونا جاتا ہے تو کھال سکڑ کر دانت نکل جاتے ہیں۔ روشنی موم آنسو کی طرح گرتا ہے تو شمع روشن رہتی ہے۔ مادر۔ ماں باپ کی سختی بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ ذوقی۔ یادِ الٰہی میں جو لطف ہے وہ ہنسنے میں نہیں ہے۔

لہ جوں جہنم گریہ آرد۔ رُلائے تو وہ جنت کی یاد سے زیادہ بہتر ہے۔ خندہا۔ گریہ کا انجام ہنسنا ہے۔ ذوقی۔ غموں میں لذت اسی طرح چھپی ہوئی ہے جس طرح آبِ حیات تاریکی میں۔ باگونہ۔ منزل کو چھپانے کے لئے جوتوں میں اُلٹے نعل لے جاتے ہیں۔ رباط۔ منزل۔ چشمہا۔ جبکہ نشان پوشیدہ ہے تو اپنی آنکھوں کے ساتھ شیخ کی آنکھوں کو جوڑے تب نشانِ منزل کا پتہ چلے گا۔ چشمہا۔ عبرت حاصل کرنے اور نشان کو پہچاننے کے

یار باشد راہ را پشت و پناہ — چونکہ نیکو بنگری یارست راہ

یار راستہ کا مددگار ہوتا ہے — جب تو غور کرے گا یار راستہ ہے

چونکہ دَر یاراں رسی خامش نشیں — اندراں حلقہ مکُن خود را نگیں

جب تو یاروں میں پہنچے چپ بیٹھ جا — اُس حلقہ میں اپنے آپ کو نگ نہ بنا

در نمازِ جمعہ بنگر خوش بہوش — جملہ جمع اندر یک اندیش و خموش

جمعہ کی نماز میں اچھی طرح ہوش سے دیکھ لے — سب جمع ہیں اور ایک خیال کے اور چپ ہیں

رختہا را سُوئے خاموشی کشاں — چوں نشاں جوئی مکُن خود را نشاں

سامان کو خاموشی کی جانب کھینچ لے جا — جب کہ تو نشان تلاش کرتا ہے اپنے آپ کو نشان نہ بنا

گفت پیغمبر کہ دَر بحرِ ہموم — دَر دلالت داں تو یاراں را نجوم

پیغمبر نے فرمایا ہے کہ فکروں کے سمندر میں — تو رہنمائی میں یاروں کو ستارے سمجھ

چشم دَر اختر گاں نہ رہ بجوی — نطق تشویش نظر باشد مگوی

ستاروں پر آنکھ جمادے راستہ تلاش کر — بولنا دیکھنے کے لئے پریشان کن ہوتا ہے نہ بول

گر دو حرفِ صدق گوئی اے فلاں — گفتِ تیرہ دَر تبع گردد رواں

اے فلاں! اگر تو سچائی کے دو حرف بولے گا — تو تکدر گفتگو پیچھے پیچھے روانہ ہو جائے گی

ایں نخواندی کالکلام اے مُستہام — فی شجونٍ جرّۃ جرّ الکلام

اے حیران! یہ تو نے نہیں پڑھا کہ گفتگو — مختلف شعبوں میں ہے گفتگو کا کھینچنا اسکو کھینچتا ہو

ہیں مشو شارع دراں حرفِ رشد — چوں سخن بیشک سخن را می کشد

خبردار! تو اُس بھلی بات کو شروع کرنیوالا نہ بن — کیونکہ یقیناً بات، بات کو کھینچتی ہے

نیست در ضبطت چو بکشادی دہاں — از پئے صافی شود تیرہ رواں

جب تو نے مُنہ کھولدیا تیرے قابو میں نہیں ہے — صاف کے پیچھے تکدر روانہ ہو جاتا ہے

آنکہ معصوم رہِ وحیِ خداست — چوں ہمہ صافست بکشاید رواست

جو خدائی وحی کی راہ کا معصوم ہے — جبکہ وہ سب صاف ہے، اگر کھولے تو مناسب ہے

زانکہ ما ینطق رسولٌ بالہوٰی — کے ہوا زاید ز معصومِ خدای

کیونکہ کوئی رسول خواہشِ نفس سے بات نہیں کرتا — خدائی معصوم سے ہوائے نفسانی کب پیدا ہوتی ہے؟

---

۱ یار۔ شیخ راستہ کا رہنما ہو بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ خود راستہ ہے چونکہ۔ بزرگوں کی مجلس میں خود نمائی مناسب نہیں ہے خاموشی سے بیٹھ کر اُن سے استفادہ کرے۔ صحبت پیر زور کرو فکر بہتر ہے۔ در نماز۔ جمعہ کی نماز میں سب خاموشی خطبہ سنتے ہیں۔ رختہا۔ سالک کو شیخ کی صحبت میں زیادہ خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔ گفت۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ "میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم نے جس کی اقتداء کی ہدایت پائے گے۔

۲ چشم۔ ستاروں سے ہدایت جبھی حاصل ہوگی کہ خاموشی سے اُن پر نظر کرو گے، بولنا نظر میں خلل انداز ہوتا ہے۔ گر دو حرف۔ عام حالات میں بھی بولنا مفید نہیں ہے انسان دو باتیں صحیح کہتا ہے قرآن کے ساتھ غلط باتیں بھی زبان سے نکل جاتی ہیں۔ الکلام فی شجون۔ یعنی گفتگو مختلف شعبوں میں واقع ہوتی ہے کہ جرّۃ جرّ الکلام۔ کلام کا دراز کرنا اس کو کھینچنا کہا ہے یعنی جب گفتگو شروع ہو جاتی ہے تو پھر مختلف گوشوں تک پہنچتی ہے

۳ ہیں۔ انسان پہلی بات شروع کرتا ہے تو کلام کی عادی اس کو بڑی بات تک پہنچا دیتی ہے۔ بیشک۔ جب ٹھاٹ کر روں کو ناشتا کرو تو صاف کے بعد تلچھٹ آتی ہے تاکہ یہ صرف معصوم انبیاء کی شان ہے کہ اُن کی زبان سے کوئی غلط بات نہیں نکلتی ہے۔ ما ینطق۔ قرآن پاک میں آنحضورؐ کے بارے میں فرمایا گیا ہے مَا یَنْطِقُ عَنِ الْہَوٰی اِنْ ہُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی "وہ خواہش نفس سے کلام نہیں کرتے ہیں وہ وحی ہے جو اُن کو بھیجی جاتی ہے"

خویشتن را ساز منطقی[1] زحال — تا نگردی ہمچو من سخرہ مقال
اپنے آپ کو حال سے بہت بولنے والا بنائے — تاکہ تو میری طرح گفتگو سے مغلوب نہ ہو

سوال کردن صوفی از قاضی
صوفی کا قاضی سے سوال کرنا

گفت صوفی چون یکے کان ست زر — ایں چرا نفع ست و آں دیگر ضرر
صوفی نے کہا جبکہ سونا ایک کان کا ہے — یہ نفع کیوں ہے اور وہ دوسرا نقصان کیوں ہے؟

چونکہ ایں جملہ زیک دست آمدست — ایں چرا ہشیار و آں مست آمدست
جبکہ یہ سب ایک ہی ہاتھ سے ہے — یہ ہوشیار اور وہ مست کیوں بنا ہے؟

چوں[2] زیک دریاست ایں جوہا روال — ایں چرا نوش ست و آں زہر ہلال
یہ نہریں جب ایک دریا سے رواں ہیں — یہ شہد اور وہ سانپ کا زہر کیوں ہے؟

چوں ہمہ انوار از شمس بقاست — صبح صادق صبح کاذب از چہ خاست
جبکہ سب نور آفتاب بقا کے ہیں — سچی صبح اور جھوٹی صبح کیوں پیدا ہوئی؟

چوں زیک سرمہ است ناظر را کحل — از چہ آمد راست بینی و حول
جب آنکھ کا سرمہ ایک ہی سرمہ ہے — صحیح دیکھنا اور بھینگا پن کیسے ہوا؟

چونکہ دار الضرب را سلطاں خداست — نقد را چوں ضرب خوب و ناروا ست
جبکہ ٹکسال کا بادشاہ خدا ہے — سکہ پر کھرا ٹھپہ اور کھوٹا ٹھپہ کیوں ہے؟

چوں[3] خدا فرمود رہ را راہِ من — ایں خیف از چیست و آں یک راہ زن
جبکہ خدا نے فرمایا راستہ میرا راستہ ہے — یہ راہنما اور راہزن کیوں ہے؟

از یکے شکم چوں رسد جبر و سفیہ — چوں یقیں شد کالولد سر ابیہ
ایک ہی پیٹ سے عالم اور جاہل کیوں پیدا ہوئے؟ — جبکہ یقینی ہے کہ بیٹا باپ کا راز ہے

وحدتے کہ دید با چندیں ہزار — صد ہزاراں جنبش از عین قرار
اتنے ہزار کے ہوتے ہوئے وحدت کس نے دیکھی ہے؟ — لاکھوں جنبشیں عین قرار سے

جواب گفتن آں قاضی صوفی را
قاضی کا اس صوفی کو جواب دینا

---

[1] منطقی زحال۔ زبانِ حال کے ذریعہ بہت بولنے والا۔ تانگردی۔ مولانا نے اپنے آپ کو فروتنی کے اعتبار سے مغلوب مقال کہا ہے۔ سوال پہلے قاضی نے کہا تھا کہ تمام مقدرات پر راضی رہنا چاہئے تو صوفی سوال کرتا ہے کہ ذاتِ خداوندی جبکہ واحد بسیط ہے تو اس سے متضاد چیزوں جفا و وفا، قحط و رضا، منع و عطا کا صدور کس طرح ہوتا ہے۔ گفت صوفی۔ جبکہ سب کا خالق ایک ہے تو ایک مفید اور مضر کیوں ہے۔ یک دست۔ جبکہ ایک دستِ قدرت کے پیدا کردہ ہیں تو ایک عقلمند اور ایک مست کیوں ہے۔

[2] چوں۔ ایک دریا کی نہروں کے پانی کا ایک مزا ہوتا ہے لیکن مخلوق کوئی شیریں اور کوئی کڑوی ہے۔ چوں ہمہ۔ جبکہ سب ذاتِ باقی کے نور ہیں تو ایک صبح صادق اور ایک صبح کاذب کیوں ہے۔ یک سرمہ۔ جبکہ سب کی آنکھیں ایک ہی سرمہ سے سرگیں ہیں تو پھر راست بینی اور کج بینی کیوں ہے۔ چونکہ جب سب ایک ٹکسال سے ڈھلے ہوئے ہیں تو بعض سکے کھرے بعض کھوٹے کیوں ہیں۔

[3] چوں خدا۔ جبکہ خدا نے دین کے راستہ کو اپنا راستہ فرمایا ہے تو اس میں راہنما اور راہزن کا فرق کیوں ہے۔ از یک شکم۔ جبکہ سب ایک پیٹ کی پیداوار ہیں اور بیٹے میں باپ کے اوصاف ظاہر ہوتے ہیں تو پھر ایسی ایک پیٹ سے ایک عالم اور ایک جاہل کیسے پیدا ہوا ہے۔ وحدت کے خدا کی وحدت اور غیر متغیر اور غیر متضاد ہونے کا تو یقین ہے پھر اس سے اتنی کثیر متغیر اور متضاد چیزیں کیسے صادر ہوتی ہیں۔ مصدر میں سکون اور صادر میں حرکتیں ہونا بھی سمجھ سے باہر ہے، غرضیکہ واحد حقیقی سے اتنی کثیر اور متضاد چیزوں کا مخلوق ہونا مستبعد معلوم ہوتا ہے۔

گفت[1] قاضی صوفیا خیرہ مشو — یک مثالے در بیانِ ایں مشنو

قاضی نے کہا، اے صوفی! تو حیران نہ ہو — اس کے بیان میں ایک مثال سُن لے

ایں ببین و حال آں را نیک داں — ورنہ بینی حال را نیکو بخواں

یہ دیکھ لے اور اس کے حال کو خوب جان لے — اگر نہ دیکھے، حال کو خوب پڑھ لے

ہمچنانکہ بیقراری عاشقاں — حاصل آمد از قرارِ دلستاں

جس طرح کہ عاشقوں کی بے قراری — معشوق کے قرار سے پیدا ہوتی ہے

اُو چو کہ در ناز ثابت آمدہ — عاشقاں چوں برگہا لرزاں شدہ

وہ پہاڑ کی طرح ناز پر قائم ہے — عاشق پتوں کی طرح لرزتے ہیں

خندۂ اُو گریہا انگیختہ — آبرویش آبروہا ریختہ

اُس کے ہنسنے نے رونے پیدا کئے — اُسکے چہرے کی رونق نے آبروئیں بہا دیں

ایں ہمہ چون و چگونہ چوں زبد — بر سرِ دریائے بیچوں می طپد

یہ سب کیفیات جھاگ کی طرح — بے کیفیت دریا کے اوپر حرکت کرتی ہیں

ضدّ[2] و ندّش نیست در ذات و عمل — زاں ہپوشیدند ہستیہا حُلل

اُس کا ضد اور ندّ ذات اور فعل میں نہیں ہے — اسی لئے موجودات نے لباس پہن لئے ہیں

ضد ضد را بُود و ہستی کے دہد — بلکہ زُو بگریزد و بیروں جہد

ضد[3] ضد کو وجود اور ہستی کب دیتا ہے؟ — بلکہ اُس سے بھاگتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے

ندّ چہ بُود مثل مثلِ نیک و بد — مثل خویشتن را کے کند

ندّ کیا ہے؟ مثل ہے، نیک اور بد کی مثل — مثل اپنی مثل کو کب بناتی ہے؟

چونکہ دو مثل آمدند اے متقی — ایں چہ اولیٰ تر ازاں در خالقی

اے پرہیزگار! جبکہ دو چیزیں مثل ہیں — یہ دوسرے سے خالق ہونے میں بہتر کیوں ہے؟

بر شمارِ برگِ بُستاں ضدّ و ندّ — چوں کفے بر بحر بے ندّست و ضدّ

ضد اور ندّ باغ کے پتوں کی شمار پر — بے ندّ اور بے ضد دریا پر جھاگ کی طرح ہیں

بے چگونہ بیں تو بُرد و ماتِ بحر — چوں چگونہ گنجد اندر ذاتِ بحر

سمندر کی مات اور بُرد بے کیف سمجھ — کیف سمندر کی ذات میں کیسے سما سکتا ہے؟

---

[1] گفت قاضی۔ قاضی نے کہا ذات غیر متقیر اور غیر متضاد کا، متقیر اور متضاد چیزوں کے مساوی ہونے سے حیران نہ ہو ایک مثال سُن لے اور حال کو سمجھ لے۔ یہ حال کہ معشوق کا قرار اور سکون عاشقوں کی بیقراری کا سبب ہے معشوق پہاڑ کی طرح ناز پر جما ہوا ہے اور عاشق پتوں کی طرح لرزتے ہیں معشوق کا مسکرانا عاشقوں کے رونے کا سبب ہے تو ان باتوں سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ سبب اور اسکے آثار میں یکسانیت ضروری نہیں ہے۔ ایں ہمہ چون و چگونہ سے کیفیات اور وہ ممکنات جن پر کیفیات طاری ہوتی ہیں مراد ہیں۔ بیچوں۔ ذاتِ باری تعالیٰ جو اعراض سے منزہ ہے

[2] ضد و ندّ۔ مبداء اور اثر، علت اور معلول میں مشابہت اور ایک دوسرے کی مثل ہونا تو شرط نہیں ہے البتہ تضاد نہ ہونا چاہئے، اب ثابت کرتے ہیں کہ مبدا جو ذاتِ واحد ہے اور اسکے آثار جو ممکنات ہیں اُن میں تضاد نہیں ہے اور نہ کوئی اسکی ذات اور افعال میں اسکا مثل ہے۔ زاں۔ چونکہ ذاتِ باری اور ممکنات میں تضاد نہیں ہے اسی لئے ممکنات نے وجود کا لباس پہنا ہے۔ ضد یعنی ضد دوسری ضد کو موجود نہیں کر سکتا ہے یعنی اسکی علت نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اُس سے بھاگتا اور گریز کرتا ہے تو دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔

[3] ندّ ذاتِ باری کا مثل اور

کمترینِ[1] لعبتِ او جانِ تست — ایں چگونہ در چونِ جاں کے شد درست

تیری جان اُس کا چھوٹا سا کھلونا ہے — جان کے لئے چون و چگون کب درست ہیں؟

پس چناں بحرے کہ در ہر قطرہ زاں — زیں بدن ناشی تر آمد عقل و جاں

ایسا سمندر کہ اُس کے ہر قطرے سے — اِس جسم سے زیادہ عقل اور جان پیدا ہوتی ہیں

کے بگنجد در مضیقِ چند و چوں — عقلِ کُل آنجاست از لا یعلمون

وہ مقدار اور کیفیت کے تنگ مقام میں کب سما سکتا — وہاں عقلِ کُل (یعنی) ناواقفیت میں ہے

عقل گوید مر جسد را کاے جماد — بوئی بُردی ہیچ ازاں بحرِ معاد

عقل، جسم سے کہتی۔ ہے کہ اے بے روح — تو نے اِس بحرِ سعادت کا کچھ پتہ پایا؟

جسم گوید من یقیں سایہ توأم — یاری از سایہ کہ جوید جانِ عم

جسم کہتا ہے میں یقیناً تیرا سایہ ہوں — اے چچا جان! سایہ سے کون مدد چاہتا ہے؟

عقل گوید کایں آں حیرت سراست — کہ سزا گستاخ ترا زناسزاست

عقل کہتی ہے کہ یہ ایسا حیرت کدہ نہیں ہے — کہ قابل، ناقابل سے زیادہ دلیر ہو

اندریں[2] جا آفتابِ انوارے — خدمتِ ذرہ کُند چوں چاکرے

اِس جگہ روشن سورج — خادم کی طرح ذرے کی خدمت کرتا ہے

شیر ایں سو پیشِ آہو سر نہد — باز ایں جا پیشِ تیہو پر نہد

یہاں شیر، ہرن کے سامنے سر رکھ دیتا ہے — یہاں باز، تیتر کے سامنے پَر بچھاتا ہے

ایں ترا باور نیاید مصطفیٰ — چوں ز مسکیناں ہمی جوید دعا

(اگر) تجھے اِس کا یقین نہیں ہے تو مصطفیٰ — مسکینوں سے دعا کیوں چاہتے ہیں؟

گر بگوئی از پئے تعلیم بود — عینِ تجہیل از چہ رُو تفہیم بود

اگر تو کہے سکھانے کے لئے تھی — بعینہٖ جہالت میں مبتلا کرنا، سمجھانا کیونکر تھا

بلکہ میداند کہ گنجِ بے شمار — در خرابیہا نہد آں شہریار

بلکہ وہ جانتے تھے کہ لا تعداد خزانہ — وہ شاہ ویرانوں میں رکھ دیتا ہے

---

[1] کمترین مخلوق اُس کی معمولی مخلوق ہے اُس کی حقیقت اور کُنہ تک رسائی ممکن نہیں ہے پس چناں وہ ذاتِ باری جو لاتعداد عقلوں اور جان کی علت ہے اُس کی حقیقت تک کیسے رسائی ہو سکتی ہے وہ کسی طرح بھی کیفیات کی قید میں سمیٹی نہیں جا سکتی، اُس کی حقیقت کے بارے میں عقل کامل بھی ناواقف ہے۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ ۔ اے خدا میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کر سکتا ہوں تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنے نفس کی تعریف کی ہے۔ عقل مجرد، جب عقل کامل کا یہ حال ہے تو عام عقلیں لامحالہ اُس کی حقیقت کا ادراک نہیں کر سکتی ہیں۔ جماد۔ جسم بغیر روح کے بے جان ہے۔ بحرِ معاد۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔ سایہ۔ یعنی تابع۔ عقل کہتی ہے کہ جواب سن کر عقل کہتی ہے کہ ذاتِ باری کی حقیقت کے ادراک کا معاملہ ایسا ہے کہ اُس میں قابلِ ادراک اور ناقابلِ ادراک یکساں ہیں۔

[2] اندریں جا۔ عقل نے چونکہ جسم ناقابلِ ادراک سے ذاتِ باری کی کُنہ معلوم کرنی چاہی تھی اور اُس نے جواب دیا تھا کہ جب تجھے ہی معلوم نہیں تو تیرا مجھ سے سوال کرنا کیا مناسب ہے؟ تو عقل کہتی ہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ یہاں اعلیٰ ادنیٰ سے استفادہ

---

[1] ہے سورج ذرے کی خدمتگاری کرتا ہے، شیر ہرن سے عاجز ہے، باز تیتر کے مقابلہ میں عاجز ہے۔ ایں ترا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضورؐ صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ یہیں بھی اپنی دعا میں شریک کرنا ——— [2] مگر بگوئی۔ آنحضورؐ کو کسی کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ استفادہ کیلئے نہیں بلکہ بطور ملاقات آنحضورؐ کے پاس مقام سے تنزل اختیار کرتے تھے اور تعلیم امت کیلئے اس قسم کا طریقہ اختیار کر لیتے تھے تو مطلب یہ ہوگا کہ آنحضورؐ نے یہ طریقہ کیوں اختیار کیا؟ اگر امت کو تعلیم دینی ہی تھی تو اعلیٰ فرد ادنیٰ فرد سے استفادہ کیا کرے اور یہ بات مسلم ہو کہ اعلیٰ ادنیٰ سے استفادہ نہیں کر سکتا تو پھر آنحضورؐ کی یہ تعلیم کہاں ہوئی یہ تو امت کو جہالت میں مبتلا کرنا ہوا۔ بلکہ آنحضورؐ کا وہ کہنے فرمانا تعلیم کیلئے نہ تھا بلکہ آنحضورؐ جانتے تھے کہ خزانے ویرانے میں ہوتے ہیں؟

بدگمانی[1] نعلِ معکوسِ وَیست
بدگمانی، اُلٹی نعل ہے

گرچہ ہر جزوِ ویش جاسوسِ وَیست
اگرچہ اُس کا ہر جزو اُس کا جاسوس ہے

بل حقیقت در حقیقت غرقہ شد
بلکہ در حقیقت، حقیقت غائب ہو گئی

زیں سبب ہفتاد بل صد فرقہ شد
اِس لئے ستر بلکہ سو فرقے ہو گئے

باتو قُل ما شئتُ خواہم گفت ہاں
میں تجھ سے ایک نکتہ کہوں گا، خبردار!

صُوفیا خوش بہن بکشا گوشِ جاں
اے صوفی! جان کے کان کو خوب کھول لے

مرترا ہر زخم کاید ز اسماں
تجھے جو تکلیف آسمان سے پہنچے

منتظر می باش خلعت بعد ازاں
اِس کے بعد تو خلعت کا منتظر رہ

آں قفا دیدی صفا را ہم ببیں
تو نے وہ طمانچہ تو دیکھا، خلوص بھی دیکھ لے

گردِراں[2] با گردن آمد اے امیں
اے امین! ران کا گوشت گردن کے ساتھ ہے

کُو نہ آں شاہ ست کت یکلی زند
کیونکہ وہ ایسا شاہ نہیں ہے کہ تیرے طمانچہ مارے

کہ نہ تاج و تخت بخشد مُستمند
اور تمہارے کا تخت اور تاج نہ بخشے

جُملہ دنیا را پرِ پشہ بہا
تمام دنیا کی قیمت مچھر کا پَر ہے

یکلیئے را رشوتِ بے مُنتہا
ایک طمانچہ کا عطیہ لاانتہا ہے

گر دنت زیں طوق زرّیں جہاں
تو اپنی گردن دنیا کے اِس زرّیں طوق سے

چُست در دُزدِ دوز حق یکلی ستاں
جلد نکال لے، اور اللہ کا طمانچہ لے لے

آں قفاہا کانبیا برداشتند[3]
وہ طمانچے جو انبیاء نے برداشت کئے ہیں

زاں بلا سرہائے خود افراشتند
اُس بلا سے اپنے سروں کو بلند کیا ہے

لیک حاضر باش در خود اے فتیٰ
لیکن اے جوان! تو اپنے اندر موجود رہا کر

تا بخانہ اُو بیاید مر ترا
تاکہ وہ تجھے گھر میں پالے

ورنہ خلعت را برد اُو باز پس
ورنہ وہ خلعت کو لوٹا لے جائے گا

کہ نیابیدم بخانہ ہیچ کس
کہ میں نے گھر میں کسی کو نہ پایا

---

[1] بدگمانی۔ (ظاہر) خاکسار عاجز جہاں (راقم الحروف) کو دیکھ کر ہر مسلمان کے ساتھ بدگمانی اُٹھی نفس ہے جس سے انسان غلط راہ اختیار کر لیتا ہے اگرچہ فطرتِ انسان کی نظر میں اس کا جزء جزء جاسوس اور مخبر بنا ہوا ہے جو اُس کی رہنمائی کرتا ہے جس گمراہوں کے لئے یہ مکروہ نفس صرف آٹھ نشان ہی نہیں ہے بلکہ اکی کی نگاہوں حقیقت بالکل چھپ گئی ہے اِسی لئے اُن کے ستر بلکہ ستر فرقے بن گئے ہیں۔ (باقی۔ قاضی کے اصل جواب کی طرف مڑ ہے کہ راضی بالقضاء رہنا چاہیئے قل اللہ۔ قل (کہنا) کا مفہوم ہے اِس کے معنی بکو اِس اور گھر کے سلطان کے اِس یہاں دوسرے معنی مراد ہیں (معنی میں تجھ سے ایک اہم کی بات کہتا ہوں غور سے سُن لے کہ اللہ کی جانب سے ہر سزا کے ساتھ عطا بھی ہے۔ آں قفا تو نے وہ طمانچہ تو دیکھ لیا اُس سے جو باطن کی صفائی ہوئی وہ بھی دیکھ لے

[2] گردِراں۔ جب قصائی ران کا مشکاٹ کر دیتا ہے اور اُس میں قیمہ کم اور گوشت زیادہ ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ گردن کا قطعہ بھی دیتا ہے جس میں بڑی بوٹی ہوتی ہے اب اِس کے معنی یہ ہیں کہ ہر اچھائی بُرائی کے ساتھ ہے

[3] خدا کی ذات سے یہ توقع نہیں ہے کہ وہ صرف سزا دے اور اُس کے ساتھ عطا نہ ہو۔ جملہ دنیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کے دنیا کی کوئی چیز بھیجتا ہے تو اُس کی حقیقت مچھر کے پَر سے زیادہ نہیں ہے اُس کے بدلے میں لاتعداد نعمتیں عطا کر دیتا ہے۔ طوقِ زرّیں۔ یعنی دنیا کی نعمتیں ——— [3] آں قفاہا۔ انبیاء نے جو تکالیف برداشت کی ہیں وہ ان کی سرفرازی کا سبب بنی ہیں۔ لیکن۔ سزا کے عوض میں عطا کی شرط یہ ہے کہ حضور مع الحق ہو یعنی اللہ کی جانب رضا اور محبت کے ساتھ قلب کے قریب حاضر ہو۔ تاکہ۔ وہ تیرے دل پر فیضان کرے گا ورنہ۔ اگر حضور قلب نہ ہوگا تو خلعت واپس ہو جائے گی کیونکہ گھر میں کوئی نہ تھا جس کے سپرد کر دی جاتی۔

باز سُوال کردن آں صُوفی ازاں قاضی

پھر اُس صوفی کا اُس قاضی سے سوال کرنا

گفت[1] صوفی کہ چہ بُود ے کاین جہاں
صوفی نے کہا کیا ہو جاتا، اگر یہ عالم

ابرِ وی رحمت کُشادے جاوداں
ہمیشہ رحمت کی ابر کو کشادہ رکھتا

ہر دمے شورے نیاوردے بہ پیش
ہر لمحہ شور سامنے نہ لاتا

بر نیاوردے ز تلوینہا شش نیش
اپنی نیرنگیوں سے ڈنک نہ نکالتا

شب نہ دُزدیدے چراغِ روز را
رات دن کے چراغ کو نہ چُراتی

دے نبودے باغِ عیش اندوز را
عیش والے باغ کے لئے خزاں نہ ہوتی

جامِ صحت را نبودے سنگِ تب
صحت کے جام کے لئے بخار کا پتھر نہ ہوتا

ایمنی را خوف ناوردے کرب
اطمینان کو مصیبت نہ ڈراتی

خود چہ کم گشتے ز جُود و رحمتش
اس کی سخاوت اور رحمت میں خود کیا کمی آجاتی؟

گر نبُودے خرخشہ در نعمتش
اگر اُس کی نعمت میں خرخشہ نہ ہوتا

حال[2] بُودے خوب و خوش بر جملگاں
سب کی حالت اچھی اور ہمیشہ ہوتی

تیرہ کم بُودے رُوانِ انس و جاں
انسانوں اور جنوں کی رُوح مکدر نہ ہوتی

جاوداں بُودے حضور و ذوقِ خوش
حضور اور خوب ذوق ہمیشہ ہوتا

دائما در جاں بُدے ہم شوقِ خوش
روح میں بھی ہمیشہ بہتر شوق ہوتا

جوابِ[3] قاضی سوالِ صُوفی را و قصۂ ترک و درزی را مثل آوردن

صوفی کے سوال پر قاضی کا جواب دینا اور ترک اور چور کے قصہ کی مثال دینا

گفت قاضی بس تہی رُو صوفیی
قاضی نے کہا، تو بہت خشک دماغ صوفی ہے

خالی از فطنت چو کاف کوفیی
تو کوفی کے کاف کی طرح سمجھ سے خالی ہے

تو نہ بشنیدی کہ آں پُر قند لب
تو نے نہیں سُنا کہ وہ شیریں لب

غدرِ خیاطاں ہمی گفتے بشب
رات کو درزیوں کی غداری بیان کر رہا تھا

خلق را در دُزدیِ آں طائفہ
لوگوں کو اس گروہ کی چوری کے بارے میں

می نمود افسانہائے سالفہ
پہلے قصے سُنا رہا تھا

قصۂ پارہ رُبائی در بُریں
تراشے بنا ٹکڑا چرا لینے کا قصہ

می حکایت کرد او با آن و ایں
اس اور اُس سے بیان کر رہا تھا

---

[1] گفت صوفی۔ صوفی نے کہا کہ یہ بات تو سمجھ میں آگئی کہ درخت اور چیزوں کا ایک مبدأ سے صدور ہو سکتا ہے لیکن یہ بات آتی ہے کہ تضاد چیزوں کے صدور میں کیا حکمت ہے، اگر رحمت ہی رحمت ہوتی اور زحمت نہ ہوتی تو کیا مضائقہ تھا۔ شب۔ رات ہی دن ہوتا رات نہ ہوتی، موسم بہار رہتا خزاں نہ ہوتی۔ جامِ صحت۔ صرف صحت ہوتی بیماری نہ ہوتی۔ خرخشہ۔ بے موقع جھگڑا۔

[2] حال۔ اگر صرف رحمت ہوتی تو سب خوش رہتے کسی کی طبیعت میں تکدر نہ پیدا ہوتا۔ جاوداں۔ اشعر

خدا نور روزی پراگندہ روزی پراگندہ دل
کس نشنید

[3] جواب۔ قاضی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر محض عیش و عشرت ہوتا تو اس سے بہت سی دنیی صفتیں پیدا ہو جاتیں اسی مناسبت سے ترک اور درزی کا قصہ سُنایا ہے کہ ترک نے سفر میں پڑ کر اپنا کیسہ گنواں دیا، کاف کوفی نقطہ سے خالی ہے۔ قند۔ ایک شیریں سخن درزیوں کی چوری کے قصے سُنا رہا تھا۔ طائفہ۔ گروہ۔ سالفہ۔ گذشتہ۔ بُریں۔ سُنائی۔

در سمرؔ[1] می خواند در زی نامہ — گرد او جمع آمدہ ہنگامہ

لسانہ گوئی میں درزی نامہ پڑھ رہا تھا — جمع اُس کے چاروں طرف جمع تھا

تفسیر قَوْلِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ اللّٰہَ یُلْقِیْ الْحِکْمَۃَ عَلٰی لِسَانِ الْوَاعِظِیْنَ بِقَدْرِ ھِمَمِ الْمُسْتَمِعِیْنَ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر اللہ تعالیٰ واعظوں کی زبان سے سننے والوں کی ہمت کی بقدر تلقین کرتا ہے

مستمع چوں یافت جاذب آں وقود — جملہ اجزائش حکایت گشتہ بود

جبکہ اُسی قسم کا بیان نے سننے والے کو قبول کرنیوالا پایا — اُس کے سارے اجزا حکایت بن گئے تھے

جذب سمع ست ار کسے را خوش نبی ست — گرمی وجد معلم از صبی ست

اگر کسی میں خوش بیانی ہے (تو) سننے کی کشش ہے — اُستاد کی شدید گرمی اور کوشش بچہ کی وجہ سے ہے

چنگیے را کو نواز دلبست و چار — چوں نیابد گوش گردد چنگ وار

وہ سارنگی بجانے والا ہر چہ میں راگ گاتا ہے — جب کان نہیں پاتا سارنگی کی طرح ہو جاتا ہے

نے حرارہ یادش آید نے غزل[2] — نے دہ انگشتش بجنبد در عمل

نہ اس کو حرارہ یاد آتا ہے نہ غزل — نہ عمل میں اُس کی دسوں انگلیاں ہلتی ہیں

گر نبودے گوشہائے غیب گیر — وحی ناوردے ز گردوں یک بشیر

اگر غیب کو قبول کرنے والے کان نہ ہوتے — ایک بشارت دینے والا (بھی) وحی نہ لاتا

در نبودے دیدہائے صُنع بیں — نے فلک گشتے نہ خندیدے زمیں

اگر کارگری کو دیکھنے والی آنکھیں نہ ہوتیں — نہ آسمان گردش کرتا، نہ زمین مسکراتی

آں دم لولاک[3] ایں باشد کہ کار — از برائے چشم تیز ست و نزار

لولاک کا مضمون یہی ہے کہ تخلیق — باریک اور تیز آنکھ کے لئے ہے

عامہ را از عشق ہمخوابہ و طبق — کے بود پروائے عشق صُنع حق

عوام کو ہم بستر اور دسترخوان سے عشق کیوں ہے — اللہ کی کارگری کی پروا کب ہوتی ہے!

آب تُتماجی نریزی در تغار — تا سگے چندے نباشد طعمہ خوار

آٹے کا پانی تغار میں نہ ڈالے گا — جب تک کہ چند کتے خوراک کا نوالے نہ ہونگے

رو سگ کہف خداوندیش باش — تا رہاند زیں تغارت اصطفاش

جا، اُس کی خداوندی کے غار کا کتا بن جا — تاکہ اُس کی برگزیدگی تجھے اِس تغار سے چھڑا دے

---

[1] سمر۔ قصہ گوئی۔ تفسیر۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ جسقدر سننے والے کی صلاحیت ہوتی ہے اُسی قدر اُس کو وعظ کے بیان سے دانائی کا حصہ ملتا ہے۔ مستمعین۔ سننے والے شرکین ہوتے ہیں تو واعظ بھی دل ہی سے وعظ کہتا ہے۔ واعظ۔ یعنی قصہ سنانے والا۔ بقدر ہمم۔ اگر کسی واعظ کی خوش بیانی دیکھو تو سمجھ لو کہ سننے والوں کی کشش ہے، بچہ جو مین ہوتا ہے تو ماں محبت سے پڑھاتا ہے۔۔۔ چنگیے۔ اگر سننے والے ماہر اور شائق نہیں ہوتے ہیں تو سدا کی نواز کا دل بجھ جاتا ہے۔

[2] نے حرارہ۔ سارنگی نواز نہ چنگ کی نکلی آوازیں یاد آتی ہیں نہ غزل نہ اُسکی انگلیاں کام کرتی ہیں گر نبودے۔ اگر انسان میں روحی سننے کی استعداد نہ ہوتی تو جبرئیل وحی لے کر نہ آتے۔ در نبودے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی صنعت کو دیکھنے والے نہ ہوتے تو نہ آسمان پیدا ہوتا نہ زمین پیدا ہوتی۔

[3] لولاک۔ آنحضورؐ کے بارے میں لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ کا مطلب یہی ہے کہ چونکہ آپ کو میں صاحب نظر ہیں اسلئے آسمان پیدا کئے گئے ہیں محدثین نے اس حدیث کو بے اصل قرار دیا ہے۔ عامہ۔ عوام، مشترکہ دسترخوان کے شیدائی ہیں انکو اللہ تعالیٰ کی کارگری میں غور کرنے

دعویٰ[1] کردن و گرو بستن ترک کہ درزی از من چیزے نتواند بُرد

ایک ترک کا دعویٰ کرنا اور بازی لگانا کہ کوئی درزی میری کوئی چیز نہیں چُرا سکتا

چونکہ دُزدیہائے بیرحمانہ گفت
جب اُس نے ظالمانہ چوریاں بیان کیں

کہ کُنند آں درزیاں اندر نہفت
جو درزی چُھپ کے کرتے ہیں۔

اندراں ہنگامہ ترکے از خطا
اُس مجمع میں خطا کار رہنے والا ایک ترک

سخت تیرہ شد ز کشف آں غطا
اُس پردے کے کھلنے سے سخت مُکدر ہوگیا

شب چو روز رستخیز آں راز ہا
رات کے وقت قیامت کے دن کی طرح رازوں کو

کشف می کرد از پئے اہلِ نہیٰ
وہ مفلسوں کے لئے کھول رہا تھا

ہر کجا آئی تو در گنجِ فراز
تو جہاں کہیں بھی کسی گوشہ میں پہنچے گا

بینی آنجا دو عدُو در کشفِ راز
راز کھولنے میں دو دشمنوں کو دیکھے گا

آں زباں را محشرِ مذکوراں
زبان کو تو مذکر مشہ سمجھ

واں گلوئے راز گو را صُورداں
اور راز کہنے والے گلے کو مُذکر سمجھ

کہ[2] خدا اسبابِ خشمی ساختست
کیونکہ خدا نے غصہ کے اسباب پیدا فرمائے ہیں

واں فضائح را بکوئی انداختست
اور رُسوائیوں کو کوچہ میں ڈال دیا ہے

بس کہ غدرِ درزیاں را ذکر کرد
اُس نے درزیوں کی بہت سی غداریوں کا ذکر کیا

حیف آمد ترک را و خشم و درد
ترک کو افسوس اور غصہ اور دُکھ ہوا

نشان جستن ترک خانۂ درزی را

ترک کا درزی کے گھر کا پتہ معلوم کرنا

گفت اے قصاص در شہرِ شما
اُس نے کہا اے قصہ گو! تمہارے شہر میں

کیست اُستاتر دریں مکر و دغا
اِس مکر اور دغا میں سب سے زیادہ اُستاد کون ہے؟

گفت[3] خیاطیست نامش پورِ شش
اُس نے کہا ایک درزی ہے اُس کا نام پورِ شش ہے

اندریں دُزدی و چستی خلق کُش
اِس چوری اور چالاکی میں لوگوں کو ذبح کرنیوالا ہے

گفت من ضامن کہ با صد اضطراب
اُسنے کہا میں ضامن ہوں سیکڑوں ہاتھ پاؤں مارنے کے

او نیارد بُرد پیشم رشتہ تاب
وہ میرے سامنے ایک بُنا ہوا دھاگا نہیں لے جاسکتا

پس بگفتندش کہ از تو چُست تر
باوجود
لوگوں نے اُس سے کہا کہ تجھ سے زیادہ چالاک

مات اُو گشتند در دعویٰ مپر
اُس سے مات کھاگئے ہیں اِدھر اِدھر نہ کر

---

[1] دعویٰ۔ ترک نے دعویٰ کیا کہ وہ درزی میرا کپڑا کبھی نہ چُرا سکے گا۔ اندراں۔ اس میں۔ اس مجمع میں خطا کا رہنے والا ایک ترک۔ تھا جو درزیوں کی چوری کے قصے سُن کر برہم ہوگیا۔ اہلِ نہیٰ۔ مفلس لوگ۔ ہنر کہا۔ رازوں کے فاش ہونے کا سبب ایک زبان ہے اور ایک راز کہنے والے کا گلا ہے۔

[2] کہ خدا۔ راز فاش کرنے کا سبب عداوت اور دشمنی ہوتی ہے اور راز فاش ہونے سے رُسوائی ہوتی ہے۔ بس۔ جب اُس نے درزیوں کی چوریوں کا ذکر کیا تو ترک کو بہت افسوس اور دُکھ ہوا۔ قصاص۔ قصہ گو۔ اُستاتر۔ زیادہ اُستاد۔

[3] گفت۔ قصہ گو نے کہا سب سے زیادہ اُس چالاک درزی کو پورِشش کہتے ہیں۔ گفت۔ ترک نے کہا کہ دعا جو اپنی حرکتوں کے میرے سامنے بنا ہوا ایک دھاگا بھی نہیں چُرا سکے گا۔ چُست۔ لوگوں نے ترک سے کہا کہ تجھ سے زیادہ ہوشیاروں کو وہ دھوکا دے چکا ہے۔

تو بعقلِ خود چنیں غرّہ مباش — کہ شوی یاوہ تو در تزویر ہاش

تو اپنی عقل پر ایسا مغرور نہ ہو — کیونکہ اس کی چالاکیوں میں تو گم ہو جائے گا

گرم تر شد ترک و بست آنجا گرو — کہ نیارد بُرد نے کہنہ نہ نو

ترک اور گرما گیا اور وہاں بازی لگائی — کہ وہ نہیں لے جا سکتا نہ پرانا نہ نیا

مطمعانش گرم تر کردند زود — او گرو بست و دہاں را بر کشود

بھڑکانے والوں نے اس کو فوراً بھڑکا دیا — اس نے شرط لگائی اور بولا

کہ گر دایں مرکبِ تازی منم — بدہم ار دزدد قماشم را بفن

کہ میرا یہ عربی گھوڑا گروی ہے — اگر فریب سے اس نے میرا کپڑا چرا لیا، دیدوں گا

ور نتاند بُرد ایے از شما — داستانم بہرِ رہنِ مبتدا

اور اگر وہ نہ اڑا سکا تم سے ایک گھونٹا — ابتدائی رہن کے مقابلہ میں لے لونگا

ترک را آں شب نبُرد از غصہ خواب — با خیالِ دُزد می کرد او حراب

ترک کو غصہ سے اس رات نیند نہ آئی — وہ چور کے خیال سے لڑتا رہا

با مداداں اطلسے زد در بغل — شد ببازار و دکانِ آں دغل

صبح کو اطلس بغل میں دبائی — اس مکار کے بازار اور دکان پر پہنچا

پس سلامش کرد گرم و اُوستاد — جست از جا لب بپرسش بر گشاد

اس نے اسکو گرمجوشی سے سلام کیا اور استاد — جگہ سے اٹھا اسکی مزاج پرسی کیلئے لب کشائی کی

گرم پُرسیدش ز حدِ ترک بیش — تا فگند اندر دلِ او مہرِ خویش

اسنے ترک کی اسکے مرتبہ سے زیادہ گرمجوشی سے پرسش کی — حتی کہ اسکے دل میں اپنی محبت ڈالدی

چوں شنید از وے نوائے بُطلبے — پیش افگند اطلسِ اصطنبلے

اس نے جب اس سے بھیل کا نغمہ سنا — استنبولی اطلس اس کے سامنے ڈالدی

کز بُرایں راقبائے روزِ جنگ — زیرِ دامن واسع و بالاش تنگ

کہ اسکی جنگ کے دن کی قبا تراش دے — نیچے کا دامن وسیع ہو اور اسکا اوپر کا حصہ تنگ ہو

تنگ بالا بہرِ جسم آرائے را — زیرِ واسع تا نگیرد پائے را

اوپر کا تنگ حصہ جسم کی آرائش کے لئے — نیچے کا وسیع تاکہ پاؤں نہ اٹکے

گفت صد خدمت کنم اے دوستِ داد — در قبولش دست بر سینہ نہاد

اس نے کہا اے دوست انصاف میں سو خدمتیں بجا لاؤنگا — اس کے قبول کرنے میں سینہ پر ہاتھ رکھا

۱؎ تو بعقلِ خود۔ تو اپنی عقل پر گھمنڈ نہ کر اسکی مکاریوں میں تو گم ہو جائے گا۔ گرم تر۔ لوگوں کی ان باتوں سے ترک اور گرما گیا اور اس نے بازی لگائی کہ اگر وہ میرا کپڑا لیگا تو اپنا عربی گھوڑا ہار جاویگا۔ ور نتاند۔ اگر وہ نہ چرا سکا تو تم سے ایک گھوڑا لونگا۔ ترک۔ اس رات کو ترک غصہ سے نہ سو سکا اور ساری رات اسکی چوری کے داؤں دیکھ اور اسکے توڑ کو سوچتا رہا۔ دغل کینہ، مکار۔

۲؎ پس۔ ترک اطلس لے کر دزی کی دکان پر پہنچا تو دزی اپنی جگہ سے اٹھا اسکو سلام کیا اور اسکی مزاج پرسی شروع کر دی گرم جس قدر ترک کی مزاج پرسی کرتی تھی اس سے بہت زیادہ مزاج پرسی کی جس سے ترک کے دل میں اسکی محبت پیدا ہو گئی۔ اصطنبل۔ استنبول استنبولی اطلس مشہور تھا۔

۳؎ کز بر۔ ترک نے دزی سے کہا اس اطلس کی قبا سی دے اوپر سے چست ہو اور دامن فراخ ہوں۔ تنگ۔ اوپر کا حصہ تنگ ہو گا تو سینہ اور ڈیل چوڑے معلوم ہوں گے دامن وسیع ہوں گے تو پاؤں نہ الجھیں گے ذو وداد۔ دوست۔ در قبولش۔ سینہ پر ہاتھ رکھنا بات تسلیم کرنے کا اشارہ ہے۔

پس بہ بیہودہ بدید او روی کار
پھر ناپا اور کام کا اندازہ کیا

بعد ازاں بکشاد لب را در فشار[1]
اسکے بعد بکواس کیلئے اس نے ہونٹ کھول دیا

از حکایتہائے میرانِ دگر
دوسرے سرداروں کی حکایتوں کا

وز کرمہائے وعطائے آں نفر
اور اس جماعت کے کرم اور عطا کا

وز بخیلان وز تحیراتِ شاں
اور بخیلوں اور انکے گھٹانے کا

از برائے خندہ داد او ہم نشاں
ہنسانے کے لئے اس نے پتہ بھی بتایا

ہمچو آتش کرد مقراضے بروں
آگ جیسی ایک قینچی نکال

می برید و لب برافسانہ فسوں
کاٹ رہا تھا اور قصہ اور منتر ہونٹ پر تھا

مضاحک گفتنِ درزی ترک را و از قوتِ خندہ بستہ شدن
درزی کا ترک سے ہنسی کی باتیں کرنا اور ہنسی کی زیادتی کی وجہ سے دو چھوٹی آنکھوں کا بند ہوجانا اور درزی کا چوری کا موقع پانا

دو چشمِ تنگ و فرصت یافتنِ درزی در دزدی

یک[2] مضاحک چست گفت آں اُستاد
اس استاد نے ایک ہنسی کی بات فوراً کہی

ترک مست از خندہ شد سست و فتاد
سست ترک ہنسی سے سست ہوگیا اور گر پڑا

ترک خندیدن گرفت از داستاں
قصہ سے ترک نے ہنسنا شروع کردیا

چشمِ تنگش گشت بستہ آں زماں
اس وقت اس کی تنگ آنکھ بند ہوگئی

پارۂ دزدید و کردش زیرِ راں
اس نے ایک ٹکڑا چرایا اسکو ران کے نیچے کرلیا

غیرِ حق[3] از جملۂ احیا نہاں
خدا کے علاوہ سب زندوں سے پوشیدہ

حق ہمی دید آں و لے ستار خوست
اللہ تعالیٰ اسکو دیکھ رہا تھا لیکن پردہ پوشی کی عادت ہے اس

لیک چوں از حد بری غماز اوست
لیکن جب تو حد سے گذرے وہ غماز ہے

ترک را از لذتِ افسانہ اش
اس کے قصہ کی لذت سے ترک کے

رفت از دل دعوی پیشانہ اش
دل سے اس کا پہلا دعوی جاتا رہا

اطلسے چہ دعوی چہ رہن چہ
کیسی اطلس، کیسا دعوی، کیسا رہن؟

ترک سرمست دروغ اے آچہ
اے بھائی! ترک مذاق میں مست ہے

لابہ کردش ترک کز بہرِ خدا
ترک نے اس کی خوشامد کی کہ خدا کے لئے

لاغ می گوئی مرا شد معتدی
مذاق کی بات نہ کیونکہ وہ میری غذا بن گئی ہے

---

[1] فشار۔ بیہودہ کلام۔ از حکایتہائی۔ اس درزی نے اس ترک کو دوسرے سردار کی عطا اور بخشش کے قصے سنائے اور بخیلوں کے قصے بھی سنائے مقراض۔ درزی نے تیز قینچی نکالی اور قصے سناتا رہا۔ مضاحک۔ مضحکہ کی جمع ہے ہنسنے کی باتیں مولانا نے اس کو مفرد کے معنی میں بولا ہے۔ دو چشم تنگ۔ ترکوں کی آنکھیں فراخ نہیں ہوتی ہیں۔

[2] یک مضاحک۔ درزی نے ہنسی کی ایک بات شروع کی جس سے وہ ترک ہنستے ہنستے سست پڑگیا اور گر گیا اور ہنسی میں اس کی دونوں چھوٹی چھوٹی آنکھیں بند ہوگئیں۔ پارہ۔ درزی نے موقع پاکر اطلس کا ایک ٹکڑا ران کے نیچے چھپالیا جو سب سے پوشیدہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا تھا۔

[3] حق۔ خدا کی صفت ستاری ہے وہ پردہ پوشی کرتا ہے لیکن جب معاملہ حد سے بڑھ جاتا ہے تو راز فاش کردیتا ہے۔ ترک۔ ترک درزی کی باتوں سے ایسا خوش ہوا کہ اپنے دعوے کو بھی بھلا بیٹھا۔ اطلسے۔ اب اسکو نہ اطلس کی پروا تھی نہ دعوے کی نہ اس گھوڑے کی جو اس نے گروی رکھا تھا۔ آچہ۔ ترکی لفظ ہے بمعنی برادر لابہ۔ خوشامد۔

گفت[1] لاغِ خندہ انگیزِ آں دَغا — کہ فتاد از قہقہہ اُو بر قفا

اُس مکار نے ہنسانے والی ایسی بات کہی — کہ قہقہہ کی وجہ سے وہ چت گر گیا

پارۂ اَطلس سُبک بر نیفہ زَد — تُرکِ غافل خوش مُضاحک می مَزد

اُس نے جلدی سے اَطلس کا ٹکڑا نیفہ میں لگا لیا — غافل تُرک ہنسانے والی بات چبا رہا تھا

ہمچنیں بارِ سُوم تُرکِ خطا — گفت لاغے گوئے از بہرِ خدا

اِسی طرح خطا کے تُرک نے تیسری بار — کہا، خدا کے لئے مذاق کی بات سُنا

گفت لاغے خندہ میں تر زاں دو بار — کرد اُو ایں تُرک را اکنوں شکار

اُس نے دو بار سے زیادہ ہنسی لایعنی بات سُنائی — اُس نے اِس تُرک کو پورا شکار کر لیا

چشم بستہ عقل جستہ مُولہہ — مست، تُرکِ مُدّعی از قہقہہ

آنکھ بند، عقل روانہ شُدہ، فریفتہ — مُدّعی تُرک، قہقہے سے مست تھا

پس[2] سُوم بار از قبا دُزدید شاخ — کہ ز خندش یافت میدانِ فراخ

پھر تیسری بار اُس نے قبا میں سے ٹکڑا چرایا — کہ اُسکو اُس کی ہنسی کیوجہ سے وسیع میدان ملا

چوں چہارم بار آں تُرکِ خطا — لاغ زاں اُستاہمی کرد اقتضا

جب اُس خطا کے تُرک نے چوتھی بار — اُس اُستاد سے مذاق کی بات کا تقاضہ کیا

رحم آمد بر وے آں اُستاد را — کرد در باقی فنِ بیداد را

اُس اُستاد کو اُس پر رحم آگیا — علم کے فن کو باقی (لوگوں) کے لئے رکھ چھوڑا

گفت مولع[3] گشتہ ایں مفتوں دریں — بیخبر کیں چہ خسارست و غبیں

کہا یہ پاگل اِس پر فریفتہ ہو رہا ہے — اِس سے بے خبر کہ یہ کیا خسارہ اور نقصان ہے؟

بوسہ افشاں کرد بر اُستاد اُو — کہ بمن بہرِ خدا افسانہ گو

اُس نے اُستاد پر بوسہ نثار کیا — کہ خدا کے لئے مجھ سے افسانہ کہہ

اے فسانہ گشتہ و محو از وجود — چند افسانہ بخواہی آزمود

اے شخص! تو فسانہ بن گیا اور (اپنے) وجود سے بے خبر ہے — فسانے کو کہاں تک آزمائے گا؟

خندہ میں تر از تو ہیچ افسانہ نیست — بر لبِ گورِ خراب خویش ایست

تجھ سے زیادہ ہنسانے والا کوئی افسانہ نہیں ہے — اپنی برباد قبر کے کنارے کھڑا ہو جا

خطاب با ہر نفسے کہ بمثلِ ایں بلا مُبتلاست

اُس نفس کو خطاب جو اِس جیسی بلا میں پھنسا ہے

---

[1] گفت۔ درزی نے پھر کوئی ہنسی کا قصہ سنایا جس سے ترک چت لیٹ گیا۔ پانسہ اب پلٹا۔ ترک بالکل غافل تھا درزی کو موقع ملا اُس نے اَطلس کا ٹکڑا ران کے نیچے سے نکالکر نیفے میں اڑس لیا۔

ہمچنیں۔ ترک نے تیسری بار پھر فرمائش کی۔ کرداُو۔ اب درزی نے ایک اور ٹکڑا بھی چرا لیا۔

از قہقہہ۔ قہقہہ سے ترک کی آنکھیں بند تھیں عقل جاتی رہی تھی اور وہ قصہ پر فریفتہ تھا۔

[2] پس۔ اب تیسری شاخ۔ یعنی اَطلس کا ٹکڑا۔ فراخ۔ وسیع۔ چوتھی چہارم۔ چوتھی بار پھر ترک نے فرمائش کی یا تقاضہ۔ تقاضہ کرنا۔ رحم۔ اب درزی کو اُس ترک پر رحم آیا اور اُس نے اپنے فن کو دوسرے لوگوں یا دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھا۔

[3] مولع۔ فریفتہ۔ مفتوں۔ پاگل۔ غبیں۔ ٹوٹا۔ بوسہ۔ اُس ترک نے اُس درزی کا خوشامد میں بوسہ بھی لیا۔ اے فسانہ۔ انسان کا وجود مکرر وہ محض فسانہ رہجاتا ہے۔ خندہ میں تر۔ اے انسان تجھ سے زیادہ ہنسی کا کوئی افسانہ نہیں ہے تو قبر کے کنارے جاکر اپنا انجام سوچ۔

اے فرورفتہ بقبرِ جہل و شک
اے نادانی اور شک کی قبر میں اترے ہوئے

چند جوئی لاغ و دستانِ فلک
فلک کا مکر اور مذاق کہاں تک طلب کریگا؟

تا بکے نوشی تو عشوہ ایں جہاں
تو کب تک اس دنیا کا فریب کھائے گا؟

کہ نہ عقلت ماند بر قانونِ جاں
کہ نہ تیری عقل قاعدے میں رہی نہ روح

لاغِ ایں چرخِ ندیم گردد و مرد
اس آسمان کے مذاق نے جو گرداور بدرقہ کا ہمنشین ہے

آبروئے صد ہزاراں چوں تو برد
تجھ جیسے لاکھوں کی آبرو برباد کی ہے

میدرد میدوزد ایں درزیِ عام
یہ عام درزی، پھاڑتا ہے اور سیتا ہے

جامۂ صد سالگان و طفلِ خام
سو سال اور نا تجربہ کار بچے کے کپڑے

پیر و طفلاں شست پیشش بہر گد
بوڑھے اور بچے اُنکے سامنے بھیک کیلئے بیٹھے ہیں

تا بسعد و نحس اُو لاغے کند
تاکہ وہ نیک اور بدبخت سے مذاق کرے

لاغ اُو گر باغہا را داد داد
اُس کے مذاق نے اگر باغوں کو برباد کردیا ہے

چوں دَے آمد داد ہا بر باد داد
جب خزاں آئی اُس نے علاقوں کو برباد کردیا ہے

گفتنِ درزیِ ترک را کہ ہے خموش کن کہ اگر مضاحکِ
ترک سے درزی کا کہنا کہ خبردار! چپ ہوجا، کہ اگر ہنسی کی دوسری

دیگر بگویم قبایت تنگ آید
بات کہوں گا، تیری قبا تنگ ہوجائے گی

گفت درزی ترک را ایں در گذر
درزی نے ترک سے کہا اس کو جانے دے

دائے بر تو گر کنم لاغِ دگر
تیری حالت پر افسوس ہوگا اگر میں اور مذاق کردوں

بس قبایت تنگ آید باز پس
پھر تیری قبا بہت تنگ ہوجائے گی

ایں کند با خویشتن خود ہیچ کس
اپنے ساتھ ایسا کوئی کرتا ہے؟

ہیں ایں خندہ اگر دانستیے
اس ہنسی کا راز اگر تو جان لیتا

آں ز صد گریہ بتر دانستیے
تو اس کو سو رونوں سے بدتر سمجھتا

ترکِ خندہ کُن ایا اے ترکِ مست
اے مست ترک! تو ہنسی کو چھوڑ دے

زانکہ عمرت رفت خواہی گشت پست
کیونکہ تیری عمر گذر گئی، تو پست ہوجائے گا

چونکہ بنہاد آں قبا درزی ز دست
جب اُس درزی نے قبا ہاتھ سے رکھی

اسپ را بر باد داد آں ترکِ مست
اُس مست ترک نے گھوڑا برباد کردیا

لاغ: بیہودہ بات۔ دستان: مکر۔ عشوہ: فریب۔ لاغ: فلک کے مذاق نے لاکھوں کو برباد کیا ہے۔ گرد: ایک قوم ہے یہاں مراد دارھی والے ہیں۔ مرد: آدمی کی جمع ہے نر۔ لاغ: مسخرہ۔ یہ آسمان اللہ کیسا تھوڑی کچھ کرتا ہے جو فلک نے ترک کیساتھ کیا۔ مثنوی ۱۲ پرانی عمر کے لوگ بتاتے ہیں آسمان اپنے سعد اور نحس کے ذریعہ لوگوں سے مذاق کرتا ہے۔

لاغ اُو: آسمان کا مذاق یہ ہے کہ اگر موسم بہار میں وہ باغ کو گنش دیتا ہے تو خزاں میں پھیر دیتا ہے۔ گفتنِ درزی نے ترک سے کہا کہ بس اب چپ ہوجا اگر میں اور کوئی ہنسی کی بات سناؤنگا تو تیری قبا بہت تنگ ہوجائے گی۔ ایں کند: یہ ہنسی کی بات کو طلب کرنا اپنا بُرا چاہنا ہے ایسا کوئی اپنے ساتھ نہیں کیا کرتا۔

ہیں: بتر۔ درزی نے کہا کہ اگر تو اس ہنسی کا راز سمجھ جاتا کہ میں تجھے کیوں ہنسا رہا ہوں تو اس ہنسی کو سیکڑوں رونوں سے بدتر سمجھتا۔ ترکِ خندہ۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اے مخاطب تو بھی مذاق دل لگی چھوڑ دے کیونکہ زیادہ عمر تو گذر گئی ہے اب بھی باز نہ آئیگا تو بالکل برباد ہوجائے گا چونکہ جب درزی نے ہاتھ سے اندیس رکھدی اور ظاہر ہوگیا کہ انمیں چوری ہوچکی ہے تو وہ ترک گھوڑا بھی ہار گیا۔

مخلصش بشنو تو ئی آں ترکِ گول
اُس کا خلاصہ سُن، وہ احمق ترک تو ہے

عالمِ غدّار خیاطِ چوغول
غدّار عالم، بھوت جیسا درزی ہے

اَطلسے کز بہرِ تقویٰ و صَلاح
وہ اطلس جو تقوے اور نیکی کے لئے

دوخت باید خرج کردی از مزاح
سینا چاہئے تھا، تو نے مذاق سے اُسکو خرچ کردیا

اَطلست عمر و مَفاصِحکِ شہوت ست
تیرا اطلس عمر ہے، ہنسانے والی باتیں شہوت ہے

روز و شب مقراض و خندہ غفلت ست
دن اور رات قینچی ہے اور ہنسنا غفلت ہے

اسپ[52] ایمان ست و شیطاں در رکیں
گھوڑا ایمان ہے اور شیطان گھات میں ہے

باخود آ افسانہ را بگذار ہیں
خبردار! ہوش میں آ، افسانہ کو چھوڑ

بیان آنکہ بیکاراں و افسانہ جوئیاں مثل آں ترک اند و عالم
اس کا بیان کہ بیکار اور افسانے کے جویاں اُس ترک جیسے ہیں اور

غدّارِ غرّار ہمچوں آں درزی و شہوات و زناں مَفاصِحک
دھوکے باز غدّار عالم اُس درزی کی طرح ہے اور شہوت اور عورتیں اِس دنیا کی

گفتنِ ایں دنیاست و عمر ہمچوں آں اطلس پیشِ ایں درزی
ہنسانیوالی باتیں کہنا ہے اور عمر اُس اطلس کی طرح ہے اُس درزی کے سامنے

جہتِ قبائے بقا و لباسِ تقویٰ ساختن
بقا کی قبا اور تقوے کا لباس بنانے کے لئے

اَطلسِ عمرت بمقراضِ شہور
مہینوں کی قینچی سے تیری عمر کا اطلس

بُرد پارہ پارہ خیاطِ غرور
دھوکے کا درزی ٹکڑے ٹکڑے کرکے لے اڑا

تو تمنّا می بری کاختر مُدام
تو تمنا کرتا ہے کہ ستارہ ہمیشہ

لاغ کردے سعد بُودے بر دوام
ہمیشہ مذاق کرتا (اور) سعد ہوتا

سخت می[53] تولی ز تربیعاتِ اُو
تو اُس کی نحوستوں سے سخت گھبراتا ہے

وز وبال و کینہ و آفاتِ اُو
اور اُس کے وبال اور کینہ اور آفتوں سے

سخت می رنجی ز خاموشیِ اُو
اُسکی خاموشی سے تو سخت رنجیدہ ہوتا ہے

وز نحوس و قبض و کیں کوشیِ اُو
اور اُسکی نحوست اور قبض اور کینہ وری سے

مُشتری و زُہرہ چوں در نقص نیست
جب مُشتری اور زُہرہ نقص میں نہیں ہیں

چونکہ بہرام و زُحل را نقص نیست
جبکہ بہرام اور زُحل میں گھٹاؤ نہیں ہے

۵۲ اسپ۔ گھوڑا تیرا ایمان ہے اور شیطان اِسی طرح گھات میں ہے جس طرح شرط باندھنے والے تھے۔ آنکھ مرد۔ تیری عمر کی اطلس کو ماہ و سال کی قینچی سے زمانہ ٹکڑے ٹکڑے کرکے چُرا رہا ہے۔ تو تمنا۔ یعنی اے صوفی تو یہ تمنا کرتا ہے کہ تیرے ستارے ہمیشہ سعد رہتے اور وہ ہمیشہ تجھ سے ہنسی خوشی کی باتیں کرتے۔

۵۳ می تولی۔ فعلِ حال ہے تولیدن سے یعنی رنجیدہ ہونا۔ تربیع۔ کسی ستارہ کا برج سوم سے جو رابع فلک ہے کسی دوسرے ستارے پر نظر کرنا یہ نحوست سے کنایہ ہے۔ سخت می رنجی۔ تجھے ستاروں کی تاثیرات سے بہت رنج ہوتا ہے۔ مُشتری یعنی اِن ستاروں کی اچھی تاثیرات نہ ہوں تب تو رنجیدہ ہوتا ہے۔

(۱۲)

کہ چرا زہرہ طرب در رقص نیست — برسعود[۱] و رقص و سعدِ او مایست
کہ ہستی کی زہرہ رقص میں کیوں نہیں ہے؟ — تو اُس کے سعود اور رقص اور سعد پر شہر ٹھہر

اخترت گوید کہ گر افسردنم — لاغ را پس کلیت مغبون کنم
تجھ سے ستارہ کہتا ہے کہ اگر میں بجھا دوں — مذاق کو تو تجھے بالکل ٹوٹے میں کر دوں گا

تو مبیں قلابیِ این اختراں — عشق خود بر قلبِ زن بیں اے فلاں
تو ان ستاروں کی گردش کو نہ دیکھ — اے فلاں! اپنے عشق کو گردش دینے والے پر دیکھ

تمثیل[۲] ایں جہاں در تسکینِ فقیراں از جورِ روزگار

زمانہ کے ظلم سے فقیروں کو تسکین دینے میں اِس دنیا کی مثال دینا

آں یکے می شد برہ سوئے دُکاں — پیشِ رہ را بستہ دید او از زناں
ایک شخص دکان کی جانب راستہ پر پڑا — اُس نے راستہ کا آگا، عورتوں سے بند دیکھا

پائے او می سوخت از تعجیلِ راہ — بستہ از جُوقِ زنانِ ہمچو ماہ
جلدی کی وجہ سے اُسکا پاؤں جل رہا تھا اور راستہ — چاند جیسی عورتوں کے مجمع سے بند تھا

رُو بیک زن کرد و گفت اے مُستہاں — ہے چہ بسیار ند ایں دخترچگاں
اُس نے ایک عورت کی جانب مُنہ کیا اور کہا اے ذلیل! — اوہو، یہ نوعمر لڑکیاں کتنی زیادہ ہیں

رُو بدو[۳] کرد آں زن و گفت اے مہیں — ہیچ بسیاریِ ما منگر چنیں
اُس عورت نے اُسکی طرف مُنہ کیا اور کہا اے ذلیل! — ہماری کثرت کو کبھی ایسا نہ دیکھ

بیں کہ با بسیاریِ ما بر بساط — تنگ می آید شمارا انبساط
دیکھ، فرش پر ہماری کثرت کے باوجود — تمہیں خوش عیشی تنگ معلوم ہوتی ہے

در لواطہ می فتید ایں قحطِ زن — فاعل و مفعول رسوائے زمن
عورتوں کے ناپید ہونے سے تم لواطت میں مبتلا ہوتے ہو — فاعل اور مفعول جہان میں رسوا ہوئے ہیں

تو مبیں ایں واقعاتِ دونگاہ — کز فلک می گردد اینجا ناگوار
تو زمانہ کے ان واقعات پر نظر نہ کر — جو اِس جگہ فلک سے ناگوار ہوتے ہیں

تو مبیں ایں قحط و خوف و ارتعاش — تو مبیں تخسیرِ روزی و معاش
تو اِس قحط اور ڈر اور لرزہ کو نہ دیکھ — تو روزی اور معاش کو کم نہ سمجھ

بلکہ یہ دیکھ کہ اُن کے باوجود تو زمانہ پر جان رہتا ہے اور دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ تخسیر: خسارہ میں ڈالنا۔ ارتعاش: لرزہ۔

---

[۱] برسعود: انسان کو ستاروں کی سعادت اور نحوست کا پابند نہ ہونا چاہیئے۔ مختصر۔ اگر تو ہمیشہ خوشی میں رہے گا تو اس ترک کیطرح بالکل ٹوٹے میں پڑ جائیگا۔ تو مبیں۔ ان ستاروں کی گردش پر نظر نہ کرنی چاہیئے بلکہ جو ذات انکو گھما رہی ہے اُس سے عشق پیدا کر۔

جو شہر پر والے کو نہ دیکھے وہ ہمیشہ بند رہتا ہے خدا دیدہ فلک

[۲] تمثیل: مولانا نے فرمایا تھا کہ ستاروں کی گردش نہ دیکھ بلکہ گردش دینے والے کو دیکھ۔ اِس قصہ میں بھی عورت نے یہی کہا ہے کہ ہماری کثرت کو نہ دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ ہماری کثرت کے باوجود لوگ کس بدکرداری میں مبتلا ہیں۔ مجوزنا۔ مجمع۔ ہمچو ماہ۔ چاند جیسی عورتیں تھیں۔ [۳] رو بیک زن۔ اُس شخص نے ایک عورت سے مخاطب ہو کر کہا کہ عورتیں اِس قدر زیادہ ہو گئیں کہ راستہ چلنا دشوار ہے۔

[۳] رو بدو کرد۔ اُس عورت نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہماری کثرت دیکھنے کے قابل نہیں بلکہ غور کرنے کی یہ بات ہے کہ ہماری کثرت کے باوجود بدفعل لوگ بدفعلی میں مبتلا ہوتے ہیں اور دونوں رسوا ہوتے ہیں۔ تو مبیں۔ اِسی طرح اے صوفی تو آسمان اور زمانہ کی تنگیوں کو نہ دیکھ

ہیں کہ باایں جملہ تلخیہائے اُو — مُردہ اُویند و نا پروائے اُو

خبردار! کہ اُس کی ان تمام تلخیوں کے باوجود اُس پر مٹے ہوئے ہیں اور اُس سے بے پروا ہیں

رحمتے داں امتحانِ تلخ را — نقمتے داں مُلکِ مَرو و بَلخ را

سمجھ امتحان کو تو رحمت جان مَرو اور بلخ کی سلطنت کو عذاب سمجھ

آں براہیم از تلف بگریخت و ماند — ایں براہیمِ از شرف بگریخت و راند

یہ ابراہیمؑ وجاہت (دنیوی) سے بھاگے اور آگے بڑھ گئے وہ ابراہیم تلف سے بھاگا اور رہ گیا

ایں نسوزد وایں بسوزد اے عجب — نعلِ معکوس ست در راہِ طلب

یہ نہ جلے اور یہ جلے، تعجب ہے طلب کے راستہ میں اُلٹا نعل ہے

باز مکرر کردنِ صوفی آں سوال را

صوفی کا اُس سوال کو پھر مکرر کرنا

گفت صوفی قادرست آں مُستعان — کہ کُند سودائے ما را بے زیاں

صوفی نے کہا وہ مددگار قادر ہے کہ ہمارے معاملہ کو بغیر نقصان کا بنادے

آنکہ آتش را کُند وَردو شجر — ہم تواند کرد ایں را بے ضرر

جو آگ کو پھول اور درخت بنا دیتا ہے اسکو بھی بغیر نقصان والا بنا سکتا ہے

آنکہ گُل آرد بُروں از عینِ خار — ہم تواند کرد ایں وے را بہار

جو بعینہٖ کانٹے سے پھول پیدا کر دیتا ہے اس خزاں کو بھی بہار بنا سکتا ہے

آنکہ زُو ہر سرو آزادی کُند — قادرست ار غصہ را شادی کُند

وہ کہ جس کی وجہ سے ہر سرو آزادی برتتا ہے وہ قادر ہے اگر غصہ کو خوشی بنادے

آنکہ شد موجود از وے ہر عدم — گر بدارد باقیش اُو را چہ غم

وہ کہ جس سے ہر عدم موجود بنا اگر وہ اُس کو باقی رکھے تو کیا غم ہے؟

آنکہ تن را جاں دہد تا حی شود — گر نمیراند زیانش کے شود

وہ جو جسم کو جان عطا کرتا ہے حتیٰ کہ وہ زندہ ہو جاتا ہے اگر وہ اُسکو نہ مارے اُس کا نقصان کب ہوگا؟

خود چہ باشد گر ببخشد آں جواد — بندہ را مقصود جاں بے اجتہاد

خود کیا ہو جائے گا اگر وہ جی عطا فرما دے بندہ کو جان کا مقصد بغیر مجاہدے کے؟

بخش سکتی ہے وہ رنج کو خوشی بھی بنا سکتی ہے جس ذات نے معدوم کو موجود بنایا وہ موجود کو باقی اور دائم بھی بنا سکتی ہے، جو مُردہ جسم کو حیات عطا کرتا ہے وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ زندہ کو موت نہ آئے۔ خود اسمیں کیا مضائقہ تھا کہ بندہ کوشش کے مقاصد حاصل ہوا کرتے، وہ یہ بھی کر سکتا تھا کہ کمزوروں پر شیطان کو غالب نہ آنے دے۔

---

۵۱ رحمتے۔ جس نتائج انسان سے تو گریزاں ہے انکو رحمت سمجھ کیونکہ وہ صبر و رضا کے ظہور کا سبب ہے۔ اور دنیا کی عیش و عشرت کو عذاب سمجھ کیونکہ وہ غفلت اور اللہ سے دوری کا سبب ہے۔ آں براہیم۔ ابراہیم نامی ایک یہودی بہرام گور کے زمانہ میں تھا جو بخل اور خست میں ضرب المثل ہے۔ از تلف۔ یعنی مال کے تلف کرنے سے گریز کرتا تھا۔ ماند۔ یعنی نجات پانے سے رہ گیا۔ این ابراہیم۔ یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ شرف۔ یعنی دنیاوی وجاہت۔ ماند۔ یعنی دربارِ حق میں سوال بڑھاوی اور مقربِ بارگاہ ہو گئے

۵۲ این نسوزد۔ حضرت ابراہیمؑ نے دنیا پر لات ماری اور تکالیف برداشت کیں تو انکو آگ نہ جلا سکی۔ وایں بسوزد۔ ابراہیم جمیل مال و دولت کے تلف کی سوزش سے بچا لیکن جہنم کی آگ میں جلا۔ نعلِ معکوس۔ جس طرف مطلوب کے نہ ہونیکا خیال ہے اُدھر چلو تو مطلوب تک پہنچو گے۔ گفت صوفی۔ صوفی کے سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ لذتوں کو تلخیوں سے خالی کر کے بے ضرر بنا دے ایسا کیوں نہیں کیا۔

۵۳ آنکہ۔ حضرت حق تعالیٰ جبکہ آگ کو چمن بنا سکتا ہے وہ یہ بھی کر سکتا تھا کہ انکو بے ضرر بنا دے، جو ذات خار سے پھول پیدا کر سکتی ہے وہ خزاں کو بہار بھی بنا سکتی ہے جو ذات زمین میں گڑے ہوئے سرو کو آزادی

دُور دار از ضعیفاں در کمیں — مکر نفس و فتنۂ دیو لعیں
کمزوروں سے، گھات میں دور رکھے — نفس کا مکر اور ملعون شیطان کا فتنہ

جواب[1] گفتنِ قاضی صوفی را
قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی گر نبودے امر مُر — ور نبودے خوب و زشت و سنگ و دُر
قاضی نے کہا، اگر حتم معاملہ نہ ہوتا — اور اگر اچھا اور برا اور پتھر اور موتی نہ ہوتا

ور نبودے نفس و شیطان و ہوا — ور نہ بودے زخم و جالیش و وغا
اور اگر نفس اور شیطان اور خواہش نفسانی نہ ہوتی — اور اگر زخم اور حملہ اور جنگ نہ ہوتی

پس بچہ نام و لقب خواندے ملک — بندگانِ خویش را اے منہتک
توشاہ کس نام اور لقب سے پکارتا؟ — اے ہر دہ در ا اپنے بندوں کو

چوں بگفتے اے صبور و اے حلیم — چوں بگفتے اے شجاع و اے حکیم
اے بہت صبر کرنے والے اور اے بردبار کیسے فرماتا؟ — اے بہادر اور اے دانا کیسے فرماتا؟

صابرین و صادقین و مُنفقین — چوں بُدے بے رہزنِ دیو لعیں
صبر کرنیوالے اور سچے اور خرچ کرنیوالے — بغیر ملعون، ڈاکو، شیطان کے کیسے ہوتے؟

رُستم و حمزہؓ مُخنث یک بُدے — علم و حکمت باطل و مُندک بُدے
رستم اور حمزہؓ اور ہجڑا ایک ہوتے — علم اور دانائی باطل اور ریزہ ریزہ ہوجاتی

علم و حکمت بہرِ راہ و بیرہی ست — چوں ہمہ رہ باشد آں حکمت تہی ست
علم اور دانائی راہ اور بے راہی کیوجہ سے ہے — جب سب راہ ہوتی، حکمت خالی ہوتی

بہرِ[2] ایں دُکانِ طبعِ شورہ آب — ہر دو عالم را رواداری خراب
کھاری پانی، مزاج کی اس دکان کے لئے — تو دونوں عالم کا خراب ہونا روا رکھتا ہے

من[3] ہمی دانم کہ تو پاکی نہ خام — ویں سوالت ہست از بہرِ عوام
میں جانتا ہوں کہ تو پاک ہے، نہ کہ خام — تیرا یہ سوال، عوام کے لئے ہے

جورِ دوران و ہر آں رنجیکہ ہست — سہل تر از بُعدِ حق و غفلت ست
زمانہ کا ظلم اور ہر وہ تکلیف جو ہے — اللہ سے دوری اور غفلت سے آسان ہے

کہ صوفی کے یہ سوالات عوام کے شبہات دور کرنے کے لئے تھے۔ جورِ دوراں، اگر مصائب نہ ہوں تو حق تعالےٰ سے غفلت ہوجائے گی۔

---

[1] جوابِ گفتنِ قاضی کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر مضرتیں اور تکلیفیں بالکل ختم ہوجائیں تو پھر ابتلا اور امتحان باقی نہ رہے گا جس کا ثمرہ اور نتیجہ آخرت کا اجر اور روحانی کمال ہے۔ اگر نبودے۔ یعنی نفس اور شیطان کی پیدا کردہ برائیاں اور تکلیفیں نہ رہیں۔ پس پھر اللہ کی جانب سے کسی کو صبور کسی کو حلیم اور کسی کو شجاع اور حکیم کہا گیا ہے وہ نہ کہا جاتا اس لئے کہ جب مصائب نہ ہوں تو صبر نہ پایا جائے گا اور جب برائیاں نہ ہوں تو نہ علم کا تحقق ہوگا نہ شجاعت اور حکمت کا صابرین۔ یہ خطابات بھی بغیر شیطان کے وجود کے ممکن نہ تھے۔ رستم بہادر اور بزدل یکساں ہوتے۔ علم و حکمت۔ علم اور دانائی کا تحقق بھی جب ہی ہے کہ راہ روی اور گمراہی ہو۔

[2] بہرِ ایں دکان۔ تو اپنے کڑوے کسیلے مزاج کی وجہ سے یہ چاہتا ہے کہ دونوں عالم برباد ہوجائیں، آخرت تو اس لئے ہے کہ فضائل حاصل کئے جائیں تو وہاں ان کا بدلہ ملے۔ جب ابتلاء اور امتحان ہی ختم ہوجائے گا تو فضائلِ اعمال حاصل نہ ہونگے اور نہ دنیا مزرعۃ الآخرۃ بنے گی لہٰذا دونوں عالم ویران ہوجائیں گے۔

[3] من ہمی دانم۔ قاضی نے صوفی سے تفتت اور جہل کی نفی کرتے ہوئے بتایا

زانکہ اینہا بگذرد واں نگذرد — دولت آں دارد کہ جاں آگہ برد

کیونکہ یہ گذر جائیں گی اور وہ ختم نہ ہوگی — دولت وہ رکھتا ہے، جو آگاہ جان لے جائے

رنج و درد و جور و فقر ایں دیار — صعب نبود چوں فراق و بُعد یار

اس جہان کا رنج اور درد اور ظلم اور افلاس — دوست کی دوری اور فراق سخت نہیں ہے

حکایت در تقریر آنکہ صبر در رنج کار سہل تر از صبر در فراق یار و محنت او باشد

اس بیان میں حکایت کہ رنج پر صبر کر لینا، دوست کے فراق پر صبر کرنے اور اس کی مشقت کے زیادہ آسان ہے

آں یکے زن شوئی خود را گفت ہے — اے مروت را بیک رہ کرد طے

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا خبردار! — اے شخص جس نے یکبارگی مُروّت کو پیٹ دیا ہے

ہیچ تیمارم نمیداری چرا — تا بکے داری دریں خواری مرا

تو کیوں میری خبرگیری نہیں کرتا ہے؟ — تو مجھے اس ذلت میں کب تک رکھے گا؟

گفت شو من نفقہ چارہ می کنم — گرچہ عورم دست و پائے می زنم

شوہر نے کہا میں خرچ کی تدبیر کرتا ہوں — میں اگرچہ مفلس ہوں ہاتھ پاؤں مارتا ہوں

نفقہ و کسوہ ست واجب اے صنم — از منت ایں ہر دو ہست و نیست کم

اے صنم! خرچ اور لباس واجب ہے — میری جانب سے یہ دونوں ہیں اور کم نہیں ہیں

آستینِ پیرہن بنمود زن — بس درشت و پُر وسخ بُد پیرہن

عورت نے کرتے کی آستین دکھائی — کرتا بہت موٹا اور میلا تھا

گفت از سختی تنم را می خورد — کس کسے را کسوہ زینساں آورد

بولی سختی کی وجہ سے میرے بدن کو کاٹتا ہے — کوئی کسی کو ایسا لباس لاکر دیتا ہے

گفت اے زن یک سوالت میکنم — مرد درویشم ہمیں آمد فنم

اُس نے کہا اے بیوی! میں ایک بات پوچھتا ہوں — میں فقیر انسان ہوں میری تدبیر یہی ہے

ایں درشت ست و غلیظ و ناپسند — نیک اندیشہ کن اے اندیشمند

یہ سخت اور موٹا اور ناپسند ہے — اے سوچنے والی! خوب سوچ لے

ایں ترا مکروہ تر یا خود طلاق — ایں ترا مکروہ تر یا خود فراق

یہ زیادہ سخت اور بھدا ہے یا طلاق — یہ تجھے زیادہ ناپسند ہے یا جدائی

۱؎ زانکہ۔ دنیا کے مصائب برداشت کرنا آسان ہیں چونکہ وہ اس زندگی کے بعد ختم ہو جائیں گی لیکن اگر انہیں سے دوری ہے تو اس کے مصائب دائمی ہیں۔ حکایت اس حکایت میں شوہر نے بیوی سے یہی کہا کہ کپڑے اور روٹی کی تنگی طلاق سے سہل تر ہے۔

۲؎ آں یکے۔ بیوی نے شوہر سے نان نفقہ کی کمی کی شکایت کی۔ تیمار۔ خبرگیری۔ خواری۔ نفقہ کی کمی۔ چارہ۔ تدبیر۔ عورم۔ ننگا، مفلس۔ دست کم۔ خرچ اور کپڑا میں کوئی کمی نہیں ہے۔

۳؎ آستین۔ بیوی نے اپنے کرتے کی آستین دکھائی جو بہت میلی اور موٹے کپڑے کی تھی۔

۴؎ گفت۔ بیوی نے کہا کہ یہ کرتا میرے بدن کو کھائے جاتا ہے۔ گفت اے زن۔ شوہر نے بیوی سے کہا کہ میرے مقدور میں جو کچھ ہے میں کرتا ہوں بیشک یہ لباس گھٹیا ہے اگر تو اس میں گذارہ نہیں کر سکتی تو پھر باہمی تفریق مناسب ہے اب تو غور کر لے کہ یہ لباس بہتر ہے یا طلاق؟

همچناں[1] اے خواجۂ تشنیع زن — از بلا و فقر از رنج و محن

اسی طرح اے طعنہ زن صاحب! — بلا اور افلاس اور رنج اور محنت کے بارے میں

لاشک ایں ترکِ ہوا تلخی دہ ست — لیک از تلخیِ بُعدِ حق بہ است

یقیناً یہ خواہش کا چھوڑنا کڑواہٹ پیدا کرتا ہے — لیکن اللہ کی دوری کی کڑواہٹ سے بہتر ہے

گر جہاد و صوم سخت و درشت — لیک آں بہتر ز بُعدِ اے مُمتحن

اگرچہ جہاد اور روزہ سخت اور درشت ہے — لیکن اے آزمانیوالے! دوری سے بہتر ہے

رنج کے ماند مے کاں ذوالمنن — گویدت چونی تو اے رنجورِ من

اُسوقت رنج کہاں رہیگا جب وہ احسانوں والا — تجھے یوں کہے کہ اے میرے بیمار تو کیسا ہے؟

ورنہ گوید کرتنے آں فہم و فن ست — لیک آں ذوقِ تو پرسش کردنست

اور اگر وہ نہ کہے کہ تجھ میں وہ سمجھ اور فن نہیں ہے؟ — لیکن تیرا ذوق، پرسش کرنا ہے

آں[2] ملیحاں کہ طبیبانِ دل اند — سُوئے رنجوراں بہ پرسش مائل اند

وہ حسین جو دل کے طبیب ہیں — بیماروں کی جانب پرسش پر مائل ہیں

وَرحذر از ننگ و از نامی کنند — چارہ سازند و پیغامی کنند

اور اگر ننگ و نام کی وجہ سے اندیشہ کرتے ہیں — تو تدبیر کرتے ہیں اور پیغام بھیجتے ہیں

ورنہ در دل شاں بُود آں مُفتکر — نیست معشوقے ز عاشق بیخبر

ورنہ وہ اپنے دل میں فکرمند ہوتے ہیں — کوئی معشوق، عاشق سے بے خبر نہیں ہوتا

اے تو جویائے نوادر داستاں — ہم فسانۂ عشق بازاں را بخواں

اے (شخص) تو جو نادر داستانوں کا جویاں ہے — عاشقوں کا فسانہ بھی پڑھ لے

بس[3] بجوشیدی دریں عہدِ مدید — تُرک جوشے ہم نگشتی اے قدید

تو اس درمیانی وقت میں بہت جوش میں آیا — اے گوشت کے سوکھے پارچے! تو آدھا بھی نہ پکا

دیدۂ عمرے تو داد و داوری — وانگہ از نادیدگاں ناسی تری

تونے عمر بھر عطا اور حکومت دیکھی — پھر بھی تو نہ دیکھنے والوں سے زیادہ بھولی نکلی

ہر کہ شاگردیش کرد اُستاد شُد — تو پسس تر رفتۂ اے گولِ لُد

جس نے اس کی شاگردی کی اُستاد بن گیا — اے بھگڑالو احمق! تو زیادہ پیچھے کو لوٹا

اسباب موجود تھے جن سے تو تنبیہ حاصل کرسکتا تھا۔ ناسی۔ بھولنے والا۔ ہرکہ۔ اگر ان چیزوں سے تنبیہ حاصل کرلیتا تو اُستاد بن جاتا۔

---

[1] همچناں۔ بلا اور فقر کا نہ ہونا جبکہ اللہ سے دوری کا سبب ہے تو بلا اور فقر کی کمی زیادہ بہتر ہے۔ اگرچہ جہاد و عبادات کی سختی اللہ کی دوری سے بہتر ہے۔ رنج۔ اُس لئے کہ یہ تکالیف عارضی ہیں جب خدا اپنا کہکہ پکارے گا تو ساری کلفتیں دور ہوجائیں گی۔ ورنہ گوید۔ الہام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی آواز کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا لیکن ایک قلبی سکون اکثر اہل نسبت محسوس کرلیتے ہیں اسی کو اللہ تعالیٰ کی پکار سمجھو۔

[2] آں ملیحاں۔ اسکو سمجھنے کے لئے مجازی عاشقوں اور معشوقوں کے بارے میں سمجھو معشوق بیمار عاشق کی مزاج پرسی کرتا ہے اور اگر مدارا کی وجہ سے نہیں آتا ہے تو پیغام کے ذریعہ مزاج پرسی کرتا ہے ورنہ اگر پیغام بھیجنا بھی ممکن نہیں ہوتا تو دل میں متفکر ہوتا ہے بہرحال معشوق عاشق سے بیخبر نہیں ہوتا ہے تو عشقیہ داستان کی داستان پڑھو یہ باتیں حل ہوجائیں گی۔

[3] بس بجوشیدی۔ اوپر کے اشعار میں اللہ سے دوری کی مذمت تھی اب بیان کرتے ہیں کہ تمام عمر تونے اس بُرائی کے ازالہ کی کوشش نہ کی۔ ترک جوش۔ نیم پختہ کے معنی میں ہے ترک ادھکچرا گوشت کھاتے تھے پورا جوش نہ دیتے تھے۔ دیدۂ عمرے

خود نبُود از والدینت اعتبار — ہم نبُودت عبرت از لیل و نہار

تجھے نہ اپنے ماں باپ سے عبرت ہوئی — نہ تجھے دن و رات سے عبرت ہوئی

مثل پُرسیدن عارفے از کشیش کہ تو بزرگ تری

ایک عارف کی ایک پادری سے دریافت کرنے کی مثال کہ تو داڑھی سے زیادہ

از ریش یا ریش از تو

عمر کا ہے یا داڑھی تجھ سے

عارفے پُرسید زاں پیرِ کشیش — کہ توئی خواجہ مُسن تر یا کہ ریش

اُس بوڑھے پادری سے ایک عارف نے دریافت کیا — کہ اے صاحب! تم زیادہ عمر کے ہو یا داڑھی

گفت نے من پیش از و زائیدہ ام — بے ز ریشی بس جہاں را دیدہ ام

اُس نے کہا نہیں میں اس سے پہلے پیدا ہوا ہوں — میں نے دنیا کو بے داڑھی کا ہوتے ہوئے بہت دیکھا ہے

گفت ریشت شُد سفید از حال گشت — خوئے زشتِ تو نگر دیدست و گشت

اُس نے کہا تیری داڑھی سفید ہوگئی، حال بدل گئی — تیری بُری عادت بھلی نہ ہوئی

اُو پس از تو زاد و از تو بگذرید — تو چنیں خشکی ز سودایِ ثرید

وہ تیرے بعد پیدا ہوئی اور تجھ سے سفت لگتی — تو ثرید کے عشق میں ویسا ہی خشک ہے

تو بر اں رنگی کہ اوّل زادۂ — یک قدم زاں پیشتر ننہادۂ

تو اس ہی رنگ پر ہے جس پر شروع میں پیدا ہوا — اُس سے ایک قدم آگے نہیں رکھا ہے

دُوغِ ترشی ہمچناں در معدنی — خود نگردی زُو مخلص روغنی

تو معدن میں اُسی طرح کھٹی چھاچھ ہے — اُس سے چھوٹ کر، تو روغن نہ بنا

ہم خمیری خمر الطینہ دری — گرچہ عمرے در تنورِ آذری

تو خمیر ہی ہے آب و گل کے خمیر میں ہے — اگرچہ ایک زمانہ سے آگ کے تنور میں ہے

چوں حشیشی با بگِل برہشتۂ — گرچہ از بادِ ہوس سرگشتۂ

تو نے گھاس کی طرح مٹی میں پاؤں جما رکھا ہے — اگرچہ ہوس کی ہوا سے سرگرداں ہے

ہمچو قومِ موسیٰ اندر تیہ — ماندۂ چل سال بر جا اے سفیہ

(حضرت) موسیٰ کی قوم کی طرح تیہ کی گرمی میں — اے بیوقوف! تو چالیس سال سے (ایک) جگہ پر ہے

میروی ہر روز تا شب ہر وَلہ — خویش می بینی در اوّل مرحلہ

تو ہر روز رات تک بھاگ کر چلتا ہے — اپنے آپ کو پہلی منزل پر دیکھتا ہے

لہ والدینت۔ اپنے ماں باپ سے بھی عبرت حاصل کرتا کہ وہ آج کہاں ہیں۔ مثل۔ اس مثال سے اپنی اصلاح نہ کرنے پر شرم دلاتے ہیں۔ کشیش۔ راہب، پادری۔ مُسن۔ زیادہ عمر والا۔ حال یعنی پہلے کالی تھی اب سفید ہوگئی۔ دشت۔ خوب، خوش۔ آذیں۔ داڑھی بعد میں پیدا ہوئی اور اُسمیں تبدیلی آگئی لیکن تو اُس سے پہلے پیدا ہوا پھر بھی تجھ میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

سہ ثرید۔ یعنی لذیذ کھانا۔ دوغ معدن۔ اُس ہنڈیا کو کہتے ہیں جسمیں دہی بلو کر روغن نکالا جاتا ہے یعنی چھاچ کیطرح اصل حالت پر ہے۔ تم خمیری ایک روایت میں حضرت حق نے فرمایا۔ خمرت طینتکم آدم۔ اَذ بعین صباحا یعنی آدم کی مٹی چالیس دن تک خمیر کی حالت میں رہی۔ آذر۔ آگ۔

سہ چوں حشیشی۔ ہوا اپنی جگہ کھڑی ہوئی ملتی ہے یہی تیری حالت ہے کہ تو جہاں تھا وہیں ہے۔ تیہ۔ تیہ میدان میں حضرت موسیٰ کی قوم چکر کاٹتی رہی اور جہاں تھی وہیں رہی۔ ہر وَلہ۔ تیز دوڑنے کی ایک کیفیت ہے۔

نگذری[1] زیں بُعدِ سہ صد سالہ تو
تو اس تیہ سو سالہ مسافت کو طے نہ کرسکے گا

تا کہ داری عشقِ آں گوسالۂ تو
جب تک تو اُس بچھڑے کا عشق رکھتا ہے

تا خیالِ عجل شاں از جاں نرفت
جب تک بچھڑے کا خیال اُنکی جان سے نہ نکلا

بُد برایشاں تیہ چوں گردابِ زفت
اُن کے لئے تیہ سخت بھنور کی طرح تھا

غیرِ ایں عجلے کہ تو یا بیدۂ
وہ اس بچھڑے کے علاوہ ہے کہ تو نے اُس سے پائی ہو

بے نہایت لُطف و نعمت دیدۂ
بے انتہا مہربانی اور نعمت دیکھی ہے

گاؤ طبعی زاں نکو بیہائے زفت
تو بیل کی سی طبیعت والا ہے اسی لئے بڑی بھلائیاں

ازدلت در عشقِ آں گوسالہ رفت
بچھڑے کے عشق میں تیرے دل سے نکل گئیں

بالے اکنوں تو ز ہر جزوے بپرس[2]
آخر اب تو اپنے ہر جز سے دریافت کرلے

صد زباں دارند ایں اجزائے خرس
یہ گونگے اجزاء سیکڑوں زبانیں رکھتے ہیں

ذکرِ[3] نعمتہائے رزّاقِ جہاں
جہان کے رزّاق کی نعمتوں کا تذکرہ

کہ نہاں شد آں در اوراقِ زماں
جو زمانہ کے اوراق میں پوشیدہ ہوگئی ہیں

روز و شب افسانہ جویائی تو چُست
تو مستعدی سے دن رات افسانہ کا جویاں ہے

جزو جزوِ تو فسانہ گوئی تُست
تیرا جز جز تیرا افسانہ بیان کرنے والا ہے

جزو جزوت تا برستت از عدم
جب سے تیرا جز جز عدم سے پیدا ہوا ہے

چند شادی دیدہ است و چند غم
اُس نے کتنی خوشیاں اور کتنے غم دیکھے ہیں

زانکہ بے لذت نروید ہیچ جزو
اسلئے کہ کوئی جز بغیر لذت کے نہیں اگتا ہے

بلکہ لاغر گردد از ہر ہیچ جزو
بلکہ جز ہر غم سے لاغر ہو جاتا ہے

جزو ماند[4] وآں خوشی از یاد رفت
جز رہ گیا اور وہ خوشی حافظہ سے نکل گئی

بل نرفت آں خفیہ شد از پنج و ہفت
بلکہ نکل نہیں پائی اور سات سے پوشیدہ ہوگئی

ہمچو تابستاں کہ از وے پنبہ زاد
گرمی کے موسم کی طرح کہ اُس سے روئی پیدا ہوئی

ماند پنبہ رفت تابستاں نیاد
روئی رہ گئی، گرمی کا موسم حافظہ سے چلا گیا

یا مثالِ یخ کہ زاید از شتا
یا جیسے یخ جو جاڑے کے موسم سے پیدا ہوا

شد شتا پنہاں و آں یخ پیشِ ما
جاڑے کا موسم چھپ گیا وہ یخ ہمارے سامنے ہے

باطرہ شاتہ ساقہ ذاتہ کاشہ ۔ ہفت۔ یعنی ہفت اندام۔ سر۔ سینہ۔ پشت۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں پاؤں۔
تابستاں۔ جاڑوں اور گرمیوں کا موسم چلا جاتا ہے اور اُن کی یادگار میں روئی اور یخ پانی رہ جاتا ہے۔

---

[1] نگذری۔ جب تک تیرا عشق دنیا سے ہے تیرا مقام نہ بدل سکے گا۔ بعد سہ صد سالہ۔ یعنی طویل مسافت۔ تا خیال۔ جب تک حضرت موسیٰؑ کی قوم کے دل گئو سالہ کی محبت نہ نکلی وہ تیہ میں بھٹکا کاٹتی رہی غیر۔ جس سے تجھے عشق کرنا چاہئے وہ گئو سالہ نہیں ہے اُس کے علاوہ ہے اُس کی لاکھوں نعمتوں سے تو بہرہ اندوز ہے۔ گاؤ طبعی۔ چونکہ تیرا مزاج شیطانی ہے لہذا شیطان ہی سے تجھے عشق ہے۔ بالے۔ جو خدائی نعمتیں تو فراموش کر بیٹھا ہے اُن پر ترا اجز جز گواہ ہے۔ خرس۔ اخرس کی جمع گونگا۔

[2] ذکرِ نعمتہای۔ اجزاء سے اُن نعمتوں کو دریافت کرلے تو بھول گیا ہے روز و شب۔ تو افسانے سننے کا شوقین ہے اپنے اجزاء سے نعمتوں کے افسانے سُن لے۔ جزو جزوت۔ تو جب سے وجود میں آیا ہے تیرے اجزاء نے سیکڑوں شادیاں اور غم دیکھے ہیں۔ زانکہ۔ غم تو مجھے یاد ہیں شادیاں یاد نہیں شادی دیکھنے کی یہ دلیل ہے کہ تیرے اجزاء نے خوشی کی لذت سے نشو و نما پایا ہے اور تو بچپن سے جوان اسی لذت کی وجہ سے ہوا ہے۔

[3] جزو ماند تیرے اجزاء تو باقی ہیں لیکن وہ خوشیاں تیرے حافظہ سے نکل گئی ہیں بلکہ نکل بھی نہیں ہیں تیرے حواس خمسہ اور ہفت اندام سے مخفی ہوگئی ہیں پنج۔ حواس خمسہ

ہست آں تخ زاں صفت یادگار — یادگارِ صیف در دے ایں ثمار

وہ بیج اُس دشواری کی یادگار ہے — یہ پھل موسم خزاں میں گرمی کے موسم کی یادگار ہے

ہمچناں[1] ہر جزو جزوت اے فتے — در تنت افسانہ گوئے نعمتے

اے نوجوان! اسی طرح تیرا ہر ہر جزو — تیرے جسم میں ایک نعمت کا افسانہ گو ہے

چوں زنے کہ بیت فرزندش بود — ہر یکے حاکیٔ حالِ خوش بود

جیسی کہ وہ عورت جس کے بیٹی اولادیں ہوں — ہر ایک اچھی حالت کی ناقل ہو

حمل نبود بے زمستی و زلاغ — بے بہارے کے شود زاینده باغ

بغیر مستی اور صداق کے حمل نہیں ٹھہرتا — بغیر بہار، باغ کب جنتا ہے؟

حاملان و بچگاں شاں در کنار — شد دلیلِ عشقبازی با بہار

حمل والے اور اُن کی بغل میں بچے — بہار کے ساتھ عشقبازی کی دلیل ہیں

ہر درختے[2] در رضاعِ کودکاں — ہمچو مریم حامل از شاہِ جہاں

ہر درخت بچوں کو دودھ پلانے میں — شاہ جہاں سے (حضرت) مریم کی طرح حمل والے ہیں

گرچہ در آب آتشے پوشیدہ شد — صد ہزاراں کف بر و جوشیدہ شد

اگرچہ آگ پانی میں پوشیدہ ہوگئی ہے — لاکھوں جھاگ اُس پر جوش مارنے لگے

گرچہ آتش سخت پنہاں می تند — کف بدہ انگشت اشارت میکند

اگرچہ آگ بہت مخفی طور پر اٹھ رہی ہے — جھاگ دو انگلیوں سے اشارہ کر رہا ہے

ہمچنیں اجزائے مستانِ وصال — حامل از تمثالہائے حال و قال[3]

اسی طرح وصال کے مستوں کے اجزاء — حال اور قال کے پیکروں سے حمل والے ہیں

در جمالِ حال واماندہ دہاں — چشم غائب ماندہ از نقشِ جہاں

حال کے حسن میں منہ کھلا رہ گیا — دنیا کے نقش سے آنکھ غیر حاضر ہوگئی

آں موالید از رہ ایں چار نیست — لاجرم منظورِ ایں ابصار نیست

وہ پیداوار اِن چار کے طریق کی نہیں ہے — لامحالہ ان نگاہوں سے نظر آنیوالی نہیں ہے

آں موالید از تجلی زادہ اند — لاجرم مستورِ پردہ سادہ اند

وہ پیداوار تجلی سے جنی ہوئی ہے — لامحالہ بے رنگ پردے میں پوشیدہ ہے

---

[1] ہمچناں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی پہلی نعمتیں ختم ہوجاتی ہیں اور اُن کی یادگار جسم کا جزو جزو باقی رہ جاتا ہے۔ چونکہ زنے جماع کی لذت ختم ہوجاتی ہے اور اُسکی نشانی اولاد باقی رہتی ہے۔ حمل استقرارِ حمل اُس وقت ہوتا ہے جبکہ زوجین میں مستی اور رہسی مذاق ہو جب تک موسم بہار کی مستی نہیں آتی جس میں پھول نہیں کھلتا۔ حاملان۔ درختوں کا پھلنا اور پھولنا اسکی دلیل ہے کہ اُن درختوں نے موسم بہار سے عشقبازی کی ہے۔

[2] ہر درخت۔ حضرت حق تعالیٰ کے حکم سے ہر درخت اسی طرح حاملہ بنتا ہے جس طرح حضرت مریمؑ بنی تھیں۔ گرچہ در آب۔ پانی میں آگ کی گرمی نظر نہیں آتی لیکن اُس کے آثار جیسے نظر آتے ہیں اور وہ گرمی کے وجود پر دلالت کرتے ہیں ہمچنیں جس طرح اِن چیزوں میں مؤثر پوشیدہ ہے اور ظاہر کی آثار اُس پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح جو لوگ وصالِ حق سے مست ہیں اُن کے اجزاء میں حال و قال مخفی ہے اور اُن مستوں کے اجزاء اُن پر دلالت کرتے ہیں۔

[3] حال و قال۔ حال وہ کیفیت ہے جو مشاہدۂ حق سے انسان پر طاری ہوتی ہے قال سے مراد بھی وہ مضامین اور کلام نفسی ہے جو مشاہدۂ حق سے پیدا ہوتا ہے۔ در جمال۔ جب انسان پر حال طاری ہوتا ہے تو حیرانی میں منہ کھلا رہجاتا ہے

اور آنکھ دنیا کے نقش نہیں دیکھ پاتی ہے۔ آں موالید۔ وہ حال و قال عنصری نہیں ہے لہٰذا عنصری آنکھیں اُن کو نہیں دیکھ سکتی ہیں۔ از تجلی۔ وہ تجلیِ رب کی پیداوار ہے لہٰذا بے رنگی کے پردے میں مخفی ہیں۔

زادہ[1] گفتیم و حقیقت زادنیست — ایں عبارت جز پئے ارشادنیست

ہم نے جنا ہوا کہدیا اور جننے کی حقیقت نہیں ہے — یہ عبارت سوائے رہنمائی کے نہیں ہے

ہیں خمش کن تا بگوید شاہ قُل — بلبلی مفروش با ایں جنسِ گُل

خبردار! چپ ہو جا جب تک کہ شاہ کہے کہ کہہ — پھول کی اس جنس کے ساتھ بلبل بن نہ جا

ایں گلِ گویاست پُر جوش و خروش — بُلبلا ترک زباں کن باش گوش

یہ جوش و خروش سے بھرا ہوا پھول بولنے والا ہے — اے بلبل! زبان کو ترک کر، کان بن جا

ہر دوگوں تمثالِ پاکیزہ مثال — شاہدِ عدل اند بر سرِّ وصال

دونوں قسم کے پاکیزہ مثالی پیکر — وصال کے راز پر، عادل گواہ ہیں

ہر دوگوں حُسنِ لطیفِ مُقتضیٰ — شاہدِ احیا و حشرِ ما مَضیٰ

دونوں قسم کے پسندیدہ لطیف حُسن — گذشتہ بقا اور فنا پر گواہ ہیں

ہمچو یخ[2] کاندر تموزِ مُستجد — ہر دم افسانہ زمستاں می کُند

جیسا کہ یخ، جدید موسم گرما میں — ہر وقت جاڑوں کا ذکر کرتا ہے

ذکرِ آں اریاحِ سردِ زمہریر — اندراں ایام و ازمانِ عسیر

سخت سرد ہواؤں کا ذکر — جو اُن دنوں اور سخت زمانوں میں تھیں

ہمچو آں میوہ کہ در وقتِ شتا — می کُند افسانۂ لُطفِ صبا

اُس میوے کیطرح جو کہ جاڑوں کے موسم میں — صبا کے لطف کا قصہ بیان کرتا ہے

قصۂ دورِ تبسمہائے شمس — واں عروسانِ چمن را طمس و لمس

سورج کی مسکراہٹوں کے زمانہ کا قصہ — چمن کی دلہنوں کو چھونے اور ملنے کا (قصہ)

حال رفت و ماند جزوت یادگار — یا ازو وا پُرس یا خود یاد آر

حال جاتا گیا اور تیرا جز یادگار رہ گیا — یا اُس سے پوچھ لے یا خود یاد کرے

چوں[3] فروگیرد غمت گر چستیی — زاں دمِ نومید کُن واجستیی

اگر تو چست ہوتا، جب تجھے غم گیرتا — تو ایوس کرنے والے وقت سے مطالبہ کرتا

گفتیش اے غصۂ منکر بحال — راتبہ انعامہا رازاں کمال

تو اُس سے کہتا، اے غصے! حالت کے ذریعہ منکر — کمال والے کی جانب مقررہ انعاموں کے

ہر دمت گر نہ بہار و خُرمی ست — ہمچو چاشِ گل تنت انبار چیست

اگر تجھے ہر وقت بہار اور خوشی نہیں ہے — پھولوں کے تودے کی طرح تیرا جسم ڈھیر کیوں ہے؟

---

[1] زادہ۔ ان دونوں کو جنا ہوا کہنا محض سمجھانے کے لئے ہے ورنہ وہاں جننے کی حقیقت نہیں ہے۔ قُل۔ جب تک خدا ان کو حکم نہ ہو اُس وقت تک حال و قال کی تفصیل نہ کر۔ تبیانِ گل۔ یہ حال و قال خود زبانِ حال سے گویا ہیں تو چپ رہ ان کی بات سُن۔ ہر دوگوں۔ حال و قال اللہ سے وصل کے گواہ ہیں۔ احیا و حشر۔ بقا و فنا۔

[2] یخ۔ یخ جاڑوں کی یاد دلاتا ہے اور جاڑے کی سخت ٹھنڈی ہواؤں کا ذکر کرتا ہے ہمچو۔ گرمیوں کا پیدا شدہ میوہ جاڑوں میں گرمیوں کی یاد دلاتا ہے۔ قصہ۔ سورج کی شعاعوں سے پھل پکتے ہیں۔ حال رفت گذری ہوئی نعمتوں کے بارے میں اپنے اُجداد سے دریافت کرے یا خود یاد کرے۔

[3] چوں فرو۔ جب تجھے صاحب گیریں اور اُن کی وجہ سے تجھ پر رقم و غصہ طاری ہو تو اُس غصے سے دریافت کر کہ اگر تو ان نعمتوں کا منکر ہے تو پھر پتا کر تیرے جسم نے نفور و نما کیسے پایا۔ چاش۔ ڈھیر۔

چاشِ[1] گل تن، فکر تو ہمچوں گلاب
جسم پھولوں کا ڈھیر، تیری فکر گلاب کی طرح

مُنکرِ گل شد گلاب اینت عجاب
گلاب، گل کا منکر ہوا یہ تعجب ہے

از کپی خویانِ کفراں کہ دریغ
بندر خصلت ناسپاس لوگوں سے گھاس (بھی) دریغ ہے

بر نبی خویاں نثارِ مہر و میغ
نبی خصلت لوگوں پر سورج اور ابر نثار ہے

آں لجاج و کفر قانونِ کپی ست
جھگڑا اور کفر بندر کا قانون ہے

واں سپاس و شکر منہاجِ نبی ست
اور شکر و سپاس نبی کا راستہ ہے

با کپی خویاں[2] تہشکہا چہ کرد
بندر خصلت لوگوں کے ساتھ پردہ دری نے کیا کیا؟

با نبی رویاں تنشکہا چہ کرد
نبی خصال لوگوں کے ساتھ عبادات نے کیا کیا؟

در عمار تہا سگانند و عفور
عمارتوں میں کتے ہیں اور کھنڈ کھنڈ کتے

در خرابیہاست گنجِ عز و نور
ویرانوں میں عزت اور نور کا خزانہ ہے

گر نبودے ایں بزوغ اندر کسوف
اگر یہ طلوع (سورج) گرہن میں نہ ہوتا

گم نکردے راہ چندیں فیلسوف
تو اتنے فلاسفر راہ گم نہ کرتے

زیرکان و موشگافانِ دہی
ذہین اور عمیق باریک بینوں نے

دیدہ بر خرطوم داغِ ابلہی
بیوقوفی کا داغ، ناک پر دیکھ لیا

قصۂ[3] فقیر روزی طلب بے واسطۂ کسب و رنج

اس فقیر کا قصہ جو بغیر کمائی اور مشقت کے روزی طلب کرتا تھا

آں یکے بیچارۂ مُفلس نَ درد
ایک بے چارہ مفلس درد سے

کز بے چیزی ہزاراں زخم خورد
جو بے سروسامانی کی وجہ سے ہزاروں تکالیف برداشت کرتا تھا

لا بہ کردے در نماز و در دُعا
نماز اور دعا میں خوشامد کرتا

کاے خداوند و نگہبانِ رُعا
کہ اے خداوند اور گلہ کے محافظ!

بے ز جہدے آفریدی مر مرا
تو نے مجھے بغیر مشقت کے پیدا کیا

بے فنِ من روزبم دہ زیں سرا
اس دنیا سے بغیر ہنر کے مجھے روزی عطا کر

پنج گوہر دادیم در درجِ سر
تو نے مجھے سر کی ڈبیہ میں پانچ موتی عطا کئے

پنج حسِ دیگرے ہم مستتر
دوسرے پانچ حواسِ باطنی بھی

---

[1] باشرہ ساشہ شاشہ ذائقہ لامسہ [2] حس مشترک خیال وہم حافظہ متخیلہ۔

---

[1] چاش۔ جسم پھولوں کا ڈھیر ہے اور فکر اس کا عرق ہے یہ تعجب کی بات ہے کہ عرقِ گلاب، گلاب کا انکار کرے۔ ۲ کپی۔ کفران کی برائی اور منکر کی تعریف ہے، خدا کرے ناسپاس لوگ گھاس کے تنکے تک سے محروم ہوں اور منکر گزاروں پر علوی چیزیں نثار ہو جائیں۔ آں لجاج۔ ناسپاسی بندروں کی خصلت ہے اور شکر گزاری انبیاء کا طریقہ ہے منہاج۔ راستہ۔

[2] با کپی خویاں۔ ناشکر گزار دنیا میں بھی رسوا ہوئے اور آخرت میں بھی۔ تنشکہا۔ شکر گزاروں کے مراتب بلند ہوئے۔ در عمار تہا۔ جو تن پرور ہیں وہ کتے تک کھنگھنے کتے ہیں اور جن لوگوں نے مجاہدات میں بدن کو ویران کیا ہے اُن کی روحیں نور اور عزت کا خزانہ ہیں۔ گر نبودے۔ اگر یہ خزانے چھپے ہوئے نہ ہوتے تو فلاسفر گمراہ نہ ہوتے اُس کو سمجھنے کے لئے عقلِ دین کی ضرورت ہے زیرکاں۔ جو محض عقلِ دنیا کا دعویٰ رکھتے ہیں اُن کی بیوقوفی نمایاں ہو گئی۔ دہی۔ داہی، چالاک۔

[3] قصہ۔ اس قصے میں عقلِ دنیاوی کی بیوقوفیاں واضح کی ہیں۔ زجہد۔ یعنی درد سے نماز اور دعا میں عاجزی کرتا تھا جور۔ گلہ۔ بے زجہدے۔ انسان کی پیدائش میں انسان کے کسب کا کوئی دخل نہیں ہے لہٰذا اسی طرح مجھے دنیا میں زندہ باقی رکھ اور بغیر کسب کے روزی عنایت کر۔ تنگ گوہر

لَا یَعُدُّ ایں داد و لَا یُحْصٰی زتو
تیری عطا لاتعداد اور بے شمار ہے

من کلیمم از بیانش شرم رُو
میں اُس کے بیان سے عاجز اور شرمندہ ہوں

چونکہ در خلّاقیم تنہا توئی
جبکہ میرے پیدا کرنے میں تو تنہا ہے

کارِ رزّاقیم کُن تو مُستوی
میری رزق رسانی کے کام کو درست کردے

سالہا زُو ایں دُعا بسیار شُد
اُس کی جانب سے یہ دُعا سالوں بہت ہوئی

عاقبت زاری اُو برکار شُد
بالآخر اُس کی عاجزی کار آمد ہوگئی

ہمچو آں شخصے کہ روزی حلال
اُس شخص کی طرح جو حلال روزی

از خدا میخواست بے کسب و کلال
خدا سے بغیر کمائے اور تھکن کے چاہتا تھا

گاہ آوردش سعادت عاقبت
بالآخر نیک بختی اُس کے پاس چل کے آئی

عہدِ داؤدِ لَدُنّی مَعدلت
(حضرت) داؤدؑ کے زمانہ میں جو خدائی انصاف والے تھے

ایں مُتیّم نیز زاریہا نمُود
اِس دردمند نے (بھی) عاجزیاں دکھائیں

ہم زمیدانِ اجابت گو ربُود
یہ بھی قبولیت کے میدان سے گیند جیت لے گیا

گاہ بدظن می شُدے اندر دُعا
کبھی دعا کے دوران بدظن ہوجاتا

از پئے تاخیرِ پاداش و جزا
تاخیر اور جزا کی وجہ سے

باز ارجائے خداوند کریم
پھر خداوند کریم کا امید دلانا

دَردِلش بُشّار گشتے و زعیم
اُسکے دل کو خوشخبری دینے والا اور ذمہ دار بن جاتا

چوں شُدے نومید در جہدِ کلال
جب محنت میں تھکن کی وجہ سے ناامید ہوتا

از جنابِ حق شنیدے کہ تعال
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے سنتا، آجا

خافض[52] ست و رافعست ایں کردگار
خدا پست کرنے والا اور بلند کرنے والا ہے

بے ازیں دو بر نیاید ہیچ کار
اِن دو کے بغیر کوئی کام نہیں بنتا

خفضِ[53] ارضی بین و رفعِ آسماں
زمین کی پستی اور آسمان کی بلندی کو دیکھ

بے ازیں دو نیست ورزش ایفلاں
اے فلاں! اِن دو کے بغیر اُنکی گردش نہیں ہے

خفض و رفعِ ایں زمیں نوعِ دگر
اِس زمین کی پستی اور بلندی دوسرے قسم کی بھی ہے

نیم سالے شورہ نیمی سبز و تر
نصف سال شور اور نصف سال سبز و تر ہے

خفض و رفعِ روزگارِ باکرب
پُر مصائب زمانہ کی پستی اور بلندی

نوعِ دیگر نیم روز و نیم شب
دوسری قسم کی ہے آدھا دن ہے اور آدھا رات ہے

ل کلیل: درماندہ۔ بیکار شُد: دعا مقبول ہوگئی۔ اس شخص کا قصہ دفتر ششم میں مذکور ہے۔ کلال: تھکن۔ گاہ: اُس شخص کے گھر میں خود بخود سیل گھس آیا تھا۔ گاہ: کبھی معدلت: خدائی انصاف والا۔ متیم: فریفتہ، عاشق۔ گاہ بدظن: دعا کے دوران اُس پر مختلف کیفیتیں گذرتی تھیں۔ ارجا: امید دلانا۔ بشّار: خوشخبری دینے والا۔ زعیم: کفیل تعال: اللہ تعالیٰ کی جانب سے الہام ہوتا کہ "آجا" دعا کر قبول ہوگی۔

۵۲ خافض: چونکہ پہلے شعر میں متضاد کیفیتوں کا ذکر تھا اب ذکر کرتے ہیں کہ عالم میں متضاد کیفیتیں حکمت کی بنا پر ظہور پذیر ہوتی ہیں حضرت حق تعالیٰ پست بھی کرتا ہے اور بلند بھی کرتا ہے، دنیا کے کام دونوں صفتوں سے مکمل ہوتے ہیں۔

۵۳ خفض: زمین کو پست کیا اور آسمان کو بلند کیا تب ہی دورانِ فلک ہوسکا خفض و رفع: یہ دونوں صفتیں دو چیزوں میں ہی نہیں بلکہ ایک چیز میں دونوں کا ظہور ہے، بنجر بھی پڑا رہنا زمین کا پست ہونا ہے سرسبز ہونا اُس کا بلند ہونا ہے روزگار: زمانہ کا پست اور بلند ہونا رات اور دن کا ہونا ہے۔

خفض در رفعِ ایں مزاجِ ممتزج
اس مرکب مزاج کی پستی اور بلندی

گاہ صحت گاہ رنجوری مُفرِح
کبھی صحت، کبھی شور کرنے والی بیماری

ہمچنیں داں جملہ احوالِ جہاں
دنیا کے سب احوال اسی طرح سمجھ لے

قحط و خصب و صلح و جنگ و اقتناں
قحط اور امنانی اور صلح اور جنگ اور فتنوں میں پڑنا

اینجہاں با ایں دو پر اندر ہواست
یہ عالم انہی دو پروں سے ہوا میں ہے

زیں دو جانہا موطنِ خوف و رجاست
انہی دونوں سے جانیں خوف اور امید کا مقام ہیں

تا جہاں لرزاں بُود مانندِ برگ
تاکہ وجہان پتے کی طرح لرزتا رہے

در شمال و در سموم و بعث و مرگ
شمالی ہواؤں اور لوؤں اور حیات اور موت میں

تا خمِ یک رنگیِ عیسےٰ ما
تاکہ ہمارے عیسیٰ کا یک رنگی خمکدہ

بشکند نرخِ خمِ صد رنگ را
سو رنگ والے خمکے کے نرخ کو سستا کر دے

کاں جہاں ہمچو نمکسار آمدست
کیونکہ وہ جہاں نمک کی کان کی طرح ہے

ہر چہ آنجا رفت بے تلوین شدست
جو وہاں گیا، وہ بے رنگ ہو گیا

خاک را بیں خلقِ رنگا رنگ را
مٹی کو دیکھ، رنگا رنگ مخلوق کو

می کُند یک رنگ اندر گورہا
قبروں میں ایک رنگ کر دیتی ہے

ایں نمکسارِ جسوم ظاہرست
یہ ظاہری جسموں کی کان نمک ہے

خود نمکسارِ معانی دیگرست
باطنی چیزوں کی کان نمک دوسری ہے

ایں نمکسارِ معانی معنویست
باطنی اشیاء کی کان نمک، باطنی ہے

از ازل آں تا ابد اندر نویست
ازل سے ابد تک تازگی میں ہے

ایں نوی را کہنگی ضدش بُود
اس تازگی کی، کہنگی ضد ہے

آں نوی بے ضد و بے ندّ و عدد
وہ تازگی بغیر ضد اور بغیر مقابل اور عدد کے ہے

آں چناں کز صقلِ نورِ مصطفےٰ
جیسے کہ مصطفےٰ کے نور کی صیقل سے

صد ہزاراں نوعِ ظلمت شد ضیا
کئی قسم کی تاریکیاں روشنی بنیں

از جہود و مشرک و ترسا و مُغ
یہودی اور مشرک اور نصرانی اور مجوسی

جملگی یک رنگ شد زاں آبِ اُلغ
اس رنگ کے دریا سب یک رنگ ہوئے

آنحضورؐ کے نور سے مختلف قسم کے کفر کی تاریکیاں ایک قسم کے نور میں تبدیل ہو گئیں۔ مُغ۔ آتش پرست۔
آبِ اُلغ۔ دلیر و سرنگ۔

---

۱ مزاج۔ انسانی مزاج کی پستی اور بلندی، اس کی بیماری اور صحت ہے۔ مُفرِح۔ شور کرنے والا۔

۲ تا خم۔ دنیا میں متضاد کیفیتیں اس لئے پیدا کی گئی ہیں تاکہ عالم آخرت کی تعدد ہو کر ایک رنگی راہ سکے۔ یہی دنیا کا راز ہے۔ عیسیٰ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ خمِ صد رنگی۔ عالم دنیا۔ نمکسار۔ نمک کی کان میں جو چیز بھی جاتی ہے وہ نمک ہی بن جاتی ہے خاک۔ قبر عالم آخرت کی ابتدا ہے دنیا سے پھر بھی سب رنگی ختم ہو جاتی ہے۔ ایں۔ قبر جسموں کے لئے نمک کی کان ہے۔ نمکِ معانی۔ ارواح کا نمکسار عالم آخرت ہے۔

۳ ایں نمکسار عالم آخرت میں نیا پرانا نہیں ہے بلکہ وہاں ہر چیز نئی ہے کیونکہ نئے پن کے بعد پرانا ہونا بے رنگی ہے ایں نوی۔ دنیا میں نئے پن کے بعد کہنگی آجاتی ہے۔ آں چناں۔ عالم آخرت کی یک رنگی اس طرح کی ہوگی جیسے کہ

صد ہزاراں سایہ[1] کوتاہ و دراز
لاکھوں چھوٹے اور بڑے سائے

نے درازی ماند و نے کوتہ نہ بہن
نہ درازی رہی اور نہ کوتاہی نہ چوڑا پن

لیک یک رنگی کہ اندر محشرست
لیکن وہ یک رنگی جو محشر میں ہے

کہ معانی آں جہاں صورت شود
کیونکہ معنی چیزیں اس عالم میں ظاہر بنائیں گی

گر دوانگ فکر نقش نامہا
اس وقت فکر، خطوں کی تحریر بنائے گا

ایں[2] زماں سر ہا مثال گاؤ پیس
اس وقت راز، چکر کے بیل کی طرح ہیں

نوبتِ صد رنگی ست و صد دلی
صد رنگی اور صد دلی کا وقت ہے

نوبتِ زنگی ست و رومی شد نہاں
حبشی کا زمانہ ہے اور رومی پوشیدہ ہو گیا ہے

نوبت[3] گرگ ست و یوسف زیر چاہ
بھیڑیے کا زمانہ ہے اور یوسف کنوئیں میں ہے

تا ز رزقِ بے دریغ و خیرہ خند
تاکہ بے روک ٹوک رزق اور بیہودہ ہنسی

در درونِ بیشہ شیراں منتظر
جھاڑ میں شیر منتظر ہیں

پس بروں آیند آں شیراں ز مرج
تو چراگاہ سے وہ شیر باہر آئیں گے

جوہرِ انساں بگیرد بر و بحر
انسان کا جوہر بر و بحر پر قبضہ کرے گا

شد یکے در نورِ آں خورشید راز
اس معنوی سورج کی روشنی میں ایک ہو گئے

گونہ گونہ سایہ در خورشید رہن
قسم قسم کے سائے سورج میں رہن ہو گئے

بر بد و بر نیک کشف و ظاہرست
بد پر اور نیک پر واضح اور ظاہر ہے

نقشہا ماں در خورِ خصلت شود
ہماری صورتیں، عادت کے مطابق ہو جائیں گی

ایں بطانہ روئے کارِ جاہہا
یہ استر کپڑوں کا ابرا (بن جائے گا)

دوکِ نطق اندر مثل صد رنگ ریس
گویائی کا تکلا مذہب میں سو رنگ کاتنے والا ہے

عالمِ یک رنگ کے گردد جلی
یک رنگ عالم کب ظاہر ہو گا؟

ایں شب ست و آفتاب اندر رہاں
یہ رات ہے اور سورج قید میں ہے

نوبتِ قبطی ست و فرعون ست شاہ
قبطی کا دور دورہ ہے اور فرعون بادشاہ ہے

ایں سگاں را حصہ باشد کوز چند
چند روز ان کتوں کا حصہ ہے

تا شود امرِ تعالوا منتشر
تاکہ "آجاؤ" کا حکم پھیل جائے

بے حجابے حق نماید دخل و خرج
اللہ بغیر پردے کے جواب آمد و خرچ کرے گا

پیسہ گاواں بسملانِ روزِ نحر
چکر کے بیل قربانی کے اونٹ ہوں گے

---

[1] سایہ۔ مخلوق کی تاریکی۔
نے درازی۔ ان کفروں کا اختلاف ختم ہو گیا۔ لیک۔ عالم آخرت کی یک رنگی پوشیدہ ہے لیکن محشر کی یک رنگی سب پر ظاہر ہو جائے گی۔ کہ معانی۔ وہاں پر معنوی چیز ظاہری صورت اختیار کر لے گی۔ گردد۔ وہاں پہنچکر استر جو اندر کی چیز ہے ابرا بن جائے گا، جو ظاہر ہے۔ بطانہ استر روئی کا رجامہ۔ ابرا۔

[2] ایں زماں۔ آخری یعنی اس دنیا میں چکر کے جانور کی طرح ہیں کہ اس میں مختلف رنگ ہوتے ہیں اسی آخری باتوں کے بارے میں مختلف قسم کے خیالات ہیں اور حاصل باتوں میں زبان کا نکلا مختلف رنگ کا دھاگا کاتتا ہے۔ عالم یک رنگ۔ عالم آخرت۔ نوبت زنگی۔ اس دنیا میں حقائق پر پردہ ہے۔ زنگی۔ یعنی بد رنگی۔ رومی یعنی خوش رنگی۔ یہاں گرو کی۔

[3] نوبت گرگ یعنی اہل غالب اور حق مغلوب ہے۔ قضا اس لئے ہے کہ اہل باطل بھی کبھی دن مزے اڑا لیں۔ تو دونوں۔ حقائق مخفی ہیں اور ظاہر ہونے کے منتظر ہیں۔ مرج چراگاہ۔ دخل و خرج جیسے جوہر۔ پھر حق کا غلبہ ہو جائے گا اور باطل فنا ہو جائے گا۔ نحر۔ قیامت کا دن عید کا دن ہو گا جس میں موحد قربانیاں کریں گے اور کفار بلاک ہوں گے۔

روزِ نحرِ رستخیزِ سہمناک
خوفناک قیامت کا قربانی کا دن
مومناں را عید و گاواں را ہلاک
مؤمنوں کی عید اور بیلوں کی ہلاکت ہے

جملہ[1] مرغانِ آب آں روزِ نحر
پانی کے سب پرند اُس قربانی کے دن
ہمچو کشتیہا رواں بر رُوئے بحر
سمندر پر کشتیوں کی طرح رواں ہونگے

تا کہ یَہْلِکْ مَنْ ہَلَکَ عَنْ بَیِّنَہ
تاکہ جو ہلاک ہو وہ گواہوں کے ذریعہ ہلاک ہو
تا کہ نجات پائے جو نجات پائے اس دن کا یقین ہو

تا کہ زاغاں سوئے گورستاں روند
تاکہ کوّے قبرستان کی جانب جائیں
نقلِ زاغاں آمدست اندر جہاں
دنیا میں کوّوں کی غذا بنے ہیں

کرمِ سرگیں از کجا باغ از کجا
کہاں گوبر کا کیڑا کہاں چمن کی سیر
نیست لائق عود و مُشک و کونِ خر
عود اور مُشک، گدھے کی نقد کے مناسب نہیں ہے

کے دہد آنکہ جہادِ اکبرست
تو جہاد اکبر کا کیا موقع ہے!
گشتہ باشد خفیہ ہمچوں مریمے
پوشیدہ ہو (حضرت) مریمؑ کی طرح

خفیہ اندر ماندہ از ضعفِ جناں
پوشیدہ ہیں اور وہ قلبی کمزوری کی وجہ سے عاجز ہیں
ہر کہ در مردی ندید آمادگی
جس نے مردانگی پر آمادگی نہ دیکھی ہو

کفشِ آنِ پاکلاہ آنِ سرست
جوتا پاؤں کی ملکیت اور ٹوپی سر کی ملکیت ہے
تا بغرب خود رود ہر غالبے
تاکہ ہر غریب ہونیوالا اپنے غرب کو پہنچ جائے

روزِ نحرِ رستخیزِ سہمناک
خوفناک قیامت کا قربانی کا دن
مومناں را عید و گاواں را ہلاک
مؤمنوں کی عید اور بیلوں کی ہلاکت ہے

جملہ[1] مرغانِ آب آں روزِ نحر
پانی کے سب پرند اُس قربانی کے دن
ہمچو کشتیہا رواں بر رُوئے بحر
سمندر پر کشتیوں کی طرح رواں ہونگے

تا کہ یَہْلِکْ مَنْ ہَلَکَ عَنْ بَیِّنَہ
تاکہ جو ہلاک ہو وہ گواہوں کے ذریعہ ہلاک ہو
تا کہ یَنْجُوْا مَنْ نَجَا وَاسْتَیْقَنَہ
تاکہ نجات پائے جو نجات پائے اس دن کا یقین ہو

تا کہ زاغاں سوئے گورستاں روند
تاکہ کوّے قبرستان کی جانب جائیں
نقلِ زاغاں آمدست اندر جہاں
دنیا میں کوّوں کی غذا بنے ہیں

کرمِ سرگیں از کجا باغ از کجا
کہاں گوبر کا کیڑا کہاں چمن کی سیر
نیست لائق عود و مُشک و کونِ خر
عود اور مُشک، گدھے کی نقد کے مناسب نہیں ہے

کے دہد آنکہ جہادِ اکبرست
تو جہاد اکبر کا کیا موقع ہے!
گشتہ باشد خفیہ ہمچوں مریمے
پوشیدہ ہو (حضرت) مریمؑ کی طرح

خفیہ اندر ماندہ از ضعفِ جناں
پوشیدہ ہیں اور وہ قلبی کمزوری کی وجہ سے عاجز ہیں
ہر کہ در مردی ندید آمادگی
جس نے مردانگی پر آمادگی نہ دیکھی ہو

کفشِ آنِ پاکلاہ آنِ سرست
جوتا پاؤں کی ملکیت اور ٹوپی سر کی ملکیت ہے
تا بغرب خود رود ہر غالبے
تاکہ ہر غریب ہونیوالا اپنے غرب کو پہنچ جائے

تا بمطلب در رسد ہر طالبے
تاکہ ہر طالب مطلوب تک پہنچ جائے

[1] جملہ مرغان۔ مؤمنوں کی مثال دریائی پرندوں کی سی ہوگی جو سمندر کی سطح پر تیریں گے، وہ پُل صراط پر آرام سے گذر جائیں گے۔ تاکہ حقائق اس لئے واضح کئے جائیں گے کہ نجات اور ہلاکت پورے ثبوت کے ساتھ ہو۔ بازاں۔ نجات پانے والے۔ زاغاں۔ بدباطن لوگ۔ کہ عقبیٰ میں ان کوؤں کی جو غذا دنیا میں تھی وہی آخرت میں ہوگی۔

[2] قدرِ حکمت۔ دانائی اور کوّے، گبروخنثے اور جن میں کوئی مناسبت نہیں ہے۔ جہاد اور بزدل، عود و مشک اور گدھے کی نقد میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ چونکہ مولانا کے نزدیک کافروں سے جہاد، جہادِ اصغر اور نفس سے جہاد، جہادِ اکبر ہے۔ مریمؑ۔ حدیث شریف ہے مرد تو بہت سے کامل ہوئے عورتوں میں صرف حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہؑ کامل ہوئیں اور حضرت عائشہؓ کو عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے تمام کھانوں میں ثریدافضل ہے۔

[3] آنچناں۔ بہت سے مرد جو زنانہ صفت ہیں آخرت میں انکی صفت واضح ہوجائے گی۔ روزِ عدل۔ عالمِ آخرت میں قیامت کا دن انصاف کا دن ہوگا جہاں پاؤں جوتا پہنے گا اور سر ٹوپی اوڑھیگا۔ تا بمطلب۔ تاکہ ہر طالب کو اُس کا مطلوب مل جائے اور ہر انسان اپنے صحیح

نیست[1] ہر مطلوب را طالب دریغ
کوئی مطلوب، طالب سے ممنوع نہیں ہے

جفتِ تابش شمس و جفتِ آبِ میغ
سورج کا جوڑا سورج اور پانی کا جوڑا ابر ہے

ہست دُنیا قہر خانہ کردگار
دنیا اللہ (تعالیٰ) کا قہر خانہ ہے

قہر بیں چوں قہر کردی اختیار
جب تو نے قہر کرنا اختیار کیا قہر کو (بھی) دیکھ

اُستخوان و مُوئے مقہوراں نگر
قہر میں مبتلا لوگوں کی ہڈیاں اور بال دیکھ

تیغِ قہر افگندہ اندر بحر و بر
قہر کی تلوار نے انکو سمندر اور خشکی میں بکھیر دیا ہے

پَر و بالِ مُرغ بیں بر گردِ دام
جال کے چاروں طرف پرند کے پَر و بال دیکھ لے

شرحِ قہرِ حق کنندہ بے کلام
جو اللہ تعالیٰ کے قہر کی بغیر لفظوں کے شرح کر رہے ہیں

مُردہ[2] او بر جائے خرپشتہ نشاند
وہ مرگیا جگہ پر بڑا ڈھیر چھوڑ گیا

وانکہ کہنہ گشت پشتہ ہم نماند
اور جو پرانا ہوگیا ڈھیر بھی نہ رہا

ہر کسے را جفت کردہ عدلِ حق
اللہ کے انصاف نے ہر چیز کا جوڑ لگا دیا ہے

پیل را با پیل و لق را جنسِ لق
ہاتھی کا ہاتھی سے اور پتھر کا پتھر کی جنس سے

مُونسِ احمدؐ بمجلس چار یار
احمدؐ کی مجلس میں چار یار دوست ہیں

کعبۂ جبریل و جانہا سِدرہ[3]
جبریل اور روحوں کا قبلہ سدرہ ہے

قبلۂ عبد البطوں شد سُفرہ
پیٹ کے بندوں کا قبلہ دسترخوان ہے

قبلۂ عارف بُود نُورِ وصال
عارف کا قبلہ وصال کا نور ہے

قبلۂ عقلِ مُفلسِف شد خیال
فلسفی کی عقل کا قبلہ وہم ہے

قبلۂ زاہد بُود یزدانِ برتر
زاہد کا قبلہ تمن خدا ہے

قبلۂ مطمع بُود میزانِ زر
لالچی کا قبلہ سونے کی ہمیانی ہے

قبلۂ مردانِ حق اعمالِ نیک
مردانِ خدا کا قبلہ نیک اعمال ہیں

قبلۂ نااہل جہلِ مُردریگ
نااہل کا قبلہ ذلیل جہل ہے

قبلۂ معنی وراں صبر و درنگ
اہلِ باطن کا قبلہ صبر اور سکون ہے

قبلۂ صورت پرستاں نقشِ سنگ
ظاہر پرستوں کا قبلہ پتھر کا نقش ہے

زاہد۔ زاہد کا مقصود خدا ہے اور لالچی انسان کا مقصود دولت ہے۔ قبلۂ مردان۔ جو خدا پرست ہیں ان کا مطمحِ نظر نیک اعمال ہیں۔ معنی وراں۔ اہلِ باطن۔ نقشِ سنگ۔ پتھر کی مورتی۔

[1] نیست۔ اللہ کے یہاں انصاف ہے ہر طالب کو اس کا مطلوب مل جاتا ہے۔ جیسے کائنات سورج اور پانی کا مطلوب ابر ہے۔ ہست دنیا۔ دنیا میں بھی حضرت حق تعالیٰ کے قہر کا ظہور ہوجاتا ہے۔ جب انسان ظلم کرتا ہے تو اس پر قہرِ خداوندی نازل ہوتا ہے۔ مقہوراں۔ جن پر قہرِ خداوندی نازل ہوا ہے اُن کا انجام دیکھو۔ پَر و بال۔ جال میں پھنسے ہوئے پرندے کے جو پَر و بال جال کے چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں وہ اس کے مقہور ہونے کی زبانِ حال سے شرح کرتے ہیں۔

[2] مُردہ۔ جن پر قہرِ خداوندی ہے مرنے کے بعد صرف قبر کی مٹی کا ڈھیر اُن کا نشان رہ جاتا ہے اور وہ بھی چند دن بعد مٹ جاتا ہے۔ ہر کسے۔ جس شخص کو جس شخص سے مناسبت ہوتی ہے قدرت اُس کا جوڑ اُس سے لگا دیتی ہے۔ احمدؐ۔ آنحضورؐ کا جوڑ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ رضی اللہ عنہم سے لگایا۔ بمکہ۔ مکہ کا مشہور کافر سردار تھا جو جنگِ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ زرّا نامی ایک کاہن تھا، اپنائیت ڈھکے رہتا تھا اس لئے وہ "ذوالخمار" کے نام سے مشہور تھا۔

[3] سدرہ۔ بیری کا درخت جو ساتویں آسمان پر ہے اور وہ مخلوق کے علم اور حضرت جبریلؑ کا منتہیٰ ہے۔ عبد البطون۔ پیٹو انسان۔ سفرہ۔ دسترخوان۔ قبلہ۔ یا خدا انسان نور و وصال کا طالب ہے اور فلسفی کا مقصود وہم ہو

قبلۂ باطن نشیناں ذوالمنن
خلوت گزینوں کا قبلہ، خدا ہے

قبلۂ ظاہر پرستاں روئے زن
ظاہر پرستوں کا قبلہ، عورت کا چہرہ ہے

قبلۂ عاشق حق آمد اے پسر
اے بیٹا! عاشق کا قبلہ، خدا ہے

قبلۂ باطل بلیس ست اے پدر
اے بابا! باطل کا قبلہ، شیطان ہے

قبلۂ فرعون نیلے سر بسر
فرعون کا قبلہ، سراسر نیل ہے

قبلۂ خر بندہ چہ بود کونِ خر
گدھے والے کا قبلہ کیا ہوگا، گدھے کی منزل؟

ہمچنیں بر می شمر تازہ دہن
اسی طرح نئے اور بُرائے کو شمار کرے

ور ملولی رو تو کارِ خویش کن
اور اگر تو تنگ دل ہے، جا اپنا کام کر

رزقِ ما در کاسِ زریں مُنعقر
ہمارا رزق، زرّیں پیالہ میں شراب ہے

واں سگاں را آبِ تمساح و تغار
اُن کتوں کیلئے تمساح اور تغار کا پانی ہے

لائقِ آں کہ بُدا و خود دادہ ایم
جس کے وہ لائق تھا وہ ہم نے خود دے دیا

در خورِ آں رزقِ او بفرستادہ ایم
اُس کے لائق ہم نے رزق بھیج دیا ہے

عاشقِ ناں ساختیم آں خواجہ را
اُن صاحب کو ہم نے روٹی کا عاشق بنا دیا ہے

سیر از جاں ساختیم ایں را چرا
اِس کو ہم نے جان سے بیزار کر دیا ہے کیوں؟

خوئے آں را عاشقِ ناں کردہ ایم
ہم نے اُسکی عادت کو روٹی کا عاشق بنا دیا

جانِ ایں را مستِ جاناں کردہ ایم
اِس کی جان کو جاناں کا مست بنا دیا ہے

چوں بخوئے خود خوشی و خرمی
جبکہ تو اپنی عادت پر خوش و خرم ہے

پس چرا از خوردِ خویت می رمی
تو پھر اپنی عادت کے مناسب سے تو کیوں بھاگتا ہے؟

مادگی خوش آیدت چادر بگیر
تجھے زنانہ پن پسند ہے، تو چادر لے لے

رستمی خوش آیدت خنجر بگیر
تجھے رستمی بھلی لگتی ہے، خنجر تھام لے

غازیی خوش آیدت جوشن بپوش
تجھے جہاد اچھا لگتا ہے، زرہ پہن لے

ور بجیزی مائلی رو کوں فروش
اگر تو ہیجڑے پن پر مائل ہے جا بیچ دے

ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر
اس بات کا فاقر نہیں ہے، وہ فقیر

گشتہ است از زخمِ درویشی عقیر
محتاجی کے زخم سے زخمی ہوگیا ہے

سلہ باطن نشین۔ خلوت گزیں۔ بلیس۔ ابلیس۔ قبلۂ فرعون۔ فرعون کا مطلوب دنیا اور دنیا کا نیل ہے۔ گدھے والے کا مقصد گدھے کا منقد ہے۔ تمر۔ پھل۔ خار یا اور خاروں کو شمار کرے۔ کار خویش۔ اپنے کام میں لگ۔ یہ تیرا مہم نہیں ہے۔ مقدار خراب یعنی مضامین عالیہ جن میں سے ایک مضمون یہ بھی ہے۔

سلہ سگاں۔ دنیادار۔ آب تماح یعنی آش تماح جو تنباح (ایک ترش پھل) سے تیار کیا جاتا ہے۔ مراد دنیوی لذتیں۔ لائق۔ پھر سلسلۂ مضمون کی طرف رجوع کیا ہے۔ عاشق۔ ایک کو روٹی کا عاشق بنایا ہے اور ایک کو جان سے بھی بے نیاز بنا لیا ہے اس کی وجہ ہے۔ خوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کی باطنی سرشت کو چونکہ اس میں اس کے آثار تھے روٹی کا عاشق کر دیا اور دوسرے کو خدائی مست بنا دیا چونکہ اس میں اس کے آثار تھے۔

سلہ چوں۔ جب انسان اپنی بری عادتوں پر خوش ہے اور وہی جزاء کا سبب ہیں تو اس کے مناسب جزا سے اس سے کیوں گریز کرتا ہے۔ مادگی جب زنانہ پن پسند ہے تو دوپٹہ اوڑھنا بھی پسند کرنا چاہئے بہادری پسند ہے تو عجز باندھنا بھی پسند ہونا چاہئے۔ جوشن۔ زرہ۔ غزوں۔ مقصد۔ ایں سخن۔ خدائی انعامات کا بیان۔ فقیر۔ زخمی۔

قصۂ آں گنجنامہ کہ گفتند پہلوئے قبّہ رُوی بقبلہ کُن و تیر

اُس گنجنامہ کا قصہ کہ اُنھوں نے کہا، قبّہ کے پہلو میں قبلہ کو رُخ کر اور تیر

در کمان نہ و بیندا زآنجا کہ اُفتد گنجست

کمان میں رکھ اور پھینک، جس جگہ وہ گرے خزانہ ہے

دید در خواب اُو شبے و خواب کُو — واقعہ بے خواب صُوفی راست خُو

اُس نے ایک رات کو خواب میں دیکھا، اور خواب کہاں؟ — بغیر خواب کے واقعہ (دیکھنا) صوفی کی عادت ہے

ہاتفے[1] گفتش کہ اے دیدہ تعب — رُقعۂ در مشقِ وَرّاقاں طلب

ہاتف نے اُس سے کہا اے مشقت جھیلے ہوئے! — ایک پرچہ ردّی فروشوں کے مشق (رٹنے کاغذوں) میں سے لے

خُفیہ زاں وَرّاق کت ہمسایہ است — سُوئے کاغذ پارہاش آور تو دست

چپکے سے اپنے پڑوسی ردّی فروش کے — کاغذ کے ٹکڑوں کی جانب تو ہاتھ بڑھا

رُقعۂ شکلش چناں رنگش چنیں — پس بخواں آں را بخلوت اے حزیں

ایک ایسی شکل کا پرچہ جس کا رنگ ایسا ہے — اے غمگین! پھر اُس کو تنہائی میں پڑھنا

چوں بدُزدی آں ز وَرّاق اے پسر — پس بُرُو از شر و شور و شر

اے بیٹا! جب تو اُس کو ردّی فروش سے اڑالے — تو مجمع اور شور و شر سے باہر نکل جا

تو بخواں آں را بخود در خلوتے — ہیں مجُو در خواندنِ آں شرکتے

تو تنہائی میں اُس کو خود پڑھ — خبردار! اُس کے پڑھنے میں شرکت کی جستجو نہ کرنا

ور[2] شود آں فاش ہم غمگیں مشو — کہ نیابد غیرِ تو زاں یم جو

اور اگر وہ ظاہر بھی ہو جائے تو بھی غمگین نہ ہونا — کیونکہ اسمیں تیرے سوا کوئی اور آدھا جَو بھی نہیں حاصل کر سکتا

وَر کشد آں دیر ہیں زنہار تُو — وردِ خود کُن دمبدم لَا تَقْنَطُوا

اور اگر اُس میں دیر لگے خبردار! تو — ہر وقت اپنا ورد لَا تَقْنَطُوا رکھنا

ایں بگفت و دستِ خود آں مژدہ دَر — بر دلِ اُو زد کہ رَو زحمت ببر

یہ کہا اور اُس خوشخبری دینے والے نے اپنا ہاتھ — اُس کے دل پر رکھدیا کہ جا محنت کم

چوں بخویش آمد ز غیبت آں جواں — می نگنجید از فرح اندر جہاں

جب وہ جوان غیب سے ہوش میں آیا — خوشی سے دنیا میں نہ سماتا تھا

---

[1] ہاتفے۔ اُس درویش کو ہاتف نے کہا ردّی فروش کے یہاں ایک پرچہ ہے وہ لے لے۔ اُس نے وہ پرچہ لے لیا تو اُس میں لکھا تھا کہ فلاں قبّہ کے پاس جاکر تیر چلا جہاں وہ تیر گرے اُس جگہ خزانہ مدفون ہے وہ نکال لینا۔ دیدہ۔ اُس نوجوان نے خواب میں دیکھا پھر خود مولانا فرماتے ہیں خواب کی حالت نہ تھی بلکہ جس حالت میں اُس نے دیکھا وہ نیند اور بیداری کی درمیانی ایک کیفیت تھی اسی کو اصطلاح میں واقعہ کہا جاتا ہے جو صوفیوں کو پیش آتا رہتا ہے۔

[2] ہاتف۔ غیب سے آواز دینے والا۔ وَرّاق۔ کاغذ فروش مراد ردّی کاغذ فروش ہے۔ رُقعہ۔ اُس پرچہ کی علامتیں بتائیں حزیں۔ غمگین۔ بدُزدی بصیغہ امر چوری نہ تھی اسلئے کہ ردّی کے ٹکڑے کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ تو بخواں۔ پھر اُس کو تنہائی میں بلا شرکت غیرے پڑھنا تاکہ راز نہ کھلے۔

[3] وَر شود۔ ان احتیاطوں کے باوجود اگر راز کھل جائے تو غمگین نہ ہونا کیونکہ وہ خزانہ صرف تجھے ہی مل سکے گا۔ وَر کشد اگر خزانہ ملنے میں دیر ہو تو مایوس نہ ہونا۔ لَا تَقْنَطُوا۔ تم مایوس نہ ہو۔ آیں گفت۔ اب وہ ہاتف نمودار بھی ہو گیا اور اُس نے اُس نوجوان کے سینہ پر ہاتھ رکھدیا

سا کہ اُس کو سکون حاصل ہو۔ غیبت۔ نیند اور بیداری کی کیفیت۔

زہرہ[۵۱] اُو بر دریدے از قلق
دھڑکن سے اُس کا پتہ پھٹ جاتا

یک فرح آں کز پسِ ہفصد حجاب
ایک خوشی یہ کہ سات سو پردوں کے پیچھے سے

از حجب چوں حسِ سمعش در گذشت
جب اُس کے سننے کی حس پردوں سے پار ہو گئی

چوں[۵۲] گذارہ شد حسِ سمعش ز حُجب
اُس کے سننے کی حس جب پردوں سے گذر گئی

کے بُود کاں حسِ چشمش زا عتبار
کب ہوگا کہ اُسکی آنکھ کی حس عزت حاصل کرنے میں

چوں گذارہ شد حواسش از حجاب
جب اُس کے حواس پردے سے گذر جائیں

چوں سیاہِ زنگ پنہاں شد ز روم
جب حبش کا لشکر روم والوں سے چھپ گیا

یک[۵۳] فرح آں کز سُوال آمد خلاص
ایک یہ خوشی کہ سوال سے خلاصی ہوگئی

یک فرح آنکہ نشد رَدّش دُعا
ایک یہ خوشی کہ اُس کی دعا رد نہ ہوئی

جانبِ دُکانِ وَرّاق آمد او
وہ رَدّی فروش کی دکان پر آیا

پیشِ چشمش آمد آں مکتوب زُود
بہت جلد وہ لکھا ہوا کاغذ اُسکی آنکھوں کے سامنے آگیا

در بغل زد گفت خواجہ خیر باد
اُس نے بغل میں دبایا کہا جناب خیریت سے رہیں

گر نبودے رِفق و حفظ و لُطفِ حق
اگر خدا کی نرمی اور حفاظت اور مہربانی نہ ہوتی

گوشِ اُو بشنید از حضرت جواب
اُس کے کان نے اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے جواب سُنا

شد سَرافراز و ز گردوں بر گذشت
وہ سربلند ہوگیا اور آسمان سے بڑھ گیا

بر فلک بُرد اُو سَرافرازی ز عُجب
خود پسندی سے وہ اپنی سربلندی کو آسمان پر لے گیا

زاں حجابِ غیب ہم یابد گذار
اُن غیب کے پردوں سے (بھی) گذر جائے

پس پیاپے گردش دید و خطاب
تو اُسکو پے در پے دیدار اور خطاب حاصل ہوگا

تیغ زد خورشید و پیدا شد عُلوم
سورج نے تلوار چلائی اور علوم پیدا ہوگئے

خواہدش حاصل شدن آں گنجِ خاص
اُس کو وہ خاص خزانہ حاصل ہوجائے گا

عاقبت آمد اجابت مر دُرا
بالآخر اُس کو قبولیت حاصل ہوگئی

دست میزد اُو بمشقش سُو بسُو
اُسکے مشقی کاغذوں پر اِدھر اُدھر ہاتھ مارتا تھا

با علاماتے کہ ہاتف گفتہ بُود
اُن علامتوں کے ساتھ جو ہاتف نے بتائی تھیں

ایں زماں وا میرسم اے اُوستاد
اے استاد! میں ابھی واپس آتا ہوں

---

۵۱ زہرہ۔ اِس قدر خوش تھا کہ دھڑکن سے پتہ پھٹ جاتا اگر اللہ تعالےٰ اُس کی حفاظت نہ فرماتا۔ ۵۲ یک فرح۔ اُسکی خوشی کی بہت سی وجہیں تھیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اُسکو دعا کا جواب دیا۔ ہفصد۔ سات سو بعض نسخوں میں نہصد نو سو ہے، پردوں کی کثرت مراد ہے۔ کے بود۔ بحسبِ اُسکی قوتِ سماعت حجابات سے گزر کر سامع بن گئی اسی طرح یہ کب ہوگا کہ اُس کی چشمِ دل حجابات سے گذر جائے اور اُس کو قلبی مشاہدہ حق حاصل ہو جائے۔

۵۲ چوں گذارہ شد۔ جب سالک کی قوتِ سامعہ اور باصرہ حجابات کو طے کر جاتی ہے تو پھر اُسکو مسلسل اللہ تعالےٰ کی دید اور کلام حاصل ہونے لگتا ہے۔ چوں۔ اب سالک کی ایک اور کیفیت کا ذکر ہے کہ اُسکے قلب پر واردات ہونے لگتی ہیں اُسکو علوم و معارف لدنی حاصل ہونے لگتے ہیں۔ سیاہِ زنگ۔ یعنی اوصافِ بشری۔ روم۔ یعنی انوارِ خداوندی۔ تیغ زد خورشید۔ اب وجودِ حقیقی فنا کی تلوار چلا دیتا ہے اور یہ فانی ہو کر بقا بالله حاصل کر لیتا ہے اور حضرتِ حق کی صفتِ جلیہ سے مستفید ہونے لگتا ہے۔

۵۳ یک فرح۔ خوشی کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اب اُسکو خزانہ مل جائے گا۔ یک فرح آنکہ۔ خوشی کی تیسری وجہ یہ تھی کہ اُس کی دعا مقبول ہوگئی۔ جانب۔ ہاتف کی آواز سننے کے بعد وہ پڑوسی رَدّی فروش کے یہاں گیا اور اُس نے وہ پرچہ تلاش کیا اور وہ اُس کو مل گیا۔ خیر باد۔ خدا آپ کو خیریت سے رکھے۔ وا میرسم۔ اِس وقت کام ہے میں جا رہا ہوں پھر فوراً واپس آجاؤں گا۔

رَفت سُوئے خلوتے آں را بخواند
وہ تنہائی کے گوشہ میں گیا، اُس کو پڑھا

وز تحیّر[1] واله و حیراں بماند
اور حیرانی سے سرگشتہ اور ششدر رہ گیا

کہ بدینجاں گنج نامہ بے بہا
کہ اِس طرح سے بے بہا گنجنامہ

چوں فتادہ ماند اندر مشتقہا
مشقی کاغذوں میں کیسے پڑا رہ گیا؟

باز اندر خاطرش این فکر جست
پھر اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا

کز پئے ہر چیز یزداں حافظ ست
کہ خدا ہر چیز کا نگہبان ہے

کے گذارد حافظ اندر اکتناف
نگہبان اپنی حفاظت میں کب موقع دیتا ہے؟

کہ کسے چیزے رباید از گزاف
کہ کوئی آدمی کوئی چیز خواہ مخواہ اڑالے

گر بیاباں پُر شود زر و نقود
اگر جنگل سونے اور نقد سے بھر جائے

بے رضائے حق جوے نتواں ربود
اللہ (تعالیٰ) کی مرضی کے بغیر ایک جَو نہیں لیا جاسکتا

ور بخوانی صد صحف بے سکتہ
اگر تو شوکتاں بغیر وقفہ کے پڑھ جائے

بے قدر یادت نماند نکتہ
تقدیر کے بغیر تجھے ایک نکتہ یاد نہ رہے گا

ور کنی خدمت نخوانی یک کتیب
اگر تو خدمت کرے اور ایک کتاب (بھی) نہ پڑھے

علمہائے نادرہ یابی زجیب
تو گریباں میں سے نادر علوم حاصل کرے گا

شد[2] ز جیب آں کفِ موسیٰ ضیوفشاں
(حضرت) موسیٰ کا ہاتھ گریباں میں سے نور افشاں ہوگیا

کاں فزوں آمد زماہِ آسماں
جو آسمان کے چاند سے بڑھ گیا

کانکہ می جستی ز چرخِ بانہیب
کہ تو جس چیز کو پُر ہیبت آسمان میں تلاش کرتا تھا

سر برآور دست آ موسیٰ زجیب
اے موسیٰ! وہ گریباں میں سے نمودار ہوگئی ہے

تا بدانی کآسمانہائے سمی
تاکہ تجھے معلوم ہوجائے کہ بلند آسمان

ہست عکسِ مُدرکاتِ آدمی
انسان کے علوم کا عکس ہیں

نے[3] کہ اوّل دستِ یزدانِ مجید
کیا نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ کے دست (قدرت) نے

ازدو عالم پیشتر عقل آفرید
دونوں جہان سے پہلے عقل پیدا فرمائی؟

ایں سخن پیدا و پنہانست و بس
یہ بات بہت واضح اور خفی ہے

کہ نباشد محرمِ عنقا مگس
کیونکہ عنقا کی محرم مکھی نہیں ہے

عقل کامل کی افضلیت جس قدر بھی ہے وہ تو ظاہر ہے اور اُس کا کشفی حصہ اہل قال کی سمجھ سے باہر ہے کیونکہ اُس کی اور اہل قال کی سمجھ کی مثال عنقا اور مکھی کی ہے۔

---

[1] واله۔ سرگشتہ۔ بے کیا۔ اِس قدر قیمتی پرچہ کہ اُس کی قیمت کا اندازہ نہ لگایا جاسکے، ردّی کاغذوں میں کیسے پڑا رہ گیا۔ باز۔ پھر اُس کے دل میں خیال آیا کہ جب اللہ کسی چیز کا محافظ ہو تو غیر مستحق اُسکو کہاں لے جاسکتا ہے۔ گر بیاباں۔ یہ پرچہ تو چھپا ہوا تھا اگر بیابان سونے سے بھرا ہوا ہو جو سب کو نظر آتے تب بھی خدا کی مرضی کے بغیر اُس میں سے ایک دھڑی بھی نہیں لے سکتا۔ ور بخوانی۔ اسباب میں بھی تاثیر خدا ہی پیدا فرماتا ہے ورنہ سبب بیکار ہے ور کنی۔ اللہ تعالیٰ بغیر اسباب کے بھی مُسبّب کو پیدا فرمادیتا ہے۔

[2] شد۔ حضرت موسیٰ کا ہاتھ گریبان میں ڈالنے سے چمکنے لگا تھا اور اُن کو یہ دکھادیا گیا کہ جس نور کو تم آسمان سے طلب کررہے تھے وہ تمہارے گریبان میں بھی موجود تابدانی۔ حضرت موسیٰ کو گریبان میں سے نور عطا کرنے میں یہ تنبیہ بھی مقصود تھی کہ بلند آسمان بھی انسان کی قوت مدرکہ عقل کامل کا عکس یعنی تابع ہے، اِس سے انسان کی آسمانوں پر افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

[3] نے کہ۔ بعض احادیث میں ہے۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا۔ عقل سے مراد عقلِ کامل ہے جو معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ ایں سخن

بازؔ سوئے قصہ باز آ اے پسر — قصۂ گنج و فقیر آور بسر
اے پسر! پھر قصہ کی جانب واپس آ — خزانہ اور فقیر کا قصہ ختم کر

تمامیِ قصۂ آں فقیر و نشانِ جایِ آں گنج

اُس فقیر کے قصہ کی تکمیل اور اُس خزانہ کی جگہ کا پتا

اندراں رُقعہ نوشتہ بُود ایں — کہ بُرونِ شہر گنجے داں دفیں
اُس پرچہ میں یہ لکھا تھا — کہ شہر کے باہر ایک خزانہ مدفون ہے

آں فلاں قُبّہ کہ در وے مشہد ست — پشتِ اُو در شہر و رُو در فدفد ست
وہ فلاں قبہ جس میں مزار ہے — جس کی پشت شہر کیطرف اور اگلا حصہ جنگل میں ہے

پُشت باشے کُن تو رُو با قبلہ آر — وانگہاں از قوس تیرے وا گذار
تو اُس کی طرف پشت کر اور مُنہ قبلہ کی جانب کر — پھر کمان سے تیر چلا

چوں فگندی تیر از قوس اے سُعاد — بر کُن آں موضع کہ تیرت اُو فتاد
اے محبوب! تو جب کمان سے تیر پھینکے — جس جگہ تیر گرے اُس کو کھود

پس[۵۲] کمانِ سخت آورد آں فتیٰ — تیر پرّانید در صحنِ فضا
وہ نوجوان ایک سخت کمان لایا — (اور) میدان کے صحن میں تیر پھینکا

بیل آورد و تبر اُو شاد شاد — کند آں موضع کہ تیرش اُو فتاد
(اور) وہ خوشی خوشی بیلچہ اور پھاوڑا لایا — جس جگہ تیر گرا اُس کو کھودا

کند شد ہم اُو و ہم بیل و تبر — خود ندید از گنجِ پنہانی اثر
وہ بھی کُند ہوگیا اور بیلچہ اور پھاوڑا بھی — (اُس) مخفی خزانہ کا کوئی نشان نہ دیکھا

ہمچنیں ہر روز تیر انداختے — لیک جایِ گنج را نشناختی
وہ روزانہ اسی طرح تیر پھینکتا — لیکن خزانہ کی جگہ نہ پہچانتا

چونکہ[۵۳] ایں را پیشہ کرد اُو بر دوام — فجفجے در شہر اُفتاد و عوام
چونکہ اُس نے مستقل یہ پیشہ بنا لیا — شہر اور عوام میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں

فاش شدنِ خبرِ آں گنج و رسیدن بگوشِ پادشاہ

اُس خزانہ کی خبر کا پھیلنا اور بادشاہ کے کان میں پہنچنا

ہر کسے در گفتگوی اُو فتاد — کایں چنیں بازی نباشد در نہاد
ہر شخص ایک بات کہنے لگا — کہ اس طرح کا کھیل (کسی کی) طبیعت میں نہیں ہوتا ہے

---

۵۱ باز۔ لہٰذا اس بحث کو ختم کرکے اسی فقیر اور خزانہ کا قصہ شروع کرنا چاہئے۔ اندریں وہ پرچہ جو اُس گورکنی فروش کی دکان سے ملا تھا اُس میں لکھا تھا کہ شہر سے باہر ایک خزانہ مدفون ہے۔ مشہد۔ مزار۔ فدفد۔ جنگل، ہموار زمین۔ صحرا عرب کی ایک مشہور محبوبہ کا نام ہے یہاں مطلقاً محبوب کے معنی میں ہے۔

۵۲ پس کمان۔ مطلب تو یہ تھا کہ تیر کمان میں رکھکر بغیر چلّہ کھینچے چھوڑنا وہ سخت قسم کی کمان لایا اور زور سے چلّہ کھینچکر تیر چلایا اسی لئے اُس کو پریشانی ہوئی۔ کُند۔ کھودتے کھودتے وہ بھی تھک گیا اور بیلچہ اور تیر بھی کُند ہوگیا۔ پہچنیں۔ وہ روزمرّہ زور سے تیر چلاتا اور تیر گرنے کی جگہ کو کھودتا لیکن خزانہ کا کوئی نشان نہ ملتا۔

۵۳ چونکہ۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ یہ شخص روز یہ کام کر رہا ہے تو انمیں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ فاش شدن۔ مشہور ہوجانا۔ کانچنیں۔ اس کا کام کوئی کھیل تو نہیں ہے بلکہ اس کے کام میں کوئی خاص راز ہے۔

ہر کسے در گفت گوئے فاسدے — ہر طرف بر خاستش یک حاسدے

ہر شخص ایک بیہودہ بات میں — ہر جانب اُس کا ایک حاسد پیدا ہوگیا

پس[۵۱] خبر کردند سلطاں را ازیں — آں گروہے کہ بُدند اندر کمیں

پھر اُنھوں نے اِس کی بادشاہ کو خبر دی — اُن لوگوں نے جو گھات میں تھے

عرض کردند آں سخن را زیر دست — کہ فلانے گنجنامہ یافت ست

اُنھوں نے وہ بات مخفی طور پر کہدی — کہ فلاں کو گنجنامہ ملا ہے

چوں شنید آں شخص کیں پاشہ رسید — جُز کہ تسلیم و رضا چارہ ندید

جب اُس نے سُنا کہ یہ بات بادشاہ تک پہنچ گئی — سوائے تسلیم اور رضا کے چارہ نہ دیکھا

پیش ازاں کاشکنجہ بیند زاں فساد — رُقعہ آورد و بہ پیشِ شہ نہاد

اِس سے پہلے کہ اُس بادشاہ کیجانب سے کوئی سختی دیکھے — پرچہ لایا اور بادشاہ کے سامنے رکھدیا

گفت[۵۲] تا ایں رقعہ را یابیدہ ام — گنج نے و رنج بیحد دیدہ ام

عرض کیا کہ جب سے میں نے یہ رقعہ پایا ہے — خزانہ تو نہیں، البتہ بیحد تکلیف دیکھی ہے

خود نشد یک حبّہ از گنج آشکار — لیک پیچیدم بسے مَن ہمچو مار

خزانہ کی ایک دمڑی ظاہر نہ ہوئی — لیکن میں نے سانپ کی طرح بہت بل کھائے

مُدّتِ ماہے چنینم تلخ کام — کہ زیان و سُود ایں بر مَن حرام

ایک ماہ کی مدت سے میں اِسی طرح ناکام ہوں — کہ اُس کا نقصان و نفع مجھ پر حرام ہے

گُو کہ بخت برکند زیں کاں عطا — اے شہ پیروز جنگ و دژ کُشا

ہوسکتا ہے کہ آپ کا نصیبہ اِس معدن سے پردہ ہٹادے — اے جنگ میں کامیاب اور قلعہ کُشا شاہ!

مُدّتِ[۵۳] شش ماہ وافزوں پادشاہ — تیر می انداخت و برمی کند چاہ

چھ مہینے سے کچھ زیادہ مدت تک بادشاہ — تیر چلاتا تھا اور کنواں کھودتا تھا

ہر کُجا سختہ کمانے بُود جُست — تیر می انداخت ہر سُو گنج جُست

جہاں کہیں بھی کوئی عمدہ کمان والا چالاک آدمی تھا — وہ تیر پھینکتا اور ہر جانب خزانہ کو تلاش کرتا تھا

غیر تشویش و غم و طامات بے — ہمچو عنقا نام فاش و ذات بے

سوائے پریشانی اور غم اور بیہودہ گوئی کے کچھ نہیں — عنقا کی طرح نام مشہور اور ذات عدم

نومید شدن آں پادشاہ از نا یافتنِ آں گنج و ملول

اُس خزانہ کے نہ پانے سے بادشاہ کا ناامید ہونا اور اُس

---

۵۱ پس۔ لوگوں کو جستجو سے پتہ چل گیا کہ وہ خزانہ کی تلاش میں ہے اور اُس کے ہاتھ کوئی گنجنامہ آیا ہے تو حاسدوں نے بادشاہ سے جاکہا۔ چوں شُنید۔ جب اُس فقیر نے سنا کہ بادشاہ تک خبر پہنچ گئی ہے تو اِس سے پہلے کہ گنجنامہ مجبوراً بادشاہ کو دینا پڑے اپنی خوشی سے بادشاہ کے سامنے پیش کردیا۔

۵۲ گفت۔ بادشاہ سے یہ بھی کہا کہ جب سے یہ گنجنامہ ملا ہے روز کھدائی کرتا ہوں لیکن سوائے تکلیف کے اب تک کچھ حاصل نہیں ہوا ہے۔ مارے۔ سانپ کا بل کھانا مشہور ہے۔ تلخ کام۔ ناکام۔ کزیاں۔ اگر خزانہ مل جاتا تو اُس سے تجارت کرنے میں مجھے نفع و نقصان پہنچ سکتا تھا۔ گُو کہ۔ گُوزکہ۔ خطا۔ دھکن۔ اے شہ۔ اے شاہ آپ جو کہ فاتح جنگ اور قلعوں کو فتح کرنے والے ہیں۔

۵۳ مدت۔ چھ ماہ تک بادشاہ تیر اندازی کرتا رہا اور جگہ جگہ کھودتا رہا کنواں بنواتا تھا۔ ہر کجا۔ بادشاہ ہر جگہ سے تیر انداز بلواتا تھا اور تیر گرنے کی جگہ خزانہ تلاش کرتا تھا۔ سختہ کماں۔ کمان کو صحیح تولکر تیر چلانے والا۔ طامات۔ بیہودہ باتیں۔

شدن آواز طلب آں گنج سعادت

نیک بختی کے خزانہ کی طلب سے اُس کا عاجز آجانا

چونکہ[1] تعویق آمد اندر عرض و طول
جبکہ عرض و طول میں رکاوٹ آئی

شاہ شد زاں گنج دل سیر و ملول
بادشاہ کا اُس خزانہ سے دل بھر گیا اور ملول ہو گیا

دشتہا را گر گزاں شہ چاہ کند
جنگلوں میں ایک گز پر بادشاہ نے کنواں کھدوا دیا

می ندید از گنج او جز ریشخند
خزانہ سے سوائے مذاق کے کچھ نہ دیکھا

پس طلب کرد آں فقیر دردمند
پھر اُس نے اُس دردمند فقیر کو طلب کیا

رُقعہ را از خشم پیش او فگند
غصہ سے پرچہ اُس کے سامنے پھینک دیا

گفت گیر ایں رُقعہ کش آثار نیست
کہا یہ پرچہ لے اسکے کچھ نشان نہیں ہیں

توبدیں اولیٰ تری کت کار نیست
تو اس کے مناسب ہے جو تجھ کوئی کام نہیں ہو

نیست ایں کارِ کسے کش ہست کار
یہ اُس کا کام نہیں ہے جسے کوئی کام ہو

گر بسوزد گل نگردد گردِ خار
اگر پھول جل جائے تو وہ کانٹے کے پیکر نہیں کاٹتا ہے

نادر[2] افتد اہلِ ایں ما خولیا
ایسے مالیخولیے والے کم ہوتے ہیں

منتظر کش رو بدار از آہن گیا
جو منتظر ہوں کہ اُن کیلئے لوہے سے گھاس اُگے

سخت جانے باید ایں فن را بجو تو
اس کام کے لئے تجھ جیسا سخت جان چاہیئے

چونکہ تو سخت جان ہے اِس کی تلاش کر

گر نیابی نبودت ہرگز ملال
اگر تو نہ پائے گا تجھے رنج نہ ہوگا

ور بیابی آں بتو کردم حلال
اور اگر تو پائے گا تو میں نے تیرے لئے حلال کیا

عقل راہِ نا اُمیدی کے رود
عقل، ناامیدی کے راستہ پر کب دوڑتی ہے؟

عشق باشد کاں طرف بر سر دود
عشق ہی ہوتا ہے جو اُس جانب سر کے بل دوڑتا ہے

لا[3] اُبالی عشق باشد نے خرد
بے پروا عشق ہوتا ہے نہ کہ عقل

عقل آں جوید کزاں سودے برد
عقل وہ تلاش کرتی ہے جس سے نفع اٹھائے

ترکتاز و تن گداز و بے حیا
غارتگر اور بدن گھلانے والا ہے اور بے شرم ہے

در بلا چوں سنگ زیر آسیا
مصیبت میں چکی کے نچلے پاٹ کی طرح ہوتا ہے

سخت روئی کہ ندارد ہیچ پشت
ایسا ڈھیٹ کہ پشت نہیں پھیرتا

بہرہ جوئی را درونِ خویش کشت
اُس نے اپنے اندر مقصد برآری کو فنا کر دیا ہے

---

[1] چونکہ۔ جب خزانہ کے ملنے میں لمبی چوڑی تاخیر ہوئی تو بادشاہ رنجیدہ ہو گیا۔ ریشخند۔ مذاق۔ تو بدیں۔ چونکہ تجھے اور کوئی کام نہیں ہے لہذا یہ بیکار کام کرتا رہ۔ گر بسوزد۔ یعنی اصل مقصد حاصل نہ ہو تو بیکار کام میں نہیں لگتا ہے۔

[2] نادر افتد۔ خزانہ کا کھودنا تو ایسی دیوانگی ہے کہ کوئی لوہے میں سے گھاس اُگانا چاہے۔ ملال۔ تجھے رنج نہ ہوگا اِس لئے کہ تجھے اور کام نہ تھا۔ عقل۔ بادشاہ کی جستجو عقل تھی وہ مایوس ہو گیا لیکن اُس فقیر کی جستجو عشق کی بنیاد پر تھی وہ مایوس نہ ہوا۔

[3] لا اُبالی۔ عشق بے پروا ہے اور عقل فائدے کی طرف دوڑتی ہے۔ ترکتاز۔ عشق اپنی ہر چیز لٹا دیتا ہے اور ننگ نام میں کی پروا نہیں کرتا ہے چکی کے نچلے پاٹ کی طرح مصائب جھیلتا ہے۔ سخت روئی۔ ڈٹ جاتا ہے کبھی روگردانی نہیں کرتا ہے وہ مقصود جوئی کو فنا کر چکا ہے۔

پاک[1] می بازد نہ جوید مزد او
پاکبازی اختیار کرتا ہے، مزدوری کی جستجو نہیں کرتا ہے

آنچناں کہ پاک می گیرد ز ہُو
جیسا کہ وہ اللہ (تعالےٰ) سے پاک حاصل کرتا ہے

می دہد حق ہستیش بے علتے
اللہ (تعالےٰ) اُسکو کسی غرض کے بغیر وجود عطا کرتا ہے

می سپارد باز بے علت فتے
پھر کسی سبب کے بغیر جوانی سکو واپس کر دیتا ہے

کہ فتوتّ دادنِ بے علت ست
کیونکہ جوانمردی، بغیر غرض کے دینا ہے

پاکبازی خارج ہر ملّت ست
پاکبازی ہر ملت سے خارج ہے

زانکہ ملّت فضل جوید یا خلاص
کیونکہ ملت ثواب ڈھونڈتی ہے یا نجات

پاکباز[2] انند قربانانِ خاص
پاکباز لوگ ذات خاص (اللہ تعالےٰ) کے قربان ہیں

نے خدا را امتحانے می کنند
نہ وہ خدا کو آزماتے ہیں

نے در سود و زیانے می زنند
نہ وہ نفع اور نقصان کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں

نومید شدن و باز دادن پادشاہ آں گنجنامہ را با آں فقیر کہ بگیر

بادشاہ کا ناامید ہو جانا اور گنجنامہ کو اُس فقیر کو واپس کر دینا کرنے

کہ ما از سرِ ایں گنج درگذشتیم
کیونکہ ہم اِس خزانہ کے خیال سے باز آئے

چونکہ رُقعہ گنج پُر آشوب را
جب پُرفتنہ خزانہ کا پرچہ

شہ مُسلّم داشت آں مکروب را
شاہ نے اُس مصیبت زدہ کے سپرد کر دیا

گشت ایمن او ز خصمان و زنش
وہ دشمنوں اور بیوی (زنی) سے مطمئن ہو گیا

رفت و می پیچید در سودائے خویش
وہ چلا گیا (اور) اپنے شوق میں پیچاں (و غلطاں) ہو گیا

یار کرد او عشقِ دردانديش[3] را
اُس نے دردانديش عشق کو دوست بنایا

کلب لیسد خویش ریش خویش را
کُتا اپنے زخم کو خود چاٹتا ہے

عشق را از پیش خود یار نیست
عشق (و تاب) میں عشق کا کوئی دوست نہیں ہے

محرمش در دہ یکے دیار نیست
اُس کا محرم، گاؤں میں کوئی رہنے والا نہیں ہے

نیست از عاشق کسے دیوانہ تر
عاشق سے زیادہ دیوانہ کوئی نہیں ہے

عقل از سودای او کورست و کر
عقل اُس کے جنوں سے اندھی اور بہری ہے

زانکہ ایں دیوانگی عام نیست
کیونکہ یہ عام دیوانگی نہیں ہے

طب را ارشادِ ایں احکام نیست
طب کو اِن احکام کی راہبری (حاصل) نہیں ہے

---

[1] پاک۔ یعنی پاکباز ہے اُس کے کام غرض سے خالی ہیں جس طرح اللہ تعالےٰ کے کام بغیر غرض کے ہیں۔ می دہد۔ اللہ تعالےٰ نے اُس کو وجود بغیر کسی غرض کے عطا کیا وہ بھی اپنا وجود اللہ کی جناب میں بغیر غرض کے پیش کر دیتا ہے۔ کہ فتوت۔ اصل جوانمردی یہی ہے کہ بغیر کسی غرض کے داد و دہش ہو اِس طرح کی جوانمردی ملت کے ظاہر پرستوں میں نہیں ہوتی ہے۔ زانکہ۔ ظاہر پرست مذہبی انسان عبادت یا ثواب حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے یا دوزخ سے خلاصی کے لئے کرتا ہے۔

[2] پاکباز۔ بے غرض لوگ صرف ذاتِ خداوندی پر قربان ہیں۔ چونکہ۔ جب بادشاہ نے اُسکو پرچہ واپس کر دیا تو اب وہ ہر طرح مطمئن ہو گیا۔ اور پھر اپنی دُھن میں لگ گیا۔ پُر آشوب۔ اُس پرچہ کی وجہ سے کھدائی کی مصیبتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ مکروب۔ مصیبت زدہ نیز۔ یعنی دشمنوں کی بیش زنی۔

[3] دردانديش۔ عشق درد اور غم والم کی سوچتا ہے۔ کلب۔ جس طرح کُتا خود اپنے زخم کا علاج کرتا ہے اسی طرح عاشق اپنے عشق میں کسی دوسرے کا سہارا نہیں ڈھونڈھتا ہے عشق را۔ عشق کا کوئی ساتھی نہیں نہ اُسکا کوئی محرم راز ہوتا ہے۔ دیوانہ تر۔ کوئی عقل کی بات نہیں سوچتا اسی لئے عقل کو اُسکے کاموں کی کوئی خبر نہیں ہے زانکہ۔ طب میں عام جنونوں کا علاج ہے لیکن اِس جنون کی راہبری طب میں نہیں ہے۔

گر طبیبے را رسد زیں گوں جنوں[51] — دفترِ طب را فگر شوید بخوں

اگر کسی طبیب کو اس قسم کا جنون ہو جائے — وہ خون سے، طب کا دفتر دھو ڈالے

طبِ جملہ عقلہا مدہوشِ اُوست — روئے جملہ دلبراں رُوپوشِ اُوست

تمام عقلوں کی طب اُس سے حیران ہے — تمام معشوقوں کا چہرہ اُس کا پردہ ہے

رُوی در رُوئے خود آرائے عشق کیش — نیست اے مفتوں ترا جز خویش خویش

اے عاشق! اپنا رخ اپنی طرف کر — اے دیوانے! تیرے سوا تیرا کوئی اپنا نہیں ہے

قبلہ از دل ساخت آمد در دُعا — لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

اُس نے دل سے قبلہ بنایا، دعا میں لگ گیا — انسان کیلئے نہیں ہے مگر وہ جو وہ کوشش کرے

پیش[52] ازاں کو پاسخے نشنیدہ بُود — سالہا اندر دُعا پیچیدہ بُود

اس سے پہلے کہ اُس نے جواب نہ سنا تھا — سالوں دعا سے لپٹا رہا تھا

بے اجابت بر دُعا ہا می تنید — از کرم لبیک پنہاں می شنید

بغیر قبولیت کے دعاؤں پر مستعد تھا — کرم سے، خفی لبیک سنتا تھا

چونکہ بیدف رقص میکرد آں علیل — زاعتمادِ جُودِ خلّاقِ جلیل

جبکہ وہ بیمار بغیر دف کے رقص کرتا تھا — بزرگ خلاق کی سخاوت کے بھروسہ پر

سُوئے اُو نے ہاتف و نے پیک بُود — گوشِ اُمیدش پُر از لبیک بُود

اس کی جانب نہ کوئی ہاتف تھا اور نہ قاصد — اُس کی امید کا کان لبیک سے پُر تھا

بے[53] زباں می گفت اُمیدش تعال — از دلش می رفت آں دعوت ملال

امید اُس کو بغیر زبان کے کہتی تھی، آجا — وہ بُلانا اُس کے دل سے ملال کو صاف کر دیتا تھا

آں کبوتر را کہ بام آموختست — تو مخواں میرانش کاں پر دوختست

جس کبوتر کو (اڑی پر بیٹھنا) سکھا دیا ہے — تو اُسکو نہ بُلا، اُسکو بھگا کیونکہ اُسکے پر سئے ہوئے ہیں

اے ضیاء الحق حُسام الدین برانش — کز ملاقاتِ تو بر رُستست جانش

اے ضیاء الحق حُسام الدین! اُس کو بھگا — کیونکہ تیری ملاقات سے اُس کی جان آئی ہے

گر برانی مُرغِ جانش از گزاف — ہم بگردِ بامِ تو آرد طواف

اگر تو بے وجہ اُسکے مُرغِ جان کو بھگائے گا — وہ تیری اڑی کا چکر لگائے گا

دفترِ طب را فگر شوید بخوں

وہ خون سے، طب کا دفتر دھو ڈالے

روئے جملہ دلبراں رُوپوشِ اُوست

تمام معشوقوں کا چہرہ اُس کا پردہ ہے

نیست اے مفتوں ترا جز خویش خویش

اے دیوانے! تیرے سوا تیرا کوئی اپنا نہیں ہے

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

انسان کیلئے نہیں ہے مگر وہ جو وہ کوشش کرے

سالہا اندر دُعا پیچیدہ بُود

سالوں دعا سے لپٹا رہا تھا

از کرم لبیک پنہاں می شنید

کرم سے، خفی لبیک سنتا تھا

زاعتمادِ جُودِ خلّاقِ جلیل

بزرگ خلاق کی سخاوت کے بھروسہ پر

گوشِ اُمیدش پُر از لبیک بُود

اُس کی امید کا کان لبیک سے پُر تھا

از دلش می رفت آں دعوت ملال

وہ بُلانا اُس کے دل سے ملال کو صاف کر دیتا تھا

تو مخواں میرانش کاں پر دوختست

تو اُسکو نہ بُلا، اُسکو بھگا کیونکہ اُسکے پر سئے ہوئے ہیں

کز ملاقاتِ تو بر رُستست جانش

کیونکہ تیری ملاقات سے اُس کی جان آئی ہے

ہم بگردِ بامِ تو آرد طواف

وہ تیری اڑی کا چکر لگائے گا

---

۵۱ گر طبیبے۔ یہ تو وہ بیماری ہے کہ اگر طبیب کو بھی لگ جائے تو وہ خون کے آنسوؤں سے طب کی کتابوں کو دھو ڈالے۔ طبِ تمام عقلی طبیبوں عشق کے معاملہ میں حیران ہیں تمام معشوقوں کا چہرہ اُس عشق کا برقعہ ہے جس میں جمالِ عشق پوشیدہ ہے اور صورت پرست اِن صورتوں کو مقصود سمجھ بیٹھے ہیں اور اُن کو اپنا رفیق بنانا چاہتے ہیں حالانکہ عشق کا کوئی رفیق نہیں ہے۔ مُردی۔ جبکہ عشق کا کوئی رفیق نہیں ہے تو کسی دوسرے کیجانب رفاقت کی نظر سے نہ دیکھ تو خود ہی اپنا رفیق ہے۔ قبلہ۔ یعنی اِس فقیر نے دل کی طرف توجہ کرکے دعا شروع کردی۔ لَیْسَ۔ دعا اِس لئے شروع کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انسان کی کوشش ہی اُس کے کام آتی ہے۔

۵۲ پیش ازاں۔ گنجائش نہ تھا جب بھی وہ دعا کرتا تھا اب تو اُسکو بشارت بھی مل گئی تھی۔ بے اجابت۔ دعا کی قبولیت کی بشارت بھی ملی تھی لیکن دل سے دعا کرتا تھا اور لبیک کی خفی آواز سنتا تھا یعنی سمجھتا تھا کہ دعا کی توفیق خدا کی قبولیت ہے چونکہ۔ جبکہ بغیر دف یعنی بشارت کے اُسکا رقص یعنی دعا کی صروفیت تھی تو اب کیوں نہ ہوتی۔ ہاتف۔ اُسکو غیبی آواز نے پر چہ کی بشارت نہ دی تھی لیکن وہ قبولیت سے پُر امید تھا۔

۵۳ بے زباں۔ جب اُسکی امید اللہ تعالےٰ کی جانب اُسکو دعوت دیتی تھی تو اُسکی سب تمکن اڑ جاتی تھی۔ آں کبوتر۔ ایسی روح جیسی اُس فقیر کی تھی، پالتو کبوتر ہے اُسکو بلانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اے ضیاء الحق۔ جو شخصوں کی روح اُس فقیر کی روح کی طرح ہے اگر تم اُنکو اپنی جناب سے ہٹاؤ گے تب بھی وہ تمہاری صحبت ترک نہ کریگے گزاف۔ یعنی بلا وجہ بھی بھگاؤ گے تو وہ کبیدہ خاطر نہ ہوگا۔

چینہ[1] و نقلش ہمہ بر بامِ تُست
اُس کا دانہ اور غذا سب تیری اٹاری پر ہے

پرّ زناں بر اوجِ مستِ دامِ تُست
بلندی پر پرواز کرتا ہوا تیرے جال کا حاشیہ ہے

گر دمے مُنکر شود دُزدانہ رُوح
اگر روح کسی وقت چوروں کی طرح منکر بنتی ہے

دَر ادائے شُکرت اے فتحِ فتوح
اے فیوض کی کشادگی! تیرے شکر کی

شِحنۂ عشق مکرّر کینہ کش
کرّر کینہ والا عشق کا کوتوال

طشتِ آتش می نہد بر سینہ اش
اُس کے سینہ پر آگ کا طشت رکھتا ہے

کہ بیا سوئے مہ و بگذر ز گرد
کہ سورج کی جانب آ اور گرد سے گذر جا

شاہِ عشقت خواند زُود تر باز گرد
تجھے عشق کے شاہ نے بلایا ہے جلد پلٹ

گردِ ایں بام و کبوتر خانۂ مَن
میں اِس اٹاری اور کبوتر خانہ کے گرد

چوں کبوتر پر زنم مستانہ مَن
کبوتر کی طرح مستی میں اُڑتا ہوں

جبرئیل[2] عشقم و سِدرم توئی
میں عشق کا جبرئیل ہوں اور تو میرا سدرہ ہے

من سقیمم عیسیٔ مریم توئی
میں بیمار ہوں اور میرا عیسیٰ (ابن) مریم تو ہے

جوش بہ آں بحرِ گوہر بار را
موتی برسانے والے اُس سمندر کو جوش میں لا

خوش بپرس امروزِ ایں بیمار را
آج اُس بیمار کی اچھی طرح (مزاج) پُرسی کر لے

چوں تو آنِ اُو شدی بحرانِ تُست
جب تو اُس کا ہو گیا سمندر تیری ملکیت ہے

گرچہ ایں دم نوبتِ بحرانِ تُست
اگرچہ اِس وقت تیرے بحران کی باری ہے

ایں خود آں نالہ است کو کرد آشکار
یہ وہ نالہ ہے جس کو اُس نے ظاہر کیا ہے

آنچہ پنہان ست یارب ز نہار
جو چھپا ہوا ہے، خدا کی پناہ

دو[3] دہاں دارَیم گویا ہمچو نے
ہم نے بھی طرح دو بولنے والے مُنہ رکھتے ہیں

یک دہاں پنہانست در لبہائے وے
ایک مُنہ اُس کے ہونٹوں میں پوشیدہ ہے

یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما
ایک مُنہ تمہاری جانب نالہ کر رہا ہے

ہائے و ہوئے در فگندہ در ہوا
اُس نے فضا میں شور برپا کر دیا ہے

لیک داند ہر کہ اُو را منظرست
لیکن ہر وہ شخص جانتا ہے جس میں نظر ہے

کہ فُغانِ ایں سرے ہم زاں سرست
کہ اِس جانب کی فریاد بھی اُس جانب کی ہے

اُس کے مُنہ میں پھونکتا ہے اِسی طرح میرا نالہ و شیون بھی اُس محبوب کا فعل ہے۔ لیکن جو صاحبِ نظر ہے وہ جانتا ہے کہ میری آہ و فغاں میری نہیں ہے بلکہ وہی محبوب مجھ سے کرا رہا ہے۔

---

[1] چینہ۔ چونکہ اُن روحوں کو آپ کی صحبت سے غذا ملتی ہے لہٰذا وہ اُسی کی شیدائی ہیں گرتے۔ اگر کسی وقت یہ روح منکر ہوتی ہے یعنی تقاضائے عشق و محبت کی ادائیگی میں کوتاہی کرتی ہے تو شحنۂ عشق پھر آگ کو بھڑکا دیتا ہے۔ مکرّر یعنی شحنۂ عشق بار بار اپنا کینہ نکالنے والا ہے۔ کرّیا۔ عشق کا کوتوال کہتا ہے کہ چاند یعنی محبوب کی طرف رجوع کر (شحنۂ عشق سے خود عشق مُراد لیا جائے اور شاہِ عشق سے مراد محبوب ہے۔ مگر مولانا فرماتے ہیں میں ضیاء الحق کی اٹاری کا کبوتر ہوں۔

[2] جبرئیل۔ حضرت جبرئیل کا منتہیٰ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ جوش۔ اپنے فیوض و برکات کے سمندر کو جوش دیجئے اور مجھ بیمار کی اچھی طرح پرسش کیجئے۔ چوں۔ جب۔ مراد حق تعالیٰ ہے حدیث شریف ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو خدا کا ہو گیا خدا اُس کا ہو گیا۔ اگرچہ فی الحال اگرچہ تجھے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ ایں خود۔ میں انّا اور ناری کر رہا ہوں یہ بھی اُسی کا عطیہ ہے اور یہ اُس درد کا تھوڑا سا اظہار ہے۔

[3] دو دہاں۔ جس طرح بانسری کے دو مُنہ ہوتے ہیں ایک بجانے والے کے مُنہ میں دوسرا سامعین کی جانب اور جو کچھ سننے والے سنتے ہیں وہ وہی ہوتا ہے جو نے نواز کا مُنہ

دَمدمہ[1] ایں نایِ از دَمہائے اُوست — ہائے ہوئے رُوح از ہیہائے اُوست

اِس نے کا شور اُس کی پھونکوں سے ہے — روح کی ہائے وہو اُس کی ہائے وہو کی وجہ سے ہے

گر نبُودے بانگِ نے راسمر — نے جہاں را پُر نکردے از شکر

اگر نے کا اُس کے ہونٹوں سے وصل نہ ہوتا — نے دنیا کو شکر سے پُر نہ کرتی

باکہ خفتی وز چہ پہلو خاستی — کہ چنیں پُر جوش چوں دریاستی

آپ کس کے ساتھ سوئے اور کس پہلو سے بیدار ہوئے؟ — کہ آپ ایسے جوش میں، دریا کی طرح ہیں

یا اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ خواندئ — در دلِ دریائے آتش راندئ

یا آپ نے میں اپنے خدا کے پاس رات گذارتا ہوں پڑھا؟ — اپنے آپ کو آگ کے دریا کے وسط میں ڈال دیا ہے

نعرہ[2] یا نَارُ کُوْنِیْ بَارِدًا — عصمتِ جانِ تو گشت اے مُقتدا

اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا کا نعرہ — اے مقتدا! آپ کی جان کی حفاظت بن گیا ہے

اے ضیاء الحق حُسام الدّین و دل — کے تواں اندود خورشیدے بگل

اے ضیاء الحق آپ دین اور دل کی تلوار ہیں — سورج کو مٹی میں کب چھپایا جا سکتا ہے؟

قصد کردستند ایں گِل پارہا — کہ بپوشانند خورشیدِ ترا

اِن مٹی کے ڈھیلوں نے ارادہ کیا ہے — کہ آپ کے سورج کو چھپا دیں

در دلِ کُ لعلہا دلّالِ تُست — باغہا از خندہ مالامالِ تُست

پہاڑ کے دل کے لعل آپ کے دلّال ہیں — باغ مسکراہٹ میں آپ سے مالا مال ہیں

محرمِ مَردیت را کو رُستمے — تا زصد خرمن یکے جَو گفتمے

آپ کی جوانمردی کا رازدار رستم کہاں ہے؟ — کہ سیکڑوں انباروں میں سے ایک جو بھر بیان کر دیتا

چوں[3] بخواہم کز سِرت آہے کُنم — چوں علیؓ سَر را فرو چاہے کُنم

میں جب چاہتا ہوں کہ آپ کے راز کی ایک آہ کروں — (حضرت) علیؓ کی طرح سر کنویں میں کرتا ہوں

چونکہ اِخواں را دلِ کینہ وَرست — یوسفم را قعرِ چہ اولیٰ ترست

چونکہ بھائیوں کا دل کینہ ور ہے — میرے یوسف کے لئے کنویں کی گہرائی زیادہ بہتر ہے

مست گشتم خویش بر غوغا زنم — چہ چہ باشد خیمہ بر صحرا زنم

میں مست ہو گیا ہوں میں اپنے آپ کو شور و غل پر پھینکے دیتا ہوں — کنواں کیا ہوتا ہے، جنگل میں خیمہ لگاتا ہوں

---

[1] دَمدمہ۔ اِس بانسری کا جو کچھ نوحہ ہے وہ اُسکی پھونکوں کا اثر ہے۔ اَلسُّلْطَانُ یَتَصَرَّفُ فِیْ مَمْلَکَتِہٖ کَیْفَ یَشَاءُ "بادشاہ اپنی مملکت میں جسطرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے" مگر نبُودے۔ اگر یہ نالہ و زاری محبوبؐ کی جانب سے نہ ہوتی تو اُس میں اِس قدر جذب نہ ہوتا اور وہ دنیا کو شکر سے پُر نہ کرتا۔ باکہ خفتی۔ اے ضیاء الحق یقیناً آپ رات کو عشق کے ہم آغوش تھے تب ہی آپ میں اِس قدر جوش و خروش ہے۔ یَا اَبِیْتُ آنحضورؐ کا ارشاد ہے۔ بَاَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ فَیُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ "میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں تو مجھے کھلا پلا دیتا ہے" یعنی آپ کو رات میں وصالِ حق میسّر آیا ہے۔

[2] نعرہ۔ باوجود اِسکے کہ آپ نے خود کو دریائے آتش میں ڈال دیا پھر بھی آپ زندہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کیساتھ حضرت ابراہیمؑ والا معجزہ پیش آیا ہے۔ اے ضیاء الحق۔ جبکہ تمہارے جوش و خروش سے بہت سے مستفید ہو رہے ہیں تو چند حاسدوں کے سورج پر مٹی ڈالنے سے سورج نہیں چھپ سکتا۔ گِل پارہا۔ مٹی کے ڈھیلے۔ محرم۔ آپ میں جوہر کما ہیں اگر کوئی انکو سننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو میں اِس فرمن میں سے ایک جَو کی بقدر بیان کر سکتا ہوں اِس شعر میں "راہ زاید ہے۔

[3] چوں بخواہم۔ حضرت علیؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ جب بعض اسرار کے چھپانے کو ناجائز آجاتے تھے اور کوئی ہرزہ

لتا تھا جس کو سنا کر دل ہلا کر سکیں تو کنویں میں منہ ڈھکا وہ راز کہدیتے تھے۔ چونکہ۔ جب باہر دشمن ہی دشمن ہوں تو پھر کنواں ہی بہتر ہے اِس میں جان تو بچی رہے گی۔ نست۔ لیکن اب میری کیفیت یہ ہے کہ مستی کی زیادتی کیوجہ سے رازوں کے چھپانے پر قدرت نہیں ہے لہذا اب میں علی الاعلان راز کہدوں گا۔

بر کفِ من نہ شرابِ آتشیں — دانگہاں کرّد و فرِ مستانہ بیں
میرے ہاتھ پر آتشیں شراب رکھ دو — پھر مستانہ شان و شوکت دیکھو

منتظر گو باش بے گنج آں فقیر — زانکہ ما غرقیم ایں دم در عصیر
کہدو، وہ فقیر بغیر خزانہ کے منتظر رہے — کیونکہ ہم اس وقت شراب میں غرق ہیں

از خدا خواہ اے فقیر ایں دم پناہ — از منِ غرقہ شدہ یاری مخواہ
اے فقیر اس وقت خدا سے پناہ چاہ — مجھ ڈوبے ہوئے سے مدد نہ چاہ

کہ مرا پروائے ایں اسناد نیست — از خود و از ریشِ خویشم یاد نیست
کیونکہ مجھے اس سند کی پروا نہیں ہے — مجھے اپنی اور اپنی داڑھی کی یاد نہیں ہے

بادِ سبلت کے بگنجد وآبِ رُو — در شرابے کہ نگنجد تارِ مُو
آبرو اور غرور کہاں سمائے گا؟ — اس شراب میں جس میں بال نہیں سماتا ہے

درد ہ اے ساقی یکے رطلِ گراں — خواجہ را از ریش و سبلت وارہاں
اے ساقی! ایک بھاری جام دے — خواجہ کو داڑھی اور مونچھوں سے نجات دے

نخوتش بر ما سبالے میزند — لیک ریش از رشکِ ما بر میکند
اس کا تکبر ہم پر مونچھوں کو تاؤ دیتا ہے — لیکن وہ ہمارے رشک سے داڑھی نوچتا ہے

مات اُو شومات اُو شومات اُو — کہ ہمیدانیم تزویرات اُو
تو اس سے مات کہا، تو اس سے مات کہا، اس سے؟ — کیونکہ ہم تو اس کی مکاریاں جانتے ہیں

از پسِ صد سال آنچہ آید بر دو — پیر می بیند معیّن مُو بمُو
سو سال بعد جو اس پر آئے گا — شیخ معین طریقہ پر سب موجود دیکھ لیتا ہے

اندر آئینہ چہ بیند مردِ عام — کہ نہ بیند پیر اندر خشتِ خام
عام انسان آئینہ میں وہ کونسی چیز دیکھتا ہے؟ — جو شیخ کچی اینٹ میں نہ دیکھ لے

آنچہ در حیاتی بخانہ خود ندید — ہست بر کوسہ یکایک آں پدید
جو کچھ درمیانے نے اپنے گھر میں نہ دیکھا — وہ بے ریش پر ایک ایک ظاہر ہے

اس فرد کا خیازہ بھگتنا پڑے گا تو اسکی سزا کوئی اور نہیں دیکھ رہا ہے لیکن یہیں وہ نظر آرہی ہے۔ اندر آئینہ۔ سزا اور تکبر کے بد نتائج جو تو ستو سال کے بعد دیکھے گا یہیں ابھی سے نظر آرہے ہیں عوام جس چیز کو آئینہ میں دیکھتے ہیں شیوخ اس کو کچی اینٹ میں دیکھ لیتے ہیں جس پر معمولی جلا بھی نہیں ہوتی ہے۔ حیاتی۔ گھر کے اندر کی چیز جو داڑھی والا نہیں دیکھ پاتا بچہ اس کو دیکھ لیتا ہے محرموں کے چھپے ہوئے اعضاء بڑی عمر کا انسان نہیں دیکھ پاتا بچہ دیکھ لیتے ہیں۔

---

۵۱ بر کف۔ ایک توجہ اور ڈال دیجئے پھر میری مستی کی شان دیکھئے۔ منتظر۔ اگرچہ فقیر کا مقدر اتنے تک میں پورا نہیں کر سکا ہوں اور وہ اس کا منتظر ہے لیکن مجھ پر شراب کی مستی طاری ہے اب مجھے اس کی جانکی خواہش کی فرصت نہیں ہے۔ عصیر یعنی انگور کا نچوڑ، شراب۔ از خدا۔ اب میں فقیر کی کوئی مدد نہیں کر سکتا وہ صرف خدا کی پناہ چاہے۔ اسناد۔ یعنی وہ پرچہ جس میں خواجہ کی بات مذکور تھی۔ از خود۔ میں خود اپنے آپ کو فراموش کر چکا ہوں تو پرچہ کی مجھے کیا پروا ہے۔ بادِ سبلت۔ تکبر و غرور۔ آبرو۔ وجاہت۔

۵۲ در شرابے۔ جو شراب اس قدر نشہ کی ہے کہ اس میں بال بھی نظر آجاتا ہے اس شراب کے بعد انسان میں تکبر اور خبث جاہ بالکل باقی نہیں رہتی۔ وندہ۔ تکبر و غرور کے ازالہ کا بھی علاج ہے کہ انسان شراب عشق پئے رطلِ گراں۔ بڑا پیمانہ۔ نخوتش۔ چونکہ وہ خواجہ شراب عشق سے خالی ہے اور ہماری مستی کے خلاف مونچھوں کو تاؤ دیتا ہے یعنی تفاخر کرتا ہے لیکن اس کے اس فعل کا ضرر الٹی کو پہنچتا ہے اور وہ خود اپنی داڑھی نوچتا ہے مات اُو شو۔ اب اس خواجہ کو ٹوہنڈا کہتے ہیں اچھا اگر تو ہم فقیروں سے تکبر کرتا ہے تو کرتا رہ ہمیں اس کا کوئی نقصان نہ پہنچے گا ہم اس تکبر کی مکاریوں سے واقف ہیں۔

۵۳ از پس۔ تجھ کو اس کا اختیار اپنے

رُو[1] بدریائے کہ ماہی زادۂ
تو دریا میں جا، کیونکہ تو مچھلی کا بچہ ہے

ہمچو خس در ریش چوں افتادۂ
داڑھی میں تنکے کی طرح کیوں پڑا ہے؟

خس نہ، دور از تو، رشکِ گوہری
تو تنکا نہیں ہے، تجھ سے دور، تو رشکِ گوہر ہے

درمیانِ موج و بحر اولیٰ تری
تو موج اور سمندر میں زیادہ مناسب ہے

بحرِ وحدانیست فرد و زوج نیست
وہ وحدانی سمندر ہے، وہ فرد اور زوج نہیں ہے

گوہر و ماہیش غیر از موج نیست
اس کا گوہر اور مچھلی موج کے سوا نہیں ہے

اے محال وائے محال اشراکِ اُو
اے مخاطب! محال در محال ہے اُسکا شریک کرنا

دور ازاں دریا و موجِ پاکِ اُو
اس دریا اور اس کی پاک موج سے بعید ہے

نیست[2] اندر بحر شرک و پیچ پیچ
دریا میں شرک اور اسکے بچے نہیں ہے

لیک با اُحول چگویم ہیچ ہیچ
لیکن بھینگے سے کیا کہوں، کچھ نہیں کچھ نہیں

چونکہ جُفتِ احولانیم اے شمن
اے برہمن! چونکہ ہم بھینگوں کے ساتھی ہیں

لازم آمد مشرکانہ دم زدن
مشرکانہ باتیں کرنا ضروری ہوگیا

آں یکے کہ زانسوئے وصف و خیال
وہ ذات جو وصف اور خیال سے ورا ہے

جُز دوئی ناید بمیدانِ مقال
گفتگو کے میدان میں بجز دوئی کے نہیں آتی

یا چو[3] اُحول ایں دوئی را نوش کن
یا تو بھینگے کی طرح اس دوئی کو پی جا

یا دہاں بر بند و خوش خاموش کن
یا منہ بند کرلے اور اچھی طرح چپ ہوجا

یا بنوبت گہ سکوت و گہ کلام
یا باری باری کبھی خاموشی اور کبھی گفتگو

اُحولانہ طبل می زن والسلام
بھینگوں کی طرح نقارہ بجا والسلام

چوں بہ بینی محرمے گوہر جہاں
جب تو کوئی محرم دیکھے جہان کا راز کہہ

گُل بہ بینی نعرہ زن چو بُلبُلاں
پھول دیکھے تو بلبلوں کی طرح نعرہ لگا

---

[1] رُو بدریا۔ یہ امر ضرور کر خطاب ہے کہ تو عاشق زادہ ہے آدمؑ کی اولاد ہے تیرا مادی اور اصل دریائے عشق ہو تو تنکے کی طرح داڑھی یعنی غرور و تکبر میں کیوں مبتلا ہے۔ خس مذ۔ داڑھی سے تو تنکے کا تعلق ہے موتی کا تعلق دریا سے ہے تو موتی ہے نہ کہ تنکا۔ بحر۔ چونکہ گذشتہ اشعار میں حضرت حق تعالیٰ کو بحر سے تشبیہ دی تھی اور اس بحر کے لئے موتی، مچھلی اور موج ثابت کی تھی اس سے جو شبہات پیدا ہوتے تھے ان کا انسداد شروع کیا ہے کہ خدا بحر تو ہے لیکن وہ ایسا بحر وحدانیت کہ نہ اس کو فرد کہا جاسکتا ہے نہ زوج یعنی وہ کسی عدد کے ساتھ متصف نہیں ہوسکتا۔ امام اعظمؒ کا مقولہ ہے۔ اَللّٰہُ وَاحِدٌ لَیْسَ بِعَدَدٍ۔ کَوَحْدَۃِ الْاَعْدَادِ بَلْ بِمَعْنًی اِنَّہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ خدا واحد ہے لیکن اس کی وحدت عددوں کی وحدت نہیں ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کے گوہر یعنی عاقل اور متمیز جن اور اس کی مچھلی یعنی عاشق ان کا وجود بھی وجودِ حق ہے۔

[2] نیست۔ اس بحر کا کوئی شریک نہیں ہے وہاں موجود بھی عین ذات ہے۔ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ۔ سوائے اللہ کے وجود مستقل سے کوئی متصف نہیں ہے۔ اُحول۔ بھینگا جس کو ایک وجود کے دو وجود نظر آتے ہیں۔ وجودِ واجب کے علاوہ کسی اور کو وجودِ مستقل سے موصوف ماننا تو شرک ہے لیکن صوفیاء کے نزدیک بغیر اس عقیدے کے کسی کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو وجودِ مستقل کے ساتھ کیا جاتا ہے یہ بھی شرک ہے بھینگے کو وجود کی وحدت سمجھانا مشکل ہے لہٰذا میں اس سے کچھ نہیں کہتا ہوں۔ لازم آمد۔ مجبوراً سمجھانے کیلئے متکلمین کو کہنا پڑتا ہے کہ موجودات سے صانع کے وجود کو جو اور ملائکہ ممکنات کا وجود ہی نہیں ہے سان کیے۔ حضرت حق تعالیٰ کی وحدت موصوفہ یعنی بیان لفظی اور خیالی یعنی تصور سے بالاتر ہے اب اگر اسکو سمجھاؤ گے تو لامحالہ دوئی پیدا ہوگی ——— ۵۳ یا چو اُحول۔ اب یا تو بھینگے کی طرح اس دوئی کو گوارہ کرلو ورنہ خاموش رہو۔ یا بنوبت۔ یا ایسا کرلو کہ جب صاحب باطن ملے اس کو سمجھاؤ ورنہ خاموش اختیار کرلو۔ چوں بہ بینی۔ جب بازار لے تو اس سے توحید عارفین کی بات کر یا کرو وہ محرم بحر اصل کے ہے اس کے سامنے بلبلانہ نعرے لگاؤ۔

چوں[1] بہ بینی مشک پُر مکر و مجاز
جب تو کوئی مشک مکر اور مجاز سے پُر دیکھے

لب بہ بند و خویشتن را خُنب ساز
(تو) ہونٹ بند کرلے اور اپنے آپ کو مٹکا بنالے

دشمنِ آبست پیشِ اُو مجنب
وہ پانی کا دشمن ہے اُس کے سامنے نہ چل

ورنہ سنگِ جہلِ اُو بشکست خُنب
ورنہ اُس کی جہالت کا پتھر مٹکا پھوڑ دے گا

بابیاساتہائے جاہل صبر کُن
جاہل کی تکالیف پر صبر کر

خوش مدارا کُن بعقلِ من لَدُن
خدائی عقل کے ذریعہ اپنی خاطر تواضع کر

صبر با نااہل اہلاں راجلے ست
ناہلوں کے ساتھ اہلوں کا صبر کوملا ہے

صبرِ صافی میکند ہر جا دلے ست
جہاں کہیں کوئی دل ہے صبر اُسکو صاف کر دیتا ہے

آتش[2] نمرود ابراہیم را
نمرود کی آگ (حضرت) ابراہیمؑ کے لئے

صفوتِ آئینہ آمد در جلا
جلا میں آئینہ کی صفائی ثابت ہوئی

جورِ کفرِ نوحیان و صبرِ نوحؑ
نوحؑ والوں کے کفر کا ظلم اور (حضرت) نوحؑ کا صبر

نوحؑ را شد صیقلِ مرآتِ روح
(حضرت) نوحؑ کے لئے روح کے آئینہ کا صیقل بنا

حکایت آں مُرید شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کے مُرید کا قصہ

رفت درویشے ز شہرِ طالقاں
ایک درویش طالقان سے روانہ ہوا

بہرِ صیتِ بوالحسنؒ تا خارقاں[3]
خارقان کے لئے ابوالحسنؒ کی شہرت کی وجہ سے

کوہہا ببرید و وادیِ دراز
پہاڑ اور دراز وادی قطع کی

بہرِ دیدِ شیخ با صدق و نیاز
شیخ کے دیدار کیلئے سچائی اور نیازمندی کیساتھ

آنچہ در رہ دید از جور و ستم
جو ظلم و ستم اُس نے راستہ میں دیکھے

گرچہ در خورد ست کوتہ می کنم
اگرچہ (بیان کے) لائق ہیں میں مختصر کرتا ہوں

چوں بمقصد آمد از راہ آں جواں
جب وہ جوان راستہ سے مقصود پر پہنچا

خانۂ آں شاہ راجُست اُو نشاں
اُس نے اُن شاہ کے گھر کا پتا تلاش کیا

چوں بصد حُرمت بزد حلقہ درش
جب بصد احترام اُس نے اُنکے دروازے کی کنڈی بجائی

زن بروں کرد از درِ خانہ سرش
عورت نے دروازے سے باہر اپنا سر نکالا

کہ چہ میخواہی بگو اے بُوالکرم
اے صاحبِ کرم! بتا تو کیا چاہتا ہے؟

گفت بر قصدِ زیارت آمدم
اُس نے کہا میں زیارت کے ارادہ سے آیا ہوں

---

[1] چوں بہ بینی۔ جب تو عارف کو دیکھے اور وہ ایک مشک ہے جو مکر اور مجاز سے پُر ہے تو سر بمہر مشکے کی طرح بن جا اور ہونٹ نہ ہلا۔ دشمن۔ یعنی وہ اسرار کا دشمن ہے جو تجھ میں ہیں اور تو ظاہر کرے گا تو وہ تجھے ستائے گا۔
با بیاساتہائے۔ لیکن اگر وہ بغیر اظہار اسرار کے بھی ستائیں تو اُن کی ایذا رسانی کی وجہ سے تو اُن کو ایذاء نہ پہنچا صبر کر اس میں تیرا فائدہ ہے تیرے دل میں صفائی پیدا ہوگی۔

[2] آتش۔ نمرود کی آگ نے حضرت ابراہیمؑ کے قلب کو مزید مصفّی کر دیا۔ جورِ کفر۔ حضرت نوحؑ کو قوم نے ستایا تو اُن کے مراتب روحانی اور بلند ہو گئے۔ حکایت۔ اس حکایت سے یہ بتایا ہے کہ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کو بیوی کی اذیتیں برداشت کرنے سے بڑے مراتب حاصل ہوئے تھے۔

طالقاں۔ ایک شہر کا نام ہے۔ صیت۔ شہرت۔

[3] خارقان۔ خراسان کے نزدیک ایک گاؤں ہے اُس کو خرقان بھی کہتے ہیں اسی لئے شیخ کی نسبت خرقانی ہے۔
گرچہ۔ اگرچہ وہ مصائب بیان کرنے کے قابل ہیں لیکن میں بات کو مختصر کئے دیتا ہوں۔
آں شاہ۔ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ۔ حلقہ۔ دروازے کی کنڈی۔ زن۔ یعنی شیخ کی بیوی۔ زیارت۔ یعنی شیخ کی زیارت۔

خندۂ زد زن کہ خہ[1] خہ ریش بیں
عورت نے قہقہہ لگایا کہ واہ واہ داڑھی دیکھو

ایں سفر گیری و ایں تشویش بیں
اس سفر کرنے اور پریشانی کو دیکھو

خود ترا کارے نبود آں جائیگاہ
اُس جگہ تجھے کوئی کام نہ تھا؟

کہ بہ بیہودہ کنی ایں عزمِ راہ
کہ تو نے خواہ مخواہ راستہ کا ارادہ کیا

اشتہائے گول گردی آمدت
تجھے احمقانہ گردش کی خواہش ہوئی

یا ملولیِ وطن غالب شدست
یا وطن کی تکلیف تجھ پر غالب ہوئی

یا مگر دیوت دو شاخہ بر نہاد
یا شاید شیطان نے دو شاخہ رکھ دیا

بر تو وسواسِ سفر را در کشاد
تجھ پر سفر کے وسوسہ کا دروازہ کھول دیا

گفت نافرجام و فحش و دمدمہ
اُس نے نامناسب اور فحش اور لغو باتیں کیں

من[2] نتانم باز گفتن آں ہمہ
میں وہ سب نہیں کہہ سکتا ہوں

از مثل وز ریشخندِ بے حسیب
مثل اور بے حساب مذاق

آں مُرید افتاد از غم در نشیب
وہ مُرید غم سے گڑھے میں گر گیا

پُرسیدن آں وارِدِ از حرمِ شیخ کہ شیخ کجاست و کجا جویم و
اُس آنے والے کا شیخ کی بیوی سے معلوم کرنا کہ شیخ کہاں ہیں اور کہاں تلاش

جوابِ نافرجام دادن حرمِ شیخ آں مُرید را
کروں اور اُس مُرید کو شیخ کی بیوی کا نامناسب جواب دینا

اشکش از دیدہ بجست و گفت او
اُس کی آنکھ سے آنسو بہہ پڑے اور اُس نے کہا

با ہمہ آں شاہِ شیریں نام کو
باوجود اِس کے وہ شیریں نام شاہ کہاں ہیں؟

گفت[3] آں سالوس زرّاقِ تہی
اُس نے کہا وہ مکار، ریاکار، کورا

دامِ گولان و کمندِ گمرہی
احمقوں کا جال اور گمراہی کا پھندا

صد ہزاراں خام ریشاں ہمچو تو
تجھ جیسے لاکھوں بے عقل

اُو فتادہ از وَے اندر صد عتو
اُس کی وجہ سے صدہا سرکشی میں مبتلا ہو گئے ہیں

گر نہ بینیش و سلامت وا روی
اگر تو اُسے نہ دیکھے اور سلامتی سے واپس چلا جائے

خیر تو باشد نگردی زو غوی
تیرے لئے بہتر ہوگا تو اُس کی وجہ سے گمراہ نہ ہوگا

لاف کیشے کاسہ لیسے طبل خوار
شیخی باز، لالچی، پیٹو ہے

بانگِ طبلش رفتہ اطراف و دیار
اُسکے ڈھول کی آواز اطراف اور ملکوں میں پہنچ گئی ہے

[1] خہ خہ۔ واہ واہ، کیا خوب ریش یعنی اپنی داڑھی کو دیکھو اُس کے ہوتے ہوئے یہ بیوقوفی! خود۔ تجھے اپنے گھر کوئی کام نہ تھا کہ یہ بیہودہ سفر اختیار کیا۔ اشتہائی۔ یا تو تجھے احمقوں کی طرح آوارہ گردی پسند ہے یا تجھے وطن کاٹتا ہے۔ دوشاخہ ایک لکڑی تھی جس سے گرمیں کو شکنجہ میں کستے تھے۔
نافرجام۔ ناہنجار، نامناسب۔

[2] من نتانم۔ اُن کا نقل کرنا بھی گستاخی ہے۔ بے حسیب۔ بے حساب۔ نشیب۔ گڑھا۔

وارد۔ آنیوالا۔ حرم شیخ۔ شیخ کی بیوی۔ آشکش۔ بیوی کے شیخ کو بُرا بھلا کہنے سے وہ رو پڑا اور بولا کہ بہرحال یہ بتادے کہ شیخ کہاں ہیں۔

[3] گفت۔ وہ شیخ کو بُرے بُرے القاب سے ذکر کرکے بولی اگر تو اُس کو نہ دیکھے تو اسی میں تیری خیر ہے۔ تہی۔ کمالات سے خالی۔ خام ریشاں۔ ناتجربہ کار، بے عقل۔ عتو۔ سرکشی یعنی گمراہی۔ غوی گمراہ۔

سبطی[1] اند ایں قوم گوسالہ پرست — بر چنیں گاوے ہمی مالند دست

یہ بچھڑے کی پجاری قوم سبطی ہے — وہ ایسے بیل پر ہاتھ پھیر رہے ہیں

جیفۂ اللیل ست و بطّال النہار — ہر کہ او شد غرّۂ ایں طبل خوار

وہ رات کا مُردار اور دن کا جھوٹا ہے — جو اس پیٹو پر فریفتہ ہوا

ہشتہ اند ایں قوم صد علم و کمال — مکر و تزویرے گرفتہ کاینست حال

اس قوم نے سینکڑوں علم و کمال چھوڑے — مکر اور فریب اختیار کر لیا، کہ یہ حال ہے

آلِ موسیٰ کو دریغا تا کنوں — عابدانِ عجل را ریزند خوں

افسوس موسیٰ کہاں ہیں؟ کہ اب — بچھڑے کے پجاریوں کی خوں ریزی کریں

کو رہِ پیغمبر و اصحابِ او — کو نماز و سُبحہ و آدابِ او

کہاں ہے پیغمبر اور اُن کے صحابہ کا راستہ؟ — کہاں ہے نماز اور تسبیح اور اُس کے آداب؟

شرع[2] و تقویٰ را فگندہ سوئے پشت — کو عمرؓ کو امرِ معروفِ درشت

شریعت اور تقوے کو پس پشت پھینکا ہے — کہاں ہیں عمرؓ، کہاں ہے بھلائی کا سخت حکم؟

کایں اباحت زیں جماعت فاش شد — رخصت ہر مُفلس و قلّاش شد

کیونکہ یہ اباحت اس جماعت سے پھیلی ہے — ہر مفلس اور آوارہ کو رخصت مل گئی

جواب گفتنِ مُرید و زجر کردنِ اُو آں طفلۂ زن را از کفر و بیہودہ گفتن

مُرید کا جواب دینا اور اُس طفلہ زن کو کفر اور بیہودہ گوئی سے جھڑکنا

بانگ زد بر وے جوان و گفت بس — روزِ روشن از کجا آمد عَسَس

جوان اُس پر چیخ پڑا اور بولا بس — روشن دن میں رات کا کوتوال کہاں سے آیا؟

نورِ[3] مردانِ مشرق و مغرب گرفت — آسمانہا سجدہ کردند از شگفت

مردانِ خدا کے نور نے مشرق اور مغرب کو گھیر لیا — آسمانوں نے تعجب سے سجدہ کیا

آفتابِ حق برآمد از خجل — زیرِ چادر رفت خورشیدِ اجل

چھپر کھٹوں سے حق کا سورج طلوع کر آیا — سورجِ شرمندگی سے چادر کے نیچے چلا گیا

تُرّہاتِ چوں تو ابلیسے مرا — کے بگرداند ز خاکِ ایں سرا

تجھ جیسے شیطان کی بکواس مجھے — اس گھر کی خاک سے کب ہٹا سکتی ہے؟

مَن ببادے نادم ہمچوں سحاب — تا بگردے باز گردم زیں جناب

میں ابر کی طرح ہوا کے ذریعہ نہیں آیا ہوں — کہ ایک گردے اس درگاہ سے واپس ہو جاؤں

---

[1] سبطی اند۔ اس کے مُرید بھی وہ اسرائیلی ہیں جو بچھڑے کو پوجنے لگے۔ چنیں گاوے۔ یعنی شیخ جیسا۔ جو شخص اس کا مُرید اور معتقد ہے وہ رات کو مُردار کی طرح پڑا سوتا رہتا ہے اور دن کو بھی اس کے کچھ اشغال نہیں ہیں۔ ہشتہ۔ تمام صوفی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ علم و کمال کو چھوڑ کر کہتے ہیں کہ یہ ایک باطنی حال ہے آلِ موسیٰ۔ یعنی علماءِ حق۔ کہ۔ ان صوفیوں نے رسولؐ اور صحابہؓ کی سنّت کو ہٹا دیا اور نماز روزہ تسبیح وغیرہ کو چھوڑ دیا۔

[2] شرع۔ ان لوگوں نے شریعت اور تقوے کو پس پشت ڈال دیا اس وقت حضرت عمرؓ جیسے شخص کی ضرورت ہے۔ اباحت۔ یعنی حرام کو حلال سمجھنا۔ قلّاش۔ بے نام و ننگ۔ مفلس۔ طفلۂ زن۔ عورت یعنی شیخ کی بیوی جس نے جماعت کے لئے رات کو پہرے دینے والا شیخ کو روزِ روشن سے تعبیر کیا اور بیوی کو رات کا کوتوال کہا ہے۔

[3] نورِ مردان۔ تو بزرگوں اور صوفیوں کو بتا کہہ رہی ہے حالانکہ اُن کی شان یہ ہے کہ مشرق اور مغرب اُن کے نور سے منوّر ہے اُن کی عظمت کے سامنے آسمان کا سر جھکا ہوا ہے۔ آفتاب۔ انہیں جو نور ہے وہ آفتاب میں کہاں ہے۔ تُرّہات۔ جب میرے یہ عقیدے ہیں تو تجھ شیطان کے بہکانے سے میں اس شیخ کے در کو کب چھوڑ سکتا ہوں۔ [illegible]

عجل[1] با آں نور شد قبلہ کرم
اُس نور کے ہوتے ہوئے بچھڑا بھی قبلہ کرم ہوگیا

قبلہ بے آں نور شد کفر و صنم
اُس نور کے بغیر قبلہ کافر اور بُت ہوگیا

ہست اباحت کز ہوا آمد ضلال
جو اباحت خواہشِ نفس سے آئے وہ گمراہی ہے

ہست اباحت کز خدا آمد کمال
جو اباحت خدا کی جانب سے آئے وہ کمال ہے

کفر ایماں گشت و دیو اسلام یافت
کفر ایمان ہوگیا اور شیطان نے اسلام پالیا

آں[2] طرف کاں نورِ بے اندازہ تافت
جس طرف وہ غیر محدود نور چمکا

منظرِ عشق ست و محبوبِ بحق
عشق کا منظر ہے اللہ (تعالیٰ) کا محبوب ہے

از ہمہ گرد و بیاں بُردہ سبق
تمام (مقربِ بارگاہ) فرشتوں سے بڑھ گیا

سجدہ آدم را بیانِ سبقِ اوست
آدم کو سجدہ اس کی افضلیت کا بیان ہے

سجدہ آرد مغز را پیوستہ پوست
جُڑا ہوا چھلکا مغز کو سجدہ کرتا ہے

شمعِ حق را ایف کُنی تو اے عجوز
اے بڑھیا! تو خدائی شمع کو پھونک مار رہی ہے

ہم تو سوزی ہم سرت اے گندہ پوز
اے گندہ دہن! تو بھی جل جائے گی اور تیرا سر بھی

کے شود دریا ز پوزِ سگ نجس
کتے کے منہ سے دریا کب ناپاک ہوتا ہے؟

کے شود خورشید از نفِ منطمس
سورج پھونک سے کب بجھتا ہے؟

محکم بر ظاہر اگر ہم می کُنی
اگر تو ظاہر پر بھی حکم لگاتی ہے

چیست ظاہر تر بگو زیں روشنی
تو بتا اس روشنی سے زیادہ ظاہر کیا ہے؟

جملہ[3] ظاہرہا بہ پیشِ ایں ظہور
اس ظہور کے سامنے سب ظاہر

باشد اندر غایتِ نقص و قصور
کمی اور کوتاہی میں انتہا پر ہیں

ہر کہ بر شمعِ خدا آرد پفو
جو خدائی شمع پر پھونک مارے

شمع کے میرد بسوزد پوزِ او
شمع کب بجھے گی اس کا منہ جل جائے گا

چوں تو خفاشاں بسے بینند خواب
تجھ جیسی چمگادڑیں بہت خواب دیکھتی ہیں

کایں جہاں ماند یتیم از آفتاب
کہ یہ دنیا سورج سے یتیم رہ جائے

موجہائے تیز دریاہائے روح
روح کے دریاؤں کی تیز موجیں

ہست صد چندانکہ بد طوفانِ نوح
جتنا (حضرت) نوحؑ کا طوفان تھا اس سے کئی سو گنا بدتر ہوتی ہیں اُن سے ڈرتی رہ۔

---

[1] عجل۔ تو نے اُن کے مُریدوں کو بچھڑا پوجنے والا کہا ہے تو شیخ نے کہا جو نور ہے وہ نورِ حق ہے اگر وہ بچھڑے میں بھی نمودار ہو جائے تو بچھڑا قبلہ بن جائے اور اگر وہ نور قبلہ سے مفقود ہو جائے تو پھر اس کو سجدہ کرنا کفر اور صنم پرستی بن جائے۔ اباحت۔ تو نے کہا ہے کہ اس گروہ سے اباحت پیدا ہوئی تو سمجھ لے کہ اباحت کی دو قسمیں ہیں، ایک اباحت تو وہ ہے جس کو اہلِ کلام اباحت کہتے ہیں یعنی حرام کو حلال سمجھ لینا۔ یہ خواہشِ نفسانی سے پیدا ہوتی ہے اور گمراہی ہے ایک اباحت وہ ہے جو غلبۂ حال سے پیدا ہوتی ہے جیسے سماع اور وجد یہ خدا کی جانب سے ہے اور کمال ہے۔

[2] آں طرف۔ اس سے مُراد آنحضورؐ ہیں آپ نے فرمایا میرے ساتھ بھی ایک شیطان ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس کے برخلاف میری مدد کی اور وہ مسلمان ہوگیا منظرِ عشق۔ ایسے نور والا عشق کا منظر ہے اور خدا کا محبوب اور فرشتوں سے افضل ہے۔ سجدہ۔ حضرت آدمؑ کو فرشتوں سے سجدہ کرانا اس افضلیت کا بیان ہے مفضول، افضل کو سجدہ کیا کرتا ہے۔ شمعِ حق یعنی شیخ۔ گندہ پوز گندہ دہن۔ کے شود۔ تیرے بُرا کہنے سے شیخ بُرا نہ ہوگا۔ منطمس مٹنے والا۔ حکم۔ اگر تو شیخ کے باطنی اوصاف کو نہیں دیکھ سکتی اور

[3] جملہ ظاہر پر حکم لگاتی ہو تو بتا اس ظاہر سے زیادہ روشن کس کا ظاہر ہے ——— [3] جملہ۔ تمام انسانوں کے ظاہری اعمال شیخ کے اعمال کے مقابلہ میں ہیچ ہیں ہر کہ۔ شعر، جو خدا کے ایسے دوست پر پھونک مارے کہ اس کا منہ جل جائے۔ چوں تو۔ تجھ جیسی چمگادڑ کی وجہ سے شیخ جیسا آفتاب معدوم نہیں ہو سکتا۔ موجہائے۔ روح کے دریا کی موجیں طوفانِ نوحؑ کی موجوں سے تیز ہوتی ہیں اُن

لیک اندر چشمِ کنعاں[1] موئے رست
لیکن کنعان کی آنکھ میں بڑ والا اگ آیا

نوحؑ و کشتی را بہشت و کوہ جست
(حضرت) نوحؑ اور کشتی کو چھوڑا اور پہاڑ پر کودا

کوہ و کنعاں را فرو بُرد آں زماں
اس وقت پہاڑ کو اور کنعان کو بہا لے گئی

نیم موجے تا بقعرِ امتہاں
ذلت کی گہرائی میں، آدھی موج

مہ فشاند نور و سگ وَع وَع کُند
چاند نور افشانی کرتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے

سگ ز نورِ ماہ کے مرتع کُند
کتا چاند کے نور سے کب اقتباس کرتا ہے؟

شبروان و ہمرہانِ مہ بتگ
رات کے مسافر اور دوڑ میں چاند کے ساتھی

ترکِ رفتن کے کُنند از بانگِ سگ
کتے کے بھونکنے سے چلنا کب چھوڑتے ہیں؟

جُزو سوئے کُل رواں مانندِ تیر
جزو کُل کی جانب، تیر کی طرح رواں ہے

کے کُند وقف از پئے ہر گندہ پیر
وہ بڑھیا کی وجہ سے کب ٹھہرتا ہے؟

جانِ شرع و جانِ تقویٰ عارفست
عارف شرع کی جان اور تقوے کی جان ہے

معرفت محصولِ زُہدِ سالفست
معرفت (خداوندی) پہلے تقوے کا نتیجہ ہے

زہد[2] اندر کاشتن کوشیدن ست
تقوے کھیتی میں کوشش کرنا ہے

معرفت آں کشت را روئیدن ست
معرفت اُس کھیتی کا اُگنا ہے

پس چو تن باشد جہاد و اعتقاد
پس مجاہدہ اور اعتقاد جسم کی طرح ہے

جانِ ایں کشتن نبات ست و حصاد
اس بونے کا مقصد پیداوار اور کاٹنا ہے

امرِ معروف اُو و ہم معروف اُوست
وہ امر بالمعروف بھی ہیں اور معروف بھی

کاشفِ اسرار و ہم مکشوف اُوست
وہ رازوں کے کھولنے والے ہیں اور راز بھی وہی ہیں

شاہِ امروز و زمینہ و فردائے ماست
وہ ہمارے آج اور کل کے شاہ ہیں

پوست بندہ مغز لغزش دائماست
بھلکا، عمدہ مغز کا ہمیشہ غلام ہے

چوں[3] اَنَا الحق گفت شیخ و پیش بُرد
جب شیخ نے اَنَا الحق کہا اور آگے بڑھ گئے

پس گلوئے جملہ کوراں را فشرد
تو تمام اندھوں کے گلے کو دبا دیا

چوں انائے بندہ لاشد از وجود
جب بندے کا وجود (ذہنی) وجود کے اعتبار سے لا

پس چہ ماند تو بیندیش اے حجود
اے منکر! تو سوچ کہ کیا رہ گیا؟

---

[1] کنعان۔ حضرت نوحؑ کے بیٹے کنعان کے حضرت نوحؑ اور انکی کشتی کو چھوڑ کر کہا سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ۔ میں پہاڑ پر چڑھ کر بچا بناؤں گا وہ مجھے محفوظ رکھیگا۔ کوہ۔ ایک معمولی موج آئی اور اس نے کنعان اور پہاڑ کو ڈبو دیا۔ تر۔ کتوں کے بھونکنے سے چاند اپنی ضوفشانی نہیں چھوڑتا ہے۔ ترتیع۔ چراگاہ۔ شبروان۔ رات کے مسافر چاند کی روشنی سے فائدہ اٹھا کر سفر کرتے رہتے ہیں کتوں کے بھونکنے سے وہ نہیں رکتے ہیں۔ جزو یعنی مرید و معتقد۔ کُل۔ یعنی شیخ۔ گندہ پیر۔ بوڑھی عورت۔ جانِ شرع۔ عارف باطنہ شریعت کا تقوے کا خلاصہ ہوتا ہے اسکو جو معرفت خداوندی حاصل ہوئی ہے وہ تقوے ہی کا نتیجہ ہے۔

[2] زہد۔ زہد اور تقویٰ کھیتی کرنے کی کوشش کی طرح ہے اور معرفتِ خداوندی اُس کھیتی کا اُگنا ہے۔ جہاد۔ یعنی عمل صالح اور عقیدہ جسم کی طرح ہوئے اور اس بونے یعنی عمل اور عقیدہ کی جان روئیدگی اور اُس کا کاٹنا معرفت ہے۔ امر بالمعروف۔ عمل بالمعروف کا حکم یعنی تو نے کہا کہ عارف کہاں ہیں جو بھلائی کا حکم دیں یعنی شیخ میں بھلائی نہیں ہے تو سمجھ لے وہ تو خود مجسم امر بالمعروف اور خود بھلے ہیں اور اس کے جان کا حال یہ ہے کہ وہ کاشفِ اسرار ہیں اور خود مجسم اسرار ہیں یعنی شیخ ظاہر و باطنا کامل ہیں شاہِ امروز و زمینہ۔ وہ دنیا میں بھی ہمارے شاہ ہیں اور عقبیٰ میں بھی ہم پوست ہیں وہ مغز

[3] چوں اَنَا الحق۔ شیخ مجسم شریعت ہے اگر وہ اَنَا الحق کہے اور ظاہر بینوں کی نظر سے تجاوز کر جائے اور اسکی وجہ سے ظاہر بین غصہ میں مبتلا ہوں تو یہ بھی خلاف شرع نہیں ہے جو چوں۔ جب بندہ کی اپنی ہستی اُنکے ذہن سے فراموش ہو گئی تو پھر تو خود نہیں رہا اب سوائے خدا کچھ نہیں رہا۔

گر[1] ترا چشم ست بگشا در نگر
اگر تیرے آنکھ ہے، کھول، دیکھ

بعدِ لا آخر چہ می ماند دگر
"لا" کے بعد آخر اور کیا رہ گیا؟

اے بُریدہ آں لب و حلق و دہاں
اے (بڑھیا) وہ ہونٹ اور حلق اور منھ کٹ جائے

کہ کُند تُف سُوئے مہ یا آسماں
جو چاند یا آسمان کی طرف تھوکے

تُف بروئش باز گردد بیشکے
بیشک تھوک اُس کے منھ پر واپس آجائے گا

تُف سُوئے گردوں نیابد مسلکے
تھوک آسمان کی جانب راہ یاب نہیں ہوتا

تا قیامت تُف بروبار دز رَب
اللہ (تعالےٰ) کی جانب سے قیامت تک اُس پر تھوک

ہمچو تبت بر رَدانِ بُولہب
جیسا کہ ابولہب کی روح پر تبت

طبل و رایت ہست ملکِ شہریار
طبل اور جھنڈا بادشاہ کی ملکیت ہے

سگ کسے کہ خواند اُورا طبل خوار
وہ کتا ہے، جو اُس کو پیٹو کہے

آسمانہا[2] بندۂ ماہِ وے اند
آسمان اُس کے چاند کے غلام ہیں

شرق و مغرب جملہ ناں خواہِ وے اند
شرق و مغرب سب اُسکی روٹی کے بھکاری ہیں

زانکہ لَولاک ست بر توقیعِ اُو
کیونکہ اُس کے طغرے میں "لولاک" ہے

جملہ در انعام و در توزیعِ اُو
سب اُس کے انعام اور بخشش میں ہیں

گر[3] نبُودے اُو نیابیدے فلک
اگر وہ نہ ہوتا آسمان کو حاصل نہ ہوتی

گردش و نور و مکانیِ ملک
گردش اور نور اور فرشتے کا مکان بننا

گر نبُودے اُو نیابیدے بحار
اگر وہ نہ ہوتا سمندر کو حاصل نہ ہوتی

ہیئت ماہیِ و دُرِ شاہوار
مچھلی اور دُر شاہوار کی صورت

گر نبُودے اُو نیابیدے زمیں
اگر وہ نہ ہوتا تو زمین کو حاصل نہ ہوتا

در درون گنج و بیروں یاسمیں
اندر خزانہ اور باہر چنبیلی

رزقہا ہم رزق خوارانِ وے اند
رزق بھی اُس کے رزق خور ہیں

میوہا لبِ خشکِ بارانِ وے اند
میوے اُس کی بارش کے پیاسے ہیں

ہیں کہ معکوس ست در امرِ ایں گرہ
امر (خداوندی) میں یہ اُلٹا عقدہ ہے

صدقہ بخش خویش را صدقہ بدہ
اپنے صدقہ دینے والے کو تو صدقہ دے

---

[1] گر ترا۔ اگر تیرے حقیقت میں آنکھ ہے تو غور کرلے۔ اے بریدہ۔ اگر اب بھی کوئی آنا گستاخ براعتراض کرے تو آسمان کی طرف تھوکتا ہے جس کی برائی خود اُس پر آئیگی۔ تف۔ ایسے بزرگوں کی تکفیر کرنیوالا خود اُس میں مبتلا ہے۔ تا قیامت۔ اور ایسے لوگوں پر خدا کی تُف قیامت تک رہے گی جس طرح ابولہب کے بارے میں سورہ تبت کی بد دعا برستی رہتی ہے۔ طبل۔ جبکہ شیخ شاہ ہیں اور شاہ نقارہ اور جھنڈے کا مالک ہوتا ہے تو انکو طبل خوار یعنی پیٹو ہی کہے گا جو خود کتا ہو۔

[2] آسمانہا۔ جبکہ شیخ میں نور حق ہے تو زمین و آسمان اُس کے غلام ہیں اور بقاء کائنات اُس کے طفیل ہے۔ لولاک۔ یعنی وہ نور ہے جو آنحضرتؐ میں تھا جس کی بنیاد پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا کہ اگر تو نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان کو نہ پیدا کرتا اور شیخ کو وہی نور حاصل ہوا ہے تو اب تمام عالم اُن کا طفیل ہے اور وہ بھی اللہ تعالےٰ کے اِس فرمان کے مصداق ہیں۔

[3] گر نبُودے۔ جو کہ اِن میں وہ نور ہے کہ اگر وہ نور نہ ہوتا تو زمین و آسمان نہ ہوتے لہٰذا آسمانوں کی گردش اور اُس کا نور اُس کا فرشتوں کا مقام ہونا، سمندروں میں مچھلی اور موتی، زمین کے اندر کے خزانے اور باہر کے بیل بوٹے سب اُن کے طفیل سے ہیں۔ رزقہا۔ رزق خوروں کا رزق اور پھلوں کے لئے بارش سب اُن کے طفیل ہے ہیں۔ فقراء کو صدقہ دینے کا حکم ہے اسمیں یہ عجب لطیفہ ہے کہ فقراء اور شیوخ ہی کے طفیل میں دولت ملی ہے تو گویا وہ دولت انھوں نے ہی عطا کی ہے اسی سے کہا جارہا ہے کہ جن لوگوں نے تجھے صدقہ دیا ہے تو انکو صدقہ دے

از فقیرستت ہمہ زر و حریر
تجھ پر تمام سونا اور حریر فقیر کی وجہ سے ہے

ہیں[1] غنی را دہ زکاتے اے فقیر
اے فقیر! تو مالدار کو زکوٰۃ ادا کر

چوں تو ننگے جفتِ آں مقبولِ روح
تجھ جیسی ذلیل کا اس مقبول روح کی بیوی ہونا

چوں عیالِ کافر اندر عقدِ نوحؑ
جیسے کہ حضرت نوحؑ کے نکاح میں کافر بیوی

گر نبودے نسبتِ تو زیں سرا
اگر اس گھر سے تیری نسبت نہ ہوتی

پارہ پارہ کردمے ایں دم ترا
اسی وقت میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا

دادمے آں نوح را از تو خلاص
اس نوحؑ کو تجھ سے نجات دلاتا

تا مشرف گشتمے من دستخلاص
تاکہ میں قصاص سے مشرف ہو جاتا

لیک[2] باخانہ شہنشاہِ زمن
لیکن شاہِ زمانہ کے گھر کے ساتھ

ایں چنیں گستاخیِ نایدز من
مجھ سے ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی

رَد دُعا کُن کہ سگ ایں موطنی
جا دعا دے کہ تو اس جگہ کی کتیا ہے

ورنہ اکنوں کردمے من کردنی
ورنہ میں جو کچھ کرنا تھا کر گزرتا

بازگشتنِ مُرید از وثاقِ شیخ و پُرسیدن از مردم و نشان دادنِ ایشاں کہ شیخ بفلاں بیشہ رفتہ است

شیخ کے گھر سے لوٹنا اور لوگوں سے دریافت کرنا اور اُن کا بتا دینا کہ شیخ فلاں جنگل میں گئے ہیں

بعد ازاں پرساں شد اُو از ہر کسے
اس کے بعد وہ ہر شخص سے سوال کرتا

شیخ را می جُست از ہر سُو لبے
وہ ہر جانب شیخ کو بہت ڈھونڈ رہا تھا

پس کسے گفتش کہ آں قطبِ دیار
تو کسی نے اس سے کہا، کہ وہ قطب عالم

رفت تا ہیزم کشد از کوہسار
گئے ہیں تاکہ پہاڑ سے لکڑیاں لائیں

آں مُریدِ ذوالفقار اندیش[3] تفت
وہ تیز سمجھ والا مُرید جلد

در ہوائے شیخ سُوئے بیشہ رفت
شیخ کی محبت میں جنگل کی طرف چل دیا

دیو می آورد پیشِ ہوشِ مرد
شیطان مرد کی عقل کے سامنے لاتا تھا

وسوسہ تا خفیہ گردد مہ ز گرد
وسوسہ تاکہ چاند گرد میں چھپ جائے

کاین چنیں زن را چرا ایں شیخ دید
کہ دین کے شیخ نے ایسی عورت کو کیوں

دارد اندر خانہ یار و ہمنشیں
گھر میں یار اور ساتھی بنایا ہے؟

---

[1] ہیں۔ تو اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ ہم فقیروں سے کہا جاتا ہے کہ تو غنی یعنی فقیر اور شیخ کو صدقہ دے چنانچہ شیخ کے مفاخر اور فضائل بیان کرنے کے بعد بیوی کو سرزنش شروع کی ہے کہ تجھ جیسی عورت اس شیخ کے گھر میں ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسے حضرت نوحؑ کے گھر میں کافر عورت تھی۔ اگر نبودے۔ تجھے شیخ سے نسبت ہے ورنہ تیری گستاخی پر تیرے ٹکڑے کر ڈالتا اور نوح کی صفت شیخ کو تجھ سے نجات دلاتا۔ مشرف۔ اگر تیرے قتل کرنے پر مجھے بدلے میں قتل کیا جاتا تو میرے لئے باعث شرف ہوتا۔

[2] لیک۔ مجبوری یہی ہے کہ تجھے شیخ سے نسبت ہے۔ رَد دعا کُن۔ جا دعا دے کہ تو اس در کی کتیا ہے اس لئے میرے ہاتھ سے بچ گئی۔ بعثاں۔ بیوی کو یہ باتیں کرنے کے بعد وہ مُرید شیخ کی جستجو میں لگ گیا۔ ہیزم کشد۔ کسی نے اسکو بتایا کہ شیخ جنگل سے لکڑیاں لینے گئے ہیں۔

[3] ذوالفقار اندیش۔ یعنی اس کا ذہن ایسا ہی تیز تھا، جیسے کہ حضرت علیؓ کی ذوالفقار تیز تھی۔ دیو۔ شیطان نے شیخ کی بیوی کے سلسلہ میں مُرید کے دل میں وسوسے پیدا کرنے

ضد را با ضد اینا[1] س از کجا
ضد کو ضد سے اُنس کہاں سے

با امام النا س نا س از کجا
انسانوں کے امام کے ساتھ بن ناس کہاں سے

باز اَوْلَا حَوْل می کرد آتشیں
پھر وہ آتشی لاحول پڑھتا

کا عتراضِ من بر و کفرست و کیں
کہ میرا اُن پر اعتراض کرنا کفر اور کینہ ہے

مَن کہ باشم با تصرفہائے حق
اللہ تعالیٰ کے تصرفات کے روبرو میں کون ہوتا

کہ برآرد نفسِ من اشکال و دَق
کہ میرا نفس اشکال اور اعتراض کرے

باز نفسش حملہ می آورد رُدود
پھر اُس کا نفس جلد حملہ کرتا ہوں

زیں تعرض دَردِش چوں کاہ دُود
اس تعرض کے دل میں جلد ہی گھاس جیسا دھواں پیدا کرتا

کہ چہ نسبت دیو را با جبرئیل[2]
کہ شیطان کو جبرئیل سے کیا نسبت؟

کہ بُوَد با او بصحبت ہم مقیل
کہ وہ صحبت میں اُس سے ہمخواب ہو

چوں تواند ساخت با آزر خلیل
خلیل، آزر کے ساتھ کیسے نباہ کر سکتا ہے؟

چوں تواند ساخت با رہزن دلیل
رہنما، ڈاکو کے ساتھ کیسے نباہ کر سکتا ہے؟

یافتنِ آں مُرید مُراد را و ملاقاتِ او با شیخ نزدیک آں بیشہ
مُرید کا مُراد حاصل کرنا اور جنگل کے قریب شیخ سے اُس کی ملاقات

اندریں بُود او کہ شیخِ نامدار
وہ اسی میں تھا کہ نامور شیخ

زود پیش اُفتاد بر شیرے سوار
ایک شیر پر سوار بہت جلد سامنے آ گئے

شیرِ غرّاں ہیزم مش را می کشید
شیر غرّاتا ہوا اُن کا ایندھن کھینچ رہا تھا

بر سرِ ہیزم نشستہ آں سعید
وہ نیک بخت ایندھن پر بیٹھے ہوئے تھے

تازیانہ اَش مارِ نر بُود از شرف
بزرگی کی وجہ سے اُن کا کوڑا نر سانپ تھا

مار را بگرفت چوں خرزن بکف
سانپ کو کوڑے کی طرح ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے

تو یقیں[3] میداں کہ ہر شیخے کہ ہست
تو یقین کر کہ جو شیخ بھی ہے

ہم سواری می کند بر شیرِ مست
وہ مست شیر پر سواری بھی کرتا ہے

گرچہ آں محسوس فی ایں محسوس نیست
اگرچہ وہ محسوس اور یہ محسوس نہیں ہے

لیک آں بر چشمِ جاں ملبوس نیست
لیکن وہ باطن کی آنکھ پر پوشیدہ نہیں ہے

صد ہزاراں شیر زیرِ رانِ شاں
لاکھوں شیر اُن کی ران کے نیچے

پیش دیدہ غیب داں ہیزم کشاں
غیب داں آنکھ کے سامنے لکڑیاں ڈھونے والے ہیں

---

[1] اِیناس۔ محبت، اِلف، انس۔ یعنی شیخ۔ نَسناس۔ بن انس یعنی بن آدمی۔ کاعتراض من یعنی شیخ پر بدگمانی۔ ذوق۔ استدلال۔ تصرفہائے۔ ایسی بدعورت کا شیخ کی بیوی ہونا خدائی تصرف ہے وہ خود مصلحت جانتا ہے ہمیں اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ باز۔ وہ واحد پڑھتا لیکن نفس پھر اُس کے دل میں اسی طرح وسوسہ پیدا کر دیتا جیسا کہ گھاس بہت دھواں پیدا کرتی ہے۔ دیو۔ شیطان یعنی بیوی۔

[2] جبرئیل یعنی شیخ۔ ہم خلیل۔ ہمخواب۔ آزر۔ حضرت ابراہیمؑ کا باپ اندھیں۔ مُرجاسی اُمید تھا کہ شیخ ایک شیر پر سوار اُس کے سامنے آ گئے۔ شیر غرّاں۔ اُس نے دیکھا کہ شیر فرار ہے اور اُس کی کمر پر لکڑیاں ہیں اور شیخ اُن لکڑیوں پر بیٹھے چلے آ رہے ہیں تازیانہ۔ ہاتھ میں ایک سانپ ہے جس سے کوڑے کا کام لے رہے ہیں۔ خرزن سانپ۔

[3] تو یقین۔ شیخ ابوالحسن ہی نہیں بلکہ ہر شیخ مست شیر پر سوار ہے۔ اگرچہ فرق اتنا ہے کہ شیخ ابوالحسن کا خیر نظر آتا ہے دوسرے شیوخ کے شیر عوام کو نظر نہیں آتے میں صرف اُن لوگوں کو نظر آتے ہیں جن کی چشم بصیرت حاصل ہو صدہزاراں۔ بزرگوں اور شیوخ کی سواری میں لاکھوں شیر ہیں۔ جو اُن کی خدمت کرتے ہیں مولانا کی مراد شیروں سے نفس آمارہ ہے۔

لیک آں یک را خدا محسوس کرد
لیکن خدا نے اس ایک کو ظاہر کر دیا

دیدش از دور و بخندید آں خدیو
اُنھوں نے اُس کو دور سے دیکھا اور وہ شاہ ہنس پڑے

از ضمیر او بدانست آں جلیل
اُس بزرگ نے اُس کے دل میں سے جان لیا

خواند بر وے یک بیک آں ذوفنوں
اُن ہنرمند نے ایک ایک جتلا دیا

بعد ازاں[۲] در مشکلِ انکارِ زن
اُس کے بعد عورت کے انکار کے اشکال کے سلسلہ میں

کاں تحمل از ہوائے نفس نیست
کہ وہ برداشت نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے

گر نہ صبرم می کشید ے بارِ زن
اگر بیوی کے بوجھ کو میرا صبر برداشت نہ کرتا

اشترانِ نجتیم اندر سبق
میں مسابقت میں نجتی اونٹ ہوں

من[۳] نیم در امر و فرماں نیم خام
میں حکم اور فرمان کے بارے میں آدھا کچرا نہیں ہوں

عامِ ما در خاصِ ما فرمانِ اُوست
ہمارے عام اور ہمارا خاص اُس کا حکم ہے

دورم از تحسین و تشویقش ہمہ
میں اُن کی تعریف اور شوق دلانے سے بالکل دُور

فردیِ ما جُفتیِ ما نہ از ہواست
ہمارا اکیلا پن اور جوڑا ہونا نفس کی خواہش سے نہیں ہے

بارِ آں ابلہ کشیم و صد چو او
ہم اُس بیوقوف کا اور اُس جیسے سینکڑوں کا بار برداشت کرتے ہیں

تا کہ بیند نیز او کہ نیست مرد[۱]
تاکہ وہ بھی دیکھ لے جو مرد (میدان) نہیں ہے

گفت آں را مشنوائے مفتونِ دیو
فرمایا اے شیطان کے فریب خوردہ اُس کی نہ سُن

ہم ز نورِ دل بلے نعم الدلیل
دل کے نور سے، ہاں وہ اچھا رہنما ہے

آنچہ در رہ رفت باوے تا کنوں
جو اُس پر راستہ میں اب تک گذرا

بر کشاد آں خوش سرا پندہ دہن
اُن خوش گو نے، سُنہ کھولا

آں خیالِ نفسِ تست اینجا مایست
وہ تیرے نفس کا وہم ہے، اِس جگہ قائم نہ رہ

کے کشیدے شیرِ نر بیگارِ من
تو نر شیر میری بیگار کب برداشت کرتا؟

مست و بیخود زیرِ مِحملہائے حق
اللہ کے کجاووں کے نیچے مست اور بے خود ہوں

تا بیند یشم من از تشنیعِ عام
کہ عوام کے (ملنے والی) تشنیع کی فکر کروں

جانِ ما بر رُود واں جویانِ اُوست
ہماری جان نہر کے بہاؤ اُس کی تلاش میں دوڑ رہی ہے

فارغ از تکذیب و تصدیقش ہمہ
اُن کے جھٹلانے اور تصدیق سے بالکل بے نیاز ہوں

جانِ ما چو ذرہ در دستِ خداست
ہماری جان ذرّہ کی طرح خدا کے ہاتھ میں ہے

نے ز عشقِ رنگ و نے سودائے بُو
نہ رنگت کے عشق سے اور نہ خوشبو کے خیال سے

۱؎ مرد یعنی عوام بھی دیکھ لیں۔ آں کا تشنیع یہ شیطان کے دھوکہ کی بات سُننا۔ از ضمیر شیخ نے جو اُس کو نصیحت کی اِس کی وجہ یہ تھی کہ اُن کو کشف سے اُس کے دل کا وسوسہ معلوم ہو گیا تھا۔ نعم الدلیل۔ اُس کے دل کی بات کیوں نہ معلوم ہو کشف بہترین راہنما ہے۔ خواجہ اُس کے دل پر جو وساوس گذرے تھے وہ سب اُس کو بتا دیئے۔

۲؎ بعد ازاں۔ عورت نے شیخ کی بزرگی کا انکار کیا تھا اِس سے اُس کے دل میں اشکال پیدا ہوا تھا کہ ایسی عورت کو بیوی کیوں بنا رکھا ہے شیخ نے اِس کا جواب دینا شروع کیا۔ گماں تحمل۔ اُس کو میں نے نفسانی خواہش کی وجہ سے بیوی نہیں بنا رکھا ہے بلکہ اپنے نفس کی اصلاح اور صبر کی طاقت بڑھانے کیلئے بیوی بنا رکھا ہے۔ اشتراں۔ ہم صوفیاء کی مثال نیکیوں کی جانب سبقت کرنے میں نجتی اونٹوں کی سی ہے اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کا بوجھ مستی اور بیخودی سے برداشت کرتے ہیں۔

۳؎ من نیم۔ میں بھی خدا کے احکام کے بارے میں کچا نہیں کہ کسی معاملہ میں عام بنامی یا خاص بنامی سے ڈروں۔ عامِ ما ہمارا عوام و خواص سے واسطہ نہیں ہمارا تعلق تو صرف خیالِ خداوندی سے ہے۔ دوریم۔ مجھے لوگوں کی تعریف کی پروا ہے نہ مذمت کی۔ فردی کسی سے ملے گی یا کسی کے ساتھ رہنا اپنی خواہش سے نہیں ہے بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ جفتی۔ جوڑا ہونا۔ اِس بیوی کو خدا نے ہی میرا جوڑا بنایا ہے۔ آیات۔ اِس بیوی کو خدا نے ہی میرا جوڑا بنایا ہے۔ آیات۔ اِس بیوی کو خدا نے ہی میرا جوڑا بنایا ہے۔

۱؎ اینقدر جس قدر تعلق مع اللہ اور اس کے احکام کے اتباع کا ذکر ہے یہ تو ہمارے شاگردوں کو بھی ہے اور خدا کے کرم سے ہمارا مرتبہ تو اس سے بہت زیادہ ہے۔ تاکجا۔ ہماری پہنچ تو فنا لامکانی کے مشاہدہ میں ہے جہاں نور ہی نور ہے اور جو تصور اور خیال سے بالاتر ہے۔ بہر تو میں نے جو اپنے آپ کو تمہاری اونٹ بنایا تھا اور کہا تھا کہ ہم ہر قوم کی صحبت اصلاح نفس کے لئے برداشت کرتے ہیں یہ اپنے مقام سے پست گفتگو تیری نصیحت کے لئے کی تھی کہ تو صبر کی عادت ڈال لے۔

۲؎ چوں بسازی۔ جب تو کمینوں کے کمینہ پن کو برداشت کریگا تو رسولوں کی سنت کا عامل بن جائیگا۔ کہ انبیاء رسولوں اور نبیوں نے کمینوں کے ہاتھوں بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور صبر کیا ہے اور ان سانپ بچھوؤں سے بہت بچ کر اب میں رہے ہیں۔ چوں مراد اب اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ ابرار و اشرار کی یہ آویزش کیوں ہوئی حضرت حق تعالیٰ نے اپنی تجلی اور ظہور چاہا تو ظاہر کہ کہ ایک چیز کا پورا علمی ظہور جب ہو سکتا تھا کہ اس کی ضد بھی پیدا کر دی جائے۔

۳؎ بے ضدے۔ جبکہ علمی اعتبار سے ایک چیز کا ظہور دوسری ضد کے ظہور پر موقوف ہے اور حق تعالیٰ کی کوئی ضد

اینقدر خود درسِ شاگردانِ ماست — کز و فر ما کجاست

ہماری جنگ کا کر و فر کہاں تک ہے؟

تا کجا آنجا کہ جا را راہ نیست — جز سنا برقِ مہِ اللہ نیست

وہاں تک ہے جہاں مکان کیلئے راستہ نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے چاند کے نور کی چمک نہیں ہے

از ہمہ اوہام و تصویرات دور — نور نورٌ نور نورٌ نورِ نور

تمام وہموں اور تصوروں سے دور ہے نور ہی نور، نور ہی نور، نور کا نور ہے

بہرِ تو من پست کردم گفتگو — تا بسازی با رفیقِ زشت خو

تیری خاطر میں نے پست گفتگو کی تاکہ تو بدخو ساتھی سے بنائے رکھے

تا کشی خندان و خوش بارِ حرج — از پئے الصبر مفتاح الفرج

تاکہ تو خندگی کا بار ہنسی خوشی برداشت کرلے "صبر کشادگی کی کنجی ہے" کی خاطر

چوں بسازی با خسیِ ایں خساں — گردی اندر نورِ سنتہا رساں

جب تو ان کمینوں کے کمینہ پن سے بنالے گا سنتوں کے نور میں پہنچ جائے گا

کانبیا رنجِ خساں بس دیدہ اند — از چنیں ماراں بسے پیچیدہ اند

کیونکہ نبیوں نے کمینوں سے بہت تکلیف اٹھائی ہے ایسے سانپوں سے بہت بچ کر (تو اب) میں رہے ہیں

چوں مراد و حکمِ یزدانِ غفور — بود در قدمت تجلی و ظہور

چونکہ اللہ غفور کا مقصود اور حکم ازل میں تجلی اور ظہور تھا

بے ز ضدے ضد را نتواں نمود — واں شہِ بیمثل را ضدے نبود

کسی ضد کے بغیر ضد کو نہیں دکھایا جا سکتا اور اس بے مثل شاہ کا کوئی ضد نہ تھا

حکمت در اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

"میں زمین میں قائم مقام بنانے والا ہوں" میں حکمت

پس خلیفہ ساخت صاحب سینہ — تا بود شاہیش را آئینہ

اس نے صاحب دل کو خلیفہ بنا دیا تاکہ وہ اس کی شاہی کا آئینہ ہو

پس صفای بیحدودش داد او — وانگہ از ظلمت ضدش بنہاد او

پھر اس نے اسکو بے حد صفائی اور آلائش بخش دی پھر اس نے اس کی ضد تاریکی سے بنا دی

یعنی تو حضرت حق تعالیٰ نے ایک اپنا خلیفہ بنایا تاکہ اس کے اوصاف کمالی حضرت حق تعالیٰ کے اوصاف کا آئینہ بن جائیں پس اللہ تعالیٰ نے اس خلیفہ میں اثباتی صفات و دیعت فرمادیں اور اس کے بالمقابل ایک مخلوق ایسی پیدا فرمادی جو تاریکی سے پُر ہے۔ وہی خود آلائشی۔

دو[1] علم برساخت اسفید و سیاہ
سفید اور سیاہ دو جھنڈے بلند کر دیئے

آں یکے آدم دگر ابلیس راہ
ایک آدمؑ کا دوسرا شیطانی راستہ

درمیانِ آں دو لشکر گاہ رفت
ان دو عظیم لشکر گاہ میں

چالش و پیکار آنچہ رفت رفت
جنگ و پیکار جو بھی ہوئی وہ ہوئی

ہمچناں دورِ دوم ہابیل شد
اسی طرح دوسری بار ہابیل ہوا

ضدِ نورِ پاک او قابیل شد
اس کے پاک نور کی ضد قابیل ہوا

ہمچناں ایں دو علم از عدل و جور
اسی طرح انصاف اور ظلم کے یہ دو جھنڈے

تا بہ نمرود آمد اندر دور دور
سلسلہ بہ سلسلہ نمرود تک آئے

ضدِ ابراہیم گشت و خصمِ او
وہ (حضرت) ابراہیمؑ کی ضد اور دشمن ہوا

واں دو لشکر کیں گذار و جنگجو
اور وہ دونوں لشکر کینہ کش اور جنگجو رہے

چوں[2] درازی جنگ آمد ناخوش
جب اس کو جنگ کا طول ناگوار ہوا

فیصلِ آں ہر دو آمد آتش
ان دونوں کا فیصلہ کرنے والی آگ آگئی

حکم کرد او آتشے را و نکر
پھر اس نے آگ اور عذاب کو حکم دیدیا

تا شود حلِ مشکلِ آں دو نفر
تاکہ دونوں شخصوں کی مشکل حل ہو جائے

دور دور و قرن قرن ایں دو فریق
زمانہ بہ زمانہ اور قرن بہ قرن یہ دونوں فریق

تا بفرعون و بموسیٰ شفیق
فرعون اور مہربان موسیٰؑ تک

سالہا اندر میاں شاں حرب بود
ان کے درمیان سالوں جنگ ہوئی

چوں ز حد رفت و ملولی میفزود
جب حد سے بڑھ گئی اور ملال بڑھانے لگی

آبِ[3] دریا را حکم سازید حق
اللہ (تعالےٰ) نے دریا کے پانی کو حکم بنا دیا

تا کہ ماند کہ بر د زیں دو سبق
کہ کون بازی لیجاتا ہے اور ان دونوں میں کون بازی ہارتا ہے؟

تا کہ فرعوں را بآں فرعونیاں
یہاں تک کہ فرعون کو اور فرعونیوں کے

آبِ دریا غرق شاں کرد آں زماں
اس وقت ان کو دریا کے پانی میں ڈبو دیا

ہم نمکر سازید از بہرِ ثمود
ثمود کے لئے بھی عذاب بنا دیا

صیحہ کہ جانِ شاں را در ربود
وہ چیخ کہ جو ان کی جان کو اچک لے گئی

ہم نمکر سازید بہرِ قومِ عاد
قومِ عاد کے لئے بھی عذاب بنا دیا

زود خیزے تیز رو یعنی کہ باد
جلد اٹھنے والی تیز رفتار یعنی ہوا کو

---

[1] دو علم: تو اب دو شخصیتیں دو نما ہو گئیں ایک سفید اور ایک سیاہ یعنی حضرت آدمؑ اور شیطان۔ درمیان۔ اب دونوں قسم کی مخلوق میں متضاد اوصاف ہیں اور ہر ایک خدا کی متضاد صفات کا مظہر ہے سب سے پہلے تو حضرت آدمؑ اور شیطان ان صفات کے مظہر ہیں۔ دورِ دوم۔ پھر ہابیل اور قابیل مظہر ہیں۔ ضدِ ابراہیمؑ پھر حضرت ابراہیمؑ اور نمرود میں کشمکش ہوئی اور وہ دونوں مظہر بنے۔

[2] چون درازی۔ جب ابراہیمؑ اور نمرود کی جنگ دراز ہوگئی تو اللہ کو دونوں کا حکم بنا دیا اور اس نے فیصلہ کر دیا کہ ابراہیمؑ حق پر ہیں اور نمرود باطل پر۔ دور دور۔ ہر زمانہ میں اس طرح کے دو گروہوں میں کشمکش جاری ہے حضرت موسیٰؑ اور فرعون میں بھی کشمکش تھی اور ان کی ایک جنگ و جدل نے طول پکڑا۔

[3] آبِ دریا۔ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی باہمی آویزش میں دریائے نیل کو حکم دے دیا اس نے حضرت موسیٰؑ کو بچا دیا اور فرعون غرق ہو کر ہار گیا۔ صیحہ ثمود۔ ثمود چیخ کے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ قومِ عاد۔ اس قوم کو تیز ہوا نے ہلاک کر دیا۔

ہم[1] نگر سازید بر قاروں زمیں
غصہ سے قارون کے لئے بھی عذاب بنا دیا

تا حلیمیِ زمیں شد جملہ قہر
مٹی کر زمین کی بردباری سب قہر بن گئی

لقمۂ راکاں ستونِ ایں تن ست
اس لقمہ کو جو اس جسم کا ستون ہے

چونکہ حق قہرے نہد در نانِ تو
جب خدا تیری روٹی میں قہر پیدا کر دیتا ہے

ایں[2] لباسے کہ ز سرما مشد مجیر
یہ لباس جو سردی میں پناہ دینے والا تھا

تا شود بر جسمت ایں جبۂ شگرف
حتی کہ یہ عجیب جبہ تیرے جسم پر ہو جاتا ہے

تا گریزی از دمشق ہم از حریر
حتی کہ تو پسینہ اور حریر سے بھی گریز کرے گا

تو دو قلہ نیستی یک قلہ
تو دو قلہ نہیں ہے ایک قلہ ہے

امرِ حق آمد بشہرستان و دہ
شہر اور گاؤں میں اللہ (تعالیٰ) کا حکم آیا

مانع[3] از باراں مباش و آفتاب
بارش اور سورج سے مانع نہ بن

کہ بمردیم اغلب اے مہتر اماں
کہ ہم زیادہ تر مر گئے اے سردار! امان

چوں عصا را مار کرد آں چست دست
جبکہ اس چابک دست نے لاٹھی کو سانپ بنا دیا

ہمچنیں تا دور و طورِ مصطفیٰ
اسی طرح مصطفیٰ کے طور اور دور تک

تا فرو بردش چو اژدر ہا ز زمیں
حتی کہ زمین اسکو اژدھے کی طرح نگل گئی

بردِ قاروں را و گنجش را بقعر
قارون اور اس کے خزانے کو گہرائی میں لے گئی

دفعِ تیغِ جوع ناں چوں جوشن ست
روٹی کی بھوک کی تلوار کے دفعیہ کیلئے زرہ کی طرح ہے

چوں خناق آں ناں بگیرد در گلو
وہ روٹی گلے میں خناق کی طرح پھنس جاتی ہے

حق دہد او را مزاجِ زمہریر
اللہ (تعالیٰ) اس میں ٹھنڈک کا مزاج پیدا فرما دیتا ہے

سرد ہمچوں یخ گزندہ ہمچو برف
سرد یخ کی طرح ٹھنڈا برف کی طرح کاٹنے والا

زو پناہ آری بسوئے زمہریر
(اور) اس سے زمہریر کی طرف پناہ پکڑے گا

غافل از قصہ عذابِ ظلۃ
یوم الظلۃ کے عذاب کے قصہ سے غافل ہے

خانہ و دیوار را، سایہ مدہ
گھر اور دیوار کو، سایہ نہ دے

تا بداں مرسل شدند امت شتاب
یہانتک کہ امت جلد اس رسول کے پاس گئی

باقیش از دفترِ تفسیر خواں
اس کا باقی تفسیر کی کتاب میں پڑھ لے

گر ترا عقلے ست ایں نکتہ بس ست
اگر تیرے اندر عقل ہے، یہ نکتہ کافی ہے

با ابو جہل آں سپہدارِ جفا
ابو جہل کے ساتھ جو ظلم کا سپہ سالار تھا

---

[1] ہم نگر۔ قارون کیلئے زمین جیسی بردبار اور بردبار چیز کو سبب عذاب بنا دیا اور وہ اسکو اژدہے کیطرح نگل گئی۔ نکتہ۔ زمین میں بردباری تھی لیکن قارون کیلئے قہر آلود ہو گئی وہ تو غذا جیسی چیز کو جو انسان کی مددگار اور مدار حیات ہے موت کا سبب بنا دیتا ہے۔

[2] خناق۔ یہ ایک مرض ہے جس سے گلے اور حلق پر ورم آجاتا ہے اور سانس بند ہو جانے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

[3] ایں لباس۔ گرم کپڑوں میں ٹھنڈک پیدا فرما دیتا ہے جاڑوں میں وہ برف کیطرح ہو جاتے ہیں۔ دمشق۔ پسینہ۔ زمہریر۔ سخت ٹھنڈک یعنی تو زمہریر کو اس گرم کپڑے سے زیادہ خبیث سمجھے گا۔

[4] دو قلہ۔ امام شافعی کے نزدیک اگر دو قلے پانی ہو اور انمیں نجاست گرے تو ناپاک نہیں ہوتا یعنی تو مرد کامل نہیں ہے عذاب ظلہ۔ اصحاب ایکہ پر عذاب آیا تو خدا نے مکانات اور در و دیوار کو حکم دے دیا کہ وہ ان پر سایہ نہ کریں اور وہ لوگ سورج کی گرمی سے مر گئے۔

[5] مانع۔ جب مکانات وغیرہ بارش اور دھوپ سے مانع نہ بنے تو وہ لوگ بھاگ کر اپنے رسول حضرت شعیبؑ کے پاس گئے کہ ہم مر رہے ہیں۔ جاکر کہنے لگے کہ ہم مرنے کے قریب ہیں امن دیجئے اب ہم اس قصہ کو چھوڑتے ہیں تو تفسیر کی کتابوں میں پڑھ لینا۔ چست دست۔ چابکدست یعنی حضرت موسیٰؑ۔ ایں نکتہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے کمال کو ثابت کرنے اور حق کو قبول کرنے کے لئے تجلیات و انوار الٰہیہ کا مشاہدہ ہی کافی ہے۔

سنگ در تسبیح آمد در شتاب — از میانِ اصبعینِ آفتاب[1]

فوراً، سنگ (ریزے) تسبیح کرنے لگے — آفتاب کی انگلیوں میں سے

منکر آں دید و فرو نا ورد سر — دشمنی اُو کور کردش از نظر

منکر نے اُس کو دیکھا اور سر نہ جھکایا — دشمنی نے اُسکو دیکھنے سے اندھا کر دیا

تو نظر داری ولے امعانش نیست — چشمۂ افسردہ است و کردہ ایست

تو نظر رکھتا ہے لیکن اس میں گہرائی نہیں ہے — چشمہ ٹھنڈا ہوا چشمہ ہے اور وہ رُک گیا ہے

زیں ہمی گوید نگارندہ فکر — کہ بکن اے بندہ امعانِ نظر

اسی لئے عقل کا (نقش و) نگار کرنیوالا فرماتا ہے — کہ اے بندے! گہری نظر کر

آں نمی خواہد کہ آہن کوب سرد — لیک اے پولاد بر داؤدؑ گرد

وہ نہیں چاہتا کہ ٹھنڈا لوہا کوٹے — لیکن اے فولاد! داؤدؑ کا چکر کاٹ

تن بمردت سوئے اسرافیل راں[2] — دل فسردت رو بخور شیدِ رواں

تیرا جسم مرگیا ہو تو اسرافیلؑ کے پاس جا — تیرا دل ٹھنڈا گیا ہو تو روح کے آفتاب کے پاس جا

در خیال از بسکہ گشتی نکتہ سنج — نک بسوفسطائی بدظن رسی

تو خیالات کو بہت پرکھنے والا بن گیا — اب تو بدظن سوفسطائی کے پاس جاتا ہے

اُو خود از لُبِّ خرد معزول بود — شد ز حسِّ محرم و معزول از وجود

وہ خود عقل کے جوہر سے جدا تھا — جس سے محروم اور وجود سے جدا ہوگیا

گر ز خود و ز لُبِّ خود معزول گشت — از وجودِ حسِّ خود مفصول گشت

وہ اگر اپنے آپ سے اور عقل سے جدا ہوا — (تو) اپنے حس کے وجود سے جدا ہوگیا

ہیں[3] سخن خا، نوبتِ لب خائی ست — گر بگوئی خلق را رسوائی ست

خبردار اے باتیں بنانیوالے! ہونٹ چلنے کا موقع ہے — اگر عوام سے کہے گا، رسوائی ہے

چیست امعاں؟ چشمہ را کردن رواں — چوں تن جاں رست گویندش رواں

امعان کیا ہے؟ چشمہ کو جاری کرنا — جب جان جسم سے چھوٹی اسکو "رواں" کہتے ہیں

---

[1] آفتاب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ منکر۔ ابوجہل نے یہ معجزہ دیکھا لیکن پھر بھی سر تسلیم خم نہ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کا غور و فکر صحیح نہ تھا۔ تو نظر داری۔ اب نظر کی صحت اور اس کی نفع رسانی کا بیان شروع کیا ہے کہ اگر نظر میں گہرائی نہ ہو تو وہ مفید نہیں ہوتی ہے۔ زیں ہمی گوید قرآن پاک میں ہر ذی شعور انسان کو تین "دو مرتبہ نظر کر" نظر کی تکرار بھی اس کو گہرائی میں لے جاتی ہے۔ آں نمی خواہد نظر کے صحیح ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ خدا کے نیک بندوں سے جو دین کے متبع ہوں علم حاصل کی جائے اور نہ محض ظاہر کی طرز پر غور کرنا تو شعشہ ہے کو کوٹنا ہے۔

[2] تن بمردت الخ۔ حضرت اسرافیلؑ تو جسم کو حیات بخشنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ روح کو زندہ کر دیتے ہیں لہذا ان کی صحبت اختیار کر یگا تو تجھے صحیح نظر حاصل ہو جائے گی۔ در خیال۔ چونکہ تو فاسد اوہام میں مبتلا ہے لہذا اپنے ہم جنس فلسفی کے پاس جاتا ہے اور چونکہ وہ بھی فاسد خیالات میں مبتلا ہے وہ تجھے کبھی صحیح نظر نہیں عطا کر سکے گا۔ اور زخود۔ چونکہ وہ سوفسطائی خود عقل سے بیگانہ ہے نتیجہ یہ ہے کہ اپنے وجود کو بھی ایک موہوم شئی سمجھتا ہے۔ گر زخود۔ جبکہ وہ اپنی عقل اور وجود سے بیگانہ ہو تو اس میں حس بھی باقی نہیں لہذا اسکی صحبت تیرے لئے بالکل نفع بخش نہیں ہے۔ [3] ہیں سخن خا۔ گفتگو یہ ہو رہی ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کا ظہور مخلوق کے وجود کے واسطے ہے یہ مسئلہ عوام نہ سمجھ سکیں گے لہذا خاموشی اختیار کر ورنہ سوائے رسوائی کے کچھ حاصل نہ ہوگا لہذا جہاں سے بات شروع ہوئی تھی یعنی صحیح نظر اور امعان نظر کی وہی بات کرنی چاہیئے۔ چیست۔ امعان کے لغوی معنی چشمہ کو جاری کرنے اور روانہ کرنے کے ہیں چونکہ روح جسم سے جدا ہو کر روانہ ہوتی ہے اس لئے اس کو رواں کہتے ہیں لہذا امعان کے معنی فکر کو گہرائی کی طرف روانہ کرنے کے ہوئے۔

آں[1] حکیمے را کہ جاں از بندِ تن — باز رَست و شد رَواں اندر چمن

وہ حکیم کہ جس کی جان جسم کی قید سے — چھوٹی اور چمن میں روانہ ہوئی

یا رَواں شُد خود بسُوئے ھاویہ — ہمچو موشِ از زاویہ در زاویہ[2]

یا جہنم کی جانب روانہ ہوئی — (یا) جیسے کہ طرح ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں

دو لقب را او بریں ہر دو نہاد — بہرِ فرق اے آفریں بر جانش باد

اُس نے ان دونوں کے دو لقب بنائے — فرق کرنے کے لئے اُس کی جان پر آفریں ہے

در بیانِ آنکہ بر فرماں رَوَد — گر گُلے را خار خواہد آں شَوَد

اُس شخص کے بیان کے لئے جو حکم پر چلے — اگر پھول کو کانٹا بنانا چاہے وہ ہو جائے

مُعجزۂ ہود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام در تخلیصِ مُومنانِ اُمّت بوقتِ نزولِ باد

پیغمبر ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہوا کے نازل ہونے کے وقت اُمت کے مومنوں کو بچانے کے لئے

ہُود گردِ مُومناں خطّے کشید — تا زباد آں قوم او رنجے ندید

ہود نے مومنوں کے چاروں طرف ایک لکیر کھینچ دی — یہاں تک کہ اُس قوم نے ہوا سے کوئی تکلیف نہ دیکھی

مُومناں از دستِ بادِ ضائرہ[3] — جملہ بنشستند اندر دائرہ

مومن نقصان رساں ہوا کے ہاتھ سے بچکر — سب دائرے میں بیٹھ گئے

باد طوفاں بود و او کشتی عَمے — ہست ازیں طوفاں و ایں کشتی بسے

ہوا طوفان تھی اور وہ یقیناً کشتی تھا — اس طرح کے طوفان اور کشتیاں بہت ہیں

باد طوفاں بود و کشتی لُطفِ ہُو — بس چنیں کشتی و طوفاں دارد او

ہوا طوفان تھی اور کشتی اللہ تعالےٰ کی مہربانی — وہ ایسی بہت سی کشتیاں اور طوفان رکھتا ہے

پادشاہے را خدا کشتی کُند — تا بحرصِ خویش بر صفہا زند

اللہ (تعالےٰ) بادشاہ کو کشتی بنا دیتا ہے — یہاں تک کہ وہ اپنی حرص کی موج سے صفوں پر حملہ کرتا ہے

---

[1] آں حکیمے۔ شیخ بوعلی سینا نے رسالہ معراجیہ میں کہا ہے کہ انسان میں دو روحیں ہیں ایک کو روح حیوانی کہا جاتا ہے وہ لطیف بخارات ہیں اور ایک کو روح انسانی جو بدن سے نکل کر روانہ ہو جاتی ہے اور وہ روح حیوانی کو نفسِ حیوانی اور جان سے تعبیر کرتا ہے اور روح انسانی کو نفسِ ناطقہ اور رَواں سے تعبیر کرتا ہے تو اُس نے بھی رَواں میں رَوانی اور جاری ہونے کے معنی کا لحاظ کیا اسی طرح اِمعان نظر میں نظر کو گہرائی میں جاری کرنے اور روانہ کرنے کا مفہوم ماخوذ ہے۔ یا رَواں۔ شیخ بوعلی سینا کی بعض علماء نے تکفیر کی ہے اسلئے مولانا نے فرمایا ہے کہ اُس کا نفسِ ناطقہ اور رَواں بدن سے جدا ہو کر چمن میں گئی ہے یا ہاویہ یعنی جہنم کے گڑھے میں۔ ہاویہ۔ جہنم۔

[2] زاویہ۔ گوشہ یعنی جہنم کے ایک قید خانہ سے دوسرے قید خانہ کی جانب۔ دو لقب۔ شیخ نے دونوں چیزوں کے لئے دو لقب تجویز کئے ہیں ایک کو جان کہا دوسری کو رَواں کہا ہے۔ در بیان۔ اس مضمون کا مقصد اُس شخص کی حالت بیان کرنے کیلئے ہے جو خدا کے حکم کو بجا لاتا ہے اگر وہ خدا سے دعا کرے کہ کانٹا پھول بنجائے تو وہ پھول بنجائے۔ مُعجزہ۔ اِس قصے سے یہ مقصود ہے کہ مقربینِ بارگاہ کی دعا مقبول ہوتی ہے کشید۔ یعنی ہوا کا عذاب آنیکے وقت۔

[3] ضائرہ۔ نقصان رساں۔ آو کشتی۔ یعنی دائرہ انکے لئے کشتی تھا۔ تشبیہ۔ جس کا ادا ہے جو یقین کے معنی میں بھی مستعمل ہو جاتا ہے۔ بتے۔ یعنی اللہ تعالےٰ بہت سی چیزوں کو ہوا کے طوفان کی طرح ہلاکت کا سبب اور کشتی کی طرح ذریعۂ نجات بنا دیتا ہے۔ بادشاہ۔ جس طرح کشتی ذریعۂ حفاظت ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ اُس بادشاہ کو نفسِ دین سے حفاظت کا سبب بنا دیتا ہے جس کا دراصل ملک گیری مقصد ہوتا ہے۔

قصدِ[1] شاہ آں نے کہ خلق ایمن شوند
بادشاہ کا یہ قصد نہیں ہے کہ مخلوق محفوظ ہو

قصدش آنکہ ملک گردد پائے بند
اُس کا قصد یہ ہے کہ ملک پابند ہو جائے

آں خراسی می دود قصدش خلاص
جنگلی گائے دوڑتا ہے اُس کا قصد خلاصی حاصل کرنا ہے

تا بیابد اُو ز زخم آں دم مناص
تاکہ فوراً مار سے چھٹکارا حاصل کرلے

قصدِ اُو آں نے کہ آبے بر کشد
اُس کا یہ قصد نہیں ہے کہ پانی کھینچے

یا کہ گنجد را بداں روغن کند
یا اُس کے ذریعہ تلوں کو تیل بنائے

گاؤ بشتابد ز بیم زخمِ سخت
بیل سخت مار کے ڈر سے دوڑتا ہے

نے برائے بُردنِ گردوں رخت
نہ کہ گاڑی اور سامان کے لے جانے کے لئے

لیک دادش حق چنیں خوف و وجع
لیکن اللہ نے اُس کو ایسا خوف اور درد عطا کیا ہے

تا مصالح حاصل آید در تبع
کہ ضمناً مصلحتیں حاصل ہو جائیں

ہمچنیں ہر کاسبے[2] اندر دکاں
اسی طرح دکان میں ہر کمانے والا

بہرِ خود کوشد نہ اصلاحِ جہاں
اپنے لئے کوشش کرتا ہے نہ دنیا کے فائدے کیلئے

ہر یکے بر درد جوید مرہمے
ہر شخص درد کے لئے مرہم تلاش کرتا ہے

در تبع قائم شدہ زیں عالمے
ضمناً یہ جہان قائم ہو گیا ہے

حق ستونِ این جہاں از ترسِ ساخت
اللہ (تعالیٰ) نے اس جہان کا ستون خوف سے بنایا ہے

ہر یکے از ترسِ جاں در کارِ باخت
ہر شخص جان کے ڈر سے ایک کام میں لگا ہوا ہے

حمد ایزد را کہ ترسے راچنیں
اللہ کی تعریف ہے کہ خوف کو اس طرح

کرد اُو معمار و اصلاحِ زمیں
اُس نے معمار اور زمین کی اصلاح بنا دیا

این[3] ہمہ ترسندہ انداز نیک و بد
یہ سب اچھے اور بُرے سے ڈرنے والے ہیں

ہیچ ترسندہ نترسد خود ز خود
کوئی ڈرنے والا خود بخود نہیں ڈرتا ہے

پس حقیقت بر ہمہ حاکم کسے ست
تو حقیقتاً سب پر کوئی حاکم ہے

کہ قریب ست و اگر محسوس نیست
جو قریب ہے اگرچہ محسوس نہیں ہے

ہست اُو اندر گمیں اے بُوالہوس
اے بُوالہوس! وہ گمان میں ہے

تا نگردی فارغ از شب اے عَسَس
تاکہ اے چوکیدار! تو رات سے بے نیاز نہ ہو بیٹھے

معلوم ہوا کہ ہر شخص پر کوئی ذات حاکم ہے اور اُس شخص کو اُس ذات سے محکومیت کا قرب حاصل ہے لیکن وہ ذات اُس کو محسوس نہیں ہوتی ہے۔ ہست۔ محسوس تو وہ نہیں ہے لیکن وہ تیری گمان میں ہے تاکہ تو اپنے فریضہ سے غافل نہ ہو۔

[1] قصدِ شاہ۔ اُس بادشاہ کا مقصد خلق کو مطمئن کرنا نہیں ہوتا بلکہ تنگ گیری ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اُس سے مخلوق کی حفاظت کا کام لے لیتا ہے۔ خراسی۔ وہ جانور جو چلی چلاتا ہے۔ خلاص۔ یعنی مار سے بچنے کے لئے دوڑتا ہے۔ مناص۔ بھاگنے کی جگہ۔ یا کہ۔ یعنی بیلوں میں سے تیل نکالنا اُس کا مقصد نہیں ہے۔ گاؤ۔ یعنی گاڑی کا بیل۔ گردوں۔ گاڑی۔ تیک۔ یہاں مقاصد دوسرے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اُن سے اُنکے مقاصد کے علاوہ لوگوں کے نفع کا کام لے لیتا اور بمنزلہ کھیتی بنا دیتا ہے۔

[2] کاسب۔ یعنی دوکاندار، دوکانداری اپنے نفع کے لئے کرتا ہے لیکن اُس کی وجہ سے لوگوں کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ ہر یکے۔ ہر انسان اپنی غرض کے لئے کام کرتا ہے پھر بھی اُس سے نظامِ عالم قائم ہے اور لوگوں کا مفاد وابستہ ہو جاتا ہے۔ حق ستون۔ ہر انسان اپنے مقصد کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور اسی خوف سے نظامِ عالم قائم ہے۔ حمد ایزد۔ اُس خدا کے لئے تعریف ہے جس نے اس خوف کو اس دنیا کا معمار اور آباد کنندہ بنا دیا ہے۔

[3] این ہمہ۔ دنیا کا ہر یکے اپنے مقصود کے فوت ہونے سے ڈرتا ہے اور یہ ڈر خود بخود نہیں پیدا ہوا ہے بلکہ اُس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ ہیچ۔

هست[1] او محسوس اندر ممکنے — لیک محسوسِ حسِ ایں خانہ نے
وہ محسوس ہے ممکنات میں — لیکن اِس جہان کے حس کا محسوس نہیں ہے

آں حسے کہ حق براں حس مظہرست — نیست حسِ ایں جہاں آں دیگرست
وہ حس جس پر اللہ (تعالیٰ) ظاہر ہے — وہ اِس جہان کی حس نہیں ہے، وہ دوسری ہے

حسِ حیواں گر بدیدے آں صُوَر — بایزیدِ وقت بودے گاؤ و خر
اگر حیوانی حس اُن صورتوں کو دیکھ سکتی — تو گاؤ و خر (اپنے) وقت کے بایزید ہوتے

آنکہ تن را مظہرِ ہر روح کرد — وانکہ کشتی را براقِ نوح کرد
جس نے جسم کو ہر روح کا مظہر بنایا — اور جس نے کشتی کو نوحؑ کا براق بنایا

گر بخواہد عینِ کشتی را بخوُ — او کند طوفانِ تو اے نورِ جُو
اگر وہ چاہے تو کشتی کو عادت میں — اے نور کے تلاش کرنے والے! وہ تیرا طوفان بنا دے

ہر دمت[2] طوفان و کشتی اے مُقل — با غم و شادیت کرد او مُتّصِل
اے نادار! تیرے طوفان اور کشتی کو ہر وقت — اُس نے تیری خوشی اور غمی سے وابستہ کر دیا ہے

گر نہ بینی کشتی و دریا بہ پیش — لرزہا بیں در ہمہ اجزائے خویش
اگر تو کشتی اور دریا کو سامنے نہیں دیکھتا ہے — اپنے تمام اجزاء میں کپکپی کو دیکھ لے

چوں نہ بیند اصل ترسش را عیوں — ترس دارد از خیالِ گونا گوں
جب اُسکے ڈر کی اصل کو آنکھیں نہیں دیکھتی ہیں — تو وہ قسم قسم کے خیالات سے ڈرتا ہے

مُشت بر اعمیٰ زند یک حلف مست — کور پندارد کہ مُکدر زن اُستر ست
ایک گھونسا مست، اندھے کے مکا مارتا ہے — اندھا سمجھتا ہے مکا مارنے والا خچر ہے

زانکہ[3] آں دم بانگِ اُستر می شنید — کور را گوش ست آئینہ، نہ دید
کیونکہ اُس نے اُس وقت خچر کی آواز سنی تھی — اندھے کا آئینہ، کان ہیں نہ کہ نظر

باز گوید کور نے ایں سنگ بود — یا مگر از قبۂ پُر طنگ بود
پھر کہتا ہے نہیں یہ پتھر تھا — یا شاید پُر صدا قبہ سے تھا

آنکہ او ترس آفرید اینہا نمود — ایں نبود و آں نبود او نبود
جس نے خوف پیدا کیا ہے اُس نے آنکھ دغا کیا — یہ نہ تھا اور وہ نہ تھا اور وہ کبھی نہ تھا

---

[1] ہست۔ اُس کو عقل کامل والے محسوس بھی کر لیتے ہیں عوام کے لئے غیر محسوس ہے چونکہ اُس کمن تک اُنکی رسائی نہیں ہے۔ آں حسے۔ خدا جس جس کا محسوس ہے وہ اِس دنیا کی ظاہری حس نہیں ہے وہ دوسرے عالم کی حس ہے حسِ حیواں۔ یعنی ظاہری حس جو حیوانات میں بھی ہے۔ گاؤ و خر۔ جو پیٹ اور شرمگاہ کی شہوت میں مبتلا ہیں۔ آنکہ۔ وہ ذات جو غیر کشتی کو کشتی بنا دیتی ہے اُس میں یہ قدرت بھی ہے وہ کشتی کو طوفان بنا دے یعنی وہی چیز جو ذریعہ نجات تھی ہلاکت کا سبب بنجائے۔

[2] ہر دمت۔ تیرا یہ غم اور خوشی تیرے لئے طوفان اور کشتی بنا دیا ہے اور پھر غم کو خوشی کا سبب اور خوشی کو غم کا سبب بنا دیا جاتا ہے مگر نہ بینی۔ اگر تیرا غم اور خوشی تجھے نظر نہیں آتے ہیں تو اُن کے آثار سے اُن کو سمجھ لے۔ چوں نہ بیند۔ فلسفی چونکہ اس خوف کی اصل کو جو خدا سے ہے نہیں دیکھتا ہے تو وہ طبعی اسباب کو خوف کا سبب قرار دیتا ہے جو مرتبہ ہوتا ہے۔ مُشت۔ اس فلسفی کی مثال اُس اندھے کی سی ہے جس کے کسی گھونسہ مدہوش نے مکا مارا ہو اور وہ اُس کا سبب خچر کی لات کو سمجھے۔

[3] زانکہ۔ خچر کو مکا مارنے والا سمجھے کہ اُسوقت اُس نے خچر کا ہنہنانا سنا تھا اور اندھے کے کان اُس کی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ باز گوید۔ پھر وہ اندھا یہ کہتا ہے کہ نہیں یہ گدھے کی لات نہ تھی بلکہ کسی نے پتھر پھینک کر مارا ہے یا شاید کسی پُر آواز قبہ سے آکر لگا ہے۔ طنگ۔ صدا قبۂ پُر طنگ سے مراد پہاڑ ہو سکتا ہے۔ آں نبود۔ اندھے نے پتھر کے گھنے کے نہیں سمجھے گدھے کی لات۔ پھینکنے والا، پہاڑ اور جنوں غلط تھے جس

تَرَس[1] و لرزہ باشد از بیمے یقیں
یقیناً خوف اور کپکپی غیر سے ہوتی ہے

ہیچکس از خود نترسد اے حزیں
اے غمگین! کوئی شخص اپنے آپ سے نہیں ڈرتا ہے

آں حکیمک وہم خواند ترس را
وہ فلسفی اس ڈر کو وہم بتاتا ہے

فہم کژ کردست او ایں درس را
اس نے اس سبق کے سلسلہ میں بھی ٹیڑھا کیا ہے!

ہیچ وہمے بے حقیقت کے بود
بغیر حقیقت کے کوئی وہم کب ہوتا ہے؟

ہیچ قلبے بے صحیحے کے رود
کوئی کھوٹا بغیر سچ کے کب چلتا ہے؟

کے دروغے[2] قیمت آرد بے زراست
سچائی کے بغیر جھوٹ کے دام کب اٹھتے ہیں؟

در دو عالم ہر دروغ از راست خاست
دونوں جہان میں ہر جھوٹ سچ سے بنا ہے!

راست را دید او رواجے و فروغ
اس نے سچ کا چالو ہونا اور فروغ دیکھا

بر امید آں رواں کرد او دروغ
اس امید پر اس نے جھوٹ چالو کر دیا

اے دروغے کہ ز صدقت ایں نواست
اے جھوٹ کہ تیرا ساز و ساماں سچ سے ہے

شکر نعمت کن مکن انکار راست
نعمت کا شکر ادا کر، سچ کا انکار نہ کر

از مُفلسِف گویم و سودائے او
فلسفی اور اس کے خیال کی بات کروں

یا ز کشتیہا و دریا ہائے او
یا کشتیوں اور اس کے دریاؤں کی

بل ز کشتیہاش کاں بند دلست
بلکہ اس کی کشتیوں کی، کیونکہ وہ دل کا سفر کرنے والا ہے

گویم از کُل جُزو در وے داخل ست
کُل کی بات کروں، جُز اس میں داخل ہے

ہر ولی را نوح و کشتیباں شناس
ہر ولی کو نوح اور کشتی بان سمجھ

صحبتِ ایں خلق را طوفاں شناس
ان عوام کی صحبت کو طوفان سمجھ

کم گریز[3] از شیر و اژدرہائے ز
شیر اور زاژدہے سے نہ ڈر

زاشنایان و ز خویشاں کُن حذر
دوستوں اور اپنوں سے بچ

در تلاقی روزگارت می برند
ملاقات میں تیرا وقت ضائع کرتے ہیں

یادہاشاں غائبی[4] آت می چرند
ان کی یادیں تیری غیبت کو چرتی ہیں

چوں خرِ تشنہ خیالِ ہر یکے
ہر شخص کا خیال پیاسے گدھے کی طرح

از قفِ تن فکر را شربت تکے
جسم کے قیف سے فکر کا شربت چوستا ہے

---

[1] تَرَس۔ یہ خوف اور لرزہ خود بخود نہیں پیدا ہوتا ہے کسی سبب سے پیدا ہوتا ہے۔ آں حکیمک۔ وہ فلسفی وہم کو خلاق قرار دیکر اُس کو خوف کا خالق قرار دیتا ہے یہ اُس کی کج فہمی ہے۔ ہیچ وہمے۔ وہم کسی چیز سے جب ہی پیدا ہوتا ہے جبکہ اُس چیز سے کبھی وہ چیز پیدا بھی ہوئی ہو مثلاً زید کو یہ ڈر کہ مجھ کو کوئی مار نہ ڈالے جب ہی ہوا جبکہ ایسے واقعات حقیقتاً ہوتے بھی ہیں یہ تو جب وہم کسی حقیقت پر مبنی ہوتا ہے تو لامحالہ اس حقیقت کا کوئی پیدا کرنے والا ہے جس کی وجہ سے یہ وہم رونما ہوا ہے اس کو اس طرح سمجھو کہ وہم بمنزلہ کھوٹے سکے کے ہے اور کھرا سکہ حقیقت ہے تو کھوٹا تب ہی چلتا ہے جبکہ کھرا چلتا ہے۔

[2] کے دروغ۔ جھوٹ کا رواج اسی لئے ہوا کہ لوگوں نے سچ کا رواج دیکھا ہے۔ دروغ۔ سچ کا جھوٹ پر یہ احسان ہے کہ اس کی وجہ سے اُس کا رواج ہوا ہے۔ از مُفلسِف۔ فلسفی ان خدا کی کشتیوں کا بیان پورا نہ کر سکا اب میں سوچتا ہوں کہ مزید گفتگو فلسفی کے بارے میں کروں یا کشتیوں کے بارے میں۔ گویم۔ کشتی کا بیان کرتا ہوں اس کے ضمن میں فلسفی کا بھی رد ہو جائے گا۔ ہر ولی۔ اہل اللہ بمنزلہ نوح اور کشتی کے ہیں اور عوام بمنزلہ طوفان کے ہیں۔

[3] کم گریز۔ انسان کیلئے شیر اور سانپ اس قدر مہلک نہیں ہیں جس قدر دوست اور

[4] غائبی۔ ان کی موجودگی میں ملاقات سے تضیع اوقات ہوتا ہے اور غیر موجودگی میں اُن کی یادیں تمہارا فکر برباد ہوتا ہے۔ چوں خرِ تشنہ۔ دوستوں اور اپنوں کی یاد تمہاری قوت فکریہ کو پیاسے گدھے کی طرح چوستی ہے۔ قیف جس کے ذریعہ بوتل وغیرہ میں تیل بھرتے ہیں۔

نَقش[1] کرد از تو خیالِ آں وشات — شنبے کہ داری از بحر الحیات

اُن چلتوروں کی یاد نے تجھ سے چوس لیا — اُس تری کو جو تو آبِ حیات سے رکھتا تھا

پس نشانِ نَقشِ آب اندر غصون — آں بُود کہ می بجُنبد در رکون

شاخوں میں چوسنے کی علامت — یہ ہوتی ہے کہ وہ میلان میں جنبش کرتی ہیں

عضو چوں شاخِ تر و تازہ بُود — می کشی ہر سُو کشیدہ می شَوَد

عضو، تر و تازہ شاخ کی طرح ہوتا ہے — جس جانب تو کھینچے، وہ کھنچ جاتا ہے

گر سَبَد خواہی توانی کرد نش — ہم توانی کرد چنبر گردنش

اگر تو ٹوکری چاہے، تو اُس کو بنا سکے گا — اُس کی گردن کو تو حلقہ بھی بنا سکے گا

چوں شُد آں ناشف ز نَقشِ بیخ خود — ناید آں سُوئے کہ امرش می کشد

جب وہ چوسنے والی اپنی جڑ کے چوسنے سے جُدا ہوگئی — وہ اُس جانب نہ آئے گی کہ حکم اُسکو کھینچتا ہے

پس بخواں قَامُوا کُسَالیٰ از نبے — چوں نیابد شاخ از بیخش رُطبے

تو قرآن میں "قَامُوا کُسَالیٰ" پڑھے ہے — جب شاخ اپنی جڑ سے پستان نہ پائے

آتشیں[2] ست ایں نشاں کوتہ کنم — بر فقیر و گنج و احوالش زنم

یہ علامت آتشین ہے، مختصر کرتا ہوں — فقیر اور خزانہ اور اُس کے احوال پر متوجہ ہوتا ہوں

آتشے دیدی کہ سوزد او نہال — آتشِ جاں ہیں کزد سوزد خیال

تم نے وہ آگ دیکھی ہے جو پودے کو جلا دیتی ہے — جان کی آگ کو دیکھ لے جس سے خیال جل جاتا ہے

زآتشِ عشق ست سوزاں جان و دل — لیک بے انوار زو آں جان و دل

جان اور دل، عشق کی آگ سے جلنے والے ہیں — لیکن وہ جان اور دل اُس سے بے نور ہے

نے[3] خیال و نے حقیقت را اماں — ایں چنیں آتش کہ شعلہ زد ز جاں

نہ خیال کو امن ہے، نہ حقیقت کو — ایسی آگ ہے جس نے جان میں آگ لگادی

خصم بر شیر آمد و ہر رو بہ او — کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

وہ شیر اور ہر لومڑی پر غالب آگیا — اُس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے

در وجوہِ وجہِ او رو خرج شو — چوں الف در بسم در رو در رہ شو

اُس کی ذات کی تجلیات میں جا، خرچ ہو جا — الف کی طرح بسم میں چلا جا، داخل ہو جا

---

[1] نَقش۔ دوستوں اور عزیزوں کی یاد تعلق باللہ کو زائل کرتی ہے۔ وشاۃ۔ چلغوزہ۔ پس نشان۔ شاخوں کے جوڑے پانی چوسنے کی علامت یہ ہے کہ انہیں پک ہوتی ہے۔ غصون غصن کی جمع ہے مشائخ۔ رکون میلان و قصد۔ اسی طرح جب اعضاء میں تری ہوتی ہے تو سر طرف کو جھک جاتے ہیں۔ گر تنبد۔ تر شاخ کی سو کر ٹوکری بھی بنا سکتے ہیں اسکو گول سو کر گرہ میں بھی ڈال سکتے ہیں۔ چوں جب وہ اپنی جڑ سے پانی چوسنا چھوڑ دے تو انمیں یہ صفات نہیں رہتی ہیں۔ پس بخواں۔ اسی طرح جب قوئی ارادیہ سے اعضاء سیراب نہیں ہوتے ہیں تو انمیں جنبش کی کمی ہوتی ہے، کُسالیٰ کے بارے میں قرآن پاک میں ہے وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى اور وہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو کسلمند ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔

[2] آتشیں۔ یہ تعلق مع اللہ کا بیان عوام نہ سمجھ سکیں گے اور انکو ضرر ہوگا لہذا اب میں قصہ اور افسانہ کی بات شروع کرتا ہوں۔ آتشے۔ تو نے یہ آگ تو دیکھی ہے عشق کی آگ کو بھی دیکھ لے جو جان و دل کو جلا ڈالتی ہے اور صرف جان و دل کی ہی نہیں بلکہ انانیت کے خیال کو بھی جلا ڈالتی ہے لیکن جس جان و دل میں قبولیت کی صلاحیت نہیں ہے انمیں سوزندگی تو در کنار اُس آگ کی روشنی بھی محسوس نہیں ہوتی ہے۔ [3] نے خیال۔ نہ

عدم صلاحیت کی بات ہے ورنہ وہ آتشِ عشق جبکہ جان کو جلا ڈالتی ہے تو اُس سے جلنے سے نہ خیال بچتا ہے نہ حقیقت واقعی۔ خصم۔ عشق ایسی چیز ہے کہ شیر یعنی حقیقت اور لومڑی یعنی خیال پر غالب آجاتا ہے اور ہر دو کو فنا کر ڈالتا ہے۔ کُلُّ شَیْءٍ الخ۔ اس عشق سے ماسوی اللہ سب جلکر خاک ہو جاتا ہے۔ وجوہِ وجہ۔ ذات کی تجلیات۔ خرج شو۔ اپنے آپکو

آں[1] اَلِف در بسم پنہاں کردہ است — ہست او در بسم و ہم در بسم نیست

اُس "اَلِف" نے "بسم" میں خفیہ قیام کیا ہے — وہ "بسم" میں ہے بھی اور نہیں بھی

ہمچنیں جملہ حروف گشتہ مات — وقتِ حذفِ حرف از بہرِ صلات

اِسی طرح وہ تمام حروف جو فنا ہوجاتے ہیں — اتصال کے لئے حرف کے حذف کے وقت میں

او صلہ ست و بے و سیں زو وصل یافت — وصل بے و سین اَلِف را بر نتافت

وہ صلہ ہے اور "با" اور "سین" اُس کیوجہ سے جڑے — "با" اور "سین" کے وصل کو "اَلِف" برداشت نہ کرسکا

چونکہ حرفے بر نتابد ایں وصال — واجب آمد کہ کنم کوتہ مقال

جب یہ وصال ایک حرف کی گنجائش نہیں رکھتا — تو ضروری ہوگیا کہ گفتگو کو مختصر کردوں

چوں یکے حرفے فراقِ سین و بے ست — خامشی اینجا مہم ترواجبے ست

جبکہ ایک حرف "با" اور "سین" کی جدائی ہے — تو اِس جگہ چپ رہنا بہت زیادہ ضروری ہے

چوں[2] اَلِف از خود فنا شد مکتنِف — بے و سیں بے او ہمی گویند اَلِف

جب پہلوں میں آنیوالا الف اپنانیت سے فنا ہوگیا — تو "با" اور "سین" اُس کے بغیر "اَلِف" کہہ رہے ہیں

مَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ بے گیست — ہمچنیں قال اللہ از ضمنش بجست

"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" اُس کے بغیر ہے — اِسی طرح "اللہ نے کہا" اُسکے ضمن میں مستفاد ہوا

تا بُود دارو ندارد او عمل — چونکہ شد فانی کند دفعِ عِلَل

جب تک دوا موجود ہے وہ عمل نہیں کرتی — جب فانی ہوگئی بیماریوں کا دفعیہ کرتی ہے

گر[3] شود بیشہ قلم دریا مدید — مثنوی را نیست پایانی اُمید

اگر جنگل قلم اور سمندر روشنائی بنجائے — مثنوی کے ختم کی توقع نہیں ہے

چار چوب خشت زن تا خاک ہست — میدہد تقطیع شعرش نیز دست

چار چوب یعنی جب تک خاک ہے — اُس کے شعروں کی تقطیع بھی میسر رہے گی

چوں نماند خاک و باد ش حف کند — خاک ساز د بحرِ او چوں کف کند

جب نہ رہے گی اور اس کو ہوا صاف کردیگی — جب اُس کا سمندر جوش مارے گا مٹی بنالے گا

---

[1] آں الف۔ وہ ہمزہ جو بسم میں پوشیدہ ہوگیا معنی کے اعتبار سے موجود ہے الفاظ کے اعتبار سے معدوم ہے تو جس طرح اُس ذات میں فنا ہوجانیکی حیثیت سے تو تیرا وجود ہے اور ذہنی اعتبار سے نہ رہے۔ اگر وہ ہمزہ وصل تھا جب ب اور س کا وصل ہوا وہ وصل اِس ہمزہ کو برداشت نہ کرسکا۔ چونکہ حرفے۔ جب وصل ایک حرف کو بھی برداشت نہیں کرتا تو میرا وصل باللہ میری تقریر کو کیسے برداشت کریگا تو یہ میری تقریر اور بیان فنا کے خلاف ہے لہٰذا مجھے خاموشی اختیار کرنی چاہیئے۔

[2] چوں یکے حرفے۔ جب ہمزہ کا وجود ب اور س کے وصل سے مانع ہو تو مقام فنا میں پہنچکر خاموشی ضروری ہے بولنا وجود کے آثار میں سے ہے جو فنا کے منافی ہے۔

[3] چوں الف۔ جب ہمزہ نے خود کو فنا کردیا تو اب ب اور س اسکو بتلاتے ہیں اِسی طرح جب بندہ فانی فی ذات اللہ ہوجائیگا تو اسکو بقا باللہ حاصل ہو جائے گا۔ مَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ آنحضورؐ نے جنگ بدر میں ایک مٹھی خاک دشمنوں کیطرف پھینکی تو وہ اندھے ہوگئے چونکہ آنحضورؐ کو مقام فنا حاصل تھا اسلئے آنحضورؐ کے اس فعل کو آنحضورؐ کی بجائے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا کہ تم نے نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا تو جب فانی کا فعل فانی کیطرف منسوب نہیں ہوسکتا ہے تو اسکا قول بھی اسکی طرف منسوب نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ کیطرف منسوب ہوگا لیکن اللہ ذہنی سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ آنحضورؐ نے نہیں کہا بلکہ اللہ نے کہا۔ گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ از مولفہ عبداللہ بُرنی۔

[4] گر شود۔ چونکہ مولانا نے گزشتہ اشعار میں بہت بلند مضامین ذکر فرمائے انکے پیش نظر مثنوی کی تعریف شروع کردی۔ بیشہ۔ جنگل یعنی اُسکے درخت۔ مدید۔ مدد کا اسم ہے، روشنائی۔ مثنوی۔ اسکے مضامین کلمات اللہ ہیں اور اُنکے بارے میں قرآن پاک میں یہی کہا گیا ہے۔ چار چوب۔ جب تک زمین ہے یعنی دنیا قائم ہے زمین سے دنیا مراد ہے اور اُس وقت تک اِس مثنوی کے اشعار بھی دستیاب رہینگے۔ باقی تمام۔ جب یہ دنیا زمین ختم ہوجائیگی اور قیامت کے دن کی ہوائیں اسکو تہ و بالا کردینگی تو اس مثنوی یعنی کلمات کا سمندر جوش ماریگا اور عالم آخرت میں ایک زمین بنالے گا۔

چوں[51] نماند بیشہ و سر در کشند — بیشہا از عینِ دریا سر کشند

جب جنگل نہ رہیں گے اور سر چھپالیں گے — بیشے دریائے جنگل سر اُبھاریں گے

بہرِ ایں گفت آں خداوندِ فرج — حدِّ ثُوا عَن بَحرِنَا اِذ لَا حَرَج

اِسی لئے کشادگی کے خدا نے فرمایا — ہمارے سمندر سے بیان کرو کیونکہ تنگی نہیں ہے

باز گرد از بحر رُو در خشک نہ — ہم ز لعبت گو کہ کودک را بشکبہ

سمندر سے واپس ہو جا خشکی کی جانب رُخ کر — کھیل کی بات کر کیونکہ بچے کیلئے وہ بہتر ہے

تا ز لعبت اندک اندک دِہ صبا — جانش گردد با یمِ عقل آشنا

تاکہ بچپن میں کھیل سے تھوڑا تھوڑا — اُس کی جان عقل کے سمندر سے آشنا ہو جائے

عقل زاں بازی ہمی گیرد صبی — گرچہ با عقل ست در ظاہر اَبی

بچہ کھیل سے عقل حاصل کرتا ہے — اگرچہ وہ بظاہر عقل کے منافی ہے

کودکِ دیوانہ بازی کے کُند — جُزو باید تا کُل را پے کُند

دیوانہ بچہ کب کھیلتا ہے؟ — جُز چاہیئے تاکہ کُل کا پتہ لگائے

رجوع کردن بقصۂ قبۂ و گنج

قبہ اور خزانہ کے قصے کی جانب رجوع

نیک[52] خیالِ آں فقیرِ بے ریا — عاجز آورد از بیا و از بیا

اُس مخلص فقیر کے خیال نے — آجا، آجا کے ذریعہ عاجز کر دیا

بانگِ اُو تو نشنوی من بشنوم — زانکہ در اَسرار ہمرازِ وَیم

تو اُس کی آواز نہیں سنتا میں سُن رہا ہوں — کیونکہ میں رازوں میں اُس کا ہمراز ہوں

طالبِ گنجش مبیں خود گنج اُوست — دوست کے باشد بمعنیٔ غیرِ دوست

اس کو خزانہ کا طالب نہ سمجھ وہ خود خزانہ ہے — باطن میں دوست، دوست کا غیر کب ہوتا ہے؟

سجدہ خود را می کُند ہر لحظ اُو — سجدہ پیشِ آئینہ ست از بہرِ رُو

وہ ہر لحظ اپنا سجدہ کرتا ہے — آئینہ کے سامنے سجدہ کرنا چہرے کے لئے ہے

گر[53] بدیدے ز آئینہ اُو یک بشیز — بے خیالِ اُو نماندے ہیچ چیز

اگر وہ آئینہ سے ایک ذرہ بھی دیکھ لیتا — اُس کے خیال کے سوا کچھ نہ رہتا

دیکھا تو طلب میں اس قدر منہمک ہو گیا کہ اگر وہ مطلوب میں اُس حقیقت کو دیکھ لیتا جس حقیقت کیلئے ہر مخلوق اور مطلوب آئینہ ہے تو وہ اُس حقیقت کے درپے ہو جاتا اور اُس کے ذہن سے ہر مطلوب خیال زائل ہو جاتا اور اُس حقیقت کے آئینہ جہاں سے جب اُسے اپنا چہرہ نظر آتا تو منصور کی طرح اِنّی اَنَا اللہ کا نعرہ لگانے لگتا۔

۵۱ چوں نماند بیشہ جب یہ عالم دنیا کے جنگل ناپید ہو جائیں گے تو معنوی یعنی کلمات اللہ اور عالم آخرت کے جنگل پیدا ہو جائیں گے۔ پھر اگر چونکہ کلمات اللہ غیر محدود ہیں لہٰذا اُن کی باتیں بھی لامحدود ہیں اگر بیان کئے جاؤ کوئی تنگی نہ آئے گی۔ بازگرد اب کلمات اللہ اور اُسرار کے سمندر کی باتوں سے خشکی کی طرف یعنی ظاہری باتوں کی طرف رجوع اور کہہ کھیل کود کی بات کر وہ بچہ کیلئے مفید ہے جب وہ لکڑی کی تلوار سے کھیلنا سیکھ لیتا ہے تو اصلی تلوار خوب چلاتا ہے۔ تا ز لعبت کھیل کود سے عقل آشنا ہو جاتی ہے۔ بازی۔ کھیل کود سے بچہ ہنر سیکھ لیتا ہے اگرچہ بظاہر عقل اور کھیل میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ کودک۔ کھیل سے عقل آتی ہے اور عقل ہی سے کھیل آتا ہے یا کل بچہ کبھی کھیل میں نہیں لگتا ہے۔

۵۲ نیک۔ اُس مخلص فقیر کا خیال مجھے مجبور کر رہا ہے کہ میں اُس کے قصہ کو پورا کروں۔ بانگ اُو چونکہ میں اُس فقیر کا ہمراز ہوں اُس کی آواز بلانے کی مجھے آرہی ہے۔ طالبِ گنجش۔ اُس فقیر کو خزانہ کا طالب نہ سمجھ بلکہ وہ خود خزانہ ہے کیونکہ دوست باطن کے اعتبار سے دوست کا غیر نہیں ہوتا ہے بلکہ مطلوب طالب کا آئینہ ہوتا ہے اور آئینہ کبھی جانب سجدہ کرتا اپنے لئے ہی سجدہ کرتا ہے انسان کسی چیز کا طالب اپنی غرض کیلئے ہوتا ہے تو گویا وہ مطلوب خود طالب ہے۔

۵۳ گر بدیدے۔ طالب نے مطلوب کے آئینہ میں خود ہی کو

ہم خیالاتش ہم اُو فانی شدے — دانشِ اُو محوِ نادانی شدے

اُس کے خیالات اور خود وہ بھی فنا ہو جاتے — اُس کا علم بے علمی میں فنا ہو جاتا

دانشِ دیگر ز نادانیِ ما — سر برآوردے عیاں کانی انا

ہماری بے علمی سے دوسرا علم — ظاہر کھلا سا اُبھرتا کہ وانی انا

اُسجُدُوا[1] لآدم ندا آمد ہمے — کادمیدہ خویش بینید شدمے

آدم کو سجدہ کرو آواز آرہی تھی — کہ تم آدم ہو اور تھوڑی دیر کیلئے اپنے آپ کو آدم سمجھو

اَحولی از چشمِ ایشاں دُور کرد — تا زمیں شد عین چرخِ لاجورد

اُن کی آنکھ سے بھینگا پن دُور کر دیا — یہاں تک کہ زمین بعینہٖ نیلا آسمان ہو گئی

لَآ اِلٰہ گفت و اِلّا اللہ گفت — گشت لَآ اِلّا اللہ و وحدت شگفت

اُس نے "لَآ اِلٰہ" کہا اور "اِلّا اللہ" کہا — "لَآ" "اِلّا اللہ" بن گیا اور وحدت ظاہر ہو گئی

آں[2] حبیب و آں خلیلِ یار شد — وقت آں آمد کہ گوشِ ما کشد

وہ حبیب اور یار کی دوست — اس کا وقت آگیا کہ ہمارے کان کھینچے

سُوئے چشمہ کہ دہاں زینہا بشُو — آنچہ پوشیدیم از خلقاں مگو

چشمہ کی جانب کہ اِن سے مُنہ دھوئے — جو ہم نے مخفی کیا ہے لوگوں سے نہ کہے

وَر بگوئی خود نہ گردد آشکار — تو بقصدِ کشف گردی جُرم دار

اگر تو کہے گا واضح نہ ہوگا — تو اظہار کے ارادے میں مجرم ہو گا

لیک[3] من اینک پریشاں می تنم — قائلِ ایں سامعِ ایں ہم منم

لیکن میں اب پراگندہ بات کر رہا ہوں — اس کا کہنے والا بھی اور سُننے والا بھی میں ہی ہوں

صورتِ درویش و نقشِ گنج گُو — رنج کیشند ایں گروہ از رنج گُو

درویش کی (ظاہری) صورت اور خزانہ کا نشان بیان کر — یہ لوگ زحمت پسند ہیں زحمت کی بات کر

چشمۂ رحمت بر ایشاں شد حرام — می خورند از زہرِ قاتل جام جام

رحمت کا چشمہ اِن پر حرام ہو گیا ہے — زہرِ قاتل کے جام پر جام پیتے ہیں

---

[1] اُسجُدُوا: آدم فرشتوں کے سجود اس لئے تھے کہ وہ مظہرِ حقیقت تھے تو بنی آدم کے لئے یہ اشارہ ہے کہ وہ بھی آدم کی طرح مظہرِ حقیقت ہیں اور اُن کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو اس حقیقت کا مظہر سمجھیں۔ اَحوَل: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی آنکھ سے بھینگا پن دُور کر دیا اور انھوں نے آدم کی بینی کو اسی طرح محیط انوار دیکھا جس طرح فلک محیطِ انوار ہے۔ لَآ اِلٰہ: اس کا اِنِّی اَنَا اللہ کہنا لَآ اِلٰہ اِلّا اللہ ہی کہنا تھا جبکہ لَآ اِلٰہ یعنی غیر اللہ مظہرِ اِلّا اللہ بن گیا تو لَآ اِلٰہ یعنی غیر اِلّا اللہ عین حقیقت بن گیا۔ تو گویا اِنِّی اَنَا اللہ کہنا بعینہٖ لَآ اِلٰہ اِلّا اللہ کہنا تھا یعنی یہ محض دو عنوان ہیں مضمون ایک ہی ہے۔

[2] آں حبیب۔ اب ان اسرار کا بیان اس درجہ پر آگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا کان کھینچ کر شرعی احکام کی طرف لے جائے اور حکم دے کہ شریعت کے چشمہ سے مُنہ دھو لے تاکہ ان اسرار کے بیان کا نشہ میں جو اثر ہے وہ زائل ہو جائے اس لئے کہ شریعت اس طرح کے کلمات کی اجازت مغلوبُ الحال کے سوا کسی کو نہیں دیتی ہے اور یہ وہ اسرار ہیں جو شریعت نے عوام سے پوشیدہ رکھے ہیں۔ اور اگر ان اسرار کو بیان بھی کیا جائے گا تو اسرار واضح نہ ہوں گے اور اس طرح کے کلمات کہنے والا مجرم قرار دیا جائے گا اور شریعت کے احکام کے اعتبار سے سزا کا مستحق ہوگا ——— [3] لیک۔ میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں وہ بھی پراگندہ باتیں ہیں جن سے اسرار کی حقیقت واضح نہیں ہوتی نیز ان کا کہنے والا بھی میں ہی ہوں اور سننے والا بھی میں ہی ہوں چونکہ اور کوئی سمجھنے والا نہیں ہے لہٰذا میں عوام سے راز ظاہر کرنے کا مجرم بھی نہیں ہوں۔ صورتِ درویش۔ اسرار کا بیان تو اب ختم ہوا اب دو باتیں اور کہنی ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ایک درویش کا حقہ دوسرا چشمۂ رحمت یعنی شریعت کا ذکر۔ رنج کیشند عوام کو وہی باتیں پسند ہیں جن کا ذکر غیر خدا کا ذکر ہے اور وہ ہمارے لئے تکلیف دہ ہیں لیکن عوام کا چونکہ یہ مزاج بن گیا ہے لہٰذا مجبوراً ہمیں اس طرح کے قصے بیان کرنے پڑ رہے ہیں چشمۂ رحمت۔

خاکہا[1] پُر کردہ دامن می کشند
دامن کو مٹی سے بھر کر لا رہے ہیں

تا کُنند ایں چشمہا را خشک بند
تاکہ ان چشموں کو خشک اور بند کر دیں

کے شود ایں چشمۂ دریا مدد
یہ دریا کا امدادی چشمہ کب ہو سکتا

مکتبس زیں مُشت خاک نیک و بد
بھلا ہوا! اس اچھی بُری مٹی کی مُٹھی سے

لیک گوید با شما من بستہ ام
لیکن وہ کہتا ہے تمہارے اعتبار سے میں بند ہوں

بے شما من با اَبَد پیوستہ ام
تمہارے علاوہ میں اَبَد سے وابستہ ہوں

قومِ معکوس اند اندر مُشتہا
مطلوب کے بارے میں وہ اُلٹی قوم ہے

خاک خوار و آب را کردہ رہا
مٹی بیچنے ہے، پانی کو چھوڑ رکھا ہے

ضدِّ طبعِ انبیا دارند خلق[2]
(یہ) لوگ انبیاء کی طبیعت کی ضد ہیں

اژدہا را مُتکا دارند خلق
(یہ) لوگ اژدہے کو تکیہ گاہ بنائے ہوئے ہیں

چشم بندِ خلق چوں دانستہ
جبکہ تو نے لوگوں کی آنکھ کے پردے کو سمجھ لیا

ہیچ دانی از چہ دیدہ بستہ
تو جانتا ہے کہ تو نے کس چیز سے آنکھ بند کی ہے؟

برچہ بکشادی بدل ایں دیدہا
تو نے آنکھوں کو بدلیں کس چیز پر کھولا ہے؟

یک بیک بئس البدل داں آں ترا
اپنے لئے اس کو سراسر بُرا بدل سمجھ

لیک خورشیدِ عنایت تافتہ است
لیکن مہربانی کا سورج چمکا ہے

آیسان را از کرم دریافتہ است
اُس نے کرم سے مایوسوں کو پالیا ہے

نَرد[3] بس نادر ز رحمت باختہ
اُس نے رحمت سے عجب نرد کھیلی ہے

عینِ کُفراں را اِنابت ساختہ
بعینہٖ کفر کو رجوع (الی اللہ) بنا دیا ہے

ہم ازیں بدبختیِ خلق آں جواد
اُس سخی نے مخلوق کی اِسی بدبختی سے

مُنفجر کردہ دو صد چشمہ و داد
محبت کے دو سو چشمے جاری کر دیئے

غُنچہ را از خار سرمایہ دہد
وہ غنچہ کو کانٹے سے سرمایہ عطا کرتا ہے

مُہرہ را از مار پیرایہ دہد
وہ مہرہ کو سانپ سے لباس عطا کر دیتا ہے

از سوادِ شب بروں آرد نہار
وہ رات کی سیاہی سے دن ظاہر کرتا ہے

وز کفِ مُعسر بر و یاند یسار
وہ تنگدست کے ہاتھ سے مالداری پیدا کر دیتا ہے

---

[1] خاکہا: یہ لوگ شریعت کے مسائل کو اپنی خرافات سے دبانا چاہتے ہیں لیکن یہ ممکن نہیں ہے۔ بگتبس۔ اگر نون سے ہے تو پوشیدہ کے معنی ہیں اور اگر با سے ہے تو چھپا ہوا کے معنی ہیں۔ یعنی۔ مخالفوں کی مخالفت سے شریعت تو نہ بچے گی ہاں وہ محروم رہینگے قومِ معکوس۔ یہ دین میں تاویلات کرنے والے اندھی طبیعت کے ہیں کہ ان کو شریعت کا صاف چشمہ پسند نہیں آتا اور تاویلات کی خاک چاٹتے ہیں۔

[2] ضدِّ طبع۔ انبیاء تو حق کہتے تھے خواہ عوام کو پسند نہ آئے یہ عوام پر تکیہ کرتے ہیں اور اُن کو خوش کرنے کے لئے تاویلات کرتے ہیں۔ چشم بند۔ یہی فلسفیانہ توجیہات اُن کی آنکھوں کا پردہ ہیں انھوں نے حقائق سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔ برچہ۔ شریعت کے اسرار کی بجائے فلسفیانہ تاویلات اُن کے پیشِ نظر ہیں جو حقائقِ شرعیہ کا بدترین بدل ہیں۔

یک۔ ان عقلی موشگافیاں کرنے والوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اصل شریعت کا تو انکار نہیں کرتے ہیں لیکن بعض جگہ سلف کے خلاف تاویلات کرتے ہیں اُن کو قدرے خطا کے کرنے سے بنحال لیا ہے۔

[3] نَرد۔ اس نادر۔ اللہ نے اُن پر کرم کیا اور اُنکے بعض اقتا سلف کے خلاف ہوتے ہوئے بھی انکو مغفور قرار دیا ہے۔ ہم ازیں۔ انکے بعض عقائد فاسدہ سے

بدبختی محبت کے چشمے جاری کر دیئے ہیں غُنچہ۔ اللہ تعالیٰ ایک خدے دوسری ضد پیدا فرما دیتا ہے خار سے غنچہ اور سانپ سے مہرہ پیدا کر دیتا ہے جس کے زہر کا تریاق ہے، رات سے دن پیدا کر دیتا ہے مفلس کے ہاتھ سے مالداری پیدا کر دیتا ہے حضرت ابراہیمؑ نے ریت سے گیہوں کا آٹا پیدا فرما دیا پہاڑ کو حضرت داؤدؑ کا ہم زبان بنا دیا

آرد سازد ریگ را بہرِ خلیلؑ — کوہ با داؤدؑ گردد ہم رسیل

(وہ) خلیل (علیہ السلام) کے لئے ریت کو آٹا بنا دیتا ہے — پہاڑ (حضرت) داؤدؑ کا ہمآواز بن جاتا ہے

کوہِ[1] با وحشت دراں ابرِ ظلم — برکشاید بانگِ چنگ و زیر و بم

وحشت ناک پہاڑ تاریک ابر میں — چنگ کی آواز اور زیر و بم کو ظاہر کرتا ہے

خیز اے داؤدؑ از خلقاں نفیر — ترک آں کردی عوض از ما بگیر

اے لوگوں سے متنفر داؤدؑ! اٹھ — تو نے اس کو چھوڑا ہم سے اس کا بدلہ لے لے

اِنابتِ آں طالبِ گنجِ بحق تعالیٰ بعد از طلبِ بسیار و عجز

بہت سے عجز اور مجبوری کے بعد اس خزانہ کے طلبگار کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا

و اضطرار کہ اے ولیِّ الاظہار تو کن آں پنہاں را آشکار

کہ اے ظاہر کرنے کے والی تو اس پوشیدہ کو ظاہر کر دے

گفت آں درویش اے دانایِ راز — انپئے ایں گنج کردم یادہ تاز

اس فقیر نے کہا، اے راز داں — میں نے اس خزانہ کیلئے بیہودہ بھاگ دوڑ کی

دیوِ حرص و آز مستعجل تگی — نے تاتی جُست و نے آہستگی

دوڑ میں عجلت کرنیوالے لالچ اور حرص کے دیو نے — نہ آہستہ روی کو طلب کیا اور نہ آہستگی کر

من[2] زدیگے لقمۂ نندوختم — کف سیہ کردم دہاں را سوختم

میں نے دیگ میں سے ایک لقمہ حاصل کیا — ہاتھ کالا کر لیا، منہ جلا لیا

خود نگفتم چوں دریں نامومنم — زاں گرہ زن ایں گرہ را حل کنم

میں نے نہ کہا، جبکہ میں اس یقین کرنیوالا نہیں ہوں — اس گرہ لگانے والے سے اس گرہ کو کھلواؤں

قولِ حق را ہم زحق تفسیر جُو — ہیں مخاراز اژ گماں اے یادہ گو

اللہ کے قول کی، اللہ سے تفسیر چاہ — اے بیہودہ گو! گمان سے بچ اس سے ڈر

آں گرہ کو زد ہمو بکشایدش — مہرہ[3] کو انداخت او بر بایدش

جو گرہ اس نے لگائی ہے وہی اس کو کھولتا ہے — جو مہرہ اس نے بٹھایا ہے وہی اٹھاتا ہے

گرچہ آسانت نمود ایں سانِ سخن — کے بود آساں رموزِ من لدن

اگرچہ تجھے اس قسم کا کلام آسان معلوم ہوتا ہے — لدنی رموز آسان کب ہوتے ہیں!

گفت یارب توبہ کردم زیں شتاب — چوں تو در بستی تو کن ہم فتحباب

اس نے کہا اے خدا میں نے اس جلد بازی سے — جب آپ نے دروازہ بند کیا ہے تو آپ ہی دروازہ کھولیے

توبہ کی

[1] کوہ۔ حضرت داؤدؑ کے ساتھ پہاڑ زبور سناور تسبیح پڑھنے میں ہم آواز رہتا تھا۔ نیز حضرت داؤدؑ عوام سے گھبرا کر جو وقت تنہائی میں گئے تو پہاڑ بھی ان کا ہم آواز بنا رہا۔ جبہ فقیر خزانہ کی جستجو میں تھک گیا تو اس نے خدا کی طرف رجوع کیا۔ آں پنہاں، یعنی خزانہ۔ یادہ تاز، بیکار بھاگ دوڑ۔ مشتعل گی، جلبازی۔

[2] من زدیگے۔ یعنی خزانہ کی تلاش میں سوائے تکلیف کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ خود نگفتم، میری یہ غفلت تھی کہ تیرے پھینکنے کی تفسیر پر یقین نہ ہوتے ہوئے بھی تیری طرف رجوع نہ کیا۔ قول حق۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی تفسیر خود کر سکتا ہے چنانچہ قرآن، قرآن کی تفسیر ہے۔

[3] مہرہ۔ جو نرد اس نے جس جگہ بٹھائی ہے وہی اسکو اٹھا کر بازی جیت سکتا ہے دوسرے کی مجال نہیں ہے۔ گرچہ۔ قرآن پاک کو آسان بھی کہا ہے لیکن اس کے رموز خدا ہی حل کرتا ہے۔

بر سرِ حرفہ شدم بارِ دگر[1]
میں دوبارہ ہنر کے شعبہ پر گیا

در دُعا کردن بُدم من بے ہُنر
میں دعا کرنے میں بے ہنر تھا

کو ہُنر، کو من، کجا دل مُستوی
کہاں ہنر اور کہاں میں، کہاں پُرقرار دل

ایں ہمہ عکسِ تو است و خود تُوئی
یہ سب آپ کا عکس ہے اور خود آپ ہی ہیں

ہر شبے تدبیر و فکرِ ہنگمِ بخواب
ہر رات کو سونے میں میری تدبیر اور عقل

ہمچو کشتی غرقہ می گردد در آب
کشتی کی طرح پانی میں ڈوب جاتی ہے

خود نہ من می ماندم و نے آں ہُنر
نہ خود میں رہتا ہوں اور نہ وہ ہنر

تن چو مُردارے فتادہ بے خبر
جسم مُردے کی طرح بے خبر پڑا ہوتا ہے

تا سحر[2] جُملہ شب آں شاہِ عُلا
تمام رات صبح تک وہ بلندی کا شاہ

خود ہمی گوید اَلَستُ و ہم بلیٰ
خود ہی اَلَستُ کہتا ہے اور خود ہی بلیٰ۔

کو بلیٰ گو، جملہ را سیلاب بُرد
بلیٰ کہنے والے کہاں ہیں سب کو بہا لے گیا

یا نہنگے کرد کُل را خُرد و مُرد
یا ناگ نے سب کو ریزہ ریزہ کر دیا

صبحدم چوں تیغِ گوہر دارِ خود
صبح کا وقت جب اپنی جوہر دار تلوار

از نیامِ ظُلمتِ شب بر کشد
رات کی تاریکی سے سونتتا ہے

آفتابِ شرق شب را طے کُند
مشرق کا سورج رات کو طے کرتا ہے

ایں نہنگ آں خوردہ ہا را قے کُند
یہ ناگ کھائی ہوئی چیزوں کو اگل دیتا ہے

رستہ چوں یونس ز معدہ آں نہنگ
اس ناگ کے معدہ سے حضرت یونس کی طرح نکلا

منتشر گردیم اندر رُو و رنگ
رو اور رنگ میں ہم پھیل جاتے ہیں

خلق[3] چوں یونس مُسبّح آمدند
مخلوق (حضرت) یونس کی طرح تسبیح پڑھنے والی بنگئی

کاندراں ظلمات پُر راحت شدند
کیونکہ اُن تاریکیوں میں آرام سے ہو گئی

ہر یکے گوید بہنگامِ سحر
ہر شخص صبح کے وقت کہتا ہے

چوں ز بطنِ حُوتِ شب آید بدر
جب رات کی مچھلی کے پیٹ سے باہر آتا ہے

کاے کریم! اندراں لیلِ وحش
کارے کریم! اُس وحشت ناک رات میں

گنجِ رحمت بہی و چندیں چشش
تو رحمت کا خزانہ اور اس قدر لذت رکھتا ہے

چشم تیز و گوش تازہ تن سُبک
آنکھ تیز، کان تازہ اور جسم ہلکا (ہو گیا)

از شب ہمچوں نہنگِ ذوالجلال
رات کی وجہ سے جو ناگ کیلئے لالی ذوالجلال ہے

---

[1] بر سرِ حرفہ یعنی میں نے دوبارہ اس طرح سوچنا کی کہ خزانہ کا ملنا بھی ہاتھ کب ہوتا ہے اور اس کے تلاش کرنے میں بے محنت اور تدبیر کرنی پڑ گئی۔ یہ میری دعا کا قصور تھا۔ نکتہ۔ انسان بیچ دریا ہے جو کچھ ہے خدا کا عکس ہے بلکہ عین خدا ہے۔ ہر شعبے۔ انسان کے ہنر اور تدبیر کا حال تو یہ ہے کہ وہ ہر رات کو غائب ہو جاتا ہے۔ خواب۔ نیند کی حالت میں انسان کے تمام ہنر ختم ہو جاتے ہیں اور وہ ایک مُردے کی صورت میں ہوتا ہے۔

[2] تا سحر۔ صبح تک سب انسان مُردہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے اُن میں جواب دینے کی صلاحیت نہیں رہتی ہے۔ نہنگ۔ مگرمچھ۔ خُرد و مُرد۔ ریزہ ریزہ۔ صبحدم۔ صبح کے وقت جب سورج نکلتا ہے انسان کے ہوش و حواس واپس آجاتے ہیں۔ تیغ۔ یعنی سورج۔ نہنگ۔ یعنی رات۔ رستہ۔ اب صبح کو انسان بیدار ہو کر پھر دنیا کے رنگ و بو میں منہمک ہو جاتا ہے۔

[3] خلق۔ جس طرح حضرت یونس نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ہر انسان اللہ کی تسبیح کرتا ہے پُرراحت۔ انسان کو رات میں سونے سے بڑی راحت حاصل ہوتی ہے کارے۔ سو کر جب اُٹھتا ہے تو یہ تسبیح کرتا ہے۔ گنجِ رحمت باری

از مقاماتِ وحش روزیں سپس
اس کے بعد وحشت ناک مقامات سے

ہیچ نگریزیم ما با چوں تو کس
آپ جیسی ذات کے ہوتے ہوئے کبھی نہ بھاگے

موسیٰ آں را نار دید و نور بود
موسیٰ نے اس کو آگ سمجھا وہ نور تھا

زنگی دیدیم شب را حور بود
ہم نے رات کو جسے سمجھا وہ حور تھی

ما نمی خواہیم غیر از دیدۂ
ہم آنکھ کے سوا کچھ نہیں چاہتے ہیں

دیدۂ تیزے گشے بگزیدۂ
منتخب، اچھی، تیز آنکھ

بعد ازیں ما دیدہ خواہیم از تو بس
اس کے بعد ہم تجھ سے بس آنکھ مانگتے ہیں

تا نپوشد بحر را خاشاک و خس
تاکہ سمندر کو کوڑا کرکٹ نہ چھپائے

ساحراں را چشم چوں راست از عمی
جادوگروں کی آنکھ جب اندھے پن سے نجات پائی

کف زناں بودند بے ایں دو بیا
وہ اس ہاتھ پاؤں کے بغیر ہتھیلیاں بجا رہے تھے

چشم بندِ خلق جز اسباب نیست
مخلوق کی آنکھ کا پردہ سوائے اسباب کے کچھ نہیں ہے

ہر کہ لرزد بر سبب نے اصحاب نیست
جو سبب سے لرزے وہ اصحاب (دیدہ ور) میں سے نہیں

لیک حق اصحاب را نا اصحاب را
لیکن اللہ (تعالیٰ) نے اصحاب (دیدہ ور) اور غیر اصحاب کیلئے

در کشاد و برد تا صدرِ سرا
دروازہ کھول دیا ہے اور مکان کے صدر تک لے گیا ہے

با کفش نا مستحق و مستحق
اس کی ہتھیلی میں مستحق اور غیر مستحق

مُعتقانِ رحمت اند از بندِ رق
غلامی کی قید سے رحمت کے آزاد کردہ ہیں

در عدم ما مستحقاں کے بدیم
عدم میں ہم مستحق کب تھے؟

کہ بریں جان و بریں دانش دہیم
کہ ہم اس جان اور اس عقل پر بھیجے گئے

اے بکردہ یار ہر اغیار را
اے وہ ذات جس نے غیروں کو دوست بنایا ہے

وے بدادہ خلعتِ گل خار را
اور اے وہ کہ جس نے کانٹے کو پھول کا لباس عطا فرمایا ہے

خاکِ ما را ثانیا پالیز کُن
ہماری مٹی کو دوبارہ سرسبز کردے

ہیچ نے را بارِ دیگر چیز کُن
ناچیز کو دوبارہ چیز بنادے

ایں دُعا تو امر کردی زابتدے
شروع سے اس دعا کا تو نے حکم دیا ہے

ورنہ خاکے را چہ زہرہ ایں بُدے
ورنہ ایک مٹی کو یہ حوصلہ کہاں ہوتا؟

چوں دُعا ماں امر کردی اے عجب
جب تو نے ہمیں دعا کا حکم دیا ہے اے عجیب!

ایں دُعائے خویش را کُن مستجاب
اپنی اس دعا کو مقبول بنا

---

۱ از مقامات: وحشت ناک رات کی اس قدر قسمیں نظر ہیں تو اب خدا کی ذات کے سوا ہر ڈراؤنی اور وحشت ناک چیز سے گریز کرنا چاہئے۔ موسیٰ نے ہر چیز ہمارے خیال کے مطابق نہیں ہوتی حضرت موسیٰ نے نور کا خیال کیا ہم نے رات کو برا سمجھا جو سچ نہ تھا۔ ما نمی خواہیم۔ سب سے بڑی نعمت صحیح آنکھ ہے جو ہر چیز کو اصل حالت پر دیکھ لے۔ ہمیں اس کی دعا کرنی چاہئے۔ کُش۔ خوب۔ تا نپوشد۔ تاکہ چھپائے نگاہ بیمار کرے اور ہماری نظر کیلئے خس و خاشاک دریا کو چھپا لے۔ ساحراں۔ فرعون کے جادوگروں کو جس نظر سے حاصل ہوگئی تھی وہ اُن جسمانی ہاتھ پاؤں کو کچھ سمجھتے تھے اُن کے کٹنے پر رقص کر رہے تھے چشم بند۔ جس نظر سے ہی ہے جو اسباب کے پردے اُٹھا کر سبب کو دیکھ لے۔

۲ لیک۔ جو صحیح نظر ایسی رکھتے ہیں وہ بھی بلا مدد نہیں اللہ تعالیٰ اُنکی بھی رہنمائی فرماتا ہے۔ با کفش۔ اس کا دست کرم مستحق اور غیر مستحق سب کو عطا کرتا ہے۔ در عدم۔ جبکہ ہم معدوم تھے اس نے ہم پر کرم کیا اور اس نے وجود اور حواس عنایت کر دیئے حالانکہ ہم میں کوئی استحقاق نہ تھا لے بیکردہ۔ اللہ کی رحمت کافروں پر بھی ہے۔ خاک ما۔ ابتداءً جسمانی وجود عطا فرمایا۔ پھر انسانی حیات عطا فرمائے۔ پاکیزہ کیفیت یہ ہیں۔

۳ ایں دعا۔ دعا بھی کرنا ہے

شبؔ شکستہ کشتیِ فہم و حواس
رات کو سمجھ اور حواس کی کشتی شکستہ ہو گئی

نے اُمیدے ماندہ نے خوف و نہ یاس
نہ اُمید رہی نہ ڈر اور نہ مایوسی

بُردہ در دریائے حیرت ایزدم
اللہ (تعالیٰ) مجھے حیرت کے دریا میں لے گیا

تازچہ فن پُر کُند بفرستدم
دیکھو! مجھے کس ہنر سے پُر کر کے بھیجتا ہے؟

آں یکے را کردہ پُر نور و جلال
اُس ایک کو نور اور جلال سے پُر کر دیا

دیں دگر را کردہ پُر وہم و خیال
اور اس دوسرے کو وہم اور خیال سے پُر کر دیا

گر بخویشم ہیچ رائے و فن بُدے
اگر میری اپنی کوئی رائے اور فن ہوتا

رائے تدبیرم بحکمِ مَن بُدے
تو میری رائے اور تدبیر میرے قابو میں ہوتی

شب نرفتے ہوش بے فرمانِ مَن
رات کو میرے حکم کے بغیر ہوش روانہ نہ ہوتا

زیرِ دامِ مَن بُدے مُرغانِ مَن
میرے پرند میرے جال میں ہوتے

بودمے[2] اگر ز منزل ہائے جاں
میں روح کی منزلوں سے باخبر ہوتا

وقتِ خواب و بیہوشی و امتحاں
خواب اور بے ہوشی اور امتحان کے وقت

چوں کفم زیں حلّ و عقدِ او تہی ست
جب میرا ہاتھ اُس کے حل و عقد سے خالی ہے

اے عجب ایں منجبی من ز کیست
تعجب ہے! میری خود بینی کس وجہ سے ہے؟

دیدہ را نادیدہ خود انگاشتم
میں نے دیکھے ہوئے کو اَن دیکھا سمجھ لیا

باز ز بہرِ دُعا بر داشتم
میں نے دعا کی جھولی کو پھر اُٹھایا ہے

چوں اَلِف[3] چیزے ندارم اے کریم
اے کریم! میں الف کی طرح کوئی چیز نہیں رکھتا ہوں

جُز دلے دل تنگ تر از چشمِ میم
سوائے ایک دل کے جو میم کی آنکھ سے زیادہ منگدل ہو

ایں اَلِف ایں میم اُمِّ بُودِ ماست
یہ الف یہ میم ہمارے وجود کی اُم ہے

میمِ اُم تنگست اَلِف زُو تنگ دست
اُم کا میم تنگ ہے، الف اُس سے بھی زیادہ تنگدست ہے

ایں اَلِف چیزے ندارد غافلی ست
یہ الف کوئی چیز نہیں رکھتا یہ غفلت کی حالت ہے

میم دلتنگ آں زمانِ عاقلی ست
میم دلتنگ ہے، وہ زمانہ عقلمندی کا ہے

در زمانِ بیخودی خود ہیچ مَن
بیہوشی کے وقت تو ہیچ ہوتا ہوں

در زمانِ ہوش اندر پیچ مَن
ہوش کے زمانہ میں پیچا پیچ میں ہوتا ہوں

ہیچ دیگر بر چنیں ہیچی مَنہ
ایسے ناکارہ پر مزید ناکارہ پن نہ ڈال

نامِ دولت بر چنیں ہیچی مَنہ
ایسے بھیگے ہوں کا نام دولت نہ رکھ

---

[1] شب۔ رات کو حواس اور اُس کے آثار یعنی خوف و بیم سب ختم ہو جاتے ہیں پردہ۔ شب کو اللہ تعالیٰ حواس کو دریائے حیرت میں غرق کر دیتا ہے پھر انکو پُر ہنر بنا کر واپس کرتا ہے۔ آن یکے۔ عارفین کو نور سے پُر کرتا ہے دیں دگر۔ دنیا داروں اور فلاسفہ کو وہم و خیال سے پُر کر دیتا ہے۔
گر بخویشم۔ اگر حواس و ہنر میرے ذاتی ہوتے تو پھر میرے حکم کے تابع ہوتے۔ شب۔ رات کو میری اجازت کے بغیر ہوش روانہ نہ ہوا کرتے۔

[2] بودمے۔ یعنی یہ معلوم ہوتا کہ ہماری روح کہاں کہاں کی سیر کر رہی ہے۔ امتحان۔ نیند کی حالت امتحان کی ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ہمارے حواس اور روح ہمارے قبضہ کی نہیں ہے۔ چوں کفم۔ جب ہم اپنے حواس اور عقل سے بھی تہی دست ہیں تو غرور اور بڑائی کیا ہے۔ دیدہ۔ یہاں سے پھر اُس فقیر کی دعا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ اب تک جو دعا میں غلطی ہوئی اور بیجا خزانہ کا پھر جھول جانے کے خوف نہ ملا اس سب کو کالعدم قرار دے کر میں از سرِ نو دعا کرتا ہوں۔

[3] اَلِف۔ نقطہ سے خالی ہے میم کا سر یعنی چشم تنگ ہوتی ہے۔ اُم۔ اصل یعنی ہمارا اصل وجود اور اساس کے لازم سب الف اور میم کے سر سے کیونکہ ہیں نہ اس۔ ہماری غفلت کا وقت ہو یا ہوش کا دونوں

خود[1] ندارم هیچ به سازد مرا
کہ زدم ہست ایں کہ دارم صد عنا

میں خود کچھ نہیں رکھتا ہوں (وہ) مجھے بہتر بنا لے
یہ سیکڑوں رنج جو میں رکھتا ہوں وہم کی وجہ سے ہیں

ور ندارم ہم تو دارا ایں کن
رنج دیدم راحت افزا ایں کن

اور اگر میں کچھ نہیں رکھتا ہوں تو تو میری رکھوالی کر
میں نے تکلیف دیکھی ہے تو میری راحت افزائی کر دے

ہم در آب دیدہ عریاں بیستم
بر درِ تو چونکہ دیدہ نیستم

میں آنکھ کے آنسو کے مقابلہ میں ننگا کھڑا ہوں
تیرے در پر، چونکہ میرے آنکھ نہیں ہے

زاب دیدہ بندۂ بے دیدہ را
سبزہ بخش و نباتے زیں چرا

بے بصیرت بندے کو آنکھ کے آنسو سے ہی برا ہے
سبزہ اور پیداوار بخش دیجئے

ور نماند آب[2] ہم دہ زعین
ہمچو عینینِ نبی ہطّالتین

اگر آنسو نہ رہے تو آنکھ سے مجھے آنسو عطا کر
جیسی نبی رح کی دو جاری رہنے والی آنکھیں

او[3] چو آب دیدہ جست از جودِ حق
با چناں اجلال و اقبال و سبق

جبکہ انھوں نے اللہ (تعالیٰ) کی بخشش سے آنسو مانگے
ایسی بزرگی اور اقبال اور سبقت کے ہوتے ہوئے

چوں نباشم زاشکِ خوں ہا یک رئیں
من تہی دستِ فضولِ کاسہ لیس

تو میں خونی آنسو کے ساتھ باریک بین کیوں نہ ہوں
میں خالی ہاتھ، فضول، خوشامدی

چوں چناں چشم اشک[4] امفتون بود
اشکِ من باید کہ صد چیحوں بود

جبکہ ایسی آنکھ، آنسو کی عاشق ہو
تو میرے لئے سیکڑوں جیحوں آنسو چاہیئے

قطرۂ زاں زیں دو صد چیحوں بہ است
کہ بداں یک قطرہ جن و انس رست

اس کا ایک قطرہ ان دو سو جیحوں سے بہتر ہے
کیونکہ اس قطرے سے جن اور انسان نجات پائے

چونکہ[5] باراں جست آں روضہ بہشت
چوں بجوید آب شورہ خاک زشت

جبکہ جنت کے اس باغیچے نے بارش مانگی
تو میری شوریلی زمین پانی کیوں نہ مانگے؟

اے اخی دست از دعا کردن مدار
با اجابت یار دِ او یت چہ کار

اے بھائی! دعا کرنے سے ہاتھ نہ ہٹا
اس کے قبول کرنے یا رد کرنے سے تجھے کیا کام؟

ناں کہ سد و مانع ایں آب بود
دست زاں ناں می بباید شست زود

وہ روٹی جو اس پانی کی روک اور مانع ہو
اس روٹی سے جلد ہاتھ دھو لینا چاہیئے۔

---

[1] خود، جبکہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو میرا کارساز بن جا کہ زدِ وہم، انسان اپنے کچھ ہونے کے وہم سے سیکڑوں مصیبتوں میں پھنستا ہے یہی وہم دنیاوی اور دینی ترقی کا مانع بنتا ہے۔ زدر، جبکہ یقیناً میرے پاس کچھ نہیں ہے تو شاہی بہت اور میری رکھوالی کر۔ ہم۔ میں دعا کے آداب سے بھی محروم ہوں دعا کیلئے آنسوؤں کی ضرورت ہے میں اس سے بھی محروم ہوں اسکی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس حقیقت میں نظر ہی نہیں ہے۔ زآب۔ میری آنکھ میں آنسو پیدا فرما کر میرے اعمال کو سرسبز کر دیجئے۔ زیں چرا۔ یعنی دنیا جو آخرت کا کھیت اور چراگاہ ہے۔ ور نماند۔ اگر میری آنکھوں میں آنسو نہ رہیں تو آنسو بھی عنایت کر جس طرح تو نے آنحضورؐ کی آنکھوں کو آنسو عطا کر دیئے تھے۔ ہطالتین حدیث شریف ہے اَللّٰھُمَّ اَرْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ اے خدا مجھے دو جاری ہونے والی آنکھیں عنایت کر دے۔

[2] او۔ آنحضورؐ باوجود تمام بزرگیوں اور فضائل کے رونے والی آنکھوں کے طالب بنے۔ چوں نباشم۔ تو پھر ہم جیسوں کے لئے تو وہ بہت ہی ضروری ہیں اور ہماری نجات کیلئے تو سیکڑوں ایسا جیحوں دریا کی بقدر آنسو درکار ہیں۔ اشکِ من۔ آنحضورؐ کی آنکھ کا ایک آنسو دو سو جیحوں کے برابر آنسوؤں سے افضل ہے اس لئے کہ اس قطرہ آنسو کے ساتھ

جب دعا کی تو جن و انس قیامت میں حساب کتاب کے انتظار سے نجات پا گئے اور آنحضورؐ کی اس سلسلہ میں مخالفت مسلوب ہو گئی ایسی صورت میں تو یہ سو جیحوں از دجلہ و فرات بلکہ اس سے بھی زیادہ آنسو درکار ہیں پھر کہ آنحضورؐ جو خود جنت کے باغیچہ کی طرح ہیں جب آنسوؤں کی بارش کے طالب بنے تو ہم جو کہ بدترین شور زمین ہیں ہمیں آنسوؤں کی کیا

خویش را موزوں و چُست و سختہ کُن — زاب دیدہ نانِ خود را پختہ کُن

اپنے آپ کو موزوں اور چست اور سنجیدہ بنا — آنکھ کے آنسو سے اپنی روٹی کو پختہ کرے

آوازدادنِ ہاتف مر طالب گنج را و اعلام کردن از حقیقتِ سرِّ آں

غیبی آواز کا خزانہ کے طلبگار کو آواز دینا اور اُس کے راز کی حقیقت سے باخبر کرنا

اندریں بُود اُو کہ الہام آمدش — کشف شد ایں مُشکلات از ایزدش

وہ اِسی میں تھا، کہ اُس کو اِلہام ہوا — اُس کی یہ مشکلیں خدا کی جانب سے کھُل گئیں

اندریں بُود اُو کز الہامِ خدا — مُشکلش حل گشت و حاجت شد روا

وہ اِسی میں تھا، کہ خدا کے اِلہام سے — اُس کی مشکل حل ہو گئی اور ضرورت پوری ہو گئی

گفت گفتم مَن کہ اندر کش تو زہ — کے بگفتم مَن کہ اندر گش تو زہ

اُس نے کہا، میں نے کہا تھا کہ کمان میں تیر رکھ — میں نے کب کہا تھا کہ پٹھے کو کھینچ؟

مَن نگفتم کایں کماں را سخت کش — در کماں نہ گفتمت نے بر کش

میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ کمان کو خوب کھینچ — میں نے تجھ سے کہا تھا کہ کمان میں رکھ نہ کہ کھینچ کر

از فضولی تو کماں افراشتی — صنعتِ قوسی بر داشتی

تو نے بیہودہ پن سے کمان بلند کی — (اور) تیر اندازی کی کاریگری برداشت کی

ترک ایں سختہ کمانی رو بگو — در کماں نہ تیر و پَرّیدن مجو

جا اِس سختہ کمانی کو چھوڑ — کمان میں تیر رکھ اور اُڑنے کی فکر نہ کر

چوں[52] بیفتد بر کن آنجا می طلب — زور بگذار و بزاری مجو ذہب

جب وہ گر پڑے، کھود اُس جگہ تلاش کر — زور چھوڑ دے زاری سے تو طلب کر

آنچہ حق ست اَقرب از حبل الورید — تو فگندہ تیرِ فکرت را بعید

جو حق ہے وہ شہ رگ سے بھی قریب ہے — تو نے فکر کے تیر کو دور پھینکا

اَے[53] کماں و تیر ہا بر ساختہ — صید نزدیک و تو دور انداختہ

اے وہ! جو تیر اور کمان تیار کئے ہوئے ہے — شکار نزدیک ہے اور تو نے دور چلا!

ہر کہ اُو دُور ست دُور انداز روئے اُو — کاز ماید قوتِ بازوئے اُو

جو اُس سے دُور ہے اُس کے چہرے دُور پھ — کہ وہ اپنی قوتِ بازو آزما رہا ہے

ہر کہ دُور انداز تر اُو دُور تر — وز چنیں گنج ست اُو مہجور تر

جو شخص دور پھینکنے والا ہے وہ زیادہ دور ہے — اور وہ ایسے خزانے سے زیادہ محروم ہے

---

[52] چوں۔ جب۔ بیفتد۔ گر پڑے۔ بر کن۔ کھود۔ آنجا۔ وہاں۔ می طلب۔ تلاش کر۔ زور بگذار۔ زور چھوڑ دے۔ بزاری۔ زاری سے۔ مجو ذہب۔ تو طلب کر۔

[53] اَے۔ اے وہ! جو۔ کماں۔ کمان۔ و۔ اور۔ تیر ہا۔ تیر۔ بر ساختہ۔ تیار کئے ہوئے۔ صید۔ شکار۔ نزدیک۔ قریب۔ و۔ ہے۔ تو۔ تو نے۔ دور انداختہ۔ دور چلا۔

ہر کہ۔ جو۔ اُو۔ اُس سے۔ دُور ست۔ دور ہے۔ دُور انداز۔ دور پھینکنے والا۔ روئے اُو۔ اُس کے چہرے۔ کاز ماید۔ کہ وہ آزما رہا ہے۔ قوتِ بازوئے اُو۔ اپنی قوتِ بازو۔

ہر کہ دُور انداز تر۔ جو شخص دور پھینکنے والا ہے۔ اُو دُور تر۔ وہ زیادہ دور ہے۔ وز چنیں گنج ست۔ اور وہ ایسے خزانے سے۔ اُو مہجور تر۔ زیادہ محروم ہے۔

---

[51] خویش۔ اپنے آپ کو۔ موزوں۔ موزوں۔ چُست۔ چست کرلے۔ اور۔ اُن۔ آنسوؤں کے ذریعہ۔ آخرت کا توشہ تیار کرلے۔ اندریں۔ وہ فقیر اِس وادی میں معروف تھا کہ اُس کو غیب سے اِلہام ہوا جس سے اُس کی مشکلات حل ہو گئیں۔ گفت۔ ہاتف نے کہا کہ ہم نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ تیر کمان میں رکھ کر چلّہ کھینچ کر زور سے پھینک بلکہ صرف اتنا کہا تھا کہ کمان میں رکھ کر گرادے۔ تراشتی جس طرح تیر انداز کمان اونچی کرکے تیر چلاتے ہیں۔ صنعت۔ تو نے اپنی کمان بازی کی کاریگری شروع کردی۔ تخمہ کمانی۔ تیر اندازی کی مہارت۔

[52] چوں۔ بیفتد۔ چلّہ کھینچ تیر چلا، کمان میں تیر رکھ کر گرادے جہاں وہ گرے اُس جگہ کو کھود۔ زور۔ طاقت اور زور سے کھینچ اور مجھے سونے کا طلبگار بن۔ آنچہ۔ مولانا فرماتے ہیں حق اور مقصد قریب جگہ میں تھا وہ تیر دور پھینک کر اُس جگہ کو کھود کر خزانہ تلاش کرتا تھا، اللہ تعالیٰ جو حق ہے وہ انسان کی شہ رگ سے قریب ہے اُس کے بارے میں فکر کو دور دوڑانا چاہیئے۔

[53] اَے۔ انسان کا مقصود حقیقی اگر قریب ہے وہ اُسکو اِدھر اُدھر تلاش کرتا پھرتا ہے ہر کہ۔ جو مقصود کو دُور سمجھ رہا ہے وہ مقصود سے بہت دُور ہے وہ اپنی قوت

فلسفی[۵۱] خود را زاندیشہ بگشت — گو بدو کو راسوئے گنجت پشت

فلسفی نے خود کو غور (فکر) سے مار ڈالا — اُس سے کہدے کہ اُسکی خزانہ کی جانب پُشت ہے

گو بدو چندانکہ افزوں میدود — از مرادِ دل جدا تر می شود

اُس سے کہدے کہ وہ جتنا دوڑتا ہے — دل کی مُراد سے زیادہ جُدا ہو رہا ہے

جاھِدُوا فِینَا بگفت آں شہریار — جاھِدُوا عَنَّا نگفت اے بیقرار

اُس شاہ نے "جاھِدُوا فِینَا" کہا ہے — اے بیقرار! اُس نے "جاھِدُوا عَنَّا" نہیں کہا ہے

ہمچو کنعاں[۵۲] کو ز ننگ نوح رفت — بر فرازِ قلّہ آں کوہ زفت

کنعان کی طرح جو حضرت نوحؑ کی ذات سے بھاگا — بڑے پہاڑ کی چوٹی کی بلندی پر

ہر چہ افزوں تر ہمی جست او خلاص — سوئے کہ می شد جُدا تر از مناص

اُس نے جس قدر خلاصی کی زیادہ جستجو کی — وہ بچاؤ کی جگہ سے پہاڑ کی جانب زیادہ جُدا ہو گیا

ہمچو ایں درویش بہر گنج و کاں — ہر صباحی سخت تر جُستے کماں

جیسا کہ یہ فقیر، خزانہ اور کان کی خاطر — ہر صبح کو زیادہ سخت کمان تلاش کرتا

ہر کمانے کو گرفتے سخت تر — بُودے از گنج و نشاں بدبخت تر

ہر وہ کمان جس کو وہ زیادہ سخت پکڑتا — خزانے اور پتہ سے زیادہ بدبخت بنتا

ایں[۵۳] مثل اندر زمانہ جانی ست — جانِ ناداناں برنج ارزانی ست

زمانہ میں یہ مثال جان کے قابل ہے — نادان کی جان تکلیف کے لائق ہے

زانکہ جاہل داشت ننگ از اُوستاد — لاجرم رفت و دُکانِ نو کشاد

کیونکہ جاہل نے اُستاد سے ذلت محسوس کی — لاچار وہ گیا اور اُس نے نئی دُکان کھول لی

آں دُکاں بالائے اُستادانِ کار — گندہ و پُر کژدم ست و پُر ز مار

وہ دُکان جو فن کے اُستادوں سے اوپر ہے — وہ گندی بچھوؤں اور سانپ بھری ہے

زُود ویراں کُن دُکان و باز گرد — سوئے سبز و گلستان و آب خورد

تو دُکان کو جلد ویران کردے اور پلٹ — سبزہ اور چمن اور نہر کی جانب

نے چو کنعاں کو ز کبر و ناشناخت — از کہ عاصم سفینہ فوز ساخت

نہ کہ کنعان کی طرح جس نے تکبر اور جہالت سے — بچانے والے پہاڑ کو کامیابی کی کشتی بنا!

---

۵۱ فلسفی۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش میں فلسفی کو بھی یہی حال ہے اس سے کہہ دو کہ مقصود کی طرف اُس کی پُشت ہے۔ مگر۔ اُس سے کہہ دو کہ وہ جس قدر دوڑے گا مقصد سے دُور ہوتا جائے گا کیونکہ مقصود کی طرف اُس کی پُشت ہے۔

جَاھِدُوا۔ قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کے صحیح طور پر طلب کرنے والوں کے لئے اللہ کا فرمان نقل کیا ہے۔ جَاھِدُوا فِینَا۔ یعنی ہماری طرف آنے میں جو کوشش کرتے ہیں۔ جَاھِدُوا عَنَّا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ہماری جانب سے جانے میں کوشش کرتے ہیں۔

۵۲ ہمچو کنعاں۔ ایسی ہی بُری کوشش کی مثال حضرت نوحؑ کے بیٹے کنعان کی ہے جس نے حضرت نوحؑ کی کشتی میں بیٹھنے سے ذلت محسوس کی اور طوفان سے بچاؤ کے لئے پہاڑ کی چوٹی کی طرف بھاگا جو جو وہ جس قدر کوشش کرتا تھا بچاؤ کی جگہ سے دور ہوتا جاتا تھا جو حضرت نوحؑ کی کشتی تھی۔ ہمچو۔ کنعان اسی فقیر کی طرح تھا جو ہر روز ایک سخت کمان تلاش کرتا اور اُس سے تیر پھینکتا اور خزانہ سے زیادہ دُور ہو جاتا۔

۵۳ ایں مثل۔ مقصد سے دُور ہونے کی وجہ اس مثال سے سمجھ میں آجائے گی جو جان میں رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی شاگرد استاد سے ذلت محسوس کرنے لگے اور اپنی دکان نو کھول بیٹھے۔ ظاہر ہے ایسا شاگرد مقصد سے دُور ہو جائے گا۔ اُس دکان۔ ایسے شاگرد کی دکان ہنر سے خالی ہوگی اور نقصان رساں ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ مقصد تک پہنچنے کا راستہ اہل حق کا اتباع ہے۔ لہٰذا۔ ایسے شاگرد کو چاہئے کہ نورانی دکان کو ویران کردے اور استاد کی شاگردی اختیار کرکے چلے بڑھے۔ کنعان کی طرح نہ بنے کہ اس نے سیدھا راستہ چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کیا۔

۱؎ عِلم تیر انداز یش آمد حجیب — واں مراد اُو را بُدے حاضر بجیب

اُس کا تیر اندازی کا فن، پردہ بننا — اور وہ مقصد اُس کی جیب میں موجود تھا

اے بسا علم و ذکاوات و فطن — گشتہ رہزو راچو غول و راہزن

اے (مخاطب)! بہت سے علم اور ذہانتیں اور سمجھداریاں — سالک کے لئے بھلاوا اور راہزن بنی ہیں

بیشتر اصحابِ جنت ابلہ اند — تا زشر فیلسوفی می رہند

اہلِ جنت زیادہ تر بھولے ہیں — جب ہی تو فلسفی کے شر سے محفوظ رہتے ہیں

خویش را عریاں کُن از فضل و فضول — تا کُند رحمت تُرا ہر دم نزول

اپنے آپ کو فضول اور فضیلت سے عاری کر لے — تاکہ ہر وقت تجھ پر رحمت نازل ہو

۲؎ زیرکی ضدِ شکست ست و نیاز — زیرکی بگذار و باگولی بساز

ذہانت، تواضع اور عاجزی کی ضد ہے — ذہانت چھوڑ اور بھولا پن اختیار کر

زیرکی داں دام بَرد و طمع گاز — تا چہ خواہد زیرکی را پاک باز

ذہانت کو سوہانِ سائی کا جال اور حرص کو گاسیا سمجھ — پھر ذہانت کو پاک باز کیا کرے گا؟

زیرکاں با صنعتے قانع شدہ — ابلہاں از صنع در ضائع شدہ

ذہین، کاریگری پر بس کرنے والے ہو گئے — بھولے، کاریگری سے کارگر میں پہنچ گئے

زانکہ طفلِ خُرد را مادر نہار — دست و پا باشد نہادہ بر کنار

کیونکہ چھوٹے بچے کے لئے ماں، دن میں — ہاتھ پاؤں بغل میں لئے ہوئے ہوتا ہے

۳؎ داستانِ آں سہ مسافر مسلمان و ترسا و جہود و آنکہ ہمنزلے قوتے

تین مسافروں نصرانی اور یہودی اور مسلمان کا قصہ، اُن کو راستہ

یافتند ترسا و جہود سیر بُودند گفتند آں قوت را فردا خوریم

میں کھانے کو بلا نصرانی اور یہودی پیٹ بھرے تھے اُنھوں نے کہا

مسلمان صائم بُود و گرسنہ ماند ازاں کہ مغلوب بُود

کھانا مل کھا لیگے مسلمان روزہ دار اور بھوکا رہا کیونکہ وہ عاجز تھا

۴؎ یک حکایت بشنو اینجا اے پسر — تا نگردی مُمتحن اندر ہنر

اے بیٹا! یہاں ایک حکایت سن لے — تاکہ تو ہنر میں آزمائش میں نہ پڑے

آں جہود و مُومن و ترسا مگر — ہمرہی کردند باہم در سفر

اُس یہودی اور مومن اور عیسائی نے — سفر میں ہمراہی اختیار کی

۱؎ علم تیر۔ اس فقیر کا اس کے تیر اندازی کے علم نے ہی خواہ سے دُور رکھا اور نہ خواہ بالکل اُس سے قریب تھا۔

اے بسا۔ مذموم ذہانت تباہ کُن ہے اور مطلب سے دُور کرتی ہے بیشتر۔ حدیث شریف ہے اَکثرُ اَھلِ الجنۃ بُلہٌ جنتی بھولے ہوتے ہیں۔ خویش۔ ایسی مذموم ذہانت سے اپنے آپ کو بچا لے پھر تجھ پر رحمت نازل ہوگی۔

۲؎ زیرکی۔ انسان کو ایسی غلط ذہانت اور چالاکی کو چھوڑ کر بھولا پن اختیار کرنا چاہیئے۔ دام بَرد۔ یہ ذہانت سوہانِ لوہار ہے۔ زیرکاں۔ مذموم ذہین دنیا میں اُلجھ کر رہ جاتے ہیں اور بھولے آدمی صانع یعنی خدا تک پہنچ جاتے ہیں۔ زانکہ جس طرح نادان بچے کے لئے ماں ہاتھ پاؤں کا کام کرتی ہے اسی طرح بھولے مومن کی خدا دستگیری فرماتا ہے۔

۳؎ داستان۔ اس قصہ میں مذکور ہے کہ ایک سفر میں یہودی اور نصرانی اور مسلمان ہمسفر بنے راستہ میں صرف ماتو دونوں نے چالاکی سے مسلمان کو بھوکے سے محروم کرنا چاہا لیکن قدرت نے ایسا بندوبست کر دیا کہ مظلوم مسلمان ہی کو سہارا قدرت نے اُس کی دستگیری فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ چالاکی اللہ کو پسند نہ آئی اور بھولے مسلمان پر رحمت نازل ہوئی۔ تاگردی۔ تاکہ تو ہنر میں آزمائش میں نہ پڑے۔

بادو گمرہ ہمرہ آمد مومنے
ایک مومن دو گمراہوں کے ہمراہ ہو گیا

چوں[1] خرد با نفس و با آہرمنے
جس طرح عقل نفس اور شیطان کے ساتھ

مرغزی و رازی اُفتند در سفر
مرغزکار ہنے والا اور رے کا رہنے والا سفر میں

ہمرہ و ہم سفرہ پیشِ ہمدگر
ہمراہ اور شریک دسترخوان ایک دوسرے کے سامنے ہوئے

در قفس اُفتند زاغ و چند و باز
پنجرے میں کوا اور چند اور باز واقع ہو جاتے ہیں

جُفت شُد در حبس پاک و بے نماز
قید خانہ میں پاک اور بے نماز جمع ہو گئے

کردہ منزل شب یک موضع بہم
رات میں ایک جگہ مل کر پڑاؤ کیا

مشرقی و مغربی قانع بہم
مشرقی اور مغربی نے آپس میں صابر بن کر

ماندہ[2] در منزل زرہ خرد و شگرف
چھوٹے اور بڑے راستہ سے منزل میں رہ گئے

روز ہا با ہم ز سرما و ز برف
ایک دوسرے کیساتھ بہت دن تک سردی اور برف کی وجہ سے

چوں گشاید راہ و بردارند بند
جب راستہ کھل جائیگا اور وہ روک کو اٹھا دینگے

ہمسلند و ہر یکے جائے رَوند
ایک دوسرے سے جدا ہو جائینگے اور ہر شخص ایک طرف ہو جائیگا

چوں قفص را بشکند شاہِ خرد
جب عقل کا شاہ پنجرے کو توڑ دے گا

جمع مُرغاں ہر یکے سوئے پرد
پرندوں کا مجمع ہر ایک ایک جانب کو اڑ جائے گا

پُر گشادہ پیش ازیں پُر شوق و یاد[3]
اس سے پہلے شوق اور یاد سے بھرے ہوئے پر کھولے

در ہوائے جنس خود سوئے معاد
لوٹنے کی جگہ کی جانب اپنے (ہم) جنس کی محبت میں

پُر گشادہ ہر دمے با اشک و آہ[4]
ہر وقت آنسو اور آہ کے ساتھ پر کھولے ہوئے تھے

لیک پریدن ندارد روئے و راہ
لیکن اڑنے کی صورت اور راستہ نہ تھا

چونکہ رہ یابد پرد ہر یک چو باد
جب راستہ پالیتا ہے ہر ایک ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے

سوئے آں کز یادِ آں پُر می گشاد
اُس کی جانب جس کی یاد میں پر کھولتا تھا

آں طرف کش بود اشک و سوز و آہ
جس جانب اُس کا آنسو اور سوزش اور آہ تھی

چونکہ فرصت یافت آں سو کوفت راہ
جب موقع ملا اُس جانب چلنا شروع کر دیا

در تنِ خود بنگر ایں اجزائے تن
اپنے جسم میں جسم کے ان اجزاء کو دیکھ

از کجا جمع آمدند اندر بدن
کہ جسم میں کہاں سے جمع ہو گئے ہیں؟

آبی و خاکی و بادی و آتشی
عرشی و فرشی و روحی و وحشی
آبی اور خاکی اور بادی اور آتشی
عرشی اور فرشی اور روحی اور وحشی

[1] چوں: یہ دونوں نفس اور شیطان جیسے تھے اور مومن بمنزلہ عقل کے تھا۔
مرغزی: مرغزکار ہنے والا۔ رازی: رے کا رہنے والا۔ سفرہ: دسترخوان۔ قفص: یہ جوڑا ایسا ہی تھا جیسا کہ ایک پنجرے میں بے جوڑ پرند جمع ہو جاتے ہیں یا قید خانہ میں مختلف قسم کے آدمی یکجا ہو جاتے ہیں۔ گروہ منزل: ایسا بھی اتفاق ہو جاتا ہے۔

[2] ماندہ: یہی مثال اس عالم دنیا میں انسانوں کی ہے۔ چوں گشاید: راستہ کھلنے پر چھوٹے کے ساتھ اپنی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ چوں قفص: پنجرا کھلنے پر پرند اپنے ہم جنس کی طرف اڑ جاتا ہے۔

[3] پُر گشادہ: پنجرے میں پہلے اسی کی جگہ کے شوق میں پرندے پھڑپھڑاتے ہیں۔

[4] پُر گشادہ: یہ پرند وطن کے شوق میں پر پھیلائے ہوئے ہیں لیکن اڑنے کا راستہ نہیں ہے۔ چونکہ راستہ ملنے پر تمنا پوری ہوتی ہے تو تن تو۔ انسان کے بدن کے اجزاء کا یہی حال ہے۔ آبی: انسان خاکی بادی سے بنا ہے۔ کشتی: کشش کھینچنے والا۔

از اُمیدِ عَود ہر یک بستہ طرف
ہر ایک واپسی کی اُمید پر نظر جمائے ہوئے ہے

اندریں منزل بہم از بیم برف
برف کے ڈر سے اِس پڑاؤ میں جمع ہیں

برف گوناگوں جمودِ ہر جماد
قسما قسم برف ہر جماد کا سکون ہے

در شتایِ بُعدِ آں خورشیدِ داد
انصاف کے اِس سورج کی دوری کے جاڑے میں

چوں بتابد تفِ آں خورشیدِ خشم
جب قہر کے اُس سورج کی گرمی پہنچے گی

کوہ گردد کاہ ریگ و کاہ پشم
پہاڑ تنکا، ریت اور گھاس اُون بن جائیگا

در گداز آید جماداتِ گراں
بھاری جمادات پگھل جائیں گے

چوں گداز تن بوقتِ نقلِ جاں
جس طرح جسم، روح کے منتقل ہونے کے وقت

چوں رسید ندایں سہ ہمرہ منزلے
جب یہ تینوں ہمراہی ایک پڑاؤ پر پہنچے

ہدیہ شاں آورد حلوا مقبلے[۵۲]
ایک نصیبہ ور اُن کے لئے حلوا لایا

بُرد حلوا پیشِ آں ہر سہ غریب
اِن تینوں مسافروں کے سامنے حلوا لایا

محسنے از مطبخِ اِنی قریبٌ
ایک محسن "اِنی قریبٌ" کے مطبخ سے

نانِ گرم و صحنِ حلوائے عسل
گرم روٹی اور شہد کے حلوے کا طباق

بُرد کاں اندر ثوابش بُد اَمل
وہ شخص لایا کہ اُس کو ثواب کی اُمید تھی

الکیاسۃ والادب لاھل المدر
ذہانت اور ادب شہریوں میں ہے

الضیافۃ والقری لاھل الوبر
مہمان نوازی اور کھانا دیہاتیوں میں ہے

اودع الرحمٰن فی اھل القریٰ
اللہ تعالیٰ نے گاؤں والوں میں رکھی ہے

مالہ غیر الالٰہ من مغیث
جس کا خدا کے سوا کوئی فریادرس نہیں

مالھم تحت سوی اللہ المجید
جن کیلئے وہاں سوائے اللہ بزرگ کے کوئی نہیں ہے

بود صائم روز آں مومن مگر
وہ مومن دن بھر کا روزہ دار تھا

چوں نمازِ شام آں حلوا رسید
جب مغرب کی نماز کے وقت وہ حلوا آیا

بود مومن ماندہ در جوعِ شدید
مومن سخت بھوک کی حالت میں تھا

---

۵۱ آز اُمید۔ انسان کے اجزاء اپنے مراکز کی طرف منتقل ہونے کے منتظر ہیں۔ برف۔ یہ ٹھنڈا اُس وقت تک ہے جب تک حضرت حق کے سامنے پیش نہیں ہوئی ہے۔ چوں تابد جب جلالِ خداوندی کی گرمی پڑیگی قیامت کا منظر سامنے آجائیگا۔ جمادات گراں پہاڑ۔ چوں۔ پھر تینوں مسافروں کا قصہ شروع کیا ہے۔

۵۲ مُقبلے۔ گاؤں کا کوئی مہمان نواز ہوگا۔ اِنی قریبٌ قرآن پاک میں ہے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ "جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں پس میں نزدیک ہوں"۔ قرائش۔ وہ میزبان مسلمان تھا اُس کو مہمان نوازی میں ثواب کی اُمید تھی۔ الکیاسۃ۔ ذہانت۔ اھل المدر۔ شہری۔ القریٰ۔ مہمانداری۔ اھل الوبر۔ خیمہ نشین، دیہاتی۔

۵۳ الغریب۔ مسافر۔ اھل القریٰ۔ دیہاتی میت۔ درگذار۔ تحت۔ بود نماند۔ بہودی اور عیسائی نے کھانا زیادہ کھایا تھا جس سے انکو دست اور قے آرہی تھی مومن روزے سے تھا اسلئے اسکو خوب بھوک لگی ہوئی تھی۔ چوں۔ مغرب کی نماز کے وقت وہ حلوا آیا۔

آں دو کس گفتند ما از خور پُریم[1]
اُن دو شخصوں نے کہا ہم کھانے سے پُر ہیں

امشبش بنہیم و فردایش خوریم
آج کی رات اِس کو رکھ دیں اور کل کو کھائیں گے

صبر گیریم از خورا مشب تن زنیم
ہم کھانے سے صبر کریں آج کی رات چپ رہیں

بہرِ فردا لوت را پنہاں کنیم
کل کے لئے حصہ کھانا چھپا کر رکھ دیں

گفت مومن امشب ایں خورہ شود
مومن نے کہا یہ آج کی رات کھا لیا جائے

صبر را بنہیم تا فردا بُود
کل ہونے تک صبر کو اُٹھا رکھیں

پس بدو گفتند زیں حکمت گری
تو انھوں نے اُس سے کہا کہ تیرا اِس بات کی سے

قصدِ تو آنست تا تنہا خوری
یہ ارادہ ہے کہ تو تنہا کھا لے

گفت[2] اے یاراں کہ نے ماسہ تنیم
اُس نے کہا اے دوستو! کیا ہم تین شخص نہیں ہیں؟

چوں خلاف اُفتاد ما قسمت کنیم
جب اختلاف ہو گیا، ہم بانٹ لیں

ہر کہ خواہد قسمِ خود بر جاں زند
جو چاہے اپنا حصّہ جان کو لگا لے

وانکہ خواہد قسمِ خود پنہاں کند
اور جو چاہتا ہے کہ اپنا حصّہ چھپا رکھے

آں دو گفتندش ز قسمت درگذر
اُن دونوں نے اس سے کہا کہ بانٹنے سے درگذر کر

گوش کُن قسّام فی النار از خبر
قسّام جہنّمی ہے، حدیث سے سُن لے

گفت قسّام آں بُود کو خویش را
اُس نے کہا قسّام وہ ہوتا ہے جس نے اپنے آپ کو

کرد قسمت بر ہوا نے بر خدا
خواہش نفسانی پر تقسیم کر دیا، نہ کہ خدا پر

ملکِ[3] حق و جملہ قسمِ اُوستی
تو خدا کی ملکیت اور سب اُسی کا حصّہ ہے

قسمِ دیگر را دہی دُو گوستی
تو دوسرے کو حصّہ دیتا ہے تو دُو کہنے والا ہو

ایں اسد غالب شد ے ہم بر سگاں
یہ شیر کتّوں پر بھی غالب ہو جاتا

گر نبُودے نوبتِ آں بدرگاں
اگر اُن بدطینتوں کا دَور دَورہ نہ ہوتا

ایں اسد کہ نیست غالب بر بقور
یہ شیر جو گایوں پر غالب نہیں ہے

نوبتِ گاواں بُد و آں گاوِ زور
گایوں اور اُس طاقتور گائے کا دَور دَورہ ہے

قصدِ شاں آں کاں مسلماں غم خورد
اُن کا یہ ارادہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھائے

شب برد در بینوائی بگذرد
اُس پر بے سروسامانی میں رات بسر ہو

بُود مغلوب و تسلیم و رضا
وہ مغلوب تھا اُس نے تسلیم کرنے اور رضا مند ہے

گفت سمعاً طاعۃً اصحابنا
کہا اے ہمارے ساتھیو! سُن لیا اور مان لیا

---

[1] از خور: کھانا بہت ہے زیادہ بھرا ہوا تھا۔ لوت: لذیذ کھانا۔ گفت: مومن نے کہا علاوہ آج کھا لیا جائے صبح کل کے لئے رکھ دیا جائے۔ پس: اُن دونوں نے کہا کہ تیرا مقصد تنہا خوری ہے کیونکہ ہم تو اِس وقت نہیں کھا سکتے۔

[2] گفت: مومن نے کہا میں تنہا سب نہیں کھانا چاہتا بلکہ چاہتا ہوں کہ تقسیم کر لیا جائے قسم حصّہ۔ خبر: "القضاۃ فی النار" بانٹنے والا جہنّمی ہے" اگر یہ حدیث ہے تو اُس کا مطلب وہ نہیں ہے جو ان دونوں نے مُراد لیا بلکہ صحیح مطلب وہ ہے جو مومن نے بیان کیا۔ تر جمہ: یعنی تقسیم میں نفسانی دخل ہو۔

[3] ملک: انسان اللہ کی ملک ہے، اب اگر وہ اپنے آپ کو اور اپنے اعمال کو تقسیم کرے کچھ خدا کے لئے اور کچھ کسی دوسرے کے لئے تو گویا وہ مشرک ہے۔ ایں ہمہ: مومن کی یہ رائے نہ مانی گئی اور وہ غالب نہ آیا۔ بقور: بقر کی جمع ہے۔ زور: مکار قصبہ شاں: اُن دونوں کا مقصد یہ تھا کہ مومن رات کو بھی بھوکا رہے۔ بُود: مومن ایک طرف اور وہ دوسری طرف مجبوراً اُس نے اُن کا کہنا مان لیا۔

پس بخفتند آں شب و برخاستند
پھر وہ اُس رات سوگئے اور بیدار ہوئے

بامداداں خویش را آراستند
صبح کو اپنے آپ کو آراستہ کیا

رُوئے[1] شستند و دہان و ہر یکے
اُنھوں نے چہرہ اور مُنھ دھویا اور ہر ایک

داشت اندر وِرد راہ و مسلکے
وظیفہ میں ایک راہ اور مسلک رکھتا تھا

یک زمانے ہر یکے آورد رُوی
تھوڑی دیر ہر ایک متوجہ ہوا

سُوئے وِردِ خویش الحق فضل جوی
اپنے وظیفہ کی طرف اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کا طالب تھا

مُومن و ترسا جہود و گبر و مُغ
مومن اور عیسائی اور یہودی اور گبر اور آتش پرست

جملہ را رُو سُوئے آں سُلطاں بلغ
سب کا رُخ سلطان معظم کی طرف ہے

مُومن و ترسا جہود و نیک و بد
مومن اور عیسائی اور یہودی اور نیک اور بد

جملگاں را ہست رُو سُوئے اَحد
سب کا رُخ خدا کی جانب ہے

بلکہ سنگ و خاک و کوہ و آب را
بلکہ پتھر اور مٹی اور پہاڑ اور پانی کا

ہست واگشتِ نہانی با خدا
پوشیدہ طور پر خدا کی طرف رجوع ہے

این سخن پایاں ندارد ہر سہ یار
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، تینوں دوستوں نے

رُو بہم کردند آں دم یار وار
دوستانہ ایک دوسرے کی طرف رُخ کیا

آں[2] یکے گفتا کہ ہر یک خوابِ خویش
ایک شخص نے کہا کہ ہر ایک اپنا خواب

آنچہ دید اُو دوش گوآورد بہ پیش
جو اس نے گذشتہ شب دیکھا اکھٹا کر پیش کرے

ہر کہ خوابش بہتر ایں را اُو خورد
جس کا خواب اچھا ہو اُس کو وہ کھانے

قسمِ ہر مفضول را فاضل برد
گھٹیا کا حصہ بڑھیا لے جائے

آنکہ اندر عقل بالا تر رَود
جو عقل میں برتر ہو

خوردنِ اُو خوردنِ جملہ بُود
اُس کا کھانا سب کا کھانا ہوگا

فائق[3] آید جانِ پُر انوارِ اُو
اُس کی انوار سے بھری ہوئی جان فائق ہوگی

باقیاں را بس بُود تیمارِ اُو
بقیہ کے لئے اُس کی خدمت کافی ہوگی

عاقلاں را چوں بقا آمد اَبَد
عقلمندوں کے لئے چونکہ ہمیشہ کی بقا ہے

پس بمعنیٰ ایں جہاں باقی بُود
تو معنی = عالم باقی ہوگا

پس جہود آورد آنچہ دیدہ بُود
پھر یہودی لایا جو اُس نے دیکھا تھا

تا کُجا شب رُوحِ اُو گردیدہ بُود
کہ کہاں اُس کی روح رات میں گھومی تھی

---

[1] رُوئے۔ چہرہ اور مُنھ (صوفیا) ذرہ۔ عبادت کا حصول۔ (حق) مقصد سب کا اللہ کا فضل طلب کرنا تھا۔ موحد ہو ہر شخص خدا کا طالب ہے خواہ اُس نے طلب کا غلط طریقہ اختیار کر رکھا ہو۔ الحق مقسم جملہ کائنات کی ہر چیز خدا کی عبادت کا تسبیح اپنے حال کے مطابق کرتی ہے۔ اس سخن سب کا مقصود خدا کا ہونا۔

[2] آں یکے۔ ایک بزرگ ہر شخص رات کا خواب بیان کرے جس کا خواب بڑھیا ہوگا وہ حلوے میں سے سب کا حصہ حاصل کرلے گا مفضول۔ جس کا خواب گھٹیا ہوگا۔ فاضل۔ جس کا خواب بڑھیا ہوگا۔ آنچہ۔ جس کا خواب بہتر ہوگا یقیناً اُس کی عقل بھی بہتر ہوگی خواب ایسے عقلمند کا کھانا سب کا کھانا ہوگا۔

[3] فائق آید۔ جس کی عقل بالاتر ہوگی یقیناً اُس کی روح پُرانوار ہوگی اور ایسے بندگ کی خدمت اور اپنے حصہ کا خدا کا شکر کھلا دینا برکت کا سبب ہوگا۔ عاقلاں۔ موحدین جن کی عقل کامل ہے اُن کو حیاتِ ابدی حاصل ہے پس جہود۔ سب سے پہلے یہودی نے اپنا خواب بیان کیا۔

گفت[1] در رہ موسیٰ آمد بہ پیش — گر بہ بیند دُنبہ اندر خوابِ خویش

اُس نے کہا راستہ میں حضرت موسیٰ میرے سامنے آئے — بلی اپنے خواب میں دُنبہ دیکھتی ہے

در پئے موسیٰ شدم تا کوہِ طور — ہر سہ ماں گشتیم ناپیدا ز نور

میں حضرت موسیٰ کے پیچھے کوہ طور تک گیا — ہم تینوں نور سے ڈھک گئے

ہر سہ سایہ محو شد زاں آفتاب — بعد ازاں زاں نور شد یک فتحباب

اُس سورج سے تینوں سائے مٹ گئے — اُس کے بعد اُس نور سے فتح باب ہوا

نورِ دیگر از دلِ آں نور رُست — پس ترقی جُست آں ثانیش چُست

اُس نور کے بیچ سے ایک اور نور پیدا ہوا — پھر اُس کے دوسرے نے بہت جلد ترقی کی

ہم[2] من و ہم موسیٰ و ہم کوہِ طور — ہر سہ گم گشتیم زاں اِشراقِ نور

میں بھی اور حضرت موسیٰ بھی اور کوہ طور بھی — اُس نور کی چمک سے ہم تینوں گم ہو گئے

بعد ازاں دیدم کہ کُہ سہ شاخ شُد — چونکہ نورِ حق در و نفّاخ شُد

اُس کے بعد میں نے دیکھا کہ پہاڑ تین ٹکڑے ہو گیا — چونکہ اللہ (سبحانہ) کا نور اُس میں پھونکنے والا تھا

وصفِ ہیبت چوں تجلّی زد بر و — می شکست از ہم ہمی شُد سُو بسُو

ہیبت کی صفت نے جب اُس پر تجلی کی — ایک دوسرے سے جدا ہو گیا ایک ایک سمت ہو گیا

زاں یکے شاخے کہ آمد سُوی یَم — گشت شیریں آبِ تلخ ہمچو سَم

اُس ایک ٹکڑے سے جو سمندر کی طرف آیا — زہر جیسا کھاری پانی میٹھا ہو گیا

آں[3] یکے شاخش فرو شُد در زمیں — چشمہ زاد و بر بروں آمد معیں

اُس ٹکڑے کی وجہ سے جو زمین دھنسا — چشمہ پیدا ہو گیا اور جاری ہو کر باہر آ گیا

کہ شفایِ جملہ رنجوراں شد آب — از ہمایونیِ وحیِ مُستطاب

وہ پانی سب بیماروں کے لئے شفا ہو گیا — پاکیزہ وحی کی برکت سے

واں یکے شاخے دگر پرّید زُود — تا جوارِ کعبہ کہ عرفات بُود

اور ایک دوسرا ٹکڑا جلدی سے اُڑا — کعبہ کے قریب تک جو عرفات (پہاڑ) ہو گیا

باز زاں صَعقہ چو با خود آمدم — طور بر جا بُود نے افزوں نہ کم

میں جب اُس بے ہوشی سے ہوش میں آیا — (کوہ) طور اپنی جگہ پر تھا نہ زیادہ نہ کم

لیک زیرِ پایِ موسیٰ ہمچو بیخ — می گدازید و نماندش شاخ و شخ

لیکن (حضرت) موسیٰ کے پاؤں کے نیچے بیخ کی طرح — پگھل رہا تھا اور اُس میں شکستگی اور کانٹے نہ تھے

---

[1] گفت۔ اُس نے کہا۔ میں جا رہا تھا راستہ میں حضرت موسیٰ مل گئے۔ گربہ موش کا مقولہ ہے یعنی بلی کو خواب میں چھچھوڑے نظر آتے ہیں۔ در پئے۔ میں حضرت موسیٰ کے ساتھ کوہ طور پر پہنچا تو جس قدر نور دیکھا کہ میں اور حضرت موسیٰ اور کوہ طور اُس میں چھپ گئے۔ فتح باب۔ یعنی فیض کا ایک دوسرا دروازہ کہ اُس نور سے ایک نور پیدا ہوا۔

[2] ہم۔ یہ دوسرا نور اس قدر تاباں تھا کہ ہم تینوں اُس میں بالکل گم ہو گئے۔ بعد ازاں اُس نور کی تجلی سے کوہ طور کے تین ٹکڑے ہو گئے اُس تجلی میں اس قدر ہیبت تھی۔ تا آں یکے کہ کوہ طور کا ایک ٹکڑا سمندر میں گیا تو اُس کا زہر جیسا پانی شیریں ہو گیا۔

[3] آں یکے۔ دوسرا ٹکڑا زمین میں دھنس گیا تو اُس سے ایک چشمہ پیدا ہو گیا جو بیماروں کے لئے صحت کا باعث تھا دیکھی۔ کوہ طور پر حضرت موسیٰ کو وحی آئی تھی۔ عرفات۔ تیسرا ٹکڑا اُڑ کر خانہ کعبہ کے پاس پہنچ کر عرفات پہاڑ بنا۔ صعقہ۔ یعنی نور میں گم ہونا۔ لیک۔ اب کوہ طور میں دوسرا تغیر شروع ہوا کہ حضرت موسیٰؑ کے قدموں میں آسمان سے گرنے والی موم کی طرح نرم ہو گیا۔ شاخ۔ یعنی پہاڑ کی چوٹی۔ شخ۔ کانٹے۔

بازمیں ہموار شد کُہ از نہیب
پہاڑ، ہیبت سے زمیں سے ہموار ہوگیا

گشت بالایش ازاں ہیبت نشیب
اُس ہیبت سے اُس کی بلندی پستی بن گئی

باز[1] با خود آمدم زاں اِنتشار
میں پھر اُس انتشار سے ہوش میں آیا

باز دیدم طور و موسیٰؑ برقرار
میں نے پھر طور اور حضرت موسیٰؑ کو برقرار دیکھا

واں بیاباں سَر بسَر در ذیلِ کوہ
اور وہ میدان پہاڑ کے دامن میں پورا

پُر خلائق مثلِ موسیٰ با شکوہ
حضرت موسیٰؑ کی شکل کی بڑی شان والی مخلوق سے بھرا ہوا تھا

چوں عَصا و خرقہ و اُو خرقہ‌شاں
اُن کی لاٹھی اور اُن کی کملی اُن کی کملی کی طرح

جُملہ سُوئے طورِ خوش دامن کشاں
سب خوشی خوشی طور کی جانب روانہ ہیں

جُملہ کفہا در دُعا افراختہ
سب دعا میں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں

نغمۂ اَرِنی بہم در ساختہ
مل کر اَرِنی کا ترانہ بنائے ہوئے ہیں

باز آں غِشیاں چو از من رفت زود
پھر وہ بیہوشی جب جلد مجھ سے چل گئی

صورتِ ہر یک دگر گونہ نمود
مجھے ہر ایک کی صورت دوسری طرح کی دکھائی دی

اَنبیا[2] بُودند ایشاں اہلِ وُد
وہ دوستی والے نبی تھے

اِتحادِ اَنبیا اُم فہم شُد
نبیوں کا اتحاد میری سمجھ میں آگیا

باز اَملاکے ہمی دیدم شگرف
پھر میں نے عجیب فرشتے دیکھے

صُورتِ ایشاں بُد از اَجرامِ برف
اُن کی صورتیں برف کے جسموں کی تھیں

حلقۂ دیگر ملائک مُستعیں
مدد مانگنے والے فرشتوں کی ایک دوسری جماعت تھی

صورتِ ایشاں ہمہ بُد آتشیں
اُن سب کی صورت آتشی تھی

زیں نسق می گفت آں شخصِ جہُود
وہ یہودی شخص اِس طرح سے کہہ رہا تھا

بس جہودے کا خرش محمود بُود
بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے

ہیچ[3] کافر را بخواری منگرید
کسی کافر کو ذلت سے نہ دیکھو

کہ مسلماں مُردنش باشد اُمید
کیونکہ اُس کے مسلمان ہوکر مرنے کی اُمید ہے

چہ خبر داری ز ختمِ عُمرِ اُو
اُس کی عمر کے خاتمہ کا تجھے کیا پتہ؟

تا بگردانی از و یکبارہ رُو
کہ تو اُس سے فوراً منہ پھیرتا ہے

بعد ازاں تر سا در آمد در کلام
اُس کے بعد عیسائی نے بات شروع کی

کہ مسیحم رُو نمود اندر منام
کہ مجھے خواب میں حضرت عیسیٰؑ نظر آئے

---

[1] باز آمدم۔ اس کے بعد پھر میرے حواس درست ہوئے تو حضرت موسیٰؑ اور کوہ طور کی اصلی حالت پر دیکھا۔ واں بیاباں۔ لیکن اب یہ عجیب بات دیکھی کہ اُس کوہ کا دامن عجیب مخلوق سے پُر ہے۔ پُر خلائق۔ ہر شخص کے ہاتھ میں حضرت موسیٰؑ کا سا عصا اور اُس کے بدن پر حضرت موسیٰؑ جیسا خرقہ ہے اور وہ سب خراماں خراماں کوہِ طور کی طرف جا رہے ہیں۔ اَرِنی۔ حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر دعا کی تھی اَرِنی کیف تحییٰ الموتیٰ اے خدا تجھے دکھا دے تو مُردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔

[2] انبیاء۔ اب میں یہ سمجھا کہ یہ انبیاء کا مجمع تھا اور اُس سے میں سمجھ گیا کہ انبیاء سب اپنی وحدت میں متحد ہیں۔ باز۔ پھر مجھے فرشتوں کی ایک ایسی جماعت نظر آئی جیسے وہ برف کے بنے ہوئے ہوں۔ حلقۂ دیگر۔ فرشتوں کی ایک دوسری جماعت بھی تھی جو آتشیں معلوم ہوتی تھی۔ زیں نسق۔ اِس خواب پر تعجب نہ کرو ہو سکتا ہے کہ اُس یہودی کا انجام اور خاتمہ بہتر حالت میں ہوا ہو اور اُس نے مرتے وقت شرک وغیرہ سے توبہ کر لی ہو۔

[3] ہیچ۔ کسی کافر کے بارے میں بھی حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا ہو سکتا ہے کہ اُسکو آخر وقت میں توبہ نصیب ہو جائے۔

من شدم با او بچارم آسماں — مرکز و مثوائے خورشیدِ جہاں
میں اُن کے ساتھ چوتھے آسمان پر پہنچا — جو دنیا کے سورج کا مرکز اور ٹھکانا ہے

خود عجب ہائے قلاعِ آسماں — نسبتش نبود بآیاتِ جہاں
آسمان کے قلعوں کے عجائب کو خود — کوئی نسبت نہیں ہے، دنیا کے عجائب کے ساتھ

ہر کسے دانند اے فخر البنیں — کہ فزوں باشد فنِ چرخ از زمیں
اے فخرِ فرزندان! ہر شخص جانتا ہے — کہ آسمان کا حال زمین سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

حکایت[2] شتر و گاؤ و قحبہ کہ در راہ بندِ گیاہ یافتند ہر یکے

اونٹ اور بیل اور ڈنبہ کا قصہ جنھوں نے راستے میں گھاس کا ایک ٹھٹا پایا (اور) ہر ایک

می گفت کہ من می خورم گفتند ہر کہ از ما پیر تر او بہ برد

کہتا تھا کہ میں کھاؤں گا انھوں نے کہا جو ہم میں زیادہ بوڑھا ہے وہ لے جائے گا

اُشتر و گاؤ و قحبہ در پیشِ راہ — یافتند اندر روش بندِ گیاہ
راستہ کے سامنے اونٹ اور بیل اور ڈنبہ نے — چلتے میں گھاس کا ایک ٹھٹا پایا

گفت قحبہ بخش اگر کنیم ایں را یقیں — ہیچ کس از ما نگردد سیر ازیں
ڈنبہ نے کہا اگر ہم اس کو بانٹیں، یقیناً — اس سے ہم میں سے کسی کا پیٹ نہ بھریگا

لیک عمرِ ہر کہ باشد بیشتر — ایں علف او راست اولیٰ گو بخور
لیکن جس کی عمر سب سے زیادہ ہو — یہ چارہ اُس کے مناسب ہے کہدے کہ کھالے

کہ[3] اکابر را مقدم داشتن — آمدست از مصطفےٰ اندر سُنَن
کیونکہ بڑوں کو مقدم رکھنا — حدیثوں میں (حضرت) مصطفیٰ سے آیا ہے

گرچہ پیراں را دریں دورِ لئام — در دو موضع پیش میدارند عام
اگرچہ بڑوں کو کمینوں کے اِس دور میں — عوام دو موقعوں پر آگے رکھتے ہیں

یا دراں لوتے کہ او سوزاں بود — یا براں پُل کز خلل ویراں بود
یا تو اُس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو — یا اُس پُل پر جو خلل سے ویران ہو

خدمتِ شیخے بزرگے قائدے — عام ناردبے قرینہ فاسدے
کسی راہنما، بزرگ، شیخ کی خدمت — عوام کسی فاسد غرض کے بغیر نہیں کرتے ہیں

خیر شاں اینست چہ بود شر شاں — قبحِ شاں را باز داں از قبر شاں
اُن کی بھلائی یہ ہے تو اُن کی برائی کیسی ہوگی؟ — اُن کی برائی کو اُن کی بھلائی سے پہچان لے

---

[1] چارم۔ حضرت مسیحؑ کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام کا خیال ہے، حدیث سے اُن کا دوسرے آسمان پر ہونا ثابت ہے، سورج کا چوتھے آسمان میں ہونا بھی محض ایک تخمینہ ہے خود۔ بظاہر آسمانی چیزیں زمین کی چیزوں سے بڑھیا ہیں۔ ف۔ حال۔

[2] حکایت۔ عیسائی نے یہ کہکر کہ سب جانتے ہیں کہ آسمان کی چیزیں زمین کی چیزوں سے افضل اور اعلیٰ ہیں اپنی خواب کو اعلیٰ اور اپنے آپ کو حلوے کا مستوجب قرار دیا اس حکایت میں اونٹ کی بھی اسی قسم کی تقریر ہے۔ ف۔ ڈنبہ۔ بندِ گیاہ۔ گھاس کا ٹھٹا۔ روش۔ رفتار۔ بخش کردن۔ تقسیم کرنا۔ لیک۔ ڈنبہ نے کہا کہ جسکی عمر زیادہ ہو وہ یہ گھاس کھالے۔

[3] کہ اکابر۔ حدیث شریف ہے "لیوقر الکبیر" "بڑے کو برجھا" گرچہ۔ لیکن اِس زمانہ میں عرف دو جگہوں پر بڑوں کو آگے بڑھاتے ہیں ایک جبکہ کھانا بہت گرم ہو اور اُس کے کھانے سے منہ جل جائے، دوسرے ٹوٹے ہوئے پُل پر جس سے گذرنا خطرناک ہو۔ خدمتے۔ اگر کوئی کسی بڑے کی خدمت کرتا ہے تو اُسکی یہ میں اُسکی کوئی فاسد غرض ہوتی ہے۔ خیر شاں۔ اِن کمینوں کی بزرگوں کیساتھ بھلائی کا تو یہ حال ہے اب بُرائی کا اندازہ خود کرلو۔

حکایت[1] در بیان حال خود پرستاں و شر ایشاں در لباس خیرات

خود پرستوں کی اور اللہ جلائی کے پردے میں اُن کی برائی کی حالت کے بیان میں حکایت

سُوئے جامع می شد آں یک شہریار
ایک بادشاہ جامع مسجد کو جارہا تھا

خلق را می زد نقیب و چوبدار
لوگوں کو نقیب اور چوبدار مار رہا تھا

آں یکے را سر شکستے چوب زن
وہ کسی مارنے والا ایک کا سر توڑتا تھا

واں دگر را بر درید بے پیرہن
اور دوسرے کے کپڑے پھاڑتا تھا

درمیانہ بیدلے دہ چوب خورد
درمیان میں ایک آزاد شخص نے دس بید میں کھائیں

بے گناہے کہ برو از راہ گرد
بغیر کسی خطا کے کہ جا راستہ سے ہٹ جا

خوں چکاں رُو کرد با شاہ و بگفت
خون ٹپکتے ہوئے نے بادشاہ کا رخ کیا اور بولا

ظلمِ ظاہر بیں چہ پرسی از نہفت
کھلا ہوا ظلم دیکھ لے، چھپا ہوا کیا پوچھتا ہے؟

خیر تو اینست جامع میروی
تیری نیکی تو یہ ہے کہ تو جامع مسجد جارہا ہے

تا چہ باشد شر و ضرت اے غوی
اے گمراہ! تیری بدی اور مضرت کیا ہوگی؟

یک[2] سلامے نشنود پیر از خسے
شیخ کسی کمینہ سے ایک سلام (بھی) نہیں سنتا ہے

تا نہ پیچد عاقبت از وے بسے
تاکہ نتیجہ میں وہ اس سے زیادہ نہ پلٹے

گرگ دریا بد دلی را بہ بود
دل کو بھیڑیا پکڑے (یہ) بہتر ہے

زانکہ دریا بد دلی را نفسِ بد
اس سے کہ دل کو کوئی بد نفس لے

زانکہ[3] گرگ ارچہ کہ بس تم گریست
اس لئے کہ بھیڑیا اگرچہ بہت مکر ہے

لیکش آں فرہنگ و کید و مکر نیست
لیکن اُس میں وہ سمجھ بوجھ اور مکر و چالاکی نہیں ہے

ورنہ کے اندر فتادے اُو بدام
ورنہ وہ جال میں کب پھنستا؟

مکر اندر آدمی باشد تمام
پورا مکر، آدمی میں ہوتا ہے

مکر زان اوست کو دارد درم
مکر اُس کا ہے جو پیسے رکھتا ہے

بشنود آواز و گوید ننگرم
وہ آواز سنتا ہے اور کہتا ہے میں نہیں دیکھتا ہوں

بازگشتن بحکایت شتر و گاؤ و فیچ و ہر یکے از بیان سخ عمر خود ظاہر کردن

اونٹ اور بیل اور ذنبہ کی حکایت کی جانب واپسی اور ہر ایک کا اپنی عمر کی تاریخ ظاہر کرنا

گفت فیچ با گاؤ و اشتر کاے رفاق
ذنبہ نے بیل اور اونٹ سے کہا اے ساتھیو!

چوں چنیں اُفتاد ما را اتفاق
جبکہ ہمیں ایسا اتفاق ہوا ہے

---

[1] حکایت۔ اس سے یہ بتانا ہے کہ اس بادشاہ کے نماز پڑھنے جانے میں کوئی شر تھا اب شر کا اندازہ اس سے کیا جائے۔ نقیب۔ بادشاہ کا پیشو محافظ۔ اژدہ گر۔ راستہ سے ہٹ جا۔ خوں چکاں۔ جس صاحب دل کو نقیب نے مار کر زخمی کیا تھا اُس نے بادشاہ سے کہا کہ ظاہری ظلم تو دیکھ لے کہ بدن سے خون ٹپک رہا ہے دل کو جو مخفی صدمہ پہنچا ہے اُس کا تو بیان ہی نہیں ہو سکتا۔ خیر تو۔ بادشاہ سے کہا کہ تیری خیر میں اس قدر شر ہیں تو شر کا اندازہ ہی نہیں ہو سکتا۔

[2] یک۔ سلامے۔ پیر عوام کا جو بزرگوں کے ساتھ معاملہ اسکا بیان شروع کیا ہے۔ نشنود پیچد۔ سلام سے چونکہ فاسد فرض ہوتی ہے پھر وہ شیخ سے پوری کرتا ہے اور شیخ پیچ و تاب میں مبتلا ہوتا ہے۔ گرگ۔ بزرگ کو بھیڑیئے سے وہ نقصان نہیں پہنچتا ہے جو بد نفس مریدوں سے پہنچتا ہے۔

[3] زانکہ۔ بھیڑیئے میں وہ مکر اور فریب نہیں ہوتا جو بد نفس مرید میں ہوتا ہے۔ ورنہ بھیڑیئے میں اگر مکر ہوتا تو وہ جال میں نہ پھنسا کرتا۔ مکر۔ مالدار کا مکر دیکھو غریب سائل کی آواز پر مکاری سے بہرا اور اندھا بنتا ہے۔ گفت کی۔ ذنبہ نے کہا کہ ہر ایک اپنی عمر بتائے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عمر میں کون بڑا ہے رفاق۔ رفیق کی جمع ہے، سفر کا ساتھی۔

هر یکے تاریخِ عُمرِ اِملا کنید
ہر ایک عیسہ کی تاریخ بیان کرے

پیرِ تر اولیٰ ست باقی تن زنید
زیادہ بوڑھا مستحق ہے، باقی چپ رہیں

گفت قُبّج مرج[1] مَن اندر آں عہود
دُنبہ نے کہا، میری چراگاہ اُن دنوں

با قُبّج قربانِ اسمٰعیل بُود
(حضرت) اسماعیلؑ کی قربانی کے دُنبہ کیساتھ تھی

گاؤ گفتا بُودہ ام مَن سالخورد
بیل نے کہا، میں پرانا ہوں

جُفتِ آں گاوے کش آدم جُفت کرد
اُس بیل کی جوڑی ہوں جسکی آدمؑ نے جوڑی بنائی

جُفتِ آں گاوم کہ آدم جدِّ خلق
میں اُس بیل کی جوڑی ہوں کہ جس سے مخلوق کے دادا

در زراعت بر زمیں میکرد فلق
کھیتی میں زمین جوتتے تھے

چوں[2] شنید از گاؤ و قُبّج اشتر شگفت
جب اونٹ نے بیل اور دُنبہ کی عجیب بات سُنی

سر فرود آورد و آں را بر گرفت
سر نیچے کیا اور اُس کو اٹھالیا

در ہوا برداشت آں بندِ فصیل
در ہوا برداشت آں بندِ فصیل

اشتر بُختی سبک بے قال و قیل
بُختی اونٹ نے، کسی تامل کے بغیر

کہ مرا خود حاجتِ تاریخ نیست
کہ مجھے خود تاریخ (بتانے کی) ضرورت نہیں ہے

کایں چنیں جسمے و عالی گردنیست
کیونکہ ایسا جسم اور اونچی گردن ہے

خود ہمہ کس داند اے جانِ پدر
اے جانِ پدر! ہر شخص خود جانتا ہے

کہ نباشم از شما من خُرد تر
کہ میں تم سے چھوٹا نہ ہونگا

دانداں[3] ایں را ہر کہ ز اصحابِ نُہاست
اِس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو عقلمندوں میں سے ہے

کہ نہادِ من فزوں تر از شماست
کہ میرا وجود تم سے بڑھا ہوا ہے

جملگاں دانند کایں چرخِ بلند
سب جانتے ہیں کہ یہ بلند آسمان

ہست صد چندانکہ ایں خاکِ نژند
یہ نسبت اِس پست زمین کے سیکڑوں گنا ہے

کو کُشادِ قلعہائے آسماں
آسمانوں کے قلعوں کی وسعت کہا

کو نہادِ بقعہائے خاکداں
زمین کے ٹکڑوں کا وجود کہاں؟

کو عجائبہائے بامِ آسماں
آسمان کے بالاخانہ کے عجائب کہاں

کو غرائبہائے گنجِ خاکداں
زمین کے خزانہ کے عجائب کہاں؟

جواب گفتنِ مسلمان آنچہ دید ترسا و جہود و حسرت خوردنِ ایشاں

عیسائی اور نصرانی کو مسلمان کا جواب دینا جو اُس نے دیکھا اور اُن کا حسرت کرنا

[1] قُبّج: میں اُس دُنبہ کے ساتھ چرا ہوں جو حضرت اسماعیلؑ کی بجائے قربان ہوا تھا یعنی میں حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کا ہوں

گاؤ: بیل نے کہا میں اُس جوڑی کا بیل ہوں جس سے حضرت آدمؑ نے کھیتی کی تھی لہٰذا میری عمر دُنبہ سے زیادہ ہے۔

[2] چوں شنید: اونٹ نے جب دُنبہ اور بیل کی یہ عجب باتیں سُنیں تو نیچے کو مُنہ کرکے وہ گھاس مُنہ میں لیکر سر بلند کردیا کرتا۔ اونٹ نے کہا مجھے اپنی تاریخ پیدائش بتانے کی ضرورت نہیں ہے میرا جسم اور میری گردن خود بتادیتی ہے خود ہر کس۔ میرے جسم اور گردن سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میں تم دونوں سے کم عمر نہیں ہوں۔

[3] داند: ہر عقلمند جانتا ہے کہ میرا وجود تم سے بڑھا ہوا ہے جملگاں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ آسمان بلندی کیوجہ سے پست زمین سے بڑھا ہوا ہے اور آسمان میں زمین سے زیادہ عجائب ہیں لہٰذا میرا خواب یقیناً یہودی کے خواب سے بڑھا ہوا ہے۔

پس مسلماں گفت کاے یارانِ مَن
پھر مسلمان نے کہا کہ اے میرے دوستو!

پیشم آمد مصطفٰے سُلطانِ مَن
میرے شاہ مصطفٰے میرے سامنے آئے

سیّدِ سادات وسلطانِ رُسُل
جو سرداروں کے سردار اور رسولوں کے شاہ ہیں

مفخرِ کونین و ہادیِ سُبُل
دونوں جہان کیلئے باعث فخر اور رستوں کیلئے ہدایت کرنے والے

پس مرا گفت آں یکے بر طور تا
پس مجھ سے فرمایا، وہ ایک تو طور پر جا پہنچا

با کلیمُ اللہ نردِ عشق باخت
(اور) اس نے (حضرت) کلیم اللہ کیساتھ عشق کی بازی کھیلی

واں دگر را عیسیِٰ صاحبقراں
اور اُس دوسرے کو صاحبقراں عیسیٰ

بُرد بر اَوجِ چہارم آسماں
چوتھے آسمان کی بلندی پر لے گئے

خیز[1] اے پس ماندۂ دیدہ ضرر
اے پیچھے ہوئے، نقصان اٹھائے ہوئے، اٹھ

بے توقف زُود حلوا را بخور
بے تامل جلد حلوا کھالے

آں ہنرمندانِ پُرفن را ندند
وہ ہنرمند صاحب تدبیر رواں ہو گئے

نامۂ اقبال و منصب خواندند
انھوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھ لیا

آں دو فاضل فضلِ خود دریافتند
اُن دو فضیلت والوں نے اپنی فضیلت حاصل کرلی

با[2] ملائک از ہُنر دربافتند
ہُنر کی وجہ سے فرشتوں سے منسلک ہو گئے

اے سلیمِ گول واپس ماندہ ہیں
اے بھولے، کم فہم، پچھڑے ہوئے، ہاں

برجۂ و برکاسۂ حلوا نشیں
آنکھ اور حلوے کے پیالہ پر بیٹھ جا

مَن بفرمانِ چناں شاہِ جہاں
میں نے ایسے شاہجہاں کے حکم پر

خوردم آں دَم کاسۂ حلوا و ناں
فوراً حلوے کا پیالہ اور روٹی کھالی

پس بگفتندش کہ آنگہ تو حریص
تو اُنھوں نے اُس سے کہا کہ اُسوقت اے لالچی!

اے عجب خوردی ز حلوائے خبیص
تعجب ہے تونے بھیڑے کا حلوا کھالیا

گفت چوں فرمود آں شاہِ مُطاع[3]
اُس نے کہا کہ اُس واجب الاطاعت شاہ نے فرمایا

مَن کہ باشم تا کُنم زاں اِمتناع
میں کون ہوتا ہوں کہ اُس سے رکوں؟

تو جہود از امرِ موسیٰ سَر کشی
تو یہودی (حضرت) موسیٰ کے حکم سے سرکشی کرسکتا ہے؟

گر بخواند در خوشی یا ناخوشی
خواہ خوشی یا رنج میں بلائیں

تو مسیحی ہیچ از اَمرِ مسیح
تو عیسائی ہے (حضرت) مسیح کے حکم سے کبھی

سر توانی تافت از خیر و قبیح
بھلائی اور برائی میں منہ پھیر سکتا ہے؟

---

[1] خیز: آنحضورؐ نے جواب میں کہا کہ تیرے ساتھیوں کو بہت عرصہ حاصل ہوا تو ٹوٹے میں رہا اس ٹوٹے کو حلوا کھا کر پورا کرلے۔ تا بندند۔ یعنی طور اور آسمان پر پہنچے دو فاضل۔ یعنی یہودی اور عیسائی۔

[2] با ملائک۔ اُنھوں نے خواب میں فرشتوں سے ملاقات کا ذکر کیا تھا۔ سلیم۔ بھولا، گول۔ بیوقوف۔ من بفرماں۔ موسیٰ نے کہا میں نے آنحضورؐ کے حکم سے حلوا اور روٹی کھالی۔ خبیص۔ چھواروں کا حلوا۔

[3] مطاع۔ جس کی تابعداری کی جائے۔ امتناع۔ رکنا توجیہ تو یہودی ہے تو خود بتا کہ اگر حضرت موسیٰ تجھے کوئی حکم دیں خواہ وہ تجھے گوارا ہو یا ناگوار تو سرکشی کرسکتا ہے؟ تو مسیحی۔ عیسائی کو بھی یہی کہا۔

مَن[1] ز فخرِ انبیا چوں سر کشم — خوردہ ام حلوا و ایں دم سر خوشم

میں انبیاء کے فخر سے کیسے سرکشی کروں؟ — میں نے حلوا کھایا اور میں اِس وقت خوش ہوں

پس بگفتندش کہ واللہ خواب راست — تو بدیدی ویں بہ از صد خواب ماست

تو اُنھوں نے اُس سے کہا کہ واللہ سچا خواب — تونے دیکھا اور وہ ہمارے سیکڑوں خوابوں سے بہتر ہے

خوابِ تو بیداری ست اے بوُنظر — کہ بہ بیداری عیانستش اثر

اے صاحب نظر! تیرا خواب بیداری ہے — کیونکہ بیداری میں اُس کا اثر نمایاں ہے

خوابِ تو بیداریست اے خوش نہاد — کہ تو در خوابت رسیدی بامُراد

اے خوش سرشت! تیرا خواب، بیداری ہے — کیونکہ تو اپنے خواب میں مراد کو پہنچ گیا

خوابِ تو بیداریست اے نیک خُو — کہ ازاں خوابت رسد امرِ کلُوا

اے نیک خصلت! تیرا خواب بیداری ہے — کیونکہ اُس خواب میں تجھے "تم کھالو" کا حکم آیا

خوابِ تو بیداریست اے نیک مرد — کہ ازاں خوابِ تو رُوے ما سُرد

اے نیک مرد! تیرا خواب بیداری ہے — کیونکہ تیرے اُس خواب کی وجہ سے ہم زرد رُو ہیں

خوابِ[2] تو بیداریست اے سیرِ جاں — کہ ہُماں را ظاہراً دیدی عیاں

اے پیٹ بھری روح! تیرا خواب بیداری ہے — کہ اُس کو تونے ظاہر میں عیاں دیکھ لیا

خوابِ تو مانند خوابِ انبیاست — کہ مُشد ایں خواب تو بے تعبیر راست

تیرا خواب انبیاء کے خواب کی طرح ہے — کہ یہ تیرا خواب بغیر تعبیر کے سچا ہوگیا

در گذر از فضل و از جلدی و فن — کار خدمت دارد و خُلقِ حسن

بڑائی اور بہادری اور ہنر سے باز آ — خدمت اور اچھا اخلاق، کام آتا ہے

بہرِ ایں آورد ما را ز بروں — مَا خَلَقْتُ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ

اِسی کے لئے خدا ہمیں باہر لایا ہے — میں نے انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اِس لئے کہ وہ عبادت کریں

سامری[3] را آں ہنر چہ سُود کرد — کاں فن از بابُ اللہش مردود کرد

سامری کو اُس ہنر نے کیا فائدہ دیا؟ — کہ اُس ہنر نے اُسکو خدا کے در سے مردود بنادیا

چہ کشید از کیمیا قاروں ببیں — کہ فرو بُردش بقعرِ خود زمیں

قارون نے کیمیا سے کیا حاصل کیا؟ — کہ زمین اُس کو اپنے گڑھے میں لے گئی

بوُالحکم آخر چہ بربست از ہنر — سَرنگوں رفت اُو ز کفراں در سقر

ابوجہل نے ہنر سے کیا جمع کیا؟ — وہ کفر کی وجہ سے جہنم میں اوندھا گیا

---

[1] من۔ تو پھر میں مسلمان ہوکر آنحضورؐ کے حکم کو کیسے نہ مانتا؟ پس۔ تب دونوں نے کہا کہ تیرا ہی خواب سچا ہے اور ہمارے سیکڑوں خوابوں سے بہتر ہے۔ بوُنظر۔ صاحب نظر۔ اثر۔ یعنی تونے حلوا کھالیا یا اثر۔ یعنی تجھے حلوا مل گیا۔ مُشد۔ تجھے آنحضورؐ نے حکم دیا کہ کھالو۔ سُرد۔ ہم شرمندہ ہیں۔

[2] سیرِ جاں۔ تیری روح پیٹ بھری ہے۔ کہ ہُماں۔ اِس خواب کو ظاہر میں دیکھ لیا یعنی حلوا کھالیا۔

[3] خوابِ تو۔ انبیاء، بسا اوقات جو خواب میں دیکھتے ہیں وہ بعینہٖ سامنے آجاتا ہے۔ درگذر۔ اب مولانا پھر نصیحت فرماتے ہیں کہ انسان کو بڑائی اور بہادری اور ہنر کا مدعی نہ ہونا چاہئے انسان کے کام آنے والی چیز خدمت یعنی عبادت اور طاعت اور اچھے اخلاق ہیں۔ بہرِ ایں۔ خدا نے ہمیں اِسی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور اِس آیت میں یہی فرمایا گیا ہے۔ مَا خَلَقْتُ۔ پوری آیت یہ ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔

[4] سامری۔ سامری نے ہنرمندی دکھائی اور گوسالہ بنایا اُس سے وہ مردود بنا۔ قارون۔ علم کیمیاگری اور خزانہ نے قارون کو زمین میں دھنسا دیا۔ بوالحکم۔ یہ ابوجہل کی پہلی کنیت ہے۔ سقر۔ جہنم۔

خود[1] ہنر آں داں کہ دید آتش عیاں — نے گپِ دَلَّ عَلَی النَّارِ الدُّخَان

خود ہنر اُس کو سمجھ کہ آگ کو عیاں دیکھا — نہ یہ دعویٰ کہ آگ نے دھوئیں پر دلالت کی

اے دلیلت گندہ تر پیشِ لبیب — در حقیقت از دلیلِ آں طبیب

اے شخص! تیری دلیل عقلمند کے سامنے بہت گندی ہے — حقیقت میں اُس طبیب کی دلیل ہے

چوں دلیلت نیست جُز ایں آبسیر — گوہ می خور در گمیزے می نگر

اے بیٹا! جب تیرے پاس اِسکے سوا دلیل نہیں ہے — گوہ کھاتا رہ، پیشاب کو دیکھتا رہ

اے[2] دلیلِ تو مثالِ آں عصا — در کفت دَلَّ عَلٰی عَیبِ الْعَمٰی

اے شخص! تیری دلیل اُس لاٹھی کی طرح ہے — جو تیرے ہاتھ میں ہے جس نے اندھے پن کے عیب پر دلالت کی

اے دلیلِ ما چو فکرِ ما ذلیل — پیشِ ما پیشِ دانایاں قلیل

اے شخص! ہماری دلیل ہمارے فکر کیطرح ذلیل ہے — عقلمند کے سامنے ہماری حاضری بہت تھوڑی ہے

مُتغلغل وطاق وطرم دیگر ودار — کہ نمی بینم مرا معذور دار

غلغلہ اور دھوم دھام اور پکڑ دھکڑ — کہ میں نہیں دیکھتا ہوں مجھے معذور رکھ

مُنادی کردن سیّد مُلکِ ترمذ کہ کسے باشد بسمرقند رَوَد بسہ روز

ترمذ کے بادشاہ سردار کا منادی کرانا کہ کون ہوگا جو تین دن میں فلاں ضروری کام کے لئے

بفلاں مہم خلعت و مال بدہم و شنیدنِ دلقک در دہ و آمدن

سمرقند جائے، ہم خلعت اور مال دیں — اور مسخرے کا گاؤں میں سننا اور قاصد

بالاغ نزدِ آں سیّد مُلکِ کہ مَن بارے نتوانم

بن کر سیّد بادشاہ کے پاس آنا کہ میں یہ کام نہیں کرسکتا

سیّد[3] ترمذ کہ آنجا شاہ بُود — مسخرہ اُو دلقکِ دلخواہ بُود

ترمذ کا سردار، جو وہاں بادشاہ تھا — اُس کا مسخرہ ایک دلچسپ دلقک تھا

داشت کارے در سمرقند اُو مُہم — جُست الاغے تا شود او مستتم

وہ (بادشاہ) ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا — اُس نے ایک قاصد تلاش کیا جو تکمیل کرنے والا ہو

زد مُنادی کانکہ اُو در پنج روز — آردم زانجا خبر بدہم گنوز

اُس نے اعلان کرایا جو پانچ دن میں — وہاں سے خبر لے آئے میں اُسکو خزانے دونگا

بخشم اُورا زر و گنجِ بے شمار — تا شود میر و عزیز اندر دیار

میں اُس کو سونا اور بے شمار خزانہ دونگا — یہانتک کہ وہ ملک میں سردار اور عزت والا ہوجائے

[1] خود۔ یعنی بہتر معارف یقینیہ اور علوم دینیہ ہیں نہ کہ علوم عقلیہ ہیں۔ لبیب۔ یعنی عارف۔ درحقیقت۔ عارف عقلی دلائل کو اُس دلیل سے بھی گندہ سمجھتا ہے جو طبیب کی ہوتی ہے یعنی قارورہ جسکو دیکھکر طبیب مرض پر استدلال کرتا ہے۔ چوں دلیلت۔ اگر تیرے پاس عقلی علوم کے سوا کچھ نہیں ہے تو گوہ کھاتا پھر اور پیشاب کو دیکھتا رہ۔ گمیز۔ بول گریز، جانوروں کا پیشاب۔

[2] اے۔ عقل دلائل اندھے کی لاٹھی ہے جو اُسکے اندھے پن کی دلیل ہے۔ دلیل۔ عقلی دلائل اور اُنکے محرکی دونوں عارفوں کے نزدیک ذلیل اور حقیر ہیں۔ عقلی دلائل عقلیہ کی شان و شوکت تو بہت ہے لیکن مدعا بالکل ہیچ ہے اور اُس کی مثال یہ ہے کوئی اندھا اپنے اندھے پن کے ثبوت کیلئے محل غیاضہ پہنچائے

[3] منادی کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ مسخرے نے معمولی سی بات کے لئے بڑا اہتمام کیا۔ دلقک۔ یک مسخرے کا نام ہے، مطلقاً مسخرہ۔

[3] سیّد ترمذ۔ ترمذ کے بادشاہ کو یہ ضرورت تھی کہ کوئی سمرقند جاکر وہاں کے احوال معلوم کرکے آئے اس مقصد کیلئے اُس نے منادی کرائی تو مسخرہ ایک گاؤں سے بدحال ہوکر بھاگا آیا اور صرف یہ کہنے آیا کہ میں اِس قابل نہیں ہوں کہ اِس مہم کو سر کرسکوں۔

دلقک اندر دہ بدو آں را شنید
سنہ گاؤں میں تھا اور اس نے وہ سنا

مرکبِ دو اندراں رہ شد سقط
اس راستہ میں دو گھوڑے ہلاک ہوگئے

پس بلیواں در دوید از گردِ راہ
پھر وہ راستے کے گرد و غبار سے کچہری میں دوڑا گیا

غلغلے در حملۂ دیواں فتاد
کچہری میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں

خاص و عام شہر را دل شد ز دست
شہر کے عوام اور خواص کا دل بے قابو ہوگیا

یا عدوئے قاہرے در قصدِ ماست
یا کوئی سخت دشمن ہمارے قصد میں ہے

کہ زدہ دلقک بسیرانِ درشت
کہ سنہ نے سخت رفتار میں

جمع گشتہ بر سرائے شاہ خلق
لوگ بادشاہ کے محل پر جمع ہوگئے

از شتابِ او و جد و اجتہاد
اس کی جلدی اور کوشش اور محنت سے

آں یکے دو دست بر زانو زناں
کوئی دونوں ہاتھ رانوں پر مار رہا تھا

از نفیر و فتنہ و خوف و نکال
فریاد اور فتنہ اور خوف اور عذاب سے

ہر کسے فالے ہمی زد از قیاس
ہر شخص قیاس سے ایک فال نکال رہا تھا

راہ جست و راہ دادش شاہ زود
اس نے فوراً راستہ چاہا اور بادشاہ نے اسکو فوراً اجازت دیدی

برنشست و تا بہ ترمذ می دوید
سوار ہوا اور ترمذ تک دوڑنے لگا

از دوانیدن فرس رازاں نمط
اس طور پر گھوڑا دوڑانے سے

وقتِ ناہنگام رہ جست او بشاہ
اس نے نامناسب وقت بادشاہ کی جانب راستہ ڈھونڈا

شورشے در دہم آں سلطاں فتاد
بادشاہ کے خیال میں پریشانی واقع ہوئی

تا چہ تشویش و بلا حادث شدست
کہ کیا پریشانی اور مصیبت پیدا ہوئی ہے؟

یا بلائے مُہلکے از غیب خاست
یا کوئی مہلک مصیبت غیب سے اٹھی ہے

چند اسپِ قیمتی در راہ کُشت
چند قیمتی گھوڑے مار ڈالے

تا چرا آمد چنیں اشتاب دلق
کہ سنہ ایسی قید تیزی سے کیوں آیا ہے؟

غلغل و تشویش در ترمذ فتاد
ترمذ میں شور اور پریشانی واقع ہوگئی

واں دگر از دہم وا دیلے کناں
اور دوسرا دہم سے واویلا کر رہا تھا

ہر دلے رفتہ بصد گونہ خیال
ہر دل سو خیالوں کی طرف جا رہا تھا

تا چہ آتش اوفتاد اندر پلاس
کہ ٹاٹ میں کونسی آگ لگی ہے

چوں زمیں بوسید گفتش ہے چہ بود
جب اس نے زمین بوسی کی بادشاہ نے اس سے کہا کیا ہوا؟

---

۱ برنشست: اس نے سوار ہوکر۔ مرکب دو: اس نے جانور دوڑائے۔ میں اس نے دو گھوڑے ہلاک کر دیئے۔ پس: پھر۔ راستہ کی گرد بھی صاف نہ کی اور سیدھا بادشاہ کی کچہری میں پہنچ گیا۔ یعنی کاتا پھوئی یعنی دلقک کے گھبرائے ہوئے آنے سے اور اس طریقہ سے بادشاہ کے پاس پہنچنے سے کچہری کے لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور بادشاہ بھی کچھ گھبرایا۔ خاص و عام۔ ہر شخص کو یہ خیال ہوا کہ دلقک کوئی خوفناک خبر لایا ہے۔ کہ آ رہا ہے۔ کوئی خوفناک بات ہے تب ہی دلقک نے اس قدر تیزی سے سفر کیا کہ دو گھوڑے راستہ میں مر گئے۔

۲ جمع گشتہ: ان افواہوں سے کچہری پر جمع ہوگیا۔ دلقک دلقک کا مخفف ہے۔ از شتاب۔ دلقک کی عجلت اور کوشش سے پورا شہر تشویش میں مبتلا ہوگیا سب نے یہ سمجھا کہ کسی بڑی مصیبت کی خبر لایا ہے۔ اس کے تمام لوگوں کی پریشانی کا یہ حال تھا کہ کوئی رائیں پیدا کرتا کوئی واویلا کرتا۔ تفسیر ہر شخص فتنہ و فساد کے خیال سے طرح طرح کے خیال میں مبتلا تھا۔

۳ ہر کسے۔ ہر شخص اپنی اپنی کہہ رہا تھا کہ نہ معلوم کونسی آگ ٹاٹ میں لگی ہوگی یعنی کونسا عظیم حادثہ پیش آیا ہوگا۔ راہ جست۔ دلقک نے پچھلے حال دربار میں حاضری پائی اور بادشاہ نے فوراً اس کو باریابی کی اجازت دی دلقک دربار میں زمین بوس ہوا تو بادشاہ نے دریافت کیا کیا حال ہے۔

ہر کہ می پرسید حالے زاں ترش
اُس بدحال سے جو کوئی حالت دریافت کرتا

دست برلب می نہاد او کہ خمش
وہ ہونٹ پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چپ

وہم می افزود زیں فرہنگِ او
اُس کی اِس عقلمندی سے اور وہم بڑھتا تھا

جملہ در تشویش گشتہ دنگِ او
سب اُس کے سبب پریشانی میں دنگ ہو رہے تھے

کرد اشارت دلق کاے شاہِ کرم
مسخرے نے اشارہ کیا کہ اے شاہِ کرم!

یک دمے بگذار تا من دم زنم
تھوڑی دیر تھہرئے تاکہ میں سانس لے لوں

تا کہ باز آید بمن عقلم دمے
تاکہ میری عقل ذرا ٹھکانے آجائے

کہ فتادم در عجائب عالمے
کیونکہ میں عجیب عالم میں گرفتار ہوں

بعد یک ساعت کہ شاہ از وہم و ظن
تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ، وہم اور گمان سے

تلخ گشتش ہم گلو و ہم دہن
اُس کا گلا بھی اور مُنہ بھی کڑوا ہوگیا

کو ندیدہ بود دلقک را چنیں
کیونکہ اُس نے مسخرہ کو اِس حالت میں نہ دیکھا تھا

کہ از و خوشتر نبود ش ہمنشیں
کیونکہ اُس سے زیادہ خوش مزاج اُسکا کوئی ہمنشیں نہ تھا

دائما داستان و لاغ افراشتے
وہ ہمیشہ داستان اور مذاق ابھارتا تھا

شاہ را او شاد و خنداں داشتے
وہ بادشاہ کو خوش اور ہنستا رکھتا تھا

آنچناں خندانش کردے در نشست
وہ اُس کو مجلس میں اِس قدر ہنساتا تھا

کہ گرفتے قہقہِ شکم را بدو دست
کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ تھام لیتا تھا

کہ ز زور خندہ خوی کردے تنش
ہنسی کی زیادتی سے اُسکے جسم کو پسینہ آجاتا تھا

رُود در افتادی ز خندہ کردنش
اپنے ہنسنے سے اوندھا گر جاتا تھا

باز امروز ایں چنیں زرد و ترش
پھر آج اِس طرح سے زرد اور ترش

دست برلب میزند کاے شہ خمش
ہونٹ پر ہاتھ رکھتا ہے کہ اے بادشاہ چپ

وہم در وہم و خیال اندر خیال
وہم در وہم اور خیال در خیال

شاہ را تا خود چہ آید از نکال
بادشاہ کو کہ دیکھئے کیا وبال آتا ہے؟

کہ دلے شہ باغم و پر ہیز بود
کیونکہ بادشاہ کا دل رنجیدہ اور پرہیز تھا

زانکہ خرم شاہ بس خونریز بود
کیونکہ خرم شاہ بہت خونریز تھا

بہت ڈرگ رہا تھا اِس لئے وہ دلقک کی حالت سے یہ سمجھا کہ دلقک کے علم میں اُس کے حملہ کی خبر آئی ہوگی۔
خرم شاہ۔ خوارزم شاہ کا مخفف ہے۔

---

۱ ہر کہ۔ بادشاہ یا کوئی وزیر جب بھی دلقک سے حالت پوچھتا تو وہ اپنے ہونٹ پر ہاتھ رکھکر چپ رہنے کا اشارہ کرتا۔ وہم۔ اُس کی اِس حرکت سے اور زیادہ پریشانی بڑھ گئی۔ کرد۔ دلقک نے بادشاہ سے اشارے سے کہا کہ مجھے سانس لے لینے دیجئے۔ تاکہ۔ میں ذرا اپنے حواس درست کرلوں اِس وقت میری عجیب حالت ہے پھر کچھ بتاؤں گا۔

۲ بعد یک ساعت۔ بادشاہ نے تھوڑی دیر انتظار کیا اور انتظار میں اُسکو سخت ناگواری ہوئی۔ کو ندیدہ۔ دلقک بہترین خوش طبع ہم نشیں تھا اُس کی کبھی پریشان کن حالت نہ ہوئی تھی۔ دائما۔ دلقک ہمیشہ داستان گوئی اور مذاق سے بادشاہ کو خوش رکھتا تھا، آنچناں۔ وہ بادشاہ کو اِس قدر ہنساتا تھا کہ بادشاہ ہنسی کی زیادتی کیوجہ سے پیٹ پکڑ لیتا تھا۔ وہ بادشاہ کو اِس قدر ہنسا دیتا تھا کہ بادشاہ کو پسینے چھوٹ جاتے تھے اور اوندھا گر جایا کرتا تھا۔

۳ باز۔ پھر آج اُس کی یہ حالت کہ بدحال ہے اور بادشاہ کو بھی چپ رہنے کے اشارے کر رہا ہے۔ وہم۔ اِس سے بادشاہ کو طرح طرح کے خیال آرہے تھے اور بادشاہ سوچنے لگا کہ نہ معلوم کیا مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔ کہ دلے۔ بادشاہ کو خوارزم شاہ، شاہِ سمرقند سے

جائے[1] تختِ اُو سمرقندِ گزیں
اُس کا پایۂ تخت مشہور سمرقند تھا

بُد وزیرِ داہے اورا ہمنشیں
ایک چالاک وزیر اُسکا ہم نشیں تھا

بس شہانِ آں طرف را کشتہ بُود
اُس جانب کے سب بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا

یا بحیلت یا بسطوت آں عنود
وہ سرکش، یا حیلے سے یا حملے سے

ایں شہِ ترمذ ازو در وہم بُود
یہ شاہِ ترمذ اُس سے وہم میں تھا

وز فن و دلقک خود آں وہمش فزود
اور مسخرے کی چال سے اُسکا وہم بڑھ رہا تھا

گفت زُود تر باز گو تا حال چیست
اُس نے کہا جلد بتا کیا حال ہے؟

ایں چنیں آشوب و شور تو ز کیست
تیری اِس قدر پریشانی اور شور کس کیوجہ سے ہے؟

گفت من در دہ شنیدم آنکہ شاہ
اُس نے کہا میں نے گاؤں میں یہ سنا کہ بادشاہ نے

زد منادی بر سرِ ہر شاہ راہ
ہر بڑی سڑک کے سرے پر منادی کرائی ہے

کہ کسے خواہم کہ تازد در سہ روز
کہ میں ایسا آدمی چاہتا ہوں جو تین دن میں دوڑ کر جائے

تا سمرقند و دہم او را کنوز
سمرقند تک اور میں اُس کو خزانے بخشوں گا

گنجہا بدہم ورا اندر عوض
اُس کو بدلے میں خزانے دونگا

چوں شود حاصل ز پیغامش غرض
جب کہ اُس کے پیغام سے مقصد حاصل ہوجائیگا

من شتابیدم برِ تو بہر آں
میں اِس لئے آپ کے پاس دوڑ کر آیا ہوں

تا بگویم کہ ندارم آں تواں
تاکہ میں کہہ دوں کہ میں وہ قوت نہیں رکھتا ہوں

ایں چنیں چستی نیاید از چو من
مجھ جیسے سے ایسی چستی نہیں ہوسکتی ہے

تارِ ایں امید را بر من متن
امید کا تار مجھ پر نہ تنیئے

گفت[2] شہ لعنت بریں تو دیت باد
بادشاہ نے کہا تیری اِس جلدی پر لعنت ہو

کہ دو صد تشویش در شہر او فتاد
کہ شہر میں دو سو تشویشیں پیدا ہوگئیں

از برائے ایں قدر اے خام ریش
محض اتنی سی بات کے لئے اے احمق!

آتش افگندی دریں مرج و حشیش
تونے اِس چراگاہ اور گھاس میں آگ لگادی

ہمچو ایں خامانِ باطبل و عَلَم
اِن خام کار جھنڈے اور ڈھول والوں کیطرح

کہ اما ما ئیم در فقر و عدم
کہ ہم فقر و فنا میں امام ہیں

---

[1] جائے۔ خوارزم شاہ کا پایۂ تخت سمرقند تھا اور اُس کا وزیر بڑا چالاک اور ذہین تھا۔ بس شہان۔ وہ بہت سے بادشاہوں کو تدبیر یا حملے سے قتل کر چکا تھا۔ ایں شہ۔ ترمذ کے بادشاہ کو بھی اِس کا ڈر لگا ہوا تھا اور دلقک کی اِس حالت سے اُس کا ڈر اور خوف اور بڑھ گیا تھا۔

[2] گفت۔ بادشاہ نے دلقک سے کہا جلد بات بتا۔ گفت من۔ اِس پر دلقک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں آپ کی منادی سنی تھی۔

[3] گفت۔ کہ کہا۔ میں نے منادی میں سنا تھا کہ آپ کسی شخص کو سمرقند بھیجکر احوال معلوم کرانا چاہتے ہیں۔ گفتا۔ اور آپ نے یہ اعلان کرایا ہے کہ خبر لانیوالے کو آپ بہت انعام دیں گے۔ من شتابیدم۔ میں دوڑکر اِس لئے آیا ہوں کہ آپ کو بتادوں کہ میں یہ مہم سر نہیں کرسکتا میں چنیں۔ ایسی چستی اور چالاکی کر فوراً سمرقند جاکر میں احوال معلوم کرسکوں مجھ سے ممکن نہیں ہے آپ مجھ سے یہ امید وابستہ نہ کریں۔

[4] گفت۔ جب بہادر کھوسے نے پرچہ باہر آمد ہوا تو بادشاہ نے کہا تیری اِس جلدبازی پر لعنت ہو تونے تمام شہر کو پریشان کر ڈالا۔ از برائے۔ اِس معمولی پیغام کیلئے تونے تمام انسانوں میں آگ لگادی ہمچو۔ اب عموماً فرماتے ہیں کہ اِن جھوٹے شیوخ کی یہی حالت ہے جو دلقک کی تھی کہ ایک

معمولی بات کے لئے اِس قدر طمطراق دکھاتے ہیں۔ ایں خاماں۔ یہ ناقص شیوخ بھی ڈھول بجتے ہیں کہ ہم فقر و فنا کے امام ہیں اور جھنڈے گاڑھ کر اپنے آپ کو بایزید ثابت کرتے ہیں۔

لافِ شیخی در جہاں انداختہ
دنیا میں شیخت کی ڈینگیں مارتے ہیں

خویشتن را بایزیدے ساختہ
اپنے آپ کو بایزید بنا رکھا ہے

ہم[1] ز خود سالک شدہ واصل شدہ
خود ہی سالک اور واصل بن بیٹھا ہے

محفلے دَاکردہ در دعوئی کدہ
دعوے خانہ میں ایک محفل کھول رکھی ہے

خانۂ داماد پُر آشوب و شر
داماد کا گھر شورش سے پُر ہے

قوم دختر را نبودہ زیں خبر
سسرال والوں کو اس کی خبر نہیں

ولولہ کہ کار نیمے راست شُد
جوش ہے کہ آدھا کام بن گیا ہے

شرطہائے کاں سُوئے ما ست شُد
جو شرطیں ہماری طرف سے ہیں وہ ہو گئیں

خانہا را رُوفتیم آراستیم
ہم نے گھروں میں جھاڑو دے لی، آراستہ کر لیا ہے

زیں ہوس سرمست و خوش برخاستیم
ہم اس ہوس سے مست اور خوش اُٹھے ہیں

زاں طرف آمد یکے پیغام نے
اُس جانب سے ایک پیغام بھی نہیں آیا

آمد ایں سُو مُرغکے زاں بام نے
اُس جانب سے اِس جانب ایک چھوٹا سا پرند بھی نہیں آیا

زیں[2] رسالاتِ مزید اندر مزید
اِن مزید در مزید پیغاموں میں سے

یک جوابے از حوالے شاں رسید
ایک جواب اُن کی جانب سے پہنچا؟

نے، ولیکن یارِ ما زیں آگہ ست
نہیں، لیکن ہمارا دوست اِس سے باخبر ہے

زانکہ از دل سوئے دل لابُدرہ ست
کیونکہ احوالِ دل سے دل کی جانب راہ ہے

پس ازاں یارے کہ اُمیدِ شما ست
پھر اُس دوست کی جانب سے جو تمہاری امید گاہ ہے

از جوابِ نامہ رہ خالی چرا ست
نامہ کے جواب سے راستہ کیوں خالی ہے؟

صد[3] نشانست از سرار و از جہار
باطن اور ظاہر سے سَو علامتیں ہیں

لیک بس کن پردہ زیں در بر مدار
لیکن بس کر، اِس در سے پردہ نہ ہٹا

باز رو تا قصۂ آں دلقِ گول
اُس احمق سبزہ کے قصّے کی جانب پھر چل

کہ بلا بر خویش آورد از فضول
کہ خواہ مخواہ اپنے اُوپر بلا لایا

پس وزیرش گفت اے حق را ستُن
پھر وزیر نے اُس سے کہا اے حق کے سنوں!

بشنو از بندہ کمینہ یک سخن
کمینہ خادم سے ایک بات سُن لیجئے

---

[1] ہم ز خود۔ یہ شیوخ بالکل بے پیر ہے ہیں خود بخود سالک بنے اور پھر خود بخود واصل بحق ہو گئے ہیں اور دعوے شروع کر دیئے ہیں۔ خانۂ داماد۔ ان کی مثال بالکل ویسی ہی ہے جیسے کوئی اپنے گھر شادی کی کرّر فر دکھا رہا ہو اور لڑکی والوں کو اس کی کوئی خبر تک نہ ہو۔ دلوَلہ۔ اس شوہر کے گھر میں دھما دھمّ تکا بر پا ہے اور شادی کی تمام ضروریات مہیّا کی جا رہی ہیں۔ خانہا۔ اور کہہ رہا ہے کہ ہم نے شادی کی پوری تیاری کر لی ہے مکان پر جو نکلی بھی کرا لیا ہے اور اِس ہوس میں مست ہو رہا ہو۔ زاں طرف۔ حالانکہ لڑکی والوں کی جانب سے نہ کوئی پیغام ہے نہ سلام۔ کبوتر کو پیغامبر مانا جاتا ہے۔

[2] زیں رسالات۔ یہاں سے پیغاموں کے ڈھیر ہیں آیا ہے ایک بھی جواب نہیں۔ نے۔ اگر کوئی اس سے پوچھتا ہے کہ لڑکی والوں کی طرف سے بھی کوئی پیغام آیا تو کہتا ہے کہ نہیں وہاں سے کوئی جواب تو نہیں آیا لیکن انھیں سب کچھ معلوم ہے کیونکہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ یہی حال متکلّم شیوخ کا ہے کہ اُن کی جانب سے مقبول بارگاہ ہونے کے دعوے ہیں اور حضرت حق کی جانب سے مقبولیت کے کچھ بھی آثار نہیں ہیں۔ پس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اگر تعلق مع اللہ کے دعوے میں کچھ بھی صداقت ہے تو پھر ادھر سے جواب کیوں محروم ہو۔

[3] صد نشانست۔ خدا سے تعلق کے بہت سے باطنی آثار ہیں جنکو بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ بازرو۔ اس سبزے کے قصّے کی تکمیل کر واُس بیوقوف نے خواہ مخواہ اپنے اوپر بلا نازل کی بادشاہ نے انگوجل بھیجنے کا حکم دیدیا۔ پس۔ وزیر نے کہا کہ اِس سبزے کو یہاں کوئی کام تھا جس کیوجہ سے یہ بھاگا آیا ہے اب اُس کی کار

دلقک از دہ بہر کارے آمدست — رائے اُو گشت و پشیمانش شد دست

مسخرہ گاؤں سے کسی کام کے لئے آیا ہے — اسکی رائے بدل گئی ہے اور وہ اس سے پشیمان ہوا ہے

زاب[1] ورو غن کہنہ را نومی کند — اُو بمسخرگی بروں شومی کند

پانی اور تیل سے پرانے کو نیا کرتا ہے — وہ مسخرے پن کے ذریعہ جھٹکارا حاصل کرتا ہے

غمدرا بنمود و پنہاں کرد تیغ — باید افشردن مر اُورا بید ریغ

اُس نے نیام دکھائی اور تلوار چھپائی ہے — اُس کو بے دریغ نچوڑنا چاہیئے

اُو میاں بنمود و پنہاں کرد کارد — بیگماں اُورا ہمی باید فشارد

اُس نے غلاف دکھایا اور چھری چھپائی ہے — بلاشبہ اُس کو کسنا چاہیئے

پستہ را یا جوز را تا نشکنی — نے نماید دل شبد ہد رُو غنی

تو پستہ یا اخروٹ کو جب تک نہ توڑے — وہ نہ مغز ظاہر کرتا ہے نہ یکسانی دیتا ہے

مشنو این دفع و فر ہنگ اُو — در نگر در ارتعاش و رنگ اُو

اُس کے ٹالنے اور تدبیر کو نہ سنیئے — اُس کے کانپنے اور رنگ کو دیکھئے

گفت[2] حق سیماہم فی وجوہہم — زانکہ غمازست سیما و سُمم

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اُنکی نشانی اُنکے چہرے میں ہے — کیونکہ نشانی غماز اور چغلخور ہے

این معاین ہست ضد آن خبر — کہ بشر بسر شتہ آمد این بشر

یہ مشاہدہ اُس خبر کے خلاف ہے — کہ یہ بشر شر سے گوندھا ہوا ہے

گفت دلقک با فغان و با خروش — صاحبا در خون این مسکیں مکوش

مسخرے نے فریاد اور خروش سے کہا — اے صاحب! اس مسکین کے خون کی کوشش نہ کیجئے

بس[3] گمان و وہم آید در ضمیر — کاں نباشد حق و صادق اے امیر

دل میں بہت سے وہم اور گمان آتے ہیں — اے امیر! جو کہ صحیح اور سچے نہیں ہوتے ہیں

اِنَّ بَعضَ الظَّنِّ اِثمٌ ست اے وزیر — نیست ستم راست خاصہ بر فقیر

اے وزیر! بعض گمان گناہ ہے — ستم کرنا خصوصاً فقیر پر درست نہیں ہے

شہ نگیرد آنکہ می رنجاندش — از چہ گیرد آنکہ می خنداندش

شاہ اسکی (بھی) گرفت نہیں کرتا ہے جو اُسکو ستائے — جو اُسکو ہنسائے اُسکی کس وجہ سے گرفت کریگا؟

گفت صاحب پیش شہ جا گیر شد — کاشف این مکر و این تزویر شد

وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جم گئی — اس مکر اور جھوٹ کو کھولنے والی ہوگئی

---

[1] آب ۔ روغن ۔ یہ چالاکی کر رہا ہے اور اصل مقصد کو چھپا رہا ہے ۔ جیسے تلوار کی نیام ۔ افشردن یعنی شکنجہ میں دبانا ۔ اوّل یہ غلاف دکھا رہا ہے اور پھر کی چھپا رہا ہے یعنی آنے کا اصل مقصد ظاہر نہیں کر رہا ہے پستہ ۔ پستہ اور اخروٹ میں سے اصل حقیقت تب ظاہر ہوتی ہے جب اُس کو دبایا جائے اسکو جب شکنجہ میں دبایا جائے گا اصل حقیقت ظاہر ہو جائے گی ۔ مثنوی اس کی بات پر نہ جائیے اُس کی ظاہری علامتوں پر نظر رکھیئے ۔

[2] گفت اللہ تعالےٰ نیکی اور بدی کے ظاہری نشان کی جانب اشارہ فرماتا ہے یہاں معاین ۔ ظاہری علامتیں اسکے قول کے برخلاف ہیں اور یہ بشر شر سے بنا ہوا ہے ۔ گفت دلقک نے جب وزیر کی گفتگو اور خلاف منی تو وزیر سے بولا اے وزیر میرے خون کے درپے نہ ہو ۔

[3] بس ۔ میرے اوپر تیری یہ بدگمانی ہے جو گناہ ہے ۔ نیست ۔ ظلم خود بُرا ہے اور فقیر پر ظلم کرنا تو بہت ہی بُرا ہے ۔ فقیر ۔ شاہ مخالفوں پر بھی ظلم نہیں کرتا ہے تو دوستوں پر کیسے کریگا صاحب وزیر ۔ کاشف ۔ بادشاہ وزیر کی گفتگو سے مسخرے کے مکر کو سمجھ گیا ۔

گفت دَلّک را سوئے زنداں بَرید — چاپلوس و زرق اُو را کم خرید

اُس نے کہا بسمتے کو جیل خانہ کی جانب لے جاؤ — اُس کی چاپلوسی اور جھوٹ کو قبول نہ کرو

میز نیدش چوں دُہل اشکم تہی — تا دُہل وار اُو دہد ماں آگہی

خالی پیٹ ڈھول کی طرح اُسکو بیٹھے رہو — تاکہ ڈھول کی طرح وہ ہمیں بات بتلائے

زانکہ ہم پُر ہم تہی باشد دہل — بانگِ اُو آگہ کُند ما را ز کُل

کیونکہ ڈھول بھرا ہوا بھی ہوتا ہے اور خالی بھی — اُس کی آواز ہمیں سب بات سے باخبر کر دیتی ہے

تا نگوید سِرِّ خود را از اضطرار — آنچنانکہ گیرد ایں دلہا قرار

تاکہ وہ مجبور ہوکر اپنا راز ظاہر کر دے — اس طور پر کہ دل مطمئن ہو جائیں

چوں طمانینست صدقِ با فروغ — دل نیارامد بگفتارِ دروغ

چونکہ روشن سچائی باعثِ اطمینان ہے — جھوٹی بات سے دل مطمئن نہیں ہوتا ہے

کذب چوں خس باشد و دل چوں دہاں — خس نگردد در دہاں ہرگز نہاں

جھوٹ تنکے کی طرح ہے اور دل مُنہ کی طرح — تنکا مُنہ میں کبھی نہیں چھپتا ہے

تا در و باشد زبانے میزند — تا بدانش از دہاں بیروں کُند

جب تک وہ اُسمیں ہوتا ہے زبان ہلاتا ہے — حتیٰ کہ فضلہ ہی سے اُسے باہر نکال دیتا ہے

خاصہ کاندر چشم اُفتد خس زباد — چشم اُفتد در نم و بندد و کُشاد

خصوصاً وہ تنکا جو ہوا سے آنکھ میں گر جائے — آنکھ آنسو اور بند ہونے اور کھلنے میں پڑ جاتی ہے

ما پس ایں خس را ز نیم اکنوں لگد — تا دہان و چشم زیں خس وا رہد

تو ہم بھی اب اِس تنکے کو لاتیں ماریں گے — تاکہ مُنہ اور آنکھ اِس تنکے سے نجات پا جائے

گفت دَلّک کاے مَلِک آہستہ باش — رُوئے حلم و مغفرت را کم خراش

دلک نے کہا اے بادشاہ! توقف کر — بردباری اور معاف کرنے کے چہرے کو زخمی نہ کر

تا بدیں حد چیست تعجیلِ نقم — مَن نمی پرّم بدستِ تو دَرم

سزاؤں میں اتنی جلدی کیوں ہے؟ — میں اُڑ نہیں رہا ہوں تیرے ہاتھ میں ہوں

آں ادب کہ باشد از بہرِ خدا — اندراں مُستعجلی نبوَد رَوا

جو سزا خدا کے لئے ہوتی ہے — اُس میں جلد بازی مناسب نہیں ہوتی

وانچہ باشد طبع و خشمِ عارضی — می شتابد تا نگردد مُرتفِضی

اور جو مزاج اور عارضی غصہ کی وجہ سے ہو — اُسمیں جلدی کرتا ہے، تاکہ رضامندی نہ آجائے

---

۵۱ شنوی زنداں۔ بادشاہ نے حکم دیدیا کہ مسخرے کو جیل خانہ بھیجدیا جائے۔ میز نیدش۔ ڈھول جب پیٹتا ہے تو دوسروں کو خبر پہنچاتا ہے۔ تاکہ ڈھول میں دونوں باتیں ہیں ایک تو یہ کہ اُسمیں ہوا بھری ہوئی ہے دوسرے یہ کہ اُس میں اور کوئی دوسرا جسم نہیں ہے لہذا وہ بھرا ہوا بھی ہے اور خالی بھی ہے۔ تنا نگوید۔ جب یہ دلک پٹے گا تو وہ سچی بات کہدیگا جس سے دل مطمئن ہو جائے گا۔ چوں۔ سچی بات سے دل مطمئن ہو جاتا ہے۔

۵۲ فروغ۔ روشنی۔ دروغ جھوٹی بات دل کو مطمئن نہیں کرتی ہے۔ کذب۔ جھوٹ دل میں اِس طرح کھٹکتا ہے جس طرح تنکا مُنہ میں۔ تا در و۔ تنکا جب تک مُنہ میں رہے گا مُنہ زبان اِدھر اُدھر گھماتا رہے گا۔ خاصہ۔ اگر تنکا آنکھ میں گر جاتا ہے تو آنکھ میں پانی بھر جاتا ہے اور کھلتی اور بند ہوتی رہتی ہے۔ ما پس۔ ہم بھی اِس دلک تنکے کو لاتے ماریں گے تاکہ مُنہ اور آنکھ سے وہ دور ہو جائے۔

۵۳ گفت۔ دلک نے کہا اے شاہ سزا کے حکم میں جلدی نہ کیجئے آپ کے حلم اور مغفرت کے منافی ہے۔ تا بدیں۔ آپ کی جلدی کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے میں آپ کے قبضہ میں ہوں آں ادب۔ جو شخص خدا کیلئے سزا دیتا ہے اُسمیں جلد بازی مناسب نہیں ہوتی۔ وانچہ۔ جو سزا خدا کیلئے نہیں بلکہ اپنے ذات کی وجہ سے ہو اُسمیں جلد بازی کرتا ہے تاکہ رضامندی آجائے

ترسد[1] آید رضا خشمش رود
ڈرتا ہے اگر رضا آگئی غصہ جاتا رہے گا

انتقام و ذوق آں فائت شود
بدلہ لینا اور اس کا مزا فوت ہو جائے گا

شہوتِ کاذب شتابد در طعام
جھوٹی بھوک کھانے میں جلدی کرتی ہے

خوفِ فوتِ ذوق ہست آں خود سقام
مزے کے جانے کا ڈر وہ خود بیماری ہے

اشتہا صادق بود تاخیر بہ
سچی بھوک ہو تو تاخیر بہتر ہے

تا گوارندہ شود آں بے کرہ
تاکہ بے کراہت کے خوب ہضم ہو جائے

تو پئے دفعِ بلا یم می زنی
آپ مجھے مصیبت ٹالنے کے لئے مارتے ہیں

تا بہ بینی رخنہ را بندش کنی
تاکہ آپ شگاف دیکھ لیں، اسکو بند کر دیں

تا ازاں رخنہ بروں ناید بلا
تاکہ اس شگاف سے مصیبت باہر نہ آئے

غیرِ آں رخنہ بسے دارد قضا
قضاء (خداوندی) اسکے علاوہ بہت سے شگاف رکھتی ہے

چارہ[2] دفعِ بلا نبود ستم
مصیبت کے ٹالنے کی تدبیر ظلم نہیں ہے

چارہ احسان باشد و عفو و کرم
احسان اور معاف کرنا اور بخشنا تدبیر ہے

گفت الصدقۃ ترد البلا
فرمایا ہے صدقہ مصیبت کو لوٹا دیتا ہے

داوِ مرضاک بصدقۃ یا فتی
اے نوجوان! صدقہ سے اپنے مریضوں کا علاج کر

صدقہ نبود سوختن درویش را
درویش کو جلانا، صدقہ نہیں ہے

کور کردن چشم حلم اندیش را
اور بردباری سوچنے والی آنکھ کو اندھا کرنا

گفت شہ نیکوست خیر و موقعش
بادشاہ نے کہا بھلائی اور اس کا موقع بہتر چیز ہے

لیک چوں خیرے کنی در موضعش
لیکن جبکہ تو بھلائی اس کے موقع پر کرے

موضع[3] رخ شہ نہی ویرانی ست
تو رخ کی جگہ شاہ کو بٹھادے تو تباہی ہے

موضعِ شہ پیل ہم نادانی ست
شاہ کی جگہ پیدل بھی بے وقوفی ہے

در شریعت ہم عطا ہم زجر ہست
شریعت میں جزا بھی ہے اور سزا بھی

شاہ را صد و فرس را دروگاست
شاہ کی جگہ صد اور گھوڑے کی جگہ دروازہ ہے

عدل چہ بود وضع اندر موضعش
عدل کیا ہوتا ہے؟ اسکا جگہ پر رکھنا

ظلم چہ بود وضع در نا موضعش
ظلم کیا ہے؟ اس کا بے جگہ رکھنا

---

[1] ترسد: اس شخص کو یہ ڈر ہوتا ہے کہ اگر رضامندی آجائے گی سزا اور اس کا مزا جاتا رہے گا۔ شہوت کاذب جس کی بھوک جھوٹی ہوتی ہے وہ جلد کھانے کی کوشش کرتا ہے کہ کہیں بھوک نہ جاتی رہے حالانکہ یہ جھوٹی بھوک خود ایک بیماری ہے۔ اشتہاء صادق اگر سچی بھوک ہے تو کھانے میں تاخیر بہتر ہوتی ہے تاکہ بھوک میں اور اضافہ ہو اور کھانا بغیر کسی ناگواری کے خوب ہضم ہو جائے۔

[2] چارہ: آپ مجھے بیشک مارنا چاہتے ہیں کہ آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ مجھے کوئی خوفناک بات معلوم ہوئی ہے اور وہ میں نہیں بتا رہا ہوں اگر بتا دوں گا تو آپ تدبیر کر لینگے اور مصیبت آنے کے راستہ کو بند کر دینگے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ مصیبت کے آنے کا کوئی ایک راستہ نہیں ہوتا ہے اگر آپ ایک راستہ بند کر دینگے اور وہ مصیبت متعدد ہے تو وہ دوسرے راستے آجائیگی۔

[3] چارہ: مصیبت ٹالنے کی یہ ترکیب نہیں ہے کہ مجھے مار کر اسکے آنے کی تدبیر بھی جائے بلکہ اصل ترکیب یہ ہے کہ مجھ کو احسان اور عفو اور کرم کا معاملہ کیا جائے۔ گفت: آنحضور نے فرمایا ہے صدقہ مصیبت کو دفع کرتا ہے تو اصل مرض کا علاج صدقہ ہے۔ صدقہ کی یہ کوئی صورت نہیں کہ آپ مجھ درویش کو جلوائیں اور اپنی بردباری کی آنکھ کو بند کریں۔ گفت شہ: بادشاہ نے کہا کہ

[4] موضع رخ شہ: شطرنج کے کھیل میں اگر رخ کو بجائے شاہ کو بٹھا دیا جائے تو بازی ویران ہو جائے گی۔ در شریعت: شرع نے جزاء اور سزا کا حکم دیا ہے اور دونوں چیزیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں شاہ کے لئے صد مجلس اور گھوڑے کیلئے دروازہ بہتر جگہ ہے۔ مثنوی شریف

عدل چہ بُود آب[1] دہ اشجار را — ظلم چہ بُود آب دادن خار را

عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے — ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دینا

نیست باطل ہر چہ یزداں آفرید — از غضب وز حلم وز نصح و مکید

جو کچھ اللہ (تعالیٰ) نے پیدا فرمایا بے کار نہیں ہے — غصہ اور بردباری اور خلوص اور مکر

خیر مُطلق نیست زینہا ہیچ چیز — شر مُطلق نیست زینہا ہیچ نیز

ان میں سے کوئی چیز مطلقاً خیر نہیں ہے — نیز ان میں کوئی چیز مطلقاً شر نہیں ہے

نفع و ضر ہر یکے از موضع ست — علم زیں رُو واجب ست و نافع ست

ہر ایک کا نفع اور نقصان ایک مقام سے ہے — اس اعتبار سے علم ضروری اور مفید ہے

اے بسا زجرے کہ بر مسکیں رود — در ثواب از نان و حلوا بہ بُود

اے شخص! بسا اوقات وہ جھڑکی جو مسکین پر ہو — ثواب میں روٹی اور حلوے سے بہتر ہے

زانکہ حلوا گرمی و صفرا کند — سیلیش[2] از خُبث مُستنقا کند

کیونکہ حلوا گرمی اور صفرا پیدا کرتا ہے — طمانچہ اس کو خباثت سے صاف کر دیتا ہے

سیلیٔ در وقت بر مسکیں بزن — کہ رہاند آلش از گردن زدن

مسکین کے ہر وقت طمانچہ مار — تاکہ وہ اس کو قتل ہو جانے سے بچالے

زخم در معنیٔ فتد بر خوئے بد — چوب بر گرد اُوفتد نے بر تمد

چوٹ، حقیقتاً بری عادت پر پڑتی ہے — کوڑا گرد پر پڑتا ہے نہ کہ تمدے پر

بزم[3] و زنداں ہست ہر بہرام را — بزم مجلس را و زنداں خام را

ہر بادشاہ کی مجلس اور قید خانہ ہوتا ہے — مجلس مخلص کے لئے اور قید خانہ ناقص کے لئے

شق باید ریش را مرہم کنی — چرک را در ریش مستحکم کنی

زخم کو شگاف چاہیے، تو مرہم لگائے — میل کو زخم میں جما دے گا

تا خورد مر گوشت را در زیر آں — نیم سُودے باشد و پنجہ زیاں

یہاں تک کہ وہ اس کے نیچے گوشت کو کھا جائے گا — آدھا فائدہ ہوگا اور پچاس گنا نقصان

از تلف آں اندروں ویراں شود — مرگِ ناگہ در میاں پنہاں شود

اس کی گرمی سے اندر کا حصہ خراب ہو جائے گا — اچانک موت درمیان میں چھپ جائے گی

---

[1] آب۔ پانی درختوں کو دینا عدل ہے کانٹے کو پانی دینا ظلم ہے۔ نیست باطل۔ اگر ہر جگہ جزاء ضروری اور مناسب ہو تو پھر سزا کا پیدا کرنا عبث ہو جائے گا۔ خیرِ مطلق۔ کوئی چیز نہ مطلقاً خیر ہے نہ مطلقاً شر، خیر کو اگر بے موقع استعمال کیا جائے تو شر ہے شر کو با موقع استعمال کیا جائے تو خیر ہے۔ نفع۔ نفع اور ضرر کا مقام جداگانہ ہے علم کی ضرورت اور نفع یہی ہے کہ انسان کو اس سے صحیح جگہ معلوم ہو جاتی ہے۔ مسکین۔ کسی فقیر کے طمانچہ مارنے میں بسا اوقات وہ ثواب حاصل ہوتا ہے جو اسکو روٹی اور حلوہ کھلانے سے نہیں ملتا ہے۔ زانکہ۔ حلوا تو اُلٹی گرمی اور صفرے کا اضافہ کر دے گا اور طمانچہ اس کی باطنی خباثت کو صاف کر دے گا۔

[2] سیلی۔ اگر مسکین کوئی ایسی حرکت کر رہا ہے جس سے اس کی گردن ماری جانے کا خیال ہے تو اس کے طمانچہ مار کر روک دے۔ زخم۔ تو کسی مسکین کی بری عادت پر جب اس کے طمانچہ مارتا ہے تو مسکین کو نہیں مارتا ہے بلکہ اس کی بد عادت کو مارتا ہے، کیل پر اگر گرد جمی ہوئی ہے تو گرد کو مارتا ہے کیل کو نہیں مارتا ہے۔

[3] بزم۔ بادشاہوں کے یہاں محفل نشاط بھی ہوتی ہے اور جیل خانہ بھی محفل مخلص دوستوں کیلئے ہے اور جیل خانہ ناقصوں کیلئے۔ شق باید۔ پھوڑا نشتر کو چاہتا ہے اگر تو اس پر مرہم لگے گا تو اسکا مطلب یہ ہوا کہ پھوڑے میں پیپ اور میل کو جما رہا ہے۔ تا خورد۔ وہ پیپ اسکے گوشت کو اور کلادگی تو مرہم سے آدھا فائدہ اور پچاس گنا نقصان ہوگا۔ از تلف۔ پھوڑے میں سوزش ہوگی اور اسکا اندرونی حصہ اور تباہ ہو جائیگا

گفت[1] لقلک من نمی گویم گذار
لقلک نے کہا میں یہ نہیں کہتا کہ چھوڑ دیجئے

لیک می گویم تحری پیش آر
لیکن میں کہتا ہوں تحقیق کو پیش نظر رکھئے

ہیں رہِ صبر و تأنی در مبند
ہاں صبر اور بردباری کا راستہ بند نہ کیجئے

صبر کن اندیشہ می کن روز چند
صبر کیجئے، چند دن غور کیجئے

در تأنی بر یقینے بر زنی
تامل کرنے پر آپ یقینی بات پر پہنچ جائیں گے

گوشمالِ من بایقانے کنی
مجھے یقین کے ساتھ سزا دیں گے

در روش یمشی مکبا خود چرا
رفتار میں یمشی مکبا۔ غور کیوں ہو؟

چوں ہمی شاید شدن در استوا
جبکہ سیدھی حالت میں وہ ممکن ہو سکے

مشورت کن باگروہِ صالحاں
نیکوں کی جماعت سے مشورہ کیجئے

بر همیبر امر شاورهم بداں
پیغمبرؐ کے لئے شاورهم کا حکم سمجھ لیجئے

امرهم[2] شوریٰ برائے ایں بود
امرهم شوریٰ اسی کے لئے ہے

کز تشاور سہو و کژ کمتر شود
کہ باہمی مشورے کرنے سے بھول اور کجی کم ہوتی ہے

ایں خرد ہا چوں مصابیحِ انور ست
یہ عقلیں چراغوں کی طرح روشن ہیں

بیست مصباح از یکے روشن تر ست
بیس چراغ ایک چراغ سے زیادہ روشن ہیں

بُوَد کہ مصباحے فتد اندر میاں
ہو سکتا ہے کہ درمیان میں کوئی چراغ ایسا ہو

مشتعل گشتہ ز نورِ آسماں
جو آسمان کے نور سے روشن ہوا ہو

غیرتِ حق پردہ انگیختہ ست
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے پردہ ڈال دیا ہے

سفلی و علوی بہم آمیختہ ست
سفلی اور علوی کو باہم ملا دیا ہے

گفت[3] سیروا فی طلب اندر جہاں
سیروا فرمایا ہے دنیا میں طلب کر

بخت و روزی را ہمی کن امتحاں
نصیب اور رزق کو آزماتا رہ

در مجالس می طلب اندر عقول
مجلسوں میں ڈھونڈتا رہ، عقلوں میں سے

آنچناں عقلے کہ بُود اندر رسولؐ
ایسی عقل جو رسولؐ کے اندر تھی

زانکہ میراث از رسول آنست و بس
کیونکہ رسولؐ کی میراث فقط وہی ہے

کو بہ بیند غیبہا از پیش و پس
جو کہ آگے اور پیچھے سے چھپی باتوں کو دیکھ لے

حکم ہے کہ چلو پھرو تو جس طرح چلنے پھرنے سے انسان کو وہ نصیب اور روزی حاصل ہو جاتی ہے جو وہاں اس کیلئے مقدر تھی اسی طرح چلنے پھرنے سے کوئی صاحب باطن اور صاحب عقل نورانی بھی مل جاتا ہے جس سے مقصد خلق ہوتا ہے۔ در مجالس۔ چل پھر کر مختلف مجلسوں میں اس صاحب عقل کی تلاش کر جسکو آنحضورؐ کی میراث پہنچی ہو۔ زانکہ حدیث

---

[1] گفت لقلک۔ لقلک نے کہا کہ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ مجھے چھوڑ دیجئے بلکہ مقصد یہ ہے کہ پوری تحقیق کر کے عمل کیجئے۔ ہیں۔ صبر اور بردباری کا دروازہ بند نہ کیجئے چند دن اس معاملہ پر غور کر کے کسی نتیجہ پر پہنچئے۔ در تأنی تحمل کے نتیجہ میں معاملہ کا یقین حاصل ہو جاتا ہے پھر اگر سزا بھی دینا ہے تو جرم کے یقین پر دی جائے گی۔ در روش۔ جب سیدھا کر کے ہو کر چلنا ممکن ہو تو اوندھے منہ لیٹ کر نہ چلنا چاہئے۔ سزا میں بھی صحیح طریقہ یہی ہے کہ جرم کا یقین حاصل کر لیا جائے۔ مشورت کن۔ پھر کسی راستہ پر پہنچنے کیلئے نیکوں سے مشورہ بھی کر لینا چاہئے آنحضورؐ کو حکم تھا کہ وہ مشورہ کر لیا کریں

[2] امرهم شوریٰ۔ صحابہ کے بارے میں فرمایا گیا کہ ان کا معاملہ مشورہ سے طے ہوتا ہے وہ اس لئے کہ مشورے کی صورت میں سہو اور غلطی واقع نہیں ہوتی۔ ایں خرد۔ ایک عقل اور چند عقلوں کی مثال ایک چراغ اور چند چراغوں کی سی ہے۔ بگو کہ۔ ہو سکتا ہے کہ شہروں میں کوئی ایسا بھی ہو جسکو آسمان سے فیض حاصل ہوتا ہو۔ غیرتِ حق چونکہ بسا اوقات اللہ کی غیرت کا تقاضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے محبوب بندے کو دوسروں کی نظروں سے مخفی رکھے تو ہم نہیں سمجھتے کہ ان لوگوں میں وہ ہے یا نہیں۔

[3] گفت سیروا اللہ کا

در بصرہا ہی طلب ہم آں بصر — کہ نتابد شرحِ آں ایں مختصر

بینائیوں میں اس بینائی کو طلب کر — جس کی تفصیل کو یہ مختصر تحمل نہیں کرسکتا

بہرِ ایں کرد ست منع آں پاشکوہ — از ترہب وز شدن خلوت بکوہ

اسی لئے اُس عظیم الشان نے منع فرمایا ہے — رہبانیت سے اور پہاڑ کی خلوت سے

تا نگردد فوت ایں نوعِ التقا — کاں نظر بخت ست و اکسیرِ بقا

تاکہ اس طرح کی ملاقات فوت نہ ہوجائے — کیونکہ وہ نظر نصیب اور بقاء کی کیمیا ہے

در میانِ صالحاں یک اصلحے ست — بر سرِ توقیعش از سلطاں صحت

نیکوں میں ایک زیادہ نیک ہے — جس کے فرمان پر شاہ کی جانب سے صحیح بنا ہوا ہے

کاں دعا شد با اجابت مقترن — کفو او نبود کبارِ انس و جن

کہ وہ دعا قبولیت سے وابستہ ہوگئی — اُس کی برابر انس وجن کے بڑے بھی نہیں ہیں

در مرے اش آنکہ حلو و حامض ست — حجتِ ایشاں بر حق داحض ست

اُس سے جھگڑے میں جو شخص میٹھا اور کھٹا ہے — اللہ (تعالیٰ) کے نزدیک اُن کی دلیل پھسپھسی ہے

کہ چو ما او را بخود افراشتیم — عذر و حجت از میاں برداشتیم

کیونکہ جب ہم نے خود اُس کو بلند کردیا ہے — تو عذر اور جھگڑے کو درمیان سے اٹھادیا ہے

قبلہ را چوں کرد دستِ حق عیاں — پس تحری بعد ازاں مردود داں

جب اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت نے قبلہ ظاہر کردیا — اُس کے بعد اٹکل کو مردود سمجھ

ہیں بگرداں از تحری رُو و سر — کہ پدید آمد معاد و مستقر

خبردار! اٹکل سے مُنہ اور سر پھیرے — کیونکہ لوٹنے کی جگہ اور ٹھہرنے کی جگہ ظاہر ہوگئی

یک زماں زیں قبلہ گر ذاہل شوی — سخرۂ ہر قبلۂ باطل شوی

تھوڑی دیر کیلئے بھی اگر تو اس قبلہ سے غافل ہوگا — تو ہر باطل قبلہ کا بیگاری بن جائے گا

چوں شوی تمییز دہ را ناپاس — بجہد از تو خطرۂ قبلہ شناس

جب تو تمیز عطا کرنے والے کا ناشکر گزار بنے گا — تو وہ خیال جو قبلہ کو پہچاننے والا ہے تجھ سے نکل بھاگے گا

گر ازیں انبار خواہی بر و بر — نیم ساعت روز ہمدرداں مبر

اگر تو اس کھلیان سے نیکی اور گیہوں چاہتا ہے — تو تھوڑی دیر کیلئے بھی ہمدردوں سے مُنہ نہ پھیر

در بصرہا۔ بینائیوں میں سے اس بینائی کی تلاش کر جس کی تفصیل اس مختصر مجموعہ میں نہیں کی جاسکتی۔ بہرحال رہبانیت اور خلوت کی اسی لئے ممانعت ہے کہ انسان ہمیشہ کیلئے ایسے صاحبِ علم و نظر سے محروم ہوجاتا ہے۔

در میان۔ نیک لوگوں میں کوئی ایسا مقبولِ بارگاہ بھی ہوتا ہے جس کی سند پر شاہ کی جانب سے لفظ "صحیح" لکھا ہوا ہے یہ علامت اس بات کا اشارہ ہوتی ہے کہ اس فرمان میں جو حکم ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ کاں دعا۔ اور اس علامت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی دعا کو قبول فرمایا ہے اور عنداللہ بہت مقبول اور بخشا بخشایا ہے۔

کہ چو ما۔ یہ بزرگ اس قدر اللہ کا مقبول ہوتا ہے کہ اس سے اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی اور اس کے مخالف کی ہر دلیل اللہ کے نزدیک پھسپھسی اور کمزور ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ فرمادیتا ہے کہ جب ہم نے اُسکو مقبول بنالیا تو اس سے کسی کو اختلاف کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ قبلہ۔ اس شخص کی بات کو کہتے ہیں اور دوسری بات کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قبلہ آنکھوں کے سامنے ہو اور پھر انسان اٹکل سے قبلہ متعین کرے۔ ہیں۔ جب قبلہ سامنے آگیا تو اب اٹکل سے روگردانی ضروری ہے۔

کہ پدید آمد معاد و مستقر۔ یعنی قبلہ۔ یک زماں۔ اس صاحبِ عقل کو اپنا قبلہ بنالے اور سمجھ لے کہ اگر تو نے اس سے غفلت کی تو باطل قبلہ کا غلام بنجائیگا۔ چوں شوی۔ جب کہ اُس قبلہ کی قدر نہ کریگا تو تیری ناسپاسی کیوجہ سے وہ نظر بھی تجھ سے چھن جائے گی جس سے تو قبلہ کو پہچانتا۔ گر ازیں انبار۔ اگر تو نیکی اور اُسکے رزق کا طالب

کاندراں دم کہ ببری زاں مُعین — مُبتلا گردی تو بائیس القرین

اسی وقت جبکہ تو اُس مددگار سے جُدا ہوگا — بُرے ساتھی کے ساتھ مبتلا ہو جائے گا

حکایتِ تعلّقِ مُوش باچغز و بستن پائے ہر دو برشتۂ دراز و

حکایت - چوہے اور بینڈک کا تعلق اور دراز دھاگے میں دونوں کے پاؤں باندھنا اور

برکشیدنِ زاغ مُوش را و مُعلّق شدنِ چغز و نالیدن و

کوّے کا چوہے کو کھینچنا اور بینڈک کا لٹک جانا اور رونا اور اُس کا

پشیماں شدنِ اُواز تعلّق باغیرِ جنس و باجنسِ خود ناساختن

اپنی جنس سے ہٹ کر دوسری جنس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر پشیمان ہونا

ازقضا مُوشے و چغزے باوفا — برلبِ جُوگشتہ بُودند آشنا

مقدر سے ایک چوہا اور ایک وفادار بینڈک — نہر کے کنارے پرُدوست ہو گئے تھے

ہر دو تن مربُوطِ میثاقے شدند — ہر صباحے گوشۂ می آمدند

دونوں ایک وعدے کے پابند ہو گئے تھے — ہر صبح کو ایک جگہ آجایا کرتے تھے

نَردِ دل باہمدگر می باختند — از دو سا دس سینہ می پرداختند

دل کی نرد ایک دوسرے سے کھیلتے تھے — اور دوستوں سے سینہ کو خالی کرتے تھے

ہر دو را دل از تلاقی مُتّسع — ہمدگر را قصّہ خوان و مُستمع

ملاقات سے دونوں کا دل کھلتا تھا — ایک دوسرے سے قصّہ کہتے اور سنتے تھے

رازگویاں بازبان و بے زباں — اَلجَمَاعَہ رَحمَہ را تاویل داں

زبان اور بغیر زبان کے راز کہتے تھے — جماعت رحمت ہے کے معنی جاننے والے تھے

آں اُشر چوں جُفت ایں شاد آمدے — پنجسالہ قصّہ اُش یاد آمدے

وہ خود پسند جب اس سرور کے ساتھ ہوتا — اُس کو پانچ سال کا قصّہ یاد آجاتا

جوشِ نُطق از دل نشانِ دوستی ست — بستگی نُطق از بے اُلفتی ست

دل سے گفتگو کا جوش دوستی کی علامت ہے — گویائی کا بند ہونا بے اُلفتی کی دلیل ہے

دل کہ دلبر دید کے ماند ترش — بُلبلے گُل دید کے ماند خمش

جس دل نے معشوق کو دیکھ لیا وہ منقبض کب رہتا ہے — جس بلبل نے گل کو دیکھا وہ کب چپ رہتی ہے

ماہیِ بریاں ز آبِ خضرؑ — زندہ شُد در بحر گشت اُو مُستمر

بھنی ہوئی مچھلی (حضرت) خضرؑ کے اثر سے — زندہ ہو گئی، (اور) سمندر میں روانہ ہو گئی

۱؎ کاندراں۔ اسلئے کہ اچھے ساتھی کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بُرا ساتھی ملتا ہے۔ حکایت۔ اس حکایت سے بُرے ساتھی کے بُرے انجام کو سمجھایا ہے، مینڈک نے مینڈکوں کا ساتھ چھوڑ کر چوہے کا ساتھ اختیار کیا اور مارا گیا۔ چغز۔ مینڈک۔ ہر دو تن۔ چوہا اور مینڈک ایک مقرر وقت کے پابند ہو گئے اور دونوں ایک جگہ جمع ہو جاتے۔

۲؎ نردِ دل۔ ایک دوسرے سے دل کی بازی لگانا اور باتیں کر کے دل کی بھڑاس نکالنا۔

۳؎ تتبع۔ دونوں کے دل میں کشادگی پیدا ہوتی ایک دوسرے کو قصّہ سُناتا اور اُس کا قصّہ سنتا۔ بے زبان یعنی اپنی حالت سے۔ تاویل داں۔ اسی لئے اُس پر عمل کر رہے تھے۔ اشتر۔ خود پسند متکبر۔ ایں شاد۔ یعنی مسرور مینڈک۔

۴؎ جوش۔ مولانا فرماتے ہیں دل سے گفتگو کا جوش اُٹھنا دوستی کی علامت ہے، اور بے اُلفتی میں زبان بات کرنے سے رُکتی ہے۔ دل۔ جب عاشق محبوب کو دل کی نگاہ سے دیکھ لیتا ہے تو اُس کا انقباض ختم ہو جاتا ہے۔ دل بھر کر باتیں کرتا ہے۔ بلبل گل کو دیکھ کر خوب چہکتی ہے۔ ماہیِ بریاں۔ عاشق، بریاں یعنی ہے اور معشوق کی دیدار آبِ حیات ہے خضرؑ جہاں حضرت موسیٰؑ کی خضرؑ سے ملاقات ہوئی وہاں آبِ حیات کا چشمہ تھا۔

یارِ چوں با یارِ خود بنشستہ شد[1]
یار جب اپنے یار کے پاس بیٹھا

صد ہزاراں لوحِ دل دانستہ شد
دل کی لاکھوں تختیاں معلوم ہو جاتی ہیں

لوحِ محفوظ ست پیشانیِ یار
یار کی پیشانی لوحِ محفوظ ہے

رازِ کونین نماید آشکار
اس کو دونوں جہان کے راز آشکارا کر دیتی ہے

ہادیِ راہ است یار اندر قدوم
یار، سلوک میں طریقت کا راہنما ہے

مُصطفٰے زیں گفت اصحابی نجوم
اسی لئے حضرت مصطفٰےؐ نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں

نجم اندر ریگ و دریا رہنماست
ستارہ، ریگستان اور دریا میں راہنما ہے

چشم اندر نجم نہ کو مقتداست[2]
ستارے پر آنکھ جمائے رکھو کیونکہ وہ مقتدا ہے

چشم را با رُوئے اُو می دار جُفت
آنکھ اُس کے چہرے سے جوڑے رکھو

گرد منگیزاں ز راہِ بحث و گفت
بحث اور گفتگو کے طریقہ پر گرد نہ اڑا

زانکہ گردد نجم پنہاں زاں غبار
کیونکہ اُس گرد سے ستارہ چھپ جائے گا

چشم بہتر از زبانِ بانثار
پُرغرض شخص کی زبان سے آنکھ بہتر ہے

تا بگوید آنکہ وحیستش شعار
تاکہ وہ کہے جس کا شعار وحی ہے

کاں نشاند گرد و نگیزد غبار
کیونکہ وہ گرد کو بٹھا دے گا، غبار نہ اڑائے گا

چوں شد آدمؑ مظہرِ وحی و وداد
ناطقہ اُو علّم الاسماء کُشاد[3]
جب آدمؑ راہی اور محبت کے مظہر بنے
اُن کی قوتِ ناطقہ نے علّم الاسماء کو کھول دیا

نامِ[4] ہر چیزے چنانکہ ہست آں
از صحیفہ دل رَوِی گشتش زباں
ہر چیز کا نام جس طرح ہے
اُن کی زبان دل کے صحیفہ سے سیراب ہو گئی

فاش می گفتے زباں از رُو و تیش
جملہ را خاصیّت و ماہیتش
اُس کے دیکھنے سے زبان صاف کہہ رہی تھی
سب کی خاصیت اور ماہیت

آنچناں نامے کہ اَشیا را سزد
نے چنانکہ چیز را خواند اسد
ایسے نام جو چیزوں کے مناسب تھے
نہ ایسے کہ بزدل کو شیر کہہ دیتے ہیں

نوحؑ نہ صد سال در راہِ سوی
بُود ہر روزش تذکیرِ نوی
نوحؑ کا نو سو سال تک سیدھے راستہ میں
ہر روز اُن کا نیا وعظ فرمانا

---

[1] یار۔ مُرید جب شیخ کے سامنے بیٹھتا ہے تو شیخ کے قلب کے اسرار اُس پر منعکس ہوتے ہیں۔ لوحِ محفوظ شیخ کی پیشانی لوحِ محفوظ ہے، جس میں دونوں جہان کے اسرار محفوظ ہیں۔ آدمی۔ شیخ راہِ سلوک کا ہادی ہے جس کو دیکھ کر مقصد تک پہنچ سکتے ہو اسی لئے آنحضورؐ نے صحابہؓ کو ستارے قرار دیا جن کے ذریعہ ریگستان اور سمندر میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے چشم۔ طالبِ مُرید کا فرض ہے کہ وہ اپنی نظر شیخ پر جمائے رکھے۔

[2] چشم۔ شیخ کے دیدار سے رہنمائی حاصل کر بحث و گفتگو کی گرد اڑا کر اُس ستارے کو پوشیدہ نہ کر۔ شیخ کی زیارت زیادہ نافع ہے بہ نسبت اس کے کہ زبان نمائش کرتی ہے۔

[3] تا بگوید۔ تاکہ وہ ذات جس کا براہِ راست وحی شعار ہے جیسے انبیاء یا وہ ذات جس کا وحی سے بالواسطہ تعلق ہے جیسے اولیاء خود بات کرے اُس سے شکوک و شبہات کی گرد بیٹھ جاتی ہے اور غبار اُس ستارے کو نہیں چھپاتا ہے۔
چوں شد آدمؑ۔ حضرت آدمؑ وحی کے مظہر بنے تو اُن کو خود بخود تمام چیزوں کے نام یاد ہو گئے۔

[4] نامِ ہر چیزے۔ جس طرح تمام چیزوں کے نام اُن کی زبان دل کے صحیفہ سے سیراب ہو کر سنا دی تھی۔ فاش۔ وہ لوحِ دل سے پڑھ کر ہر چیز کا نام اُس کی خاصیت اور ماہیت بتا دیتے تھے۔ آنچناں۔ ہر چیز کا وہ نام بتاتے تھے جو اُس چیز کے مناسب حال ہو نہ کہ اسد کو بزدل کو شیر کہہ دیں۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک ہر روز نیا وعظ فرماتے رہے مولانا نے بیکڑے کے جز کو چھوڑ کر نو سو سال فرمایا ہے۔

لعلِ[1] او تازہ زیاقوتُ القلوب — نے رسالہ خواندہ نے قوتُ القلوب

اُن کا لعل دلوں کے یاقوت سے تازہ ہوتا — انھوں نے رسالہ پڑھا نہ قوت القلوب پڑھی

وعظ را نا موختہ ہیچ از شروح — بلکہ ینبوعِ کشوف و شرحِ رُوح

انھوں نے شرحوں سے کچھ وعظ نہ سیکھا تھا — بلکہ مکاشفوں کے چشمہ اور روح کے انشراح سے

زاں مے کاں مے چو نوشیدہ شود — آبِ نطق از گنگ جوشیدہ شود

اُس شراب سے کہ جب وہ شراب پی جائے — گونگے کا پانی گونگے میں سے جوش مارنے لگے

طفلِ[2] نوزادہ شود حبر و فصیح — حکمتِ بالغ بخواند چوں مسیح

نیا پیدا شدہ بچہ عالم اور فصیح بن جائے — (حضرت) مسیح کی طرح (ہی) حکمت پڑھنے لگے

از گہے کہ یافت زاں مے خوش لبی — صد غزل آموخت داؤدِ نبی

اُس وقت سے کہ اُس شرابِ خوش گفتاری ماہر کی — (حضرت) داؤد نبی نے سیکڑوں غزلیں سیکھ لیں

جملہ مرغاں ترک کردہ چیک چیک — ہمزبان و یارِ داؤدِ مَلیک

سب پرند چیں چیں چھوڑ کر — شاہ داؤد کے ہمزبان اور یار ہو گئے

چہ عجب گر مرغ گردد مستِ او — چوں شنید آہن ندائے دستِ او

اگر پرند اُس سے مست ہو گئے تو کیا تعجب ہے — جبکہ اُن کے ہاتھ کی آواز لوہے نے سُن لی

صرصرے بر عاد قتالے شدہ — مر سلیمانؑ را چو حمالے شدہ

تیز ہوا جو (قوم) عاد کے لئے قتال بنی — سلیمانؑ کے لئے بار بردار کی طرح ہو گئی

صرصرے می بُرد بر سرِ تختِ[3] شاہ — ہر صباح و ہر مسایک ماہہ راہ

وہ تیز ہوا سر بدشاہ کے تخت کو لیکر چلتی تھی — ایک مہینہ کا راستہ ہر صبح اور ہر شام کو

ہم شدہ حمال و ہم جاسوسِ او — گفتِ غائب را کناں محسوسِ او

وہ بار بردار بھی بنی اور جاسوس بھی — غائب کی گفتگو کو محسوس کرانے والی

بادِ چوں گفتارِ غائب یافتے — سُوئے گوشِ آں ملک بشتافتے

ہوا جب غائب کی گفتگو کو پالیتی — اُن شاہ کے کان کی جانب دوڑتی

کاں فلانے ایں چنیں گفت ایں زماں — اے سلیمانؑ شہ صاحبقراں

کہ اُس فلاں نے اِس وقت ایسا کہا — اے شاہ صاحبقران سلیمانؑ!

تدبیر کردنِ موش بچغز کہ من نمی توانم آمدن بر تو بوقتِ

چوہے کی مینڈک سے تدبیر کرنا، کہ میں ضرورت کے وقت تیرے پاس پانی میں نہیں آسکتا ہوں

---

[1] لعل۔ یعنی چونکہ یاقوت القلوب۔ حضرت نوعؑ کا دل جو دوسرے دلوں کے مقابلے میں بمنزلہ یاقوت کے تھا۔ رسالہ۔ یعنی امام قشیری رح کا رسالہ قشیریہ۔ قوت القلوب۔ یعنی ابوطالب مکی کی کتاب۔ شروح۔ یعنی تفاسیر اور وعظوں کی بڑی بڑی کتابیں۔ ینبوع۔ چشمہ۔ کشوف۔ مکاشفے۔ شرح رُوح۔ یعنی روح کا انبساط۔ زاں۔ وہ وعظ اُس خدائی شراب سے حاصل ہوا تھا جس کو پینے سے گونگا بھی فصیح و بلیغ بن جاتا ہے۔

[2] طفلِ نوزادہ۔ حضرت مسیحؑ نے بچپن میں فرمایا تھا۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتٰبَ۔ میں خدا کا بندہ ہوں اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے۔

[3] از گہے۔ حضرت داؤدؑ نے جب وہ شراب پی تو یہ لطف انگیز کلام فرمانے لگے۔ جملہ مرغاں۔ پرند بھی اُس سے مست ہو کر حضرت داؤدؑ کے نغمہ میں شریک ہو جاتے تھے۔ چہ عجب۔ پرند تو جاندار ہیں لوہا تک اُن کو متاثر تھا، مُوم بن جاتا تھا۔ صرصرے۔ جب حضرت سلیمانؑ نے وہ شراب پی لی تو وہی ہوا جس کے اثر سے قوم عاد تباہ ہوئی اُنکی خدمتگار بنگئی۔

[4] تختِ شاہ۔ وہی ہوا اُن کا تخت سر پر لاد کر ہر صبح اور ہر شام کو ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتی تھی۔ باد۔ وہی ہوا حضرت سلیمانؑ کو دور کی خبریں لاکر دیتی تھی۔ تدبیر چوہے اور مینڈک نے ایک ایسی تجویز کی کہ

حاجت، در آب درمیانِ ما وسیلتے باید کہ چوں مَن بر لبِ
ہمارے درمیان کوئی وسیلہ چاہیئے کہ میں جب پانی کے کنارے آؤں
آب آیم ترا تو انم خبر کردن وچوں تو بر در سُوراخِ آں موش
تجھے خبر کرسکوں اور جب تو جوہے کے گھر کے سوراخ کے دروازے
خانہ آئی مرا توانی خبر کردن
پر آئے مجھے خبر کرسکے

ایں[1] سخن پایاں ندارد گفت موش — چغز ارا دزے کہ اے مصباحِ ہوش
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، چوہے نے کہا — ایک روز چپکے سے کہا اے ہوش کے چراغ!
وقتہا خواہم کہ گویم با تو راز — تو در ون آب داری تُرکتاز
بسا اوقات میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے راز کہوں — تو پانی میں دوڑ لگاتا پھرتا ہے
بر لبِ جُو مَن ترا نعرہ زناں — نشنوی در آب بانگِ عاشقاں
میں نہر کے کنارے تجھے آواز دیتا ہوں — تو عاشقوں کی آواز پانی میں نہیں سُنتا ہے
مَن دریں وقتِ مُعیّن اے دلیر — مَن نگردم از محاکاتِ تو سیر
اے بہادر! میں اس مقرر وقت میں — تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوتا ہوں
پنج[2] وقت آمد نماز اے رہنمون — عاشقاں رانی صلوٰۃِ دائمون[3]
اے رہنما! نماز پانچ وقت ہے — لیکن، عاشقوں کیلئے ہے کہ وہ ہمیشہ نماز میں ہیں،
نے بہ پنج آرام گیرد آں خمار — کاندراں سر ہاست بے پانصد ہزار
وہ خمار پانچ سے آرام نہیں حاصل کرتا ہے — جو ان سروں میں ہے، نہ پانچ لاکھ سے
نیست[4] زُرغبا نشانِ عاشقاں — سخت مُستسقی ست جانِ صادقاں
عاشقوں کی علامت زرد رنگ نہیں ہے — صادقوں کی جان سخت پیاسی ہے
نیست[5] زُرغبا وظیفہ ماہیاں — زانکہ بے دریا ندارند اُنسِ جاں
مچھلیوں کا معمول کبھی کبھی زیارت کرنا نہیں ہے — کیونکہ دریا کے بغیر وہ روح کا اُنس نہیں رکھتی ہیں
آبِ ایں دریا کہ ہائل بقعہ ایست — با خمارِ ماہیاں خود جُرعہ ایست
اس دریا کا پانی جو خوفناک جگہ ہے — مچھلیوں کے خمار کے سامنے خود ایک گھونٹ ہے
یک دمِ ہجراں بر عاشق چو سال — وصل سالِ متصل پیشش خیال
عاشق کے نزدیک ہجر کا ایک لمحہ سال جیسا ہے — سال بھر کا مسلسل وصل اس کیلئے ایک خیال ہے

[1] ایں سخن۔ اللہ کی قرب و محبت پینے کے آثار کا بیان، مصباح ہوش۔ چوہے نے بینائی کے ہوش و حواس کو چراغ کہا۔
[2] وقتہا۔ مقرر وقت کے علاوہ بسا اوقات جی چاہتا ہے کہ تجھ سے کوئی راز کی بات کہوں لیکن تو دریا میں دوڑتا پھرتا ہے۔ بر آب۔ میں دریا کے کنارے پر تجھے آوازیں دیتا ہوں تو مجھ جیسے عاشقوں کی آواز نہیں سن پاتا ہے۔ مَن در ایں وقت۔ مقرر وقت میں باتوں سے دل نہیں بھرتا ہے تو دوسرے وقت میں بات کرنا چاہتا ہوں۔
[3] پنج وقت۔ نہیں، اے وہ وقت باتیں ہوتی ہیں تو یہ مقرر اوقات تو عام کیلئے ہیں، لیکن عاشقانِ خدا تو ہر وقت نماز یعنی خدا سے گفتگو میں لگے رہتے ہیں نے بہ پنج۔ صرف پانچ وقت میں بات کرنے سے ان کا دل مطمئن نہیں ہوتا اس لئے کہ اُن دلوں میں تو لاکھوں راز ہیں جو اللہ سے کہنا چاہتے ہیں۔ لذتِ صلوٰۃ۔ ایک دن چھوڑ کر اوقات کر یہ حکم عاشقوں کیلئے نہیں ہے، عاشقوں کی جان بہت پیاسی ہے اس کی سیری کیلئے تو ہر وقت عبادت درکار ہے۔
[4] نیست۔ مچھلی کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ تو دریا ایک روز چھوڑ کر عبادت کیا کر کیونکہ مچھلی بغیر دریا کے تھوڑی دیر میں ہی روح سے بیزار ہوجاتی ہے آبِ۔ مچھلی تو دریا کے بھنور کو بھی ایک گھونٹ پانی سمجھتی ہے۔

عشق[1] مستسقی ست مستسقی طلب
عشق پیاسا ہے، پیاسے کا طلبگار ہے

درپے ہم این و آں چوں روز و شب
یہ اور وہ دن اور رات کیطرح ایکدوسرے کے پیچھے ہیں

روز بر شب عاشق ست و مضطرست
دن رات پر عاشق ہے اور بے چین ہے

چوں بہ بینی شب بر و عاشق ترست
جب تو غور کرے رات اس پر زیادہ عاشق ہے

نیست شاں از جستجو یک لحظہ الیست
ان کی جستجو میں ایک لحظہ بھی رکاوٹ نہیں ہے

از پے ہم شاں یکے دم ایستست
ایک دوسرے کے پیچھے سے انہیں ایک لمحہ بھی توقف

ایں گرفتہ پائے آں آں گوشِ ایں
اس نے اس کا پاؤں پکڑا ہے، اس نے اس کا کان

ایں براں مدہوش و آں بیہوشِ ایں
یہ اس پر مدہوش ہے اور وہ اس پر بیہوش ہے

در دلِ معشوق جملہ عاشق ست[2]
معشوق کے دل میں جو کچھ ہے وہ عاشق (ہی) ہے

در دلِ عذرا ہمیشہ وامق ست
عذرا کے دل میں ہمیشہ وامق ہے

در دلِ عاشق بجز معشوق نیست
عاشق کے دل میں معشوق کے سوا کچھ نہیں ہے

درمیاں شاں فارق و مفروق نیست
انکے درمیان کوئی جدا کرنے والا اور جدائی کا سبب نہیں ہے

بر یکے اشتر بود ایں دو دررا
یہ دونوں گھنٹے ایک اونٹ پر ہیں

پس چہ دانی عشقا بگنجد ایں دورا
تو ان دونوں میں ایک کو چھوڑ کر دوسرے کی گنجائش کہاں ہے

ہیچکس با خویش ذوقا نمود
کسی شخص نے اپنے ساتھ ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو ظاہر

ہیچ کس با خود بنوبت یار بود
کوئی شخص باری سے اپنا یار بنا ہے

آں[3] یکیی نے کہ عقلش فہم کرد
وہ یگانگت ایسی نہیں ہے کہ عقل سمجھ سکے

فہم ایں موقوف شد بر مرگِ مرد
اس کا سمجھنا انسان کے مرنے پر موقوف ہے

جز مگر مردے کہ پیش از مرگ مرد
سوائے اس شخص کے جو مرنے سے پہلے مرگیا

رخت ہستی را بسوئے یار برد
ہستی کا سامان، یار کی جانب لے گیا

ور بعقل ادراکِ ایں ممکن بدے
اور اگر عقل سے اس کا علم ممکن ہوتا

قہرِ نفس از بہرِ چہ واجب شدے
تو نفس کا مجاہدہ کیوں ضروری ہوتا؟

با چناں رحمت کہ دارد شاہِ ہش
اس رحمت کے ہوتے ہوئے جو شاہِ عقل رکھتا ہو

بے ضرورت چوں بگوید نفس کش
بغیر ضرورت کیوں کہتا کہ نفس کشی کر؟

بھی وہ شخص اس کو سمجھ سکتا ہے جس نے مقامِ فنا حاصل کر لیا ہو۔ ذوالعقل۔ اگر نظری عقل سے یہ اتحاد سمجھ میں آسکتا تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجاہدہ کا حکم نہ دیتا۔ باچناں۔ اللہ تعالیٰ رؤف رحیم ہے وہ بلاوجہ مشقت میں مبتلا نہیں کرتا ہے، مجاہدوں کے بعد یہ ذوق پیدا ہوتا ہے کہ اس اتحاد کو سمجھا جاسکے۔

[1] عشق یعنی معشوق بھی عاشق کا پیاسا ہے اور اس کا طلبگار ہے۔ روز۔ عاشق اور معشوق کا حال ایسا ہی ہے جیسے دن اور رات کا کہ ایک دوسرے پر عاشق ہے نیست۔ نہ دن کو رات کی طلب میں قرار ہے نہ رات کو دن کی طلب میں، ہر وقت ایک دوسرے کے درپے ہے۔ ایں گرفتہ۔ دن اور رات نے ایک دوسرے کا کان اور پاؤں پکڑ رکھا ہے اور ایک دوسرے پر مدہوش ہے۔

[2] در دل۔ معشوق کے دل میں عاشق کے تصور کا نظیر ہو عذرا۔ عرب کی مشہور معشوقہ ہے۔ وامق۔ عرب کا مشہور عاشق ہے۔ دورا۔ دال کا زبر اور زبر دونوں جائز ہے جس گھنٹہ یعنی عاشق اور معشوق دونوں اس طرح جوڑے ہوئے ہیں جیسے اونٹ کے گلے میں دو گھنٹیاں پڑی ہوتی ہیں تو انکے لئے کبھی کبھی ملاقات کرنے کا حکم نہیں ہو سکتا، ہیچکس۔ معشوق اور عاشق میں اتحاد ہے اب اگر عاشق سے یہ کہا جائے کہ تو معشوق کی کبھی کبھی زیارت کیا کر تو گویا یہ صورت ہے کہ اس سے کہا جارہا ہے کہ تو اپنی ذات کی زیارت کیا کر۔

[3] آں یکیی۔ محبوب حقیقی اور محب کا اتحاد عقلی نہیں ہے یہ مرنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے۔ جز۔ اس دنیا میں

مبالغہ[1] کردنِ موش در لابہ و زاری کردن و وصلت خوشامد میں چوہے کا مبالغہ کرنا اور عاجزی کرنا اور پانی کے مینڈک سے جستن از چغز آبی

جوڑ چاہنا

گفت اے یارِ عزیز، مہر کار — من ندارم بے رُخت یکدم قرار

اُس نے کہا اے مہربان پیارے دوست! — میں تیرے رُخ کے بغیر ایک لمحہ قرار نہیں رکھتا ہوں

روز نورِ و مکسبِ و تابم توئی — شب قرار و سلوت و خوابم توئی

دن میں میرا نور اور کمائی اور روشنی تو ہے — رات میں میرا قرار اور بے غمی اور نیند تو ہے

از مروت باشد ار شادم کُنی — وقت و بے وقت از کرم یادم کُنی

مروت ہوگی، اگر تو مجھے خوش کردے — وقت اور بے وقت کرم کرکے تو مجھے یاد کرلے

در شبار و زے وظیفہ چاشتگاہ — راتبہ کردی وصال اے نیک خواہ

دن رات میں، چاشت کے ورد کے وقت — اے خیر خواہ! تو نے وصال مقرر کردیا ہے

مَن بدیں یکبار قانع نیستم — در ہوایت طرفہ انسانیستم

میں اس ایک بار پر صابر نہیں ہوں — تیری محبت میں میں عجیب انسان ہوں

پانصد[2] استسقا ستم اندر جگر — باہر استسقا قرین جوعُ البقر

میرے جگر میں پانچسو استسقا ہیں — (اور) ہر ایک استسقا کے ساتھ جوعُ البقر ہے

بے نیازی از غمِ مَن اے امیر — دہ زکاتِ جاہ و بنگر در فقیر

اے حاکم! تو میرے غم سے بے پروا ہے — رتبہ کی زکات دے اور فقیر کی طرف دیکھ

ایں[3] فقیرِ بے ادب نادر خورست — لیک لُطفِ عام تو زاں برتر ست

یہ بے ادب فقیر ناشائستہ ہے — لیکن تیری عام مہربانی اس سے بالا ہے

می نجوید لُطفِ عام تو سُند — آفتابے بر حدَث ہا می زند

تیری عام مہربانی سند نہیں ڈھونڈتی — سورج ناپاکیوں پر اثر کرتا ہے

نورِ او را زاں زیانے نا بُدہ — واں حدَث از خشکی ہیزم شُدہ

اُس کے نور کو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچا — اور وہ ناپاکی خشکی کی وجہ سے ایندھن بن گئی

تا حدَث در گلخنی شُد نُور یافت — بر در و دیوارِ حمامے بتافت

یہاں تک کہ ناپاکی بھٹی میں گئی اور روشنی ہوگئی — حمام کے در و دیوار پر چمکی

---

[1] مبالغہ۔ چوہے نے مینڈک کی خوشامد میں شروع کردیں تاکہ آپس میں وصل رہے۔ قہرگاہ مہربان۔ روز۔ دن الدرات کے جو مقاصد ہوتے ہیں وہ صرف تیری ذات ہے۔ از مروت۔ تیری مروت کا تقاضہ ہے کہ مجھے وقت معین اور اس کے علاوہ بھی بلا لیا کرے۔ از شبار و زے۔ اب تو دن اور رات میں صرف ایک ملاقات مقرر ہے لیکن مجھے اس پر قناعت نہیں ہوسکتی۔ میں تو محبت میں عجیب چیز بن گیا ہوں۔

[2] پانصد۔ تیری محبت میں میرے دل میں پانچسو استسقاء ہیں جس میں پیاس نہیں بجھتی اور ہر استسقاء کو جوعُ البقر ہے جس میں بھوک نہیں جاتی۔

[3] ایں فقیر۔ مولانا نے مجازی معشوق سے حقیقی معشوق کی طرف انتقال کیا ہے یعنی میں نالائق اور بے ادب ہوں لیکن تیری مہربانیاں صرف باتقوں کے لئے نہیں بلکہ یہ تو قابلیت کی سند آفتاب سورج کا فیض عام ہے۔ گو اگر سورج کی روشنی گندگی پر پڑتی ہے تو سورج میں کوئی نقصان نہیں آتا وہ نجاست کو خاکستر ہوجاتی ہے۔

بود الائش شد آرائش کنوں
وہ آلودگی تھی اب زینت بن گئی

شمس ہم معدہ زمیں را گرم کرد
سورج نے زمین کے معدے کو بھی گرم کر دیا

جزوِ خاکی گشت در ساز وے نبات
وہ مٹی کا جزو بنی اور اس سے نباتات اگیں

جزوِ خاکی گشت از وے پُر نور
اس سے خاکی جزو پُر نور ہو گیا

جزوِ خاکی گشت از وے بارشاد
اس سے خاکی جزو با صلاحیت بن گیا

باحدثت کاں بدترین ست ایں کند
ناپاکی کے ساتھ جو بدتر ہے، یہ کرتا ہے

تا بہ نسرین مناسک در وفا
تو وفا میں عبادتوں کی نسرین کے ساتھ

چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہد
جب خبیثوں کو ایسی خلعت عطا کرتا ہے

آں دہد حق شاں کہ لا عَینٌ رأت
اللہ (تعالیٰ) ان کو وہ (نعمتیں) دیتا ہے جو نہ آنکھ نے دیکھا

تا کئیم ایں را بیاں کُن یارِ من
اے میرے دوست! تو بتا ہم کون ہیں؟

منگر اندر زشتی و مکروہیم
میرے بھدے پن اور مکروہ ہونے کو نہ دیکھ

ایکہ من زشت و خصالم جملہ زشت
اے محبوب! میں بُرا اور میری سب عادتیں بُری ہیں

نو بہار! حُسنِ گل دہ خار را
اے نو بہار! تو کانٹے کو پھول کا حسن دیدے

چوں بُرد بر خواند خورشید آں فسوں
جب سورج نے اس پر وہ منتر پڑھ دیا

تا زمیں باقی حَدَثہا را بخورد
یہاں تک کہ باقی ناپاکی کو زمین نگل گئی

ھٰکَذَا یَمحُو الاِلٰہُ السَّیِّئَات
اسی طرح اللہ (تعالیٰ) گناہوں کو مٹا دیتا ہے

ھٰکَذَا یَغفِرُ لِمَن یُعطِی الغُفُود
اسی طرح مغفور مغفرت کرتا ہے جسکو عطا کرتا ہو

ھٰکَذَا یَرحَمُ الٰہُ لِلعِبَاد
اسی طرح اللہ (تعالیٰ) بندوں پر رحم کرتا ہے

کِشت نبات و نرگس و نسریں کند
کہ اس کو نباتات اور نرگس اور نسرین کر دیتا ہے

حق چہ بخشد در جزا و در عطا
اللہ (تعالیٰ) جزا اور عطا میں کیا کچھ بخشے گا؟

طیبیں را تا چہ بخشد در رشد
تو حقہ میں پاکوں کو کیا کچھ بخشے گا؟

کہ نگنجد در زبان و در لغت
جو زبان اور لغت میں نہیں سما سکتا

روزِ من روشن کُن از خُلقِ حَسَن
بہتر اخلاق سے میرے دن کو روشن کر دے

کہ ز پُر زہرے چو مارِ کوہیم
کیونکہ میں پہاڑی سانپ کی طرح زہر سے پُر ہوں

چوں شوم گل چوں مرا او خار کشت
میں پھول کیسے بن جاؤں جبکہ اس نے مجھے خار بنایا ہے

زینتِ طاؤس دہ ایں مار را
تو اس سانپ کو مور کی زینت عطا کر دے

---

۵۱ بود: وہ پہلے آلائش تھا اب آرائش بن گیا۔ شمس: یہ تو اس نجاست کا ذکر تھا جو خشک ہونے کے بعد حمام میں آپڑی اگر حمام میں نہ جائے تو زمین اس کو نگل جائیگی۔ جزو: اور اب وہ مٹی میں مل کر کھاد بنکر نباتات کی پیداوار کا سبب بنے گی۔ خلاصہ: جس طرح سورج نے نجاست کو دور کر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔ جود: ایک مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ یہ رحم قرآن پاک میں ہے۔ فَاُولٰئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِہِم حَسَنَات۔ پس یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتا ہے۔

۵۲ باحدثت: جب سورج (اللہ تعالیٰ) کا نجاستوں (گندگیوں) کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ اس نجاست (گندگی) سے پھول پودے (نیکیاں) اُگ پڑی ہیں تو پھر (نیکیوں) پر جو اثرات مرتب ہونگے تو انکو تو دیا جاتا ہے خبیثاں۔ خباثتیں گنہگار۔ طیبیں: پھول بوٹے، نیکیاں۔ آں: جنت کی وہ نعمتیں ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ اس کا تصور کیا جا سکتا ہے اور وہ زبان و بیان میں نہیں سما سکتی ہیں۔

۵۳ تا کئیم: ہم ان نعمتوں کا بیان نہیں کر سکتے آپ خود بیان کر دیجئے اور اپنے خلق حسن سے انہیں سے کچھ عطا کر کے ہمارے دن کو روشن کر دیجئے۔ منگر: میری ناہلی پر نظر نہ کیجئے میرے اندر تو زہر ہی زہر ہے۔ چوں: جبکہ میں

۵۱ در کمالِ زشتیم من مُنتہی
میں بُرائی کے کمال میں انتہا پر پہنچنے والا ہوں

لُطفِ تو در فضل و در فنِ مُنتہی
تیری مہربانی فضل اور ہُنر میں انتہا پر پہنچنے والی ہے

حاجتِ ایں مُنتہی زاں مُنتہی
اِس انتہا پر پہنچنے والے کی حاجت اُس انتہا پر پہنچنے والی کی

تو برآر اے غیرتِ سَروِ سہی
پوری کردے، اے سروِ سہی کے رشک!

چوں بمیرم فضلِ تو خواہد گریست
جب میں مرجاؤں گا، تیرا کرم روئے گا

از کرم، اگرچہ ز حاجت اُو بریست
مہربانی سے، اگرچہ وہ حاجت سے پاک ہے

۵۲ بر سرِ گورم بسے خواہد نشست
میری قبر کے سرہانے بہت دنوں بیٹھا رہیگا

خواہد از چشمِ لطیفش اشک جست
اُس کی مہربان آنکھ سے آنسو بہیں گے

نوحہ خواہد کرد بر محرومیم
وہ میری محرومی پر نوحہ کرے گا

چشم خواہد بست از مظلومیم
میرے مظلوم ہونے سے آنکھ بند کرلے گا

۵۳ اَندکے زاں لُطفہا اکنوں بکُن
اُن مہربانیوں میں سے تھوڑی سی اب کردے

حلقہ در گوشِ مَن کُن بے سُخن
بغیر بات کے میرے کان میں حلقہ ڈالدے

آنکہ خواہی گفت تو با خاکِ مَن
جو تو میری خاک سے کہے گا

بر فشاں بر مدرکِ غمناکِ مَن
میرے غمگین احساس پر بھڑک دے

دست گیرم در چنیں بیچارگی
ایسی بیچارگی میں میری دستگیری کر

شاد گردانم دریں غمخوارگی
اِس غمخوارگی میں مجھے خوش کردے

لابہ کردن مُوش مر چیزے را کہ بہانہ بیندیش و در نسیہ بینداز

چوہے کا بینڈک کی خوشامد کرنا، کی بہانہ نہ سوچ اور میری ضرورت کے پورا

انجاحِ آں حاجتِ مرا، کہ فی التاخیر آفات والصُوفی

کرنے کو اُدھار میں ٹال، کیونکہ تاخیر میں مصیبتیں ہیں اور صوفی ابن الوقت

ابنُ الوقت وابن دست از دامنِ پدر باز ندارد و آب

ہے اور باپ کے دامن سے ہاتھ نہیں ہٹاتا ہے اور صوفی کا مہربان

مُشفقِ صوفی کہ وقت ست اُو را بنگرش فردا محتاج

باپ جو کہ وقت ہے اُس کی نگہداشت کرتا ہے آئندہ کیلئے اُسکو محتاج

نگرداند چندانش مستغرق دارد در گلزارِ مرتع الحسنات خویش

نہیں بناتا ہے اور اُس کو اپنے حسنات کی چراگاہ کے چمن میں اسقدر مصروف رکھتا ہے

۵۱ در کمال میں بُرائی کی انتہا پر ہوں اور تیری مہربانی کرنے کی انتہا پر ہے۔ حاجت۔ مجھ جیسے انتہا درجہ کے گنہگار کو تیرا انتہائی فضل درکار ہے۔ چوں بمیرم۔ اب پھر حقیقی محبوب سے مجازی محبوب کی جانب انتقال کیا ہے یعنی چوہے نے مینڈک سے کہا کہ میری زندگی میں تو بے نیازی برتے رہا، لیکن میرے مرنے کے بعد تو روئے گا اور یہ رونا از راہِ کرم ہوگا ورنہ تجھ کو میری کوئی ضرورت نہیں ہے۔

۵۲ بر سرِ گورم۔ تب پیار کر رویگا اور اشک بہائیگا۔ نوحہ۔ میری وصل سے محرومی پر نوحہ کریگا اور میری مظلومیت کی وجہ سے نظریں نیچی ہوں گی۔

۵۳ اندکے۔ اے محبوب میرے مرنے کے بعد جو تیری مہربانیاں ہونگی اُن میں سے تھوڑی سی ابھی کردے اور جو باتیں قبر پر آکر کرے گا اُن کا مجھے اِسی وقت حلقہ بگوش کردے۔

۵۳ آنکہ۔ جو محبت آمیز باتیں قبر پر آکر کرے گا اِسی وقت غمگین احساس پر چھڑک کردے۔ دست گیرم۔ اِسی بیچارگی میں میری دستگیری کردے اور ہمیں مجھے خوش کردے، اُدھار سے نقد بہتر ہوتا ہے جو کچھ کرنا ہے اب کرلے۔ لابہ۔ اِس قصہ سے یہی بات بتائی ہے کہ اُدھار سے نقد بہتر ہے۔

کہ چوں عوام مُنتظر مُستقبل نباشد نہ دہری باشد نہ قدری نہ

کہ وہ عوام کی طرح آنے والے زمانہ کا منتظر نہیں ہوتا ہے وہ نہ دہری ہوتا ہے، نہ قدری نہ منع کرنے

نہری باشد نہ دہری کہ لَیْسَ عِنْدَ اللّٰہِ صَبَاحٌ وَّلَا مَسَاءٌ ماضی

والا ہوتا ہے اور نہ زمانہ سے سازباز کرنیوالا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ صبح ہے نہ شام گذرا ہوا زمانہ

و مُستقبل وازل و ابد آنجا نباشد آدمؑ سابق و دجّال مسبوق

اور آنیوالا زمانہ اور ازل اور ابد وہاں نہیں ہے، آدمؑ پہلے اور دجّال بعد میں

نباشد کہ ایں رسوم در خطۂ عقل جزوی ست و روح حیوانی

نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ باتیں جزوی عقل کے دائرہ میں ہیں اور عالم لامکان و

را در عالم لامکان و لازمان ایں رسوم نباشد پس او ابن

لازمان میں حیوانی روح کے لئے یہ رسمیں نہیں ہیں، تو وہ

وقت ست کہ لَا یَفْھَمُ مِنْہُ اِلَّا تَفْرِقَۃُ الْاَزْمِنَۃِ چنانکہ اِنَّ

ابن الوقت ہے کہ اس سے زمانوں کے تفرقہ کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا جس طرح اللہ (تعالیٰ)

اللہ تعالیٰ واحد فہم شود و نفی دوئی نہ حقیقتِ واحدی

ایک ہے سمجھ میں آجائے اور دوئی کی نفی نہ کہ واحدی حقیقت

صوفی را گفت خواجہ سیم پاش — اے قدمہائے ترا جانم فراش

چاندی بخشنے والے ایک صاحب نے ایک صوفی سے کہا — اے وہ کہ میری جان تیرے قدموں کا فرش ہو

یک درم خواہی تو امروز اے شہم — یا کہ فردا چاشتگاہے سہ درم

اے میرے شاہ! تو آج ایک درہم لینا چاہتا ہے — یا کل کو چاشت کے وقت تین درہم

گفت[1] امروز ایں درم را راضی ترم — زانکہ امروز ایں و فردا صد درم

اس نے کہا میں آج ایک درہم پر زیادہ راضی ہوں — اس سے بھی کہ آج ایک ہو اور کل کو سو درہم ہوں

سیلیۂ نقد از عطائے نسیۂ[2] بہ — نک قفا پیشت کشیدم نقد دہ

نقد طمانچہ، ادھار بخشش سے بہتر ہے — اب میں نے تیرے سامنے گدی کردی نقد دیدے

خاصہ آں سیلی کہ از دستِ تو ست — کہ قفا و سیلیش مستِ تو است

خصوصاً وہ طمانچہ جو تیرے ہاتھ سے ہو — کیونکہ گدی اور اسکا طمانچہ تجھ پر عاشق ہے

ہیں بیا اے شادیِ جان و جہاں — خوش غنیمت دار نقدِ ایں زماں

خبردار! اے جان اور جہان کی خوشی! آجا — اس کے وقت نقد کو بہت غنیمت سمجھ

[1] گفت۔ صوفی نے کہا آج کے ایک درہم کی بجائے کل کو تین درہم کیا سو درہم بھی مجھے پسند نہیں ہیں۔

[2] نسیہ۔ اُدھار، خاصہ خصوصاً تیرا چپت تو بہت ہی بہتر ہے کیونکہ میری گُدی اور اُس پر چپت لگنا تیرے عاشق ہیں۔ ہیں چپ نقد بہرحال بہتر ہے تو تُو ابھی آجا۔

در مَدُز دآں رُوئے ماہ از شبِ رواں
چاند کا وہ چہرہ، رات کے چلنے والوں سے نہ چھپا

سَرکش زیں جوئے اے آبِ رواں
اے جاری پانی! اس نہر سے زور گردانی نہ کر

تالب جُو خند دازمایِ مَعیں
تاکہ جاری پانی کے نہر کا کنارہ مُسکرا پڑے

وزلبِ جُو سَر برآرد یاسمیں
اور چنبیلی نہر کے کنارے سے سر اُبھارے

چوں بہ بینی برلبِ جُو سبزہ مست
تو جب نہر کے کنارے پر جھومتا سبزہ دیکھے

پس بداں از دور کانجا آب ہست
دور سے سمجھ جا کہ وہاں پانی ہے

گفت سیماھُم وُجُوھِم کردگار
اللہ تعالیٰ نے "اُنکے چہروں پر علامتیں ہیں" فرمایا ہے

کہ بُوَد غمازِ باراں سبزہ زار
کیونکہ سبزہ زار، بارش کا مخبر ہے

گر بباردشب نہ بیند ہیچ کس
اگر رات میں برسے کوئی شخص نہ دیکھے

کہ بُوَد در خواب ہر نفس و نفس
کیونکہ ہر انسان اور سانس نیند میں ہوتا ہے

تازگیِ ہر گلستانِ جمیل
ہر خوبصورت چمن کی تازگی

ہست بر بارانِ پنہانی دلیل
مخفی بارش کی دلیل ہے

رجوع بحکایت موش و چغز آبی

چوہے اور پانی کے مینڈک کی حکایت کی جانب رجوع

اے اخی من خاکیم تو آبیی
اے میرے بھیا! میں خاکی ہوں تو آبی ہے

لیک شاہِ رحمت و وہابیی
لیکن تو رحمت کا شاہ اور عطا کرنے والا ہے

آنچناں کُن از عطا واز قسم
تو حصہ اور عطا میں ایسا کر

کہ گہ و بیگہ بخدمت میرسم
کہ وقت اور بے وقت خدمت میں پہنچتا رہوں

برلبِ جُو مَن بجاں میخوانمت
نہر کے کنارے میں تجھے دل سے پکارتا ہوں

می نہ بینم از اجابت مرحمت
میں منعطفی کی عنایت نہیں دیکھتا ہوں

آمدن در آب بَر من بستہ شُد
پانی میں آنا، مجھ پر بند ہے

زانکہ ترکیبم زخاکے رُستہ شُد
کیونکہ میری ساخت مٹی سے ہوئی ہے

یارسولے یانشانے کُن مَدد
یا کوئی قاصد یا کوئی علامت مددگار بنا

تا تُرا از بانگِ من آگہ کُنند
تاکہ میرے پکارنے سے تجھے باخبر کردے

بحث کردند اندریں کاراں دو یار
اس معاملہ میں اُن دونوں دوستوں نے بحث کی

آخر آں بحث ایں آمد قرار
اس بحث کے آخر میں یہ طے ہوا

۱؎ دَرمَدُز دآں رُوئے ماہ از شبِ رواں: چاند کا وہ چہرہ رات کے مسافر ہوں میرا چہرہ چاند ہے، چاند کو رات کے مسافر سے چھپانا مناسب نہیں۔ میں نہر ہوں تو آبِ رواں ہے پانی کو نہر میں آنا چاہیئے۔ تا ب۔ پانی پہنچنے سے نہر کے کنارے مسکرا پڑتے ہیں اور اُن پر پھول بوٹے نمودار ہو جاتے ہیں چوں بہ بینی۔ اے مخاطب جب تو نہر کے کنارے سبزہ دیکھے تو دور سے سمجھ لے کہ نہر میں پانی ہے یعنی کسی شخص کے انوار و برکات سے اُسکے صاحب نسبت ہونے کو سمجھ لے۔

۲؎ گفتہ نیکی کے آثار پیشانی پر ہوتے ہیں یہ اسی لئے ہے کہ سبزہ زار اشارہ کرتا ہے کہ وہاں پانی ہے۔ گر بباردو۔ اگر رات میں بارش ہوتی ہے بارش کو عموماً نہیں دیکھتے لیکن صبح کو سبزے پر تازگی دیکھتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ رات بارش ہوئی ہے۔ اے اخی ہم چوہے کی گفتگو شروع کرتے ہے چوہے نے مینڈک سے کہا کہ اگرچہ میں خاکی ہوں اور تو آبی اسلئے میں تیرا ہم جنس نہیں ہوں لیکن تو شاہِ رحمت اور عطا کی طرف منسوب ہے اور عطا کیلئے ہم جنس ہونا ضروری نہیں ہے۔

۳؎ آنچناں۔ مجھے ایسا موقع دیدے کہ وقت بے وقت تجھ سے مل لیا کروں۔ برلبِ جُو۔ چوہے نے مینڈک سے کہا کہ میں نہر کے کنارے پر آکر آپ کو پکارتا ہوں لیکن آپ جواب و عنایت نہیں کرتے۔ آمدن چونکہ

کہ بدست آرند یک رشتہ دراز[1]
کہ ایک لمبا ڈورا حاصل کرلیں

تا ز جذبِ رشتہ گردد کشفِ راز
تاکہ ڈورے کے کھینچنے سے راز کھلجائے

یکسرے بر پائے ایں بندہ دو تو
ایک سرا اس خمیدہ بندہ کے پاؤں پر

بستہ باید دیگرش بر پائے تو
بندھا ہوا ہونا چاہیے (اور) اسکا دوسرا سرا تیرے پاؤں پر

تا بہم آئیم زیں فن ما دو تن
تاکہ اس ترکیب سے ہم دونوں جمع ہوجائیں

اندر آمیزیم چوں جاں با بدن
مل جل جائیں، جس طرح جان بدن سے

ہست تن چوں لیسماں بر پائے جاں
جسم، جان کے پاؤں پر ڈورے کی طرح ہے

می کشاند بر زمینش ز آسماں
اس کو آسمان سے زمین پر کھینچ لاتا ہے

چغزِ جاں در آبِ خوابِ بیہشی
جان کا مینڈک بے ہوشی کی نیند کے پانی میں

رستہ از موشِ تن آید در خوشی
جسکے چوہے سے چھوٹ کر خوشی میں ہے

موشِ[2] تن زاں لیسماں باز کش کند
جسم کا چوہا اس ڈورے کے ذریعہ اسکو پھر کھینچ لیتا ہے

چند تلخی زیں کشش جاں می چشد
اس کھچاؤ سے جان بہت سی کڑواہٹیں محسوس کرتی ہے

گر نبودے جذبِ موشِ گندہ مغز
اگر گندہ دماغ چوہے کی کشش نہ ہوتی

عیشہا کردے درونِ آبِ چغز
تو مینڈک، پانی میں مزے اڑاتا

باقیش چوں روز بر خیزی ز خواب
اسکا باقی، جس روز تو نیند سے بیدار ہوگا

بشنوی از نورِ بخشِ آفتاب
تو سورج کو نور عطا کرنیوالے سے سن لے گا

یک سرِ رشتہ گرہ بر پائے من
ڈورے کے سرے کی ایک گرہ میرے پاؤں پر

زاں سرِ دیگر تو بر پا عقد زن
دوسرے سرے کی گرہ تو اپنے پاؤں پر لگالے

تا توانم من دریں خشکی کشید
تاکہ میں اس خشکی میں کھینچ سکوں

مر ترا نک[3] شد سرِ رشتہ پدید
تجھے اب ڈورے کا سرا ظاہر ہوگیا

تلخ آمد بر دلِ چغز ایں حدیث
یہ بات مینڈک کے دل کو کڑوی لگی

کہ مرا در عقد آرد ایں خبیث
کہ یہ خبیث مجھے گرہ میں پھانستا ہے

ہر کراہت در دلِ مردِ بہی
بہتر انسان کے دل میں جو کراہت

چوں در آید زافتے نبود تہی
آتی ہے، وہ مصیبت سے خالی نہیں ہوتی

وصفِ حق داں آں فراست را نہ وہم
اس فراست کو اللہ (تعالیٰ) کی صفت سمجھو نہ کہ وہم

نورِ دل از لوحِ کل کردست فہم
دل کے نور نے لوحِ محفوظ سے سمجھا ہے

---

[1] کہ بدست آرند: جو ہے اور مینڈک میں یہ طے ہوگیا کہ ایک بڑا ڈورا ہو جسکا ایک سرا چوہے کے پاؤں میں اور ایک سرا مینڈک کے پاؤں میں بندھا ہوا ہو۔ تاہم جب ضرورت ہو تو دونوں میں سے ہر ایک اس ڈورے کو کھینچ لیا کرے دوسرے کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ بلا رہا ہے۔ ہست۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جسم کا تعلق روح کے پاؤں کا ڈورا ہے جو اس روح کو آسمان سے کھینچ لاتا ہے۔ چغز۔ روح کا مینڈک۔ نیند کی حالت میں جسم کے چوہے سے رہائی پاکر خوشی محسوس کرتا ہے۔

[2] موش: جسم کا چوہا پھر اسکو کھینچ لاتا ہے۔ گر نبودے۔ اگر جسم کا چوہا روح کے مینڈک سے وابستہ نہ ہوتا تو روح کا مینڈک پانی میں عیش کرتا۔ باقیش۔ جسم اور روح کا یہ تو دنیاوی زندگی میں حال ہے، قیامت میں پھر جب روح جسم سے وابستہ ہوگی تو اسکے احوال اللہ تعالیٰ سے سن لینا۔ یک سرِ رشتہ۔ یہ چوہے کا مقولہ ہے۔ تا توانم۔ چوہے نے کہا جب تیرے پاؤں میں ڈورا بندھا ہوا ہوگا میں تجھے خشکی میں کھینچکر لاسکونگا۔

[3] مر ترا نک: اب معاملہ حل ہوگیا۔ تلخ۔ مینڈک کو یہ بات ناگوار گذری کہ یہ چوہا مجھے پھانسنا چاہتا ہے۔ ہر کراہت۔ روشن ضمیر انسان کو جو بات ناگوار ہوتی ہے وہ یقیناً کسی

اِمتناعِ[1] پیل از سیراں بہ بیت
بیت (عشا) کی طرف جانے سے ہاتھی کا رُکنا

باجدِ آں پیلبان و بانگِ ہیت
فیلبان کی کوشش اور ہا ہا کی آواز سے

جانبِ کعبہ نرفتے پائے پیل
ہاتھی کا پاؤں کعبہ کی جانب نہ چلتا تھا

باہمہ لت نے کثیر و نے قلیل
باوجود پوری لاتیں مارنے کے بہت اور نہ تھوڑا

گفتیی خود خشک شد پاہای اُو
تو کہتا، خود اُس کے پاؤں سوکھ گئے ہیں

یا بمُرد آں جانِ ہول افزائے اُو
یا اُس کی خوفناک جان مُردہ ہو گئی ہے

چونکہ کردندے سَرش سُوئے یمن
جب اُس کا سر یمن کی جانب کرتے

پیلِ نر دو[2] اَسپہ گشتے گام زن
نر ہاتھی دوڑکر قدم اٹھانے لگتا

حِسِّ پیل از زخمِ غیب آگاہ بُود
ہاتھی کی حِس غیب کی مدد سے واقف تھی

چوں بود حِسِّ دلی با دَرد و دود
جیسی کہ دردمند دل کی حِس ہوتی ہے

نے کہ یعقوبِ نبی گفت آں زماں
کیا یہ نہیں ہوا کہ یعقوب نبیؑ نے جس وقت

کہ ازو جُستند یوسف را کہاں
اُن سے یوسفؑ کو بھائیوں نے مانگا؟

نے کہ یعقوبِ نبی آں پاک خُو
کیا یہ نہیں ہوا کہ یعقوب نبی پاک خصلت نے

بہرِ یوسفؑ با ہمہ اخوانِ اُو
یوسفؑ کے لئے اُن کے سب بھائیوں سے

از پدر چوں خواستند آں دادراں
جب اُن بھائیوں نے باپ سے مانگا

تا بر ندش سُوئے صحرا یک زماں
تاکہ تھوڑی دیر کیلئے جنگل کی جانب لے جائیں

جُملہ گفتندش بیندیش از ضرر
سب نے اُن سے کہا کہ آپ نقصان کا خیال نہ کریں

یک دو روزش مُہلتے دہ اے پدر
اے ابا! ایک دو روز اُن کو موقع دیدیجئے

تو[3] چرا مارا نہ پنداری اَمین
آپ ہمیں محافظ کیوں نہیں سمجھتے؟

یوسفِ خود نسپری با حافظین
اپنے یوسفؑ کو محافظوں کے سپرد نہیں کرتے

تا بہم در مرجہا بازی کنیم
تاکہ ہم فکر سبزہ زاروں میں کھیلیں

مادریں دعوت امین و محسنیم
ہم اِس درخواست میں امین اور نیکوکار ہیں

گفت ایں دانم کہ نقشِ از بَرم
انھوں نے فرمایا کہ یہ میں جانتا ہوں کہ تم میرے ہاتھ سے

می فروزد در دلم رنج و سقم
میرے دل میں رنج اور بیماری کو منتقل کرتا

ایں دلم ہرگز نمی گوید دروغ
میرا یہ دل کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے

کہ ز نورِ عرش دارد دل فروغ
کیونکہ عرش کے نور سے دل روشنی رکھتا ہے

---

[1] اِمتناع۔ یہ بات کہ آنے والی مصیبت کو موت کا دل تاڑ لیتا ہے، اللہ تعالیٰ بسا اوقات یہ بات جانور کے دل میں بھی پیدا فرما دیتا ہے جانبِ کعبہ۔ ابرہہ جب اپنا ہاتھی لیکر خانہ کعبہ کو ڈھانے کیلئے چلا تو وہ ہاتھی آنے والی مصیبت کو بھانپ گیا تھا اور اُس کا قدم خانہ کعبہ کی طرف نہ اٹھتا تھا۔

[2] دو اَسپہ۔ تیز رفتار۔ چوں بود۔ جب ہاتھی کا یہ حال تھا تو سمجھ لو کہ جس دل پر غیبی واردات ہوں اُس کا کیا حال ہوگا۔ کہ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کی خفیہ بات کو بتا دیتے تھے۔ کہاں۔ یعنی بڑے بھائی۔ دادراں۔ برادراں۔ جُملہ گفتند۔ سب بھائیوں نے کہا کہ نہ ڈریئے اور یوسفؑ کو ابا جان دے دیجئے۔

[3] تو چرا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ہمیں امین کیوں نہیں سمجھتے ہیں ہم تو اُس کی حفاظت کریں گے۔ مرجہا۔ چراگاہیں۔ گفت۔ حضرت یعقوبؑ نے فرمایا یوسفؑ کو جدا کرنے سے مجھے تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ ایں دلم۔ یہ میرا دل کبھی صحیح بات سے تکلیف محسوس نہیں کرتا اِس کو اللہ تعالیٰ کے نور سے روشنی حاصل ہے۔

آں[۵۱] دلیلِ قاطعی بُد بُر فساد — وز قضا آں را نکرد اُو اعتداد

وہ فساد پر پکی دلیل تھی — قضاء (خداوندی) سے وہ اُسکو گنتی میں نہ لائے

در گذشت از وے نشانے آنچناں — کہ قضا در فلسفہ بُود آں زماں

ایسی علامت اُن سے چھوٹ گئی — کیونکہ قضاء (خداوندی) اُسوقت حکمت میں تھی

ایں عجب نبُود کہ کور اُفتد بچاہ — بُوالعجب افتادنِ بینائے راہ

یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اندھا کنویں میں گر جائے — بڑا تعجب راستہ دیکھنے والے کا گرنا ہے

ایں قضا را گونہ گوں تصریفہاست — چشم بندش یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاست

اس قضاء (خداوندی) کے طرح طرح تصرف ہیں — "اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے" اُسکی چشم بندی ہے

ہم[۵۲] بداند ہم نداند دل فنش — موم گردد بہرِ آں مُہرِ آہنش

دل اُس کے ہنر کو جانتا بھی ہے اور نہیں بھی جانتا — اسکا لوہا اُس کی مہر کے لئے موم بن جاتا ہے

گویئا دل گویدا ے کہ میلِ اُو — چوں دریں شُد ہر چہ اُفتد باش گو

گویا دل کہدیتا ہے کہ اے شخص اُس (قضا) کا جھکاؤ — جب اُس میں ہے جو بھی ہو، ہونے دے

خویش را ہم زیں مُغفّل می کُند — در عقالش جاں مُعقّل می کُند

وہ اپنے آپ کو اِس غفلت میں کر دیتا ہے — اُس کی رسّی میں جاں کو باندھ دیتا ہے

گر شود مات اندریں آں بُوالعلا — آں نباشد مات باشد ابتلا

اگر وہ بلند مرتبہ اِس معاملہ میں مات کھا جاتا ہے — وہ مات نہیں ہوتی، آزمائش ہوتی ہے

یک[۵۳] بلا از صد بلاش وا خرد — یک ہبوطش بر معارج ہا برد

اُسکو ایک مصیبت سَو مصیبتوں سے نجات دیدیتی ہے — ایک پچھڑنا اُسکو بہت سی بلندیوں پر لے جاتا ہے

خام شوخے کہ رہانیدش مُدام — از خمارِ صد ہزاراں زشتِ خام

وہ ناقص شوخ کہ اُسکو شراب نے رہائی دیدی — لاکھوں بھدّے خاموں کے خمار سے

عاقبت اُو پختہ و اُستاد شُد — جَست از رقِّ جہاں آزاد شُد

انجام کار وہ پختہ اور اُستاد ہوگیا — اُس نے دنیا کی غلامی سے چھلانگ لگائی، آزاد ہوگیا

از شرابِ لایزالی گشت مست — شُد ممیّز از خلائق باز رست

وہ نہ مٹنے والی شراب سے مست ہوگیا — وہ لوگوں سے ممتاز ہوگیا، چھوٹ گیا

---

۵۱ آں دلیل۔ حضرت یعقوبؑ کو قلبی احساس سے پورا یقین ہوگیا تھا کہ بھائیوں کی بات میں فساد مخفی ہے لیکن اسکے باوجود قضاء خداوندی میں چونکہ ایسا ہونا تھا لہذا وہ پھر بھی راضی ہوگئے۔ درگذشت اُنھوں نے دل کی بات سے درگذر کی چونکہ اِس معاملہ میں اللہ کی جانب سے ایک حکمت پوشیدہ تھی۔ ایں عجب حضرت یعقوبؑ کو نورِ دل حاصل تھا پھر بھی وہ فریب میں آگئے یہ بڑی عجیب بات ہے اگر کوئی دل کا اندھا فریب کھا جاتا تو تعجب نہ ہوتا۔ ایں قضا بقضاءِ خداوندی کے بھی عجیب تصرفات ہیں وہ بینا کو بھی نابینا بنا دیتی ہے اور خدا کی مشیت اُس کی آنکھ کا پردہ بنجاتی ہے۔

۵۲ ہم بداند جب تقدیرِ خداوندی کسی معاملہ میں آڑے آتی ہے تو انسان یقینی بات میں بھی تذبذب میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ موم یعنی دل کا پختہ ارادہ نرم پڑجاتا ہے۔ گویئا۔ گویا دل اپنے ارادہ کے خلاف اُس قضاء کے فیصلہ پر راضی ہوجاتا ہے۔ خویش۔ وہ دل اپنے ارادہ سے اپنے آپ کو غافل بنالیتا اور باگ قضاء کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ گر شود۔ اگر کوئی باطنی نور والا اپنے احساس کی کمزوری سے مغلوب ہوجاتا ہے تو وہ دراصل مغلوبیت نہیں ہے بلکہ قدرت کیجانب سے آزمائش ہے کہ اپنے ارادہ کے خلاف پر قضا سے وہ راضی ہے یا نہیں؟

۵۳ یک بلا۔ قضاء گیوجہ سے جب وہ بلا میں پھنستا ہے اور اس پر رضا کا اظہار کرتا ہے تو سیکڑوں مصیبتوں سے نجات پا جاتا ہے اور اُسکا یہ گرنا اُسکو بلندیوں پر لیجاتا ہے۔ خام شوخے۔ یہ دیری میں ناقص تھا اب جبکہ اِس آزمائش میں کامیاب ہوگیا تو سیکڑوں فاسد خیالات سے نجات پاجاتا ہے۔ عاقبت۔ اُس کامیابی کے نتیجہ

زاعتقادِ[1] سست پُر تقلیدِ شاں — وز خیالِ دیدۂ بے دیدِ شاں

اُن کے تقلید سے پُر کور و اعتقاد سے — اُن کی بے بصر کے آنکھ کے خیال سے

اے عجب چہ فن زند ادراکِ شاں — پیشِ جزر و مدِّ بحرِ بے نشاں

تعجب ہے، اُن کا علم کیا تدبیر کرے گا؟ — بے نشاں دریا کے اُتار اور چڑھاؤ کے سامنے

زاں بیاباں ایں عمارتہا رسید — مُلک و شاہی و وزارتہا رسید

اُس بیابان سے یہ عمارتیں آئی ہیں — ملک اور بادشاہی اور وزارتیں آئی ہیں

زاں بیابانِ عَدم مستانِ شوق — میرسند اندر شہادت جوق جوق

اُس بیابانِ عدم سے، شوق کے مست — جماعت در جماعت (عالمِ) شہادت میں آرہے ہیں

کارواں بر کارواں زیں بادیہ — می رسد در ہر مسار و غادیہ

اُس صحراء سے قافلہ در قافلہ — ہر شام و صبح کو پہنچ رہے ہیں

آید[2] و گیرد وثاقِ ما گرو — کہ رسیدم نوبتِ ما شد تو رو

آتا ہے اور ہمارا گھر گرو (رہن) کر لیتا ہے — کہ میں آگیا، ہماری باری آگئی، تو چلا جا

چوں پسر چشمِ خرد را واکشاد — زود بارِ خت بر گردوں نہاد

جب بیٹے نے عقل کی آنکھ کھول — باوا نے سامان جلدی سے آسمان پر جا رکھا

جادۂ شاہ ست آں زیں سو رواں — واں ازاں سو صادران و وارداں

وہ شاہراہ ہے، اِس جانب سے رواں ہے — وہ اُس جانب سے صادر اور وارد ہیں

نیک بنگر ما نشستہ میرویم — می نہ بینی قاصدِ جائے نویم

خوب غور کر، ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں — تو نہیں دیکھتا کہ ہم نئی جگہ کا ارادہ کرنیوالے ہیں

بہر[3] حالے می نگیری راس مال — بلکہ از بہرِ غرضہا در مآل

تو موجودہ وقت کے لئے اصل دولت نہیں لیتا — بلکہ مستقبل کی غرضوں کے لئے

پس مسافر آں بُوَد اے رہ پرست — کہ مسیر و روش در مستقبل ست

پس اے چلنے والے! مسافر وہ ہے — کہ اُس کا چلنا اور رُخ مستقبل کی طرف ہے

ہمچناں کز پردۂ دل بے کلال — دمبدم در میرسد خیلِ خیال

جس طرح، بغیر تھکن کے دل کے پردے سے — خیال کا لشکر پے در پے پہنچتا ہے

مسافر وہی ہے جس کی نظر منزل پر ہر ہر پہنچتا جس طرح خارجی موجودات کا سلسلہ ہے اسی صورت ذہنی موجودات کی ہے، مضامین اور خیالات عالمِ غیب سے دل میں آتے ہیں۔

---

[1] زاعتقاد عام لوگ غیر حق کے وجود کو معتقد بہ سمجھتے ہیں یہ اُس سے نجات پا جاتا ہے۔ اے عجب۔ تضاد و قدر کے لامحدود سمندر کے مقابلہ میں انسان کا علم و احساس کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ زاں۔ عالمِ شہود میں جو کچھ ہے وہ اِسی عالمِ غیب سے آیا ہے۔ بیابانِ عدم۔ یعنی عالمِ غیب۔ مستانِ شوق۔ یعنی کائنات جو خدائی حکم بجا لانے کی مشتاق ہے۔ شہادت۔ عالمِ شہادت بادیہ۔ یعنی بیابانِ عدم غادیہ صبح کا وقت۔

[2] آید و گیرد۔ عالمِ شہادت میں ایک نئی چیز آکر پرانی چیز کی جگہ لے لیتی ہے۔ جوں پسر بیٹا، باپ کی جگہ سنبھال لیتا ہے باوا عالمِ آخرت کو سدھار جاتا ہے۔ جادۂ شاہ۔ یہ سمجھ کہ عالمِ شہادت اور عالمِ غیب کے درمیان ایک بڑی کھلی سڑک ہے جس پر ہر وقت آمد و رفت ہے نیک ہمیں محسوس نہیں ہوتا ورنہ عمر کا جو دن گذر رہا ہے ہم اُسیں عالمِ آخرت کی طرف چل رہے ہیں۔

[3] بہرِ حال۔ انسان جو کاروبار کرتا ہے اور نفع کمانے کی کوشش کرتا ہے وہ کسی وقتی ضرورت کے پیشِ نظر نہیں کرتا ہے بلکہ آئندہ کی بنا پر کاروبار کرتا ہے تو بھی اپنی عمر کے مال کی تجارت آخرت کے پیشِ نظر صرف کر موجودہ زندگی میں عمر صرف نہ کر پس مسافر صحیح

گر[1] تصویرات از یک مُغرسند — دررہے ہم سُوئے دل چوں میرسند

اگر یہ تصورات ایک کھیت کے نہیں ہیں — تو آگے پیچھے دل کی جانب کیوں آرہے ہیں؟

جُوق جُوق اسپاہِ تصویراتِ ما — سُوئے چشمہ دل شتاباں از ظما

ہمارے تصورات لشکر در لشکر — پیاس سے دل کے چشمہ کی طرف دوڑتے ہیں

جُرعہا پُر می کُنند و میرُوند — دائما پیدا و پنہاں می شوند

وہ گھڑے بھرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں — ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں

فکرہا را اختراں چرخِ دگر — دائرا اندر چرخِ دیگر آسماں

افکار کو آسمان کے ستارے سمجھ — دوسرے آسمان کے دائرہ میں گھوم رہے ہیں

سعد[2] دیدی شکر کُن ایثار کُن — نحس دیدی صدقہ و استغفار کُن

تو نے سعد دیکھا شکر ادا کر اور ایثار کر — تو نے نحس دیکھا خیرات اور توبہ کر

ما کئیم این را بیا اے شاہِ من — طالعم مقبل کُن و چرخے بزن

ہم اسکے لئے کیا ہیں؟ اے میرے شاہ! آجائیے — میرے طالع کو بااقبال کر دیجئے اور گھما دیجئے

رُوح را تاباں کُن از انوارِ ماہ — زاں کز آسیبِ ذنب شُد جانِ سیاہ

جاند کے انوار سے روح کو روشن کر دیجئے — کیونکہ روح ذنب کے اثر سے کالی ہوگئی ہے

رُوح را زاں نورِ مہ کُن ملتہب — کہ سیہ شد جانِ من زآسیبِ تب

روح کو اس چاند کے نور سے روشن کر دیجئے — کیونکہ بخار کے اثر سے میری جان کالی ہوگئی ہے

از[3] خیال و وہم و ظن بازش رہاں — ازچہ دجورِ رسن بازش کشاں

اسکو خیال اور وہم اور گمان سے چھڑا دیجئے — کنویں اور رسی کے ظلم سے اسکو چھڑا دیجئے

تا ز دلداریِ خوبِ تو دلے — پر برآرد بر پرد زاب و گلے

تاکہ ایک دل تیری اچھی دلداری سے — پر نکالے اور پانی اور مٹی سے اڑ جائے

اے عزیزِ مصر جانم دستگیر — عُذر ایں زندانیِ خود در پذیر

اے میری جان کے مصر کے شاہ! دستگیری کیجئے — اپنے اس قیدی کا عذر قبول کر لیجئے

اے عزیزِ مصر در پیماں درست — یوسفِ مظلوم در زندان تست

اے مصر کے شاہ! عہد و پیمان میں درست — مظلوم یوسف تیرے قید خانہ میں ہے

اعمال۔ تا ز دلداری۔ آپ کی عنایت اور مہربانی سے میرے دل میں پر و بال پیدا ہو جائے اور وہ دنیاوی دھندوں سے نجات پا جائے۔ عزیز مصر کے بادشاہ اور وزیر کو کہا جاتا تھا یہاں حضرت حق تعالیٰ مراد ہے اور رُوح کو حضرت یوسفؑ سے تشبیہ دی ہے۔ اے عزیز۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ

---

[1] گر۔ انکا پے در پے آنا یہ بتاتا ہے کہ وہ سب ایک جگہ سے آرہے ہیں اور اُن کا مخزن ایک ہے۔ جُوق در جُوق۔ جس طرح پیاسے پانی کیطرف دوڑ کرتے ہیں اسی طرح خیالات طاہر ہوتے ہیں اور اپنی پیاس بجھا کر واپس ہوتے ہیں کچھ نمایاں رہتے ہیں کچھ بالکل پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ فکرہا۔ اختراں۔ جسطرح ستارے آسمان میں گردش کرتے ہیں خیالات دل کے آسمان میں گردش کرتے ہیں۔

[2] سعد۔ جسطرح نجومی ستاروں کو سعد اور نحس سمجھتے ہیں تو بھی ان خیالات کو ایسا ہی سمجھ اچھا خیال ہو تو اس پر دوسرے کو بھی فیض پہنچا بُرا خیال آئے تو صدقہ کر اور توبہ کر۔ ما کئیم۔ فاسد خیالات کی نحوست سے بچنے کا علاج ہم نے صدقہ و استغفار بتایا لیکن دراصل اُن سے محفوظ رکھنا فضلِ خداوندی کا کام ہے طالعم۔ یعنی میرے منحوس حالات کو تبدیل کر دیجئے اور اس نحس کو گھما دیجئے تاکہ سعد طلوع کر آئے۔ ماہ۔ یعنی نیکیوں کے نور سے روح کو روشن کر دیجئے وہ گناہوں کے اثر سے کالی پڑ گئی ہے۔ ذنب۔ وہ نقطہ جہاں آکر سورج کو گرہن لگ جاتا ہے۔ تب۔ یعنی گناہ کی تپش۔

[3] از خیال۔ میری روح کو معاصی کے خیالات سے نجات دیدیجئے۔ ازچہ یعنی مصر

در خلاصِ اُو یکے خوابے ببیں — زود واکاللہ یُحِبُّ المُحسِنِین

اس کی نجات کے لئے ایک خواب دیکھ لیجئے — جلدی سے اکیونکہ اللہ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے

ہفت گاوِ لاغرے و پُر گزند — ہفت گاوِ فربہش را میخورند

نقصان رسیدہ اور سات کمزور بیل — اُس کے سات موٹے بیلوں کو کھا رہے ہیں

ہفت خوشۂ خشک و زشت و ناپسند — سُنبلاتِ تازہ اش را می چرند

سات خشک اور بُرے اور ناپسند خوشے — اُس کی تازہ بالوں کو چر رہے ہیں

قحط از مصرش برآمد اے عزیز — ہیں مباش اے شاہ ایں را مُستجیز

اے شاہ! اُس کے مصر سے قحط برآمد ہوگیا ہے — اے شاہ! ہاں اُس کو روا نہ رکھئے

یوسفم در حبسِ تو اے شہ نشاں — ہیں زدستانِ زنانم وارہاں

اے شاہ! میں تیری قید میں یوسف ہوں، نشانی (علامت) — ہاں مجھے عورتوں کے مکر سے نجات دیدے

از سُوئے عرشے کہ بُودم مربط اُو — شہوتِ مادر فگندم کاندر ہبُوط

اُس عرش کی جانب سے جو میرا مسکن تھا — ماں کی شہوت نے مجھے گرایا کہ آئو

پس قدم زاں کمالِ مُستقیم — از فنِ زالے بزندانے رحم

تو میں اُس مکمل کمال سے گرا — ایک بوڑھی کے مکر سے رحم کے زنداں میں

رُوح را از عرش آرد در حطیم — لاجرم کید زناں باشد عظیم

رُوح کو عرش سے ٹوٹے ہوئے گھر میں لے آتا ہے — بے شک عورتوں کا مکر عظیم ہوتا ہے

اوّل و آخر ہبوطِ من ززن — چونکہ بُودم رُوح و چوں شُد تن بدن

میرا پہلا اور آخری نزول عورت سے ہوا — جبکہ میں رُوح تھا اور جبکہ میں جسم ہوں

بشنو ایں زاریِ یوسف ز غار — یا بر اں یعقوب بیدل رحم آر

یعقوب کے بارے میں یوسف کی یہ زاری سن لیجئے — یا اُس بیدل یعقوب کے اوپر رحم کیجئے

نالہ از اخواں کنم یا از زناں — کہ فگندندم چو آدم از جناں

شکوہ بھائیوں کا کروں یا عورتوں کا — کہ جنھوں نے مجھے آدم کیطرح جنتوں سے گرایا

زاں مثالِ برگِ بے پژمُردہ ام — کز بہشتِ وصل گندم خوردہ ام

میں اسی وجہ خزاں کے پتے کیطرح مرجھایا ہوا ہوں — کہ میں نے وصل کی بہشت سے گیہوں کھالیا

---

۵۱ در خلاص۔ عزیز مصر کے خواب میں یوسف کی رہائی کی بشارت ہے۔ زود۔ اللہ جبکہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے تو خود کیوں نہ کریگا۔ ہفت گاو۔ میرے گناہ میری سخلائیوں کو نگل رہے ہیں۔ قحط۔ مجھ میں نیکیوں کا قحط ہے اس کو جائز نہ رکھ۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ زنانِ مصری کی سازش سے جیل خانہ میں گئے تھے۔ نشاں۔ یعنی رہائی کا حکم۔ از سوی۔ انسان کی شہوت نفس اُسکے عالم بالا سے گرنے کا سبب بنی۔

۵۲ کمالِ مستقیم۔ یعنی عالم علوی کی سکونت۔ از فنِ زالے۔ ماں کی شہوت اس کا سبب بنی کہ میں رحم مادر میں قیدی بنا۔ در حطیم۔ یعنی دنیا۔ اول و آخر۔ پہلی بار جسے اترنا روح کا تھا جو حضرت آدمؑ کے ضمن میں ہوا وہ حضرت حوا کی شہوتِ بطن کی وجہ سے وقوع میں آیا دوسرا نیچے اترنا جسم کا تھا جو ماں کی شہوت کی وجہ سے ہوا اور جسم کی پیدائش ہوئی۔

۵۳ بشنو۔ یا تو میری زاری سنکر مجھ پر رحم کر دیجئے۔ یا بر اں یعقوب۔ یا میرا شیخ جو میرے لئے دعا کرتا ہے اُس کی دعاؤں کی وجہ سے مجھ پر رحم کر دیجئے۔ نالہ از اخواں یوسف علیہ السلام کے بھائی اُن کے مصر پہنچنے کا سبب بنے جہاں وہ قید ہوئے اور عورتوں کی سازش نے اُنکو قید میں پھنسایا مراد اس سے انسان کی قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہوانی ہے جو گناہوں کا سبب ہیں۔ زناں۔ میرے معاصی مجھے قرب سے دور کئے ہوئے ہیں اس لئے میں خزاں کے پتے کی طرح مُرجھایا ہوا ہوں۔

چوں[1] بدیدم لُطف و اکرامِ ترا
جب میں نے تیرا لطف اور اکرام دیکھا

واں سلام سِلم و پیغامِ ترا
اور تیرے صلح کے سلام اور پیغام کو

من پسندم از چشمِ بَد کردم پدید
میں نے نظرِ بد کی وجہ سے کالا دانہ نکالا

در پسندم نیز چشمِ بَد رسید
میرے کالے دانہ کو بھی نظرِ بد لگ گئی

دافعِ ہر چشمِ بَد از پیش و پس
آگے، درپیچھے سے ہر نظرِ بد کے دفعیہ کے لئے

چشمہائے پُر خُمارِ تست و بس
صرف تیری نشیلی آنکھیں ہیں

چشمِ بَد را چشمِ نیکویت شہا
اے شاہ! تیری حسین آنکھ نظرِ بد کو

مات و مُستاصل کُند نِعمَ الدَّوا
مغلوب اور طیا میٹ کر دیتی ہے، وہ بہتر دوا ہے

بَل ز چشمت کیمیا ہا می رسد
بلکہ تیری آنکھ سے کیمیا پہنچتی ہے

چشمِ بَد را چشمِ نیکو می کند
نظرِ بد کو، نیک نظر بنا دیتی ہے

چشمِ[2] شہ بر چشمِ بازِ دل زدست
شاہ کی آنکھ نے دل کے باز کی آنکھ پر اثر کیا ہے

چشمِ بازش سخت باہمت شدست
اس کے باز کی آنکھ بہت باہمت ہو گئی ہے

تا ز بس ہمّت کہ یا بید از نظر
یہانتک کہ پوری ہمت کیوجہ سے جو اُس نے آنکھ سے حاصل

می نگیرد باز شہ جز شیرِ نر
شاہ کا باز نرِ شیر کے علاوہ نہیں پکڑتا ہے

شیر چہ، کاں شاہبازِ معنوی
شیر کیا ہوتا ہے؟ بلکہ وہ معنوی شاہ باز

ہم شکارِ تست و ہم صیدش توئی
تیرا شکار بھی ہے اور تو اُسکا شکار بھی ہے

شد صفیرِ بازِ جاں در مرجِ دیں
دین کی چراگاہ میں جان کے باز کی آواز

نعرہائے لَا اُحِبُّ الْآفِلِیْن
میں غروب کر جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں کے نعرے ہیں

بازِ[3] دل را کز پئے تو می پرید
دل کا باز جو تیرے لئے اڑ رہا تھا

از عطائے بیحدت چشمے رسید
تیری بیحد عطا سے اُسکو آنکھ حاصل ہوگئی

یافت بینی بُوی و گوش از تو سماع
ناک نے بُو اور کان نے سننا تجھ سے حاصل کیا

ہر حسے را قسمتے آمد مُشاع
ہر حس کا حصہ مشترک ہے

ہر حسے را چوں دہی رہ سوئے غیب
جس حس کو تو غیب کی جانب راستہ عطا کر دے

نبُود آں حس را فتورِ مرگ و شیب
اُس حس میں موت اور بڑھاپے کی کمزوری نہیں ہوتی

مالکُ المُلکی بحِس چیزے دہی
تو مالکُ الملک ہے تو جس کو کوئی چیز دیدیتا ہے

تا کہ بر حسہا کُند آں حس شہی
تاکہ وہ حس حواس پر بادشاہی کرے

---

[1] چوں بدیدم۔ جب میں نے تیرے لطف اور کرم پر نظر کی اور یہ پیغام سنا کہ تو توبہ کو قبول کرتا ہے تو شیطان کی نظرِ بد کو دفع کرنے کیلئے ہر دل نکالا کہ انکی دھونی دوں یعنی توبہ کی تو اس توبہ کو نظرِ بد لگ گئی۔ واقع۔ معلوم ہوا کہ توبہ کرنا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اصل اُس کی قبولیت ہے جو تیری پُر لطف نظرِ کرم ہے۔ چشمِ بد۔ شیطان سے بچاؤ کا مضبوط ذریعہ تیری نظرِ کرم ہے۔ بل ز چشمت۔ تیری نظرِ کرم کی تاثیر تو یہ ہے کہ وہ نظرِ بد کو نیک نظر بنا دیتی ہے۔

[2] چشمِ شہ۔ اللہ تعالےٰ کی نظرِ کرم جس پر ہو جاتی ہے اُسکے باز یعنی دل کی ہمت بلند ہو جاتی ہے۔ می نگیرد۔ باز وہ دل کی طرف شیرِ نر یعنی امورِ آخرت کا شکار کھیلتا ہے۔ مترجم۔ ان اولیاء کا مقصد امورِ آخرت کے معنی ذاتِ خداوندی ہوتی ہے جس کے وہ طالب بنجاتے ہیں۔ شکر۔ اور ان اولیاء کا نعرہ یہ ہوتا ہے کہ ہم دنیا کی فانی چیزوں سے کوئی محبت نہیں رکھتے ہیں۔

[3] بازِ دل۔ اولیاء اللہ کا دل جو تیری طلب میں پرواز کرتا ہے انکو تیری عطا سے خاص حواس حاصل ہو جاتے ہیں۔ یافت۔ انکے حواس خدائی صفات سے متصف ہو جاتے ہیں جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ ہر حسے۔ اب انکے حواس کا تعلق عالمِ حقائق سے ہو جاتا ہے اور ان حواس میں موت یا بڑھاپے سے

جہد کُن تا حِس تو بالا رَوَد — تا کہ کارے حِس ازاں بالا شَوَد
تو کوشش کر تاکہ تیرا حِس اوپر جائے — تاکہ حِس کا کام اُس سے بلند ہو جائے

حکایتِ شب دزداں کہ شاہ محمود میانِ ایشاں اُفتاد

رات اور چوروں کا قصہ کہ سلطان محمود اُن میں پہنچ گیا

کہ مَن نیز یکے از شما ام و بر حالِ ایشاں مُطّلع شُد الخ

کہ میں بھی تم میں کا ایک ہوں اور اُن کی حالت سے باخبر ہوں

شب چو شہ محمود بر می گشت فرد — با گروہِ قومِ دُزداں باز خورد

رات کو جب سلطان محمود اکیلا گشت کر رہا تھا — چوروں کی قوم کے گروہ سے جا بھڑا

پس بگفتندش کہ اے بُوالوفا — گفت شہ مَن ہم یکے ام از شما

انھوں نے اُس سے کہا اے وفادار تو کون ہے؟ — سلطان نے کہا میں بھی تم میں سے ایک ہوں

آں یکے گفت اے گروہِ مکر کیش — تا بگوید ہر یکے فرہنگِ خویش

ایک نے کہا اے مکار گروہ! — ہر ایک اپنا ہُنر بیان کرے

تا بگوید با حریفاں در سَمَر[۵۲] — کُو چہ دارد در جبلت از ہُنر

تاکہ دوستوں سے قصہ گوئی میں کہے — کہ وہ فطرت میں کیا ہُنر رکھتا ہے؟

آں یکے گفت اے گروہِ فن فروش — ہست خاصیت مرا اندر دو گوش

ایک نے کہا اے ہُنر کے دعویدار گروہ — میرے دونوں کانوں میں ایک خاصیت ہے

کہ بدانم سگ چہ می گوید بہ بانگ — قوم گفتندش ز دینارے دو دانگ

کہ میں جان لیتا ہوں کہ کتا آواز میں کیا کہتا ہے — قوم نے اُس سے کہا تو دینار میں سے دو دانگ ہے

آں دگر گفت اے گروہِ زر پرست — جُملہ خاصیت مرا چشم اندر دست

دوسرے نے کہا اے زر کے پجاری گروہ! — مکمل خاصیت میری آنکھ میں ہے

ہر کہ را شب بینم اندر قیرواں[۵۳] — روز بشناسم من اُو را بیگماں

جس کو میں رات کے اندھیرے میں دیکھ لوں — میں اُس کو بے شک دن میں پہچان لوں

گفت یک خاصیتم در بازو ست — کز نَم من نقبہا با زورِ دست

ایک نے کہا میری خصوصیت بازو میں ہے — میں ہاتھ کی طاقت سے نقب لگا دیتا ہوں

گفت یک خاصیتم در بینی ست — کارِ مَن در خاکہا بُو بینی ست

ایک نے کہا میری خصوصیت ناک میں ہے — میرا کام مٹیوں میں سے بُو سونگھ لینا ہے

---

۵۱ جہد کُن۔ خطاب ہے کہ انسان کو ایسے ہی بالائی حواس حاصل کرنے چاہئیں۔ حکایت اِس حکایت سے جس کے بالا ہونے کے نطع کو واضح کیا ہے۔ بری گشت فرد۔ اکیلا گھوم رہا تھا۔ پس۔ چوروں نے سلطان سے دریافت کیا تو کون ہے تو اس نے کہدیا کہ میں تم میں سے ہی ہوں۔ آں یکے۔ ایک چور نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہر ایک اپنا ہنر ظاہر کرے۔ حریفاں۔ ساتھی۔

۵۲ سَمَر۔ قصہ کہانی جبلت۔ فطرت۔ فن فروش۔ ہنر کا دعویٰ۔ کہ بدانم ایک نے کہا کہ میں کتے کی بول سمجھ لیتا ہوں دانگ۔ درہم کا چھٹا حصہ اور درہم، دینار کا دسواں حصہ ہے دانگ و دینار کا ساٹھواں حصہ ہوا یعنی یہ کوئی قابل وقعت ہنر نہیں ہے۔

۵۳ ہر کہ۔ ایک نے کہا کہ میری آنکھ میں یہ تاثیر ہے کہ جس شخص کو اندھیرے میں بھی دیکھ لیتا ہوں دن کو اُس کو فوراً پہچان لیتا ہوں بازو۔ ایک نے کہا میرے بازو میں اِس قدر طاقت ہے کہ پنجوں کے زور سے بغیر کسی اوزار کے دیوار میں نقب لگا دیتا ہوں۔ گفت یک۔ ایک نے کہا کہ میری ناک کی یہ خصوصیت ہے کہ زمین کی مٹی سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں خزانہ ہے یا نہیں؟

[1] مِنْ اَلنَّاسُ مَعَادِن دادِ دست — کہ رسول آں را بچہ گفتہ است

"لوگ کانیں ہیں" کا راز حاصل ہوگیا ہے — کہ رسولؐ نے وہ کس وجہ سے فرمایا ہے؟

مَن زخاکِ تن بدانم کاندراں — چند نقدست وچہ دارد میگماں

میں جسم کی مٹی سے جان لیتا ہوں، کہ اُس میں — کتنا نقد ہے اور وہ بلاشبہ کیا رکھتا ہے

دریکے کاں زرِ بے اندازہ درج — واں دگر خلش بُود کمتر زرج

ایک کان میں بے اندازہ سونا داخل ہے — دوسری میں آمد نی خرچ سے کم ہوتی ہے

ہمچوں مجنوں بُوکنم من خاک را — خاکِ لیلیٰ را بیابم بے خطا

میں مجنوں کی طرح مٹی کو سونگھ لیتا ہوں — بغیر غلطی کے لیلیٰ کی خاک کو پالیتا ہوں

بُوکنم دائم زہر پیراہنے — گر بُود یوسفؑ وگر اہرمنے

میں ہر لباس میں سے ہمیشہ سونگھ لیتا ہوں — خواہ یوسفؑ ہو اور خواہ شیطان ہو

[2] ہمچو احمدؐ کہ بَرد بُو از یمن — زاں نصیبے یافت ایں بینیِ من

احمدؐ کی طرح کہ یمن کی جانب سے بُو پاتے ہیں — اُس سے میری ناک نے ایک حصّہ پالیا

کہ کدامیں خاکِ ہمسایہ زرست — یا کدامیں خاک صفرا و ابترست

کہ کونسی مٹی سونے کی پڑوسی ہے — یا کونسی مٹی زرداری اور ابتر ہے

گفت یک ایں خاصیت در پنجہ ام — کہ کمندے افگنم طولِ علم

ایک نے کہا میرے پنجہ میں یہ خاصیت ہے — کہ بہاڑ کی اونچائی پر کمند پھینک دیتا ہوں

قصر اگرچہ چند باشد بس بلند — کنگرہ اش درسخت گردانم کمند

قلعہ خواہ کتنا ہی اونچا ہو — اُس کے کنگرے میں مضبوط کمند ڈال دیتا ہوں

ہمچو احمدؐ کہ کمند افگند جانش — تا کمندش بُرد سوئے آسمانش

احمدؐ کی طرح کہ اُن کی رُوح نے کمند ڈالی — یہاں تک کہ وہ کمند اُن کو آسمان کی جانب لیگئی

ہمچو احمدؐ کہ کمند انداخت سخت — کہ کمندش بُرد سوئے بخت و تخت [3]

احمدؐ کی طرح کہ اُنھوں نے سخت کمند ڈالی — وہ کمند اُن کو نصیبے اور تخت کی جانب لیگئی

گفت حقش اے کمند انداز بیت — آں زمن داں ما رمیت اذ رمیت

اُنھیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بیت المعمور پر کمند پھینکنے والے — میری جانب سے سمجھ تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا

مر ترا خاصیت اندر چہ بُود — تا ہمی خاصیت کس چیز میں ہے؟ — پھر نے اُس سلطان سے پوچھا کہ اے معتمد!

---

[1] حدیث شریف ہے۔ اَلنَّاسُ مَعَادِنُ کَمَعَادِنِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ "انسان سونے چاندی کی کانوں کی طرح کانیں ہیں"۔ مولانا فرماتے ہیں اِس حدیث کے معنی اِس طرح سمجھ میں آگئے مطلب یہ ہے کہ جس طرح اُن لوگوں کے اوصاف مختلف تھے اِسیطرح دین سے متعلق خواہشوں نسانوں میں مختلف ہیں۔ بمن زخاک۔ اُس چور نے کہا کہ میں زمین کی مٹی سونگھ کر بتادیتا ہوں کہ جہاں گنتہ دال دفن ہے۔ اور یکے۔ کسی کان میں بے اندازہ سونا ہوتا ہے کسی میں اتنا بھی نہیں ہوتا کہ کھدائی کا خرچ بھی نکل سکے۔ ہمچو مجنوں۔ مجنوں کو لیلیٰ کی خبر کسی نے نہ بتائی اُس نے مٹی سونگھ کر اُسکی خبر پہچان لی تھی

[2] ہمچو احمدؐ۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں خدائی سانس اُس کے بھی کہ رہا ہوں اور یمن کی طرف اشارہ فرمایا۔ زاں نصیبے۔ اِسطرح کے سونگھنے کا کچھ میں حصّہ مجھکو ہے۔ گفت یک۔ ایک چور نے کہا کہ میرے پنجہ میں یہ خصوصیت ہے کہ میں پہاڑ جیسے بلند قلعہ کی دیوار پر بھی کمند پھینک دیتا ہوں۔ تمام پہاڑ، کنگرہ بلند قلعہ کے کنگرے میں مضبوط کمند ڈال دیتا ہوں۔ ہمچو احمدؐ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ آنحضورؐ نے بھی عشق الٰہی کی کمند پھینکی جسکے ذریعہ وہ معراج میں آسمان تک پہنچے۔

[3] سوئے بخت۔ آنحضورؐ نے اپنی کمند پھینکی جو اُن کو بخت الٰہی وش اور بخت یعنی بیت المعمور تک لیگئی۔ بیت۔ یعنی بیت المعمور جہاں آنحضورؐ نے معراج میں انکی نماز

گفت[1] در ریشم بود خاصیتم — کہ رہانم مجرماں را از نقم

اُس نے کہا میری خاصیت میری داڑھی میں ہے — کہ میں مجرموں کو سزا کی سے چھڑا دیتا ہوں

مجرماں را چوں بجلاداں دہند — چوں بجنبد ریش من ایشاں کہند

جب مجرموں کو جلادوں کے سپرد کرتے ہیں — جب میری داڑھی ہل جاتی ہے وہ چھوڑ جاتے ہیں

چوں بجنبانم برحمت ریش را — طے کنند آں قتل و آں تشویش را

جب میں رحم سے داڑھی ہلا دیتا ہوں — وہ اُس قتل اور پریشانی کو لپیٹ دیتے ہیں

قوم گفتندش کہ قطب ما توئی — کہ خلاصِ روز محنتہا شوی

قوم نے اُس سے کہا کہ تو ہی ہمارا قطب ہے — کہ مشقتوں کے دن خلاصی کا باعث تو ہوگا

بعد[2] ازاں جملہ بہم بیروں شدند — سوئے قصرِ آں شہ میموں شدند

اُس کے بعد سب مل کر باہر نکلے — اُس مبارک سلطان کے قلعہ کی طرف چلے

چوں سگے بانگے بزد از سوئے راست — گفت می گوید کہ سلطاں با شماست

جب کُتے نے داہنی جانب سے آواز کی — اُس نے کہا، کہتا ہے کہ سلطان تمہارے ساتھ ہے

خاک بوکرد آں دگر از زبوہ — گفت ایں ہست از وثاقِ بیوہ

دوسرے نے ٹیلے کی مٹی سونگھی — بولا، یہ ایک بیوہ کے گھر کی ہے

پس کمند انداخت استادِ کمند — تا شدند آں سوئے دیوارِ بلند

پھر کمند کے استاد نے کمند پھینکی — یہاں تک کہ وہ بلند دیوار کے اُس طرف پہنچ گئے

جایِ دیگر خاک راچوں بو کرد — گفت خاکِ مخزنِ شاہے ست فرد

جب اُس نے دوسری جگہ مٹی سونگھی — بولا بادشاہ کا بے مثال خزانہ ہے

نقب[3] زن زد نقب در مخزن رسید — ہر یکے از مخزن اسبابے کشید

نقب لگانے والے نے نقب لگا خزانہ میں پہنچایا — ہر ایک نے مخزن سے سامان نکالا

بس زر و زر بفت و گوہرہایِ زفت — قوم بردند و نہاں کردند تفت

بہت سونا اور زربفت اور بھاری جواہر — قوم لے گئی اور جلد چھپا دیا

حلیہ و نام و پناہ و راہِ شاں — شہ معین دید منزل گاہِ شاں

اُن کا حلیہ اور نام اور پناہ (گاہ) اور راستہ — سلطان نے معین طور پر اُنکی قیامگاہ دیکھ لی

خویش را اُزدید زایشاں باز گشت — روز در دیواں بگفت آں سرگذشت

اپنے آپ کو اُن سے چھپا کر واپس ہو گیا — دن میں کچہری میں وہ سرگذشت سنائی

---

[1] گفت۔ سلطان نے چوروں کے سوال پر فرمایا کہ میری داڑھی میں یہ خاصیت ہے کہ میں جب داڑھی ہلا دوں تو مجرم سزا سے بچ جاتے ہیں۔ مجرماں۔ جب مجرموں کو جلادوں کے سپرد کردیں اور میں اُنکی رہائی کیلئے سر سے اشارہ کردوں جس سے داڑھی ہل جائیگی تو وہ مجرم تو راہ چھوڑ دیئے جائینگے۔ قوم گفتند۔ چوروں نے کہا تو ہمارا قطب اور پیشرو ہے کیونکہ مصیبت اور گرفتاری کے وقت تو ہی کام آئیگا۔

[2] بعد ازاں۔ اس گفتگو کے بعد سب چور چوری کرنے چل دیئے۔ جوں سگے۔ ایک کتا بھونکا تو جس چور نے اپنی فراست یہی بتائی تھی اُس نے کہہ دیا کہ کتا کہہ رہا ہے کہ سلطان تمہارے ساتھ ہے۔ زبوہ۔ ٹیلہ۔ وثاق۔ مکان۔ بیوہ کمند۔ شاہی قلعہ کی بلند دیوار پر کمند ڈال دی۔ جایِ دیگر۔ قلعہ کی فصیل کے اندر پہنچکر ایک نے مٹی سونگھ کر بتادیا کہ یہاں بادشاہ کا بیشمار خزانہ ہے۔

[3] نقب زن۔ نقب لگانے والے نے صرف ہاتھ کے ذریعہ نقب لگا دیا اور چوروں نے خزانہ کا سامان لوٹنا شروع کردیا۔ نہاں۔ سونا اور زربافت کپڑا اور جواہر زمین میں دفن کردیئے۔ شہ۔ سلطان ان سب کے یہاں پہنچا تھا اور اُس نے سب کچھ دیکھا تھا خویش۔ سلطان پہنچکے سے اُنسے جدا ہو کر واپس ہو گیا اور دن میں کچہری میں پہنچکر رات

پس[1] سوار گشتند سرہنگانِ مست
پھر مست سپاہی روانہ ہو گئے

تا کہ دُزداں را گرفتند و ببست
حتیٰ کہ انھوں نے چوروں کو پکڑ لیا اور باندھ لیا

دست بستہ سُوئے دیواں آمدند
وہ دست بستہ کچہری میں آئے

وز نہیبِ جانِ خود لرزاں شدند
اور اپنی جان کے ڈر سے لرزنے لگے

چونکہ اِستادند پیشِ تختِ شاہ
جب سلطان کے تخت کے سامنے کھڑے ہوئے

یارِ شب شاں بُود آں شاہِ چو ماہ
وہ چاند جیسا سلطان اُن کا رات کا یار تھا

آنکہ شب بر سر کہ چشم انداختے
وہ شخص کہ جو جس پر رات کو نظر ڈال دیتا

روز دیدے بے تشکش بشناختے
دن میں دیکھتا تو بلا شبہ پہچان لیتا

شاہ را بر تخت دید و گفت ایں
اس نے سلطان کو تخت پر دیکھا اور کہا یہ

بُود مارا دوش شب گرد قریں
گذشتہ رات ہمارا ساتھی اور رات کو چکر لگانے والا تھا

آنکہ[2] چندیں خاصیت در ریشِ اُوست
وہ کہ جس کی داڑھی میں اس قدر خاصیتیں ہیں

ایں گرفتِ ما ہم از تفتیشِ اُوست
ہماری یہ گرفتاری بھی اس کی جستجو کی وجہ سے ہے

عارفِ شہ بُود چشمش لاجرم
اس کی آنکھ لامحالہ سلطان کو جاننے والی تھی

بر گشاد از معرفت لب با خشم
پہچان لینے کے بارے میں بجمع سے ہونٹ کھولا

وھُوَ مَعَکُم[3] گفت اُو ایں شاہ بُود
اس نے کہا "اور وہ تمہارے ساتھ ہے" یہ سلطان تھا

فعلِ ما می دید و سِرّ ما شنود
وہ ہمارا عمل دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سن رہا تھا

چشمِ من رہ بُرد شب شہ را شناخت
میری آنکھ نے رات پایا رات، سلطان کو پہچان لیا

جملہ شب با رُوئے ماہش عشق باخت
تمام رات اس کے چاند جیسے چہرے سے عشق بازی کی

اُمّتِ[4] خود را بخواہم من ازو
میں اس سے اپنی قوم کو مانگ لوں گا

کو نگرداند ز عارف ہیچ رُو
کیونکہ وہ جاننے والے سے کبھی منہ نہ موڑے گا

چشمِ عارف داں امانِ ہر دو کون
عارف کی آنکھ کو دو جہان کی امن سمجھ

کہ بدو یابید ہر بہرام عون
کیونکہ ہر شاہ نے اس سے مدد پائی ہے

زاں محمدؐ شافعِ ہر داغ بُود
اسی لئے محمدؐ ہر زخم کے سفارشی ہوئے ہیں

کہ ز جُزحق چشمِ اُو ما زاغ بُود
کیونکہ حق کے سوا سے اُن کی آنکھ "ما زاغ" تھی

در شبِ دُنیا کہ محجوبست شید
دنیا کی رات میں جبکہ سورج پوشیدہ ہے

ناظرِ حق بُود و زو بودش اُمید
وہ اللہ کو دیکھنے والے تھے اور اسی سے اُنکی امید تھی

---

[1] پس۔ بادشاہ کے کہنے پر چوروں کی گرفتاری کے لئے سپاہی روانہ ہو گئے اور انھوں نے چوروں کو گرفتار کر کے انکی مشکیں کس دیں۔ نہیب۔ خوف۔ یارِ شب۔ انھوں نے پہچان لیا کہ سلطان تو رات کا ساتھی تھا۔ آنکہ۔ جس چور کی آنکھ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ رات کے اندھیرے میں دیکھے ہوئے انسان کو دن میں پہچان لیتا تھا اس نے کہا سلطان تو رات ہمارے ساتھ تھا۔

[2] آنکہ۔ یعنی سلطان کی داڑھی میں بہت خصوصیتیں ہیں انکی جستجو سے ہی ہماری گرفتاری عمل میں آئی ہے۔ مارا۔ چونکہ بادشاہ کو ہر چور پہچانتا تھا اسلئے اسنے کہا۔ وھُوَ مَعَکُم[3] اور وہ تمہارے ساتھ ہے اسکا مصداق یہی سلطان ہے اسنے ہمارے سارے کارنامے اور راز دیکھے ہیں ہر قسم سن ہیں رات میں ہی سلطان کو پہچان گیا تھا اور اسکے چہرے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

[4] امّتِ خود۔ اپنی قوم۔ مجھے معلوم ہے بادشاہ جان پہچان والوں سے مروت برتتا ہے انکی بات نہیں ٹالتا میں تم لوگوں کی سفارش کر کے چھڑا لونگا چشمِ عارف۔ چور کے عارف ہونے سے مولانا نے ماذاغ البصر کا ذکر شروع فرما دیا انکی آنکھ دونوں جہان کیلئے باعث امن ہے اور ہر بادشاہ انسے مدد حاصل کرتا ہے وہ بقاء عالم کا سبب ہوتا ہے۔ زاں۔ چونکہ آنحضورؐ کو اللہ تعالیٰ کی مکمل معرفت حاصل تھی اور آنحضورؐ کی نظر کے بارے میں قرآن نے ماذاغ

از اَلَمْ نَشْرَحْ[1] دو چشمش سُرمہ یافت
دید آنچہ جبرئیلؑ آں برنتافت

اَلَمْ نَشْرَحْ سے اُنکی دونوں آنکھوں نے سُرمہ پایا
وہ دیکھ لیا جس کو جبرئیلؑ نے برداشت نہ کیا

ہر یتیمے را کہ سُرمہ حق کشد
گردد او دُرِّ یتیمِ بارشد

جس یتیم کے اللہ (تعالیٰ) سُرمہ لگائے
وہ یکتا موتی ہدایت یافتہ بن جاتا ہے

نورِ او بر ذرّہا غالب شود
آنچناں مطلوب را طالب شود

اُس کا نور ذرّوں پر غالب ہو جائے
وہ ایسے مطلوب کا طالب بن جائے

در نظر بودش مقاماتُ العباد
لاجرم نامش خدا شاہد نہاد

اُس کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے
لامحالہ اللہ (تعالیٰ) نے اُس کا نام شاہد رکھدیا

آلتِ[2] شاہد زبان و چشمِ تیز
کہ ز شب خیزش ندارد سر گریز

گواہ کا آلہ زبان اور تیز نگاہ ہے
کیونکہ آپکے رات کو بیدار رہنے والے (قلب) سے کوئی راز چھپا نہ رہتا تھا

گر ہزاراں مُدّعی سر بر زند
گوشِ قاضی جانبِ شاہد کند

مُدّعی خواہ ہزار سر پٹخے
قاضی کا کان گواہ کی طرف کرتا ہے

قاضیاں را در حکومت این فن است
شاہد ایشاں را دو چشمِ روشن ست

قاضیوں کا فیصلہ کرنے میں یہی فن ہے
اُن کی گواہ دو روشن آنکھیں ہیں

گفتِ[3] شاہد زاں بجایِ دیدہ است
کہ بدیدہ بیغرض سر دیدہ است

گواہ کی بات اسی وجہ سے آنکھ کے قائم مقام ہے
کیونکہ اس نے بے غرض آنکھ سے حقیقت کو دیکھا ہے

مُدّعی دیدہ است اَمّا با غرض
پردہ باشد دیدۂ دل را غرض

مُدّعی نے دیکھا ہے لیکن غرض کے ساتھ
غرض دل کی آنکھ کے لئے پردہ ہو جاتی ہے

حق ہمی خواہد کہ تو زاہد شوی
تا غرض بگذاری و شاہد شوی

اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ تو زاہد بن جائے
تاکہ غرض کو چھوڑ دے اور گواہ بن جائے

حق ہمی گوید غرض را ترک کُن
تا قبول اُفتد ترا با ما سخن

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے غرض کو چھوڑ دے
تاکہ تیری بات ہمارے نزدیک مقبول ہو جائے

---

[1] اَلَمْ نَشْرَحْ قرآن میں مذکور ہے کہ ہم نے آپکے سینہ کو کشادہ کر دیا ہے اور اس شرحِ صدر کا سُرمہ آپ کی آنکھوں میں تھا اسی لئے آنحضورؐ نے اُن تجلیات کو بھی دیکھ لیا جن کو جبرئیلؑ نہ دیکھ سکے اور سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہ بڑھے۔ ہر یتیمے۔ ایسا سُرمہ کسی یتیم کے لگ جائے تو وہ دُرِ یکتا اور ہادیٔ برحق بن جاتا ہے جیسے کہ آنحضورؐ بنے۔ نورِ او۔ اُس کی روشنی کے مقابلہ میں دوسروں کی بصیرت سورج کے بالمقابل ذرّوں کی چمک ہے پھر وہ اس بصیرت کے ذریعہ ایسے ہی مطلوب (ذاتِ حق) کا طالب بن جاتا ہے۔ در نظر۔ پھر اُس کی نظر کے سامنے لوگوں کے احوال واضح ہو جاتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کو شاہد (دیکھنے والا) گواہ کا لقب عنایت فرمایا۔

[2] آلت۔ آنحضورؐ کو قرآن میں شاہد اور گواہ قرار دیا گیا ہے گواہی کا مدار دو چیزوں پر ہے ایک تو یہ کہ گواہ کے زبان ہو تاکہ عدالت میں گواہی دے سکے دوسرے یہ کہ آنکھ تیز ہو جس سے وہ واقعہ کو دیکھ سکے لہٰذا آپ میں یہ دونوں چیزیں مکمل تھیں۔ کہ ز شب خیزش۔ چونکہ آپ کا قلب نیند کی حالت میں بھی بیدار رہتا تھا اس لئے آپ کے ایسے بیدار قلب سے کوئی راز چھپا نہ رہتا تھا بلکہ آپ کو اُس راز پر ایسا ہی یقین ہوتا تھا جیسے کہ آپ نے اسکو دیکھا ہو۔ گر ہزاراں۔ صرف مُدّعی کے کہنے پر قاضی اس کے قول کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا ہے بلکہ گواہی کو سنتا ہے۔ قاضیاں۔ قاضیوں کا یہی طریقہ ہے اور اُن کو گواہ کے ذریعہ علم شاہدہ حاصل ہوتا ہے تو گویا گواہ قاضی کی آنکھ ہے ——— [3] گفتِ شاہد۔ گواہ کی گواہی قاضی کے لئے شاہدہ ہی ہے تھی کہ اس گواہ نے بے غرضی کے ساتھ اس واقعہ کو دیکھا ہے۔ مُدّعی۔ مُدّعی نے بھی اس بات کو دیکھا ہے لیکن اسکی غرض نے اس واقعہ کے بعض پہلوؤں کو مخفی کر دیا ہے لہٰذا اس کی بات کا اعتبار نہیں ہے۔ حق۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ انسان بے غرض بن جائے تاکہ اسکو گواہ کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔

کائیں[1] غرضہا بردہ دیدہ بُوَد — بر نظر چوں پردہ پیچیدہ بُوَد

کیونکہ یہ غرضیں آنکھ کا پردہ ہیں — وہ نظر پر پردے کی طرح لپٹی ہوئی ہوتی ہیں

پس نہ بیند جملہ را باطم و رم — حُبُّکَ الْاَشْیَاءَ یُعْمِی وَیُصِمّ

تو وہ تُل کو اپنے بُرے کیسا تو نہیں دیکھتا — چیزوں سے تیرا محبت کرنا اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے

دردش خورشید چوں نورے فشاند — پیشش اَخترا مقادیرے نماند

اُس کے دل میں جب سورج نے نور افشانی کی — اُس کے سامنے ستاروں کی قدریں نہ رہیں

پس بدید او بے حجاب اَسرار را — سیرِ رُوحِ مومن و کفّار را

تو آنھوں نے اَسرار کو بغیر پردے کے دیکھ لیا — مومن اور کفّار کی روح کی رفتار کو

در[2] زمیں حق را و در چرخِ سمی — نیست پنہاں تر ز رُوحِ آدمی

اللہ (تعالیٰ) کی کوئی چیز زمین اور بلند آسمان میں — آدمی کی روح سے زیادہ مخفی نہیں ہے

باز کرد از حق دو چشمِ خویشتن — آنکہ صاحب رفعت آمد در سُنن

اللہ (تعالیٰ) کی مدد سے ایسے شخص نے اپنی دونوں آنکھیں کھول لیں — جو احادیث میں بلندی والا بن گیا ہے

باز کرد از رطب و یابس حق نورد — رُوح را مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ مُہر کرد

اللہ (تعالیٰ) نے رطب و یابس سے لپیٹ کھولدیا — رُوح پر مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ سے مُہر لگا دی

پس چو دید آں رُوحِ راحیمِ عزیز — پس بر و پنہاں نماند ہیچ چیز

پھر جب اُس معزز آنکھ نے رُوح کو دیکھ لیا — تو اُس پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی

شاہدِ[3] مطلق بُوَد در ہر نزاع — بشکند گفتش خمارِ ہر صُداع

وہ ہر جھگڑے میں کامل گواہ ہوگا — آپ کی بات سر درد کے خمار کو توڑ دیگی

نامِ حق عدلست شاہد آنِ اُوست — شاہدِ عدلست زیں رُو چشمِ دوست

اللہ (تعالیٰ) کا نام عدل ہے گواہ اُس کا مقرب ہوتا ہے — اِس اعتبار سے دوست کی آنکھ عادل گواہ ہے

منظرِ حق دل بُوَد در دو سرا — کہ نظر در شاہد آید شاہ را

دل دونوں جہان میں اللہ (تعالیٰ) کا منظورِ نظر ہے — کیونکہ بادشاہ کی نظر گواہ پر ہوتی ہے

عشقِ حق و سترِ شاہد بازیش — بُود مایہ جملہ پردہ سازیش

اللہ (تعالیٰ) کی محبت اور اُس کی محبت کا راز — اُس کی تمام تر پردہ سازی کا سرمایہ ہوتا ہے

---

[1] کائیں غرضہا۔ انسان کی غرضیں اُس کو گواہی کے لئے ناقابل بناتی ہیں۔ ظلم و رم۔ ظلم دریا کا پانی، رم نمناک مٹی اس سے مراد رطب و یابس ہوتا ہے۔ حُبُّکَ۔ انسان کو محبوب کی بُرائی نظر نہیں آتی نہ وہ اُسکی بُری بات کو سنتا ہے۔ دردش۔ نورِ خداوندی کی وجہ سے آپؐ کا علم و معرفت اِس قدر مکمل تھا کہ دوسروں کا علم اُسکے مقابلہ میں ہیچ تھا۔ پس بدید۔ آپ سے اَسرار مخفی نہ تھے اور آپ جان گئے تھے کہ مومن کی روح کی رفتار کس طرف ہے اور کافر کی۔ روح کی رفتار کدھر ہے۔

[2] در زمیں۔ دونوں جہان میں رُوح سے زیادہ پوشیدہ کوئی چیز نہیں ہے۔ باز کرد۔ جن لوگوں نے قرآن و حدیث کا علم حاصل کر لیا ہے اُنھوں نے اپنی دونوں آنکھوں کو کھول لیا۔ از رطب۔ اُن کو تمام معلومات حاصل ہو گئیں لیکن رُوح کی حقیقت اُن کے لئے بھی واضح نہ ہوئی کیونکہ اُس کے بارے میں قرآن نے صرف مجملاً اِس قدر فرمایا کہ وہ خدائی اَمر سے ہے۔ چنانچہ آنحضورؐ نے اُس روح کو دیکھ لیا تو پھر آپ کی نظر سے کوئی چیز پوشیدہ نہ رہی۔

[3] شاہدِ مطلق۔ جبکہ آنحضورؐ کو اسرار کا بھی شاہد ہے تو قیامت میں آپ گواہ بنیں گے اور آپ کی گواہی اختلاف کے درمیان کو رفع کر دے گی

پس[۵۱] ازاں لولاک گفت اندر لقا
درشبِ معراج شاہد بازِ ما

اِیں قضا بر نیک و بد حاکم بود
بر قضا شاہد نہ حاکم می شود

شد اسیرِ آں قضا میرِ قضا
شاد باش اے چشمِ تیز مرتضیٰ

عارف[۵۲] از معروف بس درخواست کرد
کاے رقیبِ ما تو اندر گرم و سرد

اے مشیرِ ما تو اندر خیر و شر
از اشارتہاے دل ما بیخبر

اے یرانا لا نراہ روز و شب
چشمِ بندِ ما شدہ دیدِ سبب

تا کہ در شب آفتابم دیدہ شد
چشمِ من از چشمہا بگزیدہ شد

لُطفِ[۵۳] معروفِ تو بود اے منتہی
پس کمالُ البِرِّ فی اِتمامِہٖ

ربِّ اَتمِم نُورَنا فی الناشِرَہ
وانجِنا مِن مُفضِحاتِ القاہِرَہ

یارِ شب را روزِ مہجوری مدہ
جانِ قربت دیدہ را دوری مدہ

بُعدِ تو مرگیست با دردو نکال
خاصہ بُعدے کاں بود بعد الوصال

آنکہ دیدستت مکن نادیدہ اش
آب زن بر سبزۂ بالیدہ اش

---

[۵۱] پس۔ چونکہ ارشاد عالم کو حضورؐ سے محبت کی وجہ سے فرمائی گئی اسی لئے شب معراج میں آنحضورؐ سے یہ فرمایا "لولاک لما خلقت الافلاک" اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو نہ پیدا کرتا۔ ایں قضا۔ حاکم کا حکم سب انسانوں پر حاکم ہے۔ بر قضا۔ لیکن حاکم کا حکم شاہد کے تابع ہوتا ہے۔ قدر۔ آنحضورؐ عالم بشریت کے اعتبار سے قضا کے محکوم تھے لیکن چشم بصیرت کی وجہ سے شاہد اور گواہ بنے تو آپ کو اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار سے اپنے فیصلہ کا حکم بنا دیا ہے۔

[۵۲] عارف۔ پہلے فرمایا تھا کہ عارف مخلوق کی امان کا سبب ہوتا ہے اب اسی مناسبت سے فرماتے ہیں عارف یعنی انبیاء اولیاء رضی اللہ عنہم نے معروف یعنی حضرت حق سے بہت سی درخواستیں کی ہیں جن کا سورۃ ذکر فرماتے ہیں۔ از اشارتہاے۔ ہمارا دل ہمیں بھلائی کے اشارے کرتا ہے لیکن ہم ان کو نہیں سمجھ پاتے ہیں یعنی بسا اوقات ان پر عمل نہیں کرتے ہیں جیسے خدا ہمیں ہر وقت دیکھتا ہے ہم اسکو نہیں دیکھ پاتے کیونکہ سب یعنی عالم اسباب کی مشغولیت ہمارے لئے پردہ بن گئی ہے۔ چشم من۔ مشاہدہ کے بھی مراتب ہیں عارف باوجود مشاہدہ کے ماسوا کی مرتبہ کیلئے دعا کرتا ہے۔

[۵۳] لطف تو۔ تو انعام میں منتہی ہے اور تیرا یہ لطف ایک درجہ کا مشاہدہ ہو گیا ہے جو مجھے حاصل ہے لیکن تیری عطا کا کمال یہ ہے کہ مجھے مزید مراتب عطا کر دے۔ ماہرہ۔ یعنی محشر کی زمین۔ یار شب۔ تو نے جب دنیا میں کرم فرمایا تو آخرت میں بھی کرم فرمائے یار شب اس عارضہ جو رکی طرف تلمیح ہے۔ بعد۔ وصال کے بعد فراق بڑی مصیبت ہے۔ آنکہ جسکو ایکبار دیدار حاصل ہو چکا ہو اسکو اب دیدار سے محروم نہ کر بلکہ اسکے سبزۂ دید میں اور

مَن[1] نکردم لا اُبالی در رَوِش — تو مکُن ہم لا اُبالی در خلش

میں نے رَوِش میں لاپروائی نہیں کی — تو بھی عذاب میں لاپروائی نہ برت

ہیں مَراں از رُوئے خود اُو را بعید — آنکہ او یک بار آں رُوئے تو دید

خبردار! اپنے چہرے سے اُس کو دُور نہ کر — جس نے ایک بار تیرا چہرہ دیکھ لیا ہے

دید رُوئے جُز تو شد غُلِّ گلو — کُلُّ شَیءٍ مَا سِوَی اللہ بَاطِلُ

تیرے غیر کے چہرے کا دیدار گلے کا طوق ہے — اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے

باطلند و می نمایندم رَشد — زانکہ باطِل باطِلاں را می کَشد

وہ باطل ہیں اور مجھے خوبی دکھاتی ہیں — کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے

ذرّہ[2] ذرّہ کاندریں ارض و سماست — جنسِ خود را ہر یکے چوں کہربا ست

ایک ایک ذرّہ جو اِس زمین اور آسمان میں ہے — اپنی جنس کے لئے کہربا جیسا ہے

معدہ ناں را می کَشد تا مستقر — می کَشد مر آب را نُطفِ جگر

معدہ، روٹی کو ٹھہرنے کی جگہ تک کھینچتا ہے — جگر کی حرارت پانی کو کھینچتی ہے

چشم جذّابِ بُتاں زیں کو یہا — مغز جویاں از گلستاں بُو یہا

آنکھ اُن کوچوں سے معشوقوں کو کھینچنے والی ہے — دماغ، چمنوں سے خوشبوؤں کا جویاں ہے

زانکہ حسِّ چشم آمد رنگ کَش — مغز و بینی می کَشد بُو ہائے خوش

کیونکہ آنکھ کی حس رنگ کو کھینچنے والی ہے — دماغ اور ناک عمدہ خوشبوؤں کو کھینچتے ہیں

زیں کششہا اے خدائے رازداں — تو بجذبِ لُطف خُوباں دہ اماں

اے رازوں کو جاننے والے خدا! اِن کششوں سے — تو اپنی مہربانی کی کشش کے ذریعہ امن دیدے

غالبی بر جاذباں اے مُشتری — شایدار درماندگاں را واخری

اے خریدار! تو کششوں پر غالب ہے — مناسب ہوگا اگر تو بچھڑے ہوؤں کو خریدلے

رُو بشہ[3] آورد چوں تشنہ بابر — آنکہ بُود اندر شبِ قدر آں چو بدر

جو کہ شبِ قدر میں، بدر کی طرح تھا — جس طرح پیاسا ابر کی طرف رُخ کرتا ہے

چوں لسان و جانِ اُو بُود آن اُو — آنِ اُو با اُو بُود گستاخ گُو

کیونکہ اُس کی زبان اور جان اُس سے وابستہ تھی — اُس سے متعلق، اُس سے جرأت سے بات کرنیوالا ہوگا

گفت ما گشتیم چوں جاں بندِ طیں — آفتابِ جاں توئی در یومِ دیں

اُس نے کہا ہم ایسے ہوگئے ہیں جیسے کہ جان مٹی کی قید کی — بدلے کے دن تو جان کا سورج ہے

---

[1] مَن نکردم۔ میں نے تجھ سے کسی وقت استغفار نہیں کیا تو بھی مجھ سے استغفار نہ برت۔ جسکو دیدار کا قرب حاصل ہو چکا ہے اب اُسکو محروم نہ کر۔ دیدۂ تیرا صاحبِ دید اُسکو دیکھنا وبال جان ہے کیونکہ تیرے سوا ہر چیز فنا ہونیوالی ہے باطل ہے چونکہ میں خود باطل ہوں اِسلئے یہ باطل چیزیں مجھے اچھی نظر آتی ہیں اور اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

[2] ذرّہ ذرّہ۔ اِس عالم کی ہر چیز اپنی ہم جنس کیلئے باعث کشش ہے معدہ، معدہ روٹی کو جگر کی گرمی پانی کو کھینچتی ہے چشم معشوق بن سنور کر نکلتے ہیں تاکہ آنکھ کوئی دیکھے تو آنکھ کو کھینچتی ہو دماغ خوشبو کی تلاش کرتا ہے زانکہ آنکھ میں اور رنگ و روپ میں مناسبت ہو ناک اور دماغ اور خوشبوؤں میں مناسبت ہے۔

[3] رُو بشہ آورد۔ اِن کششہای۔ اِن باطلوں میں جو ہمارے لئے کشش ہے تو اپنی مہربانی کی کشش کے ذریعہ اِن کششوں سے ہمیں بچادے۔ غالبی۔ اِن سب کششوں پر تو غالب ہے اگر ہم درماندوں کو تو خرید لے تو تیری کشش کے شایان شان ہوگا۔

[4] رُو بشہ۔ شاہ شناس زد ہے یعنی شاہ کے عارف چور نے بادشاہ کی طرف اِس طرح رُخ کیا جیسا کہ پیاسا ابر کی طرف کرتا ہے۔ آنکہ۔ اُس شاہ کیطرف جو شب قدر کا چودھویں کا چاند تھا چونکہ اُسکی اور شاہ کی جان پہچان تھی اِسلئے درخواست میں اُسنے بہت بے تکلفی سے کام لیا۔ گفت۔ اِس شاہ شناس نے عرض کیا ہم اِسوقت متقیہ

وقت[1] آں شد اے شہِ مکتوم سیر
اے مخفی رفتار کے سلطان! اس کا وقت آ گیا

ہر یکے خاصیت خود وا نمود
ہر ایک نے اپنی خاصیت دکھائی

آں ہنرہا گردنِ ما را بہ بست
اُن ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی

آں ہنر فی جِیْدِھَا حَبْلٌ مَّسَدْ
وہ ہنر اُس کی گردن میں مونج کی رسّی ہے

جز ہماں خاصیتِ آں خوش حواس
اس بہترین حواس والے کی اُس خصوصیت کے علاوہ

آں ہنرہا جملہ غولِ راہ بود
وہ سب ہنر راہ کے چلاوہ تھے

شاہ را شرم آمد از وے روز با
بادیانی کے دن سلطان کو اس سے شرم آگئی

واں سگِ آگاہ از شاہِ وداد
وہ کتا جو محبوبِ سلطان سے واقف تھا

خاصیت در گوشِ ہم نیکو بود
کان کی خاصیت بھی اصلی تھی

سگ چو بیدار ست شب چوں پاسباں
کتا جب رات کو محافظ کی طرح بیدار ہے

ہیں[2] ز بدناماں نباید ننگ داشت
خبردار! بدناموں سے ڈر محسوس نہ کرنی چاہیے

ہر کہ او یک بار خود بدنام شد
جو خود ایک بار بدنام ہو گیا ہو

اے بساز رکہ یہ تابش کنند
اے مخاطب! بہت ساسونہ ہوگا اسکو سیاہ رنگ کر دیتے ہیں

کز کرم ریشے بجُنبانی بخیر
کہ تو کرم کرکے بھلائی کے لئے داڑھی ہلادے

آں ہنرہا جملہ بدبختی فزود
اُن سب ہنروں نے بدبختی بڑھائی

زاں مناصب سر نگونسارم و پست
ان منصبوں سے ہم اوندھے اور پست ہیں

روز مُردن نیست زاں فنہا مدد
مرنے کے دن اُن فنوں سے مدد نہیں ہے

کہ شب بُد چشم او سلطاں شناس
کہ اُس کی آنکھ رات میں سلطان کو پہچاننے والی تھی

غیر[3] چشمے کو ز شاہ آگاہ بود
بجز اُس آنکھ کے جو سلطان سے آگاہ تھی

کہ شب بر روئے شہ بودش نظا
اس لئے کہ رات میں سلطان کے چہرے پر اسکی نظر تھی

خود سگِ کہفش لقب باید نہا
اُس کا لقب خود سگ کہف رکھنا چاہیے

کو بہ بانگِ سگ ز شیر آگہ شود
کیونکہ وہ کتے کی آواز سے شیر سے آگاہ تھا

بیخبر نبود ز شب خیزِ شہاں
وہ شاہوں کی شب خیزی سے بے خبر نہیں ہے

ہوش بر اسرارِ شاں باید گماشت
اُن کے رازوں پر جو ہوش مستعد رکھنا چاہیے

خود نباید نام جُست و خام شد
خود نام ڈھونڈنا اور نام نہ ہونا چاہیے

تا شود ایمن ز تاراج و گزند
تاکہ وہ لوٹ اور نقصان سے محفوظ ہو جائے

---

[1] وقت ۔ اب اس کا وقت آگیا ہے کہ آپ اپنی (اُس کی) خاصیت ..... دکھائیں جسے ربانی دلادیں اُن ہنر (دوسرے ساتھیوں کے ہنر تو ہماری قید کا باعث بنگئے جناب عبدے فی جیدھا حبل من مسد (اُس کی گردن میں مونج کی رسی ہے) ابولہب کی بیوی کے بارے میں ہے۔

[2] ہیں ۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ کتے جیسے بدنام جانور سے بھی بالکل نفرت کرنا مناسب نہیں اسکے برخلاف اچھے اور صاف ستھرے نظر آنے والے جانور کو بھی دیکھ بھال لینا چاہیے مگر کوئی ایسا بدنام ہو گیا ہے تو کسی کو محض اسکا نام ہونے کی وجہ سے ڈرنا نہیں چاہیے

[3] غیر چشمے ۔ وہ آنکھ کام آئی جس نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا۔ شاہ ۔ بدلے کے دن بادشاہ کو سونگھ سونگھ کر پہچان لیا تھا۔ بار بار بادشاہ کو سونگھ کر اپنے سر سے خدام آبنگی۔ بار بار بارگاہ۔ واں سگ جس کتے نے بادشاہ کو پہچان لیا تھا اور کتا بھی اس قابل ہے کہ اسکو اصحاب کہف کا کتا کہا جائے خاصیت جو چور، کتے کی آواز کو شکر سمجھ لیتا تھا اصل خاصیت بھی یہی تھی اسلئے کہ اس سے اسکو شیر یعنی شاہ سے آگاہی حاصل ہوئی۔ سگ ۔ مولانا ایک مستقل مضمون بیان فرماتے ہیں کہ کتا جو شب بیداری کرتا ہے وہ شب خیزوں سے واقف ہو جاتا ہے اور یہ کتے میں ایک خوبی ہوئی۔

۵۱ ہر کسے کے پے بَرد در سرِّ ما — باز کُن دو چشم سُوئے ما بیا

ہر شخص ہمارے راز کا کب پتہ لگا سکتا ہے — دونوں آنکھیں کھول ہماری جانب آجا

قصۂ آں گاوِ بحری کہ گوہر کاویانی از قعرِ دریا برآوردہ

اس سمندری بیل کا قصہ جو ایک قیمتی گوہر دریا کی گہرائی سے نکال کر

شب بر ساحلِ دریا نہد و در دُرخش و تابِ آں می چَرد

رات کو دریا کے کنارے پر رکھتا ہے اور اس کی روشنی اور چمک میں چرتا ہے

و بازرگان از کمین بیروں آید چوں گاؤ از گوہر دور تر

اور تاجر گھات سے باہر آتا ہے جب بیل گوہر سے زیادہ دور چلا

رفتہ باشد بازرگاں بلجم و با گلِ تیرہ گوہر را پوشاند و

جاتا ہے تاجر ٹیلہ اور کالی مٹی سے چھپا دیتا ہے اور درخت

بَر درخت گریزد

پر بھاگ جاتا ہے

۵۲ گاوِ آبی گوہر از بحر آورد — بنہد اندر مَرج و گردش می چَرد

دریائی بیل سمندر سے گوہر لاتا ہے — چراگاہ میں رکھتا ہے اور اس کے گرد چرتا ہے

در شعاعِ نورِ گوہر گاوِ آب — می چَرد از سُنبل و سوسن شتاب

دریائی بیل، گوہر کے نور کی شعاع میں — جلد سنبل اور سوسن چرتا ہے

زاں فگندہ گاوِ آبی عنبر ست — کہ غذایش نرگس و نیلوفر ست

اسی لئے دریائی بیل کا فضلہ عنبر ہے — کہ اس کی غذا نرگس اور نیلوفر ہے

۵۳ ہر کہ باشد قوتِ او نورِ جلال — چوں نزاید از لبش سحرِ حلال

جس کی روزی اللہ تعالیٰ کا نور ہے — اس کے ہونٹ سے حلال جادو کیوں نہ پیدا ہوگا؟

ہر کہ چوں زنبور وحیستش نقل — چوں نباشد خانۂ او پُر عسل

شہد کی مکھی کی طرح جس کی غذا وحی ہو — اس کا گھر شہد سے پُر کیوں نہ ہوگا؟

می چَرد در نورِ گوہر آں بقر — ناگہاں گردد ز گوہر دُور تر

وہ بیل گوہر کے نور میں چرتا ہے — اچانک گوہر سے بہت دُور ہو جاتا ہے

تا جرے بر دُر نہد وحلِ سیاہ — تا شود تاریک مَرج و سبزہ گاہ

ایک تاجر موتی پر کالی کیچڑ رکھ دیتا ہے — تاکہ چراگاہ اور سبزہ زار تاریک ہو جائے

---

۵۱ ہر کسے۔ وہ کیا ہمارا راز پائے گا؟ حال سے کہتا ہے کہ ہر شخص ہمارے راز کو نہیں سمجھتا ہے تو میرے پاس آکر دیکھ تب راز سمجھے گا۔

قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتایا ہے کہ اس سمندری مخلوق کو دریائی بیل نہ پہچان سکا اسلئے کہ اس کی نظر ظاہر پر رہی تاجر اس کے باطن سے واقف تھا لہٰذا وہ اس کو لے گیا۔ کاویانی۔ کاوہ لوہار کی پیشے کی کمال کو فریدوں نے اپنا جھنڈا بنایا اور ضحاک کے مقابلہ میں کامیاب ہوا تو اس کو زر و جواہر سے مرصع کرکے اپنا جھنڈا بنایا جس کو درفش کاویانی کہا جاتا تھا پھر کاویانی قیمتی چیز کو کہا جانے لگا۔

۵۲ گاوِ آبی۔ سمندری بیل۔ مَرج۔ چراگاہ۔ زاں۔ مولانا نے عنبر کو دریائی بیل کا گوبر قرار دیا ہے کچھ لوگوں نے اسے عنبر مچھلی کا فضلہ قرار دیا ہے کچھ سمندری جھاگ کی پیداوار مانتے ہیں اور بعض لوگ دریائی گھاس سمجھتے ہیں۔

۵۳ ہر کہ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح دریائی بیل کا خوشبودار چیزوں کے کھانے کا نتیجہ خوشبودار ہے اسی طرح اگر کوئی ذکر اللہ کے نور کی روحانی غذا حاصل کرے گا تو اس کی زبان سے سحر حلال یعنی موثر کلام پیدا ہوگا۔ ہر کہ۔ جو شخص وحی الٰہی سے خوراک حاصل کریگا اس کا گھر یعنی منہ شہد سے کیوں نہ پُر ہوگا۔ تامل کیجئے۔

پس[1] گریزد مرد تاجر بر درخت
پھر تاجر شخص درخت پر بھاگ جاتا ہے

گاو جویاں مر وُرا با شاخ سخت
بیل اُس کو سخت سینگ سے ڈھونڈتا ہے

بیست بار آں گاو تازد گرد مرج
وہ بیل بیس مرتبہ چراگاہ کے گرد دوڑتا ہے

تا کُند آں خصم را در شاخ درج
تاکہ اُس مخالف کو سینگ میں پھنسا لے

چوں ازُو نومید گردد گاو نر
جب بیل اُس سے ناامید ہو جاتا ہے

آید آنجا کہ نہادہ بُد گہر
اُس جگہ آتا ہے جہاں گوہر رکھا تھا

وَحل بیند فوق دُرِ شاہوار
دُرِ شہوار پر کیچڑ دیکھتا ہے

پس زطیں بگریزد اُو ابلیس وار
وہ شیطان کی طرح مٹی سے بھاگ جاتا ہے

کاں ابلیس از متنِ طیں کور و کرست
کیونکہ شیطان مٹی کے وجدان سے اندھا اور بہرا ہے

گاو کے داند کہ در گل گوہرست
بیل کیا جانے کہ مٹی میں گوہر ہے؟

اِھبِطُوا افگند جاں را در حضیض
"نیچے اُترو" نے جان کو پستی میں ڈال دیا

از نمازش کرد محروم آں محیض
حیض نے اُس کو نماز سے محروم کر دیا

اے رفیقاں زیں مقیل و زاں مقال
اے ساتھیو! اس نیند اور اُس قول سے

اِتَّقُوا اِنَّ الْھَوٰی حَیْضُ الرِّجَالْ
بچو، نفسانی خواہش مردوں کا حیض ہے

اِھبِطُوا[2] افگند جاں را در بدن
"نیچے اُترو" نے جان کو جسم میں ڈال دیا

تا بگل پنہاں بُود دُرِّ عدن
تاکہ عدن کا موتی مٹی میں چھپ جائے

تا جرش داند و لیکن گاوِ نے
اس کو تاجر جانتا ہے، نہ کہ بیل

اہل دل دانند ہر گل کاوِ نے
اہل دل جانتے ہیں نہ کہ ہر مٹی کھودنے والا

ہر[3] گلے کاندر دلِ اُو گوہریست
جس مٹی کے دل کے اندر گوہر ہے

گوہرش غمّاز طینِ دیگریست
اُس کا گوہر دوسری مٹی کا مخبر ہے

واں گلے کز رشحِ حق نورے نیافت
وہ مٹی جس نے اللہ (تعالیٰ) کے نور سے چھڑکاؤ حاصل نہ کیا

صحبتِ گلہائے پُر دُر بر نتافت
وہ موتیوں سے پُر مٹی کی صحبت برداشت نہ کر سکی

ایں سخن پایاں ندارد مُوشِ ما
یہ بات آخیر نہیں رکھتی، ہمارا چوہا

ہست بر لبہائے جُو بر گوشِ ما
نہر کے کناروں پر ہمارے کان میں ہے

رجوع کردن بہ قصۂ طلب کردن آں مُوش آں چغز را از لبِ جُو

اُس چوہے کے اُس جھنڈ کو نہر کے کنارے سے طلب کرنے کے قصہ کی طرف واپسی

[1] پس گریزد الخ: وہ جوہر مٹی جو اُس گوہر کو کھیڑوں میں دیکھ کر درخت پر چڑھ گیا۔ شاخ سخت مضبوط سینگ۔ پس معنی جس طرح شیطان نے حضرت آدمؑ کے صرف ظاہر کو دیکھا اور اُن سے گریز کیا اسی طرح یہ درختی بیل اُس گوہر کے اوپر کی مٹی کو دیکھ کر گریز کرتا ہے۔ کاں ابلیس۔ شیطان حضرت آدمؑ کے باطنی اوصاف سے اندھا بہرا تھا اسی طرح بیل یہ نہ سمجھا کہ اس مٹی کے اندر گوہر ہے۔ متن تیر کے پر اور پیکان کا درمیانی حصہ۔

[2] اِھبطوا: عوام کی روح کو تکوینی امر سے "نیچے اترو" کے حکم نے پستی میں ڈال دیا پھر گناہوں کے ارتکاب نے اُس کو اور زیادہ تاریک بنا دیا مقیل۔ یعنی خواب و غور۔ مقال۔ یعنی موجب گناہ۔ حیض الرجال۔ نفسانی خواہش انسان کو نماز یعنی قرب الٰہی سے محروم کر دیتی ہے۔ اِھبطوا۔ عالم بالا سے روح کو جسم میں آنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عدن کی سوتی کا مٹی میں چھپ جانا۔ تاجرش۔ جب روح جسم میں آگئی تو اب اسکو جوہر ہی پہچان سکتا ہے عام انسان دیدار نہیں کر سکتا۔

[3] ہر گلے الخ: جس مٹی میں گوہر ہوتا ہے وہ گوہر والی دوسری مٹی کو بھی پہچان لیتا ہے۔ شہد ہے دل را دل ہی شناسد۔ واں گلے الخ: جس جسم پر اللہ کے نور کا چھڑکاؤ نہیں ہوا وہ اولیاء کے جسم کی صحبت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر جسم کی بات جسم ہی سمجھ سکتا ہے۔

کشیدن اُو سرِ رشتہ تا چغز در آب خبردار شود از طلب اُو

اور اس کا ڈورے کے سرے کو کھینچنا تاکہ مینڈک پانی میں اسکے ہلانے سے خبردار ہو جائے

آں سرِ رشتہ[1] عشق رفتہ می کشد
وہ محبت میں گئے ہوئے ڈورا کھینچتا ہے

برامیدِ وصلِ چغز بارشد
ہدایت یافتہ مینڈک کے وصل کی امید پر

می تند بر رشتۂ دل دمبدم
وہ ہر دم دل کے ڈورے پر تن رہا ہے

کہ سرِ رشتہ بدست آوردہ ام
کہ میں نے ڈورے کا سرا ہاتھ میں لے لیا ہے

ہمچو تارے شد دل و جاں در شہود
مشاہدہ میں دل اور جان تار کی طرح ہو گئے

تا سرِ رشتہ بمن رُوی نمود
تب ڈورے کا سرا مجھے نظر آیا

چوں غرابُ البین آمد ناگہاں
اچانک جب فراق کا کوا آیا

در شکارِ موش و بُردش زاں مکاں
چوہے کو شکار کرنے کیلئے اور اسکو اس جگہ سے لے گیا

چوں برآمد بر ہوا موش از غراب
کوے کے چونچ سے جب چوہا فضا میں پہنچا

منسحب شد چغز نیز از قعرِ آب
مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے کھنچ گیا

موش در منقارِ زاغ و چغز ہم
چوہا کوے کی چونچ میں اور مینڈک بھی

در ہوا آویختہ پا در رحم
پاؤں ڈورے میں بندھا فضا میں معلق

خلق[2] می گفتند زاغ از مکر و کید
لوگ کہہ رہے تھے کوے نے مکر اور چالاکی سے

چغز آبی را چگونہ کرد صید
پانی کے مینڈک کو کس طرح شکار کر لیا؟

چوں شد اندر آب و جونش در ربود
وہ پانی میں کیسے گیا اور اسکو کیسے اچک لیا؟

چغز آبی کے شکارِ زاغ بود
پانی کا مینڈک کوے کا شکار کب تھا؟

چغز گفتا ایں سزای آں کسے
مینڈک نے کہا یہ اس کی سزا ہے

کو چو بے آباں شود جفتِ خسے
جو بے آبروؤں کی طرح کینہ کا ساتھی بنے

اے فغاں از یارِ ناجنس آفغاں
فریاد ہے ناجنس دوست سے، فریاد ہے

ہمنشینِ نیک جوئید اے مہاں
اے بزرگو! نیک ساتھی تلاش کرو

عقل[3] را افغاں ز نفسِ پُر عیوب
عیوں بھرے نفس سے عقل کی فریاد ہے

ہمچو بینیِ بدے بر رُوی خوب
جیسے حسین چہرے پر بھدی ناک

عقل می گفتش کہ جنسیت یقیں
عقل اس سے کہتی تھی کہ یقیناً ہم جنس ہونا

از رہِ معنی ست نے از آب و طیں
اوصاف کے لحاظ سے ہے نہ پانی اور مٹی سے

---

[1] سرِ رشتہ عشق۔ محبت میں چور یعنی چوبا می تند۔ وہ اس پر فریفتہ اور ناز کر رہا تھا۔ سرِ رشتہ۔ یعنی محبت کا ایک ذریعہ ہے۔ دیدار کے مطالعہ میں میرا دل اور جان تار کی طرح ہو گئے تھے اب ایک ذریعہ ہاتھ آیا ہے۔ چوں۔ اب اس ڈورے کا انجام ذکر کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ فراق کا کوا آیا اور چوہے کو اس جگہ سے اڑا لے گیا۔ غرابُ البین۔ جدائی کا کوا، کوے کے بولنے کو دوستوں کی جدائی کی علامت مانا جاتا ہے۔ چوں۔ جب کوا چوہے کو لیکر اڑا تو مینڈک بھی پانی کی گہرائی سے کھنچ آیا۔ رحم۔ وہ ڈورا جو ہاتھ کی انگلی میں بطور یادگار کے باندھا جاتا ہے۔

[2] خلق۔ لوگ اس واقعہ کو دیکھکر کہہ رہے تھے کہ کوے نے پانی کے مینڈک کو کسطرح شکار کر لیا۔ چوں۔ کوا پانی میں کیسے گھسا، پانی کا مینڈک تو کوے کا شکار نہیں بنتا ہے۔ چغز۔ مینڈک نے کہا جو بے آبروؤں کیطرح کسی کینہ کا ساتھی بنے اسکی یہی سزا ہے۔ اے فغاں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ناجنس کی صحبت سے بچو اور ہم جنس یعنی نیک کی صحبت تلاش کرو۔

[3] عقل۔ ہم جنس سے مراد یہ ہے کہ اوصاف میں باہمی شرکت ہو۔ عقل اور نفس تقریباً ہم جنس ہیں لیکن اوصاف دونوں کے جدا ہیں لہذا عقل، بُرے نفس سے فریاد کرتی ہے جسطرح حسین چہرہ بھدی ناک سے فریاد کرتا ہے۔ عقل، نفس، مناسبت ہے۔

هیں مشو صورت پرست و ایں مگو[1]
خبردار! تو صورت پرست نہ بن اور یہ نہ کہہ

سرِّ جنسیت بصورت در مجو
ہم جنس ہونے کی حقیقت صورت میں تلاش نہ کر

صورت آمد چوں جماد و چوں حجر
صورت جماد اور پتھر کی طرح ہے

نیست جامد را ز جنسیت خبر
جامد کو ہم جنس ہونے کا پتہ نہیں ہے

جاں چو مور و تن چو دانہ گندمے
جان چیونٹی کی طرح اور جسم گیہوں کے دانہ کی طرح ہے

می کشاند سُو بسُو یش ہر دمے
وہ اس کو ہر وقت ادھر ادھر کھینچتی ہے

مور داند کاں جنوبِ مُرتہن
چیونٹی سمجھتی ہے کہ قبضہ کے دانے

مستحیل و جنسِ من خواہد شدن
تبدیل اور میری جنس ہوجائیں گے

آں یکے مورے گرفت از راہ جَو
ایک چیونٹی نے راستہ میں سے جَو لے لیا

مورِ دیگر گندمے بگرفت و دَو
دوسری نے گیہوں اور بھاگ لے لیا

مُور سُوئے مور می آید بلے
ہاں چیونٹی چیونٹی کی جانب آرہی ہے

مور را بیں کو بجنسش راجعست
چیونٹی کو دیکھ کہ وہ اپنی جنس کی طرف پلٹ رہی ہے

رفتنِ[2] جَو سُوئے گندم تابعست
جَو کا گیہوں کی جانب جانا تابع ہے

چشم را بر خصم نہ نے برگرو
نظر مقابل پر رکھ، نہ کہ گردی پر

تو مگو گندم چرا شد سُوئے جَو
تو یہ نہ کہہ کہ گیہوں جَو کی جانب کیوں گیا؟

مُور پنہاں دانہ پیدا پیشِ راہ
چیونٹی مخفی ہوگی، دانہ راستے کے سامنے ظاہر ہوگا

مورِ اَسود بر سرِ لبدِ سیاہ
کالی چیونٹی سیاہ تودے پر

دانہ ہرگز کے رَوَد بیدانہ بر
دانہ بغیر دانہ لیجانے والے کے کبھی نہیں چلتا

عقل گوید چشم را نیکو نگر
عقل آنکھ سے کہتی ہے، غور کرلے

ہست صورتہا حبوب و مُور قلب
صورتیں دانہ ہیں اور دل چیونٹی ہے

زیں[3] سبب آمد سُوئے اصحاب کلب
اسی سبب سے کتا اصحاب کی جانب آیا

بُد قفسہا مختلف یک جنس فرخ
پنجرے مختلف تھے، جو نے ایک جنس کے تھے

زاں شود عیسیٰ سُوئے پاکانِ چرخ
اسی لیے عیسیٰ آسمان کے فرشتوں کی جانب جاتے ہیں

اصل ہم جنسیت اوصاف کے اعتبار سے ہے نہ کہ صورت کیوجہ سے اسی لیے اصحاب کہف کے کتے کی کشش اصحاب کہف کی طرف تھی صورتوں کو دانہ سمجھ اور دل اور اوصاف باطنی کو چیونٹی سمجھ۔ زاں شود۔ حضرت عیسیٰ اور ملائکہ میں اوصاف کے اعتبار سے ہم جنسیت تھی۔ قفسہا، یعنی اجسام۔ فرخ، یعنی روح۔

---

[1] ایں مگو۔ صورت کی مشابہت سے ہم جنس ہونے کا قائل نہ بن۔ صورت۔ صورت ایک بے جان چیز ہے اسمیں جنسیت کا احساس نہیں ہے جان۔ جسم میں احساس اور حرکت جان کیوجہ سے ہے جیسا کہ گیہوں کے دانے میں حرکت چیونٹی کیوجہ سے ہوتی ہے جو اس کو لیجارہی ہے۔ مور داند۔ چیونٹی کی دانہ کیطرف کشش بھی جنسیت کیوجہ سے ہے کیونکہ وہ ہضم ہوکر اس کا ہم جنس بنجاتا ہے۔ آں یکے۔ ایک چیونٹی نے راستہ میں جَو کا دانہ لے لیا دوسری نے گیہوں کا دانہ لے لیا اب وہ ایک دوسری کی طرف چلی تو گیہوں کا دانہ جَو کے دانہ کی جانب نہیں دوڑ رہا ہے بلکہ چیونٹی چیونٹی کی جانب دوڑ رہی ہے۔

[2] رفتنِ جَو۔ جَو کا گیہوں کے دانہ کیطرف چلنا بتلاتا ہے، چیونٹی کو دیکھ لے تو سمجھ میں آجائیگا۔ تو مگو۔ جَو اور گیہوں کے دانے کی حرکت کیوجہ سے یہ نہ سمجھ کہ وہ چل رہے ہیں ان کے بالمقابل جو چیز ہے یعنی چیونٹی اسکو دیکھ یہ تو اسکے قبضہ میں ہیں۔ مورِ اسود۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیونٹی تو نظر نہیں آتی وہ کالے تودے پر چل رہی ہے اور دانہ چلتا ہوا نظر آتا ہے عقل۔ تو عقل سے سمجھ لے کہ دانہ کو لیجانے والی چیونٹی ہی جو چل رہی ہے۔

[3] زیں سبب۔ چونکہ

ایں قفس پیدا و آں فرخش نہاں
یہ جسم ظاہر اور اس کا جوڑا پوشیدہ ہے

بے قفس کش کے قفس گردد رواں
پنجرا بغیر پنجرا کھینچنے والے کے کہاں چلتا ہے؟

اے خنک چشمے کہ عقلش امیر
اے مخاطب! وہ آنکھ ٹھنڈی ہے عقل جسکی راہبر ہو

عاقبت بیں باشد و جبر و قریر
انجام کو دیکھے بھالی اور عالم اور ٹھنڈی ہو

فرقِ زشت و نغز از عقل آورید
برے اور بھلے کا عقل سے فرق کرو

نے ز چشمے کز سیہ گفت و سپید
نہ کہ آنکھ سے جو سیاہ اور سفید بتاتی ہے

چشم غرہ شد بخضرای دمن
آنکھ کوڈی کے سبزے پر فریفتہ ہوئی

عقل گوید بر محک ماش تن
عقل کہتی ہے اسکو ہماری کسوٹی پر رگڑو

آفتِ[1] مرغست چشم کام بیں
خود غرض آنکھ پرند کی تباہی ہے

مخلصِ مرغست عقلِ دام بیں
جال کو دیکھنے والی آنکھ پرند کو نجات دینے والی ہے

دامِ دیگر بُد کہ عقلش در نیافت
ایک دوسرا جال تھا جس کو عقل نہ سمجھ سکی

دحیِ غائب بیں بداں سو زاں شناخت
غیب کو دیکھنے والی وحی اسوجہ سے اُس جانب لپٹی

جنس و ناجنس از خرد دانی شناخت
تو جنس اور ناجنس کو عقل سے پہچان سکتا ہے

سوئے صورتہا نشاید زود تاخت
جلد اور صورت کی طرف نہ دوڑنا چاہیئے

نیست جنسیت بصورت ای ملک
میرے اور تیرے لئے جنسیت صورت سے نہیں ہے

عیسیٰ آمد در بشر جنسِ ملک
عیسیٰ انسانوں میں فرشتے کی جنس تھے

برکشیدش فوق ایں نیلی حصار
اُن کو اِس نیلے قلعہ پر کھینچ لیا

مرغ گردونی چو غرشش زاغ وار
آسمانی پرند نے اُس چوہے کو کوّے کی طرح

قصۂ[2] عبدالغوث و ربودن پریاں او را و سالہا در میانِ پریاں

عبدالغوث کا قصہ اور اُس کو پریوں کا لے جانا اور سالوں پریوں

ساکن شدن و بعد ازاں بشہر خود باز آمدن و فرزندان آوردن

میں رہنا اور اُس کے بعد اپنے شہر میں آجانا اور اولاد کو دیکھنا

و از پریاں ناگسیختن بحکم جنسیت و ہمدلی با ایشان

اور پریوں سے صبر نہ کرنا اُن کے ساتھ ہم جنس اور ہمدل ہونے کی وجہ سے

بود عبدالغوث ہم جنسِ پری
عبدالغوث پری کا ہم جنس تھا

چوں پری نہ سال در پنہاں پری
پری کی طرح نو سال تک مخفی پرواز میں تھا

---

[1] آفت۔ جو پرند عقل سے کام نہ لے صرف آنکھ سے دیکھے وہ جال میں پھنس جاتا ہے۔ دامِ دیگر۔ کچھ باتیں ایسی ہیں کہ وہاں یہ عقل جزوی کام نہیں دیتی ہے صرف وحی الٰہی رہبری کرتی ہے جنس جنسیت کا مدار جیسا باطنی اوصاف پر ہے تو اسکو عقل پہچان سکتی ہے نہ کہ آنکھ۔ جنسیت محض صورت کے اعتبار سے جنسیت نہیں ہے ورنہ حضرت عیسیٰ جنسِ بشر ہوتے فرشتوں کی جنس نہ ہوتے۔ برکشیدش۔ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی فرشتوں سے طلبا

[2] قصہ۔ عبدالغوث کوئی شخص ہے جو اوصاف کے اعتبار سے جن اور صورت کے اعتبار سے انسان تھا وہ انسانوں سے مانوس نہ تھا جنوں پریوں سے بلند کرتا تھا انکے بال بچے بھی ہوتے لیکن پھر بھی انسانی پریوں اور جنوں میں لگتا تھا۔ پری جن۔ دزچہاں پری۔ یعنی جنوں کیطرح چھپی

شد زنش را نسل از شوئ دگر
انکی بیوی کے دوسرے شوہر سے اولاد ہوگئی

واں یتیمانش ز مرگش در شمر[51]
اور اس کے یتیم اُس کی موت کی کہانیوں میں گنے

کہ مر اُورا گرگ زد یا رہزنے
کہ اُسکو بھیڑیئے نے یا ڈاکو نے مار دیا

یا فتاد اندر چہے یا مکمنے
یا کسی کنویں میں گر گیا یا کسی پوشیدہ جگہ میں

جملہ فرزندانش در اشغال مست
اُس کے تمام لڑکے کاموں میں مست تھے

خود نگفتندے کہ بابائے بدست
وہ یہ بھی نہ کہتے کہ اُن کا کوئی باپ تھا

بعد نہ سال آمد آں ہم عاریہ
وہ نو سال کے بعد بھی عارضی طور پر آیا

گشت پیدا باز شد متواریہ
ظاہر ہوا، پھر چھپ گیا

یک بیک فرزند و زن را دید باز
اُس نے اچانک اولاد اور بیوی کو دیکھا

گشت پنہاں کس ندیدش باز راز
پوشیدہ ہوگیا اور پھر کسی نے اسکا راز نہ دیکھا

یک مہے مہمان فرزندانِ خویش
ایک مہینہ اپنی اولاد کا مہمان

بود و زاں پس کس ندیدش رنگ پیش
رہا اور اُسکے بعد اُس کا رنگ سامنے کسی نے نہ دیکھا

بُرد ہمجنسی پریانش چناں
اُس کو پریوں کی ہم جنسی اس طرح لے گئی

کہ رُباید رُوح را زخمِ سناں
جس طرح بھالے کا زخم روح کو اڑا لیجاتا ہے

چوں بہشتی جنسِ جنت آمدست
چونکہ جنتی جنت کی جنس ہے

ہم ز جنسیت شود یزداں پرست
جنسیت کی وجہ سے وہ خدا پرست ہوتا ہے

نے نبی[52] فرمود جود و محمدہ
کیا نبیؐ نے نہیں فرمایا کہ سخاوت اور اچھائی کو

شاخ جنت داں بدنیا آمدہ
جنت کی شاخ سمجھ جو دنیا میں آگئی ہے

مہرہا را جملہ جنسِ مہر خواں
محبتوں کو تمام تر محبت کی جنس سمجھ

قہرہا را جملہ جنسِ قہر داں
ظلموں کو ظلم کی جنس سمجھ

لا اُبالی لا اُبالی آورد
لاپروا، لاپروا کو لاتا ہے

زانکہ جنس ہم بجنس اندر خرد
کیونکہ وہ عقل میں ہم جنس ہوتے ہیں

بود[53] جنسیت در ادریسؑ از نجوم
حضرت ادریسؑ میں ستاروں کی جنسیت تھی

ہشت سال اُو باز زحل بُد در قدوم
وہ آٹھ سال تک زحل سے ہم رفتار رہے

در مشارق در مغارب یارِ اُو
مشرقوں اور مغربوں میں اُس کے یار رہے

ہم حدیث و محرمِ اسرارِ اُو
اُس کے ہم سخن اور اُس کے رازداں رہے

---

[51] دوسرا: اُس کے بال بچے اُس کے مرجانے کے قصے بیان کرتے تھے۔ لمکن: چھپنے کی جگہ۔ عاریہ: عارضی، مستعار، چھپنے والی۔ یک بیک: اچانک۔ بچوں کو دیکھنے آیا اور پھر ایسا غائب ہوا کہ اُس کا راز کسی کے سامنے نہ کھلا۔ بہشتی: جنتی، جنت کا ہم جنس ہوتا ہے اسی لئے وہ خدا کی عبادت کرکے جنت میں جاتا ہے۔

[52] نبیؐ: آنحضورؐ نے فرمایا ہے سخاوت جنت کا درخت ہے اُس کی ایک شاخ دنیا میں ہے جو اُسکو پکڑ لیتا ہے وہ جنت میں چلا جاتا ہے۔ مہرہا: محبتیں، محبتوں کی ہم جنس اور قہرہا: قہر کا ہم جنس ہے۔ لا اُبالی۔ لاپروا لاپروا کی ہم جنس ہے۔

[53] بود جنسیت: حضرت ادریسؑ کو ستاروں سے ہم جنسیت تھی اسی لئے وہ ساتویں آسمان پر زحل ستارے کے ساتھ آٹھ سال تک رہے۔ یہ سارا قصہ محض شہرت پر مبنی ہے۔ قرآن و حدیث میں اسکا بیان نہیں ہے۔ در مشارق: زحل ستارہ مشرق و مغرب میں پہنچتا تھا تو یہ بھی ساتھ ہوتے تھے اور اُس سے باتیں کرتے رہتے اور ہمراز ہوتے تھے۔

(۱۹)

بعدِ[۵۱] غیبت چونکہ آورد اُو قدوم
غائب رہنے کے بعد جب اُنکی تشریف آوری ہوئی

در زمیں می گفت اُو درسِ نجوم
وہ زمین پر ستاروں کا درس دیتے تھے

پیشِ اُو اِستارگاں خوش صف زدہ
اُنکے سامنے ستارے عمدہ صف باندھے ہوئے تھے

اختراں در درسِ اُو حاضر شدہ
اُن کے درس میں ستارے حاضر ہوئے

آنچنانکہ خلق آوازِ نجوم
اِس طرح کہ ستاروں کی آواز

می شنیدند از خصوص و از عموم
خواص اور عوام سنتے تھے

جذبِ جنبیت کشیدہ تا زمیں
جنبیت نے زمین تک کھینچ لیا

اختراں را پیشِ اُو کردہ مُبیں
ستاروں کو اُنکے سامنے بیان کرنے والا بنادیا

ہر یکے نامِ خود و اَحوالِ خود
ہر ایک اپنا نام اور اَحوال

باز گفتہ پیشِ اُو شرحِ رصد
اُنکے سامنے آلاتِ رصد کی طرح کہدیتا

چیست جنبیت یکے نوعِ نظر
جنبیت کیا ہے؟ ایک قسم کی نظر

کہ بداں یابند رہ در رہمگر
جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پائیں

آں[۵۲] نظر کہ کرد حق در وَے نہاں
اللہ تعالےٰ نے جو نظر اُسمیں پوشیدہ کردی ہے

چوں نہد در تُو تو گردی جنسِ آں
جب وہ تیرے اندر کھدے تو اُسکی جنس بنجائے

ہر طرف چہ می کشد تن را نظر
جسم کو ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے؟ نظر

بے خبر را کہ کشاند با خبر
بے خبر کو کون کھینچ رہا ہے؟ باخبر

چونکہ اندر مَرد خُوئے زن نہد
جب مرد میں عورت کی عادت رکھدے

اُو مُخنث گردد و گاں می دہد
وہ ہیجڑا بن جائیگا اور مفعول بنے گا

چوں[۵۳] نہد در زن خداخوئے نر
جب اللہ تعالےٰ عورت میں مَرد کی خاصیت رکھدے

طالبِ زن گردد آں نسنَعتری
وہ نسنَعتری عورت، عورت کی طلبگار بنجاتی ہے

چوں نہد در تو صفاتِ جبرئیلؑ
جب تجھ میں جبرئیلؑ کی صفات رکھدے

ہمچو فرخے بر ہوا جوئی سبیل
تو چوزے کی طرح ہوا میں راستہ ڈھونڈھے

منتظر بنہادہ دیدہ در ہوا
ہوا میں آنکھ جمائے، منتظر

از زمیں بیگانہ عاشق بر سما
زمین سے اجنبی، آسمان پر عاشق

---

۵۱ بعدِ غیبت۔ تو سال کے بعد جب وہ زمین پر آئے تو ستاروں کے اَحوال کا درس دیا کرتے تھے۔ پیشِ اُو ستارے بھی اُن کے درس میں موجود رہتے تھے۔ آنچنانکہ درس میں شریک سب آدمی اُن ستاروں کی آوازیں سنتے تھے۔ جذب۔ ستاروں کو زمین پر حضرت ادریسؑ کی جنبیت کھینچکر لائی تھی۔ ہر ستارہ اپنا نام اور حالات بتاتا تھا اور ایسی تشریح کرتا جس طرح رصد سے اُنکے حالات معلوم کئے جاتے ہیں۔ نوعِ نظر جنبیت نظر اور فکر کے اتحاد کا نام ہے۔

۵۲ آں نظر۔ جب حق تعالےٰ دو روحوں میں ایک سے خیالات پیدا فرمادیتا ہے تو وہ ایک دوسرے کی ہم جنس ہو جاتی ہیں۔ ہر طرف۔ جسم کی کشش نظر و فکر کی وجہ سے ہے بے خبر جسم جو بے خبر ہے اُسکو باخبر روح کھینچتی ہے۔

۵۳ چونکہ۔ جب مرد میں عورت کے اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ ہیجڑا بنجاتا ہے اور عورتوں کی طرح اپنے ساتھ جماع کراتا ہے۔

۵۳ چوں نہد۔ جب کسی عورت میں مردانہ صفات پیدا ہو جاتے ہیں وہ عورتوں کیساتھ جماع کرتی ہے۔ نسنَعتری وہ عورت جو عورتوں سے جماع کرے۔ صفاتِ جبرئیلؑ۔ جب کسی بشہ میں ملکوتیت کا غلبہ ہوتا ہے تو پرند کے بچے کیطرح ملاءِ اعلیٰ کیطرف پرواز کے راستے تلاش کرتا ہے۔ منتظر۔ اُسکا دھیان ملاءِ اعلیٰ کی طرف رہتا ہے اور زمین سے بیزار رہتا ہے۔

چوں نہد در تو صفتہائے[1] خری
جب تیرے اندر گدھے کی صفات رکھ دے

صد پرت گر ہست بر آخر پری
اگر تیرے سو پر ہیں طوطے پر اڑے

از پئے صورت نیامد موش خوار
چوہا صورت کی وجہ سے ذلیل نہ بنا

از خبیثی شد زبون موش خوار
خباثت کی وجہ سے چوہے کھانیوالے کا مغلوب بنا

طعمہ جوی و خائن و ظلمت پرست
لقمہ حرام کرنیوالا خائن اور اندھیرے کا پجاری ہے

از پنیر و فستق و دو شاب مست
پنیر اور پستہ اور انگور کے شیرے سے مست ہے

باز اشہب را چو باشد خوئے موش
سفید باز میں جب چوہے کی خصلت ہو

ننگ موشاں باشد و عار و خموش
تو وہ چوہوں کیلئے باعث ذلت اور وحشی جانوروں کیلئے ننگ ہے

خوئی آں ہاروت و ہاروت اے پسر
اے بیٹا! ہاروت و ماروت کی خصلت

چوں بگشت و دادشاں خوئے بشر
جب بدل گئی اور اُن کو انسان کی خصلت دیدی

در فتادند از لنحن الصافون[2]
وہ بیشک ہم صف بنانیوالے ہیں سے گر گئے

در چہ بابل بہ بستہ سرنگون
بابل کے کنویں میں بندھے ہوئے، اوندھے

لوح محفوظ از نظرشاں دور شد
لوح محفوظ اُن کی نظر سے دور ہوگئی

لوح ایشاں ساحر و مسحور شد
اُن کی لوح ساحر اور مسحور بن گئی

پر همان و سر همان هیکل همان
پر وہی اور سر وہی، وہی صورت

موسیٔ بر عرش و فرعونے نہاں
(حضرت) موسیٰ عرش پر اور فرعون ذلیل

در پئے خو باش با خو نشیں
خصلت کے درپے ہو اور خوش خصلت کے ساتھ بیٹھ

خو پذیری روغن و گل را ببیں
تیل اور پھول کی عادت قبول کرنے کو دیکھ لے

خاک[3] گور از مرد حق یابد شرف
مرد خدا سے قبر کی مٹی شرافت پا جاتی ہے

تا نہد بر گور او دل رو دمی کف
یہاں تک کہ اس کی قبر پر دل کھلا ہاتھ رکھ دیتا ہے

خاک از ہمسائگی جسم پاک
پاک جسم کی پڑوسی ہونے سے، مٹی

چوں مشرف آمد و اقبالناک
جبکہ شریف اور اقبال والی ہو گئی

پس تو هم الجار ثم الدار گو
پس تو بھی "پڑوسی پھر گھر" کہہ

گر دلے داری بر و دلدار جو
اگر تو دل رکھتا ہے، جا دلدار کی جستجو کر

---

[1] صفات خری۔ اگر انسان میں بہیمیت کا غلبہ ہوتا ہے تو اس کو ہر وقت کھانے کی فکر رہتی ہے۔ اڑنے پر اس صورت کی وجہ سے ذلیل نہیں ہے بلکہ باطنی خباثت کی وجہ سے ذلیل ہے۔ مطلب یہ ہے اس کی باطنی خباثتیں ہیں فستق۔ پستہ۔ دوشاب۔ انگور کا شیرہ۔ باز اشہب۔ سفید باز جو نہایت قیمتی ہے اگر اس میں خباثت پیدا ہو جائے تو وہ چوہوں اور بقیہ وحشی جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ خوئی۔ ہاروت و ماروت فرشتے تھے لیکن انہیں بشری اوصاف تھے اسی لئے فرشتوں کی صف سے ضائع ہو گئے۔

[2] در فتادند۔ فرشتوں کی صفوں سے نکل کر بابل کے کنویں میں سزا میں سرنگوں ہو گئے۔ لنحن الصافون۔ بیشک ہم صف باندھنے والے ہیں۔ یہ فرشتوں کی خصوصیت ہے لوح محفوظ۔ پہلے ان کی نظر لوح محفوظ پر رہتی تھی پھر جادو کی لوحوں پر رہنے لگی۔ پر همان۔ یعنی دست و بازو۔ موسیٰ و فرعون دونوں اور فرعون میں جسمانی بہیمیت تھی لیکن اوصاف جدا گانہ تھے۔ درپئے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ بہیمیت اوصاف کے اعتبار سے ہے تو تجھے نیکوں کی صحبت حاصل کرنی چاہیئے اور صحبت کی تاثیر دیکھنی ہو تو تیل کو دیکھ لے کہ پھولوں کی صحبت سے اس میں کیسی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔

[3] خاک گور۔ انسان تو درکنار اگر مٹی بھی بزرگوں کی ہم صحبت ہو جاتی ہے تو اس میں بزرگی آجاتی ہے چنانچہ دریا کی قبر کی مٹی پر دل قربان ہوتا ہے خاک قبر کی مٹی کو یہ شرافت اس بزرگ کے جسم کی صحبت سے حاصل ہو گئی۔ الجار۔ مشہور مقولہ ہے کہ گھر لینے سے پہلے پڑوسی کا انتخاب کرو۔ دلدار۔ یعنی دل کا مل۔

خاکِ اُو ہم سیرتِ جاں میشود
اُس کی خاک جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے

سُرمہ[1] چشمِ عزیزاں میشود
معزز لوگوں کی آنکھ کا سُرمہ بن جاتی ہے

اے بسا در گور خفتہ خاک وار
اے (مخاطب) بہت سے مٹی کیطرح قبر میں سوئے ہوئے

بہ ز صد احیاءِ بنفع و ابتشار
نفع اور بشارت حاصل کرنے میں سینکڑوں زندوں سے بہتر ہیں

سایۂ بُود اُو و خاکش سایہ مند
وہ سایہ تھا اور اُس کی مٹی سایہ دار ہو گئی

صد ہزاراں زندہ در سایہ دیند
لاکھوں زندے اُس کے سایہ میں ہیں

داستانِ آں مرد کہ وظیفہ داشت در تبریز از محتسب و وفاتِ او

اُس شخص کی داستان جس کا محتسب کی جانب سے تبریز میں وظیفہ مقرر تھا اور اُس

کردہ بُود بر امیدِ آں وعدہ و وظیفہ اُو را خبر نبُود از وفاتِ

کے وظیفہ اور وعدے کی اُمید پر اُس نے قرض کر لیے تھے اور اُس کو محتسب کے مرجانے

محتسب حاصل از ہیچ زندہ وام اُو گزاردہ نشُد اِلّا از

کی خبر نہ تھی، نتیجہ یہ ہے کہ کسی زندہ سے اُس کا قرض ادا نہ ہوا مگر وفات

محتسبِ متوفّی گزاردہ شد چنانکہ گفتہ اند — بیت

پائے ہوئے محتسب کی جانب سے ادا ہوا چنانچہ کہا ہے

لَیْسَ مَنْ مَاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَیْتٍ اِنَّمَا الْمَیْتُ مَیِّتُ الْاَحْیَاءِ

جو مر گیا اور اُس نے راحت پالی وہ مُردہ نہیں ہے مُردہ، زندوں میں کا مُردہ ہے

آں یکے درویش ز اطرافِ دیار
ملک کے اطراف سے، ایک فقیر

جانبِ تبریز آمد وام دار
قرضدار ہو کر تبریز کی جانب آیا

نہ ہزار مَشّ وام بُود از زرِ مگر
شاید نو ہزار اشرفیاں اُس پر قرض تھیں

بُود در تبریز بدر الدّین عُمر
تبریز میں، بدر الدین عُمر تھے

محتسب بُود و بدل بحر آمدہ
وہ کوتوال تھے اور دل کے دریا تھے

ہر سرِ مُویش یکے حاتم کدہ
اُن کا ہر بال ایک حاتم خانہ تھا

حاتم[2] ار بُودے گدائے اُو شدے
اگر حاتم ہوتا تو اُن کا بھکاری ہوتا

سر نہادے خاکپائے اُو شدے
سر رکھ دیتا اور خاکِ پا بن جاتا

گر بدادے تشنہ را بحرِ زُلال
اگر وہ پیاسے کو صاف پانی کا سمندر دیدیتے

ور کرم شرمندہ بُودے زاں نوال
شرافت کی وجہ سے اُس عطا سے شرمندہ ہوتا

[1] سُرمہ۔ صاحبِ نسبت کی نسبت صاحبِ قبر کے فیض سے بڑھ جاتی ہے۔ کہ جبکہ بزرگوں کی قبر سے بھی فیض ہوتا ہے تو زندگی میں تو کی صحبت کس قدر مفید ہوگی۔ سایہ کرنا۔ وہ بزرگ انسانوں کے سر کا سایہ تھا اور اب اُس کی قبر سایہ دار ہے جس سے لاکھوں انسان مستفید ہوتے ہیں۔ داستان۔ اِس قصہ میں یہ بتایا ہے کہ اُس کی سے مرنے کے بعد بھی فیض حاصل ہوا۔ وظیفہ۔ محتسب کے دربار سے اُس کا وظیفہ مقرر تھا۔ گو آپ نے وہ قرض وفات یافتہ محتسب سے ہی ادا ہوا۔

[2] فیض۔ جو شخص قبر میں ہے دوسروں کو فیض پہنچا رہا ہے وہ مُردہ نہیں ہے مُردہ تو وہ زندہ ہے جو بالکل بے فیض ہے۔ دیار۔ ملک۔ قائم قرض۔ مَشّ۔ اُس پر نو ہزار روپیہ قرض ہو گئے۔ محتسب۔ اُن کا نام بدر الدین عُمر اور عہدہ کوتوالی تھا۔ بحر۔ اُن کا دل حوصلہ میں سمندر تھا۔ ہر سرِ مو پیش۔ اُن کا ہر ہر رونگٹا حاتم طائی کا گھر معلوم ہوتا تھا۔

[3] حاتم۔ اگر اُس زمانہ میں حاتم طائی زندہ ہوتا تو وہ اُن کا غلام ہوتا۔ گدا دے۔ اگر وہ پیاسے کو میٹھے پانی کا سمندر بھی دیتے تو اپنی سخاوت کی وجہ سے شرمندہ ہوتے اور اپنی عطا کو حقیر سمجھتے تھے۔

۱۵ ور بکردے ذرّہ را مشرقے — بُود آں ذرہ ہمتش نالائقے
اگر وہ ذرّے کو مشرق بنا دیتے — تو وہ بھی اُس کی ہمت کے لائق نہ تھا

برامیدِ او بیامد آں غریب — کو غریباں را بدے خویش و نسیب
وہ پردیسی اُن کی اُمید پر آیا — کیونکہ وہ پردیسیوں کیلئے اپنے اور رشتہ دار تھے

بادرش بُود آں غریب آموختہ — دام بیحد از عطایش توختہ
دو پردیسی اُن کے دروازے کا بلا ہوا تھا — اُن کی عطا سے بیحد قرض اُتار چکا تھا

۱۶ ہم بہ پیشتی آں کریم اُو دام کرد — کہ بہ بخششہاش واثق بُود مرد
اُس سخی کے بھروسے پر اُس نے قرض لیا — کیونکہ وہ اُن کی بخششوں پر بھروسہ رکھتا تھا

لا اُبالی گشتہ اُو و دام جُو — برامیدِ قسلزمِ اکرام خُو
وہ لاپروا اور قرض لینے والا بن گیا تھا — اکرام خصلت دریا کی اُمید پر

دام داراں رُو ترش اُو شاد کام — ہمچو گل خنداں ازاں رضُ الکرام
مقروض پریشان تھے، وہ خوش تھا — پھول کی طرح خنداں تھا اُس شرفاء کے چمن کی وجہ سے

گرم شد پشتش ز خورشیدِ عرب — چہ غمش از سیالِ بُولہب
عرب کے سورج سے اُس کی کمر گرم ہو گئی — ابولہب کی سوئیوں سے اُسے کیا غم ہے؟

۱۷ چونکہ دارد عہد و پیوندِ سحاب — کے دریغ آید ز سقایانش آب
جب کوئی شخص ابر سے علاقات اور تعلق رکھتا ہو — اسکو سقوں کو پانی دینے سے بخل کب ہوگا؟

ساحرانِ واقف از دستِ خدا — کے نہند ایں دست و پا را دست و پا
خدا کے ہاتھ سے باخبر، جادوگر — ان ہاتھ پاؤں کو ہاتھ پاؤں کے مرتبہ میں کب رکھتے ہیں؟

روبہے کہ ہست زاں شیر انش پشت — بشکند کلّہ پلنگاں را بمشت
جس روباہ کی اُن شیروں سے پشت پناہی ہو — وہ مگرمچھ سے چیتوں کا جبڑا توڑ دے گی

آمدنِ جعفر طیّار رضی اللہ عنہ بگرفتنِ قلعہ تنہا و مشورت

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے تنہا آنا اور اُس قلعہ

کردنِ ملکِ آں قلعہ با وزیر و دفع کردنِ وزیرِ ملک را کہ

کے بادشاہ کا وزیر سے مشورہ کرنا اور وزیر کا بادشاہ کو دھوکا کا خبردار کرنا

گرمی سے چیتوں کا جبڑا توڑ دے جعفر طیار — اب اسی مناسبت سے حضرت جعفر طیار کی بہادری کا ذکر کرتے ہیں کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی پشت پناہی حاصل تھی تو وہ بڑے بڑے لشکروں سے نہ ڈرتے تھے۔

---

۱۵ ور بکردے۔ اگر وہ ذرّے کو مشرقی بنا دیتے جس سے خود سورج طلوع ہوا کرتا تو بھی اپنی ہمت کے اعتبار سے اُس کو حقیر ہی سمجھتے۔

برامیدِ او۔ اُن کی عطا کی اُمید پر وہ پردیسی تیر آیا آتا تھا۔ چونکہ وہ پردیسی اُنکے دروازے سے عطا حاصل کر چکا تھا اور اُس سے بہت سے قرضے ادا کر چکا تھا۔

۱۶ ہم بہ پیشتی۔ اُس مسافر نے اُن کے سہارے ہی قرض لیا تھا کیونکہ اُس کو یقین تھا کہ جب جا کر مانگوں گا وہ دیدیں گے۔ لاابالی چونکہ اُسکو اُن کی عطا پر اعتماد تھا لہٰذا قرض لینے میں بھی قوی ہو گیا تھا۔

دام داراں۔ دوسرے کا بوجھ ہی لاحق سے تعلق تھا وہ متفکر رہتے تھے لیکن یہ شخص اُس سخی کی وجہ سے قرض سے بے فکر رہتا تھا اور مسکراتا رہتا تھا۔ گرم شد۔ جس شخص کو آفتاب کی مدد حاصل ہو وہ ابولہب سے کیا ڈرے گا۔

۱۷ چونکہ دارد۔ اگر کسی شخص کا ابر سے جو تعلق ہے جو تو وہ پانی پلانے والوں کو پانی دینے میں کب بخل کر سکتا ہے۔ ساحران۔ فرعون کے دربار کے جادوگروں کو جب خدائی ہاتھ سے واقفیت ہو گئی وہ اپنے ہاتھ پاؤں سے بے خبر ہو گئے۔ روبہے۔ اگر لومڑی کو بھی شیر کی پشت پناہی حاصل ہو جائے تو وہ

زنہار تسلیم کن واز جہل تہوّر مکن کایں مرد مؤیّد ست از

کردے اور نادانی سے جسارت نہ دکھا کیونکہ اُس شخص کو خدا کی تائید

حق وجمعیتِ عظیم دارد در جانِ خویش

حاصل ہے اور اپنی جان میں بڑا مجمع رکھتا ہے

چونکہ[1] جعفرؓ رفت سوئے قلعہ — قلعہ پیش کامِ حشاش جرعہ

جب جعفرؓ قلعہ کی جانب گئے — قلعہ اُن کے حلق کے لئے ایک گھونٹ تھا

یک سوارہ تاخت تا قلعہ بگیر — تا درِ قلعہ بہ بستند از حذر

حملہ کرکے تنہا قلعہ کی طرف دوڑے — یہاں تک کہ انھوں نے ڈر سے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا

زہرہ نے کس را کہ پیش آید بجنگ — اہلِ کشتی را چہ زہرہ با نہنگ

کسی کا پتہ نہ تھا کہ جنگ کرنے سامنے آئے — نہنگ کے سامنے کشتی والوں کا کیا پتہ؟

روئی آورد آں ملک سوئے وزیر — کہ چہ چارہ است اندریں وقت اے مشیر

اُس بادشاہ نے وزیر کی طرف رُخ کیا — کہ اے مشیر! اس وقت کیا تدبیر ہے؟

گفت آنکہ ترک گوئی کبر و فن — پیشِ[2] او آئی بشمشیر و کفن

اُس نے کہا یہ ہے کہ تو تکبر اور تدبیر کو چھوڑ — تلوار اور کفن لے کر اُن کے سامنے چلا جا

گفت آخر نے یکے مرد یست فرد — گفت منگر خوار در فردیِ مرد

اُس نے کہا آخر کیا وہ ایک تنہا انسان نہیں ہے! — اُس نے کہا مرد کے اکیلے پن کو حقارت سے نہ دیکھ

چشم[3] بکشا قلعہ را بنگر نکو — ہمچو سیمابست لرزاں پیشِ او

آنکھ کھول قلعہ کو غور سے دیکھ — اُن کے سامنے پارے کی طرح تھرّا رہا ہے

شستہ در زیں آنچناں محکم پئے — گویا شرقی و غربی با ویست

وہ زین پر اس قدر ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے — گویا شرقی اور غربی اُس کے ساتھ ہیں

چند کس ہمچوں فدائی تاختند — خویشتن را پیشِ او انداختند

چند شخص قربانی کی طرح دوڑ پڑے — اُنھوں نے اپنے آپ کو اُن کے سامنے لیجا ڈالا

ہر یکے را او بگرزے می فگند — سر نگونسار اندر اقدامِ سمند

اُنھوں نے ہر ایک کو گرز سے پھینک دیا — گھوڑے کے قدموں میں اوندھا

دادہ بودش صنعِ حق جمعیتے — کہ ہمے زد یک تنہ بر اُمتے

اللہ تعالیٰ کی کاریگری نے انکو جمعیت قلبی عطا فرمائی تھی — کہ تنہا ایک قوم پر حملہ کردیتے تھے

---

[1] چونکہ جعفرؓ جب وہ قلعہ پر حملہ آور ہوئے تو قلعہ اُنکی ہمت کے سامنے حقیر تھا۔ یک سوارہ۔ وہ تنہا قلعہ پر حملہ آور ہوئے اور دشمن نے ڈر سے قلعہ کا دروازہ بند کرلیا۔ زہرہ نے۔ کسی کی یہ ہمت نہ تھی کہ ان کے مقابلہ پر آتا۔ اہلِ کشتی جو تیرتا بھی نہ جانتا ہو اور کشتی کی پناہ میں دریا کا سفر کرے وہ اُسکے مقابلہ میں کیسے آسکتا ہے۔ رومی۔ بادشاہ نے اس معاملہ میں وزیر سے مشورہ کیا۔

[2] پیش او۔ یعنی اُن کے مقابلہ میں تکبر اور جنگ نہ کریں بلکہ عاجزانہ سوار اور کفن لے کر سامنے چلے جائیں جس میں اشارہ ہوتا تھا کہ ہم اپنی تلوار لائے ہیں کہ اس سے ہمیں قتل کردو اور کفن بھی ساتھ لائے ہیں کہ دفن کردو۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا اگر آخر وہ تنہا ہی تو ہیں اس قدر خوف زدہ کیوں ہوں وزیر نے کہا اُنکے اکیلے پن کو حقارت سے نہ دیکھ۔

[3] چشم بکشا۔ آنکھیں کھول کر دیکھ کہ قلعہ یا اُس کے باشندے سیماب کی طرح لرز رہے ہیں۔ گویا شرق اور مغرب کے لوگ اُس کے ساتھ ہیں چند کس۔ ابتدا میں چند لوگ قربانی کے بکروں کی طرح اُن کی طرف دوڑے۔ تاختند۔ اُنھوں نے ہر ایک کو سر نگوں کرکے گھوڑے کے قدموں میں گرادیا۔ جمعیتے۔ یعنی اطمینانِ قلبی۔

چشمِ من[1] چوں دید روئے آں قباد — کثرتِ اعداد از چشمم فتاد

جب میری آنکھ نے اس ٹھاٹھ سے بادشاہ کا چہرہ دیکھا — دشمنوں کی کثرت کی میری نظر میں وقعت نہ رہی

اختراں بیش است خورشید ار یکیست — پیشِ او بنیادِ ایشاں مُندکیست

اگر ستارے بہت اور سورج ایک ہے — اس کے سامنے اُن کی بنیاد ریزہ ریزہ ہے

گر ہزاراں موش پیش آرند سر — گربہ را نے ترس باشد نے حذر

اگر ہزاروں چوہے سر اُبھاریں — بلی کو نہ ڈر ہے نہ خوف

کے بہ پیش آیند موشاں اے فلاں — نیست جمعیت درونِ جانِ شاں

اے فلاں! چوہے کب سامنے آتے ہیں؟ — اُن کی جان میں جماؤ نہیں ہے

ہست[2] جمعیت بصورتہا فتار — جمعِ معنی خواہ ہیں از کردگار

صورتوں کے اعتبار سے کثرت لغو ہے — ہاں، خدا سے باطن کی جمعیت مانگ

نیست جمعیت ز بسیاریِ جسم — جسم را بر باد قائم داں چو اسم

جسموں کی کثرت سے جمعیت نہیں ہے — جسم کو نام کی طرح ہوا پر قائم سمجھ

در دلِ موشِ ار بُدے جمعیتے — جمع گشتے چند موش از رحمتے

چوہے کے دل میں اگر جمعیت ہوتی — اپنائیت سے چند چوہے جمع ہو جاتے

بر زدندے چوں فدائی حملہ — خویش را بر گربۂ بے مہلہ

ایک حملہ میں فدائی کی طرح دے مارتے — بلی پر اپنے آپ کو، بلا مہلت

آں[3] یکے چشمش بکندے از ضرب — واں دگر گوشش دریدے ہم بناب

ایک، ضرب سے اس کی آنکھ نکال لیتا — دوسرا کھینچ کے اس کا کان پھاڑ دیتا

واں دگر سوراخ کردے پہلویش — از جماعت گم شدے بیرونِ شویش

دوسرا اس کے پہلو میں سوراخ کر دیتا — جمع کی وجہ سے، اس کا بھاگنا ممکن نہ ہوتا

لیک جمعیت ندارد جانِ موش — بجہد از جانش بہ بانگِ گربۂ موش

لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی ہے — بلی کی آواز سے اس کا ہوش بھاگ جاتا ہے

خشک گردد موش از آں گربۂ عیار — گر بُود اعدادِ موشاں صد ہزار

اس مکار بلی سے چوہا خشک ہو جاتا ہے — خواہ چوہوں کا شمار لاکھوں ہو

از رمہ اُنبہی چہ غم قصاب را — اُنبہی ہش چہ بند خواب را

قصاب کے جمع سے نقصان کو کیا فکر؟ — ہوش کی کثرت نیند کو کیا روکے؟

---

[1] چشمِ من۔ وزیر نے کہا میری نظر جب اس بڑے بادشاہ پر پڑی تو مجھے یقین ہو گیا کہ ایسے بہادر کے سامنے دشمنوں کی تعداد کی کثرت کوئی چیز نہیں ہے۔ اختراں۔ اب مولانا ایسی مثالیں ذکر کرتے ہیں جو میں ایک کے مقابلہ میں کثرت کوئی چیز نہیں ہے سورج کے مقابلہ میں ستاروں کی کثرت بے معنی ہے۔ گر ہزاراں۔ ایک بلی کے مقابلہ میں سیکڑوں چوہے بے وقعت ہیں جمعیت چوہوں کی جمعیت قلبی نہیں ہے۔

[2] ہست جمعیت۔ چوہوں اور صورتوں کی کثرت اور جمعیت بیکار ہے۔ جسم جسم اور نام کی کوئی حقیقت واقعیہ نہیں ہے۔ جمعیت۔ اپنے کی طرفداری، حفاظت، برتاؤ کے خدائیوں کی طرح بلی پر حملہ اور ہو جاتے۔

[3] آں یکے۔ کوئی اس کی آنکھ پھوڑتا کوئی اس کے کان کاٹتا۔ واں دگر۔ کوئی اس کے پہلو میں سوراخ کر دیتا۔ بیرون شو۔ مخلص۔ ایک چوہے میں جمعیت قلبی نہیں ہے بلی کی آواز سے اس کے ہوش اڑ جاتے ہیں از رمہ۔ ایک قصاب کے مقابلہ میں بکریوں کا مجمع بے معنی ہے۔

مالکِ[1] الملک ست جمعیت دہد — شیر را تا بر گلہ گوراں جہد

وہ مالک الملک جمعیت دیتا ہے — شیر کو یہاں تک کہ وہ گورخروں کے گلے پر کود پڑتا ہے

در زمانے شاں بسازد ترت و مرت — کس نیارد گفتنش از راہ پرت

تھوڑی دیر میں اُن کو زیر زبر کر دیتا ہے — کوئی اُس سے نہیں کہہ سکتا کہ راہ سے ہٹ

صد ہزاراں گور دہ شاخِ دلیر — چوں عدم باشند پیشِ ہولِ شیر

لاکھوں گورخر دس سینگوں والے، بہادر — شیر کے خوف کے آگے کالعدم ہو جاتے ہیں

مالک الملک ست بدہد ملکِ حسن — یوسفے را تا بود چوں ماءِ مزن

مالک الملک ہے جو حسن کی سلطنت عطا کر دیتا ہے — ایک یوسف کو یہاں تک کہ وہ ابر کے پانی کی طرح نہ ہو جائے

در رخے[2] بنہد شعاعِ اختر ے — کہ شود شاہے غلامِ دخترے

کسی رخسار میں ستارے کی چمک رکھ دیتا ہے — حتیٰ کہ بادشاہ ایک لونڈی کا غلام بن جاتا ہے

بنہد اندر روئے دیگر نورِ خود — کہ بہ بیند نیم شب ہر نیک و بد

دوسرے چہرے میں اپنا نور رکھ دیتا ہے — حتیٰ کہ وہ آدھی رات میں اچھے اور برے کو پہچان لیتا ہے

یوسف و موسیٰ ز حق بردند نور — در رخ و رخسار و در ذاتُ الصُّدور

یوسف اور موسیٰ نے اللہ (تعالیٰ) سے نور حاصل کیا تھا — رخ اور رخسار میں اور سینوں والے (دل) میں

روئے موسیٰ بارقے انگیختہ — پیشِ رو او توبرہ آویختہ

(حضرت) موسیٰ کے چہرے سے ایک برق پیدا کرتا تھا — اُن کے چہرے کے سامنے نقاب لٹکا ہوا تھا

نورِ رویش[3] آنچناں بردے بصر — کہ زمرد از دو دیدہ مارِ کر

اُن کے چہرے کا نور اس طرح بینائی کو اُچک لیتا — جیسا کہ زمرد بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے

اوز حق درخواستہ تا توبرہ — گردد آں نورِ قوی را ساترہ

اُنھوں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی تاکہ — اس قوی نور کو چھپانے والا بن جائے

توبرہ گفت از گلیمت[4] سازہیں — کاں لباسِ عارفے آمد آئیں

فرمایا، نقاب اپنی کملی کا بنا لو، ہاں — کیونکہ وہ عارف کا لباس ہے

کاں کسا از نورِ صبرے یافتست — نورِ جاں در تارِ پودش تافتست

کیونکہ اُس کملی نے نور سے صبر حاصل کر لیا ہے — جان کا نور اُس کے تانے اور بانے میں روشن رہا ہے

---

[1] مالک الملک۔ جب خدا جمعیت قلبی عنایت کر دیتا ہے تو شیر گورخروں کے گلے پر حملہ کر دیتا ہے۔ ترت و مرت۔ ۲ اور میم کے فتح کے ساتھ زیر زبر۔ پرت۔ پاکے ضمہ کے ساتھ، جا، راستہ سے ہٹ۔ گور۔ گورخر۔ مالک الملک۔ اللہ کی عطا صرف جمعیت قلبی نہیں ہے بلکہ اُس کی اور بھی عطایا ہیں۔ یوسف کو حسین۔ ماءِ مزن۔ ابر کا پانی شفاف ہوتا ہے۔

[2] در رخے۔ کسی حسین کے رخ میں ستارے کی چمک پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے ایک شاہ لونڈی کا غلام بن جاتا ہے۔ بنہد۔ حسن ظاہر کے علاوہ حسن باطن عنایت کر دیتا ہے تو وہ بزرگ آدھی رات میں بھی نیک و بد کو پہچان جاتا ہے۔ یوسف و موسیٰ۔ حضرت یوسفؑ کے رخ کا نور مشہور ہے۔ تجلی طور کے بعد حضرت موسیٰ کے چہرے میں بھی ایسا نور پیدا ہو گیا تھا جس کو دیکھنے کی ہر شخص تاب نہ لا سکتا تھا۔ ذات الصدور۔ قلب۔ روئی، حضرت موسیٰؑ کے منہ پر ایسی چمک تھی کہ کوئی انکو دیکھ نہ سکتا تھا اس لئے انھوں نے منہ پر نقاب ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ بارقے۔ برق چمک۔ توبرہ۔ یعنی نقاب۔

[3] نورِ رویش۔ حضرت موسیٰؑ کے چہرے کا نور دیکھنے سے آنکھیں اندھی ہو جاتی تھیں۔ زمرد۔ زمرد چھ پر گرسانپ کی نظر پڑ جائے

[4] توبرہ۔ یعنی نقاب۔ از گلیمت سازہیں۔ گلیم۔ کملی۔ جاءِ درویش۔ ساترہ۔ چھپانیوالا۔ توبرہ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کے جواب میں فرمایا کہ اپنی کملی کا نقاب بنا لیا کرو اس میں یہ طاقت ہے کہ وہ اس نور کا تحمل کر لیگی کوئی کپڑا اس نور کے پھیلنے کو نہ روک سکے گا۔ ملتسے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ کساء۔ جاءِ درویش کملی۔ از حضرت موسیٰؑ کی کملی اُن کے نور کو برداشت کرتی تھی اور اس کا تانا بانا نور سے روشن تھا۔

جز چنیں خرقہ نخواہد شد صواں[1]
اس کملی کے سوا کوئی محافظ نہیں ہو سکتا

نورِ ما را بر نتابد غیرِ آں
اُس کے سوا ہمارے نور کو برداشت نہیں کر سکتا

کوہِ قاف ار پیش آید بہرِ سد
اگر روک کے لئے کوہ قاف سامنے آجائے

ہمچو کوہِ طور نورش بر درد
نور اُس کو کوہِ طور کی طرح پھاڑ دے

از کمالِ قدرت ابدانِ رجال
قدرت کے کمال کی وجہ سے مردانِ (خدا) کے جسموں نے

یافت اندر نورِ ہیچوں احتمال
بے کیف نور میں تحمل پایا ہے

آنچہ طورش برنتابد ذرّۂ
جس کے ذرّے کو طور نہ برداشت کرے

قدرتش جا سازد از قارورۂ
قدرت ایک شیشہ میں اُس کی جگہ بنا دیتی ہو

آنچہ طورش برنتابد اے کیا
اے پاکیزہ! جس کو طور نہ برداشت کر سکا

قدرتش اندر زجاجے ساخت جا
قدرت نے ایک شیشہ میں اُس کی جگہ بنا دی

گشت[2] مشکوٰۃِ زجاجی جایِ نور
شیشے والا طاقچہ نور کی جگہ بن گیا

کہ ہمی درّد ز نورِ آں قاف و طور
کہ جس کے نور سے کوہ قاف اور طور ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے

جسمِ شاں مشکوٰۃ داں دلشاں زجاج
اُن کے جسم کو طاقچہ اور اُن کے دل کو شیشہ سمجھ

تافتہ بر عرش و افلاک ایں سراج
یہ چراغ عرش اور آسمان پر روشن ہوا

نورِ شاں حیرانِ ایں نورِ آمدہ
اُن کا نور اِس نور سے حیران ہو گیا

چوں ستارہ زیں ضحیٰ فانی شدہ
ستارے کی طرح اِس چاشت کے وقت سے غائب ہو گیا

زیں حکایت کرد آں ختمِ رسل
اِس حکایت کو رسولوں کے خاتم نے

از ملیکِ لا یزال لم یزل[3]
شہنشاہِ ابدی اور ازلی سے

کہ نگنجیدم درا افلاک و خلا
کہ میں آسمانوں اور فضا میں نہیں سماتا ہوں

در عقول و در نفوسِ باعلا
علوی عقلوں میں اور نفسوں میں

در دلِ مؤمن بگنجیدم چو ضیف
مؤمن کے دل میں مہمان کی طرح سما گیا ہوں

بے زچون و بے چگونہ بے زکیف
بغیر چوں اور بغیر چگون اور بغیر کیف کے

تا بدلآلیِ آں دل فوق و تحت
تا کہ اُس دل کے واسطے سے اوپر اور نیچے

یابد از من پادشاہیہائے بخت
مجھ سے نصیب کی بادشاہیاں حاصل کریں

---

[1] صواں۔ جامہ دان۔ کوہ قاف۔ کوہ قاف جو کوہ طور سے بڑا مانا جاتا ہے وہ روک بنے گا تو کوہ طور کی طرح پارہ پارہ ہو جائے گا۔ از کمال۔ اللہ تعالیٰ کا کمال قدرت ہے کہ اُس نے قلب مومن میں اُس نور کے تحمل کی طاقت پیدا کر دی ہے۔ قارورہ۔ شیشہ یعنی قلب۔ کے۔ یا کیزہ۔ زجاج شیشہ یعنی قلب

[2] گشت۔ قرآن پاک میں ہے مَثَلُ نُورِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال ہے کہ ایک طاقچہ ہو جس میں چراغ ہے وہ چراغ شیشہ میں ہے مولانا نے طاقچہ سے مومن کا جسم مصباح سے نور حق اور زجاجہ سے قلب مومن مراد لیا ہے۔

[3] لا یزال لم یزل۔ ہر وکمال جبکہ تخلیق عالم کا سبب ہے تو گویا وہ عرش و افلاک کے نور کا واسطہ ہے۔ نور شاں۔ زمین آسمان کا نور قلب مومن کے نور سے حیران ہے اور اُس کے مقابلہ میں مضمحل ہے۔ زیں۔ چونکہ عرش و افلاک پر نور قلب مومن کے واسطہ سے ہے اسی لئے اس حدیث قدسی میں یہ مضمون آیا ہے لہٰذا اشعار میں ورود ہے

[4] کہ نگنجیدم۔ یہ اس حدیث قدسی کا مضمون ہے

صوفیوں میں مشہور ہے۔ خلا۔ یعنی آسمانوں کے اوپر۔ باعلا۔ علوی۔ ضیف۔ مہمان محترم ہوتا ہے۔ بے زچوں۔ اُس نور حق کا قلب سے تعلق بے کیف ہے ایسا نہیں ہے جیسا کہ ظروف کا ظرف سے ہوتا ہے۔ تا بدلآلی۔ اُس قلب کے واسطہ اور ذریعہ سے علوی اور سفلی مجھ سے فیض حاصل کریں۔

بے چنیں آئینہ ایں خوبیِ مَن — برنتابد نے زمین و نے زمَن

ایسے آئینہ کے بغیر میرے اِس حُسن کو — کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین اور نہ زمانہ

بَردوکون اسپ ترحّم تاختیم — پس عریض آئینۂ بَرساختیم

ہم نے دونوں جہان پر رحم کا گھوڑا دوڑا دیا — پھر ہم نے بہت وسیع آئینہ بنایا

ہر دَمے زیں آئینہ پنجاہ عُرس — بنگر آئینہ وَلے شرحش مپُرس

ہر وقت اِس پچاس شادیوں والے آئینہ سے — آئینہ کو دیکھ لیکن اُس کی شرح نہ پوچھ

حاصل آں کز لبسِ خویشش پَردہ ساخت — کہ نفوذِ آں قمر را می شناخت

خلاصہ یہ ہے کہ اُن (موسیٰؑ) نے اپنے لباس سے بنا — کیونکہ وہ اُس چاند کے نفوذ کو پہچانتے تھے

گر بُدے پَردہ ز غیرِ لبسِ اُو — پارہ گشتے گر بُدے کوہِ دو تو

اگر اُن کے لباس کے سوا کا نقاب ہوتا — ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اگر دو گز کے پہاڑ کا ہوتا

زاہنیں دیوار ہا نافذ شُدے — توبرہ با نُورِ حق چہ فن زَدے

لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا — نقاب اللہ تعالیٰ کے نور کے سامنے کیا ہنر دکھاتا

گشتہ بُود آں توبرہ صاحب نَفَس — بُود وقتِ شورخ رقہ عارفے

وہ نقاب شورش (عشق) کا ساتھی رہا تھا — وہ شورش کے وقت ایک عارف کا خرقہ تھا

گشتہ بُود آں توبرہ ستارِ نُور — زانکہ بُود از خرقۂ یک باحضور

وہ نقاب نور کا پردہ پوش رہا تھا — کیونکہ وہ ایک حاضر باش کی کفنی (کا جزو) تھا

زاں شود آتش رہینِ سوختہ — کوست با آتش زپیش آموختہ

آگ اسی لئے سوختہ کی مرہون ہوتی — کیونکہ وہ پہلے سے آگ سے سدھا ہوا ہے

وز ہَوای و عشقِ آں نورِ رشاد — خود صفورا ہر دو دیدہ باد داد

اُس ہدایت کے نور کے عشق و محبت سے — خود (حضرت) صفورا نے دونوں آنکھیں برباد کر دیں

اوّلاً بربست یک چشم و بدید — نورِ رُوئی اُو و آں چشمش برید

پہلے ایک آنکھ بند کی اور دیکھا — اُنکے چہرے کا نور اور اُن کی وہ آنکھ غائب ہو گئی

بعد ازاں صبرش نماند و آں دگر — برکشاد و کرد خرجِ آں قمر

اُس کے بعد اُن کو صبر نہ رہا اور دوسری — کھول دی اور اُس چاند پر خرچ کر دی

ہمچناں مردِ مجاہد ناں دہد — چوں بروزَد نورِ طاعت جاں دہد

اِسی طرح مجاہد آدمی روٹی دیتا ہے — جب اُس پر اطاعت کا نور حملہ کرتا ہے جان دیتا ہے

---

۵۱ بے چنیں۔ قلب مومن کے واسطے کے بغیر علوی اور سفلی میری تجلی کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ بَردوکون قلب مومن کو آئینۂ تجلیات بناتے ہیں اللہ کا بڑا کرم ہے عَرِیض آئینہ۔ یہ قلب مومن کی وسعت کی طرف اشارہ ہے۔ صنعتِ بسط تو دل خلق پھیلے تو زمانے بھر دے۔ اِس آئینہ کے احوال کا اجمالی ذکر سُن لے تشریح میں نہ جا۔ حاصل۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فرمانے کے بموجب حضرت موسیٰؑ نے اپنی کملی کو نقاب بنا لیا چونکہ اُن کو معلوم تھا کہ اور کوئی چیز اُس نور کے نفوذ کو نہ روک سکے گی۔

گر بُدے۔ پہاڑ کا دو گز ٹکڑا بھی ہو تو وہ اُس نور کی تجلی سے پارہ پارہ ہو جائے۔

۵۲ زاہنیں۔ وہ نورِ حق لوہے کی دیواروں کو بھی پار کر جاتا ہے۔ گشتہ۔ حضرت موسیٰؑ کی کملی نے عشق کی حرارت اور شورش کو برداشت کیا تھا۔ عارف۔ حضرت موسیٰؑ۔ باحضور۔ یعنی قربِ الٰہی سے خرقہ وہ کپڑا جس کے ذریعہ آگ بُجھائی جائے۔ صفورا۔ حضرت موسیٰؑ کی زوجۂ مطہرہ۔

۵۳ اوّلاً۔ حضرت صفورا نے پہلے ایک آنکھ بند کر کے ایک آنکھ سے اُس نور کو دیکھا تو وہ آنکھ جاتی رہی۔ بعد ازاں۔ پھر دوسری آنکھ سے دیکھا وہ بھی جاتی رہی۔ ہمچناں۔ مجاہدہ کرنے کا پہلا درجہ لذتوں کو ترک کرنا ہے پھر عبادت کا کلیہ بنتا ہے تو جان کو نذر کر دیتا ہے اور عشقِ ناب میں جان دیتا ہے۔

پس زنے گفتش ز چشمِ عبہری[1]
اُن سے ایک عورت نے کہا، نرگسی آنکھوں سے

کہ ز دستت رفت حسرت میخوری
جو تمہارے ہاتھ سے چلی گئیں، تم حسرت کرتی ہو؟

گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار
انھوں نے کہا، مجھے حسرت ہے کہ ایک لاکھ

دیدہ بودے تا ہمی کردم نثار
آنکھیں ہوتیں تاکہ میں نثار کر دیتی

روزنِ چشمم زمہ ویراں شدست[2]
میری آنکھ کا روزن، چاند سے ویران ہوا ہے

لیک مہ چوں گنج در ویراں شدست
لیکن چاند خزانہ کی طرح ویرانہ میں آیا ہے

کے گذارد گنج کایں ویرانہ اُم
خزانہ کب مرتع دے گا کہ یہ میرا ویرانہ

یاد آرد از رواق و خانہ اُم
میرے محل اور گھر کو یاد کرے؟

حق شنید ایں زود چشمم باز داد
اللہ (تعالیٰ) نے یہ سُنا فوراً میری آنکھیں لوٹا دیں

دیدِ موسیٰ را ز نورش ساز داد
(حضرت موسیٰؑ کے دیدار کیلئے اُنکے نور سے سامان دیا)

از نظر آں نور زود پنہاں نشد
وہ نور، اُن کی نظر سے غائب نہ ہوا

از خزینہ خاص بد ویراں نشد
خاص خزانہ کا تھا، ویران نہ ہوا

تور روئے یوسفیٔ وقتِ عبور
(حضرت) یوسفؑ کے چہرے کا نور گذرتے وقت

می فتادے در شباک و در قصور
جالیوں اور محلات پر پڑتا تھا

پس بگفتندے درونِ خانہ در
لوگ گھر میں کہا کرتے تھے

یوسفؑ است ایں سو بسیراں در گذر
یوسفؑ اِس طرف چلتے ہوئے گذر رہے ہیں

زانکہ بر دیوار دیدندے شعاع
کیونکہ وہ دیوار پر شعاع دیکھتے تھے

فہم کردندیش اصحابِ بقاع
اُس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے

خانہ[3] را کش دریچہ ست آں طرف
جس گھر کی کھڑکی اُس طرف ہے

دار دار از سیرانِ آں یوسف شرف
اُس یوسفؑ کے چلنے سے شرف رکھتا ہے

ہیں دریچہ سوئے یوسفؑ باز کن
خبردار! یوسفؑ کی جانب کھڑکی کھول لے

وز شگافش فرجہ آغاز کن
اُس کے شگاف سے تفریح منظر وغیرہ کر

عشق ورزی آں دریچہ کردن ست
عشق کرنا، وہ کھڑکی بنانا ہے

کز جمالِ دوست سینہ روشن ست
کیونکہ دوست کے حُسن سے سینہ روشن ہے

---

[1] عبہر نرگس کی وہ قسم جس کا پھول درمیان میں سے زرد ہوتا ہے اگر درمیانی حصہ کالا ہو تو وہ شہلا کہلاتی ہے۔ حضرت صفورا نے فرمایا حسرت تو اِس کی ہے کہ لاکھوں آنکھیں کیوں نہ ہوئیں کہ اُن سب کو قربان کر دیتی۔ روزن۔ اگرچہ میری آنکھ کا دریچہ ویران ہو گیا اور اُس میں بصارت نہ رہی لیکن اب اِس ویرانہ میں اُس حُسن کا دفینہ ہے

[2] کے گذارد۔ اب میں اُس خزانہ کی وجہ سے پورے جسم سے بے نیاز ہوں۔ حق حضرت صفورا کی یہ گفتگو حضرت حق کو پسند آئی اور اُس نے اُن کی آنکھیں فوراً لوٹا دیں، اپنا نور عنایت کر دیا جس سے وہ حضرت موسیٰؑ کا دیدار کر سکیں۔ از نظر۔ اب وہ نور جو نکہ نورِ خداوندی تھا اِس لئے اُس نے اُس جمالِ موسوی کو برداشت کر لیا۔ نورِ روئے یوسفیٔ۔ حضرت موسیٰؑ کے جمال کے بیان سے فارغ ہو کر حضرت یوسفؑ کے جمال کا ذکر شروع کیا ہے۔ شباک۔ جالی۔ پس جب نور جالیوں سے جھلکتا تھا تو گھر والے سمجھ جاتے تھے کہ حضرت یوسفؑ اِدھر سے گذر رہے ہیں۔ بقاع۔ بقعہ کی جمع ہے سرزمین۔

[3] خانہ۔ اب یہاں سے محبوبِ حقیقی کی تجلی کا ذکر شروع کیا ہے یعنی جس دل کا دریچہ محبوبِ حقیقی کی جانب کھلا ہوتا ہے وہ اُس محبوبِ حقیقی کی تجلیات سے فیض یاب ہوتا ہے ہیں۔ انسان کو دل کی کھڑکی حضرت حق تعالیٰ کی جانب کھولنی چاہیئے اور پھر عالمِ ملکوت کی سیر اور تفریح کرنی چاہیئے عشق۔ کھڑکی کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس سے عشق کر۔

پیش[۵۱] ہمارہ روئے معشوقہ نگر
ہمیشہ معشوق کا رُخ دیکھتا رہ

ایں بدست تست بشنو اے پسر
اے بیٹا! سُن لے یہ تیرے قبضہ میں ہے

راہ کن در اندرونہا خویش را
اپنے باطنوں میں راستہ بنا

دور کن ادراک غیر اندیش را
دوسرے کو سوچنے والے احساس کو دور کردے

کیمیا داری دوائے پوست کن
تو کیمیا رکھتا ہے، کھال کا علاج کرلے

دشمناں ازیں صناعت دوست کن
اس ہُنر سے دشمنوں کو دوست بنالے

چوں شدی زیبا بداں زیبائی
جب تو حسین ہو جائیگا اُس حسین تک پہنچ جائیگا

کہ رہاند رُوح را از بیکسی
جو روح کو بیکسی سے چھڑا دیتا ہے

پرورش[۵۲] مر باغِ جانہا را منش
جانوں کے باغ کی اُس کی نمی سے پرورش ہے

زندہ کردہ مُردۂ غم را دمش
غم کے مارے ہوئے کو اپنے دم نے زندہ کردیا ہے

نے ہمہ مُلکِ جہانِ دُوں دہد
صرف یہ نہیں ہے کہ وہ کمتر جہان کا ملک عطا کرتا ہے

صد ہزاراں مُلک گوناگوں دہد
بلکہ وہ کئیوں قسم قسم کا مُلک عطا کرتا ہے

بر سرِ مُلک جمالش داد حق
اُن کے حُسن کے علاوہ اللہ (تعالیٰ) نے عطا فرمائی

مُلکتِ تعبیر بے درس و سبق
تعبیر کی مملکت بغیر درس اور سبق کے

مُلکتِ حُسنش سُوئے زنداں کشید
حُسن کی مملکت نے اُن کو قید خانہ کی جانب کھینچا

مُلکتِ علمش سُوئے کیواں کشید
علم کی مملکت اُن کو زحل کی جانب لے گئی

شہ[۵۳] غلامِ اُو شد از علم و ہُنر
علم اور ہنر کی وجہ سے بادشاہ اُن کا غلام بنا

مُلکِ علم از مُلکِ حُسن آسودہ تر
علم کی مملکت حُسن کی مملکت سے زیادہ پُرسکون ہے

رجوع بحکایتِ آں شخصِ وام کردہ و آمدنِ اُو بامیدِ عنایتِ آں مُحتسبِ بسُوئے تبریز

قرض لئے ہوئے شخص کی حکایت کی طرف رجوع اور اُس کا مُحتسب کی مہربانی کی اُمید پر تبریز کی جانب آنا

آں غریبِ مُمتحن از بیمِ وام
وہ مصیبت کا مارا پردیسی قرض کے ڈر سے

در رہ آمد سُوئے آں دار السّلام
اُس دار السّلام کی جانب، راستہ میں آیا

شد سُوئے تبریز و کوئے گُلستاں
تبریز اور گُلستان کے کوچہ کی طرف چلا

خفتہ اُمیدش فراز گُلستاں
اُس کی اُمید پھولوں کی سیج پر چین سے تھی

---

۵۱ پیش ہمارہ۔ اس طور پر تو معشوقِ حقیقی کا مشاہدہ کرسکے گا، تیری اختیاری ہے، راہ کن۔ اَنفُسِ میں ہو آیاتِ انبیہ میں اُن پر غور کر اور غیر اللہ کے خیال کو دُور کردے۔ کیمیا۔ معشوقِ حقیقی کی طرف دریچہ کھولنا ایسی کیمیا ہے کہ تو اُس سے نفسانی روگ دُور کرسکتا ہے اور دشمنوں یعنی شیطان وغیرہ کو رام کرسکتا ہے۔ چوں شدی۔ جب تو کمال کا علاج کرکے حسین بن جائیگا۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ جائے گا کیونکہ وہ جمیل ہے اور کمال کو پسند کرتا ہے اور پھر وہ تیری روح کو بیکسی سے نجات دیدیگا۔

۵۲ پرورش۔ اُس کی نمی کی ادنیٰ بارش تیرے نفس کے باغ کو شاداب کردے گی اور تیری مُردگی دُور کردیگی۔

۵۳ شہ غلام۔ شاہِ مصر اُن کا فرمانبردار بنگیا معلوم ہوا کہ علم کی سلطنت زیادہ آرام دہ ہے

زد[۵۱] زدارالملک تبریز سنی — برامیدش روشنی بر روشنی
چمکدار پائے تخت تبریز سے پڑی — اُس کی اُمید پر روشنی پر روشنی

جانش خنداں شد ازاں روضہ رجاں — از نسیم یوسف و مصر وصال
اُس باغ مرداں سے اُس کی روح خوش ہوگئی — یوسف کی نسیم اور وصال کے مصر سے

گفت یا حادی اَنِخ لی ناقتی — جاء اِسعادی وطارت فاقتی
بولا اے حدی خواں میری اونٹنی بٹھادے — میری کامیابی آگئی اور میرا ناقہ اڑ گیا

اُبرکی یا ناقتی طاب الاُمور — اِنّ تبریزاً مناجات الصدور
اے میری اونٹنی بیٹھ جا، کام خوب ہوگئے — بیشک تبریز سینوں کی گفتگو کی جگہ ہے

اِسرحی یا ناقتی حول الریاض — اِنّ تبریزاً لنا نعم المفاض
اے میری اونٹنی باغوں کے گرد چرتی رہ — بیشک تبریز ہمارے لئے بہترین فیض کی جگہ

ساربانا بارِبک شاز اشتراں[۵۲] — شہر تبریزست و کوئے دلستاں
اے ساربان! اونٹوں سے سامان کھ لے — شہر تبریز ہے اور محبوب کا کوچہ ہے

فرّ فردوسی ست ایں فالیز را — شعشعۂ عرشی ست ایں تبریز را
اِس چمن کے لئے جنت کی سی شان ہے — اِس تبریز کے لئے عرشی نور ہے

ہر زمانے موجِ روحِ انگیز جاں — از فرازِ عرش بر تبریزیاں
ہر وقت جان کی روح انگیز موج ہے — تبریز والوں پر عرش کے اوپر سے

چوں وثاقِ محتسب جُست آں غریب — خلق گفتندش کہ بگذشت آں حبیب
جب اُس پردیسی نے محتسب کا مکان ڈھونڈا — لوگوں نے کہا کہ وہ محبوب گذر گیا

اُو بریر از دارِ دنیا نقل کرد — مرد و زن از واقعہ اُو روی زرد
وہ پرسوں دارِ دنیا سے انتقال کر گیا — مرد و زن اس کے حادثہ سے زرد رُو ہیں

رفت آں طاؤسِ عرشی سوئے عرش — چوں رسید از ہاتفانش بوئے عرش
وہ عرشی مور عرش کی جانب چلا گیا — جبکہ اُس کے پاس ہاتفوں سے عرش کی خوشبو پہنچی

سایۂ[۵۳] اُش گرچہ پناہِ خلق بود — در نوردید آفتابش زود زود
اُس کا سایہ اگرچہ لوگوں کی پناہ تھا — اُس کو سورج نے جلد جلد لپیٹ دیا

راند اُو کشتی ازیں ساحل پریر — گشتہ بود آں خواجہ زیں غمخانہ سیر
اُس نے پرسوں اِس ساحل سے کشتی روانہ کر دی — وہ خواجہ اِس غمکدے سے سیر ہو گیا تھا

---

۵۱ زد۔ تبریز سے اُس کی بہت سی اُمیدیں وابستہ تھیں سنی۔ روشنی۔ روضہ یعنی تبریز۔ رجاں یعنی عطا کے طلبگار۔ یوسف یعنی محبوب۔ مصر وصال مصر میں حضرت یعقوبؑ کا حضرت یوسفؑ سے وصل ہوا تھا یہاں تبریز مراد ہے۔

۵۲ حادی۔ اونٹ کو تیز چلانے کے لئے حدی کے اشعار پڑھنے والا۔ مناجات الصدور۔ یہی وہ جگہ ہے جس کے بارے میں میں دل دل میں باتیں کیا کرتا تھا۔

۵۳ سایہ اُش۔ اونٹ والا۔ فالیز۔ کیت۔ شعشعہ۔ چمک۔ وثاق۔ گھر۔ بگذشت۔ یعنی دنیا سے گذر گیا۔ آں حبیب۔ محتسب۔ پریر۔ پرسوں۔ طاؤس عرشی یعنی محتسب۔

۵۴ سایہ اُش۔ محتسب کی ذات سے مخلوق کو راحت تھی۔ آفتاب۔ یعنی موت۔ سیر۔ اب محتسب دنیا کی زندگی سے اُکتا گیا تھا۔

نعرہ زد مرد و بیہوش اُفتاد — گویا اُو نیز در پے جاں بداد

جس شخص نے نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا — گویا اُس نے بھی اُس کے پیچھے جان دیدی

پس گلاب و آب بر رُویش زدند — ہمرہاں بر حالتش گریاں شدند

لوگوں نے اُسکے منہ پر گلاب اور پانی چھڑکا — ساتھی اُس کی حالت پر رونے لگے

تا لبش بیخویش بُود و بعد از آں — نیم مُردہ باز گشت از غیب جاں

وہ رات تک بے ہوش تھا اور اُسکے بعد — جان غیب سے نیم مردہ واپس ہوئی

باخبر شُدن آں غریب از وفاتِ آں مُحتسب و اِستغفارِ

اُس پردیسی کا محتسب کی وفات سے باخبر ہونا اور اس کا مخلوق پر

اُو از اعتماد بر مخلوق و تعویل بر عطائے مخلوق و یادِ

بھروسہ کرنے اور مخلوق کی عطا پر اعتماد کرنے سے استغفار پڑھنا اور

نعمت ہائے حق سبحانہ و تعالیٰ کردن و اِنابت بحق از

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اپنے قصور سے اللہ تعالیٰ

جُرم خود ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ

کی طرف رجوع کرنا، پھر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اپنے رب کا مثل قرار دیتے ہیں

ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا

وہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک مدت مقرر کی

چوں بہوش آمد بگفت اے کردگار — مُجرمم بُودم بخلق اُمیدوار

جب وہ ہوش میں آیا بولا اے خدا — میں قصوروار تھا کہ مخلوق سے امیدوار ہوں

گرچہ خواجہ بس سخاوت کرد و جُود — ہیچ آں کفِ عطائے تو نبُود

اگرچہ خواجہ نے بہت جود و سخا کی — کچھ بھی وہ تیری عطا کا ہمسر نہ تھا

اُو کُلہ بخشید و تو سر پُر خرد — اُو قبا بخشید و تو بالا و قد

اُس نے ٹوپی دی اور تو نے عقل بھرا سر — اُس نے قبا بخشی اور تو نے قد و قامت

اُو زرم داد و تو دست زر شمار — اُو ستورم داد تو عقلِ سوار

اُس نے مجھے سونا دیا تو نے سونا گننے والا ہاتھ — اُس نے مجھے سواری دی تو نے صاحبِ عقل سوار

خواجہ شمعم داد و تو چشمِ قریر — خواجہ تُقلم داد و تو طعمہ پذیر

خواجہ نے مجھے شمع دی اور تو نے نعمت بینی آنکھ — خواجہ نے مجھے چبینا دیا اور تو نے کھانے کو قبول کرنے والا

لہ نعرہ: محتسب کی موت کی خبر سے یہ مسافر غم و مار کر بے ہوش ہو کر گر گیا۔ باخبر جب اُس مسافر کو ہوش آیا یا تو یہ بھی ہوش آیا کہ غیر اللہ پر بھروسہ کرنا غلطی تھی اور وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر اللہ کی طرف راجع ہوا۔

لہ چوں بہوش: جب اُس کو ہوش آیا تو اُس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ گرچہ اُس نے خدا سے عرض کیا کہ بیشک محتسب بہت سخی تھا لیکن تیری سخاوت کا ہمسر نہ تھا، اگر محتسب نے ٹوپی دی تو نے سر عنایت کیا اُس نے قبا دی تو نے وہ قد و قامت عطا کیا جس سے میں اُس قبا سے فائدہ اُٹھا سکا۔

لہ اُو: محتسب نے سونا عطا کیا تو نے وہ ہاتھ عطا فرمایا جس سے میں نے اُس کو شمار کیا اُس نے سواری دی تو نے عقل دی جس کی وجہ سے میں اُس پر سوار ہو سکا۔ خواجہ: محتسب نے مجھے شمع دی تو نے وہ آنکھ دی جس کے ذریعہ شمع میرے لئے کارآمد ہوئی۔ قریر: ٹھنڈی۔ تُقل: کھانے کی چیز۔ طعمہ پذیر: یعنی معدہ۔

اُو وظیفہ داد تو عمر و حیات
اُس نے تنخواہ دی، تو نے عمر اور زندگی

وعدہ اش زر و عدۂ تو طیبات
اُس کا وعدہ سونا تھا تیرا وعدہ پاک چیزیں

اُو دُکانے قم داد و تو چرخ و زمیں
اُس نے مجھے گھر دیا اور تو نے آسمان و زمین

در دُکانت اُو وصد چوں اُو سمیں
تیرے گھر میں وہ اور اُس جیسے سینکڑوں فرہیں

آنچہ اُو داد اے ملک ہم از تو داد
اے شاہ! جو اُس نے دیا وہ بھی تیری طرف سے دیا

کہ دل و دست را کردی تو راد
کیونکہ اُس کے ہاتھ اور دل کو تو نے سخی بنایا

زر ازان تست اُو زر نافرید
سونا تیری ملکیت ہے اُسنے سونا پیدا نہیں کیا

نان از آنِ تست ناں از تش رسید
روٹی تیری ملکیت ہے روٹی تجھ سے اُسے پہنچی

آں سخاوت رحم ہم تو دادیش
وہ سخاوت اور رحم بھی تو نے ہی اُسکو دیا

کز سخاوت می فزودے شادیش
کیونکہ سخاوت سے اُس کی خوشی میں اضافہ ہوتا تھا

من مرا اُو را قبلہ خود ساختم
میں نے اُسی کو اپنا قبلہ بنایا

قبلہ ساز اصل را انداختم
اصل قبلہ ساز کو نظر انداز کیا

ما کجا بودیم کاں دیانِ دیں
ہم کہاں تھے کہ وہ حکم کا حاکم

عقل می کارید اندر ما وطیں
عقل کو پانی اور مٹی میں بو رہا تھا

چوں ہمی کرد از عدم گردوں پدید
جبکہ وہ آسمان کو عدم سے پیدا کر رہا تھا

ویں بساطِ خاک را می گسترید
اِس خاک کے بستر کو بچھا رہا تھا

زاختراں می ساخت اُو مصباحہا
وہ ستاروں سے چراغ بنا رہا تھا

وز طبائع قفل با مفتاحہا
اور طبیعتوں سے قفل، مع کنجیوں کے

اے بسا بنیاد ہا پنہاں و فاش
اے (مخاطب) بہت سی چھپی اور کھلی بنیادیں

مُضمَر ایں سقف کرد و ایں فراش
اِس چھت اور اِس بستر میں رکھ دی ہیں

آدمُ اصطرلاب اوصافِ علوست
آدمؑ باطنی اوصاف کا اصطرلاب ہیں

وصفِ آدم مظہرِ آیاتِ اُوست
آدمؑ کا وصف اُس کی آیات کا مظہر ہے

ہر چہ در رُوئے می نماید عکسِ اُوست
جو اُس میں نظر آتا ہے اُس کا عکس ہے

ہمچو عکسِ ماہ کاندر آبِ جُوست
جس طرح نہر کے پانی میں چاند کا عکس ہے

بر صُطرلابش نقوشِ عنکبوت
اُس کے اصطرلاب پر مکڑی کے نقوش ہیں

بہر اوصافِ ازل دارد ثبوت
جو ازلی اوصاف کا ثبوت رکھتے ہیں

۱؎ اُو وظیفہ۔ اُس نے تنخواہ دی تو نے زندگی دی جس کے بغیر نہ تنخواہ بیکار ہوتی نہ سیں۔ فرہ، اتھانا۔ آبچو آد۔ پھر جو اُس نے دیا اُس میں بھی تیرا کرم شامل ہے کیونکہ تو نے ہی اُس کو سخی بنایا ہے۔ زر۔ وہ جو کچھ دینا تھا اُس کا۔ نہ تھا تیرا تھا۔ آں سخا۔ اُس میں سخاوت کا مادہ تو نے پیدا کیا تھا اُس کو سخاوت کر کے خوشی محسوس ہوتی تھی۔ من مرا اُورا۔ یہ میری خطا تھی کہ میں نے مخلوق کو قبلۂ اُمید بنایا اور جو اُس قبلہ کو بنانے والا ہے اُسکو بھلایا۔

۲؎ ما کجا بودیم۔ اب اللہ تعالےٰ کی اُن نعمتوں کا ذکر کیا ہے جو اُس کے ساتھ مخصوص ہیں، یعنی اللہ تعالےٰ کا کرم ہے کہ اُس نے ہمیں عقل عنایت کی۔ بساطِ خاک۔ زمین۔ مصباح۔ چراغ۔ قفل یعنی بند۔ مفتاح۔ یعنی اسباب۔ بنیاد ہا۔ مصنوعات۔ آدمؑ۔ اب اُن نعمتوں کا ذکر ہے جو طورِ انسان کے اندر مُضمر ہیں۔ اصطرلاب۔ وہ آلہ ہے جس کے ذریعہ سورج کے فاصلوں وغیرہ کا اندازہ کیا جاتا ہے پہلے مصرع میں انسان کو اسماءِ الٰہی کا مظہر قرار دیا ہے دوسرے مصرع میں اُس کو حقائقِ کونیہ کا جامع قرار دیا ہے۔

۳؎ ہر چہ۔ چونکہ انسان اسماءِ الٰہی اور حقائقِ کونیہ کا مظہر ہے تو اُسمیں جو کچھ نظر آتا ہے وہ خدا کا عکس ہے جس طرح چاند کا عکس دریا کے پانی میں نظر آتا ہے۔

تا ز چرخِ غیب و ز خورشیدِ رُوح
تاکہ غیب کے آسمان اور رُوح کے سورج کا

عنکبوت و ایں صُطرلابِ رشاد
مکڑی اور یہ رہنمائی کا اُسطرلاب

انبیا را داد حق تنجیمِ ایں
اللہ (تعالیٰ) نے انکی فتح کا حق انبیاء کو دیا ہے

درچہ ذنیا فتادند ایں قروں
اہلِ زمانہ دنیا کے کنویں میں گر پڑے ہیں

عکسِ خود را دید ہر یک چہ دروں
ہر ایک نے کنویں میں اپنا عکس دیکھ لیا ہے

ہمچو شیرِ گول کاندر چہ دوید
اُس احمق شیر کی طرح جو کنویں میں دوڑ گیا

ورنہ آں شیری کہ در چہ شد فرُود
ورنہ تو وہی شیر ہے۔ جو کنویں میں اُترا

از بروں داں ہر چہ در چاہت نمود
جو کچھ تجھے کنویں میں نظر آیا اُس کو باہر سے دیکھ

در دِ رنگِ چاہست آں شیرِ ژیاں
وہ غضبناک شیر کنویں کی تہہ میں ہے

بُردِ خرگوشش از رہ کاے فلاں
اُس کو خرگوش نے راستہ سے بہکایا کہ اے فلاں!

چوں از دُو غالب تری سر بر کنش
جبکہ تو اُس سے زیادہ غالب ہے اُسکا سر اُکھاڑ دے

در رَو اندر چاہ و کیں از وے بکش
کنویں میں جا اور اُس سے کینہ نکال

از خیالِ خویشتن پُر جوش شُد
اپنے خیال سے جوش میں آگیا

آں مقلد سُخرۂ خرگوش شُد
وہ مقلد، خرگوش کا تابع بن گیا

ایں بجز تقلیبِ آں قلّاب نیست
یہ اُس پلٹنے والے کی پلٹ کے سوا کچھ نہیں ہے

اُو نگفت ایں نقش اُو در آب نیست
اُس نے یہ نہ کہا کہ عکس کے علاوہ وہ پانی میں نہیں ہے

اے زبونِ شش غلط در ہر شِشی
اے چھ (جہات) کے تابع تو ہر (جہات) میں غلط ہے

تو ہم از دشمن چو کینے می کشی
تو بھی جب دشمن سے کینہ نکال رہا ہے

از صفاتِ قہر آنجا مشتق ست
کیونکہ وہاں کے قہر کی صفات سے بنی ہے

آں عداوت اندرو عکسِ حق ست
اُس میں وہ عداوت اللہ (تعالیٰ) کا عکس ہے

حقیقت کو نہ سمجھ سکا۔ تو ہم۔ تو بھی دشمن سے دشمنی کرنے میں حقیقت تک نہیں پہنچا ہے۔ اے زبونِ شش۔ و شش جہات کا تابع ہے۔ غلط در ہر شِشی۔ اور ہر جہت میں غلطی پر ہے۔ آں عداوت۔ دشمن میں جو جذبۂ عداوت ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ قہر کا عکس ہے کیونکہ وہ اُسی صفتِ قہر سے پیدا ہوئی ہے۔

۱؎ تا ز چرخ۔ جس طرح اُسطرلاب کے ذریعہ سے آسمانوں اور سورج کے احوال معلوم کئے جاتے ہیں اسی طرح انسانی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کی تشریح کرتی ہیں۔ رشاد۔ نجومیوں کے اُسطرلاب سے تو نجومی ہی احوال معلوم کر سکتے ہیں لیکن انسان کے صفات کے ذریعہ عوام بھی صفاتِ خداوندی کا علم حاصل کر سکتے ہیں انبیاء۔ عوام انبیاء کی تعلیم کے واسطہ سے خود یہ علوم حاصل کر سکتے ہیں۔

۲؎ درچہ۔ اب انسان دوسرے انسان میں جو کچھ سمجھتا ہے اُس کو اصل سمجھتا ہے حالانکہ وہ عکس ہے تو انسان کی مثال اُس شیر کی سی ہے جو کنویں میں عکس پر حملہ آور ہوا تھا۔ از بروں۔ اگر تو اُس کے فعل کی اصل سمجھے گا تو وہ احمق شیر بنے گا جو عکس پر حملہ آور ہوا تھا۔ فرود۔ اُس احمق شیر کو خرگوش نے گمراہ کیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ کنویں میں غضبناک شیر ہے۔ در رو کنویں کے اندر جا کر اُس سے بدلے اور اُس کا سر اُکھاڑ دے۔ مقلد۔ وہ بیوقوف شیر اُس کے بہکانے میں آگیا۔

۳؎ او نگفت۔ اس نے یہ نہ کہا کہ یہ تو میرا نقش ہے اور وہ شیر جو خرگوش بتا رہا ہے پانی میں نہیں ہے۔ ایں۔ یہ تصرف بھی خدائی ہے کہ وہ

واں[1] گنہ در وے ز عکسِ جرمِ تست
اور اس میں وہ گناہ تیرے جرم کا عکس ہے

خُلقِ زشتت اندرو رُویت نمود
تیرا بُرا اخلاق تجھے اس میں نظر آیا

چونکہ قبحِ خویش دیدی اے حسن
اے بھلے! جبکہ تو نے اپنی برائی دیکھی ہے

می[2] زند بر آب استارہ سنی
روشن ستارہ پانی پر پڑ رہا ہے

کایں ستارہ نحس در آب آمدست
کہ یہ نحس ستارہ، پانی میں آگیا ہے

خاکِ استیلا بریزی بر سرش
لہٰذا خاک تو اس کے سر پر ڈال رہا ہے

عکس پنہاں گشت و اندر غیب راند
عکس چھپ گیا اور غائب ہو گیا

آں[3] ستارہ نحس ہست اندر سما
وہ نحس ستارہ آسمان میں ہے

بلکہ باید دل سوئے بیسوئے بست
بلکہ دل کو بے جہت کی جانب لگانا چاہیئے

دادِ دادِ حق شناس و بخشش
بخشش کو اللہ (تعالیٰ) کی بخشش اور عطا سمجھ

گر بود دادِ خساں افزوں ز ریگ
اگر کمینوں کی عطا ریت سے بھی زیادہ ہو

عکسِ آخر چند پاید در نظر
آخر عکس کب تک نظر میں ٹھہرے گا

حق چو بخشش کرد بر اہلِ نیاز
اللہ (تعالیٰ) نے جب نیاز مندوں پر بخشش کی

باید آں خو را ز طبعِ خویش شست
اس عادت کو اپنے مزاج میں سے دھونا چاہیئے

کہ ترا او صفحۂ آئینہ بود
کیونکہ وہ تیرے لئے آئینہ کی سطح ہو گیا

اندر آئینہ بر آئینہ مزن
آئینہ میں، آئینہ کو نہ مار

خاک تو بر عکسِ اختر میزنی
تو ستارے کے عکس پر ڈلا مار رہا ہے

تا کُند او سعدِ ما را زیر دست
تاکہ وہ ہمارے سعد (ستارے) کو مغلوب کر لے

چونکہ پنداری ز شبہہ اخترش
چونکہ تو اس کو شبہ میں ستارہ سمجھتا ہے

تو گماں بردی کہ آں اختر نماند
تو نے یہ خیال کیا کہ وہ ستارہ نہ رہا

ہم بداں سو باید ش کردن دوا
اسی طرف اس کی تدبیر کرنی چاہیئے

نحسِ ایں سو عکسِ نحسِ بیسوست
اس طرف کی نحوست، بے جہت کے سورالقضاء کا عکس ہے

عکسِ آں دادست اندر پنج و شش
اسی عطا کا عکس پانچ (حواس) اور چھ (جہات) میں ہے

تو بمیری واں بماند مُردریگ
تو مر جائے گا اور وہ میراث میں رہ جائیگی

اصل بینی پیشہ کن اے کژ نگر
اے کج نظر! اصل کو دیکھنے کا پیشہ بنا

باعطا بخشید شاں عمرِ دراز
عطا کے ساتھ اُن کو دراز عمر بخش دی

---

[1] واں گنہ۔ دشمن جو گناہ کر رہا ہے وہ تیرے کسی جرم کا عکس ہے تو اپنی اس جرم والی عادت کو اپنے اندر سے دھو دے۔ خُلقِ زشتت تیری بُری عادت کا دشمن میں عکس ہے۔ چونکہ جب تو نے اس کی اپنی بُرائی کا عکس سمجھ لیا تو اب دشمن کو جو تیرا آئینہ کے ہے نہ مار۔

[2] می زند۔ تیری مثال یہ ہے کہ کوئی پانی میں ستارے کا عکس دیکھے اور اس پر خاک ڈالے۔ کایں۔ اور یہ کہے کہ یہ ستارہ منحوس ہے اور میرے سعد ستارے کو دبانے آیا ہے۔ خاک۔ تو اس عکس کو منحوس ستارہ خیال کر کے اس پر مٹی ڈال رہا ہے۔ عکس۔ تھوڑی دیر میں عکس غائب ہو گیا تو تو سمجھا کہ ستارہ غائب ہو گیا۔

[3] آں ستارہ۔ جس کو تو اپنے خیال سے منحوس سمجھ رہا ہے وہ ستارہ تو آسمان پر ہے اگر کوئی تدبیر بھی کرنی تھی تو آسمان کی طرف کرنی تھی بلکہ اگر ستارہ کی نحوست سے بچنا تھا تو خدا سے التجا کرنی چاہیئے تھی۔ مثلاً۔ جس طرح اشیاء کی نحوست من جانب اللہ ہے اسی طرح عطا بھی دراصل من جانب اللہ ہے۔ پنج۔ یعنی وہ عطائیں اور نعمتیں جو پانچ حواس اور چھ جہت میں ہیں۔ گر تو مُردے۔ الخ۔ ان کی عطا مفید نہیں ہے عارضی ہے عکس۔ عکسوں کو دیکھنا چھوڑ دے اصل پر نظر رکھ۔ اخیر تک یہ حکم ان اہل صاحب کی نعمت ہے جو ذکر اللہ پر استقامت رکھتے ہیں۔ اور اس کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں۔ اس طرح پر نظر رکھنے سے ان کو دنیا بھی ہیچ نظر آتی ہے۔

خالدیں شد نعمت و منعم علیہ
نعمت اور جس پر نعمت ہوئی ہمیشہ رہنے والے بنگئے

محیی[1] الموتیست فاجتنبوا الیہ
وہ مردے کو زندہ کرنے والا ہے اس سے اجتناب کرو

دادِ حق با تو در آمیزد چو جاں
اللہ (تعالیٰ) کی عطا تجھ سے جان کی طرح گھل مل جاتی ہے

آنچنانکہ آں تو باشی دو تو آں
اس طرح کہ وہ تو اور تو وہ ہو جاتا ہے

گر نماند اشتہائی نان و آب
اگر پانی اور روٹی کی خواہش نہ رہے

بدہدت بے ایں دو قوتِ مستطاب
وہ تجھے ان دونوں کے بغیر بالکل غذا دیتا ہے

فر[2] بہی گر رفت حق در لاغری
اگر فربہی جاتی رہی اللہ (تعالیٰ) لاغری میں

فر بہی پنہانت بخشد آں سری
اس جانب کی باطنی فربہی عطا کر دیتا ہے

چوں پری را قوت از بو می دہد
جس طرح جن کو بو سے روزی دے دیتا ہے

ہر ملک را قوتِ جاں او می دہد
ہر فرشتہ کو جان کی غذا وہ دیتا ہے

جاں چہ باشد کہ تو سازی زو سند
جان کیا ہوتی ہے کہ اس کا سہارا ڈھونڈتا ہے؟

حق بعشقِ خویش زندت می کند
اللہ (تعالیٰ) اپنے عشق سے تجھے زندہ کر دیتا ہے

ز و حیات عشق خواہ و جاں مخواہ
اس سے عشق کی زندگی چاہ اور جان نہ چاہ

تو از و آں رزق خواہ و ناں مخواہ
تو اس سے وہ رزق چاہ اور روٹی نہ چاہ

خلق[3] را چوں آب ایں اوصاف و لاف
مخلوق کو پانی کی طرح صاف اور نیر بھی

اندراں تاباں صفاتِ ذو الجلال
اسکے اندر (اللہ) ذوالجلال کی صفتیں روشن ہیں

علم شاں و عدلِ شاں و لطفِ شاں
اُن کا علم اور اُن کا عدل اور اُنکی محبت

چوں ستارہ چرخ در آبِ رواں
رواں پانی میں آسمان کے ستارے کی طرح ہیں

پادشاہی زیبد آں خلاق را
بادشاہی اُسی خلاق کو زیب دیتی ہے

پادشاہاں جملگی عاجز ورا
سب بادشاہ اُس کے سامنے عاجز ہیں

پادشاہاں مظہرِ شاہیِ حق
بادشاہ، اللہ کی شاہی کے مظہر ہیں

فاضلاں مرآتِ آگاہیِ حق
(عالم) فاضل لوگ اللہ کے علم کا آئینہ ہیں

قرنہا بگذشت و ایں قرنِ نویست
زمانے گذر گئے اور یہ نیا زمانہ ہے

ماہ آں ماہ است آب آں آب نیست
چاند وہی چاند ہے، پانی وہ پانی نہیں ہے

عدل آں عدل ست فضل آں فضل ہم
عدل وہی عدل ہے، فضل وہی فضل ہے

لیک مستبدل شد آں قرن و امم
لیکن وہ زمانہ اور لوگ بدل گئے

---

[1] محیی۔ اللہ کی شان مُردوں کو زندہ کرنا ہے تو دار زندگی بخشنا بھی ہے اُسی کی طرف پناہ پکڑنی چاہیئے۔ راہِ حق۔ خدا جب عطا کرتا ہے تو وہ عطا جان کا جزو بن جاتی ہے۔ گر نماند۔ اُس کی عطا کا یہ حال ہے کہ اگر کثرتِ ذکر شغل سے روٹی پانی کی طرف رغبت نہ رہے تو وہ روحانی غذا عطا فرما دیتا ہے۔

[2] فربہی۔ اگر جسمانی فربہی نہیں رہتی تو وہ روحانی فربہی عطا فرما دیتا ہے۔ چوں پری۔ روحانی روزی پر تعجب نہ کیا جائے اللہ تعالیٰ جن کا پیٹ خوشبو سے بھر دیتا ہے ہر ملک۔ فرشتوں کو عبادت سے غذا حاصل ہو جاتی ہے۔ جاں چہ۔ حیات کا مدار صرف جان پر نہیں ہے اللہ تعالیٰ عشق کو درجۂ حیات عطا فرما دیتا ہے۔ زو۔ اللہ تعالیٰ سے عشق و زندگی کی درخواست کر جس کا مدار عشق پر ہے۔

[3] خلق۔ اب پھر مخلوق کے مظہر ہونے کا بیان ہے۔ علم۔ انسانوں کی جملہ صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہیں۔ پادشاہی۔ اصل بادشاہی بھی اللہ تعالیٰ کی ہے یہ بادشاہ اُس کا مظہر ہیں۔ فاضلاں۔ جو علم و فضل والے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا آئینہ ہیں۔ قرنہا۔ یہ مظاہر بدلتے رہتے ہیں اور مظاہر وہی ہے۔ عدل۔ عدل صفتِ خداوندی ہے اور فضل

قرنہا[1] بر قرنہا رفت اے ہمام — ایں معانی برقرار و بر دوام
اے سردار! قرنوں پر قرن گذر گئے — یہ معانی برقرار اور دوام پر ہیں

آب مبدل شد دریں جو چند بار — عکسِ ماہ و عکسِ اختر برقرار
اس نہر میں پانی چند بار تبدیل ہوا — چاند کا عکس اور ستارے کا عکس برقرار ہے

پس بنا اش نیست بر آبِ رواں — بلکہ بر اقطارِ عرضِ آسماں
کیونکہ اس کی بنیاد رواں پانی پر نہیں ہے — بلکہ آسمان کے عرض کے اطراف پر ہے

ایں صفتہا چوں نجومِ معنویست — دانکہ بر چرخِ معانی مستویست
یہ صفتیں معنوی ستاروں کی طرح ہیں — جان لے معانی کے آسمان پر قائم ہیں

خوبرو[2]یاں آئینہ خوبیِ اُو — عشقِ ایشاں عکسِ مطلوبیِ اُو
حسین اُس کے حسن کا آئینہ ہیں — اُن کا عشق اس کی معشوقیت کا عکس ہے

ہم باصلِ خود رَوَد ایں خد و خال — دائما در آب کے ماند خیال
یہ خد و خال اپنی اصل کی طرف چلے جاتے ہیں — عکس پانی میں ہمیشہ کب رہتا ہے؟

جملہ تصویرات عکسِ آبجوست — چوں بمالی چشمِ خود خود جملہ اوست
سب صورتیں نہر کے پانی کا عکس ہیں — جب تو اپنی آنکھ مل لے گا تو سب خود وہی ہے

باز عقلش گفت بگذار ایں حَوَل — حَل کدو شاب ست و دو شاب ست حَل
پھر اس کی عقل نے کہا اس بھینگے پن کو چھوڑ — سرکہ شیرہ ہے اور شیرہ سرکہ ہے

خواجہ[3] را چوں غیر گفتی از قصور — شرم دار اے احول از شاہِ غیور
اگر کوتاہی سے تو نے خواجہ کو غیر کہا ہے — اے بھینگے! غیرت مند شاہ سے شرم کر

خواجہ را کو در گذشت ست از اثیر — جنسِ ایں موشانِ تاریکی مگیر
خواجہ کو جو کرۂ ناری سے گذر گیا — اندھیری کے ان چوہوں کی جنس نہ سمجھ

خواجہ را جاں بیں مبیں جسمِ گراں — مغز بیں اُو را مبیں استخواں
خواجہ کو جان سمجھ، بھاری جسم نہ سمجھ — گودا سمجھ، اُس کو ہڈی نہ سمجھ

خواجہ را از چشمِ ابلیسِ لعیں — منگر و نسبت مکن اُو را بطیں
خواجہ کو ملعون شیطان کی نظر سے — نہ دیکھ، اور اس کی نسبت پیٹ کی جانب نہ کر

ہمرہِ خورشید را شپّر مخواں — آنکہ اُو مسجود شد ساجد مداں
سورج کے ساتھی کو چمگادڑ نہ کہہ — جو مسجود ہو گیا اس کو سجدہ کرنے والا نہ جان

---

[1] قرنہا۔ صفات قدیم اپنی جگہ پر ہیں اور زمانہ بدل رہا ہے۔ آب۔ مظاہر بدل رہے ہیں اور ظاہر قائم ہے پس۔ اس ستارے کی بنیاد پانی پر نہیں ہے آسمان پر ہے۔ ایں صفتہا۔ صفات کا تعلق بھی ذاتِ باری سے ہے۔ چرخِ معانی خدا جیسی تعالیٰ۔

[2] خوبرویاں۔ حسین اُس کے حسن کا آئینہ ہیں اور انسانوں میں عشق اُس کے عشق کا عکس ہے۔ ہم جنسوں کا میل جول جانا ہے اور اصل کی طرف حسن واپس ہوتا ہے۔ چلتی بال۔ جب جیسی نظر پیدا کرو گے تو معلوم ہوگا کہ "ہر اوست" باز عقلش۔ پہلے اس فریب الوطنی نے خواجہ مرد اور حق کو مغائر سمجھا تھا پھر اس کی عقل نے اس کو کہا یہ بھینگا پن چھوڑ اور خواجہ اور حق تعالیٰ کی مثال شیرہ اور سرکہ کی سمجھ دونوں میں اتحاد ہے

[3] خواجہ۔ خواجہ کو غیر کہنا بھینگا پن ہے جس سے ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ خواجہ۔ خواجہ اب ملائکہ میں پہنچ گیا وہ دنیا کا پوجا نہ تھا جسم گراں خواجہ کا جسم نہ تھا بلکہ پاک روح تھی جنگ۔ شیطان نے صرف حضرت آدمؑ کی پشت کو دیکھا تو ایسا کہ خواجہ کے اوصاف پر نظر رکھ۔ ہمرہِ خورشید۔ خواجہ کو ذاتِ الٰہی سے قربت حاصل تھی مسجود جس حیثیت سے

عکسہا[1] را ماند و ایں عکس نیست
عکسوں کے مشابہ ہے اور یہ عکس نہیں ہے

در مثالِ عکس حق بنمود نیست
عکس جیسے میں اللہ (تعالیٰ) تجلی میں ہے

آفتابے دید و او جامد نماند
اُس نے سورج دیکھا اور جامد نہ رہا

روغنِ گل روغنِ کنجد نماند
پھول والا تیل، تل کا تیل نہ رہا

چوں مُبدّل گشتہ اند ابدالِ حق
اللہ کے اُبدال جبکہ تبدیل ہو گئے ہیں

نیستند از خلق بر گرداں وَرق
وہ مخلوق میں سے نہیں ہیں ورق پلٹ دے

قبلۂ[2] وحدانیت دو چوں بُود
توحید کے قبلے دو کیسے ہو سکتے ہیں؟

خاک مسجودِ ملائک چوں شود
مٹی ملائک کی مسجود کیسے ہو سکتی ہے؟

چوں دریں جُو دید عکسِ سیب مرد
جب کسی شخص نے ایک نہر میں سیب کا عکس دیکھا

دامنش را دید آں پُر سیب کرد
اُسکے دیکھنے نے اُس کے دامن کو سیب سے بھر دیا

آنچہ در جُو دید کے باشد خیال
جو کچھ اُس نے نہر میں دیکھا خیال کب ہو سکتا ہے؟

چونکہ شد از دیدنش پُر صد جوال
جبکہ اُس کے دیکھنے سے سیکڑوں بورے بھر گئے

تن مبین و جاں مکن کاں ہُم دُمیم
جسم نہ دیکھ اور جاں کو بتاہ، نہ کر کیونکہ ان گونگوں اور بہروں

کَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ
حق کو جھٹلایا جب وہ اُن کے پاس آیا

مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ احمد بُدست
تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا، احمدؐ ہوئے

دیدنِ اُو دیدنِ خالق شدست
اُن کا دیکھنا خدا کا دیکھنا بنا ہے

حق مر اُو را بر گزید از انس و جاں
اللہ (تعالیٰ) نے انکو انسانوں اور جنوں میں سے چن لیا

رحمۃٌ لِّلعالمینش خواند ازاں
اسی لئے ان کو سب جہانوں کی رحمت فرمایا ہے

خدمتِ اُو خدمتِ حق کردنست
اُنکی خدمت کرنا اللہ (تعالیٰ) کی خدمت کرنا ہے

روز دیدن دیدنِ آں روزنست[3]
دن کا دیکھنا اس دریچہ کا دیکھنا ہے

خاصہ ایں روزن درخشاں از خودست
خصوصاً یہ دریچہ خود روشن ہے

بے ودیعت آفتاب فرقدست
سورج اور فرقد کے ذریعہ کے بغیر

ہم ازاں خورشید در بر روزنے
اسی سورج سے دریچہ پر روشنی پڑی ہے

لیک از راہ و سُوئے معہودے نے
لیکن متعارف راستہ اور جہت سے نہیں

آنحضور کو رحمۃ للعالمین اسیواسطے کہا گیا کہ آپ جن انس کے مٹانے تھے ـــــ [3] روز۔ جس دریچہ پر دھوپ پڑ رہی ہے اسکو دیکھنا سورج اور دن کو دیکھنا ہے۔ آنحضورؐ کسی سے فیض یافتہ نہ تھے بلکہ دیگر انبیاء اور اولیاء نے آپ سے فیض اور نور حاصل کیا۔ آفتاب یعنی انبیاء۔ فرقد۔ فرقدیں دو ستارے ہیں قطب شمالی کے قریب طلوع کرتے ہیں اور شام سے صبح تک نمودار رہتے ہیں۔ ہم آیاں۔ آنحضور سید اللہ کا نور ایک بے کیف خاص راستہ سے بٹا تھا۔

---

[1] عکسہا۔ وہ خواجہ بظاہر بشر تھا لیکن اُس میں تجلی حق نمایاں تھی۔ آفتاب بے مشاہدۂ حق کی وجہ سے اُس کی جامدیت اور جسمیت ختم ہو گئی تھی روغن۔ تل کا تیل جب پھولوں میں بسا دیا جاتا ہے تو پھر اُس کو تل کا تیل نہیں کہا جاتا ہے۔ ابدال۔ اہل اللہ کی ایک جماعت ہے جب اُن کے اوصاف بشری اوصاف خداوندی سے بدل گئے تو اب اُن کو تمام مخلوق میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔ برگرداں۔ اب اس موضوع کو ختم کر دے۔

[2] قبلہ۔ توحیدی نظر والے کے دو قبلے نہیں ہو سکتے ملک کی مسجود آدم کی بیٹی نہیں ہو سکتی۔ چونکہ بعض عکس محض عکسوں کے مشابہ ہیں اور حقیقت میں عکس نہیں ہیں بلکہ اصل ہیں، اس کو اس طرح سمجھو کہ نہر میں سیب کے درخت کا عکس دیکھا ہو اور اس کے سیبوں سے دامن بھرا ہو تو وہ بظاہر عکس ہے لیکن حقیقتاً وہ درخت ہو تو آدمؑ میں بھی دراصل صفات حق تھیں اگرچہ بظاہر وہ عکس تھے۔ جمال سامان لادنے کا بورا۔ تن مبین۔ آدم کو محض جسم سمجھ کر جان کر ہلاک نہ کر۔ کہا لئے کہ یہ کام تو اندھوں بہروں کا تھا کہ انھوں نے محض انبیاء کے جسم دیکھ کر انکی تکذیب کر دی تھی۔ کذبوا۔ الخ آیت ہے معلوم ہوا کہ آنحضورؐ کو حق تعالیٰ کی جو نسبت حاصل تھی اور آپ کا دیدار خدا کا دیدار تھا۔ رحمت۔

درمیانِ[1] شمس و ایں روزن رہے — ہست او زنہا نشد زاں آگہے

سورج اور اس دریچہ کے درمیان راستہ ہے، دریچے اس سے واقف نہیں ہیں

تا اگر ابرے برآید چرخ پوش — اندریں روزن بود نورش بجوش

تاکہ اگر کوئی ابر آسمان کو چھپانے والا آ جائے اس دریچہ میں اس کا نور جوش میں رہے

غیرِ راہِ ایں ہوا و شش جہت — درمیانِ روزن و خور مالفت

اس ہوا اور چھ جہتوں کے راستہ کے سوا دریچہ اور سورج کے درمیان اُلفت ہے

مدحت و تسبیحِ او تسبیحِ حق — میوہ می روید زعینِ ایں طبق

اس کی تعریف اور تنزیہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے۔ اسی طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے

سیب روید زیں طبق خوش لخت لخت — عیب نبود گر نہی نامش درخت

اس طباق سے بار بار عمدہ سیب پیدا ہوتا ہے اگر تو اس کا نام درخت رکھدے تو برائی نہ ہوگی

ایں[2] سبد را تو درختِ سیب خواں — کہ میانِ ہر دو راہ آمد نہاں

تو اس ٹوکرے کو سیب کا درخت کہہ دے کیونکہ دونوں کے درمیان چھپا ہوا راستہ ہے

آنچہ روید از درختِ بار ور — زیں سبد روید ہماں نوع از ثمر

جو کچھ پھل دار درخت سے پیدا ہوتا ہے اسی قسم کا پھل اس ٹوکرے سے پیدا ہوتا ہے

پس سبد را تو درختِ بخت بیں — زیرِ سایہ ایں سبد خوش می نشیں

پس تو ٹوکرے کو نصیب ور درخت سمجھ اس ٹوکرے کے سایہ میں آرام سے بیٹھ

ناں چو اطلاق آور دائے مہرباں — ناں چرا می خوانیش مموہ خواں

اے مہربان! روٹی جب دست طلاق دے تو اس کو روٹی کیوں کہتا ہے؟ سقمونیا کہہ

خاکِ[3] رہ چوں چشم روشن کرد ما — خاکِ او را سرمہ بین و سرمہ دار

راستہ کی گرد نے جب آنکھ اور جان روشن کر دی اس کی گرد کو سرمہ دیکھ اور سرمہ جان

چوں ز روئے ایں زمیں تابد شروق — من چرا بالا کنم رو در عیوق

جب اس روئے زمین سے روشنی چمکے میں عیوق میں سر اونچا کیوں کروں؟

شد فنا ہستش مخواں اے چشمِ شوخ — در چنیں جو خشک کے ماند کلوخ

اے شوخ چشم! وہ فنا ہو گئے انکو ہست نہ سمجھ ایسی نہر میں ڈھیلا سوکھا کب رہ سکتا ہے؟

---

[1] درمیان۔ اللہ تعالیٰ کا فیض ایسے راستہ سے آنحضورؐ کو پہنچتا ہے جس سے دوسرے انبیاء واقف نہیں ہیں۔ تا اگر۔ آنحضورؐ کی خصوصیت اس بنا پر تھی کہ اگر نور کیلئے کوئی مانع بھی آئے تو آنحضورؐ میں جو نور ہے وہ خود بخود جوش مارتا رہے اور دوسروں کے لئے کمالاتِ بشریہ استفاضۂ نور سے مانع بن جاتے ہیں۔ غیرِ ایں راہ۔ عام دریچوں میں سورج کی روشنی ہوا کے متکیف ہونے اور شش جہات سے بہنچتی ہے لیکن آنحضورؐ وہ دریچہ ہیں کہ سورج کو اس سے الفت خاصہ ہے۔ مودت۔ اب اس اتحاد کی وجہ سے آپ کی تنزیہ اور تعریف خدا کی تنزیہ اور تعریف ہے۔ میوہ۔ اگر کسی طباق سے خود میوہ اگ پڑے تو اگر اس کو درخت کہیں تو کوئی عیب نہ ہوگا۔

[2] ایں سبد۔ جب طباق اور ٹوکرے میں یہ خصوصیت پیدا کر دی جائے کہ انمیں خود بخود پھل اگ پڑیں تو انکو پھلدار درخت سمجھ کیونکہ درخت اور اس ٹوکرے میں خاص نسبت ہوئی۔ پس سبد۔ تجھے اس ٹوکرے کو درخت سمجھ کر ٹوکرے کے سایہ میں بیٹھنا چاہیئے۔ ناں۔ صورت کا اعتبار نہیں سیرت معتبر ہے جس روٹی کے کھانے سے دست آنے لگیں انکو سقمونیا کہنا چاہیئے جسکی خاصیت دست

[3] خاک۔ بیت میں اگر سرمہ کی خاصیت ہو تو انکو سرمہ کہا جا سکتا ہے۔ چوں زرد روی۔ جب سفلی اجسام میں علوی اجرام کا خاصہ پیدا ہو جائے تو انکے ساتھ علوی اجرام کا سا معاملہ کیا جائے۔ عیوق۔ ایک ستارہ ہے شمالی قمر درت سے مختلف ہے بھی جانب ایک سرخ ستارہ ہے جو کہکشاں کی راہ کی جانب ہٹا ہوا ہے۔ خدا کے آنحضورؐ کے اوصاف بشریہ فنا ہو چکے تھے جو توحید میں خود کھانے سے بڑی صفت کہاں

پیشِ[1] ایں خورشید کے تابد ہلال — باچناں رستم چہ باشد زورِ زال

اس سورج کے سامنے چاند کب چمکتا ہے؟ — ایسے رستم کے سامنے بڑھیا کا زور کیا ہوگا؟

طالب است و غالب است آں کردگار — تازہ ہستیہا برآرد او دمار

وہ خدا طالب اور غالب ہے — نئی ہستیوں کو ہلاک کر ڈالتا ہے

دو مگوے و دو مخوان و دو مداں — بندہ را در خواجۂ خود محو داں

دوئی کا قائل نہ ہو دوئی نہ پڑھ دوئی نہ سمجھ — غلام کو اپنے آقا میں گما ہوا سمجھ

خواجہ ہم در نورِ خواجہ آفریں — فانی ست و مُردہ و مات و دفیں

خواجہ بھی خواجہ کو پیدا کرنے والے نور میں ہے — فانی ہے اور مُردہ ہے اور شکست کھا کر دفن ہو

چوں[2] جُدا بینی ز حق ایں خواجہ را — گم کنی ہم متن و ہم دیباجہ را

اگر تو اس خواجہ کو خدا سے جدا سمجھے گا — تو تُو اصل اور دیباچہ کو گم کر دے گا

چشمِ دل را ہیں گذارہ کن تطیں — ایں یکے قبلہ است دو قبلہ مبیں

خبردار! دل کی آنکھ کو پٹی سے آگے بڑھا — یہ ایک قبلہ ہے، دو قبلے نہ دیکھ

چوں دو دیدی ماندی از ہر دو طرف — آتشے در خَفت[3] فتاد و رفت خَف

جب تو نے دو دیکھے تو دونوں طرف سے گیا — سوختہ میں آگ لگی اور سوختہ جل گیا

مثلِ دو بیں ہمچو آں غریب شہرِ کاش عمرُ نام کز یک دکانش

دو دیکھنے والے کی مثال اُس کاش شہر کے پردیسی کی ہے جس کا عمر نام تھا کہ

بسببِ آں نام نانبا بدکانِ دیگر حوالہ می کرد و او فہم نہ

اُس نام کی وجہ سے نانبائی ایک دکان سے دوسری دکان کا حوالہ دیتا تھا اور وہ نہ سمجھا

کرد کہ ہمہ دکانہا یکے ست دریں معنی کہ بعمرُ نام، نان

کہ تمام دکانیں یکساں ہیں اِس سلسلہ میں کہ عمر نامی کے ہاتھ روٹی نہیں بیچتے

نفروشند ہم ایں جا تدارک کنم کہ من غلط کردم نامم عمرُ

ہیں، اِسی جگہ تدبیر کروں کہ میں نے غلطی کی ہے میرا نام عمر نہیں

نیست چوں بدیں دکان تدارک و توبہ کنم نان یابم از

ہے جب اِس دکان پر تدارک اور توبہ کروں گا شہر کی تمام

شہر کا نام ہے سواء کبھی کاش کہتے ہیں کبھی کاشان شاید دونوں نام ایک ہی شہر کے ہیں اُس کے تمام باشندے رافضی تھے عمر نام سے چڑتے تھے اور جس شخص کا نام عمر ہوتا اُس سے کوئی لین دین کیا نہ کرتے تھے۔

---

[1] پیشِ ایں خورشید۔ آنحضرتؐ پر وہ تجلی خاص تھی کہ آپ کی ذات اُس میں سما گئی تھی۔ رستم۔ تجلی حق۔ زال یعنی آنحضورؐ کی بشریت۔ طالب۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے فنا کا طالب ہوتا ہے تو اُس کی ہستی کو فنا کر دیتا ہے۔ تو دیکھو۔ اب فنا کے بعد اِس اتحاد سے اتحاد اور وحدت ہو جاتی ہے کہ بندہ آقا میں محو ہو جاتا ہے اور یہ مرتبہ فنا الشیخ کا ہے۔ خواجہ۔ پھر چونکہ شیخ بھی فنا فی اللہ ہے تو اب مزید ترقی کر کے فنا اللہ کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔

[2] چوں جُدا۔ اور اگر تو شیخ کو فانی فی اللہ نہ سمجھے گا اور اُن میں دوئی کو قائل رہیگا تو مقصد اور راہ دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ چشمِ دل۔ تو اِس شیخ کی صورت سے گذرا اور ایک قبلہ سمجھ دو نہ سمجھ۔ آگئے۔ ہو بھی اِس طرح کی ہوگی جیسے چقماق کو سوختہ میں آگ لگے اور کوئی سوختہ سے قطع نظر کر کے چقماق کی طرف متوجہ ہو جائے اور سوختہ جل کر ختم ہو جائے اب وہ آگ سے بالکل محروم ہو جائیگا۔ کیونکہ اب سوختہ ہی نہیں جس کے ذریعہ چقماق سے فائدہ اُٹھا سکے۔

[3] خَف۔ سوختہ۔ مثل۔ دو بینی کے مضمر اثبات پر یہ قصہ نقل کیا ہے کاش۔ ایک

ہمہ دُکانہائے شہر، واگر بے تدارک ہمچنیں عُمر نام باشم

دکانوں سے روٹی حاصل کروں گا اور اگر بغیر تدارک کے اسی عُمر نام کے ساتھ رہا

ازیں دکان درگذرم محروم مانم واحوالِ ایں دکانہا

تو اس دُکان سے چلا جاؤں گا محروم رہوں گا اور اس دکان کے احوال بھی

از ہمہ جدا دانستہ باشم

میں جدا گانہ سمجھتا رہوں گا

۵۱ گر عُمر نامی تو اندر شہر کاشں
اگر تو عُمر نام کا ہے، کاشں شہر میں

کس نیفروشد بصد دانگت لواش
تجھے سَو دانگ میں بھی کوئی روٹی نہ بیچے گا

۵۲ چوں بیک دُکاں بگفتی عُمرم
جب تو نے ایک دُکان پر کہا کہ میں عُمر ہوں

ایں عُمر راناں فروشید از کرم
مہربانی سے اس عُمر کے ہاتھ روٹی فروخت کردو

او بگوید رُو بداں دیگر دکاں
وہ کہے گا جا، اُس دوسری دُکان پر

ناں یکے ناں بہ کزیں پنجاہ ناں
کیونکہ وہاں کی روٹی یہاں کی پچاس روٹیوں سے بہتر ہے

گر نبودے احوَل او اندر نظر
اگر وہ نظر میں بھینگا نہ ہوتا

او بگفتے نیست دُکانِ دگر
وہ کہہ دیتا دوسری دُکان ہی نہیں ہے

۵۴ پس زدے اشراقِ آں نا احولی
اُس بھینگا نہ ہونے کی چمک پڑتی

بر دلِ کاشی شُدے عُمر علی
کاشی کے دل پر، عُمر علی بن جاتا

ایں ازیں جا گوید آں خبّاز را
یہ یہیں سے اُس نانبائی سے کہتا ہے

ایں عُمر راناں فروش اے نانبا
اے نانبائی! اِس عُمر کو روٹی بیچ دے

۵۵ چوں شنید او ہم عُمر از احولی
جب اُس نے عُمر نام سنا اُس نے بھی بھینگے پن سے

در کشید آں ناں کہ ہست آنِ علی
وہ روٹی ہٹالی کہ یہ علی کی ہے

پس فرستادش بدکانِ بعید
پھر اُس کو دور دُکان پر بھیج دیا

ناں زپیش روی او اندر کشید
اُس نے روٹی اُس کے سامنے سے ہٹالی

کیں عُمر راناں دہ اے انبارِ من
اے میرے شریک! اِس عُمر کو روٹی دیدے

راز یعنی فہم کُن زآوازِ من
یعنی میری آواز سے راز سمجھ جا

او ہمت زاں سو حوالہ می کُند
وہ بھی تجھے اُس جانب حوالہ کردے گا

ہیں عُمر آمد کہ تا بر ناں زند
خبردار! عُمر آیا ہے تاکہ روٹی حاصل کرے

۵۱ اگر عُمر نامی تو اس شہر کاشں میں رہتا ہے تو کاشں والے بہت قیمت ادا کرنے پر روٹی نہ دینگے۔ کاشں ایک خاص قسم کی روٹی ہے۔ پتوں۔ اگر تو ایک دکان پر جاکر اپنا نام عُمر بتائے گا تو وہ تجھے ٹال دے گا اور کہے گا کہ دوسری دکان سے خرید لے وہاں کی روٹی بہت اچھی ہے۔ اگرچہ وہ یہ شخص اپنے بھینگے پن سے دکانوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ عُمر نام کے ہاتھ روٹی نہ فروخت کرنے میں وہ ایک ہیں۔

۵۲ پس دوسرے۔ اگر وہ مسافر بھینگا پن چھوڑ کر یہ سمجھ لیتا کہ سب دکانیں ایک ہیں اور اپنا نام بجائے عُمر کے علی بتا دیتا تو یہ تدبیر چل جاتی اور وہ کاشی دکان دار اس عُمر کو علی سمجھ کر روٹی دیدیتا۔ یہ پورا قصہ نانبائی دوسرے نانبائی کو آواز دے کر کہتا ہے کہ عُمر آرہا ہے اس کو روٹی دیدے اور مقصد اس نانبائی کا اس کے نام کا اظہار ہوتا تاکہ وہ بھی روٹی دینے سے انکار کردے۔

۵۳ چوں شنید۔ دوسرے نانبائی کا یہ بھینگا پن ہے کہ وہ روٹی کو علی کی سمجھ کر عُمر کو روٹی دینے سے انکار کردیتا ہے حالانکہ عُمر اور علی دو نہیں ہیں بلکہ دونوں حقیقتاً ایک ہیں فرشادش۔ اس دوسرے نانبائی نے نانبائی کو آواز دے کر کہا۔ دیکھ عُمر آرہا ہے اسکو روٹی دیدے اور میری آواز سے راز سمجھ جا۔

چوں[1] بیک دُکّاں عُمر بُودی برُو
جب تو ایک دکان پر عُمر ہو گیا، چلا جا

در ہمہ کاشاں زناں محرُوم شَو
پورے کاشان میں روٹی سے محروم رہ

در بیک دُکّاں علی گفتی بگیر
اور اگر ایک دکان پر تو نے علی کہدیا لے لے

ناں از بنجا بے حوالہ بے زجیر
روٹی اسی جگہ سے بغیر حوالہ، بغیر تکلف کے

اَحوَل دو بیں چو بے برشد زنوش
جب دو دیکھنے والا بھینگا شہد سے محروم ہو گیا

اَحوَلی صد بینی اے مادر فروش
اے مادر بخطا! تو سَو دیکھنے والا بھینگا ہے

اندریں کاشانِ دنیا زاحولی
دنیا کے اس کاشان میں بھینگے بن ہے

چوں عُمر میگرد چوں نبُوی علی
عُمر کی طرح پلٹ گیا جب کہ تو علی نہیں ہے

ہست اَحوَل را دریں ویرانہ دَیر
بھینگے کے لئے اس ویران بت کدے میں

گوشہ گوشہ نقلِ نو کہ تم خیر
گوشہ گوشہ میں از سرِ نو پھرتا ہے کہ وہاں بھلائی ہو

وَردِ[2] دو چشم حق شناس آمد ترا
اور اگر تجھے حق شناس دو آنکھیں حاصل ہو جائیں

دوست پُربیں عرصہ ہر دو سرا
دونوں جہاں کے میدان کو دوست سے پُر دیکھ

وارہیدے از حوالہ جا بجا
تو جگہ جگہ کے حوالے سے نجات پا جاتا

اندریں کاشانِ پُر خوف و رجا
اس امید و خوف سے بھرے ہوئے کاشان میں

اندریں جو غنچہ دیدی با شجر
تو نے اس شہر میں غنچہ سے درخت کے دیکھ لیا

ہمچو ہر جُو تو خیالش ظن مبر
اسکے بارے میں ہر شہر کی طرح گمان نہ کر

کہ ترا از عینِ ایں عکسِ نقوش
کہ تیرے لئے عین ان نقشوں کے عکس ہے

حق حقیقت گردد و میوہ فروش
حق، حقیقت اور میوہ فروش بن جائے

چشم ازیں آب از حوَل حُرمی شود
اس پانی سے آنکھ بھینگے پن سے آزاد ہو جاتی ہے

عکس می بیند سبد پُر می شود
عکس دیکھتا ہے، ٹوکرا بھر جاتا ہے

پَس[3] بمعنی باغ باشد ایں نہ آب
حقیقت میں یہ باغ ہوتا ہے نہ کہ پانی

پس مشو عُریاں چو بلقیس از حجاب
تو بلقیس کی طرح نکلے سے ننگا نہ بن

بار گونا گونست بر پشتِ خراں
گدھوں کی کمر پر قسما قسم کے بوجھ ہیں

ہیں بیک چوب ایں خراں را تو مَراں
خبردار! ان گدھوں کو ایک لکڑی سے نہ ہانک

---

[1] چوں بیک دکان جب تو ایک دکان پر عُمر بن گیا تو اب سارے کاشان میں گھومتا پھر تجھے روٹی نہ ملیگی۔ اور بیک۔ اگر وہ ان دکانوں کو چند دکانیں نہ سمجھتا اور خبردار میں ہی اپنا نام علی بتاتا تو فوراً روٹی مل جاتی۔ اَحوَل دو بین۔ اُس مسافر کا بھینگا پن بڑا ہوا تھا وہ اس کی محرومی کا سبب بنا تو وہ بھینگا جو جملہ کائنات کو مُستقل موجود سمجھ کر بھینگا بن رہا ہے اس کی محرومی کو اس پر قیاس کرلے کہ کس قدر ہوگی۔ اور فروش۔ اس سے زمانہ کر کمائی کھانے والا۔ دنیا۔ یہ دنیا بھی کاشان ہے جب تو بھینگا بن۔ چھوڑیگا مارا مارا پھرے گا۔ گوشہ گوشہ۔ جو کائنات کو حقیقی موجود سمجھے گا وہ کبھی کسی طرف متوجہ ہوگا کبھی کسی کی طرف بھلائی سمجھ کر متوجہ ہوگا۔

[2] وَردِ دو چشم۔ اگر صحیح نظر حاصل ہو گئی تو سب موجودات کو ایک موہوم و حقیقی کا سایہ سمجھیگا اور صرف اُس کی طرف توجہ کریگا۔ وارہیدی۔ جا بجا مارے مارے پھرنے سے نجات پا جائیگا۔ اندریں۔ اب اُن اولیاء کا جو خدائی اخلاق سے آراستہ ہو گئے ہیں، اللہ کا مظہر ہونا ثابت کرتے ہیں کہ جب تو کوئی ایسا عکس دیکھے جو پھل اور پھول والا درخت ہے اسکو اور عکسوں کیطرح نہ سمجھ۔ کہ یہی عین حقیقت حق بجائے اور وہ حقیقت سمجھ میوے عطا کرنے لگے چشم۔ اہل اللہ

[3] پس۔ یہ اہل اللہ صرف پانی نہیں ہیں کہ انمیں خیالی عکس نظر آئے بلکہ عین حقیقت اور باغ ہیں۔ پس۔ تو اسطرح دھوکا نہ کھا جس طرح بلقیس نے غیر آب کو آب سمجھ لیا یعنی تو ان بزرگوں کو باغ کی بجائے

بر یکے خربارِ لعل و گوہر ست — بر یکے خربارِ سنگ و مرمر ست

ایک گدھے پر لعل و گوہر کا بوجھا ہے — دوسرے گدھے پر پتھر اور مرمر کا بوجھا ہے

بر ہمہ جُو ہا تو میں حکمت مراں — واندریں جُو ماہ بیں عکسش مخواں

تو سب نہروں پر اپنا یہ حکم نہ چلا — اُس نہر میں چاند کو دیکھ اسکا عکس نہ کہہ

آبِ خضرست ایں نہ آبِ دام و دَد — ہر چہ اندر وَے نماید حق بُود

یہ خضرؑ کا پانی ہے نہ کہ درندہ اور درندہ کا پانی — اُسمیں جو کچھ نظر آئے وہ واقعی ہے

زیں تگ جُو ماہ گوید مَن مَہم — مَن نہ عکسم ہمحدیث و ہم رہم

اِس نہر کی گہرائی سے چاند کہتا ہے میں چاند ہوں — میں عکس نہیں ہوں میں ہم کلام اور ہمراہی ہوں

اندریں جُو آنچہ بر بالاست ہست — خواہ بالا خواہ در وَے دار دست

اِس نہر میں جو اوپر ہے وہی ہے — خواہ اوپر، خواہ اندر ہاتھ بڑھا

از دگر جُو ہا مگیر ایں جُوئے را — ماہ داں ایں پرتوِ مہ روئے را

دوسری نہر پر اِس نہر کو قیاس نہ کر — اِس ماہ رُو عکس کو تو چاند سمجھ

اندریں جُو ہر چہ داری تو مُراد — باز بیں و شکر گو بہرِ زیاد

تو جو مراد رکھتا ہے اِس نہر میں تلاش کرلے — پھر دیکھ لے اور زیادتی کے لیے شکر ادا کر

اندریں جُو ہر چہ می خواہی ببیں — از نعیم و ناز و تاج و مُلک و دیں

تو جو چاہتا ہے اِس نہر میں دیکھ لے — ناز و نعم اور تاج اور سلطنت اور دین

جُملہ مطلوباتِ خلقِ ہر دو کون — گشت موجود اندر و بے بُعد و بَون

دونوں جہاں کی مخلوق کے تمام مقاصد — اُسکے اندر بغیر بُعد اور دوری کے موجود ہیں

ایں سخن پایاں ندارد آں غریب — بس گریست از درد خواجہ شد کئیب

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے وہ پردیسی — بہت رویا خواجہ کے درد سے غمگین ہوگیا

توزیع کردن پائمرد در جملہ شہر تبریز و جمع شدن اندک

مددگار کا تمام شہر تبریز میں چندہ جمع کرنا اور بہت تھوڑا جمع

چیز ور فتن آں غریب بتربت محتسب بزیارت و ایں قصہ

ہونا اور اُس پردیسی کا محتسب کی قبر کی زیارت کو جانا اور نوحہ

را بر سر گور او گفتن بطریق نوحہ

کے طریقے پر اِس قصہ کو اُسکی قبر پر کہنا

---

۵۱ بر یکے۔ مخلف انسان اِس طرح ہیں کہ کسی پر لعل و جواہر لدے ہوئے ہیں کسی پر پتھروں کا بوجھا ہے۔ بر ہمہ۔ سب نہروں کو یکساں نہ سمجھ ایک نہر میں بعینہٖ چاند موجود ہے اُس کو عکس نہ سمجھ آب۔ اِس نہر کا پانی آبِ حیوٰۃ ہے وہ محض جانوروں کے پینے کا پانی نہیں ہے اُسمیں جو نظر آئے گا۔ وہ محض عکس نہ ہوگا بلکہ عین حقیقت ہوگی۔

۵۲ زیں تگ۔ اِس نہر کی تہ میں چاند خود بول رہا ہے کہ میں ہم سخن اور ہم راہ ہوں جو عکس نہیں ہو سکتا اندریں اِس نہر میں جو اوپر ہے وہی اندر ہے تو جہاں سے فیض حاصل کرے گا وہی ایک فیض ہوگا۔ از دگر۔ دوسری نہروں میں تو چاند کا عکس ہے اِس نہر کو ایسا نہ سمجھ اِس عکس کو تو بعینہٖ چاند سمجھ۔

۵۳ اندریں۔ اِس نہر سے تیرے آخروی اور دنیاوی سب مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ تجھ میں اور مقاصد میں کوئی دوری اور جدائی نہ رہے گی۔ توزیع کردن چندہ جمع کرنا۔ پائمرد۔ مددگار۔

واقعہ آں وامِ اُو مشہور شُد
اُس کے قرض کا قصہ مشہور ہوگیا

پائمرد از دردِ اُو رنجور شُد
مددگار اُس کے رنج سے متاثر ہوا

از پئے توزیع گردِ شہر گشت
چندہ جمع کرنے کے لئے شہر کے چاروں طرف گھوما

از طمع می گفت ہر جا سَر گذشت
لالچ سے، ہر جگہ ماجرا بیان کرتا تھا

ہیچ ناوردازرہِ گدیہ بدست
بھیک کے ذریعہ ہاتھ میں کچھ نہ آیا

غیرِ صد دینار آں گدیہ پرست
اُس بھکاری کے، سوائے سَو دینار کے

پائمرد آمد بدود دستش گرفت
مددگار آیا اور اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا

شُد بگورِ آں کریم بس شگفت
اُس عجیب سخی کی قبر پر گیا

گفت چوں توفیق یابد بندۂ
بولا، جب کسی بندے کو توفیق حاصل ہو

کو کُند مہمانیِ فرخندۂ
کہ وہ کسی بابرکت کی مہمانداری کرے

مالِ خود ایثارِ راہِ اُو کُند
اُس کے راستہ میں اپنا مال صرف کرے

جانِ خود ایثارِ جاہِ اُو کُند
اُس کی عزت میں اپنی جان خرچ کرے

شکرِ اُو شکرِ خدا باشد یقیں
اُسکا شکریہ ادا کرنا یقیناً خدا کا شکریہ ہے

چوں باحساں کرد توفیقش قریں
کیونکہ اُسی نے اُس کی توفیق کو احسان کا ساتھی بنایا

ترکِ شکرش ترکِ شکرِ حق بُود
اُس کا شکریہ نہ کرنا اللہ کا شکریہ نہ کرنا ہے

حق آوُلاشک بحق ملحق شود
اُس کا حق اللہ (تعالیٰ) کے حق سے واصل ہوگیا

شکر می کُن مر خدا را در نعم
نعمتوں کے بارے میں خدا کا شکر ادا کرتا رہ

نیز می کُن شکر و ذکرِ خواجہ ہم
نیز خواجہ کا ذکر اور شکر بھی کر

رحمتِ مادر اگرچہ از خداست
ماں کی محبت اگرچہ خدا کی جانب سے ہے

خدمتِ اُو ہم فریضہ ست و سزاست
اُس کی خدمت بھی فرض اور مناسب ہے

زیں سبب فرمود حق صلوا علیہ
اسی لئے اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا، اُن پر درود بھیجو

کہ محمدؐ بُود محتاجِ الیہ
کیونکہ محمدؐ کی جانب احتیاج ہے

در قیامت بندہ را گوید خدا
قیامت میں خدا بندہ کو کہے گا

ہیں چہ کردی آنچہ دادم مر ترا
ہاں تونے کیا کیا جو میں نے تجھے دیا تھا

گوید اے رب شکرِ تو کردم بجاں
وہ کہے گا اے خدا! میں نے دل و جان سے تیرا شکر کیا

چوں تو بُودی اصلِ آں روزی و نان
کیونکہ اُس روزی اور روٹی کی اصل تیری جانب سے تھی

---

۵۱ واقعہ۔ اُس پردیسی کے قرض کا قصہ تبریز میں مشہور ہوا تو ایک شخص اُسکا ہمدرد بنگیا۔ توزیع تقسیم یعنی اُس نے اُس کا قرض لوگوں پر بانٹ کر جمع کرنے کیلئے شہر کا گشت شروع کردیا اور اس لالچ سے کہ لوگ رحم کھاکر اُسکو چندہ دیدیں اُس کا سارا قصہ بیان کرتا خروج کردیا۔ پھر اُس مددگار کو اُسکے شہر سے صرف سَو دینار چندے میں ملے مگر پرست بھکاری یعنی مددگار پائمرد۔ اُس قلیل مقدار سے مددگار کو مایوسی ہوئی تو وہ اُس پردیسی کا ہاتھ پکڑکر مُحتسب کی قبر کے پاس لے گیا۔

۵۲ گفت۔ راستہ میں مددگار نے اُس سے کہا کہ اگر کسی کو کسی بابرکت مہمان کی مہمانداری کی توفیق میسّر ہو۔ اور وہ اُس مہمان کا پورا اعزاز کرے تو ایسے میزبان کا شکریہ ادا کرنا خدا کا شکریہ ادا کرنا ہے چونکہ اللہ ہی نے اُس میزبان کو توفیق عطا فرمائی ہے۔ ترکِ شکریہ میزبان کی ناشکری اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہوگی۔ شکر کن چونکہ مُحتسب نے تجھ پر احسان کئے ہیں تو خدا کا شکر ادا کر اور مُحتسب کا بھی شکر گزار بن۔

۵۳ رحمتِ مادر۔ ماں میں رحم کا مادہ اگرچہ خدا نے پیدا کیا ہے لیکن پھر بھی ماں کی خدمت فرض اور مناسب ہے۔ زیں سبب۔ چونکہ ہم آنحضورؐ کے محتاج ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ہمارے لئے واسطہ

گوید[1] حق نے نکردی شکرِ من
اللہ (تعالےٰ) اُس سے فرمائیگا تو نے میرا شکریہ ادا نہیں کیا

بر کریمے کردۂ ظلم و ستم
تو نے سخی پر ظلم اور ستم کیا

چون بگورِ آں ولی نعمت رسید
جب وہ اُس انعام دینے والے کی قبر پر پہنچا

گفت اے پشت و پناہِ ہر غریب
بولا اے ہر شریف کی پشت و پناہ

اے[2] غمِ ارزاقِ ما بر خاطرت
اے وہ کہ ہماری روزیوں کا تیری طبیعت پر بار تھا

اے فقیراں را عشیر و والدین
اے وہ کہ فقیروں کا خاندان اور ماں باپ تھا

اے چو بحر از بہرِ نزدیکاں گہر
اے سمندر جیسے! نزدیکوں کے لئے موتی

پشتِ ما گرم از تو بودے اے آفتاب
اے سورج! ہماری کمر تجھ سے گرم تھی

اے در آں ابرو یت ندیدہ کس گرہ
اے وہ کہ تیری ابرو پر کسی نے شکن نہیں دیکھی

اے دلت پیوستہ با دریائے غیب
اے وہ کہ تیرا دل ہمیشہ غیب کے دریا سے وابستہ تھا

یاد ناوردہ کہ از مالم چہ رفت
تو نے نہ سوچا کہ میرے مال میں سے کیا گیا

اے منِ صد ہمچوں منِ در ماہ و سال
اے وہ کہ میں اور مجھ جیسے سیکڑوں (ہم) ماہ اور سال میں

نقدِ ما و جنسِ ما و رختِ ما
ہماری نقدی اور ہماری جنس اور ہمارا سامان

چوں نکردی شکرِ آں اکرام و منّ
جبکہ تو نے اُس اکرام اور منّ کا شکریہ نہ ادا کیا

نے ز دستِ او رسیدت نعمتم
کیا میری نعمتیں اُسکے ہاتھ سے تیرے پاس نہیں پہنچیں

گشت گریاں زار و آمد در نشید
(زار زار) رونے لگا اور پڑھنے لگا

مُرتجا و غوثِ ابنائے السبیل
مسافروں کی امیدگاہ اور مدد!

اے چو رزقِ عام احسانِ برت
اے وہ کہ تیرا احسان اور بھلائی عام رزق کیطرح تھا

در خراج و خرج و در ایفائے دین
آمدنی اور خرچ میں اور قرض ادا کردینے میں

دادہ تحفہ سوئے دُوراں از مطر
دیئے، دُور والوں کو بارش کا تحفہ

رونقِ ہر قصر و گنجِ ہر خراب
تو ہر قصر کی رونق اور ہر ویرانہ کا خزانہ تھا

اے چو میکائیلؑ را دو رزق دہ
اے وہ کہ میکائیلؑ کیطرح سخی اور رزق دینے والا

اے بقافِ مکرمت عنقائے غیب
اے وہ کہ شرافت کے (کوہ) قاف میں غائب عنقا ہے

سقفِ قصرِ ہمتت ہرگز نکفت
تیری ہمت کے قبلے کی چھت میں کبھی شگاف نہ ہوا

مر ترا چوں نسل تو گشتہ عیال
تیرے لئے تیری نسل کی طرح اولاد بنگئے تھے

نامِ ما و فخرِ ما و بختِ ما
ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا نصیب

---

[1] گوید۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا جبکہ تو نے مجھ کا شکریہ ادا نہیں کیا تو گویا میرا بھی شکریہ ادا نہیں کیا۔ برکریمے۔ جس سخی کے ہاتھ سے میں نے تجھے روٹی دلائی تھی تو نے اسکا شکریہ ادا نہ کرکے اُس پر ظلم و ستم کیا ہے، یہ سب باتیں مددگار نے اُس پردیسی سے کہیں تاکہ وہ اپنے محسن محتسب کا شکریہ دعائے مغفرت کی صورت میں ادا کرے۔ ولی نعمت۔ محسن یعنی محتسب۔ نشید۔ اشعار نبیل۔ شریف۔ ابناء السبیل مسافرین۔

[2] اے۔ قبر کے پاس پہنچکر شکریہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں رزق پہنچانے کا تجھے فکر لگا رہتا تھا اور تیرا احسان اور نیکی اسی طرح عام تھا جس طرح تیرا دسترخوان عوام کیلئے کھلا ہوا تھا۔ عشیر۔ خاندان۔ خراج۔ آمدنی۔ اے سمندر ساحل پر موتی پھینکتا ہے اور دُور والوں کو بارش سے فیض پہنچاتا ہے۔ پشت۔ تو ہمارا پشت پناہ تھا۔ خراب۔ ویرانہ۔ اے در ابرویت۔ کبھی کسی کو دیکھکر تیری پیشانی پر گرہ نہ پڑتی تھی سب کو خوش آمدید کہتا تھا۔

[3] میکائیلؑ۔ حضرت میکائیلؑ مخلوق کو رزق پہنچانے پر مقرر ہیں۔ دریائے غیب۔ دریائے غیب کبھی منقطع نہیں ہوسکتا۔ عنقاء معمر پرندہ ہے۔ نکفت۔ از کفش بمعنی شگافتن۔ منِ میرا اور مجھ جیسے ہزاروں کا تو

این ہمہ از حق بُدد تو واسطہ
یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھا اور تو واسطہ تھا

درمیانِ ما و حق تو رابطہ
ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان تو رابطہ تھا

تو نمُردی ناز و بختِ ما بمُرد
تو نہیں مرا ہمارا ناز اور نصیب مر گیا

عیشِ ما و رزقِ مستوفا بمُرد
ہمارا عیش اور ہمارا پورا رزق مر گیا

واحد کالف در رزم و کرم
(تو) ایک ہزار کی طرح تھا شجاعت اور سخاوت میں

صد چو حاتم گاہِ ایثارِ نعم
نعمتیں صرف کرنے کے وقت سو حاتم کی طرح تھا

حاتم ار مُردہ بمُردہ میدہد
حاتم اگر بے جان (چیز) بے جان کو دیتا تھا

گرد گانہائے شمردہ میدہد
گنتی کے اخروٹ دیتا تھا

توحیاتے میدہی در ہر نفس
تو ہر سانس میں ایسی زندگی دیتا تھا

کز نفیسی می نگنجد در نفس
کہ جو خوبی سے بیان میں نہیں سماتی ہے

توحیاتے میدہی بس پائدار
تو بہت پائدار زندگی دیتا تھا

نقد زرِّ بے کساد و بے شمار
کھرا نقد بغیر کھوٹ کے اور بے شمار

وارثے[۹۲] نابودہ یک خوئے ترا
تیری ایک عادت کا کوئی وارث نہ بنا

اے فلک سجدہ کناں کوئے ترا
اے وہ کہ تیرے کوچہ کو آسمان سجدہ کرتا ہے

خلق را از گرگ غم لطفت شباں
مخلوق کیلئے غم کے بھیڑیے سے تیری مہربانی نگہبان تھی

چوں کلیم اللہ شبانِ مہرباں
جیسے کہ کلیم اللہ مہربان محافظ

گریختن گوسفندے از موسیٰ علیہ السلام و شفقت و مہربانی موسیٰ علیہ السلام بروے

ایک بکری کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھاگنا اور اُس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مہربانی اور شفقت

گوسفندے از کلیم اللہ گریخت
ایک بکری (حضرت) کلیم اللہ سے بھاگ گئی

پائے موسیٰ آبلہ شد نعل ریخت[۹۳]
(حضرت) موسیٰ کے پاؤں میں آبلہ ہو گیا اور تھک گئے

در پئے اُو تا بشب در جستجو
اُس کے پیچھے رات تک تلاش میں رہے

واں رمہ غائب شدہ از چشمِ او
وہ بکری اُن کی نگاہ سے غائب ہو گئی

گوسپند از ماندگی شد سست و ماند
بکری تکان سے سست ہو گئی اور رہ گئی

پس کلیم اللہ گرد از وے فشاند
تو کلیم اللہ نے اُس کی گرد جھاڑی

---

۹۲ تو نہیں آج صرف تو نہیں مرا بلکہ ہمارے سارے منافع مُردہ ہو گئے۔ فائدہ تو ایک نہ تھا بلکہ مزم و بزم میں ہزار کے قائم مقام تھا اور انعام دیتے وقت سیکڑوں حاتموں کی طرح تھا حاتم۔ حاتم صرف دنیاوی حقیر نعمتیں عطا کرتا تھا جو فانی تھیں۔ تو حیاتے۔ تیری عطا زندگی ہے اور پائیدار ہے یعنی روحانی عطیات اور ظاہری عطیات بھی کھرے اور بے شمار ہیں۔

۹۲ وارثے۔ تیری ان فضیلتوں میں تیرا کوئی قائم مقام نہیں ہے۔ خلق مخلوق کو رنج و غم سے تو ایسا ہی محفوظ رکھتا تھا جس طرح حضرت موسیٰؑ اپنی بکریوں کے محافظ اور مہربان تھے۔ گریختن۔ اب حضرت موسیٰؑ کے اس قصے سے اگلی بکریوں کی حفاظت اور اُن پر شفقت کا بیان مقصود ہے۔

۹۳ نعل ریخت۔ نعل ریختن۔ گھوڑے کا دوڑنے سے عاجز آجانا۔ واں رمہ۔ جس گلہ کی وہ بکری تھی اُس گلہ سے حضرت موسیٰؑ بہت دور ہو گئے۔ گوسپند رے۔ بکری بھاگتے بھاگتے تھک کر گر گئی حضرت موسیٰؑ نے اُس کے پاس پہنچ کر اُس کی گرد جھاڑی اور ماں کی طرح اُس پر شفقت سے ہاتھ پھیرنے لگے۔

کف ہمی مالید بر پشت و سرش
اُس کی کمر اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے

می نوازش کرد ہمچو مادرش
ماں کی طرح اُس پر مہربانی کرتے تھے

نیم[1] ذرّہ تیرگی و خشم نے
آدھا ذرّہ کدورت اور غصہ نہ تھا

غیر مہر و رحم و آب چشم نے
سوائے مہربانی اور رحم اور آنسو کے (کچھ) نہ تھا

گفت گیرم بر منت رحمے نبود
فرمایا میں نے مانا تجھ پر رحم نہ آیا

طبع تو بر خود چرا ستم نمود
تیری طبیعت نے اپنے اوپر کیوں ظلم کیا؟

با ملائک گفت یزداں آں زماں
خدا تعالیٰ نے اُسوقت فرشتوں سے فرمایا

کہ نبوّت را ہمی زیبد فلاں
کہ فلاں نبوت کے لائق ہے

مُصطفےٰ فرمود خود کہ ہر نبی
خود (حضرت) مصطفیٰؐ نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے

کرد چوپانیش بر[2] نایا صبی
جوانی یا بچپن میں بکریاں چرائی ہیں

بے شبانی کردن و آں امتحاں
چرواہا پن اور اس آزمائش کے بغیر

حق نداد ش پیشوائی جہاں
حق (تعالیٰ) نے اسکو دنیا کی پیشوائی نہیں دی

تا شود پیدا وقار و صبر شاں
تاکہ اُن کا وقار اور صبر ظاہر ہو جائے

کرد شاں پیش از نبوّت حق شبال
اللہ (تعالیٰ) نے انکو نبوت سے پہلے چرواہا بنایا ہے

گفت سائل ہم تو نیز اے پہلواں
ایک سوال کرنیوالے نے کہا آپ بھی اے سردار!

گفت من ہم بودہ ام دہر ے شبال
فرمایا میں بھی ایک زمانہ تک چرواہا رہا ہوں

ہر[3] امیرے کو شبانی بشر
ہر حاکم جو انسانوں کا چرواہا ہے

آنچناں آرد کہ باشد مو تمر
اس طرح کرے جیسا کہ حکم ہوا ہے

حلم موسیٰ وار اندر رعی خود
اپنے چرواہے پن میں حضرت موسیٰؑ کی بردباری کیطرح

او بجا آرد بتدبیر و خرد
وہ تدبیر اور عقل سے بجالائے

لاجرم حقش دہد چوپانیے
لامحالہ (اللہ تعالیٰ) اسکو چوپانی عطا فرمادے گا

بر فرازِ چرخِ مہ روحانیے
روحانی چاند کے آسمان کی بلندی پر

آنچنانکہ انبیا را زیں رعا
جس طرح انبیاء کو اس چرواہے پن سے

بر کشید و داد رعی اصفیا
بلند کردیا اور برگزیدہ لوگوں کی چوپانی دیدی

خواجہ بارے تو دریں چوپانیت
اے خواجہ! البتہ تو نے اسی چوپانی میں

کردی آنچہ کو رگردد شانیت
وہ کیا جس سے تیرا دشمن اندھا ہو جائے

---

[1] نیم۔ بکری کی اس حرکت سے انھیں ذرہ برابر غصہ نہ آیا اور انکی دماندگی پر آنسو بہانے لگے۔ گفت۔ اور فرمانے لگے کہ اگر تجھے میرے بھاگنے دوڑنے پر رحم نہ آیا تو نہ سہی تو نے اپنے اوپر بھی رحم نہ کیا۔ یا ملائک۔ حضرت موسیٰؑ کی یہ باتیں سنکر حضرت حق تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ موسیٰؑ جیسا بردبار نبوت کے لائق ہے۔ مصطفیٰؐ۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔

[2] بر۔ نوجوان۔ بے شبانی۔ بکری چرانے والے میں بہت ہی حلم اور بردباری پیدا ہو جاتی ہے، بکری گلہ سے ادھر اُدھر بہت بھاگتی ہے اور اس پر غصہ بھی نہیں اتارا جا سکتا معمولی چوٹ سے مر جاتی ہے۔ گفت جب حضورؐ سے یہ فرمایا کہ ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ نے بھی چرائی ہوں گی تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے بھی مکہ والوں کی بکریاں چرائی ہیں۔

[3] ہر امیرے۔ مولانا فرماتے ہیں جو حضرت موسیٰؑ کی طرح مخلوقِ خدا کی چوپانی کریگا اور اپنی تدبیر اور عقل سے انکی دیکھ بھال کریگا۔ لاجرم اللہ تعالیٰ اسکو لامحالہ چوپانی کا روحانی مقام عنایت فرما دیتا ہے۔ آنچناں جسطرح انبیاء کو اسی چوپانی سے منصب نبوت حاصل ہوا ہے۔ خواجہ۔ مسافر

دائمم[1] آنجا در مکافات ایزدت
میں جانتا ہوں کہ بدلہ میں اس جگہ تجھے خدا

سروری جاودانہ بخشدت
ہمیشہ کی سرداری عنایت کردے گا

برامیدِ کف چوں دریای تو
تیرے دریا جیسی ہتھیلی کی امید پر

بر وظیفہ دادن و ایفائے تو
تیرے وظیفہ دینے اور (وعدے کا) ایفا کرنے پر

دام کردم نُہ ہزار از زر گزاف
میں نے نو ہزار اشرفیاں بے اعتنائی سے قرض کر لیں

تو کجائی تا کہ صد چنداں کرم
تو کہاں ہے؟ تاکہ سَو گنا کرم

تو کجائی تا دو صد لُطف و عطا
تو کہاں ہے؟ تاکہ دو سو مہربانیاں اور عطا

تو کجائی تا کہ خنداں چوں چمن
تو کہاں ہے؟ تاکہ چمن کی طرح مسکراتا ہوا

تو کجائی تا مرا خنداں کُنی
تو کہاں ہے؟ تاکہ مجھے ہنسا دے

تو کجائی تا بری در مخزنم
تو کہاں ہے؟ تاکہ مجھے خزانے میں لیجائے

من ہمی گویم بس و تو مفضلم
میں کہوں بس، اور تو بڑا مہربان مجھ سے

چوں ہمی گنجد جہانے زیر طیں
جنت کے نیچے ایک عالم کیسے سماتا ہے؟

حاش للہ تو برونی زیں جہاں
حاش للہ، تو اس دنیا کے باہر ہے

در ہوائے غیب مُرغے می پرد
غیب کی فضا میں ایک پرند اُڑ رہا ہے

جسم سایہ سایۂ سایہ دلست[2]
جسم دل کے سائے کے سائے کا سایہ ہے

[1] دائم۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے تجھے بھی دائمی سرداری بخشی ہے۔ برآمید اس پردیسی نے کہا میں نے تیری عطا کے بھروسے پر قرضے لیتے میں بے پروائی برتی اور نو ہزار قرض کر لیا اب تو کہاں ہے کہ میرے کمتر یقین کو صاف کر دے۔ تو کجائی اب تو کہاں ہے کہ مجھے نعمتیں عطا کرے۔ تا دو صد۔ اب اُسکی موت کی حسرت کیساتھ اپنی مُردہ تمناؤں کا ذکر کرتا ہے گویم۔ تو مجھ سے کہے کہ اپنے قرض کے ڈھونگ مجھ سے لیجا۔

[2] خداوندان۔ آقا لوگ۔ مخزن۔ خزانہ۔ من ہی گویم میں کہوں کہ یہ عطا میرے لئے کافی ہے اور تو کہے کہ میری خاطر اور لے بمفضل۔ بہت احسان کرنیوالا۔ چمن۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تجھ جیسا آسمان زمین میں کیسے سما گیا۔ حاش۔ اب کہتا ہے یہ میری غلطی ہے کہ میں تجھے زیر زمین سمجھ رہا ہوں تو زندگی میں بھی علیٰ علیین میں تھا اور اب بھی وہاں ہی ہے۔ در ہوا۔ تو دراصل روح تھا جو علیا علیٰ کی چیز ہے اور جسم جو زمین پر ہے بمنزلہ اُس کے سایہ کے ہے۔

[3] دلست۔ جسم کو سایہ قرار دیا اب اس سایہ کی حقیقت بتاتے ہیں کہ قلب روح ہے اور روح کی دو قسمیں ہیں ایک روح سراجی جو روح اعظم ہے اور وہ تمام ارواح کا منبع ہے دوسری روح زجاجی جو ہر شخص میں جدا ہے اور اسکا تعلق ہر شخص سے روح حیوانی کے ذریعہ ہے تو

مُردہ خفتہ[1] رُوحِ اُو چوں آفتاب
انسان سویا ہوا ہے اُسکی رُوح سورج کیطرح ہے

جاں نہاں اندر خلا ہمچوں سجاف
رُوح، خلا میں گوٹ کی طرح تھی ہے

رُوح چوں مِن اَمرِ ربّی مختفی ست
رُوح چونکہ تیرے رب کے امر میں سے ہے پوشیدہ ہے

اے عجب کُو لعلِ شکر بارِ تُو
ہائے تعجب، وہ تیرا شکر برسانیوالا لعل کہاں ہے؟

اے عجب کُو آں عقیقِ قند خا
ہائے تعجب، وہ شکر چبانیوالا عقیق کہاں ہے؟

اے عجب کُو آں دمِ چوں ذوالفقار
ہائے تعجب، وہ ذوالفقار جیسا کلام کہاں ہے؟

چند ہمچو فاختہ کاشانہ جُو[2]
گھونسلے ڈھونڈنے والی فاختہ کی طرح کب تک

کُو ہمانجا کہ صفاتِ رحمت ست[3]
کہاں ہے؟ وہاں جہاں رحمت کی صفات ہیں

کُو ہمانجا کہ دل واندیشہ اَش
کہاں ہے؟ اُس جگہ ہے کہ دل اور اُسکا خیال

کُو ہمانجا کہ اُمیدِ مرد و زن
کہاں ہے؟ وہاں ہے کہ جہاں مرد و زن کی امید

کُو ہمانجا کہ بوقتِ علتے
کہاں ہے؟ وہاں ہے کہ بیماری کے وقت

آں طرف کہ بہرِ دفعِ زشتیے
اُس طرف کہ برائی کے دفعیہ کے لئے

آں طرف کہ دل اِشارت میکند
اُس جانب کہ دل اشارہ کیا کرتا ہے

دَر فلک تابان و تن دَر جامہ خواب
آسمان میں چمکتی ہوئی اور جسم بستر میں ہے

تن تقلب می کُند زیرِ لحاف
جسم، لحاف کے نیچے کروٹیں بدل رہا ہے

ہر مثالے کہ بگویم مُنتفی ست
میں جو مثال بھی کہوں وہ جداگانہ ہے

واں جوابات خوش و اَسرارِ تُو
وہ تیرے بھلے جواب اور اسرار کہاں ہیں؟

آں کلیدِ قفلِ مُشکلہائے ما
وہ ہماری مشکلوں کی کنجی (کہاں ہے)؟

آنکہ کردے عقلہا را بیقرار
وہ جو عقلوں کو بے قرار کردیتا تھا

کُو کُو کُو کُو کُو کُو کُو کُو
کوکو اور کوکو اور کوکو

قدرت ست و نُزہت ست و فطنت ست
قدرت ہے اور پاکیزگی ہے اور سمجھ ہے

دائم آنجا بُد چو شیر و بیشہ اَش
ہمیشہ وہاں تھا شیر اور اُسکی کچھار کی طرح

میرود در وقتِ اندوہ و حَزن
رنج اور غم کے وقت جاتی ہے

چشم پُر در اُمیدِ صحتے[4]
صحت کی امید پر آنکھ اٹھتی ہے

باد جُوئی بہرِ کشت و کشتیے
کھیتی اور کشتی کیلئے تو ہوا کو تلاش کرتا ہے

چوں زباں یا ہُو عبارت میکُند
جب زبان "یا ہُو" کہتی ہے

---

[1] مُردہ خفتہ: نیند کی حالت میں جسم لحاف میں سویا ہوا ہوتا ہے اور رُوح عالمِ امر[2] میں درخشاں ہے۔ رُوح۔ رُوح کو قرآن نے امرِ رب کہکر مخفی رکھا ہے تو وہ کسی مثال کے ذریعہ بھی نہیں سمجھائی جاسکتی۔ آنے عجب۔ اب پھر مُحتسب کے فضائل کا ذکر ہے۔ عقیقِ قند خا یعنی شیریں کلام ہونٹ کلید یعنی زبان۔ دم یعنی کلام۔ آنکہ۔ اس قدر فصیح کلام تھا کہ عقلاء اُس کی فصاحت و بلاغت سے حیران ہوجاتے تھے۔ چند۔ فاختہ کی کو کو بھی کیا کہا ہے یعنی فاختہ اپنے گھونسلے کی تلاش میں کہتی ہے کہ وہ کہاں ہے۔

[2] کو۔ تو کہتا ہے کہ مُحتسب کہاں ہے تو سُن لے کہ وہ اسی جگہ ہے جہاں حق تعالیٰ کی صفات ہیں یعنی اُس کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے۔ کہ دل۔ یعنی مُحتسب اُس جگہ ہے جہاں اُسکا خیال اسی طرح نگار رہتا تھا جیسا کہ شیر کا خیال اپنی کچھار پر یعنی دربارِ خداوندی پر۔

[3] امید۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ آں طرف۔ جس وقت ہوا کے رُک جانے سے کھیتی اور کشتی کو نقصان پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ دل اشارہ جب ذکر کرنیوالا یا ہُو کا ذکر کرتا ہے تو قلب اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اَو[51] مع اللّٰہست بے کو کو ہمے
وہ بغیر کو کو کے اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ ہے

کاش جولاہانہ ما کو گفتمے
کاش ہم جولاہوں کی طرح ماکو کہتے

عقلِ ما کو تا بہ بیند غرب و شرق
ہماری عقل کہاں ہے تاکہ غرب اور شرق کو دیکھے

رُو ھہا را می زند صد گونہ برق
سیکڑوں قسم کی روشنیاں روحوں پر پڑ رہی ہیں

جزر و مدّش بُد بہ بحرے در نہید
جھاگ میں رہتے ہوئے اسکے گھٹاؤ بڑھاؤ تھا

مُنتہی شد جزر و باقی ماند مَد
گھٹاؤ ختم ہوگیا، بڑھاؤ باقی رہ گیا

نہ ہزار[52] م وام و مَن بیدست رئس
میرا پر نو ہزار قرض اور میں بے دسترس ہوں

ہست صد دینار ازیں توزیع و بس
اس چندے سے سَو دینار ہیں اور بس

حق کشیدت ماندہ ام در کشمکش
اللہ (تعالیٰ) نے تجھے کھینچ لیا میں کشمکش میں رہ گیا

میروم نومید اے خاکِ تو خوش
اے پاک تربت (تیرے مزار سے) میں ناامید ہو کر جاتا ہوں

ہمتے میدار در پُر حسرتت
کچھ توجہ ڈال، اپنے حسرت بھرے پر

اے ہمایوں رُوی و دست و ہمتت
اے کہ تیرا چہرہ اور ہاتھ اور توجہ مبارک ہے

آمدم بر چشمۂ اصلِ عیوں
میں چشموں کی جڑ، چشمہ پر آیا

یافتم در روئے بجای آب خوں
میں نے اس میں پانی کی جگہ خون پایا

چرخ آں چرخ ست و تاب آں تاب نیست
آسمان وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں ہے

جُوی آں جُویست آب آں آب نیست
نہر وہی نہر ہے، پانی وہ پانی نہیں ہے

محسناں[53] ہستند کو آں مُستطاب
احسان کرنے والے ہیں؟ وہ پاکیزہ کہاں ہے؟

اختراں ہستند کو آں آفتاب
ستارے ہیں وہ سورج کہاں ہے؟

تو شدی سُوئے خدا اے محترم
اے محترم! تو خدا کے پاس چلا گیا

پس بسُوئے حق رَوم من نیز ہم
تو میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں

مجمع و پائے عَلَم مَأوَی الفُرُوں
جمع ہونے کی جگہ اور جھنڈے کا سایہ اور زبانوں کا ملجا

ہست حق کُلٌّ[54] لَدَینَا مُحضَرُون
اللہ (تعالیٰ) ہے، ہر چیز ہمارے پاس حاضر ہے

نقشہا گر بے خبر گر باخبر
نقش خواہ بے خبر ہوں یا باخبر

در کفِ نقاش باشد مُختصر
نقاش کے ہاتھ میں حاضر ہوتے ہیں

---

[51] اَو — اسکو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے اور بغیر کو کے ہے یعنی اسکے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ مقام لامکانی ہے۔ کاش۔ ہمیں آن کو انکے بجائے ما کو کہنا چاہئے کیونکہ ہم مکانی ہیں۔ ماکو۔ اسکے دو معنی ہیں ایک یہ "ہم کہاں ہیں" دوسرے جولاہوں کی نالی جس میں وہ لپٹا ہوا دھاگا رکھتا نے میں بانا بنتے ہیں۔ عقل۔ اگر ہمیں عقل ہو تو ہم دیکھ سکتے ہیں کہ مشرق و مغرب میں اہل اللہ کی روحوں میں سیکڑوں قسم کی تجلیاں وارد ہو رہی ہیں۔ جزر۔ اہل اللہ کی روح کو فنا کے بعد تو معیت حق حاصل ہو ہی جاتی ہے زندگی میں جبکہ روح جسم کے جھاگ میں تھی اسمیں قربِ الٰہی کے اعتبار سے گھٹاؤ بڑھاؤ تھا جب وفات ہو جاتی ہے تو گھٹاؤ ختم ہو جاتا ہے اور بڑھاؤ ہی رہتا ہے۔

[52] ہزار۔ اس مقروض نے کہا مجھ پر نو ہزار قرضہ ہے جو میری دسترس سے باہر ہے اسلئے کہ اس چندہ میں بھی سَو دینار ملے ہیں۔ حق کشیدت۔ اللہ نے تجھے عالم بالا کی جانب کھینچ لیا میں اب کشمکش میں ہوں اور واپس جا رہا ہوں ہمتے۔ اب کچھ روحانی توجہ ڈالدے۔ تجلّیٔ آب۔ اشرفیاں تو نہیں رنج و غم حاصل ہوا۔ چرخ۔ آسمان و زمین وہی ہے لیکن تیرے مرنے سے اب اسمیں رونق اور تھاؤ

[53] محسناں — دنیا میں احسان کرنیوالے ہیں لیکن تجھ سا کہاں ہے تو سورج تھا دوسرے ستارے ہیں۔ تو شدی۔ تو خدا کے پاس پہنچ گیا اب میں بھی پہنچتا ہوں۔ مجمع۔ کُلٌّ لَدَینَا مُحضَرُون سب ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہیں یعنی سب کو خدا کی طرف لوٹنا ہے۔ پائے علم۔ لشکر کے لوگ جھنڈے کے پاس ہو

دَمبدم[۵۱] در صفحۂ اندیشہ شاں — ثبت و محوے میکند آں بے نشاں

ہر وقت اُن کے فکر کے صفحہ پر — وہ بے نشان قایم اور محو کرتا ہے

خشم می آرد رضا را می برد — بخل می آرد سخا را می برد

غصہ کو لاتا ہے، رضامندی کو لیجاتا ہے — بخل لاتا ہے، سخاوت کو لے جاتا ہے

گہہ برد حقد و صفا آرد همی — بدرود عجز و عطا کارد همی

کبھی کینہ کو لیجاتا ہے اور خلوص کو لاتا ہے — عجز کو کاٹتا ہے بخشش کو بوتا ہے

نیم لحظہ مُدرکا تم شام و غدو — ہیچ خالی نیست زیں اثبات و محو

میری التماس کرنیوالی قوتیں شام اور صبح آدھے لمحہ کیلئے — کبھی اِس اثبات اور محو سے خالی نہیں ہیں

کوزہ گر با کوزہ باشد کارساز — کوزہ از خود کے شود پہن و دراز

کمہار کوزہ بناتا ہے — کوزہ از خود کب چوڑا اور لمبا ہوتا ہے؟

چوب در دستِ درو گر مُعتکِف — ورنہ چوں گردد بُریدہ مؤتلِف

کڑھی بڑھئی کے ہاتھ میں قائم ہوتی ہے — ورنہ منقطع اور مرکب کب ہے؟

جامہ[۵۲] اندر دستِ خیاطے بُود — ورنہ از خود چوں بدوزد یا درد

کپڑا درزی کے ہاتھ میں ہوتا ہے — ورنہ از خود کب سلتا یا پھٹتا ہے؟

مَشک با سقا بُود اے مُنتہی — ورنہ از خود چوں شود پُر یا تہی

اے مُنتہی! مشک سقے کے ساتھ ہوتی ہے — ورنہ از خود کب پُر یا خالی ہوتی ہے؟

ہر دَمے پُر می شوی تی می شوی — پس بداں کہ در کفِ صُنعِ وئی

تو ہر وقت پُر ہوتا ہے، خالی ہوتا ہے — تو جان لے کہ تو اسکی کاریگری کے ہاتھ میں ہے

چشم بند از چشم دوزے کے رود — صنع از صانع چساں شیدا شود

بنا آنکھ، آنکھ پیدا کرنے والے سے کہاں جا سکتی ہے — مصنوع، صانع سے کب آوارہ ہو سکتا ہے؟

چشم[۵۳] داری تو بچشمِ خود نگر — منگر از چشمِ سفیہِ بے خبر

تو آنکھ رکھتا ہے اپنی آنکھ سے دیکھ لے — بیوقوف بے خبر کی آنکھ سے نہ دیکھ

گوش داری تو بگوشِ خود شنو — گوشِ گولاں را چرا باشی گرو

تو کان رکھتا ہے اپنے کان سے سُن — تو احمقوں کے کان کا کیوں پابند ہوتا ہے؟

بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کُن — ہم برائے عقلِ خود اندیشہ کن

بغیر تقلید کے نظر کرنے کا پیشہ بنالے — اپنی عقل کی رائے سے بھی سوچ

---

۵۱ دَمبدم۔ اُسکا تصرف ہے کہ انسان کے دل میں ہر وقت خیالات آتے جاتے ہیں۔ خشم۔ کسی وقت وہ انسان میں غصہ پیدا فرماتا ہے کبھی خوشی کبھی بخل پیدا کرتا ہے کبھی سخاوت، یہ سب اُسکا تصرف ہے۔ کینہ اور خلوص کم ہمتی اور عطا کی ہمت سب اُس کے تصرفات ہیں۔ نیم لحظہ۔ کسی وقت بھی انسان اُسکے تصرف سے باہر نہیں ہے۔

۵۲ کوزہ۔ مصنوع، صانع کے تصرف میں ہے۔ چوب۔ لکڑی بڑھئی کے تصرف میں ہے۔

۵۲ جامہ۔ کپڑا درزی کے تصرف میں ہے، وہ خود نہ سلتا ہے نہ پھٹتا ہے۔ مشک۔ مشک پر سقے کا تصرف ہے ہر دے۔ انسان بھی کبھی خیالات سے پُر اور کبھی خالی ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ صانع کے تصرف میں ہے۔ تی مُنتہی۔ تہی یعنی خالی۔

۵۳ چشم داری۔ صانع کی صنعت کو تو خود اپنی چشم بصیرت سے دیکھ اُس آنکھ سے نہ دیکھ جس کے پاس نہ دلائل عقلیہ ہوں نہ دلائل نقلیہ۔ گوش داری۔ تجھے خدا نے کان دیئے ہیں تو اُن سے سُن دوسروں کی سُنی سنائی بات پر بھروسہ نہ کر بے ز تقلید۔ اور تحقیقی نظر ڈال تقلیدی نظر کافی نہیں ہے۔

بشنو[1] از من یک حکایت در نظیر — تا شوی از سرّ گفت من خبیر

مثال میں مجھ سے ایک قصہ سن لے — تاکہ تو میری بات کے مآل سے واقف ہو جائے

دیدن خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ در سیران در موکب خود اسپے

خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سفر میں اپنے جلوس میں ایک نادر گھوڑے

بس نادر و تعلق دل شاہ بخوبی و حسن و چستی آں اسپ و

کو دیکھنا اور شاہ کے دل کا اس گھوڑے کی چستی اور حسن اور خوبی سے تعلق اور

سرد کردن عماد الملک آں اسپ را در دل شاہ گزیدن

عماد الملک کا شاہ کے دل میں اس گھوڑے کو بے وقعت کر دینا اور

شاہ گفتِ او را بر دیدۂ خویش چنانکہ حکیم سنائی

شاہ کا اس کی بات کو اپنے مشاہدہ پر اختیار کر لینا، جیسا کہ حکیم سنائی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در الٰہی[2] نامہ می فرماید

رحمۃ اللہ علیہ الٰہی نامہ میں فرماتے ہیں

چوں زبان حسد شود نخاس — یوسفے باشی از گزر کرباس

جب حسد کی زبان دلال ہو — ایک کوڑے کے عوض تو یوسف کو حاصل کر لیگا

از دلالی برادران[3] یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام حسودانہ

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کی حاسدانہ دلالی کی وجہ سے

در دل مشتریاں آں چنداں حسن پوشیدہ شدۂ زشت

خریداروں کے دل میں اس قدر زیادہ حسن چھپ کر بُرا

نمودن گرفت وَکَانُوا فِیْہِ مِنَ الزَّاھِدِیْنَ

نظر آنے لگا اور وہ اس میں بے رغبت تھے

بود امیرے را یکے اسپ گزیں — در گلۂ سلطاں نبودش یک قریں

ایک سردار کا ایک منتخب گھوڑا تھا — بادشاہ کے گلہ میں اسکے جوڑ کا کوئی نہ تھا

او سوارہ گشت در موکب پگاہ — ناگہاں دید اسپ را خوارزم شاہ

وہ صبح کو جلوس میں سوار ہوا — خوارزم شاہ نے اچانک گھوڑا دیکھ لیا

چشم شہ را فر و رنگ او ربود — تا برجعت چشم شہ بر اسپ بود

شاہ کی نظر کو اسکی شان اور رنگت نے اچک لیا — شاہ کی نظر واپسی تک گھوڑے پر تھی

[1] بشنو۔ اب تو ایک قصہ سن لے تاکہ تحقیق اور تقلید کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لے۔ دیدن۔ خوارزم شاہ نے گھوڑے کو تقلیدی نظر سے دیکھا فوراً عماد الملک کے کہنے سے اس کا خیال بدل گیا اگر تحقیق کی نظر سے کام لیتا تو گھوڑے سے محروم نہ رہتا۔ حکیم سنائی۔ مشہور صوفی شاعر گزرے ہیں

[2] الٰہی نامہ۔ حکیم سنائی کی مشہور کتاب ہے۔ چوں۔ یہ شعر الٰہی نامہ کا ہے اگر بردہ فروش دلال کی زبان حاسد ہو تو غلام بے وقعت ہو جاتا ہے اور معمولی قیمت میں فروخت ہو جاتا ہے حضرت یوسف جیسے غلام کی قیمت بھی ایک گز کپڑا ہو جاتی ہے۔

[3] برادراں۔ حضرت یوسف کے بھائی چونکہ حاسد تھے اس لیے خریداران کے خریدنے کے زیادہ شائق نہ بنے۔ بود۔ ایک سردار کا اس قدر منتخب گھوڑا تھا کہ اس جیسا گھوڑا بادشاہ کے پاس بھی نہ تھا۔ موکب۔ شاہی جلوس چشم۔ بادشاہ اس کو واپسی تک ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔

بر ہر آں عضوے کہ افگندے نظر
وہ اُس کے جس عضو پر نظر ڈالتا

ہر یکش خوشتر نمودے زاں دگر
ہر ایک دوسرے سے زیادہ اچھا نظر آتا

غیر چستی و کشی و روحنت
چستی اور غبی اور سبکروی کے علاوہ

حق برو افگندہ بُد نادر صفت
اللہ تعالیٰ نے اُس میں نادر صفتیں رکھی تھیں

پس تجسس کرد عقلِ بادشاہ
پھر بادشاہ کی عقل نے تفتیل کی

کایں چہ باشد کو زند بر عقل راہ
کہ یہ کیا چیز ہے؟ جو عقل کا راستہ روکتی ہے

چشم من پُر ست و سیر ست و غنی
میری آنکھ پُر اور سیر اور بے نیاز ہے

از دو صد خورشید دارد روشنی
دو سو سورجوں کی روشنی رکھتی ہے

اے رُخِ شاہاں بر من بیذقے
اے (مخاطب)! شاہوں کا رُخ میرے لئے پیادہ ہے

نیم اسپم در رُباید بے حقے
مجھے آدھا اسپ (گھوڑا) گھوڑا خواہ مخواہ فریفتہ کرتا ہے

جادوئی[۵۲] کرد ست جادو آفریں
جادو پیدا کرنے والے نے، جادو کیا ہے

جذبہ باشد آں نہ خاصیاتِ ایں
وہ کشش اُسکی ہے، نہ اِس کی خصوصیت

فاتحہ خواند و بسے لاحول کرد
اُس نے فاتحہ اور بہت لاحول پڑھی

فاتحہ اُش در سینہ می افزود درد
فاتحہ اُس کے سینے میں درد بڑھاتی تھی

زانکہ اُو را فاتحہ خود می کشید
کیونکہ اُس کو فاتحہ خود کھینچ رہی تھی

فاتحہ در جزو و دفع آمد وحید
فاتحہ کشش اور دفعیہ میں یکتا ہے

گر نماید غیر، ہم تنبیہِ اُوست
اگر وہ غیر کو دکھاتا ہے تو وہ اُس کا منع کرنا ہے

ور رود غیر از نظر تنبیہِ اُوست
اور اگر غیر نظر سے گرے تو اُس کی تنبیہ ہے

پس[۵۳] یقیں گشتش کہ جذبہ آں سر ست
تو اُسکو یقین ہوگیا کہ اُس جانب سے کشش ہے

کارِ حق ہر لحظہ نادر آوریست
اللہ (تعالیٰ) کا کام ہر وقت نادر کو پیدا کرنا ہے

اسپِ سنگیں، گاوِ سنگیں زا بتلا
پتھر کا گھوڑا، پتھر کا بیل، ابتلاء کی وجہ سے

می شود مسجود از مکرِ خدا
خدا کی تدبیر سے مسجود بنجاتا ہے

پیشِ کافر نیست بُت را شانیے
کافر کے سامنے بُت کا کوئی شان نہیں ہے

نیست بُت را فر و نے رُوحانیے
بُت میں شان ہے اور نہ روحانیت ہے

---

۵۲ غیر۔ گھوڑے میں چستی اور غبی اور سبکروی کے علاوہ اور بھی صفات تھیں۔ نادر صفت۔ اِس لفظ کا سبکروی ترجمہ ہم نے دوسروں کی پیروی میں کیا ہے، اصل لفظ سے اِسکے کوئی معنی واضح نہیں ہوتے۔ پس شاہ کو حیرانی ہوئی کہ یہ گھوڑا کیسا ہے کہ اُس نے غیر کو بنا دیا ہے۔ چشم من۔ میں سیر چشم ہوں اور بے نیاز ہوں میری آنکھ میں دو سو سورجوں کی روشنی ہے۔ رُخ۔ شطرنج کا معزز مہرہ ہے۔ بیذق۔ پیادہ شطرنج کا معمولی مہرہ ہے۔ نیم اسپم۔ لیکن ان باتوں کے باوجود ایک گھوڑے نے میری عقل کو حیران کر دیا ہے۔

۵۲ جادو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی سمکاری ہے اور اُس کی یہ کشش ہے، گھوڑے کی یہ کشش نہیں ہے۔ فاتحہ۔ گھوڑے کے خیال کو دور کرنے کے لئے اُس نے سورۃ فاتحہ اور لاحول پڑھنی شروع کی لیکن فاتحہ نے بھی اُس کے درد میں اور اضافہ کر دیا۔ زانکہ اُس کے درد میں اِسلئے اضافہ ہوا کہ یہ کشش فاتحہ والے کی تھی اور وہ کشش میں یکتا ہے فاتحہ۔ یعنی فاتحہ کا رب اللہ تعالیٰ۔ گر نماید۔ اگر اللہ تعالیٰ غیر کو حسین کر کے دکھا دیتا ہے تو یہ اُسکا منع کرنا ہے اور اگر غیر کو وہ بُرا کر کے دکھا دیتا ہے تو یہ اُس کی طرف سے تنبیہ ہوتی ہے۔

۵۳ پس۔ تو اب شاہ کو یقین ہوگیا کہ گھوڑے کی جانب یہ کشش منجانب اللہ ہے۔ اسپِ سنگین۔ اللہ تعالیٰ جب کسی اپنے غیر کو حسین بناتا ہے تو اُسکی یہ صورت ہوتی ہے کہ انسان گھوڑے اور بیل کے بُت کو پوجنے لگتا ہے۔ ثانیہ۔ وہ کافر اُس بُت کو عدیم المثال سمجھنے لگتا ہے حالانکہ نہ وہ جاندار ہے نہ اُسمیں کوئی شان و شوکت ہے۔

چیست[۵۱] آن جاذب نہاں اندر نہاں
مخفی در مخفی وہ کھینچنے والا کیا ہے؟

عقل محجوبست وجاں ہم زیں کمیں
اس مخفی سے عقل بھی پردے میں ہے اور جان بھی

چونکہ خوارم شہ زسیراں بازگشت
جب خوارزم شاہ سیر سے لوٹا

پس بسر ہنگاں بفرمود آں زماں
پھر اسی وقت سپاہیوں کو حکم دیا

ہمچو آتش[۵۲] در رسیدند آں گروہ
وہ لوگ آگ کی طرح پہنچ گئے

جانش از درد و عبیں تا لب رسید
اسکی جان درد اور ٹوٹے سے ہونٹ تک آگئی

کہ عماد الملک بد پائے علم
کیونکہ عماد الملک جھنڈے کا پایہ تھا

محترم تر خود نہ بد زو سروے
کوئی سردار اس سے زیادہ محترم نہ تھا

بے طمع بود و اصیل[۵۳] و پارسا
بے طمع اور اصیل اور نیک تھا

بس ہمایوں رائے و با تدبیر و داد
بہت مبارک رائے اور مدبر اور منصف

ہم ببذل جاں سخی و ہم بمال
جان کے خرچ میں بھی سخی اور مال میں بھی

در امیری او غریب و محتبس
وہ امارت میں غریب اور پابند تھا

بود ہر محتاج را ہمچوں پدر
وہ ہر محتاج کے لئے باپ جیسا تھا

در جہاں تا بندہ از دیگر جہاں
دنیا میں دوسرے جہاں سے چمکنے والا

من نمی بینم تو می تانی ببیں
میں نہیں دیکھتا ہوں اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ لے

با خواص ملک خود ہمراز گشت
اپنے ملک کے خواص سے ہمراز ہوا

تا بیارند اسپ رازاں خاندان
کہ اس خاندان سے گھوڑا لے آئیں

ہمچو شیے گشت امیر ہمچو کوہ
پہاڑ جیسا سردار اون جیسا ہوگیا

جز عماد الملک زنہارے ندید
اس نے عماد الملک کے سوا پناہ نہ دیکھی

بہر ہر مظلوم و ہر مغبون غم
ہر مظلوم اور ہر غم کے مارے کا

پیش سلطاں بود چوں پیغمبرے
وہ سلطان کے نزدیک پیغمبر جیسا تھا

رائض و شب خیز و حاتم در سخا
ریاضت کرنیوالا اور شب بیدار اور سخاوت میں حاتم تھا

آزمودہ رائے او در ہر مراد
وہ ہر مقصد میں آزمودہ رائے تھا

طالب خورشید غیب او چوں ہلال
وہ ابتدائی راتوں کے چاند کیطرح غیب کے سورج کا طالب تھا

در صفات فقر و خلت ملتبس
فقر اور خلت کے صفات سے وابستہ تھا

پیش سلطاں شافع و دفع ضرر
وہ بادشاہ کے سامنے سفارشی اور ضرر کو دفع کرنیوالا تھا

---

۵۱ چیست۔ یہ انسان کے لئے کشش والی کیا چیز ہے جو مخفی در مخفی ہے؟ اور عالم غیب سے اس عالم میں آکر انسان کو متاثر کرتی ہے عقل اسکو نہ عقل سمجھ سکتی ہے نہ روح، وہ قدر کا راز ہے جسپر بحث کرنا بھی ممنوع ہے چونکہ اب پھر اصل قصہ شروع کیا ہے کہ جب خوارزم شاہ واپس آیا تو اس نے اپنے خواص سے مشورہ کیا۔ پس۔ پھر سپاہیوں کو روانہ کردیا کہ وہ اس سردار کا گھوڑا جبراً لے آئیں۔

۵۲ ہمچو۔ وہ سردار بھی بہادر تھا لیکن سپاہیوں کے بالمقابل اسکی کچھ نہ چلی۔ جانش۔ وہ سردار اس گھوڑے کے صدمہ سے جاں بلب ہوگیا اور سوچا کہ اس مصیبت کو صرف عماد الملک ٹال سکتا ہے۔ پائے علم۔ جھنڈے کا پایہ یعنی لوگوں کا مرجع۔ مغبون۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ محترم۔ خوارزم شاہ عماد الملک کی بہت عزت کرتا تھا اور اسکے کہنے کو نبی کے فرمان جیسا سمجھتا تھا۔

۵۳ اصیل۔ شریف النسب۔ رائض۔ ریاضت کرنے والا۔ آزمودہ۔ یعنی تجربہ کار تھا ہر جان و مال خرچ کرنے میں سخی تھا۔ طالب۔ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح کسب فیض کرتا تھا جسطرح ہلال سورج سے کرتا ہے۔ در امیری۔ امیر تھا لیکن اپنے آپ کو غریبوں میں شمار کرتا تھا اور انکا پابند تھا۔ خلت۔ یعنی خدا کیساتھ دوستی۔

مُربداں راستر چوں حلمِ خدا
اللہ (تعالےٰ) کی بُردباری کیطرح بُردوں کیلئے پردہ تھا

خُلقِ اُو بر عکسِ خلقان و جدا
اُس کے اخلاق لوگوں کے برعکس اور جُدا تھے

بارہا می شد بسُوئے کوہ فرد
بارہا پہاڑ کی جانب اکیلا چلا جاتا تھا

شاہ باصد لابہ اُورا منع کرد
بادشاہ نے سو خوشامدوں سے اُسے منع کیا تھا

ہر دم ار صد جُرم راشافع شدے
ہر وقت اگر سو جرموں کا سفارشی بنتا

چشمِ سُلطاں راز شرم آبلے
بادشاہ کی آنکھ کو اُس سے شرم آتی

رفت اُو پیشِ عماد الملک راد
وہ جوانمرد عماد الملک کے سامنے گیا

سر برہنہ کرد و بر خاک اُو فتاد
سر ننگا کیا اور خاک پر گر گیا

کہ حرم با ہر چہ دارم گو بگیر
کہدے کہ لونڈی مع ہر چیز کے جو میرے پاس ہے لے

تا بگیرد حاصلم را ہر مُنیر
جس کہ ہر لوٹنے والا میرے ماحصل کو لے لے

آں یکے اسپست جانم زیں اُوست
وہ ایک گھوڑا ہے میری جان اُسمیں گروی ہے

گر بَرد مُردم یقیں اے خیر دوست
اے بھلے دوست اگر وہ لے لیگا میں یقیناً مر جاؤنگا

گر بَرد ایں اسپ را از دستِ مَن
اگر وہ میرے ہاتھ سے اِس گھوڑے کو لیجائیگا

مَن یقیں دانم نخواہم زیستن
میں یقین سے جانتا ہوں میں نہ جی سکونگا

چوں خدا پیوستگی اَم دادہ ست
چونکہ خدا نے (اُس سے) مجھے دلچسپی دی ہے

بر سرم مال اے مسیحا زود دست
اے مسیحا! جلد میرے سر پر ہاتھ پھیر دے

اَز زن و زر و عقارم صبر ہست
زن اور زر اور جائداد سے مجھے صبر (حاصل) ہے

ایں تکلف نیست بے تزویر ست
یہ بناوٹ نہیں ہے سچائی ہے

اندریں گرمی نداری باورم
اگر اِس بارے میں تجھے میرا یقین نہیں ہے

اِمتحاں کُن اِمتحاں گفت و فرم
میرے قول اور وعدے کا امتحان لے امتحان

آں عماد الملک گریاں چشم مال
عماد الملک روتا ہوا، آنکھیں ملتا ہوا

پیشِ سُلطاں رُد وید آشفتہ حال
پریشان حال، بادشاہ کے پاس دوڑ گیا

لب بہ بست و پیشِ سُلطاں ایستاد
ہونٹ بند کرلئے اور بادشاہ کے پاس کھڑا ہوگیا

راز گویاں با خدا رَبُّ العباد
رَبُّ العباد، خدا سے راز کہتا ہوا

ایستادہ رازِ سُلطاں می شنید
وہ کھڑا ہوا بادشاہ کا راز سن رہا تھا

واندراں اندیشہ اُش ایں می تنید
اُس دوران میں اُسکا خیال یہ بنا رہا تھا

۱؎ مُربداں را۔ بُردوں کی بُردباری کو اللہ تعالیٰ کی بُردباری کیطرح چھپاتا تھا۔ بارہا۔ اِس قدر بہادر تھا کہ اکیلا پہاڑ کی طرف چلا جاتا تھا جہاں قاتل ڈاکو اور درندے بکثرت ہوتے ہیں۔ ہر دم۔ اگر وہ ایک وقت میں سو سفارشیں بھی کرتا تو شاہ اُسکی بات ٹالنے میں شرم محسوس کرتا تھا۔ رفت۔ وہ سردار جس کا گھوڑا چھنا تھا عماد الملک کے دربار میں ننگے سر زمین پر جا گرا۔

۲؎ کہ۔ عماد الملک سے عرض کیا کہ بادشاہ سے کہدیجئے کہ میری محبوبہ۔ لونڈی اور سارا مال وزر لے لے اور لوٹنے والوں کو لوٹ کا حکم دیدے۔ آں یکے۔ بس میرا گھوڑا چھوڑ دے کیونکہ میری جان اُسمیں ہے اُس کے بغیر میں زندہ نہ رہ سکونگا چوں خدا۔ اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں اُس کی محبت پیدا کردی ہے اگر وہ میرے پاس سے چلا گیا تو میں مرجاؤں گا لہٰذا آپ مسیحائی دکھلایئے۔

۳؎ اَز زن۔ اگر بادشاہ گھر بار نقد و جائیداد لے لیگا تو میں صبر کرلونگا۔ بے تزویر۔ یعنی سچائی۔ فر۔ شان و شوکت، یہاں دھوئی مراد ہے۔ چشم مال۔ آنکھیں ملتے ہوئے۔ راز گویاں۔ عماد الملک بادشاہ کے دربار میں کھڑا ہوا اور خدا سے راز کی باتیں کررہا تھا جسکا ذکر آئندہ اشعار میں ہے۔ ناد سلطان۔ بادشاہ کی باتوں سو

اُس کے دل خیال معلوم کرتا تھا۔

کائے[1] خدا گر آنجواں کژ رفت راہ
کہ اے خدا! اگر وہ جوان ٹیڑھا راستہ چلا ہے

تو ازاں خود بکن بر وے مگیر
تو اپنے شایانِ شان کر، اُس کی گرفت نہ کر

زانکہ محتاج اند ایں خلقاں ہمہ
کیونکہ سب مخلوق محتاج ہے

باحضورِ[2] آفتاب باکمال
مکمل سورج کے ہوتے ہوئے

باحضورِ آفتاب خوش مساغ
خوش رفتار سورج کے ہوتے ہوئے

بیگماں ترکِ ادب باشد ثنا
بیشک ہمارا ترکِ ادب ہے

لیک اغلب ہوشہا در افتکار
لیکن سوچنے میں اکثر عقلیں

در شب از خفاش کرمے می خورد
چمگادڑ رات میں اگر کوئی کیڑا کھاتی ہے

در شب از خفاش کرمے مست مست
اگر چمگادڑ رات میں کیڑے سے مست ہے

آفتابے[3] کہ ضیا زو می زہد
سورج جس سے روشنی اُبلتی ہے

لیک خفاشے کہ اُورہ گم کند
لیکن چمگادڑ جو کہ راستہ گم کرتی ہے

لیک شہبازے کہ اُو خفاش نیست
لیکن وہ شہباز جو چمگادڑ نہیں ہے

گر شب جوید چو خفاش اُو نمُو
اگر وہ چمگادڑ کی طرح رات کو خروج کرے

کہ نشاید ساختن جز تو پناہ
کیونکہ تیرے سوا کسی کو پناہ نہ بنانا چاہیے

گرچہ اُو خواہد خلاص از ہر اسیر
اگرچہ وہ ہر قیدی سے اپنی خلاصی چاہے

از گدائے گیر تا سلطاں ہمہ
سب، فقیر سے لے کر بادشاہ تک

رہنمائی جستن از شمع و ذُبال
بتی اور شمع سے رہنمائی حاصل کرنا

رہنمائی جستن از شمع و چراغ
شمع اور چراغ سے رہنمائی ڈھونڈنا

کفرِ نعمت باشد و فعلِ ہوا
نعمت کا کفر اور خواہشِ نفس کا کام ہے

ہمچو خفاش اند ظلمت دوستدار
چمگادڑ کی طرح اندھیرے کو پسند کرنیوالے ہیں

کرم را خورشید جاں می پرورد
کیڑے کی جان کو سورج پالتا ہے

کرم از خورشید جنبیدہ[4] شدہ است
کیڑا سورج کی وجہ سے حرکت کرنیوالا بنا ہے

دشمنِ خود را نوالہ می دہد
اپنے دشمن کو خوراک دیتا ہے

آخر از خورشید ہم یابد سند
آخر وہ بھی سورج سے سہارا پاتی ہے

چشم بازش راست بیند و رو و شست
اُسکی کھلی ہوئی آنکھ صحیح دیکھنے والی اور روشن ہے

در ادب خورشید مالد گوشِ اُو
سورج سزا میں اُس کا کان اینٹھ دے

---

[1] کائے خدا۔ خدا سے یہ راز کہہ رہا تھا کہ اے خدا اگرچہ اس سردار کی یہ غلطی ہے کہ اُس نے تجھے چھوڑ کر میری پناہ لی ہے۔ تو ان۔ اے خدا تو اُسکی خطا پر گرفت نہ فرما اور اپنے شایانِ شان اُس سے معاملہ کر۔ اسیر کسی قیدی کے ذریعہ قید سے نجات چاہتا ہو تو فرق ہے۔ زانکہ مخلوق، مخلوق سے کچھ چاہے تو ایسا ہی ہے کہ ایک بھکاری دوسرے بھکاری سے بھیک مانگے۔

[2] باحضورِ خدا کے ہوتے ہوئے بندے سے مدد چاہنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی سورج کے ہوتے ہوئے شمع اور چراغ کی بتی سے روشنی حاصل کرے۔ بیگماں۔ یقیناً انسان کا فعل خدا کی شان میں گستاخی ہے۔ فعلِ ہوا۔ یہ شیطانی نفس کی خواہش ہے۔ لیک۔ لیکن اکثر انسان چمگادڑ صفت ہیں مسبب الاسباب سے قطع نظر کر کے اسباب سے تعلق پیدا کرتے ہیں۔ در شب۔ حالانکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ اسباب سے جو حاصل ہو رہا ہے وہ بھی اُسی کی دین ہے۔ کرمے۔ چمگادڑ جو کیڑا کھاتی ہے اُس کو سورج کی روشنی نے پالا ہے۔

[3] آفتابے۔ سورج اپنے دشمن چمگادڑ کو غذا دیتا ہے خدا کافروں کو بھی رزق پہنچاتا ہے۔ لیک۔ اسباب پر اعتماد کرنیوالے بھی مسبب الاسباب کے سہارے مقاصد حاصل کر رہے ہیں۔ لیک۔ عوام اسباب پر اعتماد کرتے ہیں لیکن خواص مسبب الاسباب پر۔

گوید اش گیرم کہ آں خفاشِ لُد — علتے دارد ترا بارے چہ شُد

سو اُس سے کہا گیا میں نے مانا کہ سرکش چمگادڑ — عیب رکھتی ہے لیکن تجھے کیا ہوا ہے؟

مالشت بدہم بزجر و اکتیاب — تا نتابی سر دگر از آفتاب

میں تجھے جھڑکی اور غم کی سزا دوں گا — تاکہ تو پھر سورج سے سرتابی نہ کرے

مُواخذۂ یوسفِ صدیق علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام

(حضرت) یوسف صدیق کا (ہمارے نبی اور اُن پر درود اور سلام ہو) قید خانہ

بحبسِ بضعِ سنین بسببِ یاری خواستن از غیرِ حق

کے ذریعہ کچھ سال مُواخذہ، اُن کے خدا کے غیر سے مدد چاہنے اور کہنے کے

وگفتن واذکرنی عِندَ ربّک الیٰ آخر الآیۃ

سب کہ "اور میرا ذکر کردے اپنے آقا کے سامنے"

آنچنانکہ یوسفؑ از زندانیے — بانیازے خاضعے سعدانیے

جیسا کہ (حضرت) یوسفؑ نے ایک قیدی سے — جو عاجز، پست، گرہ گیر تھا

خواست یاری گفت چوں بیروں روی — پیشِ شہ گرد امورت مُستوی

مدد چاہی، کہا جب تو باہر جائے — بادشاہ کے سامنے تیرے معاملے ٹھیک ہو جائیں

یادِ من کُن پیشِ تختِ آں عزیز — تا مرا ہم واخرد زیں حبس نیز

اُس عزیز کے تخت کے سامنے مجھے یاد رکھنا — تاکہ مجھے بھی وہ اِس قید سے چھڑا لے

کے دہد زندانیے دَر اقتناص — مَردِ زندانی دیگر را خلاص

قیدی پھنساؤ کی حالت میں کب دے سکتا ہے — نجات، دوسرے قیدی شخص کو؟

اہلِ دنیا جملگاں زندانی اند — انتظارِ مرگ دارِ فانی اند

دنیا دار سب قیدی ہیں — دارِ فانی کی موت کے منتظر ہیں

جُز مگر نادر یکے فردانیے — تن بزنداں جانِ اُو کیوانیے

بجز کسی نادر یکتا کے — جس کا جسم قید خانہ میں اور رُوح زحل پر ہو

پس جزائے آنکہ دید اُو را مُعیں — ماند یوسفؑ حبس در بضعِ سنیں

تو اُسکی سزا کہ اُنھوں نے اُسکو مددگار سمجھا — (حضرت) یوسفؑ چند سال قید میں رہے

لہ گویدش۔ سورج باز کو کہیگا چمگادڑ میں تو بیماری تھی جس کی وجہ سے اُس کی روش غلط ہوئی تو نے کیوں غلطی کی۔ مالشت۔ لہٰذا باز سزا کا مستحق ہے تاکہ دوبارہ ایسی غلطی نہ کرے۔ مواخذہ خواہ اگر اصحاب بر بھروسہ کریں تو مُجرم ہیں اِس کو حضرت یوسفؑ کے واقعہ سے ثابت فرمایا ہے حضرت یوسفؑ نے رہائی کی امید دوسرے قیدی سے رکھی اُس کی تو سزا ملی اور اُن کو مزید چند سال قید میں رکھا گیا۔ بانیازے۔ وہ قیدی خود عاجز اور ذلیل تھا حضرت یوسفؑ نے اُس کا سہارا ڈھونڈا۔

لہ سعدانیے۔ سعدان اُلّو سعدان ایک خاردار گھاس ہے اور تراوٹ کی گرہ کو بھی کہتے ہیں ہم نے اِسی مناسبت سے گرہ گیر ترجمہ کیا ہے یعنی اٹکے دل میں غم کی گرہیں تھیں۔ گفت۔ قرآن نے حضرت یوسفؑ کا مقولہ نقل کیا ہے وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ = اور کہا یوسفؑ نے اُس آدمی سے جسکے بارے میں گمان کیا کہ دونوں میں سے نجات پائیگا ہو کہ اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کر دینا و یاد کن۔ اُس شخص سے کہا کہ عزیز مصر کے یہاں میرا ذکر کر دینا۔ عزیز مصر کے گورنر کو کہا جاتا تھا۔ اقتناص۔ شکار کا جال میں پھنسنا۔

لہ اہلِ دنیا۔ دنیا کے لوگوں سے مدد چاہنا قیدی سے رہائی میں مدد چاہنا ہے۔ مرگ۔ انسان کو مرنے پر دنیا کے قید خانے سے نجات ملتی ہے۔ فجر۔ ہاں کسی باخدا انسان سے مدد مانگی جا سکتی ہے۔ کیوان۔ زحل ستارہ جو ساتویں آسمان پر مانا جاتا ہے پس۔ چونکہ حضرت یوسفؑ سے یہ لغزش ہوئی اِس لئے اُنکو مزید قید بھگتنی پڑی۔

یادِ یوسفؑ[1] دیو از عقلش سترد — وز دلش دیو آں سخن از یاد بُرد

شیطان نے حضرت یوسفؑ کی یاد اُسکے ذہن سے مٹادی — اور شیطان نے وہ بات اُس کے دل سے بھلادی

زیں گنہ کامد ازاں نیکو خصال — ماند در زنداں زدا ور ہفت سال

اِس گناہ کی وجہ سے جو اُن نیک خصلت سرزد ہوا — وہ خدا (تعالیٰ) کی جانب سے سات سال قید میں رہے

کہ چہ تقصیر آمد از خورشید داد — تا تو چوں خفاش اُفتی در سواد

کہ عطا کے سورج سے کیا کمی ہوئی تھی؟ — جس سے تو چمگادڑ کی طرح تاریکی میں گر گیا

ہیں چہ تقصیر آمد از بحر و سحاب — تا تو یاری خواہی از ریگ و سراب

ہاں سمندر اور ابر کی جانب سے کونسی کوتاہی ہوئی؟ — جس سے تو ریت اور سراب سے مدد چاہنے لگا

عامّ[2] اگر خفاش طبع اند و مجاز — یوسفا داری تو آخر چشم باز

عوام اگرچہ چمگادڑ کی طبیعت والے اور مجاز ہیں — اے یوسفؑ! آخر تو تو کھلی ہوئی آنکھ رکھتا ہے

گر خفاشے رفت در کور و کبود — باز سلطاں دیدہ را بارے چہ بود

اگر کوئی چمگادڑ اندھے پن اور تاریکی میں چلی گئی — آخر شاہ کو دیکھے ہوئے باز کو کیا ہوا؟

پس ادب کردش بدیں جرم اوستاد — کہ مساز از چوب پوسیدہ عماد

تو اِس خطا پر اُستاد نے اُن کو سزا دی — کہ پرانی لکڑی کا ستون نہ بنا

لیک یوسفؑ را بخود مشغول کرد — تا نیاید در دلش زاں حبس درد

لیکن حضرت یوسفؑ کو اپنے میں مشغول کر لیا — تاکہ اُس قید سے اُن کے دل میں درد نہ آئے

آنچنانش[3] اُنس و مستی داد حق — کہ نہ زنداں ماند پیشش نے عُسق

اللہ (تعالیٰ) نے اُنکو ایسی اُنسیت اور مستی عطا کی — کہ نہ تو اُن کے سامنے قید خانہ رہا نہ تاریکی

نیست زندانے وحش تر از رحم — ناخوش و تاریک و پُر خون و وخم

کوئی قید خانہ رحم (ماں) سے زیادہ وحشتناک نہیں ہے — ناخوش اور تاریک اور خون بھرا اور ناموافق

چوں کشادت حق دریچے سوئے خویش — در رحم ہر دم فزاید تنت بیش

جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے تیرے لئے کمرکی اپنی طرف کھول دیتا ہے — ہر وقت رحم میں تیرا جسم بڑھتا ہے

سزا میں بھی اُن کو راحت عطا کر دی گئی ——— [3] آنچنانش۔ اِس قید کی حالت میں اُن پر وہ تجلیات تھیں جن سے وہ اُس قید خانہ کو قید خانہ سمجھتے تھے نہ وہاں کی تاریکی کو تاریکی۔ نیست ہیں پر تعجب نہ کرو اُن کے رحم سے زیادہ تاریک کونسا قید خانہ ہوگا لیکن خدا اُس رحم کا دریچہ اپنی طرف کھول دیتا ہے اور بچہ کس قدر خوش و خرم رہ کر بڑھتا ہے۔

---

[1] یادِ یوسفؑ۔ قرآن پاک میں ہے فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ۔ اُس قید خانہ سے چھوٹنے والے کو شیطان نے آقا کے پاس نوکر کرنا بھلا دیا۔ یہ معصیت نہ تھی زلّت تھی۔ ہفت سال۔ قرآن میں بضع کا لفظ فرمایا ہے جو تین سال سے نو سال تک کی مدت کے لئے بولا جاتا ہے۔ مولانا نے سات سال متعین کئے ہیں۔ کہ چہ۔ حضرت یوسفؑ پر ناراضی کا اظہار اس طریقہ پر کیا کہ ہماری جانب سے تمہاری مدد میں کیا کمی ہوئی کہ تم نے دوسروں کی مدد چاہی۔ ہیں۔ ہاں۔ بحر و سحاب۔ یعنی ذاتِ خداوندی۔ ریگ و سراب۔ یعنی وہ قیدی جس سے مدد چاہی۔

[2] عام۔ عوام تو اندھے ہیں وہ دوسروں سے مدد چاہتے ہیں مورد عتاب نہیں ہیں، اے یوسفؑ تمہاری تو آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ گر خفاشے۔ اگر چمگادڑ تاریکی چاہے تو اپنی قصور وار نہیں جتنا کہ شاہی باز مشہور ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ نیکوں کی نیکیاں بارگاہ کے مقربوں کی برائیاں ہیں یعنی وہی ایک بات جس پر نیکوں کو بھلائی ملتی ہے وہ بات اگر مقرب بارگاہ کرے تو اُس کی گرفت ہو جاتی ہے۔ از شاد۔ اللہ تعالیٰ۔ چوب۔ یعنی اسباب۔ لیک۔ چونکہ یوسفؑ بہرحال محبوبِ خدا تھے اس لئے اسی

اندراں[1] زندان ز ذوقِ بیقیاس
اُس قیدخانہ میں، بے اندازہ ذوق سے

خوش شگفت از غرسِ جسمِ تو حواس
تیرے جسم کے پودے سے عمدہ حواس کھل گئے

زاں رحم بیروں شدن بر تو درشت
اُس رحم سے باہر آنا تیرے لئے ناگوار ہو گیا

می گریزی از زہارش سوئے پشت
تو اُس کی شرمگاہ سے کمر کی طرف بھاگنے لگا

راہِ لذت از درونِ داں نزبروں
لذت کا راستہ اندر سے سمجھ نہ کہ باہر سے

تا لبھی داں جستنِ قصر و حصوں
محل اور قلعوں کی جستجو، بے وقوفی سمجھ

آں یکے در کنجِ مسجد مست و شاد
ایک مسجد کے کونے میں مست اور شاد ہے

واں یکے در باغِ ترش و بیمراد
اور وہ دوسرا باغ میں منہ بنائے اور بے مراد ہے

قصر چیزے نیست ویراں کن بدن
محل کوئی چیز نہیں ہے، بدن کو ویران کر دے

گنج در ویرانی ست اے میرِ من
اے میرے سردار! خزانہ ویرانی میں ہے

ایں نمی بینی کہ در بزمِ شراب
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ شراب کی محفل میں

مست آنگہ خوش شود کو شد خراب
مست اُس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ ویران ہو جائے

گرچہ[2] پر نقش ست خانہ برکنش
اگرچہ گھر پر نقش (و نگار) ہے اسکو اکھاڑ دے

گنج جو وز گنج آباداں کنش
خزانہ تلاش کر اور خزانہ سے اُس کو آباد کر دے

خانہ پر نقش و تصویر و خیال
گھر نقش اور تصویر اور خیال سے بھرا ہوا

ویں صُوَر چوں پردہ بر گنجِ وصال
اور یہ صورتیں وصل کے خزانہ پر پردے کی طرح ہیں

پرِ تو گنج ست و تابشہائے زر
خزانے کا عکس اور سونے کی چمک ہے

کہ دریں سینہ ہمی جوشد صُوَر
کہ یہ صورتیں سینے میں جوش مارتی ہیں

ہم[3] ز لُطف و عکسِ آبِ با شرف
شریف پانی کے عکس اور لطف سے بھی

پردہ شد بر روئے آبِ جزائے کف
پانی کی سطح پر جھاگ کے اجزاء پردہ ہو گئے ہیں

ہم ز لُطف و جوشِ جانِ باشتن
قیمتی جان کے جوش اور لطف سے بھی

پردہ بر روئے جاں شد شخصِ تن
جسم کا وجود جان کے چہرے پر پردہ بنگیا ہے

پس مثل بشنو کہ در افواہ خاست
تو وہ مثل سُن لے، جو زبانوں پر جاری ہے

کانچہ بر ما می رود آں ہم ز ماست
کہ جو کچھ ہم پر گذرتی ہے وہ ہماری طرف سے ہے

---

[1] اندراں۔ اسی رحم اور کے قید خانہ میں بچہ کے حواس کے بھول کھلتے ہیں۔ زاں۔ بچہ اس رحم سے نکلنا پسند نہیں کرتا پیدائش کے وقت پیچھے کو بھاگتا ہے۔ زہار۔ شرمگاہ۔ راہِ لذت۔ لذت کا راستہ خارجی اسباب پر نہیں ہے سکونِ قلب پر ہے، دولت اور قلعوں میں لذت کی تلاش بیوقوفی ہے۔ آں یکے جس کو اللہ تعالیٰ قلبی سکون دے دیتا ہے وہ مسجد کے کونے میں مست رہتا ہے ورنہ چمن میں رنجیدہ رہتا ہے۔ قصر معلوم ہوا کہ لذت قلعہ اور محل میں نہیں ہے لہٰذا تو اس جسم کے قلعہ کو مجاہدے سے برباد کر دے پھر دیکھ ویرانے میں تجھے کیسا خزانہ ملتا ہے۔ ایں نمی بینی۔ شرابی کو اُس وقت لذت آتی ہے جب بزمِ شراب خراب ہو اس کے حواس ویران ہو جاتے ہیں۔

[2] گرچہ۔ جسم کے نقش و نگار کی پسندیدگی کی وجہ سے اس کے ویران کرنے سے نہ گھبرا اسلئے کہ اس کو ویران کرنے کے بعد اس میں سے بہت قیمتی خزانہ برآمد ہوگا۔ خانہ۔ اس گھر کی بنیاد میں خزانہ مدفون ہے اور یہ حسین نقش و نگار اُس کا پردہ ہے۔ پرِ تو گنج۔ سینہ میں جو حسین تصویر بنی ہوئی ہے یہ اس اصل خزانہ کا عکس ہے۔

[3] ہم ز لطف۔ جس طرح انسان جھاگ کی وجہ سے اس پانی کے نظارہ سے محروم رہتا ہے بعینہٖ اس جسم کے نقش و نگار کی وجہ سے روح کے خزانہ کے لطف سے محروم ہے ہم ز لطف۔ انسان کا بدن روح کے خزانہ کا پردہ اور حجاب ہے پس جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ ہمارا جسمانی نقش و نگار ہی روح کے خزانہ کے دیدار سے محرومی کا سبب ہے تو یہ مثل ہم پر بالکل صادق آگئی کہ ہمارے مصائب خود ہمارے پیدا کردہ ہیں۔

زیں[1] حجاب ایں تشنگانِ کف پرست
یہ پیاسے جھاگ کے پجاری اس پردے کی وجہ سے

زاب صافی اُوفتادہ دُور دست
صاف پانی سے دُور جا پڑے ہیں

آقتا با باچو تو قبلہ و اُمیم
اے آفتاب! تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے

شب پرستی و خُفّاشی می کنیم
ہم شب پرستی اور چمگادڑپن کر رہے ہیں

سُوئے خود کُن ایں خُفّاشاں را مُطار
اِن چمگادڑوں کی اُڑان اپنی طرف کر دے

زیں خُفّاشی شاں بخرائے مُستجار
اے پناہ گاہ! اِس چمگادڑپن سے نجات دیدے

ایں جواں زیں جُرم ضالست و مُغیر
یہ جوان اِس جرم کی وجہ سے گمراہ اور تباہی مچانے والا ہے

کہ بمن آمد و لے اُو را مگیر
کہ میرے پاس آیا، لیکن اُس کی گرفت نہ کر

در عماد المُلک ایں اندیشہا
عماد الملک میں یہ خیالات

گشت جوشاں چوں اَسد در بیشہا
جوش مار رہے تھے جیسے کہ شیر کچھاروں میں

ایستادہ[2] پیشِ سُلطانِ ظاہرش
اُس کا ظاہر بادشاہ کے سامنے کھڑا تھا

در ریاضِ غیب جانِ طائرش
اُس کی روح کو پرندِ غیب کے باغوں میں تھا

چوں ملائک اُو با قلیمِ اَلَست
وہ فرشتوں کی طرح اَلَست کے مُلک میں تھا

ہر دَمے می شُد ز شُربِ تازہ مست
وہ ہر لحظہ نئی شراب نوشی سے مست ہو رہا تھا

اندروں سُور و بُروں چوں پُر غمے
اندر خوشی اور باہر غمگین جیسا

در تنِ ہمچوں لَحَد خوش عالمے
لحد جیسے جسم میں، ایک اچھا عالم تھا

تاجہ[3] پیدا آید از غیبِ سرار
کہ غیب اور راز سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

اُو دریں حیرت بُدو در انتظار
وہ اِسی حیرت اور انتظار میں تھا

پیشِ خرّم شاہ سرہنگاں کشاں
شاہی خرّم شاہ کے سامنے لشکر کشاں

اَسپ را اندر کشیدند آں زماں
اُسی وقت گھوڑے کو اندر کھینچ لائے

آنچناں اَسپے بقد و تنگ نبُود
ایسا گھوڑا قد اور رفتار میں نہ تھا

اَلحق اندر زیرِ ایں چرخِ کبُود
واقعی اِس نیلے آسمان کے نیچے

مرحبا آں برق و مہ زائیدہ را
مرحبا ہے اُس برق اور چاند کے نیچے پر

می ربودے رنگِ اُو ہر دیدہ را
اُس کا رنگ ہر آنکھ کو اُچک لیتا تھا

گھوڑا تھا۔ می ربودے۔ اِس قدر حسین رنگ تھا کہ آنکھوں کو اُچک رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ وہ گھوڑا گھوڑے اور گھوڑی سے نہیں پیدا ہوا بلکہ چاند اور برق سے پیدا ہوا ہے۔

---

[1] زیں حجاب۔ جھاگ کے پجاری اِسی جھاگ کے پردے کی وجہ سے پانی سے محروم ہیں۔ آقتا۔ بسبب الاسباب کے ہوتے ہوئے اسباب پر توکل ہمارا چمگادڑپن ہے۔ سوئے خود کن۔ اِن اسباب پرستوں کو اپنی طرف متوجہ کر دے تاکہ تجھ پر بھروسہ کریں۔ ایں جواں۔ جس کا گھوڑا چھینا ہے اُس نوجوان نے میرا سہارا ڈھونڈا ہے۔ یہ اُس کی انتہائی نظلی ہے۔ در عماد الملک۔ عماد الملک کے دل میں یہ باتیں جوش مار رہی تھیں جواب پر کے اشعار میں مذکور ہوئیں۔

[2] ایستادہ۔ اُس کا جسم بادشاہ کے سامنے تھا اور روح غیب کے چمن زاروں میں اِس مناجات میں مشغول تھی۔ چوں ملائک۔ فرشتوں کی طرح اُس کی روح اِس مقام میں تھی جہاں خدا سے مکالمہ ہو رہا تھا۔ اندروں۔ اِس ہم کلامی کی مستی سے اُس کے باطن میں سرور تھا اور جسم اُس مظلومی کی وجہ سے غمگین تھا۔ لحد۔ اِس تنگ، لحد جیسے جسم میں ایک عالمِ مسرت تھا۔

[3] تاجہ۔ اُس گھوڑے کے بارے میں عالمِ غیب کا کیا فیصلہ ہوتا ہے خرّم شاہ۔ خوارزم شاہ ہی کو کہا جاتا ہے۔ اَلحق۔ عماد الملک نے جب اُس گھوڑے کو دیکھا تو واقعی وہ بے نظیر

همچو[1] مه همچوں عطارد تیز رو
چاند جیسا، عطارد کی طرح تیز رفتار

گویا صرصر علف بودش نہ جو
گویا تیز ہوا اُس کا چارہ تھی نہ کہ جَو

ماہ عرصہ آسماں را در شبے
چاند، ایک رات میں آسمان کے میدان کو

می برد اندر مسیر و مذہبے
چلنے اور رفتار میں قطع کرتا ہے

چوں بیک شب مہ برید ابراج را
جب چاند نے ایک رات میں برجوں کو قطع کر لیا

از چہ منکر می شوی معراج را
تو تُو معراج کا کیوں منکر بنتا ہے؟

صد چو ماہ است آں عجب در یتیم
وہ عجیب درِ یتیم، سَو چاند جیسا ہے

کہ بیک ایمائے اُو شد مہ دو نیم
کہ اُسکے ایک اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا

آں عجب کو در شگافِ مہ نمود
وہ عجیب بات جو چاند کے ٹکڑے ہونے میں دکھائی

ہم بقدرِ ضعفِ حسِ خلق بود
وہ مخلوق کے ادراک کی کمزوری کے بقدر تھی

کاروبار[2] انبیا و مرسلوں
انبیاء اور رسولوں کے کاروبار

ہست از افلاک و اختر ہا بروں
آسمانوں اور ستاروں سے باہر ہیں

تو بروں رو ہم ز افلاک و دوار
تو بھی آسمانوں اور گھومنے والے سے باہر نکل

وانگہاں نظارہ کن آں کاروبار
تب اُس کاروبار کا نظارہ کر

در میانِ بیضہ چوں فرخہا
تو چوزوں کی طرح انڈے میں ہے

نشنوی تسبیح مرغانِ ہوا
تو ہوا کے پرندوں کی تسبیح نہیں سُنتا ہے

معجزات اینجا نخواہد شرح گشت
معجزوں کی اِس جگہ تشریح نہ ہو سکے گی

ز اسپ و خرم شاہ گوی و سر گذشت
گھوڑے اور خرم شاہ اور سرگذشت کی بات کر

آفتاب[3] لطفِ حق بر ہر چہ تافت
اللہ (تعالےٰ) کی مہربانی کا سورج جس پر بھی چمک گیا

از سگ و از اسپِ فخر کہف یافت
کتے اور گھوڑے پر اُس نے کہف کی شان شوکت حاصل کر لی

تابِ لطفش را تو یکساں ہم مدال
تو اُس کی مہربانی کی چمک کو یکساں بھی نہ سمجھ

سنگ و لعل را داد او نشاں
پتھر اور لعل کو اُس نے نشانی دی ہے

لعل را زاں ہست گنجِ منقبس
لعل کے پاس اُس سے حاصل شدہ خزانہ ہے

سنگ را گرمی و تابانی و بس
پتھر کے لئے گرمی اور تابش ہے اور بس

---

[1] همچو۔ چاند اور عطارد کی طرح تیز رو تھا معلوم یہ ہوتا تھا کہ وہ جَو اور دانے کی بجائے تیز ہوا سے پلا ہو۔ مہ۔ چاند کی تیز روی کا بیان ہے۔ اتنے میں جب آنحضورؐ سے کم درجہ چاند کی یہ رفتار آنکھوں نے دیکھی ہے تو آنحضورؐ کی سیرِ معراج پر کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ صد چو۔ آنحضورؐ کا درجہ تو یہ ہے کہ چاند اُن کی انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ آں عجب۔ یہ تعجب خیز معجزہ چاند میں اس لئے دکھایا گیا کہ ہمارا ضعیف احساس اِسی کا ادراک کر سکتا تھا، آپ کے وہ عجائب ہیں جو ہمارے احساس اور ادراک میں نہیں سما سکتے۔

[2] کاروبار۔ انبیاء کے اصل معجزے اِن مادیات سے ورا ہیں۔ تو بروں رو۔ تو اس مادی دنیا سے نکل باہر انبیاء کے عجائب کا نظارہ کر۔ درمیان۔ اِن مادیات میں رہتے ہوئے تیری مثال انڈے کے اندر کے چوزے کی سی ہے جو فضا کے پرندوں کی تسبیح نہیں سُن سکتا۔ معجزات۔ معجزوں کی بحث کی یہاں گنجائش نہیں ہے گھوڑے اور خرم شاہ اور اُس واقعہ کی بات کرنی چاہیئے۔

[3] آفتاب۔ اللہ تعالےٰ کی مہربانی کا سورج جس پر چمک جاتا ہے وہ کتا ہو یا گھوڑا اُس میں اصحابِ کہف کے کہف کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔ تاب۔ لیکن اِس چمک کو یکساں نہ کہہ۔ پتھر اور لعل کی صلاحیتوں کے فرق سے اِس میں فرق ہے۔ لعل۔ لعل اِسی چمک سے خزانہ حاصل کر لیتا ہے پتھر میں صرف گرمی اور تابش پیدا ہوتی ہے۔

آنکہ[۵۱] بر دیوار اُفتد آفتاب — آنچناں نبود کز آب و اضطراب
جو دھوپ دیوار پر پڑتی ہے — ایسی نہ ہوگی جیسی کہ پانی اور حرکت سے

رجوع بحکایتِ سلطان و اسپ و عماد الملک و پشیمان کردن شاہ را
سلطان اور گھوڑے اور عماد الملک کے قصہ کی جانب رجوع اور شاہ کو شرمندہ کرنا

چوں دمے حیراں شد از وے شاہ فرد — روئے خود سوئے عماد الملک کرد
جب تھوڑی دیر تک شاہ اس سے حیران ہوا — اس نے اپنا رخ عماد الملک کی جانب کیا

کاے اخی بس خوب اسپے نیست این — از بہشت ست این مگر نے از زمین
کہ اے بھائی! کیا یہ بہترین گھوڑا نہیں ہے؟ — شاید یہ بہشت کا ہے، نہ کہ زمین کا

پس[۵۲] عماد الملک گفتش اے خدیو — چوں فرشتہ گردد از میلِ تو دیو
تو عماد الملک نے اس سے کہا اے شاہ: — آپ کے میلان سے شیطان فرشتہ جیسا بنجاتا ہے

در نظر آنچہ آوری گردید نیک — پس گشن رعناست این مرکب ولیک
ہر چیز آپ پسند کریں وہ اچھی ہی ہو گئی — یہ سواری بہت عمدہ اور زیبا ہے، لیکن

ہست ناقص آں سر اندر پیکرش — چوں سر گاؤست گوئی این سرش
اس کے جسم میں سر ناقص ہے — گویا اس کا یہ سر بیل کے سر کی طرح ہے

در دلِ خرم شہ این دم کار کرد — اسپ را در منظرِ شہ خوار کرد
خرم شاہ کے دل میں یہ بات کارگر ہو گئی — شاہ کی نظر میں گھوڑے کو ذلیل کر دیا

چوں غرض دلّالہ گشت و واصفے — از سہ گز کرباس یابی یوسفے
جب غرض دلال اور بیان کرنے والی ہو جائے — تو تین گز سوتی کپڑے سے یوسف کو حاصل کر لیگا

چوں[۵۳] کہ ہنگامِ فراقِ جاں شود — دیو دلّالِ دُرِ ایماں شود
جب روح کی جدائی کا وقت ہوتا ہے — شیطان، ایمان کے موتی کا دلال بن جاتا ہے

پس فروشد ابلہ ایماں را شتاب — اندراں تنگی بیک ابریقِ آب
تو بیوقوف ایمان کو فوراً فروخت کر دیتا ہے — اس تنگی میں ایک لوٹے پانی کے بدلے

واں خیالے باشد و ابریق نے — قصدِ آں دلّالہ جز تخریق نے
وہ ایک خیال ہوتا ہے اور لوٹا نہیں ہے — اس دلال کا ارادہ ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے

ایں زماں کہ تو صحیح و فربہی — صدق را بہر خیالے میدہی
اس وقت کہ تو تندرست اور فربہ ہے — تو ایک خیال میں سچائی کو دے ڈالتا ہے

---

۵۱ آنکہ۔ سورج کی روشنی قبول کرنے میں دیوار اور پانی کی سطح خصوصاً جبکہ وہ متحرک ہو برابر نہیں ہے۔ چونکہ یہ گھوڑے کے حسن پر تھوڑی دیر شاہ حیران رہا پھر عماد الملک کی جانب رُخ کر کے بولا۔ اور بہت یہ گھوڑا زمین کی پیداوار نہیں ہے شاید بہشت سے آیا ہے۔

۵۲ پس۔ عماد الملک نے شاہ سے کہا کہ آپ کی پسندیدگی سے شیطان بھی فرشتہ بن جاتا ہے۔ دلیک۔ اس کا تعلق آئندہ شعر سے ہے یعنی گھوڑے میں اور تو خوبیاں ہیں لیکن اس کا سر ناقص ہے بیل کا سا معلوم ہوتا ہے۔

چوں۔ چونکہ عماد الملک کی غرض اس گھوڑے کو برا کہنے سے وابستہ تھی لہٰذا اس نے اس کو برا کہا اور گھوڑے کی وقعت گر گئی۔ ازسہ گز۔ مشہور ہے کہ حضرت یوسفؑ کو خریداروں نے معمولی قیمت پر خرید لیا تھا۔

۵۳ چونکہ۔ موت کے وقت کی پریشانی میں شیطان ایمان کو اس قدر حقیر کر کے دکھاتا ہے کہ بیوقوف آدمی اس کو ایک لوٹے پانی کے بدلے میں فروخت کر دیتا ہے۔ قصد۔ شیطان کا مقصد تو ایمان کو برباد کرنا ہوتا ہے۔ ایں زماں۔ ایمان کے بیچنے کے قصہ میں تعجب کی کیا بات ہے زمانہ زندگی میں بھی معمولی نفع کے خیال پر جھوٹ قبول دیتا ہے۔

می[1] فروشی ہر زماں دُرّے زکاں
تو ہر وقت سمان میں سے ایک سودا فروخت کر دیتا ہے

می ستانی ہمچو طفلے گردگاں
بچّہ کی طرح اخروٹ لے لیتا ہے

پس دراں رنجوری و روزِ اَجل
اُس تکلیف اور موت کے دن

نیست نادر گر بُود اینت عمل
تعجب نہیں ہے اگر تیرا یہ عمل ہو

در خیالت صُورتے جوشیدۂ
تیرے خیال میں ایک صورت جوش مارتی ہے

ہمچو جوزے وقتِ دَق بوسیدۂ
ٹوٹنے کے وقت سڑے ہوئے اخروٹ کیطرح ہے

ہست از آغاز چوں بدر انخیال
شروع میں وہ خیال بدھوؤں کے چاند کی طرح ہے

لیک آخر می شود ہمچوں ہلال
لیکن آخر میں ہلال کی طرح ہو جاتا ہے

گر تو اوّل بنگری در آخرش
اگر تو شروع میں اُس کے آخر کو دیکھ لے

فارغ آئی از فریبِ فاترش
اُس کے سُست فریب سے خالی ہو جائے

جوز[2] بوسیدست دنیا اے اَمین
اے امانتدار! دنیا گلا ہوا اخروٹ ہے

امتحانش کم کن از دورش ببیں
اُس کو نہ آزما اُس کو دُور سے دیکھ لے

شاہ دید آں اسپ را با چشمِ حال
شاہ نے اُس گھوڑے کو حال کی نگاہ سے دیکھا

واں عمادُ الملک با چشمِ مآل
اور اُس عمادُ الملک نے انجام کی نگاہ سے

چشمِ شہ دو گز ہمی دید از لُغز
شاہ کی آنکھ پیچیدہ سوراخ سے دو گز دیکھتی تھی

چشمِ آں پایاں نگر پنجاہ گز
اُس انجام بین کی نگاہ نے پچاس گز

تا چہ سُرمہ ست آنکہ بر دزداں میکشد
کیسا سُرمہ ہے جو خدا لگا دیتا ہے؟

کز پسِ صد پردہ بیند جانِ شد
کہ تو پردوں کے پیچھے سے روحِ راہ مات کو دیکھ لیتی ہے

چشمِ مہتر[3] چوں بآخر بُود جُفت
سردار کی آنکھ چونکہ انجام سے وابستہ تھی

پس بداں دیدہ جہاں را اجیفہ گفت
تو اُس آنکھ سے دنیا کو مُردار فرمایا ہے

زیں یکے ذمّش کہ بشنود و حسب
اُس کی ایک بُرائی سے جو بادشاہ نے سنی اور جس

بس فسرد اندر دلِ شہ مہر اَسپ
شاہ کے دل میں گھوڑے کی محبت بہت کم ہو گئی

چشمِ خود بگذاشت چشمِ او گزید
اُس نے اپنی آنکھ چھوڑ دی اُسکی آنکھ اختیار کر لی

ہوشِ خود بگذاشت قولِ او شنید
اپنا ہوش چھوڑا، اُس کی بات سُن لی

---

[1] می فروشی۔ معمولی نفع کے عوض سچائی کو فروخت کرنا ایسا ہے جیسے بے عقل بچّہ دو تی کے عوض چند اخروٹ خرید لیتا ہے پس وہاں۔ اُس وقت انسان مجبور بھی نہیں ہے موت کے وقت تو اُس کو پیاس بھی ہو گی۔

دو خیال۔ یہ خیال جس کی وجہ سے انسان سچائی کو فروخت کر دیتا ہے ایک سڑا ہوا اخروٹ ہے ہست۔ شروع میں وہ خیال بڑا بھلا معلوم ہوتا لیکن انجام کار وہ حقیر بن جاتا ہے۔ گر تو۔ اگر انسان ابتدا ہی انجام پر نظر کرلے تو فریب سے بچ جائے۔

[2] جوز۔ یہ دنیا کا نفع ایک بوسیدہ اخروٹ ہے اور یہ اس لئے واضح بات ہے کہ اس کو آزمانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ شاہ۔ بادشاہ نے اُس گھوڑے کے موجودہ حسن و جمال پر نظر کی اور عمادُ الملک نے اسکے انجام پر کہ اس گھوڑے کے اس طرح چھینے سے کتنا بڑا ظلم ہوگا اور انجام کیا ہوگا۔ چشم۔ بادشاہ کی نظر دو گز تک دیکھ رہی تھی اور وہ بھی پیچ دے سوراخ میں سے عمادُ الملک کی نظر پچاس گز تک دیکھ رہی تھی۔ لُغز۔ چونکہ سوراخ ٹیڑھا آڑا ترچھا ہوتا ہے۔ تا چہ۔ اللہ تعالیٰ جس کو بصیرت عطا فرماتا ہے تو وہ ایسا سُرمہ ہے کہ تو پردوں کے پیچھے بھی چیز کو دکھا دیتا ہے۔

[3] چشمِ مہتر۔ آنحضورؐ نے دنیا کو جو مُردار کہا ہے وہ انجام کے اعتبار سے کہا ہے۔ زیں یکے۔ عمادُ الملک کے صرف یہ کہنے سے کہ اس گھوڑے کا سُم ناقص ہے وہ گھوڑا شاہ کے دل سے اُتر گیا چشم۔ بادشاہ نے اپنی آنکھ اور بات پر عمادُ الملک کی آنکھ اور بات کو ترجیح دی۔

ایں بہانہ بُود آں دیّانِ فرد
یہ ایک بہانہ تھا اس بکتا بدلہ دینے والے نے

دَر ربُست از حُسنِ اُو پیشِ بَصر
نظر کے سامنے اُس کے حُسن کا دروازہ بند کر دیا

پَردہ کرد آں نُکتہ را بر چشمِ شہ
اُس نکتہ کو شاہ کی آنکھ کا پردہ بنا دیا

پاک[52] بُنّائے کہ بر سازد حُصُوں
اُس پاک بنانیوالے نے جو قلعے بنا دیتا ہے

بانگِ دَرداں گفت[51] از قصرِ راز
گفتگو کو راز کے قلعہ کے دروازہ کی آواز سمجھ

بانگِ دَر محسوس و دَر از حسّ بروں
دروازہ کی آواز محسوس ہو اور دروازہ حس سے خارج ہو

چنگِ حکمت چونکہ خوش آواز شُد
دانائی کی سارنگی جبکہ خوش آواز ہوئی

بانگِ گفتِ بَد چو دَر وا می شود
بُری بات کی آواز جب مُعلّق ہوتی ہے

بانگِ دَر بشنو چو دُوری از درش
جبکہ تو اُس کے در سے دُور ہو دروازہ کی آواز سُنے

چوں[53] تو می بینی کہ نیکی می کُنی
جب تو دیکھے کہ نیکی کر رہا ہے

چونکہ تقصیر و فسادے می رَوَد
جب تقصیر اور فساد ہو رہا ہے

دیدِ خود مگذار از دیدِ خساں
کمینوں کی دید کی وجہ سے تو اپنی دید کو نہ چھوڑ

از نیاز[50] آں دَر دلِ شہ سَرد کرد
نیاز کی وجہ سے اُس کو شاہ کے دل میں سرد کر دیا

آں سخن بُد درمیاں چوں بانگِ در
وہ بات درمیان میں دروازہ کی آواز کی طرح تھی

کہ ازاں پَردہ نماید مہ سیہ
کہ اُس پردے سے چاند کالا نظر آتا ہے

دَر جہانِ غیب از گفت و فسوں
گفتگو اور سحر کے، عالمِ غیب میں

تا کہ بانگِ وا شُدست ایں یا فراز
کہ یہ کھلنے کی آواز ہوئی یا بند ہونے کی

مُبصِرُوں ایں بانگ و دَر را مُبصِرُوں
تم اس آواز کو دیکھتے ہو اور در کو جسے دیکھتے

تا چہ دَر از رَوضِ جنّت باز شُد
دیکھ، جنت کا کونسا دروازہ کھلا؟

از سَقر تا خود چہ دَر وا می شود
تو دیکھ جہنم کا کونسا دروازہ کھلتا ہے؟

اے خُنک آں را کہ وا شُد منظرش
وہ چین سے ہے جس کا منظر کشادہ ہو گیا

بَر حیات و راحتے بَر می تنی
تو زندگی اور راحت کی تیاری کر رہا ہے

آں حیات و ذوق پنہاں میشود
وہ زندگی اور ذوق چھپ رہا ہے

کہ بمُردارت کشند ایں کرگساں
کیونکہ یہ گدھ تجھے مُردار کی جانب کھینچتے ہیں

---

[50] از نیاز چونکہ علاء الملک نے نیاز مندی سے دُعا کی تھی کہ شاہ سے یہ ظلم سرزد نہ ہو۔ لہٰذا خدا نے اسکی بات کو اس دعا کی منظوری کا ایک سبب اور بہانہ بنا دیا۔ دربست: شاہ کے گھوڑے کو ناپسند کرنے کا اصل سبب اللہ تعالیٰ ہے اسلئے کہ اُسنے اس دروازہ جو اُسکے حُسن کو دیکھنے کا تھا بند کر دیا اور علاء الملک اُس کی ایک ظاہری علامت تھا۔ مکان کی چیزیں دروازہ بند کرنیسے چھپ جاتی ہیں اور جس شخص نے دَر باز نہ دیکھا ہو وہ دروازہ بند ہونے کی آواز کو چیزوں کے مستور ہونیکا سبب سمجھتا ہے۔ پردہ۔ علاء الملک کی بات کو اللہ تعالیٰ نے نظر کا پردہ بنا دیا اور شاہ کی نظر سے گھوڑے کا حُسن پوشیدہ ہو گیا۔

[52] پاک۔ انسان کی بات کے نتائج عالمِ آخرت میں نمودار ہوتے ہیں۔ گفت۔ قوانینی آواز کو دروازہ کی آواز سمجھو اور سمجھو کہ اس آواز سے دروازہ بند ہوا ہے یا کھلا ہے۔ بانگِ دَر۔ انسانوں کو در کی آواز جو خود انکی گفتگو سے محسوس ہوتی ہے وہ جس دروازہ کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز ہے وہ دروازہ نظر نہیں آتا وہ عالمِ غیب میں ہے۔ چگفت۔ انسان کوئی قانونی کی بات کرتا ہے تو جنت کا دروازہ کھلتا ہے بانگت۔ بُرے کلمہ کی آواز دوزخ کا دروازہ کھولتی ہے۔ دَر وا مُعلّق سرنگوں۔ بانگِ دَر۔ جبکہ تجھے دروازہ نظر نہیں آتا تو اُس کی آواز سُن کے اور اسکے ذریعہ اس

دربان کو سمجھ لے ——— [53] چوں تو۔ جب انسان نیکی کرتا ہے تو اُس کا محل جنت میں تیار ہوتا ہے حیات یعنی جنت کی ابدی زندگی۔ راحتے۔ یعنی جنت کی راحت چونکہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو جنت کی نعمتوں سے محروم ہوتا ہے۔ دیدِ خود۔ دنیا کی فانی نعمتوں کو اپنی چشمِ بصیرت سے دیکھ دنیا داروں کی بات کا اعتبار نہ کر یہ گدھ ہیں جو تجھے مُردار

چشم[1] چوں نرگس فروبندی کہ چی — ہیں عصا اُم کش کہ کورم اے اخی

تو نے نرگس کی طرح آنکھ بند کرلی! کہ کیا ہے؟ — ہاں اے بھائی! میری لاٹھی (پکڑ کر) کھینچ لے کہ میں اندھا ہوں

ویں عصا کش کہ گزیدی در سفر — چوں بہ بینی باشد از تو کور تر

اور یہ لاٹھی کھینچنے والا جو تو نے سفر میں منتخب کیا — جب تو غور کرے گا، وہ تجھ سے زیادہ اندھا ہوگا

دست کورانہ بحبلِ اللہ زن — جُز بر امر و نہیِ یزدانی مَتَن

اندھا دھند اللہ کی رسی پر ہاتھ ڈال — خدائی امر و نہی کے سوا ارادہ نہ کر

چیست حبلُ اللہ رہا کردن ہوا — کیں ہوا شُد صَرصَرے مر عادرا

اللہ کی رسی کیا ہے؟ خواہشِ (نفسانی) کو چھوڑنا — کیونکہ یہ خواہش (نفسانی) عاد کے لئے آندھی تھی

خلق در زنداں نشستہ از ہوا ست — مُرغ را پَر ہا بہ بستہ از ہوا ست

مخلوق خواہش (نفسانی) کی وجہ سے قید خانہ میں بیٹھی ہے — پرند کے پَر خواہش (نفسانی) کی وجہ سے بندھے ہیں

ماہیِ[2] اندر تابہ گرم از ہواست — رفتہ از مستوریاں شرم از ہواست

مچھلی گرم توے میں خواہش (نفسانی) کی وجہ سے ہے — مستوریت سے خواہش (نفسانی) کی وجہ سے شرم روانہ ہوئی ہے

خشم شحنہ شُعلۂ نار از ہواست — چار میخ و ہیبت دار از ہوست

کوتوال کا غصہ آگ کی چنگاری خواہش (نفسانی) کی وجہ سے ہے — سزا اور سول کا خوف خواہش (نفسانی) کی وجہ سے ہے

شحنۂ اجسام دیدی بر زمیں — شحنۂ احکامِ جاں را ہم بہ بیں

تو نے زمین پر جسموں کا کوتوال دیکھا ہے — روح کے احکام کے کوتوال کو بھی دیکھ لے

رُوح را در غیب خود اشکنجہاست — لیک تا نبہی شکنجہ در خفاست

خود روح کے لئے غیب میں شکنجے ہیں — لیکن جب تک تو نہیں سمجھتا شکنجہ پوشیدگی میں ہے

چوں[3] رہیدی بینی اشکنجہ دمار — زانکہ ضد از ضد گردد آشکار

جب تو چھوٹے گا ہلاکت کا شکنجہ دیکھ لے گا — کیونکہ ایک ضد دوسری ضد سے واضح ہوتی ہے

آنکہ در چہ زاد و در آبِ سیاہ — اُو چہ داند لُطفِ دشت و رنجِ چاہ

جو شخص کنویں اور کالے پانی میں پیدا ہوا — وہ جنگل کے لطف اور کنویں کی تکلیف کو کیا جانے؟

چوں رہا کردی ہوا از بیمِ حق — در رسد سُغراق از تسنیمِ حق

جب تو نے اللہ (تعالیٰ) کے ڈر سے خواہش (نفسانی) چھوڑ دی — اللہ (تعالیٰ) کی تسنیم سے پیالہ پینے کو

---

[1] چشم اللہ تعالیٰ نے تجھے بھی چشم بصیرت عطا کی ہے تو بتکلف اندھا بن چنچی بچہ یعنی اندھوں کی طرح زیادتی نہ کر۔ وایں عصا کش جس کو تو اپنا رہبر بنا رہا ہے وہ دنیا دار تجھ سے زیادہ اندھا ہے۔ دست کورانہ۔ اگر تو مجتہد نہیں ہے تو اللہ کی رسی پکڑ لے اور اُس کے کھلے ہوئے احکام کی پابندی کرلے۔ چیست۔ اللہ کی رسی خواہش نفس کو ترک کرنا ہے قوم عاد اسی نفسانی خواہش کی وجہ سے تباہ ہوئی اور اُن پر آندھی کا عذاب آیا۔ خلق۔ ہر جاندار نفسانی خواہش کی وجہ سے مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔

[2] ماہی۔ مچھلی اگر چاہے کہ وہ کبھی کانٹے میں پھنس کر توے پر نہ بھنے تو مچھلی اسی لالچ سے خواہش میں مبتلا ہوتی ہیں۔ شحنہ۔ کوتوال کا غصہ وعقب انسان پر اسی خواہش نفسانی کی وجہ سے نازل ہوتا ہے اور اُسکو چار میخ اور سولی کی سزا اسی وجہ سے ملتی ہے۔ شحنہ۔ تو دنیاوی کوتوال کو دیکھتا ہے آخرت کے کوتوال کو بھی تو ملحوظ رکھ مذکر۔ روح کے لئے عذاب کے آلات ہیں جو مرنے کے بعد نظر آئیں گے یعنی جب تک تو دنیا سے نہ جائیگا۔

[3] چوں رہیدی۔ جب تو عالم آخرت کی وسعتوں میں پہنچے گا تب دنیا کا شکنجہ ہونا تجھے

کہ جند کو دیکھ کر اُس کی ضد بھی طرح طرح سے آتی ہے۔ آنکہ۔ کنویں کا مینڈک جب تک چمن کی سیر نہیں کرتا وہ اُس کو کنویں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے نہ چمن کے لطف کا۔ چوں۔ جب تو نفسانی خواہش کو ترک کردے گا تو آخرت کی نعمتوں کا لطف محسوس کرنے لگے گا۔ سُغراق۔ پیالہ۔ تسنیم۔ جنت کی نہر ہے۔

لَا تُطَرِّقْ فِی هَوَاکَ سَلْسَبِیْلَ — مِنْ جَنَابِ اللّٰہِ نَحْوَ السَّلْسَبِیْل

اپنی خواہش (نفسانی) پر نہ چل، راستہ کی درخواست کر — خدا کے دربار سے سلسبیل کی جانب

لَا تَکُنْ طَوْعَ الْھَوٰی مِثْلَ الْحَشِیْش — اِنَّ ظِلَّ الْعَرْشِ اَوْلٰی مِنْ عَرِیْش

گھاس کی طرح خواہش (نفسانی) کا تابعدار نہ بن — بیشک عرش کا سایہ جھونپڑی سے بہتر ہے

گفت سلطاں اسپ را واپس برید — زود تر زیں مظلمہ بازم خرید

بادشاہ نے کہا گھوڑا واپس لے جاؤ — بہت جلد مجھے اس ظلم سے نجات دو

بادلِ خود شہ بفرمود ایں قدر — شیر را مفریب زیں راسُ البقر

شاہ نے اپنے دل سے اتنا فرمایا — بیل کے اس سر سے شیر کو فریب نہ دے

پایِ گاؤ اندر میاں آری زداؤ — رَوَندوزد حق برا سپے شاخِ گاؤ

توحیلے سے بیل کا پاؤں درمیان میں لے آتا ہے — جا اللہ (تعالیٰ) گھوڑے پر بیل کے سینگ نہیں چڑھتا ہے

بس مناسب صنعت ست ایں شہر زاؤ — کے نہد بر جسمِ اسپ اُو عضوِ گاؤ

اس شہر کا بنانے والا بہت سے مزدوں کا دیکھنے والا ہے — وہ گھوڑے کے جسم پر بیل کا عضو کب رکھتا ہے؟

زاؤ ابداں را مناسب ساختہ — قصرہائے منتقل پرداختہ

بنانے والے نے جسموں کو مناسب بنایا ہے — منتقل ہونے والے قلعے بنائے ہیں

درمیانِ قصرہا تحریجہا — از سُوئے ایں سُوئے آں صہریجہا

قلعوں کے اندر نالیاں ہیں — اس کی جانب سے اُس کی جانب وہ نہریں ہیں

وز دروں شاں عالمے بے منتہا — درمیانِ خرگہے چندیں فضا

اور اُن کے اندر ایک لاانتہا جہان ہے — ایک خیمہ کے اندر بہت میدان ہیں

گہ چو کابو سے نماید ماہ را — گہ نماید روضہ قعرِ چاہ را

وہ کبھی چاند کو کابوس کی طرح دکھاتا ہے — اور کبھی کنویں کی تہ کو چمن دکھاتا ہے

قبض و بسطِ چشم و دل از ذوالجلال — دمبدم چوں می کند سحرِ حلال

آنکھ اور دل کا سمٹنا اور پھیلنا خدا کی جانب سے ہے — ہر وقت کس طرح سے حلال جادو کرتا ہے

زیں سبب درخواست از حق مصطفےٰ — زشت را ہم زشت و حق را حق نما

اس لئے مصطفےٰ نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی — بُرے کو بُرا اور حق کو حق دکھا

---

۵۱ سلسبیں۔ راستہ کی درخواست کر سلسبیں جنت کا ایک چشمہ ہے۔ آنکھ۔ گھاس ہوا کے ہر جھونکے سے جھک جاتی ہے۔ ظلّ العرش۔ جو خواہش نفس کو ترک کریگا وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔ عریش۔ جھونپڑی۔ گفت۔ بادشاہ کو اب احساس ہوا کہ اس سردار سے گھوڑا چھینا ظلم ہے۔ بادلِ خود۔ پھر شاہ نے عماد الملک کو مخاطب بنانے کے بجائے اپنے دل کو مخاطب بنا کر کہا مجھ جیسے شیر کو گھوڑے کے سر کو بیل کا سا سر سمجھکر فریب نہ دے۔ پایِ گاؤ۔ درمیان آور دلنا لیے موقع بات کہنا۔ زاؤ۔ یکرا حیلہ۔ ندوزد۔ اللہ تعالیٰ گھوڑے پر بیل کے سینگ نہیں لگاتا ہے۔ زاؤ۔ معمار شہر زاؤ۔ شہر کو بنانیوالا۔

۵۲ زاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو قلعہ کی طرح تعمیر فرمایا ہے اور یہ انسانی جسم چلتے پھرتے قلعے ہیں۔ تحریج۔ نالی موری۔ صہریج۔ پانی کی نالی۔ وز دروں۔ انسانی جسم میں ایک عالم ہے صوفیاء انسان کو عالم اکبر کہتے ہیں کیونکہ جس طرح ساری کائنات اسماء الٰہی کا مظہر ہے تنہا انسان اُن سب کا مظہر ہے۔ خرگہ۔ خیمہ یعنی انسانی جسم۔

۵۳ گہ۔ حضرت حق تعالیٰ کے تصرفات انسانی جسم پر بصورتِ قبض و بسط طاری ہوتے ہیں اور اس قبض سے کبھی وہ اچھے کو برا دکھا دیتا ہے اور بسط کے ذریعہ برے کو اچھا دکھا دیتا ہے، کابوس ایک مرض ہے جب وہ طاری ہو جاتا ہے تو انسان کا گلا گھٹتا ہے اور بولنے پر قادر نہیں رہتا۔ زیں سبب۔ چونکہ حضرت حق کی تجلی قبض و بسط میں مختلف صورتیں دکھاتی ہے اسی لئے آنحضورؐ نے دعا کی ہے کہ اچھے کو اچھا دکھا اور برے کو برا دکھا۔

تا[1] بآخر چوں بگردانی وَرق — از پشیمانی نیفتم در قلق
تاکہ آخر میں جب تو ورق پلٹے — میں فرخندگی سے پریشانی میں نہ پڑوں

مکر کہ کرد آں عمادُ المُلک فرد — مالکُ المُلکش بداں ارشاد کرد
وہ تدبیر کیا عمادُ الملک نے کی — مالکُ الملک نے اُس کی اس طرف رہنمائی کی

حیلۂ محمود ایں باشد ولیک — تو ممیّز باش مر بد را ز نیک
یہ پسندیدہ تدبیر ہوتی ہے، لیکن — تو بُری کو بھلی سے ممتاز کرنے والا بن

مکرِ[2] حق سرچشمۂ ایں مکر ہاست — قلب بین الاصبعین کبریاست
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر ان تدبیروں کا سرچشمہ ہے — قلب اللہ (تعالیٰ) کی دو انگلیوں کے درمیان ہے

آنکہ سازد در دلت مکر و قیاس — آتشے داند زدن اندر پلاس
جو تیرے دل میں سوچ اور قیاس پیدا کرتا ہے — وہ ٹاٹ میں آگ لگانا بھی جانتا ہے

رجوع کردن بقصۂ آں پائمرد و آں غریب و امدارو

مددگار اور اُس قرضدار پردیسی کے قصّہ کی طرف رجوع اور اُن کا خواجہ

بازگشتنِ ایشاں از سرِ گورِ خواجہ و خواب دیدنِ

کی قبر کے سرہانے سے واپس آنا اور مددگار کا خواجہ محتسب کو

پائمرد خواجۂ محتسب را

خواب میں دیکھنا

بے نہایت آمد ایں خوش سر گذشت — چوں غریب از گورِ خواجہ باز گشت
یہ عمدہ قصّہ بغیر انجام کے رہ گیا — وہ پردیسی جب خواجہ کی قبر سے لوٹا

پائمرد[3] ش سوئے خانہ خویش بُرد — قُہرِ صد دینار را با او سپرد
مددگار اُس کو اپنے گھر کی جانب لے گیا — سَو دینار کی قُہر اُس کو دے دیں

قوتش آورد و حکایتہا ش گفت — کز اُمید اندر دلش صد گل شگفت
مزیدار کھانا لایا اور اُس سے ایسے قصّے کہے — کہ اُس کے دل میں اُمید سے سَو پھول کھِل گئے

آنچہ بعد العُسر یُسر او دیدہ بُود — با غریب از قصّۂ آں لب کشود
اُس نے تنگی کے بعد جو آسانی دیکھی تھی — اُس نے اُس کا قصّہ پردیسی کو سُنایا

نیم شب بگذشت افسانہ کناں — خواب شاں انداخت تا مرعائی جاں
باتیں کرتے ہوئے آدھی رات گذر گئی — نیند نے اُن کو رُوح کی چراگاہ میں لے جا ڈالا

---

[1] تا آخر: یہ دعا اس لئے ہے تاکہ زندگی کا ورق پلٹنے کے بعد خرمندگی نہ ہو۔ مگر شاہ کے دل سے گھوڑے کی محبت دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر سکھائی تھی۔ حیلہ بھلائی کے لئے حیلہ کرنا بھلا ہے بُرائی کے لئے حیلہ کرنا بُرا ہے۔

[2] مکرِ حق۔ انسان کو اپنی کسی تدبیر پر مغرور نہ ہونا چاہیئے کیونکہ ان تدبیروں کا چشمہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہے اور انسان کا قلب اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو پھیر دیتا ہے۔ آنکہ جو ذات تجھے یہ حیلہ سکھا دیتی ہے وہ تیرے علم کو ضائع بھی کر سکتی ہے۔ پلاس۔ ٹاٹ۔ دامدار۔ قرضدار۔ بے نہایت۔ یعنی یہ قصّہ ادھورا رہ گیا۔

[3] پائمرد ش۔ وہ مددگار اس پردیسی کو گھر لے گیا۔ قُہر۔ یعنی سو دینار کی تھیلی جو مہر زدہ تھی اس پردیسی کو دے دی۔ قوتش۔ اُس پردیسی کو کھانا کھلایا اور ایسے قصّے سنائے جس سے اُس کا غم ہلکا ہو سکے۔ اس نے اپنے ایسے قصّے سنائے جن میں پریشانیوں کے بعد راحت میسر آئی تھی تاکہ پردیسی کی تسلی ہو جائے۔ نیم شب۔ وہ اس پردیسی کو آدھی رات تک قصّے سناتا رہا پھر اُنکو نیند آگئی۔ خواب۔ نیند میں انسان کی رُوح ادھر اُدھر کی سیر کرتی ہے۔

(۴۲)

۵۱ دید پامرد آں ہمایوں خواجہ را
اُس مددگار نے مبارک خواجہ کو دیکھا

اندراں شب خواب در صدرِ سرا
اُس رات خواب میں مکان کے صدر (نشین) میں

خواجہ گفت اے پایمرد بانمک
خواجہ نے کہا، اے ملیح مددگار!

آنچہ گفتے من شنیدم یک بیک
وہ جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک سُنا

لیک پاسخ دادنم فرماں نبود
لیکن مجھے جواب دینے کا حکم نہ تھا

بے اشارت لب نیارستم کشود
بغیر اشارے کے میں لب کشائی نہیں کر سکتا

ما چو واقف گشتہ ایم از چون و چند
ہم چونکہ کیفیت اور کمیت سے واقف ہو گئے

مُہر بر لبہای ما بنہادہ اند
انھوں نے ہمارے ہونٹوں پر مُہر لگا دی ہے

۵۲ تا نگردد رازہائے غیب فاش
تاکہ غیب کے راز نہ پھیلیں

تا نماند دیگِ محنت نیم خام
تاکہ محنت کی دیگ ادھ پکی نہ رہ جائے

تا ندرّد پردۂ غفلت تمام
تاکہ غفلت کا پردہ پورا نہ پھٹ جائے

تا نسوزد پردۂ دعویٰ وراں
تاکہ اُس میں دعوے کرنیوالوں کا پردہ نہ جل جائے

تا نگردد ہیچکس واقف بداں
تاکہ اُس سے کوئی واقف نہ ہو

می نبیند دیدنی را عینِ ریب
دیکھنے کی چیز کو شک کی نگاہ نہیں دیکھتی ہے

تا نیفتد از طبق سرپوشِ غیب
تاکہ طباق سے غیب کا ڈھکن نہ ہٹ جائے

۵۳ ما ہمہ گوشیم گر شد نقشِ گوش
ہم مجسّم کان ہیں اگرچہ کان کا نقش جاتا رہا

بل ہمہ عینیم ما بے میغ و عین
بلکہ ہم مجسّم سورج ہیں بغیر ابر و غبار کے

ما ہمہ عینیم گر شد نقشِ عین
ہم مجسّم آنکھ ہیں اگرچہ آنکھ کا نقش جاتا رہا

جملگی شمسیم گرچہ ذرّہ ایم
ہم مجسّم سورج ہیں اگرچہ ذرّہ ہیں

غرقِ دریاییم گرچہ قطرہ ایم
ہم دریا میں غرق ہیں اگرچہ قطرہ ہیں

در جہانِ جاوداں گشتہ مُعاف
ہمیشگی کے جہان میں معاف ہو گئے ہیں

بے حجابِ دُردِ گل آبیم صاف
ہم بغیر غبار کے پردے کے صاف پانی ہیں

اور اک بہت قوی ہے۔ غرق۔ باوجودیکہ ہم ہیچ ہیں لیکن قرب کے اعتبار سے ہمیں ذاتِ حق سے اتحاد ہے۔ بے حجاب۔ اب ہماری ذات گناہوں کی کدورت سے صاف ہو چکی ہے اور ہمیں معافی کی حالت میں دوامی زندگی حاصل ہو گئی ہے

۵۱ دید۔ سونے کی حالت میں مددگار نے مُحتسب کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک مکان کے صدر جگہ میں بیٹھا ہے۔ بانمک۔ ملیح۔ حسین۔ آنچہ۔ مُحتسب نے خواب میں اُس مددگار سے کہا کہ اُس پردیسی نے میری قبر پر جو باتیں کہیں وہ میں نے سب سُنی ہیں۔ لیک۔ مُردہ سب باتیں سنتا ہے جواب نہیں دے سکتا ہے۔ ناچو۔ مُردوں کو بولنے کی اجازت اِس لئے نہیں ہوتی کہ وہ رازوں سے واقف ہو چکے ہیں اگر بولیں گے تو غیب کے اسرار کھل جائیں گے۔

۵۲ تا نگردد۔ اگر کونینات کے تمام راز کھل جائیں گے تو نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ پردہ۔ نظامِ عالم انسان کی غفلت کے پردوں سے چل رہا ہے۔ تا نماند۔ راز کھلنے سے ترکیب عمل ہو جائیگا۔ تا نسوزد۔ حقیقت کھل جانے پر غلط دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ می نبیند۔ دیدنی چیز جو آنکھ دیکھ رہی ہوتی ہے وہ اسی غفلت کے پردے کی وجہ سے ہے۔

۵۳ ما ہمہ۔ مُحتسب نے خواب میں کہا کہ اگرچہ ہمارے کان ختم ہو گئے ہیں لیکن اب ہم ہمہ تن کان ہیں ہم بغیر زبان کے مجسّم گویائی ہیں لیکن بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ شمسیم۔ ہم مجسّم آنکھ ہیں بغیر آنکھ کے جس طرح مُردے سنتے ہیں، دیکھتے بھی ہیں۔ بل ہمہ۔ ہم بغیر ابر و غبار کا سورج ہیں جس کا

هرچه[1] ما دادیم دیدیم این زماں — اینجهاں پردست و عین ست آنجهاں
ہم نے جو کچھ دیا اب دیکھ لیا — یہ جہان پردہ ہے، وہ جہان ظاہر ہے

روزِ کشتن روزِ پنہاں کردن ست — تخم در خاکے پریشاں کردن ست
بونے کا دن، پوشیدہ کرنے کا دن ہے — بیج کو مٹی میں بکھیر دینا ہے

وقتِ بدرودن گہہ منجل زدن — روزِ پاداش آمد و پیدا شدن
کاٹنے کا وقت، دانتی چلانے کا وقت — بدلے اور ظاہر ہونے کا دن ہے

گفتنِ خواجہ در خواب با آں پایمرد و مجوہِ وام آں دوست

خواجہ کا خواب میں اُس مددگار سے اُس دوست کے قرض کی ادائیگی کے طریقے

راکہ آمدہ بود و نشان دادنِ جاہی دفنِ آں سیم را و

بتا دینا جو آیا تھا اور چاندی کے مدفون ہونے کی جگہ کا پتہ بتانا اور

پیغام کردن بوارثاں کہ البتہ آں را بسیار نہ بینند و

وارثوں کو پیغام دینا کہ کبھی اس کو بہت نہ سمجھیں اور اس میں

ہیچ باز نگیرند اگرچہ قبول نہ کند یا بعضے ہمانجا بگذارد

سے کچھ نہ لیں اگرچہ وہ قبول نہ کرے یا کچھ وہاں چھوڑ دے یا وہ

یا بہر کہ خواہد بدہد کہ من با خدا نذر کردہ ام کہ ازاں سیم

جس کو چاہے دے کیونکہ میں نے خدا سے منت مانی ہے کہ اس چاندی میں سے

بمن و متعلقانِ من حبّہ باز نگردد

میں اور میرے متعلقین ایک حبّہ واپس نہ لیں گے

بشنو[2] اکنوں دادِ مہمانِ جدید — من ہمی دیدم کہ او خواہد رسید
اب نئے مہمان کی بخشش (کا حال) سُن — میں سمجھتا تھا، کہ وہ آئے گا

من شنیدہ بودم از وامش خبر — بستہ بہر او دو سہ پارہ گہر
میں نے اس کے قرض کی خبر سُن لی تھی — میں نے جواہر کے دو تین ٹکڑے اس کیلئے باندھ دیئے

کہ وفایِ وام او[3] هست آن و بیش — تا کہ ضیفم را نگردد سینہ ریش
جو اس کے قرض کے لئے کافی اور زیادہ ہیں — تاکہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو

وام دار او زر هزار او نہ هزار — وام را از بعض ایں گو واگذار
وہ سونے کے نو ہزار قرض رکھتا ہے — کہہ دے کہ اس میں سے قرض ادا کر دے

---

[1] هرچہ۔ ہم نے جو عمل دنیا میں کیا اب اُس کے نتائج دیکھ لئے ہیں۔ ایں جہاں۔ دنیا۔ آں جہاں۔ آخرت۔ روزِ کشتن۔ جس دن کاشتکار بوتا ہے تو وہ بیج کو زمین میں چھپاتا اور بکھیرتا ہے دنیا بھی کاشت کا وقت ہے۔ وقتِ بدرودن۔ جب کاشتکار کھیتی کاٹتا ہے تو اس کے چھپائے ہوئے بیج کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے آخرت اس کی مثال ہے۔
گفتنِ خواجہ۔ محتب نے مددگار کو خواب میں بتایا کہ میں نے اُس پردیسی کے قرض ادا کرنے کے لئے بہت سا مال فلاں جگہ رکھ دیا ہے میرے وارثوں سے کہو کہ وہ اس کو دیں اور اس میں سے خود کچھ نہ لیں۔

[2] بشنو۔ اب یہ قصہ سنو کہ محتب نے اُس پردیسی کا قرض ادا کرنے کیلئے کس طرح عطا کی۔ من ہمی دیدم۔ محتب نے کہا کہ میں سمجھ گیا تھا کہ یہ پردیسی مقروض ہو کر میرے پاس ضرور آئیگا۔ من شنیدہ۔ میں سُن چکا تھا کہ وہ مقروض ہو گیا ہے میں نے اسکے لئے دو تین جواہر باندھ کر رکھ دیئے تھے۔

[3] کہ وفایِ۔ وہ گوہر اسقدر قیمتی ہیں کہ اُنسے اُس کا قرض ادا ہو جائے گا اور بچ بھی رہیگا۔ دو ہم۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ اُس پر نو ہزار دینار قرض ہیں اُن جواہر میں سے کچھ فروخت کر کے ادا کر دے

فضلہ[1] ماند زیں بسے گو خرچ کن — در دعا گوئی مرا ہم درج کن

اس میں سے بہت بچے گا کچھ دے خرچ کرے — دعا میں مجھے بھی شامل کرلے

خواستم تا آں بدستِ خود دہم — در فلاں دفتر نوشتت ایں رقم

میں نے چاہا تھا کہ اس کو خود اپنے ہاتھ سے دوں — فلاں رجسٹر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے

خود اجل مہلت نداد م تا کہ من — خفیہ بسپارم بدو دُرِّ عدن

مجھے موت نے فرصت نہ دی، کہ میں — عدن کے موتی چپکے سے اسے دے دوں

لعل و یاقوت ست بہرِ وامِ او — در خنورے و نوشتہ نامِ او

اس کے قرض کے لئے لعل اور یاقوت ہے — ایک پیالے میں اور اس کا نام لکھا ہوا ہے

در فلاں طاقیش مدفوں کردہ ام — من غمِ آں یار پیشیں خوردہ ام

میں نے اس کو فلاں طاق میں دفن کر دیا ہے — میں نے اس دوست کی پہلے ہی فکر کر لی ہے

قیمتِ آں را نداند جز ملوک — فاجتہدوا بالبیعِ ان لا یخدعوک

شاہوں کے سوا کوئی ان کی قیمت نہیں جانتا — بیچنے میں محنت کرو تاکہ وہ تجھے دھوکا نہ دیدیں

در بیوع[2] آں کن تو از خوفِ غرار — کہ رسول آموخت سہ روز اختیار

معاملوں میں دھوکے کے ڈر سے وہ کر — جو تین روز کا اختیار رسول نے سکھایا ہے

ازکسادِ آں مترس و در مَنیف — کہ رواجِ آں نخواہد ہیچ خفت

ان کے نرخ گرنے سے نہ ڈر اور نہ گھر — کیونکہ ان کا رواج سست نہ ہوگا

وارثانم را سلامِ من بگو — ویں وصیت را بگو ہم مو بمو

میرے وارثوں سے میرا سلام کہدے — اور اس وصیت کو بھی پورا کہہ دے

تا ز بسیاریِ آں زر نشکہند — بے گرانی پیشِ آں مہماں نہند

تاکہ اس زر کی کثرت سے نہ ڈریں — بغیر کسی گرانی کے اس مہمان کے سامنے رکھ دیں

در بگوید او نخواہم ایں فرہ[3] — گو بگیر و ہر کرا خواہی بدہ

اور اگر وہ کہے میں یہ بہت نہیں چاہتا — کہہ دے، لے لے اور جس کو تو چاہے دیدے

زانچہ دادم باز نستانم نقیر — سوئے پستاں باز ناید ہیچ شیر

جس نے دیدیا ہے انہیں سے ایک ذرہ واپس — دودھ پستان میں ہرگز نہیں لوٹتا

گشتہ باشد ہمچو سگ قے را اکول — مسترِ نخلہ بر قولِ رسولؐ

کتے کی طرح قے کو چاٹنے والا ہو جاتا ہے — عطیہ کو واپس لینے والا، رسولؐ کے قول کے مطابق

---

[1] فضلہ۔ جو بچے اس کو بھی خرچ کرے اور مجھے دعاء خیر میں یاد رکھے۔ خود دہم۔ تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے اور وہ شرمندہ نہ ہو لیکن مجھے موت نے یہ موقع نہ دیا۔ لعل و یاقوت۔ وہ جواہر لعل اور یاقوت ہیں ایک پیالہ میں رکھے ہیں اور اس پیالہ پر میں نے اس کا نام لکھ دیا ہے۔ خنور۔ پیالہ، پانی کا مٹکا۔ در فلاں۔ اس پیالہ کو فلاں طاق میں دفن کر دیا ہے قیمت۔ وہ بہت قیمتی ہیں کوئی دھوکا دے کر سستا نہ خرید لے۔

[2] در بیوع۔ فروخت کرنے میں اپنے لئے تین روز کا اختیار رکھ لینا، اگر قیمت کم لگی ہو تو بیع کو فسخ کر دینا۔ غرار۔ دھوکا۔ از کساد۔ واپس لینے میں اس سے نہ ڈرنا کہ ان کی قیمت گھٹ گئی۔ وارثانم۔ مخاطب نے اس روزگار سے یہ بھی کہا کہ میرے وارثوں سے میرا سلام کہہ دے اور یہ میری وصیت ان کو پہنچا دے۔ تاز بسیاری۔ وارثوں سے اسلئے کہہ دینا کہ ہیں قدر زیادہ مال ایک پردیسی کو دینے سے گھبرا نہ جائیں نشکہند۔ شکوہ نہ کریں، ڈرنا۔

[3] فرہ۔ بہتان گرہ زیادتی، یعنی اگر پردیسی یہ کہے کہ اس قدر مال کی مجھے ضرورت نہیں تو کچھ دینا وہ لیکر کسی اور کو دیگر تو اب حاصل کرلے۔ زانچہ دادم۔ واپسی کرنا گویا دیدینا ہے۔ نقیر۔ وہ گڑھا جو کھجور کی گٹھلی کے سر پر ہوتا ہے حقیر چیز مراد ہوتی ہے۔ ستوئی پستان میں سے دودھ

وَر بَبندد[1] در نباید آں زَرش
اگر وہ دروازہ بند کرلے کہ وہ زر اُس کو نہ چاہیے

ہر کہ آنجا بگذرد زَر می بَرد
جو وہاں سے گذرے سونا لے جائے

بہرِ اُو بنہادہ ام آں از دوسال
میں نے وہ دو سال سے اس کے لئے رکھا ہے

وَر رَوا دارند چیزے زاں ستد
اگر وہ اُس میں سے کچھ لینا جائز سمجھیں گے

گر رُوانم را[2] پژولانند زُود
اگر وہ میری رُوح کو پریشان کرینگے تو جلدی

از خدا امید دارم من لَبق
میں زبان آور (اللہ تعالیٰ) سے امید کرتا ہوں

دُو[3] قضیہ دیگر اُو را شرح داد
اُس نے دو دوسرے مسئلے اُس پر ظاہر کئے

تا بماند دو قضیہ سِرّ و راز
تاکہ دونوں قصے بسر اور راز رہیں

بر[4] جہید از خواب آنگشتک زناں
وہ چٹکیاں بجاتا ہوا نیند سے بیدار ہوا

گفت مہماں در چہ سَوداہاستی
مہماں نے کہا، تو کن خیالات میں ہے

تا چہ دیدی خواب دوش اَے بُوالعلا
اے بلند مرتبہ والے! گذشتہ رات تو نے خواب میں کیا

خواب دیدہ پیلِ تو ہندوستاں
تیرے ہاتھی نے ہندوستان خواب میں دیکھا ہے

گفت سوداناک خوابے دیدہ ام
اس نے کہا کہ میں نے ایک عشقناک خواب میں دیکھا ہے

تا بریزند آں عطا را بر درش
اُس عطا کو اُس کے دروازے پر بکھیر دیں

نیست ہدیہ مخلصاں را مُسترَد
مخلصوں کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہے

کردہ ام من نذرہا باذُوالجلال
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے نذریں مانی ہیں

بیست چنداں خود زیاں شاں اُو فتد
اُن کو خود بیس گنا نقصان ہوگا

صَد دریغ محنت بر ایشاں بر کشود
پریشانی کے سینکڑوں دروازے اُنپر کھلیں گے

کہ رساند حق را با مستحق
کہ وہ، حق مستحق کو پہنچا دے گا

لَب بذکرِ آں نخواہم بر کُشاد
میں اُن کے ذکر میں ہونٹ نہ کھولوں گا

ہم نگردد مثنوی چندیں دراز
نیز مثنوی بہت لمبی نہ ہو جائے

گہ غزل گویان و گہ نوحہ کُناں
کبھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا

پایمردا مست و خوش برخاستی
اے پروردگار! تو مست اور خوش اُٹھا ہے

کہ نمی گنجی تو در شہر و فلا
کہ تو شہر اور جنگل میں نہیں سما رہا ہے

کہ رمیدستی ز حلقہ دوستاں
کہ تو دوستوں کے حلقے سے بھاگ رہا ہے

در دلِ خود آفتابے دیدہ ام
میں نے اپنے دل میں سورج کو دیکھا ہے

---

[1] وَر بَبندد۔ اگر عطیہ قبول نہ کرے اور دروازہ بند کرلے تو اس کے دروازہ پر ڈالدینا۔ می برد۔ تاکہ گندہ نہ ہو۔ اس کو اُٹھا کر لے جائے نیت اُس کو یہ چاہیئے کہ وہ یہ عطیہ لینے سے انکار نہ کرے اس لئے کہ مخلص کا ہدیہ واپس کرنا جرم ہے۔

[2] بہرِ اُو۔ میں نے دو سال سے یہ مال اس کے لئے رکھ چھوڑا ہے اور خدا سے اُس کو دینے کی نیت مانی ہے۔ وَر رَوا۔ میرے عارفوں کو سمجھا دینا کہ اگر انھوں نے اس رقم میں سے کچھ لیا تو جتنا لیں گے اُس کا بیس گنا اُن کو نقصان پہنچ جائیگا

[3] گر رُوانم۔ عارفوں سے کہہ دینا کہ اگر میری وصیت کے خلاف کرکے میری روح کو ستائینگے تو اُن پر سینکڑوں مصائب آجائیں گے۔ لَبق۔ چرب زبان۔ دو قضیہ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب نے اس مددگار سے دو باتیں اور کہیں تھیں وہ راز ہیں اُن کو میں بیان نہ کروں گا۔ ہم ایک تو راز ہونے کی وجہ سے بیان نہ کروں گا پھر یہ بھی خیال ہے کہ بیان کروں تو مثنوی بہت طویل ہوجائیگی۔

[4] بر جہید۔ وہ مددگار نیند سے خوش ہوتا ہوا اُٹھا، چٹکیاں بجا رہا تھا اور بشاشت کی خوشی میں غزل پڑھ رہا تھا اور کبھی مصیبت کی وفات کی وجہ سے رونے لگتا تھا۔ دوش۔ رات کا اگلا حصہ گذرا تھا۔ فلا۔ جنگل۔ خواب دیدہ۔ ہاتھی

خواجہ را دیدم بخواب اے بُوالعلا
اے بلند رتبہ والے! میں نے خواب میں خواجہ کو دیکھا ہے

آں سپُردہ[1] جاں برائے کبریا
اُس خدا پر جان باختہ کو دیکھا ہے

خواب دیدم خواجۂ بیدار را
میں نے خواب میں، بیدار خواجہ کو دیکھا ہے

آں سپُردہ جاں پئے دیدار را
اُس، دیدار پر جان باختہ کو دیکھا ہے

خواب دیدم خواجۂ مُعطی المُنیٰ
میں نے خواب میں تمنائیں پوری کرنیوالے خواجہ کو دیکھا ہے

واحدٌ کالألفِ از اَمرِ خدا
جو خدا کے حکم سے اکیلا ہزار کی طرح کا ہے

مست و بیخود ایں چنیں می شمُرد
مست اور بیخود اسی طرح شمار کر رہا تھا

تا کہ مستی عقل و ہوشش را بُرد
حتیٰ کہ مستی نے اُس کی عقل اور ہوش کو ختم کر دیا

درمیانِ خانہ اُفتاد او دراز
وہ گھر کے درمیان، لمبا گر گیا

خَلق اَندر گِردِ او آمد فراز
مخلوق کا مجمع اس کے گرد فراہم ہو گیا

باخود آمد گفت اے بحرِ خوشی
ہوش میں آیا بولا اے خوشی کے سمندر!

اے نہادہ ہوشہا در بیہوشی
اے وہ کہ جس نے بیہوشی میں بہت سے ہوش رکھے ہیں

خواب[2] در بنہادۂ بیداریے
تو نے خواب میں، بیداری رکھی ہے

بستۂ در بیدلی دلداریے
تو نے بے دلی سے، دلداری وابستہ کر دی

خواجگی پنہاں کُنی در ذُلِّ فقر
تو ذلت اور فقر میں آقائی کو پوشیدہ کر دیتا ہے

طوقِ دولت بستہ اندر غُلِّ فقر
دولت کے طوق کو فقر کے طوق سے وابستہ کر دیا ہے

ضد اندر ضد پنہاں مُندرج
ضد، ضد میں مخفی طور پر داخل ہے

آتش اندر آب سوزاں مندمج
گرم پانی کے اندر آگ پوشیدہ ہے

رَوضہ[3] اندر آتش نمرُود درج
نمرود کی آگ میں چمن درج ہے

دُخلہا رُویاں شدہ از بذل و خرج
صرف اور خرچ سے آمدنیاں آگے ہیں

تا بگفتہ مُصطفےٰ شاہِ نجاح
حتیٰ کہ کامیابی کے شاہ، مصطفےٰؐ نے فرمایا

اَلسَّماحُ یا اُولِی النَّعمَا رَباح
اے اہل نعمت! سماحت کرنا نفع کمانا ہے

مَا نَقَصَ مَالٌ مِّنَ الصَّدَقَاتِ قَطّ
صدقوں سے مال کبھی نہیں گھٹتا

اِنَّمَا الخَیرَاتُ نِعمَ المُرتَبَط
خیرات کرنا بہت اچھا رابطہ ہے

جوشش و افزونیِ زر در زکوٰۃ
زکوٰۃ میں مال کا جوش اور بڑھاؤ ہے

عصمت از فحشا و مُنکر در صلوٰۃ
نماز میں فحش اور بُری باتوں سے بچاؤ ہے

---

[1] سپُردہ۔ یعنی وہ محبوب جس نے اللہ تعالیٰ پر جان قربان کر دی ہے۔ مست۔ وہ مددگار مستی الٰہی بیخودی کی حالت میں محبوب کے اوصاف میں گنا گنا بیہوش ہو گیا۔ دریاں۔ وہ مددگار بیہوش ہو کر گر پڑا اور لوگ اُس کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ بحرِ خوشی۔ اللہ تعالیٰ جو شہا بے ہوشی یعنی نیند کی حالت میں اُس کو بہت سے عالی مضامین سکھائے گئے تھے۔

[2] خواب در۔ خواب میں وہ باتیں معلوم ہوئی ہیں جو بیداری میں بھی معلوم نہ تھیں۔ بستۂ۔ جو بیدل یعنی عاشق خدا ہوتا ہے وہ محبوب اور حق کا دلدار بھی ہو جاتا ہے۔ ضد اندر ضد۔ اسپر تعجب نہ کرو کائنات میں مشاہدہ کر لو اللہ کی قدرت نے ایک ضد کو دوسری ضد میں مخفی کر دیا ہے گرم پانی میں آگ پوشیدہ ہے اُس کے اجزاء سے پانی گرم ہے۔

[3] روضہ۔ نمرود کی آگ میں خلیل اللہ کے لئے جس پر خیمہ تھا۔ دخلہا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ السّماح۔ آنحضورؐ نے سخاوت کو نفع فرمایا ہے۔ ما نقص۔ خیرات اللہ سے رابطہ پیدا کر دیتی ہے تو مال میں برکت ہو جاتی ہے۔ زکوٰۃ۔ زکوٰۃ دینے سے برکت ہوتی ہے۔ در صلوٰۃ۔ نماز کی نیکی الحمد اور منکر کی بدی سے بچانے پر مشتمل ہے۔

آں[1] زکوٰتت کیسہ اَت را پاسباں — وآں صلوٰتت ہم زگرگانت شباں
تیری وہ زکوٰۃ، تیری تھیلی کی محافظ ہے — اور وہ تیری نماز بھیڑیوں سے تیری نگہبان ہے

میوۂ شیریں نہالِ شاخ و برگ — زندگیِ جاوداں در زیرِ مرگ
شاخ اور پتے میں میٹھا میوہ چھپا ہے — موت کے ماتحت ہمیشگی کی زندگی ہے

زِبل گشتہ قوتِ خاک از شیوۂ — زاں غذا زادہ زمیں را میوۂ
نجاست کی روش سے مٹی کی روزی بنی — زمین میں اُس غذا سے میوہ پیدا ہوا

در عدم پنہاں شدہ موجودیے — در سرشتِ ساجدے مسجودیے
موجود ہونا، عدم میں پوشیدہ ہوا — سجدہ کرنے والے کی طینت میں سجود ہونا ہے

آہن و سنگ از برونش مُظلمے — اندروں نورے و شمعِ عالمے
لوہا اور پتھر باہر سے تاریک ہیں — باطن میں نور اور عالم کی شمع ہے

درج در خوفے ہزاراں ایمنی — در سوادِ چشم چنداں رُوشنی
خوف میں ہزاروں اطمینان درج ہیں — آنکھ کی سیاہی میں اُس قدر روشنی ہے

اندروں[2] گاؤِ تن شہزادۂ — گنج در ویرانۂ بنہادۂ
بیل کے جسم میں، ایک شہزادہ ہے — خزانہ ویرانے میں رکھا ہوا ہے

تا خرے پیرے گریزد زاں نفیس — گاؤ بیند شاہ نے یعنی بلیس
تاکہ اُس عمدہ چیز سے ایک بوڑھا گدھا بھاگ جائے — بیل کو دیکھے، شاہ کو نہیں یعنی شیطان

حکایتِ[3] آں پادشاہ و وصیت کردن سہ پسرِ خویش را کہ
اُس بادشاہ کی حکایت اور اُس کا اپنے تین لڑکوں کو وصیت کرنا کہ اِس

دریں سفر در ممالکِ مَن در فلاں جا چنیں ترتیب نہید و
سفر میں میرے ملکوں میں فلاں جگہ اِس طرح سے ترتیب قائم کرواویں

فلاں جا چنیں نواب نصب کنید و اما اللہ اللہ بفلاں
فلاں جگہ ایسے قائم مقام مقرر کرو لیکن خدا کے لئے فلاں قلعہ میں

قلعہ مروید و گردِ آں مگردید
نہ جانا اور اُس کے چاروں طرف چکر نہ کاٹنا

بود شاہے شاہ را بُد سہ پسر — ہر سہ صاحب فطنت و صاحب نظر
ایک بادشاہ تھا، بادشاہ کے تین لڑکے تھے — تینوں سمجھ دار اور صاحب نظر تھے

[1] آں زکوٰتت۔ زکوٰۃ دینے والے کا مال ضائع نہیں ہوتا۔ صلوٰتت۔ تیری نماز شیطانی بھیڑیوں سے محافظ ہے۔ نہال۔ درخت کی شاخوں اور پتوں میں میوہ پوشیدہ ہے۔ مرگ۔ موت۔ جاوداں۔ زندگی پر مشتمل ہے۔ زبل۔ کھاد، میووں پر مشتمل ہے۔ در عدم۔ عدم سے ہی وجود آتا ہے۔ ساجدے۔ حضرت آدمؑ ساجد ہو کر مسجود ملائکہ بنے۔ آہن۔ لوہے اور پتھر کی سیاہی میں نور مضمر ہے۔ درج۔ جو اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں وہ عذاب کی سینکڑوں مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ سوادِ چشم۔ آنکھ کی پتلی سیاہ ہے اور اس میں روشنی مضمر ہے۔

[2] اندروں۔ انسان کا جسم بیل کے جسم سے مشابہ ہے اور اس میں روح جو بمنزلہ شہزادے کے ہے مضمر ہے۔ گنج۔ ویرانہ کے اندر خزانہ ہوتا ہے۔ تا خرے۔ ان باتوں میں یہ حکمت مضمر ہے کہ خر پیر یعنی شیطان صفت لوگ ظاہر کو دیکھ کر بھاگ جائیں۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے ظاہری جسم کو دیکھا اور اُن کے باطنی اوصاف پر نظر نہ کی۔

[3] حکایت۔ اس حکایت میں بھی یہی بتایا ہے کہ تینوں شہزادوں میں سے کوئی شاہ کی حسین لڑکی پر عاشق ہوا اور شاہ کے باطنی کمالات کی طرف متوجہ نہ ہوا کوئی اُسکے باطن کی طرف متوجہ ہو کر کامیاب ہوا۔ بوشاہ

هر یکے از دیگرے استوده تر
ہر ایک دوسرے سے زیادہ قابلِ تعریف تھا

پیشِ شہ شہزادگاں اِستادہ جمع
بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہو کر کھڑے ہوئے

از رہِ پنہاں زعینینِ پسر
لڑکے کی آنکھوں سے مخفی راستہ ہے

تازِ فرزند آب ایں چشمہ شتاب
یہاں تک کہ لڑکے کے اِس چشمہ کا پانی جلد

تازہ می باشد ریاضِ والدین
ماں باپ کے باغ تازہ رہتے ہیں

چوں[1] شود چشمہ زبیماری علیل
جب چشمہ مرض سے بیمار ہو جاتا ہے

خشکی نخلش ہمی گوید پدید
اُسکے کھجور کے درخت کی خشکی صاف کہتی ہے

اے بسا کاریز پنہاں ہمچنیں
اِسی طرح بہت سے پوشیدہ چشمے

اے کشیدہ ز آسمان و از زمیں
اے (مخاطب)! آسمان اور زمین سے کھینچے ہیں

تن[2] ز اجزائے جہاں دزدیدۂ
تو نے جہان کے اجزاء سے جسم کو چرایا ہے

از زمین و آفتاب و آسماں
زمین اور سورج اور آسمان سے

تا تو پنداری کہ بردی رائیگاں
خبردار! تو سمجھتا ہے تو نے مفت لے اُڑا

کالۂ دزدیدہ نبود پائیدار
چرایا ہوا سامان پائیدار نہیں ہوتا ہے

در سخا و در دروغا و کرّ و فر
سخاوت اور جنگ اور کرّ و فر میں

قرۃ[1] العینانِ شہ ہمچوں سہ[2] شمع
شمع کی طرح بادشاہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک (تھے)

می کشید آبے نخیلِ آں پدر
اُس باپ کا کھجور کا درخت پانی کھینچتا ہے

میرود سُوی ریاضِ مام و باب
ماں اور باپ کے باغیچوں کی جانب جاتا رہتا ہے

گشتہ جاری عینِ شاں ہر دو عین
ان دونوں آنکھوں سے اُن کا چشمہ جاری رہتا ہے

خشک گردد شاخ و برگِ آں نخیل
اُس کھجور کے درخت کی شاخ اور پتے خشک ہو جاتے ہیں

کہ ز فرزنداں شجر نم می کشید
کہ درخت فرزندوں سے نمی کھینچتا ہے

متصل با جانِ تاں یا غافلیں
اے غافلو! تمہاری جان سے متصل ہیں

مایہا تا گشتہ جسمِ تو سمیں
مادّے، یہاں تک کہ تیرا جسم موٹا ہوا ہے

پارہ پارہ زیں و آں ببریدۂ
تو نے اِس اور اُس سے ٹکڑا ٹکڑا کاٹا ہے

پارہا بر دوختی بر جسم و جاں
تو نے جسم اور جان پر پیوند گانٹھے ہیں

باز نستانند از تو ایں و آں
یہ اور وہ تجھ سے واپس نہ لیں گے

لیک آرد دزد را تا پائدار
لیکن چور کو صرف تک لے آتا ہے

---

[1] قرۃ العینان۔ دونوں آنکھوں کی ٹھنڈک، خوشی و راحت میں آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے رنج میں گرم آنسو بہتے ہیں۔ از رہ۔ باپ کے جسم کی تروتازگی اولاد سے ہے۔ تازِ فرزند۔ مخفی طور پر اولاد ماں باپ کے بدن کے چین کو سیراب کرتی ہے۔ تازہ۔ اولاد کی آنکھوں سے مخفی چشمے جاری ہیں جو والدین کے جسم کے نیچہ کو پانی دیتے ہیں۔

[2] چوں۔ اِسی لئے جب اولاد بیمار ہو جاتی ہے اور چشمہ میں کمزوری آتی ہے تو ماں باپ کا جسم سوکھنے لگتا ہے خشکی۔ اِس حالت میں والدین کے جسم کا سوکھنا ظاہر کرتا ہے کہ اُن کا درخت اولاد کی آنکھوں کے چشموں سے سیراب ہوتا تھا۔ اے بسا۔ جس طرح والدین اولاد کے مخفی چشموں سے سیراب ہوتے ہیں اِسی طرح انسان کی جان مخفی چشموں سے سیرابی حاصل کر رہی ہے۔ اے کشیدہ۔ انسان کا جسم عالم کی بہت سی چیزوں سے بنتا ہے۔ سمیں موٹا۔

[3] تن۔ انسانی جسم کی ترکیب عالم کے بہت سے مادوں سے ہوئی ہے آزمین۔ کائناتِ عالم کے اجزاء جسمِ انسانی نے حاصل کئے ہیں۔ تا تو۔ انسان کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ اجزاء جو اُسکے جسم نے حاصل کئے ہیں اُنکو واپس لوٹانا نہیں ہے۔ کالہ۔ یہ چرائے ہوئے اجزاء

عاریہ[1] ست ایں کم ہمی باید فشارد — کانچہ بگرفتی ہمی باید گزارد

یہ مانگا ہوا ہے، پاؤں نہ جمانا چاہیئے — کیونکہ جو تو نے لیا ہے، ادا کرنا چاہیئے

جز نفختُ کاں ز وہاب آمدست — روح را باش، آں دگر را بیہدست

میں نے پھونکا کہ سراسر خدا کی جانب سے آئی ہے — روح کا بن، دوسری چیزیں بیہودہ ہیں

بیہدہ نسبت بجاں میگویمش — نے بہ نسبت با صنیع محکمش

میں اُن کو روح کے اعتبار سے بیہودہ کہتا ہوں — نہ کہ اُس کے مضبوط و متقن کے اعتبار سے

بیانِ[2] استمداد عارف از سرچشمۂ حیاتِ ابدی و مستغنی شدن

عارف کا ابدی زندگی کے سرچشمہ سے مدد حاصل کرنے کا بیان اور اس کا بے نیاز ہونا

اُو از استمداد و انجذاب از چشمہائے آبہائے بیوفا کہ علامۂ

پانیوں کے چشموں سے جذب کرنے اور مدد حاصل کرنے سے بے نیاز ہونا کہ اُس کی

ذٰلِكَ التَّجَافِي عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ کہ آدمی چوں مدد دہائے

علامت دھوکے کے گھر سے جدائی ہے — کیونکہ انسان جب چشموں کی مدد پر

چشمہا اعتماد کُند در طلب چشمۂ باقی سُست شود چنانکہ

بھروسہ کرتا ہے، باقی رہنے والے چشمہ کی طلب سُست ہو جاتی ہے چنانچہ

حکیم الٰہی می فرماید — رُباعی

حکیم الٰہی فرماتے ہیں — رُباعی

کاریز درونِ جانِ تو می باید — کز عاریہا ترا درے نکشاید

تیری جان میں چشمہ چاہیئے — کیونکہ مانگے ہوؤں سے تیرے لئے در نہیں کھلتا ہے

یک چشمۂ آب از درونِ خانہ — بہ زاں جوئی کہ از بروں می آید

گھر کے اندر پانی کا ایک چشمہ — اُس نہر سے بہتر ہے جو باہر سے آتی ہے

حبذا[3] کاریز اصلِ چیزہا — فارغت آرد ازیں کاریزہا

خوب چشمہ ہے جو چیزوں کی اصل ہے — وہ تجھے اِن چشموں سے بے نیاز کر دے گا

چشمۂ آبی درونِ خانۂ — بہ ز رودے کاں نہ در کاشانۂ

گھر کے اندر پانی کا ایک چشمہ — اُس نہر سے بہتر ہے جو گھر میں نہیں ہے

تو ز صد ینبوع شربت می کشی — ہر چہ زاں صد کم شود کاہد خوشی

تو سینکڑوں چشموں سے شربت کھینچ رہا ہے — اُن سینکڑوں میں سے جو کم ہو جائے خوشی گھٹ جاتی ہے

[1] عاریہ۔ مانگی ہوئی چیز واپس کرنی پڑتی ہے تو بدن کے اِن اجزاء کو بھی ایک روز واپس دینا ہے۔ جز نفختُ۔ البتہ روح کا علیہ السلام کی جانب سے ہے جو مستقل اور باقی ہے۔ بیہودہ جسم کے اجزاء کو بیہودہ روح کے اعتبار سے کہا گیا ہے ورنہ یہ بھی اللہ کی مخلوق ہے لہٰذا اُس کی مخلوق بیہودہ نہیں ہو سکتی ہے۔

[2] بیان۔ چونکہ بدن کے اجزاء مانگے ہوئے ہیں اور روح عطیۂ خداوندی باقی رہنے والی ہے تو انسان کو جسم کے چشموں سے زیادہ روح کے چشمہ کو حاصل کرنا چاہیئے، چنانچہ عارف باللہ جسم کے چشموں سے فیضیاب ہونے سے زیادہ روح کے چشمہ سے فیض حاصل کرنے کی طرف توجہ کرتا ہے اور اسی لئے وہ دار الغرور یعنی دنیا سے بچتا ہے۔ کاریز۔ بوزن فالیزادہ نہر جو کاشتکار زمین کے نیچے سے کھود کر اس طریقہ سے نکالتے تھے کہ اوپر کے کھیتوں کو وہ پانی دیتی تھی۔

[3] حبذا۔ جو نہر روح کو سیراب کرتی ہے وہ علوم کی اصل ہے۔ وہ حاصل کر لیگا تو پھر حواس ظاہرہ کے ادراکات سے تو بے نیاز ہو جائیگا چشمہ۔ جو چشمہ گھر میں ہو وہ باہر کی نہر سے بہتر ہوتا ہے۔ ینبوع چشمہ، تو بیرونی چشموں سے لطف حاصل کرتا ہے کسی بیرونی چشمہ سے کسی بھی کمی کی ابتداء تو تیرے خوش ذائقہ میں ناقص ہو جاتی ہے۔

چوں[1] بجوشد از دروں چشمہ سنی
جب اندر سے کوئی روشن چشمہ جوش مارتا ہے

زاستراقِ چشمہا گردی غنی
چشموں کے چرانے سے تو بے نیاز بنا جاتا ہے

قرۃ العینت چو زاب و گل بود
جب تیری آنکھ کی ٹھنڈک پانی اور مٹی سے ہو

راتبہ ایں قشرہ در دِ دل بود
تو اس ٹھنڈک کا نتیجہ، دل کا درد ہوگا

قلعہ را چوں آب آید از بروں
قلعہ میں جب پانی باہر سے آئے

در زمانِ امن باشد بر فزوں
تو امن کے زمانہ میں کثرت سے ہوگا

چونکہ دشمن گرد آں حلقہ کند
جب دشمن اس قلعہ کا محاصرہ کرلے

تا کہ اندر خون شاں غرقہ کند
تاکہ اُن کو خون میں ڈبوئے

آب بیروں را ببندد آں سپاہ
وہ لشکر پانی کو باہر سے قطع کردے گا

تا نباشد قلعہ را زانہا پناہ
تاکہ قلعہ کو اُن سے پناہ نہ حاصل ہو

آں[2] زماں یک چاہ شورے از دروں
اُس وقت اندر کا ایک کھارا کنواں

بہ ز صد جیحون شیریں از بروں
باہر کے سیکڑوں میٹھے جیحوں سے اچھا ہوگا

قاطعُ الاسباب شکرہائے مرگ
موت کے لشکر اسباب کو کاٹنے والے

ہمچو دے آید بقطع شاخ و برگ
خزاں کی طرح شاخ اور پتے کاٹنے آتے ہیں

در جہاں نبود مددشاں از بہار
دنیا میں تو اُن کو بہار سے مدد نہیں پہنچتی ہے

جز مگر در جاں بہارِ روئے یار
علاوہ ازیں کہ جان میں یار کے چہرے کی بہار ہو

زاں[3] لقب شد خاک را دارُ الغرور
اسی لئے زمین کا لقب دھوکے کا گھر ہوا

کو کشد پا را سپس یوم العبور
کیونکہ وہ گذرنے کے دن پاؤں پیچھے کو کھینچ لیتی ہے

پیش ازاں بر راست و بر چپ میدوید
اُس سے پہلے دائیں اور بائیں دوڑتا پھرتا ہے

کہ بچینم دردِ تو چیزی بچید
کہ میں تیرا دکھ جن لوں گا (اور) کچھ نہ بچتا

اُو بگفتے مر ترا وقتِ غماں
وہ تجھ سے غموں کے وقت کہتا تھا

دور از تو رنج و دہ کہ در میاں
رنج تجھ سے دُور ہے اور میں بہار دریاں ہیں ہیں

چوں سپاہِ رنج آمد بست دم
جب رنج کا لشکر آیا اُس نے دم سادھا

خود نمی گوید ترا من دیدہ ام
تجھ سے نہیں کہتا ہے کہ میں نے تجھے دیکھا ہے

---

[1] چوں بجوشد۔ جب تیرے اندر خوشی کا منبع ہو تو پھر بیرونی اسباب کی ضرورت نہیں رہتی۔ قرۃ۔ اگر تجھے آنکھ کی ٹھنڈک کسی آب و گل کے پتلے سے حاصل ہے تو فراق کی صورت میں اُس کا انجام درد دل ہے۔ قلعہ۔ جس قلعہ میں باہر سے پانی آئے تو امن کی حالت میں پانی خوب آتا رہتا ہے چشمہ یا کنواں ہو لیکن باہر سے دشمن محاصرہ کرتا ہے اور اُس نہر کو بند کر دیتا ہے تو تیری حالت تباہ ہو جاتی ہے۔

[2] آں زماں۔ محاصرہ کے بعد پھر تیری حالت یہ ہوتی ہے کہ تو اندرونی کھارے پانی کے کنویں کو باہر کی میٹھی سیکڑوں نہروں سے بہتر سمجھتا ہے۔ قاطع الاسباب۔ موت جب لذت کے سارے خارجی ذرائع ختم کر دے گی تو اب خارجی بہار سے تجھے کوئی نفع نہ ہوگا صرف وہ بہار باعث لذت ہوگی جو رُوئے یار سے تجھے حاصل ہوئی ہو۔ (شعر)

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

[3] زاں۔ چونکہ موت لذت کے دنیاوی ذرائع کو ختم کر دیتی ہے اور یہ ذرائع تیرا ساتھ نہیں دیتے ہیں اسی لئے دنیا کو دھوکے کا گھر قرار دیا گیا ہے یہ دنیا مرتے وقت تیرا ساتھ نہیں دیتی اپنا قدم پیچھے کو ہٹا لیتی ہے۔ پیش آناں:۔ دنیوی یار تیرے دائیں بائیں دوڑا پھرتا تھا اور دعوے کرتا تھا کہ تیرا درد کو میں اُٹھا لوں گا لیکن اُس نے کچھ نہ اُٹھایا چوں سپاہ۔ جب موت کے سپاہی تیرا محاصرہ کرتے ہیں تو وہ اس کا بھی اقرار نہیں کرتا کہ کبھی تیری اُس کی جان پہچان بھی تھی

حق پئے شیطاں بدنیساں زد مثل — کو ترا در رزم آرد با حیل

اللہ (تعالیٰ) نے شیطان کی اسی طور پر مثل بیان کی ہے — کہ وہ تجھے حیلوں سے جنگ میں لے آتا ہے

کہ ترا گوید کہ پشتم من ترا — در بلا و در جفا و در عنا

کہ تجھ سے کہتا ہے، کہ میں تیرا مددگار ہوں — بلا اور جفا اور مشقت میں

کہ ترا یاری دہم من با توام — در خطرہا پیشِ تو من می دوم

کہ میں تیری مدد کروں گا، میں تیرے ساتھ ہوں — میں خطروں میں تیرے آگے دوڑوں گا

اسپرت باشم گہ تیرِ خدنگ — مخلصِ تو باشم اندر وقتِ تنگ

خدنگ کے تیر کے وقت میں تیری ڈھال بنوں گا — میں تنگ وقت میں تجھے بچا لیجانے والا بنوں گا

جاں فدائے تو کنم در انتعاش — مستمی شیری ہلا مردانہ باش

میں خوشی میں تیرے اوپر جان قربان کردونگا — تو رستم ہے تو شیر ہے خبردار! مردبن

سوئے کفرش آورد زیں عشوہا — آں جوالِ خدعہ و مکر و دغا

ان فریبوں سے اسکے کفر کی جانب لے آتا ہے — وہ دھوکے اور مکر اور دغا کا تھیلا

چوں قدم بنہاد در خندق فتاد — اُو بقہقاہا قفا و لب گشاد

جب قدم رکھا، خندق میں گر گیا — اس نے ہنسی کے قہقہہ کے ساتھ ہونٹ کھولا

ہیں بیا من طمعہا دارم ز تو — گویدش زور و کہ بیزارم ز تو

وہ اس سے کہہ دیتا ہے، جا جا میں تجھ سے بیزار ہوں — ہاں آجا میں تجھ سے اُمیدیں رکھتا ہوں

تو نترسیدی ز عدلِ کردگار — من ہمی ترسم تو دست از من بدار

تو نے خدا کے انصاف سے نہ ڈرا — میں ڈرتا ہوں، تو مجھ سے توقع نہ رکھ

گفت حق اُو خود جُدا شد از بہی — تو بدیں تزویرہا ہم کے رہی

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ خوبی سے جدا ہوا — تو بھی ان حیلوں سے کب نجات پائیگا؟

گفت حق اُو خود ز نیکی شد جُدا — کے رہی ہم تو بدیں تزویرہا

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ خود نیکی سے علیحدہ ہوا — تو بھی ان مکاریوں سے کب چھوٹے گا؟

فاعل و مفعول در روزِ شمار — روسیاہ اند و حریف و سنگسار

فاعل اور مفعول، گنتی کے دن — منہ میں اور ساتھی اور سنگسار

رہزدہ و رہزن یقیں در حکم داد — در چہ بُعد اند و در بئسَ المِہاد

یقیناً بھٹکا ہوا اور بھٹکانیوالا فیصلے اور انصاف میں — دوری کے کنوئیں میں اور بُرے بستر میں ہیں

۵۱ حق۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی یہ حالت بیان کی ہے کہ تجھے حیلہ اور تدبیر سے جنگ میں پھنسا دیتا ہے۔ کہ یہ کہتا ہے کہ میں ہر مصیبت کے وقت تیری مدد کروں گا۔ در خطرہا۔ ہر خطرہ میں تجھ سے آگے رہوں گا۔ اسپرت۔ تیر چلے گا تو تیری ڈھال بنوں گا ہر مصیبت کے وقت تیرا مخلص رہوں گا۔

۵۲ جاں فدا۔ تجھ پر خوشی خوشی قربان ہو جاؤں گا مستی۔ تو خود بھی رستم اور شیر ہے، جنگ سے نہ گھبرا۔ شیطان انسان کو اسی طرح دھوکے دے کر کفر پر آمادہ کر دیتا ہے۔ چوں قدم۔ اب جب انسان تباہی کے گڑھے میں گر جاتا ہے تو وہ اس کی ہر حالت پر قہقہے لگاتا ہے۔ ہیں۔ انسان اس شیطان کو مدد کے لئے بلاتا ہے تو وہ اس انسان سے اپنی بیزاری کا اظہار کر دیتا ہے۔ تو نترسیدی۔ اس سے کہتا ہے کہ تو خدا سے نہ ڈرا میں تو خدا سے ڈرتا ہوں میں تیرا ساتھ نہیں دے سکتا۔

۵۳ گفت حق۔ انسان اپنی معذرت میں یہ کہے گا کہ شیطان نے مجھے دھوکا دیدیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ خیر سے خود جدا تھا اور یہ سب کو بتا دیا گیا تھا، تو نے اس کا کہنا کیوں مانا اب اس معذرت کے حیلے سے نجات حاصل نہ کر سکے گا۔ فاعل یعنی بہکانے والا شیطان مفعول جو بہکایا ہوا ہے یعنی انسان دونوں سزا پائیں گے۔ در چہ بُعد۔ یعنی جہنم دوزخ کے گڑھے اور بئس المہاد یعنی بُرا بستر۔

غُوْل[۵۱] را و گول را کُو را فریفت — از خلاص و فوز می باید شگیفت

شیطان کو بھی اور اُس احمق کو بھی جسکو اُس نے فریفتہ کیا — نجات اور کامیابی سے صبر کر لینا چاہیے

ہم خَرو خَرگیر اینجا در گلند — غافل اند اینجا و آنجا آفلند

گدھا اور گدھے والا بھی دونوں اِس جگہ کیچڑ میں ہیں — یہاں غافل ہیں اور وہاں غائب ہیں

جُز کسانے را کہ وا گردند ازاں — در بہارِ فضل آیند از خزاں

سوائے اُن کے جو اُس سے لوٹ جائیں — خزاں سے مہربانی کی بہار میں آجائیں

توبہ آرند و خُدا توبہ پذیر — اَمر اُو گیرند و اُو نِعمَ الاَمیر

توبہ کریں اور خدا توبہ قبول کرنیوالا ہے — اُس کا حکم جان لیں اور وہ بہترین حاکم ہے

چوں[۵۲] بر آرند از پشیمانی حنین — عرش لرزد از اَنین المُذنبین

وہ جب شرمندگی سے رونے کی آواز نکالتے ہیں — گنہگاروں کے رونے سے عرش لرزتا ہے

آنچناں لرزد کہ مادر بر وَلَد — دستِ شاں گیرد بَبالا می کشد

اِس طرح لرزتا ہے جس طرح ماں بچہ پر — اُن کی دستگیری کرتا ہے اور کھینچ لیتا ہے

کائے خداتاں وا خرید و از غرور — نِک رِیاضِ فضل و نِک رب غفور

کہ اے لوگو! تمھیں خدا نے دھوکے سے بچا لیا — اب مہربانی کا باغ ہے اور اب بخشنے والا خدا ہے

بعد ازیں تاں برگ و رزق جاودان — از ہوائے حق بُوَد نز نا و داں

اِس کے بعد تمہارا سامان اور مستقل رزق — اللہ (تعالیٰ) کی ہوا سے ہوگا نہ کہ پرنالے سے

چونکہ[۵۳] دریا بر وسائط رشک کرد — تشنہ چوں ماہی بترکِ مَشک کرد

جب دریا نے واسطوں پر رشک کیا — مچھلی کی طرح پیاسے نے مشک چھوڑ دی

قصۂ شہزادگاں آور بہ پیش — کایں حدیث از حدِّ امکانست بیش

شہزادوں کا قصہ پیش کر — کیونکہ یہ مضمون حدِّ امکان سے باہر ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز راں — جانبِ اَحوالِ آں شہزادگاں

یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی پھر چل — شہزادوں کے اَحوال کی جانب

رَواں شُدنِ ہر سہ شہزادہ در ممالکِ پدر بعد از وداع

تینوں شہزادوں کا باپ کے ممالک میں روانہ ہونا ان کا شاہ کو رخصت

کردنِ ایشاں شاہرا و اِعادہ کردنِ شاہ وقتِ وداع

کرنے کے بعد اور شاہ کا وصیت کو دُہرانا کہ

۵۱ غول۔ یعنی شیطان۔ گول۔ یعنی گمراہ۔ خلاص۔ یعنی جہنم سے خلاصی۔ فوز۔ یعنی جنت کی کامیابی۔ شگیفت۔ شگیفتن، صبر کرنا۔ خرگیر۔ یعنی گمراہ۔ خرگیر یعنی شیطان۔ غافل۔ یعنی حق کی طرف توجہ کرنے سے۔ آفِل۔ غائب یعنی جنت سے۔ جُز کسانے۔ یعنی اُس شخص کے علاوہ جس کو شیطان نے گمراہ کیا لیکن اُس نے پھر توبہ کر لی۔ آمر۔ یعنی توبہ کے بعد نیک کام کرنے لگیں۔

۵۲ چوں۔ جب گنہگار ندامت سے روتا ہے تو عرش اِس طرح سے کانپتا ہے جس طرح ماں بچہ کے رونے پر کانپتی ہے۔ حنین اور انین۔ رونے کی آواز۔ دستِ شاں۔ ماں محبت میں روتے ہوئے بچہ کو گود میں لے لیتی ہے اسی طرح عرش رونے والے گنہگار کو اوپر اُٹھا لیتا ہے اور تسلی دیتا ہے۔ کائے۔ یہ کہتا ہے کہ تجھ پر ربِّ غفور نے رحم کر دیا تو اُس کی مہربانی کے باغیچہ میں پہنچ گیا ہے۔ از ہوا۔ یعنی اب رزق بغیر محنت کے ملے گا۔

۵۳ چونکہ۔ جب حضرت حق اپنے محبوب کیلئے وسائط کو پسند نہیں کرتا تو بغیر اسباب کے رزق پہنچاتا ہے اور وہ محبوب بھی مشک یعنی اسباب کو ترک کر کے دریا کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔ قصۂ شہزادوں کا قصہ بیان کروانے کے مضمون کو نقل

وصیت کردن آں مرد را کہ بقلعۂ ہوش رُبا نرود

ہوش اُڑانے والے قلعہ میں نہ جانا

عزم[1] رہ کردند آں ہر سہ پسر — سُوئے املاکِ پدر رسمِ سفر

تینوں لڑکوں نے راستہ کا پختہ ارادہ کر لیا — سفر کے طریقہ پر باپ کے مالک کی جانب

در طوافِ شہرہا و قلعہاش — از پئے تدبیر دیوان و معاش

اُس کے شہروں اور قلعوں کے دورے میں — دفتر اور آمدنی کی تدبیر کے لئے

خواستند از شہ اجازت گاہِ عزم — داد اجازت شاں چو نیت دید جزم

ارادۂ (سفر) کے وقت اُنھوں نے بادشاہ سے اجازت چاہی — چونکہ اُس نے نیت پختہ دیکھی اُنکو اجازت دیدی

دست بوسِ شاہ کردند و وداع — پس بدیشاں گفت آں شاہِ مطاع

اُنھوں نے شاہ کی دست بوسی کی اور رخصت کیا — پھر حاکم شاہ نے اُن سے کہا

ہر کجا ناں دل کشد عازم شوید — فی امان اللہ دست افشاں روید

جہاں تمھیں دل لے جائے ارادہ کرو — اللہ کی حفاظت میں خوش ہوتے ہوئے روانہ ہو جاؤ

غیرِ آں یک قلعہ ناش ہُش رُبا — تنگ آرد بر کلہ داراں قبا

سوائے اُس ایک قلعہ کے جس کا نام ہوش رُبا ہے — وہ تاجداروں پر قبا تنگ کر دیتا ہے

اللہ اللہ زاں دَرِ ذاتِ الصُّوَر — دُور باشید و بتر سید از خطر

خدا کے لئے اُس تصویروں والے قلعہ سے — دور رہنا اور خطرے سے ڈرنا

روی و پشت و بر جہاش و سقف و پست — جملہ تمثال و نگار و صورتست

اُسکے رو اور پشت اور برجیاں اور چھت اور فرش — سب تصویر اور نقش اور صورت ہیں

ہمچو آں حجرہ زلیخا پُر صُوَر — تا کُند یوسفؑ بنا کاش نظر

زلیخا کے تصویروں سے بھرے حجرے کی طرح — تاکہ (حضرت) یوسفؑ بغیر قصد کے اُن پر نظر کریں

چونکہ یوسفؑ سُوئے اُو می ننگرید — خانہ را پُر نقشِ خود کرداں بکید

چونکہ (حضرت) یوسفؑ اُنکی جانب نہ دیکھتے تھے — اُس مکار نے گھر کو اپنی تصویروں سے بھر دیا

تا بہر سُو کاں نگردآں خوش عذار — رُوئے اُو را بیند او بے اختیار

تاکہ وہ خوبصورت رُخ والا جس طرف بھی دیکھے — بے اختیار اُس کا چہرہ دیکھ لے

شش جہت را مظہرِ آیات کرد — بہرِ دیدہ روشناں یزداں فرد

چھ جانبوں کو دلائل کا مظہر بنایا ہے — روشن آنکھ والوں کے لئے یکتا خدا نے

---

[1] عزم۔ تینوں شہزادوں نے کل انتظام کے لئے سفر کا ارادہ کر لیا۔ دیوان۔ دفتر۔ تماش۔ گذارہ کا ذریعہ۔ آمدنی۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ مُطاع جس کی اطاعت کی جائے یعنی سردار اور حاکم۔ دست افشاں ہنسی خوشی۔

[2] غیرِ آں۔ بس ہوش رُبا قلعہ میں نہ جانا۔ اللہ اللہ بخدا سے ڈرو۔ دَر۔ قلعہ۔ ذاتُ الصُّوَر۔ تصویروں والا۔ تنگ بہت سے بادشاہ اُس تصویر کو دیکھ کر جس کی وہ تصویر ہے اُس پر عاشق ہو کر پریشان ہوگئے ہیں۔ تردی۔ اِس قلعہ میں ہر جگہ پر تصویریں ہیں۔ ہمچو۔ زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو پھانسنے کے لئے اپنی تصاویر محل میں جگہ جگہ لگا دی تھیں تاکہ اُن کو دیکھ کر حضرت یوسفؑ زلیخا پر عاشق ہو جائیں وہ زلیخا کو نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔

[3] چونکہ۔ حضرت یوسفؑ عفت کی وجہ سے زلیخا پر نظر نہ ڈالتے تھے۔ عذار۔ رُخسار۔ رُو۔ شناں۔ عارفین۔ بشش۔ ہر دو قِ دفترِ ششم مثنوی مولانا رومؒ

تا[1] بہر حیوان دنامی کا نگرند
تاکہ وہ جس حیوان اور بڑھنے والے کو دیکھیں

از ریاضِ حُسنِ رَبّانی چَرند
خدائی حُسن کے باغوں سے فیضیاب ہوں

بہرِ ایں فرمود با آں اِپسہ اُو
اسی لئے اُس گروہ سے اُس نے فرمایا

حَیثُ وَلَّیتُم فَثَمَّ وَجهُهُ
تم جس طرف بھی رُخ کرو اُس کا چہرہ ہے

از قدح گر در عطش آبے خورند
وہ اگر پیاس میں پیالے سے پانی پیتے ہیں

در درونِ آب حق را ناظر اند
پانی کے اندر خدا کو دیکھنے والے ہیں

آنکہ عاشق نیست اُو در آب در
جو عاشق نہیں ہے، وہ پانی میں

صورتِ خود بیند اے صاحب نظر
اے صاحب نظر! اپنی صورت دیکھتا ہے

صورتِ عاشق چو فانی شد درُو
عاشق کی صورت جب اُس میں فانی ہوگئی

پس در آب اکنوں کرا بیند بگُو
تو بتا اب وہ پانی میں کس کو دیکھتا ہے؟

حُسنِ حق بینند اندر رُوئے حُور[2]
وہ حور کے چہرے میں اللہ (تعالیٰ) کا حُسن دیکھتے ہیں

ہمچو مہ در آب از صُنعِ غیور
غیور کی کارسازی کی وجہ سے جس طرح چاند پانی میں

غیرتش بر عاشقے وصادقیست
اُس کی غیرت، عاشق اور صادق پر ہے

غیرتش بر دیو و بر استور نیست
اُس کی غیرت شیطان اور چوپائے پر نہیں ہے

دیو[3] اگر عاشق شود ہم گوئے بُرد
شیطان اگر عاشق ہوگیا اُس نے بھی بازی جیت لی

جبرئیلے گشت و آں دیوے بمُرد
وہ جبرئیل بن گیا اور وہ شیطان مرگیا

اَسلَمَ الشَّیطَانُ در نیجا شُدید
شیطان مسلمان ہوگیا، اِس جگہ ظاہر ہوا

کز یزیدے شُد ز فضلش بایزید
کہ یزید اُس کی مہربانی سے بایزید ہوگیا

ایں سخن پایاں ندارد اے گروہ
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اے گروہ!

ہیں نگہدارید ازاں قلعہ وجوہ
خبردار! اُس قلعہ سے چہروں کو محفوظ رکھنا

ہیں مبادا کہ ہوس تاں رہ زند
خبردار! ایسا نہ ہو کہ ہوس تمہیں بھٹکا دے

کہ فتید اندر شقاوت تا اَبد
کہ تم ہمیشہ کے لئے بدبختی میں جا گرو

---

[1] تا بہر حیوان۔ جب عارفین کائنات میں کمال قدرت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو انکی معرفت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اپسہ۔ گروہ، یعنی عارفوں کی جماعت سے کہا ہے کہ جس طرف تم رخ کروگے تمہیں ہمارا جلوہ نظر آئیگا۔ از قدح۔ عارف پانی کے کٹورے میں حق تعالیٰ کو دیکھتا ہے، شعر:

اے لبے خبر ز ذوق ریاضت چہ دیدہ ای
در جوئبار و چشمہ و آب روان ما

آنکہ۔ غیر عارف پانی کے کٹورے میں اپنی صورت دیکھتا ہے لیکن عارف جبکہ اپنی ذات کو حق تعالیٰ میں فنا کر چکا ہے تو جو کچھ کٹورے میں نظر آرہا ہے وہ اُس کے چہرے کا عکس نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ کا عکس ہے۔

[2] رُوئے حُور۔ حسین حور کا دیدار بھی اُن کا مقصود نہیں بلکہ اُس میں بھی حُسن حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہمچو مہ۔ جیسا کہ چاند کا عاشق پانی کی طرف نظر کرتا ہے تو اُس کا مقصد چاند کا عکس دیکھنا ہے جو پانی میں ہے از صُنعِ غیور۔ عارف چونکہ محبوب حق ہے اسلئے اللہ تعالیٰ کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ وہ غیر پر نظر نہ آئے۔ غیرتش۔ شیطان اور جانور بھی پانی میں خود اپنا چہرہ دیکھتے ہیں وہاں غیرت حق آڑے نہیں آتی کہ

[3] دیو اگر۔ شیطان صفت اگر توبہ کرکے عاشق خدا بنتا ہے تو اسکے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اَسلَم۔ آنحضورؐ کا شیطان کے بارے میں ارشاد ہے وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَعَانَنِیْ فَاَسْلَمَ لیکن اللہ نے میری مدد کی تو وہ مسلمان ہوگیا۔ مولانا فرماتے ہیں اس کے بھی معنی ہیں کہ اگر شیطان توبہ کرلے تو عارف بن جاتا ہے اور یزید جیسا ظالم بایزید بسطامیؒ بن جاتا ہے۔ ایں سخن یعنی عارفین کے احوال۔ ہیں۔ بادشاہ نے شہزادوں سے کہا کہ ہوس تمہیں ہوش ربا قلعہ کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے ورنہ ابدی بدبختی میں مبتلا ہوجاؤ گے۔

از خطر پرہیز آمد مقترض
خطرے سے بچنا فرض ہے

در فرج جوئی خرد سر تیز بہ
کشادگی کی طلب میں سر کی عقل کا تیز ہونا بہتر ہے

گر نمی گفت ایں سخن را آں پدر
اگر وہ باپ یہ بات نہ کہتا

خود بداں قلعہ نمی شد خیلِ شاں
اُس قلعہ کی جانب اُن کی جماعت خود نہ جاتی

کاں نہ بُد معروف و بس مہجور بُود
کیونکہ وہ مشہور نہ تھا اور بہت غیر آباد تھا

چوں بکرد آں منع دل شاں زاں مقال
چونکہ اُس نے منع کیا، اُن کا دل اُس کلمے سے

رغبتے زیں منع در دل شاں بزُست
اس ممانعت سے اُن کے دل میں رغبت پیدا ہو گئی

کیست[1] کز ممنوع گردد ممتنع
کون ہے؟ جو روکی ہوئی چیز سے رُک جائے

نہی بر اہلِ تقی تبغیض شُد
متقیوں پر ممانعت مبغوض بنانا ہوئی

پس ازیں یُغوِی بِہٖ[2] قوماً کثیر
پس اِسی لئے ہے اسکے ذریعہ بہت سے لوگوں کو گمراہ

کے رَمد از نے حمامِ آشنا[3]
بلا ہوا کبوتر بانس سے کب اُڑتا ہے

پس بگفتندش کہ خدمتہا کنیم
پھر اُنھوں نے کہا ہم خدمتیں کریں گے

رُو نگردانیم از فرمانِ تو
آپ کے حکم سے رُوگردانی نہ کریں گے

بشنوید از من حدیثِ بے غرض[1]
مجھ سے بے غرض بات سُن لو

از کمین گاہِ بلا پرہیز بہ
مصیبت کی کمین گاہ سے پرہیز بہتر ہے

ور نمی فرمود ازاں قلعہ حذر
اور اگر اُس قلعہ سے بچنے کا حکم نہ دیتا

خود نمی اُفتاد آں سُو میلِ شاں
خود ہی اُس طرف اُن کا میلان نہ ہوتا

از قلاع و از مناہج دُور بُود
قلعوں اور راستوں سے دُور تھا

در ہوس افتاد و در کُوئے خیال
ہوس اور خیال کے کوچہ میں پڑ گیا

کہ بباید سر آں را باز جُست
کہ اُس کے راز کی کھوج لگانی چاہیئے

چونکہ الانسان حریص ما منع[2]
جبکہ انسان ممنوع چیز پر حریص ہے

نہی بر اہلِ ہوا تحریض شُد
خواہش نفسانی والوں پر ممانعت ترغیب بنی

ہم ازیں یَھدِی بِہٖ[3] قلباً خبیر
نیز اسی لئے ہے باخبر دل کو اُسکے ذریعہ ہدایت دیدیتا ہے

بل رَمد زاں نے حمامِ ہوا
بلکہ اُس بانس سے ہوائی کبوتر بھڑکتے ہیں

بر سمعنا و اطعنا ہا تنیم
ہم نے سنا اور ہم نے مانا پر عمل کریں گے

کفر باشد غفلت از احسانِ تو
آپ کے احسان سے غفلت کفر ہے

---

[1] بے غرض۔ بے غرض بات مخلصانہ ہوتی ہے۔ اور فرج جس طرح خوشی کی جستجو ضروری ہے مصیبت سے پرہیز کرنا بھی ضروری ہے۔ گر نمی گفت۔ اگر بادشاہ اُن کو نصیحت نہ کرتا اور قلعہ میں جانے سے نہ روکتا تو اُن کا اس قلعہ کی جانب میلان نہ ہوتا اور وہ وہاں نہ جاتے۔ کہاں چونکہ وہ قلعہ کوئی مشہور قلعہ نہ تھا تو اُن کو وہاں جانے کا خیال بھی نہ آتا۔ چوں بکرد۔ چونکہ شاہ نے منع کیا اسلئے اُن کو اُس قلعہ میں جاکر راز معلوم کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی۔

[2] کیست۔ ایسے لوگ کم ہیں، جو ممنوع چیز سے رُکیں کیونکہ انسان ممنوع چیز کا اور حریص ہوجاتا ہے۔ تبغیض۔ جو متقی ہیں اور وہ کم ہیں اُنکے لئے ممانعت اُس چیز سے بغض کا سبب بن جاتی ہے اور جو خواہش کے بندے ہیں اور وہ بہت ہیں اُن کیلئے ممانعت اور آمادگی کا سبب بنجاتی ہے۔

[3] پس ازیں۔ اسی لئے قرآن کی صفت یہ ہے کہ بہت سے اُس سے گمراہ ہوجاتے ہیں لیکن جن کے قلب بیدار اور باخبر ہیں وہ ہدایت حاصل کرلیتے ہیں۔

[4] کے رمد۔ بانس کی پھڑ پھڑانے سے پالتو کبوتر گھر واپس آجاتے ہیں جنگلی کبوتر بھاگ جاتے ہیں، ایک ہی چیز کی دو خاصیتیں ہیں۔ رُو نگردانیم۔

[1] بشنوید از من حدیث بے غرض۔ یہ بات آپ کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہے۔ اور کہاں سے غفلت کفر ہے۔

لیک[۵۱] استثنا و تسبیح خدا — زاعتمادِ خود بُدا زایشاں جُدا
لیکن انشاء اللہ کہنا اور خدا کی تسبیح — اپنے اوپر بھروسہ کرنے کی وجہ سے اُنسے جدا تھی

ذکرِ استثنا و حزمِ مُلتوی — گفتہ شُد در ابتدائے مثنوی
انشاء اللہ کہنے اور لپٹی ہوئی احتیاط کا ذکر — مثنوی کے شروع میں کیا گیا ہے

صد کتاب ار ہست جُز یک باب نیست — صد جہت را قصدِ جُز محراب نیست
اگر سو کتابیں ہیں تو ایک باب کے سوا کچھ نہیں — سو جانبوں کا مقصد محراب کے سوائے کچھ نہیں

ایں طُرق را مُخلص یک خانہ است[۵۲] — ایں ہزاراں سُنبل از یک دانہ ست
ان راستوں کا منتہا ایک گھر ہے — یہ ہزاروں بالیں ایک دانہ کی ہیں

گونہ گونہ خوردنیہا صد ہزار — جُملہ یک چیز ست اندر اعتبار
قسم قسم کی لاکھوں کھانے کی چیزیں — غور کرنے سے سب ایک چیز ہیں

از یکے چوں سیر گشتی تو تمام — سَرد شُد اندر دلت پنجہ طعام
جب تو ایک سے پورا سیر ہو جائے — تو تیرے دل میں پچاس کھانے بے وقعت ہو گئے

در مجاعت بس تو اخول بُودہ[۵۳] — کہ یکے را صد ہزاراں دیدہ
بھوک میں بھینگا ہو رہا تھا — کہ تو ایک کو لاکھوں سمجھ رہا تھا

گفتہ بُودیم از سقامِ آں کنیز — وز طبیباں و قصورِ فہم نیز
ہم نے اُس لونڈی کی بیماری کی بات کہی تھی — اور طبیبوں اور سمجھ کی کمی کی بھی

کاں[۵۴] طبیباں ہمچو اسپِ بے فسار — غافل و بے بہرہ بُودند از سوار
کہ وہ طبیب بے رسّی کے گھوڑے کی طرح — سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے

کامِ شاں پُر زخم از قرعِ لگام — سُمِ شاں مجروح از تحویلِ گام
اُن کا تالو لگام کے جھٹکوں سے زخمی ہے — اُن کے سُم، قدم پھرنے سے زخمی ہیں

ناشدہ واقف کہ نیک بر پُشتِ ما — رائضِ چُست ست اُستادی نما
وہ واقف نہ ہوئے کہ اب ہماری کمر پر — اُستادی دکھانے والا چُست سدھانے والا ہے

نیست سَرگردانیِ ما زیں لگام — جُز ز تصریفِ سوارِ دوست کام
اِس لگام سے ہمارے سر کا چکراؤ نہیں ہے — سوائے کامیاب سوار کے تصرف کی وجہ کے

---

۵۱ لیک۔ اُن شہزادوں نے اطاعت کا وعدہ تو کیا اور اللہ کو یاد کر کے انشاء اللہ نہ کہا، اپنے اوپر بھروسہ کیا ذکر۔ انشاء اللہ اور احتیاط کی باتیں ہم پہلے دفتر میں بیان کر چکے ہیں۔ مُلتوی۔ یعنی استثناء کے ذکر کے ضمن میں۔ صد کتاب۔ پہلا دفتر اور یہ دفتر کوئی دو چیزیں نہیں ہیں وہاں کی تفصیل یہاں کافی ہے۔ صد جہت۔ دنیا کے ہر گوشہ سے لوگ ایک خانہ کعبہ کی طرف رُخ کرتے ہیں تو وہ سب مُتحد ہیں۔ اِس طرح جب سب راستے ایک مکان تک پہنچتے ہوں تو باوجود تعدد کے اُن میں بھی اتحاد ہے۔ ایں ہزاراں۔ جو بالیں ایک دانہ سے پیدا ہوئی ہیں وہ بھی مُتحد ہیں۔

۵۲ گونہ گونہ۔ کھانے کی لاکھوں چیزوں میں اتحاد ہے۔ آنیکے۔ اسی اتحاد کا نتیجہ ہے کہ ایک چیز سے پیٹ بھر جائے تو بقیہ کھانوں سے بے نیازی ہو جاتی ہے۔ در مجاعت۔ بھوک میں انسان غلطی سے انکو جداگانہ سمجھتا ہے۔ گفتہ بودیم۔ جب انشاء اللہ نہ کہنے اور اسباب پر اعتماد کرنے کی بات کہی تھی تو لڑکی کا قصہ اور طبیبوں کی بیوقوفی یعنی اسباب پر بھروسہ کرنے کی بات کہی تھی۔

۵۳ کاں طبیباں۔ وہ طبیب مُتصرفِ حقیقی سے ایسے ہی غافل تھے جیسا کہ بے سوار کا گھوڑا سوار سے غافل ہوتا ہے۔ کامِ شاں۔ حالانکہ خدا کے تصرفات اُن پر جاری تھے۔ ناشدہ۔ یہ اس سے غافل تھے کہ اُنپر سدھانے والا سوار ہے۔ نیست۔ اپنے حالات سے اُن کو سمجھنا چاہیے تھا کہ کوئی متصرف ذات اُن پر مسلط ہے۔

ماپئے[1] گل سوئے بستانہا شدہ — گل نمودہ آن و آں خارے بدہ

ہم پھول کے لئے باغوں کی جانب گئے — وہ پھول نظر آیا اور وہ کانٹا تھا

ہیچ شاں ایں نے کہ گویند از خرد — بر گلوئے ما کمی کو بد لگد

اُن کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے — ہمارے گلے پر کون لاتیں مار رہا ہے

آں طبیباں آنچناں بندہ سبب — گشتہ اند از ریزداں مجتبب

وہ طبیب سبب کے غلام اِس طرح — اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر سے پردے میں ہوگئے

گر بہ بندی در مصطبلے گاؤ نر — باز یابی در مقام گاؤ خر

اگر تو اصطبل میں بیل باندھ دے — پھر تو بیل کی جگہ، گدھا پائے

از خری[2] باشد تغافل خفتہ وار — کہ بجوئی تا کیست ایں خفیہ کار

سوئے ہوئے کی طرح کا تغافل گدھے پن کا ہوگا — کہ تو تلاش نہ کرے کہ یہ چھپی کارگری کرنیوالا کون ہے؟

خود نگفتہ کایں مبدل تا کیست — نیست پیدا او مگر افلاکیست

خود نہیں کہتا کہ یہ تبدیلی کرنیوالا کون ہے؟ — وہ ظاہر نہیں ہے، شاید وہ آسمانی ہے

تیر سوئے راست پرانیدۂ — سوئے چپ رفتہ است تیرت دیدۂ

تو نے داہنی جانب تیر چلایا — تو نے دیکھا تیر بائیں جانب گیا

سوئے آہوئے بصیدی تاختی — خویش را تو صید خوکے ساختی

تو شکار میں ایک ہرن کی طرف دوڑا — تو نے اپنے آپ کو سؤر کا شکار بنایا

در پئے[3] سودے دویدہ بہر کبس — نارسیدہ سود و افتادہ بحبس

کوئی نفع کیلئے نفع کی طرف دوڑا — نفع نہ ہوا اور قید میں پھنس گیا

چاہہا کندہ برائے دیگراں — خویش را دیدہ فتادہ اندراں

دوسروں کے لئے کنویں کھودے تھے — اُن میں اپنے آپ کو گرا ہوا دیکھا

در سبب چوں بیمرادت کرد رب — پس چرا بد ظن نگردی در سبب

جب تجھے خدا نے سبب میں ناکام کردیا — تو سبب سے تو بدگمان کیوں نہ ہوا؟

بس کسے از کسبے خاقاں شدہ — دیگرے زاں کسبہ عریاں شدہ

بہت سے آدمی ایک کمائی سے شاہ بنے — دوسرا اِس کمائی سے ننگا ہوگیا

بس کس از عقد زناں قارون شدہ — بس کس از عقد زناں مدیون شدہ

بہت سے عورتوں کے نکاح سے قارون ہوگئے — بہت سے عورتوں کے نکاح سے مقروض ہوگئے

---

[1] ماپئے۔ یہ لوگ اسباب اختیار کرتے ہیں اور پھر مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ بیچ۔ اُن کو سوچنا چاہیئے کہ اسباب کے خلاف کونسی ذات متصرف ہے۔ آں طبیباں۔ یہ بھی خدا کا تصرف ہے کہ یہ طبیب محض اسباب کے بندے بن گئے ہیں۔ گر بہ بندی۔ واقعات کی ترتیب کے بعد جب خلاف عاقلہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے تو اُن کو غور کرنا چاہیئے کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔

[2] از خری۔ ان حالات میں بھی اگر کوئی نہ سوچے تو پھر وہ خود گدھا ہے خود نگفتہ۔ ان حالات میں اسکو ایک مخفی متصرف کا قائل ہو جانا چاہیئے۔

[3] تیر۔ انسان اپنے ارادہ سے تیر دائیں جانب چلاتا ہے اور وہ بائیں جانب جاتا ہے، آخر ایسا کیوں ہوتا ہے۔ سوئے آہو۔ اراده ہرن کے شکار کا کرتا ہے اور خود سؤر کا شکار بنتا ہے، یہ کیوں ہے؟

[3] در پئے۔ انسان نفع کی کوشش کرتا ہے اور بجائے نفع کے نقصان حاصل ہوتا ہے یہ کیوں ہے۔ چاہہا۔ انسان دوسرے کیلئے کنویں کھودتا ہے اور خود اُس میں گر جاتا ہے۔ در سبب۔ انسان ایک مقصد کے اسباب اختیار کرتا ہے اور پھر اُسکو مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے تو سبب سے بدظن کیوں نہیں ہوتا۔ بس۔ ایک ہی سبب ہے جو ایک کیلئے مفید اور دوسرے کیلئے مضر ہوتا ہے۔

پس[1] سبب گرداں چو دُمِ خر بُود
تو سبب گدھے کی دُم کی طرح گھومتا ہے

تکیہ بر دے کم کُنی بہتر بُود
تو اُس پر بھروسہ نہ کرے تو بہتر ہے

در سبب گیری نگردی ہم دلیر
سبب اختیار کرنے میں بھی بہادر نہ بن

کہ بس آفتہاست پنہانش بزیر
کیونکہ اُس کے نیچے بہت سی آفتیں پوشیدہ ہیں

سِرِّ استثناست ایں حزم و حذر
استثنار کا راز یہی احتیاط اور بچاؤ ہے

زانکہ خر را بز نمایداین قدر
اس لئے کہ یہ تقدیر گدھے کو بکری دکھا دیتی ہے

آنکہ چشمش بست گرچہ گربست
جس کی آنکھیں بند کر دیں اگرچہ سیانا ہو

زاحولی اندر دو چشمش خر بزست
بھینگے پن سے اُس کی دو آنکھوں میں گدھا بکری ہے

چوں[2] مُقلِبِ حق بُوَد ابصار را
جب اللہ (تعالیٰ) بینائیوں کو پلٹنے والا ہے

اُو بگرداند دل و افکار را
وہ دل اور خیالات کو پلٹ دیتا ہے

چاہ را تو خانۂ بینی لطیف
تو کنوں کو ایک عمدہ گھر دیکھتا ہے

دام را تو دانۂ بینی طریف
تو جال کو تازہ دانہ دیکھتا ہے

مُشرکاں را دو دو چشم اہلِ بدر
بدر والوں کی دونوں آنکھوں میں مشرکوں کو

کم نمودہ تا ندارند ہیچ قدر
کم دکھایا تاکہ وہ وقعت نہ کریں

ایں تسفسطانیت تغلیبِ خداست
یہ سوفسطائیت نہیں ہے خدا کا تصرف ہے

می نماید کہ حقیقتہا کجاست
وہ دکھاتا ہے کہ حقائق کہاں ہیں؟

آنکہ[3] انکارِ حقائق می کُند
جو شخص حقیقتوں کا انکار کرتا ہے

مُجملی اُو بر خیالے می تنند
وہ بالکلیہ خیال کے چکر کاٹتا ہے

اُو نمی گوید کہ حُسبانِ خیال
وہ یہ نہیں کہتا کہ خیال سمجھا

ہم خیالے باشد ت چشمے بمال
بھی تیرا خیال ہوگا، آنکھیں مل

رفتنِ پسرانِ سُلطان سُوئے قلعہ بحکم آنکہ الانسانُ حریصٌ علیٰ ما مُنِعَ

بادشاہ کے لڑکوں کا قلعہ کی جانب جانا، اِس لئے کہ انسان جس چیز سے روکا جائے اُس کا لالچی ہوجاتا ہے

---

[1] پس۔ تو معلوم ہوا کہ ایک ہی سبب کے مختلف نتیجے اور تاثرات ہیں لہٰذا اسباب پر بھروسہ مناسب نہیں ہے۔ در سبب۔ سبب کو اختیار بھی کرے تو اُس کو مستقل مؤثر نہ سمجھے اور غیر ضروری اسباب اختیار نہ کرے اس لئے کہ وہی سبب جس کو تو راحت کا سبب سمجھتا ہے مصیبت بھی لاسکتا ہے وہ گدھے کی دُم کی طرح گھومتا ہے۔ سِرِّ استثنا۔ انشاء اللہ کہنے کا راز یہی ہے کہ اس سبب کی تاثیر کو انشاء اللہ کے حوالہ کردیتا ہے۔ زانکہ۔ اسلئے کہ اگر مشیت خداوندی نہ ہو تو پھر انسان گدھے کو بکری سمجھنے لگتا ہے۔ گربز۔ حیلہ گر، مکار۔

[2] چوں مُقلِب۔ جبکہ اللہ تعالیٰ حواسِ ظاہری کو بدل سکتا ہے تو فکر کی تبدیلی تو بہت آسان ہے اُس میں از خود بھی فعل کا زیادہ امکان ہے۔ چاہ۔ اللہ تعالیٰ انسان کی نگاہ میں تبدیلی کرتا ہے وہ کنویں کو عمدہ گھر اور جال کا دانہ دیکھتا ہے۔ مُشرکوں چنانچہ صحابہ کی نگاہ میں جنگ بدر کے اندر مخالفوں کی مقدار کم کرکے دکھادی تاکہ وہ صحابہ کی نگاہ میں بے قدر ہوجائیں اور بہادری سے لڑیں۔ ایں تسفسطِ سوفسطائی فرقہ تو حقیقت کا ہی انکار کرتا ہے اور ہر چیز کو محض خیالی سمجھتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی تبدیلی حقیقت کا انکار نہیں بلکہ بتاتا ہے کہ حقائق تو موجود ہیں اور وہ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ [3] آنکہ۔ سوفسطائی حقیقت کا انکار کرتا ہو اور ہر چیز کو خیال محض قرار دیتا ہو اگر وہ صحیح معنی میں اس کا قائل ہو تو اس اپنے عقیدہ اور خیال کو بھی خیال محض اور غیر حقیقی سمجھنا چاہیئے۔ چشمے بمال۔ یہ اُسکی آنکھ کی غلطی ہے وہ آنکھ کو ملے اور دیکھے تو حقیقت نظر آجائیگی۔

مابندگیِ خویش نمودیم ولیکن — خوئے بدِ تو بندہ ندانست خریدن
ہم نے اپنی غلامی دکھائی لیکن — تیری بدعادت غلام کو خریدنا نہ جانی

آں ہمہ وصیتہائے پدر زیر پا نہادند تا در چاہِ بلا افتادند
اُن سب نے باپ کی نصیحت کو پامال کر دیا یہانتک کہ مصیبت کے گڑھے میں

دمی گفت ایشاں را نفوسِ لوّامہ اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ و
گرگئے اور اُن سے نفوسِ لوّامہ کہہ رہے تھے کیا تمہارے پاس ڈرانیوالا نہ آیا تھا اور

ایشاں گریاں و پشیمان می گفتند لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ
وہ روتے ہوئے اور شرمندہ کہہ رہے تھے ۔ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو

مَا کُنَّا فِیْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ
ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے"

ایں سخن پایاں ندارد آں فریق — برگرفتند از پئے آں دُژ طریق
یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے اُس فریق نے — اُس قلعہ کے لئے راہ اختیار کرلی

بر درختِ گندم منہی زدند — از طویلہ مخلصاں بیروں شدند
ممنوع گیہوں کے درخت کے پاس جا پہنچے — مخلصوں کی احاطہ سے باہر نکل گئے

چوں شدند از منع و نہیش گرم تر — سوئے آں قلعہ برآوردند سر
چونکہ اُس کے منع کرنے اور ممانعت سے بہت گرم ہو گئے — اُس قلعہ کی جانب سر اُبھارا

بر ستیزِ قولِ شاہِ مجتبیٰ — تا بقلعہ صبر سوزِ ہش رُبا
برگزیدہ شاہ کے قول کے برخلاف — صبر کو پھونکنے والے ہوش کو اُڑانیوالے قلعہ کیجانب

آمدند از رغمِ عقلِ پند توز — در شبِ تاریک برگشتہ ز روز
ناصح عقل کے برخلاف پہنچ گئے — دن سے اندھیری رات کی جانب مڑ گئے

اندراں قلعہ خوش ذاتُ الصُّوَر — پنج در در بحر و پنجے سوئے بر
اُس حسین تصویروں والے قلعہ میں — پانچ دروازے دریا کی جانب اور پانچ خشکی کیجانب تھے

پنج ازاں چوں حسِ ظاہر رنگ بُو — پنج ازاں چوں حسِ باطن راز جُو
اُن میں سے پانچ رنگ و بو کے ظاہر حس کیطرح تھے — انمیں سے پانچ باطن حس کی طرح راز کو تلاش کرنیوالے

زاں ہزاراں صورت و نقش و نگار — می شدند از سو بسو خوش بیقرار
اُن ہزاروں صورتوں اور نقش و نگار کی وجہ سے — اِدھر اُدھر خوش خوش بیقرار آجارہے تھے

لہ ایں سخن یعنی اللہ کی جانب سے نگاہ اور دل کی تبدیلی کا بیان۔ برگزیدہ۔ جس طرح حضرت آدمؑ ممنوع گیہوں کے پودے کے پاس پہنچ گئے تھے اسی طرح یہ شہزادے ممنوع قلعہ میں جا پہنچے۔ از نظرِ بادشاہ کے مخلص اور فرمانبرداروں کے مسکن سے جدا ہو گئے۔ از منع مخالفت کی وجہ سے اُن کا شوق اور تیز ہو گیا تھا۔

لہ خب۔ یعنی رنج و غم۔ رود۔ یعنی راحت و آرام۔ امدداں۔ اُس ہوش ربا قصر یوں والے قلعہ کے پانچ دروازے دریا کی جانب کھلتے تھے تاکہ آنیوالا دریائی سفر سے اُس میں بسہولت داخل ہو سکے اور پانچ دروازے خشکی کی طرف کھلتے تھے تاکہ خشکی کا مسافر آرام سے داخل ہو سکے۔

لہ پنج۔ پانچ در کو انسان کے ظاہری حواس کی طرح سمجھو پانچ در کو باطنی حواس کی طرح انسان انہی حواس کے گذرگاہ سے بسا اوقات مسلوب العقل ہو جاتا ہے اسی طرح اُن دروازوں سے داخل ہونے والا مسلوب العقل ہو جاتا تھا۔ (آ) ۔ اُس قلعہ کی اُن ہزاروں تصویروں کو وہ خوش خوش دیکھے پھر رہے تھے اور کسی ایک کو دیکھنے کے لئے اُن میں قرار نہ تھا۔

زیں[1] قدحہائے صُوَر کم باش مست
صورتوں کے اِن پیالوں سے مست نہ ہو

از قدحہائے صُوَر بگذر بایست
صورتوں کے پیالوں سے گذر جا، نہ ٹھہر

سُوئے بادہ بخش بکشا بہر گوش
شراب بخشنے والے کی جانب چوڑے کان کھول

گوش دار آوازت آید دمبدم
سُن، تجھے دم بدم آواز آئے گی

آدمِ[2] معنیِ دلبند دم بجوی
اے آدم! میرے دل پسند معنی کو تلاش کر

چونکہ ریگے آرد شد بہرِ خلیل
جبکہ خلیل اللہ کے لئے ریت آٹا ہو گیا

صورت از بے صورت آمد در وجود
صورت، بے صورت سے وجود میں آئی ہے

کمترین عیبے مصوّر در خیال
خیال میں مصوّر (چیز) کا چھوٹا سا عیب ہے

حیرتِ محض آردت بے صورتے
بے صورت تیرے اندر محض حیرت پیدا کرتا ہے

بے زدستے دستہا بافد ہمی
وہ بغیر ہاتھ کے ہاتھوں کو مرکب کرتا ہے

آنچناں کاندر دل از ہجر و وصال
جس طرح ہجر اور وصال سے دل میں

تا نگردی بُت تراش و بُت پرست
تاکہ تو بُت تراش اور بُت پرست نہ بنے

بادہ در جام ست لیک از جام نیست
شراب جام میں ہے، لیکن جام سے نہیں ہے

تا ازاں سُو بشنوی بانگ و خروش
تاکہ اُس جانب سے آواز اور شور سُنے

چوں رسد بادہ نیاید جام کم
جب شراب آئے گی، جام کی کمی نہ ہو گی

ترکِ قشر و صورتِ گندم بگوی
گیہوں کے چھلکے اور صورت کو چھوڑ

دانکہ معزولست گندم اے نبیل
اے بزرگ! جان جا کہ گیہوں جدا لانے چیز ہے

ہمچناں کز آتشے زادست دُود
جیسے کہ دھواں آگ سے پیدا ہوا ہے

چوں بپالے بینیش آرد ملال
جب قاشکر پالے (برف) دیکھے گا تو ملال پیدا کرے گا

زادہ[3] صد گوں آلت از بے آلتے
بے آلہ سینکڑوں قسم کے آلے پیدا ہوتے ہیں

جانِ جاں سازد مصوّر آدمی
رُوح الرُّوح، آدمی کو مصوّر بناتی ہے

می شود بافیدہ گوناگوں خیال
قسم قسم کے خیال مرکب ہوتے ہیں

---

[1] زیں۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تصویروں کے پیالوں سے بچ کر مست رہ، ورنہ تو بھی بُت تراش اور بُت پرست کی طرح ہو جائیگا جس کا تعلق محض صورت سے ہے۔
از قدحہائے۔ بیشک ان الکوروں کا حُسن بھی شراب کی سی مستی پیدا کر دیتا ہے لیکن وہ حُسن اُن کا ذاتی نہیں ہے بلکہ مُستعار حسن ہے تجھے اصل حُسن اور اُسکو حُسن عطا کرنے والے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔
سُوئی۔ جس ذات نے اِن صورتوں کے جام میں شراب حُسن بھری ہے اُس کی طرف توجہ کر پھر تجھے قلبی واردات محسوس ہونگی۔ چوتھا رسد۔ جب وہ شراب عشق حاصل ہو جائیگی پھر تو کسی صورت کا پابند نہ رہے گا کائنات کا ذرّہ ذرّہ اُس کا مظہر معلوم ہوگا۔

[2] آدا۔ حضرت آدمؑ کے واسطے سے بنی آدم کو خطاب ہے کہ حقیقت کے طالب بنو اور صورت سے قطع نظر کرو۔
چونکہ۔ صورت بے معنی ہے، گیہوں کی صورت نہ تھی حضرت ابراہیمؑ کو ریت سے آٹا حاصل ہوا۔ صورت۔ صورت کی علت بے صورت ذات ہے لہٰذا توجہ کے قابل علت ہے معلول کی علت اصل ہے لہٰذا وہ اصل ہے۔ کمترین۔ صورت تو ایسی چیز ہے کہ اگر انسان کو مصوّر خیال بار بار آتا ہے تو وہ اُس سے تنگدل ہو جاتا ہے حیرت۔ جب تو ذات سے صورت کی طرف توجہ کرے گا تو حال نہیں بلکہ طبیعت میں حیرت پیدا ہو گی جو مزید توجہ اور کھوج کا سبب بنتی ہے ——

[3] زادہ۔ اُس بے آلت و بے صورت ذات سے ہزارہا قسم کے صورت اور آلہ والے پیدا ہوتے ہیں لہٰذا وہ اصل ہے۔ بے زدستے۔ جو ذات ہاتھ سے منزّہ ہے اُس نے کروڑوں ہاتھ بنا دیئے۔ روح الرّوح (ذاتِ خداوندی) نے آدمی کو مُصوّر پیدا فرمایا تو اصل وہ ہے۔
آنچناں۔ غیر مُصوّر، مُصوّر میں اِس طرح موثر ہے جس طرح ہجر و وصال طرح طرح کے خیالات کا مُصوّر ہے اور وہ خود غیر مُصوّر ہے۔

هیچ[1] ماند ایں مؤثر با اثر
یہ مؤثر اثر کے ساتھ کوئی مناسبت رکھتا ہے؟

هیچ ماند بانگ و نوحہ با ضرر
آواز اور رونا، رنج سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

نوحہ را صورت ضرر را بیصورت ست
رونے کی صورت ہے، رنج بے صورت ہے

دست خایند از ضرر کش نیست دست
لوگ اس رنج سے ہاتھ چباتے ہیں جسکے ہاتھ نہیں ہے

ایں مثل نالائق ست آمد دلیل
لے دلیل بیان کر نیوالے! یہ مثال مناسب نہیں ہے

حیلۂ تفہیم را جہد المقل
سمجھانے کی تدبیر کیلئے ایک ناداں کی کوشش ہے

صُنعِ بیصورت نگارد صورتے
بے صورت کی کاریگری صورت بناتی ہے

تن برُوید با حواس و آلتے
جسم کو مع حواس اور آلہ کے پیدا کرتی ہے

تا[2] بچہ صورت باشد آں بر وفقِ خود
تاکہ اپنے موافق جو بھی صورت ہو

اندر آرد جسم را در نیک و بد
جسم کو اچھی اور بری میں لے آئے

صورتِ نعمت بُود شاکر شود
نعمت کی صورت ہو تو شکر گذار بناتا ہے

صورتِ مُہلت بُود صابر شود
تاخیر کی صورت ہو تو صابر بن جاتا ہے

صورتِ رحمے بُود شاداں شود
رحم کی صورت ہو تو وہ خوش ہوتا ہے

صورتِ زخمے بُود نالاں شود
رنج کی صورت ہو تو وہ رنجیدہ ہوتا ہے

صورتِ شہرے بُود گیرد سفر
کسی شہر کی صورت ہو تو وہ سفر اختیار کرتا ہے

صورتِ تیرے بُود گیرد سپر
تیر کی صورت ہو تو وہ ڈھال سنبھالتا ہے

صورتِ خوباں[3] بُود عشرت کند
حسینوں کی صورت ہو تو عیش کرتا ہے

صورتِ غیبی بُود خلوت کند
غیبی صورت ہو تو خلوت اختیار کرتا ہے

صورتِ محتاجی آرد سوئے کسب
ضرورت کی صورت کمائی کی طرف لاتی ہے

صورتِ بازو دری آرد بہ غصب
قوتِ بازو کی صورت چھینا پیدا کرتی ہے

ایں زحد و اندازہا باشد بروں
یہ حد اور اندازوں سے باہر ہے

داعیِ فعل از خیالِ گونہ گوں
مختلف خیال سے کام کرانے والا

---

[1] ہیچ۔ موثر اور اثر میں مشابہت ضروری نہیں ہے ضرر اور تکلیف رونے اور چلانے کا موثر ہے دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ نوحہ اور رونا ایک محسوس چیز ہے اور ضرر ایک انسانی چیز ہے جو محسوس نہیں ہے۔ دست۔ انسان رنج سے ہاتھ چباتا ہے ان دونوں میں کوئی مشابہت نہیں ہے۔ ایں مثل۔ حق تعالیٰ جو کہ مؤثر ہے اور کائنات جو کہ اس کا اثر ہے اس کی یہ مثالیں ناقص ہیں اس سمجھانے کیلئے ایک ایسے شخص کی کوشش ہے جو اس کی صحیح مثال دینے پر قادر نہیں ہے۔ صنع۔ ذات بے صورت یہ صورتیں مع حواس کے پیدا فرما دیتی ہے۔

[2] تا بچہ۔ اللہ نے ان صورتوں کو اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ صورت اپنے مناسب حال انسانی جسم سے نیکی اور بدی کرے۔ صورتِ نعمت۔ اگر وہ نعمت کی صورت ہے تو جسم سے شکر گذاری کراتی ہے اگر وہ صورت مہلت اور دیر کی ہے تو انسانی جسم سے صبر کراتی ہے۔ صورتِ رحمے۔ اگر یہ صورت ہوتی ہے کہ اس پر کوئی رحم کرے گا تو وہ خوش ہوتا ہے رنج کی صورت ہو تو وہ نالاں ہوتا ہے۔ صورتِ تیرے۔ کسی شہر کی صورت ہو تو خیمہ سفر ہوتا ہے اگر تیر کی صورت ہو تو ڈھال سنبھالتا ہے۔

[3] صورتِ خوباں۔ اگر خیال میں حسینوں کی صورت آتی ہے تو اس سے خوش وقتی کرتا ہے۔ صورتِ غیبی۔ اگر غیبی تجلیات کی صورت خیال میں آتی ہے تو گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے۔ صورتِ محتاجی۔ کسی ضرورت اور احتیاج کی صورت آجاتی ہے تو کمائی کرتا ہے۔ صورتِ بازو۔ اپنی طاقت کی صورت خیال میں آتی ہے تو لوگوں کی چیزیں چھیننا ہے۔ الخ۔ یہ بات کہ قسم قسم کے خیالات فعل کے داعی بنتے ہیں ضمائر سے باہر ہے۔

۱؎ بے نہایت کیشہا و پیشہا
لامحدود مذاہب اور پیشے

بر لبِ بام ایستادہ قومِ خویش
(کوئی) قوم اپنی خاص بالاخانہ پر کھڑی ہے

صورتِ فکرست بر بامِ مشید
فکر کی صورت بلند بالاخانہ پر ہے

فعل بر ارکان و فکرت مُکتتم
عمل عضاء پر ہے اور فکر پوشیدہ ہے

آں صُوَر در بزم کز جامِ خوشی ست
وہ صورتیں جو مجلس میں خوشی کے جام کی ہیں

صورتِ مرد و زن و لعب و جماع
مرد اور عورت، اور مخلوق اور مبستری کی صورت

۲؎ صورتِ نان و نمک کاں نعمت ست
نان و نمک کی صورت جو نعمت ہے

در مصاف آں صورتِ تیغ و سپر
میدانِ جنگ میں تلوار اور ڈھال کی صورت

مدرسہ و تعلیق و صورتہائے وے
مدرسہ اور متعلقات اور ان کی صورتیں

ایں صُوَر چوں بندۂ بے صورت اند
یہ صورتیں بے صورت اور نظام کی طرح ہیں

۳؎ پیشِ صُوَرہا بندۂ بے صورت اند
تو صورتیں بے صورت کی غلام ہیں

ایں صُوَر دارد ز بے صورت وجود
یہ صورتیں بے صورت سے وجود رکھتی ہیں

خود از و یا بد ظہور انکارِ او
اُس کا انکار خود اسی سے موجود ہوتا ہے

جملہ ظلِ صورتِ اندیشہا
سب خیالات کی صورت کا سایہ ہیں

ہر یکے را بر زمیں بیں سایہ اش
ہر ایک کا زمین پر سایہ دیکھ لے

واں عمل چوں سایہ بر ارکاں پدید
اور وہ عمل سایہ کی طرح اعضاء پر ظاہر ہے

لیک در تاثیر و صلت دو ہم
لیکن تاثیر اور میل میں دونوں اکٹھے ہیں

فائدہ او بیخودی و بیہوشی ست
اُن کا نتیجہ بے خودی اور بیہوشی ہے

فائدہ اش بیہوشی وقتِ وقاع
جماع کے وقت اُس کا نتیجہ مدہوشی ہے

فائدہ اش آں قوت بے صورت ست
اُس کا نتیجہ بے صورت طاقت ہے

فائدہ اش بیصورتی یعنی ظفر
اُس کا اثر فتحمندی ہے جو بے صورت ہے

چوں بدانش متصل شد گشت شے
جب علم سے وابستہ ہو گئیں وہ شئی بن گئیں (موجود ہو گئیں)

پس چرا در نفی صاحب نعمت اند
تو انعام دینے والے کے انکار میں کیوں ہیں؟

پیشِ او رویند و در نفی او فتند
اُسکے سامنے آئیں اور اُس کے انکار میں مبتلا ہو گئیں

چیست پس بر مُوجدِ خویش جحود
تو اپنے وجود عطا کرنیوالے سے انکار کیا ہے؟

نیست غیر عکسِ خود ایں کارِ او
اُس کا یہ کام خود اُسکے عکس کے سوا کچھ نہیں ہے

۱؎ بے نہایت۔ دنیا کے مذہب اور پیشے بھی خیالات کی پیداوار ہیں۔ بر لبِ بام خیالات کے سبب ہونے کی اور اعمال کے مترتب ہونے کی مثال یہ سمجھو کہ کچھ لوگ بالاخانہ پر ہوں اور اُنکا سایہ زمین پر پڑ رہا ہو۔ صورتِ فکر خیال کی صورت دماغ کے بالاخانہ پر ہے اور عمل سایہ کی طرح اعضاء پر ظاہر ہے۔ فعل۔ عمل کا تعلق اعضاء سے ہے اور خیال دماغ میں پوشیدہ ہے لیکن دونوں باہم جڑے ہوئے ہیں عمل کے ساتھ وہ خیال بھی موجود رہتا ہے۔ آں صُوَر جام خوشی سے جو صورتیں پیدا ہوتی ہیں اُن کا اثر اور نتیجہ بیہوشی اور بے خودی ہے۔ صورت مرد اور عورت اور جماع کے تصور سے جماع کے وقت مدہوشی طاری ہوتی ہے۔

۲؎ صورت۔ غذاؤں کی صورت کا نتیجہ بے صورت قوت ہے۔ در مصاف میدانِ جنگ میں تلوار اور ڈھال کی صورت کی طلب فنا بے صورت کامیابی ہے۔ مدرسہ۔ مدرسہ اور اُس سے متعلقات کی صورتیں علم و دانش سے متعلق ہوئیں تو وہ بیصورت علم موجود ہو گیا۔ ایں صُوَر جب یہ صورتیں ایک غائب بیصورت کے تابع ہیں تو یہ صورتیں بھی وہی ہے اُس کے منکر کیوں ہیں۔

۳؎ پیش صُوَرہا۔ یہ بیصورت جبکہ ان صورتوں کا سبب اور علت ہے تو اُس سے پیدا ہو کر

صورتِ[۵۱] دیوار و سقفِ ہر مکاں — سایۂ اندیشۂ معمار داں

ہر مکان کی چھت اور دیوار کی صورت — معمار کے فکر کا سایہ سمجھ

گرچہ خود اندر محلِ افتکار — نیست سنگ و چوب و خشتے آشکار

اگرچہ سوچنے کی جگہ میں — پتھر اور لکڑی اور اینٹ ظاہر نہیں ہیں

فاعلِ مطلق یقیں بے صورت ست — صورت اندر دستِ او چوں آلت ست

فاعلِ مطلق یقیناً بے صورت ہے — صورت اس کے ہاتھ میں آلہ کی طرح ہے

گہ گہ آں بیصورت از کتمِ عدم — مر صُوَر را رُو نماید از کرم

کبھی کبھی وہ بے صورت پردۂ غیب سے — صورتوں (دانوں) کیلئے کرم سے رُو نمائی کرتا ہے

تا مدد گیرد از و ہر صورتے — از کمال و از جمال و قدرتے

تاکہ ہر صورت اس سے مدد حاصل کرے — کمال و جمال اور قدرت سے

باز بیصورت چو پنہاں کرد رُو — آمدند از بہر گدر رنگ و بُو

پھر جب بے صورت نے رُخ چھپا لیا — وہ لوگ بھیک کے لئے رنگ بو میں آگئے

صورتے[۵۲] از صورتِ دیگر کمال — گر بجوید باشد آں عینِ ضلال

ایک صورت دوسری صورت سے کمال — اگر ڈھونڈے وہ عین گمراہی ہوگی

جز مگر آں صورتے کاں شیر زاد — بابتِ ارشاد کردش از داد

علاوہ اس صورت کے جس شیر نے پیدا کردی ہے — محبت نے اس کو رہنمائی کے قابل کر دیا

پس چہ عرضہ می کنی اے بے ہنر — احتیاجِ خود بمحتاجِ دگر

تو اے بے ہنر! تو کیا پیش کرتا ہے — اپنی ضرورت دوسرے ضرورتمند کی طرف؟

چوں صُوَر بند ست بر یزداں مگو — ظن مبر صورت بہ تشبیہش مجو

جبکہ صورتیں قید ہیں، خدا پر اطلاق نہ کر — صورت کا گمان نہ کر اس کو تشبیہ کے ذریعہ تلاش کر

کز تفکر جز صُوَر ناید بہ پیش[۵۳] — صورتے کاں بے تو زاید در تو بہ

کیونکہ سوچنے سے صورتوں کے علاوہ کچھ سامنے آتا ہے — تو جو صورت تیرے اندر بغیر تیرے پیدا ہو وہ بہتر ہے

---

۵۱ صورتِ دیوار۔ مکان کی صورت یہ معمار کے خیال کا اثر ہے اگرچہ اس معمار کے ذہن کے اندر مکان کے اجزاء موجود نہیں ہیں۔ فاعلِ مطلق۔ تمام دلائل کا نتیجہ یہ ہے کہ ان صورتوں کو پیدا کرنے والا بے صورت ہے اور یہ صورتیں اس کیلئے بمنزلہ آلہ کے ہیں۔ گہ گہ۔ کبھی کبھی وہ بے صورت اپنی تجلیات بھی رونما کر دیتا ہے۔ تا مدد گیرد۔ اس تجلی سے مقصود کمال اور جمال اور قدرت کا افاضہ ہے۔ باز۔ پھر جب وہ تجلی غائب ہوجاتی ہے تو لوازم بشریت اُبھر آتے ہیں۔

۵۲ صورتے۔ کمال تو بیصورت سے حاصل کیا جاتا ہے ایک صورت دوسری صورت سے کمال کی طالب ہو تو گمراہی ہے۔ جز۔ ہاں اولیاء اللہ جن کو خدا نے رہنمائی کے لئے منتخب فرمایا ہے اُن سے کمال کی طلب کی جاسکتی ہے۔ پس۔ ورنہ صورت خود محتاج ہے اس پر احتیاج کو پیش کرنا کونسی عقلمندی ہے۔ چوں صُوَر۔ جب صورتیں بے صورت کی غلام ہیں تو اس بے صورت پر صورت کا گمان نہ کر اور مشبہ فرقہ کی طرح تشبیہوں کے ذریعہ اس کی تلاش نہ کر۔

۵۳ در تفرع۔ اس بیصورت کو صورتوں سے تلاش نہیں کیا جاسکتا بلکہ فنا اور تضرع وزاری کے ذریعہ تلاش کیا جاسکتا ہے اسلئے کہ سوچنے اور تفکر سے صورتیں ہی خیال میں آتی ہیں اور وہ بے صورت ہے۔ وَر۔ اگر مجاہدے سے بھی بغیر صورت کے اس کا تصور نہیں ہوتا تو پھر تیرے تصور کئے بغیر جو اس کی صورت سامنے آئے اس سے سہما جا پڑے۔ بجزہ۔ بوزن گرہ۔ انبساط و خوشی۔

صورتِ[1] شہرے کہ آنجا میروی — ذوقِ بیصورت کشیدت اے روی

اس شہر کی صورت تو جہاں جاتا ہے — اے سیراب! تجھے بیصورت ذوق نے کھینچا ہے

پس بمعنیٰ میروی تا لامکاں — کہ خوشی غیرِ زمانست و مکاں

تو باطن میں تو لامکان میں جا رہا ہے — کیونکہ خوشی (غیر زمانی اور غیر مکانی ہے

صورتے یارے کہ سوئے اُو شوی — از برای مؤنسی اُنس میروی

اس دوست کی صورت جس کی طرف تو جا رہا ہے — اُس کی محبت کی وجہ سے تو جا رہا ہے

پس بمعنیٰ سوئے بیصورت شدی — گرچہ زاں مقصود غافل آمدی

پس دراصل تو بیصورت کی طرف جا رہا ہے — اگرچہ تو اُس مقصود سے غافل ہے

پس حقیقت حق بود معبودِ کل — کز پے ذوق ست سیرانِ سُبل

تو درحقیقت اللہ (تعالیٰ) سب کا معبود ہے — کیونکہ راستوں کو طے کرنا ذوق کی وجہ سے ہے

لیک[2] بعضے رُو سوئے دم کردہ اند — گرچہ سرِ اصلست سر گم کردہ اند

لیکن بعض نے دم کی طرف رُخ کر لیا ہے — اگرچہ سر اصل ہے، انھوں نے سر کو گم کر دیا ہے

لیک آں سر پیشِ ایں ضالانِ گم — می دہد دادِ سرے از راہِ دم

لیکن سر ان گمراہوں کے نزدیک گم ہے — وہ سر کی عطا، دم کے راستے سے عطا کر دیتا ہے

آں[3] ز سر می یابد آں داد ایں ز دم — قوم دیگر یا دو سر کردند گم

وہ سر سے وہ عطا پاتا ہے، یہ دم سے — دوسرے لوگوں نے بائیں اور سر گم کر دیا ہے

چونکہ گم شد جملہ جملہ یافتند — از گم آمد سوئے کل بشتافتند

چونکہ سب گم ہو گیا، انھوں نے سارا پا لیا — گم ہو جانے سے وہ کل کی جانب لڑ پڑے

دیدنِ ایشاں در قصرِ آں قلعۂ ذات الصُّوَر نقشِ دختر

اُس تصویروں والے قلعہ کے قصر میں اُن کا شاہِ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھنا

شاہِ چین و بیہوش شدنِ ہر سہ و در فتنہ اُفتادن

اور تینوں کا بے ہوش ہو جانا اور فتنہ میں پڑنا

---

[1] صورت۔ پھر پہلے مضمون کی جانب عود کیا ہے کہ ذوق جو بیصورت ہے وہ تجھے شہر کی صورت کی طرف لے جاتا ہے۔ پس۔ اگرچہ بظاہر تو شہر کی صورت کی طرف جا رہا ہے لیکن حقیقتاً تو لامکانی اور لازمانی ذوق کی طرف جا رہا ہے جو تجھے یارِ صورتِ دوست کی صورت کی طرف جانے کی غایت اُنس و محبت ہے جو بیصورت ہے۔ پس محبتی۔ دوست اور شہر کی طرف تیرا جانا ایک بیصورت کی وجہ سے اگرچہ تو اُس سے غافل ہے۔ پس حقیقت۔ چونکہ ذوق کا مقصود ہونا پہلی مثالوں سے ثابت ہو گیا ہے تو یہ ثابت ہو گیا کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سب کا معبود ہے کیونکہ سب راستوں کا چلنا ذوق کی وجہ سے ہے اور ذوق بخشی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

[2] لیک۔ اب اس معبود کے ساتھ بعض کا معاملہ تو یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے تمام کی طرف رُخ کر رکھا ہے یعنی افعالِ باری تعالیٰ کی جانب توجہ کر رکھی ہے حالانکہ مقصود اُس کی ذات ہے چونکہ وہ اصل ہے۔ آں سر۔ اُن کو بھی ذات سے استفادہ ہوتا ہے اور اُن کی توجہ بھی مقبول ہے، مجاز گذاروں کے مختلف مرتبے ہیں ایک تو وہ ہیں جن کی توجہ اور طلب حق افعال حق کے ذریعہ اور واسطہ سے ہے یہ درجہ عوام کا ہے اور دوم جو

مراد افعالِ باری ہیں ——— [3] آں ز سر۔ سے مراد صفاتِ باری تعالیٰ ہیں یہ لوگ صفات کے ذریعہ فیض حاصل کرتے ہیں یہ درجہ خواص کا ہے۔ قومِ دیگر۔ اخص الخواص کا درجہ یہ ہے کہ وہ صرف ذات کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور اُس سے بلا واسطہ استفادہ کرتے ہیں۔ چونکہ۔ ان لوگوں نے نہ افعال کو مقصود بنایا نہ صفات کو بلکہ ذات کو مقصود بنایا لہٰذا ذاتِ باری تعالیٰ اُن کو حاصل ہوئی۔ دیدن۔ وہ تینوں خبر لے کر قلعہ ہوش رُبا میں پہنچ گئے اور انھوں نے شاہِ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھا اور بیہوش ہو گئے اور فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور یہ جستجو شروع کر دی کہ یہ تصویر کس کی ہے۔

وتفحص کردن کہ ایں صورت کیست

اور اس کی جستجو کرنا کہ یہ تصویر کس کی ہے؟

ایں[1] سخن پایاں ندارد آں گروہ
صورتے دیدند با حسن و شکوہ

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، اس گروہ نے ایک حسین اور شاندار تصویر دیکھی

خوب تر زاں دیدہ بودند آں فریق
لیک زیں رفتند در بحرِ عمیق

اس فریق نے اس سے زیادہ حسین دیکھے تھے لیکن اس سے وہ گہرے دریا میں اتر گئے

زانکہ افیوں شاں ازیں کاسہ ربید
کاسہا محسوس افیوں ناپدید

کیونکہ انھیں افیون اس پیالہ سے پہنچی پیالے تو محسوس تھے اور افیون پوشیدہ تھی

کرد فعلِ خویش قلعہ، ہوش رُبا
ہر سہ را انداخت در چاہِ بلا

ہوش رُبا قلعہ نے اپنا کام کر دیا تینوں کو مصیبت کے کنویں میں ڈال دیا

تیرِ[2] غمزہ دوخت دل را بیگماں
اَلْاَماں یَا ذَا الْاَماں زیں بے اَماں

ناز و انداز کے تیر نے بلاشبہ اُن کا دل چھید ڈالا اے امن والے اس بے امن سے پناہ دیجیے

قرنہا را صورتِ سنگے بسوخت
آتشے در دین و در دل شاں بر فروخت

ساتھیوں کو پتھر کی مورتی نے جلا دیا اُن کے دین و دل میں آگ لگا دی

چونکہ رُوحانی بُود خود چوں بُود
فتنۂ اَش ہر لحظہ دیگر گوں بُود

اگر وہ روح والی ہوتی تو کیا ہوتا؟ اس کا فتنہ ہر لحظہ دوسرے قسم کا ہوتا

عشقِ صورت در دلِ شہزادگاں
چوں خلش میکرد مانندِ سناں

شہزادوں کے دل میں تصویر کا عشق چونکہ بھالے کی طرح چبھ رہا تھا

اشک[3] می بارید ہر یک ہمچو میغ
دست میخائید و می گفت اے دریغ

ہر ایک ابر کی طرح آنسو بہاتا تھا ہاتھ ملتا تھا اور کہتا تھا ہائے افسوس

ماکنوں دیدیم شہ را از آغاز دید
چند ماں سوگند داد آں بے نَدید

ہم نے اب دیکھا، شاہ نے اول سے دیکھ لیا اُس بے نظر نے ہمیں کتنی قسمیں دی تھیں

انبیا را حقِ بسیارست ازاں
کہ خبر کردند از پایانِ ما

اسی وجہ سے انبیاء کے بہت حقوق ہیں کہ انھوں نے ہمارے انجام سے باخبر کر دیا ہے

کانچہ می کاری نروید جز کہ خار
دیں طرف پَری نیابی زو مطار

کہ جو کچھ تو بو رہا ہے بجز کانٹے کے کچھ نہ اگے گا تو اس طرف اڑ رہا ہے جس سے تو اڑنے کی جگہ نہ پائے گا

---

[1] ایں سخن۔ یعنی طالب فنا کے مرتبہ کا ذکر ختم ہوا۔ ان شہزادوں نے ایک تصویر دیکھی جو حسین تھی اگرچہ وہ اس سے بھی زیادہ حسین تصویریں دیکھ چکے تھے لیکن وہ اس تصویر کو دیکھ کر عشق کے گہرے سمندر میں ڈوب گئے۔ آنکھ، حسن کو افیون سے تشبیہ دی ہے، پیالے سے مراد صورت ہے۔ کاسہا صورتیں تو نظر آتی ہیں لیکن ان کی افیون غیر محسوس ہے۔ کرد فعلِ خویش۔ غرضیکہ قلعہ ہوش رُبا نے اپنا کام کر دیا اور تینوں کو مصیبت میں پھنسا دیا۔

[2] تیرِ غمزہ۔ اس حسین کے غمزے کے تیر نے ان کے دل کو چھید دیا۔ اَلْاَماں۔ یہ تیر بے اماں ہے خدا اس سے پناہ دے۔ قرنہا۔ ساتھی یعنی تینوں شہزادے۔ صورتِ سنگے۔ یعنی شہزادی کا بت۔ روحانی۔ جاندار۔ سناں۔ بھالا۔

[3] اشک۔ وہ تینوں شہزادے رو رہے تھے۔ میغ۔ ابر۔ ماکنوں۔ جو مصیبت ہم نے اب دیکھی شاہ نے پہلے سے دیکھ لی تھی۔ تدبیر۔ نظر انبیاء۔ ہم پر انبیاء کے اسی لئے بے بناہ حقوق ہیں کہ انھوں نے ہمیں انجام سے باخبر کر دیا ہے۔ کانچہ۔ انبیاء نے بتا دیا ہے کہ نفسانی خواہش سے تم جو کام کرو گے اس سے کانٹے اگیں گے۔ دیں طرف۔ تیری فنا دنیا کی طرف ہے اور دنیا میں بقا نہیں ہے۔

تخم[1] از من برکہ تا بر یعے دہد
تو بیج مجھ سے لے جاتا کہ پیداوار دے

باید من برکہ تیر آں سو جہد
میرے پاس سے برداشت کرنا کہ تیر اس جگہ جائے

تو ندانی واجبی آن و ہست
تو اس کی ضرورت کو نہ سمجھا اور وہ ہے

ہم تو گوئی آخر آں واجب بدست
آخر میں تو بھی کہے گا، کہ وہ ضروری تھی

از تو ست انا نہ ایں تو کہ تن ست
وہ "تو" ہی سے ہے لیکن نہ اس "تو" سے کہ جو جسم ہے

آں توئی کہ برتر از ما و من ست
اس "تو" سے جو "ما و من" سے برتر ہے

ایں توئی ظاہر کہ بنداری توئی
جس ظاہری "تو" کو تو "تو" سمجھتا ہے

ہست اندر سود تو در بیسوئی
یہ جہت میں ہے اور (وہ) "تو" بے جہت ہے

برصدف[2] لرزاں چرائی اے گہر
اے موتی! تو سیپ پر کیوں لرزتا ہے؟

توی خود را نے مداں میداں نکر
اپنے "تو" کو تو نے نہ سمجھ، نہ سوچ سمجھ

توئی بیگانہ است با تو ایں توئی
یہ توئی ایسی ہے جو تجھ سے بیگانہ ہے

توی خود در باب و بگذر از دوئی
اپنے "تو" کو حاصل کر لے اور دوئی سے گزر جا

توئی آخر سوی توئی اولت
تیرا آخری "تو" تیرے ابتدائی "تو" پر

آمد است از بہر تنبیہ و صلت
آیا ہے تنبیہ اور وصل کے لئے

توئی[3] تو در دیگرے آمد دفیں
تیرا "تو" دوسرے میں مدفون ہے

من غلام مرد خود بینم چنیں
میں ایسے خود بیں شخص کا غلام ہوں

آنچہ در آئینہ می بیند جواں
جوان جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے

پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
شیخ اس سے پہلے اینٹ میں دیکھ لیتا ہے

زامر شاہ خویش بیروں آمدیم
ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے

باعنایات پدر باغی شدیم
باپ کی مہربانیوں کے باغی ہو گئے

سہل داشتیم قول شاہ را
ہم نے بادشاہ کی بات کو معمولی جانا

واں عنایتہائے بے اشباہ را
اور اُن بے نظیر عنایتوں کو

نک در افتادیم در خندق ہمہ
اب ہم سب خندق میں گر گئے

کشتہ و خستہ بلا بے ملحمہ
بغیر جنگ کے مصیبت کے مارے ہوئے اور زخمی

جسم جسکا ذکر پہلے کیا ہے ——— [3] توئی تیری روح تیرے جسم میں چھپی ہے میں اس کا غلام ہوں جو خود کو یعنی روح کو دیکھ لے۔ آئینہ۔ شہزادوں نے کہا ہم نے جو آپ دیکھا وہ ہمارے بوڑھے باپ نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا خشت یعنی لوہے کا ٹکڑا جس سے آئینہ بنایا جاتا ہے۔ آمدیم۔ ہم شاہ کے حکم کے اعدا ہیں۔ ملحمہ جنگ۔

---

[1] تخم۔ انبیاء نے بتایا کہ ہمارے طریقہ پر عمل کرو اس سے فائدہ حاصل ہوگا ہمارے طریقہ پر چلو گے تو معصیت کا تیر اس طرف ہی گر جائے گا تم تک نہ پہنچے گا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ انسان انبیاء کے اتباع کو ضروری نہیں سمجھتا حالانکہ انکا اتباع ضروری ہے آخر میں اس کو سمجھے گا۔ ازکو۔ انبیاء کے پر سے اللہ خود اپنے مخاطب کا ہی عمل ہے لیکن اے مخاطب تیرے تو تین کے دو حصے ہیں ایک تو تیرا بدن ہے دوسرا تو تیری روح ہے تو انبیاء کا اتباع جو نافع فعل ہے تیرے تو یعنی بدن کا فعل نہیں ہے بلکہ اس تو کا فعل ہے جو تیری روح ہے وہ مادہ یعنی جسمی قیود سے بالا تر ہے۔ ایں توئی۔ جس تو کو تو "تو" سمجھ رہا ہے یعنی جسم یہ تو جہات میں مقید ہے اور اصل تو "روح" ہے جو جہت سے منزہ ہے۔

[2] برصدف۔ تو جسم کی تباہی سے لرزتا ہے حالانکہ یہ سیپ ہے اور اصل تو تیری روح ہے جو موتی ہے اصل تو گنے یعنی جسم کو نہ سمجھ بلکہ جانکیں شکر یعنی روح ہے اسکو سمجھ۔ ایں توئی۔ جسم کا تو "ہونا برائی چیز ہے تو اپنے آپ تک نہ پہنچ جو کہ روح ہے اور ایں دوئی کو یعنی جسم کو روح کے ساتھ جوڑنے کو چھوڑ دے۔ توئی آخر یعنی روح۔ توئی اول

تکیہ[1] بر عقلِ خود و فرہنگِ خویش
اپنی عقل اور اپنی دانائی پر بھروسہ

بُودماں تا ایں بلا آمد بہ پیش
ہمیں ہوا، حتیٰ کہ یہ مصیبت سامنے آگئی

بے مرض دیدیم خویش و بے رَقی
بغیر مرض اور بغیر غلامی کے ہم نے اپنے آپکو سمجھا

آنچناں کہ خویش را بیمار دق
جیسا کہ دق کا بیمار اپنے آپ کو

علّتِ پنہاں کنوں شد آشکار
چھپی ہوئی بیماری اب کھل گئی

بعد ازاں کہ بند گشتیم و شکار
اس کے بعد کہ ہم قیدی اور شکار ہو گئے

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق
رہبر کا سایہ، ذکرِ حق سے بہتر ہے

یک قناعت بہ کہ صد لوت و طبق
سینکڑوں کھانوں اور طباقوں سے ایک قناعت بہتر ہے

در قناعت خواندہ باشی اے حسن
اے حسن! تو نے قناعت کے بارے میں پڑھا ہوگا

ذکرِ ذکرِ حق و ذکرِ بُوالحسن[2]
حق کے ذکر کا تذکرہ اور ابوالحسن کا تذکرہ

چشمِ بینا بہتر از سہ صد عصا
بینا آنکھ تین سو لاٹھیوں سے بہتر ہے

چشم بشناسد گہر را از حصا
آنکھ موتی اور کنکری کو شناخت کر لیتی ہے

در تفحص آمدند از اندہاں
فکروں کی وجہ سے جستجو میں پڑے

صورتِ کہ بُود عجب ایں در جہاں
دنیا میں یہ عجیب تصویر کس کی ہے؟

بعد بسیارِ تفحص در مسیر
سفر کے دوران میں بہت جستجو کے بعد

کشف کرد آں راز را شیخِ بصیر
ایک صاحب بصیرت شیخ نے راز کو واضح کر دیا

نرطریقِ گوش بل از وحیِ ہوش[3]
کان کے راستہ سے نہیں بلکہ ہوش کی وحی کے ذریعہ

راز ہا بُد پیش اُو بے روئے پوش
اُس کے لئے راز بغیر پردے کے تھے

گفت نقشِ رشکِ پَروینست ایں
اُس نے کہا یہ پروین کے لئے باعث رشک کی تصویر ہے

صورتِ شہزادۂ چین ست ایں
یہ چین کی شہزادی کی تصویر ہے

دخترے دارد شہِ چیں بیمثال
شاہِ چین ایک بے مثال لڑکی رکھتا ہے

در بہاؤ در کمال و در جمال
خوبی میں اور کمال میں اور حسن میں

ہمچو جان و چوں پری پنہانست اُو
وہ پری اور جان کی طرح پوشیدہ ہے

در مکتم پردۂ ایوانست اُو
وہ قلعہ کے چھپانے والے پردے میں ہے

---

[1] تکیہ۔ ہم نے اپنی عقل اور سمجھ پر گھمنڈ کیا اور نصیحت نہ سنی۔ بے مرض۔ ہم اپنے آپکو مرض اور مرض کی غلامی سے آزاد سمجھتے تھے۔ علت۔ ہم اپنی خام کاری کو اب سمجھے جبکہ پھنس گئے۔ سایۂ رہبر۔ شیخ کی صحبت سے خلوص اور استعداد پیدا ہوتی ہے۔ جو ذکر اللہ کے نافع ہونے کی شرط ہے اور شرط پر عمل سے پہلے مشروط پر عمل اچھا نہیں ہے جس طرح کہ وضو والو کا بغیر وضو کے نماز سے وضو کی مشغولیت بہتر ہے یک قناعت۔ شیخ کی صحبت قناعت اور صبر پیدا کر دے گی جو بلندی کے لئے ذکر کے ہزاروں کھانوں سے زیادہ مفید ہے۔

[2] ابوالحسن۔ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کو ذکر سے اسوقت فائدہ پہنچا جبکہ انھوں نے حضرت بایزید بسطامیؒ کی قبر کی صحبت حاصل کر لی یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے۔ چشم بینا۔ شیخ کو چشم بینا حاصل ہے اور تجھے صرف ذکر کی لاٹھی کا سہارا حاصل ہے حصا۔ کنکری۔

[3] در تفحص۔ شہزادے جب اس بت کے عشق میں مبتلا ہو گئے تو جستجو شروع کی کہ یہ کس حسینہ کا بت ہے۔ شیخ بصیر۔ کوئی ایسے بزرگ تھے جن کو قلبی بصیرت حاصل تھی۔

[3] بگو۔ یہ بات انھوں نے کسی سے سنی نہ تھی بلکہ کشف کے طور پر ان کو معلوم ہو گئی تھی۔ گفت۔ اُن بزرگ نے بتایا کہ یہ بت چین کے شاہ کی لڑکی کا ہے جو اس قدر حسین ہے کہ اس پر پروین بھی رشک کرتی ہے۔ دخترے۔ شاہ چین کی وہ لڑکی حسن و جمال میں بیمثال ہے۔ ہمچو۔ وہ پری اور روح کی طرح مخفی ہے اور قلعہ کے پردوں میں رہتی ہے۔

سُوئِ[1] اُو نے مَرد رَہ دارد نہ زَن — شاہ پنہاں کردہ اُورا از فِتَن

اُس کی جانب نہ مرد راستہ رکھتا ہے، نہ عورت — شاہ نے اُس کو فتنوں سے چھپا رکھا ہے

غیرتے دارد مَلِک بر نامِ اُو — کہ نپَرّد مُرغ ہَم بر بامِ اُو

اُس کے نام پر بھی شاہ کو اِس قدر غیرت آتی ہے — کہ اُس کے بالاخانے پر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا

دامِ آں دل کش جنیں سودا نہاد — ہیچکس را ایں چنیں سودا مَبَاد

اُس دل کی شامت ہے جس کو ایسا عشق لگا — خدا کرے ایسا عشق کسی کو نہ ہو

ایں سزائے آنکہ تخمِ جہل کاشت — واں نصیحت را کساد و سَہل داشت

یہ اُس کی سزا ہے جس نے نادانی کا بیج بویا — اور اُس نے نصیحت کو کھوٹا اور معمولی سمجھا

اِعتمادے[2] کرد بر تدبیرِ خویش — کہ بَرَم من کارِ خود با عقل پیش

اُس نے اپنی تدبیر پر بھروسہ کیا — کہ میں اپنے کام عقل سے چلاؤں گا

نیم ذرّہ زاں عنایت بہ بُوَد — کہ زتدبیرِ خرد سہ صد رَصَد

اُس توجہ کا آدھا ذرّہ بہتر ہے — جس کے ذریعہ عقل کی تدبیر میں تین سو گنا حفاظت ہے

ترکِ[3] مکرِ خویشتن گیر اے اَمیر — پابکش پیشِ عنایت خوش بمیر

اے امیر! تو اپنی تدبیر کو چھوڑ — توجہ کے سامنے پاؤں بڑھا، خوشی سے جان دیدے

ایں[4] بقدرِ حیلہ مَعدُود نیست — زیں حِیَل تا تو نمیری سُود نیست

یہ گنے چنے حیلوں کی بقدر نہیں ہے — جب تک تو فنا نہ ہوگا ان تدبیروں سے فائدہ نہیں ہے

تا نمیری سُود کے خواہی رَبود — رَو بمیر و بہرہ بردار از وجود

جب تک تو فنا نہ ہوگا فائدہ کہاں اٹھائیگا — جا فنا ہو جا، وجود سے فائدہ اُٹھالے

حکایت صدرِ جہانِ بخاری کہ ہر سائلے کہ بزبان نخواستے

صدرِ جہاں بخاری کی حکایت، کہ جو سائل زبان سے مانگتا اُس کے عام

از صدقہ عام اُو محروم شدے وآں دانشمند درویش بفراموشی

صدقے سے محروم ہو جاتا اور اُس عقلمند درویش نے بھول کر اور

و تعجیل بزبان خواست و صدرِ جہاں روی از وُے بگردانید

جلدی میں زبان سے مانگ لیا اور صدرِ جہاں نے اُس سے منہ پھیر لیا

واُو ہر روز حیلہ نو ساختے و خود را گاہ زن کردے

اور وہ ہر روز ایک نیا حیلہ کرتا اور اپنے آپ کو کبھی چادر کے اندر عورت بناتا

---

[1] سُوئی اُو۔ اُس کی جانب نہ مرد راستہ رکھتا ہے نہ عورت شاہ نے اُس کو فتنوں سے چھپا رکھا ہے۔ غیرتے۔ اگر کسی اُس کا نام بھی لے تو شاہ کو غیرت آتی ہے اُس کے بالا خانے پر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی۔ واہی۔ مولانا فرماتے ہیں ایسی معشوق کا عشق خدا کرے کسی کو نہ ہو جس کا حصول ناممکن ہو۔ ایں۔ یعنی ناکام عشق اُس کی سزا ہے جو نادانی سے کام کرے اور بزرگوں کی نصیحت کو معمولی اور کھوٹا سمجھے۔

[2] اِعتمادے۔ جو شخص محض اپنی تدبیر پر گھمنڈ کرے اور سمجھے کہ میں خود اپنا کام چلا لوں گا اور مجھے شیخ کی ضرورت نہیں ہے۔ نیم ذرّہ۔ شیخ کی تھوڑی سی توجہ اپنی سیکڑوں تدبیروں سے بہتر اور نافع ہے۔ ترکِ۔ اپنی تدبیر کو ترک کر کے شیخ کی توجہ کی طرف چل بڑ اور اُس کے سامنے اپنے آپ کو فنا کر دے۔

[3] ایں۔ شیخ کی توجہ تیری گنی چنی تدبیروں سے بہت زیادہ مفید ہے جب تک تو شیخ میں اپنے آپ کو فنا نہ کر دے گا یہ تدبیریں مفید نہ ہونگی۔ حکایت۔ اِس حکایت سے بھی یہ بتانا ہے کہ اُس سائل نے صدرِ جہاں کے سامنے بہت سی تدبیریں کیں لیکن مطلب حاصل نہ کر سکا جب ترکیب دکھایا تو مطلب گئی۔

زیرِ چادر رُو گاہ نابینا و گاہ رُوئی خود بہ بستے و اُو بفراستش بشناختے

اور کبھی اندھا اور کبھی اپنا چہرہ چھپا لیتا اور وہ اُس کو ذہانت سے پہچان لیتا

در بخارا[1] خُوئے آں صدرِ اَجَل — بُود با خواہندگاں حُسنِ عَمَل

بخارا میں، اُس صدرِ اعظم کی عادت — تھی سائلوں کے ساتھ بہتر سلوک۔

دادِ بسیار و عطائے بے شمار — تا بشب بُوئے ز جودش زر نثار

بہت بخشش اور بے شمار عطا — رات تک اُس کی سخاوت سے سونا نثار ہوتا

زر بکاغذ پارہا پیچیدہ بُود — تا وجودش بُود می افشاند جُود

سونے کو کاغذ کے پُرزوں میں لپیٹ لیتا — جب تک وہ رہتے سخاوت کرتا رہتا

ہمچو[2] خورشید و چو ماہِ پاکباز — آنچہ گیرند از ضیا بدہند باز

پاکباز سورج اور چاند کی طرح — کہ وہ جو کچھ روشنی حاصل کرتے ہیں دیدیتے ہیں

خاک را زر بخش کی بُود آفتاب — زر از و در کان و گنج اندر خراب

مٹی کو سونا بخشنے والا کون ہوتا ہے؟ سورج — سونا کان میں اور خزانہ ویرانہ میں اُسکا ہدیہ ہے

ہر صَباحے یک گروہ را راتبہ — تا نماند اُمتے زُو خائبہ

ہر صبح کو ایک (الگ) گروہ کا وظیفہ تھا — تاکہ کوئی جماعت اُس سے محروم نہ رہے

مُبتلایاں[3] را بُدے روزے عَطا — روزِ دیگر بیوگاں را آں سَخا

ایک دن بیماروں کو بخشش ہوتی — دوسرے دن وہ سخاوت بیواؤں کیلئے ہوتی

روزِ دیگر بر علویانِ مُقِل — با فقیہانِ فقیر مُشتَغِل

ایک دن نادار علویوں پر — (دوسرے دن) فقیر طالبعلموں کیساتھ مشغول (رہتی)

روزِ دیگر بر تہیدستانِ عام — روزِ دیگر بر گرفتارانِ وام

ایک روز عام مُفلسوں پر — دوسرے دن قرضداروں پر

روزِ دیگر بر یتیمِ بے پدر — روزِ دیگر بر اسیرِ حبسِ دَر

ایک روز بے باپ کے یتیموں پر — ایک دن قید خانہ میں قیدیوں پر

روزِ دیگر بہرِ اَبنا السَّبیل — روزِ دیگر مر مُکاتَب را کفیل

ایک روز مسافروں کے لئے — ایک روز مکاتب کا کفیل ہوتا

شرطِ اُو بُود آں کہ زُو کس با زباں — زر نخواہد ہیچ و نکشاید دہاں

اُس کی شرط یہ تھی کہ کوئی اُس سے زبان سے — کبھی مال نہ مانگے اور لب کشائی نہ کرے

---

[1] در بخارا۔ بخارا میں ایک صدرِ اعظم تھا اور وہ سائلوں سے بہتر سلوک کرتا تھا۔ داد۔ بہتر سلوک یہ تھا کہ بہت عطا کرتا تھا اور دن بھر اُن پر سونا نثار کرتا رہتا تھا۔ زر۔ سونے کی پڑیاں بنائے رکھتا اور جب تک رہتیں دیتا رہتا۔

[2] ہمچو خورشید۔ سورج اور چاند کو اللہ تعالیٰ نے جو روشنی عطا کرتا ہے وہ دوسروں کو عطا کر دیتے ہیں۔ خاک را۔ کان میں سونا اور ویرانہ میں خزانہ سورج کی عطا ہے۔ ہر صباحے۔ جو لوگ خیرات کے مستحق ہیں اُنمیں سے ہر قسم کے لوگوں کا ایک ایک دن مقرر کر رکھا تھا۔ راتبہ۔ مقرر وظیفہ۔ خائبہ۔ محروم۔

[3] مُبتلایاں۔ مریض لوگ۔ علویاں۔ حضرت علی رضؓ کی وہ نسل جو حضرت فاطمہؓ کے پیٹ سے نہیں ہے۔ مُقِل۔ نادار۔ فقیہاں۔ طلبہ۔ تہیدستاں۔ فقراء۔ گرفتارانِ وام۔ قرضدار لوگ۔ روزِ دیگر۔ ایک روز یتیموں کا تھا۔ حبسِ دَر۔ قید خانہ۔ ابنا السبیل۔ مسافر۔ مکاتب۔ وہ غلام جس کو آقا نے کہہ دیا ہو کہ تو اتنی مقدار رقم ادا کر دے تو آزاد ہے۔ شرط۔ لیکن اُس کے دینے کی شرط یہ تھی کہ سائل زبان سے کچھ نہ مانگے۔

لیک خامش بر حوالی رہش
لیکن اس کے راستے کے اطراف میں خاموش

ایستادہ مُفلساں دیوار وش
مفلس، دیوار کی طرح کھڑے ہو جاتے

ہر کہ[1] کردے ناگہاں بالب سوال
جو شخص اتفاق سے منہ سے سوال کرتا

زُو نبُردے زیں گنہ یک حبّہ مال
وہ اس سے اس خطا کی وجہ سے مال کا ایک حبہ نہ لے سکتا

مَن صمتُ منکُم نجا بکیاسہ اَش
اس کا قانون تھا "جو تم میں سے خاموش رہا اس نے اپنا

خامشاں را بُود کیسہ وکاسہ اَش
انکی تھیلی اور پیالہ خاموشوں کے لئے تھا

برنکوشی داشت عشق و تاسہ اَش
کوشش نہ کرنے پر اپنا عشق اور بے قراری لکھتا تھا

بر خموشی بُود عشق و یاسہ اَش
اس کا عشق اور قانون خاموشی پر تھا

نادرا روزے یکے پیرے بگفت
اتفاقاً ایک روز ایک بوڑھے نے کہا

دہ زکاتم کہ منم با جوع[2] جُفت
مجھے زکوٰۃ دیدے میں بھوک سے دوچار ہوں

منع کرد انبوہ پیرش جد گرفت
اسکے لڑکے کو منع کیا اور بوڑھے نے اس سے اصرار شروع کر دیا

ماند خلق از جدِ پیر اندر شگفت
لڑکے کے اصرار سے تعجب میں تھے

گفت بس بے شرم پیری اے پدر
اس نے کہا اے باوا تو بہت بے شرم بوڑھا ہے

پیر گفت از من توئی بے شرم تر
بوڑھے نے کہا تو مجھ سے زیادہ بے شرم ہے

کاین جہاں خوردی و خواہی توز طمع
تو اس جہان کو کھا گیا اور لالچ سے چاہتا ہے

کاں جہاں با ایں جہاں گیری بجمع
کہ اس جہان کو اس جہان کے ساتھ جمع کرلے

خندہ[3] اَش آمد مال داداں پیر را
اس کو ہنسی آگئی اس بوڑھے کو مال دے دیا

پیر تنہا بُرد آں تو فیر را
اس تمام مال کو بوڑھا تنہا لے گیا

غیر آں پیر آنچہ خواہندہ ازُو
بجز اس بوڑھے کے کسی مانگنے والے نے اس سے

نیم حبّہ زر ندید و نے تسُو
نہ آدھا حبہ سونا دیکھا اور نہ کوڑی

نوبت و روزِ فقیہاں ناگہاں
اچانک فقیہوں کے دن اور باری میں

یک فقیہ از حرص آمد در فغاں
لالچ سے ایک فقیہ فریاد کرنے لگا

کرد زاریہا بسے چارہ نبُود
اس نے بہت زاری کی مفید نہ ہوئی

گفت ہر نوعے نبُودش ہیچ سُود
ہر قسم کی بات کہی اس کو کوئی فائدہ نہ ہوا

روزِ دیگر بارگو بیچیدہ پا
کسی دن پاؤں کو پیٹھ دوں میں لپیٹے ہوئے

پاکش اندر صف قومِ مبتلا
پاؤں کو گھسیٹتا ہوا مریضوں کی صف میں

[1] ہر کہ۔ جو سائل زبان سے مانگ بیٹھا وہ اس عیش سے محروم رہتا۔ من صمت وہ اس قانون "جو چپ رہا اس نے نجات پائی" پر عمل سے حال تھا۔ یاس۔ قانون۔ یاسہ۔ بے قراری۔ کیسہ۔ تھیلی۔

[2] با جوع جُفت۔ یعنی بھوکا ہوں۔ گفت۔ صدر جہاں نے کہا اے بوڑھے تو بہت لالچی ہے میرے منع کرنے سے بھی نہیں ٹل رہا ہے۔ پیر گفت۔ بوڑھے نے صدر جہاں سے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ لالچی ہے۔ کہا۔ تو نے دنیا کی دولتیں اور مزے حاصل کرنے پر بھی پیٹ نہیں بھرا اب آخرت کی دولتیں لوٹ رہا ہے۔

[3] خندہ اَش۔ اس لطیفہ پر صدر جہاں کو ہنسی آگئی اور اس کو بہت سا مال دیدیا۔ حبہ۔ ۱/۱۲ رتی کی بقدر وزن یعنی رتی۔ تسو دُو رتی۔ فقیہاں۔ فقہ پڑھنے والے طالب علم۔ کرد۔ اس طالب علم نے بہت عاجزی کی لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بالکل پھٹا پرانا جیسا مبتلا۔ مریض۔

تختہا[1] بر ساق بست از چپ و راست
دائیں اور بائیں پنڈلی پر باندھیں

تا گماں آید کہ اُو اشکستہ پاست
تاکہ خیال ہو کہ وہ لنگڑا ہے

دیدش و بشناختش چیزے نداد
اُس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہ دیا

روز دیگر رُو بپوشید از لباد
اُس نے کسی دن لبادہ سے مُنہ چھپایا

تا گماں آید کہ نابیناست اُو
تاکہ خیال ہو کہ وہ اندھا ہے

درمیانِ اَعمیاں برخاست اُو
وہ اندھوں کے درمیان کھڑا ہوگیا

ہم بدانستش نداد آں عزیز[2]
اُس عزیز نے اُسکو پھر بھی پہچان لیا اور اُسکو نہ دی

از گناہ و جرم گفتن ہیچ چیز
کوئی چیز، کہنے کی خطا اور جرم کی وجہ سے

چونکہ عاجز شد ز صد گونہ مکید
جب وہ سیکڑوں قسم کے حیلوں سے عاجز آگیا

چوں زناں اُو چادرے بر سر کشید
اُس نے عورتوں کی طرح سر پر چادر اوڑھی

درمیانِ بیوگاں رفت و نشست
بیوہ عورتوں کے درمیان میں چلا گیا اور بیٹھ گیا

سر فرو افگند و پنہاں کرد دست
سر جھکا لیا اور ہاتھ چھپا لیا

ہم شناسیدش نداد اش صدقہ[3]
پھر بھی وہ اُسکو پہچان گیا اُسکو کوئی خیرات نہ دی

دَردش آمد ز حرماں حُرقہ
اُس کے دل میں عمدی سے جلن ہوئی

رفت اُو پیشِ کفن خواہے بگاہ
وہ صبح کو ایک کفن کے بھکاری کے پاس گیا

کہ بہ پیچم در نمد نہ پیشِ راہ
کہ مجھے نمدے میں لپیٹ دے، راستہ پر رکھدے

ہیچ مکشا لب، لشین و می نگر[4]
ہونٹ بالکل نہ کھول، بیٹھا رہ اور دیکھتا رہ

تا کُند صدرِ جہاں زیں جا گذر
جب تک صدرِ جہاں اِس جگہ سے گذرے

بُوکہ بیند مُردہ پندارد بظن[5]
ہوسکتا ہے کہ وہ دیکھے اور مُردہ خیال کرکے

زر در انداز د پئے وجہِ کفن
کفن کے خرچ کے لئے سونا پھینک دے

ہر چہ بدہد نیم آں بدہم بتو
وہ جو کچھ دے گا اُسمیں سے آدھا تجھے دیدونگا

ہمچناں کرد آں فقیرِ حیلہ جُو
اُس حیلہ جُو فقیر نے ایسا ہی کیا

در نمد پیچید و در راہش نہاد
اُسنے نمدے میں لپیٹا اور راستہ پر رکھدیا

معبرِ صدرِ جہاں آنجا فتاد
صدرِ جہاں کا اُس جگہ سے گذر ہوا

زر در انداز ید بر رُوی نمد
اُس نے نمدے پر سونا ڈال دیا

دست بیروں کرد از تعجیل خود
اُس نے خود جلدی سے ہاتھ باہر کردیا

---

[1] تختہا۔ پاؤں پر لکڑی کے ٹکڑے اِس طرح باندھکر آیا جیسے کہ پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔ لباد۔ نمدہ۔ تا گماں۔ تاکہ نمدے میں اِس لئے لپیٹا کہ اُس کو اندھا سمجھا جائے۔ اعمیان۔ اندھے۔ جرم گفتن۔ اُس کا قصور یہ تھا کہ اُس نے زبان سے انکا تھا چونکہ وہ طالب علم جب اور ترکیبوں سے کامیاب نہ ہوا تو چادر اوڑھکر بیواؤں میں جا بیٹھا سر جھکا لیا اور ہاتھ چھپا لیا تاکہ پہچان میں نہ آئے۔

[2] ہم۔ اُس صدر جہاں نے پھر بھی اُس کو پہچان لیا اور اُس طالب علم کا عمدی سے دل جلنے لگا۔ رفت۔ وہ طالب علم ایک شخص کے پاس گیا جو کفن کے لئے چندہ جمع کیا کرتا تھا اور کہا کہ مجھے ایک نمدے میں لپیٹ کر سڑک کی طرح راستہ کے کنارے پر رکھکر چھپ جانا۔ زبان سے کچھ نہ کہنا اور نہ صدر جہاں اپنی عادت کے مطابق کچھ نہ دے گا۔

[3] بُو کہ۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ مجھے مُردہ سمجھکر کفن کے لئے کچھ دیدے۔ ہر چہ۔ وہ جو کچھ دیگا آدھا تیرا اور آدھا میرا ہوگا۔ در نمد۔ کفن کے بھکاری نے ایسا ہی کیا۔ معبر۔ گذرگاہ، گذر۔ زر۔ صدر جہاں نے نمدے پر کچھ دیکھا تو اُس طالب علم نے جلدی سے نمدے سے ہاتھ باہر نکالا۔

تا نگیرد آں کفن خواہ آں صلہ
تاکہ وہ عطیہ کفن مانگنے والا نہ لے لے

تا نہاں نکند از وے آں دہ دلہ[1]
تاکہ وہ پریشان آدمی اُس کو اُس سے نہ چھپالے

مُردہ از زیرِ نمد بر کرد دست
مُردے نے نمدے کے نیچے سے ہاتھ باہر کر دیا

سر بروں آمد پئے دستش ز پست
ہاتھ کے بعد اُس نے نیچے سے سر باہر نکالا

گفت با صدرِ جہاں چوں بستدم
صدرِ جہاں سے کہا میں نے کیسا وصول کیا؟

اے ببستہ بر من ابوابِ کرم
اے وہ کہ جس نے میرے اوپر کرم کے دروازے بند کر دیئے

گفت لیکن تا نمُردی اے عنود
اُس نے کہا اے سرکش! لیکن بیشک تو مرنہ گیا

از جنابِ من نبُردی ہیچ سُود
میرے دربار سے تو نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا

سِرِّ مُوتُوا قَبلَ مَوتٍ ایں بُود
تم موت سے پہلے مرو" کا راز یہ ہے

کز پسِ مُردن غنیمتہا رسد
کہ مرنے کے بعد غنیمتیں آتی ہیں

غیرِ مُردن[2] ہیچ فرہنگ دگر
مرنے کے علاوہ دوسری ہوشیاری

در نگیرد با خدا اے حیلہ گر
اے حیلہ گر! خدا کے دربار میں اثر نہیں کرتی ہے

یک عنایت بہ ز صد گوں اجتہاد
ایک عنایت سیکڑوں قسم کی کوششوں سے بہتر ہے

جہد را خوفست از صد گوں فساد
کوشش میں سو قسم کے فساد کا ڈر ہے

واں عنایت ہست موقوفِ ممات
اور وہ عنایت مرنے پر موقوف ہے

تجربہ کردند ایں رہ را ثقات
معتبر لوگوں نے اِس راستہ کا تجربہ کر لیا ہے

بلکہ مُرکش بے عنایت نیز نیست
بلکہ اُس کی موت بھی مہربانی کے بغیر نہیں ہے

بے عنایت ہاں وُہاں جا مایست
خبردار! خبردار بے عنایت کے کسی جگہ نہ ٹھہر

آں ز مُرد باشد ایں اُفعی پیر
وہ اِس بوڑھے سانپ کا مرنا ہے

بے ز مُردن کے شود افعی ضریر
بغیر مرنے کے سانپ کب اندھا ہوتا ہے؟

حکایت[3] آں دو برادر یکے کوسہ و یکے امرد در غرب خانہ

اُن دو بھائیوں کی حکایت جو ایک چکنی داڑھی والا اور ایک بغیر داڑھی کا تھا وہ ایک رات

بخفتند شبے اتفاقاً امردِ خشتے چند بر درِ مقعدِ خود انبار

اتفاقاً مردانہ مکان میں سو گئے بغیر داڑھی والے نے اپنی مقعد کے دروازوں کا ڈھیر

کرد و عاقبت دُباب دب آورد و آں خشتہا را بجملہ از

لگایا اور انجام کار منعم نے انعام کیا اور اُس نے ان اینٹوں کو تدبیر سے

---

[1] دہ دل۔ متردد انسان۔ ممرود۔ اُس طالب علم نے پہلے ہاتھ نکالا پھر اس مُردے کے نیچے سے سر بھی نکالا۔ گفت۔ پھر صدرِ جہاں سے کہا دیکھ میں نے کیسا وصول کیا۔ اے عنود۔ صدرِ جہاں نے جواب میں کہا جب تک تو مر نہ گیا مجھ سے نہ لے سکا انکار تو تجھے دینے سے کیا تھا۔ بستہ۔ مُوتُوا۔ اِس مقولہ مرنے سے پہلے مر جاؤ کا راز اب ہم سمجھے کہ مرنے کے بعد انعام اور عطیہ حاصل ہوتا ہے۔

[2] غیر مُردن۔ خدا کی جناب میں بھی جب تک فنا نہ حاصل کرو گے اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ یک عنایت۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک جذب سیکڑوں مجاہدوں سے بہتر ہے کیونکہ مجاہدوں میں عُجب و ریا پیدا ہو جانے کا خوف ہوتا ہے۔ واں عنایت۔ جذبِ الٰہی اُس وقت آتا ہے جبکہ انسان فنا حاصل کرلے۔ بلکہ۔ اصل جذبِ الٰہی ہے، فنا کا مقام بھی بغیر جذبِ الٰہی کے حاصل نہیں ہوتا۔ آں۔ جذب کو مرد اور نفس کو سانپ سمجھو سانپ زمرد سے ہی اندھا ہوتا ہے۔

[3] حکایت۔ اِس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ داڑھی کے دو تین بال جو عطائے خداوندی تھے وہ اُس چکنی داڑھی والے کیلئے فساد سے بچاؤ کا سبب بنے۔ غرب خانہ۔ جہاں صرف وہ لوگ ہوں جنکی بیویاں نہیں ہیں۔ دُباب۔ مُنعِم۔ دب۔ انعام۔

بالائے مقعدِ او برمی داشت — وآں کودک بیدار
مقعد پر سے ہٹا رہا تھا، وہ لڑکا جاگ گیا

شد و بخشم گفت کہ خشتہا کو چرا برداشتی و
اور غصہ سے کہا، کہ بتا اینٹوں کو تو نے کیوں ہٹایا؟ اور

او گفت چرا بنہادی
اُس نے کہا تو نے کیوں رکھیں؟

امرد[1] و کوسہ در انجمن — آمدند و مجمعے بُد در وطن
ایک مجلس میں ایک امرد اور ایک بچگی داڑھی والا — آئے اور مجمع شہر ہی میں تھا

مشتغل ماندند قومِ منتخب — روز رفت و شد زمانِ ثلث شب
منتخب لوگ مشغول رہے — دن چلا گیا اور ایک تہائی رات کا وقت ہو گیا

زاں عرب خانہ نرفتند آں دو کس — ہم بخفتند آں شب از بیم عسس
اُس مرد نے گھر سے وہ دونوں شخص نہ گئے — کوتوال کے ڈر سے اُس رات وہیں سو بھی گئے

کوسہ[2] را بُد بر زنخداں چار مو — لیک ہمچوں ماہ بدرش بُود رُو
بچگی داڑھی والے کی ٹھوڑی پر چار بال تھے — لیکن اُس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا

کودکِ امرد بصورت بُود زشت — ہم نہاد اندر پسِ کوں بیست خشت
نوخیز لڑکا صورت میں بُرا تھا — پھر بھی اُس نے مقعد کے پیچھے بیس اینٹیں رکھیں

لوطی دَب بُرد شب از گمرہی — خشتہا را نقل کرد آں مشتہی
اغلام باز نے بدنیتی سے رات میں غلام (لڑکا اور امرد) کیا — اُس شہوت ناک نے اینٹیں ہٹا دیں

دست بر وے زد او از جا بجست — گفت ہے تو کیستی اے سگ پرست
اُس نے اُس پر ہاتھ ڈالا وہ اپنی جگہ سے کُودا — بولا ہائے اے سگ پرست! تو کون ہے؟

گفت[3] ابلیس سی خشت چوں انباشتی — گفت تو سی خشت چوں برداشتی
اُس نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کیں؟ — اُس نے کہا تو نے تیس اینٹیں کیوں ہٹائیں؟

گفت اے فی النار خرسِ مرده ریگ — ابلہ و بے خاصیت مانندِ ریگ
اُس نے کہا اے جہنمی، ریچھ، کمینے — احمق اور بے نفع، ریت جیسے

کودکے بیمارم و از ضعفِ خود — کردم ایں جا احتیاط و مُرتقد
میں بیمار لڑکا ہوں اور اپنی کمزوری سے — اس جگہ احتیاط کی تھی اور سونے کی جگہ بنائی

[1] امرد۔ نوخیز بغیر داڑھی کا لڑکا۔ کوسہ۔ بچگی داڑھی والا۔ انجمن یعنی خانقاہ میں مشتمل۔ منتخب لوگ قوال وغیرہ میں مصروف ہو گئے اور ایک تہائی رات تک یہ مصروفیت رہی۔ ناں۔ وہ دونوں کوتوال کے ڈر سے خانقاہ ہی میں سو گئے کہ کہیں کوتوال آوارہ گردی میں نہ پکڑ لے۔

[2] کوسہ بچگی داڑھی والے کی ٹھوڑی پر ۴ چار بال تھے اور بہت حسین تھا۔ کودک۔ لڑکا بدصورت تھا پھر بھی اُس نے احتیاطاً اپنی مقعد کے پیچھے اینٹیں رکھ لیں۔ لوطی۔ وہاں کوئی شخص تھا جس کو لواطت کی عادت تھی۔ سگ۔ یعنی نفس۔

[3] گفت۔ لوطی نے کہا تو نے اینٹیں کیوں اٹھائیں؟ امرد نے کہا تو نے اینٹیں کیوں ہٹائیں۔ گفت۔ امرد نے کہا او جہنمی، ریچھ، مُردہ ریگ۔ حقیر، کمینہ۔ اس جا۔ خانقاہ ہے یہاں کوئی بدمعاش نہ ہو گی۔

گفت اگر[1] داری ز رنجوری تفی
اُس نے کہا اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے

یا بخانہ یک طبیبے مُشفقے
یا کسی مہربان طبیب کے گھر

گفت آخر من کجا یارم شدن
اُس نے کہا آخر میں کہاں جاؤں؟

چوں تو زندیقے پلیدے مُلحدے
تجھ جیسا بددین، ناپاک، ملحد

خانقاہے کہ بُود بہتر مکاں
خانقاہ جو بہتر جگہ ہے

رُو بمن آرند مُشتے خمر خوار
شراب فروشوں کا گروہ میری طرف رُخ کرتا ہے

یارِ[2] مر ناموس را غیرِ نظر
آبرو والے کے لئے سوائے نظر (بازی) کے

وانکہ ناموسی ست خود از زیر زیر
وہ جو آبرو والا ہے، خود نیچے نیچے

خانقہ چوں ایں بُود بازارِ عام
خانقاہ جب یہ عام بازار ہو

خر کجا ناموس و تقویٰ از کجا
کہاں گدھا اور کہاں ناموس اور تقویٰ

عقل[3] باشد ایمنی و عدل جُو
امن اور انصاف کی جویاں عقل ہوتی ہے

در گریزم من رَوم سُوئے زناں
اور اگر میں گریز کرتا ہوں عورتوں کی جانب چلا جاؤں

یوسفؑ از زن یافت زندان و فشار
(حضرت) یوسفؑ نے عورت کی وجہ سے قید خانہ اور شکنجہ پایا

چوں نرفتی جانبِ دار الشفے
تو شفاخانہ کیوں نہ گیا؟

کو کُشادے از سقامت مُتعلقے
کہ وہ تیری بیماری کے پھندے کو کھول دیتا

کہ بہر جامے رَوم مَن مُمتحن
کیونکہ میں مصیبت زدہ جہاں بھی جاتا ہوں

می برآرد سر بہ پیشم چوں دَدے
میرے سامنے درندہ کی طرح سر اُٹھاتا ہے

من ندیدم یک دَمے در وے اماں
میں نے اس میں ایک لمحہ کے لئے امن نہ دیکھا

چشمہا پُر نطفہ کف خایہ فشار
آنکھیں شہوت سے بھری ہوئی ہاتھ خایہ پر پھیرتے ہوئے

نیست لیکن زاں نظر دیں پُر خطر
(کچھ) نہیں ہے لیکن اُس نظر سے دین خطرے میں ہے

غمزہ دُزدد، میدہد مالش بگیر
چھپے اشارے کرتا ہے، خایہ کو ملتا ہے

چوں بُود خر گلہ و دیوانِ خام
تو گدھوں کے گلے اور عام (کاہل) شیطانوں کی کیا مجال

خر چہ داند خشیت و خوف و رجا
خوف (رجا) اور خدا سے ڈرنے کو گدھا کیا جانے؟

برزن و بر مرد آتا عقل کو
عورت اور مرد کیلئے (لیکن) عقل کہاں ہے؟

ہمچو یوسفؑ اُفتم اندر افتناں
(حضرت) یوسفؑ کی طرح فتنوں میں پڑا ہوا ہوں

مَن شوم تو زیلع بر بنجاہ دار
میں پچاس سولیوں پر منقسم ہوتا ہوں

---

[1] اگر۔ لوطی نے کہا اگر بیمار تھا تو ہسپتال جاتا، یا کسی طبیب کے گھر چلا جاتا؟ خانقاہ میں کیوں سویا۔ دار الشفی۔ شفاخانہ۔ سقامت۔ بیماری۔ گفت آخر۔ لڑکے نے کہا کہاں جاؤں جہاں جاتا ہوں مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہوں۔ دد۔ درندہ۔ خانقاہ ہے۔ جب خانقاہ میں بھی امن نہ ملی تو کہاں ملے گی؟

[2] یار۔ جو لوگ بدنامی سے ڈرتے ہیں وہ چھپ چھپ کے اشارے اور نظر بازی کرتے ہیں جو دین کے لئے خطرناک ہے۔ خانقہ۔ جب خانقاہ میں بھی بازاری لوگ ہیں تو اوباشوں کا اس سے اندازہ لگایا جائے۔ خر۔ عوام اور اوباش جو گدھوں کی طرح ہیں اُن میں نہ ناموس ہے نہ تقویٰ نہ خدا کا خوف اور نہ اُمید و بیم جو اصل ایمان ہے۔

[3] عقل۔ نیکی تو عقل کا تقاضہ ہے لیکن اُن لوگوں میں عقل کہاں ہے۔ در گریزم۔ یہ تو مردوں کا حال تھا اب عورتوں کا یہ حال ہے کہ اُن کی وجہ سے مصیبت میں پھنستا ہوں۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ کو عورتوں نے قید میں پھنسایا میرے لئے ہر طرف سولی ہی سولی ہے، مردوں کی طرف سے بھی اور عورتوں کے سبب سے بھی۔

آں[1] زناں از جاہلی بر مَن تنند
وہ عورتیں نادانی سے میرے پیچھے پڑی ہیں

اولیاشاں قصدِ جانِ مَن کُنند
اُن کے سرپرست میری جان کے درپے ہوتے ہیں

نے ز مَرداں چارہ دارم نے زنان
میرے لئے نہ مَردوں سے مفر ہے نہ عورتوں سے

چوں کُنم چوں نے ازیم نے ازاں
میں کیا کروں جگہ میں نہ انہیں سے ہوں نہ انہیں سے ہوں

بعد ازاں کودک بکوسہ سنگریست
اُس کے بعد لڑکے نے بکری داڑھی والے کو دیکھا

گفت اُو با ایں دو مُو از غم بریست
بولا وہ ان دو باتوں کی وجہ سے غم سے بری ہے

فارغست از خشت و از پیکار خشت
اینٹ اور اینٹ کی لڑائی سے بے نیاز ہے

وز چو تو مادر فروشِ کنگ و زشت
اور تجھ جیسے مادر فروش کنگے اور بدمعاش سے

بر ز نخ[2] سہ[3] چار مُو بہرِ نمُوں
ٹھوڑی پر دکھاوے کے تین چار بال

بہتر از سی خشت گردا گردِ کُوں
منقصد کے چاروں طرف تیس اینٹوں سے بہتر ہیں

ذرّۂ سایہ عنایت بہترست
عنایت کے سایہ کا ایک ذرہ بہتر ہے

از ہزاراں کوششِ طاعت پرست
اطاعت گذار کی ہزاروں کوششوں سے

زانکہ شیطاں خشت طاعت برکند
کیونکہ شیطان اطاعت کی اینٹ ہٹا دیتا ہے

گرد و صد خشتست خود رازہ کُند
اگر دو سو اینٹیں ہوں اپنے لئے راستہ بنا لیتا ہے

با عنایت اُو ندارد زہرہ
عنایت کے ہوتے ہوئے اُس کا پتہ نہیں ہے

تا بسازد خویشتن را بہرہ
کہ اپنے لئے کوئی حصہ لگائے

خشت[5] گر پُرست بنہادہ تو است
اینٹیں اگر بھری ہوئی ہیں تیری رکھی ہوئی ہیں

آں دو مُو از عطای آنسوست
وہ دو تین بال اُس جانب کی عطا ہیں

در حقیقت ہر یکے مُو را ازاں
حقیقت کے اعتبار سے اُن میں سے ہر بال کو

خُرد منگر ہمچو کوہے داں کلاں
چھوٹا نہ سمجھ، پہاڑ کی طرح بڑا سمجھ

کاں امان نامہ و صلہ شاہنشہی ست
کیونکہ وہ شاہی امن نامہ اور عطیہ ہے

خلعتِ خانیٔ قُطب آگہی ست
قُطبِ معرفت کی سرداری کا خلعت ہے

تو اگر صد قفل بنہی بر دَرے
تو اگر ایک دروازے پر سو تالے لگا دے

بر کند آں جملہ را خیرہ سرے
کوئی سرپھرا اُن سب کو توڑ دے گا

---

[1] آں زناں۔ عورتیں مجھ پر گرتی ہیں اور اُن کے سرپرست میرے خون کے درپے ہوتے ہیں نے تو مَردان۔ میرے لئے مرد بھی مصیبت کا سبب ہیں اور عورتیں بھی۔ چوں کُنم۔ میں نہ مَردوں میں ہوں نہ عورتوں میں۔ مرد مجھے عورت سمجھتے ہیں عورتیں مجھے مرد سمجھتی ہیں۔ بعد ازاں۔ اِن باتوں کے بعد اُس آدمی نے بکری داڑھی والے کو دیکھا اور بولا کہ یہ اِن دو چار بالوں کی وجہ سے سب غموں سے بے نیاز ہے۔ فارغست۔ یہ اینٹوں سے بھی بے نیاز ہے لو اینٹوں کے جھگڑے سے بھی مجھے اینٹیں اکٹھی کرنی پڑیں اور پھر اینٹیں ہٹانے کے بارے میں تجھ سے جھگڑنا پڑتا اور یہ تجھ جیسے بنے کنے بدمعاش سے بھی بے نیاز ہے۔

[2] بر ز نخ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو داڑھی کے دو چار بال تیس اینٹوں سے بہتر ثابت ہوئے۔ ذرّہ۔ اسی طرح اللہ کے جذب کا ایک ذرّہ عبادت کی ہزار کوششوں سے بہتر ہے۔ زانکہ۔ شیطان عبادت کی اینٹیں اکھاڑ دیگا اور اپنا راستہ بنالے گا۔ لیکن اگر جذب خداوندی ہے تو شیطان اُس میں اپنا حصہ نہ بڑھا سکے گا۔

[5] خشت۔ عبادت کی اینٹیں تیری جمع کی ہوئی ہیں اور جذب بالوں کی طرح عطیہ خداوندی ہے۔ در حقیقت۔ داڑھی کے ایک بال کو بھی حقیر نہ سمجھو وہ کوہ گراں ہے۔ کہاں۔ داڑھی اللہ کی جانب امن نامہ ہے اور وہ خلعت ہے جو قطبِ معرفت کو دیا جاتا ہے۔ تو اگر۔ عنایت اور مجاہدہ کے فرق کیلئے ایک مثال ہے کہ اگر انسان خود کسی جگہ سو تالے لگائے تو اسکو توڑ دیا جاتا ہے کوتوال اگر موم کی بھی مہر لگا دیتا ہے تو بڑے بڑے بہادر توڑنے کی ہمت نہیں کرتے۔

شحنہ از مُوم اگر مہرے نہد — پہلواناں را ازاں دل بشکہد

کوتوال اگر موم کی مُہر لگا دیتا ہے — اُس سے پہلوانوں کا دل گھبرا جاتا ہے

شحنہ گر مُہرے نہد از مُومِ نرم — زاں بوُد کوتاہ پنجہ شیرِ گرم

کوتوال اگر نرم موم کی مُہر لگا دے — اُس سے پھاس فیصلے شیر عاجز ہوتے ہیں

آں[1] دو سہ تارِ عنایت ہمچو کوہ — سَد شُدہ چوں فرسیما در وجوہ

وہ دو تین عنایت کے تار، پہاڑ کی طرح — آڑ ہو گئے، جیسا کہ چہروں پر غفلت کا نشان

زشت را مگذار اے نیکو سرشت — لیک ہم ایمن مخسپ از دیوِ زشت

اے نیک طبیعت! اینٹ کو بھی نہ چھوڑ — لیکن بدشیطان سے بے خوف نہ سو

رَو دو تا مُوزاں کرم بادست آر — وانگہاں ایمن بخُسپ و غم مدار

جا، اُس کرم کے دو عدد بال حاصل کر لے — اور تب اطمینان سے سو، اور فکر نہ کر

نومِ عالِم از عبادت بہ بوُد — آنچناں عِلمے کہ مُستنبہ بوُد

عالِم کا سونا، عبادت سے بہتر ہے — ایسا علم جو آگاہی دینے والا ہو

آں[2] سکونِ سابح اندر آشنا — بہ ز جہدِ اعجمے با دست و پا

تیراک میں تیراک کا سکون — اناڑی کی ہاتھ پاؤں کی کوشش سے بہتر ہے

دست و پا ساکن بآب اندر سباح — بہ رَود از اعجمے با اِنتطاح

ہاتھ اور پاؤں ٹھہرے ہوئے، تیرنے میں — وہ بہتر چلے گا اناڑی سے باوجود ٹکرانے کے

اعجمی زد دست و پا و غرق شد — میرود بَسّاح ساکن چوں عمد[3]

اناڑی نے ہاتھ پاؤں مارے اور ڈوب گیا — تیراک شہتیر کی طرح ساکن جا رہا ہے

عِلمِ دریائیست بیحد و کنار — طالبِ علم ست غوّاصِ بِحار

علم ایک لامحدود بے ساحل کا دریا ہے — علم کا طالب سمندروں کا غوطہ زن ہے

گر ہزاراں سال باشد عمرِ اُو — اُو نگردد سیر خود از جستجُو

اگر اُس کی عمر ہزاروں سال کی ہو — وہ جستجو سے سیر نہ ہوگا

نیند کا سکون جاہل کی عبادت کی حرکت سے بہتر ہے اُس کے سونے میں اتنا اخلاص اور صحیح نیت ہوگی کہ جاہل کی عبادت میں بھی نہ ہوگی۔ اور افضلیت کا مدار نیت اور اخلاص پر ہے۔ علم۔ اب علم کی فضیلت بیان کر کے اُس کی طلب کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ علم ناپیدا کنار دریا ہے اور طالب علم اُس میں سے موتی نکالتا ہے۔ گر ہزاراں علم کی وہ لذت ہے کہ طالب علم کی اُس سے کبھی سیری نہیں ہوتی ہے۔

---

[1] آں دو سہ۔ وہ دو تین بال شر سے حفاظت کے لئے پہاڑ کی طرح تھے اور وہ ایسی علامت تھی جیسی عبادتگذاروں کے چہروں پر سجدوں کے نشان کی علامت بخت یعنی شیطان سے۔ بچاؤ کی تدبیر اور مجاہدہ کرتا رہ لیکن صرف اُس پر بھروسہ نہ کر۔ تو جذبہ الٰہی اور عنایت کے دو چار بال حاصل کر لے پھر تو بے فکر اور مطمئن ہو جا۔ نومِ عالِم۔ اب اللہ تعالیٰ کی عنایت کی مجاہدے پر ترجیح کے لئے ایک حدیث کا مضمون بیان فرمایا ہے، عالِم کی نیند کو عبادت قرار دیا گیا اور ظاہر ہے کہ عارف و عالِم کی عبادت، جاہل کی عبادت سے افضل ہے لہٰذا عالِم کا سونا جاہل کی عبادت سے افضل ہوا۔ مُستنبہ۔ وہ علم جو دنیا اور آخرت کے نقصانات سے تنبیہ کرنے والا ہو۔

[2] آں سکون۔ عالِم سونے میں ساکن پڑا ہے اور غیر عالِم حالت نیند میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے ہاں ہم اُس کی یہ مثال سمجھ لو کہ ایک تیراک جو ماہر ہے وہ سکون سے پانی پر لیٹا ہوا تیر رہا ہے اور ایک اناڑی ہاتھ پاؤں مار کر تیر رہا ہے۔ سابح۔ تیراک۔ بَسّاح۔ تیراکی۔ اِنتطاح۔ ٹکرانا۔

[3] عمد۔ لکڑی کے شہتیر کی طرح پانی پر بڑھا جا رہا ہے جس طرح اس تیراک کا سکون دوسرے کی حرکات سے افضل ہے اسی طرح عالِم کی

کاں[1] رسولِ حق بگفت اندر بیاں — ایں کہ منہومانِ ہما لا یشبعاں
کیونکہ رسولِ حق نے بیان میں فرمایا — یہ کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے ہیں

در تفسیرِ ایں خبر کہ مصطفٰے صلی اللہ وسلم فرمود منہومانِ
اس حدیث کی تفسیر جو مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی — دو حریص ہیں جو

لا یشبعان طالبُ الدُّنیا وطالبُ العِلمِ کہ ایں علم
سیر نہیں ہوتے ہیں، دنیا کا طلب گار اور علم کا طلب گار — کہ یہ علم دنیا کے

غیرِ علمِ دنیا باشد تا دو قسم باشد اما علمِ دنیا ہم دنیا باشد
علم کے علاوہ ہوگا تاکہ دو قسمیں بن سکیں لیکن دنیا کا علم بھی دنیا ہے بغیر

بے آخرت واگر ہمچنیں باشد کہ طالبُ الدُّنیا و
آخرت کے اور اگر ایسا ہو کہ دنیا کا طالب اور دنیا کا

طالبُ الدُّنیا تکرار بُودنہ تقسیم مع تقریرہ
طالب ہے تو تکرار ہو جائے گا نہ کہ تقسیم سے اس کی پوری تقریر کے

طالبُ[2] الدُّنیا وتوفیراتہا — طالبُ العِلمِ وتدبیراتہا
دنیا کا طالب اور اس کی ترقیوں کا — علم کا طالب اور اس کی تدبیروں کا

پس دریں قسمت چو بگماری نظر — غیرِ دنیا باشد ایں علم اے پدر
تو اس تقسیم میں جب نظر کو جمائے گا — اے بابا! یہ علم دنیا کا غیر ہوگا

غیرِ دنیا پس چہ باشد آخرت — کِت کند زینجا و باشد رہبرت
تو دنیا کا غیر کیا ہوتا ہے؟ آخرت — جو تجھے یہاں سے اٹھائے اور تیرا رہنما ہو

غیرِ دنیا آخرت باشد یقیں — کاں برد زینجات آنجا اے امیں
دنیا کا غیر یقیناً آخرت ہے — اے امین! کہ وہ تجھے اس جگہ سے اس جگہ لیجائے

بحث کردنِ آں سہ شہزادہ در تدبیرِ ایں واقعہ
اُن تین شہزادوں کا اس واقعہ کی کھود کرید کرنا

رُو بہم کردند ہر سہ مفتتن — ہر سہ را یک درد و یک رنج و حزن
تینوں فتنہ میں مبتلا آپس میں متوجہ ہوئے — تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج و غم تھا

ہر سہ در یک فکر و یک سودا ندیم — ہر سہ از یک رنج و یک علت سقیم
تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ساتھی تھے — تینوں ایک رنج اور ایک بیماری کے بیمار تھے

[1] کاں۔ آنحضورؐ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ دو بھوکے ایسے ہیں کہ کبھی ان کا پیٹ نہیں بھرتا ہے ایک علم کا طالب اور دوسرا دنیا کا طالب۔ قد تفسیر۔ مولانا نے فرمایا کہ یہاں علم سے مراد دین اور آخرت کا علم ہے اگر دنیوی علوم مراد لئے جائیں گے تو پھر تقسیم درست نہ رہے گی اس لئے کہ طالب دنیا اور طالب علم دنیا ایک چیز ہے۔

[2] طالب الدنیا۔ ایک سیر نہ ہونے والا دنیا اور اس کی ترقیوں کا طالب ہے دوسرا سیر نہ ہونے والا علم اور اس کی تدبیروں کا طالب ہے۔ تقسیم۔ یعنی ایک دوسرے کا قسیم اور بالمقابل ہے تو علم سے مراد علم آخرت ہوگا۔ کت۔ وہ علم دنیا میں مصروف نہ ہونے دیگا اور آخرت کا رہبر ہوگا۔ غیرِ دنیا۔ دنیا سے آخرت ہی میں جانا ہے تو دنیا کے سوا وہی جگہ ہے۔

[3] رو بہم۔ تینوں شہزادے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے۔ مفتتن۔ فتنہ میں پڑا ہوا۔ ایک فکر۔ تینوں کی ایک ہی فکر تھی ایک ہی قسم کا رنج اور ایک ہی قسم کی بیماری تھی یعنی تینوں شاہ کی تینوں لڑکی کے فراق میں مبتلا تھے۔

۵۱ در خموشی ہر سہ را خطرت یکے
خموشی میں تینوں کا ایک ہی خیال تھا

در سخن ہم ہر سہ را حجت یکے
گفتگو میں تینوں کی ایک ہی دلیل تھی

یک زماں از آتشِ دل ہر سہ کس
کسی وقت تینوں دل کی آگ کی وجہ سے

برزدہ با سوز چوں مجمر نفس
انگیٹھی کی طرح سوزش کے ساتھ سانس لیتے

مقالتِ برادرِ بزرگ ترین
سب سے بڑے بھائی کی گفتگو

۵۲ آں بزرگیں گفت کاے اخوانِ خیر
اس بڑے نے کہا اے بھلے بھائیو!

مانہ تربودیم اندر نصحِ غیر
کیا ہم دوسرے کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے؟

از حشم ہر کہ بما کردے گلہ
متعلقین میں سے جو ہم سے شکوہ کرتا

از بلا و خوف و فقر و زلزلہ
بلا اور خوف اور فقر اور زلزلہ کا

ما ہمی گفتیم کم نال از حرج
ہم کہا کرتے تھے کہ تنگی سے نالاں نہ ہو

صبر کن کالصبرُ مفتاحُ الفرج
صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

۵۳ ایں کلیدِ صبرِ ما اکنوں چہ شد
ہمارے صبر کی یہ کنجی اب کہاں گئی

اے عجب منسوخ شد قانوں چہ شد
ہائے تعجب! قانون منسوخ ہوگیا، کیا ہوگیا!

ما نمی گفتیم کاندر کشمکش
کیا ہم نہیں کہا کرتے تھے کہ کشمکش میں

اندر آتش ہمچو زر خندید خوش
آگ کے اندر سونے کی طرح خوب ہنسو؟

ہر سپہ را وقتِ تنگا تنگِ جنگ
جنگ کی تنگی ترشی میں ہر سپاہی کو

گفتہ ما کہ ہیں مگردانید رنگ
ہم نے کہا خبردار! رنگ متغیر نہ کر

آں زماں کہ بود اسپاں را وطا
جس وقت گھوڑوں کی روند ہوتی

جملہ سرہا بریدہ زیرِ پا
تمام کٹے ہوئے سروں کے نیچے ہوتے

ما سپاہِ خویش را ہے ہے کناں
ہم اپنے لشکر کو ہائے ہائے کرتے

کہ بپیش آیید قاہر چوں سناں
کہ نیزہ کے ساتھ بھالے کی طرح آگے بڑھو

جملہ عالم را نشاں دادہ بصبر
ہم نے تمام دنیا کو صبر کا پتہ بتایا

زانکہ صبر آمد چراغ و نورِ صدر
کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے

---

۵۱ در خموشی۔ چپ رہنے میں تینوں کا ایک ہی خیال تھا یعنی شہزادی کا تصور تھا۔ در سخن۔ بات کریں تو ایک ہی بات یعنی شہزادی کا ذکر تھا۔ یک زماں۔ کبھی تینوں فکر کرنے لگتے۔ کبھی تینوں گرم آہیں بھرنے لگتے۔ مجمر۔ انگیٹھی۔ نفس۔ سانس۔

۵۲ بزرگیں۔ یعنی تینوں میں سے بڑا۔ اخوان۔ بھائی۔ تر۔ یعنی بہادر۔ از حشم۔ جب کبھی متعلقین میں سے کوئی مصیبت کا شکوہ کرتا تو ہم اسکو صبر کی تلقین کیا کرتے تھے لہٰذا ہمیں بھی صبر سے کام لینا چاہیے۔ اس سے مقصد پورا ہوگا۔

۵۳ ایں کلید۔ ہم دوسروں کو صبر دلاتے تھے اب صبر کی وہ کنجی جس سے کشادگی آتی ہے ہمارے ہاتھ سے کہاں چلی گئی۔ ما نمی گفتیم۔ ہم دوسروں کو کہتے تھے کہ مصیبت کا وقت خندہ پیشانی سے گذارنا چاہیے۔ رنگ۔ یعنی ڈر سے زرد نہ بن۔ وطا۔ پائمالی۔ آنجناب۔ ہم اپنے لشکر سے کہتے تھے بھالے اور تیر کی نوک کی طرح آگے گھس جاؤ۔ جملہ عالم۔ ہم سب کو صبر کی تلقین کرتے تھے کہ صبر سے دل روشن ہوتا ہے۔

نوبتِ[1] ما شد چو خیرہ سر شدیم
جب ہماری باری آئی ہم کیسے حیران ہو گئے

چوں زنانِ زشت در چادر شدیم
بدصورت عورتوں کی طرح ہم چادر میں ہو گئے

اے دلے کہ جملہ را کردی تو گرم
اے دل! کہ تو نے سب کو مستعد کیا

گرم کُن خود را و از خود آر شرم
اپنے آپ کو مستعد کر، اور اپنے سے شرم کر

اے زباں کہ جملہ را ناصح بُدی
اے وہ زبان! جو سب کو نصیحت کرنے والی تھی

نوبتِ تو گشت از چہ تن زدی
تیری باری آئی تو تُو خاموش کیوں ہو گئی؟

اے خرد کو پندِ شکر خایِ تو
اے عقل! تیری میٹھی نصیحت کہاں گئی؟

دورِ تست ایندم چہ شد سیہایِ تو
اب تیری باری ہے، تیری ہائے ہُو کہاں گئی؟

اے زدلہا بُردہ صد تشویش را[2]
اے (عقل)! تو دلوں سے سیکڑوں پریشانیوں کو دور

نوبتِ تو شد بجُنباں ریش را
تیری باری آگئی، داڑھی ہلا دے

از غرَی ریش ار کنوں دزدیدۂ
اگر اب بد دلی کی وجہ سے تو نے داڑھی کو چھپا لیا ہے

پیش ازیں بر ریشِ خود خندیدۂ
اس سے پہلے تو اپنی داڑھی پر ہنستی تھی

وقتِ[2] پندِ دیگرانے ہائے ہائے
دوسروں کو نصیحت کے وقت، ہائے ہائے

در غمِ خود چوں زنانے وائے وائے
اپنے غم میں عورتوں کی طرح، وائے وائے

چوں بدردِ دیگراں درماں بُدی
جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھی

درد مہمانِ تو آمد تن زدی
درد تیرا مہمان بن کر آیا، تو خاموش ہو گئی

بانگ بر زن چہ گرفت آوازِ تو
(اب) للکار، تیری آواز کو کس نے پکڑ لیا؟

آنچہ پنجہ سال بافیدی بہوش
جو تو نے پچاس سال ہوشیاری سے بُنا

زاں تسیج خود بغلطاقے بپوش
اُس بُنے ہوئے سے ایک بغلطاق پہن لے

از[3] تو ایت گوشِ یاراں بُود خوش
تیری آواز سے دوستوں کے کان خوش تھے

دست بیروں آر و گوشِ خود بمکش
ہاتھ باہر نکال اور اپنا کان کھینچ

سر بُدی پیوستہ خود را دُم مکُن
تو ہمیشہ سر تھی اپنے آپ کو دُم نہ بنا

پا و دست و ریش و سُبلت گم مکُن
پاؤں اور ہاتھ اور داڑھی اور مونچھ گم نہ کر

بازیِ آنِ تست بر رُویِ بساط
بساط پر بازی تیری ملکیت ہے

خویش را در طبع آر و در نشاط
اپنے آپ کو (خوش) طبعی اور نشاط میں لا

---

[1] نوبت۔ جب ہماری باری آئی تو ہم عورتوں کی طرح شوہے بہانے بیٹھ گئے۔ اے دل، پھر اپنے دل کو دلاسا دینا۔ اے زباں۔ اُس شہزادے نے اپنی زبان کو نصیحت کی کہ تو دوسروں کو نصیحت کرتی تھی اب کیوں خاموش ہے۔ اے خرد۔ اپنی عقل کو کہا تو بڑی نصیحتیں کرتی تھی اب کیوں چپ ہے۔ بجُنباں ریش را۔ پہلے قصہ گذرا ہے کہ سلطان محمود نے کہا تھا میں داڑھی ہلا دیتا ہوں تو لوگوں کی مصیبت ٹل جاتی ہے۔ غرَی۔ بد دلی۔ بر ریش خود۔ پہلے تو دوسروں کی داڑھی پر ہنسا کرتی تھی اب معلوم ہوا کہ وہ ہنسی تیری خود اپنی داڑھی پر تھی۔

[2] وقت۔ دوسروں کو نصیحت کرتے وقت تو اُن کو تنبیہ کرتی تھی اب عورتوں کی طرح وائے وائے کر رہی ہے۔ دردآں۔ تو دوسروں کے مرض کا علاج تھی اب اپنے مرض کے وقت کیوں چُپ ہے۔ بانگ۔ لشکر پر چیختی تھی اب تیری آواز کیوں بیٹھ گئی۔ تسبیح۔ بُنا ہوا کپڑا۔ بغلطاق۔ قبا، بڑی ٹوپی

[3] از تو ایت۔ تیری آواز سے دوست خوش تھے اب اپنے ہاتھ سے اپنی گوشمالی کر۔ سر بُدی۔ تو سر تھی اب اپنے آپ کو دُم نہ بنا اور ذلیل نہ کر اور اپنی قوت و ہمت پر عمل کر۔

ایں[1] حکایت گوش کن اے باخرد — تا بدانی اندریں معنیٰ سند

اے عقلمند! یہ حکایت سُن لے — تاکہ اس سلسلہ میں ایک سند کو جان جائے

ذکر آنکہ پادشاہے دانشمندے را باکراہ در مجلس در آورد

اِس کا ذکر کہ ایک بادشاہ ایک فقیہ کو جبراً مجلس میں پکڑ لایا

وبنشاند وساقی شراب براں دانشمند عرضہ کرد روی

اور بٹھادیا اور ساقی نے اُس فقیہ کے سامنے شراب پیش کی اُس

از ساغر بگردانید و ترشی و تندی آغاز کرد شاہ ساقی را

نے جام سے مُنھ پھیر لیا اور ناگواری اور بدمزاجی شروع کردی بادشاہ

گفت ہیں[2] در طبعش آر ساقی مشت چند بر سرش کوفت

نے ساقی سے کہا، ہاں اُس کا مزاج ٹھکانے کردے ساقی نے چند گھونسے اسکے

و شراب بخوردش داد

سر پر مارے اور اسکو شراب پینے کیلئے دیدی

پادشاہے مست اندر بزمِ خوش — می گذشت آں یک فقیہے بر درش

ایک بادشاہ خوشی کی محفل میں مست تھا — اُس کے دروازے پر ایک فقیہ گذر رہا تھا

کرد اشارت کش دریں مجلس کشید — ویں شراب لعل در خوردش دہید

اُس نے اشارہ کردیا کہ اسکو اس مجلس میں کھینچ لاؤ — اور یہ سُرخ شراب اُس کو پینے کے لئے دیدو

پس کشیدندش بشہ بے اختیار — شست[3] در مجلس ترش چوں زہرمار

وہ اُس کو جبراً بادشاہ کے پاس کھینچ لائے — وہ زہر مار کی طرح مجلس میں مُنھ بنا کر بیٹھ گیا

عرضہ[4] کردش مے نہ پذرفت او بخشم — از شہ و ساقی بگردانید چشم

اُسنے اُسکے سامنے شراب پیش کی اُسنے غصہ سے قبول — بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیر لی

کہ بعمرِ خود نخوردستم شراب کز — خوشتر آید از مشرابم زہرناب

کہ میں نے زندگی بھر شراب نہیں پی ہے — مجھے خالص زہر شراب سے اچھا لگتا ہے

ہیں[5] بجائے مے مرا زہرے دہید — تا من از خویش و شما ازمن رہید

ہاں! مجھے شراب کی بجائے زہر دے دو — تاکہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤ

مے نخوردہ عربدہ آغاز کرد — گشتہ در مجلس گراں چوں مرگ و درد

بغیر شراب پیئے، لڑائی دنگا شروع کردیا — موت اور درد کی طرح مجلس میں گراں بن گیا

---

[1] ایں حکایت۔ اِس حکایت میں بھی طبیعت کو نشاط میں لانے کا ذکر ہے۔

[2] ہیں۔ ایک بادشاہ محفل بادشاہ میں شراب نوشی کر رہا تھا دروازے کے سامنے سے ایک فقیہ طالب علم گذرا کرد۔ بادشاہ نے مصاحبوں کو اشارہ کیا کہ اُس کو پکڑ لائیں اور شراب پلائیں۔

[3] عرضہ کردش۔ ساقی نے اُس کو شراب دی اُس نے بادشاہ اور ساقی سے مُنھ پھیر لیا۔ کہ بخدا میں نے تمام عمر شراب نہیں پی مجھے زہر دیدو

[4] اس شراب سے اچھا ہے۔ زہرناب۔ خالص زہر۔

[5] ہیں۔ وہ فقیہ بولا بہتر یہ ہے کہ مجھے شراب کی بجائے زہر دیدو تاکہ میں نجات پاجاؤں۔ عربدہ۔ لڑائی جھگڑے کی وجہ سے وہ سب کیلئے مصیبت بن گیا

همچو[1] اہلِ نفس و اہلِ آب و گل — در جہان ہستند با اصحابِ دل

جس طرح اہلِ نفس اور اہلِ جسم — اصحاب دل کے ساتھ دنیا میں بیٹھے ہوئے ہیں

حق ندارد خاصگاں را در کموں — از مئے ابرار جز در ریشِ بوں

اللہ (تعالیٰ) خاص لوگوں کو پوشیدگی میں نہیں رکھتا — نیکوں کی شراب، سوائے اسکے کہ وہ پینے والوں میں آئے

عرضہ میدارند بر محجوب جام — حس نمی یابد ازاں غیرِ کلام

وہ محجوب پر جام پیش کرتے ہیں — حس اس سے بجز کلام کے کچھ حاصل نہیں کرتا

رُو همی گرداند از ارشادِ شاں — کہ نمی بیند بدیدہ دادِ شاں

وہ اُن کے ارشاد سے رُوگردانی کرتا ہے — کیونکہ وہ آنکھ سے اُن کی عطا کو نہیں دیکھتا

گر ز گوشش تا بحلقش رہ بُدے — ہستِ نصح اندر دروں درشدے

اگر اُس کے کان سے اُس کے حلق تک راستہ ہوتا — تو نصیحت کا راز اُس کے اندر پہنچتا

چوں[2] ہمہ نارست جانش نیست نور — کہ افگند در نار سوزاں جز قشور

کیونکہ اُس کی جان بالکل آگ ہے، نور نہیں ہے — چھلکوں کے سوا جلتی آگ میں کون ڈالتا ہے؟

مغز بیروں ماند و قشر گفت رفت — کے شود از قشر معدہ گرم و زفت

مغز باہر رہا اللہ گفتگو کا چھلکا (اندر) گیا — چھلکے سے معدہ گرم اور موٹا کب ہوتا ہے؟

نارِ دوزخ جز کہ قشر افشار نیست — نار را با ہیچ مغزے کار نیست

دوزخ کی آگ پوست گیر کے سوا کچھ نہیں — آگ کو کسی مغز سے سروکار نہیں ہے

ور بُود بر مغز نارے شعلہ زن — بہر پختن داں نہ بہر سوختن

اور اگر مغز پر کوئی آگ شعلہ زن ہو — پکانے کے لئے جان، نہ کہ جلانے کے لئے

تا[3] کہ باشد حق حکیم ایں قاعدہ — مستمر داں تا بری زاں فائدہ

جب تک اللہ (تعالیٰ) حکیم ہے، یہ قاعدہ — جاری سمجھ، تاکہ تو اُس سے فائدہ اُٹھائے

مغز نغز و قشرہا مغفور ازو — مغز را پس چوں بسوزد دُور ازو

مغز عمدہ ہے اور اُس کی وجہ سے چھلکے بخشے ہوئے — تو وہ مغز کو کیسے جلادے گا؟ اُس سے بعید ہے

از عنایت گر بگوید بر سرش — اشتہا آرد شرابِ احمرش

عنایت سے اگر اللہ (تعالیٰ) اُس کا سر کوٹ دیں — وہ اُس کو سُرخ شراب کی خواہش پیدا کردیتا ہے

---

[1] ہمچو۔ پہلے ظاہری شراب نہ پینے والے کا شرابیوں سے اِعراض اور انقباض کا ذکر تھا اب مولانا نے معنوی شراب نہ پینے والوں کا شراب معرفت پینے والوں سے انقباض کا ذکر کیا ہے۔ اہلِ نفس یعنی وہ لوگ جن کو شرابِ معرفت حاصل نہیں ہے۔ اصحابِ دل۔ اہلِ دل، اصحابِ معرفت۔ حق ندارد۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو بروقت شراب معرفت پلاتا رہتا ہے۔ عرضہ۔ یہ لوگ دنیاداروں پر وہ شراب پیش کرتے ہیں لیکن وہ اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچتے ہیں۔ کیونکہ اُن کی نظر اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچتی ہے۔ گر ز گوشش۔ اگر اُن کے کان سے حلق تک راہ ہوتی تو اُس کلام کی حقیقت اُن کے دل پر اثر کرتی۔

[2] چوں ہمہ۔ اُن کے دل پر شہوت کی آگ ہے اور آگ تک چھلکے ہی پہنچتے ہیں۔ مغز۔ کلام کا مغز تو باہر رہ گیا معدے میں صرف چھلکے پہنچے اُن سے کوئی قوت حاصل نہیں ہوسکتی۔ نارِ دوزخ۔ آگ میں صرف چھلکے جھونکے جاتے ہیں اسی لئے جہنم میں وہ لوگ جائینگے جو مغزِ حقیقت سے خالی ہونگے۔ ور بود۔ اگر مومنین جہنم میں جائینگے تو وہ پختہ کرنے کیلئے بھیجے جائینگے اور اُس سے اُنکی معصیتوں کا نار

[3] تا کہ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے اور وہ ہمیشہ کیلئے حکمت والا ہے یہ قاعدہ جاری رہیگا کہ مغز کو جہنم میں نہ جلائیگا۔ مغز، نغز۔ مغز والے تو اسقدر بہتر ہونگے کہ اُنکی شفاعت سے چھلکوں والے بھی بخشے جائینگے از عنایت۔ اگر عنایتِ خداوندی اور جذبِ الٰہی اعراض کرنیوالے کی سرکوبی کردے تو اُسکو شراب کی خواہش پیدا ہوجائیگی جس طرح اِس قصہ میں پیدا ہوگئی تھی۔

ورنہ[1] کو بد ماند اُو بستہ دہاں
اور اگر نہ کوئیں وہ بستہ دہن رہ جائے

چوں فقیہ از شرب و بزم ایں شہاں
شاہوں کی محفل اور شراب سے فقیہ کی طرح

گفت شہ با ساقیش اے نیک پے
شاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم!

چہ خموشی دہ بطبعش آرہے
تو کیوں چپ ہے دے، ہاں اس کا مزاج ٹھیک کر دے

ہست پنہاں حاکمے بر ہر خرد
ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے

ہر کرا خواہد بفن از خود برد
جس کو چاہے تدبیر سے خودی سے نکالدے

آفتاب[2] و مشرق و تنویر اُو
سورج اور مشرق اور اس کی روشنی

چوں اسیراں بستہ در زنجیر اُو
قیدیوں کی طرح اس کی زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں

چرخ را چرخ اندر آرد در زمن
آسمان کو فوراً چکر میں لے آئے

چوں بخواند در دماغش نیم فن
جب اس کے دماغ میں تھوڑا سا فن پڑھ دے

عقل کو عقلِ دگر را سخرہ کرد
جس عقل نے دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو

مہرہ زو دارد و یست اُستادِ نرد
وہ مہرہ اس سے رکھتی ہے نرد کا استاد وہی ہے

چند سیلی بر سرش زد گفت گیر
چند چپت اس کے سر پر لگائے، کہا لے بے

در کشید از بیم سیلی آں زحیر
وہ مصیبت زدہ چپت کے ڈر سے چڑھ آیا

مست گشت و شاد و خنداں شد چو باغ
مست اور خوش ہو گیا اور باغ کی طرح کھل گیا

در ندیمی و مفاصاحک رفت و لاغ
مصاحبت اور خوش مذاقی اور تمسخر میں لگ گیا

شیر گیر[3] و خوش شد انگشتک بزد
نیم مست اور خوش ہوا، چٹکیاں بجانے لگا

سوئے مبزر رفت تا میزک کند
بیت الخلاء کی جانب گیا، تاکہ پیشاب کر لے

یک کنیزک بود در مبزر چو ماہ
بیت الخلاء میں چاند جیسی ایک لونڈی تھی

سخت زیبا روز فرناقانِ شاہ
شاہ کے خادموں میں سے بہت خوبصورت

چوں بدید اُو را دہانش باز ماند
جب اس نے اُسے دیکھا اس کا منہ کھلا رہ گیا

عقل رفت و تن ستم پرداز ماند
عقل چلی گئی مظلوم جسم رہ گیا

عمر ہا بود عزب مشتاق و مست
عمر بھر کنوارا، مشتاق اور مست رہا تھا

بر کنیزک در زمان در زد دو دست
فوراً لونڈی پر دونوں ہاتھ رکھ دیئے

پس طپید آں دختر و نعرہ فراشت
وہ لڑکی مچلی اور شور کیا

بر نیامد باوے و سودے نداشت
اس سے کچھ بن نہ پڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

---

[1] ورنہ کو بد اور اگر عنایت خداوندی سے کوئی ذکر کرے تو اس فقیہ کی طرح اُن بادشاہوں کی شراب سے محروم رہے گا جو سب سے پہلے محروم تھا۔ گفت شہ۔ شاہ نے ساقی سے کہا کہ اس فقیہ کے مزاج ٹھکانے لگا دے۔ یعنی اس کو شراب دے ہست۔ جس طرح ساقی نے فقیہ کے مزاج ٹھکانے لگا دیئے اسی طرح ہر عقل پر ایک پوشیدہ ذات حاکم ہے جو عقل کو خود بخود سے بے خود کر دیتی ہے۔

[2] آفتاب۔ اس ذات کے قبضہ میں پوری کائنات ہے۔ چرخ۔ آسمان اس کے معمولی حکم کا پابند ہے۔ عقل۔ اگر کسی کی عقل میں تابع کر لینے کی قوت ہے تو وہ اسی کی عطا کردہ ہے۔ چند سیلی۔ ساقی نے اس فقیہ کے چند چپت لگائے تو اس کی عقل ٹھکانے آ گئی۔ زحیر۔ یعنی پیچ و تاب میں پڑا ہوا۔ ندیمی۔ مصاحبت۔ مفاصاحک۔ ہنسی کی باتیں۔ لاغ۔ مذاق۔

[3] شیر گیر۔ نشہ کا ایک درجہ ہے۔ مبزر۔ بیت الخلاء۔ میزک۔ پیشاب۔ فرناقان۔ فرناق کی جمع ہے، خدمتگار۔ کنیزک۔ عرب۔ غیر شادی شدہ مرد کنوارا۔ در زد۔ یعنی دونوں ہاتھوں سے اسکو گرفت میں لے لیا پس طپید۔ اس لڑکی نے گرفت سے چھوٹنے کی بہت کوشش کی برنیامد۔ کچھ بن نہ پڑا۔

زن[1] بدستِ مرد در وقتِ لقا — چوں خمیر آمد بدستِ نانبا

وقات کے وقت، عورت مرد کے ہاتھ میں — نانبائی کے ہاتھ میں خمیر کی طرح ہوتی ہے

بسرشد گاہیش نرم و گہ درشت — زو برآرد چاق چاقے زیرِ مشت

وہ اُس کو کبھی نرم گوندھتا ہے اور کبھی سخت — مٹھی کے نیچے اُس کی آواز کبھی کبھی نکلتی ہے

گاہ پہنش وا کشد بر تختہ — درہمش آرد گہے یک لختہ

کبھی اُس کو تختے پر پھیلا دیتا ہے — کبھی اُس کو ایک دم سے سمیٹ لیتا ہے

گاہ در وے ریزد آب و گہ نمک — از تنور و آتشش سازد محک

کبھی اُس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک — تنور اور آگ سے اُس کا امتحان کرتا ہے

اینچنیں[2] پیچند مطلوب و طلاب — اندریں لعب اند مغلوب و غلوب

اِسی طرح عاشق اور معشوق لپٹ جاتے ہیں — اِس کھیل میں غالب اور مغلوب ہوتے ہیں

ایں لعب تنہا نہ شوراباز نست — ہر عشیق و عاشقے را ایں فنست

یہ کھیل نہ صرف شوہر کا بیوی سے ہے — ہر عاشق و معشوق کا یہی طریقہ ہے

از قدیم و حادث و عین و عرض — پیچشے چوں دیس و رامیں مفترض

قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض کا — دیس اور رامین کی طرح گتھنا ضروری ہے

لیک لعب ہر یکے رنگے دگر — پیچش ہر یک ز فرہنگے دگر

لیکن ہر ایک کا کھیل، دوسرے رنگ کا ہے — ہر ایک کا گتھنا دوسرے طریقہ کا ہے

شوئی وزن را گفتہ شد بہر مثیل — کہ[3] ممکن اے شوی زن را بد گسیل

شوہر اور بیوی مثال کے لئے کہہ دیئے گئے ہیں — کہ اے شوہر بیوی کو بُری طرح رُخصت نہ کر

آں شب گردک نہ بیگا دستِ او — خوش امانت داد اندر دستِ شو

کیا نہیں ہوگا کہ پھر گردک کی رات مشاطہ نے اُس کا ہاتھ — شوہر کے ہاتھ میں بہتر امانت کے طور پر دیا

کانچہ با او تو کنی اے معتمد — از بد و نیکی، خدا با تو کند

کہ اے معتمد! جو تو اُس کے ساتھ کرے — بھلی بُری، خدا تیرے ساتھ کرے گا

ایں زنِ دنیا کہ ہست او مستِ تو — حق امانت دادش اندر دستِ تو

یہ دنیا عورت، جو تجھ پر فریفتہ ہے — اللہ نے تیرے ہاتھ میں اُس کو امانت دیا ہے

---

[1] زن۔ ایسے وقت میں عورت مرد کے ہاتھ میں اِس طرح ہوتی ہے جس طرح خمیر نانبائی کے ہاتھ میں۔ بسرشد۔ بازائدہ ہے سرشد سرشتن یعنی گوندھنا کا فعل معنارع ہے۔ گاہ۔ نانبائی خمیر کو کبھی پھیلاتا ہے کبھی سمیٹتا ہے یہی حال مرد عورت کا کرتا ہے۔ گاہ درو ے۔ غرضیکہ جس طرح نانبائی خمیر میں تصرفات کرتا ہے اِسی طرح مرد عورت کے ساتھ کرتا ہے۔

[2] اینچنیں۔ طلاب اور غلوب یعنی شوہر مطلوب اور مغلوب یعنی عورت سے پٹتا ہے۔ ہر عشیق۔ یعنی کائنات میں سے ہر عاشق کا اپنے معشوق کے ساتھ یہی طریقہ ہے عالم کی اشیا میں باہمی تجاذب ہے اور ایک دوسرے پر عاشق ہے جس کو مولانا متعدد مقامات پر بیان کر چکے ہیں۔ دیس۔ مشہور معشوقہ ہے۔ رامین۔ مشہور عاشق ہے۔ یک۔ مرد اور عورت کی مثال اور طرح کی ہے اور کائنات کی دوسری چیزوں کی مثال اور چسپاڑ دوسری طرح کی ہے۔

[3] کہ ممکن۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ شوہر اگر عورت کو طلاق دے اور جدا بھی کرے تو بُری طرح نہ کرے فرمایا گیا اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ یا اُس کو خوبی کے ساتھ جدا کرنا ہے۔ گردک۔ دلہن کا چھپر کھٹ۔ بیگا۔ یا زن سے پہلے ہے بھاد ہا چی، شاط۔ ایں زن جس طرح مرد عورت کے حقوق ہیں اسی طرح انسان پر زنِ دنیا کے بھی حقوق ہیں یہ بھی اللہ نے بطور امانت انسان کے ہاتھ میں دی ہے۔

حاصل[1] اینجا آں فقیہ از بیخودی — نے عفیفی ماندش و نے زاہدی

خلاصہ یہ ہے کہ اس جگہ بے خودی کی وجہ سے اس فقیہ میں نہ پاکدامنی رہی اور نہ پرہیزگاری

آں فقیہ اُفتاد بر آں حور زاد — آتش اُو اندراں پنبہ فتاد

وہ فقیہ اس حور کے بچہ پر گر گیا — اس کی آگ اس روئی میں لگ گئی

جاں بجاں پیوست و قالبہا بجنبید — زن چو مرغِ سر بریدہ می طپید

جان جان سے پیوستہ ہو گئی اور جسم ہلنے لگے — لڑکی سر کٹے مرغ کی طرح تڑپ رہی تھی

چہ سَقایا، چہ مُلک، چہ ارسلاں — چہ حیا، چہ دین و زُہد و خوفِ جاں

کیسا جام، کیسا بادشاہ، کیسا ارسلان؟ — کیسی حیا، کیسا دین اور زہد اور جان کا ڈر؟

چشمِ شاں اُفتادہ اندر عین[2] و غین — نے حسن پیدا ست انجا نے حسین

اس کی آنکھیں عین اور غین میں پڑ گئی تھیں — وہاں نہ حسن ظاہر تھا، نہ حسین

یافت ہر یک شاں ازاں دیگر مُراد — طبع ہر یک خُرّم و دل گشت شاد

ہر ایک نے دوسرے سے مقصود پا لیا — ہر ایک کی طبیعت خوش اور دل شاد ہو گیا

شُد دراز و کُو طریقِ بازگشت — انتظارِ شاہ ہم از حد گذشت

دیر ہو گئی اور واپسی کا راستہ کہاں؟ — بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گذر گیا

شاہ آمد تا بہ بیند واقعہ — دید آنجا زلزلہ و القارعہ

بادشاہ آگیا، تاکہ واقعہ دیکھے — وہاں اس نے زلزلہ اور قارعہ دیکھا

آں فقیہ از بیم برجست و برفت — سُوئے مجلس جام را بربود تفت

وہ فقیہ ڈر سے کھڑا ہو گیا اور چل دیا — مجلس کی جانب اور فوراً جام اُچک لیا

شہ[3] چو دوزخ پُر شرار و پُر نکال — تشنۂ خونِ دو جُفتِ بدفعال

بادشاہ دوزخ کی طرح چنگاریوں اور مذمت سے پُر — بدکار جوڑے کے خون کا پیاسا

چوں فقیہش دید رُخ پُر خشم و قہر — تلخ و خونیں گشتہ ہمچوں جامِ زہر

فقیہ نے جب اس کا چہرہ غصہ اور غضب سے بھرا ہوا دیکھا — کہ زہر کے پیالہ کی طرح کڑوا اور خونی ہو گیا ہے

بانگ زد بر ساقیش کاے گرم دار — چہ نشستی خیرہ وہ در طبعش آر

اس نے ساقی کو آواز دی کہ اے (مجلس کو) گرم رکھنے والے — سست کیوں بیٹھا ہے، دے اسکو مزاج پر لا

خندہ آمد شاہ را گفت آ گیا — آمدم با طبع آں دختر ترا

بادشاہ کو ہنسی آگئی، بولا اے پاکیزہ! — میں مزاج پر آگیا، وہ لڑکی تیرے لئے ہے

---

[1] حاصل۔ مولانا نے پھر اس فقیہ کا ذکر شروع کیا ہے کہ اس لونڈی کے ساتھ وہ ایسا بے خود ہوا کہ اس سے پاکدامنی اور زہد و تقویٰ رخصت ہو گیا۔ اس فقیہ۔ وہ فقیہ اس لونڈی کو چپٹ گیا اور اس کی آتشِ شہوت لونڈی کی روئی میں لگ گئی۔ بجنید۔ جنبش کرنا، جماع کے وقت اپنے آپ کو سمیٹنا۔ سقایا۔ یعنی ہر قسم شراب۔ ارسلاں۔ شیر یعنی بادشاہ۔

[2] عین و غین۔ دونوں بار کے معنی میں ہیں مراد اندھیرا ہے۔ حسن و حسین۔ یعنی ذرا بھوٹا۔ یافت۔ دونوں نے اپنی مراد حاصل کر لی اور ہر ایک کا دل خوش ہو گیا۔ دراز۔ یعنی واپسی کا وقت۔ زلزلہ۔ یعنی عورت کا ناپنا۔ القارعہ۔ یعنی مرد کا عورت کو کھٹکھٹانا۔ آں فقیہ۔ وہ فقیہ لونڈی کے پاس سے فوراً مجلس میں پہنچ گیا اور جام ہاتھ میں تھام لیا۔

[3] شہ۔ بادشاہ دوزخ کی طرح بھڑک رہا تھا اور دونوں بدکاروں کے خون کا پیاسا ہو رہا تھا چوں۔ جب فقیہ نے بادشاہ کے غصہ کی یہ حالت دیکھی۔

بانگ۔ فوراً زور سے ساقی کو کہا کہ سست کیوں بیٹھا ہے بادشاہ کو جام دے اور فکر نشاط پر لا یہ وہی جملہ ہے جو بادشاہ نے فقیہ کی ناگواری کے وقت کہا تھا۔ گرم دار۔ یعنی محفل کو گرمانے والا نشستی۔ نشستی کیا۔ پاکیزہ، بہلوان آقا۔

پادشاہم[۵۱] کارِ من عدلست و داد
میں بادشاہ ہوں میرا کام انصاف اور عطا ہے

آنچہ آں را من نہ نوشم ہیچ نوش
میں جس چیز کو شہد کی طرح نہ پیوں

آنچہ آں را می خورم از نوش و خوش
جو میٹھی اور اچھی چیز ہے میں کھاتا ہوں

زاں خورانم من غلاماں را کہ من
میں غلاموں کو اُسی میں سے کھلاتا ہوں

زاں خورانم بندگاں را از طعام
میں غلاموں کو وہی کھلاتا ہوں

من چو پوشم از خز و اطلس لباس
میں جو ریشمین اور اطلس پہنتا ہوں

شرم[۵۲] دارم از نبیؐ ذو فنوں
مجھے ہنر مند نبیؐ سے شرم آتی ہے

مصطفٰے کرد ایں وصیت بنوں
(حضرت) مصطفٰےؐ نے فرزندوں کو یہ وصیت کی ہے

شد فقیہ و بُرد با خود جُفتِ خوب
فقیہ روانہ ہو گیا اور حسین بیوی کو اپنے ساتھ لے گیا

دیگراں را بس بطبع آوردہ
تو دوسروں کو بہت مزاج پر لایا ہے

ہم[۵۳] بطبع آور بمردی خویش را
اپنے آپ کو بھی مردانگی سے

چوں قلاوزیِ صبرت پر شود
جب صبر کی رہنمائی تیرا پَر بن جائے

مصطفٰے ایں چونکہ صبرش شد براق
حضرت مصطفٰےؐ کو دیکھ لے صبر جب اُنکا براق بن گیا

زاں خورم کہ یار را جُودم بداد
میں وہی کھاتا ہوں جو میرے دوست کو میری سخاوت نے پہنایا

کے دہم در خورد یارِ خویش و توش
میں اپنے دوست کی خوراک اور توشہ میں کب دونگا؟

میدہم در خورد یار از پنج و شش
ہر چیز میں سے دوست کے لائق دیتا ہوں

می خورم بر خوانِ خاصِ خویشتن
جو میں اپنے مخصوص دسترخوان پر کھاتا ہوں

کہ خورم من خود ز بخت یا کہ خام
جو میں خود بخت یا کچا کھاتا ہوں

زاں بپوشانم حشم را نے پلاس
میں متعلقین کو وہی پہناتا ہوں، نہ کہ ٹاٹ

اَلْبِسُوْھُمْ گفت مِمَّا تَلْبَسُوْنَ
فرمایا ہے "اُن کو وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو"

اَطْعِمُوا الْاَذْنَابَ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ
متعلقین کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو"

از عطائے خاصِ کشّافُ الکروب
مصائب کو رفع کرنے والے کی خاص عطا سے

در صبوری چُست و راغب کردہ
صبر کرنے میں چُست اور رغبت کرنیوالا بنایا ہے

پیشوا کُن عقلِ صبر اندیش را
صابر عقل کو پیشوا بنا

جاں باوجِ عرش و کرسی بر شود
جان عرش و کرسی کی بلندی پر پہنچ جائے

بر کشانیدش ببالائے طباق
وہ اُن کو طبقوں کے اوپر لے گیا

---

۵۱ پادشاہم۔ میں بادشاہ ہوں میرا کام انصاف اور عطا ہے میں بھی وہی کھاتا ہوں جو کسی دوسرے کو کھلاتا ہوں۔ آنچہ۔ جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں دوست کے لئے بھی ناپسند کرتا ہوں۔ توش۔ توشہ۔ پنج و شش۔ یعنی ہر قسم کی چیز زاں۔ جو کچا پکا میں کھاتا ہوں غلاموں کو بھی وہی کھلاتا ہوں۔ خز۔ پشمینہ۔ پلاس۔ ٹاٹ۔

۵۲ شرم۔ آنحضورؐ کا غلاموں کے بارے میں فرمانا ہے کہ "جس قسم کا تم پہنو اُسی قسم کا اُن کو پہناؤ جو تم کھاؤ وہی اُن کو کھلاؤ" اذناب۔ یعنی متعلقین۔ مُنذ فقیہ۔ بادشاہ کی اجازت پر وہ فقیہ روانہ ہو گیا اور لونڈی کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ کشاف الکروب۔ حضرت حق تعالیٰ۔ دیگراں۔ یہ پھر بڑے بھائی کا مقولہ شروع ہوا ہے اُس بڑے بھائی نے اپنے آپ کو خطاب کر کے کہا تو دوسروں کو صبر دلاتا تھا تب خود صبر کر۔

۵۳ ہم بطبع۔ اپنی مردانگی سے اپنے [illegible] بنا لے۔ چوں قلاوزی۔ صبر کی رہنمائی ہو گی تو عرش و کرسی کی بلندی حاصل ہو گی۔ مصطفٰےؐ۔ آنحضورؐ نے کفار کی ایذا رسانی پر صبر کیا تو براق پر بیٹھ کر آسمانوں کے طبقوں کے اوپر پہنچے۔

چوں صبوری پیشہ کرد ایوبؑ[1] راد — از بلا اُورا درِ رحمت کشاد

جب بہادر ایوبؑ نے صبر کرنے کو پیشہ بنایا — تو مصیبت سے اُن کیلئے رحمت کا دروازہ کھل گیا

صبر صدر آمد بہر حالت کہ ہست — صبر را مگذار تا بتواں ز دست

جو حالت بھی ہو صبر صدر ثابت ہوا ہے — جب تک ممکن ہو صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے

صبر مفتاح الفرج نشنیدۂ — کاندریں تعجیل در پیچیدۂ

تو نے نہیں سنا ہے صبر کشادگی کی کنجی ہے — کہ تو اِس جلد بازی میں پھنسا ہے

حد ندارد ایں سخن کوتاہ کُن — وز حدیثِ عاشقاں بر گو سخن

اِس بات کی حد نہیں ہے، مختصر کر دے — اور عاشقوں کی بات کر

باز[2] گرد اے عاشق و زُود تر بران — کانتظارِ تست آں شہزادگاں

اے عاشق تو واپس ہو اور جلد چلا — کیونکہ وہ شہزادے تیرے انتظار میں ہیں

رواں شدنِ شہزادگاں بعد از اتمامِ بحث و ماجرا بجانب ولایتِ چین سوئے معشوق و مقصود تا بقدرِ امکان

بحث اور واقعہ کے پورا کرنے کے بعد شہزادوں کا اپنے معشوق اور مقصود کی طرف چین کی ولایت کی جانب روانہ ہونا، تاکہ بقدرِ امکان مقصود سے زیادہ

بمقصود نزدیک تر شوند اگرچہ راہِ وصل مسدود ست — بقدرِ امکان نزدیک تر شدن محمود ست

نزدیک ہو جائیں، اگرچہ وصل کا راستہ بند ہے، بقدرِ امکان نزدیک تر ہونا اچھا ہے

ہر سہ[3] شہزادہ چو کار اُفتاد شاں — عشق در خور گوشمالی داد شاں

تینوں شہزادے جب اُنہیں واسطہ پڑا — عشق نے اُن کی مناسب گوشمالی کی

ایں بگفتند و رواں گشتند زُود — ہر چہ بُود اے یارِ من آں لحظہ بُود

اُنھوں نے یہ کہا اور فوراً روانہ ہو گئے — اے میرے یار! جو کچھ ہونا تھا اُسی وقت ہو گیا

صبر بگزیدند و صدِ تیقیں شدند — بعد ازاں سوئے بلادِ چیں شدند

اُنھوں نے صبر اختیار کیا اور صدِ تیقین (یعنی) اُس کے بعد چین کے شہروں کی جانب روانہ ہو گئے

والدین و مُلک را بگذاشتند — راہِ معشوقِ نہاں برداشتند

ماں باپ اور مُلک کو چھوڑا — چھپے ہوئے معشوق کی راہ اختیار کی

---

[1] ایوبؑ۔ حضرت ایوبؑ کا صبر مشہور ہے۔ مقدار آد یعنی صبر بہت اعلیٰ چیز ہے۔ صبر جبکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے تو عجلت میں کیوں پڑا ہے۔ اِس سخن صبر کے فضائل۔

[2] باز گرد۔ پھر شہزادوں کا قصہ شروع کیا ہے تینوں شہزادے مملکِ چین کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ محبوب سے قریب ہو سکیں۔ اگر محبوب کا وصل حاصل نہ ہو تب بھی جتنا قرب ہو جائے بہتر ہے۔

[3] ہر سہ۔ شہزادے دوسروں کو تو صبر کی تلقین کرتے تھے لیکن جب خود عشق میں مبتلا ہوئے تو اُس عشق نے اُن کی کافی گوشمالی کی۔ ہر چہ بود۔ یعنی جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اور انھوں نے مزید انتظار نہ کیا فوراً چین روانہ ہو گئے یا مطلب یہ ہے کہ یہ روانگی ہی سب کچھ تھی اور آئندہ کے واقعات اِسی کی فروعات ہیں۔ بعد ازاں یعنی اب اُنھوں نے عشق پر جہاد اختیار کیا اور اُس کی عملی تصدیق کر دی معشوقِ نہاں چینی کی شہزادی جو پردوں میں تھی۔

همچو[1] ابراہیمؑ ادہم از سریر — عشق شاں بے پا و سر کرد و فقیر
ابراہیمؑ ادہم کی طرح تخت سے — عشق نے اُن کو بے سر و پا اور فقیر کر دیا
یا چو ابراہیمِ مُرسل سَر خوشے — خویش را افگند اندر آتشے
یا (حضرت) ابراہیمؑ نے عمدہ رسول کی طرح — اپنے آپ کو آگ میں ڈال دیا
یا چو اسمٰعیلِ صبّارِ مُجید — پیشِ عشق و خنجرش حلقے کشید
یا بزرگ و صابر (حضرت) اسمٰعیلؑ کی طرح — عشق اور اُس کے خنجر کے سامنے گلا رکھ دیا

حکایت[2] امرؤ القیس کہ پادشاہِ عرب بُود و بصورتِ

امرؤ القیس کی حکایت جو عرب کا بادشاہ اور صورت میں اپنے دور کا

یوسفؑ وقتِ خود و زنانِ عرب زلیخا وار مُردہ اُو واُو

یوسفؑ تھا اور عرب کی عورتیں زلیخا کی طرح اُس پر قربان تھیں

شاعر طبع بُود و ایں شعرِ اُوست ؎

اور وہ شاعر مزاج تھا اور یہ شعر اُس کا ہے

قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرَى حَبِيبٍ وَمَنْزِلِ

تم دونوں ٹھہرو ہم محبوب اور منزل کے ذکر سے روئیں

چوں ہمہ زناں اُورا بجان می جُستند اے عجب غزل و

جبکہ تمام عورتیں دل و جان سے اُس کی جستجو میں تھیں تعجب ہے اُنکی غزل اور

نالۂ اُو بہر چہ بُود مرد انست کہ اینہا ہمہ تمثالِ صورتے اند

نالہ کس لئے تھا؟ شاید اُس نے جان لیا تھا کہ یہ تمام تصویریں ہیں جو

کہ بر تختہائے خاک نقش کردہ اند آخر الامر امرؤ القیس را

مٹی کے تختوں پر نقش کردی ہیں، بالآخر امرؤ القیس کی ایسی

حالے پیدا شُد کہ نیم شب از مُلک و فرزنداں گریخت و خود

حالت ہوگئی کہ آدھی رات کو ملک اور اولاد سے بھاگ نکلا اور اپنے

را بدلقے پنہاں کرد و از اقلیمے با اقلیمِ دیگر برفت بطلب

آپ کو گدڑی میں چھپایا اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں اُس ذات

آنکہ از اقلیم منزہ اَست وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ

کی طلب میں چل پڑا جو ملک سے پاک ہے اور اللہ (تعالیٰ) اپنی رحمت سے

---

[1] ہمچو ابراہیمؑ۔ ابراہیمؑ ابن ادہم کی طرح سلطنت کو خیرباد کہدیا۔ ابراہیمؑ جعفر ابراہیمؑ نے بخوشی آگ میں جانا پسند کیا اور اپنی دعوت سے منحرف نہ ہوئے۔ اسمٰعیلؑ حضرت اسمٰعیلؑ اپنی قربانی دینے پر آمادہ ہوگئے۔

[2] حکایت۔ حقیقی عشق کے ذکر سے مجازی عاشق کی حکایت کی طرف منتقل ہوگئے ہیں۔ امرؤ القیس۔ جو آنحضورؐ کے زمانہ سے چوبیس سال پہلے گذرا ہے وہ تھا ایک فاسق و فاجر شاعر تھا ہوسکتا ہے کہ سوءِ کی مراد کوئی اور شاعر ہو جو مجاز سے عشقِ حقیقی تک پہنچ گیا ہو اور جو شعر سرخی میں مذکور ہے وہ مولانا نے ذکر نہ کیا ہو کسی اور کا اضافہ ہو۔

مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے

امرؤالقیس[1] از ممالک خشک لب — ہم کشیدش عشق از خطۂ عرب

امرؤالقیس کو پیاسا، ملکوں سے — عشق نے اسکو بھی عرب کے خطہ سے کھینچا

بود نازک طبع و ہم صاحب جمال — شاعر و صاحب اصول اندر کمال

نازک مزاج اور حسین تھا — شاعر اور کمال میں صاحب اصول تھا

چونکہ زد عشقِ حقیقی بر دلش — سرد شد ملک و عیال و منزلش

جب عشقِ حقیقی نے اس کے دل پر اثر کیا — تو اس پر ملک اور بال بچے اور مکان سرد پڑ گیا

نیم شب دلقے بپوشید و برفت — از میانِ مملکت بگریخت تفت

آدھی رات کو گدڑی اوڑھی اور چلا گیا — فوراً سلطنت سے بھاگ گیا

تا بیامد خشت میزد در تبوک — با ملک[2] گفتند شاہے از ملوک

یہاں تک کہ تبوک میں آیا اینٹیں پاتھتا تھا — لوگوں نے بادشاہ سے کہا بادشاہوں میں سے ایک

امرؤالقیس آمد ست اینجا بگد — در شکارِ عشق و خشتے میزند

یہاں امرؤالقیس بھکاری بن کر آیا ہے — عشق کے شکار میں اور اینٹیں پاتھتا تھا

آں ملک بر خاست شب شد پیشِ او — گفت او را اے ملیکِ خوبرو

وہ بادشاہ رات میں اٹھا اس کے سامنے آیا — اس سے کہا اے خوبصورت بادشاہ!

یوسفِ وقتی دو ملکت شد کمال — مر ترا رام از بلاد و از جمال

تو یوسفِ دوراں ہے، تیرے لئے دو ملک مکمل ہیں — شہر اور حسن تیرے تابع ہیں

گشتہ[3] مردان بندگان از تیغ تو — واں زناں ملکِ مسلمِ مبغ تو

مرد، تیری تلوار کی وجہ سے غلام بن گئے — اور وہ عورتیں تیرے بے ابر چاند کی ملکیت ہیں

پیشِ ما باشی تو بختِ ما بود — جانِ ما از وصلِ تو صد جاں شود

اگر تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے — ہماری جان تیرے وصل سے سو جان بن جائے

ہم من و ہم ملکِ من مملوک تو — اے بہمت ملکہا مت رو ک تو

میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے — اے وہ کہ (تیری) ہمت کیونکہ تجھ سے ملک چھوڑے ہوئے ہیں

فلسفہ گفتش بسے او خموش — ناگہاں واکرد از سر روی پوش

اس نے اس سے بہت سی دانائی کی باتیں کہیں — اچانک اس نے سر سے نقاب اٹھایا

اور وہ چپ تھا

[1] امرؤالقیس — وہ امرؤالقیس جو سلطنت سے محروم ہوا اس کو بھی عشق نے خطۂ عرب سے بدر کر دیا۔ تو کوئی حسین بھی تھا اور شاعر اور اپنے فن کا مکمل شخص تھا۔ چونکہ زدِ عشق۔ جب اس پر عشق کا اثر ہوا تو ہر چیز سے اس کا دل سرد ہو گیا یعنی امرؤالقیس پر جب اللہ تعالیٰ کے عشق کا اثر ہوا سلطنت چھوڑ کر آدھی رات کو بھاگ نکلا۔ در تبوک۔ اپنا وطن چھوڑ کر تبوک کے علاقہ میں پہنچا اور وہاں اینٹیں پاتھنے لگا۔

[2] با ملک۔ لوگوں نے شاہ تبوک سے ذکر کیا کہ امرؤالقیس بادشاہ یہاں گدا بنکر آگیا ہے اور اینٹیں پاتھتا ہے عشق نے اس کو شکار کر لیا ہے۔ آں ملک۔ تبوک کا بادشاہ رات میں امرؤالقیس کے پاس پہنچا اور کہنے لگا کہ تو حسن و جمال میں یوسف دوراں ہے اور ملک و حسن تیرا غلام ہے۔

[3] گشتہ۔ مرد تیری تلوار کی وجہ سے تیرے غلام ہیں اور عورتیں تیرے حسن کی وجہ سے تیری باندیاں ہیں۔ پیشِ ما۔ اگر تو میرے پاس مقیم ہو جائے تو میری خوش نصیبی ہوگی۔ ہم من۔ تو نے اپنی مردانہ ہمت سے اپنے ملکوں کو چھوڑا میں اور میرا ملک اب تیرا ہے۔ فلسفہ شاہ تبوک نے اس سے بہت سی دانائی کی باتیں کہیں لیکن وہ خاموش رہا اپنے ترک سے اپنے کو بچا لیا۔

تا چہ گفتش اُو بگوش از عشق و درد
(نہ جانے) اسنے اسکے کان میں عشق و درد کی کیا بات کہی

ہمچو خود در حال سرگردانش کرد
اسکو اس نے فوراً اپنی طرح سرگرداں کر دیا

دستِ اُو بگرفت و با اُو یار شد
اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کا یار ہو گیا

اُو ہم از تخت و کمر بیزار شد
وہ بھی تخت اور پٹکے سے بیزار ہو گیا

تا بلادِ دُور رفتند آں دو شہ
یہاں تک کہ دونوں بادشاہ دور شہروں میں چلے گئے

عشق یک کرت نکرد ست ایں گنہ
عشق نے یہ گناہ ایک بار نہیں کیا ہے

بر بزرگاں شہد و بر طفلانت شیر
وہ بڑوں کے لئے شہد اور بچوں کیلئے دودھ ہے

اُو بہر کشتی بُود مَنُ الاخیر
وہ ہر کشتی کا آخری وزن ہے

کہ چو در کشتی رود غرقش کند
کہ جب وہ کشتی میں پہنچ جائے اسکو ڈبو دے

تا بقعر از پای تا فرقش کشد
اس کو پاؤں سے سر تک گہرائی میں کھینچ لے

غیر ایں دو بس مُلوکِ بے شمار
ان دونوں بادشاہوں کے علاوہ بہت بے شمار بادشاہ ہوئے

عشق شاں از مُلک بر بود و تبار
عشق نے ان کو سلطنت اور خاندان سے جدا کر دیا ہے

قصۂ کیخسرو آں شاہِ زماں
اُس شاہِ زماں، کیخسرو کا قصہ

ہست شہرہ در میانِ انس و جاں
انسانوں اور جنوں میں مشہور ہے

جانِ ایں سہ شہ بچہ ہم گرد چیں
ان تینوں شہزادوں کی جان بھی چین کے چاروں طرف

ہمچو مرغاں گشتہ ہر سُو دانہ چیں
پرندوں کی طرح ہر جانب دانہ چگتی پھرتی تھی

زہرہ نے تالب کشایند از ضمیر
طاقت نہ تھی کہ دل کی بات پر لب کشائی کریں

زانکہ راز با خطر بُود و خطیر
کیونکہ راز خطرناک اور عظیم تھا

صد ہزاراں سر بپوئے آں نہاں
اکثر ان سرائس وقت ایک پیر کے ہوتے ہیں جب

عشق شد خشم آلود زہ کردہ کماں
غضبناک عشق کمان پر چلہ چڑھا لے

عشق خود بخشم در وقتِ خوشی
خوشی کے وقت میں عشق بغیر غصہ کے

خوئے دارد دمبدم خیرہ کشی
ہر وقت ایسا کا نہ قتل کی عادت رکھتا ہے

تخت نشین ہو کر اس نے افراسیاب کے اپنے باپ کا انتقام لیا اور پھر ایک وقت آیا کہ اپنے فرزند لہراسپ کو تخت پر بٹھا کر یاد الٰہی میں جنگلوں میں نکل گیا اور لاپتہ ہو گیا ——— ۵۳ جان ایں سہ۔ تینوں شہزادے چین پہنچ کر مارے مارے پھرتے تھے۔ زہرہ۔ اپنے عشق کا راز بھی خطرناک ہونے کی وجہ سے ظاہر نہ کرتے تھے۔ صد ہزاراں۔ جب عشق میں معشوق یا اس کے سرپرستوں کے غصہ کی وجہ سے غضبناکی پیدا ہو جاتی ہے تو پھر عاشقوں کے سر کٹ کٹ کر زمین کے سول کے ہوتے ہیں۔ در وقتِ خوشی۔ عشق کی خوشی میں معشوق کی ادائیں قتل کرتی ہیں جب اسکی خوشی کی حالت کا یہ اثر ہے تو غصہ کی حالت کی کیا بات بتائی جائے۔

---

۵۱ تا چہ۔ معلوم نہیں کہ امرؤالقیس نے شاہ تبوک کے کان میں عشق و درد کی کیا بات کہی ہے کہ اس کو بھی اپنا جیسا بنا دیا۔ دست۔ اُو۔ شاہ تبوک نے امرؤالقیس کا ہاتھ پکڑا اور اس کا ساتھی بن گیا اور اس کو تخت شاہی اور پٹکے سے بیزار ہو گئی۔ تا بلادِ دور۔ دونوں بادشاہ دور دراز ممالک کی جانب میں کھڑے ہوئے۔ عشق۔ عشق سے یہ کرامت پہلی بار صادر نہیں ہوئی یہ کام وہ سینکڑوں بار کر چکا ہے۔ بر بزرگاں۔ عشق کی یہ تاثیر بڑوں پر ہی نہیں ہے بچوں پر بھی ہے۔ من الاخیر۔ وہ بوجھ جس کے رکھنے پر اتنا وزن بڑھ جائے کہ کشتی ڈوبنے لگے۔

۵۲ کہ چو۔ عشق وہ وزن ہے جس کے رکھنے سے انسان کی کشتی غرق ہو جاتی ہے۔ غیر ایں دو۔ امرؤالقیس اور شاہ تبوک کے علاوہ سینکڑوں بادشاہوں کو عشق نے خانہ ویران کیا ہے۔ کیخسرو۔ اس کا باپ سیاوش اپنے باپ کیکاؤس سے ناراض ہو کر توران کے بادشاہ افراسیاب کے پاس چلا گیا تھا جسکو کسی وقت افراسیاب نے مار ڈالا کیخسرو توران ہی میں پیدا ہوا اور اس نے وہیں پرورش پائی پھر اپنے دادا کیکاؤس کے پاس آگیا اور دادا کے مرنے کے بعد

ایں بُود آں لحظہ کو خوشنود شُد
یہ اُس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ خوش ہوتا ہے

من چہ گویم چونکہ خشم آلود شُد
میں کیا بتاؤں جب وہ غضبناک ہوتا ہے؟

لیک[۵۱] مَرجِ جاں فدائے شیرِ اُو
لیکن جان کی چراگاہ اُس کے شیر پر قربان ہے

کش کُشد ایں عشق و ایں شمشیرِ اُو
جس کو یہ عشق اور اُس کی تلوار قتل کر دے

کُشتنی بہ از ہزاراں زندگی
قتل ہو جانا ہزاروں زندگیوں سے بہتر ہے

سلطنتہا مُردۂ ایں بندگی
سلطنتیں اِس غلامی پر قربان ہیں

باکنایت راز ہا با ہم دگر
آپس میں ایک دوسرے سے راز کی باتیں

پست گفتندے بصد خوف و خطر
سینکڑوں خوف اور خطروں کے ساتھ آہستہ کہتے

راز را غیرِ خدا محرم نبُود
راز کا خدا کے سوا کوئی محرم نہ تھا

آہ را جُز آسماں ہمدم نبُود
آسمان کے سوا آہ کا کوئی ساتھی نہ تھا

اِصطلاحاتے میانِ ہمدگر
آپس میں کچھ اصطلاحیں

داشتندے بہرِ ایرادِ خبر
خبر دینے کے لئے رکھتے تھے

زیں لسانُ الطّیر عام آموختند
پرندوں کی اِس بولی سے عوام نے سیکھ لیا ہے

طمطراقِ سروری اندوختند
بڑائی کی شان و شوکت حاصل کر لی ہے

صورت[۵۲] آوازِ مُرغست آں کلام
وہ کلام پرند کی آواز کی صورت ہے

غافل ست از حالِ مُرغاں مُردِ خام
وہ ناقص انسان پرندوں کی حالت سے غافل ہے

کو سلیمانے کہ داند لحنِ طیر
سلیمانؑ کہاں ہے جو پرندوں کی بولی سمجھے؟

دیو گرچہ مُلک گیرد ہست غیر
دیو اگرچہ ملک پر قبضہ کر لے اجنبی ہے

دیو بر شبہ سُلیماں کردہ ایست
دیو نے سلیمانؑ کی مشابہت پر قیام کیا

علمِ مکرش ہست عُلمنا[۵۳]ش نیست
اُس کا مکر کا علم ہے "علمنا" کا نہیں ہے

چوں سُلیمانؑ از خدا بشناش بُود
چونکہ سلیمانؑ خدا کی جانب سے خوش تھے

منطقُ الطّیرے ز عُلمنا[۵۳]ش بُود
اُن کی پرندوں کی بولی "علمنا" سے تھی

تو ازاں مُرغِ ہوائے فہم کُن
تو ہوائی پرند سے سمجھ لے

کہ ندیدستی طیورِ من لدُن
کیونکہ تو نے "من لدن" کے پرند نہیں دیکھے

بھی کریا اور اُنکی سی صورت بنالی تو وہ اُس منطق الطیر کو نہیں سمجھ سکتا ہے یہی حال مزدوروں کا ہے۔

۵۳ علمنا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا تھا کہ ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔ تو۔ اے مخاطب قرآن جہاں پرندوں کی بولی کچھ کریا بھی کہہ لے کہ اُنکی بولی تو سن لیتا ہو لیکن اُن کا مفہوم نہیں سمجھتا ہے۔ طیور من لدن۔ وہ عارفین جنکو

۵۱ لیک۔ عاشق بہرحال اُس پر جان قربان کرنے کا خواہشمند رہتا ہے۔ گفتگو۔ فراق کی ہزاروں زندگیوں سے عاشق مر جانے کو بہتر سمجھتا ہے اور عشق کی غلامی پر سینکڑوں سلطنتیں قربان کر دیتا ہے۔ باکنایت۔ چونکہ راز کے ظاہر ہونے میں خطرہ تھا اِس لئے تینوں شہزادوں نے اِس معاملہ میں باہمی بات چیت کے لئے کچھ اصطلاحیں بنالی تھیں۔ راز۔ اُن کے راز کا سوائے خدا کے کوئی محرم نہ تھا اُن کی آہ کا سوائے آسمان کے کوئی ساتھی نہ تھا۔ اصطلاحات۔ جب وہ آپس میں درد و عشق کی بات کرتے تھے تو کچھ اصطلاحیں میں کرتے تھے۔ غرض۔ مولانا نے اِن شہزادوں کی اصطلاحات سے بزرگوں کی اصطلاحوں کی طرف انتقال فرمایا ہے کہ عوام بزرگوں کی اصطلاحیں سیکھ لیتے ہیں اور اُن کے حقیقی معانی سے بے خبر ہوتے ہیں اور اپنی اصطلاحوں کو اپنی شان و شوکت بڑھانے کے لئے کام میں لاتے ہیں۔

۵۲ صورت۔ وہ بزرگوں کی اصطلاحیں اُن کیلئے ایسی ہیں کہ کوئی شخص پرندوں کی محض بولی سُن لے اور جو اُن کا مقصد ہے اُس کو نہ سمجھ سکے کہ سلیمانؑ پرندوں کی بولی حضرت سلیمانؑ ہی سمجھ سکتے تھے اِسی طرح عارفین کے کلام کو عارف سمجھ سکتا ہے۔ دیو۔ منکر نامی دیو نے اگر حضرت سلیمانؑ کے تخت پر قبضہ

جائی سیمرغاں بود آں سوئے قاف — ہر خیالے را نباشد دست باف

سیمرغوں کی جگہ قاف سے اُس جانب ہے — وہ ہر خیال کے لئے آسان نہیں ہے

ہر خیالے را کہ دید آں اتفاق — آنگہش بعد العیاں اُفتد فراق

جس خیال نے اُس کو اتفاقاً دیکھا — فوراً مشاہدہ کے بعد فراق واقع ہو جائے گا

نے فراقِ قطع بہرِ مصلحت — کایمن ست از ہر فراق آں منقبت

قطع تعلق، کا فراق نہیں، مصلحت کی وجہ سے — کیونکہ وہ فضیلت ہر قسم کے فراق سے محفوظ ہے

بہرِ استبقائے آں جسمِ چو جاں — لحظۂ در ابر گردد خور نہاں

اُس جان جیسے جسم کی بقا کے لئے — سورج تھوڑی دیر کیلئے ابر میں چھپ جاتا ہے

بہرِ استبقائے آں رُوحی جسد — آفتاب از برف یک دم در کشد

اُس رُوحانی جسم کی بقا کے لئے — سورج تھوڑی دیر کیلئے برف سے بُرا ہو جاتا ہے

بہرِ جانِ خویش جُو ز ایشاں صلاح — ہیں مَدُز در از حرفِ ایشاں اصطلاح

تو اُن سے اپنی جان کی صلاح تلاش کر — خبردار! اُن کے حرفوں کی اصطلاح نہ چُرا

آں زلیخا از سپنداں تا بعُود — نامِ جملہ چیز یوسف کردہ بُود

اُس زلیخا نے کہ اُلے دانہ سے لے کر اگر تک — سب چیزوں کا نام یوسف رکھا تھا

نامِ اُو در نامہا مکتوم کرد — محرماں را سِرِّ آں معلوم کرد

اُن کا نام ناموں میں چھپا ہوا تھا — محرموں کو اُس کا راز بتا دیا تھا

چوں بگفتے موم زاتش نرم شُد — ایں بُدے کاں یار با ما گرم شُد

جب وہ کہتی موم آگ سے نرم ہو گیا — یہ مطلب ہوتا کہ وہ یار ہم پر مہربان ہو گیا

وَر بگفتے مہ بر آمد بنگرید — وَر بگفتے سبز شُد آں شاخِ بید

اور اگر وہ کہتی دیکھو چاند نکل آیا — اور اگر وہ کہتی اُس بید کی شاخ سبز ہو گئی

وَر بگفتے آبہا خوش می تنند — وَر بگفتے خوش ہمی سوزد سپند

اور اگر وہ کہتی پانی عمدہ بہہ رہا ہے — اور اگر وہ کہتی کالا دانہ خوب جل رہا ہے

---

۱۵ جائی سیمرغاں۔ سارنوں سے مراد اُن کی روح ہے جس کا مقام عرش سے بھی بالا ہے ہر خیال کے لئے آسان نہیں ہے کہ وہ اُس کے مقام اور استغاثہ کو دیکھ سکے۔ ہر خیال۔ جو عارفین اُس مقام اور استغاثہ کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ ہر وقت نہیں کرتے بلکہ کبھی کبھی میں مشاہدہ کرتے ہیں پھر اُنکو فراق حاصل ہو جاتا ہے نے فراقِ اُن کی یہ جدائی قطع تعلق کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ جسم سے تعلق کی مصلحت کی بنا پر ہے اس لئے کہ اس استغاثہ کے لئے جسم کا بقا بھی ضروری ہے لہٰذا وہ مشاہدہ منقطع کر دیا جاتا ہے اور تجلیات کا سورج ابر میں غائب ہو جاتا ہے۔

۱۶ بہرِ استبقا۔ چونکہ جسم کو بھی قائم رکھنا ہے لہٰذا تجلیات اس روحی جسم سے منقطع ہو جاتی ہیں تاکہ بدن کے اس برف کو سورج کی تجلیات بالکل نہ گھلا دیں۔ بہرِ جاں۔ عارفین سے اپنی روح کی اصلاح کرا اُنکی اصطلاحوں کو بگاڑ کر مستعمل نہ کر۔ آں زلیخا۔ زلیخا نے مالداری کے لئے مختلف اصطلاحیں بنا رکھی تھیں پیند اور عُود بول کر حضرت یوسفؑ مُراد لیتی تھی۔ پیند۔ کالا دانہ۔ نظر لگ جانے پر جس کی دھونی دی جاتی ہے۔ عُود۔ اگر وہ لکڑی جو خوشبو کیلئے جلائی جاتی ہے۔ محرماں۔ جو اُس کے ہمراز تھے وہ اُن لفظوں سے حضرت یوسفؑ کی متعلق بات سمجھ جاتے تھے ——— ۱۷ چوں بگفتے۔ اگر وہ یہ کہتی تھی کہ موم آگ سے نرم ہو گیا تو مطلب ہوتا کہ آں حضرت یوسفؑ نے مجھ پر مہربانی کی۔ وَر بگفتے۔ اگر وہ کہتی کہ دیکھو چاند نکل آیا تو اُس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ یوسفؑ آ گئے۔ سبز شُد۔ اگر وہ کہتی کہ بید کی شاخ سبز ہو گئی تو مُراد ہوتی تھی کہ وصل کی اُمید ہری ہو گئی ہے۔ آبہا۔ اُس کا مطلب ہوتا کہ اُمیدوں کا دریا موجزن ہے۔ سپند۔ مطلب یہ ہوتا کہ رقیب جل رہا ہے۔

وَر بگفتے برگہا[1] خوش می چنند — دست بر ہم رقص و مستی می کنند

اور اگر وہ کہتی، پتے خوب لہلہا رہے ہیں — تالیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں

وَر بگفتے گل بہ بلبل راز گفت — وَر بگفتے شہ سر شہباز گفت

اور اگر وہ کہتی پھول نے بلبل سے راز کہہ دیا — اور اگر وہ کہتی شاہ نے شہباز کا راز کہہ دیا

وَر بگفتے چہ ہمایونست بخت — وَر بگفتے کہ برافشانید رخت

اگر وہ کہتی، نصیبہ کیسا مبارک ہو گیا — اگر وہ کہتی، سامان جھاڑ لو

وَر بگفتے کہ سقا آورد آب — وَر بگفتے کہ برآمد آفتاب

اور اگر کہتی کہ سقہ پانی لے آیا — اور اگر وہ کہتی، کہ سورج نکل آیا

وَر بگفتے دوش دیگے پختہ اند — یا حواج از پرسش یک گفتہ اند

اگر وہ کہتی کل رات انھوں نے دیگ پکائی ہے — یا مصاحبوں کے کہنے سے ایک جان ہو گئے ہیں

وَر بگفتے ہست نانہا بے نمک — وَر بگفتے نکس می گردد فلک

اور اگر وہ کہتی، روٹیاں بے نمک ہیں — اور اگر وہ کہتی آسمان اُلٹا گھومتا ہے

وَر بگفتے کہ بدرد آمد سرم[2] — وَر بگفتے درد سر شد خوشترم

اور اگر وہ کہتی، میرے سر میں درد ہو گیا — اور اگر وہ کہتی میرے سر کا درد اچھا ہو گیا

محرماں رازاں خبر بُد کہ چہ گفت — کہ مخالف با موافق گشت جفت

محرم سمجھ جاتے کہ اُس نے کیا کہا — کہ مخالف موافق کا ساتھی ہو گیا

گر ستودے اعتناقِ اُو بُدے — وَر نکوہیدے فراقِ اُو بُدے

اگر وہ تعریف کرتی تو اُن کا گلے ملنا ہوتا — اور اگر وہ بُرائی کرتی تو اُن کی جُدائی ہوتی

صد[3] ہزاراں نام گر بر ہم زدے — قصدِ اُو و خواہِ اُو یوسف بُدے

اگر وہ ہزاروں نام ملا دیتی — اُس کا ارادہ اور اُس کی خواہش، یوسفؑ ہوتے

گر نہ بُودے چو گفتے نامِ اُو — می شُدے اُو سیر و مست از جامِ اُو

جب وہ بھوکی ہوتی اُن کا نام لیتی — وہ اُن کے جام سے سیر اور مست ہوتی

تشنگیش از نامِ اُو ساکن شُدے — نامِ یوسفؑ شربتِ باطن شُدے

اُس کی پیاس اُن کے نام سے بجھ جاتی — (حضرت) یوسفؑ کا نام باطن کا شربت بنجاتا

وَر بُدے در دیش زاں نامِ بلند — دردِ اُو در حال گشتے سُود مند

اور اگر اُس کے کوئی درد ہوتا اُس بلند نام سے — اُس کا درد فوراً آرام بن جاتا

---

[1] برگہا۔ تو مطلب ہوتا کہ ہر حسین حضرت یوسفؑ کا دلدادہ ہے۔ گل۔ تو مطلب ہوتا کہ آج تنہائی میں باتیں ہوئیں۔ شہ۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ آج حضرت یوسفؑ نے میرے حال کا ذکر کیا۔ بخت۔ تو مطلب ہوتا کہ آج دیدار میسر آیا۔ رخت۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ میرے پاس محبوب راز کے علاوہ کوئی نہ رہے گا۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے پانی سے سیرابی کا وقت آ گیا ہے۔ آفتاب۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کی کرن نمودار ہو گئی ہے۔ دیگ۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ وصل کے اسباب مہیا ہو گئے ہیں۔ بے نمک۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ وصل کے اسباب سازگار نہیں ہیں۔ فلک۔ مطلب ہوتا کہ وصل کی تدبیر کارگر نتیجہ نکلا۔

[2] سرم۔ تو مطلب یہ ہوتا کہ فراق کے اثرات بڑھ رہے ہیں۔ خوشترم۔ درد کا اچھا ہونے کا مطلب یہ ہوتا کہ وصل کی جھلک نظر آ گئی ہے۔ محرماں۔ جو رازداں تھے وہ سب سمجھ جاتے تھے اور یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا تھا کہ رازداروں میں غیر بھی تھے۔ گر ستودے۔ اگر وہ کسی چیز کی تعریف کرتی تو اُس چیز سے مُراد حضرت یوسفؑ کا وصل ہوتا اور اگر بُرائی کرتی تو اُس کا فراق ہوتا۔

[3] صد ہزاراں۔ لاکھوں اصطلاحوں سے اُس کا مقصود حضرت یوسفؑ ہوتے۔ گر نہ

وقتِ[1] سرما بودے اُو را پوستیں
جاڑے کے وقت وہ اُس کا پوستین ہوتا

ایں کُند در عشق نامِ دوستاں
دوست کا نام عشق میں یہی کرتا ہے

عام می خوانند ہر دم نامِ پاک
عوام ہر وقت پاک نام لیتے ہیں

ایں عمل نکند چو نبود عشقناک
جبکہ وہ عشق بھرا نہ ہو یہ کام نہیں کرتا

آنچہ عیسیٰ کردہ بود از نامِ ہُو
(حضرت) عیسیٰ نے جو کچھ اللہ کے نام سے کیا

می شدے پیدا ورا از نامِ او
وہ خود اُن کے نام سے بھی اُن کیلئے ظاہر ہوتا

چونکہ با حق متصل گردید جاں
جب جان اللہ (تعالیٰ) سے وابستہ ہوگئی

ذکرِ آں اینست ذکرِ اینست آں
اُس کا ذکر یہ ہے، اِس کا ذکر وہ ہے

خالی[2] از خود بود و پُر از عشقِ دوست
پس زکوزہ آں تراود کہ در وست
وہ اپنے آپ سے خالی اور دوست کے عشق سے پُر تھے
تو پیالے سے وہی ٹپکے گا جو اُس میں ہے

خندہ بوئے زعفرانِ وصل داد
گریہ بوئے پیاز اندر بعاد
مُسکراہٹ، وصل کے زعفران کی خوشبو دیگا
فراق میں رونا پیاز کی بو میں

ہر یکے را ہست در دل صد مُراد
ایں نباشد مذہبِ عشق و وداد
ہر ایک کے دل میں سینکڑوں مرادیں ہیں
عشق و محبت کا یہ مذہب نہیں ہوتا

یار[3] آمد عشق را روز آفتاب
آفتاب آں رُوی را ہمچوں نقاب
عشق کے لئے دن ہیں یار، سورج ہے
سورج، اُس چہرے کا نقاب ہے

آنکہ نشناسد نقاب از رُوی یار
عابد الشمس ست از وے بدار
جو شخص نقاب کو یار کے چہرے سے تمیز نہ کرے
وہ سورج کا پجاری، اُس سے دستبردار ہوجا

روز او و روزیِ عاشق ہم او
دل ہم او و دلسوزیِ عاشق ہم او
روز وہی ہے اور عاشق کی روزی بھی وہی ہے
دل بھی وہی ہے اور عاشق کی دلسوزی بھی وہی ہے

ماہیاں را نقد شد از عینِ آب
نان و آب و جامہ و دارو و خواب
مچھلیوں کے لئے پانی سے حاصل ہوگئی
روٹی اور پانی اور لباس اور دوا اور نیند

---

[1] وقتِ سرما۔ جاڑوں میں اُن کے ذکر سے بدن میں حرارت پیدا کرتی تھی۔ عام۔ خاص اللہ کے ذکر سے بھی غلط فائدے اُٹھاتے ہیں لیکن عوام کے ذکر میں چونکہ عشق شامل نہیں لہٰذا ذکر کی وہ تاثیرات بھی نہیں ہیں۔ آنچہ۔ خدا کا نام عشق کے ساتھ تو اثر کرتا ہی ہے لیکن فنا کے مقام پر پہنچنے کے بعد خود فانی کا نام وہی اثر کرتا ہے جو خدا کا نام اثر کرتا ہے اب حضرت عیسیٰؑ کا تم پاؤں کہنا وہی معنی اور اثر رکھتا ہے جو تم پاؤں اللہ کا تھا چونکہ۔ جب فانی کی جان فنا باری سے متصل ہوگئی تو اُس جان کا ذکر کرنا خدا کا ذکر کرنا ہے اور خدا کا ذکر کرنا اُس جان کا ذکر کرنا ہے۔

[2] خالی۔ فانی اپنی ذات سے خالی ہے اور اللہ کے عشق سے پُر ہے تو پیالہ میں سے وہی ٹپکے گا جو پیالہ کے اندر ہے۔ خلاصہ۔ اب اُس فانی کے طبعی افعال بھی حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کے مخبر ہونگے اُس کا ہنسنا وصل کی وجہ سے ہوگا اور اُس کا رونا فراق کی وجہ سے ہوگا۔ ہر یکے۔ عام انسانوں کے دلوں میں سینکڑوں مُرادیں ہیں ایں۔ عشق کا مذہب نہیں ہے، عاشق کے دل میں صرف معشوق کے حصول کی مراد ہوتی ہے۔

[3] یار آمد۔ عاشق کیلئے تو ہر چیز میں معشوق کی جھلک نظر آتی ہے سورج میں بھی وہ معشوق کی جھلک سمجھتا ہے سورج اپنا فانی نور نہیں سمجھتا ہے بلکہ اُس کو صرف نورِ حق کا مظہر سمجھتا ہے اور سورج کو محض اُس محبوب کے چہرے کا نقاب سمجھتا ہے آنکہ۔ جو سورج کا اپنا فانی نور سمجھے وہ سورج کا پجاری ہے اُس سے تعلق توڑ لے۔ روز۔ عاشق کا تو سب کچھ وہی معشوق ہے اُس کا دن بھی وہی ہے اُس کی خوراک بھی وہی ہے دل بھی وہی ہے اور دلسوزی بھی وہی ہے۔ ماہیاں۔ مچھلی کو سب کچھ پانی ہی سے حاصل ہے اسی طرح خدا کے عاشق کو بھی سب کچھ میری ذات سے حاصل ہوتا ہے خواہ خوراک ہو یا پوشاک۔

ہمچو[1] طفل ست او ز پستاں شیر گیر — او نداند در دو عالم غیر شیر
وہ بچے کی طرح پستان سے دودھ حاصل کرنیوالا ہے — وہ دونوں جہان میں دودھ کے سوا کچھ نہیں جانتا

طفل داند ہم نداند شیر را — راہ نبود ایں طرف تدبیر را
بچہ دودھ کو جانتا ہے، نہیں بھی جانتا — اس طرف کسی تدبیر کی راہ نہیں ہے

گیج کرد ایں گرد نامہ روح را — تا نیابد فاتح و مفتوح را
اس بھاگے ہوئے کے تعویذ نے روح کو بیوقوف بنایا — تاکہ وہ فاتح اور مفتوح کو نہ پائے

گیج[2] نبود در روش بلکہ اندرو — حاملش دریا بود نے سیل جو
سلوک میں بیوقوف نہیں ہوتا بلکہ اس میں — اس کا حامل دریا ہوتا ہے نہ کہ بہاؤ اور نہر

چوں بیاید او کہ یابد گم شود — ہمچو سیلے غرقہ قلزم شود
جب وہ آتا ہے تاکہ حاصل کرے گم ہو جاتا ہے — بہاؤ کی طرح سمندر میں ڈوب جاتا ہے

دانہ گم شد انگہے او تیں شود — تا نمردی زر ندادم ایں بود
دانہ گم ہوا تو وہ انجیر بنا — جب تک تو نہ مرا میں نے سونا نہ دیا یہ ہوتا ہے

بعد از مکث و متواری شدن در بلادِ چین در شہر تختگاہ
ٹھہرنے اور چین کے شہروں شہر دارالخلافہ میں چھپے رہنے کے بعد

و دراز شدنِ صبر و بے صبر شدنِ برادرِ بزرگ ترکہ من
اور سب سے بڑے بھائی کا بے صبر ہو جانا کہ میں

رفتم تا خود را بر شاہِ چین عرضہ کنم و نصیحتِ برادران
جاتا ہوں تاکہ اپنے آپ کو شاہ چین کے سامنے پیش کروں اور بھائیوں کی نصیحت

اورا سود نا داشتن
کا اس کو فائدہ نہ دینا

اَمَامَکَ[3] قَدَمِی یُبَلِّغُنِی مَقْصُودِی — او اَلْقِی رَاسِی کَفُؤَادِ اُمِّ مُوسٰی
یا میرا قدم مجھے میرا مقصود عطا کرے — یا میں اس جگہ دل کی طرح اپنا سر ڈال دوں گا

یا پای رساندم بمقصود مرا — یا سر بنہم ہمچو دل از دست جدا
یا پاؤں مجھے مقصود تک پہنچا دے — یا دل کی طرح میں اس جگہ سر ہاتھ سے رکھ دوں گا

یَا عَاذِلَ الْعَاشِقِینَ دَعْ فِئَۃً — اَضَلَّھَا اللّٰہُ کَیْفَ تُرْشِدُھَا
اے عاشقوں کو ملامت کرنیوالے، اس جماعت کو چھوڑ — جس کو خدا نے گمراہ کیا ہے تو اسکو کیسے ہدایت دیگا؟

[1] ہمچو طفل۔ عاشق معشوق کے سوا کسی سے تعلق نہیں رکھتا جیسا کہ شیر خوار بچہ صرف دودھ کو جانتا ہے۔ ہم تم اور بچہ دودھ کو نہ جانتا ہو اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا یہی حال عارف کا ہے کہ وہ ذات خداوندی کا عاشق ہے لیکن اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے۔

[2] گیج نبود۔ عام انسان کی یہ حالت سلوک سے پہلے ہوتی ہے جب وہ راہ سلوک اختیار کر لیتا ہے تو اس کی یہ حالت نہیں رہتی اس کے تعلقات بدنی ختم تو نہیں ہوتے لیکن اب دریائے حقیقت اس کا حامل بن جاتا ہے۔ چوں بیاید سالک جب اس حقیقت کو تلاش کرتا ہے تو خود گم ہو جاتا ہے جس طرح بہاؤ سمندر میں پہنچ کر گم ہو جاتا ہے۔ دانہ۔ بیج جب گم ہو جاتا ہے تو وہ بغیر شکر رنجی ہوتا ہے۔ عدم جہاں کے مقدور ہونا نمردی کا یہی مطلب تھا۔

[3] اَمَامَکَ۔ آگے بڑے بھائی نے یہ کہا

آں[1] بزرگیں گفت اے اخوانِ مَن
اس بڑے نے کہا، اے میرے بھائیو!

زانتظار آمد بلب ایں جانِ مَن
انتظار سے یہ میری جان ہونٹ پر آگئی

لاابالی گشتہ ام صبرم نماند
میں لاپروا بن گیا ہوں، مجھ میں صبر نہیں رہا

مرمرا ایں صبر در آتش نشاند
اس صبر نے مجھے آگ میں بٹھا دیا

طاقتِ مَن زیں صبوری طاق شد
اس صبر سے میری طاقت اکیلی رہ گئی

واقعہ مَن عبرتِ عُشّاق شد
میرا واقعہ عاشقوں کی عبرت بن گیا

مَن زجاں سیر آمدم اندر فراق
میں فراق میں جان سے سیر ہو گیا

زندہ بودن در فراق آمد نفاق
فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے

چند در دِ فرقتش بکشد مرا
اس کے فراق کا درد مجھے کتنا قتل کرے گا

سر ببر مرتا عشق سر بخشد مرا
سر کاٹ دے، تاکہ عشق مجھے سر بخش دے

دینِ[2] مَن از عشق زندہ بودن ست
زندگی زیں جان و سر ننگِ منست

میرا دین عشق کے ذریعہ زندہ رہنا ہے
اس جان اور سر سے جینا میری توہین ہے

تیغ جانہا را کند پاک از عیوب
زانکہ سیف اُقتادِ مختارُ الذنوب

تلوار، جانوں کو عیبوں سے پاک کر دیتی ہے
کیونکہ تلوار گناہوں کو مٹانے والی اللہ ہوئی ہے

چوں غبارِ تن بشد ماہم بتافت
ماہِ جانِ مَن ہوائے صاف یافت

جب جسم کا غبار ختم ہوا میرا چاند چمکا
میری جان کے چاند نے صاف فضا پائی

عمر ہا بر طبلِ عشقِ آں صنم
اِنَّ فِی مَوتِی حَیَاتِی مِیزَنم

اس معشوق کے عشق کے نقارہ پر عمر صدا دے رہی
بیشک میری موت میں میری زندگی ہے صدا دے رہا ہوں

دعویِ[3] مُرغابیِ کرد ست جاں
کے زطوفانِ بلا دارد فغاں

میری جان نے مُرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے
وہ بلا کے طوفان سے کب فریاد کرتی ہے؟

بطرا از اشکستنِ کشتی چہ غم
کشتیش بر آب بس باشد قدم

بطخ کو کشتی کے ٹوٹنے کا کیا غم ہے؟
پانی پر اس کی کشتی پاؤں ہی ہوتا ہے

زندہ زیں دعوی بود جان و تنم
من ازیں دعویٰ چگونہ تن زنم

اس دعوے سے میری جان اور جسم زندہ ہے
میں اس دعوے سے کیسے چپ رہوں؟

خواب می بینم ولے در خواب نے
مدعی ہستم ولے کذاب نے

میں خواب دیکھتا ہوں لیکن خواب نہیں ہے
میں مدعی ہوں لیکن جھوٹا نہیں ہوں

[1] آں بزرگیں۔ بڑے بھائی نے دونوں چھوٹے بھائیوں سے کہا اب میں صبر کی وجہ سے جاں بلب ہوں، اب مجھے موت کی کوئی پروا نہیں، موت سے آتش فراق سے بہتر ہے۔ طاقت۔ اب صبر میری طاقت سے باہر ہے۔ زندہ بودن۔ فراق کی حالت میں زندہ رہنا نفاق ہے جو مناسب نہیں ہے۔ چند۔ فراق مجھے ہر وقت قتل کرتا ہے اب میرا سر قلم کر دو تاکہ فنا کے بعد بقا حاصل ہو جائے۔

[2] دینِ من۔ میں معنوی زندگی حاصل کرنا چاہتا ہوں ظاہری زندگی میرے لئے ذلت ہے۔ تیغ۔ شہید گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ چوں غبار۔ جسمانی علائق سے جدا ہو کر روح اور منور ہو جاتی ہے۔ عمرہا۔ میں طویل عرصہ سے یہ صدا دے رہا ہوں، میری موت میں میری زندگی ہے۔

[3] دعوی۔ مرغابی پانی کے طوفان سے نہیں ڈرتی میں بھی قتل سے خائف نہیں ہوں۔ بطرا۔ بطخ کا پاؤں خود کشتی ہے وہ کشتی کے ٹوٹنے سے نہیں ڈرتی ہے۔ ازیں دعوی۔ جبکہ عشق سے میری زندگی ہے تو اس عشق کے دعوے سے میں کیسے خاموشی اختیار کروں۔ خواب۔ یہ میری استغراق کی کیفیت ہے عوام اسکو نیند سمجھتے ہیں لیکن وہ نیند نہیں ہے

گر مرا صد بار تو گردن زنی[1] — ہمچو شمعم بر فروزم روشنی

اگر تو سو بار میری گردن کاٹے — میں شمع کی طرح ہوں میں روشنی بڑھاؤں گا

آتش ار خرمن بگیرد پیش و پس — شب رواں را خرمنِ آں ماہ بس

اگر کھلیان کو آگے اور پیچھے سے آگ پکڑ لے — رات کے مسافروں کیلئے اُس چاند کا کھلیان کافی ہے

کردہ یوسفؑ را نہاں و مُنجبی — حیلتِ اِخواں ز یعقوبِ نبی

حضرت یوسفؑ کو پوشیدہ اور مخفی کر دیا تھا — بھائیوں کے حیلے نے حضرت یعقوب نبی سے

خفیہ کردندش بحیلت سازیے — کرد آخر پیرہن غمّازیے

اُنھوں نے اُسکو ایک چالسازی سے پوشیدہ کر دیا تھا — بالآخر لباس نے چغل خوری کی

اں دو[2] گفتندش نصیحت در سَمَر — کہ مکُن ز اَخطار خود را بے خبر

اُن دونوں نے اُس کو خفیہ میں نصیحت کی — کہ اپنے آپ کو خطروں سے بے خبر نہ بنا

ہیں مَنہ بر ریشہہایِ مانمک — جُز بتدبیرِ یکے شیخِ خبیر

ہاں ہمارے زخموں پر نمک نہ چھڑک — کسی باخبر شیخ کی تدبیر کے بغیر

وایِ آں مُرغے کہ ناروئیدہ پَر — بے زمفتاحِ خرد ایں قفل باب

اس پرندہ پر افسوس ہے جو بغیر پَر نکلے — بغیر عقل کی اِس دروازے کو کھلنا نا

عقل[3] باشد مرد را بال و پرے — عالمے در دامِ می بیں از ہوا

آدمی کے لئے عقل، بال و پَر ہوتی ہے — ایک جہان کو خواہشِ (نفسانی) کے جال میں پھڑکتے

یا مُظفّر یا مُظفّر جُوی باش — یا نظر ور یا نظر ور جوی باش

یا کامیاب، یا کامیاب کا جویاں بن — یا صاحب نظر، یا صاحب نظر کا جستجو کرنیوالا بن

از ہوا پاشد نہ از رُوئے صواب — وز جراحتہایِ ہمرنگِ دوا

خواہش نفسانی سے ہوگا نہ کہ درست طریقہ پر — اور دوا کے ہمرنگ زخموں کی وجہ سے

---

[1] اگر تو سو بار میری گردن کاٹے — اگر تو سو بار میری گردن کاٹے

[2] آتش۔ آتش عشق اگر جسم کے خرمن کو فنا کر دے تو کوئی پروا نہیں خرمنِ جسم کے بغیر خرمنِ محبوب اُس کے لئے کافی ہے۔ کہ وہ یوسفؑ عقل و احساس کا کھلیان کا سبب بنتا ہے حضرت یعقوبؑ کے عشق نے اُن کو کامیاب کر دیا بھائیوں نے اگرچہ اُنکا جسم اُن سے مخفی کر دیا تھا لیکن حضرت یوسفؑ کی قمیص نے غمازی کر دی اور حضرت یعقوبؑ سمجھ گئے کہ وہ زندہ ہیں اسی طرح اگرچہ میری محبوبہ پردہ غیب میں ہے لیکن کامیابی ضرور ہوگی۔

[3] آں دو — اُن دونوں بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا کہ اپنے آپ کو خطروں سے بے خبر نہ بنا تاکہ ساتھ ہی تو ہم بھی عشق میں مبتلا ہیں اب تیری جدائی مزید ہوگی۔ ہاں زہر، یہ خطرناک بات ہے جلدی اور اس خیال سے کہ شاید خطرناک نہ ہو یہ خطرہ مول نہ لے۔ جُز بتدبیر۔ خطرناک مسئلہ تجربہ کار کی تدبیر سے طے کیا جا سکتا ہے۔ وایِ۔ جس پرند کے پَر نہ اُگے ہوں اگر وہ بلند پروازی اختیار کرے گا خطرے میں پڑ جائیگا۔

[4] عقل باشد۔ انسان کے بال و پَر انسان کی عقل ہے اگر اس کی عقل کامل نہ ہو تو یا انسان خود کامل ہو ورنہ کسی کامل کی تلاش کرے خود صاحب نظر ہو ورنہ کسی صاحب نظر کو تلاش کرے۔ بے زمفتاح۔ عقل و نظر کے بغیر اس راہ سلوک کا دروازہ کھلنا ناممکن ہے بلکہ نفسانی خواہش ہوگی۔ مالے۔ خواہش نفس اور دوا کے ہمرنگ زخموں کی وجہ سے ایک عالم جال میں پھنسا ہوا ہے

مارِ[1] ایستادہ است بر سینہ چو مرگ
سانپ، موت کی طرح سینہ پر کھڑا ہے

در حشایش چوں حشیشے اُو بپاست
وہ، گھاس میں گھاس کی طرح کھڑا ہے

چوں نشیند بہر خورد بر رُوئے برگ
جب وہ کھانے کیلئے پتے پر بیٹھتا ہے

کردہ تمساحے دہانِ خویش باز
مگرمچھ نے اپنا منہ کھولا ہے

از بقیہ خورد کہ در دندانش ماند
بقیہ خوراک کی وجہ سے جو اُسکے دانتوں میں رہ گئی ہے

مُرغکاں بینند کرم و قوت را
پرندے کیڑوں اور روزی کو دیکھتے ہیں

چوں[2] دہاں پُر شد ز مُرغ اُو ناگہاں
جب پرندوں سے منہ بھر گیا اُس نے اچانک

ایں جہانِ پُر ز نقل و پُر ز نان
یہ دنیا جو چبینے اور روٹی سے پُر ہے

بہرِ کرم و طُعمہ اے روزی تراش
اے روزی تراشنے والے! کیڑوں اور لقمہ کیلئے

روبہ افتد پہن اندر زیرِ خاک
لومڑی بیٹی کے نیچے پھیل کر پڑ جاتی ہے

تا[3] بیاید زاغ غافل سُوئے آں
تاکہ غافل کوا اُس کی جانب آئے

صد ہزاراں مکر در حیواں ہست
جب حیوان میں لاکھوں مکر ہیں

مُصحفے بر کف چو زین العابدیں
زین العابدین کی طرح ہاتھ میں قرآن ہے

در دہاں بگرفتہ بہرِ صید برگ
شکار کے لئے منہ میں پتے دبائے ہوئے

مُرغ پندارد کہ اُو شاخِ گیاست
پرند سمجھتا ہے کہ وہ گھاس کی شاخ ہے

در فتد اندر دہانِ مار مرگ
موت کے سانپ کے منہ میں گر جاتا ہے

گرد دندانہا کشش کرمانِ دراز
اُس کے دانتوں کے چاروں طرف لمبے لمبے کیڑے ہیں

کرمہا روئید و بر دنداں نشاند
کیڑے پیدا ہو گئے اور اُس نے دانتوں پر جما لئے

مُرغ پندارند آں تابوت را
اُس تابوت کو چراگاہ سمجھتے ہیں

در کشد شان و فرو بندد دہاں
اُن کو اندر کھینچ لیتا اور منہ بند کر لیتا

چوں دہانِ باز آں تمساح داں
اُس مگرمچھ کے کھلے ہوئے منہ کی طرح سمجھ

از فنِ تمساحِ دہر ایمن مباش
زمانے کے مگرمچھ کے مکر سے مطمئن نہ ہو

بر سرِ خاکش حبوب مکر ناک
اُس کی مٹی پر مکر بھرے دانے ہوتے ہیں

پایِ اُو گیرد بمکرآں منکراں
وہ منکر، مکر سے اُس کا پاؤں پکڑ لے

چوں بُود مکرِ بشر کو مہتر ست
انسان کا مکر کیسا ہوگا جبکہ وہ سردار ہے؟

خنجرے پُر زہر اندر آستیں
آستین میں زہر میں بجھا ہوا خنجر ہے

---

[1] مار۔ نفس کی مکاریوں کی ایک مثال تمہید ہے کہ وہ سانپ ہے جو سینہ پر موت کی طرح منہ میں کوئی پتہ دبائے کھڑا ہو۔ در حشایش۔ وہ سانپ گھاس میں گھاس کی شاخ کی طرح کھڑا ہے۔ پرند یہ سمجھ کر کہ وہ بھی کوئی شاخ ہے پتے پر کھانے کے لئے آ بیٹھتا ہے اور موت کے منہ میں آگرتا ہے۔ کردہ تمساحے۔ یا مثال سمجھ کہ ایک مگرمچھ منہ کھولے ہوئے ہو اور اُس کے دانتوں پر لمبے لمبے کیڑے ہوں وہ کیڑے اُس گوشت سے پیدا ہو گئے ہیں جو اُس نے کسی پہلے کھایا تھا پرند اُن کیڑوں کو اپنی خوراک سمجھ کر اُن پر آگرتے ہیں اور مگرمچھ اپنا منہ بند کر لیتا ہے۔

[2] چوں دہاں۔ اُس مگرمچھ کا منہ جب پرندوں سے بھر جاتا ہے تو وہ فوراً اپنا منہ بند کر لیتا ہے۔ ایں جہاں۔ اِس نقل اور نان سے بھری دنیا کو اِس طرح کا مگرمچھ سمجھ۔ روبہ۔ لومڑی بھی بیٹی میں اپنے آپ کو چھپا کر شکار کیلئے ہے۔

[3] تا بیاید۔ لومڑی اپنے آپ کو بیٹی میں چھپا لیتی ہے تاکہ کوئی کوا اِدھر کے سے اُڑتا آجائے اور وہ شکار اُس کا پاؤں پکڑ لے۔ صد ہزاراں۔ جب حیوان میں اِس طرح کے لاکھوں مکر ہیں تو انسان کے مکروں کا خود اندازہ کر لو۔ انسان کا مکر کیا ہوتا ہے کہ قرآن نے اُسے اپنے مقابلہ کیلئے اہم قرار دیا ہے۔

گویدت[51] خنداں کہ اے مولائے من — در دلِ او بانگِ بر سحر و فن

تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے مگر اے میرے آقا! (اور) اسکے دل میں جادو اور فن سے بھرا ہوا ایک بانگ ہے

زہرِ قاتل صورتش شہد ست و شیر — ہیں مرو بے صحبتِ پیرِ خبیر

وہ قاتل زہر ہے، اُس کی صورت شہد اور دودھ ہے — خبردار! باخبیر پیر کی صحبت کے بغیر نہ چل

جملہ لذاتِ ہوا مکر ست و زرق — سوز و تاریکی ست گردِ نورِ برق

خواہش (نفسانی) کی تمام لذتیں مکر اور دھوکا ہیں — برق کی روشنی کے چاروں طرف جلن اور تاریکی ہے

برقِ نور کوتہ و کذب و مجاز — گردِ او ظلمات و راہِ تو دراز

ناقص فہم اور جھوٹ اور مجاز کی چمک ہے — اسکے چاروں طرف اندھیریاں ہیں اور تیرا راستہ لمبا ہے

نے بنورش نامہ تانی خواندن — نے بمنزل اسپ تانی راندن

نہ تو اُس کی روشنی میں خط پڑھ سکتا ہے — نہ منزل تک گھوڑا چلا سکتا ہے

لیک[52] جرم آنکہ باشی رہن برق — از تو رُو اندر کشد انوارِ شرق

لیکن اُس جرم میں کہ تو چمک کا مرہون (رہنے والا) ہے — مشرق کے نور تجھ سے رُوگردانی کرتے ہیں

خشم گیرد بر دلت آں آفتاب — چوں تو جوئی از عطارد نورِ آب

وہ سورج تیرے دل پر غصہ کرتا ہے — جب تو عطارد سے روشنی اور چمک ڈھونڈتا ہے

می کشاند مکر برقت بے دلیل — در مفازہ مظلمے شب میل میل

تجھے برق کا مکر بغیر رہنما کے لئے جارہا ہے — تاریک میدان میں رات کو ایک ایک میل کرکے

گاہ برگہ گاہ بر جو اُفتی — گہ بدیں سُو گہ بداں سُو اُفتی

تو کبھی پہاڑ پر کبھی نہر پر گرتا ہے — کبھی اِدھر کبھی اُدھر گرتا ہے

خود[53] نہ بینی تو دلیل اے راہ جو — ور بہ بینی رُو بگردانی ازو

اے راستے کے جویاں! تو خود رہنما کو نہیں دیکھتا — اور اگر دیکھتا ہے تو اس سے منہ پھیر لیتا ہے

کہ سفر کردم دریں رہ شصت میل — مر مرا گمراہ گوید آں دلیل

کہ میں نے اس راستہ پر ساٹھ میل سفر کرلیا — وہ رہنما مجھے بھٹکا ہوا کہتا ہے

گر نہم من گوش سُوئے آں شگفت — امر او را ہم ز سر باید گرفت

اگر میں اُس عجیب بات پر کان دھروں — اُس کے مسئلہ کو بھی از سرِ نو شروع کرنا چاہیئے

---

[51] گویدت۔ زبان تو تجھے اپنا مولیٰ اور آقا کہہ رہا ہے لیکن دل میں تیری عداوت بھری ہوئی ہے۔ بابل۔ بابل کا جادو مشہور ہے۔ زہرِ قاتل۔ حقیقتاً قاتل کی زہر ہے بظاہر شہد اور دودھ نظر آتا ہے۔ یعنی۔ جب نفس کی یہ دھوکے بازی ہے تو سالک! بغیر پیر کے اعتبار نہ کر۔ جملہ لذات نفس کی ساری لذتیں مکر اور دھوکا ہیں اور اُس کی مثال بجلی کی کوند ہے۔ اُس میں چمک ہوتی ہے اور اُس کے اِدھر اُدھر سوزش اور اندھیرا ہوتا ہے۔ برق۔ بجلی۔ بجلی میں مختصر سی روشنی ہوتی ہے وہ بھی غلط اور مجازی اور اُسکے چاروں طرف اندھیرا ہوتا ہے جس کی وجہ سے تیرا راستہ دراز ہوجاتا ہے۔ نے۔ بجلی کی اس کوند میں نہ تو خط پڑھ سکتا ہے نہ گھوڑے کو منزل تک لے جاسکتا ہے۔

[52] لیک۔ چونکہ تو نفس کے دھوکے میں مبتلا ہے اور نا پائیدار برق سے روشنی حاصل کرنا چاہتا ہے اُس جرم میں تجھ سے کائنات اعراض کرنے لگتے ہیں۔ آفتاب۔ یعنی کاملین۔ عطارد۔ یعنی بجلی کی چمک۔ می کشاند۔ وہ بجلی کی چمک تجھے تاریک جنگل میں پہنچا رہی ہے۔ گمراہ۔ تیری رفتار بھی یہ ہوتی ہے کبھی پہاڑ پر چڑھتا ہے کبھی نہر میں اور اِدھر اُدھر گرتا ہے۔

[53] خود۔ تو خود پیرِ کامل کو نہیں دیکھتا ہے اور اگر وہ کامل ازاد کرم تجھ پر نظر کرکے تجھے نصیحت کرتا ہے تو اُس سے روگردانی کرتا ہے۔ کہ تو۔ اور یہ سوچتا ہے کہ میں نے کافی سفر کرلیا لیکن یہ کامل مجھے راہ سے بھٹکا ہوا سمجھتا ہے۔ گر نہم۔ اگر میں اُسکی بات پر عمل کروں تو پھر از سرِ نو سفر شروع کرنا ہوگا۔

مَن[1] دریں رہ عمرِ خود کردم گرو
میں نے اس راستہ میں اپنی عمر گروی کردی

ہر چہ بادا باد اے خواجہ برو
اے صاحب! جا جو بھی ہو سو ہو

راہ گردی لیک در ظنِ چو برق
تو نے راستہ پر گردش کی لیکن برق جیسے گمان میں

عشرِ آں رہ کُن بہ وحیِ چو شرق
اس کا دسواں حصہ سورج جیسی وحی کے یقین میں

ظَنّ لَا یُغنِی مِنَ الحَقِّ خواندہ
تو نے "گمان حق کے مقابلہ میں کام نہیں آتا" پڑھا ہے

وز چناں برقے زشرقے ماندہ
تو ایسی ہی بجلی کی وجہ سے سورج سے رہ گیا ہے

ہے در آ، در کشتیِ ما اے نژند
خبردار، اے سرگشتہ! ہماری کشتی میں آجا

یا تواں کشتی برآں کشتی ببند
یا تو اس کشتی کو اس کشتی سے باندھ لے

گوید[2] او چوں ترک گیرم گیر و دار
وہ کہتا ہے میں دھوم دھام کیسے چھوڑ دوں؟

چوں رَوَم من در طفیلت کوردار
میں تیرے طفیل میں اندھوں کی طرح کیسے چلوں؟

کور بار رہبر بہ از تنہا یقیں
اندھا، رہبر کے ساتھ یقیناً تنہا سے اچھا ہے

زاں یکے ننگست و صد ننگ ست ایں
کیونکہ اس سے ایک ذلت ہے اور اس سو ذلتیں ہیں

می گریزی از پئے دراژدہا
تو سانپ کے اژدھوں کی طرف بھاگتا ہے

می گریزی از نمی در بحرہا
تو نمی سے دریاؤں میں بھاگتا ہے

می گریزی از جفاہائے پدر
تو باپ کی سختیوں سے بھاگتا ہے

درمیانِ لوطیانِ شور و شر
شور و شر والے اغلام بازوں کے درمیان

می گریزی[3] ہمچو یوسف زاں دہے
تو حضرت یوسف کی طرح اس کنوئیں سے بھاگتا ہے

تا زنو تُہ نلعبُ افتی در چہے
جس کے ہم چور ہیں اور کھیلیں گے کہ ہم کنوئیں میں گرے

در چہ افتی زیں تفرج ہمچو او
تو اس تفریح کی وجہ سے اندھی طرح کنوئیں میں گر پڑیگا

مر ترا لیک آں عنایت یار کو
لیکن تیرے لئے دوست کی مہربانی کہاں ہے؟

گر نبودے آں بفرمانِ پدر
اگر وہ باپ کی اجازت سے نہ ہوتا

برہنا وردے زچہ تا حشر سر
تو قیامت تک کنوئیں سے سر نہ نکالتے

آں پدر بہرِ دلِ او اذن داد
اس باپ نے اس کے دل کی خاطر اجازت دیدی

گفت چوں اینست میلت خیر باد
فرمایا جب تیری یہ خواہش ہے خدا بہتر کرے

---

[1] من۔ اس کو اس سے کہہ رہا ہے کہ میں نے اپنی عمر ضائع کر ڈالی جو کچھ ہونا ہے وہ ہو جائے گا آپ مجھ سے کچھ نہ کہیں۔ مراد، گردی۔ کا اس اس سے کہتا ہے کہ یہ تیرا محض خیال ہے کہ تو نے راستے طے کر لیا ہے تو وحی کی روشنی میں تھوڑا سا سفر کرے منزل تک پہنچ جائیگا۔ ظن۔ تو نے محض اپنے گمان سے راستہ طے کیا ہے اور حق کے مقابلہ میں گمان کچھ مفید نہیں ہوتا ہے اور اسی گمان کی وجہ سے تو سورج سے محروم ہے۔ سمجھے۔ اب بھی وقت ہے کہ تو ہماری بات پر عمل کرلے یا اپنی بات میں ہم سے مشورہ کر لیا کر۔

[2] گوید۔ وہ اس کو اس سے کہتا ہے کہ اب میں خود مستقل پیر ہوں میں اندھا و نصد کسی کا طفیل بننا نہیں چاہتا۔ کور۔ مولانا فرماتے ہیں اندھا بن کر کسی کے ساتھ سفر کرنا تنہا سفر کرنے سے بہرحال بہتر ہے رہبر کے ساتھ اندھا و نصد چلنے میں تو صرف اتباع کی ذلت ہے اور تنہا چلنے میں دنیا و آخرت کی سیکڑوں ذلتیں ہیں۔ نمی گریزی۔ اس ایک ذلت سے بھاگ کر تنہا چلنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بچھو سے ڈر کر اژدھے کے منہ میں یا نمی سے بھاگ کر دریاؤں میں پناہ لے۔ نمی گریزی۔ یہاں حرف سے بھاگنے والے کی مثال اس

[3] نہیں آتا کیونکہ حضرت یوسف کی آنکھوں نے آنسو کے لئے جہالت دیدی تھی۔

لڑکے کی سی ہے جو باپ کی تنبیہ سے بھاگ کر اباشوں میں جا بیٹھے۔ [4] نمی گریزی حضرت یوسف حضرت یعقوب سے کیسے لڑکے شوق میں مدہوش ہوئے اور نتیجہ میں کنوئیں میں گرے۔ در چہ۔ تو بھی کنوئیں میں گریگا لیکن فرق یہ ہے کہ تیری تو خدا کی مہربانی نے دستگیری کرلی تیرے لئے وہ عنایت کہاں ہے۔ گر نبودے۔ اور پھر فرق یہ ہے کہ انکی ٹھوکر سے دوری خود ٹھوکر کی اجازت تھی ورنہ آگے بھی دستگیری نہ ہوتی۔ آں پدر۔ حضرت یوسف کی بصیرت حضرت یعقوب کی بصارت کی وجہ سے

هر ضریرے کز مسیحے سر کشد — اُو جہودانہ بماند از رشد

جو اندھا کسی مسیحؑ سے سرکشی کرے — وہ یہود کی طرح ہدایت سے (دور) رہ جائے گا

قابلِ ضو بُود اگرچہ کور بُود — شُد ازیں اِعراض اُو کور و کبُود

اگرچہ وہ اندھا تھا لیکن روشنی کو قبول کرنے والا تھا — اس اعراض سے اندھا اور کالا ہو گیا

گویدش عیسیٰ بزن در مَن دو دست — اے عمیٰ کحلِ ضریری با منست

اس سے عیسیٰ کہتے ہیں مجھے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لے — اے اندھے! اندھے پن کا سُرمہ میرے پاس ہے

از مَن ار کوری بیابی روشنی — بر قمیصِ یوسفِ جاں برزنی

اگر تو اندھا ہے مجھ سے روشنی پالے گا — جان کے یوسفؑ کی قمیص سے جا ملے گا

کاروبارے کہ رسد بعدِ شکست — اندراں اِقبال و منہاجِ راہ است

وہ کاروبار جو تجھے شکست کے بعد ملے — اس میں نصیب وری اور سیدھا راستہ ہے

کاروبارے کاں ندارد پا و دست — ترک گیر اے بُوالفضولِ گیج مست

وہ کاروبار جس کے ہاتھ پاؤں نہ ہوں — چھوڑ دے، اے بیکار، احمق مست!

کاروبارے کہ ندارد پا و سر — ترک کُن ہے پیرِ خر اے بیرہ خر

وہ کاروبار جس کا سر اور پیر نہ ہو — چھوڑ دے خبردار اے بوڑھے گدھے! پیر بنا لے

غیرِ پیر اُستاد و سرِ شکر مباد — پیرِ گردوں نے ولے پیرِ رشاد

خدا کرے پیر کے علاوہ اُستاد اور پیر سالار نہ ہو — زمانہ کا بوڑھا نہیں، لیکن ہدایت کا پیر

در زماں چوں پیرِ راشد زیرِ دست — روشنائی دید آں ظلمت پرست

فوراً ہی جب راہنما پیر کے ماتحت ہوا — اُس تاریکی کے پجاری نے روشنی دیکھ لی

شرطِ تسلیم ست نے کارِ دراز — سُود نبُود در ضلالت تُرک تاز

شرط سپرد کر دینا ہے، نہ کہ لمبا کام — گمراہی میں بھاگ دوڑ مفید نہیں ہے

مَن نجویم زیں پس راہِ اثیر — پیر جویم پیر جویم پیر پیر

اس کے بعد میں آسمان کا راستہ تلاش نہ کروں گا — پیر کو تلاش کروں گا، پیر کو تلاش کروں گا، پیر کو پیر کو

پیر باشد نردبانِ آسماں — تیر پراں از کہ گردد، از کماں

آسمان کی سیڑھی پیر ہے — تیر کس سے چلتا ہے؟ کمان سے

کمان کے پرواز نہیں کرتا مرید بھی بغیر شیخ کے پرواز نہیں کرتا ہے

۱؎ ہر ضریر سے۔ جو ناقص، مُرتی سے سرکشی کرے گا اس کا حال یہود کا سا ہو گا جنھوں نے پیغمبر مسیحؑ سے سرکشی کی۔ قابل اس ناقص میں صلاحیت تھی مُرتی سے اعراض کرنے کی وجہ سے وہ بھی اُس نے برباد کر دی۔ گویدش۔ مُرتی اس ناقص سے کہتا ہے کہ میرا اتباع کر لے اس اندھے پن کا سُرمہ میرے پاس ہے۔ از مَن اگر تو اندھا ہے تو مجھ سے بینائی حاصل ہو جائیگی اور تو یوسفؑ کی قمیص حاصل کرے گا جس سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی تھی۔

۲؎ شکست یعنی شیخ کی تابعداری۔ نداردِ یعنی تیرا بے ڈھنگا سلوک۔ کاروبارے۔ اپنے اس بے ڈھنگے سلوک کو چھوڑ دے۔ غیرِ پیر۔ خدا کرے پیر کا اتباع نصیب ہو اور پیر سے مراد عمر کا بوڑھا نہیں ہے بلکہ راہ سلوک کا پیر مراد ہے۔ در زماں۔ جب وہ اتباع کر لے گا فوراً اس کو روشنی نظر آجائے گی۔

۳؎ شرطِ تسلیم۔ سلوک میں منزل تک پہنچنے کی شرط اپنے آپ کو پیر کے سپرد کر دینا ہے نہ کہ دوڑ بھاگ۔ بغیر پیر کے دوڑ بھاگ منزل سے دور کر دے گی۔ من نجویم۔ مولانا فرماتے ہیں جب پیر کی ضرورت ثابت ہو گئی تو خود آسمانی پرواز کی کوشش نہ کر پیر کو تلاش کر لے پیر باشد۔ عروج کا ذریعہ پیر ہے جس طرح تیر بغیر

بے زِ ابراہیمؑ نمرودِ گراں
(حضرت) ابراہیمؑ کے بغیر تھا نمرود نے

کرد با کرگس سفر بر آسماں
گدھ کے ذریعہ سے آسمان کا سفر کیا

از ہَوا شُد سُوی بالا اُو بسے
وہ ہَوا سے بہت اونچا ہوا

لیک بر گردوں نپرّد کرگسے
لیکن گدھ آسمان پر نہیں اُڑتا

گفتش ابراہیمؑ اے مردِ سفر
(حضرت) ابراہیمؑ نے اُس سے کہا اے سفر کے مرد!

کرگست مَن باشم اینت خوبتر
میں تیرا گدھ بن جاؤں، یہ تیرے لئے بہتر ہے

چوں زمَن سازی ببالا نردباں
جب تو اوپر کے لئے میری سیڑھی بنائیگا

بے پریدن بر روی بر آسماں
تو بغیر اُڑے آسمان پر چلا جائے گا

آنچنانکہ میرود تا غرب و شرق
جیسے کہ مغرب سے مشرق تک چلا جاتا ہے

بے زِ زاد و راحلہ دل ہمچو برق
دل برق کی طرح توشہ اور سواری کے بغیر

حسِّ مردم شہرہا در وقتِ خواب
نیند کے وقت انسانوں کے حواس شہر در شہر

خوش نشستہ میرود در صد جہاں
سو جہانوں میں اچھا بیٹھا ہوا چلا جاتا ہے

آنچنانکہ عارف از راہِ نہاں
جس طرح عارف مخفی راستہ سے

ایں خبرہا ویں روایاتِ محق
یہ خبریں اور یہ سچی روایتیں

گر نداد دستش چنیں رفتار دست
اگر اس طرح کی رفتار اُس کے ہاتھ نہیں آئی

یک خلافے نے میانِ ایں عیُوں
اِن بزرگوں میں ایک اختلاف نہیں

ایں خبرہا از عُلومِ مُتّفق
یہ خبریں متفق علوم سے ہیں

صد ہزاراں پیر بر وے مُتّفق
لاکھوں پیر اُن پر متفق ہیں

آنچنانکہ ہست در علمِ طُنوں
جیسا کہ طبّی علوم میں ہوتا ہے

آں تحرّی آمد اندر لیلِ تار
اُنکل / تاریک رات میں ہے

ویں حضورِ کعبہ و وسطِ نہار
اور یہ کعبہ کی موجودگی اور دوپہر ہے

خیز اے نمرود پر جوی از کساں
اے نمرود! اُٹھ پَروں سے پَر مانگ

نَرد بانے نایدت از کرگساں
گدھوں سے تجھے سیڑھی نہ ملے گی

عقلِ جُزوی کرگس آمد اے مُقل
اے نادان! جُزوی عقل گدھ ہے

پرّ اُو با جیفہ خواری مُتّصل
اُس کے پَر مُردار کھانے سے وابستہ ہیں

۱؎ بے زِ ابراہیم۔ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو عروج و پرواز کا ذریعہ بتایا اپنی خواہشِ نفس کو بتایا مقصود ہوگیا۔ کرگس۔ گدھ یعنی خواہشِ نفس، شیطان۔ چونکہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اگر تو میرا اتباع کرے گا تو تجھے عروج حاصل ہوجائے گا۔ بر آسماں یعنی تجھے تعلق مع اللہ حاصل ہوجائے گا۔

۲؎ آنچنانکہ۔ دل، مشرق و مغرب کی سیر بغیر توشہ اور سواری کے کرلیتا ہے یہی حال عارف کا ہے کہ اُس کو بغیر اسباب ظاہری کے ملکوت کی سیر حاصل ہوجاتی ہے۔ حسِّ مردم۔ حواسِ باطنی بھی خواب میں شہر در شہر بغیر اسباب ظاہری کے سیر کرتے ہیں۔ عارف۔ اپنے مراقبہ میں عوالم کی سیر کرتا ہے۔ گر۔ اگر اُن کی سیر نہیں ہے تو پھر انھوں نے اُن عوالم کی خبر کیسے دے دی۔

۳؎ ایں خبرہا۔ اگلی یہ خبریں تواتر کا درجہ رکھتی ہیں جن سے یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ علمِ طُنوں۔ علوم عقلیہ میں عقلاً مختلف ہیں لیکن اولیاء و انبیاء عوالم کی خبروں میں متفق ہیں۔ آں تحرّی۔ یہ خبریں اُنکل سے نہیں دی گئی ہیں بلکہ مشاہدہ کے بعد دی ہیں۔ خیز۔ لہٰذا انسان کو نمرود نہ بننا چاہئے بلکہ شیوخ کے ذریعہ پرواز کرنی چاہئے۔ عقلِ جزوی۔ عقل ناقص گدھ ہے اگلی بردار مردار

عقلِ[1] ابدالاں چو پرِ جبرئیلؑ
ابدال کی عقل (حضرت) جبرئیل کے پر کی طرح ہے

بازِ سلطانم گشم نیکو پیم
میں شاہی باز ہوں، اچھا ہوں، نیک قدم ہوں

ترک کرگس کُن کہ من باشم گت
گدھ کو چھوڑ، تاکہ میں تیرا دوست بنوں

چند بر عیمادوانی اسپ را
تو گھوڑے کو اندھا دھند کب تک دوڑائے گا؟

خویش[2] را رسوا مکُن در شہرِ چین
چین کے شہر میں اپنے آپ کو رسوا نہ کر

آنچہ گوید آں فلاطونِ زماں
وہ افلاطونِ دوراں جو کچھ کہے

جملہ می گویند اندر چین بجد
چین میں سب اصرار سے کہتے ہیں

شاہِ ما خود ہیچ فرزندے نزاد
خود ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا

ہر کہ از شاہاں ازیں نوعش بگفت
بادشاہوں میں سے جس نے اس طرح کی بات کہی

شاہ[3] گوید چونکہ گفتی ایں مقال
بادشاہ کہہ دیتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی

مر مرا دختر اگر ثابت کنی
اگر تو میرے لئے لڑکی ثابت کر دے

ورنہ بیشک من بُبرّم حلقِ تو
ورنہ میں بلا شک تیری گردن کاٹ دونگا

سر نخواہی بُرد ہیچ از تیغ تو
تو کبھی تلوار سے سر بچا کر نہ لے جا سکے گا

می پرد تا ظلِ سدرہ میل میل
جو سدرۃ المنتہیٰ کے سایہ تک میل میل اڑتی ہے

فارغ از مُردار و کرگس نیم
میں مردار سے بے نیاز ہوں اور میں گدھ نہیں ہوں

یک پرِ من بہتر از صد کرگس ست
میرا ایک پر سیکڑوں گدھوں سے بہتر ہے

باید اُستا پیشہ را و کسب را
پیشہ اور ہنر کے لئے اُستاد چاہیئے

عاقلے جو خویش ازوے در چین
کوئی عقلمند تلاش کرے اپنے آپ کو اس سے چھڑا کر

ہیں ہوا بگذار و رو بر وفقِ آں
خبردار! ہوا (نفسانی) کو چھوڑ اسکے مطابق چل

بہرِ شاہِ خویشتن کہ لم یلد
اپنے بادشاہ کے بارے میں کہ اسکے اولاد نہیں ہوئی

بلکہ سوئے خویش زن رارہ نداد
بلکہ اس نے اپنی جانب کسی عورت کو راہ نہ دی

گردنش با تیغِ بُراں گشت جفت
اس کی گردن تیز تلوار سے وابستہ ہو گئی

زود ثابت کُن کہ من دارم عیال
جلد ثابت کر کہ میں اطفال رکھتا ہوں

یا فتی از تیغِ تیزم ایمنی
(تب) تو نے میری تیز تلوار سے امن پایا

بر کشم از صوفیِ جاں دلقِ تو
تیری صوفی (روح) سے گدڑی اتار دوں گا

اے بگفتہ لاغ کذب آمیز تو
اے وہ شخص جس نے جھوٹی بکواس کی

---

[1] عقلِ ابدالاں۔ ابدالوں کی عقل کامل ہے اور اس کی پرواز حضرت جبرئیلؑ کی طرح سدرۃ المنتہیٰ تک ہے۔

باز سلطانم۔ حضرت ابراہیمؑ نے نمرود سے فرمایا میرا اتباع کرو وہ تیرے لئے نفس کے اتباع سے بہتر ہے۔ چند اندھا دھند گھوڑا دوڑانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

[2] خویش را۔ چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا۔ چین کسی عقلمند سے مشورہ کرنے۔ آنجہ۔ وہ عقلمند جو کہے اس پر عمل کر۔ جملہ۔ سب چینی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بادشاہ کے کوئی اولاد ہی نہیں ہے۔ بلکہ۔ بچہ پیدا ہونا تو درکنار اس نے کسی عورت سے صحبت ہی نہیں کی۔ ہر کہ۔ اگر کسی بادشاہ نے اسکے یہاں شادی کا پیغام دیا ہے تو اسکی گردن کٹ ہے۔

[3] شاہ گوید۔ اس پیغام دینے والے سے شاہ کا کہنا ہوتا ہے کہ پہلے یہ ثابت کر کہ میرے اولاد ہے مر مرا۔ اگر تو یہ ثابت کر دے گا کہ میرے کوئی لڑکی ہے تو میری تلوار سے بچ سکے گا۔ بر کشم۔ جان صوفی اور جسم اسکی گدڑی ہے۔ بکشم۔ بادشاہ کہہ دیتا ہے کہ اب جبکہ تو نے یہ جھوٹ بولا ہے جب تک تو اس کا ثبوت نہ دیگا تیری جان نہ بچے گی۔

بنگر[1] اے از جہل گفتہ ناحقے
اے وہ جس نے نادانی سے ناحق بات کہی! دیکھ لے

خندقے از قعرِ خندق تا گلو
ایک خندق تلی سے کنارے تک

جملہ اندر کارِ ایں دعویٰ شدند
جو لوگ اِس دعوے میں گئے

ہاں ببیں ایں را بچشمِ اعتبار
خبردار! اِس کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ لے

تلخ[2] خواہی کرد بر ما عمرِ ما
تو ہم پر ہماری زندگی تلخ کر دے گا

گر رود صد سال آنکہ آگاہ نیست
جو واقف نہیں ہے، اگر وہ سو سال چلے

بے سلاحے در مرود در معرکہ
میدانِ جنگ میں بغیر ہتھیار کے نہ جا

ایں ہمہ گفتند و گفت آن نا صبور
اُنھوں نے یہ سب کچھ کہا، اور اِس بے صبر نے کہا

سینہ[3] پُر آتش مرا چوں منقل ست
میرا سینہ انگیٹھی کی طرح آگ سے بھرا ہے

صدر را صبرے بُد اکنوں آں نماند
سینہ میں صبر تھا، وہ اب نہیں رہا

صبرِ من مُرد آں شبے کہ عشق زاد
جس رات کو عشق پیدا ہوا میرا صبر مر گیا

اے محدِّث از خطاب و از خطوب
اے خطاب اور مصائب کی باتیں کرنے والے

سرنگونم ہے رہا کن پایِ من
میں اوندھا ہوں، خبردار! میرا پاؤں چھوڑ

پُر ز سرہای بریدہ خندقے
کٹے ہوئے سروں سے بھری ہوئی خندق

پر ز سرہائے بریدہ زیں غلو
اِس مبالغہ کی وجہ سے کٹے ہوئے سروں سے پُر ہے

گردنِ خود را بدیں دعویٰ زدند
اُنھوں نے اِس دعوے سے اپنی گردن کٹا دی

اینچنیں دعویٰ مبند ایں و مبار
ایسا دعویٰ نہ سوچ، اور نہ کر

کہ بریں مبدار دائے دادِ ترا
اے بھائی! تجھے اِس پر کون آمادہ کر رہا ہے؟

بر عمیٰ آں از حسابِ راہ نیست
اندھا وہ ہے، وہ راستہ کے حساب میں نہیں ہے

ہمچو بیباکاں مرو در تہلکہ
بے پرواؤں کی طرح ہلاکت میں نہ پڑ

کہ مرا زیں گفتہا آید نفور
کہ مجھے اِن باتوں سے نفرت آتی ہے

کشت کامل گشت، وقتِ منجل ست
کھیتی پک گئی، درانتی کا وقت ہے

بر مقامِ صبر عشق آتش نشاند
عشق نے صبر کی جگہ آگ بٹھا دی

در گذشت و حاضراں را عمر باد
وہ مر گیا اور حاضرین کی عمر ہو

زاں گذشتم آہنِ سرد ے مکوب
میں اِس سے آگے بڑھ گیا، ٹھنڈا لوہا نہ کوٹ

فہم کو در جملہ اجزائے مَن
میرے تمام اجزاء میں سمجھ کہاں ہے؟

---

[1] بنگر۔ اور کہہ دیتا ہے کہ اِس خندق کو جا کر دیکھ لے جس میں اِس طرح کی بات کہنے والوں کے سر کٹے ہوئے پڑے ہیں۔ تفسیر یعنی یہ کہنا کہ بادشاہ کے لڑکی ہے۔ جملہ بھائیوں نے کہا اُن سب نے یہی بات کہی تھی اور اِس طور پر اپنے قتل کا سبب بنے ہیں۔ آں خبردار تو ایسی بات نہ کہنا اور اُن کٹے ہوئے سروں سے عبرت حاصل کر لے۔

[2] تلخ۔ تو اِن باتوں سے اپنا سر کٹا کر ہماری زندگی ہم پر تلخ کر دے گا۔ مدآور۔ برادر۔ گر رود۔ اگر راست سے ناواقف سو سال بھی چلے تو اُس کا چلنا صحیح رات کے حساب میں نہیں لگتا ہے۔ بے سلاحے۔ کسی عقلمند کے مشورہ کے بغیر تیرا یہ کام ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص بغیر ہتھیار کے میدانِ جنگ میں جائے۔ ایں ہمہ۔ بھائیوں کی اِس تقریر پر وہ بڑا بھائی بولا مجھ سے یہ باتیں نہ کرو مجھے اِن باتوں سے نفرت آتی ہے۔

[3] سینہ۔ اب سینہ میں صبر کی بجائے عشق کی آگ ہے اور سینہ انگیٹھی بنا ہوا ہے، کھیتی پک چکی ہے اور اُس کے کٹنے کا وقت آگیا ہے۔ صبرِ من۔ جس وقت عشق پیدا ہوا صبر مر گیا۔ اے محدِّث۔ تو صبر کی تلقین ایسی ہی ہے جیسے کہ ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا سرد کوب۔

اشترم[1] من تا توانم می کشم
میں اونٹ ہوں جب تک ہو سکے گا کھینچوں گا

چوں قدوم زار با کشتن خوشم
جب عاجز ہو کر گر جاؤں گا ذبح ہونے پر خوش ہوں گا

بر سرِ مقطوع اگر صد خندق است
کٹے ہوئے سر پر اگر سو خندقیں (حائل) ہوں

پیشِ دردِ من مزاحِ مطلق است
وہ میرے درد کے سامنے خالص مذاق ہیں

من نخواہم زد گر از خوف و بیم
میں ڈر اور خوف سے، نہ بھاگوں گا

ایں چنیں طبلِ ہوا زیرِ گلیم
ہوا (نفسانی) کے نقارے کو گدڑی کے اندر

من علم اکنوں بصحرا میزنم
اب میں میدان میں جھنڈا گاڑ دوں گا

یا سر اندازی و یا رُوئے صنم
یا سر کٹانا ہے، یا محبوب کا چہرہ

خلق[2] کاں نبود سزای ایں شراب
جو خلق اس شراب کے لائق نہ ہو

آں بُریدہ بہ بشمشیرِ ضراب
وہ تلوار بازی کی تلوار سے کٹا ہوا اچھا

دیدہ کو نبود ز وصلش درفرہ
وہ آنکھ جو اس کے وصل سے تازگی میں نہ ہو

آنچناں دیدہ سفید و کور بہ
ایسی آنکھ کا سفید اور اندھا ہونا اچھا

گوش کاں نبود سزای رازِ او
وہ کان جو اس کے راز کے لائق نہ ہو

بر کنش کہ نبود آں بر سر نکو
اس کو اکھاڑ دے کیونکہ وہ سر بھا نہیں ہے

اندراں دستے کہ نبود آں نصاب
جس ہاتھ میں وہ مال نہ ہو

آں شکستہ بہ بسا طورِ قصاب
وہ قصائی کے چھرے سے، ٹوٹا ہوا اچھا

آنچناں پائے کہ از رفتارِ او
وہ پاؤں جس کی رفتار

جاں نہ بیوندد بہ نرگس زارِ او
جان کو اس کے نرگس زار سے نہ جوڑ دے

آنچناں پا در حدید اولیٰ ترست
ایسا پاؤں، لوہے میں زیادہ اچھا ہے

کآنچناں پا عاقبت دردِ سر ست
کیونکہ ایسا پاؤں بالآخر دردِ سر ہے

بیانِ[3] مجاہد کہ دست از مجاہدہ باز ندارد اگرچہ داند کہ بسطتِ عطائے حق آں مقصود از طرفِ دیگر و بسببِ نوعِ عملِ دیگر

اس مجاہدہ کرنے والے کا بیان، جو مجاہدہ سے دستبردار نہیں ہوتا اگرچہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی وسعت اس مقصود کو دوسری جانب سے اور دوسری قسم کے عمل کے سبب سے

---

[1] اشترم: مصائب کا بوجھ اٹھانے سے نہ گھبراؤں گا اگر اس کا انجام فنا ہے تو میں اس کے لئے خوشی آمادہ ہوں۔ بڑے سے بڑا سر کٹنے کے بعد تو خندقوں میں بھی مدفون ہو جاتے ہیں کسی کو کوئی پروا نہیں ہے یہ میرے لئے ایک تفریح کی بات ہے میں کھاؤں گا۔ اب میں اس عشق کو مخفی نہیں رکھ سکتا ہوں۔ تن تلم۔ اب عشق کا جھنڈا میدان میں گاڑوں گا یا وصل حاصل ہو یا موت آئے۔

[2] خلق۔ جو خلق شراب وصل نہ پی سکے اس کا کٹ جانا بہتر ہے۔ دیدہ جس آنکھ کو محبوب کا دیدار میسر نہ آئے اس آنکھ کا اندھا ہو جانا بہتر ہے۔ فرہ۔ تازگی۔ گوش۔ وہ کان جو محبوب کا راز نہ سن سکے وہ سر کے لئے باعث ننگ ہے۔ اندراں۔ جس ہاتھ کی دولت عشق تک دسترس نہ ہو اس کا کٹنا بہتر ہے۔ ساطور۔ بڑا چھرا۔ پائی۔ جو پاؤں محبوب کے چمن تک نہ پہنچائے وہ پاؤں بیڑیوں کے لائق ہے۔

[3] بیانِ مجاہد۔ جس طرح مجاز میں یہ ہے کہ انسان اسی اور کوشش جاری رکھے خواہ مقصود تک رسائی ہو یا نہ ہو اسی طرح حقیقت کے طالب کا فرض ہے کہ وہ مجاہدہ جاری رکھے خواہ اس کو یہ محسوس ہو کہ یہ مجاہدہ حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں ہے انسان کا کام کوشش کرنا ہے نتیجہ انسان کے قبضہ میں نہیں ہے اَلشَّقِیُّ مَنْ شَقِیَ فِی الْاِنْتِصَافِ مِنَ اللّٰہِ۔ ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک سبب اختیار کر کے سعی اور کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی دوسرے سبب سے اس کا مطلب پورا فرما دیتا ہے ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الْحَقُّ وَاَنَّہٗ یُحْیِ الْمَوْتٰی کے یہی معنی ہیں انسان کا کام تدبیر کرنا ہے اور مقدرات اللہ کے قبضہ میں ہیں۔

بدُو رساند کہ در وہم اُو نبُودہ باشد واُو ہمہ وہم وامید بریں
اُس کو پہنچادے گا جو اُس کے وہم میں بھی نہیں ہے اور اُس نے تمام وہم اور اُمیدیں
طریق مُعیّن بستہ وہمیں حلقۂ دَرمی زند بُوکہ حق تعالیٰ
اُسی معیّن راستہ سے وابستہ کر رکھی ہیں اور اُسی در کی کُنڈی کھٹکھٹا رہا ہے ہوسکتا ہے
آں روزی را از درِ دیگر بدُو رساند کہ اُو آں تدبیر نکردہ
کہ اللہ تعالیٰ اُس روزی کو دوسرے دروازے سے اُسے پہنچادے جس کی اُس نے کوئی تدبیر نہ
باشد وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ، اَلْعَبْدُ یُدَبِّرُ وَاللّٰہُ
کی ہو اور اللہ اُس کو اُس جگہ سے روزی پہنچا دے جس کا اُسکو گمان نہ ہو بندہ تدبیر کرتا ہے
یُقَدِّرُ و بُوَد کہ بندہ را وہم بندگی بُوَد کہ مرا از غیرِ ایں در
اور اللہ تعالیٰ تقدیر لکھتا ہے اور ہوتا ہے کہ بندہ کو بندگی کا خیال ہو کہ مجھے اُس در کے غیر سے وہ
برساند اگرچہ مَن حلقۂ ایں دَرمی زنم حق سُبحانہٗ وتعالیٰ
پہنچائیگا اگرچہ میں اُس در کی کُنڈی پیٹتا ہوں، اللہ تعالیٰ اُس کو الٰہی در
اُورا ہم ازیں دَر روزی رساند فی الجملہ ایں ہمہ دَرہا ہی
سے روزی پہنچا دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب ایک مکان
یک سَرای ست
کے دروازے ہیں

یا دریں رَہ آیدم آں کامِ مَن — یا چو باز آیم رَوم سُوئے وطن
یا اسی راستہ سے میرا مقصد مجھے حاصل ہو یا جب میں واپس آؤں وطن کی جانب جاؤں
بُوَد موقوفست کامم بر سَفَر — چوں سفر کردم بیابم در حضَر
ہوسکتا ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو جب سفر کرلوں، حضر ہی میں پاؤں
یار را چنداں بجویم جد و جُست — تا بدانم کہ نمی بایست جُست
مستعدی اور جستجو سے محبوب کو اتنا تلاش کرونگا جب تک کہ یہ جان لوں کہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے
آں معیّت کے رَود در گوشِ مَن — تا نگردم گردِ دَورانِ زمَن
وہ معیت میرے کان میں کب پہنچے گی؟ جب تک میں زمانہ کے دائرے کے گرد نہ پھروں
تا حساب خطوتان وقد وصل — گردم روشن شود اشکال حل
تاکہ دو قدم ہیں اور وصال ہوا کا حساب میرے لئے روشن ہوجائے، اشکال حل ہوجائے

۵۱ یا تدبیر و مجاہدہ مکرنیولا کہتا ہے کہ میں کوشش برابر جاری رکھوں گا خواہ مقصود اس سفر میں حاصل ہو یا واپس پر وطن میں حاصل ہو میں ہر حال سفر کی سعی جاری رکھونگا بُوَد۔ ہوسکتا ہے کہ میری اس سعی پر مقصد کا حصول موقوف ہو خواہ وہ مقصد دوسرے سبب سے حاصل ہوجائے مقصود سے مراد اللہ تعالیٰ کی معیت ہے اور سفر سے مراد مجاہدہ اور حضر اور وطن سے خود مجاہدہ کی فطرت اور طبیعت مراد ہے۔

۵۲ یا رَا۔ میں اپنے محبوب کی تلاش میں سرگرداں رہونگا جب تک وہ مل نہ جائے۔ آں معیت۔ یعنی حق تعالیٰ کی معیت۔ نگردم۔ سفر سے مراد مجاہدہ ہے۔

۵۳ تا حساب۔ مشہور مقولہ ہے خُطُوَتَانِ مَنْ خَطَاھُمَا فَقَدْ وَصَلَ دو قدم ہیں، جس نے وہ طے کرلئے اُس کو وصال حاصل ہوگیا جس کا مطلب یہ ہے ایک قدم در فراقِ خویشتن واں دگر در کوئے دوست۔

(۴۶)

کے کُنم من از معیت فہم راز — جُز مگر بعد از سفرہائے دراز

میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں — دراز سفروں کے بعد کے سوا

حق معیت گفت و دل را مُہر کرد — تا کہ عکس آید بگوشِ دل فرد

اللہ تعالیٰ نے معیت کی خبر دی اور دل پر مُہر — تاکہ دل کے کان میں عکس آئے یعنی کوفرد

چوں سفرہا کرد و دادِ راہ داد — بعد ازاں مُہر از دلِ اُو برکشاد

جب بہت سفر کرلئے اور راہ کا حق ادا کر دیا — اس کے بعد اُس کے دل سے مُہر کھول دی

چوں خطائیں آں حسابِ صافا — گردش روشن زبعدِ دو خطا

جیسے اُس مُصفّی حساب کی دو خطائیں — دو خطاؤں کے بعد اُس کیلئے روشن ہو جاتا ہے

بعد ازاں گوید اگر دانستے — ایں معیت را کے اُورا جستے

اُس کے بعد کہتا ہے کہ اگر میں جان جاتا — اسی معیت کو، تو میں اُس کو کب ڈھونڈتا؟

دانشِ آں بُود موقوفِ سفر — ناید آں دانش بہ تیزیِ فکر

اُس کا علم سفر پر موقوف تھا — فکر کی تیزی سے وہ علم حاصل نہیں ہوتا

آنچنانکہ وجہِ دامِ شیخ بُود — بستہ و موقوفِ گریہ آں وجود

جیسے کہ شیخ کے قرض کا ذریعہ — اُس وجود کے رونے پر موقوف اور وابستہ تھا

کودک حلوائی بگریست زار — توختہ شد وام آں شیخِ کبار

حلوائی کا بچہ زار زار روتا رہا — اُس عظیم شیخ کا قرض ادا کر دیا گیا

گفتہ شد آں داستانِ مَعنوی — پیش ازیں اندر خلالِ مثنوی

وہ بامعنی قصہ کہہ دیا گیا ہے — اس سے پہلے مثنوی میں

ایں سخن در دفترِ دوم گذشت — گر نمی دانی کُن آنجا بازگشت

یہ بات دفتر دوم میں گذر گئی — اگر تجھے معلوم نہیں تو وہاں پلٹ

در دلت خوف افگند از موضعے — تا نباشد غیرِ آنت مَطمعے

تیرے دل میں ایسی جگہ سے خوف ڈال دیتا ہے — کہ اُس کے علاوہ تیرے لئے اُمید گاہ نہ ہو

ہو، تو یہ کہتا ہے کہ میں خود اسکو تلاش کرتا پھرا۔ دانش۔ یہی معیت کا علم سفر و مجاہدہ پر موقوف تھا محض فکر کی تیزی سے یہ ذوقی معرفت حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ۵۳ آنچنانکہ۔ اس معیت فطری کی بامبارہ ذوقی کے مجاہدوں کے حصول کی مثال شیخ کا قرض ہے جسکی ادائیگی حلوائی کے بچہ کے رونے پر موقوف تھی۔ ظاہر ہے کہ قرض کے ادا ہونے اور بچہ کے رونے میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ بعینہٖ اسی طرح اس معیت کے حصول اور مجاہدہ میں کوئی تعلق نہیں مجاہدہ اسکے حصول میں ایک بہانہ ہے حقیقت حق تعالیٰ کی جو یہ رحمت حق سبحانہٗ ہی جو یہ۔ گفتہ شد۔ شیخ کے قرض کی ادائیگی کا قصہ دفتر دوم میں گذر چکا ہے۔ تاکید ہے سب کی سبب محض عطائی دین ہے، انسان اسکو سبب سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ ایسی سے معیت کو طلب کر لیتے ہیں اور ایسا

۵۱ کے کنم۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ وہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن دل پر مُہر لگا دی ہے تاکہ محض اُس کا مفہوم تو سمجھ میں آجائے اور ذوقی معیت بغیر مجاہدے کے سمجھ میں نہ آسکے۔ عکس۔ یعنی تعریف کا افراد کے لئے جامع ہونا۔ فرد۔ تعریف کا دوسرے افراد کے لئے مانع ہونا۔ چوں۔ جب انسان سفر یعنی مجاہدہ کرتا ہے تو اُس معیت خداوندی کی جامع مانع تعریف حاصل ہو جاتی ہے اور اُس کی ذوقی حقیقت کھل جاتی ہے۔

۵۲ چوں خطائیں۔ کسی مدّ مجہول کو معلوم کرنے کے بہت سے طریقے ہیں اُن میں سے ایک خطائیں کا عمل ہے اس میں دو خطاؤں پر عمل کرنے سے مدّ مجہول معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح مجاہد کی دو غلطیاں جن کا غلط ہونا مقصود کے حاصل ہو جانے کے بعد محسوس ہوتا ہے معیت کے حصول کا سبب بن جاتی ہیں ایک غلطی یہ تھی کہ مجاہد سمجھتا تھا کہ مجھے معیت حاصل نہیں ہے دوسری غلطی یہ تھی کہ مجاہد سمجھتا تھا کہ وہ معیت مجاہدہ سے حاصل ہوگی بعد ازاں۔ جب وہ معیت خود اپنی فطرت سے اسکو حاصل

۵۳ نقاب نفی کے کہ نقصان کا سبب بنا تھا اور اس جگہ سے نفی کی نفی ہوئی ہے۔

در طمع خود فائدہ دیگر نہد — واں مرادت از کسے دیگر دہد

خود اُمید میں دوسرا فائدہ رکھ دیتا ہے — اور وہ تیری مُراد کسی دوسرے سے عطا کر دیتا ہو

اے طمع بر بستہ در ہر جائے سخت — کایدم میوہ ازاں عالی درخت

اے وہ شخص! جو ایک جگہ سے بہت اُمید وابستہ — کہ مجھے اُس بلند درخت سے میوہ ملے گا

آں طمع زاں جا نخواہد شد وفا — بل ز جائے دیگر آید آں عطا

وہ اُمید اُس جگہ سے پوری نہ ہوگی — بلکہ وہ عطا دوسری جگہ سے حاصل ہوگی

آں طمع را پیش چرا در تو نہاد — چوں نبودش نیت اکرام داد

اُس اُمید کو پھر کس نے تیرے اندر رکھا؟ — جبکہ اُس کی نیت اکرام اور عطا کی نہ تھی

از برائے حکمتے و صنعتے — نیز تا باشد دلت در حیرتے

ایک حکمت اور صنعت کے لئے — اس لئے بھی کہ تیرا دل حیرت میں پڑ جائے

تا دلت حیراں بود اے مستفید — کہ مرادم از کجا خواہد رسید

اے فائدہ مند! تاکہ تیرا دل حیران ہو جائے — کہ میری مُراد کہاں سے پوری ہوگی؟

تا بدانی عجز خویش و جہل خویش — تا شود ایقانِ تو در غیب بیش

تاکہ تو اپنے عجز اور اپنی نادانی کو جان لے — تاکہ غیب پر تیرا یقین بڑھ جائے

ہم دلت حیراں بود در منتجع — کہ چہ رُویاند مصرف زیں طمع

نیز جراگاہ میں تیرا دل حیران ہو جائے — کہ تصرف کرنیوالا اس لالچ سے کیا پیدا فرماتا ہو

طمع داری روزیی در دزیی — تا ز خیاطی بری زر تا زیی

تو دزی پن میں اور روزی کا لالچ رکھتا ہے — تاکہ جب تک تو زندہ ہے روزی پن سے زر حاصل کرے

کہ ز وہمت بود آں مکسب بعید — چوں نخواست آں رزق از جانب کشود

کہ وہ کمائی کا ذریعہ تیرے وہم سے بھی اور تھا — جبکہ اُس نے اُس جانب سے رزق نہ کھولنا چاہا

بہر نادر حکمتے در علم حق — کہ نبشت آں حکم را در ما سبق

کسی عجیب حکمت کیلئے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے — کہ اُس حکم کو پہلے ہی لکھ دیا ہے

---

۵۱ در طمع۔ جس کو تو نفع کا سبب سمجھا تھا اُس سے تیری طمع اُس لئے نا بر آئی ہوئی کہ وہ دوسرے سبب سے تیری اُس طمع کو پورا کر دے گا۔ اے۔ انسان ایک خاص درخت کے میوے کی طمع کرتا ہے وہ وہاں سے اُس کو حاصل نہیں ہوتا خدا دوسری جگہ سے اُس کو عطا کر دیتا ہے۔ آں طمع۔ جس سبب سے تیری طمع پوری نہیں ہوئی اُس سے طمع کو وابستہ کرنے میں یہ حکمت ہے کہ تو حیرانی میں مبتلا ہو کر اسباب کو غیر مؤثر سمجھنے لگے اور یہ سمجھے کہ

مدبر جہاں ہم و ملک در حیرتاں

۵۲ تا بدانی۔ تاکہ تو یہ سمجھ لے کہ انسان باوجود اسباب کے میسر آجانے کے عاجز ہے اور مؤثر حقیقی کوئی دوسری ذات ہے۔ ہم دلت۔ ایک سبب کو غیر مؤثر بنا کر کسی دوسری چیز کو سبب بنا دینے میں انسان پر حیرانی طاری ہوتی ہے جو ایک خاص تجلی ہے۔ منتجع۔ چراگاہ۔ مُصرّف۔ یعنی حضرت حق تعالیٰ۔

۵۳ طمع داری۔ انسان اپنے لئے دو روزی پن کو روزی

نیز[1] تا حیراں بُوَد اندیشہ اَت — تا کہ حیرانی بُوَد کُل پیشہ اَت

نیز تاکہ تیری سمجھ حیران ہو جائے — تاکہ حیرانی حیرا مکمل پیشہ بن جائے

یا وصالِ یار زیں سعیم رَسَد — یا زراہِ خارج از سعیِ جَسَد

یا دوست کا وصال میری اس کوشش سے حاصل ہو جائے — یا ایسے راستے سے جو جسم کی کوشش سے باہر ہو

مَن نگویم زیں طریق آید مُراد — می[2] طپم تا از کجا خواہد کُشاد

میں نہیں کہتا کہ اِس راستے سے مراد حاصل ہوگی — میں تو مضطر ہوں، دیکھئے کہاں کشادگی آئیگی!

سَر بُریدہ مُرغ ہر سُو می فتد — تا کدامیں سُو رہد جاں از جَسَد

سر کٹا ہوا پرند ہر جانب گرتا ہے — دیکھئے کس جانب سے جان جسم سے نجات پائے۔

یا مُرادِ مَن برآید زیں خروج[3] — یا بُرجِ دیگر از ذاتُ البُروج

یا میری مراد اِس سفر سے بَر آئے گی — یا بُرجوں والے آسمان کے کسی دوسرے بُرج سے

حکایتِ آں شخص کہ در خواب دید کہ آنچہ می طلبی از یسار

اس شخص کی حکایت جسنے خواب میں دیکھا کہ جو الداری تو چاہتا ہے

بمصر رو فاشود آنجا گنجے ست در فلاں محلّہ در فلاں خانہ

مصر میں جا، وہاں فلاں گھر میں فلاں محلّہ میں، ایک خزانہ ہے

چوں بمصر آمد کسے گفت مَن خوابے دیدہ ام کہ گنجے

جب مصر میں پہنچا ایک شخص نے کہا، کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ فلاں

ست در بغداد در فلاں خانہ و در فلاں محلّہ نام محلّہ و

گھر میں فلاں محلّہ میں بغداد میں ایک خزانہ ہے، اُس نے محلّہ اور گھر کا

خانہ بگفت آں شخص فہم کرد کہ آں گنج در مصر گفتن جہت

نام لیا تو وہ شخص سمجھ گیا، کہ خزانہ کو مصر میں کہنے کا سبب یہ

آں بُود کہ مر ایقین کنند کہ در غیر خانہ خود نمی بایست جُست

تھا کہ مجھے یقین دلادیں کہ اپنے گھر کے سوا تلاش نہ کرنا چاہیے

لیکن ایں گنج معیّن و محقّق جز در مصر حاصل نہ شود

لیکن یہ معیّن اور یقینی خزانہ مصر کے علاوہ حاصل نہ ہوگا

بُود زر میراثی را بے شمار — جملہ را خورد و بماند اُو عور زار

ایک میراث پانیوالے کے پاس بے شمار زر تھا — اس سب کھا گیا اور ننگا عریاں رہ گیا

[1] نیز یہ حکمت بھی ہے کہ انسان سبب پر پورا بھروسہ نہ کرے اور حیرانی کی کیفیت اُس پر طاری رہے۔ یا وصال شہزادے نے یہ بھی کہا کہ میں اس طریقہ کو وصال کا سبب نہیں سمجھتا ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی طریقہ سے وصل ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کوئی اور ذریعہ پیدا فرمادے۔

[2] می طپم۔ میں تو حیران اور مضطر ہوں کہ دیکھئے کس راستہ سے مقصد کا فتح باب ہوتا ہے سر بریدہ۔ ذبح شدہ پرند اپنی جان جسم سے نکالنے کے لئے مختلف جانبوں میں گرتا ہے کہ معلوم کرے کس سمت سے گرنا سبب بنتا ہے۔

[3] یا مراد۔ شہزادے نے کہا بادشاہ چین تک پہنچنا وصل کا سبب ہوگا ممکن ہے بُرجوں والے آسمان کا کوئی بُرج سبب وصل بنے۔ نیز اُس میں وارث غور طلب ہے۔

مالِ[1] میراثے ندارد خود وفا
وراثت کا مال خود وفا نہیں رکھتا

چوں بنا کام از گذشتہ شد جُدا
جبکہ ناکامی کے ساتھ وہ مرنے والے سے علیحدہ ہوگیا

اُو نداند قدرِ ہم کآساں بیافت
وہ قدر بھی نہیں جانتا کیونکہ آسانی سے پایا

کو بکد ورنج و کبشش کم شناخت
کیونکہ وہ اسکی مشقت اور تکلیف کمائی میں نہ اٹھا

قدرِ جاں زاں می ندانی اے فلاں
اے فلاں! تو جان کی قدر اسی لئے نہیں جانتا

کہ بدادت حق بہ بخشش رائگاں
کیونکہ وہ تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بخشش میں مفت دیدی ہے

نقد رفت و کالہ رفت و خانہا
نقد چلا گیا اور سامان چلا گیا اور گھر

ماند چوں چُغداں دراں ویرانہا
وہ چغدوں کی طرح ان ویرانوں میں رہ گیا

گفت[2] یارب برگ دادی رفت برگ
اُس نے کہا اے خدا! تو نے سامان دیا وہ سامان چلا گیا

یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ
یا سامان عطا کردے اور یا موت بھیجدے

چوں تہی شد یادِ حق آغاز کرد
جب خالی ہوگیا اللہ (تعالیٰ) کی یاد شروع کردی

یارب و یارب اجرنی ساز کرد
اے خدا اے خدا! مجھے پناہ دے (کہنا) شروع کردیا

چوں پیمبر گفت مومن ہر مزمرست
جیسا کہ پیغمبر نے فرمایا، مومن بانسری ہے

در زمانِ خالیے نالہ گرست
خالی ہونے کے وقت نالہ کرنے والی ہے

چوں شود پُر مُطربش بنہد ز دست
جب وہ بھر جاتی ہے گویا اسکو ہاتھ سے رکھدیتا ہے

پُر مشو کاسیبِ دستِ اُو خوشست
تو پُر نہ ہو کیونکہ اس کے ہاتھ کا مارا اچھا ہے

نی[3] شو و خوش باش بین الاصبعین
تو خالی رہ اور دو انگلیوں کے درمیان خوش رہ

کز مئے لا ایں سرمست ایں
کیونکہ مکان لامکانی مے سے مست ہے

رفت طغیانِ آب از چشمش کشاد
سرکشی جاتی رہی پانی اس کی آنکھ سے بہہ نکلا

ابر چشمش زرعِ دیں را آب داد
اس کی آنکھ کے ابر نے دین کی کھیتی کو پانی دیا

در دعا و لابہ در زد ہر دو دست
وہ دعا اور عاجزی میں مصروف ہوگیا

زر طلب شد بے تعب آں زر پرست
وہ زر پرست بغیر محنت کے زر کا طالب بنا

سببِ تاخیرِ اجابتِ دعائے مومن
مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کا سبب

اے بسا مخلص کہ نالد در دعا
اے (مخاطب) بہت سے مخلص دعا میں روتے ہیں

دُودِ اخلاصش برآید تا سما
اُن کے اخلاص کا دھواں آسمان پر پہنچتا ہے

---

[1] مال۔ وارثہ کا مال خود وفادار نہیں ہوتا اسمیں اگر وفاداری ہوتی تو مرنیوالے سے کیوں جدا ہوتا۔ اُو نداند۔ وارث کو بھی وراثت میں ملنے والے مال کی قدر نہیں ہوتی کیونکہ اسکو حاصل کرنے میں کوئی محنت نہیں اٹھانی پڑتی ہے۔ قدرِ جاں۔ انسان کو روح بھی چونکہ بلا محنت حاصل ہوئی ہے اسلئے وہ اس کی قدر نہیں کرتا ہے۔ نقد۔ اُس وارث کا مال اور گھر بار ہوگیا اور وہ چغدوں کی طرح ویرانے میں رہ گیا۔

[2] گفت۔ اُس نے دعا کرنی شروع کردی کہ خدا مجھے مال دے یا موت دے دے۔ چوں تہی۔ انسان اخلاص میں خدا کو یاد کرنا شروع کردیتا ہے۔ چوں پیمبر۔ آنحضورؐ نے فرمایا مومن کی مثال بانسری کی سی ہے جب تک وہ کھوکھلی ہے اُس میں سے نالہ پیدا ہوتا ہے۔ چوں شود۔ اگر بانسری کا سوراخ بھر جائے تو گویا اُس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے۔ پُر مشو۔ مولانا فرماتے ہیں تو بھی خالی رہ تاکہ مطرب کے ہاتھ میں رہ سکے

[3] نی شو۔ تو خالی رہیگا تو اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان رہیگا اور غیب کے نغمہ سے سرمست رہے گا۔ رفت۔ اب اُس وادیٔ مالداری کی سرکشی نہ رہی تھی اور اُس کے آنسوؤں کی باڑھ سے دین کی کھیتی سیراب ہورہی تھی۔ زر طلب۔ اب پوری طرح

تا رود بالائی ایں سقفِ بریں
یہاں تک کہ اس بلند چھت کے اوپر پہنچتی ہے

بوئے بخمر[1] از آنیں لمذنبیں
گنہگاروں کے رونے کی انگیٹھی کی بو

پس ملائک باخدا نالند زار
پھر فرشتے خدا کے سامنے عاجزی سے روتے ہیں

کائے مجیب ہر دعا و مستجار
کہ اے ہر دعا کو قبول کرنے والے اور پناہگاہ!

بندۂ مومن تضرع می کند
ایک مومن بندہ گڑگڑا رہا ہے

او نمی داند بجز تو مستند
وہ تیرے سوا کسی کو سہارا نہیں سمجھتا ہے

تو عطا بیگانگاں را می دہی
تو غیروں کو عطا دیتا ہے

از تو دارد آرزو ہر سرمشتی
ہر خواہشمند تجھ سے امید رکھتا ہے

حق[2] بفرماید نہ از خواریِ اوست
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اسکی ذلت کیوجہ سے نہیں ہے

عین تاخیر عطا یاریِ اوست
عطا میں تاخیر بعینہٖ اسکی مدد ہے

نالۂ مومن ہمی داریم دوست
ہم مومن کے رونے کو دوست رکھتے ہیں

گو تضرع کن کہ ایں اعزازِ اوست
کہہ دو کہ گڑگڑائے کیونکہ یہ اسکا اعزاز ہے

حاجت آوردش نہ غفلت سوئے من
اس کی حاجت غفلت سے مجھ تک لائی ہے

آں کشیدش موکشاں در کوئے من
اس نے بال پکڑ کر اس کو میرے کوچہ میں پہنچایا ہے

گر برآرم حاجتش او وا رود
اگر میں اس کی حاجت پوری کردوں وہ واپس چلا جائیگا

ہمدراں بازیچہ مستغرق شود
اسی کھیل میں مصروف ہو جائے گا

گرچہ[3] می نالد بجاں یا مستجار
اگرچہ وہ دل سے گڑگڑا رہا ہے اے پناہگاہ (پکار)

دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
دل شکستہ، سینہ خستہ، غمگین

خوش ہمی آید مرا آوازِ او
مجھے اس کی آواز بھلی لگتی ہے

واں خدایا گفتن و آں رازِ او
اور اس کا یا خدا کہنا اور اس کا وہ راز

وانکہ اندر لابہ و در ماجرا
اور یہ کہ وہ خوشامد اور واقعہ میں

می فریباند بہر نوعے مرا
ہر طرح سے مجھے پھسلاتا ہے

طوطیان و بلبلاں را از پسند
طوطیوں اور بلبلوں کو پسند ہی کی وجہ سے

از خوش آوازی قفس در می کشند
(اور) خوش آوازی کیوجہ سے پنجرے میں بند کر لیتے ہیں

زاغ را و چغد را اندر قفص
کوّے کو اور چغد کو پنجرے میں

کے کنند ایں خود نیامد در قصص
کب کرتے ہیں! یہ خود کہانیوں میں نہیں آیا

---

[1] بخمر: انگیٹھی۔ آتش دان۔ رونے کی آواز۔ پس ملائک فرشتے جناب باری تعالیٰ میں عرض کرتے ہیں کہ ایک مومن بندہ رو رہا ہے تو جب غیروں کو عطا کرتا ہے تو اس مومن کی عطا میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟

[2] حق بفرماید۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے جواب میں فرماتا ہے کہ یہ تاخیر اس لئے نہیں ہے کہ ہم اس کو حقیر سمجھتے ہیں بلکہ یہ تو اس کی ایک مدد ہے نالۂ مومن کا رونا ہمیں پسند ہے اور اس تاخیر میں اس کا اعزاز ہے۔ حاجت۔ اس کی حاجت نے اس کو ہماری طرف متوجہ کیا ہے۔ گر برآرم۔ اگر اس کی دعا جلد قبول ہو گئی، اور حاجت رفع ہو گئی تو وہ ہم سے رخصت ہو کر کہیں کود میں لگ جائیگا۔

[3] گرچہ۔ وہ دل سے ہمیں پکار رہا ہے، شکستہ دل ہے ہمیں اس کی آواز اور یا خدا کہنا اور خوشامد اور واقعہ بیان کرنے میں یہ ہمیں پھسلانا یہ سب ہمیں پسند ہے۔ طوطیاں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ طوطی کی خوش آوازی کی وجہ سے لوگ اس کو پنجرے میں قید کر کے رکھتے ہیں۔ زاغ۔ کوّے اور چند کو کسی نے آج تک پنجرے میں بند کر کے نہیں پالا۔

پیشِ[1] شاہد باز چوں آید دو تن
عاشق صفت کے سامنے جب وہ شخص آئیں

آں یکے کمپیر و دیگر خوش ذقن
ایک بوڑھی عورت اور دوسری خوبصورت نوجوان لڑکی

ہر دو ناں خواہند اُو زُو تر فطیر
دونوں روٹی مانگیں، وہ بہت جلد روٹی

آرد و کمپیر را گوید کہ گیر
لائے گا اور بوڑھی سے کہے گا کہ لے لے

واں دگر را کہ خوشش قد و خد
اور دوسری کو جس کا قد اور رخسار خوبصورت ہیں

کے دہد ناں بل بتاخیر افگند
روٹی کب دے گا، بلکہ تاخیر میں ڈال دے گا

گوید[2] ش بنشیں زمانے بے گزند
اس سے کہے گا کہ اطمینان سے تھوڑی دیر بیٹھ جا

کہ بخانہ نانِ تازہ می پزند
کیونکہ گھر میں تازہ روٹی پکا رہے ہیں

چوں رسد آں نانِ گرمش بعد کُند
جب معشوقہ کے بعد اس کے پاس گرم روٹی آجاتی

گوید ش بنشیں کہ حلوا می رسد
اس سے کہے گا کہ بیٹھ جا حلوا آرہا ہے

ہم بدیں فن دار دارش می کُند
اسی تدبیر سے اس کو ٹھہرا ٹھہرا کر رکھتا ہے

وز رہ پنہاں شکارش می کُند
اور پیچھے پیچھے اس کا شکار کرتا رہتا ہے

کہ مرا کاریست با تو یک زماں
کہ مجھے تجھ سے تھوڑا سا کام ہے

منتظر می باش اے خوب جہاں
اے حسینِ عالم! انتظار کرلے

تا بدیں حیلت فریباند وُرا
یہاں تک کہ اس تدبیر سے اس کو پھسلائے

تا مُطیع و رام گرداند وُرا
کہ اس کو فرمانبردار اور رام کرلے

مثل[3] آں کمپیر داں بیگانگاں
غیروں کو اس بوڑھی عورت کی طرح سمجھ

شاہدِ خوش رُوی مثلِ مُومناں
خوبصورت معشوق مُومنوں کی مثال ہے

ایں جہاں زندانِ مُومن زیں بُود
یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اسی لئے ہے

کافراں را جنتِ حالی شود
کہ کافروں کے لئے فی الحال جنت ہے

بے مُرادی مُومناں از نیک و بد
مومنوں کی نامرادی خواہ نیک ہوں یا بد

تو یقیں میداں کہ بہرِ ایں بُود
تو یقین کرلے اسی وجہ سے ہوتی ہے

رجوع بقصۂ آں شخص کہ باؤ نشانِ گنج دادند بمصر و بیانِ
اس شخص کے قصہ کی طرف واپسی جس کو مصر میں خزانہ کا پتہ دیا اور فقر
تضرعِ وے از درویشی بحضرتِ جلّ جلالہٗ
کی وجہ سے اس کا (اللہ تعالیٰ) جل جلالہٗ کے دربار میں عاجزی کرنا

[1] پیشِ شاہد۔ دوسری مثال یہ ہے کہ کسی محسن پرست کے سامنے اگر دو عورتیں آئیں ایک بوڑھی اور ایک حسین تو وہ بوڑھی کو فوراً روٹی دے کر رخصت کر دیتا ہے اور خوبصورت کو مختلف بہانوں سے روٹی دینے میں دیر لگاتا ہے۔

[2] گوید ش۔ اس خوبصورت عورت سے کہتا ہے کہ ذرا بیٹھ جا تازہ روٹی پک رہی ہے اس میں سے دوں گا۔ جوں رسد۔ جب روٹی آجاتی ہے تو اس کو حلوے کا منتظر بنا کر بٹھاتا ہے۔ ہم بدیں۔ ان ترکیبوں سے اس کو ٹھہرا ٹھہرا کر رکھتا ہے اور نظر بازی سے اس کا شکار کرتا رہتا ہے۔ تا بدیں۔ ان تدبیروں سے اس کو فریب دیتا ہے اور اس کو اپنے قابو میں کرتا ہے۔

[3] مثلِ آں۔ تو بیگانوں اور مومنوں کی مثال ان دو عورتوں سے سمجھ لے۔ ایں جہاں۔ مومنین کی خوبیوں کی وجہ سے یہ دنیا اُن کا پنجرا ہے اور کافروں کی برائیوں کی وجہ سے یہ دنیا ان کے لئے جنت اور باغ ہے جس میں وہ کھلے پھرتے ہیں۔ بے مرادی۔ مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کی وجہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ساتھ معروف رکھنا چاہتا ہے۔

خواجہ[۵۱] چوں میراث خورد و شد فقیر — آمد اندر یارب و گریہ و نفیر

خواجہ نے جب میراث کھالی اور فقیر ہو گیا — تو یارب اور آہ و بکا میں مصروف ہو گیا

خود کہ کو بداں در رحمت نثار — کو نیابد در اجابت صد بہار

رحمت کی بھیک والے اس در کو خود کون کھٹکھٹاتا ہے؟ — جو کہ قبولیت میں سو بہار پاتا ہو

خواب دید و ہاتفے گفت او شنید — کہ تمنایت بمصر آید پدید

اس نے خواب دیکھا اور ہاتف نے کہا اور اس نے سنا — کہ تیری آرزو مصر میں ظاہر ہو گی

رو بمصر آنجا شود کار تو راست — کرد گدیہ ات را قبول او مرتجاست

مصر جا، وہاں تیرا کام ٹھیک ہو گا — تیرے سوال کو قبول کر لیا ہے، وہ امید گاہ ہے

در فلاں[۵۲] موضع یکے گنجیست نفت — در پے آں بایدت تا مصر رفت

فلاں جگہ ایک بھاری خزانہ ہے — اس کی تلاش میں تجھے مصر جانا چاہیے

بیدرنگے ہیں ز بغداد اے نژند — رو بسوی مصر و بنت گاہ قند

اے افسردہ! بغداد سے بغیر تاخیر کے — مصر کی جانب اور شکر اگنے کی جگہ جا

چوں ز بغداد آمد او تا سوی مصر — گرم شد پشتش چو دید او روی مصر

وہ جب بغداد سے مصر کی جانب آیا — جب اس نے مصر کا رخ دیکھا اس کی پشت مضبوط ہو گئی

بر امید وعدۂ ہاتف کہ گنج — یابد اندر مصر بہر دفع رنج

ہاتف کے وعدے کی امید پر کہ خزانہ — مصیبت کے دفعیہ کے لئے مصر میں پائیگا

در فلاں[۵۳] کوی و فلاں موضع دفیں — ہست گنج سخت نادر بس گزیں

فلاں کوچہ میں اور فلاں جگہ مدفون — ہے، نہایت نادر بہت منتخب خزانہ

لیک نفقہ اش بیش و کم چیزے نماند — خواست دقے بر عوام الناس راند

لیکن اس کے لئے خرچہ تھوڑا بہت کچھ نہ رہا — اس نے عام لوگوں سے بھیک مانگنی چاہی

لیک شرم و ہمتش دامن گرفت — خویش را در صبر افشردن گرفت

لیکن شرم اور ہمت نے اس کا دامن پکڑ لیا — اس نے اپنے آپ کو صبر میں دبانا شروع کر دیا

باز نفسش از مجاعت بر طپید — ز انتجاع از خواستن چارہ ندید

پھر اس کا نفس بھوک سے تڑپا — روزی حاصل کرنے میں بھیک مانگنے کے سوا چارہ نہ دیکھا

گفت شب بیروں روم من نرم نرم — تا ز ظلمت نایدم از گدیہ شرم

سوچا کہ رات کو چپکے چپکے باہر نکلوں گا — تاکہ اندھیری میں بھیک مانگنے سے شرم نہ آئے

---

۵۱ خواجہ میراث پانے والا جب فقیر ہو گیا وہ اور گریہ وزاری میں مصروف ہو گیا۔ خود۔ جو اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہ ضرور اپنی مراد پالیتا ہے۔ رحمت نثار یعنی وہ دروازہ جس سے رحمت کی بھیک ہوتی ہے۔ ہاتف غیبی آواز نے اس سے کہا تجھے خزانہ مصر میں ملے گا۔ مرتجا۔ امید گاہ۔

۵۲ در فلاں۔ ہاتف نے اس کو بتا دیا کہ خزانہ فلاں جگہ مصر میں ہے۔ بہت گاڑھا۔ مصر میں شکر بہت پیدا ہوتی تھی گرم شد۔ ہاتف کی بشارت کی وجہ سے۔ برامید۔ ہاتف کے کہنے کی وجہ سے اس کو امید تھی کہ مصر میں خزانہ ہاتھ آجائے گا۔

۵۳ در فلاں۔ ہاتف نے اس کو خزانہ کا پورا پتہ بتا دیا۔ نفقہ اش نفقش بڑھا جائیگا۔ دقے۔ یعنی بھیک کیلئے دروازہ پیٹنا۔ در صبر یعنی صبر کے ذریعہ اپنی خواہش کو دبانا چاہا۔ انتجاع۔ دانہ پانی طلب کرنا۔ گفت۔ اس نے دل میں سوچا کہ میں بھیک مانگنے کیلئے رات کو نکلوں تاکہ کسی سے آنکھیں دوچار نہ ہوں اور شرم نہ آئے۔

همچو شبکو[1] کُنم من ذکر و بانگ — تا رسد از ما مهایم نیم دانگ
شبکو کی طرح میں گھوم اور آواز کروں گا — تاکہ باقی خانوں سے مجھے نیم دانگ مل جائے

اندریں اندیشہ بیروں شد بکو — واندریں فکرت ہمی شد سو بسو
اس خیال میں کوچے سے باہر نکلا — اور اس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا

یک زماں مانع ہمی شد شرم و جاہ — یک زمانے جوع می گفتش بخواہ
کبھی وقت شرم اور رتبہ اس کیلئے مانع بنتا — کبھی اس سے بھوک کہتی، مانگ

پای پیش و پای پس تا نیمشب — کہ بخواہم یا بخسپم خشک لب
ایک قدم آگے اور ایک قدم پیچھے تہائی رات تک — کہ مانگوں یا میں سوکھے ہونٹ سو جاؤں

رسیدن[2] آں شخص بمصر و شب بیروں آمدن بکوی از بہر
اس شخص کا مصر میں پہنچنا اور رات کو ایک کوچہ میں شبکوی اور گدائی کے لئے

شبکوی و گدائی و گرفتن عسس او را و مراد او حاصل شدن
باہر نکلنا اور کوتوال کا اس کو پکڑ لینا اور کوتوال کے ذریعہ بہت

از عسس بعد از خوردن زخم بسیار عسی ان تکرہوا
پٹنے کے بعد اس کی مراد کا حاصل ہو جانا، قریب ہے کہ تم کسی چیز

شیئا و ہو خیر لکم و قولہ تعالیٰ ان
کو ناپسند کرو اور وہی چیز تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول بیشک

مع العسر یسرا و قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اشتدی
تنگی کے ساتھ سہولت ہے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مصیبت تو

ازمۃ تنفرجی و جمیع القرآن والکتب المنزلۃ فی تقریر ہذا
سخت ہو جا کھل جائیگی ہ اور سارا قرآن اور آسمانی کتابیں اس کو ثابت کرتے ہیں

ناگہانی[3] خود عسس او را گرفت — چوبہا زد بے محابا ناشگفت
اچانک خود کوتوال نے اس کو پکڑ لیا — بغیر مروت کے بے توقف ڈنڈے مارے

اتفاقا اندراں شبہائے تار — دیدہ بد مردم ز شب دزداں فرار
اتفاقا ان اندھیری راتوں میں — لوگوں نے رات کے چوروں سے سخت تکلیف دیکھی تھی

بود شبہائے مخوف و منتحس — پس بجد می جست دزداں را عسس
خوفناک اور منحوس راتیں تھیں — کوتوال اہتمام کے ساتھ چوروں کی جستجو میں تھا

[1] شبکو۔ وہ فقیر جو درخت پر بیٹھ کر رات کو بھیک مانگے تاکہ اس کو کوئی نہ دیکھ سکے۔ اندیشہ۔ یعنی بھیک مانگنے کا خیال۔ سو بسو۔ اسی فکر میں ادھر اُدھر پھرتا پھرا ایک زماں۔ شرم، بھیک مانگنے سے روکتی تھی اور بھوک بھیک مانگنے پر آمادہ کرتی تھی۔ نیمشب۔ اسی شش و پنج میں ایک تہائی رات گذر گئی۔

[2] رسیدن آں شخص۔ یہ مصر میں پہنچا وہاں شب گردی کی وجہ سے گرفتار ہو گیا کوتوال نے گرفتار کر کے مارا لیکن اس کے بعد اس کی مشکل حل ہو گئی گرفتار ہونا اس کی مشکل کا حل ہونا بنا۔ انسان کسی چیز کو برا سمجھتا ہے اور اسی میں اس کی بھلائی ہوتی ہے مصیبت جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے پگھل جاتی ہے۔

[3] ناگہانی۔ رات کو گھومتا دیکھ کر چور ہونے کے شبہ میں کوتوال نے اس کو بے تحاشا پیٹا۔ اتفاقا۔ گرفتاری کی وجہ یہ ہوئی کہ اس زمانہ میں مصر میں چوریاں بہت ہوتی تھیں۔ پس۔ اس لئے کوتوال چوروں کی گرفتاری میں بہت کوشاں تھا۔

تا خلیفہ[۵۱] گفتہ کہ ببرید دست — ہر کہ شب گردد اگر خویش منست

حتی کہ بادشاہ نے کہہ دیا تھا کہ ہاتھ کاٹ دے — جو رات کو گھومے، خواہ میرا رشتہ دار ہو

بر عسس کردہ ملک تہدید و بیم — کہ چرا باشید بر دزداں رحیم

بادشاہ نے کوتوال کو ڈرایا اور دھمکی دی تھی — کہ تم چوروں پر رحم کھانے والے کیوں ہو؟

عشوہ شاں را از چہ رُو باور کنید — یا چرا زایشاں قبولِ زر کنید

اُن کی مکاری کا کس وجہ سے یقین کر لیتے ہو — یا کیوں اُن سے رقم قبول کرتے ہو؟

رحم بر دزدان و ہر منحوس دست — بر ضعیفاں زحمت و بیرحمی ست

چوروں پر اور ہر منحوس پر ہاتھ پر رحم کرنا — کمزوروں پر زحمت اور بے رحمی ہے

ہیں[۵۲] ز رنجِ خاص مگسل زانتقام — رنج او بگزیں و بنگر رنجِ عام

خبردار! کسی خاص شخص کی تکلیف کی وجہ سے انتقام نہ لے — اس کی تکلیف کو بند کر اور عام کی تکلیف کو مدنظر رکھ

اِصبعِ ملدوغ بُر در دفعِ شر — در تعدی و ہلاکِ تن نگر

شر کو رفع کرنے کیلئے ڈسی ہوئی انگلی کاٹ دے — متعدی ہونے اور جسم کی تباہی کو دیکھ

گشتہ دزد انبوہ دراں ایام بس — کاں فقیر اُفتاد در دستِ عسس

اُن دنوں میں چور بہت ہو گئے تھے — کہ وہ فقیر کوتوال کے ہاتھ پڑ گیا

اتفاقاً اندراں ایام دُزد — گشتہ بُد انبوہ پختہ و خام دُزد

اتفاقاً اِن دنوں میں چور — بہت ہو گئے تھے، پکے اور کچے چور

در چنیں وقتش بدید و سخت زد[۵۳] — بر سر و بر پشت چوبِ بے عدد

اس کو ایسے وقت میں دیکھا اور بہت مارے — اَن گنت ڈنڈے، سر اور کمر پر

نعرہ و فریاد زاں درویش خاست — کہ مزن تا من بگویم حال راست

اس فقیر سے نعرہ اور فریاد نکلی — کہ نہ مار، تاکہ میں سچا حال بیان کر دوں

گفت اینک دادمت مُہلت بگو — تا بشب چوں آمدی بیروں بگو

اُس نے کہا اب میں نے تجھے مہلت دیدی، کہہ — بتا تو رات میں باہر کیوں نکلا؟

تو نہ زینجا، غریب و مُنکری — راستی گو تا بچہ مکر اندری

تو یہاں کا نہیں ہے، پردیسی اور اجنبی ہے — سچ بتا، تو کس تدبیر میں ہے؟

اہلِ دیواں بر عسس طعنہ زنند — کہ چرا دزداں کنوں افزوں شدند

دفتر والے کوتوال کو طعنہ دیتے ہیں — کہ اب چور کیوں زیادہ ہو گئے ہیں؟

---

۵۱ تا خلیفہ۔ حاکم نے یہ حکم دے دیا تھا کہ جو بھی رات کو گھومتا پایا جائے اُس کو گرفتار کر کے چوری کی سزا دیدی جائے خواہ میرا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ عسس۔ چوروں کی کثرت کی وجہ سے کوتوال پر عتاب ہو رہا تھا۔ عشوہ۔ کوتوال سے کہا گیا تھا یا تو تم لوگ چوروں کے چکروں میں آجاتے ہو یا اُن سے رشوت لے لیتے ہو۔ رحم۔ حالانکہ چوروں پر رحم کرنا کمزوروں پر ظلم ہے۔

۵۲ ہیں ز رنج۔ عوام کی راحت کی خاطر کسی ظالم پر رحم نہ کرنا چاہیئے۔ اِصبع۔ اگر انگلی میں کوئی زہریلا جانور کاٹ لے تو بقیہ جسم کو بچانے کیلئے اُس کا کاٹنا بہتر ہے گشتہ۔ چونکہ شہر میں چوروں کی کثرت تھی اس لئے شبہ میں اُس کی گرفتاری عمل میں آگئی۔

۵۳ در چنیں۔ اِن حالات میں چونکہ اُس شخص کو کوتوال نے گھومتا دیکھا تو گرفتار کر کے سخت سزا دی۔ کہ مزن۔ اُس نے کہنا شروع کیا کہ مجھے نہ مار میں صحیح حال بتاتا ہوں لگت۔ کوتوال نے مارنا چھوڑ دیا اور کہا صحیح بات بتا دے۔ تو نہ۔ تو مصری نہیں ہے پردیسی ہے سچ بتا کہ تو کیوں گھوم رہا تھا۔ اہلِ دیواں۔ شاہی دفتر کے افسران پردیس کو طعنے دے رہے ہیں۔

اَنبہی[1] از تُست و از امثالِ تُست — وانما یارانِ زشت را نخست

کثرت تجھ سے اور تجھ جیسوں سے ہے — پہلے اپنے برے ساتھیوں کو ظاہر کر

ورنہ کینِ جملہ را از تو کشم — تا شود ایمن ز شر ہر محتشم

ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا — تاکہ ہر معزز شر سے محفوظ ہو جائے

گفت اُو از بعد سوگندانِ پُر — کہ نیم من خانہ سوز و کیسہ بُر

اُس نے بھر پور قسموں کے بعد کہا — کہ میں گھر پھونکنے والا اور گرہ کٹ نہیں ہوں

من نہ مردِ دُزدی و بیدادیم — من غریبِ مصرم و بغدادیم

میں چوری اور ظلم والا آدمی نہیں ہوں — میں مصر کا پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں

در بیانِ ایں حدیثِ شریف کہ الصِّدقُ طُمَانِینَۃٌ وَالکِذبُ رِیبَۃٌ[2]

اِس حدیث شریف کا بیان کہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے

قصۂ آں خواب و گنجِ زر بگفت — پس ز صدقِ اُو دلِ آنکس شگفت

اُس نے اس خواب اور سونے کے خزانہ کا قصہ سنایا — اُس کے سچ سے اُس کا دل شگفتہ ہو گیا

بوئے صدقش آمد از سوگندِ اُو — سوزِ اُو پیدا شد از اسپندِ اُو

اُس کو اُس کی قسم سے سچائی کی خوشبو آئی — اُس کی سوزش اُس کے کالے دانے سے ظاہر ہو گئی

دل بیارامد بگفتارِ صواب — آنچناں کہ تشنہ آرامد بآب

صحیح بات سے دل آرام پاجاتا ہے — جس طرح پیاسا پانی سے آرام پاتا ہے

جز دلِ محجوبِ کورا علتیست — از نبی آش تا غبی تمیز نیست

سوائے محجوب کے دل کے جس میں کوئی بیماری ہو — جس کو نبی اور غبی میں تمیز نہیں ہے

ورنہ آں پیغام کز موضع بود — بر زند بر مہ شگافیدہ شود

ورنہ وہ پیغام جو جگہ سے ہو — وہ چاند پر اثر کرتا ہے، وہ شق ہو جاتا ہو

مہ شگافد واں دلِ محجوب نے — زانکہ مردود است او محبوب نے

چاند شق ہو جاتا ہے اور وہ محجوب دل نہیں — کیونکہ وہ مردود ہے، محبوب نہیں ہے

چشمہ شد چشمِ عسس ز اشکِ مُبل — نے ز گفت خشک بل از بوئے دل

کوتوال کی آنکھ تر کرنیوالے آنسوؤں سے چشمہ بنگئی — خشک گفتگو سے نہیں بلکہ دل کی بو سے

یک سخن از دو نرخ آید سوئے لب — یک سخن از شہرِ جاں در کوئے لب

ایک بات دو نرخ سے ہونٹ تک آتی ہے — ایک بات جان کے شہر سے ہونٹ کے کوچہ میں

---

[1] انبہی: اس کی برائیوں کی کثرت تجھ سے اور تجھ جیسوں سے ہوئی ہے۔ دانما: اپنے برے ساتھیوں کا پتہ بتا اور رنج کے بدلے کی سزا تجھ کو دوں گا۔ محتشم: باعزت۔ خانہ سوز: یعنی ڈاکو۔ کیسہ بُر: گٹھ کترا۔ من غریب: میں مصر میں پردیسی ہوں میرا دیس بغداد ہے

[2] در بیان: حدیث شریف ہے کہ سچائی سے دل کو اطمینان ہو جاتا ہے اور جھوٹی بات دل میں شک و شبہ پیدا کرتی ہے۔ آنکس: یعنی کوتوال۔ اسپند: کالے دانے کو آگ پر ڈالتے ہیں تو وہ دھواں دیتا ہے تو اُس کا دھواں آگ کے وجود کی دلیل ہے اسی طرح اُس کی باتوں سے اُس کی اندرونی سوزش کا پتہ مل گیا۔ دل: کوتوال اُس کی باتوں سے مطمئن ہو گیا اس لئے کہ سچی بات سننے والے کے دل کو مطمئن کر دیتی ہے۔

[3] جز دلِ محجوب: کافروں کے دل چونکہ پردے میں ہیں اسلئے سچی بات اُن کے دل پر اثر نہیں کرتی ہے۔ از نبی: اسی لئے کافر جھوٹے سچے میں تمیز نہیں کر سکتا۔ ورنہ: انبیاء کے کلام کی تاثیر کا تو یہ حال ہے کہ چاند پر اثر ہوا تو شق القمر کا معجزہ رونما ہو گیا۔ چشمہ: اُس بد دیسی کی باتوں سے کوتوال رو پڑا۔ یک سخن: انسان کا نفس منزلہ دو نرخ کے ہے اچھی بات دوزخی کو جان کی بات

بحرِ جاں[1] افزا و بحرِ پُر حَرَج — درمیانِ ہر دو بحر ایں لبِ مَرَج
جان کو بڑھانے والا سمندر اور تکلی سے بھرا ہوا سمندر — دونوں سمندروں کے درمیان یہ ہونٹ لاب کی جگہ ہیں

بحرِ جاں افزا و بحرِ عمر کاہ — ہر دو آں بر لب گذر دارند و راہ
جان کو بڑھانے والا اور عمر کو گھٹانے والا سمندر — دونوں ہونٹ پر گذر اور راہ رکھتے ہیں

چوں بینبلو درمیانِ شہرہا — از نواحی آمد آنجا بہرہا
جیسے کہ شہروں کے درمیان میں منڈی — اس جگہ اطراف سے حصے آتے ہیں

کالۂ معیوب و قلبِ کیسہ بُر — کالۂ پر سود و مُستشرق چو دُر
عیب دار سامان اور کاٹنے والا کھوٹا — نفع بخش اور موتی کی طرح چمک دار سودا

زیں[2] بینبلو ہر کہ بازرگاں تر ست — بر سرہ و بر قلبہا دیدہ وَر ست
اس منڈی سے جو شخص اچھا سوداگر ہے — وہ کھرے اور کھوٹوں کو تاڑنے والا ہے

شُد بینبلو مَردرا دارُ الرِّباح — واں دگر را از غمی دارُ الجُناح
منڈی کسی کے لئے نفع کا گھر ہے — اور اُس دوسرے کیلئے اندھے پن کیوجہ سے گناہ کا گھر ہے

ہر یکے ز اَجزائے عالم یک سبب — بر عِبی بندست و بر اُستاد فک
عالم کے تمام اجزاء ایک ایک — عبی کی قید میں اور استاد پر قید سے رہائی

بر یکے قندست و بر دیگر چو زہر — بر یکے لُطف ست و بر دیگر چو قہر
ایک پر شکر ہے اور دوسرے پر زہر جیسا — ایک پر رحم ہے اور دوسرے پر قہر جیسا

بر یکے[3] دیوست و بر دیگر چو حور — بر یکے نارست و بر دیگر چو نور
ایک پر شیطان ہے اور دوسرے پر حور جیسا — ایک پر آگ ہے اور دوسرے پر نور جیسا

بر یکے گنج ست و بر دیگر چو مار — بر یکے وَردست و بر دیگر چو خار
ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر سانپ جیسا — ایک پر پھول ہے اور دوسرے پر کانٹے کی طرح

بر یکے مَبہوت و بر دیگر چو ہُش — بر یکے سُودست و بر دیگر زیاں
ایک پر مدہوشی ہے اور دوسرے پر ہوش جیسا — ایک پر نفع ہے دوسرے پر نقصان

بر یکے پنہاں و بر دیگر عیاں — بر یکے قیدست و بر دیگر مُراد
ایک پوشیدہ ہے اور دوسرے پر ظاہر — ایک پر بیڑی ہے اور دوسرے پر منصود

بر یکے بندست و بر دیگر گُشاد
ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی

---

[1] بحرِ جاں۔ نفس اور روح دونوں کی باتیں ہونٹ سے ٹکراتی ہیں۔ مرج۔ یعنی ملے کی جگہ۔ بحرِ عمر کاہ۔ نفس کی باتیں تو زندگی کی تباہی کا سبب ہیں۔ بینبلو۔ بو زن سنگلو، منڈی۔ بہرہا۔ یعنی مالوں کے حصے۔ کالہ۔ سامان کیسہ بُر۔ کھوٹا مال جیب تراش کی طرح جیب صاف کر دیتا ہے۔

[2] زیں۔ منڈی میں ہر طرح کا سودا ہے اچھا تاجر کھرے کھوٹے میں امتیاز کر لیتا ہے اسی طرح ہونٹ پر آئے ہوئے سچ اور جھوٹ میں ماہر امتیاز کر لیتا ہے۔ شد منڈی کسی کے نفعوں کا گھر ہے کسی کے لئے گناہوں یعنی ٹوٹے کا گھر ہے۔ ہر یکے۔ منڈی ہی کیا دنیا کے جز جز کا یہی حال ہے کسی کے لئے مفید اور کسی کے لئے مضر ہے فک۔ قید سے چھڑانا۔

[3] بر یکے۔ کسی کے لئے عالم کا فر شیطان ثابت ہوتا ہے کسی کے لئے حور ثابت ہوتا ہے۔ آگ مشہور ہے کہ خزانہ پر سانپ سوتا ہے، مولانا نے بہت سے اشعار میں یہی بتایا ہے کہ عالم کے ہر جز کے مختلف خصوصیتوں کے اعتبار سے مختلف اثرات ہیں۔

بُر یکے نوش ست و بُر دیگر چو نیش
ایک پر شہد ہے اور دوسرے پر ڈنک جیسا

بَر یکے بیگانہ بَر دیگر چو خویش
ایک پر بیگانہ ہے دوسرے پر اپنے کی طرح

بَر یکے نقص ست و بر دیگر کمال
ایک پر عیب ہے اور دوسرے پر کمال

بَر یکے ہجر ست و بَر دیگر وصال
ایک پر ہجر ہے اور دوسرے پر وصال

ہر جمادے[1] با نبی افسانہ گو
ہر بے جان نبی سے بات کرنے والا ہے

کعبہ با حاجی گواہ و نُطق جُو
کعبہ حج کرنے والے کیلئے گواہ اور بات کرنے والا ہے

بر مُصلّی مسجد آمد ہم گواہ
مسجد، نمازی کی بھی گواہ ہے

کو ہمی آمد بمن از دُور راہ
کہ وہ میرے پاس لمبے راستہ سے آیا تھا

بر خلیل ما آتش بُود ریحان و ورد
آگ خلیل (اللہ) پر خوشبودار پودا اور گلاب کا پھول ہے

لیک بر نمرُود آں مرگست و درد
لیکن نمرود پر وہ موت اور درد ہے

بارہا گفتیم ایں را اے حسن
اے بھلے! میں نے یہ بارہا کہا ہے

می نگردم از بیانش سیر من
اُس کے بیان سے میں سیر نہیں ہوتا ہوں

بارہا خوردی[2] تو ناں دفع ذبول
تو نے کمزوری کو رفع کرنے کیلئے بارہا روٹی کھائی ہے

ایں ہمہ ناں است چوں نبوی مَلول
یہ وہی روٹی ہے تو ملول کیوں نہیں ہوتا؟

در تو مجوعے میرسد نوز اعتدال
تیرے اندر صحت کیوجہ سے ایک تازہ بھوک پہنچ جاتی ہے

کہ ہمی سوزد ازو تخمہ و ملال
کہ اُس کی وجہ سے بدہضمی اور ملال سخت ہو جاتا ہے

ہر کرا در دِ مجاعت نقد شُد
جس کے لئے بھوک کا درد حاصل ہو گیا

نوشدن با جُزو جُزوش عقد شُد
نیا ہونا اُس کے جُز جُز سے وابستہ ہو گیا

لذّت[3] از جوعست نے از نقلِ تو
لذت بھوک کی وجہ سے ہے نہ کہ غذا سے

با مجاعت از شکر بہ نانِ جَو
بھوک کے ہوتے ہوئے جَو کی روٹی شکر سے بہتر ہے

پس نرَ لے جوعیست و نے تخمہ تمام
پس بھوک نہ ہو تو اور پوری بدہضمی کی وجہ سے

آں ملالت نے ز تکرارِ کلام
وہ تنگدلی ہے، نہ کہ کلام مکرر ہونے سے

چوں ز دُکان و مکیس و قیل و قال
کیوں دکان اور بھاؤ کی کھینچ تان اور بک بک سے

در فریب مردمت ناید مَلال
جو لوگوں کو فریب دینے میں ہے تنگدلی نہیں ہوتی؟

بَر یکے روز ست و بَر دیگر چو شب
ایک پر دن ہے اور دوسرے پر رات کی طرح

بَر یکے عیش ست و بَر دیگر تعب
ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تھکن

---

[1] ہر جمادے: سنگریزے، کنکر کو پتھر سلام کرتے تھے۔ کتب۔ یہ بھی پتھر ہیں سونوں کیلئے گواہی دینگے بارہا۔ یہ مضمون کہ ایک چیز کے مختلف اثرات ہیں میں کئی بار بیان کر چکا ہوں لیکن میری سیری نہیں ہوتی ہے اسی لئے اس مضمون میں نکھار ہے۔

[2] خوردی۔ تم روٹی بار بار کھاتے ہو اس سے تم میں کوئی ملال پیدا نہیں ہوتا۔ در تو جوعے تمہاری خواہش تمہیں روٹی سے ملال نہیں ہونے دیتی۔ ہر کرا۔ غرضیکہ ملال کا سبب کسی چیز کی تکرار نہیں ہے بلکہ اُس چیز کی خواہش نہ ہونا ہے۔

[3] لذت۔ کھانے کی لذت کا مدار خواہش پر ہے بھوک ہو تو جَو کی روٹی پلاؤ قورمہ ہے ورنہ پلاؤ قورمہ سے بھی ملال پیدا ہوگا۔ یکیس۔ یعنی بھاؤ میں کھینچ تان۔ بہ یکے۔ پھر مولانا نے وہی مضمون شروع فرمایا کہ ایک چیز کے مختلف اثرات ہیں۔

بر یکے محبوب و بر دیگر عدو
ایک پر دوست ہے اور دوسرے پر دشمن

بر یکے آبست و بر دیگر چو خوں
ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون کی طرح

بر یکے حلوا و بر دیگر چو سم
ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر زہر کی طرح

بر یکے جسم ست و بر دیگر چو روح
ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر روح جیسے

بر یکے تیر ست و بر دیگر کماں
ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان

چوں زغیبت واکل لحم مردماں
کیوں غیبت اور لوگوں کا گوشت کھانے سے

شعرہا در عشقِ قحبہ گفتہ تو
تو نے رنڈی کے عشق میں بہت سے شعر کہے

مدحہا در صیدِ شحنہ گفتہ تو
تو نے شحنہ کا شکار کرنے میں بہت تعریفیں کیں

بارِ آخر گویش سوزاں و چست
تو پھر اس کو دوسری بار گرم اور چست ہو کر کہنا؟

دردِ داروئے کہن را نو کند
درد، پرانی دوا کو نیا بنا دیتا ہے

کیمیائے نو کند درد ہا ست
درد، نئی کیمیا بنانے والے ہیں

ہیں مزن تو از ملولی آہِ سرد
تو شرمندگی سے ٹھنڈی آہ نہ بھر

خادعِ درد اند درمانہائے ژاژ
بیہودہ معالجے درد کو دھوکہ دینے والے ہیں

بر یکے راح ست و بر دیگر کدو
ایک پر شراب ہے دوسرے پر کدو

بر یکے اعجاز و بر دیگر فسوں
ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر جادو

بر یکے سنگ ست و بر دیگر صنم
ایک پر پتھر ہے اور دوسرے پر بت

بر یکے حبس ست و بر دیگر فتوح
ایک پر قید ہے دوسرے پر فتوحات

بر یکے نان ست و بر دیگر سناں
ایک پر روٹی ہے اور دوسرے پر بھالا

شصت سالت سیری نامد ازاں
ساٹھ سال میں تجھے اس سے سیری حاصل نہیں ہوئی؟

بے ملالت ہمچو گل بشگفتہ تو
بغیر ملال کے تو پھول کی طرح کھلا رہا

بے ملولی بارہا بشگفتہ تو
بغیر ملال کے تو بارہا شگفتہ رہا

گرم تر صد بار از بارِ نخست
پہلی بار سے، سو گنا گرم ہو کر

در دہر شاخِ ملولے خو کند
درد ہر شاخ کو کاٹ دیتا ہے

کو ملولی آں طرف کہ درد خاست
وہاں شرمندگی کہاں ہے جہاں درد اٹھا؟

درد جو و درد جو و درد درد
درد کی تلاش کر اور درد کی تلاش کر اور درد، درد

رہزنند و زرستاناں رسم باژ
ڈاکو ہیں اور خراج کے طریقہ پر زر وصول کرنے والے ہیں

---

۵۱ راح شراب۔ کدو جس میں شراب بھر کر رکھتے ہیں۔ سنگ۔ پتھر معمولی چیز ہے۔ صنم۔ بت کی عبادت کرائے ہیں۔ چونکہ زغیبت۔ انسان غیبت کرتا ہے جو دوسروں کا گوشت کھانا ہے اس سے انسان ملول نہیں ہوتا چونکہ اس کی رغبت ہے۔ قحبہ۔ زانیہ۔ شحنہ۔ حاکمِ شہر کا۔

۵۲ آماخ۔ اس طرح کے اشعار تو مکرر کہتا ہے اور تکرار میں تیرا جوش اور شوق بڑھتا رہتا ہے۔ تو نے جب درد اٹھایا ہے تو وہی دوا پہلے بار ہا پی چکا ہے۔ خوانطلع۔

۵۳ ہیں مزن۔ جس طرح ظاہری درد پرانی دوا کو نیا بنا دیتا ہے اور انسان شرمسار سے ملول نہیں ہوتا اسی طرح تو نصیحت کی باتوں سے ملول ہو کر ٹھنڈی آہیں نہ بھر بلکہ اپنے دل میں آخرت کا درد پیدا کر۔ خادع۔ چونکہ آخرت کا درد بزرگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے تو مولانا بناوٹی بزرگوں سے بچنے کی نصیحت کرتے ہیں کہ ان کی صحبت درد پیدا کرنے کا دھوکہ ہے۔

آبِ[1] شورے نیست درمانِ عطش — وقتِ خوردن گرنماید سرد و خوش
کھاری پانی پیاس کا علاج نہیں ہے — اگرچہ پینے کے وقت ٹھنڈا اور اچھا لگے

لیک خادع گشت و مانع شد ز جست — زاب شیریں کز وصد سبزہ رُست
لیکن وہ دھوکہ دینے والا اور مانع بنگیا — میٹھے پانی کے جس سے سیکڑوں سبزے اُگتے ہیں

ہمچنیں ہر زرِ قلبے مانع ست — از شناسِ نقدِ زر ہر جا کہ ہست
اِسی طرح ہر کھوٹا سونا مانع ہے — کھرے کی پہچان ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو

بال و پرّت را بہ تزویرے بُرید — کہ مُرادِ تو منم گیر اے مُرید
اُس نے مکاری سے تیرے بال و پر کاٹ دیئے — کہ اے مُرید! میں تیری مراد ہوں لے لے

گفت[2] دردت چیستم و خود درد بود — باطنًا خار و بظاہر ورد بود
اس نے کہا میں تیرا درد ہوں تو نکا اور وہ خود درد تھا — باطن میں کانٹا اور بظاہر پھول تھا

روز درمانِ دروغیں می گریز — تا شود دردت مُطیّب مُشک بیز
جا، جھوٹے علاج سے بھاگ — تاکہ تیرا درد پاکیزہ اور مشک کی خوشبو دینے والا بنجائے

گفتنِ عنّس خوابِ خود را با غریبِ مسکین و نشانِ گنج دادن ہم در خواب او
کوتوال کا مسکین پردیسی سے اپنا خواب بیان کرنا اور اسی کے گھر میں خزانہ کا پتہ دینا

گفت نے دُزدی تو و نے فاسقی — مردِ نیکی لیک گول و احمقی
اُس نے کہا نہ تو چور ہے نہ بدکار — تو نیک انسان ہے لیکن بیوقوف اور احمق ہے

بر[3] خیالِ خواب چندیں رہ کنی — نیست عقلت را تسوئے روشنی
خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ طے کرتا ہے — تیری عقل میں ایک دھڑی روشنی نہیں ہے

بر خیالے اینچنیں راہِ دراز — پیش گیری از سرِ جہل و نز آز
ایک خیال پر ایسا لمبا راستہ — تو نادانی اور لالچ کی وجہ سے اختیار کرتا ہے

بارہا من خواب دیدم مُستمر — کہ بہ بغداد ست گنجے مُستتر
میں نے مسلسل کئی بار خواب دیکھا ہے — کہ چھپا ہوا خزانہ بغداد میں ہے

در فلاں کوی و فلاں خانہ دفیں — بُود آں خود نامِ خانہ و کوئے ایں
فلاں کوچہ اور فلاں گھر میں دفن ہے — وہ خود اُس کے گھر کا اور کوچہ کا نام تھا

ہست در خانہ فلانے رو بجو — نامِ خانہ و نامِ او گفت آں عدو
وہ فلانے گھر میں ہے جا تلاش کر — اُس دشمن نے گھر کا اور اُس کا نام بتادیا

[1] آبِ شورے جس طرح کھاری پانی سے پیاس نہیں بجھتی ہے اِسی طرح غلط صحبتوں سے مقصود حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ہمچنیں جس طرح اِن دھوکے باز پیروں میں پھنس کر انسان صحیح پیر سے محروم ہوجاتا ہے اِسی طرح کھوٹے سکے کھروں سے راکاوٹ ڈالتے ہیں۔ بال و پرّت۔ وہ صحیح بزرگوں تک تیری پرواز کو ختم کردیتے ہیں۔

[2] گفت۔ وہ جھوٹا پیر کہتا ہے کہ میں تیرے درد کا علاج ہوں حالانکہ وہ علاج کیا ہوتا خود درد ہے۔ تا خود۔ تیری اِس طلب کے بہتر اثرات رونما ہوں۔

[3] بر خیال۔ اُس کوتوال نے اُس پردیسی سے کہا کہ بات تو تیری سچی ہے لیکن تو احمق اور بیوقوف ہے کہ ایک خواب و خیال پر بغداد سے مصر پہنچا۔ بارہا۔ میں نے متعدد بار خواب میں دیکھا کہ وہ خزانہ بغداد میں ہے۔ در فلاں۔ اور اُس کوتوال نے اُس خزانہ کا پورا پتہ بتادیا۔ بُود۔ جہاں کا اُس نے پتہ بتایا وہ خود اُس پردیسی کے کوچہ اور گھر کا پتہ تھا۔ آں عدو۔ کوتوال

دیدہ[1] ام خود بارہا ایں خواب من
میں نے خود بارہا یہ خواب دیکھا ہے
کہ بہ بغداد ست گنجے در وطن
کہ وطن میں، بغداد میں ایک خزانہ ہے

ہیچ من از جا نرفتم زیں خیال
میں اس خیال سے کبھی جگہ سے نہ ہلا
تو بیک خواب بے بیانی بے ملال
تو بغیر ملال کے ایک خواب کی وجہ سے پیدا کیا

خواب احمق لائق عقل ویست
بیوقوف کا خواب اس کی عقل کے مناسب ہے
ہمچو اُو بے قیمت ست و لاشیٔ ست
اسی کی طرح بے قیمت اور ہیچ ہے

خواب زن کمتر ز خواب مرد داں
عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم سمجھ
از پئے نقصانِ عقل و ضعفِ جاں
عقل کی کمی اور جان کی کمزوری کی وجہ سے

خواب[2] ناقص عقل و گول آید کساد
ناقص عقل والے اور احمق کا خواب کھوٹا ہوتا ہے
پس ز بے عقلی چہ باشد خواب باد
تو بے عقلی سے کیسا خواب ہوگا ؟ ہوا

گفت با خود گنج در خانہ من ست
اس نے اپنے آپ سے کہا خزانہ میرے گھر میں ہے
پس مرا آنجا چہ فقر و شیون ست
پھر مجھے اس جگہ کیا افلاس و شکوہ ہے!

بر سر گنج از گدائی مُردہ ام
میں خزانہ کے اوپر بیٹھا ہوا بھکاری پن سے مردہ ہوں
زانکہ اندر غفلت و در پردہ ام
کیونکہ میں غفلت میں اور پردے میں ہوں

زیں بشارت مست شد دروش نماند
وہ اس خوشخبری سے مست ہوگیا اس کا درویشہ رہا
صد ہزار الحمد زیر لب بخواند
لاکھوں الحمد آہستہ آہستہ پڑھیں

گفت[3] بد موقوف ایں لُت لوت من
اس نے کہا میرا لذیذ کھانا اس لذت پر موقوف تھا
آب حیواں بود در حانوت من
آب حیات میری دکان میں تھا

رو کہ بر لوت شگرفے برزدم
چل، کہ میں نے عجیب مزیدار کھانے پر ہاتھ مارا،
کوری آں دہم کہ مفلس بدم
اس دہم کے اندھے پن پر کہ میں مفلس تھا

خواہ احمق دان و خواہی عالمم
تو مجھے خواہ احمق سمجھ اور خواہ عقلمند
یافتم ہر چہ کہ می خواہد دلم
جو کچھ میرا دل چاہتا تھا میں نے پا لیا

خواہ احمق داں مرا خواہی فرو
تو مجھے خواہ احمق سمجھ، خواہ کمتر
آں من شد ہر چہ می خواہی بگو
وہ میری ملکیت ہوگیا تو جو چاہے کہہ

من مُرادِ خویش دیدم بے گماں
یقیناً میں نے اپنی مُراد دیکھ لی
ہر چہ خواہی گو مرا اے بد دہاں
اے بدزبان! تیرا جو جی چاہے مجھے کہہ لے

---

[1] دیدہ ام۔ میں نے یہ خواب بارہا دیکھا ہے لیکن میں اپنی جگہ سے نہ ہلا اور بغداد کی راہ نہ لی۔ تو بیک۔ تیری یہ حماقت ہے کہ ایک خواب پر دوڑ پڑا۔ خواب۔ جیسا تو بے عقل ہے، تیری خواب بھی ایسی ہی ہے۔

خواب زن۔ اسی لئے عورت کی خواب اتنی صحیح نہیں ہوتی جیسی کہ مرد کی ہوتی ہے چونکہ عورت کی عقل ناقص ہے۔

[2] خواب ناقص عقل۔ جب ناقص عقل کی خواب بھی قابل بھروسہ نہیں تو بے عقل کی خواب تو محض ہوائی ہوگی۔ گفت پردیسی نے کوتوال کی خواب سنی کر اپنے آپ سے کہا کہ جب خزانہ خود میرے گھر میں ہے تو میں یہاں فقر اور شکوے کی حالت میں کیوں گھوم رہا ہوں۔ زانکہ۔ یہ سب کچھ میری غفلت کا نتیجہ ہے۔ دروش۔ سفر کی تکلیف یا کوتوال کی مار کا درد۔

[3] گفت بد۔ اس نے دل میں سوچا کہ خزانہ کو جانا کوتوال کی مار پر موقوف تھا۔ آب حیواں۔ یعنی خزانہ۔ خواہ احمق۔ اس نے دل ہی دل میں کوتوال کو کہا۔ فرو۔ کمتر۔ اے بد دہاں۔ یعنی کوتوال جس نے اسکو احمق اور بیوقوف کہا تھا۔

تو مرا پُر دَرد[1] گو اے محتشم — پیشِ تو پُر دَرد و پیشِ خود خوشم

اے معزز! تو مجھے مریض کہہ — میں تیرے نزدیک مریض اور اپنے نزدیک بھلا ہوں

وایِ گر برعکس بُودے ایں مطا — پیشِ تو گلزار و پیشِ خویش خار

افسوس ہوتا اگر یہ مقام برعکس ہوتا — تیرے نزدیک گلزار اور اپنے نزدیک کانٹا ہوتا

با فقیرے گفت روزے یک خسے — کہ ترا ایں جا نمی داند کسے

ایک کمینے نے ایک روز ایک فقیر سے کہا — کہ تجھے یہاں کوئی نہیں جانتا

گفت اُو گر می نداند عامیم — خویش را من نیک می دانم کیم

اس نے کہا، اگر عام آدمی مجھے نہیں جانتا — میں اپنے آپ کو خوب جانتا ہوں کہ میں کون ہوں

وایِ[2] گر برعکس بُودے دَرد و ریش — اُو بُدے بینایِ من من کورِ خویش

افسوس ہوتا اگر درد اور زخم الٹا ہوتا — وہ مجھے دیکھنے والا ہوتا، میں اپنے بارے میں اندھا ہوتا

احمقم گیر احمقم من نیک بخت — بخت بہتر از لجاج و دُردیِ سخت

تو مجھے احمق فرض کر، میں نیک بخت احمق ہوں — چمٹا پن اور تُرشروئی سے نصیب بہتر ہے

ایں سخن بر وفق ظنّت می جہد — ورنہ بختم دادِ عقلم می دہد

یہ بات تیرے گمان کے مطابق نکل رہی ہے — ورنہ میرا نصیبا میری عقل کی داد دے رہا ہے

بازگشتنِ آں مَرد شادماں و مُرادیافتہ و شکر گویاں و سجدہ کُناں و

اُس شخص کا خوش خوش اور مُراد حاصل کرکے اور شکر ادا کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے

حیراں در غرائبِ اشارتِ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ و ظہورِ تاویلات

اور اللہ تعالیٰ کے اشاروں کے عجائب میں حیران واپس لوٹنا اور اُن کی تاویلات کا ظہور

آں بر وجہیکہ ہیچ عقلے و فہمے آں جا نرسد

طریقہ پر ظاہر ہونا کہ کوئی عقل اور سمجھ وہاں نہیں پہنچتی ہے

[3] بازگشت از مصر تا بغداد او — ساجد و راکع ثنا گو شکر گو

وہ مصر سے بغداد واپس لوٹا — سجدہ اور رکوع کرتے ہوئے تعریف کرتے ہوئے شکر ادا کرتے ہوئے

جملہ رہ حیران و مست او زین عجب — زانعکاسِ روزی راہِ طلب

وہ سارا راستہ حیران اور مست اس عجیب بات سے — طلب کے راستہ اور روزی کے برعکس ہونے سے

کز کجا امیدوارم کردہ بُود — وز کجا افشاند بر من سیم و سُود

کہ مجھے کہاں کا امیدوار کیا تھا؟ — اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار کیا؟

[1] پُر دَرد یعنی حماقت کا مریض۔ فا آمی۔ ہاں اگر تیرے سامنے اچھا ہوتا اور خود مریض ہوتا تو افسوس کی بات تھی۔ با فقیرے۔ اسکی یہ مثال ہے کہ کسی نے ایک درویش کو یہ کہا کہ یہاں تجھے کوئی نہیں جانتا۔ گفت اُس درویش نے جواب دیا کہ اگر مجھے عوام الناس نہ جانیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، میں اپنے آپ کو جانتا ہوں کہ اللہ نے مجھے کیا کمالات دیئے ہیں۔

[2] وایِ۔ ہاں اگر معاملہ برعکس ہوتا کہ لوگ مجھے سب کچھ جانتے اور میں کچھ نہ ہوتا تو افسوس کی بات تھی۔ لجاج ہٹ دھرمی میں جھگڑا اور تُرشروئی برداشت کرنی پڑتی ہے ورنہ۔ اپنی بیوقوفی کو تیرے قول کے مطابق تسلیم کر رہا ہوں ورنہ نصیب بتا رہا ہے کہ میں عقلمند ہوں۔

[3] بازگشت۔ کو تو اس سے خواب سُننے کے بعد وہ بغداد کی جانب واپس ہوا شکر ادا کر رہا تھا شکرانہ کی نفلیں پڑھ رہا تھا اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کر رہا تھا۔ مُسکرا رہا۔ وہ واپسی میں راستہ بھر حیران رہا کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں کا امیدوار بنایا اور کہاں مقصد برآر فرمایا۔ کجا یعنی مصر۔ جا یعنی بغداد۔

این[1] چہ حکمت بُود کاں قبلہ مُراد — کردم از خانہ بُروں گمراہ و شاد

یہ کیا حکمت تھی کہ اُس قبلۂ حاجت نے — مجھے گمراہ اور خوش کر کے گھر سے نکالا؟

تا شتاباں در ضلالت می شُدم — ہر دم از مطلب جُدا تر می بُدم

جتنی کہ میں گمراہی میں تیزی دوڑا — ہر لحظہ مقصد سے زیادہ دُور ہوتا جاتا تھا

باز آں عین ضلالت را بجُود — حق وسیلت کرد اندر رُشد و سُود

پھر بعینہٖ اُس گمراہی کو بخشش سے — اللہ (تعالیٰ) نے ہدایت اور نفع کا وسیلہ بنایا

گمرہی را منہج ایماں کُند — کژ روی را مقصدِ احساں کُند

وہ گمراہی کو ایمان کا راستہ بنا دیتا ہے — وہ کج روی کو اخلاص کا مقصد بنا دیتا ہے

تا نباشد ہیچ محسُن بے وَجا — تا نگردد ہیچ خائن بے رَجا

تاکہ کوئی نیکوکار بے خوف نہ ہو — تاکہ کوئی خیانت کرنے والا ناامید نہ ہو

اندرونِ[2] زہر تریاق آں خفی — کرد تا گوید ذُو اللُّطفِ الخفی

اُس نے زہر کے اندر تریاق کو مخفی — کر دیا تاکہ اُس کو چھپی مہربانی والا کہیں

نیست مخفی در نماز آں مکرُمت — در گنہ خِلعت نہد آں مغفرت

نماز میں وہ کرم مخفی نہیں ہے — وہ گناہ میں مغفرت کی خلعت رکھ دیتا ہے

مُنکراں را قصد از ذلِ ثقات — ذُل شُدہ عزّ و ظہورِ معجزات

منکروں کا مقصد، ثقہ لوگوں کو ذلیل کرانا تھا — ذلت، عزت اور معجزوں کا ظہور بن گئی

قصدِ[3] شاں نہ انکارِ دُلِ دیں بُدہ — عینِ ذُل عزِّ رسُولاں آمدہ

اُن کے انکار کا مقصد دین کی ذلت تھا — ذلت بعینہٖ رسولوں کی عزت بن گئی

گر نہ انکار آمدے از ہر بدے — معجز و برہاں چرا نازل شدے

اگر ہر بُرے کی جانب سے انکار نہ ہوتا — معجزہ اور دلیل کیوں نازل ہوتی؟

تا نگردد خصم تو مصداق خواہ — کے کُند قاضی تقاضائے گواہ

جب تک تیرا مخالف (زبردست) تصدیق کا خواہشمند نہ ہو — قاضی گواہ کا تقاضا کب کرتا ہے؟

معجزہ ہیچوں گواہ آمد زکی — بہرِ صدق مُدّعی در بیشکی

معجزہ عادل گواہ کی طرح ہے — شک رفع کرنے میں تعدیل کی سچائی کے لئے

---

[1] این۔ اس میں کیا حکمت تھی کہ مجھے دشمن سے بے خبر اور خزانہ کے خلاف رہنمائی کردی جس پر میں خوشی سے دوڑ رہا تھا اور میرا جو قدم منصہ کی جانب اُٹھتا تھا میں خزانہ سے دُور ہو رہا تھا۔ بایں ہمہ اسی میری گمراہی کو کامیابی کا ذریعہ بنا دیا۔ سعی کی تو ان کے ہاتھوں پٹا اور وہی کو توال مقصد کا وسیلہ بن گیا۔ گمرہی۔ چونکہ خزانہ گمان کے خلاف حاصل ہوا اب اللہ تعالیٰ کے بعض اسی طرح کے تصرفات کا ذکر فرماتے ہیں تاکہ انسان کا خدا پر بھروسہ بڑھے اور وہ اسباب کو مستقل نہ سمجھے۔ اللہ تعالیٰ بسا اوقات انسان کی گمراہی کو ایمان کا سبب بنا دیتا ہے اور احسان عبادت کے نتیجہ میں انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ تا نباشد۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ کوئی عباد تکبر خوفِ خدا سے خالی نہ رہے اور کوئی بدکار رحمت سے مایوس نہ ہو۔

[2] اندرون۔ برائی میں بھلائی کو اس لئے مخفی کیا ہے تاکہ اس کے اسم ذُو اللُّطفِ الخفی کا مظہر سامنے آتا رہے۔ عباد تکبر کو بخشنا اللہ کا مخفی لطف نہیں ہے۔ وہ تو گنہگار کو مغفرت سے نوازنا لطفِ خفی ہے منکروں۔ عجائب قدرت میں سے یہ بھی ہے کہ منکروں کا انکار سے مقصد انبیاء کو ذلیل کرنا ہوتا ہے لیکن اس سے اُنکی عزت اور بڑھ جاتی ہے اور ان کے معجزے ظاہر ہوتے ہیں جس سے انبیاء کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ [3] قصد شاں۔ اُن منکروں کا قصد تو یہ تھا کہ انکے انکار سے دین کی ذلت ہو جائے لیکن یہی چیز اُنکی عزت کا سبب بن گئی۔ گر نہ انکار۔ اگر منکروں کا انکار نہ ہوتا تو معجزوں کی ضرورت نہ ہوتی۔ تا نگردد معجزے اور رسول کی صداقت کے گواہ ہیں۔ اگر دشمن

طعنہ[1] چوں می آمد ز ہر ناشناخت
ہر نہ پہچاننے والے کی جانب سے جب طعنہ آتا تھا

معجزہ می داد حق و می نواخت
حق (تعالیٰ) معجزہ دیتا تھا اور نوازتا تھا

مکر آں فرعون سیصد تو بدہ
اُس فرعون کا مکر تین سو تہوں کا تھا

جملہ ذُلّ اُو و قمع اُو شدہ
وہ سب اُس کی ذلت اور (قلع) قمع بنا

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد
وہ اچھے اور بُرے ساحر حاضر لایا

تا کہ جرح معجزہ موسیٰؑ کند
تاکہ (حضرت) موسیٰؑ کے معجزہ پر جرح کرے

تا عصا را باطل و رسوا کند
تاکہ عصا کو باطل اور رسوا کرے

اعتبارش را ز دلہا بر کند
اُس کے اعتبار کو دلوں سے دُور کرے

عینِ آں مکر آیتِ موسیٰؑ شدہ
وہ مکر عینہٖ (حضرت) موسیٰؑ کا معجزہ بنا

اعتبارِ آں عصا بالا شدہ
اُس عصا کا اعتبار (دو) بالا ہو گیا

لشکر[2] آرد اُو بگہ تا حولِ نیل
وہ صبح کو نیل کے گرد لشکر لاتا ہے

تا زند بر موسیٰؑ و قومش سبیل
تاکہ (حضرت) موسیٰؑ اور اُنکی قوم کی رہزنی کرے

ایمنیِ اُمتِ موسیٰؑ شود
وہ (حضرت) موسیٰؑ کی قوم کا اُمن بن جاتا ہے

او بتحت الارض و ہامون در رود
وہ زمین اور جنگل کے نیچے چلا جاتا ہے

گر بمصر اندر بُدے اُو نامدے
اگر وہ مصر کے اندر ہوتا، نہ آتا

وہم از سبطی کُجا زائل شدے
سبطی سے وہم کہاں مٹتا؟

آمد و در سبط افگند اُو گداز
وہ آیا اور اُس نے سبطیوں میں خوف ڈالا

کہ بداں کہ اَمن در خوف ست راز
تاکہ جان لے کہ امن خوف میں مخفی ہے

ایں[3] بُود لُطفِ خفی کُو را صمد
لطفِ خفی یہ ہے کہ اُس کو اللہ (تعالیٰ)

نار بنماید خود آں نورے بُود
آگ دکھادے، وہ خود نور ہو

نیست مخفی مُزد دادن در تُقا
پرہیزگاری میں اجر دینا مخفی نہیں ہے

ساحراں را اَجر بیں بعد از خطا
غلطی کے بعد جادوگروں کے اَجر کو دیکھ

نیست مخفی وصل اندر پرورش
پرورش میں وصل مخفی نہیں ہے

ساحراں را وصل داد او در بُرش
اُس نے قطع (بُرید) میں ساحروں کو وصل عطا فرمایا

---

[1] طعنہ۔ اُن منکروں کے طعنوں کی بدولت معجزوں کا ظہور ہوا۔ مگر اسی طرح فرعون کا مکر بھی اُلٹا ہو گیا۔ ساحراں۔ اُس نے جادوگروں کو اس لئے جمع کیا تھا تاکہ وہ موسیٰؑ کے معجزے پر جو بمنزلہ گواہ کے تھا جرح کر کے اُس کی صداقت کو باطل کر دیں اور وہ معتبر گواہ نہ رہے۔ عینِ آں۔ لیکن یہی مکر اُلٹا ہو گیا حضرت موسیٰؑ کا گواہ اور زیادہ معتبر ثابت ہوا اور عصا کی عدالت صداقت دوبالا ہو گئی۔

[2] لشکر آرد۔ حضرت موسیٰؑ اور اُن کے ساتھی سبطیوں کے تعاقب میں فرعون مصر سے نکلا تاکہ اُن کی رہزنی کرے ایمنی۔ لیکن یہ حرکت نتیجہ میں سبطیوں کے لئے بہت اطمینان ہو گئی اور وہ دریا میں غرق ہو کر زمین کے نیچے پہنچ گیا۔ گر بمصر۔ اگر وہ مصر میں رہتا تو سبطیوں کو پورا اطمینان نہ ہوتا بلکہ ڈرتے رہتے کہ کسی وقت حملہ کر دے گا۔ آمد۔ وہ فرعون سبطیوں کے تعاقب میں نکلا تاکہ اُن کو خوفزدہ کرے نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود غرق ہو گیا اور سبطی مطمئن ہو گئے یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ جان لیا جائے کہ امن خوف میں پوشیدہ ہے۔

[3] ایں بُود۔ لطفِ خفی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ کو نار میں نور دکھلا دیا۔ نیست۔ عبادت گزاروں کو اجر دینا لطفِ خفی نہیں ہے لطفِ خفی تو یہ ہے کہ فرعون کے جادوگر آئے مقابلہ کرنے کے لئے اور اُن پر مہربانی ہو گئی اور وہ مومن بن گئے۔ پرورش۔ ظاہری انعامات میں لطفِ خفی نہیں ہے لطفِ خفی تو یہ ہے کہ ساحروں کے ہاتھ پاؤں کٹوائے۔

نیست مخفی[1] سیر با پائے رَوا
چلتے پاؤں کے ہوتے ہوئے چلنا مخفی نہیں ہے

ساحراں رایَسر ہیں در قطعِ پا
جادوگروں کا چلنا، پاؤں کٹنے میں دیکھ

عارفاں زانند دائم آمنوں
عارف اسی لئے ہمیشہ امن میں ہیں

کہ گذر کردند از دریائے خوں
کیونکہ وہ خون کے دریا کو پار کر گئے

اَمنِ شاں از عینِ خوف آمد پدید
لاجرم باشند ہر دم در مزید

اُن کا امن بعینہٖ خوف سے ظاہر ہوا ہے
لامحالہ وہ ہر وقت ترقی میں رہتے ہیں

اَمن دیدی گشتہ در خوفے خفی
خوف ہیں ہم درامیدے اے صفی

تو نے وہ امن دیکھ لیا جو خوف میں مخفی ہے
اے برگزیدہ! تو خوف کو بھی امن میں دیکھ لے

آں اَمیر از مکر بر عیسےٰؑ تنند
عیسیٰؑ اندر خانہ رُو پنہاں کُنند

وہ امیر مکر سے (حضرت) عیسیٰؑ کے درپے ہوتا ہے
(حضرت) عیسیٰؑ گھر میں منہ چھپا لیتے ہیں

اَندر آید تا شود اُو تاجدار
خُود ز شبہ عیسیٰؑ آمد تا جدار

وہ اندر آجاتا ہے تاکہ وہ تاجدار بنے
وہ خود (حضرت) عیسیٰ کی مشابہت سے سولی پر چڑھتا ہے

ہیں[2] میا ویزید، مَن عیسیٰؑ نیَم
من اَمیرم بر جہوداں، خوش بیَم

خبردار مت لٹکاؤ، میں عیسیٰؑ نہیں ہوں
میں یہودیوں کا حاکم ہوں میں وہ ہوں جو بالکل تلوار ہوں

زُود ترش بردار آویزید کُو
عیسیٰؑ ست از دستِ ما تخلیص جو

اُس کو بہت جلد سولی پر لٹکاؤ، کیونکہ وہ
عیسیٰؑ ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے

چند لشکر میرود تا بر خورد
برگِ اُو برگرد دو بر سر خورد

چند لشکر جاتے ہیں تاکہ نفع اٹھائیں
اُن کا سامان الٹ جاتا ہے اور سر پر مار کھاتے ہیں

چند باز رگاں رود بر بوئے سُود
عید پندارد بسوزد ہمچو عُود

بہت سے تاجر نفع کی اُمید پر جاتے ہیں
عید سمجھتے ہیں، عود کی طرح جلتے ہیں

چند[3] در عالم بُود در عکس ایں
زہر پندارد بُود آں انگبیں

بہت سی مرتبہ دنیا میں اِس کا اُلٹا ہوتا ہے
زہر سمجھتا ہے، وہ شہد ہوتا ہے

بس سپہ بنہاد دل بر مرگِ خویش
روشنیہا و ظفر آید بہ پیش

بہت سے سپاہی ہیں کہ جنھوں نے مرنے کی ٹھان لی
انکو روشنیاں اور فتح پیش آجاتی ہیں

اَبرہہ با پیل بہر دُلِّ بیت
آمد تا اَفگند حیٔ را چو میت

اَبرہہ ہاتھی کے ساتھ بیت (اللہ) کو ذلیل کرنے کے لئے
آیا تاکہ زندہ کو مُردہ کی طرح گرادے

---

[1] مخفی۔ الٹے پاؤں کے ہوتے ہوئے چلنا کوئی مخفی امر نہیں ہے مخفی وہ سیر ہے جو فرعون کے ساحروں کو بغیر الٹے پاؤں کے حاصل ہوئی۔ عارفاں۔ عارف چونکہ ہر قسم کے خطرات سے گذر چکے ہیں لہٰذا وہ بالکل اَمن میں ہیں۔ اَمنِ شاں۔ وہ دیکھ چکے ہیں کہ بہت سے خوف کے اسباب سے اُن کو امن حاصل ہوا ہے۔ اَمن دیدی۔ جس طرح اَمن خوف میں مخفی ہوتا ہے اسی طرح خوف بھی اَمن میں مخفی ہوتا ہے۔ آں اَمیر۔ وہ یہودی حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے گیا تاکہ اُنکی جگہ سرداری حاصل کرلے حضرت عیسیٰؑ چھپ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اُنکو حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ بنا دیا ہے۔

[2] ہیں۔ قوم اُنکو حضرت عیسیٰؑ سمجھ کر پکڑتی ہے اور سولی پر چڑھاتی ہے وہ ہر چند یہ کہتا ہے کہ میں عیسیٰؑ نہیں ہوں لیکن کوئی اُس کا یقین نہیں کرتا۔ زُود ترش۔ قوم کہتی ہے کہ یہ عیسیٰؑ ہے یہ بہانہ بنا کر ہم سے چھوٹنا چاہتا ہے بالآخر وہ سولی پر چڑھا دیا جاتا ہے جو فعل اُسنے باعث اَمن سمجھا اُسی میں خوف مخفی تھا چند لشکر۔ لشکر دشمن پر فتح کیلئے حملہ کرتا ہے اور اُسمیں اُسکی سوت مُنہدم ہوتی ہے۔ چند باز رگاں۔ تاجر نفع کیلئے جاتا ہے اور نقصان اُٹھاتا ہے۔

[3] چند در عالم۔ عالم میں بہت سے واقعات ہوئے ہیں کہ انسان اُنکو مُفید سمجھتا ہے اور وہ

تا حریمِ کعبہ را ویراں کُند
تاکہ کعبہ کے حرم کو تباہ کر دے

جُملہ را زانجائے سرگرداں کُند
سب کو وہاں سے پریشان کر دے

تا ہمہ[51] زُوّار گِردِ او تنند
تاکہ سب زیارت کرنے والے اُسکے گرد جمع ہوں

کعبۂ اُو را ہمہ قبلہ کُنند
سب اُس کے کعبہ کو قبلہ بنالیں

وز عرب کینہ کُشد اندر گزند
اور نقصان پہنچا کر عرب سے کینہ نکالے

کہ چرا در کعبہ اُم آتش زنند
کہ وہ کیوں میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں؟

عَینِ سَعیش عِزّتِ کعبہ شُدہ
اُس کی کوشش بعینہٖ کعبہ کی عزت ہو گئی

مُوجبِ اِعزازِ آں بیت آمدہ
وہ اس بیت (اللہ) کے اعزاز کا سبب بن گیا

مکّیاں را عزّ نیکے بُد صمد شُدہ
مکّہ والوں کی ایک عزت تھی سو[52] بن گئی

تا قیامت عزّ شاں مُمتد شُدہ
قیامت تک اُن کی عزت دوام ہو گئی

اُو و کعبہ اُو شُدہ مخسوف تر
وہ اور اُس کا کعبہ زیادہ دھنسا ہوا ہو گیا

از جلیت ایں از عنایاتِ قدر
یہ کیوں ہے؟ تقدیر کی مہربانیوں سے ہے،

از جہازِ اَبرہہ خیلِ عرب
عرب کی جماعت ابرہہ کے سامان کی وجہ سے

گشتہ مُستغنی ز فضّہ وز ذہب
چاندی اور سونے سے بے نیاز ہو گئی

از جہازِ اَبرہہ ہمچوں ددہ
درندے جیسے ابرہہ کے سامان سے

آں فقیرانِ عرب مُنعم شُدہ
وہ عرب کے فقیر دولت مند ہو گئے

از جہازِ اَبرہہ دونِ دَنی
کمترین کمینہ ابرہہ کے سامان سے

ایں فقیرانِ عرب گشتہ غنی
یہ عرب کے فقیر مال دار ہو گئے

اُو گماں بُردہ کہ لشکر می کُشد
اُس نے خیال کیا کہ وہ لشکر لے جا رہا ہے

بہرِ اہلِ بیت اُو زر می کُشد
(حالانکہ) وہ بیت (اللہ) والوں کیلئے سونا لیجا رہا تھا

اندریں[53] فسخِ عزائم دیں ہمم
وہ انہی ارادوں کے فسخ کرنے اور اپنے حوصلوں میں

در تماشا بُود در رہ ہر قدم
راستہ میں ہر قدم پر تماشے میں تھا

خانہ آمد کنج را اُو باز یافت
وہ گھر آگیا، اُس نے خزانہ پالیا

کارش از لُطفِ خدائی ساز یافت
خدا کی مہربانی سے اُس کا کام سازگار ہوا

تا بدانی حِکمتِ فردِ حکیم
تاکہ تو یکتا دانا کی حکمت کو دیکھ لے

ایمنیہا می نہد در خوف و بیم
وہ خوف و خطر میں بہت سے امن پیدا کر دیتا ہے

---

[51] تاہمہ۔ اس کا منشا یہ تھا کہ مکہ کے کعبہ کو ڈھا دے تاکہ سب اُس کے کعبہ کا منہ پھیر کر طواف کیا کریں۔ وزیر عرب نے کعبہ کے بنائے ہوئے کعبہ میں کسی نے پاخانہ کر دیا یا آگ لگا دی تھی اس کے انتقام کے لئے وہ چلا لیکن اُس کا یہ کام جس میں وہ اپنی کامیابی اور مکہ کی تباہی سمجھتا تھا مکہ کے اعزاز کا سبب بن گیا اور مکہ والوں کی قیامت تک عزت کا سبب بن گیا۔

[52] سو۔ ابرہہ اور اُس کا کعبہ نیست و نابود ہو گیا اور جہاز اُس کے لشکر کا اسقدر سامان اور نقد مکہ والوں کے ہاتھ آیا کہ وہ مالدار ہو گئے۔ اُو گماں۔ وہ سمجھا کہ میں مکہ والوں پر لشکر کشی کر رہا ہوں نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مکہ والوں کے لئے دولت لے کر جا رہا ہے۔

[53] اندریں۔ وہ بغداد کی بردیسی مسجد میں اپنے احوال کا تماشا کر رہا تھا۔ خانہ آمد۔ اس نے بغداد میں آکر کوتوال کے خواب کے مطابق گھر کھودا تو اُس کو خزانہ مل گیا۔ تا بدانی۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ اُس کو بتا دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ مضطر بالقلب میں نفع پوشیدہ فرما دیتا ہے۔

یادم[1] آمد قصۂ شہزادگاں — گوش ہوش آور بمن بشنو بیاں

مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آگیا — میری جانب ہوش کے کان لا۔ بیان سن

مکرر کردنِ برادران پند دادنِ برادرِ بزرگ ترا و تاب

بھائیوں کا سب سے بڑے بھائی کو مکرر نصیحت کرنا اور اس کا

ناآوردن پند را از ایشان و شیدا و بیخود رفتن و خود را

اُن کی نصیحت کی تاب نہ لانا اور مجنون اور بے خود ہو کر کھو جانا اور

در بارگاہِ پادشاہ انداختن و دستوری خواستن لیک از

اپنے آپ کو بادشاہ کے دربار میں لے جا ڈالنا اور اجازت چاہنا لیکن محبت اور

فرطِ عشق و محبت نہ از گستاخی ولا ابالی[2]

عشق کی زیادتی کی وجہ سے نہ کہ گستاخی اور لاپروائی سے

بیدل گماں مبر کہ نصیحت کنند قبول — من گوش استماع ندارم لمن یقول

بیدل کے بارے میں گمان نہ کر کہ وہ نصیحت قبول کرے گا — جو شخص کہتا ہے میں اسکے سننے کیلئے کان نہیں رکھتا

آں دو گفتندش کہ اندر جانِ ما — ہست پاسخہا چو نجم اندر سما

اُن دونوں نے اس سے کہا کہ ہمارے دل میں — جوابات ہیں، جس طرح آسمان میں ستارے

گر نگویم آں نیاید راست نرد — ور بگویم آں دلت آید بدرد

اگر وہ ہم نہیں کہتے تو ہماری درست نہیں ہوتی — اور اگر وہ ہم کہتے ہیں تیرا دل دکھتا ہے

ہمچو چغزیم[3] اندر آب از گفتِ الم — وز خموشی اختناقست و سقم

تکلیف دہ بات کہنے میں ہم پانی کے مینڈک کیطرح ہیں — اور چپ رہنے سے گھٹن اور بیماری ہے

گر نگویم آشتی را نور نیست — ور بگویم آں سخن دستور نیست

اگر ہم نہیں کہتے ہیں دوستی میں نور نہیں ہے — اور اگر ہم وہ بات کہتے ہیں تو اجازت نہیں ہے

در زماں[4] بر جست کاے خویشاں وداع — اِنَّمَا الدُّنیَا وَمَا فِیھَا مَتَاع

وہ فوراً کھڑا ہو گیا کہ اے اپنو! رخصت — دنیا اور جو کچھ اس میں ہے محض چند روزہ اسباب ہے

پس بروں جست او چو تیرے از کماں — کہ مجالِ گفت کم بود آں زماں

وہ باہر نکل گیا جیسا کہ تیر کمان سے — کیونکہ اس وقت گفتگو کی گنجائش نہ تھی

اندر آمد مست پیشِ شاہِ چیں — زود مستانہ ببوسید او زمیں

وہ بیخود ہو کر شاہِ چین کے سامنے آیا — اس نے جلدی سے مستانہ وار زمین کو بوسہ دیا

---

[1] یادم۔ اب پھر ان شہزادوں کا قصہ شروع ہوا ہے۔ ان دو دونوں چھوٹے بھائیوں نے بڑے بھائی سے کہا کہ تمہاری ساری تقریر کا ہمارے پاس جواب ہے۔ اگر تجھ کو ہم جواب اگر ہم نہیں دیتے ہیں تو کام خراب ہوتا ہے اور اگر دیتے ہیں تو تم کو تکلیف ہوگی۔

[2] ہمچو۔ مینڈک پانی میں منہ کھول کر بات کرے تو منہ میں پانی بھر جائے بات نہ کہے تو دل گھٹتا رہے گا۔ اگر کہتا ہوں۔ نہ کہنا صلح اور دوستی کے خلاف ہے اور کہنے کی آپ کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔

[3] در زماں۔ بھائی یہی تقریر کر رہے تھے کہ وہ فوراً اٹھ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ یہ دنیا اور اس کی زندگی چند روزہ فائدہ کی ہے بس۔ اللہ تعالیٰ دیا کچھ کہنے کا موقع نہ دیا۔ اندر وہ فوراً شاہِ چین کے دربار میں پہنچا اور زمین بوس ہوا۔

شاہ[1] را مکشوف یک یک حالِ شاں — اوّل و آخر غم و زلزالِ شاں

ان کا ایک ایک حال شاہ پر کھلا ہوا تھا — غم کی ابتدا اور آخر اور اُن کا تذبذب

میش مشغولست در مرعایِ خویش — لیک چوپاں واقفست از حالِ میش

بھیڑ، اپنی چراگاہ میں مشغول ہے — لیکن چرواہا، بھیڑ کی حالت سے واقف ہے

کُلُّکُم راعٍ بد انداز رمہ — کہ علف خوارست و کہ در ملجمہ

تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے یہ کوچے سے جانتا تھا کہ کون ہے — کون گھاس کھانیوالا ہے اور کون لڑائی میں ہے

گرچہ در صورت ازاں صف دور بود — لیک چوں دف در میانِ سور بود

اگرچہ بظاہر اُس صف سے دور تھا — لیکن ڈھنڈورے کی طرح شادی کے درمیان میں تھا

واقف از سوز و لہیب آں وفود — مصلحت آں بد کہ خشک آوردہ بود

وہ اُس گروہ کی سوزش اور لپٹ سے واقف تھا — مصلحت یہ تھی کہ خشک کر رکھا تھا

در میان جانِ شاں بود آں سمی — لیک قاصد کردہ خود را اعجمی

وہ بلند رتبہ اُن کی جان کے درمیان تھا — لیکن قصداً خود کو گونگا بنا رکھا تھا

صورتِ[2] آتش بود پایانِ دیگ — معنیِ آتش بود در جانِ دیگ

آگ کی صورت دیگ کے نیچے ہوتی ہے — آگ کا باطن، دیگ کے اندر ہوتا ہے

صورتش بیروں و معنیٔ اندروں — معنیِ معشوقِ جاں در رگ چو خوں

اُس کی صورت باہر ہے اور باطن اندر ہے — جان کے معشوق کا باطن خون کی طرح رگ میں ہے

شاہزادہ پیشِ شہ زانو زدہ — وہ مُعرّف شارحِ حالش شدہ

شہزادہ بادشاہ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا — مقامی تعارف کرانیوالا اُسکے حال کی شرح کرنیوالا تھا

گرچہ شہ عارف بُد از کُل پیش پیش — لیک میکرد ے مُعرّف کارِ خویش

اگرچہ شاہ بہت پہلے سے سب کچھ جاننے والا تھا — لیکن تعارف کرانیوالا اپنا کام کرتا تھا

در دروں[3] یک ذرہ نورِ عارفی — بہ بُود از صد مُعرّف اے صفی

باطن میں معرفت کے نور کا ایک ذرہ — اے برگزیدہ! سو تعارف کرانے والوں سے بہتر ہے

گوش را رہنِ مُعرّف داشتن — آیتِ محجوبی ست و حَزر و ظن

کان کو تعارف کرانے والے کا گرویدہ رکھنا — پردے میں ہونے اور تخمین اور گمان کی علامت ہے

آنکہ اُورا چشمِ دل شد دید بہا — دید خواہد چشمِ او عین العیاں

جس کے لئے دل کی آنکھ دیکھنے والی ہے — اُس کی آنکھ بالکل معائنہ دیکھے گی

---

[1] شاہ۔ شاہِ چین کہ صاحب باطن تھا اور حکم اُن سب کے حالات بطور کشف معلوم تھے۔ پیش۔ شاہ اور اُنکی یہی حالت تھی جیسے کہ بھیڑ اور اُس کا چرواہا، بھیڑ اپنے کام میں مشغول ہے لیکن چرواہا اُسپر نظر رکھتا ہے اور اُنکی ہر حالت سے واقف رہتا ہے کُلُّکُم الخ۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان راعی ہے اور قیامت میں اُس سے اُس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ راعی چرواہا اپنے گلہ کی حالت سے واقف ہوتا ہے کونسا جانور چر رہا ہے اور کونسا لڑائی میں ہے۔ خشک۔ یعنی زبان پر تالا لگائے ہوئے تھا اور راز نہ کہتا تھا۔ تم۔ بلند یعنی شاہِ چین۔ اعجمی۔ یعنی بے زبان۔

[2] صورتِ آتش۔ دور رہتے ہوئے اُن میں ہونے کی مثال یہ ہے کہ آگ دیگ کے اندر کے کھانے سے دور ہے لیکن اُسکا اثر کھانے کے اندر ہے یعنی روح گویا سر اور معشوق ہے جسم مادی سے علیحدہ چیز ہے لیکن اُسکا اثر رگ رگ میں خون کی طرح جاری ہے۔

[3] دہ مُعرّف۔ وہ شخص جو دربار میں آنیوالے کو اُس کے مناسب مقام پر بٹھا کر بادشاہ سے اُس کا تعارف کراتا ہے۔ لیک۔ تعارف کرانیوالا اپنا منصبی فرض ادا کر رہا تھا۔

[3] در دروں۔ اگر باطن میں عرفان کا ایک ذرہ بھی ہوتا ہے تو اُس سے جو کشف ہوتا ہے وہ کسی بتانیوالے کے اعتبار سے بہت زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ گوش۔ کشف ملنے کے لئے ضروری ہے کہ کان جس کے کہنے پر اعتماد ہو اُس کا گرویدہ ہو۔

باتواتر[1] نیست قانع جانِ اُو
اُس کی جان تواتر پر قناعت کرنیوالی نہ ہوگی

بَل ز چشمِ دل رَسد ایقانِ اُو
بلکہ اُس کا یقین دل کی آنکھ سے پہنچتا ہے

پس مُعرِّف پیشِ شاہِ مُنتخَب
پھر تعارف کرانے والے نے برگزیدہ شاہ کے سامنے

دَر بیانِ حالِ اُو بکشود لب
اُس کے حال کے بیان میں لب کشائی کی

گفت شاہا صیدِ احسانِ تُوَاست
اُس نے کہا، اے بادشاہ! (وہ) تیرے احسان کا شکار ہے

پادشاہی کُن کہ اُو آنِ تُوَاست
شاہی برتیے، کیونکہ وہ آپ کا ہے

دَست در فِتراکِ این دولت زدست
اُس نے اِس سلطنت کے شکار بند کو پکڑ لیا ہے

بر سَرِ سَرمستِ اُو بر مال دست
اُس کے سَرمست سر پر ہاتھ پھیر دیجئے

گفت شہ ہر مَنصبے و مُلکتے
بادشاہ نے کہا جس عہدے اور مُلک کی

کالتماسش ہست یابد آں فتے
اُس کی درخواست ہو وہ نوجوان حاصل کریگا

بیست چنداں مُلک کو شد ناں بری
جس مُلک سے وہ بیزار ہوا ہے اُس کا بیس گنا

بخشمش اینجا و مَن خود بر سَری
میں اسکو اِس جگہ بخشدونگا اور میں خود علاوہ ہوں

گفت[2] تا شاہیت در دے عشق کاشت
اُس نے کہا جب سے آپ کی شاہی نے اِس عشق کو اُگایا ہے

جز ہوائے تو ہوائے کے گذاشت
سوائے آپکی خواہش کے اُس کے کونسی خواہش باقی رہی ہے

بندگی تَش چُناں در خود شُد
آپ کی غلامی ایسی موافق ہوئی ہے

کہ شہی اندر دلِ اُو سَرد شُد
کہ بادشاہی اُس کے دل میں سَرد ہو گئی ہے

شاہی و شہزادگی در باختہ ست
اُس نے شاہی اور شہزادگی سب ہار دی ہے

از پئے تو دَر غریبی ساختہ ست
آپ کی خاطر اُس نے مسافرت سے بناہ کیا ہے

صُوفیے کانداخت خرقہ وَجد دَر
جس صوفی نے وَجد میں گدڑی اُتار پھینکی

کے رَود اُو بر سَرِ خرقہ دِگر
وہ دوسری گدڑی پر کب توجہ کرتا ہے؟

مَیل سُوئے خرقہ دادہ ندم
دی ہوئی گدڑی کی طرف پشیمان اور ندامت

آنچناں باشد کہ مَن مَغبوں شدم
ایسا ہے جیسا کہ میں ٹوٹے میں ہو گیا ہوں

بازدہ[3] آں خرقہ ایں سُو اے قریں
اے ساتھی! اِس گدڑی کو اِدھر واپس دے

کہ نمی ارزید آں یعنی بدیں
کہ وہ اُس کی قیمت کی نہیں ہے

دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش
عاشق سے بعید ہے کہ اُس کو یہ خیال آئے

وَر بیاید خاک بر سَر بایدش
اور اگر آئے تو اُس کے سَر پر خاک چاہیئے

---

[1] تواتر۔ کسی خبر کو بہت سے لوگوں سے سننا۔ باتواتر۔ اگر لوگ کثرت کیساتھ بھی اُسکو خبر دیں وہ قناعت نہیں کرتا بلکہ اُسکو قلبی مشاہدہ سے یقین آتا ہے۔ پس مُعرِّف۔ دربار میں تعارف کرانیوالے نے شہزادہ کا حال بیان کرنا شروع کیا۔

[2] پادشاہی کُن۔ اُس کے ساتھ اپنی شاہی شان کے مطابق معاملہ کیجئے۔ دست۔ وہ آپ سے وابستہ ہو گیا ہے اُس کے سَر پر ہاتھ رکھ دیجئے۔ برسری علاوہ یعنی علاوہ ازیں میں اُس کا ہوں۔

[3] گفت۔ تعارف کرانے والے نے کہا کہ جب سے وہ آپ کے عشق میں مبتلا ہوا ہے بجز آپکے اُسکے دل میں کوئی خواہش باقی نہیں رہی شاہی کے اپنے مُلک کی شاہی اور شہزادگی چھوڑ کر آپ کی خاطر غریب الوطن بنا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح اُس شہزادے نے سلطنت کی گدڑی اُتار پھینکی اور پھر اُس کو واپس لینے کو تیار نہ ہوا اسی طرح صوفی جب وجد میں کہ اپنی گدڑی اُتار کر پھینکدیتا ہے تو وہ کوئی گدڑی لینا پسند نہیں کرتا بجز اگر وہ اُتاری ہوئی گدڑی کی خواہش کرے اور پھینکدینے پر نادم ہو تو اسکے یہ معنی ہونے کہ وہ وجد کے عوض گدڑی دے ڈالنے میں پشیمان ہے سمجھا۔

[4] بازدہ۔ اگر صوفی اُتاری ہوئی گدڑی پر افسوس کرے تو

عشق[1] اَرزد صد چو خرقہ کالبد
عشق اِس جسم کی تو گدڑیوں کی قیمت کا ہے

کہ حیاتے دارد و حِس و خرد
جو زندگی اور حِس اور عقل رکھتا ہے

خاصہ خرقہ مُلکِ دنیا کا برست
خصوصاً دنیا کی سلطنت کی گدڑی جو ناقص ہو

پنج دانگ ہستیش دردِ سر ست
اُس کی پانچ کوڑی کی ہستی دردِ سر ہے

مُلکِ دنیا تن پرستاں را حلال
دنیا کی سلطنت تن پرستوں کے لئے حلال ہے

ما غلامِ مُلکِ عشقِ بے زوال
ہم تو عشق کی لازوال سلطنت کے غلام ہیں

عاملِ عشق ست معزولش مکن
وہ عشق کا عہدیدار ہے اُس کو معزول نہ کیجئے

جُز بعشقِ خویش مشغولش مکن
اُس کو اپنے عشق کے سوا مشغول نہ کیجئے

منصبے کانکم زرُویت مُحجب ست
وہ عہدہ جو مجھے آپ کے دیدار سے روکنے والا ہے

عینِ معزولی ست نامش منصب ست
وہ بعینہٖ معزولی ہے، وہ نام کا عہدہ ہے

مُوجب[2] تاخیر ایں جا آمدن
اِس جگہ پہنچنے میں تاخیر کا سبب

فقدِ استعداد بُود و ضعفِ تن
استعداد کا نہ ہونا اور جسم کی کمزوری تھی

بے زاستعداد بُرکانے روی
اگر تو بغیر تیاری کے کان پر جائے

بر یکے حبّہ نگردی مُختفی
تو ایک جَو کا احاطہ کرنے والا نہ ہوگا

ہمچو عِنّینے کہ بکرے را خرد
اُس نامرد کی طرح جو کسی باکرہ کو خرید لے

گرچہ سیمیں تن بُود کے برخورد
اگرچہ وہ چاندی جیسے جسم والی ہو تو کب اُس سے لذت اُٹھا سکیگا

چوں[3] چراغِ بے زِزیت و بے فتیل
بے بتی اور بے تیل کے چراغ کی طرح

نے کثیر ستش زنور و نے قلیل
اُس کو روشنی نہ زیادہ حاصل ہے نہ تھوڑی

در گلستاں اندر آید اَخشمے
باغ میں کوئی اخشم آتا ہے

کے شود مُغزش زریحاں خرّمے
اُس کا دماغ ریحان سے کب خوش ہوگا؟

ہمچو خوبے دلبرے مہمانِ غر
جیسے کوئی حسین معشوق نامرد کا مہمان ہو

بانگِ چنگ و بربطے در پیش کر
بہرے کے سامنے چنگ اور بربط کی آواز ہو

ہمچو مُرغِ خاک کاید در بحار
جیسے کوئی خشکی کا پرند سمندروں میں

زاں چہ یابد جُز ہلاک و جُز خسار
وہ اُس سے سوائے ہلاکت اور ٹوٹے کے کیا پائیگا!

---

[1] عشق۔ گدڑی تو بے جان چیز ہے عشق تو ہزاروں جاندار جسموں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ خاصہ جبکہ عشق جسم سے بھی قیمتی ہے تو دنیا اُس کے مقابلہ میں ہیچ در ہیچ ہے۔ مُلکِ دنیا۔ یہ حقیر چیز دنیا داروں کیلئے مناسب ہے عاشقوں کو تو عشق کی لازوال سلطنت چاہیئے۔ عامل۔ تعارف کرانے والے نے کہا "ہمارا سلطنتِ عشق کا عہدے دار ہے اُس کو عہدے سے برخاست نہ کیجئے۔ مسئلے۔ شہزادہ بھی بزبانِ حال آپ سے یہ کہتا ہے کہ جو عہدہ آپ کے دیدار کا حجاب بنے اور آپ سے دُور کردے وہ عہدہ نہیں بلکہ معزولی ہے۔

[2] مُوجب تاخیر۔ آپ کی حاضری میں تاخیر عشق کی کمی کی سبب سے نہ سمجھیں بلکہ یہ اپنے اندر استعداد پیدا کرنے میں لگا رہا اور جسم کی لاغری تاخیر کی وجہ ہوئی۔ اِس حالت میں تزکیۂ روحانی حاصل کرنے کی صلاحیت تھی جسمانی خدمت گذاری کی قابلیت تھی۔ بے زاستعداد۔ جب تک مقصد کے حصول کی استعداد نہ ہو کوشش بیکار ہے اگر کسی میں کان کنی کی استعداد اور ہنر نہیں ہے کان سے کچھ حاصل نہ کرے گا۔ جیسے۔ اگر انسان میں مردانہ قوت نہیں ہے تو حسین معشوق سے فائدہ نہ اُٹھا سکے گا۔

[3] چراغ۔ بے استعداد مُرید بے تیل اور بے بتی کا چراغ ہے۔ در گلستاں۔ اگر ناک میں خوشبو سونگھنے کی استعداد نہیں ہے تو چمن سے فائدہ نہ اُٹھا سکے گا۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ہمچو۔ بے استعداد مرید اور شیخ کامل کی مثال نامرد اور حسین معشوقہ کی اور بہرے اور چنگ و بربط کے گانے کی سی ہے۔ ہمچو مرغ۔ جس پرندوں میں تیرنے کی استعداد نہ ہو

اُس کے لئے دریا ہلاک ہے۔

ہمچو بے[51] گندم شدہ در آسیا
جس طرح بغیر گیہوں کے چکی پر پہنچا ہوا

جز سفیدی ریش و مو نبود عطا
داڑھی اور بال کے سفید کرنے کے سوا اس کو انعام نہ ہوگا

آسیائے چرخ بر بے گنداں
بے گیہوں والوں کو آسمان کی چکی

مو سپیدی بخشد و ضعف میاں
بالوں کی سفیدی اور کمر کی کمزوری بخشتی ہے

لیک بابا گنداں ایں آسیا
لیکن گیہوں والوں کے لئے یہ چکی

ملک بخش آمد دہد کار و کیا
ملک عطا کرنیوالی نہیں ہے کام اور بادشاہی معاف کرتی

اوّل استعدادِ جنت بایدت
پہلے تجھے جنت کی استعداد چاہیئے

تا ز جنت زندگانی زایدت
تاکہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو

طفلِ[52] نو را از شراب و از کباب
نوزائیدہ بچے کے لئے شراب سے اور کباب سے

چہ حلاوت از قصور و از قباب
کیا مزا قلعوں سے اور قبوں سے؟

ہست را دایں سخن کم جو سخن
یہ بات مدہ نہیں رکھتی، بات نہ تلاش کر

تو برو تحصیلِ استعداد کن
تو جا، استعداد حاصل کر

بہرِ استعداد تا اکنوں نشست
وہ استعداد کے لئے اب تک بیٹھا رہا

شوق از حد رفت و آں نامد بدست
شوق حد سے گذر گیا اور وہ ہاتھ نہ آئی

گفت استعداد ہم از شہ رسد
اس نے کہا استعداد بھی شاہ سے حاصل ہوتی ہے

بے زجاں کے مستعد گردد جسد
جان کے بغیر جسم کب ذی استعداد بنتا ہے؟

لطفہائے[53] شہ غمش را در نوشت
شاہ کی مہربانیوں نے اس کے غم کو پیٹ دیا

شد کہ صیدِ فتہ کند او صید گشت
چلا کہ شاہ کا شکار کرے وہ خود شکار ہو گیا

ہر کہ در اشکار جوں تو صید شد
جو تجھ جیسے شکاری کے شکار میں آ گیا

صید را ناکردہ قید او قید شد
شکار کو قید نہ کر کے، خود قید ہو گیا

ہر کہ جویای اسیری شد یقیں
جو شخص اسیری کا طالب ہوا، یقیناً

پیش ازاں او در اسیری شد رہیں
اس سے پہلے وہ قید میں گرو ہو گیا

عکس میداں نقشِ دیباجہ جہاں
عالم کے چہرے کے نقش کو الٹا سمجھو

نامِ ہر بندہ جہاں خواجہ جہاں
جہان کے ہر غلام کا نام جہان کا آقا ہے

---

[51] بے گندم: گیہوں کے بغیر استعداد کے شیخ کے پاس جانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی بغیر گیہوں کے چکی پر جائے تو وہ وہاں سے گرد و غبار میں اٹی ہوئی داڑھی اور بال سفید کر کے لوٹے گا۔ آسیائے چرخ: بے استعداد لوگوں کو بھی آسمان کی گردش سے سوائے بڑھاپے کے آثار کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ یہ تیک آسمان کی یہ چکی بھی اُن کو نفع دیتی ہے جن کے پاس عمل و عقیدہ کا گیہوں ہو۔ اوّل۔ اعمال صالحہ کے ذریعہ جنت کی استعداد پیدا کرنی چاہیئے۔

[52] طفلِ نو: بچے میں شراب و کباب اور قصور و قبوں کو لذت اٹھانے کی استعداد نہیں ہے۔ حد ندارد: بغیر استعداد مستفید نہ ہونے کی بے شمار مثالیں ہیں تو کہاں تک سنے گا پہلے استعداد پیدا کر۔ بہرِ استعداد: تعارف کرانے والے نے یہ بھی کہا کہ یہ اب تک استعداد کے حصول میں آپ سے دور رہا اگرچہ اب بھی پوری استعداد پیدا نہ ہوئی لیکن عشق سے مجبور ہو کر حاضر ہو گیا ہے۔ گفت: اس نے اب یہ سوچا کہ استعداد کی تکمیل بھی جناب کی صحبت سے ہوگی۔ بے زجاں: پوری استعداد جسم میں روح آنے کے بعد آتی ہے اور وہ آپ عنایت کریں گے۔

[53] لطفہائے جناب کی مہربانیوں کی توقع نے اس کو غم دیدیئے ہیں شہ: گھر سے اس لئے چلا تھا کہ اپنے کمالات سے آپکو مسخر کرے اب یہ آپ کا مسخر ہو گیا۔ ہر کہ: ظاہر ہے جو آپ کو مسخر کرنے چلے گا وہ خود مسخر ہو کر رہیگا۔ ہر کہ۔ ہر محبوب چیز کا قاعدہ یہی ہے کہ انسان اس کو حاصل کرنے کی بجائے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر بیٹھتا ہے۔ عکس۔ دنیا کی باتوں کو برعکس سمجھو جو دنیا کا اسیر ہے وہ دنیا کا اسیر کہلاتا ہے۔

اے[1] تنِ کژ فکرتِ معکوس رو
اے کج فہم اُلٹی چال والے جسم!
صد ہزار آزاد را کردی گرو
تو نے لاکھوں آزاد روحوں کو گروی کر دیا

مُدّتے بگذار ایں حیلت بَری
تھوڑی دیر کے لئے اِس حیلہ گری کو چھوڑ دے
چند دم پیش از اَجل آزادی
موت سے پہلے چند گھنٹے آزاد جی لے

وَر در آزادیت چوں خر راہ نیست
اور اگر گدھے کی طرح آزادی میں تیرا راستہ نہیں ہے
ہمچو دلوت سیر جز دَر چاہ نیست
تیری سیر ڈول کی طرح کنویں کے علاوہ نہیں ہے

مُدّتے[2] رَو ترکِ جانِ مَن بگو
تھوڑی دیر کے لئے چلا جا، میری جان چھوڑ دے
رَو حریفے دیگرے جز مَن بجُو
جا، میرے علاوہ کوئی دوسرا ساتھی تلاش کر لے

نوبتِ مَن شُد مرا آزاد کُن
میری باری ختم ہو گئی، مجھے آزاد کر دے
دیگرے را غیرِ مَن داماد کُن
میرے علاوہ دوسرے کو داماد بنا لے

اے تنِ صد کارہ ترکِ مَن بگو
اے مصروف جسم! مجھے چھوڑ دے
عُمرِ مَن بُردی کسے دیگر بجُو
تو نے میری عمر برباد کر دی کسی دوسرے کو تلاش کر لے

مُفتوں شُدنِ قاضی بر زنِ جوحی و در صندوق ماندن

قاضی کا جوحی کی بیوی پر عاشق ہو جانا اور صندوق میں رہ جانا

و نائب قاضی صندوق را خریدن، باز سالِ دوم

اور قاضی کے نائب کا صندوق کو خریدنا پھر گذشتہ سال کی امید پر جوحی

آمدن زنِ جوحی بر امیدِ پارینہ و بارِ دیگر گفتنِ قاضی

کی بیوی کا آنا اور قاضی کا دوسری مرتبہ میں کہنا کہ

کہ مرا آزاد کُن و دیگرے را بخواہ

مجھے آزاد کر دے اور کسی دوسرے کو تلاش کر لے

ہر[3] زماں جوحی ز درویشی بفن
جوحی ہر وقت افلاس کی وجہ سے کرے
رُو بزن کردے کہ اے دلخواہِ مَن
بیوی کا رُخ کرنا کہ اے میری پسندیدہ!

چوں سلاحت ہست رَو صیدے بگیر
جب تیرے پاس ہتھیار ہے کچھ شکار پکڑ
تا بدو شادیم از صیدِ تو شیر
تاکہ ہم تیرے شکار سے اور وہ دونوں

قوسِ ابرُو تیرِ غمزہ دامِ کید
ابرو کی کمان، ادا کا تیر، مکر کا جال
بہرِ چہ دادت خدا از بہرِ صید
خدا نے تجھے کس لئے دیا ہے؟ شکار کے لئے

[1] اے تن۔ چونکہ جسم کی وجہ سے روح قیدی بنتی ہے تو روح کا جسم کو خطاب ہے کہ تو نے لاکھوں آزاد روحوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ مدتے۔ تھوڑی دیر کے لئے اپنے مال وجاہ کے کمانے کے حیلوں کو ترک کر دے اور کچھ دن مرنے سے قبل آزادی کی زندگی گذار لے۔ دَر۔ اگر گدھے کی طرح تیری آزادی ناممکن ہے اور ڈول کی طرح تو کنویں میں گرنے کا عادی ہے۔

[2] مدتے۔ کم از کم مجھے ہی رہا کر دے اور میری جگہ کسی اور کو ساتھی بنا لے۔ نوبت۔ اب میری رہائی کا وقت آگیا مجھے آزاد کر دے اور کسی اور کو داماد بنا لے جیسا کہ آئندہ حکایت میں مذکور ہے کہ قاضی نے جوحی کی بیوی سے کہا تھا۔ صد کارہ۔ سینکڑوں کاموں والا، مصروف۔

[3] ہر زماں۔ جوحی مفلس بھی تھا اور شکار بھی وہ اکثر بیوی سے کہا کرتا کہ تیرے پاس جب ہتھیار ہیں تو شکار کر تاکہ تیرے شکار سے ہمیں فائدہ پہنچے۔ قوس۔ تیرے ہتھیار تیری ابرو کی کمان اور تیری ادا کا تیر اور تیرے مکر کا جال ہے یہ خدا نے تجھے اِسی لئے عطا کئے ہیں تاکہ تو لوگوں کا شکار کرے۔

رو[1] پئے مرغِ شکر فے دام نہ — دانہ بنما لیک در خوردش مدہ

جائیں عجیب پرند کے لئے جال بچھا — دانہ دکھا، لیکن اُس کو کھانے نہ دے

کام بنما دکن اُورا تلخ کام — کے خورد دانہ چو شد در حبسِ دام

مقصد دکھا دے اور اُس کو ناکام کر دے — دانہ کب کھاتا ہے جب جال کی قید میں ہو گیا

شد زنِ اُو نزدِ قاضی در گلہ — کہ مرا اُفغاں ز شویِ دہ دلہ

اُس کی بیوی شکوہ کرنے قاضی کے پاس گئی — کہ پراگندہ خیال شوہر سے میری فریاد ہے

قصہ کوتہ کن کہ قاضی شد شکار — از مقال و از جمالِ آں نگار

قصہ مختصر کر، کہ قاضی شکار ہو گیا — اُس حسین کے حُسن اور گفتگو سے

گفت[2] ایدر محکمہ است و غلغلہ — مَن نتانم فہم کردن ایں گلہ

اُس نے کہا، اب تو کچہری اور شور ہے — میں اِس شکوے کو نہ سمجھ سکوں گا

گر بخلوت آئی اے سرو سہی — ور ز ستمگاریِ شوہر دہی

اے سرو سہی! اگر تو تنہائی میں آئے — اور شوہر کے ظلم کی مجھ سے تفصیل بیان کرے

فہم آں بہتر کنم بدہم منش — آنچہ حق باشد توزیں غمگیں مباش

میں اُس کو اچھی طرح سمجھ لوں گا اور سکون دوں گا — جو کچھ حق ہو گا، تو اِس سے غمگین نہ ہو

مر مرا معلوم گردد حالِ تو — شوہرت را نرم سازم بے عتو

مجھے تیرا حال معلوم ہو جائے — تیرے شوہر کو بغیر اکڑا کے نرم کر دونگا

گفت زن در خانۂ تو نیک و بد — ہر دم از بہرِ گلہ آید رود

عورت نے کہا آپ کے گھر میں اچھا اور بُرا — شکایت کرنے ہر وقت آنا جانا ہے

گفت خانہ تو ز ہر نیک و بدے — باشد از بہرِ گلہ آمد شدے

اُس نے کہا آپ کے گھر ہر بھلے بُرے کی — شکایت کے لئے آمد و رفت ہوتی ہے

خانۂ[3] سر جملہ پُر سودا بُود — صدر پُر وسواس و پُر غوغا بُود

سر کا سب خانہ سودا سے پُر ہوتا ہے — صدر وسوسہ سے پُر اور غل سے پُر ہوتا ہے

باقیِ اعضا ز فکر آسودہ اند — واں صدور از صادراں فرسودہ اند

بقیہ اعضاء فکر سے آسودہ ہیں — اور وہ صدور کھانے والوں سے گھسے ہوئے ہیں

ہمچو شاخ از برگ و از میوہ کہن — گرد خالی تا رسد از امرِ کن

شاخ کی طرح پرانے پتہ اور میوہ سے — خالی بن جا، تاکہ کُن کے حکم سے پھل آئیں

---

[1] رو۔ تو جا کسی اچھے پرند کو پھانس اُس کو دانہ دکھا اور کھانے نہ دینا، اپنے حُسن کا گرویدہ کرلے لیکن اُس سے پھنس نہ جانا۔ تلخ کام۔ محروم۔ کے خورد۔ جال میں پھنس جانے کے بعد پرند سے دانہ نہیں کھایا جاتا۔ مقصد زن۔ جو کی بیوی قاضی کو شکار بنانے کی فکر میں لگی اور قاضی کی عدالت میں جاکر شوہر کی شکایتیں کیں۔ وہ دلہ۔ یعنی اُس کا تعلق مختلف عورتوں سے ہے۔ شکار۔ قاضی جو کی بیوی کے دام میں آگیا۔

[2] گفت۔ قاضی نے جو کی بیوی سے کہا کہ اِس وقت تو کچہری کا وقت ہے اور یہ شور و غل ہے میں اِس وقت پوری طرح تیری شکایت نہ سمجھ سکوں گا۔ سرو سہی۔ وہ سرو کا درخت جس کے دو شاخیں بیدھی ہوں۔ بے عتو۔ یعنی تیرے شوہر میں سرکشی نہ رہیگی۔ گفت زن۔ عورت نے کہا آپ کے گھر میں تنہائی نہ ہو سکے گی لوگوں کی آمد و رفت زیادہ ہے۔

[3] خانۂ سر۔ مولانا نے قاضی کے گھر کی تشبیہ دیکھ دنیا دار دل کے قلب و دماغ کے بارے میں ارشادی بیان شروع کر دیا ہے کہ ان لوگوں کا سر فکروں سے پُر رہتا ہے اور سینہ میں ہر وقت وسوسے بھرے رہتے ہیں باقی اعضاء دیکھ سعیت میں لگے رہتے ہیں اور باقی اعضا تمام سے بچے ہیں معاد ہاں یعنی دل کا مکان

بُرگہا و میوہ ہائے نو رغیب
غیب کے نور کے پتے اور میوے

از پئے آں کہنگی بے ہیچ ریب
اُس پُرانے پن کے بعد بغیر کسی شک کے

دَر خزان و بادِ خوفِ حق گریز
اللہ (تعالیٰ) کے ڈر کی ہوا اور خزاں کیلئے جاگ

آں شقائقہائی پاریں را بریز
لال کے اُن پُرانے پھولوں کو گرادے

کیں شقائق منعِ نو اشگوفہاست
کیونکہ یہ گُلِ لالہ اُن نئے شگوفوں کی روک ہیں

کہ درختِ دل بَرائے آں نماست
جن کے لئے دل کے درخت کا انشو ہوا ہے

خویش را در خواب کُن زیں افتکار
اپنے آپ کو اِس فکر سے نیند میں کر دے

سَر ز زیرِ خواب در یقظت بَرآر
سر کو نیند کے نیچے سے بیداری میں نکال

ہمچو آں اصحابِ کہف اَخواجہ زود
اے صاحب! اصحابِ کہف کی طرح جلد ہی

رَو بایقاظاً کہ تحسبہم رقود
"تو اُنکو بیدار سمجھتا ہے اور سوئے ہوئے ہیں" کیطرف جا

گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست
قاضی نے کہا، اے صنم! تدبیر کیا ہے؟

گفت خانہ ایں کنیزک بس تہیست
بولی، اِس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے

خصم دَر دہ رفت و حارس نیز نیست
مرد تو علیے گاؤں کو گیا ہے اور چوکیدار بھی نہیں ہے

بہرِ خلوت سخت نیکو مسکنے ست
تنہائی کے لئے بہت عمدہ گھر ہے

امشب ار امکاں بُود آنجا بیا
اگر ممکن ہو تو آج رات وہاں آجائیے

کارِ شب بے شُبہ است و بے ریا
رات کا کام بغیر شہرت اور بغیر دکھاوے کے ہوتا ہے

جملہ جاسوساں ز خمرِ خواب مست
سب جاسوس نیند کی شراب سے مست ہیں

زنگیِ شب جملہ را گردن بزدست
رات کے حبشی نے سب کی گردن کاٹ دی ہے

خواند بر قاضی فسونہائے عجب
قاضی پر عجیب منتر پڑھے

آں شکر لب وانگہانے از چہ لب
اُس شکر لب نے اور پھر کیسے لب سے

چند با آدمؑ بلیس افسانہ کرد
شیطان نے حضرت آدمؑ کیساتھ بہت افسانے کہے

چونکہ حوا گفت خورانگاہ خود
جب حوا نے کہا کہا لیجئے تب کھا لیا

اوّلیں خوں در جہانِ ظلم و داد
ظلم اور انصاف کی دنیا میں سب سے پہلا خون

از کفِ قابیل بہرِ زن فتاد
عورت کی خاطر قابیل کے ہاتھ سے ہوا

نوحؑ بر تابہ چو بریاں ساختے
(حضرت) نوحؑ جب توے پر بھونتے

واہلہ بر تابہ سنگ انداختے
واہلہ توے پر پتھر ڈال دیتی

۱؎ بُرگہا۔ نئے خیالات اُسی وقت آئیں گے جبکہ پُرانے خیالات ختم کر دیئے جائیں۔ دَر خزاں۔ اللہ تعالیٰ کے خوف کی خزاں اُن پُرانے خیالات کے گُل و برگ کو جھاڑ دیگی۔ کیں شقائق۔ یہ پرانے خیالات کے ازالہ کے بعد صحیح خیالات پیدا ہونگے۔ خویش را۔ اِن فکروں سے اپنے آپ کو نیند میں کر دے اور پھر وہ خیالات پیدا ہونگے جو درحقیقت بیداری ہیں ورنہ دنیوی خیالات تو خواب غفلت ہیں۔

۲؎ ہمچو۔ جس طرح اصحاب کہف کو لوگ سمجھتے تھے کہ وہ جاگ رہے ہیں اور حقیقتاً وہ سوئے ہوئے تھے اسی طرح تو اپنے آپ کو دنیوی خیالات کے اعتبار سے بنالے یعنی لوگ تجھے اِن خیالات سے باخبر سمجھیں اور حقائق سے بے خبر ہو۔ قاضی۔ قاضی نے کہا کہ اگر خلوت کے لئے میرا گھر مناسب نہیں ہے تو پھر کیا ہونا چاہیئے کنیزک۔ جو کی بیوی نے کہا میرا گھر بالکل خالی ہے شوہر گاؤں کو گیا ہے اور وہاں کوئی نگراں بھی نہیں ہے۔ امشب۔ آپ رات میں وہاں آجائیے، شب میں جو کام ہوتا ہے وہ چھپا رہتا ہے لوگ اسکو نہیں دیکھ سکتے۔

۳؎ جملہ جاسوساں۔ رات نے جاسوسوں کو بھی سُلا دیا ہوگا تو اِس قاضی جو کی بیوی کے فریب میں آگیا۔ حوا۔ حضرت آدمؑ بھی حوا کے فریب کھا گئے تھے۔ قابیل۔ حضرت آدمؑ کی اولاد میں قابیل نے بھی ہابیل کو عورت کی وجہ سے قتل کیا

تمام حضرت نوحؑ کے زمانہ کے لوگ بڑے ظالم تھے تو اُن کی بددعا سے طوفان آیا۔

مکرِ زن[1] بر فنِ او چیرہ شدے — آبِ صافِ وعظِ او تیرہ شدے
عورت کا مکر اُن کی تدبیر پر غالب آجاتا — اُن کے وعظ کا صاف پانی، گدلا ہو جاتا

قوم را پیغام کردے از نہاں — کہ نگہدارید دیں از گمرہاں
وہ چپکے سے قوم کو پیام بھیج دیتی — کہ دین کو اِن گمراہوں سے بچاؤ

لوطؑ را زن ہمچنیں بدکافرہ — خواندہ باشی قصۂ آں فاجرہ
اسی طرح (حضرت) لوطؑ کی بیوی کافرہ تھی — تونے اُس بدکار کا قصہ پڑھا ہوگا

یوسفؑ از کیدِ زلیخایِ جواں — ماند در زنداں برایِ امتحاں
(حضرت) یوسفؑ جوان زلیخا کے مکر سے — آزمائش کے لئے قیدخانہ میں رہے

ہر بلا کاندر جہاں بینی عیاں — باشد از شومیِ زن در ہر مکاں
تو دنیا میں جو مصیبت بھی کھلی دیکھے گا — ہر جگہ عورت کی نحوست سے ہوگی

رفتنِ[2] قاضی بخانۂ زنِ جوحی و حلقہ زدن جوحی تند بخشتم بر
قاضی کا جوحی کی بیوی کے گھر پہنچنا اور جوحی کا غصہ سے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹانا

در و گریختنِ قاضی در اندرونِ صندوق چوں محلِ دیگر نبود
اور قاضی کا صندوق کے اندر گھس جانا چونکہ دوسری جگہ نہ تھی

مکرِ زن پایاں ندارد رفت شب — قاضیِ زیرک سوئے زن بہر دب
عورت کا مکر انتہا نہیں رکھتا، پہلا رات کو — سمجھدار قاضی عورت کی جانب نپٹنے کے لئے

زن چو شمع و نقلِ مجلس راست کرد — زاں نوازش شاد شد قاضیِ فرد
جب عورت نے شمع اور مجلس کا نقل تیار کر لیا — یکتا قاضی اُس نوازش سے خوش ہوگیا

چونکہ بنشستند باہم ساعتے — تا بر آسایند اندر خلوتے
جب دونوں تھوڑی دیر مل کر بیٹھے — تاکہ تنہائی میں آرام کریں

چوں نشست او پہلوئے زن بامراد — گشت جانِ پُر غمش زاں وصل شاد
وہ جب عورت کے پہلو میں بامراد بیٹھا — اُس کی غم بھری جان اُس کے وصل سے خوش ہوگئی

اندر آں دم جوحی آمد در بزد[3] — جست قاضی مہرہ تا در خزد
فوراً ہی جوحی آیا، دروازہ کھٹکھٹایا — قاضی نے بھاگنے کی جگہ تلاش کی تاکہ گھس جائے

غیرِ صندوقے ندید او خلوتے — رفت در صندوق از خوفِ آں فتے
صندوق کے سوا اُس نے کوئی خلوت نہ دیکھی — وہ اُس جوان کے ڈر سے صندوق میں گھس گیا

---

[1] مکرِ زن، اُنکے وعظ و نصیحت کے صاف پانی کو گدلا کر دیتی تھی۔ قوم۔ لوگوں سے کہتی تھی کہ اِس بے دین سے اپنے دین کو بچاؤ۔ لوطؑ۔ حضرت لوطؑ کی بیوی بھی حضرت لوطؑ کے امرد مہمانوں کی خبر قوم کو دے دیتی تاکہ وہ بدکاری کریں۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ زلیخا کے مکر کی وجہ سے قید خانہ میں رہے۔ ہر بلا۔ غرضکہ اکثر فتنہ و فساد کا سبب عورتیں ہیں۔

[2] رفتنِ قاضی۔ قاضی جوحی کے گھر پہنچ گیا اور تعجب میں صندوق میں بند ہوگیا۔ مکرِ زن۔ عورتوں کے مکر کے لاتعداد قصے ہیں اُنکو کہاں تک بیان کیا جائے۔ و ب۔ اغلام یعنی زنا کاری۔ اُن عورت نے شمع اور نقل محفل تیار کیا تو قاضی بہت خوش ہوا چونکہ قاضی جوحی کی بیوی سے مل کر بیٹھا اور تنہائی میں آرام کیا تو بہت خوش ہوا۔

[3] اندر۔ جس وقت دونوں مل کر بیٹھے تو اسی جوحی پہنچا۔ قہر ب۔ بھاگنے کی جگہ۔ قہر۔ بھاگنے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی تو وہاں جو صندوق تھا اُس میں گھس کر بیٹھ گیا تھا۔ فتے۔ نوجوان یعنی جوحی۔

اندر آمد جوحی و گفت اے حریف — اے وبالم در ربیع و در خریف

جوحی اندر آیا اور بولا، او دشمن! — او ربیع و خریف میں میرا وبال!

من چہ دارم کہ فدایت نیست آں — کہ زمن فریاد داری ہر زماں

میں کیا رکھتا ہوں؟ جو تجھ پر فدا نہیں ہے — کہ تو ہر وقت میری شکایت کرتی ہے

گفت شخصے نزدِ قاضی رفتہ — در حقم ناگفتنیہا گفتہ

ایک شخص نے بتایا کہ تو قاضی کے پاس گئی — میرے بارے میں تو نے بہت سی ان کہنی کہیں

بر لبِ خشکم کشادستی زباں — گاہ مفلس خوانیم گہ قلتباں

میرے خشک ہونٹ پر تو نے زبان کھولی — کبھی مجھے مفلس کہتی ہے کبھی دیوث

ایں دو علت گر بود ایجاں مرا — آں یکے از تست و دیگر از خدا

اے جان! اگر یہ دو علتیں ہیں بھی — تو ایک تیری طرف سے اور دوسری خدا کی جانب سے ہے

من چہ دارم غیر ایں صندوق و کاں — ہست مایہ تہمت و پایہ گماں

میں صندوق کے علاوہ کیا رکھتا ہوں، کہ وہی — تہمت کا سرمایہ اور (بد) گمانی کی جڑ ہے

خلق پندارند زر دارم درموں — دادِ واگیرند از من زیں ظنوں

لوگ سمجھتے ہیں میں اندر سونا رکھتا ہوں — ان گمانوں سے لوگ مجھ سے بخشش روک لیتے ہیں

صورتِ صندوق بس زیبا ستیک — از عروض و سیم و زر خالیست نیک

صندوق کی صورت بہت اچھی ہے لیکن — سامان اور چاندی اور سونے سے بالکل خالی ہے

چوں تنِ زرّاق خوب و باوقار — اندراں سلّہ نیابی غیر مار

مکار کے جسم کی طرح اچھا اور باوقار ہے — تو اس پٹارے میں بجز سانپ کے کچھ نہ پائیگا

من برم صندوق فردا را بکو — پس بسوزم در میانِ چار سو

میں صندوق کو کل کو جہ میں لے جاؤں گا — پھر چوراہے میں جلاؤں گا

تا بہ بیند مؤمن و گبر و جہود — کاندریں صندوق جز لعبت نبود

تاکہ مسلمان اور نصرانی اور یہودی دیکھ لیں — کہ اس صندوق میں سوائے مذاق کے کچھ نہ تھا

گفت زن ہی در گذار اے مرد زیں — خورد سوگندان کہ نکنم جز چنیں

عورت نے کہا ہاں اے مرد! اس سے درگذر — اس نے قسم کھائی کہ میں اسکے سوا کچھ نہ کروں گا

بارسن صندوق را در دم بہ بست — خویشتن را کردہ بد مانندِ مست

صندوق (خورا) رسی سے باندھا — اس نے اپنے آپ کو دیوانہ کی طرح بنا رکھا تھا

---

۱ اندر آمد جوحی: جوحی گھر میں آکر بیوی پر بگڑا کہ تو میرے لئے ہر موسم میں وبال ہے۔ بس جو دام میں نے تیرے اوپر اپنی ہر چیز قربان کر رکھی ہے پھر تو کیوں شکایت کرتی پھرتی ہے۔ گفت۔ مجھے ایک شخص نے بتایا ہے کہ تو نے قاضی کے یہاں جاکر میرے بارے میں بہت نامناسب باتیں کہی ہیں۔

۲ بر لبِ خشکم: یعنی میری ہر طرح کی خاموشی کے باوجود تو نے زبان درازی کی ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ آں یکے۔ اگر میں دیوث ہوں تو اس کا سبب تیری آوارگی ہوگی۔ دیگر۔ اگر میں مفلس ہوں تو خدا نے مجھے مفلس بنایا ہے۔

۳ من چہ دارم۔ گھر میں صندوق کے علاوہ اور کیا ہے اسی کی وجہ سے مجھ پر تہمتیں لگتی ہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ اس میں بہت کچھ مال و زر ہے حالانکہ یہ خیال ہے بنیاد۔ اسی صندوق کی وجہ سے لوگ مجھے مالدار سمجھ کر صدقہ و خیرات بھی نہیں دیتے ہیں۔ صورت۔ صندوق اوپر سے تو بہت اچھا ہے لیکن اندر سے خالی ہے۔ چوں۔ اسکی حالت وہی ہے جیسے مکار پیر کی۔ آر۔ یعنی برے اخلاق۔

۵ من برم۔ میں تہمت کی اس جڑ کو صبح کو جہ راہ پر پھونکوں گا۔ لعبت۔ یعنی مذاق۔ گفت زن۔ عورت نے کہا ایسا نہ کرنا اس نے قسم کھا کر کہا کہ ضرور کرونگا۔ بارسن۔ جو اس نے صندوق کو دیوار بنانے کے لئے اپنے آپ کو دیوانہ کی طرح بنا رکھا تھا

ازپگ[1] حمال آورد اُو چو باد — زُود آں صندوق بر پشتش نہاد

صبح سے ہوا کی طرح دوڑ کر ایک حمال کو بلا لایا۔ اندر جب حمال صندوق نہ اٹھا سکا تو صندوق اس کی پیٹھ پر رکھا

اندر آں صندوق قاضی از نکال — بانگ میزد کاے حمال واے حمال

اُس صندوق کے اندر قاضی تکلف سے چیخ رہا تھا کہ: اے حمال! اور اے حمال!

کرد آں حمال پیش و پس نظر — کز چہ سُو در میرسد بانگ و خبر

اُس حمال نے آگے اور پیچھے دیکھا کہ آواز اور اطلاع کس جانب سے آ رہی ہے؟

ہاتفست این یا ای من اے عجب — یا پری اَم می کند پنہاں طلب

یا پری خفیہ طور پر مجھے بلا رہی ہے

چوں پیاپے گشت آں آواز بیش — گفت ہاتف نیست باز آمد بخویش

جب وہ آواز پے در پے بڑھی تو وہ سمجھا کہ ہاتف نہیں بولا، غیبی فرشتہ نہیں ہے، ہوش میں آیا

عاقبت[2] دانست کاں بانگ و فغاں — بُد ز صندوق و کسے در وے نہاں

انجام کار سمجھ گیا کہ وہ آواز اور فریاد صندوق میں سے تھی اور اُس میں کوئی چھپا ہوا ہے

عاشقے کُو در غمِ معشوق رفت — گرچہ بیرونست در صندوق رفت

وہ عاشق جو معشوق کے غم میں پڑا اگرچہ باہر ہے، وہ صندوق میں گیا

عُمر در صندوق بُرد از اندُہاں — جُز کہ صندوقے نہ بیند در جہاں

اُس نے غموں سے صندوق میں عمر گذاری وہ صندوق کے سوا دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا

آں سَرے[3] کہ نیست فوقِ آسماں — از ہوس اُو را دراں صندوق داں

وہ سر جو آسمان کے اوپر نہیں ہے ہوس کی وجہ سے، اُس کو صندوق میں سمجھ

چوں ز صندوقِ بدن بیروں رَوَد — اُو ز گورے سُوئے گورے می شود

وہ جب جسم کے صندوق سے باہر جائے گا تو وہ ایک قبر سے دوسری قبر کی جانب جا رہا ہے

ایں سخن یایاں ندارد قاضیش — گفت اے حمال واے صندوق کش

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، قاضی نے اس سے کہا اے حمال! اور اے صندوق لے جانیوالے!

از مَن آگہ کُن درونِ محکمہ — نائبم را زُود تر با ایں ہمہ

میرے بارے میں دفتر میں خبر کر دے میرے نائب کو بہت جلد مع اس واقعہ کے

تا خرد ایں را بزرزیں بے خرد — ہمچنیں بستہ بخانہ ما برد

تاکہ اس بے عقل سے روپے دیکر اسکو خرید لے اسی طرح بندھا ہوا ہمارے گھر لے جائے

---

[1] ازپگ: صبح کو ہوا کی طرح دوڑ کر ایک حمال کو بلا لایا۔ اندر جب حمال صندوق نہ اٹھا سکا تو قاضی حمال کو آوازیں دینے لگا کہ: حمال حیران ہو کر آگے پیچھے دیکھنے لگا۔ ہاتف حمال کو جب کوئی نظر نہ آیا تو سمجھا کوئی غیبی فرشتہ یا پری مجھے بلا رہی ہے۔ چونکہ پیاپے مسلسل آوازوں کی وجہ سے سمجھا کہ ہاتف نہیں ہے

[2] عاقبت: بالآخر سمجھ گیا کہ کوئی صندوق میں بند ہے اور وہ پکار رہا ہے۔ عاشق۔ مولانا فرماتے ہیں عاشق ہیں اگرچہ بظاہر باہر ہے لیکن وہ عشق کے صندوق میں بند ہے۔ عمر عاشق کی عُمر بھی غموں کے صندوق میں گذرتی ہے اُس کو دنیا کی کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی۔

[3] آں سرے: عاشق کی تخصیص نہیں بلکہ جو شخص بھی زمین کی چیزوں کا دلدادہ ہو اُس کا یہی حال ہے۔ چوں یہ مرتے وقت مرا ایک صندوق سے قبر کے صندوق میں منتقل ہوا ہے۔ گفت۔ بالآخر قاضی نے حمال سے کہا تو ذرا میری اس حالت کی خبر میری عدالت میں میرے نائب کو پہنچا دے تاخیر نہ کر میرا نائب آکر اس صندوق کو جبراً سے خرید لے اور صندوق سمیت میرا بندہ میرے گھر پہنچا دے۔

اے[1] خدا بگمار قومے رحم مند
اے خدا! رحم والی قوم کو مقرر کردے

تا ز صندوقِ بدن ماں واخرند
تاکہ جسم کے صندوق سے ہمیں خرید لے

خلق را از بندِ صندوقِ فسوں
جادو کے صندوق کی قید سے مخلوق کو

کہ خرد جز انبیا و مرسلوں
کون خریدتا ہے انبیاء اور رسولوں کے علاوہ؟

از ہزاراں یک کسے خوش منظرست
ہزاروں میں سے کوئی ایک خوش نظر ہے

کہ بداند کو بصندوق اندرست
کہ سمجھ لے، کہ وہ صندوق میں ہے

آنکہ داند تو نشانش ایں شناس
جو جانتا ہے اُس کی نشانی تو یہ سمجھ لے

کہ ز روحِ ایں جہانِ دار و ہراس
کہ وہ اِس دنیا کی راحت سے ڈرتا ہے

اُو جہاں را دیدہ باشد پیش ازاں
اُس نے جہان (عالمِ آخرت) کو اِس سے پہلے دیکھ لیا ہوگا

تا بداں ضد ایں ضدش گردد عیاں[2]
جس سے اُس ضد کے ذریعہ یہ ضد ظاہر ہو جائے

زیں سبب کہ علمِ ضالہ مومن ست
اِس لئے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے

عارفِ ضالۂ خود ست و موقن ست
وہ اپنی گم شدہ چیز کو پہچاننے والا اور یقین کرنے والا ہے

آنکہ ہرگز روزنِ نیکو خود ندید
وہ شخص جس نے اپنا بھلا دن کبھی نہیں دیکھا

اُو دریں ادبار کے خواہد طپید
وہ اِس نحوست میں کب تڑپے گا؟

یا بطفلی در اسیری اُوفتاد
یا تو بچپن سے قید میں پھنس گیا ہے

یا خود از اوّل زما در بند زاد
یا خود شروع ہی سے ماں سے غلام پیدا ہوا ہے

ذوقِ[3] آزادی ندیدہ جانِ اُو
اُس کی جان نے آزادی کا مزہ نہیں دیکھا

ہست صندوقِ صُوَر میدانِ اُو
صورتوں کا صندوق اُس کا میدان ہے

دائماً محبوس عقلش در صُوَر
اُس کی عقل ہمیشہ صورتوں میں مقید ہے

از قفص اندر قفص دارد گذر
پنجرے سے پنجرے میں گذر رکھتا ہے

منفذش نے از قفص سوئے عُلا
اُس کا پنجرے سے بلندی کی طرف راستہ نہیں ہے

در قفصہا میرود از جا بجا
پنجروں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتا ہے

در نبے اِن استطعتم فانفذوا
قرآن میں "اگر تم سے ہو سکے نکل جاؤ"

ایں سخن با جنّ و انس آمد ز ہُو
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے یہ خطاب جن و انس کو کیا ہے

---

[1] اے خدا! بہتوں کو نادم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو متوجہ کردے کہ وہ ہمیں بھی اِس طرح خرید لیں مخلوق۔ وہ خریدار انبیاء اور رسول ہیں اور انکے وارث اللہ والے ہیں اِس دنیا صندوق میں بند ہیں لیکن یہ احساس بہت کم لوگوں کو ہے آنکھ جس کو یہ احساس ہے اُس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اِس دنیا کی راحتوں سے گھبراتا ہے۔ اُو جہاں را دیدہ اِس تنگ دنیا کو صندوق اِس لئے سمجھے گا کہ عالمِ آخرت کی فراخی دیکھ چکا ہوگا ایک ضد دوسری ضد کے دیکھنے کے بعد خوب سمجھ میں آتی ہے۔

[2] زیں سبب مومن کا اصل وطن چونکہ عالمِ آخرت ہے اِس لئے وہ اِس کو پہچان لیتا ہے اور اِس کے بالمقابل دنیا کو ایک صندوق سمجھتا ہے اِسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ ہر حکمت اور دانائی مسلمان کی ایک گم شدہ چیز کی طرح ہے وہ جہاں بھی اُس کو دیکھتا ہے پہچان لیتا ہے کہ یہ چیز تو میری ہے۔ آنکہ۔ جس شخص نے اچھے دن دیکھے ہوں وہ نحوست میں تڑپے گا اور جس کی پوری زندگی نحوست میں گذری ہو وہ نحوست سے کب بے چین ہوگا، یا بطفلی جس شخص کی پوری زندگی غلامی میں گذری ہو یا مادر زاد غلام ہو وہ آزادی کی لذت سے واقف نہیں ہوتا۔

[3] ذوق۔ آزادی کی اسکو

کوئی قدر نہ ہوگی اسکی پوری زندگی غلامی کے صندوق میں گذری ہے، دائماً۔ وہ محض صورتوں میں مبتلا ہے اسکی عقل صورت کے ایک پنجرے سے صورت کے دوسرے پنجرے میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ منفذش۔ اسکے پنجرے میں کوئی ایسا روزن بھی نہیں ہے جس سے وہ بلندی کیطرف نظر کرسکے۔ اِنِ استطعتم۔ آیت قرآن میں انہی بے صورتی کے پنجرے میں پھنسے ہوئے

گفت[1] منفذ نیست از گردونِ شاں — جز بسلطان و بوحیِ آسماں

فرمایا اُن کے لئے آسمان سے راستہ نہیں ہے — قوت اور آسمان کی وحی کے علاوہ

گر ز صندوقے بصندوقے رَوَد — اُو سمائی نیست صندوقی بُوَد

اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جاتا ہے — وہ آسمانی نہیں ہے صندوقی ہے

فرجہ صندوقِ نو نو مُسکرست — در نیابد کُو بصندوق اندرست

نئے نئے صندوق کی نوعیت مدہوش کر دینے والی ہے — وہ نہیں جانتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے

گر نشد غرّہ بدیں صندوقہا — ہمچو قاضی جوید اطلاق و رہا

اگر وہ ان صندوقوں پر فریفتہ نہیں ہوا — تو وہ قاضی کی طرح چھٹکارا اور رہائی ڈھونڈے گا

آنکہ[2] داند ایں نشانش آں شناس — کُو نباشد بے فغان و بے ہراس

جو جانتا ہے یہ اس کی نشانی سمجھ — کہ وہ بے فریاد اور بے خوف نہ ہوگا

ہمچو قاضی باشد اُو در ارتعاد — کے شود زاں غم دلش یک لحظہ شاد

وہ قاضی کی طرح لرزنے میں ہوگا — اُس کا دل اس غم سے ایک لمحہ کیلئے کب خوش ہوگا؟

زہر دے را گفت آں حمال شاد — کہ برو در محکمہ قاضی چو باد

اُس حمال نے ایک راہگیر سے خوش ہو کر کہا — کہ ہوا کی طرح قاضی کے دفتر میں چلا جا

نائبش را گوی کیں شد واقعہ — بر سرِ قاضی بیامد قارعہ

اُس کے نائب سے کہہ دے کہ یہ واقعہ ہوا — قاضی کے سر پر قیامت آگئی

شُغل[3] را بگذار و زود اینجا بیا — زُود بخر سربستہ ایں صندوق را

کام کو چھوڑ دے اور جلد یہاں آجائے — فوراً اُس بند صندوق کو خرید لے

چونکہ زہر و شد رسالت را رساند — ہر کہ زُو بشنید ایں خیرہ بماند

جب وہ راہگیر پہنچا، پیغام پہنچایا — جس نے اُس سے یہ سنا حیران رہ گیا

بُرد القصہ خبر صندوق کش — نائبِ قاضی حسن را از غمش

قصہ مختصر صندوق اٹھانیوالے کی اطلاع نے — قاضی حسن کے نائب کو اُس کے غم کی وجہ سے

آتشے برکردہ جوحی از ملا — کہ بخواہم سوخت ایں صندوق را

جوحی نے برملا آگ جلا رکھی تھی — کہ میں اس صندوق کو جلاؤں گا

بر سرِ بازار جوشش عامہ — چیست جوحی می نہد ہنگامہ

سر بازار عوام کا جوشش ہے — کیا ہے؟ جوحی نے ہنگامہ بپا کر رکھا ہے

---

[1] گفت: قرآن نے اُن لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اُن کیلئے اگر کوئی منفذ اور کوئی راستہ ہے تو وحی الٰہی اور ملائکہ کے ذریعہ کچھ حاصل ہو سکتا ہے مگر یہ دنیا دار آسمانی نہیں بلکہ دنیا کا صندوقی ہے۔ فرجہ: یہ دنیا کے لئے نازیبا شے ہے جس کی وجہ سے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ وہ صندوق میں بند ہے۔ گر نشد: اگر وہ اُن صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوتا تو قاضی کی طرح اُن سے نکلنے کی کوشش کرتا۔

[2] آنکہ: جو یہ سمجھتا ہے کہ وہ دنیا کے صندوق میں مقید ہے وہ ہر وقت آہیں بھرتا ہے ہمچو قاضی۔ وہ جوحی کے صندوق میں بند قاضی کی طرح لرزتا ہے۔ زہر دے۔ اب پھر قاضی کا قصہ شروع کیا ہے، قاضی کے کہنے سے حمال نے ایک زہر دے کہا کہ جلد جا کر قاضی کے نائب کو سارا قصہ بتا دے۔ قارعہ۔ قیامت کے ناموں میں سے ہے۔

[3] شغل را: نائب سے کہدے کہ وہ کام چھوڑ کر جلد آجائے اور اس بند صندوق کو خرید کر لے جائے چونکہ اس شخص کی بات پر قاضی کے متعلقین حیران رہ گئے۔ برد۔ الغرض اس آدمی کی اطلاع نے قاضی حسن کے نائب کے ہوش اڑا دیئے۔ آتشے۔ اس طرف جوحی نے یہ حرکت کی کہ چولہے پر آگ جلائی کہ میں آج اس صندوق کو جلا کر رہوں گا۔ برسرِ بازار۔

آمدن[1] نائب قاضی میان بازار و خرید کردن صندوق[2] از جوحی[3]

قاضی کے نائب کا بازار میں آنا اور جوحی سے صندوق خرید لینا

نائب آمد گفت صندوقت بچند — گفت نہ صد بیشتر زر میدہند

نائب آیا، اس نے کہا تیرا صندوق کتنے کا ہے؟ — اس نے کہا نو سو سے زیادہ قیمت دے رہے ہیں

من نمی آیم فروتر از ھزار — گر خریداری کُشا کیسہ بیار

میں ایک ہزار سے کیچھ نہ اُتروں گا — اگر تو خریدار ہے، تھیلی کھول، لا

گفت شرمے دار اے کوتہ نمد — قیمتِ صندوق خود پیدا بُود

اس نے کہا، اے مفلس! شرم کر — صندوق کی قیمت خود ظاہر ہے

گفت شرمے دار از اہلِ خرد — کس بدیں مقدار ایں را کے خرد

اس نے کہا، عقلمندوں سے شرما — کوئی اس مقدار پر اس کو کب خریدیگا؟

گفت[4] بے رُویت شری خود فاسد است — بیع ما زیں گلیم ایں راست نیست

اس نے کہا بغیر دیکھے خود خریداری فاسد ہے — ہماری بیع گدڑی کے نیچے، ہماری بیع صحیح نہیں ہے

برگشایم گر نمی ارزد مخر — تا نباشد بر تو حیفے اے پدر

میں کھولتا ہوں اگر اتنے کا نہ ہو نہ خرید — تاکہ اے باوا! تجھ پر ظلم نہ ہو

گفت اے ستار پرمکشایِ راز — سر بہ بستہ می خرم با من بساز

اس نے کہا اے پردہ پوش! راز نہ کھول — میں بندھا ہوا خریدتا ہوں مجھ سے طے کرلے

ستر کُن تا بر تو ستاری کُنند — تا نہ بینی ایمنی بر کس مخند

پردہ پوشی کر تاکہ تجھ پر پردہ پوشی کریں — جب تک تو اطمینان نہ دیکھے کسی پر نہ ہنس

پیش[5] ما ایں صندوق چوں تو ماندہ اند — خویش را اندر بلا بنشاندہ اند

اس صندوق میں تجھ جیسے بہت سے رہے ہیں — انھوں نے اپنے آپ کو بلا میں بٹھا رکھا ہے

آنچہ بر تو خواہ آں باشد پسند — بر دگر کس آں کُن از نفع و گزند

جس چیز کی خواہش تجھے اپنے لئے پسند ہو — نفع اور نقصان سے دوسرے پر وہی کر

آنچہ تو بر خود روا داری ہماں — می بکُن از نیک و از بد با کساں

جس چیز کو تو اپنے لئے روا رکھے، وہی — اچھے اور بُرے میں سے لوگوں کے ساتھ کر

---

[1] آمدن۔ اس آدمی کی اطلاع پر قاضی حسن کا نائب چوراہے پر پہنچ گیا۔ نائب نائب نے آکر جوحی سے صندوق کی خریداری کا معاملہ شروع کیا تو جوحی نے ہزار اشرفیاں قیمت بتائی اور کہا کہ نو سو اشرفیاں تک بکتی ہیں لیکن میں ہزار سے کم میں نہ دونگا اگر تو خریدار ہے تو تھیلی نکال اور ہزار اشرفیاں دیدے۔ گفت۔ نائب نے جوحی سے کہا کہ کچھ شرم کر صندوق کی اتنی قیمت کہاں ہے۔

[2] گفت۔ جوحی نے نائب کو مزید پریشان کرنے کے لئے کہا شروع کر دیا کہ بغیر اچھی طرح دیکھے چیز کو خریدنا درست نہیں ہے بر گشایم۔ میں اس صندوق کو کھول کر دکھائے دیتا ہوں اگر اس قیمت میں لینا پسند کرے تو لے لینا ورنہ ترکیوں ٹوٹے میں پڑتا ہے۔ گفت۔ نائب نے گھبرا کر فوراً کہا نہیں کھولنے کی ضرورت نہیں ہے اب راز کی پردہ پوشی کر میں صندوق کو بند ہی خریدلوں گا۔ ستر کُن۔ جوحی سے کہا اب تو قاضی کا پردہ رکھ خدا تیری پردہ پوشی کرے گا۔ تا نہ بینی ایمنی۔ جب تک اپنی نجات کا یقین نہ ہو کسی گنہگار کی مذاق نہ اڑانی چاہیئے۔

[3] پیش۔ تیری ہی طرح دوسرے دنیا کے صندوق میں بند ہیں۔ آنچہ۔ جس طرح تو اپنے صندوق میں بند ہونے پر مذاق پسند نہیں کرتا ہے دوسروں کی بھی مذاق نہ اڑا۔ آنچہ۔ جو کچھ اچھا بُرا انسان اپنے لئے پسند کرے وہی دوسرے کیلئے پسند کرے۔

اَنچہ[1] نہ پسندی بخود از نفع و ضر
جو نفع اور نقصان تو اپنے لئے پسند نہ کرے

بر کسے مپسند ہم اے بے ہنر
اے بے ہنر! کسی کے لئے بھی پسند نہ کر

زانکہ بر مرصادِ حق اندر کمیں
کیونکہ اللہ تعالیٰ کی گذرگاہ پر کمینگاہ میں سے

می دہد پاداش پیش از یوم دیں
قیامت کے دن سے پہلے بدلہ دے دیتا ہے

آں عظیم العرش عرشِ او محیط
وہ بڑے عرش والا ہے، اس کا عرش سب کو گھیرے ہوئے ہے

تختِ دادش بر ہمہ جانہا بسیط
اس کے انصاف کا تخت تمام جانوں پر احاطہ کئے ہوئے ہے

گوشۂ عرشش بتو پیوستہ است
اس کے عرش کا کنارہ تجھ سے لگا ہوا ہے

ہیں مجنباں جز بدیں داد دست
خبردار! دین اور انصاف کے سوا ہاتھ نہ ہلا

تو مراقب باش بر احوالِ خویش
تو اپنے احوال کا نگران بن

نوش ہیں رو داد و بعد از ظلم نیش
تو انصاف میں شہد ہو جائے اور ظلم کے بعد نیش ہو جائے

پیش[2] ہیں جا خود جزائے نیک و بد
اسی جگہ اچھے اور برے کا بدلہ

میرسد باہر کسے چوں بنگرد
ہر شخص کے پاس پہنچ جاتا ہے جب وہ غور کرے

واں جزا کانجا رسد در یوم دیں
اور وہ بدلہ جو قیامت کے دن وہاں ہے گا

ہیچ آں با ایں نماند نیک بیں
وہ اس جیسا نہیں ہے، غور کرلے

بے حد و بے عد بود آنجا جزا
وہاں بدلہ بے حد اور ان گنت ہے

دوزخ و نارست جایِ نامزا
اس کی جگہ جہنم اور آگ ہے

گفت آرے آنچہ کردم ستم ست
اس نے کہا ہاں جو میں نے کیا ظلم ہے

لیک ہم میداں کہ بادی ظلم ست
لیکن یہ بھی سمجھ لے کہ ابتدا کرنے والا زیادہ ظالم ہے

گفت نائب یک بیک ما بادیم
نائب نے کہا ہم سب ابتدا کرنے والے ہیں

باسوادِ رُو چہ اندر شادیم
شکر کی کاٹ کے ہوتے ہوئے کیسے خوش ہیں

ہمچو[3] زنگی کو بود شادان و خوش
حبشی کی طرح کہ وہ سر بریدہ خوش ہے

او نہ بیند غیر او بیند رخش
وہ نہیں دیکھتا وہ سوا اس کا چہرہ دیکھتا ہے

ماجرا بسیار شد در من مَرید
قصہ بہت لمبا ہوا

داد صد دینار و آں از وے خرید
اس نے سو دینار دیئے اور وہ اس سے خرید لیا

ہر دمے صندوقی اے بد پسند
اے برائی کے پسند کرنے والے! ہر وقت ایک صندوق

ہاتفان و غیبیانت می خرند
تجھے ہاتف اور غیبی خرید رہے ہیں

---

[1] اَنچہ: جو چیز تو خود اپنے لئے پسند نہ کرے دوسروں کے لئے بھی پسند نہ کر، اللہ تعالیٰ کی گذرگاہ پر تجھ سے کسی کا کام پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور وہ اکثر قیامت سے پہلے بھی عمل کی جزا دیدیتا ہے اس عظیم العرش، اس کا انصاف سب پر احاطہ کئے ہوئے ہے تو خوش تو بھی اس کے عدل کے تحت ہے جب کرے گا ویسا بھرے گا، تو مراقب بن، بھلا کرے گا بھلا ہوگا برا کرے گا برا ہوگا۔

[2] پیش: انسان غور کرے تو انسان کو اعمال کی جزا اور سزا دنیا میں بھی مل رہی ہے، ہاں جزا قیامت میں جو بدلہ ملتا ہے وہ غیر معمولی ہے اور بد اعمال کو بدلہ قیامت میں بہت ہے۔ گفت۔ جوحی نے کہا کہ بے شک قاضی کے ساتھ جو میں نے کیا وہ میرا ظلم ہے لیکن چونکہ برائی کی ابتدا قاضی نے کی کہ میری بیوی سے برا اشارہ کیا تو وہ مجھ سے زیادہ ظالم ہے لہٰذا اگلے اور پر ظلم سمجھا نہیں ہے۔ گفت۔ نائب نے کہا کہ دوسرے کو اپنے سے زیادہ ظالم قرار دینا درست نہیں ہے ہم سب گمراہوں میں شریک ہیں اور سب ہی برائی کی ابتدا کرنے والے ہیں۔

[3] ہمچو: ہم اپنے آپ کو بہتر اور دوسرے کو برا سمجھتے ہیں اس حبشی کی طرح ہیں جو اپنی بھیانک شکل نہیں دیکھتا دوسروں کی بھیانک شکل دیکھتا ہے یعنی دوسرے کی برائی پر نظر ہے جس میں پیچھے کر جو بڑھ کر اپنا منہ لگائے سو اس کی

ایں[1] یقیں میداں کا سیر و بندۂ
زانکہ در صندوقِ غمہا ماندۂ

تو یقین کرلے کہ تو قیدی اور غلام ہے
کیونکہ تو غموں کے صندوق میں رہا ہے

بندِ ہر چہ گشتۂ از نیک و بد
ہر یکے بر تو چو صندوقیست سد

بھلے اور برے میں سے تو جس میں مقید ہے
تجھ پر ہر ایک صندوق کی طرح روک ہے

تا نگردی زیں ہمہ آزاد تو
کے شوی اے جاں ز غم دلشاد تو

جب تک تو ان سب سے آزاد نہ ہوگا
اے جان تو غم سے دلشاد کیسے ہوگا؟

در بیانِ خبر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمود مَنْ کُنْتُ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا بیان کہ فرمایا "میں جس کا آقا ہوں

مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ تا منافقاں طعنہ کردند کہ ایں بس

پس علیؓ اس کا آقا ہے" حتیٰ کہ منافقوں نے طعنہ دیا کہ یہ کافی نہ تھا

نبود کہ ما مطیع شدیم وے را کہ مطاوعت کود کے فرماید

کہ ہم ان کے فرمانبردار ہوگئے، کہ وہ ایک لڑکے کی تابعداری کا حکم کر رہے ہیں

زیں[2] سبب پیغمبرِ با اجتہاد
نامِ خود و آں علیؓ مولا نہاد

اسی لئے باصبر پیغمبرؐ نے
اپنا اور ان علیؓ کا نام مولیٰ رکھا

گفت ہر کو را منم مولا و دوست
ابنِ عمِ من علیؓ مولائے اوست

فرمایا جس کا میں مولیٰ اور دوست ہوں
میرے چچا کا بیٹا علیؓ اس کا مولیٰ ہے

کیست مولیٰ آنکہ آزادت کند
بندِ رقیت ز پایت برکند

مولیٰ کون ہے؟ وہ جو تجھے آزاد کرے
تیرے پاؤں سے غلامی کی زنجیر نکال دے

چوں بآزادی نبوّت ہادیست
مومناں را انبیا آزادی ست

چونکہ نبوت آزادی کی راہنما ہے
مومنوں کو انبیاء کی وجہ سے آزادی حاصل ہے

ہمچو سرو و سوسن آزادی کنید[3]
اے گروہِ مومناں شادی کنید

سرو اور سوسن کی طرح آزادی منائو
اے مومنوں کی جماعت! خوشی مناؤ

بے زباں چوں گلستانِ خوش خضاب
لیک می گوید ہر دم شکرِ آب

بغیر زبان کے، خوش رنگ جس کی طرح
لیکن ہر وقت پانی کا شکر ادا کرو

شکرِ آبے شکرِ عدلِ نوبہار
بے زباں گویند سرو و سبزہ زار

پانی کا شکریہ اور نوبہار کے انصاف کا شکریہ
سرو اور سبزہ زار بغیر زبان کے ادا کرتے ہیں

---

[1] ایں یقین: تجھے یقین کر لینا چاہیے تو بھی قاضی کی طرح غموں اور فکروں کے صندوق میں مقید ہے۔ بند۔ دل پسند اور ناپسند جو بھی تیرا دنیاوی مطلوب ہے وہ تیرے لئے صندوق اور رکاوٹ ہے۔ آخرت کیلئے رکاوٹ ہے۔ تا نگردی۔ جب تک تو ان علائق کو توڑ کر آزاد نہ ہوگا تجھے حیاتِ طیبہ نصیب نہ ہوگی۔ در بیان۔ اس حدیث سے اس آزادی کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

[2] زیں سبب۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا جس کا میں مولیٰ اور آقا ہوں علیؓ اس کا مولیٰ ہے۔ چونکہ بآزادی۔ نبوت انسان کی رہنمائی کرتی ہے اور دنیا کی علائق سے آزادی دلاتی ہے۔

[3] اے گروہ۔ مومنوں کو اس آزادی سے خوشی منانی چاہیے سرو اور سوسن کو پھلوں نہ ہونے کی وجہ سے آزاد کہا جاتا ہے۔ یک۔ اپنے مُرلی کا اسی طرح شکر ادا کرو جس طرح خوش رنگ جس اپنے مُرلی پانی کا شکر ادا کرتا ہے۔ بے زبان۔ بعض زبان سے شکر، شکر نہیں ہے بلکہ دل اور حال سے شکر ادا کرو جس کے بولے اعضاء شکر ادا کرتے ہیں۔

حُلّہا[1] پوشیدہ و دامن کشاں — مست و رقاص و خوش و عنبر فشاں

جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کھینچتے ہوئے — مست اور ناچنے والے اور خوش اور عنبر چھڑکنے والے

جُزو جُزو از بستن از شاہِ بہار — جسمِ شاں چوں غُنچِ پُر دُرِّ ثمار

شاہِ بہار سے، جُز جُز عاملہ ہے — اُن کا جسم ڈبے کی طرح پھلوں کے موتیوں سے بھرا

مُریماں بے شوی آبست از مسیح — خامُشاں بے لاف و گفتارِ فصیح[2]

بہت سی مریم بغیر شوہر کے یسوع سے حاملہ ہیں — چُپ ہیں بغیر دعوے اور گفتگو کے فصیح ہیں

ماہِ ما بے نطق خوش برتافتہ است — ہر زباں نطق از فرِ اُو یافتہ است

ہمارا چاند بغیر گویائی کے خوب چمکتا ہوا ہے — ہر زبان نے اُس کے نور سے گویائی حاصل کی

نطقِ عیسیٰؑ از فرِ مریم بُوَد[3] — نطقِ آدم پرتوِ آں دَم بُوَد

حضرت عیسیٰ کی گویائی حضرت مریم کے نور سے ہے — حضرت آدم کی گویائی اُس نفخ کے پرتو سے ہے

تا زیادت گردد از شکرائے ثقات — پس نباتِ دیگر ست اندر نبات

اے ثقہ لوگو! تاکہ شکر کی وجہ سے زیادتی ہو — نباتات میں بہت سی دوسری نباتات ہیں

عکسِ آں اینجاست ذَلَّ مَنْ قَنَعَ — اندریں طورست عَزَّ مَنْ طَمَعَ

یہاں ذلیل ہوا جس نے قناعت کی وہ کامیاب ہے — اِس راستہ میں ہے "عزت پائی جس نے لالچ کیا"

در جُوالِ نفسِ خود چندیں مرُو[4] — از خریدارانِ خود غافل مشو

اپنے نفس کے بورے میں اتنا نہ گھس — اپنے خریداروں سے غافل نہ ہو

باز آمدن زنِ جوحی بمحکمۂ قاضی سالِ دوم بر اُمیدِ آنکہ وظیفہ

دوسرے سال جوحی کی بیوی کا قاضی کی کچہری میں آنا اِس اُمید پر کہ

پارسال بجا آورد و شناخت قاضی اُورا

گذشتہ سال کا معاملہ انجام دے اور قاضی کا اُسکو پہچان لینا

بعدِ سالے باز جوحی از محَن — رُو بزَن کرد و بگفت اے چُست زَن

مصیبتوں کی وجہ سے ایک سال بعد پھر جوحی نے — بیوی کی طرف رُخ کیا اور کہا اے چالاک عورت!

آں وظیفہ پار را تجدید کُن — پیشِ قاضی از گلہ من گو سخن

پارسال والے معاملہ کی تجدید کر — قاضی کے سامنے میرے شکوے کی بات کر

---

[1] حُلّہا: جمعوں کا شکر ادا کرنا ہے کہ انھوں نے نئی پوشاکیں پہنی ہیں اور نازوادا دکھا رہے ہیں اور خوشبو مہکا رہے ہیں جیسے چمن اور باغ کا ہر جُز و بہار کا شکریہ اس طرح ادا کرتا ہے کہ اُس کا جُز جُز پھلوں سے پُر ہو گیا ہے۔ مریماں۔ یعنی رفعت یسوع یعنی پھل۔ خامُشاں۔ سب خاموش ہیں لیکن اُن کے احوال گویا ہیں۔ ماوما۔ چمن کہتا ہے کہ جس طرح ہم بغیر گویائی کے شکر گذار ہیں اسی طرح ہمارے محسن موسم بہار میں گویائی نہیں ہے لیکن دوسری گویائیاں اُس کا فیض ہیں اُن کا نشوونما موسم بہار کرتا ہے۔

[2] نطق یعنی موسم بہار سے زبان کو گویائی حاصل ہونا اسی طرح ہے جس طرح سے حضرت عیسیٰؑ کو بچپن ہی میں گویائی حضرت مریم کے نور سے حاصل ہوئی اور حضرت آدمؑ کو گویائی اللہ تعالیٰ کے نفخ سے حاصل ہوئی۔ لئے ثقات شکر کی اسلئے تلقین کی جارہی ہے کہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ نباتِ یعنی نعمتوں کے اندر مزید نعمتیں ہیں جو شکر سے حاصل ہونگی بکتی۔ دنیا کی اشیاء کے بارے میں ہے عَزَّ مَنْ قَنَعَ جس نے قناعت کی اُس نے عزت پائی اور ذَلَّ مَنْ طَمَعَ جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا لیکن دینی نعمتوں کے بارے

[3] یہاں معاملہ اُلٹا ہے اُن میں جو قناعت کرتا ہے وہ ذلیل ہوتا ہے اور جو لالچ کرتا ہے وہ عزت پاتا ہے ——

[4] در جُوالِ نفس کے صندوق سے باہر نکل تیرے مُربی تیرے خریدار ہیں اُنکی اطاعت کر یہی اُنکا شکر ہے۔ جب حضرت جوحی نے گھر والوں کے رویے سے مزے آئے پھر التماس سے پریشان ہو کر عورت سے کہا اُس وظیفہ۔ گذشتہ سال کی

زُن[1] بر قاضی در آمد با زناں — مُرزُنے را کرد آں زن ترجماں

عورت، عورتوں کے ساتھ قاضی کے پاس آئی — اُس عورت نے ایک عورت کو ترجمان بنایا

تا نہ بشناسد ز گفتن قاضیش — یاد ناید از بلائے ماضیش

تاکہ بولنے سے قاضی اُس کو نہ پہچانے — اُس کو گذشتہ مصیبت یاد نہ آجائے

ہست فتنہ غمزۂ غمّاز زن — لیک آں صد تو شود ز آواز زن

عورت کی چنچل خوراداغتہ ہے — لیکن وہ عورت کی آواز سے تگنا ہو جاتا ہے

چوں نمی تانست آوازے فراشت — غمزۂ تنہائی زن سودے نداشت

چونکہ وہ آواز بلند نہ کر سکتی تھی — عورت کی اکیلی ادا مفید نہ ہوئی

گفت قاضی رُو تو خصمت را بیار — تا دہم کارِ ترا با اُو قرار

قاضی نے کہا جا تو اپنے مدعی علیہ کو لے آ — تاکہ اُس کے ساتھ تیرا معاملہ طے کر دوں

جوحی[2] آمد قاضیش نشناخت زود — کہ بوقتِ لُقیہ در صندوق بُود

جوحی آگیا، قاضی نے اُس کو جلد نہ پہچانا — کیونکہ وہ ملاقات کے وقت صندوق میں تھا

زو نہ شنیدہ بُود آواز از بروں — در شرٰی و بیع و در نقص و فزوں

اُس نے اُس کی آواز باہر سے سنی تھی — خرید و فروخت اور کمی و بیشی میں

گفت نفقہ زن چرا ندہی تمام — گفت از جاں شرع را ہستم غلام

اُس نے کہا تو عورت کا پورا خرچ کیوں نہیں دیتا؟ — اُس نے کہا میں شریعت کو جان سے غلام ہوں

لیک[3] اگر میرم ندارم من کفن — مُفلسِ ایں لعبم و شش پنج زن

لیکن اگر میں مر جاؤں تو میں کفن بھی نہیں رکھتا ہوں — میں اِس کھیل سے مُفلس ہوں اور یہ فریب آرائیاں

زیں سخن قاضی مگر بشناختش — یاد آورد آں دغل واں باختش

قاضی نے شاید اِس بات سے اُس کو پہچان لیا — اُس کو وہ مکر اور اُس کی وہ بازی یاد آگئی

گفت آں شش پنج با من باختی — یار اندر شش درم انداختی

کہا، وہ شش پنج تو نے میرے ساتھ کھیلا تھا — گذشتہ سال تو نے مجھے شطرنج میں پھنسایا تھا

نوبتِ من رفت امسال آں قمار — باد گر کس باز دست از من بدار

میری باری گذر گئی اِس سال — کسی دوسرے سے کھیل اور مجھ سے ہاتھ اُٹھا لے

---

[1] زن۔ جوحی کی بیوی کچھ عورتوں کو ساتھ لے کر قاضی کی کچہری میں پہنچی اور ایک عورت کو اپنا ترجمان بنایا۔ تا نہ بشناسد۔ جوحی کی بیوی خود اس لئے نہ بولی کہ قاضی اُس کی آواز سے اُسکو نہ پہچان لے اور گزشتہ سال کی مصیبت قاضی کو یاد نہ آجائے۔ ہست۔ عورتوں کی ادا میں فتنہ ہیں لیکن آواز کے ساتھ مل کر وہ فتنے بن جاتی ہیں۔ چوں۔ جب عورت کی آواز ادا کے ساتھ نہ ہو تو محض ادا اتنا کام نہیں کرتی۔ گفت قاضی چونکہ اس بار فریفتہ نہ ہوا تو اُس نے کہا کہ شوہر کو حاضر کر۔

[2] جوحی۔ وہ عورت اپنے شوہر جوحی کو بلا لائی تا قاضی جوحی کو نہ پہچان سکا اس لئے کہ اُس کی ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں بند تھا۔ زو۔ قاضی نے جوحی کی رٹ آواز سُنی تھی جب وہ نائب ہے صندوق کا سودا کر رہا تھا۔ گفت۔ قاضی نے جوحی سے کہا تو بیوی کو پورا خرچ کیوں نہیں دیتا۔ از جان۔ جوحی نے کہا میں شریعت کے احکام کا غلام ہوں۔

[3] لیک۔ لیکن میں اس قدر مُفلس ہوں کہ اگر مر جاؤں تو کفن بھی نہیں ہے شش پنج زن۔ جیدُ نکاری

کرنے والا۔ زیں سخن۔ ان باتوں سے قاضی جوحی کو پہچان گیا۔ دغل۔ اُس کو اُس کی گذشتہ سال کی مکاری یاد آگئی۔ گفت۔ قاضی نے کہا تو نے گذشتہ سال میرے ساتھ مکاری کی تھی اور مجھے شطرنج میں پھنسایا تھا۔ نوبت۔ میری باری تو گذر گئی اب کسی اور کو پھانس۔

از شش[۵۱] و از پنج عارف گشت فرد — مُحتَرِز گشت ست زیں شش پنج نرد

عارف شش اور پنج سے جدا ہو گیا — بازی کے اس شش و پنج سے پرہیز کرنے والا بن گیا

رَست او از پنج حِس و شش جہت — از ورائے آں ہمہ کرد آگہت

وہ پانچ حواس اور چھ جہت سے چھوٹ گیا — تجھے اُن سب کے آگے سے آگاہ کیا

شُد اشارات آتش اِشاراتِ ازل — جاوَزَ الاوہام طُرّاً وَاعتَزَل

اُس کے اشارے ازل کے اخبار ہو گئے — وہ سب وہموں سے گذر گیا ہے اور یکسو ہو گیا ہے

زیں چہ شش گوشہ گر نبود بُروں — چوں برآرد یوسفے را از دروں

اگر وہ اس چھ گوشے والے کنویں سے باہر نہ ہو — یوسف کو اندر سے کیسے نکالے؟

وارِدے بالائے چرخِ بے ستُن — جسمِ اُو چوں دَلو در چہ چارہ کُن

وہ بغیر ستون کے آسمان کے اوپر سے اُترنے والا ہے — اُس کا جسم ڈول کی طرح کنویں میں تدبیر کرنے والا ہے

یوسفاں[۵۲] چنگال در دَلوش زدہ — رَستہ از چاہ و شہ مصری شدہ

یوسفوں نے اُس کے ڈول کو پکڑ لیا ہے — کنویں سے نجات پا کر مصری بادشاہ بنگئے ہیں

دَلوہای دیگر از چہ آب جُو — دَلوِ اُو فارغ ز آب اَصحاب جُو

دوسرے ڈول کنویں میں سے پانی کے جواں ہیں — اُس کا ڈول پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈنے والا ہے

دَلوہا غوّاصِ آب از بہرِ قُوت — دَلوِ اُو قُوت و حیاتِ جانِ حُوت

(دوسروں کے) ڈول روزی کیلئے پانی میں غوطہ لگانے والے ہیں — اُس کا ڈول جان کی کھیل کے لئے روزی اور زندگی ہے

دَلوہا وابستۂ چرخِ بلند[۵۳] — دَلوِ اُو در اَصبعینِ زورمند

(دوسروں کے) ڈول اونچی گھڑی سے وابستہ ہیں — اُس کا ڈول قوی کی دو انگلیوں کے درمیان ہے

دَلوچہ و حبل چہ و چرخ چی — ایں مثالے بس رکیک ست اے اچی

کیسا ڈول اور کیسی رسّی، اور کیسا آسمان؟ — اے بڑے بھائی! یہ مثال بہت کمزور ہے

از کجا آرم مثالِ بے شکست — کفوِ اُو نے آید و نے آمدست

میں سالم مثال کہاں سے لاؤں؟ — اُس کی مثل نہ آئے، اور نہ آیا ہے

صد ہزاراں مرد پنہاں در یکے — صد کمان و تیر در جُہ ناوکے

لاکھوں انسان ایک میں پوشیدہ ہیں — سیکڑوں تیر و کمان ایک تیر میں داخل ہیں

---

۵۱ از شش۔ عارف شش و پنج سے فارغ ہوتا ہے۔ رَست۔ پنج سے مراد پانچ حواس اور شش سے مراد چھ جہتیں ہیں۔ شُد اشارا تش۔ اب اُس کا ادراک حواسِ خمسہ اور دنیا کے شش جہات سے بالاتر ہے اب اُس کو علوی علوم حاصل ہیں وہ اوہام سے گذر گیا ہے اور یکسو ہو گیا ہے۔ زیں۔ اگر وہ دنیا کے چھ گوشے والے کنویں کے اندر ہوتا تو دوسرے کو کنویں سے باہر کیسے نکال سکتا۔ برآرد۔ وارد۔ قرآن پاک میں ہے فَاَرسَلُوا وَارِدَھُم یعنی اُنھوں نے پانی بھرنے والے کو بھیجا یہی وارد تھا جس نے حضرت یوسفؑ کو کنویں سے نکالا اسی طرح مُریدوں کو کنویں میں سے نکالنے والا یعنی شیخ دنیا سے بالا ہے صرف اُس کا جسم دنیا کے اس کنویں میں ڈول کی طرح آ جاتا ہے جو کنویں میں مجبوس نہیں ہوتا ہے۔

۵۲ یوسفاں۔ مُرید اُس کے اس جسم سے وابستہ ہو کر دنیا کے کنویں سے نجات پا کر حضرت یوسفؑ کی طرح شاہِ مصر بنتے ہیں۔ دَلوہای۔ دنیا داروں کے ڈول تو دنیا حاصل کرتے ہیں اور شیخ کا ڈول دنیا سے باہر نکالتا ہے۔ دَلوہا۔ دوسرے کے ڈول پانی حاصل کرنیکے لئے کنویں میں جاتے ہیں اُنکا ڈول پھل کو روزی اور زندگی عطا کرتا ہے جوت۔ پھل یعنی مُرید۔

۵۳ چرخِ بلند۔ یعنی گھڑی جو کنویں کے اوپر ہوتی ہے۔ دو اصبعین۔ یعنی اللہ کے تصرف میں ہے۔ ذکر۔ یہاں عارف باللہ کے جسم کو ڈول وغیرہ سے تشبیہ دی اب فرماتے ہیں عارف کیلئے یہ مثالیں بالکل ناقص ہیں۔ آخر کیا۔ اس کی مثال کائنات میں کوئی نہیں ہو صد ہزاراں۔ وہ عارف ایک ذات ہے لیکن پوری ایک اُمت ہوتا ہے اور وہ ایک

تیر ہے جس میں سیکڑوں تیر و کمان پوشیدہ ہیں۔

مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ فِتْنَہ[1]
وہ تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا، ایک امتحان تھا

صَد ہزاراں خرمن اندر حُفنَہ
ایک مٹھی میں لاکھوں کھلیان ہیں

آفتابے در یکے ذرّہ نہاں
سورج ایک ذرّے میں پوشیدہ ہے

ناگہاں آں ذرّہ بکشاید دہاں
(اگر) وہ ذرّہ اچانک منہ کھول دے

ذرّہ ذرّہ گردد افلاک و زمیں
آسمان اور زمین ذرّہ ذرّہ ہو جائے

پیشِ آں خورشید چوں جست از کمیں
اُس سورج کے سامنے جب وہ کمینگاہ سے نکلے

اِیں چنیں جانے چہ در خورِ تنِ ست
ایسی جان جسم کے کیا لائق ہے؟

ہیں بشنو اے تنِ از ایں جاں ہر دو دست
خبردار! اے جسم اس جان سے دونوں ہاتھ دھو لے

اے تنِ گشتہ وثاقِ جاں بس ست[2]
اے جسم! جو روح کا گھر بنا ہوا ہے، بس ہے

چند تاند بحر در مشکے نشست
سمندر ایک مشک میں کہاں تک سما سکتا ہے؟

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر[3]
خبردار! بشر میں ہزاروں جبرئیل پوشیدہ ہیں

اے مسیحاں نہاں در جوفِ خر
آگاہ ہو جا! گدھے کے پیٹ میں بہت سے مسیح پوشیدہ ہیں

اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد
خبردار! کملی میں کلیم اللہ پوشیدہ ہے

واقف از خوفست و ایمن از نیک و بد
جو خوف سے واقف ہے اور نیک بد سے بچ گیا

اے حبیب اللہ نہاں در غارِ تن
خبردار! جسم کے غار میں اللہ کا محبوب پوشیدہ ہے

گنجِ ربّانی نہاں در مارِ تن
جسم کے سانپ میں خدائی خزانہ پوشیدہ ہے

اے ہزاراں کعبہ نہاں در کنشے[4]
خبردار! ہزاروں کعبے گرجا گھر میں پوشیدہ ہیں

اے غلط اندازِ عفریت و بلیس
اے بھوت اور شیطان کو غلطی میں مبتلا کرنے والے

سجدہ گاہِ لامکانی در مکاں
تو مکان میں لامکانی کی سجدہ گاہ ہے

مر بلیساں را ز تو ویراں دکاں
تیرے ہی سبب سے شیطانوں کی دکان برباد ہے

کہ چرا من خدمتِ ایں طیں کنم
کہ میں اس مٹی کی خدمت کیوں کروں؟

صورتِ دوں را لقب چوں دیں کنم
کم درجہ کی صورت کو دین کا لقب کیوں دوں؟

نیست صورت چشم را نیکو بمال
صورت نہیں ہے، آنکھ خوب مل لے

تا بہ بینی شعشعِ نورِ جلال
تاکہ تو جلال کے نور کی چمک دیکھے

باز آمدن بقصۂ شہزادہ و ملازمت او بحضرتِ شاہ
شہزادے کے قصہ کی طرف واپسی اور اس کی شاہ کے دربار سے وابستگی

---

[1] مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ فِتْنَہ۔ وہ مارنا خدا سے وصف رکھتا ہے فتنہ لوگوں کے لئے آزمائش ہے کہ وہ لوگ محض اُس کے جسم کو دیکھ کر شیطانی خیالات کرتے ہیں۔ خفتہ۔ یعنی مٹھی بھر خاک کا ڈلا۔ اُس کی روح ایک آفتاب ہے جو جسم کے ذرّے میں پوشیدہ ہے۔ ذرّہ۔ یہی اُس آفتاب کی تاب نہیں لا سکتی۔ اِیں چنیں۔ جبکہ رُوح کی وسعت اور عظمت کا یہ حال ہے تو وہ اس جسم کے لائق کہاں ہے۔

[2] اے تن۔ جو جسم رُوح کا گھر بنا ہوا ہے رُوح کا اُس میں تھوڑی دیر کا قیام کافی ہے سمندر جیسی روح مشک کے جسم میں کب تک ٹھہر سکتی ہے۔ اے ہزاراں۔ رُوح بمنزلہ ہزاروں جبرئیل کے ہے اور جسم ایک بشر ہے رُوح جیسا ہے اور جسم خر ہے۔ اے۔ یہ رُوحِ عارف کو خطاب ہے۔ خوف یعنی علم معرفتِ خداوندی۔ نیک و بد یعنی دنیاوی امور۔ حبیب اللہ۔ آنحضورؐ ہجرت کے وقت غارِ ثور میں پوشیدہ رہے تھے۔

[3] اے ہزاراں کعبہ۔ یہ تمام تشبیہیں رُوح اور جسم کی ہیں۔ غلط۔ شیطان محض جسم کو دیکھ کر غلطی میں مبتلا ہو گیا۔ لامکانی یعنی فرشتے۔ در مکان۔ ایک قول کے مطابق فرشتوں نے آدمؑ کو زمین پر سجدہ کیا تھا۔ کہ چرا۔ یہ زمان کی دراز کمانیاں ہے نیست۔ زنا شیطان ہے

شاہزادہ پیشِ شہ حیران ایں
شہزادہ بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا

ہفت[1] گردوں دید در یک مشت طیں
سات آسمان اس نے ایک مٹھی مٹی میں دیکھے

ہیچ ممکن نے بہ بحثے لب کشود
بحث میں لب کشائی کسی طرح ممکن نہیں!

لیک جان با جاں دمے خامش نبود
لیکن جان جاں کے ساتھ ایک لمحہ کیلئے خاموش نہیں ہے

آمدہ در خاطرش کیں بس خفی ست
اُس کے دل میں آیا، کہ یہ بہت پوشیدہ ہے

ایں ہمہ معنی ست پس صورت چیست
یہ سب باطن ہے، تو صورت کس لئے ہے

صورتے از صورتت بیزار کن
یہ ایک صورت تجھے صورت سے بیزار کر دیتی ہے

خفتہ مر خفتہ را بیدار کن
ایک سویا ہوا سوئے ہوئے کو بیدار کر دیتا ہے

آں کلامت می رہاند از کلام[2]
تجھے وہ کلام، کلام سے چھڑا لیتا ہے

واں سقامت می جہاند از سقام
اور وہ بیماری، تجھے بیماری سے نجات دیتی ہے

پس سقامِ عشق جانِ صحت ست
عشق کی بیماری صحت کی روح ہے

رنجہایش حسرتِ ہر راحت ست
اُس کے رنج ہر راحت کا رشک ہیں

اے تن اکنوں دست جو از جاں بشو
اے جسم! اب اپنا ہاتھ جان سے دھو لے

ور نمی شوئی جزایں جانے بجو
اور اگر تو نہیں دھوتا اسکے علاوہ کوئی جان تلاش کر لے

در بیانِ نوازش و احترامِ شاہِ چین شاہزادۂ غریب عاشق را

شاہ چین کے پردیسی، عاشق شہزادے، کو نوازنے اور احترام کرنے کے بیان میں

حاصل آں شہ نیک او را می نواخت
خلاصہ یہ ہے کہ شاہ اُس کو خوب نوازتا تھا

او ازاں خورشید چوں مہ می گداخت
وہ اُس سورج سے چاند کی طرح گھلتا تھا

آں گداز عاشقاں باشد نمو
عاشقوں کا وہ گھلنا، بڑھتا ہے

ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رو
جس طرح چاند گھٹاؤ میں تازہ رو ہے

جملہ رنجوراں دوا دارند امید
سب بیمار، دوا کی اُمید کرتے ہیں

نالد ایں رنجور کم افزوں کنید
یہ بیمار روتا ہے، کہ میری بیماری بڑھاؤ

جملہ رنجوراں دوا جویند و ایں
سب مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ

رنج افزوں جوید و درد و حنیں
زیادہ رنج اور درد اور رونا تلاش کرتا ہے

---

[1] ہفت گردوں۔ رُوحِ کامل اس سے بھی زیادہ وسیع ہے۔
یک مشت طین یعنی جسم۔
[2] آں کلامت۔ جو اشکالات شہزادے کے ذہن میں آئے تھے وہ زبان سے تو بیان نہ کرتا تھا لیکن باطنی روحی مکالمہ ہوتا تھا۔ آمدہ۔ شہزادے کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا جبکہ سب فضائل اور خواص رُوح کے ہیں تو جسم سے اُس کا تعلق کیوں کیا گیا ہے۔
صورتے۔ رُوحِ کامل کو صورت سے اسلئے وابستہ کر دیا گیا ہے کہ صورت اختیار کر کے تیرے اندر وہ فیض پہنچائے کہ تو صورت سے بیزار ہو جائے اُس کا یہ فیض رُوحِ مجرد سے تو حاصل نہ کر سکتا تھا تو گویا اُس کی یہ مثال ہوئی کہ ایک خفتہ یعنی صورت نے تجھ خفتہ کو بیدار کر دیا کہ تو صورت سے بیزار ہو گیا۔
[3] آں کلامت۔ اس رُوح سے جبکہ وہ صورت سے وابستہ ہے کلام صادر ہوتا ہے جو تجھے اُس کلام سے باز رکھتا ہے جو مقصود سے مانع ہو۔ واں سقامت۔ جسمانی بیماریوں کو اللہ تعالیٰ گناہوں کی بیماریوں کی دوا بنا دیتا ہے یا مطلب یہ ہے کہ رُوحِ کامل کے جسم پر جب عشق کی بیماری طاری ہوتی ہے تو اُس کے آثار کو دیکھ کر لوگ اپنی اصلاح کرتے ہیں۔
سقامِ عشق۔ ہم نے عشق کو بیماری کہا ہے لیکن یہ ایسی بیماری ہے جو صحت کی جان ہے اور اسکی

تکالیف راحتوں کیلئے باعثِ حسرت ہیں جو صحت سے محظوظ ہوتی ہیں۔ اے تن۔ اے جسم اب ہی جان کو بچا چھوڑ دے اور اگر تو بالکل رُوح کو چھوڑنا نہیں چاہتا تو جیسا کہ قاضی نے کہا کوئی رُوح تلاش کر لے ——— جان جاں۔ خلاصہ یہ ہے کہ شاہ چین اُس شہزادے کو نوازتا تھا لیکن عشق اُسکو گھلا رہا تھا۔ عاشقاں جگر حقیقی عشق ہر وہ بتنے گھلنے ہیں اُتنے ہی تازہ رُو

خوب[1] تر زیں سم ندیدم شربتے
میں نے اس زہر سے زیادہ اچھا کوئی شربت نہیں دیکھا

زیں مرض خوشتر نباشد صحتے
کوئی صحت اس بیماری سے زیادہ اچھی نہ ہوگی

زیں گنہ بہتر نباشد طاعتے
کوئی طاعت اس گناہ سے بہتر نہیں ہے

سالہا نسبت بدیں دم ساعتے
بہت سے سال اس سانس کی نسبت ایک گھڑی ہیں

مدتے بدبیش آں شہ زیں نسق
وہ ایک مدت تک اس شاہ کے سامنے اس طریقہ پر

دل کباب و جاں نہادہ بر طبق
دل کباب (فدا) اور جان طباق پر رکھے ہوئے

گفت شاہ از ہر کسے یکسر بُرید
بولا، شاہ نے ہر شخص کا ایک سر کاٹا

من زشہ ہر لحظہ قربانم جدید
میں بادشاہ کی وجہ سے ہر لحظہ نیا قربان ہو رہا ہوں

من[2] فقیرم از زر و از سر غنی
صد ہزاراں سر خلف داد آں سنی
میں زر سے فقیر اور سر سے بے نیاز ہوں
اس روشنی نے لاکھوں سر بیشمار میں دیدیئے ہیں

بادو پا در عشق نتواں تاختن
بایکے سر عشق نتواں باختن
عشق میں دو پاؤں سے نہیں دوڑا جاسکتا
ایک سر سے عشق کی بازی نہیں کھیلی جاسکتی

ہر کسے را خود دو پا و یک سرست
با ہزاراں پا و سر تن نادرست
ہر شخص کے خود دو پاؤں اور ایک سر ہے
ہزاروں پاؤں اور سر کا جسم کباب ہے

زیں سبب ہنگامہ ہا شد کل ہدر
ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر
اسی لئے سب ہنگامے ضائع ہوگئے
یہ ہنگامہ ہر لمحہ تیزی پر ہے

معدن گرمی ست اندر لامکاں
ہفت دوزخ از شرارش یک دخاں
گرمی کی کان، لامکان میں ہے
سات دوزخیں اس کی چنگاری کا ایک دھواں ہیں

در[3] بیان آنکہ دوزخ گوید کہ قنطرۂ صراط بر سر اوست اے
اس کا بیان کہ وہ دوزخ کہ پل صراط اس کے اوپر ہے کہتی ہے اے

مومن زود تر بشتاب و بگذر تا عظمت نور تو آتش مرا نکشد
مومن جلد کر اور گذر جا تاکہ تیرے نور کی عظمت میری آگ نہ بجھادے

جُز یا مُؤمِنُ فَاِنَّ نُورَکَ اَطفَاَ نَارِی
اے مومن! گذر جا بیشک تیرے نور نے میری آگ بجھادی

ز آتش مومن ازیں رو اے صفی
می شود دوزخ ضعیف و منطفی
اے برگزیدہ! اسی وجہ سے مومن کی آگ سے
دوزخ کمزور اور بجھنے والی ہوجاتی ہے

---

[1] خوب تر: عشق اگرچہ زہر ہے لیکن اس کا مٹھاس سے بڑھا ہوا ہے یہ مرض ہے لیکن ہر صحت سے بہتر ہے۔ زیں گنہ: یعنی جس کو مخالف گناہ سمجھتے ہیں سالہا۔ عشق میں سالہا بمنزل ایک ساعت کے ہیں مدتے۔ ایک عرصہ تک وہ اسی طریقہ پر بادشاہ کے پاس رہا کہ دل کباب تھا اور جان قربان کرنے کی فکر میں تھا۔ گفت۔ جن لوگوں نے شاہ کی لڑکی کی تمنا کی ان کا ایک بار سر کاٹا میں ہر وقت بار بار قربان ہو رہا ہوں۔

[2] من فقیرم۔ میں زر اور سر قربان کر چکا ہوں۔ صد ہزار اس لئے کہ بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ بادو پا۔ اس عشق میں دو پاؤں اور ایک سر سے کام نہیں چلتا۔ ہر کسے۔ عوام اسی لئے اس عشق سے محروم ہیں کیونکہ ان کے ایک سر اور دو پاؤں ہیں۔ نادر۔ عاشقان خدا نادر ہیں۔ زیں سبب۔ عشق مجازی کا ہنگامہ سر اور پاؤں کے بعد ختم ہوجاتا ہے۔ اس ہنگامہ لیکن عشق حقیقی کا ہنگامہ روز بروز تیز ہوتا ہے۔ معدن۔ چونکہ اس عشق کا منبع لامکانی اور غیر فانی ہے ہفت دوزخ۔ اس عشق کی گرمی کے سامنے دوزخ کی گرمی ہیچ ہے۔

[3] در بیان۔ مومن سے اس لئے کہ عشق کی گرمی ہے۔ اس لئے دوزخ اسکو برداشت نہیں کرتی ہے اور مومن سے کہتی ہے جلد گذر جا ورنہ تیرا نور میری نار کو بجھا دیگا۔

گوید[1] شش بگذر زیک اے مختشم — ورنہ ز آتشہائے تو مُردِ آتشم

اُس سے کہتی ہے اے بدبخت! جلدی سے گذر جا ورنہ تیری آگ سے میری آگ بجھ

کفر[1] کبریت دوزخ اُوست بس — بیں چہ می پنجساند اُورا ایں نفس

کفر جو بس دوزخ کی گندک ہے دیکھ لے وہ اُس کو اس وقت کس طرح پژمردہ کر رہی ہے

کفرکاں کبریت نار دوزخ ست — بیں کہ چوں میرد ازو اے خود پرست

کفر جو دوزخ کی آگ کی گندک ہے اے خود پرست! دیکھ لے اُس سے کس طرح مرجاتی ہے

زود کبریت بدیں سو وا بسپار — تا نہ دوزخ بر تو تازد نے شرار

تو جلد اپنی گندک اِس طرف سپرد کر دے تاکہ تجھ پر نہ دوزخ دوڑے، نہ چنگاری

گوید[2]ش جنت گذر کن ہمچو باد — ورنہ گردد ہر چہ من دارم کساد

اُس سے جنت کہتی ہے، ہوا کی طرح گذر جا ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ کھوٹا ہو جائے گا

کہ تو صاحب خرمنی من خوشہ چیں — من بمثے ام تو ولایتہائے چیں

کیونکہ تو کھلیان والا ہے اور میں خوشہ چننے والی ہوں میں ایک بت ہوں تو چین کی ولایتیں ہے

ہست لرزاں زو جہیم و ہم خناں — نے مرایں را نے مرآں را زو اماں

اُس سے دوزخ بھی لرزے میں ہے اور بہشت بھی اُس سے کہ اس کو امن، نہ اُس کو

وفات یافتنِ برادرِ بزرگ از شاہزادگاں و ملازمت

شہزادوں میں سے بڑے بھائی کا مرجانا اور درمیانی بھائی کی

کردنِ برادرِ میانہ پادشاہِ چین را

شاہ چین کی صحبت اختیار کرنا

رفت[3] عمرش چارہ را فرصت نیافت — صبر بس سوزاں بدو جاں بر شتافت

اُس کی عمر ختم ہو گئی، علاج کی فرصت نہ پائی صبر بہت جلانے والا تھا اور جان برداشت نہ کر سکی

مدتے دنداں کناں ایں می کشید — نارسیدہ عمر او آخر رسید

ایک مدت تک دانت پیستے ہوئے اسکو برداشت کرتا رہا، مقصود حاصل کئے بغیر اُس کی عمر آخر ہو گئی

صورتِ معشوق از و شد در نہفت — رفت و شد با معنیِ معشوق جفت

اُس سے معشوق کی صورت چھپ گئی وہ مر گیا اور معشوق کی حقیقت کا ساتھی بن گیا

گفت لبش گر زشعر شستر است — اعتناقِ بے حجابش خوشتر است

اُس نے کہا اگر اُس کا لباس شوستر کے پشمینہ کا ہے اُس کا بغیر پردے کے گلے لگنا زیادہ اچھا ہے

---

[1] کفر، دوزخ کی آگ کو بجھانے والی گندک کفر ہے دیکھو دنیا میں مومن کے ایمان سے کفر کیسا مضمحل ہو جاتا ہے تو جب مومن جہنم پر سے گذرے گا تو دوزخ کی گندک یعنی کفر مضمحل ہو جائیگا۔ زود۔ تو اپنے اندر سے بہت جلد اس مادے کو دور کر دے اور اپنی ہستی کو کسی صاحب عشق و معرفت کے سپرد کر دے تاکہ اُس میں مادہ ہی نہ رہے جس کو دوزخ کی آگ پکڑ سکے۔

[2] گوید ش۔ مومن کے اعتبار سے جنت بھی کم رتبہ ہے قلب مومن ذات خداوندی کا مظہر اکرم ہے، جنت میں یہ صفت نہیں ہے اعلیٰ سے ادنیٰ خراب ہے لہٰذا جنت کا یہ قول خود کو کھلیا ہوا بتانے کیلئے ہے۔ ہست۔ غرضکہ مومن جنت سے بھی افضل ہے اور جہنم سے بھی۔

[3] رفت۔ اُس بڑے شہزادے کی عمر اسی حالت میں ختم ہو گئی اور وصل کی کوئی تدبیر نہ ہو سکی مدتے۔ ایک مدت تک اظہار عشق سے رُکا رہا اور بالآخر وصل کے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ صورت۔ اب معشوق جو کہ مظہر تھا وہ اُس کی نظروں سے غائب ہو گیا اور جو اُس مظہر میں ظاہر تھا یعنی حسن خداوندی اُس سے جا ملا۔ گفت۔ اب

مَن[1] شدم عُریاں زتن اُو از خیال
میں جسم سے ننگا ہو گیا وہ خیال سے

می خرامم در نہایات الوصال
میں وصال کی انتہاؤں میں خراماں جا رہا ہوں

ایں مباحث تا بدینجا گفتنی ست
یہ بحثیں یہاں تک کہنے کی ہیں

ہر چہ آید زیں سپس ناگفتنی ست
اس کے بعد جو کچھ آئے گا وہ بتانے کا ہے

گر بکوشی ور بگوئی صد ہزار
اگر تو کوشش کرے اور اگر لاکھ کہے

ہست بیکار و نگردد آشکار
بیکار ہے، اور وہ واضح نہ ہوگا

تا بدریا سیر اسپ و زیں بُود
گھوڑے اور زین کی دوڑ دریا تک ہوتی ہے

بعد ازانت مرکب چوبیں بُود
اس کے بعد تیرے لئے لکڑی کی سواری ہوتی

مرکب[2] چوبیں بخشکی ابتر ست
لکڑی کی سواری خشکی میں ناقص ہے

خاص آں دریائیاں را رہبر ست
وہ خاص دریا والوں کے لئے راہنما ہے

ایں خموشی مرکب چوبیں بُود
یہ خاموشی لکڑی کی سواری ہے

بحریاں را خامشی تلقیں بُود
سمندر والوں کے لئے خاموشی تلقین ہے

ہر خموشی کاں ملولت می کُند
جو خاموشی تجھے ملول کرتی ہے

نعرہائے عشق زاں سُو می زند
وہ اُس جانب عشق کے نعرے لگاتی ہے

تو ہمی گوئی عجب خامش چرا ست
تو کہتا ہے، تعجب ہے وہ چپ کیوں ہے؟

اُو ہمی گوید عجب گوشش کجا ست
وہ کہتا ہے تعجب ہے، اُس کا کان کہاں ہے؟

من[3] ز نعرہ کر شدم اُو بے خبر
میں نعرے سے بہرا ہو گیا، وہ بے خبر ہے

تیز گوشاں زیں سمر ہستند کر
تیز کانوں والے اِس قصہ سے بہرے ہیں

آں یکے در خواب نعرہ می زند
ایک شخص خواب میں نعرے لگا رہا ہے

صد ہزاراں بحث و تلقیں میکند
لاکھوں بحثیں اور گفتگوئیں کر رہا ہے

ایں نشستہ پہلوئے اُو بے خبر
یہ اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے

خفتہ خود آنست و کرزاں شور و شر
وہ خود اس سے سویا ہوا ہے اور اُس شور و شر سے بہرا ہے

واں کسے کش مرکب چوبیں شکست
اور وہ شخص جس کی لکڑی کی سواری ٹوٹ گئی

غرقہ شد در آب اُو خود ماہی ست
وہ پانی میں ڈوب گیا، وہ خود مچھلی ہے

---

[1] من شدم۔ اب وہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں جسم سے عریاں ہو گیا اور جسم اُس شہزادی کے خیال سے عریاں ہو گیا اور اب میں حقیقت کے وصل کی طرف جا رہا ہوں۔ ایں مباحث۔ یعنی اصل خدا تک کے مباحث جو کر دیئے، اس سے یہی گفتگو میں ہو سکتے تھے اس سے آگے کے احوال محض ذوقی ہیں۔ گر بکوشی۔ ذوقی چیز میں گفتگو سے بیان نہیں کی جا سکتی ہیں تا بدریا۔ آگے کی باتوں کے لئے گفتگو ذریعہ نہیں اس کی مثال اس طرح سمجھ لو کہ گھوڑے کی سواری دریا کے کنارے تک کام آتی ہے پھر وہ بیکار ہے دوسری سواری کی ضرورت ہوتی ہے یعنی کشتی کام دیتی ہے۔

[2] مرکب چوبیں۔ اہل قال کو حال نہیں سمجھایا جا سکتا اسکو صرف اہل حال ہی سمجھ سکتے ہیں جس طرح کشتی خشکی میں کام نہیں دے سکتی۔ ایں خموشی۔ گفتگو سے خاموشی اہل حال کیلئے گفتگو ہے۔ ہر خموشی۔ اگر تو اہل قال میں سے ہے تو گفتگو سے خاموشی سے ملول ہوگا لیکن اہل حال کیلئے وہ عشق کے نعرے ہیں۔ تو ہمی گوئی۔ تو اس خاموشی کو خاموشی سمجھتا ہے صاحب حال کہتا ہے کہ تیرے کان نہیں ہیں کہ تو اس حال کی گفتگو کو سمجھ سکے۔

[3] من ز نعرہ۔ وہ صاحب حال کہتا ہے کہ میں تو عشق کے نعروں سے بہرا ہوا جا رہا ہوں اور یہ بے خبر ہے۔ تیز گوشاں۔ دنیادار تیز کان والے عشق کے نعروں سے بہرے ہوتے ہیں۔ آں یکے۔ اسکی یہ مثال ہے کہ ایک شخص خواب میں نعرے لگاتا ہے اور بہت کچھ باتیں کرتا ہے۔ ایں نشست۔ دوسرا شخص جو اسکے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے اس سے بے خبر ہے کہ یہ اگرچہ جاگ رہا ہے

نہ خموش ست و نہ گویا نادریست — حال اُورا در عبارت نام نیست

وہ نہ خاموش ہے اور نہ بولنے والا، کچھ عجیب ہے — اُس کی حالت کو لفظوں میں کوئی نام نہیں ہے

نیست زیں دو ہر دو ہست آں بو العجب — شرحِ ایں گفتن بروں ست از ادب

وہ ان دونوں میں سے نہیں ہے اور وہ عجیب دونوں ہے — اس کی شرح کرنا تہذیب سے باہر ہے

ایں مثال آمد رکیک و بے ورود — لیک در محسوس زیں بہتر نبود

یہ مثال کمزور اور مطابق نہ ہونے والی ہے — لیکن محسوس میں اس سے بہتر (مثال) نہ تھی

حاصلِ آں شہزادہ از دنیا برفت — جانش پُر درد و جگر پُر سوز و تفت

خلاصہ یہ کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا — اُس کی جان پُر درد تھی اور جگر پُر سوز اور گرم تھا

آمدن برادر میانگیں بجنازۂ برادر کہ ایں کوچک صاحب

بچلے بھائی کا بھائی کے جنازے پر آنا، کیونکہ چھوٹا بیماری کی وجہ سے بستر پر تھا

فراش بود از رنجوری و نواختن پادشاہ میانگیں را و

اور بادشاہ کا بچلے کو نوازنا اور بادشاہ کی نظر سے اُس

صد ہزار غنائم غیبی و عینی بدو رسیدن از نظرِ شاہ

کو لاکھوں غیبی اور عینی دولتیں حاصل ہونا

کوچکیں رنجور بود و آں وسط — بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط

چھوٹا بیمار تھا اور وہ بچلا — نقط اُس بڑے کے جنازے پر آیا

شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست — کہ ازاں بحرست و ہم ماہی ست

شاہ نے اُس کو دیکھا قاصد سے کہا کہ یہ کون ہے؟ — کیونکہ اُسی سمندر کا ہے اور یہ بھی مچھلی ہے

پس مُعرّف گفت پور آں پدر — ایں برادر زاں برادر خرد تر

تعارف کرانے والے نے کہا اسی باپ کا بیٹا ہے — یہ بھائی اُس بھائی سے چھوٹا ہے

شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار — کرد اُورا ہم بداں پُرسش شکار

شاہ نے اُس کو نوازا کہ تو یادگار ہے — اُس نوازش سے اُس کو بھی شکار کر لیا

از نوازشہائے آں شاہِ وحید — در تنِ خود غیر جاں جانے بدید

اُس ایک شاہ کی نوازشوں سے — اُسنے اپنے جسم میں جان کے علاوہ ایک اور جان بھی دیکھی

در دلِ خود دید عالی غلغلہ — کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ

اُس نے اپنے دل میں ایک عالیشان غلغلہ دیکھا — جس کو صوفی سو چلوں میں نہ پائے

لہ نہ خموش۔ یہ صاحب شاہ وہ نہ صاحب ذوق کی طرح خاموش ہے اور نہ گویا ہے یہ ایک نادر شخصیت ہے اور اس کی اس کیفیت کا پورا بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ نیست۔ اُس کو نہ خاموش کہہ سکتے ہیں نہ گویا اور وہ خاموش بھی ہے اور گویا بھی اب اُس کی تشریح کے لئے شریعت کا ادب مانع ہے۔ ایں مثال۔ ہمکر بیل سے تشبیہ دینا۔ حاصل۔ بڑے شہزادے کے احوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اسی درد عشق اور سوز کی حالت میں دنیا سے چلا گیا

لہ کوچکیں۔ سب سے چھوٹا شہزادہ بیمار تھا وہ بڑے بھائی کے جنازے پر نہ آسکا صرف منجھلا آیا۔ قاصد۔ شاہ کشف سے سمجھ گیا تھا پھر بھی اُس نے دریافت کیا۔ بحر۔ بحرِ عشق۔ ماہی۔ عاشق پیش۔ قصاب کا نیولے نے کہا کہ یہی اسی باپ کا بیٹا ہے اور مرنیوالے سے چھوٹا ہے۔ یادگار۔ یعنی رہنے والے کی۔

لہ از نوازشہای۔ شاہ کی توجہ سے اُسکی قلبی کیفیت بدل اور قلب میں زندگی محسوس ہونے لگی۔ وجد دل۔ اُس نے اپنے دل میں عشقِ الٰہی کا ایسا جوش و خروش دیکھا جو صوفی کو ستر چلوں میں بھی حاصل نہیں ہوتا۔

در دلِ خود یافت عالی عالمے[1]
اُس نے اپنے دل میں ایک عالیشان عالم پایا

کاں نیابد کس بصد خلوت ہمے
جس کو کوئی سو خلوتوں میں نہ پائے

عرصۂ دیوار و کوہ و سنگ تافت
میدان اور دیوار اور پہاڑ اور پتھر چمک اٹھے

پیشِ اُو چوں نار رخشاں می شگافت
اُسکے سامنے خنداں انار کی طرح پھٹے پڑتے تھے

ذرہ ذرہ پیشِ اُو چوں آفتاب
اُس کے سامنے ذرہ ذرہ سورج کی طرح تھا

دمبدم می کرد صد گوں فتحباب
ہر دم سو طرح سے اُس کے لئے فتح باب کرتا تھا

باب گہ روزن شدے گاہے شعاع
دروازہ کبھی روزن بن جاتا، کبھی شعاع

خاک گہ گندم شدے دگاہ صاع
مٹی کبھی گیہوں بن جاتی اور کبھی صاع

در نظرہا چرخ بس کہنہ و قدید
آسمان اُس کی نظروں میں بہت پرانا اور سوکھا ہوا تھا

پیشِ چشمش ہر دمے خلقِ جدید
اُسکی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک نئی مخلوق تھی

روحِ[2] زیبا چونکہ وارست از جسد
حسین روح جب جسم سے چھوٹ جاتی ہے

از قضا بیشک چنیں چشمش رسد
بیشک قضاء (خداوندی) سے اُسکی ایسی آنکھ بھاتی ہے

صد ہزاراں غیب پیشش شد پدید
لاکھوں غیب اُس کے سامنے ظاہر ہو گئے

آنکہ چشمِ محرماں بیند بدید
جو کچھ محرموں کی آنکھ دیکھتی ہے اُس نے دیکھا

آنچہ اُو اندر کُتُب بر خواندہ بُود
جو کچھ اُس نے کتابوں میں پڑھا تھا

چشم را در صورتِ آں بر کشود
آنکھ کو اُس کی صورت پر کھولا

از غبارِ مُوکبِ آں شاہِ نر
اُس نر شاہ کے جلوس کے غبار سے

یافت اُو کحلِ عزیزی در بصر
اُس نے بینائی میں عزیزی سرمہ پایا

بر[3] چنیں گلزار دامن می کشید
اس طرح کے چمن پر وہ دامن کھینچتا تھا

جزو جزوش نعرہ زن ھَل مِن مَزِید
اُس کا جز جز کچھ اور ہے کا نعرہ مارتا تھا

گلشنے کز بقل رُوید یک دَمست
جو چمن سبزی سے اُگے تھوڑی دیر کا ہے

گلشنے کز گُل دَمد گردد تباہ
وہ چمن جو پھولوں سے اُگے وہ تباہ ہو جاتا ہے

گلشنے کز دل دَمد وا فرحتاہ
جو چمن دل سے اُگے سبحان اللہ

علمہائے بامزہ دانستہ ماں
ہمارے جانے ہوئے مزیدار علوم کو

زاں گلستاں یک دو سہ گلدستہ داں
اُس چمن سے ایک دو گلدستے سمجھ

---

[1] عالمے یعنی علم و معرفت کی دنیا۔ غرضہ۔ اُنکا سینہ انوار سے سب عالم روشن ہو گیا اور اُس میں واردات اور معارف منکشف ہونے لگے اور ہر چیز میں صفاتِ کمال نظر آنے لگی۔ ذرہ۔ اب عالم کا ذرہ ذرہ اُنکے کشف کا ذریعہ بنگیا اور اُنکے ذریعہ علوم و معارف کا دروازہ کھلنے لگا۔ باب۔ وہ علم کا دروازہ کبھی روشندان کی طرح علم کا ذریعہ بنتا تھا کبھی خود علم بنتا تھا۔ خاک۔ خاک کبھی مقصد بالذات سمجھائی دیتی تھی اور کبھی مقصد کا ذریعہ اور آلہ۔ در نظر۔ اب عالم ناسوت اُنکو بے قدر معلوم ہوتا تھا اور اُنکی نگاہوں کے سامنے عالم ملکوت تھا۔

[2] رُوحِ زیبا شہزادے کا یہ کشف تعجب کی بات نہیں ہے رُوح زیبا جب جسمانی لذتوں سے آزاد ہو جاتی ہے تو خواہ مجاہدے سے ہو یا صحبتِ شیخ سے اُسکو ایسی قسم کے انکشافات حاصل ہونے لگتے ہیں۔ مقصد شہزادے کو شیخ کی صحبت سے یہ درجہ حاصل ہو گیا۔ آنچہ۔ استدراکی علوم اب شاہد بنگئے۔ از غبار۔ شاہ کی صحبت سے اُسکو باطنی سرمہ حاصل ہو گیا۔ عزیزی۔ یعنی صاحب باطن کا سرمہ۔

[3] بر چنیں یعنی باطنی علوم کے چمن میں وہ ابتدا سے مائل رہا تھا اور اہل باطن کی طرح مزید کیلئے نعرے مار رہا تھا۔ گلشن

زاں زبونِ یک دو سہ گلدستہ ایم
ہم اسی لئے ایک دو گلہ دستوں سے مغلوب ہیں

کاں درِ گلزار بر خود بستہ ایم
کیونکہ ہم نے اپنے اوپر جس کا دروازہ بند کر لیا ہے

آں چناں مفتاحہا ہر دم بناں
ایسی کنجیاں ہر وقت روٹی کے بدلے

می فتد ایجاں دریغا از بناں
ہائے افسوس اے جان! آنکھوں سے گر رہی ہیں

دَرد مے ہم فارغ آرندت زناں
اگر تھوڑی دیر کیلئے تجھے روٹی سے فارغ کر دیتے ہیں

گر دچادر گردی و عشق وزناں
تو چادر اور عشق اور عورتوں کے پکڑ لگاتا ہے

بازِ استسقات چوں شد موجزن
پھر جب تجھ میں استسقاء موج زن ہوتی ہے

ملک و شہرے بایدت پُر نان و زن
روٹی اور عورتوں سے ملک و شہر بھرا ہوا تجھے چاہیئے

مار بُودی اژدھا گشتی مگر
تو سانپ تھا، شاید اژدھا بن گیا

یک سرت بُود ایں زمانے ہفت سر
تیرے ایک سر تھا اب سات سر ہیں

اژدہائے ہفت سر دوزخ بُود
سات منہ والا اژدھا دوزخ ہے

حرص تو دانہ است و دوزخ فخ بُود
تیری حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے

دام را بدراں بسوزاں دانہ را
جال کو پھاڑ ڈال، دانہ کو جلا دے

باز کُن دَرہائے نو ایں خانہ را
اس گھر کے نئے دروازوں کو کھول

چوں تو عاشق نیستی اے نرگدا
اے بے شرم مفلس! چونکہ تو عاشق نہیں ہے

ہیچو کوہے بے خبر داری صدا
تو پہاڑ کی طرح بے خبر آواز رکھتا ہے

کوہ را گفتار کے باشد ز خود
پہاڑ کی اپنی گفتگو کب ہوتی ہے؟

عکسِ غیرست آں صدائے معتمد
اے معتمد! وہ صدا دوسرے کا عکس ہے

گفت توزاں رُو کہ عکسِ دیگریست
تیری گفتگو جس طرح سے دوسرے کا عکس ہے

جملہ احوالت بغیر عکس نیست
تیرے سارے احوال عکس کے سوا نہیں ہیں

خشم و ذوقت ہر دو عکسِ دیگراں
تیرا غصہ اور ذوق دونوں دوسروں کا عکس ہیں

شادیِ قوادہ و خشمِ عواں
دلالہ کی خوشی اور چوہی کے غصہ (کی طرح)

آں عوان را آں ضعیف آخر چہ کرد
اس کمزور نے آخر اس چوہی کا کیا بگاڑا ہے؟

کہ دہد او را بکینہ زجر و درد
کہ وہ اس کو کینہ سے جھڑکی اور تکلیف دیتا ہے

تا کے عکسِ خیالِ لامعہ
ایک چمکدار خیال کا عکس کب تک؟

جہد کُن تا گردت ایں واقعہ
کوشش کر تاکہ تیرے لئے یہ حقیقت بن جائے

۱؎ زاں ہم اِن رسمی علوم پر اپنے قرینہ میں کہ ہم نے اُن علوم حقیقی کا دروازہ اپنے اوپر بند کر رکھا ہے۔ آبخیاں جن کنجیوں سے اُن علوم کے خزانے کھلتے ہیں وہ لقمۂ تر کی وجہ سے ہمارے ہاتھ سے گر جاتی ہیں۔ دَرد کے۔ جب کسی انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو پھر وہ فرج کی شہوت کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ باز۔ پھر انسان کی ہوس اور بڑھتی ہے تو نانِ زن سے پُر شہروں اور ملکوں کے درپے ہو جاتا ہے۔ مار بُودی۔ پہلے وہ سانپ تھا جسکے ایک سر تھا اب وہ سات سروں والا اژدھا بن جاتا ہے۔

۲؎ اژدہائے ہفت سر دوزخ سات سروں والا اژدھا ہے دوزخ کے سات دروازے ہیں جن سے جہنمی اُس میں داخل ہونگے حرص انسان کیلئے دانہ اور دوزخ جال ہے۔ باز کُن۔ اُس دانہ اور جال سے دُور ہو جا پھر معارف و علوم لدنیہ کے گھر کا دروازہ کھلے گا۔ چوں تو۔ اگر تو خدا کا عاشق نہیں ہے جو اُن علوم و معارف کا حال ہوتا ہے تو پھر تو ایک پہاڑ ہے جس سے صدائے بازگشت پیدا ہوتی ہے اور وہ پہاڑ اُس سے لازم ہوتا ہے یعنی تیرے علوم بھی محض پہاڑ کی صدائے بازگشت ہیں۔

۳؎ گفت تو جس طرح تیری گفتگو صدائے بازگشت ہے اسی طرح تیرے عارضی احوال بھی کسی دوسرے کا عکس ہیں۔ خشم تیرا غصہ اور تیرا ذوق

تاکہ گفتارت زحالِ تو بُوَد — سیرِ تو با پر و بالِ تو بُوَد

تاکہ تیرا قال تیرے حال سے ہو — تیری پرواز تیرے بال و پر سے ہو

صید گیرد تیرِ ہم با پرِ غیر — لاجرم بے بہرہ است از لحمِ طیر

دوسرے کے پر سے تیر بھی شکار پکڑ لیتا ہے — لامحالہ وہ پرند کے گوشت سے بے نصیب ہے

باز صید آرد بخود از کوہسار — لاجرم شاہش خوراند کبک و سار

باز خود پہاڑ سے شکار لاتا ہے — لامحالہ شاہ اس کو چکور اور تیتر کھلاتا ہے

باز با پرِ خود آرد صیدِ شبک — لاجرم شاہش خوراند لحمِ کبک

باز اپنے پروں سے جال کا شکار لاتا ہے — لامحالہ شاہ اس کو چکور کا گوشت کھلاتا ہے

منطقے کز وحی نبوّد از ہواست — ہمچو خاکے در ہوا و در ہباست

وہ گفتگو جو وحی سے نہ ہو خواہش (نفس) سے ہے — وہ خاک کی طرح ہوا اور نوتوں میں ہے

گر نماید خواجہ را ایں دم غلط — راوَل والنجم برخواں چند خط

اگر صاحب کو یہ دعویٰ غلط نظر آتا ہے — والنجم کے شروع سے چند نقش پڑھ لیں

تا کہ ما ینطق محمدؐ عن ہوا — ان ھو الا یوحی احتوی

محمدؐ خواہش (نفس) سے نہیں بولتے تک — نہیں ہے وہ مگر وحی کے ذریعہ جس کا انھوں نے املا کیا

تا بدانی کہ محمدؐ از ہوا — وانگفت و گفت از وحیِ خدا

تاکہ تو جان لے کہ محمدؐ نے خواہش (نفس) سے — نہیں کہا اور خدا کی وحی سے کہا ہے

احمدا چوں نیستت از وحی یاس — جسمیاں را دہ تحرّی و قیاس

اے احمدؐ! آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے — جسم والوں کو تحرّی اور قیاس عطا کر دیجئے

بیدرا اگر میوہ نے باشد ظلال — کز ضرورت ہست مُردارے حلال

بید کے اگر پھل نہیں ہے، سایہ ہوتا ہے — کیونکہ ضرورت کے وقت مُردار حلال ہے

گر تحرّی نیست در کعبہ وصال — لیک ہست اندر بیابانِ ضلال

اگر کعبہ وصال میں تحرّی نہیں ہے — گمشدگی کے بیابان میں تحرّی ہے

بے تحرّی و اجتہاداتِ ہدیٰ — ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوا

تحرّی اور ہدایت کے اجتہادوں کے بغیر — جو خواہش (نفس) سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے

لہ تاکہ۔ جب تیرے اندر حقیقی وصف پیدا ہو جائیگا تو تیری گفتار خود اپنی ہوگی اور تیری رفتار خود اپنے بال و پر سے ہوگی۔ مثلاً۔ تیر کے پر لگے ہوئے ہیں اس کے اپنے نہیں ہیں لہٰذا وہ شکار کے گوشت سے محروم ہے۔ باز۔ باز اپنے پروں کے ذریعہ شکار کرتا ہے وہ چکور اور تیتر کھاتا ہے۔ لاجرم۔ نقال، پرتگ طرح اور صاحب حال باز کی طرح ہے۔ کبک۔ چکور۔ سار۔ تیتر۔ شبک۔ جال۔ منطقے۔ علوم بے بصیرت اور اعمال بے حقیقت کا تعلق وحی سے نہیں ہے بلکہ محض نفسانی چیزیں ہیں۔

لہ گر نماید۔ سورہ والنجم میں ہے وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی آنحضورؐ کا کلام وحی سے ماخوذ ہے خواہش نفس سے نہیں ہے۔ یوحی۔ یعنی جس وحی کا آنحضورؐ نے املا کرایا ہے۔ احمدا۔ آنحضورؐ کے جد علوم وحی سے متعلق تھے جسمیاں۔ جو لوگ جسمانی ہیں اور ان کا تعلق روحانی عالم سے نہیں ہے ان کے لئے تحرّی اور اجتہاد وحی کے قائم مقام ہے لہٰذا اجتہادی مسائل بھی نفسانی نہیں ہیں آنحضورؐ کو بھی اجازت تھی کہ جب وحی نہ آئے تو قیاس سے کام لیں۔

لہ بیدرا۔ وحی نہ ہوتے ہوئے قیاس سے فائدہ اٹھانا ہے کہ اگر بید کے پھل نہیں ہیں

لہ اس کے سایہ کا فائدہ حاصل کر لیا جاتا ہے۔ گر تحرّی جس وقت کعبہ سامنے ہو سمت قبلہ کی تحرّی اور عمل ناجائز نہیں لیکن اگر انسان ایسے جنگل میں ہو جہاں دلیل قطعی سے سمت کعبہ متعین نہ کی جا سکے تو اجتہاد سے متعین کرنا جائز ہے۔ بے تحرّی۔ اگر بے اہل اور غیر اجتہاد کے کوئی عمل ہوگا تو وہ بدعت ہے۔

ہمچو[1] عادش بر برد باد و کشد — نے سلیمانست تا تختش کشد

ہوا اُس کو عاد کی طرح برباد اور ہلاک کر دیگی — وہ سلیمان نہیں ہے کہ اُسکے تخت کو کھینچے

عاد را باد ست حمالِ خذول — ہمچو برّہ در کفِ مردِ اکول

عاد کے لئے ہوا خلاف بار بردار ہے — جس طرح پیٹو کے ہاتھ میں بکری کا بچہ

ہمچو فرزندش نہادہ بر کنار — می برد تا بکشدش قصاب وار

وہ اُس کو اولاد کی طرح بغل میں دبائے ہوئے — لے جارہا ہے تاکہ اُس کو قصائی کی طرح ذبح کر دے

عادیاں[2] را باد ز استکبار بود — یار خود پنداشتند اغیار بود

عاد والوں کے لئے ہوا تکبر کی وجہ سے تھی — اُنھوں نے اپنا دوست سمجھا، وہ اغیار تھی

چوں بگردانید ناگہ پوستین — خُرد شاں بشکست آں بس القرین

جب اُس نے اچانک پوستین اُلٹ دیا — اُس بڑے ساتھی نے اُن کو ریزہ ریزہ کر دیا

بادرا بشکن کہ بس فتنہ است باد — پیش ازاں کت بشکند او ہمچو عاد

ہوا کو توڑ دے کیونکہ ہوا بہت فتنہ ہے — اس سے قبل کہ وہ تجھے عاد کی طرح توڑ دے

ہودؑ داد ے پند کاے پُر کبر خیل — بر کند از دستِ تاں ایں دامن ذیل

(حضرت) ہودؑ نصیحت کرتے رہے اے تکبر بھری جماعت — یہ ہوا تمہارے ہاتھ سے دامن چھڑا دے گی

لشکرِ حق ست باد و از نفاق — چند روزے باشما کرد اغتناق

ہوا اللہ (تعالےٰ) کا لشکر ہے اور نفاق کی — چند روز تم سے گلے ملی ہے

او بسر با خالقِ خود راست ست — چوں اجل آید بر آرد با دو دست

وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ سیدھی ہے — جب وقت آئے گا، ہوا ہاتھ نکالے گی

ایں[3] ہماں باد ست کاَیمن می گذشت — بود ہمچوں جان و ہمچوں مرگ گشت

یہ وہی ہوا ہے، جو اطمینان سے گذرتی تھی — جان کی طرح تھی اور موت جیسی ہو گئی

دستِ آنکس کو بکردت دست بوس — وقتِ خشم آں دست می گردد عبوس

اُس شخص کا ہاتھ جو تیرے ہاتھ چومتا تھا — غصہ کے وقت کو وہی ہاتھ گندہ بن جاتا ہے

باد را اندر دہن بیں رہگذر — ہر نفس آیاں رواں در کر و فر

ہوا کا نتھنہ میں راستہ دیکھ — ہر وقت کر و فر کے ساتھ آنے جانے والی ہے

خلق و دندانہا ازو ایمن بود — حق چو فرماید بدنداں در رود

ملق اور دانت اُس سے محفوظ ہیں — اللہ (تعالےٰ) حکم دیتا ہے تو دانتوں میں گھس جاتی ہے

[1] ہمچو۔ بغیر اجتہاد کے کام جبکہ ہوائے نفس ہے تو یہ ہوائے نفس اُس کو اسی طرح برباد کر دیگی جس طرح یہ عنصری ہوا نے قوم عاد کو برباد کیا تھا۔ نے سلیمان اگر اُس نے اجتہاد سے کام لیا ہے تو پھر ہوا اُس کیلئے اس طرح مفید ہوگی جس طرح حضرت سلیمانؑ کے لئے مفید تھی۔ عاد۔ قوم عاد کے لئے ہوا ایسی ہی تھی جیسے کہ بھیڑیا انسان کے پاس بکری کا بچہ جس کو وہ اولاد کی طرح گود میں اُٹھا کر لے جارہا ہے اور پھر قصابوں کی طرح اُس کو ذبح کر ڈالتا ہے۔

[2] عادیاں۔ قوم عاد میں تکبر کی ہوا بھری ہوئی تھی جو تباہی کا سبب بنی، وہ ابتداءً اُس کو دیکھ کر خوش ہوئے پھر اُسی سے تباہ ہوئے۔ یار خود۔ قوم عاد نے ہوا کو ابتداءً مفید سمجھا پھر اُس کے ذریعہ ہلاک ہوئے۔ باد۔ انسان کو اُس تکبر کی ہوا سے بچنا چاہئے ورنہ وہ ہلاک کر دے گی ہودؑ۔ حضرت ہودؑ اُنکو تکبر چھوڑنے کو کہتے تھے۔ فکر۔ یہ سمجھاتے تھے کہ ہوا بھی اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے تمہیں نفاق سے کچھ فائدہ پہنچا رہی ہے جونہی اجل بحکم اللہ کے غصہ کا وقت آجائیگا پھر یہی تمہیں تباہ کر دیگی۔

[3] ایں ہماں۔ پہلے یہی ہوا دارِ زندگی تھی اب ہلاکت بن گئی۔ دست۔ وہی شخص جو تمہاری دست بوسی کرتا ہے غصہ کے وقت اُس کی یہی ہوا اُس کے منہ کو کالا کر دیتی ہے۔

کوہ گردد ذرّہ باد و ثقیل — درد دنداں دارد ش زار و علیل

ہوا کا ذرہ پہاڑ اور بھاری بن جاتا ہے — دانتوں کا درد اس کو عاجز اور بیمار کر دیتا ہے

یارب و یارب برآرد اوز جاں — کہ ببر ایں باد را اے مستعاں

وہ جان سے اے خدا اے خدا نکالتا ہے — کہ اے مددگار! اس ہوا کو لے جا

اے دہاں غافل بدی زیں باد رو — از بنِ دنداں درا استغفار شو

اے منہ! تو اس ہوا سے غافل تھا، جا — عاجزی سے استغفار میں لگ جا

چشمِ سختش اشکہا باراں کند — منکراں را درد اللہ خواں کند

اس کی سخت آنکھ آنسو برساتی ہے — درد منکروں کو اللہ کو پکارنے والا بنا دیتا ہے

چوں دمِ یزداں نہ پذرفتی ز مرد — وحیِ حق را ہیں پذیرا شو ز درد

جبکہ تو نے اللہ (تعالیٰ) کے کلام کو مرد (حق) سے قبول نہ کیا — خبردار! اللہ کی وحی کو درد سے قبول کر لے

باد گوید ہیچم از شاہِ بشر — گہ خبر خیر آورم گہ شور و شر

ہوا کہتی ہے، میں شاہِ بشر کی قاصد ہوں — کبھی بھلائی کی خبر لاتی ہوں کبھی شور و شر کی

من چو تو غافل ز شاہِ خود کیم — زانکہ مامورم امیرِ خود نیم

میں تیری طرح اپنے شاہ سے کب غافل ہوں؟ — کیونکہ میں مامور ہوں اپنی حاکم نہیں ہوں

گر سلیمانؑ وار بودے حالِ تو — چوں سلیمانؑ گشتمے حمالِ تو

اگر تیرا حال سلیمانؑ کی طرح ہوتا — سلیمانؑ کی طرح تیری حمال بنتی

عار یستم گشتمے ہلکِ کفت — کردمے بر رازِ خود من واقفت

میں عاجز ہوتی ہوں تیرے ہاتھ کی ہلاک ہونے والی — میں تجھے اپنے راز سے واقف کر دیتی

لیک چوں تو باغیئی من مستعار — می کنم خدمت ترا روزے سہ چار

لیکن چونکہ تو باغی ہے اور میں مانگی ہوئی ہوں — میں تیری تین چار روز خدمت کرتی ہوں

پس چو عادت سرنگونیہادہم — از سپہ تو باغیانہ برجہم

پھر تجھے عاد کی طرح اوندھا کر دوں گی — تیرے لشکر سے بغاوت کر کے مل جاؤں گی

تا بغیب ایمانِ تو محکم شود — آں زماں کایمانت مایہ غم شود

انجام یہ ہے کہ تیرا غیب پر ایمان مضبوط ہوگا — جبکہ تیرا ایمان غم کا سرمایہ ہو جائیگا

آں زماں خود جملگاں مومن شوند — آں زماں خود سرکشاں بر سر روند

اس وقت سب خود موحد ہو جائیں گے — اس وقت سرکش خود سر کے بل دوڑیں گے

۱۵ کوہ۔ جب وہ دانت میں گھس جاتی ہے تو اس کو ایک ذرہ پہاڑ معلوم ہوتا ہے اور انسان دانت کے درد سے بیچین ہو جاتا ہے۔ یا تب۔ اب وہ درد میں خدا سے دعا کرتا ہے اور اس ہوا کو نکالنے کی درخواست کرتا ہے۔ اتنے دن۔ جبکہ یہ چیریں اللہ کے حکم کے تابع ہیں تو اس کی طرف رجوع کر لیجئے۔ چشم۔ اس درد کا یہ فائدہ ہے کہ خدا کی یاد دلاتا ہے اکثر دلوں کو توڑ دیتا ہے۔ زمرد۔ اور اللہ کی نصیحت کو تو نے قبول نہ کیا اب درد کی وجہ سے ہی ان باتوں کو تسلیم کر لے۔

۱۶ باد۔ ہوا دلالت حال سے کہتی ہے کہ میں خدا کی قاصد ہوں کبھی بشارت دیتی ہوں کبھی ڈراتی ہوں۔ من چو تو۔ اور کہتی ہے کہ میں انسان کی طرح خدا سے غافل نہیں ہوں میں حکم کی پابند ہوں حاکم نہیں ہوں۔ گر سلیمانؑ۔ اگر تو سلیمانؑ کی طرح خدا کا مطیع ہوتا تو میں تیری خادم ہوتی۔ عار۔ یستم اب میں تیری طبیعت نہیں ہوں، عارضی طور پر تیرے پاس ہوں۔ تاز۔ ہوا اپنا اور اللہ تعالیٰ کی آیت ہونا واضح کر دیتی ہے۔

۱۷ لیک۔ لیکن چونکہ تو اللہ تعالیٰ کا باغی ہے لہٰذا دو چار روز تجھے دنیوی لطف پہنچا رہی ہوں۔ چیں۔ ان دنوں کے بعد تجھے قوم عاد کی طرح جہنم میں اوندھا گرا دوں گی۔ تا بغیب۔ تیری بغاوت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس وقت تیرا ایمان بالغیب مضبوط ہو جائیگا۔

آں[۱] زماں زاری کنند و افتقار
اس وقت عاجزی اور ضرورت کا اظہار کرتے ہیں

ہمچو دُزدِ در اہرمن در زیرِ دار
جس طرح چور اور ڈاکو سُولی کے نیچے

لیک گر در غیب گردی مُستوی
لیکن اگر تو غیب میں ٹھیک ہو جائے

مالکِ دارین و شحنۂ خود توئی
تُو خود دونوں جہان کا مالک اور کوتوال ہے

رُو نماید بادشاہیِ مُقیم
ہمیشہ کی بادشاہت رُونما ہو

نے دو روزہ مُستعار ست و سقیم
وہ دو روزہ مانگی ہوئی اور ریض نہیں ہے

رُستی از بیگار و کارِ خود کُنی
تو بیگار سے چھوٹ جائے اور اپنا کام کرے

ہم تو شاہ و ہم تو طبل خود زنی
تو بادشاہ بھی ہو جائے اور خود اپنا نقارہ بجائے

چوں گلو تنگ آورد بر ما جہاں
جب خلق ہم پر دنیا کو تنگ کر رہا ہے

خاک خوردے کاشکے خلق و دہاں
کاش کہ خلق اور مُنہ خاک کھائے

ایں دہاں خود خاک خوارے مدّعاست
یہ مُنہ خود خاک کھانے والا ہے

لیک خاکے را کہ آں رنگیں شدہ ست
لیکن اُس خاک کو جو رنگین ہو گئی ہے

ایں[۲] کباب و ایں شراب و ایں شکر
یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر

خاکِ رنگین است و نقشیں اے پسر
اے بیٹا! رنگین اور نقشین خاک ہے

چونکہ خوردی و شُد آنہا لحم و پُوست
جب تو نے کھا لیا اور وہ گوشت پوست بنگئی

رنگِ لحمش داد و انہم خاکِ دُوست
اسکو گوشت کا رنگ دیدیا اور یہ بھی دوست کی خاک ہے

ہم زخاکے بنجیہ بر گِل می زنند
خاک ہی سے مٹی پر بخیہ کرتے ہیں

جملہ را ہم باز خاکے می کُنند
سب کو خاک کر دیتے ہیں

ہندو و قبچاق و رُومی و حبش
ہندوستانی اور قبچاقی اور رومی اور حبشی

جملہ یک رنگ اند اندر گورِ خوش
اچھی طرح قبر میں سب ایک رنگ کے ہیں

تا[۳] بدانی کاں ہمہ رنگ و نگار
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ سب رنگ و نقش

جملہ رُوپوش ست و مکر و مُستعار
سب پردہ اور مکر اور مُستعار ہیں

زانکہ باقی صبغۃ اللہ ست و بس
کیونکہ باقی رہنے والا اللہ کا رنگ ہے اور بس

غیرِ آں بر بستہ داں ہمچوں قفس
دوسرے کو گھنٹے کی طرح بندھا ہوا سمجھ

کی فوج آ مڈ گئی ہے ظہور ہے ۔۔۔ ۳ تا بدانی۔ سب کا یا انجام عبرت کیلئے ہے اور یہ بتانے کیلئے کہ یہ رنگ نقش عارضی ہے۔ زانکہ۔ باقی صرف اللہ کا رنگ ہے جو اصل سالم سے چڑھتا ہے۔ جو قفس۔ گھنٹا ہو اونٹ کے گلے میں باندھا جاتا ہے وہ جانور کا جو نہیں ہوتا محض ایک عارضی چیز ہوتی ہے۔

---

۱ آں زماں جب عذاب نازل ہونے لگتا ہے تو پھر توبہ اور ایمان نافع نہیں ہوتا، سُولی پر پہنچ کر مجرم کی توبہ مفید نہیں ہے۔ لیکن ہاں اگر انسان اس حالت میں سیدھا ہو جائے جبکہ عذاب غائب تھا اور اُس نے اُس کو دیکھا نہ تھا تو پھر وہ خود شاہ ہے اُس کو کوئی نہ ستا سکیگا۔ رُو نماید جبکہ ایمان غائب ہو تو مستقل بادشاہی حاصل ہو جاتی ہے۔ رستی پھر تیری غلامانہ زندگی نہ ہوگی بلکہ تو آزاد ہو گا۔ چوں گلو۔ یہ مُنہ اور خلق کی لذتیں ہمارے لئے وبالِ جان ہیں، عذاب کے وقت انسان حسرت سے کہے گا کاش میں نے ان لذیذ چیزوں کی بجائے خاک پھانکی ہوتی۔ ایں دہاں۔ دنیا میں جو کچھ انسان کھا رہا ہے لذیذ چیزیں ہیں دراصل خاک ہیں آخر صرف رنگ چڑھا ہوا ہے۔

۲ ایں کباب۔ دنیا کی جس قدر مرغوبات ہیں دراصل وہ رنگین اور نقشین خاک ہیں۔ چونکہ پہلے اس شئی پر اصل اور خدا کا رنگ تھا اب جبکہ وہ جزو بدن بنی اُس پر گوشت پوست کا رنگ آگیا پھر وہ گوشت پوست انجام کار کچھ کی خاک بن جائیگا۔ ہم زخاکے۔ جسم و خود خاک ہے اُس کا نقش و نما خاک کے ذریعہ ہو رہا ہے پھر مرنے کے بعد سب خاک ہو جاتا ہے۔ ہندو۔ انسان خواہ کہیں کا رہنے والا ہو قبر میں جا کر سب یکساں مٹی بن جاتے ہیں۔ قبچاق۔ ایک مشہور صحرا ہے وہاں

رَنگِ[1] صدق و رَنگِ تقویٰ و یقیں
سچائی کا رنگ اور تقوے اور تعین کا رنگ

تا اَبد باقی بُوَد بر عابدیں
عبادت گذاروں پر ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا

رَنگِ شک و رَنگِ کفرانِ نفاق
شک کا رنگ اور کفر و نفاق کا رنگ

تا اَبد باقی بُوَد بر جانِ عاق
نافرمان جان پر ہمیشہ کے لئے باقی رہے گا

چوں سیہ رُوئیِ فرعونِ دَغا
جیسی کہ مکار فرعون کی سیاہ روئی

رنگِ اُو باقی و جسمِ اُو فنا
اُس کا رنگ باقی اور جسم فانی ہے

برق و فرِّ رُوئیِ خوبِ صادقیں
سچوں کے حسین چہرے کی چمک اور فروغ

تن فنا شد و اں بجا تا یومِ دیں
جسم تو فنا ہو گیا اور وہ قیامت تک باقی ہے

زِشت آں زِشت ست و خوباں خوب وں
برا وہ برا ہے اور بھلا وہ بھلا ہے، بس

دائم آں ضحاک و ایں اندر عَبَس
وہ ہمیشہ ہنسنے والا اور یہ ترشروئی میں ہے

خاک را رنگ و فن و شنگے دہد
وہ خاک کو رنگ اور فن اور شوخی دیتا ہے

طفل خویاں را بداں جنگے دہد
طفلانہ خواہشوں کا اُس سے جنگ پیدا کر دیتا ہے

از خمیرے[2] اشتر و شیرے پزند
آٹے کے اونٹ اور شیر پکاتے ہیں

کودکاں از حرص آں کف می مزند
بچے اُس کی حرص سے ہاتھ چاٹتے ہیں

شیر و اشتر ناں شود اندر دہاں
شیر اور اونٹ منہ میں روٹی بن جاتے ہیں

در نگیرد ایں سخن با کودکاں
یہ بات بچوں پر اثر نہیں کرتی

دامنِ پُر خاک ما چوں کودکاں
ہم بچوں کی طرح دامن خاک سے بھرے ہوئے ہیں

رفت از سر جہد اسبابِ گماں
اسباب اور گمان کی کوشش ہمارے حصول کی ہے

کودک اند رجہل و پندار و گمیست[3]
بچے نادانی اور گمان اور شک میں ہے

مشکر باری قوت اُو اندکیست
خدا کا شکر ہے کہ اس میں تھوڑی ہی طاقت ہے

وایِ زاں طفلاں کہ پیری می کُنند
اُن بچوں پر افسوس ہے جو بڑا بابا بنتے ہیں

لنگ مور انند و میری می کُنند
لنگڑی چونٹیاں ہیں اور سرداری کر رہے ہیں

طفل را استیزہ و صد آفت ست
بچے میں تو لڑائی جھگڑے ہیں

مشکر ایں کو بے فن و بے آلت ست
شکر ہے کہ وہ بے تدبیر اور بے اختیار ہے

وایِ زیں پیرانِ طفلِ نا ادیب
افسوس ان بے ادب بوڑھے بچوں پر ہے

گشتہ از قوت بلایِ ہر رقیب
• جو طاقت کی وجہ سے ہر نگہبان کی مصیبت ہو گئے ہیں

---

[1] رنگِ صدق۔ نیک اعمال کا جو رنگ ہے وہ دائمی اور باقی ہے۔ رنگِ شک۔ اسی طرح بداعمال کا رنگ بھی دائمی ہے۔ عاق۔ نافرمان۔ فرعون۔ فرعون کا جسم فنا ہو گیا اُس کی سیاہ روئی باقی ہے۔ برق۔ جو بچے ہیں اُن کے جسم تو فنا ہو جائیں گے لیکن اُن کے اعمال قیامت تک قائم رہینگے۔ زشت۔ برائی بھلائی جسم کی نہیں ہے بلکہ اعمال کی ہے جو دائم و قائم ہے۔ خاک۔ جسم کا رنگ و روپ بے معنی ہے اُس کا لالچ بچوں کا سا لالچ ہے۔

[2] از خمیرے۔ بچوں کیلئے آٹے کے شیر اور اونٹ پکا دیئے جاتے ہیں جن پر وہ فریفتہ ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ روٹی کوئی ہے۔ شیر و اشتر۔ آٹے کے پکے ہوئے شیر و شتر کے بارے میں بچوں کو سمجھاؤ کہ اُن میں اور روٹی میں کوئی فرق نہیں تو اُس کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ دامن ہم نے بھی بچوں کی طرح مٹی خاک ہی بھر رکھی ہے اور اصل سودے اور دکان سے غافل ہو رہے ہیں۔

[3] کودک۔ بچہ کا جہل اور نادانی زیادہ مضر نہیں ہے، کیونکہ اُنمیں زیادہ طاقت نہیں ہے اگر اُن کے جہل کا نتیجہ لڑائی ہے تو وہ معمولی قسم کی ہے۔ وایِ۔ قابل افسوس تو یہ نابالغ پیر ہیں کہ دراصل لنگڑی چیونٹیاں ہیں

چوں[1] سلاح و جہل جمع آید بہم
جب ہتھیار اور جہالت آپس میں جمع ہو جائیں

شکر کن اے مردِ درویش از قصور
اے درویش مرد! تو کبھی پر شکر کر

شکر کہ مظلومی و ظالم نہ
تو شکر کر کہ مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے

اشکمِ تی لاف الٰہی نزد
خالی پیٹ نے خدائی ڈینگ نہیں ماری

اشکمِ خالی بود زندانِ دیو
خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ ہے

اشکمِ پُر[2] لوت داں بازارِ دیو
تو لذیذ غذا سے پُر پیٹ کو شیطان کا بازار سمجھ

تاجرانِ ساحرِ لاشیٔ فروش
جادوگر تاجر، لاشئ فروشوں نے

خم رواں کردہ ز سحرے چوں فرس
انھوں نے سحر کے جادو سے گھوڑے کی طرح جاری کیا

چوں بریشم خاک را بر می تنند
خاک کو ریشم کی طرح تن رہے ہیں

جندلے[3] را رنگ عودی می دہند
پتھر پر عود کا رنگ چڑھا رہے ہیں

پاک آں کو خاک را رنگے دہد
وہ ذات پاک ہے جو خاک کو رنگ عطا کرتی ہے

دامنِ پُر خاک ماں چوں طفلکاں
بچوں کی طرح ہمارا دامن خاک سے پُر ہے

طفل را با بالغاں نبود جدال
بچے کی بالغوں سے جنگ نہیں ہوتی

گشت فرعونے جہاں سوز از ستم
تو وہ ظلم سے جہاں سوز فرعون بن جاتا ہے

کہ ز فرعونی رہیدی و ز کفور
کہ فرعونیت اور کفر سے نجات پائیں

ایمن از فرعونی و ہر فتنہ
فرعونیت اور ہر فتنہ سے محفوظ ہے

کاتشش را نیست از ہیزم مدد
کیونکہ اس کی آگ کو ایندھن سے مدد نہیں ہے

کش غمِ ناں مانعست از کر و ریو
کیونکہ اسکے لئے روٹی کی فکر اور چالاکی سے مانع ہے

تاجرانِ دیو را دروے غریو
شیطان۔ تاجروں کا اس میں شور ہے

عقلہا را تیرہ کردہ از خروش
شور سے عقلوں کو مکدر کر دیا ہے

کرد کرباسے ز مہتاب و گلس
چاندی اور تاریکی سے کپڑا بنا رکھا ہے

خاک در چشمِ ممیز می زنند
امتیاز کرنے والے کی آنکھ میں دھول جھونک رہے ہیں

بر گلوخے ماں حسودی می دہند
ڈھیلے پر ہمیں حسد میں مبتلا کر رہے ہیں

ہمچو کودک ماں بر اں جنگے دہد
بچہ کی طرح ہمیں اس پر جنگ میں مبتلا کر دیتی ہے

در نظر ما خاک ہمچوں زرِ کاں
ہماری نظر میں خاک کان کے سونے کی طرح ہے

طفل را حق کے نشاند بارجال
اللہ تعالیٰ بچہ کو خودوں کے ساتھ کب بٹھاتا ہے

---

[1] چوں۔ جب ہتھیار اور جہالت جمع ہو جائے تو پھر انسان فرعون بن جاتا ہے۔ شکر کن۔ مفلس کو شکر ادا کرنا چاہیئے کہ اللہ نے اس کو گمراہی کے اسباب سے محفوظ رکھا ہے۔ مفلس عموماً مظلوم ہوتا ہے ظالم نہیں ہوتا۔ اشکم تی۔ خدائی کا دھوی پیٹ بھرا کرتا ہے بھوکے میں یہ فرعونیت نہیں ہوتی ہے۔ اشکم۔ اگر پیٹ خالی ہو تو شیطان اس میں قیدی ہو جاتا ہے کیونکہ بھوکے کو روٹی کی فکر سے فرصت نہیں ملتی۔

[2] پُر لوت۔ جو پیٹ لذیذ غذاؤں سے پُر ہے وہ شیطان کا بازار ہے جہاں مکر و فریب کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں اور انسان انکو خرید تا ہے۔ تاجراں۔ شیطان تاجروں کی ہمراہی سے انسان کی عقل خراب ہو جاتی ہے اور فریب میں آجاتا ہے۔ خم رواں۔ یہ شیاطین جادوگر اپنی جادوگری سے مٹکے کو گھوڑے کی طرح رواں کر دیتے ہیں۔ کرد۔ چاندی اور اندھیرے کا سفید و سیاہ کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔ خاک۔ دھول سے ریشمین کپڑا بنا کر فروخت کر دیتے ہیں۔

[3] جندل۔ بوزن صندل بڑا پتھر۔ عود۔ اگر کی لکڑی۔ پاک۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے کسی قبیح چیز کو پیدا کرنا قبیح نہیں ہے۔ ہمچو کودک۔ ہم بچوں کی طرح اس رنگین خاک پر لڑتے ہیں۔ دامن۔

میوہ[1] گر کہنہ شود تا ہست خام — پختہ نبود غورہ گویندش بنام

پھل اگرچہ پرانا ہو جائے جب تک وہ کچا ہے (اور) پختہ نہ ہو اُس کا نام غورہ بولتے ہیں

گر شود صد سالہ آں خام ترش — طفل غورہ است او بر ہر تیز ہوش

اگرچہ وہ کچا ترش سو سال کا ہو جائے وہ ہر سمجھدار کے نزدیک بچہ اور غورہ ہے

گرچہ باشد موی و ریش او سپید — ہمدراں طفلی و خوفست و اُمید

اگرچہ اُس کے بال اور داڑھی سفید ہو جائیں وہ اسی بچپن اور خوف اور امید میں ہے

ماند[2] خواہم نارسیدہ یا رسم — حق کند با من غضب یا خود کرم

میں بے پہنچے رہ جاؤں گا، یا پہنچوں گا اللہ (تعالیٰ) مجھ پر غصہ کرے گا، یا کرم

گر رسم یا نارسیدہ ماندہ ام — اے عجب با من کند لطف و کرم

خواہ میں پہنچوں یا بغیر پہنچے رہ جاؤں تعجب ہے، وہ میرے ساتھ لطف و کرم کرے گا

با چنیں ناقابلی و دوریئے — بخشد ایں غورہ مرا انگوریئے

باوجود ایسی ناقابلیت اور دوری کے وہ میرے غورے کو انگور بن بخش دے گا

نیستم اُمیدوار از ہیچ سو — واں کرم می گوید م لا تیأسو

میں کسی جانب سے اُمیدوار نہیں ہوں اور وہ کرم مجھ سے "تم مایوس نہ ہو" کہتا ہے

دائما[3] خاقانِ ما کردست طو — گوش ما را می کشد لا تقنطوا

ہمارے شہنشاہ نے ہمیشہ جشن سنایا ہے ہمارا کان کھینچتا ہے "تم مایوس نہ ہو" ہمارا کان کھینچتا ہے

گرچہ ما زیں نا اُمیدی در گونیم — چوں صلا زد دست اندازاں رویم

اگرچہ ہم اس ناامیدی سے گڑھے میں ہیں جب اُسنے آواز دی ہم رقص کرتے ہوئے جا رہے ہیں

دست اندازیم چوں اسپاں بپیس — در دویدن سوئے مرعائ اُنس

ہم رقص کر رہے ہیں گھوڑوں کی طرح محبت کی چراگاہ کی جانب دوڑنے میں

---

[1] میوہ۔ دنیا داروں کی بڑھایا انگور بچپن سے نہیں نکلتا ہے۔ غورہ۔ جو انگور نیک نہ پائے اور خشک کر کھا رہ جائے اگر وہ سال بھر بیل میں لگا رہے گا تو وہ غورہ یعنی کچا ہی کہلائے گا اسی طرح اگر بڑھاپے میں بھی عقل نہ آئے تو وہ بچہ ہی ہے۔ گرچہ بوجہ عقل کے اعتبار سے بچہ ہے اگرچہ اُسکی داڑھی اور بال سفید ہو جائیں لیکن اُس میں وہی طفلانہ حرکتیں ہیں خوف خوف اور رجا یعنی حالتیں ہم ایک تو کاملین کے ہیں جو شریعت کا مقصود ہے اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔ ان کی حقیقت تو یہ ہے کہ انسان شریعت اور اوامر و نواہی کی پوری پابندی کرے اور پھر اپنے اعمال کو ہیچ سمجھ کر ڈرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر نظر رکھ کر قبولیت کا امیدوار بنے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک کاشتکار خوب زمین جوتے اور بیج ڈالے اور پھر اللہ کی رحمت کی بارش کا انتظار کرے الا ایک خوف و امید طفلانہ ہے اور یہ کہ ترک عمل کرے اور پھر رحمت کی اُمید رکھے یہ ایسا ہے کہ کوئی کاشتکار بیج تو نہ ڈالے اور کھیتی کا امیدوار بنے یہ حقیقت میں فرد اور دھوکا ہے یا کوئی شخص اشک غلت کے طرف سے اور اپنے عمل کو ہیچ سمجھ کر عمل ترک کر دے اور یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے بے عمل پر بھی فضل فرما دیتا ہے یہ غلط ہے

بلکہ جہل اور بزدلی ہے یہی خوف اُمید ہے جو بے عمل اختیار کرتے ہیں جو محض طفلانہ حرکت ہے ——— [2] ماند۔ طفلانہ خوف و رجا میں انسان یہ کہتا رہتا ہے کہ معلوم نہیں میں وہاں تک پہنچوں گا اور خدا مجھ پر رحم کریگا یا میں مردود بارگاہ ہونگا اور بغیر عمل کے ان خیالات میں وقت گذارتا ہے۔ گر تم پھر اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے اور کہتا ہے کہ غورہ کیسا ہی ہوں خدا تو مجھ پر لطف و کرم کرے گا۔ باچنیں میں کہتا ہوں یا در ہوں خدا مجھے اپنی رحمت سے انگور بنا دیگا لیکن تم ایسے نہ بنے کوئی امید نہیں لیکن خدا نے تو منکر خدا کو بھی مایوس نہیں ہونے دیا اسلئے امیدوار ہوں۔

[3] دائما۔ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ جشن سناتا ہے اور جشن کے موقع پر مایوس نہ ہونے کا شاہی اعلان فرماتا ہے گرچہ ما۔ اب مولانا نے خوف و رجا شرعی اور کاملین کا ذکر شروع کیا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کرتے ہوئے عمل کو ہیچ سمجھے اور خدا کی رحمت پر بھروسہ کرے نا اُمیدی۔ ہمارے اعمال اس قابل نہیں کہ ان سے اُمید جنت کریں۔ گر گھا۔ دست اندازیم۔ یعنی عمل کرتے ہوئے۔ صلا زد۔ یعنی مایوس نہ ہونے کا اعلان۔ مرعائ اُنس۔ جنت کی ہماگاہ۔ یعنی نفس صدق۔

گام[1] اندازیم و آنجا گام نے — جام پر دازیم و آنجا جام نے

ہم قدم اٹھاتے ہیں اور وہاں قدم نہیں ہے — ہم جام خالی کر رہے ہیں اور وہاں جام نہیں ہے

زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی ست — معنیٔ اندر معنیٔ ربانی ست

اس لئے کہ وہاں سب چیزیں روحانی ہیں — مغز کا مغز اور خدائی ہیں

ہست صورت سایۂ معنیٔ آفتاب — نورِ بے سایہ بُود اندر خراب

صورت سایہ ہے اور معنیٔ سورج ہے — بے سایہ نور، ویرانہ میں ہوتا ہے

چونکہ[2] آنجا خشت بر خشتے نماند — نورِ مہ را سایۂ زشتے نماند

کیونکہ وہاں اینٹ پر اینٹ نہ رہی — چاند کے لئے بُرا سایہ نہ رہا

خشت گر زریں بُود بر کندنی ست — چوں بہایِ خشت وحی و روشنی ست

اینٹ خواہ سونے کی ہو اکھاڑنے کے قابل ہے — جبکہ اینٹ کے عوض وحی اور روشنی ہو

کوہ بہرِ دفع سایہ مُندکیست — پارہ گشتن بہرِ ایں نور اندکیست

پہاڑ سایہ کے دفع کرنے کیلئے پارہ پارہ ہے — اس نور کے لئے پارہ پارہ ہو جانا معمولی بات ہے

بر[3] بُرونِ کہ چو زد نورِ صمد — پارہ شُد تا در درونش ہم زند

جب پہاڑ کے ظاہر پر اللہ (تعالیٰ) کا نور پڑا — ٹکڑے ہو گیا، تاکہ اس کے اندر بھی پڑے

گرسنہ چوں بر کفش زد قرصِ ناں — واشگافد از ہوس چشم و دہاں

بھوکے کے ہاتھ پر جب روٹی لگتی ہے — ہوس سے آنکھ اور منہ پھاڑتا ہے

صد ہزاراں پارہ گشتن ارزدایں — از میانِ چرخ برخیز اے زمیں

اس کے لئے لاکھوں ٹکڑے بن جانا مناسب ہے — اے زمین! آسمان کے درمیان سے اُٹھ جا

تا کہ نورِ چرخ گردد سایہ سوز — شب ز سایہ تُست اے باغیِ روز

تاکہ آسمان کا نور سایہ کو جلانے والا بن جائے — اے دن کے دشمن! رات تیرے سایہ کی وجہ سے ہے

ایں زمیں چوں گاہوارہ طفلکاں — بالغاں را تنگ میدارد مکاں

یہ زمین، بچوں کے پالنے کی طرح ہے — بالغوں کے لئے تنگ جگہ رکھتی ہے

بہرِ طفلاں حق زمیں را مہد خواند — واندر و زاں شیر بر طفلاں فشاند

اللہ تعالیٰ نے بچوں کیلئے زمین کو پالنا فرمایا — اور اس میں اس دودھ میں سے بچوں پر بہا دیا

وہ شوق اور حرص سے نعمت پھاڑ دیتا ہے یہی حال طور کا ہوا۔ صد ہزاراں جسم بمنزلہ زمین کے ہے جو سایہ کی سبب بنتی ہے اور سورج کے نور سے نافع بنجاتی ہے اور رات ہو جاتی ہے۔ یہ زمین جسم اور عالم ناسوت نابالغ خیال والوں کا گہوارہ ہے اور گہوارہ انہیں کیلئے تنگ جگہ ہے بہر طفلاں۔ ان نابالغ بچوں کیلئے ناسوتی منافع بمنزلہ دودھ کے ہیں۔

---

[1] گام یعنی ہاتھ پیر والے ہیں لیکن وہ حاصل نہیں ہے جام۔ عشق و محبت کے جام پی رہے ہیں لیکن وہ جام تاپیدا بکنار نہیں۔ آنکہ۔ وہاں ہر چیز روحانی و رکاوٹ ہے جس میں کوئی شائبہ ریا اور شرک کا نہ ہو فرمایا کہ اعمال ضروری ہیں اور ان کی تاثیر رحمت اور جذب حق پر موقوف ہے ہست۔ اب فرماتے ہیں کہ اعمال کا خلاصہ سلوک ہے اور رحمت کا نتیجہ جذب حق ہے جذب پر عرفان مرتب ہوتے ہیں یعنی فنا اور بقا اب ان کے خواص بیان کرتے ہیں صورت یعنی اعمال جیسی سایہ ہیں اور معنی یعنی روحانی احکام سورج ہے نور بے سایہ تب پڑتا ہے جب فنا کا درجہ حاصل ہو جائے۔

[2] چونکہ آبادی میں دیوار کا سایہ نور سے مانع ہوتا ہے جب فنا کا مقام آجاتا ہے اوصاف بشری کی اینٹیں بالکل مفقود ہو جاتی ہیں تو پھر نور کیلئے سایہ مانع نہیں رہتا خشت۔ جبکہ اینٹ اکھاڑنے سے روشنی حاصل ہوتی ہے تو وہ اینٹ خواہ کتنی ہی قیمتی ہو اکھاڑ دینے کے لائق ہے کوہ۔ تجلی کے وقت پہاڑ نے اپنے جسم کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا تاکہ وہ تجلی اس کے اندر پہنچ سکے۔

[3] بر بروں جب کوہ طور کے ظاہری حصہ پر تجلی ہوئی تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تاکہ فنا اندر پہنچ جائے۔ گرسنہ۔ بھوکے کے ہاتھ پر جب روٹی لگتی ہے تو

خانہ[1] تنگ آمد ازیں گہوارہا — طفلکاں را زود بالغ کُن شہا
ان بالنوں سے گھر تنگ ہو گیا — اے شاہ! بچوں کو جلد بالغ کر دے

ہاں مکُن اے گاہوارہ خانہ تنگ — تا تواند رفت بالغ بیدرنگ
خبردار! اے گہوارے جگہ تنگ نہ کر — تاکہ بالغ بلا توقف چل پھر سکے

خانۂ گہوارہ را ضیق مدار — تا تواند کرد بالغ انتشار
بالنے کے گھر کو تنگ نہ رکھ — تاکہ بالغ پھیلاؤ کر سکے

وسوسہ کہ پادشاہزادہ را پیدا شد از سبب استغنا و کشفے کہ
اس وسوسہ کی جو شہزادے میں استغنا اور اس کشف کی وجہ سے پیدا ہوا جو

از شاہ دلِ اُورا حاصل شدہ بود و قصدِ ناشکری و سرکشی
اس کے دل میں شاہ کی وجہ سے حاصل ہوا تھا اور شاہ سے سرکشی اور

می کرد شاہ را از راہِ الہام ازیں خبر شد و دلش درد کرد
ناشکری کا ارادہ کر رہا تھا، شاہ کو الہام کے راستہ کی خبر ہو گئی اور اس کا دل دکھا

روحِ اُورا زخمے زد چنانکہ صورتِ شاہزادہ را خبر نبود
اسکی روح کو زخمی کیا ایسے طریقہ پر (خبر ہوئی) کہ شہزادے کو خبر نہ ہوئی

چوں[2] مسلّم گشت بے بیع و شری — از درونِ شاہ در جانش جری
جب بغیر خرید اور فروخت کے مسلّم ہو گیا — شاہ کے باطن سے اس کی جان کھلے روزنہ

قوت می خورد ے ز نورِ جانِ شاہ — ماہِ جانش چوں خورد از خورشید ماہ
شاہ کی جان کے نور سے روزی حاصل کرتا — اسکی جان کا چاند، جس طرح چاند سورج سے

راتبہ جانی ز شاہِ بے ندید — دمبدم بر جانِ مستش می رسید
بے نظیر شاہ سے، روحانی روزینہ — ہر وقت اس کی مست جان کو پہنچتا تھا

آں[3] نہ کش ترسا و مشرک میخورند — زاں غذائے رکش ملائک میخورند
وہ نہیں جو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں — اس غذا سے جس کو فرشتے کھاتے ہیں

اندرونِ خویش استغنا بدید — گشت طغیانی ز استغنا پدید
اس نے اپنے اندر بے نیازی دیکھی — بے نیازی سے سرکشی رونما ہوئی

کہ نہ من ہم شاہ و ہم شہزادہ ام — چوں عنانِ خود بدیں شہ دادہ ام
کہ کیا میں شاہ اور شہزادہ نہیں ہوں — میں نے اپنی باگ اس شاہ کو کیوں دی ہے؟

[1] خانہ۔ ان بچوں کے گہواروں سے گھر میں تنگی ہو رہی ہے اللہ تعالیٰ انکو جلد بالغ کر دے۔ "اِهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" اے خدا میری قوم کو ہدایت دینے کی طرف اشارہ ہے۔ اسے گہوارہ۔ یعنی نابالغوں کے موانع ختم ہو جائیں اور بالغ بھیل کر اپنا کام کر سکیں۔ مصنف اس شہزادے کو شاہ چین کے فیوض و برکات سے اپنے کمال کا شبہ ہو گیا اور یہ خیال کر لے گا کہ اب مجھے شاہ کی خدمت اور تابعداری کی کیا ضرورت ہے اس وسوسہ اور خیال کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس سے سب برکات چھن گئیں۔

[2] چوں۔ شہزادہ شاہ سے استغناء کرنے لگا اور اس کی مجلس میں اس کو روحانی غذا حاصل ہونے لگی۔ تو۔ وہ اسی طرح شاہ سے مستفید ہو رہا تھا جس طرح چاند سورج سے نور حاصل کرتا ہے۔ راتبہ۔ اسکو روح کی ایک مقرر خوراک روزانہ شاہ سے حاصل ہوتی تھی۔

[3] آں۔ وہ غذا نصرانیوں اور مشرکوں کی جسمانی غذا نہ تھی بلکہ فرشتوں کی خوراک روحانی غذا تھی ماندروں۔ اس شہزادے نے اپنے اندر ایک بے نیازی دیکھی اور اس بے نیازی سے اس میں شاہ سے ایک سرکشی کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ کہ اس سرکشی یہ پیدا ہوئی کہ اس نے اپنے بارے میں یہ خیال قائم کر لیا کہ میں شاہ اور شہزادہ نہیں ہوں۔

چوں[1] مرا مہ برآمد با لمع
جبکہ میرا روشن چاند طلوع ہو چکا ہے

پس چرا باشم غبارے را تبع
پھر میں غبار کے تابع کیوں بنوں؟

آب در جوئی منست و وقتِ ناز
میری نہر میں پانی ہے اور ناز کا وقت ہے

نازِ غیر از چہ کشم من بے نیاز
میں بے نیاز، دوسرے کا ناز کیوں برداشت کروں

سر چرا بندم چو دردِ سر نماند
جب درد سر نہیں رہا میں سر کیوں باندھوں

وقتِ رُودیِ زرد و چشمِ تر نماند
تر آنکھ اور زرد چہرے کا وقت نہیں رہا

چوں[2] شکر لب گشتہ ام عارض قمر
جب میں شکر لب اور قمر جیسے رخسار والا ہو گیا ہوں

باز باید کرد دکانِ دگر
دوسری دکان کھولنی چاہیے

زیں منی چوں نقشِ زائیدن گرفت
اس انانیت سے جب نقش پھوٹنا شروع ہوا

صد ہزاراں ژاژ خائیدن گرفت
لاکھوں بکواسیں بکنی شروع کر دیں

صد بیاباں زاں سوئے حرص و حسد
حرص و حسد کے اس جانب سو بیابان ہیں

تا بدانجا چشمِ بد ہم میرسد
تب بھی اس جگہ نظرِ بد پہنچ جاتی ہے

بحر[3] شہ کہ مرجعِ ہر آب اوست
شاہ کا سمندر، جو ہر پانی کا مرجع ہے

چوں نداند آنچہ اندر سیل و جوست
وہ اسکو کیسے نہ جانے گا جو بہاؤ اور نہر میں ہے؟

شاہ را دل درد کرد از فکرِ او
اس کے خیال سے شاہ کا دل دکھا

ناسپاسیِ عطایِ بکرِ او
اس کی نئی عطا کی ناشکر گذاری سے

گفت آخر اے خسِ واہی ادب
اس نے کہا، آخر اے کمینے اور بے تمیز

ایں سزای دادِ من بود اے عجب
تعجب ہے، میری عطا کی یہ سزا تھی

من چہ کردم با تو زیں گنجِ نفیس
میں نے تیرے ساتھ کیا کیا اس عمدہ خزانہ سے؟

توجہ کردی با من از خوئے خسیس
تو نے کینہ عادت کی وجہ سے میرے ساتھ کیا کیا؟

من ترا ماہے نہادم در کنار
میں نے تیری بغل میں ایسا چاند رکھ دیا

کہ غروبش نیست تا روزِ شمار
جس کا قیامت تک غروب نہیں ہے

در جزائیِ آں عطائے نورِ پاک
اس پاک نور کی بخشش کے بدلے میں

تو زدی در دیدۂ من خار و خاک
تو نے میری آنکھ میں کانٹا اور خاک جھونکی

من ترا بر چرخ گشتہ نردباں
میں تجھ کو آسمان کی سیڑھی بنا

تو شدہ در حربِ من تیر و کماں
تو مجھ سے لڑنے میں تیر و کمان بن گیا

[1] چوں مرا۔ جب قلب خود منور ہو گیا ہے تو میں دوسرے کے نور کا جو بمنزلہ غبار ہے کیوں تابع بنوں۔ اب جب میں خود صاحب کمال ہوں تو دوسرے کے ناز کیوں اٹھاؤں۔ سر چرا بندم جب مجھ میں باطنی امراض نہیں ہیں تو پھر معالجہ میں شیخ کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

[2] چوں شکر لب۔ اب مجھ میں خود باطنی کمالات ہیں مجھے خود مستقل شیخ بننا چاہیے۔ زیں منی۔ جب اس میں یہ خودی اور انانیت پیدا ہوئی تو لاکھوں بکواسیں بکنے لگا۔ صد بیاباں۔ حرص و حسد سے نظر بد بہت دور تک کام کرتی ہے تہذیب اخلاق کے بعد بھی فساد حال کا اندیشہ ہے۔

[3] بحر شہ۔ شیخ کا دل۔ آب یعنی مرید میں عطائے پیر جو فیض شاہ سے پہنچا تھا۔ واہی۔ کمزور، سست۔ گنج نفیس۔ روحانی خزانہ۔ من ترا۔ یعنی میں نے تجھ کو نور قلب عطا کیا۔ خار یعنی نفس سے تکلیف پہنچائی۔ نردبان۔ سیڑھی۔

دردِ غیرت[1] آمد اندر شہ پدید
غیرت کا درد شاہ میں رُونما ہوا

مُرغِ دولت در عتابش بر طپید
دولت کا پرند اُس کے عتاب سے تڑپا

چوں درونِ خود بدید آں خوش پسر
اُس بھلے لڑکے نے جب اپنا باطن دیکھا

آں وظیفہ لُطف و نعمت گم شدہ
وہ لُطف اور نعمت کا روزینہ گم ہو گیا

باخود آمد اُو ز مستیِ عُقار
وہ شراب کی مستی سے ہوش میں آیا

ہر کہ[2] خود بینی کُند در راہِ دُوست
جس کسی نے دوست کی راہ میں خود بینی کی

دشمنِ مَن در جہاں خود بیں مَباد
(خدا کرے) میرا دشمن (بھی) دنیا میں خود بین نہ بنے

مے ازاں آمد حرام اندر جہاں
شراب اسی لئے دنیا میں حرام ہوئی

بہتر از خود در تصوّر نایدت
تیرے تصور میں اپنے سے بہتر نہیں آتا

آنکہ با خودی خورد مے با خودست
جو خودی کے ہوتے ہوئے شراب پیتا ہو وہ خودی میں ہے

ہر کہ[3] با اُو می خورد باد ش حلال
جو اُسکے ساتھ شراب پیتا ہے اُس کیلئے حلال ہے

چونکہ با اُو مے خورد از جام ہُو
جبکہ اُسکے ساتھ شراب پیتا ہے اُسکے جام سے ہے

بعد ازاں از خود بکلّی بگسلم
اُس کے بعد میں اپنے سے بالکل جدا ہو جاتا ہوں

عکسِ دردِ شاہ اندر وَے رسید
شاہ کے درد کا عکس اُس کے اندر پہنچا

پردۂ آں گوشہ گشتہ بَردرید
اُس نے اُس کنارہ کئے ہوئے کا پردہ چاک کر دیا

از سیہ کاریِ خود کردہ اثر
اپنی سیہ کاری کا اثر کیا ہوا دیکھا

خانۂ شادیِ اُو پُر غم شدہ
اُس کی خوشی کا خانہ، غم سے بھر گیا

زاں گنہ گشتہ سرش خانہ خمار
اُس خطا سے اُس کا سر خمار کا خانہ بگیا

مغز را بگذاشت کلّی دید پوست
اُس نے مغز کو بالکل چھوڑا، چھلکا دیکھا

زانکہ از خود بیں نیاید جز فساد
کیونکہ خود بین سے سوائے فساد کے کچھ نہیں ہوتا

کہ خوری خود بیں شوی اندر زوال
کہ اگر تو پئے تو فوراً خود بین ہو جاتا ہے

وِیں ہمہ از نفسِ خود بیں زایدت
یہ سب خود بین نفس کی وجہ سے تیرے اندر پیدا ہوا

اینچنیں مے خوار خوار و مُرتدست
ایسا شرابی ذلیل اور مرتد ہے

وانکہ بے اُو دم زند بادش وبال
اور وہ جو اُسکے بغیر آہ کا دم بھرے اُس کیلئے وبال ہے

چشم بکشایم بہ بینم رُوی اُو
میں آنکھ کھولتا ہوں اُس کا چہرہ دیکھتا ہوں

ہم زمے خوردن شود ایں حاصلم
شراب پینے سے میرا حاصل یہ ہے

---

[1] غیرت۔ اس بات پر غیرت آئی کہ اس قدر احسان کے باوجود یہ شہزادہ سرکشی کر رہا ہے۔ مُرغِ دولت یعنی شہزادے کی قلبی کیفیت۔ پرندہ۔ یعنی قلب کا پردہ۔ گوشہ گشتہ۔ شہزادہ جس نے شاہ سے کنارہ کشی کا ارادہ کیا تھا۔ وظیفہ۔ روحانی خوراک جو شاہ سے ملتی تھی۔ عُقار۔ شراب یعنی تکبر، غرور۔ اعضا شکنی جو شراب کے نشہ کے اُتار کے وقت ہوتی ہے۔

[2] ہر کہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص راہِ طریقت میں تکبر کرتا ہے، وہ حقیقت سے خالی ہو جاتا ہے۔ دشمن۔ یہ دعا تبا ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو۔ تکبر کی حرمت اس وجہ سے ہوئی کہ اس کو پی کر انسان خود بین بن جاتا ہے۔ بہتر۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ اور عداوت و دشمنی کا سبب عموماً خود بینی ہے۔ آنکہ۔ جو شخص اپنی خودی کے ہوتے ہوئے انانیت کی شراب پیتا ہے اور اُس پر مستی طاری ہو وہ خودی میں اور سرور میں ہے جیسا کہ شہزادہ تھا۔

[3] ہر کہ با اُو۔ جو شخص بہ نیت حق کسی کے ساتھ انانیت کی شراب پیتا ہے وہ حلال ہے جیسا کہ اہل اللہ۔ بے اُو۔ بہ نیت حق حاصل نہ ہو اور پھر انانیت برتے وہ انانیت بھی لئے وبال ہے۔ چشم بکشایم۔

ای کہ می خواہی کہ از خود بگسلی
اے وہ! کہ تو چاہتا ہے کہ اپنے آپ سے جدا ہو جائے

تا کے اندر بندِ ایں جان و دلی
تو کب تک اِس جان و دل کی قید میں ہے؟

جاں بجاناں واگذار اے جانِ من
اے جانِ من! جان جاناں کے سپرد کر دے

تا بہ بینی یارِ دل رنجانِ من
تاکہ تو میرے دل کو ستانے والے یار کو دیکھے

دل بدلدارے دہ و آزاد شو
دل دلدار کو دیدے اور آزاد ہو جا

غمخوارِ او باش و ازوے شاد شو
اُس کا غمخوار بن اور اُس سے خوش رہ

نفسِ خود بر خود مگرداں چیرِ تو
تو اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب نہ ہونے

زود او را باز گیر از شیرِ تو
تو جلد اُس کا دودھ چھڑا دے

ہر چہ ہست آں مستیے دارد یقیں
جو چیز بھی ہے وہ یقیناً مستی رکھتی ہے

خواہ شیر و خواہ خمر و انگبیں
خواہ دودھ ہو اور خواہ شراب اور شہد

مستیِ گندم بداں اے آدمی
اے آدمی! گیہوں کی مستی کو جان لے

کہ بکرد آں آدمے را اعجمی
کہ اُس نے آدمؑ کو ناواقف بنا دیا

خوردِ گندم حلہ زو بیروں شدہ
انھوں نے گیہوں کھایا اُن سے لباس علیحدہ ہو گیا

خلد بر وے بادیہ و ہاموں شدہ
جنت اُن کے لئے دشت اور صحرا ہو گئی

دیدکاں شربت ورا بیمار کرد
اُس نے دیکھا کہ اُس شراب نے اُنکو بیمار کر دیا

زہرِ آں ماو منیہا کار کرد
اُس "ماو من" کے زہر نے کام کر دیا

جان چوں طاؤس در گلزارِ ناز
وہ جان جو ناز کے چمن میں مور کی طرح تھی

ہمچو چغدے شد بویرانہ مجاز
وہ مجاز کے ویرانے میں چغد جیسی ہو گئی

ہمچو آدمؑ دور ماند او از بہشت
وہ آدمؑ کی طرح بہشت سے دُور رہ گیا

در زمیں میراند گاوے بہر کشت
جو کھیتی کے لئے زمین میں ہل چلاتے تھے

اشک میراند او کہ اے ہندوی راو
وہ آنسو بہا تا تھا کہ اے قوی ڈاکو!

شیر را کردی اسیرِ دُمِ گاو
تو نے شیر کو بیل کی دُم کا قیدی بنا دیا

کردۂ اے نفسِ بدبار دنفس
اے نفسِ بد شرور! تو نے کی

بیحفاظی باشہ فریادرس
بے لحاظی، فریادرس شاہ کے ساتھ

دام بگزیدی ز حرصِ گندمے
تو نے گیہوں کے لالچ میں جال پسند کیا

بر تو شد ہر گندمِ او کژدمے
تیرے لئے اُس کا ہر گیہوں بچھو بن گیا

---

۵۱ اے کہ مولانا اِس مقام کے حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کہ اگر تو یہ مقام چاہتا ہے تو اپنے دل و جان کی قید سے آزاد ہو جا۔ جاں۔ اپنا سب کچھ محبوب کے سپرد کر دے تب مشاہدہ ہوگا۔ دلِ رنجاں یعنی دل میں دردِ عشق پیدا کرنیوالا نفسِ خود۔ اپنے نفس سے مغلوب نہ ہو اور لذتوں سے اُسکو محروم کر دے۔ ہر چیز۔ خود بینی کی مستی جس چیز سے بھی پیدا ہو خواہ وہ حلال ہو یا حرام اُسکو ترک کر دے مستیِ گندم۔ ہر چیز سے مستی پیدا ہوتی ہے دیکھ حضرت آدمؑ کی مستی گیہوں سے پیدا ہوئی اُس نے اُنکو ناواقف بنا دیا اور دھوکا کھا گئے۔

۵۲ خوردِ گیہوں کھانے کے بعد حضرت آدمؑ کا لباس اُن سے جدا ہو گیا اور وہ جنت سے محروم ہو گئے۔ دیدہ۔ اب اُس شہزادے کو محسوس ہوا کہ اُس خود بینی کی شراب نے اُسکو مریض بنا دیا۔ ماو منیہا۔ یعنی اُس میں جو انانیت اور خودی پیدا ہوئی تھی۔ در گلزار۔ یعنی اُس کا عروج۔ ویرانہ تنزل کی حالت ہمچو حضرت آدمؑ نے زمین پر آکر ہل جوتا۔

۵۳ اشک۔ وہ اپنی حالت پر رویا۔ ہندوی راہزن یعنی نفس۔ زار۔ قوی یعنی نفس۔ دُم گاؤ۔ یعنی جسمانی علائق۔ بار نفس۔ جس کے کام میں کوئی کمی نہ ہو۔ بیحفاظی یعنی دوسرے کے حق کی حفاظت نہ کرنا۔ حرصِ گندم۔ یعنی گیہوں کا لالچ اور حرص۔

در سرت آمد ہوائے ما و من
تیرے سر میں "میں" اور "من" کی ہوا بھری

قید[1] بیں بر پائے خود پنجاہ من
اپنے پاؤں پر پچاس من کی بیڑی دیکھ لے

نوحہ می کرد ایں نمط بر جانِ خویش
وہ اپنی جان پر اس طرح سے نوحہ کر رہا تھا

کہ چرا کشتم ضدِ سلطانِ خویش
کہ میں اپنے مشاہ کا مخالف کیوں بنا!

آمد او با خویش استغفار کرد
وہ ہوش میں آیا اُس نے توبہ کی

با اِنابت چیزِ دیگر یار کرد
توبہ کے ساتھ ایک دوسری چیز ساتھ کی

درد کاں از وحشتِ ایماں بود
وہ درد جو ایمان کی وحشت سے ہو

رحم کُن کاں درد بیدرماں بود
رحم کر کیونکہ وہ درد ناقابلِ علاج ہے

مر بشر[2] را خود مبا جامہ درست
(خدا کرے) انسان کا جامہ درست نہ ہو

چوں رہید از صبر در حیں صدر رحبت
جب وہ صبر سے ہٹا، اُس نے فراخ صدر جگہ میں کی

مر بشر را پنجہ و ناخن مباد
(خدا کرے) انسان کے پنجہ اور ناخن نہ ہوں

کو نہ دیں اندیشد آنگہ نہ دہد
کیونکہ وہ اُس وقت نہ دین کا خیال کرتا نہ دنیا کا

آدمی اندر بلا گشتہ بہ است
مصیبت میں مبتلا انسان بہتر ہے

نفس کافر نعمت و گمرہ است
نفس، نعمت کا کافر ہے اور گمراہ ہے

نفس کافر خود ہمی ندہد امان
کافر نفس خود امن نہیں دیتا

گشت طاغی چونکہ فارغ شد ز نان
جب وہ روٹی سے بے فکر ہوا سرکش ہو جاتا ہے

آدمی[3] خود مبتلا بہتر بود
آدمی خود مبتلا بہتر ہے

زانکہ زار و عاجز و مضطر بود
کیونکہ وہ ذلیل اور عاجز اور مجبور رہتا ہے

خطاب حق تعالیٰ بعزرائیل علیہ السلام کہ ترا رحم بر کہ بیشتر آمد

اللہ تعالیٰ کا خطاب عزرائیل علیہ السلام کو کہ تجھے ان لوگوں میں سے کس پر زیادہ رحم آیا

ازیں خلائق کہ قبض جان ایشاں کردی و جواب او حضرت عزت را

رحم آیا جن کی تو نے جان قبض کی اور ان کا حضرت عزت کو جواب

حق بعزرائیل می گفت اے نقیب
اللہ (تعالیٰ) نے عزرائیل سے فرمایا اے نقیب حق!

بر کہ رحم آمد ترا از ہر کیب
تجھے سب گروہوں میں سے کس پر رحم آیا؟

گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد
اُنھوں نے کہا میرا دل درد سے سب پر جلتا ہے

لیک ترسم امر را اہمال کرد
لیکن میں حکم کی تعمیل نہ کرنے سے ڈرتا ہوں

---

[1] قید۔ اب اسی بیڑی کی وجہ سے میرا دل اٹک گیا۔
ترجمہ۔ وہ اسی بات پر نوحہ کر رہا تھا کہ میں نے بادشاہ کی مخالفت کا کیوں خیال کیا۔ چیز دیگر۔ خدا یا بادشاہ سے متعالی مراد ہو۔
وحشت ایمان۔ ایمان سے کامل ایمان مراد ہے یعنی عرفان اور قبض الٰہی اور وحشت سے مراد وہ وحشت ہے جو اس کیفیت کے منقود ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے۔ بے درمان۔ یعنی جس کا علاج بہت مشکل ہے۔

[2] مر بشر را۔ جیسے کہ کمال پر خود پسندی اور خود بینی تباہی کا سبب ہے اسی طرح مال پر غور بینی بھی موجب ہلاکت ہے۔ صبر۔ مال کی کمی سے حاصل تھا۔ صدر۔ یعنی اپنی بڑائی۔ چنانچہ۔ انسان کو جب مال و دولت کی طاقت حاصل ہوتی ہے پھر وہ کچھ نہیں دیکھتا ہے کہتی۔ انسان کیلئے ضرورت سے زیادہ دولت مضر ہے۔ نفس نفس ایک ترا خود ہی تباہ کر دینے والا ہے جب اسکو مال مل جائے تو پھر تباہی کا کیا پوچھنا ہے۔

[3] آدمی۔ عام انسانوں کیلئے حالت ابتلاء بہتر ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تبر کہ۔ نمونہ کے طور سے یہ بتایا ہے کہ اس کا کمال اور مال موجب زوال بنا نقیب۔ سردار۔ کیب۔ رنجیدہ۔ آمر۔ جان قبض کرتے ہوئے بہت رحم آتا ہے لیکن آپکے حکم سے مجبور ہو کر کرتا ہوں۔

تا بگویم[1] کاشکے یزداں مرا — درعوض قرباں کند بہرِ فتا

یہاں تک کہ میں کہتا ہوں، کاش خدا مجھے — جان کے بدلے میں قربان کردے

گفت برّ کہ بیشتر رحم آمدت — ازکدول پُرسوز و بریاں تر شدت

فرمایا کہ تجھے سب سے زیادہ کس پر رحم آیا؟ — تیرا دل کس کی وجہ سے زیادہ جلا اور بھنا؟

گفت روزے کشتی بر موج تیز — من شکستم زامر تا شد ریز ریز

عرض کیا ایک دن تیز موج پر ایک کشتی — میں نے حکم سے توڑ دی حتیٰ کہ وہ ریزہ ریزہ ہوگئی

پس بگفتی قبض کن جانِ ہمہ — جز زنے و طفلکے را زاں رمہ

پھر آپ نے فرمایا اب کی جان قبض کرلے — اس گروہ میں سے ایک عورت اور بچہ کے علاوہ

ہر دو بر یک تختہ درماندند — تختہ را آں موجہا می راندند

وہ دونوں ایک تختہ پر رہ گئے — تختہ کو وہ موجیں چلائی تھیں

چوں بساحل اوفگند آں تختہ باد — از خلاص ہر دوام دل گشت شاد

جب ہوا نے اس تختہ کو ساحل پر ڈال دیا — دونوں کی نجات سے میرا دل خوش ہوا

باز[2] گفتی جانِ مادر قبض کن — طفل را بگذار تنہا زامرِ کن

پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کرلے — "امرِ کن" کی وجہ سے بچہ کو تنہا چھوڑ دے

چوں زمادر بگسلیدم طفل را — خود تو میدانی چہ تلخ آمد مرا

جب میں نے بچہ کو ماں سے جدا کردیا — آپ جانتے ہیں کہ مجھے کس قدر کڑوا لگا

تلخیِ آں طفل از فکرم نرفت — پس بدیدم دردِ مامتہائے زفت

اس بچہ کی کڑواہٹ میرے فکر سے نہ گئی — پھر میں نے بھاری ماتوں کا درد دیکھا

گفت[3] حق آں طفل را از فضل خویش — موج را گفتم فگن در بیشہ ایش

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں نے اپنے کرم سے اس بچہ کے لئے — موج سے کہا، اس کو ایک جھاڑی میں ڈال دے

بیشہ پُر سوسن و ریحان و گل — پُر درخت و میوہ دار و خوش اُکل

ایک ایسی جھاڑی جو سوسن اور ریحان اور گل سے پُر تھی — درختوں سے پُر تھی اور میوہ دار اور خوراک کی تھی

چشمہائے آب شیرین زلال — پروریدم طفل را با صد دلال

صاف شیریں پانی کے چشموں سے (پُر تھی) — میں نے بچہ کو سو نازوں سے پالا

صد ہزاراں مرغ مطرب خوش صدا — اندراں روضہ فگندہ صد نوا

لاکھوں خوش آواز گانے والے پرندوں نے — اس باغ میں سینکڑوں آوازیں پیدا کر رکھی تھیں

---

[1] تا بگویم: یہاں تک رنج ہوتا ہے کہ بسا اوقات تمنا ہوتی ہے کہ اس کے بدلے میں میری جان لے لی جاتی۔

گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سب سے زیادہ رحم تجھے کس کی جان لینے میں آیا۔ موج تیز۔ تیز دھارا۔ آمر۔ آپ کے حکم سے۔ ریز ریز۔ چورا چورا۔ بساحل۔ جب وہ بچہ اور اس کی ماں خشکی پر پہنچ گئے تو میں خوش ہوا کہ اب یہ بچ گئے۔

[2] باز گفتی۔ لیکن آپ کا پھر حکم ہوا کہ اب اس بچہ کی ماں کی روح قبض کرلے چلتی زادہ۔ جب میں نے بچہ کو ماں سے محروم کیا تو آپ کو علم ہے کہ مجھ پر یہ کام کتنا بھاری پڑا۔ پس۔ میرے دل میں درد کی انتہا نہ تھی اور اس کا غم دل سے جدا نہ ہوتا تھا۔

[3] گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر میں نے اس موج کو حکم دیا تھا کہ وہ اس بچہ کو ایک ایسی جھاڑی میں پھینک دے جو پھولوں سے بھری ہو اس میں سایہ دار درخت ہوں اور درختوں پر لذیذ پھل لگے ہوں۔ چشمہائی۔ اس میں میٹھے پانی کے چشمے ہوں اس طرح سے میں نے اس بچہ کو سو نازوں سے پالا۔ صد ہزاراں۔ اس جھاڑی میں لاکھوں خوش آواز پرندے اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے۔

بستر[1] شش کردم زبرگِ نسترن — کردم اُورا ایمن از صدمہ فتن

میں نے اُس کے لیے سیوتی کی پتیوں کا بستر بچھایا — میں نے اُس کو فتنوں کے ضرر سے محفوظ کر دیا

گفتہ مَن خورشید را کو را مگز — بادرا گفتہ برُو آہستہ وَز

میں نے سورج سے کہہ دیا کہ اُس کو گزند نہ پہنچا — ہوا سے کہہ دیا اُس پر آہستہ چل

ابر را گفتہ برُو باراں مریز — برق را گفتہ برُو مگرایِ تیز

آسمان سے کہہ دیا اُس پر بارش نہ برسا — بجلی سے کہہ دیا اُس پر تیزی سے مائل نہ ہو

زیں چمن اے دے مبر آں اعتدال — پنجہ اے بہمن بریں رُوضہ ممال

اے خزاں! اِس چمن سے اعتدال نہ لے جانا — اے بہمن! اِس چمن پر ہاتھ نہ پھیر

کراماتِ شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز کی کرامات

ہمچو آں شیباں[2] کہ از گرگ غنید — وقتِ جمعہ بر رُعا خط می کشید

اُن شیبان کی طرح کہ سرکش بھیڑیے کی وجہ سے — جمعہ کے وقت محفوظ کھینچ دیتے تھے

تا بروں ناید ازاں خط گوسپند — نے درآید گرگ و دُزدِ باگزند

تاکہ کوئی بکری اُس خط سے باہر نہ نکلے — بھیڑیا اور نقصان رساں چور نہ آئے

بر مثالِ دائرہ تعویذِ ہود — کاندراں صرصر اماں آں بود

حضرت ہودؑ کے تعویذ کے دائرے کی طرح — جو اُس آندھی میں اولاد کی حفاظت تھا

ہشت روزے اندریں خط تن زنید — وز بروں مثلہ تماشا می کنید

آٹھ دن اِس دائرے میں چپ رہو — اور باہر ہاتھ پاؤں کٹنے کا تماشہ دیکھو

بر ہوا بر دے فگندے بر حجر[3] — تا دریدے لحم و عظم از ہمدگر

وہ فضا میں لے جاتی پتھر پر پٹخ دیتی — حتیٰ کہ گوشت اور ہڈی ایک دوسرے سے جدا ہو جاتی

یک گرہ را بر ہوا برہم زدے — تا چو خشخاش استخواں ریزہ شدے

ایک گروہ کو فضا میں آپس میں ٹکرا دیتی — یہاں تک کہ ہڈی خشخاش کی طرح چورا چورا ہو جاتی

آں بساست را کہ لرزید آسماں — مثنوی اندر نہ گنجد شرحِ آں

وہ سزا جس نے آسمان کو لرزا دیا — اُس کی تفصیل مثنوی میں نہیں سما سکتی

گر بطبع ایں می کنی اے بادِ سرد — گردِ خط دائرہ آں ہودؑ گرد

اے ٹھنڈی ہوا! اگر تو اپنی طبیعت سے یہ کرتی ہے — تو حضرت ہودؑ کے دائرے کے خط کے گرد پھرتا رہ

---

[1] بستر ش شش میں نے سیوتی کے پتوں سے اس کا بستر تیار کر دیا۔ نسترن۔ نسرین، سیوتی۔ گزند۔ گزیدن کاٹنا، ڈسنا۔ مگرائی۔ گرائیدن مائل ہونا، جھکنا۔ وَز۔ ماگھ جو فروری کا مہینہ ہے۔ بہمن۔ پھاگن ماگھ سے پہلا مہینہ۔ کرامات جس طرح اس بچہ کے بارے میں ہوا کو نقصان نہ پہنچانے کا حکم کر دیا گیا تھا اسی طرح ایک نبی اور ایک ولی کے بارے میں بھیڑیے اور ہوا کو حکم دے دیا گیا تھا کہ وہ نقصان نہ پہنچائیں۔

[2] شبانی۔ یہ بزرگ بکریاں چراتے تھے اور جمعہ کی نماز کو جب شہر جاتے تھے بکریوں کے چاروں طرف حصار کھینچ کر چلے جاتے تھے کوئی بکری اُس سے باہر نہ نکلتی تھی اور کوئی بھیڑیا اُس میں داخل نہ ہوتا تھا۔ برمثال۔ حضرت ہودؑ نے اپنے گھر والوں کو جمع کر کے ایک حصار کھینچ دیا تھا آندھی کا طوفان اس میں داخل نہ ہوتا تھا۔ مثلہ۔ کافروں کے ہاتھ پاؤں اس ہوا سے کٹ کر گرتے تھے

[3] بر ہوا۔ وہ آندھی اُن کو فضا میں اُڑا کر لے جاتی تھی اور پھر پہاڑ پر پٹخ دیتی تھی جس سے اُن کا گوشت پوست بکھر جاتا تھا۔ ایک گروہ کچھ لوگوں کو فضا میں باہم ٹکرا کر پاش پاش کر دیتی تھی۔ آں سیاست۔ اُنکو جو سزا ملی اُس

۱؎ وَرْ بحرص ایں می کُند گرگ نژند
اور اگر غضبناک بھیڑیا حرص کرتا ہے

گو بیا در خطِ راعی کُن گزند
کہدو (حضرت شیبان) راعی کے خط کے اندر نقصان پہنچائے

اے طبیعی فوقِ طبع ایں مُلک بیں
اے فلسفی! طبیعیات سے اوپر اس ملک کو دیکھ

یا بیا و محو کُن از مُصحف آئیں
یا آجا، اور قرآن سے یہ مٹا دے

مُقریاں را منع کُن پندے بنہ
بیانیوں کو روک، نصیحت کر

یا مُعلّم را بمال و سَہم دہ
یا پڑھانے والے کو سزا دے اور ڈرا

عاجزی و خیرہ کایں عجز از کجاست
تو عاجز اور حیران ہے کہ یہ عاجزی کہاں سے ہے

عجز تو دانی ازاں روزِ جزاست
تو جان لے، تیرا عجز قیامت کے دن سے ہے

عجز ہا داری تو در پیش اے لجوج
اے جھگڑالو! تو بہت سے عجز درپیش رکھتا ہے

وقت شُد پنہانیاں را نیک خروج
اب پوشیدہ چیزوں کے ظہور کا وقت ہوا ہے

۲؎ خرم آنکہ عجز و حیرت قوتِ اُوست
مبارک ہے وہ شخص جس کی غذا عجز اور حیرت ہے

در دو عالم خُفتہ اندر ظلِّ دُوست
وہ دونوں جہان میں دوست کے سایہ میں سویا ہوا ہے

ہم در اوّل عجز خود را دید
اس نے شروع ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا

مُردہ شُد دینِ عجائز را گزید
مُردہ ہو گیا، بوڑھیوں کے دین کو اختیار کر لیا

چوں زلیخا یوسفش بروے بتافت
زلیخا کی طرح اس کا یوسف اس پر چمکا

از عجوزی در جوانی راہ یافت
اس نے بڑھاپے سے جوانی کی راہ پا لی

۳؎ زندگی در مُردن و در محنت ست
زندگی مرجانے اور مجاہدہ میں ہے

آبِ حیواں در درونِ ظلمت ست
آبِ حیات، تاریکی کے اندر ہے

قصہ پرورش حق تعالیٰ نمرود را بے واسطہ مادر و دایہ در طفلی
اللہ تعالیٰ کا نمرود کو بچپن میں بغیر ماں اور دایہ کے واسطے کے پرورش کرنے کا قصہ

حاصل آں روضہ جو جانِ عارفاں
خلاصہ یہ ہے کہ وہ چمن جو عارفوں کی جان کی طرح تھا

از سموم و صَرصَر آمد در اماں
تو اور آندھی سے محفوظ رہا

یک پلنگے بچۂ نوزادہ بود
ایک چیتے نے ایک نیا بچہ جنا تھا

گفتم اُو را شیر دہ طاعت نمود
میں نے اس سے کہا دودھ پلا، اس نے اطاعت کی

۱؎ وَرْ بحرص۔ اگر بھیڑیئے کا پھاڑنا محض اس کا اپنا فعل ہے تو اس سے کہو کہ حضرت شیبانؑ کے جھاڑ میں بیٹھکر بکری کو پھاڑے جو ناممکن ہے۔ نژند غضبناک۔ اے طبیعی وہ فلسفی جو طبیعیات کا ماہر ہے اور اشیاء میں محض طبعی خواص مانتا ہے اس سے کہو کہ عالم طبیعیات سے اوپر ایک اور عالم ہے جو انبیاء پر وحی سے ہے جسکو قرآن بتا رہا ہے مصحف۔ قرآن میں یہ قصہ موجود ہے جو حضرت ہودؑ اور مومنوں کی نجات کو بتا رہا ہے۔ عاجزی۔ تو اپنے عجز پر حیران ہے اور اسکی وجہ نہیں سمجھ رہا ہے سمجھ لے کہ اصل عجز قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔ عجز ہا۔ انسانوں کا عجز تو آگے آنیوالا ہے قیامت کے روز ہر چیز کو عجز ظاہر ہو جائیگا اور وہ قیامت بالکل قریب ہے۔ اقتربت الساعۃ۔

۲؎ خرم۔ پہلے عجز نامود کا ذکر تھا اب عجز بود کا ذکر کرتے ہیں وہ یہ کہ انسان اپنی قدرت اور ارادہ کو بالکل فنا کر دے اور حق تعالیٰ کی رضا کے تابع بن جائے ایسے لوگ جو اس عجز اور حیرت کو اپنی غذا بنا لیتے ہیں وہ قابل مبارکباد ہیں وہ آرام سے اللہ تعالیٰ کے سائے میں سوتے ہیں عجز در اوّل۔ اس نے شروع ہی میں اپنے عجز کو محسوس کر لیا اور اپنی قدرت و ارادہ کے اعتبار سے مُردہ ہو گیا اور اس نے بوڑھی عورتوں کا دین اختیار کر لیا جس میں عمر بھر ابتداء اور انتہاء کا ماتم زیادہ ہوتا ہے حدیث شریف ہے تحیضکم بدین

۳؎ زندگی۔ انجامکار تم بوڑھی عورتوں کا دین اختیار کرو۔ آہ عجوزی اس فنا کے بعد بقا حاصل ہو جائیگی ——— زندگی۔ اصل بقا فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے جس طرح آب حیات تاریکی کے بعد آتا ہے قصہ پھر نمرود کی پرورش کے قصہ کو بیان ہو رہا ہے جس نمرود کی پرورش ہوئی تھی وہ عارفوں کی روح کی طرح تھا ایک پلنگ نے بن جنگل میں ایک چیتے کے بچہ کو جنا تھا

پس ادش شیر و خدمتہاش کرد
تو اُس نر اُس کو دودھ پلا اور خدمتیں انجام دیں

تا کہ بالغ گشت و زفت و شیر مرد
یہاں تک کہ وہ بالغ اور بڑا اور شیر مرد ہو گیا

چوں[1] فطامش شد بگفتم با پری
جب اُس کا دودھ چھڑائیں نے جنات سے کہا

تا در آموزید نطق و داوری
کہ بولنا اور حکومت کرنا سیکھا

پرورش دادم مر او را زاں چمن
میں نے اُس کو اِس چمن سے ایسا پرورش کیا

کہ بگفت اندر نگنجد فنِ من
کہ میرا تصرف گفتگو میں نہیں سماتا

دادہ من ایوبؑ را مہر پدر
میں نے (حضرت) ایوبؑ کو باپ کی سی محبت دی تھی

بہرِ مہمانی کرماں بے ضرر
کیڑوں کی مہمانی کے لیے بغیر نقصان پہنچائے

دادہ کرماں را بر و مہرِ ولد
کیڑوں کو ان کے لئے اولاد کی سی محبت دی تھی

بر پدر من اینت قدرت اینت ید
باپ پر سمجھے عجیب قدرت، عجیب طاقت ہے

مادراں را[2] مہر من آموختم
میں نے ماؤں کو محبت سکھائی

چوں بود شمعے کہ من افروختم
وہ شمع کیسی ہوگی جو میں نے روشن کی؟

صد عنایت کردم و صد رابطہ
میں نے سو عنایتیں کیں اور سو علاقے

تا بہ بیند لطف من بے واسطہ
تاکہ وہ میری مہربانی بغیر واسطے کے دیکھے

تا نباشد از سبب در کشمکش
تاکہ وہ سبب کی وجہ سے کشمکش میں نہ ہو

تا بود ہر استعانت از منش
تاکہ اُس کی ہر مدد میری جانب سے ہو

تا خود از ما ہیچ عذرے نبودش
تاکہ خود اُس کو ہماری جانب سے کوئی عذر نہ ہے

شکوہ نبود ز ہر یارِ بدش
اُس کو کسی بُرے یار کا شکوہ نہ ہو

ایں[3] حضانت دید با صد رابطہ
اُس نے یہ پرورش سو علاقوں سے دیکھی

کہ بہ پروردم ورا بے واسطہ
کیونکہ میں نے اُس کو بے واسطہ پرورش کیا

شکرِ[4] او آں بود اے بندہ جلیل
اے جلیل بندے! اُس کا شکریہ ادا ہوا

کہ شد او نمرود و سوزندہ خلیل
کہ وہ نمرود (حضرت) خلیلؑ کو جلانے والا بنا

ہمچناں کیں شاہزادہ شکرِ شاہ
ایسے ہی جیسا کہ اِس شہزادے نے شاہ کا شکریہ

کرد ز استکبار و استکثارِ جاہ
تکبر اور رُتبہ کو بڑھانے سے کیا

کہ چرا من تابعِ غیرے شوم
کہ میں غیر کا تابع کیوں ہوں!

چونکہ صاحب مُلک و اقبالے بوم
جبکہ میں صاحب مُلک اور اقبال ہوں

---

[1] چوں فطامش، جب اُس نر دودھ چھڑا دیا گیا تو ربِ ارض و سما نے اُس کی تعلیم کیلئے جنوں کو مقرر فرما دیا۔ پرورش فرشتہ اللہ تعالیٰ نے اُنکی اِس طرح پرورش کی جو ماں سے باہر ہے۔ داد آوہ میرے عجیب تصرفات یہ ہیں کہ میں نے ایوبؑ میں اُن کیڑوں کے لئے جو کہ اُن کے بدن سے غذا حاصل کرتے تھے ایسی محبت پیدا کر دی تھی جیسے کہ باپ کی محبت اولاد سے ہوتی ہے۔ کرماں۔ چنانچہ اگر کوئی کیڑا اُن کے بدن سے گر پڑتا تھا تو اُسکو اُٹھا کر پھر اپنے بدن پر بٹھا لیتے تھے۔ کرماں۔ کیڑے جن کے ایسے مانوس تھے جیسے کہ بچہ باپ سے مانوس ہوتا ہے۔

[2] مادراں۔ ماں کے دل میں اولاد کی محبت کی عجیب شمع روشن ہے۔ صد۔ اس بچہ پر میں نے بلا واسطہ غذائیں پیش کیں جنمیں اسباب کو دخل نہ تھا۔ تا نباشد۔ ہم نے نمرود کی تعمیر اسباب کے ذریعے پرورش کی تاکہ وہ اسباب اختیار کرنے سے پریشان ہو۔ اسلئے کہ سبب کبھی اپنے سبب کو ذریعہ نہیں بناتا اور سبب کو چھوڑ کر براہ راست سے مدد حاصل کرے۔ تا خود۔ وہ یہ عذر کر سکتا تھا کہ اسباب کی طرف توجہ سے میں آپ سے غافل ہو گیا اِس عذر کو بھی ختم کرنا تھا اور وہ یہ بھی نہ کہہ سکے کہ ظالم یار نے مجھے گرا کر دیا تھا۔ حضانت۔ پرورش بے واسطہ۔ یعنی بغیر اسباب کے

[3] شکر او۔ لیکن اُسنے سب باتوں کا شکریہ اسطرح ادا کیا کہ

لُطفہائے[1] شہ کہ ذکرِ آں گذشت — از تبختر بر دلش پوشید گشت

شاہ کی وہ عنایتیں جن کا ذکر گذرا — اکڑ کی وجہ سے اُس کے دل پر پوشیدہ ہو گئیں

ہمچناں نمرود آں الطاف را — زیر پا بنہادہ از جہل و عما

اسی طرح نمرود نے اُن مہربانیوں کو — نادانی اور اندھے پن سے پاؤں کے نیچے رکھدیا

ایں زماں کافر شد و رہ میزند — کبر و دعوئ خدائی می کند

اب وہ کافر ہوا ہے اور راہ زنی کرتا ہے — تکبر اور خدائی کا دعویٰ کرتا ہے

رفت سوئ آسمانِ با جلال — باسہ گرگس تا کند با من قتال

پُر عظمت آسمان کی طرف چلا — تین گدھ لے کر تاکہ مجھ سے جنگ کرے

صد ہزاراں طفلِ بے تقویم را — کُشت وے تا یابد ابراہیم را

لاکھوں ناقابل علامت بچے[2] — اُس نے قتل کئے تاکہ (حضرت) ابراہیم کو پکڑ لے

کہ منجم گفت اندر حکمِ سال — زاد خواہد دشمنے بہرِ قتال

کیونکہ نجومی نے اُس سے کہا کہ سال کے حکم کے اندر — ایک دشمن قتال کے لئے پیدا ہوگا

ہیں بکن در دفعِ آں خصم احتیاط — ہر کہ می زائید می کُشت از خباط

خبردار اُس دشمن کے دفع کرنے میں احتیاط کر — جو پیدا ہوتا تھا وہ خبط سے اُسکو قتل کر دیتا تھا

کوریِ اُو رست طفلِ وحی کش — ماند خونہائے دگر در گردنش

اُسکے اندھے پن سے بچہ وحی کی کشش کرنیوالا بچا رہا — دوسرے خون اُس کی گردن پر رہے

از پدر یابید آں مُلکِ عجب — تا غرورش داد ظلماتِ نسب

وہ سلطنت اُسنے باپ سے پائی تھی (تعجب ہے) — کہ اُس کو نسب کی اندھیریوں نے مغرور کر دیا

دیگراں را گر اُم و اَب شد حجیب — اُو ز ما یابید گوھر با جیب

اگر دوسروں کے لئے ماں اور باپ پردہ بنے — اُس نے (تو) جیب میں موتی ہم سے پائے ہیں

گرگ[3] درندہ است نفسِ بد یقیں — چہ بہانہ می نہی بر ہر قریں

یقیناً نفسِ بد پھاڑنے والا بھیڑیا ہے — تو ہر ساتھی پر کیا بہانہ دھرتا ہے؟

در ضلالت ہست صد گل را کلہ — نفسِ زشتِ کفرناک پُر سفہ

گمراہی میں تو گنجوں کی ٹوپی ہے — کفرناک بیوقوفی سے پُر بُرا نفس

زیں سبب میگویم اے بندہ فقیر — سلسلہ از گردن سگ بر مگیر

اے فقیر بندے! میں اسی لئے کہتا ہوں — کتے کی گردن سے زنجیر نہ نکال

---

[1] لطفہائے۔ اُس شہزادے کے کفر کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شاہ کی عنایتوں سے محروم ہو گیا۔ جیسا کہ نمرود نے بھی اسی طرح پر تمام مہربانیوں کو پاؤں سے روندا۔ ایں زماں۔ اب دیکھو اُس کی یہ حالت ہے کہ کافر ہے لوگوں کو دین سے روکتا ہے اور خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ رفت۔ تین گدھ لے کر آسمان کی طرف چلا تاکہ مجھ سے جنگ کرے۔ صد ہزاراں۔ چونکہ کسی نجومی نے اُس سے کہدیا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کو درہم برہم کریگا تو اُس نے لاکھوں بچے قتل کرا دیئے تاکہ وہ ابراہیمؑ کو بھی قتل کر سکے۔ بے تقویم۔ یعنی معصوم بچے جن سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔

[2] کہ منجم۔ کسی نجومی نے اُسکو بتادیا کہ ایک بچہ پیدا ہوگا جو تجھ سے جنگ کریگا۔ خباط۔ خبط، پاگل پن۔ وحی کش۔ یعنی حضرت ابراہیمؑ۔ ماند۔ چونکہ ان بچوں کو بغیر قصور کے قتل کرایا۔ از پدر۔ یہ تمام حکمتیں اور سلطنت کما کر براہ راست ہم سے لی تھیں، باپ سے درمیان میں نہ لی تھیں۔ دیگراں۔ ماں باپ کے ذریعہ جن لوگوں کو حکمتیں اور مال و دولت ملتا ہے وہ تو یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چیزیں ہمیں ماں باپ نے دیں لیکن اسکو تو یہ چیزیں براہ راست ہم سے ملی تھیں۔

[3] گرگ۔ ماں باپ جنگ ظاہری گمراہی کا سبب بنتے ہیں لیکن در اصل گمراہی کا سبب انسان کا نفس ہے۔ قد ضلت۔ یہی

گر مُعلّم[۵۱] گشت ایں سنگ ہم سزست — باش ذلّت نفسہ کو بدرگست

اگر یہ سنگ سدھایا ہوا ہو گیا ہے، پوجا بھی کیا جائے — اس کا نفس ذلیل ہوا، بلکہ وہ کہو کہ وہ بزرگ ہے

فرض می آری بجا گر طائفی — بر سُہیلے چوں اُدیم طائفی

تو فرض ادا کر رہا ہے، اگر تو پکّا طائف والا ہے — سُہیل پر، طائف کی نرمی کی طرح

تا سُہیلت وا خرد از ننگِ پوست — تا شوی چوں موزۂ ہم پایِ دوست

تاکہ سُہیل تجھے چمڑے کی ذلت سے نجات دیدے — تاکہ تو موزے کی طرح دوست کا ساتھی بن جائے

جملۂ[۵۲] قرآں شرحِ خُبثِ نفسہاست — بنگر اندر مُصحف آں چشمت کجاست

تمام قرآن نفسوں کی خباثت کی شرح ہے — قرآن میں دیکھ لے، تیری وہ آنکھ کہاں ہے؟

ذکرِ نفسِ عادیاں کالت بیافت — در قتالِ انبیا مُومی شگافت

عاد والوں کے نفس کا ذکر جنہوں نے آلہ پایا — انبیاء کے قتال میں مُو شگافی کرتے تھے

قرن قرن از نفسِ شوم بے ادب — ناگہاں اندر جہاں میزد لہب

ہر ہر دور میں بے ادب نفوس نفس کی وجہ سے — اچانک جہان میں شعلہ بھڑکتا ہے

رجوع بداں قصۂ شہزادہ کہ بہ نقصان آمد بداں طغیان و زخم خود

اُس شہزادے کے قصہ کی جانب رجوع جو اُس سرکش کی وجہ سے ٹوٹے میں پڑا اور اُس

از خاطرِ شاہ و پیش از استکمالِ فضائلِ دیگر از دُنیا برفت

نے بادشاہ کے قلب سے زخم کھایا اور دوسری فضیلتوں کو حاصل کئے بغیر دنیا سے چلا گیا

قصہ کوتہ کُن کہ رائ نفسِ کور — بُرد اُو را بعد سالے سوئے گور

قصہ مختصر کر کہ اندھے نفس کی رائے — اس کو ایک سال بعد قبر میں لے گئی

شاہ[۵۳] چوں از محو شد سوئے وجود — خشم مر تیغش آں خوں کردہ بود

شاہ جب محویت سے ہستی کی طرف آیا — اُس کا تلوار جیسا غصہ وہ خون کر چکا تھا

چوں بترکش بنگرید آں بے نظیر — دید کم از ترکش یک چوب تیر

جب اُس بے نظیر نے ترکش کو دیکھا — اُس نے اپنے ترکش میں ایک چوب تیر کم دیکھا

گفت کو آں تیر و از حق باز جُست — گفت اندر حلقِ اُو آں تیر تست

اُسنے کہا: وہ تیر کہاں ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے جستجو کی — فرمایا: اُس کے حلق کے اندر تیرا ہی تیر ہے

---

۵۱ تعلّم: اگر کچھ کورسدھا بھی دیا جائے تو پھر بھی رہتا ہی ہے۔ ذلّت نفسہ: تو اپنے نفس کو ذلیل رکھ۔ فرض: لیکن یہ بھی سمجھ لے کہ محض بجا لانے کافی نہیں بلکہ شیخ کی محبت کے فرض کی بجاآوری ضروری ہے تو اُس کا طواف کرتا رہ تاکہ تو اُس سے فیض حاصل کرے۔ سُہیل: ستارہ ہے اُس کی شعاعوں سے رنگے ہوئے چمڑے میں لطافت آجاتی ہے۔ ادیم: رنگا ہوا چمڑا۔ طائفی: حجاز کے شہر طائف کی نرمی مشہور تھی۔ تا سُہیلت: سُہیل کی شعاعوں سے نرمی کو عمدہ بنا کر اُس سے موزے بناتے تھے تو بھی شیخ کی صحبت سے دوست کے پاؤں کا موزہ بن جائیگا۔

۵۲ جملۂ قرآں: قرآن میں نفس کی خباثتوں اور اُن کی وجہ سے انجام بد کی تفاصیل مذکور ہیں۔ ذکرِ نفس: قوم عاد کے نفس نے اُن کو انبیاء سے جنگ پر آمادہ کیا تو قرن قرن: ہر زمانہ میں نفس کی خباثت ہی دنیا میں آگ لگاتی ہے۔ قصہ: قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شہزادہ نفس کی شوخیت سے ایک سال بعد مر گیا۔

۵۳ شاہ: جب شاہ مُحکر سے صحو کی طرف آیا تو اُس کو محسوس ہوا کہ شہزادہ میرے غصہ کی وجہ سے مر گیا۔ تیغ: اس شاہ کو جلالی فلک کہا جاتا ہے جن اور ولی کا غصہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا سبب بن جاتا ہے اور

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کا بدلہ لیتا ہے وہ بدلہ اللہ کا فعل ہے ہاں اگر نبی یا ولی اپنی ہمت سے ہلاک کرے تو اُس کا فعل منسوب ہوگا یہاں اُس شاہ کا فعلات کے غصہ کا سبب بننا اور وہ شہزادہ اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہلاک ہوا جو آپ سرکش اب صحو کے بعد جب شاہ نے غصہ کی کیفیت فرو ہوتی تو اُسے یاد رجوع کیا اور فوراً سمجھ گیا کہ شہزادہ میرے غصہ کا سبب بنا ہے اور اُس کی موت

۵۱ عفو کرد آں شاہِ دریا دل ولے — آمدہ بُد تیرِ اُو بر مقتلے

اُس دریا دل شاہ نے معاف کر دیا لیکن — وہ تیر اُس کی قتل گاہ پر لگ چکا تھا

کُشتہ شُد در نوحۂ اُو می گریست — اُوست جملہ ہم کُشندہ ہم ولیست

وہ مارا گیا، وہ اُس کے نوحہ میں رقّا تھا — وہ سب کچھ ہے، قتل کرنے والا بھی، ولی بھی

در نہ باشد ہر دو اُو پس جملہ نیست — ہم کُشندہ خلق و ہم ماتم کُنی ست

اور اگر وہ دونوں نہ ہو، تو وہ سب کچھ نہیں ہے — وہ مخلوق کو مارنے والا اور ماتم کرنے والا بھی ہے

شُکر می کرد آں شہید زرد خد — کاں بزد بر جسم و بر معنیٰ نزد

وہ زرد رُو، شہید شکر کرتا تھا — کہ اُس نے جسم پر مارا اور [illegible] نہ مارا

جسمِ ظاہر عاقبت خود رفتنیست — تا ابد معنیٰ بخواہد شاد زیست

ظاہری جسم انجام کار خود چلا جانے والا ہے — ابد تک رُوح خوش زندہ رہے

۵۲ آں عتاب اررفت ہم بر پوست رفت — دوست بے آزار سُوئے دوست رفت

وہ غصّہ اگر بیٹا، تو بھی کھال پر بیٹھا — دوست بغیر تکلیف کے دوست کی جانب چلا گیا

گرچہ اُو فتراک شاہنشہ گرفت — آخر از عین الکمال اُو رہ گرفت

اگرچہ اُس نے شاہ کا فتراک پکڑا تھا — آخر کار نظرِ بد سے اُس نے راستہ بند کر دیا

واں سُوم کاہل ترین ہر دو بود — صورت و معنیٰ بکلی اُو ربود

اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ سُست رُو تھا — اُس نے صورت اور معنیٰ سب حاصل کر لیا

دخترِ مُلک و خلافت اُو گرفت — می سزد گر زیں بمانی در شگفت

لڑکی اور سلطنت اور خلافت اُس نے لے لی — مناسب ہے، اگر تو اِس سے تعجب میں رہے

۵۳ من ز طولِ قصّۂ گشتم ملول — من غریقِ بحرِ معنیٰ تو بگول

میں قصّہ کی درازی سے ملول ہوں — میں معنیٰ کے دریا میں ڈوبا ہوا ہوں تو جلد باز بہ

وانگہے از ذلّت و عجز و نیاز — یافت مقصُود از کریم کارساز

اور اُس وقت ذلّت اور عجز اور نیاز مندی کیوجہ سے — اُس نے کریم کارساز سے مقصود پا لیا

---

۵۱ تفسیر کرد۔ شاہ نے اُس کو قتل کیا لیکن قدر الٰہی کا تیر اُس کے قتل پر لگ چکا تھا بمقتل۔ وہ مقتول جس پر چوٹ لگنے سے موت واقع ہو جاتی ہے۔ کُشتہ شُد شہزادہ زخمی ہوا اور شاہ نے روز اخیر رفع [illegible] اس لئے کہ اگرچہ وہ [illegible] کا سبب بنا [illegible] دلی اور سرپرست تو وہی تو وہ صاحب [illegible] بھی اور دلی و مربّی بھی۔ وَ نہ۔ کہاں جب ہے کہ یہ دونوں صفتیں ہوں چونکہ وہ شاہ جامع تھا لہٰذا اُس میں دونوں صفتیں تھیں اگر صرف تصرّف کی طاقت ہو اور اُس میں ولایت نہ ہو تو کمال نہیں ہے۔ شکر کرتا وہ شہزادہ اِس پر خدا کا شکر کر رہا تھا کہ اُس فعلی کی سزا صرف جسم نے بھگتی، رُوح اور ایمان محفوظ رہا۔ جسم ظاہر جسم تو لامحالہ فانی ہے اگر رُوح مر جاتی تو تباہی تھی۔

۵۲ آں عتاب۔ غصّہ جسم پر پڑا رُوح اکبر اعظم سے جا مِلا۔ گرچہ۔ اُس شہزادے نے اگرچہ شاہ کو سلوک کا ذریعہ بنایا تھا لیکن نظرِ بد سے اُس نے راستہ بند کر دیا۔ کاہل۔ سُست، جس نے بڑے بھائی کی طرح نہ وصل میں جلد بازی کی اور نہ منجھلے کی طرح کمال کے دعوے میں جلدی برتی۔ صورت۔ یعنی شاہ چین کی لڑکی اور سلطنت۔ معنیٰ یعنی خلافت باطنی۔ می سزد۔ اس

۵۳ من۔ میں اِس قصّہ کی طوالت سے ملول ہوں کیونکہ قصّہ کے ہر جزو سے اسرار کی طرف منتقل ہو جاتا ہوں اور معنیٰ میں غرق ہو جاتا ہوں۔ تو عجول۔ تو چاہتا ہے کہ میں جلد صورت قصّہ کو بیان کر دوں۔ وانگہے۔ یعنی تحمّل سے دختر اور سلطنت اور خلافت حاصل کرنا اور ذلّت اور نیاز مندی سے قرب اور ولایت کی دولت اللہ کارساز سے پائی۔ یہ مرتبہ صرف اعلیٰ۔ خدا رسیدہ ہے۔

مَثَلِ[1] وصیت کردنِ آں شخص کہ سہ پسر داشت و میراث

اُس شخص کی وصیت کی مثال جس کے تین لڑکے تھے اور اُس نے

خود را بکاہل ترین پسر داد و بہ قاضی نیز گفت

اپنی میراث سب سے زیادہ کاہل لڑکے کو دی اور قاضی سے بھی کہدیا

آں یکے شخصے بوقتِ مرگِ خویش — گفتہ بد اندر وصیت بیش بیش

اُس ایک شخص نے اپنی موت کے وقت — اپنی وصیت میں، بار بار کہا تھا

سہ پسر بُودش چو سہ سروِ رواں — وقف ایشاں کردہ اُو جان و روان

اُس کے تین لڑکے، سروِ رواں جیسے تھے — اُس نے اُن پر جان اور روح وقف کردی تھی

گفت[2] ہر چہ کالہ و سیم و زر ست — آں بر و زیں ہر سہ کو کاہل تر ست

اُس نے کہا کہ جو کچھ سامان اور چاندی اور سونا ہے — وہ لے، جو تینوں میں زیادہ کاہل ہے

گفت با قاضی و بس اندرز کرد — بعد ازاں جامِ شرابِ مرگ خورد

قاضی سے کہا اور بہت نصیحت کی — اُس کے بعد اُس نے موت کا جام پی لیا

گفت فرزنداں بقاضی کاے کریم — نگذریم از حکمِ اُو ما[3] سہ یتیم

لڑکوں نے قاضی سے کہا، اے کریم! — ہم یتیموں اُس کے حکم سے درگذر نہ کیجئے

سمع و طاعت می کنیم اُو راست دست — ہر چہ اُو فرمود بر ما نافذ ست

ہم سمع اور اطاعت کرتے ہیں، اختیار اُسکا ہے — جو کچھ اُس نے کہا ہے، وہ ہم پر نافذ ہے

ماچو[3] اسمٰعیل زابراہیمِ خود — سر نہ پیچیم ار چہ قرباں می کند

ہم (حضرت) اسماعیلؑ کی طرح اپنے ابراہیم سے — سر نہ موڑیں گے اگرچہ وہ قربان کردے

گفت قاضی ہر یکے با عاقلیش — تا بگوید قصۂ از کاہلیش

قاضی نے کہا، ہر ایک اپنی سمجھ سے — اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے

تا بہ بینم کاہلیِ ہر یکے — تا بدانم حالِ ہر یک بیشکے

تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی کو سمجھ لوں — تاکہ ہر ایک کا حال بے شبہ جان لوں

عارفاں از دو جہاں کاہل ترند — زانکہ بے شد یار خرمن می برند

عارف، دونوں جہانوں سے بہت کاہل ہیں — کیونکہ بغیر کھیت تیار کئے کھلیان اُٹھاتے ہیں

کاہلی را کردہ اند ایشاں سند — کارِ ایشاں را چو یزداں می کند

اُنھوں نے کاہلی کو سہارا بنایا ہے — چونکہ خدا اُن کا کام کردیتا ہے

---

[1] مثل۔ چونکہ تیسرے شہزادے کو کاہل کہا اس مناسبت سے تین کاہلوں کا ذکر فرماتے ہیں کسی کی کاہلی محمود ہے جو امور دنیا میں ہو کسی کی کاہلی مذموم ہے جو عقبیٰ کے کاموں میں ہے۔ آں یکے۔ ایک شخص کے تین لڑکے تھے اُس نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرا وارث وہ ہے جو سب سے زیادہ کاہل ہو۔ بیش بیش۔ بار بار۔ سرورواں۔ سرو کی ایک قسم ہے۔

[2] گفت۔ اس نے وصیت میں یہ کہا کہ میرا وارث اُس کو لے گا جو سب سے زیادہ کاہل ہوگا۔ گفت باقاضی۔ قاضی سے یہ کہکر یہ شخص مرگیا۔ گفت۔ لڑکوں نے قاضی سے کہا کہ ہم باپ کی وصیت پر عمل کریں گے۔ دست۔ یعنی اختیار۔ نافذ بماری۔

[3] ماچو اسمٰعیل۔ حضرت اسماعیلؑ نے ذبح کے معاملہ میں حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت کی تھی۔ قاضی۔ قاضی نے سب سے زیادہ کاہل کا اندازہ لگانے کے لئے اُن سے کہا اپنی سمجھ سے ہر ایک اپنے کاہل ہونے کا کوئی قصہ سُنائے۔ عارفاں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اہل اللہ اپنے توکل سے اپنی روزی حاصل کرتے ہیں وہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ کاہل ہیں۔ شد یار۔ وہ زمین جس کو اٹھا پٹخ کر نرم کیا گیا ہو۔

کارِ یزداں[51] را نمی بینند عام
اللہ (تعالیٰ) کے کام کو عوام نہیں دیکھتے

می نیاسایند از کد صبح و شام
وہ محنت سے صبح و شام آرام نہیں پاتے

کارِ دنیا را ز کُل کاہل ترند
وہ دنیا کے کام میں سب سے زیادہ کاہل ہیں

درہِ عقبیٰ زمہ گومی برند
آخرت کی راہ میں چاند سے بازی لے جاتے ہیں

ایں گزیند ہر کہ اُو باشد رشید
اس کو وہی اختیار کرتا ہے جو ہدایت یافتہ ہو

ہیں کہ دنیا رفت و عقبیٰ در رسید
آگاہ! دنیا گئی اور آخرت آ پہنچی

مہترین را گفت قاضی باز گو
قاضی نے سب سے بڑے کو کہا، بتا

قصۂ از کاہلی اے مال جو
کاہلی کا قصہ، اے مال کے طالب!

ہیں ز حدِّ کاہلی گو ئید باز
ہاں کاہلی کی انتہا، بیان کرو

تا بدانم حدِّ آں از کشفِ راز
تاکہ راز کھلنے سے میں اُس کی انتہا سمجھ لوں

ہیں ز حدِّ کاہلی شرحے دہید
ہاں کاہلی کی حد تفصیل سے بیان کرو

تا بدانم من بچہ حد کاہلید
تاکہ میں جان لوں کہ تم کس حد تک کاہل ہو؟

بیگماں[52] خود ہر زباں پردہ دل ست
یقیناً ہر زبان خود دل کا پردہ ہے

چوں بجنبد پردہ رُویت حاصل ست
جب پردہ ہٹ جاتا ہے دیدار حاصل ہو جاتا ہے

پردۂ کو چک چو یک شرحہ کباب
چھوٹا پردہ، کباب کے ایک ٹکڑے جیسا

می بپوشد صورتِ صد آفتاب
تو سو سورجوں کی صورت کو ڈھانک دیتا ہے

گر بیانِ نطق کاذب نیز ہست
اگر گویائی کا بیان جھوٹا بھی ہے

لیک بُوئی از صدق و کذبش مُخبر ست
لیکن بُو اُسکے سچ اور جھوٹ کو بتانے والی ہے

آں[53] نسیمے کہ بیاید از چمن
وہ ہوا جو چمن سے آتی ہے

ہست پیدا از سمومِ گولخن
وہ بھٹی کی لُو سے جُدا گانہ ہے

بُوئی صدق و بُوئی کذب گول گیر
سچ کی بُو اور احمق کو پھنسانیوالی جھوٹ کی بُو

ہست پیدا در نفس چوں مُشک و سیر
سانس میں مشک کی بُو اور لہسن کی طرح ظاہر ہے

بُوئی اِخلاص ز اخلاقِ بے مزہ
اخلاص اور بے مزہ نفاق کی بُو

ہست ظاہر ہمچو عُود و انگزہ
اگر اور ہینگ کی طرح ظاہر ہیں

---

[51] کارِ یزداں۔ عوام ان کاموں میں چونکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا مقام نہیں وہ صبح و شام محنت کرتے ہیں۔ درۂ عقبیٰ۔ عارفین صرف دنیا ہی کے کام میں سُست ہیں آخرت کے کاموں میں تیزروی میں چاند سے بڑھے ہوئے ہیں ایسی۔ یہ حالت اُس شخص کی ہوتی ہے جو یہ سمجھے کہ دنیا جارہی ہے اور آخرت آرہی ہے۔ مہترین۔ تینوں لوگوں میں سے سب سے بڑے سے قاضی نے کہا سب سے زیادہ کاہلی کا قصہ سُنا۔ ہیں۔ دوسروں سے بھی کہا کہ اپنی سب سے زیادہ کاہلی کا قصہ سُنا کر میں اندازہ لگالوں کہ تم کس کس درجہ کے کاہل ہو۔

[52] بیگماں۔ اب مولانا نے یہ بیان شروع فرمایا کہ بولنے سے انسان کے عیب و ہُنر ظاہر ہو جاتے ہیں ؎

تا مرد سخن گفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

مولانا نے اسی مضمون پر کہ بات ختم کردی ہے اور تیسرے لڑکے کے قصہ کو پورا بیان نہیں فرمایا۔ چوں بجنبد۔ زبان چلے گی تو دل کے راز ظاہر ہوں گے۔ پردہ کوچک۔ زبان کے پردے میں لاکھوں اسرار چھپے ہوئے ہیں اس پر تعجب نہ کرو چھوٹی سی چیز بڑی چیزوں کو ڈھانپ لیتی ہے آنکھ پر انگلی رکھدی جائے تو اگر سینکڑوں آفتاب ہوں تب بھی نظر نہ آئینگے۔ بصرہ۔ ٹکڑا۔ گر یکباں۔ زبان سے کشف راز ظاہر ہوتا

[53] آں نسیمے۔ اس لئے کہ ہوا میں بھی بولے گا تو وہ پہچان لیا جائیگا اور حقیقت واضح ہو کر رہیگی ـــــ [53] آں نسیمے۔ الخ۔ چمن کی ہوا اور بھٹی کی ہوا کو پہچان لیتا ہے اسی طرح سچ اور جھوٹ میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ بُوئی۔ سچ اور جھوٹ میں ایسا ہی امتیاز ہے جیسا کہ مُشک اور لہسن میں۔ اخلاص۔ اخلاص اور نفاق کی بُو میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ اگر اور ہینگ میں

گر[1] ندانی یار را از دہ دلہ
اگر تو یار کو مسافتوں سے نہ پہچانے

ور ندانی تو عجوز از شاہدے
اور اگر تو بوڑھی کو معشوقہ سے ممتاز نہ کرے

ور تو نشناسی شکر را از صبر
اور اگر تو شکر کو ایلوے سے ممتاز نہ کرے

ور یکے شد صوت بُلبل با غراب
اور اگر بلبل کی آواز کوّے کی آواز کے ساتھ ایک ہے

ور یکے گشتت سمور[2] و خار پشت
اور اگر سمور اور سہی تیرے لئے ایک ہو گیا ہے

بانگ جیران و شجاعان دلیر
بزدلوں اور بہادروں کی آواز

چارۂ کارِ حواسِ خویش کُن
اپنے حواس کا علاج کر

یا زباں ہمچوں سر دیگیست راست
یا زبان بالکل دیگ کے ڈھکن کی طرح ہے

از بخارِ آں بداند تیز ہش
تیز ہوش اس کی بھاپ سے جان لیتا ہے

دست[3] بر دیگِ نوی چوں زد فتیٰ
جب نوجوان نے نئی ہانڈی پر ہاتھ مارا

آں یکے پرسید صاحب دَرد را
کسی ایک شخص نے صاحب درد سے دریافت کیا

گفت دانم مرد را در حین ز پوز
اس نے کہا میں انسان کو منہ سے فوراً پہچان لیتا

واں دگر گفت ار بگوید دانمش
اور دوسرے نے کہا، اگر وہ بولے تو میں اس کو

از مشامِ فاسدِ خود کُن گلہ
اپنے خراب دماغ کا گلہ کر

بیگماں گشتست چشمت فاسدے
یقیناً تیری آنکھ خراب ہو گئی ہے

بیگماں شد حسِ ذوقِ تو خدِر
بیشک تیرے ذوق کا حس بے حس ہو گیا ہے

ہست بیشک حسِ سمعِ تو خراب
بیشک تیرے سننے کی حس خراب ہے

حسِ لمسِ تو بتو بنمود پشت
تو تیرے چھونے کی حس نے تجھے پشت دکھا دی ہے

ہست پیدا چوں فنِ روباہ و قیر
واضح ہے لومڑی اور ریچھ کے ہنر کی طرح

وانگہے راہِ طلب در پیش کُن
پھر طلب کی راہ کو سامنے رکھ

چوں بجُنبد تو بدانی چہ اَباست
جب وہ سرکتا ہے تو جان لیتا ہے کیا سان ہے

دیگِ شیریں راز سکباجِ ترش
میٹھی دیگ کو کھٹے آش سے

وقتِ نخریدن بدید اشکستہ را
خریدنے کے وقت اُسنے ٹوٹی ہوئی کو دیکھ لیا

گفت در چندے شناسی مرد را
اُسنے کہا تو انسان کو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے؟

ور نگوید دانمش اندر سہ روز
اور اگر وہ نہ بولے، اُس کو تین دن میں پہچان لیتا ہوں

ور نگوید در سخن پیچانمش
اور اگر نہ بولے تو اُس کو بات میں اُلجھا دیتا ہوں

---

[1] گر ندانی اگر تو دوست اور ہرجائی کی خوشبو میں تمیز نہیں کر سکتا تو تیرا وہ حاسہ جس میں سونگھنے کی قوت ہے خراب ہے اس کا شکوہ کر۔ دہ دلہ۔ وہ شخص جس کا دل کسی ایک سے وابستہ نہ ہو۔ ور۔ اگر تو معشوقہ اور بڑھیا میں امتیاز نہ کر سکے تو اپنی آنکھ کا شکوہ کر۔ ور تو نشناسی۔ اگر تو شکر اور ایلوے میں فرق نہیں کر سکتا تو اپنی قوتِ ذائقہ کی شکایت کر۔ خدِر۔ بے حس۔ ور یکے شد۔ اگر تو کوّے اور بلبل کی آواز میں فرق نہیں کر سکتا تو اپنی قوتِ سامعہ کی شکایت کر۔

[2] سمور۔ لومڑی کی قسم کا ایک برفانی جانور ہے جس کی کھال سُرخ مائل بسیاہی ہوتی ہے اسکے بال بہت نرم ہوتے ہیں اس سے پوستین بناتے ہیں۔ خار پشت۔ سہی جس کی کمر پر نیزے بڑے کانٹے ہوتے ہیں۔ جیران۔ حیرت زدہ۔ بزدل۔ راہِ طلب یعنی کشف کی طلب۔ یا زبان۔ یہ زبان کی دوسری تشبیہ ہے۔ آبا۔ سان۔ سکباج۔ وہ خورش جس میں سرکہ ہو۔

[3] دست۔ اسی طرح انسان جب کوئی نئی ہانڈی خریدتا ہے تو اسکو بجا کر پہچان لیتا ہے کہ وہ ٹوٹی ہوئی ہو یا سالم۔ آں یکے حقیقت کو پہچاننے میں انسانوں کے مختلف مراتب ہیں ایک شخص نے ایک ہوشیار انسان سے پوچھا تو دوسرے کو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے۔ گفت اُسنے کہا اگر وہ بولے تو فوراً پہچان لیتا ہوں اور اگر نہ بولے تو تین دن میں پہچان لیتا ہوں

گفت[1] اگر ایں مکر بشنیدہ بُوَد — آب بہ بندد در خموشی در رُوَد

اُس نے کہا اگر وہ یہ تدبیر سُن چکا ہو — پانی بند لے اور خاموشی میں چلا جائے

گفت میرو گوئی تا ہفتم زمیں — تا ابد پوشیدہ بادم حالِ ایں

اُس نے کہا تو کہہ دے کہ وہ ساتویں زمین تک چلا جائے — مجھ پر قیامت تک، اُس کا حال پوشیدہ رہیگا

حالِ یک تن گر ندانم چہ شود — واندرُو نقصانِ دینم چہ بُود

اگر میں ایک شخص کا حال نہ جانوں تو کیا ہو جائیگا؟ — اور اُس میں میرے دین کا کیا نقصان ہوگا؟

مَثَل

آنچناں[2] کہ گفت مادر بچّہ را — گر خیالے آیدت در شب فرا

جیسا کہ ماں نے بچّے سے کہا — اگر رات میں کوئی خیال تیرے قریب آئے

یا بگورستان وجائے سہمگیں — تو خیالے زشت بینی در کمیں

یا قبرستان اور خوفناک جگہ میں — تو کسی بُرے خیال کو کمینگاہ میں دیکھے

دل قوی دار و بکُن حملہ بَرُو — اُو بگرداند ز تو در حال رُو

دل کو مضبوط کرلے اور اُس پر حملہ کردے — وہ فوراً تجھ سے مُنہ موڑ لے گا

زانکہ بے ترسے بشُویش ہر کہ رفت — آنخیالِ دیوِوش بگریخت تفت

اِس لئے جو بے خوف ہو کر اُس کی طرف گیا — وہ شیطان صفت خیال، فوراً بھاگا

گفت کودک با خیالِ دیوِوش — ایں چنیں گر گفتہ باشد مادرش

بچّے نے کہا، شیطان صفت خیال سے — اگر اُس کی ماں نے بھی یہی کہا ہو؟

حملہ آرد اُفتد اندر گردنم — زامرِ مادر پس مَن آنگہ چوں کُنم

وہ حملہ کردے، میری گردن میں آپڑے — ماں کے حکم سے پھر اُس وقت میں کیا کروں گا؟

تو ہمی آموزیم کز چُست ایست — آں خیالِ زشت را ہم مادر ست

تو مجھے سکھاتی ہے، کہ مضبوط کھڑا رہ — اُس بُرے خیال کی بھی (کوئی) ماں ہوگی

دیوِ مردم[3] را ملقّن آں یکے ست — غالب از وے گردد آں خصم اندکے ست

انسانوں کے شیطان کو تلقین کرنیوالا وہ ایک ہی ہے — اُسکی وجہ سے غالب آجاتا ہے اگرچہ لڑنیوالا کمزور ہے

تا کدامیں سُوی باشد آں بَرَش — اللہ اللہ رو تو ہم آں سُوی باش

وہ توجہ خواہ کسی طرف ہو — اللہ اللہ، جا تو اُسی جانب رُو

---

[1] گفت: اُسنے کہا اگر وہ یہ تدبیر سُن چکا ہو اُس تدبیر کو پہلے سے سمجھے ہوئے ہو اور نہ بولے تو کیا ہوگا؟ میرا یہ اُسنے کہا جا تو اُس سے کہہ دے نہ بولے اور زمین میں دھنس جائے اگر وہ سکوت نہ بھی جانوں تو میرا ایک بگڑیگا۔ حالِ یک تن۔ اگر مجھے ایک انسان کا حال معلوم نہ ہوا تو میرے دین میں کیا نقصان آجائیگا لہٰذا یہ تیرا سوال ہی لغو ہے۔ تمثیل۔ ایک اور لغو سوال کی مثال دیتے ہیں۔

[2] آنچناں کہ۔ ماں نے بچّے سے کہا کہ اگر تجھے کوئی ڈراؤنا خیال آئے یا قبرستان وغیرہ میں یہ خیال ہو کہ ایک خوفناک چیز گھات میں بیٹھی ہو تو دل مضبوط کرکے اُس پر حملہ کردینا وہ فوراً بھاگ جائے گا۔ زانکہ۔ ایسے خیال پر جو بلا خوف حملہ کرتا ہے تو وہ بھاگ جاتا ہے۔ گفت کودک۔ بچّے نے کہا اگر اُسکی ماں نے بھی اُسے یہی بات سمجھائی ہوگی تو وہ اگر میرے گلے میں چپٹ جائیگا جس طرح تو مجھے سمجھا رہی ہے اِس خیال کی بھی کوئی ماں ہوگی جس نے اُسکو اسی طرح سمجھایا ہوگا۔

[3] دیوِ مردم۔ مولانا کو خیال آیا کہ اگر شیطان کے بارے میں کوئی ایسا ہی سوال کرے تو میں کیا جواب دوں گا اِس لئے بچّے نے ماں سے سوال کیا، شیطان کے بارے میں قرآن نے کہا ہے اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ یعنی شیطان کا قابو اُن لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں یعنی ایمان اور توکل اختیار کرو تو شیطان تم پر غالب نہیں ہوگا۔ اگر کسی نے یہ سوال کیا کہ اولیاء اللہ کے مقابلہ میں شیطان کا غلبہ کیوں ہوتا ہے تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا غلبہ شیطان پر اختیاری نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

گفت[۱] اگر از مکر ناید در کلام — حیلہ را دانستہ باشد آں ہمام

اس نے کہا اگر وہ مکر سے بات کرنے میں نہ آئے — وہ بڑا حیلے کو جانتا ہو

سرِّ او را چوں شناسی راست گو — گفت من خامش نشینم پیشِ او

تو اس کے راز کو کیسے پہچانے گا! سچ بتا — بولا، میں اس کے سامنے خاموش بیٹھ جاؤں گا

صبر را اسلم کنم سوئے درج — تا برآیم بر سرِ بامِ فرج

درجہ کی جانب صبر کو سیڑھی بناتا ہوں — تاکہ میں کامیابی کے بالاخانہ پر پہنچ جاؤں

ہست مر ہر صبر را آخر ظفر — ہست روزی بعدِ ہر تلخی شکر

ہر صبر کا انجام کامیابی ہے — ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے

چوں بجوشد در حضورش از دلم — منطقے بیروں ازیں شادی و غم

جب اس کی موجودگی میں میرے دل سے جوش مارتا — کوئی کلام جو اس خوشی اور غم کے علاوہ ہو

من بدانم کو فرستاد آں بمن[۲] — از ضمیرِ چوں سہیل اندر یمن

میں سمجھتا ہوں، کہ وہ اس نے میرے پاس بھیجا ہے — دل سے! جو یمن میں سہیل جیسا ہے

من بزرگی ورا گردن نہم — منتے ہم بر دل و بر تن نہم

میں اس کی بزرگی کے لئے گردن جھکا دیتا ہوں — دل اور جسم پر بھی احسان جتاتا ہوں

در دلِ من ایں سخن زاں میمنہ است — زانکہ از دل جانبِ دل روزنہ است

یہ بات میرے دل میں اس کی جانب سے ہے — کیونکہ دل سے دل کی جانب سوراخ ہے

چوں[۳] قنا دازِ روزنِ دل آفتاب — ختم شد واللہ اعلم بالصواب

جب دل کے روزن سے سورج ڈھل گیا — ختم ہو گئی، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خاتمہ لولدہ العارف الکامل المحقق مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہٗ

اُن کے صاحبزادے عارف کامل محقق مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہٗ کا اختتام

مدتے زیں مثنوی چوں والدم — شد خموش گفتم ورا کاے زندہ دم

میرے والد جب ایک مدت تک اس مثنوی سے — خاموش رہے، میں نے ان سے کہا اے زندہ دم!

از چہ رُو دیگر نمی گوئی سخن — بہر چہ بستی درِ علمِ لدن

آپ کس وجہ سے اور بات نہیں کر رہے ہیں؟ — علم لدنی کا دروازہ آپ نے کیوں بند کر دیا؟

من ربیع الثانی، بہار شنبہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ——— خاتمہ مثنوی میں میرے شہر ہونے کا قصہ ناقص چھوڑ کر مولانائے روم نے مثنوی ختم کر دی ہے۔ مولانا کے صاحبزادے نے یہ خاتمہ لکھ کر اس طریقہ کاری کچھ وضاحت کی ہے۔ والد سے مراد مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ علم لدنی مثنوی کے مضامین لدنی علوم ہیں۔

۱ گفت۔ پھر سوال کرنے والے کی حکایت کی طرف رجوع کیا ہے، سوال کرنے والے نے کہا کہ اگر وہ تدبیر بھی کام نہ آئے پھر اس کا راز معلوم کرنے کی کیا صورت ہے۔ من خامش۔ اس نے جواب دیا کہ میں صبر سے اس کے سامنے بیٹھا رہوں گا اور صبر کو مقصود کا ذریعہ بناؤں گا۔ ہست صبر کے بعد ظفر اور کامیابی ہے ہر تلخی کے بعد شکر ہے یعنی مراقب ہو کر بیٹھوں گا، چوں بجوشد۔ اب جو خیالات میرے قلب پر منعکس ہونگے اگر وہ دنیوی خیالات نہیں ہیں تو میں سمجھوں گا کہ یہ خیالات اس نے میرے دل میں بھیجے ہیں۔

۲ از ضمیر۔ یعنی اس کے قلبی خیالات ہیں سہیل۔ ایک مشہور ستارہ ہے جو بلادِ عرب میں موسم گرما کے آخر میں نظر آتا ہے۔ من بزرگی۔ جب اس کے ضمیر کا میرے دل پر عکس پڑتا ہے تو میں اس کی بزرگی کا قائل ہو جاتا ہوں اور اس کا شکر گذار ہوتا ہوں۔ در دل۔ میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ میرے قلبی خیالات اسی مبارک شخص کے دل سے آئے ہیں اس لئے کہ دل سے دل کی طرف راہ ہوتی ہے۔

۳ چوں قنا۔ اب القاء مضامین کا آفتاب میرے دل کے سوراخ سے ڈھل گیا تو اب میں کتاب کو بھی ختم کرتا ہوں اور خدا اپنی حکمتوں کو خوب جانتا ہے۔ الحمد للہ علی ما وفقنی لاتمام ھذا الکتاب۔ ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ یتیم الاولاد فی السابع والعشرین

قصۂ[1] شہزادگاں نامد بسر
شہزادوں کا قصہ ختم نہ ہوا

گفت لُقمم چوں شتر زیں پس بخفت
فرمایا اس کے بعد میری گویائی اونٹ کیطرح سو گئی

ہست باقی شرحِ ایں لیکن دروں
اس کی شرح باقی ہے، لیکن وہ اندر

ہمچو اُشتر ناطقہ اینجا بخفت
قوتِ گویائی اس جگہ اونٹ کی طرح سو گئی

وقتِ رحلت آمد و جستن زجُو
کوچ اور نہر کو کود جانے کا وقت آگیا

باقیِ ایں گفت آید بے زباں
اس کا بقیہ بغیر زبان کے کہا ہوا آجائے گا

گفتگو آخر رسید و عُمر ہم
بات ختم ہو گئی اور عمر بھی

در جہانِ جاں کنم جولاں ہمے
جان کے جہاں میں جولانی کروں گا

زانکہ ایں عالم زنم زندہ ست و خوش
کیونکہ یہ جہان نمی سے زندہ اور خوشنما ہے

چونکہ جاں در خاک و نم زندہ بُود
جبکہ جان مٹی اور تری میں زندہ ہے

یم[2] چو شہرست و چو دروازہ ست نم
سمندر شہر کی طرح ہے اور نمی دروازے کی طرح

زیں نمی کو ہمچو جانست اندر آ
اس نمی سے جو جان کی طرح ہے، اندر آ

چونکہ نم از بحرِ جانست ایں طرف
چونکہ اس جانب، جان کے سمندر کی نمی ہے

مانْد ناسُفتہ دُرِ سُوئیں پسر
تیسرے لڑکے کا موتی بغیر بندھا رہ گیا

نیستش با ہیچکس تا حشر گفت
اُس کی حشر تک کسی سے بول چال نہیں ہے

بستہ شُد دیگر نمی آید بروں
بند ہو گئی، اب وہ باہر نہیں آتی ہے

اُو بگوید مَن دہاں بستم زگفت
وہ (گویائی) کہتی ہے کہ میں نے گفتگو سے منہ بند کر لیا

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
بجز اُس کی ذات کے ہر چیز ہلاک ہونیوالی ہے

در دلِ آنکس کہ دارد زندہ جاں
اُس شخص کے دل میں کہ جو زندہ جان رکھتا ہے

مُردہ[3] آمد وقتِ آں کز تن رہم
اُس وقت کی خوشخبری آگئی جبکہ میں جسم سے چھوٹ جاؤنگا

بگذرم زیں نم در آیم در یمے
اس نمی سے گذر جاؤنگا سمندر میں پہنچ جاؤنگا

از یمے نم یافت زاں خوب ست و خوش
اُس نے سمندر سے نمی پائی ہے اسلئے اچھا اور خوش ہے

در جہانِ یم ببیں تا چوں شود
غور کر اسمندر کی دنیا میں کیسی رہے گی

نم چو قطرہ داں و بے اندازہ یم
نمی کو قطرے کیطرح سمجھ اور سمندر بے اندازہ ہے

در یمِ جاناں کہ تا یابی بقا
جاناں کے سمندر میں جا کہ تو بقا حاصل کرلے

پس زراہِ جاں طلب کن آں شرف
تو اُس بڑائی کو جان کے راستہ سے طلب کر

---

[1] قصۂ شہزادگاں۔ تینوں شہزادے جو شاہ چین کی خدمت میں بھیجے تھے۔ دو تو سوئیں یعنی تیسرا سب سے چھوٹا شہزادہ۔ گفت کلثم۔ یعنی والد صاحب نے فرمایا۔ شرحِ ایں۔ یعنی قصہ کے لڑکے کا قصہ۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی۔ آمد یعنی قوتِ ناطقہ جستن زجو۔ یعنی دنیا کی لہر کو پار کرنا۔ باقیِ آں۔ یعنی اس قصہ کا بقیہ۔ دردل۔ اب کوئی صاحب باطن ہوگا جس کے دل میں بغیر میرے کہے وہ قصہ آجائیگا اور وہ اُس کی تکمیل کر دیگا۔

[2] یم۔ مژدہ۔ اب میری موت کی بشارت آگئی ہے۔ در جہانِ جان۔ اب میں عالمِ ارواح میں چلا جاؤں گا اُس سمندر کے مقابل ناسوت ایک معمولی نمی ہے۔ زانکہ۔ اس عالمِ ناسوت میں عالمِ ارواح کا معمولی سا اثر ہے۔ گفتگو۔ شاد۔ چونکہ۔ یہ روح، عالمِ ناسوت کی خاک اور معمولی نمی میں زندہ ہے تو عالمِ ارواح میں اُس کی زندگی کا تم خود اندازہ لگا لو کیسی ہوگی۔

[3] یم۔ یہ عالمِ ناسوت، عالمِ ارواح اور ملکوت کے شہر کے لئے بمنزلہ دروازے کے ہے اور اس کی اگلے مقابلہ میں قطرہ اور دریا کی مثال ہے۔ نمی۔ یہ نمی جان ہے اور سمندر جاناں ہے جاں کی بقا جاناں سے اتصال کے اندر ہے چونکہ دنیا جو کچھ ہے وہ روحِ اعظم کا اثر ہے تو اُس روحِ اعظم سے اتصال پیدا کرنے کی جدوجہد حاصل کر۔

تا ترا[۵۱] آنجا برد کو بودہ است
تاکہ تجھے اُس جگہ لے جائے جہاں وہ ہے

جستن اندر خاک یم بیہودہ است
مشکل میں سمندر ڈھونڈنا لغو ہے

جزوِ ہر خاکے بخاکستاں برد
ہر خاک کا جزء خاکستان کی جانب لے جاتا ہے

موجِ بحرِ جاں سوئے جاناں برد
جان کے سمندر کی لہر جاناں کی طرف لیجاتی ہے

پس ز جاں کُن وصلِ جاناں را طلب
جاناں کے وصل کو (دل و) جان سے طلب کر

بے لب و بے کام می گو نام رب
بغیر ہونٹ اور بغیر تالو کے خدا کا نام لے

تا رہی زیں حبس و ایں فانی جہاں
تاکہ تو اس قید اور اس فانی جہان سے نجات پا جائے

در جہانِ جاں بمانی جاوداں
ہمیشہ جان کے جہان میں رہے

تخمہائے عمر را در شورہ خاک
عمر کے بیجوں کو شور زمین میں

می بکاری تا شوی آخر ہلاک
تو بو رہا ہے تاکہ تو بالآخر ہلاک ہو جائے

ایں[۵۲] چنیں عمرِ عزیزِ بے بہا
ایسی قیمتی پیاری عمر کو

بے عوض ضائع کنی ہر دم چرا
تو بغیر عوض کے کیوں ضائع کرتا ہے؟

غبن می ناید ترا اے مردِ کار
اے کام کے آدمی! کیا تجھے غبن نہ ہوگا؟

تا دہی گلزار و گیری خارزار
کہ تو چمن دیتا ہے اور خارستان لیتا ہے

عمرِ کاں شد صرف در دنیا، نماند
جو عمر دنیا میں صرف ہوئی، نہ رہی

خرم آنکس حق بسوئے خویش خواند
مبارک ہے وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب بلایا

عمرِ معدودِ شمردہ چوں دہی
تو حبب گنی چنی عمر دیدے گا

در رہِ حق گردد آں نا منتہی
اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لا انتہا ہو جائے گی

بے شمار و بے حد و بے عد شود
بے شمار اور بے حد اور ان گنت ہو جائے

عمرِ دہ روزہ کہ در طاعت رود
وہ دس روزہ زندگی جو بندگی میں بسر ہو

ہیں[۵۳] تجارت کن دریں بازار تو
خبردار! تو اس بازار میں تجارت کر لے

صد ہزاراں گل بر از یک خار تو
تو ایک کانٹے کے عوض لاکھوں پھول لے جا

از یکے دانہ کہ کاری صد ہزار
تو جو ایک دانہ بوئے، وہ کھوں

دانہ بر گیری ز فضلِ کردگار
دانے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے حاصل کرے

خود شمار آنجا بود کاخر بود
شمار وہاں ہوتا ہے، جہاں آخر ہو

بیشمار ست آں طرف کاں بر بود
وہ جانب بے شمار ہے جہاں خدا ہو

---

۵۱ تا ترا۔ وہ راستہ تجھے وہاں پہنچا دے گا جہاں تیرا اصل ہے عالم کا سوت ہیں اُس کی مستعار سیکار ہے۔ جزو۔ انسان کا خاکی جسم اُس کو قبرستان کی طرف لے جاتا ہے روح اُس کو محبوب کی طرف لے جاتی ہے۔ پس۔ رُوح کو ذکر اللہ میں لگا تار کھ جب تیری رُوح ذاکر ہو جائیگی تو تجھے ابدی زندگی حاصل ہو جائیگی۔ تخمہائی۔ عمر کو جسم کی پرورش میں ختم نہ کر ورنہ تباہ ہو جائیگا۔

۵۲ ایں چنیں۔ عمر جیسی قیمتی چیز کو جسم کی پرورش میں ضائع نہ کر۔ غبن۔ ٹوٹا۔ مرد کار۔ معاملہ کرنیوالا، بولنے والا۔ گلزار۔ عالم آخرت۔ خارزار۔ دنیا۔ عمر۔ زندگی کا وہ حصہ جو دنیاوی دھندوں میں صرف ہوا وہ ضائع ہوا سمجھو۔ دنیا کی محدود زندگی کو اگر اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کر دیا جائے تو ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔

۵۳ ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ صد ہزاراں۔ یعنی جنت بے حساب۔ دہی۔ دیدی۔ ستانا۔ آنیکے۔ ایک نیکی کا ستر گنا ثواب ملتا ہے اور جس کو خدا چاہے وہ زیادہ بھی دیدیتا ہے۔ خرد شمار۔ شمار تو دنیاوی فانی چیزوں کی ہے آخرت کی نعمتوں کی حد نہیں۔

سوئے[1] کُلِ خود رَوا ے جُزوِ جدا — از خودی بگذر گریز اندر خُدا
اے علیحدہ جزو اپنے کُل کی جانب جا — خودی سے گذر جا خدا (کی پناہ) میں بھاگ جا

در تنِ ہمچو سبو ہستی چو آب — گفتگو و صلح و جنگت چوں حباب
تو ٹھلیا جیسے جسم میں پانی کی طرح ہے — تیری گفتگو اور صلح اور جنگ بلبلے کی طرح ہے

چوں حُبابست ایں نقوش و ایں صُوَر — بر سرِ آبِ دروں اے نامور
یہ نقوش اور یہ صورتیں بلبلے کی طرح ہیں — اے نامور! اندرونی پانی کے اوپر

یا چو کفے بر سرِ آبِ دروں — تا شود سِرِّ دروں پیدا بروں
یا اندرونی پانی پر جھاگ کی طرح — تاکہ باطن کا راز باہر ظاہر ہو جائے

از کَفَف[2] و از کف و از بُوئے قدور — می نماید خوردنیہا در تنور
گرمی سے اور جھاگ سے اور ہانڈیوں کی بُو سے — تنور میں کھانے کی چیزیں واضح ہو جاتی ہیں

تا کہ شیرینی و یا ترشی ست آں — می شود ظاہر بر پیر و جواں
کہ وہ شیرینی ہے یا ترشی — بوڑھے اور جوان پر ظاہر ہو جاتی ہے

ہمچنیں از فعل و قولِ مردماں — می شود پیدا کہ چہ سانست جاں
اس طرح انسانوں کے فعل اور قول سے — ظاہر ہو جاتا ہے، کہ جان کیسی ہے

جانِ اُو در مرتبہ چونست چیست — مُؤمن ست و یا کہ کافر یا دَلی ست
اُس کی جان رتبہ میں کیسی ہے، کیا ہے — مومن ہے یا کافر، یا دل ہے؟

آب را اندر سبو بے یمِ مدار — تا نگردد آبِ شیریں ناگوار
ٹھلیا میں پانی بغیر سمندر کی مدد کے نہ رکھ — تاکہ میٹھا پانی ناگوار نہ بن جائے

کاب ساکن بے مدد ناخوش شود — رنگ و بُوئی و طعمِ خوب از وے رود
بغیر مدد کے ٹھہرا ہوا پانی — اس میں سے اچھا رنگ اور بُو اور مزہ جاتا رہتا ہے

گفت[3] احمد ہر کہ دور و زشت نیست — ہست مغبون و گرفتارِ شکست
(حضرت) احمد نے فرمایا کہ جس شخص کے اور زگ — وہ ٹوٹے میں اور شک میں گرفتار ہے

بے یقینے می زید در اَبلہی — پُر زبادے ہمچو انبانِ تہی
بے وقوفی میں بغیر یقین کے جی رہا ہے — خالی تھیلے کی طرح، ہوا سے پُر ہے

ہر دمے پس میرود از پیش صف — می شود صافیش دُردے ہمچو کف
صف کے آگے سے ہر لحظہ پیچھے جا رہا ہے — اس کا صاف جھاگ کی طرح تلچھٹ بن رہا ہے

[1] سوئے کل۔ جزو اعظم سے اتصال پیدا کر جس کا طریقہ ترکِ خودی اور فنا ہے۔
حُباب۔ بلبلہ۔ یا چو جسم کی تشبیہ سبو اور رُوح کی تشبیہ پانی سے دی اب فرماتے ہیں کہ یا جسم کو پانی کے جھاگ سے تشبیہ دیدو۔

[2] از کَفَف۔ ہانڈی کی گرمی، اُبال اور خوشبو بتا رہی ہے کہ تنور میں کیا پک رہا ہے۔ ہمچنیں۔ اسی طرح انسان کے جسم کا قول و فعل رُوح کی حالت بتا دیتا ہے جیسا کہ اُوپر۔ انسان کا قول و فعل رُوح کے مرتبہ کفر اور ایمان اور ولایت کو ظاہر کر دیتا ہے۔
آب۔ رُوح کے پانی کا تعلق روحِ اعظم کے دریا سے پیدا کر لے ورنہ گڑھے کا ٹھہرا ہوا پانی متغیر ہو جاتا ہے۔

[3] گفت احمد۔ حدیث شریف ہے مَنِ اشتوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ جس کے دو دن یکساں ہوں وہ ٹوٹے میں ہے یعنی اُس نفع سے محروم ہے جو اُس کو دوسرے دن کرنا چاہیئے تھا۔ انبان۔ چمڑے کا تھیلا۔ ہر وہ جس کو یقین کا مرتبہ حاصل نہیں وہ تنزل اختیار کرتا رہتا ہے اور دریا سے تعلق نہ ہونے کی وجہ سے اُس کی رُوح کا پانی کدر ہو جاتا ہے۔

رنجِ او ہر لحظہ بدتر می شود
اُس کا رنج ہر لمحہ بدتر ہو رہا ہے

ہر دمے ابتر می شود
وہ ہر لحظہ بُرا ہو رہا ہے

سوئے[1] دوزخ میرود آں مردِ باب
وہ مردودِ بارگاہ، دوزخ کی جانب جا رہا ہو

بے عذابِ بحر در نار و عذاب
بغیر سمندر کے شیریں پانی کے آگ اور عذاب میں

پیش از انکہ کارِ تو آنجا رسد
اس سے پہلے کہ تیرا معاملہ وہاں تک پہنچے

ہر دمے غفلت ترا واپس برد
(اور) غفلت کا ہر سانس تجھے اُلٹا لوٹائے

رو بسوئے اصلِ خود ہمچوں خلیلؑ
حضرت خلیلؑ کی طرح اپنی اصل کی جانب جا

بگذر از اِستارہ و چرخِ چو نیل
ستارے اور نیل جیسے آسمان سے گذر جا

پائے[2] ہمت بر خور و بر ماہ نہ
ہمت کا پاؤں سورج اور چاند پر رکھ دے

سر بر آں ایوان و آں درگاہ نہ
اُس بارگاہ اور اُس درگاہ پر سر رکھ دے

ایں خودی را خرج کُن اندر خدا
اِس خودی کو خدا میں صرف کر دے

تا نمانی ہمچو ابلیسے جدا
تاکہ تو شیطان کی طرح جُدا نہ رہے

آبِ جاں را ریز اندر بحرِ جاں
جان کے سمندر میں جان کے پانی کو بہا دے

تا شوی دریائے بیحد و کراں
تاکہ تو بے حد اور بے ساحل دریا بن جائے

قصہ کوتہ کُن کہ رفتم در حجاب
قصہ مختصر کر کہ میں پردے میں چلا گیا

ہیں خموش و اللہ اعلم بالصواب
ہاں چُپ جا اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

شکر ایں نامہ بعنوانے رسید
شکر ہے یہ نامہ ایک عنوان (کے ساتھ) تک

گم نشد نقد و بہ خوانے رسید
نقد، گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا

نردبانِ آسمانست ایں[3] کلام
یہ کلام، آسمان کی سیڑھی ہے

ہر کہ ازایں بر رود آید بہ بام
جو اِس کے ذریعہ اوپر جائیگا چھت پر پہنچ جائیگا

نے بہ بامِ چرخ کاں اخضر بود
آسمان کی چھت پر نہیں، جو سبز ہے

بَل بہ بامے کز فلک برتر بود
بلکہ اُس چھت پر جو آسمان سے اونچی ہے

بامِ گردوں را ازو آید نوا
اُس کیلئے سامان، گردوں کی چھت سے آتا ہے

گردشش باشد ہمیشہ زاں ہوا
اسی خواہش سے اُس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

تمت الخامسۃ لولدہ مولانا بہاء الدین

[1] سوئے دوزخ۔ جس کو ایمان کا مرتبہ حاصل نہیں وہ مردودِ بارگاہ ہے اور جہنم کی طرف جا رہا ہے۔ پیش اِس حالت سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع کر لے۔ خلیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ نے ستاروں کی الوہیت کا انکار فرمایا تھا۔

[2] پائے ہمت۔ چاند سورج سب مخلوق ہیں ان سے گذر کر خالق کی بارگاہ میں پہنچ جا۔ ایں خودی۔ فنا حاصل کر جب وصل ہوگا ورنہ شیطان کی طرح جدا رہیگا۔ قصہ۔ اب اِس خاکو تم کرو اور چپ سو جاؤ۔ نامہ۔ میرے پاس جو مضامین تھے وہ میں نے اپنے بھائیوں کو پہنچا دیئے۔

[3] ایں کلام۔ نردبان۔ بام۔ بام سے آسمان کی بلند سطح مُراد نہیں ہے بلکہ بارگاہِ خداوندی مُراد ہے۔ بامِ گردوں۔ اِس بام کو اُس بام سے خلط نہ کرنا چاہئے اور یہ اُسی کے عیش میں سرگرداں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اختتامِ مثنویِ مولویِ معنوی

افتتاحِ کلام بہ تمہیدِ اختتامِ سراپا اختتامِ مثنویِ معنویِ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ

از حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

جذبِ ذوق و شوقِ مولانا حسامؔ[1]
مولانا حسام (الدین) کے ذوق و شوق کی کشش
میکشد ما را بسوئے اختتام
ہمیں خاتمہ کی جانب کھینچ رہی ہے
اختتامِ مثنویِ معنوی
مثنویِ معنوی کو خاتمہ تک پہنچانا
میکشد جاں را براہِ مستوی
جان کو سیدھے راستہ پر کھینچ رہا ہے
می تراود خود بخود از لبِ سخن
ہونٹ سے خود بخود کلام ٹپک رہا ہے
آنچہ خواہی اے ضیاء الدین بکن
اے ضیاء الدین! آپ جو چاہیں کریں

چوں زِمامِ عقلِ من در دستِ تست
چونکہ میری عقل کی باگ آپ کے ہاتھ میں ہے
ہر کجا خواہی بکش جاں مست تست
جس جگہ آپ چاہیں کھینچ لیں جان آپ کے بس میں ہے

پرتوِ خور چوں در آبے اوفتاد
سورج کا عکس جب کسی پانی پر پڑا
آب دادِ آفتابے را بداد
پانی نے سورج کی عطا کی داد دی
روحِ مولانا جلال الدینؒ رومؒ
مولانا جلال الدین رومیؒ کی روح
مہر[2] برجِ معرفت، بحرِ علوم
جو علوم کے سمندر (اور) معرفت کے برج کے چاند ہیں

پرتوے زد چونکہ بر طورِ دلم
جب میرے دل کے (کوہ) طور پر عکس ڈالا
گشت نورانی تنِ آب و گلم
میرا آب و گل کا جسم نورانی بن گیا
ہر زمانم آں مہ چرخ بریں
بلند آسمان کا وہ چاند ہر لمحہ
میزند چشمک بہ بامِ دل کہ ہیں
بامِ دل پر اشارہ کرتا ہے کہ ہاں

اختتامِ مثنوی آغاز کن
مثنوی کے خاتمہ کا آغاز کر
نامۂ سربستۂ ما را باز کن
میرے سربستہ نامہ کو کھول
آں حکایت گو کہ ناگفتہ بماند
وہ حکایت کہہ جو بغیر کہی رہ گئی
نظم کن آں در کہ ناسُفتہ بماند
اس موتی کو پرو جو بغیر پروئے رہ گیا
زود در سلکِ بیاں درکش دُرا
جلد اُس کو لڑی میں پرو
در[3] رسد فیضانِ روحانی زما
ہمارا روحانی فیضان (ضرور) پہنچے گا
چونکہ حدِ خود ندیدم تنِ زدم
چونکہ میں نے اپنا مرتبہ نہ دیکھا میں خاموش ہو گیا
بر درش از عذر سر را من زدم
مُدرّسے میں نے اپنا سر اُن کے در پر رکھ دیا

---

[1] حسامؔ۔ حسام الدین۔ اختتام یعنی مثنوی کا خاتمہ لکھنا۔ می کشد۔ یعنی جذب۔ ضیاء الحق۔ ضیاء الدین۔ ضیاء الحق۔ داد۔ عطا یعنی سورج کا جب عکس پانی پر پڑتا ہے تو پانی بھی اسکو نمایاں کرتا ہے اسی طرح مولانا حسام الدینؒ کی روح کے عکس کو جو میری روح پر پڑا میں نمایاں کر رہا ہوں۔ طور۔ کوہِ طور۔ [2] مہر۔ یعنی مولانا جلال الدینؒ شریعت اور طریقت کے جامع ہیں۔ مہ۔ یعنی مولانا نے رقم۔ میزند چشمک۔ یعنی مولانا جلال الدین آنکھ سے اشارہ کر رہے ہیں کہ مثنوی کا خاتمہ لکھ۔ ناگفتہ۔ یعنی تیسرے شہزادے کا قصہ۔
[3] در رسد۔ بقول مولانا بہاء الدین کے مولانا رومؒ نے فرمایا تھا (شعر) باقی ایں گفتہ آید بے زباں ؛ در دلِ آنکس کہ دارد نورِ جاں۔ تنِ زدم۔ میں خاموش ہو گیا۔

چونکہ قولِ آں ایازِ پاک[1] دید
چونکہ اُس پاک نظر ایاز کا قول

در نگاہِ دیدۂ دل می خلید
دل کی آنکھ کی نظر میں چبھ رہا تھا

کاشکن اَمر از گہر دشوار تر
کہ یہ حکم کا توڑنا موتی کے توڑنے سے زیادہ دشوار ہے

لاجرم بستم بامرِ اُو کمر
لاچار میں نے اُس کے حکم کے کرنے کو باندھی

اے خدا اے قادرِ بیچون و چند
اے خدا اے بے کم و کیف پر قادر!

رازہا کردی دروں سینہ بند
تو نے سینہ میں راز بند کر دیئے ہیں

سینہ را صندوقِ سرہا کردۂ
تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے

واندراں مخزوں گہرہا کردۂ
اور اُس میں موتی گوہر بند کر دیئے ہیں

رَبط دادی سینہ را با سینہ
تو نے سینہ کو سینہ سے ربط دیا ہے

رَبط ایں آئینہ با آئینہ
جس طرح ہیں آئینہ کا آئینہ سے ربط ہے

نقشِ ایں آئینہ در دیگر پدید
اس آئینہ کا نقش دوسرے میں ظاہر

کردی از صنعِ خود اے ربِّ مجید
کر دیا، اے ربِّ مجید! تو نے اپنی کاریگری سے

آب از جُوئے بجُوئے می رَوَد
پانی ایک نہر سے دوسری نہر میں جاتا ہے

باز یکسو گشتہ تا دریا دَوَد
پھر اکٹھا ہو کر دریا میں دوڑ جاتا ہے

رَفت چوں در بحرِ آب جُویہا
جب نہروں کا پانی سمندر میں چلا گیا

جملہ یکذات و یک آبست اے فتا
اے نوجوان! سب ایک ذات اور ایک پانی ہے

باتو رمزے[2] گفتم اے جاں گوش کُن
اے جان! میں نے تجھ سے ایک رمز کہا

جملہ تن جاں باش و جاں را ہوش کُن
تجسم جان بنا، اور جان کو ہوش بنا لے

رَو بسُوئے آں وصیت باز گرد
چل اُس وصیت کی جانب پلٹ

زانتظارِ آں سہ پسر را دل بدَرد
اُن تین لڑکوں کے دل انتظار سے درد میں ہیں

آغازِ داستان بیان کردنِ آں سہ پسر کاہلی خود را و طلب حکم از قاضی بصدق و صفا

اُن تینوں لڑکوں کا اپنی کاہلی کو بیان کرنے کی داستان کا آغاز اور سچائی اور صفائی کے ساتھ قاضی سے فیصلہ چاہنا

گفت قاضی کاہلی خود شُما
قاضی نے کہا تم اپنی کاہلی

سَر بسَر گوئید تفصیلاً بما
ساری پوری تفصیل سے ہم سے کہو

ہر یکے باید کہ گوید حالِ خویش
ہر ایک کو اپنا حال بیان کرنا چاہیئے

تا بدانم کاہلی کیست بیش
تاکہ میں سمجھ لوں کس کی کاہلی بڑھی ہوئی ہے

در سخن پنہاں ست حالِ مُردماں
انسانوں کی حالت گفتگو میں پوشیدہ ہے

مَرد در زیرِ سخن باشد نہاں
انسان گفتگو میں پوشیدہ ہوتا ہے

خُلقِ سَربستہ جانِ آدمی[3] ست
انسان کی جان، ایک سربستہ خلق ہے

باز منقاشِ زبانِ آدمی ست
پھر اُس کی کُنجی آدمی کی زبان ہے

آدمی را از سخن باید شناخت
آدمی کو گفتگو سے پہچاننا چاہیئے

غیرِ کشتی بر سرِ دریا کہ تاخت
کشتی کے بغیر دریا میں کون دوڑ سکتا ہے!

اوّلیں گفتا بداں خُد کاہلم
پہلے نے کہا میں تمہیں بتا دوں کہ کاہل ہوں

کاُوستاد و تنبلاں را تنبلم
کہ اُستاد اور کاہلوں کا کاہل ہوں

ہیں تو بشنو حالِ ما را اے سَنی
اے بزرگ! تو ہمارا حال سُن لے

بُد شبِ باران و فقدِ روشنی
بارش کی رات تھی اور روشنی مفقود تھی

برف می بارید و باراں زمہریر
برف برستی تھی اور بارش اور پالا

عالَمے مانندِ تخِ بستہ قریر
جہان جمے ہوئے برف کی طرح ٹھنڈا تھا

تشنہ گشتم آتشم بُرد و دگشت
میں پیاسا ہوا میری آگ سرد ہو گئی

آتشِ باطن بزد بر کوہ و دشت
باطن کی آگ پہاڑ اور جنگل میں جا لگی

---

[1] پاک دید۔ پاک نظر۔ کہ بستن۔ تیار ہو جانا۔ رَبط۔ ایک مسئلہ سے دوسرے مسئلہ میں علوم منتقل ہوتے ہیں جس طرح ایک آئینہ سے دوسرے آئینہ میں عکس آجاتا ہے۔ آب۔ وہ علوم جو مولانا نے رومؒ کے مسئلہ میں تھے وہ میرے مسئلہ میں آگئے۔ باز یکسو۔ ان مضامین کا مقصد ایک ہے۔

[2] رمزے۔ یعنی مطالب کا اتحاد اور اُن کا ایک مسئلہ سے دوسرے مسئلہ میں منتقل ہو جانا۔ وصیت۔ باپ نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ سب ترکہ میری اولاد میں سے سب سے زیادہ کاہل کو دیا جائے۔ [3] آدمی یعنی انسان کا باطن بمنزلہ دریا کے ہے اور زبان کشتی ہے دریا کے احوال کشتی کے ذریعہ معلوم کئے جا سکتے ہیں اسی طرح باطن کا حال زبان سے معلوم کیا جا سکتا ہے یہ اہلِ ظاہر کہتے ہیں اور شریعت اسی کو معتبر مانتی ہے اہلِ باطن کشف سے بھی باطن احوال معلوم کر لیتے ہیں لیکن کشف دوسرے پر حجت نہیں ہے۔ حتی۔ حلقہ، روشن۔ دُود۔ یعنی اعزہ۔ کوہ و دشت۔ یعنی اعضاء۔

نفس نالاں در پئے آبِ خنک
ٹھنڈے پانی کے لئے نفس نالاں تھا

تنبلی ام گفت بنشیں سیکنک[51]
سستی کاہل نے کہا، آہستہ بیٹھ (ٹھہر جا)

از گراں جانی بخواب اندر شدم
میں سستی کی وجہ سے، سونے لگا

گشت کاہل پای بر بستر زدم
کاہل بن کر میں بستر پر جم گیا

خواب نامد اندراں عطشا نیم
اس پیاسے پن میں مجھے نیند نہ آئی

دمبدم افزود سر گردانیم
ہر لمحہ میری پریشانی بڑھی

آخرش برخاستم بہر وضو
بالآخر میں وضو کے لئے اٹھا

قصد کردم جانب آب و سبو
پانی اور ٹھلیا کی جانب میں نے ارادہ کیا

یاد من آمد حدیثے از انس[52]
مجھے (حضرت) انسؓ کی حدیث یاد آ گئی

اسبغ امر آں رسول خوش نفس
اُس خوش دم رسولؐ کا حکم "وضو مکمل کرو"

طالب غُرِّ مُحجّل گشتہ زود
میں تو غُرِّ مُحجّل کا طالب بن کر

در وضو گشتم شتاباں اے ودود
اے محب! جلد وضو میں لگ گیا

کردم ابساغ وضو زاں آب سرد
میں نے اس ٹھنڈے پانی سے وضو کی تکمیل کی

سردی اُو دست و پا بیکار کرد
اُس کی ٹھنڈک نے اعضاء کو بیکار کر دیئے

غالب آمد کاہلی بر من چناں
مجھ پر کاہلی ایسی غالب آئی

کہ نکردم جرعہ زاں اندر دہاں
کہ اُس کا ایک گھونٹ منہ میں نہ ڈالا

از عطش می مُردم و اعضا چو برف
میں پیاس سے مر رہا تھا اور برف جیسے اعضا تھے

بر دو ظاہر را بباطن کردہ صرف
ظاہری ٹھنڈک کو باطن پر صرف کیا

از کساتم گفتم ایں برد وجود[53]
میں نے کاہلی کی وجہ سے کہا یہ جسم کی ٹھنڈک

حرِّ باطن عاقبت خواہد ربود
انجام کار باطن کی گرمی کو دور کر دے گی

کاہلی از آب خوردن منع کرد
کاہلی نے پانی پینے سے روک دیا

آب در دست و بدست اسباب برد
پانی ہاتھ میں تھا اور ٹھنڈک کے اسباب ہاتھ میں

لیک از دستم دہاں بس دُور بود
لیکن میرا ہاتھ منہ سے بہت دُور تھا

از کساکت کے مرا مقدور بود
کاہلی کی وجہ سے مجھے قدرت کہاں تھی؟

گفت رمزے گفتہ ام زاں کاہلی
اُسنے کہا میں نے اس کیطرف ایک اشارہ کیا ہے

قاضیا تو فہم کن گر عاقلی
اے قاضی! اگر تو سمجھ دار ہے تو سمجھ لے

زاہداں در کار دنیا کاہل اند
زاہد دنیا کے کام میں کاہل ہیں

در ادای بار عُقبیٰ کامل اند
آخرت کا بوجھ اُتارنے میں، کامل ہیں

نفس را بکشند بہر نان و آب
دل اور پانی کی خاطر نفس کو مارتے ہیں

یکدم آبی بود شاں را شراب
پانی تو ایک گھونٹ اُن کے لئے شراب ہے

نفس کافر ابلس ست از قرمہی
کافر نفس کے مٹاپے کے لئے کافی ہے

آنکہ بہر ہر عطش آبش دہی[54]
جو کہ تو ہر پیاس کے وقت اُسے پانی دیدے

نفس سرکش را بسندست از قساؤ
قساوت کی وجہ سے سرکش نفس کیلئے کافی ہے

کو خورد آبے بہر رغبت چو گاؤ
کہ وہ ہر خواہش کے وقت بیل کی طرح پانی پی لے

امر نفس خویش را دانی کشاؤ
تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان سمجھتا ہے

میبرد ہر سُو ترا ایں نفس گاؤ
یہ بیل جیسا نفس تجھے ہر جانب لے جاتا ہے

کار مردان کاہلی در کار تن
بہادروں کا کام جسم کے کام میں کاہلی ہے

چابکی جستن بطاعت در کمن
(اور) اطاعتوں میں فرمانبرداری کیساتھ کوشش کرنا

باش کاہل بلکہ میر کاہلاں
کاہل بن جا، بلکہ کاہلوں کا سردار

از ہمہ تدبیر دنیا اے فلاں
اے فلاں! دنیا کی تمام تدبیروں سے

کار عُقبیٰ میکند دنیات خوب
آخرت کا کام تیری دنیا کو اچھا کر دے گا

رو ز راہِ دیں در دُنیا بکوب
جا دین کے راستے سے دنیا کا دروازہ کھٹکھٹا

---

[51] سیکنک۔ آہستہ۔ اسبغ۔ مکمل کیا کرو مکمل وضو کرنے والے قیامت میں منور چہرے اور منور اعضاء والے ہوں گے۔ غُرّ۔ روشن۔ محجل۔ روشن وہ گھوڑا جس کی پیشانی پر سفیدی ہو۔ محجل۔ وہ گھوڑا جس کے پاؤں سفید ہوں۔ [52] از کساتم۔ میں نے سستی کی وجہ سے یہ تصور کر لیا کہ یہ بدن کی ٹھنڈک پیاس کی گرمی کو بجھا دے گی۔ اسباب برد۔ یعنی پانی جس سے پیاس کی گرمی کو رفع کیا جا سکتا تھا۔ کساکت۔ سستی۔ زاہداں۔ یہ مثنوی کا مقولہ ہے۔ عطش۔ یعنی نفس کشی کیلئے پیاس کے وقت پانی سے ایسا ہی پرہیز کرتے ہیں جیسے کہ شراب سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ [53] آنکہ۔ جو کہ۔ قساؤ۔ دل کی سختی۔ کساد۔ شاہی فرمان یعنی تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان کی طرح واجب الاتباع سمجھتا ہے۔ بکن۔ کوشش۔ کار۔ کسبی۔ جوانمرد کے کاموں میں لگا ہوا اللہ تعالیٰ اسکی دنیا خود سنوار دیتا ہے۔

گفت پیغمبرؐ کہ ہر کس منقطع
نبی نے فرمایا ہر کہ جو شخص انقطاع کرنے والا

سوئے حق شد گشت کارش مجتمع[1]
اللہ کی جانب ہوا اس کا کام مجتمع ہو گیا

سوئے دنیا ہر کہ شد انقطاع
جس کا انقطاع دنیا کی جانب ہوا

گشت تفویضش بدنیا بے نزاع
بلا اختلاف اس کی سپردگی دنیا کی طرف ہو گئی

داستان بر سبیل تمثیل کہ اختیار کار
مثال کے طور پر ایک داستان کہ آخرت کے کام

عقبیٰ بر کار دنیا اولیٰ ست
کو دنیا کے کام پر ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے

بود مردِ صالحے با زہد و ورع
ایک شخص نیک، زاہد اور پرہیزگار تھا

داشت وجہِ قوت خود از حرث و زرع
جو اپنی روزی کی سبیل کھیت اور کاشتکاری رکھتا تھا

بود یک اشتر مر او را بس حرون
اس کا ایک بہت سرکش اونٹ تھا

بارہا بگریختے کردے زبون
بارہا بھاگ جاتا، عاجز کر دیتا

اتفاقاً روزِ جمعہ آمد بہ پیش
اتفاق سے جمعہ کا دن آگیا

اشترش بگریخت از مرعائے خویش
اس کا اونٹ اپنی چراگاہ سے بھاگ گیا

والدہ راں جمعہ اش بقائے زرع بود
اور اس جمعہ کو اس کی کھیتی کو پانی دینا تھا

آب نہر آں روز بہرش میکشود
اس روز اس کیلئے نہر کا پانی چالو ہوتا تھا

مرد حیراں گشت و گفتا یا خدا
مرد حیران ہو گیا اور بولا اے خدا!

نوبتِ سقی آمدہ اکنوں مرا
اب میری سیرابی کی باری آگئی

گر سقایت میکنم اشتر کجا
اگر میں سیرابی کروں، اونٹ کہاں ہے؟

ہم کجا یابم نمازِ جمعہ را
نیز جمعہ کی نماز کہاں پاؤں گا؟

در کنم اندر سقایت من درنگ
اور اگر میں سیراب کرنے میں دیر کرتا ہوں

میشود از بیں کارِ زرع تنگ
تو خلل کی وجہ سے کھیتی کا معاملہ تنگ ہو جائیگا

بہر اشتر رو بصحرا گر کنم
میں اگر اونٹ کی خاطر جنگل کا رُخ کروں

در تفحص در بیاباں بر تنم
اور جستجو میں جنگل میں پھروں

پس نماز و زرع ہر دو میرود
تو نماز اور کھیتی دونوں جا رہی ہیں

وہ نمیدانم کہ حالم چوں شود
ہائے میں نہیں سمجھتا کہ میرا کیا حال ہوگا؟

ایں ترددہا دلِ او شاخ شاخ[2]
اس تردد سے اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے تھا

رہنِ صد گونہ ز اشجاں بود و راخ
غموں اور دردوں سے طرح طرح گروی تھا

عاقبت بعد از ترددگفت خوب
انجام کار تردد کے بعد بولا، ہاں

بہر جمعہ رو در حق را بکوب
جمعہ کے لئے جا، اللہ (تعالیٰ) کا دروازہ کھٹکھٹا

کیں متاعِ باقی و آں فانی ست
کیونکہ یہ باقی رہنے والی چیز ہے اور وہ فانی ہے

دل بفانی بستن از نادانی ست
فانی سے دل وابستہ کرنا نادانی ہے

ابنِ عباسؓ از پیمبرؐ نقل کرد
حضرت ابن عباسؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے

ہست جمعہ حج مسکینانِ فرد
جمعہ یکتا مسکینوں کا حج ہے

کرد پس تبکیر مسجد اختیار
اس نے سویرے سویرے مسجد میں جانا پسند کیا

کش ثواب بدنہ آمد در شمار
کیونکہ شمار کرنے میں اس کے لئے اونٹ کا ثواب آیا

رفتہ در مسجد بحق مشغول شد
مسجد میں جا کر حق (تعالیٰ) کیساتھ مشغول ہو گیا

جملہ ز افکارِ جہاں معزول شد
دنیا کی تمام فکروں سے جدا ہو گیا

با نیازِ دل بصد جزع و خضوع
دل کے نیاز کے ساتھ سینکڑوں خشوع اور خضوع سے

گشت باحق در سجود و در رکوع
اللہ (تعالیٰ) کیلئے سجود اور رکوع میں مشغول ہو گیا

چوں فراغت یافت از وردِ و نماز
جب نماز اور وظیفہ سے فارغ ہوا

مرد کرد آہنگِ خانہ زود باز
اس شخص نے جلد گھر کی واپسی کا ارادہ کیا

تا دریں دم کارِ دنیا ہم کند
تاکہ اس وقت دنیا کا کام بھی کرے

یک زمانے بر مکاسب برنشند
تھوڑی دیر کے لئے کمائی میں مصروف ہو جائے

---

[1] سوئی۔ جو شخص دنیا کے پیچھے پڑتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی کوئی مدد نہیں فرماتا بلکہ اس کا معاملہ دنیا کے سپرد فرما دیتا ہے۔ جزع۔ کھیتی۔ حرون۔ سرکش۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔ [2] شاخ شاخ۔ پارہ پارہ۔ اشجان۔ شجن کی جمع ہے، غم۔ راخ۔ درد و غم۔ ابن عباسؓ۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے نقل فرمایا ہے کہ جس کے پاس حج کے اخراجات نہ ہوں اس کو اللہ تعالیٰ جمعہ میں حج کا ثواب عطا فرما دیتا ہے، جمعہ اور حج اس اعتبار سے یکساں ہیں کہ دونوں میں مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ تبکیر۔ کام کو صبح سویرے کرنا۔ فرد یعنی وہ مسکین جو مال سے اکیلے ہیں۔ [3] کش۔ حدیث شریف میں ہے جو صبح سویرے جامع مسجد میں پہنچتا ہے اس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ بدنہ۔ قربانی کا اونٹ۔ جزع۔ ڈر۔ مکاسب۔ کمائی کے ذرائع۔

دید اشتر بر مناخش بستہ است
اس نے دیکھا اونٹ اپنے بلاشہ میں بندھا ہے

بس غریب و عاجز و تن خستہ است
بہت تھکا ہوا اور عاجز اور زخمی بدن ہے

(۳۱)

گفت زن را ایں شتر چوں آمدہ
اس نے بیوی سے کہا یہ اونٹ کیسے آیا؟

گفت ایں را اشتر آوردہ دوہ
اس نے کہا اس کو دوست نے زخمی کر کے لایا ہے

در پئے او گرگ زفت افتادہ بود
موٹا بھیڑیا اس کے پیچھے پڑا تھا

تا بدینجا ایں خروں را رہ نمود
حتی کہ اس سرکش کی یہاں تک رہنمائی کردی

مرد را ہر مو زبان شکر گشت
مرد کا ہر ہر رونگٹا شکر کی زبان بن گیا

کایں شتر را حق بیاوردہ زدشت
کہ اس اونٹ کو خدا جنگل سے لایا ہے

باید م حالا بسوئے زرع رفت
اب مجھے کھیتی کی جانب جانا چاہیے

تا دہم آبے بکشت خویش تفت
تاکہ فوراً اپنی کھیتی کو پانی دے دوں

آنچہ ناید گل آں در دست تو
جس کا پھل تیرے ہاتھ میں نہ آئے

ہیں تو مگذار اے برادر جزو او
خبردار اے بھائی! اس کے جز کو نہ چھوڑ

آخرش شد سوئے کشت خود دواں
بالآخر وہ اپنی کھیتی کی جانب دوڑا

دید خوش سبز و دراں آبے رواں
اس نے بہت سبز دیکھا اور اس میں پانی جاری تھا

در تعجب آمد آں مرد خدا
وہ مرد خدا تعجب کرنے لگا

کیں زراعت را چگونہ شد سقا
کہ اس کھیتی کی کس طرح سیرابی ہوئی؟

نیست در ہمسایہ احساں آنقدر
پڑوسی میں اس قدر احسان نہیں ہے

کو دہد آں آب را ایں سو گذر
کہ وہ پانی کو اس جانب گذر نے دے

آخرش پرسید از جار عقار
بالآخر اس نے زمین کے پڑوسی سے پوچھا

کایں زراعت را کہ آورد آبشار
کہ اس کھیتی میں پانی کا چشمہ کون لایا؟

گفت حقا کہ عجب کار شگرف
اس نے کہا، یقیناً عجیب معاملہ ہے

خود بخود گردید ایں سو آب صرف
پانی خود بخود اس سمت پھر گیا

آب را میراندم اندر کشت خویش
میں اپنی کھیتی میں پانی چلاتا تھا

آں رواں می شد بزرعت پیش پیش
وہ آگے آگے تیری کھیتی میں جاتا تھا

منع میکردیم و پشتہ میزدیم
میں روکتا تھا اور پشتہ باندھتا تھا

چوں ندیدم حاصلے عاجز شدیم
جب میں نے کوئی نتیجہ نہ دیکھا میں عاجز آگیا

حکم حق ایں آب در کشت تو راند
اس طرح کہ اللہ کے حکم نے تیری کھیتی میں پہنچایا

مرد شاداں گشت و الحمد بخواند
مرد خوش ہو گیا اور الحمد پڑھی

ہر کہ کار دیں کند دنیا ہمی شود
جو شخص دین کا کام کرتا ہے، کیا دنیا

بر سرش ریزد زبون و سرنگوں
عاجز اور سرنگوں ہو کر اس کے سر پر گرتی ہے

در بدنیا سر فرو آرد ز شک
اور اگر شک سے دنیا کی جانب سر جھکاتا ہے

لَا یُبَالِ اللّٰہُ فِی وَادٍ ھَلَکْ
اللہ (تعالیٰ) پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں...

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا

کہ اَنَتْکَ رَاغِمَاتٍ نَفْسُہَا
کہ وہ تیرے پاس ذلیل ہو کر خود بخود آئے گی

در بیان ایں شنو یک داستاں
اس کے بیان میں ایک داستان سنو

کا بخشیں باشد طریق راستاں
کہ بخشوں کا راستہ ایسا ہوتا ہے

حکایت در بیان حال آں درویش

اس درویش کے حال کے بیان میں

کہ از دنیا عزلت گزیدہ بود و دنیا

جس نے دنیا سے علیحدگی اختیار کر لی تھی

رو بدو آورد و سوئش دوید ہر

اور دنیا نے اس کا پیچھا کیا اور اس کی جانب

چند کہ او پاکشید بیشتر رسید

دوڑی جتنا وہ پیچھے ہٹا، وہ آگے آئی

بود درویشے بسے ہ ماجدلے
ایک درویش بہت صاحب دل تھا

در رہ حق چست و چابک کاملے
اللہ (تعالیٰ) کے راستہ میں بڑا چست اور

رو ز ایں و آں خلقاں تافتہ
مخلوق کے اس اور اس سے اس نے منہ موڑ لیا تھا

جاں بتار و پود وحدت بافتہ
جان کو وحدت کے تار و پود سے بنا تھا

خلق را بگذاشت و غاری خفت
اس نے مخلوق کو چھوڑا، ایک غار میں سو گیا

در بروئے خلق و عالم جملہ بست
مخلوق اور جہان پر دروازہ بند کر لیا

در فضائے تیہ و صحرائے بعید
تیہ کی فضا اور دور جنگل میں

قرب یزداں را بخاطر برگزید
اللہ (تعالیٰ) کے قرب کو دل میں پسند کر لیا

لہ متاع۔ اونٹوں کا باڑہ۔ دوہ۔ زخمی۔ آخرش۔ اس حال کا اخیر۔ عقار۔ سیرابی۔ ہمسایہ۔ یعنی پڑوس کی زمین کا مالک۔ جارہ پڑوسی۔ ۵۲ عقار۔ زمین۔ شگرف۔ عجیب۔ خفتہ۔ سو کر۔ جو دنیا کو ٹھکراتا ہے دنیا ذلیل ہو کر خود اس کے سامنے آتی ہے۔ زنگ۔ یعنی اس کو اللہ پر بھروسہ اور یقین ہو۔ ۵۳ راستان۔ یعنی با فسلہ۔

لہ آں۔ یعنی لوگوں کا مال و دولت نا روا ہو۔ بڑے کو ناپا۔ در۔ یعنی وہ لوگوں سے ملتا تھا۔
ہے۔ جدائی کی جنگل۔

بُود در صحرائے غارِ نہاں
جنگل میں ایک چھپا ہوا غار تھا

مُختفی گردید عارف اندراں
عارف اُس میں چھپ گیا

بَرنمی آمد ازاں در ہیچ گاہ
اُس میں سے کبھی وقت برآمد نہ ہوتا تھا

جُز کہ اَغراضِ ضروری گاہ گاہ
کبھی کبھی ضروری غرضوں کے سوا

دَر حرا ہمچوں نبی بگرفت جا
اُسنے جگہ پکڑلی جس طرح نبی نے غارِ حرا میں

دل خنیدہ از جہانِ بے وفا
بے وفا دنیا سے دل برداشتہ ہوکر

بعدِ ہفتہ قوتِ اُو برگِ شجر
اُس کی خوراک ایک ہفتہ کے بعد درخت کے پتے

کمترک خوردے بگفتے تا سحر
تھوڑے سے کھاتا صبح تک نہ سوتا

مُدتے زانساں دراں صحرا و دشت
اُس صحرا اور دشت میں ایک زمانہ تک اِسی طرح

آں غزالِ راہ دیں آوارہ گشت
دین کی راہ کا یہ ہرن آوارہ پھرتا رہا

واندراں آوارگی تعمیر بُود
اور اُس آوارگی میں تعمیر تھی

گونہ گونہ نور را تیسیر بُود
قسم قسم کے انوار کی سہولت تھی

ہر کہ بُرد زیں جہاں آنسُو رود
جو اُس دنیا سے گیا ہے اُس جانب جاتا ہے

فصلِ اینجا وصلِ تحقیقی مشو
اِس جگہ دنیا سے سمجھ کی آخرت کا وصل نہ جان لے

فصل وصل آمد بُرش نپویند گشت
فراق وصل بنا، جدائی جوڑ بنی

شہرِ ویرانہ ست معمور ست و کشت
شہر ویرانہ ہے، جنگل آباد ہے

نعلِ معکوس ست جملہ ایں جہاں
یہ دنیا سب اُلٹا نعل ہے

تا نہ پے ہر گز بَرد کس رہروگاں
تاکہ خواہ مخواہ کوئی پتہ نہ لگائے

جِدّ و کوشش شرطِ راہ دوست ست
دوست کے راستہ کی شرط بہ دوجہد ہے

جاھِدُوا فینا مغرست باقی پوست ست
اُنھوں نے کوشش کی، مغز ہے بقیہ چھلکا ہے

سخت باریک ست راہِ آں حبیب
اُس دوست کا راستہ بہت تنگ ہے

کے رَود بر استقامت جُز لبیب
عقلمند کے سوا بے بھالی کون جاسکتا ہے؟

ہست عقبات اندریں راہ گراں
اِس سخت راستہ میں گھاٹیاں ہیں

طے نگردد بے قلاوُز اے فلاں
اے فلاں! بغیر رہنما کے طے نہ ہوں گی

زیں سبب فرمود آں شاہِ شفیق
اِسی لئے اُس مہربان شاہ نے فرمایا ہے

کالرَّفیقُ اوّل بُود ثُمَّ الطَّریق
کہ سفر کا ساتھی پہلے ہے بعد میں راستہ ہے

رہبرے جُو تا رَدی تو راہِ راست
کوئی رہبر جوش کرلے تاکہ تو سیدھا راستہ چلے

ورنہ در رَہ بس مُغاک و چاہ ہاست
ورنہ راستہ میں بہت سے گڑھے اور گڑھیں ہیں

ہمچو پرکار ے ہمیشہ در ذہاب
تو پرکار کی طرح ہمیشہ چلنے میں ہے

لیک یک جا ماندۂ بے انقلاب
لیکن بغیر جگہ بدلے تو ایک جگہ پڑا ہے

سالہا کردی نماز و روزہ را
تونے سالوں نماز اور روزہ ادا کیا

نورِ آں صوم و صلوٰۃ تو کجا
تیری اُس نماز اور روزے کا نور کہاں ہے؟

جملہ عُمرت در عباد تہا گذشت
تیری تمام عمر عبادتوں میں گذری

زانچہ اوّل بُود حالِ دل نگشت
دل کا حال جو پہلے تھا وہ نہ بدلا

گر کُنی عادت بہ تیر و یا بہ تیغ
اگر تو تیر یا تلوار کی عادت کرتا ہے

از عذاقتہات خلقے در دریغ
تیری مہارتوں سے مخلوق تعجب کرتی ہے

تا چہل سال ایں عبادت کردۂ
تونے چالیس سال یہ عبادت کی

تا کنوں حرص و ہوا را بردۂ
تو اب تک حرص اور خواہش نفس کا غلام ہے

چوں نمازت فحش و منکر را نبُرد
جب تیری نماز نے فحش اور برائی کو نہ ہٹایا تو کیا

واں کہ در خمِ تو خالص ہست نے درد
جو تجھ کو کہتے ہے کہ تجھ میں خالص نہیں ہے

چوں نہیت زد عَنِ الفحشا بُود
چونکہ اُس کی وجہ سے تیرا فحش سے رکاؤ نہ ہو

منتہی ست اُو زانکہ رجعت میشود
وہ سمجھ آگاہ کرنیوالا ہے کہ واپسی ہو رہی ہے

لہ اغراض ضروری یعنی قضاء حاجت وغیرہ۔ حرا۔ مکہ کا مشہور پہاڑ ہے جس کے غار میں آنحضور نبوت سے پہلے خلوت اختیار کیا کرتے تھے۔ غزال۔ ہرن یعنی ولی درویش۔ ناقدان۔ اُس درویش کا یہ عمل بظاہر بیکار لگتا تھا لیکن دراصل باطن کی تعمیر تھی۔ تیسیر۔ اسکو خلوت میں نور باطنی میسر آتا ہے فضل یعنی دنیا سے جدائی۔ وصل یعنی اللہ تعالےٰ کا قرب۔ سے نقل معکوس۔ جو کہ اپنے جوتوں میں آگے نعل جڑ لیتے ہیں تاکہ کھوج لگانیوالا غلط میں پڑ جائے۔ جاھدوا۔ قرآن پاک میں ہے اَلَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا جو لوگ ہمارے راستہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن کو اپنے راستوں کی ہدایت دیدیتے ہیں۔ لبیب۔ عقلمند۔ عقبات۔ گھاٹی کی جمع ہے۔ دشوار گذار گھاٹی۔ قلاوز۔ راہبر۔ رہنما۔ گرہا۔ ہ سناہا۔ انسان اگر سالوں نماز پڑھے اور اُس کا وہ نتیجہ نہ نکلے جو قرآن نے بتایا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ "بیشک نماز بُری باتوں اور بُرے کام سے روکتی ہے" تو اُسکو سمجھنا چاہیئے کہ اُسکی نماز اُسکے درجات کی ترقی کا باعث نہیں ہے اور اُسکی نماز ناقص ہے۔ دریغ۔ تعجب۔ دَرد۔ پہنچ۔ جُنبی۔ خبر دینے والا۔

همچو قوم موسیٰ اندر تیہ[1] و دشت
(حضرت) موسیٰؑ کی قوم کی طرح تیہ اور صحرا میں

واں مناخ کہنہ منزل گاہ گشت
وہی پرانا پڑاؤ منزل گاہ بن گیا ہے

اتباع آں قلاؤز را بکن
تو اُس راہنما کا اتباع کر

تا بمنزل گہ رسی تو بے سخن
تاکہ تو کوچ منزل گاہ تک پہنچ جائے

ورنہ چوں آں قوم موسیٰ اے سفیہ
ورنہ اے بیوقوف! (حضرت) موسیٰؑ کی اُس قوم کیطرح

مدتے آوارہ در جوف تیہ
تو تیہ کے اندر ایک مدت تک آوارہ ہے

از سحر تا شب ہمی رفتند شاں
وہ صبح کے شام تک چلتے رہتے تھے

باز شب را بر مناخ خود ہماں
پھر رات کو اپنے اسی پڑاؤ پر ہوتے تھے

ایں چنیں شد ترک امر پیرہا
پیروں کے حکم کو چھوڑنا ایسا ہی ہے

بے کماں پرّد چگونہ تیرہا
تیر بغیر کمان کے کس طرح چلیں؟

ہیچ تیرے دیدہ باشی بے کماں
تو نے بغیر کمان کے کبھی کوئی تیر دیکھا ہے

کہ رسد او بر ہدف یا گرد آں
کہ وہ نشانہ پر یا اُس کے آس پاس پہنچے

ایں سخن بسیار طولانی ست ہاں
یہ بہت لمبی بات ہے ہاں

حال آں درویش را بشنو بجاں
اُس درویش کا حال دل سے سُن لے

پیش آمدن دنیا بصورت زن
اُس خلوت نشیں مرد کے سامنے دنیا کا عورت کی صورت میں آنا

نازنیں در پیش آں مرد خلوت نشیں
نازنین عورت کی صورت میں آنا

در میان غار تنگ آں خوش بقا[2]
اُس پاک سیرت نے تنگ غار میں

همچو ابراہیم کردہ بود جا
(حضرت) ابراہیمؑ کی طرح جگہ بنا لی تھی

مدتے دہ سال بد مصروف کار
دس سال تک وہ کام میں لگا رہا

باز سر کردہ بیامد پیش یار
سر کے بل یار کے سامنے پہنچا

ناگہاں روزے زنے صاحب جمال
اچانک ایک دن ایک خوبصورت عورت

با ہزاراں خوبی و غنج و دلال
ہزاروں حسن اور ناز و ادا سے

غرق گوہر بود از یا تا سرش
جو سر سے پاؤں تک جواہر میں ڈوبی ہوئی تھی

باج عالم بود ہر یک زیورش
اُس کا ہر ایک زیور اجہان کا خراج تھا

آمد و در خدمت او بایستاد
آئی اور اُس کی خدمت میں کھڑی ہوگئی

دست بست و از ادب لب بر کشاد
ہاتھ باندھے اور ادب سے لب کشائی کی

گر نہی دست قبولی بر سرم
اگر آپ قبولیت کا ہاتھ میرے سر پر رکھیں

نبود اے سلطان دیں دور از کرم
اے شاہ دین! کرم سے بعید نہ ہوگا

حاضرم در خدمت تو صبح و شام
میں صبح و شام آپکی خدمت میں حاضر ہوں

وانچہ فرمائی بجا آرم تمام
جو آپ حکم دیں گے پورا بجا لاؤں گی

مزد[3] کامل از رہ نور دروں
مزدور کامل نے باطنی نور سے

یافت کیں پیش آمد دنیائے دوں
سمجھ لیا کہ یہ کمینی دنیا میرے سامنے آئی ہے

گفت بے نے شوی من ہرگز میا
فرمایا نہیں نہیں، میری طرف کبھی نہ آ

کہ مطلق کردہ ام چوں من ترا
کیونکہ میں نے تجھے طلاق دیدی ہے

من گریزاں از تو اینجا آمدم
میں تجھ ہی سے بھاگ کر یہاں آیا ہوں

دور گشتم از تو در غارے شدم
تجھ سے دور ہوا ہوں، غار میں آگیا ہوں

باز می آئی تو اینجا اے پلید
اے ناپاک! تو پھر یہاں آرہی ہے

اے ز مکرت خائف آمد ہر سعید
اے وہ کہ تیرے مکر سے ہر نیک خائف ہے

گفت اے درویش اینک آمدم
اُس نے کہا اے درویش! اب میں آئی ہوں

من بحکم آں شہ ملک قدم
ازلی ملک کے شاہ کے حکم سے

منع تو در باب من اکنوں چہ سود
اب تیرا مجھے منع کرنا کیا مفید ہے؟

چونکہ حکم حاکم اینست اے ودود
اے محب! جبکہ حاکم کا یہی حکم ہے

---

[1] تیہ۔ وہ بیابان جہاں حضرت موسیٰ کی قوم چالیس برس پریشان پھرتی رہی۔ مناخ۔ اونٹوں کا باڑا پیڑا یعنی شیوخ کا کہنا نہ ماننے کا یہی اثر ہوتا ہے بعض نسخوں میں یہ رہا ہے اُس کا خلاصہ بھی یہی ہے۔ [2] خوش بقا۔ خوش نصیب۔ باز سر کردہ۔ یعنی سر کو پاؤں بنا کر سر کے بل۔ مُغنج۔ غمزہ۔ دلال۔ کرشمہ۔ باج۔ خراج، آمدنی یعنی اُس کا ہر زیور ایک ملک کی آمدنی کی قیمت کا تھا۔ [3] مزدِ کامل۔ اُس درویش نے باطنی نور کے ذریعہ سمجھ لیا کہ یہ دنیا ہے جو ایک حسین عورت کے روپ میں میرے سامنے آئی ہے۔ من بحکم۔ اُس عورت نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے تیرے پاس آئی ہوں اب تجھے بھگانا بیکار ہے اب تو لا محالہ دنیا میں پھنسے گا۔

این بگفت و از نظر مفقود گشت
اُس نے یہ کہا اور نگاہ سے غائب ہو گئی

واقعہ را دید و بس مرعود گشت[1]
اُس نے واقعہ دیکھا اور بہت لرزا

گفت خوب آید اگر دورش کنم
اُس نے کہا اگر میں اُسکو دور کردوں تو بہتر ہو گا

ور نگردد منصرف گورش کنم
اور اگر وہ نہ لوٹے تو اُس کو قبر کا خوراک بنا دوں گا

صرف سازم در رہِ عقبیٰ و دیں
آخرت اور دین کے راستہ میں خرچ کر دونگا

تا شود در عاقبت ما را معیں
تاکہ وہ آخرت میں ہماری مددگار بنے

مالِ دنیا ہست زہرِ سہمناک
دنیا کا مال خوف ناک زہر ہے

گر بیابی بازش اندازی بخاک
اگر تو پائے تو اُسکو خاک میں ملا دے

یعنی بہرِ گور خود انبار کن
یعنی اپنی قبر کا ساتھی بنا لے

دفن کن اینجا و آنجا باز کن
اِس جگہ دفن کردے تاکہ اُس جگہ کھول لے

گر در اینجا بہرِ حق سازی تو صرف
اگر تو اِس جگہ خدا کے لئے صرف کرے گا

حق دہد آنجا عوض صد بار ژرف
اللہ (تعالیٰ) اُس جگہ سو گنا زیادہ عوض دیگا

اِرْضَوا اللّٰہَ را ز قرآں برگزیں
"اللہ کو راضی رکھو" قرآن سے اختیار کرلے

وز حرف غیر از سخاوت برمچیں
اور حرفوں میں سے سخاوت کے علاوہ انتخاب کر

چونکہ[2] چیزے خواہد آں رب مجید
وہ رب مجید جب کوئی چیز چاہتا ہے

میکند در ظاہر اَسبابش پدید
ظاہر میں اُس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے

تا بدہ سال اندراں غار آں فقیر
وہ فقیر اُس غار میں دس سال تک

بود در یادِ خدائے مستجیر
یادِ خدا میں پناہ گزین تھا

می نیامد اندراں صحرا کسے
اُس جنگل میں کوئی نہ آتا تھا

زانکہ دور از عامرہ بود او بسے
کیونکہ وہ آبادی سے بہت دور تھا

اُشتر و گاؤ و خر از بہرِ چرا
اونٹ اور بیل اور گدھا چرنے کے لئے

ہم نمی آمد در آنجا مُطلقا
بھی اُس جگہ مطلقاً نہ آتا تھا

از قضا قحطے بسالے اوفتاد
تقدیر سے ایک سال قحط پڑا

کاہ و زرع از خشکی آمد در فساد
گھاس اور کھیتی خشکی سے فساد میں آگئی

راعیاں بہرِ چراگاہ از بعید
چرواہے چراگاہ کے لئے دور سے

قصد میکردند سوئے ہر صعید[3]
ہر زمین کی جانب قصد کرتے تھے

چند چوپاں در جوارِ غارِ او
چند چرواہے اُس کے غار کے پڑوس میں

بہرِ کاہے آمدند از جستجو
گھاس کی جستجو کے لئے آ گئے

کاہ بسیار است و مرعیٰ نیز خوب
گھاس بہت ہے اور چراگاہ بھی اچھی ہے

آمدند آنجا بگاوانِ حلوب
وہ اُس جگہ دودھ دینے کے قابل گایوں کو لے کر آئے

روزے از تقدیرِ ربانی فقیر
ایک دن خدائی تقدیر سے درویش

بہرِ حاجت بیروں آمد زاں نفیر
اُس غار سے ضرورت کے لئے باہر آیا

دید چندے از بنی نوعِ بشر
اُس نے چند انسان دیکھے

جمع گشتہ با سوائم گاؤ و خر
جو چوپال گایوں اور گدھے کے ساتھ جمع ہیں

چوں ز اکل و شرب بود او منقطع
چونکہ وہ کھانے اور پینے سے جُدا تھا

نورِ حق بود از جبینش مستطع
اللہ (تعالیٰ) کا نور اُسکی پیشانی سے طلوع کر رہا تھا

جملہ چوپاناں بدو راغب شدند
سب چرواہے اُس کی جانب راغب ہو گئے

با ہزاراں خواہش طالب شدند
لاکھوں خواہشوں کیساتھ اُس کے طالب بنگئے

مردِ فارغ در تجمل فرد بود
فارغ مرد انقطاع میں یکتا تھا

پیشِ اُو ایں چاپلوسی سرد بود
اُس کے سامنے یہ خوشامد بیکار تھی

آخرش از راہِ عجز و صد نیاز
بالآخر عاجزی اور سینکڑوں نیازمندیوں کیساتھ

جملہ گفتندش کہ شاہِ پاکباز
سب نے اُس سے کہا کہ اے پاکباز شاہ!

---

[1] مرعود۔ وہ شخص جس پر کپکپی طاری ہو جائے۔ گفت۔ اُس درویش نے سوچا اگر دنیا میرے بھاگنے سے بھاگ گئی تو بہتر ہے ورنہ اُسکی آخرت کے کام میں لاؤنگا۔ منصرف گردد۔ قبر کا خوراک یعنی آخرت میں کام آنیوالا۔ انبار کن۔ شریک بنالے کہ دنیا کا یہ دانہ آخرت میں کام آتا ہے۔ حرف۔ حرف کی جمع ہے بمعنی پیشہ۔ سخاوت۔ سخاوت کے فضائل بہت ہیں۔ [2] چونکہ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بات کا فیصلہ فرما دیتا ہے تو اُس کے ظاہری اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے جو کہ اُس درویش کو دنیا میں بظاہر کرنا تھا تو اُس کا ظاہری سب پیدا کر دیا جس کا ذکر آئندہ آرہا ہے۔ نفیر۔ پناہ چاہنے والا۔ عامرہ۔ آبادی۔
[3] صعید۔ پیداوار کی زمین۔ حلوب۔ یعنی وہ گائیں جن کا گو چارہ ملتا تو دودھ دینے کے قابل تھیں لیکن چونکہ انکو چارہ نہ ملتا تھا لہٰذا دودھ سے بھاگ گئی تھیں۔ فقیر۔ یعنی غار۔ مستطع۔ روشن۔ تجمل۔ مخلوق سے بھائی۔

گر دلت چیزے بخواہد حکم کن
اگر تیرا دل کسی چیز کو چاہے تو حکم دیدے

تا بجا آرم دُرا چوں[1] امر کن
تاکہ ہم کون کے حکم کی طرح انکو بجا لائیں

دید چوں درویش زالیشاں خواہشے
جبکہ درویش نے اُن کی خواہش دیکھی

وز غنا و کبر شاں راکاہشے
اور استغنا اور تکبر سے اُن کا گھٹاؤ

گفت اگر شیرے بُود قدرے بیار
کہا اگر دودھ ہو تھوڑا سا لے آ

تا بتزم زہر ایں نفس چو مار
تاکہ اس سانپ جیسے نفس کا زہر اتاروں

عرض کردندش کہ از قحط مطر
اُنھوں نے اُن سے عرض کیا کہ بارش کے قحط سے

جملہ بے شیر اند جہ گاؤ چہ خر
سب بغیر دودھ کے ہیں کیا گائے کیا گدھی

بعد چندیں عجز و زاری ہائے ما
ہماری اتنی عاجزی اور خوشامدوں کے بعد

خواستی واں راندارم وائے ما
آپنے چاہا اور وہ ہمارے پاس نہیں ہے ہم پر افسوس ہے

گفت درویش از ہمہ یک بادش
درویش نے کہا سب سے یک کو دودھ لے

حق کند اتمام لیکن تو بکوش
اللہ تعالیٰ پورا کرے گا لیکن تو کوشش کر

جہد شرط کار آمد اے عزیز
اے عزیز اہم کی شرط کوشش ہے

جہد میکن جہد گر داری تمیز
اگر تجھے تمیز ہے تو کوشش کر کوشش کر

گفتہ است آں سیّدِ پاکیزہ خُو
پاکیزہ خصلت سیّد نے فرمایا ہے

اَلْمُجَاھِدُ مَنْ یُّجَاھِدُ نَفْسَہٗ
مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے

بے مساعی کس نہ منزل طے نمود
کوششوں کے بغیر کس نے منزل طے کی ہے

بر سرِ راہے نشستی چہ سُود
کیا فائدہ تیرا سرِ راہ بیٹھ جانا ہے؟

رَو قدم برگیر و قطع راہ کن
جا قدم اُٹھا اور راستہ طے کر

بعد ازاں منزل بقصرِ شاہ کن
اُس کے بعد شاہ کے محل میں پہنچ کر

مرد رہ رَو را کجا آرام و خواب
مسافر کے لئے آرام اور نیند کہاں ہے؟

در قلق باید دلش از اضطراب
پریشانی سے اس کا دل مضطرب رہنا چاہیئے

راہِ حق را چوں تو آساں دیدۂ
تو نے خدا کی راہ کو کیوں آسان سمجھا ہے؟

از سفر داماں چرا واچیدۂ
سفر سے دامن کو کیوں سمیٹ لیا ہے؟

رہ برو دامن ببر در راہ شو
جا دامن پھاڑ، راستہ اختیار کر

تا نہ پیچد در دو گام اے راہرو
تاکہ اے مسافر! دونوں پاؤں میں نہ لپٹ جائے

منزلے بس پُر خطر با خار ہاست
منزل کہ بہت خطروں جو کانٹوں والی ہے

گر تو بے جامہ روی در دے بجاست
اگر تو اُس میں بغیر کپڑے کے چلے تو مناسب ہے

جامہ ہائے جسم را کوتاہ کُن
جسم کے کپڑوں کو مختصر کر لے

با دلِ فارغ تو قصدِ راہ کُن
تو فارغ البالی سے راستہ کا ارادہ کر

راہ بس دُور است ہر سُو بیشہ است
راستہ بہت لمبا ہے اور ہر جانب جھاڑی ہے

گر توانی رَو چو با تو تیشہ است
اگر تیرے ساتھ کلہاڑا ہے تو چل سکے گا

ورنہ بے تیشہ تنت پارہ شود
ورنہ بغیر کلہاڑے کے تیرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگا

سنگِ راہت سنگ و ہم خارہ شود
تیرے راستہ کی ریگ پتھر اور سنگ ریزہ ہو جائیگا

تیشہ چہ بُود آں زنفی لا اگہ
کلہاڑا کیا ہوتا ہے؟ وہ لا الٰہ کی نفی کا ہے

سنگِ غیبت کہ برتابد ز راہ
جو غیبت کے پتھر کو راستہ سے ہٹا دیتا ہے

خیمہ را در قصرِ الّا اللہ کُن
اِلّا اللہ کے قلعہ میں خیمہ کر

سیر آنجا با دلِ آگاہ کُن
باخبر دل سے اُس جگہ کی سیر کر

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! اس بات کی انتہا نہیں ہے

قصۂ درویش را بشنو تو نیز
تو درویش کے قصہ کو بھی سُن لے

قصۂ دوشیدن گاؤ تاز اردہاز
بغیر بیاہی ہوئی گائے کا آنا ناش اللہ
راہ امتحان و سوء اعتقاد
برامتحانی کی وجہ سے راہ نے کا قصہ

---

[1] چوں امر کُن یعنی ی النفور۔ کہتے ہیں یعنی یہ سمجھا کہ میرے انکار سے اُن کی دل شکنی ہوگی۔ [2] زہر م۔ انکھا مار پر کہنا نا نفس کو تشبیہ دی اور ہر خارہ وہ زہر کو قطع کرتا ہے۔ ساز ہمہ۔ یعنی تم سب میں ہے جس بحری کو چاہو۔ ماش ہر۔ یعنی دنیوی جانوں سے دامن بچالے۔ دو کام دونوں پائدہ۔ [3] گر تو۔ اگر جسم پر کپڑے ہوتے ہیں تو کانٹوں میں اُلجھتے ہیں اسی طرح عائق دنیا راہ سلوک سے مانع ہوتے ہیں۔ تیشہ۔ جھاڑی راہ کی کاٹ ہوتی ہے تیشہ کلہاڑا سنگ۔ روکاوٹ۔ خارہ پتھر کی ایک قسم ہے جو بہت سخت ہوتی ہے۔ [4] تیشہ۔ راہ سلوک کا کلہاڑا غیر اللہ کی نفی ہے۔ قصہ ماش بر استقار چرواہے نے اُس درویش کی کرامت کو آزمانے کے لئے ایک ایسی گائے نشب کی بر کبھی گیا بھی نہ ہوئی تھی۔

زاں شبانے خاست یک ولیدہ مرد
اللہ والوں میں سے ایک نو اٹھا ہوا انسان

رفت سوئے گاؤ بکرے قصد کرد
گائے کی جانب پلائے بیاہی کا ارادہ کیا

تا بگیرد امتحان آں فقیر
تاکہ اس درویش کو آزمائے

کش ز پستانِ توکل ہست شیر
جس کیلئے توکل کے پستان سے دودھ ہے

زد بہ پستانش چو دستِ امتحاں
جب اس کے تھن پر آزمائش کے لئے ہاتھ مارا

جوئے شیرے نے اندر دش شد رواں
دودھ کی نہر اس میں سے جاری ہو گئی

عاجزانہ پیشِ درویش آمدند
وہ نیازمندی سے درویش کے سامنے آئے

وز عقیدت سر بہ پایش اُو زدند
اور عقیدت سے اس کے پاؤں پر سر رکھ دیئے

شیر آور دند و صوفی نوش کرد
وہ دودھ لائے اور صوفی نے پیا

باز سوئے آں جرار[1] رُو بش کرد
پھر اس جرا کی جانب رو پھر گیا

جوق چوپاناں بشہر اندر شدند
چرواہوں کا گروہ شہر میں چلا گیا

لیک نے ایں خرق آں ہمہ معجب بدند
لیکن اس کرامت پر سب متعجب تھے

چند روزے زیں نمط بر می گذشت
چند دن اسی طریقہ پر گزرتے رہے

آمدندے راعیاں بر غار و دشت
چرواہے غار اور جنگل میں آجاتے

رفتہ رفتہ در میانِ شہر ہم
آہستہ آہستہ شہر میں بھی

یافت شہرہ قصۂ شیر و نعم
دودھ اور جانوروں کے قصہ نے شہرت پکڑلی

بر زبانِ خلق اُفتاد ایں سخن
یہ بات لوگوں کی زبان پر آگئی

تا بگوشِ شہ رسید از شاخ و بُن[2]
مٹی کی شاخ اور جڑ کے ذریعہ بادشاہ کے کان میں

گفت شہ اُو را زیارت کردنیست
شاہ نے کہا وہ زیارت کرنے کے قابل ہے

در جہاں دیگر بہ از وے مردنیست
دنیا میں اس سے بہتر کوئی انسان نہیں ہے

نزد درویش آمد و تشویش داد
وہ درویش کے پاس آیا اور پریشان کیا

صحبتِ میر و وزیر آمد فساد
امیر اور وزیر کی صحبت فساد ہے

مرد باید کز سلاطیں وا رہد
انسان کو چاہیئے کہ بادشاہوں سے جدا رہے

وز امیراں ہمچو تیراں بر جہد
سرداروں سے تیروں کی طرح کود جائے

باعثِ تشویشِ وقت اند ایں گروہ
یہ گروہ وقت کی پریشانی کا باعث ہے

گشت شیطاں ہم ز مکرِ شاں ستوہ
شیطان بھی اُن کے مکر سے عاجز ہے

کبر و نخوت ہا بخاطر پرورند
انھوں نے دل میں تکبر اور نخوتیں پالی ہیں

ہر دمے چوں گرگ میشے بردرند
ہر وقت نیزے کی طرح بھیڑ کو پھاڑتے ہیں

پیشِ سلطان و امیراں پس مرد
پس بادشاہ اور سرداروں کے سامنے نہ جا

تا کے باشی رعونت را گرو
تو تکبر کا کب تک گرویدہ رہے گا؟

صحبتِ شاں کبر و غفلت آورد
ان کی صحبت تکبر اور غفلت پیدا کرتی ہے

واں قباہای قناعت بر درد[3]
اور قناعت کی قباؤں کو چاک کر دیتی ہے

زیں جہت فرمود سلطانِ زماں
سلطانِ دوراں نے اسی لئے فرمایا ہے

سیدِ عالم نبی مُذِ دمکاں
عالم کے سردار رُکنے والے نبی نے

عالماں ہستند امینِ دینِ حق
علماء دینِ حق کے امین ہیں

با امیراں گر نباشند ہم طبق
اگر وہ حاکموں کے ہم پیالہ نہ ہوں

خائنوہم پس بصوصِ دیں شدند
وہ اُن سے گھلے ملے تو دین کے لٹیرے ہیں

فاحذروہم در حقِ ایشاں زدند
پس اُن سے بچو اُن کے بارے میں فرمایا ہے

چونکہ سلطاں بعدِ عجز و لابہ
جب شاہ نے عاجزی اور خوشامد کے بعد

یافت رہ چوں قند در دوشابہ
راستہ پالیا جیسے کہ شکر انگور کے شیرے میں

پیشِ درویش آمدن آغاز کرد
فقیر کے پاس آنا شروع کر دیا

مکر دیگر از سرِ نو ساز کرد
از سرِ نو ایک مکر تیار کیا

---

[1] جرا۔ یعنی وہ غار جس میں وہ درویش معتکف تھا۔ خرکی۔ پھر ثانیاً یعنی وہ معجزہ یا کرامت جو عام حالت کے خلاف ظہور پذیر ہو۔ نعم پہ چوپائے۔
[2] شاخ۔ یعنی وہ لوگ جنھوں نے وہ کرامت چرواہوں سے سُنی۔ [3] بن۔ یعنی چرواہے جنھوں نے وہ کرامت خود دیکھی تھی۔ تشویش کرد۔ یعنی اُس درویش کی صحبت خاطر کو پراگندہ کیا۔ تیراں۔ یعنی راست باز لوگ۔ ستوہ۔ عاجز۔ میش۔ بھیڑ۔ یعنی غریب لوگ۔ رعونت۔ تکبر۔ [3] قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ عالماں۔ جو علماء اُمراء کی صحبت سے گریز کرتے ہیں وہ دین کے امانت دار ہیں اور جو اُن کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہیں وہ دین کے رہزن ہیں۔
مآب۔ خوشامد۔ دوشاب۔ انگور کا شیرہ۔

گفت با دستور خود کاے پُر خرد
اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ اے عقلمند!

گر بشہر خود بریمش خوش بُود
اگر ہم اسے اپنے شہر لے جائیں تو اچھا ہوگا

باعثِ برکاتِ[1] رحمانی ویست
وہ خدائی برکتوں کا سبب ہے

سایۂ سِدرات ربانی ویست
وہ خدائی سدرۃ المنتہیٰ کا سایہ ہے

اینچنیں مردے بشہر ما نشیں
ایسا انسان ہمارے شہر میں

زیبِ شاہی ہست و فرِ چتر دیں
بادشاہی کی رونق اور دین کے چتر کی شان کی شوکت ہے

اَلغرض آمد وزیرِ حیلہ جُو
الغرض، بہانہ باز وزیر آیا

کرد با صوفی ازیں رُو گفت گو
صوفی سے اسی طرح کی بات کی

مردِ درویش از ہمہ آزادہ بُود
درویش مرد سب سے آزاد تھا

گفت ما را در خلش رفتن چہ سُود
کہا ہمیں خلش میں جانے سے کیا فائدہ!

میلِ طبعم سوئے ویرانہ بئے ست
میرا ویرانہ کی جانب بہت میلان ہے

طالبِ آرامِ خود را ہر کسے ست
ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے

طالبِ آرامِ نفسِ خود نیم
میں اپنے نفس کے آرام کا طالب نہیں ہوں

طالبِ آرامِ جاں رُوحانیم
میں روحانی جان کے آرام کا طالب ہوں

در حقِ مَن مصلحت عُزلت نمُود
میرے بارے میں تنہائی مناسب نظر آتی ہے

درمیانِ گاؤ و خر ماندن چہ سُود
گاؤ و خر کے درمیان رہنے سے کیا فائدہ؟

گفت پیغمبر سلامت وحدت ست
پیغمبر نے فرمایا تنہائی سلامتی ہے

آفتِ جانِ مہاں ایں کثرت ست
بڑوں کی جان کی آفت یہ کثرت ہے

گفت اگر بگزیدے عُزلت را رسولؐ
اس نے کہا اگر رسولؐ تنہائی اختیار فرماتے

کے رسیدے دیں بفرعان از اصول[2]
کے رسیدے دیں بفرعان از اصول[2]

دین اصول سے فروع تک کب پہنچتا؟

اولیا زیں گونہ گر گشتے وحید
اولیاء اگر اس طرح سے اکیلے ہوتے

راہِ حق با اہلِ عالم چوں رسید
دنیا والوں کو حق کا راستہ کیسے پہنچتا!

سُنّتِ پیغمبراں دعوت بُوَد
پیغمبروں کی سنت دعوت دینا ہے

آں ولی ہم بر طریقِ اُو رَود
وہ ولی بھی انہی کے راستہ پر چلتا ہے

گفت پیغمبر کہ ھَدیٰ اللہ بِکَ
پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تیرے ذریعہ ہدایت دیدے

خَیرٌ لَّکَ مِن حُمرِ النَّعَمِ اِن کَانَ لَکَ
تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اگر تجھ کو ملے

گفت درویش ایں ہمہ حق ست و لیک
درویش نے کہا یہ سب درست ہے، لیکن

ہر کہ بیمار ست گو پرہیز نیک[3]
جو بیمار ہے کہدے پرہیز اچھا ہے

ورنہ پرہیزی زجاں دستے بشو
ورنہ پرہیز نہیں کرتا تو جان سے ہاتھ دھوئے

رنج زائد گشت و صحت شد فرُو
بیماری بڑھی اور صحت گھٹی

وانکہ صحت یافت مُطلق از مَرض
اور جس نے مریض سے پوری صحت پالی

بادوا و جملہ اُو را چہ غرض
دوا اور پرہیز سے اسے کیا غرض؟

انبیا و اولیاے راستاں
انبیاء اور سچے ولی

رستہ اند از رنجِ مُطلق اے فلاں
اے فلاں! بیماری سے بالکل نکل گئے ہیں

لیک در مَن شمّہ بیماری ست
لیکن مجھ میں کچھ بیماری ہے

زیں سبب از جملہ اُم ناچاری ست
اس لئے میرے لئے پرہیز ضروری ہے

باز فرمود آں وزیرِ نیک خُو
اس نیک مزاج وزیر نے پھر کہا

کیں ہمہ از ہضمِ نفسِ خود مگُو
آپ سب اپنی کبر نفس سے نہ فرمایئے

ترکِ دنیا دادی و خود نامدی
آپ نے دنیا چھوڑی اور خود (دنیا کی جانب) نہیں آئے

ما بہ پیشت آمدیم از عاملدی
ہم قصداً آپ کے پاس آئے ہیں

نفسِ پاکت جانِ ما روشن نمُود
آپ کے پاک نفس نے ہماری روح کو روشن کر دیا

آفتابے گشت گرچہ تیرہ بُود
اگرچہ وہ مکدر تھی سورج بن گئی

---

[1] برکات۔ برکات میں ہمارا سکون شرعی ضرورت سے ہے۔ سدرات۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک بیری کا درخت ہے جو حضرت جبرئیلؑ کے عروج کی سرحد ہے شہر کو نفیس بنانے کے تحت۔ چتر چھتری پھر طالب۔ ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے بیری روح کو بھی تکلیف دیتی ہے رام فائدہ۔ غرض۔ گونہ نشینی۔ گاؤ و خر کے درمیان رہنے والا۔ وحید۔ اکیلا۔ اگر آنحضورؐ گوشہ نشینی اختیار کر لیتے تو صحابہؓ میں گوشہ نشین بنتے اور دین کی اشاعت نہ ہوتی۔ ازماں یعنی تابعین۔ [2] اصول۔ یعنی صحابہؓ۔ کثرت۔ یعنی مخلوق کی کثرت اور مجمع دعوت یعنی دین کیطرف بلانا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اگر تیرے ذریعہ کسی ایک کو ہدایت دیدے تو تیرے لئے دنیا کی دولتوں سے بہتر ہے۔ حمر النعم سرخ اونٹ یہ عرب کے بہت قیمتی مال تھا۔ [3] ہر کہ بیمار۔ ہر چیز کا کھانا صحت کیلئے درست ہے بیمار کیلئے پرہیز ضروری ہے مجھ میں بھی باطنی بیماری موجود ہے لہٰذا مجھے پرہیز بہتر ہے۔ وحید۔ پرہیز۔ ناچاری۔ نبی اور ولی پورے صحت مند ہیں انکو کوئی چیز مضر نہیں ہر کیس مرہ یعنی اپنے مریض ہونے کی بات۔ ترک۔ آپنے دنیا کو چھوڑ دیا۔

در حضورت[1] از ہوا و از ہوس
آپ کی موجودگی میں ہوا اور ہوس

می نماند در دلِ کس ہیچ خس
کسی کے دل میں تنکے کی برابر نہیں رہتی

چونکہ خیر الناس من ینفع شدست
چونکہ لوگوں میں بہتر ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے آیا ہے

تو بدیں حبل المتین آویزدست
آپ اس مضبوط رسی کو پکڑ لیں

غافلاں از فیض تو ذاکر شوند
آپ کے فیض سے غافل ذاکر بن جائیں گے

واں کفوران نعم شاکر شوند
اور وہ نعمتوں کے ناشکرے شکر گزار بن جائیں گے

گفت صوفی چاہ بر تشنہ نرفت
صوفی نے کہا، کنواں پیاسے کے پاس نہیں گیا

تشنہ را باید کہ آید جست و تفت
پیاسے کو چاہیئے کہ جست اور جلد آئے

در دلِ ہر کس کہ میل و رغبت ست
جس شخص کے دل میں میلان اور رغبت ہو

گو بیا کایں گوی و ایں میدان ماست
کہ آجا یہ گیند اور یہ میدان ہمارا ہے

مدتے بگذشت تا عرض قبول
ایک زمانہ گذر گیا کہ اس کی گزارش قبول

می نکرد آں صوفی عین الوصول
نہ کرتا تھا وہ صوفی وصول (الی اللہ) کا چشمہ

آخرش چوں دید ابرام وزیر
بالآخر جب اس نے وزیر کا اصرار دیکھا

کرد در دل حیلہ آں مردِ بصیر
اس مردِ بصیر نے دل میں ایک تدبیر کی

گفت خوب امروز بہر فرخ تو
کہا اچھا آج تیری خوشی کی خاطر

شوئی قصر شاہ گردم راہ جو
راستہ تلاش کرتا ہوا شاہ کے قلعہ کی جانب جاؤں گا

بعد ازاں ہر چہ صلاح وقت ہست
اس کے بعد جو بھی وقت کے مناسب ہوگا

حسبِ حال در عمل آورد ون ست
حسبِ حال عمل میں لاتا ہے

رفت آں درویش ہمراہِ وزیر
وہ درویش وزیر کے ساتھ چل دیا

سوئی دولت خانۂ شاہِ کبیر
سلطانِ معظم کے دولت خانہ کی جانب

چوں ز دور ش دید شہ از جا بجست
جب بادشاہ نے اسکو دور سے دیکھا کھڑا ہو گیا

بہرِ استقبال ایستاد او جوست
وہ بجلی کی طرح استقبال کیلئے کھڑا ہو گیا

بہرِ استخلاصِ خود آں پیرِ مرد
اس پیر مرد نے اپنے چھٹکارے کے لئے

سنگہا بر تافتن آغاز کرد
پتھر پھینکنے شروع کر دیئے

بے محابا زد بسلطاں آنچناں
بادشاہ کو بے تکلف اس طرح مارے

کو فراری گشت زاں سنگ گراں
کہ وہ اس بھاری پتھر سے فرار کر بھاگ گیا

رفت زاں صفہ بروں بگریخت تفت
وہ اس سائبان کے نیچے سے باہر نکل گیا جلد بھاگا

تا رہد زاں سنگہائے کنگ و رفت
تاکہ اس موٹے بھاری پتھروں سے بچ جائے

مرد درویش از ہنر مستانہ وار
درویش مرد نے ہنر مندی سے دیوانہ وار

سنگ پرتابید از یک تا ہزار
ایک سے ہزار تک پتھر پھینکے[2]

میزد او کشکنجر و صد منجنیق[3]
وہ گولہ اور سینکڑوں کوہن پھینکتا تھا

سوئی آں شاہِ وفادارِ عشیق
اس وفادار عاشق شاہ کی جانب

کہ بدیں حیلہ خلاصِ من شود
کہ اس تدبیر سے میری خلاصی ہو جائے

خواندم دیوانہ ترکِ من دہد
مجھے دیوانہ کہہ دے، مجھے چھوڑ دے

شاہ چوں بیروں بر آمد زاں مکاں
بادشاہ جب اس مکان سے باہر نکلا

حیلۂ دیگر بیامد ز آسماں
آسمان سے دوسری تدبیر ہو گئی

سقفِ آں خانہ فتاد از بیخ و بن
بنیاد سے اس گھر کی چھت گر گئی

جزکہ نامے نہ ازاں سور کہن
اس پرانی دیوار کے نام کے سوا کچھ نہ رہا

شاہ دانست ایں ہمہ از لطف کیست
شاہ نے سمجھا یہ سب مہربانی تھی

در شکست او ہزاراں ہست سود
اس کے گر جانے میں ہزاروں فائدے ہیں

او خلاصی جست و شد زیں خیر جست
اس نے بھاگنا چاہا اور خیر سے ہو گئی

ایں چنیں حکم قضا بود از نخست
قضاء (خداوندی) کا پہلے ہی سے یہ فیصلہ تھا

---

[1] در حضورت۔ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر دوسروں کے امراض زائل ہوتے ہیں تو آپ کے اندر مرض کہاں ہے جبل المتین مضبوط رسی یعنی آنحضورؐ کا یہ ارشاد ہے کہ بہتر وہ انسان ہے جو انسانوں کو فائدہ پہنچائے۔ گفت صوفی۔ درویش نے کہا پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے کنواں پیاسے کے پاس نہیں آتا۔

[2] عین الوصول یعنی وہ درویش وصول الی اللہ کا چشمہ تھا۔ ابرام۔ مجبور کر دینا۔ تبہر استخلاص۔ اس درویش نے اپنے چھٹکارے کیلئے پتھر مارنے شروع کر دیئے تاکہ اس کو دیوانہ سمجھ کر ہی چھوڑ دیں۔ برتافتن۔ برانداختن۔ [3] سائبان والا چبوترہ۔ کنگ۔ قوی ہیکل۔ کشکنجر۔ کلہ شکاف گولہ۔ [3] منجنیق غلاف۔ گوپھن۔ حیلۂ دیگر۔ دوسری تدبیر جس کا بیان آئندہ اشعار میں آئے۔ شاہ دانست۔ بادشاہ نے یہ سمجھا کہ درویش کو چھت کے گرنے سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ یہ مکان گرنے والا ہے لہٰذا پتھر مار کر مجھے اس میں پھنسایا ہے۔ آہ اس حرکت کے بعد درویش نے بھاگنا چاہا تو صفائے کی کنڈی نہ کھلی اور وہ بھاگ سکا۔

آمد واز صدق دریا پیش فتاد
آیا اور سچائی سے اس کے پاؤں پر گر گیا

کہ نہاں زیر تو صد لطف و داد
کہ آپ کے علم میں سیکڑوں مہربانیاں اور عطائیں

خضر کشتی را شکستے مے دہد
خضر کشتی کو توڑتے ہیں

وز شکستش کشتی از ظالم رہد
اس کے توڑنے سے کشتی ظالم سے بچ جاتی ہے

تو مرا چوں خضر بر ساحل کشی
تو مجھے خضر کی طرح کنارے پر کھینچتا ہے

از ہزاراں در طرف قاتل کشی
ہزاروں قاتل گروہوں سے کھینچتا ہے

گفت صوفی ایں ہمہ حکم خداست
صوفی نے کہا یہ سب خدا کا حکم ہے

رفت چوں حکم خدا چارہ کجاست
جب خدا کا حکم ہو گیا تدبیر کہاں ہے؟

بر مشیتہائے او باید تنید
اس کی مشیتوں پر چلنا چاہیے

چند روزے زہر ہم باید چشید
چند دن زہر بھی چکھنا چاہیے

لاجرم گفتِ شہنشہ را شنید
اس نے لامحالہ بادشاہ کی بات مان لی

پا ز غار چوں خرابیروں کشید
خرابیے نے قدم باہر نکال لیا

شاہ قصر و خانقاہے خوب ساخت
بادشاہ نے عمدہ محل اور ایک خانقاہ بنادی

وز درو گنج و گہر بسیار نواخت
اور بے شمار صوفی اور خزانہ اور جواہر سے نوازا

کرد صوفی را مکین آں مکاں
صوفی کو اس مکان کا مکین بنا دیا

ہمچو مہ در خرمنِ ہالہ چناں
چاند کی طرح ہالے کے خرمن میں بیٹھنے والا

آں فقیر پاک جان و راستباز
وہ پاک جان اور راستباز فقیر

شد بظاہر در جوارِ عز و ناز
بظاہر عزت اور ناز کی پناہ میں آگیا

لیک پنہاں از ہمہ در حجرہ
لیکن ایک حجرے میں سب سے چھپ کر

زاں کہ جوپیشش کشیدے سفرہ
اس لئے کہ دسترخوان اپنے سامنے بچھاتا

پوستین و دلق را کردے ببر
پوستین اور گدڑی کو پہنتا

در جہادِ نفس بودے مستمر
نفس کے جہاد میں لگا رہتا

چوں ایاز آں چارق و آں پوستیں
ایاز کی طرح وہ چیتھڑا اور وہ پوستین

در مقفل حجرہ چوں گنج دفیں
مقفل حجرہ میں مدفون خزانہ کی طرح تھے

عشق با آں پوستیں خوش ساختے
اس پوستین کے ساتھ اچھا عشق رکھتا

خویش را بر فقر محکم ساختے
اپنے آپ کو فقر پر مضبوط بناتا

ہیچ زیں دولت نبودش حاصلے
اس دولت سے اس کو کچھ حاصل نہ تھا

غیر ایثارِ فقیرے فاضلے
فاضل فقیر پر ایثار کرنے کے علاوہ

گرچہ دنیا ہست ملعونِ ازل
اگرچہ دنیا ازلی ملعون ہے

لیک دارد المحمد شد بیت العمل
لیکن الحمد عمل کا گھر ہے

مالِ نیا گرچہ زہر آگندہ ہست
دنیا کا مال اگرچہ زہر بھرا ہے

چوں بمصرف میدہی فرخندہ ہست
اگر تو مصرف میں خرچ کرے مبارک ہے

گر کنی رادی شہِ اسکندری
اگر تو مقابلہ کرے تو اسکندر بادشاہ ہے

ورنہ بر جیفہ سگِ بلغندری
ورنہ تو مردار پر جھپٹنے والا کتا ہے

مالِ دنیا را بقائے گرچہ نیست
دنیا کے مال کیلئے اگرچہ بقا نہیں ہے

بہر صیدِ مرغِ عقبیٰ خوش فنیست
آخرت کے پرند کے شکار کیلئے بہترین ترکیب ہے

ابتلا و امتحانِ ایزدی
خدائی آزمائش اور امتحان نے

داد شیطاں را زر و سیم رَدی
شیطان کو بُرا سونا اور چاندی دے دیا

بودنِ دنیا بدانا خوشتر ست
عقلمند کے پاس دنیا کا ہونا اچھا ہے

زانکہ جاہل را خود او سم و زہر ست
کیونکہ وہ جاہل کیلئے خود زہر اور نقصان ہے

ہر کہ افسوں داند از مارش چہ ضر
جو شخص منتر جانتا ہے اسکو سانپ سے کیا نقصان؟

مار او را یار باشد بے خطر
سانپ اس کے لئے بے خطر دوست ہوگا

---

۵۱ خضر: حضرت خضر نے کشتی توڑ کر بظاہر نقصان کیا لیکن اس میں کشتی کا بچاؤ پوشیدہ تھا۔ گفت: جب صوفی کی یہ تدبیر بھی الٹی پڑی تو دل میں سوچا کہ یہی خدا کا حکم ہے کہ میں اس بادشاہ کے ساتھ رہنا شروع کر دوں۔ زہر بینی: بادشاہ کی صحبت۔ ہالہ: خرمن ماہ، چاند کے گرد روشنی کا دائرہ جو کبھی نمایاں ہوتا ہے۔ سم: سُم، ہر وہ کھانا جو پیا جا سکے جیسے شربت بادیا۔ سفرہ: دسترخوان۔ ۵۲ چوں ایاز: ایاز نے اپنے فرض کے وقت میں بھی اپنی فقر کے چیتھڑے اور پوستین کو مقفل کر رکھا تھا اور اس کو عبرت کیلئے دیکھا کرتا تھا یعنی اپنی دولت سے فقر کو فائدہ پہنچاتا تھا۔ لیک: اگر انسان دنیا کو دار العمل بنائے تو وہ دار المحمد ہے فرخندہ مبارک۔ ۵۳ مار او را یار باشد: جو انمردی، سخاوت۔ رقیبہ: مُردار۔ بلغندر: چیتھڑے جھگڑنے والا۔ ابتلاء: اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسانوں کی آزمائش کیلئے یہ تصرف دیدیا ہے کہ وہ چاندی سونے سے جو نفس الامر میں بیکار چیز ہے انسان کو پھنسا دیتا ہے۔

وَر ندانی تو فسوں گردش مگرد
اور اگر تو منتر نہیں جانتا اس کے گرد نہ گھوم

تا نہ بازی جانِ خود را اے نبرد
تاکہ خیر جتنے کے اپنی جان نہ ہار دے

در بیانِ معنی آں حدیث کہ اَلدُّنیا مَزرَعَۃُ الآخِرَۃِ و تفصیلِ آں
اس حدیث کے معنی کا بیان کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے اور اس کی تفصیل

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ
اس لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا

مَزرَعَۃُ الآخرت ہست ایں سَرا
یہ سرائے آخرت کا کھیت ہے

گر ز دستت میشود تخمے بکار
اگر تیرے ہاتھ سے ہو سکے تو بیج بو

تا برآری خرمنے روزِ شمار
تاکہ حساب کے دن تو کھلیان اٹھائے

ورنہ کاری مُفلسی یومَ التَّناد
اور اگر تو نہ بوئے تو قیامت کے دن مفلسی ہے

گشتۂ مغبون و خاسر بے مُراد
تو ٹوٹے میں بے مقصد اور نقصان اٹھانے والا ہوگا

تخم را میکارو آبے ہم بپاش
بیج بو اور پانی بھی چھڑک

تا بری یومُ الحَصاد از غلّہ پاش
تاکہ کاٹنے کے دن تو اس کی پیداوار اٹھائے

ورنمی کاری چہ برداری ازُو
اور اگر تو نہ بوئیگا تو اس سے کیا اٹھائیگا؟

روزِ محشر اے عُمَل ولے عُتو
محشر کے دن اے عمل گار اور اے سرکش!

تیغ مَن یَعمَل بقرآں خواندۂ
تو نے کبھی "من یعمل" قرآن میں پڑھا ہے

ایں چنیں کاہل چرا وا ماندۂ
تو ایسا کاہل کیوں پڑا ہے!

ہست حکمِ پاک اُو شَرًّا یَرَہٗ
اس کا پاک حکم "شرًّا یرہٗ" ہے

باز بہرِ صالحاں خَیرًا یَرَہٗ
پھر نیکوں کے لئے "خیرًا یرہٗ" ہے

در نباشی آب داں خشک و شُد
اور اگر تو پانی نہ چھڑکے گا بیج سوکھ جائیگا

واں ہمہ رنج و تعب خود لغو و بُد
وہ سب تکلیف اور محنت لغو تھی

آب دہ از چشمۂ چشم اے جواں
اے جوان! آنکھ کے چشمے سے پانی دے

تا شود حرثِ تو سبز و کامراں
تاکہ تیری کھیتی سبز اور کامیاب ہو

ہم زدُزدے اے جانِ من غافل مباش
اے میری جان! چور سے بھی غافل نہ رہ

تا نبُرّد خام را آں بدقماش
تاکہ وہ بدفطرت کچی نہ کاٹ لے

دُزدِ پنہاں از نظرہائے عوام
چور عوام کی نگاہ سے چھپا ہوا

میدود در فکرِ زرعت صبح و شام
تیری کھیتی کی فکر میں صبح و شام دوڑتا رہتا ہے

پس ہمہ شب کُن حراست یار و پاس
پس تمام رات حفاظت کر خیال رکھ

تا نہ مُتّصِل کند دُزدش نواس
تاکہ چور اس کو درانتی سے نہ اکھاڑ لے

گر دمے غافل شوی از یاس اُو
اگر تو اس کی حفاظت سے تھوڑی دیر کیلئے غافل ہوگا

مے نہد در کشت تو صد داس اُو
وہ تیری کھیتی میں سیکڑوں درانتیاں رکھ دیگا

کُستہ خرمن راز کشتت بُرد
تیرے روندے ہوئے کھلیان کو تیری کھیتی سے پہچانے

یک بیک اعضا چو کشتت بُرد
تیرے ایک ایک عضو کو مرغِ بسمل کی طرح کاٹ دیتا ہے

گر بغفلت خفتی و ریع تو رفت
اگر تو غفلت سے سو گیا اور تیری پیداوار چل گئی

یا بہ نسیاں شُد گناہے از تو زفت
یا بھولے سے تجھ سے کوئی بھاری گناہ ہو گیا

با خود آزُود و ندامت پیشہ کُن
جلد ہوش میں آجا اور ندامت اختیار کر

وز حسابِ روزِ حشر اندیشہ کُن
حشر کے دن کے حساب سے ڈر

گر تو غافل گردی اُو زرعت بُرد
اگر تو غافل بنا وہ تیری کھیتی کاٹ لے گا

بلکہ از تو آں کسے رابُرد
بلکہ تجھ سے وہ موتی لے جائے گا

کار با ہُشیاری و بیداری ست
معاملہ ہوشیاری اور بیداری کا ہے

ہر کہ غافل گشت میداں ناری ست
جو غافل بنا جان لے جہنمی ہے

پاسبانِ توبہ را بروے گمار
توبہ کا محافظ اسپر مقرر کر دے

تا بوقتِ خواب تو آید بکار
تاکہ تیری نیند کے وقت وہ تیرے کام آئے

۱؎ الدنیا: آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا دنیا آخرت کا کھیت ہے یعنی جو یہاں بوؤ گے وہاں کاٹو گے۔ یوم التناد۔ پکار کا دن، محشر۔ مغبون۔ ٹوٹے میں پڑا ہوا۔
۲؎ یوم الحصاد: کھیتی کے کاٹنے کا دن، محشر۔ من یعمل۔ قرآن میں ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہٗ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرًّا یرہٗ: جو شخص ذرہ برابر بھلائی کرے گا اس کو دیکھے گا اور جو شخص ذرہ برابر برائی کرے گا اس کو دیکھے گا۔ ۳؎ حرث: کھیتی۔ حراست: حفاظت۔ نسّتاصل: جڑ سے اکھاڑ ہوا۔ داس: درانتی۔ کُشتہ: کوفتہ۔ کشتاری: کھیت۔ کشتار: مرغِ بسمل۔ ریع: پیداوار۔ کبیرؒ: مرغ ذبیح یعنی ایمان، ناری: جہنمی۔

تو بخواب اُو خوش نگہبانی کُند
تو نیند میں ہے وہ اچھی نگہبانی کرتا ہے

ایں چنیں حارس[1] خدا ما را دہد
خدا ایسا نگہبان ہمیں عطا کردے

ایں سخن پایاں ندارد نیک مرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اے نیک مرد

سُوئے حالِ صوفی خود باز گرد
اپنے صوفی کے حال کی جانب واپس چل

رجوع بدستان درویش و وداع

درویش کی داستان کی طرف رجوع اور اس

شدن دنیا از اں مرد حقیقت اندیش

حقیقت اندیش مرد سے دنیا کا رخصت ہونا

مدتِ دہ سال ہم زیساں گذشت
دس سال اسی طریقہ سے گذرے

ہیچ صوفی از طریق خود نگشت
صوفی اپنے راستہ سے نہ ہٹا

بُود در سِر شہ چو اُو گشتے سوار
بادشاہ کی عادت تھی جب وہ سوار ہوتا

بہر نظمِ مُلک یا سُوئے شکار
سلطنت کے انتظام کے لئے یا شکار کی جانب

وقتِ رجعت سُوئے درویش آمدے
وہ واپسی کے وقت درویش کی جانب آتا

وقفہ کردے زائرِ آں مہ شدے
ٹھہرتا، اُس چاند کی زیارت کرنے والا بنتا

ہم بریں منوال بُودش کاروبار
اُس کا کاروبار اسی طریقہ پر تھا

بُود بر مہرِ فقیر اُو جاں نثار
وہ فقیر کی محبت پر جان چھڑکنے والا تھا

اُو ندریں اثنا شہ آں کاوزار
اور اس اثنار میں وہ کاروبار کا شاہ

داشت با پروردگارِ خود نیاز
اپنے پروردگار کے ساتھ نیازمندی رکھتا

ناگہاں آں زن کہ اوّل آمدش
اچانک وہ عورت جو اُسکے پاس پہلے آئی تھی

بار دیگر گشت پیدا از درش
اُس کے دروازے سے دوسری بار نمودار ہوئی

گفت صوفی ہے چہ آوردی بگو
صوفی نے کہا، ہائیں کیا لائی ہے بتا؟

چیست باز ایں سُو چرا کردی تو رُو
کیا ہے؟ تو نے پھر اس طرف رُخ کیوں کیا؟

گفت بہر رخصت تو آمدم
اس نے کہا آپ سے رخصت ہونے کیلئے آئی ہوں

اَلوَداع اے جاں کہ من رخصت شدم
الوداع اے جان! الوداع کہ میں رخصت ہوتی ہوں

گفت دُور اے بیوفا مکار زال
اُس نے کہا اے بیوفا مکار بڑھیا: دُور ہوجا

صد ہزاراں دام داری بہر چال
تو کنویں کے بیچ ہزاروں جال رکھتی ہے

تو فسونِ خود بہر کس بیدمی
تو ہر شخص پر اپنا منتر پھونکتی ہے

گشت چوں رام تو آخر می رمی
وہ جب تیرا فرمانبردار ہوگیا انجام کار تو بھاگ جاتی ہے

ہاں بر و کایں دلقِ من دیں پوستیں
ہاں چلی جا کیونکہ یہ میری گدڑی اور یہ پوستین

ہر دو موجود ست پیشِ من ببیں
دیکھ لے دونوں میرے سامنے موجود ہیں

من فریب از غدر تو کے خوردہ ام
تیری غداری سے میں نے فریب کب کھایا ہے؟

پے بضعفِ عہدت اوّل بُردہ ام
میں نے تیرے عہد کی کمزوری کا پہلے ہی پتہ لگا لیا تھا

زُود باش اے بے حیا زیں جا برُو
اے بے حیا! جلدی کر اس جگہ سے چل جا

تا بکے داری بافسونم گرُو
مجھے منتر میں کب تک پھنسائے گی؟

از نظر غائب شد آں فتانہ زن
وہ فتنہ میں مبتلا کرنیوالی عورت نظر سے غائب ہوگئی

در تفکر رفت صُوفی از فتن
فتنوں سے صوفی سوچ میں پڑ گیا

چوں رود ایں شورش بلغاکِ من
یہ میرے غرنا کی شورش کیسے جائے گی؟

چوں گسستہا کم شود زیں انجمن
اس محفل سے جمگھٹے کیسے جائیں گے؟

شیرج و کُنبہ جہاں گردد جدا
تیل اور کھل کیسے جدا ہوں گے؟

یرغ بر روئے جواں اُفتد چرا
جوان کے چہرے پر شکن کیوں پڑیگی؟

کز چہ زاید تا ہمہ دولت رَوَد
کس بات سے ہوگا کہ تمام دولت چلی جائیگی؟

آفتابِ عزّ من کاسف شود
میری عزت کا سورج گرہن میں ہوجائیگا

خواند لاحول و حق مشغول گشت
اُسنے لاحول پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے مشغول ہوگیا

کان امر اللہ چوں مفعول گشت
خدائی حکم تھا جبکہ واقع ہوا

---

[1] حارس: نگہبان۔ رجعت: واپسی۔ وقفہ: ٹھہراؤ۔ مہ: یعنی درویش۔ منوال: طریقہ۔ مہر: محبت۔ دندریں: اس وقفہ میں درویش اپنے مجاہدوں میں لگا رہتا۔ آں زن: یعنی دنیا جو عورت کی صورت میں آئی تھی۔ تتے: تجھے۔ چال: کنواں، گڑھا۔ کلام سے بدل لیا جاتا ہے۔ [2] در تفکر: جب دنیا نے الوداع کہا تو درویش سوچنے لگا کہ یہ دنیا مجھ سے کیسے جدا ہوگی میرے چاروں طرف کا مجمع کیسے غائب ہوجائیگا میں اور بادشاہ جو تیل اور کھل ہیں کیسے ایک دوسرے سے جدا ہونگے بادشاہ کے چہرے پر شکن کیسے آئیگی فتنہ: فتنہ میں مبتلا کرنیوالی عورت۔ غرنا: گشن۔ بوزن جبین۔ بساری: انبوہی۔ شیرج: تل کا تیل۔ کنبہ: کھل۔ یرغ: شکن۔ جہان: یعنی بادشاہ۔ [3] کز چہ: یہ کس بات سے ہوگا کہ دنیا مجھ سے بھاگ جائیگی اور میری دولت نہ رہیگی اور میری عزت کا چاند گرہن ہوگا خواند: اس تفکر پر اُس نے لاحول پڑھی یا خدا میں لگ گیا۔ کان امر اللہ: لیکن اس درویش سے دنیا کا چلا جانا خدائی حکم تھا جو ہو کر رہا۔

چوں قضا آید شود بر عکس کار
جب قضا آتی ہے، کام گڑبڑ ہو جاتا ہے

جملہ تدبیرات باطل گشت و زار
تمام تدبیریں باطل اور کمزور ہو جاتی ہیں

حق چو میخواہد کہ کارے را کند
جب خدا چاہتا ہے کہ کوئی کام کرے

سلسلہ اسباب را بجنبش دہد
اسباب کے سلسلہ کو حرکت دیدیتا ہے

از قضا در صبح آں روزِ سعید
تقدیر سے اُس اچھے دن صبح کو

شاہ سوئے کوہ شد بہر مصید
بادشاہ شکار کے لئے پہاڑ کی جانب گیا

محنتے بسیار کرد و رنج برد
بڑی محنت کی اور تکلیف برداشت کی

ہیچ با صیدے در آنجا دا نخورد
کوئی شکار اُس جگہ نہ ملا

تعب بیحدے چشید و رنجِ سخت
بیحد تھکن اور سخت تکلیف پہنچی

شد زتاب مہر جانش لخت لخت
سورج کی گرمی سے اُس کی جان ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگی

در آیاب آں شاہ بر رسمِ قدیم
وہ شاہ قدیم عادت کے مطابق واپسی میں

قاصدِ درویش شد اُو زاں رحیم
اس پہاڑ سے درویش کا قصد کرنیوالا بن گیا

آمد بر پایِ صوفی اُو فتاد
آیا صوفی کے پاؤں پر گر گیا

بوسہا زد بر دو پایش زاعتقاد
اعتقاد سے اُس کے دونوں پاؤں چومے

وقتِ گرما بود و تاباں آفتاب
گرمی کا وقت تھا اور سورج چمک رہا تھا

اندکے آسود شہ زاں حرِ تاب
اُس گرمی اور تپش کیوجہ شاہ نے تھوڑا سا آرام کیا

تکیہ بر دیوار زد خوابش ببُرد
دیوار کا سہارا لیا، اُس کو نیند آگئی

سُوئے سایہ ہر کسے رہ می بُرد
سایہ کی جانب ہر شخص راستہ اختیار کرتا ہے

شاہ تنہا ماند و آں صوفی صاف
شاہ اور صوفی صاف تنہا رہ گئے

از میانِ شاہ خنجر خوش غلاف
شاہ کی کمر سے عمدہ غلاف کا خنجر

در تقلبہا فتادش بر شکم
کروٹیں لینے میں اُس کے پیٹ پر گر گیا

مُرد درویش از رہِ لطف و کرم
درویش مرد نے لطف و کرم کے طریقہ پر

خواست کاں را از شکم بیرون کند
چاہا کہ اس کو اس کے پیٹ سے باہر نکال دے

جائے دیگر دُور تر از وے نہد
دوسری جگہ اس سے دُور رکھ دے

چشمِ شہ یکبارگی بیدار شد
شاہ کی آنکھ اچانک کھل گئی

دید چوں خنجر برہنہ زار شد
جب کھلا ہوا خنجر دیکھا عاجز رہ گیا

زُود بر جست و بقصرِ خویش رفت
فوراً اٹھا اور اپنے قلعہ میں چلا گیا

لیک جانش از غضب سوئے زباں دوید
لیکن غصہ سے اس کی جان نکل کر منہ کی طرف آئی

گفت زُود آریدِ آں دستور را
حکم دیا فوراً وزیر کو لاؤ

تا برانداز د سرِ ایں بے نور را
تاکہ وہ اس بے نور کا سر اُتار دے

من چہ خوبیہا بجایش کردہ ام
میں نے اُس کے ساتھ کس قدر بھلائیاں کی ہیں

بارہا سر را بپایش کردہ ام
بارہا اُس کے قدم پر سر رکھا ہے

پس سزایِ نیکوئی زینساں بود
تو بھلائی کا بدلہ ایسا ہوتا ہے؟

کز برایِ کشتنم خنجر کشد
کہ میرے قتل کرنے کو خنجر سونتے

شُد وزیر آگاہ و استغفار کرد
وزیر آگاہ ہوا اور معافی چاہی

در شفاعت پیشِ شہ اصرار کرد
شاہ کے سامنے سفارش میں اصرار کیا

گفت بخشیدم بتو جانش خموش
کہا میں نے تیری بخشی اُسکی جان تو خاموش ہو جا

کُن بدر دے را بایک بینی دو گوش
اُس کو ایک ناک دو کان کے ساتھ نکال دے

ایں بُود صدق و وفایِ پُر دُول
دولتمندوں کی سچائی اور وفاداری یہ ہوتی ہے

کز پئے وہمے بعُدواں شُد بدل
کہ ایک وہم کی وجہ سے عداوت میں بدل گیا

دل مَنہ بر لُطفِ میران و وزیر
سرداروں اور وزیر کی مہربانی سے دل نہ لگا

دَر دمے خلد اند و در دیگر سعیر
گھڑی میں جنت میں اور گھڑی میں دوزخ میں

از یکے وہم آں تلطف کینہ شُد
ایک وہم سے وہ مہربانی کینہ ہو گئی

ہمچو کانوں در تلہّب سینہ شُد
پھلیں مارنے میں سینہ بھٹی بن گیا

می نہ بندی دل بآں سُلطاں چرا
تو اس شاہ کے ساتھ دل کیوں نہیں لگاتا؟

کو ہزاراں جُرم بخشد از عطا
جو بخشش سے ہزاروں خطائیں معاف کر دیتا ہے

جُرمہا دیدہ وظیفہ می دہد
خطائیں دیکھتے ہوئے روزی دیتا ہے

از چنیں جود و عطا کس چوں جہد
ایسی سخاوت اور عطا سے کوئی کیوں گریز کرے؟

لہ از قضا — زوال کے اسباب کا بیان ہے۔ بجنبش دہد — حرکت دیدیتا ہے۔ تاب — گرمی، تپش۔ آیاب — واپسی۔ رحیم — مہربان۔ خلا — تخلیہا — یعنی نیند میں کروٹیں بدلنے سے۔ زار — عاجز۔ دستور — وزیر۔ تا برانداز د — اُس کا سر قلم کر دے۔ ۵۲ کز — جس بدلہ نکال دے — یکسہ سینی — یعنی سب مال و دولت چھین کر پُر قتل — دولتوں کا مالک۔ خوفناں — معاملہ

ہر خطا کردی و با زار آمدی
تو نے جو خطا کی اور عاجزی سے آیا

از خواصِ خاصِ دربارش شدی
اس کے دربار کا خاص الخاص بن گیا

مالِ دنیا را وفا خود ایں بُود
فنا کے دل کی یہی دنیا داری ہوتی ہے

دل در و بستن ز نقصِ دیں بُود
اس سے دل وابستہ کرنا دین کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے

جاں ببُرد از مکرِ دنیا مردِ خوش
بھلا آدمی دنیا کے مکر سے جان بچا لے گیا

چوں نہ بست او دلہا ں مغرر کش
جو کہ اس نے اس فریب دہندہ کو کش کر دلوں کو نہ باندھا

گر فتادے اندرو گشتے ہلاک[1]
اگر اس میں مبتلا ہو جاتا، ہلاک ہو جاتا

ہمچو بلعم می شدے مسجونِ خاک
بلعم کی طرح مٹی کا قیدی بن جاتا

زیرِ تیغ بیدریغ شاہِ دُوں
کمینہ بادشاہ کی بے دریغ تلوار کے نیچے

بیشدے درویش بس زار و زبوں
درویش بہت عاجز اور مغلوب ہو جاتا

چونکہ حزم و احتیاطے کردہ بُود
چونکہ اس نے حزم اور احتیاط کی تھی

میل سُوئے مالہا ناوردہ بُود
مالوں کی جانب میلان نہ کیا تھا

جاں سلامت بُرد ازیں خداعہ او
وہ اس دھوکے باز سے جان بچا لے گیا

دل بزہرِ او مبندا اے یارِ تو
اے یار! تو بھی اس کی رونق سے دل وابستہ نہ کر

باز سُوئے داستانِ خود رَوم
میں پھر اپنی داستان کی جانب لوٹتا ہوں

وہ چرا از نصح تو غافل شوم
ہائے میں تیری نصیحت سے کیوں غافل ہوں

باز سُوئے داستاں من آمدم
میں پھر داستان کی جانب آگیا

وہ دریں دریا چہ دست و پا زدم
ہائے اس دریا میں میں نے کیسے ہاتھ پاؤں مارے

داں دوم کاہل شد از تطویلِ من
اور وہ دوسرا میرے طول دینے سے کاہل ہو گیا

کاہلاں[2] را کرد کاہل پیلِ من
کاہلوں کو میرے ہاتھی نے کاہل بنا دیا

بیان نمودن آں پسرِ دوم حالِ دوسرے لڑکے کا اپنی کاہلی کا حال قاضی کاہلی خود با قاضی سے بیان کرنا

دومی گفتا کہ بشنو حالِ من
دوسرے نے کہا کہ میرا حال سن

قرعۂ میراث زن در فالِ من
میری فال پر میراث کا قرعہ نکال دے

نصرت الداخل نگر در بیتِ مال
بیت مال میں نصرت الداخل پر غور کر

تا بیایم از پدر مال و منال
تاکہ میں باپ کی جانب سے مال و متاع حاصل کروں

گفت من تنبل ترم از تنبلاں
اس نے کہا میں تمام کاہلوں سے زیادہ کاہل ہوں

ہستم از کوہِ گراں ترہم گراں
میں بھاری پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری ہوں

گر فتد کوہے بجنبم از مکاں[3]
اگر پہاڑ بھی گرے میں جگہ سے نہ سرکوں

یا برد سیلاب مارا رائگاں
یا خواہ مخواہ مجھے سیلاب لے جائے

یا چو ابراہیم[4] گر آتش بُود
یا حضرت ابراہیم کی طرح اگر آگ ہو

می نتابم سر ازو ہم تا ابد
میں اس سے بھی کبھی سر نہ موڑوں گا

یا چو زکریا[5] شگافد آرہ
یا حضرت زکریا کی طرح اگر آرہ چیر دے

بر ندارم من سرِ خود ذرہ
میں ذرہ برابر اپنا سر نہ اٹھاؤں

یا چو اسمٰعیل[6] زیرِ خنجرے
یا حضرت اسمٰعیل کی طرح خنجر کے نیچے سے

بر ندارم من سرِ خود از مرے
جھگڑے میں اپنا سر نہ اٹھاؤں

گر بریزد بر تنم صد بار نیش
اگر تو بار بار میرے جسم پر نشتر گرائے

یا شود سر تا قدم از تیغ ریش
یا سر سے پاؤں تک تلوار سے زخمی ہو جائے

من ز تنبل بر نہ جنبانم دو دست
میں کاہلی سے دونوں ہاتھ نہ ہلاؤں

میرود گو بر سرِ من ہر چہ ہست
کہہ دے کہ جو کچھ بھی میرے سر پہ گزر جائے

گر بہ پرد سُوئے من صد تیر راست
اگر میری طرف سو تیر سیدھے آئیں

از کسالت برنگردم چپ و راست
میں کاہلی سے دائیں بائیں کروٹ نہ لوں

بر سرِ من آنچہ پسندی رَو است
تو جو میرے سر پر پسند کرے مناسب ہے

حکم حکم تست بندہ خود فناست
حکم تیرا ہی حکم ہے بندہ خود فنا ہے

---

[1] گر فتادے۔ اگر وہ درویش دنیا میں پھنس جاتا تو تباہ ہو جاتا، بلعم۔ یہ شخص بڑا عبادت گذار تھا لیکن آخر عمر میں برباد ہو گیا، مسجون قیدی، زبوں۔ عاجز، منکسر۔ دو کہ باز مکار، دوم پہلے لڑکے کی کاہلی کا بیان طویل ہو گیا تو دوسرا لڑکا میرے طویل بیان سے سنت ہو گیا۔ [2] کاہلاں یعنی اہل آخرت کی دنیا کے کاموں میں کاہلی کریں نے خوب بیان کر دیا یعنی بیان۔ گفتا۔ یعنی قاضی سے کہا۔ نصرت الداخل دل کی ایک قسم ہو جب وہ زائچہ کے دوسرے خانہ میں آتی ہو جس کو بیت المال کہتے ہیں تو وہ مال دولت کے حصول کا سبب بنتی ہے۔ منال سامان۔ [3] گر فتد۔ اگر پہاڑ بھی گرے یا دریا بہالے جائے تو بھی اپنی جگہ سے نہ ہلوں۔ سرے۔ جھگڑا۔ حکم حکم تست۔ یہ خدا تعالیٰ کو خطاب ہے۔

جملہ خواہشہا دراں خواہش گم ست
تمام خواہشیں اس خواہش میں گم ہیں

صلح و تدبیر و ہمہ چالش گم ست
صلح اور تدبیر اور پورا زور گم ہے

چوں جہادم حرکت و خواہش نماند
جب میرے جہاد میں حرکت اور خواہش نہیں رہی

تبلیتم دست از عالم فشاند
میری کاہلی نے دنیا سے ہاتھ جھاڑ لیا

ہمچو میت در ید غسال شو
مُردہ نہلانیوالے کے ہاتھ میں مُردے کیطرح بنجا

از ارادت در تکلم لال شو
ارادہ سے اور بولنے سے گونگا بن جا

چوں کفیلِ من شد او در کارہا
جب کاموں میں وہ میرا کفیل ہو گیا

پس چرا چوں خر کشم من بارہا
تو میں گدھے کی طرح بوجھ کیوں اٹھاؤں!

بہ ز من تدبیر من میداند او
وہ مجھ سے بہتر میری تدبیر جانتا ہے

ہر بلا را بہ زمن میراند او
وہ ہر مصیبت کو مجھ سے بہتر ٹالتا ہے

پس چرا در نفع و ضر خود تنم
تو میں اپنے نفع اور نقصان کا چکر کیوں کاٹوں!

از کنف ہای حمایت چوں پرم
عنایت کے پہلو سے کیوں اڑوں

ایں سخن پایاں ندارد الغرض
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے الغرض

گفت با قاضی کہ اے دفع المرض
اس نے قاضی سے کہا کہ اے مرض کے دفعیہ!

درمیانِ ہر سہ تن کاہل ترم
تینوں شخصوں میں میں زیادہ کاہل ہوں

وز ہمہ نفع و ضرر جاہل ترم
اور تمام نفع نقصان سے زیادہ جاہل ہوں

سود و نقصانِ دو عالم ہر چہ ہست
دونوں جہان کا نفع اور نقصان جو بھی ہے

کاہلی من زہر دو بہتر ست
میری کاہلی دونوں سے بہتر ہے

در بیانِ ایں شنو یک قصہ
اس سلسلہ میں ایک قصہ سن لے

تا بری از تنبلی من حصہ
تاکہ تجھے میری کاہلی کا حصہ حاصل ہو جائے

بہر کارے آمدم در ملکِ خوز
میں ملکِ خوز میں ایک کام کے آیا

در رباطے گشتم آسودہ دو روز
ایک سرائے میں دو دن آرام کیا

شاہ آنجا بس سخی و بحر جود
اس جگہ کا بادشاہ بہت سخی اور سخاوت کا دریا تھا

کانِ لطف و معدنِ احسان بود
مہربانی کی کان اور احسان کی معدن تھا

چاوشِ او ہر زماں کردے گذر
اس کا نقیب ہر وقت گذرتا

بانگہا کردے برائے کور و کر
اندھے اور بہرے کو آوازیں دیتا

شاہ ہر شب بر سرِ تختِ کرم
کرم کے تخت پر شاہ ہر رات کو

می نشیند اے گدایانِ دژم
بیٹھتا ہے اے غمگین فقیرو!

ہر کہ را میلے بمال و جاہ است
جس کو مال اور رتبہ کی خواہش ہے

دین و دنیا در رکابِ شاہ ست
دین اور دنیا شاہ کے جلو میں ہے

ہر کہ بکشاید لبِ انبان خویش
جو بھی اپنے تھیلے کا منہ کھولتا ہے

پر کند در قدرِ دُرِ و مرجانِ خویش
وہ اپنے موتی اور مونگے اس میں بھر دیتا ہے

سیم و زر بس دُر و گوہر ہای سود
چاندی اور سونا نفع کیلئے بہت سے موتی اور جواہر

ہر کہ بکشود زباں بیشک ربود
جس نے زباں کھولی بیشک حاصل کرلیے

خوانِ یغمایش بدشمنہا و دوست
اسکا لوٹ کا دسترخوان دشمنوں اور دوست کیلئے ہے

صرف محتاجاں بود با مغز و پوست
مغز اور پوست کے ساتھ محتاجوں میں صرف ہوتا ہے

آنچہ خواہد از درش ہر کس برد
جو چاہے ہر شخص اس کے در سے لے جائے

نیست با اعدای خود او را حسد
اس کو اپنے دشمنوں پر بھی حسد نہیں ہے

دوست دشمن پرور د از لطف و جود
وہ دوست اور دشمن کو مہربانی اور سخاوت سے پرورش کرتا ہے

ہر کہ لابہ کرد پیشش یافت سود
جس نے اس کے سامنے خوشامد کی نفع پایا

دم بدم طول و سخایش در فزود
ہر لمحہ اس کی طاقت اور سخاوت زیادتی میں ہے

نیست در انبانِ جود او فتور
اس کی سخاوت کے تھیلے میں کمی نہیں ہے

جنبشِ لب کانی آمد بر درش
اس کے در پر ہونٹ ہلا دینا کافی ہے

بہرِ استمطارِ غیثِ ہامرش
اس کی برسنے والی بارش کے برسوانے کے لئے

بر درش آید کے گر صبح و شام
اگر کوئی صبح اور شام اس کے دروازے پر آجائے

کارِ او یابد بکلی انتظام
اس کا کام بالکل منظم ہو جائے

گر بیائی بر درِ او طبع گاہ
اگر تو صبح کے وقت اس کے در پر آئے

آنچہ خواہی میدہد آں بادشاہ
تو جو چاہے وہ بادشاہ دیدے

جملہ میں راضی برضا ہوں اور اپنی تدبیر ختم کر چکا ہوں۔ یعنی اللہ کی مرضیات کے سامنے انسان کو ایسا ہونا چاہیے جس طرح مُردہ نہلانیوالے کے ہاتھ میں ہے۔ تبلی۔ کاہل۔ کنف۔ پہلو۔ خوز۔ خوزستان ایک ملک ہے یعنی دنیا۔ رباط۔ سرائے۔ شاہ آنجا یعنی اللہ تعالیٰ۔ چاوش۔ نقیب یعنی انبیاء و اولیاء۔ دژم غمزدہ۔

مرتباں بنرگار یقنا۔ ٹرٹ طول۔ طاقت۔ استمطار برسوانا۔ ہامر برسنے والا۔ ہنطام انتظام۔ دیدن۔

گر کسے در نیم شب کوبد درش
اگر کوئی آدمی رات کو اس کا دروازہ پیٹے

مبہد بہ گوہر باز سیم و زرش
وہ اس کو چاندی اور سونے سے بہتر جوہر دیتا ہے

جملہ شاہاں شب بہ بستر غافلند
تمام بادشاہ رات کو بستر پر غفلت میں ہیں

وز خبر گیری خلقاں عاطلند
اور لوگوں کی خبر گیری سے معطل ہیں

شاہِ ما بیدار و ہر دم ہوشیار
ہمارا شاہ بیدار اور ہر وقت ہوشیار ہے

عالمے را خود بذات او پاسدار
وہ خود اپنی ذات سے دنیا کا نگہبان ہے

بسکہ چاؤشاں حکایت ساختند
بہت سے نقیبوں نے قصے سنائے

میلِ آں شہ در دلم انداختند
انہوں نے میرے دل میں اس شاہی خواہش پیدا کر دی

بر درش رفتم شبان و صبحگاہ
میں رات کو اور صبح کو اس کے دروازہ پر پہنچ

آستانش را نمودم سجدہ گاہ
میں نے اس کی چوکھٹ کو سجدہ گاہ بنایا

روئے او دیدہ ز خود در قسم چناں
اس کا رخ دیکھ کر میں ایسا بیخود ہو گیا

کہ نیامد حرفِ اعطِ بر زباں
کہ "عطا کر" کا حرف زبان پر نہ آیا

مدتے بگذشت و من از کاہلی
ایک مدت گذر گئی اور میں کاہلی سے

ماندم اندر حیرت و بے حاصلی
حیرت اور بے مرادی میں رہا

کاہلی من زبانم را بہ بست
میری کاہلی نے میری زبان بند کر دی

ہمچو بحو بازۂ دستِ الست
الست کے مست اثر اب میں تو کی طرح

کاہلی من مرا رخصت نداد
میری کاہلی نے مجھے موقع نہ دیا

کہ بخواہم از شہ باجود و داد
کہ میں سخی اور بخشش والے شاہ سے مانگوں

واصلاں کے رینگونہ از ہر دو جہاں
واصل (حق) لوگ اس طرح سے دونوں جہان سے

کاہلند و غافلند اے زاہداں
اے زاہدو! کاہل ہیں اور غافل ہیں

نہ ز حق خواہند و نہ از نہ بہشت
نہ اللہ تعالیٰ سے نہ دنیا مانگتے ہیں نہ جنت

ہر دو را بہر خدای خود بہشت
دونوں کو اپنے خدا کی خاطر چھوڑ دیا ہے

جز خدا را از خدا خود خواستن
خدا سے خود خدا کے علاوہ کچھ مانگنا

نیست افزونی بُود جاں کاستن
بڑھوتری نہیں ہے جان کو گھٹانا ہے

گر خدا را بہر جنت عابدی
اگر تو جنت کے لئے خدا کا عبادتگذار ہے

در رفاہِ نفس خود بس قاصدی
تو صرف اپنے نفس کے آرام کا ارادہ کرنے والا ہے

حُسنِ ذاتی الوہیت چہ شُد
خدائی کا ذاتی حسن کیا ہوا؟

آہ آں حقِ ربوبیت چہ شُد
افسوس وہ پروردگار کا حق کیا ہوا؟

ہست او معبود بالذات اے پسر
اے بیٹا وہ ذات کے اعتبار سے معبود ہے

در عبادش پس دسائط را مخر
تو اس کی عبادت میں وسیلوں کو نہ ڈھونڈ

مر خدا را بہر او عابد شوید
جو خدا کا اس کے لئے ہی بنو

نہ کہ بہر خود و جنت میدوید
نہ کہ اپنے اور جنت کے لئے تم دوڑتے ہو

حق آں ذاتِ خدای پاک کو
اس خدائے پاک کی ذات کا حق کہاں ہے؟

خود بدہ انصاف پاسخ را بگو
تو خود انصاف کر لے، جواب دے

گر پرستی بہر نار و یا جناں
اگر تو جہنم یا جنتوں کے لئے عبادت کرتا ہے

عابدِ اینہا شدی اے کامراں
اے کامیاب! تو ان کا عبادتگذار بنا

گر نبودے جنت و نار اے لئیم
اے کمینے! اگر جنت اور جہنم نہ ہوتی

بود معبودِ حقیقی آں رحیم
وہ رحیم (پھر بھی) حقیقی معبود ہوتا

نار و جنت ہر دو سوط کاہل ست
جہنم اور جنت دونوں کاہل کو لگانے کے کوڑے ہیں

کاہلاں را تازیانہ نا مسل ست
کاہلوں کو کوڑا چلانے والا ہے

اسپ بحر از تازیانہ بر جہد
تیز گھوڑا کوڑے سے دولتا ہے

خود بخود پا در رہ عجلت نہد
وہ خود بخود عجلت کے راستہ پر قدم رکھتا ہے

طفل را گویند در مکتب برد
بچے سے کہتے ہیں مکتب میں جا

جوز و لوزے میدہم ہاں زود رو
میں اخروٹ اور بادام دیتا ہوں ہاں جلدی

پیش اُستا خوانِ نعمتہا بہ ست
استاد کے سامنے نعمتوں کے خوان بہت ہیں

فاکہہ و اعناب بہر ہر کسے ست
پھل اور انگور ہر ایک کے لئے ہیں

گر روی پیشش نوازدمر ترا
اگر تو اس کے پاس جائیگا وہ تجھے نوازے گا

ورنہ بدہد زیں تغافلہا سزا
ورنہ ان غفلتوں کی سزا دے گا

۱؎ واصل: بیکار، اعط: تو عطا کر، الست: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، بلیٰ: کیوں نہیں، بحو: کی طرح

۲؎ واصلاں: واصل (حق) لوگ، آخ: جواب سوط: کوڑا، است: کوتاہ، گھوڑا، خوت: تو دوڑا، استاد: استاد، خوان: دسترخوان

از طمانچہ روی گلگونت کند[1]
طمانچہ سے تیرا منہ لال کر دے گا
سخت زندانی و محزونت کند
تجھے سخت قیدی اور غمگین کر دے گا
طفل ازاں ترغیب ترہیب بدد
بچہ باپ کے اس پھسلانے اور ڈرانے سے
روشوئی مکتب نماید سر بسر
پورا رخ مکتب کی جانب کرتا ہے
چونکہ طفلی رفت و آمد عقل خوب
جب بچپن جاتا رہا اور خوب عقل آگئی
نیست محتاج رغوب و ہم رہوب
تو وہ پھسلاووں اور ڈراووں کا محتاج نہیں ہے
خود بخود در پیش استا میرود
وہ خود بخود استاد کے سامنے چلا جاتا ہے
ہر سحر گاہے بسوئش میدود
ہر صبح کو اس کی جانب دوڑتا ہے
حسن ذاتی بین و حق شاہیش
ذاتی حسن اور اس کی شاہی کا حق دیکھ
غرق شود در بحر بچواں ماہیش
سمندر میں اس کی بھل کی طرح ڈوب جا
بیخودی شود ز خودای یکسر بر آ
بے خودی اور خودی سے بالکل نکل
از برای حق فراداں خدا
خدا کے لئے خدا کو خدا جان
مطلب دنیا و عقبیٰ را بہل
دنیا اور آخرت کا مقصد بھول
ہر دو انہاں را بیند از بغل
بغل میں سے دونوں تھیلوں کو پھینک دے
بہر او او را عبادت کردنیست
اس کی عبادت اس لیئے کرلے کی ہے
عابد بہر طلب ہم مردنیست
جنت کے لئے عبادت کرنے والا مرد نہیں ہے

اُو بذات خود عبادت را سزاست
وہ اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت کے لائق ہے
نز برای نار و جنت دے خداست
نہ کہ وہ جہنم اور جنت کی وجہ سے خدا ہے
اُعْبُدُ اللّٰهَ لَهُ يَا ذَا الْعُلٰى
اے مقتدر اللہ کی عبادت اس اللہ کیلئے کر
نَاظِرُوا الْأَعْيَادَ عَنْ عَيْنِ الدُّهَا
عقل کی آنکھ کے ذریعہ غیروں کو پھینک دو
فَامْحُ نَقْشَ الْغَيْرِ عَنْ لَوْحِ الصُّدُوْرِ
غیر کا نقش سینوں کی تختی سے مٹا دے
اِنَّهُ الْمَعْبُوْدُ مِنْ غَيْرِ الْفُتُوْرِ
بیشک بغیر نقصان کے وہی معبود ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے
منتہی حال خود ست آں سوم نیز
وہ تیسرا بھی اپنی حالت کی خبر دینے والا ہے

حکایت نمودن آں پسر سوم
اس تیسرے لڑکے کی اپنی کاہلی کو قاضی کے
کاہلی خود را بپیش قاضی کاہل
سامنے پیش کرنے کی حکایت ہر دو ین کے معاملہ
بکار دین و چابک بکار دنیا بود و
میں کاہل اور دنیا کے معاملہ میں تیز تھا اور
آنست بیکار و کاہل حقیقی
بیکار اور حقیقی کاہل وہی ہے

گفت قاضی آں سوم را کاے فلاں
قاضی نے اس تیسرے سے کہا کہ اے فلاں!
کاہلی خود بہ پیشم کن بیاں
اپنی کاہلی میرے سامنے بیان کر
گفت قاضی اتنبل من بیشتر
اس نے کہا اے قاضی میری کاہلی بڑھی ہوئی ہے
ہمچو آتش ہست پر دود و شرر
جو آگ کی طرح دھویں اور چنگاریوں سے پر ہے

در بیانش داستانے میزنم
میں اس کے بیان میں ایک قصہ سناتا ہوں
حال مخفی بر تو روشن میکنم
چھپا ہوا حال تجھ پر ظاہر کرتا ہوں
دوش بردم سوی صحرا گاؤرا
میں کل ایک بیل کو جنگل میں لے گیا
پاسبانی می نمودم گاؤرا
میں کوشش کی نگرانی کر رہا تھا
بر سر جوی کہ بُد سبزہ رغید
ایک نہر کے کنارے جس پر بہت سبزہ تھا
گاؤ خود بگذاشتم او می چرید
میں نے اپنا بیل چھوڑ دیا وہ چر رہا تھا
در چرا می گشت تدریجا بعید
وہ چراگاہ میں رفتہ رفتہ دور ہو رہا تھا
سبزہ ترمی یافت ہر جا میدوید
جہاں تر سبزہ پاتا تھا دوڑ جاتا تھا
بود سبزہ پہن و صحرای دراز
سبزہ وسیع اور جنگل لمبا تھا
می چرید او دور دور از راہ آز
وہ لالچ کے طور پر دور دور چر رہا تھا
چیست[2] دنیا سبزہ زار خوش فضا
دنیا کیا ہے؟ عمدہ فضا والا سبزہ
تو چو گاوے اندراں مرعیٰ چرا
اس چراگاہ میں تو بیل کی طرح ہے
خود چراں کاہے کہ در وے خار نیست
تو وہ گھاس چر جس میں کانٹا نہیں ہے
خار و اژدن و فتادہ زار نیست
وہ چر چڑ اور فتادہ اگنے کی جگہ نہیں ہے
تا نگیرد در گلویت خار او
تاکہ اس کا کانٹا تیرے حلق میں نہ لگے
روز محشر گردی آخر زار او
یا آخر محشر کے دن تو اس سے عاجز نہ ہو جائے

[1] ل ۵۱ دل۔ سرخ۔ محزون۔ غمگین۔ ترغیب۔ رغبت دلانا۔ ترہیب۔ ڈرانا۔ منتہی۔ خبر دینے والا۔ قاضی۔ اے قاضی۔ رغید۔ وسیع۔ آز۔ لالچ۔
[2] ل ۵۲ ت دنیا۔ نظر کا مقولہ ہے ہر کہ پراگندہ چرد چرد بدیں کا مصداق ہے۔ خار و اژدن چر چڑ۔ فتادہ۔ ایک خاردار گھاس ہر جس کے چبھنے سے ہاتھ میں

خلش پیدا ہو جاتی ہے۔

می چرد ایں گاوِ نفس اندر جہاں
نفس کا بیل دنیا میں چر رہا ہے
سبز کلہے ہر کجا بیند عیاں
سبز گھاس جہاں بھی نمایاں دیکھتا ہے
دیں نداند از شکم پروردنی
اور شکم پروری کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتا
کیں مراشد خوردنی ناخوردنی
کہ یہ کھانے کی چیز ہے کھانے کی چیز نہیں
آخرش دردِ شکم آرد ترا
بالآخر وہ تیرے پیٹ میں درد پیدا کر دیتی ہے
تخمہ آرد خیرہ[1] گرداند ترا
تخمہ لگ جاتا ہے جو حیران کر دیتی ہے
گر خوری آں را بحکم آں حکیم
اگر تو اسے اس حکیم کے حکم کے مطابق کھائے
کو سمیع ست و بصیر ست و علیم
جو سمیع ہے اور بصیر ہے اور علیم
تخمہ و قولنج و ہیضہ ناورد
وہ تخمہ اور قولنج اور ہیضہ نہ لائے گی
ہیچ نفخے در شکم نے ہیچ درد
نہ پیٹ میں پھارا نہ کوئی درد
بہر ایں حکمت رسید ند انبیا
انبیاء اسی حکمت کے لئے آئے ہیں
تا تو در تخمہ نیفتی اے کیا
اے صاحب! تاکہ تو تخمہ میں مبتلا نہ ہو
تو مریضی جسم تو یک سر سقیم
تو مریض ہے تیرا جسم بالکل بیمار ہے
رو بپرہیز و بپرس از ہر حکیم
جا پرہیز کر اور ہر حکیم سے دریافت کر لے

(۳۲)

ہمچو گاوے خود سری ہرگز مکن
بیل کی طرح کبھی خود سری نہ کر
بر خلافِ نفس خود کن ہر سخن
ہر بات اپنے نفس کے خلاف کر

در معنیٔ ایں حدیث اِنَّ لِکُلِّ
اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ ہر بادشاہ
مَلِکٍ حِمًی وَ حِمَی اللّٰہِ مَحَارِمُہٗ
کا ایک حمیٰ ہے اور اللہ کا حمیٰ اس کے محرمات
رواہ نعمان بن بشیر
ہیں اس کو نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ
رضی اللہ عنہ
نے روایت کیا ہے

نفس سرکش را عنانِ گر وا دہی
اگر تو سرکش نفس کی باگ ڈھیل چھوڑ دے
میرود تا چراگاہِ شہی[2]
وہ شاہی چراگاہ تک چلا جائے گا
رفتہ رفتہ در حمای شہ رود
آہستہ آہستہ شاہ کے حمیٰ میں پہنچ جائے گا
گوشمالیہا بسے زاں شہ خورد
اس شاہ سے بہت سزائیں پائے گا
بہر ایں فرمود خیر الانبیاء
اسی لئے خیر الانبیاء نے فرمایا ہے
خلق باشد بہر ہر سلطاں حما
ہر بادشاہ کا ایک خاص حمیٰ ہوتا ہے
از حمیٰ اللہ آں محارم آمدہ
محرمات خدا کا حمیٰ ہیں
جملہ اصل کُلِّ مکارم آمدہ
تمام بھلائیوں کی جڑ تقویٰ ہے

تاج کرمنا بسرا فراشتی
تو نے ہم کو عزت دی، کہا تاج سر پر رکھا
لیک بر سر خاکہا انباشتی[3]
لیکن سر پر بہت خاک ڈال لی
اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ
آسکے نزدیک زیادہ متقی زیادہ بھلائی کا قابل ہوجا
ہست کرمنا بتقویٰ اے عمو
اے چچا! ہم نے عزت دی تقوے کی وجہ سے
گر نہ تقویٰ داری از گاوی بتر
اگر تو تقوے نہیں رکھتا تو بیل سے بدتر ہے
گوش کن بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اے دیدہ ور
اے دیدہ ور! سن بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں، کو سن لے

رجوعِ کلام بحکایت آں پیر سوم
کلام کی واپسی اس تیسرے کی حکایت کی طرف
وددر تر رفتن گاوِ او
اس کے بیل کا دور چلا جانا

ہیں بیاکاں گاوِ او بس دور رفت
ہاں، آ کہ وہ اس کا بیل بہت دور چلا گیا
میرود آں گاو سوئے سبزہ تفت
وہ بیل سبزے کی جانب تیز جا رہا ہے
گاو می شد دور و من از کاہلی
بیل دور ہو رہا تھا اور میں کاہلی سے
می نمودم در رجوعش غافلی
اس کی واپسی میں غفلت دکھا رہا تھا
در تردد می روم باز آرمش
تردد میں، میں جاؤں اس کو واپس لاؤں
یا ہمیں از دور پاسے دارمش
یا اسی طرح دور سے اس کی نگہبانی کرتا رہوں

---

[1] خیرہ۔ حیران۔ حمیٰ۔ وہ علاقہ بادشاہ جس میں دوسروں کا داخلہ ممنوع قرار دیدیتا ہے اس میں نہ کسی کا جانور چر سکتا ہے نہ اس میں کوئی آجا سکتا ہے اگر کسی کا مجرم اس میں پناہ پکڑلے تو وہ بادشاہ کی پناہ میں سمجھا جاتا ہے۔ [2] شہی۔ شاہی یعنی محرمات میں مبتلا ہو جائیگا۔ گوشمالیہا۔ حمیٰ میں داخلہ پر سزا دی جاتی تھی۔ محارم۔ اللہ تعالیٰ نے جو محرمات بنائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا حمیٰ ہیں۔ جملہ۔ ہر ہر، تقویٰ۔ مکارم۔ مکرمہ کی جمع ہے، بزرگی۔ کرمنا۔ قرآن میں ہے وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ۔ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی۔ [3] انباشتی۔ اضافتی۔ گوش کن۔ قرآن پاک میں ہے۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں۔ تفت۔ گرم، تیز۔

می فشردم در تردد سخت سخت
میں تردد میں سخت سخت بیچ رہا تھا

شد دلم از کاہلی بس لخت لخت
کاہلی کی وجہ سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

ایں تردد ہست بُنیادِ غموم
یہ تردد غموں کی بنیاد ہے

بر تو می آرد الہا زود ہجوم
اسی وجہ سے تجھ پر غم ہجوم کرتے ہیں

زود تو یکدل باش و مُرد و غم بباش
جلد تو ایک دل بن اور غموں سے آزاد ہو جا

نقشِ این و آں ز لوحِ دل خراش
اس اور اس کا نقش دل کی تختی سے کھرچ دے

در گذر زاں کیں بہ است و آں بہ است
اس سے گذر جا کہ یہ بہتر ہے اور وہ بہتر ہے

از ہمہ بہ آں تردد ہا دِہ است
وہ تردد پیدا کرنے والا سب سے بہتر ہے

از عدم بر تو تردد ریختند
انہوں نے عدم سے تیرے اوپر تردد بہایا ہے

امتحاں را حیلہ‌ا انگیختند
آزمائش کے لئے ایک حیلہ پیدا کر دیا ہے

زیں وآں بگذر بداں سُو کن شتاب
اس اور اس سے گذر جا اس جانب جلدی کر

کہ بہر کارے اِلی اللہِ المآب
کیونکہ ہر کام کا مرجع اللہ تعالیٰ کی جانب ہے

از سحر تا شام من در فکرِ گاؤ
میں صبح سے شام تک بیل کی فکر میں

بر ہماں جو بودم و دل فتنۂ گاؤ
اسی پھیر میں رہا اور دل فتنۂ گاؤ میں

ظہر و عصر من دریں غم شد قضا
ظہر و عصر کی نماز اسی فکر میں قضا ہو گئی

گر روم در سجدہ گردم زود غمی
کہ اگر میں سجدہ میں جاؤں گا تو اس سے اور غم

من شوم گر در نماز و در نیاز
اگر میں نماز اور نیاز میں

گاؤ گیرد آں طرف راہِ دراز
بیل اس جانب لمبا راستہ لے لے گا

آخرش چوں قرص خور شد در غروب
بالآخر جب سورج کی ٹکیہ غروب میں چلی گئی

گشت ضو از زنگیِ ظلمت بروب
روشنی تاریکی کے جسم سے بھاگنے والی بن گئی

چشمِ من شد خیرہ از دیدارِ گاؤ
میری آنکھ بیل کے دیدار سے تاریک ہو گئی

می ندیدم ہیچ من ز آثارِ گاؤ
میں نے بیل کے نشانات میں سے کچھ نہ دیکھا

چشمِ من از دید او تاریک شد
میری آنکھ اس کے دیدار سے تاریک ہو گئی

گاؤ زاں مرعاش در تحریک شد
بیل اپنی چراگاہ سے حرکت میں آگیا

رفت آں گاؤ و نشاں معلوم نے
وہ بیل چلا گیا اور پتہ معلوم نہیں

وآں کہ من جملہ جز معدوم نے
اور وہ میری متعلقہ معدوم کے سوا کچھ نہیں

روزِ من شد دیر و گاؤ از دست شد
میرا دن برباد ہوا اور بیل ہاتھ سے گیا

سہ نمازِ من قضا چوں مست شد
دیوانہ کی طرح میری تین نمازیں قضا ہو گئیں

اہلِ دنیا در چنیں اشغالہا
دنیا دار ایسے ہی شغلوں میں

می کنند ایثارِ دنیا اے کیا
اے بزرگ! دنیا کو اختیار کرتے ہیں

مرد آں باشد کہ عقبیٰ راتند
مرد وہ ہے جو آخرت کے لئے کوشش کرے

کارِ دنیا را چو جیفہ رد کند
دنیا کے کام کو مردار کی طرح رد کر دے

اے برائے گاؤ نفسِ بے حیا
اے (مخاطب) بے حیا نفس کے بیل کے لئے

می کنی ہر دم نمازے را قضا
تو ہر دم ایک نماز قضا کرتا ہے

یادِ او کن چوں نمازِ فرض داں
اس کی یاد کو فرض نماز کی طرح سمجھ

می کنی تو کاہلی غافل ازاں
تو اس سے غافل ہو کر سستی کرتا ہے

در جہاں فانی چنیں فانی شدی
تو فانی دنیا میں ایسا فانی ہو گیا

کز رہِ عقبیٰ زنادانی شدی
تو نادانی سے آخرت کے راستے سے ہٹ گیا

گر برائے حق ز دنیا بگذری
اگر تو اللہ (تعالیٰ) کے لئے دنیا سے گذر جائے گا

پیشت آید زال و دنیا سر سری
تیرے سامنے بوڑھی دنیا آسانی سے آجائے گی

در بیانِ آنکہ دنیا طالب یارب است و خود و یارب از طالب خود دست
اس کا بیان کہ دنیا اپنے سے جا ملنے والے کی طالب اور اپنے طالب سے جا ملنے والی ہے

صوفیِ صاحبدلے اندر رباط
ایک صاحب دل صوفی سرائے میں

بُد نشستہ ہمچو گل با صد نشاط
پھول کی طرح سو خوشیوں کے ساتھ بیٹھا تھا

جمع رہطے مُستفیداں بر سرش
مریدوں کا ایک گروہ اس کے پاس

معتقد بودند ہمچوں حیدرش
حضرت علیؓ کی طرح اس کے معتقد تھے

ناگہاں سہ جانور از سمتِ شرق
اچانک تین جانور مشرق کی جانب سے

آمدند از سُرعت طیراں چو برق
تیز پرواز سے بجلی کی طرح آئے

۱۔ لخت لخت: ٹکڑے ٹکڑے۔ ایں تردد: یہ ناظم کا مقولہ ہے۔ در گذر: ماضی کو تردد سے گذر کر تو پیدا کر نہ کہ تردد پیدا کرنا چاہیے۔ امتحاں: یہ تردد اس اختیار کی دلیل ہے جو ابتدا امتحان ہے ۵۔ باب: سرپرست۔ نشستہ گاہ: اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر نیوالا۔ یعنی بیل میری نگاہوں سے غائب ہو جائیگا ہر وقت بھاگنے والا چونکہ بیل تاریک: تیرگی پیدا کرنیوالا۔ کز: جس سے۔ آثار: تتبع۔ دنیا جیفہ: مُردار ۵۳ شدی: رفتی۔ سر سری: آسانی۔ رہطے: سرائے خانقاہ۔ رہط: گروہ۔ مستفیداں: یعنی مریداں۔ حیدر: حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

ہر یکے[1] زاں دیگرے بُد در گریز
اُن میں سے ہر ایک دوسرے سے بھاگ رہا تھا

واں دگر در جستجویش تیز تیز
اور وہ دوسرا اس کی جستجو میں تیز تھا

کفترے بس لاغرے ژولیدہ
ایک کبوتر بہت کمزور پریشان

پیش پیش از ہر سہ بُد پرّیدہ
تینوں میں سے آگے آگے اُڑ رہا تھا

در پئے اُو بُود زرّیں مُرغ و زفت
اس کے پیچھے سنہرا زریں مرغ تھا

با ہزاراں زیب و زینت گرم و تفت
ہزاروں زیب و زینت کیساتھ گرم اور تیز

در پئے آں مُرغِ زرّیں زاغِ شوم
اس زریں مُرغ کے پیچھے منحوس کوّا

ہمچو بادِ تند میرفت آں عشوم
وہ ظالم تیز ہوا کی طرح جا رہا تھا

ہر یکے زیں مُرغ کردے جہد نیک
ان پرندوں میں سے ہر ایک بہت کوشش کرتا

یک دگر را می نیابیدند لیک
لیکن ایک دوسرے کو پکڑ نہ پاتے تھے

حاضراں گفتند کاے قطبِ زماں!
حاضرین نے کہا، کہ اے قطبِ زماں!

زیں عجب تر ما ندیدیم از جہاں
دنیا میں ہم نے اس سے زیادہ عجیب نہیں دیکھا

در پئے عاجز کبوتر چیست مُرغ
عاجز کبوتر کے پیچھے مرغ کیوں ہے؟

وز پئے مُرغ است چوں ایں لاغ یُرغ
اور مرغ کے پیچھے یہ تیز دوڑتا کوّا کیوں ہے؟

کفترے را مُرغ پس دشمن چہ خاست
مُرغ کبوتر کے پیچھے پڑ کر کیوں ہوا؟

زاغ لاغی تابعِ مُرغے چراست
کمزور کوّا مُرغ کے پیچھے کیوں ہے؟

جنس ہا می مختلف را چہ فتاد
مختلف جنسوں کو کیا ہوا ہے؟

اتباعِ یک دگر چوں دست داد
ایک نے دوسرے کا پیچھا کیوں کیا ہے؟

ہر کسے مر جنسِ خود را طالب ست
ہر ایک اپنی جنس کا طالب ہے

جنس با مر جنس بارا جاذب ست
جنسیں جنس کو کھینچنے والی ہیں

جنس سُوی جنس دارد خُو و میل
جنس، جنس کی جانب عادت اور میلان رکھتی ہے

روز با روز ست و با لیلست لیل
دن، دن کے ساتھ ہے اور رات رات کیساتھ

میلِ مُومن سُوی مُومن می شود
مومن کا میلان مومن کی جانب ہوتا ہے

میلِ کافر سُوی کافر می رود
کافر کا میلان کافر کی جانب جاتا ہے

صالحاں با صالحاں مُنضم شوند
نیک، نیکوں کے ساتھ ملتے ہیں

طالحاں طالحاں محرم شوند
بُرے، بُروں کے محرم ہوتے ہیں

زاغ با زاغاں کُند پرواز ہا
کوّا، کوّوں کے ساتھ اُڑانیں بھرتا ہے

بُلبلے با بُلبلاں آواز ہا
بلبل، بلبلوں کے ساتھ آوازیں بلند کرتی ہے

انبیا زیں رہ بشر ہا بُودہ اَند
انبیاء اسی وجہ سے انسان ہوتے ہیں

از تجانس راہِ حق بنمودہ اَند
ہم جنس ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا راستہ دکھایا

بُوی جنسیت رسد فیضش شتاب
جنسیت کی بُو کا فیض جلد پہنچتا ہے

از ملک آدم نگشتے بے حجاب
فرشتہ سے انسان بے حجاب نہیں ہوتا

کافراں گفتند در حق نبی
کافروں نے نبیؐ کے بارے میں کہا

کاں فرشتہ چوں نیامد در نبی[2]
کہ فرشتہ (بن کر) کیوں نہ آیا؟

ایں نہ فہمیدند کیں جسمِ بشر
وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ انسان کا جسم

بہرِ پوشش ہمچو لستے اے پسر
اے بیٹا! نادان کے جامہ کے لئے ہے

جاہلاں چوں از ملائک می رمند
ناواقف چونکہ فرشتوں سے بھاگتے ہیں

انبیا از بُوی جنسیت کشند
انبیاء جنسیت کی بُو سے کھینچتے ہیں

ورنہ در معنیٔ ملک گردے ست
ورنہ فرشتہ حقیقت میں اس کی گرد ہے

چوں نبی در قربِ عرفاں اُو کے ست
وہ قرب و معرفت میں نبی کی طرح کب ہے؟

یک خلاف جنس آمد صد حجاب
جنس کا ایک اختلاف سو حجاب ہے

وز تجانس می شود صد فتح باب
اور ہم جنس ہونے سے سینکڑوں دروازے کھلتے ہیں

---

[1] ہر یکے۔ تینوں آگے پیچھے اُڑ رہے تھے کبوتر سب سے آگے تھا جو زریں مُرغ سے بھاگ رہا تھا اور زریں مُرغ اس کو پکڑنا چاہتا تھا یہی حال زریں مُرغ اور کوّے کا تھا۔ کفتر۔ کبوتر۔ غشوم۔ ظالم۔ یُرغ۔ تیز رو۔ حاضراں۔ مریدوں نے اس دوڑ سے اس بھاگ دوڑ کی وجہ دریافت کی۔ [2] جاہل۔ کہنے لگا۔ زاغ۔ یعنی ایمان۔ بیل۔ یعنی کفر۔ طالحاں۔ بدکاران۔ انبیاء۔ انسانوں کو انبیاء اسی لئے بنایا گیا کہ وہ انسانوں کے ہم جنس ہیں فرشتہ اگر نبی ہوتا انسان اُس سے مانوس نہ ہو سکتے۔ [3] نبی۔ پوشیدہ یعنی عالم غیب۔ جاہلاں۔ عوام فرشتہ کی طرف نہ کھنچے گرد۔ خاک۔ تجانس۔ ہم جنس ہونا۔

رُوح چوں از عالمِ امر آمدہ است
روح جونکہ عالم امر سے آئی ہے

زاں بطاعات و ہُدیٰ راغب شدہ است
اسی لئے عبادتوں اور ہدایت کی جانب راغب ہوتی ہے

جسم چوں از عالمِ خلقت باز
پھر جسم چونکہ عالم خلق سے ہے

سُوئے خواب و خورد گشت بے امتیاز
اسلئے بلا امتیاز سونے اور کھانے کی جانب کھنچتا ہے

زیں دو چوں زاید نتیجہ نفسہا
نفوس جونکہ ان دونوں کے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں

ہر دو خُو زا بوین در طبعش سزا
ماں باپ کی طرف سے دونوں خصلتیں انکی طبیعت کے

گر بسُوئے خاکِ سِفلی میرود
اگر وہ سفلی خاک کی جانب جاتا ہے

آں زماں وے نفسِ اَمّارہ شود
تب وہ نفسِ امّارہ بن جاتا ہے

ور بسُوئے رُوحِ عُلوی سر کشد
اور اگر علوی روح کی جانب رُخ کرتا ہے

آں زماں لوّامہ گشت و بارشد
تب وہ لوّامہ اور با ہدایت بن جاتا ہے

مَیلِ مُلکِ امر چوں زاید درُو
جب اس میں عالم امر کی خواہش پیدا ہوتی ہے

سُوئے لوّامہ برآید سرخوش او
وہ نفس ہو کر (نفس) لوّامہ کی جانب آجاتا ہے

گر ز کوشش سُوئے لاہوتی تند
وہ اگر کوشش سے (عالم) لاہوت کی جانب

دم بسُوئے مُلہمہ[2] وا میرند
مُلہمہ کی جانب سانس لیتا ہے

بعدِ تہذیب و کمالِ اجتہاد
تہذیب اور پورے مجاہدے کے بعد

مُطمئنہ گردد و اہلِ سداد
درست اور مطمئنہ بن جاتا ہے

ایں سخن را نیست پایاں اے فتا
اے جوان! اس بات کا اخیر نہیں ہے

سُوئے شرحِ آں سہ طائر باز آ
اُن تین پرندوں کی شرح کی طرف واپس آ

جواب گفتنِ آں صوفی برائے تسکینِ خاطرِ مُریداں و شرحِ حالِ آں سہ طائر کہ یکے در پے دیگرے می بُود
اُس صوفی کا مریدوں کی تسکین کے لئے جواب دینا اور اُن تین پرندوں کے حال کی شرح جو ایک دوسرے کے پیچھے رہتا تھا

بر دلِ صوفی ندا آمد نہاں
صوفی کے دل پر مخفی آواز آئی

کیں سہ مُرغ آمد مثالِ آں کساں
کہ یہ تین پرندے اُن لوگوں کی مثال ہیں

کز دنیا ہارب اَند و طالب اَند
کہ جو دنیا سے بھاگنے والے اور طالب ہیں

جملہ شاں یک دیگر را جالب اَند
سب ایک دوسرے کو کھینچنے والے ہیں

می گریزد ایں کبوتر از ہمہ
یہ کبوتر ان سب سے بھاگ رہا ہے

از فسونِ مُرغِ زرّیں دمدمہ
مُرغِ زرّیں کے منتر اور فکر سے

مُرغِ زرّیں در پئے جویانِ اُو
زرّیں مُرغ اُس کے پیچھے اُس کا جویاں ہے

میدود ہر سُو بدل قربانِ اُو
ہر جانب دوڑ رہا ہے، دل سے اُسپر قربان ہے

زاغ بہرِ مُرغِ زرّیں می پرد
کوّا زرّیں مُرغ کے لئے اُڑ رہا ہے

در پئیش از حرص ہر سُو می دود
آگے سے ہر جانب دوڑ رہا ہے

لیک نے نہایک دگر را کس نیافت
لیکن ان میں سے ایک نے دوسرے کو نہ پایا

گرچہ در پرواز ہر یک رو شتافت[3]
اگرچہ ہر ایک نے اُڑنے میں جلدی کی

ہست عارف چوں کبوتر در گریز
عارف کبوتر کی طرح گریز کرتا ہے

دائما سُوئے خدا زیں خاک بیز
ہمیشہ خدا کی جانب اِس خاک چھاننے والے سے

در پئیش دنیا کہ زرّیں مُرغ اُوست
اس کے پیچھے دنیا ہے جو زرّیں مُرغ ہے

می دود ہر سُو گرم جستجوست
ہر جانب دوڑ رہی ہے اور جستجو میں سرگرم ہے

زاغ یعنی اہلِ دنیا از شرہ
کوّا یعنی دنیا دار حرص کی وجہ سے

می دود بر وے نمی یابد فرہ
دوڑ رہا ہے اُس پر غلبہ نہیں پاتا ہے

اہلِ دنیا در پئے دنیای دُوں
دنیا دار، کمینی دنیا کے پیچھے

می دوند و می پرند اے دوفنوں
اے ہنرمند! دوڑتے ہیں اور اُڑتے ہیں

لیک آں مکّارہ زیشاں می رمد
لیکن وہ مکّارہ ان سے بھاگتی ہے

در پئے آں مردِ حقّانی دود
ربّانی مرد کے پیچھے دوڑتی ہے

می رمد آں مردِ حقّانی ازُو
وہ ربّانی مرد اُس سے بھاگتا ہے

مُجتہد پیش می کند آں زشت خُو
وہ بدعادت اُس کی جستجو کرتی ہے

می کند اُو در پئیش پرواز ہا
وہ اُس کے پیچھے اڑانیں بھرتی ہے

لیک وے بر می جہد چوں بازہا
لیکن وہ بازوں کی طرح بھاگتا ہے

---

[2] نفسِ امّارہ۔ وہ عالم جو کلمۂ کُن سے وجود میں آیا ہے۔ عالمِ خلق۔ وہ عالم جو امر کے ذریعہ وجود میں آیا ہے۔ دُو۔ نفسِ امّارہ جسم نفسِ امّارہ۔ وہ نفس جو انسان سے بدی کراتا ہے نفسِ لوّامہ۔ جو برائی کے صدور پر انسان کو ملامت کرتا ہے۔ [2] مُلہمہ۔ وہ نفس جو انسان کے دل میں بھلائی کے خیالات پیدا کرتا ہے۔ مُطمئنہ۔ وہ نفس ہے جس کو کمال معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ [3] شرح۔ کبوتر اُس شخص کی مثال ہے جو دنیا سے بھاگتا ہے۔ مُرغِ زرّیں دنیا ہے جو اُسکے پیچھے لگی ہے اور کوّا دنیا دار ہے۔

ہا نیاکاں سہ پسر از کاہلی
ہاں، آؤ تینوں لڑکے کاہلی کے ذریعہ

طالب حکم اندزاں قاضی ولی
اُس صاحب نے کہا، قاضی سے فیصلہ کے طلبگار ہیں

عرض نمودن آں سہ پسر بجناب قاضی پدر ہنر فتوی خواستن در باب میراث پدر

اُن تینوں لڑکوں کا ہنرمند قاضی کی خدمت میں عرض کرنا اور باپ کی میراث کے بارے میں فتویٰ چاہنا

ہر سہ با قاضی بگفتند اے حمید
تینوں نے قاضی سے کہا اے محمود!

حال ما اینست کن محکم رشید
ہمارا یہ حال ہے صحیح فیصلہ کر دے

خلق بہر حکم او شد مجتمع
لوگ اُس کے فیصلہ کے لئے جمع ہو گئے

ہر یکے این ماجرا را مستمع
ہر ایک اِس قصہ کو سننے والا تھا

تا بداند آنچہ قاضی حکم کرد
تاکہ قاضی جو فیصلہ کرے اُس کو جان لیں

می چہ گوید اندریں آں مرد فرد
دیکھنا اِس معاملہ میں کیا کہتا ہے؟

گفت قاضی این ہمہ مال پدر
قاضی نے کہا، باپ کا یہ سارا مال

مر سوم[1] را گشت از حکم قدر
مرسوم کے تیسرے کا ہو گیا مقدر کے فیصلہ سے

خلق آمد در فغاں زیں ماجرا
لوگ اِس فیصلہ سے فریاد کرنے لگے

کیں سخن را شرح کن بہر خدا
کہ خدا کے لئے اِس بات کی تشریح کیجئے

عالمے زیں حکم حیرت در شدند
ایک جہان اِس فیصلہ سے حیرت میں پڑ گیا

کیں دو چوں محروم مال و زر شدند
کہ یہ دونوں مال و زر سے کیوں محروم ہوئے؟

کاہلی ہر سہ شد باہم قریب
تینوں کی کاہلی قریب قریب ہے

وجہ ترجیحش چہ باشد اے لبیب
اے عقلمند! اُس کی ترجیح کی کیا وجہ ہے؟

گفت قاضی ہست کاہل تر سوم
قاضی نے کہا تیسرا زیادہ کاہل ہے

شد فزوں تر او ز اوّل وز دوم
وہ پہلے اور دوسرے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے

زانکہ این کاہل بکار آخر ولیست
کیونکہ یہ آخرت کے کام میں کاہل ہے

چست و چابک در امور دنیولیست
دنیوی معاملوں میں چست اور چالاک ہے

برگزید او کار دنیا بر نماز
اُس نے دنیا کے کام کو نماز پر ترجیح دی

ایں بود خود کاہلی اہل آز
اہل حرص کی کاہلی یہی ہوتی ہے

کاہلی در کار دنیا چستی ست
دنیا کے کام میں کاہلی چستی ہے

کاہلی از نار و جنت سستی ست[2]
جہنم اور جنت سے کاہلی سستی ہے

مرد کاہل بہر حق کاہل بود
اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں کاہل شخص کاہل ہوتا ہے

کاہل از دارین بس عاقل بود
دونوں جہانوں سے کاہل بہت عقلمند ہوتا ہے

بہر ذات حق گذارد ہر دو را
اللہ (تعالیٰ) کی ذات کیلئے دونوں کو چھوڑ دیتا ہے

ایں چنیں کاہل بود مرد خدا
مردِ خدا، ایسا ہی کاہل ہوتا ہے

کاہلی اوّلیں در زہد برد[3]
پہلے کی کاہلی زہد میں لی گئی

کرد اہمال و ضو قطرہ نخورد
اس نے وضو مکمل کیا، ایک قطرہ نہ پیا

بر امید جنت او بر وے کشید
اس نے جنت کی اُمید پر سردی برداشت کی

نفس را ہم از عطش گردن برید
پیاس سے نفس کی گردن بھی کاٹ دی

واں دوم[4] از بہر حق کاہل شدست
اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کیلئے کاہل بنا

از متاع ہر دو کون غافل شدست
دونوں جہان کے سامان سے غافل ہوا

غیر حق را چوں ندید او ہیچ قدر
خدا کے سوا کی چونکہ اس نے کوئی قدر نہ دیکھی

کاہلی اوست از چستی و مکر
اُس کی کاہلی چستی اور تدبیر کی وجہ سے ہے

کاہلی عقبیٰ مرادم چابکی ست[5]
آخرت کے کام میں کاہلی سے میری مراد چستی ہے

در توکل کاہلی و بے تگی ست
کیونکہ کاہلی اور کوشش نہ کرنا توکل کی وجہ سے

مال عقبیٰ بہر این کاہل بود
آخرت کا مال اِس کاہل کے لئے ہوتا ہے

مال دنیا بہر آں کاہل بود
دنیا کا مال اُس کاہل کے لئے ہوتا ہے

---

[1] مرسوم۔ جس نے نماز بھی کھوئی اور بیل بھی کھویا۔ کار آخرت بیل کے چرانے کی فکر میں نمازیں قضا کر دیں، اور دنیوی بیل کو اچھی طرح اس لئے کھلایا پلایا کہ اس کی فکر میں لگا رہا۔ کاہلی در کار دنیا۔ جو دنیاوی معاملوں میں کاہلی برتتے وہ دراصل چست ہے۔ [2] کاہلی از نار و جنت سستی برتتے در اصل کاہلی وہ ہے۔ [3] اوّلیں۔ پہلے لڑکے نے وضو خوب کیا تو آخرت کے کام میں چستی دکھائی مگر پانی نہ پیا تو دنیا کے کام میں سستی دکھائی۔ [4] دوم۔ دوسرے لڑکے میں توکل بڑھا ہوا تھا تو آخرت کے معاملہ میں چست تھا، کار دنیا میں کاہل تھا۔ [5] مال عقبیٰ۔ یہ دوسرا آخرت کے مال کا وارث ہے۔ مال دنیا۔ دنیا کا مال تیسرے کے لئے ہے کیونکہ کاہل کاہل ہی ہے یہ دنیا کے کام میں چست اور آخرت کے کام میں کاہل ثابت ہوا۔

دایں سوم کو کاہلی را خوار کرد
اور اس تیسرے نے اللہ کے کام کو ذلیل کیا

بہر گاوے شد فدا روزش بدرد
بیل کے لئے اس کا دن تکلیف کے ساتھ قربان ہوا

کاہل و جاہل ز جملہ ایں کس ست
سب سے زیادہ کاہل اور جاہل یہ شخص ہے

دولتِ دنیا مر ایں کس را بس ست
دنیا کی دولت اس کے لئے کافی ہے

واں دو را عقبیٰ و ایں را دولت ست[1]
اُن دونوں کے لئے آخرت اور اس کے لئے دنیا کی

نیست ایں دولت بپایاں دولت ست
انجام کار یہ دولت نہیں ہے دولت ہے

زیں سبب فرمود پیغمبر مگر
شاید پیغمبر نے اسی لئے فرمایا

اِنَّہٗ لَوْ کَانَ لِلدُّنْیَا قَدْرٌ
بیشک اگر دنیا کی قدر ہوتی

مَا سَقٰی مِنْھَا لِکَافِرٍ شَرْبَۃً
کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ نہ پلاتا

بلکہ می انداخت بر وے صد محن
بلکہ اُس پر سو مشقتیں ڈال دیتا

در بیان معنی ایں حدیث کہ
اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ دنیا

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ جَنَّۃُ الْکَافِرِ
مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

ہست دنیا جنت آں کفار را
دنیا کافروں کے لئے جنت ہے

اہلِ فسق و ظلم و آں اشرار را
فاسقوں اور ظالموں اور اُن شریروں کے لئے

بہر مؤمن ہست زندان ایں مقام
یہ جگہ مومن کے لئے قید خانہ ہے

نیست زنداں جایِ عیش و احتشام[2]
قید خانہ عیش اور حشمت کی جگہ نہیں ہے

جہد کن تا خود ازیں زنداں رہی
کوشش کر تاکہ تو اس قید خانہ سے نجات پائے

مخلصی جاں را ازیں محبس دہی
جان کو اس قید خانہ سے چھٹکارا دیدے

زود فکرِ ژرف می باید گزید
بہت جلد گہرا فکر اختیار کرنا چاہیے

یا ازیں زنداں بروں باید کشید
یا اس قید خانہ سے پاؤں باہر نکالنا چاہیے

آشیانِ تست عرشِ اعتلا
تیرا آشیانہ بلندی کا عرش ہے

چوں بیفتادی دریں دامِ بلا
تو مصیبت کے اس جال میں کیوں گر پڑا؟

ہیچ ناری یاد ازاں کاشانہ
تو کبھی بھی اُس محل کو یاد نہیں کرتا ہے

مست گشتی چوں بریں گہوارہ
تو اس پالنے خانہ پر کیسا مست ہو گیا ہے؟

می دہندت دانہ عمرت می خرند
تجھے دانہ دیدیتے ہیں تیری عمر خرید لیتے ہیں

گاوِ گردوں زرعِ عمرت می چرند
آسمان کے بیل تیری عمر کی کھیتی چر جاتے ہیں

روزی ہر روزہ پنداری تو تُحفت
تو ہر دن کی خوراک تحفت سمجھتا ہے

عمرِ ہر روزہ بگیر ند ایں شگفت
ہر روز تیری عمر لے لیتے ہیں یہ تعجب ہے

تو بدانہ دام را بگزیدۂ
تو نے دانہ کی وجہ سے جال کو پسند کر لیا ہے

وز لئیمی بر فتح پیچیدۂ
اور کمینہ پن سے جال میں اُلجھ گیا ہے

رو بداں سوئے پرِ زن کاشانہ ہست
جا اُس جانب پرواز کر محلات ہیں

آں سوئے چرخِ بریں بس دانہ ہست
اس بلند آسمان پر بہت دانے ہیں

لب بہ بند از گفتگوئے ایں و آں
اس اور اُس کی بات سے ہونٹ بند کر لے

تا بیابی نورِ حق در دل عیاں
تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دل میں ظاہر پائے

خویش را رُسوائے عالم کردۂ
تو نے اپنے آپ کو رسوائے عالم بنایا ہے

بہرِ تصویرِ جہاں چوں گردۂ
جبکہ تو دنیا کی تصویر کے لئے نقش ہے

لوحِ تو پُر از خیالاتِ جہاں
تیری تختی دنیا کے خیالات سے پُر ہے

فکر و ذکرش چوں شود در دل نہاں
اس کا فکر و ذکر دل میں کیسے پیدا ہونے والا ہے؟

از ہمہ می بُر بدو پیوند کن
سب سے کٹ جا، اُس سے جُڑ جا

بر درِ یک یار خود را بند کن
ایک یار کے در پر اپنے آپ کو باندھ کر

یارِ ہر جائی ترا مرغوب نیست
ہر جائی یار تجھے پسند نہیں ہے

کے سزد آں را کہ چوں او خوب نیست
اُسے کیسے مناسب ہو گا جس کی طرح کا کوئی نہیں ہے

حکایت بر سبیلِ تمثیل
تمثیل کے طور پر ایک حکایت

مُرد زنے سیمیں تنے عشوہ گرے
ایک چاندی جیسے بدن والی ناز دکھانے والی عورت تھی

بر زمیں تاباں چو فرخ اخترے
زمین پر مبارک ستارے کی طرح روشن

زُلف و رخسار و لبش در شکِ حور
اُس کی زلف اور رخسار اور ہونٹ حور کی طرح تھے

در رخِ دلش دلِ خلقے صبور
اُس کی خوبی میں لوگوں کا دل گھبرایا ہوا تھا

---

[1] واں دو را عقبیٰ و ایں را دولت ست — دوسرے کو آخرت ملے گی تیسرے کو دنیا کی دولت جو در اصل ذلت ہے۔ [2] نیست زنداں جایِ عیش و احتشام — حضورؐ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی پر پشہ کی برابر بھی قدر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔ ۵۲ احتشام: صاحبِ شوکت و حشمت ہونا۔ محبس: قید خانہ۔ ژرف: گہرا۔ اعتلا: بلند ہونا۔ گہوارہ: پالنا۔

بیت الحلاء۔ فرخ: جمال۔ گردہ: روئی جس پر سوت لپیٹتے ہیں۔ نمونہ کیلئے نقش نگار بناتے ہیں۔ جہان۔

از تحیر[1] چوں تدرو خوش نہاد — (ناز سے چلنا جو تدرو کی خوش فطرت چکور کی طرح تھی)
بر سرِ کوئے گذارے اُو فتاد — اُس کا کوچہ پر سے گذر ہوا
اتفاقاً یک جوانے تفتہ دل — اتفاقاً ایک جوان سوختہ دل
شد دوچار اُو زدستش رفتہ دل — اُس کے سامنے آیا، اُس کا دل بے قابو ہو گیا
دید اُو را گشت تصویرِ خیال — اُس نے اُس کو دیکھا، تصویرِ خیال بن گیا
رفت ہوش از سر بجائش صد خیال — ہوش سر سے روانہ ہو گیا، اُس کی جائے میں سو خیال آ گئے
گشت چوں تصویر حیراں اندرُو — اُس میں تصویر کی طرح حیران ہو گیا
چشم بر ہم می نزد از شوقِ اُو — اُس کے شوق سے پلک نہ جھپکاتا تھا
زن چو اُو را والہ و شیدا بدید — عورت نے جب اُس کو عاشق اور شیدا دیکھا
تیرِ عشقِ اُو بجانِ زن رسید — اُس کے عشق کا تیر عورت کی جان میں لگا
گفت اے سادہ چہ می بینی بگو — اُس نے کہا، اے بھولے! کیا دیکھ رہا ہے بتا؟
از چہ حیراں گشتی اے آئینہ رُو — اے آئینہ رُو! تو کس چیز سے حیران ہو گیا ہے؟
رو برائے کارِ خود آمادہ باش — جا، اپنے کام پر آمادہ رہ
پا بزنجیرے منہ آزادہ باش — پاؤں میں زنجیر نہ ڈال، آزاد رہ
گفت عشقت ہوش و عقلِ من ربود — اُس نے کہا تیرا عشق میرا ہوش اور عقل لے اُڑا
کو مرا پروائے کارِ نفع و سُود — مجھے نفع اور فائدہ کے کام کی پروا کہاں ہے!

جز تو کارِ دیگرم باقی نماند — میرے لئے تیرے سوا اور کام نہیں رہا
عشقِ تو در بسترم خارے نشاند — تیرے عشق نے میرے بستر پر کانٹا بچھا دیئے
کار و بارِ من بجز عشقِ تو نیست — میرا کاروبار تیرے عشق کے سوا نہیں ہے
حسنِ تمثیلِ تو جاں را رہزنیست — تیری تصویر کا حسن، جان کا رہزن ہے
گفت ہیں واپس نگر ہمشیرِ من — اُس نے کہا خبردار! پیچھے دیکھ میری ہمشیر
از عقب می آید آں غنچہ دہن — پیچھے آ رہی ہے، وہ غنچہ دہن
صد رہ از من در جمال اُو خوب تر — وہ مجھ سے حسن میں سو گنا بڑھی ہوئی ہے
کہ نیرزد پیشِ رُوئے اُو قمر — کیونکہ اُس کے رُخ کے مقابلہ میں چاند کسی قیمت کا نہیں
آں جوانِ سادہ رُو از وے بتافت — اُس بھولے جوان نے اُس سے منہ موڑ لیا
سُوئے محبوبے نشاں کز وے نیافت — اُس محبوب کی جانب جس کا نشان نہ پایا
زن[2] بروئش زد طپانچہ آنچناں — عورت نے اُس کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا
کہ بروِ صد رشک بُردے ارغواں — کہ گل بابونہ اُس پر سو رشک کرے
گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی — بولی اے بیوقوف! اگر تو عاشق ہے
در بیانِ دعویِ خود صادقی — اپنے دعوے کے بیان میں تو سچا ہے
سُوئے غیرِ من چرا کردی نظر — میرے غیر کی جانب تو نے نظر کیوں کی؟
دعویِ عشق ایں بُود اے خیرہ سر — اے بیوقوف! عشق کا دعویٰ یہ ہوتا ہے

ایں چنیں باشد وفایِ عاشقاں — عاشقوں کی وفا ایسی ہوتی ہے
رُو بغیر آرند ظاہر یا نہاں — ظاہر یا پوشیدہ دوسرے کی طرف رُخ کرتے ہیں
چونکہ دید غیر در عشقِ مجاز — جبکہ مجازی عشق میں دوسرے کو دیکھا
ننگِ عشق آمد حقیقت را چہ ساز — عشق کا عیب ہے تو حقیقت سے کیا تعلق!
عاشقِ حقی و بینی غیر را — تو اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے اور غیر کو دیکھتا ہے
کعبہ می خواہی کہ سازی دیر را — تو کعبہ چاہتا ہے! جبکہ بتخانہ کا ارادہ کرتا ہے
کالمکے داری بُروئی دل ز غیر — تو دل پر غیر کا زخم رکھتا ہے
وز نگہاں خواہی بگوئی دوست سیر — پھر دوست کے کوچہ میں سیر چاہتا ہے
تا فشک داری بکشمانِ وجود — جب تک قورمہ کے کھانے میں دمبک رکھتا ہے
حبِّ حُبِّ اللہ و رویشتن چہ سُود — اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرنے سے کیا فائدہ!
غیر اُو را از نظر بیروں فگن — اُس کے غیر کو نظر سے باہر پھینک دے
چشمِ دل نہ بر جمالِ ذوالمنن — اور دل کی آنکھ کو احسان کرنے والے کے حسن پر رکھ
کیست دیگر در جہاں غیر از خدا — دنیا میں خدا کے علاوہ دوسرا کون ہے!
از چہ اُو را گشتۂ اے خاسر خا — اے بیہودہ گو! تو اس کا کیوں ہوا ہے؟
خود تو ئی گر غیرِ حق خود را بسوز — اگر تو خود حق کا غیر ہے تو خود کو جلا دے
چشمِ دل بر دوختہ ہر دم بدوز — دل کی آنکھ کو ہر وقت اس طرف لگا رکھ

[1] تحیر — ناز سے چلنا، تدرو — چکور، زن — عورت کے دل میں اُس عاشق کا عشق پیدا ہو گیا۔ آئینہ رو — حیران ہونے والے یعنی عشق کی وجہ سے حیران ہونے والے کہنے لگی کہ میری بہن مجھ سے زیادہ حسین ہے وہ پیچھے آ رہی ہے۔ اُس جوان نے پیچھے کو دیکھا مگر وہ دیکھنے میں کوئی عورت آتی ہوئی نہ دیکھی [2] زن — عورت نے

جُز وجودِ مطلق و ہستیِ پاک
وجودِ مطلق اور پاک ہستی کے سوا

آنچہ آید در خیالت ہست خاک
جو کچھ تیرے خیال میں آئے، خاک ہے

تو کجا و مَن کجا عالم کجا
تو کہاں اور میں کہاں، عالم کہاں؟

ہست یک نورِ منزّہ اے فتا
اے نوجوان! ایک پاکیزہ نور ہے

ظاہر و باطن نہان و آشکار
ظاہر اور باطن، پوشیدہ اور کھلا

شمع یک شمع ست قندیلش ہزار
شمع تو ایک شمع ہے اسکے قندیل ہزار ہیں

در ہزاراں آئینہ یک صورت ست
ہزاروں آئینوں میں صورت ایک ہے

زیں تکثر ہم خرد را حیرت ست
اس کثرت سے بھی عقل حیرت میں ہے

کثرت آئینہ آمد از کجا
آئینہ کی کثرت کہاں سے آئی؟

ایں ز اسماؤ صفات ست اے کیا
اے بزرگ! یہ اسماء اور صفات کی وجہ سے ہے

ایں سخن پایاں ندارد لب بہ بند
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ہونٹ بند کرلے

ہر دو لبہای مرا بر بستہ قند
شکر نے میرے دونوں ہونٹ سی دیئے ہیں

زیں شکر ہر دو لبم مَن بستہ شد
اس شکر سے میرے دونوں ہونٹ بند ہوگئے

وز قیود گفت گو دل رستہ شد
اور گفتگو کی بیڑیوں سے دل نجات پاگیا

رجوع بحکایت شاہزادہ سوم کہ
تیسرے شہزادے کی حکایت کی طرف رجوع

از بادشاہ شرفِ قرابت یافتہ بود
جس نے بادشاہ سے رشتہ داری کا شرف اور

وجاہت یافت و بمنزل گاہِ
عزت اور وجاہت پائی، ہمارے گھر میں سے

زوّجناھم بحورٍ عینٍ شنافت
اُن کی شادی کروسی کی منزلگاہ کی طرف دوڑی

اے حسام الدین شہِ ملکِ یقیں
اے حسام الدین! ملکِ یقین کے شاہ

حالِ شہزادہ سوم برگو تو ہیں
ہاں آپ تیسرے شہزادے کا حال بیان کریں

اے ضیاء الحق حسام الدین حسن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!

جذبِ جاں کردی تو چوں بادِ یمن
آپ نے یمن کی ہوا کی طرح جاں جذب کرلی

می کشد ما را بر عرشش علا
ہمیں بلندی کے عرش پر کھینچتا ہے

پر بپر وازت چو جبریلِ صفا
تیرا پَر پرواز جبرئیل با صفا کی طرح

بُردۂ جاں را تو در باغِ خلود
آپ جان کو ہمیشگی کے باغ میں لے گئے

سینہ ام پُر گل از انست اے ودود
اے محبوب! اسی لئے میرا سینہ پھولوں سے پُر ہے

خود ز تست ایں گفتگوئے پُر شکر
یہ شکر بھری گفتگو آپ کی جانب سے ہے

کز زبانم می تراود شعرِ تر
کہ میری زبان سے تازہ شعر ٹپک رہے ہیں

حالِ خود را بر زبانم گفتہ
آپ نے اپنی حالت میری زبانی سے بیان کی ہے

خود تو دانی چونکہ ایں در سفتہ
چونکہ آپ نے یہ موتی پرو لیا ہے آپ جانتے ہیں

مَن نۓ خالی ہدم نائی تُوئی
میں خالی لمبی ہوں نواز نے والے آپ ہیں

مثنوی را گر بیفزائی تُوئی
اگر مثنوی کو بڑھا رہے ہیں تو آپ ہیں

نالۂ مَن از دمِ گرمِ تو ہست
میرا نالہ آپ کے گرم سانس کی وجہ سے ہے

لُطفِ تو ایں تہمتے بر مَن بہ بست
آپ کی مہربانی نے مجھ پر یہ تہمت باندھی ہے

اختتامِ مثنوی خود کردۂ
مثنوی کا اختتام آپ نے کیا ہے

خود تو میگوئی ولے در پردۂ
خود آپ کہہ رہے ہیں لیکن آپ پردے میں ہیں

ایں مَن و ما جز کہ پردہ بیش نیست
یہ میں و ما پردے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے

پیشِ آں عقلِ مآل اندیش نیست
انجام سوچنے والی عقل اس کے سامنے نہیں ہے

در صُوَر گر کثرتے بینی عیاں
تو اگر صورتوں میں کثرت ظاہر دیکھتا ہے

معنیِ جملہ یکیست اے نکتہ داں
ایک نکتہ داں! حقیقت سب کی ایک ہے

شمع در آئینہ خانہ اگر نہی
اگر تو نمائش محل میں شمع رکھ دے

پیشِ ہر آئینہ اُش را بہی دہی
ہر آئینہ کے سامنے تو اس کو راستہ دیدیگا

در حقیقت یک بُوَد اے ہوشیار
اے ہوشیار! حقیقت میں وہ ایک ہے

پیشِ چشمِ تو نمایاں صد ہزار
تیری آنکھ کے سامنے ہزاروں نمایاں ہیں

ذاتِ شمع آں یک بُوَد از کثرتے
شمع کی ذات ایک ہے، کثرت کی وجہ سے

مر ترا از آئینہ باشد حیرتے
تجھے آئینہ سے حیرت ہوگی

بے تکثر شمع یک چوں شد ہزار
بغیر کثرت کے جب ایک شمع ہزار ہوگئیں

وحدتِ ہستی مطلق ہوشدار
مطلق ہستی کی وحدت کو سمجھ لے

---

۵۱ ظاہر جملہ کائنات صرف ایک خدا وحدت کا مظہر ہے ایک روشنی مختلف رنگ کے آئینوں میں سے مختلف نظر آتی ہے۔ ایسی خالص ذات وحدت سے شعشعہ ہے یہ سارا سماء صفات کے مظاہر ہیں۔ ۵۲ بادبیں آنحضور ﷺ کی جانب اشارہ فرمایا ہے آپ کی ہجرت مدینہ کی طرف جس کی نمائش ہوتی ہے اسلام صداقت و کوشش کی ہوا چلتی ہے

گر[1] پسر مسی آئینہ شد از کجا
اگر تو پوچھے آئینہ کہاں سے پیدا ہوا؟

شمع ہست آں خود قدیم و باضیا
وہ شمع خود قدیم اور منور ہے

آئینہ داں جملہ اسما و صفات
تمام اسماء و صفات کو آئینہ سمجھ

اقتضا کردند فضل کائنات
جنھوں نے بقیہ کائنات کو چاہا

زیں سخن بگذر کہ شہزادہ سوم
اس بات سے گذر کیونکہ تیسرے شہزادے نے

چوں شنید از مرگ آں داور دوم
جب دوسرے بھائی کی موت کے آنکھوں سنا

بیان حالِ شہزادۂ سوم کہ
تیسرے شہزادے کے حال کا بیان جس
بعد مرگِ برادرِ دوم تقرب
نے دوسرے بھائی کے مرنے کے بعد شاہ کا
سلطان و قرب و عرفان
تقرب اور قربت و معرفت
یافت
حاصل کرلی

حاضر آمد در جنابِ پادشاہ
وہ بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا

طالبِ محبوب خود با دَرد و آہ
اپنے محبوب کا درد اور آہ کے ساتھ طالب بنکر

پس معرف گفت بہرِ مصلحت
مصلحت کے طور پر تعارف کرانے والے نے کہا

کیں سوم بیش ست جائے مرحمت
کہ یہ تیسرا زیادہ رحم کا مستحق ہے

ہر دو بازویش بعشقِ تو شکست
اس کے دونوں بازو آپ کے عشق میں شکستہ ہوگئے

مر شکستش را جبیرہ بستن ست
اس کی شکست پر پٹی باندھنی ہے

شاہ رحمت کرد اُورا پیش خواند
شاہ نے رحم کیا اُس کو آگے بلایا

وز تلطف بر سریرِ خود نشاند
اور مہربانی سے اپنے تخت پر بٹھایا

گرچہ میدانست حالش را بکشف
اگرچہ وہ اُس کی حالت کو کشف کے ذریعہ جانتا تھا

جملہ می پرسید بارائے شگرف
عجیب رائے سے تمام (احوال) پوچھتا رہا

آنچناں از لطف پرسشہا نمود
مہربانی سے اس قدر پرسش کی

کاں غم و کربت زجان اُو در ربود
کہ وہ غم اور مصیبت اس کی جان سے نکال دی

آں برادر مُردہ را تدفیں نمود
اُس نے مُردہ بھائی کی تدفین کردی

زندہ را با رُوحِ خود تضییں نمود
زندہ کو اپنی رُوح سے وابستہ کردیا

بعد چندیں صحبت اُو گرم شد
تھوڑے دن بعد اُس کی صحبت گرم ہوگئی

شاہ را بر وے بسے دل نرم شد
اُس پر بادشاہ کا دل بہت نرم ہوگیا

پوستہ[2] دیوتک مرادُورا جملہ داد
بڑا چھوٹا خزانہ سب اس کردیا دیا

داخلِ شاہانہ بہرِ اُو کشاد
دربار خانہ اُس کے لئے کھول دیا

از دمِ جاں بخشِ شاہ بحرِ جود
سخاوت کے سمندر جان بخش شاہ کے دم سے

غنچۂ اُو در شگفتن رُو نمود
اُس کا غنچہ کھلنے لگا

رازہا اندر دلش تخمیر گشت
اُس کے دل میں بہت سے راز پرورش ہوگئے

ہمچو آں دو میں ہمہ تنویر گشت
وہ منجھلے بھائی کی طرح بالتمام نور بن گیا

منزلِ قربِ وجود و معرفت
قربِ وجود اور معرفت کی منزل میں

بیشتر زاں دو یمیں شد در صفت
صفت میں اُس منجھلے بھائی سے زیادہ ہوگیا

کسب ہا می کرد و رہ طے می نمود
مجاہدے کرتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا

جہدہا می کرد و نورش می فزود
وہ کوشش کرتا تھا اور اس کا نور بڑھتا تھا

لیک اُو خود عبرتے بگرفتہ بود
لیکن اُس نے خود ایک عبرت حاصل کرلی تھی

زاں دو دادر پندہا پذرفتہ بود
اُن دونوں بھائیوں سے نصیحت قبول کرلی تھی

عقبہائے راہ و دانستہ بود
وہ راستہ کی گھاٹیوں کو خوب جان چکا تھا

حزمہا می کرد و بد شایستہ خود
احتیاطیں برتتا تھا اور خود شائستہ تھا

دید کاں اوّل ز عجلت جاں بداد
اُس نے دیکھا کہ اُس پہلے نے جلدی میں جان دیدی

واں دُوم را عجب در گورے نہاد
اور اس دوسرے کو خود پسندی نے قبر میں رکھدیا

مرد را باید کہ اندر راہِ یار
انسان کو چاہیئے کہ یار کے راستہ میں

در تأنی کوشد و صبر و قرار
آہستہ روی اور صبر و قرار سے کوشش کرے

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ
اسی سبب مجتبیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے

رِفق راس الحکمت آمد اے فتیٰ
اے نوجوان! نرمی دانائی کی جڑ ہے

ابن مسعودؓ از پیمبر نقل کرد
ابن مسعودؓ نے پیغمبر سے نقل کیا ہے

نصف ایمان ست صبر اے نیک مرد
ایک نیک مرد! صبر نصف ایمان ہے

---

[1] گر پسر۔ ذات ایک ہے صفات میں کثرت ہے اور یہ کائنات صفات کا مظہر ہے۔ داور۔ برادر۔ جبیرہ۔ ٹوٹے ہوئے عضو کو کسنے کی پٹی۔ [2] پوستہ دیوتک۔ بڑا اور چھوٹا خزانہ۔ زاں دو دادر۔ بڑے نے محبت میں جان دی چھوٹے کو مگر نے۔ بارگاہ الٰہی۔ آہستہ روی۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ آہستہ روی تمام بھلائیوں کی جڑ ہے۔

ورنہ حُسنِ یار نورِ مُطلق ست
ورنہ یار کا حُسن نورِ مطلق ہے

چشمِ دل اندر جمالش مُنْدَقی ست[1]
اُسکے جمال میں دل کی آنکھ پارہ پارہ ہے

تاب ناری دیدنش را یک بیک
تو یک بیک اُس کے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتا

آئینہ مصقول میکن سیکنک
آئینہ پر آہستہ آہستہ صیقل کر

ایں تانی بہرِ استعداد ہست
یہ آہستہ روی استعداد کے لئے ہے

کے جمالِ بے حجابش در بہ بست
اُسکے بے حجاب جمال نے دروازہ کب بند کیا ہے

یار چوں شمس ست در وسط السّما
یار آسمان کے وسط میں سورج کی طرح ہے

لیک اے خفاش کو چشمے ترا
لیکن اے چمگادڑ! تیری آنکھ کہاں ہے؟

رو تو اوّل چشم را پیدا بکن
جا، تو پہلے آنکھ پیدا کر

بعد ازاں دیدہ بسویش وا بکن
اُس کے بعد اُس کی طرف آنکھ کھول

بر نتابی ورنہ آں نورِ شروق
ورنہ اس نور اور چمک کی تو تاب نہ لاسکے گا

نجم تو گردد ز قہرش در خفوق
اُس کے قہر سے تیرا ستارہ غروب کر جائیگا

یا بمیری یا شوی دیوانہ خود
یا تو مرجائے گا یا دیوانہ ہو جائے گا

زیں سبب ہا اکثرے مجذوب[2] شد
اِسی وجہ سے بہت سے مجذوب ہوگئے ہیں

بر نتابد کاہ بارِ کوہ را
تنکا، پہاڑ کا بوجھ نہیں سہار سکتا

مرد باید ایں غم و اندوہ را
اِس رنج و غم کے لئے مرد چاہیئے

آں نخستیں دادرش تعجیل کرد
اُس کے پہلے بھائی نے جلدی کی

وصلِ عریاں را طپاں تحصیل کرد
عُریاں وصل کو تڑپتے ہوئے حاصل کیا

چوں نبود آں وصل لب مور خورد او
چونکہ خالص وصل اُس کے مناسب تھا

در طپش اُفتاد و خست و مُرد او
وہ تڑپنے لگا اور خستہ ہو گیا اور مر گیا

تا کہ رفع ایں حجابِ تن نشد
جب تک کہ یہ جسم کا پردہ نہ رہے

وصلِ عُریاں کے بدست آید زُلد
جھگڑے سے عریاں وصل کب ہاتھ آتا ہے؟

لیک شیرِ عشق چوں تازد شتاب
لیکن عشق کا شیر جب جلد دوڑتا ہے

لُقمہ گردد عاشق اُدراچوں کباب
عاشق کباب کی طرح اُس کا لقمہ بن جاتا ہے

ز اضطراب عشق جلد ہا کُند
عشق کے اضطراب کی وجہ سے جلد بازیاں کرتا ہے

چکرہ را بیچوں صدف لب وا کُند
سیپ کی طرح نقارے کیلئے منہ کھولتا ہے

لیک پیش از ابرِ نیساں فتح لب
لیکن ابرِ نیساں سے پہلے منہ کھولنا

نیست زاں حاصل بجز رنج و تعب
اُس سے سوائے تکلیف اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں

زَن نباشد طامثہ یا بالغہ
جو عورت حائضہ یا بالغہ نہ ہو

باشد از اخوائے نُطفہ زائغہ
وہ نطفہ کے مُجمد ہونے میں کجرو ہوتی ہے

داستانِ آں مُطعنی کہ بدون
اُس نان بائی کا قصہ جس نے بغیر

استعداد از راہِ تعجیل دل
استعداد کے جلد بازی کے طور پر

بوصلِ عُریاں نہاد و جاں
وصلِ عریاں کے ساتھ دل وابستہ کیا اور جان

بداد
دے دی

عارفے[3] را مطعنی ہمسایہ بود
ایک عارف کا ایک نان بائی پڑوسی تھا

بس سخی و عاقل و پُرمایہ بود
بہت سخی اور عقلمند اور سرمایہ دار تھا

اکثر استفسار کردے حالِ شیخ
اکثر شیخ کا حال معلوم کرتا

بستہ بودے چشم بر احوالِ شیخ
شیخ کے احوال پر آنکھ لگائے ہوئے تھا

چونکہ فقر از شانِ فخر اولیاست
چونکہ فقر اولیا کے فخر کی شان ہے

افتقار از سنتِ خیر الوریٰ ست
حاجتمندی خیر الوریٰ کی سنت ہے

باوجودِ حزم اِخفائے کمال
باوجود کمال کے اخفاء کی پختہ کاری کے

گر شُدے احیاناً او دانائے حال
اگر وہ کبھی حال کا واقف کار بن جاتا

---

[1] مُنْدَقی۔ ریزہ ریزہ۔ ایں تانی۔ آہستہ روی اسلئے ضروری ہے کہ جس میں استعداد پیدا ہو جائے اور اُس نور کو تحمل کر سکے۔ یا کمیر۔ اگر بغیر استعداد کے تجلی پڑتی ہے تو سالک مرجاتا ہے یا دیوانہ ہو جاتا ہے۔ [2] مجذوب۔ وہ انسان جس کے ہوش و حواس جذبِ الٰہی نے گم کر دیئے ہوں۔ نوٹ: جگر صاحب نے جگر کے معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ چکرہ۔ نقارہ۔ صدف۔ سیپ۔ نیساں۔ چیت کا مہینہ اپریل۔ طامثہ۔ حائضہ۔ زائغہ۔ کجرو۔ [3] عارف۔ صاحبِ معرفت شخص۔ ولی بزرگوں سے سنا ہے کہ یہ قصہ حضرت خواجہ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اُس نان بائی کی قبر بھی اُن کے مزار کے پاس موجود ہے۔ مُطعنی۔ نانبائی۔ افتقار۔ فقر میں مبتلا ہونا۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے "اَلْفَقْرُ فَخْرِی" فقر میرا فخر ہے۔

خدمتے کردے بقصد عجز و نیاز
عاجزی، ماجزی اور نیازمندی سے خدمت کرتا

باکمالِ اعتقاد و امتیاز
پورے اعتقاد اور امتیاز کے ساتھ

اتفاقاً چند مہمانِ عزیز
اتفاقاً چند معزز مہمان

شُد رفیقِ[1] روزے آں صاحب تمیز
ایک روز اُن صاحب تمیز کے مہمان بن گئے

چونکہ فقد نُزل بُود و ہم عشا
چونکہ مہمانی کے سامان اور کھانے دونوں ہی تھے

مردِ عارف گشت دُرد رنج و عنا
وہ عارف مرد رنج اور تکلیف میں مبتلا ہو گیا

چوں لِیُکرِمْ ضَیْفَہٗ حُکمِ رسُولؐ
چونکہ "چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے" رسول کا حکم ہے

در دلِ عارف زِ تشویشِ عجولؔ[2]
وہ عارف کے دل میں تشویش سے زیادہ جلدی کر رہا تھا

یک دو بار از خانقہ تا خانہ رفت
ایک دو مرتبہ خانقاہ سے گھر تک گیا

تا کُند مہمانیِ شاں چُست و زفت
تاکہ ان کی مہمانی اچھی اور جلد کریں

لیک در خانہ بسارِ او نبُود
لیکن اُن کے گھر میں مالداری نہ تھی

زیں سبب تشویشِ وقتِ او فزُود
اس لئے ان کے وقت کی پریشانی بڑھ رہی تھی

مطبخی آں شیخ را برزد بطبع
نان بائی نے شیخ کو اُن کے مزاج کے خلاف

دید گہ در خانقہ گاہے بربع
کبھی خانقاہ میں کبھی گھر میں دیکھا

بر در او آمد و تفتیش کرد
وہ ان کے دروازہ پر آیا اور جستجو کی

ماجرا دریافت و پُرسش کرد
معاملہ کو گیا اور بہت پریشان ہوا

زُود از دوکان تُتماج و ثرید
فوراً دوکان سے دلیا اور پنیر

نان و قلیہ ماہی بریاں گزید
روٹی اور شوربا، بھنی ہوئی مچھلی

بُرد نزدِ شیخ کاے مردِ خدا
شیخ کے پاس لے گیا کہ اے مردِ خدا!

صرف کن ایں جملہ اے نورالہُدا
اے نورِ ہدایت! اس سب کو خرچ کر لیجئے

ہر کجا خواہی مر آں را صرف کُن
آپ جہاں چاہیں اُس کو خرچ کر لیں

جملہ کردم ملکِ تو از بیخ و بُن
میں نے بڑا اور بنیاد سے سب آپ کی ملک کیا

شیخ شاداں گشت و مہماناں تواخت
شیخ خوش ہو گئے، مہمانوں کو نوازا

جُملہ رازاں خوانِ نعمت سیر ساخت
اس خوانِ نعمت سے سب کا پیٹ بھر دیا

آنچہ باقی ماند بخشید اہل را
جو کچھ بچا گھر والوں کو دے دیا

رفت تشویش و دلش[3] آمد بجا
اُنکی پریشانی رفع ہو گئی اور دل ٹھکانے آیا

مطبخی را گفت چہ خواہی بگو
نان بائی سے فرمایا تو کیا چاہتا ہے بتا؟

ہر دُرے خواہی ازیں دریا بجُو
تجھے جو موتی چاہیے اِس دریا میں تلاش کر لے

بحرِ من در جوش آمد ایں زماں
اِس وقت میرا سمندر جوش میں آگیا ہے

آنچہ می خواہی بگیر و داستاں
تو جو چاہے حاصل کر لے اور لے لے

مطبخی گفت کہ از لُطفِ شما
نان بائی نے کہا آپ کی مہربانی سے

وُلد و مال و جاہ شُد حاصل مرا
اولاد اور مال اور رتبہ مجھے حاصل ہے

نیست دَر دنیا بچیزے حاجتم
مجھے دنیا میں کسی چیز کی حاجت نہیں ہے

از رہِ شُکر و قناعت ساکتم
شکر و قناعت کے طریقہ پر میں خاموش ہوں

حق چو بیش از حاجتِ من رحم کرد
جب اللہ تعالیٰ نے میری ضرورت سے زیادہ عطا فرمایا

چوں کنم دیگر طلب اے نیک مرد
اے نیک مرد! پھر اور کیا طلب کروں؟

باز چوں دریایِ حق در جوش بُود
پھر چونکہ اللہ تعالیٰ کا دریا جوش میں تھا

عارف اندر خواہ خواہش میفزُود
شیخ اُن کی خواہش کے طلب کرنے میں نہ بڑھے

مطبخی گفت اکرمی خواہم شہا
نان بائی بولا اے شاہ! میں چاہتا ہوں

ہمچو خود عارف کُنی بے فرقہا
بغیر فرق کے اپنی طرح مجھے عارف بنا دیجئے

غیر ازیں دیگر مرا حاجت چو نیست
اِسکے علاوہ چونکہ میری کوئی حاجت نہیں ہے

زیں عطایم گر نوازی خوش فیست
اگر آپ اِس بخشش سے مجھے نوازیں تو بہتر ہے

عارف اندر فکر رفت و گفت ہیں
عارف متفکر ہو گئے اور فرمایا خبردار!

زیں سوال خام رَو، دیگر گزیں
اِس ناقص سوال سے ہٹ جا دوسرا اختیار کر لے

گفت نے نے من ہمیں را خواستم
اُس نے کہا نہیں نہیں میں یہی چاہتا ہوں

وز سرِ مال و جہاں برخاستم
مال اور دُنیا کے خیال سے میں علیحدہ ہوں

گفت عارف گر چو من عارف شوی
شیخ نے فرمایا اگر تو میری طرح عارف بنے گا

غرقِ بحرِ لاشوی وز خود رَوی
تو سمندر میں غرق ہو جائیگا اور اپنے سے جاتا رہیگا

---

[1] رفیق۔ مہمان۔ نُزل۔ مہمانی کا کھانا بتا۔ بشت۔ چونکہ مہمانی کا حکم ہے جو شخص دین ہے اُسکو چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ یہ حکم چونکہ رسول کا حکم ہے اسلئے شیخ کے قلب میں اسکی اہمیت سے بھی زیادہ اثر کر رہا تھا۔ [2] عجول۔ جلدی کرنیوالا۔ بسار۔ مالداری۔ بزرگ۔ غم۔ طبع۔ خلاف عادت۔ ثرید۔ ثرید۔ مکان۔ تُتماج۔ پیٹے کا ایک غذا جسے دلیا کہہ سکتے ہیں۔

[3] دل یعنی شیخ کی پریشانی جاتی رہی۔ وُلد۔ اولاد۔ خواہ۔ یعنی ہمارا مس سے فرمایا ہے تم کو مانگنا چاہئے۔ بجو تحد۔

مجھے اپنا جیسا عارف خدا بنا دیجئے۔ یہ میری استدعا ہے اپنے سے دوگنا مال کر۔
مراد یہ ہے تو فنا ہو جائے گا۔

تا رود اُسطقصّ[1] تن بگسلد — تیرے عناصر کا تانا بانا بکھر جائے گا
طوطیِ تو ایں قفس در دم بلد — تیری طوطی تو اِس پنجرے کو چھوڑ دے گی
گفت ازیں بہتر چہ باشد اے کریم — عرض کیا اے کریم! اِس سے بہتر کیا ہوگا؟
واصلِ حق گشتہ بر خیزم سلیم — واصل بحق ہو کر میں سالم اٹھوں گا

گفت عارف اندرون حجرہ آ — شیخ نے فرمایا، حجرے کے اندر آ جا
ساعتے بنشیں مراقب پیشِ ما — تھوڑی دیر مراقبہ کر کے میرے سامنے بیٹھ جا
خلوتے کردند آں عارف تمام — اُن شیخ نے پوری خلوت کر لی
صرفِ ہمت کرد در سقی المدام — شرابِ معرفت پلانے میں توجہ لگا دی

بعد یک ساعت چو بیروں آمدند — تھوڑی دیر کے بعد وہ جب باہر آ گئے
صورت و معنی ہمہ یکساں شدند — ظاہر اور باطن میں ایک سے ہو گئے
خلق ہم از جمعِ مثلیں خیرہ شد — دو یکساں کے جمع ہونے سے لوگ حیران ہو گئے
عقلِ جزوی از تمیز تیرہ شد — جزوی عقل امتیاز کرنے سے عاجز آ گئی

آخرش بعد از زمانے مطمئنی — انجام کار تھوڑی دیر کے بعد اطمینان نے
در طپش جاں داد چوں مرغ اے اخی — اے بھائی! مرغ کی طرح تڑپنے میں جان دیدی

اَلغرض جاں را بجاناں باز داد — اَلغرض اُس نے جان کو جاناں کو واپس دیدی
ہمچو شہزادہ نخستیں[2] بے مراد — پہلے بے مراد شہزادے کی طرح
نامرادش گفتنم در صورت است — اُس کو میرا نامراد کہنا ظاہر میں ہے
ورنہ در معنیٔ وصال حیرت است — ورنہ حقیقت میں وصال حیرت ہے

ہمچنداں خرمن کریں برق اُو بسوخت — وہ کھلیان کیا ہی اچھا ہے جو اِس بجلی سے جل گیا
تیر آں دلدار مرغِ جانش دوخت — اُس محبوب کے تیر نے اُس کی جان کے پرند کو سی دیا
صورتِ تکمیل[3] اگرچہ تام نیست — اگرچہ تکمیل کی صورت پوری نہیں ہے
وصل حاصل شد کہ معنیٔ نام نیست — وصل حاصل ہو گیا حقیقت میں نام کی نہیں ہے

ہمچنداں جانے کہ در راہش دہی — وہ جان کیا ہی اچھی ہے جو تو اُس کو راہ میں دیدے
مرحبا آں سر کہ در کویش نہی — قابلِ تحسین ہے وہ سر جسکو تو اُسکے کوچہ میں رکھدے

بہر اُو مُردن بہ از صد زندگیست — اُسکے لئے مرجانا سو زندگی سے بہتر ہے
کایں چنیں موت است بس فرخندگیست — کیونکہ اِس طرح کی موت بہت مبارک ہے
ایں سخن را اَند کے کوتاہ کُن — اِس بات کو تھوڑا سا مختصر کر دے
وز حدیثِ آں سُوم آگاہ کُن — اور اُس تیسرے کی بات سے آگاہ کر

بیانِ حالِ شہزادۂ سُوم و اکتساب

تیسرے شہزادے کے حال کا بیان اور اُس
اُو مر کمالاتِ صوری و معنوی را — کا صوری اور معنوی کمالات کو حاصل کرنا اور
صبر کردن اُو از بیانِ حاجت — اور اُس کا اپنی ضرورت کے بیان کرنے سے صبر
خود و بمحبوب خود رسیدن — کرنا اور اپنے مطلوب کو پہنچ جانا

واں سُوم شہزادہ با صد خرم و صبر — اور وہ تیسرا شہزادہ سو احتیاط اور صبر سے
می کشید از یم عرفاں ہمچو ابر — عرفان کے سمندر سے ابر کی طرح کھینچا ہوا
ہر شبے تازے ز صحبت ہائے شاہ — ہر رات کو شاہ کی صحبتوں سے دولت لے
در دلش ز انوار و حدت ہا پگاہ — صبح کو وحدت کے انوار اُس کے دل میں

کسب استعداد و توفیرِ حکم — استعداد کا کسب اور حکمتوں کی زیادتی
می نمود از فیضِ شاہ اُو دمبدم — اُس کے لئے شاہ کے فیض سے دمبدم ظاہر ہوتا تھا
در دلش ہر دم ز سلطاں چوں قمر — چاند جیسے شاہ کی جانب سے اُسکے دل پر ہر وقت
نورِ نو وارد مُشدے شام و سحر — صبح و شام نئے نور وارد ہوتے

دم نمی زد لیکن از مطلوبِ خود — وہ سانس نہیں لیتا تھا لیکن اپنے مقصود کو
داشت در دل شعلۂ محبوبِ خود — اپنے محبوب کے دل میں شعلہ رکھتا تھا

---

[1] اُسطقص۔ چاروں عناصر۔ طوطی یعنی روح۔ سلیم۔ یعنی غیر کی یاد سے بچا ہوا ہو۔ ہمت۔ یہ توجہ انعامی کہلاتی ہے۔ مدام۔ یعنی شراب محبت و معرفت۔ شقیق۔ یعنی خواجہ صاحب اور نان بائی بالکل ایک جیسے تھے اُن دونوں میں صورتاً بھی کوئی فرق نہ تھا۔ [2] نخستیں۔ جس طرح پہلا شہزادہ عجلت کی وجہ سے مرا تھا۔ نامراد یعنی نے اِن دونوں کو نامراد محض ظاہری طور پر مر جانے کی وجہ سے کہدیا ورنہ وصال حیرت ہے کیونکہ دونوں نے محبوب کے فراق میں جان دی ہے۔ [3] تکمیل۔ اگرچہ یہ سلوک کی تکمیل نہیں ہے لیکن بہرحال وصل یار تو حاصل ہو ہی گیا۔ مترجم۔ بندہ کا کہنا ہے کہ تکمیل زیادتی حاصل کرنا مراد ہے۔

باچنیں شاہِ پُراز جود و سخا
ایسے جود اور سخا سے پُر بادشاہ سے

حرفِ مطلب بر زباں آرم چرا
میں مطلب کا حرف زبان پر کیوں لاؤں؟

لُطفِ اُو بے گفتہ صد نعمت دہد
اس کی مہربانی بغیر کہے سینکڑوں نعمتیں دیتی ہے

سُوئے گفتن چوں دلِ من برجہد
کہنے کی جانب میرا دل کیسے کودے؟

بے طلب بخشید چوں جان و تنم
جبکہ اُس نے بغیر مانگے تجھ کو جان اور جسم عطا کیا

بَر درش پیں چوں تبو راکے زنم
پھر اُس کے دروازے پر ڈھیری کیوں نہ جاؤں؟

شاہِ ما آئینۂ صافی دل ست
ہمارا شاہ صاف دل آئینہ ہے

خطرہ اَم را در دلِ شہ منزل ست
شاہ کے دل میں میرے خطرے کی منزل ہے

گر سزاوارم بداں دُرِّ تمیں
اگر میں اُس قیمتی موتی کے لائق ہوں

خود شہم بنوازد از لُطف گزیں
پسندیدہ مہربانی سے خود بادشاہ مجھے نوازے گا

لُطفِ اُو ہر صاحبِ استعداد را
اُس کی مہربانی ہر صاحبِ استعداد کو

حسبِ حالش میدہد بے امترا
بے شک اُس کے حسبِ حال عطا کردیتی ہے

ہر چکاوے را کہ اہلیت بُود
جس چکوری میں اہلیت ہوتی ہے

چترِ شاہی بر سرش از شہ رسد
شاہ کی جانب سے اُسکے سر پر شاہی چتر پہنچ جاتا ہے

نیست یکتارہ برآں شہ چوں خفا
اُس شاہ پر جب سُوئی کا کوا بھی مخفی نہیں ہے

در طلب پُویم جگارہ[1] من چرا
میں طلب میں مختلف راستوں پر کیوں دوڑوں؟

از فضولی چوں سخن پیشش کنم
اُس کے سامنے بیکار بات کیسے پیش کروں؟

از چہ پیدا حاجتِ خویشش کنم
اُس پر اپنی حاجت کیوں ظاہر کروں؟

شاہِ ما روشن ضمیر ست و خبیر
ہمارا شاہ روشن ضمیر اور باخبر ہے

میدہد آخر مرادِ دل بدیر
انجام کار دل کی مراد دے دیتا ہے

صبر کُن اے دل کہ مفتاحِ خوشی ست
اے دل! صبر کر کیونکہ خوشی کی کنجی ہے

در میانِ صبر بس عیش و خوشی ست
صبر میں بہت عیش اور خوشی ہے

شاہ روزے گفت کاے جانِ کرم
ایک دن شاہ نے کہا اے جانِ کرم!

بحرِ صبر و حلمی و کانِ کرم
تو صبر اور حلم کا سمندر اور کرم کی کان ہے

خاطرم زیں سلطنت بگرفتہ ست
میری طبیعت اس سلطنت سے ملول ہے

دل بتختِ اوج وحدت بستہ ست
وحدت کی بلندی کے تخت سے دل وابستہ ہے

جانشینِ من شو و خود کامراں
میرا جانشین بن جا اور خود کام چلا

تا رہم من از خراشِ این و آں
تاکہ میں اس اور اُس کی خلش سے نجات پاجاؤں

رُو بخلوت خانۂ خاصے کنم
میں اب خاص خلوت خانہ کا رُخ کرتا ہوں

از سخن گفتن مَن اکنوں تن زنم
میں اب بات کرنے سے خاموش ہوتا ہوں

گفت پیغمبر کلام ار فضۂ ست
پیغمبر نے فرمایا کلام خواہ چاندی ہے

مُرسکوت از تبر خالص نقۂ ست
خاموشی بغیر اَن گھڑ خالص سونے سے ہے

تختِ ارشاد ست اگرچہ بس سَنی[2]
رہنمائی کا تخت اگرچہ بہت بلند ہے

لیک اندر بے خودی صد روشنی
لیکن بے خودی میں سینکڑوں روشنیاں ہیں

از تفکر ہا دلم ـــــ خالی شود
میرا دل فکروں سے خالی ہوجائے گا

مَظہرِ اَنوارِ اِجلالی شود
انوارِ اجلالی کا مظہر ہوجائے گا

فکرِ ساعت بہتر از طاعاتِ سال
ایک گھنٹہ کا فکر سال بھر کی عبادتوں سے بہتر ہے

ایں تفکر ہست حیرت در جمال
یہ تفکر جمال میں حیرت ہے

چونکہ شہزادہ شنید ایں ماجرا
جب شہزادے نے یہ قصہ سنا

زود زتعظیم ادب سر را بپا
ادب کی تعظیم سے پاؤں پر سر رکھ دیا

کہ مباد آں دم کہ از مسند روی
خدا کرے وہ وقت نہ آئے کہ آپ مسند سے جائیں

یا بخلوت خانہ گردی منزوی
یا خلوت خانہ میں خلوت نشین ہوں

---

[1] ص۵ باچنیں۔ اس کی خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ کہتا تھا۔ تبو راک۔ وہ ڈھیر جو کھیت سے چڑیاں اڑانے کیلئے بنایا جاتا ہے۔ چکاؤ۔ ایک حاشیہ میں اس کے معنی سر کی کھوپڑی کے کئے ہیں غیاث اللغات میں چکاد / دال کے ساتھ بمعنی پیشانی لکھا ہے۔ یکتارہ۔ ایک حاشیہ میں اس کے معنی سرسوزن کے لکھے ہیں اور غیاث اللغات میں یکتار کو اندک کے معنی میں لکھا ہے۔ ص۵ جگارہ۔ مختلف راستے بعض نسخوں میں چکارہ بمعنی بیکار لکھا ہے۔ تبر سونے کا بترا نقۂ ایک حاشیہ میں اس کے معنی بغیر نقطہ کا سونا لکھے ہیں بعض لغات میں نقۂ اور ناقۂ کے معنی نقد کے لکھے ہیں۔ ص۵ سنی۔ بلند۔ روشن۔ فکر۔ حدیث شریف ہے فکرُ ساعۃٍ خیرٌ من عبادۃِ ستین عاماً۔ تھوڑی دیر کا تفکر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس تفکر۔ تفکر جمال باری تعالیٰ میں حیرت کو کہتے ہیں۔ آدمی اپنا سر شاہ کے قدموں پر رکھ دیا بمعنی تواضع۔ گوشہ نشین۔

سایۂ تو بر سرِ من مُستدام[1]
ہمیشہ آپ کا سایہ میرے سر پر

ظلِّ گستر باد تا یومُ القیام
قیامت تک سایہ گگن ہو

تاجِ ایں سر سایۂ اقبالِ تُست
اِس سر کا تاج آپ کے اقبال کا سایہ ہے

سُلّمِ من پایۂ اقبالِ تُست
میری سیڑھی آپ کے اقبال کا پایہ ہے

یارِ بم ہرگز بقا چنداں مباد
اے خدا! میری اتنی زندگی ہرگز نہ ہو

کہ بہ بینم مسندِ شہ را خلاد
کہ میں شاہ کی مسند کا بھائی دیکھوں

زیں نمط بسیار می شُد گفتگو
اِس طریقہ پر بہت گفت گو ہوئی

لیک شہ از امتحاں در جستجو
لیکن شاہ امتحانا جستجو میں تھا

کہ وَرا در دل بُود از حُبِّ جاہ
کہ اُس کے دل میں حُبِّ جاہ ہو

یا شکوہِ سلطنت مانندِ شاہ
یا شاہ کی طرح سلطنت کا رعب ہو

ہیچ در دل عُجب یا پندارِ ہست
دل میں کوئی تکبر یا فخر ہے!

یا در و لش از مئے شوقت مست
یا اُس کا باطن شوق کی شراب سے مست ہے!

دیدکاں در سرِ سرِ دیگر نہ بُخت
اُس نے دیکھا کہ اُسنے سر میں کوئی خیال نہیں بٹھایا

بر نہالش جز نیازے بر نہ بُخت
اُس کے پودے پر نیازمندی کے پھل کے علاوہ نہیں لگا

حُبِّ جاہ و شاہی و حرصِ ہوا
رتبہ اور شاہی کی محبت اور حرص اور خواہش

در سرش راہے ندارد ماسوا
اُس کے سر میں ماسوا راستہ نہیں رکھتا

جُز خدا و حُبِّ خاصانِ خدا
خدا اور خاصانِ خدا کی محبت کے علاوہ

در دلِ اُو نیست راہے ہیچ را
اُس کے دل میں کسی کا راستہ نہیں ہے

جُملہ اَحوالش بطبقِ وضع یافت
اُس کے تمام احوال وضع کے مطابق پائے

ہر قدم بر شاہ راہِ شرع یافت
ہر قدم کو شریعت کی شاہراہ پر پایا

دَردِلش میلے بسُوی مُلک نے
اُس کے دل میں سلطنت کی طرف میلان نہیں ہے

طالبِ بحرست و زر من مُلک نے
سمندر کا طالب ہے اور کشتی کا گرویدہ نہیں ہے

بر محکِ امتحاں بس آزمُود
اُس نے امتحان کی کسوٹی پر بہت آزمایا

غیرِ زرِّ دہ دہی[2] آں جا نبُود
سوائے خالص سونے کے وہاں کچھ نہ تھا

گفت با اصحابِ شہ کیں نوجواں
شاہ نے مصاحبوں سے کہا کہ یہ نوجوان

می نیرزد جُز بآں دُختِ جواں
اُس جان کسی لڑکی کے سوا کے لائق نہیں ہے

ماہ را با مہر پیوندی خوش ست
چاند کا سورج سے جوڑ بہتر ہے

جسم را با رُوح پابندی خوش ست
جسم کی رُوح سے وابستگی بہتر ہے

ایں مرا اُو را اُو مرا ایں را لائق ست
یہ اُس کے اور وہ اِس کے لائق ہے

ہر یکے اَقرانِ خود را فائق ست
ہر ایک اپنے ساتھیوں سے بڑھا ہوا ہے

اینچنیں دختر مرا ایں کس را سزاست
ایسی لڑکی اِس شخص کے مناسب ہے

آنچناں فصّ اندریں خاتم رواست
ویسا نگ اِس انگوٹھی میں زیبا ہے

جملگی تحسینِ رایش را بدل
سب نے دل سے اُس کی رائے کی تحسین

کردہ گفتند اَلعَجَل نِعمَ المُعِل
کر کے کہا جلدی کیجئے بہتر مرتع ہے

شاہ گفتا مجلسے آراستند
بادشاہ نے حکم دیا اُنھوں نے مجلس آراستہ کی

بزمِ طوئی بس سَنی افراشتند
شادی کی محفل بہت اعلیٰ قائم کی

ہر دو مشتاقِ ازل یک جان و دل
ایک جان و دل دونوں ازلی مشتاقوں کو

گشت ایجاب و قبول مُستحِل[3]
حلال کرنے والا ایجاب و قبول ہو گیا

ہر یکے زاں دیگرے سرمست شُد
ہر ایک دوسرے سے مست ہو گیا

جاں بجاں و دل بدل پیوست شُد
جان جان سے اور دل دل سے مل گیا

از تَنائی کارِ داریں ست راست
آہستہ روی سے دونوں جہانوں کے کام درست ہیں

زیں سبب تعجیل از شیطاں بخاست
اِس لئے جلد بازی شیطان سے پیدا ہوئی

---

[1] مُستدام ہمیشہ، یوم القیام۔ روزِ محشر، مُتمم پورا، تمام، بھائی، یک۔ بادشاہ کی اِن باتوں کا مقصد اُس کا امتحان تھا۔ عُجب۔ تکبر، پندار۔ غرور، خیال۔
کشتی۔ [2] زرِّ دہ دہی خالص سونا جو پیمانے سے کم نہ ہو۔ گفت۔ دختر۔ اَقران۔ ساتھی، ہم عمر، فصّ۔ انگشتری کا نگینہ۔ اَلعَجَل۔ یعنی اب دونوں کے نکاح میں جلدی کی ضرورت ہے بہت اچھا موقع ہے طوئی۔ شادی بستی۔ بلند۔ [3] مُستحِل۔ حلال کرنے والا۔ ایجاب و قبول کے بعد بیوی شوہر کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔ از تَنائی مشہور ہے اَلتَّأَنِّی مِنَ الرَّحمٰنِ وَالعَجَلَۃُ مِنَ الشَّیطَانِ آہستہ روی خدا کی جانب سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے۔

صبر را فرمود حق عزم الامور[1]
اللہ (تعالیٰ) نے صبر کو معاملوں کا حوصلہ فرمایا

می برد بے ریب اب خود صبور
بے شبہ صابر اپنی خواہش حاصل کر لیتا ہے

ہر کہ رنجے برد گنجے ہم بہ برد
جس نے تکلیف برداشت کی خزانہ بھی حاصل کیا

وانکہ کاہل گشت در سختی بمرد
اور جو کاہل بنا وہ تنگی میں مرا

لیک کاہل کاہلِ دنیا خوش ست
لیکن کاہل، دنیا کا کاہل بہتر ہے

عجلت اندر کارِ دنیا ناخوش ست
دنیا کے کام میں عجلت بری ہے

صبر کن تو کیلِ دنیا کُن بدُو
صبر کر، دنیا اس کے سپرد کر دے

خیر و شرت را بہ از تو داند او
وہ تجھ سے زیادہ تیرا بُرا بھلا جانتا ہے

کاہلِ دنیا شود چابک بدیں
دنیا کا کاہل دین میں چست ہوتا ہے

ہمچو آں شہزادۂ کاں سُو کمیں
اُس شہزادے کی طرح جو تیسل ہے

تمثیلات چند در بیان آنکہ کارِ دنیا جملہ بر عکس کارہاست
چند مثالیں اس بیان میں کہ دنیا کے سب کام، کاموں کے برعکس ہیں

کارِ دنیا جملہ عکسِ کارہاست
دنیا کے سب کام، کاموں کے اُلٹے ہیں

در خوشی غم ہست و زغم فرح خاست
خوشی میں غم ہے اور غم سے خوشی پیدا ہوتی ہے

ہر کہ گریان ست او خنداں بود
جو روتا ہے، وہ ہنستا ہے

وانکہ شاداں زیست او گریاں بود
اور جو خوش جیا، وہ رونے والا ہوتا ہے

نعلِ معکوس ست نقشِ ایں جہاں
اس دنیا کا نقش اُلٹا نعل ہے

میلِ ہر چیزے بسوئے ضد بداں
ہر چیز کا میلان ضد کی جانب سمجھ

ہر کہ را خوانند سلطان او گدا ست
لوگ جس کو بادشاہ کہتے ہیں وہ فقیر ہے

زانکہ وطرش کامل از اوطار ماست
اپنے کہ اس کی حاجتیں ساری حاجتوں سے بڑھی ہوئی ہیں

کاں[2] فلاں را ایں رعایت کردن ست
کہ اُس فلاں کی یہ رعایت کرلی ہے

وز فلاں مال فلانے بردن ست
اور فلاں سے فلاں مال لیتا ہے

گر گدا را بینی او سلطانِ وقت
اگر تو فقیر کو دیکھے وہ وقت کا شاہ ہے

مالکِ وقت و پدر شد زان وقت
وہ وقت کا مالک ہے اور وقت کی ملکیت کو جیتے

خود ابو الوقت ست در احوالِ خویش
وہ اپنے حالات میں ابو الوقت ہے

نے چو سلطان ابنِ وقت و حالِ خویش
بادشاہ کی طرح اپنے وقت اور حال کا بیٹا نہیں ہے

ہمچنیں بخل و سخا را در نگر
اسی طرح بخل اور سخاوت کو سمجھ

نامِ بر ضد آمد اے نیکو سیر
اے نیک سیرت! نام بالعکس ہے

از بخیل آمد سخی تر گو کدام
بتا بخیل سے زیادہ سخی کون ہے

مالِ خود را می گذارد بہرِ عام
جو اپنا مال عام کے لئے چھوڑ جاتا ہے

نقشِ خود را جملہ زو محروم داشت
اپنے نقش کو اُس سے بالکل محروم رکھا

بہرِ خرج وارثاں معصوم داشت
وارثوں کے خرچ کے لئے تھوڑا رکھا

خود نخورد و نا بکس از دست داد
نہ خود کھایا اور نہ کسی کو ہاتھ سے دیا

کیں دو راجع سوئے اوست المراد
کیونکہ یہ دونوں (اس سے متعلق) اس المراد

ہر کہ را خوانی سخی او شد بخیل
تو جس کو سخی کہتا ہے، وہ بخیل ہے

زانکہ غیرے راند او یک فتیل
کیونکہ اُس نے غیر کو قلیل چیز بھی نہ دی

یا بدنیا خود خورد یا مے دہد
یا دنیا میں خود کھاتا ہے، یا دے دیتا ہے

بہرِ عقبیٰ در لحد نکسر نہد
آخرت کے لئے سب قبر میں رکھ دیتا ہے

دیگرے از مالِ او نفعے نہ برد
دوسرے نے اس کے مال سے نفع نہ اٹھایا

ہم خورانید او بمسکیں یا بگورد
اُس نے مسکین کو کھلا دیا یا خود کھا لیا

صرف در راہِ خدا بہرِ خود ست
خدا کی راہ میں خرچ کرنا اپنے لئے ہے

تا بوقتِ بے کسی آید بدست
تاکہ بے کسی کے وقت ہاتھ آئے

---

[1] عزم الامور۔ صبر کو ہمت کا کام فرمایا ہے۔ (ادب حاجت۔ تو کل کی بنا رضا پر کر دینا۔ سوئیں۔ بیسر۔ شہزادہ دنیا کے کاموں میں ست اور آخرت کے کاموں میں چست تھا۔ ہر کہ۔ جو دنیا میں رویگا وہ آخرت میں ہنسے گا۔ سلطان۔ دنیاوی بادشاہ دراصل فقیر ہے۔ وطر۔ حاجت اوطار اُس کی جمع ہے۔ [2] کاں۔ بادشاہ ہر وقت فکروں میں مبتلا رہتا ہے۔ گدا۔ فقیر اپنے اوقات کا مالک ہے اور ابو الوقت ہمہ تیز سیرت کی جمع ہے عادت خصلت بخیل۔ دنیا کا بخیل سخی ہے اپنا مال خود خرچ نہیں کرتا ہے دوسروں کے لئے چھوڑ کر مرجاتا ہے۔ [3] خود۔ خود کھانا یا اپنے ہاتھ سے طرسوں کو دے دینا ہے تو وہ مال اُس کے کام آتا اور اُس کا کہا جاتا ہے۔ سخی۔ دنیا کا کامل بخیل ہے اس لئے کہ سب مال اُس کے کام آیا یا خود کھایا یا آخرت کے لئے خرچ کر دیا جو اُس کے کام آئے گا اور وارثوں کیلئے چھوڑا بخیل۔ بھر کی مٹھی کے وشکاف کا لفظ حقیر چیز۔

چونکہ در محشر درم دینار نیست
چونکہ محشر میں درہم، دینار نہیں ہے

وین دو موزوں را در آنجا بار نیست
اِن دونوں لگنے والی چیزوں کا وہاں دخل نہیں ہے

اندراں دم کش رسد آں مالِ او
اُس کو وہ مال اُس وقت میں پہنچ جاتا ہے

پُر شود میزانِ فرخ فالِ او
اُس کی بابرکت ترازو بھر جاتی ہے

دوستی و دشمنیِ ایں جہاں
اِس دنیا کی دوستی اور دشمنی

ہمچنیں بر عکس آمد اے فلاں
اے فلاں! اِسی طرح اُلٹی ہے

ہر کہ با تو دوست تر دشمن تر ست
جو تیرا زیادہ دوست ہے وہ زیادہ دشمن ہے

نخلِ عمرت را بافسوں زود برست
وہ تیری عمر کے پودے کو جڑ کے زور جلد کاٹنے والا ہے

ہر کہ دشمن گشت نامد سوئے تو
جو دشمن بن گیا وہ تیرے پاس نہ آیا

نامد اُو گاہے ندید اُو روئے تو
نہ وہ کبھی آیا، نہ اس نے تیرا چہرہ دیکھا

در حقیقت اُو بود از دوستاں
در حقیقت وہ دوستوں میں سے ہے

نقدِ عمرت را نگشتہ اُو ستاں
وہ تیری نقد عمر لینے والا نہ بنا

دوستاں تضییعِ عمرت می کنند
دوست تیری عمر ضائع کرتے ہیں

در فسادِ وقت و حالت می تنند
تیرے حال اور وقت کے فساد میں کوشاں ہیں

بر تو حالے آمد اُو آمد ز دور
تیرے اوپر ایک کیفیت طاری ہوئی وہ دور سے آیا

حالِ دل بر گشت و پیدا شد نفور
دل کی کیفیت بدل گئی اور نفرت پیدا ہوئی

بر تو حالے آمد اُو آمد ز در
تیرے اوپر ایک حال طاری ہوا وہ دروازے سے آیا

بہر گفت بیہودہ بہرِ سیم و زر
بیہودہ باتیں کرنے کیلئے (اور) قصہ گوئی کیلئے

صحبتِ عامی بلایِ اکبرست
عوام کی صحبت، بڑی مصیبت ہے

بہرِ عینِ قلب غینِ استرست
دل کی آنکھ کے لئے بہت چھپا ہوا پردہ ہے

غینِ زین آمد بقرصِ آفتاب
سورج کی ٹکیہ پر سیاہی کا ابر آیا

پس دلِ مہ را ازو چہ بود حساب
تو چاند کے دل کو اُس سے کیا واسطہ!

در بیانِ مغلوبیتِ حالِ خود

اپنے حال کی مغلوبیت کا بیان اور

در ثنائے نورِ اجلالِ مولانا جلال الدین

مولانا جلال الدین قدس سرہٗ کی نور

قدس اللہ سرہٗ العزیز کہ

اجلالی کا سایہ جو خودی کے گھر

کاشانۂ سوزِ خودی گشتہ

کو جلانے والا بن گیا

جلوۂ برقِ تجلّیِ جلال
تجلّیِ جلال کی برق کے جلوے نے

آتش اندر خرمنم زد چیست حال
میرے کھلیان میں آگ لگا دی کیا حال ہے!

نورِ اجلال از جلال الدین رُوم
(حضرت) جلال الدین رومیؒ کا نورِ اجلال

مخزنِ اسرارِ حق صدرُ النجوم
جو کہ اللہ (کریم) کے رازوں کے خزانہ ستاروں کے

از درونم خود بخود سر می زند
میرے باطن سے خود بخود اُٹھتا ہے

زآشیانم باز شہپر می زند
پھر میرے آشیانے سے باز پھڑپھڑاتا ہے

من ندانم من کیم گوینده ایست
میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں کہنے والا کوئی اور ہے

وین شرر در نیستانم از برق کیست
یہ چنگاریاں میری روئی میں کس کی برق کی ہیں

نالۂ من از کدامیں پردہ است
میرا نالہ کون سے پردے سے ہے

حیرتم در بحرِ عمّاں بردہ است
حیرت مجھے گہرے سمندروں نے گھیر لی ہے

می تراود بے منِ بے سعیِ من
میرے بغیر اور میری کوشش کے بغیر ٹپکتا ہے

از نے دل نالۂ موزونِ پُر شکن
دل کی نے سے مضمون سے بھرا موزوں نالہ

قافیہ مضمون را پوشش بہ ست
مضمون کو قافیہ پردے کے لئے ہے

معنیٔ از دل ہمچو شیر از بیشہ جست
دل میں سے معانی جھاڑی سے شیر کی طرح نکلے

ہم مرا خوردی و ہم دہم خودی
آپ نے مجھے کھا لیا اور خودی کے خیال کو بھی

اے حسام الحق مگر در من شدی
اے حسام الدین! شاید آپ میرے دل میں گھس گئے

آمدی در من مرا بردی تمام
آپ مجھ میں آگئے اور مجھے باطل فنا کر دیا

اے تو شیرِ حق مرا خوردی تمام
آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں آپ نے مجھے بھی کھا لیا

من چہ دانم آنچہ می دانی بگو
میں کیا جانتا ہوں آپ جو جانتے ہیں کہیں

شد بدستِ تو زمام اے نیک خو
اے نیک خصلت! باگ آپ کے ہاتھ میں ہے

از چہ رُو کردی مرا رُوپوشِ خود
آپ نے مجھے اپنا پردہ کیوں بنایا؟

من ندارم از سر و پا ہوشِ خود
مجھے تو خود اپنے سر پیر کا ہوش نہیں ہے

۱؎ میزان: اعمال کی ترازو۔ زود برست: زود بڑھنا ہے۔ ریشکن: گیرندہ۔ دوستاں: دوست بڑا دقت برباد کرتے ہیں، جانے بے حیثیت سے جو ہر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے دوست اگر اس کیفیت میں خلل ڈال دیتے ہیں۔ ۵۲ سفر: قصہ گوئی۔ عین چشمہ نہیں۔ ابر: اکثر۔ زیادہ چھایا ہوا۔ رجم: سیاہی کا۔ حجب: جب کالا دھبہ سورج کی روشنی کے نقصان رساں ہے تو چاند کو کس حساب میں ہے پردہ۔ ساز کا پردہ۔ حجر کمان۔ گھیا سمندر

چند نالہ زار کز انے بیقرار زد
چند ہائے زار جو نَے نے بیقرار (بیقرار) کی
آثار غمگسار سرزدہ و بیان منازل
آثار غمگسار سے نکلے اور وجود کے تمام منازل
کلی وجود و عروج و نزول اطوار
اور عروج اور ہستی کے مشہود کے
ہستی بر مرتبہ شہود
مرتبہ پر نزول کا بیان

بشنو از نے چوں حکایت میکند
نے سے سن کیا حکایت کر رہی ہے؟
قصۂ ہجراں روایت میکند
جدائی کا قصہ بیان کر رہی ہے
کز وجودِ مطلقم چوں کندہ اند
کہ جب سے مجھے مطلق وجود سے جدا کیا ہے
من بگریہ مردماں در خندہ اند
میں رو رہے ہیں، لوگ ہنسنے میں ہیں
حالِ زارِ من نمیداند کسے
کوئی میرا حالِ زار نہیں جانتا
ہستم اندر آتشِ غم چوں نَے
میں غم کی آگ میں نَے کی طرح ہوں
چونکہ از قوسِ اَحد منزل شدم
جب میرا قوسِ احدیہ سے تنزل ہوا
خود بخود واحدیت کل شدم
میں خود واحدیت کے ٹکڑے میں گھل گئی

منزلِ لاہوت را کردم عبور
میں نے "لاہوت" کی منزل کو عبور کیا
کردم از جبروت اِسمی ہم مرور
میں "اسمی جبروت" سے بھی گذر گئی
رفتہ رفتہ عالمِ ملکوت شد
رفتہ رفتہ "عالمِ ملکوت" ہو گیا
عالمِ روحانی منعوت شد
موصوف "عالمِ روحانی" بھی ہو گیا
بعدہٗ در عالمِ ملک و شہود
اس کے بعد "عالمِ ملک و شہود" میں
گشت ظاہر جملہ اطوارِ وجود
وجود کے تمام مراتب ظاہر ہو گئے
منتہایش عالمِ ناسوت گشت
اس کا "منتہا" "عالمِ ناسوت" ہو گیا
زیں تنزلہا دلم مبہوت گشت
ان تنزلات سے میرا دل حیران ہو گیا
کے بُود یارب کہ معراجے شود
اے خدا کب ہوگا کہ "معراج" ہو گی؟
روح سوئے قوسِ احدیت رود
روح قوسِ احدیت کی جانب جائیگی
ہر تنزل را عروجے[52] لازم ست
ہر تنزل کے لئے عروج ضروری ہے
قطرہ سوئے بحرِ اخضر عازم ست
قطرہ بحرِ اخضر کے لئے ارادہ کرنیوالا ہے

لیک اقسامِ عروجِ ایجاں سہ است
لیکن اے جان! عروج کی تین قسمیں ہیں
بر کسے از فیضِ خدا ایں در نہ بست
خدا کے فیض کا یہ دروازہ کسی پر بند نہیں ہوا
شد عروجِ عامہ مرگِ جسمِ خاک
عوام کا عروج "خاکی جسم کی موت" ہے
بس تعرج ہست در موت و ہلاک
موت اور ہلاکت میں عروج ہے
قدرِ مرگِ خود نمیدانی چرا
تو اپنی موت کی قدر کیوں نہیں جانتا؟
میدہد[53] در مرج لاہوتی جرا
وہ تجھے "لاہوتی چراگاہ" میں غوطہ دیتی ہے
موت قبل الموت اگر دستت نداد
موت قبل از موت کا اگر تجھے موقع نہ ملا
میکند کارت اَجل حسب المراد
موت مراد کے مطابق تیرا کام کر دیتی ہے
موت جسرِ موصلِ آمد سوئے یار
موت یار کی جانب پہنچانے والا پل ہے
مرگ را آمادہ باش اے ہوشیار
اے ہوشیار موت کے لئے آمادہ رہ
وہ چہ خوش باشد کہ سوئے شہ روم
واہ، کیا اچھا ہوگا کہ میں شاہ کی طرف جاؤنگا
واصلِ درگاہِ آں بیچوں شوم
اس بے چون کے دربار سے متصل ہو جاؤنگا

---

[51] چونکہ۔ وجود کے اجمالی مراتب کا ذکر کیا ہے، وجود کا پہلا مرتبہ قوسِ احدیت ہے، وجود کا یہ مرتبہ ذاتِ مجرد ہے اس کو ذات بحت صفت ہویت، احدیت مطلقہ کہا جاتا ہے اس مرتبہ میں نہ اس کا صفات سے اتصاف ہے نہ نعوت سے، وہ مطلق ہے، وہ مقید، یہ مرتبہ تنزیہ اور تشبیہ سے بالاتر ہے ادراک و بیان سے بھی برتر ہے اسی کو لاہوت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ دوسرا مرتبہ قوسِ واحدیت ہے یہ مرتبہ ذات مع الصفات کا ہے اسی کو عالمِ جبروت کہا جاتا ہے تیسرا مرتبہ ارواحِ مجردہ اور عقول کا ہے اسی کو عالمِ ملکوت کہا جاتا ہے اس کے بعد چوتھا درجہ عالمِ مثال کا ہے، وجود کے یہ چار مراتب عالمِ امر کہلاتے ہیں اس کے بعد عالمِ خلق کا مرتبہ ہے جس کو عالمِ شہادت اور ملک اور عالمِ ناسوت بھی کہا جاتا ہے یہ سب وجود کے نزول کے مراتب ہیں۔ [52] عروج۔ وجود کے تنزلات کے بعد عروج شروع ہوتا ہے پہلا عروج وہ ہے جو موت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے جس کے ذریعہ عالمِ برزخ کی جانب عروج ہوتا ہے، دوسرا عروج وہ ہے جو جنت اور جہنم میں حاصل ہوتا ہے، وہ قوسِ واحدیت کی جانب عروج ہے، یہ عروج مومن کا جمال کے راستہ سے ہے اور کافر کا جلال کے راستہ سے ہے۔ تیسرا عروج وہ ہے جو خدائی کشش کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ [53] میدہد۔ موت کے ذریعہ انسان کا عروج عالمِ لاہوت کی جانب ہوتا ہے۔

وقت آمد کز جہان بیکسی — پای کوباں سوئے بام اُو رسی
وقت آگیا کہ بے کسی کی دنیا سے — تو رقص کرتا ہوا اُسکے بالاخانہ کی جانب پہنچ جائے

زیں سبب فرمود احمدؐ مجتبےٰ — تحفۃُ المؤمن کہ الموتؔ اے فتا
اِس لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا — اے نوجوان! موت مؤمن کا تحفہ ہے

گر نبودے موت در دنیا پدید — سخت می گشتیم عاجز بس زبوں
اگر کہنہ دنیا میں موت نہ ہوتی — ہم سب عاجز اور مغلوب بن جاتے

شکر حق کو مخلصی بنہادہ است — غرہ سوئے آں جہاں بگشادہ است
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ نجات کا دروازہ کھول دیا ہے — اُس جہان کی جانب کھڑکی کھول دی ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز — از عروجِ بعدِ مُردن گو تو نیز
اے عزیز! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے — مرنے کے بعد کے عروج کے متعلق بتا

زاں عروجے کردہ در برزخ رود — درمیانِ قبر تا محشر بود
اُس کے ذریعہ عروج کرکے برزخ میں جاتا ہے — قبر کے اندر محشر تک رہتا ہے

پس عروجے ہست در محشر پدید — بعد ازاں در نار یا جنت کشید
پھر ایک عروج محشر میں ظاہر ہوتا ہے — اُس کے بعد جہنم میں یا جنت میں لیجاتا ہے

پس بسوئے واحدیت تا اَحد — سر برآرد از تعین می رہد
پھر واحدیت کی جانب احد تک — سر اُبھارتا ہے تعین سے نجات پا جاتا ہے

منتہیٰ سوئے خدا شد زیں سبب — ہست رجعیٰ سوئے اُو خود بے طلب
اِس لئے منتہیٰ اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہوا — خود بغیر مانگے اُس کی جانب واپسی ہے

مؤمن از نورِ جمالے می رسد — ثمرہا از باغِ رُویت می چشد
مؤمن کو نورِ جمال کے ذریعہ سے پہنچتا ہے — دیدار کے باغ کے پھل چکھتا ہے

کافر از نورِ جلالی گور سید — لیک محجوب ست خسرانے کشید
کافر کو نورِ جلالی کے ذریعہ پہنچتا ہے — لیکن وہ محجوب ہے اور اُسنے نقصان اُٹھایا ہے

معنیِ کُلٌّ اِلَیْنَا رَاجِعُوْن — فہم کُن واللہُ اَعْلَمُ بِالْفُنُوْن
ہر ایک ہماری طرف لوٹنے والا ہے کے معنی — سمجھ لے اور خدا فنون کو زیادہ جانتا ہے

ایں عروجِ اضطراری عام ہست — بہرِ ہر ناپختہ و ہر خام ہست
یہ اضطراری عروج تمام ہے — ہر نہ پکے ہوئے اور ہر کچے کے لئے ہے

زیں سبب فرمود آں احمد لبیب — موت جسرِ مُوصِلِ آمد تا حبیب
اُن عقلمند احمد نے اِس لئے فرمایا — موت دوست تک پہنچانے والا پُل ہے

واں عروجِ دُومی شد زِ اختیار — اولیا و انبیا را زاعتبار
وہ دوسرا عروج اختیار سے ہوا — اولیاء اور انبیاء کے اعتبار سے

از رہِ علم و عمل عارج شدند — پس بموتِ معنوی خارج شدند
وہ علم و عمل کے راستے سے عروج حاصل کرنیوالے ہے — وہ معنوی موت کے ذریعہ نکلنے والے بنے

پیشِ مُردن مُردہ گردد شو فنا — تا عروجے حاصل آید مرترا
مرنے سے پہلے مُردہ بن اور فنا ہو جا — تاکہ تجھے عروج حاصل ہو

از مناز لہا کہ سالک آمدست — جہد کردہ ہم بدانسو پا زدست
سالک جن مراحل سے آیا ہے — کوشش کرکے اُسی جانب قدم بڑھایا ہے

تا کہ وجہ حق بر و ظاہر شود — در تجلی واحدی اَحدی رود
تاکہ اُس پر حق کی وجہ ظاہر ہو جائے — واحدی احدی تجلی میں چلا جائے

خود فنا گردد بقا حاصل کند — قطرہ را تا بحرِ کُل واصل کند
خود فنا ہو جائے بقا حاصل کرے — قطرے کو بحرِ کل سے جوڑ دے

سُوئیں معراجِ جذبِ ایزدی — کو کشد در کعبہ سوئے بے خودی
تیسری معراج، ایزدی جذب ہے — جو ایک لمحہ میں بے خودی کی جانب کھینچ لیتی ہے

---

۵۱ اَلْمَوْت۔ موت کو آنحضورؐ نے مؤمن کا تحفہ اِسی لئے قرار دیا ہے کہ وہ وصل یار کا سبب ہے۔ زاں عروج۔ مرنے سے عالم برزخ کی طرف عروج ہوتا ہے، قبر برزخی چیز ہے۔ پس۔ قبر سے محشر کی جانب عروج ہوتا ہے پھر محشر سے جنت اور دوزخ کی طرف عروج ہوتا ہے۔ ۵۲ پس۔ پھر قوسِ واحدیت اور قوسِ احدیت کی جانب عروج ہوتا ہے۔ رُجعیٰ۔ سورۂ الفجر میں ہے وَارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ الرَّاضِیَۃُ اور بیشک تیرے رب کی جانب واپسی ہے۔ اِس عروج۔ موت کے ذریعہ عروج اضطراری ہے جو ہر ایک کے لئے ہے۔ جسرِ پُل۔ ۵۳ عروجِ دومی۔ موت کے ذریعہ جو عروج ہے وہ انبیاء اور اولیاء کو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے ذریعہ اختیاری طور پر حاصل ہوتا ہے۔ واحدی احدی۔ یعنی قوسِ واحدیت اور قوسِ احدیت۔

چوں رسولِ مجتبیٰ در یک نفس
جس طرح رسولِ مجتبیٰ ؐ ایک سانس میں

وارہید از قیدِ این نازک قفس
اس نازک پنجرے کی قید سے چھوٹ گئے

دفعۃً[1] تا قاب قوسین اُو بَرید
دفعۃً وہ "قاب قوسین" تک اُڑے

راہِ صد سالہ بیک جُنبش بُرید
سو سالہ راہ ایک جنبش میں طے کیا

در دَمِ از ظاہر سُوئے باطن رُود
فوراً ظاہر سے باطن کی جانب چلا جاتا ہے

واں کثافت خود لطافتہا شود
وہ کثافت خود لطافتیں بن جاتی ہے

ظلمتِ خاکی ز جسمِ تو رَود
خاکی ظلمت تیرے جسم سے چل جاتی ہے

نورِ یزدانی بہفت اعضا دَود
خدائی نور سات اعضا میں دوڑ جاتا ہے

لیکن ایں در اختیارِ عبد نیست
لیکن یہ بندے کے اختیار میں نہیں ہے

بندہ را فعلے بجز در جہد نیست
بندے کا کام کوشش کے سوا نہیں ہے

زانکہ جہدہا محبوباں مُصیب
محبوب "اجتہاد" کی وجہ ٹھیک پہنچنے والے ہیں

واں دگر ہا گشتہ مہدیٔ مَن تَحَبَّبَ
اور دوسرے وہ اس کی ہدایت کرنا ہی جو رجوع کرتا ہے کے

ہر مُرید آخر مُرادے می شود
ہر مرید آخر میں مراد بن جاتا ہے

طالبے مطلوبِ رادے می شود
طالب جوان کا مطلوب بن جاتا ہے

نے مشابہ آنکہ کار آخر کُند
نہ وہ مرتبہ جو کام مکمل کردے

ہر مُریدایں اجتہارا کے سزد
ہر مرید اس "اجتہاد" کے لائق کہاں ہے؟

قدرِ حالِ خود مُرید آمد مُراد
مُرید اپنے حال کے اندازہ سے مُراد بنتا ہے

زیں سبب فرمود آں ربُّ العباد
اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

مَنْ[2] تَقَرَّبَ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ لَہٗ
جو ایک بالشت قریب ہوا میں چار ہاتھ ہوا

مَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ہَرْوَلَہ
جو چل کر آیا، میں بھاگ کر آیا

جہد کُن کز جہدہا عارج شوی
کوشش کر کیونکہ مجاہدوں کو صاحبِ معراج ہونگا

زآشیانِ آب و گِل خارج شوی
آب و گل کے آشیانہ سے نکل جائیگا

از چہ نورِ پاک و خوش آمد ملک
فرشتہ پاک نور اور بھلا کس دوسرے سے ہے؟

از چہ صاف و روشن آمد ایں فلک
یہ آسمان صاف اور روشن کس وجہ سے ہے؟

زانکہ از خاک مُکدر برتر اُوست
اس لئے کہ سکدر خاک سے اونچا ہے

زانکہ از نفسِ دَنی مُطہر اُوست
اس لئے کہ وہ گندے نفس سے پاک ہے

نفسِ[3] خیرہ خاکِ تیرہ شد ہمہ
بے پاک نفس اور مکدر مٹی کے ڈھیر ہے

بر بلا آمد بلا اے خوش قدم
اے خوش قدم! مصیبت بلا کے مصیبت آئی

جہد کُن تا خاک را صافی کُنی
کوشش کرتا کہ تو مٹی کو صاف کرلے

زیں ہمہ آلودگی ہا بر کَنی
تو ان سب آلودگیوں سے جدا ہو جائے

نفسِ خیرہ را بدہ بس گوشمال
بے باک نفس کو بہت سزا دے

تا دمد از خاک جسمت صد نہال
تاکہ تیرے جسم کی مٹی سے سینکڑوں پودے اگیں

جہد کُن اندک زمانہ روز چند
چند دن تھوڑے وقت مجاہدہ کرلے

چند شب گریہ بکُن باقی بخند
چند راتیں رولے، باقی ہنس

زیں سبب فرمود قرنی اویس[4]
اسی لئے اویس قرنی ؓ نے فرمایا

ساعۃٌ دنیا وفیہا الرَّوحُ لَیس
دنیا کچھ وقت ہے اور اسمیں آرام نہیں ہے

کاہلی در کارِ دنیا در سپار
دنیا کے کام میں کاہلی اختیار کر

چابکی میکُن پئے روزِ شمار
حساب کے دن کے لئے چستی برت

زُہد در دنیا چہ جائی فخر تست
دنیا میں زہد، تیرے فخر کا کیا موقع ہے؟

میل سُوئے جیفہ ننگ و خُرد تست
مُردار کی طرف میلان ذلت اور کمینہ ہے

قدر اُو حقا چو پَر پشہ نیست
یقیناً اسکی قدر مچھر کے پر کی طرح بھی نہیں ہے

پیشِ بحرِ آں جہاں جُز رشہ نیست
اُس جہان کے سمندر کے سامنے ایک چھینٹے کے سوا نہیں ہے

---

[1] دفعۃً — آنحضورؐ کو معراج میں جانبِ الٰہی سے دفعۃً عروج ہوا اور مقامِ قرب تک پہنچ گئے۔ لیکن جذبِ الٰہی کا یہ عروج بندہ کے اختیار میں نہیں ہے۔ (گرامی) جو شخص کرتے ہیں اُن کا بیان ہَنْ یُّتَحَبَّبْ ہیں ہے خدا اُس کو ہدایت کردیتا ہے جو اُسکی طرف رجوع کرتا ہے سے نتیجہ یہ اجتہاد اور کوشش سے وہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا جو جذبِ الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ [2] مَنْ تَقَرَّبَ۔ حدیثِ قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا جو میرے ایک بالشت قریب ہوا میں اُس کے چار ہاتھ قریب ہوا مَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ اَہْیَوَلَۃً جو میری جانب چل کر آیا میں اُس کے پاس دوڑتا ہوا آیا (مظہر شاہ) اور آسمان اسی لئے پاک صاف ہیں کہ وہ کدورت اور نفس سے پاک ہیں۔ [3] نفس۔ انسان میں یہ دو قوتیں خواہش کی ہیں اُن کے ازالہ کی ضرورت ہے۔ زُہد۔ مگر انسان دنیا سے بچاؤ اختیار کرتا ہے تو اُس کیلئے کوئی خاص فخر نہیں ہے دنیا ہے ہی ایسی چیز کہ اُس سے بچاؤ کرنا چاہیئے

کرد[1] احسانے خداوندِ بلند
خدائے برتر نے بڑا احسان فرمایا

زُہد ایں ناچیز را از ما پسند
کہ اس ناچیز سے ہماری بے رغبتی پسند کرلی

زُہدِ نامرغوب چیزے بس حقیر
بہت حقیر ناپسندیدہ چیز سے بے رغبتی کو

از کرم بنوشت اُو شیئاً کثیر
کرم سے اُس نے "کثیر" لکھ دیا

از عنایتہائے خاصِ ایزدست
اللہ (تعالیٰ) کی خاص عنایتوں میں سے ہے

کو شبہ گیرد دہد گوہر بدست
کہ وہ پرتو کے لیتا ہے اور موتی عطا کرتا ہے

عُمرِ مَعدودِ قلیلے بے ثبات
ناپائیدار، تھوڑی، کچی چُنی عُمر

طاعتے کردی درآں فرصت درحیات
تو نے عبادت کی اُس (لامحدود) زندگی میں چالاگیا

آں حیاتِ باقیِ بے انتہا
وہ لامحدود باقی رہنے والی زندگی

نے عدم گردش بگردد نے فنا
جس کے چاروں طرف نہ عدم گردش کرتا ہے نہ فنا

لَایَحُوْمُ حَوْلَہُ الْاَعْدَامُ قَط
نیستیاں اُس کے گرد کبھی پھٹکتی نہیں

صِرْتَ رُوْحَاً بَاقِیَاً حَیّاً فَقَط
تو بس باقی رہنے والی زندگی (روح) بن گیا

عُمرِ دنیا پیشِ عُقبیٰ ساعتست
آخرت کے بالمقابل دنیا کی عُمر ایک گھڑی ہے

ساعتے را ناہی راحتہست
ایک گھڑی کی وجہ سے لامحدود راحت ہے

ہے کجائی فہم و عقلِ توجہ شُد
ہائیں تو کہاں ہے اے میری سمجھ اور عقل کیا ہوئی

پاسِ اَنفاسِ چو گوہر دارِ خُود
اپنے موتی جیسے سانسوں کا لحاظ رکھ

ہر نَفَس[2] بہرِ مسیحائیت چُست
ہر سانس تیری مسیحائی کے لئے تیار ہے

گر نداری پاسِ اُو از جہل تُست
اگر تو لحاظ نہ رکھے تیری نادانی ہے

قیمتِ یک دَم جہانے گردہی
تو اگر ایک سانس کی قیمت ایک دنیا دے

نیست ممکن کز اَجل یک دَم رہی
ممکن نہیں ہے کہ ایک سانس کیلئے موت سے بچا جائے

اینچنیں اَنفاسِ خوش ضائع مکُن
ایسی بہتر سانسیں ضائع نہ کر

غفلت اندر شہرِ جاں شایع مکُن
جان کے شہر میں غفلت کو رائج نہ کر

بَرسَرِ خِتی سہ روزہ می تنی
تو تین روز کی خوشی کے گرد گھومتا ہے

چوں سَتاع آخر بپاسے بَرزَنی
بالآخر بانجھ عورت کی طرح ایک سانس میں مرجائے

در زَغارہ چوں زغارہ سانِ ساں
نمناک مٹی میں سبز شاخ کی طرح تڑپتے ہوئے

بَندبَندت گردد آخر اے فلاں
بالآخر تیرا جوڑ جوڑ ہوجائے گا اے فلاں!

سامۂ عہدِ ازل را یاد کُن
ازل کے عہد کے وعدہ کو یاد کر

رَخشۂ فطرت چو داری باد کُن
جبکہ تو فطرت کا گھوڑا رکھتا ہے ہوا دے

ہر عبادت را زِ حق وقتے مُدست
ہر عبادت کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے وقت مقرر ہے

در صلوٰۃ و صوم میقاتے[3] شدست
نماز اور روزے کا ایک وقت متعین ہے

ہم زکوٰۃ و حج فرضِ وقتی ست
زکوٰۃ اور حج بھی وقتی فرض ہیں

غفلت اندر وقتِ آں بدبختی ست
اس کے وقت میں غفلت بدبختی ہے

جُز کہ ذکرِ آں خدائے پاک ذات
اُس خدائے پاک ذات کے ذکر کے سوا

نیستش وقتِ مُعیّن از جہات
خدا کی جانب سے تیرے لئے اُس کا وقت متعین نہیں ہے

نوطِ ذکرِ حق بہ نسیاں داشتند
اُنہوں نے اللہ (تعالیٰ) کی یاد کا بھول سے تعلق کرلیا

ذکر را دائر بہ نسیاں ساختند
ذکر کو بھول میں دائر کردیا

گفت اُذکُرنی[4] کہ آں شاہِ جہاں
اگر شاہِ جہاں نے "تو اپنے آپ کو یاد کر" فرمایا

وقتِ نسیاں اِذ نَسِیتَ[5] را بخواں
بھول کے وقت "جبکہ تو بھولے" پڑھ لے

طرفِ اُذکُرنی اِذا نَسِیتَ آمدست
"تو ذکر کر" کا وقت "جبکہ تو بھولے" آیا ہے

پس بہرِ نسیاں قرینے کرد شدست
تو ہر بھول کا ساتھی ذکر ہے

ہر گہت نسیاں بتازد ذکر گو
جس وقت تجھ پر بھول حملہ کرے ذکر کر

تا نماند غیرِ ذکر و فکرِ ہُو
تاکہ اللہ (تعالیٰ) کے ذکر و فکر کے سوا کچھ نہ رہے

---

[1] کرد۔ اللہ تعالیٰ کا ہمارے زُہد کو پسند کرلینا اُس کا کرم ہے ورنہ یہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ [2] عُمرِ دنیا۔ آخرت کی زندگی کے مقابلہ سے دنیا کی زندگی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ہے یہاں اگر انسان نیک عمل کرلیتا ہے تو آخرت میں لاانتہا آرام ملتا ہے۔ [3] ہر نفس۔ تیرا ہر سانس تجھ کو مسیحائی دے سکتا ہے۔ قیمت۔ جب تیرا وقت ختم ہوگیا تو دنیا کی دولتیں دے کر بھی ایک سانس نہیں خرید سکتا۔ سَتاع۔ خوشی۔ شتاع۔ بانجھ عورت۔ سامہ۔ عہد۔ رَخشہ۔ آگ کا شعلہ۔ باد کُن۔ اُس کو ہوا دے کر بڑھا۔ [4] وقت۔ وقت۔ نسیاں۔ بھول۔ گفت۔ قرآن پاک میں ہے کہ اذکُرْ رَبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ "اور یاد کر اپنے خدا کو جس وقت تو بھولا" قرین۔ ساتھی۔ ہُو۔ خدا۔

جُز خدائے وحدہٗ چہ بُود دِگر
خدائے وحدہٗ کے علاوہ دوسرا کیا ہے؟
نامِ اُو بر جان و دل شیر و شکر
اُس کا نام جان اور دل کیلئے شیر و شکر ہے
ذکر کُن مذکور تا گردد عیاں
(ایسا) ذکر کر کہ جس کا ذکر ہوا مشاہد ہو جائے
لے نہیں ذکرِ کہ باشد بر زباں
نہ وہ ذکر جو (صرف) زبان پر ہو
ذکرِ لفظی غیر عارض بیش نیست
لفظی ذکر ایک عارض سے زیادہ کچھ نہیں
ذکرِ رُوحی جُز فنِ درویش نیست
رُوحی ذکر درویش کے ہنر کے سوا نہیں ہے
چونکہ بر زد[1] بایدت تُرا سُلطانِ ذِکر
جب سلطان الذکر تجھے اُڑا لے
آں زماں گشتی سراپا کانِ ذِکر
اُس وقت تو مجسم ذکر کی کان بن گیا
ذاکر و مذکور و ذِکر آید یکے
ذاکر اور مذکور اور ذکر ایک ہو جائے گا
غیرِ حق باقی نماند بے شکے
بے شک اللہ (تعالیٰ) کے سوا باقی نہ رہیگا
عالمے[2] دیگر بدل زائد ترا
تیرے دل میں ایک دوسرا ایسا عالم پیدا ہوگا
کیں سما و ارض شد آنجا ہبا
کہ یہ آسمان اور زمین وہاں ذرہ ہیں
آفتابِ دیگر از مشرق زند
مشرق سے دوسرا سورج طلوع کرے گا
ذرہ اَت اِشراقِ خورشیدے کند
اُس کا ایک ذرہ سورج کو روشن کرے گا

مہر چوں آئینہ را گردد مُحیط
سورج جب آئینہ کو گھیر لیتا ہے
آئینہ خود جلوہ گر شُد زاں بسیط
اُس پھیلے ہوئے سے خود آئینہ جلوہ گر ہو جاتا ہے
بعد ازیں گفتن اِجازت کے بُود
اُس کے بعد کہنے کی اجازت کہاں ہے؟
نحنُ اَقرب ہر زمانم وے بُود
ہر وقت تیرے لئے ہم زیادہ نزدیک ہیں وہ ہوتا ہے
در رگ و در پوست و اندر استخواں
رگ میں اور کھال میں اور ہڈی میں
برق زد چندانکہ رفت از من نشاں
ایسی بجلی گری، کہ میرا نشان مٹ گیا
شعلۂ عشق از گریباں سر بزد
عشق کے شعلہ نے گریبان سے سر ابھارا
احمدا[3] اکنوں مجو غیر از اَحد
اے احمدؐ! اب اَحد کے غیر کو تلاش نہ کر
شُد گریباں صورتِ مقراضِ لا
گریبان "لا" کی قینچی کی صورت بن گیا
مَن کُجا و ہستیِ فانی کُجا
(اب) میں کہاں اور فانی ہستی کہاں؟
قارعہ آمد ز عشقِ ذُوالجلال
ذُوالجلال کے عشق کی قیامت آ گئی
ریزہ ریزہ کرد مینائے خیال
جس نے خیال کی صراحی کو ریزہ ریزہ کر دیا
در قیامت رازِ عشق ست اے فلاں
اے فلاں! قیامت میں عشق کا راز ہے
صد قراع چوں کتائب آلاماں
لشکروں کو ستر مرتبہ کھٹکھٹانے کیلئے "الاماں"

در تاویل بر تصوف سُورۃ القارعۃ

تصوف کے اعتبار سے اس سورت کی تفسیر القارعۃ
مَا الْقَارِعَۃُ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَۃُ
کیا ہے القارعہ اور کس چیز نے تجھے بتایا کیا ہے القارعہ

قارعہ دانی کہ چہ بُود قارعہ
تو قارعہ کو جانتا ہے قارعہ کیا ہے؟
ہست بہر کوب دلہا سارعہ
دلوں کو کوفتہ کرنے کیلئے جلدی کرنیوالی ہے
پس چہ آگاہی بگوئم ای فرع سخت
پس تو بتا تو کیا جانتا ہے سخت کوفتے کے بارے میں؟
کو کُند دلہائے عاشق لخت لخت
جو عاشقوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے
قرعِ عشق آں روز باشد بر دلت
تیرے دل پر عشق کا کوفتہ اُس روز ہوگا
تا بدیں نوبت رساند منزلت
حتیٰ کہ تیرا مقام اس نوبت پر پہنچا دیگا
پیشِ تو شاہ و امیر و ہر کبیر
تیرے سامنے شاہ اور امیر اور ہر بڑا
جملہ چوں پروانگاں باشد حقیر
سب پروانوں کی طرح حقیر ہوں گے
در نظر کس را نباشد وزنِ جَو
نظر میں کسی کا جَو برابر وزن نہ ہوگا
دل نباشد با کسے ہرگز گرو
دل ہرگز کسی کا پابند نہ ہوگا
روزنِ عُجب و ریا مسدود شُد
تکبر اور ریاکاری کا سوراخ بند ہو گیا
تا تُرا خلق از نظر مفقود شُد
حتیٰ کہ مخلوق تیری نظر سے گم ہو گئی

---

[1] بر زد — جب سلطان الذکر کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان کو اُس میں لذت محسوس ہونے لگتی ہے اور وہ انسان کی غفلت کی حالت اور دوسری مشغولیت میں بھی جاری رہتا ہے۔ ذاکر۔ اب فنا کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ [2] عالم — یہ عجیب تجلیات طاری ہوتی ہیں پھیلا ہوا، منتشر۔ بلندیاں۔ جب خدا ہم سے زیادہ قریب ہے تو اب اُس سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ [3] احمدا — یعنی ذاتِ محمد۔ من کجا — یعنی اس عشق نے مجھے فنا کر دیا۔ نماند — کوئی باقی رہنے والی چیز نہیں۔ شیشہ۔ کتائب — کتیبہ کی جمع ہے، لشکر۔ مُسدود — بند۔ مفقود — گم۔

غیرِ حق را قدر نبود در دلت
تیرے دل میں حق کے غیر کی قدر نہ ہوگی

مُردہ گردد خواہش آب و گِلت
تیری آب و گل کی خواہش مُردہ ہو جائے گی

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ
اور ہو جائیں گے پہاڑ دُھنی ہوئی
الْمَنْفُوشِ
روئی کی طرح

کوہہا ای سخت چوں پُنبہ شود
سخت پہاڑ روئی کی طرح ہو جائیں گے

از نظر ہمچوں سحابے میرود
نظر کے سامنے ابر کی طرح چلیں گے

عالَمے گردد ہبا پیشِ نظر
آنکھ کے سامنے عالم ذرات بن جائیگا

غیرِ حق را مر تفع گردد اثر
حق کے غیر کا اثر اٹھ جائے گا

چیست عالم آں عَرَضہا مجتمع
عالم کیا ہے؟ جمع شدہ عرض ہیں

در یکے عینِ بسیطِ متسع
ایک وسیع چوڑے عین میں

نیست چوں اعراض را ہرگز بقا
چونکہ اعراض کے لئے ہرگز بقا نہیں ہے

ہر چہ موجود ست ست اکنوں فنا
جو موجود ہے وہ اب فنا ہے

عالم اَمواجیست در بحرِ وجود
وجود کے سمندر میں عالم موجیں ہیں

لیک چوں آبیست سیّال اے ودود
لیکن اے دوست! پانی کی طرح بہنے والا ہے

ہمچو آں جوالۂ شعلہ دائرہ
جس طرح دائرے میں گھومنے والا شعلہ

در نظر آید بسُرعت سائرہ
نظر میں تیز چلنے والا نظر آتا ہے

نیست در واقع بجز نقطہ دگر
واقع میں سوائے ایک نقطہ کے دوسری چیز نہیں ہے

ایں فساد از حسِّ تو شُد اے پسر
اے بیٹا! یہ فساد تیری حس سے ہوا

ہمچناں کہ قطرہائے نازلہ
جیسے کہ نیچے آنے والے قطرات

نزدِ تو شد مستقیم و واصلہ
تیرے نزدیک سیدھا خط اور جڑے ہوئے ہیں

بسکہ اُو جنبش بسُرعت میکند
وہ صرف تیزی سے حرکت کر رہے ہیں

حسِّ تو بر فقدِ اُو کے می تند
تیرا حس اُس کے نہ ہونے کو کب محسوس کرتا ہے

ہست در تجدیدِ اکوان ایں جہاں
اس دنیا کی کائنات نیا ہونے میں ہے

میشود مثلش مُجدّد ہر زماں
اُسی جیسا ہر لمحہ نیا آجاتا ہے

لیک حسِّ ظاہرت از اشتباہ
لیکن تیری ظاہری حس اشتباہ کی وجہ سے

دائم آں یک شے بہ بیند در نگاہ
ہمیشہ نظر میں ایک چیز کو دیکھتی ہے

در نظر آید نظامِ مُتّسق
نگاہ میں مُتّصل نظام ہے

ہست در ہر آں و لیکن مُمتحق
جو ہر آن موجود ہوتا ہے لیکن مٹنے والا ہے

نیست در یک لمحہ عالم را قرار
عالم کو ایک لمحہ کے لئے قرار نہیں ہے

ہمچو موجِ آب دائم در فرار
پانی کی موج کی طرح ہمیشہ لگاتار میں ہے

ہر زماں از فیضِ سابق لاحقے
ہر لمحہ پہلے کے فیض کا ایک لاحق ہے

ہمچو اُو موجود گردد فائقے
ایک بڑھا ہوا اُس جیسا موجود ہو جاتا ہے

مُوجِد و مُفنی ہُماں یکذاتِ دوست
پیدا کرنے والا اور فنا کرنے والی دوست کی وہی ایک ذات ہے

اختفا با خود ظہورِ نورِ اُوست
اُس کا مخفی ہونا خود اُس کا ظہور ہے

سُرعتِ کون و فسادا ایں سحر کرد
بننے اور بگڑنے کی تیزی نے یہ جادو کیا ہے

شد ز حسِّ مُشترک ممیز فرد
حسِّ مشترک سے تمیز جدا ہو گئی ہے

کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ
ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اُسکی ذات

ایں زمان بہت آشکارا اے عمو
اے چچا! اِسی وقت ظاہر ہے

لیک فیضِ حق مَدد آرد ز جُود
لیکن سخاوت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فیض مدد

ہر دمش بخشد سَرِ نو نَو وجود
اُسکو ہر دم از سرِ نو نیا وجود عطا کر دیتا ہے

ہر دمت اے جان فنا و زندگیست
اے جان! تیری ہر وقت فنا اور زندگی ہے

غیر وجہ اللہ کرا پایندگیست
اللہ کی ذات کے سوا کس کے لئے بقا ہے؟

---

۵۱ تجدید: وہ ذرّے جو فضا میں اُڑتے رہتے ہیں۔ عرضہا مجتمع: صوفیا کے نزدیک تمام عالم اعراض کا مجموعہ ہے جو ایک عین قائم بالذات سے قائم ہے اور وہی پھیلا ہوا عین تمام عوالم کا حامل ہے۔ ہمچوں: عالم میں تجدد امثال ہو رہا ہے ایک عرض دوسرے عرض کی جگہ لے رہا ہے لیکن تمہاری نگاہیں وہ تمام نظر آتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ آگ کے انگارے کو اگر تیزی سے گھمایا تو پورا دائرہ ایک قائم چیز نظر آتا ہے حالانکہ اُس میں صرف ایک انگارہ ہے جو گھوم رہا ہے یہ صرف تمہاری نظر کا فریب ہے ورنہ دائرہ نہیں ہے صرف ایک انگارہ ہے۔ ۵۲ ہمچناں: اسی طرح ایک قطرہ جو تیزی سے گرتا ہے وہ تمہیں پانی کی لڑی نظر آتا ہے حالانکہ وہ صرف ایک قطرہ ہے تجدید۔ اسی طرح ہر عرض کی جگہ دوسرا عرض اُسی طرح کا آرہا ہے لیکن تم سمجھتے ہو کہ وہی پہلا عرض تمام ہے مُتّسق: مُتّصل۔ مُمتحق: مٹا ہوا۔ ۵۳ ہمچو موج: دریا کا پانی ہر لمحہ بدل رہا ہے لیکن تمہیں ایک قائم سطح نظر آرہی ہے۔ اختفاء: مخفی ہونے اور ظاہر ہونے میں بعد

صرف ایک کو دونوں ایک چیز نظر آرہے ہیں۔ — عمل یہی۔ عالم میں جو اعراض ہیں ان کی فنا و بقا
ذات کا وجود اسی وقت دیکھو۔

قارعہ[1] اینساں چو بر جانت زند — کھڑکھڑانے والی (قیامت) اس طور پر جب تیری جان پر ضرب لگائے گی

ضربت آں تیشہ ہستت را کند — اس تیشہ کی ضرب تیری ہستی کو اکھاڑ دیتی ہے

مستمر بینی عدم اعیان را — تو ہمیشہ موجودات کا عدم دیکھے گا

نیست موجودے بجز ذات خدا — خدا کی ذات کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے

کوہہا گردد ترا مر السحاب — پہاڑ تیرے لئے ابر کا پتلا ہو جائے گا

مرتفع شد چونکہ از چشمت حجاب — جبکہ تیری نظر سے پردہ ہٹ گیا

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ — لیکن وہ شخص جس کی ترازو میں بھاری ہوئیں

فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ اِلٰى آخرہ — پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہے الخ

ہر کرا در ضربت عشق و قراع — عشق اور کھڑکھڑانے کی ضرب میں

کفۂ میزان عقلش شد مراع — جس کی عقل کی ترازو کا پلڑا رجایت کیا گیا ہو گیا

کفۂ میزان عقلش شد گراں — اس کی عقل کی ترازو کا پلڑا بھاری ہو گیا

از نہیب عشق نامد در زیاں — عشق کی دہشت سے وہ نقصان میں نہ پڑا

گرچہ کنت[2] سمعہ الذی یسمع اوست — اگرچہ میں اس کا کان بنا ہوں جس سے وہ سنتا ہے وہ ہر

خود کہ بی یبصر و بی ینطق ز و ست — وہ خود وہ ہستی ہے جو میرے ذریعہ دیکھتا ہے اور بولتا ہے

لیک در شور فنا از جا نشد — لیکن فنا کے شور میں وہ جگہ سے نہ ہٹا

در مقام جمع شطح افزا نشد — وہ جمع کے مقام میں خلاف شریعت باتیں بھا نہ لایا

حد خود را داشت منظور نظر — اس نے اپنی حد کو منظور نظر رکھا

آنچہ می بیند نگفت او از حذر — جو کچھ وہ دیکھتا ہے احتیاط کی وجہ سے اس نے وہ نہ کہا

اوست در عیش پسندیدہ مدام — وہ ہمیشہ پسندیدہ زندگی میں ہے

در مقام خلت[3] از کاس الکرام — خلت کے مقام پر سخیوں کے پیالے سے

وانکہ شد میزان عقل او سبک — اور وہ شخص جس کی عقل کی ترازو ہلکی پڑی

رفت در جام از حد آں ظرف تنک — وہ کم ظرف (ایک) جام میں حد سے گزر گیا

شورشے و وحشتے آغاز کرد — شورش اور وحشت شروع کر دی

خویش را با قرص خور انباز کرد — اس نے اپنے آپ کو سورج تک کیساتھ شریک کر لیا

گشت در آئینہ تاباں آفتاب — سورج آئینہ میں روشن ہوا

محو شد آئینہ رخشاں آفتاب — آئینہ محو ہو گیا سورج روشن ہے

خود گمان آفتابے او نمود — اس نے سورج ہونے کا گمان ظاہر کیا

لیک در واقع بجز عکس او نبود — لیکن واقع میں اس کے عکس کے سوا کچھ نہ تھا

گشت منصور و سرے بر باد داد — وہ منصور بن گیا اور سر برباد کیا

وز شرار عشق آتشہا فتاد — عشق کی چنگاریوں سے آگیں نکلیں

برق از جان و دلش سر بر زند — اس کی جان و دل سے بجلی نکلتی ہے

شعلۂ شوقش چو خاکستر کند — اس کو شوق کا شعلہ راکھ کی طرح کر دیتا ہے

شعلۂ غیرت بدل گرم اوفتاد — غیرت کا شعلہ دل میں لگا

آتش عشق افسر سوزش بداد — عشق کی آگ نے سوزش کا تاج پہنا دیا

تیز تر شد برق عشق بے نشاں — بے نشان عشق کی بجلی زیادہ تیز ہو گئی

سوختہ چوں یافت سود بیگماں — جب اس نے ایندھن پا لیا وہ یقیناً بھڑک اٹھا

پس شود جای دلش دریا و بیہ — اس کے دل کی جگہ ہاویہ ہو گئی

ہیچ میدانی چہ باشد ہاویہ — تو کچھ جانتا ہے وہ ہاویہ کیا ہوتی ہے وہ کیا ہے

آتش سوزندہ نقش غیر را — غیر کے نقش کو جلا دینے والی آگ

کہ بسوزد پرّ طیر و سیر را — جو اڑنے اور سیر کرنے والے پرّ کو جلا دیتی ہے

از نہیب آتش ہجراں بسوخت — وہ ہجر کی آگ کی لپٹ سے جل گیا

ہر کہ زاں شمس مشعشع دیدہ دوخت — جس نے اس شعاع دار سورج پر آنکھ جمائی

---

[1] قارعہ۔ جب قیامت برپا ہو گی تو تجھے نظر آجائیگا کہ کائنات کا وجود بجز ذات واحد کے کچھ نہ تھا۔ ہر کرا۔ جب عشق کے ظہور میں فنا کا درجہ آتا ہے اگر اس وقت عقل سالم رہی اور اتنا ہوش نہ کہ مٹنا تو اس کو عشق سے کوئی ظاہری نقصان بھی نہیں پہنچتا ہے۔ [2] گرچہ حدیث قدسی ہے کہ میں انسان کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے انسان اس مقام کی شورش سے بچ گیا اور خطیات پر نہ اترا آیا اور شریعت کا پاس و لحاظ رکھا تو وہ بچ جاتا ہے شطح۔ وہ قول جو صوفیاء سے خلاف شریعت جذب اور فنا کی حالت میں صادر ہو جاتا ہے جیسے اَنَا الْحَقّ یا مَا فِیْ جُبَّتِیْ اِلَّا اللّٰہ۔ خویش۔ یعنی اپنے آپ کو خدا کے ساتھ شریک کرنے لگے۔ [3] خلت۔ دوستی کا ایک مقام ہے جس سے خلیل بنا ہے اور آنحضورؐ نے فرمایا ہے میرا خلیل سوائے خدا کے کوئی نہیں ہے منصور۔ منصور حلاج نے انا الحق کہدیا۔ افسر تاج۔ کیسو دل۔ ایسے شخص کا عشق کی گرمی سے پر پرواز جل جاتا ہے اور وہ سیر فی اللہ سے رک جاتا ہے۔

اے ایاز از حدِ خود بشناختی
اے ایاز! (اگر) تو اپنا مرتبہ پہچان جا
جانِ جانِ شاہِ بیحد ساختی
جان کو محمود شاہ کی جان سے وابستہ کرنا

بازرجوع نمودن بتفصیل و تاویلِ قصۂ شہزادگاں و تطبیق نمودنِ اُو بر منازلِ عرفان
شہزادوں کے قصہ کی تاویل اور تفصیل کی جانب رجوع کرنا اور اُس کی عرفان کے مراتب کے ساتھ مطابقت کرنا

یاد م آمد قصۂ شہزادگاں
مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آگیا
باز گردانم بسوئے آں عناں
اُس کی جانب پھر اپنا مڑنا ہوں
اعتبارے گیر ازیں قصہ تمام
اِس قصہ سے پوری عبرت حاصل کرے
تا بری زیں داستاں حصہ تمام
تاکہ تو اِس داستان سے پورا حصہ حاصل کرے
مرد را باید کہ کارِ خود کند
انسان کو چاہئے کہ اپنا کام کرے
نے بر افسون و فسانہ بر تند
نہ کہ افسوں اور افسانہ پر انحصار کرے
عمر ہا کردی در افسانہ تمام
تو نے عمر افسانہ میں ختم کردی
صبح نزدیک ست برخیز از منام
صبح قریب ہے نیند سے بیدار ہوجا
صبح پیری آمد و وقتِ رحیل
بڑھاپے کی صبح آگئی اور کوچ کا وقت ہے
در اساطیر و سمر کم شود خیل
کہانیوں اور قصہ میں داخل نہ دے

آں بگُن کہ زادِ راہے باشدت
وہ کر جو تیرے راستہ کا توشہ ہو
در لحد روشن چو ماہے باشدت
جو چاند کی طرح تیرے قبر میں روشن ہو
شام شد آمد غروبِ آفتاب
شام ہوگئی آفتاب کے غروب کا وقت ہوگیا
وقت بیگہ شد بخانہ رو شتاب
دیر ہوگئی، جلد گھر جا
نان و حلوا خوردۂ تو مدتے
تو نے ایک مدت تک روٹی اور حلوا کھایا ہے
ہیچ زاں دیدی بباطن عُدتے
کیا اُس سے باطن میں تو نے کوئی ذخیرہ دیکھا؟
نفس را پروردی و گاوے شدی
تو نے نفس کو پالا اور بیل بن گیا
کے بمنزلگاہِ خود شاوے زدی
تو نے کب اپنی منزل کی جانب قدم اٹھایا؟
چوں ستا کے تازہ سر افراختی
تو نے نئی شاخ کی طرح سر ابھارا
خود ستاوندے مُعلّے ساختی
اپنے آپ کو اونچا جنگلہ بنایا ہے
سنگ را سُنبیدی از ناخن بزور
تو نے طاقت کے ناخن کے ذریعہ پتھر میں سوراخ کردیا
شیر را رنجاندی از قوت چو گور
تو نے قوت کی وجہ سے شیر کو گورخر کی طرح ستایا
آخر انفاست سکنجیدن[1] گند
بالآخر تیرے سانس گھٹنے لگیں گے
چوں چنگ در مرگ چغزیدن گند
چڑیا کی طرح مرتے وقت تو بھی چیخے گے
پس بگُن امروز بہر مرگ ساز
پس تو آج موت کے لئے تیاری کرلے
در گذر سوئے حقیقت از مجاز
مجاز سے حقیقت کی جانب چلا جا

نان و حلوا خوردی و لُکمہ شدی
تو نے روٹی اور حلوا کھایا تو لقمہ ہوگیا
در وحلہایی گنہ چوں خرشدی
گناہ کی کیچڑوں میں گدھے کی طرح رہے گا
نعمتِ الوانِ دیگر خوردہ گیر
قرض کرکے تو نے قسم قسم کی نعمتیں کھائیں
خویشتن را آخر اے جاں مُردہ گیر
اے جان! بالآخر اپنے آپ کو مُردہ فرض کرلے
چرب و شیریں خوردہ گیر اے تیز رفت
اے سوئے شیراز! فرض کرلے تو نے چکنی اور میٹھی غذائیں کھائیں
در دو روزہ تب ہمہ آں در رفت
دو دن کے بخار میں وہ سب طاقت ختم ہوگئی
آں بخورکاں نور دل افزایدت
وہ کھانا جو تیرے دل کا نور بڑھائے
غرقہ سوئی آں جہاں بگشایدت
اُس جہان کی جانب تیری کھڑکی کھول دے
رفت عمرِ بے بہا در کاہلی
تیری قیمتی عمر سستی میں ختم ہوئی
چند روزے ماندہ اُست و غافلی
چند دن رہے ہیں اور تو غافل ہے
رفت رفت اکنوں بیا ہم سوئے دوست
جو گذرا سو گذرا اب بھی دوست کی جانب آجا
تیز تر نہ گام اندر کوئے دوست
دوست کے کوچہ میں تیز قدم اٹھا
آنچہ باقی ماندہ از دستت مدہ
جو کچھ باقی ہے اُس کو ہاتھ سے نہ دے
باز سر کن سر بہ پائے یار نہ
سر کے بل چل سر کو یار کے پاؤں پر رکھ دے
آنکہ گر صد سال عیشش کنی
اے وہ کہ اگر تو سو سال اُس کی افزائی کرے
باز در بازست چوں حلقہ زنی
پھر پھر کر وہ گھوم کر واپس آتا ہے اگر تو کنڈی کھٹکھٹائے

[1] جان بجانِ شاہ۔ وصل تام حاصل ہونا۔ منام۔ نیند۔ رحیل۔ کوچ۔ اساطیر بے اصل کہانیاں۔ لقمہ۔ نوالہ۔ شاخہ۔ قدم۔ ہتاک۔ شاخ۔ شاخ در شاخ مکان جس کی چھت ایک ستون پر قائم ہو جیسے جھگی۔ [1] سکنجیدن۔ سانس کا رکنا۔ چنگ۔ چنگ۔ سر غابہ۔ چڑیا۔ چغزیدن۔ چہچہانا۔ لکتہ۔ لوتھڑا۔ نان تنک کچی

زیں چنیں یارے نکو ببریدۂ
ایسے اچھے دوست سے کٹا ہے

خاک بر فرقت[1] کہ بد فہمیدۂ
تیرے سر پر خاک، تو غلط سمجھا ہے

کارِ حق بر طاقِ نسیاں داشتی
تو نے اللہ (تعالیٰ) کا معاملہ تو طاقِ نسیان پر رکھ دیا

در ہوا چندیں علم افراشتی
تو نے نفس کی خواہش پر اتنے جھنڈے بلند کیے

پنبۂ غفلت بدر از گوش کُن
غفلت کی روئی، کان سے نکال

پندم ایکاں بشنو اندک ہوش کُن
اے جان! میری نصیحت سن لے تھوڑا سا ہوش کر

چیست رُوح آں طائرِ قدسی صفت
رُوح کیا ہے؟ وہ قدسی صفت پرند ہے

در قفس محبوس بہرِ معرفت
معرفت کے لئے پنجرے میں بند ہے

چیست رُوح آں طائرِ قدسی نژاد
رُوح کیا ہے؟ وہ قدسی نسل پرند ہے

بہرِ کسبے اندریں زنداں فتاد
کمائی کے لئے اس قید خانہ میں پڑا ہے

بہرِ تعلیم ست طوطی در قفس
طوطی پنجرے میں سکھانے کے لئے ہے

تا بیاموزد صفیر از خوش نفس
تاکہ وہ خوش آواز سے سیٹی (بجانا) سیکھ لے

آمدہ بہرِ تجارت از عدم
تجارت کے لئے عدم سے آئی ہے

رُو بداں سُو باشد اُو را دائماً دم
اُس کا رُخ ہر وقت اُس جانب ہے

نفسِ تو ہمچوں پدر در تربیت
تیرا نفس تربیت میں باپ جیسا ہے

میکند منع از حصارِ مدرسہ
تجھے درسگاہ تک قلعہ سے روکتا ہے

نفسِ امّارہ بعصیاں راندت
نفسِ امّارہ تجھے گناہ کی طرف چلاتا ہے

سُوئے فسق و کفر و طغیاں خواندت
تجھے فسق اور کفر اور سرکشی کی جانب بلاتا ہے

منع آرد زاں حصارِ پر صُوَر[2]
اُس تصویروں بھرے قلعہ سے منع کرتا ہے

کاں رُباید ہوشِ دنیا سر بسر
کہ وہ دنیا ہی نفس بالکل اُڑا دیتا ہے

حصنِ دینِ احمدی با بُرج و بار
بُرج اور برجی والا احمدی دین کا قلعہ

می رُباید ہوشِ دنیا زاعتبار
عبرت کی وجہ سے دنیاوی ہوش اُڑا دیتا ہے

اندراں تصویرِ شاہ و دُخترش اوست
اُس میں شاہ اور اُس کی دختر کی تصویر ہے

ذکر حُور و جنّت و عشقِ نکوست
حور اور جنت اور اچھے عشق کا ذکر ہے

چونکہ زدّجنا بحُورٍ عِین گفت
چونکہ ہم نے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی

گوہرِ دل را بتارِ طمع سُفت
دل کے موتی کو لالچ کے تار سے گوندھ دیا

چونکہ انسانست مجبول از ازل
چونکہ انسان ازل سے ہی ایسا پیدا کیا ہوا ہے

سُوئے جلبِ نفع و دفعِ ہر خلل
نفع کمانے اور ہر نقصان کو دفع کرنے کی جانب

زیں سبب در حصنِ شرع خوش نظر
اسی لئے شریعت کے قلعہ میں

کردہ انداز رغبت و رہبت صُوَر
رغبت اور خوف دلانے کی تصویریں بنادی ہیں

گہ ز راہِ طمع بر راہ آورند
کبھی وہ لالچ کے طریقہ سے راستہ پر لگاتے ہیں

گاہ خوفِ قعرِ دوزخ میدہند
کبھی دوزخ کی گہرائی کا خوف دلاتے ہیں

تا زیانہ نفسہائے سرکشاں
سرکش نفوس کو کوڑا

جبر و کرہاً می برد سُوئے شہاں
جبراً اور قہراً شاہوں کی طرف لے جاتا ہے

تا کہ طوعاً یا کہ کرہاً ایں نفوس
تاکہ یہ نفس خوشی سے یا جبراً

سُوئے شاہ و دخترش گردد انوس
شاہ اور اُس کی لڑکی کی جانب اُنس رکھیں

لیک چوں شہزادگاں یعنی بشر
لیکن شہزادوں کی طرح یعنی انسان

بر سہ قسم انداز سلوک اے دیدہ ور
اے دیدہ ور سلوک میں تین قسم کے ہیں

ظَالِمٌ[3] مِنْهُمْ لِنَفْسِهٖ مُقْتَصِدٌ
اُنمیں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا درمیانہ رَوہے

سَابِقٌ بِالْخَیْرٰتِ بعضے شد ز جد
بعض کوشش سے بھلائی کی جانب سبقت کرنے والا بنا

اوّلیں شہزادہ کشت اُو نفسِ خود
پہلا شہزادہ اُس نے اپنی جان کو ہلاک کیا

از گروہِ ظالمانِ نفس شد
وہ نفس پر ظلم کرنیوالوں کے گروہ میں سے ہوگیا

---

[1] فرقت۔ سر کی مانگ۔ تجدکردن: نکالنا۔ تصغیر۔ پرند کی سیٹی۔ نفس۔ نفس کی مثال اُس بادشاہ کی طرح ہے جس کے تین شہزادوں کو تصویروں بھرے قلعہ میں داخل ہونے سے منع کیا تھا۔ نفس بھی انسان کو شریعت کے پُرنقش نگار قلعہ میں داخل ہونے سے روکتا ہے۔ [2] حصار پُر صُوَر۔ تصویروں بھرا قلعہ۔ بار۔ بزرگ، بار بالی گفت۔ قرآن میں اہل جنت کے لئے فرمایا گیا ہے زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ہم نے اُن کا نکاح بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے کردیا۔ مجبول۔ مخلوق۔ جلب۔ کھینچنا۔ رہبت۔ ڈرانا۔ نفوس۔ مانوس۔ [3] ظالم۔ انسان کی مثال اُن تین شہزادوں کی سی ہے کچھ لوگ تو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں یہ لوگ پہلے شہزادے کی طرح ہیں کچھ لوگ میانہ روی اختیار کرتے ہیں وہ دوسرے شہزادے کی طرح ہیں کچھ لوگ بھلائیوں کی جانب دوڑ کر جاتے ہیں وہ تیسرے شہزادے کی طرح ہیں۔

در طپش[1] آں دُرِ جانش از کف فتاد
اُس کی جان کا موتی تپش میں ہاتھ سے گر گیا

دادِ کسب و معرفت ہرگز نداد
اُس نے کسب اور معرفت کی کوئی داد نہ دی

لیک لُطفِ شاہ دستش را گرفت
لیکن شاہ کی مہربانی نے اُس کی دستگیری کی

شُد ز منظورانِ درگاہ ایں شگفت
وہ مقبولانِ بارگاہ میں سے ہو گیا یہ تعجب ہے

ہر کہ بہرش جاں دہد جانش دہند
جو اُنکے لئے جان دیدیتا ہے وہ اُسکو جان دیدیتے ہیں

وانکہ یاقوتے دہد کانش دہند
اور جو ایک یاقوت دیتا ہے اُسکو کان دیدیتے ہیں

سوخت از یک شعلہ چون دیوانگاں
وہ پروانوں کی طرح ایک شعلہ سے جل گیا

در چہے افتاد چوں دیوانگاں
دیوانوں کی طرح ایک کنویں میں گر گیا

مرد باید در نبردِ شیرِ عشق
عشق کے شیر کی جنگ میں بہادر درکار ہے

تا بقدرِ وُسع گردد سیرِ عشق
تاکہ وسعت کی بقدر عشق سے سیراب ہو

گر بمُردن یار در دست آمدے
اگر مرنے سے دوست ہاتھ آجایا کرتا

پس رہِ حق سخت آساں تر بُدے
تو خدا کا راستہ بہت آسان ہوتا

ہست اینجا ہر نفس مرگے دگر
یہاں ہر دم ایک دوسری موت ہے

کز مُرادش موت دارد صد خطر
جس کی تلخی سے موت سو خطرے محسوس کرتی ہے

واں دُوُم[2] تحصیل کرد و اجتہاد
اور اُس دوسرے نے تحصیل اور کوشش کی

لیک در عجبے فتاد و در فساد
لیکن تکبر میں اور فساد میں پڑ گیا

خویش را با آفتاب انباز کرد
اپنے آپ کو سورج کا شریک بنایا

دعوی قولِ اَنَا الحق ساز کرد
"اَنَا الحق" کے قول کا دعوی شروع کر دیا۔

در رہِ اُو ہم توقف بیش شُد
اُس کی راہ میں بھی توقف زیادہ ہوا

منزلِ دار آں سرش را پیش شُد
سُولی کی منزل اُس کے سر کے سامنے آئی

مانُد در راہ از کمالِ احمدی
کمالِ احمدی سے راستہ میں رہ گیا

جُرعہ نوشید از جمالِ احمدی
اُس نے احمدیٔ جمال کا ایک گھونٹ پیا

لُطفِ شہ اُو را بجاں مقبول کرد
شاہ کی مہربانی نے اُسکو (دل و) جان سے مقبول بنایا

با وصالِ خویشتن مشغول کرد
اپنے وصال میں مشغول کر دیا

نے ز استعداد و از استحقاق بُود
استعداد اور استحقاق کی وجہ سے نہ ہوا

ایں ہمہ لُطفِ شہِ خلّاق بُود
یہ سب کچھ پیدا کرنے والے شاہ کی مہربانی تھی

واں سُوُم[3] شہزادہ بُود از سابقاں
اور وہ تیسرا شہزادہ سبقت لیجانے والوں میں تھا

گشت از ہر دو برادر سابق آں
وہ دونوں بھائیوں سے آگے بڑھ گیا

از طریقِ معرفت آگاہ شُد
معرفت کے راستہ سے باخبر ہو گیا

با حقیقتہائے شہ ہمراہ شُد
شاہ کی حقیقتوں کا ہمراہ بن گیا

کرد جہد و کسبِ عرفانی نمُود
اُس نے مجاہدہ اور کسب کیا، عرفان ظاہر ہوا

قُرب آں شہ دمبدم بر می فزود
دمبدم اُس شاہ کا قرب بڑھ رہا تھا

چوں[4] ز ترغیبِ اہلِ ایماں میرسند
چونکہ اہلِ ایمان رغبت دلانے سے پہنچتے ہیں

سُوئے شاہ از عشقِ دختر میدوند
شاہ کی جانب لڑکی کے عشق سے دوڑتے ہیں

چوں نظر بر شہ فتاد از خود شُد نار
جب اُن کی نظر شاہ پر پڑی از خود نار ہو گئے

عشقِ دختر مُستتر بر شہ زدند
پوشیدہ لڑکی کا عشق شاہ سے وابستہ کر دیا

چونکہ استعدادِ کامل دید شاہ
شاہ نے چونکہ مکمل استعداد دیکھی

در حبالش داد دختر زانتباہ
آگاہی کی وجہ سے لڑکی اُس کے عقد میں دیدی

واں دو را ہم شُد ز دختر گو نصیب
اگرچہ اُن دونوں کو بھی لڑکی سے حصہ ملا

لیک کو آں رُتبہ و قربِ عجیب
لیکن وہ رُتبہ اور عجیب قرب کہاں!

ناقصے را شاہ بر مسند نشاند
ناقص کو بھی شاہ نے مسند پر بٹھایا

خویش خواند و بر سرش زر افشاند
اپنا کہا اور اُس کے سر پر زر افشانی کر دی

---

[1] در طپش۔ پہلے شہزادے نے عشق کی تپش کی وجہ سے موتی جیسی رُوح کھو دی لیکن شاہ نے اپنے کرم سے اُسکو زندہ کر دیا۔ مگر مجرد محض مرنے سے وصل حاصل نہیں ہوتا ؎

عرق اگر مگر بہ میسر شد بے وصال — صد سال می گواں بہ تمنا گریستن

[2] واں دُوُم۔ راہِ عشق میں تو بار بار مرنا پڑتا ہے جب کہیں وصل حاصل ہوتا ہے۔ [3] واں سُوُم۔ دوسرے شہزادے نے وصل کے لئے کوشش کی لیکن تکبر اور غرور میں مبتلا ہو گیا اور اپنے آپ کو شیخ کامل سمجھنے لگا۔ بزعم خود۔ لُطفِ شہ۔ بادشاہ کے کرم نے اُس کو مقبول بنا لیا حالانکہ اُس کو استحقاق نہ تھا۔ سُوُم۔ تیسرا شہزادہ سابقین میں سے بن گیا۔ [4] چوں ز ترغیب۔ ابتداءً مومن جنت کے شوق میں کوشش کرتا ہے لیکن مشاہدہ کے بعد پھر صرف ذات خداوندی کا شوق رہ جاتا ہے اور حق تعالیٰ اِس استعداد کو دیکھ کر جنت خود عطا کر دیتا ہے۔

ہست از نقصانِ خود او مُنفعل[1]
وہ خود اپنی کمی سے شرمندہ ہے

بر سریرِ سلطنت محزوں مُجِل
وہ سلطنت کے تخت پر غمگین اور شرمندہ ہے

درد شش از زلّتِ خود خارہا
اس کے دل میں اپنی لغزش کے کانٹے ہیں

می کشد زاں مُنقصت آزارہا
اس کمی سے تکلیفیں برداشت کر رہا ہے

زیں سبب فرمود آں خیر البشر
اسی لئے خیر البشر نے فرمایا

نیست غم در جنت از غفلت مگر
جنت میں کوئی غم نہیں ہے، مگر غفلت سے

عاصیاں را گر بجنت رہ دہند
اگر گنہگاروں کو جنت میں راستہ دیتے ہیں

چتر سلطانی و قصر شہ دہند
شاہی چتر اور شاہی قلعہ دیدیتے ہیں

ہمچو طاؤس او ز پایِ زشتِ خویش
وہ اپنے بھدے پاؤں سے مور کی طرح

مُنفعل دارد سر افگندہ بہ پیش
شرمندہ ہے، سامنے کو سر جھکائے ہوئے ہے

زنگی را آئینہ خانہ چہ سود
حبشی کو شیش محل سے کیا فائدہ؟

ہر طرف آئینہ ہست او را حسود
اس کے لئے ہر جانب حاسد آئینہ ہے

صورتِ زشتش در آئینہ بلاست
اس کی بھدی صورت آئینہ میں مصیبت ہے

دیدنِ خود بر سرِ او آزاست
اس کا خود دیکھنا اس کے سر پر آرے ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

حالِ آں سلطاں کہ شد لاحق بگو
اس بادشاہ کا قصہ بتا جو آ ملا تھا

رجوع آوردن بحکایتِ آں بادشاہ کہ در اثنائے راہ ترکِ سلطنت کردہ مُلحق

رجوع ہونا اس بادشاہ کی حکایت کی جانب جو سلطنت سے پھر کر درمیان راستہ میں، اُن تینوں سے آ ملا تھا

ای ضیاء الحق حسام الدین حسن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!

باز گو حالِ شہِ چارم بمن
مجھ سے چوتھے بادشاہ کا حال کہیئے

چونکہ شد او تارکِ آں سلطنت
جبکہ وہ اس سلطنت کو چھوڑ خود الگ ہو گیا

ماند با شہزادگاں در مسکنت
وہ شہزادوں کے ساتھ مسکنت میں رہا

مُلک را بگذاشت شد ایشاں را رفیق
اس نے سلطنت کو چھوڑا اُن کا ساتھی بنگیا

ہمرہی میکرد در قطعِ طریق
راستہ طے کرنے میں ہمراہی کر رہا تھا

خدمتے میکرد سر گرم و وفاق
موافقت میں سرگرم رہا کر خدمت کرتا رہا

با دلِ خالص منزّہ از نفاق
پاک، خالص دل سے نفاق سے

پرتوے از عشقِ شاں او را ربود
اُن کے عشق کے پرتو نے اس کو اچک لیا

در سفر با ہر سہ ہمراہی نمود
سفر میں اُن تینوں کی ہمراہی دکھائی

عشق را زیں ساں بسے تاثیرہاست
عشق کی اس طرح کی بہت سی تاثیریں ہیں

مر دلِ آزادہ را زنجیرہاست
آزاد دل کے لئے زنجیریں ہیں

صُحبتِ عاشق ترا عاشق کُند
عاشق کی صحبت تجھے عاشق بنا دیتی ہے

صُحبتِ فاسق ترا فاسق کُند
فاسق کی صحبت تجھے فاسق بنا دیتی ہے

ہر کسے از دیگرے خُوئی بَرَد
ہر شخص دوسرے سے اخلاق حاصل کرتا ہے

خربُزہ از خربُزہ بُوئی بَرَد
خربوزہ خربوزے سے خوشبو حاصل کرتا ہے

مُنکر از تاثیرِ صُحبت جاہل ست
صحبت کی تاثیر کا منکر نادان ہے

ہر کہ از صُحبت رمد بس غافل ست
جو صحبت سے بھاگے وہ بہت غافل ہے

رنگ گیرد خربزہ زاں دگر
خربوزہ دوسرے خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے

صُحبتِ انساں نہ بخشد چوں اثر
انسان کی صحبت اثر کیوں نہ پیدا کرے گی!

ہمرہِ اصحابِ کہف آں کلب شد
وہ کتا اصحابِ کہف کا ہمراہی بنا

تا سگی از وے بکلّی سلب شد
حتیٰ کہ اس سے کتا پن بالکل جدا ہو گیا

باش مردانِ خدا را خاکِ پا
مردانِ خدا کے پاؤں کی خاک بن جا

تا رسد از مہر او نورے ترا
تاکہ تجھے اس کے چاند سے نور حاصل ہو

زیں سبب فرمود احمدِ مجتبیٰ
اسی لئے احمدِ مجتبیٰ نے فرمایا

لا تُصاحِب اِلّا مُؤمِنا
تو بجز مومن کے مصاحبت اختیار نہ کر

مُشک گرداند مُعطّر طبلہ را
مشک ڈبیہ کو معطر کر دیتا ہے

پُشک بخشد مُنتہا زنبلہ را
پشکنی کوڑی کو بدبو میں بخشتی ہے

---

[1] مُنفعل، متاثر، شرمندہ۔ زلّت، لغزش، خطا۔ طاؤس، مور۔ اپنے پاؤں کی طرف نگاہ کرنا، شرمندہ ہونا ہے۔ [2] قطع طریق، راستہ طے کرنا، خربوزہ مشہور ہے خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ بدلتا ہے۔ طبلہ، ڈبیہ۔ پشکی، مینگنی، کوڑی۔

چونکہ روغن کرد خود را صرفِ گُل
جب تیل نے اپنے آپ کو پھول میں صرف کر دیا

گشت در طیبِ لوائح ظرفِ گُل[1]
وہ خوشبوؤں میں پھول کا ظرف بن گیا

چلچلہ از صحبتِ خود بیضہ را
انجن باری اپنی صحبت سے انڈے کو

می کند مانندِ خود بے امترا
بیشک اپنی طرح (انجن باری) بنا لیتی ہے

بود آں شہ ہمرہِ شہزادگاں
وہ شاہ، شہزادوں کے ساتھ تھا

تا دو دادر زیں سہ تن دادند جاں
جب ان تینوں میں سے دو بھائیوں کی جان دیدی

گشتہ با شہزادۂ سوم رفیق
وہ تیسرے شہزادے کا ساتھی بن گیا

ہر نفس حاضر بہ پیشش چوں عشیق[2]
ہر دم اس کے سامنے عاشق کی طرح حاضر تھا

واں سوم چوں گشت صہرِ شاہِ چیں
وہ تیسرا جب شاہِ چین کا داماد بن گیا

در خواصش بود ایں مردِ گزیں
یہ برگزیدہ مرد اس کے خواص میں سے تھا

شاہِ چیں چوں دید خلتہاش بیش
شاہِ چین نے جب اس کی بہت خصلتیں دیکھیں

اختصاصِ خاص با محبوبِ خویش
اپنے محبوب کے ساتھ خاص خصوصیت

یافت چوں یک جاں دو قالب ہر دوا
اس نے جب دونوں کو ایک جاں دو قالب پایا

میل شد شہ را بسویش از ولا
شاہ کا دوستی سے اس کی طرف میلان ہو گیا

گفت با شہزادہ از روئے کرم
اس نے از روئے کرم شہزادے سے کہا

کیں رفیق تست پوپ ہر خدم[1]
کہ یہ تیرا ساتھی ہر خادم کی ٹھنی ہے

غیرِ خدمت نہ تنِ پوشش نہ لاغ
خدمت کے علاوہ اس کا مزاج نہ دل لگی

در خیالت دارد از عالم فراغ
تیرے خیال میں جہان سے فارغ ہے

ایچنیں کس را نوازش لازم ست
ایسے شخص کو نوازنا ضروری ہے

کو ہوائے نفسِ خود را عادم ست
جو اپنے نفس کی خواہش کو معدوم کر دینے والا ہے

در ہوائے تو ہوائے خویش بافت
تیری مرضی میں اپنے مرضی کو ہار دیا

ایچنیں کس را بایدے بنواخت
ایسے شخص کو بہت نوازنا چاہیے

کرد شہزادہ زمیں بوسے و بگفت
شہزادے نے زمین بوسی کی اور عرض کیا

آشکارا بر تو ہر چہ از منہفت
جو ہم سے مخفی ہے آپ پر واضح ہے

چوں بامیدِ تقربہائے شاہ
جب شاہ کی قربتوں کی امید پر

از وطن آوارہ افتادم براہ
میں وطن سے آوارہ راہ پر پڑا

ایں کہ شاہِ کامرانِ ملک بود
یہ جو ملک کا کامیاب بادشاہ تھا

در رفاقتہائے ما چستی نمود
اس نے ہماری رفاقتوں میں چستی دکھائی

ملک و دولت بہر ما بگذاشت ست
اس نے ملک اور دولت ہمارے لئے چھوڑ دیا

در وفاق از دل علم افراشت ست
موافقت میں دل سے جھنڈا بلند کیا ہے

تارو بارش بہر ما بسیار شد
ہماری وجہ سے اس پر بہت نشیب و فراز آئے

ملکِ خود در باخت ما را یار شد
اپنے ملک کو چھوڑا ہمارا دوست بنگیا

آنچہ لطفِ شہ تقاضا می کند
شاہ کی مہربانی کا جو تقاضا ہے

جائے لطف و مرحمت ہست ے سند
اے معتمد الطف و رحم کا مقام ہے

شاہ گفتا ملک و دارش کنند
شاہ نے کہا اس کو ملک اور عطا کر دیں

در خور او روز بازارش کنند
اس کے مناسب گئی بازار دیں

لطف فرمود و ز حد بنواختش
مہربانی فرمائی اور حد سے زیادہ اسکو نوازا

تا بلوآں ہر دو برادر ساختش
اس کو اور دو بھائیوں کا تابع بنا دیا

قصرہا و ملکہا اندازہ بیش[3]
اندازہ سے زیادہ محلے اور ملک

از طفیلِ ایں سوم آورد پیش
اس تیسرے کے طفیل وہ سامنے لے آیا

آنچہ لا عینٌ رأت اورا بداد
جو کچھ آنکھ نے نہ دیکھا وہ اس کو دیدیا

وانکہ لا اُذنٌ سمع پیشش نہاد
اور جو کچھ کان نے نہ سنا اسکے سامنے رکھدیا

---

[1] طرب گل۔ اس میں پھول کی خوشبو آجاتی ہے۔ چلچلہ۔ مشہور ہے کہ انجن باری کیڑے کو پکڑ کر اپنے گھر میں بند کر لیتی ہے اور وہ کیڑا چند روز میں اسی کی صورت کا بن جاتا ہے لہٰذا اس شعر میں بیضہ کی بجائے کرم ہونا چاہیئے۔ [2] عشیق۔ عاشق۔ خلتہا۔ دوستیاں۔ ولا۔ دوستی۔ یوپ۔ مور کے سر کا تاج۔ خدم۔ خادم کی جمع ہے۔ تیز رسی۔ مزاج۔ نارم۔ بٹانے والا۔ تار و بار۔ زیر و زبر۔ دگر بازار گری بازار۔ بلکہ تابین۔

[3] قصرہا۔ یعنی جنت میں۔ آنچہ۔ جنت کی نعمتوں کے بارے میں ہے کہ وہ ایسی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سنا ہوگا اور نہ ان کا وہم میں تصور آیا ہوگا۔

گشت آں شہ واصل مقصود نیز
وہ شاہ بھی مقصود تک پہنچ گیا

چوں تطفیلی باکہ مہمانِ عزیز
جیسے کہ تطفیلی کس کے ساتھ؟ معزز مہمان کیساتھ

زیں سبب فرمود آں شاہِ رئیس
اس شاہ رئیس نے اسی لئے فرمایا ہے

کہ ھُمُ قَوْمٌ فَلَا یَشْقٰی جَلِیْسُ
کہ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہمنشین محروم نہیں رہتا

پاسِ دِلہا کردن و خدمت گری
دلوں کی پاسداری اور خدمت گذاری

سازدت مخدوم و بخشد سروری
تجھے مخدوم بنا دیتی ہے اور سرفرازی بخشدیتی ہے

خاصہ خدمتگارِ مردِ خدا
خصوصاً مردِ خدا کی خدمتگاری

خوش قبولی بخشدت نزدِ خدا
تجھے خدا کے نزدیک بہترین مقبولیت عطا کردیتی ہے

ہر کہ شد مقبولِ مقبولِ آلہ
جو شخص خدا کے مقبول کا مقبول بن جاتا ہے

لُطفِ حق مبذولِ او گردد ز شاہ
اس پر شاہ کی جانب سے اللہ کا لطف مبذول ہوجاتا ہے

ہر کہ شد مقبول مقبولانِ حق
جو اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں کا مقبول بنا

گردد او لُطفِ خدا را مستحق
وہ خدا کی مہربانی کا مستحق ہوجاتا ہے

ہر کہ مردانِ خدا را دل بجست
جس شخص نے مردانِ خدا کی دلداری کی

در ادائے خدمتِ شاں گشت چست
اُن کی خدمت گذاری میں چست بنا

گشت ملحوظِ عنایتہائے حق
وہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایتوں کا منظورِ نظر بنا

ہست او محفوظ از جملہ بلائے حق
وہ اللہ (تعالیٰ) کی حمایتوں کا مستحق اور حفظ وامان

ابنِ مسعودؓ از پیمبر نقل کرد
(حضرت) ابن مسعودؓ نے پیغمبر سے نقل کیا ہے

مَرْءٌ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اے نیک مرد
اے نیک مرد! انسان اسکے ساتھ ہوگا جس سے وہ

مَنْ اَحَبَّ الْقَوْمَ مِنْھُمْ آمدہ
جس نے جس قوم سے محبت کی وہ انہیں سے ہوگیا ہو

حُبِّ اہلِ اللہ نورِ جاں شدہ
اہل اللہ کی محبت جان کا نور بنی

حُبُّ لِلّٰہِ بُغْضُ لِلّٰہِ کُن شعار
محبت اللہ کیلئے، بغض اللہ کیلئے شعار بنالے

تا بیابی بر درِ دلدار بار
تاکہ تو دلدار کے در پر باریاب ہو

چوں نبُودایں شاہِ ملحق را جہاد
جب کہ اس ساتھی شاہ کا مجاہدہ نہ تھا

حُبِّ پاکاں شمع برراہش نہاد
پاکوں کی محبت نے اسکے راستہ پر شمع رکھدی

کو نبُود ش جہد و استعداد کسب
وہ جس کیلئے مجاہدہ اور استعداد اور کسب تھی

صحبتِ مرداں بکار آمد فحُسب
مردوں کی صحبت کام آئی اور بس

جہد کن تا خود ز مقبولاں شوی
کوشش کر تاکہ تو خود مقبولوں میں سے ہوجائے

یا بمقبولانِ حق شو منطوی
یا اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں پر مشتمل ہوجا

مرد باش و یا کہ خود پے مرد گرد
مرد بن جا یا خود مرد کے پیچھے گرد بن کر

پُتک و پوتہ رسد زاں مردِ فرد
بڑا اور چھوٹا خزانہ اس یکتا انسان سے ملیگا

زیں دو کس یک ہم گرائے جاں ستی
اے جان! اگر تو ان دونوں میں سے ایک نہیں ہے

روزِ محشر سخت رسوا ایستی
تو محشر کے دن سخت رسوا اٹھے گا

زیں سبب فرمود در قرآں خدا
اس لئے خدا (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا

خود طلب میکن وسیلہ در ہدیٰ
ہدایت میں تو خود وسیلہ طلب کر

بے مُرتی کس مربّا چوں خورد
تربیت دینے والے کے بغیر تربیت کس نے کھایا ہے

مُرغِ بے پر در ہوا کو چوں پرد
بتا، پرند بغیر پر کے کیسے اُڑے؟

دشت پُر خون ست و پُر دام و ددست
جنگل خون سے بھرا اور جال اور درندے بھرا ہے

ہر طرف راہِ کژی پیدا شدست
ہر جانب کجی کا راستہ کھلا ہے

دشت پُر مار و بہر سو سبزہ زار
جنگل سانپوں سے بھرا ہے اور ہر جانب سبزہ زار ہے

بے فسوں گر پا منہ گردی تو زار
بغیر منتر پڑھنے والے کے قدم نہ رکھ تو ہلاک ہوجائیگا

ہست دنیا سبزہ زار و نفس مار
دنیا سبزہ زار اور نفس سانپ ہے

دشتِ پُر خوں راہِ دیں را می شما
دین کے راستہ کو پُرخون جنگل سمجھ

گر گزد مارت شوی خستہ ملول
اگر تجھے سانپ ڈس لیگا تو خستہ اور ملول ہو

بے فسوں گر ایمنی ہستی تو گول
تو بغیر منتر پڑھنے والے کے مطمئن ہے تو احمق ہے

گر خلد خارے بیابی دل ترا
اگر تیرے دل کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے

تارہ گر نبُود برآری چوں دُرا
اگر سوئی کی نوک نہ ہو تو اسکو تو کیسے نکالیگا؟

فکرِ تارہ کن فسوں را یاد گیر
سوئی کی نوک کی فکر کر، منتر یاد کرلے

رہبرے جو تا بری راہِ غیر
کوئی رہبر تلاش کرلے تاکہ تو دشوار راستہ طے کرلے

---

۵۱ آ۔ حدیث شریف ہے "ادیہ اللہ ایسے لوگوں میں کوئی کام نہیں ہوتا جس کو اللہ اپنے پیاروں کے پیاروں پر کرم کردیتا ہے۔ ۵۲ محفوظ۔ بالنصیب۔ الآ۔ حدیث شریف ہے "انسان کا حشر ان کے ساتھ ہوگا جن سے وہ محبت کرتا ہے" یاد۔ یاد الٰہی۔ جہاد۔ مجاہدہ۔ کوشش۔ تحفہ۔ بس بمنزلہ کمی مشغل۔ ۵۳ وسیلہ۔ قرآن پاک میں ہے۔ وابتغوا الیہ الوسیلۃ۔ تربیت۔ تربیت کرنا۔ مربّا۔ مربی۔ تربیت کرنے والا۔ اصل۔ اصل۔ زر۔ روپیہ۔ گنی۔ بیرونی۔ تارہ۔ سوئی کی نوک۔ عبور۔ گذرنا۔

دشتِ پُر خار و بہر سُو راہہاست
جنگل کانٹوں بھرا اور ہر جانب راستہ ہے
بر سرِ ہر ہر قدم بیں چاہہاست
دیکھو ہر ہر قدم پر کنویں و ہیں
دشت بس خوفناک و رہزن مختفی[1]
جنگل بہت خوفناک ہے اور ڈاکو چھپا ہوا ہے
رہبرے جُو باش و ایمن اُفتفی
کوئی رہبر تلاش کرلے تو اُس کا متبع بن
راہ بس دشوار غولے ہر طرف
راستہ بہت دشوار ہے ہر جانب بھلاوا ہے
بر سرِ رہ میزند صد چنگ و دف
ہر راستہ پر سیکڑوں چنگ اور دف بجا رہا ہے
راہ بس سخت و شب تار است پیش
راستہ بہت دشوار ہے اور سامنے تاریک رات ہے
گر نگیری دستِ کس رفتی ز خویش
اگر تو نے کسی کا ہاتھ نہ پکڑا اپنے سے گیا
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز
اے پیارے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
مثنوی را ختم باید کرد نیز
مثنوی کو بھی ختم کرنا چاہیے
کارِ حق را نیست پایاں اے غلام
اے لڑکے! اللہ تعالیٰ کے کام کا خاتمہ نہیں ہے
مثنوی را کردہ باید اختتام
مثنوی کو ختم کرنا چاہیے

اختتامِ مثنوی معنوی

مثنوی معنوی کا خاتمہ

شُد ز فیضِ مولوی اَولوی
مولوی اَولوی کے فیض سے ہو گیا

اختتامِ کلام بہ پریدنِ طائرِ روح

خود لینا روح سے پرند کی پرواز علامقام فنا کی جانب کی گفت گو پر خاتمہ

خود کلام بُسوی شاہِ عالیمقام

بشنو از نے چوں حکایت میکند
نے سے سن کیا حکایت کر رہی ہے
مُنتہیٰ قصد بدایت می کُند
آخر ابتداء کا ارادہ کر رہا ہے
باز شہ اکنوں سوی سُلطاں پرید
شاہ کا باز اب شاہ کی جانب اڑ گیا
پردہای عاریت را بر درید
عارضی پردوں کو پھاڑ دیا
ہست چوں کُلُّ اِلَیْنَا رَاجِعُوْن
سب ہماری جانب لوٹنے والے ہیں جب سے
می شوم مر اصلِ خود را سرنگوں
میں اپنی اصل کے لئے سرنگوں ہو رہا ہوں
شُد نَے من خالی از صوتِ اَنَا
میری نے "انا" کی آواز سے خالی ہو گئی
خالی از خود گشت و در نائی فنا
خودی سے خالی اور نے فنا میں فنا ہو گئی
شُد تہی از خود نَے من گشت نیست
میری نے خودی سے خالی ہو گئی نیست ہو گئی
جز لَفَخْتُ فِیْہِ در وَے ہیچ نیست
میں نے اُس میں پھونکا کے سوا اُس کو کچھ نہیں ہے
سوختم ایں نے و خاکستر شُدم
میں نے یہ نے جلا دی اور میں راکھ ہو گیا
در نیستاں رفتم و مُضمر شُدم
میں نیستاں میں چلا گیا اور پوشیدہ ہو گیا
احمدا چوں دورۂ میم از تو رفت
اے احمدؐ! جب میم کا دائرہ آپ میں سے گیا
ماند احد در دیگر مشو تو گرم و تفت
احد میں رہا اب آپ گرم اور تیز نہ ہوں
دورۂ میم آں یقین ہائے تست
میم کا دائرہ تیرے یقینات ہیں
لاکن ایں را تا شود الآت چُست
ان کو تو بنا سکے گا جب تک ہو جائے

وقت آں آمد کزیں فتح بَرِیم
وہ وقت آ گیا کہ میں اس حال سے پرواز کر جاؤں
رخت سُوئے مُلکِ لاہوتی بَرِیم
لاہوتی ملک کی جانب سامان لے جاؤں
ہم گزاں جا آمدم آنجا رَوَم
جس جگہ سے میں آیا ہوں اُسی جگہ چلا جاؤں
با جمالِ یار بے پردہ شوم
یار کے حُسن کے ساتھ بے پردہ ہو جاؤں
چوں تجلی کرد بر طُورِ وجُود
جب اُس نے وجود کے طور پر تجلی کی
گشت کاہِ کوہ جسمانی چو دُود
جسمانی پہاڑ کا جنگلی گھاس جیسا ہو گیا
خرّ موسیٰ صاعقا خاموش شُد
موسیٰ بے ہوش ہو کر گرے خاموش ہو گئے
رفت عقلِ جزوی و بیہوش شُد
جزوی عقل چلی گئی اور بے ہوش ہو گئے
اللہ اللہ غیرِ اللہ نیست کس
اللہ اللہ، کوئی اللہ کا غیر نہیں ہے
اللہ اللہ گشت ما را ہم نفس
اللہ اللہ، ہمارا ساتھی ہو گیا
اللہ اللہ من کجا و ایں خطاب
اللہ اللہ میں کہاں اور یہ خطاب کہاں!
ختم کُن وَاللّٰہُ اَعْلَمْ بِالصَّوَاب
ختم کر دے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

اِرجاعِ کلام باستمدادِ روحانی

کلام کا لوٹانا روحانی مدد حاصل کرنے کے

از جنابِ مولانا جلال الدین

جناب مولانا جلال الدین کی

ھمام قُدِّسَ سِرُّہٗ

ہمام قدس سرہ کے لئے

عَلَی الدَّوَام

کیا گیا

---

[1] مختفی۔ چھپنے والا۔ اَولوی۔ اَولی بمعنی افضل کی طرف منسوب۔ مشہور ہے۔ ایں را دان جو علم است تمام۔ ہدایت۔ یعنی روح افضل جزو ہا۔ یعنی ہادی پہنچے۔ نائی۔ نے والا۔ [2] جز۔ حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ روح اپنی پھونکی۔ [3] دورۂ میم۔ والاکم شری الا اللہ الا اللہ انا سب ختم ہو جانے کے بعد صرف ذاتِ خدا باقی ہے۔ [4] تفت۔ جلا ہوا۔ یعنی دوسری آدمی ہو۔ آدمی جلا ہوا نہ ہو۔

شمسِ حقانی جلال الدین ہمام
حقانی سورج، جلال الدین، بزرگ
چونکہ خود فرمود وقتِ اختتام
جب کہ ختم کرنے کے وقت خود انھوں نے فرمایا
باقی ایں گفتہ آید بے زباں
باقی کہا ہوا یہ بغیر کہے، آجائے گا
در دلِ آں کس کہ دارد زندہ جاں
اس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہوگا
خواستم از روحِ پاکِ او مدد
میں نے ان کی پاک روح سے مدد چاہی
خود وفائے وعدہ ہم زاں معتمد
اور ان معتمد سے وعدے کی وفا بھی
وعدۂ اہلِ کرم گنجے بود
اہلِ کرم کا وعدہ خزانہ ہوتا ہے
وعدۂ نااہل چوں رنجے بود
نااہل کا وعدہ رنج جیسا ہوتا ہے
رشحۂ زاں بحر بر جانم بریخت
اس دریا کے قطرات میری جان پر پڑے
رشتۂ ما و منِ ما را گسیخت
ہمارے اور من کے دعوے کو توڑ دیا
بازبانِ بے زبانی خود بگفت
انھوں نے اپنی بے زبانی کی زبان سے فرمایا
دُرہائے لفظ را در سلکِ تفت
تیسری موتی لڑی میں پروئے
خدمتِ سعی منِ بنود ایں گفتگو
یہ گفتگو میری کوشش کا نتیجہ نہیں ہے
خود تو ایں دُر را چو آوردی ز جو
جب آپ جبکہ اس موتی کو دریا سے لائے
گر اجازت باشد اظہارش شود
اگر اجازت ہو تو اس کا اظہار ہو
دیں سفینہ ہم بہ بحرِ تو رود
یہ کشتی بھی آپ کے دریا میں چلے
بے اجازت ذرہ را یارا کجاست
بغیر اجازت کے ذرہ کی طاقت کہاں ہے؟
کو ز خورشیدے بجوید نورِ راست
کہ وہ سورج سے ہدایت کا نور طلب کرے

خود تو دانی از تو شد رد و قبول
آپ خود جانتے ہیں کہ رد اور قبول آپ کی جانب سے ہو
من چہ گویم پیشِ تو حرفِ فضول
میں آپ کے سامنے بیکار بات کیا کہوں؟
آنچہ در پردہ بگفتی اے ہمام
اے بزرگ! آپ نے جو کچھ در پردہ فرمایا
ساز مقبول اے ضیاء الحق حسام
اے ضیاء الحق حسام اس کو قبول فرمائیں

مناجات بجناب قاضی الحاجات

قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دعا

اے خدا سازندۂ عرشِ بریں
اے بلند عرش کو بنانے والے خدا!
شام را دادی تو زلفِ عنبریں
تو نے شام کو عنبریں زلف عطا کی
روز را با شمعِ کافور اے کریم
اے کریم! دن کو کافوری شمع کے ساتھ
کردۂ روشن تر از عقلِ سلیم
تو نے عقلِ سلیم سے زیادہ روشن کر دیا
خوں بناف نافہ مشکے کنی
تو ناف کے خون کو مشک کی ناف بنا دیتا ہے
سنبل و ریحاں چو دیشکے کنی
وہ سنبل اور ریحان پھوٹتا ہے تو سینگی بنا دیتا ہے
قادرا قدرت تو داری بر کمال
اے قادر! تو کمال پر قدرت رکھتا ہے
أنت ربّی أنت حسبی ذو الجلال
اے ذو الجلال! تو ہی میرا رب ہے تو ہی مجھے کافی ہے
اے خدا قربانِ احسانت شوم
اے خدا! میں تیرے احسان پر قربان ہوں
کانِ احسانی بقربانت شوم
تو احسان کی کان ہے میں تجھ پر قربان ہوں
معدنِ احسانی و ابرِ کرم
تو احسان کی کان اور کرم کا ابر ہے
فیضِ تو چوں ابرِ ریزاں بر سرم
تیرا فیض میرے سر پر ابر کی طرح برستا ہے

از عدم دادی بہ ہستی ارتقا
تو نے عدم سے وجود کو ترقی عنایت کی
زاں پسِ ایمان و نورِ ہدیٰ
اس کے بعد ایمان اور ہدایت کا نور
اے خدا احسانِ تو اندر شمار
اے خدا! تیرا احسان شمار میں
کے توانم باز بانِ صد ہزار
لاکھ زبانوں سے کب کر سکتا ہوں؟
من بخواب و پاسبانِ من توئی
میں نیند میں ہوں اور میرا محافظ تو ہی ہے
من چو طفل و حرزِ جانِ من توئی
میں بچہ کی طرح ہوں اور میری جان کی حفاظت تو ہی ہے
من بعصیاں صرف وقتِ خود کنم
میں اپنا وقت نافرمانی میں صرف کرتا ہوں
بینی و از حلم می پوشی برم
تو دیکھتا ہے اور بردباری سے میری پردہ پوشی کرتا ہے
روزیت را خورده عصیاں میکنم
تیری روزی کھا کر میں نافرمانی کرتا ہوں
نعمت از تو من بغیرے می تنم
نعمت تیری ہے میں غیر کے چکر کاٹتا ہوں
جملہ می بینی نگیری انتقام
تو سب کچھ دیکھتا ہے، بدلہ نہیں لیتا ہے
از درِ حلم و کرم آئی مدام
تو ہمیشہ بردباری اور کرم کے دروازے سے آتا ہے
بر دلِ من سہ صد و شصت از نظر
میرے دل پر تین سو ساٹھ شفقتیں
می کنی ہر روز اے ربّ البشر
اے ربّ البشر! تو ہر دن کرتا ہے
لیک من غافل ز لطفِ بیکراں
لیکن میں بے حد مہربانی سے غافل ہوں
چشم دارم ہر زماں با ایں و آں
میں ہر وقت اس اور اس سے امید باندھتا ہوں
دوست را بر من نظر شد دوختہ
دوست کی نگاہ مجھ پر جمی ہوئی ہے
حیف من با دیگراں دل توختہ
افسوس میں نے دوسروں سے دل وابستہ کیا ہے

---

۵۱ ہمام: سردار، بزرگ، بلند ہمت، یار غار، بلند ہمت، کریم، برمن۔

مَن گُنہ آرم تو ستاری کُنی
میں گناہ کرتا ہوں تو پردہ پوشی کرتا ہے

مُجرم مَن دَر آرم تو مِعذاری کُنی
میں جرم کرتا ہوں تو مہلت معذور قرار دیتا ہے

جُرمہا بینی و چشمِ ناوری
تو خطائیں دیکھتا ہے اور مجھ پر غصہ نہیں کرتا

اے بقُربانت چہ نیکو داوری
میں تجھ پر قربان، تو کس قدر اچھا خدا ہے

دَر مَصائب دَر حَوادِثہائے زار
مصیبتوں میں (اور) عاجز کر دینے والے حادثوں میں

چونکہ بَر مَن تنگ شُد از دردکار
جبکہ درد کی وجہ سے مجھ پر معاملہ تنگ ہو گیا

یار فحوشائم مَرا بگذاردند
اپنوں اور دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا

زار در دستِ غمم بسپاردند
مجھ عاجز کو غم کے ہاتھ میں دے دیا

جُز تو کے دیگر دراں سختی رَسَد
اُس سختی میں تیرے علاوہ کون پہنچتا ہے؟

در مَتابعہا تو گشتی مَدَد
تکالیف میں تو مدد بنا ہے

در رَسیدی زُود بگرفتی مَرا
تو جلد پہنچا، تو نے مجھے پکڑا

وَا رہاندی از ہمہ سختی مَرا
مجھے تمام سختیوں سے رہا کر دیا

چوں شمارم مَن ز اِحسانِ تو بُوں
میں تیرے احسان کیسے شمار کروں؟ کیونکہ

گر زباں ہر مُو شود لُطف فزوں
اگر ہر بال زبان بن جائے تیری مہربانی بڑھتی ہوئی

شکر و احسان ترا چوں سَر کُنم
تیرے شکر اور احسان کو کیسے انجام دوں؟

اندریں رہ گو قدم از سَر کُنم
اس راستہ میں اگرچہ سر کو قدم بنا لوں

جان و گوش و چشم و ہوش و داد و دست
جان اور کان اور آنکھ اور ہوش اور ہاتھ (سب)

جُملہ از دُرہائے اِحسانت پُرست
سب تیرے احسان کے موتیوں سے پُر ہیں

ایں کہ شکرِ نعمتِ تو می کُنم
یہ کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں

ایں ہَم از تو نعمتے شُد مغتنم
یہ بھی تیری ایک مغتنم نعمت ہے

شکر ایں شکر از کجا آرم بجا
اس شکر کا شکر کہاں سے بجا لاؤں؟

مَن کیَم از دُست توفیق اے خدا
میں کون ہوتا ہوں اے خدا توفیق تیری ہی طرف سے ہو

دست و پا و ایں زبان و لفظِ شکر
ہاتھ اور پاؤں اور یہ زبان اور لفظ شکر

عاریت از تست بے از ہیچ مُنکر
بغیر کسی انکار کے تجھ سے مانگے ہوئے ہیں

طاعت و توفیقِ طاعت ہَم ز تو
بندگی اور بندگی کی توفیق بھی تیری ہی طرف سے ہو

لُطف تو بَر ما نوشتہ صد نکو
تیری مہربانی نے ہم پر سینکڑوں بھلائیاں لکھ دی ہیں

خود چہ شیرین ست نامِ پاکِ تو
تیرا ایک نام خود کس قدر میٹھا ہے؟

خوشتر از آبِ حیات اِدراکِ تو
تیری معرفت آبِ حیات سے بہتر ہے

نامِ تو چوں بَر زبانم می رَوَد
جب تیرا نام زبان پر جاری ہوتا ہے

ہر بُنِ مُو از عَسَل جُوئی شُود
ہر بال کی جڑ شہد کی نہر ہو جاتی ہے

اللہ اللہ ایں چہ شیرین ست نام
اللہ اللہ یہ نام کس قدر میٹھا ہے

شیر و شکر می شود جانم تمام
میری پوری جان شیر و شکر بن جاتی ہے

اللہ اللہ ایں چہ نامِ خوش مذاق
اللہ اللہ یہ نام کس قدر خوش ذائقہ ہے

حرف حرفش میدہد جانرا رَواق
اس کا ایک ایک حرف جان کو تسکین عطا کرتا ہے

اللہ اللہ ایں چہ اِحساں کردۂ
اللہ اللہ یہ تو نے کیا احسان کیا ہے؟

در چنیں بَر زرخ چساں در پردۂ
ایسے ہر زرخ میں تو کس طرح پردے میں ہے؟

ایں چنیں حبلُ المتیں دادی مرا
تو نے مجھے ایسی مضبوط رسی عطا فرمائی

کاعتصامش عُرشِ راشد مُرتقی
کہ اُس کے پکڑنے سے عرش تک رسائی ہوتی

اللہ اللہ خود چہ نیکو کردۂ
اللہ اللہ، تو نے خود کیسی بھلائی کی ہے

آشکارا ہستی و در پردۂ
تو ظاہر ہے اور در پردہ ہے

وہ چہ بدکارم کہ جُملہ نیستم
ہائے میں کس قدر بدکار ہوں کہ میں سب نیست ہو

پَس چرا پیشت بہ ہستی ایستم
تو تیرے سامنے وجود کے ساتھ کیوں کھڑا ہوں؟

اللہ اللہ اَنتَ لِی نِعمَ الوَکِیل
اللہ اللہ تو میرے لئے بہترین وکیل ہے

اَنتَ رَبِّی اَنتَ حَسبِی یَا جَلِیل
اے جلیل، تو میرا رب ہے تو مجھے کافی ہے

اللہ اللہ لَیسَ غَیرُکَ فِی الوُجُود
اللہ اللہ تیرے سوا کوئی وجود ہی نہیں

ہَل تَرَی الدَّیَّارَ فِی دَیرِ الشُّہُود
شہود کے دیر میں کوئی چلنے والا ہے؟

اللہ اللہ لَا اِلٰہَ بہر چیست
اللہ اللہ، لا الٰہ کس لئے ہے؟

چونکہ اِلَّا اللہ خورشیدِ جلیست
جبکہ الا اللہ روشن سورج ہے

چشمِ ظاہر بیں بنفی آمد مُقِل
ظاہر بیں آنکھ نفی کے ذریعہ رفع کرنے والی ہے

می تواں کردن بلی جہدُ المُقِل
(تاکہ) نادار کی کوشش بلی تک پہنچ سکے

اللہ اللہ اسمِ ذاتِ پاکِ دوست
اللہ اللہ، دوست کا پاک اسم ذات

اسمِ اعظم از برائے قُربِ اوست
اسم اعظم اُس سے قرب لینے کے

اللہ اللہ گو بَرد تا سقفِ عرش
اللہ اللہ کہہ، عرش کی چھت تک پہنچ جائے گا

پیشِ معراجِ تو گردد چرخ فرش
تیری معراج کے سامنے آسمان فرش بن جائے گا

لہ بتدریج بہت زیادہ۔ خدا خواہ۔ خدا طلب۔ اور درست۔ اس کی نعمت کا شکر ادا کرنا بھی خدا کی نعمت ہے ۱۲ ذکر۔ اقرار۔ ادراک۔ معرفت۔ مذاق۔ ذائقہ۔

ذائقہ۔ خوش ذوقی۔ ذوق۔ ہر چکھنے والا۔ ذیر بہت خانہ۔

چوں برآرم دم باللہ الصمد
جب میں اللہ الصمد کا نعرہ لگاتا ہوں

چرخ نعرہ لیستنی کنت زند[1]
آسمان "کاش میں ہوتا" کا نعرہ مارتا ہے

اسم اعظم ہست اللہ العظیم
اللہ العظیم اسم اعظم ہے

جانِ جان و محیٔ عظم رمیم
جو جان کی جان اور پرانی بوسیدہ ہڈی کو زندہ کرنے والا ہے

اللہ اللہ، مستم از نامِ خدا
اللہ اللہ میں خدا کے نام سے مست ہوں

می چکد از ہر رگم راوُق جُدا
میری ہر رگ سے شراب جدا ہو کر ٹپکتی ہے

ساقیم آں بادہ اندر جام کرد
ساقی نے وہ شراب میرے جام میں کر دی ہے

کہ زِ مادُ من برآورد دست گرد
جس نے مادِ من کی گرد اڑا دی ہے

ریخت در جامم مے از کاف و نون
کاف و نون کی وہ شراب میرے جام میں ڈالتا ہے

لَیْسَ فِیْہَا غَوْلٌ وَّلَا ھُمْ یُنْزِفُوْنَ
جس میں نہ انتشر ہے اور نہ وہ بے عقل ہوتے ہیں

بیخودم زاں بادۂ واکنوں مرا
میں اُس شراب سے بیخود ہوں اب میرے لئے

نیست فرق از جان و تن و سر و پا
جان اور جسم اور سر اور پاؤں میں فرق نہیں ہے

ریخت در کامم جلالے جُرعۂ
جلال نے میرے حلق میں ایک گھونٹ ڈالا یا

میزنم بر لوحِ وحدت قرعۂ
میں وحدت کی تختی پر قرعہ ڈالتا ہوں

رشحۂ بحرِ جلالش بر دلم[2]
اُس کے جلال کے سمندر کا ایک چھینٹا میرے دل پر

آمد و بربود ازیں آب و گلم
آیا اور مجھے اس آب و گل سے اُچک لے گیا

شورشِ بحرِ حسامی آمدست[3]
حسامی سمندر کی ایک شورش آئی ہے

زیں صدف ایں دُرِّ کا نامی آمدست
اُس سیپ سے کہ یہ نامی موتی آیا ہے

فیضِ مولانا جلالؒ و ہم حسامؒ
مولانا جلالؒ کے فیض اور حسامؒ نے

نخلِ جاں را داد سیرابی تمام
جان کے پودے کو پوری سیرابی دیدی ہے

نورِ مہر و مہ بطورِ دل بتافت
سورج اور چاند کا نور دل کے طور پر چمکا

سنگِ من زاں تاب یاقوتی بیافت
میرے پتھر نے اُس گرمی سے یاقوت بنا پایا

برادرم چوں جسمِ یمن
یمن کے ستارے کی طرح میری آدھوڑی پر چمکا

عنبریں شد جملہ چوں مُشکِ ختن
وہ سب ختن کے مشک کی طرح خوشبودار بنگئی

پیش ازیں خلقے زِ انفاسِ خوش
اِس سے پہلے بہت سے لوگ اُنکے اچھے سانسوں سے

مقتبس از نورِ عرفاں گشتہ خوش
معرفت کے نور کے حاصل کرنے والے اور بھلے بنے

صد ہزاراں یافتند از مثنوی
مثنوی کے ذریعہ لاکھوں نے حاصل کی

اِرتقا سوئے صراطِ مستوی
سیدھے راستہ کی جانب بلندی

من ہم از فیضانِ انفاسِ جلالؒ
میں بھی جلالؒ کے سانسوں کے فیضان سے

در رسیدم تا جلیلِ ذوالجلال
جلیل ذوالجلال تک پہنچ گیا

نیست دُور از لطفِ اخوان الصفا[4]
بزرگوں کی مہربانی سے بعید نہیں ہے

در رسید ایں بندہ ہم سوئے خدا
یہ بندہ بھی خدا کی جانب پہنچ گیا

چہ عجب شمس ار نوازد ذرّہ را
کیا تعجب ہے اگر شمس ذرّے کو نوازے

ابرِ خوش سیراب سازد تَرّہ را
ابرِ سبز ہی کو اچھی طرح سیراب کرے

رُو بحق آرو بکن ختمِ کتاب
اللہ (تعالیٰ) کی جانب رُخ کر اور کتاب ختم کر دے

دُم مزن واللہ اعلم بالصواب
دُم نہ مار، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

رَبَّنَا وَالْحَمْدُ لَکَ فِیْ کُلِّ حَالٍ
اے ہمارے رب ہر حال میں تیرے ہی لئے تعریف ہے

اَنْتَ مَعْنَی الْبَیْتِ فِیْ کُلِّ الْمَقَالْ
ہر قول میں معنیٔ راز تو ہی ہے

اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ اِلَیْکَ وِجْھَتِیْ
تو ہی میرا مقصود ہے، تیری ہی طرف میرا رُخ ہے

خَالِصًا لِلّٰہِ کَانَتْ نُھْمَتِیْ
میرا ارادہ خالص اللہ کے لئے ہے

یَا مُحِیْطَ الْکُلِّ یَا کَھْفَ الْوَرٰی
اے سب کو محیط! اے مخلوق کے کہف!

یَا اِلٰہَ الْعَرْشِ یَا رَبَّ الثَّرٰی
اے عرش کے خدا! اے ثریٰ کے رب!

کُنْ اَنِیْسَ الْقَلْبِ وَاخْتِمْ بِیْ بِخَیْر
تو دل کا غمخوار بن اور میرا خاتمہ بالخیر کر

اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ کَافِیْ لَیْسَ غَیْر
تو مجھے کافی ہے تو میرے لئے کفایت کرنیوالا ہے اور دوسرا کوئی نہیں

در ختمِ وسالِ تاریخِ اختتام
مثنوی مذکور میشود سنہ ۱۲۱۶ ہجری

ختم شد ایں نسخہ در سالِ غیور
(الفظ) غیور کے سال میں یہ نسخہ ختم ہوا

غیرتِ حق دارد ش از غیر دُور
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت اسکو غیر سے دُور رکھے

---

[1] لیستنی کنت۔ آسمان یہ نعرہ لگاتا ہے کہ کاش میں بھی ہوتا اس ذکر کرنے والے کی خاک یا بنتا۔ رحیم۔ بوسیدہ۔ راوق۔ شراب۔ نُزِفُوْن۔ انتشر جو غلط کی حالت میں پیدا ہوتی ہے [2] بحرِ جلال یعنی مولانا جلال الدین محمد۔ بحرِ حسامی یعنی مولانا حسام الدین کا علم۔ نورِ مہر و مہ یعنی مولانا جلال الدینؒ اور مولانا حسام الدینؒ۔ [3] از انفاسِ صفا

دست غیر از دامنِ او دُور باد
غیر کا ہاتھ اُس کے دامن سے دُور رہے
ہر کہ از نورش رَمد بے نور باد
جو اُس کے نور سے بھاگے خدا کرے بے نور رہے
غیر آں کز یادِ حق بیگانہ است
غیر وہ ہے جو اللہ (تعالیٰ) کی یاد سے بیگانہ ہے
در پئے دنیائے دُوں دیوانہ است
کمینی دنیا کے پیچھے دیوانہ ہے
در پئے مالِ جہاں مجنوں بُود
دنیا کے مال کے پیچھے پاگل ہو
حُبِّ جاہ اُو را بدل مکنوں بُود
اُس کے دل میں رُتبہ کی محبت پوشیدہ ہو
إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ أَوْلَادُكُمْ
بیشک تمہارے اموال، تمہاری اولاد
فتنہ فرمود حق ذوالحکم
حکمتوں والے اللہ (تعالیٰ) نے (اُنکو) فتنہ فرمایا ہے
تا توانی غیرِ حق را دُور کن
جتنا ہو سکے اللہ (تعالیٰ) کے غیر کو دُور کر
بعد ازاں عزمِ درِ آں سُور کن
اُس کے بعد اُس فصیل کے قلعہ کا ارادہ کر
با خودی بینی اگر ایں اختتام
اگر تو اِس خاتمہ کو خودی کے ساتھ دیکھے گا
خود بُرونِ در بمانی والسلام
خود باہر رہ جائے گا، والسلام
وَز خودی بیروں بَرآ دیار باش
خودی سے باہر نکل اور یار بن
وَر بہ پندارِ خودی اَغیار باش
اور اگر تو خودی کے غرور میں ہے تو غیروں میں سے ہے
بہرِ یک رنگ ایں سخن یک رنگ شُد
یک رنگ کے لئے یہ کلام یک رنگ ہے
بہرِ رجم آں شیاطیں سنگ شُد
اُن شیطانوں کے سنگسار کرنے کیلئے پتھر ہے

دُخلِ غیر اندر چنیں حصنِ حصیں
ایسے محفوظ قلعہ کے اندر غیر کا دخل
کے شود بے صلح و رفعِ حرب و کیں
بغیر صلح اور لڑائی اور کینہ کے ہٹائے بغیر کب ممکن ہے
بادلِ صاف از برائے حق بہیں
خدا کے لئے صاف دل کے ساتھ دیکھ
از گُلِ اُو تا بَری بُوئے یقیں
تاکہ تو اُسکے پھول سے یقین کی خوشبو سونگھ لے
وَرنہ در چون و چرا آزار ہاست
ورنہ چون و چرا میں تکالیف ہیں
ہر کجا گُل ہست آنجا خار ہاست
جہاں کہیں پھول ہے وہاں کانٹے ہیں
لفظِ رُو پوش ست مقصد معنی ست
لفظ نقاب ہے اور معنی مقصود ہیں
غیرِ حق جُستن ازیں لایعنی ست
اِس سے حق کے سوا ڈھونڈنا لایعنی ہے
حق بجُو حق بگو حق بخواں
حق کو تلاش کر اور حق کہہ اور حق پڑھ
ہر زماں حق حق بگو حق را بداں
ہر وقت حق حق کہتا رہ حق کو جان
ہر کہ حق را جُست حقانی ست اُو
جس نے حق کو تلاش کیا وہ حقانی ہے
رحمتِ حق بادِ رحمانی ست اُو
وہ اللہ کی رحمت، خدائی ہوا ہے
کارِ شیطانی مکُن شیطاں مباش
شیطانی کام نہ کر، شیطان نہ بن
بر غبارِ جانِ کس آبے بپاش
کسی کے جان کے غبار پر آب پاشی کر
وقت را با غیرِ حق ضائع مکُن
وقت کو غیر حق میں برباد نہ کر
بطن را پُر کُن و روح را جائع مکُن
پیٹ کو پُر اور رُوح کو بھوکا نہ رکھ

پردۂ پندار تُست ایں نقشِ غیر
یہ غیر کا نقش تیرے پندار کا پردہ ہے
نیست جُز آں یک صنم در جملہ دیر
تمام بُت خانہ میں اُس ایک صنم کے علاوہ نہیں ہے
فانی از خود شو بشو باقی بحق
اپنے اعتبار سے فانی بن، باقی باللہ بن
سَر دِ بداز باطنت رَبُّ الْفَلَق
رَبُّ الْفَلَق تیرے اندر سے نمودار ہوگا
مثنوی در شش مجلد یک نواست
چھ دفتروں میں مثنوی کی ایک آواز ہے
حاصلِ آں غوطہ در بحرِ فناست
اُس کا خلاصہ فنا کے سمندر میں غوطہ لگانا ہے
گر رہِ حق بایدت ہشیار باش
اگر تجھے خدا کا راستہ چاہیئے تو ہوشیار بن
غفلت از خود دور کن بیدار باش
اپنے اندر سے غفلت دُور کر بیدار بن
باش اوّل بر شریعت اُستوار
پہلے شریعت پر استقامت کر
بعد ازاں سُوئے طریقت رُو بیار
پھر طریقت کی جانب رُخ کر
گامِ اوّل مستقیمِ شرع شو
پہلے قدم پر شرع پر جم
بعد ازاں راہِ طریقت را بپو
اِس کے بعد طریقت کا راستہ چل
تخلیہ با تحلیہ باید ضرور
آراستگی کے ساتھ صفائی ضروری ہے
تا نمائی بحرِ عرفاں را عبور
تاکہ تو معرفت کے سمندر کو عبور کر سکے
ایں سخن را نیست ہرگز اختتام
اِس بات کا کبھی خاتمہ نہیں ہے
پس سخن کوتاہ باید والسلام
پس بات کو مختصر کر دینا چاہیئے، والسلام

قد تمت الدفتر السادس من الکتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنوی

فہرست عنوانات مثنوی مولانا رومؒ دفتر ششم

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱	مُقدمہ	۳
۲	آغازِ مثنوی	۱۵
۳	سوالِ آں سائل و اعظ را کہ مُرغ بر سرِ نقش نشست بود	۲۶
۴	نکوہیدن ناموس ہای پوشیدہ را	۳۱
۵	مُناجات و پناہ جستن بحق سبحانہ و تعالیٰ از فتنۂ اغیار	۳۴
۶	حکایتِ آں غلام ہندو کہ بخداوند زادۂ خود پنہاں ہوا آوردہ بود	۳۸
۷	صبر فرمودن خواجہ مادرِ دختر را	۴۱
۸	دربیانِ آنکہ ایں غرور نہ تنہا آں ہندو را بود	۴۵
۹	در عموم تاویلِ ایں آیہ کُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا الآیہ	۴۷
۱۰	قصہ ہم در تفسیرِ ایں معنیٰ	۴۸
۱۱	فرمودن پادشاہ با اُمرا	۵۱
۱۲	مُرافعۂ آں اُمرا آں حجت را	۵۲
۱۳	حکایتِ آں مبتلائے کہ خود را در گیاہ پیچیدہ بود	۵۵
۱۴	حکایتِ آں شخص کہ دُزداں قبحِ او بدزدیدند	۵۹
۱۵	مُناظرہ مُرغ با صیاد در ترتیب	۶۰
۱۶	حکایتِ پاسبانے کہ خاموش کرد	۶۷
۱۷	حوالہ کردن مُرغ گرفتاریِ خود را	۶۸
۱۸	حکایتِ آں عاشقے کہ شب بیامد بر امیدِ وعدۂ معشوق	۷۲
۱۹	استدعایِ امیرِ ترک مخمورِ مُطرب را	۷۶
۲۰	آمدنِ ضریر در خانۂ مصطفیٰ	۷۹
۲۱	امتحان کردنِ مصطفیٰ عائشہؓ را	۸۱
۲۲	حکایتِ آں مُطرب کہ در بزمِ امیرِ ترک ایں غزل را ساز کرد	۸۲
۲۳	تفسیرِ قولِ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم مُوتُوا قبلَ اَن تَمُوتُوا	۸۴
۲۴	تشبیہ مُتغفلے کہ عُمر ضائع کند	۸۹
۲۵	حکایتِ گفتنِ آں شاعر جہتِ طعنِ شیعۂ حلب	۹۱
۲۶	تمثیلِ مردِ حریص نابیندہ رزّاقیِ حق را	۹۲
۲۷	داستانِ آں شخص کہ بر درِ سرای نیم شب سنگوری می زد	۹۶
۲۸	قصۂ اَحَدٌ اَحَدٌ گفتنِ بلالؓ	۱۰۰
۲۹	بازگردانیدنِ صدیقؓ واقعۂ بلالؓ را	۱۰۶
۳۰	وصیت کردنِ مصطفیٰ صدیقؓ را	۱۰۹
۳۱	خندیدنِ جہود و پنداشتن کہ صدیق مغبون است	۱۱۳
۳۲	معاتبہ کردنِ حضرت رسولؐ با صدیقِ اکبرؓ	۱۱۷
۳۳	قصۂ بلالؓ کہ بندۂ مخلص بود خدای را	۱۲۰
۳۴	در تقریرِ ہمیں معنیٰ	۱۲۱
۳۵	حکایت در تقریرِ ہمیں سخن	۱۲۱
۳۶	حکایت ہم در تقریرِ ایں معنیٰ	۱۲۳
۳۷	رجوع بقصۂ بلالؓ	۱۲۳
۳۸	رنجور شدنِ بلالؓ و بے خبری خواجۂ او از رنجوریِ او	۱۲۵
۳۹	در آمدنِ مصطفیٰ از بہرِ عیادتِ بلالؓ	۱۲۶
۴۰	دربیانِ آنکہ مصطفیٰ شنید کہ عیسیٰ بر رُوی آب رفت	۱۲۸
۴۱	داستانِ آں عجوزہ کہ رُوی زشتِ خود را گلگونہ ساخت	۱۲۱
۴۲	داستانِ آں درویش کہ آں گیلانی را دعا کرد	۱۳۳
۴۳	صفتِ آں عجوز در رجوع بحکایتِ آں	۱۳۴
۴۴	قصۂ درویشے کہ از خانہ ہر چہ میخواست می گفتند کہ نیست	۱۴۴

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۴۵	رجوع بداستانِ آں کبیر	۱۳۶
۴۶	حکایتِ آں رنجور کہ طبیب درو امید صحت ندید	۱۳۸
۴۷	رجوع بقصۂ آں رنجور	۱۴۰
۴۸	قصۂ سلطان محمود و غلام ہندو	۱۴۶
۴۹	قال النبیؐ لیس للمانعین ھم المنوب الخ	۱۵۱
۵۰	بار دیگر رجوع کردن بقصۂ آں صوفی و قاضی	۱۵۴
۵۱	رفتنِ صوفی سوئے سبلی زنش	۱۵۶
۵۲	ہم در تقریر قصۂ قاضی و صوفی	۱۵۹
۵۳	تیرہ شدن قاضی از سبلی آں درویشِ رنجور	۱۶۲
۵۴	جواب دادنِ قاضی صوفی را	۱۶۲
۵۵	سوال کردنِ صوفی از قاضی	۱۶۵
۵۶	جواب گفتنِ آں قاضی صوفی را	۱۶۵
۵۷	باز سوال کردن آں صوفی از آں قاضی	۱۶۹
۵۸	جوابِ قاضی سوالِ صوفی را و قصۂ ترک دزدی	۱۶۹
۵۹	تفسیر قولہ علیہ السلام ان اللہ یلقن حجتہ الخ	۱۷۰
۵۹ب	دعوی کردن دگر دستِ ترک	۱۷۱
۶۰	نشان جستن ترک خانۂ درزی را	۱۷۱
۶۱	مضاجک گفتنِ درزی ترک را	۱۷۳
۶۲	خطاب با ہر نفسے کہ مثلِ ایں بلا مبتلاست	۱۷۴
۶۳	گفتنِ درزی ترک را کہ ہی خموش کُن	۱۷۵
۶۴	بیان آنکہ بیکاران و افسانہ جویان مثل آں ترک اند	۱۷۶
۶۵	باز مکرر کردن صوفی آں سوال را	۱۷۸
۶۶	جواب گفتنِ قاضی صوفی را	۱۷۹
۶۷	حکایت در تقریر آنکہ صبر در رنج کار سہل تر است	۱۸۰
۶۸	مثلِ پرسیدن عامے از کشش	۱۸۲

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۶۹	قصۂ فقیرِ روزی طلب بے واسطۂ کسب و رنج	۱۸۶
۷۰	قصۂ آں گنج نامہ کہ گفتند	۱۹۳
۷۱	تمامیِ قصۂ آں فقیر و نشان جائے آں گنج	۱۹۶
۷۲	فاش شدنِ خبرِ آں گنج	۱۹۶
۷۳	نومید شدنِ آں پادشاہ از یافتنِ آں گنج	۱۹۷
۷۴	نومید شدن و باز دادن پادشاہ آں گنج نامہ	۱۹۹
۷۵	حکایتِ آں مُرید شیخ ابوالحسن خرقانیؒ	۲۰۵
۷۶	پرسیدن آں وارد از حرم شیخؒ را	۲۰۶
۷۷	جواب گفتنِ مُرید و زجر کردن اُو	۲۰۷
۷۸	باز گشتن مُرید از وثاق شیخؒ	۲۱۱
۷۹	یافتن آں مرید مر اُورا	۲۱۲
۸۰	حکمت در انی جاعل فی الارض خلیفہ	۲۱۴
۸۱	معجزہ ہود پیغمبر	۲۱۸
۸۲	رجوع کردن بقصۂ قبہ و گنج	۲۲۴
۸۳	انابتِ آں طالبِ گنج بحق تعالیٰ	۲۲۷
۸۴	آواز دادنِ ہاتف مر طالبِ گنج را	۲۳۲
۸۵	داستان آں سہ مسافر مسلمان و ترسا و جہود	۲۳۴
۸۶	حکایت خسرو گاؤ و قحبہ کہ در راہ بتدگیاہ یافتند	۲۴۱
۸۷	حکایت در بیان حالِ خود پرستاں	۲۴۲
۸۸	باز گشتن بحکایت خسرو گاؤ و قحبہ	۲۴۳
۸۹	جواب گفتن مسلمان آنچہ دید بہ ترسا	۲۴۴
۹۰	مُنادی کردنِ سید ملک ترمذ	۲۴۶
۹۱	حکایت تعلق موش با چغز	۲۵۷
۹۲	تدبیر کردنِ مُوش بہ چغز کہ من نمی توانم	۲۵۹
۹۳	مبالغہ کردنِ مُوش در لابہ و زاری کردن	۲۶۲

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۹۴	لابہ کردن مُوش مر چغز را کہ بہانہ میندیش	۲۶۴
۹۵	رجوع بحکایتِ مُوش و چغز آبی	۲۶۶
۹۶	حکایتِ شب دزدان کہ شاہ محمود	۲۷۴
۹۷	قصۂ آں کہ گاؤ بحری گوہر کا دیانی از قعرِ دریا برآوردہ	۲۸۳
۹۸	رجوع کردن بقصۂ طلب کردنِ آں مُوش آں چغز را	۲۸۴
۹۹	قصۂ عبدالغوث و ربودنِ پرّاں اُورا	۲۸۷
۱۰۰	داستانِ آں مرد کہ وظیفہ داشت در تبریز از مُحتب	۲۹۱
۱۰۱	آمدنِ جعفر طیارؓ بگرفتنِ قلعہ تنہا	۲۹۲
۱۰۲	رجوع بحکایتِ آں شخص وام کردہ و آمدنِ اُو	۲۹۹
۱۰۳	باخبر شدنِ آں غریب از وفات آں مُحتب	۳۰۱
۱۰۴	مثلِ دومین ہمچو آں غریب شہرِ کاش عمرِ نالم	۳۰۹
۱۰۵	توزیع کردن پائمرد در حُجلہ شہرِ تبریز	۳۱۲
۱۰۶	گریختن گوسفندے از موسیٰ علیہ السلام	۳۱۵
۱۰۷	دیدنِ خوارزم شاہ در سیراں در مُوکبِ خود	۳۲۱
۱۰۸	مواخذۂ یوسفِ صدیق علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام	۳۲۶
۱۰۹	رجوع بحکایتِ سلطان و اسپ	۳۳۱
۱۱۰	رجوع کردن بقصۂ آں پائمرد و آں غریبِ وام دار	۳۳۶
۱۱۱	گفتنِ خواجہ در خواب یاں پائمرد وجوہ وام آں دوست را	۳۳۹
۱۱۲	حکایتِ آں پادشاہ و وصیت کردنِ سہ پسر خویش را	۳۴۲
۱۱۳	بیانِ استمدادِ عارف از سرچشمۂ حیاتِ ابدی	۳۴۴
۱۱۴	رواں شدنِ ہر سہ شہزادہ در ممالکِ پدر	۳۴۶
۱۱۵	رفتنِ پسرانِ سلطان سوئے قلعہ	۳۵۳
۱۱۶	دیدنِ ایشان در قصرِ آں قلعہ ذوات الصُّوَر نقشِ دخترِ شاہِ چین	۳۵۹
۱۱۷	حکایتِ صدرِ جہاں بخاری	۳۶۳
۱۱۸	حکایتِ آں دو برادر یکے کوسہ	۳۶۷
۱۱۹	در تفسیرِ ایں خبر کہ مُصطفیٰ فرمود مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ الْحَدِيث	۳۷۲
۱۲۰	بحث کردنِ آں سہ شہزادہ در تدبیرِ ایں واقعہ	۳۷۲
۱۲۱	مقالتِ برادرِ بزرگ ترین	۳۷۳
۱۲۲	ذکرِ آنکہ پادشاہے کدالشمندے را باکراہ در مجلس درآورد	۳۷۵
۱۲۳	رواں شدنِ شہزادگان بعد از اتمامِ بحث	۳۸۱
۱۲۴	حکایتِ امرؤالقیس کہ پادشاہ عرب بود	۳۸۴
۱۲۵	بے طاقت شدن بعد از مکث مومیائی شدن	۳۸۹
۱۲۶	بیانِ مجاہد کہ دست از مجاہدہ باز ندارد	۳۹۱
۱۲۷	حکایتِ آں شخص کہ در خواب دید کہ آبِ زمزم سیطلبی النبیا	۴۰۳
۱۲۸	سبب تاخیرِ اجابتِ دعایِ مُومن	۴۰۴
۱۲۹	رجوع بقصۂ آں شخص کہ بادشاں گنج دادند	۴۰۶
۱۳۰	رسیدنِ آں شخص بمصر و شب بیروں آمدن بکوی	۴۰۸
۱۳۱	در بیانِ ایں حدیث شریف کہ اَلصَّدَقَةُ تَمْنَعُ سَبْعِينَ الخ	۴۱۰
۱۳۲	گفتنِ عسس خواب خود را با غریبِ مسکین	۴۱۴
۱۳۳	بازگشتنِ آں مردِ شاداں و مراد یافتہ	۴۱۶
۱۳۴	مکرر کردن برادراں پند دادن برادرِ بزرگ ترا	۴۲۱

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱۳۵	مفتون شدن قاضی بر زن جوحی	۴۲۶
۱۳۶	رفتن قاضی بخانہ زن جوحی	۴۲۹
۱۳۷	آمدن نائب قاضی میان بازار و خریداری کردن	۴۳۲
۱۳۸	در بیان خبر مصطفےٰ کہ فرمود مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ	۴۳۶
۱۳۹	باز آمدن زن جوحی بمکر نزد قاضی	۴۳۷
۱۴۰	باز آمدن بقصہ شہزادہ و ملازمت او	۴۴۰
۱۴۱	در بیان نوازش و احترام شاہ چین شاہزادہ را	۴۴۱
۱۴۲	در بیان آنکہ دوزخ گوید کہ قنطرۂ صراط بر سر اوست	۴۴۲
۱۴۳	وفات یافتن برادر بزرگ از شہزادگان	۴۴۳
۱۴۴	آمدن برادر میانگین بجنازۂ برادر کہ ایں کوچک مناسب فراش بود از رنجوری	۴۴۵
۱۴۵	وسوسہ کردن پادشاہزادہ را پیدا شدن از سبب استغناء	۴۵۴
۱۴۶	خطاب حق تعالیٰ بہ عزرائیل کہ ترا رحم بر کہ بیشتر آمد	۴۶۰
۱۴۷	کرامات شیخ شہبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز	۴۶۲
۱۴۸	قصہ پروردن حق تعالیٰ نمرود را بے واسطۂ مادر و دایہ در طفل	۴۶۳
۱۴۹	رجوع بداں قصہ شاہزادہ کہ بہ نقصان آمد	۴۶۶
۱۵۰	مثل وصیت کردن آں شخص کہ سہ پسر داشت	۴۶۸
۱۵۱	مثل	۴۷۱
۱۵۲	خاتمہ لولدہ العارف الکامل المحقق مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہ	۴۷۲
۱۵۳	اختتام مثنوی	۴۷۷
۱۵۴	آغاز داستان بیان کردن آں سہ پسر	۴۷۸
۱۵۵	داستان بر سبیل تمثیل	۴۸۰
۱۵۶	حکایت در بیان حال آں درویش	۴۸۱
۱۵۷	پیش آمدن دنیا بصورت زن	۴۸۳
۱۵۸	قصہ دو شیدن گاؤ نازا و از راہ استحان	۴۸۵
۱۵۹	در بیان معنی آں حدیث	۴۹۰
۱۶۰	رجوع بداستان درویش و وداع شدن	۴۹۱
۱۶۱	بیان نمودن آں پسر دوم حال کاہلی خود	۴۹۳
۱۶۲	حکایت نمودن آں پسر سوم کاہلی خود	۴۹۶
۱۶۳	در معنی ایں حدیث اِنَّ لِکُلِّ مَلِکٍ	۴۹۷
۱۶۴	رجوع کلام بہ حکایت آں پسر سوم	۴۹۷
۱۶۵	در بیان آنکہ دنیا طالب ہارب خود	۴۹۸
۱۶۶	جواب گفتن آں صوفی برائے تسکین خاطر مریداں	۵۰۰
۱۶۷	عرض نمودن آں سہ پسر	۵۰۱
۱۶۸	در بیان معنی ایں حدیث کہ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ۔	۵۰۱
۱۶۹	حکایت بر سبیل تمثیل	۵۰۲
۱۷۰	رجوع بحکایت شہزادۂ سوم	۵۰۴
۱۷۱	بیان حال شہزادۂ سوم	۵۰۵
۱۷۲	داستان آں مطلبی کہ بدون استعداد	۵۰۶
۱۷۳	بیان حال شہزادۂ سوم	۵۰۸
۱۷۴	تمثیلات چند در بیان آنکہ کار دنیا	۵۱۱
۱۷۵	در بیان مغلوبیت حال خود	۵۱۲
۱۷۶	چند نالۂ زار کہ از نے بیقرار در دآثار غمگسار	۵۱۳
۱۷۷	در تاویل بر تصوف سورہ اَلْقَارِعَۃُ وَمَا اَلْقَارِعَۃُ	۵۱۷
۱۷۸	وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ	۵۱۸
۱۷۹	فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ	۵۱۹
۱۸۰	باز رجوع نمودن بتفصیل تاویل قصہ شہزادگاں	۵۲۰
۱۸۱	رجوع آوردن بحکایت آں بادشاہ	۵۲۳
۱۸۲	ارجاع کلام باستمداد روحانی	۵۲۶
۱۸۳	مناجات بجناب قاضی الحاجات	۵۲۷
۱۸۴	در ختم و سال تاریخ اختتام مثنوی	۵۲۹


غرض نقشیست کز ما باز ماند
کہ ہستی را نمی بینم بقایت
گر صاحب دلے روزے برحمت
بر آرد دستِ این بیکس دعایت









